جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعۃ المبارک مطبوعہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۳

مسیح موعود اور دعویٰ الوہیت

مخالفین کے غلط پروپیگنڈے کا جواب

ایک کشفی نظارہ کی تشریح مسیح موعود کی عبارت سے

پیغام صلح کے کالموں میں اس بے بنیاد اتہام کی تردید متعدد مرتبہ ہو چکی ہے جو مخالفین کی طرف سے حضرت مسیح موعود پر لگایا جاتا ہے کہ آپ نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اس اتہام کی بنا حضرت مسیح موعود کا وہ کشف ہے جو آپ نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ میں لکھا ہے۔ اس کشف کی تشریح آپ نے اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر کی ہے۔ مضمون کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان عبارات کو اس جگہ نقل کر دیا جائے تاکہ مخالفین کے پروپیگنڈے کا پورے طور پر ازالہ ہو سکے۔

اصل کشف

وہ کشف جس کی بنا پر حضرت مسیح موعود کی طرف دعویٰ الوہیت منسوب کیا جاتا ہے حسب ذیل ہے:۔

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو۔ اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی میرے رب نے مجھے پکڑا۔ اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قوت اور قدرت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نئی زمین اور نیا آسمان چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

"نعوذ باللہ میری خدائی"

باوجود اس کشف اور ان کلمات کے حضرت مسیح موعود نے خالق السمٰوات والارض ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ فرماتے ہیں:۔

"اب حضرت پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے پادری صاحبان یسوع کی خدائی نکالتے ہیں۔ ان الہامات سے بڑھکر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے۔ تو میرے ان الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی؟"

اب ذرا "نعوذ باللہ میری خدائی" کے الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ اس عبارت سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا یہ کہ دعویٰ خدائی کیا ہے۔ یا یہ کہ خدائی دعوے سے پناہ مانگی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس قسم کے کلمات سے کسی شخص کی بھی خدائی ثابت نہیں ہو سکتی۔

وحدت الوجود اور حلول الٰہی سے انکار

پھر آئینہ کمالات میں جہاں اس کشف کا ذکر کیا ہے اس کشف کی نسبت لکھا ہے۔

"لا نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذالک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلعم اعنی بذالک حدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللہ الصالحین" (آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کشف میں جو کچھ بیان ہوا ہے (کہ میں خدا ہوں وغیرہ) اس سے ہماری مراد وہ نہیں ہے۔ جو وحدت الوجود والے لیتے ہیں اور نہ اس سے ہمارا وہ منشا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل لوگوں کا ہے۔ بلکہ یہ واقعہ بخاری کی اس حدیث کے موافق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا نوافل کے ذریعہ مرتبہ قرب پانا مذکور ہے اور وہ حدیث یہ ہے:۔

ما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ مولوی عبد الواحد صاحب ضروری اسباب کے ساتھ ڈلہوزی چلے گئے ہیں۔ حضرت امیر ڈلہوزی کو روانہ ہونگے۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت ابھی تک مخدوش ہے بیماری میں کوئی نمایاں کمی نہیں۔ احباب کرام ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتے رہیں۔

— یکم مئی سے انجمن کے عہدہ سکرٹری کا چارج شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی کے سپرد ہوا ہے۔ خان صاحب چودھری منظور الٰہی صاحب بطور جائنٹ سکرٹری کام کریں گے۔

— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع راولپنڈی سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ وہاں آریہ سماج نے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی تھی۔ ہماری جماعت کو بھی "عالمگیر مذہب" پر لیکچر کی دعوت دی گئی تھی۔ مرزا صاحب نے اس موضوع پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ اور دوران تقریر میں اسلامی اذان کا ذکر کرتے ہوئے نہایت سریلی آواز سے سماج مندر میں اذان بھی دی۔ جو سننے والوں کے لئے نہایت دلچسپ منظر تھا۔ مفصل روئداد آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

— راولپنڈی کی محمودی جماعت نے ۲۸ اپریل کو مولوی غلام رسول راجیکی کا ایک لیکچر اختلاف سلسلہ پر کرایا۔ جس میں مولوی مذکور نے بہت کچھ گندہ دہانی سے کام لیا۔ جو غیر از جماعت حاضرین جلسہ کو بہت ناگوار گزرا اور وہ ایک دو مرتبہ انہیں ٹوکنے کے بعد بطور احتجاج جلسے سے اٹھکر چلے گئے۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے مولوی مذکور کے اعتراضات کا جواب دینا چاہا۔ لیکن انہیں اجازت نہیں دی گئی۔ پبلک کے اصرار پر مرزا صاحب نے ملحقہ میدان میں اعتراضات کے جواب دینے شروع کئے لیکن محمودیوں نے وہاں سے روشنی گل کر دی جس کو تمام پبلک نے بہت برا منایا۔ اور محمودیوں کی تنگدلی پر افسوس کرتے ہوئے چلے گئے۔ (مفصل آئندہ)

۴۴ (دوسرے کالم کا بقیہ)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعے خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس سے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اور جب پیار کرنے لگ جاتا ہے تو اس کے کان ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری (کتاب الرقاق باب التواضع)

اب ایک ایسی بات جو حضرت مسیح موعود نے نبی کریم کی حدیث

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۱

اسلام مغرب میں

قبول اسلام کی صلاحیت مغربیوں میں پیدا ہو رہی ہے

(مولانا عبد اللہ صاحب مہاجر ایڈیٹر حمایت اسلام)

ٹراشکی پر اسلام کا اثر

اسلام رفتہ رفتہ اہل مغرب کے دلوں میں گھر بنا رہا ہے۔ اور ذہین اور سعید روحیں دیوانہ وار دین فطرت کے سامنے گردنیں جھکا رہی ہیں۔ آپ نے ٹراشکی کے قبول اسلام کی داستان سن لی۔ یہ وہ شخص ہے جس کا شمار روس جدید کی اعلیٰ ترین شخصیتوں میں تھا۔ اصول سوویٹ کے مجدد اعظم کامریڈ لینن کے بعد ٹراٹسکی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ اعتراف کہ میں نے یہودی مذہب کو پڑھا مگر اس کو ناقص پایا۔ پھر میں عیسائیت کی طرف دوڑا۔ مگر اس سے بھی بہت جلد نفرت ہو گئی۔ بالآخر مجھے اسلام میں امید کی جھلک نظر آئی۔ ٹراشکی خود لکھتا ہے۔

"اب جبکہ میں معمر ہوتا جاتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بھی ایمان اور ایک آسمانی مذہب کی ضرورت ہے.....
میں نے اسلام کے اصول کی تحقیق کی۔ اور اس کے قوانین اور براہین پر نظر غائر ڈالی۔ میں نے اس کو واقعی خصائص حسنہ سے مملو پایا۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ ہم اس کے اصول و آئین پر بحث کریں۔ اور اس لئے اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ٹراشکی پر اسلام کی تعلیم نے گہرا اثر کیا ہے اور اس نے خدا کے اس برگزیدہ مذہب کو اس لئے نہیں قبول کیا (جیسا کہ مولانا حسرت موہانی کے اخبار مستقل نے لکھا ہے) کہ اسلام کیونزم سے بہت قریب ہے۔ گو اس میں بالکل نامعلوم فرق موجود ہے۔ بلکہ ٹراشکی کے قبول اسلام کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مدلل اور معقول مذہب ہے جو ہر شخص کو اپنی تعلیمات پر گفتگو کی اجازت دیتا ہے۔ اور خصائص حسنہ سے مملو ہے۔

سر ہیوبرٹ رنکن کے خیالات

روس کی اس نامور شخصیت کے قبول اسلام کی خبر کے ساتھ ہی انگلستان کے ایک عالی نسب اور بلند مرتبت انگریز کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر آئی ہے۔ ان کا نام سر ہیوبرٹ رنکن ہے۔ اور آپ بیرونیٹی کے وارث ہیں۔ سر موصوف نے جن حالات میں اسلام کے آگے گردن اطاعت خم کی ہے۔ ان کی کیفیت ان کی اپنی زبان سے سننی چاہیئے۔ لکھتے ہیں۔

"گذشتہ تین برس سے میں انتہائی [illegible] کے ساتھ انگلستان ... سنجیدگی کے ساتھ مسیحی معتقدات پر غور کرتا رہا۔ میں بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ کلیسائی اعتقادات کسی صورت میں بھی اطمینان بخش نہیں ثابت ہو سکتے۔ اور چونکہ مسیح محض ایک انسان تھے اس لئے میرا تثلیث پر ایمان لانا ناممکن ہے۔"

سر ہیوبرٹ نے اس کے ساتھ اسلام کا مطالعہ جاری رکھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے۔ اور سوچنے سمجھنے والے دماغوں کی پیاس اس مذہب کے سوا اور کوئی نہیں بجھا سکتا۔ اس بنا پر آپ نے اپنا سر دین فطرت کے آگے جھکا دیا۔ اور اب آپ کی یہ کیفیت ہے کہ آپ نے اپنی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں تبلیغ اسلام قرار دیا ہے اور نہایت سرگرمی سے تعلیم اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے ہیں۔

ایک کیتھولک پادری

ایک اور مسیحی پادری نے جو بڑی مدت تک یونی ایٹ شلڈین فرقہ کے کیتھولک پادری کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور جن کا نام ریورنڈ ڈیوڈ منجمن کلدانی بی۔ ڈی ہے۔ کامل غور و خوض کے بعد قبول اسلام کا اعلان کیا ہے ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:-

"میرا قبول اسلام سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت اور فضل کا نتیجہ ہے اور کوئی اسباب اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر ہر ایک قسم کا علم و فضل اور جستجو اور صداقت کے معلوم کرنے کی تمام دوسری کوششیں ممکن ہے کہ انسان کو گمراہی کی طرف لیجائیں"

یہ قبول اسلام کا ریورنڈ ڈیوڈ منجمن کی ذہنیت پر براہ راست اثر ہے۔ لیکن حقیقت کہ انہوں نے اپنے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

"جس لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی کامل توحید پر ایمان لایا۔ اسی وقت اس کا پاک رسول محمد (صلعم) میرے اخلاق اور سیرت کے لئے ایک اسوۂ حسنہ بن گیا"

اس کے یہ معنے ہیں کہ حضور سرور عالم توحید کامل کا ایک مسلم الثبوت مجسمہ تھے۔ اور توحید الٰہی کے اعتقاد سے جس اخلاق اور سیرت کی تخلیق ہوتی ہے۔ آنحضرت (صلعم) کی ذات پاک میں وہ بدرجۂ اتم موجود تھے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ریورنڈ موصوف نے نہ صرف قرآن کریم کا بامعان نظر مطالعہ کیا بلکہ پیغمبر اسلام (صلعم) کے مقدس حالات زندگی کی علمی اور تاریخی چھان بین کی ہے۔ اور بالآخر وہ مشرف باسلام ہو گئے۔

ہالینڈ کی ایک خاتون

یہ تحقیق حق اور قبول حق کا جذبہ مردوں ہی میں نہیں۔ بلکہ مغرب کی عورتوں میں بھی پھیل چکا ہے۔ اور وہ بھی مذاہب کے اضافی مطالعہ کے بعد اسلام کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کرنے لگی ہیں۔ انہی میں ایک مس ٹیڈ ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کی رہنے والی ہیں۔ جنھوں نے گہرے مطالعہ کے بعد اسلام کو اپنا آویزۂ گوش ہوش بنا لیا ہے۔ مس ٹیڈ نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ دس سال قبل اسلام کو جس نظر سے اہل مغرب دیکھتے تھے۔ اس سے بالکل مختلف نظر سے اب دیکھ رہے ہیں۔ پہلے اس سے انہیں نفرت تھی۔ اب وہ دلی رغبت کے ساتھ اس سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ پہلے وہ اسلام کے ہر قول اور تاریخ اسلام کے ہر واقعہ کو پادریوں کی متعصب عینک سے دیکھتے تھے۔ اب وہ ان کا براہ راست مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان میں یہ ذوق تحقیق اور شوق جستجو جنگ عظیم نے پیدا کر دیا ہے۔ جس میں عیسائیت پورے طور پر بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آ گئی اور اس کے تمام نقائص ایک ایک کر کے نمایاں ہو گئے تھے۔ اس حالت میں ان کے دل میں خود بخود کسی کامل مذہب کی تلاش کا ولولہ پیدا ہوا۔ اور جب انہوں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اسلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو کسی فطری اور مکمل مذہب میں ہونی چاہئیں۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ لوگ دین فطرت کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور جن کو خدا نے بصیرت دی ہے وہ اس کے قبول کرنے میں تامل نہیں کرتے۔

تبلیغ اسلام کی ضرورت

اس سے ظاہر ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور بڑی کثرت سے اسلامی لٹریچر کو دنیا میں پھیلایا جائے تو مغرب اس کے اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ لیکن ہماری تو یہ کیفیت ہے۔ کہ ہم ہندوستان کے اندر بھی تبلیغ اسلام کا کوئی ایسا نظام اب تک قائم نہیں کر سکے جو پورے جوش اور کامل استقلال کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت کر سکے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ عہد حاضر میں قبول اسلام کی صلاحیت بنی نوع انسان کے سواد اعظم کے دل میں پیدا ہو چکی ہے اور اگر ہم مغرب کے چیدہ چیدہ دماغوں کو رام کر لیں تو عامۃ الناس کا دین فطرت کے آگے سر تسلیم خم کر دینا کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم نے موجودہ وقت کی ہنگامہ آرائیوں میں فریضۂ تبلیغ اسلام کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے حالانکہ اس فرض کی ادائیگی میں دین و دنیا دونوں کی بہتری موجود ہے۔

مسلم ہائی سکول بدوملہی کے نتائج امتحانات

جی۔ ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ کئی سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سرپرستی میں بڑی کامیابی سے چل رہا ہے اس کے امتحان انٹرنس کے نتائج خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہمیشہ شاندار رہے ہیں۔ امسال بھی ۲۵ طلبا میں سے ۱۶ نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ بورڈنگ کے اخراجات کم ہیں۔ بدوملہی کی آب و ہوا صحت افزا ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے بزرگوں و دیگر برادران اسلام سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو اس سکول میں داخل کریں جہاں ان کی دماغی، اخلاقی اور جسمانی نشو و نما کے لئے تسلی بخش انتظام موجود ہے۔

جلد ۱۷ لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۲۹ء نمبر ۴۸

اسلام اور انقلاب

موجودہ تحریک انقلاب کی بنیاد انسانی نفرت پر ہے اور اسلام کی بنیاد محبت پر

اسمبلی بم کیس اور اسلام

"اسلام اینڈ ریولیوشن" کے عنوان سے ۲۰ جون کے "لائٹ" میں مولانا مولوی یعقوب خاں صاحب نے ایک زبردست افتتاحیہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ جس میں موجودہ تحریک انقلاب پر اسلامی نقطہ نگاہ سے نہایت فاضلانہ طریق سے بحث کی گئی ہے۔ مضمون کی اہمیت اور مولانا یعقوب خاں صاحب کا مخصوص طرز تحریر اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے قارئین پیغام صلح کے مطالعہ میں لایا جائے۔ اس لئے ہم اس کا ترجمہ ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ (مدیر)

موجودہ تہذیب اور انقلاب کا باہمی تعلق

انقلاب اپنے عام مفہوم کے لحاظ سے موجودہ تہذیب کی گویا جیتی اولاد ہے اور فی الحقیقت ایک ناہموار، دہریانہ، مادی تہذیب اس سے بہتر پیدا نہ کر سکتی تھی۔ یہ بم اور پستول کا مذہب اپنے والدین کی سرشت پر انسان کی باہمی منافرت سے پیدا ہوا ہے۔ یا یوں کہو کہ ان دونوں میں باہم عمل اور رد عمل کا تعلق ہے۔ دوسروں کو کچل کر اپنے آپ کو مضبوط اور طاقتور بنانا یہ بالفاظ مختصر موجودہ تہذیب کی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ برائی اب اس کے سر پر چڑھ کر بول رہی ہے۔ انتقام کے دیوتا نے انقلابیوں کے بم اور پستول کی شکل اختیار کر لی ہے۔

انقلاب اور اسلام

جہاں تک حامیان انقلاب کی بے انصافی، ظلم و ستم، اور جبر و تعدی کے خلاف احتجاج کا معاملہ ہے۔ اسلام ان سے ہرگز برسر پرخاش نہیں بلکہ انسانی سوسائٹی کی ان لعنتوں کو دور کرنے کے لئے وہ اور باتوں کے علاوہ ان سے بالمقابل بھی سینہ سپر ہو کر کھڑا ہے۔ اسے حامیان انقلاب کے اس قابل تعریف مقصد سے بھی اعتراض نہیں جو فلاکت زدہ لوگوں کو اٹھانے اور غلامی سے آزاد کرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ کام نیکی کا بلند ترین درجہ ہے۔ انقلابیوں سے اس کی علیحدگی اس مقام پر ہوتی ہے۔ جہاں ان کی احتجاجی سرگرمی بلووں کا موجب ہوتی اور جذبۂ انتقام کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے غریب کی محبت امیر سے نفرت کی ہم معنی بن جاتی ہے۔ کیونکہ اسلام کے تخیل میں کینہ یا نفرت کی کوئی گنجائش پائی نہیں جاتی۔

اس لئے انقلابیوں کا عقیدہ تشدد اور اسلام کا عقیدہ تشدد دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک مارتا ہے اور مار کر خوش ہوتا ہے۔ اور دوسرا مارتا ہے اور اپنے مارے ہوئے پر افسوس کے آنسو بہاتا ہے۔ ایک جذبہ انتقام اور نفرت کا شعلہ ہے۔ اور دوسرا مظلوم کا آخری چارہ کار جو حفاظت خود اختیاری کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔

انقلاب فرانس کے ہولناک واقعات

ڈکٹر ہیوگو کی تصنیف "سنہ ۱۷۹۳ء" پڑھیئے۔ تو آپ کو اس ہولناک نقصان کا کچھ تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے گا۔ جو فرانسیسی انقلاب سے انسانی زندگی کو اٹھانا پڑا۔ جب عام جوش اور دیوانگی کا طوفان اٹھا تو وہ اپنے ساتھ سب کچھ بہا لے گیا۔ گلٹین ملک کے طول و عرض میں پھیلا۔ اور رستہ میں بلا امتیاز بے شمار سر کاٹتا ہوا چلا گیا۔

تاج شاہی پہنے ہوئے سر بھی اسی طرح خاک و خون میں ملائے گئے جیسے پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کے مقدس سروں کو ملایا گیا۔ وہی سلوک سلطنت کے امرا اور ہر اس متنفس کے ساتھ کیا گیا جس کے متعلق مرفہ الحال لوگوں سے ذرا بھی مشابہت رکھنے کا شک پیدا ہوا۔ خود اس شیطانی مشین کے کارندے بھی اپنے آپ کو اس طوفان سے نہ بچا سکے مراٹ۔ ڈانٹان۔ اور رابسپیر کو بھی اپنی گردنیں اسی طرح کٹوانی پڑیں۔ جیسے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر لوئیس اس کی ملکہ اور معصوم شہزادہ کی شاہی گردنوں کو تلوار سے ذبح کیا گیا تھا۔ ڈان برین کی کتاب "مائی فائیٹ فار آئرش فریڈم" کو پڑھیئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انسانی خون کو آزادی کے نام پر کس وحشیانہ بے رحمی کے ساتھ بہایا گیا۔ ایسا ہی روسی انقلاب اور وہ ہولناک واقعات جو اس کے رستہ میں پیدا ہوئے۔ عام طور پر معلوم ہیں۔

اسلام کا انقلاب

اس کے بالمقابل اسلام کے انقلاب کو دیکھئے ایک ربع صدی تک آنحضرت صلعم کو نہایت وحشیانہ مظالم کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ تمسخر و استہزا آپ پر کیا گیا۔ دکھ اور ایذائیں دی گئیں۔ اور وطن سے بے وطن کیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ جڑ بنیاد سے استیصال کر دینے کے لئے جنگیں کی گئیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کوئی غیر آزادی حاصل کرنے یا روٹی کے ٹکڑوں کو مساوی طور پر تقسیم کرنے کی جنگ

کی کشمکش تھی۔ دشمن چھوٹی سی اسلامی برادری کی ہستی مٹا دینے کے درپے تھا۔ اس وقت موت یا تلوار میں سے کسی ایک کا انتخاب ضروری تھا۔ اور وہی وقت تھا جب اس حد تک مجبور ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز آئی اور اس نے تلوار کو نیام سے نکالنے کی اجازت دی۔ تلواریں نکلیں لیکن اسی وقت تک نہیں استعمال کیا گیا جب تک ان کے استعمال کے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس سے ایک منٹ زیادہ نہیں۔ جس وقت دشمن کی طرف سے صلح کا ذرا سا بھی میلان پایا گیا فوراً اس کو نیام میں کر لیا گیا۔ اور جب آخر کار نہایت کشمکش کے بعد معاملہ نے دوسرا رخ اختیار کیا اور مسلمان فتح پا کر دشمنوں کے دارالخلافہ یعنی مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں کیا پیش آیا؟ کوئی کینہ کی آگ مشتعل نہیں ہوئی۔ کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔ ایک قطرہ بھی خون کا بہایا نہیں گیا۔ نہ کوئی گلیٹین وہاں نظر آیا۔ اور نہ بیسٹیل جیسے جیل خانے وہاں دکھائی دیئے۔ بلکہ انصاف تک کا مطالبہ نہیں کیا گیا "لا تثریب علیکم الیوم" (آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں) کے الفاظ میں رحم، محبت اور برادری کا اعلان کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے نہایت ظلم و ستم اور بربریت کا طریق اختیار کر رکھا تھا۔ بلا استثنا امن کے سایہ میں پناہ دے دی گئی۔

صرف یہی ایک طریق تشدد ہے جو لازماً اچھے نتائج کو پیدا کرتا ہے یہ وہ طاقت ہے جو انتہائی ضرورت کے وقت حفاظت خود اختیاری کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ انسانی منافرت کا اس میں دخل نہیں۔ اسی لئے وہ جو پہلے دشمن تھے وہ بھائی بھائی ہو گئے۔

موجودہ انقلابات کے بد نتائج

لیکن اس کے برخلاف موجودہ انقلابات کا نتیجہ کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ ایک برے فعل کا نتیجہ بدترین شکل میں ملتا ہے۔ اور کوئی فائدہ نہیں ان کی بنیاد چونکہ انسانی منافرت پر ہے۔ اس لئے ایک نہایت زہریلا مواد اس سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کے اثر سے بچنے کی صورت کوئی نہیں۔ آج جو لوگ انقلاب اور آزادی میں کوشاں ہیں۔ وہی کل مطلق العنان حاکم بن کر مخلوق خدا کا خون چوسنے کے درپے ہوتے ہیں۔ اور پھر وہی انقلاب اور آزادی کی کشمکش اور وہی طوفان بے تمیزی از سر نو شروع ہو جاتا ہے۔ وہ جنہوں نے کل دوسروں کو بم اور پستول سے ہلاک کیا تھا۔ اپنی باری آنے پر انہی بم اور پستولوں کے وہ خود شکار بن جاتے ہیں۔ شیطانی درخت اس سے بہتر پھل پیدا نہیں کر سکتے۔

اسمبلی بم کیس اور تحریک انقلاب

اس لئے اسمبلی بم کیس کے مجرموں کا یہ بیان کہ انتہا درجہ کے عدم تشدد کے خواب جو بعض لوگوں نے دیکھے ہیں۔ وہ ناقابل عمل ہیں۔ ایک حد تک صداقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ بعینہ اسی طرح ان بم اور پستولوں کے انقلابی طریقوں سے ایک ایسی سوسائٹی پیدا کرنا بھی ناممکن العمل ہے۔ جو بے انصافی، جبر و استبداد اور خود غرضی سے پاک ہو۔ نفرت کا نتیجہ نفرت کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کی باتیں سننی خیز ضرور معلوم ہوں گی۔ دلیری اور بہادری ان میں بے شک نظر آئے گی لیکن اس امر

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۷ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۶

بائیبل میں غلط ترجمے کی ایک روشن مثال

اور

جدید الہام کی ضرورت

چند ایام ہوئے کہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے نے مسجد ووکنگ میں اس امر پر تقریر کی کہ پادری صاحبان کن کن عجیب طریقوں سے ابنائے وطن کے سامنے چندہ کے لئے اپیل کرتے ہیں۔ دوران تقریر میں انہوں نے کہا کہ موثر ترین طریقہ یہ ہے کہ سامعین کے سامنے بعض مشرقی ممالک کی عورتوں کی تصویر پیش کی جاتی ہے کہ یہ بیچاریاں تمدنی مشکلات میں گرفتار ہیں جن کا باعث اسلام ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ مغربی عورتوں کی ایک بڑی جماعت کو بھول جاتے ہیں جو مشرقی بہنوں سے زیادہ مشکلات میں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام ان مشکلات کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اور اسی طرح ہم مسلمان بھی یہ کہنا پسند نہیں کرتے کہ مغرب میں بعض عورتوں کی ذمہ داری مسیحی مذہب پر عائد ہوتی ہے۔ بلاد مغرب میں بھی بہت سی عورتیں مختلف مصائب کا شکار ہوتی ہیں۔ بہتوں کو ان کے خاوند نکال دیتے ہیں اور در بدر تباہ حال پھرتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے عیسائیت کو اس صورت حال کے لئے ذمہ دار قرار نہیں دیا۔ حالانکہ بائیبل میں ایک آیت بھی ایسی موجود ہے جو اس ذمہ داری کی موئید ہو سکتی ہے۔ مثلاً یوحنا کی انجیل ۲ ۴ میں یسوع کہتا ہے "اے عورت مجھے تجھ سے کیا سروکار ہے؟" اس تقریر میں ایک خاتون بھی تھیں جو لندن سے لیکچر سننے کے لئے آئی تھیں لندن واپس جا کر انہوں نے یسوع کے الفاظ کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر روانہ کی:۔

ڈیر مسٹر مجید۔ گذشتہ اتوار کو جو تقریر آپ نے کی تھی اور یسوع کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا تھا۔ میں نے کئی بار اس پر غور کیا۔ میں اس ضمن میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ڈاکٹر اشٹائنر نے مواعیظ انجیل کے سلسلہ میں ایک مرتبہ کہا تھا کہ یسوع کا قول مندرجہ آیت سوم باب دوم دراصل صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ یسوع نے یہ الفاظ کہے تھے "اے عورت تجھ سے مجھ تک"۔ میں نے سوچا شاید یہ تشریح آپ کے لئے دلچسپ ہو کیونکہ اس کی بنا پر یسوع کے قول سے بالکل مختلف مفہوم حاصل ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ربوائزڈ ترجمہ اور ڈاکٹر موصوف کی تصریح دونوں ہی غلط ہیں۔ "اے عورت تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے" یہ بالکل غلط ترجمہ ہے۔ اور "شتا" میں جو آرامی زبان سے بہت ملتی جلتی ہے اور ناصرہ کے علما اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ (یسوع بھی ایک مذہبی آدمی تھا) اس کا ترجمہ یوں ہوگا "اے عورت مجھے اور تجھے کیا؟" یعنی اے عورت مجھے اور تجھے اس بات سے کیا سروکار ہے کہ شراب ہے یا نہیں؟" اس جگہ یہ کہنا بے موقعہ نہ ہوگا کہ اس ترجمہ کی رو سے یسوع معجزہ دکھانے سے انکار کرتا ہے۔ قانا میں اس معجزے کے وقوع کی خبر انجیل کے وقائع نگاروں (متی۔ مرقس اور لوقا) میں سے کسی کو بھی نہیں ہے۔ لیکن اہم سوال یہ ہے کہ اب ہم یسوع کے صحیح الفاظ کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ جو اس نے اپنی مادری زبان میں ادا کئے ہوں گے۔ مختلف تراجم میں سے ہر ایک صحت کا مدعی ہے پھر سچا کسے مانیں؟ اگر کیتھولک چرچ یسوع کے الہامات کا ناشر ہے تو آئے اور ہمیں اصلی الفاظ سے آگاہ کرے۔ ڈاکٹر اشٹائنر کا ترجمہ نہ صرف غلط ہے۔ بلکہ پرلے درجہ کا مہمل بھی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آرامی عبارت یوں نہ ہوتی۔ "انا مالک ولی" بلکہ یوں ہوتی۔ "انا منک لی"۔ قانائے جلیل میں اس شادی کے متعلق برناباس کی انجیل بالکل خاموش ہے۔ متذکرہ بالا تصریحات سے ایک ایسی وحی کی ضرورت صاف طور سے عیاں ہو جاتی ہے۔ جو انسانی دستبرد سے محفوظ ہو۔ مناسب ہوگا کہ ہمارے عیسائی دوست اپنے اپنے دل میں اس اہم سوال پر غور کریں۔ اگر بائیبل صحیح نہیں ہے اور اگر مختلف انبیاؑ اور یسوع کے کارناموں کا صحیح حال ہمارے پاس نہیں ہے۔ تو کیا خداوند خدا ہمیں اسی طرح تاریکی میں پڑا رہنے دیگا؟ اسی سبب سے ہم مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک مرتبہ اس خدا نے ہدایت نازل کی تھی تو دوبارہ بھی جب سابقہ ہدایت قابل اعتماد نہ رہے وہ خدائی ہدایت نازل کر سکتا ہے۔ عالم جسمانی میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب پرانی چیزیں بیکار ہو جاتی ہیں تو خدا ان کی جگہ نئی چیزیں پیدا کر دیتا ہے ہم جانتے ہیں کہ کوئی عیسائی بھی اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ میرے پاس اصلی انجیل موجود ہے۔ اور یہی بات آنحضرت صلعم کی بعثت پر دلیل ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ان کی پاک کتاب اس وقت تک محفوظ اور صحیح ہے۔ نیز ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی لائف (سوانح عمری) بھی موجود ہے۔

کتاب شفیع المذنبین

پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی رائے

میں نے کتاب شفیع المذنبین کو بعض مقامات سے دیکھا ہے رسول اللہ صلعم کی سیرت پر جس قدر بھی کتابیں ہوں کم ہیں۔ یہ کتاب بھی اپنے اندر چند خاص خوبیاں رکھتی ہے۔ اول یہ کہ نہایت مختصر ہے صرف بہتر (۷۲) صفحوں کی کتاب ہے مگر اختصار کے باوجود واقعات اور تفصیلات ایک بڑی سیرت کی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ان واقعات اور تفصیلات کو مصنف نے نقشوں کی صورت میں لا کر ان کا حوالہ تلاش کرنا نہایت آسان کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً مجھے امید ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم اس کتاب کو بہت مفید پائیں گے۔ خاکسار (محمد علی)

قیمت کتاب مجلد ۸ ملنے کا پتہ:۔
کرم الدین حسین ۔۔۔

جلد ۱۷ لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء نمبر ۶۶

نامۂ برلن

برلن مسلم مشن میں لیکچروں کا سلسلہ

ایک سال کی کارگزاری

پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے قلم سے

گزشتہ سال ستمبر میں جب میں نے یہاں کے کام کا چارج لیا تو سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ ۹ اکتوبر ۲۸ء سے ماہوار لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا چونکہ میں زبان سے کما حقہ واقف نہ تھا لہذا گزشتہ موسم سرما کے لیکچروں میں کوئی خاص حصہ نہ لے سکا۔ اور زیادہ تر چند جرمن نو مسلموں نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں۔ یہ سلسلہ مارچ ۲۹ء تک جاری رہا۔ جس کے بعد مارچ ۱۹۲۹ء سے موسم گرما کے لیکچروں کا پروگرام شائع کیا گیا۔ جو اب ۶ ستمبر کو ختم ہوا ہے۔ اس موسم میں لیکچروں کا سلسلہ بفضلہ بڑا ہی کامیاب رہا۔ جس کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے:

پہلا لیکچر ۵ اپریل ۲۹ء کو ہوا۔ ڈاکٹر حمید مارقوس مقرر تھے جنہوں نے "اخلاقی اصول" کے عنوان پر لیکچر دیا۔ اور بتایا کہ اخلاق کیا چیز ہیں اور ان کے بنیادی اصول کیا ہونے چاہئیں۔ آپ نے بڑے بڑے مغربی فلاسفروں کے اقوال سے اخلاق کی حقیقت و ماہیت اور ان کے بنیادی اصولوں کو واضح کیا۔ حاضرین کی تعداد ۴۰۰-۵۰۰ کے درمیان تھی۔ دوسرا لیکچر بھی جو ۳ مئی ۲۹ء کو ہوا۔ ڈاکٹر مارقوس ہی نے دیا۔ جس کا عنوان تھا "اسلام کے اخلاقی اصول" ممدوح نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس بات کو واضح کیا کہ اسلام کن کن اصولوں کو اخلاقی اصول قرار دیتا ہے۔ اور یہ ثابت کیا کہ اسلام کے اصول اخلاق فطرت کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اگر ایک صحیح الفطرت انسان تمام قسم کے بغض اور عناد سے الگ ہو کر اخلاق اور اس کے متعلقہ اصولوں پر غور کرے تو وہ لازماً وہی اصول درست اور صحیح پائے گا جن کا ذکر اسلام نے کیا ہے۔ اس لیکچر میں حاضرین و سامعین نے بڑی ہی دلچسپی لی اور بعض لوگوں نے احمدیت کے متعلق چند سوالات بھی کئے۔ جن کا جواب خاکسار نے دیا۔ لیکچر ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوا۔ اور حاضرین کی تعداد کم و بیش ۶۰ تھی۔

تیسرا لیکچر ۷ جون ۲۹ء کو ہوا۔ یہ لیکچر مسٹر محمد امین فاروقی نے دیا۔ جس کا عنوان "اسلامی جمہوریت" تھا۔ ممدوح نے اسلامی نقطہ نظر سے حکومت کی غرض و غایت بتائی۔ اور یہ ثابت کیا کہ اگر کوئی حکومت حقیقی طور پر بنی نوع انسان کے لئے مفید ہو سکتی ہے تو وہ وہی حکومت ہے جس کے اصول اسلام نے بتلائے ہیں۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش ۶۰ تھی۔

چوتھا لیکچر ۵ جولائی ۲۹ء کو ڈاکٹر ابوالحسن منصور نے "آنحضرت صلعم کی شخصیت" پر دیا۔ لیکچر نہایت ہی دلچسپ تھا۔ اور بعد میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت پر بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ لیکچرار نے بتایا کہ آنحضرت صلعم واقعی رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور بنی نوع انسان پر آپ کا احسان جو ابد الآباد تک قائم رہے گا۔ اس لیکچر کے بعد قرآن اور بائیبل کا بھی مقابلۃً ذکر ہوا۔ لیکچر رات کے ۱۱ بجے تک جاری رہا۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش ۷۰ تھی۔

پانچواں اور چھٹا لیکچر ۲ اگست اور ۶ ستمبر کو خاکسار نے دیا۔ ان دونوں لیکچروں کا ایک ہی عنوان تھا۔ "عورت کی حیثیت اسلامی نقطہ نگاہ سے"۔ مضمون اس قدر لمبا تھا کہ ایک دفعہ ختم نہ ہو سکا۔ خاکسار نے شروع میں عورت کی پوزیشن قبل از اسلام کو واضح کیا۔ پھر "عورت اور موروثی گناہ" پر روشنی ڈالی۔ اور بعد ازاں اسلامی نقطہ نگاہ سے شادی طلاق۔ تعدد ازدواج۔ پردہ و دیگر متعلقہ مسائل کو واضح کیا۔ لیکچر خدا کے فضل و کرم سے بہت مقبول ہوا۔ حاضرین کی تعداد ۲ اگست کو ۱۰۰ سے اوپر اور ۶ ستمبر کو قدرے کم تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے لیکچروں کے سننے کے لئے داخلہ بذریعہ ٹکٹ رکھا ہوا ہے۔ جس کی قیمت نصف شلنگ فی لیکچر ہے۔ باوجود اس کے ۶۰-۸۰ اور ۱۰۰ آدمیوں کا ہر لیکچر میں آجانا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ان لیکچروں کی مقبولیت اور اشتیاق دن بدن بڑھ رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب ایک اور بہت بڑی جرمن سوسائٹی نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کے ہاں "اسلامی نقطہ نگاہ سے بچوں کی تعلیم و تربیت" پر لیکچر دوں۔ جس کو میں نے منظور کر لیا ہے۔

ہمارے آئندہ موسم سرما کے لیکچروں کا پروگرام اکتوبر ۲۹ء سے شروع ہوگا۔ اور میں اس کوشش میں ہوں کہ اس دفعہ یہاں کی یونیورسٹی کے السنہ شرقیہ کے پروفیسروں کو دعوت دوں کہ وہ بھی ہمارے ہاں آکر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

علاوہ ان لیکچروں کے دونوں عیدیں بڑی ہی کامیاب گزریں۔

پھر جنوری ۱۹۲۹ء سے مسلمش ریویو بزبان جرمن باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ صہ ۴۴

صہ ۴۴ موسم گرما میں جمعہ کی نماز کا بھی باقاعدہ انتظام رہا ہے۔ مگر اب موسم سرما کے آغاز سے نہایت افسوس کے ساتھ اس کو بند کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہاں کی شدت کی سردی کے باعث بغیر قالینوں کے اس کا جاری رکھنا بالکل ناممکن ہے۔

راولپنڈی میں زبردست مناظرہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں مولوی عصمت اللہ صاحب کی کامیابی

گزشتہ اشاعت میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ راولپنڈی میں غیر از جماعت مولویوں سے مناظرہ ہونے والا ہے۔ ذیل کے مکتوب میں اس کا مختصر روئداد درج ہے۔

راولپنڈی ۲۹ ستمبر۔ آج دس بجے خانصاحب محمد اسمٰعیل صاحب کی کوٹھی پر جماعت احمدیہ لاہور کے بعض اراکین اور مولوی ثناء اللہ صاحب معہ رفقا مناظرہ کی شرائط اور وقت مقرر کرنے کے لئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ تبادلہ خیالات اسی جگہ یعنی خانصاحب ممدوح کی کوٹھی پر بوقت دو بجے بعد دوپہر ہو۔ اور حاضرین کی تعداد بہت تھوڑی یعنی چند سمجھدار لوگوں پر مشتمل ہو۔ اس قرارداد کے مطابق ہم مقررہ وقت پر کوٹھی مذکورہ پر پہنچ گئے۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب معہ رفقا تین بجے تشریف لائے۔ حاضرین کی تعداد دو اڑھائی صد کے قریب تھی۔ مناظرہ کے پریذیڈنٹ مولانا مولوی صدر الدین صاحب بتراضی فریقین منتخب ہوئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ہمارے درمیان یہ فیصلہ ہوا تھا کہ تبادلہ خیالات عقائد و تعلیمات احمدیہ اور عقائد و تعلیمات اہل حدیث پر ہوگا۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے خلاف معاہدہ حضرت صاحب کے اجتہاد متعلقہ پیشگوئی دانیال نبی کو جس میں مسیح موعود کی عمر ۱۳۳۵ھ تک بتائی گئی تھی پیش کر کے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب برخلاف اپنے عقیدہ کے سات آٹھ سال پہلے فوت ہو گئے۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے اس کا جواب دیا۔ اور چند الزامی اعتراض مولوی عصمت اللہ صاحب پر پیش کئے جن کا وہ جواب دیتے جب کبھی مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی عادت مستمرہ کے مطابق مضحکہ آمیز باتیں کرتے صاحب صدر فوراً رد کر دیتے۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے یہ اعتراض پیش کئے:

(۱) تفسیر ثنائی اردو میں حضرت ابراہیمؑ پر تین جھوٹ بولنے کے اور (۲) حضرت یوسفؑ پر بدکاری کے ناپاک الزام لگائے گئے ہیں اور (۳) لونڈیوں کا بغیر نکاح رکھنا اور ان سے وطی جائز قرار دیا گیا ہے۔ پبلک اس سے بہت متاثر ہوئی بلکہ ایک آدھ دفعہ اس تقریر پر جزاک اللہ کی صدا لگائی جس سے مولوی ثناء اللہ صاحب بہت سراسیمہ ہوئے۔ جلسہ ۴ بجے ختم ہوا۔ عام مسلمان مولویوں کے ان عقائد سے متنفر نظر آتے تھے۔ اور مولوی عصمت اللہ صاحب کی فتح کی داد دے رہے تھے۔ تفصیلی روئداد عنقریب روانہ ہوگی۔ (میرزا فضل کریم) (امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی)

کیا سارداابل سے مداخلت فی الدین ہوتی ہے؟

اور کیا یہ پہلی مداخلت ہے؟

۲۸ اکتوبر کے "مدینہ" میں عنوان بالا سے مولانا عارف ہسوی کا ایک مدلل اور نتیجہ خیز مضمون شائع ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سارداابل کے مخالفین اس پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کریں گے۔ اگر سارداابل واقعی مداخلت فی الدین ہے تو کیا مولانا عارف کے اس مضمون کو پڑھکر سارداابل کے مخالفین اور بالخصوص علماء اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ انگریزی قانون ایک عرصہ دراز سے مداخلت فی الدین کر رہا ہے۔ کیا علماء کے پاس اس سوال کا کوئی اطمینان بخش جواب ہے۔ کہ جو مداخلت اس وقت تک ہمارے شرعی قوانین میں ہو چکی ہے۔ وہ کیوں برداشت کر لی یا نظر انداز کر دی گئی ہے۔ مذکورہ بالا مضمون حسب ذیل ہے:۔

قانون تعلقداری

اسی طرح تعلقداری کا جو قانون ہے۔ وہ بھی صریحاً ایک ذاتی اسلامی قانون کی تنسیخ کرنے والا ہے۔ اسلام نے تقسیم ترکہ کا ایک قانون مقرر کیا ہے اور ایک باپ کی جائداد میں اسکے تمام بیٹے اور بیٹیاں اور بیویاں مقررہ حصص کے مطابق حصہ پانے کی حقدار ہیں۔ مگر اس قانون نے سوائے بڑے بیٹے کے باقی سب حقداروں کو محروم کر دیا ہے۔ یعنی لڑکیاں اور بیویاں ہی نہیں بلکہ بڑے بیٹے کے علاوہ تمام اولاد ذکور اپنے باپ کے کل ترکہ سے محروم کر دی گئی ہے۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں ہے؟

عورت کا مہر

اس کے علاوہ بعض ایسے قوانین شرعی ہیں۔ جن کے نفاذ میں موجودہ حکومت کے قوانین نے مداخلت کی ہے۔ مثلاً عورت کا مہر ہے۔ جو ہر وقت واجب الادا اور قابل الحصول ہے۔ اور عورت کے ورثاء جس وقت چاہیں وصول کر سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ قانون نے تین سال کے اندر اندر اس کو واجب الادا قرار دیا ہے۔ اور تین سال کے بعد بوجہ تمادی عارض ہو جانے کے ناقابل وصول ہو جاتا ہے۔ یعنی عورت کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو موجودہ قانون کی رو سے یہ حق نہیں رہتا کہ تین سال گذر جانے کے بعد بھی مہر وصول کر سکیں۔ حالانکہ شریعت کی رو سے عورت کے ورثاء کو تین سال نہیں بلکہ تیس سال کے بعد بھی مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن موجودہ انگریزی قانون نے اس حق کو جائز تسلیم نہیں کیا۔ اور تین سال گذرنے کے بعد اگر کوئی دعویٰ کرے۔ تو وہ خارج کر دیا جاتا ہے۔

یہی حال بعض قرضوں کا ہے جو تمادی عارض ہو جانے کی وجہ سے موجودہ قانون کی رو سے ناقابل وصول قرار دے دئے جاتے ہیں حالانکہ شریعت نے قرضخواہ کو حق دیا ہے۔ کہ وہ جب چاہے۔ اپنا قرضہ وصول کرے۔

بیع وشریٰ کے مسائل

اسی طرح بیع وشریٰ کے اکثر مسائل اور احکام موجودہ قانون کی رو سے منسوخ العمل ہو گئے ہیں۔ مثلاً باغوں کی کھڑی فصلوں کے بیچنے کا جو رواج ہے۔ وہ شرعاً ناجائز ہے اور اگر شرعی عدالت میں اس خرید وفروخت کے روپیہ کے متعلق دعویٰ دائر کیا جائے تو وہ ناجائز قرار پائے گا۔ مگر انگریزی قانون کی رو سے یہ بیع صحیح قرار دی گئی ہے۔ اور ایک مالک باغ فصل خریدنے والے سے روپیہ وصول کر سکتا ہے۔

اسی طرح بائع اور مشتری ہزاروں میل ایک دوسرے سے دور بیٹھ کر بذریعہ تار یا خط کے سودا کر لیتے ہیں۔ اور مبیع نہ سامنے ہوتی ہے۔ نہ اس پر مشتری کا قبضہ ہوتا ہے۔ یہ بیع قطعاً ناجائز ہے۔ مگر موجودہ قانون اس کو بھی صحیح قرار دیتا ہے۔ اور بائع مشتری سے روپیہ وصول کر سکتا ہے۔

قرضخواہ کا سود

اسی طرح کوئی قرضخواہ سود کی رقم کے حاصل کرنے کا شرعاً حقدار نہیں ہے۔ اور شرعی عدالت سودی رقم کے دعویٰ کو کبھی کسی حال میں صحیح قرار نہیں دے سکتی۔ کیونکہ شرعاً وہ رقم واجب الادا نہیں ہے۔ مگر موجودہ قانون اس دعویٰ کو صحیح ٹھہراتا ہے۔ اور سود کی ڈگری دے دیتا ہے۔

یہ اور اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں جو اس امر کی شاہد ہیں کہ خالص اسلامی قانون میں انگریزی قوانین نے مداخلت کی ہے مگر ان سب قوانین کو شیر مادر کی طرح ہم نے قبول کر لیا ہے۔ اور سارداابل جو ایک مفید قانون ہے اور جس سے کسی اسلامی قانون میں مداخلت نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف ایسے حق میں مداخلت ہوتی ہے۔ جو ایک قانون کی رو سے افراد کو حاصل ہے۔ اور وہ بھی نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف اجازت ورخصت کے درجہ کا حق ہے۔ لہذا اس حق میں بھی مداخلت کا سوال اس صورت میں اٹھ جاتا ہے۔ جب ہم اس کو خوشی ورضامندی سے قبول کر لیں۔ خوشی ورضامندی سے قبول کرنے کی صورت میں اسکی حیثیت صرف اس قدر باقی رہجاتی ہے کہ اپنے اختیار پر خود ہم نے خود اختیاری پابندی عائد کر دی۔

عدم دفاع کا نامعقول عذر

کہا جا سکتا ہے کہ ایک جابر حکومت نے زبردستی کی ہے اور چونکہ دفاع کی استطاعت نہیں ہے۔ اس لئے خاموشی اختیار کی گئی لیکن اگر ایسے قوانین کے متعلق جو حقیقتاً مضرت رساں ہیں۔ خاموشی اختیار کر لی گئی تو اسی طرح ایک مفید قانون کے متعلق اسی حیثیت سے ہم خاموشی اختیار کر سکتے ہیں کہ ایک غیر مسلم حکومت نے اس قانون کو پاس کر دیا۔ اور چونکہ مقابلہ کی استطاعت نہیں۔ لہذا اگر خاموشی اختیار کر لی جائے۔ تو شرعاً ہم معذور ہونگے۔

مگر اس کا کیا جواب ہے۔ کہ بعض قوانین ایسے بھی ہیں جن کی مسلمانوں نے تائید کی اور علماء نے بھی تائید کی اور اب بھی مؤید ہیں حالانکہ بالکل سارداابل کی طرح ان کے ذریعہ بھی اسی قسم کی "مداخلت فی الدین" ہوتی ہے۔ اور اس حق سے والدین اور اولیاء نابالغان کو محروم کیا گیا ہے جو شریعت نے ان کو دیا ہے۔

جبری ولازمی تعلیم

مثلاً جبری ولازمی تعلیم کا قانون ہے جس کی مسلمانوں نے من حیث المجموع تائید کی تھی۔ اور آج بھی اس کا کوئی اس حیثیت سے مخالف نہیں ہے۔ کہ اس سے اس حق میں مداخلت ہوتی ہے۔ جو شریعت نے مسلمانوں کو دیا ہے۔ گو پہلے جس وقت اس کو مسٹر گوکھلے نے پیش کیا تھا۔ تو سر شفیع اور نواب عبد المجید جیسے حضرات نے اسکی مخالفت کی تھی۔ مگر اس مخالفت کی حیثیت یہ نہ تھی۔ کہ مداخلت فی الدین ہوتی ہے۔ بلکہ یہ حضرات اس لئے مخالف تھے۔ کہ حکومت اس کے خلاف تھی۔ اور جب دوسرے مرحلے پر یہ پیش ہوا اور حکومت تائید کرنے پر مجبور ہو گئی تو سب نے بلا استثنا اس کی تائید کی۔ اور اسلامی ہند سے ایک آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ اور کسی نے اس کو شرع اور مذہب میں مداخلت سے تعبیر نہیں کیا۔ حالانکہ جس طرح سارداابل سے مسلمان والدین اور اولیاء نابالغان کے حق میں مداخلت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس قانون سے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جس طرح نابالغ بچوں اور بچیوں کے نکاح کا حق والدین کو حاصل ہے۔ اسی طرح ان کو یہ حق بھی حاصل ہے۔ کہ وہ چاہیں تو مطلق تعلیم نہ دلائیں یا صرف معمولی دینی تعلیم دلا کر یا ضروری ولازمی واقفیت مذہبی زبانی پیدا کر کے کسی حرفہ یا پیشہ میں لگا دیں یا خالص مذہبی تعلیم دلائیں۔ غرض یہ کہ ایک خاص قسم کے نصاب کے ماتحت تعلیم دلانے پر وہ مجبور نہیں ہیں۔ اور شرع نے بالکل آزادی ان کو دی ہے کہ جس قسم کی جی چاہے وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں یا نہ دلائیں۔ لیکن اس قانون نے ان کے اس حق کو سلب کر لیا ہے۔ اور انکو مجبور کر دیا ہے۔ کہ ایک خاص قسم کے نصاب کے مطابق ایک خاص عمر تک خاص [illegible]

جہان اسلام

ترکی عورتیں محکمہ پولیس میں

ترکی میں عورتوں کی انجمن اتحاد نے ابھی حال ہی میں جو نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آج کی عورتوں کو محکمہ پولیس میں عہدے دیئے گئے ہیں۔ سیدہ لطیفہ بکر خانم صدر انجمن اتحاد نے ایک جلسہ میں "محکمہ پولیس میں عورتوں کی خدمت" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انجمن اتحاد نے یہ قرارداد پاس کی کہ کسی آئندہ جلسہ میں ایک یورپین لیڈی کو جو یورپین پولیس سروس میں اعلیٰ عہدہ پر مامور ہے۔ مدعو کیا جائے تاکہ ترکی خواتین کو پولیس کی خدمت کے لئے باقاعدہ تیار کیا جائے بعض خواتین نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ انگلستان کی زنانہ پولیس کی افسر اعلےٰ کو دعوتی رقعہ بھیجا جائے۔ لیکن آخر اس تجویز میں یہ ترمیم پاس کی گئی کہ اس بارے میں حکومت کے افسران متعلقہ سے مشورہ کر لیا جائے۔ اس کے بعد ترکی یونین کی صدر نے یہ تحریک پیش کی۔ کہ عورتوں کے لئے ایک خاص ٹریننگ سکول کھولا جائے۔ چنانچہ صدر نے مجوزہ سکول کے لئے حکومت کے سامنے درخواست پیش کر دی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ حکام اس درخواست پر ہمدردانہ لحاظ کریں گے۔

ترکی اور اٹلی میں دوستی کا معاہدہ

ڈاکٹر توفیق رشدی بک نے ترکی اور اٹلی کے سیاسی تعلقات کے متعلق ایک اطالوی اخبار کے نمائندہ سے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔ "دونوں قوموں کی دوستی اور اتحاد سے ان کے اہم مفاد اور بالخصوص بحیرہ ابیض کے مشرقی حصہ کے اغراض وابستہ ہیں۔ ترکی اور اٹلی کا معاہدہ ایک نہایت اہم دستاویز ہے کیونکہ مشرق میں امن کا انحصار اسی معاہدہ پر ہے۔ اٹلی میں مسولینی اعظم اور اس کے رفقائے کار اور ترکی میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے وزراء ترکی اور اٹلی کے معاہدہ کی اہمیت کو پورے طور پر محسوس کرتے ہیں۔ اور اس لئے امن قائم رہیگا ترکی تمام قوموں سے صلح کرنے کے لئے تیار ہے۔ بشرطیکہ وہ بھی صلح کی خواہاں ہوں۔

مصر میں غیر ملکیوں کا اشتعال انگیز تفوق

مصر میں مصریوں کے حقوق کے متعلق وہاں کا مشہور اخبار "کیاست" [illegible]

ہوگا۔ کہ مصر میں غیر ملکیوں کی موجودہ حیثیت پر غور کیا جائے مجلس اقوام نے مصری حکومت کو اپنا نمائندہ بھیجنے کے لئے لکھا ہے مصری حکومت نے اس کا حسب ذیل جواب دیا ہے:۔

"مصر میں غیر ملکی باشندے پہلے ہی خاص مراعات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف مصر میں انہیں تفوق حاصل ہے بلکہ یہ ملک اپنی مہمان نوازی کے لئے مشہور ہے۔ مراعات کے دائرہ کو زیادہ وسیع کرنے کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ مہمان اور میزبان کے درمیان زیادہ کشیدگی پیدا ہو جائے۔ ایسی حالت میں مصری گورنمنٹ مجلس اقوام میں اپنے نمائندے بھیجنا اور مراعات کے مسئلہ پر بحث کرنا غیر ضروری خیال کرتی ہے۔ کیونکہ مجلس اقوام غیر ممالک میں یورپین باشندوں کو اور زیادہ مراعات دینے پر آمادہ نظر آتی ہے۔ خواہ ان سے اس ملک کے باشندوں کو کتنا ہی نقصان پہنچے۔ مصری صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کے ساتھ ان غیر ملکیوں کے مقابلہ میں مساوات کا برتاؤ محفوظ رکھا جائے۔ جنہوں نے مصریوں کے حقوق صریحاً غصب کر رکھے ہیں۔ مصر کے اصل باشندے اپنے ہی وطن میں غیر ملکی قرار دے جاتے ہیں۔ ہر مہذب گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ اپنی رعایا کے لئے خاص سہولتیں بہم پہنچائے۔ اور اپنے ملک سے غیر ملکیوں کو کو خارج کر دے۔ لیکن مصر میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جہاں اپنے بیگانے نظر آتے ہیں۔ اور بیگانے اپنے۔

فلسطین کے طلبا پر کوڑے برسائے گئے

المقطم کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے:۔ ۱۶ اکتوبر کو فلسطین کے طلبا نے ہڑتال کر دی۔ اس تحریک میں نابلس کے ایک مدرسہ کے طلبا نے جو محکمہ تعلیم کے زیر انتظام ہے۔ حصہ لیا۔ محکمہ تعلیم نے یوروشلم کے ایک شخص فارل نامی کو اپنی تنبیہ فرد کرنے کے لئے بھیجا۔ مسٹر فارل پہنچتے ہی غضبناک ہو گیا۔ اس نے مدرسہ کا فوجی سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ معائنہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے یہ حکم دیا۔ کہ تمام سپاہی مدرسہ کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ اور اس کے بعد اس نے طلبا پر اس شدت اور بیرحمی کے ساتھ کوڑے لگوانے شروع کئے۔ کہ ان کے جسم سے خون نکل آیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع طلبا کے والدین کو پہنچی۔ تو وہ اپنے بچوں کو کوڑوں سے بچانے کیلئے بسرعت تمام مدرسہ میں پہنچے۔ اگر اسی موقعہ پر لوگ تحمل اور بردباری سے کام نہ لیتے۔ تو ایک خوفناک [illegible]

تمام شہر میں ہڑتال کر دی گئی۔ کمیشن نے ہائی کمشنر کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے ایک برقی پیغام بھیجا ہے۔

فلسطینی وفد کے مطالبات

ہائی کمشنر کی خدمت میں حسب ذیل اصحاب کا ایک وفد پہنچا کاظم پاشا الحسینی۔ یعقوب آفندی فراج۔ اونی بک عبدالہادی۔ مغنا آفندی جمال آفندی الحسینی۔ وفد نے حکومت سے مطالبہ کیا۔ کہ (۱) ہشتر کہ جرائم کا قانون منسوخ کیا جائے۔ (۲) پولیس کو عرب قبائل کے بچوں کو سزا دینے سے منع کیا جائے۔ وفد نے بیان کیا۔ کہ حکومت کے بعض عہدہ دار یہودیوں کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہیں۔ ہائی کمشنر نے جواب دیا۔ کہ ان معاملات پر غور کیا جائیگا۔

ترکی اور مصر کے باہمی تعلقات

عنقریب ایک تجارتی معاہدہ طے پائیگا

ترکی اخبارات نے مصری سفیر مقیم ترکی ابراہیم راشب بے کی ان تصریحات کو شائع کیا ہے جو انہوں نے ترکی و مصر کے تعلقات کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ:۔

ترکی و مصر کے تعلقات نہایت عمدہ ہیں۔ اور ہمارے مابین کسی قسم کا کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔ صرف ایک امر مابہ النزاع ہے۔ اور وہ قومیت کا مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق انگورہ اور قاہرہ میں گفتگو ہو رہی ہے۔ چونکہ دونوں طرف خلوص اور نیک نیتی کے جذبات ہیں۔ اس لئے امید ہے۔ کہ گفت و شنید کے نہایت عمدہ نتائج برآمد ہونگے۔ جھگڑے کی بنیاد دونوں ممالک کا قانون قومیت ہے۔ حکومت مصر کے حکام نے حکم صادر کیا ہے۔ کہ جو لوگ ترکی قومیت کو ترجیح دیں۔ انہیں مصر سے نکالدیا جائے۔ حالانکہ قانون اس امر کے متعلق کسی حکم کو تسلیم نہیں کرتا۔ ترکی و مصر کے تجارتی تعلقات ہنگامی معاہدوں پر قائم ہیں۔ اور امید ہے کہ ان کے اختتام سے قبل ایک مستقل معاہدہ تجارت طے کیا جائیگا۔ میں اس قسم کے تجارتی معاہدے کا اپنی حکومت کی طرف سے انتظار کر رہا ہوں۔ ترکوں اور مصریوں کے مابین نہایت خوشگوار تعلقات ہیں۔ مصری ترکوں سے بیحد محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ترکی میں جو زلزلے آئے تھے۔ تو مصریوں نے ۰۰ ۵ پونڈ مصری مصیبت زدوں کی امداد کے لئے دیئے تھے۔

فتح کابل پر ترکی میں مسرت کا اظہار

ترکی اخبارات نے جنرل نادر خاں کی کامیابی پر بیحد مسرت کا اظہار کیا۔ افغانی سفیر مقیم انگورہ کو کابل سے پچھلے دنوں جو پہلا پیغام موصول ہوا وہ یہ تھا کہ جدید افغانی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ جدید افغانستان و ترکی کے مابین حسب سابق دوستانہ تعلقات قائم رہیں گے۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی کوشش کیجئے

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور ووکنگ مشن

تمام معاملات انجمن کے سپرد

مشن کا حساب کتاب غبن سے پاک ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ضروری اعلان

گذشتہ جولائی میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو مشن ووکنگ اور اس کے حساب کتاب کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پر دکیا ہے تو اس میں کچھ امور ابھی تصفیہ طلب ہیں جو خواجہ صاحب کی بیماری کی وجہ سے التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور کہ عنقریب جنرل کونسل میں ان کا تصفیہ ہو کر احباب کو اطلاع دی جائے گی۔ چنانچہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جب بیرونجات کے احباب بکثرت یہاں موجود تھے اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے تمام امور کا تصفیہ ہو گیا اور خواجہ صاحب نے ووکنگ مشن کو مع اس کے ریزروفنڈ کے انجمن کے سپرد کر دیا اور باقی سب امور بھی جو تصفیہ طلب تھے نہایت خوبی سے طے ہو گئے۔ اسی اثناء میں محاسب انجمن نے ان امور کے متعلق بھی جن میں بعض اخبارات میں خواجہ صاحب کی دیانت پر حملہ کیا گیا تھا پوری پوری پڑتال کی اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ مشن کا حساب وکتاب غبن کے الزام سے پاک ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک معاملہ جسے بعض حاسدوں نے ایک نہایت بیش قیمت خدمت اسلامی کے کام کو تباہ کرنے کے لئے ذریعہ بنانا چاہا تھا اس [illegible] خوبی سے طے ہو گیا۔ فالحمد للہ علے ذالک۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ووکنگ مشن۔ خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اور اگر یہ کام ذاتی طور پر ان کے سپرد ہی رہتا تو اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ وہ امر جو مشن کو انجمن کی زیر نگرانی لانے کا موجب ہوا ہے یہ نہیں کہ خواجہ صاحب کی ذات پر ان کے احباب یا معاونین کو اعتماد نہ تھا۔ آج تک جس قدر روپیہ مختلف لوگوں نے خواجہ صاحب کے سپرد کیا ہے وہ ان کی ذات پر اعتماد کر کے ہی کیا ہے اور اس اعتماد کا انہوں نے اپنے آپ کو اہل بھی ثابت کیا ہے۔ مگر چند سال سے اُن کی صحت بہت خراب ہو گئی۔ اس لئے ان کا مشن کے متعلق مالی پریشانیوں اور حساب کتاب کے خرخشوں سے آزاد رہنا ضروری تھا۔ اور آج آٹھ نو سال ہو گئے انہوں نے خود ہی اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس کے محرک ہوئے کہ یہ سب کام اور اس کا حساب کتاب انجمن کی زیر نگرانی ہو۔ چنانچہ اس عرصہ میں سوائے تھوڑے وقفہ کے . . . .
. . . یہ حساب کتاب انجمن کی نگرانی میں ہی آچکا ہے۔ گو مشن کی پالیسی خواجہ صاحب کے ہاتھ میں ہی ہے اور رہے گی۔ اور انجمن بھی اس کام کے متعلق ایسی پالیسی کو برقرار رکھے گی۔ تاہم حساب وکتاب کی الجھنوں سے وہ آزاد رہیں گے۔

محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

مشن جاوا

دو جید عالم سلسلہ عالیہ میں

دوسرے جزائر میں تبلیغ واشاعت کا کام

باوجود اس مخالفت کے جو جزائر شرق الہند کے بداندیش ملا اور دوسرے لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہماری تحریک احمدیت کے ساتھ رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ سمجھدار طبقہ کے اندر ایسے وجود پیدا کر رہا ہے جو اس سلسلہ کی صداقت اور اس کی اہمیت کو پہچان لیتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جو خط مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ جاوا کی طرف سے موصول ہوا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ دو مشہور جید عالم مولوی شعرانی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ عالم لوگوں کا داخل سلسلہ ہونا درحقیقت خاص فضل خداوندی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے احباب اس خبر کے سننے سے بہت خوش ہوں گے کہ جیسا کہ ہمارے بھائی مرزا صاحب نے تجویز فرمایا ہے کہ ہمارے دو احمدی بھائی جو جاوا میں تھے مشمولیت تحریک سے مشرف ہونے کے بعد اب سیلیبز اور سماٹرا میں تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی میں برکت دے اور ان کا وجود وہاں کے باشندوں کے لئے شمع ہدایت کا موجب ہو۔ مرزا ولی احمد بیگ صاحب ہمیشہ ان کو مفید مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ عنقریب دونوں جگہ میں تحریک کے متعلق باقاعدہ شاخیں ایک منظم صورت میں قائم کر دی جائیں گی۔ اللہم زد فزد۔

خاکسار رضا مرتضےٰ خاں

ہر قسم کا کام تکمیل کو پہنچایا جا سکے۔ میں اُس کام کو فوراً شروع کرنا چاہتا ہوں مگر یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر جماعت کی سہولت بھی مدنظر رہے۔ اس لئے سردست ہر جماعت سے یہ اطلاع مطلوب ہے کہ اس کے لئے کون سا موقع موزون ہوگا۔ لیکن ہر جماعت بجائے ایک تاریخ تجویز کرنے کے دو یا تین تاریخیں تجویز کرے کیونکہ ممکن ہے اسی تاریخ کا مطالبہ کسی دوسری جماعت کی طرف سے بھی ہو۔ چونکہ رمضان شریف بھی قریب ہے اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو یہ سلسلہ شروع ہو جانا چاہئے۔ رمضان میں دورہ بند رکھنا پڑے گا۔ مختلف احباب اور جماعتیں اسی جمعہ میں اپنے اپنے لئے موزون اوقات کی تجویز کر کے اطلاع دیں۔ مگر تاریخ مجوزہ سے پندرہ دن پہلے ضرور اطلاع ملنی چاہئے کیونکہ اس ذیل میں بعض اور ضروری امور بھی فیصلہ کے قابل ہوں گے۔ والسلام۔

خاکسار - محمد علی

تنظیم جماعت کیلئے دورہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا اعلان

تنظیم جماعت کے لئے میں چاہتا ہوں کہ ان سردیوں میں جن جن مقامات کا ممکن ہو دورہ کروں۔ چونکہ زیادہ [illegible] ڈاک کے جواب اور دیگر کاروبار میں [illegible]

کام جو میرے مدنظر ہوگا وہ تنظیم اور توسیع جماعت ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ احباب پسند کریں گے تو مختصر پیمانے پر لیکچر بھی ہو سکیں گے۔ مگر اس قدر مختصر کہ اصل کام کا حرج نہ ہو اور جماعت کی توجہ تقسیم نہ ہو۔ میرے ساتھ

جلد ۱۷ | لاہور ۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۵ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۱

اجتماعی زندگی

ارکان اسلام کا فلسفہ !

(از محترمہ زاہدہ خاتون "صدیقی")

انفرادی حیثیت سے جو اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کو اختیار کیا جاتا ہے وہ اجتماعی زندگی کے انصرام کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ انفرادی زندگی کی کچھ حقیقت اجتماعی زندگی کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ اور نہ فرداً فرداً کسی قسم کی ترقی کی جاسکتی ہے۔ جب تک کہ ان میں اجتماع و انصرام نہ ہو۔ قوم میں جہاں انتشار و اختلاف پیدا ہوا اور اس کا شیرازہ بکھرا۔

قومی ترقی کے لئے علوم و فنون ۔ مال و دولت بہت ضروری ہے۔ مگر بلا اجتماعی قوت کے سب بیکار ہے۔ تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی وحشی اقوام نے مہذب اور شائستہ قوموں پر فتح پائی۔ جن کی بے سروسامانی کی معرکہ آرائیوں میں یہ حالت ہوتی تھی کہ ضروری اسلحہ جنگ اور شکم سیر ہو کر کھانے کو بھی میسر نہ آتا تھا۔ مگر ان میں اجتماعی قوت (بدرجہ) اتم تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ فتح و ظفران کی ہمرکاب تھی۔ نبی مرسل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حیات اجتماعی کو قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے بلکہ میرے خیال سے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ نے اجتماعی زندگی کو انتہا تک پہنچا کر دکھا دیا ہے۔

مگر افسوس اس زمانہ کے بہت لوگ اسلام کی تعلیم کو محض دینی فلاح خیال کرتے ہیں اور کلام مجید کو صرف تصوف اور رہبانیت کے لئے تصور کیا جاتا ہے جو قطعی غلط ہے۔ بلکہ دنیا میں یہ واحد مذہب اسلام ہے جو صرف حکومت اور سرفرازی کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ اور اجتماعی زندگی کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام کا پہلا مسئلہ توحید ہے جو تمام معبودان باطل اور ارباب متفرقین کی اطاعت گزاری سے چھڑا کر صرف خدائے واحد کا فرمانبردار بناتا ہے۔ جس سے انسانی دل و دماغ کے قوائے باطنی کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور انسان کی فطری آزادی قائم رہ سکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ نماز ہے جو صف بندی پر زور دیتا ہے۔ کہ سر اور پیر سیدھے پر رہیں اور ایک وقت معین پر سب کو یکساں پابندی میں برابر رہنا چاہئے جس کی تصریح یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ باہم مل جل کر رہنا اور اکٹھے ہو کر کام کرنا چاہئے۔

تیسرا مسئلہ خیرات اور زکوٰۃ ہے۔ جو دولت کا مصرف ملک و ملت پر نثار کرنا سکھاتا ہے نہ دولت کو حیات کا مقصد سمجھ لینا۔ چوتھا مسئلہ روزہ ہے جو صبر و تحمل کی تعلیم دیتا ہے اور غرباء کی حالت سے عملی طور پر امراء کو باخبر کرتا ہے جس سے فاقہ مستوں اور شکم سیروں کو ایک سطح پر لا کر اصول مساوات کو ترقی دی جاتی ہے۔

پانچواں مسئلہ حج ہے۔ جو اجتماعی قوت اور اتمام قومیت کو مستحکم کرتا ہے اور جس طرح دن میں پانچ وقت محلہ والوں اور ہفتہ میں ایک مرتبہ تمام شہر والوں سے مسجد میں باہمی تعلقات کو مضبوط کیا جاتا ہے اسی طرح سال میں ایک

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر

جلسہ کی روداد

تنظیم جماعت کے سلسلے میں یہ پہلا خط ہے جو جماعت امرتسر کے سکرٹری جناب مولوی عزیز بخش صاحب بی۔اے کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ اگر تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ اسی طرح تنظیم جماعت کے لئے کوشش کریں تو کیا ہی اچھا ہو ہم بڑی خوشی سے دوسری جماعتوں کی اس قسم کی کوششوں کے حالات سننے کے منتظر رہیں گے۔ (مدیر)

آج نو بجے صبح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر کا جلسہ برمکان مولوی عزیز بخش صاحب بی اے منعقد ہوا۔

بابو ثناء اللہ صاحب صدر جلسہ قرار پائے اور سکرٹری کا کام بجائے ان کے مولوی عزیز بخش صاحب نے سرانجام دیا۔ سکرٹری صاحب نے روداد اجلاس گزشتہ پڑھ کر سنائی۔ بعدہ قرار دیا کہ:-

(۱) چونکہ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ اگست گزشتہ میں امرتسر سے تبدیل ہو کر لائل پور چلے گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے بجائے جدید پریذیڈنٹ کی تقرری آئندہ اجلاس میں ہو۔

(۲) چٹھی سکرٹری صاحب صدر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۹ء پڑھی گئی۔ جس کی رو سے امرتسر سے ایک ممبر مجلس معتمدین کے واسطے منتخب کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ باتفاق رائے قرار پایا کہ بابو ثناء اللہ صاحب کو منتخب کیا جائے۔

(۳) حضرت امیر ایدہ اللہ کی چٹھی مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۲۹ء پڑھ کر سنائی گئی جس میں آپ نے اپنے دورہ سے پیشتر ہر جگہ کی جماعت کو چند امور کے متعلق ضروری ہدایات فرمائی ہیں۔ جس پر تجاویز ذیل پاس ہوئیں

اول ۔ حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ یہاں کے واسطے آپ خود کوئی تاریخ جس دن تعطیل ہو مقرر فرما کر آٹھ دس دن پہلے مطلع فرما دیں۔ تاکہ تبلیغ کے واسطے مکان وغیرہ کا کوئی انتظام کیا جائے۔

دوم ۔ مردم شماری جماعت امرتسر کی جائے۔

سوم ۔ رجسٹر چندہ کی تکمیل اور گزشتہ حساب کی پڑتال بھی کی جائے۔

چہارم ۔ جمعہ کا مستقل انتظام پہلے سے ہے۔ اور درس کا اب کیا گیا ہے۔

پنجم ۔ ہفتہ وار اجتماع کا انتظام کیا جائے۔

ششم ۔ لائبریری کے انتظام پر غور کیا جائے۔

ہفتم ۔ مستورات کو ایک جگہ جمع کر کے وعظ سننے کے انتظام پر بھی غور کیا جائے۔

ہشتم ۔ جماعت کے نوجوانوں کو جمع کر کے سلسلے کے کاموں

نہم ۔ شہر کے معززین کو حضرت امیر کی تشریف آوری پر وعظ سننے کے واسطے مدعو کیا جائے۔

دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

۱۳ر جنوری ۱۹۲۹ء (خاکسار عزیز بخش سکرٹری جلسہ)

احمدی جماعت اور افغانستان

(حضرت امیر کا ارشاد)

گزشتہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ امیر امان اللہ خان کی مدد کے متعلق جو مسلمانوں میں خیال پیدا ہوا ہے ہم اس میں شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ میں اس سے پہلے خطبوں میں کہہ چکا ہوں کہ امیر امان اللہ خاں کا وجود اسلام کے لئے نہایت درجہ کی قوت و شوکت کا موجب ثابت ہوا ہے۔ پس اس لحاظ سے اس کی مدد کسی باغی کے خلاف نہ صرف تعاون علی البر والتقویٰ میں داخل ہے بلکہ اسلام کے لئے ایسی مدد قوت کا موجب ہے۔ پس جو مدد جائز طور پر ہو سکتی ہے ہم ایسی مدد دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور جو وفد ہلال احمر کا اس غرض کے لئے تجویز ہوا ہے کہ افغانستان میں زخمیوں کی خبرگیری کرے۔ ہمارے احباب بھی اس میں حصہ لینے کے لئے تیار رہیں۔ ہمارا مسلک یہی ہے کہ ہر ایک اسلامی کام میں شرکت کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔

(پہلے کالم کا بقیہ) تعلقات کو مستحکم کیا جاتا ہے اور اہل فضل و کمال کو موقع دیا جاتا ہے وہ تبلیغ و دعوت کے اہم و اقدم فرض کو انجام دینے کے لئے اسباب سوچیں اور اسلام کی ہمدردی و بہتری کی کوئی صورت نکالیں [illegible] باغ فرائض ہیں

رجسٹرڈ ایل نمبر (۱۳۰۸)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

تار کا پتہ مسلمان لاہور

لوائے ما بنہ بر سعید ہر دو ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اخبار

پیغام صلح

نرخنامہ اشتہارات
کیلئے مینیجر کو لکھئے پیغام صلح
شمالی ہند کا کثیر الاشاعت
سہ روزہ اخبار ہے شرح اجرت
بہت کم ہے سہ ماہی نرخ ضرور
ملاحظہ فرمایئے۔ (مینیجر)

ایڈیٹر دوست محمد
اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

ہر سہ شنبہ اور جمعہ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

قیمت
سالانہ چھ روپے
ششماہی تین روپے
سہ ماہی دو روپے
طلباء سے چار روپے
ممالک غیر سے سالانہ ۹ شلنگ
فی پرچہ ایک آنہ

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۸ رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۷

کافرگروں کی شان میں

(لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے تتبع میں)

(از مولوی مرتضیٰ خان صاحب حسن بی اے)

لاکھوں کو آپ خارج ایماں بنا چکے
دس پانچ کو تو داخل اسلام کیجئے!
عزت کا اپنی پاس نہیں آپ کو اگر
اسلام کا تو نام نہ بدنام کیجئے!
دین متیں کی آپ کو خدمت سے کیا غرض؟
عشرت کا نوش صبح و مسا جام کیجئے!
تبلیغ دیں کا فکر کرے آپ کی بلا!
چندہ وصول کیجئے! آرام کیجئے!!
فتوائے کفر دیجئے پیسے بٹوریئے
یوں مفت میں جناب! کھرے دام کیجئے!
دامن سے اپنے داغ مذلت نہ دھویئے
ہاں دوسروں کو مورد الزام کیجئے!
ہو جائے گا حضور کا سرکار میں رسوخ
با صد نیاز دعوت حکام کیجئے!
آباد دیر کیجئے! کعبہ کو ڈھایئے!!
لیکن زباں سے دعویٔ اسلام کیجئے!
حکام وقت سے بھی ملاقات چاہیئے
عرض از پئے وظیفہ و انعام کیجئے!
خاصان حق کو شوق سے کافر بنایئے
اور دل سے محو خطرۂ انجام کیجئے!
لکھتے ہیں آپ مجھکو کہ میں "تیرہ بخت ہوں"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا سفر مانگرول

نواب صاحب مانگرول کی طرف سے استقبال

ولی عہد بہادر کے محل میں لیکچر

(مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

احباب دہلی سے ملاقات

۲۰ فروری کو فرنٹیر میل سے ہم مانگرول کی طرف روانہ ہوئے اور ساتھ بجے صبح دہلی ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ سٹیشن پر جملہ احباب حضرت امیر ایدہ اللہ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ سب نے حضرت ممدوح کی خدمت میں اپنی دلی مودت و عقیدت کے گلدستے پیش کئے۔ اور جب تک گاڑی کھڑی رہی احباب حضور والا کی عقیدت اور پرشفقت نصائح سے مستفید ہوتے رہے سوا آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی اور سب نے حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا صدرالدین صاحب کو پرجوش الوداع کہی۔

نواب صاحب مانگرول کی محبت و عقیدت

۲۳ فروری کی صبح کو ہم سب ریلوے سٹیشن کیشود پر پہنچے۔ عالیجناب نواب صاحب مانگرول کی طرف سے دو نہایت نفیس موٹریں پہلے سے موجود تھیں اور مسٹر خلجی صاحب ایجوکیشنل سکرٹری حضور نواب صاحب بہادر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ہم سب ۱۱ بجے دن پر سوار ہوکر ۱ بجے کے قریب نواب صاحب بہادر کے عالیشان محل میں پہنچے۔ جہاں حضور نواب صاحب بہادر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب و دیگر ہمراہیان سے نہایت خلوص کے ساتھ ملے۔ اور حضرت امیر کی تشریف آوری پر ان کا دلی شکریہ ادا کیا پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت امیر و حضرت مولانا صدرالدین و دیگر ہمراہیان کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے۔

اراکین ریاست کا جوش عقیدت

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حضرت امیر اپنے قیام گاہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضور نواب صاحب بہادر کی شاہی موٹر آگئی اور حضرت امیر اور مولانا صدرالدین صاحب اس میں سوار ہوئے۔ عالی جناب نواب صاحب بہادر بھی ساتھ ہی تشریف فرما ہوئے۔ دوسری موٹر پر جناب ولیعہد صاحب بہادر اور تیسری موٹر پر خاکسار اور شیخ محمد یوسف صاحب اور چوتھی پر دوسرے معززین سوار ہوئے۔ قیام گاہ پر جملہ اراکین ریاست حضرت امیر ایدہ اللہ کے استقبال کے لئے موجود تھے سب نے حضور ممدوح کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ اس وقت بیسیوں ہار حضور اور حضور کے ہمراہیوں کے گلے میں ڈالے گئے۔ ساری سڑک موٹروں سے بھری ہوئی تھی۔ معززین ریاست اس طرح حضور کے گرد کھڑے تھے جسطرح چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے۔ اس وقت محبت و عقیدت کا ایک عجیب منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر سے لیکر تمام اہلکاروں تک حضرت ممدوح کی محبت و عقیدت کے نشہ میں سرشار ہو رہے ہیں۔

محبت و عقیدت کی باتیں

بعد ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ قیام گاہ کے ہال میں تشریف لائے جہاں نہایت پرتکلف کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ حضرت امیر و جناب نواب صاحب بہادر ایک نہایت نفیس صوفے پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور جملہ اراکین کرسیوں پر بیٹھے۔ اور دیر تک محبت و عقیدت کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر جناب نواب صاحب بہادر نے ارشاد فرمایا کہ آپ تھک گئے ہوں گے۔ ذرا آرام لینا چاہیئے۔ یہ فرما کر نواب صاحب بہادر اپنی شاہی موٹر پر سوار ہو گئے۔ اور جملہ اراکین بھی اپنی اپنی موٹر پر روانہ ہوئے۔

ولی عہد صاحب بہادر کے محل میں لیکچر

آج شام کے چار بجے حضور ممدوح (حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ) کا ولی عہد صاحب بہادر کے محل میں لیکچر ہوگا۔ اس کی مفصل کیفیت بعد میں عرض کروں گا۔

جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا صدر الدین کی دلنشین تقاریر

اہل دہلی کا اظہار عقیدت

برادران دہلی کے اصرار پر مقامی جماعت احمدیہ (لاہور) نے اس دفعہ اس امر کا فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے اندر صحیح تعلیم اسلامی اور نیز اتحاد بین المسلمین کی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر سالانہ جلسہ منعقد کیا جائے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ نہایت ہی تزک و احتشام سے پریڈ گراؤنڈ متصل جامع مسجد میں ۲۴-۲۵-۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء منعقد ہوا۔ اور خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

قومی میلہ

ہمارا سالانہ جلسہ عام مسلمانوں کا قومی میلہ سا معلوم ہوتا تھا۔ برادران اسلام نے اس موقع پر مقامی کارکنان کی جس قدر حوصلہ افزائی کی وہ ہمارے وہم و گمان سے بالا ہے۔ جلسہ شروع ہونے سے بہت پہلے پنڈال سامعین سے بھر جاتا تھا۔ کارروائی جلسہ کے شروع ہوتے وقت تعلیم یافتہ طبقہ کی ایک معقول تعداد تقریریں سننے کے لئے منتظر نظر آتی تھی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقاریر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقاریر کو نہایت ہی ذوق و شوق سے سنا گیا۔ دہلی والوں کے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ کہ ان کو دنیاوی شہرت سے مستغنی اور خلق محمدی کے سچے اور پکے علمبردار کے خیالات سننے کا موقع ملا۔ جو خاموشی کے ساتھ اسلامی فضائل پر ضرورت زمانہ کے مطابق تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلامی محاسن کا گرویدہ بنانے کے لئے نہایت ہی مفید اور قیمتی لٹریچر شائع کر رہا ہے۔ چنانچہ ۲۴ مارچ کی شام کو جب حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی تقریر کو ختم کیا تو لوگوں کا اصرار تھا کہ وہ آپ کے کلمات طیبات سننے کے لئے ساری رات بیٹھنے کو تیار ہیں۔ اس جذبہ شوق کی قدر کرتے ہوئے حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت امیر ۲۵ مارچ کی شام کو مسلمانوں کی ترقی اور تنزل کے اسباب پر مبسوط تقریر فرمائیں گے۔ بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تقریر "ختم نبوت" پر ہوئی۔ جو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی۔

اہل دہلی کا اظہار عقیدت

مقررہ سے بہت پیشتر جلسہ گاہ میں پہنچ چکا تھا اور جس وقت آپ نے تقریر شروع کی پنڈال میں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ حضرت امیر کی تقریر گویا تھی۔ ایک بحر نا پیدا کنار تھا۔ چنانچہ بعض مخالف ملاں جو ارادہ شرارت جلسہ میں آئے تھے۔ وہ بھی آپ کے تبحر علمی سے مبہوت رہ گئے اور دوست و دشمن آپ کے علم۔ روحانیت۔ کشش۔ سادگی اور عشق محمد کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ بڑے بڑے سخت مخالفوں نے آپ کے دست مبارک کو اظہار عقیدت کے لئے بوسہ دیا بعض نے معانقہ بھی کیا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا صدر الدین صاحب کی تقاریر کا یہ اثر ہے۔ کہ لوگ احمدیت کو صحیح تصویر اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اور مولویوں کی پھیلائی ہوئی نفرت جو سراسر خلاف واقعہ ہے خود بخود دور ہو رہی ہے۔

دیگر تقاریر و مناظرہ

مولانا مولوی عصمت اللہ۔ خاکسار اور شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریروں کو بھی لوگوں نے نہایت ذوق و شوق سے سنا۔ اور مسلمانوں کا جم غفیر احمدی مبلغوں کی تعریف کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

۲۶ مارچ کو آریہ سماج کے ساتھ زبردست مناظرہ ہوا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے پنڈت جگد مہا پرشاد لکھنوی کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات میخ آہن کی طرح دھنس چکی ہے کہ احمدی مناظرین حقیقتاً عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کی بیخ کنی کر سکتے ہیں۔ عیسائیوں کو جرأت ہی نہیں ہوئی کہ وہ کسی اسلامی اصول پر مباحثہ کے لئے وقت مانگتے۔ پادری عبد الحق۔ پادری سلطان محمد پال۔ اور پادری احمد مسیح کو بالخصوص چیلنج دیا گیا تھا۔

قادیانیوں کی ناکام کوشش

قادیانی بھائیوں نے تفریق بین المسلمین کا ثبوت دیا۔ ان کے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۱۵-۱۶-۱۷ مارچ مقرر تھیں۔ اور ان کو علم تھا کہ ہم اپنا سالانہ جلسہ ۲۴-۲۵-۲۶ مارچ کو کریں گے۔ انہوں نے بھی اپنے سالانہ جلسہ کی وہی تاریخیں کر دیں۔ اور مفت بائیسکوپ کا اشتہار دے کر ہر ممکن کوشش کی کہ ہمارا جلسہ ناکام رہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے کامیاب کیا۔ فالحمد للہ۔

خاکسار عبد الحق مناظر اسلام

سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام دہلی۔

جلسہ راولپنڈی میں قرآن مجید کی شاندار فتح

راولپنڈی ۲ اپریل۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ میں قرآن کریم اور ویدوں کو الہامی کتب ثابت کرنے کے لئے آریہ سماجیوں اور مسلمانوں میں مباحثہ ہوا۔ مولانا عصمت اللہ اور مرزا مظفر بیگ صاحبان مناظر

نئی دنیا کا نیا کارنامہ

"اورگین ڈیلی جرنل" نامی ایک امریکی اخبار کی اشاعت میں جو (اورگین (پورٹ لینڈ) سے شائع ہوتا ہے۔ امریکہ میں طلاق کے مقدمات کے اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں۔ جو ظاہر کرتے ہیں کہ امریکہ "تمدنی ترقی" کے ساتھ اپنے اخلاقی زوال کی طرف کس سرعت سے جا رہا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں امریکہ کی عدالتیں طلاق کے مقدمات میں اس طرح منہمک و مشغول رہیں کہ انہیں کسی دوسرے مقدمہ کے لئے فرصت تک نہ تھی۔ اس قسم کے مقدمات کی تعداد اس سے ایک سال کی تعداد سے گیارہ ہزار چراسی زیادہ ہو گئی۔ اسی طرح ۱۹۱۶ء میں عدالتوں کے ذریعہ سے صرف تین ہزار ساڑھے آٹھ سو شادیوں کو منسوخ قرار دیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۲۷ء میں یہ تعداد ۲۵۲۴ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۲۶ء میں شادیوں کی تعداد بارہ لاکھ چھ سو چونتیس تھی۔ لیکن ۱۹۲۷ء میں یہ تعداد گو بارہ لاکھ دو ہزار پانسو چوہتر ہو گئی تھی لیکن طلاق کی تعداد بھی ایک ہزار چھ سو تراسی ہو گئی۔ یعنی ایک لاکھ اسی ہزار تین سو ترپن سے ایک لاکھ ۹۲ ہزار ۳۳ ہو گئی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی آبادی باستثنائے جزائر امریکہ ۱۹۲۷ء میں کل ۱۱ کروڑ ۸۶ لاکھ ۲۸ ہزار کے قریب تھی، جو ایک سال کی آبادی سے کسی قدر زیادہ تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ آبادی کا کتنا کثیر حصہ طلاق اور ناجائز شادیوں کا خوگر ہو رہا ہے۔

طلاق کی تعداد سب سے زیادہ کیلیفورنیا میں بڑھی جو امریکہ کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر ہے ۱۹۲۶ء میں وہاں بارہ ہزار ۶۵ طلاقیں ہوئیں لیکن ۱۹۲۷ء میں ۱۴ ہزار ایک سو ۳۵ ہوئیں۔ کیلیفورنیا کے بعد اورگین اور واشنگٹن کا نمبر ہے۔ اورگین میں یہ تعداد ۳ ہزار ۴۹ کے مقابلہ میں ۳ ہزار ایک سو سترہ تھی۔ اور واشنگٹن میں ۴ ہزار ایک سو ۲۱ کے مقابلہ میں ۴ ہزار دو سو ۲۷ تھی۔ نواڈا کی پوری تعداد تو اخبار مذکور میں دی نہیں گئی ہے۔ البتہ یہ ضرور لکھا ہے کہ وہاں اس میں ۳۰۱۹ فیصدی اضافہ ہوا۔

یہ ہے اس تمدن کا نتیجہ جس کی آج دنیا میں ہر چہار طرف تعریفیں ہو رہی ہیں۔ اور خود ہمارے بہت سے بھائی اس کے متوالے ہو رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ ان نتائج کا اندازہ نہیں کرتے۔ جو اس تمدن کی وجہ سے مغرب کو تباہی کے سیلاب کی طرف بہائے لئے جا رہے ہیں۔ مشرق خصوصاً ہندوستان بھی اگر اس تمدن میں گرفتار ہو گیا جس میں یورپ و امریکہ گرفتار ہیں تو ان کا ان مصائب میں مبتلا نہ ہونا ناممکن ہے جن میں امریکہ اور یورپ آج مبتلا ہیں۔ اور جس کا ایک نقشہ مندرجہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیا ہمارے ملک کے مدعیان تہذیب و تمدن اور ترقی و اصلاح جو نئے تہذیب جدید کے ان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ | نمبر ۱

بڑے دن کا بڑا کام

اخوت و اتحاد اور خدمات دینیہ کا پُرجوش مظاہرہ

انضباط قومی کا دلنشین منظر

جلسہ سالانہ کی کیفیات عمومی

جلسہ سالانہ خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا اور دیکھنے والوں کے قلوب پر اپنے دلنشین مناظر اور دلچسپ کیفیات کا وہ گہرا نقش چھوڑ گیا جو اس زمانہ کے قومی و سیاسی اجتماعات میں بمشکل پیدا ہو سکتا ہے۔ دنیا کی دوسری قومی و مذہبی مجالس کو اگر دیکھا جائے۔ اگر اس تشتت و افتراق اس دھڑے بندی اور غیر منضبط حالت اور اس نمایشی جوش و خروش پر نظر ڈالی جائے جو عام پلیٹ فارموں پر دنیوی اغراض کے لئے علی العموم دیکھنے میں آتا ہے اور اس اخوت و اتحاد۔ اس انضباط قومی اور للہیت اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اس عملی نظارہ سے اس کا مقابلہ کیا جائے جو ہمارے جلسہ سالانہ میں نظر آتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیا روح تھی جو خدا کے مجدد اور مسیح موعود نے اس قوم کے اندر پھونکی کہ دنیا کی کوئی ملونی اس کے خیالات اور خواہشات میں باقی نہیں رہ گئی۔

اس سال کا جلسہ سالانہ اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ ان اصلاحی امور میں جو جلسہ کے ہر سہ ایام میں پبلک پلیٹ فارم پر زیر بحث لائے گئے۔ جس آزادی رائے کے اظہار کا موقعہ دیا گیا۔ اور اکابرین نے قوم کے غریب طبقہ کے اعتراضات اور خیالات کو جس فراخ حوصلگی کے ساتھ سنا اس کی نظیر بڑی بڑی آزاد خیال جماعتوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ اور یہ قوم کی زندگی کا ایک بین ثبوت ہے کہ اس کے چھوٹے بڑوں کے مونہوں پر اعتراض کرنے اور بڑے اس کو سننے اور برداشت کرنے کی تاب رکھتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ انضباط بھی اس درجہ پر اس قوم کے اندر پایا جاتا ہے کہ شاید دنیا کی کسی قوم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی ایک طرف پوری آزادی خیالات اور دوسری طرف نہایت متخالف خیالات کے ہوتے ہوئے ایک کثیر مجمع پر اس قدر ضبط کہ جہاں حکم ہو جائے کہ ایسا کرنا ہے وہیں فی الفور سب کا خاموش ہو جانا یہ ایسی متضاد فضائل ہیں۔ جو شاید دوسری جگہ ملنی مشکل ہیں اور یہی فی الحقیقت قومی زندگی کا حقیقی نشان ہیں۔ وہ نظارہ حقیقت میں آنکھوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک صدارتی تقریر کے دوران میں ان پر اعتراضات شروع ہو گئے اور متخالف خیالات کے لوگوں نے باہم بحث و مباحثہ شروع کر دیا اور ایک انتشار کی صورت پیدا ہو گئی تو اس وقت حضرت امیر ایدہ اللہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ اس شور کو بند کیا جائے اور خواجہ صاحب کو اپنی تقریر ختم کرنے دی جائے۔ اتنا فرمانا تھا کہ تمام مجمع پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا اور سب طرف ایسی خاموشی چھا گئی کہ گویا کبھی کوئی آواز اٹھی ہی نہ تھی۔

یہ وہ ضبط ہے جو آج ان لوگوں کے اندر بھی پایا نہیں جاتا جو ایک مفترض الطاعت امام کی بیعت کا فخر رکھتے ہیں۔ آج تک ان کا اعتراض تھا کہ بیعت کے بغیر کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی خیال سے ۲۵ دسمبر کے نظارہ کو دیکھ کر ان کے بعض افراد نے یہ خیال کر لیا کہ یہ جماعت اب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور فوراً لیمزقنھم کی پیش گوئی کے پورا ہونے کی

جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ اسی رات اللہ تعالیٰ نے فالف بین قلوبکم کا ایک ایسا شاندار نظارہ دکھایا کہ لیمزقنھم کا لام تاکید اور نون ثقیلہ دہیں دھری کی دھری رہ گئی اور ایک امیر کے ماتحت کام کرنے والی جماعت کا نظام پیر بولی نہیں کے دست بیعت سے بڑھ کر سودمند ثابت ہوا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جماعت کے اندر اختلاف بھی اگر پیدا ہوتا ہے تو محض خدا کے لئے ہوتا ہے۔ ذاتی خواہشات اور دھڑے بندی اگر ہوتی تو دوسری جماعتوں اور مجالس کی طرح اس کے مناقشات بھی ختم نہ ہو سکتے

یہ تو اس ظاہری نظام اور ضبط و اتحاد کی صورت ہے جو اس جماعت میں پائی جاتی ہے۔ اس دلی جذبہ اور خدمات دینیہ کے لئے اس شوق و ولولہ کو اگر دیکھنا ہو جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی اس جماعت کے دلوں میں پایا جاتا ہے تو اس مالی ایثار اور قربانی کو دیکھئے جو گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں اس چھوٹی سی جماعت سے ظہور میں آئی حضرت امیر ایدہ اللہ نے پندرہ سال کے چندوں کی آمد بتاتے ہوئے جو اعداد و شمار بیان کئے ان کی تفصیل روئداد جلسہ میں درج ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ "چند" کے حقارت آمیز لفظوں کی مخاطب جماعت چندے دینے اور کام کرنے میں "لاکھوں" کی کثرت پر سبقت لے گئی۔ جو کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ جلسہ سالانہ پر اس قربانی و ایثار کا ایک اور ثبوت پیش کیا گیا اور ایک نہیں دو نہیں تین چار تحریکات مختلف اوقات میں یکے بعد دیگرے ہوئیں اور اس غریب ترین جماعت نے ان سب پر بخوشی خاطر لبیک کہا اور دل کھول کر چندہ دیا جس کی میزان ستائیس ہزار روپیہ تک پہنچ گئی ہے اس لئے صاف ظاہر ہے کہ وہ جذبہ صادقہ جو امام وقت نے ہم میں پیدا کرنا چاہا تھا اس کی صحیح روح آج اس جماعت کے اندر پائی جاتی ہے اور یہی وہ جماعت ہے جو آج اسلام کی سچی خادم اور ولتکن منکم امۃ الخ کے نصب العین کی حقیقی حامل ہے۔ کاش وہ لوگ جن کے دل طرح طرح کے ظنون فاسدہ سے مسموم ہیں ان واقعات و حقائق پر غور کریں اور اس جماعت کے ساتھ شامل ہو کر اسلام کی حفاظت و اشاعت کے اس جذبہ صادقہ کو اپنے اندر پیدا کریں۔ جو مسلمانوں کی کامیابی اور اسلام کی فتح و نصرت کی اصل جڑ ہے۔

دنیا نے بہت سے بڑے دن دیکھے ہیں لیکن خدا کی شان ہے کہ مسیح اول کے پیرووں کا بڑا دن اگر ان کی پیدائش کا دن سمجھا جاتا ہے تو وہی دن مسیح ثانی کے پیرووں میں اس بڑے کام کے لئے مخصوص ہے جو اسلام کی عزت و عظمت سے تعلق رکھتا ہے۔ صلیب کی پیدائش کا دن ہی کسر صلیب کا دن سمجھا گیا ہے۔ پس آؤ کہ اس بڑے کام کو جو بڑے دن سے شروع کیا گیا ہے مل کر سرانجام دیں اور کرسمس کی یاد یوم توحید سے بدل جائے۔

شدھی سماچار اور آریہ سماج

آج کی خبروں میں سوامی چدانند مدیر "شدھی سماچار" کی گرفتاری کی خبر قارئین کرام کے ملاحظہ سے گذرے گی۔ ہمیں افسوس ہے کہ آج اس ملک کے مذہبی لیڈر بجائے اس کے کہ دوسروں کے لئے حسن اخلاق اور بہترین اعمال کا نمونہ قائم کرتے اور ملک کے لئے امن کا موجب ہوتے ایسے بدترین اعمال اور رذیل اخلاق ان سے صادر ہوتے ہیں کہ دوسروں کو چار و ناچار ان کے لئے قانونی شکنجہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ آئے دن آریہ سماج کی طرف سے اس قسم کے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے اور سید المطہرین امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کے متعلق ایسے ایسے ناپاک الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے جو دلوں کو چیرنے والے ہوتے ہیں۔ راجپال کا فتنہ ابھی حال ہی کا واقعہ ہے اس کے بعد ناپاک ٹریکٹ کی اشاعت اور اسی قسم کے متعدد رسالوں اور اخبارات کا آریہ سماجی پروپیگنڈا کے پردہ میں اسلام پر حملہ آور ہونا ایسے واقعات ہیں جن پر آریہ سماج کو پشیمان ہونا چاہئے تھا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس قسم کے واقعات کو روکنے کے لئے پیشوایان مذہبی کی توہین کا قانون بھی گورنمنٹ کی طرف سے نافذ ہو چکا ہے۔ لیکن بجائے اس کے شدھی سماچار کا نیا چرکہ مسلمانوں کو لگایا جاتا ہے۔ جو ہر طرح ناقابل برداشت ہے۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام اور آنحضرت صلعم کو بدنام کرنا اور گالیاں دینا آریہ سماج کی متفقہ پالیسی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ گورنمنٹ ایسی ناپاک اور امن شکن تحریرات پر اس وقت تک نوٹس

ان کا فرض ہے کہ جس طرح اور جرائم کے خلاف وہ خود بخود زور لگاتی ہے اس کے خلاف بھی از خود کارروائی کرے۔ اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے روکنے کا اہتمام کرے۔

ہمیں حیرت ہے کہ آریہ سماج ایک مذہبی جماعت کہلا کر ایسے ناپاک لٹریچر کی اشاعت اور اپنے مذہب کی خوبیوں کو بیان کرنے کے بجائے دوسروں پر حملہ آور ہونا ضروری سمجھتی ہے۔ یہ اس کی پرلے درجہ کی کمزوری کا نشان ہے۔ ایک سچے اور پاکیزہ مذہب کا یہ دستور نہیں ہو سکتا کہ اپنے آپ کو منوانے کے لئے دوسروں کی مذمت کا شغل اختیار کرے۔ صداقت کا اظہار کسی کی مذمت اور عیب چینی کو نہیں چاہتا۔ جس طرح سورج کی زبردست شعاعیں چاند اور ستاروں کی روشنی پر از خود غالب آ جاتی ہیں اسی طرح جس قدر زبردست صداقت کسی مذہب میں ہو گی اسی قدر وہ دوسرے مذہب پر غالب آئے گا۔ اسلام نے دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کا احترام اور دوسری صداقتوں پر ایمان پیدا کر کے خود اپنی عظمت کا ثبوت دیا ہے اور یہی اس کی کامیابی کا باعث ہے۔

لیڈروں کی ہنگامہ آرائی

دسمبر کا آخری ہفتہ ہندوستان میں ہر قسم کے مذہبی و سیاسی جلسوں کے لئے مخصوص ہے۔ ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں ہر سال بڑے بڑے لیڈروں کا اجتماع ہوتا ہے اور کانگریس مسلم لیگ۔ خلافت کانفرنس وغیرہ ناموں سے علیحدہ علیحدہ شاندار پنڈال بنائے جاتے ہیں امسال یہ تمام مجالس کلکتہ میں منعقد ہوئیں۔ جن میں ملک کی آئندہ قسمت کے فیصلہ کے لئے شاندار تجاویز پیش ہوئیں اور دلچسپ پروگرام بنائے گئے۔ لیکن جو بات ہمارے لئے ان تمام مجالس میں جاذب توجہ ہے۔ وہ لیڈروں کی باہمی بم چخ اور ہنگامہ آرائی ہے۔ وہ لوگ جو ملک کی قیادت کی باگ ہاتھ میں لے کر گھروں سے نکلتے ہیں اور قومی پلیٹ فارموں پر آکر اپنی دھواں دھار تقاریر سے ارسطو کی بلاغت اور لقمان کے فلسفہ کو مات کر دیتے ہیں۔ ان کے اخلاق کو اگر دیکھنا ہو تو ان بڑی بڑی مجالس میں جا کر دیکھو جہاں مختلف خیالات کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت پر حملہ کرنا ایک دوسرے پر آوازے کسنا اور طرح طرح کے القاب تجویز کرنا ان کی لیڈرانہ خصائل کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ تمام کانفرنسوں اور کانگریسوں کی روئدادوں کو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ لیڈروں کی یہ ہنگامہ خیزی اور معرکہ آرائی ہر جگہ نمایاں نظر آئیگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو اخلاق اور آداب مجالس سے چنداں واسطہ ہے اور نہ ملک کی آئندہ بہتری کا کوئی خیال ہے محض اپنی بڑائی اور دوسروں کو گرا کر خود اونچا ہونے کا زیادہ فکر ہے۔ حیرت ہے جس قوم اور جس ملک کے یہ لیڈر ہوں اس کی بہتری اور بھلائی کے دن کہاں آ سکتے ہیں۔

شاہنامہ اسلام

اس اشاعت میں جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد درج ہے۔ جس میں پنجاب کے مایۂ ناز شاعر حضرت حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کا ذکر بھی آیا ہے حضرت حفیظ کی ذات گرامی اخبار بین احباب کیلئے کسی تعارف کی محتاج نہیں آج کل وہ اس شاہنامہ کیلئے وقف ہو گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ عنقریب پہلی جلد طبع ہو کر بازار میں آ جائیگی۔ "شاہنامہ اسلام" میں کیا ہو گا؟ اور یہ کس پایہ کی کتاب ہو گی۔ اس کے متعلق اس مختصر نوٹ میں کچھ بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ منظوم تاریخ اسلام ہے جس میں پیدائش آدمؑ سے لیکر تمام واقعات کو نہایت مؤثر پر جوش اور دلآویز طریق پر نظم کیا گیا ہے۔ تاریخ اسلام اور حضرت حفیظ کا قلم بس سمجھ لیجئے۔ یہ کتاب کیا ہو گی۔ اور کیسی ہو گی۔ پہلی جلد غالباً پیدائش آدمؑ سے لیکر آنحضرت صلعم کی زندگی پر مشتمل ہے۔

ضرورت ہے اس کتاب کو ہر ایک مسلمان گھر میں پہنچایا جائے۔ حضرت ایدہ اللہ نے اس کے متعلق جو کچھ فرمایا وہ آپ اسی اشاعت میں جلسہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ پہلی جلد کی قیمت صرف دو روپیہ فی نسخہ ہو گی۔ کتاب کی طباعت کا خاص اہتمام ہو رہا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ ہو گا۔ اور خیال ہے کہ بڑے سائز کے ڈھائی سو صفحوں پر ختم ہو گی۔ جو صاحب آرڈر کے ہمراہ پیشگی بھیج سکتے ہوں ان کے لئے دارالکتب اسلامیہ لاہور اس کتاب کو مہیا کر سکتا ہے

نے چاہئیں۔
نے اس کتاب کی قدر کر کے اس مایۂ ناز اور ۲۱ ... [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۵

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲۵ رشعبان المعظم ۱۳۴۷ھ ہجری المقدس نمبر ۱۱

عمانوایل کا مصداق حقیقی

عمانوایل کا معجزانہ ظہور مکڑی کے جالے کو دیوار آہنی بنا دیتا ہے

(ایک احمدی کے قلم سے)

(۲)

گزشتہ مضمون پر ایک نظر

پچھلے مضمون میں میں مسیحیوں کی اس ناکام کوشش کا ذکر کرچکا ہوں جو انہوں نے عمانوایل کی پیشگوئی کو جناب مسیح پر چسپاں کرنے کے لئے کی اور المہ کا غلط ترجمہ کنواری کرکے حضرت مسیح کو آفتاب پرستوں کی تقلید میں کنواری ماں سے تولد شدہ مان کر اس پیشگوئی کو محرف کرکے ان پر لگانا چاہا۔ ظاہر ہے اصل پیشگوئی میں کنواری کا لفظ نہیں۔ پس کنواری سے پیدا ہونے کا جھگڑا ہی ختم ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا اصل مصداق کون ہے۔

عمانوایل کے معنے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصداق وہ شخص ہے جسکے پیدا ہونے کا ذکر یسعیاہ ۸ باب میں ہے۔ ممکن ہے یہ درست ہو۔ کیونکہ بادشاہ یہودہ اس وقت جبکہ وہ دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ مددگار کی بھی ضرورت تھی لیکن اس لفظ مرکب کے معنے پر غور کرنے سے تمام مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

عمانوایل کے معنے ہیں "اللہ ہمارے ساتھ ہے" جس کا ٹھیک عربی ترجمہ ہے "ان اللہ معنا"۔ یہ وہ کلمہ ہے جو قرآن کریم نے تبلایا ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس وقت نکلا ہے جب کہ آپ ایک غار میں پوشیدہ تھے۔ اور کفار آپ کی جان لینے کے لئے غار کے منہ پر کھڑے تھے۔

عمانوایل کا نقشہ محمد رسول اللہ کی زندگی میں

ذرا غور کرو۔ کفار مکہ نے اپنی خفیہ مجلس میں یہ بات طے کی تھی کہ سب مل کر محمد رسول اللہ صلعم کے گھر کو گھیر کر آپ کو قتل کردیں۔ گھر گھیرا جاتا ہے۔ آپ خدا کے فضل سے وہاں سے نکل آتے ہیں۔ اور اپنے رفیق یکرنگ حضرت ابوبکر کے ساتھ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار میں چھپ جاتے ہیں۔ غار کو پتہ لگ جاتا ہے۔ خون کے پیاسے دشمن ایک کھوجی کو لے کر قدم کے نشان لیتے ہوئے عین اسی غار کے منہ پر پہنچ جاتے ہیں جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پنہاں ہیں اور کھوج نکالنے والا نہایت یقین سے کہتا ہے کہ آپ اس غار کے اندر ہیں۔ کیونکہ قدم کے نشان صاف اس غار کے منہ تک جاتے ہیں آگے نہیں جاتے۔ اگر اس غار میں نہیں تو پھر یا آسمان کو اڑ گئے یا زمین میں سما گئے۔ اس سے بڑھکر یقین پیدا کرنے کا طریق اور کیا ہو سکتا تھا جو اس کھوجی نے اختیار کیا۔ اور نہایت وثوق سے بتایا کہ اس غار کے اندر مفرورین پنہاں ہیں۔ خون آشام دشمن برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے غار کے منہ پر ہیں۔ اور انہیں یقین دلایا گیا ہے کہ تمہارا مقصود اس غار کے اندر ہے۔ غار اتنا تنگ کہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا ناممکن۔ بھاگنے کے لئے کوئی رستہ نہیں۔ ان کی باتوں کی آواز غار کے اندر حضرت ابوبکر اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ حضرت ابوبکر کو صاف نظر آتا ہے کہ اب میرے محبوب اور آقا محمد صلعم کے قتل ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کا دل غم سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت کوئی تسلی اور اطمینان کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ لا تحزن ان اللہ معنا "غمگین نہ ہو ہمارے ساتھ اللہ ہے" کہ یہی وہ عمانوایل ہے جسکی پیشگوئی یسعیاہ نبی نے کی تھی۔ کیا اس سے بڑھکر خطرناک اور نازک وقت انسان کی زندگی میں آسکتا ہے قتل پر حلف اٹھانے والے دشمن غار کے منہ پر کھڑے ہیں۔ ان کو یقین دلا یا گیا ہے کہ آپ اس غار کے اندر ہیں۔ غار سے بھاگنے بلکہ کھڑے ہونے کا بھی کوئی موقعہ نہیں۔ ننگی تلواریں دشمنوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ ان کا ایک وار اور بس سب کچھ ختم۔ حضرت ابوبکر کے سامنے یہ نقشہ ہے۔ ان کا غمگین ہونا بجا تھا۔ مگر وہ کیا یقین تھا جس نے آپ کے منہ سے یہ نکلوایا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ وہی اللہ تعالیٰ کی معیت تھی جس کا ترجمہ عبرانی میں ٹھیک عمانوایل ہے کہ "خدا ہمارے ساتھ ہے"، کیا عمانوایل کا یہ نقشہ مسیح کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

عمانوایل حضرت مسیح نہیں ہو سکتے۔

حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جاتا ہے۔ وہاں بھی اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اب موت نزدیک ہے۔ اور قصہ ختم ہے۔ مگر آہ اس وقت آپ کی زبان سے یہ فقرہ نہیں نکلا کہ کچھ ڈر نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بلکہ یہ فقرہ زبان سے نکلا "ایلی ایلی لما سبقتانی"۔ "اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہی وہ فقرہ ہے جسکے متعلق محققین اناجیل کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسیح کے منہ سے جو لفظ نکلے تھے وہ اس فقرہ میں ٹھیک ٹھیک ہم تک پہنچے۔ انجیل کے باقی الفاظ انسانی مداخلت سے خالی نہیں رہے۔ اور سوائے اس فقرے کے اور کسی انجیل کے فقرے کی نسبت نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی اصل شکل میں حضرت مسیح سے ہم تک پہنچا۔ البتہ یہ وہ فقرہ ہے جس کی نسبت وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح مسیح کے منہ سے نکلا اسی طرح من وعن ہم تک پہنچا خدا کی مشیت نے اس فقرے کو ہم تک اپنی اصل شکل میں اسی لئے پہنچایا۔ تا اس بات پر نشان ہو کہ عمانوایل حضرت مسیح نہیں ہو سکتے۔ جنہوں نے کہا کہ اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ فقرہ اگرچہ عین فطرت انسانی کی آواز ہے۔ ہر ایک سمجھدار انسان ایسے نازک وقت میں یہی پکار اٹھیگا مگر باایں ہمہ عمانوایل کی حقیقت اور شان اس فقرہ سے بلند ہے۔ اس کی شان وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ان اللہ معنا کے الفاظ نکلتے ہوئے ظاہر ہوئی۔ کہ "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے" آپ کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ کوئی غم نہیں ہوتا۔ کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اللہ کی معیت پر اتنا یقین ہے کہ ساتھی کو تسلی دے رہے ہیں عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس عمانوئیلی رنگ کو سمجھ بھی نہیں سکتی۔ مگر دیکھو یہ فقرہ ہوائی نہ تھا جو منہ سے نکلا اور ہوا میں اڑ گیا۔ اب عمانوایل کا ظہور دیکھو غار کے منہ پر ایک مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ یہ وہی جالا تھا جسے توڑ کر حضرت ابوبکر اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم غار کے اندر داخل ہوئے تھے۔ مگر ملکوتی مکڑی اپنا ٹوٹا ہوا جالا فوراً درست کرلیتی ہے۔ اور بہت تھوڑی دیر میں اپنی تمام تاریں تن لیتی ہے۔ چنانچہ مکڑی اپنا جالا پھر تن چکی تھی جب کھوجی نے یقین دلایا کہ مفرورین اس غار کے اندر ہیں تو ایک شخص بول اٹھا کہ اگر غار کا جالا بدستور تنا ہو۔ پاس سے ایک چرواہا بولا کہ میں روز بکریاں یہاں چرایا کرتا ہوں اور اس جالے کو مدت سے اس غار کے دہانہ پر تنا ہوا دیکھتا ہوں۔ یہ بحث ہوتی رہی مگر کیا شان ربی ہے کہ کسی سے یہ نہ ہوا کہ مکڑی کے جالے کو ذرا توڑ کر غار کے اندر جھانک لیتے۔ تو سامنے ہی تو دونوں بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سب بحث ہی کرتے رہے مگر جھانک کر کسی نے نہ دیکھا۔ جو ایک لمحہ میں بحث کا خاتمہ کر دیتا۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ اگر غار کے اندر ہوتے تو جالے کا ثابت رہنا ناممکن تھا۔ اس جالے نے ان کی پیش قدمی کا خاتمہ کردیا۔ اور وہ اپنے گھروں کو چلتے بنے۔

عمانوایل حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں

کیا دنیا کی تاریخ میں خدا کی معیت کا نظارہ اس سے عجیب کہیں نظر آتا ہے۔ جہاں خون کے پیاسے دشمنوں کے لئے صرف ایک مکڑی کا جالا دیوار آہنی بن کر کھڑا ہو گیا ہو۔ یسعیاہ نبی سے سینکڑوں سال قبل خدا کی معیت کا نظارہ حضرت موسےٰ کے ساتھ بھی نظر آیا تھا۔ جب سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ مگر حضرت موسیٰ کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں ان کی قوم تھی۔ اور خدا نے انہیں سمندر میں سے گزر جانے کے لئے رستہ دکھا کر بچایا۔ چنانچہ جب فرعون معہ لشکر وہاں پہنچا ہے۔ تو موسےٰ اور فرعون کے درمیان سمندر حائل تھا۔ جس سے گزرنا اتنا مشکل تھا۔ کہ آخر کار فرعون کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فراعنہ کے درمیان کوئی سمندر نہ تھا بلکہ صرف ایک مکڑی کا جالا حائل تھا و ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ خود قرآن نے کہا ہے کہ تمام گھروں میں سے کمزور مکڑی کا گھر (جالا) ہوتا ہے۔ پس خدا کی ایسی معیت کا نظارہ دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اسی لئے یسعیاہ نبی نے کئی سو برس پہلے اس موعود کو عمانوایل کے نام سے پکارا۔ کیونکہ خدا کی معیت کا ایسا نظارہ انسانی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور خود زبان مبارک نبوی پر بھی وہی الفاظ جاری ہوئے جو پیشگوئی کے تھے۔ یعنی ان اللہ معنا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ جو عمانوایل کا لفظی ترجمہ ہے۔

پیشگوئی کے باقی الفاظ

پیشگوئی کے باقی الفاظ پر غور کرو تو وہ بھی اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں وہ الفاظ ہیں "وہ دہی اور شہد کھائے گا جس وقت کہ وہ بُرا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پائے"۔ کیا یہ سچ نہیں کہ دہی اور شہد عرب قوم کی خوراک ہے۔ اور شہد آنحضرت صلعم کو خاص طور پر بہت محبوب تھا۔ مسیح کی نسبت دہی اور شہد کا کھانا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ مے یا انگور کا رس پینا انجیل سے نکلتا ہے۔ جو ہم مسلمان تو نہیں مانتے۔ مگر عیسائیوں کے ہاں بطور یادگار کے عشائے ربانی میں شراب آج تک پی جاتی ہے۔

"بُرا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز" کیا شریعت کا دوسرا نام نہیں؟ اور کیا یہ ٹھیک "الفرقان" کا ترجمہ نہیں؟ کیا قرآن کا دوسرا نام "الفرقان" نہیں؟ اس وجہ سے کہ وہ حق و باطل اور بُرے بھلے میں امتیاز کرنے کی صحیح راہ تبلاتا ہے۔ اور یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے پایا۔ آپ چونکہ بانی شریعت نبی تھے۔ اس لئے شریعت کے قیام کے لئے "بُرا ترک کرنے اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز" آپ کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ جو بانی شریعت نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ملتا۔ حضرت مسیح بانی شریعت نبی نہ تھے۔ بلکہ بقول عیسائیوں کے تو وہ شریعت کی لعنت کو دنیا سے اٹھانے آئے تھے۔ یعنی بُرے بھلے کے امتیاز کو ہی دنیا سے مٹا دینے آئے تھے۔ اس لئے وہ اس کے مصداق کسی طرح بھی نہیں ہو سکتے۔

پیشگوئی کا حقیقی مصداق

پس ہر ایک غور سے کام لینے والے کی نگاہ میں عمانوایل کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں ولا غیر۔ کیونکہ ہر پہلو سے وہ آپ میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید

آئندہ نمبر پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں ہمارے احباب جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم حقیقت رقم سے ایک عجیب و غریب مضمون "کیا عقیدہ میں تبدیلی کرنا بری بات ہے" ملاحظہ فرمائیں گے۔ تمام احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس مضمون کو قادیانی جماعت کے لوگوں تک پہنچا کر ان کو اخبار پڑھنے کے لئے دیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۱۰؍رمضان ۱۳۴۷ ہجری | نمبر ۱۷

جسم اسلام کا ناسور

(۴)

علمائے سوء اور دیوبند

مفتیان دیوبند کی "معصومیت"

اس مضمون کی سابقہ اقساط میں علمائے سوء کی ان فتنہ پردازیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ہمیشہ اُمت مسلمہ کے تشتت و افتراق اور اسلامی سلطنتوں کی تباہی کا موجب ہوئیں اور آج بھی افغانستان جیسی باعظمت سلطنت کو تباہ کرنے کا باعث ہوئی ہیں ہم نے اس امر پر زور دیا تھا کہ جب تک ملاؤں کے اس اقتدار کو جو فتوے بازی کی شکل میں انہیں حاصل ہے ختم نہ کیا جائے گا اسوقت تک مسلمانوں کو امن اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنا مشکل ہے۔ یہ تجویز جو نہ صرف "پیغام صلح" بلکہ قریباً تمام اسلامی جرائد اور عمائد ملت کے متفق اللسان ہوکر پیش کی تھی، علمائے دیوبند کو کیونکر پسند آسکتی تھی۔ جن لوگوں نے فتوے بازی اور کافرگری کو اپنا پیشہ اور ذریعہ معاش قرار دے رکھا ہے جو آیات اللہ کو ثمن قلیل پر بیچ ڈالنا شغل حلال سمجھتے ہوں اور غیروں کے وظیفہ خوار ہوکر اپنوں کی جڑیں کاٹنا ان کا رات دن کا وطیرہ ہو ان کے اثر و اقتدار کو مٹانے اور اُمت مسلمہ کو ان کے ظلم و ستم سے بچانے کی اگر کوئی تدبیر کی جائے تو وہ یقیناً انہیں "مکروہ" نظر آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خانقاہ دیوبند کے واحد سرکاری گزٹ "الانصار" سے اور تو کچھ بھی بن نہ آیا۔ "چھاج" "اور چھلنی" ہی کو لیکر ہم پر برس پڑا۔ اور متواتر دو نمبروں میں ایڈیٹر "پیغام صلح" اور تمام جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب و شتم اور بہتان و افترا کا طومار باندھ دیا۔

علمائے سوء کی "بشری کمزوریاں"

شروع مضمون میں ایڈیٹر صاحب "الانصار" نے علماء کی "معصومیت" کا رونا روتے ہوئے ان کی فتنہ پردازیوں اور افتراق انگیزیوں کو "بشری کمزوریاں" پر محمول کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ:۔

> انسان خطاو نسیان کا پیکر متحرک ہے اور بشری کمزوریاں قدم قدم پر اس کا راستہ روکے کھڑی ہیں اور چونکہ علماء بھی انسان ہیں اسلئے ان سے بے اعتدالیوں کا ظہور پذیر ہونا کسی حیرت و استعجاب کا مظاہرہ نہیں ہے ..... کتنے علماء ہیں جو زاہد و مرتاض ہیں۔ علم و فضل کے سرخیل اکابر ہیں۔ اسلام اور ملت اسلامیہ کا صحیح احساس رکھتے ہیں۔ اور جن کے وجود پر قصر ملت کا انحصار ہے۔

ہم حیران ہیں کہ اس جریدہ نگاری کو کیا کہیں۔ جو مولویانہ منطق سے آراستہ ہونے کے باوجود تخاطب عام اور تخاطب خاص میں فرق کرنا نہیں جانتی۔ "پیغام صلح" نے ہمیشہ علمائے سوء کی ناشائستہ حرکات کو قابل ملامت قرار دیا ہے نہ کہ تمام علماء کی جن میں علمائے ربانی بھی داخل ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ "الانصار" کے نزدیک علمائے سوء کی حرکات بھی چنداں قابل ملامت نہیں۔ بلکہ محض "بشری کمزوریوں" کا درجہ رکھتی ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے علماء کو "علمائے سوء" کے نام سے تعبیر کریں "شرمن تحت ادیم السماء" (بدترین خلائق) قرار دیں۔ لیکن دیوبند کے نزدیک وہ ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے دوسرے علمائے ربانی۔ ان کی اسلام کش حرکات ان کے نزدیک معمولی انسانی فروگذاشتیں ہیں جن پر چنداں بگڑنے اور بُرا منانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام ان کی وجہ سے تباہ و برباد ہوتا ہے تو ہونے دو۔ مسلمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش وہ کرتے ہیں تو کرنے دو۔ اسلامی سلطنتوں کو تباہی کے گڑھے تک پہنچایا جاتا ہے تو پہنچانے دو۔ یہ معمولی فروگذاشتیں ہیں جو حضرات علمائے کرام سے صادر ہوئی ہیں آخر انسان ہی تو ہیں۔ ان کی انسانیت اگر اسی طرف لڑھک جائے کہ مسلمانوں کو کافر دینے لگیں اور مسلمان سلطنتوں کی تباہی و بربادی کے درپے ہو جائیں تو کون سے تعجب کی بات ہے۔

جن لوگوں کا یہ اسلام ہو۔ جن کی نگاہوں میں دین اور اُمت مسلمہ کی یہ عزت و وقعت ہو ان سے بڑھ کر "شرمن تحت ادیم السماء" اور کون ہوگا۔

علمائے دیوبند اور افغانستان

یہیں تک بس نہیں "الانصار" کا ذی فہم ایڈیٹر ایک طرف تو ان لوگوں کی حرکات کو قابل ملامت قرار دیتا ہے جنہوں نے غازی امان اللہ خاں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور دوسری طرف فتنہ پرداز علماء کی ہم نوائی ان الفاظ میں کرتا ہے کہ

> اس کے یہ معنی نہیں کہ غازی امان اللہ خاں نے جس درجہ میں شریعت اور احکام اسلام کے خلاف قدم اٹھایا تھا علماء اس کو خاموشی سے دیکھتے رہتے اور حق و انصاف پر سیاسی مصالح کو ترجیح دیتے کیونکہ مجرمانہ حق پوشی افساد و تخریب کے تمام دروازے کھول دیتی ہے اور آغاز کا سکوت انجام کی تمام ہلاکت خیزیوں کو سمیٹ لیتا ہے۔ اس لئے علماء سے یہ امید کرنا کہ وہ خلاف شریعت امور کو دیکھ کر سکوت اختیار کریں گے۔ انتہا درجہ کی بے بصری اور بدشعوری ہے اور جس کے جواز کے لئے سند تلاش کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے یہ ہے تمام واقعات کا نچوڑ اور یہ ہے علماء کا جرم و قصور جس کی پاداش میں ان کو لائق کشتنی اور گردن زدنی ٹھہرایا جارہا ہے۔

یہ اس بات کا ایک کھلا اعتراف ہے کہ غازی امان اللہ خاں کے خلاف جو فتوئ کفر دیا گیا اس میں دیوبندیوں کا بھی ہاتھ ہے یا کم از کم وہ اس کے موید ضرور ہیں اور اسے بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اس کھلے اعتراف کے باوجود وہ کس منہ سے افغانستان کی ہمدردی کا دم بھرتے اور باغیوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

جماعت احمدیہ پر افترا

اس تمہید کے بعد جو علمائے سوء کی بریت کے لئے لکھی گئی ہے اور علمائے دیوبند نے خود اپنے آپ کو اسی گروہ میں شامل کیا ہے۔ "الانصار" رقم طراز ہے:۔

> بارے شکر ہے کہ جماعت مرزائیہ نے بھی افغانستان کے موجودہ ابتلا میں ہمدردی کا اظہار کیا اور اس کو بھی اسلامی سیاسیات سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ لیکن ہم سے اب تک اس عقدہ کی کشایش نہ ہوسکی کہ چھاج کے بجائے چھلنی کیوں بول پڑی جس میں خود نو سو چھید ہیں! اللہ اللہ! جس جماعت کی پیدائش کا حقیقی مقصود اسلامی سیاسیات کو تباہ کرنا ہو جو مغرب کے استعماری اغراض کا آلۂ کار ہو جس نے عبد اللطیف اور عبد الرحمن جیسے جاسوس بھیجکر افغانستان کا تختہ اُلٹنے کی بے خطا تدبیر کی ہو۔ جس نے دو قادیانی مخبروں کی سنگساری پر دول مغرب کو افغانستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی ہو۔ جس کی محفل میں سقوط بغداد کی خوشی میں چراغاں کیا گیا ہو۔ جس کے کثیر افراد برطانیہ کے جاسوس بن کر آزاد اور نیم آزاد اسلامی حکومتوں میں دام قیصریت پھیلا رہے ہوں اور جس کا مقتدی اور امام مرتے دم تک برطانیہ کی غلامی کا دم بھرتا اور اسلامی حکومتوں کو پانی پی پی کر کوستا رہا ہو وہ جماعت آج علماء کو کہتی ہے کہ ان کی وجہ سے افغانستان پر یہ بلا نازل ہوئی ہے اور یہ گروہ ہمیشہ ترقی کی راہ میں روڑے اٹکاتا رہا ہے:۔

ان فقرات میں افترا اور بہتانات کا جو طوفان کھڑا کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین "الانصار" کو ہم بڑے زور کے ساتھ چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس بات کو ثابت کرے کہ جماعت احمدیہ کی پیدائش کا حقیقی مقصود اسلامی سیاسیات کو تباہ کرنا ہے۔ وہ ایسے واقعات پیش کرے جن سے یہ ثابت ہو کہ یہ جماعت "مغرب کے استعماری اغراض کا آلہ کار" رہی ہے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف اور عبد الرحمن صاحب شہید کی جاسوسی کا بہتان اگر واقعات سے ایک ذرہ برابر بھی لگاؤ رکھتا ہے تو اسے علی رؤس الاشہاد پیش کرے جن دو قادیانی مخبروں کا اس نے ذکر کیا ہے ان کا نام لے اور اس بات کو ثابت کرے کہ جماعت احمدیہ لاہور نے "دول مغرب کو افغانستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی" "سقوط بغداد کی خوشی میں کس نے چراغاں کیا تھا؟" ہاں وہ ان "کثیر افراد" کے نام ہمیں گنوائے جو "برطانیہ کے جاسوس بن کر آزاد اور نیم آزاد اسلامی حکومتوں میں دام قیصریت پھیلا رہے ہوں" اور ان کا جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق ہو۔ کیا "الانصار" ان تمام الزامات کو ثابت کرنے کی کوشش کرے گا؟ اگر نہیں۔ اور ہم ببانگ دہل اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز کوئی ثبوت ان باتوں کا پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ کذب صریح ہیں۔ مغالطہ آفرینی اور بہتان تراشی کا ناقابل ثبوت مرقع ہیں۔ تو "الانصار" اور اس کے اعوان و انصار کو ڈوب مرنا چاہئے کہ حق و صداقت کے مقابلہ میں وہ کس قدر ناپاک حرکات پر اتر آتے ہیں۔ اور جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے بھلا جن لوگوں کا مذہب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) جو خود افغانستان جیسی اسلامی سلطنت کے خلاف جاسوسانہ ریشہ دوانیوں سے کام لے کر اس کا تختہ الٹ چکے ہوں اور رات دن اسی فکر میں ہوں کہ "مغرب کے استعماری اغراض" کو کسی ذریعہ سے پورا کیا جاسکتا اور حکام سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ لیا جاسکتا ہے وہ پیٹ بھر کر جھوٹ نہ بولیں دوسروں پر افترا اور بہتان نہ باندھیں تو اور کیا کریں

نعمت اللہ خاں کی سنگساری

ہم نے لکھا تھا اور واقعات حقہ کی روشنی میں لکھا تھا کہ:۔

> "آج سے کچھ عرصہ پیشتر خبر آئی تھی کہ شاہ افغانستان کے حکم سے دیوبندی علماء کو افغانستان جانے سے خارج البلد کردیا گیا اور آئندہ دیوبند کے کسی تعلیم یافتہ کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس خبر کو پڑھتے ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا تھا کہ ہو نہ ہو اس خبر کی تہ میں کوئی ایسے امور ہیں جو افغانستان کی داخلی و خارجی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں"

ہمارا دیوبندی معاصر اس کے جواب میں رقم طراز ہے کہ

> "مگر از راہ نوازش یہ تو بتلایئے کہ جب ایک قادیانی کچھ عرصہ پیشتر کابل میں سنگسار کیا گیا تھا اس وقت بھی آپ کا ماتھا ٹھنکا تھا یا نہیں۔ اور اس خبر کو پڑھتے ہی آپ کو خیال گزرا تھا یا نہیں کہ ہو نہ ہو اس خبر کی تہ میں کوئی ایسے امور ہیں جو افغانستان کی داخلی و خارجی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں" اگر نہیں تو پھر تمہاری بددیانتی۔ حق پوشی اور ایک نابکار جاسوس کی حمایت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ اور کس منہ سے علماء ملت کو الزام دیتے ہو کہ افغانستان کی تباہی کے لئے علماء کا ہاتھ برابر کام کرتا رہا ہے"

ہاں صاحب! بے شک نعمت اللہ خاں کی سنگساری پر بھی ہمارا ماتھا ٹھنکا تھا اور ہم نے اسی وقت یہ معلوم کرلیا تھا کہ اس کی تہ میں بھی وہی دیوبندی ہاتھ کام کررہا تھا جو آج افغانستان کا تختہ اُلٹنے کا موجب ہوا ہے۔ ہم نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ اس واقعہ کو افغانستان کی داخلی و خارجی سیاست سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ سنگدل علماء سوء نے امان اللہ خاں کے تخت کا بچاؤ نعمت اللہ خاں کے خون پر منحصر قرار دیدیا۔ اور اگر مؤخر الذکر کی سنگساری میں بھی ذرا بھی پس و پیش ہوتا جیسا کہ غازی امان اللہ خاں کی دلی خواہش تھی تو دیوبندی ہاتھ ان واقعات کو شاید اسی وقت پیدا کردیتا جو آج ظہور میں آئے ہیں۔ فرمایئے اب بھی آپ کو اس حقیقت کے باور کرنے میں کوئی شبہ رہ گیا ہے کہ علماء سوء کا طبقہ "بددیانتی" اور "حق پوشی" کا پورا مجسمہ ہے۔ اور کئی ایک نابکار "جاسوس" اس گروہ میں حاملین شریعت کا جامہ پہن کر کام کررہے ہیں؟

دیوبند کی "شیریں" کلامی

آگے چل کر ہمارا لائق ہم قلم اپنی مولویانہ "شیریں کلامی" کا مظاہرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

> "کہ اس پر بس نہیں بلکہ اس اخبار کا تیرہ بخت اور کینہ پرور مدیر انقلاب افغانستان میں تمام علماء کو شریک گردان رہا ہے جو اس کی غلامانہ ذہنیت اور رذیلانہ آبرو باختگی کا بدترین مظاہرہ ہے"

یہ "پاکیزہ" الفاظ جو "دار العلوم دیوبند" کی چار دیواری سے نکل کر ایڈیٹر "الانصار" کی تیرگی علم کو جو دنیا میں پھیلانے کا موجب ہوئے ہیں اس حقیقت کو واضح کررہے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس گالیوں کے سوائے اور کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں منافق کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم نے ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے اذا خاصم فجر۔ جب جھگڑا پیش آتا ہے تو گالیاں دینے لگ جاتا ہے۔ پس "الانصار" دربار نبوی سے ملا ہوا خطاب مبارک ہو کہ یہ اس کی تمام حقیقت کو کھول دینے کیلئے کافی ہے۔ لکھتے ہیں آپ مجھے کو کہ میں "تیرہ بخت" ہوں
اے جان من! کچھ اور بھی ارقام کیجئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۱ ۲۱ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ نمبر

جسم اسلام کا ناسور

(۷)

حضرت مسیح موعود اور کسر صلیب

"الافضار" کی مغالطہ دہی

یہ اس مضمون کی آخری قسط ہے جس میں دیوبند کی ایک خطرناک مغالطہ دہی کا ہمیں انکشاف کرنا ہے۔ ہم نے اپنے مضامین کی اولین اقساط میں اس بات پر زور دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر کے اسلام کی نہایت عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے عقیدہ سے عیسائیت کو تقویت پہنچتی ہے اور آپ کی وفات تسلیم کرنے سے عیسٰے پرستی کا ستون ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ زمانہ حاضرہ کے مولویوں نے ان کھلے نتائج کو دیکھنے کے باوجود آپ کی مخالفت کی اور حیات مسیح کے عقیدہ پر زور دے کر مسیحیت کی کھلے طور پر حمایت کی۔

الافضار نے اس کے جواب میں پادری اکبر مسیح کی کتاب منارۃ البیضاء سے چند الفاظ نقل کئے ہیں جن میں پادری صاحب نے مسیحیت کی شکست کو چھپانے کے لئے حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے لکھا ہے:-

"تم نے خداوند کی موت اور اس کا صلیب پر چڑھنا ثابت کیا۔ یہی ایک خدمت ایسی ہے جس کے صلہ میں عیسائی آپ کی جاں بخشی کرتے ہیں۔"

ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد ایڈیٹر صاحب "الافضار" رقم آرا ہیں کہ:-

"اب تو فاضل ایڈیٹر کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ عیسائیت کے کفارہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ کیونکہ کفارہ حضرت مسیح کی موت پر موقوف ہے۔ اور جب آپ کی موت کو غلط ثابت کر کے آپ کی زندگی تسلیم کر لی جائے تو پھر واقعی عیسیٰ پرستی کا ستون بغیر ٹوٹے نہیں رہتا۔ اور نہ کلیسا ایک لمحہ کے لئے قائم رہ سکتی ہے۔ البتہ حضرت مسیح کی موت کا اقرار عیسائی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم بنا دیتا ہے۔"

سبحان اللہ والحمدللہ۔ یہ ان مولویوں کی حالت ہے جن کو آج امت مرحومہ کی مذہبی پیشوائی کا دعویٰ ہے۔ جو اسے ہر قسم کے فتنوں سے بچانے اور غیر مذاہب کے بالمقابل اسلام کی حفاظت کا ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی عقل و سمجھ کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک عیسائی مغالطہ دینے کے لئے ایک بات لکھتا ہے اور وہ اس کے مغالطہ اور چالاکی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور خوش ہو کر تالیاں بجانے لگتے ہیں۔ کہ یہ ہماری حمایت کی گئی ہے۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھیں تو یہ ان کی حمایت نہیں۔ نہ حیات مسیح کا عقیدہ مسیحیت کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔ بلکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ وہ مسیحی خیالات و معتقدات کے لئے بہت بڑی تقویت کا موجب ہوتا ہے۔ خود عیسائیوں نے محض اسی بات کو ناواقف مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے انہیں لاجواب کر دیا۔ اور کئی لاکھ کو مرتد بنا لیا ہے۔ بے شمار رسالے اور ٹریکٹ اس موضوع پر شائع ہو چکے ہیں کہ مسیح کو دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر سمجھنا ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت ختم المرسلین صلعم اور دیگر تمام انبیاء... وفات پا گئے

... ان کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اسی قسم کے رسائل میں سے ایک مسیحی رسالہ "حقائق القرآن" نام سے مدت ہوئی شائع ہوا تھا۔ اس میں چودہ سوال مسلمانوں سے کئے گئے تھے جن میں سے ایک سوال یہ ہے کہ:-

"از روئے قرآن بیان ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور اسے جسم عنصری آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔ اور اس طرح سے خدا نے اسے کفار نابکار سے محفوظ رکھا لیکن جب کہ مکہ میں دشمنوں نے محمد صاحب کا محاصرہ کیا تو نہ کوئی فرشتہ آسمان سے انہیں بچانے آیا۔ اور نہ آسمان پر پہنچائے گئے۔ عام لوگوں کی طرح پیادہ چل کر دشت پرخار سے گزرتے ہوئے دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ ہو کر ایک تیرہ و تار غار میں جا چھپے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ زمین آسمان کا فرق نہیں؟ دیگر انبیا کو بھی اگر دشمنوں سے بچایا ہے تو زمین ہی پر۔ کسی کو بغرض حفاظت آسمان پر نہیں پہنچایا۔ اگر مسیح بھی ویسا ہی ہوتا جیسے وہ تھے تو ان کی طرح زمین پر بچایا جا سکتا تھا۔ آسمانی حفاظت اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ تمام انبیا و رسل سے نرالا اور افضل ہے اگر محمد صاحب مسیح کے ہم رتبہ ہوتے تو ضرور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے وہ بھی آسمان پر پہنچائے جاتے اور زمین پر بھاگ بھاگ کر غاروں میں چھپنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان حقائق سے بھی صاف عیاں ہے کہ مسیح محمد صاحب سے افضل ہے۔"

آگے چل کر چھٹے اعتراض میں قرآن کریم کی آیات فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین کو پیش کر کے لکھا ہے کہ چونکہ مسلمان باوجود ان آیات کو ماننے کے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ دو ہزار سال سے بغیر کھانے اور پینے کے زندہ آسمان پر ہیں۔ اس لئے انہیں ماننا چاہئے کہ وہ دیگر تمام انبیا سے نرالے اور افضل ہیں۔

فرمایئے مسیحی کلیسا کے یہ بیانات آیا حیات مسیح کے عقیدہ کو مسیحیت کا مؤید قرار دیتے ہیں یا مخالف؟ ان کھلی تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ چونکہ پادری اکبر مسیح نے یہ کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب نے مسیح کی موت منوا کر مسیحیت کی خدمت کی ہے اس لئے فی الواقعہ وفات مسیح نہیں بلکہ حیات مسیح کا عقیدہ ہی مسیحیت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والا ہے۔ یہ بے شک صحیح ہے کہ "کفارہ حضرت مسیح کی موت پر موقوف ہے" لیکن کس موت پر؟ وہ جو صلیب پر ہو۔ نہ وہ جس کے مرزا صاحب قائل ہیں کہ صلیب پر نہیں بلکہ طبعی عمر سے انہوں نے وفات پائی۔ صلیب کی موت کے قائل تو آپ لوگ ہیں۔ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد تین گھڑی یا سات گھڑی تک مرے رہے۔ اس کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر) کیا اس اعتقاد سے لفظ بلفظ مسیحی عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی ہے؟ "الافضار" کو پادری اکبر مسیح کی شہادت پر ناز ہے۔ ہم اس کی ضیافت طبع کے لئے مسیحی اخبار "نور افشاں" کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ جو میاں پیر بخش مرحوم مشہور معاند سلسلہ احمدیہ کے رسالہ "حیات مسیح" پر ریویو کرتے ہوئے اس نے لکھے:-

"ہم اس صداقت پسندی اور کامیابی کے لئے مولوی صاحب کو مبارکباد اور ان کی محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

دیکھئے کھلے طور پر حیات مسیح کے عقیدہ کو مسیحی اخبار نے "صداقت پسندی" قرار دیا ہے۔ اور اس پر "مبارکباد" دی ہے۔ اگر مسیحیوں کی شہادت پر ہی دارومدار ہے۔ تو اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ہمارے خیال میں "الافضار" نے اکبر مسیح کی شہادت کو نقل کرتے ہوئے اس کی غلط بیانی کی تائید اگر جان بوجھ کر نہیں کی تو کم از کم اپنی ناسمجھی کا اظہار ضرور کیا ہے۔ کیا اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ مسیحیت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے اور تین دن تک قبر میں رہ کر پھر زندہ ہوئے اور آسمان کو چلے گئے۔ کیا مرزا صاحب نے اپنی کسی تحریر یا تقریر میں اس عقیدہ کی تائید کی ہے؟

[illegible]

قائل تھے۔ اور تمام جماعت احمدیہ آج تک قائل ہے کہ صلیب پر سے آپ کو زندہ اتار لیا گیا اور آپ وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر چلے آئے۔ جہاں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزارے اور وہیں فوت ہوئے۔ پس صلیبی موت کا انکار اور طبعی موت کا اقرار کر کے مرزا صاحب نے ایک طرف کفارہ کو باطل کیا۔ اور دوسری طرف ان بد نتائج کو غلط ثابت کیا۔ جو رفع آسمانی کے عقیدہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ "الافضار" باایں ہمہ دعویٰ علمیت اس کھلی ہوئی حقیقت کو سمجھنے سے آج تک قاصر ہے۔ اور اس خوش فہمی کے محل میں استراحت فرما ہے۔ کہ مسیح کی زندگی تسلیم کر کے ہی عیسیٰ پرستی کا ستون ٹوٹے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور نہ کلیسا ایک لمحہ کے لئے قائم رہ سکتی ہے۔ "کلیسا کے ایک لمحہ کے لئے قائم" نہ رہنے کی خوب کہی معلوم ہوتا ہے "الافضار" کے نزدیک اب کلیسا دنیا سے مفقود ہے اور اگر یہ نہیں تو کیا یہ سمجھا جائے کہ دیوبند بھی وفات مسیح کا قائل ہو چکا ہے؟

جمہوریت اور اسلام

آج تک اسلام کو جمہوریت کا مذہب سمجھا جاتا رہا ہے اور قرآن کریم کے صریح ارشادات اس حقیقت نفس الامری کو واضح کرتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک حکومت کا بہترین طریق جمہوریت ہی ہے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کے اس جدید نکتہ کو پڑھ کر دنیائے اسلام حیرت و افسوس کے ساتھ سر دھنے گی کہ:-

"ڈیماکریسی یا جمہوریت کا خیال دراصل عیسائی زمانہ ہی میں سب سے زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ . . . . . . وہ قوم جس کے زمانہ اقتدار میں جمہوریت اور لوگوں کی حکومت قائم ہوئی وہ دراصل عیسائی قوم ہے۔ قل اعوذ برب الناس میں جمہوریت کے فتنہ سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔"

میاں صاحب کی اس حیرت انگیز نکتہ آفرینی پر اسلام جس قدر ماتم کرے بجا ہے۔ جمہوریت "فتنہ" ہے۔ جس سے پناہ مانگنے کی دعا قل اعوذ برب الناس میں سکھائی گئی ہے۔ یہ فی الواقعہ ایسی بات ہے جس کو میاں صاحب کے سوا اور کسی نے آج تک نہیں سمجھا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے حکم و عدل نے بھی اپنے بعد جماعت کے نظام کی بنیاد اسی جمہوریت کے "فتنہ" پر رکھی۔ فی الواقعہ جس شخص کے نزدیک شوریٰ کا لفظ "شور" سے نکلا ہے۔ وہ جمہوریت کو "فتنہ" قرار نہ دے تو اور کیا کرے۔ ہمارا خیال ہے کہ کل کو میاں صاحب امرهم شوریٰ بینهم کی تفسیر بھی یہی فرمائیں گے کہ مسلمانوں کے تمام کام شور و غوغا پر مبنی ہوتے ہیں۔

افسوس ہے جس مقام سے کبھی روحانیت اور علوم کے چشمے ابلتے تھے۔ آج اس کا یہ حال ہے کہ جدت اور نکتہ آفرینی کے لئے ایسی ایسی باتیں تراشی جاتی ہیں جو اسلام اور علم و عقل کے صریح خلاف ہیں اور کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسلامی نماز

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک تازہ تصنیف اسلامی نماز پر شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "دی اسلامک انسٹی ٹیوشن آف پریئر" اس کتاب میں جو ۲۰×۳۰/۱۶ سائز کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ وضو اذان اور نماز کا طریق انگریزی زبان میں بتانے کے علاوہ تمام مسنون دعائیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں ساتھ ساتھ رومن کیرکٹر میں لکھ دی گئی ہیں اور آخری چار صفحات میں عربی حروف میں ان کو نقل کر دیا گیا ہے۔ شروع کے آٹھ صفحات میں ایک مقدمہ ہے۔ جس میں نماز کے فوائد اور اس کی ضرورت و اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ مقدمہ اس قابل ہے کہ اس کو جہاں تک ممکن ہو عام طور پر شائع کیا جائے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے نہ صرف نماز کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ نماز پڑھنے والے اپنی نماز کی حقیقت سے واقف ہو کر اس سے وہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اس کا منتہائے مقصود ہے۔ یہ کتاب بحمد للہ اک آنہ پر سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مفت مل سکتی ہے۔

ضرورت ہے ایک نومسلم نوجوان شادی شدہ جو دکانداری کے کام سے واقف ہے کسی ایسی جگہ دکانداری کرنا چاہتا ہے جہاں ہماری جماعت

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ نمبر [illegible]

مسیحی مبلغین کی جالت

(۲)

حیات مسیح اور مجلس دیانت اسلامی

مسیح موعود کے علم کلام سے سبق لو

مجلس دیانت اسلامی نے اپنے ٹریکٹ میں ایک اور شبہ کا بھی ذکر کیا ہے جو عیسائی مبلغین کی طرف سے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ

"می گویند چوں مسیح زندہ است و محمد مردہ لہذا مسیح اشرف ازوست ۔"

یعنی وہ کہتے ہیں کہ چونکہ مسیح زندہ ہے اور محمد رسول اللہ صلعم فوت ہو چکے ہیں اس لئے مسیح کو آپ پر فضیلت حاصل ہے۔

اس کا جواب مجلس دیانت نے دو طرح پر دیا ہے۔

(۱) فضیلت انسانی روح کی فضیلت سے وابستہ ہے۔ اور روح کی فضیلت علوم و معارف سے ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلعم علوم و معارف کے لحاظ سے تمام انبیاء سلف پر فضیلت رکھتے ہیں اس لئے آپ کا درجہ سب سے بلند ہے۔

(۲) یہ ضروری نہیں کہ زندہ مردہ سے افضل ہو۔ بہت سے مشاہیر ایسے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں اور وہ زندوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔

ان دونوں جوابات میں اصل عقیدہ کو جو مسیح علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ علوم و معارف کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کا درجہ بے شک بہت بلند ہے۔ مگر کسی شخص کی فضیلت محض علوم و معارف ہی سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض دوسری باتیں بھی بعض وقت فضیلت کا موجب ہوتی ہیں۔ بالخصوص وہ خیال جو مسیح علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ مخالفین کی شرارتوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا۔ اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ اور تمام دنیا کی ہدایت کے لئے انہیں دوبارہ زمین پر بھیجا جائیگا۔ اس قسم کا سلوک یقیناً کسی دوسرے نبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ انبیاء کو دنیا میں تکالیف پیش آئیں۔ اور بڑے بڑے مصائب اٹھانے پڑے۔ یہانتک کہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین اذیتوں کا شکار رہنا پڑا۔ لیکن کبھی اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اس طرح سے نہیں کی کہ انہیں اٹھا کر آسمان پر لے گیا ہو۔ اور وہ تمام حوائج بشری سے علیحدہ ہو کر دو ہزار سال سے الآن کما کان آسمان پر زندہ موجود ہوں۔ انبیاء کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک طبعی عمر دی گئی جس کے بعد وہ فوت ہو کر اسی زمین کے نیچے دفن ہوئے۔ اور قرآن کا صاف ارشاد ہے وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ ہم نے ان (انبیاء) کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ تغیر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس قانون الٰہی سے مسیح علیہ السلام کو مستثنےٰ قرار دینا انہیں انبیاء اور انسانوں کے زمرے سے [illegible] کر کے الوہیت [illegible] کیونکہ تغیر سے محفوظ صرف ایک ذات ہے۔ جسے ذات الٰہی کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باوجود علوم و معارف [illegible] نہیں پہنچ سکے اور دوسرے انسانوں کی طرح ہر قسم کے حوائج بشری کو رکھتے ہوئے عمر پا کر [illegible] ہو گئے۔ ایسی حالت میں فضیلت اس کو ہوگی جو ان تمام باتوں سے آزاد ہو کر دو ہزار سال سے آسمان پر بقول مسیحی مبلغین وھذا کیہ دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اگر محض زندہ اور مردہ کا سوال ہوتا تو یہ کہنا بالکل صحیح تھا کہ مجرد زندگی فضیلت کا معیار نہیں۔ لیکن مسیح کی زندگی کے ساتھ تو ایسی صفات لاحق ہیں۔ جو کسی انسان میں پائی نہیں جاتیں۔ اس لئے مسیحی مبلغین اگر مسلمین حیات مسیح کو اس کی افضلیت اور الوہیت ماننے پر مجبور کریں۔ تو وہ حق بجانب ہیں۔ حیات مسیح کو مانتے ہوئے مسیحی مبلغین سے عہدہ برآ ہونا یہ ایک ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس کے لئے مسیح موعود کے علم کلام سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جس نے قرآن کریم کی صریح آیات سے مسیح علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر کے عیسائیت کو وہ زک پہنچائی ہے کہ اس کی زندگی کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک احمدی کے مقابلہ میں مسیحی مبلغین کو آنے کی جرأت نہیں۔ اور صرف انہی سادہ لوح انسانوں کو وہ اس دجالی مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ جو حیات مسیح کے قائل ہیں۔ کیونکہ عیسائیت کا تمام تر دار و مدار حیات مسیح کے مسئلہ پر ہے یقیناً مسیح موعود کا علم کلام ہی آج اسلام کے لئے فائدہ اور زندگی کا موجب ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ کی کتابوں اور خیالات و معتقدات کو دنیا کے تمام حصص میں تمام عالم اسلامی میں پھیلایا جائے تاکہ وہ مسیحیت کی ان دجالی دسیسہ کاریوں کا دندان شکن جواب دے سکیں۔ اس کے لئے ہم پھر اپنے احباب کی خدمت میں اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کے مامور نے جو علم کلام ان کو دیا ہے اس سے دنیا اب تک محروم ہے۔ اب تک مسیحیت مسلمانوں کو اپنے پرفریب پروپیگنڈا سے مرعوب کرنے میں کوشاں ہے۔ اور دنیائے اسلام اس کا صحیح جواب دینے سے عاجز ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسیح موعود کے علم کلام کو ان تک پہنچایا جائے۔ ایک ایک مسلمان کو ان دلائل و خیالات سے واقف کیا جائے۔ جو آسمانی سرچشمہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ تاکہ اسلام اپنی پوری قوت کے ساتھ دنیا پر غالب آئے اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی جو مسیح موعود کے لئے مقدر ہے حقیقی معنی میں پوری ہو۔

ظہیر الدین اروپی کی یاوہ گوئی

بعض ہندو اخبارات میں حکیم ظہیر الدین اروپی کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے۔ جس میں راجپال کے قتل کو جماعت احمدیہ کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:۔

> گو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حرمت جہاد کا فتویٰ نکالا۔ اور اس خونریزی اور جنگ و قتال کو جو اسلام اور حضرت محمد صلعم کے نام پر کی جاتی ہے۔ حرام اور قبیح قرار دیا۔ لیکن مولوی محمد علی احمدی نے کہا کہ ایسی تعلیم مرزا صاحب قادیانی کی ایک وقتی پالیسی تھی راجپال کو محض اس لئے کہ اس نے حضرت محمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو رنگیلا کہا قتل اگر کر دیا گیا ہے تو یہ درست ہے۔"

ہم میاں اروپی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریرات میں سے ایک ہی ایسا فقرہ پیش کرے جس میں آپ نے یہ لکھا ہو کہ:۔

> "حضرت مرزا صاحب نے اسلام کے لئے جنگ و قتال کو روکنے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ "وقتی پالیسی" تھی" اور کہ:۔
>
> "راجپال کا قتل محض آنحضرت صلعم کو رنگیلا کہنے کی وجہ سے درست ہے"

ہم حیران ہیں کہ میاں اروپی کا اس غلط بیانی سے کیا مقصد ہے۔ اور "ملاپ" اور "پرتاپ" نے کس بنا پر ان فقرات کو شائع کرنے کی جرأت کی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے صاف طور پر راجپال کے قتل پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اسے ایک انفرادی فعل قرار دیا ہے۔ ہاں اس کے ساتھ ہی آپ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ایک انفرادی فعل کو تمام مسلمان قوم کی طرف منسوب کرنا اور ہزاروں راجپال پیدا ہونے کی دھمکی دینا سخت ناعاقبت اندیشانہ طریق ہے۔

یہ صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم کو لوگوں نے آپ کے منہ پر گالیاں دیں اور آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ یہی طریق آج بھی تمام ان مسلمانوں کا ہے جو علم و تہذیب سے بہرہ وافر رکھتے ہوں [illegible] جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کر دینا چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی مسلمان ایسی گالیوں کو حوصلہ اور صبر کے ساتھ سن بھی نہیں سکتا۔ اور عوام الناس کا طبقہ تو اپنے مذہبی جذبات کی وجہ سے ایسی گالیوں کے جواب میں سب کچھ گزرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تاہم اس قسم کی ایسی گالیوں کی کسی صورت میں اجازت نہیں دی جا سکتی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اگر ہندو قوم کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا اور انہیں اس قسم کا رویہ جو مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنے کا موجب ہے ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ تو نہ معلوم میاں اروپی کو یہ کیوں برا معلوم ہوا۔ شاید اس لئے کہ جماعت احمدیہ میں آئے دن نیا رویہ اختیار کرنے کی وجہ سے اعتبار کھو چکنے کے بعد اب سوائے اس کے کوئی چارہ انہیں نظر نہیں آتا کہ ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کریں۔ یقیناً ایسے ہی عبد الدرہم اسلام اور مسلمانوں کو غیروں کی نظروں میں ذلیل کرنے کا موجب ہیں۔

آریہ سماج اور ستیارتھ پرکاش

مقامی اینگلو انڈین معاصر "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے قبل ازیں ایک موقعہ پر ہندوستان کے فتنہ و فساد کی ذمہ داری آریہ سماج پر رکھتے ہوئے ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کی سفارش کی تھی۔ اپنی ایک تازہ اشاعت میں معاصر موصوف نے پھر اس بات پر زور دیا ہے کہ:۔

> "آریہ سماج کو جس کے اندر پہلے ہی ڈیموکریسی کے عناصر مفقود ہیں اپنی وہ جنگجویانہ سپرٹ بدلنی پڑے گی جو وہ دوسرے مذاہب کے متعلق دکھاتا رہتا ہے۔ اس سپرٹ کی تعلیم ستیارتھ پرکاش کے دوسرے حصہ میں دی گئی ہے۔ جس پر اس وقت آریہ سماج کے سارے پروگرام کا دار و مدار ہے"

یہ ایک غیر طرفدار پرچہ کی رائے ہے جو نہ ہندو ہے نہ مسلمان۔ اس میں بھی صاف طور پر آریہ سماج کے موجودہ رویہ کو "جنگجویانہ سپرٹ" قرار دیا گیا ہے۔ اور ستیارتھ پرکاش کو اس سپرٹ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ کاش آریہ سماج اگر مسلمانوں کی سننا نہیں چاہتی۔ اگر بڑے بڑے ہندو لیڈروں کے خیالات کو مسلمانوں کی بیجا طرفداری کا نتیجہ قرار دیتی ہے تو کم از کم ایک غیر طرفدار انگریزی کے ان کلمات پر ہی غور کرے اور اپنی روش کو آئندہ بدلنے اور "جنگجویانہ سپرٹ" کو چھوڑنے کی کوشش کرے۔ کہ اس کے بغیر ملک کا امن و امان کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ "سول" نے ستیارتھ پرکاش کے اس نظریہ کا بھی ذکر کیا ہے جو ویدک حکومت یا سوراج کے متعلق اس نے قائم کیا ہے۔ اس پر ہم آئندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

امانت فنڈ

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں ہمارے ایک محترم بھائی محمد فردوس خاں صاحب نے احباب جماعت کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے لئے یہ تجویز پیش کی تھی کہ سیونگ بنک کے طرز پر انجمن ایک امانت فنڈ قائم کرے۔ جس میں سب احباب کچھ نہ کچھ رقم بطور امانت جمع کرایا کریں۔ اور اس فنڈ کو حسب ذیل طریق پر صرف کیا جائے۔

(۱) امانت کا روپیہ تجارت یا اشاعت کتب کے کام پر لگایا جایا کرے۔ بصورت نفع ۲۰ فیصدی براغراض انجمن صرف ہو ۵ فیصدی غربا و مقروضوں کی امداد میں جایا کرے۔ ۷۵ فیصدی جمع کرانے والوں کے سرمایہ میں جمع ہو۔ بصورت نقصان ۲۰ فیصدی انجمن ادا کرے ۸۰ فیصدی جمع کرانے والے برداشت کریں۔ غربا و مقروضوں کی آمد میں کمی نہ ہو۔

(۲) غربا و مقروضوں کے امدادی فنڈ میں جو روپیہ منافع کا ہو وہ بھی تجارت و اشاعت کتب میں لگایا جایا کرے۔ اس روپیہ پر جتنا نفع یا نقصان ہو وہ نمبر ا کی طرح تقسیم ہو۔ البتہ اس صورت میں ۲۰ فیصدی نفع و نقصان انجمن برداشت کرے باقی ۸۰ فیصدی نفع و نقصان غربا اور مقروضوں کا فنڈ برداشت کرے

اس تجویز کو درج اخبار کرتے ہوئے ہم نے یہ لکھا تھا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ خواہش ہے کہ احباب کرام اس پر غور کر کے اخبار میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ تاکہ سب احباب کی رائے معلوم کرنے کے بعد اس پر باضابطہ کارروائی کی جا سکے۔" بیس روز ہو چکے ابھی تک کسی دوست نے اس پر اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔ امید ہے کہ جلد اس تجویز پر غور [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۴۱

آخر یہ انتظار کب تک؟

چودھویں صدی کا سینتالیسواں سال اور ظہورِ مہدی؟

چودھویں صدی کا سینتالیسواں سال چند دنوں میں ختم ہونے والا ہے اور اس کے بعد نصف صدی میں صرف دو سال باقی رہ جائیں گے۔ گویا یوں سمجھئے کہ نصف صدی کا زمانہ اس انتظار میں مسلمانوں نے گزار دیا کہ وہ مسیح اور مہدی جو امت محمدیہ کی اصلاح اور اسلام کی تائید و حمایت کے لئے اس دنیا میں آنے والے تھے اب آیا ہی چاہتے ہیں۔ اس طویل مدت میں بہت سے انقلابات زمانہ نے دیکھے۔ کئی ایک ایسے واقعات ہماری نظروں کے سامنے سے گزرے جو صرف اس مقدس انسان کے ظہور سے وابستہ تھے۔ جو اس صدی کے سر پر مجدد اور مسیح و مہدی ہو کر آنے والا تھا۔ دجال اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ اور اپنے دجالی کارناموں سے کثیر التعداد انسانوں کے ایمان کو اس نے ضائع کر دیا۔ رمضان میں کسوف و خسوف کا نظارہ دنیا نے سب سے پہلی مرتبہ دیکھا جس نے زبان حال سے یہ شہادت دی کہ دین حنیف ایک کسوف و خسوف کی حالت میں مبتلا ہے۔ جس سے نکالنے کے لئے ایک قدسی نفس انسان کی ضرورت ہے۔ اسلام پر بے شمار مصائب اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی طرف سے وارد ہوئے۔ اور اس کی پاک تصویر کو دنیا میں موافق اور مخالف دونوں نے ایسے رنگ میں پیش کیا۔ جو کسی معقولیت پسند اور سلیم المزاج انسان کی توجہ کے قابل نہیں۔ طرح طرح کے حملوں اور ناپاک خیالات اور اعتراضات کے ذریعہ سے اس کو کچلنے اور فنا کر دینے کی کوششیں کی گئیں۔ اور جہاں تک ملاؤں کی ذہنیت اور خیالات کا تعلق ہے۔ اب تک یہ کوششیں پوری قوت سے جاری ہیں۔

ان حالات و واقعات کو دیکھ کر بعض لوگوں نے ایک مجدد ایک مسیح و مہدی کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اور صحیح طور پر یہ اندازہ لگایا کہ جس زمانہ اور حالات میں مسیح و مہدی کے آنے کا وعدہ احادیث میں دیا گیا ہے وہی زمانہ ہے۔ اور اب اس مہدی اور مسیح کو آجانا چاہیئے اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے لوگوں نے مختلف پیشگوئیاں کیں کبھی ۱۳۲۵ھ پر نظر رکھی گئی۔ اور کبھی ۱۳۴۰ھ اور ۱۳۴۲ھ پر انتظار کی آنکھیں اٹھیں۔ کسی نے جنگ عظیم کو ظہور مہدی کا پیش خیمہ قرار دیا اور کسی نے شیخ سنوسی کو مہدویت کا حقدار ٹھیرایا۔ حالانکہ نہ شیخ سنوسی نے کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ مجدد کی حدیث اس بات کی متقاضی تھی کہ صدی کا سر گزر جانے کے بعد کوئی اس قسم کا مدعی پیدا ہو۔ جس کو آنا تھا صدی کے سر پر آنا تھا اور خود کھڑے ہو کر ببانگ دہل اپنے دعوے کا اعلان دنیا میں کرنا تھا۔ لیکن صدی کا سر یونہی گزار دینے کے بعد ایسے بے بنیاد قیاسات دوڑائے گئے جن کا کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ اور نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم ان لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ابھی آپ کا انتظار باقی ہے۔ یا مسیح و مہدی کے ظہور سے آپ مایوس ہو چکے ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک مہدی و مسیح کی احادیث کوئی وقعت و عزت رکھتی ہیں۔ اور کیا آپ کے اپنے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان احادیث کا مصداق آج سے بہت پہلے آجانا چاہیئے تھا لیکن حالت یہ ہے۔ کہ صدی کا سر تو مدت ہوئی گزر چکا۔ نصف اول بھی گزرنے کے قریب ہے۔ مگر آپ کی توجہ ابھی تک اس طرف نہیں کہ تمام علامات کے پورے ہو جانے کے باوجود مسیح اور مہدی کیوں دنیا میں نہ آئے۔ کیوں صدی کا سر خالی گزر گیا؟ اور گزشتہ تیرہ صدیوں کی سنت مستمرہ کے خلاف کوئی مجدد اس صدی کے سر پر پیدا نہ ہوا؟ کیا حدیث مجدد کی تیرہ صد سالہ مہر صداقت باطل ہو گئی۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت کا خیال نہ رہا۔ کیا مسیح و مہدی کی آمد کا خیال ایک وہم تھا۔ جس کے نیچے کوئی بنیاد اور حقیقت نہ تھی؟ اور وہ تمام احادیث جن میں مہدی اور مسیح کے آنے کا ذکر ہے موضوع اور بناوٹی ہیں؟ یہ سوالات ہیں جن پر ہر صاحب عقل اور دیندار مسلمان کو غور کرنا چاہیئے۔ اور اس بات کو سوچنا چاہیئے۔ کہ مجدد اور مسیح و مہدی کا انتظار کب تک کیا جائے گا؟ کیوں اس شخص کی آواز پر کان دھرنا انہیں گوارا نہیں جس نے صدی کے شروع میں کھڑے ہو کر ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ ؎

یا رو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اور اس نے اپنی مسیحیت اور مہدویت کو ان عظیم الشان کارناموں کے ذریعہ سے ثابت کر دکھایا۔ جو اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں اسلام کی حفاظت و اشاعت کے سلسلہ میں اس نے سرانجام دیئے یہ واقعات ہیں جن کا انکار کسی صاحب متانت اور صاحب عقل انسان کو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ موجودہ اسلامی دنیا علانیہ اس بات کی معترف ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ موجودہ زمانہ میں بے نظیر ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کو مجدد ماننے میں تمہیں کیوں انکار ہے؟ اور اس میں تمہارا فائدہ کیا ہے؟ اگر کسی اور شخص کے آسمان سے نازل ہونے کا انتظار ابھی باقی ہے۔ تو خدا کے لئے بتایئے کہ یہ انتظار کب تک رہے گی؟ مسیح و مہدی کا زمانہ گزر چکا۔ جو آنا تھا وہ آچکا۔ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور خدمت دین کا کام ہمارے لئے چھوڑ گیا۔ آؤ اور اس کے ساتھ ہو کر اس کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند ہو کر ایک نظام اور ایک جماعت کے ماتحت اسلام کی خدمت میں لگ جاؤ۔ کہ یہی ظہور مہدی و مسیح کی علت غائی ہے۔

دنیا کو غلام بنانے کا نتیجہ

مسٹر ایف سی اینڈریوز نے جو ایک انگریز پادری ہونے کے باوجود مہاتما گاندھی کی انقلابی تحریکات میں پورا حصہ لیتے رہے ہیں لوربول کی اسٹوڈنٹس کرسچین مومنٹ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے قومی افتراق اور ذات پات کی لعنت کا خاص طور پر تذکرہ کیا۔ اور بتایا کہ:۔

"ذات پات کی لعنت۔ تکبر۔ غلبہ۔ فوقیت یہ سب چیزیں چند صدیوں کی پیداوار ہیں۔ اور دنیا کو غلام بنانے کا نتیجہ۔ یہ چیزیں انقلاب مسیحیت کے بعد پیدا ہوئیں جب افسوس ہے کہ مسیحی یورپ نے افریقہ اور دوسرے مقامات پر لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا۔ اور غلاموں کی تجارت میں منہمک ہو گئے"

مسٹر اینڈریوز کا یہ بیان جہاں تک حالات حاضرہ کا تعلق ہے بہت حد تک صحیح ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ اس تہذیب اور روشنی کے زمانہ میں یورپ نسل انسانی کو غلام بنانے کے درپے ہے۔ اور ان سے ایسے امتیازات روا رکھتا ہے جو انسانیت کے لئے باعث شرم ہیں۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں نے اس زمانہ میں جب تہذیب جدید کو دنیا نے ابھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ ماتحت اقوام کے ساتھ رواداری اور مساوات کا جو سلوک روا رکھا اور انسانیت کو بلا امتیاز قوم و ملت جس بلند مرتبہ پر پہنچانے کی کوشش کی وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ آج بھی مسیحیت کی غلامی اور ذات پات سے آزاد ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

گاندھی جی گرجا سے باہر

مسٹر اینڈریوز نے اپنی اس تقریر میں جنوبی افریقہ کا ایک واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ:۔

"مجھے اس کا ذاتی تجربہ سب سے پہلے جنوبی افریقہ میں لوکنگ (دکہ بازی کے دن) ہوا۔ جو اتوار کو تھا۔ اس وقت میں گرجا میں سب لوگوں کو خوش دلی اور محبت کا وعظ کر رہا تھا۔ مہاتما گاندھی نے اس وقت گرجا کے اندر داخل ہونا چاہا لیکن انہیں اس کی اجازت نہ دی گئی۔ انہیں ایک غیر قوم کا شخص سمجھ کر باہر رکھا گیا۔ حالانکہ وہ پیغام کے سچے دل سے متمنی تھے۔ اگر اس وقت مجھے معلوم ہو جاتا۔ تو میں وہیں وعظ کو بند کر دیتا۔ اور پاؤں سے زمین کی خاک اڑا کر گرجا سے باہر نکل جاتا"

مسٹر اینڈریوز کا یہ جوش اور صاف بیانی بہت ہی قابل قدر ہے اور مسیحی حضرات کا یہ رویہ کہ مہاتما گاندھی جیسے اشخاص کو بھی گرجا کے اندر گھسنے کی اجازت نہ دی گئی پرلے درجہ کی بد اخلاقی اور تنگدلی کا اظہار ہے یہی وہ چیزیں ہیں جو اسلام اور دیگر مذاہب میں مابہ الامتیاز کا کام دیتی ہیں۔ اسلام نے اس قسم کی کوئی تنگدلی روا نہیں رکھی۔ کالے اور گورے اس کے نزدیک یکساں ہیں۔ اور اسلامی مسجد میں عین عبادت کے وقت بھی کسی غیر مذہب والے کو داخل ہونے کی ممانعت نہیں۔ بلکہ خود مسجد نبوی میں رومن کیتھولک عیسائیوں کو اتوار کے دن گرجا کرنے کی اجازت دی گئی۔ ایسے حالات میں اسلام کے سوا اور کونسا مذہب ہے جو دنیا کی نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔

مہا سبھائی ہندوؤں کا طوفان بے تمیزی

ریاست جنجیرہ کے شہر سرودھن میں ہندو مسلم فسادات کی اطلاعات گزشتہ ہفتہ موصول ہوئی تھیں جن میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کو ان فسادات کے بانی قرار دیا گیا تھا۔ لیکن خان بہادر ایف آر کاپڑیا دیوان ریاست جنجیرہ کے ایک طویل مکتوب سے جو روزنامہ "خلافت" بمبئی میں شائع ہوا ہے یہ معلوم کرنا موجب حیرت ہے کہ

"اس فساد کے بانی مہا سبھائی ہندو ہیں۔ جنہوں نے تمام ہندوستان میں طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے"

دیوان ممدوح نے اپنے مکتوب میں تمام حالات و واقعات کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ سرودھن میں زمین کا ایک ٹکڑہ اسی سال سے مسلمانوں کے قبرستان کے لئے مخصوص ہے۔ اور وہاں ان کے بزرگوں اور آباؤ اجداد کی قبریں ہیں۔ سروے کے کاغذات میں اس ٹکڑہ کو علیحدہ بطور قبرستان دکھایا گیا ہے۔ باوجود اس کے مہا سبھائی ہندو شرارت پیدا کرنے کے لئے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے قبرستان کی ملحقہ زمین میں جو سروے نمبر کے اندر ہے دو مکانات بھی تعمیر کرنے جن کو محض فساد کے اندیشہ سے گرایا نہیں گیا۔ بلکہ قبرستان کے اندر ایک کنوئیں کے استعمال کا حق بھی ہندوؤں کو ایک راستہ قائم کر کے دیدیا گیا۔ اور ایسا ہی مسلمانوں کے قبرستان کا ایک معتد بہ حصہ راستہ کے لئے دیدی گئی اس پر بھی شرارت ختم نہ ہوئی اور ہندوؤں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ فرنگیوں کا قبرستان ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔ لیکن ایک پیر کے مزار نے اس دلیل کو باطل ثابت کیا۔ پھر قبرستان کے اندر کے راستہ کو پاک قرار دے کر ہولی کی لکڑی اور ہولی کے وغیرہ لے جانے اور قبرستان کے ایک درخت کے نیچے ایک خاص قسم کا کھانا پکانے کا حق پیش کیا گیا جو ناجائز ثابت ہوا۔

ان تمام باتوں میں ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ شروع کر دیا گیا۔ اور بندرگاہ پر جاتی ہوئی بیل گاڑیوں کو روک کر مسلمان خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ لیکن مسلمانوں نے بیگم صاحبہ جنجیرہ کے فرمان کا احترام کرتے ہوئے حیرت انگیز صبر و تحمل سے کام لیا۔

ان تمام حالات کو ہم نے دیوان ممدوح کے مکتوب سے نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ ورنہ اصل مکتوب میں ہندوؤں کی شرارت کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ ہے۔ اور آخر میں سرودھن کے برہمن لیڈروں کو جن کے ساتھ پربھو بھی شامل ہو گئے۔ تمام فسادات کے ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس دانشمندی کے ساتھ حکومت نے گولی چلائے بغیر پانچ ہزار آدمیوں کے ہجوم پر قابو پایا اور ان کے لیڈروں اور دیگر اشخاص کو یکے بعد دیگرے گرفتار کیا۔ کل گرفتاریوں کی تعداد ۵۶ ہے۔ اور ان کے مقدمات کے لئے برٹش حکومت سے پولیس پراسیکیوٹر طلب کیا گیا ہے۔

یہ واقعات حد درجہ افسوسناک ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ مہا سبھائی ہندوؤں کو مسلمانوں کا وجود ہندوستان میں کسی طرح بھی گوارا نہیں۔ کیا ہندوؤں کے قوم پرست لیڈر اگر کوئی جذبہ خلوص ان کے دلوں میں باقی ہے۔ اس ذہنیت کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے؟ اور ایسے کھلے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے؟ دیکھیں کتنے وسیع النظر اور فراخ حوصلہ ہندو لیڈر ہیں جو ہماری آواز پر متوجہ ہوتے ہیں۔

آریہ سماج کی مائیہ ناز کتاب "جواہر جاوید" کا قلم برداشتہ جواب

(۲)

(مولانا مولوی عبدالحق صاحب فاضل بدستسنکرت کے قلم سے)

مادہ میں ادراک

پنڈت چموپتی آریہ سماج میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ اور اپنے نام کی طرح گوناگوں حیثیات کے مالک بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی باتوں کو غور سے سننا چاہئے۔ آپ اپنی جواہرات کی اشتہاری کتاب کے صفحہ ۲۶ پر صرف فلسفہ ٹپکانے والی لیکھنی سے یہ موتی برساتے ہیں۔ کہ "موجودہ سائنس مادہ میں ادراک کا عرض دریافت نہیں کرسکی ہمارا جسم صریحاً غیر مدرک ہے کٹا ہوا حصہ جسم اور مردہ لاش درد محسوس نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ مدرک جوہر یا روح اس سے پرواز کر گئی۔ روح پر پرزے جھاڑ کر اڑ گئی اور ہمیشہ کو رخصت ہو گئی۔ سبحان اللہ روح کے متعلق کتنا بلند تخیل ہے۔ فلسفہ جدید تو اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پنڈت صاحب پنڈت بھی ہیں اور ایم اے بھی مگر ان پر پنڈتائی کا اثر کچھ ایسا بے طرح چھا گیا ہے۔ کہ وہ ہر راہ اور منظر کا ایک ہی رخ دیکھنے پر مجبور ہیں۔ انہیں اتنا بھی تو نہیں سوجھتا کہ کٹا ہوا حصہ جسم یا لاش اگر درد کا احساس کرنے سے اس لئے معذور ہے کہ روح یا جوہر مدرک کا اس میں سے پرواز کر جانا سمجھ لیا جاتا ہے۔ تو انسانی زندگی میں حادثات ایسے بھی تو آتے ہیں کہ روح کے موجود ہونے کے باوجود درد کے احساس کا فقدان ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جو آپ کی دلیل کا تیا پانچا کر کے رکھ دیتی ہے۔ انسانی جسم پر عمل جراحی اور علم کاسہ سر نے اس امر پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔ کہ دماغ کا وہ بیضوی حصہ کہ جس کو مخ کہتے ہیں اور جو دماغ کے اگلے اور درمیانی حصوں میں رہتا ہے۔ اعمال شعوری تمام تر اسی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ آپ نے تو کبھی کاہے کو دیکھا ہوگا۔ اور شاید سنا بھی نہ ہو۔ کہ حیوانات پر عمل جراحی کر کے جب ان کا مخ باہر نکال لیا جاتا ہے تو گو وہ زندہ رہتے ہیں۔ لیکن وقوف ارادہ اور احساس ان سے بالکل مفقود ہو جاتے ہیں کلوروفارم اور ہپناٹزم وغیرہ کے ذریعہ اگر اس دماغ کے مرکز کو اعصاب حسیہ سے متہیج نہ ہونے دیا جائے تو روح کے جسم میں موجود ہونے کے باوجود درد کا احساس روح کو نہیں ہوتا۔

درد کے محسوس کرنے کی وجہ

حقیقت یہ ہے کہ درد کی صورت میں پہلے عضو کسی درد آفریں متہیج کر متاثر ہوتا ہے۔ یہ درد ایک مادی صورت یعنی ارتعاش رکھتا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تہیج اعصاب حسیہ کی وساطت سے منتقل ہو کر دماغ تک پہنچتا ہے اور یہاں پہنچتے ہی انسان درد محسوس کرنے لگتا ہے۔ تہیجات جب تک دماغ سے باہر ہوتے ہیں۔ ایک عصبی، مادی، یا جسمانی حیثیت رکھتے ہیں لیکن دماغ میں داخل ہونے کے بعد وہی تہیجات نفسی، شعوری یا ذہنی کیفیت میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ مشہور عقلاء دہر کے دماغ میں مغز کی سطح پر نہایت کثرت سے بلندیاں پائی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے مجنون یا احمق لوگوں کے مغز میں ان کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ موجودہ سائنس مادہ میں ادراک کا عرض نہیں دریافت کر سکی۔ بھولے پنڈت کی بھول کہتا ہے۔ مذکورہ بالا اشارات اور تجربات کی بنا پر سائنسدانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ادراک کو نظام عصبی دماغ کا فعل قرار دیتا ہے اور روح کا منکر ہو کر

مخیخ اور ادراک

مخ سے متصل اور اس سے کسی قدر نیچے ہٹا ہوا کھوپری کے پچھلے حصہ میں مغز کا جو جزو ہوتا ہے وہ مخیخ کہلاتا ہے۔ اعصاب حسیہ کے نفسی تہیج کے شعوری یا ذہنی ادراک میں تبدیل ہو جانے کے بعد حرکات ارادی میں نظم و ربط پیدا کرنا اس مخیخ کا کام ہے۔ دماغ کے اس حصہ پر عمل جراحی سے یہ ثابت ہے مخیخ کے نکال لینے سے ادراک، وقوف اور شعور میں تو کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ مگر حرکات غیر منتظم اور رفتار میں لغزش ضرور ہو جاتی ہے یہ ہے علم النفس کے جاننے والوں۔ ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کا فیصلہ۔ جس کی گو رودت بھون کے بھون کنڈ میں بیٹھنے والے کو خبر نہیں۔

ادراک کا شدید تعلق نظام عصبی و دماغ کے ساتھ

اور ڈارون کے مشہور مد مقابل ڈاکٹر ولیس نے اس کو قبول نہیں کیا تاہم دماغ کو ادراک کا واسطہ انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دونوں گروہوں کی آراء میں قدر مشترک یہ ہے کہ صفت ادراک کا نہایت گہرا تعلق نظام عصبی و دماغ کے ساتھ ہے کہ اس کے بغیر روح ادراک کر ہی نہیں سکتی۔ اور نہ نظام عصبی دماغ کے بغیر روح میں ادراک کے ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ اب پنڈت جی خود ہی بتائیں کہ جس طرح جسم سے انگلی کٹ جانے سے انگلی میں ادراک نہ رہا اسی طرح دماغ کا ایک حصہ نکال دینے سے گو روح جسم میں موجود ہی مگر اس کا ادراک مفقود ہو گیا۔ یا کم از کم اس کا کوئی ثبوت نہ رہا کہ روح مدرک ہے اور وہ اس کی صفت غیر متغیر ہے۔

فقدان ادراک کی مثالیں

نہ صرف ڈاکٹری تحقیقات بلکہ سائیکالوجی (علم النفس) کی کتب میں بعض لوگوں کے اندر سے بغیر عمل جراحی کے بھی ادراک کے فقدان کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ایک بنگالی بابو من موہن کے اکثر حالات عجیب ملکہ عجیب تر ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک لمبے سفر سے واپس آیا۔ تو وہ اپنے عصا کو چارپائی پر باقاعدہ لٹا کر خود کمرے کے ایک کونہ میں جا کھڑا ہوا۔ اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ میں چارپائی پر لیٹ گیا ہوں۔ درد اور تکان کا تقاضا یہ تھا کہ خود بستر پر لیٹ کر راحت محسوس کرتا۔ لیکن وہ اپنے عصا کو بستر پر لٹا کر راحت محسوس کرتا ہے۔ درد محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ لوگ جن کو کبھی مینٹل ہاسپٹل (پاگل خانہ) دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ مجنون جنون کے دورہ کے وقت کبھی فرضی درد سے بیچین ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی شدید سے شدید درد کو محسوس تک بھی نہیں کرتے۔ ایک پاگل کو دیکھا گیا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس آ کر نہایت بے قراری سے چیخنے اور چلانے لگا کہ درد شدت سے ہو رہا ہے۔ مگر جب اس سے پوچھا گیا کہ کہاں درد ہے تو جواب دیا کہ معلوم نہیں اور پھر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر نے گلاس میں پانی ڈال کر دیا تو اس نے کہا کہ اب آرام ہو گیا ہے۔ کئی مرتبہ مجنونوں نے اپنے جسم کے اعضا نہایت بے تکلفی سے کاٹ ڈالے۔ اور ہنستے رہے اس قسم کے واقعات دلائل ہیں۔ اس امر کے کہ روح مدرک بالذات نہیں بلکہ مدرک بالواسطہ ہے۔

جوہر اور عرض کی بحث

اس مضمون میں ایک نہایت اہم الجھن جوہر اور عرض کی ہے جس کے سایہ تلے پنڈت جی اپنی آنکھ بند کر کے سمجھ بیٹھے ہیں کہ میں محفوظ ہو گیا پھر محمد اسحاق صاحب نے شاید کہیں یہ لکھ دیا کہ مادہ کے خمیر سے ایک لطیف مدرک چیز اسی طرح نمودار ہوئی جس طرح چقماق سے آگ اور رگڑ سے بجلی نکلتی ہے۔ اور وہ روح تھی۔ بس اس پر پنڈت جی برس پڑے کہ "روشنی اور بجلی تو عرض ہیں اس چقماق اور رگڑ کھانے والی اشیاء کے جوہر کا۔ پس روح عرض ہوئی مادہ کا۔ اس صورت میں امید وار جنت مادہ ہوا نہ روح کیونکہ عرض بغیر جوہر کے قائم ہی نہیں ہوتا"۔ لیکن اگر چقماق اور رگڑ کھانے والی اشیاء ہی خود روشنی اور بجلی کا عرض اور ظہور ثابت ہو جائیں تو نہیں معلوم پنڈت جی جوہر کسے قرار دیں گے۔ اور عرض کسے؟ کون قائم بالذات ہوگا اور کون ثابت بالواسطہ؟ یہ تو موجودہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا اور آپ نے خود اسے تسلیم بھی کیا ہے کہ مادہ کا ہر ذرہ الکٹرون کا مجموعہ ہے۔ اور الکٹرون بجلی اور انرجی ہیں۔ جب بجلی اور انرجی سے مادہ کا ہر ذرہ بن سکتا ہے تو بتلایئے دونوں میں سے عرض کون ہے؟ اور جوہر کیا؟ مادہ سوائے اس کے کچھ نہیں مگر برقی پاروں کے ایک مجموعہ کی ہیئت کا نام ہے۔ اس صورت میں الکٹرون جوہر اور مادہ عرض ہوا۔ آپ کو غلطی یہ لگی ہوئی ہے کہ برق پاروں کی تہ میں بھی کوئی جوہر ہوگا۔ یہ ایک فرضی اور وہمی سفسطہ ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ سائنس نے اس کو قبول کیا ہے۔ ایسی صورت میں چند ایک صفات جس نقطہ یا مرکز پر مل کر کام کرتی ہیں مرکز کے جوہر قرار پا جاتی ہے۔ ورنہ اس کے سوا اور کسی جوہر کا کوئی مستقل ثبوت کسی کے پاس موجود نہیں۔

انسانی فہم اور ادراک

انسانی فہم اور ادراک ہر شئے کے صرف صفات کے علم تک محدود ہے اصل شئے کیا ہے۔ یا مجموعہ صفات کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ یہ ماوراء الفہم اور ادراک ہے۔ اس لئے اس کے قائم بالذات ہونے یا نہ ہونے کی بحث، بانجھ کا لڑکا گورا ہے یا کالا کی بحث ہے۔ ہمارے نقطہ خیال سے جو قرآن کریم سے مستنبط ہے۔ روح متعدد صفات سے موصوف ہے۔ اس کی اکثر صفات جس کو دنیا مادہ کہتی ہے اس سے کشید ہوتی ہیں۔ ہاں ایک صفت جو امر اور اختیار کی صفت کہلاتی ہے۔ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے اس کے گرد تمام صفات کام کرتی ہیں۔ اسی نقطہ مرکزی کے سہارے تمام صفات انسانی ترقی کرتی ہیں۔ قل الروح من امر ربی۔ روح انسانی اور حیوانی میں امر یا اختیار ہی ایک تمیز یا خاصہ ہے۔ جس کی بنا پر اس کو اپنا کام حاصل ہوتا ہے۔ قرآن لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ۔ یعنی اس کا ارتقاء اور نشوونما تمام تر اس کی اپنی سعی اور جد و جہد پر منحصر ہے۔ ورنہ نیچر کی دوسری مخلوق کی طرح اس کی ترقی بھی محدود ہو جاتی۔ اور اس کے اعمال بھی قابل مواخذہ نہ ہوتے۔ اس بنا پر ہم جنت کا امیدوار روح کو قرار دیتے ہیں نہ اس کے جسم کو۔ جسم صرف واسطہ ہے۔ معرفت علوم اور ترقیات کے لئے۔ اس سلسلہ بحث کی بعض بقیہ کڑیاں اپنے موقعہ پر بعد میں بھی ملیں گی۔

بواسیر کی دوائی کے متعلق اعلان

حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "پیغام صلح" کی کسی گزشتہ اشاعت میں یہ اعلان کیا تھا کہ ایک بوٹی انہیں ملی ہے۔ جو بواسیر کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ جن احباب کو ضرورت ہو انہیں حسبتہً للہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ تازہ مکتوب گرامی میں آپ لکھتے ہیں۔

جس دن سے میں نے یہ دوائی بنوانی شروع کی اسی دن سے یہاں ابر محیط ہے جسے تین ہفتہ سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اکثر بارش ہو جاتی ہے بالمقابل دوائی مذکور کی جزو اعظم جو بوٹی ہے وہ ۲۴ گھنٹے پانی ہی میں رہتی ہے۔ اس کو خشک کر کے سفوف بناتا ہے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ جس قدر وہ دن کو خشک ہوتی ہے اسی قدر رات کو نمناک ہو جاتی ہے۔ اگر ایک ہفتہ بھی دھوپ رہے تو دوائی تیار ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں احباب کی فرمائش کی تعمیل جلدی نہیں کر سکا۔ جس قدر دوائی تیار ہوتی ہے۔ وہ سلسلہ وار بھیجدی جاتی ہے۔ اس وقت تک آٹھ دس احباب کو دوائی جا چکی ہے۔ اس تاخیر کے لئے میں احباب سے معافی مانگتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں سب ارشادات کی تعمیل کر دونگا۔ میری صحت بفضلہ تعالیٰ پچھلے دو ہفتے کے بالمقابل بہت بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ تکمیل صحت کرے۔ میرے خیر خواہ سلسلہ دعا کو جاری رکھیں۔ والسلام

نظامیہ مسجد لندن

اٹھائیس ہزار پونڈ سے مسجد کیلئے زمین خریدی گئی

کنگسٹن سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مطلع فرماتے ہیں:۔

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے پچھلے خط سے معلوم ہوا ہے کہ نظامیہ مسجد لندن کے لئے زمین خرید لی گئی ہے اس کا سودا ۲۸ ہزار پونڈ پر ہوا ہے۔ زمین نہایت ہی موزوں جگہ پر ہے۔ اور میری دیکھی ہوئی ہے ریلوے سٹیشن سے ۲ منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ یعنی ساؤتھ کینسنگٹن کے سٹیشن کے پاس ہے۔ بس۔ موٹر اور دوسری قسم کی گاڑیاں وہاں پہنچ جاتی ہیں۔ ایک تو یہ جگہ شرفا کے علاقہ میں ہے اور دوسری طرف اس میں مرکزی حیثیت بھی ہے۔

بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے گزشتہ دو نمبر شائع نہ ہو سکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ٥

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۳۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۸ ہجری القدس ۔ نمبر ۵۴

پرافٹ اف اسلام

اردو میں

ایک نہایت ضروری تحریک

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

احباب کو معلوم ہوگا کہ سال گزشتہ آنحضرت صلعم کے میلاد مبارک پر میں نے انگریزی میں ایک رسالہ پرافٹ اف اسلام کے نام سے لکھا تھا جس کی کوئی پانچ چھ ہزار کے قریب کاپیاں بعض احباب نے خرید کر مفت تقسیم کردی تھیں یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول ہوا ۔ اسی وقت یہ بھی تجویز تھی کہ اس کے ترجمے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں چھاپ کر شایع کیے جائیں ۔ کئی جگہ خود بخود لوگوں نے اس کے ترجمے کرکے شایع کئے ۔ حتی کہ چینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ وہاں کے ایک عالم نے اپنے ایک رسالہ میں چھاپا ہے ۔ ہماری اپنی سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اسے اردو میں شایع کیا جائے مگر اردو ترجمہ پر جب میں نے نظر ثانی کی تو معلوم ہوا کہ اسے ایک مختصر سوانح عمری کی صورت دیدینا بہتر ہوگا ۔ چنانچہ میں نے اسے نئی ترتیب دیکر ذیل کے سات حصوں میں اسے تقسیم کیا ۔

(۱) بعثت سے پیشتر (۲) مکی زندگی (۳) مدنی زندگی (۴) بے نظیر کامیابی (۵) آپ کی تعلیم میں رواداری (۶) متعہ و نکاح (۷) اخلاق و آداب ۔

اور اس طرح یہ ایک $\frac{20 \times 30}{16}$ کی تقطیع کے ایک سو سے کچھ صفحات اوپر کی کتاب ہوگئی ہے ۔ اور یہ اس قابل ہوگی کہ ہر ایک مسلمان بچہ اور ہر ایک غیر مذہب کا آدمی اس سے بآسانی فائدہ اٹھاسکے ۔ قیمت اس کی صرف ۵ر ہوگی ۔

لیکن اس کے علاوہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سال میلاد کے موقعہ پر ہمارے احباب اس کو غیر مسلموں کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لیے خاص طور پر کوشش کریں ۔ ہمارے احباب کم ہے کم اس بات سے خوب واقف ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی عزت پر جو حملے آج ہو رہے ہیں ان کے دفاع کا طریق صرف ایک ہی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ کے صحیح حالات غیر مسلم اصحاب تک پہنچائے جائیں ۔ بہت حد تک ناواقفیت ہی کی وجہ سے غیر مسلم بعض گمراہ کن لوگوں کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو جاتے ہیں ۔ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی آپ کی زندگی میں آپ کی زندگی کی ضرورت تھی ۔ اور جس طرح مخالفین اسلام نے اسلام کے متعلق تنفر پیدا کرنے کا یہ راستہ سوچا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ناپاک حملے کرکے آپ کو بدنام کیا جائے اسی طرح مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک وہ رسول اللہ صلعم کے متعلق صحیح حالات پھیلا کر آپ کی صحیح عزت لوگوں کے دلوں میں قایم نہ کرسکیں گے اس وقت تک غیر مسلموں میں تعلیم اسلام کی مقبولیت کا دروازہ بند رہے گا ۔ جو ہتھیار اس وقت اعدائے اسلام نے اسلام کے خلاف اٹھایا ہے ۔ اسی کا جواب سب سے پہلے ہونا چاہیے اس لیے اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اشاعت اسلام کا دروازہ کھولنے کیلئے ہم لوگ جن کا خاص کام ہی اشاعت اسلام ہے ۔ رسول اللہ صلعم کے صحیح حالات کو غیروں تک پہنچائیں ۔ علاوہ ہندوؤں میں پھیلانے کے میں اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں میں بھی آپ کے صحیح حالات کو پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں ۔ کیونکہ جیسا کہ ایک بڑے پادری نے اعتراف کیا ہے اس وقت انگلستان میں جو مسلمانوں میں سے عیسائی ہوئے ہیں اسلام کی طرف ایک خاص تحریک پیدا ہوچکی ہے ۔ اور چونکہ ان لوگوں کے بہکانے میں بھی زیادہ حصہ اسی بات کا تھا کہ رسول اللہ صلعم پر ناپاک اور گندے الزامات لگاکر انہیں اسلام سے متنفر کیا گیا ۔ اس لیے آپ کے صحیح حالات کا ان میں پہنچنا اس تحریک کے لیے خاص طور پر ممد ہوگا ۔

اس رسالہ کی تقسیم کے لیے جس قدر بھی ہم اس وقت تقسیم کرسکیں میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ایسے ہاتھوں میں پہنچایا جائے جہاں سب سے زیادہ ضرورت ہو ۔ اس لیے علاوہ ان کاپیوں کے جو احباب اپنے طور پر تقسیم کرنے کے لیے منگائیں ۔ کم سے کم کوئی دو ہزار رسالہ ایسا ہونا چاہیے جسے ہم خاص طور پر تقسیم کرسکیں ۔ مثلاً یہ کہ ہندو اور عیسائی اخبارات میں اشتہار دیدیا جائے کہ جو صاحب آپ کے صحیح حالات کو معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ کارڈ لکھدیں ۔ تو انہیں کتاب مفت بھیجدی جائیگی ۔ اس طرح پر وہ لوگ خصوصیت سے فائدہ اٹھاسکیں گے جن کے دلوں میں کچھ حق کو معلوم کرنے کی تڑپ ہے ۔ دوسرے ہر ایک لائبریری میں ایک کاپی بھیجدی جائے اس سے بھی بکثرت لوگ فائدہ اٹھاسکیں گے ۔ اور جو احباب اپنے طور پر منگوا کر اپنے شہر میں تقسیم کرنا چاہیں ان کو آٹھ کاپی فی روپیہ کے حساب سے کتاب بھجوادی جائے گی مگر محصولڈاک ان کے ذمہ ہوگا ۔ چاہیں تو وہ بذریعہ وی پی منگوالیں ۔ مگر اس کے متعلق جملہ خط وکتابت میرے ڈلہوزی کے پتہ پر کی جائے ۔ اور کوئی دوست روپیہ بھیجنا چاہتے ہوں تو وہ بھی اسی پتہ پر بھیجدیں ۔ اس قدر میں آخر میں بڑھادینا چاہتا ہوں کہ یہ صرف ایک نیک کام میں شرکت کے لئے ذاتی طور پر میری دعوت ہے کوئی قومی تحریک نہیں کہ ہر شخص ضرور اس میں حصہ لے ۔ صرف تعاون علی البر والتقویٰ کے اصول پر یہ تحریک ہے ۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میری محنت کا فائدہ دوسروں کو پہنچکر میرے لئے بھی اور ان احباب کے لئے بھی موجب ثواب ہو جو اس میں حصہ لیں ۔

خاکسار محمد علی

(کوٹھی پیٹر برو ۔ ڈلہوزی)

یوم میلاد النبی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ یا ۱۸ اگست ۱۹۲۹ء کو میلاد النبی کی تاریخ ہے ۔ تجویز ہے کہ اس دن ہندوستان کے طول و عرض میں جلسے منعقد کرکے حضرت نبی کریم صلعم کے محاسن اخلاق پر تقریریں کی جائیں اور آپ کی سیرت سے ہندوستان کے بچہ بچہ کو واقف کیا جائے یہ تجویز اپنے اندر بڑی معقولیت رکھتی ہے ۔ احمدی قوم کا تو فرض ہے کہ ہر ایسی تجویز کا جو اسلام اور نبی کریم صلعم کی تبلیغ سے متعلق ہو صدق دل سے خیر مقدم کریں ہمارا خیال ہے کہ اگر اس موقعہ پر پرافٹ آف اسلام کا اردو ترجمہ جس کا ذکر آج کے افتتاحیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے کیا ہے کثرت سے تقسیم کیا جائے تو بڑے فائدہ کا موجب ہوگا ۔

تہذیب جدید کا سب سے بڑا کارنامہ

تہذیب جدید کے ان بیش بہا فوائد کے ساتھ جو علوم وسائنس سے پیدا ہوئے ہیں ۔ اگر ان نقصانات پر نظر کی جائے جو اس وقت تک نسل انسانی کو پہنچ چکے ہیں ۔ تو خوشی کے بجائے انسان کا دل درد سے بھر جاتا ہے ۔ سب سے بڑا کارنامہ جس پر اس تہذیب کو ناز ہوسکتا ہے یہ ہے کہ وہ مختلف ممالک کے انسانوں کے دلوں میں وطنیت اور قومیت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اگر غور کرکے دیکھا جائے تو یہی سب سے بڑی لعنت ہے جو آج نسل انسانی پر نازل ہوئی ہے ۔ اسلام قومیت اور وطنیت کی حدود کو توڑکر تمام نسل انسانی کو ایک کرنا چاہتا ہے ۔ ان میں باہم برادری اور محبت واخوت کے جذبات پیدا کرنا اس کا حقیقی نصب العین ہے ۔ کیونکہ قومیت اور وطنیت کے جذبات انسانوں میں باہم مغائرت اور تباغض وتحاسد پیدا کرنے کا موجب ہیں ۔ اس سے بھی بڑھکر خطرناک بات جو تہذیب جدید میں نظر آتی ہے ۔ وہ دیسی اور یورپین ۔ کالے اور گورے کی تفریق ہے اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس بارہ میں اہل فرنگ نے باوجود تہذیب وحشت وبربریت کے ایسے ایسے ہولناک مناظر پیش کئے ہیں جن سے انسانی روح لرز جاتی ہے ۔ جنوبی افریقہ کا تازہ واقعہ ہے کہ وہاں کے وزیر جنرل ہرٹزوگ نے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دیسی لوگ صرف سفید اقوام کی خدمت کے لیے پیدا ہوئے ہیں ۔ پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی کہ دیسیوں کو خاص رقبہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر زمین خریدنے کی اجازت نہ ہو ۔ یہ تجویز اگر کثرت مخالفت کی وجہ سے گر نہ جاتی تو جنوبی افریقہ میں دیسی آبادی کے محدود حقوق پر ایک اور خوفناک ضرب تھی ۔ جو بہت سے ہولناک نتائج کا موجب ہوتی ۔ معلوم نہیں ان علم برداران تہذیب کو کب یہ احساس پیدا ہوگا کہ جن لوگوں کو وہ دیسی اور کالے کے نام سے پکارتے ہیں وہ بھی انہی کی طرح انسان ہیں اور اپنے اندر ویسا ہی دل رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ ان کے سینے میں ہے ۔ کیا انسان کا انسان پر ظلم کرنا تہذیب کے شایان ہے ؟

آخر انتظار کب تک ؟

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے ان لوگوں سے جو اب تک اس بات کے منتظر ہیں کہ مسیح موعود آسمان سے نازل ہوگا یہ سوال کیا تھا کہ ایسی حالت میں کہ وہ تمام علامات جو مسیح موعود کے نزول کے متعلق احادیث میں آئی ہیں پوری ہوچکی ہیں ۔ کیوں اس بات پر غور نہیں کیا جاتا کہ مسیح آسمان سے کیوں اب تک نازل نہیں ہوا ۔ بالخصوص جبکہ بعض تاریخیں بھی جو اس کے نزول کے لیے مقرر کی گئی تھیں ایک ایک کرکے گزر گئیں ۔

معاصر "اہلحدیث" نے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے اس کو کلام شعری قرار دیکر حسب عادت تمسخر واستہزا سے کام لیا اور یہ سوال کیا کہ کیا :-

"یہ انتظار کرنے والے لوگ الہامی تھے ؟ جو اپنے الہام سے ایسا کہتے تھے ۔ یا کسی صاحب وحی کے ارشاد کے ماتحت اس زمانہ کی تعیین کرتے تھے ؟"

جواباً عرض کیا گیا کہ انتظار کرنے والے تو آپ خود بھی ہیں ۔ اس پر کوئی صابری صاحب اٹھے ہیں ۔ اور پورے چار کالم کا مضمون "اہلحدیث" میں ہمارے جواب میں انہوں نے لکھا ہے ۔ جس میں ادھر ادھر کی باتوں کو چھوڑ کر اصل بات "صرف اس قدر ہے کہ :-

"ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کے لئے ناحق ادھر ادھر جانے کی نسبت یہ بہتر تھا کہ وہ قرآن مجید کی کسی آیت یا صحیح حدیث سے تیرھویں ۔ یا چودھویں ۔ یا پندرھویں وغیرہ صدی کا تعین ثابت کردیتے"

صابری صاحب کو چاہئے تھا کہ اس سوال سے پیشتر اس بات پر غور کرلیتے کہ احادیث میں مسیح موعود کی کیا کیا علامات لکھی ہیں ۔ آیا وہ تمام علامات اس زمانہ میں پوری ہوچکی ہیں یا نہیں ۔ دجال کا ظہور ۔ قحط ۔ وبائیں اور حیا سوز مناظر کی موجودگی جن کی مخبر صادق نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے ۔ آیا اس زمانہ کو مسیح موعود کا زمانہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں ؟ اگر یہ تمام علامات پوری ہوچکی ہیں تو اس سے بڑھکر زمانہ کا تعین اور کیا ہوگا اور ایسی حالت میں کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ

آخر یہ انتظار کب تک ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۳ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۲٦

تعلیم اور مذہب

ایک نہایت اہم اور مفید تجویز

پنجاب یونیورسٹی کی توجہ کے قابل

علم انسانیت کا وہ جوہر ہے جس کے ذریعہ سے دنیا اور دین دونوں میں ترقی اور خوشحالی نصیب ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تحصیل علم پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ اور ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کا یہ ضروری فرض قرار دیا ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ خواہ اس کے لئے انہیں دور دراز مقامات کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ قرون اولیٰ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں کہ مسلمانوں نے علم کی خاطر ہر قسم کی تکالیف اور دکھ اٹھانے گوارا کئے۔ یہاں تک کہ اگر انہیں یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے دوسرے کنارے پر کوئی کی بات مل سکتی ہے تو ہزار ہا قسم کے مصائب برداشت کرکے وہاں تک پہنچے۔ اور اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی۔

آج بھی علم کا دور دورہ ہے۔ ہر جگہ مدرسے اور کالج اور یونیورسٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور تعلیم کی فراوانی کا یہ عالم ہے۔ کہ شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں علم کی تھوڑی بہت روشنی نہ پہنچی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ان یونیورسٹیوں اور تعلیم گاہوں نے لوگوں کو علم سے بہرہ ور کرنے میں ہر طرح سے امداد دی ہے۔ لیکن ایک نمایاں فرق جو قرون اولیٰ کے علمی اداروں اور موجودہ تعلیم گاہوں میں ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے زمانوں میں علم کو دنیوی فوائد کے ساتھ انسانی اخلاق کی درستی اور خدا شناسی کا بھی ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج یہ غرض ہماری تعلیمی درسگاہوں اور یونیورسٹیوں کے سامنے نہیں۔ حالانکہ یہی ایک چیز ہے جس کی طرف سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ منعطف ہونی چاہئے تھی۔ جس علم کو سیکھ کر انسان با اخلاق اور خدا پرست انسان نہ بن سکے جس کے سیکھنے والوں کا ایک بڑا حصہ صرف ان نمائشی اخلاق سے کام لینا جانتا ہو جو بیرونی سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کی خانگی زندگی ہر قسم کی بداعمالیوں اور شرمناک افعال سے پر ہو۔ اور خدا کا نام لینا اس کے نزدیک جہالت کا نشان ہو۔ اس علم سے وہ جہالت ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے دلوں کے اندر خشیت اللہ ہو اور انسان کا ظاہر باطن ہو۔ اسلام نے اس اہم ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جہاں تحصیل علم پر زور دیا ہے وہاں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ علم صرف یہی نہیں کہ لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ یا جسمانی آسائش و راحت و آرام کے حصول کے ذرائع معلوم کر لئے۔ صرف ڈاکٹری اور انجینئرنگ اور تار برقی اور جہاز رانی وغیرہ علوم انسانی زندگی کا منتہائے مقصد نہیں۔ بلکہ علم الابدان کے ساتھ علم الادیان کا حصول بھی انسان کے لئے ضروری ہے۔

اسی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ قرون اولیٰ میں جہاں ہم بہت سے مسلمانوں کو عام علوم دنیوی میں معراج ترقی پر پہنچے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہاں دینی علوم میں بھی ان کا درجہ اس قدر بلند نظر آتا ہے کہ موجودہ زمانہ کے خالص دینی علما بھی ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچے۔ بڑے بڑے فلسفی، مہندس، اور سائنسدان ان میں موجود تھے۔ لیکن جس کسی کو دیکھو خدا پرستی اور دینداری ان کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے۔ اور دین کی خاطر ذرا ذرا باتوں پر جان کی نذر ہے۔ کیا مجال کہ اس سے ایک انچ ادھر ادھر ہو جائیں۔ کیا امام غزالی، بو علی سینا، ابن رشد البیرونی، ابن خلدون، ابن خلکان وغیرہم اسی جماعت کے درخشاں رکن نہیں؟ کیا ان میں سے کسی ایک کا دامن ان غیر اسلامی خیالات اور لامذہبیت سے آلودہ نظر آتا ہے جو آج ہمارے نوتعلیم یافتہ نوجوانوں میں دکھائی دیتی ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ان میں کے فلسفی جہاں اپنے فلسفیانہ خیالات کے اعتبار سے دنیا کے استاد مانے جاتے ہیں وہیں اپنی دینداری اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی ہر طرح واجب العزت اور لائق تقلید ہیں لیکن ہم میں جو لوگ آج فلسفہ پڑھ لیتے ہیں۔ وہ اگر عقیدۃً نہیں تو عملاً اسلام سے اس قدر بیگانہ اور دور نظر آتے ہیں کہ گویا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور صرف فلسفیوں ہی پر کیا مدار ہے۔ عام طور پر علم کی ہر صنف میں یہی عالم نظر آتا ہے۔ الا ماشاء اللہ!

اس کی اصلی اور حقیقی وجہ اگر غور سے دیکھا جائے تو موجودہ نصاب تعلیم ہے۔ جس میں صرف علوم مروجہ کو سکھانا پیش نظر ہے علوم دینیہ کے حاصل کرنے سے کوئی مس نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض ترقی کالجوں اور سکولوں میں مذہبی تعلیم کا عنصر بھی موجود ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف مولویانہ طرز پر مسائل کو بیان کر دیا گیا ہے۔ جن کو یا ڈگری یا یونیورسٹی کے امتحانات پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ اور نہ طلبہ کو اس کی طرف کوئی رغبت ہے۔ اگر اس کے بجائے ایسا نصاب مرتب کیا جاتا جس میں اسلام کی خوبیاں اور اس کی معقولیت اور عظمت کو نہایت سادہ اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا جاتا اور قرآن کریم اور اس کا ترجمہ پڑھایا جاتا تاکہ اسلام کے حسن و قبح کو خواستہ خود پہچان سکیں تو بہت ہی مفید ثابت ہوتا۔

لیکن یہ نوعیت اسلامی مدارس کے اندرونی انتظام سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں تک یونیورسٹیوں اور عام کالجوں کے طلبہ کی مذہبی تعلیم کا تعلق ہے اس پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل روشنی ڈالیں گے اور ایک نہایت مفید اور قابل عمل سکیم کو جو قوم کے ایک دردمند اور مخلص بزرگ کی طرف سے پیش ہوئی ہے قارئین کرام اور یونیورسٹیوں کے ارباب حل و عقد کے غور و فکر کے لئے پیش کریں گے۔

فلسطین میں مسلمانوں پر مظالم

جس دن سے مسٹر بالفور کی تجویز کے مطابق فلسطین کو یہودیوں کا وطن قرار دیا گیا ہے وہاں عام طور پر بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کئی مرتبہ فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندوں نے اس تجویز کے خلاف آواز بلند کی لیکن کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔ اور ان یہودیوں کو جنہیں یورپ کے کسی ملک میں آزادی اور امن کی زندگی میسر نہیں ہوئی مختلف ممالک سے لا کر فلسطین میں آباد کر دیا گیا۔ کہ یہ برطانوی استعمار کے لئے ایک بڑی قوت کا موجب ہو سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہو لیتے ہی مسلمانوں کے در و دیوار پر قبضہ کرنا چاہا ہے اور حکام نے ان کی امداد و اعانت میں مسلمانوں پر جبر و تعدی روا رکھنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ آج دو ہفتہ سے فلسطین سے کشت و خون کی خبریں آ رہی ہیں۔ جن میں عربوں پر گولیاں برسائے جانے ان کے خلاف ہنگامے برپا کرنے اور پکڑ پکڑ کر جیلخانے میں ڈالنے کا ذکر ہے۔ اور اس کی بنا محض یہ ہے کہ مسجد عمر کی غربی دیوار پر جو دیوار براق کے نام سے مشہور ہے اور ہمیشہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلی آتی ہے یہودیوں نے ناجائز طور پر قبضہ کرنا چاہا۔ مسلمانوں نے اس سے انہیں روکا۔ اس پر باہم جھگڑا ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ حکام اس جھگڑے کو فرو کرتے اور یہودیوں کو اس ناجائز تسلط سے روکنے کی کوشش کرتے انہوں نے ہوائی جہازوں اور طیاروں اور مسلح فوجوں اور پولیس کے ذریعہ سے عربوں پر آتش باری کرنا اور انہیں خاک و خون میں تڑپانا ضروری سمجھا۔ یہ واقعات برطانوی رعب و اقتدار کو دلوں کے اندر قائم کرنے کے بجائے نقصان پہنچانے کا موجب ہیں۔ اور ہم برطانوی رعایا ہونے کی حیثیت سے ملک معظم کی حکومت کو یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسٹر بالفور کی تحریک صیہونیت بظاہر کتنی ہی خوشگوار کیوں نہ معلوم ہو۔ لیکن نتائج و عواقب کے اعتبار سے کسی طرح [illegible] اس میں حصہ لینے کے بجائے اسے اس سے قطعاً دست بردار ہو جانا چاہئے اور عام برطانوی رعایا کے دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ملکداری کا اولین اصول یہی ہے۔

پچھلے دنوں فلسطین سے آفات ارضی و سماوی کی اطلاعات بھی موصول ہوئی تھیں جس سے اہل فلسطین کو نقصان و پریشانی کا سامنا ہوا۔ ابھی اس سے نجات نہ ملی تھی کہ یہ خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ہم تمام مسلمانوں سے عموماً اور جماعت احمدیہ سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فلسطینی مسلمان بھائیوں کے لئے درد دل سے بارگاہ ایزدی میں دعا کریں۔ تا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انکو اس تازہ مصیبت سے نجات دے۔

ہندو اور مسلمان!

مسٹر جیکار کی ایک تقریر کا کچھ تھوڑا سا اقتباس کسی گزشتہ اشاعت میں دیا جا چکا ہے۔ جس میں انہوں نے ہندوؤں کو نصیحت کی ہے کہ اپنے مذہب کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالیں۔ اپنے ایک اور بیان میں مسٹر موصوف فرماتے ہیں:

"ہم ہندوؤں میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ مگر ایسا ایک بھی مسلمان نہ پاؤ گے خواہ کتنا ہی بلند اقبال کیوں نہ ہو جو اپنے مذہب پر فخر نہ کرے۔ وہ اپنے مذہب کو ہندوؤں کی طرح چھپاتا نہیں اور نہ اس کے لئے معافی مانگتا ہے وہ علانیہ طور پر اس کا اقبال کرتا ہے اور مشکلات اور مخالفت کے باوجود اس پر عمل کرتا ہے اور مسلمانوں کی یہ ایک قابل تعریف خصوصیت ہے جس پر مغربی تعلیم بے اثر ثابت ہوئی۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان زندگی کے کسی اہم مرحلہ پر قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے اپنے مذہب کی فکر کرتا ہے۔"

مسلمانوں کا اپنے مذہب کی وجہ سے شرمندہ نہ ہونا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ معقولیت پر مبنی ہے۔ حیرت ہے کہ اسلام کی معقولیت کے اس اعتراف کے باوجود اس سے دور بھاگنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں مسٹر جیکار اور اسی قسم کے دوسرے ہندوؤں کو اگر اسلام کی طرف دعوت دی جائے اور مسلمان اپنا عملی نمونہ اسلام کے مطابق کرنے کی کوشش کریں تو کثیر التعداد ہندو اب بھی اسلام کی آغوش میں آنے کے لئے تیار ہوں گے۔

شدھ شدہ ہندو

اپنی اسی تقریر میں مسٹر جیکار نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ:

"مسلمان جس آدمی کو مسلمان بناتے ہیں وہ سچے جنم کے مسلمان کی برابر سمجھا جاتا ہے۔ وہ مکمل طور سے برادری میں جذب ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کی طرح شودر سمجھ کر اسے علیحدہ نہیں رکھا جاتا۔ پبلک کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ حال میں ہندوستان کی ایک ہائیکورٹ تک نے یہ رولنگ (فیصلہ) دیا کہ تمام شدھ شدہ ہندو شودر ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک برہمن مسلمان ہو کر دوبارہ ہندو بنتا ہے تو اسے وہ مرتبہ نہیں ملتا جس سے وہ گرا تھا۔ ہندو دھرم میں دوبارہ داخل ہونے پر پچھلے برہمن پن کے باوجود شودر بن جاتا ہے یعنی شدھ ہونے سے اس کی پیشانی پر ایک کلنک لگ جاتا ہے۔"

اس تقریر میں ہائیکورٹ کے جس رولنگ کا ذکر کیا گیا وہ ان لوگوں کی توجہ کے قابل ہے کہ جو آریہ سماجی ہندوؤں کے چکمے میں آ کر شدھ ہونے کو تیار بیٹھے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہندو مذہب کے اصولی قوانین انہیں کسی ذات یا برادری میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کی رو سے کوئی دنیاوی قانون بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ کسی شدھ شدہ ہندو کو "شودر" سے اوپر کوئی درجہ دیا جائے۔

کیا اچھوت اور ملکانے اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کاش ہماری آواز ان کے کانوں تک پہنچ جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۹ ۔ ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ نمبر ۶۶

قارئین کرام سے ایک درخواست اپنے واحد قومی آرگن کی مدد کیجیے

اس بیسویں صدی کو بجا طور پر اخبارات اور پروپیگنڈا کا زمانہ کہا جاتا ہے اخبارات و رسائل اور نشر و اشاعت کے دیگر لوازمات قوموں کی ضروریات زندگی میں شمار ہونے لگے ہیں۔ تمام ترقی یافتہ اقوام کا پریس بھی مضبوط ہے۔ واقعات و نتائج اس حقیقت کو پکار پکار کر بیان کر رہے ہیں کہ آج کل ترقی یافتہ اخبار کے بغیر کسی قوم کا زندہ رہنا بیحد مشکل ہے۔ اتحادیوں نے جرمنی کو شکست فاش دی۔ توپ و تفنگ سے نہیں اخبارات اور پروپیگنڈا سے۔ یورپ کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے صدیوں تک محض اسی کے بوتے پر ترکی پر عرصہ حیات تنگ کئے رکھا۔ یہودیوں کی مٹھی بھر آوارہ گرد اور راندۂ جہاں قوم محض اسی طاقت کے ذریعے چالیس کروڑ فرزندان توحید کے مذہبی جذبات کی پروا نہ کرتے ہوئے فلسطین میں من مانی کارروائی کر رہی ہے۔ دور کیوں جائیے خود ہمارے برادران وطن اخبارات کی بے پناہ قوت ہی کے سہارے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔

ہماری اخباری طاقت

ہم جماعت کے ہر ایک فرد اور ہر ایک اس مسلمان سے جس کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مقاصد سے اتفاق و ہمدردی ہے۔ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اس دہریت اور لامذہبی کے زمانہ میں خدمت دین اور حفظ ملت کی تائید و تکمیل کے لئے کھڑے تو ہوئے لیکن آپ نے کبھی اپنی اخباری طاقت کا بھی اندازہ کیا ہے۔ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ دیگر اقوام اور فرقہ جات کے مقابل ہماری اخباری طاقت بہت کم ہے۔ باطل حق پر اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہے۔ جہاں تک ظاہری اسباب و سعی و عمل کا تعلق ہے ہمیں موجودہ حالات میں اپنی کامیابی کی کچھ زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

پیغام صلح کے متعلق عام رائے

پیغام صلح جماعت کا واحد اردو آرگن اور ہندوستان کا صحیح معنوں میں واحد تبلیغی اخبار ہے۔ سولہ سال سے اپنی طاقت اور بساط کے مطابق تبلیغ اسلام۔ اتحاد بین المسلمین۔ تنظیم جماعت۔ جماعت کی تمام دینی سرگرمیوں کی اشاعت۔ مخالفین کے اعتراضات کے جواب غرضیکہ تمام ضروری فرائض بیک وقت انجام دے رہا ہے۔ بزرگان سلسلہ کے علاوہ تمام اہل الرائے مسلمانوں نے اس کی خدمات کو سراہا۔ بلکہ اکثر غیر مسلموں نے بھی اعتراف کیا۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی کے اخبار "منادی" کی تازہ رائے بطور نمونہ درج ہے۔ جس کا اظہار معاصر ممدوح نے ہماری درخواست کے بغیر کیا ہے "پیغام صلح" کا عنوان دے کر لکھا ہے کہ:-

> یہ ایک سہ روزہ اخبار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں مسلمانوں کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے مقالات اور شذرات عموماً مفید اور بیدار کن ہوتے ہیں مہا سبھائی ذہنیت کا پردہ خوب فاش کرتا ہے تنگ خیال ہندو جرائد کی تحریرات کے مسکت جواب خوب ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ اخبار بہت اچھا ہے۔ اور قوم کے لئے اس کی زندگی گونہ بہتری کا باعث ہے۔

اس رائے پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں صرف اس قدر بتا دینا ضروری ہے۔ کہ یہ صرف "منادی" ہی کی رائے نہیں۔ ہر ایک معقول اور سنجیدہ اخبار "پیغام صلح" کے متعلق ایسے ہی اچھے خیالات رکھتا ہے۔ جس کا ثبوت ان اقتباسات سے ملتا ہے جو اس کے ایڈیٹوریل اور دیگر مضامین میں سے دوسرے اخبارات آئے دن لیتے رہتے ہیں۔

ہماری موجودہ مالی حالت

اس سے ظاہر ہے کہ پیغام صلح خدا کے فضل سے شمالی ہند کے اردو سہ روزہ اخبارات میں ہر حیثیت سے ایک امتیازی درجہ رکھتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس کی موجودہ مالی حالت بالکل غیر تسلی بخش ہے۔ ہم شکوہ شکایت کے طور پر نہیں بلکہ اظہار حال کے لئے یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اخبار کی مالی حالت کا کمزور ہونا انجمن پر ایک ایسا بوجھ ہے جو بہت سے اہم قومی کاموں کے لئے باعث نقصان ثابت ہو رہا ہے۔ اس وقت انجمن کو ہر ماہ ڈھائی تین سو روپے کی رقم اپنی گرہ سے ادا کرنی پڑتی ہے۔ جس کو اگر بچایا جا سکے تو اشاعت اسلام کی بہت سی اہم ضروریات اس سے پوری ہو سکتی ہیں۔ اخبار کو اس سے بھی زیادہ شاندار اور مفید بنایا جا سکتا ہے جس کے لئے ہمارے دل میں زبردست تڑپ موجود ہے۔ لیکن مالی کمزوری ہمارے ہر ایک ارادے کے لئے پیغام ناکامی اور ہر ایک حوصلے کے لئے برق مایوسی ثابت ہوتی ہے۔ جس کی زیادہ تر ذمہ داری ان احباب اور قارئین کرام پر ہے جو اس قومی آرگن کی اشاعت کو بڑھانے میں پوری مستعدی اور کوشش سے کام نہیں لیتے۔

احباب کرام کی عدم توجہی

گزشتہ سال انجمن نے جماعت کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے مارچ کے مہینہ میں چندے میں برائے نام اضافہ کے ساتھ اخبار کو سہ روزہ کی بجائے سہ روزہ کر دیا۔ جس سے اخراجات پہلے سے بڑھ گئے۔ لیکن باوجود اس کے اکثر احباب نے توسیع اشاعت کی طرف مطلق توجہ نہ دی اور ہماری اس اولوالعزمی کا صلہ مالی پریشانی کی صورت میں ملا۔ پھر اگست میں قریباً ڈیڑھ ہزار روپے کی لاگت سے آخری نبی نمبر نکالا گیا۔ تمام اردو پریس اور اہل الرائے اصحاب نے اسے متفقہ طور پر اخبارات میں بہترین رسول نمبر تسلیم کر لیا۔ لیکن ہمارے ناظرین کرام کے استغنا میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے آج اخبار کی کمر قرضہ کے بار سے جھکی ہوئی ہے۔ کیا یہ حالات کسی قوم کے لئے باعث فخر و نیک نامی ہو سکتے ہیں۔ اور ان میں فوری تبدیلی کی ضرورت نہیں؟

"پیغام صلح" ایک مذہبی اخبار ہے اس میں پبلک کے عام مذاق کی چیزیں نہیں ہوتیں۔ مخرب اخلاق اشتہارات بھی نہیں لئے جاتے۔ اور اس طرح ہم نے ایک مقدس مقصد کے لئے اپنے اوپر آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ حرام کر رکھا ہے۔ ایسی حالت میں آپ کے فرائض اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کو چنداں قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کے قومی اخبار کی یہ قربانی آپ کے نزدیک بالکل بے حقیقت ہے؟ اگر نہیں تو خدا کے لئے اس طرف توجہ کیجئے اور اس قومی آرگن کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا سامان بہم پہنچائیے۔ آپ کی معمولی توجہ سے اخبار کی حالت درست ہو سکتی ہے اور وہ اس قدر ترقی کر سکتا ہے جو شاید آپ کی توقعات سے بھی زیادہ ہو۔

ایک مفید تجویز

ہم اپنے کثیر التعداد احباب و ناظرین میں سے صرف دو سو ایسے صاحب عزم و ہمت اشخاص چاہتے ہیں جو آخر دسمبر تک صرف دس دس خریدار دے سکیں۔ جماعت میں کثرت سے ایسے اصحاب موجود ہیں۔ جو اخبار گو ادھر ادھر سے لے کر پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے باقاعدہ خریدار نہیں۔ ایسے دوستوں کو باقاعدہ خریدار بنایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے ان میں بعض ایسے بھی ہوں جو بوجہ غربت قیمت نہ دے سکتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے لئے صاحب استطاعت بھائی اپنی گرہ سے چندہ ادا کر کے ان کے نام اخبار جاری کرا دیں۔ ان کے علاوہ غیر از جماعت احباب کو بھی جو مذہبی و اصلاحی مضامین اور اشاعت اسلام کی تحریک اور ہماری جماعت کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ اور اگر تھوڑی سی کوشش کی جائے تو ان میں بہت سے دوست خریدار بن سکتے ہیں۔ بلکہ ہمارا تو فرض ہے کہ غیر از جماعت حلقوں میں جہاں خریداری کی توقع نہ ہو مفت اسے پہنچائیں۔ تاکہ سلسلہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو اور ہماری جماعت کے کاموں سے انہیں دلچسپی ہو۔ کیا یہ کوئی ایسی بات ہے جسے انہونی کہا جا سکتا ہے۔ احمدی قوم جو سخت ترین رکاوٹوں کے باوجود اشاعت اسلام کی اہم ترین خدمات سرانجام دے چکی ہے۔ اپنے قومی آرگن کے استحکام کے لئے جو درحقیقت قومی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے اگر اس چھوٹے سے مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتی تو یہ ہماری قومی زندگی کا ایک نہایت افسوسناک نمونہ ہوگا۔

آخری التماس

امید ہے کہ ہمارے احباب اس آواز کو خالی نہ جانے دیں گے اور جہاں تک ممکن ہوگا اس مطالبہ کو پورا کرنے میں پوری ہمت اور نمایاں جدوجہد سے کام لیں گے۔ توسیع اشاعت میں حصہ لینے والے اصحاب کے اسمائے گرامی ہم انشاء اللہ تعالیٰ اخبار میں شائع کرتے رہیں گے۔ تاکہ دوسرے احباب ان کے نمونے سے فائدہ اٹھا سکیں۔

مسلمان راج

سکھوں کو کرپان رکھنے کی اجازت اس بنا پر دی گئی تھی کہ یہ ان کا ایک مذہبی نشان ہے لیکن اس اجازت سے انہوں نے جو ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ وہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو آئے دن مختلف حصص ملک میں پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن ان انفرادی واقعات سے گزر کر اب قومی حیثیت سے بھی سکھوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ٹھان لی ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی اعدادی اکثریت کو مٹانے کے لئے انہوں نے دلائل و براہین کو چھوڑ کر کرپان سے خون کی ندیاں بہانے کی دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ معاصر "اکالی" نے جو سکھوں کا ایک نمائندہ اخبار ہے۔ اپنے ایک افتتاحیہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ:-

> "یہاں (پنجاب میں) کسی حالت میں بھی مسلمان راج قائم نہیں ہو سکتا۔ سکھوں کی ہستی ہی مسلمان راج کی تباہی پر قائم ہے اگر سکھ ہیں تو مسلمان راج نہ ہوگا۔ لیکن اگر مسلمان راج قائم ہو جائے گا تو سکھ نہ رہیں گے۔ سکھوں کی ہستی اور مسلمان راج کی قائمی دو متضاد باتیں ہیں۔"

حیرت ہے کہ ایک دستوری حکومت کو جس میں ہندو، مسلمان، سکھ تینوں قوموں کے نمائندے شامل ہوں گے صرف اس بنا پر "مسلمان راج" کہا جاتا ہے کہ اس میں مسلمان نمائندوں کی تعداد بقدر ایک کے زیادہ ہوگی۔ اگر یہ فی الواقعہ "مسلمان راج" ہے تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ یو۔پی۔ صوبہ متوسط مدراس۔ بمبئی وغیرہ میں کس کا راج ہوگا۔ کیا معاصر "اکالی" نے کبھی اس ہندو راج کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ جو ان مولہ بالا صوبوں میں قائم ہونے والا ہے۔ یہ کہنا کہ سکھوں کی ہستی اور مسلمان راج دو متضاد باتیں ہیں، واقعات اور دونوں مذاہب کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ سکھ اور مسلمان بہت حد تک ہم عقیدہ قومیں ہیں۔ اور جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ ان کے گزشتہ تعلقات بہت حد تک خوشگوار رہے ہیں۔ اس کے برخلاف ہندو مذہب اور سکھ مذہب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور جب کبھی کوئی تکلیف سکھوں کو اٹھانی پڑی ہے۔ اس کی تہہ میں ہمیشہ ہندوؤں کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں جن پر ہم کسی آئندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

خون کی ندیاں

لیکن ان تمام حقائق اور مسلمانوں کے ان احسانات کو جو وقتاً فوقتاً انہوں نے سکھوں پر کئے نظر انداز کر کے معاصر "اکالی" نے یہاں تک جوش قلب کا اظہار کیا ہے کہ:-

> ہم آج دنیا اور واہگورو کے سامنے یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی میں مسلمان راج قائم نہ ہونے دیں گے۔ آئے جو آتا ہے اور کر لو جو کوشش تم کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم نے مسلمان راج قائم کرنا ہے تو ہمارے خون کی ندیوں میں سے تم کو گزر کر ہی کامیابی ہو سکتی ہے۔"

ہمیں افسوس ہے کہ معاصر "اکالی" نے مسلمانوں کی ذہنیت کو سمجھنے میں غلطی کھائی مسلمانوں کے لئے اس قسم کی دھمکیاں نئی نہیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسی دھمکیوں کا عملاً مقابلہ کرتے آئے ہیں۔ وہ کسی طرح اپنے جائز حق کو جو ان کی زندگی اور موت سے تعلق رکھتا ہے چھوڑ نہیں سکتے۔ خواہ اس کے لئے انہیں خون کی ندیوں سے ہی گزرنا پڑے۔ "اکالی" کو اس دھمکی کی جرأت نہ ہوتی اگر کرپان پر اس کا قبضہ نہ ہوتا۔ یہ الٹی میٹم مسلمانوں سے زیادہ حکومت کی توجہ کا مستحق ہے۔ اور "اکالی" نے کرپان کی ضبطی کی ضرورت کو ہر ایک منصف حکومت پر آشکارا کر دیا ہے۔

الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ نمبر

برلن مسجد کا قضیہ اور اخبار "تازیانہ"

لاہور کے ہفتہ وار اخبار "تازیانہ" میں جسکے ایڈیٹر حکیم محمد یوسف حسن ایڈیٹر "نیرنگ خیال" ہیں ہمارے خلاف تین مضمون نکل چکے ہیں جن کا سلسلہ ۱۴ ر اکتوبر سے شروع ہو کر برابر ہفتہ وار جاری ہے۔ پہلا مضمون ایڈیٹوریل تھا جس کا عنوان تھا، "احمدی مسلمانوں نے برلن کی مسجد گرو رکھدی" دوسرا مضمون ۲۱ ر اکتوبر کے اخبار میں فضل کریم خاں درانی سابق ملازم انجمن کا بیان تھا۔ کہ اس نے برلن مسجد کے ساتھ کا رہائشی مکان جو دونوں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے بنوائے تھے گرو رکھا تیسرا مضمون پھر ۲۸ ر اکتوبر کے اخبار کا ایڈیٹوریل ہے کہ انجمن اپنی بریت کرے۔

واقعات یوں ہیں کہ "تازیانہ" کے پہلے مضمون سے کوئی پانچ چھ ہفتہ پیشتر انجمن کو یہ اطلاع ملی کہ فضل کریم خاں درانی نے ۱۹۲۸ء کے پہلے حصہ میں دوران ملازمت انجمن میں مخفی طور پر مسجد یا مکان کو گرو رکھ کر سولہ ہزار مارک (قریباً گیارہ ہزار روپیہ) وصول کر لیا۔ اس پر انجمن نے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے برلن سے خط وکتابت کی۔ اتنے دور دراز ملک میں خط وکتابت میں پانچ چھ ہفتے لگ جانا لابد تھا انہی حالات میں "تازیانہ" ۱۴ ر اکتوبر کو یہ مضمون نکلا اور باوجودیکہ انجمن کا دفتر اسی شہر لاہور میں موجود تھا جہاں سے "تازیانہ" نکلتا ہے "تازیانہ" نے اس قدر تکلیف اٹھانا بھی پسند نہ کیا کہ دفتر انجمن سے دریافت کر لیتا۔ اور جو کچھ لکھا اس کے متعلق عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس غیر ذمہ دارانہ طریق پر لکھا گیا۔ اس کے قریب ہی انجمن کی اطلاع بھی مکمل ہو گئی۔ اور اب انجمن کے لئے دو ہی راستے کھلے تھے۔ یا تو وہ اخباری بحث میں پڑتی اور اپنے مقدمہ کو "تازیانہ" کے سامنے لاتی۔ یا عدالت کی طرف رجوع کرتی۔ انجمن کے ارباب حل وعقد نے یہی دوسرا طریق اختیار کیا۔ اور ۱۸ ر اکتوبر کو زیر دفعہ ۴۰۸ تعزیرات ہند درانی پر استغاثہ دائر کر دیا۔ وارنٹ ضمانتی دو ہزار روپے جاری ہو گئے۔

پولیس کی رپورٹ کے مطابق گو فضل کریم وارنٹ نکلنے کے دن لاہور میں موجود تھا۔ مگر جب وارنٹ تعمیل کے لئے گئے تو وہ روپوش ہو گیا۔ اور پولیس کی جدوجہد کے باوجود گرفتار نہ ہو سکا۔ اس روپوشی کی وجہ سے وارنٹ بلا ضمانت جاری ہوئے اور زیر دفعہ ۸۷ ضابطہ فوجداری اعلان بھی ہوا مگر وہ اب تک گرفتار نہیں ہو سکا۔ ہم حیران ہیں کہ باوجود اس بات کے علم کے کہ درانی کے خلاف مقدمہ عدالت میں جا چکا ہے۔ اخبار "تازیانہ" ہمارے متعلق مزید غلط فہمی پھیلا رہا ہے کہ گویا ہم عمداً خاموش ہیں۔ حالانکہ خود اس کے دفتر سے بذریعہ وارنٹ فضل کریم خاں کا اصل مضمون جو ۲۱ ر اکتوبر کے اخبار میں چھپا ہے۔ نکلوا کر شامل مسل کرا یا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی دفتر "تازیانہ" میں اطلاع دیدی گئی تھی کہ یہ معاملہ عدالت میں جا چکا ہے۔ اور معمولی سے معمولی اخبار نویس بھی جانتا ہے کہ جب عدالت میں مقدمہ چلا جائے تو اس کے واقعات پر کوئی بحث کرنا توہین عدالت ہے۔ جس تاریخ سے مقدمہ عدالت میں گیا اس تاریخ سے ہم اس بات کے پابند ہیں کہ [illegible]

واقعات خود پبلک کے سامنے آ جائیں گے۔ اور پبلک کو علم ہو جائے گا کہ فضل کریم نے جو یہ کہا ہے کہ اس نے مجبور ہو کر مسجد کا ملحقہ مکان گرو رکھا یہ کہاں تک صحیح ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آیا کوئی مجبوری ایسے خلاف اخلاق اور خلاف قانون فعل کو جائز کہہ دیتی ہے۔ انجمن کا جواب برلن مسجد کے گرو رکھا جانے کے معاملہ میں جسے انجمن نے ایک لاکھ روپے سے زیادہ خرچ کر کے بنوایا تھا ایک ہی ہو سکتا تھا کہ وہ ایسا فعل کرنے والے کو عدالت تک لیجائے۔ سو یہ وہ کر چکی ہے۔ اور اب "تازیانہ" کا یہ لکھتے چلے جانا کہ انجمن خاموش کیوں ہے۔ کسی عقلمند کے نزدیک پسندیدہ امر نہیں۔ اب پبلک کے سامنے واقعات اسی صورت میں آ سکتے ہیں کہ ملزم گرفتار ہو کر مقدمہ چل پڑے۔ یا اس کے سوا کوئی اور مقدمہ انہی تنقیحات پر چل پڑے۔

ہم ایک اور غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتے ہیں۔ "تازیانہ" نے لکھا ہے کہ اس نے اپنا نمائندہ انجمن کے دفتر میں بھیجا تھا اور ہم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ یہ بھی کہ صدر انجمن کے پاس تین دفعہ اس کا نمائندہ گیا اور انہوں نے سوائے پہلی دفعہ کے خاموشی اختیار کی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۴ ر اکتوبر کا مضمون چھاپنے کے بعد "تازیانہ" کا نمائندہ آیا اور اسے کھول کر بتا دیا گیا کہ یہ واقعات ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ ہم غور کر رہے ہیں کہ کیا اس کے متعلق کوئی بیان ہم خود شائع کر دیں مگر "تازیانہ" نے ان واقعات کا ذکر خود اپنے اخبار میں نہیں کیا۔ اور انجمن نے چونکہ استغاثہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا اس لئے ہم خود کوئی بیان اور شائع نہ کر سکتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ "تازیانہ" کا نمائندہ صدر انجمن کے پاس تین دفعہ آیا۔ وہ صرف ایک دفعہ آیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ انجمن کے خلاف جو تحریرات اس کے پاس پہنچی ہیں۔ وہ انہیں لائے گا اور ان کا جواب لے گا۔ مگر وہ پھر صدر انجمن کے پاس نہیں آیا۔ واقعات مقدمہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا یا ان پر بحث کرنا نہ صرف توہین عدالت ہی ہے۔ بلکہ کوئی عقلمند نہیں جو انجمن کو اگر وہ ایسا کرے تو مورد الزام نہ ٹھہرائے کہ اس نے اپنے کیس کو خراب کر دیا۔ کیا دنیا میں کوئی مقدمہ اس طرح پر چلایا جاتا ہے کہ اس کے واقعات عدالت سے باہر مستغیث یا ملزم شائع کر دے اگر ساری دنیا میں یہ طریق کہیں نہیں بلکہ ایسا کرنا حماقت کی دلیل ہے تو ہم سے یہ مطالبہ کیوں ہے اور اس کی غرض کیا نظر آتی ہے؟۔

ہم اپنے احباب کو یہ اطلاع بھی دینا چاہتے ہیں کہ مکان کی واگذاری کے لئے انجمن جس نے اس پر اتنا روپیہ صرف کیا ہے "تازیانہ" سے بہت زیادہ فکرمند ہے۔ اور اس کے متعلق مناسب کارروائی کی جا رہی ہے۔ جس کو اخبار میں لانا غیر ضروری ہے۔ اخبار نویسوں کو شاید اپنا اخبار ہی دنیا کی سب سے بڑی چیز نظر آتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو کوئی کام کرنا ہے۔ ان کو قدم قدم پر کام کے نفع نقصان کا فکر ہوتا ہے

"تازیانہ" سے ایک امر دریافت طلب

ایڈیٹر صاحب اخبار تازیانہ سے ہمارا بھی ایک سوال ہے اور وہ یہ کہ کیا یہ صحیح ہے کہ انہیں قادیان بلوایا گیا تھا؟ اگر بلوایا گیا تھا تو انہیں وہاں کیا کہا گیا؟ یا وہ خود ہی قادیان گئے تھے؟ اور اگر خود گئے تھے تو کس غرض سے؟ اس امر کو روشنی میں لانا شاید بہت کچھ مفید ہو سکے۔ اور اگر ایڈیٹر صاحب "تازیانہ" خاموش رہیں تو امید ہے کہ قادیان کا اخبار "الفضل" اس پر روشنی ڈالے گا۔

"دی سٹار"

ہم اپنے جدید ہمعصر "دی سٹار" (ستارہ) الہ آباد کا دلی مسرت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔ "دی سٹار" انگریزی کا ایک ہفتہ وار اخبار ہے جس کی ادارت کی باگ مسٹر عزیز احمد کے ہاتھ میں ہے کاغذ کی عمدگی، چھپائی کی خوبی مضامین کی سلیقہ آمیز ترتیب اور اسلامی مفاد کے تحفظ کے نصب العین کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ "دی سٹار" آسمان صحافت کا ایک ایسا تارا ہے جسکی غیر معمولی درخشانی اس کے مستقبل کی ضامن معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے روزانہ اور ہفتہ وار انگریزی اخبارات کی تعداد برادران وطن کے انگریزی اخبارات کے مقابلہ میں اس قدر قلیل ہے کہ اس میدان میں ان سے بازی لیجانا بظاہر ناممکن ہے۔ کیونکہ ہندو قوم تعلیم، دولت [illegible]

کی کمزوری اور پستی کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ ہندوؤں کی اخباری طاقت کی نسبت ہماری اخباری طاقت بہت کمزور ہے۔ مقابلہ اور جدوجہد کے اس زمانہ میں آج صرف اسی قوم کی آواز پر توجہ کی جاتی ہے۔ جو دنیا کے سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں میں اپنی آواز سے تہلکہ برپا کرنے کے وسائل رکھتی ہے۔ الہ آباد کا "لیڈر" اسلامی مفاد کو جس قدر نقصان پہنچا چکا ہے اور پہنچا رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں اسی الہ آباد سے "دی سٹار" کا طلوع ہونا ایک نیک فال ہے۔ ہمیں امید ہے کہ "دی سٹار" بہت جلد اپنا حلقہ اثر پیدا کر لے گا۔ اور ان تمام خطرات پر غالب آئے گا جو ہر اخبار کی ابتدائی زندگی میں لازمی طور پر پیش آیا کرتے ہیں۔ "دی سٹار" کی سالانہ قیمت چھ روپے بارہ آنے ششماہی تین روپے چودہ آنے سہ ماہی دو روپے تین آنے۔ فی پرچہ دو آنے۔

ایک لاعلاج مرض

ہندوستان میں یہ ایک عام خیال ہے کہ عوام اور بالخصوص اونچے طبقہ کے لوگ اخبار کے ایڈیٹروں سے ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں ان کا قلم ان کے خلاف حرکت میں نہ آ جائے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ایڈیٹر کے قلم کی نوک بہت سے دلوں کے لئے نشتر ثابت ہوئی ہے۔ مگر بہت کم لوگ اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ اخبار کے دفتر میں ایک اور ہستی کے ہاتھ میں بھی قلم ہوتا ہے اور جب اس قلم کی لغزش کاغذ پر جلی یا خفی حروف میں چھپ جاتی ہے۔ تو ایڈیٹر صاحب اپنا سر پیٹ لیتے ہیں۔ اور دوسری اشاعت میں معذرت طلب کرتے ہیں۔ ہمعصر "سچ" لکھنؤ نے اپنی ۱۸ ر اکتوبر کی اشاعت میں "ایک ضروری تصحیح" کے عنوان سے جو نوٹ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "سچ" کی کسی گزشتہ اشاعت میں سفر حجاز کے متعلق ایک فقرہ یوں چھپا ہے "روضہ کے اندر نظمیں پڑھنے کا یہی بہترین وقت ہوتا ہے" صحیح لفظ "نفلیں" تھا۔ مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر "سچ" نے کاتب صاحب کی اس افسوسناک لغزش کے متعلق یہ دلچسپ رائے ظاہر کی ہے کہ "سچ کے کاتب اور مصحح دونوں صاحب ماشاء اللہ شاعر واقع ہوئے ہیں اس لئے نظموں کے ساتھ ان کا یہ شغف چنداں حیرت انگیز بھی نہیں" مخدومی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کو بھی "پیغام صلح" کے ایڈیٹر سے یہ شکایت ہے کہ ان کے مضمون میں غلطیاں رہ جاتی ہیں ڈاکٹر صاحب کی یہ شکایت سر آنکھوں پر لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایڈیٹر دنیا بھر کی اصلاح کا مدعی ہونے کے باوجود کاتب صاحب کے قلم کی دلنگی کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس کا ایڈیٹر کے پاس کوئی جواب نہیں۔ یورپ کے اخبارات بھی "پرنٹرس ڈیول" (چھاپہ خانہ کے شیطان) سے پناہ مانگتے ہیں۔

انتقاد

تفسیر سورۂ فاتحہ

اسلامک لٹریچر کمپنی پوسٹ بکس ۱۳۱ لاہور کی طرف سے ہمیں تفسیر سورہ فاتحہ بغرض ریویو موصول ہوئی ہے۔ یہ کتاب علامہ محمد عبدہ مفتی اعظم مصر کی عربی تفسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ علامہ موصوف دنیائے اسلام میں اپنے غیر معمولی تبحر علمی کی بدولت ایک غیر فانی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ جس محققانہ اور مجتہدانہ انداز میں آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے وہ واقعی اس قابل ہے کہ ارباب ذوق جو قرآن حکیم کے حقایق ومعارف سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں۔ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے کتاب دیدہ زیب ہے۔ اور مجلد ہے قیمت صرف ایک روپیہ۔

روایات اسلامیہ

یہ کتاب بھی اسلامک لٹریچر کمپنی لاہور نے شائع کی ہے جس میں مولانا شبلی، علامہ اقبال، اور مولانا ظفر علی خاں کی منظوم اسلامی روایات جمع کر دی گئی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے قلب پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔ تینوں اصحاب کی عکسی تصاویر سے بھی کتاب کی زینت بڑھ گئی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلے ہے۔ قیمت بھی مناسب ہے یعنی صرف آٹھ آنے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۳۰ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۸ ہجری | نمبر ۸۱

اسلام میں فتنہ لامذہبیت

کیا برادران اسلام کو خاموش رہنا چاہیئے؟

ایک زمانہ تھا کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا دنیائے اسلام میں سب سے بڑا آدمی سمجھے جاتے تھے کیونکہ انہوں نے ترکی قوم اور ترکی حکومت کو جس کی سطوت وشوکت کا علم یورپ میں چھ صدیوں تک لہراتا رہا۔ جنگ عظیم کے بعد ہمیشہ کے لئے تباہ اور فنا ہونے سے بچا لیا۔ تاریخ میں پاشائے موصوف کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہمیشہ جلی حروف سے لکھا جائیگا۔ انہوں نے اپنے حیرت انگیز استقلال اور ایثار کی بدولت ایک ڈوبتے ہوئے بیڑے کو سلامتی کے ساحل پر پہنچا کر دنیا کو دکھا دیا کہ کس طرح ایک گری ہوئی قوم پھر ابھر سکتی ہے اور اپنی بکھری ہوئی طاقتوں کو ایک مرکز پر لا کر محفل اقوام میں ایک معزز جگہ حاصل کر سکتی ہے۔ اس لحاظ سے غازی مصطفےٰ کمال کو اگر اپنے ملک کا نجات دہندہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ جب غازی موصوف اور ان کے رفقائے کار نے اپنے سیاسی اور اقتصادی مصالح کی بنا پر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ کو اپنا دارالحکومت بنایا تو انہوں نے اصلاحات کا ایک جدید لائحہ عمل مرتب کیا۔ ہر قوم اپنے خانگی معاملات کو بہتر سمجھتی ہے اور اس لئے ترک اپنی تمدنی معاشرتی اور اقتصادی اصلاحات کے معاملہ میں پورے طور پر آزاد ہیں۔ غیر ممالک کی قوم ان کے طریق کار پر نکتہ چینی کر سکتی ہیں لیکن ان کی اصلاحات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رکھتیں۔

مذہب البتہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ناجائز مداخلت سے محفوظ رہنا چاہیئے افسوس ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال کی حکومت نے اسلام کے متعلق جو روش اختیار کر رکھی ہے وہ کسی صورت میں مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی۔ ابتدا میں جب یہ خبر انگریزی اخبارات میں شائع ہوئی کہ غازی مصطفےٰ کمال نے اپنی قومی اور مادری زبان کے لئے عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط تجویز کیا ہے تو ہندوستان کے اسلامی جرائد اس خبر کو یورپ کے سیاسی عیاروں کا پروپیگنڈا سمجھتے تھے۔ کیونکہ فرزندان اسلام کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اسلام کا ایک مجاہد اس رسم الخط کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تل جائے گا جس میں کلام پاک لکھا ہوا ہے۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ترکوں نے اسلام کے جاہ وجلال کو برقرار رکھنے کے لئے اپنا کس قدر خون بہایا ہے اگر آج سے چھ صدی قبل ترکوں میں لامذہبیت کی وہی رو چل جاتی جو بدقسمتی سے ٹرکی کے اعلیٰ سیاسی طبقوں میں نظر آتی ہے تو یورپ اور ایشیا میں مسیحیت کا سیلاب اسلام کو تنکے کی طرح بہا لے جاتا۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ دعوےٰ کر سکتے ہیں کہ اب بھی دنیا کی کوئی قوم ترکوں سے زیادہ اسلام کی دلدادہ اور حامی نہیں ہے۔ دیہات اور قصبات کے موجودہ ترک جنکی آنکھیں مغربی تہذیب کی روشنی سے خیرہ نہیں ہوئیں اور جن کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں اپنی قدیم شریفانہ وضع کی پابند ہیں اسلام کے ویسے ہی فدائی ہیں جیسا کہ ان کے آباؤ اجداد تھے۔ لیکن چونکہ ایک جابر حکومت برسر اقتدار ہے اس لئے وہ مذہبی معاملات میں آزادی کے ساتھ اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے۔

مسٹر الفرڈ ایم پوسٹ ایم ڈی اپنے مضمون بعنوان دی ٹریجیڈی آف سمرنا (سمرنا کا حادثہ فاجعہ) میں جو ڈاکٹر سیموئیل ایم زویمر کے سہ ماہی رسالہ دی مسلم ورلڈ میں شائع ہوا ہے) لکھتے ہیں۔

"حال ہی میں بروصہ کے ایک قابل امریکن استاد پر ترکی

دی گئی کہ وہ اپنے مسلمان شاگردوں سے مسیح کی تعلیم پر بحث کر رہا تھا۔ ان حالات میں مسیحیت کا تبلیغی کام کسی قدر قابل اعتراض ہے۔ گو مسیحی دین کے وفادار کارکن سردست ہر قسم کی رکاوٹوں اور پابندیوں کو محض اس امید پر منظور کرنے کے لئے آمادہ ہیں کہ مذہبی آزادی کا دروازہ جلد کھل جائیگا۔ مگر گذشتہ سات سال کی "کمالزم" نے سچی مذہبی آزادی کے امکان کو اور زیادہ کم کر دیا ہے کیونکہ نہ صرف مذہبی آزادی بلکہ دوسرے معاملات میں بھی انگورہ ماسکو کے اشارے پر کام کرتا ہے۔ سوویٹ گورنمنٹ کے تازہ ترین افعال بلاشبہ مذہبی رواداری کے منافی ہیں"

اس کے علاوہ اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ٹرکی میں مسیحی انجمنوں کے تبلیغی مشن بدستور کام کر رہے ہیں۔ گو انہیں اب وہ آزادی حاصل نہیں جو پہلے میسر تھی۔ مذکورہ بالا اقتباس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ یورپ کی عیسائی اقوام ایشیا اور افریقہ میں مسیحیت کی تبلیغ کو نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی نقطہ خیال سے بھی اپنا اہم ترین فرض سمجھتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے کروڑ پتی سرمایہ داران تبلیغی اداروں پر جن کا جال تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے روپیہ کو پانی کی طرح خرچ کرتے ہیں۔

کس قدر عبرت اور افسوس کا مقام ہے کہ ٹرکی کی حکومت جو دنیائے اسلام میں ایک اسلامی سلطنت سمجھی جاتی ہے۔ اسلام کے متعلق اپنی غیر جانبدارانہ روش سے بلاواسطہ لامذہبیت کی تحریک کو فروغ دے رہی ہے۔ کیا یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا نہیں ہوگا کہ ٹرکی کے مسلمان اپنے مذہب سے اسقدر بیزار ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی مادری زبان کے لئے قرآن پاک کے رسم الخط تک کو ترک کر دیا ہے؟ کیا مصطفےٰ کمال اور ان کے رفقائے کار کی اس لامذہبیت سے عیسائی مبلغین کے حوصلے اور زیادہ بلند نہیں ہوں گے؟ کیا موجودہ ٹرکی حکومت کا غیر مآل اندیشانہ طریق کار اسلام سے ایک کھلی دشمنی نہیں ہے؟ اسلام کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ یہ مسلمانوں کی مادی یا دنیوی ترقی کے سد راہ ہے۔ یقیناً ایک ناپاک افترا ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو ایسی سیدھی راہ بتائی ہے کہ اگر مسلمان اس پر چلنے کا تہیہ کر لیں تو وہ بلاشک وشبہ اپنی تمام مشکلات پر غالب آ سکتے ہیں۔ دنیا کی غیر مسلم اقوام قرآن کو نہیں مانتیں لیکن وہ اس کی تعلیم پر عامل ہیں۔ کیا قرآن مسلمانوں کو تنظیم اور اتحاد کا سبق نہیں دیتا؟ کیا قرآن مسلمانوں کو اپنی موجودہ حالت پر غور وفکر کرنے کی ہدایت نہیں کرتا۔ کیا قرآن مسلمانوں کو ان گناہوں اور عیبوں سے بچنے کی بار بار تاکید نہیں کرتا جن کے ارتکاب سے گذشتہ قومیں ہلاک ہو گئی ہیں؟ کیا قرآن مسلمانوں کو زمین کی نعمتوں اور آسمان کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی طرف توجہ نہیں دلاتا؟ کیا قرآن ہمیں اخوت محبت اور مساوات کے انقلاب آفریں نکات نہیں بتاتا؟ غرضکہ تماری وہ کونسی جسمانی یا روحانی بیماری ہے جس کا تیر بہدف علاج قرآن مجید میں موجود نہیں۔ لیکن جب ہم خود

دوا اور پرہیز سے جی چرائیں
یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں

تو پھر ہمارا مرض لاعلاج ہے۔ اور لامذہبیت کی تحریک ہمارے لئے فنا اور موت کا پیغام لائے گی۔

مذکورہ بالا حالات اور واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کے نتائج پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ہم اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر مسیحیت کے عظیم الشان تبلیغی نظام کے مقابلہ میں اسلام کا کوئی زبردست تبلیغی مشن پوری باقاعدگی اور استقلال کے ساتھ کام کر رہا ہے تو وہ مذکورہ بالا انجمن ہے جس کے ممبروں کا فرض ہے کہ جو آواز مغرب کی وادیوں میں اپنی گونج پیدا کر چکی ہے۔ اس کا سلسلہ برابر قائم رہے اس سوال پر کہ گونج کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں کن وسائل سے کام لینا چاہیئے۔ ہم پھر کبھی آئندہ اشاعت میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

زندگی حرکت اور حرارت کا نام ہے۔ اگر حرکت اور حرارت

علما کا اعلان جنگ

ہمعصر "انقلاب" لاہور لکھتا ہے:۔

"معلوم ہوا ہے کہ جمعیت العلمائے ہند کی مجلس تحفظ ناموس شریعت کے بعض ارکان اس تجویز پر غور کر رہے ہیں کہ شاردا ایکٹ کی مخالفت کے سلسلہ میں وزیر ہند اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کے خلاف ہائیکورٹ میں ایک دعویٰ دائر کر دیا جائے کہ چونکہ اس قانون سے ہمارے مذہب میں مداخلت ہوتی ہے نیز اس کے منظور کرتے میں بعض قانونی بے ضابطگیاں ہوئی ہیں اس لئے حکومت کو اس کے نفاذ سے روکا جائے معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں بعض قابل اور لائق بیرسٹروں سے مشورہ کیا جا رہا ہے"

گو شاردا ایکٹ کے معاملہ میں ہم جمعیت العلمائے ہند کی رائے اور طریق کار کے مؤید نہیں ہیں لیکن اگر جمعیت کو شاردا ایکٹ کی جنگ میں جس کا الٹی میٹم حکومت کو علما کی طرف سے دیا جا چکا ہے کامیابی حاصل ہو جائے تو ہمیں محض اس خیال کی بنا پر خوشی ہوگی کہ علما اپنی بات پر قائم رہے اور انہوں نے اپنے اشتراک عمل کی بدولت حکومت سے اپنی بات منوا کر چھوڑی کیونکہ ہندوستان کی اسلامی دنیا میں علما کا اشتراک عمل ایک نایاب جوہر ہے ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی۔ جنگ شروع ہونے کے بعد وہ نازک موقعہ بھی آئیگا جبکہ فریقین کو اپنی قوت کا پورا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ حکومت ایسے معاملات میں پہلے ہی کیل کانٹے سے تیار ہے کیا جمعیت نے اس کشمکش کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیا ہے؟ ہمیں برادران اسلام کو اس حقیقت سے متنبہ کر دینا چاہیئے کہ کامیابی اور فتح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو حصول مقصد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔ ۲۹ نومبر کی ہڑتال اس سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی کہ جمعیت علمائے ہند نے شاردا ایکٹ کے نفاذ پر اپنے غصہ اور رنج کا اظہار کیا ہے۔ گذشتہ تجربہ یہی بتاتا ہے کہ حکومت ہڑتالوں سے مرعوب ہو کر اپنی روش نہیں بدلتی۔ بہتر تو یہی تھا کہ جو قوت علما شاردا ایکٹ کے خلاف صرف کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کی ان معاشرتی اور اخلاقی خرابیوں کے رفع کرنے پر صرف ہوتی جن سے نہ صرف ان کی سیرت کا دامن داغدار نظر آتا ہے بلکہ ان کے مالی مفاد کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اب جبکہ علما شاردا ایکٹ کی مخالفت میں اپنا قدم آگے بڑھا چکے ہیں تو ان کی خودداری اور غیرت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اب پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں۔

جنرل سمٹس اور اسلام

معاصر السیاسیہ کا نامہ نگار مقیم لندن رقمطراز ہے کہ جنرل سمٹس نے پچھلے دنوں اکسفورڈ میں ایک تقریر کے دوران میں بیان کیا کہ عیسائیوں کے مشن اور ان کے مبلغین ایک صدی کی جدوجہد کے بعد بھی جنوبی افریقہ کے باشندوں کو عیسائیت سے مانوس نہیں کر سکے۔ اس کے برعکس مذہب اسلام مسیحیت سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ "مسیحیت کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس کی پشت پر یورپ اور امریکہ کی طاقتور حکومتیں ہیں جو مذہب کی آڑ میں اپنے سیاسی مفاد کو تقویت دے رہی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلامی حکومتیں اسلام کی تبلیغ میں کوئی دلچسپی نہیں لیتیں۔ اسلام اگر خدا کے فضل وکرم سے پھیل رہا ہے تو ان معدودے چند تبلیغی انجمنوں کی مساعی سے جن کی کامیابی کا تمام تر انحصار انفرادی چندوں پر ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ کی حکومتوں کی طرح" برادران اسلام بھی تبلیغی تحریک میں دلچسپی لینا اپنا فرض سمجھتے تو آج افریقہ اور ایشیا میں عیسائی مبلغین کی کوششیں ہرگز بارآور نہ ہوتیں۔ ہندوستان میں علمائے اسلام کی مذہبی سرگرمی باہمی مناظروں اور کفر کے فتووں تک محدود ہے۔ وہ اس کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔ کاش ان بزرگواروں کو یہ احساس ہو کہ یہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ تخریب ہے۔ اسلام کو ان کی جہالت اور متعصبانہ ہٹ دھرمی سے جس قدر سخت نقصان پہنچ چکا ہے اور پہنچ رہا ہے اس کی تلافی کے لئے ایک زمانہ چاہیئے۔ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جن کا وجود اسلام کے لئے سرمایہ نازش ہے مگر ان کی مقدار آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

افغانستان کا دور جدید

افغانستان کے متعلق جو تازہ ترین خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب خدا کے فضل وکرم سے افغانستان کا سیاسی نظام بالکل صاف

نواب صاحب مانگرول اور خواجہ حسن نظامی

۲۶ راپریل کے منادی میں خواجہ حسن نظامی کا روزنامچہ شائع ہوا ہے اس میں ۱۰ راپریل ۱۹۳۰ء کی تاریخ کے نیچے سفر مانگرول کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے :-

" دہلی میں مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ گزشتہ ہفتہ میں لاہوری احمدی قادیانی کے امیر مولانا محمد علی صاحب مانگرول آئے تھے اور ایک عام جلسہ میں انہوں نے نواب صاحب اور ان کے خاندان اور ان کے درباری لوگوں کو دعوت دی تھی کہ وہ احمدیہ عقیدہ قبول کریں۔ اور نواب صاحب نے احمدیہ عقیدہ قبول کر لیا۔

میں نے اطلاع دینے والے کو جواب دیا تھا کہ میں اس خبر پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا۔ نواب جہانگیر میاں صاحب عرصہ دراز سے خواجہ کمال الدین صاحب اور لاہوری جماعت احمدیہ کے تبلیغی کاموں کو مالی امداد دیتے ہیں۔ مگر وہ قادیانی عقائد کے موافق نہیں ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر بات کو نہایت غور اور بحث کے بعد قبول کیا کرتے ہیں اور جو شخص قادیانی عقائد پر عقل و تجربہ اور علم کی نظر سے غور کریگا وہ احمدیہ جماعت کی شرکت ضروری نہیں سمجھے گا۔

یہاں آکر میرے جواب کی تصدیق ہو گئی نواب صاحب نے خود کہا کہ میں قادیان کے کسی عقیدہ کو بھی نہیں مانتا البتہ لاہور کی جماعت کی تبلیغی خدمات کو پسند کرتا ہوں۔ اور حیات مسیح کے مسئلہ میں مجھے اطمینان نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ حضرت عیسے کا انتقال ہو گیا۔ اس کے علاوہ میں مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مسیح مانتا ہوں نہ مہدی"

قطع نظر اس بات کے کہ نواب جہانگیر میاں حضرت مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں اور کیا نہیں مانتے۔ سوال یہ ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے جس رنگ میں قادیانی عقائد "(یعنی عقائد احمدیہ)" کا ذکر کیا ہے وہ کہاں تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ انہوں نے لکھا ہے :-

" جو شخص قادیانی عقائد پر عقل و تجربہ و علم کی نظر سے غور کریگا وہ احمدیہ جماعت کی شرکت ضروری نہیں سمجھے گا "

ہم نہیں سمجھتے کہ "عقل و تجربہ اور علم کی نظر سے غور" کرنا خواجہ صاحب کے نزدیک کیا معنے رکھتا ہے۔ حدیث نبوی میں صاف طور پر ہر صدی کے سر پر مجددین کے آنے اور آخری زمانہ میں مسیح و مہدی کے ظہور کا ذکر ہے۔ خود خواجہ حسن نظامی ظہور مہدی پر کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں جن میں ۱۳۳۵ھ کو مہدی کے آنے کی پیشگوئی کی گئی اور جب یہ سال خالی گزر گیا تو ۱۳۴۰ھ کا اعلان کیا گیا۔ وہ بھی یونہی گزر گیا۔ اور خواجہ صاحب کے مزعومہ مہدی اور مسیح کا ظہور نہ ہوا۔ معلوم نہیں اب وہ مہدی اور مسیح کی آمد کے منکر ہو چکے ہیں۔ یا ابھی کسی اور تاریخ کا انتظار ہے۔ لیکن ایسی حالت میں کہ حضور نواب صاحب والی مانگرول اور تمام "عقل و تجربہ" رکھنے والے اشخاص وفات مسیح کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ مسیح ناصری کا انتظار "عقل و تجربہ اور علم" کے [illegible] خواجہ صاحب کو یا تو یہ اعلان کر دینا چاہئیے کہ [illegible] اور اس صورت میں احادیث نبوی اور خود اپنی پیشگوئیوں کے متعلق بھی اپنے خیالات کا اظہار کر دینا چاہئیے۔ کہ وہ کہاں تک "عقل و تجربہ اور علم" کے مطابق ہیں۔ اور اگر ابھی تک وہ مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو مہربانی کر کے بتائیں کہ حضور نواب صاحب والی مانگرول کے عقیدہ وفات مسیح کو وہ "عقل و تجربہ اور علم" کے کہاں تک مطابق سمجھتے ہیں۔

ہندو مہاسبھا اور کانگرس

ہندو مہاسبھا ایک فرقہ وار جماعت ہے۔ اور کانگرس تمام ہندوستانی جماعتوں کی نمائندہ۔ باوجود اس کے کانگرس میں ہندو [illegible] غالب ہے۔ اور ہر وہ بات جو مہاسبھا میں مسلمانوں کے خلاف [illegible] کانگرس بھی اسی کو لینے کی کوشش کرتی ہے۔ [illegible] اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ :-

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندو مہاسبھا کی ذہنیت نے کانگرس پر قبضہ [illegible] نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ [illegible] کو پریشان [illegible]

[illegible]

لاہور اور قادیان کے باہمی تنازعات

معاہدہ ڈلہوزی اور دائرشدہ مقدمات

ہماری نیت

اس موضوع پر ایک طویل مضمون الفضل ۱۰ راپریل میں شائع ہوا ہے جس میں مطلب کی کوئی بات بھی نہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار ہے۔ کہ ہم نے معاہدہ ڈلہوزی کے خلاف ورزی کے تصفیہ کے لئے ابتداءً تجویز کی تھی۔ ہم خدا کے فضل سے یقین رکھتے ہیں کہ جب ثالث کے سامنے یہ امر آئے گا تو خود معلوم ہو جائیگا کہ کونسا فریق زیادتی کر رہا ہے۔ اس میں ہماری نیک نیتی تو اس سے ظاہر ہے کہ اس کے پہلے مجوز ہم ہی ہیں۔

۷ رستمبر کا مضمون اور ہمارا مطالبہ

البتہ جب اس تجویز کے فوراً ہی بعد ۷ رستمبر ۱۹۲۹ء کا ناپاک مضمون نکلا تو صورت حالات بدل گئی۔ اور یہ معلوم ہو گیا کہ دوسرے فریق کی نیت کچھ اور ہے۔ ہمارا مطالبہ اس مضمون پر کیا اس کے سوا کچھ اور تھا کہ جن لوگوں نے یہ مضمون لکھا اور شائع کیا ہے وہ اپنی غلط بیانیوں پر اظہار افسوس کریں۔ اور معافی مانگیں لیکن ہمارے اس معمولی مطالبہ کا جواب اس متکبرانہ روش سے دیا گیا جو ان لوگوں کی عادت ہو چکی ہے۔

قادیانی جاسوسوں کی غلط بیانی

ایڈیٹر الفضل کا یہ لکھنا کہ ہم نے اپنے دوستوں کی رائے کے خلاف عدالت کی طرف رجوع کیا۔ ان کے جاسوسوں کی غلط بیانی ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا۔ قوم کے مشورہ کے مطابق کیا۔ اور ہمارے ہاں "شوری" "دستور" سے مشتق نہیں۔ نہ کوئی فرضی مشورہ ہوتا ہے جس میں رائے سب کی لی جائے اور مانی کسی کی نہ جائے۔

ثالث کس بات کا فیصلہ کرے

عدالت میں جانے کے بعد بھی ہم نے اس بات پر اظہار رضامندی کیا کہ ہم اس تنازعہ کو بھی ثالث کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ اب کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ امر کہ اس بات کا تو ثالث فیصلہ کرے جو عدالت میں زیر بحث نہیں اور عدالت میں مقدمات چلیں اس کو کوئی عقلمند اختیار نہیں کر سکتا۔

"مستریوں کی فتنہ انگیزی"

پہلے تو سارا زور اس بات پر تھا کہ صرف معاہدہ ڈلہوزی کا فیصلہ ثالث کرے۔ اور مقدمات اس کے سامنے نہ جائیں۔ اب ایک اور شرط تجویز کی گئی ہے جس کے یہ لفظ قابل غور ہیں :-

انہی امور میں مستریوں کی فتنہ انگیزی میں اہل پیغام کا حصہ بھی ثالث کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر مولوی صاحب اس کے لئے تیار ہوں تو ہمیں عدالت میں دائرہ شدہ مقدمات یا جن امور کے متعلق مولوی صاحب کی طرف سے نوٹس مل چکے ہیں ثالث صاحب کے سپرد کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔"

اگر آپ مقدمات کو ثالث کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ ہم پر کوئی احسان نہیں۔ نہیں کرنا چاہتے تو خوشی سے چلئے۔ ہم نے اپنی طرف سے کوئی امر باقی نہیں چھوڑا۔ مستریوں کا اور آپ کا تنازعہ مرید اور مرشد کا جھگڑا ہے۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔

مستری بی ازبے چادری

تعجب ہے کہ ہمارے خلاف تو دو لفظوں کو لے کر آپ عدالت میں دوڑے لیکن مستریوں کے خلاف جنہوں نے ناگفتنی باتیں آپ کے سیرت کے متعلق کہی ہیں۔ اور سخت ترین الزام لگائے ہیں آپ کو عدالت تک جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ حالانکہ مستریوں نے پہلے بھی آپ کی جماعت کے آدمیوں پر مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ مگر وہاں تو خدا کی عدالت یاد آجاتی ہے۔ سچ ہے مستری بی ازبے چادری۔

مساویانہ مطالبہ

آپ ان سے مباہلہ کریں۔ جیسا وہ چاہتے ہیں۔ یا ان کے خلاف مقدمہ عدالت میں کریں۔ جس طرح ہمارے خلاف کیا ہے آپ کا اختیار ہے۔ لیکن ہمارے تنازعات باہمی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ہم اسی فیصلہ پر قائم ہیں۔ جو پچھلے اخبار سے پھر نقل کر دیتے ہیں ان دونوں صورتوں میں ہم نے آپ میں اور اپنے میں قطعی مساوات رکھی ہے۔ ہم آپ سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتے۔ جو خود پورا کرنے کو تیار نہ ہوں اب یہ آپ کا یا آپ کے ذمہ دار آدمیوں کا اختیار ہے کہ ان دونوں سیدھی راہوں میں سے جو چاہیں اختیار کر لیں۔ اور اگر نہ چاہیں تو ہم بھی کشتی دریا میں ڈال چکے ہیں۔ وہ تجاویز یہ ہیں۔

شرائط تصفیہ

۱۔ ذیل کے معاملات کا تصفیہ آغا محمد صفدر صاحب کے سپرد کر دیا جائے

(الف) معاہدہ ڈلہوزی کے توڑنے میں ابتدا کس فریق کی طرف سے ہوئی ہے۔

(ب) اخبار الفضل ۷ رستمبر ۱۹۲۹ء میں جو تحریر بعنوان اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا کچا چٹھا شائع ہوئی ہے۔ اس میں جن اشخاص کا ذکر ہے آیا وہ مضامین ان کے ہتک حیثیت عرفی ہیں یا نہیں؟

(ج) پیغام صلح ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء میں جو مضمون بعنوان "صدائے امیر اور الفضل" شائع ہوا جن اشخاص کا اس میں ذکر ہے ان کے لئے وہ ہتک حیثیت عرفی ہے یا نہیں؟

اگر ثالث یہ فیصلہ دے کہ تحریرات مندرجہ الفضل و پیغام صلح میں سے ایک یا دونوں ہتک حیثیت عرفی ہیں۔ تو جن الفاظ میں ثالث تجویز کرے فریقین یا دونوں میں سے ایک جس کو مجرم قرار دیا جائے معافی مانگے۔ اس ضمن میں ثالث یہ بھی فیصلہ دے کہ آیا جو معذرت نامہ ۱۲ رمارچ ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء کے مضمون کے متعلق نکل چکا ہے وہ کافی ہے یا نہیں۔

ب۔ ضمن الف کے متعلق جس فریق کو ثالث مجرم قرار دے اس کی نسبت بھی ثالث کو اختیار ہوگا کہ وہ جن الفاظ میں چاہے معافی منگوائے۔

۲۔ الفضل ۷ رستمبر ۱۹۲۹ء کے مضمون کے متعلق جن الفاظ میں ہم چاہیں الفضل اس کے مطابق معافی مانگے۔ اور پیغام صلح ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء کے مضمون کی نسبت جن الفاظ "الفضل" چاہے پیغام صلح معافی مانگے۔ معافی صرف مضامین محولہ بالا تک محدود ہوگی اور ان میں کوئی اور امر داخل نہیں کیا جائے گا۔

ایک عام ہندو کا ستکار تک متحد و متفق ہے اب اگر کانگرس کے اندر ایسی جماعت جو کھلے طور پر ہر طریقے میں مسلمانوں کے ساتھ انتہائی عداوت و دشمنی سے کام لے رہی ہے مسلط ہو گئی ہے۔

ان حالات میں معاصر [illegible] اور بعض دیگر سمجھدار مسلمانوں کا یہ مشورہ ہے کہ کانگرس سے مسلمانوں کو علیحدہ ہو جانا چاہئیے۔ ہم اس مشورہ کی تہ دل سے تائید کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اپنا کوئی ایسا جماعتی نظام بنانا چاہئیے جس میں مہاسبھائی ذہنیت کا مقابلہ ایسے طریق سے کیا جائے [illegible] کی جماعتی ترقی کی [illegible] جو کانگرس کے حامی ہیں اور اسلام کے تمام مفاد کو چند سنہری [illegible] کانگرس کے ہاتھ بیچ دینا چاہتے ہیں [illegible]

ناظرین کرام جن حضرات کے چندے اپریل میں ختم ہوئے ہیں وہ آئندہ سال کا چندہ جلد بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور فرمائیں۔ [illegible] کو دفتر سے خطوط لکھے جا رہے ہیں۔ کہ وی پی آتا ہے

امیر امان اللہ اور افغانستان

امیر امان اللہ خاں نے ایک مفصل بیان اخبارات کو لکھکر دیا ہے جس میں افغانستان کے تاج وتخت سے دست برداری کے اصل وجوہ تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں - امیر ممدوح نے جہاں اس بات کی تردید کی ہے کہ بچہ سقہ کے ہاتھ سے عساکر شاہی کو شکست ہوئی - وہیں بعض قبائل میں غیر متوقع طور پر غلط فہمیوں کے پیدا ہو جانے اور ان کے علم بغاوت بلند کرنے کو اپنی ناکامی کا سبب قرار دیا ہے - اور بار بار اس امر پر زور دیا ہے - کہ میں اپنی سیادت کے حصول کے لئے اس قدر خوفناک خانہ جنگی اور خونباری کا موجب بننا نہیں چاہتا -

آخر میں امیر موصوف نے لکھا ہے کہ :-

" میں میدان کو ان لوگوں کے لئے چھوڑتا ہوں جو مذہب کے علمبردار ہونے کے مدعی ہیں اور مذہب کو اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے آلہ کار بنا رہے ہیں - اور جنہوں نے افغانستان کو اس کے موجودہ ابتلا میں مبتلا کر رکھا ہے "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر ممدوح کی علیحدگی کی وجہ مولویوں کے فتوے اور وہ مذہبی خیالات ہیں جو ملاؤں کے اندر پائے جاتے ہیں - افسوس ہے کہ امیر موصوف نے عدم تشدد کے غلط نظریہ کی متابعت میں ملک کو ایسے جاہل طبقہ کے سپرد کر دیا جو نہ صرف مذہب اسلام کی بدنامی کا موجب ہے بلکہ ملک کی آزادی اور خودمختاری کو بھی کسی طرح بحال نہیں رکھ سکتا اس موقعہ پر عام طور پر لوگوں کی نظریں جرنیل نادر خاں پر ہیں - اور انہیں اپنی امیدوں کا آخری سہارا قرار دے رہے ہیں - لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی امیدوں کا آخری سہارا نہیں ہو سکتا - اسی سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ کوئی بہتر اور عمدہ نتایج پیدا کرے - جو اسلام کے لئے فائدہ کا موجب ہوں -

---

جناب کشفی شاہ نظامی لاہور میں

جناب سید محمد اشرف صاحب عرف کشفی شاہ نظامی جو رنگون کے نہایت مخیر اور اہل دل اصحاب میں سے ہیں - چند دنوں سے اہل وطن کی حالت کو دیکھنے کے لئے (کیونکہ آپ کا اصل وطن ضلع گرداسپور میں ہے) پنجاب میں تشریف لائے ہوئے ہیں - آپ کو ان ایام میں پنجاب کے مختلف مقامات پر جانے کا اتفاق ہوا - اور اسی سلسلہ میں دو تین دن کے لئے آپ لاہور میں تشریف فرما ہوئے - لاہور میں آپ کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر جناب عبدالمجید صاحب قریشی کی ایک دیرینہ تجویز تحریک تنظیم مساجد کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلامیہ کالج میں چند منتخب روساء لاہور اور اس کے بعد مسلم ایڈیٹران اخبارات کے پے درپے دو جلسے آپ کی صدارت میں ہوئے - جن میں اس تحریک کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کر کے ان سے استصواب رائے کیا گیا - سب نے بخوشی اس کا خیر مقدم کیا - اور یہ سن کر اور بھی خوشی کا اظہار کیا کہ اس تحریک کے لئے دس ہزار کا سرمایہ فراہم ہو چکا ہے جس میں جناب کشفی شاہ نے پانچ ہزار روپیہ مرحمت فرمایا ہے - اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ چند آدمیوں کا وفد رنگون میں اگر پہنچ جائے تو چالیس ہزار کا سرمایہ فراہم کر دینا کوئی مشکل امر نہیں - اس طرح پچاس ہزار روپیہ فراہم کرنے کے بعد اس سے ایک ایسا وقف قایم کیا جائے گا جس کی آمدنی سو روپیہ ماہوار ہو - اور اس سے ایک ایسی جماعت کھڑی کی جائے گی جس میں دیہات کی اور دوسری مساجد کے لئے زمانہ کی ضرورت کے مطابق ائمہ تیار کئے جائیں گے - ہم اس تحریک کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کسی آئندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ کریں گے - لیکن یہاں ہم جناب کشفی شاہ کے متعلق یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے اس مختصر سے قیام لاہور میں بعض اسلامی انجمنوں اور اداروں اور بعض اسلامی اخبارات کو ان کے فیض کرم سے باریاب ہونے کا اچھا موقعہ ملا -

لاہور میں مسلم سٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام یکم جون کو شام کے ۸½ بجے ایک پبلک جلسہ بھی جناب کشفی شاہ کے زیر صدارت منعقد ہوا - جس میں انہوں نے مسلمانان پنجاب کے باہمی مناقشات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں اتحاد واتفاق کی تلقین کی - اور تبلیغ اسلام کے اہم ترین کام اور خدمت دین میں بکلی لگ جانے کی نصیحت کی - اس جلسہ کی مختصر روئداد دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے -

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے جناب کشفی شاہ کو یکم جون کی شام کو چائے کی دعوت دی گئی اور انجمن کی تبلیغی خدمات اور اس کے کاموں کا مختصر سا خاکہ ان کے سامنے رکھا گیا - کئی ایک اسلامی ٹریکٹ اور

(باقی تیسرے کالم میں)

قرآن کریم کا ترجمہ اور اس کا متن

ایک غلط اعتراض اور اس کا جواب

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خط ایڈیٹر مسلم آوٹ لک کے نام

یکم مئی کے "مسلم آوٹ لک" میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس انگریزی ترجمۃ القرآن کو جو اصل عربی متن کے بغیر ولایت میں چھپوایا گیا ہے ایک غیر پسندیدہ بدعت قرار دیا گیا ہے - جس کے جواب میں حضرت ممدوح نے ایک انگریزی چٹھی ایڈیٹر صاحب "مسلم آوٹ لک" کو شائع کرنے کے لئے لکھی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔ (مدیر)

وجوہ اعتراض

جناب من! آپ کی یکم مئی کی اشاعت میں "غیر پسندیدہ بدعت" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس میں میرے انگریزی ترجمۃ القرآن کی اس نئی ایڈیشن کا ذکر کیا گیا ہے - جو عربی متن کے بغیر ہے - آپ نے بظاہر دو وجوہ کی بنا پر اس کو نہایت سختی سے ناپسند کیا ہے - پہلی وجہ آپ نے یہ بتائی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی کتب مقدسہ میں جو تحریف واقعہ ہوئی وہ صرف ایسے ترجموں کا نتیجہ ہے جن کے ساتھ اصل متن کو شامل نہ کیا گیا - دوسری وجہ آپ نے یہ بتائی ہے کہ مسلمان علما، ایسے ترجموں کے خلاف ہیں -

کتب مقدسہ میں تحریف

میں نہیں جانتا کہ تاریخی طور پر کون سے یقینی دلائل آپ کے ہاتھ میں ہیں - جن کی بنا پر آپ کا یہ خیال ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے صحف مقدسہ میں تغیر وتبدل ایسے ترجموں کی وجہ سے ہوا - جو اصل متن سے خالی تھے - یہ کہکر آپ گویا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان صحائف کے دوسری زبانوں میں ترجمہ کئے جانے سے پیشتر کوئی تحریف ان میں نہ ہوئی تھی - جہانتک میرا علم ہے - ترجمہ کئے جانے سے پیشتر بھی ان صحائف میں تبدیلیاں واقعہ ہو چکی تھیں - ان کے علاوہ ویدوں اور دوسرے صحائف میں بھی جو کبھی کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہیں ہوئے تغیر وتبدل اور تحریف ہو چکی ہے -

قرآن کا انحصار ترجمہ یا لکھے ہوئے متن پر نہیں

لیکن اس سوال کو چھوڑ کر کہ کتب سابقہ میں تحریف اور تغیر وتبدل کیونکر واقعہ ہوا - میں ان لوگوں پر متعجب ہوں جن کا یہ خیال ہے کہ اگر قرآن کریم کا ترجمہ اصل عربی متن کے بغیر شائع ہو - تو اس سے متن میں تحریف واقعہ ہو جانے کا احتمال ہے - کیا قرآن کریم کے تراجم یورپ کی کئی ایک زبانوں میں صدیوں سے کئے ہوئے موجود نہیں ؟ اور کیا باوجود اس کے قرآن کریم کے متن میں ایک نقطہ کا تغیر واقعہ ہوا ہے ؟ یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ ترجمہ اصل متن کو بدل دیتا ہے - حالانکہ متن ترجمہ سے الگ بطور خود موجود ہے - جب وہ درجنوں تراجم جو آج تک شائع ہو چکے ہیں اصل متن پر کسی قسم کا اثر پیدا نہیں کر سکے - تو میرے ترجمہ سے ایسا تغیر کیونکر واقعہ ہو سکتا ہے - بالخصوص ایسی حالت میں کہ میرا ترجمہ دونوں صورتوں میں موجود ہے - متن کے ساتھ بھی مل سکتا ہے - اور متن کے بغیر بھی - اس کے ساتھ یہ بھی میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے - جسکے متن کی صحت اور حفاظت کا دارومدار کسی خاص لکھے ہوئے نسخہ پر نہیں - کیونکہ تمام لکھے نسخوں اور متنوں سے آزادانہ طور پر وہ لوگوں کے حافظوں میں موجود ہے -

بے معنی ایجی ٹیشن

پھر اس بے معنی ایجی ٹیشن کا نتیجہ کیا ہے کہ ترجمہ بغیر متن بدعت ہے ؟ میں پوچھتا ہوں کیا ترجمہ معہ متن بدعت نہیں ؟ کیا آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں قرآن کریم کے متن کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی موجود تھا ؟ اور کیا اسی بنا پر بہت سے علما آج اس بات کے بھی مخالف نہیں کہ قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں نہ ہونا چاہیئے ؟ - خواہ وہ اصل متن کے ساتھ ہو یا متن کے بغیر ؟ حال ہی میں جامعہ ازہر کے علماء نے یہ فتوے دیا ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کرنا بدعت ہے - اور شرع اسلام کے رو سے ناجائز - کیا کوئی عقلمند مسلمان اس زمانہ میں ایسے فتاوی کو مان سکتا ہے ؟ اگر کوئی ایسا فتوے موجود ہے - جس میں ترجمہ بغیر متن کو ناجائز ٹھیرایا گیا ہے (اگرچہ مجھے یقین نہیں کہ ایسا کوئی فتوے ہو) تو وہ دنیا ہی غیر معقول ہے جیسے کہ وہ فتوے جس میں سرے سے ترجمے کے خیال ہی کی مخالفت کی گئی ہے -

ترجمہ بغیر متن کی ضرورت

ذرا اس حالت کا بھی اندازہ لگائیے - جو آج یورپ میں پیدا ہو گئی ہے - یورپ کی قریبًا تمام زبانوں میں قرآن کریم کے بہت سے ترجمے عیسائیوں کے کئے ہوئے آج موجود ہیں - جن کے ساتھ اصل عربی متن شامل نہیں - وہ ترجمہ جس کے ساتھ متن بھی شامل ہو بغیر متن کے ترجمہ کی نسبت زیادہ حجم اور قیمتی ہوتا ہے - اس لئے قابل غور بات ہے کہ وہ لوگ جو متن سے قطعًا نا آشنا ہیں - اور اس لئے انہیں کوئی فائدہ اس سے نہیں پہنچ سکتا ان دونوں میں سے کس کو پسند کریں گے ؟ میں نہیں سمجھتا کہ اس سوال کے دو مختلف جواب دیئے جائیں - یقینًا ایک ہی جواب اس کا ہوگا کہ وہ اسی ترجمہ کو پسند کریں گے جس کے ساتھ متن شامل نہ ہو - پس وہ لوگ جو ترجمہ بغیر متن کے خلاف ایجی ٹیشن برپا کرنا چاہتے ہیں - ان کا مقصد سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم دنیا صرف انہی تراجم سے فائدہ اٹھائے جو غیر مسلموں کی طرف سے کئے گئے ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس میں کوئی معقولیت پائی جاتی ہے ؟ اگر یہ کہا جائے کہ ایسے ترجمہ کی اجازت یورپ میں دی جا سکتی ہے ہندوستان میں نہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہندوستان کے کروڑہا انسانوں کو ایک مسلمان کے کئے ہوئے ترجمے سے محروم کر دیا جائے - حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اسی ترجمہ کو پسند کریں گے جس کے ساتھ متن ہو - اور غیر مسلم بغیر متن کے ترجمہ کو ہی پسند کریں گے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے دونوں قسم کے تراجم شائع کئے ہیں - کیا اس کا یہ کام اسلام کے لئے نقصان کا موجب ہے ؟ ایک مسلمان بھی جو زیادہ قیمتی ایڈیشن کو خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا سستی ایڈیشن سے فائدہ اٹھا سکتا ہے - جس کے لئے اسے اول کی قیمت کا صرف ایک تہائی خرچ کرنا پڑتا ہے -

مجھے امید ہے کہ آپ اس نوٹ کی ضروری ترمیم اصلاح کریں گے جو ایک اچھے اور مفید کام کو غلط رنگ میں پیش کرنے کا موجب ہے -

خاکسار محمد علی

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

کتابیں جو مختلف زبانوں میں انجمن کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں - ان میں پیش کی گئیں جن کو انہوں نے رنگون لے جا کر برمی زبان میں شائع کرنے کا وعدہ کیا - اس کے علاوہ ایک مبلغ کے اخراجات بھی انہوں نے اپنے ذمہ دینے کا وعدہ کیا - فجزاہ اللہ احسن الجزاء -

۲ رجون کی صبح کو آپ قادیان تشریف لے گئے - جہاں سے وطن چک قاضیاں میں چند دن قیام کر کے دس بارہ روز کے بعد کے رستے سے رنگون چلے جائیں گے - ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو - اور اسلام کی خدمت کا جوش جو آپ کے دل کے اندر پایا جاتا ہے - ہمیشہ کے لئے برقرار رہے - اور اسلام کے رستے میں مالی قربانیوں کی اس سے بڑھکر توفیق مرحمت فرمائے -

---

رموز الصلوٰۃ اس نام سے ایک ۴۸ صفحہ کا رسالہ جناب ... صاحب بیقرار سکنہ آبادی چاہ رتیا نوالہ گوجرانوالہ نے تحریر فرمایا ہے - جس کا مقصد مسلمان بچوں میں نماز کا شوق پیدا کرنا ہے - ممدوح نے نہ صرف احکام صلوٰۃ اور ترک نماز کے نتائج بد کو پوری شرح وبسط سے بیان کیا ہے بلکہ جابجا بعض بچوں کے عملی نمونوں سے بھی نماز کی طرف رغبت دلائی ہے - قیمت ۸ ر مصنف سے منرجہ بالا پتہ پر مل سکتا ہے -

اخبار "الفضل" کا اظہار افسوس

مقدمہ واپس لے لیا گیا

ایڈیٹر و پبلشر "الفضل" کی طرف سے ان کے وکیل چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا نے مندرجہ ذیل تحریر خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا وکیل مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کے پاس بھیجی ہے۔ چونکہ اس تحریر میں خانصاحب اور حضرت امیر کی امانت و دیانت کے خلاف الزامات واپس لے لئے گئے ہیں اور ان پر اظہار افسوس کیا گیا ہے اس لئے "الفضل" کے خلاف مقدمہ واپس لے لیا گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

لاہور ۶ ر جولائی ۱۹۲۹ء

مکرمی خواجہ نذیر احمد صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملزمان مقدمہ محمد یعقوب خاں بنام غلام نبی و عبد الرحمٰن کی طرف سے حسب ذیل تحریر آپ کو بھیجتا ہوں :۔

"۷ ستمبر ۲۸ء کے پرچہ "الفضل" میں جو مضمون بعنوان "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اراکین کا کچا چٹھا" کسی نامہ نگار کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ اس میں جو امور مولوی محمد یعقوب خاں صاحب مستغیث کے خلاف درج ہیں ان کے متعلق ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ وہ درست نہیں ہیں۔ نیز ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ مضمون مذکور میں مولوی محمد علی صاحب کی امانت و دیانت کے خلاف جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ اس لئے ہم انہیں واپس لیتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ مضمون مذکور میں ایسے امور شائع ہوئے جن کے متعلق ہمیں یقین دلا یا گیا ہے کہ وہ درست نہ تھے"

آپ کو اجازت ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اس تحریر کو "پیغام صلح" کے کسی قریب کے پرچہ میں شائع کرا دیں۔ یہ تحریر "الفضل" کی کسی قریب کی اشاعت میں درج کر دی جائے گی۔

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خاں بیرسٹرایٹ لا ایڈووکیٹ

منجانب ملزمان مقدمہ مندرجہ عنوان بالا۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیرایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیرو عافیت ہیں۔ اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

—— اخویم مکرم مولوی عبد الحق صاحب چند دن کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں آپ کی صحت پہلے کی نسبت کسی قدر اچھی ہے۔ پھر ڈلہوزی جانے کا ارادہ ہے۔

—— اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب مسلم مشنری جاوا سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ ہمارے احباب یہ مسرت آمیز خبر سنکر خوش ہوں گے کہ ہماری جماعت کی ایک زنانہ سوسائٹی بھی یہاں قایم ہوگئی ہے جس کی صدر ہمارے مکرم دوست منہاج جوجوسوگیتو کی اہلیہ صاحبہ مقرر ہوئی ہیں۔ وہ اپنا رسالہ بھی جاری کریں گی۔ ایک علیحدہ پیکٹ کے ذریعہ سے جاوا کا بیان جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضمون "پیدائش مسیح قرآن کی روشنی میں" کی جو لائٹ میں شایع ہوتا رہا ہے۔ بزبان ڈچ ارسال ہیں۔ اس کی ایک کاپی ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ دوسری کتاب لائٹ کے مضمون ..... *Sayings of Jesus and Muhammad* [؟] کا ترجمہ بزبان ڈچ چھپ رہی ہے۔ ایک خط اخویم منہاج صاحب کی طرف سے بخدمت حضرت امیر ارسال ہے۔ اس کا ترجمہ کرکے حضرت کی خدمت میں برائے جواب جلد بھیجدیں۔

—— گوجرانوالہ سے پروفیسر عنایت علی صاحب مطلع فرماتے ہیں۔ کہ برادر [illegible] خاں صاحب سب انسپکٹر ریلوے پولیس کی چھوٹی صاحبزادی ۳ برس کی عمر میں فوت ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام احباب سے دعائے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— اخویم ملک مولا بخش صاحب آنریری مجسٹریٹ گورالی ضلع گوجرات کے صاحبزادے کے امتحان بی اے میں سنسکرت میں اول رہنے کی خبر گزشتہ اشاعت میں دی گئی تھی۔ ملک صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا منشا صرف اس قدر تھا کہ پنجاب میں یہ پہلا مسلمان طالب علم ہے جس نے سنسکرت میں بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ پنجاب بھر میں اول رہنے کی خبر صحیح نہیں ہے۔

—— سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کی طرف سے غازی امان اللہ خاں کی خدمت میں ہمدردی کا تار دیا گیا تھا جس کے جواب میں غازی موصوف کے پرائیویٹ سکرٹری کی طرف سے تار موصول ہوا ہے کہ "شاہ امان اللہ خاں لاہوری احمدیہ جماعت کے پیغام ہمدردی اور دعاؤں کے لئے ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔" (پرائیویٹ سکرٹری)

مراسلات

بیعت منسوخ

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم

ہم نے ایک غلط فہمی کے ماتحت میاں محمود احمد صاحب کی بیعت گزشتہ جون ۱۹۲۹ء میں کی تھی۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں جسے ہم نے بخوشی تسلیم کیا۔ اور اسی خیال کے ماتحت میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہوئے۔ قادیان جاکر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اس زمانہ کا نبی مانتے ہیں۔ اور جملہ دنیائے اسلام کو جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ کسی ایسے آدمی کا جس نے مسیح موعود کی بیعت نہ کی ہو جنازہ تک پڑھنا ناجائز سمجھتے ہیں اسی قسم کے عقائد اسلام کی تباہی کے عقائد ہیں۔ اس لئے ہم ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کو فسخ کرتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوتے ہیں۔ جن کے عقائد یہ ہیں کہ نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور تمام کلمہ گو خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مسلمان ہیں۔

۶ ر جولائی ۱۹۲۹ء ۔ خواجہ عبد العزیز عبد اللطیف

سکنا پشاور وارد حال لاہور

زنانہ صنعتی نمائش

۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ مئی ۱۹۲۹ء کو زنانہ صنعتی نمائش کے متعلق دو تعلیمی بائیسکوپ ایس پی ایس کے ہال میں لگایا گیا تھا۔ اس کے بارہ میں چند قومی زنانہ و مردانہ اخبارات میں احتجاجی مضمون۔ نوٹ اور ریزولیوشن وغیرہ شائع ہوئے ہیں۔ میرے لئے یہ مشکل تھا کہ میں ان الزامات کا جواب ہر ایک اخبار میں الگ الگ شایع کراؤں اس لئے ناظرین و ناظرات سے درخواست ہے کہ وہ اگر میرا مفصل جواب اور اصلی حالات معلوم کرنا چاہیں۔ تو رسالہ نورجہاں بابت ماہ جولائی ۱۹۲۹ء ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس اعلان کا حوالہ دینے والوں کو بجائے سات آنے کے رعایتی قیمت چار آنے میں دفتر نورجہاں گوجرانوالہ سے مل سکے گا۔ قیمت کی ادائیگی کے لئے ڈاکخانہ سے نصف آنہ والے ٹکٹ خرید کر بند لفافہ میں بھیجنے کافی ہوں گے۔ جو صاحب پرچہ بصیغہ رجسٹری منگوانا چاہیں۔ وہ دو آنہ کے ٹکٹ فالتو بھیجیں۔ میں قومی اخبارات سے درخواست کروں گا کہ میرا مکمل جواب مطالعہ فرمانے سے پہلے اب اس بارہ میں کوئی مخالفانہ مضمون نہ شائع فرمائیں۔ ورنہ ایک مفید نسوان قومی تحریک "دار الخواتین" کو سخت نقصان پہنچ جانے کا احتمال ہے۔

راقم خاکسار میر عزیز الرحمٰن

سندھی زبان میں سیرت خیر البشر کا ترجمہ

جناب نواب صاحب مانگرول کا عطیہ

خاکسار کا مضمون "سندھ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت" ناظرین "پیغام صلح" کسی گزشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہوں گے۔ میں نے ایک اپیل جناب نواب صاحب مانگرول بالقابہ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ جس پر انہوں نے اس کی مفت اشاعت کے لئے ... ۵ روپے کا گرانقدر عطیہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے چونکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کام کو انجمن جلدی شروع کردے اس لئے اشاعت اسلام کے اہم ترین کام سے دلچسپی رکھنے والے احباب سے التماس ہے کہ وہ حسب استطاعت سندھی زبان میں سیرت خیر البشر کے ترجمہ کی مفت اشاعت میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

خاکسار

محمد عبد اللہ جے ۔ اے۔ وی۔ ٹیچر مسلم ہائی سکول نئی دہلی

مسلم ریڈنگ روم دہلی

مذکورہ بالا دار المطالعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس میں سلسلے کے اخبارات آتے ہیں۔ اور دیگر مذہبی اخبارات کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔

اس مقام پر جماعت احمدیہ فریق لاہور کے ہفتہ وار اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ دہلی کا تعلیم یافتہ طبقہ خاطر خواہ دلچسپی کا اظہار کرتا ہے ۴۴

۴۴ اور علاوہ ہفتہ وار اجلاس میں شمولیت کے گاہے بگاہے اخبارات کے مطالعہ کے لئے بھی آجاتا ہے۔

ماہ جون میں مسلمانوں کی بہتری و بہبودی کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل کے مضامین بالخصوص بیان کئے گئے۔

(الف) اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔

(ب) حالات حاضرہ میں مسلمانوں کی مشکلات کا حل۔

خدا کے فضل و کرم سے اس ماہ تین تعلیم یافتہ دوست سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شریک ہوئے۔ جن کے بیعت نامے علیحدہ ارسال خدمت کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے نام نامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسٹر حیدر علی حسن منزل دہلی۔

(۲) مولوی عبد الغنی صاحب حسن منزل دہلی۔

(۳) ماسٹر عبد العزیز صاحب ٹیلر ماسٹر بلی ماراں دہلی۔

بہت سے دوست سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قریب ہیں قادیانیوں کے باعث بدظنی بہت پھیل رہی ہے مگر خدا کے فضل و کرم سے اصل حالات پبلک پر منکشف ہو رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب دہلی میں بفضلہ بہت بھاری جماعت قایم ہو جائے۔

(شیخ عبد الحق جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی)

ملک معظم کی صحت یابی پر شکریہ

جماعت پشاور کا ریزولیوشن

آج ۷ ر جولائی کو دن کے ۵ بجے ممبران جماعت احمدیہ پشاور شاخ لاہور اپنی نمازگاہ میں جمع ہوئے اور زیر صدارت جناب خان بہادر مولانا غلام حسن خاں صاحب میونسپل کمشنر پشاور جلسہ منعقد کیا۔ اور باتفاق رائے یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہز امپیریل میجسٹی کنگ ایمپرر جارج پنجم کو ایک خطرناک اور لمبی بیماری کے بعد جس سے جملہ رعایا پریشان تھی شفائے کامل عطا فرمائی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا شکریہ بجا لایا جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ملک معظم کو صحت اور عافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ اور ہز امپیریل میجسٹی کو توفیق دے کہ وہ مشرق اور مغرب سیاہ سرخ اور سفید سب کو مساوی حقوق دیں۔

دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ محمد سلطان پنشنر انسپکٹر پولیس۔

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور)

ایک محاکمہ پر تنقید

محاکمہ کا نام اور حقیقت میں وکالت

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

انقلاب کی فرضی شخصیت

اخبار انقلاب کی فرضی شخصیت مولانا دل محمد جبلی کی تحریریں جو انقلاب میں نکلیں۔ اور جن کا ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو فقط مسلم کہلانا چاہیئے۔ اور مختلف فرقوں حنفی۔ شافعی۔ اہل حدیث۔ اہل قرآن۔ احمدی سب ناموں کو مٹا دینا چاہیئے۔ اس سے تفرقہ پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ در اصل یہ ایجاد جھگڑالو پن کی ہے۔ جنہوں نے اپنے فرقہ کے مختلف نام بدل بدل کر آخر مسلم پر آکر دم لیا ہے۔ انہی کی کاسہ لیسی مولانا دل محمد صاحب کے بھی حصہ میں آئی ہے۔ انہیں بار بار بتایا گیا۔ کہ ان کا اعتراض غلط اور ان کا نظریہ قطعی طور پر ناقابل عمل ہے۔ مسلمانوں میں ہر ایک جماعت اپنے آپ کو "مسلم" ہی کہتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص انہیں "غیر مسلم" کہدے۔ تو وہ اس سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں

مختلف جماعتوں کے امتیازی نام

لیکن اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بعض اجتہادی مسائل میں مسلمانوں کے اندر اختلاف خیالات اور اختلاف آراء پیدا ہونے پر جب مختلف جماعتیں پیدا ہوئیں۔ تو ان کے باہمی امتیاز کے لئے ان کے مختلف نام بھی پیدا ہو گئے اور یہ امر ناگزیر ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ جب کسی مسئلہ پر دو جماعتیں مختلف الرائے ہو جائیں۔ تو ان کے باہمی امتیاز اور تعارف کے لئے کوئی نام نہ پیدا ہو۔ . . . .

. . . . جہاں کسی مسئلہ پر دو جماعتیں پیدا ہوئیں ان کے باہمی تعارف اور امتیاز کے لئے نام بھی پیدا ہو گئے۔ یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ آج دیکھو خلافتی اور غیر خلافتی۔ مخلوطی اور غیر مخلوطی یا نہرو ائی اور نوڈی یہ سب اختلاف آراء کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ نام پہلے نہیں رکھے گئے۔ جب اختلاف آراء ہوا اور اس سے جماعتیں بنیں۔ تو نام بھی پیدا ہو گئے۔ ورنہ سب اپنے آپ کو "ہندوستانی" ہی کہتے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ سب نام مٹا کر اپنے آپ کو صرف "ہندوستانی" کہو تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔ کیونکہ ان میں سے کون نہیں جو اپنے آپ کو ہندوستانی نہ کہتا ہو۔ ان ناموں کا وجود صرف اختلاف آراء کا نتیجہ ہے۔ جب اختلاف آراء ہوا۔ مختلف جماعتیں بنیں۔ ان کے نام بھی معرض وجود میں آ گئے۔ اگر ناموں کو مٹانا ہے۔ تو اختلاف آراء کو مٹاؤ اور یہ ناممکن ہے۔

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ان امور پر مبسوط مضامین لکھے۔ جنہوں نے ان مضامین کو انصاف کی نظر سے اور فلسفہ عمل کو سامنے رکھکر پڑھا ہوگا۔ وہ ان کی معقولیت سے انکار نہیں کر سکتے۔

پس پردہ بیٹھکر گالیاں نہ دو

لیکن مولانا دل محمد صاحب جبلی کو اگر تحقیقات سے غرض یا اخلاص سے واسطہ ہوتا۔ تو وہ غور کرتے۔ لیکن جب مقصد فقط اعتراض کرنا ہو۔ تو فرمایئے وہ اپنی جو بچ کس طرح نہ کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی شخصیت اسی لئے مخفی رکھی ہوئی ہے۔ تا کہ لوگوں کو اشارہ کنایہ میں گالیاں دیتے جائیں۔ اور ان کا اپنا شیش محل لوگوں کے پتھروں سے بچا رہے۔ جہلم میں کوئی مولانا دل محمد موجود نہیں۔ کوئی شخص اپنی شخصیت کو مخفی رکھکر اپنے دل کے جلے پھپھولے اخباروں میں پھوڑتا رہتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں اتحاد بین المسلمین جیسے عظیم الشان کام کے لئے درد اور اخلاص رکھتے ہیں۔ وہ ایسی ذلیل حرکتیں نہیں کرتے۔ کہ پس پردہ بیٹھکر فرضی نام رکھکر گالیاں دیا کریں۔ وہ میدان میں آکر اپنے نمونہ اور عمل سے اتحاد کا بنیادی پتھر رکھتے ہیں۔ وہ خدا کے دین کے لئے ہر ایک دکھ سہنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور ناکامیابی اپنا چہرہ بھی تبھی دکھاتی ہے۔ سب جانتے ہیں۔ باتیں بنانے اور مضمون بازی سے کوئی مہم دنیا میں سر نہیں ہوتی۔

ایک محاکمہ

مثل ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ مولانا دل محمد کی فرضی شخصیت تو اپنی بےسری راگنی الاپ ہی رہی تھی۔ جو کانگڑہ سے کوئی صاحب حمید الدین ربانی محاکمہ کے لئے اٹھے۔ اور بہت بیتاب ہو کر اخبار انقلاب میں مولانا دل محمد اور پیغام صلح کے مضامین پر اپنا محاکمہ چھپوا ہوگا کر شہیدوں میں داخل ہو گئے۔ محاکمہ کو پڑھو۔ تو کہنے کو تو محاکمہ اور حقیقت میں مولانا دل محمد صاحب کی وکالت ممکن ہے۔ یہ بھی مولانا دل محمد صاحب کی طرح کوئی فرضی شخصیت ہو۔ یا ایک ہی شخصیت کے دو فرضی نام ہوں۔

جنس اور غیر جنس کی بحث

بہر حال جو بھی ہوں۔ وکالت تو کی مگر بنا کچھ بھی نہیں۔ اپنی طرف سے بڑا تیر مارا۔ تو بحث یہ پیش کی۔ کہ انسان جنس ہے۔ اس لئے اس میں تو ہر ایک انسان کو تمیز کرنے کے لئے نام کی ضرورت ہے۔ اسلام کوئی جنس نہیں اسلئے اس میں ہر ایک فرقہ کو الگ نام کی ضرورت نہیں۔ گو یا بقول ربانی صاحب سوائے جنس کے افراد کے اور کسی کو نام کی ضرورت نہیں۔ یہ ہے وہ انوکھا محاکمہ جو کانگڑہ کی چوٹیوں سے اہل دنیا پر نازل ہوا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ جنس اور غیر جنس کی تکلیف کرنے کی ربانی صاحب کو ضرورت کیوں پیش آئی۔ نام تو امتیاز کے لئے ہوا کرتا ہے جس طرح دیگر مذاہب سے امتیاز کرنے کے لئے دین محمدی کا نام "اسلام" رکھا۔ جو نہیں ہی مسلم ہے۔ اسی طرح اسلام کے اندر مختلف خیالات کی جماعتوں کے باہمی امتیاز کے لئے مختلف نام سنی۔ شیعہ۔ اہل حدیث۔ احمدی وغیرہ پیدا ہو گئے۔ کیا مذہب کوئی جنس ہے جس میں ہندو عیسائی اور مسلم کے مختلف ناموں کی ضرورت پڑ گئی اگر مذہب کو آپ جنس تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہودی عیسائی مسلم وغیرہ اس کی نوع ہیں۔ تو پھر اسلام بھی ایک جنس ہے۔ اور اس کے اندر مختلف جماعتیں اس کی نوع ٹھہریں۔ لیکن اگر مذہب کوئی جنس نہیں اور باوجود اس کے مختلف مذاہب کے مختلف نام باہمی امتیاز کیلئے ہیں۔ تو پھر جنس اور نوع کا سوال اٹھانا ہی بے معنی ہے۔

قانون فطرت

کیا یہ سچ نہیں کہ مذاہب کا اختلاف خیالات کے اختلاف پر مبنی ہے اور ان کے مختلف نام باہمی امتیاز کے لئے ہیں۔ تو پھر اسلام کے اندر بعض مسائل پر اگر اختلاف خیالات اور اختلاف آراء ہو۔ اور یہ اختلاف آراء رکھنے والے صرف افراد نہ ہوں۔ بلکہ جماعتیں ہوں۔ تو کیا لازمی امر نہیں کہ باہمی امتیاز کے لئے ان جماعتوں کے نام بھی خود بخود معرض ظہور میں آ جائیں گے۔

ربانی صاحب اور مولانا دل محمد صاحب کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے اندر کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف خیالات اور اختلاف آراء نہ ہونے پائے۔ اور اگر یہ ناممکن ہے تو پھر یہ بھی ناممکن ہے۔ کہ کسی مسئلہ پر اختلاف خیالات اور اختلاف آراء کی وجہ سے جو دو جماعتیں پیدا ہوں گی۔ ان کے باہمی امتیاز کے لئے نام نہ پیدا ہوں۔ وہ اگر خود نام نہ رکھیں گی۔ تو غیر رکھ لیں گے فطرت کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ دنیا میں جہاں دو چیزوں میں باہمی امتیاز ہوگا۔ وہاں ان کا نام بھی پیدا ہو جانا قانون فطرت ہے۔ اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

اختلاف پہلے یا نام؟

ربانی صاحب کا یہ نظریہ کسقدر لغو ہے۔ کہ پہلے نام پیدا ہوئے۔ پھر مختلف اعتقادات اور ان سے مختلف فرقے پیدا ہوئے۔ گویا بقول ان کے حنفی یا اہل حدیث یوں پیدا ہوئے۔ کہ کسی شخص نے پہلے اپنا نام حنفی یا اہل حدیث رکھ لیا۔ جیسے کوئی اپنا نام بدھو رکھے۔ پھر اسے فکر ہوئی۔ کہ اب کوئی عقیدہ گھڑو۔ پھر اس نے کچھ عقیدے گھڑے۔ ان عقیدوں کے ماننے سے پھر مختلف فرقے پیدا ہوئے۔ کیا یہ نظریہ کسی صحیح الحواس اہل علم انسان کا ہو سکتا ہے۔ کیا اس سے بڑھکر خلاف واقعہ اور خلاف عقل کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ کیا حنفیوں یا اہل حدیث کی جماعت اسی طرح پیدا ہوئی؟ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ فقہ میں مختلف مجتہدین کے اختلاف آراء سے جو جماعتیں پیدا ہوئیں۔ ان کے باہمی امتیاز کے لئے حنفی۔ شافعی وغیرہ نام بھی معرض ظہور میں آگئے۔ جنہوں نے حدیث کو فقہ پر مقدم کیا۔ وہ اہل حدیث کہلائے۔ ربانی صاحب نے کیوں سمجھ لیا۔ کہ ان کے مخاطبین سب کے سب تاریخ اور فلسفہ تاریخ سے نابلد ہیں۔

مہاجرین و انصار امتیازی نام ہیں

کس مزہ سے ربانی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مہاجرین اور انصار ان کی بعض صفات کی وجہ سے خدا نے ان کے یہ نام رکھے کیوں جناب یہ صفات وہ پیدائشی رکھتے تھے یا بعد میں ان کے اعمال نے ان میں خصوصیات پیدا کر دی تھیں۔ اگر بعد میں یہ خصوصیات پیدا ہوگئیں۔ اور اس لئے ان کے نام بھی پیدا ہو گئے۔ تو پھر اس لفظی ہیر پھیر کا کیا فائدہ۔ سیدھے سبھاؤ یوں کیوں نہیں کہتے۔ کہ بعض خصوصیتوں کی وجہ سے خدا نے ان کا نام دوسرے مسلمانوں سے امتیاز کے لئے رکھا۔ تو ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ جب مسلمانوں کے اندر کسی مسئلہ یا مسائل میں اجتہادی رنگ میں یا عملی رنگ میں کوئی جماعت دوسری جماعت سے کوئی خصوصیت رکھیگی۔ تو اس کا نام پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ قرآن نے بعض جماعتوں کا ان کی بعض خصوصیات کی وجہ سے خود نام رکھکر بتا دیا۔ کہ یہ سنت اللہ ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا۔

اتحاد کی راہ

پس ناموں پر یہ شور و شغب بے معنی ہے۔ جبتک مسائل پر اختلاف آراء ہوگا۔ اور اس اختلاف آراء کی وجہ سے جماعتیں پیدا ہوں گی۔ تو نام بھی ساتھ ہی پیدا ہوگا۔ یہ ایک ناگزیر امر ہے۔ البتہ جب تک مسلمانوں میں اختلاف آراء کی عزت کرنے کی عادت موجود رہی مسلمانوں میں تفرقہ نہ ہوا جس دن اختلاف آراء پر تکفیر بازی شروع ہوئی۔ اسی دن تفرقہ کی بنیاد پڑ گئی۔ پس اتحاد بین المسلمین کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دوسرے کے اختلاف آراء کی عزت کی جائے۔ اور دوسرے کے اختلاف خیالات کو حوصلہ سے برداشت کیا جائے۔ اور اختلاف خیالات پر تکفیر بازی کرنے والوں کو بائیکاٹ کیا جائے کیونکہ ہر ایک جماعت مسلم ہے۔ اختلاف رائے ان کو اسلام سے خارج نہیں کر سکتا

ہر کلمہ گو کو مسلم سمجھو

اتحاد اس میں ہے۔ کہ ہم ہر ایک مختلف الخیال جماعت کو جو کلمہ گو ہے مسلم سمجھیں۔ نہ یہ کہ ہم صرف اپنے آپ کو مسلم کہیں۔ ایک مکفر بھی اپنے آپ کو مسلم ہی کہتا ہے اور اس بارے میں وہ ایسا متشدد ہوتا ہے۔ کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو وہ مسلم کہنا پسند نہیں کرتا لیکن کیا اس کا اپنے آپ کو مسلم کہنا کسی اتحاد بین المسلمین کی دلیل ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ جسقدر مکفر جماعتیں ہیں۔ ان میں بیماری ہی یہی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلم کہتی ہیں۔ اور یہی بات اسلام میں تفرقہ کا موجب ہے۔ پس اتحاد کی بنیادی اینٹ یہ ہے۔ کہ ہم ہر ایک کلمہ گو کو خواہ وہ ہم سے سو دفعہ اختلاف خیالات رکھے "مسلم" سمجھیں۔ لہذا اپنے سے مختلف الخیال کلمہ گو کو مسلم سمجھنا در اصل اتحاد بین المسلمین کا بنیادی پتھر ہے۔ نہ کہ اپنے آپ کو مسلم کہتے پھرنا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مولانا دل محمد سے ایک سوال

اپنے آپ کو مسلم کہنا تو کچھ مشکل نہیں۔ البتہ دوسرے کو اختلاف خیالات رکھتے ہوئے مسلم کہنا بڑا مشکل ہے۔ کیا مولانا دل محمد صاحب اتنا دل گردہ رکھتے ہیں کہ مسیح کی ولادت کو باپ ماننے والے کو مسلمان کہہ سکیں۔ کیا وہ اس "معزز غیر احمدی" سے متفق الرائے ہیں۔ جو "الفضل" میں ولادت مسیح پر مضمون لکھتا رہا ہے۔ اگر متفق الرائے ہیں۔ یا اس "معزز غیر احمدی" کا چولا بھی مولانا دل محمد صاحب نے ہی الفضل میں زیب تن فرمایا تھا۔ جیسا کہ لوگوں میں افواہ ہے۔ تو پھر فرمایئے کہ کسی مسئلہ پر اختلاف رائے رکھنے والے سے جو سلوک ان مضامین میں مولانا دل محمد یا ان کے ہم صفیر "معزز غیر احمدی" نے کیا ہے کیا وہ اتحاد بین المسلمین پیدا کرنے کے طریق ہیں۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور ہیں۔ کہاں اتحاد بین المسلمین کا پاکیزہ اور عظیم الشان کام اور کہاں ایک مسئلہ پر اختلاف آراء ہو جانے کی وجہ سے آپے سے باہر ہو کر دوسرے کا ناحق طور پر مذاق اڑانا۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مصنوعی بارش

ایک آدمی امریکہ میں لوگوں کے کہنے پر بارش لاتا ہے

اخباروں کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۰۵ء سے لے کر جب اُس نے بارش کی کوشش کی تو بارش ہوئی۔

کیلفورنیا میں ۱۹۰۵ء میں ایک ہزار ڈالر لے کر اس نے اپنے عمل شروع کئے جس سے ۱۸ انچ بارش ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں اس نے اسی وعدہ پر دو ہزار ڈالر اکٹھے کر لئے ۱۹۲۲ء میں آٹھ ہزار ڈالر لینے پر تقریباً ڈھائی انچ بارش ہوئی ۱۹۲۶ء میں ایک ایسا ہی کامیاب تجربہ ہوا۔

جہاد اور زمیندار

"زمیندار" کے اس اعتراض کے جواب میں کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو اس زمانہ کے لئے غیر ضروری قرار دیا ہے۔ ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر مولوی ظفر علی خاں صاحب جہاد بالسیف کو ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں تو کیوں گورنمنٹ کے خلاف تلوار لے کر نہیں اٹھتے۔ اس پر مدیر "زمیندار" نے ۲۲ اگست کے پرچہ میں نکاہات کے ذیل میں لکھا ہے۔

"رہا جہاد بالسیف سو ظاہر ہے کہ حکومت نے ہم سب کو نہتا کر رکھا ہے اس لئے جہاد بالسیف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن جہاد صرف یہی نہیں کہ تلوار اٹھا کر کسی کی گردن اڑا دی جائے۔ بلکہ ہر فعل منکر کو زبان سے مال سے اور ہاتھ سے روکنے کا نام جہاد ہے"

یہ اقبالی ڈگری ہے۔ اگر جہاد بالسیف کا اس زمانہ میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو حضرت مرزا صاحب پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہو؟ کیا انہوں نے سوائے اسکے کہ تلوار کے جہاد کو موجودہ زمانہ کی ضرورت کے منافی قرار دیا کبھی یہ بھی کہا ہے کہ زبان اور مال وغیرہ سے جہاد ممنوع ہے۔ تعجب ہے جس شخص کی زندگی کا ایک ایک لمحہ زبان اور قلم اور مال کے جہاد میں گزرا ہو۔ اور جسکے نام لیوا دن رات اس جہاد میں منہمک ہیں اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ بغض و تعصب کی اس سے زیادہ مکروہ اور گھناؤنی مثال نہیں مل سکتی۔ خود اپنی زبان سے تسلیم کرتے جاتے ہیں کہ تلوار کا جہاد موجودہ زمانہ میں ناممکن ہے۔ اور پھر اعتراض بھی کرتے جاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے تلوار کا جہاد کیوں منسوخ کر دیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نکاہات نگار جب صبح ہی صبح نکاہات لکھنے بیٹھا تو عقل و دانش کو بھی نکاہات سمجھکر ناشتہ کر گیا۔ اور پوری طرح مخلا بالدماغ ہو کر جو ذکر قلم پر آیا لکھتا چلا گیا اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ تائید کر رہا ہوں یا تردید۔ باقی رہا معاملہ مالی جہاد کا تو وہ حضرت مرزا صاحب کا ہی حصہ تھا ان کے بعد ان کی جماعت نے ورثہ میں پایا۔ اور آج دنیائے اسلام کا کثیر حصہ جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں کا معترف ہے۔ لیکن "زمیندار" شاید مالی جہاد اسے سمجھتا ہے جسکی طرف "انقلاب" مورخہ ۲ ستمبر کی اشاعت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور جس میں آج کل روح رواں زمیندار پوری سرگرمی سے مصروف ہیں۔ اور ہر اونچے دروازہ پر صدا لگاتے پھرتے ہیں۔ ؎

اے ملت بیضا تو بھرے سرا بیمانہ
لایا ہوں ترے در پر کشکول فقیرانہ

اگر "زمیندار" کی نظر میں یہی مالی جہاد ہے تو اسی کو مبارک ہو۔ اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ع

ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں

ضرورت ہے

مسلم ہائی سکول لاہور اور جی ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی کے لئے مفصلہ ذیل اساتذہ کی ضرورت ہے۔

(۱) ایک بی اے۔ ایس اے وی ٹرینڈ جو ہائی کلاسز کو انگریزی اور تاریخ جغرافیہ پڑھا سکے۔

(۲) دو گریجویٹ جو انگریزی اور ریاضی میں خوب مہارت رکھتے ہوں یا انگریزی اور تاریخ جغرافیہ خوب جانتے ہوں۔

(۳) ایک منشی فاضل ٹرینڈ جو ہائی کلاسز کو فارسی اور اردو پڑھا سکے۔

تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔

افسر صیغہ تعلیم
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

---

(۷) مذہب اسلام کی یہ سہولت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے نہ نماز کے لئے کسی گھنٹہ یا گھڑیال یا کسی مندر کی عمارت کی ضرورت ہے زبان سے باآواز بلند اذان کہی جنگل ہو یا آبادی کہیں خدا کی زمین پر کھڑے ہو کر نماز کا فرض ادا کیا۔ عقیدہ بہت مختصر اور رسم و رواج سے پاک ہے۔ جیاکار صاحب ایسے ہوشیار وکیل کو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جبراً کسی کا مذہب بدلنا گناہ ہے۔ قرآن مجید کا صاف حکم ہے۔

لا اکراہ فی الدین۔

(ایلیہ اخبار)

مغرب میں اسلام کی ضیا باریاں

انگلستان میں ایک جلیل القدر خاتون کا قبول اسلام

جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے۔ بی ٹی۔ قایم مقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) مسجد ووکنگ سے تحریر فرماتے ہیں کہ اگست کے پہلے ہفتہ میں مسز برو جانین ہملٹن جو کہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل برو جانین ہملٹن آر۔ اے ان کی بیوی ہیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ یہ جلیل القدر خاتون عالیجناب بیرن سر آرچی بالڈ ہملٹن کے خاندان سے ہیں۔ عالیجناب سر آرچی بالڈ ہملٹن نے دسمبر ۱۹۲۳ء میں مسجد ووکنگ میں اسلام قبول کیا تھا۔ سر آرچی بالڈ ہملٹن کی خاندانی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آپ ماں کی طرف سے تو شاہ جیمس سیکنڈ آف سکاٹ لینڈ کی نسل سے اور باپ کی طرف سے ولیم ہملٹن کی نسل سے ہیں آپ نے ڈیوک آف لیمنج کی پوتی سے شادی کی تھی۔ جو ملکہ وکٹوریہ کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ جب سر آرچی بالڈ ہملٹن کے گھر بچہ پیدا ہوا تو ملک معظم اور ملکہ معظمہ رسم بپتسمہ کے وقت موجود تھے۔ اور حضور ملک معظم اس بچے کے دھرم باپ اور ملکہ معظمہ دھرم ماں بنی تھیں۔ گویا سر آرچی بالڈ ہملٹن بوجوہ بالا شاہی خاندان سے بھی بہت گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔

موصوفہ بالا نومسلم خاتون (مسز برو جانین ہملٹن) بڑی ہی ملنسار ہیں اعلیٰ طبقہ کی سوسائٹی میں ان کا آنا جانا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی جائیں گی۔

امید کامل ہے کہ انشاء اللہ اسی طرح اسلام غیر محسوس طریق پر یورپ میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔ انگلستان میں اسلام اس طرح طبقہ امرا کے گھروں میں گھسے گا تو لوگوں کو یہ سمجھ آ جائے گی کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی حسن و خوبی ہے کہ یہ طبقہ امرا کی کشش کا موجب ہو رہا ہے۔

امید ہے کہ یہ خبر بہجت اثر تمام مسلم بھائیوں کی خوشی کا موجب ہوگی۔ اس سے انگریز نومسلمین کی برادری میں ایک اور قابل قدر اضافہ ہوا ہے جس پر ہم جس قدر سجدات شکر ادا کریں کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نومسلمہ موصوفہ کو استقامت عطا فرمائے۔ اور ان کا وجود ان کے دیگر بھائیوں کی اسلام کی طرف کشش کا موجب ہو۔

خادم۔ خواجہ عبدالغنی
(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور)

ہندو آبادی کیوں کم ہو رہی ہے؟

یا

مسلم آبادی کیوں بڑھ رہی ہے؟

کلکتہ کے ایک ڈاکٹر نے چند سال گزرے ہیں جو اسے "ڈائنگ ریس (ایک مرنے والی قوم)" کے نام سے ایک انگریزی کتاب شائع کی ہے جس میں بتایا تھا کہ جب سے مردم شماری ہندوستان میں شروع ہو رہی ہے بنگال کے ہندو کم ہو رہے ہیں اور مسلمان بہت ہی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ تھوڑے دن گزرے ہیں کہ لاہور کے ایک ہندو وکیل نے لاہور کے ایک روزانہ ہندو اخبار میں اسی بارہ میں نوحہ خوانی کی تھی کہ شہر لاہور میں ہفتہ وار پیدائش و اموات کی شرح میں مسلمانوں کی پیدائش میں بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ ہم شوق سے مضمون کے آخر تک اس بات کے منتظر رہے کہ شاید وکیل صاحب اس کا کوئی علاج بھی بتائیں گے لیکن وہ اس بارہ میں خاموش رہے۔ اب بمبئی کے مشہور لیڈر (کانگرسی اور ہندو سبھا کی شاخ بمبئی کے پریذیڈنٹ) مسٹر جیاکار وکیل نے تحقیقات فسادات بمبئی کی کمیٹی کے سامنے گواہی دیتے ہوئے بیان کیا کہ بمبئی میں ہندو از روئے مردم شماری کم ہو رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ ان کا تبدیل مذہب قانوناً روک دے۔ اس طرح کہ سوائے حاکم مجاز کے پوری طرح تحقیق و تفتیش سے ثابت کر لینے کے کہ مذہب بدلنے والا عقیدتاً اپنی خواہش سے بدلتا ہے نہ کہ کسی دباؤ سے۔ مذہب نہ بدل سکے۔

گویا مسٹر جیاکار کی رائے میں صرف ہندو اس لئے تعداد میں کم ہو رہے ہیں کہ انہیں مسلمان جبراً مسلمان بنا لیتے ہیں حالانکہ تبدیل مذہب کرنے والے ہندو آج کل بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ مسٹر جیاکار نے نہرو رپورٹ کے حوالے سے بیان کیا کہ ۱۸۸۱ء سے ہندو آبادی میں برابر تدریجی کمی ہو رہی ہے۔ اور مسلمان آبادی بتدریج بڑھ رہی ہے۔ اس لئے مسٹر جیاکار اس کی وجہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ اس لئے ہر سال ہندو آبادی گھٹ کر مسلمان آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جیاکار صاحب ہندو مسلمانوں کے تمام فسادات اور نیز بمبئی کے فسادات کی صرف ایک واحد وجہ بتا سکتے ہیں کہ جبراً ہندوؤں کا مذہب بدلا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک خفیف حد تک صحیح ہوگا کہ لاکھوں

کروڑوں روپے سالانہ عیسائی مشن ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے ہندو عیسائی بھی ہو جاتے ہوں گے۔ لارڈ بشپ آف کنٹربری نے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ بتایا تھا کہ کتنے لاکھ ہندوستانی سالانہ ان کے گلے میں شامل ہوتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے ہر سال بڑھ جانے کی وجہ۔ ان کا افلاس۔ ان کی کثیر الاولادی ان کی گوشت خوری۔ ان کا نکاح بیوگان۔ ان کے مذہب میں برادرانہ مساوات اور مذہبی سہولت وغیرہ کئی اسباب ہیں۔ کیا مسٹر جیاکار یا کوئی اور ہندو مہاشہ سینہ پر ہاتھ رکھکر کہہ سکتے ہیں۔

(۱) دولتمند اور غریب شخص کے اولاد یکساں ہوتی ہے۔ لاکھوں دولتمند ایک ایک بچہ کو ترستے ہیں۔ مگر ان کے فاقہ کش ہمسایوں کے ہاں اتنے بچے ہوتے ہیں کہ وہ ان کو سوکھی روٹی بھی نہیں دے سکتے۔ ہندو بطور قوم کے دولتمند اور مسلمان مفلس ہیں۔ بس ان کے یہاں کثیر الاولادی لازم ہے۔

(۲) مسلمان جو تھوڑا بہت کماتا ہے بقول شخصے کوڑی نہ رکھ کفن کو وہ سب کچھ کھا پی جاتا ہے اور عموماً ہندو پیٹ کاٹ کر بھی جمع کرتا ہے۔

(۳) کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں کثیر الازدواجی کی وجہ سے ایک ایک شخص کے دس دس پندرہ پندرہ بچے نہیں ہو جاتے۔

(۴) گو ہندو اب پنجاب میں گوشت کھانے لگے ہیں مگر بطور قوم کے وہ ہرگز گوشت خور نہیں کہلا سکتے۔ سارے ہندوستان میں ہندو اور گوشت خوری دو متضاد چیزیں ہیں۔

(۵) ہندوؤں نے کہیں کہیں مسلمانوں کی دیکھا دیکھی بیوگان کی دوسری شادی بھی شروع کر دی ہے۔ مگر ۲۲ کروڑ کی قوم میں کتنی بیوگان بیوگی کا عذاب بھگت رہی ہیں۔

(۶) جن چند مسلمانوں یا اچھوتوں کو جدید شدھی سبھاؤں نے شدھ کر کے ہندو بنایا ہے کیا وہ لیسے ہندوؤں کو اپنے ساتھ ایک تھال میں کھلا سکتے ہیں۔ یا اپنی بیٹیاں انہیں دیدیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب اسلام اجازت دیتا ہے اور مسلمان عملاً ہر روز نومسلم کو روٹی بیٹی میں شریک کرتے رہتے ہیں اور نومسلم اور پشتینی مسلمان میں کوئی فرق نہیں رہتا (باقی اسی صفحہ کے اول کالم میں)

دو مسلمان فریق

موجودہ قادیانی فتنہ مسیح موعود کی نظر میں

"خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے"
(البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۹)

یہ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ جس میں صاف اور صریح طور پر جماعت کے اندر دو فریق بننے کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت ہوگی۔

یہ فریق کونسا ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے حوالجات سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جماعت میں موجودہ فتنہ کس نے برپا کیا اور حضرت مسیح موعود اسے کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

خاندان مسیح موعود میں فتنہ کی ابتدا

انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ پر حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:-

"و بتحقیق قبیلہ من عنقریب بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد۔ و در خبث و عناد ترقی خواہند نمود پس آں روز امر مقدر از خدا تعالیٰ نازل خواہد شد ہیچکس قضائے او را رد نتواند کرد۔ و عطائے او را رد نتوانند نمود۔ و من می بینم کہ ایشاں سوئے عادتہائے پیش میل کردہ اند و دلہائے ایشاں سخت شد۔ چنانکہ عادت جاہلان است۔ و ایام خوف را فراموش کردند و سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند۔ پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد۔ چوں خواہد دید کہ ایشاں در غلو خود زیادت کردند۔ و خدا قومے را عذاب نمی کند چوں می بیند کہ ایشاں میترسند۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

(ترجمہ) اور ضرور میرا کنبہ بہت جلدی دوسری دفعہ بگڑنے کی طرف رجوع کرے گا۔ اور خباثت اور دشمنی میں ترقی کرے گا۔ پس اس روز امر مقدر خدا کی طرف سے نازل ہوگا۔ کوئی شخص اس کے فیصلہ کو رد نہیں کر سکتا اور اس کی بخشش کو روک نہیں سکتا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے پہلی عادتوں کی طرف میلان کر لیا ہے۔ اور ان کے دل سخت ہو جائیں گے۔ جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے۔ اور خوف کے دنوں کو بھلا دیا ہے۔ اور زیادتی اور تکذیب کی طرف پھر واپس ہو گئے ہیں۔ پس بہت جلدی خدا کا امر ان پر نازل ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ انہوں نے اپنے غلو میں زیادتی کر لی ہے۔ اور خدا کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ وہ ڈرتے ہیں۔

قادیان دمشق ہے

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود نے قادیان کو دمشق سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:-

"اور خدا تعالیٰ نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کے رو سے مسیح سے اور امام حسینؓ سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے۔ اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے۔"

(حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۶۳)

"اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۶۵)

"سو خدا تعالیٰ نے اس عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی۔ اور اس بارے میں قادیان کے متعلق مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منہ الیزیدیون۔ یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں

(حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۲ طبع دوم)

"مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے۔ اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں۔ یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں۔

(حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۳)

علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا

پھر قادیان کے متعلق لکھتے ہوئے آپ انجام فرماتے ہیں۔

"پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں

[illegible]

پانچ ہزار سپاہی

اس جگہ پر حضرت مسیح موعود کے ایک کشف کو بھی لکھا جاتا ہے۔ جو جماعت کے متعلق آپ کو ہوا تھا۔

"جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔

حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۹۷ طبع دوم

اگرچہ کثرت و قلت حق و باطل کی فی نفسہ کوئی دلیل نہیں۔ تاہم حضرت مسیح موعود کے اس کشف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو پانچ ہزار سپاہی دیئے جائیں گے۔ جو کام کرنے والے ہوں گے۔ یہ اشارہ جماعت لاہور کی طرف ہے۔ قادیانی جماعت اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ خود اپنی تعداد لاکھوں کی ظاہر کرتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہ "خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا" ظاہر کرتا ہے کہ ان دو فریق میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہوگا جس کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور اس فریق کے ساتھ نہیں ہوگا جس کی تعداد لاکھوں تک ہے۔

مسیح موعود کا کام اور فریق لاہور

اس پانچ ہزار سپاہی نے تو آپ کے بعد آپ کا کام کرنا ہے۔ اب آپ کا کام کیا ہے۔ سو اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کا حسب ذیل قول قابل غور ہے:-

"سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں (یورپ و امریکہ) میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کر کے ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے۔

(ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۷۳ طبع دوم صفحہ ۳۸۷)

اب قرآن کریم کی تفسیر کا لکھنا اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر یورپ اور امریکہ میں بھیجنا حضرت مسیح موعود کا کام تھا۔ یا آپ کی ایک ایسی شاخ کا کام تھا جو آپ میں داخل تھی۔ اب خدا را غور کرو اور سوچو کہ یہ کام آپ کا کس نے کیا۔ اور کس نے بلاد یورپ و امریکہ میں اس تفسیر قرآن کریم کو پہنچا کر آپ کا کام کیا۔ اس کے بعد اور لوگ بھی شاید اس کام کو کریں مگر وہ حضرت صاحب کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں "دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا"۔ بے شک اور لوگ بھی کریں مگر وہ ایسا نہیں ہو سکتا جو کہ ہو کر دنیا میں پھیل چکا ہے۔ کیونکہ یہ کام آپ کے سپاہیوں نے کیا گویا آپ ہی نے کیا۔ پس جو قبولیت اور شرف آپ کے کام کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ دوسرے کو کب ہو سکتی ہے؟

آرزو کرتے جس کا ہم خواب دیکھتے ہیں کہ ایک دن مل جانے کا پورا یقین رکھتے ہیں حال ہی میں آپ نے اخبار ٹائمز میں دیکھا۔ وہ ایک سچی سنی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ ناقابل حل ہے۔ اس لئے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے نظریوں اور خیالات میں اختلاف ہے مگر یہ [illegible] کی تکذیب کر رہا ہے اور میں ایک ایسی تکذیب کی حیثیت سے اس کا استقبال کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس وقت تک ایسی تکذیبیں ظہور میں آتی رہیں جب تک کہ ہندوستان خیال و عمل کے لحاظ سے بالکل ایک نہ ہو جائے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب نے قانون تحدید عمر ازدواج کی موافقت میں ایک پوسٹر شائع کیا ہے۔ جو معقول اور مفید ہونے کے ساتھ دلچسپ بھی ہے جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا

اسلام کے متعلق ایک ہندو کے خیالات

مذہب کی شاندار رہبرانی

مدراس میں مسٹر سی پی راما سوامی ایار نے جلسہ میلاد النبی کا صدر بنایا گیا تھا۔ آپ نے جو تقریر اس موقعہ پر کی۔ وہ سننے کے قابل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں حضرت محمد صلعم کی جو دنیا کے سب سے بڑے پیغمبروں میں سے تھے۔ یوم ولادت کی رسومات سے اپنے اس تعلق کو اپنی خوش قسمتی اور اپنا ذاتی حق تصور کرتا ہوں [illegible] قبل میں نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کیا تھا اور بڑی مسرت اور جوش سے اس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ ایک بڑی مہربانی کی بات ہے کہ اس تقریب کے منتظمین نے آج کی کارروائی کی صدارت کی ایک ہندو کو دعوت دی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باوجود بیرونی اختلافات اور غیر ضروری فسادات کے خیالات کی مشابہت اور مسلک کا اتحاد و اشتراک موجود ہے۔ آپ نے امید ظاہر فرمائی کہ اس کے عظیم الشان مجمع نے جو میرے سامنے ہے یہ محسوس کر لیا ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ اپنے اندر اس اتحاد کو قائم رکھے گا۔ یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ ہندوستان میں تمام مذاہب اور عقائد کی بڑی شاندار رہبرانی کی گئی ہے۔ ہندو اور مسلمان صدہا عبادت کرتے ہوئے ایک ساتھ خوشی خوشی رہتے چلے آ رہے ہیں۔ نصرانیوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اس عظیم الشان ملک میں ویدوں کا مابعد الطبیعی فلسفہ اسلام کے بے حد حقیقی اور عملی فلسفہ کے پہلو بہ پہلو زندہ چلا آتا ہے۔ جیسے مسیح علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ

"میرے باپ کے گھر میں بہت سے قصور ہیں"

اسی طرح انسان کے دل میں بھی بہت سے محل ہیں۔ کبھی تو دل میں مابعد الطبیعیات کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور کبھی اسکو ایک راست اور والہانہ اپیل کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کو یہ راست اپیل اسلام سے ملی ہے۔

تعلیمات اسلام

اسلام کی عام تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے مقرر نے کہا کہ یہ مذہب مرضی الٰہی کی کامل اتباع پر بہت زور دیتا ہے۔ تمام بیرونی اعمال اسی رضا جوئی و اتباع کی خارجی نشانیاں اور علامتیں ہیں اگر کوئی ایک لفظ ان کے بیرونی اعمال کی حقیقت کو ظاہر کر سکتا ہے تو وہ جمہوریت ہے نماز جو ان پر فرض کی گئی ہے۔ وہ اپنے اپنے گھروں میں یا جماعتوں کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ نماز باجماعت میں چھوٹے بڑے یا امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں ہے یہ سب خدا کی نظر میں یکساں ہیں۔ مسلمان کا دوسرا فرض فریضہ خیرات (زکوٰۃ) دینا ہے۔ یہ ہر اس مسلمان کا جو ایک خاص نصاب سے زیادہ روپیہ کماتا ہو۔ فرض ہے کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ خیرات میں دے اور کسی کی مربیت کی شان سے نہیں۔ بلکہ نوع انسانی کی خصوصیت اور اس ضرورت یا فرض کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اپنے ہی جیسے انسانوں کی مدد کرنی چاہئے۔ تیسرا فریضہ روزہ ہے۔ ان دنوں میں امیر غریب مساوات۔ ریاضت اور روحانی تربیت میں باہم یکجا ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ روزہ کو روحانی تربیت خیال کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کا آخری فرض یہ ہے کہ وہ کعبہ کا حج کرے۔

ان دنوں میں اس مذہب کی قدر و قیمت نہایت عظیم الشان اور حیرت انگیز ہو جاتی ہے۔ لوگ سیاسی جمہوریتوں کی گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ مگر پیغمبر صاحب نے اس کے ذریعہ ایک عظیم تر اور مفید تر جمہوریت پیدا کر دی ہے۔ اس رہنمائی ارتقا کے ساتھ اسلام نے بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ اور اگر اب بھی اعتقاد کو قوم میں راسخ کیا جائے۔ تو اس سے اور بڑے بڑے کام انجام پا سکتے ہیں۔

اسلام کے متعلق غلط فہمی

اسلام کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں تک غیر مسلموں اور مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ خود مسلمانوں نے اپنا وقار اپنا اعتقاد اور اپنا مذہبی جوش کھو دیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ ان چیزوں کی دوبارہ تلاش کریں۔ غیر مسلموں کے بعض جماعتوں کی تعریف اور قوانین ازدواج کے متعلق ہیں۔ ان میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ اکثر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام بہت زیادہ فیروزادانہ مذہب ہے مگر یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ خود پیغمبر صاحب (صلعم) نے یہ فرمایا ہے کہ آپ بھی کی وحی سب سے پہلی وحی نہیں ہے۔ آپ خود [illegible]

"اسلام تمہیں اس طرح دیا گیا ہے جس طرح کہ تم سے اگلوں کو دیا گیا تھا"

پس پیغمبر صاحب (صلعم) نے جس مذہب کی اشاعت کی ہے۔ اس میں ناروا داری کو مقام نہیں ہے۔ بعد میں اس میں بھدے پیدا ہو گئے ہیں۔ مگر ہمیں دور کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے پیغمبر کا مطلب صاف صاف سمجھیں اور خود بھی زندہ رہیں اور دوسرے مذاہب کو بھی زندہ رہنے دیں۔ اسلام ایک حیرت ناک مذہب ہے۔ اس نے بڑے بڑے مفید کام انجام دیئے ہیں۔ کون اس کے خوبصورت فنون صنائع اور عمارتوں کو بھول سکتا ہے۔ کون ان کے ان بڑے بڑے بادشاہوں کو بھلا سکتا ہے۔ جیسے کہ ہندوستان میں اکبر تھا۔ بقول ایک بڑے سیاسی لیڈر کے گنگا اور جمنا کی طرح دو مختلف ایمان کے ساتھ جو ایک ہی سمندر میں جا گرتے ہیں۔ ہم ایک ہی آخرت کی طرف جا رہے ہیں۔

اس مقولہ کا ذکر کرنے کے بعد مسٹر سی پی راما سوامی ایار نے ان الفاظ پر اپنا کلام ختم کیا کہ ہمیں چاہئے کہ ایک دوسرے کے مذاہب اور پیغمبروں کا احترام کریں۔ اور عزت و احترام کے اس رشتہ کے ذریعہ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ وہ علو [illegible]

خاتم النبیین کون ہے حضرت مسیح یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

ایک مولوی صاحب کی حرکت مذبوحی

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

(۵)

مسیح کے معجزات اور مولانا کا غلط استدلال

(۳) اب مسیح کے معجزات کو لیجئے۔ میں نے جو معجزات مسیح پر اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم کو کیوں نہ دلیسے عظیم الشان معجزے دیئے گئے جیسے حضرت مسیح کو دیئے گئے تھے۔ تو تمہا ہو ہو اکر گالیاں ۔ ۔ ے والا کر مولانا یہ جواب دیتے ہیں کہ "معجزہ فعل خداوندی ہے۔ جس کے کرنے سے مخلوق عادۃ من حیث الاسباب عاجز ہو۔ وہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے بطریقہ اعجاز نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ نبی کو اس میں کچھ دخل نہیں" معجزہ کی اس تعریف سے مجھے لفظاً لفظاً اتفاق ہے مگر مولانا اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی معجزہ کی عظمت نبی کی عظمت پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کا فعل نہیں بلکہ خدا کا فعل ہے۔ لیکن مولانا کا یہ نتیجہ غلط ہے اصل یہ ہے کہ معجزہ کا ظہور نبی کے ہاتھ پر اس غرض کے لئے ہوتا ہے کہ جو کتاب اور شریعت وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اس کے منجانب اللہ ہونے پر وہ ایک دلیل ہو۔ جتنی بڑی عظیم الشان شریعت اور ہدایت کا ظہور دنیا میں ہونے والا ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق اعلےٰ استعداد اور قابلیت اور بزرگی اور قرب کا وارث انسان منتخب کیا جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق خدا کی تائیدات اور نصرتیں جنھیں معجزہ کہا جاتا ہے اس نبی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ خدائے علیم وحکیم کا کوئی فعل بلاحق وحکمت اٹکل پچو طریق پر نہیں ہوتا ایک نبی ایک گاؤں میں کسی ایک رسم ورواج کی اصلاح کے لئے آتا ہے دوسرا ایک ملک کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ ایک نبی ساری . . . . . شریعت لاتا ہے۔ دوسرا محض اس میں کسیقدر ترمیم وتنسیخ کرتا ہے۔ ایک نبی کسی خاص قوم اور خاص زمانہ کے لئے مختص تعلیم لاتا ہے۔ دوسرا تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے شریعت لاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان امور کے فرق مراتب کے مطابق مختلف استعداد وقابلیت قرب وفضیلت کے انسان منتخب ہوں گے۔ جتنا بڑا کام ہوگا اسی کے مطابق مقرب الٰہی اور عظیم الشان انسان منتخب ہوگا۔ اور اسی کے مطابق روحانی قوتوں اور خدا کی نصرتوں اور تائیدات کا ظہور اس انسان کے ہاتھ پر ہوگا تاکہ اس پیغام الٰہی پر لوگوں کو یقین پیدا ہو۔ خدا کا یہ فعل نہیں ہوسکتا کہ مختص القوم اور مختص الزمان چند ہدایات کے نزول پر تو ایسے عظیم الشان نشانات اور معجزات کا اظہار کرے۔ کہ اس انسان میں خدائی صفات کا گمان ہونے لگے۔ جیسا کہ مولانا کے عقائد کے مطابق حضرت عیسٰی کے معاملہ میں کیا اور جب تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے محمد رسول اللہ صلعم پر ہدایت نازل فرمائی جس کا ماننا تمام دنیا اور تمام زمانوں کے ہر فرد بشر کے لئے ضروری تھا۔ تو وہاں ان معجزات میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی لائی ہوئی ہدایت تو تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے تھی اس کے منوانے کے لئے تو بڑے بڑے عظیم الشان نشانوں اور معجزات کی ضرورت تھی۔ مگر یہ کیا تماشہ ہے کہ اس کے لئے مؤیدات اور معجزات اس کا عشر عشیر بھی نہیں جتنا بزعم مولانا حضرت مسیح کو دیئے گئے جو محض بنی اسرائیل کی قوم کے لئے کچھ عرصہ کے واسطے چند باتوں میں اصلاح کرنے آئے تھے۔

معجزہ کی عظمت نبی کی عظمت ہے

پس یہ غلط ہے کہ معجزہ کی عظمت نبی کی عظمت پر کوئی دلیل نہیں معجزہ یقیناً خدا کا فعل ہے۔ مگر خدا کا فعل اسی نسبت سے ظہور میں آتا ہے جس شان کا نبی اور جس شان کی ہدایت یعنی کتاب الٰہی ہو۔ خدا کا فعل بغیر غرض وحکمت کے نہیں ہوتا۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے۔ جس قدر ضروری اور جس قدر عظمت وشان کی کتاب ہوگی۔ اسی عظمت وشان کا نبی ہوگا۔ اور اسی عظمت وشان کے نشانات اور معجزات اس نبی اور کتاب کی تائید میں ظاہر ہوں گے۔ پس جو لوگ مسیح کے معجزات کو آنحضرت صلعم کے معجزات پر فضیلت دیتے ہیں۔ وہ دوسرے لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے ان کی اور ان کی لائی ہوئی ہدایت انجیل کی آنحضرت صلعم اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت یعنی قرآن سے زیادہ نصرت وتائید کی۔ اور اس سے بڑھ کر آنحضرت صلعم اور قرآن کی ہتک نہیں ہوسکتی۔ جسکے مرتکب مولانا دیوبندی صاحب اور ان کے ہم مشرب ہوئے ہیں۔

میں نے جو کہا تھا کہ کسی نبی کو خدا کی صفات دینا شرک فی الصفات ہے اس پر مولانا بہت خفا ہوئے ہیں اور اپنے ساتھ تمام صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین کو بیچ میں گھسیٹ لاتے ہیں کہ کیا وہ سب مشرک تھے؟ (نعوذ باللہ) پھر فرماتے ہیں کہ کسی کی دعا سے کوئی شخص شفا پا جانے میں کیا شرک ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں مولانا نے دو امور پیش کئے ہیں اول تو یہ کہ حضرت عیسٰی میں خدائی صفات جب تمام صحابہ اور سلف صالحین مانتے چلے آئے ہیں تو کیا وہ مشرک تھے؟ اور دوم یہ کہ کسی کی دعا سے کسی مریض کا شفا پا جانا شرک نہیں ہوسکتا۔

مولانا کا ادعائے باطل

اب میں پہلی شق کو لیتا ہوں مولانا کا ادعائے باطل یہ ہے کہ تمام صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین ومحدثین کل کے کل مسیح میں اسی طرح خدائی صفات مانتے چلے آئے ہیں جس طرح مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی مدظلہ مانتے ہیں۔ یہ غلط ہے اور قطعاً غلط ہے۔ کیا مولانا مرتضیٰ حسن ان صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور محدثین کی فہرست اور ان کے اقوال پیش کرسکتے ہیں جنھوں نے مانا ہے کہ مسیح میں خلق طیر اور احیائے موتےٰ اور شفا بخشنے اور غیب دانی کی صفات اسی رنگ میں تھیں جس رنگ میں خدا میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی سچ مچ پرندے پیدا کر دینے حقیقی مردے زندہ کردینے۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشنا اور غیب دانی وغیرہ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سوائے چند مفسرین کے اور ان کی تفسیروں میں بعض بے سروپا بے سند نقل شدہ اقوال کے وہ کوئی مستند آرا تمام صحابہ اور تمام تابعین اور تمام تبع تابعین یا تمام مجتہدین ومحدثین کی قطعاً قطعاً پیش نہیں کرسکتے جیسا کہ انہوں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر دعوے کردیا ہے۔ تفسیروں میں چند بے سند اقوال کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ہر ایک شخص جس نے تفسیروں کا مطالعہ کیا ہوگا جانتا ہے کہ اکثر مفسرین نے تفسیر لکھتے وقت یہ کوشش کی ہے کہ جس قدر رطب ویابس معقول غیر معقول مستند اور غیر مستند باتیں مل سکیں سب جمع کردیں۔ اور ان میں اس قدر متضاد اور ایک دوسرے کے مخالف اقوال جمع شدہ پائے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کا دماغ مختل ہو جاتا ہے۔ کہ کسے مانے اور کسے نہ مانے۔ پس ایک محقق کے نزدیک قرآن کی آیات محکمات کے سامنے ان بے سروپا اقوال کی کوئی حقیقت نہیں ہوسکتی۔ جن کے لئے ہمارے پاس کوئی سند نہیں کہ جس بزرگ کی طرف وہ منسوب ہیں آیا انہوں نے کہا بھی تھا یا نہیں ان تفسیروں کے غیر مستند اقوال پر مولانا کا اتنا عظیم الشان دعویٰ کردینا کہ تمام صحابہ تمام ائمہ تمام علماء سلف کا یہی مذہب تھا جو دیوبندیوں کا ہے۔ کہ مسیح میں خدائی صفات تھیں حد درجہ کی غلط بیانی ہے ان لوگوں کا دامن اس سے پاک ہے۔ وہ نہ ان جھگڑوں میں پڑے نہ انہیں اس کی ضرورت تھی۔ البتہ مفسرین کو تفسیر کرتے وقت ضرورت پیش آئی تو انہوں نے ہر قسم کا رطب ویابس جمع کردینے پر ہی بس کیا۔ غالباً ان کا یہ خیال ہوگا کہ آنے والی نسلیں ان اقوال میں سے تحقیقات کرکے خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گی۔ ان بیچاروں کو کیا پتہ تھا کہ آنے والے ملا صرف بدھو ہی آئیں گے۔ جو تقلید کورانہ کے شیدائی اور حق پرستی اور تحقیق سے کوسوں دور رہیں گے۔

مسیح میں خدائی صفات کی تاویل

اور یہ بھی غلط ہے کہ مفسرین مسیح میں خلق طیر اور احیائے موتےٰ وغیرہ وغیرہ کی خدائی صفات مانتے تھے۔ وہ اس مشکل کو سمجھتے تھے اور اسی لئے ان باتوں کی مختلف تاویلیں کرتے تھے۔ مثلاً بعض نے خلق طیر کو اس طرح مانا کہ وہ پرندے خدا کے بنائے ہوئے پرندوں کی طرح جیتے جاگتے نہ تھے بلکہ مٹی کے پرندوں میں حضرت مسیح کی پھونک سے ایک قسم کی قوت پرواز پیدا ہو جاتی تھی اور وہ نظروں سے غائب ہو کر زمین پر گر پڑتے تھے۔ یہ تاویل صحیح ہو یا غلط عمدہ ہو یا رکیک ہو اس سے غرض نہیں۔ لیکن کوئی عقلمند اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ مفسرین نے یہ تاویل اس لئے کی کہ تا خدائی صفت خلق طیر کی مسیح میں نہ مانی جائے۔ جو شرک ہے۔ اور اسی لئے اس کی کوئی ایسی تاویل کرنی پڑی کہ جس سے خدا کے خلق میں اور مسیح کے خلق میں کچھ فرق اور امتیاز ہو جائے۔ پس جب ان مفسرین کو تاویل کرنے کا حق تھا تو ہم کو کیوں حق نہیں۔ اگر ہم کوئی ایسی تاویل کریں جو قرآن کریم کی دوسری آیات محکمات سے مؤید بھی ہو اور اس سے شرک فی الصفات کا احتمال بکلی دور ہو جائے۔ تو ہم کیوں مورد عتاب سمجھے جائیں۔ اسی قسم کے معجزات کی ہر ایک معقول مفسر نے شرک فی الصفات سے بچنے کے لئے تاویل کی ہے۔ وہ تاویل اگر غلط ہے تو ہوا کرے۔ بہرحال انہوں نے تاویل کی پس تاویل یعنی تاویل کرنے والے پر شرک کا فتوے نہیں لگ سکتا۔ مشرک کا فتوے صرف اس پر لگ سکتا ہے جو مسیح میں خدائی صفت خلق طیر کو مانتا ہے۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں کرتا۔ کبھی کہتا ہے کہ چمگادڑیں مسیح کی بنائی ہوئی ہیں کبھی کہتا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے پرندے خدا کے بنائے ہوئے پرندوں میں رل مل گئے ہیں۔ یا اسی قسم کے تھے جیسے خدا کے پیدا کردہ پرندے ہیں۔ لیکن جو شخص تاویل کرتا ہے خواہ وہ کسی رنگ میں کرتا ہے۔ وہ مشرک نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے کوشش کرتا ہے کہ شرک فی الصفات کے ارتکاب سے بچ جائے پس کسی عقیدہ کے ماؤل پر وہ فتوے نہیں لگ سکتا۔ جو عقیدہ کو اپنی اصلی شکل میں ماننے والے پر لگتا ہے۔ یہ تو علمائے امت کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ معلوم نہیں مولانا مدظلہ اپنے ہی اس مسلمہ اصول کو کس طرح بھول گئے ہیں؟

غازی امان اللہ خاں کے مشاغل

مشہد (ایران) کے مشہور اخبار "مہر منیر" کے جو تازہ پرچے ہمیں موصول ہوئے ہیں ان میں سے ایک پرچے میں ترکی اخبار "وقت" کے حوالے سے غازی امان اللہ خاں کے حالات درج کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ترکی میں غازی موصوف کس طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ جریدہ "وقت" لکھتا ہے کہ غازی امان اللہ خاں اکثر وقت عبادت اور ذکر باری تعالیٰ میں گزارتے ہیں۔ صبح کے وقت عرصہ تک تسبیح وتہلیل اور اوراد وادعیہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اوراد کے دوران میں روتے ہیں۔ عبادت سے فارغ ہو کر اپنے مکان کے باغ میں چہل قدمی فرماتے ہیں۔ انہیں بچہ سقہ کے جاسوسوں سے اپنی جان کا خوف ہے۔ چہل قدمی سے فارغ ہو کر اخبارات کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ افغانستان کے حالات کا خاص توجہ سے مطالعہ کرتے ہیں۔ غازی موصوف کی طرف سے پشاور میں ایک رپورٹر مقرر ہے جو صرف خبریں بھیجتا ہے۔ علے الخصوص افغانستان کی خبریں اس کی طرف سے روزانہ ایک تار لازمی طور پر پہنچ جاتا ہے۔ ہر ہفتہ ایک مفصل خط آتا ہے۔ یہ خط ڈاک کے ذریعہ سے نہیں آتے۔ بلکہ خاص آدمی ان کے لانے پر مامور ہیں۔ جس روز مفصل رپورٹ آتی ہے غازی موصوف سارا دن اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔ کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ غازی موصوف کی صحت میں نمایاں تغیر ہو گیا ہے۔ سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ چہرہ پر شکنیں پڑ گئی ہیں۔ یہی حالت ان کے ساتھیوں کی ہے۔ ساتھیوں میں سے بھی اکثر قرآن کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ غازی موصوف دوران قرأت میں افغانوں کی جہالت پر روتے ہیں۔ ابھی تک وہ افغانستان واپس جانے سے مایوس نہیں ہوئے۔ ان کا خیال ہے کہ جب تک انہیں افغانستان نہیں بلایا جائے گا۔ امن نہیں ہوگا۔ ان کی رائے میں جب افغان خانہ جنگی سے تنگ کر چور ہو جائیں گے تو انہیں بلائیں گے۔ بعض پارٹیوں نے شہزادہ رحمت اللہ خاں (پسر امان اللہ خاں) کو افغانستان آنے کی دعوت دی ہے غازی امان اللہ نے منع کیا تھا

ارشاد حضرت مسیح موعودؑ

قابل توجہ برادران جماعت

تبلیغ و اشاعت اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے جماعت احمدیہ میں کئی قسم کے چندے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً تحریکیں ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں احباب کو حصہ لینا پڑتا ہے۔ لیکن ایک چندہ ایسا ہے۔ جو ہر ایک احمدی کو خواہ امیر ہو یا غریب۔ حسب استطاعت ماہوار ادا کرنا لازمی ہے۔ جس کا نام "ماہوار چندہ" ہے۔ دیگر تمام چندے وقتی ہیں۔ جو اس ضرورت پر جس کے لئے وہ چندہ کیا جاتا ہے۔ صرف ہوتے ہیں۔ لیکن ماہوار چندہ سلسلہ کی مستقل اور دائمی ضروریات پر جو اشاعت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ صرف ہوتا رہتا ہے۔ اور اس پر سلسلہ کا قیام ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ہر ایک شخص جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے اشاعت اسلام و تبلیغ سلسلہ کے لئے حسب استطاعت ماہوار چندہ دے۔ خواہ ایک دھیلا ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے حضرت نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اور چونکہ اس کے بغیر سلسلہ کا قیام نہیں رہ سکتا۔ اور وہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جس کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا۔ اس لئے آپ نے حکم دیا۔ کہ جو شخص باوجود اس قدر سہولت کے متواتر تین ماہ تک ماہوار چندہ ادا نہ کرے۔ اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں

ایک نابینا شخص

حافظ معین الدین عرف حافظ مانا رہا کرتا تھا۔ اسے خیرات کے طور پر کوئی پیسے دے جاتا۔ تو اسی حکم کے ماتحت اس میں سے حضرت صاحب کو اور اس کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب کو بڑے اخلاص سے چندہ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت خوشی سے اسے قبول فرماتے تھے۔ مگر مجھے علم ہے۔ کہ ہماری جماعت کے بہت سے احباب ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی تعمیل نہیں کرتے۔ اکثر ایسے لوگ ہیں۔ کہ خدا نے ان کو بہت کچھ دیا ہے۔ مگر محض غفلت سے ضروریات سلسلہ کے لئے دل میں درد و احساس نہیں۔ اور بعض تنگدستی کا عذر کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا گیا۔ کہ اس تنگدستی میں بھی حسب توفیق پیسہ روپیہ چندہ دیا جا سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ احکام کی تعمیل اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔ نہ کسی کے بہت یا تھوڑے مال کو۔ تو کہتے ہیں۔ کہ تھوڑا چندہ دیتے شرم آتی ہے۔ جب زیادہ کی توفیق ہوگی۔ تو دیں گے۔ تھوڑے سے بنتا ہی کیا ہے

اول الذکر اصحاب سے تو میری یہ

گذارش

ہے۔ کہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ صادق مسلمان بننے کے لئے ایک وقت ہجرت لازمی تھی۔ ایسے ہی اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام اور احمدیت کیواسطے دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ صادق مسلمان اور احمدی کہلانے کے لئے مال کا خرچ کرنا لازمی قرار دیا ہے۔ سو جب آپ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے ہیں۔ اور اس نعمت سے مشرف ہوئے ہیں۔ جس کے لئے امت مرحومہ کے بہت سے لوگ ترستے گذر گئے۔ اور خود نبی کریم صلعم نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو کوئی اس کا زمانہ پائے۔ میرا سلام اسے پہنچائے۔ پس اگر آپ کا تعلق حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت سے ہے۔ اور ان کے حکم کی کوئی عزت دل میں ہے۔

تو آپ اس نعمت کی قدر کریں۔ اور ان کے مشن اور مدعا کو پورا کرنے کے لئے حسب استطاعت باقاعدہ ہر ماہ مالی امداد دیں۔ موخر الذکر اصحاب سے میری یہ عرض ہے۔ کہ جب آپ تنگی ترشی میں جس طرح سے بھی بن پڑے۔ اپنے دوسرے اخراجات چلاتے ہیں۔ تو تھوڑا سا خدا کے لئے بھی شرح صدر سے خرچ کریں۔ تنگی کے وقت یہ تھوڑا سا خرچ خدا کے رستے میں خوشحالی میں زیادہ دینے سے بہت افضل ہے۔ جب اسلام غربت کی حالت میں تھا۔ تو صحابہ کرام دن بھر مزدوری کر کے مٹھی بھر جو خدا کے لئے نبی کریم صلعم کے حوالہ کیا کرتے تھے۔ اور اس میں اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ منافقین اس پر طعن دیتے تھے۔ کہ تمہارے

مٹھی بھر جو

سے کیا بنتا ہے۔ اور بعض ملا ار صحابی زیادہ مال بھی دینے والے تھے جن کو منافقین ریاکار کہتے تھے۔ مگر خدا کے نزدیک وہ اخلاص سے بھری مٹھی جو کی بعد میں فتوحات اور اسلام کی خوشحالی کے زمانہ میں اُحد پہاڑ کے برابر سونا دینے سے زیادہ مرتبہ رکھتی تھی۔ یہی حال اس وقت ہماری جماعت کا ہے۔ وہ غربت کی حالت میں ہے ہر احمدی کو تھوڑا بہت چندہ ضرور دینا چاہیئے۔ یہ بات کہ کچھ لوگ کام کریں اور باقی خاموش دیکھتے رہیں۔ درست نہیں۔ کیونکہ یہ چند لوگوں کا کام نہیں بلکہ ساری جماعت کا ہے۔ اگر ہر ایک وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ سے اپنا دامن وابستہ سمجھتا ہے۔ تھوڑے سے تھوڑا چندہ بھی اپنے اوپر فرض کرے۔ اور وہ باقاعدہ ماہوار چندہ ادا کرے۔ تو بہت مال جمع ہو کر جماعت کی ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔ میں بھی اس بات کا اعادہ کرتا ہوں۔ کہ اگر تھوڑا چندہ دینے سے بے عزتی ہے۔ تو کیا بالکل نہ دینے سے بے عزتی نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں تو وارد ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ صحابہ کی تعریف میں آیا ہے۔ یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ باوجود محتاج ہونے کے خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو مقدم کرتے ہیں۔ پھر آتا ہے۔ وینفقون فی السراء والضراء و حین الباس۔ خوشی تنگی اور مقابلہ کے وقت بھی خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اگر انسان اس بات پر ایمان رکھے۔ تو تنگی دور ہونے کا علاج یہی ہے کہ تنگی کے وقت خدا کے رستے میں خرچ کرے۔ اور نبی کریم صلعم علانیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے سے

انسان مفلس نہیں ہوتا

اور حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں۔ ؎

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

وہ کیا بات تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب کہلائے یہی کہ جب خدا کے راہ میں مال دینے کی تحریک ہوئی۔ تو سارے کا سارا اٹھا لائے۔ باقی سب صحابہ آپ سے پیچھے رہے۔ پھر وہ کیا بات تھی۔ کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے آخرین منھم میں سب سے زیادہ رتبہ پایا۔ اس کی وجہ ان کے دل میں اسی قسم کی تڑپ اور جذبہ تھا۔ جو وہ اسلام کے لئے رکھتے تھے۔ چنانچہ ذیل کا خط ملاحظہ فرمائیں۔ جو انہوں نے اس زمانہ میں جبکہ سلسلہ کی مالی حالت ناقابل اطمینان تھی حضرت مسیح موعود کے خدمت میں لکھا۔

"مولانا مرشدنا۔ امامنا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

عالی جناب میری دعا یہ ہے۔ کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر ہوں۔ اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا۔ وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو۔ تو میں نوکری سے استعفا دے دوں (واضح نوں آپ مہاراجہ جموں کے دربار میں شاہی طبیب تھے) اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو۔ تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں۔ اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں۔ اور اسی راہ میں جان دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے۔ میرا نہیں۔ آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں۔ کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے۔ تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین احمدیہ کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں۔ تو مجھے اجازت فرمائیں کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں۔ کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشا ہے۔ کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ مجھ پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو۔ وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

جس درد دلی اور اخلاص سے خط لکھا گیا۔ اس کا پتہ اس امر سے لگ جاتا ہے۔ کہ خداوند کریم نے مولوی صاحب کی

تمام مرادیں

پوری کردیں۔ ہر وقت حضور کی خدمت میں حاضر رہنے اور امام زمان کی بعثت کے اغراض و مطالب حاصل کرنے کی سعادت سے حصہ وافر ملا۔ اپنے تمام گھر باہر اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں دھونی رما بیٹھے۔ اور مرتے دم تک لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے رہے۔ اور بالآخر اسی راہ میں جان دیدی۔ وہ واقعی حضرت کی راہ میں قربانی کا زندہ مجسمہ تھے۔ اور حضرت کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھتے تھے اپنا کچھ نہ رکھا۔ حتیٰ کہ اپنی اراضی اور مکان دین حق کے لئے سلسلہ کے حوالہ کردیئے۔ اور کبھی سمجھا۔ نہ ابھی کچھ نہیں کیا۔ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا۔ کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو صدیقوں کی موت نصیب فرمائی جس پر آپ کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ پس جو لوگ حسب ارشاد حضرت مسیح موعود ماہوار چندہ ادا نہیں کرتے۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ اس وقت کو غنیمت سمجھیں۔ اور خدمت اسلام بجا لاکر رضاء الٰہی حاصل کریں۔

خاکسار

محمد نصیب دفتر تحصیل احمدیہ بلڈنگس لاہور

بقیہ مضمون صفحہ ۳

دل کی لوح سے کبھی نہیں مٹے گا۔ مثلاً جغرافیہ کی پڑھائی میں جب استاد نو عمر طلبا کو جزیرہ یا پہاڑ کا مفہوم سمجھانا چاہتا ہے تو وہ اپنی کوشش میں ناکام رہتا ہے اس لئے کہ جب خود استاد کو جزیرہ اور پہاڑ کی جغرافیائی حیثیت بچشم خود دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ تو وہ بچہ کو اس کا مفہوم کیسے ذہن نشین کرا سکتا ہے۔ مگر سینما کے تعلیمی فلم نہ صرف بچے کے لئے نہایت دلچسپ ہوں گے بلکہ وہ گھر بیٹھے صرف اتنا بتا دیکھ سکے کہ "یہ جزیرہ ہے۔ یہ پہاڑ ہے۔ یہ جھیل ہے یا دریا ہے" اس سبق کو نہایت آسانی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے یاد رکھے گا جبکہ الفاظ کو وہ طوطے کی طرح سر ہلا ہلا کر از بر یاد کرتا ہے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے ذہن سے اتر جاتے ہیں۔

جنگ عظیم کے دوران میں جب میرا کاروبار کلکتہ میں تھا تو میں اپنے کام سے فارغ ہو کر روزانہ پانچ بجے شام کو سینما دیکھنے جایا کرتا تھا میرے لئے یہ پہلا موقعہ تھا۔ میں نے غیر معمولی دلچسپی اور شوق کے ساتھ جنگ کی فلمیں دیکھیں۔ میں نے آبدوز کشتی کا نام تو سنا ہوا تھا لیکن اب آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک عجیب قسم کی کشتی کا بالائی حصہ کس طرح سمندر کے گہرے پانی سے نکلا اور کس طرح دشمن کے ایک جہاز کو دیکھ کر وہ دفعتاً پانی میں غایب ہو گیا۔ سینما کے صدقہ میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح ہوائی جہاز زمین سے اٹھتے ہیں۔ اور کس طرح وہ جہازوں پر بم کے گولے پھینکتے ہیں۔ ہمیں دکھایا گیا کہ کس طرح بم کے خوفناک گولے زمین میں غار پیدا کرتے ہیں اور مختلف حکومتوں کے سپاہی اپنے خندقوں میں فوجی فرائض بجا لاتے ہیں۔ غرضیکہ سینما نے ہمیں وہ وہ چیزیں دکھائیں جو ہمارے فہم و ادراک سے بالا تر تھیں۔ لیکن آج کل کوئی ایسی فلم نہیں۔ جس کا کوئی نہ کوئی حصہ مشرقی اخلاق اور شرم و حیا کے آداب کے نقطہ خیال سے قابل اعتراض نہ ہو۔ یورپ میں اظہار محبت کے لئے نیم عریانی کی حالت میں جو حرکتیں علانیہ جائز سمجھی جاتی ہیں وہ ہندوستانی تہذیب کے معیار سے قابل نفریں ہیں۔ خیال کیجئے کہ جو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسی فلموں کو دیکھتی ہیں۔ وہ ان کے حیا سوز اثرات سے کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم روپیہ اور وقت خرچ کر کے ایک ایسی برائی مول لیتے ہیں جو ہمارے اخلاقی اور روحانی قوا کے لئے برق خاطف کا حکم رکھتی ہے۔

ناظر [illegible]

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پندرھویں سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد

جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہؤا۔ لاہور کے احمدی اور غیراز جماعت مسلمانوں کے علاوہ بیرونجات یعنی پنجاب اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے کثیر التعداد احمدی اصحاب تشریف لائے ہوئے تھے۔ جن سب کی رہائش اور خورد و نوش کا اہتمام کارکنان انجمن اور ممبران جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھوں میں تھا۔ جن سب کی ہمت و مستعدی قابل داد ہے۔

پروگرام جلسہ میں امسال عام تقاریر کے علاوہ قومی اصلاح کے عملی پہلوؤں کو بھی ملحوظ رکھا گیا۔ اور جلسہ کے ہر سہ ایام میں ایک ایک اجلاس ایسے امور پر غور و بحث کے لئے مخصوص رکھا گیا تھا۔ جو قومی اصلاح سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً جماعت کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کی تجاویز۔ ہماری آئندہ نسل اور اصلاح رسوم وغیرہ ان امور کے علاوہ احمدیہ کانفرنس بھی جس کی مفصل روئداد آگے چل کر درج ہوگی۔ بہت سے اہم قومی امور بحث میں لائے گئے۔ ہر سہ ایام جلسہ کی مختصر روئداد قارئین کرام کی اطلاع کے لئے ذیل میں دی جاتی ہے پوری تقاریر اور بعض دیگر اہم امور کی تفصیل کسی آئندہ نمبر میں جو خاص اسی موضوع سے متعلق ہوگا۔ اور جلسہ نمبر کے نام سے شائع کیا جائے گا درج ہوگی۔ انشاء اللہ

۲۴ دسمبر ۱۹۲۸ء کی کارروائی

پہلا اجلاس

۲۴ دسمبر کو پہلا اجلاس قریباً ۱۰ بجے زیر صدارت خان صاحب میاں غلام رسول خان صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس شروع ہؤا۔ اس اجلاس میں زیر بحث امر یہ تھا کہ احمدی قوم کے باہمی تعلقات کو زیادہ بہتر اور مضبوط کیونکر بنایا جائے۔ مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے اس موضوع پر افتتاحی تقریر فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ سے اس بات کو واضح کیا کہ آپ نے اعلیٰ و ادنیٰ چھوٹے اور بڑے کے امتیازات کو اُڑا کر مساوات اور اخوت کا عملی نمونہ قائم کیا۔ ان کے بعد متعدد اصحاب نے تقاریر کیں اور احمدی قوم کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کی عملی تدابیر بتائیں۔ مثلاً یہ کہ باہم رشتے ناطے ہوں۔ تمام افراد غریب اور امیر ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوں۔ عورتوں کی مجالس میں لباس اور زیورات کی نمائش کو اُڑا کر سادگی پیدا کی جائے۔ جماعت کو ترقی دینے کے لئے زبردست کوشش کی جائے۔ ہر جگہ کی جماعت میں درس قرآن کریم جاری ہوں۔ عورتوں اور بچوں کو مذہبی اور دینی تعلیم دی جائے۔ احمدی قوم سے ذات پات کے امتیازات اور ناموں سے پہلے ذاتی القاب کو اُڑا دیا جائے۔ تمام احمدی اصحاب کی ایک ڈائرکٹری بنائی جائے۔ مقررین میں مولانا مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے۔ خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح۔ چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جموں۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مسٹر کے اے خان۔ اور مولوی عصمت اللہ صاحب تھے۔ آخر میں صاحب صدر نے اختتامی تقریر فرماتے ہوئے تمام تقاریر اور تجاویز کا خلاصہ بیان فرمایا اور اس بات پر زور دیا کہ تعلقات کی کمزوری محض اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے آپ کو کامیاب سمجھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں زیادہ مستعدی سے کام کرنا چاہیئے۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس بعد دوپہر زیر صدارت شیخ نیاز احمد صاحب تاجر منعقد ہؤا۔ سب سے پہلے جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنی تصنیف شاہنامہ اسلام کے متعدد حصص اپنے مخصوص انداز میں سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ ان کے بعد چوہدری مہاول بخش صاحب نے "ہمارے لٹریچر دینی اختلافات" پر ایک بسیط تقریر فرمائی۔ اور پھر سید مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری نے اس موضوع پر تقریر کی کرامت محمدیہ بدلالت قائم مقام نبوت ہے۔ میر صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے متعدد حوالجات سے اس بات کو ثابت کیا کہ اولیاء اللہ انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔ اور یہی حضرت مسیح موعود جناب میرزا غلام احمد

آخر میں حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے ضرورت مذہب اور روحانی زندگی پر تقریر فرمائی اور انبیائے کرام اور مصلحین مذاہب کی مثالوں سے اس حقیقت کو ثابت کیا کہ صرف مذہب ہی ایک چیز ہے جو دنیا میں نیکی اور راستبازی کو قائم رکھتی اور تہذیب و تمدن کو پھیلاتی ہے۔ مذہب اگر نہ ہو تو دنیا پر جہالت اور وحشت کا دور دورہ ہو جائے۔ حضرت مولانا کی اس تقریر پر آج کی کارروائی ختم ہوئی۔

۲۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کی کارروائی

پہلا اجلاس

۲۵ دسمبر کو پہلا اجلاس صبح ۱۰ بجے زیر صدارت جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام شروع ہؤا۔ خواجہ صاحب نے کارروائی شروع کرتے ہوئے اس بات کا شکریہ ادا کیا کہ ایک مردہ سے خدا تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ اور صحت کامل کے لئے دعا کرائی۔ اس کے بعد حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات نے آج کے زیر بحث مضمون "ہماری آئندہ نسل" پر افتتاحی تقریر کی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ نوجوانوں کی اصلاح گھروں سے شروع ہونی چاہیئے۔ گھروں میں مذہبی زندگی پیدا کرنی چاہیئے۔ اور نماز روزہ کا انہیں عامل بنانے کے علاوہ اس کی ضرورت بھی نوجوانوں کے ذہن نشین کرانا چاہیئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مادیت کی بڑھتی ہوئی رو کو روکنے کے لئے احمدی نوجوان ہی کام آسکتے ہیں۔ اور ان کو اس کام کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔ حافظ صاحب کے بعد مختلف اصحاب نے نوجوانوں کو سرگرم عمل بنانے کے لئے کئی ایک تجاویز پیش کیں۔ مثلاً یہ کہ مروجہ تعلیم سے پہلے قرآن پڑھایا جائے۔ موجودہ ضروریات کو پیش رکھتے ہوئے ٹریکٹ شائع کئے جائیں نوجوانوں کو سرگرم عمل بنانے کے لئے انہیں ایک انجمن کی شکل میں منضبط کیا جائے اور لاہور میں نوجوانوں کی ایک مرکزی انجمن بنائی جائے جس کی شاخیں تمام اضلاع میں ہوں۔ مقررین میں ہمارے ایک عزیز نوجوان مرزا مسعود بیگ صاحب برادرزادہ جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عزیز نوجوان کی عمر اور قابلیت میں برکت دے اور اسے خادم دین بنائے۔ ان کے علاوہ شیخ انعام الحق صاحب مدیر معاون "پیغام صلح"، دوست محمد مدیر "پیغام صلح" چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ اور سیر چوہدری عبدالرحمٰن صاحب جموں۔ مستری یعقوب علی صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مسٹر کے۔ اے خان نے بھی تقاریر کیں۔ آخر میں صاحب صدر جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے تمام تجاویز کو دوہراتے ہوئے قوم کو اس طرف متوجہ کیا کہ جوانوں کی تربیت خود بڑوں کے حسن اخلاق پر منحصر ہے۔ جس قدر ہمارے اخلاق اور اعمال عمدہ ہوں گے اسی قدر نوجوانوں پر عمدہ اثر پڑے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے امرا کو غربا کے رنج و راحت میں شریک ہونے اور انہیں اپنے رنج و راحت میں شریک کرنے کی نصیحت کی۔ آپ نے نوجوانوں کے افادہ کے لئے ٹریکٹ شائع کرنے پر بھی زور دیا۔ اور اپنے ایک تو تصنیف ٹریکٹ جہد للبقا کا ذکر کیا جو اسی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اور مفت تقسیم ہوگا۔

دوسرا اجلاس

خواجہ صاحب کی اس تقریر کے بعد پہلے اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔ دوسرا اجلاس نماز ظہر کے بعد شروع ہؤا۔ جس میں سب سے پہلے خواجہ غلام نبی صاحب مہجور نے ایک نظم پڑھی۔ اور پھر جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنی تو تصنیف شاہنامہ اسلام میں سے حضرت ہاجرہ کے وادی مکہ میں آباد ہونے کا قصہ دلآویز پیرایہ میں پڑھ کر سنایا۔ ان کے بعد حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے حفیظ صاحب کے اس شاہنامہ کے متعلق اعلان کیا کہ ہر مسلمان کے گھر میں وہ ہونا چاہیئے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے سو کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور جو اصحاب پیشتر سے آرڈر

نسخے فراہم کرنے کا ذمہ لے سکتا ہے۔ ایک نسخہ کی قیمت آپ نے دو روپے آٹھ آنے (عہ/۲) بتائی۔ بعض اصحاب نے اسی وقت آرڈر لکھوائے۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے اپنی تقریر "ایک مظلوم کی اپیل" شروع کی۔ آپ نے آنحضرت صلعم کے کمالات اور ان احسانات کا ذکر کرتے ہوئے جو دیگر مذاہب بالخصوص عیسائیوں اور ہندوؤں پر ہیں کہ ان کے انبیاء کو منوایا اور ان کا احترام کرایا۔ اس افسوسناک حقیقت کو واضح کیا کہ ان احسانات کا بدلہ گالیوں اور اتہامات کی شکل میں دیا گیا ہے۔ آپ نے بتایا کہ ان اتہامات کو دور کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے اس امر کا ذکر بھی کیا کہ میں نے میلادالنبی کے موقعہ پر ایک چھوٹی سی انگریزی کتاب "پرافٹ آف اسلام" لکھی تھی جس کے متعلق بڑے بڑے ہندوؤں کی رائے ہے کہ اس قسم کی کتابیں بہت کچھ غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موجب ہیں۔ آپ نے اپیل کی کہ اس کتاب کو ہندوستان کی تمام زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے۔

احمدی قوم کی مالی قربانیاں

احمدی قوم کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ گذشتہ پندرہ سال میں انہوں نے جو چندہ دیا ہے وہ ان کے ایثار کا زندہ ثبوت ہے۔ پہلے پونے دو سال میں ۴۰۴۴ روپیہ خالص چندوں کی آمدنی تھی۔ پہلے پانچ سال میں ۷۴۳۱۰ خالص چندوں کی آمدنی تھی۔ یعنی قریباً پندرہ ہزار روپیہ سالانہ دوسرے پانچ سال میں ۲۴۰۱۲۰ روپے خالص چندوں کی آمدنی یعنی قریباً ۴۸ ہزار روپیہ سالانہ تیسرے پانچ سال میں ۳۷۷۰۹۰ روپے چندوں سے وصول ہوئے یعنی قریباً ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ یہ محض چندوں کی آمد ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ اس چھوٹی سی قوم میں دین کے لئے ایثار کا کتنا مادہ ہے۔ آپ نے بتایا کہ اب میں نے ماہ نومبر کی دس یوم کی آمد مانگی تو بعض لوگوں نے قرضے اٹھا کر بھی دی ہے۔ یہ تو احمدیوں کا کام ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کار خیر میں امداد دینی چاہیئے تاکہ محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کی حفاظت کے دعویٰ میں وہ پورے اتریں۔ حضرت مولانا کی اس تقریر پر سیم و زر کی بارش شروع ہوگئی۔ اور اس وقت اور اس کے بعد اور پہلے جلسہ کے لئے جو رقوم جمع ہوئیں یا وعدے ہوئے ان کی میزان ستائیس ہزار روپیہ تک پہنچتی ہے اس میں قریباً انیس ہزار نقد ہے اور آٹھ ہزار کے وعدے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کی کارروائی

بعد نماز فجر

۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو نماز فجر کے بعد شیخ محمد عبداللہ صاحب پسر جناب شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ نے ختم نبوت پر اپنا مضمون پڑھا۔ شیخ صاحب نے اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے بعض قادیانی علماء سے اپنی بحث کا ذکر کیا جو سیالکوٹ کے محمودی سکرٹری کے چیلنج پر انہوں نے کی اور خدا کے فضل سے اس میں پوری کامیابی انہیں حاصل ہوئی۔ شیخ صاحب کا لیکچر ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر حاوی تھا اور انہوں نے دلائل قاطعہ سے اس بات کو ثابت کیا کہ نبوت کی تمام اغراض چونکہ آنحضرت صلعم پر پوری ہو چکی ہیں اس لئے نبوت آپ پر ختم ہوگئی۔ یہ تمام لیکچر "پیغام صلح" کے جلسہ نمبر میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔ اس کے بعد احمدیہ کانفرنس ہوئی جس کی مفصل روئداد دوسری جگہ درج ہے۔

پہلا اجلاس

آج کے جلسہ کا پہلا اجلاس قریباً ۱۰ بجے زیر صدارت جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب شروع ہؤا۔ سب سے پہلے حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے آج کے زیر بحث مضمون "اصلاح رسوم" پر افتتاحی تقریر فرمائی اور رسم و رواج کے تباہی خیز نتائج کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ لاہور کی مقامی جماعت نے قریباً چھ ماہ ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ آئندہ تمام رسوم سے اجتناب کر کے اپنی شادی اور غمی کی تقریبات میں صرف شرعی حدود کے اندر رہیں گے۔ اس بارہ میں آپ نے اس دستورالعمل

بائیبل کی زبان

چند ماہ کا عرصہ گزرا ہے کہ انگلستان میں ایک ناول جس کا نام دی ٹیل آف نونلی نس ہے معرضِ اشاعت میں آیا۔ اس کی زبان غیر معمولی طور پر پایۂ تہذیب سے گری ہوئی تھی۔ اس لئے اخلاقی نکتہ نگاہ سے اس کو فحش قرار دیا گیا۔ اور بالخصوص انگلستان کے مذہبی حلقوں کے اندر اس پر بہت جرح و قدح ہوئی۔ سنڈے اکسپریس نے اس کتاب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور بہت سخت الفاظ میں اس کو مخرب اخلاق اور نوجوانوں کے جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی قرار دیا۔ جب چاروں طرف سے اس کے متعلق شورش پھیلی تو معاملہ انگلستان کے ارباب حل و عقد تک پہنچا اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ واقعی کتاب پایۂ تہذیب سے گری ہوئی اور مخرب اخلاق ہے۔ اس فیصلہ پر انگلستان کے بعض اہل قلم نے سخت نکتہ چینی کی۔ چنانچہ مسٹر ہیولاک ایلیس نے ایک مضمون سیٹر ڈے ریویو،، میں شائع کیا۔ اور اس کے اندر بڑے کھلے الفاظ میں لکھا ہے کہ،، پایۂ تہذیب سے گری ہوئی کتابوں میں سے بائیبل کا نمبر کسی سے کم نہیں،، اور اسی قسم کے بعض اور الفاظ بھی استعمال کئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں کے اندر بائیبل کی کیا عزت و منزلت ہے۔ گو ہمیں مسٹر ہیولاک سے اتفاق نہیں کہ اصل بائیبل کی زبان پایۂ تہذیب سے گری ہوئی ہے جن الفاظ کے متعلق مسٹر موصوف کو اعتراض ہے ممکن ہے کہ وہ الحاقی ہوں لیکن ہم اس بات کے ظاہر کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس کے بالمقابل کوئی بدترین دشمن اسلام بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن مجید کی زبان فحش یا اس کے الفاظ پایۂ تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے نازک سے نازک تعلقات زن و شو پر روشنی ڈالی ہے۔ لیکن الفاظ ایسے خوبصورت اور تہذیب میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ کسی مہذب سے مہذب انسان پر گراں نہیں گزر سکتے۔ اور یہ اعجاز ہے قرآن مجید کا کہ اس کی زبان نہایت شستہ اور اس کے الفاظ تہذیب و شائستگی کی روح ہیں۔ اور یہ ایک بڑی علامت ہے اس کے کلام الٰہی ہونے کی۔

امریکہ میں اسلام کے تبلیغی مراکز

معزز معاصر مبلغ ایک امریکن اخبار کے حوالے سے رقمطراز ہے کہ امریکہ میں اسلام بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور تبلیغی کام کرنے والے بڑی سرگرمی سے کام میں مصروف ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کے شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی اسلام پھیل رہا ہے۔ اور جہاں کہیں دو چار مسلمان ہوئے وہاں ایک اسلامی مجلس یا انجمن قائم کر لی جاتی ہے۔ اور اس مجلس کا صدر کسی مسلمان کو بنا دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں سردست اسلام کے پانچ ممتاز مراکز میں سب سے بڑا مرکز نیو یارک میں ہے۔ جس کے ممبر ۱۲۵ ہیں۔ اس کے بعد ڈیٹرویٹ ہے اس کے بعد انڈیانا پولس ہے جس کے ممبر ۶۳ ہیں اور مسجد کا امام ایک افریقی مسلمان ہے۔ سنٹ پولس میں اس وقت ۵۷ مسلمان ہیں۔ اور جملہ اسلامی تبلیغی خدمتوں کا سہرا ایک نو مسلم پادری کے سر ہے اس نو مسلم پادری کے علاوہ اور بھی امریکن اعلےٰ خاندان کے ۷۰ ایسے اشخاص ہیں جو تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں ایک اسلامی مرکز دو نو کارمیں ہے اور اس میں شاندار مسجد بھی ہے۔ امریکہ میں مسجدیں کافی تعداد میں ہیں۔ جن میں مقررہ اوقات میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور باشندگان امریکہ پر تبلیغ اسلام کا بہت کافی اثر پڑا ہے۔

مذاہب غیر کی تبلیغی کوششیں

مصرحہ ذیل اعداد و شمار سے واضح ہوگا کہ عیسائیت ہندوستان کے طول و عرض میں کس طرح سے اپنا تبلیغی کام سرگرمی سے کر رہی ہے۔

عیسائی مشنری	۱۳۷
,, پادری	۱۸۷۷۳
,, ڈاکٹر	۵۰۰
ہسپتال	۳۰۴
پریس	۴۳
اخبار	۹۹
مشنریوں کے کالج	۵۱
مشن سکول	۶۱۰
ٹریننگ سکول	۶۱

ان سکولوں میں ۴۴۰۸۴۴ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔

کمتی فوج کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

یورپین آفیسر	۳۰۴
بھارتی پرچارک	۲۸۸۶
پرائمری سکول	۵۰۷
بورڈنگ ہوس	۲۲

ان سکولوں میں ۱۴۶۵ طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

یہ ہیں عیسائی مبلغین کی تبلیغی سرگرمیاں کہ وہ ہر ایک طریق سے اپنے مذہب کی اشاعت میں تندہی سے کام لے رہے ہیں۔ اس کے بالمقابل ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کم از کم وہ یہ بتائیں کہ ان کے کتنے مبلغ ہیں جو ہندوستان کے اندر حق تبلیغ ادا کر رہے ہیں۔ اور ان کا کس قدر لٹریچر غیر مسلموں کے اندر شائع ہوتا ہے۔ افسوس کہ مسلمان تبلیغ کے ضروری فریضہ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ورنہ نصرت الٰہی دور نہیں۔

دس سال میں کتنے ہندو کم ہوئے

آریہ گزٹ مطبوعہ ۲ رفروری رقمطراز ہے کہ سال ۱۹۱۱ء میں مردم شماری کے لحاظ سے ہندوؤں کی تعداد ۲۱۷۵۸۶۸۹۲ تھی اور سال ۱۹۲۱ء میں یہ تعداد ۲۱۶۷۳۴۵۸۶ رہ گئی گویا دس سال میں ۸½ لاکھ کے قریب ہندو کم ہوئے۔

آریہ گزٹ کو یہ غم سوہان روح ہو رہا ہے کہ اگر اسی طرح سے کمی کا یہ سلسلہ ہندوؤں کے اندر جاری رہا تو وہ ہندوستان کے اندر چند دنوں کے مہمان ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں کہ ہندو تہذیب کے علمبردار سرزمین ہند سے بالکل مفقود ہو جائیں گے۔ اس کمی کا سبب آریہ گزٹ کے نزدیک ہندو جاتی کی تبلیغ سے غفلت ہے۔ لیکن ہم یہ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں کس تبلیغ کا اثر ہے۔ کہ ان کی تعداد میں خدا کے فضل سے یوماً فیوماً ترقی ہو رہی ہے۔ آریہ گزٹ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جوں جوں انسانی عقل ترقی کرے گی اور علوم صحیحہ دنیا کے اندر مروج ہوں گے انسان اور تمام دنیا کے انسان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے آگے سر تسلیم خم کریں گے۔

اہلحدیث کی بیجا خفگی

پیغام صلح کی گزشتہ اشاعتوں میں جو،، ناسور اسلام،، کے عنوان سے دو افتتاحیہ شائع ہوئے ہیں۔ ان پر ہمارے ہم قلم مدیر اہلحدیث نے گلہ کیا ہے کہ ہم نے علما کی شان میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اور انہیں بہت بیدردی سے کوسا ہے۔ ہم مدیر اہلحدیث کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ پیغام صلح میں جو کچھ علما کے متعلق معرض تحریر میں لایا گیا ہے وہ انہی علما کے متعلق ہے جن کی نسبت حدیث شریف میں آنحضرت صلعم کے یہ الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ کہ علماءهم شر من تحت اديم السماء۔ ہمارا روئے سخن انہی علما سے ہے جو بات بات پر مسلمانوں کو کافر خارج از دائرہ اسلام قرار دیتے ہیں۔ اسلامی شیرازہ کو پراگندہ کرنے اور مسلمانوں کے اندر افتراق و تشتت کا باعث ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ کوئی درد دل رکھنے والا مسلمان ایسے علما کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ بلکہ ان سے نفرت کا اظہار کرے گا۔ اس میں شک نہیں کہ علماء سو کی کارگزاریوں سے اسلامی دنیا کا دم ناک میں آگیا ہے۔ ابھی کل واقعہ ہے کہ چنگڑ محلہ کی ایک مسجد کا افتتاح کرتے ہوئے لاہور کے ایک بہت بڑے مولوی صاحب نے ایک مجمع کے اندر یہ کلمات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائے کہ وہابی اور نجدی خواہ کتنے ہی اعمال صالحہ بجا لائیں۔ نمازیں پڑھیں روزے رکھیں۔ حج کریں اور زکواۃ دیں لیکن ان کے بخشے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ برخلاف اس کے سنی خواہ کتنے ہی مکروہات میں مبتلا ہوں اور ان کے اعمال خواہ کتنے ہی گندہ کیوں نہ ہوں ان کی مغفرت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی اتباع کرتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ نہایت معتبر ذرائع سے ہم تک پہنچا ہے۔ اب ہمارے مکرم دوست مدیر "اہلحدیث" بتائیں کہ کیا ایسے علما درحقیقت علماء سو کے تحت میں نہیں آتے؟ اور کیا ان سے اظہار نفرت ہر ایک کلمہ گو کا فرض نہیں؟

ناظرین و نامہ نگار حضرات

نگارش نامہ و مضمون کے وقت اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ نام اور پتہ ضرور صاف اور خوشخط ہو بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ سارا خط تو صاف ہے لیکن دستخط کرتے وقت وہ قلم کے جوہر دکھائے کہ سوائے مرسل کے کوئی بھی

قادیانی جماعت کیمبلپور کو اپنی کمزوری کا احساس

ایک واقعہ کا اظہار

ابو الفضل داد صاحب کیمبلپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ چند یوم کا واقعہ ہے کہ میں اپنے ایک دوست جناب شیخ عبد اللطیف صاحب کے ایک قادیانی صاحب کے ہاں ملنے کو گیا (جن کا اسم گرامی ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب ہے اور کیمبلپور میں آنریری لفٹننٹ ملٹری ہسپتال ہیں) دوران گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے کھانے کے لئے مجبور کیا۔ چنانچہ اتوار کے دن رات کو کھانے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ چنانچہ میں شیخ صاحب سمیت ڈاکٹر صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا ابھی کھانے کی تیاری ہی میں تھے کہ اچانک ایک مولوی صاحب آ پہنچے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا اسم گرامی مولوی محمد ابراہیم ہے۔ اور فاضل کلاس کے طالب علم ہیں۔ اور مبلغ کی حیثیت میں کیمبلپور میں وارد ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب جب تک آپ کی حیثیت کا کوئی دوسرا آدمی نہ ہو گفتگو میں لطف نہیں آ سکتا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ بہتر۔ چنانچہ جب ہم واپس ہوئے تو شیخ عبد اللطیف نے ڈاکٹر صاحب کو معہ مولوی صاحب کے مدعو کیا کہ اگلے اتوار یعنی ۲۰ رجنوری ۲۹ء کو رات کا کھانا ان کے گھر کھائیں ڈاکٹر صاحب نے منظور کر لیا۔ گھر پہنچنے پر شیخ صاحب نے کہا کہ فضل داد چونکہ میں حق کا متلاشی ہوں اور آپ مجھے ہمیشہ کہتے رہتے ہیں۔ بہتر ہو کہ تم کسی عالم کو اتوار کے دن بلا لو۔ میں نے مولوی غلام حسن صاحب کو پشاور لکھا چنانچہ میر مدثر شاہ صاحب ۱۹ رجنوری کو شام کی گاڑی سے کیمبلپور تشریف لے آئے اسی شام کو ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا اور طے پایا کہ صبح ۔ ایک تبادلہ خیالات ہو جائے جس پر مولوی صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے رضامندی ظاہر کی۔ لیکن صبح اتوار کو آٹھ بجے کے قریب ڈاکٹر صاحب تشریف لائے کہ ہمارا مبلغ نو آموز طالب علم ہے اور میر صاحب پرانے تجربہ کار ہیں پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ شیخ عبد اللطیف صاحب نے کہا کہ میں نے اس تقریب کے لئے چھ دوستوں کی کھانے کا بندوبست کیا ہے۔ اور دیگر کئی ایک اصحاب کو کہہ رکھا ہے۔ لیکن خیر آپ کی مرضی۔ ڈاکٹر صاحب واپس تشریف لے گئے۔ عین ۱۱ بجے مولوی محمد ابراہیم بہت سی کتابوں کی جلدیں لئے ہوئے تشریف لائے۔ چونکہ روٹی کھانے کے بعد انتظام کر رکھا تھا۔ ایک بجے روٹی کھانے کے بعد سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش پندرہ تھی۔ جملہ احباب صاحب تھے ملک نفس الٰہی خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ بی۔ ٹی ہوا ایس پرنسپل گورنمنٹ نارمل سکول کیمبل پور بالاتفاق صدر جلسہ قرار پائے۔

ایک طویل گفت و شنید کے بعد قرار دادیں منظور ہوئیں جب گفتگو شروع ہونے لگی تو حکیم محمد بخش صاحب امیر قادیانی جماعت کیمبل پور نے کہہ دیا کہ چونکہ میں امیر ہوں۔ میرا حکم ہے کہ اس دفعہ گفتگو کو ملتوی کر دیا جائے اور ہم ۲۳ رجنوری ۲۹ء کو آپ کو مطلع کریں گے۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو بیان کیا کہ میر مدثر شاہ صاحب پرانے تجربہ کار ہیں اور ہمارا مبلغ نو آموز طالب علم۔ چنانچہ قادیانی صاحب واپس تشریف لے گئے۔ ہم نے شاہ صاحب کے ذریعہ مرزا صاحب کی تعلیم کا درس شروع کیا۔ جس کا اثر بہت ہی اچھا ہوا۔ میر صاحب کو ۲۰ رجنوری کی شام کو واپس چلا جانا تھا لیکن ایک صاحب نے دعوت دی۔ ۲۱ رجنوری کی صبح کو پھر ڈاکٹر صاحب معہ مولوی صاحب کے تشریف لائے۔ کہ اب انہی مولوی صاحب سے مناظرہ کیا جائے۔ میں نے جواب دیا کہ کل کے جلسہ کی کارروائی قلمی پریزیڈنٹ صاحب کی ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ جب تک قادیان سے کوئی مبلغ نہیں آئے گا ہم مولوی محمد ابراہیم صاحب کے ذریعہ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے۔ اب ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ پہلے قادیان سے کوئی میر صاحب کی پوزیشن کا آدمی منگوا لو۔ کیونکہ ہمارے میر صاحب کی ہتک ہے کہ ایک نو آموز مولوی کے ساتھ مناظرہ کریں۔ یا آپ تحریر دیدیں کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کی ہار ہماری ہار ہوگی۔

دیکھئے اب تحریری کیا جواب ملتا ہے۔ میر صاحب آج پشاور واپس تشریف لے گئے ہیں۔ والسلام

خاکسار

(فضل داد۔ از کیمبل پور۔)

درخواست دعاء

ہمارے بھائی میر محمد صادق صاحب سکنہ سارو کے احباب کی خدمت میں بکثر گزارش کرتے ہیں کہ سب احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں آپکو نقرس کی شکایت ہے۔ اور اس کی وجہ ایام جنگ کی خدمات ہیں جو آپکو مسلسل طور پر تندہی

اسلامی سلطنتیں آ دو علما کے سبب

پہلے لکھا تھا کہ:-

"یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ فتنہ پردازیاں صرف انفرادی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا اثر ان افراد تک ہی محدود ورہتاہے جن پر کفر کے فتوے دیئے گئے ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسلامی سلطنتوں بلکہ مسلمان قوم کی تباہی ان ہی فتووں کی وجہ سے عمل میں آئی ہے۔"

ایڈیٹر صاحب "الانصار" اس کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ:-

"یہ ایسا روشن افترا ہے جس کی تردید کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ واقعات اس کے موید ہیں۔ اگر یہ فی الواقع افترا ہے تو کیوں واقعات سے اس کی تردید نہیں کی جاتی اور یہ ثابت نہیں کیا جاتا کہ سلطنت عباسیہ کی تباہی میں شیعہ اور سنی علماء کا ہاتھ نہ تھا اندلس کی بربادی میں ان جابر یولیوں کا دخل نہ تھا جو بادشاہ اور رعایا میں بغض ونفرت کے بیج مدتوں تک بوتے رہے اور ان کی وجہ سے ہسپانیہ عیسائی سلطنت کو حملہ آور ہونے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اگر یہ واقعات نہیں اگر افغانستان کی موجودہ تباہی میں علماء کا ہاتھ نہیں تو کیوں اس کی تردید واقعات کے ذریعہ سے نہیں کرتے تاکہ "روشن افترا" کا ثبوت بہم پہنچ جائے۔

حضرت مرزا صاحب اور اسلام

قابل ایڈیٹر نے اپنے مضمون کے پہلے نمبر کو اس بات پر ختم کیا ہے:-

"ایڈیٹر پیغام سے یہ بات دریافت طلب ہے کہ اگر علماء کی حرکات ایسے ہی نتائج پیدا کرتی رہی ہیں۔ اور بقول ایڈیٹر بغداد۔ اسپین اور ٹرکی کی اسلامی حکومتوں کی تباہی ان ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے تو پھر اس بیسویں صدی کے مجدد اعظم خاتم الخلفاء مسیح موعود اور کرشن اوتار یعنی مرزائے قادیان علیہ ما یستحقہ نے آکر کون سا نور برسایا۔ اور کتنی سلطنتیں دوبارہ بحال کر دیں۔ سوائے اس کے کہ اپنی ذریات کو جاسوسی اور مخبری کرنے کیلئے چھوڑ گیا؟"

ہم اس کے جواب میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "جاسوسی اور مخبری" کا ٹھیکہ تو علمبرداران دیو بند کے سوائے اور کوئی لے ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ان کی تازہ ترین خدمات انہیں اس منصب کا بہترین اہل ثابت کر رہی ہیں۔ رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے کون سا نور برسایا اور کتنی اسلامی سلطنتیں بحال کر دیں۔ سو حضرت من! یہ مرزا صاحب ہی کا برسایا ہوا نور ہے جو آج دلائل کے میدان میں اسلام کو ہر جگہ فتحیاب کر رہا ہے۔ لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا منظر دنیا کے پیش نظر ہے۔ خدا نے چاہا اور آپ کی کفر نواز کوششوں سے اسلام اور مسلمانوں کو رہائی نصیب ہوئی تو انشاء اللہ اسلامی سلطنتیں بھی اسی ذریعہ سے بحال ہوں گی۔ جس پر مرزا صاحب نے اپنے متبعین کو چلایا ہے کاش تمہیں بھی نور بصیرت نصیب ہو اور اسلامی سلطنتوں کی تخریب کو چھوڑ کر اس امام وقت اور مجدد برحق کے ساتھ ہو جاؤ کہ اس میں اسلام کی حقیقی فتح ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ کے سفر مانگروں کی مختصر کیفیت مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب کے قلم سے کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔ حضرت ممدوح کی واپسی امید ہے کہ ۷، ۸ مارچ ۱۹۲۹ء تک ہوگی۔

— کسی گزشتہ اشاعت میں مکرم جناب شیخ محمد جان صاحب تاجر فیروزپور چھاؤنی کے فرزند شیخ عبدالرحمٰن صاحب انکم ٹیکس آفیسر سرگودھا کی خطرناک بیماری کی خبر درج کی گئی تھی۔ شیخ صاحب مکرم اپنے تازہ خط میں یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ "عزیز عبدالرحمٰن اب بالکل اچھا ہے۔ کوئی فکر کی بات نہیں الحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی دلی توجہ اور دعا اور آپ سب بزرگوں کی ہمدردی کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما کر ہم سب پر رحم کیا۔ ورنہ سول سرجن سرگودھا نے صاف طور پر جواب دے دیا تھا۔"

— اخویم مکرم سید مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ شاہ صاحب مکرم کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

— اخویم میر محمد صدیق صاحب سکنہ سیار و کے عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں [illegible]

ویدا اور آریہ سماج

آریوں کی چالاکیاں پکڑی گئیں

ویدوں میں بھی گڑبڑ کر دی

(مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے قلم سے)

آریوں کے ویدک پریس اجمیر نے چاروں ویدوں کو شائع کیا ہے ان میں کئی ایک جگہ حسب منشا کتر بیونت کر دی ہے۔ اول تو رشیوں اور دیوتاؤں کو جو ہر ایک ویدوں کے سوکت پر قدیم سے لکھے چلے آتے ہیں۔ اول بدل کر دیا۔ اس پر سوامی ساتولیکر جی کو جو ویدوں کے بہت ہی بڑے عالم ہیں افسوس ہوا اور انہوں نے لکھا کہ اس میں کتر بیونت کرنے سے وید منتروں کا مفہوم ہی غت ربود ہو گیا ہے۔ اس تحریف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وید منتروں کے ساتھ رشیوں کی تصنیف اور مصنف کی نسبت ہے۔ اور یہ اس دلیل سے ثابت ہے کہ جس رشی کا نام اوپر دیا گیا ہے اس کا نام منتروں کے اندر بھی آ گیا ہے۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو نام اوپر دیا گیا ہے وہی یقیناً ان منتروں کا بنانے والا ہے۔ کیونکہ اسی کا نام منتروں کے اندر بھی موجود ہے مگر آریوں نے بقول شخصے نہ ناک رہے نہ مکھی بیٹھے منتروں کے اندر جو رشیوں اور دیوتاؤں کے نام لکھے ان میں کانٹ چھانٹ شروع کر دی۔ دنیا سے ویدوں کے پرانے نسخے کہیں گم نہیں ہو گئے کہ ان کی چالاکی پکڑی نہ جاتی۔ بالآخر یہ راز فاش ہو گیا۔ اور سوامی ساتولیکر جی نے جو ایک مسلمہ آریہ عالم وید ہیں اس پر افسوس کیا۔ مکھی کے ڈر سے ناک کا صفایا کرنے والوں پر افسوس نہ کریں تو کیا کریں؟

یجروید میں منتر کم و بیش کر دیئے

(۱) یجروید کے سناتن دھرمی نسخوں میں چالیسویں ادھیائے کے ۱۷ منتر ہیں۔ اور آریوں نے یجروید میں بھی ۱۷ ہی ہیں۔ مگر ان کی ہوشیاری ملاحظہ کیجئے کہ آخری منتر کے بعد اوم کھم اور برہم جو تین الفاظ جزو منتر نہیں تھے اس کو بھی منتر ۱۷ میں شامل کر دیا گیا۔ بمبئی کے چھپے ہوئے یجروید میں چالیسواں ادھیائے ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر جیسے کوئی بطور تبرک بعد میں اوم کھم اور برہم لکھ دے تو وہ جزو منتر نہیں ہوتا۔ اسی طرح مہیدھر اور اوبٹ بھاشیہ کے ساتھ جو یجروید چھپا ہے اس میں اوم کھم اور برہم منتر ۱۷ کے اندر نہیں۔ مگر آریوں نے اس کو آخر سے اٹھا کر منتر ۱۷ کے اندر گھسیڑ کر اس کو جزو وید بنا دیا۔ یہ تینوں لفظ بھی رکھے ... وینکٹیشور پریس کے چھاپے یجروید میں بھی منتر نمبر ۱۷ کے اندر موجود نہیں۔

(۲) یجروید ادھیائے ۲۵ کے شروع کے ۹ منتر سب بھاشیہ کاروں نے لکھا ہے کہ وید کا حصہ نہیں بلکہ برہمن نامی کتابوں کا حصہ ہے۔ مگر آریوں نے اس کو وید منتر قرار دے دیا۔ دیکھو مہیدھر اور اوبٹ بھاشیہ جوالا پرشاد مشر کا بھاشیہ مطبوعہ مراد آباد

(۳) یجروید ادھیائے ۲۵ کا منتر ۴۸ صرف آریوں کے یجروید میں موجود ہے۔ اور کسی سناتنی نسخہ میں یہ منتر ۴۸ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ۴۷ منتر ہیں۔

سام وید میں گڑبڑ

(۱) سام وید کا پہلا حصہ جہاں ختم ہوتا ہے۔ اس کے اور دوسرے حصے کے مابین ۵ منتر آرنیک کے آریوں نے وید میں ملا دیئے ہیں اور ایک مہا نامنی سوکت بھی بڑھا دیا ہے۔ جسکے کل ۱۰ منتر ہیں۔ گویا ۵ منتر جو الہامی نہیں ان کو الہامی بنا کر وید کے ساتھ لگا دیا ہے۔

(۲) سام وید مطبوعہ اجمیر کے سمت ۱۹۶۹ کے نسخہ میں صفحہ ۹ پر دشتی ۱۰ کے منتر ۷ کا نصف حصہ اور منتر ۸ سارا مذارد تھا۔ اب سمت ۱۹۸۳ میں جو چھاپا ہے تو ساتواں منتر پورا کر دیا۔ مگر آٹھواں منتر ابھی تک نہیں ملایا۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں یہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی۔ اور اس سے اگلے ایڈیشن میں کچھ زیادتی بھی ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں۔

(۳) یجروید کے متعلق یہ سوال بھی آریوں سے پوچھنے کے قابل ہے کہ اس کا آخری ادھیائے اپنشد ہے یا وید۔ اگر اپنشد ہے تو وید کے ساتھ کیوں لگایا گیا۔ اور اگر وید ہے تو اپنشدوں کے مجموعہ میں اس کو اپنشد کیوں لکھا جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی کلام الہامی بھی ہو اور غیر الہامی بھی۔ اگر یہ کہو کہ اپنشد بھی الہامی ہیں تو بتلاؤ باقی اپنشد جن کی تعداد ۱۲۸ ہے ویدوں میں کب شامل کر دیگے۔ نیز وید میں دوبارہ ...

دیکھو (۱) اپنی لغت سنسکرت اور شبد کلپدرم مولفہ رادھا کانت اور سوامی دیانند جی کی اپدیش منجری۔ جس میں لکھا ہے کہ سناتنیوں نے اللہ سوکت کو اتھرووید میں گھسیڑ دیا ہے)۔ آریہ پنڈتوں کو چاہیئے کہ وہ ہمارے اس مضمون کے جواب میں ایک آریہ پنڈت کانفرنس بلائیں۔ سر جوڑ کر بیٹھیں اور بتائیں۔ کہ ویدوں میں روز روز یہ گڑبڑ کیوں کر رہے ہیں؟ کہیں کرسچین کانفرنس کا سایہ تو نہیں پڑ گیا کہ جو جی چاہا انجیل میں ملا دیا اور جو جی چاہا نکال دیا۔

اسلام کی عظیم الشان فتح

دھرم کوٹ رندھاوہ میں آریوں کا مناظرہ سے فرار

آریہ سماج دھرم کوٹ کے آریوں نے اپنی سماج کے سالانہ جلسہ کے تعلق میں مسلمانان دھرم کوٹ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا جسکو مقامی مسلمانوں نے منظور کر لیا۔ اور تمام شرائط طے ہو گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ میدان مناظرہ میں فریقین کے پریذیڈنٹ اپنی اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار ہوں گے۔ مگر جب آریوں کو یہ پتہ لگا کہ مسلمانوں نے لاہور سے مولانا مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت اور مولوی عصمت اللہ صاحب اور مولوی لال حسین صاحب اختر مبلغین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث اور لدھیانہ سے غازی محمود صاحب دھرم پال کو مدعو کیا۔ اور انہوں نے آنے کا وعدہ بھی کر لیا ہے۔ تو آریہ سماجیوں کے ہوش وحواس اڑ گئے۔ اور انہوں نے مناظرہ سے گریز کے بہانے شروع کئے۔ اور انجمن اشاعت اسلام دھرم کوٹ کو خط لکھا کہ آپ میں سے چھ معتمد مسلمان اس بات کی ضمانت دیں کہ جلسہ میں حفظ امن کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ انجمن کی طرف سے جواب دیا گیا کہ جب فریقین کے صدر اپنی اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار ہوں گے تو اب مزید آدمیوں کی ضمانت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر آپ کو اس پر اطمینان نہ ہو تو پولیس کا انتظام کر لیا جائے۔ مگر آریوں نے اس معقول بات کے ماننے سے انکار کر دیا۔

اس خط وکتابت کے دوران میں مناظرہ کی تاریخ آ گئی۔ اور لاہور سے بجائے مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت اور مولانا عصمت اللہ صاحب کے مولوی لال حسین صاحب اختر۔ مولوی محمد سعید صاحب ناز اور شیخ بشیر احمد صاحب نومسلم سابق روشن لال اور امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب اور حکیم شہاب الدین صاحب ایڈیٹر بلاغ اور لدھیانہ سے غازی محمود دھرمپال پہنچ گئے۔

انجمن نے بمشورہ علماء کرام یہ اعلان کر دیا اور آریہ سماج کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو نقض امن کا اندیشہ ہو تو آپ ہمارے پنڈال میں مناظرہ کے لیے تشریف لے آئیں۔ حفظ امن کی تمام ذمہ داریاں ہمارے سر پر ہوں گی۔ مگر آریہ سماجیوں نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ آخر ۲۴ فروری ۱۹۲۹ء کو دن کے ایک بجے مناظرہ کا وقت آ گیا۔ انجمن نے اپنی طرف سے مناظرہ کی صدارت کے لئے جناب غازی محمود دھرمپال کو منتخب کیا۔ اور مولوی لال حسین صاحب اختر مناظر مقرر ہوئے۔

جناب صدر نے تقریباً چھ سات ہزار نفوس کے مجمع میں اس بات کا اعلان کر دیا کہ آریہ حضرات ایک بجے سے لیکر پانچ بجے شام تک مناظرہ کرنا چاہیں تو ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ اور حفظ امن کی ذمہ داری بھی اگر مناظرہ سے ان کی روح کانپ رہی ہو تو ہم ان کی مزید تسلی کے لئے اعلان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ سائل کی حیثیت سے اسلام پاک کے متعلق جو بھی شکوک رکھتے ہوں ان کو آکر پیش کریں۔ ہم ان کا صرف تحقیقی جواب دینگے۔ اور ان پر کسی قسم کا الزامی حملہ نہیں کریں گے۔ مگر خدا معلوم آریہ سماجیوں کا خون کیوں خشک ہو گیا۔ کہ انہیں مناظر یا سائل کی حیثیت سے میدان مناظرہ میں آنے کی جرأت تک نہ ہوئی۔ اور ان کے لئے جو مقابل کرسی رکھدی گئی تھی وہ ایک بجے سے لیکر پانچ بجے تک آریہ مناظرین کا انتظار کرتی رہی۔ باوجودیکہ پنڈت دھرم بھکشو اور ستیہ دیو دھرمکوٹ میں آ چکے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کانٹوں کی اسٹیج پر بیٹھنے کا حوصلہ نہ ہوا بیٹھنا۔

اس دوران میں مولانا لال حسین صاحب اختر اور جناب غازی محمود دھرم پال، مولانا ثناء اللہ صاحب۔ شیخ بشیر احمد صاحب نومسلم اور دیگر علماء کی نہایت زبردست تقاریر ہوتی رہیں۔ جن کا جملہ سامعین پر نہایت عمدہ اثر پڑا۔ اور اسلام کو کفر وشرک پر نمایاں فتح حاصل ہوئی۔

غیرت و حمیت اسلامی کا جنازہ

کیا خادم اسلام اور دشمن اسلام ایک ہیں؟

توہین انبیاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

انجمن اہل حدیث کے سالانہ جلسہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ایک لیکچر ۳۰ مارچ ہوا جس کا عنوان تھا "ہندوستان کے دو ریفارمر، سوامی دیانند اور مسیح قادیانی"۔ یہ لیکچر اپنے عنوان اور موضوع کے لحاظ سے غیرت و حمیت اسلامی کے جس قدر منافی تھا اور غیر مذاہب کے بالمقابل اتحاد اسلامی کی شکستہ دیواروں کو جو نقصان پہنچ سکتا تھا اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۲۹ مارچ کی صبح کو ذیل کی چٹھی حافظ عبدالمجید صاحب نائب ناظم انجمن اہل حدیث کی خدمت میں بھیجی جس کا جواب ہمارے بار بار کے اصرار کے بعد انہوں نے جو کچھ دیا وہ نہایت افسوسناک ہے۔

نقل چٹھی بخدمت سکرٹری انجمن اہل حدیث

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کی انجمن اہل حدیث کے سالانہ جلسہ میں جو آج سے شروع ہے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ایک لیکچر کا اعلان کیا گیا ہے جس کا عنوان ہے "ہندوستان کے دو ریفارمر سوامی دیانند و مسیح قادیانی" یہ تو بہتر یہ تھا کہ کسی اختلافی مسئلہ میں متانت و سنجیدگی کے ساتھ تبادلہ خیالات یا تحقیق سے ہی کو روک دیا جائے۔ جماعت احمدیہ اپنے معتقدات کے خلاف ایسی تنقید کو ہمیشہ خوشی کے ساتھ سنتی اور ان کا جواب دیتی رہی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا عنوان کسی اختلافی مسئلہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ ہمارے مرشد و امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو جو ایک سچے خادم اسلام ہونے کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جن کے اسم گرامی کے ساتھ اشاعت اسلام کا نام آج زندہ اور روشن ہے۔ سوامی دیانند جیسے دشمن اسلام کے ساتھ آپ ایک ہی کشتی میں بٹھا رہے ہیں۔ آپ کو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف ہے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے لیکن کم از کم اس کو آپ کی بھی غیرت اسلامی برداشت نہیں کرے گی کہ ایک سچے خادم اسلام مسلمان کو سوامی دیانند جیسے دشمن اسلام کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کریں۔ یہ نہ صرف اخلاقاً ایک بدترین گناہ ہے بلکہ غیر مذاہب کے بالمقابل اتحاد اسلامی کی جڑوں کو اپنے ہاتھ سے کاٹنا ہے۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ اسلام کے لئے خدا اور رسول کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس طریق عمل سے احتراز کریں اور محولہ بالا لیکچر کو روک دیں۔ یہ وقت نہیں کہ ایسی ناگوار رنجشوں کو مسلمانوں میں چھیڑ کر باہمی کشیدگی کو بڑھایا جائے۔ بلکہ اس سے حتے الوسع اجتناب کرنا چاہیئے۔ امید ہے کہ آپ میری اس مخلصانہ درخواست پر غور کر کے جواب سے ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

محمد یعقوب خاں

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جواب

بخدمت جناب سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور۔

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کی چٹھی کے جواب میں گزارش ہے کہ میں مجلس کا کوئی باقاعدہ اجلاس عدیم الفرصتی کی وجہ سے نہیں بلا سکا۔ بعض احباب سے انفرادی طور پر دریافت کرنے سے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب تقریر کا موضوع تبدیل نہ کیا جائے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب جس متانت کے ساتھ کسی موضوع پر تقریر فرمایا کرتے ہیں اس کے پیش نظر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس مضمون سے کیوں گھبرا رہے ہیں۔

خاکسار عبدالمجید نائب ناظم انجمن اہل حدیث برانڈرتھ روڈ لاہور

ہر شخص جو غیرت و حمیت اسلامی کا احساس اپنے اندر رکھتا ہے جس کے قلب میں اتحاد اسلامی کا جذبہ موجزن ہے۔ اس جواب کو پڑھ کر افسوس کرے گا۔ انجمن اہل حدیث سے کوئی غیر معقول اور غیر منصفانہ خواہش نہ کی گئی تھی۔ صرف ان کی غیرت اسلامی کو ہم نے اپیل کیا تھا۔ کہ وہ اسلام کو غیر مذاہب کے سامنے ذلیل و رسوا نہ کریں۔ اور ایک خادم اسلام کو دشمن اسلام کے ساتھ نہ ملائیں لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے نہ اسلامی برادری کا لحاظ کیا نہ ہمسایہ کے حقوق کو انہوں نے مدنظر رکھا اور نہ غیرت اسلامی سے کام لیا بلکہ سوامی دیانند جیسے دشمن اسلام کی صف میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب جیسے سچے خادم اسلام کو لا کر **غیرت و حمیت اسلامی کا جنازہ** نکال دیا۔ کیا یہ اس اتحاد اسلامی کے منافی نہیں جس کی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے؟ کیا مولوی ثناء اللہ اور جماعت اہل حدیث کا یہ طریق عمل غیر مسلموں کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کی کھلی ہوئی تضحیک نہیں ہے؟

انجمن اہل حدیث نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی متانت و سنجیدگی کا دعویٰ کرتے ہوئے ہمارے اس مطالبہ کو غیر ضروری قرار دیا ہے۔ مولوی صاحب کی متانت و سنجیدگی تو عنوان ہی سے ٹپک رہی ہے اور پھر دوران لیکچر میں اس متانت کا مظاہرہ جس رنگ میں انہوں نے کیا وہ صرف انہی کی مولویانہ فضیلت کو زیب دیتا ہے۔ ہم نے اسی وقت ان کے لیکچر کے بعد ان کا جواب دے دیا۔ جو حسب ذیل ہے:-

سب سے بڑا الزام جو حضرت مرزا صاحب پر لگایا جاتا ہے اور جس کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے سوامی دیانند کے ساتھ انہیں ملایا وہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیائے کرام کی توہین کی اس کے ثبوت میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے بعض ایسے حوالے جمع کر رکھے ہیں جن میں **حضرت مسیح علیہ السلام** کا نہیں بلکہ عیسائیوں کے **یسوع** کا ذکر ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ایسے الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے صاف طور پر اس بات کو واضح کیا ہے کہ حضرت **مسیح علیہ السلام** کو وہ خدا کا سچا پیغمبر سمجھتے ہیں اور ایسے الفاظ کا استعمال ان کے لئے ناجائز ہے۔ چنانچہ اپنی نور القرآن کے ٹائیٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں:-

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نمبر نور القرآن ایک ایسے شخص کے مقابل پر جاری ہوا ہے کہ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیبین و سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کی لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے۔ کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے۔ جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدائی پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ بن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں ہے اور یہ طریق ہم نے برابر ۴۰ برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔ ...... ہم سنتے سنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو گالی دے۔ اور ہم نے تو جو کچھ کہا واقعی کہا وانما الاعمال بالنیات۔

خاکسار (مرزا غلام احمد مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء)

"ازالۂ اسلام" صفحہ ۳۴ کے ذیل کے الفاظ گروہ اہل حدیث کے بالخصوص ملاحظہ کے قابل ہیں:-

"اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور انہیں تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ تبائید توحید ہیں۔ وانما الاعمال بالنیات اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویت الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے۔ کہ گویا وہ انبیا کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں چماروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا۔ کہ انما الاعمال بالنیات"

ذرا ان کھلے حوالجات کو باوجود یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے؟ کس قدر سوء ظنی اور بغض و عداوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو کھلے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتے اور آپ کی صداقت و عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کسی بھی نبی کی توہین کو جائز نہیں سمجھتے لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب الزامی جوابات کو لے کر آپ پر توہین انبیاء کا الزام لگاتے ہیں۔ ... مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مشہور مناظر کی کتاب ازالۃ الاوہام کو بھی سامنے ... عیسائیوں کے یسوع کی

اسلام مشرق و مغرب میں!

خط و کتابت ممالک غیر

(خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب)

معذرت

غیر ممالک کے ساتھ سلسلہ خط و کتابت اس قدر وسعت پکڑ گیا ہے کہ میرے جیسے کم فرصت شخص کے لئے خطوط کا باقاعدہ جواب دیتے رہنا ہی دشوار ہو گیا ہے۔ چہ جائیکہ ان کے اقتباس اخبار کے لئے دے سکوں۔ سفری ملازمت سرکار کے ساتھ یہ سلسلہ خط و کتابت و دیگر چند قومی ذمہ داریاں ہی میرے لئے کافی سے زیادہ تھیں۔ لیکن بزرگان قوم نے اسے کافی نہ سمجھ کر انجمن کی سکرٹری شپ جیسا ذمہ داری کا کام بھی میرے کمزور کندھوں پر رکھ دیا۔ لیکن چونکہ اب موخر الذکر کام مجھ سے ایک قابل ترین ہستی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس لئے میں اخبار میں کچھ لکھنے کے لئے فرصت پا سکا ہوں۔ اور آئندہ وقتاً فوقتاً ضروری خط و کتابت شائع کرتا رہوں گا۔ بعض ممالک کے دوستوں نے اپنے خطوط کو شائع کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے وہ شائع نہ ہو سکیں گے۔

خاکسار (محمد منظور الٰہی)

سوئیٹزرلینڈ سے جناب امیر شکیب ارسلان صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی انجمن کی طرف سے مجھے ایک خط آیا تھا جس کا جواب میں نے بھیج دیا تھا۔ آپ کا اخبار مجھے باقاعدہ پہنچتا ہے۔ آپ کی ہمت کا جو مستقل طور پر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور اسے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو تمام دنیا کے لئے روشن چراغ بنائے اور آپ جیسی نادر الوجود ہستیاں اس ملت میں کثرت سے پیدا کرے۔

جنوبی امریکہ امیر موصوف لکھتے ہیں کہ مجھے جنوبی امریکہ سے ایک معزز دوست کا خط آیا ہے جس میں وہ اس خبر کی تردید کرتے ہیں کہ جنوبی امریکہ میں اسلام سرعت سے پھیل رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ بغیر داعیان اسلام اور لٹریچر کے اسلام دنیا میں پھیل جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ تحریر کرتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ ان ممالک میں اسلام کا پھیل جانا نہایت آسان امر ہے۔ بشرطیکہ مسلمان اس امر کی اہمیت کو سمجھیں اور اشاعت اسلام کے ذرائع کو عمل میں لائیں۔ اس معزز دوست نے مجھے تاکید کی ہے کہ ان تمام امور سے آپ کی انجمن کو اطلاع دوں۔ چنانچہ اس کے خط کا وہ حصہ جس میں اس نے آپ کی انجمن کو ان ممالک میں کام کرنے کی دعوت دی ہے۔ ارسال کرتا ہوں۔ آپ براہ راست اس سے خط و کتابت کریں۔

افغانستان کے متعلق امیر موصوف رقمطراز ہیں کہ افغانستان کے حالات پڑھ کر افسوس آتا ہے۔ امان اللہ خان نے اپنی سلطنت کو مضبوط رکھنے کے ذرائع کو عمل میں لانے سے سخت لاپرواہی برتی اور اپنا سارا زور اور روپیہ داڑھیاں منڈوانے یورپین لباس پہنانے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے میل جول میں خرچ کر دیا۔ اگر اس کا مقصد ملک کو ترقی دینا اور موجودہ زمانے کے طریقوں سے اپنی حکومت کو منظم کرنا ہوتا۔ تو وہ ان باتوں کے بغیر بھی کر سکتا تھا۔ اور اگر وہ غور کرتا تو اسے نظر آ جاتا کہ جاپان بھی ترقی کے معراج پر پہنچا ہوا ہے اور عنقریب مغرب سے بھی آگے نکل جائے گا۔ لیکن وہ برابر اپنے دین۔ ملکی عادات اور رسومات پر قائم ہے۔ اور اسے یہ بھی نظر آ جاتا کہ انگریز باوجود اس کے کہ ساری اقوام سے ترقی یافتہ ہیں اور قوت و شوکت میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اور سب سے زیادہ علم دوست ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ساری قوموں کی نسبت اپنی نصرانیت پر قائم ہیں۔ اسی طرح افغانستان بھی اپنی قدیمی اسلامی روایات پر قائم رہ کر اپنی سلطنت کو مضبوط کر سکتا تھا۔

ہماری تبلیغی کوششیں!

خط و کتابت ممالک غیر

(مرتبہ خان صاحب چودھری منظور الٰہی صاحب)

الجیریا (شمالی افریقہ) نصر الدین فرانسیسی نومسلم صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط معہ سوانح عمری حضرت نبی کریم صلعم پہنچا۔ جس کے لئے میں تہ دل سے مشکور ہوں۔ جواب میں دیر اس لئے ہو گئی کہ میں اپنے ذاتی معاملات کے لئے پیرس گیا ہوا تھا آپ کی دوسری عربی اور انگریزی کتابیں بھی پہنچ گئی ہیں۔ جن کو میں نے اپنے غیر مسلم دوستوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کی انجمن مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو علیحدہ رکھکر اتحاد اسلامی کی بڑے زور سے حامی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیائے اسلام میں آپ کی انجمن کی عزت بڑھتی جا رہی ہے۔ اگرچہ قرون اولیٰ کی تبلیغی روح اب نہیں پائی جاتی۔ لیکن ہم جماعت احمدیہ لاہور کو مبارکباد دینے سے رک نہیں سکتے کہ اس نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ عیسائی مشنریوں کے زہر آلود پروپیگنڈا کا علاج سوائے عیسوی ممالک میں تبلیغی اسلامی مشن قائم کرنے کے اور کچھ نہیں۔ اور ہم آپ کی روز افزوں کامیابی پر آپکو مبارکباد دیتے ہیں۔"

(نوٹ) برادر موصوف کی اس غلط فہمی کا ازالہ بذریعہ خط کر دیا گیا ہے۔ کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تبلیغی روح نظر نہیں آتی۔

بیت المقدس (فلسطین) برادر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا۔ میں سخت علالت کے باعث جلد جواب نہ دے سکا۔ اب بھی بڑی مشکل سے خط لکھ رہا ہوں مجھے آپ اپنی انجمن کا ممبر سمجھیں اور انشاء اللہ میں حتی الامکان شرائط بیعت کی پابندی کروں گا۔ اور یہاں انجمن کی طرف سے عملی کام کروں گا۔ اور بذریعہ لٹریچر خدمت دین کرتا رہوں گا۔ جونہی میری طبیعت درست ہوتی ہے میں آپ کی مرسلہ کتابوں کا عربی ترجمہ شروع کر دوں گا۔ کیونکہ وہ ایسی مفید کتابیں ہیں۔ کہ خود مسلمان ان حقائق اسلام سے بے خبر ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ان کو حقیقت اسلام سے آگاہ کیا جائے۔ تاکہ وہ عیسائی مشنریوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔

یونان (یورپ) سے برادر محمد نور الدین صاحب علاقہ تھریس لکھتے ہیں کہ آپ کا لٹریچر برادر احمد کی معرفت مطالعہ کیا۔ جو کچھ خدمات اسلام آپ کی انجمن کر رہی ہے۔ اس کے لئے ہم لوگ بہت مشکور ہیں۔ میں نے ڈاکٹری کا آخری امتحان پاس کر لیا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی کو خدمت اسلام میں لگا دوں اور آپ کے پاس رہ کر دین کی خدمت کروں۔ مہربانی کر کے اطلاع دیں کہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

جاوا اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ "پرافٹ آف اسلام" کا ڈچ ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کی چند کاپیاں بھیج چکا ہوں۔ اور اب ایک کاپی "مرزا غلام احمد دی مین" بزبان ڈچ ارسال ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ماہوار رسالہ کی کاپی جو ڈچ زبان میں شائع کرنے کے لئے جاری کیا ہے۔ ایک دوسرے احمدی دوست نے جاوی زبان میں ایک پندرہ روزہ رسالہ جاری کیا ہے جس کا نام "رسالہ احمدیہ انڈونیشیا" رکھا ہے۔ اور اس کا مقصد جیسا کہ لیڈنگ آرٹیکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ جاوا کے مسلمانوں کو حضرت مجدد اعظم کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے۔ میں نے ایڈیٹر کو تاکید کر دی ہے کہ اس کی چند کاپیاں آپ کو بھیج دے۔ اب ایک ملائی زبان کے رسالہ کی ضرورت باقی ہے۔ اگر انجمن تھوڑی سی مدد دیدے تو بہت جلد ہم یہاں انتظام کر لیں گے۔ دعوت عمل یعنی "کال آف اسلام" کا ڈچ ترجمہ چھپ رہا ہے۔ تبلیغ احمدیت کے لئے اس کا اور "مرزا غلام احمد دی مین" کا ڈچ زبان میں ہونا ضروری تھا۔

دو اہم کام جو جاوا کے احمدیوں کے پیش نظر ہیں یہ ہیں کہ ایک جاوی احمدی کو ہالینڈ تبلیغ اسلام اور احمدی مرکز قائم کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ جہاں ڈچ زبان کے ساتھ ساتھ ہمارے خیالات کے مطابق دینی تعلیم بھی دی جائے۔ دو چار احمدی بھائیوں نے جو ڈچ ٹریننگ کالج کے گریجویٹ ہیں۔ اپنی خدمات اس نیک کام کے لئے پیش کی ہیں جن کے فوٹو دوسرے خط کے ہمراہ بھیجوں گا۔

مذاہب غیر کی سرگرمیاں

آریہ سماج

اڑھائی سو مسلمانوں کی شدھی دہلی ۳۰ اپریل۔ ۲۸ اپریل کو سوامی چدانند سنیاسی جنرل سکرٹری آل انڈیا ہندو شدھی سبھا کے زیر سرپرستی ناورانگر اور تاؤ ان پنیوں کے ۲۵۰ مسلمانوں کو ہندو دھرم میں گرہن کیا گیا شدھی کی رسم متھرا برانچ کے انچارج پنڈت جوتی سروپ شرما اور پنڈت لکشمی رام شرما کارکن شدھی سبھا وغیرہ ہندوؤں نے کرائی جو راجپوت شدھ کئے گئے ہیں ان کا تعلق رانا پرتاپ کے خاندان سے ہے۔ پانسو سال ہوئے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ رسم شدھی کے بعد ہزارہا لوگوں نے جس میں حصہ لیا۔ مسٹر گیا چند پاٹھک نے رسم شدھی کی نوٹوٹی۔

(سکرٹری آل انڈیا شدھی سبھا) (پرتاپ ۱۱ مئی)

ہنود کا جذبہ عمل مشرقی افریقہ میں آریہ سماج دارالسلام کے سالانہ اجلاس کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں جو مسلمانوں کے لئے درس عمل ہیں۔ یہ اجلاس نہایت دھوم دھام سے منعقد ہوا۔ تمام اکابر ہنود شریک اجلاس تھے۔ زبردست اور موثر تقریروں کے بعد لڑکیوں کے لئے گروکل قائم کرنے کی تحریک ہوئی۔ تحریک کا ہونا تھا کہ پانچ منٹ کے اندر اندر چھ ہزار پونڈ جمع ہو گئے۔ اور عوام تو عوام چند خواص ہی نے یہ رقم جمع کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا۔

عیسائیت

عیسائیت کی رفتار ترقی عیسائی مذہب کی ترقی کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:-

سنہ ۱۸۸۱ء ۱۵ لاکھ سنہ ۱۹۰۱ء ۲۹ لاکھ

سنہ ۱۹۱۱ء ۳۸ لاکھ سنہ ۱۹۲۱ء ۶۴۔۴۷ لاکھ

انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان فی صدی ۳۲۶ ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ۲۲۷ کی ترقی کی۔ جو کہ مسلمانوں کی ترقی کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۱۱ء میں پانچ گنے سے زیادہ اور سنہ ۱۹۲۱ء میں سات گنے سے زیادہ ہے۔

ہندوستان میں مسیحیت کا وسیع نظام عیسائی مشنریوں نے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے ہیں نہ صرف مصر شام فلسطین۔ عراق وغیرہ ہی میں ان کی مشنریاں کام کر رہی ہیں بلکہ ایران ایشیائے کوچک وغیرہ ممالک اسلامیہ میں بھی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کو فنا کر رہی ہیں۔ ہندوستان میں جس کوشش سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے۔ وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو جائے گا سنہ ۱۹۲۳ء کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

مسیحی مشنریاں	۱۰۶۷	تبلیغی مرکز	۱۰۲۴۰
مبلغ	۷۲۱۸	ٹریننگ کالج برائے تعلیم تبلیغ	۶۱
گرجاؤں کے پادری	۱۸۷۷۹	مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں	۹۹
پریس	۸۲	سنڈے سکول	۸۲۰
ہائی سکول	۶۱۰	کالج	۵۰
زراعتی سکول	۹۰۸	صنعتی اسکول	۱۷۰
تعداد طلبہ	۱۰۶۰۰۰۰ لاکھ	اساتذہ	۴۴۰۸۴ ہزار
ہسپتال	۴۰۸	ڈاکٹر اور نرسیں	۱۵۱۸ ہزار

سنہ ۱۹۱۳ء میں تمام ہندوستان میں ۱۳۶ مشنریاں تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل:

امریکہ اور کنیڈا کی تبلیغی جماعتیں	۴۱	آسٹریلیا کی تبلیغی جماعتیں	۸
انگریزی ،، ،،	۴۱	لنکا کی ،، ،،	۳
براعظم ،، ،،	۱۲	ہندوستان ،، ،،	۷
بین الاقوامی ،،	۹	بلادی	۱۲
	۱۰۳	+	۳۰

۱۳۳ کل میزان

مگر دس برس کے اندر سنہ ۱۹۲۳ء میں ان کی تعداد میں ۳۱ مشنریوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں ان مشنریوں کا سالانہ خرچ ۲ کروڑ روپیہ تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب یہ دس کروڑ خرچ کر رہی ہونگی انجیل کا ترجمہ ۱۰۴ زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں سنہ ۱۹۲۶ء میں ۵۰۰۰۰۰ لاکھ انجیلیں مفت تقسیم کی گئیں۔ مگر سنہ ۱۹۲۸ء میں ان کی تعداد ۱۰۶۰۰۰۰ لاکھ تک پہنچ گیا۔

فرقہ بندی

(سید عبدالمجید صاحب کپورتھلہ)

میں ممنون ہوں کہ محترم ایڈیٹر صاحب نے میرے خیالات کو جو "چشتی سے احمدی کیوں ہوا" کے متعلق میں نے ظاہر کئے تھے۔ اخبار میں جگہ دے کر اس پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ مجھے اس پر تو اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ فرقہ بندی کے حامی کیوں ہیں کیونکہ کل حزب بما لدیہم فرحون۔ ہر ایک شخص اسی فرقہ پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ اور لکھنا نہ چاہتا تھا۔ مگر ایک غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ "چشتی سے مسلمان کیوں نہیں احمدی کیوں؟" اس پر میرے محترم ایڈیٹر صاحب نے رقم فرمایا ہے کہ "یہ کہنا کہ چشتی سے مسلمان کیوں نہیں احمدی کیوں۔ حیرت انگیز مغالطہ پیدا کرتا ہے۔ گویا چشتی اور احمدی کہلانے والے مسلمان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں"۔ اگر "مغالطہ پیدا کرتا ہے" کے الزام کو سوء ظن بھی نہ سمجھا جائے تو اس میں ایڈیٹر صاحب کی غلط فہمی میں کوئی شبہ نہیں۔ نہیں معلوم یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ میں چشتی اور احمدی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ تمام مضمون کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے اور غور سے پڑھ جانے کے بعد وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچنے میں میرے ساتھ متفق ہوتے کہ "چشتی سے مسلمان کیوں نہیں" سے صاف مفہوم یہ تھا کہ جب ایک فرقہ سے آدمی بے نیاز ہوا تو پھر دوسرے میں گرفتار کیوں ہو؟ اپنے آپ کو خالص مسلمان کیوں نہ کہے۔ وہ نام جو تمام انبیاء نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔ میں تو زبان سے اسلام کا اقرار کرنے والے کو خواہ وہ اپنے آپ کو کسی فرقہ سے متعلق ظاہر کرے مسلمان سمجھتا ہوں۔

رہا یہ امر کہ امتیاز پیدا کرنے کے لئے کوئی فرقہ تجویز کرنا ضروری ہے اگر درست ہے تو پھر شیعہ۔ حنفی۔ وہابی۔ اہلحدیث۔ حنبلی۔ مالکی۔ دیوبندی۔ رضائی بریلوی۔ اہل القرآن۔ نقشبندی۔ قادری۔ کہلانے میں کیا نقص ہے۔ اور اگر بقول میرے مکرم ایڈیٹر صاحب ان نام علیحدگی کا نقص نہیں ہے۔ کیونکہ امتیاز ضروری ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اوپر کی آیت میں فرقہ بندیوں سے بچنے کا کیوں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور دوبارہ ۱۵ اس آیت میں کہ ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا لست منہم فی شئی ۶: ۱۶۰۔ یقیناً انہوں نے اپنے دین کے حصے کر دیئے ہیں اور کئی حصہ ہو گئے تمہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں" میں فرقہ بندیوں سے بچنے کی تاکید کیوں آئی ہے۔ جس فرقہ بندی کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ ایک مذہب کو کئی فرقوں میں تقسیم کرنے کے متعلق ہے۔ اس میں باہمی تکفیر کا اشارہ تک نہیں۔ کیونکہ یہ کہنا کہ فرقہ بندی اسے کہتے ہیں کہ ایک فرقہ دوسرے کو کافر کہے اور اگر کافر کہے تو پھر یہ فرقہ بندی نہیں ہے۔ اس آیت سے مستنبط نہیں ہوتا۔ اگر امتیازات ضروری ہیں تو اہل حدیث میں اب غزنوی اور ثنائی کہلانے والے بھی موجود ہیں۔ اگر یہ مذہب سے تمسخر نہیں تو اور کیا ہے۔ رضائے بریلی اور دیوبندی۔ نہیں معلوم کہ اگر امتیازات کا سلسلہ اسی طرح رہا تو مذہب محلوں اور گلیوں کے امتیازی ناموں سے موسوم ہونے لگے گا۔

میں نے نہایت ہی ٹھنڈے دل اور نہایت ہی دیانت داری سے امتیازی ناموں پر غور کیا۔ اور اس کی ضرورت بھی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ "مسلم" سے بڑھکر امتیازی نام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور رسول اکرمؐ کے وقت میں بھی جبکہ اسلام دور دراز حصص میں پھیل چکا تھا۔ اور جماعتیں بھی جدا جدا کام کرنے والی بن چکی تھیں۔ سوائے مسلم کے اور کوئی ایسی امتیازی شان جماعتوں میں پیدا نہیں ہوئی جو مذہب یا دین کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دے۔ بلکہ قرآن تو فرقہ بندی کی ممانعت فرماتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہو کہ فرقہ بندی اسلام میں خواہ کسی وجہ سے پیدا ہوئی تو کیا ضروری ہے کہ ہم ان کی اس رسم کو آئندہ جاری رکھیں۔ جب ہم فرقہ بندی کہتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ پیش نظر نہیں ہوتا کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہنے والا۔ نہ فرقہ بندی کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے تو میں کہتا ہوں کہ جتنے فرقے بھی اسلام کے لوگوں نے بنا رکھے ہیں ان کو مٹا کر سب اپنے آپ کو مسلم کہیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ دینی اختلافات ہیں مگر انہیں رہنے دیجئے۔ مگر جب نہ قرآن سے نہ حدیث سے حنفی۔ حنبلی۔ مالکی۔ حنفی۔ احمدی۔ شیعہ۔ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کے فرقوں کا نام ثابت ہوتا ہے تو پھر ہم ایسی بدعت کیوں کریں۔ کہ جس سے نفاق و نفرت پیدا ہو۔

میری سمجھ میں یہ دلیل بھی کبھی نہیں آئی کہ اگر ہم اپنے لئے کوئی نام نہ رکھیں گے تو لوگ رکھ لیں گے۔ جیسا کہ سرسید احمد خاں مرحوم ہم خیال لوگوں نے خود کوئی نام نہ رکھا۔ اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتے پھرے مگر زمانہ نے تعارف کے لئے نیچری نام رکھ کے چھوڑا۔ میں کہتا ہوں کہ لوگ اگر غلطی کریں تو کیا ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھ کر کہ لوگ ہمارا نام کوئی نہ کوئی ضرور رکھیں گے اپنا نام تجویز کر لیں۔ اب ہم میں بھی بعض ایسے ہیں جو مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ تو اس خیال سے کہ ہمیں بعض اصحاب کافر کہیں گے۔ تو آؤ ہم بھی کوئی اپنا نام رکھ لیں۔ اب بعض لوگوں میں عقل اور سمجھ یا خاص امور کی وجہ سے کچھ ایسی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں کہ لوگ ان کے اچھے اور برے نام رکھ لیتے ہیں۔ تو کیا اس سے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگ خود اپنے لئے بھی کوئی نام اور تجویز کریں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے جو ہمارے نام تجویز کریں گے۔ اور یہ امر اور بھی غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے کہ احمدیہ کا لفظ یہ بتانے کے لئے ہے کہ اشاعت اسلام کا کام آج انہی خیالات کے ذریعہ سے سر انجام پا سکتا ہے جن کو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے لائحہ عمل میں کوئی ایسا کام نہیں جس کا تعلق خاص خیالات سے ہو جس سے کسی دوسرے مسلمان کو مذہبیا اختلاف ہو۔ یہ تو در حقیقت خوبی کی بات ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے ساتھ تمام فرقوں کی ہمدردیاں ہیں۔ قادیانی جماعت یہ نقطہ نظر پیش کر سکتی ہے کیونکہ وہ تو سب غیر احمدیوں کو کافر سمجھتی ہے۔ کہہ سکتی ہے کہ وہ خاص خیالات کی اشاعت کرتی ہے۔ مگر لاہوری جماعت جو سب کلمہ گوؤں کو مسلمان کہتی ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ ہمارے لائحہ عمل میں ایسا کام ہے جس کا تعلق خاص خیالات سے ہے عام سمجھوں سے بالاتر ہے۔ انجمن تبلیغ اسلام بھی تو ہے۔ یا اس قسم کی اور انجمنیں ہیں۔ انہیں سب مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے سب فرقوں کی متاع عمومی سمجھنا چاہیئے۔

ایڈیٹر صاحب کا یہ سوال کہ "سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ احمدیت کے لفظ میں کیا خلاف اسلام بات ہے کہ اس کا استعمال لوگوں کو اس قدر ناگوار ہے" چند منٹوں میں ہی حل ہو جائے گا۔ اگر وہ نہایت ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں کہ "ھو سمٰکم المسلمین" اس نے تمہارا نام مسلم رکھا "احمدی یا محمدی نہیں رکھا۔ میں امتیازات کے خلاف نہیں ہوں۔ اور وہ ایسے ہی امتیازات جیسا کہ ہندو۔ مسیحی۔ یہودی سے ممتاز رکھنے کے لئے مسلمان۔

بیغام صلح:- صاحب مراسلت کا اعتراض جہاں تک ان کی مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہے۔ صرف اس بات پر ہے کہ مختلف اسلامی جماعتیں اپنے لئے کوئی امتیازی نام کیوں تجویز کرتی ہیں۔ مسائل کے اختلافات اور ان کی بنا پر ہم خیال لوگوں کا ایک جماعت کی شکل میں مجتمع ہونا ان کے نزدیک قابل اعتراض نہیں لیکن صرف اس اختلاف خیالات کے اظہار کے لئے کوئی امتیازی نام رکھنا وہ جائز نہیں سمجھتے۔ یہ تجویز کہاں تک قابل عمل ہے۔ اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس مضمون میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ جو "نکمی بحثیں" کے عنوان سے کسی سابقہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خیالات کا اختلاف ہوگا۔ اور ایسے اختلافات کی بنا پر مختلف جماعتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں تو لازمی ہے کہ ان جماعتوں کے امتیازی نام بھی ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ دوسرے لوگوں سے انہیں کیا اختلاف ہے۔ جب تک یہ نہ ہو۔ کوئی ایک خیال رکھنے والے آدمی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی کام متحدہ رہ سکتا ہے۔ انجمن حمایت اسلام کا کام زیادہ تر تعلیمی کام ہے جس میں مذہبی اختلافات کو چنداں دخل نہیں۔ انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کا کام ایک ایسے طبقہ تک محدود ہے جس میں صرف ایسے موٹے اسلامی اصول کی تبلیغ ضروری ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے۔ لیکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا کام نہ صرف ہندوستان کے اچھوتوں ہی میں جاری ہے بلکہ دنیا کے تمام تعلیم یافتہ اقوام اور عیسائیوں میں بھی جاری ہے۔ جہاں عیسیٰ پرستی کی تردید میں وفات مسیح پر بھی زور دینا پڑتا ہے اور خدا کی ہستی کو منوانے کے لئے سلسلہ مکالمہ الٰہیہ کا ثبوت بھی پیش کرنا پڑتا ہے۔ ان تمام باتوں میں لازمی ہے کہ کام کرنے والوں میں باہم اتحاد خیالات ہو ورنہ انتشار و افتراق اور کام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا کی آیہ کریمہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں پیش کی گئی ہے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس آیت میں امتیازی نام رکھنے سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ دین میں تفرقہ ڈالنے اور گروہ در گروہ ہونے کی مذمت کی گئی ہے۔ اگر اس سے باہمی تکفیر مراد نہیں بلکہ محض جماعت بندی اور اختلاف خیالات مراد ہیں تو ماننا پڑے گا کہ خیالات کا اختلاف بھی اسلام نے جائز نہیں رکھا۔ حالانکہ یہ صریحاً غلط اور خود صاحب مراسلت کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ اس لئے سوائے اس کے کہ اس سے ایسی تفرقہ پردازی مراد لی جائے جو باہمی تکفیر کا موجب ہے۔ اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ اور یہی معنی بعض سابق مفسرین نے ...

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ اسلامیہ میں مصروف۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت دن بدن ترقی پر ہے خدا نے چاہا تو بہت جلد شفائے کلی حاصل ہو جائے گی۔

—— مولانا مولوی صدر الدین صاحب ضلع منٹگمری میں انجمن کے کام پر تشریف لے گئے ہیں۔

—— جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہفتہ عشرہ کے لئے شملہ تشریف لے گئے ہیں۔

—— دہلی سے برادر شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران نے دائے سینہ میں خان صاحب محمد خاں صاحب کے مکان پر جمع ہو کر یہ تجویز پاس کی کہ کمیٹی میں امیر امان اللہ خاں کو ہمدردی کا تار بھیجا جائے۔ چنانچہ ذیل کا تار آپ کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔

"جماعت احمدیہ لاہور آپ کے موجودہ ابتلا میں تہ دل سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ اور اس کی دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر آپ کو افغانستان کے تاج و تخت کا وارث بنائے۔"

غازی موصوف کے دہلی پہنچنے پر بھی جماعت احمدیہ کے ممبران سٹیشن پر گئے لیکن شرف باریابی حاصل نہ ہوا۔

—— مسوری سے جناب محمد دین صاحب احمدی اطلاع دیتے ہیں کہ انہیں انفلوانزا ہو گیا ہے۔ احباب کرام صحت کے لئے دعا کریں۔

—— مکرم جناب حکیم مرزا خدا بخش صاحب کے فرزند مرزا عزیز الرحمن صاحب علیگڑھ یونیورسٹی کے امتحان ایم۔ ایس سی میں۔ اخویم ڈاکٹر حسن علی صاحب کے فرزند امتحان میٹرک میں کامیاب ہو گئے۔ ہر دو کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

—— مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ماہ مئی میں پشاور تشریف لے گئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہاں ۱۴ مئی کو شام کے ۵ بجے اسلامیہ کلب ہال میں زیر صدارت جناب شیخ خدا بخش صاحب پشنرای۔ اے۔ سی جلسہ ہوا۔ اور خاکسار (مولوی عصمت اللہ صاحب) نے رد تکفیر اہل قبلہ پر ایک بسیط تقریر کی۔ دوران تقریر میں مسئلہ تکفیر کے متعلق جماعت محمودیہ کے مسلک کو اچھی طرح واضح کیا۔ دوسرے دن پھر مذکورہ وقت پر خاکسار کے زیر صدارت اسی ہال میں جلسہ ہوا اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے وید و قرآن کے عنوان پر ایک مبسوط تقریر کی۔ اور ویدوں کے متعلق آریوں کے غلط دعوے کی دھجیاں اڑائیں تیسرے روز پھر اسی ہال میں زیر صدارت خان بہادر مولانا غلام حسن خاں صاحب جلسہ ہوا۔ اور جناب میر مدثر شاہ صاحب نے ختم نبوت کے مسئلہ پر نہایت مدلل اور برجستہ تقریر کی۔ اور اس مسئلہ کے ہر ایک پہلو کو خوب روشن کر کے دکھایا۔ میر صاحب کی مدلل تقریر کو عام مسلمان ہمہ تن گوش بن کر سن رہے تھے۔ اور محمودی عرق انفعال میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ میر صاحب کی تقریر پر اعتراض کرنا تو ان کے بس کا کام نہ تھا۔ مگر اتنی شرارت پھر بھی کر ہی دی۔ کہ دوران تقریر میں اظہار حقیقت نام ایک پمفلٹ چپکے چپکے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جناب میر صاحب کو علم ہوا تو آپ نے اس کی بھی دھجیاں اڑا دیں۔

تینوں جلسے نہایت خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچے۔ اور پشاور والوں کے سامنے جماعت محمودیہ قادیان کے عقائد کی اصلی حقیقت بے نقاب ہو گئی۔ لوگ چاہتے تھے کہ پشاور میں اور بھی جلسے ہوں۔ مگر راولپنڈی کے مناظرہ کی وجہ سے ہمارا ٹھہرنا مشکل تھا۔ اس لئے انہی جلسوں پر اکتفا کیا گیا۔

خاکسار

(محمد عصمت اللہ)

(بقیہ کالم دو) یہ بھی غلط ہے کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کے زمانہ میں مسلم کے سوا کوئی امتیازی نام نہ ہوا کرتے تھے۔ کیا انصار اور مہاجرین امتیازی نام نہیں۔ کیا سابقون الاولون کا امتیازی نام قرآن کریم میں صحابہ کی ایک خاص جماعت کے لئے نہیں آیا؟

امید ہے کہ اس قدر تصریحات کے بعد محترم مراسلہ نگار کا اطمینان ہو جائے گا۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ چونکہ غیر ہمارا کوئی نام تجویز کرتے ہیں اس لئے ہمیں اپنا نام خود رکھ لینا چاہیئے۔ اس قسم کے دلائل ہمارے احاطہ فہم سے خارج ہیں۔ اور نہ ان کے جواب دینے کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ — ۳۰ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ — نمبر ۴۸

جماعت احمدیہ اور اس کے فرائض

(۱)

ہماری قومی سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا (سورہ نحل) یعنی اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا کاتا ہوا اس کی مضبوطی کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ دیا۔ یہ نے الحقیقت قوم کے نظام کی طرف اشارہ ہے ۔ انسان ایک عرصہ کی جد وجہد کے بعد قوم بناتا ہے ۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اپنی غفلت کی وجہ سے بنے بنائے کام کو بگاڑ دیتا ہے ۔ ہمارے دوستوں کو اس بات کا پورا علم ہے کہ کن مشکلات میں اور کیسی کیسی زبردست رکاوٹوں کی موجودگی میں انہوں نے حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم اور آپ کے کام اشاعت اسلام کو جاری رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور کی بنیاد رکھی ۔ اور بلا کسی تخصیص کے ہر ایک دوست نے اس مبارک کام کے لئے اس قدر مالی اور جانی قربانیاں کیں کہ مسلمانوں کی بڑی سے بڑی جماعتیں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں ۔ خود وہ لوگ جو اپنی اکثریت پر فخر کرتے اور اپنے نظام کے بارہ میں بڑی بڑی تعلیاں کرتے ہیں ۔ خدمت اسلام میں اس مختصر سی جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

ہماری جماعت میں شامل ہونے والوں کے سامنے نہ کوئی انسانی ہستی ہے جس کی خوشنودی کے لئے وہ کوئی کام کرتے ہوں ۔ اور نہ کسی قسم کا دنیاوی لالچ ہے بلکہ جو دوست اس میں شامل ہوئے یا ہوتے ہیں وہ محض خدا کی رضا ، خدمت اسلام کے مقصد کو لے کر اور ہر ایک پہلو کو سوچ کر ہوتے ہیں ۔ اور یہ ان کی نیک نیتی کی وجہ سے ہے ۔ کہ باوجودیکہ ہماری جماعت اپنے مرکزی دفاتر پر بہت کم خرچ کرتی ہے ۔ تاہم ہمارے دوست اپنے فرائض سے غافل نہیں ۔ اور جماعت کے کاموں میں بغیر لمبی چوڑی تحریکوں اور بھڑکدار اپیلوں کے حسب مقدور حصہ لیتے رہتے ہیں ۔ بعض دفعہ بلا سوچے سمجھے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کا نظام ایسا نہیں جیسا کہ فلاں جماعت کا ہے ۔ ایسا کہنے والوں کو غور کرنا چاہئے کہ جس جماعت کی مثال پیش کی جاتی ہے ۔ وہ اپنے مرکزی عملہ پر کس قدر روپیہ خرچ کرتی ہے ۔ اور جماعت کی امداد کا ایک بڑا حصہ عملہ پر ہی صرف کر دیا جاتا ہے ۔ اس کے مقابل پر ہمارے ہر شعبہ کے کارکن قریباً بلا تنخواہ کام کرنے والے ہیں ۔ صدر ۔ نائب صدر ۔ سکرٹری ۔ نائب [illegible] ۔ جائنٹ سکرٹری ۔ محاسب وغیرہ سب آنریری کام کرنے [illegible] باعث عملہ تنخواہ دار ہے ۔ گویا جہاں دوسری جماعت اپنی [illegible] ہی آمدنی کا رکنوں پر صرف کرتی ہے ۔ ہماری جماعت اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ خدمت اسلام میں صرف کرتی ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ بعض طبائع متواتر قربانیاں کرتے رہنے [illegible] تقاضائے عمر و دنیوی ذمہ داریوں کی زیادتی کے سبب سے کچھ عرصہ کے بعد قومی کاموں میں جوش کم کر دیتی ہیں ۔ جس کی وجہ سے قوم کی ترقی رک جانے اور قومی کاموں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جاتا ہے ۔ جو مفید کام وہ قوم کر رہی ہوتی ہے ۔ اس کا تانا بانا بگڑ جاتا ہے ۔ ایسی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ تم لوگ اس [illegible] کی طرح نہ بن جانا کہ جو نہایت محنت سے کچھ عرصہ کاتتی اور [illegible] کر ایک [illegible] چیز بناتی ہے لیکن اپنی غفلت اور بیوقوفی سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے ۔ یعنی بڑی محنت اور جانفشانی سے قوم کو بنا کر پھر اپنی بے توجہی سے اسے کمزور کر دینا ایک سچے مسلمان کا کام نہیں ۔ ہمارے احباب کو اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس رکھیں ۔ اور قومی کاموں میں غفلت کو راہ نہ دیں ۔

حافظ روشن علی صاحب

اختلاف عقائد اور چیز ہے ۔ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اختلاف عقائد کے ہوتے ہوئے بھی دوسرے کے دکھ درد اور رنج و راحت میں اس کے شریک حال ہو ۔ حافظ روشن علی صاحب ایک متشدد محمودی تھے ۔ محمودیت کی حمایت میں انہوں نے [illegible] سپرٹ کا اظہار کیا ۔ تاہم ان میں بعض خوبیاں بھی تھیں ۔ جن کی وجہ سے ان کی موت باعث افسوس ہے ۔ حافظ صاحب حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے شاگردوں میں سے تھے ۔ نہایت ذہین ۔ خوش بیان ۔ خوش الحان اور عالم آدمی تھے ۔ نہ صرف علوم اسلامیہ پر کافی عبور تھا ۔ بلکہ غیر مذاہب سے خاصی واقفیت رکھتے تھے اور آریہ سماج کے ساتھ کئی ایک مناظرے انہوں نے کئے باوجود اس کے کہ ایک آنکھ سے معذور تھے اور دوسری سے بھی بہت کم نظر آتا تھا ۔ جس کی وجہ سے عموماً دوسروں سے کتابیں پڑھوا کر سنتے تھے تاہم حافظہ اس قدر تیز تھا کہ ایک دفعہ کا سنا ہوا مضمون انہیں ازبر ہو جاتا تھا ۔ اور کتابوں کے صفحوں و سطروں کے حوالے بھی یاد رہتے تھے ۔ عمر پچاس سے اوپر تھی ۔ کچھ مہینے فالج میں مبتلا رہے ۔ جس سے آرام ہو گیا ۔ لیکن چند دن بعد پیچش نے ایسا تنگ کیا کہ جانبر نہ ہو سکے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ہم اس صدمہ میں قادیانی اصحاب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے ۔

احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ

اس فنڈ کو قائم ہوئے آج دو تین سال کا عرصہ ہو گیا اس کی اغراض ومقاصد قارئین کرام کے ملاحظہ میں لائی جا چکی ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت کم احباب نے اس میں شامل ہونے کی ضرورت محسوس کی ہے ۔ مسلمانوں پر مالی اعتبار سے جو ادبار اس وقت چھایا ہوا ہے ۔ اس سے احمدی جماعت مستثنےٰ نہیں بلکہ مالی اعتبار سے یہ جماعت مسلمانوں میں سب سے زیادہ غریب ہے اگرچہ باوجود اس غربت کے اس کو دین کے لئے آئے دن بہت سی مالی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں ۔ جس سے عام طور پر یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی امیر جماعت ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مال و دولت اس قدر ہمارے پاس نہیں جس قدر دل امیر ہیں ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیرے لئے بہتر ہے کہ تو اپنے ورثا کو امیر چھوڑ سے بہ نسبت اس کے کہ وہ تیرے بعد غریبی اور مفلسی کی زندگی بسر کریں ۔ لیکن آج عام طور پر ہماری یہ حالت ہے کہ گھر میں جو کمانے والا ہو وہ اگر مر جائے تو اس کے عیال و اطفال نان شبینہ کے بھی محتاج ہو جاتے ہیں ۔ اس افسوسناک حالت کی اصلاح کے لئے ہماری انجمن نے احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ کی بنیاد ڈالی جس کی غرض صرف یہ ہے کہ ہمارے احباب اپنی آمدنیوں میں سے ایک معمولی سی رقم جو کم از کم ۴ر تک ہو ۔ ہر ماہ پس انداز کرکے اس فنڈ میں جمع کرا دیں ۔ ان کے مرنے کے بعد یہ تمام جمع شدہ رقم اور اس کے ساتھ فنڈ کے تمام ممبروں کی طرف سے کم از کم ایک ایک روپیہ جمع کرکے ان کے ورثا کو دیدیا جایا کریگا ۔ اس طریق سے ایک فوت شدہ بھائی کے ورثا کو ایک کافی رقم مل سکتی ہے ۔ جو ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے ۔ بشرطیکہ ممبروں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جائے ۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ اتنی طویل مدت گزر جانے اور ایسی مفید اور سہل تجویز کے بارہا پیش ہونے کے باوجود اب تک بہت کم اصحاب نے اس طرف توجہ کی ہے ۔ ضرورت ہے کہ ہمارے دوست اس فنڈ میں شریک ہو کر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عملی محبت و ہمدردی کا حقیقی ثبوت بہم پہنچائیں تاکہ وہ انہیں مرنے کے بعد بھی عزت و محبت کے ساتھ یاد کرتے رہیں اور ہمیشہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں ۔

ہندی ادارہ کی ضرورت

کسی گزشتہ اشاعت میں جناب مولوی ابوالامام الدین صاحب کا ایک مضمون درج کیا جا چکا ہے جس میں انہوں نے دکھایا ہے کہ کس طرح سے ہندو قوم مسلمانوں کے خلاف ہندی لٹریچر کے ذریعہ سے پروپیگنڈا کر رہی ہے ۔ اور چھوٹے سے لیکر بڑے تک حتیٰ کہ ٹیگور اور دوسرے نامور مصنف بھی جن کو فرقہ وارانہ جذبات سے بہت بلند سمجھا جاتا ہے ناولوں افسانوں اور غلط واقعات کے ذریعہ سے ہندو قوم کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت و حقارت کا بیج بو رہے ہیں جس کی مسلمانوں کو مطلق خبر تک نہیں ۔ کیونکہ عام طور پر مسلمان ہندی زبان سے نابلد ہیں ۔ اور ان کے یہ قیاس میں بھی نہیں آ سکتا کہ ہندی زبان میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بھی کچھ لکھا جا رہا ہے ۔

اس زہریلے پروپیگنڈے کے ازالہ کے لئے قابل مضمون نگار نے یہ تجویز کی تھی کہ مسلمانوں کو ایک ہندی ادارہ قائم کرنا چاہئے ۔ جو اس قسم کے تمام ہندی لٹریچر کو جمع کرکے اس کی تردید ہندی کتابوں اور پمفلٹوں کے ذریعہ سے کرے ۔ اور ان تمام باتوں کی جو ہندی لٹریچر میں شائع ہوتی ہیں ۔ مسلمانوں کو بھی اطلاع دیتا رہے ۔

یہ تجویز اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت اہم اور ضروری ہے ۔ اس قسم کی تجاویز کو اگر مسلمان نرا دلچسپی سے پڑھ لینے کے بجائے اس کے لئے عملی صورت پیدا کرنے کی کوشش کریں ۔ تو زیادہ موزوں ہے ہمارے خیال میں ان تبلیغی انجمنوں کو جن کا دائرہ عمل ہندوستان کے اندر محدود ہے ۔ اس تجویز کو اپنے پروگرام میں ضرور شامل کرنا چاہئے اور جلد از جلد اس کے متعلق مناسب عملی کارروائی شروع کرنی چاہئے ۔

اسلام کا قافلہ

ایک انگریزی اخبار مصر اور دیگر اسلامی ممالک کے مذہبی رجحانات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

"اس میں شک نہیں کہ اسلام حرکت میں ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس کا قافلہ کس طرف کی راہ لے گا"

جہاں تک واقعات اور آثار و قرائن سے نظر آ رہا ہے اسلام کا قافلہ اسی بلند نصب العین کی طرف حرکت کر رہا ہے ۔ جو پہلے دن اس کے سامنے رکھا گیا تھا کہ جو اچھی بات جہاں سے مل جائے اسے لینا چاہئے اسلام علم و ترقی کا مخالف نہیں بلکہ مؤید ہے ۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ جوں جوں دنیا ترقی کی طرف قدم اٹھائے گی اسی قدر وہ اسلام کے قریب آتی جائے گی ۔ بشرطیکہ مسلمان اسلام کی صحیح روح اپنے اندر پیدا کر لیں ۔ اور اپنے عمل سے دنیا کو بتا دیں کہ وہ حقیقی معنوں میں خیر امت کا درجہ رکھتے ہیں ۔

بقیہ صفحہ اول

جو ان کا حقیقی نصب العین بیان کیا جاتا ہے ۔

حقیقی انقلاب کی کنجی محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں

اسلام میں ایسے انقلاب کی کوئی جگہ نہیں ۔ اس کے اپنے ایسے طریق اور رستے موجود ہیں جن پر عمل کردہ انصاف اور مساوات کی بنیادوں پر ایک سوسائٹی کو از سر نو تعمیر کر سکتا ہے ۔ یہ طریق اور رستے انسانی محبت و ہمدردی کی بنیادوں پر قائم ہیں ۔ اس لئے اس تمام معاملہ کی کنجی جیسا کہ ہم آئندہ نمبر میں ثابت کریں گے لانین یا لینن کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے ایک صحیح اور اصلی اشتراکی سوسائٹی کو سب سے پہلے تعمیر کیا ۔ اور جس کے بعد پھر کسی ایسی سوسائٹی کی تعمیر عمل میں نہیں آئی ۔ اگر مسیح یا ٹالسٹائی اور گاندھی کے عدم تشدد کو جائز طور پر ناقابل عمل قرار دیا جا سکتا ہے تو مارکس اور لینن کا تشدد بھی بعینہ اسی طرح ناقابل عمل ہے ۔ اس سچی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے جو اس خطرناک رستے پر رہنمائی کا موجب ہو ۔ کیوں اس شخص کی طرف توجہ نہ کی جائے ۔ جس کے خیالات جذبات سے متحرک ہو کر ان دونوں میں سے کسی ایک رستہ کی طرف جھٹکا لیجانے کا موجب نہیں ہوئے کیوں اس دانا اور خدا رسیدہ انسان کی متابعت اختیار نہ کی جائے جس نے اکیلے ہی اپنے عمل سے ایک نہایت کامیاب اشتراکی سلطنت اور سوسائٹی کو تعمیر کیا ؟

فتوحات اسلامی کے اسباب و علل

عربوں کا فوق العادۃ کارنامہ

تاریخ عالم میں اسلامی فتوحات کو مختلف حیثیات سے جو امتیاز حاصل رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اہل قلم کے لئے اس کے اسباب و علل ہمیشہ قابل غور رہے ہیں۔ اسلامی فتوحات کی نمایاں خصوصیت اصل میں یہ ہے کہ ایک غیر منظم و غیر مرتب قوم نے محض چند سالوں میں ایسی نمایاں کامیابی حاصل کی کہ اس عہد کی دنیا کی دو سیاسی اہم ترین حکومتوں کے تختے الٹ گئے اور دنیا کے عام تمدن و معاشرت میں عظیم الشان انقلاب برپا ہوگیا۔ عربوں کا یہی فوق العادۃ کارنامہ اور ان کی یہی خصوصیت ہے جس کی بنا پر فلسفہ تاریخ میں اسلامی فتوحات کے اسباب و علل کو نمایاں جگہ ملی۔ ابن خلدون نے اپنے فلسفہ تاریخ میں اس موضوع پر خصوصیت سے بحث کی ہے اور بعد کے اہل فکر نے بھی اپنے نظریے قائم کرتے وقت ابن خلدون کے نظریات کو بھی عموماً سامنے رکھا ہے۔ ابھی حال میں رسالہ ازہر مصر میں شیخ عبدالوہاب النجار نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور نہایت سادگی سے بہ ترتیب اس کے چند وجوہ پیش کئے ہیں جن کا اساس غالباً بڑی حد تک ابن خلدون کا فلسفہ تاریخ ہے۔ اس لئے اگرچہ مقالہ نگار نے کوئی خاص نئی چیز نہیں پیش کی لیکن کم از کم اس موضوع پر ابن خلدون کے اکثر خیالات کو نئے لباس میں پیش کر دیا ہے۔ جو بہ ترتیب حسب ذیل ہیں:۔

فطری سادگی

(۱) اسلامی فتوحات کی کامیابی کے اسباب میں عربوں کی فطری سادگی اور بدویانہ زندگی کو خاص دخل ہے۔ خورد و نوش کے اہتمام سے بڑی حد تک بے نیاز اور تعیش اور اس کے تمام لوازم سے الگ ایک سادہ زندگی گذارنے کے عادی تھے۔ سفر کی مشقتوں کو بآسانی برداشت کرتے سادگی کی وجہ سے سامان سفر بھی مختصر ہوتا جس سے فوج کو باربرداری کی مشکلات سے سامنا نہ کرنا پڑتا عربوں کے سفر میں اونٹ کی سواری مخصوص تھی حسن اتفاق سے وہ بھی عربوں ہی کی طرح صبر آزما اور اونٹ کے مالک ہوتے ہیں۔ دو دو چار چار دن بے آب و دانہ سفر کرتے ہوئے دشمنوں کے تعاقب میں چلے جاتے۔

باربرداری کی مشکلات سے حفاظت

اگر ہم دور جدید کی فوجی ترقیوں کے ساتھ فوجوں کی مشکلات کو بھی پیش نظر رکھیں۔ تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً ۱۸۹۶ء میں ایک مقام سے ایک فوج روانہ ہوئی۔ جو ۵۰۰ سپاہیوں پر مشتمل تھی لیکن اس کے باربرداری کے جانوروں کی تعداد چار ہزار تھی۔ پھر اسی مناسبت سے ساز و سامان اور سامان رسد کے انواع و اقسام ساتھ تھے لیکن عربی فوج کے لئے نہ خورد و نوش کے وافر سامان کی ضرورت تھی۔ نہ دواخانہ ساتھ ہوتا۔ اور نہ کھانے پینے کے برتنوں کا بوجھ لادنا پڑتا۔ باغوں کی کچی کچی کھجوریں غذا تھیں اور جنگلی جڑی بوٹیاں دوا علاج کے کام آتیں جس کی وجہ سے باربرداری کے کثیر مصارف اور اس سے سفر میں جو مشکلات پیش آتے ہیں۔ اس سے وہ محفوظ رہتے

قضا و قدر پر ایمان

(۲) عربوں کی کامیابی کا دوسرا راز ان کے قضا و قدر کا عقیدہ ہے۔ یورپ کے مصنفین کہتے ہیں۔ کہ قضا و قدر سے جد و جہد کی قوت کو نقصان پہنچا ہے لیکن درحقیقت عربوں کا یہی عقیدہ تھا جس نے انہیں موت سے نڈر کر دیا۔ قرآن مجید نے ایسے پیرایہ میں سے ان میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ وہ گھمسان کے رن میں بے دھڑک بڑھتے ہوئے چلے جاتے صرف ایک شمشیر زنوں کے لپٹتے [illegible] قرآن مجید نے انہیں بتایا تھا کہ زمین پر [illegible] [illegible] اگر تمہارے لئے جہاد مقدر ہو چکا ہے۔ تو اگر تم اپنے گھروں میں چھپ بھی رہو۔ تو دست قدرت تمہیں میدان قتال میں کھینچ لائیگا اور موت کا وقت آ پہنچا۔ تو نہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکتی ہے۔ جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پائیگی۔ اگرچہ تم مستحکم قلعوں میں محفوظ کیوں نہ ہو۔ ان تعلیمات نے عربوں کی ذہنیت پر کافی اثر ڈالا ان میں شجاعت پہلے سے موجود تھی۔ جو کچھ کمی تھی۔ ان تعلیمات نے پوری کر دی۔ اس لئے وہ نہایت بےخوف ہو کر موت یا فتحمندی ان دونوں میں سے کسی ایک کے حصول کا قصد مصمم کر کے میدان میں اتر آتے تھے۔

عربی گھوڑوں کی چالاکی

(۳) قدیم اصول جنگ میں ابتداءً مبارزت طلبی ہوتی تھی۔ عربی گھوڑے ایرانی اور رومی گھوڑوں سے زیادہ سبک سیر و چالاک ہوتے۔ وہ اپنے شہسواروں کو مقابلہ پر بالعموم کامیاب بناتے۔ اور یہی کامیابی پوری جنگ [illegible]

سپہ سالاران عرب

(۴) عربوں کی کامیابی میں ان کے لائق سپہ سالاروں کی عدیم المثال شجاعت۔ طریق قیادت اور حسن تدبیر کو بھی دخل ہے۔

اس عہد میں سپہ سالاران عرب کی فہرست میں جیسے اکابر فن کے نام ملتے ہیں۔ ان کی مثال ایرانی اور رومی فوج میں موجود نہ تھی۔ حضرت علی بن ابی طالب۔ خالد بن ابی ولید۔ خالد بن سعید۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ سعد بن ابی وقاص اور یزید بن ابی سفیان وغیرہ ایک ہی عہد کے سپہ سالار تھے عربوں میں فطری جنگ جوئی موجود تھی۔ غزوات و سرایا سے اس کی مشق ہوئی اور عہد صدیقی میں فتنۂ ارتداد کے انسداد سے عام سپاہیوں کے جوہر کمال پر صیقل ہوگئی۔ اور یہی سپہ سالار فوج اس کے صیقل گر تھے جن کی ماتحتی میں عربوں نے اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھائے۔

قومی و وطنی عصبیت

(۵) عرب فطرۃً بدوی الطبع تھے اس لئے قومی و وطنی عصبیت بدرجہ اتم موجود تھی عصبیت کے اثرات ایک طرف دشمنوں کے مقابلہ میں انکی متحدہ طاقت میں نمایاں ہوئے۔ دوسری طرف ان عرب قبائل نے اختلاف مذاہب کے باوجود ان کا ساتھ دیا۔ جو ایرانی اور رومی علاقوں میں رعایا کی حیثیت سے سکونت پذیر تھے۔ یہ قبائل عربی فتوحات میں نہایت معاون ثابت ہوئے ہیں۔ کیونکہ ایرانی اور رومی حکومتوں نے اتحاد مذہب کی بنا پر ان پر اعتماد کیا۔ اور ان قبائل نے اپنی قومی و وطنی عصبیت کی بنا پر عربوں کی پیش قدمی میں ایسی مزاحمت نہیں کی۔ جو انہیں رومی و ایرانی رعایا کی حیثیت سے کرنا چاہئے تھی۔

پیشقدمی میں حزم و احتیاط

(۶) عرب اپنے فتوحات میں اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے جب تک انہیں مفتوحہ علاقہ کی کامل اطاعت کا یقین نہ ہو جاتا وہ ہتھیار رکھ دینے کے نہیں بلکہ تسخیر قلوب کے معنی سمجھتے تھے۔ اس لئے جب تک شہر میں بغاوت و سرکشی اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کا خطرہ باقی رہتا۔ اسے چھوڑ کر آگے نہیں بڑھتے۔ اس کے ساتھ جہاں تک آگے بڑھ جاتے۔ اپنے مرکز سے واپسی کے راستہ کو نگاہ میں رکھتے۔ جب عمرو بن العاص نے اسکندریہ میں اور سعد بن ابی وقاص نے مدائن کسریٰ میں اقامت اختیار کی۔ تو حضرت فاروق اعظم نے لکھا "ہمارے اور اپنے درمیان دریا کو حائل مت کرو۔ تاکہ جب میں اپنی سواری پر سوار ہو کر آنا چاہوں۔ تو آ جاؤں" اس پر عمرو فسطاط میں اور سعد کوفہ میں منتقل ہو گئے۔

مخالف حکومتوں کے باشندوں کا خیر مقدم

(۷) رومی و ایرانی حکومتوں کی بنیاد متزلزل ہو چکی تھی ہیئت اجتماعی کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ شاہی خاندان۔ عمال حکومت اور ملک کے سربرآوردہ اصحاب میں بغض و حسد منافرت اور منافقت قائم ہو چکی تھی۔ اور پھر ایرانی اور رومی حکومتوں کی باہمی آویزش سے عربوں کے سامنے دونوں حکومتیں ضعیف ہو چکی تھیں۔ باشندوں میں مذہبی اختلاف بھی نمایاں تھے۔ علاوہ ازیں شام۔ عراق اور مصر وغیرہ میں اجنبی حکومتوں کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے ایرانیوں کا بھی خیر مقدم کیا۔ یونانیوں کی بھی اطاعت کی اور رومیوں کے لئے صف آرا ہو کر جان نثاری کا ثبوت دیا۔ لیکن سکون و راحت انہیں کبھی مملکت میں نصیب نہ آیا۔ امتداد زمانہ سے ان کی خود اعتمادی ایسی فنا ہو چکی تھی کہ وہ کبھی ملکی حکومت کے قیام سے مایوس تھے۔ اس لئے انہیں کسی نہ کسی اجنبی حکومت کی اطاعت کرنی تھی۔ فطرت ہے کہ انسان ہر نئی اور دور کی چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ ایرانی و رومی آزمودہ تھے۔ ان کے مظالم کی یاد تازہ تھی۔ اسلئے انہوں نے پرامید توقعات کے ساتھ مسرت سے عربوں کا خیر مقدم کیا۔ نیز مفتوحہ علاقوں کا تجربہ بتا رہا تھا۔ کہ رومیوں کا ستارہ اقبال غروب ہونے والا اور عربوں کا پرچم اقبال بلند ہونیوالا ہے۔ عدل و مساوات جو رومی اور ایرانی دو حکومت میں مفقود تھا۔ عربی دو حکومت کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس لئے اگر یہ سویدات بھی عربی فتوحات کے ذریعہ میں ممد و معاون ہوئے۔ تو بعید از قیاس نہیں۔

یہودیوں کی طرف سے اعانت

(۸) رومی باوجودیکہ خود مختلف مذہبی فرقوں میں منقسم ہو کر دست بگریباں تھے لیکن یہودیوں کے مقابلہ میں ان کی متحدہ قوت موجود تھی۔ اور قومی و ملی حیثیت سے ان پر مظالم ہوتے اور ہر حیثیت سے ذلیل و خوار کیا جاتا اس لئے یہود رومی حکومت کے شدید مخالفین کی صف میں تھے۔ اس لئے عربی حملوں کے موقعوں پر انہوں نے رومیوں سے غداری کر کے عربوں کی اعانت کی نظروں سے پوشیدہ راستوں کی طرف رہنمائی کرنے اور شہر کو [illegible]

بہترین نظم و نسق

(۹) عربوں کے مفتوحہ علاقوں میں بہترین نظم و نسق کے ساتھ نظام حکومت قائم ہوتا۔ عدل و انصاف حکومت کی اساسی بنیاد ہوتی۔ خراج میں تخفیف کی جاتی۔ عمال حکومت رعایا سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے جس میں سے کوئی چیز رومیوں کے آخری دو حکومت میں موجود نہ تھی۔ اس لئے اس طرز حکمرانی کا بہترین اثر ان علاقوں پر پڑتا۔ جو ابھی تک عربوں کے زیرنگین نہیں ہوتے۔ اسلئے عرب شہروں اور قلعوں کی تسخیر سے پیشتر وہاں کے قلوب کو مسخر کر لیتے۔ اور بعض اوقات اہل شہر کی طرف سے شہروں کے حوالے کر دینے کی دعوتیں بھی آ جاتیں۔

مذہبی آزادی اور جزیہ

(۱۰) عرب اہل شہر کو مکمل مذہبی آزادی عطا کرتے۔ وہ اپنے تمام معاملات میں آزاد ہوتے۔ بجز جزیہ کے ان پر کسی قسم کا خراج عائد نہ ہوتا۔ جزیہ بھی صرف ان کی حفاظت و حمایت کا ایک ادنےٰ معاوضہ تھا۔ جو انہیں دشمنوں کے حملوں اور راستوں کی بدامنی سے مامون بنا دیتا تھا۔ اور جزیہ کی یہ رقم بہرحال اس خرابی کا ایک جزوی حصہ تھی۔ جو وہ رومی حکومت کو ادا کیا کرتے تھے اس کے ساتھ دیانتداری پر اس قدر سختی سے عمل تھا۔ کہ اگر جزیہ کی رقم قبول کر لینے کے بعد کسی وجہ سے اس شہر کی حفاظت سے وہ کسی وقت قاصر ہو جاتے تو جزیہ کی رقم قبول کی جا چکی تھی لیکن سیاسی مصالح کی بنا پر اسلامی فوج کا اجتماع یرموک میں ضروری قرار پایا۔ تو حمص کی حفاظت ان سے ممکن نہ ہو سکی اسلئے عرب سپہ سالار اہل حمص کو ان الفاظ میں جزیہ کی رقم واپس کر دیتا ہے۔ "ہم سردست تمہاری حفاظت سے قاصر ہیں۔ اسلئے تمہارے جزیہ کی رقم تمہیں واپس کی جاتی ہے۔ تم اپنے حالات خود سنبھال لو"

یہی وہ اسباب ہیں۔ جن کی بنا پر عربوں نے صرف چند سال میں صحرائے عرب سے نکلکر شام فلسطین۔ مصر۔ عراق اور ایران میں عربی علم بلند کر دیئے۔ اور پھر بحر روم کی تلاطم خیز موجوں میں جہاز ڈالکر افریقہ و اندلس تک جا پہنچے۔

مسلمانوں کو کس قسم کے لیڈروں کی ضرورت ہے

آجکل اخبارات میں مسلمان لیڈروں کے خلاف مسلسل مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یہانتک ترقی کر چکا ہے۔ کہ آج مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہا جسے لیڈر کہا جا سکے۔ ہم سے ایک صاحب نے استفسار کیا ہے کہ تازیانہ کے خیال میں مسلمانوں کو کس قسم کے لیڈروں کی ضرورت ہے ہم مستفسر کے جواب میں مندرجہ ذیل سطور پیش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو مندرجہ ذیل لیڈران کی ضرورت ہے۔

(۱) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں کو کفایت شعاری کی تعلیم دیں۔ انہیں اسراف سے بچنے کے طریقے بتلائیں۔ انہیں سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کریں۔

(۲) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے۔ جو انہیں مسجدوں میں جمع کر سکیں انہیں اپنے محلہ کے ضروری امور کا تصفیہ مسجدوں کی چاردیواری کے اندر کرنے کا ڈھب سکھلائیں۔ اور جو مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ایک مسجد میں نماز پڑھنے پر مائل کر سکیں۔

(۳) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے۔ جو آوارہ گرد مسلمان بچوں کی اصلاح کا کام کریں۔ جو بیکار مسلمانوں کو باکار بنانے کی سعی کریں۔

(۴) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے جو خلافت کمیٹی۔ کانگرس کمیٹی۔ مسلم لیگ۔ جمعیت العلما اور تعلیمی انجمنوں کے نمائندوں کو ایک جگہ جمع کر کے انہیں اپنے اپنے حلقوں میں مسلمانوں کی فلاح کا کام اپنے اپنے نکتہ نظر سے کرنے کا راستہ بتلا سکیں۔ اور ان میں جو سر پھٹول جاری ہے اسے بند کرا سکیں۔

(۵) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے۔ جو مسلمانوں کی تعلیمی کمزوریوں کا علاج کر سکیں مسلمانوں کے مدارس کی ضروری اصلاح کریں۔ اور جہاں ضرورت ہو۔ وہاں جدید مدارس کا افتتاح کرا سکیں۔

(۶) مسلمانوں کو ایسے لیڈروں کی ضرورت ہے۔ جو ہندوؤں سے مسلمانوں کے جائز حقوق تسلیم کرانے میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس طریقہ سے سمجھوتہ کرانے میں کامیاب ہو جائیں جس کے بعد دونوں قومیں کامل اتحاد و اتفاق کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کا پروگرام مرتب کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اگر مسلمانوں میں اس قسم کے لیڈر پیدا ہو جائیں۔ تو قوم آج ہی تباہی سے بچ سکتی ہے۔ "تازیانہ"

تمام احباب کی خدمت میں جنہوں نے ماہ اگست میں اخبار کا چندہ ادا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ [illegible]

مراسلات

منافرت انگیز طریق تکلم

(از سید عبد المجید صاحب جج کپورتھلہ سٹیٹ)

۱۰ ر اگست کے پیغام صلح میں ایک صاحب الف ڈی صدیقی صاحب احمدی قادیانی نے ایک کھلی چٹھی صاحبزادگان مسیح موعود کے نام شائع کرائی ہے۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ چونکہ آپ اور آپ کی جماعت حضرت مسیح موعود کو نبی مانتی ہے اور انبیا کے ہاں سلسلہ وراثت جائداد نہیں ہوتا اس لئے حضرت مسیح موعود کی تمام جائداد سے اہل بیت کو دست بردار ہو کر اسے جماعت احمدیہ کے نام کرا دینا چاہیئے۔

۱۳ اگست کے "الفضل" میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی طرف سے اس چٹھی کا جواب شائع ہوا ہے۔ نفس معاملہ کی نسبت موصوف نے ورثہ سلیمان داؤد کی ایک آیت پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے تھے۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہدیں کہ یہ وراثت مالی نہیں ہے بلکہ علمی ہے۔ جیسا کہ آیت کو پورا پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے ولقد اتینا داؤد وسلیمٰن علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عباد المومنین وورث سلیمان داؤد۔ الخ۔ اس میں پہلے علم کی بخشش کا تذکرہ ہے۔

حضرت مسیح موعود کی نبوت کی بحث میں جانے کے بغیر صرف یہ دیکھنا ہے کہ انبیا میں سلسلہ وراثت جائداد ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہے۔ کیونکہ سورۃ نسا کے پہلے دوسرے۔ پانچویں اور تئیسویں رکوع میں جو آیات توریث ہیں وہ سب مسلمانوں کے لئے ہیں۔ نبی بھی اس میں شامل ہیں۔ تمام قرآن کو دیکھ جانے پر بھی ایسی کوئی آیت نہیں ملتی جس میں رسول اکرم کی وراثت کے معاملہ میں کوئی خاص استثنا پایا جائے اور جب یہ بات ہے تو پھر ہم کیوں سمجھیں اور کیسے سمجھیں کہ یہی اصول وراثت رسول اکرم پر حاوی نہیں ہے۔

یہاں تک تو بحث نفس معاملہ کی نسبت تھی۔ اب یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حالی مرحوم نے آج سے پچاس برس پیشتر کہکر کہ

> بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کر لی
> جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کر لی
>
> یا
>
> ستون چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
> نمونے ہیں خلق رسول امیں کے

ہمارے علما کی جو حالت دکھائی تھی۔ آج بھی اس میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ بلکہ معاملہ بد سے بدتر ہوتا جاتا ہے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کا اپنے جواب میں مستفسر کو "پیغام صلح" کا "بئس القرین" کہنا، یہاں مولوی صاحب کے علم وفضل اور اشاروں میں ذومعنی بات کہہ جانے کے متعلق بلاغت وقابلیت ملاحظہ فرمانے کے قابل ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت سے بئس القرین آپ نے لیا ہے۔ آیت یہ ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھولہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون۔ حتےٰ اذا جاءنا قال یلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ۴۳:۳۸۔ اس میں پہلا ایک تو خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لینے والا ہے۔ دوسرا ان کا شیطان ہے جو پہلے کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اور اس شیطان کو بئس القرین فرمایا گیا ہے۔ سو مولوی اللہ دتا صاحب نے اپنے علم وفضل اور قرآن مجید پر اچھے عبور اور اس کی اصطلاحوں کو فاضلانہ قابلیت کے ساتھ استعمال کرنے کا جو ثبوت دیا ہے وہ صرف ناظرین کے دیکھنے کے ہی قابل ہے کسی تنقید کا محتاج نہیں ہے۔ ہاں تو مستفسر کو "بئس القرین" "پیغام صلح" کہنا۔ اور یہ لکھنا کہ "جائداد" "بقول شخصے حضرت امیرایدہ اللہ کے ہاتھ میں سونپ دیں" یا یہ کہ "ایسی تحریر حرص وآز کی بولتی تصویر ہے" ایسی باتیں ہیں جس کے لئے مولوی صاحب کے پاس کوئی توجیہ نہیں ہے۔ "پیغام صلح" کو خدا کی یاد سے غافل بتانا اور الف ڈی صدیقی صاحب کو ان پر مقرر کیا ہوا بئس القرین قرار دینا اور باوجودیکہ انہی صدیقی صاحب کی تحریر میں یہ موجود ہے کہ تمام جائداد جماعت احمدیہ کے نام ہو جانی چاہیئے۔ پھر یہ لکھنا کہ امیرایدہ اللہ کے دست راست میں جائداد دیئے جانے کی خواہش ہے۔ یا یہ حرص وآز کی بولتی ہوئی تصویر ہے ایسی باتیں ہیں جن سے

کسے کا جو ..... عالم ہی کو ..... یہ جواب کس کی طرف سے ہے ایک خاکسار ..... اس کے جواب پر دوسرے خاکسار الف ڈی صاحب ..... مولوی صاحب کے جواب کو "حق نمک" اور "تجربات اور خصوصیات" سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ دونوں صاحب اپنے آپ کو آخر میں خاکسار ..... لکھتے ہیں۔ خاکساری پر یہ کیفیت ہے۔ اللہ اکبر۔ کیا اب یہ سمجھا جائے کہ مسلمانوں میں اور وہ بھی علمائے دین میں اور پھر ان میں سے بھی وہ جو اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دینے کا ادعا کرنے میں ان میں اتنی بھی صلاحیت نہیں رہی کہ وہ کسی معاملہ میں مفروضہ جذبات نفرت وحقارت باہمی سے "مغلوب الغضب" نہ ہو کر ٹھنڈے دل سے تبادلہ خیالات فرما سکیں۔ ایک نفسیات کا ماہر مولوی صاحب کے اس انداز بیان کے سلسلہ کی گم شدہ کڑیوں کو اس طرح معلوم کرسکے گا کہ صدیقی صاحب کی تحریر کو "پیغام صلح" میں دیکھ کر مولوی صاحب کے دل میں سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ صدیقی صاحب لاہوری جماعت کے ہمخیال ہیں۔ جب یہ ہوا تو وہ قادیانی جماعت کے مخالف ہیں پس نفرت وحقارت اور جذبات انتقام بھڑک اٹھے۔ انہوں نے پھر یہ سوچا کہ ایسے شخص کے لئے ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس سے پورا حملہ بھی ہو جائے اور بظاہر صدمہ بھی محسوس نہ کیا جائے۔ دنیاوی ڈاکٹر تو کڑوی کونین پر میٹھا چڑھا کر اس لئے دیتے ہیں کہ اس بہانے سے دوا فائدہ دے جائے۔ مگر ہمارے دیندار عالم میٹھا چڑھا کر زہر دیتے ہیں کہ ظلم بھی ہو جائے اور مظلوم بھی نہ ہو۔ اور پھر دوستوں میں اس اصطلاح کے اس طریق پر استعمال کئے جانے کے لئے ماوطلب ہوں گے جب بئس القرین ہی لکھ لیا۔ دل کا بخار ایک حد تک نکلا مگر پورا نہ نکلا۔ ..... آخر مولوی محمد علی صاحب کو بھی ساتھ لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اور پھر آخر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ جائداد کو ان کے سپرد کرانے کے لئے یہ سارے بہانے ہیں۔ لیکن ہم اب دیکھنا یہ ہے

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظٰلمون۔ یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ۴۹:۱۱-۱۲

میں جن الفاظ پر خط کھینچ دیئے گئے ہیں اور جو نواہی کے ذیل میں آتی ..... مولانا نے ..... بعدہ ..... سب سے پہلے تو انہوں نے مستفسر "پیغام صلح" ..... صدیقی صاحب پر یہ عیب لگایا ہے کہ ان کی باہمی سازش ہے اور وہ جائداد کو حضرت صاحب سے لینا چاہتے ہیں۔ دوسرے "پیغام صلح" اور صدیقی صاحب کے برے نام رکھے۔ اور پھر خواہ مخواہ کی بدظنی کی۔ حالانکہ استفسار یا کھلی چٹھی سے کوئی وجہ بھی بدظنی کی پیدا نہ ہو سکتی تھی اور پھر غیبت کا ارتکاب کیا۔ مولانا محمد علی صاحب کی عدم موجودگی میں ایسے الفاظ استعمال کئے جو خواہ مخواہ دل دکھانے والے ہیں۔ صدیقی صاحب نے جواب میں جو الفاظ استعمال کئے وہ بھی اس قابل ہیں کہ متانت وسنجیدگی ان کی مقتضی نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ صدیقی صاحب کو زیادہ علم وفضل کا دعوےٰ نہیں۔ یا قرآن پر عبور نہیں ہے ورنہ وہ بھی مولوی اللہ دتا صاحب کو جواب دینے میں قرآنی اصطلاحات ہی سے ان پر حملہ فرماتے۔

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ادھر تو احکام خداوندی کی اتنی نافرمانی اور پھر ہمارے ہی علما مسلمانوں کے سامنے اور اگر غیر مسلم ہوں تو ان کے سامنے خصوصیت سے انہی آیات کے بعد میں نے اوپر لکھی ہیں۔ وہ وہ نکات بیان فرمائیں گے کہ انسان کا دل لرز جائے۔ اور اگر اس پر وہ عمل کرے تو فرشتہ بن جائے۔ تو اب ناظرین ہی فرمائیں کہ "مسلمانان درگور ومسلمانی درکتاب" میں کیا شبہ کیا رہا۔ میں دونوں صاحبوں سے عرض کروں گا کہ اس مسئلہ پر اگر مزید قلم فرسائی منظور ہے تو برائے خدا تہذیب ومتانت اور سنجیدگی کا پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ میری اس تحریر میں بھی اگر کوئی ایسے الفاظ ہوں جو کسی کے دل کو ناگوار ہوں تو براہ عنایت معاف فرمائیں۔

پیغام صلح:- محترم مراسلہ نگار نے پاکیزہ جذبات کا اظہار ..... کرتے ہوئے بھی مسئلہ توریث انبیا میں ان سے اس قدر اختلاف کی جرات کرتے ہیں کہ قرآن میں تقسیم وراثت کے جو احکام پائے جاتے ہیں وہ ..... جائداد کے متعلق ہیں جو ایک متوفی اپنے ورثا کے لئے چھوڑ جائے۔ انبیاء کے متعلق خاص حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ..... زندگی میں ان کی ذات سے متعلق ہو وہ ان کی وفات کے بعد صدقہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ کہ وراثت کی۔ جیسا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ سے ظاہر ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے احکام وراثت انبیا کے ترکہ پر عائد نہیں ہو سکتے۔ یہ وہ استدلال ہے جس کی تائید میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور تمام صحابہ کرام کا اجماع موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ بعض ایسی چیزوں کے لئے جن کا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق تھا آپؐ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مندرجہ بالا ارشاد نبوی کی متابعت میں ان کو وراثت کے حکم سے خارج سمجھا۔ اور صدقہ قرار دے کر بیت المال میں داخل کیا۔ جس کی مخالفت کسی صحابی نے نہیں کی۔ بلکہ آپ کی ازواج مطہراتؓ، آپ کے چچا حضرت عباسؓ اور دوسرے ورثا نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ طرز عمل اس بات پر شاہد نہیں کہ قرآن کریم کے احکام وراثت انبیا کے ترکہ پر عائد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ وراثت سے خارج اور صدقہ کے حکم میں ہے؟

رہا مولوی اللہ دتا اور اخبار "الفضل" کا طریق تخاطب اس کے لئے ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد محض اپنی جماعت کے دلوں میں ہمارے متعلق جذبات نفرت وعناد پیدا کرنا ہے۔ اور اس کے لئے ہر جا وبیجا موقع کا استعمال وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ احقاق حق ان کے پیش نظر نہیں۔

جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کا مرتبہ

عام مسلمانوں کی نگاہوں میں

(از جناب فیروز لدیانوی)

خیار العلماء اور شرار العلما کی تفتیش اور تصدیق کا سلسلہ شروع کر کے اخبار "زمیندار" نے جو ایک سیاسی پرچہ ہے۔ اور جس کے معاون اور سرپرست مولانا کے بجائے آقا کے خطاب سے مخاطب کیا جانا پسند فرماتے ہیں علمائے اسلام وعلمائے جماعت احمدیہ کے مابین ایک نئے قضیہ کی بنیاد رکھدی ہے۔ شرار العلما کہلانے سے سب کو عار اور خیار العلما کہلانے پر طبعاً سب کو افتخار ہوگا۔ اس لئے مختلف فرقوں کے علماء اس موضوع پر اظہار خیالات کریں گے اغلب ہے کہ ہنگامہ کافر گری از سر نو گرم ہو۔ اور علمائے اسلام اور علمائے جماعت احمدیہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر اغیار کو انگشت نمائی کا موقعہ دیں اور موجب تضحیک بنیں۔

ایڈیٹروں کو البتہ کچھ عرصہ کے لئے اخباروں کے کالم پر کرنے کے لئے کافی مواد مل جائے گا۔ کاش وہ معاملہ کی نزاکت کو محسوس کریں اور سوچیں کہ عام طبقہ کے امن پسند مسلمان ایسے دل آزار مضامین کے مطالعہ سے کس قدر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔

ہمارے خیال میں علمائے ہند کے فتاوی کفر کی دنیائے اسلام میں کچھ وقعت نہیں۔ یہ لوگ کابل کے ملاؤں کی طرح ہمارے دل ودماغ پر مسلط نہیں۔ یہاں کے علما کا فتوےٰ ناراضگی کے ووٹ کی بنا پر ہو تو ہو صدہا مشہور ہستیوں کو ہندوستان میں کافر قرار دیا گیا مگر نہ تو وہ برادری سے خارج کئے گئے نہ انہیں دیس نکالا دیا گیا۔ نہ کوئی شرعی تعزیر دی گئی۔ بہت سے ایسے مزعومہ "کافر" ہندوستان میں دندناتے پھرتے ہیں۔ ان کی عزت وتوقیر میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوئی۔

جماعت احمدیہ اور بانی جماعت احمدیہ کا رتبہ بھی عام مسلمانوں کی نگاہوں میں تقریباً ایسا ہی ہے۔ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مسیح۔ مہدی۔ کرشن۔ اور جزوی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور ان کے ہمعصر علما نے انہیں کافر گردانا تھا لیکن اس علم کے باوجود لوگ احمدی ہوتے رہے۔ اور یہ فرقہ اب ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

علمائے کرام مبلغین اور پیروؤں کے سوا عام مسلمان احمدیوں کی دونوں جماعتوں کو کلمہ گو۔ پابند شرع۔ اور عامل قرآن مسلمان خیال کرتے ہیں۔ مخالفت اور نفرت کا وہ جذبہ جو مرزا صاحب کی حین حیات میں زوروں پر تھا۔ اب فرو ہو چکا ہے۔

علمائے ہند کی دل کدورت کا تو یہ حال ہے کہ ایک عالم دوسرے عالم کو ذلیل ورسوا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ اس لئے ان سے امید نہیں کہ احمدی جماعت پر نظر عنایت رکھیں یا ان پر کفر کا فتوےٰ لگانے سے دریغ کریں۔ لیکن عام مسلمانوں کی حالت ان سے مختلف ہے۔

اسلام اور مسیحی مذہب کی اشاعت پر ایک تاریخی نظر!

مسلمانوں کی غفلت اور عیسائی مشنوں کے محیر العقول کارنامے

مسلمانوں نے کبھی باضابطہ اسلام کی اشاعت نہیں کی

(جناب اديب رفيع احمد صاحب شاہ دہلوی کے قلم سے)

سطح ارض پر جیسا ہی خدا کی اشرف ترین مخلوق انسان آباد ہوتے ہیں اسی وقت سے ان کی جسمانی تربیت کے ساتھ سیرت و اخلاق اور روح و قلب کی تہذیب و تزکیہ کے لئے حق تعالیٰ نے ہمیشہ یا عمل جاری رکھا ہے۔ اور مختلف ازمنہ و حالات میں انسان کی ظلمت فضا کو اسی کے خیر مرئی وجود نے اپنے دست شفقت سے چراغ ہدایت دکھایا ہے۔ جو جسمانی پرورش کا ذمہ دار ہے۔ آج بھی دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں وہ ہمارے اس دعوے کے پرزور موید ہیں۔ اور ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہمارا نظریہ خودبخود ثابت ہو جاتا ہے۔ اس سے اگر ہم ایک قدم اور آگے بڑھائیں اور خالی الذہن ہو کر تاریخی حقیقت پر غور کریں تو یہ بات بغیر کسی انکار کے ماننی پڑے گی کہ اس وقت معمورہ ارضی پر جس قدر بھی ملتیں روحانی فرمانروائی کی مدعی ہیں ان سب میں اسلام ہی بلحاظ اپنی عالمگیریت جامعیت اور ہدایت کے معروف و ممتاز تھا۔ اور اس میں یہ فطری صلاحیت تھی کہ وہ نوع انسانی کی ہر صنف و ہر فرد کے لئے ایک جامع اور غیر متبدل دستور العمل بن سکے اور ہر استعداد کے انسان کا حقیقی تو تو ان کے اظہار میں پورا معاون ثابت ہو۔ ابتدا کو جانے دیجئے حال کو دیکھئے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس وقت بھی مختلف ملتوں کے درمیان اسلام ہی تبلیغی اور نافع ترین مذہب ثابت ہو چکا ہے۔ اور دنیا کو اپنے مذہب ثابت ہو چکا ہے اور دنیا کو اپنے حلقہ درس و تلقین کی جانب ابھی تک اسی زور و قوت سے دعوت دے رہا ہے۔ جس کا کبھی ابتدا میں مظاہرہ ہو چکا ہے۔

دور جدید کے بڑے بڑے مذاہب

اس وقت دنیا کے مختلف مذاہب جو انسانی دماغوں پر بلا مساہمت اپنے حکمرانی کر رہے ہیں ان کی تعداد دس تک پہنچتی ہے۔ (۱) اسلام (۲) عیسائیت (۳) یہودیت (۴) بدھ ازم (۵) ہندو دہرمیت (۶) کنفیوشس (۷) جین ازم (۸) سکھ ازم (۹) زرتشت (۱۰) شنٹو یا آتش پرستی۔ ان میں کنفیوشس چین کا مذہب ہے اور شنٹو جاپان کا اگرچہ یہ تمام مذاہب اور ان کے فرمانبردار اسی زمین پر بستے ہیں مگر سوائے اسلام، عیسائیت اور بدھ ازم کے سب نے اپنے اپنے مذہب کو مردہ ناکارہ اور ناقابل عمل تصور کر لیا ہے۔ اور سوائے ان لوگوں کے جو بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ان میں پیدا ہو جائیں کسی کو ان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اور ان کا دروازہ معدودے چند افراد کے سوا سب پر بند ہے۔ بدھ ازم کا شمار گو تبلیغی مذاہب میں سے ہے۔ مگر تبلیغی جدوجہد کے فقدان نے اس کو بھی مردہ مذاہب کے ذیل میں داخل کر دیا ہے۔ اب اس میں اور ہندو دھرم میں بظاہر کچھ فرق نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ اول الذکر ابتدا میں تبلیغی مذہب تھا مگر ثانی الذکر کو یہ مرتبہ نہ ابتدا میں نصیب ہوا نہ وسط میں اور نہ موجودہ دور میں۔ اس لئے یہ جس طرح ہندو دھرم تبلیغی مذاہب کے دائرہ میں کبھی داخل نہیں ہوا اسی طرح نظر بہ حالات موجودہ بدھ ازم بھی اس دائرہ سے خارج کر دیا گیا۔ اب ان سب کے بعد دنیا کے سامنے تبلیغ جذب و تاثیر کی حیثیت سے صرف دو مذہب باقی رہ جاتے ہیں اسلام اور عیسائیت۔ اس وقت ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا کے ان دو بڑے مذاہب کی تبلیغی کوششوں پر تاریخ اور واقعات کی روشنی میں نظر ڈالی جائے اور بتلایا جائے کہ سعی اور جدوجہد کے لحاظ سے کس مذہب کے پیرو کاروں نے نشر و ابلاغ کو منتہائے کمال تک پہنچایا۔ اور کس مذہب کے پرستار نظم و ضابطہ کی رو سے لفظ "تبلیغ" کی توہین کے مرتکب ہوئے۔

مسلمانوں نے کبھی اجتماعی تبلیغ نہیں کی

انبیاء ہوا ہے چشمہ، غذائے دل۔ اور ایک جامع دستور العمل ہے۔ اس نے اگر ایک جگہ اسلام کی تبلیغ کو مسلمانوں کا اولین اور اہم ترین فرض قرار دیا ہے۔ تو دوسری جگہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے ایک امت یا جماعت کی تشکیل کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ انفرادی کوششیں اس وقت تک محمود و مستحسن نہیں ہو سکتیں جب تک کہ اس کام کے لئے مشن یا ایک زبردست تبلیغی نظام بروئے کار نہ لایا جائے۔ اور وہ "امت" کی سرکردگی میں اس کو انتہا تک نہ پہنچایا جائے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ آل عمران)	مسلمانو! تم میں ایک جماعت ہونی چاہیئے جو خیر اور بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی ہے اور بری باتوں سے روک کر اچھی باتوں پر چلائے ایسے ہی لوگ فوز و فلاح سے ہمکنار ہونگے

دعوت الی الخیر اور ازالۂ منکرات کے لئے کس قدر تاکید شدید ہے لیکن مسلمانوں نے ان توحید کے علمبرداروں نے اس حکم ربانی کو جس بے قدری سے ٹھکرایا ہے۔ اور جو سلوک اس حکم محکم کے ساتھ انہوں نے کیا ہے۔ شاید ایسا سلوک آج تک کسی اسلامی حکم کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ مسلمانوں کے ہر عہد کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی و اقتصادی سرگرمیوں کے کارنامے کتاب سرگزشت کے اوراق پر ثبت ہیں۔ اور ان کی ایجاد و اختراع اور نظر و فکر کے مظاہر رو سے آج تک تہذیب و تمدن کے بازار پر رونق دکھائی دیتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی مذہبی جوش کا امنڈتا ہوا سیلاب بھی جلوہ فرما ہے مگر تبلیغی نظام سے مسلمانوں کا ہر عہد یکسر خالی نظر آتا ہے۔ اور آیہ فوق الصدر کی عملی تفسیر کا ایک حرف بھی مسلمانوں کی کتاب زندگی میں نظر نہیں آتا۔ ترجمان وحی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ کو چھوڑ دیجئے کہ وہ تو کلام الٰہی کے ایک ایک حرف کی عملی تفسیر سے معمور ہے۔ ان کے بعد آج تک کے واقعات پر نظر ڈالیے اور بتایئے کہ شاہان اسلام میں سے کسی بادشاہ نے تبلیغ اسلام کے لئے کوئی نظم قائم کیا۔ کیا شاہان اندلس نے اپنے قرب و جوار کے کفار اور مریم پرست طبقہ کو نور توحید سے منور کرنے کے لئے کسی مشن کو روانہ کیا۔ کیا یہود و مجوس اور حق و صداقت کے سینکڑوں دشمنوں کے پاس وہ امت گئی جس کی تشکیل کے لئے باری عز اسمہ نے آیہ بالا میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور جسکے بغیر تبلیغ کسی معنے میں تبلیغ نہیں ہو سکتی؟

شاہان اسلام اور تبلیغ حق

بنو امیہ کے بعد خلفائے عباسیہ کو لیجئے۔ جن کا مرکز حکومت ایک مدت تک بغداد رہا ہے۔ اور جہاں کے حکمراں اپنی علم دوستی معارف پروری اور علوم و فنون کی سرپرستی میں بے داغ شہرت کے سرمایہ دار ہیں۔ لیکن انہوں نے بھی انفرادی اور اتفاقی کوششوں کے علاوہ کوئی "امت" یا جماعت مرتب نہیں کی۔ جو صحیح معنوں میں عیسائی مشن کا ردعمل ہوتی۔ اور اسلام کی اشاعت ایک اساس محکم پر قائم ہو جاتی۔ ہارون رشید اور مامون رشید کے نام پر آج بھی علم و فضل رقص کرتے ہیں۔ اور ذہنی انکشافات ان کے قدم چومتی ہے۔ مگر جس چیز کا نام امت یا مشن ہے اس کا کوئی ادنے تصور بھی ان کی زندگی میں نہیں پایا جاتا۔ ہندوستان میں محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر اپنی مذہب پرستی اور اسلام دوستی میں بہت بدنام ہیں۔ جن کا نام آتے ہی ہندوؤں کے جذبات نفرت و عناد میں ایک طلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جیرہ اللہ کا کابوس ان کے لوح دماغ کو بیکار کر دیتا ہے۔ مگر جب ان دونوں کو تدبر و انداز کرنے اصل و تقولات زیر نظر آتے ہیں۔ تو معاملہ بالعکس پایا جاتا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہما پر مذہب کا غلبہ تھا۔ اور وہ متشرع اور پاکیزہ نفس تھے۔ مگر ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ کہ انہوں نے اشاعت اسلام میں کوئی حصہ لیا۔ اور مذہب کا جو مطالبہ تھا۔ اس کو انہوں نے تمام و کمال پورا کیا۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ اپنے کے بعد ہم کامل بصیرت کے ساتھ یہی رائے رکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے کسی امت کی تاسیس نہیں کی۔ نہ اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اقطار و اکناف عالم میں وفود روانہ کئے۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم کا کسی زبان میں ترجمہ بھی نہیں کرایا۔ جو تبلیغ کا ایک خاموش مگر موثر اور کارگر حربہ تھا۔ جب یہ بزرگوار جو اپنی اسلام نوازی میں سہیم و نظیر نہیں رکھتے اور جنہوں نے واقعی خود کو اسلام کا نمونہ بنا دیا تھا کسی "امت" کی تاسیس نہیں کر سکے تو اسلام کے دیگر اجارہ داروں تبلیغ کے سرفروش حامیوں اور انفرادی کوششوں کو کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والوں سے کیا توقع ہو سکتی تھی۔ کہ وہ اپنی اجتماعی مساعی کے دیرپا اثرات چھوڑ جاتے۔

مسلمانوں کی انفرادی کوششیں اور ان کے نتائج

اس تحریر سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ اسلام کی تبلیغ کبھی کسی زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اگر ایسا ہوتا تو آج دنیا کے کسی کونہ اور گوشہ میں کسی فدائی توحید اور مجاہد حق کا وجود نظر نہ آتا۔ اور نہ مسلمان اپنی اقلیت کے باوجود اس درجہ کو حاصل کرتے جو انہیں بروئے آئین مادی۔ سیاسی۔ اقتصادی دنیا میں حاصل ہے۔ بلکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ تبلیغی سلسلہ انفرادی کوششوں اور ذاتی سعی و عمل سے قطع نظر کسی ایسی تبلیغ کا پتہ نہیں چلتا جس پر "امت" کا صحیح اطلاق ہوتا ہو۔ یا ایک ضابطہ اور نظام کی نگرانی میں اس کو بروئے کار لایا گیا ہو۔ نہ تاریخ کسی ایسے محکمہ اور ادارہ کا پتہ دیتی ہے جسکے ذریعے تبلیغ و اشاعت عملی صورت میں نتائج کی سرمایہ دار ہو۔ ورنہ وہ تبلیغ جو انفرادی کوششوں کی مرہون منت ہے۔ اور جس کے صدقے میں آج اسلام اقطار عالم میں ضیا پاشی کر رہا ہے۔ اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے بہترین نتائج سے چشم پوشی کی جا سکتی ہے۔ انفرادی کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ براعظم ایشیا کے مختلف ممالک مثل عرب۔ شام فلسطین۔ آرمینیا، کاکیشیا۔ جورجان۔ عبرستان۔ ایران۔ خراسان۔ افغانستان۔ ہندوستان۔ ترکستان۔ کشمیر۔ تبت۔ سائبیریا۔ چین اور چینی تاتار میں اسلام کے انوار پہنچے۔ انہیں مبلغین کرام کی مبارک کوششوں کا ثمرہ ہے کہ سپین۔ ترکی البانیہ۔ ملغاریا۔ سرویا۔ بوسنیا۔ مانٹنگرو وغیرہ آج بھی اسلام کے بہترین افراد و دماغ کے سرمایہ دار ہیں۔ انہیں تجار۔ مزدور۔ اور صوفیہ کرام کی خاموش تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ جنھوں نے ہزارہا مصائب و نوائب برداشت کر کے پیغام سرمدی کو براعظم افریقہ کے ملک مصر۔ نوبیا۔ حبش۔ شمالی ساحل افریقہ کے ملک طرابلس۔ ٹیونس الجزیرہ۔ مراکو۔ وسط افریقہ۔ کیپ کوسٹ کولونی وغیرہ ممالک میں پہنچایا۔ اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہی لوگوں نے مالدیپ سماٹرہ۔ جاوا۔ ملوکا۔ بورنیو۔ سلبیز۔ فلپائن۔ زولو۔ نیوگنی۔ کریٹ وغیرہ جزائر کے باشندوں پر آخری اتمام حجت کے فرض کو انجام دیا۔ اور جب تک تثلیث کی جگہ توحید اور بت پرستی کی جگہ خدا پرستی اور مشیت الٰہی کو اساس محکم پر قائم نہ کر دیا۔ اس وقت تک وہ احساس عمل سے سیماب وار مضطرب رہے۔ ان بزرگوں کی بے لاگ اور مخلصانہ کوششوں کو نظر انداز کر دینا سب سے بڑی محسن کشی ہے جس کا ارتکاب کوئی احسان پذیر فطرت نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ سب کوششیں سعی و عمل کے یہ تمام کارنامے۔ اور نشر و تبلیغ کے یہ خوشگوار نتائج صرف صوفیائے کرام۔ تجارت پیشہ سیاح اور محنت و مشقت سے نان جویں مہیا کرنے والے مزدوروں کی ذاتی کاوشوں اور جانکاہیوں کے رہین منت ہیں۔ اور ان کو کسی ادارے یا محکمہ سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

(باقی آئندہ)

پیغام صلح:۔ فاضل مضمون نگار نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ تبلیغ اسلام قرآن حکیم کی ہدایت کے مطابق کسی اسلامی دور میں بھی نہیں ہوئی اور بڑے بڑے مذہب پرست شہنشاہ بھی جماعتی صورت میں تبلیغ کے نظام کو قائم نہ کر سکے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک خاص بندہ اس کام کے لئے مامور کر کے دنیا میں بھیجا۔ جو قادیان جیسے گاؤں میں پیدا ہوا اور بے سرو سامانی کی حالت میں اٹھ کر اسلام کی خدمت کے لئے ایک وسیع نظام اور حساس جماعت بنا گیا۔ سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مراسلات

ایک مسرت انگیز اسلامی تقریب

لندن میں نبی کریم صلعم کا یوم ولادت

برٹش مسلم سوسائٹی نے حسب معمول قدیم امسال بھی ۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بروز شنبہ بمقام اسٹورانٹ رسیٹورانٹ اوڈلے بانڈ اسٹریٹ ویسٹ لندن بوقت ۸ بجے شب آنحضرت صلعم کی ولادت کی تقریب میں ایک شاندار جلسہ اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ آپ کی ولادت کی تقریب سے آپ کی عیرفانی یاد قلوب مسلمین میں تازہ ہوتی ہے۔ اس جلسہ کے انعقاد کی ضرورت جس قدر آج ہے اسقدر اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہ نسبت دیگر ہادیان عالم آپ کے متعلق دنیا کو سب سے زیادہ غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔

سوسائٹی مذکور ہمیشہ سے اس تقریب کو باعث اجتماع احباب ملت تصور کرتی ہے۔ تاکہ ان کو باہم گفتگو اور تبادلہ خیالات کا موقع ملے۔ اور جن اصحاب نے امسال اس تقریب سعید میں حصہ لیا۔ ان کو یقیناً اس امر کا احساس ہوا ہوگا۔ کہ سوسائٹی کا مقصد مذکور بوجوہ احسن پورا ہو گیا۔ چونکہ یہ کوئی مذہبی رسم نہیں ہے۔ اس لئے سوسائٹی عموماً اس کا انعقاد کسی مناسب حال موقع پر کرتی ہے۔

مہمانوں کا خیر مقدم

اس مرتبہ اس تقریب کی خصوصیت یہ تھی کہ علاوہ لارڈ ہیڈلے کے لیڈی ہیڈلے بھی موجود تھیں جنہوں نے از راہ نوازش میزبانی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ہم لیڈی موصوفہ کی خدمت میں ان کی مہربانیوں کے لئے اسلامی دنیا کے حق میں لطف آمیز جذبات کے لئے اور ان فرائض سے ہمدردی کے لئے جو ان کے شوہر پر اس پیرانہ سالی میں عاید ہوتے ہیں۔ ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔ پونے آٹھ بجے شب سے احباب کا سلسلہ آمد شروع ہو گیا تھا اور لارڈ و لیڈی موصوفہ دونو نہایت تپاک کے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے تک مہمانوں کا استقبال کرتے رہے۔ گذشتہ سینین کی بہ نسبت اس سال زیادہ احباب آئے تھے۔ حالانکہ موسم ناقابل برداشت طور پر گرم تھا۔ ضیافت گاہ کا بڑا کمرہ کھچا کھچ مہمانوں سے بھر گیا تھا۔ مجبوراً کئی مہمانوں کو جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔ تاہم سو سے زائد مہمان پھر بھی موجود تھے۔ اس سالانہ تقریب کی ہر دلعزیزی زیادہ تر لارڈ اور لیڈی ہیڈلے کی محبوب شخصیتوں اور ان تھک کوششوں کی رہین منت ہے۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اور اس فرض کو مسٹر عقیلی نے جو ایک شامی مسلمان ہیں انجام دیا۔ اس کے بعد لارڈ ہیڈلے کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ مسٹر خان رکن ووکنگ مشن نے ایک اردو نظم سنائی اس کے بعد خاص تقاریر کا آغاز ہوا سب سے پہلے سردار اقبال علی شاہ افغان مصنف اور سیاح نے تقریر کی جس میں انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلعم امن کا پیغام لے کر آئے تھے۔ اور آپ کی زندگی کا واحد مقصد دنیا میں امن قائم کرنا تھا۔ بعد ازاں مسٹر اے یوسف علی نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں نبی کریم کے احسان عظیم یعنی قومی و نسلی امتیازات دور کرنے پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد پروفیسر بارون لیون نے آپ کی حیات مقدسہ کے آخری ایام پر تبصرہ کرتے ہوئے سامعین سے درخواست کی کہ اس امر کو فراموش نہ کریں کہ آپ کی ولادت کا دن بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ آپ کی وفات کا دن۔ کیونکہ اس دن آپ خدائے بزرگ و برتر سے ملاقی ہوئے۔

لیڈی ہیڈلے کی مخلصانہ خدمات کا اعتراف

خاتمہ پر تمام حاضرین نے لیڈی ہیڈلے کی خدمات مخلصانہ کے اعتراف میں شکریہ کی تجویز پیش کی۔ جسے سب نے بطیب خاطر منظور کیا۔ تب احباب چاء اور فواکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان چیزوں سے لذت اندوز ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے خوشی کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اور اس طرح یہ خوشگوار تقریب نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔ لندن کے مسلمانوں کی حیات اجتماعی میں ایسی خوشگوار ساعتیں بہت کم آئی ہونگی۔

کارکنوں کی خدمات کا شکریہ

یہ مضمون ناقص رہے گا اگر مسٹر لوگر و سیکرٹری اور مسٹر پوسری جائنٹ سکرٹری اور مسٹر وسیمہ خزانچی سوسائٹی مذکور کی مخلصانہ خدمات کا شکریہ نہ ادا کیا گیا۔ صاحبان موصوف نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد دی۔ منجملہ حاضرین قابل ذکر احباب کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

پرنسیس اولاد حسن۔ مادام لیون۔ مسز سیلی وایٹ۔ سردار اقبال علی شاہ وزیر مملکت عراق۔ امام مسجد ووکنگ۔ سر ذوالفقار علی خاں۔ راجہ نواب علی خاں۔ ڈاکٹر عبداللہ سہروردی۔ سیٹھ عارف آف کلکتہ۔

خواجہ عبدالغنی
سیکرٹری ووکنگ مشن۔ عزیز منزل۔ لاہور

راولپنڈی کا مناظرہ اور مولانا ثناء اللہ کی روداد

(مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ کے قلم سے)

(۳)

میں نے آپ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ آپ کے عقیدے میں بے شمار لونڈیوں کا گھر میں رکھکر ان سے بلا نکاح جماع جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کیا صریحی جذبات حیوانی کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے یا نہیں؟ جس مذہب میں یہ تعلیم ہو اُسے روحانیت کا مذہب کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ آپ نے آخر تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر دیا ہو تو بتلایئے نہیں دیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اب دے دیجئے میں نے پوچھا تھا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن مجید اختلافات سے پاک ہے اور پاک از اختلاف ہونا اُس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ مگر آپ کے بیان کردہ معنوں کی رو سے قرآن کریم تناقض و تخالف سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا قرآن محکم اور مفصل ہے اس کی کوئی آیت مہمل یا متشابہ نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کتاباً متشابہاً مثانی اس سے پایا جاتا ہے کہ ساری کتاب متشابہ ہے۔ کوئی آیت محکم نہیں۔ پھر اور جگہ فرمایا ہے:۔

"فیہا ایات محکمات ھن اُم الکتاب واخر متشابھات"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں محکم اور بعض متشابہ ہیں۔ اس تناقض اور تخالف کو بھی آپ نے رفع نہیں کیا۔ اور کیا تو صرف یہ کیا کہ کتاب الحکمت آیاتہ قضیہ مہملہ ہے بجواب عرض کیا گیا کہ اگر یہ قضیہ مہملہ ہے تو ذالک الکتاب لا ریب فیہ بھی قضیہ مہملہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ بعض کتاب مشکوک اور بعض غیر مشکوک ہے۔ یہ امر بھی لاحل ہی رہا۔ میں کس کس اعتراض کو دہراؤں۔ اور کس کس کے جواب کا آپ سے مطالبہ کروں۔ مجھے آپ جیسے فاضل ذی مفسر کے سامنے رکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ نہیں چاہتا کہ تمام سوالات کو دہراؤں۔ انہیں پر اکتفا کرتا ہوں حقیقی جواب عنایت فرمایئے۔ میری بھی تسلی ہو جائے گی۔ اور پبلک بھی مغالطہ میں نہیں پڑے گی۔ کوئی ہرج نہیں آگے تقریری مباحثہ تھا اب تحریری سہی۔ مولانا آخر میں یہ بھی سن لیجئے کہ آپ نے دانیال نبی کی پیشگوئی کو اسی لئے پیش کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی خطا ثابت کرکے ان کے دعویٰ کی تکذیب کریں گے۔ میں نے قرائن سے آپ کا ارادہ تاڑ لیا۔ اور مضمون مناظرہ کی رعایت سے وہ بات کہدی جس کی کاٹ آپ کے پاس نہ تھی۔ ورنہ کہہ سکتا تھا۔ کہ دانیال نبی کی پیشگوئی تو صرف یہ ظاہر کرتی ہے کہ آنے والے موعود کا زمانہ ۱۲۹۰ سے ۱۳۳۵ تک ہے۔ یعنی نوے سے پہلے نہیں آسکتا۔ اور ۱۳۳۵ کے بعد تک نہیں رہ سکتا۔ اس کے اندر اندر ہی آئے گا۔ اور اندر اندر ہی رخصت ہو جائے گا۔ سو بحمد اللہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے اندر اندر آئے اور اندر اندر ہی رخصت ہو گئے۔ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی مگر میرے ایسا کہنے سے آپ کو حاصل نہیں ہونے دیا۔ آپ قابل تھے۔ اپنی قابلیت کے زور سے حاصل کر لیتے۔ اب پچھتانے سے کیا فائدہ۔ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ اب تو میرے سوالات باقی ہیں اور ان کا مطالبہ بدستور باقی ہے۔ لایئے جواب دیجئے۔

ترک اور اسلام

ترکوں نے مذہب کو حکومت کی حفاظت سے الگ کر دیا۔ ترکوں نے عربی حروف کی جگہ لاطینی حروف کو دے دی۔ ترکوں نے ہیٹ اختیار کر لی اور اسی قسم کی بہت سی صحیح اور بہت سی نیم صحیح خبروں سے متاثر ہو کر میں نے ترکی میں مدتوں کے بعد قدم رکھا۔ بلاشبہ ترکی اب وہ ترکی نہیں ہے۔ جو خلفائے عثمانیہ کے عہد میں تھی۔ اس کے حدود حکومت کا دائرہ بھی محدود ہو چکا ہے۔ سیاہ پھندنے والی لال ٹوپیاں بھی اب غائب ہیں۔ اور طائرانہ نظر ڈالنے والا خصوصاً مندرجہ بالا خبروں سے متاثر تو یہی سمجھے گا۔ کہ اب ترک کو اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور اس کی اس رائے میں یقیناً اس وقت اور بھی پختگی ہوگی جبکہ وہ موجودہ برسر اقتدار حکومت کے چند ان ممبروں سے ملے گا۔ جنہیں کسی مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور جن کی ساری ذہنیت یورپ کی نقالی اور پیرس کی تقلید کورانہ پر منحصر ہے۔ مگر انقرہ کے ان چند دہریوں پر ساری قوم کو قیاس کرنا یقیناً ظلم ہے۔ آئندہ کا علم تو خدائے پاک ہی کو ہے۔ کہ ترکی کا کیا رنگ ہونے والا ہے۔ مگر اس وقت جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے۔ انہیں بلا کم و کاست پیش کرتا ہوں۔ ان سے ہر شخص خود ایک رائے قایم کرسکتا ہے۔ میں خود تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ بفضل خدا ترکی میں اسلام زندہ قائم موجود ہے۔ میرے پاس اس کے لئے جو وجوہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

میں نے دیکھا کہ استنبول کی کل مسجدیں خدا کے فضل سے نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ حکومت نے جس دن سے یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ اس کا کوئی مذہب نہیں۔ ہر ترک اسلام کا فدائی بن گیا یہاں تک کہ جو لوگ اس سے پہلے کبھی مسجد میں نہ جاتے تھے۔ اب ہم وقتہ محض حکومت کے اس اعلان کی ضد میں جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اکثر مسجد بھر جاتی ہیں۔ اور نمازی سڑکوں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز کی یہ پابندی ادنیٰ و اعلےٰ سب میں نمایاں ہے۔ بجز چند افراد کے جو یورپ کے مرید ہو چکے ہیں۔

بلاشک فلٹ ہیٹ جبراً پہننی پڑتی ہے۔ مگر ترکوں نے تشابہ نصاریٰ سے بچنے کے لئے یہ ترکیب کر لی ہے۔ کہ عجیب عجیب ڈھنگ سے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی وہ ان ہیٹوں کو سیدھی طرح نہیں اوڑھتے بلکہ ترچھی (ٹیڑھی) یا اگلے اور پچھلے حصوں کو کانوں کی طرف کرکے اوڑھتے ہیں۔ پھر زیادہ تر اس ہیٹ کے نیچے ایک سفید ٹوپی رکھتے ہیں۔ کہ جہاں مسجد میں پہنچے اسے اتار پھینکا۔ اور سفید ٹوپی سے نماز ادا کی جن کے پاس ٹوپی نہیں ہوتی وہ رومال لپیٹ لیتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو انہیں ٹوپیوں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ سن کر یقیناً حیرت ہوگی۔ کہ اب غازی مصطفےٰ کمال پاشا بھی کبھی کبھی نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں۔ جس پر ان کے دہریہ خوشامدی یہ کہنے لگے ہیں۔ کہ غازی پاشا مذہب پرستوں کی تالیف قلوب کی فکر میں ہیں۔ کچھ بھی ہو اگر یہی منشا ہو تب بھی ہر شخص اسے اطمینان کی نظر سے دیکھے گا۔ اور اسے تسلیم کرے گا۔ کہ مذہب کا احساس باقی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ خبر بھی کچھ کم دلچسپ نہیں۔ کہ پار سال جب بارش نہیں ہو رہی تھی تو عام ترکی رعایا نے نہایت اہتمام کیساتھ ہر جگہ نماز استسقا دعا اور قربانی کا انتظام کیا اور اس موقع پر غازی پاشا کی طرف سے بھی ایک سینڈھا قربانی کے لئے بھیجا گیا۔ جسے عوام نے نہایت کراہیت اور تکدر کے ساتھ قبول کیا۔ دہریہ جماعت اس پر بھی بہت چراغ پا ہوئی۔ کہ غازی پاشا نے یہ کیوں کیا۔ ماہ رمضان میں باوجودیکہ حکومت کی طرف سے امر آیا کہ عہد عثمانیہ کے طریقے قایم نہ رکھے جائیں۔ مگر استنبول میں ان احکام کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی۔

حروف کے متعلق بھی جہاں تک کچھ معلوم ہوا۔ صورت حال یہ ہے کہ جو اخبار پہلے ہزاروں کی تعداد میں نکلتے تھے۔ اب انہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں تین چار اخبار بند ہو گئے۔ اور جو باقی ہیں وہ بھی نقصان سے چل رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ترک چپکے چپکے گھروں کے اندر عربی حروف کو زندہ رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ عربی حروف کی تعلیم جاری ہے۔ لیکن یہ صورت کب تک رہے گی۔ اسے کوئی نہیں بتا سکتا۔ (از جہان مین)

ساردا ایکٹ

مجلس تعلیم القرآن گجرات کا ایک خاص جلسہ

۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو مجلس تعلیم القرآن کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

(۱) مجلس تعلیم القرآن گجرات کا یہ جلسہ ساردا ایکٹ کے بحیثیت قانون پاس ہو جانے پر جناب نواب گورنر جنرل بہادر اور لیجسلیٹو اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا [illegible]

ضرورت تھی۔ بجائے اسلام اور قرآن کے مخالف ہونے کے قرآن مجید کے احکام متعلق ازدواج نابالغان کی حمایت کرتا ہے۔ اسلام جو دین فطرت ہے۔ نابالغی کے نکاح کا مخالف ہے۔ یہ قانون نسل انسانی کے واسطے ایک رحمت ہے۔ کیونکہ تمام ہندوستان کے نابالغوں کو ان کے ولیوں کے خلاف فطرت اور خلاف اخلاق مفروضہ اختیارات سے محفوظ کرتا ہے۔

(۲) مجلس کی مزید رائے یہ ہے کہ جن ممبران اسمبلی نے اس بل کے حق

بادشاہ کا سکہ بھی جاری ہو گیا ہے۔ کابل کی تجارت اور آمد و رفت کا سلسلہ کھل گیا ہے۔ اندرونی اصلاحات کے اجرا پر خاص توجہ کی جا رہی ہے۔ کابل میں فوجی بھرتی کا کام سرگرمی سے شروع کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ ایک سال کی ہولناک خانہ جنگی سے افغانستان کو اس قدر سخت نقصان پہنچ چکا ہے کہ اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اب جبکہ حکومت کی باگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلی گئی ہے جس کی شجاعت و بسالت تدبر و مآل اندیشی ایک غیر فانی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ افغانستان آئندہ دس سال کے عرصہ میں دنیا کے سامنے ایسے نتائج پیش کرے گا جن پر فرزندان اسلام بجا طور پر ناز کر سکیں۔ افغانستان صرف اسی صورت میں دنیا کی محفل اقوام میں اپنے لئے معزز نشست حاصل کر سکتا ہے کہ اس کے باشندے اپنے ملک اور قوم کے مفاد کو اپنے انفرادی مفاد پر مقدم سمجھیں اور اس خطرناک خانہ جنگی اور برادر کشی کی لعنت سے بچے رہیں۔ جس سے بجز خانہ بربادی اور جگ ہنسائی کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اخبار احمدیہ

—— اساتذہ مسلم ہائی سکول لاہور اور طلبا سکول نے ایک ماتمی جلسہ میں خانصاحب شاہ محمد خاں مرحوم کی وفات حسرت آیات پر رنج و الم کے اظہار کی قرارداد پاس کی۔ خداوند کریم سے دعا کی گئی۔ کہ مرحوم کو اپنے قرب میں جگہ دے۔

—— وفات کی خبر موصول ہوتے ہی مسلم ہائی سکول باقی وقت کے لئے مرحوم کے اعزاز میں بند کر دیا گیا۔

—— گذشتہ جمعہ میں حضرت امیر کو ڈلہوزی تشریف لیجانے کی وجہ سے امامت کا فرض مولوی مصطفےٰ خاں صاحب ایڈیٹر اسلامک ورلڈ نے ادا کیا۔ نماز کے بعد شاہ محمد خاں صاحب مرحوم کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا۔ دیگر احباب سے بھی درخواست ہے۔ کہ غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

—— ہمیں اس المناک حادثہ میں مولوی عبد الحق ودیارتھی سے دلی ہمدردی ہے۔ جن کی صاحبزادی مرحوم کی بیوہ ہیں۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ خداوند کریم مولوی عبد الحق صاحب اور ان کی صاحبزادی کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

—— منشی نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد (ضلع ملتان) کی اہلیہ کچھ عرصہ سے بہت علیل ہیں۔ اور زیر معالجہ ہیں۔ احباب ان کیلئے دعا فرمائیں۔

—— مولوی دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح آجکل کوٹ موکھل میں جرائم پیشہ اقوام کی بستی کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اور اپنے فرائض کو خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

—— شیخ محمد نصیب صاحب کے لڑکے کا علاج میو ہسپتال میں ہو رہا ہے۔ علاج میں بڑا تشدد روا رکھا جاتا ہے۔ جس سے مریض اور تیمارداروں کو تکلیف ہے۔ دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

—— مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کی اہلیہ ناصال بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جاوے۔

—— وراثت والے مقدمہ کی تاریخ ۹ر نومبر تھی۔ آئندہ ۱۰ر دسمبر مقرر ہوئی ہے۔ گذشتہ تاریخ پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

—— بابو عبد الغفور صاحب سب پوسٹماسٹر قانگی ضلع گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں، کہ میں نے اخبار میں انجمن کی مشکلات کا ذکر پڑھا۔ جن کے دفعیہ کے لئے احباب سے ایک سال کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ میں بھی جنوری تک ایک سو روپیہ ادا کر کے اس تحریک میں شمولیت اختیار کروں گا۔ جزاہ اللہ خیرا۔

—— حضرت امیر تاحال ڈلہوزی سے واپس تشریف نہیں لائے۔ امید ہے۔ کہ چند روز تک آجائیں گے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔

تحریک قرضہ فنڈ

اس تحریک میں بعض احباب نے روپیہ بھیجدیا ہے۔ اور بعض نے چند روز تک روپیہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر اکثر احباب نے اب تک نہ تو روپیہ بھیجا ہے۔ نہ کوئی جواب دیا ہے۔ لہذا ایسے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ بہت جلد جواب ارسال فرماویں۔ ورنا یاد دہانی کے خطوط ان کے نام روانہ ہوتے رہنے سے بے فائدہ خرچ ڈاک اور طول عمل ہے۔

تحریک بیس روپیہ فی کس

اس تحریک کی چٹھی حضرت امیر کی جانب سے قریباً جملہ احباب کے خدمت میں بھیجی گئی تھی۔ اور اخبار میں بھی تحریک ہو رہی ہے بعض احباب نے فراہمی چندہ کے لئے رسید بکس طلب فرمائی ہیں۔ لیکن اکثر احباب خاموش ہیں۔ چونکہ جلسہ سالانہ میں اب صرف بیس یوم باقی ہیں۔ اس لئے جملہ احباب کو بطور یاد دہانی لکھا جاتا ہے۔ کہ جن صاحب کے پاس رسید بک نہیں۔ وہ دفتر سے منگا کر فوراً کام شروع کر دیں۔ تاکہ وہ اس مالی جہاد میں حصہ لے سکیں۔ ہر جگہ کے احباب اگر متفقہ کوشش سے چھوٹی چھوٹی رقوم بھی فراہم کریں۔ تو ایک معقول رقم جمع ہو سکتی ہے۔ اور اگر یونہی غفلت میں یہ دن گذار دیئے۔ تو بعد میں افسوس ہو گا۔ کہ ذرہ سی حرکت سے اشاعت اسلام کے کام کو جو فائدہ ہوتا تھا۔ اس کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

خاکسار

محمد نصیب انچارج دفتر تحصیل احمدیہ بلڈنگس لاہور

طریقہ اقتصادیہ کا ایک نیا پیر

ہندوستان میں خاکسران بلا دمیں پیری مریدی کا جو طریق رائج ہے وہ صرف چار مشہور سلسلوں تک محدود ہے۔ اور جتنی شاخیں چلی ہیں وہ ان ہی میں سے پھوٹی ہیں۔ مجھے کیونکہ اصحاب صوفیہ سے عقیدت مندی ہے معلوم ہوا کہ شہر میں ایک نئے بزرگ آئے ہیں۔ ایک نئے سلسلے میں بیعت کرتے ہیں۔ میں نے کہا لاؤ۔ زیارت کریں۔ کچھ فیض پہنچ ہی جائے گا۔ میں قدمبوسی کے واسطے گیا۔ نہایت تپاک سے لیا۔ مزاج پرسی کی۔ نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے۔ سادہ کپڑا پہنے تھے۔ گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا۔ میں نے باتوں باتوں میں دریافت کیا۔ حضور بیعت بھی لیتے ہیں۔ کہا یہ تو دل کا سودا ہے۔ کسی نے عقیدتمندی کا اظہار کیا تو کیا حرج ہے۔ مگر میرا طریقہ عام سے تھوڑا بچا ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ پھر حضور کس سلسلے میں بیعت کرتے ہیں۔ میرا طریقہ اقتصادیہ ہے۔ میں نے کہا میں نے تو اس طریقہ کا نام ہی آج سنا ہے۔ کہا ہاں! نیا طریقہ ہے۔ چلا تو بزرگوں سے آتا ہے مگر نام میں نے ڈال دیا ہے۔ پھر میں نے کہا اس کے متعلق اشغال۔ فرمایا۔ کفایت شعاری۔ بیکار عادتوں سے پرہیز۔ جائز آمد بڑھانے کی کوشش اشد ضروری اخراجات میں اعتدال کے ساتھ خرچ۔ نہ اتنا کہ مسک کہلائے نہ خرچ اتنا کہ قرضدار ہو جائے۔ یہ ہی وہ چار باتیں ہیں میں نے جھنجھلا کر تعجب کیا اور کہا کہ ان کو دین سے تو کوئی واسطہ نہیں یہ نسبت دنیا دار نکلے۔ میں نے ہمت باندھی اور عرض کیا کہ حضرت ان باتوں کو دین سے کیا علاقہ۔ ان اشغال کو دینی مدارج سے کیا نسبت۔ فرمایا۔ بھائی صوفیائے کرام کا مسلک نفس کشی ہے کسی نے ایک طریقہ نکالا کسی نے دوسرا۔ میرا مسلک یہ ہے۔ راستے سب ایک جگہ پہنچتے ہیں نیت درست ہونا چاہئے۔ میں نے عرض کیا ان باتوں میں کیا نیت درست رہ سکتی ہے؟ روپیہ جوڑنے کے واسطے اتنی جد و جہد نہیں صاحب میں ان شغلوں کے واسطے تیار نہیں ہوں۔ فرمایا آپ مسلمان ہیں۔ میں نے کہا ہاں! توفیق الٰہی سے۔ فرمایا دین کے کونسے کون سے ارکان آپ نے ادا کئے ہیں۔ میں نے کہا کلمہ پڑھتا ہوں نماز ادا کرتا ہوں۔ روزے رکھ لیتا ہوں۔ روپیہ ہو گا۔ زکوٰۃ بھی دے دوں گا۔ زیادہ عمر ہو جائیگی اور روپیہ ہوا تو حج اور زیارت کو بھی ہو آؤں گا۔ فرمایا۔ خوب۔ تو آپ صرف آدھے مسلمان ہوئے۔ میں نے کہا کیسے؟ فرمایا آپ صرف دو ارکان ادا کرتے ہیں اور دوسرے دو معطل رہتے ہیں۔ ان کی نیت تک نہیں کرتے۔ ارے صاحب۔ نیت کیجئے اور اسی نیت سے کفایت شعاری برتئے۔ زکوٰۃ دینے کی نیت ہی سے روپیہ فراہم کیجئے۔ حج کرنے کی نیت ہی سے اپنی حلال آمدنی ہوتے ہوئے اپنی عادت کو روکئے۔ بیکار مصارف سے ہاتھ روکئے۔ طرح طرح کی چیزیں خریدنے سے اپنے دل کو منع کیجئے۔ مختلف طرح کے غیر ضروری کھانے کھانے سے اپنے نفس کو باز رکھئے تب جا کر کہیں آپ پورے مسلمان ہوں گے۔ رسمی شغل اشغال اور ذکر اذکار تو مسلمان ہو لینے کے بعد کی باتیں ہیں پہلے یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو پورا مسلمان کرے۔ اس کے بعد ذکر اذکار تو آ ہی جائیں گے۔ میں چونکا پڑا۔ اور دوسے ہی چلا گیا۔ یہ بزرگ صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں۔ پہلے پورے مسلمان ہو جانے کی کوشش ضروری ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت! اگر تکلیف نہ ہو تو ہم کو [illegible]

ہندوستان کی تین بُرائیاں

سینما کا مخرب اخلاق شوق

(۲)

سینما کے تماشوں میں زندگی کی اصلی تصویر نظر نہیں آتی۔ تصویروں میں جہاں تک کہ لباس اور ظاہری وضع قطع کا تعلق ہے ضرورت سے زیادہ تکلف اور بناوٹ دکھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں تصویروں میں تماشائیوں کو فریب دہی۔ چوری ڈکیتی لڑائی۔ قتل اور بداخلاقی کے مختلف مناظر دکھائے جاتے ہیں جو نوجوان ایسی باتوں کو شوق اور غور سے دیکھیں گے وہ یقیناً ان سے نہ دو یا بدیر متاثر ہوں گے۔ ایسے واقعات بھی سننے میں آتے ہیں کہ نوجوانوں نے سینما کے تماشوں کو دیکھکر انہی افعال کا ارتکاب کیا جنھیں وہ تصویروں میں دیکھ چکے تھے۔ مغربی ممالک کے بہت سے نوجوان اس وقت قید و بند کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو سینما کے اثرات و اسباق کا نتیجہ ہے۔ انہیں تصویروں میں یہ منظر دکھایا گیا کہ کس طرح ایک شخص رات کے وقت مکان میں نقب لگاتا ہے۔ اور بیش قیمت زیورات مار دبیہ لیکر فرار ہوتا ہے۔ تماشہ دیکھنے والے کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نہ ہم بھی قسمت آزمائی کریں۔ چنانچہ جب وہ اس ناپاک جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے پکڑے لئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنی زندگی کو تباہ کر لیتے ہیں۔

جن لوگوں کے دلوں میں اپنے وطن کی سچی محبت کا جذبہ جاگزیں ہے۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ نوجوان صحیح راستہ پر چلیں اور ذلت اور تباہی کے ان گڑھوں میں گرنے سے بچ رہیں جو شیطان نے ان کے لئے کھود رکھے ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان نوجوانوں کو جن کی دماغی اور جسمانی محنت پر قوم کے مستقبل کا انحصار ہے۔ سینما کے مخرب اخلاق شوق سے باز رکھیں۔"

ہمیں مضمون نگار کی اس رائے سے کلی اتفاق ہے۔ کہ سینما کے فوائد کے مقابلہ میں نقصان کا پلہ زیادہ بھاری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیمی اغراض اور اشاعتی مقاصد کے لئے سینما مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کے لئے زمانہ حال کی ایک بہترین ایجاد ہے۔ سکول کے بچوں کو سینما کے ذریعہ سے جو سبق یاد کرایا جائے گا اس کا نقش

ہے۔ میں اٹھ آیا۔ مکان پر آیا۔ دعوت کے کھانے کے واسطے گھر میں ہدایت کر دی۔ سامان کے واسطے گھر سے باہر جا ہی رہا تھا کہ ان بزرگ کے چھیتے تشریف لائے میں نے کہا خیر ہے؟ کیسے تشریف لائے؟ کہا۔ کچھ نہیں۔ آپ نے شاہ صاحب کو دعوت دینے کی ہمت تو کر لی ہے۔ مگر ان کو خوش کرنا ذرا مشکل بات ہے میں نے کہا۔ کیوں؟ ارے بھائی یہ ہی دعوت کے کھانے ہوں گے پلاؤ ہوگا۔ پسندے ہوں گے۔ کباب ہوں گے۔ کوئی میٹھی چیز ہوگی اور بس کچھ اور خاص ذوق کی چیز ہو تو فرمائیے ہم آدمی سودا لینے بازار جا رہا ہے میں کہدوں۔ کہا نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں، سب چیز اپنے دیس کی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے دیس کی نہیں تو کیا پردیس کی ہو گی۔ ارے میاں سب یہیں پکے گا کہیں باہر سے تھوڑی آئیگی۔ انہوں نے کہا۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ شاہ صاحب جرمن یا جاپانی برتنوں میں کھانا نہیں کھائیں گے بدیسی گلاسوں میں پانی نہیں پئیں گے۔ بدیسی شکر کا میٹھا نہیں کھائینگے مجھ کو چکرا گیا۔ میں نے کہا کہ چاول تو خیر پسند آہی جائینگے۔ میٹھے ٹکڑوں کا کیا ہوگا۔ کہا کچھ نہیں۔ گڑ ڈال دیجئے گا۔ میں نے کہا یہ بھی ہو جائے گا۔ مگر چینی کی رکابیاں کہاں سے آئیں گی۔ انہوں نے کہا مٹی کے پیالے، رکابیاں، آبخورے، کوزے ۲ پیسے میں سب سامان آجائے گا۔ میں نے کہا یہ ہو جائے گا مگر آدھا گھنٹہ تو سب رکابیاں ہی پی جائیں گی۔ انہوں نے کہا پھر منع کر دیجئے میں نے کہا اب تو کہدیا ہے۔ خیر ایسا ہی کروں گا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ شاہ صاحب تشریف لائے انتظام دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر جرمنی کے نئے گلدان اور کورے جاپانی لیٹے کی کھڑوادیا اس کے بعد جب دیسی چھپا ہوا دستر خوان آیا تو اور زیادہ خوشی

گیا ہے۔ اور تمام احمدی احباب کو اس پر عامل ہونے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت امیر کے بعد مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب اور خان شاہ محمد خاں صاحب انجنیر حصار اسی مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور مسلمانوں کی موجودہ بیہودہ رسوم کے عوض نیک رسوں اور صدقات کا طریق اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ ان دو نو حضرات کی تقاریر پر سامعین نے بہت سی رقوم بطور صدقات عطا کیں۔ خان شاہ محمد خاں صاحب کی یہ تحریک نہایت دلچسپ تھی کہ احمدیت سے پہلے ہم بھی عام مسلمانوں کی طرح اپنے فوت شدہ بزرگوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے ہر جمعرات کو کچھ کھانا مساجد میں دیا کرتے تھے لیکن احمدیت میں آکر اس طریق کو صحیح نہ سمجھ کر ہم نے چھوڑ دیا تاہم بزرگوں کے لئے صدقات کے ثواب کے ہم اب بھی قائل ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک اور نیا اور زیادہ کارآمد طریق اس کی جگہ رائج کیا جائے۔ جو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر جمعرات کی روٹی کی قیمت کم از کم ۴ر تجویز کرکے سال کی ۵۲ جمعراتوں کے تیرہ روپے ہر شخص اپنے مرحوم بزرگوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے انجمن میں داخل کرے۔ خاں صاحب نے خود تین سالوں کے انتالیس روپے دینے کا وعدہ کیا۔ جس پر حاضرین کی کثیر تعداد نے نقد اور وعدوں کی صورت میں تیرہ تیرہ روپیہ کی رقوم ادا کیں۔

دوسرا اجلاس

خاں صاحب کی اس تقریر کے بعد صاحب صدر نے اختتامی تقریر فرمائی اور پہلا اجلاس ختم ہوا۔ دوسرے اجلاس میں جو دو بجے کے بعد شروع ہوا۔ حضرت مولانا مولوی غلام حسن خاں صاحب رئیس پشاور نے "احمدیت کی علت غائی" پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ سب لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ امتداد زمانہ کے بعد ہمیشہ ادیان میں غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلام میں بھی بعض ایسے خیالات لوگوں نے داخل کر دیئے جن کا اصل دین کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ پہلے مذاہب چونکہ ایسی غلطیوں کی وجہ سے اپنی اصلیت کو کھو بیٹھتے تھے اس لئے انبیاء کی ضرورت ہوتی تھی جو نیا دین لاتے تھے۔ لیکن قرآن چونکہ محفوظ ہے اس لئے لوگوں کی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے مجددین آتے رہیں۔ حضرت مرزا صاحب بھی مجدد تھے۔ آپ نے وضاحت کے ساتھ یہ بتایا کہ جن غلطیوں کی درستی کے لئے مجدد آتے ہیں لوگ چونکہ انہیں اصل دین سمجھتے ہیں اس لئے ان کی مخالفت ہوتی ہے ورنہ دراصل ان کا دین کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ مولانا موصوف کے بعد حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے "احمدیت کیا ہے اور اس کی ضرورت کیا ہے" پر تقریر فرمائی اور حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی تحریروں سے یہ واضح کیا کہ جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام کے لئے بنائی گئی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے تبلیغ اسلام کے لئے ایک جماعت بنانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مفصل لیکچر "پیغام صلح" کے جلسہ نمبر میں شائع ہوگا۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس رات کو آٹھ بجے شروع ہوا۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب بھٹی ایم۔اے اس اجلاس کے صدر تھے۔ سب سے پہلے جناب ابوالاثر حفیظ صاحب جالندھری نے اپنے شاہنامہ اسلام کا وہ حصہ پڑھ کر سنایا جس میں آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پروفیسر احجان مائیکل صاحب بی۔اے نے اسلام اور مسیحیت پر نہایت دلچسپ تقریر فرمائی اور رومن کیتھولک و پراٹسٹنٹ عیسائیوں کی عجیب و غریب مذہبی رسوم اور خلاف عقل معتقدات پر تفصیلی تبصرہ فرمایا۔ سادگی اور معقولیت کے ساتھ ان کا اسلام سے مقابلہ کیا۔

ان کے بعد چوہدری عبدالمجید صاحب بی اے نے ایک انگریزی نظم "مسلم ریناسنس" پڑھ کر سنائی اور پھر مسٹر امیر علی آہنا فنیڈا مہتمم اشاعت اسلام کالج نے "سپرٹ آف اسلامک ٹیچنگز" انگریزی لیکچر دیا۔ اور تمام مذاہب کی تعلیمات سے اسلام کی پاکیزہ اور زیادہ تعلیم کا مقابلہ کرکے ثابت کیا کہ صرف یہی ایک مذہب نسل انسانی کے لئے امن اور نجات کا موجب ہے۔

ان کے بعد خان شاہ محمد خاں صاحب انجنیر نے اپنی دلچسپ پنجابی تقریر فرمائی جس میں جماعت احمدیہ کو اشاعت اسلام کی اس فوج کو بڑھانے کے لئے ایسے طریق اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ جو مختلف مذاق اور خیالات کے لوگوں کے لئے مؤثر ہو سکیں۔ آپ کی تقریر بذلہ سنجی اور پنجابی زبان کے عجیب و غریب محاورات کے استعمال کی وجہ سے نہایت دلچسپ اور مؤثر ثابت ہوئی۔

آخر میں صاحب صدر نے نوجوانان اسلام کو اسلام کا عملی نمونہ بننے اور احمدیت جیسی عملی تحریک میں حصہ لینے کی نصیحت کی۔ اور پھر [illegible]

احمدیہ کانفرنس

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۴؍دسمبر ۱۹۲۸ء کی شب کو اور ۲۶؍دسمبر ۱۹۲۸ء کی صبح کو احمدیہ کانفرنس کے دو اجلاس ہوئے۔

پہلے اجلاس میں ۱۹۲۸-۲۹ء کا بجٹ آمد و خرچ پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ آئندہ سال کا [illegible]

بجٹ آمد	۱۹۹۶۲۷ روپیہ تجویز ہوا
ہے اور بجٹ خرچ	۱۸۲۷۵۴ ء

سکرٹری صاحب نے اس تخمینہ آمد و خرچ کی تمام مدات کی تفصیل بیان کی۔ اور اس کے بعد اعتراضات کا موقعہ دیا لیکن اعتراض کے بجائے سب نے متفقہ طور پر اس بجٹ کو منظور کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ پندرہ سال کی رفتار ترقی کا ذکر کرتے ہوئے ہر پانچ سال کے چندوں کی وہ تفصیل بیان کی جو دوسری جگہ درج ہو چکی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس جذبہ ایثار پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے بتایا کہ جب ہم قادیان سے آئے تھے تو صرف دس ہزار روپیہ سے اس کام کو شروع کیا تھا۔ اس وقت قادیان کے چندوں کی سالانہ آمد اسی ہزار سے لیکر ایک لاکھ روپیہ کے قریب تھی۔ اگر وہ بھی اسی حساب سے ترقی کرتے جیسا کہ ہمارے چندوں کی رفتار سے نظر آتا ہے تو ان کی سالانہ آمد چار پانچ لاکھ کے قریب ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔

کسی نے پوچھا کہ ہماری انجمن کی جائداد کس قدر ہے۔ تو حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا کہ گذشتہ سال منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا تخمینہ ۱۴ لاکھ تھا۔ اس کے بالمقابل قادیان میں جو قومی جائداد .... چھوڑ آئے تھے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا

ہمارے اخبارات کی روش

اس کے بعد سکرٹری صاحب نے پہلا ریزولیوشن قوم کے سامنے پیش کیا کہ قادیانیوں کے متعلق ہمارے اخبارات کی روش کیا ہونی چاہیئے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی رائے تھی کہ ان کو بالکل بھلا دیا جائے لیکن بعض معقول اعتراضات کی وجہ سے انہوں نے اس تجویز کو واپس لے لیا اور تمام قوم کی متفقہ رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ:۔

"ہمارے اخبارات قادیانی عقائد کی پورے زور سے تردید کریں۔ لیکن ذاتیات پر حملہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے"

جماعت کے باہمی تعلقات

دوسرا ریزولیوشن جماعت کے باہمی تعلقات کے متعلق تھا۔ مولانا مولوی عبدالہادی صاحب نے اس بات پر زور دیا اور کثرت رائے اسی طرف تھی کہ یہ محض پروپیگنڈا ہے کہ ہماری جماعت کے باہمی تعلقات اچھے نہیں۔ حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل گجرات نے تجویز کی کہ ہر ضلع کے صدر مقام میں جماعتوں کی ضلع وار کانفرنسیں ہوں اور وہ باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے مناسب تجاویز عمل میں لائیں۔ یہ تجویز متفقہ رائے سے پاس ہو گئی۔ بابو غلام ربانی صاحب راولپنڈی نے اس امر پر زور دیا کہ ہر جگہ کی جماعتوں میں چار یاری کا طریق قائم کیا جائے۔ اور ہر چار آدمی باہم عقد مواخات قائم کریں۔ اور ایک دوسرے کے حالات پر نگاہ رکھیں۔ لیکن یہ تجویز کثرت رائے مخالف ہونے کی وجہ سے گر گئی۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ مستری یعقوب علی صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ہر جگہ درس قرآن جاری کرنے پر زور دیا۔ اور اتفاق رائے سے یہ تجویز بھی منظور ہو گئی۔ درس کے متعلق یہ بتایا گیا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ کوئی عالم ہی درس قرآن کے لئے بھیجا جائے بلکہ ہر جماعت کا پڑھا لکھا آدمی قرآن کا ترجمہ اور موٹے موٹے مطالب بیان کر سکتا ہے اور نہیں تو بیان القرآن میں حضرت امیر کا ترجمہ اور نوٹ پڑھ کر سنا دیئے جایا کریں۔ یہ بھی درس ہی کے قائم مقام ہے

شادی فنڈ

سکرٹری صاحب نے ایک اور تجویز یہ پیش کی کہ تمام دوست شادی کی تقریبات پر ایک معین رقم انجمن کو دیا کریں۔ اس پر بہت سے احباب نے مخالف و موافق رائیں دیں۔ جن میں پیرزادہ مصباح الدین ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہتک اور مولوی محمد فردوس کا زور اس بات پر تھا کہ شادی فنڈ کی کوئی رقم مقرر نہ ہو۔ اور اس کے بجائے شادیوں کے اسراف کو روکا جائے پیرزادہ صاحب کا بڑا زور اس بات پر تھا کہ عموماً لوگ لڑکیوں کا جہیز ان کے بچپن سے بنانا شروع کر دیتے ہیں ایسی حالت میں شادی کے موقعہ پر انہیں دیگر اخراجات میں حصہ کو شامل کرکے انجمن کو [illegible] فیصدی [illegible] مشکل ہوگا۔

دیا جائے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور بہت سے دیگر اصحاب کی مخالفت کی وجہ سے یہ تجویز بھی مسترد ہو گئی کیونکہ جہیز ہی اسراف کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس کو جہاں تک ممکن ہو کم کرنا چاہیئے۔ حافظ محمد حسن صاحب اس پر کہا کہ جو لوگ رواج پر عامل ہیں ان کے ہاں جہیز شرعی حصہ کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے اس لئے جہیز کا ان کے لئے کم کرنا مشکل ہوگا حضرت امیر نے فرمایا کہ احمدی جماعت کے یہ شایان نہیں کہ اس کا کوئی فرد شریعت کو چھوڑ کر رواج پر عامل ہو۔ وہ سب لوگ جن کے ہاں رواج کا طریق ہے آج سے یہ عہد کر لیں کہ شریعت پر عامل ہوں گے۔ اور لڑکیوں کو ورثہ دیں گے۔ اس کے بعد کثرت رائے سے اخراجات شادی پر پانچ فیصدی انجمن کو دیا جانا منظور ہوا۔

متفرق تجاویز

بعد ازاں ذیل کی تجاویز اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

(۱) جلسہ سالانہ ہر سال ۲۵؍دسمبر ۱۹۲۸ء کے بعد ہوا کرے

(۲) جلسہ سالانہ جماعت کے مرکز یعنی لاہور ہی میں ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہر جگہ کی مقامی جماعتیں اپنے ہاں جلسے کیا کریں۔

(۳) انجمن کی کتابوں کی فروخت کا یہ آسان طریق ہے کہ مختلف مقامات پر جو صاحب چاہیں نقد ضمانت دیکر کتابیں منگوالیں۔ اور انہیں اپنے طور پر فروخت کریں۔ جس کی انہیں کمیشن دی جائے گی۔ اس سے انہیں بھی فائدہ ہوگا اور انجمن کو بھی۔

"احمدیوں کا ایثار"

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے "صدائے امیر پر لبیک" کے عنوان سے احمدیوں کے مالی ایثار کا تذکرہ کیا تھا کہ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تحریک پر احمدی اصحاب بخوشی خاطر اپنی دس دن کی آمدنی دینے پر آمادگی ظاہر کر رہے ہیں۔ جماعت مذکور کے اخبار "پیغام صلح" کے کالموں میں اس قسم کی پانچ فہرستیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں ڈیڑھ سو زائد افراد کے نام درج ہیں۔ جنھوں نے اپنی دس دن کی آمدنی سالانہ جلسہ کی تقریب پر دینے کا وعدہ کیا ہے ہمارے دل میں اپنے احمدی بھائیوں کے اس جذبہ صادقہ کی بہت قدر ہے۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ تمام مسلمانوں میں اس قسم کے جذبہ قومی و مذہبی کی توفیق پیدا ہو۔ ہم اس موقعہ پر نہایت ادب کے ساتھ معاونین انجمن حمایت اسلام کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی مرکزی قومی و تعلیمی انجمن کے لئے اسی مخلصانہ جذبہ کا اظہار کریں اور اپنی دس دن کی آمدنی نہیں۔ بلکہ صرف فی کس ۴ر قومی سرمایہ میں شامل کرکے داخل حسنات ہوں۔ (حمایت اسلام)

مقدمہ بازی کا مرض

دیوانی و فوجداری مقدمات و خصومات میں فریقین کو جس قدر پریشانی و سرگردانی اٹھانی پڑتی ہے۔ اور جتنا تباہ کن مالی نقصان اور وقت کا حرج برداشت کرنا پڑتا ہے۔ محتاج دلیل نہیں۔ افسوس کہ اچھے اچھے لکھے پڑھے اور مہذب و معقول کہلانے والے اصحاب اس مرض میں گرفتار ہیں اور ان کی عقل و تہذیب اگر خود معاملہ فہمی کی بدولت تنازع کی گتھی کو سلجھانے سے قاصر ہے۔ تو اتنی بھی توفیق نہیں کہ وہ اپنی ذات برادری میں سے کسی کو حکم منتخب کرکے یا اپنا جھگڑا کسی پنچایت کے سپرد کرکے فصل خصومت کا تدارک کر سکیں۔ بلکہ ان کو وکیلوں کی نازبرداریاں کرنے عدالتوں کی خاک چھاننے اور مصارف مقدمہ کا بار اٹھانے میں ہی مزا ملتا ہے۔ اس معاملے میں یہ ایک نہایت تعجب خیز حقیقت ہے۔ جو نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ ہندوستان کی ڈھائی تین کروڑ تعداد کی وہ خانہ بدوش [illegible] جو تہذیب انسانی سے ناآشنا اور علم و عقل سے عاری ہے اور رات دن چوری ڈاکہ ٹھگی وغیرہ ان کا پیشہ ہے جس میں ہمیشہ وہ حکومت کی طرف سے مورد عتاب رہتی ہے لوگ خود اپنے باہمی تنازعات کو سرکاری عدالتوں میں نہیں لے جاتے اور اپنی اپنی پنچایتوں سے تمام جھگڑے طے کر لینے پر ان کا عمل ہے حیرت کی بات ہے کہ رذیل و خسیس اقوام تو اپنے جماعتی نظام اور اس کی برکات سے متمتع ہوں۔ لیکن مہذب متمدن اور شرفا کہلانے والی اقوام اس سے محروم ہوں۔ (حمایت اسلام)

حیدرآباد سندھ کا عظیم الشان مناظرہ

اسلام کی عظیم الشان فتح

(سندھی اخبار سے ترجمہ کیا گیا)

گزشتہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں جو سالانہ جلسہ آریہ سماج حیدرآباد کا ہوا۔ اس کے دوران میں آریہ سماج نے انجمن نصرت الاسلام کو لکھا کہ اگر انہیں آریہ سماج کے کسی عقیدہ پر شک ہو تو ہمارے ساتھ رفع شکوک کے لئے مباحثہ کر لو۔ ہم آپ کو باہمی تبادلہ خیالات کے لئے وقت دینے کو تیار ہیں۔ انجمن کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا گیا کہ ہمیں آریہ سماج کے عقائد پر بہت سے اعتراضات ہیں۔ اس پر باہم گفتگو شروع ہوئی۔ اور مناظرہ کی شرائط طے ہوئیں۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۲۹ء سے ۱۷ر جنوری ۱۹۲۹ء تک باضابطہ دوستانہ رنگ میں مناظرہ مقرر ہوا۔

انجمن نے لاہور سے مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت اور مولوی عصمت اللہ صاحب کو امرتسر سے مولانا ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب اور بہار سے باباخلیل داس صاحب چترویدی کو مناظرہ کے لئے دعوت دی۔ ان کے علاوہ مولوی سید شمس الحق صاحب پشاوری کو بھی بلایا گیا۔ ادھر آریہ سماج نے بھی اپنے بڑے بڑے پنڈتوں کو بلایا۔ پنڈت رامچند دہلوی کو منگوانے کے لئے بہت سا روپیہ تاروں اور ٹیلیفون پر ضائع کیا گیا مگر اس نے مناظرہ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔

آخر ۱۳ر جنوری ۱۹۲۹ء کو ۵ بجے شام مناظرہ شروع ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی عصمت اللہ اور آریوں کی طرف سے سوامی کرشنانند جلسہ کے صدر تھے۔ پہلے دن کا مضمون "تناسخ" مقرر تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب مناظر مقرر ہوئے۔ اور آریوں کی طرف سے پنڈت حقیقہ دیو۔ پنڈت صاحب نے تناسخ کے ثبوت میں ایک طول طویل تقریر کی۔ جس کا نہایت معقول جواب مولوی صاحب نے دیا۔ مولوی صاحب نے پنڈت لیکھرام کی کتاب (کلیات آریہ مسافر) پیش کرکے دریافت کیا کہ کیا ان کو پنڈت جی کا یہ حوالہ تسلیم ہے یا نہیں کہ جونی دو قسم کی ہے۔ ایک کرم جونی۔ (اعمال بجا لانے والا قالب) اور دوسرا بھوگ جونی (سزا بھگتنے والا قالب) انسان کرم جونی یا اعمال بجا لانے والا قالب ہے اور حیوان بھوگ جونی یعنی سزا بھگتنے والا قالب ہے۔ پنڈت صاحب نے نہایت خوشی سے اس حوالہ کو تسلیم کیا۔ اور کہا کہ ہم ضرور اس کو مانتے ہیں اس پر مولانا نے پوچھا کہ اگر انسان صرف کرم جونی ہے۔ تو بتاؤ کہ بعض انسان اندھے اور لنگڑے وغیرہ کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ آریہ مناظر سے تین گھنٹہ تک اس اعتراض کا جواب نہ بن پڑا۔ اگرچہ اس نے ادھر ادھر بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر آخر تک جواب نہ دے سکا۔ اور مولوی صاحب کا اعتراض قائم رہا۔

۱۳ر تاریخ کو حیات بعد الموت پر مناظرہ شروع ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت اور آریوں کی طرف سے برج لال پریم مناظر تھے۔ مولوی صاحب نے آدھ گھنٹہ تک اسلامی نکتہ خیال سے حیات بعد الموت پر مدلل اور فلسفیانہ تقریر کی۔ جس پر اعتراض کرتے ہوئے پنڈت جی نے بہشت کے حور و غلمان پر نکتہ چینی کی۔ جس کے جواب میں مولوی صاحب نے ویدوں سے متعدد منتر پڑھ کر ثابت کیا کہ ویدوں کی بہشت آتش شہوت کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہے اور اسلامی جنت اس سے پاک ہے ویدوں کی بہشت میں گھی کا حوض۔ دودھ، شراب کی نہریں اور دہی کے تالاب موجود ہیں۔ اور خوبصورت لونڈوں کے ساتھ لاکھ لوگ مزے اڑائیں گے۔ ان منتروں کے پڑھنے سے حاضرین جلسہ کو حیرت ہوئی کہ یہ سورگ یا ویدوں کی بہشت ہے۔ جو آریوں کے ویدوں میں ہے۔ اس کے بالمقابل تو اسلامی جنت پر کوئی اعتراض ہی نہیں ہو سکتا۔

۱۴۔ ۱۵۔ تاریخ کو قرآن شریف کے الہامی ہونے پر بحث ہوئی مسلمانوں کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو مقرر ہوئے۔ مولانا صاحب نے پہلے آدھ گھنٹہ تک قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر ایک عجیب و غریب مدلل تقریر کی۔ جس پر آریہ مناظر اعتراض کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر اصل بحث کو چھوڑ کر اوراعتراضات کی بھرمار کرنے لگا۔ مگر بعد کی دس دس منٹ کی تقریروں سے ثابت ہو گیا کہ مولوی صاحب کی تقریر بے شک ناقابل تردید تھی۔

۱۶۔ ۱۷ر تاریخ کو ویدوں کے الہامی ہونے پر مناظرہ ہوا۔ پہلے دن آریہ سماج کی طرف سے پہلے پنڈت دھرم بھکشو نے ویدوں کے الہامی ہونے پر آدھ گھنٹہ تقریر کی۔ اور یہ بتایا کہ وید شروع دنیا کی کتاب ہے۔ اور تحریف سے پاک ہے۔ اسلامی مناظر نے ویدوں ہی میں سے منتر پڑھ کر ثابت کیا کہ وید شروع دنیا میں الہام نہیں ہوئے۔ اور ان میں حد سے زیادہ تحریف ہوئی ہے۔ آج تک ہندو دنیا اس بات پر متفق نہیں ہو سکی کہ ویدوں کے جملہ منتر کس قدر ہیں۔ جس کے ثبوت میں باباصاحب نے ہندو پنڈتوں کی آراء کثرت پیش کیں۔ جن کی پنڈت دھرم بھکشو تردید نہ کر سکے۔

آخری دن مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت نے کامل چار گھنٹہ تک ویدوں کی تعلیم وغیرہ پر اعتراضات کی وہ بوچھاڑ کی کہ آریہ پنڈت بدحواس ہو گیا۔ اس دوران میں بے اختیار مسلمانوں کے منہ سے اسلامی فتح کا نعرہ بلند ہوتا رہا۔ فاضل سنسکرت نے ویدوں میں تحریف کے ثبوت میں ویدوں کے متعدد نسخے پیش کئے اور ثابت کیا کہ آریہ اور پنڈت اپنی اپنی مرضی سے ویدوں میں کمی بیشی کرتے رہے۔ اور آریہ مناظر کو چیلنج دیا کہ اگر آریہ سماج میں ہمت ہے تو وہ صرف دو ہی نسخے قرآن شریف کے باہم اختلاف رکھنے والے پیش کرے۔ ویدوں میں سے توحید کا ثبوت پیش کرنے کے لئے فی منتر دس روپیہ کا انعام پیش کیا۔ پنڈت دھرم بھکشو نے پہلے تو کہا کہ تیس روپے نکالو۔ تین منتر سناتا ہوں مگر بعد میں کہا کہ خدا ایک ہے یہ تو نہیں البتہ ایک ہو سکتا ہے۔ یہ وید منتر سے استنباط ہوتا ہے۔ یہ کہکر پنڈت جی نے ہار مان لی۔ مولوی صاحب نے لفظ وید کے معنی سنسکرت گرامر سے ٹھگ (دیا (ٹھگی کا علم) ثابت کیا۔ اور اندر آریوں کے پرمشور کا چوری کرنا اور چوری کے منتر وغیرہ سنائے۔

الغرض ۱۷ر جنوری ۱۹۲۹ء کو شب کے ساڑھے نو بجے یہ عظیم الشان مناظرہ نہایت حسن و خوبی سے ختم ہوا۔ اور کسی قسم کی بدامنی نہ ہوئی۔ اس مناظرہ کا سندھ کے علاقہ میں مدت تک اثر قائم رہیگا۔ یہ صرف مناظرہ ہی نہیں تھا بلکہ صداقت اسلام کا دلچسپ مرقع تھا مناظرہ کے بعد اسی ہال میں دو دن تک اسلامی جلسہ ہوا جس میں باباخلیل داس چترویدی۔ مولانا شمس الحق اور مولانا عصمت اللہ صاحب کی اسلام کی خوبیوں پر تقریریں ہوئیں۔

مسلم ہائی سکول لاہور کی فضا

(ایک پیوپل ٹیچر کے قلم سے)

ذیل کا مضمون جناب ممتاز حسین صاحب بسمل جے اے وی کلاس نے ہمارے پاس بھیجا ہے اور خواہش فرمائی ہے کہ اسے شائع کیا جائے ہمیں امید ہے کہ یہ مضمون طلبائے سکول کے لئے نیک تحریکات کا موجب ہوگا (مدیر)

۱۰ر نومبر ۱۹۲۸ء کی صبح کو جب میں بجم اے میں ایک پیوپل ٹیچر کی حیثیت سے داخل ہوا تو میرے وہم میں بھی نہ تھا کہ انہی ننھے بچوں میں سے ایک مجھے اپنی غیر معمولی ذہنیت سے تصویر حیرت بنا دے گا دوسرے دن تاریخ کا گھنٹہ تھا۔ سلطان حیدر علی کے واقعات تھے جو کم از کم پندرہ منٹ میں ختم ہوئے ہونگے۔ اگر ایک "نو سال" کا بچہ "پریوں کا فسانہ" سن کر اسے "اپنے لفظوں" میں دہرا دیتا ہے تو یہ چنداں تعجب کا مقام نہیں مگر سلطان حیدر علی کے "سیاسی" اور "جنگی" "واقعات" محمد اسلام متعلم جماعت ہا نے نہ صرف دہرا ہی دیئے بلکہ "لفظ بلفظ" ادا کر دیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان میں بعض فقرے پانچویں جماعت کے ایک طالب علم کے لئے بہت آسان نہیں ہیں مثلاً "وہ دشمن اس کی پشت پر تھے" "سلطان دشمن کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنے لگا" "انگریزی گورنر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے" مگر محمد اسلام نے یہ سب اسی موقع اور محل پر استعمال کئے۔ آج تک تو صرف سنا ہی کرتے تھے کہ زمانہ ماضی میں ایک علامہ تھے جو آدھ گھنٹہ کی تقریر کو لفظ بلفظ دہرا سکتے تھے۔ مگر اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

محمد اسلام کا ادبیات سے غیر معمولی شغف اور بھی حیرت انگیز ہے۔ جماعت میں اس کی قابلیت باعث تعجب ہے۔ جب وہ شعر پڑھتا ہے تو اس خوبی سے ادا کرتا ہے کہ سننے والا نقش حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر اس کی قوتوں کو ابھرنے کا موقع مل گیا۔ تو ایک دن وہ فضا جس میں وہ پرورش پا رہا ہے ادبی اور علمی پودوں کو پروان چڑھانے کے لئے بہت موافق ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کی قابلیت مسلمہ ہے۔ وہاں کے طالب علموں کا قابل تعریف رویہ، پسندیدہ اخلاق، سکول کا بہترین نظم و نسق یہ انہی کی ذات ستودہ صفات کا نتیجہ ہیں۔ مدرسہ کی فضا نے جو میرے دل پر اثر کیا اس کا نتیجہ ذیل کے الفاظ ہیں۔ جن میں مسلمان بچوں کو مخاطب کرکے انہیں صحیح معنوں میں فرزندان اسلام بننے کی نصیحت کی گئی ہے۔

مسلمان بچوں سے خطاب

جذبات بھڑک اٹھے پھر سوز فراواں سے
غمگین ہے دل اپنا نایابی ایماں سے
ناکارہ جوانوں سے، ناواقف یزداں سے
امید ہے وابستہ اب طفل مسلماں سے

اے باد صبا میرا پیغام سنا دینا
اسلام کے گلشن کی کلیوں کو بتا دینا

میدان ترقی میں، میدان شجاعت میں
رحم اور مروت میں، انصاف و عدالت میں
علم اور تمدن میں اخلاق و فصاحت میں
مہمان نوازی میں جود اور سخاوت میں

سب سے کبھی اعلیٰ تھے سب سے کبھی برتر تھے
سب دنیا کی قوموں سے مسلم کبھی بہتر تھے

گلزار محمدؐ کی وہ شان کہاں باقی ؟!
اسلام کے شیروں میں وہ آن کہاں باقی؟
اس پیکر مردہ میں اب جان کہاں باقی۔؟
دل کفر کا مسکن ہے ایمان کہاں باقی ؟

اسلام سے الفت ہو دل درد کی دنیا ہو
جانباز محبت اٹھ پھر بادیہ پیما ہو!

یہ ٹھان لو دنیا سے باطل کو مٹا دیں گے
اس مقصد اعلیٰ میں ہم جان لڑا دیں گے
تکبیر کے نعروں سے دنیا کو ہلا دیں گے
ہر طبع فسردہ میں اک آگ لگا دیں گے

اسلام کے بچے ہیں ناکام نہیں ہونگے
محکومی و ذلت میں بدنام نہیں ہونگے

(ممتاز حسین بسمل)

جے۔ اے۔ وی۔ سکنڈری اسلامیہ کالج لاہور

درخواستہائے دعا

— ڈاکٹر حسن علی صاحب سمندری کا ایک خورد سالہ بچہ نمونیا سے بیمار ہے تمام احباب درد دل سے عزیز کی صحت کے لئے دعا کریں

— مولوی دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح موسم کی شدت (ناموافقت سے کچھ علیل ہو گئے ہیں ان کی صحت کے لئے بھی تمام احباب دعا کریں۔

— باباحنان خادم مسجد احمدیہ بلڈنگس ابھی تک بیمار ہیں۔ تمام احباب ان کی تندرستی کے لئے دعا کریں۔

ہم سب احباب کے ساتھ دعا میں شریک ہیں کہ اللہ تعالیٰ

مذاکرہ علمیہ

تناسخ

زمانہ لاعلمی کا ایک نظریہ

(۴)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم (قدسی))

آریوں کا نظریہ

سوال - آریوں نے اس بات سے تنگ آکر کہ آخر ابتدا میں نباتات یا حیوانات یا انسانوں میں فرق کس طرح شروع ہوا۔ یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ پہلے کوئی دنیا تھی۔ جس میں انسان بستے تھے۔ پھر اس پر قیامت آگئی۔ پس خدا نے اور دنیا بنائی پھر اس پر قیامت آگئی۔ اسی طرح اس سلسلہ میں ہماری دنیا بھی ہے۔ شروع میں جو اختلاف پیدا ہوتے ہیں۔ وہ پچھلی دنیا کی روحوں کے اعمال کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس پر مزید روشنی ڈالیئے۔

آریوں کی شکست

جواب - دراصل اس نظریہ کو قائم کرکے آریوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔ کیا اس نظریہ کا کوئی ثبوت بھی ہے۔ سوائے اس کے کہ ان کا یہ عقیدہ ہے اور بس۔ درحقیقت موجودہ دنیا کے علمی انکشافات سے گھبرا کر انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی صورت نہیں بنتی تو ایک انسانی دنیا اس سے پہلے فرض کرلی۔ جو بالکل بے دلیل بات ہے۔

عقیدۂ تناسخ کی دھجیاں علم و عقل سے

اس دنیا میں تو جو علم و عقل انسان کو دیا گیا ہے وہ سب مل کر تناسخ کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ دنیا میں تین چیزیں ہر ایک انسان کے لئے لازمی ہیں۔

(۱) ایک تو خود اس کا اپنا نفس۔

(۲) دوسرے اس کے علاوہ دوسری مخلوق جن سے اس کا تعلق ہے۔

(۳) تیسرے ان سب کا کوئی خالق۔

تینوں کی گواہی تناسخ کے خلاف ہے۔

(۱) ہر ایک آدمی خود جانتا ہے کہ میں اس سے قبل اس دنیا میں کبھی نہیں آیا۔

(۲) دوسری تمام مخلوق سے مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ جو علم ملا یعنی سائنس اس نے ارتقا کو مان کر تناسخ کی جڑ کاٹ دی۔

(۳) خود خالق کائنات نے جو علم بذریعہ الہام انسان کو دیا اس میں یہ بتا کر کہ مرنے کے بعد اس دنیا میں انسان واپس نہیں آتا۔ تناسخ کی تردید کردی جب اس دنیا کے تمام علوم نے تناسخ کو دھکے دیئے۔ تو تناسخ والے ادھر بھاگے کہ اس سے قبل کوئی انسانی دنیا تھی۔ جسکے عمل اس دنیا کے ابتدائی اختلافات کا موجب ہوئے۔ یہ ایک بالکل بے دلیل بات ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ جس قدر عقلی دلائل ہو سکتے ہیں سب اس کے خلاف ہیں۔ کیونکہ خدا کی صفات اور دنیا کی پیدائش کا علم اس کے خلاف پڑا ہوا ہے۔

موجودہ دنیا کا تعلق سابقہ عالموں سے

خدا کا کوئی فعل لغو نہیں ہو سکتا۔ یہ اس کی حکیم صفت کے خلاف ہے پس یہ نظریہ کس قدر لغو ہے کہ خدا پہلے ایک دنیا بنائے اور اس میں انسان کو پیدا کرے۔ اور اس کو نیکی بدی کی تمیز عطا کرکے عمل کا ذمہ دار قرار دے پھر بیٹھے بیٹھے سارا گھروندہ مٹا دے۔ اور پھر نئے سرے سے ایتھر اور ذرات مادی اور جمادات اور نباتات اور انسان کی منازل کی بھٹی میں سے گزارتا رہے۔ آگے ہی ایک نظام مکمل کرنے میں سالہا سال لگے تھے جس کی ایک ایک منزل کروڑوں بلکہ اربوں برس میں طے ہوئی تھی۔ اب پھر وہی مصیبت درپیش ہوگئی۔ بیٹھے بٹھائے پہلا بنا بنایا گھر ڈھا کر پھر نئے سرے سے تعمیر شروع کر دینا مجنونوں کا کام ہے۔ خدا جو حکیم ہے اس کی یہ صفت نہیں ہو سکتی خدا کی صفت تو یہ ہے کہ اس کے ارادہ کے ماتحت جب اس کی خالقیت اور ربوبیت کی صفات کام کرنے لگتی ہیں [illegible]

ترقی کی طرف بڑھتا ہے۔ موجودہ دنیا خدا جانے کتنے ہزار عالموں کے انقلاب میں سے گزر کر موجودہ حالت کو پہنچی ہے۔ لیکن ہر ایک عالم جو وجود میں آیا دوسرے عالم کے لئے بطور تمہید کے تھا۔ آج سائنس نے دریافت کیا ہے۔ کہ آج سے چند ہزار یا چند لاکھ سال پہلے انسان کا وجود نہ تھا۔ عالم ہزاروں آئے اور چلے گئے۔ مگر ارتقا کے سلسلہ میں ہر ایک ان میں سے دوسرے عالم کے لئے بطور تمہید کے تھا۔ اور صرف موجودہ عالم ہی وہ عالم ہے جس میں انسان معرض وجود میں آیا۔ جسے ارادہ اور شعور اور نیکی بدی کی تمیز دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے عملوں کا ذمہ دار ٹھیرا۔

موجودہ دنیا کا تعلق آئندہ عالم سے

اب اگر کوئی اگلا عالم آئے گا تو اس کی پیدائش میں انسان کے اعمال کا اثر بھی شامل ہوگا۔ کیونکہ یہی ایک نئی چیز ہے۔ جو اس عالم میں زائد پیدا ہوئی ہے۔ اور اس لئے ضروری ہے کہ اگلا عالم موجودہ عالم سے مختلف ہو۔ یاد رہے کہ موجودہ عالم سے پہلے نہ انسان تھا اور نہ کوئی اس کا عمل تھا۔ انسان اور اس کا عمل اسی عالم کی پیداوار ہے۔ پس موجودہ عالم کی پیدائش میں تو کسی انسانی عمل کو دخل نہ تھا۔ مگر اگلے عالم کی پیدائش میں چونکہ اعمال انسانی کو بھی دخل ہوگا۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہ عالم موجودہ عالم سے مختلف اور اعلیٰ ہو۔

آریوں کا نظریہ بچوں کا کھیل ہے

یہ تو وہ بات ہے جو علم اور عقل کے مطابق ہے۔ مگر آریوں کا یہ نظریہ کم سے کم انسانی عقل اور علم میں تو نہیں آتا کہ خدا بے شمار سالوں میں تو ایک عالم بنائے اور جب وہ عالم اس مقام پر پہنچے کہ انسان پیدا ہو کر عمل کرنے لگے تو ایک نادان بچہ کی طرح سب کچھ مٹا کر ریزہ ریزہ کر دے۔ اور پھر نئے سرے سے اسی قسم کا عالم پیدا کرنا شروع کر دے۔ اور پھر جب اسی مقام پر پہنچے تو پھر مٹا کر رکھ دے۔ اور پھر اسی قسم کا عالم پیدا کرنا شروع کر دے۔ اور پھر جب اسی مقام پر پہنچے تو پھر فنا کر دے۔

صفت خلق اور صفت ربوبیت

ایک مثل ہے کہ بیٹھا بنیا کیا کرے اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں۔ خدا کا یہی شغل سہی۔ ایک عالم بنایا۔ بگاڑا۔ پھر بنایا۔ پھر بگاڑا۔ پھر بنایا۔ پھر بگاڑا۔ کہا جاتا ہے کہ خالق جو ہوا۔ اس کی صفت خلق اس سے معطل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مجبوراً اضطراری طور پر وہ ایسا کرتا رہتا ہے لیکن دراصل خدا کی اس میں سخت ہتک ہے۔ کیونکہ وہ پھر خدا نہیں رہتا اس کی حیثیت محض ایک بے ارادہ قانون کی یا ایک بیگاری فرد کی رہ جاتی ہے

خوب سوچا گر خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ پیدا کرتا رہے۔ تو کیا اس کی ربوبیت کا یہ تقاضہ نہیں جیسا کہ ارتقا بھی ثابت کر چکا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو ترقی کی طرف لے جائے۔ اور جو مخلوق پیدا کرے۔ اس کو جب وہ بدلے تو اس سے اعلےٰ کے لئے بدلے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو پھر خدا کیا ہوا۔ ایک بڑھئی یا لوہار ہوا۔ کہ جو کچھ پہلے سے موجود تھا۔ اسے جوڑ جاڑ لیا۔ اب اس سے آگے چونکہ کچھ بنا نہیں سکتا۔ اور ادھر صفت خلق اسے کسطرح زور کرتی ہے۔ کہ کچھ بناؤ ورنہ خدائی قائم نہ رہے گی۔ اس لئے اس بنائے ہوئے کو توڑ پھوڑ دیا۔ پھر بنانا شروع کر دیا۔ گویا جو کچھ ہو رہا ہے مجبوری سے ہو رہا ہے۔ تو ایسا خدا قابل رحم ہے۔ گویا نعوذ باللہ اس کی بعض صفات نے اسے جوت رکھا ہے۔ کہ اس کا دل چاہے یا نہ چاہے وہ مجبور ہے کہ کچھ بنائے اس لئے بنی بنائی چیز اس بیچارے

مشقت خدا پر پڑی ہوئی ہے کہ بنائے اور بگاڑے۔ اور پھر بنائے بعد پھر بگاڑے۔ اگر کسی آدمی کو اس طرح مشقت پر لگا دیا جائے تو وہ کیسا دکھی ہو۔ غور کرو یہ خدا رہ گیا یا کوئی مشقتی قیدی بن گیا۔ اور خلق صفت کا یہ تقاضا اس وقت کہاں چلا جاتا ہے جب وہ بگاڑنے لگتا ہے۔ جب کل کائنات پر پرلے یا قیامت آجاتی ہے تو اس وقت کیا خلق صفت کا تعطل ہو جاتا ہے۔ بگاڑتے وقت وہ صفت کہاں چلی جاتی ہے۔

صفات الٰہی کا تعلق ارادہ اور مشیت سے

بات یہ ہے کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ خدا کی خالق صفت کا تقاضا ہے کہ وہ اس سے کچھ نہ کچھ پیدا کرواتی رہے۔ یاد رکھو کہ جس چیز میں ارادہ ہوتا ہے اس کی صفات جب افعال کا رنگ اختیار کرتی ہیں۔ تو ہمیشہ اس کے ارادہ سے کرتی ہیں۔ بلا ارادہ نہیں کرتیں۔ ورنہ اس میں ارادہ کا ہونا بے معنی ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے کام لے سکتا ہوں یہ صفت مجھ میں ہر وقت موجود ہے۔ لیکن میرا ہاتھ کام اسی وقت کرتا ہے جب میں ارادہ کرتا ہوں جس شخص کا ہاتھ بلا ارادہ حرکت کرتا ہے۔ اسے رعشہ کی بیماری عقلمند کہا کرتے ہیں۔ خدا کوئی بلا ارادہ چیز نہیں۔ وہ کسی قانون کی طرح مخلوق کی علت اضطراری نہیں۔ وہ علت ارادی ہے۔ اس کی جو صفت بھی فعل کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ وہ اسکے ارادہ کے ماتحت کرتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ یفعل ما یرید۔ وہ خالق ہے مگر وہ ہمیشہ اپنے ارادہ کے ماتحت خلق کرتا ہے۔ ایک گھڑی ساز جو صاحب ارادہ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے گھڑی بناتا ہے۔ جب چاہتا ہے نہیں بناتا۔ اس سے اس کی گھڑی سازی کی صفت تو اس میں سے نکل نہیں جاتی۔ نہ اس کی گھڑی سازی کی صفت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ سوتے جاگتے کھٹا کھٹ گھڑیاں بنائے جائے۔ اسیطرح خدا جب چاہے بنائے۔ جب چاہے نہ بنائے۔ اس سے اس کی صفت خلق تو نہیں چلی جاتی۔ مجھ میں بولنے کی صفت ہے اس کے یہ معنی تو نہیں کہ میں ہر وقت بولتا رہوں۔ اور تعجب ہے کہ آریہ صاحبان خدا میں صفت تکلم کی مانتے ہیں اور پھر یہ مانتے ہیں کہ ابتدائے دنیا میں ایک دفعہ بول کر پھر نہیں بولا۔ یہاں صفت تکلم کی کہاں چلی جاتی ہے۔ پس سچ یہی ہے کہ صاحب ارادہ ہستی کی صفات بالقوہ تو اس میں ہر وقت موجود ہوتی ہیں۔ مگر بالفعل اسی وقت ہوتی ہیں جب وہ ارادہ کرتا ہے لہذا ضروری نہیں کہ خدا ہر وقت کچھ پیدا کرتا رہے۔

موجودہ عالم کا بگاڑ ارتقا کو چاہتا ہے

پس یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ چونکہ خدا کی خالق صفت کی کوئی ابتدا نہیں اس لئے مخلوق کی بھی کوئی ابتدا نہ ہونی چاہیئے۔ مخلوق ایک محدود چیز ہے۔ اس کو ایک غیر محدود چیز کی طرح بغیر کسی ابتدا کے نہیں مانا جا سکتا۔ ضروری ہے کہ وہ خالق کے ارادے سے جب اس نے چاہا ہو پیدا ہوئی ہو اور اگر وہی خالق اب اسے مٹانا چاہے تو وہ مٹ بھی سکتی ہو۔ ہاں اگر اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ قائم رکھے تو وہ قائم بھی رہ سکتی ہے۔ غرضیکہ جو کچھ ہوگا وہ ارادہ کے ماتحت ہوگا۔ خدا کی جو صفت معرض فعل میں آئے گی وہ ارادہ کے ماتحت آئے گی۔ بے شک کتنے ہی طویل زمانہ سے مخلوق کا آغاز فرض کر لیا جائے لیکن خدا کی حکیم صفت کا یہ تقاضا ہے کہ مخلوق کی حالت میں جب تبدیلی وقوع میں آئے تو ارتقا کے ماتحت کسی اعلےٰ حالت کی طرف ترقی کرے۔ جیسا کہ آج کل سائنس نے اسے تسلیم کیا ہے۔ یہ نہیں کہ بنایا اور بگاڑا۔ اور پھر وہی بنایا اور پھر بگاڑا۔ یہ خدا کا کام نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر موجودہ نظام عالم کو بگاڑے گا تو اس سے بڑھ کر کسی اعلےٰ حالت میں بدلنے کے لئے۔ جس میں انسان کی حالت اس سے یقیناً مختلف ہونی چاہیئے۔

کیا موجودہ دنیا محض اتفاق ہے؟

آپ نے دیکھ لیا کہ خدا کی صفات تو اس نظریہ کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتیں۔ لیکن اتنا ہی نہیں اس نظریہ سے خدا کی ہستی ہی اڑ جاتی ہے تمام کائنات عالم کو دیکھ کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بنانے والے کو کوئی مقصد مد نظر ہے اور اس نے دنیا کو اپنے ارادہ سے بنایا ہے اور یہی خدا کی ہستی کا ثبوت ہے۔ لیکن اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس سے پہلے کوئی دنیا تھی جس میں ہماری طرح کے ہی انسان بستے تھے۔ انہوں نے کوئی عمل کئے جس کی وجہ سے پرلے کے بعد جب دوسری دنیا بننے لگی تو ان میں سے بعض روحیں نباتات بنیں بعض حیوانات اور بعض انسان۔ اور ان کا تمام اختلاف انہی لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ تو پھر معلوم ہوا کہ ہماری دنیا بغیر کسی ارادہ اور مقصد کے بن گئی کیونکہ نباتات کا پیدا ہونا اور ان میں اختلاف کا ہونا۔ حیوانات کا پیدا ہونا اور ان میں اختلاف کا ہونا۔ انسان کا پیدا ہونا اور ان میں اختلاف کا ہونا یہ کسی گزشتہ دنیا کے لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ وہ لوگ جیسے جیسے عمل کرتے گئے ویسے ویسے موجودہ دنیا پیدا ہوتی گئی۔ اگر وہ گناہ نہ کرتے

خبریں

—— جدید دہلی ۳۰ مارچ مسٹر پٹیل صدر اسمبلی نے فنانس بل کے منظور کرنیکے لئے وائسرائے کی سفارش کے متعلق حکومت کے رویہ کی حمایت کی ...حکومت کی کارروائی کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے مسٹر سرینواس آئنگر کے احتجاج کو مسترد کر دیا۔

— کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ روسیوں سے ناراض ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے روسیوں کی مداخلت کو برداشت نہ کرنیکا عزم کر رکھا ہے اوسکے تعلقات روسی سفیر موسیو سٹارک کے ساتھ کشیدہ ہیں بعض اطلاعات مظہر ہیں کہ دونوں کے درمیان تیز تیز گفتگو بھی ہوئی۔

—— پشاور ۲۹ مارچ - جلال آباد کے قریب قبائل کی باہمی لڑائی جاری ہے مگر وہ کسی بڑے پیمانہ پر نہیں معمولی ہے۔

—— ماسکو ۲۸ مارچ - برطانوی تجارتی وفد ماسکو پہنچ گیا ہے اہل وفد کو اول درجہ کے ہوٹلوں میں ٹھہرایا گیا ہے آج شام کو ارکان وفد ایک خیر مقدمی جلسے میں شریک ہوئے۔

—— قسطنطنیہ ۲۵ مارچ ترکی پارلیمنٹ میں عنقریب ایک مسودہ قانون پیش ہوگا جسکی رو سے ۱۸ سالہ ترکی عورتوں کو جدید کے ارکان کے انتخاب میں رائے دہندگی کا حق عطا کیا جائیگا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس قانون کے بعد عورتوں کو ترکی پارلیمنٹ میں ارکان منتخب کرنیکا بھی حق دیدیا جائے گا۔

— بھارت ہندو شدھی سبھا کے جنرل سکریٹری نے اس امر کا حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ ۱۹۲۸ء کے دوران میں سات ہزار کے قریب مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرکے ہندو بنا لیا گیا ہے۔

—— پیغام صلح :- کیا مسلمانوں نے یہ خبر سنی ہے؟

—— ریاست بڑودہ میں ایک قانون جاری کیا گیا ہے جسکی رو سے ہندوؤں میں بھی طلاق کے مسئلہ کو جائز قرار دیا ہے۔

پیغام صلح :- آریہ سماجی اس قانون کے نفاذ پر ہماری بھی مبارکباد قبول فرما دیں۔

— لاہور ۳۰ مارچ - آج قندھار سے مدیر اخبار "طلوع افغان" کا اخبار انقلاب کے نام مفصلہ ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے۔

آج ۹ بجے شاہ امان اللہ نے ۳۲ ہزار لشکریوں اور مجاہدین قندھار کی معیت میں کابل کی طرف عنان اقدام اٹھائی رات شاہ موصوف مھمند کے مقام پر منزل فرمائینگے۔

—— پشاور ۳۰ مارچ - اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ افغانستان میں شدید جنگ و جدل برپا ہے - بچہ سقا اپنی حفاظت کی تدابیر عمل میں لا رہا ہے۔

—— لندن ۳۰ مارچ شاہ امان اللہ خاں کے قندھار سے کوچ کرنیکی خبر کی تصدیق ہوگئی ہے ایک مسافر کا بیان ہے کہ اونکے ساتھ ۳۰ ہزار لشکر زیادہ سپاہ ہے - وہ مسافر یہ کہتا ہے کہ شاہ موصوف نے جو اسلحہ حال ہی میں تقسیم کیا ہے وہ روس ساخت کا ہے۔

—— ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ بچہ سقہ کی فوجیں غزنی کی طرف بڑھ رہی ہیں

— پشاور کی ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ خوست میں جرنیل نادر خاں کو بڑی کامیابی ہوئی ہے اس علاقہ کی تمام اقوام نے اونکے ساتھ ملکر کام کرنے پر آمادہ ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ اگر موصوف خوست نہ جاتے تو وہاں بڑی بدامنی ہو جاتی - افواہ اڑ رہی ہے کہ جرنیل نادر خاں کابل میں داخل ہوگئے ہیں۔ بچہ سقہ بھاگ گیا ہے قبیلہ دروگ کے آدمیوں نے بچہ سقہ کی فوج کو شکست دی - سید حسین وزیر جنگ مارا گیا لیکن یہ افواہیں غیر معدقہ ہیں

— پشاور یکم اپریل - افواہ ہے کہ پیر صاحب شور بازار اور بچہ کے مابین اختلافات رونما ہوگئے ہیں چنانچہ پیر موصوف بچہ سقہ اور اوسکے ساتھ ذاتی اختلافات کی نازک صورت حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اہل وعیال سمیت کابل سے روانہ ہوگئے ہیں - اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کا بڑے اضطراب کے ساتھ انتظار کیا جا رہا ہے۔

—— جدید دہلی یکم اپریل - افغان قونصل جنرل دہلی کو دفتر خارجہ قندھار سے مصرحہ ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے ۳۰ مارچ کو شاہ امان اللہ خاں ہرات قندھار ذخ ہزارہ اور دیگر قندھاری قبائل کے لشکروں قاہرہ کے ساتھ کابل کی جانب روانہ ہوگئے ہیں - قندھار کی درانی اقوام کا لشکر بھی شاہ موصوف کے ساتھ ہے اس خبر کی صحت پر ذمہ دار حلقوں میں کامل یقین کیا جاتا ہے۔

—— سردار ہاشم خاں ہڈہ میں منتقل ہوکر کاغ پہنچ گئے ہیں جو خوگیانیوں کا مرکز ہے اونھوں نے اپنا صدر مقام چھوڑنے سے پیشتر قبائل سے حنفی حلف لے لیا ہے وہ معاہدہ صلح کی پابندی کرینگے کہا جاتا ہے کہ سردار ہاشم خاں قبائل کو جمع کرنے کے مسئلہ میں کامیاب ہوگئے ہیں لیکن ابھی تک اونھوں نے اپنے بھائی نادر خاں کی طرح یہ اعلان نہیں کیا کہ وہ کسکی طرفداری کرینگے - انکا اولین مقصد قبائل کے درمیان صلح کرانے کا ہے اس کام سے فارغ ہونیکے بعد وہ اپنی حکمت عملی کا اعلان کرینگے۔

— تیراہ میں سنیوں اور شیعوں کے درمیان پھر لڑائی شروع ہوگئی۔

—— بالشویک خطرہ کے متعلق میسولینی کا خیال ہے کہ اطالیہ میں اس قسم کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا اشتراکیوں سے جسطرح کا اندیشہ برطانیہ کو لگا ہوا ہے وہ اوسکے خیال میں کوئی وقعت نہیں رکھتا اسکا خیال ہے کہ برطانیہ اس قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنیکے لئے زیادہ مستحکم و مضبوط ہے - وہ یہ بھی کہتا ہے کہ روس میں اشتراکیت روبہ تنزل ہے اور جرمنی بھی اس خطرہ سے بالکل پاک ہوگیا ہے۔

—— بعض ناخوشگوار وجوہات کی بنا پر جناح مسلم لیگ کا اجلاس غیر معین مدت کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔

—— ہندو مہاسبھا نے اپنے اجلاس سورت میں تمام اسلامی مطالبات مسترد کر دیئے اور مسلمانوں کے حقوق کے ساتھ سخت دشمنی کا مظاہرہ کیا گیا۔

— نئی دہلی ۳۱ مارچ سائمن کانفرنس کی صوبجاتی کمیٹیوں کا اجلاس ہوا جسمیں مختلف صوبجات کی اقتصادی حالت کے مسئلہ پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہوا کل پھر اجلاس ہوگا۔

— گذشتہ پچیس سال میں سکھ قوم نے تعلیم میں بہت ترقی کی ۱۹۰۴ء سے پہلے خالصہ کالج امرتسر اور خالصہ ہائی اسکول گوجرانوالہ صرف یہی دو سکھ تعلیمی انسٹیٹیوشنیں تھیں لیکن اسوقت صوبہ پنجاب میں سکھوں کے ۵۰ سے زائد ہائی اور مڈل سکولوں کا جال پھیلا ہوا ہے جو نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں۔

— جدید دہلی - یکم اپریل ملک معظم کی سالگرہ کی وجہ سے ۳ جون کو تمام ہندوستان میں تعطیل رہیگی۔

— اخبار آریہ گزٹ کا بیان ہے کہ ریاست جموں کشمیر میں ہندوؤں کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اسوقت جسقدر ہندو وہاں آباد ہیں انکی ایک معقول تعداد لاولد ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے قندھار کے تمام قدیم حکام کی جگہ نئے حکام مقرر کر دیئے ہیں - اور ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ مقدمات کا فیصلہ نہایت سخت پابندی کے ساتھ شریعت کے مطابق کریں۔

—— قندھار سے ایک سرکاری عہدیدار حال ہی میں کسی کام کے لئے پشاور آیا ہے - اس کا بیان ہے - کہ شاہ امان اللہ خاں کے پاس ۴۰ ہزار جرار سپاہ موجود ہے - اور سامان رسد بھی اس قدر کافی ہے کہ چھ ماہ تک کام دے سکتا ہے - یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاہ موصوف نے جرمنی سے ۱۳ بڑے ہوائی جہاز خرید کئے ہیں جو ہرات پہنچ گئے ہیں۔

—— لاہور ۲ اپریل - آج پیر کرم شاہ کی شادی سینڈرو ہوٹل کے مالک مسٹر ہیرس کی دختر سے ہوگئی - پیر کرم شاہ وہ مسلم نقیر ہے جس پر ہندوؤں نے لالہ لاجپت رائے کی ارتھی کے جلوس کے وقت حملہ کیا تھا - مسٹر ہیرس نے دس ہزار کا جہیز دیا - پیر کرم شاہ نے دس ہزار روپے مہر کے ادا کر دیئے۔

—— معلوم ہوا ہے - کہ چھ ہزار شنواری بچہ سقہ کی امداد کے لئے کابل جانا چاہتے تھے - لیکن خوگیانیوں نے انہیں گزرنے کی اجازت نہ دی کیونکہ وہ شاہ امان اللہ کے طرفدار ہیں۔

—— سکھ کوشش کر رہے ہیں کہ خالصہ کالج امرتسر کو سکھ یونیورسٹی بنا دیا جائے۔

—— کلکتہ ۲ اپریل - چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے آج آوارہ گردی کے الزام میں اسمعیل نامی ایک شخص کو تین ماہ کی سزا دی - ملزم نے عدالت سے مخاطب ہوکر کہا، جناب میں تو اب معافی کا مستحق ہوں کیونکہ اس سے پہلے ۵۴ مرتبہ سزایاب ہو چکا ہوں۔

—— نئی دہلی ۲ اپریل - جب اسمبلی میں مسٹر کریر ہوم ممبر گورنمنٹ ہند پبلک سیفٹی بل پیش کرنے کو اٹھے تو مسٹر پٹیل صدر اسمبلی نے کہا کہ میں آپ کو اس مسودہ کے پیش کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تا وقتیکہ یا تو وہ مقدمہ ختم ہو جائے جو گورنمنٹ میرٹھ میں چند اشخاص پر چلانا چاہتی ہے - یا اسے واپس لے لیا جائے۔

—— ضلع ہوشیارپور کے پہاڑی علاقوں میں ہولناک قحط رونما ہو رہا ہے۔

—— امسال گورو کل کانگڑی کے جلسے پر ایک ذات پات توڑک کانفرنس بھی ہوئی جس میں یہ طے کیا گیا کہ ہندو ذات پات کا امتیاز نہ کرتے ہوئے شادیاں کیا کریں - بین الملی شادیوں کی مخالفت کی گئی۔

—— امسال گورو کل کانگڑی کے فارغ التحصیل طلباء سے عہد لیا گیا کہ وہ لوگوں کو اشدھ کریں گے۔

—— ہندوؤں کی مشہور زنانہ درس گاہ کنیا مہا ودیالہ جالندھر کا سالانہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا۔

—— پشاور یکم اپریل - اطلاع ملی ہے کہ جنرل نادر خاں گردیز پہنچ گئے ہیں - ان کے خاندان کے جو آدمی کابل میں اس وقت موجود ہیں ان پر بچہ سقہ اس وقت بہت سختی کر رہا ہے۔

—— پشاور یکم اپریل - ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ عبدالاحد خاں وزیر داخلہ شاہ امان اللہ خاں بمقام درک بچہ سقہ سے برسرپیکار ہے

—— امسال گورو کل کانگڑی کے جلسہ پر ۹۰۲۵۸ روپیہ جمع ہوا [illegible]

دس روپیہ سے بھی ایک بڑی تجارت ہو سکتی ہے

دس ہزار آدمی اگر دس دس روپیہ دیدیں تو ایک لاکھ روپیہ کا سرمایہ جمع ہو سکتا ہے۔ اور اس مشترکہ سرمایہ سے بڑے پیمانہ پر کوئی مفید تجارت کی جا سکتی ہے - لیکن ایسی مشترکہ تجارتوں کے لئے گورنمنٹ نے ایک خاص قانون بنا رکھا ہے جسکا نام کمپنیوں کا قانون ہے اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ایسی مشترکہ تجارتوں میں شریک ہوں اونکے حقوق کی نگرانی کی جائے اور اونکے منتظمین پر ایسی پابندیاں عائد کر دیجائیں کہ اونکے لئے بے ایمانی اور دغابازی بہت مشکل ہو جائے۔ اسکے علاوہ کمپنیوں کے قانون نے مشترکہ کاروبار کے لمیٹڈ کر دینے کا بھی ایک نہایت مفید طریقہ جاری کیا ہے جسکا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ کسی لمیٹڈ مشترکہ کاروبار میں شریک ہوں اُن کو اس کاروبار کی وجہ سے کبھی اتنا نقصان نہ برداشت کرنا پڑے جسکے برداشت کرنیکے لئے وہ خود تیار نہ ہوں مشترکہ کاروبار میں محدود ذمہ داری نقصان کا یہ مفید اصول جاری ہو جانے سے دنیا کو عظیم الشان مالی تمدنی اور اقتصادی فوائد حاصل ہوئے ہیں اور متمدن قومیں مشترکہ سرمایہ لمیٹڈ کمپنیاں قائم کر کے اپنے تمول اور سیاسی اقتدار میں روز افزوں اضافہ کر رہی ہیں ہم بھی ان تمام فوائد کو حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم لمیٹڈ کمپنیوں کے معاملات سے واقفیت اور دلچسپی پیدا کرلیں۔ اور محدود ذمہ داری کی مشترکہ تجارتوں کے فروغ دینے میں تنگ نظری اور پست ہمتی سے کام نہ لیں۔ دہلی میں ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو مشترکہ سرمایہ کی ایک لمیٹڈ تجارتی کمپنی اشاعت و طباعت کتب وغیرہ کے کاروبار کے لئے دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ کے نام سے قائم ہوئی ہے اور آپ اس کمپنی کا پراسپکٹس یعنی ترغیب نامہ شراکت فوراً منگا کر پڑھیں۔ تاکہ اس کمپنی کے حالات و معاملات سے آپ کو پوری واقفیت ہو اور اگر پراسپکٹس پڑھنے کے بعد مناسب سمجھیں تو حسب مقدرت اس مشترکہ تجارت میں تھوڑا بہت سرمایہ لگاکر شریک ہو جائیں ابھی ایک کارڈ پر پراسپکٹس کے لئے ذیل کے پتہ پر لکھدیجئے۔

[illegible]

صدائے امیر پر لبیک

حضرت امیر کے دس دن کی آمد کے مطالبہ کا جواب احباب احمدیہ کی طرف سے

جناب ہدایت اللہ صاحب پشاور۔ حضور کی دردناک اپیل سنکر میں اور میری بیوی اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ اللہ اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ ہم اسلام کی امداد کے ہر کام میں اول رہا کرتے تھے اور اب یہ وقت ہم پر آگیا کہ ہم سب سے پیچھے ہیں۔ رجسٹر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میری دس دن کی آمد تین روپیہ گیارہ آنہ (۳/۱۱) ہے۔ میری بیوی نے جو ایک ایک پیسہ جمع کیا ہوا تھا مبلغ ۸ روپیہ بکس سے نکال کر دیئے اور ۲۵ کا بندوبست میں نے کر کے مبلغ ۳۶ روپیہ حضور کی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیئے ہیں۔ قبول فرمائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت اسلام کی پہلے کی طرح توفیق عنایت فرمادے۔

جناب عبد الجبار صاحب اچھرایاں ۲۰ روپیہ پیش کردگی

مرزا عزیز بیگ صاحب تانوں گو مانسہ۔ آمدنی دس یوم ۱۲/۵ ارسال خدمت ہے چندہ ماہواری ۱/۴ چندہ جلسہ فنڈ و قیمت پیغام صلح بھی ارسال ہے۔

میر سجاد علی صاحب دہلی ۲۲۵ روپیہ اپنی تنخواہ کا تیسرا حصہ بالاقساط ادا کروں گا۔ ۵۰ کا چک ارسال ہے۔

جناب میاں فضل الٰہی صاحب پنڈ دادنخاں۔ موعودہ یکصد روپیہ ارسال ہے۔

خاں صاحب سمندر خاں صاحب ازانب۔ آپ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ایک نقرئی بدست ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ارسال خدمت ہے۔

حبیب الرحمٰن خاں صاحب جمشید پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ مستری نور محمد صاحب نے ۱۰ روپیہ قرضہ فنڈ میں اور ایک روپیہ فرش برلن مسجد میں کل بھیج دیں گے۔

جناب محمد بخش صاحب ضلع ڈیرہ غازیخاں۔ مبلغ ۱۲ روپیہ آج کی ڈاک میں حسب الحکم ارسال ہیں۔ حضرت امیر جیسا محترم انسان حکم فرمائے بدقسمت شخص ہوگا جو جان اور مال کو اس کے حکم کے سنتے ہی حاضر نہ کرے

جناب محمد اسماعیل صاحب مری۔ حضور کی دردِ دل سے لکھی ہوئی چٹھی موصول ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ چندہ مطلوبہ جلسہ پر حاضر خدمت ہوکر ادا کردوں گا۔

جناب محمد عبد اللہ صاحب راولپنڈی۔ معافی چاہتا ہوں کہ جلدی جواب نہ دے سکا۔ میں اپنا چندہ تین اقساط میں ادا کردوں گا پہلی قسط جلسہ کے موقعہ پر دوں گا۔ انشاء اللہ

سید عبد الجبار شاہ صاحب ورنبد۔ فرمان خاص متعلق ادائگی آمدنی ثلث آمد ماہانہ میرے نام موصول ہوا۔ تعمیل حکم کی جائیگی شاہجہاں صاحب بھی بالاقساط ادا کریں گے۔

جناب میر اکبر صاحب سفید ڈھیری آپ کا ارشاد بسر و چشم منظور ہے۔ مبلغ ۲۰ روپیہ کندل خاں صاحب سے وصول کر چکا ہوں۔ اپنے دس دن کی آمد بھی دو قسطوں میں ادا کردوں گا۔

مرزا محمد ظفر بیگ صاحب نارنول۔ آنجناب کا حکم پڑھا میں اپنی آمد کا تیسرا حصہ مبلغ ۱۲ ادا کردوں گا۔

خانصاحب کندل خاں صاحب سفید ڈھیری۔ مبلغ ۲۰ روپیہ نقد سکرٹری صاحب کو دیدیئے گئے ہیں۔ باقی ۳۰ روپیہ بالاقساط ادا کردوں گا۔ احباب میں تحریک کی گئی ہے۔

چودھری فضل حق صاحب لاہور۔ گو خاکسار کے نام حضور کی مطبوعہ چٹھی نہیں آئی تاہم میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں اس نیک تحریک میں حصہ لوں۔ اس لئے اپنی آمد کا تیسرا حصہ ۱۹/۱۰ بالاقساط ادا کردوں گا۔

جناب غلام باری صاحب کرنال کا دوسرا خط میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنی آمد کا تیسرا حصہ یک صد روپیہ اقساط میں ادا کردوں گا۔

خبریں

—— جدید دہلی ۲۸ ردسمبر۔ مسٹر اسرسٹی مجسٹریٹ نے سرباہ پیمانہ مدیر شدھی سماچار کی درخواست ضمانت منظور کر لی ہے اور حکم دیا ہے کہ ملزم پانچ پانچ ہزار کے دو قطعات ضمانت پیش کرے۔

—— کلکتہ ۲۷ ردسمبر معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ پولیس نے شدھی سماچار دہلی کے ایڈیٹر چانند کو جو نیشنل کونیشن میں شریک ہونے کے لئے کلکتہ گئے ہوئے تھے۔ دہلی پولیس کی ایما پر زیر دفعات ۲۹۶ ۲۹۵ (۲) تعزیرات ہند (قانون تحفظ مذہبی پیشوان) ایک مضمون کی بنا پر جس پر مسلمان نے اعتراض کیا تھا گرفتار کر لیا ہے۔ ملزم کو پولیس کمشنر کلکتہ کے روبرو پیش کیا گیا اور سیکرٹری آریہ سماج کلکتہ نے ضمانت دینی چاہی مگر پولیس نے ضمانت نامنظور کر دی کیونکہ وارنٹ بلا ضمانت تھا۔ آپ کو دہلی لایا جائے گا جہاں آپکے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔

—— افغان قونصل جنرل مقیم لندن نے گزشتہ جمعہ کو ایک اعلان شائع کیا ہے۔ کہ شمالی افغانستان میں عساکر افغانیہ نے لٹیروں کا ناک میں دم کر دیا ہے اور بڑی شدت سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ جلال آباد کے قرب و جوار میں ادھر تو شنواری باغیوں کی گوشمالی کی جا رہی ہے۔ اُدھر ان کے سرداروں سے صلح کی گفت و شنید بھی ہو رہی ہے۔

—— دہلی ۲۸ ردسمبر۔ کل رات کو ترکی فوجی وفد زیر سرکردگی ہز اکسلنسی کاظم پاشا دہلی سے گزرا۔ یہ وفد افغانی عساکر کی تنظیم کے لئے کابل جا رہا ہے

—— کلکتہ ۳۰ دسمبر۔ اجلاس سے باہر گیلری کے بحث و مباحثہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کانگرس کے ایک طبقہ میں جو مکمل آزادی کا حامی ہے۔ یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مہاتما گاندھی کی قرارداد مفاہمت جو منظور ہو چکی ہے۔ اس کو مجلس انتخاب مضامین میں دوبارہ پیش کیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر سرینواس آئنگر جو آزادی کی لیگ کے قائد ہیں مستعفی ہو گئے ہیں۔

—— کلکتہ ۳۰ ردسمبر۔ فرقہ وار مسئلہ طے نہ ہونے پر آل انڈیا مسلم (جناح) لیگ کا اجلاس مسٹر جناح کی تجویز التوا پر غیر معین وقت کے لئے ملتوی ہو گیا ہے مگر لیگ نے اپنی کونسل کو اختیار دیا ہے۔ کہ وہ ماہ مئی ۱۹۲۹ء کے اختتام سے قبل صورت حال پر غور کرنے کے لئے اپنا جلسہ طلب کر سکے۔ التوائے اجلاس سے پہلے لیگ نے ملک برکت علی کی پیش کردہ قرارداد پیش کی جس میں شنواریوں کی بغاوت کی مذمت اور اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خاں کی مساعی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے کہ اعلیحضرت مسلمانان ہند اور تمام مہذب اقوام کی ہمدردی کے مستحق ہیں۔

—— لیگ نے ایک قرارداد میں حکومت بنگال سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ مسودہ قانون ترمیم لگان کو دوبارہ بنگال کونسل میں پیش کرے۔

—— ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ سے مسٹر جناح نے فرمایا کہ فرقہ وار مسئلہ طے نہ ہونے سے نازک صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کے متعلق غور و خوض اور فیصلہ کرنے کے لئے لیگ کو مزید وقت کی ضرورت ہے۔

—— کلکتہ ۲۹ ردسمبر۔ آل انڈیا جناح لیگ نے مسٹر چاگلا کی تحریک پر فیصلہ کیا ہے۔ کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی کا مقاطعہ کیا جائے۔

—— کلکتہ ۳۰ ردسمبر۔ نیشنل کنونیشن میں سردار بہادر سردار مہتاب سنگھ کی سرکردگی میں سکھوں نے تحریک پیش کی۔ کہ ہندوستان کی آئندہ پالیسی فرقہ پرستی کے اصول پر مبنی نہ ہونی چاہئے۔ اور اس اصول کو مدنظر رکھ کر نہرو رپورٹ میں ترمیم کی جائے۔ یہ تحریک نامنظور ہوئی۔ اس پر سنٹرل سکھ لیگ کے مندوبین۔ سکھوں کی پوزیشن کے متعلق کوئی طویل بیان نہ دیا بلکہ اجلاس کنونیشن سے اٹھ کر چلے گئے۔

—— بمبئی ۲۸ ردسمبر۔ حاجی بسائز بمبئی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں افسوسناک فساد برپا ہو گیا۔ قریب ایک درجن کارکن مجروح ہو گئے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مسلمان انچارج نے ایک ماتحت ہندو مزدور کو کسی امر پر لعنت ملامت کی۔ مزدور کو طیش آگیا اور اپنے افسر کے گلے پڑنے لگا۔ شور و شر سن کر اور بھی بہت سے کارکن جمع ہو گئے اور ہندو مسلم سوال بن گیا۔ فریقین زور آزمائی کے لئے میدان عالم میں جمع ہو گئے اور جم کر دھائی کرنے لگے ڈنڈا لکڑی اور اوزار جو کچھ مل سکا کھلے دل سے استعمال کیا گیا لیکن پولیس پہنچ گئی اور اس نے لوگوں کو منتشر کر دیا۔ اگرچہ اس وقت امن قائم ہو گیا ہے لیکن یہ امن مصنوعی معلوم ہوتا ہے فریقین کے دلوں

—— سنا ہے کہ کلکتہ میں جب مجلس خلافت کا اجلاس ہوا تو بعض شریروں نے مولانا محمد علی کو گالیاں دیں۔ اور بیگم صاحبہ محمد علی جیسی محترم خاتون کی موجودگی کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی معلوم ہوا ہے کہ ایک بگڑے دل نے چاقو نکال لیا۔ اور کہا کہ ہم اس سے تمہارا فیصلہ کر دیں گے۔

—— آل پارٹیز کنونشن میں مسٹر جناح نے ہندوستان کے آئندہ نظم و نسق کے متعلق ذیل تجاویز پیش کیں۔

(۱) بنگال اور پنجاب میں تناسب آبادی کے لحاظ سے نیابت عطا کرنے کے مطالبہ کے جواب میں مرکزی حکومت میں نشستوں کی تخصیص۔

(۲) اگر اڈلٹ سفریج عطا نہ کی جائے تو باقی ماندہ اختیارات کی بھی صوبجات کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔

(۳) علیحدگی سندھ کے مسئلہ کو واقعات کے تابع رکھا جائے لیکن نہرو رپورٹ کی منظوری تک اس کی علیحدگی کو مشروط نہ رکھا جائے۔

—— یہ سب تجاویز کثرت رائے سے نامنظور ہو گئیں اور صرف دو معمولی سی تجاویز منظور ہوئیں۔ ایک تجویز تو یہ تھی کہ اگر ایوان یا ہر دو ایوان کے مشترکہ اجلاس میں ۴/۵ ارکان کی رائے ہو۔ تو دستور اساسی میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ لکھنؤ میں ہندو مسلم مفاہمت کے متعلق جو تصفیہ ہوا ہے۔ اسے اڈلٹ سفریج کے نفاذ کے ساتھ مشروط رکھا جائے اور یہ دستور اساسی کے متن میں درج ہو۔

—— اعلیحضرت امیر کابل نے گزشتہ شنبہ کو قندھار میں ایک دربار منعقد کیا۔ جس میں قبائل نے اپنی جنگی خدمات بطور رضاکار پیش کیں۔ جلال آباد کی حالت یقینی طور پر ترقی پذیر ہے۔ شنواری قوم اکیلی رہ گئی ہے۔ شہر جلال آباد کے دروازوں پر مہمندوں کا قبضہ ہے۔ لیکن یقین کامل ہے کہ مہمندوں کے ساتھ ہی خوگیانی بھی حکومت کی امداد پر آمادہ ہو جائیں گے۔

—— بمبئی ۲۸ ردسمبر۔ شہریار غازی کی دو شاہزادیوں کی فرانسیسی اتالیق مادام اوٹ فرانسیسی وزیر کابل کی بھتیجی مائل یونن اور فرانسیسی وزیر کے بچوں کی اتالیقہ مائل دائملڈ آج پشاور سے یہاں پہنچیں۔ آئندہ شنبہ کو روانہ یورپ ہو جائیں گی ایک ملاقات کے دوران میں انہوں نے افغانستان کے متعلق کسی قسم کے حالات بیان کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ۱۴ ردسمبر کو فرانسیسی خواتین کی ایک جماعت برطانی ہوائی جہاز میں سوار ہو کر ۹۰ منٹ کے اندر پشاور پہنچی تھی۔ یہ جماعت اپنا تمام سامان کابل ہی میں چھوڑ آئی تھی۔ صرف اپنے اپنے ہینڈ بیگ ساتھ لائی تھی۔ لیڈی ہمفریس ایک دن پہلے پشاور پہنچ گئی تھی انہوں نے ہم سے بڑی ہمدردی کا سلوک کیا۔

—— لاہور ۲۸ ردسمبر۔ کل رات پونے دو بجے کے قریب جب بندے ماترم کا عملہ ادارت کام ختم کر کے گھروں کو روانہ ہوا۔ تو راستہ میں دفتر کے ایک کاتب محمد حسین کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ آپ "سرخ" اشتہار لگا رہے تھے۔ آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ آپ دفتر بندے ماترم میں کام کرتے ہیں۔ لیکن پولیس نے ان کو حراست میں لے لیا۔ جب آپ گھر نہ پہنچے تو گھر والے پریشان ہو گئے۔ آخر وہ کوتوالی میں گمشدگی کی اطلاع دینے گئے تو معلوم ہوا کہ مسٹر محمد حسین رات کے گرفتار ہیں۔ آخر ۸ بجے شام خود ہی پولیس نے دو سو روپیہ لیکر آپ کو رہا کر دیا۔

—— بمبئی کے ایک جریدہ نے حکومت برطانیہ پر الزام لگایا ہے کہ اس نے شنواریوں کو اسلحہ اور بارود سے امداد دی ہے۔ پشاور میں سرکاری اعلان ہوا ہے کہ یہ الزام جھوٹا ہے۔ افغانستان کے معاملات میں حکومت ہند نے سوائے اس کے اور کوئی کارروائی نہیں کی۔ کہ کابل سے عورتوں اور بچوں کو لے آئی ہے۔

—— مانسٹر کا لندن سے ایک پیغام موصول ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ گزشتہ شورش کے دوران میں لٹیروں کی ایک جماعت برطانی سفارت خانہ کے بیرونی مکانات اور فصیل کے اندر پناہ گزین ہو گئے تھے۔ دشمنوں کو خیال ہوا کہ انہوں نے برطانی سفارت خانہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسی پیغام میں لکھا ہے کہ فرانس۔ جرمنی اور دیگر ممالک کی پناہ گزین خواتین کو حکومت برطانیہ نے بڑی امداد دی۔ ان کو کلکتہ یا بمبئی تک ریلوے ٹکٹ دینے کے علاوہ نقدی کی امداد بھی دی گئی۔

—— معلوم ہوتا ہے کہ برطانی سفارت خانہ کی دیواروں میں ۶۰ گولیاں لگیں اور ان سے بہت زیادہ احاطہ میں گریں

—— پشاور میں مشہور ہے کہ ۲۸ ردسمبر کو افغان ٹریڈ ایجنٹ ڈکہ تشریف لے گئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ خوگانیوں کے ساتھ کامل صلح ہو گئی ہے اور سردار

جو پیدا ہوئیں یہ سب گزشتہ دنیا کے لوگوں کے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ خدا نے اپنے ارادے اور مقصد سے نہیں پیدا کیں۔ بلکہ یہ ایک اتفاق ہوتا ہے کہ پچھلی دنیا کے لوگ ایسے عمل کر ایسے گناہوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں کہ اگلی دنیا جو بنتی ہے اس کا ایک نہایت اعلےٰ نظام قایم ہو جاتا ہے۔ ورنہ خدا کے ارادہ کو اس نظام سے کوئی تعلق نہیں۔

آریہ اور دہریہ

پس جب موجودہ نظام کسی ارادہ کے ماتحت نہیں بلکہ محض اتفاق ہے تو پھر خدا کی ہستی کہاں سے نکلے گی۔ چنانچہ دہریوں کا یہی مذہب ہے۔ کہ یہ سارا نظام محض اتفاق کا نتیجہ ہے۔ کسی ارادہ کو اس میں دخل نہیں۔ خدا کو ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام بغیر کسی صاحب ارادہ ہستی کے نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ہم یہ مان لیں کہ بغیر کسی صاحب ارادہ ہستی کے محض اتفاق سے یہ ایسا نظام بن سکتا ہے تو پھر خدا کی ہستی کا ثبوت تو کوئی نہ رہا۔ خدا ہی اڑ گیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خدا کے ارادہ کو تو دخل ہے مگر وہ لوگوں سے اپنے ارادہ کے ماتحت ایسے عمل کروا لیتا ہے۔ کہ اگلی دنیا اس کے منشا کے مطابق بن جائے۔ تو پھر یہ ظلم ہے کہ اگلی دنیا بنانے کے لئے وہ لوگوں سے گناہ تو خود کروا دیتے اور پھر کسی کو نباتات بنا دے اور کسی کو حیوان بنا دے۔ گویا گناہ کرانے والا خود اور سزا دے ان کو۔ قصیر خود بڑا بڑا گناہ پر لگا تار رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گزشتہ دنیا کے لوگ اگلی دنیا کے لئے بطور مزدور کام کیا کرتے ہیں۔ جن کا کروانے والا خود خدا ہوتا ہے۔ گناہ بیگار کیا ہوئے بیگار میں پکڑے ہوئے مزدور ہیں جن سے جبراً گناہ کروا کے کام لیا جا رہا ہے تو پھر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار کیوں ہو۔ اور پھر اس زبردستی کے بیگار پر اسے سزا کیوں ملے؟

خلاصہ مطلب

آپ نے دیکھ لیا کہ اس نظریہ کے ماننے سے نہ خدا رہتا ہے نہ اس کی صفات اس قابل رہ جاتی ہیں کہ وہ خدا کی شان کے شایاں ہوں۔ نہ عمل کی ذمہ داری انسان کے سر پر رہ جاتی ہے۔ اصل میں آریہ صاحبان کو یہ مصیبت اس لئے پڑی کہ دنیا میں اختلاف سے کوئی چیز خالی نہیں۔ اور مخلوق کے سلسلہ میں انسان سب سے آخری پیدائش ہے۔ اگر اختلاف عمل کا نتیجہ ہو تو ضرور یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے پہلے انسان اور اس کے اعمال ہوں۔ اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ تجویز کیا کہ اس دنیا سے پہلے گویا ثبوت تھی سمجھی ایسی ہی دنیا کوئی اور مان لو جس میں انسان رہتا تھا۔ اور عمل کرتا تھا۔ اس گرتی ہوئی عمارت کو سنبھالنے کے لئے اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی راہ نہ تھی۔ لیکن پھر اس طرح نہ خدا باقی رہتا ہے نہ اس کی صفات باقی رہتی ہیں اور اگر خدا کو مانیں تو عمل کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ بلکہ سراسر بے انصافی اور ظلم باقی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ پکڑ پکڑ کر لوگوں سے گناہ کروا کر اگلی دنیا کے پیدا ہونے کا ساز و سامان بنواتا ہے۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اتفاقیہ طور پر ایسے گناہ سرزد ہوئے جن سے موجودہ نظام بن گیا۔ اس میں خدا کے ارادہ کو کوئی دخل نہیں۔ تو پھر نہ خدا کی ضرورت باقی رہتی ہے نہ اس کی ہستی کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے۔

ضد کو چھوڑ دو

ضد بہت بُری چیز ہے۔ ایک وقت تھا جب انسان بہت سی لاعلمیوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے نیک نیتی سے اپنی نا علمیوں کی وجہ سے ایک نظریہ گھڑا۔ بعد میں جیسے جیسے علم بڑھتا گیا وہ نظریہ غلط ثابت ہوتا گیا تو اب قدامت پرستی اور تقلید آبائی کے رنگ میں ایک غلط بات پر جمے رہنا دانائی نہیں۔ عقلمند انسان کا کام ہے حق کو ماننے جس بات کے غلط ہونے پر دنیا کے کل علوم گواہی دے اٹھیں اس پر اڑے رہنا خطرناک غلطی ہے۔

خبریں

—— وائسرائے نے قانون انتقال اراضی کی ترمیم منظور کر لی اس قانون کی رو سے سند بست اراضی زیادہ سے زیادہ چالیس سال کے لئے اور کم سے کم دس سال کے لئے منظور ہوا کرے گا۔ آئندہ جنس میں لگان کا طریقہ قطعی طور سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس قانون کی رو سے خالص منافع اراضی کے صرف ⅓ حصہ تک کو لگان یا حق حکومت قرار دیا گیا ہے۔

—— چونکہ ۳۱۔ مارچ کو لاہور میں میلہ چراغاں ہے اس لئے انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ بجائے ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ مارچ کے ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ مارچ کو منعقد ہوگا۔

—— سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اب ملکہ معظم کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہے۔ اور وہ رفتہ رفتہ صحت حاصل کر رہے ہیں۔

—— پشاور ۲۵ رفروری۔ آج جنرل نادر خاں غیر متوقع طور پر ایک روز پہلے یہاں پہنچے۔ اسٹیشن پر خیر مقدم کے لئے ایک مجمع کثیر تھا جنرل موصوف کو سمندر اور ریلوے کے سفر سے بعید تکلیف پہنچی۔ اس لئے آج آپ نے اخبار نویسوں کو ملاقات کا موقع نہیں دیا۔ آپ چھاؤنی کے ایک بنگلہ میں فروکش ہیں۔

—— کونسل آف سٹیٹ میں سیٹھ گوونداس نے ریزولیوشن پیش کیا تھا کہ افواج کے لئے دودھ دینے والی گایوں کو ذبح نہ کیا جائے گا مدراپیٹ نے اس کی مخالفت کی اور ریزولیوشن کثرت رائے سے مسترد ہو گیا۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ افغانی طیاروں نے شہر کابل پر اشتہارات و اعلانات گرائے ہیں۔ جن میں شاہ امان اللہ خاں کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد یا اس سے پیشتر ہی کابل پر حملہ ہوگا۔

—— پشاور ۲۵ رفروری۔ برطانی سفیر کابل سر فرانسس ہمفریز جنھیں کابل سے لانے کے لئے ایک ہوائی جہاز بھیجا گیا تھا۔ آج ۱۲ بجکر دن کے یہاں پہنچ گئے۔

—— منٹگمری ۲۳ رفروری۔ کل رات جیل سے ۵ا میعادی قیدی قید تنہائی سے بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے کال کوٹھری سے ۵ فٹ لمبی سرنگ کھودی اور آدھی رات کے وقت جیل کی فصیل کے نیچے سے باہر نکل گئے۔ پولیس نے اسی وقت تعاقب کر کے ان کو پکڑ لیا۔

—— پشاور ۲۳ رفروری۔ برلن سے ہدایات آنے پر جرمن قنصل جنرل جو یہاں رکا ہوا تھا۔ کابل چلا گیا۔ کابل میں برفباری سے ہوائی جہازوں کا میدان ڈھکا ہوا ہے۔

—— دہلی ۲۵ رفروری۔ کوئٹہ کی اطلاع ہے کہ شاہ امان اللہ نے قندہار سے ہرات جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

—— ۲۵ رفروری۔ پشاور کی اطلاع ہے کہ جنرل نادر خاں پشاور پہنچ گئے ہیں۔ ان کے آئندہ ارادے ابھی معرض راز ہی میں ہیں۔ لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں سے جلال آباد جائیں گے۔

—— پشاور ۲۵ رفروری۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ سردار علی احمد جان جنرل نادر خاں کی آمد کا انتظار کر رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جلال آباد کے راستے میں جنرل نادر خاں سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

—— دہلی ۲۵ رفروری۔ پشاور کی اطلاع مظہر ہے کہ جلال آباد کے نواح میں قبائل میں جنگ جاری ہے مستقبل قریب میں اس خانہ جنگی کے ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

—— بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بچہ سقہ نے وزارت جنگ کے سوا باقی سب وزارتیں توڑ دی ہیں۔

—— پشاور ۲۵ رفروری۔ جلال آباد کی شکست خوردہ فوج کے سات افغان افسر سپاہیے یہاں آئے ہیں۔

—— مشہور بنگالی شاعر ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگو عنقریب کینیڈا جانے والے ہیں۔

پنڈت ٹھاکر دت شرما وئید

موجد امرت دھارا و مصنف چار درجن طبی کتب ایڈیٹر طبی اخبار دیش اپکارک سے باقاعدہ علاج کرانیوالے اصحاب بھی

۱۲ مارچ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں

چونکہ امرت دھارا کا اٹھائیسواں سالانہ جلسہ ہے اور اس دن کسی بھی دنیا کے حصے سے بھیجے گئے آرڈر پر رعائیت ہوگی یعنی امرت دھارا اور اس کے مرکبات ¾ قیمت پر باقی ادویات و کتب ½ قیمت پر ملیں گی!

وہ اس طرح

کہ جو اصحاب ابھی زیر علاج ہیں وہ جتنا روپیہ چاہیں ۱۲ مارچ کو منی آرڈر کر دیں جب تک وہ روپیہ ختم نہ ہوگا ان کو ادویات پر وہی رعائیت ملیگی جو صاحب علاج کرانا چاہتے ہیں وہ فہرستیں اور قواعد علاج طلب کریں اور اسکے مطابق حالات لکھ کر دوائی تجویز کرائیں مگر ۱۲ مارچ کو کچھ روپیہ ضرور منی آرڈر کر دیں پس جب تک وہ روپیہ ہے نصف قیمت کا فائدہ اٹھائیں!

یہ قاعدہ اس واسطے رکھا گیا ہے کہ علاج کرانے والے اصحاب پیچھے شکائیت کرتے ہیں کہ ہم کو جب خبر نہیں کہ کیا دوائی کھانی ہے تو ہم آرڈر اس کا کیسے دے سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ منی آرڈر ۱۲ مارچ کو ہونا چاہئے۔ آگے پیچھے رعائیت نہیں ہے!

مندرجہ ذیل فہرستیں مُفت منگوائیں

رسالہ امراض مخصوص مرداں
اس رسالہ میں مردوں کی خفیہ امراض کی وجہ سے علامات وغیرہ کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے اور گم شدہ طاقت بحال کرنے کیواسطے اصول نسخے ہیں آخیر میں امرت دھارا اوشدھالیہ کی تیار کردہ ادویات ہیں یہ لکھنا چاہئے کہ شادی شدہ ہیں طالبعلم ہرگز درخواست نہ کریں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جاویگا

لیکچر جسمانی ہندوستانیوں کی جسمانی کمزوری
یہ لیکچر کوی ونود ویدبھوشن پنڈت ٹھاکر دت جی شرما وئید نے ایس پی ایس کے ہال میں جادو کی لالٹین سے دیا تھا۔ عام پبلک کی خواہش کے مطابق اسکو چھاپ کر مُفت تقسیم کیا جا رہا ہے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر منگوالیں!

رسالہ امرت مشہور و معروف دوائی امرت دھارا جو ایک ہی دوائی کل امراض کا علاج ہے اس کی مکمل تشریح اس رسالہ کے اندر ہے۔ مُفت منگوائیں!

فہرست ادویات
امرت دھارا اوشدھالیہ کی تمام ادویات کی فہرست بھی مفت بھیجی جاتی ہے!

قواعد علاج
جو لوگ بذریعہ خط و کتابت علاج کرانا چاہیں وہ اسکو پڑھیں جو کہ مُفت بھیجا جاوے گا!

سنو سالہ عجیب کیلنڈر مفت

خط و کتابت و تار کیلئے پتہ منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون [illegible]

بقیہ خبریں

—— شاہ امان اللہ خاں کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ایسا اچھا بادشاہ افغانستان کو اب تک نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ توقع ہے۔ انہوں نے اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کہا کہ یورپ کے اکثر ممالک شاہ امان اللہ خاں کی قابلیت کے معترف ہیں اور ایران میں ان کو نہایت عقیدت و محبت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

—— پشاور ۲۵ رفروری۔ آج برطانوی سفارت کے تمام افراد و ملازم کابل سے یہاں پہنچ گئے۔ اب کابل کے برطانوی سفارت خانہ میں مسٹر احمد [illegible] نظر اور ایک اردلی کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ مسٹر جہانگیر خاں برٹش قنصل جنرل جلال آباد ابھی تک نقیب صاحب کے ہاں ہیں۔

—— پشاور ۲۴ رفروری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کا وزیر جنگ سید حسین ۶ ہزار روپیہ لیکر کابل سے بھاگ گیا ہے۔ کہتے ہیں وہ شاہ امان اللہ کے ساتھ صلح کے لئے خط و کتابت کر رہا ہے۔

سرمایہ داری اور نسلی و جماعتی امتیازات کے خلاف اس وقت تک پورے استقلال کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ اسلام اس سے دو قدم آگے ہیں لیکن وہ اعتدال کے مقام پر کھڑا ہو کر حقیقی مساوات کو دنیا میں پیش کرتا ہے اور رنگ، قومیت اور نسل کے امتیازات کو مٹا کر توحید الٰہی اور بنی نوع انسان کی اخوت کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم کر کے رہے گا۔

اسلام غالب آئیگا

پادری صاحب کے نزدیک اگر یہ خطرہ ہے تو وہ اس کی مدافعت کے لئے جس قدر زور لگانا چاہیں لگالیں۔ اس خطرہ سے اب ان کی نجات ناممکن ہے۔ اسلام کا غلبہ دنیا پر مقدر ہے اور وہ ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مادی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ مغربی تہذیب خود اسلامی اصولوں کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ گو آج اسلامی مبلغین کو تا فوائد دماغ قرار دیکر دیار سے نکال دیا جائے لیکن فہمیدہ اور سنجیدہ دار لوگوں کے دماغ میں مذہب کے متعلق جو نئے نئے خیالات پیدا ہو رہے ہیں اور مسیحیت کو چھوڑ کر اسلامی اصولوں کو وہ شاہراہ عمل بنائے چلے جا رہے ہیں یہ اس خطرہ کو پادری صاحب کیونکر روک دیں گے؟ یریدون ان لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

ہندو سوراج کیوں چاہتے ہیں؟

اس حقیقت کے چہرہ سے آہستہ آہستہ پردہ اٹھتا چلا جا رہا ہے کہ ہندوؤں کی خواہش سوراج تمام ابنائے وطن کی آزادی کے جذبات صالحہ کے ماتحت نہیں بلکہ فرقہ وارانہ خیالات اس کی تہ میں کام کر رہے ہیں۔ اس کا کھلم کھلا اظہار حال ہی میں سوامی شنکر آچاریہ آل انڈیا شدھی سبھا کے پلیٹ فارم پر کیا ہے جو ہندو مہاسبھا کے اجلاس سے پیشتر ۲۹ مارچ کو سورت میں منعقد ہوئی۔ سوامی جی نے نہرو رپورٹ کی حمایت کرتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ:

"مذہب کے معاملہ میں دنیا میں مصالحت نہیں ہو سکتی ہمیں سوراجیہ چاہئے تو دھرم کی رکھشا اور ترقی کے لئے"۔

اس سے زیادہ واضح الفاظ اور کیا ہوں گے سوامی جی نے ہندوؤں کی دلی خواہشات کو جو کبھی نہرو رپورٹ اور کبھی آل پارٹیز کانفرنس کے لباس میں ظاہر ہوتی ہیں ایک مختصر اور واضح ترین جملہ میں بیان کر دیا ہے کیا اس کے بعد بھی وہ لوگ۔ جو ہندوؤں کے معاملہ میں پوری حسن ظنی سے کام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں کی خیر خواہی پر ایمان لانا ضروری سمجھیں گے۔

ہم نہیں کہتے کہ ہندو اپنے دھرم کی رکھشا نہ کریں لیکن سوراج کی غرض و غایت اسے قرار دینا اور مذہب کے معاملہ میں مصالحت سے صاف طور پر انکار کر دینا بتاتا ہے کہ وہ سوراج کے پردہ میں ہندو راج کے خواب دیکھ رہے ہیں جس کا مقصد و منشا اسلام کو مٹا دینے کے سوائے اور کچھ نہیں معلوم نہیں مسلمان ایسی باتوں کو کن کانوں سے سنتے ہیں کہ ایسے کھلے خطرات سے اسلام کو بچانے کا انہیں خیال تک پیدا نہیں ہوتا۔ اگر مسلمان اشاعت اسلام میں پوری تن دہی کے ساتھ منہمک ہو جائیں تو ہندوؤں کے تمام خواب بہت جلد پریشان ثابت ہو سکتے ہیں۔

شاہان اسلام کی رواداری

ہندوؤں کے ان الزامات کے جواب میں جو شاہان اسلام کے مظالم کی داستانوں سے تعلق رکھتے ہیں، مسلمانوں کی طرف سے تاریخ اور واقعات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا اور آج تک ثابت کیا جا رہا ہے کہ شاہان اسلام پرلے درجہ کے منصف مزاج اور روادار لوگ تھے جنہوں نے ہمیشہ ہندوؤں کی پرورش کی۔ انہیں ممتاز سرکاری عہدوں پر سرفراز کیا۔ ان کی مذہبی عبادت گاہوں اور مذہبی رسوم کی پوری حفاظت اور نگہداشت کی بلکہ ہندوؤں کے معبدوں کے ساتھ سرکاری جاگیریں لگا دیں۔

یہ سب کچھ صحیح ہے اور آج بھی اس کا نقشہ ہمیں حضور نظام کی مملکت میں نظر آتا ہے۔ جہاں بقول "نظام گزٹ" اسلامی ریاست ہونے کے باوجود ۹۰ فیصدی پٹہ دار ہندو ہیں۔ اور زمین کی پٹہ داری ہندوؤں میں بطور وراثت چلتی ہے۔ معمولات و معاش معابد اہل ہنود میں ریاست سے سالانہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ دیا جاتا ہے۔ ریاست کے ہر موضع کا دیک دیس۔ پانڈیہ مالی پٹیل، کوتوالی پٹیل، پٹواری۔ بارہ بلوتہ دار غرض سب کے سب سرکاری عہدہ دار ہندو ہیں پچاس کروڑ کی تجارت ہندوؤں کی [illegible]

راجپال کا قتل

ہندو اخبارات کا ناعاقبت اندیشانہ رویہ

توہین رسول کے مذموم فعل پر اظہار نفرت کی ضرورت

(حضرت امیرایدہ اللہ کے قلم سے)

راجپال کے واقعہ قتل کے بعد اخبار پرتاپ کا ایک نمائندہ حضرت امیرایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کے متعلق آپ کی رائے دریافت کی آپ نے اس کے جواب میں ذیل کا مضمون لکھ کر اخبار "پرتاپ" اور دیگر اخبارات کو بھجوایا ہے:-

جو لوگ اس ملک میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے سچی تڑپ رکھتے ہیں وہ راجپال کے قتل کے واقعہ کو جو لاہور میں ۶ اپریل کو دن کے دو اڑھائی بجے ظہور پذیر ہوا رنج اور افسوس کے ساتھ سنیں گے۔ قاتل ایک شخص علم الدین نام بتایا جاتا ہے۔ جو گرفتار ہو چکا ہے۔ اور وجہ قتل مذہبی جنون بتائی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ راجپال نے چونکہ ایک کتاب شائع کی تھی جس میں پیغمبر اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے ایک مسلمان نے مذہبی جنون کے جوش میں اسے قتل کر ڈالا۔ آیا واقعی وہی شخص قاتل ہے جسے گرفتار کیا گیا ہے اور وجہ قتل کیا ہے۔ ان ہر دو امور کا فیصلہ عدالت ہی کر سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح بھی ثابت ہو تو یہ ایک انفرادی فعل ہے۔ جس کی وجہ سے نہ مسلمان قوم پر اور نہ ہی تعلیم اسلام پر کوئی الزام دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے افعال ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ایسے واقعات کی کوئی خصوصیت نہیں۔ مگر بعض ہندو اخبارات نے شروع سے ہی نہایت ناعاقبت اندیشانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اس کو فرقہ وارانہ رنگ دیکر اس کشیدگی اور تنفر کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ جو بدقسمتی سے پہلے کافی سے زیادہ موجود ہے۔ اس بارہ میں اخبار "پرتاپ" اور "ملاپ" سے تو اور کچھ توقع ہی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن "بندے ماترم" جو ایک ملکی اخبار کہلاتا ہے اس میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ ۹ اپریل کا پرتاپ اپنے لیڈر میں یوں رقمطراز ہے:-

"تو یہ حالات ایسے نہیں جن کی موجودگی میں مسلمان اپنے آپ کو یا اپنے مذہب کی تعلیم کو بری قرار دے سکیں۔ یقیناً اسلام کی خوفناک تعلیم اس قتل کی ذمہ دار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ہزار کہتے پھریں کہ ایسی باتوں کی تعلیم اسلام نہیں دیتا۔ لیکن آخر اسلام ان خدابخشوں عبدالعزیزوں اور علم الدینوں کو کہاں چھپائے گا۔ ۔ ۔ ۔ بدنامی کا یہ دھبہ اسلام کی پیشانی سے مٹ نہیں سکتا جب تک اس قسم کے قاتلوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ دوسرے لفظوں میں جب تک مسلمانوں کی یہ ذہنیت ختم نہیں ہو جاتی آریہ سماج تو لیکھرام، شردھانند اور راجپال پیدا کرتا چلا جائے گا۔"

مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے ریمارک اتحاد کی جڑ پر کلہاڑے کا کام دیتے ہیں۔ جہاں کروڑہا انسان آباد ہوں۔ باہم ان کے اختلافات بھی ہوں۔ جہالت بھی ان میں موجود ہو وہاں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے۔ اس کو کسی مذہب کی تعلیم سے کیا تعلق ہے؟ کیا ہندو ہندوؤں کو مذہبی جنون کی وجہ سے قتل نہیں کرتے رہے۔ خود سوامی دیانند کا قتل ہندو مذہبی جنون کی وجہ سے تھا یا نہیں؟ پنڈت رامچندر کا قتل ہندو مذہبی دیوانگی کا نتیجہ تھا یا مسلمانوں کی؟ اور پھر زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ ایک مسلمان کو اپنے رسول کی ہتک پر اس قدر طیش آگیا کہ ہوش و حواس اس کے ضبط میں نہیں رہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا تجربہ دوسرے انسانوں میں نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص سے ایک انسان بڑے درجہ کی محبت رکھتا ہے وہ اس کی توہین کو برداشت نہیں کر سکتا بلکہ انسان تو انسان ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں وہ لوگ بھی آباد ہیں جو ایک نہیں سینکڑوں خون محض ایک جانور یعنی گائے کی وجہ سے کر چکے ہیں۔ اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ قتل سے بڑھ کر یہ کہ زندہ انسانوں کو جلا بھی چکے ہیں کس جرم پر؟ اس لئے کہ انہوں نے گائے کو ذبح کیا۔ یا ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور یہ منظر تو اب تک اس ملک ہندوستان میں ہر سال نظر آتا رہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ مسلمان محض گائے کو قربانی کے لئے لے جانے کی وجہ سے بلکہ بعض اوقات محض اسی شبہ پر قتل کر دئے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ مذہبی دیوانگی اس سے بہت زیادہ وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو کسی مسلمان سے اپنے رسول کی ہتک سن کر ظہور پذیر ہو۔ ایسے موقعہ پر ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کا کچھ خیال ہوتا تو چاہیئے یہ تھا کہ جس وقت یہ ناپاک گالیوں کا طومار جس کا نام "رنگیلا رسول" ہی بدترین گالی ہے نکلا تھا ہندو ۔ ۔ ۔ ۔ لیڈر اور اخبار نویس اس پر اظہار نفرت کرتے۔ یقیناً اگر ایک دو فقرے بھی اظہار نفرت کے ہندو اصحاب کے قلم سے نکل جاتے تو وہ نہ صرف ان کی قوم کے لئے عزت کا موجب ہوتے۔ بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد کو بھی مستحکم کرنے والے ہو سکتے۔ مگر بجائے اس کے اسی مذموم فعل یعنی پیغمبر اسلام کو گالیاں دینے کی وجہ سے راجپال ہندو قوم کا ہیرو بن گیا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ کیا ایک برا فعل بھی کسی شخص کو قابل ستائش بنا سکتا ہے۔ اس کا انکار تو ہندوؤں کو بھی نہ ہونا چاہئے کہ کسی مذہب کے بزرگوں کو گالیاں دینا ایک سخت مذموم فعل ہے۔ مگر یہی نہیں۔ بلکہ آج بھی بڑے فخر سے یہ لکھا جاتا ہے کہ:

"ایک راجپال کی جگہ ہزاروں لاکھوں راجپال پیدا ہونگے" (پرتاپ) کوئی لکھتا ہے کہ "راجپال نے آریہ سماج کا لٹریچر پیدا کرنے میں کمال کر دکھایا ہے" (ملاپ) اور کوئی لکھتا ہے کہ "یہ محض اتفاق کی بات ہے کہ اس کتاب کے متعلق اتنا ایجی ٹیشن ہوا" (بندے ماترم) ورنہ گویا یہ کتاب اس ملک کے مذہبی لٹریچر میں قابل قدر اضافہ تھا۔ یہاں قبیح افعال کو روکنے کا سامان نہیں جو آئے دن ملک کے امن کی فضا کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مسلمان تو ایسے موقعوں پر ہمیشہ اپنا فرض ادا کرتے رہے ہیں۔ مگر ہندو اخبار نویس لاکھوں راجپال پیدا کرنے کی دھمکی دیکر اس خلیج افتراق کو اور وسیع کر رہے ہیں اور بجائے اس برے کام کی مذمت کرنے کے جو ان کے ایک آدمی سے ہوا اسے سراہ کر دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنا چاہتے ہیں "خدابخشوں، عبدالعزیزوں اور علم الدینوں" کو پیدا کرنے والے خود یہی لوگ ہیں جو برے افعال کو سراہ کر ہندو قوم کو غلط رستے پر ڈال رہے ہیں۔ حق ہمسائیگی یہی ہے کہ ہر دو قومیں ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کریں اور ایک قوم کا آدمی مارا جائے تو دوسری قوم اس پر اظہار افسوس کرے۔ یہی شکایت آج سے دو سال پیشتر بھی مسلمانوں کو تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب حویلی کابلی مل میں چار مسلمانوں کے قتل پر جو ہندوؤں کی مذہبی دیوانگی کا شکار ہوئے ایک لفظ افسوس کا ہندو اخبار نویسوں کے منہ سے نہ نکلا۔ اور مفتی محبوب علی کے قتل ناحق پر تمام ہندو لیڈروں کی زبان اور قلم پر خاموشی کی مہر لگی رہی۔

محمد علی

داستانیں گھڑنے سے باز نہیں آتے۔ کاش وہ اس کی ایک ہی نظیر کسی ہندو ریاست میں دکھا سکتے۔ دور نہ جائیں کشمیر کے بائیس لاکھ مسلمانوں کی مظلومیت کے متعلق مسٹر البیئن بنرجی سابق وزیر خارجہ و سیاسیہ ریاست کشمیر نے جو [illegible]

معذرت

کاتب کی بیماری کی وجہ سے گذشتہ ۵ مارچ کا پیغام صلح وقت پر تیار نہ ہو سکا اس کے بجائے آج کا پرچہ آٹھ صفحات پر شائع کیا جاتا ہے الحمد للہ کہ دوسرا کاتب مل جانے کی وجہ سے یہ مشکلات اب ختم ہو گئی ہیں آئندہ پرچہ انشاء اللہ وقت پر شائع ہوگا۔

اصلاحِ رسوم

جماعتِ احمدیہ لاہور کا آئندہ دستور العمل

گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اصلاحِ رسوم پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو تقریر فرمائی تھی وہ اس قابل ہے کہ احباب کرام خاص طور پر اسے مطالعہ کریں۔ اور اس پروگرام کو جو قوم نے متفقہ فیصلہ سے تجویز فرمایا ہے آئندہ اپنا لائحہ عمل بنانے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا اصلاح

سورۂ یٰسٓ کا پہلا رکوع پڑھ کر فرمایا :-

اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا کہ وہ ملک عرب کی مردہ قوم کو دنیا کی اصلاح کے لئے زندہ کرے تو اس نے اپنے رسول کو بھیجا۔ جس نے نہ صرف ان اعتقادات کو ہی درست کیا اور نہ صرف اعمال کی ہی اصلاح کی بلکہ ان کے گھروں کے اندر جو رسم و رواج مدتوں سے چلے آتے تھے ان کی بھی اصلاح کر دی۔ پرانی سوسائٹی کی جگہ ایک نئی قوم کھڑی کر دی اور پہلے رسم و رواج کی بجائے نئے حالات پیدا کر دئے۔ آپ دیکھیں گے بعض اوقات قرآن مجید کے اندر بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان رسوم کا تعلق شرک کے ساتھ تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف توحید ہی کو قائم کرنا ضروری نہ سمجھا۔ بلکہ وہ تمام امور اور وہ تمام رسم و رواج جو شرک سے تعلق رکھتی تھیں ان کی بھی بیخکنی کر دی۔ اور اسی لئے قرآن مجید کے اندر اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اسقدر اہمیت دی گئی ہے۔

بُری رسم کی جگہ نیک عادات

غور کرو تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں قوم کے احیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ سورہ یٰسٓ کی آیات پر غور کرو۔ انا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون ٥ ان کی گردنوں کے اندر طوق ڈالے گئے ہیں۔ وہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں۔ پس وہ اُوپر کے اُوپر ہی اُٹھے رہ جاتے ہیں۔ جانتے ہو وہ اغلال کیا ہیں۔ وہ رسم و رواج کی زنجیریں ہیں جو ان کو حق کی اتباع سے روکتی ہیں۔ غرض اصلاحِ رسوم بڑا بھاری مقصد تھا اسلام کا۔ اور اس معاملہ میں عظیم الشان اصلاح اسلام نے کی۔ اور محض اصلاح ہی نہیں بلکہ ہر ایک بُری رسم کی جگہ ایک نیک عادت ان کے اندر ڈال دی۔

قومی عادات اور رسم و رواج

یہ رسم و رواج کیا ہے۔ جو فرداً فرداً ان تمام لوگوں کے اندر عادات ہوتی ہیں۔ وہی اس قوم کی رسم و رواج کہلاتی ہیں۔ عادت کے کیا معنی ہیں؟ غور کرنے والی چیز۔ ایک بچے کو کھیلنے کا شوق زیادہ ہے۔ وہ بار بار اُس کی طرف جاتا ہے یہ اُس کی عادت ہے۔ فوراً کھیل کی طرف اس کی طبیعت جائے گی۔ اسی طرح ہماری قومی عادات ہوتی ہیں۔ جب موقعہ آتا ہے۔ جو چیزیں ہماری قومی عادات ہیں داخل ہو چکی ہیں۔ وہ اس بچے کی طرح جو بار بار کھیل کی طرف جاتا ہے انسان کو مجبور کر کے اس طرف لے جاتی ہیں۔

ہماری رسم و رواج

فی الحقیقت آج کل جس قدر رسم و رواج مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں ان سب میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں پیدائش کے موقعہ پر۔ ختنہ پر۔ بچپن نگی اور بیاہ اور پھر موت پر بہت سی رسوم عمل میں لائی جاتی ہیں۔ ان رسوم نے ہماری قوم کی اقتصادی حالت کو تباہ کر رکھا ہے۔ قوم کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں کہ سب سے پہلے رسم و رواج کی اصلاح کی جائے۔

ہندوؤں کی غلامی

رسم و رواج کی ایک بیماری ہے جو ہماری قوم کو کھائے جاتی ہے اگر آج مسلمان قوم ان تباہ کن رسم و رواج کو چھوڑ دے تو یقیناً ہندوؤں کی غلامی سے ¾ حصہ سے زیادہ گردنیں آزاد ہو جاتی ہیں جس غلامی پر آج کل مسلمان رو رہے ہیں وہ دن بدن مضبوط ہو رہی ہے۔ اس کا بڑا حصہ رسم و رواج سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان کے اندر اصلاح درحقیقت ایک بڑی بھاری اصلاح ہے۔ اگر اس اصلاح کی طرف آپ توجہ کریں گے تو بہت بڑا کام خدمت قوم کا آپ سرانجام دیں گے۔ مسلمانوں کی حیثیت پاس نہیں۔ دفتروں میں دیکھو افسر ہندو ہیں۔ اور ماتحت مسلمان۔ اور اس پر مصیبت یہ کہ جو تھوڑا بہت دو کماتے ہیں وہ کچھ تو کھانے پینے اور کپڑوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا بڑا حصہ برباد ہو جاتا ہے اور وہ کہاں برباد ہوتا ہے؟ برادری کے رسم و رواج پر۔

عزت اور ناک

اگر ان رسم و رواج کو ادا نہ کیا جائے تو ناک کٹتی ہے۔ عزت پر بٹہ لگتا ہے۔ یہ خیال عزت کا ایسا ہوتا ہے کہ انسان سے بڑے بڑے کام کروا دیتا ہے۔ جس شخص کو عزت کا خیال ہو اُسے جان اور مال کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ ان چیزوں کے مقابلہ میں عزت کو قائم رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی عزت کو ملحوظ نہ رکھو۔ مگر جس چیز کو آپ نے اپنی عزت سمجھ رکھا ہے۔ فی الحقیقت وہ عزت نہیں۔ بلکہ عزت کسی اور چیز میں ہے۔

حقیقی برادری

یہ آپ کی برادری جو پانچ دس قبیلوں پر مشتمل ہوگی ایک چھوٹا سا دائرہ ہے۔ اور تمہاری حقیقی برادری وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اندر پیدا کی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ برادری کے اندر تمہاری عزت ہو تو اصل برادری وہ سمجھو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے اندر قائم کی۔ وہ ہمارا روحانی باپ ہے۔ جس نے ہمیں نیکیوں کا رستہ دکھایا۔ اور اصل انسانی زندگی ہم کو دی۔ اپنے آباؤ اجداد سے ہم نے جسمانی زندگی لی۔ روحانی زندگی جس پر ہمیں فخر ہے ہم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی۔ اس لئے حقیقی برادری وہی ہے جو محمد رسول اللہ نے قائم کی۔ اس لئے کسی کام کو کرتے وقت خواہ وہ بیاہ کا وقت ہو یا موت کا ہمارے حقیقی باپ کا حکم اور آپ کے عمل ہمارے سامنے رہنے چاہئیں۔ اگر اپنی عزت چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے عزت تلاش کرو۔ حقیقی عزت اس مقدس انسان کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جو تمام دنیا کے لئے شفیع بن کر آیا۔

اموال کی حفاظت

اپنے اموال اور ان اموال کو جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً۔ اُن کو برباد نہ کرو۔ مال کے خرچ کرنے کو قرآن شریف نے اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ جہاں عباد الرحمٰن کا ذکر فرمایا ہے اور ان کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ وہاں مال کے خرچ کے متعلق بھی فرمایا ہے۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔

عباد الرحمٰن وہ ہیں کہ جب وہ اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں اسراف نہیں کرتے۔ اسراف کے معنے ہیں بے جا خرچ کرنا۔ اگر ایک شخص اپنے مال کو بے جا طور پر خرچ کرتا ہے وہ اسراف کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عباد الرحمٰن کی صفت بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ بخل بھی نہیں کرتے یعنی جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہ خرچ کرنے سے نہیں چوکتے۔ اور جو شخص مناسب جگہ پر مال خرچ نہیں کرتا وہ بخیل ہے۔ پس اگر اپنے آپ کو عباد الرحمٰن بنانا چاہتے ہو تو خرچ کرو لیکن بے جا خرچ مت کرو۔ اور جب خرچ کرنے کا موقعہ آئے تو ایک کوڑی بھی نہ بچاؤ۔

ہمارا نصب العین

رسم و رواج کی اصلاح کا خیال مدت سے اُٹھا ہوا تھا۔ حالات نے اس خیال کو کچھ قوت دی ہے۔ بعض برادریوں میں اسلام کی طرف قدم اُٹھایا جا رہا ہے۔ ایک قوم جو دنیا کے اندر اسلام کے پھیلانے کے لئے اُٹھی ہے۔ کیا اس کا فرض نہیں کہ وہ رسم و رواج کی بیڑیوں سے قوم کی گردنیں آزاد کر دے۔ دیکھو ہمارا کوئی کچھ اور کوئی کچھ۔ لیکن سب ایک برادری میں ہیں۔ یہ برادری کیوں بنائی گئی ہے۔ یہ اس لئے بنائی گئی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں پھیلائے۔ یہ برادری جو صداقت کی اشاعت کے لئے بنی ہے آج سے اپنے دل میں عہد کر لے کہ وہ ایک اچھی اور ایک نیک رواج کو دنیا کے اندر ڈال دے گی۔

ہمارا آئندہ دستور العمل

اس مقصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند ماہ ہوئے یہاں لاہور کے دوستوں کا ایک اجتماع ہوا تھا۔ اور اس میں بہت سی بحث و تمحیص کے بعد چند امور اپنے اُوپر لازم کر لئے گئے تھے جو اخبار پیغام صلح میں شائع بھی ہو گئے تھے۔ ان تمام رسوم کو پیدائش سے لیکر موت تک گنا گیا ہے۔ اور میں نمبروار ہر ایک بات کو پڑھ دیتا ہوں۔ آپ بھی لکھ لیں۔ اور جو بات پیش کرنی ہو پیش کریں۔ اس پر بحث کر لیں۔ اور پھر اس کے بعد ہماری ساری قوم کے لوگ ان باتوں کا اپنے آپ کو ایسا ہی پابند سمجھیں جس طرح وہ اپنے آپ کو برادری کا پابند سمجھتے ہیں۔

پیدائش کی رسم

(۱) پہلا امر جو ہم نے اپنے اُوپر فرض کیا ہے وہ یہ ہے کہ پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد برادری کی کنگا جمنی نذرانوں میں مٹھائی کی تقسیم۔ اور برادری کو کھانا کھلانا یہ سب رسوم بند کی جائیں۔

پیدائش سے یعنی ابھی بچہ پیدا ہوا بھی نہیں کہ فضول رسوم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر پیدائش پر اور پیدائش کے بعد بہت سی تباہ کن رسمیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کھانے اور مٹھائیاں بڑے بڑے طشتوں میں لگا کر ہر گھر میں بھیجی جاتی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ بھلا اس کا کیا فائدہ؟ جس کے گھر وہ مٹھائی یا کھانے پہنچے ہیں اس کو کس قدر فائدہ پہنچ گیا۔ لیکن جس غریب نے یہ تقسیم کی اس کے سینکڑوں روپوں پر پانی پھر گیا۔

باجہ

اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ رکھا ہے کہ باجے، ڈوم میراثیوں پر جو اسراف عمل میں لایا جاتا ہے اُس کو روکا جائے آپ جانتے ہیں کہ ہمارا کس قدر روپیہ ان باجوں اور ڈوموں کی نذر ہو جاتا ہے۔ چاہئے کہ ہم اپنے لوگوں کو اپنی سوسائٹی کا ایک مفید اور کارکن ممبر بنائیں۔

عقیقہ

عقیقہ ذی استطاعت احباب کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ قرض لے کر کیا جائے۔ محض گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ رشتہ داروں دوستوں اور مساکین کے درمیان دعوت کی صورت میں کھانا نہ دیا جائے۔

ختنہ

ختنہ کے موقع پر کسی دعوت یا کسی دوسری رسم پر روپیہ برباد نہ کیا جائے۔ دعوتیں کرنا دوستوں اور رشتہ داروں کو جمع کرنا یہ باتیں بربادی کا موجب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امیر لوگ کیوں نہ کریں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جب ایک عادت پڑ جاتی ہے تو پھر غریب بھی تکلیف اُٹھا کر کرتے ہیں۔

ہمارے ملک میں کئی ایک ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض نے اپنا سب کچھ بیچ کر ختنے پر لگا دیا۔ اپنے عزیز بھائیوں کی خاطر اس فضولی کو چھوڑ دو۔ تمہارے پاس اگر زیادہ روپیہ ہے تو قوم کے تعمیری کام پر خرچ کرو۔ اشاعت اسلام پر خرچ کرو۔ دیگیں پکا پکا کر لوگوں کو کھانا کھلانا یہ رواج سخت تباہ کن ہیں۔ دیکھو ایک تمہاری فیاضی ایسی ہے کہ جس سے تمہارا روپیہ برباد ہو جاتا اور تم خود تباہ ہو جاتے ہو۔ لیکن دوسری فیاضی ایسی ہے کہ وہ ایک مفید کام میں صرف ہوتا ہے۔ اگر تم اپنے کاموں کو انجمن کے سپرد کرو تو وہ موقعہ اور محل پر صرف ہوں گے۔ وہ لوگ جن کو تم کھانا کھلاتے ہو ان کو شاید تمہارے پلاؤ کی ضرورت بھی نہیں۔ وہ پھر بھی اپنا پیٹ بھر لیتے۔ ایک تم اپنی فیاضی کی منظم صورت اختیار کر دو تو ایک غریب بھائی کو مرنے سے بچا لو گے جس کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں۔

بسم اللہ کی رسم

بسم اللہ اور آمین پر کوئی رسم عمل میں نہ لائی جائے۔ نہ شیرینی تقسیم کی جائے اور نہ دعوت دی جائے۔ عام طور پر رواج ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی بسم اللہ پر مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ آمین پر بھی ایسا ہی ہوتا [illegible]

بمنزلۃ ولدی کا الہام

مسیح موعود کا مشن

الہام انت منی بمنزلۃ ولدی" تو میرے نزدیک میرے لڑکے کی طرح ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ (ج) اسمع ولدی۔ سن میرے بیٹے کتاب البشریٰ۔ یہ الہام لکھ کر گویا نادان معترض۔ غلط فہمی پھیلانے والا معترض افتراپرداز معترض کہتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ شرک و کفر ہے۔ بھلا جس شخص کی زندگی کا مشن ابن اللہ کے عقیدہ کو دنیا سے مٹانا ہو اور جو کسر صلیب کے لئے آیا ہو۔ اور جو اس کتاب کا تابع ہو جس میں یہ آیت موجود ہے تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا اس کی نسبت یہ وہم و گمان بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ دجل اور کذب اور افترا اور بہتان نہیں تو اور کیا ہے۔

اسمع ولدی کوئی الہام نہیں

اگر یہ دجل و کذب و افترا اس لئے بنایا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے انت منی بمنزلۃ ولدی یا یہ الہام ہے اسمع ولدی تو منزل اول تو یہ وحی وحی نبوت نہیں ہے دوسرے الہام میں ولدی نہیں بمنزلۃ ولدی ہے اسمع ولدی حضرت مرزا صاحب کا کوئی الہام ہی نہیں۔ البشریٰ والے نے غلط لکھا ہے کہ یہ الہام حضرت مرزا صاحب کا ہے اصل الہام اسمع وادی ہے جس کو کاتب نے غلطی سے اسمع ولدی لکھ دیا ہے۔ اس لئے اسمع ولدی کوئی الہام ہی نہیں ہے۔ مکتوب احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۳ اور البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۹ مولفہ بابو منظور الٰہی دونوں کی اصل عبارت ملا کر دیکھ لیں کہ الہام اسمع ولدی نہیں۔ اسمع وادی ہے۔

مسیح موعود کا اعتقاد

تیسرے۔ حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

> وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا سبحانہ بل عباد مکرمون
> کہ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا پکڑا۔ پاک ہے وہ بیٹوں سے۔ بلکہ یہ بندے عزت دار ہیں۔ پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے" وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا لقد جئتم شیئًا ادًّا تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولدًا کہ عیسائی کہتے ہیں کہ رحمٰن نے حضرت مسیح کو بیٹا بنا لیا ہے۔ یہ تم نے اے عیسائیو! ایک بھاری چیز کا دعویٰ کیا۔ نزدیک ہے جو اس سے آسمان و زمین پھٹ جائیں اور پہاڑ کانپنے لگیں۔ کہ تم انسان کو خدا بناتے ہو" دیکھو جنگ مقدس صفحہ ۱۸

اور کشتی نوح صفحہ ۷ پر فرمایا ہے کہ قرآن شریف نے عیسائیت کی ضلالت کو دنیا کی سب ضلالتوں سے اول درجہ پر شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ کہ زمین پر بڑا گناہ کیا گیا۔ کہ انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا گیا ہے۔ اور قرآن کے اول میں بھی عیسائیوں کا رد اور ان کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آیت ایاک نعبد اور والضالین سے سمجھا جاتا ہے۔ اور قرآن کے آخر میں بھی عیسائیوں کا رد ہے۔ جیسا کہ سورۃ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد سے سمجھا جاتا ہے۔ اور قرآن کے درمیان میں بھی عیسائی مذہب کے فتنے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آیت تکاد السمٰوٰت یتفطرن سے سمجھا جاتا ہے

خدا کا بیٹا ہونا قرآن کیخلاف

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کسی شخص کے خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونے کو قرآن مجید کی آیات کے خلاف سمجھتے ہیں اور آپ کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور اس تعلیم سے حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پُر ہیں چنانچہ حضرت مرزا صاحب اپنے رسالہ "الوصیت" میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا . . . . اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں۔ اور نہ کبھی ہوگی وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور جس کی کوئی بیوی نہیں اور وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں" الخ صفحہ

اپنی نسبت حضرت مرزا صاحب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں میں ایک مشت خاک ہوں۔ اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنے متعلق یہ الہام بیان کرتے ہیں انا بشر مثلکم۔ اب جائے غور ہے کہ جس شخص کی ایسی صاف تعلیم اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کے بارہ میں موجود ہو اس پر یہ الزام لگانا کہ اس کو اپنی نسبت خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ ہے کس قدر صریح ظلم ہے۔

بمنزلۃ ولدی کی تشریح

معترض نے حضرت مرزا صاحب کو کافر اور مشرک بنانے اور اپنے ادعا کے ثبوت میں پہلا حوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جس میں یہ الہام درج ہے انت منی بمنزلۃ ولدی جس کا ترجمہ کیا گیا ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے۔ اس جگہ معترض کی دیانت کا تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام نقل کرتے وقت الہام کی تشریح بھی ساتھ نقل کر دیتا۔ لیکن افسوس نہیں کیا گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے اسی صفحہ پر اس الہام کی تشریح فرما دی ہے جو یہ ہے۔

> "خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ کلمہ بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھیرا رکھا ہے اس لئے مصلحت الٰہی نے یہ چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرے۔ تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو وہ خدا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک ہے۔ جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں"

متشابہات کی پیروی سے بچو

غرض جہاں بھی حضرت صاحب نے اپنا یہ الہام کتابوں میں لکھا ہے اس پر دس سطر کا حاشیہ لکھ دیا ہے۔ کہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ دافع البلاء میں بھی اس الہام کو درج کر کے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے دیکھو صفحہ ۶

> "یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا۔ اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں۔ یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے . . . . . اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو۔ اور ہلاک ہو جاؤ۔ میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القرآن"

اولیا اطفال اللہ

اور اسی الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب تتمہ حقیقۃ الوحی میں تحریر کیا ہے۔

> خدا میں فانی ہونیوالے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے۔ اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں . . . . . سو اولیا کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں۔ یہ صرف استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد ولم یولد ہے"۔ ملاحظہ ہو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۴

چنانچہ اسی استعارہ کے رنگ میں مثنوی رومی کے دفتر سوم صفحہ ۱۳ میں مولانا روم کہتے ہیں۔

اولیا اطفال حق اند اے پسر در حضور و غیبت آگاہ باخبر

مقام ولایت

اور اسی مقام ولایت کا بیان کرتے ہوئے آئینہ کمالات صفحہ ۶۲ میں حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

> یہ وہی مقام ہے جس پر پہنچ کر بعض سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے۔ اس مقام میں جو اولیاء اللہ پہنچے ہیں یا جن کو اس میں سے ایک گھونٹ میسر آگیا ہے۔ بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے۔ اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنارہ عاطفت میں بکلی جا پڑے ہیں۔ اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہے۔ ویسا ہی ظلی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خدا تعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر زبان شرع مستعمل نہیں ہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اس کو استنباط کیا ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی طرز سے اپنے کلام کو منزہ رکھتا جس سے اطلاق کا جواز مستنبط ہو سکتا ہے"۔

اسی بات کو آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۳ پر بیان فرمایا ہے۔

ان شواہد صریحہ اور دلائل بینہ کے ہوتے بھی اگر کوئی نفس پرست ظالم ملا یا مولوی حضرت مرزا صاحب پر یہ الزام لگائے کہ انہوں نے دعویٰ ابنیت کیا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر ظالم اور بے ایمان اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اقتباسات

لالہ لاجپت رائے کے والد بظاہر ہندو مگر بباطن مسلمان تھے

اُن کو پورانک ہندو دھرم سے نفرت تھی۔ اور یہ نفرت بسا اوقات ان کو اپنے "اسلامی خیالات" کے علانیہ اظہار پر مجبور کر دیا کرتی تھی۔ لالہ صاحب کے والد کا نام لالہ رادھاکشن تھا۔ لالہ رادھاکشن نے جس ماحول میں پرورش پائی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُن کے والد پکے جینی تھے۔ اُن کی والدہ سناتنی خیال کی تھی۔ ان کی بیوی سکھ خاندان سے تھی۔ جینی سناتنی اور سکھ مذہب کے خیالات نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ مگر ان کے دل میں اسلام کے لئے بے پناہ محبت موجزن تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو بات اسلام میں ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں گھر سے نکل گئے۔ ارادہ یہ تھا کہ کسی مسلمان عالم کے پاس جا کر اپنے اسلام کا باقاعدہ اعلان کر دیں۔ سکھ بیوی کو خبر ہو گئی۔ وہ اپنے دودھ پیتے بچے لاجپت رائے کو لے کر باہر نکلی۔ اور اپنے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ اس بچے کو بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ لالہ رادھاکشن نے پہلے تو کچھ پروا نہ کی لیکن جب اُن کی بیوی بچے کو اُن کے سامنے زمین پر لٹا کر چلی گئیں تو اولاد کی محبت نے جوش مارا اور لالہ صاحب بچے کو لے کر گھر واپس لوٹ آئے۔ یہ لوٹ آنا قیامت تھا۔ اگر اس وقت اپنے بچے کو بھی ہمراہ لے جاتے اور اس کو بھی اسلام کی شفیق آغوش میں دیدیتے تو لالہ رادھاکشن اور ان کے قابل فرزند لالہ لاجپت رائے ہندو قوم کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے ایک طاقت بن جاتے۔ خیر لالہ رادھاکشن اس کے بعد بھی اپنے گھر میں باقاعدہ نماز پڑھتے۔ روزے رکھتے اور ان کے دوسرے فرزند لالہ دھنپت رائے وکیل کے قول کے مطابق "ساری ساری رات چٹائی پر بیٹھ کر وظیفہ کیا کرتے اور تا دم مرگ ایسا ہی کرتے رہے"۔ اگر اس وقت مسلمانوں میں کوئی تبلیغی نظام موجود ہوتا تو لالہ رادھاکشن ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی کھلم کھلا مسلمان ہو جاتی اور پنجاب میں اس خاندان کی تاریخ مختلف پیرائے میں لکھی جاتی۔ اس وقت بھی بہت سے تعلیم یافتہ ہندو در پردہ اسلامی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر وہ علانیہ مسلمان ہونے کا نام نہیں لیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کونسے مسلمانوں سے جا کر ملیں جو محض نام کے مسلمان ہیں۔ اور جن کا کوئی فعل مسلمانوں کا سا نہیں ہے؟ ہمارے غیر اسلامی طرز زندگی سے اس طرح ایک شدید نقصان اسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور ہماری تبلیغی سعی و جد سے علیحدگی اور بھی موجب خسران ہے۔ یہ وہ باتیں ہم سب کی بہترین توجہ کی مستحق ہیں۔

مسلمانانِ ہند اور مسیح موعود

مولوی ظفر علی خاں صاحب کی باطل آرائی

(۱)

گورنمنٹ برطانیہ اور مسلمانانِ ہند

مولوی ظفر علی خاں صاحب مالک اخبار "زمیندار" سلسلہ حقہ کے پرانے مخالفین میں سے ہیں۔ جن کو اس سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے ہمیشہ بغض و عداوت رہی ہے۔ اور وہ آپ کے عقائد و اعمال کو بدترین شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ ان کی مخالفت سلسلہ حقہ کے لئے کسی قسم کے نقصان کا موجب نہیں ہوئی۔ ان کا تمام زورِ ادبیت حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں صرف ہو جانے کے باوجود آپ کے نام کو اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ روشن کیا اور آپ کی جماعت کو ہمیشہ ہر میدان میں شاندار کامیابیاں نصیب ہوئیں لیکن ہر حاسد دشمن کے لئے یہ کامیابیاں ہمیشہ فزادھم اللہ مرضا کا مصداق ثابت ہوئیں۔ کچھ عرصہ سے انہوں نے پھر اشد ترین مخالفت کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور "زمیندار" کے قریبًا ہر نمبر میں ہمارے خلاف نہایت ناپاک اور گندے حملے کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ ان کی آخری تان قادیانی جماعت اور میاں محمود احمد صاحب پر جا کر ٹوٹتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی ذات اور آپ کے عقائد و اعمال تک ان کا تعلق ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے حملوں کو روکنے کی کوشش کریں۔ اور واقعات و حقایق سے یہ دکھائیں کہ کہاں تک ان میں دروغ گوئی اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ سب سے بڑا اعتراض جو ہماری مخالفت میں بار بار پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کو منسوخ کیا۔ اور سلطنت برطانیہ کی اطاعت و وفاداری کی تلقین کی۔ چنانچہ اخبار "ٹوڈی"، کہ جس کا نام ہی اس کے بانیوں کی خوش مذاقی کا پتہ دیتا ہے۔ بعض تازہ ترین نمبروں میں "مسلمانانِ ہند کی زنجیرِ غلامی کی پہلی کڑی" کے عنوان سے جو سلسلہ مضامین شروع کیا ہے۔ اس میں ان دو باتوں پر مخالفت کا پورا زور صرف کیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ حضرت اقدس کی کتب کے اقتباسات پورے طور سے نقل کر کے اصل حقیقت کو واضح کیا جاتا۔ مختلف مقامات سے عبارت کے چند ٹکڑے لے کر بہت کچھ گندہ دہانی کی ہے۔ اس گندہ دہانی کا ترکی بہ ترکی جواب دینے کے بجائے ہم ذیل میں صرف ان واقعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کی بنا پر حضرت مسیح موعود اور ہر منصف مزاج مسلمان ایک امن پسند حکومت کی بجا تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی ضمن میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کی اپنی تحریریں بھی پیش کی جائینگی۔ جن میں انہوں نے خود بھی گورنمنٹ انگریزی کی تعریف بالکل ایسے انداز میں کی ہے جو ان کا "سہ لیسان ازلی" کا شعار ہے جنہیں حقیقی معنوں میں "ٹوڈی" کہا جا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی ابتدائی زندگی کے تاثرات

حضرت مسیح موعود کی پیدائش سکھوں کے عہدِ حکومت میں ہوئی اور اپنی زندگی کے دس بارہ سال اسی بدنظمی اور گردی میں بسر کئے۔ آپ کے بزرگوار اور بڑے بھائی صاحب سکھوں کی حکومت کا کافی تجربہ کر چکے تھے اس لئے سلطنت کے تغیر پر آپ ہر دو حکومتوں یعنی سکھوں اور انگریزوں کی نیکی بدی اور آرام و ظلم وغیرہ کا بخوبی مقابلہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ سکھوں کی حکومت کے تاثرات پر آپ نے اپنی تحریروں میں جا بجا روشنی ڈالی ہے۔ اپنی ابتدائی تالیفات میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

> "اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت عملی کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں۔ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں۔ اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکرگزار ہونگے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پر ملامت میں تھے۔ اور پھر کیسے امن و امان میں آگئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ جس کے آنے سے سب تکلیفیں ان کی دور ہوئیں ہر ایک قسم کے ظلم اور تعدی سے نجات حاصل ہوئی۔"
>
> (براہین احمدیہ حصہ سوم مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

سکھ اور مسلمان

ایک اور مقام پر آپ لکھتے ہیں کہ "اس زمانہ کے تمام مسلمان امراء سوائے لذاتِ شہوانیہ اور ارتکاب معاصی و مناہی کے اور کوئی شغل نہ رکھتے تھے۔ عمل بر احکام قرآن اور قیام نماز بالکل بھول چکے تھے جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حرارتِ ایمانی کے فقدان سے ان کا دینی جسم بے روح ہو گیا۔ اور تمام کے تمام دنیا کے کتے بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بلند مراتب سے گرا کر ذلیل و خوار بنا دیا۔ اور ایک گروہ کو جو اپنے آپ کو خالصہ کہتا تھا گمنامی کے گوشہ سے میدان میں جا نکالا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس نے اپنی تمام تر کوشش مسلمانوں کے استیصال پر صرف کر دی۔ اور ان کے جملہ اموال و املاک پر قبضہ کر لیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے ہر قسم کی رسوم کفر و شرک کو رواج دیا۔ اور مسلمان یہاں تک عاجز و ناچار ہو گئے۔ کہ ان میں سے کسی کو بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنے اور مساجد میں اذان کی جرأت نہ تھی نہ گائے کو ذبح کر سکتے تھے۔ اور نہ کسی کو رضا و رغبت سے اسلام میں داخل کر سکتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان ایسی جرأت کر بھی بیٹھتا تھا۔ تو یا اسے بالکل قتل ہی کر دیا جاتا تھا۔ اور یا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے تھے۔ اگر کسی پر رحم آ جاتا تب بھی اسے قید خانہ میں قید کر کے بلا آب و دانہ بھوک سے مرنے دیا جاتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی نگاہ میں مسلمان کی زندگی کی قدر و قیمت ایک چیونٹی سے بڑھکر نہ تھی۔ اس لئے بعض مسلمان تو اس ذلت کی زندگی سے بیزار ہو کر ترکِ وطن کر گئے۔ اور جو ملک میں رہ گئے وہ ذلت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ہزارہا مسلمان ذبح گاؤ اور بلند آواز سے اذان و نماز پڑھنے کے جرم میں قتل و ہلاک کر دیئے گئے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۰۳-۵۱۰ - مطبوعہ فروری ۱۸۹۳ء)

حضرت مسیح موعود نے پھر بعض خاص واقعات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ کہ کسی رہگزر مسلمان کی تلوار سے ایک گائے کو خراش آ گئی جس کے بدلے سکھوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر انگریزوں کی شروع عملداری میں جب ایک سرکاری سپاہی نے ایک مسلمان کو آہستہ آہستہ اذان دیتے سنا تو اس نے خود بلند آواز سے اذان دیدی۔ اس پر سب سکھ اور ہندو حاکم وقت کے پاس شکایت لے کر گئے۔ کہ ہمارے کھانے کی چیزیں بھرشٹ ہو گئیں۔ جس پر اس نے انہیں جواب دیا کہ لاہور میں تو گائیں ذبح ہو رہی ہیں۔ جاؤ اب سکھا شاہی نہیں رہی۔ ہر شخص اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد ہے۔ سکھوں کی حکومت کا اگر مسلمان مخالفین سلسلہ احمدیہ نے اب بھی نمونہ دیکھنا ہو تو ان دیہات میں جا کر دیکھ لیں جہاں سکھوں کی آبادی زیادہ ہے۔ (مثلًا راجہ جنگ) کہ وہاں مسلمان ابھی تک بلند آواز سے اذان نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس سے اس نام نہاد موحد قوم (سکھ) کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔

سکھ اور گورنمنٹ انگریزی

سنہ ۱۹۰۰ء میں آپ نے رسالہ جہاد میں سکھوں اور گورنمنٹ انگریزی کا مقابلہ بدیں الفاظ کیا۔

"اس گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت کس قدر مسلمانوں کو آرام ہے کیا کوئی اس کو گن سکتا ہے۔ ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہوں گے۔ کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کا کیا حال تھا۔ ایک ضروری شعار اسلام کا جو بانگ نماز ہے وہی ایک جرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اونچی آواز سے بانگ کہتا۔ اور پھر سکھوں کے برچھوں اور تیروں سے بچ جاتا۔ تب کیا خدا نے یہ بڑا کام کیا کہ سکھوں کی بیجا دست اندازیوں سے مسلمانوں کو چھڑایا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا۔ اور اس گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سرے سے پنجاب کے مسلمان مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس لئے نہیں چاہیئے کہ ہم اس خدائی نعمت کو جو ہزاروں دعاؤں کے بعد سکھوں کے زمانہ کے عوض ہم کو ملی ہے۔ یوں ہی رد کر دیں۔" (صفحہ ۱۳)

حالات اور نظریوں کا فرق

جو شخص سکھوں کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کی اس بُری حالت کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا ہو۔ اور اس کے بالمقابل انگریزی حکومت کا امن و امان اور آزادی مذہب کا دور اس کے سامنے ہو اس کا دل خواہ مخواہ موخر الذکر کے شکریئے سے لبریز ہوگا۔ کیا انگریزی حکومت کا یہ احسان نہیں کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کو جبر و تعدی کی زنجیروں سے باہر نکالا اور ہر قسم کے آرام و آسائش کو بہم پہنچایا۔ انہی باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس زمانہ میں ہر صاحب دانش و بینش انسان انگریزوں کا شکر گزار نظر آتا تھا۔ اور ان دنوں میں اس کو بہت بڑی آزادی سمجھا جاتا تھا۔ کہ ایک طوائف الملوکی اور سکھا شاہی سے نکل کر موجودہ آرام و آسائش نصیب ہوئی۔ آزادی کا موجودہ مفہوم دما بعد کی پیدائش ہے۔ اب لوگوں کی نظر انگریزی حکومت سے پہلے کے حالات پر نہیں رہی۔ بلکہ دوسرے آزاد ممالک کے بالمقابل موجودہ طریق حکومت کو وہ ایک "زنجیر غلامی" خیال کرتے ہیں۔ یہ اپنے اپنے وقت کے حالات کا اثر ہے۔ حضرت مسیح موعود اور آپ کے ہمعصر مسلمانوں کے پیش نظر وہ حالات تھے جو سکھوں کی حکومت کے بالمقابل انگریزوں کی سلطنت کو فرشتہ رحمت کا سایہ ثابت کرتے تھے۔ موجودہ حامیان آزادی کے سامنے کچھ اور حالات ہیں۔ جو دوسرے ممالک کی آزادی کے بالمقابل ہندوستان کو غلام ثابت کرتے ہیں۔ یقینًا اگر یہی لوگ اس زمانہ میں ہوتے جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود اور آپ کے معاصرین نے انگریزوں کی حمایت اور تعریف و توصیف ضروری سمجھی تو آزادی کے اس تخیل سے وہ بھی کوسوں دور ہوتے جو آج ان کی نظروں کے سامنے ہے اور وہ بھی انگریزوں کی وفاشعاری اور تعریف و توصیف کو اپنا سب سے ضروری فرض سمجھتے۔ بلکہ جیسا کہ ہم آگے چلکر دکھائیں گے۔ خود مولوی ظفر علی خاں صاحب کی آج سے بہت قریب کے زمانہ کی ایسی تحریرات موجود ہیں جن میں گورنمنٹ انگریزی کی قصیدہ خوانی انہوں نے ایسے انداز میں کی ہے جو کاسہ لیسان ازلی کے سوا اور کسی کے حصہ میں نہیں آ سکتی۔

خوشامد یا حق؟

ان حالات میں یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے گورنمنٹ انگریزی کی تعریف خوشامد کے طور پر کی ہے قطعًا صحیح نہیں۔ خود حضرت موصوف نے اس اعتراض کا جواب اپنی تحریرات میں دیا ہے۔

سنہ ۱۸۹۹ء میں جب کسی مخالف نے آپ پر اسی قسم کا الزام لگایا تو آپ نے اس پر لکھا:۔

قولہ - گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔

اقول - یہ خوشامد نہیں ہے۔ یہ وہ حق ہے جو ہر ایک نمک حلال رعیت کو ادا کرنا چاہیئے۔ بے شک گورنمنٹ برطانیہ کا ہم پر ایک حق عظیم ہے کہ ہم نے ان کے زیر سایہ آ کر ہزاروں آفتوں سے امن پایا۔ صدہا طرح کے ہمیں اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے فوائد حاصل ہوئے۔ پھر یہ بدذاتی ہوگی کہ اس قدر احسانات دیکھ کر سرکشی کے مادہ کو اپنے دل میں رکھیں۔

(ایام الصلح مطبوعہ سنہ ۱۸۹۹ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کا انگریزی حکومت کی تعریف کرنا خوشامد کے طور پر نہ تھا۔ اور نہ آپ کی اس میں کوئی ذاتی غرض پنہاں تھی۔ بلکہ ان فوائد کی وجہ سے جو اس حکومت میں مسلمانوں اور تمام اقوام کو حاصل ہیں آپ نے جزاء الاحسان کے طور پر اس کی وفاداری کو ضروری قرار دیا۔

کانگرس اور مسیح موعود

لیکن اس وفاداری کے معنے آپ کے نزدیک یہ نہ تھے نہ کبھی جماعت احمدیہ نے ایسا سمجھا کہ آئینی طور پر اگر کوئی مطالبات گورنمنٹ سے کئے جا سکتے ہیں تو انہیں بھی پیش کرنا ناجائز ہے۔ آپ نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح" میں اس بات کو صاف طور پر واضح کیا ہے کہ:۔

"ہندوؤں کو اتنا ہے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو۔ یا کم سے کم یہ کہ ملکداری کے معاملات میں

یوم ولادتِ رسول اور مسلمانانِ ہندوستان

اشاعت حق کیلئے متحدہ جد وجہد کی ضرورت

جناب قریشی کے قلم سے

ایک ایسے زمانہ میں جب کہ اخوت کا چمن لٹ چکا ہے، اتحاد اسلام کا پرچم سرنگوں ہے۔ اور نبی امی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے نفاق و عناد نے ایام جاہلیت کی یاد تازہ کر دی ہے۔

ایک ایسے موسم میں جب کہ محبت کا میکدہ ویران ہے۔ وہ وُالفت کی سرشاریاں ختم ہو چکی ہیں۔ بخت و مراد کی شمع بجھ چکی ہے۔ اور فرزندانِ اسلام "لات و ہبل" کی نہیں بلکہ ان سے بھی بدترحسد، نفاق اور بغض و عناد کے ۳۶۰ بتوں کی پرستش میں مصروف ہیں۔

ایک ایسے دور میں جو درد و حسرت کا دور ہے۔ مظلومی اور بے سروسامانی کا دور ہے۔ مولانا محمد علی، مولانا حسرت، خواجہ عبدالرحمن غازی، اور دوسرے بزرگ مسلمانوں نے امت مسلمہ سے یوم ولادت رسول کے انعقاد کی استدعا کی ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان سچے دل سے اس استدعا کی طرف متوجہ ہوں؟

دعوت فکر

اپیل کرنے والوں کی "یوم رسول" سے مراد جلسے اور جلوس نہیں ... یہ کھیل تو صد ہا مرتبہ ہوئے اور ختم ہو گئے۔ کیا ان سے ... ہوئے مگر کبھی امید کی شگفتگی اور شادابی بھی ظاہر ہوئی ... اگر ہمیں زمین سے فرش خاک پر جلسوں اور مظاہروں کا ایک دوسرا دریا رواں ہو۔ ضرورت ہے کہ ہم اپیل کے الفاظ پر غور کریں۔

متحدہ کوشش

اکابر قوم نے (سب سے پہلے) قوم سے "متحدہ کوشش" کا مطالبہ کیا ہے۔ "متحدہ کوشش" کے معنے ہیں کسی مقصد کے لئے ملت کے تمام اجزا کا حرکت میں آجانا۔ سبحان اللہ "متحدہ کوشش" کس قدر مقدس حقیقت ہے؟ اور آہ کہ ہم اس حقیقت سے کس قدر دُور ہیں؟

مسلمانو! بکھرے ہوئے ذرّو! تم "یوم النبی" کے پیغام کو سمجھے۔ اپیل کرنے والے "جلسے اور جلوس نہیں چاہتے۔ وہ بکھرے ہوئے ذرّوں کو ان کی آخری پریشانی میں جوڑنا چاہتے ہیں۔ اور محبت رسول کے نام پر جوڑنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم سرور کونین کی حرمت کے لئے اُٹھو۔ اور اپنی تمام طاقتوں کو ساتھ لے کر اُٹھو۔ تمام آنکھیں جو بیدار ہو سکتی ہیں بیدار ہوں تمام قدم جو اُٹھ سکتے ہیں راستے پر آجائیں۔ تمام زبانیں جو بول سکتی ہیں پیکر تقریر بن جائیں۔ تمام اُٹھنے والے ہاتھ اُٹھیں۔ تڑپنے والے دل تڑپیں۔ لٹنے والی دولتیں لٹ جائیں۔ اور میدان میں آنے والی ہمتیں اور جوانیاں پیچھے نہ رہیں۔ میدان میں آجائیں۔ تاکہ گلشن امید کے وہ معصوم اور نازک اندام شگوفے جو خزاں کی گود میں لیٹ رہے ہیں اور وہ حسین اور بھولی بھالی کلیاں جو کم سنی میں یتیم ہو چکی ہیں ذرا لہلہائیں اور وہ نہال و نخل جو مدت ہوئی بہار کو رو چکے ہیں صحن چمن میں پھر عنبر فشانی اور گلفروشی کو دعوت دے سکیں۔

اُمت مسلمہ کا یوم پیدائش

اپیل کرنے والوں کا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ یہ "دن" اپنے حقیقی شرف و عظمت کے مطابق منایا جائے اور اس تاریخ کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایک نظام کے ماتحت سیرت نبوی کے عنوان پر جلسوں کا انعقاد ہو۔ . . . .

مسلمانو! تم سمجھے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر جس "قاہرانہ قوت" کی نمائش ہوئی یہ وہی "قوت" تھی۔ جو آپ کی غلامی میں آپ کے نام لیواؤں کو ملنے والی تھی۔

یاد رکھو کہ ۱۲ ربیع الاول اسی داستان عظیم کے اعادہ و تکرار کا دن ہے۔ اور اسی قاہرانہ قوت کے اظہار و نمائش کی یادگار ہے۔ یہ ایک شخص کی پیدائش کا نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان امت کی پیدائش کا دن ہے۔ اس کی قاہرانہ قوتوں کے اظہار کا دن ہے۔ ایمان کی زندگی کا دن ہے۔ اور اس لئے ہے کہ ہم کرو۔ فرزندان اسلام جس قدر بھی غیرت و حمیت اپنے سینے میں رکھتے ہیں لائیں اور حرمت دین اور تبلیغ اسلام کے لئے میدان میں ڈال دیں۔

مظاہرہ غیرت و اتحاد

تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ "اس دن ہر مقام پر بڑے سے بڑے پیمانے پر اسلامی اتحاد و غیرت کے مظاہرے کئے جائیں۔ وہ مظاہرے جو حضور کی رحمت قدسیہ کے شایانِ شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے۔"

اگر یہ دنیا سنگ دل نہ ہو تو کسی مظلوم کی آنکھ کا ایک آنسو بھی اس قدر اہم ہے کہ اُسے دنیا محسوس کر سکے۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے کہ اگر ... نالہ ہائے مظلوم کی کثرت سے بگولے اور طوفان بھی پیدا ہو جائیں اور خونِ بے گناہ کی افراط سے دریا اور ندیاں بھی بہنے لگیں تو انہیں کوئی محسوس نہیں کرتا۔

البتہ ایک عظیم الشان طاقت ہے جو دنیا کی ہر بے حسی اور سنگدلی کے طلسم کو توڑ دیتی ہے۔ اور یہ عظیم الشان طاقت کسی قوم کے افراد اور کسی ملت کے اجزا کا اجتماع و اتحاد ہے۔

اگر مسلمان دنیا کو اپنی قوت و طاقت سے متاثر کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ وہ اپنے اتحاد و غیرت کی زبردست سے زبردست نمائش کریں۔ وہ خلوتوں اور گوشوں سے نکلیں اور میدانوں میں پھیل جائیں۔ اور اتحاد قومی اور غیرت ملی کے مظاہروں کو اس تزک و احتشام سے ترتیب دیں کہ ان کی شوکت سے آسمان چھپ جائے۔ ان کے بوجھ سے زمین جھٹکا کھا جائے۔ اور طوفان نوح کی طرح پھیل کے زمین کو اپنے آغوش میں دبالیں۔ وہ بجلی کی طرح چمکیں۔ وہ ایک بدمست طوفان کی طرح حرکت میں آئیں۔ اور سورج کی روشنی کی طرح سطح زمین پر پھیل جائیں۔

سنت ابراہیم کی تجدید

چوتھا مطالبہ یہ ہے:-

"اس تاریخ کو ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندان اسلام بلا استثنا اس علم کے نیچے جمع ہو کر عہد کریں۔ اور حلف اُٹھائیں کہ وہ ہر قدم پر اسوہ رسول کی پیروی کریں گے۔ اور ان کی نماز، ان کی قربانی، ان کی زندگی اور ان کی موت ان مقاصد کے لئے وقف ہوگی جن کی تکمیل کے لئے حضور نبی الرحمۃ اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔"

یہ ہے یوم ولادت رسول کی علت غائی۔ اور یہ ہے وہ مطالبہ جو ناموس اسلام اور حرمت رسول کے نام پر مسلمانوں سے کیا گیا ہے۔

مسلمانو! حرمت اسلام کا تقاضا ہے کہ سال کے ۳۶۴ دن تمہارے لئے ہوں۔ تمہاری حرص و ہوس کے لئے ہوں۔ طعن اور رسوائی اور تخریب و تفریق کے لئے ہوں۔ اور تم ان دنوں میں اپنی بے نیام تلواروں کو مسلمانوں کے خون سے سیراب کرتے رہو۔

لیکن جب دنیا پر ۱۲ ربیع الاول کی صبح سعادت نمودار ہو چکے۔ تو پھر سمجھو۔ کہ نفس کی زندگی ختم ہو چکی اور اطاعت اور فرماں پذیری کے دن آگئے۔ نفاق و عناد کے تنور بجھ گئے۔ اور اتحاد و اخوت کی گل افشانیاں شروع ہوئیں۔ اور وہ عظیم الشان دن آپہنچا۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے وقف ہے۔ دین کی حرمت کے لئے وقف ہے۔ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے وقف ہے۔ اس دن ہر ایک آبادی پر پرچم اسلام اُڑے گا۔ اور اس پرچم کے قدموں میں اتحاد و اخوت کا دریا بہے گا۔ اور وہ "نفاق" وہ عناد، وہ بدکاریاں، وہ معصیتیں اور مصیبتیں جن میں یہ امت برابر ۳۶۴ دن تک مبتلا رہی۔ دریا برد کر دی جائیں گی۔ اور اس کے بعد اس شاہ و گدا پرور کا آستانہ ہوگا۔ اور فقیرانِ امت کی پیشانیاں وہ حکم فرمائے گا۔ اور ہم تعمیل کریں گے۔ اور جب یہ عظیم الشان وقت آپہنچا تو مادر فطرت اپنا دست گہربار دامن پھیلا دے گی۔ آسمان سے فتح و نصرت کے پھول برسیں گے۔ اور زمین عیش

- - - - - - - - - - - - - - -

ایک امریکن مصنف کا قول ہے کہ اس کائنات میں جب کوئی بڑا انسان پیدا ہوتا ہے تو دریا، پہاڑ، سمندر، زمین، آسمان اور دنیا کی تمام طاقتیں لرز جاتی ہیں۔ کہ مبادا اُس کی ناپیدا کنار حوصلہ مندیاں دریا کو صحرا کر دیں۔ سمندر کو پاٹ دیں۔ زمین کو آسمان کی طرح بلندی پر لے جائیں اور آسمان کو ٹاٹ کی طرح لپیٹ کر نیچے رکھ دیں۔

حضرت محمد پیدا ہوئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایران کے آتشکدے بجھ رہے ہیں۔ بیت الحرام کی مورتیں زمین پر گر رہی ہیں اور نوشیرواں کا سفید محل بید مجنوں کی طرح لرز رہا ہے

مرآۃ الاسلام

ایک قادیانی کی کھلی چٹھی

بنام

میرزا محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد وغیرہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ہماری جماعت احمدیہ (قادیان) کے نزدیک جس میں آپ حضرات بھی شامل ہیں حضرت مرزا صاحب نہ صرف مسیح موعود و مہدی اور مجدد وقت ہی تھے۔ بلکہ آپ خدا کے رسول اور نبی تھے جیسا کہ رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

(۲) حضرت میرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انبیاء کے گروہ میں شامل کرنے سے ان کی جائیداد کے آپ وارث نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کی وارث جماعت ہوگی کیونکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم (جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں) اس مسئلہ کا فیصلہ فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ ابن سعد مسند عائشہ اور بخاری میں ہے جس کے حوالہ سے رحلت مصطفےٰ میں مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی نے لکھا ہے: "ہاں چند بیگہ زمین بھی تھی۔ مگر نہ تو زندگی میں اس نے کبھی اسے اپنا سمجھا۔ اور نہ مرتے وقت نسبت ورثہ میں تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ گیا۔ زندگی میں بھی وہ مسلمانوں کے لئے وقف تھی۔ اور مرتے وقت بھی اسے مسافروں اور مسکینوں پر صدقہ کر گیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو یہ اعلان کر کے صاف صاف لفظوں میں محروم کر گیا کہ جس گروہ سے ہم ہیں (یعنی انبیاء کے گروہ سے) اس کے ہاں وراثت نہیں ہوتی۔"

صاف طور پر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا۔ اور اپنی جائے نام ملکیت کو غیر موروثی قرار دے کر مثال قائم کر دی۔ اور اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا کہ گروہ انبیا کے ہاں وراثت نہیں ہوتی۔ بات بھی صحیح ہے۔ انبیا اپنی امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں۔ اور خود کو "وقف الامت" ہی قرار دیا کرتے ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب واقعی انبیاء کے گروہ میں شامل تھے۔ تو ان کے ہاں بھی وراثت نہیں ہونی چاہئے۔ اگر مرزا صاحب انبیاء کے گروہ میں نہیں تھے۔ تو پھر جماعت لاہور راستی پر ہے۔ ان کو ان کے ساتھ شامل ہو جانا چاہئے۔ مگر جب تک خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت حضرت مرزا صاحب کو غیر نبی مانکر صرف مسیح موعود و مہدی اور مجدد ہی ماننے کا اعلان نہ کرے۔ آپ کو کوئی حق نہیں۔ کہ آپ ناجائز طور پر حضرت میرزا صاحب کی ملکیت پر قبضہ جمائے رکھیں۔

(۴) الف۔ اس لئے آپ تینوں حضرات اور باقی اہلبیت کو حضرت مرزا صاحب کی ملکیت سے دستبردار ہو جانا چاہئے

ب۔ تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ جو حضرت صاحب نے چھوڑی تھی جماعت احمدیہ کے نام ہونی چاہئے۔

ج۔ آج تک جس قدر آمدنی اس کی آپ حضرات وصول کرتے رہے ہیں اور جس قدر روپیہ فروخت زمین کا آپ نے وصول کیا ہے۔ وہ بھی ادا کرنا چاہئے۔

(۵) حضرت مرزا صاحب نے جو مکان جماعت کے چندہ سے بنوایا تھا۔ وہ انجمن کے حوالے کرنا چاہئے۔ اور انجمن کو اس کا کرایہ ادا کرنا چاہئے۔

برائے مہربانی اس کا مفصل جواب الفضل میں شائع فرمادیں۔ والسلام

الف۔ ڈی صدیقی احمدی قادیانی

جماعت کے ایک رکن کی قابلِ رشک دینی خدمات

سالِ رواں کا لائحہ عمل

(چودہری عبدالمجید صاحب بی اے کے قلم سے)

ہمارے کرم معظم دوست چودہری فضل داد صاحب کلرک کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ کیمل پور ۲۸ ردسمبر ۱۹۲۵ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ ایک بڑے مخلص اور درد دل رکھنے والے احمدی نوجوان ہیں جنھوں نے تاریخ شمولیت سے لے کر آج تک یعنی گزشتہ تین سال میں حسب ذیل رقوم جیب خاص اور دوستوں سے جمع کرکے خزانہ انجمن میں بھجوائی ہیں:

	۱۹۲۶ء	۱۹۲۷ء	۱۹۲۸ء
چندہ ماہوار	۱۷-۰-۰	۳۵-۸-۰	۵۲-۰-۰
برلن مسجد	۲-۰-۰	۱۵-۰-۰	۲۰-۰-۰
تبلیغ ہند	۱۱-۰-۰	۶۷-۰-۰	۷۹-۰-۰
زکوٰۃ	.....	۵-۰-۰	.....
	۳۰-۰-۰	۱۲۲-۸-۰	۱۵۱-۰-۰

اس کے علاوہ انھوں نے ۱۹ نئے خریدار "لائٹ" اور ۵ "پیغام صلح" کے لئے پیدا کئے ہیں۔ صاحب موصوف نے سال رواں کے لئے حسب ذیل پروگرام اپنے لئے تجویز فرمایا ہے:۔

(۱) کم ازکم ۵ نئے ممبروں کا جماعت میں اضافہ کرنا۔
(۲) ہر پندرہ دن کے بعد دو گھنٹہ اشاعت اسلام کے لئے گداگری کرنا۔
(۳) کسی نہ کسی کو روزانہ تبلیغ کرنا۔
(۴) ماہوار رپورٹ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ارسال کرنا۔
(۵) اخبارات سلسلہ کے لئے کم ازکم دس دس نئے خریدار پیدا کرنا۔
(۶) حتی الوسع درس قرآن مجید بلاناغہ کرنا۔
(۷) شہر کیمل پور کے تمام ذی اقتدار اصحاب کی خدمت میں سلسلہ احمدیہ کے صحیح حالات عرض کرنا۔
(۸) سلسلہ کی کتب دوسروں کو پڑھنے کے لئے دینا اور اس وقت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑنا جب تک کہ وہ مکمل طور پر ان کا عبور نہ کرلیں۔
(۹) سال رواں میں کم ازکم ۵۰۰ روپیہ دیگر مسلمان بھائیوں سے جمع کرکے انجمن کے خزانہ میں داخل کرنا۔
(۱۰) جملہ مخلوق کی عموماً اور مسلمان بھائیوں کی خصوصاً تکلیف کے وقت محض خدا کے لئے حسب استطاعت مدد کرنا۔ خواہ انہیں کوئی کافر سمجھے یا مسلمان۔
(۱۱) اگر کوئی فریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اس کی تردید کرنا یا کروانا اور لوگوں کو حضرت کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ چودہری فضل داد صاحب کا یہ پروگرام تمام جماعت کے لئے ایک نمونہ کا کام دے گا۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ چودہری فضل داد صاحب کو اس پروگرام پر چلنے کی پوری پوری توفیق بخشے اور دوسرے تمام احباب کو اس پروگرام کو اپنا دستور العمل بنانے کی استطاعت دے۔

نئی چٹیں

چھپ گئی ہیں۔ تمام خریداران پیغام صلح اپنی اپنی چٹوں کے پتہ اور نمبر کو غور سے دیکھ لیں۔ اگر کوئی کسی قسم کی غلطی رہ گئی ہو تو ہمکو اطلاع دیں۔ تاکہ فوراً اس کی درستی کرادی جائے۔ نیز جن خریداران کی خدمت میں پیغام صلح نہ پہنچا ہو یا دیر سے پہنچ رہا ہو وہ بھی مطلع فرمائیں تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ اس تاخیر و فروگذاشت کا سبب پتہ کی عدم صحت تو نہیں ہے۔ جو صاحب اپنا پتہ اور چٹ نمبر لکھیں وہ صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں تاکہ کسی قسم کے سقم کا امکان و احتمال باقی نہ رہے۔

چٹیں حتی الامکان کافی توجہ اور غور سے چھپوائی گئی ہیں یہ گزارش محض بنظر احتیاط ہے۔

منیجر "پیغام صلح" لاہور

معلومات

برلن میں جیب کتروں کا ایک باقاعدہ مالی سکول ہے۔ اس میں طلباء کو جیب کترنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ بے غیر تربیت یافتہ پیشہ لوگوں کے مقابلہ میں کامیابی سے اپنا کام انجام دے سکیں۔ اس سکول کا ہیڈ ماسٹر ایک بہت مشہور بوڑھا جیب کترا ہے۔ اس سکول میں کئی درجے ہیں۔ اور امتحان کے طور پر ہر طالب فن کو خود ہیڈ ماسٹر کی جیب کترنی پڑتی ہے۔ تب اسے جاکر سند ملتی ہے۔ اور وہ کسب معاش کے لئے باہر نکلتا ہے۔

اسی طرح پیرس، برلن اور وائنا میں بھیک منگوں کے باقاعدہ سکول ہیں۔ جہاں شام کے وقت بھیک مانگنے کے فن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان سکولوں میں طالبان فن کو چہرے کو بیماروں کا سا بنانا پڑتا ہے۔ صابن منہ میں رکھ کر جھاگ نکالنا۔ لولے اور لنگڑے بن کر دکھانا۔ پولیس سے تعلقات پیدا کرنا سکھایا جاتا ہے۔ بعض طالب فن کوڑھی بن کر ظاہر ہونا سیکھتے ہیں۔ اور عورتیں بے یار و مددگار بن کر نکلتی ہیں۔ انہیں یتیم بچے دکھانے کے لئے بچے بھی کرایہ پر دیئے جاتے ہیں۔

محققین فن طب کا مدت سے یہ خیال ہے کہ انسانوں کی صحت بلندی پر جلد درست ہوجاتی ہے۔ علے الخصوص سینہ اور پھیپھڑوں کی تکالیف کے لئے تو بلندی بہت ہی مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی تکالیف کے لئے پہاڑی علاقوں میں صحت گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ اب کوشش کی جارہی ہے کہ ایسی صحت گاہیں تعمیر کی جائیں جو غباروں کے ذریعہ بلندی پر ہوا میں معلق رکھی جاسکیں۔

انجنیری کے حیرت انگیز کمالات کی ایک نظیر جنوبی امریکہ میں نظر آتی ہے۔ ایک ریلوے لائن تعمیر کی گئی ہے۔ جو ۴۷۵ ۱۲ میل لمبی ہے پہلے پہلے یہ لائن تھوڑے سے طول میں دو فٹ چھ انچ کی پٹری پر بنائی گئی تھی۔ اب ضرورتاً اس کی پٹری بڑی کردی گئی ہے۔ یہ ریلوے لائن ایک بہت بڑے حصہ ملک میں سے گزرتی ہے۔ جہاں پانی نہیں ملتا۔ بلکن سٹیشنوں پر پانی پہنچانے کے لئے دو دو سو میل لمبے نل لگوا دیئے گئے ہیں۔ اس علاقہ میں نائٹریٹ کے کارخانوں میں بھی انہی نلوں کے ذریعہ سے پانی پہنچایا جاتا ہے۔

اسی طرح پیکریلی ریلوے لائن بھی انجنیری کے کمالات میں سے ہے۔ جنوبی لائن ایسے خطہ میں سے ہوکر گزرتی ہے۔ جہاں ریت کے متحرک پہاڑ ہیں۔ پھر یہ لائن آتش فشاں پہاڑوں کی بجھی ہوئی چوٹیوں پر سے گزرتی ہے۔ اور جھیل ٹیٹی کاکا تک پہنچ جاتی ہے۔

آج کل بلجیم کے لوگ پہلے کی بہ نسبت زیادہ مصروف کار ہیں سال گزشتہ ۲۷۰۰۰۰۰ ٹن کوئلہ نکالا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں صرف ۴۸۰۰۰۰ ٹن کوئلہ نکالا گیا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں ۴۲ ۴۴۶۵۷ ایکڑ زمین زیر کاشت تھی۔ اور اس وقت ۴۵۲۶۵۰۰۰ ایکڑ زمین زیر کاشت ہے۔

آئندہ موسم گرما میں انگلستان میں بوائے سکاؤٹ کی تحریک کی اکیسویں سالگرہ منائی جائے گی۔ اور تقریباً ملک کے کوئی ۳۰ ہزار لڑکے اس تقریب میں شامل ہوں گے۔

انگلستان کے محکمہ تعلیم نے اعلان کیا ہے کہ تصاویر تعلیم دینے کا نہایت عمدہ ذریعہ ثابت ہورہی ہیں۔ بدمعاشوں کے انجام دکھانے والے ڈرامے اور کھیل اچھا اخلاقی اثر ڈالتے ہیں۔ اور آنے آنے میں بکنے والی کتابیں بھی مفید ہیں۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ کارخانوں میں حادثات عموماً ۹ بجے اور ۱۰ بجے کے درمیان یا ۴ اور ۵ بجے کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔

لندن کے ایک گرجے میں عورتوں اور لڑکیوں کو دعا کے وقت ٹوپیاں اتارنے کی اجازت مل گئی ہے۔

خبریں

— معاصر انقلاب کا نامہ نگار چمن سے خبر دیتا ہے کہ قندہار اور غزنی وغیرہ علاقوں میں شاہ امان اللہ خاں کے آدمی فوجوں کے لئے سامان رسد جمع کررہے ہیں۔ اونٹوں کی نقل و حرکت سے ان سرگرمیوں کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

— افغانستان کے علاقہ خوست میں ایک اور شخص ملک غیاث الدین غلزئی نے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا صوبہ خوست میں زبردست اثر ہے۔

— دہلی ۱۲ رجنوری۔ اخبارات کے چند نامہ نگاروں نے کابل جانے کے لئے حکومت ہند سے پاسپورٹ طلب کئے تھے لیکن حکومت نے انکار کردیا۔ کیونکہ آجکل افغانستان میں زندگیاں محفوظ نہیں۔

— لندن ۲۹ رجنوری۔ جنرل نادر خاں ابھی تک پیرس ہی میں مقیم ہیں ان کے اہل و عیال کابل میں ہیں اس وجہ سے وہ بہت پریشان ہورہے ہیں معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے حکم جاری کردیا ہے کہ انہیں ہندوستان کے رستے کابل جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس لئے آپ ماسکو کے رستے ہوائی جہاز پر افغانستان جارہے ہیں۔

— بچہ سقہ کے پاس کافی روپیہ موجود نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہے۔ کابل کے سوداگروں سے اس نے جبراً روپیہ وصول کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جس میں اس کو ایک حد تک کامیابی ہوئی۔

— قندہار کی خبر ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کے قندہار تشریف لانے سے قبل نہ تو ڈاک کا تسلی بخش انتظام تھا۔ نہ تار اور لاسلکی کا کوئی خاطر خواہ مرکز موجود تھا۔ ان کی حیرت انگیز سرگرمیوں نے چند روز ہی میں سارا نقشہ بدل دیا اب ڈاک۔ تار اور لاسلکی کا خاطر خواہ انتظام ہوگیا ہے۔

— شاہ امان اللہ خاں کی والدہ محترمہ ان کی فوج کے لئے نہایت سرگرمی سے سپاہی بھرتی کررہی ہیں۔

(باقی خبریں صفحہ کالم اول میں دیکھو)

مراسلات

کھلی چٹھی

بنام جناب میرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان

جناب من - السلام علیکم -

میں نے ٹریکٹ "قادیانی اور بابی" اس غرض سے لکھا تھا کہ آپ بیدار ہوں اور اپنے مذہب اور عقیدہ کا مستقبل سوچ لیں - اور حقیقت سے آگاہ ہو کر قادیانی عقیدہ نبوت سے دست بردار ہوں - لیکن آپ نے اور آپ کی مقدس جماعت نے بجائے غور و فکر الٹا مجھے نشانہ ملامت بنایا - چنانچہ علاوہ اخبار "الفضل" کے اخبار "فاروق" ۲۸ دسمبر میں میرا نام بابی - دجال - ملعون وغیرہ وغیرہ رکھا گیا - خیر مجھے ان گالیوں کا کوئی رنج نہیں - میں صرف یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں بابی نہیں - جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھتا ہوں - اور جناب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب کی آڑ میں آپ کی جماعت جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لے کر سلسلہ احمدیہ کو بدنام نہ کرے - چنانچہ مختصراً چند باتوں پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں - ان باتوں پر آپ کو اور آپ کی جماعت کو غور فرمانا ضروری ہے -

(۱) آپ کی جماعت باصرار مشہور کر رہی ہے کہ میں بابی ہوں - "فاروق" نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ میں نے اپنے ٹریکٹ میں جناب بہاء اللہ کو حضرت بہاء اللہ لکھا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ میں در پردہ بابی ہوں - لیکن کیا یہ درست نہیں کہ اسی ٹریکٹ میں میں نے آپ کی نسبت "حضرت میرزا محمود احمد خلیفہ قادیان" تحریر کیا ہے - تو کیا ایسے تعظیمی الفاظ کی وجہ سے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں در پردہ محمودی ہوں - ہرگز نہیں - دوسری دلیل میرے بابی ہونے کی یہ ہے کہ بتائی گئی ہے کہ میں نے لکھا ہے کہ مقابلتاً قادیانی بابیوں کے اصول اور دلائل صاف اور واضح ہیں - اس لئے واضح ہوا کہ میں پکا بابی ہوں - اس پر یہ عرض ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیانیت کا علم کلام مقابلتاً بابیت کسی درست اصول پر مبنی نہیں - مثال کے طور پر اگر میں کہہ دوں کہ آریہ سماج کے دلائل بمقابلہ برہمو سماج معقول ہیں تو کیا اس اظہار رائے کی بنا پر آپ مجھے آریہ کہہ دیں گے - ہرگز نہیں - اسی طرح آپ کی جماعت کے دیگر وجوہ بھی احمقانہ ہیں جن کی بنا پر وہ مجھے بابی اور بہائی قرار دے رہے ہیں -

(۲) آپ کے اخبارات میں باصرار لکھا جاتا ہے کہ میں نے یہ لکھا ہے کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعوے کیا ہے - حالانکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا - جناب والا میں بھی نہایت اصرار سے بار بار یہی کہتا ہوں کہ جناب بہاء اللہ کے دعاوی میں ہرگز ہرگز نبوت کی اصطلاح نہیں - بلکہ اصطلاح جدید یعنی جمال الٰہی مظہر امر اللہ وغیرہ جاری ہے - اگرچہ بہاء اللہ الفاظ میں ختم نبوت کا قائل ہے - مگر وہ انبیا کی طرح مامور من اللہ و مبعوث من عند اللہ ہونے کا مدعی ہے - یہ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے نہ اور کچھ - جیسا کہ قادیانی اصطلاح میں امتی نبی - غیر تشریعی بروزی محض الفاظ کا ہیر پھیر ہے درنہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں - یہاں بھی نفس مظہریت میں کوئی فرق نہیں - پس صرف الفاظ کی آڑ لے کر اصطلاحات میں جھگڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے عقیدہ کی بنیاد متزلزل ہے - یا آپ کی جماعت عمداً ایک دینی جرم کا ارتکاب کر رہی ہے -

(۳) کتاب بحر العرفان کا حوالہ دیکر میں نے یہ ثابت کیا تھا کہ بالآخرۃ ہم یوقنون سے آخری وحی مراد لینا بابیوں کا مال مسروقہ ہے - جو قادیان سے برآمد ہوا - مگر اخبار "فاروق" نے اس میں تحریف کر کے یہ عقیدہ میری طرف منسوب کیا ہے تاکہ سلیم اٹاوی میرا بابی ہونا ثابت کرے - لیکن میں اس افترا پردازی سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ آپ کی جماعت دلائل کی سطوت سے مغلوب ہو گئی ہے - اور اس لئے ناشائستہ حرکات کی مرتکب ہو رہی ہے

(۴) آپ لوگ قادیانی بار بار اصرار کرتے ہیں کہ بہاء اللہ نے خدائی کا دعوے کیا - پس دعویٰ نبوت پر کوئی اعتراض نہیں - جناب من میں نے کتاب الشیخ صفحہ ۳ کا حوالہ دے کر آپ کے اس بیجا اعتراض کو پاش پاش کر دیا ہے - لیکن اس پر اخبار فاروق نے تحریر فرمایا ہے کہ کتاب الشیخ بہاء اللہ کی کتاب نہیں کسی بابی نے بخوف عبد البہا نے لکھ کر شائع کی اور اگر بہاء اللہ نے لکھی تو اس کا انکار تقیہ پر مبنی ہے - بہت خوب - حضور والا میں آپ کو اور آپ کی جماعت کو اس سے بھی زیادہ مضبوط اور جامع جواب سمجھا دیتا ہوں یہ جواب آئندہ میرے لئے دندان شکن ثابت ہوگا - آپ "فاروق" میں تحدی کے ساتھ لکھوا دیں کہ دنیا میں کوئی ملک ایران نہیں - اور نہ کوئی شہر شیراز ہے - اور نہ بہاء اللہ کوئی شخص خارج میں موجود تھا - یہ سب باتیں فرضی اور جعلی ہیں اس طرح سے سرے سے واقعات ہی کا انکار کر دینا آپ کو کامیاب کر دے گا

(۵) میرے نزدیک جھوٹ بولنا تقیہ کرنے سے بہت برا ہے - میں نے رسالہ نجات صفحہ ۸ - ۹ - ۱۰ - کا حوالہ دے کر ثابت کیا تھا کہ قادیانی مذہب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں - اس کا جواب "فاروق" میں صرف یہ ہے کہ لعنت اللہ علے الکاذبین - اب میں آپ کو ثالث مقرر کرتا ہوں - آپ دوبارہ رسالہ نجات ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ یہ لعنت یہاں سری نگر میں آنی چاہیئے یا بصیغہ بیرنگ سلیم اٹاوی کو جانی چاہیئے -

(۶) آپ اور آپ کی جماعت شریعت محمدیہ کا نام لے کر حضرت میرزا صاحب کی نبوت کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں - لیکن میں نے سیرۃ المہدی صفحہ ۱۰۸ کا حوالہ دیکر ثابت کیا کہ آپ کے نزدیک بھی شریعت محمدیہ کا منسوخ جائز تھا - بات بھی درست ہے اگر نبی آسکتا ہے تو قدیم شریعت کا قایم رہنا ضروری بھی نہیں - یہ ایک طفلانہ خیال ہے -

(۷) آپ نے خطبہ جمعہ مشتہرہ الفضل ۳ ستمبر ۱۹۲۹ء میں کچھ اشارات فرمائے ہیں - بعض باتوں کے متعلق میں آپ سے دریافت کرتا ہوں میں بابیوں کا وکیل نہیں مگر واقعات کے بیان کرنے میں آپ کی ذمہ داری معلوم کرنا چاہتا ہوں -

الف - آپ نے فرمایا ہے کہ بہائیوں کی پچاس سالہ کامیابی کا نتیجہ یہ ہے کہ عکا میں چند آدمی ان کے ہمخیال ہیں اور حیفا میں چالیس پچاس - لیکن بخلاف اس کے الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۲۲ء صفحہ ۵ پر آپ نے تسلیم کیا ہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے چالیس برس بہاء اللہ دعوے کر چکا تھا - اور ہزاروں لوگ بابیت اور بہائیت میں داخل ہو چکے ہیں - تو آپ کے کلام میں تناقض ہے یا نہیں -

ب - آپ کے پاس کونسا معتبر ثبوت ہے کہ محفوظ الحق اس لئے احمدی ہوا تھا کہ وہ بابیت کی تبلیغ کرے - اگر کوئی ثبوت آپ کے پاس نہیں - تو اس حقیقت کو آپ کیسے رد کر سکتے ہیں کہ اس کا بابی ہونا قادیانی تعلیم کا نتیجہ ہے -

ج - آپ فرماتے ہیں کہ ۳۸ بہائی پکڑے گئے - اور ۳۱ تائب ہوئے کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے یا سنی سنائی باتیں ہیں -

د - سید باب سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو اس نے سائل کو سونٹا دے مارا آپ نے یہ واقعہ کہاں سے لیا - کیا ثبوت ہے

ہ - آپ اصولی طور پر سوال کو حل فرمائیں - بہائی مذہب یا اس کی تعلیمات پر اعتراضات کرنے سے بنیادی امور فیصلہ نہیں ہو سکتے - اس لئے جزئیات پر بحث کی ضرورت نہیں - بلکہ اصول کو حل فرمانا مناسب ہے -

(خاکسار محمد عبد اللہ وکیل سری نگر)

محفوظ سرمایہ تنظیم

میں اس سلسلہ میں ایک بیان شائع کر چکا ہوں اس کے بعد کے واقعات یہ ہیں -

میں نے قریشی صاحب کو لکھا تھا کہ اس روپے کے متعلق جو بنک کی پاس بک اور دیگر کاغذات ہیں وہ میرے پاس بھیجدیں - قریشی صاحب کے جواب سے معلوم ہوا کہ پاس بک وغیرہ ان کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ بطور امانت ڈاکٹر کچلو صاحب کے حوالے کر چکے ہیں - ادھر میں نے حاجی مولوی سر رحیم بخش صاحب سے دریافت کیا کہ آیا وہ اس روپے کا ٹرسٹی بننا منظور فرماتے ہیں - انہوں نے بالکل صاف انکار کیا اور افسوس کیا کہ ان کے علم اور اجازت کے بغیر بنک کو ان کا نام لکھا گیا اور اخبارات میں بھی ان کو ٹرسٹی ظاہر کیا گیا - مولوی سر رحیم بخش صاحب کا انکار وصول ہونے پر میں نے قریشی صاحب کو اس انکار سے مطلع کر دیا اور اس امر کی بھی تشریح کر دی کہ میں کن حالات اور کن شرائط پر ٹرسٹی بن سکتا ہوں چونکہ اخبارات میں بار بار میرا نام لیا گیا ہے اور مجھ سے توقع کی گئی ہے کہ میں محفوظ سرمایہ تنظیم کے روپے کو جنرل نادر خاں کی امداد کے لئے بھیجنے پر رضا مند ہو جاؤں اس لئے میں اپنی حالت اور اپنے خیال کو واضح کر دینا چاہتا ہوں - یہ روپیہ میرے پاس نہیں - اس کے کاغذات میرے پاس نہیں - جن شرائط پر میں نے ٹرسٹی بننے کی منظوری دی وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں - لہذا سر دست مجھکو اس روپے کے بارہ میں نہ کچھ کرنے کا حق ہے نہ کچھ کہنے کا - جس کے پاس روپیہ ہے وہ جانے اور جس نے روپیہ دیا ہے وہ جانے - میں خوش ہوا کہ روزنامہ زمیندار مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۳ پر ڈاکٹر سر محمد اقبال وغیرہ حضرات کے دستخطوں سے جو اعلان شائع ہوا ہے اس کا روئے سخن صرف معطیان سرمایہ تنظیم کی طرف ہے - سابق اخباری تحریروں کی طرح مجھ کو مخاطب نہیں کیا گیا تاہم اس حیثیت سے کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس سرمایہ کی تحریک کے اعلانات پر دستخط کئے تھے - اس قدر ضرور کہوں گا کہ اس اعلان میں جو معطیان سرمایہ تنظیم کو آٹھ یوم کا نوٹس دیا گیا ہے - وہ کافی نہیں - اول تو اخباری نوٹس اور ذاتی نوٹس میں بڑا فرق ہے دوسرے اگر اخباری نوٹس ہی دیا جائے تب بھی کم از کم ایک ماہ کا نوٹس ہو اور ہر ممکن اخبار میں شائع ہو - اس سرمائے میں بہت سا روپیہ بیرون ہند سے بھی آیا تھا - چنانچہ ایک شخص جس نے ہانگ کانگ سے بڑی معقول رقم بھجوائی تھی مجھے سفر حج میں ملا - اس قدر دور دراز مقامات کے معطیوں کو اس ہشت روزہ نوٹس کی خبر بھی نہ ہوگی - شرعی و اخلاقی ذمہ داری کے علاوہ دور اندیشی بھی مقتضی ہے کہ دینے والوں کی اطلاع کے بغیر اس روپے کے بارے میں کوئی عمل نہ کیا جائے

سید غلام بھیک نیرنگ - بی اے - ایل - ایل بی
ایڈووکیٹ ہائیکورٹ - پنجاب - انبالہ شہر

خبریں

—— بصرہ قبیلہ مطیر اور عجمان نے پھر نجدی چوکیوں - قبائل اور فوجی دستوں پر حملے شروع کر دئے ہیں - ان غارتگریوں کی رہنمائی خالد محمد عبد اللہ دامرا اور ناصر بن جمعہ اور ہازب سحبان کر رہے ہیں - اور انہوں نے مال و دولت اور اونٹوں کی ایک بے شمار تعداد و مقدار لوٹ لی ہے - نجد میں حالات بے حد نازک ہو گئے ہیں - اور گرد و نواح کے قبائل باغیوں کی سرکوبی کے لئے ملک ابن سعود کو مہمات کے لئے بلایا گیا ہے -

—— پشاور ۲۳ ستمبر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے "بچہ سقہ مشرقی صوبے میں اپنی حالت مضبوط کر رہا ہے - لیکن جنوبی صوبے میں پوزیشن مختلف ہے - گردیز میں شدید جنگ ہو رہی ہے - اگرچہ اس کے جلد فتح ہو جانے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے -

—— یہ امر معنی خیز ہے کہ حضرت شیر آغا نے جنہوں نے جرنیل نادر خاں کی مہمات کے شروع میں ان کی تائید و حمایت میں بڑی سرگرمی سے کام کیا تھا اب غیر جانبدارانہ روش اختیار کر لی ہے -

—— تیراہ میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی ہے شیعوں نے مختصر سی جنگ کے بعد سنیوں کی ایک چوکی پر قبضہ کر لیا شیعوں کا ایک - اور سنی اور کرنیٹوں کے چار آدمی مارے گئے سنیوں کا ملا اخوندزادہ اپنے گاؤں میں واپس آگیا ہے - اور جلد جلد اپنا لشکر جمع کر رہا ہے -

—— سردار ہاشم خاں ابھی پاراچنار میں ہیں - وہ مہمندوں کے علاقے میں واپس نہیں آسکتے - اور ممکن ہے علی خیل میں جرنیل ناہد خاں سے جا ملیں -

—— لنڈن ۲۶ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ سلطان ابن سعود حجاز کے لئے ہوائی فوج کا ایک مرکز قایم کرنے کی غرض سے چھ برطانی ہوا بازوں کی خدمات کرنے کے متعلق گفت و شنید کر رہے ہیں -

—— رگبی ۲۴ ستمبر - آج صبح ایم ڈدوگیلوسکی سفیر سوویٹ نے مسٹر آرتھر ہینڈرسن وزیر خارجہ برطانیہ سے دفتر خارجہ میں ملاقات کی - اور آج دوپہر دو گھنٹے تک مزید گفت و شنید ہوئی - ابھی تک کوئی بیان شائع نہیں ہوا -

—— شاہ محمود خاں غازی نے گردیز کا محاصرہ بدستور جاری رکھا ہوا ہے لیکن ابھی تک کامل کامیابی نہیں ہوئی - گردیز اور بادیہ ابھی بچہ سقہ کے کماندار محمد صادق کے قبضے میں ہیں -

—— شملہ ۲۳ ستمبر - افغانستان کی تازہ اطلاعات یہ ہیں - کہ جرنیل نادر خاں کا لشکر جس میں دس ہزار وزیری بھی شامل ہیں آخرکار دربند اور خوشی کی راہ سے وادیٔ لوگر کی طرف روانہ ہو گیا ہے - غالباً پہلی شدید جنگ خوشی کے مقام پر ہوگی - اور یہی مستقبل کا فیصلہ کر دے گی - اگر اس میں جرنیل نادر خاں فتحیاب ہوئے تو کابل پر چڑھائی کرنے کے لئے ان کا راستہ صاف ہو جائے گا -

—— ایسوشی ایٹڈ پریس کے ایک پیغام میں لکھا تھا کہ سقوی سپاہ جلال آباد کو چھوڑ کر خوردکابل کی طرف لوٹ گئی ہے - اور جلال آباد کو شنواری ملک محمد عالم خاں کے حوالے کر گئی ہے -

—— یروشلم ۲۸ ستمبر فلسطین میں عربوں کے مقاطع کی مہم بدنظمی پیدا کر رہی ہے - اور القدس کے گورنر نے یہودی اور عرب تاجروں کو طلب کیا ہے - کہ وہ مفاہمت کی غرض سے صدر نائب صدر ملدیہ بنک کے منیجروں اور صدر ایوان تجارت کی موجودگی میں ملاقات کریں -

گورنر نے بعض تجاویز پیش کی ہیں - جو یہودیوں نے منظور کر لی ہیں اور عربوں کے ساتھ گفت و شنید ہو رہی ہے -

تازہ خبریں

—— طہران کی ایک خبر مظہر ہے کہ وزارت حربیہ ایران نے اطالیہ و جرمنی ند ماہرین فنون کی خدمات حاصل کی ہیں - اطالوی ماہرین تو خلیج فارس بیڑہ تیار کریں گے - او جرمنی واسے بحر خضر کی جنگی کشتیوں کا ذمہ لینگے حکومت نے ہالینڈ اور اطالیہ کے کارخانوں کو سواحل کی حفاظت کیلئے جنگی کشتیوں تعمیر کا آرڈر دیا ہے - مؤخر الذکر کارخانے ایرانی بیڑے کیلئے اب دو کشتیاں بنائیں گے - ستر واں کے بیڑا نیہ میں بحری ضروریات کیلئے بھی رقوم منظور کی جائیں گی - ایرانی مالیات کی تاریخ میں بحری پروگرام کی یہ پہلی مثال ہے۔

—— جنرل نادر خاں کی وزارت خارجہ نے سفیر افغانستان مقیم دہلی کی وساطت سے ہندوستان میں سابق شاہ امان اللہ خاں کا ایک تازہ خط شائع کیا ہے جس میں شاہ موصوف نے جنرل نادر خاں کو لکھا ہے - کہ میں اپنے وطن کی ترقی اور اپنے اور آپ کی جماعت کے مشترکہ مقصد کی خاطر ہمیشہ ایک محب افغانستان کی حیثیت سے آپ کا حامی و معاون رہوں گا - تاکہ میرا ملک ترقی و تہذیب کے اعتبار سے دوام و استحکام حاصل کرے - میں ہمیشہ دل و جان سے آپ کی امداد کرونگا - میں ہمیشہ محبان وطن کی اس جماعت کے ساتھ رہوں گا - جو وطن سے عقیدت رکھتی ہے - میں آپ کی کامیابی کا خواہاں ہوں مجھے تاج و تخت دوبارہ حاصل کرنے کی ہرگز خواہش نہیں۔

—— اس میں سابق شاہ امان اللہ خان نے جنرل موصوف سے یہ بھی درخواست کی ہے - کہ میں نے افغانستان میں سررشتہ تعلیم کا جو پروگرام جاری کیا تھا - وہ برابر جاری رکھا جائے - اور اس سے کوئی انحراف نہ کیا جائے۔

—— یروشلم کی خبر ہے کہ ۲۸ اکتوبر کو صیفہ میں دو عربوں کو حبس دوام کی سزا دی گئی - ان پر یہ الزام تھا - کہ انہوں نے صفاد کی اس بدنظمی میں حصہ لیا تھا جس میں گذشتہ فسادات کے دوران میں بہت سے یہودی قتل کر دئے گئے تھے۔

—— قاہرہ کی خبر ہے - مصر کی لبرل جماعت نے فیصلہ کیا ہے - کہ وہ آیندہ انتخابات میں شریک نہیں ہونگے وہ کہتے ہیں کہ حزب الوفد حب وطن کے نقطہ نگاہ سے معاہدہ برطانیہ و مصر پر غور کرنا نہیں چاہتا -

—— ۲۲ اکتوبر کی شام کو ایرانی بلوچستان کے ایک موضع خاش میں آنکھیں چندھیانے والی روشنی نمودار ہوئی - جو ایک منٹ سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی تمام گاؤں اور اس کے گردو نواح روز روشن کی طرح منور ہو گیا - اس کے بعد یک لخت گرج کے ساتھ ایک ستارہ گرا - تمام گاؤں بنیادوں تک ہل گیا۔

—— یروشلم ۲۸ اکتوبر کی خبر ہے کہ مقام سیبد پر ایک یہودی عورت کو قتل کرنے کے الزام میں دو عربوں کو سزائے موت اور دو کو دس دس سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

—— تازہ عربی اخبارات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ آل عرب کانفرنس نے جو فلسطین شام اور شرق اردن کی نمایندہ ہے - ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے حکومت برطانیہ پر زور دیا ہے - کہ وہ اعلان بالفور کو منسوخ کر دے اور کانفرنس نے اعلان کیا ہے - کہ ۲ نومبر کو جو اعلان بالفور کی تاریخ نفاذ ہے - ایک عام ہڑتال کر دی جائے۔

—— کوہ ہمالیہ پر چڑھنے والی جرمن مہم کے ارکان دارجلنگ واپس پہنچ گئے ہیں - یہ لوگ ۲۴۴۵۰ فٹ کی بلندی پر پہنچ گئے تھے - کل ان لوگوں گورنر بنگال نے لنچ پر مدعو کیا۔

—— ۳۰ اکتوبر کو میاں علم الدین صاحب کے والد میاں طالع مند کا ایک تار لاہور میں منشی طاہر الدین صاحب کے نام آیا ہے - جس میں اطلاع دی گئی تھی - کہ میاں علم الدین کو ۳۱ اکتوبر کو پھانسی دی جائیگی - لیکن ڈپٹی کمشنر میانوالی نے میت کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دی یہ تار لاہور میں شام کے چھ بجے کے قریب پہنچا اس کے پہنچتے ہی مسلم پبلک میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا منادوں نے خود بخود منادی کرنی شروع کر دی - لوگ مختلف جلوسوں کی شکل میں مرتب ہو کر شہر میں گشت کرنے لگے - ہر طرف اللہ اکبر اور غازی علم الدین زندہ باد کے فلک شگاف نعرے سنائی دینے لگے مسلمان عام طور پر اس خبر پر بہت مشتعل معلوم ہوتے تھے۔

—— رات کے ۹ بجے کے قریب موچی دروازہ کے باہر بیس پچیس ہزار کا مجمع ہوا مختلف اصحاب نے تقریریں کیں اور حکومت کے اس فیصلہ کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا بعض اسلامی انجمنوں نے گورنر اور دوسرے ارباب حکومت کو تاریں دیں - ۳۱ اکتوبر کو مسلمانان لاہور نے شہر میں ہڑتال کی تمام دوکانیں شام تک بند رہیں - بیان کیا جاتا ہے - کہ اسی تاریخ کی شام کو میانوالی سے ایک تار بدیں مضمون وصول ہوا - کہ میاں علم الدین کو میانوالی جیل میں پھانسی دیدی گئی اور انکی لاش کو جیل کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

—— جمعیۃ العلماء ہند شاردا ایکٹ کے خلاف وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کرنے کی تیاریاں کر رہی ہیں -

—— مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد نے وائسرائے سے درخواست کی تھی - کہ مسلمان اکابر کے ایک وفد کو باریابی کا موقع دیا جائے تاکہ وہ شاردا ایکٹ کے متعلق اپنا نقطۂ خیال پیش کر سکیں - وائسرائے نے ۱۱ نومبر سہ پہر کا وقت دیا ہے

—— ۲۷ اکتوبر کو دہلی میں جمعیۃ العلماء ہند کے زیر اہتمام ایک ایک مجلس منعقد کی گئی تھی اس میں شاردا ایکٹ کے متعلق متفقہ فیصلہ ہوا کہ اس قانون کی مخالفت میں حسب ذیل لائحہ عمل پر کاربند ہونے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے

(۱) تمام ہندوستان میں ایک روز مقرر کر کے ہڑتال کرائی جائے - اور جلسوں کے ذریعہ سے تمام مسلمانوں کی طرف سے اس قانون سے بیزاری کا اعلان کیا جائے - ایک تجویز کا مسودہ شایع کر دیا جائے - جو ہر جلسہ میں متفقہ طور پر پاس کی جائے

(۲) جمعیتہ کی طرف سے تمام ملک میں وفود دورہ کریں - اور مسلمانوں کو قانون مسترد ہونے کی صورت میں سول نافرمانی کیلئے تیار کریں۔

(۳) اگر اپریل سے پہلے یہ قانون مسترد نہ کر دیا جائے - تو جمعیتہ العلماء آخر مارچ میں سول نافرمانی کا پروگرام مرتب کرے اور پوری قوت سے مسلمان اس پر عمل کریں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک آیندہ اس قسم کی مذہبی مداخلت کا سد باب نہ ہو جائے۔

—— لاہور یکم نومبر میاں علم الدین صاحب کو کل میانوالی میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے - اور بیان کیا جاتا ہے - کہ میت جیل کے اندر ہی دفن کر دی گئی ہے - یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ گورنمنٹ کی اس کاروائی سے میانوالی اور اسکے مضافات میں شدید ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا ہے

—— لاہور یکم نومبر کل لاہور میں مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کی - ایک جلوس نکالا گیا جو لاہور کے مختلف حصوں میں ننگے سر نکالا جاتا تھا - کل ہی ہندوؤں کا مشہور تہوار دیوالی تھا - اس لئے پولیس نے خاص انتظام کئے تھے - جگہ جگہ پہرہ مقرر تھا شہر کے بعض حصوں میں مشین گنیں بھی گشت کرتی رہیں۔

—— کل مسلمانوں کے دو جلسے ہوئے جن میں حکومت کی اس کاروائی کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا

—— اکثر ہندو اخبارات میاں علم الدین اور اس سے ہمدردی رکھنے والوں کے متعلق بہت ہرزہ سرائی کر رہے ہیں - پرتاب اس شیوہ مکروہ میں سب سے پیش پیش ہے

—— قادیاں کا اخبار الفضل رقمطراز ہے کہ ذبح کے متعلق ہندوؤں کی اپیل خارج ہو گئی ہے - لیکن جو حکم امتناعی جاری ہے وہ اس وقت تک قائم رہے گا - جب تک ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور ذبیحہ گاؤ کے لائسنس کی تجدید کریں۔

—— نئی دہلی ۳۱ اکتوبر وائسرائے نے آج گورنمنٹ گزٹ کی غیر معمولی اشاعت میں اپنا اعلان شایع کر دیا - جس میں کوئی خاص بات نہیں اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

"چونکہ انڈین سائمن کمشن بامداد انڈین سنٹرل کمیٹی اپنی رپورٹ تیار کر رہا ہے - جب تک وہ رپورٹ پارلیمنٹ کے سامنے پیش نہ ہو - ملک معظم کی گورنمنٹ کے نقطۂ خیال سے یہ بات ناممکن ہے - کہ وہ ان آئینی تبدیلیوں کے متعلق جو بحیثیت سائمن کمشن کی رپورٹ کی صورت میں پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہونگی ابھی اپنی رائے کا اظہار کر دے -

—— پشاور ۳۱ اکتوبر کابل سے ایک مسافر آیا ہے اس کا بیان ہے کہ بچہ سقہ سید حسین اور گیارہ اور آدمی جو بچہ سقہ کے ساتھی تھے کابل کے قلعہ ارک میں موجود ہیں - اُن سے شاہی مہمانوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ بچہ سقہ نے بہت سا خزانہ اور سامانِ جنگ جو اس نے کوہ دامن اور خود کابل میں زمین میں دفن کر دیا تھا - دکھا دیا ہے۔

—— پشاور ۳۱ اکتوبر خبر موصول ہوئی ہے کہ ملک قیس خوگیانی نے نادر خاں کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے - وہ قلعہ میں اپنی پوزیشن کو مضبوط کر رہا ہے - اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کے خلاف جنگ پر کمربستہ ہے - جو اس پر حملہ کریں چند شنواریوں کا ایک کا ایک چھوٹا سا لشکر ملک قیس کی سرکوبی کیلئے جلال آباد سے روانہ ہو گیا ہے لیکن جب وہ گاؤں پہنچا تو اسے کسی نامعلوم وجہ سے منتشر کر دیا گیا

اخبار احمدیہ

—— خداوند کریم کا شکر ہے - کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اپنی شدید علالت کے بعد پہلی مرتبہ یکم نومبر ۱۹۲۹ء کو جمعہ کی نماز میں تشریف لائے احباب کی مخلصانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے - کہ ڈاکٹر صاحب کو ایک خطرناک بیماری سے صحت حاصل ہوئی ہے - ابھی کچھ کمزوری باقی ہے جو انشاء اللہ جلد رفع ہو جائیگی - حاضرین میں اس مسرت انگیز تقریب پر لڈو تقسیم کئے گئے

—— حضرت امیر جماعت نے جمعہ کی نماز میں مولانا محمد یعقوب صاحب کی اہلیہ ڈاکٹر طفیل حسین صاحب کی اہلیہ شیخ محمد نصیب صاحب کے صاحبزادہ اور خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر برادران جماعت کی صحت کیلئے خاص طور پر دعا مانگی - خداوند کریم مریضوں کو جلد صحت عطا فرمائے۔

—— میاں علم الدین کا نماز جمعہ کے بعد غائبانہ جنازہ پڑھایا گیا۔

—— ہمیں افسوس سے یہ خبر معلوم ہوئی ہے - کہ اخویم مولوی دوست محمد صاحب کے خسر ملک میراں بخش صاحب ۷۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا ہے - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

—— بابو محمد رمضان صاحب ڈرافٹسمین منٹگمری کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب خدا کے فضل و کرم سے میڈیکل کالج لاہور کے تیسرے کورس میں کامیاب ہو گئے ہیں - بابو صاحب نے اس خوشی میں انجمن کو مبلغ چار روپے کی رقم بطور نذرانہ پیش کی ہے جسے شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا ہے - ہم بابو صاحب کو ان کے صاحبزادہ کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں -

ناظرین کرام

نام اور پتہ صاف تحریر فرمایا کریں - بعض حضرات اپنے نام کے دستخط ایسے شکستہ خط میں کرتے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر بعد وہ خود بھی پڑھنا چاہیں تو نہ پڑھ سکیں - چٹ نمبر کا حوالہ بھی ضروری ہے

ایک شامی مسلمان کا ہدیہ ارادت

مرفوعۃ الی حضرۃ مولوی الامیر محمد علی رئیس الجمعیۃ الاحمدیہ فی لاھور ایّدہ اللہ

بمثلک الاسلام المحبوب یفتخر
پیارے اسلام کو آپ جیسی شخصیتوں پر فخر ہے

ومنک الموذج الاخلاص یدّخر
اور چاہئے کہ اخلاص کا نمونہ آپ سے ہی لیکر اسے فراہم کیا جائے

وما اتیت تروم الطی من غرر
اور آپ کے بلند اخلاق پوشیدہ نہیں ہیں

الاخلاق الاغدت کالطیب تنتشر
وہ خوشبو کی طرح پھیل رہے ہیں

وفی سبیل نشر الدین حملت من ثقل
اور دین اسلام پھیلانے کے رستے میں آپنے اتنا بوجھ اٹھایا ہے کہ

کادت لھا الراسیات الشم تنفطر
اگر بڑے بڑے پہاڑ بھی اسے اٹھائیں تو پھٹ جائیں

فخلد ذکرک الاجیال ذاکرۃ
اور قومیں ہمیشہ آپ کا ذکر خیر کرتی ہیں

منک النھوض بمجد کاد یندثر
اور کہتی ہیں کہ دین کی بزرگی کا قیام جو معدوم ہونیوالی تھی آپ سے ہے

للہ منک یراع لم یخض لجبا
آپ کی فکر رسا ابھی کے لئے دریائے فصاحت میں نہیں

من الفصاحۃ الاراح ینتصر
اتری مگر نصرت الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے

وھمۃ لک شماء یثبتھا
اور آپ کی ہمت بہت بلند ہے جس کو عقل نے

مرزم بنجم الثریا راح یحتقر
مضبوط کیا ہے ثریا کی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں ہے

ومتن اوصافک الغراء کاملۃ
اور آپ کے پاک، بلند اور کامل اخلاق کے متن

مطول شرحہ قد عزّ یختصر
کی شرح اسقدر ضخیم ہے کہ اس کو مختصر کرنا مشکل ہے

فی ذمۃ اللہ ما عانیت من نصب
آپ وہ ہیں جن کی ذات پر فخر کیا جاتا ہے۔ آپ نے

فی نصرۃ الدین یا من فیہ یفتخر
اسلام کی راہ میں دین کی نصرت کی راہ میں بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں

ماکنت الا نھی الحزم منتھیا
آپ عقل کی چوٹی پر پہنچے ہوئے ہیں

ولست فی غیر امر الحق تاتمر
اور سوائے امر حق کے اور کسی بات کا حکم نہیں دیتے

سھرت فی خدمۃ الاسلام مبتھجا
آپ خوشی کے ساتھ خدمت اسلام کے لئے راتوں کو جاگتے رہے

لم یلو عزمک لا امن ولا خطر
آپکے ارادہ اور حالت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ خطرہ کی حالت میں کوئی تبدیلی ہوئی

رامت تقلد منک العزم طائفۃ (۱)
میں نے دیکھا کہ ایک جماعت آپ کے ارادہ کی تقلید کرتی ہے

بھائم خلقا لکنھم بشر
جن کے اخلاق جانوروں کے ہیں۔ مگر وہ ہیں انسان

یحفک عون اللہ من کل جانب
اللہ کی مدد ہر طرف سے آپ کے شامل حال ہو

ویرعاک بالالطاف طہ المطھر
اور نبی مطہر کے لطف آپ کے محافظ ہوں

تدوم سما النصر تسقیک غیثھا
نصرت کے بادل ہمیشہ اپنی بارش سے آپ کی فضل کو سیراب کیا کرے

ولازال یا بدر العلے لک مظھر
اور اے چودھویں کے بلند چاند آپ کا ظہور ہمیشہ کے لئے ہے

(۱) اشارہ الی المنادین والخصم

الخادم ۔ محمد ادیب عبد العزیز (دمشق الشام)

صفحہ ۶ کی بقیہ خبریں

—— بعض قبائل کی حرص و آز بیت المال پر ایک قسم کا بوجھ بنی ہوئی ہے۔ جو امداد انہوں نے جدید حکومت کے قیام میں دی۔ اس کا وہ مادی معاوضہ مانگتے ہیں۔

—— غازی محمد نادر شاہ محکمہ پرواز کی فوج قائم کرنے کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ اور محمد احسان جو غازی امان اللہ خاں کے رشتہ ملازمت میں منسلک تھے۔ ہوائی فوج کی سپہ سالاری کے لئے کابل میں ٹھہرائے گئے ہیں۔ یورپ سے جو طلبہ واپس آئے ہیں۔ ان کو ہوائی فوج میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت کابل میں صرف تین قابل استعمال ہوائی جہاز ہیں۔

—— غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے محمد نادر شاہ غازی کی خدمت میں حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا۔

افغانستان کی حریت کے مناسبات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اظہار خوشی کرتا ہوں۔ اور دلی مبارکباد اور قلبی احساسات کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے ذاتی طور پر ملت افغانی کی سعادت و رفاہ کی خواہش کی تجدید کرتا ہوں۔ (مصطفےٰ کمال)

—— ریاست پناہ کا برقی پیغام ملا۔ اور کامل مسرت ہوئی۔ حضرت عالی کے احساسات و نیات جو آپ نے اہل افغانستان کی سعادت و رفاہ و حریت کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ مجھے معلوم او ثابت ہیں۔ آپ کا دوست بہت خوش اور متشکر ہے۔ اور اپنے دلی تعلق و احساسات پیش کرکے خدائے توانا سے ترکی کی ترقی و تعالیٰ کے لئے دعا گو ہیں۔

—— دہلی ۱۹ر نومبر سردار شاہ ولی خاں افغان سفیر متعین ہو کر ۸ر دسمبر کو کابل سے لندن کو روانہ ہو جائیں گے۔ افغان قونصل جنرل دہلی استقبال کے لئے سرحد کو جائیں گے۔ جہاز سے سوار ہونے سے پیشتر آپ غالباً چند روز تک بمبئی میں قیام فرمائیں گے۔

—— معاصر السیاسہ رقمطراز ہے۔ کہ وزرات مصر نے اعلان کیا ہے کہ شاہی فرمان کے مطابق جس پر فواد شاہ مصر کے دستخط ثبت ہیں مصری پارلیمنٹ کے جدید انتخابات ۱۸ر دسمبر کو ہوں گے۔

برادران جماعت کا فرض

سالانہ جلسہ کے انعقاد میں صرف بائیس دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں برادران جماعت کو انجمن کی مالی امداد کے استحکام کیلئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔ ہر احمدی اپنے آپ کو اسلام کا ایک مخلص سپاہی اور دین کی خدمت کو اپنا اہم ترین فرض سمجھے۔

یہ لوگ احمدیوں سے مانوس ہو چکے ہیں۔ مختلف عقائد کے مسلمان شہروں میں شریف ہمسایوں کے آڑے وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں جہاں اتنے فرقے ہیں وہاں ایک سلسلہ احمدیہ اور سہی۔

ہمیں علما کی متابعت سے انکار نہیں۔ لیکن ہزاروں کلمہ خوانوں کی ایک جماعت کو ہم چند علما کی تشددی مزاج کی خاطر یا کسی سیاسی لیڈر کی ایجی ٹیشن سے متاثر ہو کر اسلام سے خارج کرنے پر تیار نہیں۔

ممکن ہے علمائے اسلام میرزا صاحب کی تحریروں اور عقائد کی بنا پر ان کی جماعت کو کافر قرار دیں۔ لیکن انہیں عام مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا ہوگا۔

ہم لوگ نہایت امید و بیم کی حالت میں علمائے اسلام کے حکم آخر اور فرقہ احمدیہ کی قسمت کے فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اور ملتجی ہیں کہ صرف اپنی دالنست اور وہم کے بموجب گذشتہ فتوے داغ کر فقر جماعت احمدیہ کو مسمار کرنے کی بھی ناحاصل نہ کریں۔

مناسب تو یہ ہے کہ احمدیوں کو کافر کہنے یا ان سے کافر کہلانے کے بجائے بیرونی تریق کے خلاف گھیا ہو کر باہم متحد و متفق کرکے پیمان صلح و محبت استوار کریں۔ اگر اتفاق و یک جہتی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے صدق دل سے مل بیٹھنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس میں کامیابی ہونی ناممکن نہیں۔

سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر مذاہب کے حملوں کی مدافعت کے لئے جماعت احمدیہ کے اراکین کو شریک کار بنایا جائے اور ان کے علم اور تجربہ سے استفادہ کیا جائے۔ کیونکہ زمانہ حال کی کوئی دیگر اسلامی فرقہ فن تبلیغ میں تاہر اور سرگرمی و مستعدی میں ان کے برابر نہیں ہے۔

اعلان فسخ بیعت

بندہ نے عرصہ چار ماہ سے قادیان میں بیعت کی تھی بعد میں چند ایک کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس راستہ پر میں گامزن ہوں وہ راستہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ صحیح معنوں میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم پر لاہوری جماعت احمدیہ چل رہی ہے۔ اس لئے کمترین جماعت قادیان سے قطع تعلق کرکے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ امام جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوا پہلی بیعت کے فسخ کا اعلان کرتا ہوں۔ والسلام

راقم

خواجہ عبدالکریم احمدی از پشاور

پنجاب ایجوکیشنل کانفرنس لاہور

کی ورکنگ کمیٹی کانفرنس نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۴ راگست ۱۹۲۹ء میں فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب مسلم تعلیمی کانفرنس کا آئندہ اجلاس شہر لاہور میں اکتوبر ۱۹۲۹ء کی ۱۱-۱۲ تاریخ کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر منعقد کیا جائے۔ مسلمانوں کے تعلیمی حقوق کے حامی حضرات اپنے اپنے حلقہ اثر میں چندہ رکنیت کی فراہمی میں فی الفور منہمک ہوجائیں۔ رسیدی کتب دفتر کانفرنس ۱۴ مزنگ روڈ سے طلب فرمالیں۔ رکنیت کا سالانہ چندہ حسب سابق پانچ روپے ہے۔ جو حضرات اجلاس میں تجاویز پیش فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ اپنی تجاویز ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء تک سکرٹری کے پاس بھیجدیں۔

نیازمند خلیفہ شجاع الدین بیرسٹرایٹ لاآنریری سکرٹری
پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس لاہور

نامہ نگار احباب

بعض اوقات مراسلات میں نامہ نگار صاحبان اختصار کو مدنظر نہیں رکھتے اور اپنے اصل موضوع سے ہٹکر اس کی فروعات میں اس قدر لمبی بحث چھیڑ دیتے ہیں کہ دوبارہ اصل موضوع کی طرف لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے اس طرح مراسلہ ضرورت سے زیادہ طویل ہو کر جگہ بھی زیادہ لیتا ہے اور دلچسپی بھی کم ہو جاتی ہے لہذا نامہ نگار حضرات اصل موضوع پر بحث کرنا ضروری سمجھیں اور اختصار کو مدنظر رکھا کریں۔

خبریں

—— مشہد ۳۱ اگست۔ یہاں جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ۔ ۔ گردیز پر جنرل نادر خاں کے قبضہ ہو جانے کی تصدیق نہیں کرتیں۔ تازہ مصدقہ اطلاع یہ ہے کہ گردیز پر ابھی تک بچہ سقہ کا جرنیل محمد صادق قابض ہے۔

—— پشاور ۳۱ راگست۔ گردیز کی جنگ کے متعلق یہاں متضاد اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ جنرل نادر خاں کے مجروح سپاہی لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں آکر داخل ہوئے ہیں۔ استفسار کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ حاجی تبال کو جنرل نادر خاں پر پورا پورا اعتماد ہے۔ اور جنرل موصوف ابھی تک علی خیل ہی میں ہیں۔ اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی کہ گردیز جنرل شاہ محمود نے مسخر کر لیا ہے۔

—— پاراچنار سے مصدقہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گردیز پر شدید دست بدست لڑائی ہو رہی ہے۔

ابتدا میں شاہ محمود خاں کا پلہ بھاری رہا لیکن کابل سے زبردست کمک پہنچ جانے پر بچہ سقا کے تصور ین کو تقویت مل گئی۔

—— معلوم ہوا ہے کہ اٹلی میں جس شخص نے امان اللہ خاں پر قاتلانہ حملہ کرنے کی سازش کی تھی اس کا نام نصیر تھا۔ وہ بہت دیر سے یورپ کا پاسپورٹ لئے ہوئے تھا۔ اپریل ۱۹۲۹ء تک وہ پشاور میں تھا۔ اعلیٰحضرت امان اللہ خاں کے ہندوستان سے روانہ ہونے کے بعد بچہ سقہ کے ایک ایجنٹ نے جو آج کل ہندوستان میں ہے اٹلی بھیجا تھا۔

—— راچی ۳۰ راگست۔ مجلس وضع قوانین بہار کے آئندہ اجلاس میں جو غیر سرکاری مسودات پیش ہونے والے ہیں ان میں سے ایک مسودہ قانون کونسل کے مسلم ارکان کی طرف سے یہ بھی ہوگا کہ مقامی مجالس میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ حلقہائے انتخاب مہیا کرنے کی نیت سے قانون حکومت ہائے خود اختیاری مقامی میں ترمیم کی جائے۔

—— یروشلم ۳۱ راگست۔ القدس ۸ دن سے موت اور خونریزی کا شہر بنا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ لوگ فاقہ سے مر رہے ہیں اور سینکڑوں آدمی یہاں سے وہاں روٹیوں کا راشن لیتے دکھائی دے رہے ہیں شہر پر موت کا سکوت طاری ہے۔ اور ہر شخص مضطرب اور ہراساں ہے۔ فوج مستعدی سے کام کر رہی ہے۔

—— شب گذشتہ سفاد میں قیامت برپا ہوگئی۔ عربوں نے چھروں سے مسلح ہو کر یہودی محلہ پر حملہ کردیا۔ مکانات لوٹے اور آگ لگائی ستر یہودی مقتول ہوئے۔

سفاد میں فساد یکشنبہ کو شروع ہوا۔ ابھی فوج وہاں نہیں پہنچی تھی۔ عربوں نے یہودیوں کے مکانوں پر حملہ کرکے پانچ کو مقتول اور ۳۰ کو مجروح کیا۔ پھر بازار میں گولیاں چلائیں۔

—— بغداد کی مسجد جامع میں نماز جمعہ کے بعد فلسطین کے اندر برطانی حکمت عملی پر سخت الفاظ میں نفرین بھیجی گئی۔ احتجاجات پڑھ کر سنائے گئے۔ ایک احتجاج بغداد کے اسرائیلیوں کی طرف سے تھا۔ جس میں یہودیت کے فروغ کی تحریک کی مذمت کی گئی تھی۔ اور اپنے مسلمان دوستوں کی رائے سے اتفاق کا اظہار کیا تھا۔ اس صورت حال کی مذمت کی گئی جو موجودہ فسادات کا باعث ہوئی۔ چار ہزار اشخاص کا جلوس نکلا اور شاہی محل تک گیا۔ وہاں پھر یہودیت کی حکمت عملی کے خلاف احتجاج کیا گیا۔

—— قاہرہ ۳۱ راگست۔ مصر کی قوم پرست جماعت نے ایک جلسہ میں جمعیت الاقوام کی ہیئت انتداب کے پاس حادثات فلسطین کے خلاف احتجاج بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ہیئت مذکور پر زور دیا جائے گا کہ وہ برطانیہ کو بالفور کے اعلان کی لغویت کا قائل کی کوشش کرے۔ کیونکہ فلسطین کی خونریزی کی ذمہ داری اس اعلان پر عائد ہوتی ہے۔

مصر کے ہندی مسلمانوں نے بھی ایک جلسہ میں جمعیۃ الاقوام اور ہائی کمشنر فلسطین کو برقی پیغامات بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جن میں یہودیوں کے عربوں پر حملوں اور حکام کی جانب داری کے خلاف احتجاج کیا جائے گا۔

—— لارڈ بالفور نے یہودی انجمن کے صدر ڈاکٹر وزمین کو لکھا ہے کہ حادثات فلسطین پر میں بہت برافروختہ ہوا ہوں لیکن میرا اعتقاد برابر قایم ہے کہ فلسطین کو یہودیوں کا وطن ضرور بنایا جائیگا۔ اور تمام دول اس مقصد کی حمایت کریں گی۔

—— جوہانسبرگ ۳۰ راگست۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں میں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے ورود پر شدید پابندیاں عائد کئے جانے پر حکومت کے خلاف سخت غصے کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔

جوہانسبرگ کے سربرآوردہ مسلمانوں کی رائے ہے کہ علی برادران کے متعلق یہ اختیار حکومت کے پاس سیاسی نمائندگی کئے جانے کا نتیجہ ہے۔ وزیر داخلہ سے ملاقات کرکے اسے پابندیاں دور کرنے پر راغب کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ مسلمان ان پابندیوں کو سخت اشتعال انگیز قرار دے رہے ہیں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت کے لئے احباب کرام کی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔ خواجہ صاحب کی بیماری ایسی نہیں کہ اس میں کسی کمی کے رونما ہونے سے اطمینان کی صورت پیدا ہو سکے جب تک کامل صحت حاصل نہ ہو جائے اس میں شک نہیں کہ احباب کرام کی دعاؤں نے خاص اثر دکھایا ہے۔ لیکن جب تک ان دعاؤں کو مسلسل طور پر جاری نہ رکھا جائے گا اور اپنے اس مجاہد بزرگ کے لئے جس نے دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ درد دل سے لگاتار دعائیں نہ کی جائیں گی کوئی اطمینان بخش صورت پیدا ہونی مشکل ہے۔

—— سرینگر میں آج کل میر مدثر شاہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب لیکچروں اور اشتہارات اور درس قرآن کے ذریعہ سے خوب تبلیغ کر رہے ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب بھی وہیں ہیں۔ ان کے بعض مولوی ۲۵ راگست کو درس میں شریک ہوئے۔ اور میر مدثر شاہ صاحب سے مباحثہ کیا۔ جس میں قادیانیوں کو سخت ناکامی ہوئی۔ مرزا مظفر بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کو چیلنج پر چیلنج دیا جا رہا ہے مگر وہ گورکھ دھندوں سے معاملہ کو ٹالنا چاہتے ہیں۔

—— شیخ محمد یوسف صاحب مبلغ انجمن لکھتے ہیں کہ چک ۲۴۸ ایل میں عید میلاد النبی کا جو جلسہ ہوا۔ اس میں سیرت رسول کے ضمن میں حضرت مسیح موعود کا بھی ذکر آگیا۔ آپ کے دعوے اور اختلافی مسائل کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ جس کا لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔

—— اخویم مولا بخش صاحب انجمن شاہ قصور کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر دراز عطا فرمائے۔

—— خواص پور ضلع امرتسر سے میاں محمد خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میرے عزیز حبیب اللہ خاں کے ہاں ۱۶ راگست کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا یہ بچہ خاں شاہ محمد خاں صاحب ڈسٹرکٹ انجینیر صاحب کا نواسہ ہے احباب کرام اس کی درازی عمر کے لئے دعا کریں۔

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں خطوط بھی لکھے جا رہے ہیں بذریعہ اخبار درخواست کی جاتی ہے۔ کہ وہ جلد سال آئندہ کا چندہ ارسال فرمائیں۔ ورنہ ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد وی پی ارسال کئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

۲۵۰، ۳۰۲، ۲۴، ۵۶، ۹۰، ۷۶، ۸۷
۲۴۸، ۴۳۰، ۵۰۳، ۱۶۳، ۶۶۶، ۴۴۲، ۷۳۰
۵۰۳، ۲۰۵، ۱۲۸۹، ۹۶۷، ۹۶۳، ۷۷۹
۷۴۰، ۷۷۰، ۱۳۶۷، ۱۲۹۳، ۱۲۹۰، ۱۳۷۴، ۱۳۷۳
۱۳۶۰، ۱۴۰۳، ۱۴۷۷، ۱۴۷۶، ۱۴۷۵، ۱۴۸۳
۱۴۸۱، ۱۴۷۹، ۱۴۹۰، ۱۴۸۸، ۱۴۸۵، ۱۴۸۴
۱۶۰۶، ۱۴۹۱

یہ تھی کہ یہ بھی لوگوں کے اندر رسم بن گئی ہے - اس لئے اس کا انسداد بھی ضروری ہے - اس واسطے اس موقع پر بھی کوئی دعوت نہ دی جائے - اور شیرینی وغیرہ تقسیم نہ کی جائے -

منگنی کی رسم

منگنی کے موقع پر صرف لڑکی اور لڑکے کے لئے مختصر تحائف کا تبادلہ عمل میں لایا جائے - باقی تمام برباد کن رسوم کو ترک کیا جائے منگنی اور شادی کے درمیانی عرصہ میں تہواروں پر کچھ صرف نہ کیا جائے -

شادی کی برات

شادی جس کو دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی بربادی کہنا چاہئے اس کے متعلق فیصلہ ہُوا تھا - کہ برات مختصر ہونی چاہئے - براتیوں کی تعداد پچاس سے متجاوز نہ ہو -
برات جس قدر مختصر ہوگی قابل تعریف ہوگا -
برات کا بڑا ہونا اب عزت کا نشان نہ ہوگا - بلکہ اس کا مختصر ہونا ہی عزت کا موجب سمجھا جائے گا -

ولیمہ

ولیمہ کی دعوت پر بڑا اسراف ہوتا ہے - بے شمار آدمیوں کو دعوتوں کے رُقعے بھیجے جاتے ہیں - اور کس قدر روپیہ برباد کیا جاتا حتی الامکان اس میں کفایت اور اختصار سے کام لینا چاہئے - اور یہی امر مسنون ہے - جب رسول کریم صلعم نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا تو دعوت ولیمہ کے لئے حضرت نے فرمایا کہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ - میں کہتا ہوں کہ کبھی اس مسنون طریق کو بھی عمل میں لاؤ - کبھی ایسا بھی کرو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا - اس سے تمہاری عزت ہوگی ذلت نہیں ہوگی -
ولیمہ کے متعلق ہماری قرار داد یہ تھی کہ دعوت ولیمہ پر اپنی ایکماہ کی آمد سے زیادہ نہ خرچ کیا جائے -

حق مہر

پھر حق مہر کے متعلق فیصلہ ہُوا تھا - کہ یہ فرضی اور نمود کے طور پر نہ ہو - استطاعت کے موافق اور دینے کی نیت سے مقرر کیا جائے - مہر وہ ہونا چاہئے کہ لڑکا اپنی کمائی سے دے - یہ جو پچھلے دنوں بچپن کی شادی کا قصہ چھڑا تھا - اس کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہوا تھا وہ یہ ہے کہ اسلام بچپن کی شادی کے خلاف ہے - جب لڑکا کمانے کے قابل ہو تو شادی کرنی چاہئے - فرضی مہر ہزاروں روپے کا باندھ دینا ٹھیک نہیں - اس کے علاوہ یہ جو خیال ہے کہ کوئی شرعی مہر ہوتا ہے - وہ کوئی چیز نہیں -
اگر لڑکے کی استطاعت ہے کہ وہ ہزار ہا دے سکتا ہے تو دے اُس کی استطاعت سے بڑھکر نہ ہو - باپ کی استطاعت کا اس میں کوئی سوال نہیں - مہر لڑکے کی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے

موت کے بعد کی رسوم

موت پر کوئی رسم نہیں ہوگی - قل، دسویں، چالیسویں وغیرہ سب ترک کئے جائیں - یہ سب غیر مسنون ہوتے ہیں - ہم نے دیکھا ہے کہ موت کے موقع پر فوج در فوج لوگ آ اکٹھے ہوتے ہیں - جس قدر فکر پیٹ کا ہوتا ہے اس قدر مرنے والے کا غم نہیں ہوتا -

نیک رواج قائم کرو

میری یہ نصیحت ہے کہ دنیا کے اندر اچھے کاموں اور اچھے رواج ڈالنے کی کوشش کرو - شادی کے اخراجات پر جو خواہ جہیز کی صورت میں ہوں یا دعوتوں کی شکل میں - ۵ فیصدی انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے آپ نے دینے کا وعدہ کیا ہے - یہ نیا رواج ہے جو ہماری برادری نے قائم کیا ہے - اس طرح سے تم ایک نیک سنت کی بنیاد ڈالوگے - جس کا ثواب تم کو ملتا رہیگا - من سن سنۃً حسنۃً فلہ اجرہا و اجر من عمل بہا - آج آپ جس طریق کا رواج ڈالیں گے اس کے مطابق آئندہ لوگ عمل کر سکیں گے - اس کا اجر بھی آپ کو ملے گا -

خبریں

—— یہودی فلسطین میں زبان عبرانی کو جا و بے جا طور پر رائج کرنا چاہتے ہیں - مثلاً یہودیوں کی قومی انجمن کا ایک وفد وزیر عام سے ملاقی ہُوا - اور مطالبہ کیا کہ آئندہ برقی پیغامات کو عبرانی حروف میں بھی لکھا جائے - وزیر مذکور نے ان کو بتایا کہ اس راہ میں چند فنی اور اقتصادی مشکلات حائل ہیں - اس لئے اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا -

—— عراق کی بعض اطلاعیں مظہر ہیں کہ سلطان ابن سعود نے ایک لشکر تیار کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ نجد کے باغی قبائل پر ایک زبردست حملہ کیا جائے - جنہوں نے نجد و عراق کی حدود کے امن و سکون کو برباد کر رکھا ہے بعد کی خبر ہے کہ سعودی لشکر اور باغیوں کے مابین آویزشیں ہو چکی ہیں - سیاست دانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ خبریں صحیح ہیں - تو نجد کی داخلی حالت بہت ہی خطرے میں معلوم ہوتی ہے -

—— جنرل کاظم پاشا کی سرکردگی میں جو وفد افغانستان بھیجا گیا تھا اور وہ بغاوت افغانستان کے باعث واپس روانہ ہو گیا تھا ترکی پہنچ گیا ہے -

—— یہ خبر غلط ہے کہ ترک خواتین کو ووٹ کا حق مل گیا ہے -

—— گذشتہ ہفتہ جب کہ مہاراجہ الور ہاتھی پر سوار شیر کا شکار کھیل رہے تھے ایک شیر نے ان پر حملہ کر دیا - وہ خود بال بال بچ گئے - لیکن اُن کے چند ساتھی سخت زخمی ہوئے -

—— قسطنطنیہ ۲۶ر اپریل - یہاں پر بائیس اشخاص گرفتار کئے گئے ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اشتراکی ہیں - اس کے علاوہ اشتراکی لٹریچر اور اشتراکی اخبار نکالنے کی ایک اسکیم پر پولیس نے قبضہ جما لیا ہے -

—— پوپ روم عنقریب یورپ کی سیاحت کرنے والا ہے -

—— امرتسر ۲۹ر اپریل - آج لاہور کی خفیہ پولیس نے لاہور بم فیکٹری کے سلسلہ میں مسٹر آگیا رام اور ان کی والدہ کو جو پرانے کانگرسی کارکن اور گوروداسپور میں مقیم ہیں گرفتار کر لیا - گرفتاری سے قبل مکان کی تلاشی بھی ہوئی - کہا جاتا ہے کہ کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی

—— لاہور ۲۶ر اپریل - اخبارات میں اطلاع شائع ہوئی تھی کہ گورنر پنجاب عنقریب چار ماہ کی رخصت پر ولایت جانے والے ہیں - اب اس خبر کی قابل وثوق ذرائع سے تردید ہو گئی ہے -

—— پشاور ۲۶ر اپریل - ایک اطلاع مظہر ہے کہ بچہ سقہ کی خواہش ہے کہ جنرل نادر کو اپنے ساتھ ملا لے - اُس نے انہیں پیغام بھی بھیجا ہے کہ اگر وہ بچہ سقہ کے ساتھ مل جائیں تو وہ انہیں شاہ امان اللہ کے خلاف فوجوں کا کمانڈر انچیف بنا دیگا -

—— پشاور ۲۶ر اپریل - کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے - کہ بچہ سقہ جنرل نادر خاں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے رہا ہے - اور چاہتا ہے کہ انہیں اپنی طرف ملا لے - جنرل موصوف نے اس کو جو پیغام ارسال کیا تھا اُس کا اب تک کوئی جواب نہیں ملا - لیکن قرائن سے اس قدر معلوم ہوتا ہے - کہ وہ تخت چھوڑنا نہیں چاہتا - گو اس کی فوج میں ابتری پھیل رہی ہے -

—— پشاور ۲۶ر اپریل شیعہ سُنی جنگ برابر جاری ہے

—— میرٹھ ۲۶ر اپریل - معلوم ہوا مقدمہ سازش میرٹھ کی پیروی دیگر وکلاء کے علاوہ ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر عالم بھی کریں گے -

—— میرٹھ ۲۶ر اپریل - مقدمہ سازش میرٹھ کے ملزموں کی امداد کے لئے کافی روپیہ جمع ہو گیا ہے -

—— حیدرآباد دکن ۲۶ر اپریل - حکومت نظام نے پنڈت مالویہ کو حیدرآباد آنے اور پبلک تقریریں کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے -

لنڈن ۲۵ر اپریل - دارالعوام میں مسٹر بالڈون نے اعلان کیا کہ پارلیمنٹ ۱۰ر مئی کو توڑ دی جائے گی - اور عام انتخابات ۳۰ مئی کو ہوں گے

—— مارسیلز ۲۵ر اپریل - سر جان سائمن اور ان کے ساتھی یہاں پہنچے اور خشکی کے راستہ لنڈن جا رہے ہیں - انہوں نے کوئی بیان دینے سے انکار کر دیا ہے -

—— بمبئی ۲۶ر اپریل - آج یہاں ایک لاکھ تیس ہزار مزدوروں نے ہڑتال کر دی - ۸۰ کارخانے بالکل بند ہو گئے ہیں -

—— دہلی ۲۷ر اپریل - ایڈیٹر ڈیلی کرانیکل مسٹر چارلس سلیمان کو ہندوستان سوشلسٹ ری پبلک آرمی کے کمانڈر انچیف "بلراج" کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی ہے - جس میں دھمکی دی گئی ہے کہ وہ اپنی موت کے لئے تیار رہے کیونکہ اس نے ملک کو دیا گیا ہے -

—— لاہور ۲۷ر اپریل - افواہ ہے کہ بم فیکٹری کا سراغ لگانے میں پولیس کامیاب ہو گئی ہے - اور چند آدمی بھی گرفتار ہو گئے ہیں - کہا جاتا ہے کہ نئے گرفتار شدگان میں ایک خفیہ پولیس کا آدمی بھی ہے - جو سلطانی گواہ بن جائے گا - اور پولیس جنہیں اس تحریک میں شامل سمجھتی ہے انہیں گرفتار کیا جائے گا -

—— پشاور ۲۸ر اپریل - افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کی موجودہ نقل و حرکت کے متعلق صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں ہو سکا - آپ ایک پُراسرار طور پر غائب ہو گئے ہیں - اور کوئی نہایت اہم قدم اُٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں

—— بچہ سقہ محض دنیا کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ہندوستان میں اس قسم کی تاریں بھیج رہا ہے - کہ میرا غزنی پر قبضہ ہو گیا ہے -

—— پشاور ۲۸ر اپریل - سردار عبدالہادی خاں جسے بچہ سقہ نے زبردستی اپنا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا کابل سے بھاگ کر یہاں پناہ گزین کی حیثیت میں آیا ہے - اس کی رائے میں شاہ امان اللہ کے سوا کوئی کابل کے تخت پر نہیں بیٹھ سکتا - نہ ہی ملک میں ان کے بغیر امن و امان قائم ہو سکتا ہے -

—— پشاور ۲۸ر اپریل - سامانی خیل میں شیعوں کا غلبہ ہے - مگر وہ کمزور ہو رہے ہیں - سنیوں نے اسکے متعلق مشکلات کا حل سوچ لیا ہے چیف کمشنر صوبہ سرحد نے آفریدیوں اور برگ زیوں کو سخت تنبیہ کی ہے کہ وہ ان شیعہ خاندانوں پر کوئی سختی نہ کریں جو بھاگ کر دولت زئی میں آگئے ہیں - معلوم ہُوا ہے کہ شیعوں کو گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ہمیشہ اخلاقی اور سامان حرب کی امداد ملتی رہی ہے -

—— لندن ۲۷ر اپریل - اخبار ڈیلی ٹیلیگراف رقمطراز ہے کہ اگر انتخابات کے بعد گورنمنٹ کو اکثریت حاصل ہوئی تو لارڈ اروِن کو میعاد عہدہ وائسرائی ختم ہونے کے بعد وزیر خارجہ اور مسٹر چرچل کو وزیر ہند بنایا جائے گا -

—— خبر ہے کہ اخبار "بمبئی کرانیکل" کو والیان ریاست پروپیگنڈا کے لئے خریدنے والے ہیں -

—— بمبئی ۲۸ر اپریل - گاندھی جی کی ایک عزیزہ کی شادی جمنا داس جی بجاج کے ایک عزیز سے سابرمتی آشرم میں ہوئی -

—— لاہور ۲۸ر اپریل - مسٹر سکاٹ انچارج لاہور پولیس ولایت چلے گئے ہیں - اور ان کی بجائے مسٹر ہارڈن جو امرتسر میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے لاہور کے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر ہوئے ہیں -

—— ٹائمز آف انڈیا رقمطراز ہے - لاہور بم فیکٹری کا سراغ پولیس کو اس طرح ملا کہ جس مکان میں انقلاب پسند رہتے تھے - اُس سے باہر جانے والی نالیوں میں ایسی چیزیں پائی گئیں جن سے پولیس کو شک ہُوا -

—— لنڈن میں سائمن کمیشن کی آمد پر مسٹر سکلتوالہ کی زیر سرکردگی ہندوستانیوں نے مزدور پارٹی کے بعض انگریزوں نے ایک عظیم الشان مظاہرہ کیا - پولیس سے تصادم بھی ہو گیا - تین ہندوستانی اور ایک انگریز گرفتار کر لیا گیا - سر جان سائمن کو چھپ کر ایک پوشیدہ راستے سے گھر جانا پڑا - آپ نے کسی اخبار کے نمائندے کو انٹرویو نہیں دیا -

—— بعض ہندو اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد اسمبلی کے امیدوار کھڑے ہوں گے - اب اس کی تردید ہو گئی ہے -

—— شملہ ۲۸ر اپریل - وائسرائے اور لیڈی اروِن مع پارٹی کل ڈیرہ دون سے شملہ پہنچ گئے -

—— جنیوا ۲۶ر اپریل - اعلان کیا گیا ہے ۲۲ لاکھ اور ۵۰ ہزار فرانک جمعیۃ الاقوام کے پاس چرس اور چانڈو کی تحقیقات کے لئے موجود ہیں -

—— میرٹھ ۲۸ر اپریل - برطانیہ عظمیٰ کی اشتراکی جماعت کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہُوا ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے - پارلیمنٹری انتخابات میں سر جان سائمن کے مقابلہ میں سازش میرٹھ کے ملزم شوکت عثمانی کو امیدوار کھڑا کیا جائے - جماعت اشتراکین نے یہ پیغام اس لئے بھیجا ہے کہ ہندوستانی کانگرسی رہنماؤں کی رائے معلوم کرے - معلوم ہُوا ہے کہ جماعت شوکت عثمانی کے لئے زبردست پروپیگنڈا کریگی آخری فیصلہ انڈین کانگرس کے رہنماؤں کے جواب پر ہوگا -

—— بمبئی ۲۸ر اپریل - افغان قونصل جنرل بمبئی کو قندھار سے سرکاری اطلاع موصول ہوئی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں ۱۵ر ماہ اپریل سے غزنی میں موجود ہیں -

ان کی رائے لی جائے ۔ اور گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں ۔ اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے ۔ نہ کہ مسلمانوں کے لئے ۔ اس لئے نہ صرف شراکت سے دست کش رہے ۔ بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سدراہ ہوئے ۔ جس سے رنجش بڑھ گئی ۔“

ان فقرات میں حضرت مسیح موعود نے صفائی کے ساتھ مسلمانوں کو کانگرس کے مطالبات میں ہندوؤں کے شریک حال ہونے کی ہدایت کی ہے ۔ تعجب ہے کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کو آپ کی تحریرات میں ”مسلمانان ہند کی زنجیر غلامی کی پہلی کڑی “ تو نظر آگئی لیکن یہ فقرات نظر نہ آئے جو ان کے خیالات کے رد سے اس ”زنجیر غلامی “ کو توڑنے کا موجب ہو سکتے ہیں ۔ کاش ان لوگوں کو حق و صداقت سے ذرا بھی واسطہ ہوتا تو حضرت مسیح موعود کے وفادارانہ خیالات کو ان صاف و صریح فقرات کی موجودگی میں ”زنجیر غلامی “ کے نام سے موسوم نہ کیا جاتا ۔

برطانوی وفاداری اور نصرانیت

ایک اور بات بھی قابل غور ہے ۔ حضرت مسیح موعود نے جہاں گورنمنٹ برطانیہ کی اس کے نظام حکومت کی وجہ سے تعریف کی ہے ۔ وہیں اس کے مذہب کی نہایت شدید مخالفت کی ہے ۔ اور اپنی تمام تحریرات میں اس کے باطل عقائد پر سخت مخالفانہ پیرایہ میں نکتہ چینی کی ہے ۔ جس کو پڑھ کر کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس شخص کو اس مذہب کے لوگوں سے ذرا بھی تعلق محبت ہو سکتا ہے ۔ انہی انگریزوں کو جن کی ”زنجیر غلامی “ میں مسلمانوں کو جکڑنے کا الزام آپ پر لگایا جاتا ہے ۔ آپ نے دجال اور یاجوج ماجوج قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا ۔ ریل کو جو ان کی ایجاد ہے ، خر دجال قرار دیا ۔ اور مسلمانوں کو اس قوم کے دجالی فتن سے نہایت زور کے ساتھ متنبہ کیا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص انگریزوں کی ”زنجیر غلامی “ میں مسلمانوں کو جکڑنا چاہتا ہے ۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کو اس وقت کے مخالف مولویوں نے انگریزوں کی مخالفت اور سرکشی پر محمول کیا ۔ خود تو ان کو یہ توفیق نہ تھی ۔ اور نہ آج مولوی ظفر علی خاں صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو خدا نے یہ سعادت عطا کی کہ وہ نصرانیت کے اس فتنہ کا قلع قمع کرنے کی کوشش کرتے جو اپنے دجالی طریق عمل سے سینکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں کو دلدلۂ ضلالت میں مبتلا کر چکا ہے ۔ اور الٹا حضرت مسیح موعود پر گورنمنٹ کی مخالفت کا الزام لگانا شروع کر دیا ۔ جیسا کہ ذیل کی تحریرات سے ظاہر ہے

مخالف علمائے اسلام کا فتوےٰ

جب حضرت مسیح موعود نے کتاب براہین احمدیہ شائع فرمائی تو لدھیانہ کے مولویوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جس کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھتے ہیں کہ :-

” بعض حاسدین کوتہ اندیش (لدھیانہ کے مدعیان اسلام الخ) اس نکتہ کے علاوہ اس پر پولیٹیکل نکتہ چینی بھی کی ہے ۔ اور بوجہ شدت حسد و عناد و بغرض فتنہ و فساد بعض لدھیانہ کے عوام میں یہ بات شائع کر دی ہے کہ یہ کتاب گورنمنٹ کے مخالف ہے ۔ اور اس کے مولف نے پیشوائی مذہبی کے علاوہ پولیٹیکل سرداری کا بھی اس میں دعویٰ کیا ہے ۔ اپنے آپ کو مسیح قرار دیا ہے ۔ اور اپنے غلبہ اور فتح کی بشارتیں اور اپنے مخالفین کی شکست و ہزیمت کی خبریں اس میں درج کی ہیں ۔ اس بہتان اور افترا پردازی سے شاید ان کی غرض یہ ہو کہ یہ بہتان عوام میں شہرت پاکر خواص تک پہنچ جائے ۔ اور رفتہ رفتہ گورنمنٹ کے گوش گزار ہو جائے ۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے کتاب یا اس کے مولف سے کسی قسم کی مزاحمت ہو ۔ ہر چند ہم کو اپنی بیدار مغز اور عاقبت اندیش گورنمنٹ سے یہ توقع (یا اندیشہ) نہیں کہ وہ ایسی بے بنیاد اور مبنی بر حسد و عناد باتوں کی طرف توجہ کرے ۔ الخ

(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۷ صفحہ ۶ تا ۱۱)

یہ تو دوسرے مولویوں کا خیال تھا جس کی تردید مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی لیکن تھوڑا عرصہ بعد انہی مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس اہلحدیث پنجاب نے رسالہ اشاعت السنۃ کا ایک انگریزی نمبر ۱۴ راکتوبر ۱۸۹۸ء کو مطبع وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع کر کے گورنمنٹ کو متنبہ کیا ۔ کہ حضرت مسیح موعود گورنمنٹ کے لئے سخت خطرناک ہیں ۔ اور بغاوت کے خیالات دل میں رکھتے ہیں ۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ آپ کے ہمعصر تو آپ پر گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت کا الزام لگائیں ۔ لیکن آج مولوی ظفر علی خاں صاحب اس کے خلاف الزام دیں ۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر دو یعنی آپ کے ہمعصر مخالف اور موجودہ زمانہ کے مخالف اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت کام کر رہے ہیں ۔ نہ اول الذکر کو حق و حقیقت سے محبت تھی اور نہ موخرالذکر حق بات کو سننا پسند کرتا ہے ۔

سرسید مرحوم اور گورنمنٹ انگریزی

لیکن جہاں تک گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت اور وفاشعاری کا تعلق ہے ۔ حضرت مسیح موعود اس بارہ میں منفرد نہیں ۔ آپ سے بہت پہلے سرسید مرحوم یہی سبق مسلمانوں کو پڑھا چکے تھے ۔ بلکہ اگر اس کو ”زنجیر غلامی “ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ تو یوں کہنا چاہیئے کہ اس زنجیر کی سب سے پہلی کڑی سرسید مرحوم نے مسلمانوں کے پاؤں میں ڈالی ۔ اس بارہ میں سرسید مرحوم کی متعدد تحریرات ہمارے سامنے ہیں ۔ جن میں سے ایک مندرجہ ”علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ معہ تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء “ سے ذیل میں نقل کر کے ہم مولوی ظفر علی خاں صاحب سے دریافت کرتے ہیں ۔ کہ کیا وہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ سرسید مرحوم کو بھی اس الزام سے ملوث کرنے کی جرات رکھتے ہیں ۔ کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو انگریزوں کی زنجیر غلامی میں باندھا ؟

حضرت مسیح موعود کے اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کے بارے میں سرسید مرحوم تحریر فرماتے ہیں :-

” مرزا صاحب نے جو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو جاری کیا ہے اس اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک نہایت عمدہ فقرہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور وفاداری کی نسبت لکھا ہے ۔ ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے ۔ اس لئے ہم اس فقرے کو اپنے اخبار میں چھاپتے ہیں ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے ۔ یہ حملہ بھی محض شرارت ہے ۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں ۔ مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں ۔ اور ناشکر گزاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے ۔ اے نادانو ! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میرے قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی ۔ بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے ۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پرامن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ پاک سلسلہ اس گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے ۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں ۔ جو حکام انگریزی کے روبرو ان کی خوشامد کرتے ہیں ۔ ان کے آگے گرتے ہیں ۔ اور پھر گھر میں آکر کہتے ہیں ۔ کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے ۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ہماری کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں ہے ۔ ولعنۃ اللہ علی المنافقین ۔ بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے ۔ جو ہمارے دل میں ہے “

سرسید مرحوم اور کانگرس

حضرت مسیح موعود نے کانگرس کے مطالبات کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ وہ اوپر درج ہو چکے ہیں ۔ اس کے بالمقابل سرسید مرحوم کے خیالات بھی سن لیجئے ! جنہوں نے ۲۸ دسمبر ۱۸۸۷ء کو بمقام لکھنؤ ایک لیکچر دربارہ انڈین نیشنل کانگرس مدراس دیا ۔ اور اس میں صاف طور پر یہ اعلان کیا کہ :-

” اگر میری ایسی قسمت ہو کہ میں وائسرائے ہو جاؤں (چیرز) تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اسی طرح بلکہ نہایت مضبوط وائسرائے کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت ہندوستان پر قائم رکھوں (چیرز) “ صفحہ ۴۲

” پس جو آسائش ہم کو ایک گورنمنٹ میں ہونی چاہیئے وہ برٹش گورنمنٹ میں حاصل ہے ۔ (چیرز) صفحہ ۵

اس لیکچر میں سرسید مرحوم نے کانگرس کے مختلف مطالبات کو جھٹلایا ہے ۔ یعنی امتحان مقابلہ ۔ انتخاب کونسل ۔ حکومت کے اختیاری بجٹ ۔ تنسیخ قانون اسلحہ ۔ وغیرہ کو ۔

کیا یہ غور کے قابل بات نہیں کہ حضرت مسیح موعود باوجودیکہ کانگرس کے مطالبات کو جائز اور حق بجانب قرار دیں ۔ ان پر مسلمانان ہند کو زنجیر غلامی میں جکڑنے کا الزام لگایا جائے ۔ اور سرسید مرحوم نہ صرف گورنمنٹ کی اطاعت و وفاداری کی تلقین کریں بلکہ کانگرس کے مطالبات کی علانیہ مخالفت کریں ۔ اور خود ایک مضبوط وائسرائے ہو کر ملکہ معظمہ کی حکومت کو ہندوستان پر قائم رکھنے کا خیال ظاہر کریں

پہلے ان کو مسلمانوں کا سچا بہی خواہ سمجھا جائے اگر اصول اور دیانت سے کام لیا جاتا تو سب سے پہلے سرسید کو ان خیالات کا مخاطب قرار دینا چاہیئے لیکن تعجب ہے کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے کبھی بھول کر بھی اس طرف رخ نہ کیا جس سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ مسیح موعود کے ساتھ ان کی دشمنی کسی اصول کی بنا پر نہیں بلکہ محض بغض و حسد ہے جو بار بار ایسے اعتراضات کی صورت میں ان کی تحریرات سے ٹپکتا ہے ۔

مولوی ظفر علی خاں کی دیانت کا نمونہ

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۱۵ کا ایک ادھورا حوالہ نقل کر کے غلط فہمی پھیلانے کی بے سود کوشش کی ہے ۔ اصل حوالہ اس طرح سے شروع ہوتا ہے :

” اے مسلمانوں کی ذریت ۔ میں نے آپ لوگوں کا کیا گناہ کیا ہے کہ آپ لوگ انواع اقسام کے منصوبوں سے میری ایذا کے درپے ہو گئے تم میں سے جو مولوی ہیں وہ ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ یہ شخص کافر بیدین دجال ہے ۔ اور انگریزوں کی سلطنت کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے ۔ اور رومی سلطنت کا مخالف ہے ۔ اور تم میں سے جو ملازمت پیشہ ہیں ۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ مجھے اس محسن سلطنت کا باغی ٹھہرا دیں میں سنتا ہوں کہ ہمیشہ خلاف واقعہ خبریں میری نسبت پہنچانے کے لئے ہر طرف سے کوشش کی جاتی ہے ۔ حالانکہ آپ لوگوں کو خوب معلوم ہے ۔ کہ میں باغیانہ طریق کا آدمی نہیں ہوں ۔ میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے ۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں ۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب ، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے ۔ اور میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں ۔ اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں “

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵)

اس عبارت میں جس کا صرف آخری حصہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے نقل کر کے یہ غلط فہمی پیدا کرنی چاہی ہے کہ حضرت مسیح موعود بلاد اسلامیہ کو بھی انگریزی سلطنت ہی کے زیر نگیں دیکھنا چاہتے تھے اور آپ نے انگریزوں ہی کی خاطر جہاد کو منسوخ کیا ۔ حالانکہ اس عبارت کے ابتدائی حصہ کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں انگریزوں کی خیر خواہی کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ وہیں ترکی سلطنت کے بھی مخالف نہیں ۔ کیونکہ مخالفین کے الزامات کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کو بھی ایک غلط الزام قرار دیا ہے کہ آپ رومی سلطنت کے مخالف ہیں ۔ اور اس سے قبل سرسید مرحوم کی نقل کردہ تحریر میں تو آپ نے صاف لکھا ہے کہ ”سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں “ ، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلطنت ترکی کے مخالف نہ تھے ۔ باوجود اس کے آپ نے بلاد اسلامیہ میں مخالفت جہاد اور انگریزی حکومت کے بارہ میں کتابیں شائع کرنے کا جو ذکر کیا ہے اس کی غرض صرف اس قدر ہے کہ جہاد کا جو غلط مفہوم مسلمانوں میں عام طور پر پھیل چکا ہے ۔ کہ تلوار کے ذریعہ سے دوسروں کو مسلمان بنایا جائے اور خونی مہدی اور خونی مسیح کی بے اصل روایات جو ان میں پائی جاتی ہیں ان کے اثر کو زائل کر کے بلاد اسلامیہ میں بھی اسی آزادی مذہب کو رائج کیا جائے جو انگریزوں کی سلطنت میں پائی جاتی ہے ۔

معلوم نہیں اس میں کونسی ایسی بات ہے جس کو غیرت اسلامی کے منافی قرار دیا گیا ہے ۔ کیا لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ مہدی اور مسیح تلوار کے ذریعہ سے لوگوں کو مسلمان بنائیں گے غیرت اسلامی ہے ؟ کیا بلاد اسلامیہ میں آزادی مذہب اور آزادی خیالات کی روح پیدا کرنا جیسا کہ انگریزی سلطنت میں پائی جاتی ہے غیرت اسلامی کے منافی ہے ؟ کیا اسلام نے آزادی مذہب کو جائز اور ضروری نہیں ٹھہرایا ۔ کاش غیرت اسلامی کا کوئی شائبہ بھی تمہارے اندر پایا جاتا تو اس قسم کے اعتراضات تمہارے قلم سے نہ نکلتے بلکہ حضرت مرزا صاحب کی ان کوششوں کی دل سے قدر کرتے اور سچی اسلامی غیرت سے کام لیکر بلاد اسلامیہ میں وہ حقیقی آزادی پیدا کرنے کی کوشش کرتے جو اسلام نے ہر مذہب و ملت کو عطا کی ہے ۔

ناظرین کرام

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ۔

اعلان فسخ بیعت

منکہ حافظ علی بخش ولد محمد بخش ساکن موضع رائے پور دلالیاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر کا باشندہ ہوں اور اپنے موضع کا نمبردار ہوں۔ میں کراچی میں تعلیم پاتا تھا کہ ایک قادیانی کی معرفت مجھے اس سلسلہ کا پتہ چلا۔ اور ان کی معرفت ہی میں نے جناب میاں صاحب کی بیعت کی۔ جب تک میں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس وقت تک مجھے یہی بتایا جاتا رہا کہ ہم حضرت مسیح موعود کو بروزی نبی سمجھتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد جب جناب میاں صاحب نے مجھے قادیاں میں نابیناؤں کو پڑھانے کے لئے بلایا تو وہاں گفتگو سے اور میاں صاحب کی تصانیف سے یہ پتہ چلا کہ قادیانی حضرت صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت صاحب کی کتابیں خود سنیں تو اُن میں کہیں ایسے دعوے کا پتہ نہ چلا۔ چنانچہ میں نے جماعت لاہور کو حضرت صاحب کی اصلی تعلیم پر عمل پیرا پایا۔ اور حضرت امیر سلمہٗ اللہ کی بیعت کر لی۔ آج سے میں جناب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے صحیح راستہ میسر آیا۔

۸۰ کنال اراضی انجمن کے نام

(۲) میں چونکہ نابینا ہوں ممکن ہے تمام عمر انجمن کی چندہ وغیرہ سے مدد نہ کر سکوں اس لئے میں اپنی اراضی جو کہ ۸۰ کنال ۱۲ مرلہ ہے اور جس کا کھتونی نمبر ۱۰۲ لغایت ۱۰۵ ہے انجمن کے نام وقف کرتا ہوں اور ساتھ ہی عرض کرتا ہوں کہ اس کی آمدنی اشاعت اسلام پر ہی خرچ کی جائے۔ اس سال زمین میں نے ٹھیکہ پر دی ہوئی ہے اس لئے اس سال کی آمدنی انجمن کو میری معرفت وصول ہو گی اس کے بعد جولائی ۱۹۳۰ء سے انجمن کو پورے اختیارات ہوں گے جیسا چاہے کرے۔

گواہ شد

میرے روبرو حافظ صاحب نے اس کو دیا اور انگوٹھا لگایا۔ — نشان انگوٹھا حافظ علی بخش ولد محمد بخش

خاکسار عبد اللہ — بقلم عبد المجید

سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل احباب کا چندہ ماہ اگست میں ختم ہوتا ہے۔ اطلاعی کارڈ لکھے جا چکے ہیں۔ بغرض یاد دہانی یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ براہ کرم آئندہ سال کا چندہ جلد ارسال فرما دیجئے۔ ورنہ ہفتہ عشرہ انتظار کرنے کے بعد وی پی کئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی ذمہ ہوگا۔ وی پی میں دو آنے کا زاید خرچ ہوتا ہے۔ انتظار کی زحمت علیحدہ ہوتی ہے

ترسیل زر اور خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دے دیا کریں۔ نمبر خریداری اطلاعی کارڈ اور اخبار کی چٹ پر موجود ہوتا ہے۔

۳۶۱ و ۲۸۵ و ۲۳۴ و ۶۴ و ۶۲ و ۱۴ و ۸۵۸ و ۴۵۰ و ۸۰۰ و ۴۷۲ و ۴۰۴ و ۱۰۰۳ و ۹۷۸ و ۹۷۳ و ۹۵۱ و ۹۲۶ و ۱۲۴۸ و ۱۲۴۲ و ۱۲۴۴ و ۱۲۴۴ و ۱۱۲۶ و ۱۲۸۴ و ۱۲۸۲ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۰ و ۱۴۶۳ و ۱۴۶۱ و ۱۴۵۹ و ۱۴۵۵ و ۱۴۵۴ و ۱۵۷۰ و ۱۴۹۶ و ۱۴۹۲ و ۱۴۶۷ و ۱۴۶۵ و ۱۵۹۲ و ۱۵۹۰ و ۱۵۸۲ و ۱۵۸۰ و ۱۵۷۱ و ۱۵۹۷ و ۱۵۹۴

پیغام صلح تاریخ وار

اب تک پیغام صلح ہر شنبہ اور جمعہ کو شائع ہوتا تھا۔ آئندہ سے دنوں کے تعین کی جگہ تاریخوں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اور تاریخہائے اشاعت حسب ذیل ہیں۔

۳ - ۷ - ۱۱ - ۱۵ - ۱۹ - ۲۳ - ۲۷ - ہر مہینہ کی خواہ مہینہ ۳۰ کا ہوا یا ۳۱ کا۔ انہی مقررہ تاریخوں پر اخبار شائع ہوا کرے گا۔

خبریں

— لنڈن ۲۹ جولائی تک لنکا شائر میں ۱۰۰۰ کارخانے بند ہو گئے ہیں اور تین لاکھ بافندے اور دو لاکھ سوت کاتنے والے بیکار ہو گئے ہیں۔ کیونکہ مالکان کارخانجات کے اس اعلان کے باعث کہ اجرتوں میں ۱/۸ حصہ تخفیف کر دی جائے گی کاروبار بند ہو گیا ہے۔ وزارت عمال کے نمائندے آدھی رات تک مصالحت کرانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن مالکان کارخانجات نے تخفیف کا نوٹس واپس لینے سے انکار کر دیا اور مزدور مصر رہے کہ جب تک نوٹس واپس نہ لیا جائے گا وہ کام نہ کریں گے۔

حالات بڑے تاریک ہو رہے ہیں۔ صرف ایک جگہ پر روشنی کی جھلک نظر آتی ہے کہ بعض کارخانہ داروں نے عام شرح اُجرت کو جاری رکھتے ہوئے اپنے کارخانے کھول دیئے ہیں۔ وزارت عمال کا بیان ہے کہ فی الحال کچھ نہیں ہو سکتا۔

— پیکن ۲۹ جولائی۔ قحط چین کی بین الاقوامی اعانتی ہیئت کی رپورٹ ہے کہ موسم بہار سے لے کر اب تک امداد و اعانت کے کام نے اتنی ترقی کی ہے کہ قحط زدہ رقبہ کم ہو گیا ہے۔ تاہم ابھی تین کروڑ دہ لاکھ انسان فاقہ کشی کے مصائب میں گرفتار ہیں۔

مرکزی کانسو میں چار سال سے مینہ نہیں برسا اور جس زمین پر گندم اُگتی تھی وہ بنجر پڑا ہے۔ ایک شہر کی آبادی ساٹھ ہزار سے تین ہزار رہ گئی ہے۔

چین میں بلا شبہ مردم خوری تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ ایک جگہ لوگ نعشیں کھا رہے تھے۔ کہ مجسٹریٹ نے انہیں مردم خوری پر سزا دینے کی دھمکی دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو وہ شے کھا رہے ہیں جو کتے کھاتے ہیں۔

جو غیر ملکی لوگ کانسو میں اعانتی کام کر رہے ہیں انہیں محرقہ تپ نے آن دبایا ہے۔ بیس مریضوں میں سے صرف تین بچ سکے۔

— طہران ۲۷ جولائی۔ بختیاری قبیلہ کا ایک معمر قائد صمصام السلطنت امیر معظم کی معیت میں طہران سے بختیاری علاقے کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ تاکہ باغی قبائل سے مفاہمت کی تدابیر کرے۔

— ایک بختیاری سردار بہادر السلطنت جنگ میں زخمی ہو کر مارا جا چکا ہے۔ ایرانی عساکر جو سفید دشت کے مقام پر محصور تھے مرکز سے بالکل منقطع ہو گئے ہیں۔ اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یا تو اُنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں یا گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

— صوفیہ ۲۷ جولائی۔ آنے والے یوم احمر کی تقریب کے لئے جو یکم اگست تک منائی جائے گی احتیاطی تدابیر کے سلسلہ میں پولیس نے چھاپے مارے اور ۲۳ اشخاص کو گرفتار کیا۔ ایک اخبار کی اشاعت بند کر دی گئی۔

اشتراکیوں کے ایک جلوس نے چینی سفارت کے سامنے مظاہرہ کیا جسے پولیس نے منتشر کر دیا۔

— پیرس ۲۸ جولائی فرانس کی جدید وزارت موسیو بریاں نے مرتب کر لی ہے۔ اور قریب قریب وہی اراکین رکھے گئے ہیں جو موسیو پائنکارے کی وزارت میں تھے۔ تیز پسندوں نے وزارت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم موسیو بریاں کی خارجہ حکمت عملی سے متفق ہیں۔

شاہ جارج اور مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے سابق وزیر اعظم فرانس کو ان کی علالت پر ہمدردی کے برقی پیغامات بھیجے۔

— لنڈن ۲۹ جولائی۔ سوویٹ کا ایلچی موسیو ڈیوگالوسکی لنڈن آ گیا ہے۔ تاکہ حکومت برطانیہ سے سوویٹ اور برطانیہ کے سیاسی تعلقات کے قیام کی گفت و شنید کرے۔

رپورٹرسے ملاقات کے دوران میں اس نے کہا کہ مجھے روس اور برطانیہ کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام کی زبردست توقع ہے۔ آج میں مسٹر ہنڈرسن وزیر خارجہ سے ملاقات کروں گا اور اس وقت تک یہاں رہوں گا جب تک گفت و شنید منقضی ہو گی۔

— لاہور ۳۰ جولائی۔ مجسٹریٹ کے احکام زیر دفعہ ۱۴۴ کے خلاف ورزی میں سلاہور ستیہ گراہیوں کا پہلا جلوس ۱۴ تاریخ کو نکلا تھا۔ اس میں مولانا ظفر علیخاں۔ سردار مغل سنگھ اور مسٹر شرما اور سات دیگر رضاکار پولیس نے گرفتار کر لئے تھے۔

تمام ملزمین کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا تھا۔ مگر مولانا ظفر علیخاں برطانی عدالت کے انصاف پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اپنی ضمانت منسوخ کرا کے جیل میں چلے گئے تھے۔ آج ان رضاکاروں کا مقدمہ مسٹر پرنس ایڈیشنل مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں پیش ہوا۔

ڈاکٹر محمد عالم۔ لالہ دُنی چند ملزمین کے پیروکار تھے۔ کمرہ میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور عدالت کے کمرے کے باہر بھی ہجوم کانی دیر تک "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگاتا رہا۔

چونکہ مسٹر شیپ سشن جج لاہور نے دوسرے مجسٹریٹ کے فیصلے کو رہا کر دیا تھا اس لئے مسٹر شیپ کے فیصلہ کا مطالعہ کرنے کے بغیر عدالت نے مقدمہ کی کارروائی شروع کرنی مناسب نہ سمجھی اور مقدمہ کو ۱۲ اگست تک ملتوی کر دیا۔

اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خاں تقریر کرنے کے لئے اُٹھے۔

عدالت: — مولانا صاحب آپ کا وکیل عدالت میں موجود ہے

مولانا ظفر علیخاں: — میں اسے رد کرتا ہوں۔ پھر ضرورت ہو گی تو اس کی خدمات حاصل کر لوں گا۔

مجسٹریٹ نے مولانا کو تقریر کی اجازت دے دی اور کہا کہ اسے محض مقدمہ کے موضوع تک محدود رکھیں۔

مولانا ظفر علیخاں: — یقیناً جناب عالی۔ میں صرف مقدمہ کے متعلق ہی کہوں گا۔

مولانا نے کہا۔ میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ مقدمہ کی سماعت جلدی ہونی چاہیے۔ کیونکہ میں جیل میں پڑا سڑ رہا ہوں مجھے غیر معینہ طور پر جیل میں نہ رکھنا چاہیے۔ جب تک میں برطانی رعایا کا فرد ہوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہوں گا۔

عدالت: — میں آپ کو آپ کے حقوق دینے کے لئے تیار ہوں

مولانا ظفر علی خاں کے وکیل نے اس موقع پر کہا کہ انہیں فی الفور مچلکہ پر رہا کر دیا جائے۔ اور مچلکہ محض زبانی ہو۔

عدالت پہلے متامل نظر آئی۔ لیکن آخر زبانی مچلکہ لینے پر رضامند ہو گئی۔

مولانا ظفر علیخاں: — میں آئندہ تاریخ سماعت پر حاضر ہو جاؤں گا۔

— پشاور ۳۱ جولائی۔ جرنیل نادر خاں کو ایک فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی ہے۔ ملک غوث الدین نے مختصر محاصرے کے بعد بچہ سقہ کے سپہ سالار محمد صدیق سے گردیز فتح کر لیا ہے۔

جرنیل شاہ ولی خاں۔ غازی شاہ محمود خاں اور جرنیل نادر خاں اس وقت علی خیل میں مقیم ہیں۔ اور جنگ کاریز کے بعد حاجی قبیلہ کے جو لشکری اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ ان کو دوبارہ جمع کر رہے ہیں۔

— پشاور ۳۰ جولائی: — اس خبر کی پوری پوری تصدیق ہو گئی ہے کہ غازی امان اللہ خاں کے بھائی حیات اللہ خاں جو امانی عہد حکومت میں وزیر تھے قتل کر دیئے گئے۔

— ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا ایک سنجیدہ ذرائع کے ٹیلیفون کے ذریعہ سے اطلاع دیتا ہے: —

سردار ہدایت اللہ خاں غلام نبی خاں کی امداد سے بچہ سقہ کی فوجوں کو تین دفعہ شکست دے چکے ہیں۔ اور اب کابل سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہیں۔

— ۱۴ افغانی طلبہ جو ممالک خارجہ سے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تھے اب چارسدہ میں خان عبد الغفار خاں اور میاں جعفر شاہ کاکا خیل کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اور اس وقت تک یہیں قیام کریں گے جب تک افغانستان کے حالات درست نہیں ہو جاتے۔

— سردار عبد الہادی خاں کے اہل و عیال پشاور آ گئے ہیں۔ ایک لڑکی خوگیانیوں کے علاقہ میں فوت ہو گئی۔

— جرنیل نادر خاں کے آدمیوں نے جلال آباد کے حاکم محمد عالم شنواری کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس نے اقرار کیا کہ وہ آئندہ بچہ سقہ سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

— کوئٹہ یکم اگست۔ اطلاع آئی ہے کہ قندھار میں نظم و نسق قائم ہونے لگا ہے۔ بچہ سقہ کی متابعت کا محضرنامہ لے کر ہرات کے نمائندے حال ہی میں قندھار سے گذرے ہیں۔ بچہ سقہ کی شکست کی مہلک اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اور جرنیل نادر خاں کی کامیابیوں کی لحظہ بہ لحظہ خبریں آ رہی ہیں۔

www.aaiil.org

ـــــ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ایک صیہونی جریدہ اور یروشلم کے اخبارات ایک ہفتے کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے قومی نفرت پھیلانے والی جھوٹی خبریں شائع کی تھیں۔

ـــــ شملہ ۲۹ ستمبر بذریعہ ٹیلیفون اطلاع ملی ہے۔ کہ اسیران سازش میرٹھ نے بھوک ہڑتال ترک کر دی ہے۔

ـــــ گورداسپور ۲۸ ستمبر ٹربیون کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ انہدام مسجد قادیان کے مقدمے میں تیس ملزموں کی ضمانتیں لے لی گئی ہیں اب تک پینتیس گواہان استغاثہ کے بیانات قلمبند کئے جا چکے ہیں اور اب سرکاری وکیل نے گواہوں کی ایک نئی فہرست پیش کی ہے۔

ـــــ رانچی ۳۰ ستمبر دربھنگہ کے مہاراجہ ادھیراج کیشور سنگھ نے ہز ایکسلینسی گورنر کی خدمت میں دو لاکھ روپیہ پیش کیا ہے جس میں سے ایک لاکھ بہتر واٹر ورکس سکیم کے لئے اور باقی ایک دربھنگہ میں آرٹس کالج قائم کرنے پر صرف کیا جائے گا۔

ـــــ پشاور ۳۰ ستمبر سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔

علی خیل کے ایک قاصد نے جو آج شام یہاں پہنچا ہے اطلاع دی ہے کہ جرنیل نادر خاں کے لشکر نے کار بز ورلیش پر جو کابل کے قریب ہے قبضہ کر لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سقوی بہت سی بندوقیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ نیز قاصد کا بیان ہے کہ مہمندوں کا ایک لشکر سقوی فوج سے جنگ کرنے کے لئے جلال آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔

ـــــ پشاور ۱۷ ستمبر غازی امان اللہ خاں کے سوتیلے بھائی محمد امین خان جو ایک وجیہ اور قوی الجثہ نوجوان ہیں اپنے پروگرام میں یکایک تبدیلی واقع ہو جانے کے باعث علی خیل سے آج یہاں پہنچے۔ اور غازی امان اللہ خاں کے وکیل التجارت کے پاس مقیم ہیں انہوں نے اس خبر کی تصدیق کی ہے۔ کہ ہزاروں نے بچہ سقہ کے ساتھ صلح کر لی ہے۔

ـــــ سردار ہاشم خاں کے متعلق مزید اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وہ ایران کی طرف جانے کی تیاری کر رہے۔ ان کا اصل مدعا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ قندھار جائیں۔ جہاں سے انہیں امداد کے لئے پیہم درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ اور جس میں وہ سرحد ایران سے داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بچہ سقہ کا بھائی حمید اللہ جو شرقی علاقے میں فوج کی کمان کر رہا تھا۔ یکایک کابل واپس آ گیا ہے۔

ـــــ لندن ۱۹ ستمبر۔ دفتر مستعمرات نے اعلان کیا ہے۔ کہ فلسطین کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی روانگی غالباً نصف اکتوبر تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ تاکہ تمام متعلقہ جماعتوں کو اپنے حقوق و مفاد کی نمائندگی کا انتظام کرنے کے لئے کافی وقت مل سکے۔

ـــــ لاہور یکم اکتوبر باخبر حلقوں میں یہ افواہ گرم ہے کہ مسٹر بکل ڈپٹی کمشنر لاہور ۳ اکتوبر کو چھ ماہ کی طویل رخصت پر جا رہے ہیں۔ آپ کی جگہ مسٹر لین رابرٹ لاہور کے ڈپٹی کمشنر مقرر کئے جائیں گے بعض کا خیال ہے کہ یہ انتظام کانگرس کے لئے عمل میں آیا ہے۔

ـــــ لاہور یکم اکتوبر۔ کارکنان انجمن حمایت اسلام لاہور سالانہ اجلاس کو پر رونق بنانے کے لئے جو ۱۱-۱۲-۱۳ اکتوبر کو اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں منعقد ہوگا، بہت کوشش کر رہے ہیں۔ نہایت شاندار پنڈال تیار ہو رہا ہے۔ سٹیج بھی بہت وسیع اور عمدہ بنائی گئی ہے۔

ـــــ یکم اکتوبر گورنر پنجاب ۷ اکتوبر کو شملہ سے روانہ ہو کر جالندھر پھلور اور ہوشیارپور کا دورہ کرتے ہوئے ۱۲ اکتوبر کو لاہور پہنچ جائیں گے۔ حکومت پنجاب کے دفاتر شملہ میں ۸ اکتوبر کو بند ہونگے اور ۱۵ اکتوبر کو لاہور میں کھلیں گے۔

ـــــ پشاور یکم اکتوبر سردار ہاشم خان پاراچنار سے کوئٹہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ وہاں پر کچھ عرصہ تک قیام پذیر رہیں گے اس بات پر کہ آپ اپنے بھائی جرنیل نادر خاں کے پاس نہیں گئے۔ اور کوئٹہ کو روانہ ہو گئے بہت کچھ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ایک طبقہ کا خیال ہے چونکہ آپ کو برطانی علاقہ سے کسی بعید تر مقام سے افغانستان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی اس لئے آپ نے بطور احتجاج کے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ لیکن یہ کھلا ہوا راز ہے کہ آپ نے جاجیوں کے علاقہ میں جانے کی خواہش کی تھی۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ جرنیل نادر خاں کا صدر مقام بھی اسی علاقہ میں ہے۔

ـــــ پشاور ۳۰ ستمبر آج شام پشاور میں عام افواہ ہے۔ کہ بچہ سقہ کا دایاں ہاتھ ایک نوجوان کی گولی سے اڑ گیا ہے۔ ساتھ ہی بچہ سقہ کی [illegible]

دربار اس موت کو پوشیدہ رکھنے کے لئے انتہائی کوشش کر رہا ہے

ایک اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسعودوں کا لشکر جو جنرل نادر خاں کی امداد کے لئے آ رہا تھا وہ ۱۴ ستمبر کو علی خیل پہنچ گیا ہوگا۔

ـــــ ٹوکیو ۲۹ ستمبر جاپان کے سابق وزیر اعظم بیرن تاناکا راہی ملک بقا ہوئے۔

ـــــ لاہور یکم اکتوبر جیل سے اطلاع ملی ہے کہ سردار بھگت سنگھ اور سٹر دت نے مقاطعہ جوع ترک نہیں کیا۔ آج صبح سپرنٹنڈنٹ جیل نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس لکھنؤ کی قرارداد انہیں پڑھ کر سنائی اور التجا کی کہ وہ مقاطعہ جوع ترک کر دیں۔ اس پر سردار بھگت سنگھ نے کہا کہ ہمیں اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے کے لئے مہلت ملنی چاہئے۔

ـــــ مہاتما جی کو کانپور۔ فرخ آباد۔ اٹاوہ وغیرہ ضلعوں سے اب تک چالیس ہزار روپیہ کھادی فنڈ دلاجپت رائے میموریل فنڈ وصول ہوا ہے +

ـــــ موضع لکھوکے ضلع لاہور میں ایک قبیلہ کے مابین کچھ تنازعہ ہو گیا لڑائی تک نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ ایک مقتول اور کئی مجروح ہوئے پولیس نے ایک سرے سے سب کا چالان کر دیا۔

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ اکتوبر میں ختم ہوتا ہے۔ اطلاعی کارڈ لکھے جا رہے ہیں۔ اخبار کے ذریعے بھی گزارش ہے کہ یہ تمام اصحاب اپنی پہلی فرصت میں چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں ورنہ ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد وی پی ارسال کئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ آج کل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ترسیل زر میں دیر نہ ہونی چاہئے۔

نمبر خریداری حسب ذیل ہیں

۶۹۰، ۵۴۹، ۹۰، ۸۶، ۳۶، ۱۵، ۱۱۶۸
۹۹۰، ۹۲۵، ۹۲۴، ۹۰۲، ۱۳۳۶، ۱۲۹۹، ۱۲۹۸
۱۳۳۶، ۱۵۰۱، ۱۳۹۷، ۱۲۹۵، ۱۳۳۲، ۱۱۳۱، ۱۲۰۸
۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۰۷، ۱۵۰۳، ۱۶۱۶، ۱۶۱۱
۱۷۱۰، ۱۶۰۹، ۱۹۳۰، ۱۷۱۸، ۱۷۱۷ -

(منیجر پیغام صلح)

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

بیان القرآن

یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم تین جلدوں میں قیمت جلد اول لعہ، جلد دوم سے، جلد سوم لعہ، مکمل پچیس روپے۔

ترجمۃ القرآن انگریزی

یعنی انگریزی میں قرآن پاک کا ترجمہ معہ تفسیری نوٹ اس میں فاضل مترجم نے قرآن مجید کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے۔ اور جو اعتراضات انگریز مصنفین نے ترجمہ کرتے ہوئے کئے ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے انگلستان و ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اس ترجمہ کے متعلق عمدہ آرا کا اظہار کیا ہے۔ بلحاظ کاغذ اور جلد تین مختلف قسموں میں۔ ہدیہ مجلد اعلیٰ ؁ قسم دوم ؁ قسم سوم ؁ محصولڈاک عہ،

سیرت خیر البشر صلعم

جس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے پیارے پیارے حالات درج کئے گئے ہیں کتاب کے شروع میں عرب کا نقشہ دیا گیا ہے مجلد عہ، بیجلد عہ، انگریزی میں قیمت سے، (تین روپے)

حدوث مادہ

ایک آریہ صاحب سے مباحثہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ حادث ہے۔ قیمت ۵،

صحیح بخاری

ترجمہ و تفسیری نوٹ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے ساتھ تفتیش منظور ہے اس کو ضرور پڑھیئے۔ قیمت پارہ اول عہ، دوم عہ، سوم عہ، باقی پارے چھپ رہے ہیں۔ قیمت فی پارہ سو صفحات کے لحاظ سے ایک روپیہ ہوگی۔

تاریخ خلافت راشدہ

حضرت عمر فاروق رضی حضرت ابوبکر صدیق رضی حضرت عثمان غنی رضی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی کے زمانہ کے حالات قیمت مجلد عہ،

النبوت فی الاسلام

اس کتاب میں نبوت رسالت۔ محدثیت اور مجددیت پر بحث کی گئی ہے۔ اور قرآن شریف اور حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ قیمت دو روپے (عہ)

مقام حدیث

یہ تصنیف نہایت ہی قابل قدر ہے اہل قرآن کا مدلل و فیصلہ کن جواب ہے اور ضرورت حدیث جمع حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے اس کے شروع میں آنحضرت صلعم کے اس خط کا فوٹو دیا گیا ہے جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا۔ قیمت ایک روپیہ عہ،

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

میاں علم الدین کی شہادت کے تازہ حالات

میت بغیر جنازہ کے دفن کردی گئی

میانوالی ۳۱۔ اکتوبر۔ آج صبح سات بجے میاں علم الدین کو میانوالی جیل کے اندر پھانسی کے تختہ پر شہید کر دیا گیا۔ آٹھ بجے لاش اتاری گئی۔ اور ۹ بجے حکام جیل نے شہید کے جسد پاک کو بغیر جنازہ کے سپرد خاک کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

میانوالی سے آنے والے ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ علی الصبح میاں صاحب کو غسل دیا گیا۔ اور جیل کے قواعد کے مطابق سیاہ لباس پہنایا گیا۔ ساڑھے چھ بجے داروغہ جیل سپرنٹنڈنٹ اور ڈاکٹر چند اور اشخاص کے ہمراہ پھانسی کی کوٹھڑی کے سامنے پہنچے میاں صاحب کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ لیکن ان کے چہرہ پر بشاشت طمانیت اور تسکین خاطر کا نور چمک رہا تھا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ میں حاضر ہوں بسم اللہ چلئے۔ داروغہ جیل انہیں سپاہیوں کے گھیرے میں لیکر تختہ دار کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے تختہ پر کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑا۔ اور کہا کہ مجھے پھانسی کی رسی کو بوسہ دینے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ آپ نے رسی کو چوما۔ اور کلمہ شہادت پڑہتے ہوئے پھندے کو گلے میں ڈال لیا۔ سیاہ ٹوپی پہننے سے پہلے آپ جیل کے مسلمان ارکان کی طرف دیکھکر مسکرائے اور یہ شعر پڑھا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ٹھیک سات بجے تختہ گرا دیا گیا۔ اور آپ واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

میاں صاحب ہشاش بشاش تھے۔ اور اپنے اقربا سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ لوگ رو رہے تھے۔ لیکن آپ انہیں تسکین دے رہے تھے۔

میاں طالعمند کا بیان

میاں طالعمند نے حسب ذیل بیان دیا ہے۔

میانوالی میں غازی صاحب کے شہید ہونے کی خبر آناً فاناً مشتہر ہو گئی بدھ کی رات کو ۹ بجے کے قریب سے خیل۔ عیسے خیل اور داؤد خیل کے مسلمان شہید کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کے لئے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ جیل سے لیکر شہر تک ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کا ایک سمندر لہریں لیتا نظر آتا تھا میاں صاحب کی وصیت کے مطابق وہ لوگ اپنے ساتھ ڈھول لائے ہوئے تھے اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں اس زور سے ڈھول بجاتے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ لوگ ریتلے میدان میں رات بھر درود شریف پڑھتے رہے۔ اور ان کی یہ بڑی تمنا تھی۔ کہ وہ صبح اول ہی اول شہید مبارک کا چہرہ دیکھیں گے بروز جمعرات صبح آٹھ بجے کے قریب غازی صاحب کو جام شہادت پلایا گیا۔ آپ کے چہرے سے مسرت ٹپکتی تھی۔ اور وہ اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے تمام دوسرے قیدی اس کے جواب میں اس قدر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے کہ باہر تک آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

غازی صاحب کو آپ کے ورثا سے آخری ملاقات کا کوئی موقعہ نہیں دیا گیا۔ پونے ۹ بجے آپ کو دار سے اتارا گیا۔ پر امن ہجوم شہید کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھا۔ ان کی نگاہیں جیل کے دروازہ پر لگی ہوئی تھیں۔ دس بجے کے قریب غازی صاحب کی لاش کو ایک چارپائی پر ڈال کر جیل سے باہر لایا گیا میانوالی کی تمام پولیس شہر کے مختلف حصوں اور جیل کی سڑک پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس سپرنٹنڈنٹ جیل۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک تھانہ دار لاش کے ساتھ باہر آیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سالانہ جلسہ کے متعلق ایک ضروری اعلان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ حسب معمول دسمبر کی تعطیلات کرسمس میں منعقد ہوگا۔ خواجہ عبد الغنی صاحب سالانہ جلسے کے افسر انچارج مقرر ہوئے ہیں۔ لہذا جلسہ کے متعلق جملہ خط و کتابت افسر موصوف سے کی جائے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن لاہور

اختلافات سلسلہ کے متعلق

ایک جدید تصنیف

موسومہ

عقاید احمدیہ متعلق نبوت محمدیہ

مصنفہ

سید مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری

یہ قابل قدر کتاب سید صاحب نے حال ہی میں تصنیف کی ہے اس کتاب سے قبل ایک چھوٹا سا ٹریکٹ موسومہ تناقضات مابین اقوال حضرت صاحب و میاں صاحب بطور نمونہ شائع ہو چکا ہے اس کتاب میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود اور میاں صاحب کے اقوال اور خیالات میں بڑا بھاری فرق ہے اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ میاں صاحب کے موجودہ عقائد اور مکفر مولویوں کے عقائد میں بالکل توارد ہے۔ اور یہ کہ خود میاں صاحب کے اقوال میں بڑا بھاری تناقض ہے۔ علاوہ اس کے فرقہ قادیان کے قریبًا تمام بڑے بڑے اعتراضات کا اصولی رنگ میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے جواب دیا گیا ہے۔ الغرض یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس سے پہلے اس طرز کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ محمودیت کے عقائد جدیدہ کے لئے ایک حربہ ہے۔ جس کا ہر طالب حق کے پاس ہونا ضروری ہے۔ کتاب چھپ چکی ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔ ۲۰×۲۶/۸ سائز ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ڈیڑھ روپیہ ۱عہ پتہ

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

تازہ خبریں

—— بغداد۔ عراقی حلقوں میں یہ افواہ گشت لگا رہی ہے۔ کہ فیصل الدویش کی فوجوں نے ابن سعود کی فوجوں اور ان کے حامی قبائل عوازم پر زبردست پائی۔ فیصل الدویش کے عساکر الاحسار پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ جہاں سلطان ابن سعود کا ولی عہد امیر سعود محصور ہو گیا ہے۔ اور اس کے پاس صرف ۲۵۰ آدمی ہیں۔ ریاض والاحسار کے مابین اور ریاض و حجاز کے مابین رستے منقطع ہو گئے ہیں۔ صحرا سے آئی ہوئی خبروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجد کے وزیر داخلہ عبد اللہ بن سلیمان کو ریاض کے راستے میں باغی اخوان نے قتل کر دیا۔

—— بغداد۔ حکومت عراق نے پختہ طور پر ارادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ ملک میں جبری بھرتی کے قانون کو نافذ کر کے رہے گی۔ اور یہ ارادہ اس امر پر مبنی ہے کہ حکومت برطانیہ نے اس کی مخالفت نہ کرنے کا اظہار کیا ہے۔ عراقی پارلیمنٹ کے افتتاح پر شاہی خطبہ میں اس امر کا تذکرہ ہوگا۔ اور اس کے بعد اسے پارلیمنٹ میں پیش کیا جائیگا۔

—— بغداد۔ امریکہ و عراق کے مابین ایک معاہدہ صداقت طے پا گیا۔ سفیر عراق مقیم لندن اور سفیر امریکہ مقیم لندن کے مابین اس امر پر فیصلہ کن گفت و شنید ہو گئی تھی۔ لیکن اول الذکر معاہدے کی عربی نقل کی طباعت کے قابل نہ ہو سکے۔ لہذا انہوں نے معاہدے کی عبارت کو بغداد بھیج کر اس کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کی۔ یہاں اس کا نہایت عمدہ نسخہ طبع کیا گیا۔ اور یکم اکتوبر کو ہوائی جہاز کے ذریعہ انگلستان روانہ کر دیا گیا۔ غالباً دس پندرہ روز میں اس پر دستخط ہو گئے ہونگے۔

—— بغداد میں جرمن قنصل موجود ہے۔ جو قنصلخانہ کے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ پچھلے دنوں فیلڈ مارشل ہنڈن برگ صدر جمہوریہ جرمنی نے جرمنی کی طرف سے بغداد میں سیاسی نمائندہ مقرر کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ غالباً اس منصب پر موجودہ قنصل برلٹن ہی کو مقرر کر دیا جائیگا۔

—— بغداد میں اس وقت دو نہایت عالیشان محل تیار ہو رہے ہیں ان میں حسین سابق شاہ حجاز قبرص سے بغداد آنے کے بعد قیام کریں گے۔ انہوں نے قیام بغداد کی تجویز کو قبول کر لیا ہے۔

—— حکومت عراق ریلوے کے بارے میں حکومت برطانیہ سے گفت و شنید کر رہی ہے۔ ابھی تک قضیہ کے حل کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ حکومت عراق کو اصرار ہے۔ کہ اس ریلوے کے بدلے میں ۷۰ لاکھ روپیہ نہ وصول کیا جائے۔ اور حکومت برطانیہ کا مطالبہ ہے۔ کہ ریلوے کی ضروریات کے لئے ۷۰ لاکھ روپیہ دلواؤ۔ اگر جھگڑا طے نہ ہوا۔ تو دونو حکومتیں کسی شخص کو حکم بنانے پر مجبور ہوں گی۔

—— معامر السیاسیہ کا نامہ نگار مقیم لندن رقمطراز ہے۔ کہ جنرل اسمٹس نے پچھلے دنوں آکسفورڈ میں ایک تقریر کی جس میں اس نے بیان کیا۔ کہ عیسائی مبلغین اور مشن بڑی جد و جہد کے بعد پورے ایک سو برس کے عرصہ کے بعد میں جنوبی افریقہ کے رہنے والوں کو عیسائیت سے مانوس نہیں کر سکے۔ اس کے برعکس مذہب اسلام مسیحیت سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے

—— عراق کے قوم پرست اخبارات سابق صدر اعظم کے خط کے اس حصہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کو خودکشی کے وجوہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میں اس لئے خودکشی کر رہا ہوں۔ کہ اہل وطن مجھ پر اپنے وطن سے غداری کا الزام عائد کرتے ہیں۔ برعکس اس کے اشتعال انگیز مضامین کے ذریعہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ کہ صدر اعظم کی خودکشی کا اصل سبب یہ تھا۔ کہ ان کو عراق کی خواہش آزادی کے بارہ میں برطانیہ کے مخالفانہ طرز عمل نے مایوس کر دیا تھا۔

—— پشاور ۲۶ نومبر۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔

افغانستان کا جدید چاندی کا روپیہ جس کا نام افغانی ہے۔ ابھی جاری کیا گیا ہے۔ اس کا سائز تقریباً ہندوستانی روپے جتنا ہے۔ لیکن وزن اس سے کم ہے۔ اس کی ایک جانب اعلیٰحضرت الغازی محمد نادر خان شاہ افغانستان لکھا ہے اور دوسری جانب امیر عبد الرحمن خاں مرحوم کے سکوں کی طرح محراب و جھنڈوں کی تصویر ہے۔

—— پشاور ۲۰ نومبر۔ کابل اور بیرونی دنیا کے درمیان سلسلہ آمد و رفت و رسل و رسائل کے ذرائع کی باقاعدہ بحالی کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے۔ کہ اس ہفتہ کابل سے ہندوستان اور یورپ کے لئے رجسٹری شدہ خطوط پشاور میں موصول ہوئے۔

جیلی رس کمی۔ کہ لیبر گورنمنٹ نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ہندوستان کو ذریعہ نوآبادیات درجہ دیا جائیگا جب اس خبر کے متعلق لیبر گورنمنٹ کے ذمہ دار ارکان سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے اس کی صداقت سے قطعاً انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ یہ فرض کر لینا انتہائی بیوقوفی ہے۔ کہ گورنمنٹ ہندوستان کو کچھ دینے کے متعلق کوئی قدم اٹھانیوالی ہے۔ سائمن کمیشن کی رپورٹ کے تیار ہونے سے پہلے تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ رپورٹ ۱۹۳۰ء سے پہلے تیار نہیں ہو سکیگی۔

—— لندن براستہ رنگی۔ ۲۲ نومبر۔ برطانوی وزیر نوآبادیات کے شائع شدہ میمورنڈم سے معلوم ہوا ہے۔ کہ عراق انگلستان کے درمیان ۱۹۲۷ء کے معاہدے میں برطانی حکومت نے وعدہ کیا تھا۔ کہ عراق کے ۱۹۳۲ء میں جمعیتہ الاقوام کے ممبر کی حیثیت سے داخلہ کی حمایت کیجائے گی۔ بشرطیکہ عراق کی موجودہ ترقی جاری رہی۔ اور کوئی غیر متوقع بات ظہور میں نہ آئی۔ اس معاہدہ کو عراق نے مشتبہ نظروں سے دیکھا اور برطانیہ کے وعدے اور مواعید کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا آخر برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ۱۹۳۲ء سے پیشتر ہی عراق کے جمعیتہ الاقوام میں داخلہ کے لئے سفارش کی جائے۔ اس سے باہمی نیک نیتی و اتحاد پیدا ہو گیا ہے۔ اور عراق برطانوی حکومت سے تعاون کرنے کا خواہشمند ہو گیا ہے۔ اب برطانیہ و عراق کے درمیان معاہدہ مرتب کرنے کیلئے ضروری قدم اٹھایا جا رہا ہے۔

—— پشاور ۲۰ نومبر۔ تجارت بھی بڑی تیزی سے شروع ہو گئی ہے موٹر لاریوں کی آمد و رفت بحال ہو گئی ہے تجارت کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے غازی محمد نادر شاہ نے محصول درآمد برآمد پچاس فیصدی تخفیف کر دی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آخری دو ہفتوں کے دوران میں تل اور پارا چنار سے پانچ لاکھ روپیہ کا مال افغانستان گیا۔

—— ملک کی اقتصادی حالت اس سرعت سے بحال ہو رہی ہے لیکن خزانہ عامرہ کی مشکلات ابھی تک دور نہیں ہوئیں۔ مزا مشریف سے الکوہل [illegible] میں ہوز [illegible] کیا ہے۔ جس سے کسی قدر امداد ملی ہے۔ کابل کے [illegible] حکومت کی مالی امداد کر رہے ہیں۔

— پشاور ۲۹ر جنوری۔ یمن سے جو مسافر آئے ہیں ان کا بیان ہے کہ شاہ امان اللہ خان نے قندہار میں متعدد دربار منعقد کئے ہیں۔ اور ان میں ہنگامہ پرور تقریریں کیں۔ قندہار سے دو میل کے فاصلہ پر ایک جدید چھاؤنی بنائی گئی ہے۔ شاہ موصوف وسم کی انقرت کے منتظر ہیں۔ ارادہ ہے کہ ماہ مارچ میں کابل پر حملہ کریں گے۔

— بمبئی کے ایک مشہور جوتشی پروفیسر این جے دیاسی نے پیشگوئی کی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کابل کا تخت جلد واپس لے لیں گے اور تخت پر قبضہ کرنے کے بعد تمام مجرموں سے رحمدلانہ سلوک کریں گے۔ حتیٰ کہ بچہ سقہ کو بھی معاف کر دیں گے۔ ملکہ ثریا بھی اپنی کھوئی ہوئی ہر دلعزیزی دوبارہ حاصل کرلیں گی۔

— مدراس ۱۴ر جنوری۔ حضور نظام معہ دیگر ارکان شاہی خاندان آج صبح یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک مذہب و ملت کے افراد نے نہایت شاندار استقبال کیا۔ آپ ۹ر فروری تک قیام کریں گے۔

— بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کابل میں اس وقت تین ہزار آدمیوں کو قتل کر چکا ہے۔

— دہلی ۳۰ر جنوری۔ مفرور شہزادہ محمد عمر خاں کا سراغ مل گیا ہے وہ سرحد پار شنواریوں کے ساتھ جا ملا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو ہندوستان لانے کے سلسلے میں شنواریوں سے گفت و شنید ہو رہی ہے۔

— لاہور یکم فروری۔ یہاں تین روز سے شدید سردی ہے۔ بہت سے لوگ نمونیا اور دیگر امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ راولپنڈی، کراچی اور دیگر مقامات سے بھی اسی قسم کی اطلاعیں موصول ہوئی ہیں راولپنڈی میں ایک انچ برف پڑی ہے۔

— پشاور ۳۱ر جنوری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کابل میں بجلی کی روشنی بند ہو گئی ہے۔ شاہ امان اللہ خاں نے شہر کے قریب جبل السراج پر بجلی کا جو کارخانہ جاری کیا تھا۔ اس پر ایک شخص عجب خاں نے جو شاہ موصوف کا حامی معلوم ہوتا ہے قبضہ کر رکھا ہے۔

پہلے خبر آئی تھی کہ سر ہمفریس برطانوی سفیر متعینہ کابل واپس آنیوالے ہیں اب اس خبر کی تردید ہو گئی ہے۔

— پشاور ۳۱ر جنوری۔ اطلاع ملی ہے کہ بچہ سقہ اپنی فوجیں جمع کر رہا ہے اور اس نے ان کی کمان اپنے پرانے کارندے سید حسین کے سپرد کر دی ہے۔

— بچہ سقہ نے کابل میں شاہی خاندان کے افراد سے نہایت ذلیل اور ظالمانہ سلوک کیا ہے۔ شاہ امان اللہ خاں کے برادر کوچک کبیر خاں کو بھی قید کرکے ان کی جائداد ضبط کر لی ہے۔ شاہ موصوف کے متعدد وزراء کا مینہ اور متعدد اعلیٰ عہدیدار بھی قید کر دیئے گئے ہیں۔ عامۃ الناس کا اضطراب و ہیجان روز افزوں ترقی پر ہے۔

— پشاور یکم فروری۔ کابل کی اطلاع مظہر ہے کہ ایک روز بچہ سقہ بازار میں سے گزر رہا تھا کہ ایک ۱۵ سالہ بچے نے اس پر ریوالور سے گولی چلائی جو خالی گئی۔ لڑکے کو فوراً گرفتار کرکے وہیں قتل کر دیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ بچہ سقہ کے خلاف جذبہ بڑھ رہا ہے۔

— ۳۱ر جنوری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جلال آباد کے گورنر علی احمد جان جنہوں نے چند روز ہوئے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ بھاری لشکر کے ساتھ کابل پر حملہ کیا۔ اور مقام بندی غازی کے قریب بچہ سقہ کی فوجوں کو زبردست شکست دی۔ اور شہر خاکی چر پر قبضہ کر لیا۔ امید کی جاتی ہے کہ ایک دو روز میں وہ کابل میں داخل ہو جائیں گے۔

— پشاور یکم فروری۔ کابل میں حالات بہت نازک ہو رہے ہیں۔ قحط کی وجہ سے بچہ سقہ اور بھی گھبرایا ہوا ہے۔ اور اپنا سامان حرب "دامن کوہ" میں بھیج رہا ہے۔

— شاہ امان اللہ خاں کے خاندان کے تمام افراد قلعہ بالا حصار میں پناہ گزین ہیں اور بچہ سقہ کی فوجوں کے حملے سے قلعہ کی حفاظت کر رہی ہیں۔

— لاہور یکم فروری آج رات ۱۰ بجکر ۵ منٹ پر زلزلہ کا سخت جھٹکا محسوس ہوا۔ جو کئی منٹ تک جاری رہا۔ لوگ باوجود شدید سردی کے ہراساں ہو کر اپنے مکانوں سے باہر نکل آئے۔

— صوبہ سرحد کے اکثر مقامات پر ہولناک برفباری ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۸۳ء کے بعد اس قسم کی سردی اور برفباری کبھی نہیں ہوئی۔

— افغانستان کے بعض علما اور مشائخ بچہ سقہ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ کابل کے سرکردہ پیر سید کمال کے صاحبزادہ نے اس کے خلاف کفر کا فتوےٰ دے دیا ہے۔

— بچہ سقہ نے شاہی خاندان کے علاوہ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں پر بھی بے حد ظلم کیا ہے۔

— [illegible]

پیغام صلح کا فائل

چونکہ پیغام صلح میں اکثر علمی مضامین شائع ہوتے ہیں اور بعض اوقات مذہبی معلومات اور نئی تحقیقات مذاہب و ادیان اور حقائق و معارف اسلام سے لبریز مضامین درج ہوتے ہیں۔ اسلئے بہت سے بلکہ تقریباً تمام احباب اسکے فائل بحفاظت تمام اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ناظرین کرام میں سے جن صاحب کے پاس انکے فائل نامکمل ہوں وہ ہم سے پیغام صلح کے وہ نمبر فی پرچہ ۲ کے حساب سے خرید سکتے ہیں جو انکے پاس کھو گئے ہوں اور جنکے باعث انکے فائل نامکمل پڑے ہوں۔

(منیجر پیغام صلح)

—— چین کے بعض صوبوں میں ہولناک قحط پھیل گیا ہے۔ لوگ گھاس کھا کر گزارا کر رہے ہیں۔ بعض مقامات پر یہ بھی میسر نہیں۔ کئی لوگوں نے فاقہ کشی کی تکالیف سے تنگ آکر خودکشی کر لی ہے۔ ایک وقت کی معمولی خوراک کے بدلے ایک قطعہ زمین مل سکتا ہے۔ گوشت کے لئے تمام جانوروں کو ذبح کیا جا چکا ہے۔ اب کوئی جانور بھی نہیں ملتا۔

—— پشاور ۲۷ فروری۔ آج صبح جنرل نادر خاں کی خدمت میں ایک سپاسنامہ خیر مقدم پیش کیا گیا جس کے جواب میں جنرل موصوف نے فرمایا:- "میں کمزور نحیف۔ بیمار اور زخمی جسم کا آدمی ہوں۔ لیکن میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ مجھ میں وہی روح موجود ہے۔ جو پہلے تھی۔ یہ وجود جو اس وقت مرض کا شکار بنا ہوا ہے ایک سپاہی کا بدن تھا۔ جس نے اپنے ملک کی خاطر تیغ رانی کی۔ جو اب بھی مادر وطن کی خاطر جنگ کرنے آیا ہے۔ ...... میں امن و صلح کا مشن لے کر آیا ہوں۔ اس سعی میں میری کوئی ذاتی غرض شامل نہیں۔ اور دس پندرہ روز تک آپ کو اس کا ثبوت مل جائے گا۔"

—— پشاور ۲۶ فروری۔ فرانسیسی۔ جرمن اور اطالوی سفرا آج پشاور ہی رہے اور جنرل نادر خاں نے ان سے فرداً فرداً ملاقات کی۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ کابل میں لوگ جنرل نادر خاں کی آمد کو امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے قندھار جانے کا ارادہ بالکل ترک کر دیا ہے۔

—— چمن کی اطلاع ہے کہ ۲۴ فروری کو خرقہ شریف کی درگاہ کے تبرکات کو باہر نکالا گیا اور لوگوں نے ان پر شاہ امان اللہ خان کی وفاداری کا حلف اٹھایا۔

—— نئی دہلی ۲۶ فروری۔ چونکہ برطانی سفارت کابل سے واپس آگئی ہے اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ قندھار اور جلال آباد کے برطانوی قنصلر کو بھی واپس بلا لیا جائے۔ برطانی سفارت تمام ضروری کاغذات اپنے ہمراہ لے آئی ہے۔ اور سفارت خانہ کو متعلقین کے حوالے کر آئی ہے۔

—— پشاور ۲۵ فروری۔ برطانیہ۔ اٹلی۔ اور فرانس کے سفیر کابل سے واپس آگئے ہیں۔ جرمنی۔ روس۔ ٹرکی اور ایران کے سفرا بدستور کابل میں موجود ہیں۔

—— پشاور ۲۶ فروری۔ شنواریوں اور مہمندوں کے علاقہ سے موصول شدہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ سردار علی احمد جان پھر لشکر جمع کر رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی مساعی میں کامیاب ہو گیا۔ تو پھر جلال آباد کو اپنا مرکز بنائے گا۔

—— بچہ سقہ بدستور فوج جمع کرنے میں مشغول ہے۔

—— مدراس ۲۵ فروری۔ آل انڈیا اچھوت کانفرنس کا چوتھا اجلاس زیر صدارت مسٹر پی سی منڈل منعقد ہوا۔ اور اچھوتوں کے مطالبات اور فلاح و بہبود کے متعلق مختلف تجاویز پاس ہوئیں۔

—— پشاور ۲۶ فروری بیان کیا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں اپنے آئندہ ارادوں کے متعلق عنقریب ایک اہم اعلان شائع کریں گے۔

—— جنرل پوسٹ آفس کو شکایت ہے کہ لوگ ہر سال سات کروڑ ٹیلیگرام فارم فضول ضائع کر دیتے ہیں۔

—— اندازہ لگایا ہے۔ کہ پنجاب میں ۴ کروڑ چوہے ہیں اور گزشتہ سال میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ چوہے مارے گئے۔

—— لارڈ سنہا کے داماد مسٹر نگیندر ناتھ گپتا بیرسٹر و سوپنل مجسٹریٹ کلکتہ نے کلکتہ ہائی کورٹ میں درخواست دی ہے کہ ان کو اپنی بیوی رومالا گپتا کو اس بنا پر طلاق دینے کی اجازت دی جائے کہ تلسی چرن گوسوامی زمیندار اور ممبر اسمبلی کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق ہے۔ نیز درخواست کنندہ نے تلسی چرن گوسوامی سے ۲½ لاکھ روپیہ ہرجانہ کا بھی دعوے کیا ہے۔

(پرتاپ اس خبر کا ذمہ دار ہے)

—— آغا احمد خاں ہمایوں جو شاہ امان اللہ خاں کے پرسنل شاف میں تھے کابل سے پشاور پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ شاہ امان اللہ خاں عنقریب افغانستان کے بادشاہ تسلیم کر لیے جائیں گے۔

—— انہوں نے اس افواہ کی بھی تردید کی کہ جنرل نادر خاں کابل کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ بالکل افغانستان کے بادشاہ نہیں ہونا چاہتے۔ بلکہ ملک میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ جنرل نادر خاں ایک محب وطن اور شریف ترین افغان ہیں۔

ویداور آریہ سماج

یجروید اور سام وید میں اہم اختلافات

مولانا عبدالحق صاحب کے انکشافات پر آریہ سماج کی تنقید کا جواب

مولوی لال حسین صاحب مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے قلم سے

پیغام صلح کی یکم مارچ ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں مولانا مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کا ایک مضمون زیر عنوان "وید اور آریہ سماج۔ آریوں کی چالاکیاں پکڑی گئیں۔ ویدوں میں بھی گڑبڑ کر دی" شائع ہوا جس میں اس حقیقت کبریٰ کا انکشاف کیا گیا تھا کہ ویدک پریس اجمیر کے چھپے ہوئے ویدوں میں آریوں نے کئی جگہ حسب منشا کتر بیونت کی ہے۔ اس کے ثبوت میں جناب مولانا نے ساتن دھرمیوں اور سماجیوں کے شائع کردہ ویدوں کے مختلف نسخے پیش کر کے آریہ سماج کو بتلا دیا تھا کہ "آریہ پنڈتوں کو چاہیئے کہ وہ ہمارے اس مضمون کے سبب میں ایک آریہ پنڈت کانفرنس بلائیں۔ سر جوڑ کر بیٹھیں اور بتائیں ویدوں میں یہ روز روز گڑبڑ کیوں کر رہے ہیں!

آریہ سماج میں تہلکہ

مضمون کا شائع ہونا تھا کہ آریہ سماج میں تہلکہ پڑ گیا۔ آریوں کی چالاکیوں اور ویدوں کی اصلیت کا پول کھل جانے سے سماج مندروں میں گویا صف ماتم بچھ گئی۔ ویدوں میں الحاق و تحریف کا یہ ایسا ناقابل تردید ثبوت تھا۔ کہ کوئی معمولی پنڈت تو کیا آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کو بھی ہمت نہ پڑی کہ اس کے جواب میں قلم اٹھائے۔ بڑے بڑے سماجی پنڈتوں کی بانچھیں بند ہو گئیں۔ اور ان کے قلم ٹوٹ گئے جرام ہے کہ کسی پنڈت نے اس کے جواب میں ایک لفظ بھی لکھا ہو اور لکھنے بھی کس طرح؟ انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کے جواب میں قلم اٹھانا جان بوجھ کر اپنی ذلت کرانا ہے۔ یہاں کسی وید منتر کے لفظی معنے اور مفہوم کے متعلق تو بحث ہے نہیں۔ کہ من مانے معنے کر کے بچارے منتر کو تحویل کے الٹے سیدھے شکنجے میں جکڑ دیا جائے۔ یہاں تو ایک ہی وید کے مختلف نسخے رکھے گئے ہیں۔ ایک نسخے میں تو ایک منتر موجود ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔ یہانتک کہ سام وید کے ایک نسخے میں دوسرے نسخے سے ۷۵ منتر زیادہ ہیں۔ ان حالات میں انہوں نے محسوس کیا کہ کتنے ہی داؤ پیچ کھیلیں۔ اور ہتھکنڈے کریں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تدبیروں کے چکر چلائیں ہمارا ناخن تدبیر اس گتھی کو کبھی نہیں سلجھا سکتا۔

ایک جاہل آریہ سماجی کی بیتابی

ہاں ایک مہاشہ جی جو سنسکرت سے بالکل کورے ہیں ہندی تک صاف نہیں پڑھ سکتے اور ان کی اردو دانی کی قلعی توحید آباد (سندھ) کے مناظرہ میں ہی کھل گئی تھی۔ جہاں بار بار فاعل مختار کو فعل مختار کہہ رہے تھے۔ جن کا اسم گرامی چرنجی لعل ہے اور انہوں نے اپنے نام کے ساتھ پریم کے تخلص کا دُم چھلا بھی لگا رکھا ہے۔ سنسکرت سے جاہل مطلق ہونے کے باوجود آپ کو ویدوں کی حمایت کا اس قدر شوق چرایا ہوا ہے کہ جب کہیں ویدوں پر اعتراض ہوا تو آپ کا خون جوش میں آیا۔ فوراً ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ آریہ پنڈتوں کے دروازوں پر جا دستک دی۔ کچھ ان سے پوچھا کچھ اپنی طرف سے الٹ سنٹ دھر گھسیٹا اور آریہ مسافر میں جا کر بھیج دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مولانا کے اس مضمون کو پڑھ کر مہاشہ جی بہت ہی برافروختہ ہو کر آپے سے باہر ہو گئے ہیں۔ بچارے کو کئی راتیں نیند نہ آئی ہو گی۔ خدا معلوم کتنے دروازوں کی دریوزہ گری اور سوچ بچار کے بعد ایک بے ربط سے لکھا اور جھوٹ کا پلندہ آریہ مسافر میں شائع کر دیا۔

مولانا عبدالحق صاحب کے مضمون کا جواب تو کیا ہونا تھا مہاشہ جی نے افسوسناک بلکہ شرمناک بد زبانیوں سے سماجیوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی پوری کوشش کی ہے اور دھوکا دینے میں کمال کر دیا ہے۔

تحریف وید کا ناقابل تردید ثبوت

مولانا نے فرمایا تھا : ۔

"آریوں نے اوّل تو رشیوں اور دیوتاؤں کے ناموں کو جو ویدوں کے ہر سوکت پر قدیم سے لکھے چلے آتے تھے اول بدل کر دیا۔ اس پر سوامی ساتولیکر جی کو جو ویدوں کے بہت ہی بڑے عالم ہیں افسوس ہوا۔ اور انہوں نے لکھا کہ اس کتر بیونت کرنے سے وید منتروں کا مفہوم ہی غت ربود ہو گیا۔"

یہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مہاشہ جی اس کے جواب میں ایک لفظ نہیں لکھ سکے۔ اور اسے شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ شاید انہوں نے سمجھ لیا ہو گا کہ جس بات کا رونا خود آریہ سماج کا ایک پنڈت رو رہا ہے اس کی پردہ پوشی کسی صورت میں ممکن نہیں۔ اس لئے اس کے متعلق مہاشہ جی نے چپ سادھنے میں ہی خیر سمجھی۔ سچ ہے ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یجروید کے منتر میں دست برد

یجروید کے متعلق مولانا کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ : ۔

"یجروید کے ساتن دھرمی نسخوں میں چالیسویں ادھیائے کے ۱۷ منتر ہیں۔ اور آریوں کے یجروید میں بھی ۱۷ ہی ہیں۔ مگر ان کی ہوشیاری ملاحظہ کیجئے کہ آخری منتر کے بعد اوم کھم برہم جو تین الفاظ جزو منتر نہیں تھے اُس کو بھی منتر ۱۷ میں شامل کر دیا گیا۔ بمبئی کے چھپے ہوئے یجروید میں چالیسواں ادھیائے ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر جیسے کوئی بطور تبرک بعد میں اوم کھم اور برہم لکھ دے تو وہ جزو منتر نہیں ہوتا اسی طرح مہیدھر اور اوبھٹ کے بھاشیہ کے ساتھ جو یجروید چھپا ہے اُس میں اوم کھم اور برہم منتر ۱۷ کے اندر نہیں۔ مگر آریوں نے اس کو آخر سے اٹھا کر منتر ۱۷ کے اندر گھسیڑ کر اس کو جزو وید بنا دیا۔ یہ تینوں لفظ بمبئی کے وینکٹیشور پریس کے چھاپے ہوئے یجروید میں بھی منتر ۱۷ کے اندر موجود نہیں۔"

مہاشہ جی اس کے متعلق لکھتے ہیں : ۔

"مولانا اگر اوبھٹ اور مہیدھر کے بھاشیہ کو بغور دیکھتے تو انہیں پتہ لگ جاتا کہ مہیدھر کے بھاشیہ میں الفاظ اوم کھم برہم منتر ۱۷ کے انترگت (اندر) ہی آئے ہیں۔ اوبھٹ کے بھاشیہ میں صرف یہ غلطی ہوئی ہے کہ چھاپنے والوں نے غلطی سے الفاظ منتر نمبر ۱۷ ان الفاظ سے پہلے لکھ دیئے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ جی نے مہیدھر اور اوبھٹ کا بھاشیہ اور ساتن دھرمیوں کے وینکٹیشور پریس بمبئی کا چھپا ہوا یجروید یا تو اپنی تمام عمر میں کبھی دیکھا تک نہیں اور یا صریح غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کا یہ لکھنا "کہ مہیدھر کے بھاشیہ میں الفاظ اوم کھم برہم منتر ۱۷ کے انترگت (اندر) ہی آئے ہیں"۔ آپ کی دیدہ و دانستہ دروغ بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ یہ مہاشہ پریم صاحب کی کذب بیانی اور بہتان طرازی ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ مہیدھر بھاشیہ کے ساتھ جو یجروید چھپا ہے اُس میں اوم کھم برہم منتر ۱۷ کے اندر آئے ہیں چونکہ ویدک پریس اجمیر کے چھپے ہوئے یجروید کے چالیسویں ادھیائے کے منتر ۱۷ کے اندر اوم کھم برہم آریوں نے گھسیڑ دیا ہے۔ اس لئے اس کی پردہ پوشی کے لئے مہاشہ چرنجی لعل صاحب نے بھی جھوٹ لکھ دیا۔

اُبھٹ کا بھاشیہ

لیکن سچائی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اُبھٹ کے بھاشیہ کے متعلق آپ کے قلم سے صاف نکل گیا۔

"کہ اُبھٹ کے بھاشیہ میں صرف یہ غلطی ہوئی ہے کہ چھاپنے والوں نے غلطی سے الفاظ منتر ۱۷ ان الفاظ سے پہلے لکھ دیئے ہیں"

شکر ہے کہ یہاں تو مہاشہ جی نے خود اعتراف کر لیا کہ اوبھٹ کے بھاشیہ میں اوم کھم برہم منتر ۱۷ کا جزو نہیں۔ بلکہ یہ الفاظ منتر ۱۷ کے بعد لکھے ہیں۔ رہا اس حقیقت کو چھاپنے والوں کی غلطی سے نامزد کرنا۔ یہ آپ کا معمولی دروغ بے فروغ ہے۔

حضرت مولانا نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ "(اوم کھم برہم) یہ تینوں لفظ بمبئی کے وینکٹیشور پریس کے چھاپے ہوئے یجروید میں بھی منتر ۱۷ کے اندر موجود نہیں"۔ اس کے متعلق مہاشہ جی نے ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ گویا الخاموشی نیم رضا کے مقولہ کے ماتحت اپنی مہر تصدیق بھی اس پر ثبت کر دی کہ واقعی اوم کھم برہم منتر ۱۷ کے اندر موجود نہیں۔

ادھیائے پچیس کے پہلے نو منتر

دوسرا اعتراض یجروید کے متعلق حضرت مولانا نے ان الفاظ میں کیا تھا۔

"یجروید ادھیائے ۲۵ کے شروع کے ۹ منتر سب بھاشیہ کاروں نے لکھا ہے کہ وید کا حصہ نہیں۔ بلکہ برہمن نامی کتابوں کا حصہ ہے۔ مگر آریوں نے اس کو وید منتر قرار دیا۔ دیکھو مہیدھر اور اُبھٹ۔ بھاشیہ نیز جوالا پرشاد مشر کا بھاشیہ مطبوعہ مرادآباد"

مہاشہ جی نے اُسے چھوا تک نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا زبردست اعتراض ہے کہ وہ اس کے متعلق کچھ جھوٹ بھی نہیں بنا سکے۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ جب مہیدھر اُبھٹ اور پنڈت جوالا پرشاد جی جیسے مشہور و معروف مفسرین وید صاف اعلان کر رہے ہیں کہ یجروید کے پچیسویں ادھیائے کے پہلے ۹ منتر وید کا حصہ نہیں تو مہاشہ پریم کو ہمت نہ ہوئی کہ اُن کے خلاف لکھ سکے۔ لہذا خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھی۔ لیکن ہم آریہ سماج کے لیڈروں اور بڑے بڑے پنڈتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ جب متذکرہ بالا مفسرین وید ان ۹ منتروں کو وید کا حصہ نہیں مانتے۔ تو آریوں نے کیوں اُنہیں وید منتر قرار دیا؟

منتر اڑتالیس کی زیادتی

تیسرا اعتراض یجروید کے متعلق یہ تھا۔

"یجروید ادھیائے ۲۷ کا منتر نمبر ۴۸ صرف آریوں کے یجروید میں موجود ہے۔ اور کسی سناتنی نسخہ میں یہ منتر ۴۸ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ۴۷ منتر ہیں۔"

اس کے جواب میں مہاشہ جی رقمطراز ہیں : ۔

"مولانا عبدالحق آریوں کی تو چالاکیاں پکڑتے ہیں لیکن آپ خود حد درجہ کی افسوسناک بلکہ شرمناک چالاکی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر مولانا نے یجروید کی شکل دیکھی ہے تو انہیں ضرور معلوم ہونا چاہئے۔ کہ ویدک یینترالہ کے یجروید میں جو منتر ۴۸ درج ہے وہ منتر ۴۷ کا ہی حصہ ہے یعنی اس حصہ میں منتر ۴۷ کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ پاٹھ بھید (کمی بیشی) مطلقاً نہیں ہے۔ کیا یہ پبلک کو دھوکا دینے کی بدترین مثال نہیں"

اس عبارت میں مہاشہ جی نے سراسر جھوٹ لغو شرارت آمیز الزامات حضرت مولانا پر اس لئے لگائے ہیں کہ ویدوں کی تحریف کا پول نہ کھل جائے۔

ہم ڈنکے کی چوٹ سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ آپ کی سراسر کذب بیانی ہے۔ کہ ویدک پریس اجمیر کے یجروید میں منتر ۴۷ کے دو حصے کر دئے گئے ہیں۔ ورنہ پاٹھ بھید (کمی بیشی) مطلقاً نہیں۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ساتن دھرم کے شائع کردہ یجروید میں کل ۴۷ منتر ہیں اور آریہ سماج کے یجروید میں ۴۸ منتر ہیں۔ اور یہ کمی بیشی تمبرک نہیں بلکہ نمبر ۴۸ کے الفاظ ہی ساتنیوں والے یجروید میں نہیں۔ اور آریہ سماجیوں کے یجروید میں موجود ہیں۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں : ۔

مسلمانوں کو اصلاح کی ضرورت

ملّا اور آقا کی کشمکش

مسلمانوں میں ملاؤں کے متعلق جو عام رائے اس وقت ملک میں پیدا ہو چکی ہے اس کا ذکر ان کالموں میں قبل ازیں متعدد دفعہ ہو چکا ہے۔ حال ہی میں کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک عام جلسہ انہی علماء سوء کے خلاف آواز بلند کرنے اور ان کا بائیکاٹ کرنے کے لئے منعقد ہوا جس میں ملاؤں کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے بعض تجاویز کی گئیں۔

لیکن ملاؤں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی اس وقت مسلمانوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ جو مسلمانوں کے پولیٹیکل لیڈروں کا گروہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ بھی باہمی جنگ و جدل اور افتراق و انشقاق کے پیدا کرنے میں ملاؤں سے کسی طرح کم نہیں۔ فتوے بازی میں وہ مکفر علماء کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ملاؤں کی اصطلاح میں ان سے اختلاف رکھنے والے کافر اور خارج از اسلام ہیں اور پولیٹیکل لیڈروں کے نزدیک ان کا مخالف ... ہے یا نصرانی۔ اسی حقیقت کو ایک دردمند مسلمان صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب نے ذیل کے مضمون میں واضح کیا ہے۔ امید ہے قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ (ایڈیٹر)

ہندو اور مسلمان اخباروں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر پڑھیئے۔ ہر دو اقوام کے ...ین کی تقریریں سنیئے تو ذہنیت کا عجیب و غریب نظارہ دکھائی دے گا۔ ... اس امر پر متفق ہیں کہ ہم انتہائی پر پہنچا ہے۔ اور آزاد ہو کر رہنا ہے ...روں کے طریق کار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک قوم تو اپنی تمام ...ں کو دور کر کے اپنے آپ کو آئندہ کی جنگ کے لئے ہر طرح اہل بنا رہی ...۔ اور دوسری قوم نہ صرف اپنی رہی سہی خوبیوں کو ہی ضائع کر رہی ہے۔ ...یا جہان کی برائیاں بھی اپنے اندر جمع کر کے، اس امر کی متوقع ہے ...ی اپنے ہمسایوں کے پہلو بہ پہلو شاہراہ ترقی پر گامزن ہو۔

مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت

مسلمانوں (؟) اس سے زیادہ بدقسمتی اور نکبت کیا ہوگی کہ انہوں نے ...شعار ... صدیوں کی ہمنشینی سے ہندوؤں ...یاں بھی اپنے ... کرلیں۔ اور خوبی کی ایک بات بھی نہ سیکھی۔ ...ے انگریزوں کے ... کریشن پرستی اور عیاشی تو اختیار کر لی لیکن ...ست اور طرز حکومت سے کورے کے کورے رہ گئے۔

کوئی مسلم رہنما نہیں

اس وقت انتہائی مصیبت تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی مسلم لیڈر ...یں جس کے اشارے پر تمام مسلمان سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اور یہی وہ کمی ہے جو ہمیں کسی مرکز عمل پر جمع ہونے نہیں دیتی۔ مسلمانوں میں ایک رو پیدا ہوتی ہے اور وہ آنکھیں بند کر کے بلا کسی جد و جہد کے اس میں بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کو آنکھ کھول کر اپنے گرد و پیش کے حالات دیکھنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

خود ساختہ لیڈر

چند خود ساختہ لیڈر۔ خود آموختہ آقایان نامدار ان میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنی تعریف و توصیف میں خود ہی قصیدے لکھنے شروع کر دیتے ہیں۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ان کی داد عام مسلمانوں سے مانگی جاتی ہے۔ اگر اتفاق سے ان میں کوئی صاحب قلم بھی ہو تو وہ بلا مبالغہ ایک مجدد وقت کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اب کیا مجال کہ کوئی شخص دیانت یا خیانت سے ہی اس سے اختلاف کرے۔ بیک جنبش ابرو وہ کشتنی اور گردن زدنی قرار پا جاتا ہے اب ہزار ان سے کہو کہ حضرت ہم بھی مسلمان ہیں۔ دل میں تھوڑا بہت درد بھی رکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے کسی قدر دماغ اور اس میں حسب ضرورت سوچنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم فلاں امر میں آپ سے اختلاف رائے رکھنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور ملتجی ہیں کہ ہم کو بھی زندہ رہنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن کہاں بارگاہ آقائیت میں اس قدر گستاخی اور پھر بھی زندہ رہنے کی ناپاک ہوس۔ وہ غدار ہے۔ قوم فروش ہے۔ وطن فروش ہے لہٰذا قابل دار ہے۔

ملّا اور آقا

اس وقت عام طور پر ملاؤں کے خلاف ایک جہاد عظیم ہو رہا ہے اور نوجوان مسلموں کی اکثریت اس پر تل رہی ہے کہ ان کا نام و نشان صفحۂ اسلام سے مٹا دیا جائے۔ لیکن کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ ملاؤں کی جگہ وہ ہستیاں لے رہی ہیں جو انگریزی پڑھ کر شان مولویت سے بالاتر ہو گئی ہیں۔ اور آقاؤں کی صورت میں جلوۂ شہود پر آ رہی ہیں۔

مولویوں کا بدترین لفظوں میں یہی قصور ہے کہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انشقاق پھیلاتے ہیں اور ان کو کسی ایک مرکز پر اکٹھا نہیں ہونے دیتے لیکن کیا ہمارے محترم لیڈر یہی پوزیشن اختیار نہیں کر رہے جس طرح ایک حنفی ملا کسی وہابی کو اپنی مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیتا۔ اسی طرح یہ کانگرسی مسلمان کسی غیر کانگرسی مسلمان کو اپنے پلیٹ فارم پر نہیں بولنے دیتا آگے مذہبی عقائد کی بنا پر سوشل بائیکاٹ ہوتا تھا۔ اب سیاسی عقائد کی بنا پر یہی ہو رہا ہے۔ یعنی ان نام نہاد راہبران قوم نے بجائے پرانی خصومتوں کے شاخسانے اور وجوہ اختلاف پیدا کر دی ہیں۔ ملا بہشت اور دوزخ کے ذریعہ سے اپنا حلوا مانڈا حاصل کرتے تھے۔ یہ "سوراج" اور "آزادی" کے خواب دکھا کر مسلمانوں کو الو بنا رہے ہیں۔ وہ بہشت کے ٹھیکیدار تھے۔ تو یہ آزادی ہند کے نمبردار ہیں۔

ہندوؤں کا طرز عمل

آخر مسلمانوں ہی میں یہ دشنام طرازی اور بدگوئی کیوں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ہندوؤں میں آزاد خیال نہیں۔ یا لوڈی نہیں؟ قوم پرست نہیں یا قوم فروش نہیں؟ ان میں دیانت دار نہیں یا خائن نہیں؟ آخر ان کی تحریریں

اور تقریروں میں ایک دوسرے کی پگڑیاں کیوں نہیں اچھالی جاتیں اور ان کے راز درون پردہ کیوں نہیں لائے جاتے؟ آخر یہ کیا قیامت ہے کہ یہ وباء بیش از بیش مسلمانوں ہی میں سرایت کرتی جاتی ہے۔ انہوں نے ایک لائحۂ عمل قرار دے لیا ہے۔ یعنی "لینا" قوم کو جو کچھ کسی بھی طریقہ سے مل سکتا ہے لے لیا جائے خود کو مضبوط، مضبوط تر، اور مضبوط ترین بنا لیا جائے۔ چنانچہ اگر کچھ گورنمنٹ سے مل سکتا ہے۔ تو اس کے لئے ٹوڈی سر بسجود ہیں۔ اگر حکومت کی مخالفت سے کچھ مل سکتا ہے۔ تو کانگرسی حاضر ہیں۔ اگر روپیہ دیکر مل سکتا ہے تو بلا لالہ بجاج موجود ہیں۔ اگر روپیہ لے کر مل سکتا ہے تو ہزاروں خائن بھی پس پردہ بیٹھے ہیں۔ اگر مسلمانوں سے لڑنے میں فائدہ ہے تو مہاسبھا موجود ہے اگر ان سے صلح کی ضرورت ہے تو مسلموں کے جان نثار بھی ہیں۔ غرض کوئی طریقہ بھی حصول مدعا کے لئے چھوڑا نہیں جاتا۔ کیا مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا پروگرام موجود ہے یہاں تو چھوٹے میاں کی ٹوپی اور بڑے میاں کی توند۔ آقا صاحب کی داڑھی اور مولانا صاحب کی پگڑی پر چوٹیں کر کے ایک دوسرے کی سرکوبی اور مسلمانوں کے قتل عام سے ہی فرصت نہیں۔ پروگرام کون بنائے اور لائحہ عمل کون بیٹھ کر سوچے؟

مسلمانوں کو سنبھالو

آپ کہتے ہیں آزادی مل لینے دو بعد میں سب کچھ درست ہو جائے گا۔ میں بھی کہتا ہوں کہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ لیکن ایک بڑے وسیع اور تلخ تجربے کے بعد۔ اور اس تجربے کے تختۂ مشق بھی مسلمان ہی ہوں گے۔ آخر صرف مسلمانوں ہی کے خون میں نہا کر ہندوؤں کے لئے آزادی حاصل کرنا کہاں کی وطن پرستی ہے؟ یہی کوششیں جو مسلمانوں کو بد سے بدتر بنانے پر صرف ہو رہی ہیں۔ ان کی اصلاح پر کیوں صرف نہیں کی جاتیں۔ تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر ہمسایہ قوم کے دوش بدوش چل سکیں۔ جنگ آزادی میں مردانہ وار حصہ لیں۔ اور اس کا پھل بھی کھائیں۔ کیوں قوم کی اقتصادی حیثیت درست کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی تاکہ وہ ہندوؤں کے قرضہ سے نکل کر اپنی دولت کی مساویانہ حیثیت سے ان کے سامنے کھڑے ہوں؟ کیوں امراء اور رؤسا سے درخواست نہیں کی جاتی کہ وہ مسلمانوں کی ترقی کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول لیں؟ کیوں ٹوڈیوں سے یہ کام نہیں لیا جاتا کہ وہ مسلموں کے لئے حکومت سے مزید مراعات حاصل کریں۔ اور وہ مسلمان نوجوان جو عالم بیکاری میں بازاروں میں جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں۔ کوئی ذریعہ معاش حاصل کریں۔ کیا ہمارے لیڈر باوجود اس دعوے ہمہ دانی کے اس امر سے ناواقف ہیں کہ گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلنے والے، پتنگ اڑانے والے، بٹیرے لڑانے والے صرف مسلمانوں ہی کے بچے ہیں۔ اور دن کے وقت کوئی ہندو لڑکا سکول اور دکانوں کے علاوہ کہیں آوارہ پھرتا نظر نہیں آتا۔ کیا وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ گھر میں اُپلے تھاپنے والی اور باقی وقت سو کر گزارنے والی صرف مسلمان لڑکیاں ہی ہیں۔ جبکہ تمام ہندو لڑکیاں بلا استثنا سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اگر وہ سب کچھ جانتے ہیں تو خدارا بتائیں کہ انہوں نے ان خرابیوں کے دور کرنے کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ اور ان نوجوان مسلم ہستیوں کو جنہوں نے آئندہ ملک کی قسمت کا مالک بننا ہے [illegible]

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

تار کا پتہ: مسلمان لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر (۸۳۸)

لوائے ما بپنہ سپہر سعید ابد تو ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اخبار

پیغام صلح

ایڈیٹر: دوست محمد

اسسٹنٹ ایڈیٹر: محمد انعام الحق ھوشیارپوری

ہر سہ شنبہ اور جمعہ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

قیمت: سالانہ چھ روپے — ششماہی تین روپے — سہ ماہی دو روپے — طلباء سے چار روپے — ممالک غیر سے سالانہ ۱۵ شلنگ — فی پرچہ ایک آنہ

منہ مانگا استہار: کیلئے مینجر کو لکھئے پیغام صلح شمالی ہند کا کثیر الاشاعت سہ روزہ اخبار ہے۔ شرح اجرت بہت کم ہے۔ شرح ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ (مینجر)

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۷ رجون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۲

دین و دانش

(از مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب)

دوش پرسیدم ز فطرت بر ملا با من بگو
عقل را با دیں چہ نسبت، دین را با او چہ کار
نعرۂ زد فطرتم کاے مرد دامنگیر من
میدہم پاسخ ترا از گوشہا پنبہ برآر
ہر چہ نسبت جان را با تن بدہر اندر بود
دین را باشد ہماں نسبت بہ دانش ہوشدار
جان اگر بے جسم و تن باشد نمی ارزد بجو
تن اگر بے جاں بود در مردگاں دارد شمار
بر ہمیں طور است رنگ مذہب و فرہنگ ہم
ہم بر ایں نہج است کار دین و دانش یاد دار
دین حق درکار دارد دانش و فرہنگ را
عقل می باشد بہ دنیا دین را آئینہ دار
مذہبے کو را نہ باشد کار با فرہنگ و عقل
لائق تسلیم آں مذہب نہ باشد ہوشدار
عقل کو از دیں ندارد رہبری در راہ خود
آں ہمہ دیوانگی باشد نہ عقل اے ہوشیار

ایک نئے فتنے کا آغاز

اسلامی اخبارات کی افسوسناک باہمی چپقلش

(از شیخ محمد انعام الحق صاحب ھوشیارپوری)

مسلمانوں کی باہمی آویزش

علماء سو کی جہالت، تعصب، افتراق پسندی اور مشغلہ تکفیر نے اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا رونا بارہا رویا جا چکا ہے۔ شورش افغانستان نے اس سلسلہ میں آنسو بہانے کا نیا سامان پیدا کر دیا ہے۔ مگر ابھی صحبت ماتم کی خونابہ فشانیاں ختم نہیں ہوئیں کہ تشتت و افتراق کا ایک اور طوفان ہمیں دعوت اشکباری دے رہا ہے۔ وہ اسلامی اخبارات کی باہمی چپقلش ہے۔

"لوڈی" اور "آکا باکا"

گزشتہ چند روز میں پیغام صلح میں ایک زبردست مقالہ افتتاحیہ اور جناب ناظر کا پر زور مضمون اسی موضوع پر شائع ہو چکا ہے۔ جس سے ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ بعض سیاسی عقائد اور غالباً چند ذاتی اغراض اور رنجشوں کی وجہ سے "زمیندار"، "سیاست" اور "انقلاب" ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں "زمیندار" اکیلا ہے۔ "سیاست" و "انقلاب" ہم خیال ہیں۔ اب ان کا اختلاف، اختلاف کی حد سے گزر کر افسوسناک بلکہ شرمناک عداوت کے درجہ تک جا پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بازاری طرز کے اخبار "لوڈی" کے اجراء کی خبر بھی معلوم ہو چکی ہوگی۔ ایڈیٹر صاحب کے مقالہ افتتاحیہ اور جناب ناظر کے مضمون کے بعد شاید ہمیں کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی اگر "لوڈی" کے مد مقابل اخبار "آکا باکا" کے دو نمبر نظر سے نہ گزرتے۔ یہ بھی "لوڈی" کے طرز کا بازاری اخبار ہے۔ مگر اس نے فحش نویسی، بہتان طرازی اور یاوہ گوئی میں اپنے حریف سے بازی لیجانے کی ہر طرح سے کامیاب کوشش کی ہے۔ فریق مخالف کو گالیاں دی گئی ہیں پردہ نشین مسلمان خواتین پر انتہائی شرمناک بہتان لگائے ہیں۔ مخالف پارٹی کے سرکردہ اشخاص کی پرائیویٹ زندگی کو نہایت گھناؤنے طریق پر بے نقاب کیا گیا ہے۔ جس میں اصلیت سے زیادہ جھوٹ اور مبالغہ کا حصہ ہے۔

یہ بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ ان اخباروں کے اجراء کی ذمہ داری کن اصحاب پر عائد ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ "لوڈی" کے "فخر اولیت" پر ماتم کرنے کے ساتھ ہی "آکا باکا" کے بازی لیجانے پر آنسو بہائیں۔ کیونکہ اب ہم بدنصیبوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔

کل اور آج

کل تک یہی تین معزز اسلامی اخبار جن کو ہندوستان کے مسلم پریس سے ساتھ شریک تھے۔ لیکن مسلمانوں کو اپنا سر پیٹ لینا چاہیئے۔ اور دشمنوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ آج یہ تینوں خود اسی شیوہ مکروہ میں مبتلا ہیں اب ان کے کالم ایک دوسرے کو بدنام و رسوا کرنے کے لئے وقف ہیں۔ ان کی ساری طاقت آپس میں ٹکرا ٹکرا کر فنا ہو جانے پر صرف ہو رہی ہے۔ اب تو ان کو "لوڈی" اور "آکا باکا" ایسے سعادتمند چیلے بھی مل گئے ہیں۔ انا للہ۔

علماء کے مشغلہ تکفیر کے خلاف ہمیشہ سمجھدار اور دردمند مسلمانوں نے آواز اٹھائی اور یہ معزز اخبار بھی اسی فہرست میں شامل تھے۔ لیکن آج یہی ایک دوسرے کو خائن، بدکار، بددیانت، سرکار پرست، ہندو پرست، لوڈی اور نہروائی کے ناموں سے پکار رہے ہیں۔ کیا یہ الزامات ایک مسلمان کے لئے فتوائے کفر کے قریب قریب نہیں؟

ایک وسیع قبرستان

آج کل عالم اسلام پر مصیبت کی جو کالی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ کہیں شورش و بدامنی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ تو کہیں غلامی اور افلاس کا دور دورہ ہے۔ مسلمان مذہب سے بے خبر ہیں۔ ایک طرف جہالت و قدامت پسندی کو مذہب سمجھا رہا ہے دوسری طرف بے دینی اور تہذیب نو کی اندھا دھند تقلید کو وسیلہ ترقی خیال کیا جا رہا ہے۔ اخلاقی حالت تباہ ہو چکی ہے اسلامی غیرت و حمیت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب ہمارے بازو میں زور ہے نہ سینہ میں تڑپ۔ چاروں طرف بے حسی اور جمود کی مردنی چھائی ہوئی ہے۔ چالیس کروڑ فرزندان توحید کی آبادی ایک وسیع قبرستان معلوم ہوتی ہے۔

ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ

مسلمانوں کی گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سالہ تاریخ آپ کے سامنے ہے جس میں انہیں قدم قدم پر حادثات و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ کبھی مکے میں بے بسی کی حالت میں کفار کے جور و ستم کا نشانہ بنے۔ کبھی وطن عزیز کو چھوڑنا پڑا۔ اور اس کے بعد بھی چین کی گھڑی نصیب نہ ہوئی۔ خلفائے راشدین کی شہادتیں۔ کربلا کا خونیں واقعہ انہی کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ بغداد، غرناطہ اور دہلی کی عظیم الشان اور پرشکوہ سلطنتوں کی بربادی کا صدمہ بھی یہ سہہ چکے ہیں۔ تاتاریوں اور عیسائیوں کی یورشیں بھی بارہا ان پر ہوئیں۔ اور یہ باتیں تو ایک طرف رہیں گزشتہ چند سال کے عرصہ میں کئی اسلامی سلطنتوں کی تباہی کے منظر بھی یہ دیکھ چکے ہیں۔ شورش افغانستان کا خونیں کھیل تو ابھی جاری ہی ہے۔ لیکن یقین جانیئے کہ تشتت و افتراق کی مصیبت موجودہ حالات میں ان سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اگر اس کا فی الفور خاتمہ نہ کر دیا گیا تو کم از کم یہ ہم نیم جان ہندوستانی مسلمانوں کی رگ حیات کے لئے ایک تیز چھری ثابت ہوگی۔

خواتین اسلام کی عزت

ایک وقت تھا کہ غیر کے مقابلہ پر مسلمان اپنے تمام اختلافات فی الفور بھلا دیتے تھے۔ لیکن آج غیروں کا آلہ کار بن کر اپنے ہی بھائیوں کو تباہ کرنا فرزندان توحید کا شعار ہو گیا ہے۔ بدنصیبی کی انتہا ہے کہ ہمارے اخبارات کی بہتان طرازی کی زد سے اور شریف [illegible] مسلم خواتین [illegible]

رسالتِ نبوی کا اجرا اور آقربائے نبوی محبت

مودۃ فی القربیٰ کی آیت پر دلچسپ بحث

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

قریبیوں سے محبت اور آنحضرت صلعم

میرے ایک دوست کو جو نہایت علم دوست ہیں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ قرآن کی آیت قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کے اگر یہ معنے کئے جائیں کہ کہدے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ تو آنحضرت صلعم پر سخت زد پڑتی ہے۔ کجا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت حقہ کل دنیا کے لئے رحمت اور ہدایت اور آپ کی بےنفسی اور للّٰہیت جس میں نفسانیت کا مطلق کوئی شائبہ نہیں۔ جس کا مقصد خدا کی توحید حقیقی اور اس کی کامل فرمانبرداری اور حقیقی معنوں میں انسانی اخوت اور مساوات کی اشاعت تھی۔ اور کجا یہ ادنےٰ درجہ کا مطالبہ کہ میری رسالت کا معاوضہ بس یہی ہے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی شان کا اس میں استخفاف نہیں؟ کیا آپ کی رسالت کا مقصد فقط اسی قدر تھا کہ ان کے رشتہ داروں کی محبت دنیا کے لوگوں کے دلوں میں بٹھائی جائے اور بس۔

انبیا کی رسالت کا معاوضہ

سو چو دنیا میں جو نبی آتے ہیں وہ خدا کی محبت دلوں میں بٹھایا کرتے ہیں کہ یہی اصل توحید اور حقیقی تقویٰ ہے۔ نہ کہ اپنے رشتہ داروں کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھلانے آتے ہیں۔ پھر وہ لوگ تو اپنی رسالت کا اجر خدا سے مانگا کرتے ہیں۔ نہ کہ بندوں سے جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار نبیوں کے ذکر میں آیا ہے۔ کہ یقوم لا اسئلکم علیہ اجراً ان اجری الا علی الذی فطرنی افلا تعقلون۔ "اے میری قوم میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اس کی جناب میں ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے"۔ یہ فقرہ ہر ایک نبی اپنی قوم سے دہراتا ہے۔ اور اس فقرہ سے اپنی للّٰہیت اور بےنفسی پر استدلال کرکے اپنی قوم کو عقلاً ملزم ٹھیرتا ہے کہ جب میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا تو مجھ پر دکاندار اور مفتری اور مطلب پرست انسان ہونے کا فتویٰ لگانا کس قدر حماقت اور ظلم ہے۔ لیکن کیا للّٰہیت اور بےنفسی کی یہ شان نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم میں جو سردار انبیا ہیں نہ تھی۔ اور وہ بجائے خدا کے دنیا کے لوگوں سے اپنی رسالت کا اجر مانگتے تھے اور اپنی ساری رسالت کا معاوضہ یہ چاہتے تھے کہ میرے رشتہ داروں سے لوگ محبت کریں کیا کسی رسول کا خدا کے سوا کسی غیر سے اپنی رسالت کا معاوضہ مانگنا توحید اور للّٰہیت کے منافی نہیں؟ کیا پھر پادریوں کا یہ اعتراض صحیح ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے عرب میں جو رسالت کا شور ڈالا تھا۔ تو نعوذ باللہ اپنے خاندان میں حکومت لینے اور ان کا اثر عرب پر غالب کرنے کے لئے ڈالا تھا۔

غیر اللہ سے رسالت کا اجر مانگنا توحید کے منافی ہے

اپنے اس دوست کے اعتراض کے جواب میں میں نے ایک مضمون "پیغام صلح" میں لکھا تھا جس میں بتایا تھا کہ اس آیت کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں۔ کہ میری رسالت کا اجر یہی ہے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھکر موحد اور متوکل کون ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی رسالت کا اجر سوائے خدا کے کسی غیر سے نہیں مانگ سکتے۔ کیونکہ یہ توحید اور توکل کے منافی ہے۔ پس اس آیت کے ایسے معنے کرنا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے مقصد کو ذلیل کر دینا ہے۔ کہ وہ بجائے خدا کی محبت لوگوں کے دلوں میں نقش کرنے کے اپنے رشتہ داروں کی محبت ان کے دلوں پر جمانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اپنی رسالت کا اجر اسی ایک امر کو قرار دیدیا کہ بس تم میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ مجھے میری رسالت کا اجر مل گیا۔ گویا آپ کی رسالت کی بعثت کا مقصود ہی یہ تھا۔ کہ آپ اپنے رشتہ داروں کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھائیں۔ اور وہ بھی نہ بٹھا سکے۔ آخر آپ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کو خلافت نہ ملی۔ کیا نعوذ باللہ اس سے بڑھکر رسالت کی ناکامی کوئی اور متصور ہو سکتی ہے؟ خدا کا رسول ہو اور توحید کا مبلغ ہو اور اپنا یہ حال ہو کہ غیر اللہ سے اپنی رسالت کا اجر مانگے۔ کیا یہی وہ توحید کا کمال ہے جس کے لئے بعثت رسالت محمدیہ کی ہوئی تھی۔ رسول کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ یقوم لا اسئلکم علیہ اجراً ان اجری الا علی الذی فطرنی افلا تعقلون۔ "اے میری قوم میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اس کے پاس ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے"۔ پس جو عقل سے کام لے گا اسے ماننا پڑے گا کہ رسول غیر اللہ سے اجر نہیں مانگتے۔ یہ توحید کے منافی ہے۔ ان کی منجانب اللہ رسالت کے منافی ہے۔ پھر محمد رسول اللہ صلعم کی طرف یہ منسوب کرنا کہ وہ غیر اللہ سے رسالت کا اجر مانگا کرتے تھے۔ ان کی شان کا صد درجہ کا استخفاف ہے۔

خدا کے رسول خدا کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے آتے ہیں۔ اور اسی مقصد کو لے کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ سے یا آپ کے صحابہ اور اہلبیت سے جو محبت کی جاتی ہے وہ فقط اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ اور محبوب تھے۔ خدا کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کے مقرب بندوں سے بھی محبت کی جائے۔ لیکن رسالت کا مقصد یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ رسول کے رشتہ داروں کی محبت کے لئے دنیا میں آتی ہے اور یہی اس کا اجر ہوا کرتا ہے۔ یہ تو توحید اور منجانب اللہ رسالت کے منافی ہے۔

متنازعہ فیہ آیت کے معنی

خود متنازعہ فیہ آیت پر غور کرو۔ تو بات بالکل صاف ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ لفظی معنی یوں ہوئے "کہدے میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قریبیوں کے درمیان محبت"۔ یہاں کسی لفظ کے معنے نہیں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ "میرے" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا کر معنی کرنا قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ یہاں کسی لفظ کے معنی "میرے" نہیں۔ "میرے" کا لفظ اپنی طرف سے صرف اس لئے بڑھایا جاتا ہے کہ بغیر اس کے حسب منشا خود مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ مگر پھر اس طرح تو امان اٹھ گیا۔ جو جس کا جی چاہیگا اپنی طرف سے لفظ بڑھا کر معنی کر لیا کرے گا۔ پس اسے تحریف نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔ آیت کے تو صاف اور سیدھے معنی ہیں کہ کہدے میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ہم سے اگر کسی بات کا طلبگار رہوں تو ایک ایسی بات کا جو تمہارے اپنے لئے مفید ہے۔ اور وہ ہے قربیٰ کے درمیان محبت۔ یعنی تم باہم محبت سے رہو جس کا بھی تمہارے ساتھ قرابت کا تعلق ہو خواہ رشتہ داری کے رو سے خواہ ہمسائگت کی وجہ سے۔ خواہ معاملات دینی و دنیاوی کی وجہ سے۔ تمہارا سلوک اس کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت و مروت کا ہو۔ یہی معنے عبداللہ ابن القاسم سے مروی ہیں۔

حصول قرب الٰہی کی تلقین

ایک اور معنی حسن سے مروی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ قربیٰ بمعنی قرب الٰہی کے ہیں۔ اور اس سے مراد قرب الٰہی کا حصول ہے۔ یعنی میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم قرب الٰہی کے حصول کا عشق پیدا کرو۔ چنانچہ اس معنے پر قرآن کریم کی ایک دوسری آیت کی شہادت بھی موجود ہے۔ سورہ فرقان میں ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔ کہدے میں تم سے رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے۔ دونوں آیتوں میں ایک ہی طرح کے الفاظ ہیں۔ کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور دونوں جگہ بعد میں الا آتا ہے۔ جو استثنائے منقطع ہی ہو سکتا ہے نہ کہ متصل۔ ایک جگہ الا کے بعد یہ لفظ ہیں کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے۔ اور دوسری جگہ الا کے بعد مودۃ فی القربیٰ ہے۔ پس یا تو مودۃ فی القربیٰ سے مراد حصول قرب الٰہی کی تڑپ اور محبت ہے اور اس طرح دونوں آیتیں ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔ اور یا ایک طرف الی ربہ سبیلا کہکر حقوق اللہ کی طرف اور دوسری جگہ مودۃ فی القربیٰ کہکر شفقت علیٰ خلق اللہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہو۔ کہ یہی دو اصول ہیں جن پر مذہب اسلام کی بنا ہے۔ یعنی رسالت محمدیہ کا مقصود یہ تھا کہ بندہ اپنے رب سے واصل ہو۔ اور دنیا میں باہم محبت اور شفقت سے مل جل کر ایک جنتی زندگی بسر کرے

ناظرین کرام خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

اہل تشیع کی سینہ کوبی

میری اس تشریح پر اہل علم دوستوں کو نہایت خوشی ہوئی مگر شیعہ جماعت میں صف ماتم بچھ گئی۔ سنا ہے پہلے تو اخبار "درنجف" میں نوحہ خوانی ہوئی۔ پھر اخبار "شیعہ" میں سینہ کوبی ہوئی۔ میں نے تو کبھی اہل تشیع صاحبان کی طرف توجہ نہیں۔ کیونکہ میرا اپنا خیال یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے مذہب کی بنا بجائے عقل و حکمت کے جذبات کے غلو پر رکھی ہوئی ہو۔ یعنی ایک طرف تو محبت کا غلو اور دوسری طرف نفرت و عداوت کا غلو مذہبی اصول ہو۔ جس کا نظارہ دیکھنا ہو تو مرثیہ خوانی اور تبرے بازی میں ملاحظہ کر لو۔ کہ وہاں سوائے جذبات میں غلو کے اور کسی معقول بات سے کام نہیں لیا جاتا۔ تو اس قسم کے لوگوں سے کسی معقول بحث کی توقع رکھنا ایک فعل عبث ہے۔ پس ان بزرگوں سے اعراض ہی مناسب ہے۔ اور اسی پر میرا عمل ہے۔ لیکن شیعہ اخبار میں مضمون کیا نکلا کہ کیلنڈری کے گھر ناک آ گیا۔ اہل شیعہ بزرگوں نے دم نہ لیا جب تک وہ اخبار مجھے پہنچا نہیں لیا۔ اور بڑے تحدی و مباہات سے زبردستی مجھے مطالعہ پر مجبور کیا۔ مجھے خیال ہوا کہ خدا جانے اس میں کس قسم کے عظیم الشان دلائل ہوں گے جس پر یہ بزرگ جامے میں نہیں سماسکے۔ مگر پڑھا تو یہی پرانی رٹ کہ مودۃ فی القربیٰ کے معنے ہیں۔ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ ارے صاحب یہ "میرے" کس لفظ کے معنی ہیں۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ پھر اس کا کوئی جواب نہیں کہ رسالت کا مقصد بجائے محبت الٰہی کے غیر رشتہ کی محبت کیوں ہے؟ اور اس کا کوئی جواب نہیں کہ غیر اللہ سے رسالت کا اجر مانگنا جب توحید کے منافی ہے تو آنحضرت صلعم نے ایسا کیوں کیا۔ تو پھر یہ مضمون کس مرض کی دوا ہے۔ ناحق تضیع اوقات کیا۔ بات کرنی تھی تو معقول کرنی تھی۔ مجھ پر یا میرے مرشد و امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر حملے کرنے سے تو دلائل پیدا نہیں ہو سکتے۔ بے سر و پا روایات قرآن پر قاضی نہیں ہو سکتیں۔ دلائل قرآنی کو کاٹنا تھا تو قرآن ہی سے کاٹنا تھا۔ قرآن حق ہے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ کوئی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جس کی تائید قرآن نہ کرے۔ اور جو روایت قرآن سے معارض ہوگی۔ وہ باطل ہے۔ قرآن کی رو سے کوئی رسول اپنا اجر غیر اللہ سے نہیں مانگتا۔ کہ یہ توحید کے منافی ہے۔ اور کسی رسول کی رسالت کا مقصد اپنے رشتہ داروں کی محبت کی اشاعت نہیں ہوا کرتی۔ ان دلائل کو کاٹنا ہے تو قرآن سے کاٹو۔ ورنہ آرام سے گھر بیٹھو۔

قریبیوں میں کون کون شامل ہیں؟

اور مجھے تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اہل تشیع صاحبان کو مودۃ فی القربیٰ کے اپنے ان معنوں پر کہ آنحضرت صلعم کی رسالت کا مقصد یہ تھا کہ ان کے رشتہ داروں سے محبت کی جائے۔ اتنا اصرار کیوں ہے۔ اگر یہ معنے کئے جائیں تو پھر خلفائے ثلاثہ اور ازواج مطہرات سے محبت کرنا بھی فرض ہو گیا۔ کیا آنحضرت صلعم کی بیبیاں آپ کی رشتہ دار نہ تھیں۔ اس سے قریب تر رشتہ اور کیا ہوگا۔ اور حضرت عثمانؓ بھی تو آنحضرت صلعم کے داماد تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم کے خسر تھے۔ اور حضرت عمرؓ کو تو حضرت علیؓ کی دامادی کا بھی شرف حاصل تھا۔ اور پھر ابوجہل اور ابولہب بھی آنحضرت صلعم کے رشتہ دار تھے۔ ان سے بھی کیوں محبت نہ رکھی جائے یہاں قربیٰ میں ایمان کی شرط تو مذکور نہیں۔

پس مودۃ فی القربیٰ کے اس محرف مہمل معنے پر اس قدر زور دینا بے فائدہ ہے کیونکہ اس سے تو شیعہ مذہب کے بیخ و بن پر تبر چل جاتا ہے۔ میرے خیال میں تو لازم تھا کہ اس معنے سے پرہیز کرتے۔ اور اگر کوئی دوسرے معنے ملے تھے تو شکریہ کے ساتھ اسے قبول کرتے۔

نسبی تعلقات اور قرآن کریم

میں کہہ چکا ہوں کہ قرآن کریم ایک صداقت ہے وہ تمام بنی نوع انسان کی مساوات کا پیغام لایا تھا۔ اس نے خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ہر ایک پر عرب ہو یا عجم۔ گورا ہو۔ یا کالا۔ یکساں کھول دی تھیں۔ اس نے تمام شخصیت پرستیوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس نے صاف کہدیا تھا کہ شعوب اور قبائل تو محض تعارف کے لئے ہیں۔ ورنہ شرافت اور عزت خدا کے نزدیک تقویٰ سے ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی سب سے بڑھکر معزز خدا کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ اس نے حسب و نسب کے تمام فخر اور شیخیوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور بتا دیا تھا کہ خدا کے ہاں عمل کام آئے گا۔ نسب کوئی قدرت نہیں رکھتا قرآن میں صاف آگیا تھا کہ واذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم کہ جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت کوئی نسب ان میں نہ رہیگا۔ پھر فرمایا واخشوا یوماً لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ہو جاز عن والدہ شیئاً (لقمٰن) اس دن سے ڈرو جس دن باپ اولاد کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ اولاد اپنے باپ کے کچھ کام آئے گی

جلد ۱۷ | لاہور - یوم یکشنبہ مطبوعہ ۵ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۲۹ء | نمبر ۵۵

آریہ نوجوانوں کی کانفرنس

احمدی نوجوانوں کی توجہ کے قابل!

دینا نگر میں ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ جولائی ۱۹۲۹ء کو آریہ نوجوانوں کی کانفرنس منعقد ہوئی جس کے متعلق "پرکاش" راوی ہے کہ نہایت کامیاب ہوئی مہاشہ کرشن ایڈیٹر "پرکاش" جو روزانہ اخبار "پرتاب" کے مالک ہیں - اس کانفرنس کے صدر تھے جن کا جلوس دینا نگر کے بازاروں میں پھرایا گیا - مقامی لوگوں کے علاوہ بیرونجات سے بھی بہت سے آریہ نوجوان اس کانفرنس میں جمع تھے - ایک ریزولیوشن راجپال کے قتل کے متعلق پاس کیا گیا جس میں مسلم نوجوانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اس قسم کی ذہنیت کو کچل ڈالیں - جو محض اختلاف رائے پر بعض مسلمانوں کو دوسروں کی جان لینے پر آمادہ کر دیتی ہے - کاش آریہ نوجوانوں سے بھی اپیل کی جاتی کہ وہ اس ذہنیت کو کچل دیں جو دوسروں کے بزرگوں کو گالیاں دینے پر بعض آریہ مصنفین کو آمادہ کر دیتی ہے -

ایک اور ریزولیوشن میں ملکی معاملات میں فرقہ وارانہ جذبات کی مذمت کی گئی - اور ان نوجوانوں کو مبارکباد دی گئی - جو ملک کے لئے دکھ اٹھا رہے ہیں - اور آریہ نوجوانوں کو ان کی تقلید کے لئے کہا گیا - ڈاکٹر ستیہ پال اور سوامی چدانند کو ان کے جیل جانے پر مبارکباد دی گئی " دران کی کتاب سوامی دیانند ان کی زندگی اور تعلیمات کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا - اور چودھویں کا چاند کی ضبطی کے لئے گورنمنٹ کی جو پالیسی محرک تھی اس کی مذمت کی گئی "

کیا احمدی نوجوان اس کو پڑھ کر اس بات پر غور کریں گے کہ انہوں نے اب تک کیا کیا ہے ؟

تاریخہائے اشاعت

پیغام صلح اب یکشنبہ اور جمعہ کے بجائے حسب ذیل تاریخوں میں شائع ہوا کرے گا - ۳ - ۷ - ۱۱ - ۱۵ - ۱۹ - ۲۳ - ۲۷ - ۳۱ الخ ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ ہر ایک مسلمان سے

ایمان کا حقیقی ثبوت

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ لا یومن احدکم حتی احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین - تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کے والدین اور دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر عزیز اور محبوب نہ ہوں -

یوں تو ہر مسلمان آج محبت رسول کا دعویدار ہے لیکن غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت آیا یہ ہے کہ آپ کی ذات اقدس پر چاروں طرف سے حملے ہوں اور ہم خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہیں ؟ یا زیادہ سے زیادہ ان کے خلاف نفرت کے ریزولیوشن پاس کر دیں - اس قسم کی زبانی باتوں یا خاموشی سے نہ تو ایسے حملوں کا دفعیہ ہو سکتا ہے اور نہ یہ محبت رسول کا حقیقی ثبوت ہے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت یہ ہے کہ آپ کے اخلاق حسنہ آپ کی پاک سیرت اور اعلےٰ تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا جائے - اسی کا مطالبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان سے کیا ہے - اور اسی بات کا عہد احمدی جماعت کا ہر فرد حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کر چکا ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کی نہایت آسان راہ بتائی ہے - کہ پرافٹ آف اسلام کا اردو ترجمہ میلاد النبی کے دن کثرت سے غیر مسلموں میں تقسیم کیا جائے تاکہ آنحضرت صلعم کے متعلق جو غلط فہمیاں ان کے دلوں میں ہیں وہ دور ہو جائیں - آپ کی تجویز ہے کہ یہ رسالہ کم از کم دو ہزار کی تعداد میں غیر مسلموں کے ہاتھوں میں اس دن پہنچ جانا چاہیے لیکن ہمارا خیال ہے کہ دو ہزار کی تعداد بہت تھوڑی ہے - احمدی احباب اور تمام دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے - کہ اس رسالہ کی کثیر التعداد کاپیاں غیر مسلموں تک پہنچا کر محبت رسول کا حقیقی ثبوت دیں - قیمت فی کاپی ۵ ر معہ محصول ڈاک جو صاحب خود تقسیم کرنا چاہیں انہیں ایک روپیہ میں آٹھ کاپیاں دی جائیں گی - محصول ڈاک خود لگانا ہوگا -

خط و کتابت کا پتہ :- حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب - کو ٹھی ہیڈ بریڈ لہوزی -

ضرورت قالین برائے مسجد برلن

اس وقت تک برلن مسجد میں نمازوں اور لیکچروں کا باقاعدہ انتظام ہے - لیکن یہ انتظام جرمنی کی ناقابل برداشت سردی میں قایم نہیں رہ سکتا - جب تک کہ مسجد کا فرش موٹے قالینوں کا نہ ہو - جن کے لئے دو صد پونڈ کا اندازہ کیا گیا ہے - جن میں سے امام صاحب برلن مسجد نے پچیس پونڈ وہاں سے جمع کر لئے ہیں اور قریباً ۵۰ پونڈ یہاں جمع ہو چکے ہیں - جرمنی میں اکتوبر سے سردی کا موسم شروع ہو جاتا ہے اس لئے اگر ہمارے دوست خاص ہمت کر کے اپنے اپنے حلقہ اثر سے باقی رقم جلد پوری کر دیں تو اکتوبر تک قالین وہاں پہنچ سکتے ہیں - اگر کوشش کی جائے تو کئی مسلمان اس صدقہ جاریہ میں شامل ہونے کے لئے اپنے پاس سے قالین کے ٹکڑے دے سکتے ہیں - یہ درخواست نہایت ضروری ہے - اور دوستوں کی خاص توجہ کے لائق -

جائنٹ سکرٹری

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں - اور خدمات دینیہ میں مصروف -

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق اخویم خواجہ عبدالغنی صاحب تحریر فرماتے ہیں - کہ ان کی بیماری میں جو کچھ افاقہ اس وقت تک ہوا ہے - وہ احباب کرام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اس لئے ضرورت ہے کہ احباب ان دعاؤں کو جاری رکھیں - تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کامل صحت عطا فرمائے - اور ان امور مہمہ کو جو انہوں نے اپنے ذمے لے رکھے ہیں اچھی طرح سرانجام دے سکیں -

— اخویم مکرم محمد فردوس صاحب ٹوڈو ہیڈ (پشاور) کے ہاں فرزند نرینہ کے تولد کی خبر کسی گزشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے ہمیں یہ سنکر افسوس ہوا کہ برادر موصوف کا یہ بچہ بھی ۳ر اگست کو اپنے والدین کو داغ مفارقت دے گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون برادر موصوف کی اہلیہ محترمہ فالج سے بیمار ہیں ہم اور تمام احباب کو برادر موصوف کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور ان کے گھر میں صحت -

— بنارس میں ہمارے بھائی بخشی عبدالرزاق صاحب کے نوجوان صاحبزادے سعید الرحمٰن صاحب فوت ہو گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - ان کی جوانی کی موت اور پانچ چھوٹے بچوں کا چھوڑ جانا نہایت المناک اور دردناک واقعہ ہے - ہمیں مرحوم کے والد اور برادر محترم خلیل الرحمٰن صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے - احباب کرام مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں

— مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب کی تبلیغ سے راولپنڈی میں دو نئے بھائی داخل سلسلہ ہوئے ہیں

(۱) میاں اللہ رکھا صاحب سکنہ چہار باجوں ضلع سیالکوٹ -

(۲) شیخ عنایت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ - صدر - راولپنڈی -

اللہ تعالیٰ ان دو نو بھائیوں کو خدمت اسلام

جلد ۱۷ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۶۱

یورپ پر اسلام کا احسان عظیم

قرون وسطیٰ کی ظلمت میں مسلمانوں کے علوم و فنون کی روشنی

امریکہ کے ایک مسیحی پادری کا اعتراف

(از ریورینڈ ولیم ایچ ہال ایم ڈی ڈی امریکن یونیورسٹی بیروت)

سر ولیم مور کی کتاب "تاریخ خلافت راشدہ" میں حسب ذیل بیان درج ہے:-

"جس وقت اقوام یورپ پر قرون وسطیٰ کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں بغداد کے فاضل علما نے اپنی ان تھک کوششوں سے یونانی علوم و فنون کو زندہ کیا جسکے بعد یورپ اس بھولے ہوئے اور غیر مستقل خزانہ سے واقف ہو گیا"

اسی طرح ہنری کالیی اپنی کتاب "عربوں کی فتح اسپین" میں لکھتا ہے:-

"ان عرب جانبازوں کی قسمت میں ایک اخلاقی فتح اور لکھی ہوئی تھی جس کی عظمت دوقت جنگی فتوحات سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے انہوں نے یورپ پر ایک علمی و دماغی حملہ کیا - جس کا اعتراف آکسفورڈ کے مدارس نہایت شکریہ کے ساتھ کرتے ہیں اور جس کا دوامی اثر پولینڈ کی سرحد اور اسکاٹ لینڈ کی پہاڑیوں تک محسوس کیا جاتا ہے - انہوں نے مغربی یورپ کی تاریکی کو نور کے سمندر میں غرق کر دیا - اگرچہ وہ بلاواسطہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے تھے - مگر بالواسطہ انہوں نے دنیائے مسیحیت کو بیدار کیا"

اگرچہ قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مغربی یورپ کو تاریکی سے نکالنے اور اسے حیات تازہ بخشنے کے اسباب و علل کیا تھے - مگر یہ امر یقینی ہے کہ یورپ کی اس عظیم الشان بیداری میں عربوں کی علمی فضیلت کو کچھ کم دخل نہیں - یورپ کے ممالک میں عربوں کی تعلیم تین ذرائع سے پہنچی -

(۱) زائرین اور مجاہدین جو فلسطین سے واپس آئے -

(۲) سسلی کے عربی علما اور مدارس -

(۳) اسپین کے عرب -

ان تین وسیلوں سے یورپ کو اسلامی ممالک کے فلسفہ، سائنس، ریاضی اور طب کا علم حاصل ہوا -

جس وقت وحشی حملہ آوروں نے روم کی تہذیب کو فنا و برباد کر کے کی سلطنت انواع و اقسام کے علوم و فنون سے تر و تازہ ہو رہی تھی بغداد کا شہر ایک علمی مرکز بن گیا تھا - جہاں دنیا بھر کے مختلف النسل اور مختلف العقائد علما اور فضلا کھنچے ہوئے چلے آتے تھے - ہارون الرشید اور اس کے بعد کے خلفا نے ہر قسم کے علم و فضل کی سرپرستی کی انہوں نے تمام دنیا کے ممالک سے کتابیں حاصل کر کے بغداد کی ایک لائبریری میں جمع کیں - ایران اور ہندوستان، شام اور مصر کے علما کی ہمت افزائی خود خلفا کرتے تھے - ارسطو کی تصانیف جو مغرب کے لئے گلدستہ طاق نسیان بن چکی تھیں عربی میں ترجمہ کی گئیں اور پھر اس صورت میں یورپ کے سامنے آئیں - ابن سینا جسے یورپ میں ایویسینا کہتے ہیں دسویں صدی عیسوی میں بخارا جیسے دور دراز ملک میں پیدا ہوا تھا - اور اسے ارسطو کی تفسیر و ترجمانی کے متعلق یورپ میں بطور سند کے پیش کیا جاتا تھا -

مسلمانوں ہی نے علم الادویہ اور علم الطب کو فروغ دیا - کہا جاتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی میں صرف بغداد کے اندر چھ ہزار ایسے طالب علم تھے جو علم الطب کی تحصیل کرتے تھے - علم جغرافیہ اور علم ریاضی کو ترقی دے کر بہت بلندی پر پہنچا دیا گیا تھا - اور عربی علما ہی نے زمین کی گول شکل کا تصور قائم کیا تھا - انہوں نے زاویہ سطح البروج کو ناپا تھا - جبر و مقابلہ اور علم المثلث کی تعلیم حاصل کی تھی - اور اقلیدس کی شکلوں کو جبر و مقابلہ سے ثابت کرتے تھے - عربوں کے ہندسے انہوں نے ہی ایجاد کئے - جس پر آج کل ہمارا طریق اعشاریہ قائم ہے - اور جس نے رومن ہندسوں کی مصیبت سے نجات دلا دی ہے -

جب مسلمانوں میں یہ علمی سرگرمیاں جاری تھیں تو یورپ قرون تاریک کی سحر آفرینی سے متاثر ہو کر سو رہا تھا - عربی ممالک کی تعلیم اور وہاں کے علما کا یورپ کی بیداری میں بہت بڑا حصہ ہے -

---

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں -

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک مراسلہ کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے - جس میں آپ نے اپنی بیماری کی مفصل کیفیت لکھی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بیماری ابھی تک ایسے نازک مرحلوں سے گزر رہی ہے - جو ازحد تشویشناک ہیں - احباب کرام کو آپ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کرنی چاہیئے -

— برادر کے اے خان ہماری جماعت کے ان مخلص اور سرگرم احباب میں سے ہیں جو ہر وقت سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں حال ہی میں آپ کا تبادلہ ضلع فتح پور سے سکندر آباد ضلع بلند شہر میں مستقل طور پر ہو گیا ہے - ضلع فتح پور میں آپ نے ایک سال کے عرصہ میں دیگر مختلف خدمات دینیہ کے علاوہ تین خریدار پیغام صلح کے لئے پیدا کئے - چھ لائٹ کے لئے اور پانچ اسلامک ریویو کے لئے - برادر موصوف کی یہ خدمات ہر طرح قابل تحسین اور لائق تقلید ہیں امید ہے کہ سکندر آباد میں ان کا مستقل قیام اس سے بڑھ کر مفید نتائج کا موجب ہوگا - انشاء اللہ!

— برادر حبیب الرحمن صاحب جمشید پور اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ میلاد النبی کے موقعہ پر احباب جماعت نے اپنے ایک جلسہ میں یہ فیصلہ کیا -

(۱) پرانٹ آف اسلام کے اردو ترجمہ کی ایک سو کاپی مفت تقسیم کے لئے بذریعہ دی پی منگوائی جائے

(۲) جمشید پور میں میلاد النبی کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کم از کم چار جلسے منعقد ہوں - جن میں آنحضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے -

آخری تجویز کے مطابق ۱۸ اگست سے ۲۰ اگست تک شہر کے مختلف حصوں میں چار جلسے نہایت شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئے - جن میں مسلم و غیر مسلم اصحاب کثیر تعداد میں شامل ہوئے - ان جلسوں میں زیادہ انگریزی خواں نوجوانوں نے حصہ لیا - مسٹر محمد ضیاء الدین صاحب سکرٹری مسلم کلب اور ان کے دوستوں نے تمام کام بذات خود سر انجام دیا - اور جناب عبد الحمید صاحب الیکٹریکل انجینئر نے صدارت کا شرف بخشا -

— جناب کرم الٰہی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن پشاور اطلاع دیتے ہیں کہ اخویم محمد فردوس صاحب نے اپنی اہلیہ کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کرا دیا ہے - ان کی ایک بھتیجی جس کی عمر قریباً ۱۲ سال کی تھی کہیں گم ہو گئی ہے - احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۷ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۶۷

بچپن کی شادی کے خلاف قانون پاس ہو گیا

چند مولویوں کا بیجا شور و غوغا

(خواجہ حسن نظامی کے قلم سے)

بچپن کی شادی کا مخالف قانون

ہندو مسلمانوں کی کثرت رائے سے بچپن کی شادی کے خلاف سرکار نے ایک قانون پاس کیا ہے۔ تاکہ مقررہ عمر سے پہلے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں نہ ہونے پائیں۔

اس قانون سے پرانے خیال کے برہمن اور پنڈت بہت ناراض ہیں کیونکہ ہندوؤں کے ہاں ہزاروں برس سے بچپن کی شادی کا رواج تھا۔ مگر تعجب بعض مولویوں اور چند لیڈروں پر ہے کہ وہ بھی برہمنوں اور ہندوؤں کے ہمخیال ہو کر اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں حالانکہ یہ قانون ان کروڑوں نو مسلم ہندوستانیوں کے لئے از حد مفید ہے۔ جن کے ہاں ہندو نسل ہونے کے سبب بچپن کی شادیوں کا رواج ہے اور جس کی وجہ سے آریہ سماجی ان نو مسلموں سے کہتے ہیں کہ تم ہندو ہو۔ کیونکہ تم ہندو رسم و رواج رکھتے ہو۔ اس لئے تم اسلام ترک کر کے ہندو بن جاؤ۔

اس قانون کے فائدے

اس قانون سے ہندوستانیوں کو خاص کر مسلمانوں کو بہت فائدے ہوں گے جن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) ہندوستان کے کروڑوں نو مسلم ہندو رسم و رواج سے آزاد ہو جائینگے اور ان کی معاشرت پر اچھا اثر پڑے گا۔ اور آریہ سماج کے جال میں نہ پھنس سکیں گے۔

(۲) بچپن کی شادیوں سے عورتوں کو رحم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں اور ہر سال لاکھوں عورتیں زچگی میں مر جاتی ہیں۔ بڑی عمر میں شادیاں ہونگی تو یہ امراض نہ ہوں گے۔

(۳) بچپن کی شادیوں سے اولاد کمزور اور بیمار پیدا ہوتی ہے اور بچے جلدی مر جاتے ہیں اس قانون سے یہ وبا بھی دور ہو جائے گی اور بچے تندرست پیدا ہونے لگیں گے۔

(۴) ناسمجھ بچوں کی بچپن میں شادیاں ہو جاتی ہیں۔ اور بڑے ہونے کے بعد اکثر میاں بیوی میں جھگڑے رہتے ہیں۔ بڑی عمر میں شادیاں ہوں گی تو میاں بیوی اپنی مرضی سے شادیاں کریں گے اور پھر گھروں کے جھگڑے نہ ہوں گے۔

(۵) نو مسلم گھروں میں بیوہ کی دوسری شادی کا ہندو رواج کے سبب دستور نہیں ہے۔ اور لاکھوں عورتیں بچپن کی شادی کے سبب نابالغی میں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی ساری زندگی دوسرا نکاح نہ ہونے کے سبب برباد ہو جاتی ہے۔ اس قانون سے یہ تکلیف بھی دور ہو جائیگی

(۶) یہ قانون اسلامی شریعت کے خلاف نہیں ہے۔

(۷) شادیوں کی عمر بذریعہ قانون مقرر کرنا اسلامی شریعت کے خلاف نہیں ہے۔

مولوی کیوں مخالف ہیں

جو وجہ برہمنوں کی مخالفت کی ہے وہی مولوی صاحبان کی ہے۔ برہمن بھی یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس قانون کے سبب بڑی عمر میں شادیاں ہونگی تو برہمنوں کی رائے کوئی نہ لے گا۔ سب اپنی رائے اور سمجھ سے شادیاں کریں گے۔ اور برہمنوں کا اقتدار مٹ جائے گا۔ اور مولوی بھی اس سے ڈرتے ہیں کہ بڑی عمر کی شادیوں سے گھروں کے فساد اور طلاق کے جھگڑے بند ہو جائیں گے۔ تو ان کے پاس فتوے لینے کوئی نہیں آئے گا۔ جو مولوی اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں ان کو مسلمانوں اور ان کی عورتوں اور بچوں کی تندرستی اور گھروں کی آسائش کی کچھ بھی پروا نہیں ہے۔ وہ تو اپنا اقتدار چاہتے ہیں مسلمان دوزخ میں جائے یا بہشت میں مولویوں کو تو اپنا حلوا مانڈا درکار ہے۔ پس میں اس اعلان کو ہندوستان کے ہر مسلمان گھر تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاکہ وہ اس قانون کی خوبیوں کو سمجھیں اور مولویوں کے ساتھ ہو کر ایسے اچھے قانون کی مخالفت نہ کریں۔

لیڈر کیوں مخالف ہیں

گو کہ چند مسلمان لیڈر بھی مولوی صاحبان کے ساتھ اس قانون کے خلاف شریک حال ہو گئے ہیں۔ مگر یہ لیڈر وہ ہیں جن کو مولوی صاحبان نے شریعت کی مداخلت کا نام لیکر متاثر کر دیا ہے۔ اور چونکہ وہ لیڈر شریعت اسلام سے زیادہ واقف نہیں ہیں اس لئے ان کو مولویوں کے کہنے کا یقین آ گیا ہے۔ حالانکہ یہ قانون شریعت کے ذرا بھی خلاف نہیں ہے۔

آخر میں مجھے ان مسلمانوں سے کہنا ہے۔ جو میرے مرید ہیں یا میری رائے پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس قانون کی مخالفت نہ کریں اور مسلمانوں کے عظیم الشان فائدوں پر اچھی طرح غور کر کے مولویوں کے جال سے آزاد ہوں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ اسلامیہ میں مصروف و منہمک۔ آپ ۱۲ اکتوبر کو ڈلہوزی سے لاہور تشریف لے آئیں گے انشاء اللہ۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو نسبتاً افاقہ ہے۔ امید ہے احباب کرام کی دعائیں بدستور جاری رہیں گی۔ تا آنکہ صحت کامل ہو جائے۔

— جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صحت بھی پہلے کی نسبت بہت ترقی کر رہی ہے۔ فالج زدہ اعضا خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تندرست ہیں۔ کمزوری ابھی تک ہے۔ امید ہے ہفتہ عشرہ تک دور ہو جائے گی۔ احباب دعاؤں کا سلسلہ بدستور جاری رکھیں

— شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ انجمن منٹگمری سے لکھتے ہیں کہ ۲۷ ستمبر کو اہل سنت والجماعت کا جلسہ تھا۔ عبد المجید صاحب ایڈیٹر مسلمان لاہور اور محمد عبد العزیز ساکن لاہور چھاؤنی پریذیڈنٹ صاحبان کے باصرار منع کرنے اور روکنے کے باوجود سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے خلاف زہر اگلنے سے دریغ نہ کیا گیا حالانکہ اس کا کوئی محل اور موقعہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ اور ہدایت دے۔

— شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ چک ۱۱۳ میں مرزا محمد صادق قادیانی سے گفتگو ہوئی۔ میں نے ایک ہی سوال کیا کہ حضرت صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے۔ کہ حسب تصریح قرآن کریم نبی اس کو کہتے ہیں جس کو عقائد دین بذریعہ جبرئیل کی وساطت سے سکھائے جائیں کیا حضرت صاحب نے کسی جگہ یہ دعوے کیا ہے کہ مجھکو جبرئیل کی وساطت سے وحی ہوئی اس کا جواب آخر تک وہ نہ دے سکے جس کا نہایت اچھا اثر ہوا۔

— برادرم اے ڈی قادری صاحب علاقہ ٹانگانیکا میں علیل ہیں۔ ان کی صحت کے لئے احباب دعا فرمائیں۔ یہ دوست خدمت اسلام کا بڑا مفید کام کر رہے ہیں۔ اور ان کا وجود بڑا قیمتی ہے۔

— مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کی طبیعت علیل ہے . . . . جس کی وجہ سے انہیں چند روز کی چھٹی لینی پڑی احباب کرام انکی صحت اور دفع مشکلات کے لئے دعا کریں

— مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب کو بخار کی شکایت ہے احباب دعا کریں

جلد ۱۷ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۷ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ | نمبر ۷۴

جماعت احمدیہ کی روش

دوسری جماعتوں، فرقوں اور حکومتوں کے متعلق

(از مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کے قلم سے)

کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے حمایت و اشاعت اسلام کا کام مختلف ممالک میں شروع کر رکھا ہے اور اس کے ممبر اب ان بہت سے ممالک میں پائے جاتے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور اسکا تبلیغی کام بانوان ممبران کے ذریعہ سے سرانجام پاتا ہے یا باقاعدہ مشنوں کے ذریعہ سے یورپ میں ہماری انجمن کے زیر اہتمام دو مشن قائم ہیں۔ ایک ووکنگ مشن جو انگلستان میں ہے اور جس کے ذریعہ سے ایک ہزار کے قریب غیر مسلم حلقہ اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں جن میں لارڈ ہیڈلے اور کئی ایک فاضل انگریز شامل ہیں۔ دوسرا مشن جرمنی میں ہے جس نے دار الخلافہ برلن میں انجمن نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے خرچ سے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی ہے۔ بعض دوسرے مشن بھی انجمن کے زیر اہتمام چل رہے ہیں اور جو اسلامی لٹریچر انجمن نے پیدا کیا ہے، وہ انگریزی، جرمنی، ولندیزی، اطالوی، یونانی، ترکی یہاں تک کہ چینی، جاوی اور کئی ایک دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور از بسکہ اس جماعت اور اس کے مبلغین کے متعلق بعض اوقات غلط بیانی سے کام لیا جاتا اور بعض وقت اس کے متعلق غلط فہمی بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان چند سطور میں اپنی پوزیشن کو صاف کروں اور بتاؤں کہ دوسری جماعتوں اور فرقوں کے متعلق جن سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے اور ان حکومتوں کے متعلق جن کے ماتحت ہم زندگیاں بسر کرتے ہیں ہماری روش کیا ہے؟

دوسرے مذاہب کے ساتھ ہمارے تعلقات

دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت خوشگوار ہیں کیونکہ ہم تمام اقوام کے مذہبی پیشواؤں کو جنہیں اللہ تعالے نے ان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا مقدس سمجھتے ہیں۔ یہ ایمان قرآن کریم کی اس صاف اور کھلی تعلیم کے عین مطابق ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (۳۵ : ۲۴) اگرچہ یہ سچ ہے کہ قرآن کریم میں تمام انبیاء کے نام نہیں بتائے گئے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک (۴۰ : ۷۸) پس جبکہ قرآن کریم نے صفائی کے ساتھ یہ بتا دیا ہے کہ ہر ایک قوم میں انبیاء اور نذیر آتے رہے ہیں تو ہم

کی عزت کریں۔ جیسے مثلاً ایران میں جناب زرتشت، ہندوستان میں جناب رامچندر، جناب کرشن، اور جناب بدھ اور چین میں جناب تاؤ اور جناب کنفیوشس ایسے پیغمبر ہو گذرے ہیں جو ان انبیاء کے علاوہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہم۔ قرآن کریم کی اس وسیع تعلیم نے جس پر جماعت احمدیہ نے خاص طور پر زور دیا ہے دنیا کی مختلف اقوام میں صلح اور اخوت کی بنیاد رکھ دی ہے۔

اسلام کے مختلف فرقوں کے ساتھ ہمارے تعلقات

اس کے بعد میں ان تعلقات کو لیتا ہوں جو ہمیں اسلام کے مختلف فرقوں کے ساتھ ہیں۔ ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان اولیائے کرام کے جو اسلام میں پیدا ہوئے یکساں عزت کرتے ہیں۔ ایسا ہی ان تمام مجددین کی بھی ہم عزت کرتے ہیں جو سنہ ہجری کی مختلف صدیوں میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ ہم اسلام کے مختلف فرقوں کو لفظ "فرقہ" کے اصل معنوں کے لحاظ سے فرقہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ ایسی جماعتیں اور گروہ ہیں۔ جن میں محض اجتہادی اختلاف پائے جاتے ہیں کیونکہ جہاں تک مذہب کے اصولوں کا تعلق ہے وہ سب کے سب متحد ہیں۔ اسلام کے سب سے بڑے فرقے دو ہیں۔ سنی اور شیعہ لیکن یہ دونو بھی اصول مذہب میں باہم متحد ہیں۔ ان کے اختلاف کی بنیاد محض اس بات پر ہے کہ آیا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے یا علی رضی اللہ عنہ۔

یہ اختلاف زیادہ تر سیاسی رنگ رکھتا ہے نہ کہ مذہبی۔ ہم ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یکساں عزت کرتے ہیں کیونکہ ان سب نے اسلام کی نہایت شاندار خدمات سرانجام دیں اور باوجود اس کے کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے انہوں نے اولیاء اللہ کی طرح سادہ زندگیاں بسر کیں۔ ہم سنی اولیا اور شیعہ اماموں کی یکساں عزت کرتے ہیں۔

ہم کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں

علاوہ ازیں ہم اس بات کو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دیا جائے۔ کیونکہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ دائرہ اسلام کے اندر داخل ہے اور ایسے شخص کو خدا [illegible]

کا کسی کو حق حاصل نہیں۔ اسلام کی طاقت باہمی اتحاد کے اندر مضمر ہے اور مختلف فرقوں کے مابین اتحاد صرف اسی طریق سے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کریں اور جو اختلاف خیالات دائرہ اسلام کے اندر پیدا ہو اسکو برداشت کرنا سیکھیں۔

غیر ملکی حکومتوں کے متعلق ہماری روش

تیسری بات جس کو میں یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جس ملک میں ہمارے ممبر بود و باش رکھتے ہیں۔ وہاں کی حکومتوں کے متعلق ہماری روش کیا ہے؟ چونکہ ہمارا مقصد ان غلط فہمیوں کو جو اسلام کے متعلق عام طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ رفع کرنا اور لوگوں کو اس امر کی دعوت دینا ہے کہ وہ ان عظیم الشان اسلامی صداقتوں کو قبول کریں جو انسان کی قلبی طمانیت اور راحت و آرام کا موجب ہیں اور نسل انسانی میں اخوت و برادری کا قائم کرنا ہمارے مقاصد میں داخل ہے اس لئے ہم کسی ایسی حکومت کی سیاسیات کے اندر دخل انداز نہیں ہوتے جس کے زیر حکومت ہم سکونت پذیر ہیں۔ ہم دنیا کی سیاسی جد و جہد کی اہمیت کو کم نہیں کرنا چاہتے لیکن بحیثیت جماعت ہر قسم کی سیاسی جد و جہد سے بالکل الگ رہتے ہیں تاکہ اس عظیم الشان مذہبی نصب العین کی طرف جو ہمارے سامنے ہے ہم اپنی توجہات کو مرکوز رکھ سکیں۔ ہماری اس روش کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ممبر اس حکومت کے مطیع و فرمانبردار رہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو کسی ملک میں قانونی طور پر تسلیم شدہ ہو اگر وہ کسی ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ اس اسلامی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اگر کسی غیر مسلم حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس غیر مسلم حکومت کے وفادار رہیں۔ ہر اس حکومت کے قوانین کی وہ متابعت کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس کے وہ زیر نگین ہیں۔ اور تمام ان شورشوں سے جو اس حکومت کے خلاف پیدا ہوں الگ تھلگ رہتے ہیں۔ وہ اگر عرب میں رہتے ہیں تو عرب حکومت کے فرمانبردار ہیں اگر ترکی میں ہیں تو ترکی حکومت کے، ایران میں ہیں تو ایرانی حکومت کے، افغانستان میں ہیں تو افغان حکومت کے، مصر میں ہیں تو مصری سلطنت کے، اٹلی میں ہیں تو اطالوی حکومت کے، فرانس میں ہیں تو فرانسیسی حکومت کے، جرمنی میں ہیں تو جرمن حکومت کے، امریکہ میں ہیں تو امریکن حکومت کے، اور اگر برطانوی علاقہ میں سکونت رکھتے ہیں تو حکومت برطانیہ کے مطیع و وفا شعار رہتے ہیں۔

ہمارے تعلقات صرف ایک شرط کیساتھ مشروط ہیں

ہر حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات فرمانبرداری صرف ایک شرط کے ساتھ مشروط ہیں لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ اللہ۔ اللہ تعالے کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان جو ہمارا صدر مقام ہے اور جہاں ہماری جماعت کے ممبر دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں ہم حکومت ہند کے

جلد ۱۷ لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۴ رجب سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۲۹ء نمبر ۱۹ (۱)

ہندو دنیا

ایک معاشرتی انقلاب کی ضرورت

مدراس کے اخبار "ریود اسٹا" میں "ایک معاشرتی انقلاب کی ضرورت" کے عنوان سے ہندو قوم کی موجودہ زوال پذیر حالت کے متعلق ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کے راقم مسٹر ایل گوبند رام ایم اے ایل ایل بی ہیں۔ ذیل میں ہم اس مضمون کا ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جو امید ہے۔ کہ ان کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ہندو قوم کے زوال کے اسباب

معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ ہندو قوم اپنے قدیم وجود کا محض ایک ڈھانچہ رہ گئی ہے۔ انحطاط کا کیڑا صدیوں سے ہندو قوم کے نظام کو دیمک کی طرح کھا رہا ہے۔ ہر سمجھدار شخص آسانی کے ساتھ اس کیڑے کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔ جو ذاتوں کے امتیاز کی شکل میں اپنی تباہ کاری میں مصروف ہے۔ جب آریہ بھارت ورش میں آباد ہوئے۔ تو انہوں نے اس عجیب و غریب رسم کو قائم کیا۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ رفعت و عظمت کا جو زینہ انہوں نے تیار کیا ہے۔ وہ ان کی قوم کو تحت الثریٰ میں گرا دیگا۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ کیا ذاتوں کے امتیاز نے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ جہاں تک کہ میں نے تاریخی معلومات کی امداد سے ہندو قوم کی گذشتہ روایات پر غور کیا ہے۔ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ ذاتوں کے آہنی حصار قائم کرنے سے ہندو قوم کو آخر کیا فائدہ پہنچا؟

برہمنوں کا تباہ کن تفوق

اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مذہبی اور معاشرتی رسوم میں برہمنوں کو دوسری جماعتوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ وجہ خواہ کچھ ہو۔ مگر ایک بری مثال قائم ہو گئی۔ جس سے اور بہت سی برائیوں کا دروازہ کھل گیا۔ معاشرتی نظام میں ہر جماعت نے ان لوگوں پر جو ان سے کمتر تھے۔ اپنے تسلط کا سکہ بٹھانا چاہا۔ مختلف جماعتوں میں شادی بیاہ کے تعلقات اور میل جول کے تعلقات رفتہ رفتہ منقطع ہو گئے اور وہ تمام افراد جو ایک زبردست قومیت کا رنگ بنیاد قرار دیئے جا سکتے تھے۔ منتشر ہو گئے۔ باہمی ہمدردی اور اعانت کا جوہر زائل ہو گیا۔ اور جماعتی تفوق کی وبا نمودار ہو گئی۔ مہاتما بدھ نے ان مفاسد کی اصلاح کے لئے آواز بلند کی۔ اور مذہبی اور معاشرتی مساوات کے وعظ کہنے شروع کئے۔ مذہبی اور معاشرتی پہلو سے ہندوستان میں بدھ مت کی یہ پہلی تحریک تھی۔ گو بدھ مذہب کی تحریک سے برہمنوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ہندو سوسائٹی کی خرابیاں رفع نہ ہوئیں۔ ہندو قوم بدستور مختلف جماعتوں کی تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہو گیا۔

تصویر کا تاریک پہلو

تاریخ کی ورق گردانی سے ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ کہ ذاتوں کی تقسیم نے ہندوؤں کی سیاسی زندگی کو کیسا تباہ کر دیا۔ غیر ملکی حملہ آوروں کے سامنے ہندوؤں کے سر تسلیم خم کر دینے سے دو باتیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ ہندو قوم کا طبقہ عوام تمدنی اور معاشرتی معاملات میں ضرورت سے زیادہ نفاست پسند ہو گیا۔ اور انہیں لڑائی سے نفرت ہو گئی۔ دوئم۔ ذاتوں کے امتیاز کو انہوں نے خاص طور پر ملحوظ رکھا۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں۔ تو پھر اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہندوستان کروڑوں ہندوؤں سے آباد ہے۔ جس کے مقابلہ میں مٹھی بھر حملہ آوروں کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اور اونچے اونچے پہاڑ ناقابل گذر جنگل اور عظیم الشان دریا دشمنوں کے راستہ میں حائل تھے۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ کہ ہندو پھر بھی مغلوب ہیں؟ دنیا کے پردے پر کوئی قوم اس قدر آسانی سے مغلوب نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے بیرونی حملوں کی تاریخ ہماری ذلت و ندامت کی تاریخ ہے۔ صرف راجپوت ایک ایسی قوم تھی۔ جس نے فوجی معرکوں میں شجاعت و بسالت کے جوہر دکھائے لیکن ان میں بھی اتفاق نہ تھا۔ اس لئے جہاں کہیں راجپوت فوج کو شکست ملتی تھی۔ عام لوگوں کی زندگی کا انحصار حملہ آوروں کے رحم پر تھا۔ کیونکہ ذاتوں کی تقسیم اور امتیاز کی وجہ سے کوئی جماعت دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہ ہو سکی

ہندوؤں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

یہ ایک غلط خیال ہے۔ کہ لاکھوں ہندو مسلمان تاجداروں اور حملہ آوروں کے جبر و تشدد سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اس میں شک نہیں کہ مسلمان حملہ آوروں کی یہ ایک زبردست خواہش تھی۔ کہ ہندوؤں کو مسلمان بنایا جائے۔ اور انہوں نے تلوار کے زور سے بہت سے لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ لیکن گذشتہ آٹھ صدیوں میں جس قدر ہندوؤں نے اسلام قبول کیا ہے اسے محض جبر و تشدد کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب سلطنت مغلیہ کی سطوت و شوکت کا چراغ گل ہو گیا۔ اور دکن اور وسط ہند میں مرہٹوں کی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہو گیا۔ تو مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندوؤں کے اسلام قبول کرنے کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوا۔ اگرچہ ہندوؤں کو یہ امر ناگوار گذرے گا مگر ہمیں اس سچائی کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ اگر ہندوؤں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے۔ اور اس میں جاذبیت کی طاقت موجود ہے۔ تو اس کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ معاشرتی پہلو سے ہندوؤں کے نظام میں بے چینی اور ابتری پیدا ہو گئی ہے۔ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے قیام سے ہندوؤں کو جبراً دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا دستور تو بند ہو گیا ہے لیکن کیا اس کے بعد مذہب کی تبدیلی کا سلسلہ رک گیا ہے؟ ہمیں اس موہوم خیال سے اپنے آپ کو تسلی نہیں دینی چاہئیے۔ کہ ہندو دائرہ اسلام میں محض بزور شمشیر داخل کئے گئے ہیں۔ ہمیں اس خیال کو دل سے نکال کر مرض کے اصلی سبب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے

مرض کا اصلی سبب

میرے نزدیک جن باتوں نے لاکھوں ہندوؤں کو اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کیا ہے۔ وہ ہندو قوم کی کمسن لڑکیوں کی جبری بیوگی ہندوؤں کے مختلف طبقوں میں غیر مساویانہ برتاؤ اور اعلیٰ ذاتوں کا وہ ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک ہے۔ جو نیچ ذات کے لوگوں کے متعلق روا رکھا جاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک موجودہ صورت حالات میں تبدیلی پیدا نہیں ہو گی۔ ہندو اور زیادہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے جائینگے۔ مساوات کا جذبہ ہر جگہ نمایاں نظر آ رہا ہے۔ تمام دنیا میں جمہوریت امتیازات کو مٹا رہی ہے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے ترقی کے مساوی مواقع پیدا کر رہی ہے۔ ہندوستان دنیا کے دوسرے ممالک سے علیحدہ نہیں ہے اور دنیا کے مختلف حصوں میں جو طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ وہ ہندوؤں کے معاشرتی نظام پر ایک زبردست اثر ڈال رہی ہیں۔

اچھوتوں کا مطالبہ

نام نہاد اچھوت اب بیدار ہو گئے ہیں۔ ان کے سینوں میں نئی آرزوؤں اور امنگوں کے جذبات موجزن ہیں۔ ان کا یہ احساس روبہ ترقی ہے۔ کہ ان کے ساتھ مساوات اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ اور اگر ہندو سوسائٹی سے تعلق رکھنے کے باوجود ان کے اس جائز مطالبہ کو پورا نہ کیا گیا۔ تو وہ لازمی طور پر کسی دوسری سوسائٹی کی طرف رجوع کرینگے نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوؤں کا شیرازہ منتشر ہو جائیگا۔ اور دنیا کے پردے پر ان کا وجود مٹ جائے گا ہندو اس قدر مردہ ہو گئے ہیں۔ کہ اب ان میں اصلاح کی کوئی امید نہیں ہندوستان میں ہر اصلاحی تحریک کچھ عرصہ کے لئے کامیاب ہو جاتی ہے۔ اور آخر پانی کی اس موج کی طرح جو چٹان سے ٹکراتی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔ بدھ۔ چیتنیا۔ نانک۔ کبیر۔ رامداس۔ ایکناتھ۔ نام دیو۔ اور بہت سے دیگر رشیوں نے اپنے اپنے زمانوں میں اصلاح کا علم بلند کیا۔ اور ہندوؤں کے سامنے مساوات کا اصول پیش کیا۔ لیکن ان کی تعلیم ہندو قوم میں کوئی انقلاب پیدا نہ کر سکی۔ ہندوؤں کی ذہنیت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ ان کے اصلاح پذیر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ اسی لئے میں کہتا تھا۔ کہ ہندو قوم لازمی طور پر تباہی اور فنا کی طرف جا رہی ہے ●

آجکل

آپکے قومی اخبار پیغام صلح کو روپے کی اشد ضرورت ہے تمام خریداران صاحبان سے درخواست ہے۔ کہ تمام قابل ادا رقوم جلسہ سالانہ تک ضرور ادا فرما دیں
(منیجر)

اسلام جرمنی میں

ایک جرمن سپہ سالار اور (۲) دو اخبارات کے ایڈیٹر مسلمان ہو گئے

ڈاکٹر شومیں کا لیکچر جمعیۃ اسلامیہ میں

مکہ مکرمہ کا جریدہ الاصلاح رقمطراز ہے :-

جرمنی کے پایہ تخت برلن میں بہت سے جرمن اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور بہت سی تصنیفات اسلام کے متعلق مدون کی گئی ہیں۔ جن میں نہایت دقت نظر سے اسلام کی تشریح کی گئی ہے۔ نیز جامعہ برلین میں متعدد لیکچر اسلام پر دیئے گئے ہیں۔ ان ممتاز فضلا میں سے جو اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ جرمن وزیر تعلیمات مسٹر بیکرد ( ) اور پروفیسر کامی فیمارہی ہیں۔ آخر الذکر نے اس سال مصر کی سیاحت بھی کی ہے تاکہ وہ اسلام اور حالات مسلمین کی تحقیقات کریں۔ یہ اس جمعیت المانیہ کے صدر ہیں جو معارف اسلام کی تحقیقات کے لئے قائم ہوئی ہے۔ استاذ میتھ فوک جامعہ السنہ شرقیہ میں قرآن کریم کی تفسیر کا درس دیتے ہیں جرمن فلاسفر اور جرمن علماء کرام میں سے ڈاکٹر شومیں نے جمعیۃ اسلامیہ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں ارشاد فرمایا کہ :-

"بعض آدمی کہتے ہیں کہ قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر وحی کیا گیا۔ آنحضرت صلعم جیسے اُمی نبی کی استطاعت سے یہ باہر تھا کہ وہ ایک ایسا کلام کرے کہ جس میں بڑے بڑے عقلا و حکما متحیر ہیں اور جو انسانوں کی ظلمات سے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہو۔ شاید تم ایک مغربی شخص کے اس اعتراف حقیقت پر تعجب کرو گے۔ لیکن جب تم قرآن کریم کو پڑھو گے تو بلند معنی اور بہترین اور محکم نظامات سے اس کو لبریز پاؤ گے۔

قرآن کریم کی سی بلاغت میں نے اپنی زندگی میں کسی اور دوسری کتاب میں نہیں دیکھی اس کا ایک جملہ بڑی بڑی تصنیفات سے مستغنی کر دیتا ہے لاریب یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو پروردگار کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوا"

ڈاکٹر ہومر نے حیات نبوی پر تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"جب کوئی انسان اس مقدس ہستی کی حیات پر بغور نظر کرے گا تو وہ اس عظیم شخص ... [illegible]

صدق۔ استقامت۔ ایفائے عہد۔ کمزوروں کی دستگیری وغیرہ وغیرہ تو بلاشک وہ آپ کو پسند کریگا۔ آپ جن تعلیمات کو لیکر آئے ہیں وہ عقل سلیم اور فطرت کے بالکل مطابق ہیں"

ڈاکٹر ہومر کی ایک بہترین تصنیف بھی ہے جس میں ان نے معترضین کے شبہات کا جواب بھی دیا ہے جنہوں نے آنحضرت کی زندگی کو نظر انصاف سے نہیں دیکھا اور وہ تعصب اور ہوا و نفسانی میں اس قدر اندھے ہو گئے کہ آنحضرت پر بیہودہ نکتہ چینی کی۔

ان مشہور و معروف آدمیوں میں سے جو اسلام میں داخل ہوئے جرمن افواج کا قائم مقام سپہ سالار اعظم بھی ہے جن کا اسلامی نام ہارون رشید ہے انہیں میں سے دو اخبارات کے ایڈیٹر ہیں جن میں سے ایک کا نام اسد اللہ ہے۔ وہ آجکل حجاز و نجد کی سیاحت کر رہے ہیں اور تقریباً ایک سال سے ملک ابن سعود کے ساتھ ریاض میں موجود ہیں وہ اخوان میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور عربی لباس اختیار کر لیا ہے۔ ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بچہ بھی اسی لباس میں رہتا ہے۔ انہوں نے عربی لہجہ کی مشق بہم پہنچائی ہے۔ اور وہ بالکل اخوان کے طریقہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ انہیں اسلام سے بہت محبت ہے یہی سبب ہے کہ دین اسلام کی کشش نے ان کو عرب جیسے گرم ملک میں قیام پذیر ہونے پر آمادہ کر دیا ہے۔ جہاں نہ جرمنی کی یہ نظر فریبیاں ہیں اور نہ مغربی تہذیب و تمدن کے دلکش مناظر۔

پروفیسر اسد اللہ ایک بہت بڑے اخبار نویس ہیں۔ اور متعدد جرمن اخبارات میں فرائض ادارت انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے ان مسلمانوں پر اظہار تعجب کیا ہے جو شعار اسلامی کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ اور احکام دین کو ترک کر رہے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ :-

اگر مسلمان سلطان عبد العزیز ابن سعود کی طرح دین اسلام کو صحیح پکڑ لیں اور اپنا قانون کتاب اللہ اور سنت رسول کو قرار دے لیں تو وہ موجودہ بدترین حالت سے بہت جلد نکل سکتے ہیں۔

پروفیسر اسد اللہ نے اکثر بلاد اسلامیہ کی سیاحت فرمائی ہے

"اکثر مسلمانوں کے قلوب میں آجکل اسلام کی عزت کم ہو رہی ہے اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ موجودہ مرض کا واحد علاج یہ ہے کہ وہ یورپ کی سیاحت کریں۔ یہ ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امم اسلامیہ کی روح یورپ کی طرح تاریک ہو گئی ہے۔ مگر یاد رہے کہ دیار اسلامی کی نجات اصلاح باطن کے بغیر نہیں ہو سکتی جب مسلمان اسلام کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں گے اور اس پر قائم ہو جائیں گے تو وہ بہت آسانی سے جدید قوتوں پر امت مسلمہ کی تنظیم و تاسیس کر لیں گے۔ اور اسی ذریعہ سے وحدت اسلامیہ (پان اسلامزم) اور تمام مسلمانوں میں اخوت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ مختلف بلاد و قبائل کے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے"

دوسرے ایڈیٹر جنہوں نے قلادہ اسلام کو اپنی گردن میں ڈالا پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن اوت مان ہیں یہ چند اخبارات کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور جمعیۃ علمیہ اسلامیہ کے ایک رکن ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ یہ حالات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام کا نور پھر ایک مرتبہ چمکے گا۔ اور تمام عالم پر چھا جائیگا اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی پھر تصدیق ہو جائیگی۔ کہ اسلام ایک نادر طریق پر شروع ہوا ہے۔ اور ایک مرتبہ پھر اسی نادر طریق پر واپس آئے گا جس طرح کہ شروع ہوا تھا۔ (الاصلاح مکہ)

اُردو انگریزی حمائل

قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے انگریزی ترجمۃ القرآن کا ایک نیا ایڈیشن تیار کیا ہے جس میں صرف ترجمہ اور مختصر نوٹ ہیں۔ اور حمائل کے سائز پر ولایت میں چھپ رہا ہے۔ جو غالباً دو تین ماہ تک تیار ہو جائے گی۔ قیمت کا اندازہ پانچ روپیہ تک ہے خریداری کے لئے نام درج ہو رہے ہیں۔

(۲) اس طرح اُردو حمائل معہ مختصر نوٹ چھپ رہی ہے وہ بھی چند ماہ تک تیار ہو جائے گی۔ قیمت کا اندازہ دو روپیہ تک ہے۔

(۳) صحیح بخاری کے باقی حصے زیر طبع ہیں۔

ہمارے احباب کو ان تینوں حصوں کے لئے آرڈر دار الکتب

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۲۷ - شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۸ - فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۲

حضرت امیر ایدہ اللہ بدوملہی میں

(از شیخ محمد نصیب صاحب)

جیسا کہ احباب کو علم ہوگا۔ توسیع و تنظیم سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے لئے حضرت امیر سلمہ اللہ نے وقتاً فوقتاً دورہ کرنے اور لکچر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اور یہ بھی حضور نے فرمایا تھا۔ کہ صرف لکچر کافی نہیں۔ احباب کو عملی قدم اُٹھانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت نے بدوملہی تشریف لانے کا ارادہ فرمایا۔ تو اس کا علم ہونے پر جناب مرزا حبیب الرحمن صاحب (خلف الرشید مرزا خدابخش صاحب) ہیڈ ماسٹر بی۔ ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ نے حضرت کو مدعو کیا۔ اور آپ سید غلام مصطفےٰ صاحب مینجر سکول ہذا۔ اور مولوی عبدالوہاب صاحب مولوی فاضل کی معیت میں ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو ۸½ بجے صبح کی گاڑی سے تشریف لائے۔ مرزا صاحب موصوف اور چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب جو سابقین اولین سے ہیں۔ اور ان کے چھوٹے بھائی چوہدری غلام حیدر خاں صاحب نے جو اس سکول کی بنا درکھنے والے ہیں۔ قصبہ اور اس کے گرد و نواح میں اس امر کا اعلان کر رکھا تھا۔ چنانچہ چار پانچ کوس تک کے اردگرد کے لوگ اس موقع پر آگئے۔ اور خاصی رونق ہو گئی۔ سٹیشن پر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ چوہدری صاحب نے حضرت کی آمد کی خوشی اور لوگوں کی اطلاع کے لئے گاڑی سے اُترنے کے وقت گولے چھوڑائیے۔ اور استقبال کیا۔ آپ اس مجمع میں سکول میں رونق افروز ہوئے۔ جہاں قیام کا انتظام تھا۔ اس روز صبح اولے پڑے تھے۔ ہوا تیز و تند اور سردی سخت تھی۔ تاہم ہیڈ ماسٹر صاحب نے طلباء مدرسہ کی سکول بینڈ کے ساتھ ڈرل دکھانے کا باقاعدہ انتظام کیا۔ اور اس غرض کے لئے نارووال سے بینڈ ماسٹر بلایا ہوا تھا۔ حاضرین ڈرل دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ مگر سردی میں طلباء کی تکلیف کے خیال سے حضرت نے ڈرل بند کرا دی۔ اس کے بعد آپ نے سکول و بورڈنگ کا معائنہ کیا۔ اور ضروری امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ قریب دو بجے مع حاضرین کھانا تناول فرماکر آپ قصبہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں ایک بڑی مسجد میں ہر دو نمازیں جمع کرکے پڑھی گئیں۔ اس کے بعد آپ نے چھ سات سَو کے قریب آدمیوں کے مجمع میں جس میں مسلمان۔ ہندو اور سکھ شامل تھے۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون تلاوت فرماکر کہا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ محض دل سے ملنے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے سے انسان مسلمان تو ہو جاتا ہے۔ مگر حقیقی طور پر مسلمان کہلانے کا مستحق تب ہوتا ہے۔ جب اس کے ساتھ دیگر ارکان اسلام یعنی نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے متعلق عملی صورت اختیار کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اس کے دو حصے ہیں

اللہ کے سوا کوئی ذات لائق عبادت نہیں۔ عیسائی اگرچہ تین خدا ملتے ہیں۔ اور ہندو تینتیس کروڑ دیوتا۔ لیکن آخر وہ ایک خدا کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح ہر ایک مذہب کسی نہ کسی رنگ میں ایک خدا ضرور تسلیم کرتا ہے۔ تو گویا کلمہ کے اس حصہ میں اس بات کو منوانا چاہا ہے۔ جو تمام مذاہب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔ اور اس کا تسلیم کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ بلکہ ایک فطری بات ہے۔ دوئم کلمہ کا دوسرا حصہ محمد رسول اللہ ہے جو رسالت سے تعلق رکھتا ہے۔ آج ایک مسلمان۔ ہندو یا عیسائی ہو۔ تو وہ لازماً اس اقرار سے گا کہ محمد رسول اللہ نعوذ باللہ جھوٹے نبی تھے ۔ ۔ ۔ قرآن کریم خدا کا کلام نہیں۔ لیکن اسلام اور اس کے ہادی حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں برخلاف ان تمام مذاہب کے کیا ہی خوبی ہے کہ ایک ہندو یا عیسائی مسلمان ہو۔ تو وہ لازماً جہاں اقرار کرے گا کہ جہاں حضرت محمد صلعم خدا کے برگزیدہ رسول اور راستباز نبی تھے۔ اور قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ وہاں وہ یہ ایمان بھی رکھے۔ کہ تمام قوموں میں جس قدر ہادی گذرے ہیں وہ بھی راستباز ہیں۔ اور جو کتب خدا کی جانب سے انہیں ملیں وہ برحق ہیں۔ ایک ہندو رامچندر جی اور کرشن جی۔ کو خدا کے پیغمبر اور ویدوں کو خدا کا کلام مان کر ایک عیسائی حضرت عیسےٰ کو خدا کا رسول اور انجیل کو خدا کا کلام مان کر بھی مسلمان ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ کل دنیا کے رسولوں اور کتابوں کو مانے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ولکل قوم ھاد۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ پھر فرمایا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ پس اسلام اور دیگر مذاہب کے تسلیم کرنے میں بیّن فرق ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے میں پہلے ہادی کو جسے وہ مانتا ہے۔ چھوڑنا نہیں پڑتا۔ مگر ایک مسلمان جب مذہب تبدیل کرتا ہے۔ تو اسے مجبوراً اپنے ہادی کو جس کے نام پر وہ اپنی جان اور مال قربان کیا کرتا تھا۔ بُرا کہنا پڑتا ہے۔ اور اس کا انکار کرایا جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ نے جہان کے تمام مذاہب ان کے ہادیوں اور کتابوں پر یہ بڑا بھاری احسان کیا تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ کی عزت کی جاتی۔ مگر آہ! آج جس قدر بے عزتی اس عظیم الشان محسن کی کی جاتی ہے۔ اور معاذ اللہ جس قدر ظالم اور بدترین انسان اسے بتایا جاتا ہے۔ اور کسی ہادی تو درکنار معمولی انسان کو بھی نہیں کہا گیا۔ پھر نبی کریم صلعم نے جہاں مساجد کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ وہاں عیسائیوں کے گرجوں یہود اور دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں اور راہبوں کی کوٹھریوں تک کی حفاظت کرنے کا حکم موجود ہے۔ اور مسلمان بادشاہ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ اگر وہ جبراً مسلمان بناتے تھے۔ تو پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ دہلی کے اردگرد جو مسلمان بادشاہوں کا دارالخلافہ تھا کیوں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے بڑھ گئی ہے۔ حالانکہ ایک ہندو بھی نہ مانا جاتا سے تھا۔ تو تمام ہندوامر ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم

سوائے اس کے کہ ہر مذہب کو خدا کی طرف سے کہا۔ اس کے ہادی اس کی کتاب کی عزت کرنے اور اس کے عبادت خانہ کی حفاظت کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ بعض لوگ اسی طرح غلطی سے حضرت مرزا صاحب اور ان کی احمدی جماعت کو بُرا کہتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے نفرت کی جائے۔ بلکہ احمدیت وہی زندہ اور صحیح اسلام کا نام ہے۔ ہمارے وہی عقائد وارکان ہیں۔ جو دیگر تمام مسلمانوں کے ہیں حضرت مرزا صاحب نے . . . شریعت محمدیہ سے نہ کچھ کم کیا ہے نہ زائد۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کی رو سے حضرت عیسےٰ کو مثل دیگر تمام انبیاء کے وفات یافتہ مانتے ہیں۔ اور احادیث کی رو سے حضرت مرزا صاحب کو اس زمانہ کا مجدد اور اس امت میں آنے والے مسیح یقین کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت خادم اسلام ہیں۔ اور شب و روز اسلام کے لئے درد رکھنے والے ہیں جس کے دل میں درد ہے وہ ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہو جائے۔ اگر اس کے خلاف پائے تو ہم سے جدا ہو جائے۔ بعض لوگ بیعت کرنے سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ بیعت کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے بھی بیعت لی۔ اور مسلمانوں میں اس وقت سے کیا صحابہ میں اور کیا اس کے بعد اب تک بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی بیعت لی۔ اور بیعت کرنے والے سے اقرار لیا۔ کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔" یہ ایک خدمت دین کے لئے معاہدہ ہے۔ اور جب تک انسان کو اپنے اقرار اور اس کی ذمہ داری کا بڑا پاس ہوتا ہے۔ جب تک یہ بات نہ ہو۔ انسان اپنی کوئی ذمہ داری نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی کوئی قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔ نہ اپنے آپ کو خدمت اسلام کے لئے ایک سپاہی سمجھتا ہے۔ کہ جب موقع اور ضرورت ہو۔ خدمات کے لئے میدان میں نکل سکے۔ دیکھو فوج کا سپاہی وہی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جو اپنا نام فوج میں بھرتی ہو کر درج کرائے۔ نہ وہ جو گھر میں بیٹھا رہے اور کہے کہ میں فوجی سپاہی ہوں۔ نہ ضرورت کے وقت اسے کوئی بلائے گا۔ اور نہ وہ نازک وقت اپنی جان مشکلات میں ڈالے گا۔

تقریر کے بعد پندرہ اشخاص نے بیعت احمدیت کی۔ اور اس کے بعد حضرت واپس سکول تشریف لائے۔ جہاں مع دیگر حاضرین ہیڈ ماسٹر صاحب نے چائے اور پھلوں کی دعوت دی۔ اس کے بعد چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب اور چوہدری غلام حیدر خاں صاحب حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے۔ جہاں مستورات جمع تھیں۔ آپ نے ان میں مختصر سی تقریر فرمائی۔ اس کے بعد ۱۸ مستورات نے بیعت کی۔ کل ۳۳ کس بیعت میں شامل ہوئے۔ شام کا کھانا مع ہمراہیان حضرت چوہدری صاحب کے ہاں تھا۔ چونکہ گاڑی ۶½ بجے شام کے جاتی تھی۔ اس لئے کھانا وہیں پہنچایا گیا۔ باوجود تیز و تند ہوا اور سخت سردی کے شام کے وقت آپکو رخصت کرنے کیلئے [illegible] سٹیشن [illegible] غلام مصطفےٰ [illegible]

جلد ۱۷ | لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۲۲ رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۸

مسجد برلن کی تکمیل اور رمضان المبارک

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں،

(از پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن)

عرصہ تین ماہ کا ہوا کہ میں نے ناظرین کرام پیغام صلح بالفاظ دیگر احباب جماعت کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ جو پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے امید ہے کہ ناظرین کرام خاکسار کی اس اپیل حسب توفیق اس خانہ خدا کی جو کہ کفرستان کے عین مرکز میں واقع ہے تکمیل کے لئے امداد فرمائیں گے۔ مجھے تاحال اس کے نتیجہ سے کوئی اطلاع نہیں ملی میں بذریعہ عریضہ ہذا جملہ احباب کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوتا ہوں جیسا کہ قبل ازیں بھی قبل ازیں بھی عرض کر چکا ہوں کہ جب تک اس مسجد کے اندر قالینوں کا فرش نہ ہوگا تب تک اس کی موجودگی اور عدم موجودگی یکساں ہیں۔ گو مسجد بلحاظ عمارت مکمل ہو چکی ہے مگر جب تک اس کے میناروں سے خدائے واحد کی توحید کا نعرہ نہ گونجے اور اس کفرستان کے اندر ایک خدا کی پرستش اور عبادت کا ثبوت عملی رنگ میں بصورت نماز پیش نہ ہو۔ تب تک یہ مسجد اپنے اصل مقصد اور اپنی حقیقی غرض و غایت سے قاصر رہے گی۔ کسی مسجد کی آبادی یقیناً اس کی تعمیر سے بڑھکر ثواب کا موجب ہوتی ہے۔ اور اس کی آبادی ہی اس کی اصل تعمیر ہے نیز اب ایک اور دقت پیش آ رہی ہے۔ جیسا کہ احباب کرام نے اخبار پیغام صلح کے اوراق سے معلوم کیا ہوگا۔ کہ ہمارے ہاں ماہوار جلسوں کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے۔ اور اب تک یہ جلسے اس رہائشی مکان میں ہوتے رہتے ہیں جو کہ مسجد کے ساتھ ملحق ہے۔ مگر اب خداوند تعالیٰ کے بفضل و کرم سے ان جلسوں کی رونق اس قدر بڑھ گئی ہے اور سامعین و حاضرین کی تعداد اس قدر ہوتی ہے کہ اس مکان میں جگہ ناکافی ہوتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہم ان لکچروں کو صرف ۵۰ نفوس تک محدود رکھیں (کیونکہ اس سے زائد گنجائش نہیں ہے) اور یا ان جلسوں کا انتظام مسجد کے ہال میں کریں۔ اول الذکر صورت کو کوئی دوست پسند نہ فرمائیں گے مگر ثانی الذکر صورت ناقابل عمل ہے۔ جب تک کہ مسجد کے اندر قالینوں کا انتظام نہ ہو جائے۔ لہذا میں اپنی اس درخواست کو دوبارہ احباب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ اور اس تجویز کو دہراتا ہوں جو قبل ازیں پیش کر چکا ہوں۔ اور امید واثق ہے کہ کئی ایک بندگان خدا اپنے مولا کی خوشنودی اور رضا کو حاصل کرنے کے لئے رمضان المبارک کے مہینہ میں رسول کریم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اس کار خیر میں شریک ہوں گے۔ آنحضرت صلعم کی سخاوت تو اظہر من الشمس ہے۔ مگر آپ کا یہ خلق رمضان کے مبارک اور بابرکت مہینہ میں نمایاں طور پر ظاہر ہوتا کم از کم ایک پونڈ تقریباً ۱۳ روپے اس مبارک مہینہ میں اس خانہ خدا کی آبادی کے واسطے عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اگر سو دوست بھی اس کار خیر میں شریک ہوں تو نصف مطلوبہ رقم جمع ہو جائے گی باقی نصف کا میں ذمہ لیتا ہوں و باللہ التوفیق۔

نوٹ۔ جملہ رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجی جائیں۔ والسلام السائل (محمد عبداللہ)

طبقہ نسواں

زنانہ مذہبی رسالہ کی تحریک

موجودہ زمانہ کی دہریت کا علاج

(جناب تاج بیگم صاحبہ لاہور)

اخبار پیغام صلح میں مضمون بعنوان "ایک مذہبی زنانہ رسالہ کی ضرورت" پڑھ کر بہت خوش ہوئی۔ میں طبقہ نسواں میں دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کرتی ہوئی محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ کی تجویز سے کامل طور پر اتفاق کرتی ہوں۔

مسلمان مستورات میں خدمت دین کا ولولہ

یوں تو اس وقت مسلمان خواتین کی تمدنی و معاشرتی اصلاح کے لئے متعدد رسائل و اخبار جاری ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے طور پر مفید کام کر رہے ہیں۔ مگر ایک غرض جسے تمام اغراض و مقاصد پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ وہ ان تمام رسالوں میں مفقود ہے۔ وہ غرض کیا ہے؟ مسلمان مستورات کو مذہبی معاملات سے باخبر کرنا۔ ان میں خدمت دین کا ولولہ پیدا کرنا۔ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں مذہب اسلام کی حقانیت و فضیلت کے متعلقہ جملہ امور سے واقفیت بہم پہنچانا۔

دین اور دنیا

یہ ظاہر ہے کہ اب تک جو رسائل عورتوں کی طرف سے نکل رہے ہیں۔ ان سب میں تقریباً سارے مضامین ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ جو دنیوی کاروبار اور باقی چیزوں میں فائدہ مند ثابت ہوں۔ اس لئے ضرورت اور سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ مستورات میں ایسی باتوں کی بھی اشاعت کی جائے جو ان کی دنیاوی ترقی کے ساتھ ہی دینی فلاح کا بھی موجب ہوں۔

مسلمانوں میں دہریانہ خیالات

سب سے بڑی بات جو اس تحریک کو پیش کرنے کی محرک ہوئی ہے وہ موجودہ زمانہ میں دہریانہ خیالات اور لامذہبی کا فروغ ہے لوگ مذہب سے بیزار ہوتے جا رہے ہیں۔ کہیں مذہب کی ضرورت و عدم ضرورت پر مباحثات ہوتے ہیں۔ کہیں مذہب کو ریاست سے الگ کرنے کے بہانے سے الگ کرنے کے بہانہ سے اسے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہیں اور دین کی آڑ میں اپنی ذاتی اغراض کو پورا کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت تمام مذاہب کے پیرؤوں پر اسی انتشار کی حالت طاری ہے مگر ہمیں دیگر مذاہب سے کیا تعلق۔ اگر عیسائی اور ہندو اپنے مذہب سے بیزار ہوتے ہیں تو انہیں ہونے دو کیونکہ ان کے مذہب اسی قابل ہیں کہ ان سے اظہار بیزاری کیا جائے۔ مگر مسلمان جن کا دین خدا ہو۔ جن کا ہادی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کامل و اکمل انسان ہو اور جن کی رہنمائی کرنے کے لئے خود خدا تعالیٰ کا کلام موجود ہو ان میں دہریانہ خیالات کیوں رائج ہوں۔ مگر واقعات و مشاہدات کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک حصہ اور یقیناً بہت بڑا حصہ بھی اسی لامذہبی کے مرض کا شکار ہو رہا ہے۔

مذہب سے غفلت کی وجہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلمان فی الحقیقت مذہب کی طرف سے غافل ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجوہ خواہ کتنی ہی ہوں مگر سب سے بڑی وجہ عورتوں کی مذہبی بے خبری ہے۔ اس وقت ہم میں ۹۰ فیصدی عورتیں ایسی ہوں گی۔ جو مذہب کے صحیح مفہوم تک سے ناواقف ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ایسی ہونگی جو صرف اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ ان کے باپ دادا مسلمان تھے۔ اور جو صرف اس وجہ سے نمازیں پڑھتی یا روزے رکھتی ہیں کہ یہ مسلمانوں میں مروج ہیں۔ اس کے علاوہ ان عبادات کے مغز ان کی غرض و غایت سے قطعاً ناواقف ہیں۔

اپ ٹو ڈیٹ مائیں!

مستورات کی مذہبی جہالت ہی درحقیقت مردوں کی اس لامذہبی کا باعث ہے۔ کیونکہ عورتیں ہی قوم کی مائیں ہیں۔ اولاد کے دل و دماغ کو مذہبی خیالات سے متاثر کرنا ماں ہی کا کام ہے۔ مگر جب موجودہ زمانہ کی اپ ٹو ڈیٹ مائیں بمبئی والی بہن عطیہ بیگم کی طرح مذہب سے ناواقف اور رسمی مسلمان ٹھیریں تو اولاد کے دین و مذہب کا خدا ہی حافظ ہے۔ ہاں اگر مائیں حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کی مانند اسلام مجسم ہوں تو اولاد خود بخود حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی طرح تحفظ اسلام کے لئے سر کٹانیوالی ثابت ہوگی۔

الغرض ان تمام ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مستورات میں مذہبیات کی نشر و اشاعت کے لئے مذہبی رسالہ کے اجرا کی جو تجویز محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ نے پیش کی ہے۔ میں پورے طور پر اس کی تائید کرتی ہوں۔ اور پر خلوص دل کے ساتھ اس مبارک تجویز کو خیر مقدم کہتی ہوئی امید کرتی ہوں کہ تمام مدابر بہنیں خواہ وہ کسی فرقہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں مدد و معاون ہوں گی۔ کیونکہ یہ رسالہ فرقہ وارانہ بحثوں سے قطعاً معرا ہو کر خدمت دین کرے گا۔ اور اس کو صرف احمدی بہنوں کے لئے ہی جاری نہیں کیا گیا۔ بلکہ تمام مسلمان خواتین کا جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی قائل ہیں سود و بہبود اس کے اجرا میں مضمر ہے۔

सर्वो बो धिश्च ही कुब मनुष्यारो

प्रधापन: समस्मार

ساتو بودھی شرددھی ہو مرتشیا تو آگھا بتہ سمسات

پچاس روپیہ انعام

ہم مہاشہ جی کو بڑے زور کے ساتھ چیلنج دیتے ہیں کہ اگر آپ یہ الفاظ شانتی دہرمیوں کے وینکٹیشور پریس کے چھپے ہوئے یجروید کے پچیسویں ادھیائے کے منتر ۲۳ میں دکھا دیں تو ہم آپ کو پچاس روپے نقد انعام دینگے۔ لیکن ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر آپ اپنے تمام دیوی اور دیوتاؤں کو بھی امداد کے لئے بلالیں تو بھی ہمارا یہ مطالبہ پورا نہ کر سکیں گے۔ ودیکان بحضکم لبعضا ظهیرا۔ اگر آپ نہ دکھا سکیں اور یقیناً نہ دکھا سکیں گے تو جو شرمناک چالاکی اور دھوکا دہی کا ناپاک الزام حضرت مولانا پر لگایا ہے اُسے اپنی ذات شریف پر چسپاں کر لیجئے۔

یجروید کا آخری ادھیا

چوتھا اعتراض یجروید کے متعلق ان الفاظ میں تھا۔

"یجروید کے متعلق یہ سوال بھی آریوں سے پوچھنے کے قابل ہے کہ اس کا آخری ادھیا اُپنشد ہے یا وید۔ اگر اُپنشد ہے تو وید کے ساتھ کیوں لگایا گیا۔ اور اگر وید ہے تو اُپنشدوں کے مجموعہ میں اس کو اُپنشد کیوں لکھا جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی کلام الہامی بھی ہو اور غیر الہامی بھی۔ اگر یہ کہو کہ اُپنشد بھی الہامی ہیں تو بتاؤ باقی اُپنشد جن کی تعداد ۱۲۸ ہے ویدوں میں کب شامل کروگے۔ نیز ویدمیں دوبارہ اللہ اُپنشد بھی داخل کروگے یا نہیں۔ جو کبھی اتھروید کا حصہ تھا۔ (ثبوت کے لئے دیکھو واچسپتی لغت سنسکرت اور شبد کلپدرم مولفہ رادھا کانت) اور سوامی دیانند جی کی اُپدیش منجری۔ جس میں لکھا ہے کہ اسنا تیوں نے اللہ سوکت کو اتھروید میں گھسیڑ دیا۔"

مہاشہ جی اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اوّل تو وید اور اُپنشد کا یہ حصہ بالکل ایک جیسا نہیں کیونکہ اُپنشد میں ۱۸ اور وید میں ۱۷ منتر ہیں۔ دوم آپ کو معلوم ہو کہ اُپنشدوں کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ایک منتر اُپنشد ہے۔ اس میں وید کے ہی منتر ہوتے ہیں۔"

اعتراض کا جواب نہیں

افسوس ہے کہ مہاشہ جی نے اصل اعتراض کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ اعتراض تو یہ تھا کہ یجروید کا آخری ادھیائے اُپنشد ہے یا وید اگر اُپنشد ہے تو اسے وید میں کیوں شامل کیا گیا اور اگر وید ہے تو اُسے اُپنشدوں کے مجموعے میں کیوں شمار کرتے ہو۔ اور اگر اُپنشدوں کو الہامی مانتے ہو تو کل اُپنشد جن کی تعداد ۱۲۸ ہے ویدوں میں کب داخل کروگے۔ مہاشہ جی کا یہ لکھنا کہ ایش اُپنشد کے ۱۸ اور وید کے ۱۷ منتر ہیں۔ اصل اعتراض کا جواب نہیں۔ جس طرح ویدوں میں سے اور بہت سے منتر نکالے گئے ہیں اگر یہاں سے اٹھارہواں منتر نکال دیا گیا ہے تو تعجب کی کونسی بات ہے؟ رہا آپ کا یہ لکھنا کہ اُپنشدوں کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ایک منتر اُپنشد ہے۔ اس میں وید کے ہی منتر ہوتے ہیں" حضرت مولانا کے اعتراض کو اور زیادہ مضبوط کرتا ہے جب آپ کے خیال کے مطابق ایک قسم منتر اُپنشد بھی ہے تو بتائیے کہ منتر اُپنشد کی قسم کے باقی اُپنشدوں کو ویدوں میں کب شامل کروگے؟

اللہ اُپنشد اور سوامی دیانند

اللہ اُپنشد کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے آخیر میں لکھا ہے کہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کو اکبر بادشاہ کے زمانہ میں کسی نے بنایا ہوگا۔ اس کا مصنف کچھ عربی اور سنسکرت پڑھا معلوم ہوتا ہے نہ یہ اتھروید میں نہ اس کے برہمن یا شاکھا میں ہے۔"

مہاشہ جی کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ اللہ اُپنشد کے اتھروید کا حصہ ہونے کے بارہ میں جو حوالے حضرت مولانا نے پیش کئے تھے انہیں چھوا تک نہیں۔ بلکہ ایک نئی ہی راگنی شروع کر دی کہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے آخیر میں سوامی دیانند جی نے لکھا ہے کہ اللہ اُپنشد وید کا حصہ نہیں۔ مہاشہ جی! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں اور چودھواں باب سوامی دیانند جی کا لکھا ہوا نہیں۔ سوامی جی نے اپنی زندگی میں ۱۸۷۵ء میں جو ستیارتھ پرکاش شائع کی تھی اُس میں تیرھویں اور چودھویں باب کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ دونوں باب سوامی جی کی مرتیو کے بعد منشی اندرمن مرادآبادی اور دوسرے آریوں نے لکھ کر ستیارتھ پرکاش میں شامل کر دیئے۔ جب سوامی جی نے چودھواں باب لکھا ہی نہیں تو آپ کی چودھویں باب سے نقل کردہ عبارت سوامی جی کی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ اُن کے بعد کی گھڑت ہے۔ سوامی دیانند جی کی اللہ اُپنشد کے متعلق وہی رائے ہے جو اپدیش منجری میں لکھی ہے۔ جسے حضرت مولانا نے نقل کیا تھا۔ اور آپ کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس کے جواب میں کچھ لکھ سکیں۔ اللہ اُپنشد کے اتھروید کا حصہ ہونے کے ثبوت میں واچسپتی لغت سنسکرت اور شبد کلپدرم مولفہ رادھا کانت کے جو حوالے دیئے گئے تھے ان کے جواب میں بھی آپ نے ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ آپ کی اس خاموشی کے یہی معنی ہیں کہ یہ حوالے بالکل صحیح ہیں۔ اور آپ ان کا انکار نہیں کر سکتے۔ پس بتائیے کہ اللہ اُپنشد کب اتھروید میں شامل کیا جائے گا؟

سام وید میں پینسٹھ غیر الہامی منتر

پہلا سوال سام وید میں تحریف کے متعلق یہ تھا:۔

"سام وید کا پہلا حصہ جہاں ختم ہوتا ہے اس کے اور دوسرے حصے کے مابین ۵۵ منتر آرنیک کے آریوں نے وید میں ملا دیئے ہیں۔ اور ایک مہانامنی سوکت بھی بڑھا دیا ہے جس کے کل دس منتر ہیں گویا پینسٹھ منتر جو الہامی نہیں ان کو الہامی بنا کر وید کے ساتھ لگا دیا ہے۔"

اس کا جواب مہاشہ جی ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

"یہ اعتراض بالکل فضول ہے اور آپ کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اگر آپ میں ہمت ہے اسکا کوئی جواب دیں"

مہاشہ جی کی نسبت یہ مثال بالکل صادق آتی ہے۔ "کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" مہاشہ جی خود تو سنسکرت کی ایک معمولی سطر تک پڑھ نہیں سکتے۔ اور ناواقفیت کا الزام لگاتے ہیں حضرت مولانا جیسے فاضل سنسکرت اور علامۂ وید پر۔ اب تو ہمیں یقین کامل ہو گیا ہے کہ تعصب اور آریہ سماج کی بے جا حمایت نے مہاشہ جی کو اندھا بنا رکھا ہے۔ ورنہ یہ بالکل ناممکن تھا کہ ایک آدھ نہیں بلکہ پورے ۶۵ منتر کہ جن سے ویدک پریس اجمیر کے پورے تین ورق بھرے پڑے ہیں۔ مہاشہ جی کو نظر نہ آتے۔ آرنیک کے ۵۵ منتر اور مہانامنی سوکت کے ۱۰ منتر لالہ کرپارام (سوامی درشنانند سرسوتی بدایونی) کے شائع کردہ سام وید میں نہیں ہیں۔ اور جو سام وید آریوں نے ویدک پریس اجمیر سے شائع کیا ہے اس میں یہ ۶۵ منتر اپنی طرف سے گھسیڑ دیئے ہیں۔ ہم مہاشہ جی کو بڑے زور کے ساتھ چیلنج دیتے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو خود اور اپنی چوکڑی کو بھی ساتھ ملا کر لالہ کرپارام (سوامی درشنانند بدایونی) کے سام وید سے آرنیک اور مہانامنی سوکت کے یہ پینسٹھ منتر دکھا دو۔ تو ہم سے چاروں مول وید بطور انعام لے سکتے ہو لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ہمارے اس چیلنج کو منظور نہیں کرینگے۔ جب یہ ۶۵ منتر اس میں ہیں نہیں تو آپ دکھائیں گے کہاں سے؟

ڈیڑھ منتر غائب

سام وید میں گڑبڑ کے ثبوت میں دوسرا حوالہ یہ تھا:۔

"سام وید مطبوعہ اجمیر کے سمت ۱۹۶۹ کے نسخہ میں صفحہ ۸ پر دشتی نمبر ۲ کے منتر ۶ کا نصف حصہ اور منتر ۷ سارا نہ دارد تھا۔ اب سمت ۱۹۸۳ میں جو چھاپا ہے تو ساتواں منتر پورا کر دیا۔ مگر آٹھواں منتر ابھی تک نہیں ملا۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں کچھ زیادتی بھی ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں"

مہاشہ جی اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

"حیران ہوں کہ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ کیا چھاپا کی غلطیاں نہیں ہوا کرتیں۔ ذرا اپنے گھر کی طرف تو نگاہ اٹھا کر دیکھیں۔ خواجہ حسن نظامی نے اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو قرآن چھاپا ہے اس میں اور قرآن کے دوسرے نسخوں میں بھاری فرق ہے۔ جو جواب آپ اس اختلاف کا دیں گے وہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں"

"چھاپہ کی غلطیاں"؟

۶۔ مہاشہ جی! آپ کی اس حیرانی اور سرگردانی میں ہمیں آپکے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ لیکن یہ حیرانی آپ کی اس وقت تک دُور نہیں ہوسکیگی جب تک آپ ویدوں جیسی محرف کتابوں کی حمایت کرنی چھوڑ نہ دینگے۔ آپ کا اتنی بڑی تحریف کو "چھاپہ کی غلطیوں" کے پردہ کے نیچے چھپانا آپ کی چالاکی اور دفع الوقتی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایک ہی وید کے ایک نسخے میں دو منتر کم ہوں۔ اور دوسرے نسخے میں چار منتر زیادہ۔ ایک نسخے میں بیسیوں منتر موجود ہوں اور دوسرے نسخے میں بالکل ندارد۔ آخر آپ لوگوں نے یہ کیا تمسخر بنا رکھا ہے۔ کہ جہاں اعتراض کی چوٹ پڑے فوراً کہہ دیا کہ "چھاپہ کی غلطی ہے"۔ کیا آریہ سماج کے پاس کوئی ایسا وید کا نسخہ یا اور کوئی کتاب ہے بھی کہ جس میں "چھاپہ کی غلطیاں" نہ ہوں۔ جب ویدوں کو دیکھیے سوامی دیانند جی اور دوسرے آریہ سماجی مصنفین کی کتابوں پر نظر ڈالئے سب کے متعلق یہی سماجی درست چلا رہے ہیں۔ کہ ان میں "چھاپہ کی غلطیاں" ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ باوجود اس چیخ و پکار، شور اور واویلا کے ان "چھاپہ کی غلطیوں" کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی معمولی غلطی یا فروگذاشت ہو تو اس کی درستی بھی ہو سکے۔ یہاں تو تانا بانا ہی اُدھڑ چکا ہے۔ ہم آریہ سماج کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ کسی پریس کے چھپے ہوئے ایسے چار وید ہمیں بتائے کہ جن میں "چھاپے کی کوئی غلطی" نہ ہو۔ چاروں ویدوں کو چھوڑ ایک وید کے ساتویں حصہ کا بھی کوئی حافظ دنیا میں موجود نہیں ہے الا کتابی صورت میں ویدوں کا کوئی ایسا نسخہ ملتا نہیں کہ جس میں "چھاپہ کی غلطیاں" نہ ہوں۔ تو آریہ سماج بتائے کہ اصلی اور غلطیوں سے مبرا وید کہاں سے ڈھونڈے جائیں؟

غازی اورنگ زیب کا قرآن

آپ کا یہ لکھنا کہ "غازی اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور دوسرے قرآن کریم کے نسخوں میں بھاری فرق ہے" آپ کی صریح کذب بیانی ہے۔ غازی اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید جس کا عکس خواجہ حسن نظامی نے شائع کیا ہے ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر ہمت ہے تو دوسرے نسخوں سے اس میں جو اختلاف ہے وہ ہمیں بتائیے۔

قرآن کریم کے حروف کی تعداد

اخیر میں مہاشہ جی نے قرآن کریم کے حروف کے متعلق مختلف شمار و اعداد پیش کئے ہیں۔ کہ فلاں کہتا ہے کہ قرآن شریف کے اتنے حروف ہیں۔ اور دوسرا اُس سے کم و بیش بتلاتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی بے فائدہ کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کے مختلف نسخوں میں بھی کمی بیشی ہے۔ ہم مہاشہ جی کو متنبہ کر دیتے ہیں کہ آپ کی یہ حروف شماری کی کوششیں بالکل فضول ہیں۔ جن لوگوں نے قرآن کریم کی حروف شماری کی ہے اُن میں صرف یہ اختلاف ہے کہ مثلاً کوئی اللہ میں صرف ایک ہی الف شمار کرتا۔ اور کوئی دو الف۔ قرأت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام دُنیا کو چھان مارو۔ باوجود قوموں، ملکوں، رنگوں، زبانوں اور رسم و رواج کے اختلاف کے قرآن کریم میں ہرگز ہرگز کوئی اختلاف نہ پاؤ گے۔ اگر ہمت ہے تو ہمارے سامنے قرآن مجید کے مختلف نسخے پیش کرو۔ جن میں اختلاف پایا جاتا ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ اس میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۲۱ر رجب المرجب ۱۳۴۷ھ | نمبر ۲

دو باتیں

جلسہ سالانہ پر قوم کی اندرونی اصلاح اور تنظیم کے لئے جن باتوں پر زور دیا گیا اور قوم نے متفقہ رائے سے انہیں عمل میں لانے کا فیصلہ کیا۔ ان میں دو ایسی ضروری باتیں ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو انہیں رواج دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان میں سے پہلی بات درس قرآن کریم کے بارہ میں ہے جو احمدی قوم کی زندگی کی گویا جان ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ قرآن کریم کی طرف سے مسلمانوں نے عملاً منہ موڑ رکھا ہے۔ یہاں تک مدارس دینیہ میں بھی قرآن کریم کو وہ درجہ حاصل نہیں۔ جو کتب منطق اور صرف و نحو کو حاصل ہے۔ حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم کو ہماری زندگی کی شاہراہ عمل قرار دیا ہے اور اس کو پڑھنے سمجھنے اور دوسروں تک پہنچانے کی صاف طور پر ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور آپکے بعد حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں قرآن کریم کے درس کی طرف لوگوں کو خاص توجہ تھی۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم کو درس قرآن کا اس قدر شوق تھا کہ آخری مرض الموت میں بھی انہوں نے تا بحد امکان درس کو نہیں چھوڑا۔ آپ کے بعد لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس سلسلہ کو جاری کیا اور سوائے تھوڑے وقفہ کے درس یہاں ہمیشہ جاری رہا۔ بیرونی جماعتوں میں بھی بعض اصحاب نے درس کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ جن میں جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا اسم گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ جہاں جہاں درس جاری ہوا رہا جماعت کے اندر ایک خاص نظم اور کام کرنے کی روح پیدا ہو گئی۔ اور بہت سے دوسرے لوگ بھی درس ہی کو سن کر جماعت میں شامل ہوئے۔ کئی ایسے مقامات ہیں جہاں جماعتوں کی حالت اچھی نہ تھی۔ لیکن جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے وہاں جانے اور درس شروع کرنے پر وہ بہتر حالت میں آگئیں۔

اس لئے احمدیہ کانفرنس کا یہ فیصلہ کہ ہر جگہ پر جماعت میں درس قرآن کا سلسلہ جاری ہو ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو بیرونی جماعتوں کو اس فیصلہ پر عامل ہونا چاہئے۔ درس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ کسی بہت بڑے عالم کو اس کام پر متعین کیا جائے بلکہ جیسا کہ کانفرنس میں فیصلہ ہو چکا ہے ہر شخص جس کو پڑھنا لکھنا آتا ہے اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔ قرآن کریم کے لئے نکات آفرینی اور باریکیاں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے ترجمہ سے واقف ہونا اور موٹے موٹے مطالب بیان کر دینا کافی ہے۔ اس کے لئے سب سے بڑی امداد حضرت امیر ایدہ اللہ کے بیان القرآن سے مل سکتی ہے۔ یہ بھی اگر مشکل ہو کہ کوئی شخص بیان القرآن کا ایک رکوع ہر روز مطالعہ کر کے مجلس احباب میں اس کے مطالب کو بیان کر دیا کرے تو کم از کم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ ایک رکوع کا ترجمہ اور مطالب بیان القرآن میں سے پڑھ کر سنا دیئے جایا کریں۔ اگر ہر جماعت اپنے ہاں جماعت کے کسی آدمی کو اس کام پر متعین کر دے کہ وہ ہر روز شام کو قرآن کریم کا ایک رکوع انہیں سنا دیا کرے تو اس سے وہ عالی شان فوائد مترتب ہوں گے۔ جو شائد کسی دوسرے طریق سے حاصل نہ ہوں۔ نہ صرف اپنی جماعت ہر روز ایک جگہ اکٹھی ہو کر قرآن کریم سے واقفیت حاصل کرے گی اور ان میں باہمی محبت اور ارتباط کے علاوہ ہر قومی تحریک میں حصہ لینے کے لئے ایک خاص روح پیدا ہو جائے گی بلکہ دوسرے لوگ بھی ان کے اس نمونہ کو دیکھ کر ان کی طرف رجوع کریں گے اور ان کی مجالس میں شامل قرآن کریم کا علم حاصل کریں گے اور خدا نے چاہا تو ان میں سے بہت سی سعید روحیں ان کے ساتھ شامل ہو کر خدمت اسلام میں عملی حصہ لیں گی۔ گویا فریضہ تبلیغ کی ادائیگی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا یہ ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہوگا۔

گئی۔ آئندہ نسل کی تربیت اور نوجوانوں کو کام پر لگانا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے قومی پروگرام کا یہ سب سے زیادہ ضروری حصہ ہونا چاہئے کہ نوجوانوں کو قومی کاموں کے لئے تیار کیا جائے۔ اور ان میں دینی زندگی پیدا کی جائے۔ ہر قوم کے نوجوان اپنے قومی کاموں کے لئے تیار پائے جاتے ہیں۔ ہر قوم کے نوجوانوں کی خاص مجالس موجود ہیں جن میں انکو قوم کے آئندہ مہتم بالشان کاموں کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ احمدی قوم نے جس عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا ہے وہ ایک یا دو نسلوں میں ختم ہونے والا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے اس کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے پس اگر ہماری آئندہ نسلیں ابھی سے اس کام کو سنبھالنے کے لئے تیار نہ ہوں تو یقین سمجھئے کہ یہ کام بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی توجہ اس طرف خصوصیت سے ہے کہ نوجوانوں کو قومی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل بنایا جائے۔ اور دین کی روح ان کے اندر پھونکی جائے۔ جلسہ سالانہ سے پیشتر آپ نے لاہور کے کالجوں کے احمدی طلبا کو جمع کر کے اس طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔ اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد ایک منظم صورت میں عملی سرگرمی کا اظہار کریں گے۔ امید ہے کہ اس وعدہ کا ایفا بہت جلد ان کی طرف سے ہوگا اور نہ صرف کالجوں کے طلبا بلکہ دوسرے احمدی نوجوان اس تحریک میں عملی حصہ لیں گے۔ مرکز سے ایک منظم شکل میں کام کی ابتدا ہو کر بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کو بھی سرگرم عمل بنا دیگی۔

نوجوانوں میں دینی زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ ایک تو وہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی درس قرآن کریم۔ ضرورت ہے کہ جہاں جہاں درس ہوں وہاں نوجوانوں کو خصوصیت سے شامل کیا جائے۔ اور اگر کوئی اور عالم شخص درس دینے والا نہ ہو تو پڑھے لکھے نوجوانوں ہی سے یہ خدمت لی جائے کہ وہ بیان القرآن کو مطالعہ کر کے قرآن کا درس دیا کریں۔ اس سے ان میں خود قرآن کو سمجھنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اور جب وہ دوسروں کو قرآن سنائیں گے تو خود بھی اس پر عامل ہونے کی کوشش کریں گے۔

اس کے علاوہ ہمارے گھروں میں دین کا چرچا ہونا ضروری ہے اگر گھروں کے اندر والدین دین پر عامل ہوں اور اولاد کو بھی نرمی اور محبت سے اس طرف راغب کریں تو بچوں کی طبائع شروع ہی سے دین کی طرف مائل ہو سکتی ہیں۔ ہمارے بہت سے نوجوان صرف والدین کے اثر سے دین کا جوش اپنے دلوں میں رکھتے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے کہ کوئی احمدی باپ آئندہ نسل کی ذمہ داریوں سے اس وقت تک اپنے آپ کو سبکدوش نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک اولاد کو دیندار بنانے اور خدمت دین کا ولولہ اس کے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

امرتسری علم کلام

کسی دوسری جگہ مولانا عزیز بخش صاحب بی اے کی ایک مراسلت درج ہے جس میں مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب کے ایک مناظرہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء کے "اہل حدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس مناظرہ پر ایک طول طویل مضمون لکھا ہے جس میں آریوں کی حمایت کرتے ہوئے مولانا عصمت اللہ صاحب کی شکست کا اعلان کیا ہے اور تعجب ہے کہ اس کے ساتھ ہی بعض بے محل باتوں کو لے کر حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ پر خواہ مخواہ طعنہ زنی کی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مولانا عصمت اللہ صاحب سے پیشتر مولوی ثناء اللہ صاحب کا مناظرہ آریوں سے ہوا تھا لیکن باین ہمہ علم و فضل انہیں بری طرح سے ناکام ہونا پڑا جس سے مسلمانان امرتسر کو سخت شرمندگی ہوئی اور انہوں نے یہ پسند کیا کہ مولوی عصمت اللہ صاحب کو لے جا کر دوبارہ مناظرہ کرایا جائے اپنی اس شکست کو مٹانے کے لئے مولوی صاحب نے اب مولانا عصمت اللہ صاحب پر لے دے شروع کی ہے۔

جہاں تک اصل مناظرہ کا تعلق ہے مولوی عصمت اللہ صاحب اہل حدیث کا جواب آئندہ نمبر میں دیں گے۔ ہمیں میاں امرتسری مولوی فاضل کے اس علم کلام کو دیکھنا ہے جسے لیکر وہ حضرت مسیح موعود پر وہ حملہ آور ہوا ہے۔

مولوی فاضل نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود مانتے تھے۔ اس لئے احمدی نہ تو آریہ سماج سے ویدوں کے الہامی ہونے پر بحث کر سکتے ہیں اور نہ سناتن دھرم سے وہ کچھ کہہ سکتے ہیں بلکہ چونکہ وہ جناب کرشن اوتار مانتے ہیں اس لئے مسیحیت کی بھی تردید نہیں کر سکتے کیونکہ مسیحی بھی مسیح کو اوتار ہی سمجھتے ہیں۔

یاللعجب مولوی فاضل اور یہ بے سروپا باتیں؟ کیا مولوی فاضل انجیل کو الہامی کتاب نہیں سمجھتے اور انقیلہ لا انجیل کے ارشاد قرآنی پر ان کا ایمان نہیں؟ اگر ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ انجیل کے الہامی ہونے کے متعلق وہ عیسائیوں سے کیونکر بحث کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ موجودہ انجیل الہامی نہیں۔ یہی ہمارا جواب ہے کہ جن ویدوں کو حضرت مسیح موعود نے الہامی کہا ہے وہ موجودہ وید نہیں۔

رہا یہ کہ جناب کرشن کو حضرت مسیح موعود نے نبی اور اوتار کہا ہے اور سناتنیوں اور عیسائیوں کی حمایت ہے ہم مولوی فاضل کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ کسی عیسائی کی تحریر سے یہ دکھا دے کہ وہ جناب مسیح کو اوتار سمجھتے ہیں۔ مولوی فاضل کا اپنا اعتراف ہے کہ:-

"اوتار اس کو کہتے ہیں جس میں خدا نے نزول جلال خاص کیا ہو"

کیا عیسائی یہ مانتے ہیں کہ خدا نے مسیح کے اندر نزول اجلال فرمایا؟ برخلاف اس کے مسیح کو وہ خدا سے علیحدہ ایک اقنوم مانتے ہیں اور روح القدس کو علیحدہ اقنوم مانتے ہیں اور خدا کو علیحدہ اقنوم اور پھر ان تینوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔ مسیح کو اگر وہ اوتار مانتے تو اسے خدا کا بیٹا قرار نہ دیتے تعجب ہے تمام عمر مولوی فاضل کو مذہبی میدان میں کام کرتے گذر گئی اور ابھی تک یہ بھی پتہ نہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ مسیح کے متعلق کیا ہے۔

رہا یہ امر کہ حضرت مسیح موعود نے کرشن کو اوتار لکھا ہے مولوی فاضل کو معلوم ہونا چاہئے کہ اوتار کا لفظ بروز کے معنوں میں بھی آسکتا ہے اور ان معنوں میں ہر شخص جو فنا فی اللہ کے مرتبہ پر پہنچا ہوا ہو خدا کا اوتار ہوتا ہے۔ کیا مسلمانوں میں انا الحق کہنے والے خدا کا اوتار نہ تھے؟

مولوی فاضل کو چاہئے کہ حضرت مسیح موعود کے علم کلام پر حملہ آور ہونے اور احمدیوں کو مناظرے بند کرنے کی نصیحت کے بجائے اپنے علم کلام پر نظر ثانی کریں جو اس قدر فرسودہ ہے کہ دقیانوس کی روح بھی اس پر لاحول پڑھنے سے دریغ نہ کرے گی۔

انگلستان میں کثرت طلاق

یورپ نے متعصب پادریوں کے اثر کی وجہ سے ایک عرصہ تک اسلامی قوانین کی شدید مخالفت کی اور ان کو انسانیت کے لئے نقصان دہ بتایا لیکن آخر بے بس و مجبور ہو کر ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ طلاق کا مسئلہ کافی طور پر عیسائیوں کے اعتراضات کی آماجگاہ رہا ہے لیکن آخر انہوں نے ہار کر اسے عملی رنگ میں تسلیم کر ہی لیا، مگر اس سلسلہ میں اسلامی احکام کی پوری پوری پیروی نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں افراط تفریط کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔ ایک انگریزی اخبار رقمطراز ہے کہ جنگ سے قبل ۵۰۰ شادی شدہ اشخاص میں ایک طلاق کا واقعہ ہوتا تھا سال گذشتہ ۱۰۰ اشخاص میں سے ایک نے طلاق کی درخواست کی اور امسال ۹۶ شادی شدہ اشخاص میں سے ایک طلاق کا اوسط ہو گیا۔ روس اور امریکہ میں اس سے بھی زیادہ خراب حالت ہے۔ یہ بات یورپین مدبروں کے لئے باعث پریشانی ہو رہی ہے۔ لیکن ہم قبل از وقت کہے دیتے ہیں کہ ان کی دماغی کاوشیں اور من گھڑت قوانین اس کی اصلاح ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ اس کا صحیح علاج دین فطرت نے بتا دیا ہے۔ اور آخر مجبور ہو کر اسی نسخہ کا استعمال کرنا ہوگا۔ اور اسی سے شفا ہوگی۔ مثال کے طور پر اسلامی ممالک کی طرف دیکھ لیجئے۔ وہاں اس سلسلہ میں ایک حد تک اسلامی قوانین کی پابندی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سالوں سے طلاق کا طریق رائج ہونے کے باوجود وہاں اس قدر طلاقوں کی بھرمار نہیں اور ازدواجی زندگی مغربی ممالک سے بدرجہا خوش گوار اور بہتر ہے۔

ایک غور کرنے والے کے لئے ان واقعات میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔

آپ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷، ۲ر شعبان ۱۳۴۷ھ نمبر ۱۲

فریضۂ زکوٰۃ

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی اہمیت سے کون مسلمان ناواقف ہوگا قرآن مجید کے اندر نماز کے ساتھ ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم بھی موجود ہے۔ بار بار ارشاد ہوتا ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ یعنی نماز قایم کرو اور زکوٰۃ دو۔

انسانی فطرت

اور خود انسان کی فطرت کے اندر اللہ تعالےٰ نے یہ امر ودیعت فرمایا ہے۔ کہ جہاں ایک طرف انسان کو اس کی فطرت ایک ورا الورا ہستی کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کو اپنے بنی نوع سے ہمدردی پر بھی تقاضا کرتی ہے۔ ان فطرتی تقاضوں کی آبیاری کرتے ہوئے ہی اسلام نے جو درحقیقت مذہب فطرت ہے۔ ایک طرف نماز فرض کی تو دوسری طرف زکوٰۃ کا حکم دیا۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ طاعت لامر اللہ والشفقت علےٰ خلق اللہ۔

بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن کے الفاظ مبارک بھی ایک مسلم کی یہ تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ مسلم وہ ہے جو اللہ اپنے معبود حقیقی کے آگے جھکے۔ اور اس کے ساتھ اللہ کی مخلوق سے نیک سلوک کرے۔

متقی بندے کون ہیں؟

متقی بندوں کا ذکر کرتے ہوئے شروع قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:-

الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون

یعنی متقی لوگ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قایم کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اصل نیکی

پھر جہاں اصل نیکی کے کام گنے ہیں وہاں ارشاد ہوتا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والکتٰب والنبین واٰتی المال علےٰ حبہٖ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔

یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق ومغرب کے سامنے پھیرو۔ لیکن نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر یوم آخرت پر۔ فرشتوں پر۔ کتب الٰہی پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔ اور خدا کی محبت میں قریبیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں مال دے۔ نماز قایم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

حیات قومی کا راز

پھر ایک مقام پر زکوٰۃ کو قومی حیات کا راز قرار دیا ہے۔ فرمایا وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ یعنی خدا کے رستے میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک مت کرو۔ پھر ایک اور موقع پر زکوٰۃ کو مسلمانوں کا ایک امتیازی نشان قرار دیا۔ فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ گویا اسلامی برادری کا نشان نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ اور کفر و اسلام کے درمیان حد فاصل کے طور پر ہیں۔ پھر ایک موقع پر زکوٰۃ کا نہ دینا مشرکین اور منکرین قیامت کا خاصہ بیان فرمایا۔ ویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون۔ یعنی مشرکوں پر ویل ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں

عذاب الیم کی وعید

پھر گھروں کے اندر زر و مال جمع کرنے اور باوجود صاحب نصاب ہونے کے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو دردناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

یعنی وہ لوگ جو گھروں کے اندر سونے چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو عذاب الیم کی خبر پہنچا دو۔ ایسی سخت وعید پر بھی کون مسلمان ہوگا جس کا دل کانپ نہ اٹھے۔

خلاصہ مطلب

غرض قرآن مجید کے متعدد مقامات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ زکوٰۃ ایک فریضہ ہے جو ہر ایک صاحب نصاب مسلمان پر ایسا ہی فرض ہے جیسے کہ دوسرے فرائض۔ اور اس کا تارک درحقیقت نہ صرف سخت گنہگار رہتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب الیم کے نیچے ہے۔

چندہ زکوٰۃ نہیں ہے

ممکن ہے بعض دوست اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ جس صورت میں وہ چندہ دیتے ہیں تو کیا زکوٰۃ اس سے الگ رہ گئی۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ چندے سینکڑوں یا ہزاروں روپیوں کی مقدار میں دیں۔ وہ زکوٰۃ کا حکم نہیں رکھتے۔ وہ نفل ہیں جن کا ثواب بے شک اللہ تعالےٰ کی جناب سے ملے گا لیکن زکوٰۃ ایک فرض ہے۔ اور اس کا حساب کرکے داخل بیت المال کرنا ضروری ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی بذریعہ بیت المال ہونی چاہیئے

کوئی شخص زکوٰۃ کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کرسکتا۔ وہ ایک نظام کے ماتحت وصول ہوکر ایک نظام کے ماتحت ہی خرچ ہونی چاہیئے۔ خود قرآن مجید نے جہاں زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے کہ والعاملین علیھا یعنی ایسے لوگ جو زکوٰۃ کی وصولی پر مامور ہوں ان کی تنخواہیں مد زکوٰۃ ہی میں سے دی جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ایک نظام کے ماتحت وصول ہوکر بیت المال میں آنی چاہیئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے جو بعض لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا تھا وہ دراصل ادائے زکوٰۃ سے منکر نہ تھے۔ بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم بیت المال میں زکوٰۃ نہیں بھیجیں گے بلکہ اپنے طور پر مستحقین پر خرچ کریں گے۔ لیکن ان کا یہ فعل خلاف منشاء تعلیم اسلام تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو ان کے خلاف جنگ کا حکم دینا پڑا۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کا مال بیت المال میں آنا چاہیئے اور کسی کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی جگہ اپنی مرضی سے فقرا و مساکین میں تقسیم کردے۔ ہاں ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اجازت دی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے زکوٰۃ کا ایک تہائی یا چوتھائی چھوڑ دیا کریں تاکہ وہ اپنے ایسے ہمسایوں اور قریبیوں میں تقسیم کرسکیں جو مستحق زکوٰۃ ہیں۔ باقی سب مال بیت المال میں آنا چاہیئے۔

آخری التماس

غرض زکوٰۃ ایک فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر ایک صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ ہم اپنے تمام احباب اور دوستوں کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ اگر ابھی تک انہوں نے اس ضروری فریضہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور اب تک زکوٰۃ انجمن کے بیت المال میں نہیں بھیجی تو اب اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں۔ اور حساب کرکے اپنی اپنی زکوٰۃ بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں۔

به بذل مال در راهش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

زکوٰۃ کس کس مال پر ہے اور کس حساب سے ہے۔ اس کے متعلق اگر کسی صاحب کو کچھ دریافت کرنا ہو تو وہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا تالیف کردہ رسالہ زکوٰۃ دفتر سے منگوا کر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

تنظیم جماعت

انجمن نے بذریعہ ریزولیوشن ۱۸۹۴ مورخہ یکم فروری ۱۹۲۹ء فیصلہ فرمایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری موسم گرما میں لاہور رہ کر جماعت کی تنظیم کا کام کریں۔ حضرت مولانا نے بھی منظور فرما لیا ہے۔ (آنریری سکرٹری)

خوشخبری حضرت مسیح موعود کی تصنیف فتح اسلام انگریزی میں چھپ کر تیار ہے۔ بغرض فائدہ عام کے لئے علاوہ

نکاح صغیرہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے وہ مضامین جو نکاح صغیرہ پر پیغام صلح میں شائع ہوئے بعض اسلامی حلقوں میں کافی دلچسپی اور تاثر پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔ ندوۃ العلما کی طرف سے ان مضامین پر جرح وتنقید ہوئی اس کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے دیا جاچکا ہے "معارف" کی تازہ اشاعت میں مولانا سید سلیمان نے حضرت موصوف کے آخری مضمون کو جس میں حضرت عائشہؓ کی عمر پر بحث ہے شائع کرکے اس پر طویل تبصرہ کیا ہے۔ جو "پیغام صلح" کی کسی آئندہ اشاعت میں مع جواب الجواب شائع ہوگا۔ لیکن یہ دیکھنا موجب مسرت ہے کہ ان مضامین نے بعض اصحاب کی رائے پر نہایت عمدہ اثر کیا ہے۔ چنانچہ تازہ خبر ہے کہ عمر رضامندی کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے خواجہ حسن نظامی اور مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ لڑکیوں کی عمر بوقت نکاح ۱۴۔ اور ۱۵ سال ہونی چاہیئے۔ اور اس بارہ میں قانون وضع کرنا شریعت اسلام کے خلاف نہیں۔

خواجہ حسن نظامی نے اپنی شہادت میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ:۔

"میں چاہتا ہوں کہ لڑکیوں کی عمر شادی مقرر کئے جانے کے لئے کوئی قانون وضع کیا جائے۔ ہندوستان بھر میں میرے ہندوؤں اور مسلمانوں میں ۲۷ ہزار مرید ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شادی کے لئے کم از کم عمر کا تعین نہ صرف اسلامی شریعت پر ہی مبنی ہے بلکہ اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہ کرنا شریعت کی خلاف ورزی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب نے اس روایت کی بھی تردید کی جس میں حضرت عائشہؓ کی عمر شادی کے وقت ۶ یا ۷ سال بیان کی گئی ہے اور فرمایا کہ:۔

"ان کی عمر اس وقت ۱۳ یا ۱۵ سال تھی۔ میں اس بات کے حق میں ہوں کہ قابل شادی لڑکیوں کی عمر ۱۴ سال اور لڑکوں کی عمر ۱۷ سال مقرر کی جائے۔"

ہم خواجہ صاحب کے اس خیال کے بدل مؤید ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں جو رائے ظاہر کی تھی وہ اپنی معقولیت کی وجہ سے قابل قبول سمجھی جارہی ہے ندوۃ العلماء نے اس بارہ میں تعجیل سے کام لے کر جو بحث و مناظرہ شروع کر رکھا ہے خدا نے چاہا تو وہ بھی آخر کار اس صحیح نتیجہ تک انہیں لے آئے گا جس کی طرف قرآن کریم نے اذا بلغوا النکاح کے بلیغ الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔

وی پی آرہے ہیں

مندرجہ ذیل اصحاب کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ ان کی خدمت میں اطلاعی کارڈ لکھے جاچکے ہیں۔ بہتر صورت یہ ہے کہ یہ اصحاب چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ اس طرح ان کو اور دفتر کو سہولت اور کفایت رہے گی۔ اگر ان کی طرف سے ۱۱ر فروری تک روپیہ یا جواب موصول نہ ہوا تو ان کی خدمت میں مطلوبہ رقوم کے لئے وی پی کر دیئے جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر اصحاب کا چندہ بھی ختم ہوچکا ہے۔ جن کو اطلاع دی جارہی ہے۔ اور اعلان آئندہ اشاعتوں میں کیا جائے گا۔

ع۹، ع۳۶، ع۳۲، ع۳۸، ع۴۵، ع۴۶، ع۱۰۴۳، ع۱۴۶۴،
ع۱۴۵۱، ع۱۴۳۸، ع۱۳۶۶، ع۱۳۶۵، ع۱۳۶۳، ع۱۳۴۰، ع۱۳۵۹،
ع۱۱۰۵، ع۱۱۰۱، ع۱۰۹۷، ع۱۰۹۸، ع۱۰۹۶، ع۱۰۹۴، ع۱۰۷۹،
ع۱۰۲۷، ع۱۰۸۲، ع۱۱۰۰، ع۱۱۱۱، ع۱۱۱۲، ع۱۱۱۶، ع۱۴۶۶،
ع۱۰۶۷، ع۱۰۶۲، ع۱۰۵۱، ع۱۰۵۴، ع۱۰۶۱، ع۱۰۴۱، ع۱۱۱۷،
ع۱۱۲۰، ع۱۳۵۶، ع۱۳۵۴، ع۱۳۵۳، ع۱۳۱۵، ع۱۳۴۲، ع۱۳۴۴،
ع۱۳۴۱، ع۱۳۳۸، ع۱۳۶۴، ع۱۱۲۰۳، ع۱۴۴۳، ع۱۴۴۶،
ع۱۴۸۱، ع۱۵۰۳۔

امید ہے کہ تمام احباب پوری توجہ فرماکر وی پی سے پہلے ہی بذریعہ منی آرڈر رقم واجب الادا بھیجکر اطلاع فرداً فرداً بذریعہ خطوط دی جاچکی ہے۔ روانہ فرماکر شکریہ کا موقع دیں گے۔ اور جو اصحاب کسی خاص مجبوری سے ۱۱ر فروری تک منی آرڈر نہ بھیج سکتے ہوں وہ بذریعہ خط اطلاع دیں کہ فروری کی فلاں تاریخ منی آرڈر ضرور بھیج دیا جائے گا۔

(مینجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۲ ۔ ۲۰ رمضان ۱۳۵۳ھ نمبر

جسم اسلام کا ناسور
(۵)

دیوبندی افتراپردازیاں

"الانصار" کا اعتراف حق

جس بات کو ایڈیٹر "الانصار" نے اپنے افتتاحیہ کے پہلے نمبر میں علماکی "بشری کمزوریوں" کے نام سے تعبیر کیا تھا دوسرے نمبر میں اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ:

"کسی مسلمان کو بعض کمزوریوں کی بنا پر یا فروعی اختلافات کی وجہ سے کافر کہہ دینا اس آسمان کے نیچے سب سے بڑا ظلم ہے اور ایسا مکفر خدا کی نظر میں سزا لعنت و پھٹکار کا مستوجب ہے۔ ہمیں اس حقیقت کے اظہار سے بھی کوئی امر مانع نہیں کہ آجکل یہ مرض مسلمانوں میں بہت پھیل گیا ہے۔ اور ذرا ذرا سے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو کافر اور اسلام کی حدود سے خارج کرنے کا شوق بہت ترقی پر ہے۔ جس کو کوئی صحیح الفکر مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

اس اعتراف حق پر ہم اپنے قابل معاصر کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ جو فتاوی تکفیر دیوبند سے آج تک مسلمانوں کے خلاف نکل چکے ہیں ان کو جلد سے جلد واپس لے لیا جائے گا۔ خواہ وہ بریلویوں کے خلاف ہوں یا شیعوں کے یا کسی اور اسلامی جماعت کے خلاف۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اس کے متعلق اعلان کر دیا جائے کہ وہ مسلمان ہے۔ اور کوئی شخص اسے فروعی اختلاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا۔ اسلام کے اصولوں کو ماننے والا۔ توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ کیا کلمہ طیبہ پر زد پڑتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا قابل معاصر دیوبند کے اس "سب سے بڑے ظلم" کو روکنے اور خدائی "لعنت و پھٹکار" سے اسے بچانے کی پوری کوشش کرے گا تاکہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ ع

"توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند"

حضرت مسیح موعود اور دعوےٰ نبوت

ہمارا خیال تھا کہ اس اعتراف حق کے بعد "الانصار" کو حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ ہوگی۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ علما کے پاس جو دو دھاری تلوار ہے اس کا ایک سرا اگر باطل کے سر پر پڑتا ہے تو دوسرا حق کی گردن کاٹنے کے لئے تیار ہے۔ باوجود اس اعتراف کے کہ کسی مسلمان کو "فروعی اختلافات کی وجہ سے کافر کہہ دینا اس آسمان کے نیچے سب سے بڑا ظلم ہے اور ایسا مکفر خدا کی نظر میں سزا لعنت و پھٹکار کا مستوجب ہے" مسلمانوں کو کافر ٹھیرانے کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ جواز پیدا کر لی جاتی ہے خواہ اس میں کتنی ہی غلط بیانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ یہی طریق الانصار نے حضرت مسیح موعود کے متعلق اختیار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"علما کے نزدیک یا ان کی تحقیق میں چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت و رسالت کا دعوےٰ کیا تھا۔ اس لئے از روئے شریعت علما ان پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔"

ہم اپنے قابل معاصر سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس کے نزدیک غلط بیانی اور افترا پردازی بھی خدا کی نظر میں کسی "لعنت و پھٹکار" کی مستوجب نہیں؟ کیا "اس آسمان کے نیچے" اس سے بڑھ کر بھی ظلم ہو سکتا ہے کہ ایک شخص حلفاً ایک بات سے انکار کرتا ہو۔ اور اس کی تردید میں مؤکد بعذاب [illegible]

منسوب کیا جائے اور اس کی بنا پر اسے کافر ٹھیرا دیا جائے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں اگر ایک فقرہ بھی ایسا دکھایا جا سکے۔ جس میں انہوں نے کہا ہو کہ نبوت کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کھلا ہے اور میں اس زمانہ میں نبوت کے منصب پر فائز ہو کر آیا ہوں۔ جیسے پہلے انبیائے کرام آئے۔ اگر انہوں نے یہ کہا ہو۔ کہ میری نبوت کا انکار کرنے والا اولٰئک ھم الکافرون حقا کے ماتحت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے تو ہم بلاپس وپیش ان سے علیحدہ ہونے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر اس کے خلاف ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں متعدد موقعوں پر بارہا مرتبہ آپ نے یہ کہا ہو اور خانہ خدا کے اندر کھڑے ہو کر حلفاً یہ اقرار کیا ہو۔

"میں جناب خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو۔ اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(تقریر واجب الاعلان در خانہ خدا جامع مسجد دہلی)

اور پھر صاف اور کھلے لفظوں میں فرمایا ہو کہ:-

"میں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی۔" (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

اور پھر صاف طور پر یہ اعلان کیا ہو کہ:-

"میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

اور یہ لکھ دیا ہو کہ:-

"میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ اول)

تو کسی عالم کا کیا حق ہے کہ آپ کو مدعی نبوت قرار دے کر کافر ٹھیرائے۔ "الانصار" کو سوچنا چاہیے کہ علما کے پاس کونسی ایسی وجہ موجود ہے جو اس غلط بیانی کو جائز ٹھیرانے والی ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کیا انہوں نے مرزا صاحب کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ کیا وہ عالم الغیب ہیں کہ یہ کہا جا سکے کہ مرزا صاحب کا زبانی اقرار کے خلاف مرزا صاحب کا دل انہیں نظر آتا تھا؟ آخر وہ کونسی بات ہے جو ان علما کو مرزا صاحب میں دعوی نبوت کے الزام کی تائید میں نظر آئی؟

"دنیا کے شریر ترین انسان"

دیکھو کس دلی درد کے ساتھ مرزا صاحب نے علما کے اس "سب سے بڑے ظلم" کی شکایت ان الفاظ میں کی ہے:-

"اس عاجز نے ان موجودہ علما کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں۔ کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعوے نہیں کرتا۔ ...... مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے... ...افسوس یہ علما میرے یہ تمام بیانات سن کر بس یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انہوں نے دل کو چیر کر دیکھ لیا ہے۔" (صفحہ ۸۷)

فرمایئے ایسے علما کو کیا کہیں۔ کیا بالفاظ مولوی غلام مرشد صاحب (منقول از انقلاب ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء) انہیں "دنیا کے شریر ترین انسان" قرار دیں یا بالفاظ مسیح موعود "اے بدذات فرقہ مولویاں" کے نام سے انہیں یاد کریں۔ کیا یہ وہ لوگ نہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے علمائھم اشر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ مسلمانوں کے علما سقف آسمانی کے نیچے دنیا کے شریر ترین انسان ہوں گے۔ انہی سے فتنہ پیدا ہوگا۔ اور پھر انہی میں لوٹ جائے گا۔ تو ایسے لوگوں کو اس بات میں حق بجانب قرار دینا کہ انہوں نے مرزا صاحب کی طرف دعوی نبوت منسوب کر کے انہیں کافر ٹھیرایا۔ کتنا بڑا ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں کتنے درجہ لعنت و پھٹکار کا مستوجب ہے۔

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو! ؎ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

الانصار نے اس بات پر بھی بڑا زور دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام دنیا کے [illegible]

زنانہ مذہبی رسالہ

قارئین کرام اس تجویز سے واقف ہیں کہ جو احمدیہ انجمن خواتین کے ایک گزشتہ جلسہ میں محترمہ زبیدہ خاتون کی تحریک سے پاس ہو چکی ہے۔ رسالہ کے ضروری کوائف کے متعلق ممدوحہ کا ایک بسیط مضمون بھی قارئین کرام پیغام صلح کی کسی گزشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہیں۔ آج کی اشاعت میں محترمہ تاج بیگم صاحبہ نے اس مبارک تجویز کا خیر مقدم کیا ہے۔ ہم ان تمام بہنوں کے ان پاک ارادوں کو جو محض خدمت دین اور اصلاح قوم کا جذبہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں دلی عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جن بلند مقاصد اور پاک اغراض کو پورا کرنے کے لئے اس رسالہ کا اجرا عمل میں آ رہا ہے وہ فی الواقعہ مسلمان قوم کی بہتری اور بہبودی کا صحیح رستہ ہیں۔ اگر ہماری مائیں بہنیں، بیویاں اور بیٹیاں دین کو سمجھنے لگیں، دین سے حقیقی طور پر وہ واقف ہوں اور اسلام کی صداقت اور معقولیت کا انہیں پورا علم ہو۔ ایمان کا نور ان کے دلوں کو روشن اور منور کر رہا ہو۔ اور خدمت دین کا ولولہ ان کے قلوب میں موجزن ہو تو یقیناً وہ اولاد جو ان کی گودیوں میں پرورش پائے گی صحیح معنوں میں اسلام کی نام لیوا اور دین کی سچی خادم ہوگی۔ پڑھی لکھی خواتین آج خدا کے فضل سے بہت ہیں۔ اور دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ کمی ہے تو صرف دینی اور اخلاقی تربیت کی۔ جو ہماری آئندہ نسلوں کو سدھارنے کا موجب ہو گی نیز اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود آج طبقہ نسواں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ ہماری محترم بہنوں نے اس ضرورت کو خود بخود محسوس کر کے اپنے طبقہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ہم انہیں اس عزم خیر و خدمت خواتین کے لئے صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور قارئین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ اپنے گھروں میں مجوزہ رسالہ کی خریداری کی تحریک پورے زور سے کریں۔ اور نہ صرف اپنی ماؤں بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو بلکہ اپنی رشتہ دار عورتوں کو بھی اس کی خریدار بنائیں۔

ریویو

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور رسالہ رہنمائے تعلیم پنجاب کے اردو تعلیمی رسائل میں سب سے پرانا اور سب سے اچھا رسالہ ہے جو ماہوار لاہور سے نکلتا ہے۔ قریباً چوبیس سال سے جاری ہے مگر گزشتہ چند سال کے عرصہ میں اس نے قابل قدر ترقی کی ہے۔ اب اس میں نامور ادیبوں اور ماہرین فن کے تعلیمی، علمی اور اصلاحی مضامین شائع ہونے لگے ہیں۔ اور عام طور پر مختلف مذاہب کے بزرگوں کے متعلق مفید اور پر از معلومات مضامین نہایت رواداری کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے بچوں کے لئے اس میں ایک ضمیمہ گلدستہ اطفال کے نام سے شامل ہوتا ہے۔ وہ بھی نہایت فائدہ رساں چیز ہے۔ رسالہ بحیثیت مجموعی بہت اچھا ہے اور نوجوان طلبا اور تعلیمی مسائل سے ذوق رکھنے والے اصحاب کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ضخامت عام طور پر ۸۰ صفحے ہوتی ہے سائز کلاں۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ سب عمدہ۔ قیمت سالانہ چار روپے فی پرچہ [illegible] منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور سے طلب کیجئے۔

انتباہ

ہمیں یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بعض اشخاص جو کسی وقت ہماری انجمن کی طرف سے بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا کام کرتے رہے۔ اور جن کا اب اس انجمن سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں وہ عوام سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات اسلامی پیش کر کے اپنی ذاتی تحریکات کے واسطے چندہ وصول کرتے ہیں۔

انجمن کی طرف سے جو محصل بھیجے جاتے ہیں ان کے لئے عام طور پر اعلانات شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے پاس انجمن کی باقاعدہ سند وصولی چندہ کی ہوتی ہے۔ اس لئے اطلاع عامہ کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو انجمن کے کسی شعبہ کے لئے چندہ نہ دیں۔ جن کے پاس انجمن کی باقاعدہ سند نہ ہو۔

محمد منظور الٰہی آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

راجپال کا قتل

لاہور۔ ۶ر اپریل۔ آج دوپہر کو دو بجے کے قریب رسوائے عالم کتاب رنگیلا رسول کے پبلشر راجپال کو اُس کی دوکان واقع ہسپتال روڈ میں کسی نے چھُرے سے قتل کر دیا۔ قاتل ایک مسلمان نوجوان بیان کیا جاتا ہے جس کی عمر بیس بائیس سال ہے اور ذات کا ترکھان ہے۔

لاہور۔ ۷ر اپریل۔ آج آریہ سماجیوں نے راجپال مقتول کی ارتھی کا جلوس نکالنا چاہا لیکن پولیس نے اجازت نہ دی۔ ہجوم نے ایک خالی تختے پر پھُول ڈال کر جلوس نکالنے کی کوشش کی لیکن پولیس نے مزاحمت کی اور ہجوم پر لاٹھیاں برسائی گئیں جس سے دوسو کے قریب آدمی زخمی ہوئے۔ شہر میں پولیس کا زبردست پہرہ ہے۔ آٹھ روز کے لئے تمام جلسے اور جلوس بند کر دئے گئے ہیں۔

خبریں

اخبار انقلاب کا نامہ نگار جنوبی وزیرستان سے رقمطراز ہے کہ جرنیل نادر خاں نے حاکم گرویز سردار عبدالحاکم خاں کو لکھا تھا کہ بیت المال میرے حوالہ کر دیں لیکن حاکم موصوف نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک شاہ امان اللہ کا حکم نہ ہو میں خزانہ کسی کے حوالہ نہیں کرونگا +

مصدقہ خبر ہے کہ تیس نفر سرکردہ ملکان مختلف اقوام آفریدی مہمندوں کی طرف گئے ہیں تاکہ اقوام مہمند کو ساتھ ملا کر شنواریوں کے خلاف غدر کیا جائے کیونکہ محمد عالم محمد افضل ملکان شنواری جنہوں نے شاہ امان اللہ کے خلاف بغاوت اختیار کر رکھی ہے بچہ سقہ کے طلب کرنے پر کابل گئے ہیں +

اخبار "رضاکار" پشاور کو موثق ذرائع سے معلوم ہُوا ہے کہ بچہ سقہ کی فوجیں اس سے باغی ہوگئی ہیں اور شاہ امان اللہ کی آمد کی منتظر ہیں بچہ سقہ اپنے معاونین کی مدد سے صورت حالات رو بہ اصلاح کرنے کی انتہائی کوشش کر رہا ہے +

پشاور ۳ر اپریل۔ آج بڑے زور سے یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ شاہ امان اللہ نے قندھار میں سردار علی احمد جان کو گرفتار کر لیا ہے اور بغاوت کے جرم میں ان کو سزائے موت دے دی ہے مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہے کہ خبر غلط ہے سردار موصوف ابھی تک کوئٹہ ہی میں مقیم ہیں افغان وکیل التجارت کو آج اس کے جواب میں سردار موصوف نے برقی پیغام بھیجا ہے کہ میں کل کوئٹہ سے قندھار روانہ ہو جاؤنگا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قندھار اسی وقت جائینگے جب کہ ان کو اطمینان ہو جائیگا کہ شاہ امان اللہ ان سے ناراض نہیں ہیں +

خبر ہے کہ عید الفطر سے تین روز پہلے ملک کریم خاں وردگ۔ صوبیدار خان محمد سردار محمد رمضان وغیرہ نے قبائل کی تعداد کثیر فراہم کر کے بچہ سقہ کی افواج پر بمقام ٹوپ حملہ کیا اور انہیں شکست فاش دے کر ۱۲۰۰ بندوقیں ۷ توپیں ۳ مشین گنیں اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کی کامیابی سے متاثر ہو کر دیگر قبائل بھی بچہ سقہ کی فوج پر حملے کرنے کے لئے تیار ہوگئے ہیں +

پشاور میں شیعہ قبائل کی موجودہ نقل وحرکت کے متعلق بہت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس شورش کے پس پردہ حکومت برطانیہ کا ہاتھ ہے اور اس کی وجہ آفریدی قبائل کی توجہ ملک کے اندرونی حالات کی طرف سے منعطف کرانے کی کوشش ہے کیونکہ آفریدی قبائل نے چیف کمشنر سرحد کی اس خواہش کو مسترد کر دیا ہے کہ آفریدی افغانستان کی خانہ جنگی میں غیر جانبدار رہیں +

پشاور ۳ر اپریل شاہ امان اللہ خاں اپنے عساکر کو جمع کر کے کابل پر چڑھائی کرنے کی تفصیلات موصول نہیں ہوئیں افواہ ہے کہ شاہ موصوف کی فوج میں معتد بہ اضافہ ہو رہا ہے اور راستے میں قبائل کے بڑے بڑے لشکر شاہی عساکر سے مل رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ بڑی سرگرمی سے مقابلہ کی طیاریاں کر رہا ہے +

کہا جاتا ہے کہ چار ہزار شنواری بچہ سقہ کی امداد کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے ہیں لیکن یہ امر یقینی نہیں کہ آیا خوگیانی ان کو بلا مزاحمت اپنے علاقہ سے گزرنے کی اجازت دے گی یا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے شنواریوں کی پہلی جمعیت کو آگے نہیں جانے دیا۔ بعض آفریدی قبائل شاہ امان اللہ خاں کی مدد کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر حال ہی میں تیراہ میں جو شیعہ سُنی فساد برپا ہوگیا ہے اس سے اندیشہ ہے کہ وہ انہیں امداد نہیں دے سکیں گے +

امانت فنڈ

قوم کی مالی حالت کو سدھارنے کی ایک ضروری تجویز

ذیل کی تجویز ہمارے مکرم دوست محمد فردوس خانصاحب مدرس زیدہ نے حضرت امیر کی خدمت میں لکھ کر بھیجی ہے حضرت موصوف کی خواہش ہے کہ احباب کرام اس پر غور کر کے اخبار میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ تاکہ سب احباب کی رائے معلوم کرنے کے بعد اس پر باضابطہ کارروائی کی جائے (مدیر)

اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے اکثر احباب بچت کے عادی نہیں اور اسواسطے اکثر نادار بھی ہیں۔ مالداری کے لئے تجارت ضروری شے ہے مگر تمام احباب تجارت بھی نہیں کر سکتے۔ کہ سرمایہ کافی نہیں۔ اسلئے اگر مرکز ایک ایسی مفید تجویز قوم کے آگے رکھ دے۔ تو اُمید کہ احباب دولت مند ہو جائینگے۔ اور دینی و دنیاوی کاموں میں بڑھ کر حصہ لے سکیں۔

پس چاہئے کہ انجمن مرکزی ایک "فنڈ امانت" سیونگ بنک کے طرز پر کھولے۔ تاکہ احباب امانتیں جمع کرا سکیں۔

(ا) سیونگ بنک کے طرز پر پاس بک جمع کرانے والے کے پاس ہے جس میں جمع خرچ بقیہ تاریخ و دستخط دکھایا جایا کرے۔ اس امر کے لئے مقامی انجمنوں کے محاسب صاحبان کے پاس یہ کام مرکزی سلسلے سے منسلک ہونا چاہئے۔ چونکہ مرکز کو روپیہ مہینے میں ایک دفعہ ہی بھیجا جاتا ہے۔ اس لئے اگر امانت دار روپے واپس مانگے تو اس کو روپے مہیا کرنے میں دقت نہ ہوگی۔ مگر امانت کے روپوں کا کچھ حصہ مقامی انجمن کے پاس ہی رہا کرے۔

(ب) امانت کا روپیہ تجارت یا اشاعت کتب کے کام پر لگایا جایا کرے۔ بصورت نفع ۲۰ فیصدی بااغراض انجمن صرف ہو۔ ۵ فیصدی غربا و مقروضوں کی امداد میں جایا کرے۔ ۷۵ فیصدی جمع کرانے والوں کے سرمایوں میں جمع ہوں۔

بصورت نقصان۔ ۲۰ فیصدی انجمن ادا کرے۔ ۸۰ فیصدی جمع کرانے والے برداشت کریں۔ غربا اور مقروضوں کی آمد میں کمی نہ آوے۔

(ج) غربا اور مقروضوں کے امدادی فنڈ میں جو پیسہ منافعہ کا ہو۔ وہ بھی تجارت و اشاعت کتب میں لگایا جایا کرے۔ اس روپیہ پر جتنا نفع ونقصان ہو وہ بھی (ب) کی طرح استعمال ہو۔ البتہ اس صورت میں ۲۰ فیصدی نفع ونقصان انجمن برداشت کرے۔ باقی ۸۰ فیصدی نفع ونقصان فنڈ غربا و مقروضان برداشت کریں۔

میرے خیال میں اس تجویز پر عمل درآمد کوئی مشکل امر نہیں ہے حصص منافع میں کمی بیشی ہوسکتی ہے قطعی طور پر میں نے اس کو پیش نہیں کیا میڈیکل ریلیف فنڈ میں روپیہ جلدی اس لئے جمع نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ذرا دُور تر ہے۔ اور یہ صورت واقعی نفع کی ہے۔ والسلام

محمد فردوس خاں مدرس زیدہ

شکریہ احباب

میرا لڑکا عبدالقادر پورا ایک سال بیمار رہا اور خطرناک بیمار رہا اُسے ایبٹ آباد چار ماہ رکھا اور علاج معالجہ بہت کیا۔ اور سخت اپریشن بھی کیا گیا۔ خود دُعا بھی کرتا رہا لیکن بیماری اس کا پیچھا کامل طور پر نہ چھوڑتی تھی۔ آخر تنگ آکر میں نے بذریعہ اخبار احباب کو درد دل سے دُعا کی تحریک کی۔ اللہ کا احسان ہے کہ اسے کامل صحت ہے۔ دَورہ پر جہاں کہیں میں گیا۔ یا جب کبھی یہاں کوئی دوست مجھے ملا۔ تو اکثر احباب نے بچے کے حالات دریافت کئے جس سے میرے دل کو از حد خوشی ہُوئی اور محسوس کیا۔ کہ احباب نے میری درخواست کو مطالعہ کیا اور درد دل سے دُعا کی اور خداوند کریم نے کامل صحت عطا فرمائی۔ لہٰذا جہاں میں مولیٰ کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہاں اپنے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی دُعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم ان تمام احباب کو جزائے خیر دے۔ اور آفات سماوی وارضی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایسے موقع پر اپنے بھائیوں کی دُعا سے مدد کرنا ضروری ہے۔ اور جو دُعا توجہ سے کسی کے لئے کی جائے۔ ضرور بارگاہ الہٰی میں قبول ہوتی ہے۔

خاکسار۔ محمد نعیب احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

قندھار سے آمدہ مسافروں کا بیان ہے کہ شاہ امان اللہ عزم مصمم کر رکھا ہے کہ آئندہ جنگ میں اپنے جوش کا ظاہرہ کی سپہ سالاری خود کرینگے۔ بچہ سقہ کا بھی یہی خیال ہے کابل سے حال ہی میں جو لوگ آئے ہیں ان کا بیان ہے کہ اہل کابل شاہ امان اللہ کی نسبت نادر خاں کی طرف زیادہ مائل ہیں +

قسطنطنیہ ۲ اپریل۔ ترکی فوجی مشن جو شاہ امان اللہ کی درخواست پر افغان افواج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۵

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۴۳

نوجوانان جماعت کو دعوت عمل

مدراس کا ہفتہ وار اخبار "نوجوان"

اور

ہمارا قومی فرض

آج سے چند ماہ پیشتر ہم نے ان کالموں میں مدراس کے ایک باہمت نوجوان بھائی عزیز اللہ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ انہوں نے نوجوانان اسلام میں عملی روح پھونکنے کے لئے "نوجوان" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا ہے۔ جو ہماری جماعت کے نوجوانوں کے لئے گویا بیداری کا بگل ہے۔ اور نوجوانان جماعت کا فرض ہے کہ اپنے اس دورافتادہ بھائی کی جواں ہمتی کی قدر کریں۔ اور اس اخبار کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر اپنی زندگی اور بیداری کا عملی ثبوت دیں۔

برادر عزیز اللہ صاحب کے ایک تازہ خط سے یہ معلوم کرکے ہمیں افسوس ہوا ہے کہ اس وقت تک ہمارے احباب نے اس اخبار کی اعانت اور خریداری میں عملی طور پر کوئی حصہ نہیں لیا۔ جو نہایت حوصلہ شکن بات ہے مدراس کا علاقہ اگرچہ اردو زبان کے لئے چنداں سازگار نہیں۔ تاہم برادر عزیز اللہ صاحب کی ہمت قابل داد ہے۔ کہ انہوں نے "نوجوان" کو ابتداً پندرہ روزہ جاری کیا۔ اور پھر چند ہی دن بعد لوگوں کی خواہش پر اسے ہفتہ وار کر دیا۔ اور اب یہ ارادہ ہے کہ اسے روزانہ کر دیا جائے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات "نوجوان" نے اپنی اس چھوٹی سی عمر میں دو خاص نمبر شائع کرکے پوری جوانی کے آثار دکھائے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب ہمارا عزیز معاصر نوجوانان اسلام کی نظروں میں نہایت عزت ووقار کا درجہ حاصل کرلے گا۔

احمدی قوم کے نوجوانوں کے لئے نہایت فخر کا مقام ہے کہ ان کا ایک اپنا اخبار نہ صرف جاری ہے بلکہ اس درجہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے کس قدر افسوسناک امر ہے کہ پریس جیسی طاقت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے باوجود وہ اپنے جماعتی استحکام سے ایسے لاپرواہ ہیں کہ گویا انہیں اس کی ضرورت نہیں۔ گزشتہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے نوجوانان جماعت کی موجودہ غفلت وجمود پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہیں اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی کہ اگر وہ بزرگان قوم کے آخری لمحات زندگی کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنی قومی تحریکات میں عملی حصہ لیں۔ اور ابھی سے اس قوم کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ جس کا بوجھ کل ان کے کندھوں پر پڑنے والا ہے۔

اس سے قبل کوہ مری کے نوجوان وکیل جناب خواجہ احمد حسین صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی بھی نوجوانان جماعت کو اپنے اندر عملی روح پیدا کرنے کی دعوت دے چکے ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کی باقاعدہ انجمن بنانے اور لاہور کو اس کا مرکز بنا کر تمام شہروں میں اس کی شاخیں کھلوانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے نوجوان دوستوں نے اس دعوت کو لبیک کہنے میں کہاں تک مستعدی سے کام لیا۔ لیکن جناب خواجہ احمد حسین صاحب کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ وہ اس مبارک ارادہ کو بہت جلد عملی شکل دینے کی کوشش کریں۔ اور مدراس کے "نوجوان" اخبار کو اپنا جماعتی آرگن بنا کر اس کی ہمت کو بڑھائیں۔

برادر عزیز اللہ صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "نوجوان" کو روزانہ کر دینے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "میں چاہتا ہوں کہ چند سو روپیہ مجھے جماعت کے تمام نہیں، صرف خوش حال لوگ ہی دیدیں اور میں روزانہ اخبار چلاؤں گا۔ اور میرے اخلاص کے لئے وہ نوجوان جو میرے ساتھ ہیں اور میرا کام کافی ضمانت ہے.... کیا اس کے لئے میں لاہور آؤں تو مفید ہوگا؟"

ہم اپنے عزیز بھائی کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے کام کو ہمت واستقلال کے ساتھ جاری رکھیں۔ اور کچھ مدت تک ہفتہ وار اخبار ہی کو اپنی سرگرمیوں کا محور عمل بنائیں۔ ان کے اخلاص میں کوئی کلام نہیں۔ مدراس جیسے شہر میں انہوں نے ہمیشہ سچے جوش اور خلوص سے کام کیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے انہیں ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اپنے کام کو وسعت دینے اور اسے زیادہ موثر اور پائیدار بنانے کے لئے اگر وہ اپنی آواز کو جناب خواجہ احمد حسین صاحب کی آواز کے ساتھ ملائیں اور نوجوانان جماعت کو منظم کرنے کی کوشش کریں۔ تو یہ زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اور اس کام کی تکمیل کے بعد "نوجوان" کا روزانہ کر دینا چنداں مشکل کام نہ ہوگا۔ لیکن یہ ایک ایسا کام ہے جسکو ہمارے خیال میں جماعت کے مرکزی مقام سے شروع کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ مدراس جیسے دور دراز مقام سے اس آواز کو سب نوجوانان جماعت تک پہنچانا ایک حد تک مشکل اور غیر موثر ثابت ہوگا۔ ہمارے خیال میں بہتر ہوگا اگر نوجوانان جماعت باہمی مشورہ سے انہیں کوئی مفید رائے اس بارے میں دے سکیں۔

لیکن قبل اس کے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اخبار کو زیادہ وسیع اور موثر بنانے کی کوشش کی جائے۔ نوجوانوں کے مذاق کے مطابق بہترین علمی ومذہبی مضامین اس میں درج ہوں۔ اور اگرچہ مدراس کی آب وہوا اس کے لئے سازگار نہیں۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو اس کے لئے بہترین کتابت اور چھپائی کا انتظام کیا جائے تاکہ نوجوانوں کی توجہ کو کھینچنے میں کوئی صوری ومعنوی نقص سد راہ نہ ہو۔ ہماری جماعت کے اہل قلم حضرات اور بالخصوص نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ بہترین قلمی امداد سے اس "نوجوان" کی معنوی خوبیوں کو بڑھانے میں کوشاں ہوں۔ تاکہ جن نیک مقاصد کو لیکر وہ کھڑا ہوا ہے ان کو زیادہ سہولت وآسانی کے ساتھ سرانجام دے سکے۔

سینما کا خلاف اسلام پروپیگنڈا

اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا ہندو پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ سے ایک مدت سے جاری ہے۔ وہ اپنے خطرناک اثرات کے لحاظ سے کچھ اہمیت نہ رکھتا تھا کہ اب ہندو فلم کمپنیوں نے اس کو اور زیادہ وسیع اور موثر بنانے کا ذمہ لیا ہے۔ فلم اور سینما موجودہ زمانہ میں پروپیگنڈا کے لئے اس قدر مفید ثابت ہوا ہے۔ کہ شاید کوئی اور چیز اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہندوؤں نے جو مسلمانوں کو بدنام اور ذلیل وخوار کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اس ذریعہ سے بھی پورا فائدہ اٹھانے اور مسلمانوں کے خلاف فلم تیار کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے مظالم، مسلمانوں کی معاشرت واخلاق کی بُری سے بُری تصویریں ہندو فلم کمپنیوں کے ذریعہ سے تیار کرائی جاتی ہیں۔ اور سینما کے ذریعہ سے منظر عام پر لاکر ہندو دنیا کو مسلمانوں سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم نہیں جانتے مسلمان کب تک ان چیزوں سے بےخبر اور لاپرواہ رہیں گے۔ کب تک اسلامی اخبارات اور علماء ایک دوسرے کی تذلیل وتخریب کے درپے رہ کر ہندو پروپیگنڈا کی تقویت کا موجب ہوں گے۔ کیا ان کا فرض نہیں کہ ایسے پروپیگنڈا کے ازالہ کی فکر کریں۔ اور اسلام کو آنے والے خطرات سے بچانے کی کوشش کریں۔ سینما کو اگر وہ اسلام کے لئے استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کیا پریس کی طاقت سے بھی وہ کام نہیں لے سکتے۔ اور بہترین اسلامی لٹریچر سے ہندو غلط بیانیوں کا ازالہ نہیں کرسکتے؟ خواجہ حسن نظامی نے اس صورت حالات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے صحیح لکھا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ:-

> "اسلامی رواداری اور انصاف پسندی کی تاریخ کے
> بجائے جور وظلم کے فرضی نظاروں کا تذکرہ ہر گبرو
> مسلمان کے بچے بچے کی زبان پر ہوگا"

"حقیقی روح اسلام"

اسلامی نماز کا جذب واثر اور اس کی بے مثال قوت ایک مسلمہ امر ہے۔ اور تو اور غیر مسلم مستشرقین نے بھی نماز کی قوت واثر کو تسلیم کیا ہے۔ جس کا تفصیلی تذکرہ کسی گزشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ حال ہی میں ایک اور انگریز نومسلم مسٹر ہنڈاڈلے کا ایک مضمون انگریزی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مسجد تمام اسلامی سرگرمیوں کا مرکز ہوتی تھی۔ جہاں تمام اطراف سے مسلمان جمع ہو کر اللہ کے نام کی تقدیس کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی عام دلچسپی اور فائدہ کے مسائل پر گفت وشنید بھی ہوتی تھی۔ مسٹر موصوف کو افسوس ہے کہ عہد حاضر کے مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں ان میں حقیقی روح اسلام موجود نہیں ہے۔ اور انہوں نے ان عظیم الشان فوائد کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ جو نماز اور دیگر ارکان اسلام میں مدنظر ہیں۔

یہ الفاظ مسلمانوں کے لئے قابل عبرت ہیں۔ فی الحقیقت مسلمانوں کی نماز تزکیہ نفس اور روح عمل کا بہترین ذریعہ ہے اور اگر مسلمان اسے ایسی طرح ادا کریں جو ادائیگی کا حق ہے۔ اسے ڈیوٹی سمجھ کر نہیں بلکہ تہذیب نفس کا ایک ذریعہ یقین کرکے پڑھیں۔ اور اپنی مسجدوں کو قومی ومذہبی تحریکات کا مرکز بنائیں۔ تو آج ان کی حالت سدھر سکتی ہے۔ اور وہ پھر عظمت ورفعت کے اس درجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ جو قرون اولیٰ میں ان کا حصہ تھا۔

امریکہ میں جرائم کی ہولناک کثرت

امریکہ اس وقت علوم وفنون اور دولت وثروت کے اعتبار سے دنیا کے مہذب ممالک کا سرتاج سمجھا جاتا ہے۔ کوئی ملک دولت کی فراوانی میں امریکہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس تفوق وامتیاز کی سب سے بڑی وجہ اس کی صنعتی اور تجارتی ترقی ہے۔ یہ بلاشبہ تصویر کا ایک روشن پہلو ہے لیکن جب جمہوریہ امریکہ کے صدر کے اس بیان کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ امریکہ میں ہر سال نو ہزار آدمی قتل ہو جاتے ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اہل امریکہ تہذیب وشائستگی کے مدعی ہونے کے باوجود اخلاقی پہلو سے ایک نہایت ناپاک اور ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں۔ امریکہ میں کئی ایسی خفیہ انجمنیں ہیں جو ایک وسیع پیمانہ پر چوری۔ ڈکیتی اور غارتگری کے پیشہ کو فروغ دے رہی ہیں۔ پولیس ان انجمنوں کے سرکردہ افراد کو گرفتار کرنے سے عاجز ہے کیونکہ بعض انگریزی اخبارات کے بیان کے مطابق خفیہ انجمنوں کے لیڈران نے رشوت کے عمل سے امریکہ کے ذمہ دار حکام کا منہ بند کر رکھا ہے۔ کس قدر حیرت وافسوس کا مقام ہے۔ کہ جس سرزمین میں تہذیب وشائستگی کا علم ایک خاص شان کے ساتھ لہرا رہا ہے۔ وہاں کسی شخص کی جان محفوظ نہیں۔

پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھ

قارئین کرام مس میو کے نام سے ناواقف نہیں۔ جو امریکہ کی رہنے والی ہیں۔ اور جنہوں نے "مدرانڈیا (مادر ہند)" اور "مسلیوز آف گاڈس" (دیوتاؤں کے غلام) کے نام سے دو کتابیں شائع کرکے ایک ناقابل رشک شہرت پیدا کرلی ہے۔ مس موصوفہ نے اپنی ان دونوں کتابوں میں ہندو قوم کے مذہب اور اس کی معاشرت پر جس پیرایہ میں نکتہ چینی کی ہے اس سے ہندو حلقوں میں نفرت اور غصہ کی ایک زبردست لہر پیدا ہوگئی ہے۔ "مدر انڈیا" کا جواب تو مس میو کو مل چکا ہے۔ لیکن بہتر ہوتا کہ مس موصوفہ پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر پر نگاہ ڈالتیں۔ انہیں پہلے اپنی گھر کی خبر لینی چاہیئے جہاں لوگ عملی پہلو سے مسیح کی تعلیم کی علانیہ توہین کر رہے ہیں۔ یہ توہین نہیں بلکہ بغاوت ہے۔ جو یورپ کی تہذیب کے دامن پر ایک ناپاک ترین دھبہ ہے۔ سچی انسانی ہمدردی کا تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ مس میو مسز اینی بسنٹ کی طرح ہندوستان کو وطن بنا لیتیں اور ہندو عورتوں کی معاشرتی اور اخلاقی اصلاح میں اپنی زندگی وقف کر دیتیں۔ لیکن ہندو مذہب کی تصویر کا تاریک پہلو دکھانا اور اس کے اچھے پہلوؤں کو دیدہ ودانستہ نظر انداز کر دینا ایک ایسا پروپیگنڈا ہے جس کے لئے ہم مس میو کو مبارکباد [illegible]

پیکر ماتم مرزا نسیم بیگ صاحب چغتائی نے اس نام سے ایک کار رسالہ اردو نظم میں لکھا ہے جس میں ایک بیوہ کے درد کو نہایت موثر الفاظ میں نظم کیا ہے رسالہ کا موضوع اور درد انگیز طرز بیان بیواؤں کی دردناک زندگی کا ایک موثر خاکہ ہے۔ جو ہر صاحب بصیرت انسان کی نظر سے گزرنا چاہیئے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ مالدار مسلمان اس کی بہت سی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں قیمت صرف ۲ر منیجر کتب خانہ [illegible] مرزا نسیم بیگ صاحب [illegible] سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲۸ رذی الحجہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۴۲

۲ رجون کے جلسے

خلیفہ قادیان کی ابلہ فریبیاں

عقائد اور اعمال کا فرق

۲ رجون کو بعض مقامات پر قادیانی اصحاب کے زیر اہتمام ایسے جلسے منعقد ہوئے جن میں رسول اللہ صلعم کی سیرت و اخلاق اور آپ کی تعلیمات پر مختلف اصحاب نے لیکچر دلوائے گئے - جہاں تک ان جلسوں کے موضوع کا تعلق ہے - ان کے نیک ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا - لیکن سوال یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب جو اس تحریک کے بانی ہیں - اپنے عقائد کے لحاظ سے کہاں تک اس کے لئے موزوں ہو سکتے ہیں - اس سوال کو ہم نے عمداً ۲ رجون کا دن گزر جانے کے بعد اٹھایا ہے - کہ اس کو قادیانی جلسوں میں رخنہ اندازی کا موجب نہ سمجھا جائے - اس بات کی ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم ایسے جلسوں کو ناکام بنانے یا ان میں کسی قسم کی رخنہ اندازی کرنے کی کوشش کریں لیکن اصولاً اس تحریک کے متعلق چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جو ۲ رجون کے گزر جانے کے بعد صرف خلیفہ قادیان اور ان کی جماعت سے ہم کرنا چاہتے ہیں

اس وقت خلیفہ قادیان کا ایک اعلان ہمارے سامنے ہے جس میں ۲ رجون کے جلسوں کی تحریک کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے :-

> "میں اس تحریر کے ذریعہ سے سب جگہ اور سب مسلمان کہلانے والے اشخاص سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے کر مسلمانوں کے دلوں میں رسول کریم صلعم کی محبت اور آپ کے پاک نمونے سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور غیر مسلموں کو آپ کی خوبیوں سے واقف کریں"

سوال یہ ہے کہ یہ "مسلمان کہلانے والے" کون ہیں ؟ اور کن "غیر مسلموں" کو آنحضرت صلعم کی خوبیوں سے واقف کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے جہاں تک میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کا تعلق ہے انہیں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے خارج از دائرہ اسلام سمجھتے ہیں - اور اس بارہ میں یہاں تک تشدد ان میں پایا جاتا ہے کہ وہ کسی غیر از جماعت کو لڑکی دینا یا اس کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے - بلکہ غیر از جماعت والدین اور معصوم بچوں کا بھی جنازہ ان کے نزدیک جائز نہیں - اور اگر کسی گھر میں کوئی غیر از جماعت فوت ہو جائے اور گھر کے باقی تمام ممبر احمدی یعنی میاں صاحب کے مرید ہوں - اور غیر از جماعت لوگوں میں سے بھی کوئی جنازہ پڑھنے والا نہ ہو تو اس میت کو بغیر نماز جنازہ ہی کے دفن کر دینا چاہیئے - کیونکہ جس کا ایمان کامل نہیں اس کے جنازہ کا کیا فائدہ " پس اس کھلے اقرار کے ہوتے ہوئے یہ کہاں تک جائز ہے کہ ان لوگوں کو جنہیں آپ ایک ادنیٰ ترین اسلامی حق بھی دینے کے لئے تیار نہیں یہاں تک کہ ان کا جنازہ بھی پڑھنا جائز نہیں سمجھتے - مسلمان کہہ کر پکارا جائے میاں صاحب کی سیاسی اصطلاح الگ ہے یہاں مذہب کا معاملہ ہے - وہ جن کو مذہباً غیر مسلم سمجھا جاتا ہے - انہیں یہ کہنا کہ تم غیر مسلموں کو آنحضرت صلعم کی خوبیوں سے واقف کرو کہاں تک صحیح ہے ؟ میاں صاحب کا اپنا فرمان ہے :-

> "تم لوگ دین کو اپنی جگہ رکھو اور دنیا کو اپنی جگہ پر - اور جہاں دین کا معاملہ آئے فوراً الگ ہو جاؤ - (ملائکۃ خلافت صفحہ ۹۶)

سوال یہ ہے کہ ۲ رجون کی تحریک دینی تحریک ہے یا دنیوی - اگر اس سے میاں صاحب کی غرض کوئی دنیوی مقاصد کا حصول ہے جیسا کہ غیر از جماعت اخبارات کا پروپیگنڈا ہے - کہ ملک معظم کی سالگرہ کا موقعہ ہونے کی وجہ سے یہ جلسے اپنے اندر بہت سے سیاسی مقاصد رکھتے ہیں - تو الگ بات ہے - لیکن اگر یہ دین کا معاملہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ الگ ہونے کے بجائے انہیں ساتھ ملایا جاتا ہے - پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ ایک طرف آنحضرت صلعم پر ایمان کو ناکافی سمجھا جاتا ہے - جب تک آپ کے بعد حضرت مسیح موعود پر بھی ایمان نہ لایا جائے - گویا نرا آنحضرت صلعم پر ایمان اس زمانہ میں بیکار ہے - اور پھر دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "مسلمانوں کی کامیابی عشق محمد میں مضمر ہے" اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ :

> "مسلمان یک زبان ہو کر اٹھیں گے اور لبیک یا رسول اللہ لبیک - لبیک یا رسول اللہ لبیک - کہتے ہوئے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے - تب ادبار کے دن الٹ جائیں گے - اور فتح و نصرت مسلمانوں کے ہمعنان ہو گی اور گرد کے طوفانوں کے بجائے خدا کی رحمت کا سایہ دار بادل آسمان پر چھا جائیں گے "

یہ سب صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لائے بغیر یہ سب کچھ ہو جائے گا - کیا تمہارا اعتقاد نہیں کہ لاکھ دفعہ آنحضرت صلعم پر کوئی شخص ایمان لائے اور آپ کا عشق اس کے رواں رواں سے ظاہر ہو لیکن جب تک مسیح موعود کو نبی نہ مانے وہ دائرہ اسلام کے اندر بھی نہیں آسکتا - چہ جائیکہ وہ کامیابیاں اس کے رفیق حال ہوں جن کا ذکر منقولہ بالا فقرات میں کیا گیا ہے - خدا کے لئے کچھ تو اپنے ضمیر کو ٹٹولو اور اپنے ایمان اور ایقان کو تو ہاتھ سے نہ دو -

> کچھ تو خوف خدا کرو لوگو !
> کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ

یا تو کھلے طور پر یہ اعلان کردو کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر سچے دل سے ایمان لے آئے - وہ دائرہ اسلام کے اندر ہے اور اس صورت میں عشق محمد ہی بے شک تمام کامیابیوں کی جڑ ہے لیکن اگر یہ تمہارے نزدیک صحیح نہیں - اور تم کلمہ طیبہ کو اسلام کے اندر داخل ہونے کے لئے کافی نہیں سمجھتے تو لوگوں کو دھوکا نہ دو اور کھلے طور پر یہ کہدو کہ تمہارا محمد رسول اللہ صلعم کو ماننا نہ ماننا برابر ہے جب تک مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہ لے آؤ - تم دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں -

ہم سمجھتے ہیں خلیفہ قادیان کی ۲ رجون کی تحریک ان کے عقائد پر ایک کھلی زد ہے - اگر ان کے نزدیک زمانہ کے نبی محمد رسول اللہ صلعم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں (کیونکہ زمانہ کا نبی وہی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا) تو انہیں چاہیئے تھا کہ اس نبی کا پروپیگنڈا کرتے - جس پر ایمان لانا داخل اسلام ہونے کے لئے ضروری ہے برخلاف اس کے وہ محمد رسول اللہ صلعم کا پروپیگنڈا کر کے عملی طور پر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ زمانہ کا نبی اگر کوئی ہو سکتا ہے - تو وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں - یہ اللہ تعالےٰ کے کام ہیں کہ خود ان لوگوں کے عمل سے جو آپ کے بعد بھی نبیوں کا آنا ضروری سمجھتے ہیں آپ کے آخری نبی ہونے کی شہادت پیدا کر دی - ہم نہیں سمجھتے میاں محمود احمد صاحب کا کونسا فعل ان کے اعتقاد کے مطابق ہے - جو اس بات کی شہادت دے سکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کرنے اور تمام امت محمدیہ کو کافر قرار دینے میں وہ حق بجانب ہیں - کیا غیر مسلموں کو مسلمان کرتے وقت کبھی انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوا اور کوئی کلمہ پڑھایا ؟ کیا منارۃ المسیح پر اذان دیتے ہوئے اشہد ان محمد رسول اللہ کے سوا کسی اور نبوت کا بھی اعلان کیا گیا ؟ کم از کم منارۃ المسیح پر سے تو مسیح موعود ہی کی نبوت کا اعلان ہونا چاہیئے - لیکن جب یہ بھی نہیں اور جہاں تک ہمارا خیال ہے نماز میں بھی اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ کے الفاظ ہی ان کی زبان سے نکلتے ہیں - اور اس کے سوا کسی اور نبوت کی شہادت ان کے نزدیک جائز نہیں - بلکہ درود میں بھی مسیح موعود کو آل محمد ہی میں شامل سمجھتے ہیں - علیحدہ کوئی درود ان پر نہیں پڑھا جاتا اور اب آخری مرحلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تمام کامیابیاں عشق محمدی میں مضمر سمجھی جانے لگی ہیں - اور صرف محمد رسول اللہ صلعم ہی کا پروپیگنڈا ضروری سمجھا جاتا ہے تو پھر کس منہ سے وہ آنحضرت صلعم پر نبوت کو ختم سمجھنے کے بجائے مسیح موعود کو زمانہ کا نبی قرار دے رہے ہیں - جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا - کیا قادیانی اصحاب اور خود میاں صاحب اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے - اور کیا الفضل ان متین سوالات کا متین جواب دینے کے لئے تیار ہے ؟

امریکہ سے ایک آواز

کلکتہ کے ایک برہمو سماجی پرچہ "نوا و بدھان" میں کچھ عرصہ ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مضمون حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت پر شائع ہوا تھا - اس مضمون کو پڑھکر واشنگٹن (امریکہ) کے ایک شخص مسٹر جی میمن نے ایک خط حضرت امیر کی خدمت میں لکھا جس کے چند فقرات کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

> "سالہا سال تک میں دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے اتحاد کو لازمی یقین کرتا رہا لیکن جب محمد رسول اللہ پر معاملہ آیا تو ایک سچے علم کے نتیجہ سے بڑھکر میرے ایمان میں اضافہ ہوا - میں نے محمد رسول اللہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی بہت خواہش کی اور سچی بات یہ ہے - کہ میں متعصب عیسائیوں اور مغربی فضلا سے اس واقفیت کو حاصل کرنا نہیں چاہتا - بلکہ ان لوگوں سے آپ کے حالات سننا چاہتا ہوں جو واقعات و حقایق کا علم رکھتے ہیں اور جنھیں آپ سے بذات خود محبت ہے -

یہ ایک متلاشی حق کی آواز ہے - جو امریکہ جیسے دور دراز مقام سے آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ممالک میں اسلام اور آنحضرت صلعم کا صحیح علم پہنچانے کی کس قدر ضرورت ہے - کلکتہ اور امریکہ کا فاصلہ ظاہر ہے - لیکن ایک چھوٹا سا مضمون کلکتہ سے نکل کر امریکہ میں جاتا ہے اور ایک متلاشی حق کو صداقت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے - اگر خود امریکہ میں ایسے مضامین شائع ہوں - یا یہاں سے صحیح اسلامی لٹریچر براہ راست بھیجا جائے تو کس قدر فائدہ ہو سکتا ہے - متعصب عیسائیوں کی طرف سے اسلام اور آنحضرت صلعم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی جا چکی ہیں - ان کے ازالہ کی یہی ایک صورت ہے - اس بارہ میں حضرت ایدہ اللہ کا پمفلٹ پرافٹ آف اسلام نہایت کارآمد ثابت ہوا ہے - ہمارے خیال میں اہل ثروت مسلمانوں کا فرض ہے - کہ اس پمفلٹ کو کثیر تعداد میں امریکہ اور دیگر ممالک میں پہنچائیں - کہ یہی اسلام کی بہترین خدمت ہے -

---

مسیحی پروپیگنڈا خواتین کے جلسے میں

چند دن ہوئے انجمن دار الخواتین کے زیر اہتمام ایس پی ایس کے ہال میں مسلمان خواتین کا ایک جلسہ ہوا - ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس جلسہ میں جو خواتین اسلام کے سود و بہبود سے تعلق رکھتا تھا - دیگر امور کے علاوہ سینما کا ایک فلم بھی دکھایا گیا - جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیلی زندگی کا نقشہ اور ان تمام واقعات کو بالوضاحت پیش کیا گیا - جو حضرت مسیح کی توہین سے تعلق رکھتے ہیں - حضرت مسیح کا پلاطوس کی عدالت میں پیش کیا جانا - وہاں سے صلیب کا حکم صادر ہونا - یہودیوں کا آپ کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھنا اور پھر نہایت بیدردی کے ساتھ صلیب پر لٹکانا یہ تمام ایسے واقعات ہیں جو مسیحیت کے پروپیگنڈا کے لئے اس فلم میں تصویری زبان میں دکھائے گئے ہیں - اور ہمیں افسوس ہے کہ میر عزیز الرحمٰن صاحب مہتمم جلسہ نے اس حقیقت کو سمجھے بغیر اس فلم کو مسلمان خواتین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر دیا جسکو انہوں نے نہایت بری طرح سے محسوس کیا - اور جنابہ خدیجہ بیگم نے جو ایک نہایت فاضل مسلمان خاتون ہیں اسی وقت جلسہ کے اندر اس کے خلاف پروٹسٹ کیا - جس پر بجائے اس کے کہ اس فلم کو روک دیا جاتا - میر عزیز الرحمٰن نے نہایت سختی کے ساتھ انہیں ڈانٹا اور یہاں تک کہا کہ جو عورت نہیں دیکھنا چاہتی وہ اٹھکر چلی جائے - چنانچہ جنابہ خدیجہ بیگم اور ان کے ساتھ چند اور خواتین اسی وقت اٹھکر چلی گئیں -

یہ حالات از حد افسوسناک ہیں - ہم نہیں جانتے کہ میر عزیز الرحمٰن صاحب نے کن وجوہ سے اس فلم کی نمائش ضروری سمجھی - اور خواتین اسلام کو نہ صرف ایک خلاف اسلام پروپیگنڈا سے متاثر کرنے کی کوشش کی بلکہ ان کی توہین بھی کرنے سے دریغ نہ کیا - جنابہ خدیجہ بیگم صاحبہ کی جرأت اسلامی قابل داد ہے کہ انہوں نے بروقت اس پروپیگنڈا کے خلاف آواز بلند کی اور دوسری مسلمان خواتین کو لے کر وہاں سے اٹھکر چلی آئیں - ہم چاہتے ہیں کہ میر عزیز الرحمٰن صاحب بہت جلد اس نامناسب حرکت پر اظہار پشیمانی کریں - ورنہ ایسا نہ ہو کہ ان کی اس شاندار تحریک کو جو خواتین کی بہبود و فلاح کے لئے انہوں نے شروع کر رکھی ہے نقصان پہنچ جائے -

اس لئے قرآن میں نوحؑ اور سلیمانؑ کے بیٹوں کا واقعہ بیان کر کے بتا یا کہ باپ کا نبی ہونا خدا کے عذاب کو دنیا میں بھی روک نہیں سکتا۔ اگر کوئی چیز کام آسکتی ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ پس جب نوبت یہاں تک ہو تو پھر بجائے حصول محبت الٰہی اور شفقت علےٰ خلق اللہ کے آنحضرت صلعم کی رسالت کا مقصد محض نسبی تعلقات کو قرار دینا درحقیقت قرآن سے بیخبری کی دلیل ہے۔

اقربائے نبوی کا بلند مقام

ہم خود آنحضرت صلعم کے کل رشتہ داروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سب کے سب خدا کے برگزیدہ اور متقی تھے۔ حضرت امام حسن یا امام حسین علیہم السلام ہماری نگاہ میں اگر معزز اور مقتدر ہیں تو اس لئے کہ وہ خدا کے برگزیدہ تھے۔ گویا ان کے اپنے تقوے اور قرب کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کے لئے انہیں کسی نسبی تعلق کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ وہ اگر آنحضرت صلعم کے نواسے نہ بھی ہوتے تب بھی ان کی عزت اور محبت ہماری نگاہ میں اتنی ہی ہوتی جتنی اب ہے۔ ان کی عزت محض اس لئے کرنا کہ وہ آنحضرت صلعم کے نواسے تھے۔ یہ ان کی شان کی ایک قسم کی تخفیف ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنے یہ ہوئے کہ نعوذ باللہ ان کی اپنی ذات میں کوئی خوبی نہ تھی۔ اگر خوبی تھی تو صرف اسی قدر کہ وہ آنحضرت صلعم کے نواسے تھے۔ ہم ان کی شان کو اس سے بہت بلند و بالا سمجھتے ہیں کہ ان کی عزت کسی نسبی تعلق کی محتاج ہو۔ غرضکہ آنحضرت صلعم کے رشتہ داروں کی محبت ہمارے دلوں میں بیحد جاگزیں ہے۔ اور وہ اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کے فیض سے مقام قرب الٰہی کو حاصل کیا۔ اگر وہ اس مقام قرب الٰہی کو حاصل نہ کرتے تو ہم کو ان سے کوئی غرض نہ ہوتی۔ ابو جہل اور ابولہب بھی تو آنحضرت صلعم کے رشتہ دار تھے۔ لیکن چونکہ انہوں نے مقام قرب الٰہی کو حاصل نہ کیا اس لئے ہمارے دلوں میں ان کی کوئی عزت نہیں۔

پس آنحضرت صلعم کے رشتہ داروں سے اگر ہمیں محبت ہے تو اس لئے کہ وہ متقی اور مقربین الٰہی میں سے تھے۔ اس لئے نہیں کہ خواہ وہ برے ہوں یا بھلے ہوں ان سے محبت کرنا رسالت محمدیہ کی غرض و غایت تھی۔ نبی اور رسول کی بعثت کی اصل غرض حصول قرب الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ ہوتی ہے۔ اور یہی مودۃ فی القربیٰ کا مطلب ہے۔ وہ دنیا سے اجر کے طلبگار نہیں ہوتے۔ ان کا اجر دینے والا خدا ہوتا ہے۔ نہ کہ انسان۔ انسان سے اجر طلب کرنا ان کی موحدانہ شان اور رسالت کے منافی بلکہ ہتک ہے۔

دشمنان اسلام سے محبت

مضمون نگار صاحب نے میرے معنوں پر کچھ اعتراض بھی کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) مودۃ فی القربیٰ سے مطلب اگر اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے شفقت و محبت ہو تو بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں محبت و شفقت کا تعلق منع ہے۔ مثلاً منافقین یا دشمنان اسلام سے دوستی کے تعلقات منع ہیں۔ (۲) جہاد کی صورت میں خدا اور رسول کے لیے تمام دنیوی تعلقات کو قربان کر دینے کا حکم ہے۔ مثل ہے کہ ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے یہی حال ہمارے قابل مضمون نگار صاحب کا یہاں ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہے کہ ایک اصول ہوا کرتا ہے ایک اس کا استثنا ہوا کرتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر ایک شخص کا جس کا واسطہ کسی مسلمان سے پڑے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے شفقت و مودۃ کا سلوک کرے۔ استثنا یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اندر ایسی وجہ پیدا کر لے کہ وہ نیک سلوک کا مستحق نہ رہے۔ تو پھر وہ اس اصول کے قاعدہ کلیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی بازار میں دکان میں، سفر میں کسی شخص کا کسی مسلمان سے تعلق یا واسطہ پڑے گا تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اور اخلاق فاضلہ کا مظہر بنے۔ لیکن اگر دوسرا شخص اس کی جیب کترنے لگے یا اسے مارنے یا قتل کرنے لگے تو اب یہ شخص اس قاعدہ کلیہ سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نفاق کے مرض میں مبتلا ہے تو وہ بھی اسی طرح قاعدہ کلیہ سے مستثنےٰ سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ سید ہو یا مغل راجپوت ہو یا پٹھان۔

اہلبیت سے محبت کن حالات میں جائز ہے

اس قاعدہ کلیہ اور اس کے استثنا سے تو مضمون نگار صاحب بھی بچ نہیں سکتے۔ وہ معنی کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی رسالت کا مقصد یہ تھا کہ ان کے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو۔ اب اگر ایک سید جو اہل بیت میں سے ہے کسی شخص کو قتل کرنے لگے یا ڈاکہ مارے تو کیا پھر بھی وہ مظلوم شخص اس سید سے محبت ہی کرتا رہے یا وہ سید اب اس قابل نہیں رہا کہ اس سے محبت کی جائے اگر وہ سید اب مودۃ کے قابل نہیں رہا۔ تو ظاہر ہے کہ آخر کوئی وجہ اس میں ایسی پیدا ہو گئی جس نے اس قاعدہ کلیہ سے اس کو مستثنیٰ کر دیا۔ تو پھر اعتراض کہاں رہا۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک انسان سے شفقت کرے۔ جس کسی کا معاملہ اس سے پڑے وہ اسے ہمیشہ نیک سلوک کا مظہر پائے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے اندر ایسی وجہ پیدا کر لے جو اسے شرعاً اس قاعدہ سے مستثنےٰ ٹھہراتی ہے۔ تو پھر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ حسب حال اس کے ساتھ مناسب سلوک کرے۔ بات تو بہت معمولی تھی لیکن مضمون نگار صاحب نے عدم تدبر کی وجہ سے نہ سمجھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیچارے اسی کوشش میں لگے رہے کہ اعتراض کی شکل میں کچھ لکھ دیا جائے۔ تا غور نہ کرنے والی طبائع واہ واہ کی صدائے تحسین و مرحبا بلند کر کر کے ان کا دل خوش کریں۔

اللہ اور رسولؐ کی محبت اور دنیوی تعلقات

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی خاطر تمام دنیاوی تعلقات کو قربان کر دینے کا حکم ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں میرے معنوں پر اعتراض کیا پڑتا ہے۔ ہر ایک محبت اپنی اپنی جگہ ہوتی ہے۔ انسان مال سے بھی محبت رکھتا ہے۔ اور جان سے بھی محبت رکھتا ہے۔ لیکن جان کے لئے مال کو قربان کر دیتا ہے۔ کیونکہ مال کی محبت سے جان کی محبت بڑھکر ہے۔ اسی طرح انسان اپنے والدین۔ اولاد۔ اعزا۔ اقربا۔ مال و دولت سب سے محبت رکھتا ہے۔ لیکن اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ اور رسول کی اتنی محبت ہو کہ وہ ان کی خاطر ان سب کی محبتوں کو قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں اعتراض کیا ہے! کیا مضمون نگار صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جب کسی کو اللہ رسول کی محبت ہو وہ ماں باپ کا نافرمان ہو۔ اپنی بیوی اور اولاد کا دشمن ہو۔ رشتہ داروں اور دوستوں کو گالیاں دیا کرے۔ ہمسایوں کا اپنی بدسلوکیوں سے ناک میں دم کر دے۔ جس سے معاملہ پڑے وہ توبہ توبہ کرتا پھرے۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو وہ اللہ اور رسول کا محب ہی نہیں۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ نقشہ ہے تو نہایت خطرناک نقشہ ہے۔ اسے تو جس قدر جلد آپ دماغ سے نکال سکتے ہیں نکال دیں۔

محبت الٰہی کیا چاہتی ہے؟

اجی صاحب۔ اللہ اور رسول کی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ماں باپ کا نہایت فرمانبردار اور محبت رکھنے والا بیٹا ہو۔ بیوی اور اولاد پر شفقت رکھتا ہو۔ اعزا و اقربا کا ہمدرد ہو۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کرتا ہو۔ جس سے معاملہ پڑتا ہو۔ وہی اس کے اخلاق کا گرویدہ ہو جائے۔ بایں ہمہ وہ ہر وقت تیار رہے کہ اگر خدا کے لئے اپنے اعزا و اقربا اور مال و دولت کو چھوڑ کر راستے نکلنا پڑے۔ تو وہ حاضر رہے۔ اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان صحابہ کرام میں دیکھئے جو سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر کے مکہ سے نکلے اور خدا کے رستہ میں جانیں قربان کر دیں۔ جن کی شان میں خدا نے کہا ہے کہ منهم من قضىٰ نحبه ومنهم من ينتظر۔ یعنی ان میں سے یا تو وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے اپنے عہد کو پورا کر دیا اور یا وہ ہیں۔ جو دن رات اس بات کے منتظر ہیں کہ کب ان کی باری آئے اور کب وہ اپنی قربانی ادا کر کے اپنے عہد کو پورا کر دکھائیں۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

دنیائے اسلام میں مغربیت کا سیلاب عظیم

مسیحی مبلغین کی ریشہ دوانیوں کے خطرناک نتائج

مسلمانوں پر مادیت کا اثر

دنیائے اسلام میں عظیم الشان دماغی انقلابات رونما ہو رہے ہیں ہر طرف علم کی خواہش پائی جاتی ہے جنگ عظیم کے دوران میں مسلمانوں کو مغربی سائنس اور تہذیب سے جو واسطہ پڑا ہے اس کے باعث ان میں ایک نئی ذہنیت پیدا ہو رہی ہے۔ ان کی سب سے زیادہ نمایاں بات یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے متعلق متذبذب ہوتے جا رہے ہیں ان میں سے بہت سے بالکل پریشان ہیں۔ اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔ گذشتہ روایات اور خاص پابندیوں کے خلاف بغاوتوں کی تعداد روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ پرانے تعصب اور مذہبی مجنونیت رخصت ہو چکی ہے۔ تحقیق و تدقیق کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے ساتھ یہ عزم صمیم بھی شامل ہے کہ موجودہ زمانہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بہت سے کارکن اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس وقت ہمارے مقابلہ میں، جو اسلام ہے وہ زمانہ گذشتہ کا خوددار و خود اعتماد اسلام نہیں ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونا ہمارے لئے سخت دشوار تھا۔

اسلامی ممالک میں مسیحی مبلغین نفوذ

اس کانفرنس میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ اس وقت دنیائے اسلام میں تبلیغ مسیحیت کا ٹھوس کام کرنے والوں کو حیرت انگیز رسائی حاصل ہو رہی ہے مسلمانوں کی ....۲۳۰۰۰ آبادی کے بیشتر حصہ میں، عیسائی مشنری اپنے تمام طریقوں کو بآسانی استعمال کر رہے ہیں، اعداد کا یہ دائرہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ تمام برطانوی ہند ڈچ ایسٹ انڈیز، ایران، ایشیائے کوچک، چین، بلقان، شمالی افریقہ، اور مشرقی مغربی اور وسطی افریقہ میں عیسائی مبلغین کی رسائی ہر لمحہ زیادہ بڑھ رہی ہے ایسے پورے علاقے اور جماعتیں جن تک مسیح کا پیغام بالکل نہ پہنچا تھا اب مادی صورت میں عیسائی مبلغین کے حلقہ اثر میں داخل ہو رہی ہیں۔ شمالی افریقہ اور مشرق قریب میں ہزاروں میل کی ریلوے لائن اور موجودہ سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ موٹروں کی آمد و رفت جاری ہے اور ہوائی جہازوں پر ڈاک کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وسائل آمد و رفت اور ذرائع خبر رسانی میں بہت کافی توسیع اور آسانی ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ افریقہ کے صحرائے عظیم کو بھی موٹروں نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کئی مرتبہ طے کیا ہے۔ اور اب وہاں ایک ریلوے لائن تعمیر کی جا رہی ہے۔ بغداد سے دمشق تک کا سفر جس پر پہلے ہفتے لگ جاتے تھے اب ایک سال کے اندر اندر صرف ۱۹ گھنٹوں کا رہ گیا ہے۔

مغربی تہذیب کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی

سوائے ترکی کے دوسرے تمام ممالک میں سیاسی حالات بھی ایک بڑی حد تک ہمارے لئے مفید ہو گئے ہیں۔ بہت سی ایسی پابندیاں جو حکومتوں کی طرف سے عاید کی جاتی تھیں دور کر دی گئی ہیں۔ وہ نوآبادیات جہاں کی حکومتیں مسلمانوں میں مشنری کا کام کرنے کے خلاف تھیں اب روز بروز ہماری ہمدرد ہوتی جا رہی ہیں۔ اور ان میں سے بعض تو ہماری تبلیغ کے طبی اور معاشری پروگرام کی امداد بھی کر رہی ہیں۔ جزیرۃ العرب میں جو نئے قائم ہوئے ہیں اور مصر کو جو نیا دستور حکومت ملا ہے ان میں مذہبی آزادی کے متعلق قطعی وعدے شامل ہیں۔ جنگ عظیم نے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو مغربی تہذیب سے دوچار کر دیا ہے اور ایک نئی دنیا کی طرف ان کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ وہ مسلمان مرد اور عورتیں جن کے پاس دولت ہے روزانہ عیسائی ممالک میں سفر کرتے ہیں۔ اور بلا مبالغہ ہزاروں مسلم طلباء حصول تعلیم کے لئے ایشیا اور افریقہ سے یورپ آ چکے ہیں شمالی افریقہ سے مسلمان مزدوروں کی ایک لامتناہی تعداد فرانس میں آ رہی ہے۔ بیت المقدس کی کانفرنس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی وہ تعداد جو ہر سال پیرس کا سفر کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ ہے جو ہر سال حج کے لئے مکہ کو جاتی ہے۔ مسلمان اور یورپین عیسائیوں کے درمیان روابط کا موجودہ سلسلہ تاریخ میں سب سے بڑا اور اثر کے اعتبار سے نہایت وسیع ہے۔

مسلمانوں پر مغربی تعلیم کا جال

مسلمانوں تک مادی رسائی کے علاوہ دماغی رسائی کا ذکر بھی کرنا ضروری ہے۔ تقریباً تمام عیسائی ممالک میں حکومت اور عیسائی مشنوں کی جانب سے تعلیم کی ترویج کے متعلق بہت کوششیں ہو رہی ہیں اور خواندہ لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ نوجوان مسلمان نسل کو اخبارات، کتابوں، سینما اور تھیٹر کی بدولت زندگی کے متعلق ایک جدید مطمح نظر پیدا ہو رہا ہے۔ اور جدید فن اشتہار تصویروں کا اضافہ انہیں روز بروز مغربی تہذیب سے قریب تر کر رہا ہے۔ مشرق اور جنوبی ایشیا کے مشن کالجوں اور سکولوں میں مسلمانوں کی تعداد پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ یہی حالت افریقہ کے مختلف حصوں کی ہے۔ مصر کی کانفرنس میں ایک مشنری نے بیان کیا کہ پہلے مسلمان والدین اپنے بچوں کو مشن اسکولوں کی طرف دیکھنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے اور اب وہ انہیں ان سکولوں میں داخل کراتے ہیں۔ اگرچہ یہ والدین اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں مگر وہ اپنے بچوں کو ایسا کرنے دیتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں عیسائیوں کی رسائی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ نمبر ۵۵

مسلمانان ہند اور مسیح موعود

مولوی ظفر علی خان صاحب کی باطل آرائی

(۸)

علمائے سُو کے متعلق مولوی ظفر علیخاں کی "شیریں زبانی"

جن علما کے متعلق مسیح موعود کی تحریرات میں سے دو ایک سخت فقرات پیش کئے جاتے ہیں وہ کسی بہتر خطاب کے کہاں تک مستحق ہیں۔ یہ ان تازہ ترین مقالات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو "زمیندار" میں حال ہی میں شائع ہوئے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب حضرت مسیح موعود پر لے دے کرنے سے پیشتر خود اپنی "شیریں کلامی" پر بھی نظر ثانی فرما لیتے۔ لیکن انہیں دوسروں کی آنکھ کا تنکا ہمیشہ بہت جلد نظر آ جاتا۔ اور اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی اپنی تحریرات کا آئینہ بھی ان کے سامنے پیش کر دیں تاکہ اپنے اخلاق اور خیالات کی حقیقت بھی ان پر واضح ہو جائے۔

یوں تو مولویوں اور پیروں کو "زمیندار" میں عجیب و غریب ناپاک خطابات سے مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن بعض قریبی اشاعتوں سے ہم جستہ جستہ فقرات بطور نمونہ نقل کئے دیتے ہیں۔

"جامد مولویوں، جاہل پیروں، کندۂ ناتراش مشائخوں"

"ان اوہام پرست پیروں، ان ہوسناک مولویوں"

"جس قدر اس بدباطن گروہ نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے اس قدر اسلام کو تاتاری فتن اور صلیبی جنگوں سے نقصان نہیں پہنچا"

"ان خود غرض اور نفس پرست ملاؤں"

"فاتر العقل ملاؤں، ان کے مسلوب الحواس پرستاروں"

"جامد ملا۔ کندۂ ناتراش پیر، ملت فروش مشائخ"

"جھوٹے پیروں اور ملت فروش مولویوں"

(زمیندار ۲۳ جنوری ۱۹۲۹ء)

"علمائے شور بازار اور اس کی نابکارامت" (زمیندار ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء)

"فریب خوردگان طاغوت" (زمیندار ۲۹ جون ۱۹۲۹ء)

"شور بازاری ڈاڑھی والا چور ہے۔ (" ۲۶ جون ")

"مولانا الامان عفر لہٗ کی غٹرغوں" (" ۲۰ جولائی ")

"ساری دہلی میں خر ہی خر" (" " ")

"شر الشر گروہ" (" " ")

"شرار العلماء" (" " ")

"جسم ملت کے لئے ناسور" (" " ")

"دہلی کی دفضا نہایت ہی ناپاک ہو رہی ہے۔ اور عفونت میں شداس سے بھی بدتر ہے۔ اور اس عفونت کا سرچشمہ وہ لوگ ہیں جو علما کہلاتے ہیں۔ (" " ")

"جب یہ (علما) غصہ میں گالیاں دینے پر اترآتے ہیں تو یہی الفاظ (بے دین۔ ملحد۔ زندیق کافر۔ یا مردود) ان کی زبان سے نکلتے ہیں ع۔ از کوزہ ہماں برون تراود کہ دروست

(زمیندار " ")

(یعنی خود چونکہ بیدین ملحد۔ زندیق کافر یا مردود ہیں اس لئے دوسروں کو بھی ایسا کہتے ہیں۔ ناقل)

"یہ ہیں مولانا (" الامان ") عفر لہٗ وہ الفاظ جنہیں پڑھ کر روح بھی لرز جاتی ہے۔ اور جنہیں شہدے اور لفنگے بھی زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں"

(زمیندار ۲۰ جولائی)

"اگر مسلمانان دہلی کے دل غیرت اسلامی سے بالکل خالی نہیں ہو گئے تو انہیں فوراً اس قسم کے شرار العلماء کے اقتدار کا خاتمہ کرکے ان کے شر سے سوسائٹی کو نجات دلانی چاہیئے۔" (زمیندار " ")

"اس قسم کی تحریریں لکھنے والے اشخاص ہی وہ شر الشر ہیں جن کے وجود کو حضور سرور کونین نے آبائنا وامہاتنا لئے ہلاک امت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔" (" " ")

یہ وہ "پاکیزہ" اور "شیریں" الفاظ ہیں جو "زمیندار" کی بعض قریبی اشاعتوں سے ہم نے چنے ہیں۔ اگر گزشتہ چار یا پانچ سال کے فائلوں کو بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ "مہذب" الفاظ اور ایسی ایسی تلمیحات و ہزلیات کا انبار جمع ہو سکتا ہے جو صرف بازاری آدمیوں ہی کے منہ سے سننے میں آسکتی ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ جس شخص کے قلم و زبان سے ایسے ایسے الفاظ نکل سکتے ہیں اور ایک ایک مضمون میں سینکڑوں گالیاں دینے سے اسے دریغ نہیں وہ حضرت مسیح موعود پر کس منہ سے یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ نے علماء سو کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے جن کے وہ فی الحقیقت مستحق ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے سامنے بھی بعض ایسے ہی علماء تھے جیسے وہ لوگ جن کے متعلق مولوی ظفر علی خاں نے مندرجہ بالا الفاظ کا استعمال ضروری سمجھا بلکہ اس سے بھی بڑھکر ناپاک مغلظات علما کے زبان و قلم سے رات دن سننے میں آتی تھیں۔ اگر عربی زبان میں انہیں "شر الشر" اور "شرار العلماء" کہنا جائز ہے تو اردو میں "بدذات فرقہ مولویان" کہہ لینا کیوں جائز نہیں۔ اگر انہیں "اس عفونت کا سرچشمہ" کہہ لینا جائز ہے جو شداس سے بھی بدتر ہے" تو ذریۃ البغایا میں کونسی ایسی گالی ہے۔ جو مولوی ظفر علی خاں صاحب کی زبان تہذیب پر گراں گزرتی ہے۔ کاش بغض و تعصب ان لوگوں کے رستہ میں حائل نہ ہوتا تو آج مسیح موعود پر معترض ہونے کے بجائے آپ کی قدر کرتے کہ اس پاک انسان نے علم و حکمت کے وہ موتی بکھیرے ہیں جو موجودہ زمانہ کے مولویوں کی خواب میں بھی نہیں آئے۔ اسلام کی عزت جس کو مولوی لوگ اپنے نمونہ اور بدترین طرز عمل اور خشک علم کی وجہ سے کھو چکے تھے۔ مرزا صاحب نے دوبارہ آکر قائم کی۔

کاش علمائے زمانہ کے دلوں پر نور باطن کے فقدان کی وجہ سے شقاوت ازلی کی مہر نہ لگ چکی ہوتی تو وہ اپنی سب سے بڑی سعادت مرزا کے دامن سے وابستگی ہی میں سمجھتے۔ کہ یہی حقیقت میں نور باطن حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔

گر علم خشک کوری باطن نہ رہ زدے
ہر عالم و فقیہ شدے ہیچو چاکرم

بائیبل اور قرآن

معاصر "ایپی فینی" کا ایک مسیحی نامہ نگار قرآن پر معترض ہے کہ اس نے بائیبل کی تعلیم سے اس بنا پر اختلاف کیا ہے کہ عیسائیوں نے اس میں تحریف کر دی ہے۔ قرآن کے اس دعوے کے جواب میں اس نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ مسلمان بائیبل کا کوئی ایسا پرانا نسخہ پیش کریں جو ان کے نزدیک غیر محرف و مبدل ہو۔ اور قرآن کے بیانات کی اس سے تصدیق ہو سکے۔

اس قسم کے مغالطہ دہ اعتراض ان لوگوں کی طرف سے پیش ہوتے ہیں جن کا تمام لٹریچر اس بات پر شاہد ہے کہ بائیبل کے اندر ہمیشہ تحریف ہوتی رہی اور آئے دن ہوتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ بائیبل کا کوئی پرانا نسخہ تلاش کرتے پھریں۔ بائیبل کے موجودہ تراجم میں جابجا اس قسم کے نوٹ موجود ہیں کہ جن میں پرانے نسخوں سے اختلاف کا اظہار کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر آیات ہی اُڑا دی گئی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کے نمبر بھی اُڑ گئے ہیں۔ ایسا ہی مرقس کی آخری نو آیات کے متعلق محققین نے صاف طور پر یہ اعتراف کیا ہے۔ اور بعض اناجیل میں یہ نوٹ بھی موجود ہے کہ وہ الحاقی ہیں۔ اصل یونانی نسخوں میں موجود نہیں۔ اسی قسم کے ثبوت پرانے عہد ناموں کے متعلق بھی موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے قرآن کے اس دعوے کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ بائیبل محرف و مبدل ہو چکی ہے۔

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

پنجاب سائمن کمیٹی نے پنجاب کی آئندہ طرز حکومت کے متعلق جو رپورٹ مرتب کرکے سائمن کمیشن کو بھیجی ہے وہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے عجیب و غریب دلچسپیوں کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کی مسلمہ سادگی اور غیروں کی عیاری کا اس سے بہتر مرقع شاید ہی کہیں مل سکے۔ باوجودیکہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۵۶ فیصدی کے قریب ہے اور اس لحاظ سے انہیں حکومت میں نمایاں اکثریت کا حق ملنا چاہیئے تاہم کمیٹی کے چار ارکان نے جن میں سے دو (کپتان سکندر حیات خاں اور چودھری ظفر اللہ خاں) مسلمان ہیں۔ اور ایک ہندو اور ایک انگریز۔ مسلمانوں کو پنجاب کی جدید کونسل میں صرف ایک نشست کی اکثریت کا حق دیا ہے۔ اور اس کو بھی اس قیاس کے تابع کر دیا ہے۔ کہ حزب المال کا نمائندہ ہمیشہ مسلمان ہی منتخب ہوگا۔

لیکن یہ مفروضہ اور قیاسی اکثریت بھی جو دراصل نہ ہونے کے برابر ہے کمیٹی کے دوسرے ہندو ارکان کو پسند نہیں آئی۔ اور راجہ نریندر ناتھ اور ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے اس کے ساتھ ایک اختلافی نوٹ ٹانک دیا ہے جس میں صاف طور پر مسلمانوں کی ایک نشست کی اکثریت کو غیر منصفانہ، نامعقول اور جمہوری حکومت کے اغراض و مقاصد کے منافی قرار دیا ہے اول الذکر چار ارکان نے صوبہ سندھ کو بمبئی سے جدا کرنے اور صوبہ سرحد کو اصلاحات دینے کی سفارش کی تھی۔ ڈاکٹر نارنگ اور راجہ نریندر ناتھ نے اس کی بھی مخالفت کی ہے اور خاص حلقہ جات انتخاب میں زمینداروں کے حلقہ ہائے انتخابات منسوخ کرنے کی سفارش کی ہے گویا وہ ہر اس چیز کو جو مسلمانوں کی زندگی کو کسی حد تک برقرار رکھنے کا موجب ہو سکتی ہے نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ اور حیرت یہ ہے کہ قوم پرست ہندو اخبارات نے بھی اس کھلی ہوئی فرقہ پرستی کی مخالفت کرنے کے بجائے اس کی تائید کرنا ضروری سمجھا۔ اور ایک نشست کی اکثریت کو "اسلامی راج" پر محمول کیا ہے۔ جس پر مولانا ظفر علی خاں صاحب کو بھی ایک طویل مقالہ میں ان کی اس تنگ نظری کی علانیہ شکایت کرنی پڑی۔ لیکن مولانا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ تو ابھی ابتدا ہے ؎

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

پیغام صلح کا اظہار افسوس

"الفضل" نے مقدمہ واپس لے لیا

ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے "پیغام صلح" کے خلاف جو مقدمہ ضلع گورداسپور میں دائر کر رکھا تھا۔ اس کے متعلق ایڈیٹر "پیغام صلح" کے وکیل خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے حسب ذیل چٹھی چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا کو بھیجی جس پر ایڈیٹر الفضل نے مذکورہ بالا مقدمہ واپس لے لیا۔

لاہور ۶ جولائی ۱۹۲۹ء مکرمی چودھری ظفر اللہ خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ملزمان مقدمہ غلام نبی بنام دوست محمد و انعام الحق کی طرف سے حسب ذیل تحریر آپ کو بھیجتا ہوں۔

"۲۲ فروری ۱۹۲۹ء کے پرچہ اخبار پیغام صلح لاہور میں جو مضمون مراسلات کے ماتحت بعنوان "صدائے اسیلو در الفضل" کسی نامہ نگار کی طرف سے شائع ہوا تھا اس کے متعلق ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ اس میں جو امور منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر "الفضل" مستغیث کے خلاف بیان کئے گئے ہیں وہ درست نہیں ہیں لہٰذا ہم انہیں واپس لیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اخبار "پیغام صلح" کے پرچہ مذکور میں ایک ایسا مضمون شائع ہوا جس کے متعلق ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔ آپ کو اجازت ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اس تحریر کو "الفضل" کے کسی قریب کے پرچہ میں شائع کرا دیں۔ یہ تحریر "پیغام صلح" کی کسی قریب کی اشاعت میں شائع کرادی جائیگی۔" والسلام خاکسار (دستخط خواجہ نذیر احمد)

بیرسٹر ایٹ لا ایڈووکیٹ لاہور۔ ۶ جولائی ۱۹۲۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۶۱

تعلیم اور مذہب

ایک نہایت اہم اور مفید تجویز

پنجاب یونیورسٹی کی توجہ کے قابل

(۲)

خان صاحب مولوی محمد دین بی اے ریٹائرڈ فنانس ممبر و ممبر صیغہ تعلیم ریاست بہاولپور ان نیک دل اور خیرخواہ مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اس بات کی فکر لاحق ہے کہ تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی معلومات میں بھی اضافہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ کائنات کا علم حاصل کرنے کے ساتھ اس کے پیدا کنندہ کا علم بھی انسان کو حاصل ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک سکے۔

اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولوی صاحب ممدوح نے ایک نوٹ انگریزی زبان میں شایع کیا ہے۔ جس میں یونیورسٹیوں کو اس ضروری اور اہم معاملہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ یونیورسٹیوں کو مذہبی تعلیم کا انتظام اپنے ذمہ لینا چاہیئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ہندوستانی یونیورسٹیاں بھی دنیا کی باقی یونیورسٹیوں کی طرح مختلف ذرائع سے علم کی ترقی اور اس کی اشاعت میں پورے طور پر کوشاں ہیں۔ لیکن وہ علم جس سے خدا کو پہچانا اور اس کی رضا کی راہوں کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے احاطہ تعلیم سے قطعاً باہر ہے۔ حالانکہ وہ انسان اپنی عقلمندی کا کوئی بہتر ثبوت پیش نہیں کرتا۔ جو کائنات کا علم حاصل کرنے کی تو پوری خواہش ظاہر کرتا ہے۔ لیکن خالق کائنات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی کوئی خواہش اس کے اندر پائی نہیں جاتی۔ ایسا انسان خلیفۃ اللہ علی الارض کے منصب کا حقیقی دعویدار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت و اقتدار کو تسلیم کئے بغیر اس کے انعامات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سب سے عظیم الشان علم وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا جا سکے۔ اور عقل و خرد کا تمام دارومدار اسی پر ہونا چاہیئے۔ ایسے علم کے حصول کے ذرائع کو یونیورسٹی کے نصاب میں داخل نہ کرنا نسل انسانی کو ایک بہت بڑی خدمت سے محروم کرنا ہے۔ وہ بے شمار مضامین جو یونیورسٹی کے لائحہ عمل میں داخل ہیں کس کام آسکتے ہیں۔ جب ایک ایسے عظیم الشان علم کو اس میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ حالانکہ خشیت اللہ ہی درحقیقت عقل و خرد کی جڑ اور بنیاد ہے۔"

مذہبی علوم کی عظمت و اہمیت پر اس قدر زور دینے کے بعد مولوی صاحب ممدوح نے اس اعتراض کا بھی جواب دیا ہے جو یونیورسٹیوں کی طرف سے ایسی تحریکات کے متعلق پیش کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مذاہب کا اختلاف یونیورسٹیوں میں مذہبی تعلیم کو مرایج کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں کہ یہاں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ لیکن صرف مذہب ہی میں نہیں ہر شعبہ زندگی میں اختلاف موجود ہے۔ مقاصد کا اختلاف رنگوں کا اختلاف۔ شکلوں کا اختلاف۔ زبان کا اختلاف۔ خیالات کا اختلاف۔ احساسات اور عمل کا اختلاف۔ اور کونسا اختلاف ہے جو پایا نہیں جاتا۔ اختلاف درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس سے ہماری زندگی دلچسپ اور خوشگوار ہو جاتی ہے۔ پھر مذہبی اختلاف کو کیوں اس قدر خطرناک چیز سمجھا جاتا ہے؟ ... مطالعہ انسانی علوم کے مختلف مراتب سے بڑھ کر اہمیت نہ دینی چاہیئے۔ اور اس ارتقائی نصاب پر انسانی حدود و قیود عائد کر کے اسے منازل ترقی سے روک نہیں دینا چاہیئے۔"

آپ نے مذہب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک اس کی روح یا سپرٹ اور دوسرے مذہب کی شکل و شباہت اور لکھا ہے۔ کہ سب سے زیادہ ضرورت مذہبی روح پیدا کرنے کی ہے۔ شکل و شباہت اس کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ یونیورسٹی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے نام کی لاج رکھنے کے لئے اس علم کو ترقی دے۔ جس سے مذہبی روح پیدا ہو سکے۔ وہ تعلیم جو انسان کی روحانی ضروریات کو نظرانداز یا مسترد کر دیتی ہے۔ حقیقی انسانیت پیدا کرنے کے بجائے ترقی یافتہ حیوانیت کو پیدا کرتی ہے۔ ہندوستان میں گزشتہ سو سال سے یہی تعلیم رائج ہے اور نتائج کے لحاظ سے اسے بری طرح ناکامی ہوئی ہے۔"

آخر میں آپ نے ایک عملی تجویز پیش کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کے تین بڑے مذاہب اسلام مسیحیت اور ہندو دھرم کا جہاں تک تعلق ہے اگر ایک شخص دل سے اس بات کی خواہش رکھتا ہو تو یہ کوئی مشکل امر نہیں کہ ان لوگوں کے ذریعہ سے جو ان مذاہب کی سپرٹ سے واقف ہیں۔ خاص یونیورسٹی لیکچروں کا انتظام کیا جائے۔ دوسرے مختلف مضامین پر خاص یونیورسٹی لیکچروں کا سلسلہ آئے دن یونیورسٹی کے زیر اہتمام جاری کیا جاتا ہے۔ مذہب کو ایسے لیکچروں کی فہرست میں کیوں جگہ نہیں دی جاتی؟ نتائج کے متعلق کسی قسم کا خوف و خطر لاحق نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ نیک نیتی کے ساتھ اگر ایسا انتظام کیا جائے تو نتائج یقیناً تسلی بخش ثابت ہوں گے۔"

اس بارہ میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کو بالخصوص مخاطب کیا ہے۔ اور یہ تحریک کی ہے کہ وہ اس تجویز کو عملی رنگ دے کر دوسری یونیورسٹیوں کے لئے رہنمائی کا موجب ہو۔

ہم اس تجویز کا دلی اتفاق کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں اور حکام یونیورسٹی کو پورے زور کے ساتھ اس اہم ضرورت کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس کا اظہار مولوی محمد دین صاحب نے اپنے نوٹ میں کیا ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہندوستان اور کل دنیا میں بےچینی اور بدامنی کی موجودہ فضا کو دور کر کے امن و آسائش کی زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ اور انسانوں کو اخوت اور مساوات کے پرامن مقام پر کھڑا کر سکتا ہے۔ وہ تمام فسادات جو آج مذہب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب کی حقیقی سپرٹ کا ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان کے ماننے والوں کے باہمی تباغض و تحاسد کا نتیجہ ہیں۔ یہ تباغض و تحاسد بڑی آسانی سے دور ہو سکتا ہے۔ اگر مختلف مذاہب کا صحیح علم لوگوں تک پہنچایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ہر مذہب اپنے پیرووں کو نیکی اور خداشناسی کی تعلیم دیتا ہے ما خلاف اگر ہے تو صرف اس بات میں کہ کن طریقوں سے انسان نیک بن سکتا ہے۔ اور خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اس بارہ میں باہم تبادلہ خیالات کر کے ایک دوسرے کو اچھے رستوں کی تلقین و دعوت دی جا سکتی ہے۔ لیکن جدل و پیکار اور ایک دوسرے کے متعلق بغض و عناد کا کوئی موقعہ نہیں۔ کوئی ایسا مذہب نہیں جس نے نسل انسانی یا خدا کی مخلوق کے ساتھ بے رحمی اور ظلم کی تعلیم دی ہو۔ اور آج مذہب کے نام پر جس قدر مظالم دنیا میں برپا ہیں۔ اس کی تہہ میں بہت سی ایسی اغراض کام کر رہی ہیں۔ جن کا مذہب سے درحقیقت کوئی تعلق نہیں۔

ہم سمجھتے ہیں اگر اس سپرٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی محمد دین صاحب کی تجویز کو یونیورسٹی کے پروگرام میں شامل کرنے کا بندوبست کیا جائے تو اس سے بہت سے مختلف مذاہب کے پیرووں میں جس قدر تباغض و تنافر پایا جاتا ہے وہ بہت حد تک ایک دوسرے کے متعلق عدم واقفیت اور غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کالجوں کے طلبہ کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ ہر مذہب کے سمجھدار فضلا سے اس کی اصل تعلیم اور حقیقی سپرٹ کو معلوم کر سکیں۔ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کے حالات زندگی کو خود ان کے پیرووں کی زبان سے سن سکیں تو تمام غلط فہمیاں یکلخت دور ہو سکتی ہیں اور بغض و تعصب کے بجائے باہم محبت و ارتباط پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان مقصد ہے جس کے لئے ہم سمجھتے ہیں کہ حکام یونیورسٹی کو کسی قسم کی قربانی اور اخراجات سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ کیا ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ اس قابل قدر تجویز پر ہمدردانہ غور فرما کر ملک کی علمی ترقیات میں اضافہ کا موجب ہوں گے؟ کاش یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد ٹھنڈے دل سے اس نیک تجویز پر جس میں ہندوستان کی ہر قوم کا برابر فائدہ ہے پوری توجہ فرمائیں۔

اخلاقی ترقی کا دشمن

معاصر "اسلامک ریویو" نے مسیحیت کے متعلق ایک نئی تصنیف کا اعلان کیا ہے۔ جو مشہور ملحد فیلسوف آنریبل برٹرینڈ رسل نے لکھی ہے اس کتاب میں جناب مسیح کو غیر تاریخی انسان اور انجیل کی تعلیم کو غیر معقول ثابت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ "مسیحی کلیسا ہر عمدہ اور معقول بات کا دشمن ہے۔ انسان کی خواہش ترقی۔ قانون فوجداری کی اصلاح۔ جنگ و جدل میں کمی کی کوشش۔ غیر یورپین اقوام کے ساتھ حسن سلوک۔ غلامی کا انسداد اور ہر قسم کی اخلاقی ترقی کی مستقل طور پر مخالفت کی ہے۔"

یہیں تک بس نہیں۔ آنریبل ممدوح نے صاف طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ:-

"میں پورے اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسیحی مذہب نے درحقیقت دنیا میں اخلاقی ترقی کا دشمن ہے۔ اگر میرے اس دعوے پر تعجب ہو تو غور فرمائیے کہ ایک بے گناہ اور ناتجربہ کار لڑکی کی شادی ایسے شخص کے ساتھ اگر ہو جائے جو آتشک میں مبتلا ہے۔ تو کیتھولک کلیسا کا فتوےٰ یہ ہے کہ یہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ دونوں کو تمام عمر زناشوئی کی پابندی کرنی پڑے گی اور عورت کو کوئی ایسی تدبیر نہیں کرنی چاہیئے جس سے آتشک زدہ بچے پیدا نہ ہوں۔ .... کوئی شخص جس میں ذرہ بھر رحم اور انسانیت ہے کبھی اس بات کو پسند نہ کرے گا کہ ایسی باتیں اس مہذب دنیا میں قائم رہیں۔"

کیا ہمارے مسیحی دوست ایک آزاد خیال انگریز کے ان خیالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا پسند کریں گے؟

عدل و انصاف کی گرانی

انگلستان کی عدالت عالیہ کے ایک بڑے جج لارڈ جسٹس سکروٹن نے ایک معمولی مقدمہ کے اخراجات کو جس میں فریقین کو ۱۳۴۰ پونڈ اور ۷۰ پونڈ محض وکلا کو بطور فیس دینے پڑے تھے۔ ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ:-

"اگر وکیلوں کی فیس کا یہی معیار قرار دیدیا جائے تو پھر عدالتوں کو بند ہی کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ عام مخلوق اتنی گراں قیمت پر انصاف حاصل کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

محترم معاصر "مسیح" نے اس پر بجا لکھا ہے کہ اس کا حال ذرا ہندوستان کی مفلس اور نادار رعایا سے پوچھئے۔ یہاں سترہ سو اور ۲۲ سو کی کیا حقیقت ہے۔ اس کی دس گنی اور بیس گنی اور خدا معلوم کتنی اور گنی رقمیں ہر روز وکلا بیرسٹروں سالسٹروں اور مختاروں کی نذر ہوتی رہتی ہیں۔ اور محرروں اور اہلکاروں کے "حقوق" اور کورٹ فیس کی رقموں کا ذکر ہی نہیں۔ آج سب سے "بڑا" بیرسٹر وہ ہے جس کی سب سے زیادہ چلتی ہے۔ اور سب سے زیادہ "نامور" وکیل وہ ہے جو سب سے بڑی فیس لیتا ہے۔ کامیابی۔ شہرت۔ ناموری اور ہر قسم کی "بڑائی" کا معیار یہ اور صرف یہ ہے کہ فیس کتنی ہے!"

انسداد گداگری

ہندوستان غالباً دنیا کے مفلس ممالک میں سے ایک ہے اور یہاں کے مسلمان اپنی ہمسایہ اقوام سے بہت زیادہ غریب ہیں دیگر وجوہ کے علاوہ اس افلاس کی ایک بڑی وجہ گداگری ہے۔ جس میں ہماری قوم بُری طرح مبتلا ہے اس لعنت کی وجہ سے قوم کا لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ جو مفید قومی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے بالکل ضائع جاتا ہے اور قوم کے لاکھوں افراد جو خود اپنی روٹی کما سکتے ہیں عملی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں ہمیں جناب میاں سلطان احمد صاحب وجد نظامی ایم آر اے ایس (لندن) کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے ایک مفید کتاب "انسداد گداگری" لکھ کر قوم کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کتاب میں قابل مصنف نے بھیک کے نقصانات اس کی اقسام پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی ہے گداگروں کے ہتھکنڈوں کے واقعات بتا کر بھیک کو روکنے کے آسان اور ممکن العمل طریقے بیان کئے ہیں انداز بیان دلکش ہے۔ سائز ۱۸×۲۲ حجم ۱۴۰ صفحہ قیمت ایک روپیہ لکھائی چھپائی عمدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۴۷

مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنے والے

مسلمان ان کی گرفت سے کب آزاد ہوں گے؟

ہمیں دلی رنج کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے مولویوں "یا ملاؤں" نے دین فطرت سے تعلق رکھنے کے باوجود دینی اور دنیوی علوم کی اشاعت کے معاملہ میں ہمیشہ تنگ نظری اور نفس پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ دنیا کا کوئی مذہب اسلام سے بڑھکر علوم دنیوی کا حامی نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلعم کی کئی ایسی حدیثیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے تعلیم کا حاصل کرنا ایک لازمی شے ہے۔ ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

اطلبوا العلم ولو کان بالصین	علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین جانا پڑے۔
طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ	علم حاصل کرنا تمام مردوں اور عورتوں کے لئے لازمی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تعلیم کی اہمیت اور قدر و وقعت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ رسول کریم صلعم امی تھے لیکن جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو حضور نے قیدیوں کے لئے یہ خدمت تجویز فرمائی کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اسی خدمت کے ساتھ ان کی رہائی کی شرط مشروط تھی۔ کیا ملاؤں نے کبھی اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ رسول کریم صلعم نے کیوں مسلمانوں کو چین جیسے دور دراز ملک میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ اور کیوں ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے تعلیم کو لازمی ٹھیرایا۔ ظاہر ہے کہ آپ اپنی امت کو دینی اور دنیوی علوم کے لحاظ سے سربلند دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ فرزندان توحید اس وقت تک اسلام کی دینی و دنیوی برکتوں سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ جب تک کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت اور اس کی آیتوں پر غور نہ کرتے۔ اگر ملا صاحبان نہ صرف خود آیات قرآنی پر غور و فکر کرنے کی عادت ڈالتے بلکہ عوام کے دلوں میں بھی کلام الٰہی کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرتے تو آج مسلمان جہالت کی لعنت میں مبتلا نہ ہوتے۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب ہندوستان میں انگریزی حکومت نے رعایا کے تمام طبقوں کے لئے مدارس جاری کئے تو ملاؤں نے اپنی متعصبانہ جہالت کے جوش میں یہ دعظ کہنا شروع کیا کہ مسلمان کافروں کی زبان انگریزی نہ سیکھیں اس احمقانہ اور مجنونانہ ہٹ دھرمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان ایک عرصۂ دراز تک انگریزی تعلیم سے متنفر رہے۔ اور برادران وطن اپنی تعلیمی رفتار میں ان سے آگے نکل گئے۔ خدا سرسید مرحوم کو غریق رحمت کرے کہ انہوں نے مولویوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ان کے کفر کے فتووں کی مطلق پروا نہ کی۔ یہ اسی مجاہد کے استقلال اور ایثار کا نتیجہ ہے کہ اس وقت سرکاری محکموں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں مسلمان انگریزی داں نظر آتے ہیں۔ اگر ملا صاحب ذوق، روشن خیال علم دوست اور زمانہ شناس ہوتے تو وہ کبھی انگریزی پڑھنے کے خلاف کفر کے فتوے جاری نہ کرتے۔ ان کے مقابلہ میں یورپین مبلغین کو دیکھو کہ وہ ان قوموں کی زبانوں میں جنہیں وہ مسیح کا پیغام پہنچانا چاہتے

ہیں ایسی روانی اور بے تکلفی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ سننے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ ملاؤں کی مثال بعینہٖ کنوئیں کے اس مینڈک کی طرح ہے جو اپنے کنوئیں کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے سمندر کو کوئی وقعت نہیں دینا چاہتا۔

جب سے دہلی کی میونسپلٹی نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جبری تعلیم کا قانون پاس کیا ہے وہاں کے ملاؤں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ میونسپلٹی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے موجودہ نظام کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہتی ہے۔ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی اس خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتے کہ اگر دہلی کے مسلمان باشندے میونسپلٹی کے ان مدارس میں جو مسلمان محلوں میں واقع ہیں مذہبی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیں تو میونسپلٹی کے مسلمان ممبران کی اس خواہش کو مسترد کر دیں گے بہرحال یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے ملاؤں کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر ان کے مکتب اڑ گئے تو ان کی معاش اور اقتدار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن سوال ملاؤں کی معاش اور اقتدار کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے ان بچوں اور بچیوں کے مستقبل کا ہے جو کل کے باپ اور کل کی مائیں ہوں گی۔ اور جن کی تعلیم و تربیت اور قوت عمل پر اسلام کی شوکت و عظمت کا انحصار ہے [illegible] کریم صلعم کی حدیث پر عمل پیرا ہو لیکن ملا اس کی مخالفت کے لئے آستینیں چڑھائیں۔ اگر دہلی میونسپلٹی کے مدارس میں اس وقت مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے تو میونسپلٹی کے ارباب حل و عقد کو اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اور اگر توجہ دلانے پر بھی مقصد حاصل نہ ہو تو مسلمانوں کو ایک وسیع پیمانہ پر ایجی ٹیشن کرنا چاہیئے تاکہ میونسپلٹی کے ذمہ دار حکام ان کے ایک جائز مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ملاؤں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر دہلی میونسپلٹی کے مدارس سے مسلمانوں نے جو ہر قسم کے ٹیکس ادا کر رہے ہیں وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو ہمسایہ اقوام اٹھا رہی ہیں تو مسلمان شدید گھاٹے میں رہیں گے اور یہ گھاٹا پندرہ یا بیس سال کے بعد مسلمانوں کے لئے ایسی مشکلات کی صورت میں رونما ہوگا جس کا اندازہ ملا صاحبان نہیں کر سکتے۔

ہندوستان کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمان ملاؤں سے محض اس لئے متنفر اور بیزار ہیں کہ انہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم پر جو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی برکات کا سرچشمہ ہے جہالت اور نفس پرستی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ وہ اپنی دکانداری کی خاطر اسلام کو دنیا کے سامنے ایک ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ غیر قومیں ان کا مذاق اڑاتی ہیں۔ چونکہ ان کا قول و فعل دین فطرت کے مطابق نہیں ہے اس لئے عام مسلمین کو ان کی اس شرمناک جہالت سے زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور یہ وہ نقصان ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ملاؤں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ قرار دے رکھا ہے کہ مسلمانوں کی جن جماعتوں یا فرقوں کے عقائد ان سے مختلف ہیں ان کے خلاف تکفیر کی مشین کو اس سرگرمی اور مستعدی سے چلائیں کہ اسلامی حلقوں میں کھلبلی پڑ جائے۔ فضا مکدر ہو جائے۔ اکھاڑے قائم ہو جائیں مناظرہ کے لئے کتابوں کے انبار فراہم کئے جائیں اور اپنے ہی مسلمان بھائی کو زک دینے کے لئے وہ تمام قوتیں صرف کر دی جائیں جو دشمنان اسلام کے لئے وقف ہونی چاہیئے تھیں۔ کیا زندگی کے اس مقصد اور طریق کار سے اسلام کی شمع میں وہ روشنی پیدا ہو سکتی ہے جس نے اہل یورپ کو اس وقت خیرہ کر دیا تھا جبکہ وہاں ظلمت چھا رہی تھی؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملا نے اپنی قدح کی خیر نہ منائیں۔ لیکن مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنے اور سادہ لوح مسلمانوں کو سبز باغ دکھا کر الو سیدھا کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ان کے نظر فریب مشاغل کا طلسم اب ٹوٹ گیا ہے اور انہیں اپنی معاش کے لئے جدید وسائل اختیار کرنے چاہئیں

صوصہیتی کی متحدہ فوج نے سیاسی اور اخلاقی پہلو سے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں پھر اسی انقلاب کی ضرورت ہے ہم یہ انقلاب آج پیدا کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم زندگی اور موت کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے کے لئے اپنی نفسانی خواہشات

بچہ سقہ اور اس کے رفقا کا عبرت انگیز انجام

کابل سے جو تازہ خبریں موصول ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ دلچسپ اور عبرت انگیز خبر یہ ہے کہ وہی بچہ سقہ جس کی غداری بغاوت اور وحشیانہ طریق عمل نے افغانستان میں ایک خونین انقلاب پیدا کر دیا۔ اور جس نے اپنے ملک کو ترقی کی رفتار سے دفعتہً نصف صدی پیچھے ہٹا دیا تھا آخر ایک سال کی برائے نام بادشاہی کے بعد اپنے رفقا سمیت گولی سے اڑا دیا گیا ہے۔ ایک ڈاکو اور غاصب کا یہی انجام ہونا چاہیئے تھا۔ اگر بچہ سقہ اور اس کے ساتھی آزاد رہتے تو شاہ نادر خاں ہرگز افغانستان میں ایک باقاعدہ اور پرامن حکومت قائم نہیں کر سکتے تھے۔ شاہ موصوف نے شاہی خاندان کے دیگر ارکان کو بھی افغانستان سے جلا وطن کر دیا ہے۔ تاکہ ملک میں کسی قسم کے فتنہ کا امکان باقی نہ رہے ایک باقاعدہ حکومت کے قیام و دوام کے لئے ایسی انسدادی تجاویز کا عمل میں لانا نہایت ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ غازی امان اللہ خاں کے حامیوں کو شاہ نادر خاں کی یہ روش ناگوار گزرے لیکن جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ہم پھر اس امر کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ سوال اس وقت شخصیت کا نہیں بلکہ افغانستان کے مستقبل کا ہے افغانستان کی سیاسی سٹیج کا پہلا ہیرو غازی امان اللہ خاں تھا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ غازی موصوف نے اپنی دس سال کی حکومت میں حب وطن کا عملی ثبوت دیا۔ لیکن یورپ کی سیاحت کے بعد غازی امان اللہ خاں کا اصلاحی پروگرام ناکام ثابت ہوا۔ افغانستان کی سیاسی اسٹیج پر انقلاب کے ڈراپ سین کے بعد دوسرا ایکٹر بچہ سقہ تھا جو ایک عرصہ تک دنیا کو بغاوت اور قتل و غارت کا ایکٹنگ دکھاتا رہا۔ آخر جرنیل نادر خاں سٹیج پر نمودار ہوا جس نے اپنے حیرت انگیز تدبر اور استقلال کی بدولت افغانستان کو ڈاکوؤں کی گرفت سے آزاد کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ شاہ نادر خاں کو اسلامی شریعت، اسلامی حریت اور اسلامی انصاف کے مطابق حکومت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اسلام ہی نوع انسان کے حقوق کا پورا محافظ ہے۔

ڈاکٹر راس مسعود کا نصب العین

۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر راس مسعود بی۔اے بیرسٹر ایٹ لا نے وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی کے عہدہ کا جائزہ لیتے ہوئے مسلم یونیورسٹی اور انٹرمیڈیٹ کالج کے طلباء اور اسٹاف کے ایک جلسہ میں تقریر فرمائی جس کا حسب ذیل اقتباس طلبہ کے مستقبل کے متعلق ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

"یہ زمانہ جد و جہد اور مقابلہ کا زمانہ ہے۔ صرف وہی قوم باقی رہ سکتی ہے۔ جو سب سے زیادہ متحدہ طاقت اور سعی سے کام لے گی لازم ہے کہ ہماری یونیورسٹی ملک کے سامنے اتحاد کی ایک عظیم الشان مثال پیش کرے۔ ہمیں چاہیئے کہ کم از کم چار دیواری کے اندر تو اہل مخالفت اور منافرت کے جذبات کو تیاگ دیں جو ہماری زاد بوم کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ نفرت اور عدم رواداری کی بنیاد پر کوئی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ میری آرزو ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایک بلند ترین، مہذب ترین اور اعلےٰ ترین تعلیم یافتہ اصحاب کی ایک ایسی متحدہ فوج بنائیں جسے میرا ملک ان تمام خرابیوں کو دور کرنے میں استعمال کرے جن کی وجہ سے وہ دنیا کے سامنے موجب ملامت بنا ہوا ہے۔ اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم ان تمام قوتوں کو جو خدا نے ہمیں عطا کی ہیں کامل طور پر استعمال کریں میں چاہتا ہوں کہ اس یونیورسٹی کے نوجوان طلبہ تمام دنیا میں بہترین انسان بن جائیں۔ اور کام میں، کھیلوں میں، اخلاق میں، راستبازی میں سب سے افضل کہلائیں"

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا اس سے زیادہ اولوالعزمانہ نصب العین اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے طلبا دنیا میں انسانیت کا بہترین نمونہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے میں "یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم ان تمام قوتوں کو جو خدا نے ہمیں عطا کی ہیں کامل طور پر استعمال کریں" مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک انسانیت کا بہترین نمونہ پیش نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم دنیا کے کامل انسان (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل نہیں بنائیں گے دنیا کی تاریخ بتا رہی ہے کہ اس برگزیدہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۱۴ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ | نمبر ۸۲

آریہ سماجی تحریک

پھر وہی ُبری ذہنیت اور افترا پردازی

جو اصحاب ہندو مذہب کے نظام اور اس کی تعلیم پر ایک غائر نظر ڈال چکے ہیں ان کی یہ رائے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا کے دیگر بڑے بڑے مذاہب کی طرح ہندو مذہب کوئی خاص مذہب نہیں ہے بلکہ یہ مختلف قدیم عقائد اور رسوم کا مجموعہ ہے۔ اور ان عقائد اور رسوم کے ماننے والوں میں طریق عبادت کے لحاظ سے اس قدر شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کی تفصیل اور تشریح کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ہندو مذہب تبلیغی مذہب نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مذاہب کے لوگوں کو اپنے حلقہ میں داخل ہونے کی دعوت نہیں دیتا لیکن آخر آریہ جماعت نے جس کے بانی سوامی دیانند ہیں ہندو مذہب کی اصلاح کا مسلم [illegible] ہندو مذہب [illegible] فائدہ [illegible] کروڑوں ہندو [illegible] مذہب کا [illegible] اس قدر بے رحمانہ [illegible] سناتنی ہندو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے۔

ہندوستان کی تاریخ میں سلطان محمود غزنوی رحمت اللہ علیہ اپنی بت شکنی کے لئے ایک غیر فانی شہرت حاصل کر چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں مورتی پوجا کی مذمت کے متعلق جو شدید الفاظ سوامی دیانند نے استعمال کئے ہیں وہ سلطان مرحوم کی تلوار سے زیادہ مہلک ہیں۔ جو صاحب چاہیں ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہندو مذہب کی تاریخ میں سوامی دیانند کی بت شکنی ایک انقلاب آفرین واقعہ ہے۔ سوامی جی کو اپنی قوم کی اصلاح کے لئے دنیا کے مصلح اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ کس طرح حضور سرور کائنات نے عربوں کے دلوں پر خالق اکبر کی کبریائی کا سکہ بٹھانے کے لئے بتوں کی خدائی کا خاتمہ کر دیا۔ اس جہاد میں نبی کریم صلعم کو جن مصیبتوں اور پریشانیوں سے عہدہ برا ہونا پڑا اس کا تصور انسان کو لرزہ براندام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ سوامی دیانند اسلامی تعلیم کے خوشہ چیں تھے۔

ہمارے آریہ سماجی دوست شاید اس واقعہ سے بے خبر نہیں ہونگے کہ جب ابتدا میں سوامی دیانند آنجہانی اپنے مذہبی اصول کی اشاعت کے لئے لاہور تشریف لائے اور سناتنی ہندو قدرتی طور پر ان کے سخت مخالف ہو گئے تو اس شدید مخالفت کی فضا میں جس شخص نے ان کو اپنی کوٹھی میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے مذہبی عقائد کے اظہار کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں وہ ایک مسلمان تھا۔ ڈاکٹر رحیم خاں مرحوم ایک روشن خیال اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ سوامی جی اپنی اصلاحی تحریک میں بالکل حق بجانب ہیں تو انہوں نے میزبانی کا پورا حق ادا کیا۔ ہمارے آریہ سماجی دوستوں کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ باوجودیکہ مہمان اور میزبان ایک دوسرے سے بالکل بیگانہ تھے لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس موقعہ پر اس محبت اور ہمدردی کا عملی ثبوت دیا جس کی ایک مسلمان سے توقع کی جا سکتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امرتسر میں بھی ایک مشہور مسلمان کشمیری خاندان کے سربرآوردہ رکن نے سوامی صاحب کو اپنے مکان میں ٹھہرایا اور ان کی حوصلہ افزائی کا فرض ادا کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لاہور اور امرتسر [illegible] بزرگوار [illegible] سوامی جی کا خیر مقدم کیا۔

اور انہیں مدد دینا اپنا فرض سمجھا؟ وہ جذبہ تھا حق پسندی و انسانی ہمدردی کا جس کی اسلام اپنے متبعین کو تعلیم دیتا ہے۔

ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ آریہ سماجی تحریک نے ہندو قوم کی معاشرتی اصلاح میں ایک نمایاں حصہ لیا ہے۔ کمسن بیواؤں کی شادی اور اچھوتوں کی اصلاح کے معاملہ میں آریہ سماجیوں کی کوششیں ہندوستان کے تمام تعلیم یافتہ حلقوں میں بنظر استحسان دیکھی جاتی ہیں۔ لیکن یہ بھی اسلام کی خوشہ چینی ہے۔ اس لئے کہ بیواؤں کی شادی کے متعلق اسلام کے تاکیدی احکام موجود ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ بیواؤں کو ان کے قدرتی حقوق سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے۔ نبی کریم صلعم نے تو اپنی جوانی کے عالم میں ایک بیوہ خاتون سے شادی کرکے ایک قابل تقلید مثال قائم فرمائی۔ یہ آپ کی پہلی شادی تھی۔ جب تک حضرت خدیجہ بقید حیات موجود رہیں آپ نے کوئی اور نکاح نہ کیا۔ اسلام نے جس وسعت قلب سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور ان کا درجہ بڑھایا ہے اس کی نظیر دنیا کے دوسرے ادیان میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ہندوستان کی مسلمان عورتیں ان حقوق سے محروم ہیں تو اس کی ذمہ داری ان مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے جو اسلامی احکام سے بے نیاز رہنا چاہتے ہیں۔

اچھوت اور اچھوتوں کے متعلق ہم آریہ سماجیوں کو مسٹر گو بند رام کھنہ ایم اے۔ ایل ایل بی کے مضمون بعنوان "ایک معاشرتی انقلاب کی ضرورت" کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کا ضروری اقتباس کسی دوسری تاریخ شائع کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلام اچھوتوں کے لئے ایک مقناطیسی کشش کا حکم رکھتا ہے۔ یہ وہی اچھوت ہیں جنہیں آریہ سماجی حضرات اپنا بھائی سمجھتے ہیں مگر بیچاروں نہیں اسلام کے دامن میں محض اس لئے پناہ لینی پڑتی ہے کہ ہندو مذہب اپنی اصلاح یافتہ حالت میں بھی انہیں اخوت اور مساوات کے وہ حقوق نہیں دے سکتا جو انسان کا پیدائشی حق ہیں۔ لیکن باوجود ان حقائق کے جو روز روشن کی طرح آشکارا ہیں۔ آریہ سماجی پرچارک اسلام کے خلاف معاندانہ جذبات کے برانگیختہ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یکم دسمبر ۱۹۲۹ء کو آریہ سماج کے سالانہ جلسہ منعقدہ لاہور میں ایک آریہ مہاشہ نے ۵ بجے شام کے وقت "مذاہب عالم اور محبت" کے موضوع پر اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا:۔

> "دنیا میں تین قسم کے مذہب ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جن کی آسمانی کتاب محبت اور صلح کا سبق دیتی ہے اور اس کے پیرو اس پر عمل کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی آسمانی کتاب محبت اور صلح کا سبق تو دیتی ہے مگر اس کے پیرو اس پر عمل نہیں کرتے۔ تیسری قسم وہ ہے جن کی آسمانی کتاب درشتی اور لڑائی جھگڑے کا سبق دیتی ہے اور وہ اس پر دل کھول کر عمل کرتے ہیں۔ پہلی قسم میں ہندو، بدھ، جینی وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم عیسائیت اور تیسری قسم شری اسلام جی ہیں۔ اسلام کی تعلیم قتل و خونریزی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک کمینے اور بے حیا قاتل کی لاش پر دو لاکھ درندے جمع ہو کر اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ آج چاروں طرف سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ مذہب کو مٹا دو۔ دنیا میں اگر کوئی مذہب مٹانے کے قابل ہے تو وہ اسلام ہے جس نے مسلمانوں کی ذہنیت کو گندہ کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی گندہ ذہنیت کا علاج کرنے کے لئے آریہ سماج پیدا ہوئی ہے۔ اے آریو! اس ذہنیت کو کچلنے کے لئے تیار ہو جاؤ"

سبحان اللہ! کیسی اچھی آسمانی کتاب ہے۔ اور محبت اور صلح کا کیا بصارت افروز سبق ہے کہ اس مذہب کو جو تمام دنیا کے مذاہب کا احترام کرتا ہے۔ اور شری رام چندر جی اور حضرت بابا نانک جیسے برگزیدہ اشخاص کی دل سے عزت کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ محض اس بنا پر مٹانے کے قابل سمجھا جاتا ہے کہ جب "آسمانی کتاب" کے ایک طالب علم اور محبت اور صلح کے علمبردار نے "رنگیلا رسول" میں رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں نہایت نازیبا اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے تو کیوں "ایک کمینہ اور بے حیا قاتل" اپنے آقا و مولا کی بے حرمتی سے متاثر ہوا۔ اور کیوں "دو لاکھ درندے" اس "قاتل" کی لاش پر جمع ہو گئے۔ اگر آریہ سماج کی "آسمانی کتاب" میں "محبت و صلح" کا یہی سبق ہے کہ آریہ سماجی پرچارک خوب جی کھول کر نبی کریم صلعم اور آپ کی مقدس تعلیم کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کریں اور فرزندان اسلام اس کے جواب میں بالکل خاموش رہیں تو ہمیں مسلمانوں کی گندہ ذہنیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر اپنے نبی کریم صلعم کی توہین کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے۔ چونکہ وہ تمام مذاہب کا احترام کرتے ہیں اس لئے وہ قدرتی طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے متبعین بھی اسلام سے متعلق فرزندان توحید کے جذبات اور حسیات کو ملحوظ رکھیں۔

گزشتہ تیرہ صدیوں میں "محبت اور صلح" کے سابقہ علمبرداروں نے بھی مسلمانوں کی "گندہ ذہنیت" کے علاج کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہ "گندہ ذہنیت" بھی عجیب قسم کی ہے کہ اب یورپ اور افریقہ میں بھی بسرعت تمام پھیل رہی ہے۔ اگر آریہ سماجی حضرات اس ذہنیت کو کچلنے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں تو بچشم ما روشن دل ما شاد۔ ہماری طرف سے انہیں پوری اجازت ہے۔ لیکن ہم اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جب تک آریہ سماجی پرچارک ایسی "محبت اور صلح" کا مظاہرہ کرتے رہیں گے جس پر اخلاق اور روحانیت کو ماتم کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی "درندگی" اور "گندہ ذہنیت" میں ذرا فرق نہیں آئیگا۔

ایک مسلم آزار نکتہ

سوامی وید آنند ایڈیٹر "شدھی سماچار" دہلی کو عدالت سے اس جرم میں چھ ماہ قید کی سزا ہوئی تھی کہ ملزم نے "تبلیغ اسلام" کے خلاف ایک اشتعال انگیز مضمون شائع کیا تھا۔ ملزم کے وکیل نے عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی لیکن وہ خارج ہو گئی ہے۔ اس اپیل کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ رائے بہادر بدری داس وکیل ملزم نے یہ نکتہ اٹھایا کہ "ان کے موکل پر دفعہ ۱۵۳ (الف) عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ شدھی سماچار کے دس ہزار خریداروں میں ایک بھی مسلمان نہیں کیونکہ اخبار مذکور ہندی میں شائع ہوتا ہے۔ یہ دفعہ اگر عائد ہو سکتی ہے تو اس نومسلم پر جس نے اس مضمون کو اردو میں شائع کرکے مسلمانوں کو بھڑکایا"۔ اس پر معاصر پرکاش یکم دسمبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

"سوال بے شک ضروری ہے اور اگر ہائیکورٹ کی بنچ اس کا فیصلہ کر دے تو اچھا ہے کیونکہ اس وقت تک جن بھی ہندوؤں کو گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۱۵۳ (الف) گرفتار کیا ہے ان کے مضامین کو اشاعت دینے والے زیادہ تر مسلمان تھے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ آریہ سماجی اخبارات اگر ہندی زبان میں نبی کریم صلعم یا اسلام کے خلاف غلط بیانی یا افترا پردازی سے ہندو پبلک کے جذبات کو برانگیختہ کرتے رہیں تو انہیں حق بجانب قرار دیا جائے اور ان سے کسی قسم کی بازپرس نہ کی جائے اور اگر کوئی مسلمان ان مضامین کو شائع کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو تو اس کے ناگوار نتائج کی ذمہ داری اسی پر عائد کرنی چاہئے کہ کیوں اس نے اپنے ہم مذہبوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا جس سے آریہ سماجی مطلوبہ نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ گویا اسلام کے خلاف کسی فتنہ کی بنیاد قائم کرنا اور ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا کرنا ہندو مذہب کے پرچار کی ایک جائز اور مستحسن صورت ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ "آریہ مذہب سارے سنسار کے لئے ہے"۔ اگر سارے سنسار میں مسلمان شامل ہیں تو پھر جو کچھ کہا جائے علی الاعلان کہا جائے اور ایسی زبان میں کہا جائے جسے مسلمان بھی سمجھ سکیں۔ ایک طرف تو یہ اخفا مقصود ہے کہ جو کچھ لکھا جائے اس کا مسلمانوں کو علم نہ ہو تاکہ وہ مشتعل نہ ہو جائیں۔ اور دوسری طرف آریہ مذہب کی عالمگیری کے نصب العین کو دل میں جگہ دی جاتی ہے۔ مہاشہ کرشن اگر منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں تو انہیں صرف ایک راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

شکریہ

ہم پیغام صلح کے ان خریداروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اخبار کی بقایا رقم کے ادا کرنے پر توجہ فرمائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ بقیہ اصحاب بھی اس معاملہ پر توجہ مبذول فرمائیں گے۔ پیغام صلح کسی ایک فرد واحد کی ملکیت نہیں۔ بلکہ برادران جماعت کی مشترکہ جائداد ہے۔ پیغام صلح کی مشعل صرف اسی صورت میں فروزاں رہ سکتا ہے۔ اگر تمام بھائی اپنے فرض کا خیال رکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷، ۷ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ نمبر ۶۷

راولپنڈی کا شاندار مناظرہ

مولوی عصمت اللہ صاحب کی باطل شکن سوالات

مولویوں کا اسلام اور حضرت مسیح موعود کے عقائد و تعلیمات

راولپنڈی کے اس مناظرہ کی روئداد جو ۲۹ ستمبر کو میاں محمد اسمٰعیل خاں صاحب کی کوٹھی پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب کے مابین ہوا مختصراً گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مولوی عصمت اللہ صاحب کو اس مناظرہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر نمایاں کامیابی ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے خلاف بحثیں کرتے ہوئے آج پچیس تیس سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے۔ اور نیز اس بات پر بڑا ناز ہے کہ جماعت احمدیہ کے عقائد و تعلیمات اور کتب سلسلہ سے جو واقفیت انہیں حاصل ہے۔ وہ کسی احمدی کو بھی حاصل نہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کی آج تک کی تحریرات بالعموم اور راولپنڈی کے مناظرہ سے بالخصوص یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مخالفت کی بنا کسی ٹھوس بات پر نہیں بلکہ صرف ان اجتہادات اور پیشگوئیوں کو لیکر جو متشابہات سے تعلق رکھتے ہیں وہ محض تمسخر و استہزا کرنا جانتے ہیں۔ راولپنڈی کے مناظرہ میں بھی یہی کیفیت دیکھنے میں آئی۔ باوجودیکہ پہلے سے عقائد و تعلیمات حضرت مرزا صاحب کا مضمون طے ہو چکا تھا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے یہ مشکل امر تھا کہ وہ اس طرف توجہ کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے عقائد اور آپ کی تعلیمات پبلک کو آپ سے متنفر کرنے کے بجائے آپ کی طرف جھکانے کا موجب ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس طے شدہ مضمون کی طرف عمداً توجہ نہ کی۔ اور اپنی پرانی عادت کے مطابق ایک ایسے اجتہادی امر کو لے بیٹھے۔ جس میں ہر بڑے سے بڑے مجتہد کے لئے غلطی اور ثواب کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ دانیال نبی کی پیشگوئی کو نہ حضرت مرزا صاحب کے عقائد سے تعلق ہے نہ آپ کی تعلیمات سے اگر آپ نے بالفرض یہ لکھا بھی ہو کہ اس پیشگوئی میں مسیح موعود کا سنہ وفات ۱۳۳۵ھ بتایا گیا ہے تو بھی یہ محض آپ کا ایک اجتہاد ہے۔ جس میں غلطی کا ہو جانا آپ کے دعوے کی تکذیب کا موجب نہیں۔ لیکن ہم اس سے قبل متعدد بار یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے دانیال نبی کی پیشگوئی سے مسیح موعود کے آنے کا زمانہ مراد لیا ہے جو ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۳۵ھ تک ہے۔ آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ دانیال نبی کی پیشگوئی کے مطابق ۱۳۳۵ھ مسیح موعود کا سن وفات ہے۔ اس صاف اور صریح بات کو افسوس ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب الفاظ کے ہیر پھیر میں لاکر غلط ثابت کرنا چاہتے۔ اور پبلک کو خواہ مخواہ مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ غور کریں۔ تو اس سے کوئی فائدہ انہیں نہیں پہنچ سکتا۔ اور جیسا کہ مولانا عصمت اللہ صاحب نے انہیں بتایا اسے زیادہ سے زیادہ حضرت مرزا صاحب کا ایک اجتہاد قرار دیا جائیگا جس میں غلطی ہو جانا آپ کے دعوے کے لئے مضر نہیں۔

اس کے بالمقابل مولانا عصمت اللہ نے خود مولوی ثناء اللہ صاحب کے عقائد و تعلیمات پر جو روشنی ڈالی وہ اس قابل ہے کہ ہر سنجیدہ و فہمیدہ انسان اس پر غور کرے کہ وہ کہاں تک اسلام کے مطابق اور اس کے لئے باعث تقویت ہو

مولوی ثناء اللہ صاحب یوں تو آئے دن حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ مشہور کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو برا بھلا کہا ہے حالانکہ آپ نے صفائی کے ساتھ یہ بتا دیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آپ خدا کا سچا اور معصوم نبی سمجھتے ہیں۔ اور جن سخت کلمات کا استعمال آپ نے کیا ہے اس کا خطاب عیسائیوں کے اس یسوع کی طرف ہے جس کی طرف خدائی کا دعوےٰ منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو کیا کہا جائیگا کہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفسیر ثنائی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے اولوالعزم انبیاء پر جن کی راستبازی کی قرآن کریم نے شہادت دی ہے ایسے ایسے گندے اور قبیح الزام لگائے ہیں کہ ایک ادنےٰ حیثیت کا آدمی بھی ان کو گوارا نہیں کر سکتا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کی موقع شناسی کے ہم معترف ہیں کہ انہوں نے تفسیر ثنائی سے یہ تمام باتیں نکال کر پبلک کے سامنے رکھ دیں۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم کی اس شہادت کے ہوتے ہوئے کہ کان صدیقا نبیا ان پر تین جھوٹ بولنے کا الزام لگانا کہاں تک صحیح ہے۔ اور یہ عقیدہ ایک مسلمان کے لئے کہاں تک سزاوار تحسین ہے۔ ایسا ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ لکھنا کہ انہوں نے ہی اپنے بھائی بن یمین کی بوری میں پیالہ رکھا اور خود ہی مخبری کر کے اسے پکڑوا دیا۔ یہ کہاں تک قابل قدر ہے۔ کیا ایک نبی کے لئے اس قسم کا طریق عمل جائز ہے؟ ایک ادنےٰ ترین حیثیت کا آدمی بھی آج اگر ایسا فعل کرے تو اسے مجرم قرار دیکر سخت ترین سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک نبی کو اس کا مرتکب قرار دے کر پھر اس کی نبوت اور راستبازی پر بھی ایمان رکھا جائے ہم حیران ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کس منہ سے بھرے مجمع میں یہ کہدیا کہ صرف و نحو انہی معنوں کے متقاضی ہیں۔ اس موقعہ پر ہم مولوی عصمت اللہ صاحب کی قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہکر مولوی ثناء اللہ صاحب کا منہ توڑ دیا کہ اس صرف و نحو کو ہم کیا کریں جو ایک نبی کی حیثیت کو ملیا میٹ کرنے اور ایسے قبیح الزامات اس پر لگانے کا موجب ہو۔ بلکہ خود ایسے معنے کر کے جو قواعد عربی کے عین مطابق ہونے کے علاوہ حضرت یوسف کی شان اور عزت کو بڑھانے کا موجب ہیں۔ پبلک کی طرف سے بجا طور پر داد حاصل کی۔

مولانا عصمت اللہ صاحب نے اور بھی متعدد اعتراضات مولوی ثناء اللہ صاحب پر کئے مثلاً لونڈیوں کو بغیر نکاح کے رکھنا آنحضرت صلعم کی وحی میں شیطانی مداخلت وغیرہ۔ لیکن ان میں سے ایک کا بھی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب نہ دے سکے۔ اور وہ کیسے دیتے جب ان کے اپنے عقائد اور تحریرات اس کی تائید کے لئے موجود ہیں۔

ہم حضرت مسیح موعود کی صداقت کا یہ ایک بہت بڑا نشان سمجھتے ہیں کہ آپ نے اسلام کے پاک اور روشن چہرہ سے ان ناپاک دھبوں کو دور کر کے اس کی حقیقت کو دنیا پر ظاہر کر دیا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے بجا فرمایا کہ یہی باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود کی عظمت اور آپ کی مجددیت کو ثابت کرتی ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے جو ہمیں اس پاک انسان کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ اور ہر صاحب بصیرت اور معقول پسند انسان کو آپ کی تائید پر آمادہ کر دیتی ہے۔ افسوس ہے کہ مولویوں کے ان گندے عقائد کو دیکھ کر آج غیر مذاہب کو اسلام پر حملہ آور ہونے کی جرأت ہوئی۔ ورنہ یہ وہ پاک مذہب ہے۔ کہ اس کا منور چہرہ دیکھتے ہی اس پر فدا ہو جانے کے لئے ہر کس و ناکس کا جی چاہتا ہے۔ مسیح موعود نے آکر اس پاک اور منور چہرہ کو دنیا پر روشن کیا۔ اور دنیا کو بتایا کہ مولویوں کا اسلام وہ اسلام نہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر دنیا کو سکھایا تھا۔

ہم مولوی عصمت اللہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس حقیقت کو دوران مناظرہ میں اظہر من الشمس کر دیا۔ اور راولپنڈی کی پبلک کو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود کے عقائد و تعلیمات اسلام کے کس قدر مطابق اور اس کے موئید ہیں۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر اس کو کس قدر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

فالحمد للہ علی ذالک ۝

معذرت

ایڈیٹر صاحب کی علالت کی وجہ سے ۱۰ اکتوبر کا پرچہ ناغہ ہو گیا۔ جس کا ہمیں از حد افسوس ہے اس کی تلافی انشاء اللہ جلد کر دی جائے گی۔ قارئین کرام دعا کریں۔ کہ خداوند کریم ایڈیٹر صاحب کو صحت عاجل عطا فرمائے۔

اسلام اور مسیحیت

مادیت اور دہریت کی جو زبردست ہوا اس وقت روئے زمین پر چل رہی ہے اور ایمان کے درختوں کو جڑوں سے ہلا رہی ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ خدا کے وجود اور اس کی عبادت داستان پارینہ کی حیثیت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور نئی روشنی کے لوگ اس قسم کی باتوں کو تہذیب و شائستگی سے بعید سمجھنے لگے ہیں۔ اسلامی دنیا بھی اس زہریلی ہوا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہی۔ خدا کا فضل ہے کہ اگر اس زہر کے لئے دنیا بھر میں تریاق کہیں سے دستیاب ہوتا ہے وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا لٹریچر ہے

چند یوم کی بات ہے لندن کے ایک دہریہ اخبار نے اس بات پر حسب عادت پھبتیاں چست کیں۔ کہ پادری صاحبان انگلستان نے بادشاہ کی صحت کے متعلق ایک خاص دن گرجا کیا جس میں ڈاکٹروں اور نرسوں کے علاوہ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جس نے بادشاہ کو شفا عطا کی۔ اس پر ہنسی اڑاتے ہوئے اخبار مذکور نے لکھا کہ جہاں تک ڈاکٹروں اور نرسوں کا سوال ہے۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ بلاشبہ بادشاہ کی شفایابی میں ان کو بہت کچھ دخل ہے۔ لیکن اس امر کی شہادت کہ آیا فی الحقیقت خدا نے بھی اس میں کوئی حصہ لیا سوائے پادری صاحبان کے لفظ کے اور کچھ نہیں۔

اس تمسخر کا جواب ہمارے معزز معاصر "لائٹ" نے اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں دیا۔ مقالہ کا عنوان تھا

"

یعنی کیا دعا کا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ اس میں مسئلہ دعا کو جس معقول اور مرغوب پیرائے میں ذہن نشین کیا گیا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسلام کا مشہور و معروف اور دیرینہ حریف پادری ڈاکٹر زویمر ایڈیٹر "مسلم ورلڈ" بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور ایڈیٹر صاحب "لائٹ" کے نام ایک شکرگزاری کا خط بدیں الفاظ امریکہ سے لکھ بھیجا۔

"میں اس فاضلانہ مقالہ افتتاحیہ کے لئے جو مسئلہ دعا پر آپ نے لکھا ہے آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ اس زمانہ میں جبکہ شکوک و دہریت کی گھٹائیں چاروں طرف چھا رہی ہیں خدا پرستی کی مدافعت میں اسلام اور یہودی مذہب اور مسیحیت دوش بدوش ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان کئی ایک ایسے گہرے مسائل ہیں جنمیں ہمیں لازماً اختلاف رہے گا۔ لیکن ایسے گہرے مسائل بھی ہیں جن میں حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد ایک ہیں"

ڈاکٹر زویمر جیسے مشہور دشمن اسلام کا یہ اعتراف کچھ کم باعث مسرت نہیں۔ ہم اپنے قابل ہمعصر کو اس پر دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ اس کے فاضلانہ مقالات آخرکار ان "گہرے مسائل" میں بھی ڈاکٹر زویمر کو اپنا ہمنوا بنانے کا موجب ہوں گے۔ جن میں" لازماً اختلاف انہیں نظر آ رہا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وزیرآباد سے یہ افسوسناک اطلاع آئی ہے کہ جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب جو ہماری جماعت کے مخلص ترین نوجوانوں میں سے تھے ایک طویل بیماری کے بعد ۲ ستمبر کو فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ڈاکٹر صاحب کو سلسلہ عالیہ سے نہایت گہری محبت تھی۔ اور ہمیشہ قومی کاموں میں نہایت دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس نوجوانی کے عالم میں آپ کو ایک ایسی بیماری لگ گئی۔ جس سے آپ کسی طرح جانبر نہ ہو سکے۔ دین کے ساتھ اپنی دلی محبت کا ثبوت آپ نے مرتے دم تک دیا۔ اور ایسی حالت میں کہ اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم چھوڑ رہے تھے۔ انجمن کے لئے پانچسو روپے وصیت کر دیئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے آپ کی وفات اور اس گرانقدر قربانی سے اطلاع پاکر ذیل کے الفاظ لکھکر بھیجے ہیں۔

نری نیکی اور اخلاص ہے کہ اس حال میں جب ان کے یتیم بچے پیچھے رہ جاتے ہیں وہ خدمت دین کے لئے وصیت کر کے جاتے ہیں۔ ایسے مخلص دوست کا پھر ایسے نوجوان کا جنازہ ہر جگہ کے احباب پڑھیں اور ان کے لئے دعا کریں۔

(محمد علی)

اس ارشاد کے مطابق گزشتہ جمعہ کو لاہور میں آپ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا ہے دیگر احباب بھی جنازہ پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں جنت نصیب کرے۔ اور پسماندگان کو صبر دے

سندھ اور اسلام

وہ ملک جہاں سے اسلام کا نور تمام ہندوستان میں پھیلا

سندھ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

(ماسٹر محمد عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی کے قلم سے)

سندھ کی حیثیت تاریخ مذہب میں

سندھ کے گرم و خشک علاقہ کو ہندوستان میں بلحاظ تاریخ مذہب وہ عزت حاصل ہے۔ جو عرب جیسے گرم خشک علاقے کو تمام ممالک میں حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے دین کامل کو عرب جیسے ریگستانی علاقہ میں پیدا کیا۔ اور اس کے انوار اکناف عالم تک پہنچایا۔ اور اس طرح اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت دیا۔ اور وہ ملک جو دنیا میں کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اسکو تمام دنیا میں ممتاز کر دکھایا وہ پتھر جس کو معماروں نے رد کر دیا۔ وہ کونے کا پتھر ہوا۔ اسی طرح افریقہ میں سوڈان کا علاقہ شمس راہ ہوا تھا۔ ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر دیا کہ اس راستے سے داعیان اسلام ہندوستان میں داخل ہو کر مخلوق خدا کو پیغام حق پہنچاتے رہیں۔ پھر جس طرح عرب میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو ایک لشکر جرار پر کامیابی دی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سندھ کے راجہ داہر پر (جس کی پشت پر بڑے بڑے راجوں کی امداد تھی) ایک سترہ سالہ نوجوان محمد بن قاسم کو جس کی معیت میں معدودے چند فوج تھی۔ نصرت عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ... دکھایا کہ ... فوج کا کثیر التعداد فوج پر کامیابی حاصل کرنا بغیر مشیت و تائید ایزدی نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کی مالی حالت

سندھ کی آبادی ۷۵ فیصدی مسلمان ہے۔ مسلمان زیادہ تر کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔ زمین کے مالک بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ اور مزارعہ کا کام کرتے ہیں۔ جو مالکوں کو محصول ادا کرتے ہیں۔ یہاں کی مسلمان آبادی بلحاظ مال و دولت دو حصوں میں منقسم ہے۔ یا تو بڑے متمول لوگ ہیں جن کی آمدنی لاکھوں روپے سالانہ ہیں۔ یا ایسے لوگ ہیں جو نان شبینہ کو محتاج ہیں۔ موخر الذکر طبقہ کی کثرت ہے۔ اول الذکر طبقہ عیاش ہے۔ اور ان کی عیاشی کی وجہ سے مسلمانوں کی ملکیت ہندوؤں کے ہاتھ میں جا رہی ہے۔ کیونکہ یہاں ایکٹ اراضی رائج نہیں۔

مسلمان امرا کا قومی و ملی احساس

مسلمانوں کے امیر طبقہ کو قومی و ملی احساس نہیں ہے۔ ان کو اپنی عیش و عشرت سے غرض ہے۔ ان کو کھانے پینے کے لئے کافی مل جاتا ہے ملازمت کی ان کو ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کا کثیر حصہ افلاس میں دبا ہوا ہے ان کو نہ تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت ہوتی ہے اور نہ حصول ملازمت و حقوق کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔

ہندوؤں کی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ ملازمت ان کو مل جاتی ہے۔ تجارت بھی ان کی چلتی ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان ہندو نانبائیوں کی دکانوں پر کھانا کھاتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ مسلمانوں کا طبقہ خواب غفلت میں ہے ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ لڑنا ان کو خواہ مخواہ بیدار کرنا ہے۔ اس لئے ہندو مسلم سوال وہاں کوئی نہیں۔

مسلمانوں کی ظاہری شکل و صورت

مسلمانوں کی ظاہری شکل و صورت پنجاب کے سکھوں سے ملتی جلتی ہے داڑھی اور سر کے بال بالکل نہیں کٹاتے۔ بڑی پگڑی ایک تھان کی اور شلوار پہنتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک سندھی کو کہا کہ تمہاری مونچھوں کے بال بہت بڑے ہیں۔ تم پانی پیتے ہو گے تو یہ بال پانی کو مکروہ کر دیتے ہوں گے۔ اس نے کہا کہ یہ قلندر کے بال ہیں جب تک یہ پانی میں نہ پڑیں تب تک پانی پاک نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس ہندو بال کٹواتے ہیں فراخ پاجامے پہنتے ہیں۔ ان کے خط و خال اور لباس ایرانیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ایرانی ٹوپی پہنتے ہیں۔

مسلمانوں کی تعلیم

مسلمان تعلیم سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ مسلمان طالب علم ہندوؤں کی نسبت زیادہ ذہین ہیں لیکن ان کی ذہانت درجہ مڈل تک چلتی ہے۔ انگریزی سکولوں میں ۹۹ فیصدی سکول ماسٹر ہندو ہیں۔ جو ہندو طالب علموں کو ہمت دلاتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتے ہیں لیکن مسلمان طالب علموں کو ہمت دلانے والا کوئی نہیں۔ تمام سندھ میں مسلمانوں کے دو ہی سکول ہیں جو مسلمانوں سے بہت حد تک جہالت و تاریکی دور کرنے کا موجب ہیں۔ ایک مدرسۃ الاسلام کراچی ہے۔ جس کی بڑی وسیع عمارت ہے اور بورڈنگ ہاؤس بھی ہے۔ سٹاف عمدہ ہے۔ تعداد کافی ہے۔ دوسرا سکول لاڑکانہ میں ہے۔ جو دوسرے درجہ پر ہے۔

مسلمانوں کی جہالت سے ہندوؤں نے حصول ملازمت میں بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ تمام دفاتر ہندوؤں سے بھرپور ہیں۔ اعلیٰ سے ادنیٰ تک افسر ہندو ہیں۔

مذہبی حالت اور مسلمان مقتدا

مذہب برائے نام ہے۔ توہم پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ ہر گاؤں میں تکیے بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک تکیہ کے سامنے سو ڈیڑھ سو فٹ لمبا بانس پر ایک سیاہ جھنڈا ہوتا ہے جو رسیوں سے تھاما ہوا ہوتا ہے۔ یہ تکیے امام حسینؓ سے منسوب ہوتے ہیں۔ اور یہاں سینکڑوں آدمی بھنگ چرس پی کر یا علی مدد کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ ضلع لاڑکانہ میں ایک قصبہ رتہ ڈیرہ ہے وہاں چند پیر رہتے ہیں۔ وہ صبح سویرے بازار کے چوک میں چارپائیاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور با اخلاص مرید اور مریدنیاں نیچے بیٹھتی ہیں۔ نقودیات کو دیئے جاتے ہیں۔ تعویذ تو ہر جگہ پیر دیا ہی کرتے ہیں لیکن یہاں عجیب بات جو دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے پاس گاہک نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ گاہکوں کو جو ابھی بیچارے دور ہی ہوتے ہیں دکانداروں کی طرح اپنی طرف بلاتے ہیں۔

پنجابی گداگر

سندھ میں پنجاب و ہندوستان کے ملا بصورت واعظین کافی تعداد میں پھرتے ہیں۔ جو رؤسا کے پاس جاتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات جتلا کر ان سے کچھ حاصل کرتے ہیں۔ ایک فیاض رئیس واحد بخش خان رتہ ڈیرہ میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر معلوم ہوا کہ سینکڑوں ملاں لوگ سندھ کے رئیسوں کے پاس جا کر جھوٹے رسالے بنا کر گداگری کرتے ہیں۔

ضرورت تبلیغ

سندھی مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی حالات مختصر طور پر ناظرین پیغام صلح ملاحظہ فرما چکے۔ مسلمانوں کی اس جہالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے آریہ سماج سر توڑ کوشش کر رہی ہے۔ گاؤں گاؤں ان کی سماجیں ہیں۔ ہندوستان و پنجاب کے پرچارک وہاں جا کر اسلام کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ مرتد شدہ مسلمانوں کے ذریعہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان حالت جمود میں ہیں۔ تمام سندھ میں صرف تین انجمنیں ہیں۔ انجمن نصرت اسلام حیدرآباد سندھ جو کسی قدر تبلیغ کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ کر رہی ہے۔ گزشتہ دنوں انہوں نے مناظرہ آریہ سماج کے لئے ہمارے دو مبلغ بلوائے تھے۔ اس کے بعد انجمن تبلیغ الاسلام سکھر میں ہے جس نے تبلیغ کی غرض سے ایک ہفتہ وار اخبار دعوت اسلام ابھی جاری کیا ہے۔ لیکن اس کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور انجمن کی مالی حالت کمزور ہے اس کے علاوہ ایک اور انجمن شکارپور میں ہے۔ جسکے سکرٹری مولوی عبدالکریم چشتی بڑے اخلاص سے کام کرنے والے ہیں۔ اور ان کے پاس مبلغ بھی رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ سکھر میں ہمارے قادیانی دوستوں کا بھی مشن ہے۔ جسکے مبلغ مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل ہیں۔ لیکن ان کا طرز تبلیغ ایسا نرالا ہے کہ وہ پبلک میں ہر دلعزیز نہ ہو سکے اور آج تک کوئی ایسا اسلامی کام نہیں کر سکے۔ جسکے ذریعہ وہ مسلمانوں کی کشش کا موجب ہو سکیں۔

جماعت سے اپیل

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری جماعت لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کا کام اپنے ہاتھ میں لے۔ اس علاقہ میں لٹریچر کی بہت کمی ہے سیرت خیر البشر و دیگر کتب کا سندھی میں ترجمہ کرا کر مفت یا برائے نام قیمت پر تقسیم کرے۔ کیا ہماری جماعت اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے گی کیا ایسے باہمت نوجوان اٹھیں گے جو اپنے دور افتادہ بھائیوں کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے ... کرنے کے لئے ... [illegible]

طبقہ نسواں

احمدیہ انجمن خواتین کے کامیاب جلسے

حویلی میاں خاں میں جلسہ

مارچ میں ہماری انجمن خواتین کے دو نہایت کامیاب جلسے ہوئے۔ پہلا بھاٹی دروازہ میں جس کی کارروائی درج ہو چکی ہے۔ دوسرا جلسہ اسلامیہ گرلز سکول موچی دروازہ میں ۲۸ مارچ کو منعقد ہوا۔ حاضرات کی تعداد کافی تھی۔ اور نہایت مفید تقریریں ہوئیں۔ کلام مجید کی تفسیر اور احادیث شریف کے درس کے بعد اصلاح رسوم اور اشاعت اسلام کی ضرورت پر مضمون پڑھے گئے خصوصاً محترمہ والدہ محمد اقبال کی پنجابی تقریر کو سب بہنوں نے بہت شوق اور دلچسپی سے سنا۔ بعد اختتام جلسہ کئی بہنوں نے دستکاری کے لئے نام لکھوائے۔ ہم اپنی مخلص بہنوں دختران مولوی [illegible] خدا بخش مرحوم حویلی میاں خاں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے نہایت کوشش و سرگرمی سے اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

احمدیہ مسجد میں جلسہ

۱۲ اپریل کو احمدیہ مسجد کی گیلری میں جلسہ ہوا۔ احمدی بہنوں کے علاوہ بہت سی دیگر بہنیں بھی تشریف فرما تھیں۔ حسب معمول ایک رکوع کلام مجید کا با ترجمہ و تفسیر پڑھا گیا۔ اور اس کے بعد احادیث شریف سنائی گئیں۔ پھر محترمہ والدہ محمد اقبال نے نعت پڑھی اور عزیزہ حمیدہ بیگم نے ذات مسیح پر نہایت دلچسپ اور مفید مضمون پڑھا۔

رسالہ کی تحریک

اس کے بعد اہلیہ ظہور احمد صاحب اور خاکسار نے مختلف موضوع پر مضمون پڑھے۔ اور محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور زبیدہ بیگم صاحبہ نے مجوزہ زنانہ رسالہ کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے تقریریں کیں۔ اور سب بہنوں سے اپیل کی کہ وہ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں کوشش کر کے خریدار بنائیں۔ تاکہ جلد یہ رسالہ شائع ہو سکے۔ اس پر کئی بہنوں نے اعانت کے طور پر رسالہ کے لئے رقمیں عطا کیں جن کی مجموعی تعداد ۱۰۵ روپے ہے۔

دستکاری فنڈ

پھر خاکسار نے رسالہ اور دستکاری فنڈ دونوں کے لئے تحریک کرتے ہوئے تقریر کی۔ اور سب بہنوں کی خدمت میں عرض کی کہ ان میں سے اکثر بہنیں مختلف پہاڑوں پر تشریف لے جائیں گی۔ تو ان کو چاہئے کہ وہاں جا کر بھی ان کو نہ بھولیں۔ اور اپنی سعی و کوشش جاری رکھیں۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

رسالہ کے متعلق

عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اب تک بیرونی مقامات سے بہت کم توجہ ہوئی ہے۔ ہمارے مکرم بھائی مصباح الدین احمد صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر جھجھ نہایت شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ اس وقت تک دس بارہ خریدار مہیا کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے اور دیگر بہنوں اور بھائیوں کو بھی اس نمونہ کی تقلید کی توفیق دے۔ آمین۔

(ام احمد۔ سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور)

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بسلسلہ اشاعت ۱۲ مئی)

افسانہ طرازی

دوسرا واقعہ جو سٹرگیش نے بیان کیا ہے وہ ابوافاک کے قتل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک بوڑھا یہودی مرتد تھا اور اس کا جرم بھی وہی بیان کیا جاتا ہے جو اسما کا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسما کے قتل کی طرح اس کہانی کو بھی ایک بے بنیاد افسانہ طرازی قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں۔

بوڑھوں کے قتل کی ممانعت

اس بارہ میں جو دلیل میرے پاس ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے قتل کے خلاف جو ہدایت آنحضرت صلعم نے دی اس میں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بخاری میں جو روایت آنحضرت صلعم سے بیان کی گئی ہے اس میں عورتوں اور بچوں ہی کا ذکر ہے۔ بوڑھوں کا ذکر نہیں لیکن ابوداؤد باب دعاء المشرکین میں انس بن مالک سے ایک روایت ہے جس میں آنحضرت صلعم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے۔ کہ کسی بوڑھے آدمی کو نہ مارو۔ نہ ہی کسی بچہ یا چھوٹی عمر کے آدمی یا کسی عورت کو قتل کرو۔" آنحضرت صلعم کا صاف طور پر بوڑھے آدمیوں کو قتل کرنے سے منع کرنا ان ہدایات سے بھی ثابت ہے۔ جو آپ کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابوسفیان کو شام میں ایک فوج کی کمان پر بھیجتے ہوئے دیں۔ ان ہدایات میں آپ نے صاف طور پر یہ حکم دیا ہے کہ" نہ تو بچوں کو قتل کرو اور نہ عورتوں اور نہ بوڑھے آدمیوں کو۔" (فتح القدیر جلد ۵۔ صفحہ ۲۰۲) یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کے کسی ارشاد کے بغیر ایسی ہدایت نہ دے سکتے تھے۔

بوڑھے یہودی کا قتل افسانہ طرازی ہے

اس لئے یہ کہنا خلاف حق نہیں کہ بوڑھے آدمیوں کے قتل کے خلاف آنحضرت صلعم کی ویسی ہی ہدایت موجود تھی جیسی کہ عورتوں کے قتل کی مخالفت میں۔ اور یہ ایک بالکل ناممکن بات ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایسی کھلی ہدایات دینے کے باوجود ایک بوڑھے یہودی مرتد جیسا کہ ابوافاک کے متعلق بیان کیا جاتا ہے قتل کا حکم دیں۔ اور وہ بھی صرف اس جرم کی بنا پر کہ اس نے چند تکلیف دہ اشعار آپ کے متعلق لکھے۔

فقہ حنفی کا فتوے

فی الحقیقت جیسا کہ ہدایہ میں صاف طور پر لکھا ہے کسی شخص کو جو قاتل نہیں کسی بنا پر بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس ایک وجہ کے کہ وہ محاربین میں شامل ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-

> مسلمانوں کے لئے واجب نہیں کہ وہ کسی عورت یا بچہ یا بوڑھے آدمی کو قتل کریں۔ نہ ہی اس شخص کا قتل کرنا واجب ہے جو جنگ میں حصہ نہ لے۔ اور نہ ہی نابینا کا قتل جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز کسی انسان کو جان سے مارنا مشروع اور جائز ٹھہراتا ہے۔ وہ صرف اس کا محارب ہونا ہے۔ اور یہ مذکورہ بالا اشخاص میں نظر نہیں آتا (ہدایہ باب کیفیۃ القتال)

یہ نتیجہ حنفی الحقیقت فقہ حنفی کا ایک بنیادی اصول ہے دراصل حضرت نبی کریم صلعم کے کھلے ارشاد پر مبنی ہے۔ ابوداؤد نے ابن ربیع کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ " ایک جنگ میں ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک مقام پر لوگ جمع ہیں۔ آپ نے ایک آدمی اس غرض سے بھیجا کہ وہ تحقیقات کرے کہ لوگ وہاں کیوں جمع ہیں۔ واپس آکر اس شخص نے بیان کیا کہ ایک عورت ماری گئی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ" وہ لڑتی نہ تھی"۔ راوی کا بیان ہے کہ خالد اس وقت سپاہ کی کمان پر تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے خالد کی طرف آدمی بھیجا اور انہیں کہلا بھیجا کہ وہ نہ تو کسی عورت کو قتل کریں اور نہ ایسے شخص کو جو معاوضہ پر کام کر رہا ہو۔ (باب قتل النساء) ان الفاظ میں کہ" وہ لڑتی نہ تھی" آنحضرت صلعم نے اس بات کو صاف کر دیا کہ دوران جنگ میں بھی صرف انہی اشخاص کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ جو فی الحقیقت لڑائی میں حصہ لیں۔ آپ نے اس سے نہ صرف عورتوں کو بلکہ معاوضہ پر کام کرنے والوں کو بھی مستثنے قرار دیا۔ کیونکہ وہ دوسرے کاموں کے لئے معاوضہ پر رکھے جاتے ہیں۔ اور اصل لڑائی میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی بنا پر فقہ حنفی میں عورتوں۔ بچوں اور بوڑھے آدمیوں کے ساتھ تمام ان لوگوں کو بھی مستثنے قرار دیا گیا ہے۔ جو لڑائی میں حصہ نہیں لے سکتے

غیر محارب کے قتل کی روایات صحیح نہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے احکام کے مطابق کسی شخص کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ لڑائی میں حصہ نہ لے۔ اور ہر ایسی روایت جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ فلاں شخص محارب نہ ہونے کے باوجود قتل کر دیا گیا۔ یا تو غیر صحیح ہے یا ناقص۔ خواہ وہ معتبر کتب احادیث میں ہی کیوں نہ پائی جاتی ہو اور جہاں تک سیرت کی کتابوں کا تعلق ہے۔ ان پر تو اس بارہ میں قطعاً کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ابن سنینہ کا قتل

ایسا ہی ابن سنینہ کا واقعہ غلط ہونے کی وجہ سے رد کر دینے کے قابل ہے یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ قتل آنحضرت صلعم کے کسی ایسے حکم کا نتیجہ تھا جس میں یہود کو عام طور پر قتل کر دینے کی ہدایت کی گئی تھی۔ صرف یہی ایک بات اس روایت کو ناقابل اعتماد قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ نہ صرف ایسا حکم ہی قرآن کریم کے کھلے ارشادات کے صریحاً خلاف ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسا حکم دیا جاتا تو اس کا نتیجہ صرف ایک ہی یہودی کے قتل کی صورت میں پیدا نہ ہوتا۔

قرآن کریم کی ہدایت

میں یہاں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کا کھلا ارشاد کہ دوران جنگ میں بھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ جو لڑائی میں حصہ نہ لیتا ہو اگرچہ وہ ایک جنگ کرنے والی فوج کے ساتھ ہو خود قرآن کریم پر مبنی ہے۔ کیونکہ جس وقت تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ تو وہ ایسے صاف اور کھلے الفاظ میں دی گئی۔ کہ مقابلہ کرنے والوں کے سوا اور کسی سے لڑائی نہ کی جائے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور اللہ کے رستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اس حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا (البقرہ : ۱۹۰) ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔ ان لوگوں کو (تلوار اٹھانے کی) اجازت دی جاتی ہے جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا۔ (الحج : ۳۹)

صرف دو صورتوں میں قتل جائز ہے

ان ارشادات خداوندی ہی کی تعمیل میں آنحضرت صلعم نے یہ حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں اور بوڑھے آدمیوں کو دوران جنگ میں بھی قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ جنگ کرنے والے نہیں۔ اس لئے کوئی غیر محارب ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ جرم قتل کا مرتکب ہو۔ جسکے متعلق قرآن کریم نے کھلی ہدایت دی ہے کہ کتب علیکم القصاص فی القتلے۔ قتل کے بارہ میں تم پر قصاص واجب ہے۔ (البقرہ ۱۷۸) پس قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی احادیث دونوں میں ایک واضح قانون کی صورت میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ کسی شخص کی جان صرف دو ہی صورتوں میں لی جا سکتی ہے۔ یا تو وہ قاتل ہو یا محارب۔ اور صرف انہی دونوں صورتوں کے تحت میں وہ تمام واقعات آجاتے ہیں جن میں آنحضرت صلعم نے کسی شخص کو جان سے مارنے کا حکم دیا۔

(باقی دارد)

پنڈت بھکشو اور پادری پال

عربی دانی کا عجیب وغریب مظاہرہ

(مولانا عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے پنڈت دھرم بھکشو کے چند غلط سلط اور بے معنی عربی فقروں پر ظریفانہ انداز میں خورده گیری کی جس کا مقصود وہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ مہاراج جی کی عربی دانی کے مضحکہ انگیز دعوے کا پبلک میں بھانڈا پھوڑ دیا جائے۔ ایڈیٹر صاحب موصوف نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے دھرم بھکشو جی کے مضحکہ انگیز فقروں کو ہوبہو نقل کر دینا ہی کافی سمجھا اور انہیں نقل کر دیا۔ پادری سلطان محمد پال صاحب ان نقل کردہ فقروں میں سے ایک فقرے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اپنی اس سمجھ کی بنا پر ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی عربی دانی پر اعتراض کرتے ہیں۔ پادری صاحب ممدوح میرے دوست ہیں۔ اور مجھے ان سے ذاتی طور پر آشنائی حاصل ہے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کسی کاوش کی بنا پر اعتراض کر دیا ہے۔ بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہے ان کے خیال میں پنڈت دھرم بھکشو کی کتاب " قرآن جولاہور میں نازل ہوئی " عربی زبان اور عربی حروف میں لکھی گئی ہے۔ اور عربی املا میں انا اور اَنّا کی کتابی صورت اگر تشدید کا استعمال نہ کیا جائے تو ایک سی ہوتی ہے۔ اور انسان قرائن سے پتہ لگا سکتا ہے کہ انا بالتشدید ہے۔ یا انا واحد متکلم۔ ایسی صورت میں اگر کوئی انا واحد متکلم کو باوجود کسی واحد متکلم فعل کا فاعل ہونے کے انا جمع متکلم پڑھ لے تو ضرور کہا جا سکے گا کہ ایسا پڑھنے اور لکھنے والا عربیت سے ناواقف ہے۔ لیکن اگر عربی عبارت ہندی حروف میں لکھی جائے اور انا واحد متکلم کو انا جمع متکلم لکھ دیا جائے تو وہ کسی صورت میں انا واحد متکلم نہیں پڑھا جا سکتا۔ انا جمع متکلم ہی پڑھا جائے گا۔ کیونکہ ہندی میں اعراب اور اظہار تشدید۔ حروف سے کیا جاتا ہے۔ حرکات سے نہیں۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے پنڈت دھرم بھکشو کی کتاب میں انا واحد متکلم کو انا جمع متکلم لکھا دیکھا اور اعتراض کر دیا۔ مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کا اعتراض بالکل حق بجانب ہے۔ اور اس سے بآسانی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دھرم بھکشو عربی سے قطعاً ناآشنا ہے۔ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ خلقت بصیغہ واحد متکلم کی ضمیر منفصل مرفوع انا بصیغہ جمع متکلم نہیں ہو سکتی بلکہ انا بصیغہ واحد متکلم ہوگی۔ مگر چونکہ اس نے انا کو تشدید کے ساتھ لکھ دیا ہے اس لئے عبارت غلط اور بے معنی ہو گئی ہے۔ اور اسی بے معنی پن پر مولوی دوست محمد صاحب معترض ہیں۔

میں پادری صاحب کی توجہ پنڈت دھرم بھکشو کی مذکورہ کتاب کے صلا کی طرف دلاتا ہوں۔ اس میں اَنّا خلقت الانسان کو اَنّا (ہندی) خلقت الانسان ہی لکھا ہے۔ پادری صاحب اصل کتاب کو ملاحظہ کرنے کے بعد اپنے بیان کی تصحیح فرما دیں تاکہ پبلک کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔

(بقیہ صفحہ اول)

اور ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ فریق مخالف کے کسی ذمہ دار شخص کی رشتہ دار ہیں ان اخبارات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ خواتین جن پر وہ طرح طرح کی تہمتیں تراش رہے ہیں۔ ان کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہیں تو پھر اس قوم کی اخلاقی موت کا اعلان کیوں نہ کر دیا جائے۔ جسکے اخبارات اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کو تحریر کے ذریعہ سر بازار رسوا کر رہے ہیں۔

اظہار بیزاری کی ضرورت

حالات قوم کے سامنے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں زندگی کی کوئی رمق اور غیرت کی کوئی تڑپ باقی ہے۔ تو انہیں صاف طور پر ان اخبارات کے طرز عمل سے اظہار بیزاری کر دینا چاہیئے۔ اور اس وقت تک کرتے رہنا چاہیئے۔ جب تک یہ راہ راست پر نہ آجائیں۔ ان کی باہمی چپقلش اور باعث ننگ تحریروں کی وجہ سے ساری قوم حتی کہ ہمارا پاک مذہب بھی بدنام ہو رہا ہے۔ ذمہ دار اور با اثر اصحاب کا فرض ہے کہ وہ " ڈوڈی اور آکا باکا " کی قماش کے اخبارات کو بند کرائیں اور " زمیندار " " سیاست " اور " انقلاب " میں مصالحت کی کوشش کریں اور انہیں ایک دوسرے کی مخالفت ترک کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اس کے باوجود باز نہ آئیں تو ان کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان کا پھیلایا

نماز اور اُس کے ارکان

کیا عبادت اسلامی میں تجدید ہیئت کی ضرورت ہے

جدید مغربی خیالات پر خواجہ کمال الدین صاحب کا بصیرت افروز تبصرہ

قرآن کی تفسیر نبی کریمؐ کے عمل سے

قرآن کے معنے کرتے وقت ہم صرف لغت عرب ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نبی کریم کی زندگی بھی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی حیات نے ہر آیت کی تفسیر کر دی ہے۔ اور اس حقیقت کی طرف قرآن شریف نے خود اشارہ کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلعم صرف پیغامبر ہی نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے عمل سے اس پیغام کی شرح بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً ہم نماز کی ایک ہیئت مخصوصہ کو لیتے ہیں۔ یعنی "قعدہ" جس کے معنے بیٹھنے کے ہیں اب اس "قعدہ" کی تفسیر نبی کریمؐ کے فعل کو دیکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے آپ نے نمازوں میں بیٹھ کر ہمیں بتایا کہ کس مخصوص طریقہ پر بیٹھنا چاہیئے۔

انسان مختلف طریقوں سے بیٹھ سکتا ہے اور عبادت میں بیٹھنے کے مختلف طریقے نبی کریم صلعم کے علم سے باہر نہ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ عیسائی گھٹنوں کے بل جھکتے ہیں۔ اور مجوسی پالتی مار کر بیٹھتے ہیں۔ لہذا آپ نے قرآنی منشاء کو اپنے مخصوص انداز میں بیٹھ کر ہمارے لئے واضح فرما دیا۔ اس لفظ کے لغوی معنے بیٹھنا ہے۔ لیکن لغت کے ساتھ نبی کریم صلعم کا اسوہ ملانے سے قعدہ کے حقیقی معنی ہمارے لئے متحقق ہو گئے۔

تبدیل مذہب میں تخریب اور تعمیر

بیشک ہماری نماز کے بعض ارکان نومسلموں کو عجیب سے معلوم ہوتے ہوں گے۔ بعض کو شاید تکلیف دہ بھی معلوم ہوں۔ لیکن مذہب کی تبدیلی میں تھوڑی بہت تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ تبدیلی مذہب کے معنی میں تخریب اور تعمیر دونوں داخل ہیں یعنی بعض باتیں ترک کرنی پڑتی ہیں۔ اور بعض نئی باتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ تبدیلی مذہب سے انسان کے اندر ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ اور شدید ذہنی مناقشہ۔ لیکن جب ایک شخص خلوص دل سے تبدیل مذہب کرتا ہے تو یہ مشکلات بآسانی دور ہو جاتی ہیں۔ اور نماز کے ارکان سے جو تکلیف ہو سکتی ہے وہ اس تکلیف کے سامنے محض لاشے ہے۔ جو بعض اوقات ایک شخص کو اپنے سابقہ عقاید ترک کرنے کی باعث اٹھانی پڑتی ہے۔

انگریز نومسلم اور ضوابط مذہبی

میرا خیال ہے کہ انگلستان کے لوگوں کو قبول اسلام کی وجہ کوئی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ وہ ایسے مذہب سے آتے ہیں۔ جو رسومات اور ضوابط سے بھرا ہوا ہے۔ ایک انگریز خواہ وہ دسترخوان پر بیٹھا ہو یا لباس زیب تن کر رہا ہو۔ سوسائٹی میں ہو یا اپنے گھر۔ غرضیکہ ان کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ضوابط کی پابندیاں نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کے لئے اسلام فی الحقیقت ایک نعمت الٰہی ہے۔ جو ان کو ان قیود سے نجات دے سکتا ہے۔ کیا یہ لوگ ہمارے مخصوص اوضاع عبادت پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔ جب کہ خود صبح سے شام تک سینکڑوں رسومات مخصوصہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے طریق پر اسلامی عبادت ادا کرنے میں سہولت ہو گی۔ لیکن اگر سابقہ عادات کی پابندی اسی طرح کی گئی تو تھوڑے دنوں کے بعد پھر ان مسلمانوں کو کھانے کے وقت لحم خنزیر اور اُم الخبائث کی یاد بھی ستانے لگے گی۔ فی الجملہ اسلام نے لغو رسومات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور صرف وہی باتیں برقرار رکھی ہیں جو ضروری ہیں۔

توجہ الی اللہ کے لئے مختلف ہیئتوں کی ضرورت

اس مسئلہ پر دوسرے پہلو سے بھی نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ یعنی ہماری نماز کا متصوفانہ رنگ بھی قابل لحاظ ہے۔ جب ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو روح اور جسم دونوں کو متحد کرنا پڑتا ہے اس لئے ہمیں ایسی ہیئت اختیار کرنی پڑتی ہے جس کی مدد سے ہمارا دماغ بغیر کسی رکاوٹ کے خدا کے حضور توجہ کامل دے سکے۔ اور یہ کامل توجہ ہی دراصل عبادت کا مغز ہے۔ اس معاملہ میں بہت کچھ انحصار عاد[ت]

پر ہوتا ہے۔ بعض لوگ کھڑے ہو کر اپنے خیالات کو یکسو کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ یہی بات بیٹھ کر حاصل کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ سجدہ میں۔ گویا ہر مزاج کے لئے ایک مخصوص وضع درکار ہے۔ مثلاً میں سجدہ میں بہت کچھ سکون اور دنیا سے علیحدگی محسوس کرتا ہوں۔ نفسیات کی رو سے بھی توجہ باطنی حاصل کرنے کے لئے "اسلامی قعود" ضروری ہے۔ پس جب کہ ہر انسان کی عادت مختلف ہے تو ہم کسی ایک ہیئت پر کس طرح اکتفا کر سکتے ہیں؟ مناسب ہے کہ ہماری عبادت میں وہ تمام اوضاع موجود ہوں جو یکسوئی قلب کے لئے ضروری اور معاون ہیں۔ اور اسلام نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔

مسلمان کو اعتراض کی گنجائش نہیں

اپنے دعوے کے اثبات میں اور بھی دلائل و شواہد موجود ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے صرف اسقدر کہنا ہی کافی ہوگا کہ اسلام کے معنے ہیں "گردن نہادن" یعنی خدا کے احکام کے آگے سر جھکا دینا۔ پس جب کہ قرآن شریف میں نماز کے اوضاع اس قدر صفائی سے مندرج ہیں تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کچھ بیان کرے یا سوچے۔

روسی مسلمانوں کے دلچسپ حالات

مذہب، سیاست اور اجتماعی زندگی

بشکیریا بشکیریا کی کل آبادی سوا دو ملین ہے۔ جن میں سے تین چوتھائی ملین مسلمان ہیں بشکیریا میں اسلام قازان اور بخارا سے آیا۔ یہاں کے مسلمان مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ تر چینی تتاری بشکیری لوگ آباد ہیں۔ ان کی زبان تازانی ترکی ہے۔

مساجد، مدارس اور علماء کی تعداد سولھویں صدی کے اواخر میں شہر اوفا کی تعمیر شروع ہوئی اور اس میں روس کے ایک جلیل القدر فقیہہ یاجان یاردوی نے ۱۹۳۰ء میں رحلت فرمائی یہ بزرگ روس کے ایک شہرہ آفاق علامہ تھے۔ اور روسی مسلمان آپ کو خاص عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں اوفا کی کل مساجد کی تعداد ایک ہزار تھی۔ مدارس ۶۲۲۰ اور علماء ۷۶۵۶ تھے ۱۹۲۳ء میں بمقام اوفا روسی مسلمانوں کی ایک مؤتمر منعقد ہوئی جس میں ۲۸۰ مندوبین شریک تھے۔ اس مؤتمر میں مسلمانوں کے لئے ایک دستور اساسی مرتب ہوا جس کو حکومت ماسکو نے بھی تسلیم کیا۔ اس دستور کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر تین سال کے بعد انتخاب عمل میں لایا جائے۔ اور مجلس اعلیٰ پانچ ارکان پر مشتمل ہو جن میں ایک عورت ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

قفقاز اور داغستان قفقاز اور داغستان کی مساحت ۵۱۸۰ کیلومیٹر مربع ہے۔ اور صرف داغستان میں ۷۹۹۶۳۳۸ کی آبادی ہے اور قفقاز کی آبادی ۳۰۹۰۶۱۳۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ ان دونوں مقامات میں مسلم آبادی قریب ڈیڑھ ملین ہے۔ داغستان ایک جمہوری اور مستقل حکومت ہے جس پر کسی اجنبی حکومت کا کوئی اثر و اقتدار نہیں اور اس کا دارالسلطنت "شہر وینہ" ہے جو پہلے "تمرخان شورا" کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے مشہور شہروں میں دربند اور باغستان قابل ذکر ہیں۔

قفقاز اور داغستان میں اسلام کب پھیلا قفقاز میں اسلام مشرقی جنوب سے آیا۔ یعنی دربند اور داغستان کی جانب سے اور ایک ہزار ہجری میں قبائل دوراس حضرت ابومسلم فقیہ شافعی کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ اس جلیل و عظیم شخص کی قبر اب تک خونزاق میں موجود ہے۔ جو مرجع خلائق بنی ہوئی ہے ۱۳۱ کے بعد دیتی ہیں

خبریں

— پشاور ۷ر جولائی۔ تازہ ترین اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گردیز۔ جدران جنگل۔ سایک اور سلمان خیل قبائل کے قبضہ میں ہے۔ جرنیل نادر خاں نے ملک وزیر کی قیادت میں اہل گردیز کے پاس وفد بھیجا ہے کہ ان کو جرنیل موصوف کی حمایت پر آمادہ کیا جائے۔ مگر وہ وفد ناکام واپس آیا۔ اب بچہ سقہ کے لشکر کا کوئی افسر گردیز میں نہیں ہے۔ نادر خاں اور شاہ ولی خاں ابھی تک چھاؤنی علی خیل میں ہیں۔ غوث الدین بریاب کے علاقہ میں جرنل نادر خاں کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ بچہ سقہ کے آدمیوں کے حملہ کے ڈر سے غیاث الدین نے اپنے کنبہ کو علی خیل میں بھیج دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ محمود غازی حاجیوں کے علاقہ میں بمقام قاسم خیل احمد زئی۔ جاجی اور طوطی خیل قبائل کا لشکر فراہم کر رہے ہیں۔

— اخبار اسٹیٹسمین کا نامہ نگار لندن سے لکھتا ہے کہ غازی امان اللہ جو اطالیہ کو تشریف لے جا رہے ہیں بندر سعید میں ایک ملاقات کے دوران میں فرماتے ہیں کہ میں ایک سال تک اطالیہ میں مقیم رہوں گا۔ اس کے بعد بحیثیت ایک عام شہری کے انگلستان کو چلا جاؤں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں زمینداری کا کام کروں۔

غازی موصوف نے کہا۔ کہ یہ بات غلط ہے کہ میں افغانستان سے بیشمار دولت ساتھ لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں افغانستان سے رخصت ہوا تو میری جیب میں صرف ۷ پونڈ تھے۔ میں پہننے کے کپڑے بھی وہیں چھوڑ آیا تھا۔

— پشاور ۹ جولائی۔ بچہ سقہ نے کوئی نئے نوٹ اجاری نہیں کئے بلکہ غازی امان اللہ خاں کے جاری کردہ نوٹوں پر اپنی مہر لگا دی۔ بچہ سقہ نے اعلان کیا ہے کہ ہر چہارشنبہ کو کابل سے قندھار ڈاک بھیجی جایا کرے۔

— طہران ۸ر جولائی۔ اطلاع آئی ہے کہ ہرات کے افغان تاجر تعداد کثیر میں خراسان کو بھاگ رہے ہیں۔

گورنر ہرات جو امیر عبدالرحمن کے قبضہ ہرات کے بعد مشہد کو بھاگ گیا تھا اب اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر ترکستان کو چلا گیا ہے۔

— پشاور ۸ر جولائی۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے کہ جرنیل نادر خاں کے ہیڈ کوارٹر پشاور میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بچہ سقہ نے اپنے ترکی سپہ سالار جرنیل محمود سامی کو دو ہزار سپاہیوں کا لشکر دے کر سردار ہاشم کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن سپہ سالار موصوف اپنی تمام فوج کے ساتھ سردار ہاشم خاں سے مل گئے۔ بچہ سقہ کے دو جاسوس جو سمت جنوبی میں اعلانات تقسیم کر رہے تھے۔ جرنیل نادر خاں کے آدمیوں نے ان کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وکیل التجارۃ پشاور نے جرنیل نادر خاں کو دس ہزار روپیہ بھیجا ہے۔

— بمبئی ۹ جولائی۔ سردار عنایت اللہ خاں نے رخصت ہوتے وقت تاج محل ہوٹل کے منیجر اور نائٹ منیجر کو ایک ایک خوبصورت اور منقش سگریٹ کیس بطور انعام عطا کیا۔ اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے دوران قیام میں آرائش و آسائش بہم پہنچائی۔ روانگی سے ایک ہفتہ پیشتر آپ مقامی جوہریوں کے ساتھ جواہرات فروخت کرنے کے متعلق مصروف رہے۔ آپ بڑے کاروباری ثابت ہوئے۔ دیگر جواہرات کے علاوہ ایک یاقوت کی مالا بھی فروخت کی۔

سردار عنایت اللہ خاں نے یہ نہیں بتایا کہ آپ ایران کیوں جا رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے ملک کے قریب قریب ہی رہنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اگر افغانستان سے ان کے خاندان کے کسی رکن کے نام کابل کی حکومت کے لئے دعوت آئے تو وہ فوراً افغانستان پہنچ جائیں۔

— لندن ۵ر جولائی۔ حکومت فرانس نے برطانی حکومت کے نام نوٹس بھیجا ہے کہ بحیرہ مورا سے نمک نکالنے کے متعلق جو حقوق حکومت فرانس کو حاصل ہیں ان کے تصفیہ کے لئے عدالت ہیگ میں نالش دائر کی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ حکومت برطانیہ فرانس کے حقوق تسلیم نہیں کرتی۔

— کلکتہ ۷ر جولائی۔ اجرتوں اور کام کے وقت کی زیادتی کے باعث پھر بنا گوڑ کے چار ہزار سے زیادہ کارکنوں نے گذشتہ شام سے ہڑتال کر رکھی ہے۔ صورت حالات پرامن ہے۔

— بچہ سقہ اب بھی رنگروٹ بھرتی کرنے میں مصروف ہے۔ جو لوگ اسلحہ اٹھانے کے قابل نہیں انہیں زبردستی فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ [illegible]

تنکے کا سہارا

"جواب مباہلہ" کے نام سے ایک اخبار نما ٹریکٹ چند دن ہوئے لاہور سے شائع ہوا تھا جس میں ان ناپاک الزامات کی تردید کے ساتھ جو ان کے بعض سابق مریدین نے لگا رکھے ہیں ہم پر بھی وار کئے گئے ہیں اور ایک موقعہ پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے پیغام صلح میں سے ایک نوٹ نقل کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو "زمانہ کا نبی" اور "مجدد" سمجھتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک یہ حوالہ گویا ہم پر ایک ایسی حجت ہے جس سے ہم کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے وہ اسے قرآن و حدیث کی طرح حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔ اور جہاں موقعہ پیش آتا ہے فوراً اس کو نکال کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ حوالہ ایک تنکے کے سہارے سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتا۔

پیغام صلح جولائی ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا۔ اس وقت سے لے کر آخر اکتوبر ۱۹۳۱ء تک اس کی عنان ادارت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کے ہاتھ میں رہی۔ ماسٹر صاحب موصوف جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا میاں محمود احمد صاحب کے ہم خیال تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے محولہ بالا نوٹ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے پیغام صلح میں خود بخود لکھ دیا جس کے شائع ہونے پر انہیں ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس دیدیا گیا۔ اور وہ آخر اکتوبر میں علیحدہ ہو کر قادیان تشریف لے گئے۔ اور وہیں اپنی بقیہ زندگی بسر کی۔

ان حالات میں ایک ایسی تحریر کو جو خود میاں صاحب کے ایک ہم خیال کی لکھی ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے بطور حجت پیش کرنا دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے تاہم قادیانی حضرات کو اگر انصاف و حق سے ذرا بھی غرض ہوتی تو ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے پرچہ کے ساتھ ۲ نومبر ۱۹۳۱ء کا پرچہ بھی (جب اخبار ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا) اٹھا کر پڑھتے جس میں صاف طور پر یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ اپنی ہم کلامی کا انعام ہمیشہ اس امت کے جسے خیر امت کے نام سے پکارا گیا ہے برگزیدہ لوگوں کو عطا فرماتا رہا ہے اور ایسے بہت سے برگزیدہ لوگ اس ملک ہندوستان میں بھی گزرے ہیں۔ ایسے ہی برگزیدہ حضرت مرزا غلام احمد رئیس قادیان تھے۔ جن کو نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے سر پر اپنے وعدہ کے مطابق مبعوث فرمایا بلکہ اس لئے کہ یہ زمانہ فتنہ صلیب کے غلبہ کا انتہائی زمانہ تھا ان کا نام مسیح رکھا جیسا کہ آپ خود بھی فرماتے ہیں۔

چوں مرا از پے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اور چونکہ یہ زمانہ خود امت محمدیہ پر بھی ضلالت کا انتہائی زمانہ تھا۔ اس لئے اس کا نام مہدی رکھا۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اراکین "پیغام صلح" کا ہرگز وہ عقیدہ نہ تھا جس کا ذکر ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے پیغام صلح میں ہے۔ ورنہ مسیح موعود کو زمانہ کا نبی مانتے ہوئے اولیائے امت میں شامل کرنے کے کیا معنی اور مجددیت مسیحیت اور مہدویت کا علیحدہ علیحدہ بالوضاحت ذکر کرنے کے باوجود نبوت کا نام نہ لینے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

قادیانی حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان تنکوں کے سہاروں پر ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل مراد تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور نہ ان کے وہ پرانے عقائد اس سے چھپ سکتے ہیں جو میاں صاحب کی چند روزہ "مصلحت وقت" نے بدل کر کچھ سے کچھ بنا دیئے۔ کیا "پیغام صلح" کی محولہ بالا تحریر سے میاں صاحب کا وہ عقیدہ چھپ سکتا ہے جس کا اعلان انہوں نے تشحیذ الاذہان ماہ مئی ۱۹۱۰ء میں کیا اور صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی سچے نبی کا آنا ختم نبوت کو باطل کر دیتا ہے۔ اور کہ اللہ تعالیٰ کی تیرہ سو برس کی فعلی شہادت اس بات پر گواہ ہے کہ کوئی شخص امت میں دعویٰ نبوت کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیا مولوی سرور شاہ، مفتی محمد صادق، میر محمد سعید، میر قاسم علی، شیخ یعقوب علی، مولوی غلام نبی مصری وغیرہم کی وہ تحریرات جن میں انہوں نے کھلے طور پر حضرت مسیح موعود کی نبوت سے انکار کیا اہل نظر کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی ہیں۔ کہ قادیانی حضرات کو "پیغام صلح" کی ایک فرضی تحریر کو پیش کرنے کی جرات ہوئی ہے۔ ہم ان حضرات سے صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنا اپنی ہی سلامتی سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیا وہ اس پر غور کریں گے؟

خط و کتابت

ہندو اور مسلمان اکثریتوں کا سلوک اقلیتوں کے ساتھ

فرقہ پرستی کا الزام کس پر عائد ہوتا ہے؟

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے انگریزی مضمون مندرجہ لائٹ کا ترجمہ

پیغام مصر اور ہندو اخبارات

"مصر میں اب مذہب کا کوئی اقتدار نہیں رہا۔ (مذہب) صرف مصر ہے۔ جایئے اور ہندوستانیوں سے کہہ دیجئے کہ مصر میں شامی، مسلمان، عیسائی سب آباد ہیں لیکن وہ پہلے مصری ہیں اور اس کے بعد شامی، مسلمان یا عیسائی"

یہ پیغام ہے جو مسز سروجنی نائیڈو یورپ اور امریکہ کی ایک طویل سیاحت کے بعد مصر کے ایک سر برآوردہ لیڈر کی طرف سے ہندوستان کے نام لائی ہیں۔ اس پیغام نے ہندو اخبارات کو اپنے غصہ کے اظہار کا ایک اور موقعہ دیدیا ہے جس سے خود ستائی اور حب الوطنی کی نمائشی شان پائی جاتی ہے۔ وہ مسلمانوں کو فرقہ پرستی کے الزام کی بنا پر ڈانٹ رہے ہیں۔

ہندو اور حکومت خود اختیاری

ہمارے ہندو برادران وطن کو مس کیتھرائن میو کی مشہور کتاب "مدر انڈیا" کے متعلق یہ شکایت ہے کہ اس میں ہندو قوم کی تذلیل و توہین کی گئی ہے۔ یہ ہندوستان کی اس آواز کا ایک مخالفانہ جواب ہے جو آزادی کے لئے بلند کی جاتی ہے۔ دنیا کے مہذب طبقہ کے انسانوں میں اس جائز مطالبہ سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونا چاہیئے۔ جان بل (انگریز قوم) نے ہندو قوم کی سیرت کی تصویر کو جہاں تک اس کے امکان میں ہے سیاہ دکھا کر انسانی برادری کے روشن خیال طبقہ کی محفل میں ہندو قوم کا جسمانی اور دماغی پہلو سے مذاق اڑایا گیا ہے۔ سیرت اور تربیت، مذہب اور رسوم، زاویہ نگاہ اور ذہنیت کے اعتبار سے ہندو قوم کی تصویر کو ایسے برے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ ناممکن ہے کہ کوئی مہذب انسان اس تصویر کو دیکھے اور پھر اس کے دل میں ایک ایسی ادنیٰ اور پست درجہ کی قوم کے متعلق جیسا کہ اسے ہندو نظر آتے ہیں عزت یا ہمدردی کا شائبہ تک پایا جائے حکومت خود اختیاری کے لئے بالکل نا اہل ہے۔ ہندو کے لئے اس کا یہی فیصلہ ہونا چاہیئے۔

جان بل کا ہوشیار شاگرد

ہندو بابو جان بل کا ہوشیار شاگرد ہے۔ وہ برطانوی شیر کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش میں حتی الامکان اپنے لئے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کھیل کا خود تختہ مشق ہے اسی کا مسلمان کو تختہ مشق بنانے میں سرگرم ہے۔ اس معاملہ میں وہ فی الحقیقت جان بل سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ جان بل خواہ اپنی خود غرضی میں کتنا ہی اندھا ہو جائے۔ مگر پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ معقولیت اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے۔

گندی نالیوں کا معائنہ

کون کہہ سکتا ہے کہ ہندو قوم کی سیرت کا جو مرقع مس میو نے کھینچا ہے وہ بعض واقعات پر مبنی نہیں ہے؟ مہاتما گاندھی نے اس مرقع کو "ڈرین انسپکٹر (گندی نالیوں کا معائنہ کرنے والا افسر) کی رپورٹ" قرار دیا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن گندی نالیاں پھر بھی موجود ہیں جنہوں نے رپورٹ کے لئے دلائل بہم پہنچائی ہیں۔

ہندو بابو کی ریاکاری

مگر ہندو بابو کی ریاکاری ضرب المثل ہو چکی ہے۔ اور یہ ایک ایسی قوم کی لازمی خصوصیت ہے جو صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کرتی رہی ہے۔ جان بل کی سیرت میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہندو بابو مسلمان کے خلاف اپنا کھیل شروع کرتا ہے تو وہ کھیل کے تمام قواعد و ضوابط کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے ہاتھ میں چھڑی لے لیتا ہے بشرطیکہ وہ مضبوط ہو تاکہ اس سے مسلمان کی اچھی طرح مرمت کی جائے۔ یہ کھیل جائز ہے یا ناجائز اس کی وہ مطلق پروا نہیں کرتا۔

مسلمانوں پر فرقہ پرستی کا الزام

ہندو بابو کے ہاتھ میں مسلمانوں کے خلاف فرقہ پرستی کا الزام ایک ایسا حربہ ہے جسے وہ ڈنڈا کلینر کی بلا کی طرح مسلمان کے سر پر وقت بے وقت گھمایا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک مسلمان اس قدر فرقہ پرست ہے کہ اس کے اس مرض کا کوئی علاج نہیں۔ اور اس لئے وہ جمہوری حکومت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ہندو بابو کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمان کو دنیا کی انسانی برادری کی نظروں میں پست اور ناقابل ثابت کیا جائے۔

چت بھی میرا اور پٹ بھی میرا

مسلمان ملک کے نظم و نسق میں اپنی آبادی کی نسبت سے جائز حصہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا یہ مطالبہ فرقہ پرستی ہے؟ دنیا کے ہر مہذب ملک میں اقلیت کے حقوق کی خاص طور پر حفاظت کی جاتی ہے۔ یہ اصول متمدن جمہوری قوانین کا نچوڑ ہے۔ مگر ہندو بابو پالیٹکس واقع ہوا ہے۔ ایک طرف تو انگریزی قوم سے حکومت خود اختیاری کا حق حاصل کرنے کے لئے زمین اور آسمان ایک کر رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف جب وہ اپنے ہم وطن (مسلمان) کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے چہرہ کا رنگ گرگٹ کی طرح بدل جاتا ہے۔ وہ مسلمان سے پوچھتا ہے "کیا تم میں اپنا حصہ طلب کرنے کی جرات ہے؟ یہ فرقہ پرستی ہے" کیا ہندو بابو کی اس رفتار پر "چت بھی میرا پٹ بھی میرا" کی مثل صادق نہیں آتی!

دو دھاری تلوار

جو پیغام مسز نائیڈو ہندوستان کے لئے مصر سے لائی ہیں اس سے اس مہم کو اور زیادہ تقویت پہنچے گی جو ہندو بابو کی طرف سے مسلمان کے حقوق کو غصب کرنے کے لئے اختیار کی گئی ہے۔ ایک دفعہ پھر ہر ہندو کے مکان کی بالائی منزل سے یہ آواز بلند ہوگی "سنو اے مسلمانو! اب تو مصری بھی تمہیں فرقہ پرست قرار دیتے ہیں"۔ مگر یہ پیغام دو دھاری تلوار ہے جو دونوں طرف سے کاٹتی ہے۔ کیا ہندو بابو نے اس تلوار کو کسی اور نقطہ خیال سے دیکھا ہے؟

اسلامی اکثریت کا سلوک اقلیتوں سے

یہ کیا بات ہے کہ جو بات مصر میں ممکن ہو گئی ہے اس کا ہندوستان میں کوئی امکان نہیں ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ مصر کی اقلیتوں کو وہاں کی اسلامی اکثریت سے سابقہ پڑتا ہے۔ اسلامی خیرات اور حسن سلوک نے اقلیتوں کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ انسانی مساوات اسلامی تعلیم و تہذیب کا حقیقی جوہر ہے۔ دنیا کے جس حصہ میں اسلام نے اپنا علم بلند کیا اس نے تمام باشندوں کو مذہب و ملت کی تفریق یا ان امتیازی حدود کے بغیر جو انسان نے قائم کی ہیں۔ شہریت کے حقوق عطا کئے۔ اسلام کو فریب سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ وہ رواداری، خیرات اور راہ نوالغربانہ فیاضی کا حامی ہے۔ افغانستان جیسے ملک میں بھی جو اس قدر پست ہے ہندوؤں کی مٹھی بھر آبادی ہے اور اطمینان کی زندگی اسی طرح بسر کر رہی ہے جس طرح ایک قلیل جماعت کسی نہایت مہذب حکومت کے زیر سایہ اپنے حقوق سے مستفید ہوتی ہے۔

ہندو اکثریت کا سلوک مسلمان اقلیت سے

کیا ہندو مذہب یا ہندو تہذیب کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ جس پر ایسے ہنگامہ خیز اور وحشیانہ مظالم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو اس چرخ نیلی فام کے نیچے بہت مشکل سے ظہور میں آ سکتے ہیں۔

مذہب کے مقدس نام سے کروڑوں انسانوں کو غلامی کے ذلیل ترین درجہ تک گرا دیا گیا ہے۔ غلامی شاید اظہار حقیقت کے لئے ایک ہلکا لفظ ہے۔ غلام پھر بھی انسان کا ہم جنس ہے۔ ہندو مذہب میں نیچی ذات کا آدمی کتے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ تم ایک کتے کو چھو سکتے ہو لیکن ایک نیچی ذات کے غریب آدمی سے چھونا تو در کنار تم اس کے سائے تک سے پرہیز کرتے ہو۔ انسانیت کے معیار میں مسلمان اچھوت سے بھی زیادہ ادنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی کوئی ذات نہیں۔ جس قوم کی ذہنیت اس قدر خطرناک واقع ہوئی ہو وہ اگر مسلم اقلیت کا اعتماد حاصل کرنے میں قاصر رہی تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

میری بیماری اور اس کا علاج

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا پیغام احباب احمدیہ کے نام

گاہ من مژدہ شوم گاہ حیات تو پیام
شکر شیرت ہمہ خویشان و عزیزاں دارم!

نقل مکان اور موت کا نقشہ

یہ شعر نیم غشی کی حالت میں ایک دن کہا گیا اور آج تک صحیح ثابت ہو رہا ہے جس تکلیف سے پرسوں کا دن اور اس کے بعد کی رات گزری وہ بظاہر موت کا پیش خیمہ تھی۔ اور آج مجھ میں کوئی بیماری کے آثار بجز کمزوری ضرور ہے۔ وانا باکل صحت میں اس وقت ہوں۔ گزشتہ خط ۱۴ اگست کو لکھا گیا تھا۔ اس وقت نظام عصبی کے التہاب کی سخت شکایت تھی۔ آئندہ عشرہ میں یہ شکایت بھی آہستہ آہستہ رفع ہو گئی۔ لیکن یہاں کی سردی کمزوری کے باعث میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ چنانچہ میرے عزیز دوست خواجہ غلام رسول اور خواجہ محمد رمضان ٹھیکیدار ان قصر شاہی مجھے اپنے ایک نئے مکان میں لے آئے۔ یہ ۱۹ اگست کی رات تھی۔ اس رات اس قدر بارش ہوئی کہ میرے وہاں سے آنے ہی نے مجھے کسی خطرناک مرض سے بچا لیا۔ ۲۰ تاریخ کو بھی دن بھر بارش رہی۔ اور میری طبیعت غیر معمولی طور پر صحت میں تھی۔ شام کو سیلاب کے خطرہ نے میرے دوستوں کو مجبور کیا کہ مجھے کسی محفوظ جگہ میں لے جائیں۔ چنانچہ سرینگر کے ایک پہاڑی علاقہ میں ایک مکان تجویز ہوا۔ جہاں میں اسی شام کو چلا گیا۔ یہ مکان بھی ایک اپنے ہی دوست احمد بٹ صاحب کا تھا جو ۱۹۲۲ء میں میرے ذریعہ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جنہوں نے اس وقت خدمت کرنے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ انہوں نے اپنا کل کا کل مکان قریباً میرے عیال کے لئے الگ کر دیا۔ تین دن میں وہاں رہا۔ اور ۲ ستمبر کو پھر خواجہ صاحبان کے مکان میں آ گیا۔ اس نقل و حرکت نے ۳ ستمبر کی رات کو نظام عصبی میں وہ جوش پیدا کیا کہ جس نے موت کا نقشہ سامنے لا رکھا۔ کل کا دن اس تکلیف کے تاثرات میں گزرا۔ لیکن آج پھر صحت ہے۔

دعاؤں کی ضرورت

اس عصبی حملے کے آنے یا جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر حملہ کمزوری میں ایک بھاری اضافہ کر دیتا ہے۔ سو ایسا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت بھی چارپائی کو چھوڑنے کے قابل نہیں ہوا۔ البتہ بعض مبشر امور سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ شاید اس ماہ کے خاتمہ پر میری بہت سی تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ خدا کے وعدے تو برحق ہوتے ہیں لیکن ہماری غلط کاریاں بعض وقت ان وعدوں کے ظہور میں تعویق ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے میں اپنے احباب کی خدمت میں خاص طور پر عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنا ستمبر کا مہینہ میرے لئے دعاؤں میں لگا دیں۔ یہ ایک عصبی تکلیف ہے۔ اور اس کا غائب ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں۔

مسیح موعود کی بیماری

اس بیماری میں دو باتیں ہیں جو مجھے اطمینان دلاتی ہیں ایک تو یہ کہ میری اس شکایت کا رنگ ہو بہو حضرت کی شکایت کا رنگ ہے۔ وہ بھی اعصابی تکلیف کے شکار رہتے۔ اور اس کا باعث بھی ان کی دماغی مشقت تھی۔ وہ بھی حملہ مرض کے وقت کالمیت ہو جاتے تھے۔ اور شکایت کے رفع ہونے پر آناً فاناً صحیح الجسم ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حملے کے وقت مجھے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ مجھے کچھ آدمی دبائیں۔ ہاں حملے کے وقت ان کے قلب پر بھی سخت ضعف طاری ہو جاتا تھا۔ میں بھی پانچ چھ ماہ سے یہ شکایت دیکھ رہا ہوں۔ میری غرض یہ ہے کہ یہ شکایت حضرت کے حق میں مہلک ثابت نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ یہ ان کا خادم بھی اس تعلق الٰہی سے حصہ پائے۔

علوم اسلامی کا انکشاف

دوسرا اطمینان بخش امر قرآن کے متعلق وہ علوم ہیں جو گذشتہ دن میرے سر پر پیدا ہو رہے ہیں۔ بلکہ میں نے ان تین سالوں میں یہ دیکھا کہ جب کبھی مرض کی شدت ہوئی اسی ہفتہ قرآن کریم کی بحر کا کوئی عظیم الشان نکتہ مجھ پر کھلا۔ میں نے اس طرف اپنی نظم میں بالفاظ ذیل اشارہ کیا ہے۔ ؎

چوں بہ شدت مرض آمد دریغا فاش شد
آنچہ بود مرا تا بہ پیچ عنواں آمد

ان تین سالوں میں اگر گزشتہ دو ماہ ایک خاص تکلیف کا موجب ہوئے ہیں تو انہی ایام میں ایک ایسی بات مجھ پر کھلی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے منجانب اللہ ہونے یا قرآن کریم کے تمدن انسانی و علم باطن کے لئے کامل و مکمل ہدایت نامہ ہونے کے ثبوت میں ایک ناطق اور مسکت دلیل ہے۔ بلکہ جس طرح ینابیع المسیحیت لکھ کر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کتاب میں نے پہلے کیوں نہ لکھی۔ کیونکہ صلیب کا یہ کافی جواب ثابت ہوئی ہے۔ اسی طرح اس نئے انکشاف پر مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات آج سے چند سال پہلے میرے ذہن میں کیوں نہ آئی۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس موضوع پر اظہار مافی الضمیر کے لئے پچاس ساٹھ صفحے کافی ہیں۔ اب اگر بفضلہ یہ رسالہ لکھا جائے اور اسے ایک لاکھ کی تعداد میں چھپوا کر شائع کر دیا جائے تو عالم مذہب میں نہ صرف ایک نیا انکشاف ہے بلکہ اسلام کے حق میں اور دوسرے مذاہب کو داستان نسواں ثابت کرنے میں ایک قطعی امر ہوگا۔

بیماری سے علوم میں اضافہ

میں ستمبر ۱۹۲۶ء میں افریقہ سے واپس آیا۔ اور آتے ہی میں نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں کچھ نوٹ بھی لکھے۔ جو رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع بھی ہو گئے۔ میں نے جو کچھ اس وقت لکھنے کے لئے ضروری سمجھا وہ سر میں موجود تھا۔ اور کئی ہزار کاپیوں کے مفت تقسیم کرنے کے لئے روپیہ بھی موجود تھا۔ لیکن مصلحت ربی نے مجھے جونہی چارپائی پر لٹایا اس کو آج کا دن آ گیا۔ مگر اس وقت میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیماری "زیر آں گنج کرم بنہادہ اند" کی مصداق ثابت ہوئی۔ اس موضوع پر جو میرے علوم میں اس بیماری کے دنوں میں اضافہ ہوا۔ اس کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ۱۹۲۶ء میں جو کتاب لکھی جاتی وہ اس کتاب کے مقابل جو خدا کے فضل سے اب لکھوں گا ایک معمولی کوشش ہوتی۔ اس بیماری میں نہ صرف بہت سی قرآن کی باتیں حل ہو گئیں۔ بلکہ بعض دقیق مسائل نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو گئے۔

اطمینان بخش خیالات

اب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ آخر یہ علوم اور یہ انکشافات اسلام کی خدمت کے لئے مجھے دیئے گئے یا اس سے محض میرے قلب کی تنویر مراد ہے۔ اگر میں ان باتوں کو کتاب کی صورت میں لانے سے پہلے رخصت ہو جاؤں تو پھر آخرالذکر مقصد تو کوئی بڑا مقصد نہیں نظر آتا۔ مجھے یقین ہے کہ جس کے فیضان رحمت نے یہ علوم بخشے ہیں وہ بالضرور اس بات کی بھی توفیق بخشے گا کہ یہ باتیں تحریر میں آ جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نہ معلوم میرے ان خیالات کی تہہ میں کوئی حقیقت بھی ہے یا یہ خالی میرے من کے چاؤ ہیں۔ بہرحال دعا کی از بس ضرورت ہے۔ کیا مشکل ہے کہ میرا ماہ اکتوبر میں اپنے پاؤں پر چل کر لاہور پہنچوں۔

والسلام خاکسار

(خواجہ کمال الدین)

مغرب میں اسلام کی ضیاباریاں

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

اسلام پر شاندار لیکچروں کا سلسلہ

جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی قائم مقام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) معہ دیگر مبلغین و کارکنان مشن تبلیغی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ صاحب ممدوح نے گزشتہ چار ہفتوں کی تبلیغی جدوجہد کی رپورٹ ہمارے پاس اشاعت کے لئے بھیجی ہے۔ جو امید ہے کہ ناظرین اخبار کی دلچسپی کا موجب ہوگی۔

برائے نام عیسائیت

جناب امام صاحب موصوف نے جولائی کے آخری ہفتہ میں لندن مسلم نماز گاہ میں ایک لیکچر "اسلامی نماز" پر دیا۔ جس میں آپ نے نماز کے معانی پر روشنی ڈالی۔ سامعین میں سے ایک خاتون نے سوال کیا کہ وَلَا الضَّالِّينَ کے معانی جو آپ نے بیان کئے ہیں وہ تو ہم عیسائیوں پر صادق نہیں آتے۔ جناب لیکچرار ممدوح نے پوچھا کہ کیوں؟ تو اس پر وہ کہنے لگیں کہ میرا تو الوہیت مسیح پر ایمان ہی نہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کا جناب مسیح کی خدائی پر ایمان نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ محض رسمی عیسائیت کی پابند ہیں دراصل آپ ایک مسلمہ ہیں۔ یہ ایک ادنیٰ سی مثال اس تنفر اور بیزاری کی ہے جو یورپین دلوں میں عیسائیت سے خودبخود پیدا ہو رہی ہے۔ اور لوگ غیر محسوس طریق پر اسلام کے عقائد اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ضرورت وقت اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ اس وقت یورپ میں اسلامی علوم کا ایک دریا بہا دیا جائے۔ اور یورپین ممالک میں اسلامی لٹریچر کی کثرت سے مفت نشر و اشاعت ہو۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی اصلی تعلیم نظر آ جائے۔ لیکن یہ سب باتیں کثیر سرمایہ کو چاہتی ہیں۔

نواب سر ذوالفقار علی خاں کا لیکچر

۴ اگست ۱۹۲۹ء کو بروز اتوار لندن نماز گاہ میں عالیجناب نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب نے استعداد اسلام ( ) کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ جس کے اختتام پر معزز مقرر کے اعزاز میں کارکنان مسلم مشن ووکنگ نے ایک شاندار "ایٹ ہوم" دیا۔

اسلام اور قومی منافرت

۱۱ اگست ۱۹۲۹ء کو بروز اتوار جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے نے لندن کی سپریچوئلسٹ سوسائٹی میں ایک بصیرت افروز لیکچر دیا۔ جس کا عنوان تھا "قومی منافرت کے دور کرنے میں اسلام کا قدم ترقی"۔ سامعین میں تین پادری بھی تھے۔ لیکچر کے ختم ہونے پر سوالات کا موقعہ دیا گیا۔ لیکن کسی نے بھی سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔ مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اسلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے عملی سبق دے کر دنیا کی آبادی کے ایک کثیر حصہ سے قومی منافرت کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ تمام سامعین اس لیکچر سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔

جناب مسیح اور صلیب

جناب عبدالخالق خاں صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ نے مسجد ووکنگ میں ایک زبردست لیکچر اس موضوع پر دیا کہ "جناب مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے"۔ آپ نے اپنے دعوے کی تائید میں انجیلی اور قرآنی حوالے پیش کئے اور ان کی تائید میں مستند تاریخی بیانات پیش کئے۔ مضمون بالا کو خاں صاحب موصوف نے نہایت عمدہ طریق پر دو گھنٹہ میں نبھایا۔ اور اس کے بعد سوالات کے لئے وقت دیا گیا۔

بت پرستی مسیحیت میں!

عنوان بالا پر بھی عبدالخالق خاں صاحب نے مسجد ووکنگ میں لیکچر دیا۔ سامعین کی تعداد کافی تھی۔ آپ نے نہایت قابلیت سے اس موضوع کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی۔

خادم
خواجہ عبدالغنی، مسلم مشن ووکنگ ہیڈ منشی

اسلام کے تین زندہ معجزے

دنیائے عالم کے مذاہب

اور ہمارے رسولؐ کا اُسوۂ حسنہ

اسلام سچا مذہب ہے۔ یہ دین الٰہی ہے۔ یہ دنیا کے لئے آخری صراط مستقیم ہے۔ یہ تمام مذاہب کو منسوخ کرنے والا مذہب ہے۔ اس لئے اس کے پیغمبر کو خداوند ذوالجلال نے علاوہ بے شمار معجزات کے ایسے معجزات بھی عطا فرمائے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ صاحب عقل سلیم طالب حق اگر تھوڑا سا غور کریگا تو سیدھے راستے کو پہچان جائے گا۔

پہلا معجزہ

اسلام کی کتاب قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی مطابق فطرت سیدھی سادی تعلیم ہے۔ جو مذاہب عالم میں کسی مذہب کی کتاب کو نصیب نہیں۔ فصحاء و بلغاء عرب کو جو اپنی فصاحت لسانی اور زبان دانی کے گھمنڈ میں ساری دنیا کو عجمی (گونگا کہتے تھے) بار بار غیرت دلائی کہ ایک چھوٹی سی صورت یا ایک آیت ہی بنا لاؤ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی سنا دیا گیا کہ اگر تمام دنیا کے جن و انس بھی مل کر سعی کریں گے۔ تو نہ بنا سکیں گے لیکن وہ اس مقابلہ پر نہ آئے لڑنا مرنا برباد ہونا سب کچھ قبول کیا۔ مگر اس میدان میں نہ اترے۔ اور آخر مجبور ہو کر برائے گمراہوں کا جواب دے کر خاموش ہو گئے کہ یہ تو سحر (جادو) ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر ان سے ممکن ہوتا تو وہ اس مقابلہ سے دریغ نہ کرتے یہودی۔ عیسائی ان سے زیادہ جانی دشمن رہے۔ اور آج تک اپنے مذہب کی اشاعت اور اسلام کی مخالفت پر کروڑوں روپے صرف کرتے ہیں۔ ان میں آج ایسے ایسے عقلاء و حکماء موجود ہیں۔ کہ جو اپنے علمی کارناموں۔ نئی ایجادات کے بل پر خدائی کا دعویٰ کرنے لگیں تو لاکھو بندگان خدا بے چون و چرا تسلیم کرنے کو تیار ہو جائیں لیکن اس کے مقابلہ کا آج تک انہوں نے بھی نام نہیں لیا۔ حالانکہ نہایت آسان فیصلہ تھا لیکن وہ جانتے ہیں کہ یہ مقابلہ انسانی قوت سے بالاتر ہے۔ اور درحقیقت جبکہ خدا کی ذات و صفات اس کی ایجادات کا مثل و نظیر نہیں۔ تو اس کا کلام بھی بے نظیر و بے مثل ہی ہونا چاہئے کہ اس میں دوسرے کا کلام مل ہی نہ سکے۔

آریہ مہاشئوں کا تو اس موقعہ پر ذکر ہی فضول ہے۔ کیونکہ یہ تو سنی سنائی باتوں کے بنانے والے ہیں۔ پھر اسلام کی تعلیم ایسی مطابق فطرت و سادہ ہے جس میں کسی قسم کا اینچ پینچ نہیں جس کو ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ نہ خدا کو تین میں کا ایک بتلایا ہے۔ بلکہ سیدھی بات ہے کہ اللہ ایک ہے قدیم ہے۔ بے مثل ہے۔ نہ اس کو قادر مطلق کہہ کر روح و مادہ کے پیدا کرنے سے عاجز بتایا جاتا ہے۔ نہ اسے رحیم و کریم کہہ کر ایسا سخت گیر کہا جاتا ہے۔ کہ جو کسی طرح کسی کی ادنیٰ تقصیر سے بھی درگزر نہ کر سکے۔ اس کے بندے تو اپنے خطاوار کی بڑی سے بڑی خطا بخش دیں اور اس امر کو مستحسن و حسن خلق سمجھیں لیکن وہ نہیں بخشتا یا بخش سکتا۔ نہ اسلام یہ حکم دیتا ہے۔ کہ ایک جیتے جاگتے مرد کی بیوی کسی دوسرے کی ہم آغوش ہو۔ اور اس کے ساتھ یہ عجیب خلاف عقل منطق بھی نہیں۔ کہ اس طرح شخص غیر سے بھی اولاد حاصل ہو وہ وارث اس خاوند کی ہے جس سے اس کا کسی قسم کا بھی لگاؤ نہیں۔ نہ اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ آدمی مرنے کے بعد کتا سؤر بنایا جائے گا۔ بلکہ انسان کے مناسب شان و فطرت جزو سزا بتلائی گئی ہے نہ اسلام حشرات الارض ندی نالوں۔ پتھروں درختوں کو معبود گردانتا ہے۔

بس ایک خدا ہے اس کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا شرک ہے۔ وہی حاجت روا ہے ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ وہ رحیم و خطا بخش ہے مرنے کے بعد نیک جنت میں جا کر جسمانی و روحانی لذات پائے گا۔ بدکردار آتش جہنم کا ایندھن ہوگا۔ قرآن کے سوا دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو اپنے آغاز سے آج تک بلا شبہ ویسی کی ویسی ہی ہو۔ اب اس مبارک کتاب کے متعلق عقلاء غیر مسلم کی شہادتیں ملاحظہ کیجئے (اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے پروفیسر آرنلڈ ہکل جرمنی) مہاتما گاندھی لکھتے ہیں کہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ فطرت انسانی کے مطابق ہے ینگ (انڈیا) گروکل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو ایم اے لکھتے ہیں۔

قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے۔ اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتیں ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں۔ صاف بتلایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قائم کیئے۔ (پرکاش فروری ۲۷ء)

ہندو فاضل پروفیسر دھرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ حضرت محمدؐ صاحب نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھا۔ (الفضل ۲۷ء)

قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے (فرک مورخ جرمنی)

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کوئی انسان مثل اس کی نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو زندہ کرنے سے بہتر ہے۔ (مسٹر سیل)

(یہ تحریف سے پاک ہے (دیباچہ قرآن مسٹر جی ایم راڈویل)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں ہے۔ کہ اس کی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو (سر ولیم مور)

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں۔ اپنی جگہ پر کامل ہیں

(پریچنگ آف اسلام)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی اقتصادیات عقیدت اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی اور انصاف جس کی مہر اس مذہب پر کی گئی ہے۔ اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے۔ فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص و مخلص کی اشاعت دین میں کی اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان بھی یہی سادگی باعث ہوا اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی یہ وحدانیت محض ایسی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کا کوئی عقیدہ یا معمہ نہیں ہے۔ اور نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہے۔ اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ ایک خدا و حاکم مطلق معبود۔ تمام بندے اس کی نظروں میں برابر بہت تھوڑے سے ارکان دین جس کا بجا لانا واجب ہے۔ اور ان کے بجا لانے کی جزا بہشت اور نہ بجا لانے کی سزا جہنم ہے۔ اس سے زیادہ صاف و سادہ اور خیر سہم کونسا مذہب ہو سکتا ہے۔ (تمدن عرب)

ہر آنکہ پوشیدہ چشم دل اند

ہمانان ازیں طوطیاں غافل اند

دیگر مذاہب جو دنیا میں رائج ہیں ان میں سے کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں۔ بائبل کے متعلق علمائے نصاریٰ کو خود تحریف کا اقرار ہے کرسٹم اپنی تفسیر نوین باب متیٰ میں لکھتا ہے۔ کہ بہت سے پیغمبروں کی کتابیں نیست و نابود ہو گئیں۔

سر ولیم میور انجیل یوحنا کے متعلق لکھتے ہیں۔ بے شک یہ کتاب مدرسہ اسکندریہ کی کسی طالب علم نے تصنیف کی۔ (تاریخ کلیسا)

پارسی مذہب کی کتاب کا بھی ایسا ہی حال زرتشت کی کتاب ۴۳۴ سال قبل مسیح سکندر نے زند واستا زرتشت کو جلا دیا تھا۔ اب صرف حصہ دیا تھا۔ کہ پانچ گنا الہامی تسلیم کی جاتی ہیں۔

(زرتشت اور اس کا دین مصنفہ آر ٹانج سر)

وید کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چار رشیوں پر الہام ہوئے۔ کوئی کہتا ہے برہما پر الہام ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ بیاس نے بنائے۔ کوئی مختلف لوگوں کی تصنیف بتلاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ دو ارب سال ہوئے جب نازل ہوتے تھے۔ کوئی کہتا ہے تین ہزار برس ہوتے جب بنائے۔ غرض اس کی گتھی کسی طرح سلجھتی نہیں۔

پنڈت کرشن کار بھٹا چاریہ۔ پروفیسر سنسکرت ریذیڈنسی کالج کلکتہ لکھتے ہیں۔ کہ رگوید کے حصے اس ملک کے شاعروں اور رشیوں نے تصنیف کئے ہیں۔ وہ مختلف زمانوں میں لکھی گئی ہیں۔

پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں۔ رگوید کے بہت سے منتر عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ (تاریخ ہند حصہ اول)

کوئی کہتا ہے وید تین ہیں۔ کوئی کہتا ہے چار ہیں پھر ان میں تحریف بھی ہوئی ہے۔

سوامی دیانند لکھتے ہیں۔ کہ سوختنی قربانی وغیرہ یہ بائبل سے وید میں آئے۔ البتہ اپنشد وغیرہ متعصب فرقہ والوں نے اکبر کے زمانہ میں ملا کر بنا دیئے۔ (ستیارتھ پرکاش)

جوگ لسشٹ میں ہے۔ ویدوں کا یہ حال ہے۔ کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں ہے۔ کہ تغیر و تبدل یا کمی بیشی سے خالی ہو۔ اور [illegible]

پھر ان ویدوں میں جو احکام ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ چاروں ویدوں کے احکام باہم متناقض ہیں۔

(الکھ پرکاش)

یہ کتاب ایسی زبان میں ہے جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور اس کے الفاظ بے معنی ہیں بشرح گیتا میں ہے۔ ویدوں شاستروں پر اون کو قدیم زمانے کے لوگوں نے ایسا بنایا ہے۔ کہ لفظوں میں معنی نہیں رکھے (صفحہ ۳۸۹) منشی سدا سکھ لال کہتے ہیں کہ یہاں کی سب بولیوں میں وید قدیم ہے۔ مگر ان میں جو سنسکرت زبان ہے وہ بگڑتے بگڑتے کچھ اور ہی طرح کی ہو گئی ہے (تاریخ ہند صفحہ ۱۱) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں کہ یہ سنسکرت زبان مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔ اس نے بعض سنسکرت الفاظ کے معنی مختلف زبانوں میں مختلف نبیہ میں سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مروجہ سنسکرت پڑھ لینے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے (تاریخ ہند صفحہ ۷) یہی وجہ ہے۔ کہ اس کتاب کے ترجمہ میں ایسا اختلاف ہے۔ کہ کسی اور کتاب کے ترجموں میں ممکن نہیں ایک ہی منتر سے ایک توحید الٰہی ثابت کرتا ہے تو اسی منتر سے دوسرا ہوائی جہاز بنانے کے اصول نکالتا ہے۔ تیسرا دیوتاؤں کی تعریف لکھتا ہے۔

کیا ایسی باتیں اس قابل ہیں۔ کہ ان پر ایمان کا مدار رکھا جائے۔

اسلام کا دوسرا معجزہ

معجزہ اسلام کی شریعت ہے جس کے تمام احکام تہذیب و حکمت سے پُر ہیں۔ اور یہ ایسی مکمل شریعت ہے کہ ابتدا سے انتہا تک ہر ملک ہر قوم ہر حالت کے انسان کے لئے اس میں کافی احکام ہیں۔ مسلمان کو کسی ضرورت اور حالت میں بھی مسئلہ گھڑنے یا دوسرے مذاہب کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

اگر آج کوئی نئی قسم کا مسئلہ تجویز کیا جائے تو اس کا جواب نہایت آسانی سے حوالہ و نظیر کتاب سے لکھ دیں گے۔ ان کو عقلی ڈھکوسلوں کے چلانے کی ضرورت نہ واقع ہوگی۔ اس کے متعلق عقلائے غیر مسلم کی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے ہیں کیونکہ مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا۔ تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔

(مصری اخبار وطن) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا) قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں۔ اور زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں۔ کہ زمانہ کی تمام صداقتیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں۔ ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔ (ڈاکٹر سیموئل جانسن)

قرآن کی وہ شریعت ہے۔ اور ایسے دانشمندانہ اصول۔ اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے۔ کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ (گبن)

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں۔ ہائینگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست ان اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملی نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب)

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔

(ڈاکٹر کے۔ ایس سیتا رام ایم اے۔ پی ایچ ڈی)

دیگر مذاہب پر نظر کی جائے تو بائبل کے احکامات اور بائبل میں تو ہر سال تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ عیسائی مذہب میں صرف بصورت زنا طلاق کا حکم تھا۔ اب ضرورت زمانہ سے مجبور ہو کر اور صورتیں تجویز کرنی پڑیں۔ اسی طرح اکل و شرب۔ داد و ستد کے معاملات میں تغیر واقع ہوا۔

ہندوؤں کی حالت عجیب ہے۔ لیکھرام دیانند وغیرہ طلاق وغیرہ پر معترض تھے۔ آج ہندو طلاق کے لئے قواعد بنانا چاہتے ہیں۔ نکاح بیوگان کا حکم نہ تھا۔ اس کو جاری کیا جاتا ہے۔ چھوت چھات مذہبی مسئلہ آج چھوڑا جا رہا ہے۔ اور سنئے ایک گروہ اس پر راغب ہے۔ کہ پھوپھا چچا وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں شادیاں ہوں بلکہ اس کا عمل درآمد بھی شروع ہو گیا۔ (دیش سدھارک لاہور)

اگر ان کا مذہب، خدا کی طرف سے ہوتا تو شریعت مکمل ہوتی اور

خاتم النبیین کون ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

ایک مولوی صاحب قبلہ کی حرکت مذبوحی!

(۳)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

اختلاف اجتہاد

علاوہ ازیں ایک اور امر بھی قابل توجہ ہے وہ یہ کہ محض اختلاف آرا پر کوئی شخص قابل مواخذہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ایک شخص کسی مسئلہ کو کسی طرح سمجھتا ہے۔ دوسرا دوسری طرح۔ اس اختلاف آرا و اختلاف اجتہاد کی وجہ سے ان میں جو غلط اجتہاد کرتا ہے وہ قابل مواخذہ نہیں قرار دیا جا سکتا المجتهد قد يخطي ويصيب ایک مسلم مسئلہ اسلام کا ہے۔ از جب کوئی علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو اور وہ اپنے اندر دلائل قطعی اور براہین قاطعہ رکھتا ہو پھر اس علم کے نازل ہونے کے پیچھے اگر کوئی سرکشی کرے اور اس علم کا ضد اور تعصب سے انکار کرے تو بیشک وہ شخص خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خود اختلاف کی ان دونوں قسموں کو بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :- وانزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه۔ وما اختلف فيه الا الذين اوتوه من بعد ما جاءتهم البينت بغيا بينهم (بقرہ) ترجمہ- نبیوں کے ساتھ ہم نے کتابیں اتاریں تاکہ کتاب الٰہی ان باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں لوگ اختلاف کرتے تھے۔ اور لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی ان کھلے کھلے دلائل کے آنے کے بعد بھی اختلاف کیا تو آپس کی سرکشی اور ضد کی وجہ سے۔

مطلب یہ کہ اختلاف دو قسم کا ہوتا ہے (۱) ایک تو لوگ اپنی اپنی رائے اور اجتہاد کی وجہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو کسی نبی یا مامور من اللہ کو بھیج کر اپنی جناب سے صحیح علم نازل فرماتا ہے۔ تا لوگوں کے اختلاف کا فیصلہ ہو۔ گویا یہ اختلاف کسی مصلح کے نزول کو چاہتا ہے۔ (۲) دوسری قسم کا اختلاف یہ ہوتا ہے کہ جب کسی متنازعہ فیہ مسئلہ میں کوئی علم خدا کی طرف سے کسی مصلح کے ذریعے نازل ہو جاتا ہے۔ تو پھر جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ سرکشی کہلاتی ہے۔ اور ضد اور تعصب اس کا باعث ہوتا ہے یہ اختلاف بغی کہلاتا ہے۔ اور بغی پر خدا کی سزا اور مواخذہ ایک مسلم امر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذي جاءك من العلم ما لك من الله من ولي ولا نصير اور اگر تو ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرے گا اس کے بعد کہ تیرے پاس خدا کی طرف سے علم آ گیا ہے تو خدا کے مقابلہ میں نہ کوئی تیرا کارساز ہوگا اور نہ مددگار۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اختلاف آرا نیک نیتی سے ہو وہ قابل معافی ہے لیکن خدا کی طرف سے جب کوئی علم فیصلہ کن آ جائے اور پھر اس کی مخالفت انسان اپنی ہوا و ہوس کے ماتحت کرے یعنی تعصب و تکبر اور دھڑے بازی اور ضد سے اس علم کا انکار کرے تو بیشک وہ مورد عتاب الٰہی ہو جاتا ہے

شرک فی الصفات کا ارتکاب

پس گزشتہ مفسرین میں سے اگر کسی نے معجزات مسیح کے بارے میں اپنے اجتہاد سے کوئی معنے کئے اور وہ صحیح نہ تھے یا ایسے تھے۔ جو بالفرض شرک فی الصفات کی حد تک پہنچ جاتے تھے۔ تو یہ ایک اجتہادی غلطی ہونے کی وجہ سے قابل معافی ٹھہرے گا۔ کیونکہ صحیح علم ان کے پاس نہ آیا تھا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ کسی معنے کرنے میں اس پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں ان کی طرف سے انسان کو ذہول رہتا ہے اور اس کے نقص کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب ایک شخص مجدد کی حیثیت سے خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف سے ایک علم اور روشنی لاتا ہے۔ جس کے ذریعہ معجزات مسیح کے پرانے مفہوم یا تاویلات کی کوتاہیوں اور نقصوں پر پوری پوری روشنی پڑتی ہے اور جو جو اعتراضات شرک فی الصفات کے رنگ میں ان پر وارد ہوتے تھے ان کی طرف وہ توجہ دلاتا ہے اور ان کی ایسی تاویل اور توجیہ کرتا ہے جن سے تمام اعتراضات دور ہو جاتے ہیں۔ اور توحید فی الصفات کی شان اپنے پورے کمال کے ساتھ نظر آنے لگتی ہے۔ اور قرآن کی محکمات آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ تو پھر اس علم کے آنے کے پیچھے جو ضد اور تعصب سے انہی معنوں پر اڑا رہتا ہے جن میں شرک فی الصفات کا رنگ جھلکتا ہے تو اسے پھر شرک فی الصفات کا مرتکب نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ کیونکہ وہ اجتہادی غلطی سے نہیں بلکہ علم کے ہوتے ہوئے ضد اور تعصب سے شرک فی الصفات والے معنیٰ کو لیتا ہے۔ اور توحید فی الصفات والے معنوں کو چھوڑتا ہے۔ پس یہ فتوے علمائے سلف پر نہیں بلکہ ان علمائے خلف پر ہے۔ جو علم کے باوجود ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔

معجزات کی تاویل

اب میں مولانا مدظلہ کی دوسری شق لیتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی کی دعا سے شفا پا جانا شرک نہیں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ بجا اور درست۔ کسی کی دعا سے شفا پا جانا شرک نہیں۔ مگر یہ تو آپ کی تاویل ہے۔ پھر اگر ہم یہی تاویل کریں یا اس سے ملتی جلتی کوئی تاویل کریں تو مورد عتاب کیوں ٹھہرتے ہیں۔ آپ کو اگر تاویل کا حق حاصل ہے تو ہمیں کیوں حاصل نہیں؟ مگر ہمیں کوئی ضد نہیں۔ آپ ان معجزات کی تاویل کرتے چلیں اگر معقول ہوگی اور ہماری تاویلوں سے بہتر ہوگی تو ہم اپنی تاویل چھوڑ دیں گے۔ اور آپ کی قبول کر لیں گے۔ ہمیں یہ تو ضد نہیں کہ ہماری تاویلیں مانو۔ ہمیں تو یہ اعتراض ہے کہ بعض پرانے مفسرین کے معنے جنہیں علمائے خلف مانتے ہیں شرک فی الصفات کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے ایسے معنی اور تاویل کرو جن سے شرک فی الصفات کا رنگ ہٹ جائے سوا ایک معجزہ کی تاویل مولانا نے کر دی۔ کیونکہ وہاں الفاظ ہیں۔ "ابری الاكمه والابرص" مسیح فرماتے ہیں بے شک میں شفا دیتا ہوں جنم کے اندھوں کو اور کوڑھیوں کو۔ وہاں وہ یوں نہیں فرماتے کہ خدا انہیں شفا دیتا ہے اور میں تو صرف دعا کرنے والا ہوں جس کا قبول کرنا یا نہ کرنا اور شفا دینا یا نہ دینا محض اس کے اختیار میں ہے۔ بلکہ وہ بطور معجزہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرتا اور شفا دیتا ہوں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی یہ صفت خود ان میں موجود تھی۔ پس مولانا کا یہ فرمانا کہ ان کی دعا سے اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا شفا دیتا تھا۔ صریح لفظوں کے خلاف ایک تاویل ہے۔ مگر ہمیں کوئی ضد نہیں ہم خوش ہیں کہ مولانا نے تاویل کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس احساس کا پیدا ہونا صاف اس راز کو افشا کر رہا ہے کہ خود مولانا کا دل اس معنے کو شرک فی الصفات سمجھتا ہے جو بعض اگلے مفسرین کر گئے۔ تب تو مولانا نے ان کے خلاف یہ تاویل کی ورنہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن مولانا صرف اس ایک معجزہ کی تاویل کر کے رہ گئے اور دوسروں کی نہ کی۔ وہاں چپ سادھ گئے کیونکہ اگر اس کی کوئی تاویل کریں تو وہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی جو ہم کرتے ہیں اور اگر نہ کریں تو شرک فی الصفات کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے خاموشی ہی میں اپنا بچاؤ سمجھا۔ ورنہ جرأت ہے تو مولانا دوسرے معجزات کو ایسے معنے کر کے دکھائیں جن سے شرک فی الصفات کا رنگ نہ پیدا ہوتا ہو۔ مگر وہ ایسا کر نہیں سکتے۔ یاد رکھو توحید فی الصفات اور امن و عافیت کا صرف ایک ہی گھر ہے اور وہ وہی ترجمہ ہے جو احمدی جماعت کرتی ہے جنہیں بدقسمتی سے مولانا کافر ٹھہراتے ہیں۔

"مولانا" کی "مولانائی"

نبوت اور ختم نبوت اور معجزات نبوت کے متعلق تو حضرت مولانا [illegible] حسن صاحب دیوبندی قبلہ اور مدظلہ کا مبلغ علم معلوم ہو چکا۔ اب معرفت الٰہی کا کمال ملاحظہ ہو۔ مولانا مضمون لکھتے گئے اور مجھے سخت لفظ سناتے گئے۔ مگر اس پر بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا اور آخر آپ بے تاب ہو ہو کر بار بار مجھے خدائے قہار کے سپرد کرتے چلے جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی ذہنیت اور معرفت یہ ہے کہ خدا کی صفت "قہار" کے یہ معنے ہیں کہ بہت غصہ اور غضب میں بھرا ہوا۔ کیونکہ قہار تو مبالغہ کا صیغہ ہے جو بھی صفت اس میں ہوگی وہ بدرجہ کمال ہوگی۔ پس مولانا کے نزدیک خدا بھی ایک مولوی ہے۔ غیظ و غضب کا مجسمہ۔ بدمزاجی و درشتی [illegible] اور اسی لئے مجھے اس کے سپرد بار بار کرتے تھے۔ تا وہ مجھے نوچ نوچ کر کھائے جو بدقسمتی سے مولوی صاحب خود نہ کر سکتے تھے۔ لیکن ایمان کی بات تو یہ ہے کہ میں شکر کرتا تھا کہ مولانا کو یہ طاقت نہ تھی کہ وہ مجھے کسی مولوی کے سپرد کر دیتے۔ خدائے قہار کے سپرد ہونا تو میرے لئے موجب فخر و عزت ہے اور میں کیا سپرد ہوں خود مولانا اور کل دنیا اسی خدائے قہار کے سپرد ہے جیسا کہ وہ قرآن کریم میں فرماتا ہے هو القاهر فوق عباده کہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ قہار کے معنے ہیں غالب۔ جس کا غلبہ بدرجہ کمال ہو۔ ہر ایک اہل علم جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور قدرت کا غلبہ ذرہ ذرہ پر اس درجہ کمال پر ہے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی چیز میں یہ طاقت نہیں کہ اس کے قانون سے سر مو ادھر ادھر ہو سکے۔ پس قہار صفت خدا کی تو نیچر میں ایسی نمایاں اور اس کی ہستی کا ایسا بین ثبوت ہے کہ جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اس صفت کے نیچے ذرہ ذرہ اور سر مو [illegible] ہے۔ پھر مجھے مولانا خدائے قہار کے سپرد کیوں کر رہے تھے۔ صرف اس لئے کہ مولانا نے قہار کے معنے لئے "غیظ و غضب" میں آپے سے باہر اور سچ تو یہ ہے کہ ایک مولوی کو یہی مفہوم پسند بھی ہو سکتا تھا کیونکہ حقیقت وہ اپنے قلب اور جذبات اور ذہنیت اور تخیل ہی کو اپنے سامنے منعکس پاتا ہے۔ اور اسے خدا سمجھتا ہے۔

ایک گمراہ کن عقیدہ

ورنہ خدا کی صفت قہار کا ایسا غلط مفہوم کوئی اہل علم اور صاحب معرفت نہیں لے سکتا۔ خدا کہاں اور غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہونا کہاں یہ تو مولوی کے قلب کا نقشہ ہے۔ خدا کا نہیں اور مولوی بھی پھر دیوبندی جو خدا کو جھوٹا بھی مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ "امکان کذب باری تعالیٰ" کا مشہور خاص و عام ہے۔ یعنی ان کے نزدیک خدا جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا اگر کبھی جھوٹ بھی بول لے تو وہ خدا کا خدا ہی رہے گا۔ وہ اپنی خدائی صفت سے الگ نہیں ہوگا۔ یہ بھی وہی اپنے اندرونہ کا نقشہ ہے۔ یعنی جب ایک دیوبندی جھوٹ بول کر مولوی رہتا ہے تو پھر خدا جھوٹ بول کر کیوں خدا نہ رہے؟ حالانکہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ خدا کی صفت حق ہے۔ اس کی صفت کے خلاف کوئی فعل اس سے منسوب نہیں ہو سکتا۔ جس طرح آگ جس کی صفت گرمی ہے اس کی طرف سردی پہنچانے کا فعل منسوب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جھوٹ خدا کی صفت کے خلاف ایک فعل ہے جو کبھی اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ حق ہے۔ جس کی طرف جھوٹ منسوب ہو سکتا ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی صفت کے یہ خلاف ہے۔ لیکن دیوبندیوں کے نزدیک ایک دیوبندی مولوی کی طرف جب جھوٹ منسوب ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اس کا مرتکب ہوتا ہے تو خدا کی طرف جھوٹ کیوں منسوب نہ ہو۔ جس طرح ایک دیوبندی مولوی غیظ و غضب کا مجسمہ ہوتا ہے تو خدا بھی کیوں ایسا نہ ہو۔ (نعوذ باللہ من هذه الهفوات) پس مولانا دیوبندی قبلہ و مدظلہ کا ارشاد صفات الٰہیہ کے متعلق اسی ذہنیت پر مبنی ہے جو دیوبند کی چار دیواری کے اندر نشوونما پاتی ہے ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

---

۲۵ - ۲۶ - ۲۷

خدا کے دن

جلسہ سالانہ کی تاریخیں مقرر ہو چکی ہیں یعنی ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ دسمبر بروز پیر، منگل اور بدھ۔ مہتمم جلسہ کی حیثیت سے یہ خوشگوار فرض میرے حصے میں آتا ہے کہ میں جماعت کے بھائیوں، بہنوں، نوجوانوں اور بچوں کو دعوت دوں کہ تشریف لاویں اور سب تشریف لاویں۔ اور جہاں تک ممکن ہو کوئی پیچھے رہنے والا باقی نہ رہے۔

ایک احمدی کو وعظ کرنا کہ وہ اپنے اموال اور اوقات میں سے خدا کا حصہ نکالے میرے نزدیک اس کی ہتک ہے جس مجاہد قوم نے دین کو اپنی زندگی کا واحد نصب العین قرار دیا ہو۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا زبانی عہد ہی نہ کیا ہو۔ بلکہ سال بھر اس اصول پر کاربند رہ کر خدا کے راستہ میں اپنے اموال اس انشراح صدر سے خرچ کرتی رہی ہو۔ جیسے عام لوگ امپیریل بنک میں جمع کراتے ہیں۔ ایسی مجاہد قوم کے سامنے واعظ بن کر آنا شاید گستاخی میں شامل ہو۔ اسلئے میں محض دعوت دیتا ہوں۔ اور یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ خدا کے فضل سے پھر وہ دن آگئے ہیں۔ جو ہر ایک احمدی کے نزدیک خدا کے دن ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ایسے دن جو ہم نے سال کے ۳۶۵ دنوں میں سے صرف اس غرض کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ کہ ہم دور دراز کے مجاہد بھائیوں سے ملکر اجتماعی رنگ میں اللہ کا نام بلند کریں یہ یقیناً ایک خوش قسمتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خدمت کیلئے چنا۔ انہی ایام میں ہندوستان کے اندر اور بھی بہتیرے اجتماع ہونگے۔ کسی کے ہاتھ میں کوئی جھنڈا ہوگا جسے وہ دنیا میں بلند کرنے پر کمربستہ ہے کسی کے ہاتھ میں کوئی۔ لیکن اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔ کہ ملک کے طول و عرض میں مشیت ایزدی نے اپنے نام کا جھنڈا ہمارے ہاتھوں کے سپرد کیا۔ وہ احمدی ہاتھ ہیں۔ اور اس قسمت کا اور کیا شکر یہ ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم میں سے کوئی ہاتھ نہ ہو۔ جو اس پاک جھنڈے کو بلند کرنے کیلئے آگے نہ بڑھے۔ والسلام ؛

خاکسار

محمد یعقوب خاں مہتمم جلسہ سالانہ

بقیہ صفحہ ۵

بقیہ صفحہ ۵

حضرت عائشہ کے اس قول سے اسکی تردید ہوتی ہے۔ صحابہؓ ایک دوسرے کے ذکر خیر میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کی فضیلت بیان کی ہے۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے بہت سے فضائل بیان کئے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے آج ان دونوں عظیم الشان بزرگوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر کھڑا کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ مسلمانوں میں تشتت اور افتراق کے پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے

مولانا نظر الحسن کا آنحضرتؐ پر کتمان حق کا الزام

افسوس! حضرت مولانا نے ایک بہت بڑی بات لکھدی ہے جو ان کو نہ لکھنے چاہیئے تھی وہ یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی حدیث کے مضمون کا واقعہ پنجشنبہ کے دن ہوا۔ اور آپ کی وفات دوشنبہ کے دن ہوئی۔ ان چار دن میں جو گذرے آپ نے وہ بات کیوں نہ لکھا دی۔ پھر اس کا جواب یوں دیا ہے کہ بیشک آپ وہ بات لکھوا سکتے تھے مگر چونکہ لوگ اس پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں تھے اور آپ نے دیکھ لیا کہ وہ اسکو بھی ہذیان سمجھ لینگے اور میری وصیت کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے اسلئے آپ نے پھر لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کی زد خود رسول اللہ صلعم پر پڑتی ہے کہ لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ حق بات کہنے سے رک گئے۔ مگر نبی کی شان بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ نبی کا کام ہے کہ حق بات کو بلا خوف لومۃ لائم لوگوں کو پہنچا دے اس پر عمل کرنا نہ کرنا لوگوں کا کام ہے۔ کیا توحید رسالت اور پیغام قرآن کی مخالفت لوگوں نے نہیں کی۔ کیا اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو طرح طرح کی اذیتیں نہیں دی گئیں مکہ سے نکل جانے پر مجبور نہیں کئے گئے۔ مدینہ میں جا کر ان پر تین زبردست حملے نہیں ہوئے خود مدینے میں کچھ کم مخالفت ہوئی اور کیا ان باتوں کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و صداقت کی تبلیغ چھوڑ دی تھی۔ ہرگز نہیں کیا حق بات چھپانے کے متعلق قرآن و حدیث میں سخت وعید نہیں ہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ان وعیدوں کے ماتحت نہیں آتے۔ اصل بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا صحابہ پر ظاہر ہوگیا تھا اس لئے آپ نے بھی پھر تحریر مناسب نہ سمجھا اور نہ زبان سے

ہی فرما دیا جس طرح اسوقت تین اور باتوں کی وصیت کی کہ مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور قوموں کے قاصدوں کو عطئے دیا کرو اور تیسری بات راوی بھول گیا۔

حضرت علیؓ کا اپنی خلافت کے متعلق وصیت سے انکار

حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے کوئی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ خود حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ بخاری کتاب المرضی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت کے وقت حضرت علیؓ کے ہاتھ کو پکڑا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اپنی اس بیماری سے وفات پانے والے ہیں چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ سے دریافت کرلیں کہ اگر یہ امر (خلافت) ہمارا حق ہے تو ہمکو اس کا علم ہو جائے گا اور اگر اور کسی کا حق ہے تو بھی معلوم کرلینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نسبت (خلیفہ) کو کوئی وصیت کردیں گے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر ہم اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں اور آپ ہم کو نہ دیں تو لوگ کبھی بھی ہم کو نہیں دیں گے۔ اور اللہ کی قسم میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھتا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے لئے غدیر خم یا اور کسی موقعہ پر خلافت کی وصیت ہرگز نہیں ہوئی۔ اگر ہوتی تو حضرت عباسؓ فرما دیتے کہ تیرے حق میں وصیت ہوئی ہے۔ پھر پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا کی بے دلیل رائے

پھر مولانا فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ پہلے خلیفہ ہوتے اور وصیت نامہ لکھا جاتا تو نہ جھگڑے ہوتے نہ دنیا میں گمراہی پھیلتی میں کہتا ہوں یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جھگڑے نہ ہوتے۔ آپ کہتے ہیں کہ بنو امیہ کی اہلبیت سے عداوت تھی تو کیا وہ حضرت علیؓ کو شروع میں خلیفہ ہونے دیتے اور مخالفت نہ کرتے۔ اسوقت ایک تو باغیوں کا فتنہ بڑا زبردست اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ادھر بنو امیہ حضرت علیؓ کی خلافت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام کا بیڑہ وہیں غرق ہو جاتا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی شان تھی کہ سب نے اس پر اتفاق کیا اور ان کے حکم کے ماتحت ارتداد اور باغیوں کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت علیؓ مسلمانوں کے فتنہ کا علاج نہ کر سکے تو باغیوں اور منافقوں کو [illegible] اسوقت کہاں گئے

خلافت کی اہلیت

خلافت اور حکومت کے لئے صرف احکام شریعت جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اعلیٰ انتظام کی بھی ضرورت ہے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے پورے طور سے کرکے دکھایا۔ بیشک آنحضرت نے فرمایا اقضاکم علی، علیؓ بہت اعلیٰ قاضی ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے متعلق بھی تو فرمایا اعلمکم ابوبکر تم سب میں بڑے عالم ابوبکرؓ ہیں ایک ہی حدیث سے ایک لفظ لیا جاتا ہے تو دوسرے کو کیوں نظرانداز کیا جاتا ہے۔ کیا قرآن کریم دنیا میں موجود نہیں تو پھر کیوں دنیا میں گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔ کیا قرآن کریم ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ اگر وہ نامہ لکھا جاتا تو گمراہی دنیا میں نہ پھیلتی حالانکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں اس نامہ کا تعلق احکام شریعت سے کچھ بھی نہ تھا بلکہ مدنظر صرف حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی وصیت تھی جو خدا کے حکم سے قائم ہوئی اور اسلام کیلئے بہت مفید ہوئی۔

ہجر یا ہجر کے معنی

ہجر کے معنی ہے جدا ہونا یہ وصل کی ضد ہے اور ہجر کے معنی ہیں قابل نفرت باتیں کرنا اور بغیر سمجھ اور ارادہ کے باتیں کہنی۔ بخاری کی دو روایتوں میں لفظ ہجر موجود ہے۔ ایک جگہ ہے فقالوا اہجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری جگہ ہے فقالوا اہجر استفہموہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہونے والے ہیں جو وصیت لکھوا رہے ہیں۔ آنحضرتؐ سے دریافت کرنا چاہئے۔ مسلم اور احمد بن حنبلؒ کی روایت میں جو آتا ہے فقالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہجر اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ اور اس معنی پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر ہجر کا دوسرا معنی لیا جائے یعنی ہذیان کے معنی میں تو بخاری میں یہ لفظ ہمزہ استفہام انکاری کے ساتھ آیا ہے اور جگہ جہاں ہمزہ استفہام انکاری نہ ہو روایات میں موافقت پیدا کرنے کے لئے وہاں بھی ہمزہ استفہام محذوف ماننا پڑے گا اور اس صورت میں یہ قول ان کا ہوگا جو نامہ لکھوانے کے حامی تھے اور چونکہ حضرت عمرؓ شدت تکلیف کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ لکھانے کو پسند نہ کرتے تھے۔ اسلئے حضرت عمرؓ اس قول کے کہنے والوں میں سے نہ تھے اور ہمزہ استفہام انکاری کی صورت میں اس قول کے یہ معنی ہوں گے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی وجہ سے بیہوشی کی حالت میں بول رہے ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ کالت قائمی تو اس تربار ہے ہیں تو کیوں وہ نامہ لکھوانے نہیں دیتے اس معنی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ قول حضرت عمرؓ کا نہیں ہے اور دوں کا ہے اور صیغہ بھی جمع کا استعمال ہوا ہے مسلم اور مسند کی روایت میں مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ فقالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہجر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس کے معنی ہیں کہ آپ ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔

تفسیر کا صحیح طریق

جب ایک لفظ کے دو مفہوم لئے جا سکتے ہیں تو وہ مفہوم کبھی نہیں لیا جائے گا جو قائل کی شان کے لائق نہیں۔ یہاں بات کے کہنے والے کوئی صحابی ہیں۔ آج وہ بعض کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ کی طرفدار ہوں یا حضرت علیؓ کے۔ مگر کوئی بھی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہذیان استعمال نہیں کرسکتا۔ اسلئے ہم ایسی روایات میں ہجر سے جدا ہونا ہی لیں گے اور وصیت کے لفظ سے اشارہ بھی جدائی کی طرف ہی پایا جاتا ہے۔

ایک مسلمان مجسٹریٹ کا ایثار

معلوم ہوا ہے۔ کہ مولوی سید شاہ محمد مسعود صاحب نے اپنی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ مدرسہ وحیدیہ آرہ کے لئے وقف کر دی ہے۔ شاہ صاحب مدرسہ کے تمام اخراجات کے خود ہی کفیل رہے۔ یہ اتنا بڑا ایثار اور ایسی زبردست قربانی ہے کہ اس کی نظیر ملک میں کسی دوسری جگہ ملتی ہے۔ آپ کی سعی و کوشش سے مدرسہ وحیدیہ آرہ کا سالانہ جلسہ اس سال بہت کامیاب رہا۔ آنریبل سر سید محمد فخر الدین وزیر تعلیم نے جلسہ کی صدارت کا فرض انجام دیا۔

قرآن کریم اور وید

کونسی کتاب الہامی ہے؟

آریہ سماج کے ساتھ مناظرہ

اس مضمون پر امرتسر کے آریہ سماج مندر واقعہ بازار رشیم والہ میں ۵ اردسمبر ۱۹۲۸ء کو بوقت ۸ بجے شب مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام و پنڈت دھرم بھکشو صاحب وکیل آریہ سماج کے مابین مناظرہ ہوا۔ دس دس منٹ ہر ایک فریق کے سوال و جواب کے واسطے مقرر ہوئے۔ پہلے مولوی عصمت اللہ صاحب نے قرآن کریم کی آیت ذالک الکتٰب لا ریب فیہ تلاوت فرماکر اس سے قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے دعویٰ پر استدلال کیا۔ اور یہی بتلایا کہ اس کتاب کا جو نسخہ دنیا میں کسی جگہ موجود ہوگا کسی میں ذرہ بھر فرق نہ ہوگا۔ اس لئے اس کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اس کے پورا ہونے نے اس کی صداقت پر مہر لگادی ہے۔

ویدوں میں تحریف

برخلاف اس کے صرف ایک سام وید کو ہی لو۔ یہ ایک نسخہ یہ دوسرا یہ تیسرا اور یہ چوتھا اور چاروں ایک دوسرے سے مختلف۔ ایک کہیں سے شروع ہوتا ہے تو دوسرا کہیں سے۔ اور ایک میں تعداد منتروں کی کچھ ہے دوسرے میں کچھ تو جب ابھی یہ امر بھی فیصلہ شدہ نہیں ہے کہ ان مختلف نسخوں میں سے کون سا صحیح ہے اور کونسا غلط تو الہامی کس کو مانا جاوے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی میں اس کے الہامی ہونے کا دعویٰ ہے۔

آریہ سماج کا جواب

اس کے جواب میں پنڈت صاحب نے ویدوں کے اختلافات کی یہ وجہ بیان کی کہ چھاپنے والوں کی غلطی سے فرق پڑ جاوے تو اس میں وید کا کیا قصور ہے۔ اور کہا کہ قرآن شریف میں بھی اختلاف ہے چنانچہ ایک آیت قرآن شریف میں یوں لکھی ہے وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ۔ لیکن جناب مرزا صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس کی قرأت میں ہے وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث۔ الخ۔ ایسا ہی ایک آیت قرآن شریف میں یوں ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔۔۔ : ۔۔۔ بخاری نے کہا ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے وما اوتوا من العلم الا قلیلا۔

ناقابل اعتبار وید

اس پر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ پنڈت صاحب نے اس جواب سے ویدوں کے اتنے بڑے اہم اختلافات کو تو مان لیا۔ لیکن جو توجیہ انہوں نے کی ہے اس کو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ چھاپنے والے اپنی طرف سے بہت سا حصہ نکال دیں اس طرح سے تو کوئی نسخہ بھی قابل اعتبار نہیں رہتا کیونکہ جس دلیل کی رو سے ایک نسخہ کو غلط قرار دیا جانے اسی دلیل سے دوسرے کو بھی غلط ٹھیرایا جاسکتا ہے اور جب کہ ابھی تک یہی پتہ نہیں کہ صحیح نسخہ کونسا ہے تو الہامی کسے مانا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب نے ایک پانچواں نسخہ وید کا بھی پیش کیا جس کا نام الوید بتلایا اور فرمایا کہ اس کے مصنف کا یہ دعویٰ ہے کہ باقی سب وید غلط ہیں اور یہ اس کا وید ہی صحیح ہے اور اس وید میں صرف چار سطریں الہامی بتلائی گئی ہیں باقی اُن کی تشریح ہے۔

قرآن کریم کا اختلاف قرأت

اب رہا یہ سوال کہ قرآن شریف میں بھی اختلاف ہیں سو یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف کا کوئی نسخہ کہیں سے لے آؤ۔ سب میں ایک ہی طرح لکھا ہوگا ایک زیر زبر تک کا فرق نہ ہوگا۔ قرأت شاذہ کا ذکر جو بعض حدیثوں میں ہے تو اس سے مراد صرف اس آیت کی ایک گونہ تفسیر ہوتی ہے یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی عبارت بھی اسی طرح ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ کسی نسخہ میں بھی اس طرح لکھی ہوئی عبارت نہیں پائی جاتی۔ اس کے ساتھ [illegible]

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کے جو قرآن کریم کے ہر ایک نسخہ میں ہے۔ پنڈت صاحب نے اس پر کہا کہ کتاب ان کے پاس نہیں ہے منگوا دی جاوے تو وہ فوراً دکھلا سکتے ہیں۔ جب کتاب صحیح بخاری منگوائی گئی تو پنڈت صاحب نے بمعہ اپنے مددگاروں کے اس کی تلاش میں بہت سا وقت لگا کر جواب دیا کہ اس وقت وہ حدیث نہیں ملتی ہے کتاب ان کے پاس رہنے دی جاوے کل کو تلاش کر کے پیش کریں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ پھر باقی بحث بھی کل پر ہی رہے۔ اس پر پنڈت صاحب نے اپنی نوٹ بک نکال کر کہا کہ وہ حدیث مل گئی ہے اور اعمش کا

ایک قول پیش کیا جس کا مطلب پھر بھی وہ نہ تھا جس کو ثابت کرنا اس کا اصل مقصد تھا اس لئے مولوی صاحب کا مطالبہ کہ امام بخاری کا قول پیش کیا جائے جس میں لکھا ہو۔ . . . .

. . . . کہ قرآن کریم کی آیت اس طرح ہے کہ وما اوتوا من العلم الا قلیلا تو پنڈت صاحب اس جواب سے عاجز آگئے۔

راہ فرار

چونکہ پنڈت صاحب کی یہ آخری تقریر تھی۔ آریہ سماج کے پریزیڈنٹ صاحب نے جلسہ کے برخاست ہونے کا اعلان کر دیا اور مولوی صاحب کو اس حدیث کا مطلب بیان کرنے کا موقعہ نہ دیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ پنڈت صاحب کی حالت اس وقت ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لینے کا مصداق ہو رہی تھی جس کو ان کے اپنے الفاظ بھی ظاہر کر رہے تھے کہ اس وقت انتشار قلب ہو رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ پنڈت صاحب کے اختلافات وید کے دور کرنے کا ایک سنگ گراں مولوی صاحب نے ڈال دیا جس کے نیچے وہ بیچارے پس گئے اور اس بڑے بھاری جلسہ میں جہاں ان کے ہم مذہب بھی چاہتے ہوں گے کہ کسی طرح پنڈت صاحب اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب دیں۔ بیچارے پنڈت جی مہاراج کو لاجواب اور عاجز ہونا پڑا۔

سماجی بدتہذیبی اور سناتنی شرافت

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پنڈت صاحب نے دوران مباحثہ میں ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مسلمانوں کو اشتعال دینے والے الفاظ کہنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ اپنی اس عادت مستمرہ کو بھی ظاہر کر دیا تھا یہ کہہ کر کہ اوروں کی گالیاں ہوں تو میرے گالے ہوتے ہیں مگر ایک سناتن دھرم کے پیرو ہندو صاحب نے ایک تحریر لکھ کر مولوی صاحب کی خدمت میں بھیج دی کہ ہم حضرت محمد صاحب کی عزت کرتے ہیں۔ جب یہ تحریر مولوی صاحب نے جلسہ میں سنائی تو جوشیلے سماجی صاحبان کی طرف سے آوازے کسے جانے لگے کہ یہ کون صاحب ہیں جنہوں نے ایسا لکھا ہے وہ اٹھیں تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ کون ہیں، اس پر وہ صاحب اٹھے اور اپنا پرچہ مولوی صاحب سے منگوا کر بھرے جلسہ میں پڑھ کر سنا دیا جس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ہم سناتنی حضرت محمد صاحب کی عزت کرتے ہیں۔ اس پر بے چارے پنڈت صاحب کو ہوا کا رخ دیکھ کر یہ کہنا پڑا کہ ہم بھی حضرت محمد صاحب کی عزت کرتے ہیں اور موجودہ رو اتحاد کی جو ہندو مسلمانوں میں چل رہی ہے اس کو مدنظر رکھ کر کسی ناگوار بحث میں پڑنا نہیں چاہتے اس طرح اس موقعہ پر خیر گزری جس کے لئے امرتسر کی ہندو کمیونٹی خصوصاً سناتن دھرمی صاحبان کا رویہ قابل تعریف ہے۔

(خاکسار ع۔ بخش از امرتسر)

(۴) استثنا اسلئے منقطع ہے کیونکہ کسی شخص کا خدا سے تعلق پیدا کرنا یا شفقت علیٰ خلق اللہ میں رنگین ہونا محمد رسول اللہ صلعم کے اعمال کا اجر نہیں ہوسکتا ان کے لئے تو قرآن میں آتا ہے کہ کہدے ان اجری عند اللہ کہ میرا اجر اللہ کے پاس ہے۔ پس الا سوائے استثنائے منقطع کے اور کسی معنوں میں نہیں لیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ لوگوں کو کہدے کہ میں اپنی رسالت کے عوض میں تم سے کسی اجر کا خواہاں نہیں۔ میں تو تمہاری ہی بھلائی کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ میری رسالت کی غرض و غایت ایک تو یہ ہے کہ تم میں جہاں کہیں بھی قربت ہو خواہ بلحاظ رشتہ کے خواہ بلحاظ قومیت کے خواہ بلحاظ ہمسائگت کے خواہ کسی اور لحاظ سے۔ وہاں تمہارا دستور العمل ہمیشہ محبت اور مودت اور شفقت علیٰ خلق اللہ ہو اور دوسری غرض و غایت یہ ہے کہ ہمیشہ ہر معاملہ میں اپنے رب کے رستہ کو اختیار کر کے تعظیم لامر اللہ کا ثبوت دو اور تعلق باللہ کو حاصل کرو۔ یہی وہ دو اصول ہیں جن پر مذہب اسلام کی کامل مکمل عمارت

مذاکرۂ علمیہ

مودۃ فی القربیٰ

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

سوال۔ میں تم سے اجر نہیں مانگتا الا المودۃ فی القربیٰ۔ یہاں مودۃ فی القربیٰ کے کیا معنی ہیں۔ اگر اس سے اہل بیت یا سادات مراد ہیں تو آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے منافی اور نیز وحدت و مساوات انسانی کے بھی منافی ہے۔

جواب۔ لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (الشوریٰ) کے یہ معنے کرنا کہ۔

میں تم سے کوئی اجر اپنی رسالت پر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔ اول تو لفظی ترجمہ کے رو سے غلط ہے دوم رسالت محمدیہ کی اس میں سخت ہتک مقصود ہے۔ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی یہی غرض و غایت تھی کہ لوگ ان کے رشتہ داروں سے محبت کر لیا کریں اور بس ختم۔ رسالت کی غرض نہ توحید نہ تقویٰ۔ نہ تعظیم لامر اللہ نہ شفقت علیٰ خلق اللہ۔ بس محمد رسول اللہ صلعم کی آل سے محبت کر لیا کرو اور جو مرضی چاہے پڑے کرو۔ یہ اہل تشیع کے من گھڑت معنے ہیں جس سے آل کی محبت کے سوا باقی الحاد کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آل کی محبت اس قدر غلط طور پر کی جاتی ہے کہ دوسرے رشتہ داروں کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ خیال کرو اگر مودۃ فی القربیٰ کے یہ معنے بھی ہوتے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کیا کرو تو کیا رشتہ داروں میں ہی بیان نہیں ہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نہیں ہیں جو رسول کریم صلعم کے خسر تھے اور حضرت عثمانؓ نہیں ہیں جو حضرت علیؓ کی طرح آپ کے داماد تھے اور اس کے علاوہ بہت سے صحابہؓ آپ کے رشتہ دار ٹھیرتے ہیں تو پھر مودۃ فی القربیٰ کے ماتحت ان سے محبت رکھنا اس میں داخل کیوں نہیں؟ اور ان کو سب و شتم کرنا کیوں جائز قرار دیا گیا؟

قریبیوں میں محبت

درحقیقت اس کے یہ معنے نہیں کہ لفظی معنی کر دیں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قریبیوں میں محبت" اس میں کہاں لکھا ہے کہ میرے قریبیوں سے محبت کیا کرو۔ "میرے قریبی" کس لفظ کے معنے ہیں۔ اس کا مطلب تو اتنا ہوا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ مانگتا ہوں کہ قریبیوں میں محبت پیدا ہو جائے"۔ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ کہ رشتہ داروں میں آپس میں محبت پیدا ہو جائے۔ مگر میاں قریبیوں سے مراد صرف رشتہ دار نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کی رسالت کی غرض صرف اس قدر نہیں ہو سکتی کہ ماں کو بیٹے سے محبت پیدا ہو جائے اور بھائی کو بھائی سے اور بیٹے کو باپ سے اور جورو کو خاوند سے محبت پیدا ہو جاوے یہ محبتیں [illegible] ہر جگہ ہوتی ہیں۔ رسالت محض اس کام کے لئے دنیا [illegible] معنوں میں استعمال ہوا ہے [illegible] ہوں بھی آپس میں کسی وجہ سے قریب اور نزدیک ہوں خواہ رشتہ کے لحاظ سے خواہ خاندان اور قومیت کے لحاظ سے خواہ ہمسائگت کے لحاظ سے خواہ تجارت و حکومت کے لحاظ سے سفر میں ہوں یا حضر میں۔ باہر ہوں یا گھر میں سب میں باہم محبت ہو اور ایکدوسرے سے شفقت اور مودت سے پیش آئیں۔ آپس میں بغض اور کینہ اور عداوت ہرگز نہ ہو۔

رسالت کی غرض و غایت

گویا آپ نے اپنی رسالت کی غرض و غایت یہ بتلائی کہ میں دنیا میں محبت کا مذہب پھیلانے آیا ہوں۔ دنیا میں جس قسم کی قربت بھی ہو رسالت محمدیہ وہاں مودت اور محبت پیدا کرنا چاہتی ہے غور کرو اس سے بڑھ کر محبت کا مذہب اور کیا ہو سکتا ہے۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں اپنی رسالت کی غرض یوں بیان فرمائی ہے۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من یشاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا (الفرقان) کہہ دے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ پکڑ لے۔ یعنی میری رسالت کا مقصد سوائے اس کے نہیں کہ بندہ اپنے رب کی راہ پکڑ لے اور خدا کا قرب حاصل کرے۔ یعنی رسالت محمدیہ کا مقصد تعلق باللہ اور تعظیم لامر اللہ پیدا کرنا ہے۔

عمارت اسلام کے دو ستون

فلسفہ مصیبت

اور

قرآن کریم کی آیت "ولنبلونکم" کی حقیقی تفسیر

(از خواجہ عبدالغنی صاحب عزیز منزل لاہور)

حضرت قبلہ خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند ارجمند خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر کا بچہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۹ء کی صبح کو ۹ بجے کے قریب دارلبقا کی طرف گیا حضرت خواجہ صاحب کو اس بچہ سے خاص انس تھا۔ اس کی تیمارداری کے لئے وہ لاہور سے لکھنؤ گئے۔ جہاں انہیں یہ حادثہ جانکاہ دیکھنا پڑا۔ اس واقعہ سے جو انہیں صدمہ ہوا وہ ظاہر ہی ہے۔ لیکن اس نے ایک نشتر کا کام کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت نے اپنا اصلی رنگ دکھایا۔ کہنے کو تو یہ اشعار تاریخ وفات ہیں لیکن جس کا دل قومی مصائب سے زخمی ہو چکا ہو اور جو موجودہ مصائب کے اسباب بھی جانتا ہو۔ وہ ذاتی واقعات سے بھی قوم کے لئے ایک سبق نکال لیتا ہے۔ یہ اشعار نہیں، یہ فلسفہ مصیبت کی ایک سچی تعبیر اور قرآن کریم کی آیت "ولنبلونکم" کی حقیقی تفسیر ہیں۔ ان اشعار میں ہمارے لئے ایک عملی سبق بھی ہے۔ یعنی ہماری موجودہ مصیبت کا کس طرح علاج ہو سکتا ہے۔ گو ان اشعار میں رضا و تسلیم کی تعلیم ہے۔ اور خود حضرت خواجہ صاحب کی زندگی بھی اسی رضا و تسلیم کا ایک نمونہ ہے۔ لیکن یہ اشعار بدلائل ظاہر کرتے ہیں کہ رضا و تسلیم ہی کلید کامیابی ہے۔ اور مصائب شدائد اس لئے وارد ہوتے ہیں کہ انسان کے اندر سے حقیقی جوہر کامرانی ظاہر ہوں۔ لیکن جو مصائب کے مقابل دب کر مایوس ہو گیا اس نے اپنی ہستی کو گنوا دیا۔ بالمقابل وہی بامراد ہوا جس نے مصیبت ہی کو ایک تازیانہ سمجھ کر قدم ہمت کو مضبوط کیا۔

قطعہ تاریخ ارتحال قیصرہ بی بی بنت خواجہ نذیر احمد صاحب

(از خواجہ کمال الدین صاحب)

زباغم قیصرہ آں نونہالے !
زوالش آمد از عین الکمالے
کشیدم نالہ و آہ و بکائے
مگر آمد ز غیبم ایں ندائے
تو مے نالی چہ آمد ابتلائے
بنی گو مدکہ آمد اصطفائے
تضارت گر گشودہ باب رحمت
خوشا مردی کہ یابی گنج رحمت
کلید گنج خوبی ہر بلائے
پئے آرام در دے شد دوائے
اسیر درد و غم۔ آقائے نعمت
رہین عیش و عشرت در مصیبت
عزیز از جان خورا ز خوان مشقت
دہندت ہر زماں الوان نعمت
تو از حسن عمل سامان خود ساز
در فتح و ظفر بر تو شود باز
ز سعی و کوشش صبح و مسائے
بدستے آیدت چیزے کہ خواہی
ترا دادہ دل و گوش و بصارت
چرا بر دولت دیگر نگاہت
ہر آنکس روشنش دل از بصیرت
کنیز او ز سعی اش عز و دولت
بدہ نخل عمل را آب محنت
بیابی میوہ ہائے پر حلاوت
اگر ناکامی آید بر راہت
مشو بیدل از و آمد سعادت
کہ ایں اسپ عمل را تازیانہ
بہ مرغ استقامت آشیانہ
چہ دانی چیست صبر و استقامت
فضیلت، مکرمت، دولت وجاہت
مگر صبر و استقامت کے تو یابی
کہ روئے از مصیبت ہا بتابی
کسادے خوردہ در جانت طلائے
مصفا کن تو از نار بلائے
علاج کسل و جبن و غفلت ما
حکیمے کالے کرد۔ از بلا ہا،
مبارک باد گر آمد مصیبت
کہ خود قرآں تو اداد بشارت
چو مسلم خوگر درد و محن بد
فضیلتہائے دنیا سایہ اش شد
ندانستی کہ مشکل راچہ نامے
ز کوشش کرد ہر اشکال رامے
ہمہ آسائشے در سعی و محنت
ز سہل انگاریش ہر آں نفرت
کنوں آساں تنی شد شامل حال
نہ عزت نے فضیلت ماند نے مال
چو شد آخر ازیں دنیا گزشتن
برابر شد بہ تحت دخاک مردن
تو از لذات دنیائے تباہ کار
مگر دانی کہ اینک آستیں مار
چرا کردیم نصب العین دنیا
چرا ایں راہ باشد منزل ما
کہ دنیا مزرعہ آخر شمردند
ز محنت مرد ماں اثمار خوردند
مگر قائد مشو از گفتہ ما
کہ الا ما سعی یکتا تغمہ ما
تو استعداد ہا داری فراواں
تو کے مردی اگر ماند نہاں
ہمہ در دست تو دادہ امانت
تن آسائی دریں راہے خیانت
سپاہی زادہ شو در ہر جہادے
امان آید ترا از ہر فسادے

برائے درد غیرے شو دوائے
بدست آر و بدست دیگراں دہ
بجو ز حنظل شوی خوش کام آخر
نشان تارما، تاباں چو سازی
اگر در خواب دبیداریست بیدا
کہ ظل حی و قیوم است آن قوم
بدست خود صلیب خویش بردار
ز مردن آمد از مردن نجاتے
چو بر اسلام آمد خواب غفلت
چو مسلم از صعوبت تافتہ رو
علاج تلخکامی ؟ تلخکامی!
بداں آنکس کہ کو بد باب کلفت
شفا خواہی دوائے تلخ آشام
بکن ہر مشکلے را حینہ مقدم
اگر صبر و صلاتے زاد راہت
فلاح خواہی زجائے عیش برخیز
ز آب دیدہ و درد نہانی
متاعت در زیاں۔ برغم نشو شانی
گزشتہ از در موت آنکہ زندہ
بداں زیں مرگ طفلکے احیائے

ہمہ را دہ بخوان خود صلائے
کسے کو کرد بالا دست شد بہ
کہ سمے را، دراں تریاق مضمر
مبارک باد گر بخت نازی
دلت۔ تو در امن باشی ز آزار
کہ شد مصداق لا سنۃ ولا نوم
مسیحیت ترا حاصل ازیں کار
بہ خوان و خاک فلطیدن حیاتے
برفت از دست شان عز و حکومت
مذلت مسکنت آمد ز ہر سو
ز جہد نفس آمد کامرانی!
ہمو شد وارث تخت سعادت
کہ درد وارد ہے آلام است آرام
شوی از نفل باری فارغ از غم
ترا از آسماں آید اعانت
بعز بال مشقت جنس خود بیز
شود پر میوہ نخل کامرانی
کہ مو تو قبل موت گفت استاد
بلا تکلیفہا کو آرمندہ
کہ مضمر در فنا راز بقائے

ز مرگش از سر لطف خدایت
گلے از باغ دنیا شد بہ جنت
۳۰ + ۱۸۹۹ = ۱۹۲۹ء

خبریں

— پشاور ۲ فروری۔ آج افواہ پھیل رہی ہے کہ بچہ سقہ بھاگ آیا۔

— لنڈی کوتل ۲ فروری۔ اس افواہ کی تردید ہو گئی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کا صاحبزادہ ماسکو چلا گیا ہے۔ اور وہاں سے کابل جا رہا ہے۔ شہزادہ صرف برلن گیا ہے۔

— بچہ سقہ کی جو برائے نام عدالتیں ہیں ان پر جاہل قاضیوں اور ملاؤں کا قبضہ ہے۔ جو قانون وہ چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں۔ لڑکیوں کے تمام سکول اور عورتوں کے کلب قانوناً بند کر دیئے گئے ہیں۔ عورتوں کے لئے حکم جاری کیا گیا ہے کہ وہ برقع پہنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔ یورپین ہیٹ بھی ممنوع قرار دی گئی ہے۔

— معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ کی حکومت کابل کے ارد گرد چند میل کے قریب تک محدود ہے۔

— قندہار کے ہر ایک گھر نے شاہ امان اللہ کی فوج میں ایک آدمی دینے کا وعدہ کیا ہے۔

— بچہ سقہ کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے چند ڈاکوؤں کو ایک جشن میں مدعو کیا۔ اور بازار سے گرفتار شدہ آدمیوں کے سر پر سر جشن لوہے کے گرم توے پر رکھ دیئے اور ان کو دیکھ کر حظ اٹھاتے رہے۔

— پشاور ۲ فروری مزار شریف میں ترکمان اور ازبک پٹھانوں نے ۳۵ ہزار فوج جمع کر لی ہے۔ اور بچہ سقہ کو جنگ کا اعلان بھیج دیا گیا ہے۔ اس لشکر نے فیصلہ کیا ہے کہ شاہ امان اللہ کی حمایت میں جانیں لڑا دیں گے۔

— تازہ خبر ہے کہ مفرور شہزادہ سردار محمد عمر خاں کو شنواریوں نے گرفتار کر لیا ہے اور اس کو انگریزوں کے حوالے کیا جائے گا۔

— بمبئی ۲ فروری۔ بمبئی میں شنکر اچاریہ ڈاکٹر کرت کوٹی کی صدارت میں ایک جلسہ حال ہی میں منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان میں ایک ایسے مشن کی کانسٹی ٹیوشن وضع کرنے کے لئے ایک کمیٹی مرتب کی گئی۔ جو یورپ و امریکہ کے مختلف شہروں میں اپنی شاخیں کھول کر ان لوگوں کی امداد کریں۔ جو ویدک دھرم کو قبول کرنے کے خواہشمند ہوں۔ جلسہ میں اعلان کیا گیا۔ کہ کئی راجے اور رؤسا اس سلسلہ میں شنکر اچاریہ کو مالی و دیگر امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کمیٹی میں ڈاکٹر مونجے بھی شامل ہیں۔

پیغام صلح:- مسلمان اس خبر کو ذرا غور سے پڑھیں۔

— قبیلہ کاکا خیل نے جس کا افغانستان اور سرحد پر بہت اثر ہے شاہ امان اللہ خاں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

— افغانستان کے اسی (۸۰)، سرکردہ علماء نے بچہ سقہ کے خلاف کفر کا فتوے دیدیا ہے۔

— کابل میں خیال کیا جاتا ہے کہ اگر قندہار میں افواج کے اجتماع کی خبر صحیح بھی ہو تو شاہ امان اللہ خاں مارچ سے پہلے کابل پر چڑھائی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر سردار علی احمد جان کی پیش قدمی کی یہی رفتار رہی تو وہ ہفتہ عشرہ میں کابل پہنچ جائیں گے۔

— افغان سفیر متعینہ ماسکو نے حکومت بولشویک کو سرکاری طور پر اطلاع دی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے افغانستان کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

— پشاور ۳ فروری۔ سردار علی احمد جان اپنا لشکر جلال آباد اور کابل کے درمیان بمقام جگدلک جمع کر رہا ہے۔

— لندن ۲ فروری۔ ہوا باز شا المعروف کرنیل لارنس آج پلیمتھ پہنچ گیا ہے اور تمام مسافروں سے پیشتر خشکی پر آیا۔ اخبار کے نمائندوں کے سوال پر اس نے کسی قسم کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

— پشاور ۴ فروری۔ سردار علی محمد خاں کو جو شاہ امان اللہ خاں کے دورہ یورپ کے دوران میں انکے ملک کا انتظام کر رہے تھے بچہ سقہ کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور مطالبہ کیا کہ یا وہ چالیس ہزار روپیہ دیں یا وزیر جنگ کا عہدہ قبول کریں۔ لیکن انہوں نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا۔ جس پر ان کی ضبطی جائداد کا حکم دیدیا گیا۔ اس کے بعد ان کو سزائے تازیانہ بھی دی گئی۔

— پشاور ۳ فروری۔ غیاث الدین غلزئی جس نے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ خوست سے بھاگ گیا۔ خوست کے لوگ شاہ امان اللہ

مذاکرۂ علمیہ

حضرت مسیح موعود اور مسئلہ ولادتِ مسیح

(۱)

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سینئر سب جج جہلم کے قلم سے

ولادت مسیح از روئے قرآن

گزشتہ دنوں میں میں نے ولادت مسیح کے متعلق تین مضامین "پیغام صلح" میں شائع کئے تھے۔ جن میں دکھایا تھا کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ کے بن باپ ہونے کا عقیدہ نکلتا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کی پیدائش کے متعلق جو سنت اللہ قرآن میں نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ جب سے نسل انسانی چلی ہے انسان ہمیشہ مرد و عورت کے مرکب نطفے سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ اور مسیح بھی انسان تھے کوئی وجہ نہیں کہ اس سنت اللہ سے انہیں خواہ مخواہ باہر رکھا جائے۔ باپ سے پیدا ہونا کسی نبی یا برگزیدۂ خدا کی ہتک نہیں۔ بلکہ تمام انبیا اور اولیا باپ کے ذریعہ ہی پیدا ہوتے آئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کے باپ کا تذکرہ آئے تو محمودی صاحبان اور بعض غیر از جماعت مسلمان سیخ پا ہو جائیں اور گالیاں اور کفر کے فتوے دینے لگ جائیں۔

ولادت مسیح اور اصول اسلام

ولادت مسیح کا مسئلہ کوئی اسلامی اصول نہیں۔ ایمانیات میں یہ داخل نہیں۔ عبادات میں یہ شامل نہیں۔ اوامر و نواہی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک مسلمان جو مسیح کو بن باپ مانتا ہے۔ وہ بھی پکا اور سچا مسلمان ہے۔ اور ایک مسلمان جو مسیح کا باپ مانتا ہے۔ وہ بھی سچا اور پکا مسلمان ہے۔

ولادت مسیح اور احمدیت

اسی طرح مسیح کی ولادت احمدیت کے کسی اصول میں داخل نہیں۔ مسیح موعود کے نزول سے اسے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔ حیات و ممات مسیح تو بےشک ایسی چیز ہے جس پر احمدیت کی بنیاد قائم ہے۔ اور جب تک وہ ثابت نہ ہولے احمدیت کی جڑ نہیں لگتی۔ کیونکہ جب تک اگلا مسیح نہ مرلے دوسرا مسیح کیسے آئے۔ مگر ولادت مسیح کا احمدیت سے کیا تعلق۔ کسی نے مسیح کو بن باپ مان لیا۔ تو اس کی احمدیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور کسی نے مسیح کا باپ مان لیا تو احمدیت میں کچھ بڑھ نہیں گیا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی دس شرائط بیعت میں کہیں یہ شرط نہیں رکھی کہ مسیح ابن مریم کو بن باپ ماننا ضروری ہے۔ آپ نے کشتی نوح میں ایک لمبی فہرست ان امور کی دی ہے جن کی وجہ سے ایک شخص آپ کی جماعت میں سے نہیں رہتا۔ اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ جو آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا وہ آپ کی جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور پھر ادنے سے ادنے اعمال کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے ایک شخص آپ کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر کہیں نہیں لکھا کہ جو شخص مسیح کا باپ مانتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور وہ کس طرح ایسا کلمہ لکھ سکتے تھے جبکہ ولادت مسیح کا مسئلہ اسلام میں نہ ایمانیات کا جزو ہے نہ عبادات کا نہ اوامر نواہی کا۔ بلکہ محض ایک علمی مسئلہ ہے۔ یعنی ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ فلاں شخص کس طرح پیدا ہوا۔ تاریخ سے یا کسی مذہبی کتاب سے کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح پیدا ہوا۔ اس سے بڑھکر کچھ نہیں جس کی جو تحقیق ہوگی وہ ویسا ہی مان لے گا۔ اس سے مذہب کو کیا واسطہ؟

حضرت مسیح موعود کا "ایمان" یا "عقیدہ"

پس حضرت مسیح موعود نے اگر کہیں ایسا لکھ دیا ہو کہ یہ ہمارا ایمان یا عقیدہ ہے کہ مسیح بن باپ تھا تو ظاہر ہے کہ یہاں ایمان یا عقیدہ آپ نے اسلامی اصطلاح میں استعمال نہیں کیا جس سے مراد ہوتی ہے کہ جزو ایمان ہے یا کوئی اصول اسلام ہے۔ بلکہ اپنے وسیع لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے جس کے رو سے **ایمان** سے مراد ہوتا ہے کہ **ہم ایسا مانتے ہیں** اور **عقیدہ** سے مراد ہوتا ہے کہ **ہم ایسا سمجھتے ہیں** روزمرہ کی گفتگو میں ہم کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے یا ہمارا عقیدہ ہے کہ معراج جسمانی ہوئی تھی۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرا ایمان ہے یا میرا عقیدہ ہے کہ معراج روحانی ہوئی تھی۔ اب اس سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ جو شخص معراج جسمانی مانتا ہے مذہب اسلام کے رو سے اس کا کوئی ایمان یا عقیدہ ہے اور معراج روحانی ماننے والے کا اسلامی اصطلاح کے لحاظ سے کوئی اور ایمان یا عقیدہ ہے اور اس لئے ایک کے نزدیک دوسرا کافر ہے۔ اور اگر ایک کا مذہب اسلام ہے تو دوسرے کا کفر ہے۔ یہاں صاف طور پر یہی معنے لئے جاتے ہیں کہ ایک شخص یوں مانتا یا سمجھتا ہے کہ معراج جسمانی رنگ میں ہوئی تھی۔ اور دوسرا یوں مانتا یا سمجھتا ہے کہ معراج روحانی رنگ میں ہوئی تھی اسیطرح مذاہب حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ وغیرہ کے تذکروں میں لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں فلاں امام کا مذہب یوں ہے۔ اور فلاں امام کا مذہب دوسری طرح ہے۔ تو اس سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ دونوں اماموں کے دین و مذہب الگ الگ ہیں۔ اور اگر ایک مسلمان ہے تو دوسرا کافر ہے بلکہ مراد یہ ہوا کرتی ہے کہ اس مسئلہ کو فلاں امام ایک طرح سمجھتا ہے اور فلاں امام اسے دوسری طرح سمجھتا ہے۔ پس جو مسائل جزو ایمانیات نہیں ہیں اور کسی اصول یا ارکان اسلام میں ان کا شمار نہیں ہے ان کی نسبت جب ہم کہیں گے کہ ہمارا ایمان ہے یا ہمارا عقیدہ ہے تو اس کے معنے صرف اس قدر ہوں گے کہ ہم ایسا مانتے ہیں یا ایسا سمجھتے ہیں۔

محمودیوں کا افترا

محمودی لوگ بہت جوش اور جذبہ سے کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جو مسیح کو بن باپ نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ حالانکہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ولادت مسیح کا مسئلہ محض ایک تاریخی واقعہ ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ اسلام کے اصولوں کو۔ ایمانیات کو۔ عبادات کو۔ اوامر و نواہی کو جب اس سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں تو یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود زبردستی اسے اسلامی عقائد اور ایمانیات میں داخل کرکے مسیح کا باپ نہ ماننے والوں کو اسلام سے خارج کر دینگے۔ درحقیقت یہ حضرت مسیح موعود پر افترا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی وسعت قلبی

حضرت مسیح موعود کی وسعت قلبی تو اتنی تھی کہ آپ نے حیات و ممات مسیح اور نزول مسیح کے مسائل کو جن پر سلسلہ احمدیہ کی بنیاد قائم ہے اسلامی اصول قرار نہیں دیا۔ تو ولادت مسیح کا مسئلہ بیچارہ کس شمار و قطار میں ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ کو پڑھو فرماتے ہیں:-

"اول تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔"

پھر "بدر" دسمبر ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود کا لیکچر لدھیانہ شائع ہوتا ہے۔ اس میں یہ الفاظ قابل غور ہیں:-

"میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اول تو حیات وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو۔ یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کہ کیا اس سے یہ اقرار بھی لیتے ہو۔ بجز اس کے کہ امنت بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت۔ جبکہ یہ مسئلہ اسلام کی جز نہیں پھر مجھ پر وفات مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا ہے۔ کہ یہ کافر ہیں دجال ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ ان کے مال لوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتیں گھروں میں بغیر نکاح رکھ لینا درست ہے ان کو قتل کرنا ثواب کا کام ہے۔ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے۔ کہ اگر ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے اس کو مسلمان ہی کہو۔ مگر اب کیا ہو گیا؟"

مکفر مولویوں اور محمودیوں کی پوزیشن

حضرت صاحب کی مذکورہ بالا تحریر اپنے اندر ہدایت اور نور رکھتی ہے لہذا محمودی صاحبان کے لئے میرا جواب بھی وہی ہے جو حضرت مسیح موعود نے غیر احمدی مکفر مولویوں کو مذکورہ بالا عبارت میں دیا ہے اس عبارت میں میں "حیات و وفات مسیح" کی جگہ اب اپنی طرف سے "ولادت مسیح" رکھکر یہی عبارت نقل کرکے دکھاتا ہوں کہ کفر مولویوں اور محمودیوں کی پوزیشن بالکل ایک ہے اور میرا انہیں جواب بھی وہی ہے جو حضرت مسیح موعود نے مکفر مولویوں کو حیات و وفات مسیح کے مسئلہ میں دیا ہے۔ کیونکہ دونوں جواب ایک ہی اصول پر مبنی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ **مسائل اسلام کے اصولوں اور جزو ایمانیات میں سے نہیں ہیں۔**

"میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اول تو بن باپ ولادت مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے۔ ہر جگہ ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں۔ مگر بتاؤ کیا اس سے یہ بھی اقرار لیتے ہو؟ بجز اس کے کہ امنت بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت۔ جبکہ یہ مسئلہ اسلام کی جز نہیں پھر مجھ پر بن باپ ولادت مسیح کے اعلان سے اس قدر تشدد کیوں کیا گیا ہے۔ . . . . . . ایک تو وہ مسیح موعود کا زمانہ تھا کہ قادیان سے یہ آواز اٹھا کرتی تھی کہ اگر ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتوے دینا نہ چاہیئے۔ اس کو مسلمان ہی کہو مگر اب کیا ہو گیا؟"

ولادت مسیح اور وفات مسیح

کیا حضرت مسیح موعود کا مذکورہ بالا استدلال درست ہے؟ کیا کسی کافر کو مسلمان کرتے وقت کلمۂ شہادت اور ایمان کی صفات پڑھاتے وقت مسیح کی حیات یا وفات کا اقرار لیا جاتا ہے؟ اگر نہیں لیا جاتا تو پھر یہ جزو ایمانیات نہیں۔ تو کیا مسیح کے بن باپ ہونے کا اقرار لیا جاتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ جزو ایمانیات کس طرح ہوا؟ یاد رکھو میرا وہی استدلال ہے جو خود حضرت مسیح موعود کا ہے۔ اس طرز استدلال کے بعد حضرت مسیح موعود کسی شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دے سکتے۔ جب تک وہ کسی جزو ایمانیات کا منکر نہ ہو۔ اور ولادت مسیح کا مسئلہ یقیناً جزو ایمانیات نہیں

مسیح موعود کی حیثیت

تو حضرت مسیح موعود پر یہ کس قدر افترا ہے کہ آپ نے مسیح کو باپ ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ کیا مسیح موعود اپنے اسلام و ایمان پر جو دلائل دیا کرتے تھے انہیں دوسرے کے اسلام اور ایمان کے پرکھنے کے وقت رد کر دیا کرتے تھے۔ کیا اپنا ایمان ناپنے کا پیمانہ اور تھا اور دوسروں کے ایمان ناپنے کا پیمانہ اور تھا۔ ارے کیوں اس معصوم پر ظلم کرتے ہو۔ تم کیوں اس قدر اس خدا کے برگزیدہ کے درپے دشمن ہو گئے ہو۔ تم نے اس معدن علم و حکمت کی دنیا میں کیا حیثیت بنا رکھی ہے کچھ تو شرماؤ۔

لا يجرمنكم شنان قوم على ان لا تعدلوا۔ ہماری دشمنیاں تمہیں صراط مستقیم سے نہ گرا دیں۔ یہ صرف ہماری دشمنی ہے جو تم سے سب کچھ کروا رہی ہے۔

مسیح موعود کا معیار اسلام

الحکم میں سے ایک حوالہ کیا ملا کہ چھوٹے بڑے سب خوشی سے اچھل پڑے اور لگے بغلیں بجانے کہ آہا جی اب دل ٹھنڈا ہوا آخر پیغامیوں کو اسلام سے خارج کرکے چھوڑا۔ بہشتی مقبرہ پہلے ہی ہمارے پاس تھا۔ اب جنت میں بھی ہمارا کوئی شریک نہیں۔ بڑے فخر اور ناز سے منہ لٹکا لٹکا کر الحکم لئے پھرے اور لوگوں کو دکھا دکھا کر اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑے اور ذرا نہ سوچا کہ آخر ہم یہ کیا حرکت کر رہے ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود جب اپنے ایمان اور اسلام کو پرکھنے کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ تو شرائط ایمان کو بطور کسوٹی پیش کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جو شرائط ایمان تم ایک کافر کو مسلمان کرتے وقت تلقین کرتے ہو جب مجھ میں وہ سب پاتے ہو تو تم مجھے دائرہ اسلام سے خارج کس طرح کہتے ہو۔ جو شخص اپنے ایمان اور اسلام کے پرکھنے کا یہ معیار قائم کرے گا تو وہ خود جب دوسروں کے ایمان اور اسلام کو پرکھنے لگے گا تو اپنے اس معیار کو کس طرح بھول جائے گا۔ اگر یہ محمودی لوگ دانا ہوتے اور ایسا کوئی حوالہ دیکھتے جس میں اس معیار کے خلاف حضرت صاحب کا کوئی فتویٰ نظر آتا تو فوراً اسے رد کر دیتے اور کہتے سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ یکم ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۷ | ۲۶۶

ہماری قومی زندگی

اتحاد اخوت اسلامی اور مسلمانوں کا موجودہ انتشار

احباب احمدیہ کے قابل غور باتیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ...... اولئک ھم المفلحون

ہماری قومی ترقی کی بنیاد

مذہب اسلام صرف اس بات پر بس نہیں کرتا کہ فرداً فرداً اپنی اپنی جگہ پر لوگ ترقی کریں یا ہر ایک انسان اپنے قویٰ کی نشوونما پر ہی راضی ہو جائے بلکہ اس انفرادی ترقی کے ساتھ بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم نے قومی ترقی کو بھی نہایت ضروری اور لازمی قرار دیا ہے۔ بلکہ جس قدر قوموں کی ترقی اور تنزل کا اس میں ذکر ہے افراد کا نہیں۔ قرآن کریم نے قومی ترقی پر بڑا زور دیا ہے۔ اس قومی ترقی کی بنیاد اسی چیز پر ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا۔ حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ اور تفرقہ نہ کرو۔ اور پھر اس حالت کو یاد دلایا ہے جو اسلام سے پہلے تھی۔ اور اس سے نکال کر کیا بنایا۔ فرمایا۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اس حالت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کی اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے

سب سے بڑی نعمت

یہ نقطہ بہت قابل غور ہے۔ فی الحقیقت جب وہ لوگ جن کے ساتھ انسان کو سابقہ پڑتا ہے اُن کے ساتھ اخوت کے تعلقات پیدا ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر نعمت اور کوئی نہیں۔ انسان کے قلب کو جو راحت اس سے حاصل ہوتی ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ اُس کے برادرانہ تعلقات ہیں۔ وہ کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتی۔ انسان کے لئے انسان کی محبت بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا اس قدر اثر ہے کہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ سامان راحت موجود ہوں اور ہر طرح کا عیش و آرام میسر ہو لیکن یہ نہ ہو تو کچھ نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کام کے لئے مبعوث فرمایا تو اس کے ساتھ ہی ایک اخوت اور اتحاد بھی آپ کے ماننے والوں میں پیدا کر دیا جو فی الحقیقت دنیا میں ایک بے نظیر چیز ہے۔

مسلمانوں کی پراگندگی اور تفرقہ

[illegible]

ہے کس قدر کمال ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو اُس نے ایک ہی قرار دے کر سب قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو ماننے کا حکم دیا۔ جو درحقیقت اتحاد وحدت نسل انسانی کا ایک ہی زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مسلمانوں کے اندر جو اخوت پیدا کی وہ واقعی اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آج مسلمانوں کے اندر جس قدر انتشار اور پراگندگی ہے اس کی بھی نظیر آج کم ملتی ہے۔

میں نے اس سوال پر بڑا غور کیا ہے۔ آج مسلمانوں کے مصائب کا بیشتر حصہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ان میں اخوت نہیں رہی۔ شاید کسی قوم میں اس قدر تفرقہ کی نظیر نہ ہو جو مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

مسلمان کیوں ترقی نہیں کرتے

لوگ سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا۔ وہ کیوں ترقی نہیں کرتے۔ ترقی کا انحصار تو اصولوں پر عمل پیرا ہونے پر ہے۔ کوئی غیر قوم اگر اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتی ہے تو وہ ترقی کرے گی۔ مسلمان اگر عمل پیرا نہ ہوں گے تو وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ آج جتنی کوشش مسلمانوں کے اتحاد کے لئے کی جائے کوئی کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس تمام پراگندگی کی وجہ یہ ہے کہ دل جدا ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں انہیں کامیابی نہیں۔ نہ ان کی تجارت چل سکتی ہے نہ ان کے دوسرے کاروبار اور ملازمتیں کسی فائدے کا موجب ہیں۔ جب تک اتحاد نہ ہو جو بھی قدم اُٹھائیں وہ پیچھے ہی جائے گا۔

مسلمانوں کی عام ذہنیت

اگر غور کرو تو ایک منافرت تو مولویوں نے پیدا کی تھی۔ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر ایک دوسرے کو بُرا کہنا۔ اور کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے۔ لیکن یہ باتیں تو زیادہ تر مولویوں تک محدود تھیں۔ مگر آج ساری قوم کی ذہنیت ہی ایسی ہو گئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے سیاسی امور پر اختلاف رائے ہوتا ہے۔ تو وہاں بھی ایسی ہی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسری قوموں میں باوجود سیاسی اختلافات کے ایک دوسرے سے ملتے ہیں لیکن مسلمانوں میں ایک دوسرے کا [illegible]

ہیں۔ ان کے سرکار پرست ہمارے سرکار پرستوں سے دس قدم آگے ہیں۔ ان کے آزاد خیال ہمارے آزاد خیالوں سے پیچھے نہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ آپس میں ملتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ خلق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ ان کے اختلافات جو کچھ ہیں۔ وہ اسی حد تک ہیں۔ جہاں تک ایک کی رائے دوسرے سے مختلف ہو۔ ان کے دل میں تفرقہ اور نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی حالت اس کے بالکل خلاف ہے۔ ذرا ذرا سی بات کو وجہ پرخاش اور دشمنی بنا لیا جاتا ہے۔ جس طرح ہمارے علماء کا یہ شیوہ ہو گیا ہے کہ جو ان کے خیال سے ذرا اختلاف کرے اُس کو گردن زدنی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہی مرض مسلمانوں کے سیاسی لیڈروں کا بھی خیال ہو گیا ہے کہ ان کی رائے سے جو بھی اختلاف کرے اُس کی گردن اُڑا دی جائے۔ باہمی معاملات میں ایک دوسرے کی معاونت جو مسلمانوں کا شیوہ ہوتا تھا وہ گذشتہ قصہ اور کہانی ہے۔ اور ایک دوسرے کی تخریب کے سوائے ان کا اور کوئی کام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کسی قسم کا تعمیری کام نہیں کر سکتے۔ ہنگامی کام اور لڑائی جھگڑے کر لیتے ہیں۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔ ایک دوسرے پر لعن طعن بڑے زور سے ہو رہے ہیں۔ اور کوئی فریق دشنام دہی اور بہتان طرازی میں ایک دوسرے سے پیچھے رہنا نہیں چاہتا۔ وہ لوگ جو فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کے مصداق تھے آج وہی ایک دوسرے کے اعدا بن گئے۔

برائی جب اپنے ساتھ ہو

ہمارے علماء میں جو بیماری پیدا ہوئی کہ جو اُن کے نقطۂ نگاہ سے اختلاف کرے وہ گشتنی اور گردن زدنی ہے ان کو اس پر بُرا بھلا کہا جاتا رہا ہے۔ اور آج تک کہا جاتا ہے جس طرح ہر ایک گناہ و بدی جب انسان خود کرتا ہے تو اُسے بُرا معلوم نہیں ہوتا۔ اور دوسرا کرے تو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ایک چور چوری کرتا ہے تو اُسے اس کی بُرائی کا اس قدر احساس نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے جب اُس کی چوری کوئی دوسرا کرے۔ رات ہی ایک شخص یہاں آئے انہوں نے سوال کیا زنا کیوں بُری چیز ہے۔ میں نے کہا کہ ہر ایک بدی کی بُرائی انسان آسانی سے دیکھنا چاہے تو یوں ہی دیکھ سکتا ہے کہ خود اپنے اُوپر اُسے وارد کرے جسے دوسرے کی بہو بیٹی کے ساتھ زنا کا ارتکاب بُرا معلوم نہ ہو وہ اس حالت کا اندازہ کرے جب اس کی اپنی بہو بیٹی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے۔

اسی طرح میں نے دیکھا ہے کہ یہ تکفیر کرنے والے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک دوسرے کی تکفیر تو کر لیتا ہے اس کی اپنی تکفیر جب کی جائے تو بُری معلوم ہوتی ہے۔

میاں صاحب اور تکفیر مسلمین

آج صبح ایک احمدی نے جو ہماری جماعت لاہور میں سے نہیں قادیان کی ایک تقریر کا حوالہ دیا اور کہا کہ اب تو میاں صاحب بھی

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

شیلانگ میں مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی تقریر

۹ر اپریل [illegible] کو مولانا یعقوب خاں صاحب جو بنگال و آسام کا دورہ کر کے آئے ہیں شیلانگ پہنچے تھے ار اپریل کی شام کو خاں صاحب نے کونسل میموریل ہال کے اندر "پیغام اسلام" کے موضوع پر ایک عام جلسہ میں لیکچر دیا۔ جو شیلانگ اسلامک مشن کے اہتمام سے منعقد کیا گیا تھا۔ علیگڑھ کے ڈاکٹر ضیاءالدین احمد سی۔ آئی۔ ای۔ جو حسن اتفاق سے ایک دن پہلے شیلانگ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے صدر قرار پائے۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر صاحب کے آنے میں ذرا توقف ہو گیا۔ اس لئے جلسہ کی کارروائی زیر صدارت سر سید محمد سعید اللہ نائٹ جوڈیشل ممبر آسام گورنمنٹ شروع کر دی گئی۔ ڈاکٹر ضیاءالدین احمد صاحب کے تشریف لانے پر سر سید محمد سعید اللہ نے ڈاکٹر صاحب کے لئے کرسی خالی کر دی۔ ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ جس میں ہر جماعت کے آدمی شامل تھے۔

مولانا یعقوب خاں صاحب نے اپنی تقریر کے آغاز ہی میں اس خیال کا اظہار کیا کہ اسلام کے متعلق جو غلط خیالات حاضرین کے دلوں میں جاگزیں ہو گئے ہیں انہیں نکال دینا چاہئے۔ انہیں اپنے دل سے ان تمام نقوش کو مٹا دینا چاہئے۔ جو عام مسلمین کے طرز عمل سے ان کے مذہب کے متعلق قائم ہو چکے ہیں۔ مذہب اسلام کے متعلق ایک صحیح رائے پر پہنچنے کے لئے انہیں براہ راست قرآن حکیم سے رجوع کرنا چاہئے جو اسلام کا سرچشمہ ہے۔ جو پیغام بارگاہ الٰہی سے ہم تک پہنچا ہے وہ اس ندی کے پانی کی طرح صاف اور پاکیزہ نہیں رہا جو اپنے منبع سے زیادہ فاصلہ تک بہتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نیا پیغام نہیں لائے یہ خالق ارض و سما کا وہی پیغام تھا جو زمانہ قدیم کے نبیوں نے مثلاً سری کرشن بدھ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے دنیا کی مختلف اقوام کو پہنچایا لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا انسانی طبائع نے اس پیغام کی صورت بدل دی۔ اسلام کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ باران رحمت کی طرح مردہ دلوں میں ایک نئی روح پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے عربوں کی کایا پلٹ دی تھی۔ افتراق اور تفرقت نے عربوں کے شیرازہ کو اس قدر پراگندہ کر رکھا تھا کہ اس کے وابستہ ہونے کی بظاہر کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی تھی لیکن اسلام نے ان کو محبت و اخوت کی سلک میں منسلک کر دیا۔ انہوں نے ایک زبردست تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ جسے اسلام کا سب سے بڑا تاریخی معجزہ سمجھنا چاہئے۔ اور یہ معجزہ صرف اس لئے ظہور میں آیا کہ اسلام نے لوگوں کو اس امر کی طرف خاص توجہ دلائی کہ انہیں اپنے دلوں کو ہر قسم کی غلامی کے خیال سے پاک اور صاف کرنا چاہئے۔

ہندوستان کے متعلق مولانا نے فرمایا کہ اس کی حالت عربستان کی اس حالت سے ملتی جلتی ہے۔ جو نبی کریمؐ کے زمانہ میں تھی۔ اور اس لئے ہندوستانیوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو وہی نسخہ استعمال کرنا چاہئے جس نے عربوں کو ان کی قومی بیماریوں کے ازالہ میں اعجاز دکھایا۔ اور جس کے صدقہ میں وہ بنی نوع انسان کے مبلغ بن گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو تاریخی پہلو سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ان واقعات اور حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن حکیم سے رجوع کیا جائے تو اس وقت ہم اسلام کے پیغام کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب نے فاضل مقرر کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ دنیا اس شدید ضرورت کو محسوس کر رہی ہے کہ اسلام کا پیغام اس کے اصلی رنگ میں خدا کی مخلوق کو پہنچایا جائے۔ آپ نے افسوس کیا کہ مولانا یعقوب خاں صاحب جیسے مقررین اور واعظین کی تعداد بہت قلیل ہے۔ حالانکہ اس قسم کے وعظ کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

آنریبل مولوی عبد الحمید۔ پریزیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل نے حاضرین کی طرف سے مولانا یعقوب خاں صاحب اور ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ کامیابی کے ساتھ برخاست ہوا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۶ر مئی کو ۱۱ بجے والی گاڑی سے عازم ڈلہوزی ہوئے۔ مقصد سفر وہی خدمت دین متین اور تبلیغ و اشاعت اسلام ہے جو ہر سال علاج کے پیش نظر ہوتا ہے۔ موسم گرما وہیں بسر فرمائیں گے۔ حضرت امیر کا پتہ یہ ہے۔ کوٹھی پیٹر برو۔ ڈلہوزی۔

اسلام مشرق و مغرب میں

کافرستان کے ساٹھ ہزار باشندے مسلمان ہو گئے

افغانستان اور چترال کے درمیان ایک خطہ زمین واقع ہے جس میں سفید کوہ کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کا نام کافرستان ہے۔ امیر عبد الرحمٰن خاں مرحوم و مغفور کے زمانہ تک یہ علاقہ آزاد تھا۔ مگر امیر مرحوم نے اسے فتح کر کے دولت مستقلہ خداداد افغانستان میں شامل کیا۔

کافرستان ایک خوبصورت مناظر کا ملک ہے اس کی اصل آبادی کا صحیح اندازہ تو معلوم نہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ امیر مرحوم عبد الرحمٰن کی کوششوں سے تقریباً یہاں کے ساٹھ ہزار آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے مگر کچھ علاقہ چترال کی سرحد کے نزدیک کا ایسا ہے جس میں اب بھی یہ لوگ اپنے گزشتہ مذہبی رسوم کی پابندی کرتے ہیں۔ اور ابھی تک کافر ہیں۔ یہ لوگ آرین نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ بتوں کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ مردوں کو جلاتے یا دفن نہیں کرتے۔ بلکہ جنگلی جانوروں کی خوراک بنا دیتے ہیں۔ باشندے نہایت حسین اور خوبصورت ہیں۔ ان کی اصلی تہذیب و تمدن و گزشتہ روایات کے متعلق بہت کچھ حالات پردۂ اخفا میں ہیں۔ چنانچہ ناروے کے ایک انسٹیٹیوٹ کی طرف سے جس کا مقصد انسانی تہذیب کا مطالعہ ہے۔ ڈاکٹر جارج جو علوم مشرقیہ کے ایک مشہور عالم ہیں براہ چترال کافرستان جا رہے ہیں۔ تاکہ سرخ کافروں کی نسبت تاریخی معلومات بہم پہنچائیں اس مشن کی کامیابی سے نہایت دلچسپ معلومات حاصل ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔

"تبلیغ کے خوفناک کرشمے"

ماریشس میں اس وقت کوئی تین لاکھ بھارتی (ہندوستانی) ہیں۔ محکمۂ تارک الوطنی کی رپورٹ ہے کہ وہاں جو ہندوستانی آئے ان میں سے زیادہ سے زیادہ ۳۰ فیصدی مسلمان تھے۔ باقی سب ہندو لیکن جو ہندو مسلمان اس وقت ماریشس میں آباد ہیں۔ ان کا تناسب محکمہ تارک الوطنی کی رپورٹ سے بہت مختلف ہے۔ ماریشس میں اس وقت دو لاکھ ہندو ہیں۔ رپورٹ کے انوسار (مطابق) مسلمانوں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۲۴ ہزار ہونی چاہئے تھی۔ لیکن وہاں مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ باقی ۲۶ ہزار مسلمان کہاں سے آ گئے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ تبلیغ کا سم ظریفی ہے جو ہندو ہندو مسلمان ہوتے رہے ہیں اور جسے قومی جیون سے بے پروا ہندو اپیکشا کی درشٹی (نفرت کی نگاہوں) سے دیکھتے رہے ہیں انہوں نے ہی مسلمانوں کی تعداد کو دگنا کر دیا ہے۔ اور اگر یہ حالت کئی ورشوں (برسوں) تک اور جاری رہی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جو دو لاکھ ہندو اس وقت موجود ہیں یہ بھی اسلام اور عیسائیت میں جذب ہو جائیں گے۔

پیغام صلح۔ معلوم نہیں اس میں کونسی ایسی "خوفناک" بات ہے کہ سماجی اخبار نے اسے ایسے "خوفناک" عنوان سے شائع کیا ہے۔ کیا ایک خدا اور تمام مذاہب کے بزرگوں اور انبیا کو ماننا جو اسلام کا اصل الاصول ہے "خوفناک" چیز ہے۔ کیا دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور راستبازوں کو جھوٹا سمجھنا جو آریہ سماج کا پرم دھرم ہے۔ دنیا کے لئے ایک "خوفناک" چیز ہے۔ یا ان کی صداقت اور راستبازی پر ایمان لانا؟ دنیا میں امن و اتحاد اگر پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا رستہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ جب تک اس پاک مذہب کے اصولوں کو یعنی کہ محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی کے نیچے دنیا کو نہ لایا جائے کوئی امن اور اتحاد دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں جو دوسروں کے انبیا اور بزرگوں کی صداقت پر ایمان لانے کی تعلیم دے۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں سے بھی ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی بے سروسامانی اور غفلت کی حالت میں قدرت نے ان کی جو مدد کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو دنیا میں غالب کرنا چاہتا ہے۔ نصرت الٰہی اس وقت مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ ہاں کچھ تھوڑی سی کمر ہمت باندھنے کی ضرورت ہے۔ اگر حامیان اسلام تھوڑی سی ہمت کر کے تبلیغ اسلام کے کام میں اپنے آپ کو لگا دیں تو بیش بہا ثمرات سے وہ متمتع ہو سکتے ہیں۔ کاش حامیان اسلام اس طرف توجہ فرمائیں۔

غیر مذاہب کی تبلیغی کوششیں

ٹرینیڈاڈ میں آریہ سماجی کام

برکاش کا نامہ نگار ٹرینیڈاڈ سے رقمطراز ہے۔ جھنڈ منی جی [illegible] ستمبر [illegible] کو ٹرینیڈاڈ پہنچے۔ چالیس مختلف مقامات پر انہوں نے لیکچر دیئے۔ جن میں انگریز، امریکن، حبشی، کریول اور ہر طبقہ و فرقہ کے ہندوستانی بھی شامل ہوتے تھے۔ لیکچروں کے اختتام پر سب لوگ تعریفی کلمات سے آسمان گونجا دیتے تھے۔ ممبران کونسل، بیرسٹر صاحبان، پادری صاحبان، ڈاکٹر صاحبان، ہیڈ ماسٹر صاحبان، کئی کیمسٹ، مرچنٹ، برہمن اور مسلمان ذی عزت اشخاص صدر بننا فخر سمجھتے تھے۔ نوجوان ہندو لڑکے جو پہلے ہندو مذہب کو لچر سمجھتے تھے۔ اب علانیہ کہتے ہیں کہ اگر برہمن لوگ ایسی تعلیم دیتے تو ہم کبھی اپنے دھرم کو نہ چھوڑتے۔ عیسائی جو صدر بنتے تھے خود کہتے تھے کہ سنسکرت منتر پڑھ کر لیکچر شروع کریں۔ کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب ان کے لیکچروں سے خوش ہیں۔ یہاں تک کہ مسٹر مارٹ ایم اے ڈائریکٹر آف ایجوکیشن نے ایک لیکچر میں صدر بننا منظور کیا اور لیکچر کے خاتمہ پر بہت ہی تعریفی کلمات کہے۔ ان لیکچروں کا یہاں تک اثر ہوا ہے کہ کئی مشن سکولوں میں ہندی پڑھنا لازمی ہو گیا ہے۔ کئی شبینہ مدارس کھل گئے ہیں۔ دو اور بڑے پیمانہ پر سکول کھلنے والے ہیں۔ ایک سکول کا نام جیمنی انگلو ویدک سکول رکھا گیا ہے۔ دو آریہ سماجیں بھی کھل چکی ہیں۔

جنوبی افریقہ میں ویدک مشنری

ڈاکٹر بھگت رام سہگل ویدک مشنری اور ان کی بیوی مشرقی افریقہ میں ویدک دھرم کا پرچار کر کے ٹانگانیکا میں گئے تھے۔ وہاں دار السلام میں ان کے لیکچر ہوئے۔ وہاں سے ان کا ارادہ جنوبی افریقہ جانے کا تھا۔ پہلے تو جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ نے ان کے داخلہ میں رکاوٹ ڈالی لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب جنوبی افریقہ میں پہنچ چکے ہیں۔ ڈربن میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ وہاں ان کے کئی لیکچر ہندی اور انگریزی میں ہوئے نتیجہ یہ ہے کہ ڈربن میں تین آریہ سماج قائم ہو گئے۔ وہاں سے وہ نٹال کے دار الخلافہ پیٹرز برگ میں گئے۔ جہاں مختلف ہندو سوسائٹیوں کی طرف سے ان کا استقبال کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا ارادہ یہ ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی ہندو جماعتوں کو بڑی جماعت آریہ سماج میں جذب کر دیا جائے۔ اور اس کام میں انہیں کامیابی کی پوری توقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ارادہ وہاں سے یورپ جانے کا ہے۔

فجی میں شدھی

میتھوڈسٹ مشن کے پادری جیکب کو فجی میں شدھ کیا گیا۔ آپ کی رسم شدھی گورو کل لتو والو لوکا میں پنڈت سری کرشن آریہ اپدیشک نے کرائی۔ جیکب کے بجائے آپ کا نام ویدک پرکاش رکھا گیا۔

اس موقع پر مسٹر جیکب نے کہا کہ "آریہ سماج میں شامل ہونے سے پہلے میں نے اس کا پوری طرح مطالعہ کیا ہے۔ میں نے ستیارتھ پرکاش کا گہری دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ میں نے جہاں تک ویدک لٹریچر کو پڑھا ہے اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ویدک دھرم سائنس اور فلسفہ کے عین مطابق ہے۔" (پرکاش)

شردھانند بورڈنگ ہاؤس نیروبی

ہندوستان سے باہر ویدک دھرم پرچار کے سلسلہ میں اس وقت تک آریہ سماج کے زیر اہتمام مشرقی افریقہ میں کینیا یا [illegible] شالہ کے علاوہ افریقہ کے اصلی باشندوں کی تعلیم کے لئے شبینہ مدرسہ کھلا ہوا تھا۔ آریہ سماج نے اپنی ان تعلیمی سرگرمیوں میں شردھانند ودیارتھی آشرم اور لڑکوں کا ہائی سکول جاری کر کے مزید اضافہ کیا ہے۔ یہ آشرم گورنمنٹ انڈین سکول کے نزدیک ایک پرفضا جگہ پر کھولا گیا ہے اس میں گورنمنٹ انڈین سکول اور آریہ سماج کے سکول کے طالب علم رہ سکتے ہیں۔ ہر ایک طالب علم کا ماہوار خرچ ۴۰ شلنگ ہے۔ لڑکوں کے سکول جانے کے لئے موٹر کا انتظام ہے۔ آریہ سماج نیروبی کی تعلیمی سرگرمیوں کا خاتمہ اس بورڈنگ ہاؤس اور سکول پر ہی نہیں ہو جاتا۔ افریقہ کے پرستار بھی آریہ جلد گورو کل قائم کرنے والے ہیں۔ جس کے لئے کئی لاکھ شلنگ کا سرمایہ جمع ہو چکا ہے۔

پیغام صلح۔ اسلامی تبلیغی انجمنیں ان سرگرمیوں سے درس حاصل کریں۔

مسلم اقوام کے زوال کی دردناک داستان

دیہات میں کام کرنے کی شدید ضرورت

(جناب قریشی کے قلم سے)

ہندوستان میں ۸ کروڑ ۷۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں سے ۳۲ لاکھ کے قریب خواندہ ہیں۔ اور باقی ساڑھے چھ کروڑ سے زیادہ ناخواندہ (دیہاتی) ہیں۔ اگرچہ غفلت و بیخبری کے باعث تعلیم یافتہ مسلمانوں کو احساس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے اپنی دیہاتی اقوام کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا تو آئندہ پچاس برس تک ان میں سے بہت سی اقوام یا تو گداگر ہونگی یا اچھوت ہوں گی۔ یا غیر مسلم اکثریت میں جذب ہو چکی ہوں گی۔ اسی سلسلہ میں شدھی سبھا کی تازہ ترین رپورٹ جس کے اعداد و شمار کی انجمن احمدیہ نے بھی تصدیق کی ہے۔ آپ کی نظر سے گزر چکی ہوگی کہ گزشتہ سال ۸ ہزار مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ یہ صرف ایک انجمن (آل انڈیا شدھی سبھا) کا کارنامہ ہے۔ درانحالیکہ ملک میں بیسیوں اور بھی جماعتیں ہیں جو نہایت خاموشی سے اس کام میں لگی ہوئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس واقعہ سے رفتار ارتداد اور ملت اسلامیہ کے مجموعی نقصانات کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور فرما سکیں گے۔

اسباب ارتداد

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہندوستان میں ارتداد کا فتنہ کچھ ہندوؤں کے پھیلانے سے نہیں پھیلا۔ ارتداد کے اسباب بالکل دوسرے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کا انتشار عام۔ فرقہ بندی کا زور۔ علما کی غفلت۔ ہندو اکثریت کا اقتصادی و سیاسی غلبہ اور تسلط وغیرہ۔ بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ حالت یہ ہے کہ اس وقت بیسیوں مسلم اقوام ارتداد و گداگری کے ساحل پر کھڑی ہیں۔ کئی اقوام خانہ بدوشی اور گداگری کی زندگی اختیار کر چکی ہیں۔ اور دیہات کی عام حالت پر نظر کر کے بڑے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مصیبت اور تباہی صرف ملکانوں اور اوڈوں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام دیہات اسی رستہ پر چل رہے ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو بچانے کے لئے کوئی سنجیدہ کام نہ کیا گیا تو یہ فساد نشوونما حاصل کر کے ہر شہر۔ ہر بستی اور ہر خاندان پر مسلط ہو جائے گا۔ اور اس وقت مقابلہ کرنا بے کار ہوگا۔

اگر آپ معلوم کرنا چاہیں کہ کون لوگ اپنے حال سے ارتداد کو دعوت دیتے ہیں تو براہ کرم حسب ذیل حالات کو بالغور ملاحظہ فرمائیں۔

بعض پنجابی اقوام

پنجاب کے بعض اضلاع میں ایک قوم آباد ہے جس کے افراد اپنے آپ کو "شافعی" بتلاتے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ مسلمان ہو؟ تو صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ضروریات دین سے بالکل بے خبر ہیں۔ کلمہ طیب سے ناآشنا ہیں۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کون تھے۔

ہوشیارپور کی پہاڑی سرحد پر کئی ایسے گاؤں آباد ہیں جن کا ایک باشندہ اپنے آپ کو "رب" کہتا ہے۔ ان کا چودھری "رب الارباب" کہلاتا ہے۔

کلو بلوچ کے علاقہ میں مسلمانوں کی ایک قوم آباد ہے جو "میراثی" کہلاتی ہے۔ ایک موقعہ پر راقم الحروف کے ایک دوست نے ایک میراثی سے دریافت کیا کہ تمہارا "مذہب" کیا ہے؟ اس نے تین چار بار اس لفظ کا اعادہ کرایا اور آخرکار بہت ہی غور و تامل کے بعد کہنے لگا۔ "ہزدار کے ٹکڑے" بعد میں معلوم ہوا کہ اس "مسلمان" نے زندگی بھر میں "مذہب" کا لفظ نہیں سنا تھا۔

ملکانہ

ایک مبلغ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک ملکانہ راجپوت کو قربانی کرتے ہوئے دیکھا اور پوچھا کنور صاحب! آپ نے تکبیر بھی پڑھی تھی۔ فرمایا۔ یہ تو میں نہیں جانتا۔ لیکن جوتی جوا تار رکھی تھی۔

بہاولپور

راجپوتانہ اور ریاست بہاولپور میں ہزارہا ایسے مسلمان موجود ہیں جو نماز پڑھنا نہیں جانتے۔ اور انہوں نے نماز کے لئے ایک قسم کا تیمم ایجاد کر رکھا ہے۔ یعنی جب اذان ہوتی ہے تو یہ چپ چاپ کھڑے سنتے رہتے ہیں اور جب اذان ہو چکتی ہے تو اپنے دونوں ہاتھ مسجد کی دیوار پر ٹیک دیتے ہیں اور پھر چہرے پر پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ فریضہ نماز سے سرخرو ہو گئے۔

سی پی وغیرہ

سی پی مہاراشٹر اور گونڈوانہ [illegible] میں اسلام صرف ختم چہلم وغیرہ کی رسوم تک باقی رہ گیا ہے۔ ختم کے موقعہ پر بڑے بڑے تکلفات ہوتے ہیں۔ اور بلا امتیاز وہ تمام چیزیں ملا کے سامنے چن دی جاتی ہیں جنہیں مرنے والا پسند کرتا ہے۔ یہاں تک کہ شراب کی بوتل۔ افیون کا گولہ اور تازہ کیا ہوا حقہ بھی سامنے لایا جاتا ہے۔ ایک دوست نے بیان کیا کہ ایک موقعہ پر متوفی کی جوان بیوہ بھی بالکل برہنہ ہو کر سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ اور پوچھنے پر معلوم ہوا کہ چونکہ متوفی کی روح اس موقعہ پر حاضر ہوتی ہے۔ اس واسطے اس کی خوشی اور آرام کے لئے یہ تمام لوازمات مہیا کئے گئے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ کی روایت

مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایک مرتبہ پنجاب کے ایک گاؤں میں جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ گاؤں کے ملا کے سامنے میت کی چارپائی لا کر رکھ دی گئی۔ ملا صاحب نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اس سے چارپائی کے ایک پائے کو تین مرتبہ ٹھکرایا۔ اور پھر کہا کہ "اٹھا لو دفن کر آؤ"۔ جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے ٹوکا تو ملا صاحب نے فرمایا کہ "ہمارے باپ تو ایک ہی مرتبہ ٹھکراتے ہیں۔ ہم تین مرتبہ ٹھکرا دیتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں؟"

مولوی محی الدین احمد کا بیان

مولوی محی الدین احمد صاحب لکھتے ہیں "مہاراشٹر میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور پریشانی بقیہ ہندوستان کے مسلمانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ مرہٹوں اور پیشواؤں کے تسلط کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمان قوم دماغی طور سے بھی قریباً بالکل فنا ہو چکی ہے" مذہبی حالت اس سے بھی زبوں تر ہے۔ بمبئی کے بعض حصص اور مدراس میں وہ مسلمان آباد دکھائی دیتے ہیں۔ جن کو سوائے اس کے کہ وہ لفظ "مسلمان" جانتے ہیں اور کسی چیز کی خبر نہیں۔ بمبئی اور گجرات کے بعض حصص میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو اپنے آپ کو "حنبلی" کہتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ خبر نہیں کہ "حنبلی" مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے نام تک ہندوانہ ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کا ہندوانہ نام بدل کر جب "عبداللہ" رکھا گیا۔ تو اس کی تمام برادری نے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ ضلع ستارہ میں ہزارہا ایسے مسلمان آباد ہیں جو اپنے آپ کو "مسلمان" کہتے ہیں۔ پر ان کو اسلام کی قطعاً کچھ خبر نہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص سے جب یہ سوال کیا گیا کہ وہ کون ہے تو اس نے اس کے جواب میں کہا "مسلمان" مگر جب اس سے کلمہ طیب پڑھنے کو کہا گیا تو بجائے اس کے کہ وہ کلمہ طیب پڑھتا گھر کے اندر چلا گیا اور اندر سے روئی دھننے کی "دھنکی" اٹھا لایا اور کہنے لگا کہ "اگر میں مسلمان نہیں ہوں تو میرے گھر میں یہ کیوں پڑی ہے"۔

ان علاقوں میں سینکڑوں "مسلمانوں" کے پاس بت اور پتھر کی مورتیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ جن کی وہ برملا پوجا کرتے ہیں "احمد نگر دچاند بی بی کا پایہ تخت" میں ۳۰۰ مساجد ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت قابل دید اور مسلمانوں کے عظیم الشان فن تعمیر کی قابل قدر یادگار رہی ہیں لیکن اب حالت یہ ہے کہ سو کے قریب تو غیر اسلامی قبضہ میں ہیں۔ حکومت نے پولیس سٹیشن پبلک لائبریری۔ کچہری۔ سرکاری اصطبل وغیرہ کے لئے جو جگہیں منتخب کی ہیں۔ وہ سب اسلامی مساجد ہیں۔ بیسیوں مساجد میں پرندوں نے بسیرا کر رکھا ہے۔ اور بیسیوں مساجد بندروں اور صحرائی جانوروں کے لئے وقف ہیں۔ مہاراشٹر کے تمام اضلاع کے قریب قریب یہی حالت ہے۔ (روداد عمل حصہ دوم)

قربانی اور محرم

مہاراشٹر میں اکثر مقامات پر ہندو قصاب ہیں۔ یہ لوگ ملاؤں کو مقررہ فیس ادا کر کے اپنی چھریاں سال یا چھ ماہ کے لئے دم کرا لیتے ہیں۔ اور پھر انہی سے مقررہ میعاد تک مسلمانوں کے لئے جانور ذبح کرتے رہتے ہیں۔ تمام علاقہ میں "دسہرے" کی طرح محرم کے سوانگ بھرے جاتے ہیں۔ اور مسلمان شیروں اور دوسرے جانوروں کا روپ دھار کر جلوس نکالتے ہیں۔ اور مسلمان عورتیں اولاد کی تمنا میں ان پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ جس عورت کے سر پر کوئی "جانور" طمانچہ مار دے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اسے اولاد مل گئی۔

جنوبی ہند کی اکثر مساجد ایسی ہیں۔ جو سال بھر میں صرف محرم کے دس دنوں میں کھلتی ہیں۔ یہاں سے علم نکالے جاتے ہیں۔ ماتمی مجلسیں قائم کی جاتی ہیں مرثیہ خواں شراب پی کر ان مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور جب محرم ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ مساجد سال بھر کے لئے بند کر دی جاتی ہیں۔

راجپوتانہ

راجپوتانہ کے دیہات کی حالت کا اندازہ صرف اسی ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ وہاں ایک مقروض ملا نے جب اس سے اپنے ایک برہمن مہاجن کا روپیہ کسی طرح بھی ادا نہ ہو سکا۔ تو اپنی تین عیدیں برہمن مذکور کے پاس رہن کر دیں۔ جب عید آتی برہمن اپنی پوتھی اور بت لے کر مسجد میں آ بیٹھتا تھا مسلمان ماتھا ٹیکتے تھے۔ چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ اور یہ چڑھاوا "مولوی صاحب" کے قرض میں وضع ہو جاتا تھا۔

مولانا شملوی کی روایت

مولانا غلام محمد شملوی فرماتے ہیں۔ اب سے ۱۰ سال قبل مجھے بشیری ضلع فرخ آباد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اگرچہ اس گاؤں کی تمام آبادی مسلمان تھی۔ مگر سارے گاؤں میں ایک بھی مسجد موجود نہ تھی۔ ایک سمجھدار آدمی سے جب تحقیقات کی گئی تو انہوں نے فرمایا "مولوی صاحب! ان لوگوں کو مسجد کی کیا ضرورت ہے؟ ان کے پاس بت موجود ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے گھروں میں بت پرستی کرتے ہیں"۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب سخت کوشش کے بعد دو مورتیاں مسلمانوں کے گھروں سے نکلوائی گئیں تو وہ سماں نہایت دردناک تھا۔ مسلمان عورتیں بین کرتی تھیں۔ زار زار روتی تھیں۔ ڈھاڑیں مارتی تھیں۔ اور لپٹ لپٹ جاتی تھیں۔ کہ اے ظالمو! تم ہمارے خداؤں کو کہاں لئے جاتے ہو۔

میمن تاجر

انہی مولوی صاحب کا بیان ہے کہ چند معزز میمن تاجر نواب صدر الدین مرحوم (بڑودہ) کے ہاں آئے۔ نواب مرحوم نے ان کے اسلام کی کیفیت مجھ پر واضح کرنے کے لئے ان سے پوچھا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ بڑے تھے۔ یا بڑے پیر صاحب؟" "بڑے پیر صاحب" میمن تاجروں کا یہ متحدہ جواب تھا جب ان سے وجوہات دریافت کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ کاٹھیاواڑ میں جس قدر علما آتے ہیں وہ سب بڑے پیر صاحب کا ذکر کرتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ کا ختم تو سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اور بڑے پیر صاحب کا ہر مہینہ (گیارھویں تاریخ) ختم ہوتا ہے۔

شہروں کی حالت

کہاں تک شمار کیا جائے دیہاتی قبائل کا کیا ذکر ہے اسلام کے بڑے بڑے مرکزوں پر اس سے بھی زیادہ بےبسی۔ بیخبری۔ بے حمیتی۔ بے دینی اور بے روزگاری کا عالم طاری ہے۔ ہزارہا مسلمان ایسے ہیں جو کلمہ طیبہ کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ جنہیں نماز کے الفاظ یاد نہیں۔ دعائے قنوت یاد نہیں وہ باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ دوست۔ کی میت کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن دعائے میت نہیں جانتے۔ وہ نکاح سے چند روز پیشتر نماز مترجم لے کر مروجہ کلمے اور ایمان کی صفات یاد کرنے بیٹھتے ہیں۔ لیکن ہزار در ہزار کوشش کے باوجود نکاح کے وقت عربی کا ایک لفظ بھی انکی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان حالات میں بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ آج ہم گدیوں۔ ٹکانوں اور میواتوں کے متعلق سنتے ہیں کہ ان کے ہندوانہ نام ہیں۔ چوٹیاں ہیں۔ دھوتیاں ہیں زنار ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو کل مغلوں۔ پٹھانوں اور سیدوں پر بھی ضرور یہی حشر گزرے گا۔ برادران اسلام! آپ تصور فرمائیں کہ اس وقت ہندوستان کی کیا حالت ہوگی؟

تباہ کن بے خبری

اگر ہندوستان میں صرف مسلمان آباد ہوتے تو ہمارے دیہاتی قبائل خواہ کس قدر بھی اسلام سے دور ہٹ جاتے کچھ بھی اندیشہ نہیں تھا۔ لیکن ہماری موجودہ پوزیشن یہ نہیں ہے۔ ہندوستان میں غالب اکثریت ہندوؤں کی ہے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار رہتی ہے چنانچہ جب ملکانہ راجپوتوں میں پہلی مرتبہ شدھی کا بگل بجا ہے۔ تو سوامی شردھانند نے ہمیں حسب ذیل جواب دیا تھا۔

"مسلمان مولوی شور کرتے ہیں۔ لیکن وہ مجھے بتائیں کہ میں ان لوگوں کو کیوں ہندو نہ سمجھوں جن کے ہندوؤں جیسے نام ہیں۔ چوٹیاں موجود ہیں۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ زنار پہنتے ہیں۔ اور مجھے تو کوئی علامت ان میں مسلمان ہونے کی نظر نہیں آتی"

سوامی دیانند کا مشن

"آریہ گزٹ" نے سوامی دیانند کا مقصد حیات یوں بیان کیا ہے

"سوامی جی سنسکرت کی شمع کے پروانے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سارے ہندوستان کو آریہ دیکھنا چاہتے تھے۔ یعنی بھارت ورش [illegible] اسلام [illegible]

ہندو مسلم اتحاد کا خواب

اس لیے فرقہ وارانہ تنازعات کے اصل اسباب کا مرکز اسلامی دماغ نہیں بلکہ ہندو قوم کی یہ افسوسناک ذہنیت ہے۔ کپلنگ مشرق و مغرب کی نسبت کہہ چکا ہے کہ یہ دونوں کبھی نہیں ملیں گے۔ مگر کپلنگ کا یہ مقولہ مشرق و مغرب کے بجائے ہندوؤں اور مسلمانوں پر زیادہ صادق آتا ہے۔ ان دونوں قوموں کو ایسے ہمسایوں کی طرح جن کے مکانات ایک دوسرے کے ساتھ واقع ہوں زندگی بسر کرتے صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں پوری اجنبیت اور مغائرت پائی جاتی ہے۔ مغائرت اس حد تک ہے کہ وہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ ہندو مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا۔

مسلمانوں کی نام نہاد فرقہ پرستی

اس کے مقابلہ میں اسلام کی اس روحانیت اور اعلیٰ درجہ کی معقولیت کو مدنظر رکھئے جو تمام بنی نوع کو اخوت کی سلک میں منسلک کرتا ہے۔ اب آپ اچھی طرح سے اندازہ کر سکیں گے کہ کیا یہ مسلمان کی نام نہاد فرقہ پرستی ہے یا ہندو کی خلاف انسانیت ذہنیت جو ہندوستان میں موجودہ افسوسناک صورت حالات کا باعث ہے۔ نتیجہ اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے جب اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ صرف ہندوستان ہی ایک ایسا ملک نہیں ہے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ چین اور روس میں ان کی اقلیت ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن وہاں اکثریت کے ساتھ ان کا پورا اتحاد ہے۔ ہندوستان میں یہ صورت کیوں ناممکن ہے؟ محض اس لئے کہ ہندو ذہنیت کا دائرہ تنگ محدود اور توہم پرست ہے۔ اور یہ کیفیت ہندو مذہب اور ہندو تہذیب نے قدیم الایام سے پیدا کر رکھی ہے یہ سوال کہ کیا ہندوستان کی قسمت کا ستارہ بھی کبھی چمکے گا۔ اس امر پر منحصر ہے کہ ہندو ذہنیت کس حد تک اس ادنیٰ سطح سے بالاتر ہونے کے قابل ہے۔

بقیہ کالم تین (۳)

نہایت رغبت سے انکرش۔ ان لیکچروں کا نتیجہ بھی نہایت خوشگوار اور خوش آئند نکلا۔ یعنی قبیلہ کا ایک شخص معہ اپنی بیوی ایک لڑکے اور دو لڑکیوں کے مسیحی دین میں داخل ہوا۔

علاوہ ازیں الجزائر پایہ تخت میں جو گرل سکول قائم ہیں ان کا نتیجہ بھی شاندار نکل رہا ہے۔ چنانچہ مدرسۃ البنات۔ الفنا ... میں جن لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے وہ رفتہ رفتہ عیسائیت کو خود بخود ہی قبول کر لیتی ہیں۔ اور پھر دوسروں کو بھی اس خوشخبری کے قبول کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہیں۔ چنانچہ انہی لیکچروں کے ایام میں اسی مدرسہ کی پانچ لڑکیاں مسیحی بھیڑوں میں شامل ہو چکی ہیں۔ اور اس کے بعد بھی لڑکیوں کو بپتسمہ دیا گیا ہے۔

یہ کامیابیاں محض مسلمانوں کی بے توجہی اور غفلت و جمود کا نتیجہ ہیں اور جس نے ان کے حوصلے اس قدر بڑھا دیئے ہیں کہ وہ مدارس اور گرجاؤں کی تعمیر کے لئے ہر آبادی کے قریب زمینیں خرید رہے ہیں۔

مسیحی تبلیغ کے دیگر مراکز

الجزائر میں آج تبلیغ مسیحیت کے بہت سے مراکز ہیں جن میں سے چند کا حال اوپر بیان کیا گیا۔ ان کے علاوہ وراحنیہ میں بھی ان کا مرکز ہے جہاں نہایت کوشش سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جوڑ توڑ کئے جاتے ہیں۔ مشن کو اس مقام سے ہر سال ساٹھ ہزار فرانک کی آمدنی ہوتی ہے۔ جن میں سے بارہ ہزار فرانک صرف سینما پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ بجدی عیش اور معطر بھی تبلیغ مسیحیت کے مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ان پر امریکن مشن کی کوئی نگرانی نہیں ہے۔ بلکہ فرانس ان کی سرپرستی کرتا ہے۔ اور لاکھوں فرانک ہر سال ان مرکزوں پر خرچ کئے جاتے ہیں۔

الجزائر میں کعبہ و کلیسا کی آویزش

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے

مسیحی مبلغین کی کارفرمائیاں

(از قلم روبی نند لینڈ فرانسیسی)

ذیل کا مضمون فرانس کے ایک علمی مجلہ "ز تر لیف" سے نقل کیا جاتا ہے۔ جو ایک فرانسیسی اہل قلم روبی نند لینڈ کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس مضمون کو عربی مجلہ "الشہاب" (قسطنطنیہ) نے عربی کا جامہ پہنایا اور اب معاصر الجمعیۃ نے مسلمانوں کی واقفیت کے لئے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے جو مسیحی مبلغین کی تبلیغی کارروائیوں کے متعلق ہے۔ اس مضمون سے وہ تمام اغراض جو مسیحی دنیا کے پیش نظر ہیں بے نقاب ہو گئی ہیں۔ اور مسیحی علماء و مبشرین کی ان پیہم اور مسلسل مساعی کا پتہ چلتا ہے جو وہ اسلام کو مٹانے مسلمانوں کو مسیحی بھیڑوں میں شامل کرنے اور مغرب کی سیاسی و استعماری اغراض پورا کرنے میں صرف کر رہی ہیں۔ (مدیر)

مسلمانوں کی غفلت اور مسیحی جماعتوں کی عیاری

(فاضل روبی نند لکھتے ہیں):

عیسائی مذہب کی تبلیغ کے سلسلہ میں ہم اپنے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں وہ اگرچہ فی نفسہ معلومات کا ایک کافی ذخیرہ رکھتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی دو قوموں پر دو مختلف اثر ڈالنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے۔ یعنی مسلمان جو مذہب کے اعتبار سے تمام دنیا میں سب سے زیادہ حساس اور اثر پذیر واقع ہوئے ہیں۔ وہ اسے دیکھ کر ضرور روحانی اذیت اٹھائیں گے۔ اور مسلمانوں میں مسیحی اثر و نفوذ کی موجودگی ان کو سینہ آسا اور آتش بجاں بنا دیگی۔ اور وہ ہرگز پسند نہ کریں گے کہ ان کی عالمگیر برادری کو توحید کے مرکز سے جدا کر کے تثلیث کی سرحد میں داخل کر دیا جائے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ مسلمان خود اپنی خاموشی سے عیسائیوں کو ہجوم و اقدام پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اور عیسائیوں کی ان سرگرمیوں کو دیکھ کر بھی وہ تحفظ ملت کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ مسلمانوں کو اس مضمون کے پڑھنے کے بعد جو کچھ قلبی اذیت پہنچے اس کی مسئولیت انہی پر عائد ہوتی ہے۔ ورنہ اگر مسلمان اسلام اور مسلمین کی خاطر مسیحی مبشرین کا ذرا سا بھی تعاقب کریں تو پھر عیسائیوں کو سوائے فرار کے اور کوئی چارہ نظر نہ آئے گا۔ اور نہ وہ آئندہ ان کی جانب کبھی رخ کریں گے۔ کیونکہ یہ ہلال و صلیب کی آویزش ہے جس میں مسلمان ہمیشہ مظفر و منصور رہے ہیں۔ اور اگرچہ ان کی سیاست میں ضعف و اضمحلال پیدا ہو گیا ہے مگر نفس مذہب اب بھی وہی برقی قوت رکھتا ہے جس نے دیکھتے ہی دیکھتے معمورۂ ارضی کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور جس کے پیرکار اپنی بیباب دش طبیعت کے لئے دنیا میں مشہور ہیں۔ البتہ ہمارے اس مضمون سے عیسائی ضرور خوش ہوں گے۔ اور وہ اپنی پیش قدمی اور مسلمانوں کی پسپائی کے حالات سن کر تعجب نہیں کہ سجدۂ شکر بجا لائیں اور حضرت مسیح کی آمد ثانی کے آثار و علائم میں اس کو شمار کرنے لگیں۔ لیکن اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مبشر و پادری کن کن طریقوں سے اور کن کن اغراض مشئومہ کی خاطر مسلمانوں کو ان کے مسلک سے ہٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں تو بجائے خوش ہونے کے اپنا سر پیٹ لیں اور ان کی تمام دلچسپیاں یکلخت ختم ہو جائیں۔ بہرحال ہم سے کوئی خوش ہو یا ناراض ہم اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ اور اصل حالات سے پردہ اٹھانے کو ہم اپنا اخلاقی اور انسانی فرض سمجھتے ہیں۔

الجزائر میں تبلیغی مراکز

اس بات سے قریب قریب سب ہی واقف ہیں کہ مسیحی مبلغین جہاں کہیں اپنا مرکز قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں سب سے پہلے کوئی مدرسہ یا شفاخانہ کھول دیتے ہیں۔ اور خدمت خلق اور اشاعت علوم کے پردہ میں لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان سے مانوس ہوں اور اجنبیت کا حجاب درمیان سے اٹھ جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی ملی عصبیت کو کھو بیٹھتے ہیں اور عیسائیوں کی گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ عیسائی تبلیغ کا یہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے اس نہج و طریقہ پر لوگوں کو صلیب پرستی

کہ عیسائیوں کو آج تک کبھی یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ وہ صاف اور سادہ طریقہ پر اپنے مخصوص عقائد و خیالات کو لوگوں کے سامنے پیش کریں اور براہ راست لوگوں کی فطرت سلیمہ اور ان کی عقل و تمیز سے خطاب کریں۔ کیونکہ یہ طرز عمل مخلص اور بے لاگ سچے مسلمانوں کا ہے۔ نہ کہ ریاکار و نفس پرور اور فریب دہ اشخاص کا اور جہاں تک ہمارا خیال ہے ان خصائل حمیدہ سے عیسائی مبلغین کی جماعتیں یکسر محروم ہیں۔ اور اس لئے وہ لوگوں کو سادہ طریق پر تبلیغ کرتے ہوئے شرماتی ہیں۔ اور اس کے لئے شفاخانوں اور نام نہاد درسگاہوں کی چار دیواریوں کو کافی سمجھتی ہیں۔ یہی حال الجزائر میں بھی ہے جہاں امریکن مشن کے کارکن اپنی رسوا کن تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے الجزائر کے پایہ تخت کو اپنا مرکز منتخب کیا ہے۔ جہاں مادی اور مذہبی ذرائع اچھی طرح مہیا کر لئے گئے ہیں۔ الجزائر میں تبلیغی مشن دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک ادارہ تو زر و سرمایہ سے متعلق ہے جس کا کثیر روپیہ انگریزی بنک (واقع الجزائر) میں جمع رہتا ہے اور مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لئے ان سنہری و روپہلی جھنکاروں سے کام لیا جاتا ہے۔ دوسرا ادارہ دین و ملت کی قیادت سے وابستہ ہے جس کا کلی اختیار مطران کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے علاوہ خدام و متعلقین کا تمام عملہ امریکن، انگریز اور سوئس کے باشندوں پر مشتمل ہے۔

درسگاہوں میں خوراک و لباس کا مفت انتظام

امریکن مشن نے الجزائر میں مختلف درسگاہیں کھول رکھی ہیں مثلاً مدرسۃ البنات۔ نادی الاطفال اور معہد الاطفال وغیرہ ان مدارس میں جو طلبا و طالبات تعلیم کی غرض سے داخل ہوتی ہیں۔ ان کے کھانے پینے اور لباس کا کل انتظام مشن کی طرف سے مفت ہوتا ہے۔ اور مزید برآں بچوں کے والدین کو بطور احسان و انعام کے ۵۰ فرانک (ایک فرانک قریب ۵ آنے کے) ماہانہ و سہ ماہی دیئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان اگر تعلیم کے شوق میں نہیں تو زر و سرمایہ کے لالچ میں اپنے بچوں کو درسگاہوں کی نذر کر دیں۔ اور مفت میں تعلیم کے ساتھ زر کی ایک خاص مقدار بھی وصول کرتے رہیں۔

اس مشن کے دو مرکز ورت اور تعمورت میں قائم ہیں جن پر مسیول۔ ایک امریکن مطران کی نگرانی ہے۔ مسیول کی بیوی اور اس کا ایک لڑکا اس کے دوش بدوش کام کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ انگریز خواتین کی ایک جماعت مشن کو کامیاب بنانے میں اپنی پوری سرگرمی کا اظہار کرتی رہتی ہے۔ مسیحی جماعت کے ان ارکان کا ان مقامات میں بہت بڑا اثر قائم ہے۔ کیونکہ مسیول بذات خود ایک معتمد علیہ اور بارسوخ کارکن ہے۔ اور جس کی لوگ مختلف حیثیتوں سے عزت کرتے ہیں۔

سینما کی چاٹ اور اناجیل کی تقسیم

اغریب اور فریحہ الجزائر میں دو مقام ہیں اور یہ دونوں تبلیغ مسیحیت کے مرکز ہیں۔ یہاں مبشرین کی جماعت آکر بچوں کو سینما دکھاتی ہے۔ اور مختلف تفریح کے سامانوں سے لوگوں کے دلوں کو لبھاتی ہے۔ اغریب میں ہر اتوار کو پادری لوگ آکر جمع ہوتے اور بچوں کو جمع کر کے اناجیل پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اناجیل کے نسخے پڑھے لکھے بچوں کو مفت تقسیم کرتے ہیں۔

الجزائر میں فورناسیونال ایک مرکزی مقام ہے۔ جہاں متعصب عیسائیوں کا زبردست گرجا موجود ہے۔ اس مرکز میں ایک پادری صاحب مقرر ہیں۔ جن کے پاس علاج معالجہ کا کافی سامان اور ہر قسم کی ادویہ ایک بڑی مقدار میں جمع رہتی ہیں۔ اور اس وجہ سے مضافات میں اس پادری کو بڑی وجاہت حاصل ہے۔ اور لوگ اس سے بےحد مانوس ہیں۔ یہ شخص پادری بھی ہے اور مبلغ اور ڈاکٹر بھی یہ بیماروں کا مفت علاج کرتا ہے۔ اور دوائیاں بھی مفت ہی دیتا ہے امریکن مشن اس شخص کو دس ہزار فرنک مشاہرہ دیتی ہے۔ یہ پادری صاحب سینما کے ذریعہ بھی اپنے مقاصد کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو سینما کی یہاں تک چاٹ پڑ گئی ہے۔ کہ اگر چند روز کے لئے اس کو ملتوی کر دیا جاتا ہے تو جم غفیر کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کو جلد دوبارہ شروع کیا جائے۔

قبائل میں ارتداد

فورناسیونال کے مقام پر ایک امریکن پادری کے کئی لیکچر ہوئے جس کی مفصل کیفیت ایک امریکی مجلہ (عالم اسلامی) مورخہ اپریل ۱۹۳۸ء میں اس طرح شائع ہوئی ہے۔

اس سال فورناسیونال میں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی کے کئی لیکچر ہوئے جس میں اعیان حکومت۔ عمائد قوم اور عوام کثیر

اسلام ایک تبلیغی مذہب کی حیثیت میں

مسلمانوں کے ماضی اور حال پر ایک تبصرہ

(از قلم مسٹر [illegible] ایم اے ڈی لٹ پروفیسر عربی لندن یونیورسٹی کے قلم سے)

ہم ذیل میں جو مضمون درج کر رہے ہیں وہ اگرچہ ایک انگریز فاضل کا لکھا ہوا ہے مگر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ مسلمان اسے بغور پڑھیں۔ اس میں ایک طرف تو اس الزام کو رد کیا گیا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کی ماضی و حال [illegible] ان کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ایک موقع بہم پہنچایا گیا ہے ممکن ہے کہ اس مضمون میں کہیں کہیں تاریخی و مذہبی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں۔ مگر اس کی عام سپرٹ اور خصوصاً ہندوستان کے موجودہ حالات پر تبصرہ قابل غور ہے۔ (مدیر)

آنحضرت صلعم کا طریق تبلیغ

اسلام ابتدا ہی سے ایک تبلیغی مذہب تھا۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے رہنے والوں کی وحشیانہ عادات چھڑا کر انہیں مسلمان بنایا ہے تو نہ ان کے پاس طاقت تھی نہ دولت۔ بلکہ صرف ایک آلہ تبلیغ تھا یعنی زبان [illegible]۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عقیدہ توحید پر صرف ایک ہی طریقہ پر زور دے سکتے تھے اور وہ یہ تھا کہ بت پرستی کی خوفناک سزاؤں سے متنبہ کریں۔ اور ان انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کو یاد دلائیں جو آنحضرت صلعم سے پہلے ہر زمانہ میں اللہ رب العزت کا پیغام لیکر مبعوث ہوئے تھے۔ البتہ جب حضور مدینہ تشریف لے گئے تو آپ کو انصار کی ایک ایسی جماعت مل گئی جو آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے اور ایک آزاد حکومت کی بنیاد ڈالنے کے لئے تیار تھی۔ اگرچہ اس وقت اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی۔ مگر اس کے باوجود آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کا وہی طریقہ جاری رہا۔ کہ افراد کو نیکی کی ترغیب دے کر قبول اسلام پر راضی کیا جائے۔

قرون اولے میں تبلیغ اسلام

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسلمانوں کی دو صدیاں ایسی گزریں کہ فاتحین عرب کی تمام تر توجہات حصول ملک و دولت پر مرکوز رہیں۔ اور بانی اسلام (ارواحنا فداہ) کے احکام پر تفصیل کے ساتھ زور نہیں دیا جا سکا۔ تبلیغ اسلام کے متعلق یہ رائے کہ مسلمانوں نے مفتوحہ ممالک کے باشندوں کو ہمیشہ اسلام کی دعوت ان عمدہ و صاف ہدایات کے مطابق دی جو قرآن حکیم میں بیان کر دی گئی ہیں۔ لیکن ہمیں اس کی شہادت نہیں ملتی کہ اس ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے متعلق کچھ زیادہ جوش و خروش کا اظہار کیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود رومی سلطنت اور ایرانی سلطنت کے مفتوحہ صوبوں میں جو عیسائی آباد تھے۔ اور ایران میں جو زرتشتی رہتے تھے انہوں نے بڑی کثیر تعداد میں اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ مسلمانوں نے عیسائیوں (یہودیوں) اور زرتشتیوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا تھا۔ اور ان کے لئے صرف ایک ہی شرط رکھی گئی تھی کہ وہ اطاعت کریں اور جزیہ دیتے رہیں۔ ابتدائی زمانہ میں تازہ نومسلموں نے خود بخود اسلام قبول کر کے اپنے مذہب کی اشاعت کی ہو۔ اس کی تاریخ تاریکی میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے بنو امیہ نے اس طرف بہت کم توجہ کی۔ سوائے عمر بن عبدالعزیز (دمشق کے خلیفہ) کے جو ایک پر جوش مبلغ تھے اور جنہوں نے اپنی وسیع سلطنت کے مختلف حصوں میں شمالی افریقہ سے لیکر ماوراء النہر و سندھ تک اسلام کی اشاعت پوری سرگرمی کے ساتھ کی۔ خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں حکومت مذہب کی امداد و اعانت سے زیادہ رہتی تھی۔ اور یہی وہ زمانہ تھا جبکہ اسلام ترکوں میں پھیلا جن سے آئندہ صدیوں میں اس مذہب کو سب سے زیادہ تقویت پہنچی۔

منگولوں کی تبلیغی سرگرمیاں

جب منگولیا کے رہنے والے قبائل نے ایشیا میں اسلامی سلطنت کے ایک بہت بڑے حصہ کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ اور مسلمانوں پر حکومت قائم کر لی ہے تو اس کے بعد اسلام کو ایک نہایت سخت کام درپیش تھا۔ یعنی بدھ مت اور عیسائیت جیسے دو تبلیغی مذاہب سے مقابلہ کرنا تھا جو [illegible] کے ساتھ ساتھ ان وحشی فاتحوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ لیکن آخر کار تیرھویں صدی کے آخر میں ان فاتحوں کو اسلام نے اپنے اندر جذب کر لیا۔ جو ایران میں ایک مغل خاندان کی خلافت قائم کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد شرق بعید میں دوسرے منگول قبائل بھی اسلام کی آغوش میں آگئے۔ منگولوں نے ایک ایسی وسیع سلطنت قائم کر لی جو چین سے لیکر روس و شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایشیا کے دور دراز ممالک میں ربط و ضبط پیدا کر دیا تھا اور چینی مسلمان مبلغین کی سرگرمیوں کے لئے ایک میدان بہم پہنچا دیا تھا۔ جہاں وہ چینی مسلمانوں کی آبادیاں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

علما وصوفیا کی تبلیغی سرگرمیاں

مغلوں کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر مسلمان علما و صوفیا کی ایک اچھی خاصی تعداد ہندوستان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ اگرچہ صوبہ سندھ اور ساحل ملیبار پر اسلام کے قدم آٹھویں صدی عیسوی ہی میں جم چکے تھے۔ مگر ان حضرات کے نفوذ و اثر نے اس ملک میں اسلام کو بہت زیادہ ترقی دی۔ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے بڑھنے سے بھی قدرتاً مسلمانوں کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ مگر ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام میں مذہبی مبلغین کی سرگرمیوں کا بہت زیادہ حصہ تھا۔

مجمع الجزائر اور افریقہ میں اسلام

اگر آپ اور زیادہ دور جنوب کی سمت جائیں تو آپ کو تبلیغی سرگرمی کا ایک اور مرکز ملے گا۔ جو مجمع الجزائر ملایا میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں قبول اسلام کی رفتار بہت آہستہ تھی مگر وہ ابھی تھوڑے عرصہ پہلے تک جاری رہی ہے۔ اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے براعظم افریقہ کا میدان بھی بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی میں عربوں کی فتوحات نے مصر اور شمالی افریقہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم کر دی تھی۔ جس کے بعد بہت سی آبادی نے اسلام قبول کر لیا۔ جنوب کی طرف اسلام کی ترقی ابتدا میں تو آہستگی کے ساتھ جاری رہی لیکن انیسویں صدی میں اس کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ خصوصاً یورپ کی عیسائی طاقتوں میں براعظم کی تقسیم کے بعد تبلیغ کے مواقع اور بھی زیادہ ہو گئے۔ سڑکیں بن جانے اور ریلیں جاری ہو جانے سے تجارت میں زندگی پیدا ہوئی اور چونکہ مسلمان تاجر ہی اسلام کا سب سے بڑا مبلغ ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ ایسے قبائل میں جاتا ہے جن کا تہذیب و تمدن ادنے درجہ کا ہوتا ہے۔ تجارت کے ذرائع کے ساتھ ساتھ تبلیغ میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈا کے ایجنٹ عموماً افراد ہی رہے ہیں۔ اور اسلام کی تبلیغی تاریخ کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس میں منظم اور مسلسل سعی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ حتیٰ کہ مذہبی حلقوں نے ہندوستان اور افریقہ کے وحشی قبائل کو مسلمان بنا کر تبلیغ میں جو حصہ لیا ہے وہ بھی ضبط تحریر میں نہیں آیا۔ کیونکہ اس کی حیثیت بھی انفرادی ہی تھی۔

نومسلموں کی مذہبی واقفیت

تاریخ کے مختلف زمانوں میں تو اسلام کا یہ ایک قابل غور پہلو رہا ہے کہ نومسلموں نے قبول اسلام کے وقت نہایت سطحی تعلیم حاصل کی ہو۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ ساتویں صدی میں عربوں نے جو سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں ان سے اس صدی کے ختم ہونے تک ایک بہت بڑی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ جو مغرب میں بحر اٹلانٹک سے لیکر مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس میں مفتوحہ اقوام کے بے شمار افراد اسلام کی آغوش میں آ رہے تھے۔ بعد کی صدیوں میں بھی اسی طرح اسلام کی وسیع اشاعت اور اجتماعی قبول اسلام کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ اسلام کا کلمہ شہادت جس کو پڑھنے کے بعد ہر غیر مسلم مسلم ہو سکتا ہے۔ بہت مختصر ہے۔ اور تبدیل مذہب کے وقت مذہبی تعلیمات اور ان کے اصول و فروع نومسلم کے سامنے نہیں آتے ہیں۔ بلکہ مسلمان ہونے کے بعد اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان سے وہ ناواقف رہتا ہے۔ اور ان کا اقبال بھی نہیں کرتا۔ علمائے اسلام نومسلمین کو راسخ العقیدہ بنانے اور ان سے اسلام کے تمام فرائض و اعمال کی پابندی کرانے میں جو مشکلات محسوس کرتے ہیں۔ ان کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دنیائے اسلام میں حروف شناسی اور باقی علوم قدیم کی بہت زیادہ قلت ہے۔ مسلمانوں کی عام جہالت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سات کروڑ مسلمانوں میں سے صرف ۷، ۳ فیصدی مسلمان ایسے ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسے ملک کی حالت ہے جو اپنی قدیم تہذیب اور تعلیمی نظام کے لئے مشہور ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ابتر حالت براعظم افریقہ اور مجمع الجزائر ملایا کے وسیع علاقوں کی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادیاں ہیں۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً اس وسیع جہالت کو مٹانے اور مذہبی اعمال میں یکسانیت پیدا کرنے کی سعی کی جا چکی ہے۔ مگر اب تک معتدبہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور بہت سے مسلمان ابھی تک اپنے مذہب کے نہایت معمولی اور ابتدائی اصولوں سے بھی نابلد ہیں۔ ان میں غالباً چند ایسے بھی ہیں جو جزیرہ نمائے ملایا کے جنگلی قبائل کی طرح نہایت غلط عقائد رکھتے ہیں۔ ان کا کلمہ یہ ہے کہ "سوائے محمد کے کوئی خدا نہیں ہے اور اللہ اس کی بیوی ہے" (نعوذ باللہ من ذالک)

مسلمانان ہند کی غیر اسلامی رسومات

خود ہندوستان میں تبدیل مذہب کا عمل اس قدر ناکمل رہا ہے کہ تین چار سو سال تک مسلمان رہنے کے باوجود کچھ عرصہ ہوا بعض راجپوت خاندانوں نے دوبارہ اپنے باپ دادا کا مذہب یعنی ہندو دھرم اختیار کر لیا ہے۔ ہندوستان کے دیہاتی مسلمان باوجود عقیدۂ توحید کے جس پر اسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مقامی ہندوؤں کے ساتھ ان کے دیوتاؤں کی پرستش میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دیہات میں ایسی بہت سی مائیں موجود ہیں جو اگر سیتلا دیوی (چیچک کی دیوی) کی نیاز نذر نہ کریں تو وہ یہ سمجھتی ہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے خود اپنے ہاتھوں ایک بہت بڑا خطرہ حاصل کر لیا ہے۔ بنگال میں بھی ایسے جاہل مسلمان ہیں جو سورج کی پرستش تک میں حصہ لیتے ہیں۔ اور ہندوؤں کے میلوں مثلاً درگا پوجا وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اس کا کچھ بھی احساس نہیں کرتے کہ وہ اس قسم کی حرکات سے اپنے مذہب یعنی اسلام کے صریح احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ خاص طور پر سوشل اجتماعات میں نومسلموں کی قدیم ذہنیت عود کر آتی ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایسے بہت سے دیہاتی مسلمان خاندانوں میں جو ہندوؤں کی اولاد ہیں یہ رسم جاری تھی کہ وہ اپنے ہاں کا نکاح ہندو رواج کے مطابق کرتے تھے اور ایک برہمن موجود ہوتا تھا۔ اسی طرح بعض مقامات پر ہندوؤں کے قوانین وراثت بھی جاری ہیں اگرچہ وہ قرآن حکیم کے نہایت صاف اور روشن احکام کے بالکل منافی ہیں مثلاً بعض پنجابی مسلمان متوفی شوہر کے ترکہ میں سے اس کی بیوہ کو کوئی حصہ نہیں دیتے۔ اگرچہ قرآن حکیم میں صاف طور پر یہ موجود ہے۔ کہ اگر متوفی کے اولاد نہ ہو تو اس کے ترکہ میں سے اس کی بیوہ کو $\frac{1}{4}$ (چوتھائی حصہ) ملے گا۔ اور اگر اولاد ہو تو $\frac{1}{8}$ (آٹھواں حصہ) کی مستحق ہوگی۔ جنوبی ہند کی موپلا قوم جو اپنے مذہبی جوش و خروش کے لئے مشہور ہے اپنی جہالت کے باعث اب تک ہندوؤں کے قانون وراثت ہی کی پابند ہے جس کے مطابق ترکہ عورتوں کی طرف سے تقسیم ہوتا ہوا آتا ہے۔ اور لڑکوں کو اپنے باپ کی جائداد کے متعلق کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔

قدیم جہالت کی یہ یادگاریں دنیائے اسلام کے بہت سے حصوں میں پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ ان کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔

ریویو

شربت کوثر ہاشمی دواخانہ مکمل نے ایک مفرح شربت، شربت کوثر کے نام سے تیار کیا ہے۔ جو خوش مزہ، خوش رنگ اور خوشبودار ہے۔ اختلاج قلب، گھبراہٹ اور تلی کو رد کرتا ہے۔ دل و دماغ اور جگر کے بہت سے امراض کے لئے بھی مفید ہے۔ ہمارے خیال میں شربت کوثر اس قسم کے دوسرے شربتوں سے جو آج کل بازار میں فروخت ہو رہے ہیں بدرجہا بہتر ہے۔ قیمت فی بوتل [illegible] علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ - حکیم محمد یعقوب صاحب ہاشمی (حکیم حاذق) مہتمم ہاشمی دواخانہ مکمل چوک دروازہ لاہوری - امرتسر -

---

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھا کریں بعض وقت نام لکھنے میں کچھ ایسی جلدی دکھاتے ہیں کہ کچھ کا کچھ پڑھا جائے۔ سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے۔

جب بلا کرتے ہیں جیسے قرائن سلطنت۔

اسلام کا تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی لائف ہے۔ کہ آپ کی پاک زندگی کے حالات یوم ولادت سے وقت وفات تک ایک ایک کر کے مرقوم و مدون ہیں۔

آپ کی سیرت پر اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کہ دنیا کے کسی ریفارمر کسی بادشاہ کی سیرت پر نہیں لکھی گئیں۔ موافق اور مخالف سب نے آپ کی پاکیزہ زندگی کو سراہا ہے۔

ڈاکٹر ای۔ اے۔ فریمن لکھتے ہیں :-

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑے پکے راستباز اور سچے ریفارمر تھے)۔ دنیائے اعمال کی فضا ہستی میں آپ ہی ایک وجود نادرستی پائے جاتے ہیں۔ آپ ہی کی ہستی ایسی مفصل و مشرح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچے ہیں۔"

انسانی اخلاق کی جو اصلاح آپ نے فرمائی ہے۔ اجتماعیات کے اندر جو انقلاب علوی آپ کی تعلیم نے پیدا کیا ہے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لیے جو اسوۂ حسنہ آپ نے پیش کیا ہے۔ وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتی ہے۔ (مسٹر ایڈورڈ مونٹے)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپ کی اولوالعزمی۔ اخلاقی جرأت نہایت خلوص نیت۔ سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(لفٹنٹ کرنل سائکس)

ہندو فلاسفر مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی رحم و عنایات اور اچھائی سے پُر ہے۔ (الامان جون ۱۹۲۵ء)

شرد ہے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں۔ جنہوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت و تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت کی روشنی کو پھیلایا۔ سنگدل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ کہیں۔ لیکن جو لوگ باانصاف اور کشادہ دل ہیں۔ وہ کبھی محمد صاحب کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کے لئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔

(سوانح عمری محمد صاحب)

آنحضرت کے حالات زندگی کے متعلق تو جیسا میں نے عرض کیا بے شمار عبارات ہیں۔ لیکن اسلام تو اپنے ہر پیشوا ہر بزرگ کی سوانح عمری رکھتا ہے۔ اور ان تمام کے دامان عصمت لغویات و خرافات کے بدنما دھبوں سے پاک ہیں۔ دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے متعلق اشارۃ النّاس ہے کہ یہودی و عیسائی موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی سوانح عمری مکمل نہ پیش کر سکے۔ اگر بائبل سے کچھ مواد جمع کیا جائے۔ تو اس میں اس قسم کی باتیں آتی ہیں کہ وہ مسیح اپنی والدہ صدیقہ سے فرماتے ہیں۔ کہ اے عورت! تیرا مجھ سے کیا واسطہ ہے۔ کسی غیر محرم عورت سے سر مبارک پر تیل کی مالش کرتے نظر آتے ہیں۔ بودھ اور زرتشت کی سوانح عمریوں کا تو کیا ذکر۔ ایک گروہ محققین کو اسی میں کلام ہے۔ کہ اس نام کے آدمی دنیا میں تھے بھی یا نہیں۔ یا یہ فرضی نام ہیں۔ آریہ اپنے قدیم رشیوں کے حالات بتلانے سے ساکت ہیں۔ ان کے متعلق بھی یہ گمان کیا گیا ہے۔ کہ یہ عناصر اربعہ کے نام ہیں۔ اور قد ماکا تو کیا ذکر ان کے مرادنا رزمانہ قریب میں گزرے ہیں ان کی مکمل اوصاف لائف نہیں پیش کر سکتے۔ ابھی پچاس ساٹھ برس گزرے سوامی دیانند تھے۔ اور خود اپنا نام و نسب نہ بتلا سکے۔ اور ان کے متعلق جو کچھ ہند و فاضلوں نے لکھا ہے۔ وہ بھی موجود ہے۔ (آئینہ افعال دیانند)

باقی بزرگان ہنود کے متعلق جو کچھ مواد ان کی کتابوں سے ملتا ہے۔ وہ اس قدر دور از تہذیب ہے۔ کہ میرا مہذب قلم اس کی نقل کرنے کیلئے تیار نہیں۔ یہ مضمون ایک اخبار کے لئے لکھا گیا ہے اس لئے اس کو زیادہ وسعت نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ قرآن مجید اور اسلامی شریعت حضور علیہ السلام کی لائف کے متعلق محققین کے اس قدر اقوال موجود ہیں۔ کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو۔ یا واقعات و دلائل صادقہ سے ان پر کچھ لکھا جائے تو چند مجلدات کا کافی ہونا بھی دشوار ہے۔ طالب حق کے لئے یہ مجمل سطر بھی کافی ہیں۔ ؎

حرفے ز داد و دانش و دین است اینکہ ما
بہر صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

آج بہی خواہان قوم کا فرض ہے۔ کہ تکفیر کے خلاف اپنی آواز اٹھا کر اس بیماری کی جڑ مسلمانوں کے اندر سے کاٹ دیں۔ اللہ تعالیٰ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی آپ کے نقش قدم چلنے کی توفیق دے۔

والسلام خاکسار (محمد علی)

دعوت عمل

علماء سوء کے خلاف جہاد

ہے جن کو اظہار حق سے نفرالٰہی مٹ جائیں وہ جہاں سے
ہیں جن کی آواز میں صداقت خدا کرے انکا بول بالا

اس وقت ہمارے اکثر علما منافقوں کے ہر رنگ بنے ہوئے ملکیاں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافق تو جھوٹے پروپیگنڈے کر کے کافروں کو بھڑکاتے اور مومنوں کے ساتھ آمادہ پیکار کرنے طرح طرح کے فتنے اٹھاتے اور فساد مچاتے تھے۔ لیکن ہمارے علما جو فساد کو اصلاح اور جہالت کو دینداری سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں ہی کو آپس میں لڑاتے خاندانوں کو مٹاتے اور اسلامی سلطنتوں کو تباہ کرواتے چلے آتے ہیں۔ اس شوربخت جماعت نے جو مال کی "حب" میں "شدید" ہے۔ آج تک اس طرز عمل کو چھوڑنا نہیں چاہا۔ ان کی بیماری روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے (فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا)۔ یہ خود غرض اور قوم فروش جماعت ایسی تجارت کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ خود اس کے لیے بھی برا ہے ان کی ایسی حرکات کے سبب ان کی نیک نیتی پر ہمیشہ حرف آتا رہا ہے۔

ان کے نزدیک مسلمانوں کو کافر کہہ دینا بھی ان کی نیک نیتی کی دلیل ہے جہاں تک ہمیں اس جماعت کے افراد سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہم جنہیں کافر کہتے ہیں وہ حقیقتاً تو مسلمان ہیں۔ مگر گنہگار یا بھولے ہوئے۔ انہیں کافر کہہ دینا محض نیک نیتی پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اس لفظ کفر سے ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔ اگر ان کا مقصد کافر کہہ دینے سے مسلمانوں کو ٹیڑھی راہ سے سیدھی راہ پر لانا ہی ہے۔ تو پھر ؎

میں کب کہتا ہوں باز آ جا وُں نہ یہ کہتا ہوں
کوئی شے اور بھی دنیا میں ہے اس کے سوا اچھی؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو صحیح راہ پر لانے کے لئے یہ تکفیر سود مند بھی ثابت ہوئی یا نہیں! مسلمانوں کی جماعت یا کسی ایک فرد پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا؟ مطلق نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے یہ تکفیر جو ہمارے علما کے نزدیک نیک نیتی پر مبنی ہے۔ زہر ہلاہل سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئی اور اس کا بالکل وہی اثر ہوا۔ جو بچوں پر "ہوّا آیا" کہنے سے ہوا کرتا ہے۔ ایک گنجے یا کانے کو جب کوئی گنجا یا کانا کہہ کر پکارے تو وہ یقیناً اس سے متنفر ہو جائیگا بلکہ دو چار بے نقط سنانے میں بھی دریغ نہ کرے گا۔ کجا یہ کہ ایک مسلمان کو (جو محض غلطی کا مرتکب ہو یا صرف بھولا ہوا ہو) کافر کہہ دیا جائے۔

دھمکیوں سے بھی کبھی کسی قوم کی اصلاح ہوئی؟ قرآن کریم تو پکار پکار کر کہتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ (دین میں کوئی جبر روا نہیں) نیز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنگ احد میں سر مبارک کے زخمی ہو جانے پر صرف یہ کلمہ نکلتا ہے کہ کیف افلح قوم شجوا نبیھم (کس طرح نجات پائیگی وہ قوم جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا۔) تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ مالک من الامر شئی او یتوب علیھم او یعذبھم (نجات یا گرفت کے متعلق رائے قایم کرنے کا آپؐ کو اختیار نہیں۔ یہ خدا کو اختیار ہے کہ خواہ انہیں معاف کر دے یا عذاب دے) پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن کریم کی اس پاکیزہ تعلیم کے ہوتے ہوئے اکثر علما یہ غلط رویہ کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں؟

مجبوراً ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جبہ و دستار اور عبا و قبا پوش علما آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ہیں۔ یا سیم و زر کے لالچ اور خواہشات نفسانی نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے دلوں کو بالکل سیاہ کر دیا ہے۔ اور اپنی مومنانہ صورتوں سے مکر و فریب کا کام لیتے ہیں اور ان کا سلوک اور برتاؤ ان کے متعلق ظاہر کرتا ہے۔ کہ ؎

صورت میں مسلماں ہوں ؎
سیرت میں یہودی ہوں ؎
اے ہمنفسو سمجھے میرا یہ اشارا بھی
راضی ہیں مسلماں بھی ؎
اور خوش ہیں نصارا بھی ؎

رسول کریم کی پاکیزہ زندگی اور قرآن کریم کی واضح تعلیم نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اگر کوئی قوم اپنی منزل مقصود پر پہنچ سکتی ہے۔ تو اتحاد و اتفاق سے۔ اگر کسی قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تو حلم و بردباری سے۔ تعجب ہے پھر ہمارے علما (اگر ان کو قوم کی اصلاح کرنا مقصود ہے) حلم و بردباری سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اتفاق و اتحاد کی تلقین کیوں نہیں کرتے۔ کیا ان تک یہ تعلیم نہیں پہنچی۔ ضرور پہنچی ہے۔ بلکہ یہ اپنی اس غلط کاری کو محسوس بھی کرتے ہیں مگر باز آنے سے مجبور ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ انہیں اپنا الّو سیدھا کرنا مقصود ہے۔ اپنی شکم پُری سے غرض اور شہرت کا چاؤ ہے صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے انہیں مفت کے تر نوالے نہیں ملتے۔

آج اگر دنیا میں اسلام کی ذلت اور رسوائی کا سب سے بڑا سبب ہے تو یہ ہمارے علما ہیں۔ یہ منافقین سے زیادہ خطرناک اور مغرور و متکبر جماعت (خدا انہیں راہ ہدایت پر لائے) اپنی خود غرضیوں اور ہوس پرستیوں کے ماتحت خدانخواستہ صفحۂ ہستی سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہے۔ یاد رکھئے یہی وہ قابل نفرین گروہ ہے جو اپنی سازشوں کے ماتحت امام حسین علیہ السلام جیسوں کو بھی شہید کرانے سے نہیں چوکتا۔ پھر ایسی دیدہ دلیری اور بے باک جماعت سے موجودہ صورت میں ہماری اصلاح کی توقع کیونکر ہو سکتی ہے۔ ؎

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
پر ان یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول!

اس جماعت کو ہادی اعظم رسول اکرم صلعم نے اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ اس کے سپرد قوم کی اصلاح اور تبلیغ اسلام کی گئی تھی۔ انکے ہاتھ میں اسلام کی باگ ڈور دی گئی تھی۔ اور اس کے حق میں سرور کائنات نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں) فرمایا تھا۔ پھر انہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے۔ آپس میں اتحاد۔ اتفاق۔ اخلاص حلم و بردباری۔ یکرنگی اور اخوت کی تلقین کرتے۔ کفار و مشرکین اور منافقین میں تبلیغ اسلام کر کے دائرہ اسلام کو وسیع تر بناتے اور انبیاء بنی اسرائیل کی تمثیل بنکر اہل عالم کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ان تمام امور کو تو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور برخلاف اس کے اہل اسلام کے دلوں میں نفاق۔ بغض اور حسد اور ایک دوسرے سے نفرت کا بیج بو رہے ہیں۔ اور خود منافقت اور ریاکاری کو اپنا طرز عمل بنا یا ہے۔

ہمارا روئے سخن نعوذ باللہ ان لوگوں کی طرف ہرگز نہیں جو دائرہ اسلام میں رہ کر قرآن و حدیث کے ماتحت صحیح راہ پر گامزن ہیں۔ بلکہ محض ان علما سوء کی طرف ہے جو بدعت کو سنت اور ضلالت و گمراہی کو ہدایت سمجھے ہوئے ہیں۔ اور اپنی راہبانہ عبا و قبا۔ جبہ و دستار اور ریاکارانہ لمبی داڑھیوں کی آڑ میں مسلمانوں کو قعر ذلت میں گرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ؎

خدا محفوظ رکھے جبہ و دستار سے ہمکو!
کہ اس جامہ میں اکثر آج کل جاسوس ہیں

ہمارا مقصد اس ٹریکٹ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمان ہوش میں آئیں۔ خواب غفلت سے جاگیں۔ اس وارد بیہوشی کا اثر جو علمائے مکر و فریب میں آ کر انہوں نے لیا ہے) خدا و رسولؐ کی پاکیزہ تعلیم کے اثر سے باطل کر دیں۔ اور اس علما کی خطرناک جماعت کے کذب و بطلان اور ریاکاری سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اس جماعت کی ہر غلط تعلیم کو ٹھکرا دینے سے ہی قوم کو نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہی لوگ ہماری راہ ترقی میں حائل ہیں۔

آخر میں ہماری یہ دعا ہے کہ خدائے عزوجل مسلمانان عالم کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ اور ان علما کے دام ریا اور دھوکے سے بچائے نیز اللہ تعالیٰ ان ہمارے رہبر نما رہزنوں کے دل و دماغ درست کرے کہ وہ اپنی غلط کاریوں سے تائب ہو کر قوم کی ترقی و بہبودی۔ فلاح۔ اصلاح اور صحیح تعلیم کی طرف متوجہ ہوں۔ آمین ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

(انجم رضوانی۔ سکرٹری بزم احباب راولپنڈی)

حضرت امیر ایدہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی

مندرجہ بالا مضمون کو پڑھ کر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ذیل کا خط جناب انجم رضوانی کو لکھا ہے۔

پیٹر برو ڈلموری۔ ۲۶ ستمبر

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپ کا ایک اشتہار مطبوعہ ملا جس میں آپ نے تکفیر کرنیوالوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں اس اخلاقی جرأت پر آپ کو اور آپکی انجمن کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ وہ اتحاد کی اینٹ ہے جسکے بغیر عمارت اسلام کبھی مضبوط نہیں ہو سکتی۔ جزاکم اللہ خیراً۔ تکفیر نے ہماری قوم کو برباد کر دیا اور

نبی کریم (صلعم) کی مفروضہ وصیت کا بے بنیاد واقعہ

حضرت فاروق اعظمؓ پر بیجا اتہام

حضرت مولانا مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ کے قلم سے

کچھ عرصہ ہوا مولانا سید نظیر الحسن صاحب کا ایک مضمون اخبار مشرق گورکھپور میں شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جب نبی کریم صلعم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں خلافت کی وصیت کا ارادہ فرمایا۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے رسول کریمؐ کو وصیت نہ لکھوانے دی۔ مدیر "مشرق" نے مولانا سید نظیر الحسن صاحب کا مذکورہ بالا مضمون حضرت امیر کی خدمت میں بغرض جواب ارسال کیا۔ حضرت امیر نے جواب شائع کرنے سے پہلے مولانا نظیر الحسن صاحب سے وہ حوالے طلب کئے جن کی بنا پر انہوں نے ایک ایسا مضمون لکھا جس سے دنیا کے مصلح اعظم اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سیرت پر حرف آتا ہے۔ ذیل میں حضرت امیر نے اپنی اس مراسلت میں "جو آپ نے ایڈیٹر مشرق کے نام تحریر فرائی ہے" ان حوالوں پر ایک مختصر سا تبصرہ کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ جو حوالے مولانا نظیر الحسن صاحب نے اپنے مضمون میں درج کئے ہیں وہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اس کے بعد حضرت امیر نے مولانا کے مضمون کا مفصل جواب تحریر کیا ہے۔ یہ جواب ہے کہ ناظرین کرام اسے کس قدر دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔ (مدیر)

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب مشرق گورکھپور!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولانا سید نظیر الحسن صاحب کا مضمون جب آپ نے بھیجدیا تو اس کے تھوڑے روز بعد ہی اس کا مفصل جواب لکھا گیا۔ اور اس انتظار میں ابھی تک پڑا رہا کہ آپ مولانا سے مطلوبہ حوالے لیکر ارسال فرمائیں تو پھر اس پر غور کر کے جواب آپ کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔ انتظار میں بہت دن گذر گئے آج مورخہ ۲۹/۱۱ کو مطلوبہ حوالے مل گئے۔ جب ان کا مقابلہ اصل کتابوں سے کیا گیا تو بہت ہی حیرت ہوئی۔

حدیث کا غلط حوالہ

مضمون نگار مولانا صاحب نے نسیم الریاض۔ حبیب السیر مجمع البحار۔ مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۲۶ و جلد اول صفحہ ۲۲۲ و سر العالمین امام غزالی کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں وہ حدیث موجود ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ مخالفہ عمر وقال النبی لیہجر حضرت عمرؓ نے آنحضرت کی مخالفت کی اور کہا کہ نبی ہذیان کرتا ہے۔ مسند احمد جلد ۳ میں تو یہ حدیث صفحہ ۳۲۶ میں نہیں اور جلد اول صفحہ ۲۲۲ و صفحہ ۳۲۴ پر بروایت ابن عباس حدیث قرطاس کا ذکر ہے۔ مگر اس میں وہ الفاظ قطعاً نہیں ہیں جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جیسا کہ جواب مضمون میں مفصل ذکر ہے۔ حوالہ ان الفاظ کا مطلوب تھا جو مضمون کے شروع میں حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ اور حوالہ دیا گیا ہے مسند احمد بن حنبل کا مگر افسوس کہ مسند کی روایت میں یہ لفظ قطعاً نہیں ہیں اور جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں بھی یہ لفظ نہیں۔ مجمع البحار تو حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ اس میں لغت حدیث پر بحث ہے مگر اس میں بھی کسی حدیث کی کتاب سے یہ حدیث نقل نہیں کی گئی جس میں حضرت عمرؓ کی طرف ان الفاظ کی نسبت ہو۔ پس یہ حوالہ بھی درست نہیں۔ یہیں صرف یہ الفاظ منقول ہیں۔ قالوا ماشانہ اہجر استفہموہ اور مصنف نے اپنی طرف سے یہ لکھا ہے کہ چونکہ ان الفاظ کا قائل حضرت عمرؓ تھا اسلئے اس کا معنی یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کی طرف ہذیان یا فحش گوئی کی نسبت کی ہے۔ حضرت عمرؓ کو ان الفاظ کا قائل سمجھنا مصنف کی رائے ہے۔ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس قسم کا کوئی لفظ کہا ہو۔ مگر وہ خود بھی وہ معنی حضرت عمرؓ کی طرف منسوب نہیں کرتے جو مولانا صاحب نے کئے ہیں اور وہ روایت تو مجمع البحار میں مرے سے ہے بھی نہیں جو مولانا کے مضمون کی شروع میں بروایت مسند احمد بن حنبل نقل کی گئی ہے۔ باقی جو حوالے دئے گئے ہیں وہ کتب حدیث کے حوالے نہیں ہیں۔ اور نقل حدیث میں صرف کتب حدیث کا ہی حوالہ قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ اگر ان کتب میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے کوئی حدیث نقل کی گئی ہے تو اسے کسی حدیث کی کتاب میں دکھانا چاہئے۔ اور اگر کتاب لکھنے والوں کی اپنی رائے ہے تو مولانا اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حوالہ اس حدیث کا مطلوب ہے جو انہوں نے شروع مضمون میں لکھی۔

حضور سرور عالم کی آخری وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا سید نظیر الحسن صاحب نے جو مضمون حضور کی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری حدیث کے عنوان سے۔ اخبار "مشرق" ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء میں شائع کرایا ہے۔ اس میں مسند احمد حنبل کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا عند موتہ الصحیفۃ یکتب فیہا کتابا لا یضلوا بعدہ فخالفہ عمر وقال النبی لیہجر۔ ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب وفات صحیفہ منگایا کہ اس میں ایک نوشتہ لکھدیں کہ لوگ اس کے بعد گمراہ نہوں تو حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں مخالفت کی اور کہا نبی ہذیان کرتا ہے۔ یہ روایت اس ترجمہ کے ساتھ مولانا نے اپنے مضمون میں نقل کی ہے مگر افسوس کہ مسند احمد کی جلد اور صفحہ کا حوالہ اس میں نہیں دیا جس کی وجہ سے اس کی تلاش میں بڑی دقت واقع ہوئی اور پھر بھی نہیں ملی۔ اور جو روایت ملتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ نہیں:-

آخری وصیت کے راوی

جہاں تک میں نے اس حدیث کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے صرف عبد اللہ بن عباس اس کے راوی ہیں۔ اور کوئی صحابی اس حدیث کا راوی نظر نہیں آیا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس وقت کئی صحابہ جمع ہیں۔ اور یہ واقعہ ان سب کے سامنے ہے لیکن راوی صرف ابن عباس ہی ہیں اور ابن عباس سے صرف دو راوی اس حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ عبید اللہ اور سعید بن جبیر۔ عبید اللہ کی روایت مسلم جلد دوم صفحہ ۴۳ مجتبائی دہلی۔ بخاری کتاب العلم باب کتابت العلم۔ کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۶ میں موجود ہے مگر اس میں لفظ ہجر یا ہجر کا کوئی لفظ نہیں جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔ نہ حضرت عمرؓ کی زبان سے اور نہ کسی اور شخص کی زبان سے۔ ان تمام روایات میں حضرت عمرؓ کی طرف صرف یہ لفظ منسوب ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی تکلیف زیادہ ہو گئی ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ کتاب اللہ ہمارے لئے بس ہے۔

حضرت عمرؓ نے آنحضرت کی نسبت ہجر کا لفظ استعمال نہیں کیا

سعید بن جبیر کی روایت بخاری کتاب الجہاد باب جوائز الوفد کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسلم کتاب الوصایا باب ترک الوصیت مسند احمد بن حنبل صفحہ ۳۵۵ جلد اول میں موجود ہے۔ ان روایات میں سے مسلم اور مسند احمد کی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں۔ فقالوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہجر اور بخاری کے باب جوائز الوفد و باب مرض موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علی الترتیب یہ لفظ آتے ہیں فقالوا اہجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ مگر سعید بن جبیر کی کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہجر یا ہجر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف قالوا جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ یہ قول چند لوگوں کا تھا نہ حضرت عمرؓ کا۔ اور آگے چل کر یہ بات صاف کروں گا کہ اس لفظ کے کہنے والوں میں حضرت عمرؓ شامل نہیں تھے۔

حضرت عمرؓ کی طرف غلطیات کی نسبت

پس مولانا سید نظیر الحسن صاحب نے جو روایت بحوالہ مسند احمد بن حنبل نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہذیان ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں موجود نہیں۔ اور جو حوالہ انہوں نے دیا ہے وہاں بھی یہ لفظ نہیں۔ اگر ایسی کوئی روایت موجود بھی ہوتی تو جب تک اس کے راویوں کی تنقید نہ کی جائے اس وقت تک قابل استدلال نہیں ہے۔ تنقید کے بعد بھی بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں ہے۔ یہ بحث صرف اتنا ہی کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت کی نسبت لفظ اہجر کا استعمال کیا یا نہیں؟ اب میں اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث کا اصل مضمون کیا ہے اور آیا اس میں حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کا ذکر ہے۔ یا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی وصیت کا ذکر ہے۔

پہلے میں ابن عباس کی روایت نقل کرتا ہوں۔ ایک بتوسط عبید اللہ دوسری بتوسط سعید بن جبیر پھر اس کے مضمون پر بحث کروں گا۔

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ عن ابن عباس لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال بعضہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنہم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنہم من یقول غیر ذالک فلما اکثروا اللغو والاختلاف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوموا عنی

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا اور گھر میں چند مرد تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ کہ تمہارے لئے ایک نامہ لکھدوں کہ اس کے بعد تم راہ راست سے نہ ہٹو تو بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف زیادہ ہو گئی ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے تو گھر میں جو موجود تھے ان میں اختلاف ہوا بعض نے کہا لے آؤ کہ تمہارے لئے ایک نامہ لکھدیں کہ اس کے بعد تم راہ نہ بھولو اور بعض کچھ اور کہہ رہے تھے۔ جب انکا شور اور اختلاف زیادہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔

عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اہجر استفہموہ فذہبوا یردون عنہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصاہم بثلاث قال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزہم وسکت عن الثالثۃ او قال فنسیتہا

سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہا ابن عباس نے کہا پنجشنبہ کا دن اور وہ کیسا ہی مصیبت کا دن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف زیادہ ہو گئی تو فرمایا۔ لاؤ کہ تمہارے واسطے نامہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد راہ بھول نہ جاؤ تو ان میں اختلاف ہوا۔ اور نبی کے سامنے اختلاف نہ کرنا چاہئے اور لوگوں نے کہا آنحضرت کا کیا حال ہے کیا بیماری کی شدت سے بول رہے ہیں۔ آپ سے دریافت کر لو تو لوگ آپ سے پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو۔ اور آپ نے تین باتوں کی وصیت کی۔ فرمایا مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالدو۔ اور قوموں کے قاصدوں کو عطیہ دیا کرو جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری بات کو بیان نہیں کیا یا میں بھول گیا۔

عبد اللہ بن عباس کی روایت کی بنیاد یہی دو راوی عبید اللہ اور سعید بن جبیر ہیں۔ دونوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کچھ لادو۔ میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھ دوں تاکہ تم اس کے بعد ٹھیک رستہ سے بھٹکو نہیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اس وقت قرآن کریم مکمل ہو چکا تھا۔ اور الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی آیت بھی نازل ہو چکی تھی۔

— بچہ سقہ نے کابل کے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ہتھیار اسلحہ خانہ میں جمع کردیں - اس سلسلہ میں گھروں کی تلاشیاں لی جارہی ہیں -

— روم - ۲۸ر جنوری - حکومت اٹلی نے طے کیا ہے کہ دس جنگی جہاز تیار کئے جائیں - جو جون سے تعمیر ہونے شروع ہو جائیں گے - ان میں سے ایک جہاز دس ہزار ٹن کا ہوگا -

— اخبار ام القریٰ (مکہ) کی تازہ اشاعت سے معلوم ہوا کہ ۲۹ر جنوری تک مکہ معظمہ میں بحری رستے سے ۹۵۸۰۲ حجاج پہنچ چکے ہیں گزشتہ سال اسی تاریخ کو حجاج کی تعداد ۲۳۴۱۲ تھی -

— اخبار الخلیل میرٹھ اس خبر کا ذمہ دار ہے - کہ شاہ امان اللہ خاں کی امداد کے لئے دولت ایران نے ایک زبردست فوجی جمعیت افغانستان روانہ کرنے کا انتظام کیا ہے یہ لشکر جرار شیر دل و محب اسلام امیر تیمور تاش کی قیادت میں شاہ امان اللہ کے لشکر کے دوش بدوش باغیوں سے نبرد آزما ہوگا -

— پشاور ۳ر فروری - افغانستان کی تازہ اطلاع ہے کہ بچہ سقہ نے برطانی سفارت خانہ کے قریب باغ بالا میں سکونت اختیار کرلی ہے اور وہیں سے تمام کاروبار انجام دیتا ہے -

— پشاور ۵ر فروری - کابل سے تازہ اطلاع ملی ہے کہ بچہ سقہ نے حکم دے دیا ہے کہ کابل میں کوئی دکاندار کسی قسم کی تصویریں یا فوٹو دکان میں نہ رکھے جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کی دکان لوٹ لی جائے گی -

— پشاور ۵ر فروری - سردار علی احمد جان - جنہوں نے جلال آباد میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا تھا - فارسی زبان میں ایک اخبار جاری کیا ہے - جس میں انہوں نے اپنے دستخطوں سے اعلان کیا ہے کہ میں شاہی خاندان کا بدستور وفادار ہوں اور شاہ امان اللہ کے لئے بچہ سقہ سے تخت حاصل کروں گا - ان کی فوجیں کابل سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ڈیرے ڈالے پڑی ہیں -

— بچہ سقہ نے کابل کے عجائب خانہ کی تمام نادر و نایاب اور تاریخی اشیا تباہ کردی ہیں -

— کابل کے بہت سے قصبات میں لوگوں نے مسجدوں پر شاہ امان اللہ خاں کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں - چند نوجوانوں نے ملک میں شاہ موصوف کے حق میں پروپیگنڈا کرنے کا فیصلہ کیا ہے -

— پشاور ۶ر فروری - افواہ ہے کہ سردار علی احمد جان نے جو جلال آباد سے کابل پر فوج کشی کر رہے ہیں برطانوی سفیر کو لکھا ہے کہ میں چند روز میں کابل پر حملہ کرنے والا ہوں آپ برطانوی سفارتخانہ اور برطانوی رعایا کے افراد کو جس قدر جلد ہو سکے کابل سے نکال لیں -

— پشاور ۶ر فروری - بیان کیا جاتا ہے کہ افسران سفارت نے فیصلہ کیا ہے کہ ۱۲ر فروری سے پہلے پہلے انگریزی سفارت خانہ کو کابل سے ہٹا لیا جائے -

سو موٹر لاریاں پشاور سے

کابل بھیجی جانے والی ہیں - برفباری کی وجہ سے سردار علی احمد جان کی فوجیں مقام بند تبازی سے آگے نہیں بڑھیں -

— افواہ ہے کہ بچہ سقہ اور روسی سفیر کے درمیان جھگڑا ہوگیا اور بچہ سقہ نے اسے روسی سفارتخانہ کو خالی کر دینے کا حکم دیدیا ہے -

— سردار علی احمد جان نے بچہ سقہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا ہے -

— پشاور ۵ر فروری بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے ان تمام ہندوستانیوں کو جو شاہ امان اللہ کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر تھے قید کر دیا ہے اور ان کی جائدادیں ضبط کرلی ہیں -

— پشاور ۵ر فروری - معلوم ہوا ہے کہ کابل میں شاہ امان اللہ کی گورنمنٹ کے وقت سے جو ہندوستانی محکمہ تعلیم میں ملازم تھے ان کے پاسپورٹ بچہ سقہ کا دفتر منظور نہیں کرتا اور انگریز سفیر اس معاملہ پر خاص توجہ دے رہے ہیں -

— بہار پراونشل کانگرس کمیٹی نے شاہ امان اللہ سے ہمدردی کا ریزولیوشن پاس کیا ہے -

— حکومت روس اور یمن میں دس سال کے لئے سیاسی اور تجارتی معاہدہ ہوا ہے -

— ہسپانیہ کی فوج کا ایک کثیر حصہ باغی ہوگیا - حالت خطرناک ہو رہی ہے -

ڈائری کی حیثیت

"الحکم کے کسی نمائندے سے تقریر کے قلمبند کرنے میں غلطی ممکن ہے مگر حضرت مسیح موعود کی طرف یہ بات ہم منسوب نہیں کرسکتے۔ کہ وہ اپنا ایمان اور اسلام تو کسی اور پیمانہ سے ناپا کرتے تھے۔ اور دوسروں کے ایمان اور اسلام کو ناپنے کے لئے پیمانہ دوسرا لے آتے تھے۔ کیا تقریر قلمبند کرنے والے سے اکثر الفاظ چھوٹ نہیں جاتے۔ بدل نہیں جاتے۔ بعض دفعہ قوت سامعہ یا سمجھ غلطی نہیں کر جاتی۔ تو پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ قلمبند کرنے والے کو غلطی لگ گئی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسیح موعود اپنا ایمان اور اسلام جس معیار پر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ دوسروں کا ایمان اور اسلام ناپنے کے وقت اس معیار کو بھول جایا کرتے تھے۔

مگران باتوں کو سوچے کون؟ اور تحقیق حق کرے کس کی بلا! یہ تو موجودہ خلافت محمودیہ کا فیض نظر آتا ہے۔ کہ کورانہ تقلید کی پٹی ایسی زبردست آنکھوں پر بندھ جاتی ہے۔ کہ جو آواز قادیان سے اٹھے گی سب اپنے اپنے نشیمنوں میں وہی بولی بولنے لگ جائینگے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی اپنے دماغ سے کام لے۔

الحکم کا حوالہ

اگر اُس حوالہ کو ذرا غور سے دیکھتے اور سوچتے کہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی باتیں تو وہی ہو سکتی ہیں۔ جو جزو ایمانیات ہوں اور ولادت مسیح جزو ایمانیات سے نہیں تو حضرت صاحب کا فتوے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا اس مسئلہ پر تو نہیں ہوسکتا۔ کوئی ایسی بات حضرت صاحب کے مدنظر ہوگی جس کی زد ایمانیات کے کسی جزو پر ہے۔ تو معاملہ صاف تھا اب وہ حوالہ سنو:۔

> "ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں نیچری جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کرسکتا ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

نیچری مذہب اور مسیح موعود

اس عبارت کو پڑھ کر ایک بچہ بھی سمجھ لے گا کہ حضرت صاحب کا عتاب نیچریوں پر ہے۔ جو خدا کو محض ایک قانون کے رنگ میں مانتے ہیں لہذا ان کے عقیدہ کے رو سے نہ خدا کسی کی دعا سن سکتا ہے نہ وہ کائنات میں کوئی دخل دے سکتا ہے۔ اول تو ایسے خدا کو خدا کہنا ہی غلطی ہے۔ وہ محض ایک بیجان قانون ہے۔ اور اگر اسے کوئی خدا کا نام دے گا تو وہ ایک مردہ خدا ہوگا جو قانون کے نیچے بُری طرح جکڑ بند ہے۔ اسے ذرا بھی اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے بندہ کی پکار کو سنے۔ اور اس کی عقدہ کشائی کرے۔ حضرت مسیح موعود کو اس عقیدے سے سخت نفرت تھی اور خدا کی طاقت اور قدرت کے متعلق بڑی غیرت تھی۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو مال و دولت پر ناز ہوگا۔ اور کسی کو حکومت و طاقت پر۔ مگر ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہمارا خدا علیٰ کل شیٔ قدیر ہے۔ اس کی قدرت کے آگے کوئی چیز ان ہونی نہیں۔ آپ کا سارا زور ہی دعا پر تھا۔ اور سچ بھی یہی ہے کہ دعا ہی ایک چیز ہے جس کے ذریعہ بندہ کا خدا سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہی چیز عبث ہو اور فطرت کی اس پیاس کے لئے کوئی آب زندگی استجابت دعا کے رنگ میں نہیں تو پھر خدا کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔ حضرت صاحب نے دعا کے متعلق بڑے بڑے لطیف دلائل دیئے ہیں۔ چنانچہ برکات الدعا ایک کتاب نیچریوں کے مقابلہ میں اسی موضوع پر لکھی۔ اور اس میں بڑے زور سے یہ اشعار لکھے ہیں

> اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست ؛
> سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب ؛
> ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق ؛
> قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب ؛

الحکم کے حوالہ میں نیچری عقیدہ کا رد

نیچریوں کا قول تھا کہ خدا بن باپ بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ کسی قانون قدرت کو توڑ نہیں سکتا۔ اس عقیدہ سے آپ کے دل کو تکلیف ہوتی تھی۔ آپ کو خدا کے لئے بڑی غیرت تھی۔ آپ اسے غالب علیٰ امرہ مانتے تھے کہ وہ اپنے امر پر بھی غالب ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے مذکورہ بالا کلمات ارشاد فرمائے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ وہ بن باپ بچہ پیدا کر نہیں سکتا۔ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی صفت علیٰ کل شیٔ قدیر پر زد ہے۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جو ایک کام کر نہیں سکتا ایسے خدا کو مان کر اس سے انسان دعا کرے تو کیا۔ ایسے خدا نے کیا دعا قبول کرنی ہے۔ جبکہ وہ کچھ کر نہیں سکتا۔

پس خدا کی صفت پر زد ایمان باللہ میں نقص پیدا کرتا ہے۔ اور جب ایمانیات میں نقص آیا تو اسلام میں نقص آگیا۔

ہمارا ایمان

لیکن یہاں تو کر نہیں سکنے کا سوال ہی نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا سب کچھ کرسکتا ہے وہ بن باپ کیا۔ بن ماں باپ بچہ پیدا کرسکتا ہے۔ درختوں میں سے، ہوا میں سے انسان کا بچہ پیدا کرسکتا ہے۔ وہ ایک انسان کو مع جسد عنصری کے زندہ آسمان پر بھی لیجا سکتا ہے۔ ہم اس کا انکار نہیں کرسکتے۔ جس طرح ہمارا حق ہے کہ نیچریوں کو اس بات پر ملزم کریں کہ وہ کیوں کہتے ہیں کہ خدا بغیر باپ کے بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ ایسا کہنا خدا کی صفت علیٰ کل شیٔ قدیر پر زد ہے۔ اسیطرح ایک غیر احمدی ملا کا بھی حق ہے کہ وہ برملا کہے کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ انسان کو مع جسد عنصری کے زندہ آسمان پر لیجا سکتا ہے۔ اور اگر ہم انکار کریں گے تو وہ اسی طرح ہم کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا حق رکھتا ہے جس طرح ہم نے نیچریوں کو خدا کے بن باپ بچہ پیدا نہ کرسکنے پر کیا تھا

سنت اللہ اور قدرت

پس سوال کرسکنے یا نہ کرسکنے کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم سے خدا کی سنت ہمیں کیا نظر آتی ہے۔ وہ کر سب کچھ سکتا ہے علیٰ کل شیٔ قدیر اس کی صفت ہے لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض قوانین کا محکم آیات میں ذکر کیا ہے۔ جن کا جوا تمام کائنات کی گردن پر بطور تقدیر مبرم کے ہے اُن قوانین کو بدلنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں۔ اگرچہ وہ قدرت رکھتا ہے کہ چاہے تو ان کو بدل دے مگر مشیت اور عادت الٰہی ان قوانین میں یہی ہوتی ہے کہ ان کو بدلا نہ جائے۔ اصطلاح قرآنی میں سنت اللہ کہلاتے ہیں جن کے لئے قرآن میں آتا ہے کہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ تو سنت اللہ میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا۔

مسیح موعود کا طریق استدلال مسئلہ وفات مسیح میں

حیات و ممات مسیح کے مسئلہ میں حضرت مسیح موعود نے جو استدلال کا طریق اختیار کیا ہے۔ اس کا بڑا حصہ اسی امر پر مبنی ہے کہ ہمیں قرآن سے سنت اللہ یہی نظر آتی ہے کہ انسان جو اس جہان میں پیدا ہوتا ہے تو اس کا جینا مرنا اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ وہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ نہیں جایا کرتا۔ جیسا کہ آیات فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون۔ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین اور الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا سے ظاہر ہے اور بشر خواہ رسول بھی ہو وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ نہیں سکتا جیسا کہ جب کفار نے او ترقی فی السماء کہکر آنحضرت صلعم سے آسمان پر چڑھنے کا مطالبہ کیا تو آپ کو حکم ہوا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ کہدے میرا رب پاک ہے۔ میں نہیں ہوں مگر ایک بشر رسول۔ جس سے ثابت ہوا کہ بشر خواہ رسول بھی ہو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اس کا چڑھنا خدا کی سبحانیت کے خلاف ہے۔ پس کس طرح پھر حضرت مسیح زندہ آسمان پر جسم عنصری کے ساتھ چڑھ سکتے ہیں۔ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ لہذا یہ عقیدہ لغو اور باطل ہے کہ حضرت مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے۔

ہمارا طریق استدلال مسئلہ ولادت مسیح میں

ٹھیک اسی طرح اگر کوئی استدلال کرے۔ اور قرآن میں سے متعدد آیات میں سے نکالکر دکھائے کہ قرآن سے سنت اللہ یہی نظر آتی ہے کہ ماں اور باپ کے مرکب نطفہ سے انسانی بچہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آیت انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج اور یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ سے ظاہر ہے۔ اور باپ کا نطفہ انسانی پیدائش میں اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ انسانی پیدائش میں بعض جگہ صرف مرد کے نطفہ کے ذکر ہی پر اکتفا کیا ہے۔ مثلاً فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب اور الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ میں صرف مرد کے نطفہ کا ہی ذکر کرکے چھوڑ دیا۔ کہ انسان اچھلتے ہوئے پانی کی پیدائش ہے۔ جو رحم میں پہنچایا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہذا اگر مسیح انسان ہے تو قرآن سے اس کی پیدائش بغیر باپ کے اسی طرح سنت اللہ کے خلاف ٹھیری جس طرح مسیح کا زندہ جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چڑھنا سنت اللہ کے خلاف ہے۔ تو ایسی صورت میں قرآن سے استدلال کرنے والا یہ شخص کس طرح خدا کی قدرت کا منکر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو فتویٰ ایک پر لگا۔ وہی دوسرے پڑے گا۔

نیچریوں پر فتویٰ قدرت الٰہی کے انکار سے ہے

پس خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود کا فتویٰ نیچریوں پر جو ہے وہاں کے خدا کی قدرت کے انکار پر ہے۔ وہ لوگ خدا کو قوانین نیچر کا ایسا پابند مانتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ دخل دے نہیں سکتا۔ وہ مثل ایک بیجان قانون کے ہے یہ نہیں کہ وہ ایک کام اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ وہ کر نہیں سکتا کیونکہ وہ قانون میں جکڑا ہوا ہے۔ اسی لئے وہ کسی بندہ کی دعا سن بھی نہیں سکتا وہ کسی بندہ کی مدد کرنا چاہے بھی تو نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ قانون سے مجبور ہے ایسے خدا پر ایمان درحقیقت دہریت کے مترادف ہے۔ خدا کیا ہوا وہ ہیولیٰ کی علت اولیٰ ہوئی۔ پس ایسے آدمی کو اگر حضرت صاحب نے دینی غیرت وحمیت کی وجہ سے خارج از اسلام کہہ دیا تو آپ کا یہ جذبہ اور عتاب بالکل بجا ہے۔

سنت اللہ کی عدم تبدیلی پر ایمان حسب فتویٰ نہیں ہے

لیکن یہاں ان لوگوں کا ذکر یقیناً نہیں ہو سکتا جن کا ایمان خدا کی نسبت یہ ہے کہ وہ علیٰ کل شیٔ قدیر ہے کوئی چیز اس کے ارادہ اور طاقت کے سامنے ان ہونی نہیں۔ مگر قرآن میں جو امور اس نے خود بطور سنت اللہ بیان فرما دیئے ان کو بدلنا اس کی عادت نہیں جیسا کہ آیت ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سے ظاہر ہے۔ یہ مذہب تو خود حضرت مسیح موعود کا اپنا ہے اور اسی مذہب کے ماتحت انہوں نے مسیح ابن مریم کا آسمان پر زندہ جسم عنصری کے ساتھ چڑھنا ممتنع ثابت کیا ہے۔ اسی مذہب کے ماتحت آپ نے مسیح اسرائیلی کے معجزات خلق طیور۔ احیائے موتیٰ۔ غیب دانی۔ کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور اندھوں کو آنکھیں بخشنے کی صحیح توجیہیں کیں۔ اور ان کے ظاہر معنوں کو رد کر دیا۔ اور اسی مذہب کے ماتحت آج ہم کو مسیح اسرائیلی کی پیدائش میں ماں کے ساتھ باپ کا وجود بھی ضروری نظر آیا۔ پس حضرت مسیح موعود خود اپنے ہی مذہب کو نعوذ باللہ اسلام سے کس طرح خارج قرار دے سکتے تھے۔

ولادت مسیح کا مسئلہ مسیح موعود کے سامنے

افسوس ہے کہ ولادت مسیح کے مسئلہ کو اس طرح کسی نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش نہیں کیا جس طرح آج ہم خود ان ہی کے مذہب پر ملکر پیش کرتے ہیں۔ اگر اس طریق پر پیش ہوتا تو آپ یقیناً اس کی تصدیق کرتے۔ آپ کے سامنے جب پیش ہوا۔ نیچریوں کے رنگ میں پیش ہوا۔ . . . . جس سے ان کو سخت نفرت تھی کاشکہ یہ مسئلہ حضرت صاحب کی راہ میں آجاتا تو آپ اس کی وہ دھجیاں اڑاتے کہ دنیا دیکھتی۔ مگر افسوس کہ مصلحت الٰہی نے اس وقت نہ چاہا۔ خود حضرت صاحب نے مولوی امام الدین گجراتی کو مسیح کی ولادت کے مسئلہ پر یہی لکھوایا۔ مولوی عبدالکریم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

> "جناب امام ہمام کی توجہ آجکل ایسے امور مہمہ دینیہ کی طرف متوجہ ہے کہ آپ ان سے کسی اور جانب توجہ نہیں کرسکتے۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر اللہ جلشانہ نے اس بارے میں کچھ انکشاف کیا تو ضرور آپکو اطلاع دی جائے گی۔ مگر توجہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب مصلحت عام کے لئے اپنے نزدیک کوئی امر اجرا کرنا چاہتا ہے تو اس طرف خود ہی اپنے بندہ کی توجہ منعطف کر دیتا ہے"

شاگردوں کا امتحان

کیا عجب ہے کہ مشیت الٰہی نے اس میں حضرت کے شاگردوں کا امتحان مدنظر رکھا ہو۔ کہ اس معلم ربانی سے کہاں تک فیض حاصل کیا اور اس کے ایجاد کردہ علم کلام کو استعمال کرنے کے کہاں تک اہل ثابت ہوئے کہ جس مذہب اور اصول کو لے کر خدا کا مقرر کردہ معلم مسیح کی تمام خصوصیتیں توڑ گیا اسی مذہب اور اصول کو لے کر اس کے شاگرد زیادہ نہیں تو ایک ہی خصوصیت کو توڑ کر دکھا دیں۔ تا پتہ لگے کہ استاد کے قدم پر ان کا قدم درست پڑا ہے یا غلط اور کچھ حاصل بھی کیا یا کورے کے کورے ہی رہے۔

قابل رحم محمودی!

بیچارے محمودی! قابل رحم محمودی! مجھے ان کے ساتھ ہمدردی ہے یہ جب کوئی حوالہ نکالیں گے اس کے ایسے معنی کریں گے جس کی صاف زد حضرت مسیح موعود پر پڑے گی حوالہ نکالتے وقت یہ لوگ صرف سطحی طور پر اتنا دیکھ لیتے ہیں کہ اس کی لاہوری احمدیوں پر پڑتی ہے یا نہیں اگر پڑتی ہی تو بس فرحت میں آکر آنکھیں بند کر لیتے ہیں پھر نہیں دیکھتے کہ اس کی زد صاف مسیح موعود پر پڑ رہی ہے۔ اور پھر ایسی بےخبری شروع ہو جاتی ہے کہ اپنے دماغ سے کوئی کام نہیں لیتا۔ قادیان سے آواز اٹھی اور سب ساتھ لگے ورنہ ذرا غور کرتے تو معاملہ صاف تھا۔ نیچریوں کی طرح خدا کو قدرت سے عاری سمجھنا ایمان کا نقص ہے لیکن حضرت مسیح موعود کی طرح قرآن میں بیان شدہ سنت اللہ کو بطور اصول پکڑ کر کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا عین اسلام ہے اور خدا کے فضل سے اسی پر ہم قائم ہیں مگر افسوس ہے محمودی دوستوں کو مخاطب کر کے کہنا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | یکم ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۲۷

قتل راجپال کے بعد

ہندو اور مسلمانوں کی ذہنیت کا فرق

امن و اتحاد کی راہ

جس دن سے راجپال کے قتل کا واقعہ ہوا ہے ہندو اخبارات اور ہندو لیڈروں بالخصوص آریہ سماجیوں کا پارہ حرارت بہت چڑھ گیا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور انہیں ظالم وحشی اور خونخوار ثابت کرنے کے لئے پورا زور صرف کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ جہاں تک قاتل کی شخصیت اور علت قتل کا تعلق ہے یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہے کہ اصل مجرم کون ہے اور آیا مذہبی جنون اس کی اصل وجہ ہے یا کچھ اور؟ پولیس نے اگرچہ ایک مسلمان نوجوان کو گرفتار کیا ہے لیکن جب تک عدالت میں اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے ہندو اخبارات کا اسے اصلی مجرم ٹھیرا کر تمام مسلمانوں کو متہم قرار دینا اور تعلیم اسلام کو اس کا ذمہ دار ٹھیرانا سراسر ناجائز اور قانون کے خلاف ہے۔

بغض و تعصب کی انتہا

واقعہ قتل کے بعد ہندو اور مسلمان لیڈروں کے جو بیانات شائع ہوئے ہیں ان کو اگر کبھی جانبی نظر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ جہاں مسلمان ہر معمولی سے معمولی واقعہ پر ہندوؤں کے ساتھ ہمدردی اور اظہار افسوس کرنے اور بلا وجہ اپنے آپ کو قصوروار ٹھیرانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہاں ہندو نہ صرف یہ کہ اپنی کسی غلطی یا قصور کو ماننے اور اس پر اظہار افسوس کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ انہیں اتنا بھی گوارا نہیں کہ مسلمانوں کے بانی و مقتدا کا نام ہی عزت اور ادب کے ساتھ لے سکیں بلکہ کسی مسلمان کی تحریر بھی اگر انہیں چھاپنی پڑتی ہے تو اس میں سے بھی ایسے الفاظ جن میں رسول اللہ صلعم کی عزت اور ادب ملحوظ ہو حذف کر دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کے اس بیان میں سے جو "پرتاپ" کے نمائندہ خصوصی کو انہوں نے اس واقعہ کے متعلق دیا۔ ایسے الفاظ عمداً حذف کر دیئے گئے جس کی شکایت "زمیندار" نے بھی کی ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے بیان میں لکھوایا تھا کہ:۔

> "ہندو اگر سوراج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کا پہلا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کے آقا و مولا حضور سرور کائنات اور دیگر بزرگان دین کا ادب کریں۔ مسلمان اگر قیامت تک کے لئے انگریز کا غلام رہنا نہیں چاہتا تو اس کا فرض ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر کا نام ادب سے لے۔"

بغض و تعصب کی انتہا اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ "پرتاپ" نے اس بیان کو شائع کرتے ہوئے "مسلمانوں کے آقا و مولا حضور سرور کائنات" کی جگہ "مسلمانوں کے محمد صاحب" کے الفاظ لکھ دیئے۔ "سری کرشن اور سری رام چندر" کے الفاظ بدستور رہنے دیئے۔ یہ اس ذہنیت کا نقشہ ہے جو "پرتاپ" اور دوسرے ہندو اخبارات کا خاصہ ہے۔ مسلمانوں کی فطرت اور ذہنیت یہ ہے کہ وہ ہندوؤں اور دنیا کی تمام اقوام کے مذہبی پیشواؤں کے نام عزت اور ادب سے لیتا اور اپنے ہم مذہبوں کو اسی کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن ہندو کی ذہنیت یہ ہے کہ [illegible] اخبار کے کالموں میں لانا گوارا نہیں کرتا۔ سارا بیان نقل کیا جاتا ہے "سری کرشن اور سری رام چندر" کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ ہندوؤں کے مذہبی پیشوا ہیں لیکن آنحضرت صلعم کے متعلق "مسلمانوں کے آقا و مولا و حضور سرور کائنات" کے الفاظ لکھنے گوارا نہیں۔ اور اس کے بجائے ایسے الفاظ لکھ دیئے جاتے ہیں جو بقول "زمیندار" مسلمانوں کے نقطۂ خیال سے آنحضرت صلعم کی شان میں ایک بدترین گستاخی ہے۔"

راجپال کی "نیک نیتی"

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے "پرتاپ" نے لالہ رام لال آنند ایم اے ایڈوکیٹ لاہور کا ایک بیان شائع کیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ راجپال کی نیت اس کتاب کے شائع کرنے میں اسلام یا پیغمبر اسلام کی توہین کرنا نہ تھی بلکہ صرف روپیہ کمانا مدنظر تھا۔ "ان کا مقصد کتاب چھاپنے میں بغیر منافع بیوپار کے اور کوئی نہ تھا" یہ بھی کہا گیا ہے کہ:۔

> "ایک موقعہ پر عدالت کے روبرو یہ بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر اس امر سے استغاثہ کی تسلی ہو سکتی ہو تو وہ تحریری بیان دینے کے لئے تیار ہیں۔ کہ کتاب کی اشاعت میں ان کا اسلام یا پیغمبر اسلام پر حملہ کرنے کا مقصد نہ تھا اور جو دلآزاری ان کے اسلامی بھائیوں کی اس اشاعت سے ہوئی ہے اس کے لئے وہ اظہار افسوس روبروئے عدالت کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

جہاں تک راجپال کی نیت کا سوال ہے ہمیں یہ سنکر اور بھی افسوس ہوا کہ روپیہ کمانے کے لئے ایسی کتاب شائع کی گئی جس میں چالیس کروڑ انسانوں کے محبوب و مقتدا کو گالیاں دی گئی ہیں۔ یقیناً کوئی شریف انسان اس کو مستحسن قرار نہ دیگا۔ لیکن ہندو قوم کے ایک قابل ایڈوکیٹ کی ذہنیت کو دیکھیئے کہ اس مقصد کو نہ صرف جائز بلکہ "راجپال کی نیک نیتی" قرار دیتا ہے اگر ایسے "نیک نیت" انسان ملک میں پیدا ہو جائیں جیسا کہ آریہ سماج میں پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ تو اس بدقسمت ملک کا امن و امان ایک بے حقیقت چیز سمجھنا چاہیے۔

رہا راجپال کے اظہار افسوس کا معاملہ۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ اظہار افسوس کی خواہش بھی اسی بنا پر تھی کہ توہین رسول راجپال کا اصل مقصد نہ تھا یا عدالت کے خوف اور سزا کے ڈر سے اس نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اگر توہین رسول راجپال کا اصل مقصد نہ تھا۔ تو بری ہونے کے بعد اس نے کیوں اپنی اس "نیک نیتی" کو واضح نہ کیا کیوں اس وقت جب کشمیر سے لیکر راس کماری اور بنگال سے لیکر سندھ تک تمام اسلامی ہندوستان راجپال کو توہین رسول کا مرتکب قرار دیکر اس کی بریت پر ماتم کر رہا تھا اس نے یہ اعلان نہ کر دیا کہ میری نیت مسلمانوں کے ہادی و پیشوا محمد مصطفےٰ صلعم کی توہین کرنا نہیں۔ اور مسلمانوں کی جو دلآزاری اس کتاب کی اشاعت سے ہوئی ہے اس کے لئے میں اظہار افسوس کرتا ہوں۔ اس قسم کا بیان اگر راجپال کی طرف سے بریت کے بعد بھی شائع ہو جاتا تو مسلمانوں کا تمام جوش اسی وقت ٹھنڈا پڑ جاتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ راجپال اور نہ کسی اور ہندو لیڈر نے ایک لفظ بھی اظہار افسوس کا اس کتاب کے متعلق لکھا۔ بلکہ ہر جائز و ناجائز طریق سے اس کی تائید و حمایت کی گئی اور ملک کے دوسرے حصوں میں اس کے متعدد ہندی ایڈیشن مختلف ناموں سے شائع ہوئے جس نے مسلمانوں کے صبر و سکون کو قائم نہ رہنے دیا۔

امن و اتحاد کی راہ

ہم نہیں جانتے کہ موجودہ دفعہ کو اس افسوسناک داستان کے ساتھ کسی قسم کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے یا نہیں لیکن جہانتک ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت کا تعلق ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملک کی فضا کو درست کرنے کی بجائے وہ اور زیادہ مکدر کرنے کا موجب ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ہندو قوم میں سے آئندہ ہزاروں اور لاکھوں راجپال پیدا ہوں گے جو مسلمانوں کے ہادی و پیشوا صلعم کے متعلق گالیوں کے پلندے شائع کر کے روپیہ کمانے کا شغل اختیار کریں گے۔ اگر ہندوؤں کے دل و دماغ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی عزت و احترام کے ساتھ لے سکیں حالانکہ مسلمان ان کے مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کو اپنا فرض سمجھتے ہیں، اگر راجپال کے جائے اور طرح طرح کے ناپاک الفاظ اسلام کی طرف منسوب کئے جائیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نہ مسلمانوں کی صلح ہو سکتی ہے اور نہ اس بدقسمت ملک کو اتحاد اور امن اور آزادی کی زندگی میسر آ سکتی ہے۔ کاش ہندو لیڈر اس نکتہ پر غور کریں جس کو اس زمانہ کے امام نے آج سے اکیس سال پیشتر ان کے سامنے بیان کیا اور اس قدر طویل مدت میں بار بار مرتبہ یہ ان کے سامنے لایا جا چکا ہے انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسی ایک نکتہ میں ملک کے امن و اتحاد اور مادر وطن کی آزادی کا راز مضمر ہے۔ جب تک وہ اس طرف نہ آئیں جب تک ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت کو وہ اس حد تک تبدیل نہ کریں کہ وہ دوسروں کے مذہبی پیشواؤں کی عزت کریں۔ اور ان کے واجبی حقوق انہیں دیں۔ اس وقت تک ان کی تمام سیاسی کوششیں خواہ اپنی قوم کے لئے ہوں اور خواہ تمام ملک کے لئے بے سود ثابت ہوں گی۔

گاندھی اور تحریک شدھی

تحریک شدھی کے مقاصد و نتائج کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اب یہ حقیقت صاف طور پر ظاہر ہو چکی ہے کہ اس نامبارک تحریک کا مقصد وحید مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور ہندوستان کے امن و امان کو برباد کرنا ہے۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ جب سے یہ تحریک شروع ہوئی اس کے خلاف فطرت طریق عمل کی وجہ سے ملک میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو گئی۔ اور ہندو مسلم اتحاد کا خواب ایک خیال پریشاں ہو کر رہ گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو قوم کے ذمہ دار ملکی لیڈر جن میں مہاتما گاندھی کا نام سب سے بلند ہے فرقہ وارانہ تحریکات سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اور ان کی واحد خواہش ہندو مسلم اتحاد اور آزادی ہند ہے۔ لیکن گاندھی اور دوسرے لیڈروں کے اقوال و افعال کو اگر دیکھا جائے تو وہ اس دعویٰ کو تسلیم کرنے سے مانع ہیں۔ چنانچہ شدھی کانفرنس کے تازہ اجلاس منعقدہ سورت میں ایک ذمہ دار ہندو نے [illegible] کی اس سے پایا جاتا ہے کہ گاندھی جی اور دوسرے ملکی ہندو لیڈروں کی تائید اس تحریک کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کانفرنس کے ۲۰ مارچ کے کھلے اجلاس میں پنڈت ستیارتھی نے نہایت زور اور فخر کے ساتھ کہا کہ

> "گاندھی جی تحریک شدھی کے ستون ہیں اور ہندو قوم مسلمانوں کی امداد کے بغیر بھی سوراج حاصل کر سکتی ہے۔"

بعض مسلم لیڈر سوراج کی امید موہوم پر مسلمانوں کو اپنی تمام مذہبی اور اصلاحی تحریکات سے قطع تعلق کر لینے کا وعظ کر رہے ہیں۔ کیا انہوں نے ہندوؤں کے سب سے بڑے حریت پسند اور اتحاد دوست لیڈر کے اس طرز عمل کا بھی مطالعہ کیا ہے؟

گاندھی جی بقول مسٹر ستیارتھی شدھی کی فسادی تحریک کے رکن ہیں۔ کاش کوئی کانگریسی مسلمان تبلیغ اسلام جیسی پر امن اور بابرکت تحریک کا رکن نہیں تو کم از کم خادم اور حامی ہی ہوتا۔

فریضۂ زکوٰۃ

ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ فریضہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اسلام نے سود کی ممانعت اور تجارت کی اجازت کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ اور ایسے لوگوں پر جو مال دنیا سے بہرہ وافر رکھتے ہیں یہ فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ ہر سال اپنے اموال میں سے ایک معین مقدار غریب اور ضرورت مند طبقہ و دیگر قومی کاموں کے لئے دیا کریں۔ اس طرح جہاں اہل ثروت دولت کی محبت میں گرفتار ہونے سے بچ جاتے ہیں وہاں غریب طبقہ کو بھی ترقی کا موقعہ ملتا ہے اور قومی ضرورتیں بھی پوری ہو جاتی ہیں۔

مسلمان اس پر عمل کرتے تو ان کے پست طبقہ اور قومی کاموں کی یہ ناگفتہ بہ حالت نہ ہوتی۔ جو آج نظر آ رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اس فریضہ کی طرف دوبارہ توجہ دلائی جائے۔ اس کی ادائیگی میں بہت سی مصیبتوں سے نجات مضمر ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو بالعموم اور احباب احمدیہ کو بالخصوص پھر ایک دفعہ اس اہم فریضہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس طرح نماز ہم پر فرض ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے نماز اور زکوٰۃ کا حکم قرآن میں ہر جگہ ساتھ ساتھ ہے جس سے اس رکن اسلامی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ احباب اس اہم فریضہ اسلامی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور نہ صرف خود اپنے مالوں کا حساب کر کے

مسئلہ تعدد ازدواج
برہمن دیوتاؤں کی شرمناک ہوسناکیاں

(از مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری۔ یوپی)

تاریخ عالم و مختلف مذہبی کتب پر ایک جھپلتی ہوئی نظر ڈال لینے والا بھی اس حقیقت سے ناآشنا نہیں رہ سکتا۔ کہ اسلام سے پیشتر جنس لطیف جنس قوی کے ہاتھوں کس درجہ تنگ و نالاں تھی۔ ہوسناک و ظالم مرد جنس لطیف پر انواع واقسام کے مظالم روا رکھتے۔ اور عورتوں کو اپنی خواہشات نفسانی مٹانے کا ایک آلہ سمجھنے سے زیادہ کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔ اہل ثروت و دولت مرد اپنی خواہشات نفسانی و قوائے شہوانی کی پرورش کے لئے دو چار عورتوں پر اکتفا کرنا اپنی دولتمندی و امیرانہ ٹھاٹھ کے منافی سمجھتے تھے۔ ان کی ہوسناکیاں اس حد تک بڑھ چکی تھیں۔ کہ لالچ سے۔ دھوکی سے۔ ظلم سے۔ غرض ہر جائز و ناجائز طریق سے سینکڑوں ہزاروں عورتوں کو اپنے گھر لا ڈالنے کے بعد بھی وہ ھل من مزید کا نعرہ لگاتے سنے جاتے تھے۔ بیچاری مظلوم و بے زبان عورتیں ان ظالم مردوں کا تختۂ مشق جور و جفا بننے پر مجبور اور ہر طرح سے مہذ وبتھیں اور انہیں نفسانی خواہشات کی ہولناک قربان گاہ پر نہایت بیدردی سے چڑھایا جا رہا تھا۔ اور آہ! کوئی بھی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ اور کوئی بھی ان کا غمخوار نہیں تھا۔ سنگدل مرد اپنی سیہ کاریوں و ناجائز حرکات پر شرمندہ ہونے کے عوض فخر کرتے۔ اور ان سے باز رہنے کی بجائے طرح طرح کے منصوبہ بازیوں سے کام لیکر جواز کا پہلو نکالتے۔ آخر ان کی چالاکیاں اس درجہ تک کامیاب نکلیں۔ کہ انہوں نے دنیا جہان کی آنکھوں میں خاک جھونک کر مقدس پیشوایان مذاہب کے حالات زندگی کو بھی اسی رنگ میں پیش کر دیا۔ آج اگر ادھر بائیبل میں داؤد اور سلیمان کی سینکڑوں بیویوں کا ذکر ملتا ہے۔ تو ادھر مقدس کرشن کی بے شمار گوپیوں کی تصاویر ہندو بازاروں اور ہندو دوکانداروں کے ہاں فخر سے فروخت کے لئے نظر آ رہی ہیں۔ گویا دور جہالت کے ظالم اور عقل و خرد سے کیسر کورے مردوں نے اپنے ناجائز و ناروا افعال کو جائز و روا ثابت کرنے کے لئے اپنے مقدس پیشوایان مذاہب کو بھی اسی رنگ میں پیش کیا۔ جس رنگ میں وہ خود رنگین تھے۔ اور رنگین رہنا چاہتے تھے۔

خدا تعالے سے اپنے ان مقدسین کی یہ کھلی ہوئی توہین نہ دیکھی گئی اس نے دنیا کے سب سے بڑے انسان محمد عربی صلعم (فداہ روحی) کے ذریعہ اپنے مقدسین کی تطہیر کا اعلان کرایا۔ اور کل من الصلحین کے کلمات سے ان تمام باطل طلسمات کو توڑ کر رکھ دیا۔ جنکے ذریعہ دنیا جہان کو دھوکہ دیا گیا تھا۔ اسلام نے اگر جہاں مقدس پیشوایان مذاہب کی عزت کو دنیا میں دوبارہ قائم کیا۔ وہاں ظالم مردوں کی خواہشات نفسانی پر بھی ایک کاری ضرب لگائی۔ اور ان کی ہوسناکیوں کے غیر محدود دائرہ کو نہایت درجہ محدود کر دیا۔ ہزاروں سینکڑوں کی تعداد سے گھٹا کر انہیں ایک وقت میں صرف چار عورتوں کی مشروط اجازت دی۔ اور صاف صاف کہ دیا۔ کہ اگر ان کے حقوق مساوات کے رنگ میں ادا کر سکو۔ تو خیر ورنہ ایک سے زیادہ کی اجازت نہیں مل سکتی۔ اللہ۔ اللہ۔ آخر دنیا میں عورتوں کی یہ وکالت کس نے کی؟ کس نے اس مظلوم و بے زبان طبقہ کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کر کے بے لگام مردوں کو اپنی حد میں رہنے پر مجبور کر دیا؟ یقیناً وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔

اسلام نے عورتوں کی عزت کو بڑھایا۔ اور دنیا پر ظاہر کر دیا۔ کہ خدا کے ہاں مردوں کو وہ کوئی خصوصیات حاصل نہیں۔ جن کی وجہ سے عورتوں کو مردوں کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔ اور انہیں مردوں کی شرمناک ہوسناکیوں کا شکار بننے پر مجبور کیا جائے۔ بنی نوع انسان میں عورت کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے دنیا جہان میں عورت بھی اسی طرح اشرف المخلوقات ہے۔ جس طرح کہ مرد۔

عیسائی و آریہ معترضین

آج عیسائی و آریہ سماجی حضرات مسلمانوں کے مسئلہ ازدواج پر معترض ہو رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔ کہ اسلام سے پیشتر ان کے اسلاف کن حالات کو پیش۔ رہے تھے اور۔ دنیا میں کیا اندھیر ہو رہا تھا۔ اسلام نے ان ہی حالات سے متاثر ہو کر اس خطرناک اور بڑھتے ہوئے فتنہ کا انسداد

دوست تو اپنی تسلی کے لئے مقدس بائیبل کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ آریہ ستروں کو ویدوں۔ دھرم شاستروں اور اپنے اتہاس (تاریخ) میں بہت کچھ مل سکتا ہے۔ اگرچہ زمانہ کے مطابق ہندو قوم نے اپنی بہت کچھ اصلاح کر لی ہے۔ اور آفتاب اسلام کی ضیا باریوں نے ان کی اندھیری کوٹھڑیوں میں اجالا کر کے انہیں ان کی پہلی حالت پر قائم نہیں رہنے دیا۔ اور وہ اب وہ ہندو نہیں رہے۔ جو کہ پراچین کال میں تھے۔ تاہم اگر آج بھی ہندوؤں کو ان کے اصلی خط و خال میں دیکھنا ہو۔ تو ہندوستان کے ان حصص پر کامیاب نگاہ ڈالی جا سکتی ہے جہاں پرانے ٹائپ کے ہندو آباد ہیں۔

علاقہ بہار میں اس مہذب زمانہ میں بھی تعدد ازدواج کے وہ نفس نواز مظاہرے کئے جاتے ہیں۔ جن پر ایام جاہلیت کے سوہن ناکوں کی روحیں بھی پھڑک اٹھتی ہونگی۔ ہندوؤں کے سب سے اعلےٰ و مقدس طبقہ یعنی برہمن دیوتاؤں میں تعدد ازدواج کا وہ دورہ ہے۔ کہ الامان والحفیظ۔ نوجوانوں کی ہوسناکیوں کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ جو برہمن دیوتا انتہائی بڑھاپے کی حالت میں ہیں۔ نہ منہ میں دانت۔ نہ پیٹ میں آنت ہے۔ انہیں بھی نت دولہا بننے کا شوق دامنگیر رہتا ہے۔ العظمۃ للہ

غرض۔ "بہار" میں ہندوؤں کا مقدس طبقہ کھل کھیل رہا ہو اور بدقسمتی سے دنیا کے سامنے آج بھی وہی تاریک حالات پیش کر رہا ہے۔ جنکو دور کرنے کے لئے خدائے تعالےٰ نے اسلام اور صرف اسلام کی روشنی کو مخصوص کیا ہے۔

علاقہ بہار کے ان مقدس برہمنوں کے حالات حال ہی میں یو۔پی کے ہندی بھاشا کی اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ قارئین کرام کی تفنن طبع کے لئے ہم ان حالات کو ہندی سے اردو کا جامہ پہنا کر ذیل میں درج کرتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہندی اخبارات میں ان حالات کو بے جوڑ اور پھیکے بنا سے پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے ربط دینے اور دلچسپی پیدا کرنے کی جرأت ضرور کی ہے جس کے لئے ہمیں مجبور سمجھا جائے۔

پنجی اور پنجیکار

علاقہ بہار میں برہمنوں کے مختلف خاندان آباد ہیں۔ جو کہ حسب مراتب ترتیب دیئے گئے تھے۔ ان خاندانوں کو "پنجی" کہا جاتا ہے۔ ان تمام خاندانوں کے حالات کا پورے طریق پر علم رکھنے والا ایک مخصوص گروہ ہے جسکو "پنجیکار" کہا جاتا ہے۔

شدھ دن

ان برہمنوں میں شادی کا وقت خاص ہوتا ہے جس کو وہ "شدھ دن" کہتے ہیں۔ شدھ دنوں کا علم خاص حسابات سے حاصل کیا جاتا ہے کہ فلاں تاریخ "شدھ دن" پڑتا ہے۔ جب تک شدھ دن اگر نہیں پڑتے شادی بیاہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس دوران میں بیاہ شادیاں بند رہتی ہیں اور بغیر شدھ دنوں کے پڑنے کے شادی بیاہ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

دواہ سبھائیں

جب "شدھ دن" پڑتے ہیں۔ تو ان برہمنوں کی کئی جگہ سبھائیں ہوتی ہیں۔ جن میں یہ برہمن شادی کے لائق اپنے لڑکے لڑکیاں لیکر پہنچتے ہیں۔ کسی کسی سبھا میں تو ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ "ساؤراٹھ" ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک لاکھ سے زائد برہمن شریک ہوتے ہیں۔ ان سبھاؤں میں "پنجیکار" (اس لفظ کی تشریح اوپر کر دی گئی ہے) بھی پہنچتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر شادی کے خواہشمندوں کے اصلی خاندان کی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ جبتک "پنجیکار" یہ فیصلہ نہیں دیتے۔ کہ فلاں فلاں کی شادی آپس میں ہو سکتی ہے شادی ہونا غیر ممکن ہے۔

"پنجیکار" دو باتوں کا فیصلہ دیتے ہیں۔ ایک تو یہ بتلاتے ہیں۔ کہ کون لوگ ایک خاندان کے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ کون چھوٹے یا کون بڑے خاندان سے ہیں۔ ایک ہی خاندان کے لڑکے لڑکیوں کی آپس میں شادی نہیں ہو سکتی۔

گھٹک مہاراج

جب شادی کے خواہشمند خاندانی تحقیقات کے بعد پنجیکار سے شادی کی اجازت حاصل کر لیتے ہیں۔ تو انہیں شادی سے قبل ایک اور مرحلہ بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ ہے "گھٹک مہاراج کا دربار"۔ گھٹکوں کا یہ کام ہے۔ کہ وہ یہ فیصلہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں مرد عورت کی آپسمیں شادی ہو سکتی ہے۔ کہ نہیں۔ گھٹکوں کے اس

کا فیصلہ اور گھٹک لوگ مرد عورت کا ایک دوسرے کے قابل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ دیتے ہیں (نا معلوم مؤخر الذکر فیصلہ کن اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ شاید گھٹک مہاراج مرد و عورت کا معائنہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کرتے ہونگے۔ کیونکہ مرد و عورت کے خفیہ و ناقابل اظہار امراض کا پتہ اس کے بغیر نہیں لگ سکتا۔ اور راز درون پردہ تک رسائی ناممکن ہے۔ بہرحال گھٹک مہاراج کی ہستی ایک خطرناک ہستی ہے۔ نوجوان عورتوں کو تحقیقات کے لئے ان نامحرم لوگوں کے حوالے کر دینا خطرہ سے خالی نہیں ہے)

تعدد ازدواج کا دور دورہ

بہار کے برہمنوں میں ہر کوئی اپنی لڑکی کی شادی اونچے گھر والے سے کرنا چاہتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں تعدد ازدواج کا دور دورہ ہے! آج سے بیس سال پہلے ایک ایک آدمی دو دو تین تین چار چار درجن عورتوں کے ساتھ شادی کر لیتا تھا۔ آج کل بعض اصلاحی انجمنوں کی کوشش سے درجنوں شادیاں تو نہیں کی جاتیں۔ پھر بھی آٹھ آٹھ نو نو شادیاں کر لینا تو ایک معمولی مشغلہ سمجھا جا رہا ہے۔ اصلاحی انجمنوں کی پروا نہ کرنے والے تو بیس تعداد میں چاہتے ہیں۔ شادیاں کر رہے ہیں۔ اور انہیں ایسا کرنے سے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی ؎

عورتوں کی تجارت

آج سے بیس سال قبل لڑکی والے اعلیٰ خاندان میں رشتہ دیتے تھے مگر آج کل اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ آج جس کے روپوں کی ڈھیری اونچی ہے۔ وہی سب سے اونچا ہے۔ اور اس روپوں کی اونچی ڈھیری کے عوض معصوم بچیوں کو نفس پرستوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

ایک لڑکی کو جب اسی طرح ظالموں کے حوالے کیا جانے لگا۔ تو وہ اپنی دادی سے لپٹ بلک بلک کر رونے لگی۔ دادی کو اپنی پوتی کی حالت زار پر رحم آگیا۔ تو وہ اسے موقعہ پا کر ایک گاؤں کی طرف لے بھاگی۔ اور وہیں دادی پوتی اس وقت تک چھپی رہیں۔ کہ ظالم لوگ سر سے ٹل گئے

ایک دوسری لڑکی کو اس کے باپ نے بہت سا روپیہ لیکر فروخت کیا۔ تو موقعہ ملنے پر اس نے اپنے شوہر سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے میرے باپ کو اتنا روپیہ کہاں سے لا کر ادا کیا ہے؟ بیچارے شوہر نے نہایت دکھ سے اسے بتلایا۔ کہ اس کے پاس کل تین بیگہ زمین تھی۔ وہی فروخت کر کے لڑکی کے باپ کو لڑکی کی قیمت دی گئی ہے۔ اپنے شوہر کا یہ جواب سن کر لڑکی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ بہت گھبرا کر اپنے شوہر سے کہنے لگی تو پھر میری پرورش کا کیا بندوبست ہے! بیچارے لٹ چکے ہوئے شوہر کے پاس اس کا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ تھا۔ لڑکی کے دل میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کہ ایک تو میرے باپ نے مجھے فروخت کیا۔ دوسرے قیمت اسقدر وصول کی۔ کہ میرے شوہر کے گھر میرے لئے پھوٹی کوڑی تک بھی نہیں چھوڑی۔ وہ باپ پر دانت کٹکٹانے لگی اور آخر انتقام لیکر ہی چھوڑا۔ اس نے اپنے شوہر کو بتلایا۔ کہ فلاں مقام پر اس کے باپ کا دفینہ ہے۔ اسے نکال لو۔ اور پھر دونوں کہیں بھاگ چلینگے ناداں شوہر نے دفینہ نکالا۔ ریلوے سٹیشن نزدیک ہونے کی وجہ سے عورت کو بھگا لے جانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

غرض بیچاری بے زبان عورتوں پر صرف روپیہ کے لالچ سے طرح طرح کے مظالم روا رکھے جاتے ہیں۔ حریص باپ جو چاہتے ہیں۔ سیاہ و سفید کر گزرتے ہیں۔ اور لڑکی کی مجال نہیں۔ کہ لب تک ہلا سکے۔

ایک لڑکی پر جب اس طرح کا ظلم ہونے لگا۔ تو اس سے نہ رہا گیا۔ اس نے سبھا والوں کو ٹوکا۔ اور اپنے ظالم باپ کی مذمت کی۔ بس پھر کیا تھا۔ تمام لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ کہ ہائے کیسا الٹا زمانہ آگیا ہے۔ کہ کنواری لڑکیاں اپنی شادی کے بارے میں رائے دینے لگی ہیں"۔ ادھر وہ معصوم و مظلوم لڑکی زبان حال سے کہ رہی تھی ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

حریص و ظالم باپ اگر روپیہ کی لالچ میں اپنی معصوم بچیوں کو بیدرد سوداگروں کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ تو کوئی نام تک نہ لے۔ اور اگر کوئی غیرتمند لڑکی اس ظلم کی طرف دبے الفاظ میں بھی توجہ دلائے۔ تو لاکھوں آدمیوں کی بھری سبھا پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جائے۔ اور طرح طرح کے طعنوں سے اس کا دم ناک میں کر دے۔ سچ ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ایک ننھی بھولی بھالی ناتجربہ کار لڑکی صدائے احتجاج بلند کر کے سعلکے غراتے "پنجیکاروں" اور "گھٹک مہاراجوں" کی موجودگی میں اپنے ظالم باپ کے ظلم کو کس طرح ثابت کر سکتی ہے۔ جبکہ سبھا کے لاکھوں آدمی اور پنجیکاروں

عالمگیر مذہب اسلام ہے

راولپنڈی کی آریہ مذہبی کانفرنس میں ہمارا مضمون

مولوی غلام ربانی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی
کے قلم سے

آریہ سماج راولپنڈی نے اس سال اپنے سالانہ جلسہ پر مختلف مذاہب کے نمائندوں کو دعوت دی ہوئی تھی۔ کہ وہ ۱۵ اپریل ۴۶ء کو اپنے مذاہب کی طرف سے "عالمگیر مذہب" پر نصف گھنٹہ مضمون پڑھیں۔ یہ بھی شرط تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے۔ ہماری طرف سے مضمون پڑھنے کے لئے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لاہور سے تشریف لائے تھے

زمین و آسمان کا مذہب

آپنے آیت دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً و الیہ یرجعون ...... سے لیکر ...... ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخٰسرین تک تلاوت کرنے کے بعد اس کی تفسیر کرتے ہوئے مذہب اسلام کو عالمگیر ثابت کیا۔ آپنے فرمایا۔ کہ قرآن شریف نے ہمکو بتایا ہے کہ زمین و آسمان میں اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے دنیا کی ہر شے مجبور ہے کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کیونکہ بغیر اس کے دنیا کا قائم رہنا محال ہے

دنیا و مافیہا کا مذہب

اسلام کے معنے ہیں خدا کی فرمانبرداری اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہمیں دنیا میں کوئی شے ایسی نظر نہیں آتی جو خدا کے آگے سر تسلیم خم نہ کئے ہوئے ہو۔ اور قوانین قدرت کے عین مطابق کام نہ کر رہی ہو۔ پس دوسرے الفاظ میں دنیا و جہان کا اگر کوئی مذہب ہو سکتا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ اور دنیا کا ہر ذرہ مجبور ہے کہ وہ اپنا مذہب اسلام کو قرار دے۔

انبیائے عالم کا مذہب

قرآن پاک کی آیت زیر بحث میں جہاں نظام عالم کے بقا کو اسلام کا مرہون منت قرار دیا ہے وہاں بہت سے انبیاء کا ذکر کرکے ان سب کا مذہب بھی اسلام ہی بیان فرمایا ہے۔ اور یوں بتایا کہ امریکہ، افریقہ، یورپ، آسٹریلیا، ایشیا وغیرہ میں جہاں کہیں پہلے کوئی خدا کا رشی، منی یا نبی اور رسول آیا اسلام ہی لے کر آیا اور اسلام ہی کا پرچار کرتا رہا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب

اور سب سے آخر اس عالمگیر مذہب کو پایۂ تکمیل تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچا کر ہمیشہ کے لئے دنیا جہان کو ادھر اُدھر بھٹکنے سے بے نیاز کر دیا۔ دنیا کی گردن اسلام کے حلقہ سے کبھی آزاد نہیں ہوئی اور ہر زمانہ اسلام ہی کے سہارے ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

اسلام سے جدا ہو کر

تاریخ گواہ ہے کہ دنیا نے عموماً اور انسانوں نے خصوصاً جب کبھی اسلام کو چھوڑا ایک اندھیر پڑ گیا جس کو قرآن شریف نے ظہر الفساد فی البرّ و البحر کے ایک مختصر مگر جامع فقرے میں ادا کیا۔ جو شے بھی اسلام سے جدا ہوئی اسے خود اپنی ہی ہم جنس سے دشمنی پیدا ہو گئی اور خود اپنے ہاتھوں مٹنے پر تیار ہو گئی۔ دور کیوں جائیں خود حضرت انسان ہی کو لے لو۔ رومۃ الکبریٰ کے زمانہ عروج میں اگر اس ترقی یافتہ قوم کے پاس نہیں تھا تو صرف اسلام ہی نہیں تھا۔ اس زمانہ کے ظالم انسان خود اپنی جنس یعنی انسانوں پر وہ وہ مظالم روا رکھتے تھے کہ جن کے تصور سے بھی دل دہل اُٹھتا ہے۔ مہمانوں کی خوشنودی کے لئے جہاں اور اعلیٰ پایہ کے سامان بہم پہنچائے جایا کرتے تھے وہاں تفریح کے طور پر ایک غلام کو ذبح کرکے اس کے رقص بسمل کا نظارہ بھی کیا جایا کرتا تھا۔ روسا و امراء کے ہاں پالتو مچھلیوں کو غلاموں کا گوشت کھلا کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا جایا کرتا تھا کہ ہماری مچھلیاں بڑی قیمتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح مغرب کی عین ہمسر مشرق میں کروڑوں انسانوں کو صرف اس لئے کہ ان کی ذات کم درجہ کی ہے۔ حیوانوں سے بدتر سمجھا جاتا تھا۔ لاکھوں معصوم و بے زبان عورتوں کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ آخر انسانوں کو اپنی جنس انسان کے ساتھ یہ نفرت اور یہ عداوت کیوں تھی۔ اور غافل انسان خود اپنی جنس کو مٹانے پر کیوں تلا ہوا تھا۔ اس لئے کہ وہ اسلام کی روشنی سے محروم تھا۔ اور اسلام ان کا مذہب نہ تھا۔

اسلام کے عالمگیر اصول

اسلام آقا و غلام۔ مرد و عورت۔ اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز اُڑا دیتا ہے اور تمام کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرتا ہے۔ وہ آقا کو غلام پر مرد کو عورت پر اعلیٰ کو ادنیٰ پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ عورتیں مردوں کے لئے زندہ جل نہیں سکتیں اور ادنیٰ اعلیٰ نگاہ میں نفرت سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ وہ عالمگیر مذہب ہے۔ اور تمام عالم اُسے یکساں عزیز اور پیارا ہے۔

آپ نے بتایا کہ جس مذہب میں یہ اصول نہیں مانے جاتے وہ کبھی عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہ ساطع صاحب نے اسلامی مساوات کو اصولاً پیش کرکے نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ سے کئی نظائر پیش کیں۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی زندگی اور بعض شاہان سلف کی زندگیوں سے چیدہ چیدہ حالات پیش کرکے بتایا کہ وہ مذہب جس میں یہ تمام اصول پائے جاتے ہوں اور اس کے ماننے والوں نے دنیا میں ان کا نمونہ دکھلایا ہو وہ یہی عالمگیر مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے۔

مساوات اسلامی کا ایک نظارہ

اس ضمن میں آپ نے اسلامی مساوات کا نمونہ پیش کرتے ہوئے نماز کی طرف توجہ دلائی۔ جو عوام کے عین مشاہدہ میں آئی ہوئی ہے۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح تمام مسلمانوں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ۔ امیر ہوں یا غریب سب کے سب حتی کہ بادشاہ و گدا تک شانہ بہ شانہ حضور خداوندی میں صف بستہ ہوتے ہیں۔ وہاں تمام دنیوی امتیازات اٹھا دئے جاتے ہیں۔ اور کسی کو کسی پر معمولی سی فوقیت بھی باقی نہیں رہتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

عالمگیر طریق عبادت

اس کے بعد آپ نے ہیئت ترکیبی کو پیش کیا اور بتایا کہ یہ ایسا جامع طریق عبادت ہے کہ اس میں تمام مذاہب کی عبادات کے طریقوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ گویا اسلام نے ایک عالمگیر طریق عبادت کی بنیاد رکھی ہے۔

عالمگیر مذہب کی تبلیغ اذاں میں

اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ دنیا کے دیگر مذاہب نے نماز پڑھنے یا عبادت کرنے کے لئے لوگوں کی اطلاع کے لئے مختلف طریقے پیش کئے ہیں۔ کسی نے ناقوس بجایا۔ تو کسی نے گھنٹہ و الارم سے کام لیا۔ مگر اسلام اس رنگ میں بھی اپنی شان الگ رکھتا ہے۔ ناقوس کی صدا گھنٹہ کی ٹن ٹن۔ عبادت کے وقت کا اعلان تو ضرور کرتے ہیں۔ مگر یہ صرف آواز ہی آواز ہے۔ گویا کہ گونگوں کی طرح ایک اشارہ ہے کہ عبادت کا وقت ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر نہیں۔ لیکن اسلامی اعلان نہ صرف آواز ہے۔ بلکہ اس آواز کے اندر بھی عبادت اور عالمگیر مذہب کی تبلیغ موجود ہے۔ اور ہر وقت کے اعلان کے ساتھ خدا کی عظمت کا اعلان موجود ہے۔ نماز کے وقت کی اطلاع کے واسطے مؤذن مسجد کے اونچے منارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز بلند کرتا ہے۔

آریہ سماج مندر میں سب سے پہلی اذان

اس موقعہ پر مرزا صاحب نے باآواز بلند اُسی ادا سے جس طرح ایک مؤذن اذان دیا کرتا ہے سریلی آواز میں اذان دی جس سے سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ جو مسلمان سامعین موجود تھے ان پر خوشی سے محویت کا عالم طاری تھا۔ اور اس اذان کی آواز کے نشہ میں سرشار تھے۔ باہر سے آنے والے حیرت زدہ ہو کر نظارہ دیکھنے کے شوق سے سماج کی طرف آ رہے تھے۔ کہ یہ کیا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ کہ آج آریہ سماج مندر کے اندر سے اذان کی آواز آ رہی ہے۔ اللہ اللہ وہ قوم جو کہ اذان کی آواز سنتے ہی کانوں میں انگلیاں ڈال لیتی ہے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول کا نام کانوں میں نہ پڑ جائے آج ان کے مندروں میں اذان ہو رہی ہے۔ اور وہ (دل میں خواہ کچھ ہی خیالات گذر رہے ہوں مگر) خاموشی سے مؤذن کے منہ کو دیکھ رہی ہے اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ایک بڑی عنایت یہ ہے کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم کی جماعت کے ایک فرد کو موقع دیا گیا کہ وہ آریہ سماج مندر میں اذان دیوے۔

جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام

جب کبھی انقلاب مذاہب کے متعلق کوئی تاریخ لکھی جاوے گی اور مذاہب میں انقلاب پیدا کرنے والی جماعت کا ذکر آویگا تو سونے کی قلم سے جماعت احمدیہ اور اس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح الزمان علیہ السلام کی سب سے پہلے خدمات کا اعتراف ہوگا۔ اس جماعت کی خصوصیات مثلاً یہ کہ حضرت باوا نانک صاحب کے چولا کی حقیقت کو آشکارا کرنے والی۔ ڈیرہ بابا نانک میں حضرت بابا صاحب کی تسبیح، کوزہ، مصلیٰ وغیرہ وغیرہ اشیاء دریافت کرکے سکھ مذہب پر اتمام حجت کرنے والی۔ حضرت عیسیٰ مسیح ناصری کا کشمیر میں پتہ لگانے والی۔ عیسائی مذہب کی کاسر صلیب۔ آریہ سماج کو شکست فاش دینے والی سب سے پہلے ویدوں کا ترجمہ کرکے اس پردہ نشین دلہن کو بے نقاب کرنے والی۔ گوردوارہ میں سب سے پہلے قرآن کی تلاوت کرنیوالی (یہ واقع کوہمری کا ہے)۔ غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین بھیجنے میں سبقت کرنے والی۔ سب سے اول انگریزی زبان میں قرآن کی تفسیر ہزاروں روپیہ خرچ کرکے مغربی ممالک میں شائع کرنے والی وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام خصوصیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت احمدیہ شاخ لاہور کے نام پر لکھی جاوے گی۔

تاریخ کا پہلا دن

۱۷ اپریل ۴۶ء تاریخ کا پہلا دن ہے۔ جب ظہر کے وقت حضرت مسیح موعود کی جماعت کے ایک فرد کو اللہ تعالیٰ نے آریہ سماج مندر میں اذان دینے کی توفیق دی۔ کوئی تعجب نہیں کہ اس اذان کی برکت سے اللہ میاں اس آریہ سماج مندر کو مسجد میں بدل دیوے۔ اور یہ توحید کی آواز جن کے کانوں میں پڑی ہے ان کو اسلام کی طرف لے آئے۔

آریہ سماج کا غیر منصفانہ رویّہ

باوجودیکہ آریہ سماج نے تحریری شرائط طے کر لی تھیں کہ مضمون پڑھنے والے کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہیں کرینگے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آریہ سماج نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا۔ اور عہد توڑ دیا۔ اور شرط کی پرواہ نہ کی حالانکہ ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی۔ مگر کوئی پرواہ انہوں نے نہ کی۔ اسلام پر بہتانوں کے ازالہ کے لئے وقت مانگا گیا۔ مگر وقت دینے سے انکار کر دیا گیا۔

دنیا کا امن اسلام میں

مرزا صاحب کا مضمون معارف اور دلائل سے پُر تھا۔ بخوف طوالت تھوڑا سا اقتباس اس کا یہاں پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے اسلام کی جامع تعلیم۔ قرآن کا محفوظ رہنا۔ امیر و غریب میں مساوات۔ مرد اور عورت کے حقوق کی نگہداشت وغیرہ وغیرہ سب امور کو پیش کرکے ہر پہلو سے اسلام کو عالمگیر مذہب ثابت کیا اور اخیر میں اپیل کی کہ دنیا میں صرف اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے جس کے قبول کرنے میں دنیا کا امن وابستہ ہے۔ اس لئے اس مذہب کو قبول کرنا دنیا کا سب سے پہلا فرض ہے۔

انکشافِ حقیقت

بجواب

اظہارِ حقیقت

از جناب مرزا محمد سلطان خان صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
پشاور۔ ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس

منازِ یا کہ سبز و خرم قہ پوشیمیں
کہ زیرِ دلق ملمع فریب ہا باشد

قادیانی جماعت کی طرف سے آئے دن کوئی نہ کوئی کھیل مذہبی رنگ میں پیش ہوتا رہتا ہے۔ جو بظاہر تو نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس کے اندر پوشیدہ طور پر زہریلا مواد بھرا ہوتا ہے جیسا کہ سال گذشتہ اس فرقہ کی طرف سے یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ حفاظت عزت رسول کے لئے ایک میموریل تیار کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس میموریل پر ہزارہا مسلمانوں کے انگوٹھے اور دستخط ثبت کر لئے گئے۔ مگر بعد ازاں معلوم ہوا کہ یہ میموریل ایک قادیانی بیرسٹر کو ہائی کورٹ پنجاب میں جج دلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

اسی طرح گذشتہ سال اس جماعت نے یوم خاتم النبیین منانے کے لئے مختلف مقامات پنجاب و ہندوستان میں جلسے کرائے۔ تا یہ ثابت ہو کہ قادیانی جماعت سب مسلمانوں سے بڑھ کر خاتم النبیین کی عزت و احترام کرتی ہے۔ اور حقیقی معنوں میں ہمارے نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین مانتی ہے۔ چنانچہ اب کے سال بھی اس گروہ کی طرف سے یہ پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ ۲ جون ۱۹۲۹ء کو یوم خاتم النبیین منانے کے لئے جلسے کئے جائیں۔ مشتہر کے نزدیک ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے جلسوں میں شریک ہو۔ اور ان جلسوں کو بارونق اور کامیاب بنانے کے لئے ہر ایک طرح کی امداد دے۔ لیکن اگر ان جلسوں کی اندرونی غرض کچھ ایسی ہو جس سے اسلام کے ایک مسلمہ اور متفقہ عقیدہ پر زد پڑتی ہو تو پھر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے جلسوں کی شمولیت سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تعاونوا علی البرّ و التقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان۔ ترجمہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

جملہ اہل اسلام کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آنحضورؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی مبعوث ہونے والا نہیں۔ بلکہ آنجناب کے بعد مدعی نبوت کافر اور دجال ہے۔ لیکن قادیانی جماعت کے نزدیک یہ معنی ہیں۔ کہ ایسا نبی جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے اور آنجنابؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا خاتم النبیین وہ ہے جو اپنے بعد سلسلۂ نبوت کو بند کرتا ہے اور قادیانی مسلمانوں کا خاتم النبیین وہ ہے جو اپنے بعد نبوت کے سلسلہ کو جاری کرتا ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ دوسرے مسلمانوں کا خاتم النبیین اور ہے اور قادیانی مسلمانوں کا خاتم النبیین بالکل اس کے برعکس ہے۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے خاتم النبیین کے معنے جو خلیفہ قادیان اور ان کے مریدوں نے کئے ہیں نیچے نقل کئے دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو خاتم النبیین کے معنوں کا پورا پورا علم ہو جائے کیونکہ دعوتی اشتہارات جو اس جلسہ کے کامیاب بنانے کے لئے شائع کئے گئے ہیں ان میں خاتم النبیین کے الفاظ تو لکھے ہیں مگر ان کے معنے اور تشریح نہیں لکھی۔ جس سے ان کی نیت کا پتہ لگتا ہے کہ وہ اس طرح مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی جو خلیفہ صاحب نے کئے ہیں

اس سال مجھے ایک گواہی پر جانا پڑا جو گورداسپور میں ہوئی اس میں یہ سوال مجھ سے پوچھا کہ آیا آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں؟ اور یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ میں نے وکیل کو جو جرح کر رہا تھا کہا۔ قرآن کریم میں یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ کیا یہ لفظ قرآن میں نہیں کہ رسول اللہ آخری نبی ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس پر اس نے سوال کو بدل کر کہا۔ کیا ختم النبیین کوئی لفظ قرآن میں ہے میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے متعلق کوئی ایسی آیت ہے جس کے معنی غیر احمدی یہ کرتے ہیں کہ میرا جواب یہ تھا کہ یہ غیر احمدیوں سے پوچھئے۔ کہ وہ کس آیت سے یہ مطلب نکالتے ہیں۔ آخر وکیل نے کہا اچھا۔ آپ ہی بتا دیں کہ وہ کونسی آیت ہے جس کے معنی غیر احمدی آخری نبی کرتے ہیں میں نے کہا ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کی آیت ہے۔ اس نے کہا کیا اس میں یہ معنے پائے جاتے ہیں کہ رسول کریم صلعم آخری نبی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں۔ مگر رسول کریمؐ کی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں۔ وکیل صاحب کا ان سوالات سے یہ ثابت کرنے کا منشا تھا کہ نبی کریم صلعم کے بعد نبی کے آنے کا عقیدہ نیا نکلا ہے۔ پہلے نہیں تھا اور نیا عقیدہ کفر ہے۔ اس لئے نکاح ٹوٹ گیا۔ اور میں نے یہ بتانا تھا کہ اصل عقیدہ یہی تھا۔ نبی کے نہ آنے کا عقیدہ بعد میں بنا۔ جب وکیل نے پوچھا کہ کیا خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں ہیں تو میں نے کہا کہ لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں"

نجات مصنفہ مرزا محمود احمد صاحب صفحہ ۵-۶

میں قادیانیوں سے پھر یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا اس طریقہ سے وہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ بٹھا دیں گے کہ خاتم النبیین کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے جو کہ ان کا مایۂ ناز اور اصولی مسئلہ ہے اور جس کی اشاعت کے لئے یہ جال پھیلایا گیا ہے اور اگر یہ نہیں تو خدارا ذرا سوچیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم۔ ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لئے دردناک دکھ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اطلاع دی ہے کہ اے مومنو۔ تم راعنا کا لفظ استعمال نہ کرو۔ کیونکہ یہودی اس لفظ کے معنی از راہِ شرارت رعونت کرتے ہیں اور تمہیں یقین ہے کہ وہ اس لفظ کو حفاظت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ راعنا کے اصلی معنے حفاظت کرنا ہی ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے قادیانی جماعت کو چاہئے کہ وہ جہاں خاتم النبیین کا لفظ اپنے اشتہارات وغیرہ میں مسلمانوں کی اطلاع کے لئے درج کریں تو ساتھ ہی اس کے معنے آخری نبی اور حدیث شریف کے الفاظ لا نبیّ بعدی بھی درج کر دیا کریں

جب کہ خلیفہ صاحب قادیان کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے نہیں ہیں اور یہ عقیدہ بعد میں بنایا گیا تھا۔ اور لغت میں بھی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے معنی نہیں ہیں۔ تو پھر جو مسلمان خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے کرتے ہیں۔ اور جنہیں فی الواقعہ لغت کی کتابوں میں بھی یہی معنے ملتے ہیں اور اس کے خلاف اور کوئی معنے نہیں ملتے۔ تو پھر ان کو اپنے جلسوں میں شریک ہونے کی دعوت دینا اور یہ کہنا کہ آؤ ہم مل کر یوم خاتم النبیین منائیں۔ صرف ایک دھوکا اور فریب ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی سخت ہتک اور انتہائی توہین ہے اور کلام الٰہی پر بھی ایک ایسا حملہ ہے جو اس سے پیشتر کبھی نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کا آنا آنجنابؐ کی سخت ہتک اور کسرِ شان ہے۔ جب کہ آنجنابؐ سے پہلے بھی نبی آتے رہے اور اب آنجناب کے بعد بھی نبی آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ تو اس میں حضور کی کوئی خصوصیت یا عظمت نہیں ہے بلکہ دیگر نبیوں کی طرح آپ بھی ایک نبی ہیں۔ ہاں آپ کی فضیلت اور بزرگی تو تب ہے کہ تمام جہان کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے صرف آپ ہی نبی رہیں۔ کیا ایک وقتی اور ایک ملک کا بادشاہ ایک دائمی اور دنیا کے بادشاہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پس پہلے انبیا قومی اور وقتی بادشاہ تھے۔ تو حضور سرور عالم تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے نہ صرف بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہیں۔ الغرض جب قادیوں اور جملہ اہل اسلام کا خاتم النبیین کے معنوں میں اس قدر عظیم الشان اختلاف اور تناقض ہے تو پھر ایسے مسلمانوں کو شرکت عمل کی دعوت دینا ایک تلبیس اور منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر گروہ قادیان کو فی الواقع آنحضرت صلعم کی عزت اور عظمت مدنظر ہے تو وہ - - - خاتم النبیین کے معنوں کو اپنے دماغ کے غلاف میں چھپائے نہ رکھیں۔ بلکہ پبلک کے سامنے اس کے معنوں پر کھلی روشنی ڈالیں۔ بالخصوص حضرت مرزا صاحب مجدد وقت کے اپنے پوزیشن کو پبلک کے سامنے صاف کریں ؎

مرا بریں سخنم آں فضول عیب کند
کہ نیست خبر ز رہ رسم و دینِ ما باشد

اگر اس طریقہ سے خاتم النبیین کے معنوں میں قادیانی جماعت اور دوسرے مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا تو پھر تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ وہ ایسے جلسوں میں نہ صرف شریک ہوں بلکہ میں ان کو خدا کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کارِ خیر میں اپنی جان و مال سے مدد دیں۔

(بقیہ صفحہ ۴)

اور چاہتے تھے کہ ہندوستان کے سب باشندے سنسکرت پڑھیں۔ اور پرانے مہاپرشوں کے نام لیوا بنیں۔

سوامی شردھانند کی تقریر

سوامی شردھانند کی ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کی تقریر دہلی کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"۷ کروڑ مسلمان عرب سے ہندوستان میں نہیں آئے۔ بلکہ ہم ہندوؤں کو ہی جبراً اسلام قبول کرا کے اسلامی قطرہ کو دریا بنایا گیا ہے۔ ۷ کروڑ مسلمانوں میں ایک کروڑ تو اب بھی ایسے موجود ہیں جو رواج کے اعتبار سے ہندو کہلانے کے مستحق ہیں یہ ملکانہ کا شمار بھی انہیں میں ہے۔"

ڈاکٹر مونجے کے الفاظ

ڈاکٹر مونجے کی تقریر کلکتہ کے چند الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

"گذشتہ ۹ سال کے عرصہ میں ہندو مذہب کو کس قدر نقصان عظیم اٹھانا پڑا ہے کہ افغانستان، کشمیر اور مالابار میں آج کل بالکل مسلمان ہی مسلمان بھرے پڑے ہیں۔ ہندو تحریک کا اب سے یہ مقصد ہونا چاہئے کہ وہ تمام ہندوؤں کو باہم متحد و متفق رکھے۔ اور ہندو مذہب کی خوب تبلیغ و اشاعت کی جائے تاکہ ہندوستان پھر ایک بار صحیح معنوں میں "ہندو استھان" ہو جائے۔"

اصلاح و علاج

برادران اسلام میں سمجھتا ہوں کہ اب تمام حالات آپ پر واضح ہو چکے ہیں۔ دیہاتی اقوام کا زوال بھی اور ہندو رہنماؤں کے مقاصد بھی۔ اب اگر ۶½ کروڑ ناخواندہ دیہاتی مسلمانوں کی حفاظت مطلوب ہے تو آپ کو فی الفور انگریزی اور عربی مدارس کے ساتھ ساتھ تنظیم ٹریننگ سکول اور جدید قسم کے آئمہ مدارس کے قیام کی تحریک شروع کرنی چاہئے۔ اس وقت ہندوستان میں چار پانچ لاکھ مسجدیں موجود ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک مسجد مسلمانوں کی تنظیم کا دفتر بن سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہم مستقل پروپیگنڈا اور منظم تحریک کی مدد سے ہر ایک ضلع میں ایک تنظیم ٹریننگ سکول، آئمہ کلاس کھول سکیں یا کھلوا سکیں۔ اور موجودہ آئمہ مساجد ہزارہا معمولی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے جو افلاس و بے روزگاری کے باعث اچھوتوں اور گداگروں کے حال کو پہنچ رہے ہیں۔ وظائف دے کر (انجمن ہائے امداد باہمی کے مبلغوں کی طرح) ضروری ٹریننگ کا انتظام کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مہم ایک انجمن یا ایک اخبار کی کوشش سے طے نہیں ہو سکتی۔ اس مقصد کے لئے تمام انجمنوں اور تمام اخباروں کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں تمام اسلامی انجمنوں کے اراکین سے ہر ایک اسلامی اخبار سے اور ہر ایک دردمند مسلمان سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ براہ کرم تمام حالات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد مجھے مطلع فرمائیں۔ کہ گویا ۶½ کروڑ ناخواندہ دیہاتی مسلمانوں کے بچانے کے لئے کوئی تحریک شروع کی جائے۔ تو کیا آپ اس میں شامل ہوں گے۔ اور اس تحریک کی کامیابی کے لئے اپنی ذات سے کچھ تھوڑا بہت کام یا خدمت کر سکیں گے؟

راقم الحروف کا پتہ حسب ذیل ہے۔

(قریشی چونیاں ضلع لاہور)

مقدمہ

ایڈیٹر الفضل کی طرف سے پیغام صلح کے ایڈیٹر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر پر ازالہ حیثیت عرفی کا جو فوجداری مقدمہ دائر ہے اس کی آئندہ پیشی گورداسپور میں ۸ جون کو ہے۔ اس موقع پر استغاثہ کی طرف سے ۵۱

شاہجہان مسجد ووکنگ میں نماز عید اضحیٰ

عالمگیر اخوت اسلامی کا شاندار مظاہرہ

عید اضحیٰ کا اسلامی تہوار جد ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے اس جذبۂ عشق کے مظاہرہ کی یادگار ہے۔ جوان کو خدا کے ساتھ تھا۔ ۱۸ مئی ۱۹۲۹ء کو ایسے شاندار اور خوشگوار موسم میں منایا گیا۔ جس کی نظیر پچھلے کئی برسوں میں نہ مل سکیگی۔ مسلمان بڑے شوق کے ساتھ اس تقریب سعید کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں انہیں اپنے دینی بھائیوں سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور دعا کیا کرتے ہیں کہ اس دن مطلع صاف رہے۔ تاکہ سرسالار جنگ میموریل ہاؤس کے خوشنما اور نظر فریب سبزہ زار پر عبادت و نماز کی عادت مستمرہ قائم رہ سکے پس کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ اس مرتبہ تاریخ مذکورہ پر مطلع نہایت صاف اور دن نہایت روشن تھا۔ خوشگوار دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تین ملتوں کے پیشوا ہیں

سطحی خیالات رکھنے والوں کے لئے یہ تقریب چونکہ قدیم الایام سے جاری ہے اس لئے عزت و دلچسپی سے بھی معرا ہوگی۔ لیکن جو لوگ حقائق بیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس تقریب کو ایک اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ تاریخ مقررہ پر تمام دنیا کے لوگ دوش بدوش کھڑے ہوکر اس مقدس شہر یعنی مکہ میں خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ارکان حج بجا لاتے ہیں۔ جہاں حضرت ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ حضرت موصوف یہود۔ نصاریٰ اور مسلمان تینوں مذاہب میں یکساں محترم ہیں۔ اور خانہ کعبہ اس خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے جو شرک اور جہالت آمیز تصورات سے وراء الورا ہستی ہے۔ امسال تقریباً چار سو اصحاب اس شاندار تقریب سعید میں شرکت کے لئے مجتمع ہوئے تھے۔ اور یہ اجتماعی نظارہ نہایت باصرہ نواز اور جاذب نظر تھا۔ نیز اس کی بنا اسلام کی حیرت انگیز قوت اختلاط باہمی کا ثبوت بہم پہنچ رہا تھا۔

اخوت اسلامی کا روح پرور منظر

مختلف رنگوں۔ نسلوں اور قوموں کے لوگ اس عالمگیر اجتماع عید میں مختلف ممالک۔ مثلاً ہندوستان۔ مصر۔ عرب۔ ایران۔ افغانستان۔ روم۔ شام۔ اور یورپ کے اکثر ممالک سے آکر مجتمع ہوئے۔ شاندار اور دیدہ زیب ایرانی قالین مخملی سبز گھاس کے فرش پر بچھائے گئے۔ تاکہ اہالی مشرق و مغرب دوش بدوش کھڑے ہوکر خدائے مشرق و مغرب کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لائیں۔ امتیازات نسل و قومی کو فراموش کردیں اور اخوت کا وہ روح پرور نظارہ پیش کریں جو مدبرین یورپ کی عقلوں کو ہمیشہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ عیسائیت دو ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی اخوت انسانی کے اس تخیل کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ جس کا ذکر وہ بڑے طمطراق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف کھلے لفظوں میں سال گزشتہ کی مسیحی کانفرنس منعقدہ یروشلم میں کئی ایک پادریوں کی زبان سے سنا گیا ہے۔

نماز اور خطبہ

نماز ٹھیک ساڑھے دس بجے شروع ہوئی اس کے بعد امام مسجد مولوی عبد المجید صاحب ایم اے نے ایک نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ دیا۔ جس میں انہوں نے اسلام کی اس اخلاقی قوت کو پیش کیا جو ان مناسک حج میں مضمر ہے۔ جن کو آنحضرت صلعم کی سیاسی اور انتظامی قابلیت نے مسلمانوں کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ اور جیسا کہ اسلام کے معاندین کو بھی تسلیم ہے۔ اس معاملہ میں بے نظیر ہے۔ یعنی تمدنی مسائل کو حل کرنے کے لئے جو اصول و قوانین اسلام نے نافذ فرمائے ہیں۔ ان کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔ نیز اس رسم کی بدولت ملت اسلامیہ میں ترقی کی شاہراہیں کھلتی ہیں۔ اور انسانی جماعتوں کے مختلف اللون اور مغایر الخیال افراد کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ نیز اس رسم سے ان مغربی مدبرین کو بھی سبق اور روشنی مل سکتی ہے۔ جو بقائے امن کی خاطر مجلس بین الاقوامی قائم کر رہے ہیں

خواجہ کمال الدین اور افغانستان کے لئے دعا

بعد ازاں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب کی صحتیابی کے لئے دعا کی گئی جن کی تندرستی آجکل قابل اطمینان نہیں ہے۔ نیز افغانستان میں امن وامان قائم ہوجانے کے لئے سب حاضرین نے خلوص قلب سے دعا کی۔

حافظ وہبہ کی تقریر

امام صاحب کے خطبہ کے بعد ہز ایکسلنسی حافظ شیخ وہبہ صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت نجد و حجاز نے مختصر سی تقریر فرمائی اور ان کی عربی تقریر کا مطلب مسٹر زید مصری نے انگریزی زبان میں سامعین کو سمجھایا۔ اور شیخ صاحب موصوف کا سلام ان سب کو پہنچایا۔ جو اس موقع پر وہاں جمع ہوئے تھے۔ صاحب موصوف نے دوران تقریر میں فرمایا کہ چند لایعنی اور خارج از شریعت امور نادانستہ طور پر مذہب اسلام میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ عموماً لوگ قرآنی احکام کی روح سے ناواقف ہیں۔ نیز آپ نے ایسے عظیم الشان مجمع مومنین میں شمولیت پر اظہار مسرت و شادمانی فرمایا۔

عید کی ضیافت

بعد ازاں بڑے شامیانے میں مشرقی وضع کا طعام دوستوں کے لئے چنا گیا۔ اور سب نے بہت شوق کے ساتھ نوش جان کیا انگریزی طرز کے کھانے روز کھانے میں آتے ہیں۔ پس اس مشرقی طعام نے ایک

احباب ایک دوسرے سے سرگرم گفتگو رہے۔ کیونکہ اس تقریب کی بدولت دور و نزدیک کے احباب کو آپس میں تبادلہ خیالات کا بھی موقع مل جاتا ہے سہ پہر کو تمام احباب اپنا وقت نہایت شادمانی سے صرف کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ مسجد ووکنگ کو ایسے ایام سعید گنتی ہی کے نصیب ہوتے ہیں

قابل ذکر شرکائے کرام

اسی عید کے موقعہ پر اہل مغرب کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوئی ہے کہ اسلام کی اخوت کس قدر شاندار اور عالمگیر ہے اور اسی اخوت کو پیش کرکے اسلام دیگر اقوام کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ ان کے سامنے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرتا ہے۔

حاضرین میں سے مفصلہ ذیل اصحاب یعنی لارڈ ہیڈلے۔ ہز ایکسلنسی حافظ شیخ وہبہ صاحب بالقابہ نمائندہ حکومت حجاز و نجد۔ میڈم زینب اسکب وستہ۔ ولیعہد صاحب ریاست مالیر کوٹلہ۔ آنریبل نواب سر عمر حیات خان آف ٹوانہ۔ پرنس سعید رد طونیہ۔ سلطان زنجبار مسٹر محمد ہیوبرٹ لکمن، سیٹھ عارف کلکتہ۔ خواجہ صلاح الدین ڈھاکہ۔ مسٹر لوگرد سکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی لندن۔ مسٹر اور مسز لیون۔ مسٹر ظفر علی مالیر کوٹلہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خادم۔ خواجہ عبد الغنی

(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور)

نوٹ کر لیجیے

وی پی آرہے ہیں

جن احباب کا چندہ ماہ جولائی میں ختم ہوتا ہے ان کو اطلاع دی جاچکی ہے۔ انتظار کے بعد اگلے ہفتہ سے ان کے نام وی پی جانے شروع ہوجائیں گے۔ ان کے خریداری نمبر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آجکل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے امید ہے کہ تمام احباب وی پی وصول فرماکر اپنا ایک ضروری فرض ادا کریں گے۔

۲ ۷ ۸ ۹ ۱۱ ۱۳ ۱۶ ۱۹

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۴۰ ۴۴ ۴۶ ۵۴

۱۲۱ ۱۴۸ ۱۵۸ ۲۳۵ ۲۳۷ ۲۳۹ ۲۴۵ ۳۶۹

۳۹۷ ۴۰۷ ۴۵۹ ۴۸۱ ۵۱۶ ۵۸۷ ۶۳۰

۹۳۵ ۹۸۸ ۱۲۳۷ ۱۲۳۹ ۱۲۴۱ ۱۳۳۰

۱۳۵۰ ۱۳۰۹ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰

۱۴۴۴ ۱۵۷۹ ـ

میاں محمود احمد صاحب اس پر روشنی ڈالیں

ایک وہ زمانہ تھا کہ میاں صاحب کو ان کے مرید موعود بیٹا کہتے تھے۔ اور میاں صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ لوگ مجھکو ایسا خیال کرتے ہیں۔ مگر میں وہ نہیں ہوں مگر میں مریدوں کو ایسا کہنے سے روکتا بھی نہیں۔ اور اب میاں صاحب نے کھلے طور پر فاروق مجریہ ۷ جولائی ۱۹۲۹ء میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں۔ مبارک ہو۔ مگر میاں صاحب نے کوئی اپنی وجہ نہیں لکھی جس کے ذریعہ ان کو حق الیقین ہوگیا ہے۔ کہ واقعی میاں صاحب ہی اس بشارہ کے مصداق ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام محمدی بیگم والی نکاح سے وہ موعود بیٹا تولد ہونا حسب حدیث ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ وھو ھذا۔

اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا۔ اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے۔ اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے۔ جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ حاشیہ۔

السائل۔ خاکسار خوشحال وزیرآبادی۔

ہندوؤں کی معاشرتی و مذہبی حالت

گاندھی جی کے تازہ انکشافات

اخبار پایونیر اشاعت مورخہ ۱۸ جولائی ایک طولانی مقالہ کے دوران میں لکھتا ہے:-

مسٹر گاندھی نے چھوت چھات اور ہندوؤں کی دیگر معاشرتی مذہبی برائیوں پر جو سلسلۂ مضامین ینگ انڈیا میں شائع کیا ہے اس لائق ہے کہ اس کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ اور ملک بھر میں اس کی نشر و اشاعت کی جائے۔ اگر مسٹر گاندھی ان اصولوں پر جو انہوں نے پیش کئے ہیں پر جوش طریق پر کام کرنے لگیں تو وہ یقیناً اپنے ہموطنوں کی ایک حقیقی اور عظیم الشان خدمت انجام دیں گے۔ مسٹر گاندھی نے گویا کہ ان تمام تنقیدوں کو قطعی طور پر تسلیم کر لیا۔ جو ہندوستانی تہذیب کے خلاف لکھی جا چکی ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو تعصب کی آڑ پکڑ کر معاشرتی اصلاحوں اور معقول ترقیوں سے گریز کرتے ہیں خوب خوب للکارا ہے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ ہندو مذہب غور و فکر کرنے سے بعد رکھتا ہے اور چھوت چھات کی روایات کو بے چون و چرا تسلیم کرکے اپنے تئیں حق بجانب استہزا و تمسخر کے لئے کھول دیتا ہے۔ حالانکہ مصلحین ان برائیوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت ہندو دامن کو ایسے بدنما داغوں سے پاک و صاف بنانے کے لئے جو کوششیں کی گئی ہیں ان سے زیادہ زبردست طریقوں اور کوششوں کی ضرورت ہے۔

مسٹر گاندھی الموڑہ میں چھوت چھات کے تماشا دیکھ کر نہیں لرز گئے ہیں بلکہ ان کو ایک ایسی جماعت کا بھی علم حاصل ہوا ہے کہ جو اپنی لڑکیوں کو محض اس لئے پرورش کرتی ہے کہ ان کو رنڈی پیشہ کے لئے وقف کر دے۔

مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ یہ جماعت اس رواج کو مذہبی وجوہ کی بنا پر جائز سمجھتی ہے۔ اور اس طرح لڑکیوں کے ساتھ مذہب کو بھی دلدل میں کھینچ لاتی ہے۔ خدا کی ہستی ایک ایسی ہستی ہے جس کے زندہ قانون تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اگر ان میں رد و بدل ہو سکتی ہے تو وہ ان تمام لوگوں کو حرف غلط کی طرح چھیل کر پھینک دیتا ہے۔ جو مذہب کے نام پر اس سے اور اس کے قانون سے منہ موڑتے اور انکار کرتے ہیں۔

مسٹر گاندھی کی نیت پر کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا لیکن اگر یہی الزام کسی مغربی سیاح کی طرف سے عاید کیا جاتا تو ہندو سخت ناراض ہو جاتے۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ مسٹر گاندھی کو اپنی اصلاحات

خبریں

—— شملہ ۷ راگست۔ پنجاب کی مجلس حاکمیت (ایگزیکٹو کونسل) کی رکنیت کے لئے کپتان سکندر حیات خاں کے تقرر کا سرکاری طور پر اعلان ہوگیا ہے۔ آج بعد دوپہر انہوں نے ریونیو ممبری کا قلمدان وزارت سنبھال لیا ہے۔

—— گزٹ کی غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے کہ سر فضل حسین نے سر محمد حبیب اللہ کی جگہ گورنر جنرل کی مجلس حاکمیت کی رکنیت کا چارج لے لیا ہے یہ تقرر فی الحال عارضی ہے۔

—— لاہور ۴ راگست۔ رستم زمان گاما پہلوان کا اکلوتا بیٹا جس کی عمر ۵ سال تھی آج وبائے ہیضہ سے انتقال کر گیا۔

—— پانیر کا نامہ نگار خاص ۷ راگست کو لندن سے اطلاع دیتا ہے۔ سائمن کمیشن سے تعاون کرنے والی مرکزی ہندوستانی مجلس میں فرقہ وار نیابت کا مسئلہ شدید ترین اختلافات کا موجب بن رہا ہے۔

مجلس کی اکثریت کا فیصلہ ہے کہ حلقہ ہائے انتخاب مشترکہ ہوں اور نشستیں محفوظ کر دی جائیں۔

اقلیت جو مسرز ذوالفقار علی خاں اور ڈاکٹر سہروردی پر مشتمل ہے اس امر پر مصر رہی ہے۔ کہ آیا رپورٹ کے ساتھ اختلافی نوٹ شامل کر دیا جائے یا مجلس کی رکنیت ہی سے مستعفی ہو جائیں۔

—— لاہور ۱۰ راگست سنہری مسجد کے قریب مانک چند نام ایک دکاندار جو سلی وغیرہ فروخت کیا کرتا تھا اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوگیا ہے۔

—— لندن ۷ راگست۔ عام ہڑتال کے بعد مزدوروں کی نازک ترین صورت حال لنکا شائر کے روئی کے کارخانوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ جہاں ایک ہفتہ سے کاروبار بند پڑا ہے۔ اور مفاہمت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

—— پشاور ۶ راگست۔ بعض افغان طلبہ نے کابل جانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور عنقریب چمن کے رستے سے قندھار اور وہاں سے موٹروں کے ذریعہ سے کابل جائیں گے۔ ان کے سفر کے مصارف بچہ سقا کے ایجنٹ مقیم پشاور ادا کرے گا۔

—— پشاور ۱۰ راگست۔ ایک مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ امام الدین جاری کاری (بچہ سقا کا ٹریڈ ایجنٹ) پشاور سے "خاور" نامی ایک اخبار نکالنے والا ہے یہ اخبار بچہ سقہ کے حق میں پروپیگنڈا کرے گا یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ امام الدین نے بہت سے مضامین بمبئی اور دہلی کے مضمون نگاروں سے لکھوائے ہیں۔ خاور کا پہلا پرچہ دو تین روز میں شائع ہونے والا ہے (نامہ نگار)

—— گورداسپور ۴ راگست۔ اطلاع آئی ہے کہ حال ہی میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے اخبار "مباہلہ" قادیان کو متنبہ کیا تھا کہ امیر جماعت احمدیہ (قادیان) کے چال چلن کے متعلق ناشائستہ حوالجات دینے سے محترز رہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ان کاغذات کی نقول دینے سے انکار کر دیا تھا جن کی بنا پر اس نے ایسا حکم نافذ کیا۔ اب معلوم ہوا کہ اس حکم کے خلاف عدالت عالیہ لاہور درخواست نظر ثانی دائر کی گئی ہے۔ (انقلاب)

—— بمبئی ۶ راگست۔ زکریا مسجد کے نواح میں جو شہر کے وسط میں واقع ہے آج شب سوڈا واٹر کی بوتلوں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے بچھ گئے جو فرقہ وار لڑائی کا نتیجہ تھے۔ اس نواح میں پولیس کے مضبوط دستے بٹھا دیئے گئے جن کی موجودگی نے فساد کو بڑھنے سے روک دیا۔ پولیس کمشنر مسٹر پی اے کیلی صاحب بھی موقع پر موجود تھے ایک پٹھان۔ ایک گورکھے۔ ایک ہندو ...... اور ایک مسلمان کو شدید چوٹیں لگیں۔

—— طہران ۴ راگست۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جاپان نے طہران میں سفارت خانہ کھول دیا ہے۔ موجودہ جاپانی وفد کا رئیس مسٹر ناریوس باقاعدہ سفیر کے تقرر تک سفیر فوق العادہ متصور ہوگا۔

—— لاہور ۷ راگست۔ گورنر پنجاب لاہور پہنچ گئے ہیں۔ امید ہے کہ چند روز یہیں مقیم رہیں گے۔ تاکہ کانگرسی رہنماؤں کے ساتھ مشورہ کرکے مقدمہ سازش لاہور کے ملزموں کے مقاطعہ جوعی کا تصفیہ کریں۔ پنجشنبہ کو پنڈت جواہر لال نہرو کے بھی یہاں آنے کی توقع ہے سرکاری حلقوں میں امید کی جا رہی ہے کہ اس سلسلہ میں متعدد کانفرنسیں ہوں گی

—— دہلی ۷ راگست۔ آج سہ پہر کو جج کمیٹی نے یہاں کی تحقیقات ختم کر دی رات کو لاہور روانہ ہو جائے گی جہاں کل شہادتیں قلمبند ہوں گی۔

—— لاہور ۷ راگست۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک خاص سرکلر جاری کیا گیا ہے جس میں تمام سرکاری دفاتر میں افسروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے ماتحت عملہ کو کانگرس میں کسی قسم کی شرکت کرنے سے باز رکھیں چنانچہ اس ضمن میں معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے ڈاک خانہ میں تمام ملازمین کو تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ کانگرس میں نہ چندہ دیں اور نہ شرکت کریں۔

—— ملا چکنو بچہ سقہ کا بدستور پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ اس نے شلمان کے ملاؤں سے کہا ہے کہ جمعہ کے روز بچہ سقہ کے نام کا خطبہ پڑھیں۔

—— طورخم کے محصولات کی تقسیم کے مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک جرگہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ جرنیل نادر خاں نے ہندوستان کے افغان تاجروں سے امداد کے لئے اپیل کی ہے۔

—— پشاور ۱۳ راگست۔ معلوم ہوا ہے کہ جرمن سفیر قندھار کی راہ سے ہندوستان آنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

—— بچہ سقہ کا ایجنٹ غزنی میں ان لوگوں سے بیعت لینے کی کوشش کر رہا ہے جنہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی۔ نیز جبری بھرتی کے نفاذ پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

—— بچہ سقہ نے چمن کے افغانی چنگی خانہ کی حسابات کی پڑتال کے لئے محمد یٰسین خاں کو مقرر کیا ہے۔ اور خداداد خاں کو واپس بلا لیا ہے۔ جو کوئٹہ میں بچہ سقہ کا ٹریڈ ایجنٹ تھا۔ چنگی کے حسابات میں خرابی پیدا ہونے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔

—— بعض مسافروں کا بیان ہے کہ بچہ سقہ کا ایک بھتیجا پارہ چنار میں پانچ روپے ماہوار کا ملازم ہے۔ اور کابل جانا چاہتا تھا لیکن راستہ کی غیر محفوظیت کے باعث نہ جا سکا۔ اس لڑکے کی ماں دو روپے ماہوار پر ملازم ہے۔

—— رگبی ۶ راگست۔ شاہ فواد ملک المصر آج صبح نے الفور لندن سے پیرس کو چلے گئے۔ اور وہاں سے قاہرہ کو روانہ ہو گئے۔ ان کے ہمراہ مصر کے وزیر اعظم محمد محمود پاشا بھی تھے۔

—— قاہرہ ۶ راگست۔ اس اعلان نے کہ شاہ فواد نے فی الفور عزم مراجعت کر لیا ہے۔ مصر میں سنسنی پیدا کر دی ہے۔ حزب الوفد نے قوم کے پاس ایک آتشیں اپیل کی ہے کہ صورت حال نازک ہو رہی ہے۔ لہٰذا قوم کو بالکل متحد محاذ تیار کر لینا چاہئے۔

—— الاہرام کا اعلان ہے کہ سر پرسی لورین مصر کے آئندہ ہائی کمشنر مقرر ہوئے ہیں۔

—— حیدرآباد سندھ ۷ راگست۔ حال ہی میں جو تباہ کن بارش ہوئی ہے اس سے سندھ کے متعدد اضلاع کی فصلوں اور مکانوں کو سخت نقصان پہنچا ہے

—— سردار بھگت سنگھ اور بسٹردت کے مقاطعہ جوعی کا آج ۹ راگست کو ستادن واں دن ہے۔

—— مقدمہ سازش لاہور کے استقلال مجسم ملزم ۷ ۲ روز سے بے آب و دانہ پڑے ہیں۔ سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو عامیانہ سلوک جیل کے اندر کیا جاتا ہے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے میانوالی جیل کے متعدد قیدیوں نے کھانا پینا ترک کر رکھا ہے۔

—— مسٹر ایم اے رشید صاحب جنرل سکرٹری مسلم سٹوڈنٹس سوسائٹی رنگون اطلاع دیتے ہیں کہ جماعت نظامیہ۔ تنظیم کمیٹی برما اور مسلم سٹوڈنٹس سوسائٹی کے اشتراک عمل سے یوم النبی کی شاندار طیاریاں عمل میں آ رہی ہیں چار ہزار مسلم طلبا نے ایک نہایت ہی زبردست جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بڑے بڑے اکابر اس تحریک میں شامل ہیں۔ اور تجویز ہے کہ ملک میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں تقاریر سیرت تقسیم کی جائیں۔ (قریشی)

—— الہ آباد ۷ راگست۔ مسلمانوں کی پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ۳۱ راکتوبر اور یکم نومبر کو منعقد ہوگا۔ مجلس استقبالیہ کے ایک جلسے میں سر ایس ایم سلیمان کی تحریک پر ڈاکٹر شفاعت احمد خاں ایم ایل سی کی صدارت کے لئے سفارش کی گئی۔

اسی موقع پر نواب سر مزمل اللہ خاں خواتین کی ایجوکیشنل کانفرنس اور ایک تعلیمی نمائش کا افتتاح کریں گے۔

—— امرتسر ۷ راگست۔ گورنر پنجاب کل امرتسر تشریف لائیں گے۔ فنانشل کمشنر بھی غالباً آئندہ بندوبست کے سلسلہ میں امرتسر آئیں گے۔

مراسلات

مسئلہ توریث انبیا اور "اخبار الفضل"

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فاضل مدیر "الفضل" نے کشمیر سے واپس آکر اپنی پہلی تحریری نشست" میں میری کھلی چٹھی کے جواب میں ایک لمبا چوڑا مقالہ افتتاحیہ دھر گھسیٹا جو ۲۷ اگست کے الفضل میں شائع ہوا ہے۔ ماشاء اللہ زور قلم تو خوب دکھایا ہے مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اصل سوال پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ کسی کو برا بھلا کہہ دینے سے سوال حل نہیں ہوا کرتا۔ نہ سائل مطمئن ہوتا ہے ہاں بخار دل" ضرور ظاہر ہو جایا کرتا ہے۔ میں فاضل مدیر "الفضل" ہی پر انصاف چھوڑتا ہوں امید ہے انصاف سے خدا لگتی کہیں گے۔

بھلا میرے سوال سے مولانا ملیح آبادی کی تحریک "داڑھی" کا کیا تعلق تھا جو اس کا ذکر چھیڑ گیا۔ یہی نہ کہ میں نے جو حدیث (ترجمہ) پیش کی تھی وہ مولانا موصوف کی ایک کتاب سے نقل کی تھی۔ اس سے حدیث کی وقعت تو کم نہیں ہو سکتی۔ مجھے فاضل مدیر کی عقل پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے [illegible] رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث تھی۔ جو بخاری میں ہے اور مشہور ہے۔ مگر آپ نے بیک جنبش قلم اسے حدیث سے مولانا موصوف کی "تحریر" بنا دیا۔ پھر یہاں تک لکھ دیا کہ "مذہبی امور میں ایسے شخص کی تحریر جو حقیقت رکھتی ہے وہ ظاہر ہے" اگر مدیر موصوف کو دھوکا لگا اور انہوں نے سادہ لوح قادیانیوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کی تب تو میں یہ مشورہ دونگا کہ میری کھلی چٹھی کو پھر دوبارہ پڑھیئے۔ اور ساتھ ہی بخاری شریف کو اٹھا کر دیکھئے۔ اگر تعصب اور تنگ نظری سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد رہیں گے تو خود ضمیر آپ کی رہنمائی کرے گا۔ یونہی "پیغام صلح" کا عنوان دیکھکر نعل در آتش ہونا درست نہیں۔ "الفضل" کو اختیار ہے جتنا چاہے مولانا محمد علی یا "پیغامیوں" پر "زور قلم" آزمائے اور "اتحاد بین المسلمین" کی بنیادوں کو "مضبوط" بنائے مگر میرے سوال کے جواب میں ایسی تحریر بالکل فضول ہے۔ اگر آپ مجھے "اہل پیغام" میں سے یا "دام افتادہ" سمجھکر "اہل پیغام" پر اپنا غصہ نکالنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی تنگ نظری اور نادانی ہے۔ جو احمدیانہ آیات کے سراسر خلاف ہے۔ اقبال نے کہا ہے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

میرا سوال کرنا اسی قسم کا ہے جس قسم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک اعرابی نے سر خطبہ اعتراض کیا تھا آپ کے خیال کے مطابق یہ وقت بھی "عمر ثانی" کا عہد ہے۔ میں نے موقع پیدا کیا تھا۔ مگر آپ نے کھو دیا۔ ورنہ "عمر ثانی" کا ثبوت پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا۔ فاضل مدیر نے حضرت مسیح موعود کا حوالہ پیش کیا جس سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی جائداد کو "اپنی ملکیت" سمجھتے تھے۔ مگر یہ اس وقت بحث ہی نہیں۔ بحث تو یہ ہے کہ انبیا کے ہاں وراثت ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر مسیح موعود اپنی جائداد کو ملکیت سمجھتے تھے اور یہ بھی منشا رکھتے تھے کہ میرا ترکہ میرے ورثا ہی میں تقسیم ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود خود کو گروہ انبیا سے بھی خارج سمجھتے تھے۔ کیونکہ ہمارے رسول پاک صلعم جن کی غلامی کا شرف حضرت مرزا صاحب کو ہے۔ یہی فیصلہ ہے۔ اب آپ کو ضرورت ہوگی ہمیں تو کوئی ضرورت نہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کا اس کے خلاف یا تائید میں فیصلہ ڈھونڈتے پھریں۔

سرمایہ اور ملوکیت پرست مدیحاد مولوی جالندھری اپنی تائید میں "وورث سلیمان داؤد" پیش کرتے ہیں۔ مگر سرمایہ کا بھوت ایسا چڑھا ہے۔ کہ یہ بھی نہ سوچا کہ یہی آیت ہمارے برادران تشیع پیش کرکے باغ فدک کا وارث حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بنایا کرتے ہیں۔ مگر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت مدلل جواب اپنی کتاب . . . میں دے چکے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

"ایں وراثت علم ونبوت وکمالات نفسانی است نہ وراثت مال متروکہ"

پس اب کیا فرماتے ہیں علمائے قادیان کہ آیا انبیا کا ترکہ صدقہ کے حکم میں ہے یا وراثت کے؟

خاکسار

الف ڈی۔ صدیقی۔ احمدی (قادیانی)

خبریں

—— سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نامہ نگار لندن نے پنجشنبہ کو حسب ذیل بحری پیغام ارسال کیا ہے۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس دوبارہ منعقد ہوگا تو مسٹر میکڈانلڈ ایک بیان دیں گے جس میں ۱۹۲۹ء کے اعلان کی دوبارہ تصدیق کی جائے گی اور خیال ہے اس خیال کا اظہار کیا جائے گا کہ ہندوستان کو [illegible] خود اختیاری" یعنی درجہ مستعمرات کی حکومت دیدینی چاہیئے وزیر اعظم ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد کرنے کے واسطے اپنے دستخط سے دعوت نامے شائع کرنے والے ہیں۔

—— بمبئی ۲ ستمبر۔ کونسل آف سٹیٹ کے رکن سر منیر جی دادا بھائی جہاز راجپوتانہ پر واپس آگئے ہیں۔ اور سائمن کمیشن اور مرکزی کمیٹی کی سفارشات کی نسبت اظہار خیالات کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سائمن کمیشن کی رپورٹ نہایت منقصہ ہوگی کہا جاتا ہے کہ اس رپورٹ میں مکمل صوبجاتی خود مختاری کی سفارش کی گئی ہے۔ مگر مرکزی حکومت کے [illegible] کو زیادہ مضبوط کر دیا گیا ہے۔ مرکزی مجلس قانون ساز کا انتخاب براہ راست نہیں ہوگا۔ اس کے ارکان صوبجاتی کونسلیں منتخب کرینگی تاکہ مرکزی اور صوبجاتی حکومتوں میں زیادہ قریبی تعلق قائم رہے ایک اور سفارش جو مرعوب خاطر ہو رہی ہے۔ یہ ہے کہ صوبجات میں دو ایوان قائم کئے جائیں۔ مدافعت اور غیر ملکی تعلقات کے موجودہ نظام میں کسی ترمیم کی سفارش نہیں کی گئی وزیر ہند کی کونسل بھی غالباً ایک مقررہ وقت تک بدستور قائم رہے گی۔ مرکزی کمیٹی کی اکثریت نے سندھ کی علیحدگی کی سفارش کی ہے۔ صدر کمیٹی نے علیحدگی کے حق میں ووٹ دیا ہے۔ سر آرتھر فروم اس کے خلاف ہیں۔

—— یروشلم، ستمبر۔ مفتی اعظم نے تمام اضلاع کے مسلمانوں کو مسجد عمرؓ میں نماز پڑھنے کے لئے طلب فرمایا تھا۔ اس اطلاع کے موصول ہوتے ہی اعراب کے جم غفیر جوق جوق شہر میں آ داخل ہوئے جس سے سخت اضطراب پیدا ہو گیا۔ اکثر دکانیں بند ہو گئیں۔ اور اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ یروشلم شہر خموشاں بن گیا۔ زبردست احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں۔ نقطوں کے محاربہ اور دروازوں پر مشین گنوں سے مسلح فوجیں متعین کر دی گئیں اور پولیس اور برطانوی رضاکار بازاروں اور کوچوں میں گشت کرتے پھرتے تھے۔

—— پشاور، ستمبر۔ صوبہ سرحد کی مجلس خلافت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس شجاعت اور ایثار کی یادگار میں جو سردار علی احمد جان نے افغانستان کو ڈاکوؤں کی حکومت سے آزاد کرانے کی کوشش اپنی اور اپنی اولاد کی جانوں کی قربانی کرکے دکھایا۔ ۱۳ ستمبر کو بروز جمعۃ المبارک یوم علی احمد جان منایا جائے۔ مجلس خلافت عوام سے اپیل کرتی ہے۔ کہ اس دن نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اور جلسے منعقد کرکے جرنیل نادر خاں کی امداد کے لئے سرمایہ فراہم کریں۔ کیونکہ وہ بھی اسی مقصد کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ جرنیل صاحب موصوف کو مالی امداد کی فی الفور ضرورت ہے۔ بعد میں کسی قسم کی امداد بے سود ہوگی۔

—— قصبہ راہون ضلع جالندھر میں مسمی رتن سنگھ ببراکالی نے بہمراہی امر سنگھ یکم اور ۲ ستمبر کی درمیانی شب کو سروپانند کے ڈیرہ پر تقریباً ۱½ بجے رات میں بم پھینکے جن میں سے ایک بم پھٹا۔ جس سے سوامی مذکور کے چیلے ناتھ جی کے دو زخم آئے۔

—— اسی رات کو تقریباً ۲ بجے رات کو ایک بم موضع محرم پور میں میاں محمد صدیق صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ راہون اور چودھری محمد اکرم خاں صاحب میونسپل کمشنر راہون پر پھینکا گیا۔ یہ دونوں صاحب ایک واردات قتل کی تفتیش میں وہاں تشریف لے گئے تھے میاں صاحب کے ہاتھ پر اور چودھری صاحب کی ٹانگ پر زخم آئے ہر دو صاحبان نے فوراً ہی نہایت ہوشیاری سے یکے بعد دیگرے تین فائر کئے۔ اور فوراً باہر نکل کر ملزمان کی تلاش کی۔ مگر ملزمان اندھیرے کی وجہ سے گرفتار نہ ہو سکے۔

اب امر سنگھ مذکور کو ۴ ستمبر سے حراست میں لے لیا گیا ہے۔ جس سے واقعات کا انکشاف ہو رہا ہے۔ افسران پولیس نہایت مستعدی سے تفتیش میں مصروف ہیں۔

—— حضور نظام دکن کی فرمائش پر عدالت عالیہ کلکتہ کے جسٹس سر ہربرٹ کننگھم استاد ناندیڑ کی تحقیقات کے لئے خاص جج مقرر ہوئے ہیں۔

—— قائم مقام وائس چانسلر آنریبل جسٹس سر شاہ سلیمان نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ افتراق کی اب کوئی [illegible] یونیورسٹی [illegible] اصلاحات جدیدہ کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ مسٹر راس مسعود وائس چانسلر اور مسٹر ہارن پرو وائس چانسلر کے انتخاب پر بھی کسی کو اعتراض نہیں۔ آخر میں فرمایا یونیورسٹی کا مستقبل روشن اور توقعات بیحد حوصلہ افزا ہیں۔ اور اس کی مالی حالت مستحکم ہے۔

—— شملہ، آج صبح اسمبلی کے برآمدے میں یہ افواہ پھیل رہی تھی کہ حکومت ایک ایسا قانون نافذ کرنے کی تجویز کر رہی ہے جس کی رو سے مقاطعہ جوعی یا اسی قسم کی دیگر رکاوٹوں کے باوجود مقدمات کی سماعت جاری رکھی جا سکے۔

—— جنیوا ۴ ستمبر۔ آج مسٹر آرتھر ہنڈرسن نے رائٹر کے نمائندے سے [illegible] کے دوران میں کہا کہ برطانیہ اور سوویٹ کے تعلقات اس وقت تک دوبارہ قائم نہیں ہو سکتے جب تک پارلیمنٹ میں رپورٹ نہ کی جائے۔ حکومت برطانیہ بہت جلد ان تعلقات کو دوبارہ قائم کرنے کی آرزومند ہے۔ اور چاہتی ہے کہ حکومت سوویٹ نہایت اہم مسائل پر بحث وتمحیص کرنے کے لیے اپنا ایک نمائندہ لندن روانہ کرے۔

—— فیصل الدرویش کے ساتھ قبیلہ مطیر کے جو لوگ شریک بغاوت ہوئے ہیں انہوں نے سفوان میں عربی اونٹ والوں کے قافلہ پر حملہ کیا اور چار سو اونٹ چھین لیے لیکن عراقی جنگی موٹروں نے انہیں جلدی آلیا اور اونٹ واپس لے لئے اور دو ڈاکوؤں کو قید کر لیا۔

—— حکومت ایران نے ایک فرمان صادر کیا ہے۔ جس کی رو سے جنوبی علاقے کی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اول شیراز میں دوسرا اصفہان میں رہے گا۔ شیراز کے حاکم عسکری نے باغی سرداروں کو موت کی سزا دی ہے۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے حکومت ایران کو درہم برہم کرنے اور غیر ملکی جاسوسوں کو امداد دینے کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

—— جریدۂ "افغانستان" لاہور کے خاص نامہ نگار مقیم کوئٹہ نے حسب ذیل مصدقہ اطلاع ارسال کی ہے۔

اچک زئی قوم نے اپنے رؤسا کے زیر قیادت کافی جمعیت کے ساتھ سرحدی چوکیوں پر حملہ کیا اور دو چوکیوں پر قبضہ جما لیا۔ چند سقوی مقتول ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ مجاہد اچک زئی کو ایک خاصی تعداد مال غنیمت کے طور پر ملی۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ قلعہ جدید کو حملہ کرکے سقویوں کے ہاتھ سے چھڑا لیں۔ اس کے بعد قندھار پر حملہ آور ہوں۔ یہ حملہ اچک زئی نور زئی نوفل زئی اور بارک زئی قبائل کا متفقہ حملہ ہوگا۔

—— شاہ جوئی کے وزیریوں نے شاہ جوئی پر قبضہ کرکے کابل اور قندھار کا راستہ مسدود کر دیا ہے۔ اور آمد و رفت منقطع ہو چکی ہے۔

—— قبیلہ علی زئی کا ایک لشکر اپنے خوانین کے زیر قیادت قندھار کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے ارغنداب کے حدود پر جو قندھار سے ۵ میل کے فاصلہ پر ہے حملہ کر دیا۔ اس قبیلہ نے بچہ سقہ کے حامیوں کے دو تین گھر برباد کر دیئے۔ اس جنگ کا نتیجہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔

—— آثار و قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود سقویوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی۔ اور عنقریب خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ ان دنوں قندھار میں سقویوں کی حالت بڑی خراب ہے۔ اور وہ سخت پریشان ہو رہے ہیں۔

—— لاہور، ستمبر۔ مقدمہ سازش لاہور کے بھوک ہڑتالیوں کے متعلق مزید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ سردار بھگت سنگھ اور مسٹر دت کو جبراً خوراک دی جا رہی ہے۔ بورسٹل جیل کے بھوک ہڑتالیوں میں سے تین کو تنہائی کی کوٹھڑیوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جن ملزموں نے ابھی تک بھوک ہڑتال نہیں کی انہیں بھی علیحدہ علیحدہ بارکوں میں رکھا جاتا ہے۔ بھوک ہڑتالیوں کو قوم پرست اخبارات پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مسٹر داس کو گذشتہ ایک ہفتے سے نیند نہیں آئی۔ ضعف زیادہ ہو گیا ہے اور وہ بے حرکت پڑے ہیں معلوم ہوا ہے کہ سردار بھگت سنگھ اور دیگر ہڑتالیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر سردار موہن سنگھ نے اب دوبارہ ہڑتال شروع کر دی ہے۔ سردار موہن سنگھ بھی سنٹرل جیل میں مقید ہیں۔

—— لاہور، ستمبر۔ تازہ ترین اطلاع مظہر ہے۔ کہ مسٹر جتیندر ناتھ داس کی حالت خطرناک ہے۔ لیکن مسٹر چوپڑا آئی۔ ایم۔ ایس سپرنٹنڈنٹ جیل کی رائے میں اگر مسٹر داس اب بھی دوا اور غذا کا استعمال شروع کر دیں تو ان کی جان بچ سکتی ہے۔

اسلام اور مسیحی مذہب کی اشاعت پر ایک تاریخی نظر

مسلمانوں کی غفلت اور عیسائی مشنوں کے محیر العقول کارنامے

مسلمانوں نے کبھی باضابطہ اسلام کی اشاعت نہیں کی

(جناب مولانا فارقلیط صاحب دہلوی کے قلم سے)

حضرت داعی اسلام اور خلفائے کرام کا نظام تبلیغ

البتہ پیغمبر برحق کی ذات اقدس اور خلفائے راشدین کی مساعی حسنہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور امت یا جماعت کے ذریعہ تبلیغ اسی زمانہ خیر القرون تک محدود ہے۔ کتب احادیث، سیر اور مستند تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ حبیب رب مختار جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع بندوں کو نجات اور قرب الٰہی کی خوشخبری سے مشرف فرمانے کے لیے متعدد مشن روانہ کیے۔ اور جب کسی کو آپ نے تبلیغ کے لیے بھیجا اس کو کسی نہ کسی جماعت سے وابستہ کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ بعض لوگوں کی درخواست پر حضور نے ۱۳ رفقا کو احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا جن کو کفار نے دھوکہ سے ایک سنسان مقام میں لیجا کر قتل کر ڈالا۔ اور سوائے ایک کے سب نے اسی راستے میں جام شہادت نوش فرمایا اس بات کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ پیغمبر خدا کا وجود گرامی تمام امور دینی اور دنیاوی کی آخری جائے پناہ ہے۔ اور آپ ہی کے وجود پر تمام سیاسی اور مذہبی نظام کا خاتمہ ہے۔ گویا آپ کا وجود اقدس ایک ایسا محور ہے جسکے گرد قوانین قرآن کی تمام کائنات گردش کرتی ہے۔ اور بغیر آپ کے اسلام کا تمام کارخانہ بیکار ہے۔ گویا بنفس حضور اقدس جو امت اسلامیہ کے لئے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل بن کر تشریف لائے تھے۔ اور جو قرآن مجید کی ایک عملی اور زندہ تصویر تھے۔ انہوں نے آیہ **والتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر** پر سب سے پہلے عمل کیا تاکہ قیامت تک مسلمان "امت" یا جماعت کے ماتحت کام کرنا کہیں اور اس کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔ پس سوائے زمان وحی ترجمان اور خلفائے ذی شان کے ہمیں کوئی ایسا زمانہ نہیں ملتا۔ جس میں کسی "امت" کی تاسیس عمل میں لائی گئی ہو۔ اور اس کی نگرانی میں نشر و تبلیغ کا عظیم و جلیل کام پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا ہو۔ ذیل کی سطور میں ایک مسیحی نے اسلام اور مسیحیت کی اشاعت کے طریق کا کیا اچھا موازنہ کیا ہے۔

"مسیحی کلیسا میں — ایک تبلیغی سررشتہ پیدا ہوا۔ اور اس کی تاریخ شروع ہوئی اسی وقت سے اس سررشتہ نے عیسوی مذہب کی اشاعت کے لئے خاص انتظام کیا اور اس کے لئے جو مشنری یا داعیان مذہب مقرر ہوئے وہ اکثر حالتوں میں سند یافتہ رہبان اور قسیس ہوتے تھے۔ فرقہ بند کاتن سے لیکر آج تک عیسائیوں کے جس قدر بھی خانقاہی فرقے ہوئے یا فی الحال جس قدر مشن دعوت مذہب کے لیے قائم ہیں انہوں نے عیسوی مذہب کی اشاعت بڑے خاص انتظام اور ضوابط کے ساتھ کوششیں کیں۔ لیکن مذہب اسلام میں چونکہ مذہب عیسوی کی طرح کوئی محکمہ یا سررشتہ موجود نہیں ہے اس لئے دعوت اسلام کی تاریخ عیسوی مذہب کی تاریخ اشاعت سے بالکل مختلف ہے مسلمانوں میں تبلیغ مذہب کے لئے مشنری سوسائٹیاں نہیں ہیں نہ داعیان اسلام کو اس خاص مقصد کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔" (پریچنگ آف اسلام از پروفیسر ارنلڈ صفحہ ۴۱۳)

عیسائی مشنوں کے محیر العقول کارنامے

مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کو بھی دعوے ہے کہ مسیحی مذہب ایک تبلیغی اور عالمگیر مذہب ہے اور ہر انسان کے لئے بلا امتیاز اس میں نجات اور قرب الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن اگر تبلیغی مذہب کی یہ تعریف صحیح ہے۔ جو مکس مولر نے کی ہے کہ تبلیغی مذہب وہ ہے جس کا پھیلانا اور دوسرے لوگوں تک پہنچانا بانی مذہب نے فرض کے درجہ تک پہنچا دیا ہو۔ تو اس تعریف کے بموجب مسیحی مذہب ہرگز تبلیغی مذہب نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس مذہب کو جو جناب حضرت عیسے علیہ السلام کی طرف انتساب کا فخر حاصل ہے۔ انہوں نے کبھی غیر اسرائیلیوں کو اپنے مذہب میں شامل نہیں کیا۔ اور نہ آپ کے حلقہ ارادت میں کوئی غیر اسرائیلی شخص نظر آتا ہے۔ خود جناب مسیح نے اپنے شاگردوں کو بار بار دوسری قوموں میں جاکر تبلیغ کرنے سے روکا ہے۔ اور اپنے آنے کا مقصد بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرنا بتلایا ہے۔

ایک دفعہ ایک غیر اسرائیلی عورت نے استدعا کی کہ آپ میرے بیٹے کو جو بستر مرگ پر پڑا ہوا ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اچھا کر دیں جناب مسیح نے فرمایا کہ انسانوں کی روٹی کتوں کو ڈالنی مناسب نہیں۔ (دیکھو متی $\frac{15}{21}$ پ)

ان حوالجات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح نے نہ خود تبلیغ کی۔ اور نہ دوسروں کو تبلیغ کی اجازت دی۔ مگر مسیحی بھیڑوں کو دیکھئے کہ وہ کس طرح اپنے آقا و غلام و مرشد کے فرمان کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور تبلیغ کا ایک ایسا محکمہ اور نظم قائم کر لیا ہے۔ جس سے دوسرے لوگ سمجھیں کہ مسیحی مذہب واقعی خوان یغما اور سفرۂ عام ہے۔ عیسائیوں کے سینکڑوں مشن دنیا کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے گمراہی کا سامان کر رہے ہیں۔ میں یہاں صرف ہندوستان کے ان مشنوں کا تذکرہ کروں گا۔ جو مختلف اوقات میں ہندوستان آئے۔ اور نہایت جرأت اور دلیری سے انہوں نے دوسروں کو اپنے دین میں شامل کیا۔

پانچویں صدی عیسوی میں شام کے نسطوری عیسائیوں کا تبلیغی مشن ہندوستان آیا اور ٹراونکور کو اس نے اپنی جد وجہد کا مرکز بنایا۔ اس مشن نے سب سے پہلے آکر سکول اور شفا خانے قائم کئے اور خدمت خلق اور صحت عامہ کے پردے میں ہزاروں کو دین مسیحی کا حلقہ بگوش بنا لیا۔ یہاں تک کہ ٹراونکور کی حکومت نے ان کو بہت سی مراعات دیں۔ اور رفتہ رفتہ سیاسی مناصب بھی ان کے قبضہ میں چلے گئے۔

اس کے بعد تیرھویں صدی عیسوی میں پرتگالی عیسائیوں کا مشن آیا۔ جو کیتھولک فرقے کے علمبردار تھے۔ انہوں نے آکر دین مسیحی کی اشاعت میں ہر قربانی کو گوارا کیا۔ یہاں تک کہ ان کی بنیادیں بھی اس سرزمین پر مستحکم ہو گئیں۔ اور ضلع تنادل کیتھولک فرقہ کا مرکز قرار پایا۔

اس کے فوراً ہی بعد سیلون کے عیسائی مشنری ہندوستان آئے۔ اور مختلف حصص ہند میں انہوں نے تبلیغی مراکز قائم کر لئے سب سے آخر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت کئی مشنری ادارے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اور سب نے متحدہ جد وجہد کے ساتھ اپنے نصب العین کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے تکمیل کے درجہ تک پہنچایا۔ چونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا غالب عنصر سیاسی مقاصد تھے۔ اس لئے مذہب عیسوی نے حکومت کے زیر سایہ قیاس و گمان سے زیادہ ترقی کی۔ اور دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں ایک مضبوط اور ناقابل فراموش اقلیت بن گئی۔

جلال الدین اکبر اور یسوعی مشن

۱۵۷۹ء میں بعہد جلال الدین اکبر ہندوستان میں یسوعیوں کے سبز قدم پہنچ گئے تھے اور گوا کی رومن کیتھولک حکومت ان کی سرپرست اور نگران کار تھی۔ چونکہ جلال الدین اکبر کو تحقیق مذاہب کا شوق اور مختلف ملتوں کے اصول سے واقفیت کا ذوق تھا۔ اس لئے عیسائیوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر اور یہ خیال کر کے کہ شاید یہ بادشاہ اسلام اپنی اس سرمدی گمراہی سے باز آجائے اور کنواری مریم کے اکلوتے بیٹے کے دامن میں پناہ ڈھونڈے۔ انہوں نے پرتگیز سے اپنا ایک تبلیغی مشن ہندوستان میں بمقام فتح پور سیکری روانہ کیا۔ جو پادری روڈالفس۔ فرانسس ہنریک۔ انطونی مونسرات۔ پادری طارس۔ جولین پریرا اور نائب بطرس پر مشتمل تھا۔ اس وفد یا مشن کے متعلق ملا بدایونی منتخب التواریخ میں صرف اس قدر لکھکر رہ گئے ہیں۔

"دانایان ملک افرنج کہ ایشاں را پادری گویند انجیل آوردہ دلائل بر ثالث ثلاثہ گزرانید و حقیقت نصرانیت اثبات کردہ ملت عیسوی را ترجیح دادند"

اللہ اکبر! اسلامی حکومت اور اسلامی پایہ تخت میں پہنچکر عیسوی مشن ایک بادشاہ اسلام کو دین مسیحی قبول کرنے پر آمادہ کر رہا ہے اور اگرہ کی بدعت نواز رواداری اس سب کو بخندہ پیشانی برداشت کر رہی ہے جو کتاب مقدس امت کے ذریعہ اشاعت حق کو تمام مسلمانوں پر لازم کر رہی ہے اس کے ماننے والے صاحب اقتدار والسیف ہو کر بھی اس فرض کی انجام دہی سے محروم ہیں مگر وہ مذہب جس کا بانی خود ان کی کتابوں کے بموجب مبلغ نہ تھا۔ اس کے پیرو کار ہزارہا میل کا سفر اختیار کر کے ایک صاحب سطوت و جبروت مسلمان بادشاہ کے دربار میں پہنچکر اپنے خندہ آفریں دلائل سے اہل دربار کو مسحور کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ ہماری محفل میں ہمارے سامنے روحانی دنیا کے پیشوائے اعظم کو صلواتیں سناجاتے ہیں۔

غرض اسلامی حکومتوں نے تو کوئی مشن غیر ممالک کو روانہ نہیں کیا۔ البتہ عیسائی مشن وقتاً فوقتاً ہندوستان آئے اور سلاطین کے درباروں میں پہنچکر انہوں نے اپنی جرأت اور بسالت کا ثبوت دیا۔

موجودہ دور میں اسلام اور مسیحیت

پرانی باتوں سے قطع نظر کیجئے۔ اور موجودہ زمانے کے واقعات کو سامنے رکھئے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ سلطان ترکی نے مبلغین کا کوئی وفد ہندوستان بھیجا ہو۔ نہ افغانستان۔ ایران۔ مصر۔ یمن۔ حجاز وغیرہ اسلامی حکومتوں نے کسی "امت" کو اعلائے کلمۃ اسلام کے لئے بیرونی ممالک کو روانہ کیا ہو۔ مگر اسی ہندوستان میں امریکہ۔ انگلستان۔ جرمن۔ اور فرانس کے سینکڑوں مشن اور صلیب پرستوں کے بے شمار ادارے موجود ہیں۔ اور ان کو تمام عیسائی حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ اور کم و بیش صرف ہندوستان پر ساڑھے کروڑ روپیہ اس لئے خرچ کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنا نام مسیحی بھیڑوں کی فہرست میں لکھوالیں۔

علاوہ ازیں آج کل مصر۔ الجزائر اور مسقط و عمان وغیرہ خالص اسلامی آبادیوں میں مسیح کا پیغام سنانے کے لئے پادری ندمیر اور اس کے رفقا ہر ممکن کوشش عمل میں لا رہے ہیں۔ اور تعلیم صحت عامہ اور خدمت خلق کے نام پر سیم و زر خزف ریزوں کی طرح استعمال کئے جا رہے ہیں۔ ہم تو اسی کو غنیمت سمجھیں گے کہ اسلامی حکومتیں تبلیغ میں نمایاں حصہ لینے کے بجائے اپنے اثر سے عیسائیت کے سیلاب عظیم کو روکنے کی کوشش کریں اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے امریکن اور فرانسیسی مشن نے جو تدابیر اختیار کر رکھی ہیں۔ اس کے ارتجاعی عمل کے لئے اور تحفظ ملت کی خاطر کسی موثر نظام کی تشکیل عمل میں لائیں ورنہ موجودہ زمانہ کی سرد مہری اور عیسائیوں کی نقل و حرکت سے اغماز ملت اسلامیہ کی تباہی کا موجب ہوگا۔ اور عیسائیت کا ایک ہی سیلاب ان "مصلحت بینوں" کو خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی تدبیر اس مصیبت کبریٰ سے نہ بچا سکے گی۔

ضروری تصحیح

۳ راکتوبر کے "پیغام صلح" میں صفحہ اول پر راولپنڈی کے مناظرہ کی جو روئداد شایع ہوئی ہے اس میں ذیل کے الفاظ تصحیح طلب ہیں:۔

"چند الزامی اعتراض مولوی عصمت اللہ صاحب پر پیش کئے جن کا وہ جواب نہ دے سکے" اصل فقرہ یوں ہے۔

"چند الزامی اعتراض مولوی عصمت اللہ صاحب نے پیش کئے جن کا وہ (یعنی مولوی ثناء اللہ) جواب نہ دے سکے"

ہم اس غلطی پر جو "پر" اور "نے" کے فرق میں مضمر ہے از حد متاسف ہیں۔

نبی نہیں بن سکتیں تو یقیناً مرد بھی نبی نہیں بن سکتے۔ اور اس نے آیت قرآنی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کی تکذیب ہرگز لازم آتی ہے۔ ہو سکتا ہے بین عطیۃ ندکر الکتابی۔ جائے حیرت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کی کمال تابعت و اطاعت کی تصدیق خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے تو اس انعام کے حاصل کرنے سے محروم ہی رہے۔ اور آج ایک شخص کو جو خود ان کی خاک پا ہونے کا مدعی ہے۔ اور اس میں اپنا فخر سمجھتا ہے۔ نہ صرف نبی بلکہ نبیوں کا سردار بنا کر تمام امت محمدیہ کو کافر بنایا جاتا ہے۔

ساتھ ہی سید صاحب نے آیت فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین کی نہایت واضح اور لطیف پیرایہ میں شان نزول بتا کر تفسیر فرمائی کہ یہ معیت اور رفاقت صرف اخروی ہی ہے۔ جیسا کہ رسول خدا صلعم کی حدیث صحیح سے صاف صاف ثابت ہے۔ ہمارا کیا حق ہے کہ ہم رسول خدا کی صحیح حدیث کے خلاف من گھڑت تاویل کریں۔ اور خلق خدا کو گمراہ کریں۔ حاضرین جلسہ پر ان باتوں کا ایسا اثر ہوا جو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ مقام افسوس ہے کہ قادیانی اصحاب تعصب اور ضد کی وجہ سے آیات قرآنی ختم اللہ علی قلوبھم بل طبع اللہ علیہا بکفرھم یا ام علی قلوب اقفالہا کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اور اتحاد بین المسلمین کو خاک میں ملا رہے ہیں۔ چونکہ اصل شئے مقصود ہے اور صریحاً احکام خداوندی کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اگر اسی فرقہ کے عقائد باطلہ کی تشہیر نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ جوں جوں مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کے لوگ قائل ہوتے جا رہے ہیں مرزا صاحب کی پوزیشن بالکل صاف ہو جاتی۔ اور تمام غلط فہمی دور ہو جاتی۔

مجھے کسی فرقہ کی دل آزاری مقصود نہیں ہے کیونکہ میرا تعلق ان ہر دو جماعتوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں اور نہ ہی میں فرقہ بندی کو جائز سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک فرقہ بندی حرام ہے۔ میں صرف مسلمان ہوں جو نام کہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے جو واقعات میرے روبرو پیش کئے ان کی بنا پر مطابق اپنی سمجھ کے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اگر کوئی جماعت دل آزردگی کا ملزم قرار دے تو معافی کا خواستگار ہوں۔ (عبدالرحمن ریڈر محمد کرم صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ)

(بقیہ صفحہ اول)

رکھتے ہیں وہاں دوسری طرف اس سیاسی شورش سے جو یہاں جاری ہے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں اور اپنی تمام توجہات کو صرف مذہبی پروپیگنڈا کے کام کی طرف منعطف کئے ہوئے ہیں۔ اس حقیقت نفس الامری کو ہماری جماعت کے بعض دشمنوں کی طرف سے غلط طور پر بیان کیا جاتا ہے اور ہماری جماعت کو اس لئے برا کہا جاتا ہے کہ ہم گویا کسی حکومت کے ایجنٹ ہیں ہم بیشک اس حکومت کے مطیع و فرمانبردار ہیں جس کے زیر سایہ زندگی بسر کریں۔ اس کے قوانین کی متابعت بھی ہم کرتے ہیں لیکن ہم کسی بھی حکومت کے ایجنٹ یا وکیل نہیں ہیں ہمارا کام کسی دنیوی حکومت کے مقاصد کی تائید کرنا نہیں بلکہ ہم محض خدا اور رسول کے کام کے مؤید ہیں۔ اسلام کے مقاصد کی تائید کرتے اور اس عظیم الشان اسلامی برادری کی حمایت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو تمام دنیا کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔

میں یہاں اس امر کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جن باتوں کا ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ صرف اس احمدیہ جماعت کے خیالات ہیں جس کی نمائندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے۔ قادیانی جماعت کی نمائندگی اس کے امام سے متعلق ہے جو قادیان میں سکونت پذیر ہیں۔ اور اس جماعت کے بعض سیاسی خیالات کے ہم قطعاً ذمہ دار نہیں۔ فی الحقیقت یہ صرف قادیانی جماعت ہی کے سیاسی خیالات ہیں جن کی وجہ سے ہمارے بعض دشمنوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کو بدنام کریں۔

اعلان ضروری

بہت عرصہ گذرا ہے۔ کہ انجمن میں گلابی کاغذی رنگدار رسید بکیں سہ ورقی جن پر نمبر چھپے نہ تھے قلم سے نمبر لگایا جاتا تھا۔ رائج تھیں۔ جو اب انجمن نے منسوخ کر دی ہوئی ہیں۔ اس قسم کی کاپیاں جن اصحاب کے پاس ہوں۔ براہ مہربانی جلد واپس روانہ کر کے مشکور فرمائیں۔ کسی کے پاس نہ رہنی چاہئیں

کئی ایک اصحاب نے رنگین رسید بکیں یا سفید سہ ورقی جن پر نمبرنگ مشین سے نمبر چھپا ہے۔ کافی تعداد میں بغرض وصولی چندہ منگائی تھیں۔ جو ساری صرف نہیں ہوئیں چونکہ دفتر میں ان کی اشد ضرورت ہے۔ لہذا واپس ارسال فرمائیں۔ ویسے بھی بلا ضرورت جائز رسیدات کا پڑے رہنا درست نہیں۔ گم جانے اور کسی کے ناجائز فائدہ اٹھانے کا احتمال رہتا ہے۔

برادران جماعت سے ایک ضروری اپیل

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انجمن اس وقت مالی مشکلات میں ہے جن سے نکلنے کے لئے فوری صورت جنرل کونسل منعقدہ ۲۶-۲۷ اکتوبر نے یہ تجویز کی کہ ایک سال کیلئے تیس ہزار کی رقم بطور قرضہ لی جائے۔ مگر یہ قرضہ کسی بنک یا ساہوکار سے لیا جانا منظور نہیں ہوا بلکہ خود ۸۰ ممبران مجلس معتمدین پر ڈالا گیا ہے جو بحصہ رسدی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ۵ نومبر تک اس رقم کو پورا کر دیں خواہ وہ خود قرض لیکر ہی دیں یہ صرف ایک عارضی انتظام ہے اور سال کے اندر اندر اس قدر رقم کو فراہم کر کے اس کے بعد ان احباب کو واپس کر دینا ضروری ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اگر ممکن ہو تو اس رقم کو ان دو ماہ کے اندر چندوں سے پورا کر کے سالانہ جلسہ تک ہی واپس کر دینا چاہئے۔ اور اگر قوم کے افراد بلند ہمتی سے کام لیں تو یہ کچھ بھی مشکل نہیں اسی کیلئے میں ذیل کی تجویز ہر ایک احمدی دوست کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ہمارے سخت سے سخت مخالف کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ حفاظت و اشاعت اسلام کا جو کام اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کر رہی ہے اس نے اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی بہت بڑھایا ہے۔ جہاں جہاں اسلام پر حملے ہوئے ہیں ان کے دفاع کو انجمن نے اپنا فرض اولین سمجھا ہے اور بعض جگہ مبلغ بھیجکر اور مشن قائم کر کے اس کام کو انجام دیا ہے۔ دوسرے مقامات پر اپنا لٹریچر پہنچا کر وہاں کے مسلمانوں کو اسلام کی عزت و حفاظت کے لئے بیدار کیا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں قرآن کریم کے ترجمے ہزاروں کی تعداد میں سیرت نبوی انگریزی اور دوسری زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں اسلام کے اصول پر مختصر اور جامع کتابیں مفت تقسیم کیں۔ انجمن کا انگریزی اخبار لائٹ بھی پہلے تین سو ہفتہ وار اور اب بوجہ قلت گنجائش ۱۵۰ ہفتہ وار بیرونی ممالک میں مفت شائع ہوتا ہے۔ اسلامی اور دیگر ممالک میں مشن قائم کئے جن سے مسلمانوں کے اندر بیداری پیدا ہوئی اور بڑے بڑے بلند پایہ غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے۔ برلن دارالحکومت جرمنی میں ایک عالیشان مسجد کا بنوانا اور پھر اس کی آبادی کا انتظام کرنا ہی کوئی چھوٹا سا کارنامہ نہیں جو فی الحقیقت ایک بادشاہت کا کام تھا مگر اس غریب جماعت کے ہاتھوں سے انجام پایا۔ آریہ سماج اور عیسائیت کے ساتھ مقابلہ کے لئے اپنے قابل آدمی تیار کئے جن کی قابلیت مسلم ہے اور جن کی مانگ ملک کے ہر کونے سے آتی رہتی ہے۔ اس لئے انجمن کے وجود سے جو فوائد پہنچ چکے ہیں اور پہنچ رہے ہیں وہ جملہ اہل اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو توجہ دلائیں کہ وہ ان نیک کاموں میں حصہ لیں۔ کئی ایک احباب اپنے اپنے طور پر ایسا کرتے رہتے ہیں اور اس نیک تحریک کو دوسروں میں پھیلا کر دینی خدمت کی تحریک کو تقویت پہنچاتے ہیں مگر اس وقت میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم

سب کے سب

ایک نظام کے ماتحت اس کام کو شروع کریں اور ان ڈیڑھ یا دو ماہ میں یا جو جلسہ تک باقی ہیں۔ تیس ہزار قرضہ کی رقم کو پورا کر دیں۔ بظاہر یہ رقم بڑی ہے لیکن اگر ساری جماعت اسے اپنا مقدم فرض سمجھ لے تو یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ دقت اسی وقت ہوتی ہے جب بعض اجزائے جماعت عضو معطل کی طرح ہو جائیں۔ میں مانتا ہوں کہ ہماری جماعت تھوڑی ہے۔ لیکن اگر اس وقت ایک ہزار آدمی سرگرمی سے کام کرنے والا نکل آئیں تو یہ رقم پوری ہو سکتی ہے۔

ولینصرن اللہ من ینصرہ

جو شخص اللہ کے دین کی نصرت کے لئے کھڑا ہوگا اللہ اس کا مددگار ہوگا۔ اصل نقص یہی ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو عاجز سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ عاجز نہیں ہوتے وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے حالانکہ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ صرف عزم کا سوال ہوتا ہے جو کوئی کمر ہمت باندھے اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہوتا ہے۔ ذاتی کاموں میں بھی انسان کے عزم اور ہمت کے سامنے رستے کھل جاتے ہیں خدا کے دین کی نصرت کا کام تو ان سے بہت بلند ہے اس مقصد کو لیکر نکلنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت یقینی ہے۔ مگر ہمت ہونی چاہئے۔ استقلال ہونا چاہئے۔ مشکلات کے مقابلے پر صبر ہونا چاہئے۔ میں اس وقت صرف ایک ہزار آدمی چاہتا ہوں جو اس عزم سے کھڑے ہو جائیں اور اٹھیں بیٹھیں کو جو کچھ بھی ہے یہ تہیہ کرلیں کہ ہر شخص سالانہ جلسہ میں کم سے کم بیس روپے چندہ فراہم کرکے لائے گا۔ اگر ہمارے تمام احباب فوراً اس تجویز پر عملدرآمد شروع کر دیں تو تیس ہزار کی رقم کچھ بھی چیز نہیں۔ کیونکہ بعض احباب ایسے بھی ہوں گے جو بیس سے بہت زیادہ جمع کر لائیں گے بلکہ ایسے بھی ہیں جو کمر ہمت باندھ لیں تو سینکڑوں نہیں ہزاروں لا سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کا درد ہے اور جن لوگوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے وہ اس تجویز پر خوشی سے لبیک کہیں گے اور ان کے عزم اور ہمت کے سامنے یہ مشکلات کا پہاڑ دنوں میں اڑ جائیگا۔ میں ہر ایک دوست سے یہ توقع رکھتا ہوں خواہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو یا نہ ہو کہ وہ بیس روپے خدا کے دین کے لئے گداگری کر کے لائے گا اور اس گداگری کو اپنے لئے ذلت نہیں بلکہ عزت کا موجب سمجھے گا اس گداگری میں کسی اپنے آپ کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتا نہ کسی اور کو مستثنیٰ سمجھتا ہوں ہر ایک شخص کا دائرہ اثر الگ ہوتا ہے۔ اور اس کے اردگرد اس کے رشتہ داروں میں اس کے واقفوں میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن پر اس کی بات کا خاص اثر ہوتا ہے اور اگر ایسا اثر بالفرض نہ بھی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص بھی اپنی جگہ پر ہمت کرے وہ پھر کر ایک ایک آنہ دو دو آنے جمع کر کے بھی ڈیڑھ ماہ میں بیس روپے کی رقم پوری کر سکتا ہے۔ اکیلے آدمی کو گھبراہٹ ہو تو دو دو آدمی ہو جائیں۔ جو اس کام میں ایک دوسرے کے رفیق اور معاون بن جائیں اور وہ روزانہ اپنے وقت کا کچھ حصہ اس طرح پھرنے میں لگا دیں اور ایک ایک دو دو چار چار آنے کی رقم خدا کے دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے مانگیں۔ دو دو آدمی مل کر ایک روپیہ یومیہ بھی چندہ کریں تو ابھی چالیس دن سے زیادہ جلسہ میں باقی ہیں۔ اس تحریک سے میں کسی احمدی دوست کا باہر رہنا پسند نہیں کرتا خواہ اس کی شان کتنی ہی بلند ہو بلکہ جس قدر کسی کی شان بلند ہے اسی قدر اس سے زیادہ امداد کی توقع رکھتا ہوں کیونکہ اس کی بات کا اثر بھی زیادہ ہوگا تکلیف بے شک ہوگی مگر تکلیف اٹھائے بغیر کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دیہات کے لوگ اور زمیندار جہاں جہاں ان کا تعلق ہو دیہات میں گشت لگائیں اور نقد نہ ہو تو تھوڑا تھوڑا غلہ ہی جمع کریں لیکن اس تحریک سے باہر کوئی نہ رہے اور ہر ایک کا عزم یہ ہو کہ کم سے کم بیس روپے کی رقم اس نے پوری کرنی ہے میری یہ اپیل صرف مردوں ہی سے نہیں عورتوں سے بھی ہے بلکہ بچوں سے بھی ہے کہ وہ بھی ہمت کریں۔ اس وقت ان کی ایک ایک دو دو آنے کی مدد سے قوم کو ہزاروں روپوں کی امداد پہنچ سکتی ہے۔ ہماری مستورات اگر اپنے اپنے محلوں میں کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور کامیاب کرے گا۔ ہر قوم کی خواتین اس وقت اپنی قوم کی تعمیر میں پورا زور صرف کر رہی ہیں۔ ان حالات میں ہماری خواتین کی خاموشی ایسی غفلت ہے جس کا نتیجہ قوم کے لئے مہلک ہے۔ اس میں کئی ایک فوائد بھی ہیں سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ مستورات کے باہمی میل جول سے قوم میں اخوت کا خیال بہت ترقی کرتا ہے۔ دوسروں سے ملنے میں بھی ان کے اصل حالات سے آگاہی بھی ہوتی ہے اور بسا اوقات ہم بہت تکلیف یا خرچ اٹھائے بغیر بھی کسی کا کچھ کام کر سکتے ہیں پھر دین کی حفاظت و اشاعت کی بات چیت سے جہاں دوسروں کے اندر تحریک پیدا ہوتی ہے انسان کا اپنا ایمان اور جوش بھی ترقی کرتا ہے اور جس قدر زیادہ مستورات میں دین کی خدمت و حفاظت کا خیال پیدا ہوا اسی قدر زیادہ اثر ہماری آئندہ نسلوں پر ہوگا کیونکہ جو جوش ماں کے سینے میں ہوتا ہے وہ غیر معلوم طریق پر بچے کے دماغ پر اثر پیدا کرتا ہے۔ مسلمانوں کی قومی ترقی کی رفتار دو چند نہیں دہ چند قوت سے اس دن ترقی کرے گی جب ان کی مستورات کے دلوں میں اس کے لئے سچی تڑپ پیدا ہو جائے یہ پہلا سال ہے۔ اگر ایک ایک خاتون بیس نہیں دس روپے بھی لے آئے تو یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ خواتین اگر خواتین سے اپیل کریں تو وہ مردوں سے بھی بڑھ کر کام کر سکتی ہیں۔ اس لئے کہ مستورات کے دلوں میں دین کی محبت مردوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان کے پاس کچھ نہ کچھ اندوختہ زیورات کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ اپیل بے اثر نہیں رہیگی۔ یہ اپیل ہماری جماعت کے لئے ایک امتحان ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ میرے تمام دوست اس امتحان میں کامیاب ہوں۔

محمد علی

پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پس آپ جو لکھوانا چاہتے تھے اس کا تعلق شریعت سے نہ تھا کیونکہ شریعت مکمل ہو چکی تھی۔ اور صرف وہ امور جن کا علم تھا تو جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے۔ اگر وہ لکھے ... نہ بھی گئی۔ تو اس سے شریعت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ اور نہ اس سے ناواقفیت کی وجہ سے دین اور شریعت سے گمراہ ہونا لازم آتا ہے۔

وہ بات کیا تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے مولانا سید نذیر الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت تھی جسے حضرت عمرؓ اپنی ذہانت کی وجہ سے سمجھ گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق وصیت نہ لکھوانے دی۔ مگر اس حدیث میں حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کی طرف اشارۃً تک بھی نہیں ہے کونسا لفظ اس حدیث میں ہے۔ جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ آنحضرت حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے مزاحمت کی۔

سوءِ ظن سے حضرت عمرؓ پر اعتراض

پس مولانا کا یہ فرمانا کہ حضرت عمرؓ جیسے ذہین شخص یہ سمجھ گئے تھے کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے سخت مخالفت کی صرف سوءِ ظن کا نتیجہ ہے۔ اور سوءِ ظن سے قرآن کریم میں صریح مخالفت ہے اور آنحضرتؐ نے بھی فرمایا ہے۔ ان الظن اکذب الحدیث جھوٹی باتوں میں سے سب سے زیادہ جھوٹا سوءِ ظن ہے۔ مولانا تو حضرت عمرؓ کو ذہین بتاتے ہیں کہ جس بات کا ذکر حدیث میں کوئی نہیں اسے سمجھ گئے۔ مگر مولانا صاحب حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ ذہین واقع ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے دل کی بات کو بھی معلوم کر لیا۔ حالانکہ ذات الصدور کا علم صرف اللہ کو ہی ہے جو عالم الغیب ہے۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ سے کچھ پتہ نہیں لگتا کہ انہوں نے کیا سمجھا تھا۔ البتہ اور احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔

آنحضرت کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی وصیت کرنا

بخاری اور مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔

اد ہممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر و ابنہ و اعہد ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللہ ویدفع المؤمنون۔ بخاری کتاب المرضی باب قول المریض انی وجع

ترجمہ۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے قصد یا ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے کے پاس کسی کو بھیجوں اور وصیت کر دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی کہنے والا کوئی اعتراض نہ کرے۔ اور کوئی خلافت کی خواہش کرنے والا خلافت کی خواہش نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی نہیں مانتے کہ ابوبکرؓ کے سوا کوئی اور خلیفہ ہو۔ مسلم کتاب الوصایا باب ترک الوصیۃ الخ میں بھی یہی مضمون موجود ہے البتہ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ دے کہ میں حقدار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور مسلمان حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے سوا کسی کی خلافت بھی نہیں مانتے۔

بزار کی روایت میں ہے معاذ اللہ ان تختلف الناس علی ابی بکر حضرت ابوبکرؓ پر اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

امام نوویؒ مسلم کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہ کہ مسلمان ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کی خلافت ماننے کو طیار نہیں ہیں۔

حاکم کی روایت

ابوملیکہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم دوات اور مونڈھے کی ہڈی لاؤ کہ میں تمہیں نامہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ پھر فرمایا اللہ اور مسلمان بجز ابوبکرؓ کے اور کسی کو نہیں چاہتے۔ ازالۃ الخفا بحوالہ حاکم

ان تمام احادیث پر اگر انصاف سے غور کیا جائے تو صاف نظر آ جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق وصیت لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ حضرت علیؓ کا نام کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ نے ان کے لئے وصیت کا خیال ظاہر کیا ہو۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا نام صراحت سے ان احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

وصیت میں حضرت علیؓ کا نام نہیں ہے

اور ابن عباس کی حدیث میں جو بروایت عبید اللہ اور سعید بن جبیر اوپر لکھی جا چکی ہے اس کا ذکر نہیں ہے کہ آپ کونسی بات کے متعلق وصیت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان احادیث میں حضرت ابوبکرؓ کا نام صراحت سے ہے اور حضرت علیؓ کا نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس کی روایت کا منشاء بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔ کیونکہ زبانی طور سے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق پہلے بھی ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس وقت آپ اس بات کو تحریر میں لانا چاہتے تھے۔ تاکہ ... اور کسی کو اس کے خلاف کہنے کے لئے گنجائش نہ رہے۔

حضرت عمرؓ کی فراست

اور حضرت عمرؓ اس بات کو آنحضرتؐ کے ان فرمانوں سے سمجھ گئے تھے جن میں آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور حضرتؐ کو اس وقت بیماری کی سخت تکلیف تھی اور بات کا تعلق بھی شریعت سے کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ مکمل ہو چکی تھی۔ اور اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے کیونکہ وہ مکمل ہو چکا ہے اسلئے حضرت عمرؓ نے نامہ لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی کہ اس کا تعلق شریعت سے تھا نہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق آپ نے زبانی ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ اور حضرتؐ کی بیماری کی شدت کو دیکھ کر اس وصیت کو تحریر میں لانے کو ضروری نہ سمجھا۔ لا تضلوا بعدہ تاکہ تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ ترجمہ یہ ان کے متعلق فرمایا جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اعتراض کرنے والے تھے یا آپ کے بعد اعتراض کرنے والے پیدا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے آنحضرت کا منشا پورا کیا

چونکہ حضرت عمرؓ اور نیز دیگر صحابہ احادیث مذکورہ بالا سے نیز آنحضرتؐ کا اپنی بیماری موت میں سارے صحابہ میں سے امامت نماز کے لئے حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کرنے سے سمجھ گئے تھے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا منشا ہے۔ اور حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ بھی بجز حضرت ابوبکرؓ کے اور کسی کو نہیں چاہتا اور مسلمان بھی نہیں چاہتے اس لئے انکا خیال تھا کہ آنحضرتؐ کا منشا جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق ہے وہ آپ کے زبانی ارشادات سے بھی پورا ہو جائے گا (اور پورا ہوا بھی) اور آنحضرتؐ صلعم کو بیماری کی شدت کی حالت میں تحریر لکھوانے کی تکلیف دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔

حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے حق میں

خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ہمارے دین کے لئے (امامت نماز) پسند فرمایا تو ہم نے ان کو اپنے دنیا 'خلافت' کے لئے پسند کیا۔ پس حضرت عمرؓ نے آنحضرت کی مخالفت نہیں کی بلکہ آنحضرت کے منشا کو بھی پورا کر دیا اور آپ کو تکلیف بھی بیماری کی حالت میں نہیں دی۔

ابن عباس کے رنج کی وجہ

عبید اللہ ابن عباسؓ نے جو اس نامہ کے نہ لکھے جانے پر بہت رنج ظاہر کیا وہ بھی اسی وجہ سے تھا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق وصیت تحریر میں آ جاتی تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اعتراض کر کے فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تحریر لکھی جاتی تو ان کے سامنے پیش کی جاتی حضرت عمرؓ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا الزام لگانا واقعات ثابتہ کی طرف سے آنکھیں بند کرنا ہے۔

حضرت عمرؓ کی اسلامی خدمات

جس شخص کے اسلام لانے کی وجہ سے مکہ میں جو مسلمان گھروں میں خفیہ طور سے رہتے تھے۔ اور نماز کو چھپ کر ادا کرتے تھے گھروں سے باہر آئے اور اسلام کھلم کھلا چمکنے لگا اور مسلمان کھلے طور سے نماز ادا کرنے لگے اور اسلام اور مسلمانوں کو اس کی وجہ سے بڑی تقویت پہونچی۔ جس شخص کی ساری اسلامی زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں گذری۔ جس شخص نے اپنے جان و مال اللہ کے رستہ میں وقف کر دیا۔ جس شخص کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی حکومت دور دور تک پھیل گئی۔ اسلام کی شوکت بڑھ گئی۔ جس شخص کی عقل و تدبیر، تقویٰ، وفاداری، علم و فضل کی سارا عالم معترف ہے۔ چاہے دشمن ہو یا دوست اس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت کی بہت بڑا کفران نعمت ہے۔

حدیث بخاری کے راویوں پر جرح

حضرت عائشہؓ کی روایت جو بخاری میں ہے۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق وصیت کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے راویوں میں سے مولانا نذیر الحسن صاحب نے سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن سعید انصاری پر جرح کی ہے کہ سلیمان بن بلال ضعیف ہے۔ اور یحییٰ بن سعید انصاری دشمن اہلبیت تھا۔ لیکن یہ جرح واقعات کے خلاف ہے سلیمان بن بلال کے متعلق مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ مشہور معتبر راویوں میں سے ایک ہیں۔ امام احمد یحییٰ بن معین ابن سعد اور خلیلی نے ان کو ثقاۃ (معتبر) میں سے شمار کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ میں تعجب کیا کہ میں نے کیوں اس سے زیادہ حدیثوں کی روایت نہ کی۔ صرف عثمان ابن شیبہ نے ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا مگر یہ جرح قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ جماعت کی رائے کے خلاف ہے۔ یحییٰ بن سعید کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ وہ اہل بیت کا دشمن تھا یہ بھی غلط ہے اور صریحًا غلط ہے۔ احادیث کی کتب اسماء الرجال میں تنقید کرنے والے راویوں پر جرح بھی کرتے ہیں اور توثیق بھی کرتے ہیں۔ اور جرح کبھی حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہے کبھی روایت میں غلطی کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے تو اگر اسی قسم کی جرح خاندان اہل بیت پر کی جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اہل بیت سے دشمن ہے کیونکہ سہو، نسیان اور غلطی سے اہلبیت بھی پاک نہیں ہیں۔ سہو و نسیان سے ان کا معصوم ہونا کسی دلیل (قرآن یا حدیث) سے ثابت نہیں ہے یحییٰ بن سعید نے بھی اگر اسی قسم کی جرح حضرت امام جعفر پر کی ہے تو ان کی خدمت کی ہے۔ اہلبیت سے دشمنی نہیں کی۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے اور محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو دونوں کتابوں میں موجود ہو۔

حضرت عائشہ پر غلط الزام

پھر حضرت مولانا نے حضرت عائشہؓ پر جرح کی ہے کہ وہ حضرت علیؓ کا نام لینا پسند نہیں کرتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی اس شہادت سے حضرت ابوبکرؓ کو فائدہ پہونچتا ہے۔ اور علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ ایسی شہادت قابل اعتبار نہیں ہے جس سے اپنے باپ یا بیٹے کو فائدہ پہونچے۔

مگر یہ بھی غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کا نام لینا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اگر طبریؒ نے یا کسی اور نے یہ ذکر بھی کیا ہے تو ظلم کیا اور حضرت عائشہؓ پر بیجا الزام لگایا ہے۔ امت محمدیہؐ نے ان کا نام صدیقہ رکھا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ جب امت کو انکی صدیقیت پر اتفاق ہے وہ صحابیہ ہیں۔ اور کسی صحابی کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے۔ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ سب عدول ہیں اسلئے وہ حدیث کے راویوں میں سے کسی صحابی پر جھوٹ کی وجہ سے جرح نہیں کرتے۔

حضرت عائشہؓ کی نگاہ میں حضرت علیؓ کا مقام

مسلم میں ایک حدیث ہے جو اس بات کے لئے کافی شہادت ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت علی کی تعریف بھی کیا کرتی تھیں۔ اور نبی کریمؐ نے جو فضیلت ان کے لئے بیان فرمائی ہے کھلے دل سے حضرت عائشہ اسکو بیان کرتی تھیں۔ عن عائشۃ قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم صبح کے وقت نکلے سیاہ بال کی ایک چادر جو اونٹ کے پالان کے برابر رکھی جاتی ہے اوڑھی ہوئی تھی تو حضرت حسنؓ بن علیؓ تشریف لے آئے تو ان کو چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت حسینؓ تشریف لے آئے وہ بھی ساتھ شامل ہوئے۔ پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لے آئیں آپ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علیؓ تشریف لے آئے۔ آپ نے انکو بھی چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا اللہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب صاف کر دے۔ حضرت عائشہؓ نے ان چاروں حضرات کی فضیلت میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ پس یہ کہنا کہ حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کا نام لینا پسند نہیں کرتی تھیں

بقیہ صفحہ ۱۳ ملاحظہ ہو

صدائے امیر پر لبیک

حضرت امیر کے دس دن کے مطالبہ کا جواب

احباب احمدیہ کی طرف سے

(۷)

مرزا اسردار بیگ صاحب گجرات۔ ۳۰؍ روپیہ ارسال خدمت ہیں باقی رقم جلسہ پر ادا کر دوں گا

خانصاحب نیاز علی خاں صاحب چک ۱۴۱ مبلغ للعہ دس دن کی آمد معہ چندہ وغیرہ روانہ کئے گئے ہیں۔ آپ کی اپیل سے سخت سے سخت دل بھی موم کی طرح ہو گئے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم۔ میں انشاء اللہ ڈیڑھ سو روپیہ پیش کر دوں گا۔

مولوی نور الدین صاحب کاشمیری سری نگر۔ اگرچہ مختلف قسم کی مصیبتوں میں مبتلا ہوں تاہم آپ کی اپیل پر لبیک کہتا ہوا دس دن کی آمد لعہ ماہ جنوری سے تین اقساط میں ادا کر دوں گا۔

حیات محمد نمبردار کوٹ موکھل۔ حسب ارشاد عمل کیا جائے گا رقم جلسہ پر حاضر کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

چودھری محمد اسماعیل صاحب فیروز پور۔ دس یوم کی آمدنی مبلغ عار روپیہ انشاء اللہ دے دوں گا۔

میاں چراغ الدین صاحب لاہور۔ جلسے سے پہلے پہلے دس دن کی آمد دے دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماسٹر رحیم بخش صاحب سکرٹری انجمن سیالکوٹ نے ایک فہرست چندہ اپنی جماعت سیالکوٹ کی بھیجی ہے۔ وعدوں اور وصول شدہ رقم کی۔ میزان ۔۔۔ ۱۸۹ روپے ہے۔

منشی رحمت اللہ صاحب لاہور چھاؤنی۔ میں مبلغ للعہ روپیہ سکرٹری صاحب جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی کو ادا کر دوں گا۔

جناب عبد الرزاق صاحب جالندھری از حیدر آباد دکن۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۵۰؍ کی رقم جنوری کے اندر اندر داخل خزانہ انجمن کر دی جائے گی۔

میاں دین محمد صاحب از چانگریاں آپکا حکم بسر و چشم منظور ہے جلسہ سالانہ پر تعمیل ہو سکے گی۔

میاں سلطان علی صاحب جالندھر مبلغ عہ روپیہ دو اقساط میں حاضر خدمت کر دوں گا۔ پہلی قسط سالانہ جلسہ پر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میاں عالم الدین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ شیخوپورہ حضور کی پر درد اپیل پڑھی۔ دل تو چاہتا تھا کہ بہت سا پیش کروں لیکن سر دست یکصد روپیہ جلسہ سالانہ پر پیش کروں گا۔

مولوی محمد فاضل صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور میں ۶۵؍ روپیہ داخل خزانہ انجمن جلسہ سالانہ پر کروں گا جن میں سے ۲۰؍ میرے ذاتی ہوں گے۔ مفصلہ ذیل احباب نے بھی امداد فرمائی ہے:۔ پروفیسر منہاج الدین صاحب ۲۰؍۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب ۱۰؍ پروفیسر مرزا انور بیگ صاحب ۱۰؍ خاں صاحب شاہ عالم خاں صاحب ہیڈ ماسٹر (صہ) باقی ۲۹؍ کے وعدے ہیں۔ یہ رقم جنوری میں وصول کر کے ارسال خدمت کرونگا۔

شیخ محمد انعام الحق صاحب سب ایڈیٹر پیغام صلح۔ میں دس دن کی آمد مبلغ ۵۰؍ روپیہ بالاقساط پیش کرتا ہوں۔ دعا کریں کہ خدا خدمت دین کی توفیق عطا فرمادے۔

جناب صاحبزادہ عبد القدوس خان صاحبزادہ عبد الرحمان از صاحبزادہ خوست نیول ۴۲؍ داخل خزانہ کئے جاویں گے ۲۰؍ تو کل ہی بھیجے جائیں گے اور باقی ۲۲؍ ماہ فروری میں ادا کر دونگا

خانصاحب محمد عجب خاں صاحب زیدہ۔ حسب الارشاد ½ حصہ آمد ماہوار ادا کر دوں گا۔ انشاء اللہ۔

مرزا حبیب الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول مدو ملہی آپ کے حکم کے مطابق سائل بنکر نکلا۔ خدا نے نصرت بخشی ۔۔۔ ۳۰۰ روپے کی رقم میری معرفت جمع ہوئی اور ۔۔۔ ۱۰۰ روپیہ شاث کی معرفت جمع ہوئے

جناب عبد الحمید خانصاحب میانوالی۔ سر دست ۱۰؍ روپیہ ادا کروں گا۔ بقایا ماہوار ادا کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح۔ باوجود سخت مشکلات کے حضور کی اپیل پر لبیک کہتا ہوں مبلغ ۲۶؍ روپیہ آمد دس یوم بالاقساط ادا کر دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماسٹر رکن الدین صاحب نیڑی۔ فرمان حضور کا سر آنکھوں پر میں اپنی تنخواہ کا ⅓ حصہ مبلغ ۵۰؍ روپیہ دو اقساط میں پیش کر دونگا۔

جناب محمد امین صاحب منڈوہ تحصیل پٹڑی آپ کی اپیل سے دل از حد متاثر ہوا ۔۔۔۔ کے پاس میرے ۲۱؍ ہیں ان سے وصول کر لیں۔

شمس الدین صاحب راولپنڈی۔ دس دن کی آمد ضرور ادا کر دونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب عبد الحق صاحب میراں شاہ وزیرستان شمالی۔ میں بڑی خوشی سے دس دن کی تنخواہ قرضہ کی ادائیگی کے حساب میں پیش کر دوں گا۔

بقیہ صفحہ ۴

گھنگ مہاراج کا دربار لگتا ہے۔ مگر کیا انصاف کے لئے نہیں۔ بلکہ ظلم پر مہر تصدیق کے لئے۔ "گھنگ مہاراج" ظالم باپوں اور بیوپاری سوداگروں کو اس ظلم کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور اپنے ظالمانہ فیصلہ سے لڑکیوں کو گویا زندہ دفن کر دیتے ہیں۔ پھر بھلا ایسے صاحبان عدالت کی موجودگی میں مظلوم وبیکس لڑکیاں کس کا دروازہ انصاف کھٹکھٹائیں ؎

وہی قاتل وہی منصف وہی شاہد بھی اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

ایک شرمناک کہاوت

کثرت سے شادیاں کرنے والے لوگ عورتوں کو اپنے گھر نہیں لاتے بلکہ وہ عورتیں ہمیشہ اپنے ماں باپ کے ہاں رہتی ہیں۔ دولہا میاں دورے پر نکلتے ہیں۔ دو دو چار چار دن اپنی ہر بیوی کے پاس رہ کر سسرال سے نذرانہ وصول کر آگے چل دیتے ہیں۔ یہ دکھیاری عورتیں اپنے شوہر کے گھر آکر خانہ آبادی کا لطف حاصل نہیں کر سکتیں۔ ساری عمر اپنے میکے پڑی سڑا کرتی ہیں۔ اور بہتیری ایسی بد قسمت ہیں جنہیں اپنے شوہر کا منہ عمر بھر میں ایک دفعہ دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ کثیر التعداد بیویوں سے فرصت ملے تو دولھا میاں ادھر کا رخ کریں۔ آخر حالات ہولناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور نتائج بہت ہی برے نکلتے ہیں۔ کمزور دل عورتیں دامن ضبط کو ہاتھ سے دے جان سے عزیز متاع عصمت کو کھو بیٹھتی ہیں۔ غرض ان ہی شرمناک شادیوں کے شرمناک نتائج کی وجہ سے "بہار" میں ایک نہایت ہی شرمناک کہاوت مشہور ہے۔ کہ "اُدگھیا دواہ کیل۔ گرام شکھ لے" یعنی دولھا نے گاؤں والوں کے ہی سکھ کے لئے شادی کی ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

اخبار مباہلہ کی چوری

پیغام صلح کا خاص تار

قادیان ۳۱ ؍ دسمبر ۱۹۲۸ء اخبار مباہلہ قادیان کا خاص نمبر ایک ہزار کی تعداد میں وکیل پریس امرتسر میں چھپ کر امرتسر سے مختلف مقامات کو بھیجا جا چکا ہے۔ باقی کاپیاں قادیان کے جلسہ میں تقسیم کرنے کے لئے دو بنڈلوں میں جو قریباً تین من وزنی تھے اور ان میں ہزارہا کی تعداد میں ایسے اشتہارات تھے جن میں خلیفہ قادیان کو اپنے کیرکٹر کی صفائی پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا تھا ۲۷ ؍ دسمبر ۱۹۲۸ء کی شام کی گاڑی سے قادیان لائے گئے۔ یہ دونوں بنڈل راقم الحروف کے مکان سے اسی رات چوری ہو گئے۔ اس کی اطلاع پولیس میں کی گئی۔ معاملہ زیر تفتیش ہے۔

(محمد زاہد ایڈیٹر مباہلہ قادیان)

—— امسال شردھانند ہفتہ (شردھانند ہفتہ) اکثر مقامات پر نہایت جوش و خروش سے منایا گیا۔ تحریک اشدھی کے لئے چندہ جمع ہوا ہے۔ بعض مقامات پر آریوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر نہایت اشتعال انگیز تقریریں کیں۔

—— تازہ خبر ہے۔ کہ ٹرکی میں عنقریب ایک سرکاری اعلان ہونے والا ہے۔ کہ تمام عورتیں لازمی طور پر یورپین ہیٹ پہنا کریں۔

—— کلکتہ۔ ۳۱ ؍ دسمبر نام نہاد نیشنل کنونشن میں مسلمانوں نے جس قدر مطالبات کئے تھے۔ وہ سب ٹھکرا دیئے گئے۔

—— کلکتہ۔ ۳۱ ؍ دسمبر پنڈت مالویہ جی کی صدارت میں ایک علیحدہ پنڈال میں گائے کانفرنس ہوئی۔ پنڈت جی نے اپنی تقریر میں گورنمنٹ کی

[illegible]

خبریں

—— کلکتہ ۲۹ ؍ دسمبر چونکہ علی برادران نہرو رپورٹ کے مخالف تھے۔ اس لئے مخولیوں نے ایک اور نام نہاد خلافت کمیٹی قائم کر لی ہے۔ جو ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائیگی۔

—— کنیا مہا ودیالہ جالندھر کی معلمات و طالبات کی طرف سے ایک مراسلہ ملکہ ثریا کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے۔ جس میں افغانستان کی مہیا اصلاحات پر اظہار مسرت کیا گیا ہے۔ اور خواتین کی ترقی کے سلسلہ میں جو مساعی وہ کر رہی ہیں۔ ان پر مبارکباد دی ہے۔

—— پیغام صلح:۔ کنیا مہا ودیالہ جالندھر آریوں کی مشہور زنانہ درسگاہ ہے۔

—— شاہ افغانستان نے پنجاب کے سکھوں کے تار کا جواب دیا ہے۔ کہ اگر سکھ اپنی مستند مذہبی کتب سے یہ ثابت کر دینگے۔ کہ سکھ مذہب ٹوپی پہننے کے خلاف ہے۔ تو ان کو اس حکم سے مستثنےٰ کر دیا جائیگا۔

—— ایک غیر مصدقہ خبر ہے۔ کہ حضور نظام سیاحت کلکتہ سے فارغ ہونے کے بعد انگلستان جانے کا عزم رکھتے ہیں۔

—— مصری حکومت نے حکم دیا ہے۔ کہ طلبا ہرگز سیاسیات میں حصہ نہ لیں۔ ورنہ انکے خلاف سخت کارروائی کی جائیگی۔

—— حکومت حجاز مکہ حفظان صحت کی طرف خاص توجہ دے رہی ہے۔ نئے شفاخانے جن میں بہترین اور جدید ترین سامان و ادویات مہیا کی جائینگی۔ قائم ہو رہے ہیں۔ اور کوشش ہو رہی ہے۔ کہ حجاز اس بارہ میں کسی متمدن ملک سے پیچھے نہ رہے۔

—— امسال بلاد عربیہ حجاز۔ عراق وغیرہ میں خوب بارش ہوئی۔

—— حجاز میں حجاج کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ جاوہ کے ۱۳۰۸ حجاج اس وقت پہنچ چکے ہیں۔ خیال ہے۔ کہ امسال مسلمانان روس کافی تعداد میں حج کے لئے آئینگے۔

—— شام اور عراق میں ملکی سرمایہ سے سیمنٹ کے کارخانے قائم ہونے والے ہیں۔

—— تازہ خبر ہے۔ کہ پاپائے روم کا محل خطرہ میں ہے۔ اس کا ایک حصہ گر گیا ہے۔ اس کی محراب کے ڈاٹ تین سو سال کے پرانے تھے۔

—— طہران ۲۷ ؍ دسمبر مجلس نے ایک قانون پاس کیا ہے۔ جس کی رو سے اب فرنگی لباس اور پہلوی ہیٹ پہننا لازمی ہو گیا ہے۔ پہلوی ہیٹ کی وضع فرانس کی جنگی ٹوپی جیسی ہے۔

—— لندن ۲۸ ؍ دسمبر ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ جمعیۃ اقوام کا وفد حکم برداری اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کہ شام میں عراق کے نمونے کی سلطنت قائم کی جائے۔ اس جدید حکومت کے فرمانروا شاہزادہ عادل بن عیاد ہوں گے۔ آپ خاندان بنو امیہ میں سے ہیں۔ آپ کی شادی شاہ فواد والئے مصر کی بھتیجی سے ہوئی ہے۔

—— مسٹر سانڈرس کے قتل کے سلسلہ میں مہاشہ کرشن ایڈیٹر اخبار پرکاش و پرتاپ کا بیٹا، ویرا اندر بھی گرفتار ہے۔ مہاشہ جی نے درخواست دی تھی۔ کہ ویرا اندر امتحان ایف۔ اے۔ کی تیاری کر رہا ہے اسے جیل میں کتابیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے۔ یہ درخواست منظور نہیں ہوئی۔ اس سے قبل ضمانت کی درخواست بھی نامنظور ہو چکی ہے۔

—— ملک معظم کی حالت اب دوبارہ تشویش ناک ہو گئی ہے۔

—— لندن ۳۱ ؍ دسمبر ۱۲ بجے دوپہر چار شاہی طبیبوں کے دستخط سے یہ مضمون اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ ملک معظم نے رات قدرے بے چینی کے ساتھ بسر کی ضعف کے بڑھ جانے کی وجہ سے مشکل پیدا ہو گئی ہے۔ عام حالت کو اعتدال پر رکھنے کی کوشش جاری ہے۔

—— لاہور ۳۱ ؍ دسمبر معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت کے فلم سنسر نے پنڈت موتی لال نہرو صدر کانگریس کے جلوس کی فلم تقریباً ایک ہزار فٹ کاٹ دی۔

—— مدراس یکم جنوری سائنور مسولینی کی سب سے بڑی صاحبزادی اپنے ایڈی کانگ اور دیگر رفقا کے ہمراہ آج صبح یہاں پہنچی۔ اور اطالوی جہاز پر سوار ہو کر کلکتہ تشریف لے گئیں۔

—— کوئٹہ۔ ۳۰ ؍ دسمبر جنرل قاسم پاشا اور ترکی فوجی وفد کے تیس ارکان جن میں ترک خواتین شامل ہیں۔ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ گذشتہ شب انہوں نے غربی کمانڈ کے کمانڈر اعلیٰ سر چارلس ہیرنگٹن کے ہاں کھانا کھایا۔ ترکی خواتین جن اکثر فرنگی لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اور نہایت نفیس فرانسیسی لیتی ہیں۔

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ یکم رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۳

ہندو شعرا دربار رسولؐ میں

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

اگر سرزمین مغرب کے آرنلڈ، کارلائل اور لارڈ ہیڈلے ایسی عظیم الشان شخصیتیں حضرت خواجۂ ثقلین سرور کونین علیہ الف الف التحیۃ والسلام کی بارگاہ اقدس کی چوکھٹ پر جبین نیاز رکھتی ہوئی نظر آتی ہیں تو ہیرو خاک ہند بھی ان ہستیوں سے خالی نہیں جو حضور اقدسؐ کی مدحت سرائی کو اپنے لئے مایۂ صد ناز و افتخار سمجھتی ہیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یالقابہ اور چودھری لورام کوثری کا نعتیہ کلام تو ہمارے ناظرین کی نظر سے بارہا گزرا ہوگا۔ لیکن ہندوؤں میں سے بعض دوسری ایسی ہستیاں بھی پہلے گزر چکی ہیں اور نیز اس افتراق و تشتت کے زمانہ میں بھی ہیں جنہیں جناب رسول عربی سے ایسی عقیدت ہے۔ کہ ان کے جذبات محبت و ارادت دیکھ کر صدائے مرحبا زبان سے نکل جاتی ہے۔ ذیل میں ہم بعض ہندو شعرا کا کلام مع ان کے مختصر تذکروں کے ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں۔

جناب شنکر لال صاحب ساقی

قوم کے کائستھ تھے۔ وطن سکندر آباد تھا۔ تفتہ جو مرزا غالب کے شاگرد تھے آپ کے استاد تھے۔ عموماً فارسی میں شعر کہتے تھے۔ جناب سرور کونینؐ کی نعت میں لکھتے ہیں:-

در دین و دلم [illegible] محمد است — جانم فدائے نام نکوئے محمد است
یاد خدا است [illegible] — دل در خیال مدحت خوئے محمد است
امید بوئے خوش [illegible] — بے شبہ از عطیۂ موئے محمد است
در [illegible] قبول تو ان شد نماز من — گر روئے دل ز صدق بسوئے محمد است

ساقی اگرچہ جامۂ ہندو است برتنم
خاکم مگر ز یثرب و کوئے محمد است

جناب سنگرام صاحب سالک

گوردوارہ آپ کا وطن ہے، جناب تسنیم لکھنوی سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ [illegible] گوئی آپ کا خاص شغل ہے۔ گلزار خلد ستمبر ۱۸۸۵ء میں آپ کا نعتیہ کلام طبع ہوا ہے:-

[illegible] تمنائے مدینہ — مدینہ سے ہو ابد ورد زبان ہائے مدینہ
[illegible] مدینہ — کہ مجھ کو بسا ہے میرے مولائے مدینہ
[illegible] خوشبو — جیتے ہیں مرے دل میں تمنائے مدینہ
[illegible] — دکھلائے جنوں مجھکو جو صحرائے مدینہ
[illegible] — جینا ان سے مرے سر میں ہی سودائے مدینہ

ہے تنگ بہت تیرگی جہل سے مولا — کس طرح رہے ہند میں شیدائے مدینہ
حوران بہشتی سے وہ کیا آنکھ لڑائے — کہا جائے جسے شاہد زیبائے مدینہ
چھپ جائیں مہ و مہر ابھی ابر کے اندر — برق اپنی تجلی کی جو چمکائے مدینہ
ہو جائیں زلیخا کی طرح حضرت یوسف — دیکھیں جو کہیں دلبر رعنائے مدینہ

سرمہ کی طرح آنکھوں میں سالک میں لگاؤں
ہاتھ آئے جو خاک در مولائے مدینہ

جناب راج بہادر صاحب زخمی

آپ کاکوری ضلع لکھنؤ کے باشندہ ہیں۔ جناب طاہر فرخ آبادی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام گلزار خلد تنوج ماہ اکتوبر ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

راہ پر آئے یہ برگشتہ مقدر اپنا — حرم پاک کے ہو گرد جو چکر اپنا
یا نبی سنبل گلزار جناں کو بھولے — تم سونگھا دو جسے گیسوئے معنبر اپنا
محو آئینۂ رخسار محمد ہیں ہم — ہفت کشور میں ضیا ہے سکندر اپنا
جام بھر کر ہمیں یا ساقی کوثر دینا — ہو گزر حشر میں جس دم لب کوثر اپنا
لب شیریں محمد کے جو لکھے اوصاف — شعر ہر ایک ہوا قند مکرر اپنا
ہم جو آنکھوں سے لگا لیتے ردائے عربی — پھر نہ جامہ میں سماتا تن لاغر اپنا
کیوں نہ اعجاز محمد کے ہوں قائل اعدا — کر لیا ایک زمانہ کو مسخر اپنا

کیوں نہ مل جائے ہمیں منزل مقصد زخمی
خضر تا جادۂ الفت ہے ہمبر اپنا

جناب شیو پرشاد صاحب وہبی

آپ کسی زمانہ میں اودھ اخبار کے منیجر تھے۔ خواجہ ارشد علیخاں صاحب بہادر شمس جنگ قلق سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ نعت رسولؐ میں فرماتے ہیں۔

بیخبر ہوں دونوں عالم سے سوائے مصطفےٰ — یا الٰہی دل ہوا ایسا مبتلائے مصطفےٰ
دل ہے میرا بستۂ زلف دوتائے مصطفےٰ — جان ہے پروانۂ شمع لقائے مصطفےٰ
حکم موسیٰ کو ہوا معراج میں فاخلع مگر — تاج فرق عرش ہے نعلین پائے مصطفےٰ
بوریائے فقر تخت سلطنت سے ہے سوا — بادشاہ ہفت کشور ہے گدائے مصطفےٰ
ذرہ اس در کے ہیں کیا سیارہ کیا شمس و قمر — جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصطفےٰ
شافع محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب — کون محبوب الٰہی ہے سوائے مصطفےٰ
جو ہوا سائل رہی اسکو نہ کچھ پھر احتیاج — ایسا کر دیتی ہے مستغنی عطائے مصطفےٰ
آدمی کیا مدح کر سکتے نہیں جن و ملک — حق تعالیٰ آپ کرتا ہے ثنائے مصطفےٰ
آسماں پر لوگ کہتے ہیں جنھیں شمس و قمر — زیب ہے کہئے کہ ہیں یہ نقش پائے مصطفےٰ

ہو گئی ہے حسرت یہی کیوں دل نہ ہو میرا ہوا
دیکھتا ہوں جب میں ہیں یہ نقش پائے مصطفےٰ

جناب گوبند پرشاد صاحب فضا

[illegible] آپ زبردست شاعر تھے۔ شیریں اور خسرو اردو نظم میں آپ کی تصنیف مشہور ہے۔ اسی کتاب میں آپ نے ایک نعت زیب قلم فرمائی ہے جو یہ ہے:-

[illegible]

وہ ہے مہر سپہر رہنمائی — حبیب بارگاہ کبریائی
وہ محبوب جناب کبریا ہے — شفیع المذنبیں روز جزا ہے
نہ ہے رکن رکین دیں پناہی — عمید مخزن سر الٰہی
لقب ہے سید کونین ذی شاں — خدا قرآں میں ہے اس کا ثنا خواں
ہوا دنیا میں یہ رتبہ ہے کس کا — سر عرش بریں ہے پایہ جس کا
کئے پیدا قوانین شریعت — عیاں جس سے ہوا راز حقیقت
جہاں میں زینت آدم ہوا ہے — بنائے دین حق محکم ہے اس سے
اسی کا پاس خاطر تھا خدا کو — کیا پیدا جو اس ارض و سما کو
جہاں میں جو کہ ہیں ارباب ایماں — کتاب دیں کے ہیں اس کے سبق خواں
ہوا انگشت کا جس دم اشارہ — کیا اعجاز سے مہ کو دو پارہ
شب معراج وہ حکم خدا سے — ہوا عازم تو پھر گزرا سما سے
سواری میں براق برق کردار — فرشتوں نے نہ پائی جس کی رفتار
ہوا قربان اس پر چرخ ہفتم — کئے جس نے تصدق نقد انجم
ہوا جب قرب اس کو کبریا سے — ہوا فائق تمامی انبیاء سے
ہوا عقدہ جہاں میں جو کہ لاحل — کئے اعجاز سے سر تا بپا حل
نبی ایسا کوئی دنیا میں پیدا — نہ تھا آگے نہ اب ہے اور نہ ہوگا
نہیں ہرگز یہ طاقت ہے زباں کو — جو نعت مصطفےٰ کچھ بھی بیاں ہو
نہیں توصیف کا مجھکو ہے یارا — کروں اب عرض مطلب آشکارا
دعا میری یہ ہے شاہ امم سے — مجھے بھی تجھ سے امید کرم ہے
مجھے درکار ہے اب رہنمائی — کہ ہو میری بھی کچھ عقدہ کشائی

کہ لطف عام تیرا مجھ پہ اب ہو
جو ہے مقصد مرا حاصل وہ سب ہو

جناب سندر لال صاحب حمید

تلہر ضلع شاہجہانپور کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے کلام کا بیشتر حصہ نعت میں ہے بھاشا زبان میں آپ کی ایک نعت ذوق سلیم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ جو درج ذیل ہے

اک رام سنہی گیانی گرو کل جگ کو تا تھا یار دل میں — وہ نین رسیلے پریم بھرے والا رتھا وہ دلدار نبی
وہ سندر چہرہ نور بھرا وہ رام سروپ ہتیرا لا — دلدار تھا وہ دلدار نبی سردار تھا وہ سردار نبی
[illegible] وہ کملی والا من موہن — توحید کی مایا [illegible] یکتا تھا وہ [illegible] نبی
کیوں لوبھ کی مایا نے جی ہائے تمہارا موہ لیا — تم باغ ارم کو چھوڑ یہاں پھرتے ہو کیوں خوار نبی
سب مایا ہے اس مالک کی جو خالق ہے ہر کایا کا — تم اس کے ہوتے اپنا سر کیوں پھرتے ہو بیچار نبی
وہ سورج منبی غار حرا سے آیا اتم نگری میں — تھی سر پا آپ نرائن جی کی گیتی کے اوتار نبی
وہ جگت گیانی [illegible] واقف بھید کے راز دنی — گن گیان کو لیکر آیا تھا وہ خلقت کے بیمار نبی
میں بس نواؤں چرنن لاگوں نام محمد جس کا ہے — شہد اور دیش کئے سب داخل جس نے ہر کے پیار نبی
آنند کے گیت سکھلائے [illegible] — تھا وہ گیانی لاثانی پرشیر کے اوتار نبی
ہم داس ہیں جب مرتے دم تک [illegible] — ہیں آج میسر محمد کے یاں قدرت کے آثار نبی

تم لے لے اس کا نام حمید اپدیش کرو اس نگری میں
یہ گیان دھرم کی آن یہیں ہے جا کر چھپنا غاروں میں

جلسہ تقسیم انعامات مسلم ہائی سکول بدوملہی

معزز مہمانوں کی شرکت

۷ فروری ۱۹۲۹ء کو جی ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی میں تقسیم انعامات کا سالانہ جلسہ تھا۔ جس میں شرکت کی غرض سے اس ضلع کے بیدار مغز اور تعلیم سے دلچسپی لینے والے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب تشریف لائے۔ لاہور سے ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سکرٹری صاحب۔ یعنی مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۱) ڈاکٹر عبدالحمید صاحب ڈی پی ایچ ہیلتھ آفیسر۔
(۲) شیخ محمد نواز خاں صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز۔
(۳) چودہری جلال الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات
(۴) چودہری پیر محمد صاحب افسر مال سیالکوٹ۔
(۵) میاں محمد شریف صاحب ای۔ اے۔ سی۔
(۶) جے۔ جی کیمبل مشنری انچارج پسرور
(۷) شیخ عبدالحق صاحب سب جج نارووال۔
(۸) میاں خلیل الرحمن صاحب۔ اگریکلچر اسسٹنٹ پسرور۔
(۹) چودہری سلطان محمود صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز نارووال
(۱۰) چودہری بہاول خاں صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز
(۱۱) مولوی عبدالرحمن صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز۔
(۱۲) شیخ عبدالواحد صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل نارووال۔
(۱۳) چودہری محمد اسمٰعیل صاحب ٹھیکیدار نارووال۔
(۱۴) چودھری محمد عبداللہ خاں صاحب سب رجسٹرار نارووال۔
(۱۵) چودھری چراغ دین صاحب سب انسپکٹر پولیس۔

ان اصحاب کے علاوہ گرد و نواح سے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ جس سے جلسہ کی رونق بہت بڑھ گئی۔

کارروائی جلسہ

سب سے اول سکول کی جانب سے مہمانوں کو چائے کی دعوت دی گئی اس کے بعد حاضرین کو طلباء سکول نے ہائی جمپ اور ڈرل وغیرہ دکھا کر محظوظ کیا۔ بعد ازاں ڈپٹی کمشنر بہادر کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا تلاوت قرآن مجید کے بعد مرزا حبیب الرحمن صاحب بی اے۔ ہیڈ ماسٹر سکول نے سکول کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ جس میں بتایا گیا کہ ۱۹۲۰ء میں اس کی بنیاد پڑی سات آٹھ سال کے عرصہ میں مڈل سکول سے ہائی سکول ہوا گزشتہ سال تعداد طلباء ۱۳۹ تھی۔ اس سال ۱۵۷ ہے ان میں ۹۶ مسلمان باقی دیگر مذاہب کے طلباء ہیں۔ آمدنی سال حال ۶۲۹ء اور خرچ ۸۳۳ روپیہ بقایا یہ سال گزشتہ آمدنی ۳۶۸۱ اور خرچ ۶۸۷۰ ہوا ہے۔ یعنی گزشتہ سال انجمن نے ۳۱۹۹ اور اس سال ۲۱۹۷ روپیہ آمد سے زائد خرچ اپنے پاس سے دیا۔ اس سال گزشتہ سال کی نسبت ۱۹۵۸ روپے آمد اور ۵۸۹ خرچ زیادہ ہوا ہے۔ سکول سٹاف میں لائق اور قابل اساتذہ ہیں۔ سنسکرت بھی پڑھائی جاتی ہے اور ہندو بورڈنگ ہوس کے اجرائی انجمن نے منظوری دیدی ہے ۲۵ء میں ۵۷ فیصدی ۲۶ء میں ۳۷ فیصدی ۲۷ء میں ۴۷ فیصدی اور ۲۸ء میں ۷۷ فیصدی نتائج پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات انٹرنس میں رہے۔

طلباء کے مطالعہ کے لئے ریڈنگ روم میں انگریزی و دیگر زبانوں میں ۹۶۰ کتابیں موجود ہیں۔ اور گیارہ اخبار و رسائل آتے ہیں۔ سکول کے ساتھ ۵۰ کنال اراضی ہے۔ جہاں گراؤنڈز موجود ہیں اور جنگل میں اس وسیع فضا کے اندر تفریح طبع کا سامان موجود ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر جلسہ نے طلباء میں انعام تقسیم کئے۔

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کی تقریر

اسکے بعد محمد یعقوب خاں صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن نے صدر جلسہ اور حاضرین کی تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کیا۔ اور بیان کیا کہ جناب ڈپٹی کمشنر بہادر کا وقت بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ آپکو حاکم ضلع ہونے کی وجہ سے بے شمار کام ہیں۔ اور عدیم الفرصت ہیں۔ بایں اس جلسہ میں آپ کا شرکت فرمانا بتاتا ہے کہ آپ کو تعلیمی کاموں سے بڑی دلچسپی ہے (حاضرین نے چیرز سے اس کی تصدیق کی۔) ہماری اس درسگاہ کے دروازے ہر مذہب کے بچوں کے لئے کھلے ہیں۔ ہم دل سے ممنون ہیں کہ ہم کو ہمارا تعصب نہیں۔ (ان الفاظ پر صاحب صدر اور حاضرین بہت خوش ہوئے اور چیرز کی آواز سے میدان گونج اٹھا) حاکم ضلع کے پاس لوگ بہت درخواستیں دیا کرتے ہیں۔ میں انجمن کے سکرٹری کی حیثیت سے صاحب بہادر کی خدمت میں ایک درخواست کرتا ہوں مگر وہ مربعوں کے لئے نہیں۔ چونکہ اس سکول کی عمارت ناکافی ہے۔ اور ہمارے پاس ڈسٹرکٹ بورڈ کی ایک عمارت برائے نام کرایہ پر ہمارے پاس ہے۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ مفت یا معمولی قیمت پر وہ عمارت انجمن کو دلا دی جائے۔"

جناب ڈپٹی کمشنر بہادر کا جواب

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس درخواست کا یہ جواب دیا کہ "مجھے اس امر سے خوشی ہوئی کہ یہ درسگاہ بلا تمیز ہر مذہب و ملت کے بچوں کے لئے کھلی ہے۔ مربع دینا میرے اختیار میں نہیں۔ ایسے سادہ عمارت دیدینا بھی میرے اختیار میں نہیں ہے تاہم میں ڈسٹرکٹ بورڈ والوں سے دریافت کروں گا اگر کوئی زیادہ مشکلات نہ ہوئیں تو میں ضرور سفارش کروں گا۔" اس پر جلسہ برخاست ہوا۔

ڈنر اور ڈرامہ

شام کو ۷ بجے ڈاک بنگلہ ریلوے میں سکول کی طرف سے ڈنر دیا گیا اس کے بعد سب لوگ ڈرامہ دیکھنے کے لئے سکول میں تشریف لے آئے۔ جہاں چند ایک پارٹ ڈرامہ کے دکھائے گئے۔ جنھیں دیکھکر صاحب بہادر اور دیگر لوگ بہت خوش ہوئے۔ اور ۹ بجے کی گاڑی سے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سیالکوٹ واپس تشریف لے گئے۔ اور جلسہ بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

قطعہ تاریخ وفات

(عزیز زیرک فرزند چودھری غلام حیدر خاں صاحب رئیس بدوملہی)

ہمیں نہایت افسوس ہے۔ کہ ذیل کا مضمون اور قطعہ تاریخ جو ہمارے مکرم دوست چودھری غلام حیدر خاں صاحب رئیس بدوملہی کے پانچ سالہ لخت جگر کی وفات حسرت آیات سے متعلق ہے جلد شائع نہ ہو سکا۔ عزیز مرحوم کی وفات حادثہ جانکاہ میں ہم چودھری صاحب موصوف اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں نعم البدل عطا فرمائے۔ (ملایر)

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

۱۷ فروری ۱۹۲۹ء کی وہ پُر حسرت ساعت مجھے کبھی فراموش نہ ہوگی جب عزیز زیرک کو سپرد خاک کیا۔ اس چاند کے ٹکڑے کو ڈھیروں مٹی کے نیچے دبا دیا۔

آہ! اس روز بدوملہی اور کوٹ کے در و دیوار سے شیون و بکا کی دلسوز آواز آ رہی تھی۔ اور ہر مرد و زن کے چہرے پر اداسی چھا رہی تھی۔

مرحوم چودھری غلام حیدر خاں صاحب کا پانچ سالہ لڑکا تھا۔ در نصیر صاحب کا چھوٹا بھائی۔ اس کی جدائی یوں تو ہر ایک کو شاق تھی نصیر صاحب کو ایسا صدمہ ہوا۔ کہ جس کی وجہ سے وہ بیہوش ہو گئے رکھر پھر کو ان کی فکر پڑ گئی۔ آخر ڈاکٹر نے خواب آور دوا پلا کر ان کو جنازہ میں شامل ہونے سے روک دیا۔

مرحوم کو نمونیا ہو گیا تھا سب علاج کئے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا سچ ہے ؎

گر مرض ہو دوا کرے کوئی
مرنے والوں کا کیا کرے کوئی

اس سے پہلے ظہیر و ضمیر کے صدمات کچھ جانکاہ ہی میں کم نہ تھے مگر کیا جائے۔ خدا کی مرضی پر انسان کو اپنی گردن جھکانی ہی پڑتی ہے۔

ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ در دہد یک داغ نیک نشد شد داغ دگر دہد

قطعہ تاریخ

آہ مرگ زیرک لخت جگر ؛ آمد از غیب صدائے وائے وائے
سال تلخ ترش منقوط آمدہ ؛ مرگ زیرک داغ شد ائے وائے وائے

۱۳۴۷ ہجری

خبریں

—— پشاور ۲۶ فروری۔ آئندہ پروگرام کا فیصلہ کرنے کے لئے جنرل نادر خاں اور مقامی افغان جماعت کے رہنماؤں نے آج ایک پرائیویٹ جلسہ کیا۔ کارروائی جلسہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ جنرل نادر خاں کو اپنا پروگرام تبدیل کرنے پر آمادہ کیا جا سکے گا۔ تاکہ وہ شنواری علاقہ کو جانے کی بجائے پہلے قندھار جائیں

—— آج ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک نمائندہ نے سردار محمد علی خاں برادر جنرل نادر خاں سے ملاقات کی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی جماعت کابل جا رہی ہے یا قندھار؟ تو آپ نے فرمایا کہ سردست ہم جلال آباد جائیں گے۔ جہاں ہم افغانستان میں امن و امان بحال کرنے کے لئے جو کارروائی مناسب خیال کریں گے عمل میں لائیں گے۔ یہ سوال کرنے پر کہ آپ ذاتی طور پر شاہ امان اللہ کے طرفدار ہیں یا ان کے خلاف؟ سردار صاحب نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب دینا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ احتمال ہے کہ بحیثیت امن قایم کرنے والوں کے ہماری پوزیشن پر کوئی ناگوار اثر پڑے اور جو کوشش ہم اس نیک مقصد کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں نقص واقع ہو۔

—— پشاور ۲۷ فروری۔ جنرل نادر خاں کی صحت پہلے سے بہتر ہے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ ایک قابل اور تجربہ کار جرنیل کی طرح اپنے تمام ارادوں کو صیغہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن فری پریس کو جو کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ سر دست قندھار نہیں جائیں گے۔ بلکہ جلال آباد تشریف لے جائیں گے۔

—— پشاور ۲۷ فروری۔ مولانا ظفر علی آف زمیندار جنرل نادر خاں کے ساتھ پشاور گئے تھے۔ کل شام ۴ بجے حکومت صوبہ سرحد کا ایک حکم ان کے نام موصول ہوا۔ کہ آپ کا قیام امن عامہ کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے آپ صوبہ کو فی الفور چھوڑ دیں۔

—— کوئٹہ ۲۷ فروری۔ سردار غلام صادق خاں جو ہرات گئے تھے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ ۱۸ بڑے ہوائی جہاز بھی لائے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے چھ جہاز تو شاہ امان اللہ کے اپنے ہیں۔ اور باقی ماندہ بارہ جہاز اب خریدے گئے ہیں۔ ان جہازوں کے متعلق قندھار پہنچتے ہی شاہ موصوف نے حکومت روس کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی تھی۔

—— معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ برابر فوجی طیاریوں میں مصروف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو روپے کی اشد ضرورت ہے۔

—— ماسکو ۲۷ فروری۔ تبریز کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ کابل سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر "میدان" کے قریب شاہ امان اللہ اور بچہ سقہ کے حامیوں میں جنگ شروع ہو گئی ہے یہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہے۔

—— پشاور ۲۶ فروری۔ آج افغان ٹریڈ ایجنٹ کی وساطت سے جنرل نادر خاں کے پاس شاہ امان اللہ کا برقی پیغام موصول ہوا۔ جس میں جنرل موصوف سے قندھار آنے کی درخواست کی گئی ہے۔ اس پیغام کے جواب میں اعلان کیا گیا کہ جنرل نادر خاں نے شاہ امان اللہ کے ارشاد کی تعمیل کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ جنرل موصوف معہ اپنے بھائیوں کے عنقریب قندھار کو روانہ ہو جائیں گے۔

—— پشاور ۲۶ فروری۔ آج آزاد علاقہ کے مہمندوں اور آفریدیوں کا ایک وفد جنرل نادر خاں کی خدمت میں پیش ہوا۔ وفد نے صاف طور پر ان سے کہدیا کہ آپ کو شاہ امان اللہ کی مدد کے لئے قندھار جانا چاہیئے۔ اگر آپ اور کہیں گئے تو ہم آپ کی مخالفت کریں گے اور آپ کی سرگرمیوں میں روڑے اٹکانے کی کوشش کریں گے۔

—— پشاور ۲۸ فروری۔ سردار علی احمد جان سابق گورنر جلال آباد آج گیارہ بجے یہاں پہنچے۔ ان کا ارادہ قندھار جانے کا ہے۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ شاہ امان اللہ کے لئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کو تیار ہوں۔

—— پشاور یکم مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ سردار علی احمد جان نے قندھار میں شاہ امان اللہ کو تار دیا ہے۔ کہ میں علاج کے لئے پشاور آیا ہوں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ اپنا آئندہ پروگرام شاہ موصوف کی ہدایات کے مطابق مرتب کریں گے۔

—— پشاور یکم مارچ۔ جنرل نادر خاں نے قبائل کے نام ایک

حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر قرآنی سے اختلاف

ایڈیٹر الفضل کے مطالبہ کا جواب

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور حضرت مسیح موعودؑ

سید امجد علی شاہ صاحب پراسیکیوٹنگ انسپکٹر رہتک کے قلم سے

قادیانی اصحاب کا مطالبہ

حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ناصری کی بن باپ ولادت کے قائل تھے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ . . . . مسیح علیہ السلام کی پیدائش کو عام سنت اللہ کے ماتحت سمجھتے ہیں یعنی اُن کے باباپ ولادت کے قائل ہیں۔

قادیان کے احمدی اصحاب اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کہ مولوی صاحب درحقیقت حضرت مسیح موعود کو حکم نہیں مانتے۔ زبان سے ایسا اقرار دنیا کو دھوکا دینے کے لئے کرتے ہیں۔ خود مسیح موعود سے زیادہ فہمِ قرآن کے مدعی ہیں۔ نہایت جسارت اور سینہ زوری سے قرآن اور حدیث کو مسیح موعود کے عقیدہ کے خلاف بتاتے ہیں۔ اور جناب مولوی صاحب کے اس جواب کو کہ قرآنِ کریم کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود سے اختلاف کیا جا سکتا ہے ایک بیہودہ اور لغو عذر سمجھتے ہیں اس کی مذمت کے لئے اُن کے پاس الفاظ نہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ اس کے خلاف لکھنے والا کبھی حق و صداقت کا حامل نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب کے اس جواب کو کہ "حضرت صاحب کی زندگی میں حضرت مولوی نورالدین صاحب قرآن کریم کا درس دیتے تھے اور وہ معنے کرتے تھے جو حضرت صاحب نہیں کرتے تھے" مولوی صاحب موصوف کا حضرت مولانا نورالدین صاحب کو "اپنے شرمناک فعل میں شریک کرنا" بتاتے ہیں۔ اور اس فعل کو ایک "ستم" قرار دیتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ "حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے وہ معنے پیش کریں جو اُنہوں نے جان بوجھ کر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کے خلاف کبھی اپنے درس میں کئے ہوں"۔ (ملاحظہ ہو اخبار الفضل ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء)

حضرت مسیح موعود کی پوزیشن

اس وقت میرے مدِ نظر صرف اس حوالے کا پیش کر دینا ہی نہیں جس سے حضرت مولانا نورالدین مرحوم کا اختلاف حضرت مسیح موعود سے ثابت ہو۔ بلکہ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ سب سے پہلے ہمیں حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ دونوں جماعتوں کے اختلافات درحقیقت حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کے متعلق زاویہ نگاہ کے اختلاف کا نتیجہ ہیں۔ تحقیر ہمیشہ ہر شخص کے منصب کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے۔ ایک نائب السلطنت کے متعلق یہ کہنا کہ اس کو شاہی اختیارات حاصل نہیں ہرگز ہرگز اس کی تحقیر یا گستاخی نہیں۔ لیکن بادشاہ کے متعلق ایسے الفاظ کہنا واقعی تحقیر اور گستاخی ہے۔ اگر مسیح موعود اس مقام پر ہیں کہ آپ کی ہر ایک تفسیرِ قرآنی سے خواہ وہ کسی رنگ میں کی گئی ہو اختلاف کرنا جائز ہو۔ تو حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طرف ایسا جرم منسوب کرنے سے جناب مولوی محمد علی صاحب کی بریت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر بریت ہو سکتی ہے تو اسی صورت میں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا صاحبؑ کا حقیقی مقام وہ نہیں کہ ہر حالت میں آپ کی تفسیر سے اختلاف تحقیر یا جرم ہو پس قبل اس کے کہ ایسا حوالہ دیا جاوے جس سے کوئی غلطی سے یہ نتیجہ نکال سکے کہ جناب مولوی نورالدین صاحب بھی حضرت مسیح موعود کی تحقیر کے نعوذ باللہ مجرم ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کے متعلق مختصر طور پر اپنا وہ عقیدہ دُہرا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو واضح کر دیتا ہے۔

ہمارے عقاید

ہم جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو مجدد مانتے ہیں اور تمام مجددین اور اولیاء سے عالی رتبہ خیال کرتے ہیں۔ فرمانِ رسول "علمائے اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل" کے مطابق آپ کا درجہ ہم انبیائے بنی اسرائیل سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے۔ بلکہ جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے ھو افضل من بعض الانبیاء باوجود ولی ہونے کے حضرت مسیح موعود کو بعض انبیاء پر جزوی فضیلت حاصل ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ امتِ محمدیہ میں مسیح موعودؑ کی آمد کا وعدہ ہے۔ وہ مسیح موعود درحقیقت اسی زمانہ کے مجدد کا خطاب ہے۔ اور یہ خطاب دینے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی اس کو خود جناب مرزا صاحب نے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نامِ من بنہادہ اند

پھر فرمایا ؎

چوں کہ افرازستم بپرستد مسیح را
غیورئ خدا بسرِش کرد ہمسرم

پھر فرمایا ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت میں کئی مہدیوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ ہم جناب مرزا صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق یقین کرتے ہیں جس میں لا مہدی الا عیسیٰ کی تخصیص آنحضرت نے فرمائی ہے۔ اور اس کا پتہ رجل من ابناء فارس سے دیا ہے۔ اور اس لئے ہم ان کو "مہدی معہود" یقین کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے ارشاد لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا اولیاء اللہ کو اس دنیا میں مبشرات عطا ہوتے ہیں۔ اور فرمانِ رسول لم یبق من النبوت الا المبشرات کے مطابق جو نبوت کہ اس امت کے افراد میں ختم نبوت کے بعد جاری رہ سکتی ہے یعنی محدثیت ہم اس نبوت کا مرزا صاحب کو بہ تمام و کمال وارث یقین کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۳۸ پر فرمایا ہے: "ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرت المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنت . . . . ولعنۃ اللہ علیٰ من ادعیٰ خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعہا لعنۃ الناس والملائکۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ میری نبوت سے کچھ نہیں۔ مگر کثرت مکالمہ و مخاطبہ اور وہ اہلِ سنت کے بزرگوں کے نزدیک مسلم ہے . . . . . . اور لعنت ہو اللہ کی اس پر جس نے اس سے زیادہ ذرہ برابر دعویٰ کیا ہو۔ اور اس کے ساتھ لوگوں کی اور ملائکہ کی لعنت ہو"۔ اور یہ نبوت درحقیقت ولایت ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحبؑ نے خود مواہب الرحمٰن میں جس کا آپ نے خود حوالہ دیا ہے صفحہ ۶۶ پر فرمایا ہے "خدا را مکالمات و مخاطبات است بہ اولیاء خود دریں امت و ایشاں را رنگِ انبیاء دادہ میشود و درحقیقت انبیاء نیستند۔ یعنی خدا کا مکالمہ و مخاطبہ اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ ہے۔ اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے۔ اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے"۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ نبوت ایسی نہیں ہے جس کو نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو۔ جیسا کہ خود حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا . . . کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں" تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰

مسیح موعود کے اجتہادی احکام

ہم مرزا صاحب کو حکم اور عدل مانتے ہیں جو تفسیر قرآن کریم کی آپ نے بر بنائے وحی، ولایت و الہام کی ہے۔ اس کو قطعی اور یقینی مانتے ہیں اور اس سے اختلاف جائز نہیں سمجھتے۔ جو تفسیر آپ نے اپنے اجتہاد سے فرمائی اس کو قابلِ عزت سمجھتے ہیں۔ مگر اس سے اختلاف کو ناجائز نہیں سمجھتے جیسا کہ حضرت مولانا نورالدینؓ کے عمل سے میں ابھی ظاہر کروں گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی آیات کے معنے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کرنے کا مجاز ہے۔ بشرطیکہ اصول اسلام اور قرآنِ کریم کے بیّنات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یقینی فرمان کے وہ مخالف نہ ہوں۔ یہی مذہب حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب و حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کا تھا جس کا ثبوت میں ابھی پیش کروں گا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے امدادی فرشتے تھے اور یہ شرف کسی اور کو حاصل نہیں۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو حکم و عدل مانتے ہیں۔ جن عقاید کی غلطیاں آنجناب نے بذریعہ وحی و الہام اطلاع پا کر ظاہر فرمائی ہیں ان کے غلط ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ کبھی صحیح ثابت نہ ہوں گی۔ جیسا کہ مسئلہ وفات مسیح (اس کی تائید میں حضرت مرزا صاحبؑ کی تحریر بعد میں پیش کروں گا) جو احکام جناب مرزا صاحبؑ نے اپنے اجتہاد سے جاری فرمائے ہیں ان سب کو واجب العمل سمجھتے ہیں۔ لیکن اس بات کا امکان باقی رکھتے ہوئے کہ حالات کے بدل جانے سے ان احکام میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ جب کہ حکم کی نوع کو قائم رکھا جاوے۔ جیسے جہادِ سیف کو حضرت مسیح موعود نے وجوہ جہاد کے معدوم ہونے کی وجہ سے ملتوی کر دیا۔ اگر دوبارہ جہاد کی وجوہ پیدا ہو جائیں یعنی دینِ اسلام کو تلوار سے مٹانے کی کوشش کی جائے تو مسیح موعودؑ کا یہ حکم بھی بدل جائے گا۔

مخالفین کے متعلق ہمارا خیال

حضرت مرزا صاحب کو ہم اس زمانہ میں تجدید دین کے لئے مامور مانتے ہیں اور حفاظتِ دین کے لئے آنجناب کی آواز پر جن لوگوں نے حرکت نہیں کی اُن کو مخلفون خیال کرتے ہیں یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز پر خدمتِ دین کے لئے امداد کا ہاتھ نہیں بڑھایا جس کے لئے وہ بارگاہ الٰہی میں جواب دہ ہوں گے۔ اور یہ امر صرف جناب مرزا صاحب کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر اپنے زمانہ کے امام کی معیت کو ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہی حقیقت ہے اس فرمانِ رسولؐ کی کہ جس نے وقت کے امام کو نہیں پہچانا وہ جہالت کی موت مرا۔

مطالبہ الفضل کی کڑی شرط

اس مسلک کو واضح کرنے کے بعد وہ حوالہ نقل کرتا ہوں۔ ایڈیٹر صاحب الفضل نے ایک نہایت کڑی شرط اپنے مطالبہ میں لگائی ہے جس کا پورا کرنا بظاہر ناممکنات میں سے تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحبؑ اور جناب مولوی نورالدین صاحبؓ کے کئی آیات کے مختلف معنے کئے ہوئے مل جاویں گے۔ اس لئے حوالہ دینے والے کے ذمہ یہ بارِ ثبوت ڈال دیا کہ حضرت مولوی صاحب نے ایسی حالت میں اختلاف کیا ہو کہ انہیں معلوم ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے جو معنے کئے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔ مگر حق بات کی تائید کے سامان قدرت خود بخود مہیا کر دیتی ہے۔ خدا کی شان نہ صرف اس بات کا ہی ثبوت خدائے تعالیٰ نے مہیا کر دیا کہ حضرت مولوی صاحب کو یہ معلوم تھا کہ ان کے کئے ہوئے معنے حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف ہیں۔ بلکہ یہ بھی اس سے ثابت ہے کہ حضرت مولوی صاحب کو یہ بھی علم تھا کہ حضرت مسیح موعود کے معنی محض سادہ اجتہاد کی بنا پر نہیں۔ بلکہ جناب الٰہی سے انکشاف کی بنا پر ہیں چنانچہ وہ حوالہ حسبِ ذیل ہے

جناب مولانا نورالدین صاحب کا اختلاف حضرت مسیح موعودؑ سے

حضرت مولانا مرحوم اوکالذی مرّ علیٰ قریۃ وھی خاویۃ علیٰ عروشھا قال انّی یحیی ھٰذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت الی آخرہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل جب شرارت میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تو خدا تعالیٰ نے ان پر ذلت اور مسکنت لیس دی۔ وہ بابل میں جلاوطن کئے گئے۔ پھر جب اُنہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا تو ان میں حزقیل۔ عزرا، دانیال سے برگزیدہ پیدا ہوئے۔ حزقیل نے ان کے لئے بہت دعائیں کیں اور گھبرا کر پکار اٹھے کہ اب یہ مُردہ قوم کب زندہ ہو گی۔ یہ ویرانہ کب آباد ہو گا . . .

قیامت کا ہول

ایک سیاہ سیارہ

قیامت کے متعلق ہیئت دانوں کا نظریہ

سر جیمس جینز سیکرٹری برٹش رائل سوسائٹی نے تخمینہ کیا ہے کہ دس کھرب سال میں کرۂ ارض کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اس میں زمین کا کچھ قصور نہ ہوگا۔ بلکہ آفتاب کافی روشنی اور حرارت بہم پہنچانے سے رہ جائے گا ایک صدی کا گزرا الیپس نے ریاضی کی رو سے ثابت کیا تھا کہ نظام شمسی ایک پائدار شے ہے جس کا خاتمہ کسی بنیادی کمزوری کی وجہ سے نہیں ہوگا۔ اگر کوئی تباہی آئی تو نظام شمسی کی حدود کے باہر سے اور غالباً اس خلائے عظیم سے آئے گی۔ جہاں روشنی بھی چار سال سے کم عرصہ میں نہیں پہنچ سکتی۔

ممکن ہے کہ کوئی بہت بڑا سیاہ سیارہ نظام شمسی کے قریب آجائے اور اس میں داخل ہو کر بہت کچھ گڑبڑ پیدا کرے۔ اس قسم کا ستارہ بہت برسوں پہلے نمودار دکھائی دے گا سکرتہ زمین کے ساتھ اس کے تصادم کا تو کوئی امکان نہ ہوگا۔ لیکن اس سے بالواسطہ طور پر تباہی آسکے گی۔

علم ہیئت میں ایک پرانا مسئلہ چلا آتا ہے اسے "تین اجرام کی حرکت" کہتے ہیں۔ یعنی تین متحرک بڑے کرے۔ جن کی ضخامت اور فاصلہ ہمیں معلوم ہو۔ تو ہم ان کے مستقبل کے متعلق صحیح پیشگوئی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ہمارے ہمسایہ سیاروں کا تعلق ہے ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن مشتری اور مریخ کے درمیان ایک پردہ ہے جس میں ہزارہا چھوٹے چھوٹے سیارے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کا قطر سو میل سے زیادہ نہیں۔ یہ سیارے آسانی سے بھٹک سکتے ہیں۔ اور اگر وہ مل کر ایک ہو گئے تو خدا جانے کیا ہو۔

یہ چھوٹے سیارے کسی بڑے سیارے کے ٹوٹنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو مشتری اور مریخ کے درمیان گردش کیا کرتا تھا سو اس ڈھنگ سے گردش کرتا تھا جس طرح ایک پتہ بھنور میں۔ اگر ان میں سے دو سیارے ایک دوسرے سے مخالف سمت میں گردش کرتے ہوئے ٹکرا جائیں۔ تو ریزہ ریزہ ہو جائیں اگر ان کے ملبہ کو یا آفتاب کھینچ لے یا وہ زمین کی طرف آئے تو زمین کی خیر نہیں۔ لیکن خیریت ہے وہ ایک ہی سمت میں گردش کرتے ہیں۔ زحل کا ایک چھوٹا چاند الٹی گردش کرتا ہے۔ اور اسی طرح مشتری کے آٹھ چاند اور یورینس کے تمام چاند الٹی ہی چلتے ہیں۔ اور اس لئے اکثر تصادم ہی ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی رات نہیں گذرتی جب کہ آسمان سے کوئی نہ کوئی پتھر زمین پر نہ گرتا ہو۔ رنڈولا میں ایک بڑے قطر کا ایک غار ہے جو ایک شہاب ثاقب کے گرنے سے بنا ہے . . . . . یہ غار ایک ہزار فٹ گہرا ہے۔ مگر یہ واقعہ امریکہ کی دریافت سے پہلے کا ہے۔

پس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کوئی ستارہ آئندہ ٹوٹ کر نہ گرے گا۔ ایک چھوٹا سیارہ سیرس ہے جس کا وزن زمین کے وزن سے ۸۰۰۰ ہزار حصے کم ہے۔ اگر وہ اپنے مدار پر ٹھہر جائے تو آفتاب اسے کھینچ لے گا۔ اول آہستہ آہستہ جائے گا۔ اور پھر بڑی تیزی سے۔ اگر زمین اس کے راستے میں آگئی تو تصادم سے ایسی حرارت پیدا ہوگی کہ زمین سرخ انگارہ بن جائے گی۔ اس صورت میں کوئی جاندار شے زمین پر زندہ نہ رہیگی۔ اور پھر کئی صدیوں میں ٹھنڈی ہونے کے بعد زمین آبادی کے قابل ہو سکیگی۔ لیکن پھر زمین کی شکل و صورت کچھ اور ہی ہوگی۔ ممکن ہے کہ سمندروں کی نسبت خشکی زیادہ ہو جائے۔ لیکن جس وقت اس قسم کا حادثہ ہوگا۔ تو اس سے مہینوں پہلے اس کا نوٹس مل جائیگا۔ ہیئت دانوں کا فرض ہے کہ آسمان دیکھتے رہیں۔ اگر چھوٹے سیاروں کی گردش میں کوئی بے قاعدگی پیدا ہوئی تو انہیں فوراً معلوم ہو جائے گی اور وہ تصادم کا ٹھیک وقت حساب کر کے بتا دیں گے اور یہ بھی بتادیں گے کہ زمین کی کس سمت میں سیارہ کی ٹکر ہوگی۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی روانگی کشمیر

جناب خواجہ صاحب ۵ رمئی کو بغرض تبدیل آب و ہوا کشمیر تشریف لے گئے ہیں۔ ممدوح کی صحت ابھی قابل اطمینان نہیں ہے ضعف و ناتوانی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ خواجہ صاحب کی بحالی صحت کے لئے اور دل سے دعا کریں۔ خواجہ صاحب نے روانگی سے قبل سنا ہے کہ کچھ وصیت بھی کی ہے اور انجمن کی لائبریری کے لئے بشیر بادشاہ ہال بھی دیدیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ خواجہ صاحب کو خدمت دین و ملت کے لئے تا دیر حیات [illegible]

خبریں

—— پشاور۔ ۳۰ر اپریل۔ خبر ہے کہ شاہ امان اللہ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص بچہ سقہ کو گرفتار کر کے پیش کرے گا اُسے چالیس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

—— پشاور۔ ۳۰ر اپریل۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ جنرل نادر خاں ابھی تک گردیز میں سردار غیاث الدین کے پاس گرفتار ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ افواہ ہے کہ انہیں ایک سردار چھڑا کر لے گیا ہے۔

—— بمبئی۔ ۳۰ر اپریل۔ بمبئی کی ہڑتال کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح یہ اچانک شروع ہو گئی تھی۔ اسی طرح یہ اچانک ختم ہوگی۔ افواہ ہے کہ گورنر جنرل اس معاملہ کے متعلق گورنمنٹ بمبئی کے ساتھ گفت و شنید کر رہے ہیں۔ اور عنقریب وہ بمبئی آئیں گے تا کہ سرمایہ داروں اور مزدوروں میں مصالحت کرانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔

—— ٹل۔ ۳۰ر اپریل۔ کابل کی خبر ہے کہ جنرل نادر خاں اور بچہ سقہ کی فوجوں کے درمیان لوہگڈھ کے مقام پر ایک نہایت ہی خونریز لڑائی ہوئی۔ بچہ سقہ کے دو ہزار سپاہیوں میں سے کئی سو کرچوں سے قتل کر دئے گئے۔ اور کئی نادر خانی فوج میں آملے۔

—— لاہور۔ ۳۰ر اپریل۔ افغانستان کے سابق وزیر تجارت سردار عبد الہادی خاں کابل سے بھاگ کر قندھار جا رہے ہیں۔ آج کل لاہور میں نیڈو ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔ اُنہوں نے ایک ملاقات میں کہا کہ بچہ سقہ تخت کابل پر چند روز کا مہمان ہے۔ کیونکہ اس پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔

—— راولپنڈی۔ ہندو سبھا نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ لالہ ہرکشن نے اپنی تقریر میں جو یہ کہا ہے کہ میں نے گائے کے گوشت کا شوربا پیا ہے اس کی بنا پر وہ اپنے آپ کو ہندو نہیں کہلا سکتے۔ سبھا نے لالہ جی موصوف کو متنبہ کیا ہے کہ وہ ہندوؤں کی نمائندگی کرنا چھوڑ دیں۔

—— افواہ ہے کہ بچہ سقہ محمد عالم شنواری اور محمد عمر مفرور کے ساتھ ہندوستان میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق اُس نے حکومت ہند کے ساتھ گفت و شنید بھی شروع کر دی ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ اندور کے نئے مہاراجہ جو انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جولائی میں اپنی ریاست میں واپس آجائیں گے۔

—— میمن سنگھ (مشرقی بنگال) یکم مئی۔ حسین پور میں نہایت ہی خوفناک اور تباہ کن طوفان آیا جس سے تھانہ پولیس۔ ڈاکخانہ ہائی سکول بہت سی دکانیں اور گودام اڑ گئے۔ اور دریائے برہم پتر میں بہت سی کشتیاں غرق ہو گئیں۔ بیسیوں آدمی زخمی اور تین ہلاک ہوئے۔ لاکھوں کا نقصان ہوا۔

—— جون پور میں ایک ڈاکٹر نے امتحان میں فیل ہو جانے سے خودکشی کر لی۔

—— اخبارات میں خبر شائع ہوئی تھی کہ حکومت نظام نے پنڈت مالویہ کو حیدر آباد آنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اب اس خبر کی پنڈت جی کی طرف سے تردید ہو گئی تھی۔ پنڈت جی ہندو یونیورسٹی کے لئے حضور نظام کی مالی مدد اور ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے مگر مقررہ تاریخ پر حضور نظام پنڈت جی کو بشرف ملاقات نہیں بخش سکتے تھے۔ کیونکہ حیدر آباد سے باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لئے پنڈت جی نے حیدر آباد جانے کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔ حکومت نظام کی طرف سے انہیں صرف اس قدر ہدایت ہوئی تھی کہ وہ ہندو سنگھٹن یا شدھی پر تقریریں نہ کریں۔

—— ٹل۔ ۳۰ر اپریل۔ آج چند وزیری مسافروں سے اطلاع ملی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے جملہ وزیریوں اور محسودوں کے نام پیغام بھیجا ہے کہ وہ بہت جلد غزنی پہنچیں۔

—— اخبار انقلاب رقمطراز ہے کہ اب افغانستان کی صورت حالات نہایت امید افزا ہے۔ شاہ امان اللہ خاں کی فوجیں آہستہ آہستہ لیکن نہایت ثبات سے کابل کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ جرنیل نادر خاں بھی اپنی فوجیں ساتھ لے کر اب ان پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔

—— پشاور۔ ۳ر مئی۔ سرحدی علماء کا وفد ابھی تک مہمندوں کے علاقہ میں ہے۔ ۲۹ر اپریل کو یہ وفد سرکانہ وارد ہوا۔ جہاں شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ ملا چکنور نے دعوت مناظرہ منظور کر لی ہے۔ اور اب وہ سرکانہ روانہ ہو گیا ہے۔

—— پشاور۔ یکم مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت اردو کو عربی رسم الخط کی بجائے رومن رسم الخط میں لے آنے کے معاملہ پر غور کر رہی ہے۔ اس بارہ مقامی حکمتوں کا مشورہ بھی طلب کیا گیا ہے۔ مگر معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے۔ اخبارات کی رائے ہے۔ چونکہ یہ معاملہ نہایت اہم ہے اس لئے اس پر حکومت کو اچھی طرح سے غور کرنا چاہئے۔

—— لنڈن۔ ۳۰ر اپریل۔ آج دار العوام میں مسٹر سکلت والا کے جواب میں ارل ونٹرٹن نے کہا کہ دہلی کے حادثہ بم کے متعلق مزید اطلاعات موصول نہیں ہوئیں۔ مسٹر سکلت والا نے بات کاٹ کر یہ تجویز پیش کی کہ تفتیش کا کام سرکاری حکام اور ملازمین کے حلقے میں بھی کیا جائے جن کو اس مضحکہ خیز بم کے متعلق واقفیت ہے۔ اس پر مسٹر ارل ونٹرٹن نے کہا کہ میں نہایت زور سے اس قیاس آرائی کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ کہ بم حکومت کے اشارے سے پھینکا گیا ہے۔ مسٹر سکلت والا نے جواب میں کہا کہ عام رائے کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے۔ خواہ وہ خوشگوار ہو یا ناخوشگوار۔

—— لنڈن۔ ۳۰ر اپریل۔ مصری حکام نے سوویٹ روس کی ایک کوشش کو بے نقاب کیا ہے۔ جو مصر میں بولشوزم کے پروپیگنڈا کا مرکز قائم کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ اس تحریک کے دو رہنماؤں میں سے ایک کو جلا وطن کر دیا گیا ہے دوسرا حکومت مصر کی درخواست پر خود بخود ملک چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

—— کابل سے آمدہ ایک مسافر کا بیان ہے کہ کابل کے چاروں طرف جنگ جاری ہے اور ہر روز بہت سے زخمی دار الحکومت میں لائے جاتے ہیں۔ اُس کا بیان ہے کہ کابل میں سخت قحط رونما ہو رہا ہے۔ اور خزانے پر سابق حکومت افغانستان کے قرضہ کی کفالت کے طور پر روسیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔

—— تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ ترکی۔ روسی۔ جرمن اور ایرانی سفارتیں ابھی تک کابل میں موجود ہیں۔

—— ۲ مئی کو بم قتل اور سرخ خطوط اور لٹریچر کے سلسلہ میں لاہور۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ بنارس اور الہ آباد میں بہت خانہ تلاشیاں اور گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔

—— کوئٹہ ۲ر مئی۔ شاہ امان اللہ خاں کی ہمشیرہ محترمہ شہزادی نور السراج دربار قندھار کے متعدد ارکان کی معیت میں کوئٹہ وارد ہوئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے سفر کے متعلق برطانوی حکام کے ساتھ پہلے انتظام ہو چکا ہے۔

—— ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں اسلام پر جو بے بنیاد حملے کئے گئے ہیں ان کی تائید میں چوتھی ایم اے نے ایک کتاب "چودھویں کا چاند" لکھی تھی۔ جس میں اسلام و قرآن کریم پر لغو اعتراض کئے گئے ہیں۔ اس کی بہت سی کاپیاں راجپال گورو کل کے جلسہ میں بھی فروخت کرتا رہا تھا۔ افواہ ہے کہ حکومت پنجاب اس کتاب کی ضبطی کے احکام جاری کرنے والی ہے۔

—— انگلستان کی مزدور پارٹی کی تجویز ہے کہ وزیر ہند کے عہدے پر کسی ہندوستانی کو فائز کیا جائے۔

—— کراچی ۲ر مئی۔ حاجیوں کے جہاز جہانگیر کی گمشدگی کے متعلق تمام اطلاعات بے بنیاد ہیں۔ یہ جہاز ۵ر اپریل کو جدہ پہنچ گیا تھا۔ "شجاع" ۲۰ر اپریل کو وہاں پہنچا۔

—— دہلی ۴ر مئی۔ ڈاکٹر ستیہ پال جو لاہور میں گرفتار ہوئے تھے آج پولیس کی حراست میں دو ہزار کی ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ لالہ دیش بندھو گپتا ڈائرکٹر اخبار "تیج" نے ضمانت دی۔ اس کے علاوہ دو ہزار روپے کے مچلکے بھی لئے گئے۔ ڈاکٹر صاحب آج دوپہر کو فرنٹیر میل سے روانہ ہو گئے۔

—— بندے ماترم اس خبر کی صحت کا ذمہ دار ہے کہ لاہور کے کارخانہ بم سازی کے سلسلہ میں گرفتار ہونے والا ایک ملزم سکھ دیو پولیس کا اقبالی بن گیا ہے۔ لیکن ابھی اسے وعدہ معافی نہیں دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ پولیس ابھی اس کے بیانات کی صحت کا امتحان کر رہی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سکھ دیو نے اپنے بیان میں کہا کہ میں نے مسٹر سانڈرس کو قتل کیا تھا۔ میرے ساتھ بھگت سنگھ اور ڈی اے وی کالج کا طالب علم ویراج بھی تھا۔ اس سازش میں پچاس آدمی شریک تھے۔

—— مراد آباد ۵ر مئی۔ یہاں کی شاہی مسجد میں اولیاء اللہ کے مزارات منہدم کرائے جانے پر بڑا جوش اور غم و غصہ پھیل رہا ہے۔ اس فعل کو مرزا نذیر بیگ محمد بیگ۔ مرتضیٰ علی۔ اور فیض الحسن کا ظالمانہ فعل کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے مشہور اولیاء شیخ مراد اور امام احمد کے مزارات منہدم کرائے۔ قبریں کھدوا دی ہیں۔ حاجی مشتاق احمد اور حاجی اشفاق احمد جو ان بزرگوں کی نسل سے ہیں

خبریں

—— پشاور ۳۱ مئی۔ کابل سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۲۶ مئی کو بم پھٹنے کا ایک خوفناک حادثہ ہوا۔ بچہ سقہ فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا کہ ایک بم یکایک پھٹا۔ جس سے ایک شخص ہلاک اور متعدد مجروح ہوگئے۔ خود بچہ سقہ بمشکل بال بال بچا۔ تلاش پر دیگر متعدد بم بھی دستیاب ہوئے جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ حال ہی میں رکھے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس بم بازی کی تہ میں ایک خفیہ سازش کام کر رہی ہے۔ جو بچہ سقہ کے خلاف کی گئی ہے۔

—— پشاور شہر ۱۳ مئی۔ سید حسن کے وادی پنج شیر میں قتل ہو جانے کی خبر تصدیق ہو چکی ہے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ جرنیل غلام نبی خاں نے سمت شالی میں سقہ شاہی فوج کو شکست دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرنیل غلام نبی کے پاس بہت زیادہ طاقت ہے

—— شملہ ۳۱ مئی۔ حکومت کا ایک اعلان مظہر ہے کہ سر عمر حیات خاں ٹوانہ کو سر محمد رفیق مرحوم کی بجائے انڈیا کونسل کا رکن مقرر کیا گیا ہے

—— ملک معظم کی سالگرہ پر نواب صاحب بھوپال کو جی سی آئی ای کا خطاب ملا ہے۔

—— شملہ یکم جون۔ بچہ سقہ کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ایک روپیہ پانچ روپیہ اور دس روپے کے نوٹ جاری کئے جائیں گے۔

—— جنرل نادر خاں کے اعلان ملوکیت کو بعض افغان حلقوں میں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

—— پشاور یکم جون۔ آج علاقہ غیر کے چند مہمند پشاور پہنچے ان کا بیان ہے کہ جس روز شاہ امان اللہ خاں چمن تشریف لے گئے ہیں اس دن بارہ ہزار مسلح مجاہدین کو فضل احمد خاں و غازی عمر علی خاں کابل پر چڑھائی کی معرکہ کے لیے ... بچہ سقہ گرفتار ہوا اور راستے حاجی ترنگزئی کے پاس قیدی کی حیثیت سے رکھا گیا ہے

پیغام صلح: ۔ فضل احمد خاں و عمر علی خاں کے مفصل حالات ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہشت نگر کے علاقہ کے دو مفرور ہیں۔ جو ۱۹۰۸ء میں کسی جرم کی سزا سے بچنے کے لئے علاقہ غیر میں چلے گئے تھے اور وہاں انہوں نے کافی اقتدار حاصل کر لیا تھا۔

—— اخبار سیاست اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ ملکہ ثریا کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بعض مصلحتوں کی وجہ سے اس خبر کو ظاہر نہیں کیا گیا۔

—— طہران یکم جون۔ حکومت کے ناظر نے کوچان سے اطلاع دی ہے کہ خراسان میں حال ہی میں جو بھونچال آیا تھا اس کی وجہ سے ۳۲۵۳ انسان ہلاک اور ۱۱۲۱ زخمی ہوئے ہیں۔ ۸۸ دیہات بالکل تباہ ہوئے ہیں۔ ۶۵۴۲ مویشی ہلاک ہوگئے۔

—— لندن ۳۱ مئی۔ شب گذشتہ اعلان کیا گیا کہ ملک معظم کو زکام اور بخار کی شکایت ہے اور وہ بستر علالت پر پڑے ہیں۔ آج سوا بجے بعد دوپہر کا سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ملک معظم کی رات اچھی طرح گذری سینہ کے دائیں پہلو پر ایک داغ کے نیچے ورم ہوگیا اور پیپ پڑ گئی جسے صاف کر دیا گیا۔ عام طور پر حالت اچھی ہے اگرچہ آپ صاحب فراش ہیں تاہم سرکاری کام کرتے رہیں گے۔

—— اخبار اسٹیٹسمین کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ قندھار کی تسخیر کوئی دن کی بات ہے۔ علی احمد جان محض عارضی طور پر وہاں قابض ہے۔ غالباً وہ لوٹ کا مال جمع کرنے میں مصروف ہے تاکہ ہندوستان یا یورپ کی طرف جانے سے پہلے زاد راہ فراہم کر لے۔

—— ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا غلزئی بچہ سقہ کی تائید کریں گے یا نہیں۔ شاید وہ قندھار پر حملہ کرتے وقت اس کا ساتھ دیں۔ لیکن ان کی روش کا فیصلہ قندھار کی تسخیر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے کہ قندھار لوٹنے کے لئے بچہ سقہ کے حامیوں اور غلزئیوں میں بھی چل پڑے۔

—— جنرل نادر خاں اب تک مشرقی علاقہ میں ہیں۔ شاید وہ کرم کی راہ سے برطانی ہند میں آنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے پروگرام کا علم نہیں ہو سکتا۔ غالباً وہ مالی امداد حاصل کرنے کے لئے ہندوستان آئیں گے کیونکہ انہیں روپے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ان کے پاس روپیہ ہو تو وہ غلزئیوں کی مدد سے بچہ سقہ کو شکست دے سکتے ہیں۔

—— ٹائمز آف انڈیا کا نامہ نگار پشاور سے اطلاع دیتا ہے کہ حالات و واقعات کی رفتار ظاہر کر رہی ہے کہ عنقریب ہی نادر خاں کو بھی افغانستان [illegible]

چھوڑ کر برطانی ہند میں آنا پڑے گا۔ غالباً وہ پاراچنار کے راستے ہندوستان میں داخل ہوں گے۔ نیز سردار علی احمد جان بھی چمن اور کوئٹہ کی راہ لے گا۔ جنرل نادر خاں اتنی فوج جمع نہیں کر سکے کہ وہ بچہ سقہ کا مقابلہ کر سکیں اور سردار علی احمد جان میں غلزائیوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سردار علی احمد جان لوٹ مار کا مال جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

—— پشاور ۲ جون۔ جنرل نادر خاں پھر کابل پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا ارادہ تنگاک کی راہ سے چڑھائی کرنے کا ہے۔ آپ نے اپنا ایک آدمی پشاور بھیجا ہے تاکہ افسروں کے لئے خاکی وردیاں خریدے اور تیار کرائے۔ تنگاک کے قیام پر ان کے بھائی سردار ہاشم خاں خوگیانیوں اور کروخیلوں کا لشکر لے کر ان سے آ ملیں گے۔ جنرل موصوف نے فقیر احمد جان سابق رئیس جنگلات کو حاجی علاقہ میں اپنا نائب مقرر کیا ہے حال ہی میں کابل کو ایک کارواں بچہ سقہ کے لئے پیٹرول کے پیپے لئے جا رہا تھا۔ خوگیانیوں نے اُسے راستے میں لوٹ لیا۔ کابل میں پیٹرول نہیں ملتا۔ بچہ سقہ کو اس کی سخت ضرورت ہے

—— تازہ خبر ہے کہ قوم سلیمان خیل اندڑ نے جرگہ میں فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے بادشاہ کو سوچنا دیکھا ہے اب اپنی مرضی سے بادشاہ منتخب کریں گے۔ انہوں نے طے کیا ہے کہ جنرل نادر خاں کے ساتھ مل کر بچہ سقہ کا مقابلہ کریں

—— پشاور ۳ جون۔ وادی کابل پر ٹڈیوں کے دل بادل چھا گئے جنہوں نے فصلوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کا ایجنٹ بظاہر اپنے آقا اور اس کی کامیابی کی توقعات پر زیادہ بھروسہ کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اس کا سیکرٹری کھلم کھلا جنرل نادر خاں کا طرفدار ہے۔

—— جنرل غلام نبی پر شاہ امان اللہ کے قندھار سے چلے جانے کی خبر سن کر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ کابل پر چڑھائی کی تدابیر میں برابر مصروف ہیں۔

—— اخبار پرتاب لاہور کے ایڈیٹر نے شاہ امان اللہ خاں کو موجودہ مصائب میں ہمدردی کا جو تار ارسال کیا تھا اُس کے جواب میں مدیر پرتاپ کو مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے۔

"بمبئی یکم جون۔ ہندوستان کے ہندو مقصد افغانستان کے ساتھ جو ہمدردی رکھتے ہیں اس کے لئے شاہ امان اللہ خاں ان کے ہمیشہ شکرگذار رہیں گے۔ (پرائیوٹ سیکرٹری)

—— بمبئی ۳ جون۔ بمبئی کے کارخانوں میں پھر ہڑتال ہوگئی تقریباً ۱۵ کارخانوں میں کام معطل ہوگیا۔ باقی کارخانوں میں بھی صرف گنتی کے چند کاریگر نظر آ رہے ہیں

—— اخبار انقلاب "قادیانیوں کے جلسہ کی شامت" کے عنوان سے ۵ جون کی اشاعت میں رقمطراز ہے: "پشاور ۳ جون۔ شب گذشتہ قادیانی احمدیوں کا ایک جلسہ بدامنی اور انتشار پر ختم ہوا۔ قادیانیوں کی مخالف پارٹی نے شور مچایا۔ پتھر پھینکے۔ لیمپ توڑ دیئے۔ اور جلسہ گاہ میں گدھے چھوڑ دیئے۔ جن کے ہنہنانے کے باعث مقرروں کو بیٹھنا پڑا۔

—— انگلستان کی پارلیمنٹ کے انتخابات باستثنائے ۹ نشستوں کے جن کا فیصلہ ابھی باقی ہے مکمل ہو چکے ہیں۔ مختلف جماعتوں کے ارکان کی تعداد حسب ذیل ہے:

مزدور	۲۸۷
قدامت پسند	۲۵۴
آزاد خیال	۵۷
خود مختار	۸

گذشتہ انتخاب میں قدامت پسند ۳۹۶ اور مزدور ۱۶۰ منتخب ہوئے تھے۔ گویا مزدور ارکان کی تعداد میں ۱۲۷ کا اضافہ اور قدامت میں ۱۴۲ کی کمی ہوگئی۔

—— پارلیمنٹ کے ہندوستانی ممبر مسٹر سکلات والا اب کے کامیاب نہ ہو سکے۔

—— پشاور ۴ جون۔ ایک مصدقہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سقہ شاہی فوجوں نے قندھار فتح کر لیا ہے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۴ر صفر المظفر ۱۳۴۸ھ نمبر ۴۹

مسلمانان ہند اور مسیح موعود

مولوی ظفر علی خان صاحب کی باطل آرائی

(۲)
گورنمنٹ برطانیہ اور مولوی ظفر علیخاں

گزشتہ نمبر میں ہم وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا جو سبق مسلمانان ہند کو پڑھایا۔ وہ نہ تو کسی خوشامد و چاپلوسی پر مبنی تھا۔ اور نہ اس میں غلامی کا کوئی مفہوم پایا جاتا تھا۔ آپ نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا وہ بالکل صحیح اور سچے واقعات تھے جن میں گزشتہ زمانوں کی استبدادی حکومتوں کے بالمقابل گورنمنٹ برطانیہ کے آئین اور آزادی مذہب کی تعریف کی گئی ہے۔ اور یہ ایسی بات تھی۔ کہ مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور رہنما اس زمانہ میں آپ ہی کے ہم آواز تھے۔ بلکہ سر سید مرحوم پہلے سے اسی بات کی تلقین کر رہے تھے۔

اور تو اور ظفر علی خاں صاحب اور ان کے اخبار "زمیندار" کی بھی اس زمانہ میں بلکہ اس کے بہت بعد کی تحریرات کو اگر دیکھا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کیا یہ انہی مولوی ظفر علی خاں صاحب کے خیالات ہیں جو آج حضرت مسیح موعود کے خیالات کو "مسلمانان ہند کی زنجیر غلامی کی پہلی کڑی" قرار دے رہے ہیں۔ دور نہیں جائیں ۱۹۱۲ء کے "زمیندار" میں سے اس مدحیہ قصیدہ کو نکال کر دیکھ لیجئے۔ جو "نذرانہ ارادت بحضور شہنشاہ معظم جارج پنجم خلد اللہ" کے عنوان سے جناب ہی کے قلم سے شائع ہوا تھا اس کے چند شعر ... ضیافت طبع کے لئے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

> سنا ہے نام جمشید و سکندر کا فسانوں میں
> مگر رکھا ہی کیا ہے ان پرانی داستانوں میں

آج کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانوں کی حکومتیں برٹش گورنمنٹ سے ہزار درجہ اچھی تھیں کہ ان میں بادشاہ رعیت کے ساتھ ایسا ہی مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کے ساتھ۔ یہ خیال صحیح ہو یا غلط لیکن ۱۹۱۲ء میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کے نزدیک یہ سب پرانی داستانیں تھیں جن میں کچھ بھی رکھا ہوا نہ تھا۔ اور اس کے بالمقابل

> ہے شیریں نام ایسا بادشاہ جارج خامس کا
> غذا بنتی ہے زبانوں میں صداقت کے بیانوں میں

تعجب ہے جو چیز چند سال پیشتر حضرت مرزا صاحب کی طرف سے پیش ہونے پر زہر ہلاہل کا حکم رکھتی تھی۔ (اور آج تک اسے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) وہ ۱۹۱۲ء میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کے منہ میں داخل ہو کر شیرینی کیونکر بن گئی۔ جس سے ان کی زبان بھی چٹخارے لئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہیں تک نہیں اس سے آگے فرماتے ہیں:۔

> ودیعت ہے شہنشہ کی عقیدت آگیں الفت
> سروں میں اور سینوں میں دلوں میں اور جانوں میں

ہم مولانا سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ "مسلمانان ہند کی زنجیر غلامی" کی کونسی کڑی ہے؟ جو شخص حضرت مرزا صاحب کے وفادارانہ خیالات کو "مسلمانان ہند کی زنجیر غلامی کی پہلی کڑی" قرار دیتا ہے وہ خود "عقیدت آگیں الفت" کی تعلیم دے کر ان کے سروں سینوں اور دلوں اور جانوں تک کو اس زنجیر کے اندر جکڑ رہا ہے۔ اور سنیئے

> دلوں میں جو کچھ آئے ترجماں اس کی زبانیں ہوں
> کہاں حاصل تھیں یہ آزادیاں اگلے زمانوں میں

مرزا صاحب نے اس کے سوا اور کیا کہا تھا کہ انگریزی حکومت میں جو آزادیاں ہمیں نصیب ہیں اپنے دلی خیالات کو جس آزادی کے ساتھ ہم ظاہر کر سکتے ہیں خواہ وہ حکومت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ پہلی حکومتوں میں میسر نہ تھیں۔ اگر ان کا یہ خیال "زنجیر غلامی" ہے تو کیا ہم مولانا ظفر علی خاں صاحب سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ کیوں ان کے مندرجہ بالا شعر کو اسی زنجیر کی ایک ناقابل شکن کڑی قرار نہ دیا جائے؟

> یہ سچ ہے ہم مسلمانوں کو یہ نعمت میسر تھی
> شمار اس کا ہے لیکن قرن اول کی نشانوں میں

کون کہہ سکتا ہے کہ اس شعر میں مولانا نے موجودہ زمانہ کی اسلامی سلطنتوں کو آزادی کی مخالف قرار دے کر برطانوی آئین آزادی کو ان پر ترجیح نہیں دی۔ مرزا صاحب اگر یہی کہیں اور بلاد اسلامیہ میں برطانوی حکومت کے احسانات کو شہرت دیں تاکہ وہ بھی خیرہ تعدی اور خونی مسیح اور خونی مہدی کے خیالات کو چھوڑ کر آزادی مذہب کو ترجیح دیں تو ان کا یہ فعل قابل ملامت کیوں ہے؟

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

> نظر آئی تری ظل اللہی کی شان دونوں کو
> برہمن کو صنم خانہ میں مسلم کو اذانوں میں

جس حکومت کی شان ظل اللہی "اذانوں" اور بت خانوں میں نظر آ رہی ہو اس کے خلاف جنگ کرنا اور اس کی اطاعت کو "زنجیر غلامی" قرار دینا کہاں تک جائز اور اسلام کے کہاں تک مطابق ہے؟ اگلا شعر ہے۔

> سلامت قیصرہ کو اور قیصر کو خدا رکھے
> یہی اک نغمہ جاں پرور ہے سب قومی ترانوں میں

کیا "سب قومی ترانوں" میں بندے ماترم کا ترانہ بھی شامل ہے۔ جو قیصریت کے استیصال کے درپے ہونے کے باوجود آج "زمیندار" اور مولوی ظفر علی خاں صاحب کا خاص ماٹو بن چکا ہے؟ کیا قیصرہ اور قیصر کی سلامتی کی دعا کو "نغمہ جاں پرور" کے نام سے تعبیر کرنے والے ظفر علی خاں حضرت مسیح موعود کی اطاعت شعاری کو "زنجیر غلامی" قرار دینے میں حق بجانب قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ فرماتے ہیں:۔

> رہیں ثابت قدم ہم اپنے قیصر کی اطاعت پر
> کہ جس سے سرخرو ہم ہو سکیں دونوں جہانوں میں

ابھی تو اس اطاعت کو اسی دنیا میں "زنجیر غلامی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اور ابھی اسی اطاعت پر ثابت قدم رہ کر خود مولانا دونوں جہانوں میں سرخرو ہو رہے ہیں۔ کیا اس شخص کا کوئی مذہب کوئی اصول اور غیرت ہے جو کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ اور خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے دوسروں کے منہ آنے کو دوڑتا ہے؟

مقطع کا شعر سب سے زیادہ دلچسپ اور معنی خیز ہے فرماتے ہیں:۔

> ہمارے واسطے کیا کم یہی انعام و عزت ہے
> کہ داخل ہو گئے قیصر کے ہم بھی مدح خوانوں میں

ہاں صاحب کیوں نہیں یقیناً یہ انعام و عزت آپ کے لئے بس ہے کہ آپ قیصر کے مدح خوانوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن یہ تو فرما دیجئے کہ ایسے "مدح خوانوں" کو آج کس زمرہ میں آپ شامل کرتے ہیں کس نام سے انہیں پکارنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کیا ۱۹۱۲ء کے "مدح خوانوں" کو بھی "ٹوڈی" کے نام سے پکارنا جائز ہے یا نہیں۔

یہ تو وہ قصیدہ ہے جو ۱۹۱۲ء میں مولوی ظفر علی خاں صاحب نے حضور ملک معظم کی رسم تاجپوشی کے موقعہ پر لکھا۔ اس کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے کہ خود مولوی ظفر علی خاں صاحب کے رگ و ریشہ میں ۱۹۱۲ء تک برطانوی ملوکیت پرستی کا اثر ایسا سرایت کئے ہوئے تھا۔ جنہیں حقیقی معنوں میں "ٹوڈی" کہا جا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ اس سے بھی آگے اس زمانہ تک سادہ برطانیہ کی جاں نثاری کے وظیفے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ "زمیندار" کی لوح پر جلی قلم سے یہ شعر لکھا جاتا رہا۔

> تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو
> سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جاں نثار

کون کہہ سکتا ہے کہ اس شعر کو اخبار کے ماٹو کے طور پر ہر پرچہ پر لکھنے والا اس نام نہاد "ٹوڈیت" سے دو قدم آگے نہیں جو حقیقی خیر خواہان برطانیہ سے منسوب کی جا رہی ہے۔ حیرت ہے کہ آج یہی لوگ مسلمانان ہند کی آزادی کے علمبردار بن کر سچے ہی خواہان وطن کے خیالات کو "زنجیر غلامی" قرار دے رہے ہیں۔ خود اگر وہ برطانوی تاج کی خیر خواہی میں سوراج کی بھی پرخچے اڑانے تک جائیں جیسا کہ ایک نظم میں لکھا ہے۔

> اگر خیر خواہ دل سے ہو تاج کے
> پرخچے اڑا دو سوراج کے!!

خود اگر خیر خواہی کا عملی ثبوت دینے کے لئے مسلمانوں کے چندے سے ایک ڈریڈناٹ برطانیہ کو پیش کرنا چاہیں تو یہ عین آزادی کے کرشمے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب اگر خیر خواہی کی تلقین کے ساتھ جائز حقوق کے مطالبہ کو بھی ضروری قرار دیں تو وہ "زنجیر غلامی" سے باہر نہیں۔ آخر وہ مرزا صاحب ہیں اور یہ مولانا ظفر علی خاں۔ ان کا جائز بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ مسیح موعود کے مرتبہ پر فائز ہو چکے ہیں۔ جو مولوی ظفر علی خاں کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ لیکن خود مولانا چونکہ "مولانا" اور اب آقائے ظفر علی خاں ہیں۔ اس لئے ان کا فرمان خواہ سوراج کے پرخچے اڑانیوالا ہو یا برطانوی ملوکیت کے۔ عین جائز اور واجب الاذعان ہے جسکو شریعت مطہرہ حقہ کسی طرح باطل قرار نہیں دے سکتی۔

مولانا کے اس منظوم کلام کے علاوہ نثر میں بھی بہت کچھ لکھا ہوا موجود ہے۔ جس کو اس موقع پر بوجہ عدم گنجائش ہم درج کرنے سے معذور ہیں۔ کسی دوسری فرصت میں بشرط ضرورت اس کو شائع کر دیا جائیگا

مذہب اور سیاست

سناتن دھرم کانفرنس کراچی کے جلسہ میں پنڈت مدن موہن مالوی نے اپنی صدارتی تقریر میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ:۔

> "دھرم پر وشواش رکھے بغیر سچی حب الوطنی پیدا نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص جو دھرم پر وشواش نہیں رکھتا سچا دیش بھگت (محب وطن) نہیں ہو سکتا"

اسی قسم کے خیالات پنڈت گردھر شرما پرنسپل سنسکرت کالج جے پور اور گوسوامی بید و کل بھوشن جی نے بھی اس کانفرنس میں ظاہر کئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اکابر اس بات کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں کہ مذہب کے بغیر سیاسی ترقی ناممکن ہے۔ معاصر "منادی" نے اس پر بجا سوال کیا ہے کہ جب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص اپنے مذہب کا پابند نہ ہو اس وقت تک وہ سچا محب وطن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مذہبی عقائد کی پختگی و پابندی ہی سچی حب الوطنی کی تخلیق کا باعث ہوتی ہے تو مسلمانوں سے کیوں یہ اصرار کیا جاتا ہے۔ کہ وہ پہلے ہندوستانی ہیں اور بعد کو مسلمان"

معاصر محترم کو غلط فہمی ہوئی یہ تو صرف دکھانے کے دانت ہیں کھانے کے نہیں۔ ہندو لیڈروں کو دراصل مسلمانوں کی حب الوطنی پر شک نہیں۔ کہ وہ انہیں "پہلے ہندوستانی اور بعد کو مسلمان" بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس رشتہ اخوت کو توڑنا ان کے مدنظر ہے جو دیگر ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ انہیں وابستہ کئے ہوئے ہے۔ ہندو چاہتے ہیں کہ مسلمان تمام دنیا کے مسلمانوں سے ایسے الگ ہو جائیں کہ گویا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اس طرح اسلامی اخوت کو پاش پاش کر دینے کے بعد آسانی سے انہیں کچلا جا سکے۔ لیکن اگر مذہب حق ہے اور پنڈت مالوی کا فقرہ صحیح ہے کہ "دھرم پر وشواش رکھے بغیر سچی حب الوطنی پیدا نہیں ہو سکتی۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کا مذہب اور اخوت اسلامی ہی ایک چیز ہے جو انہیں سچے دیش بھگت بنا سکتی ہے اور بنا رہی ہے۔

عید میلاد النبی کا تحفہ

اخبار پیغام صلح کا آخری نبی نمبر

گزشتہ سال پیغام صلح نے عید میلاد النبی کی تقریب پر اپنا ایک خاص نمبر آخری نبی نمبر کے نام سے شایع کیا تھا جو بیحد مقبول ہوا۔ تمام ملک میں دھوم مچ گئی بزرگان سلسلہ و دیگر مسلم اکابر نے بیحد پسند فرمایا۔ مسلم و غیر مسلم اخبارات نے نہایت حوصلہ افزا ریویو کئے۔ جن میں سے بعض "پیغام صلح" میں شایع ہو چکے ہیں۔ **اس کی چند سو کاپیاں** جو زائد چھپوائی گئی تھیں دفتر میں موجود ہیں۔ عید میلاد النبی قریب ہے۔ جابجا جلسے ہونگے اس موقعہ پر احباب اور غیر مسلم اصحاب کو تحفہ دینے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ چیز ہے قیمت فی پرچہ ۲ر ایک روپیہ کے ۱۰ پرچے علاوہ محصول ڈاک

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل اصحاب کا چندہ ماہ اگست میں ختم ہوتا ہے اطلاعی کارڈ لکھے جا چکے ہیں۔ بغرض یاد دہانی یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ براہ کرم آئندہ سال کا چندہ جلد ارسال فرمادیجئے۔ ورنہ چندروز انتظار کرنے کے بعد وی پی کئے جائینگے جن کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی ذمہ ہوگا۔ وی پی میں دو آنے کا زائد خرچ ہوتا ہے۔ انتظار کی زحمت علیحدہ ہوتی ہے ترسیل زر اور خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ نمبر خریداری اطلاعی کارڈ اور اخبار کی چٹ پر ضرور ہوتا ہے۔

۳۷۱، ۲۸۸، ۲۳۴، ۱۳، ۲۳، ۲۱، ۸۵۸، ۴۳۵، ۴۸۰، ۴۷۲، ۴۰۴، ۱۰۰۳، ۹۴۸، ۹۷۳، ۹۵۱، ۹، ۹۲۶، ۱۲۴۸، ۱۲۴۲، ۱۲۲۴، ۱۲۴۳، ۱۱۲۶، ۱۲۸۴، ۱۲۸۲، ۱۳۵۵، ۱۲۵۴، ۱۲۵۰، ۱۳۶۳، ۱۳۶۱، ۱۳۵۹، ۱۳۵۵، ۱۳۵۴، ۱۵۷۰، ۱۳۹۶، ۱۳۹۲، ۱۳۷۶، ۱۳۶۵، ۱۵۹۲، ۱۵۹۰، ۱۵۸۲، ۱۵۸۰، ۱۵۷۱، ۱۵۹۷، ۱۵۹۴۔

نیازمند

منیجر

حکیم وید پنساری عطار

(ہمارا پتہ نوٹ کرلیں)

کیونکہ ہم بہت سی پہاڑی چیزیں اور دوائیں بارعایت اور اصلی قیمت پر فروخت کرتے ہیں - نظر آزمائش تھوڑا سا آرڈر دیکر امتحان کرلیں پھر امید ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے ہمارے خریدار بن جائیں گے - شد عہ سلاجیت درجہ اول ۱۲ روپیہ تولہ ۱۰ روپے سیر - درجہ دوم ۳ روپیہ تولہ ۱۲ روپے سیر درجہ سوم ۲ روپیہ تولہ ۹ روپے سیر - پتھر سلاجیت ۸ روپے سیر زعفران مونگر درجہ اول ۸ روپیہ تولہ ایک سو روپے سیر - زعفران کھپا درجہ اول ۷ روپیہ تولہ ۵ ۷ روپے سیر - چربی ریچھ ۴ روپے سیر - تیتر چکھ ۸ روپے فی تولہ ۶ روپے فی عدد - ست گلو اصلی ۲ روپیہ تولہ دس روپے سیر - ہینگ اصلی تین روپے سیر - برہمی بوٹی ۱۲ روپے سیر - زیرہ خوشبودار ۸ روپے ان کے علاوہ بیدانہ - عناب - بنفشہ - اناردانہ کھمبیاں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں مل سکتی ہیں -

کاکا رام نانک چند کمیشن ایجنٹ اودھم پور جموں کشمیر

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء میں ختم ہوتا ہے - ان کی خدمت میں خطوط بھی لکھے جا رہے ہیں - بذریعہ اخبار درخواست ہے - کہ وہ جلد آئندہ سال کا چندہ ارسال فرمائیں - ورنہ ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد وی پی ارسال کئے جائینگے جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا -

[illegible] [illegible] ۵۹ ۵۶ ۲۳۲ ۳۰۳ ۲۵۰
۲۴۸ ۴۳۰ ۵۰۳ ۱۱۳ ۷۶۶ ۳۴۳ ۴۳۰
۵۰۴ ۳۰۵ ۱۲۸۹ ۹۴ ۹۶۳ ۷۷۹
۷۷۰ ۱۳۶۷ ۱۲۹۳ ۱۲۹۰ ۱۳۷۴ ۱۴۷۳
۱۳۶۸ ۱۴۰۳ ۱۴۷۷ ۱۴۷۶ ۱۴۷۵ ۱۴۸۳
۱۴۸۱ ۱۴۷۹ ۱۴۹۰ ۱۴۸۸ ۱۴۸۵ ۱۴۸۴
۱۴۰۶ ۱۴۹۱

امید ہے کہ احباب پوری توجہ فرمائیں گے -

درخواست دعا

ڈیڑھ ماہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحبان نے میرے لڑکے کی بیماری کے متعلق اطمینان دلایا تھا کہ اب بالکل رک گئی ہے - صرف زخم کا بھرنا باقی ہے - مگر اب ڈاکٹروں نے فرمایا ہے کہ ہڈی خراب ہو گئی ہے - چوتھا اپریشن ہونا چاہئے چونکہ ڈاکٹری علاج میں کامیابی نہیں ہوئی اس لئے یونانی علاج شروع کیا ہے - بیماری جبڑے ہڈی میں ناسور ہے - تمام احباب کی خدمت میں دعا کے لئے عاجزانہ درخواست ہے - ورنہ خداوند کا حسن سلوک ہے -

(خاکسار محمد نصیب)

پیغام صلح کے ناظرین نے اگر رسالہ تفریح کو جدید صورت میں نہیں دیکھا تو مفت طلب فرمائیں اس رسالہ میں فوٹو کی دیدہ زیب تصویریں - ظریفانہ علمی اور ہر قسم کے بہترین مضامین دلچسپ فسانے معلومات اور ہر طرح کی ایجادات کو سلسلہ درج ہوتے ہیں - پتہ منیجر **تفریح** بجنور (یو پی)

خبریں

— کابل ۶ راکتوبر (دس بجے شب) چند وزیری مجاہدین میدان کارزار سے یہاں واپس آئے ہیں۔ اور مجلس خلافت کے دفتر میں مقیم ہیں ان کا بیان ہے کہ یکم اکتوبر کو شاہ ولی خاں کی سرکردگی میں وزیری مجاہدین زرغون شہر پر حملہ کیا۔ جو کابل سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے مجاہدین کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ تین سو سقوی زندہ گرفتار ہوئے اور بہت سا سامان جنگ ہاتھ آیا۔ وزیری مجاہدین کا بیان ہے۔ کہ اس فتح کے بعد وزیریوں کا لشکر کابل کی طرف بڑھا اور خیال ہے کہ شاید اب تک کابل کی دیواروں تک پہنچ چکا ہوگا۔ وزیریوں کا ایک اور لشکر کابل کی طرف بڑھا۔ اور حاجی پہنچ گیا ہے جس میں تین سو مسعود بھی ہیں۔

گردیز کا محاصرہ نہایت کامیابی سے جاری ہے۔ سقے کے قلعہ نشین سپاہی شاہ محمود خاں سے گفت و شنید کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جان بخشی ہو تو قلعہ حوالے کر دیں۔

— پشاور ۵ راکتوبر "سول اینڈ ملٹری گزٹ"، لاہور کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ کہ حاجی صاحب ترنگ زئی مع اپنے صاحبزادوں کے مہمندوں کا ایک لشکر تیار کر رہے ہیں حاجی صاحب نے بچہ سقا کے خلاف اعلان جہاد کر دیا ہے۔ اور مہمندوں سے کہہ رہے ہیں کہ جو منافع تمہیں غازی امان اللہ خاں کے عہد حکومت میں حاصل ہوئے ہیں ان کا معاوضہ بچہ سقہ کے خلاف جنگ کر کے ادا کرو۔

— کل غلزائیوں کا سردار غوث الدین خاں بنیا لیس پیروؤں کو ساتھ لیکر جن میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ پاراچنار پہنچ گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ فوراً سندھ کے مشرق کی طرف کسی مقام کو روانہ ہونیوالا ہے اس کے فرار کا اصل مدعا ابھی معلوم نہیں ہوا۔

— دہلی ۵ راکتوبر۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی نے رام لیلا کے میلے کے سلسلے میں ایک مہینہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا ہے۔ اس عرصہ میں کوئی شخص کسی مکان کے اندر یا اوپر پتھر یا اینٹ یا دیگر اشیا کے ٹکڑے جمع کرنے یا ڈھیر لگانے کا مجاز نہ ہوگا۔

— کلکتہ ۶ راکتوبر۔ ساردابل کی [illegible] وائسرائے کی مہر تصدیق کے خلاف بنگال کے ایک فاضل سنسکرت پنڈت [illegible] سرتا رتن جی نے مہامو پادیا کا خطاب واپس کر دیا۔

— لندن ۴ راکتوبر۔ برطانی سرکاری حلقوں میں چرچا ہو رہا ہے۔ کہ سرگلبرٹ کلیٹن کی بجائے سر فرانسس ہمفریز کو عراق عرب کا ہائی کمشنر مقرر کیا جائے گا۔ سر ہمفریز افغانستان میں برطانی سفیر تھے۔

— شملہ یکم اکتوبر۔ آج کے سرکاری گزٹ میں شائع ہوئی ہے کہ ۲۰ر اکتوبر کو لارڈ ارون عدن پہنچیں گے۔ اور ۲۵ر کو بمبئی پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے بعد آپ وائسرائے کے عہدہ کا جائزہ لے لیں گے۔ عدن کا ریزیڈنٹ ان تمام احترامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو وائسرائے ہند کے لئے مخصوص ہیں۔ آپ کا استقبال کرے گا۔ گورنر بمبئی محکمہ بحری کے افسروں کے ساتھ مل کر بمبئی میں آپ کا استقبال کریں گے۔ آپ ۲۵ اکتوبر جمعہ کے دن علی الصبح بمبئی پہنچیں گے۔ اور اسی دن اڑھائی بجے سپیشل ٹرین میں سوار ہو کر آٹھ بجے صبح دہلی پہنچیں گے۔

— برلن ۴ راکتوبر۔ ڈورن سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرمنی کے سابق قیصر ولیم ہالینڈ سے نقل مکانی کر کے کوبرگ کے نزدیک ہرمن بلز میں سکونت اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں ان کی ذاتی جاگیر ہے قیصر کی ملکہ اس مقام کا معائنہ کر چکی ہے۔

جرمنی میں کوئی ایسا قانون نہیں جو قیصر مدوح کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ مگر انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جب تک اہل جرمنی مجھے دعوت نہ دیں گے تب تک میں حدود جرمنی میں داخل نہ ہونگا۔

— واشنگٹن ۵ راکتوبر۔ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ اور مس میکڈانلڈ وہائٹ ہاؤس میں پہنچ گئے ہیں۔ امریکہ میں آپ کا نہایت سرگرمی سے استقبال ہوا۔ آپ کے پہنچنے پر سینکڑوں آدمیوں نے کشتیوں میں آپکا استقبال کیا۔ اور فضا نعرہ ہائے مسرت سے گونج اٹھی۔ دوسو بری فوج کے سپاہیوں نے اور ایک بحری فوج کی جماعت نے اپنے اپنے بینڈ کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔

— ریگا ۳ راکتوبر۔ استراخان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سوویٹ کی پولیس نے بطریق اعظم ملب اور دوسرے پادریوں کو آرتھوڈوکس گرجوں میں تحریک انقلاب کے خلاف تبلیغ کرنے کے الزام میں گرفتار کیا۔

خبریں

—— دسمبر کے آخری ہفتہ میں پنجاب خلافت کمیٹی کا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے جسے کامیاب بنانے کے لئے مولانا محمد علی صاحب سابق اڈیٹر و مالک ہمدرد ضلع پنجاب کا دورہ کریں گے۔ مولانا اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے۔ اور تیسرے درجہ میں سفر کریں گے۔ مساجد میں ٹھہریں گے۔ اور مساجد ہی میں مسلمانوں کو پیام اتحاد سنائیں گے۔

—— ۳ر نومبر کی رات کو شہر راولپنڈی میں خوفناک آتش زدگی کا حادثہ رونما ہوا۔ راجا بازار کی پندرہ دکانوں کو جن میں موزوں جرابوں بنیانوں وغیرہ کا ذخیرہ تھا آگ لگ گئی سفائر بریگیڈ دیر میں پہنچا۔ نقصان کا اندازہ دو لاکھ سے زیادہ کیا جاتا ہے۔

—— دیوالی کے ہفتہ میں پولیس نے الہ آباد میں تیس اشخاص کو قمار بازی کے الزام میں گرفتار کیا۔ ملزمین میں کثرت مسلمانوں کی بتائی جاتی ہے

—— پشاور کی مجلس خلافت نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو انتخاب بلدیہ کے سلسلہ میں تقریر کرنے کی غرض سے بلایا تھا۔ حکومت نے قانون تحفظ سرحد کی رو سے انہیں حکم دیا کہ وہ خیر آباد کے راستہ صوبہ سرحد سے فوراً نکل جائیں۔

—— ٹائمز آف انڈیا نے پونا کا ایک اعلان کیا ہے جس پر مسٹر فضل ابراہیم رحمت اللہ حاجی عبداللہ ہارون۔ حاجی چودھری محمد اسمٰعیل خان۔ مولوی سید مرتضےٰ صاحب مولوی محمد شفیع داؤدی۔ سر ابراہیم ہارون جعفر اور دیگر اشخاص کے دستخط ہیں۔ اس میں وائسرائے کے بیان کو نظر استحسان دیکھا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہیں نہرو رپورٹ کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

—— ۲ر نومبر کی صبح کو میسرز جیمنز فلم ایجنسی کمپنی کے فلموں کے ذخیرہ کو آگ لگ گئی۔ گو آگ بجھانے والے انجن جلد پہنچ گئے۔ اور آگ کو بیس منٹ کے اندر قابو کر لیا گیا لیکن فلموں کا سارا ذخیرہ تباہ ہو گیا۔

—— ۳۰ر اکتوبر کو شام کے وقت دہلی میں گوردوارہ اور کوتوالی کے قریب آتشزدگی سے آٹھ دکانیں جلکر خاکستر ہو گئیں۔ نقصان کا اندازہ چھ سات لاکھ روپے کے قریب کیا جاتا ہے۔

—— کلکتہ ۴ر نومبر افغان سرداروں کا آخری دستہ برہما سے کلکتہ پہنچ گیا سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے ہیں۔ جو صوبجات متحدہ میں ہیں۔

—— میرٹھ ۴ر نومبر۔ مقدمہ سازش میرٹھ میں بعض وکلائے صفائی نے پھر درخواست کی کہ ان کے ملزموں کے مقدمہ کی سماعت جیوری کے ذریعہ سے کی جائے مجسٹریٹ نے فریق صفائی سے دریافت کیا کہ آیا سکاٹلینڈ یارڈ کے گواہوں پر جرح کی جائے گی یا ابھی جرح محفوظ رکھی جائے گی۔ وکلائے صفائی نے کہا کہ ہم جرح کے حق کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

—— پنجاب سول سروس کی جوڈیشنل برانچ کے لئے داخلہ کا امتحان ۸ر نومبر دوشنبہ سے شروع ہوگا جن امیدواروں کے نام ہائیکورٹ نے منظور کر لئے تھے وہ اس تاریخ کو سینٹ ہال میں حاضر ہو جائیں۔ امتحان چار دن رہے گا۔ جس امیدوار کی درخواست یکم نومبر تک رجسٹرار ہائیکورٹ کے پاس نہیں پہنچے گی۔ اسے داخل نہ کیا جائیگا۔

—— ہفتہ مختتمہ ۲۶ اکتوبر کے دوران میں پنجاب میں وبائے ہیضہ اور کم ہو گئی۔ صرف تین نئے مقامات میں یہ مرض نمودار ہوا۔ اس ہفتہ میں ۲۶ وارداتیں اور ۸ موتیں ہوئیں۔ حالانکہ ہفتہ ماسبق میں ۳۴ وارداتیں اور ۱۲ موتیں واقع ہوئی تھیں۔

—— دیوالی کی تعطیلات میں الہ آباد میں مسلمانوں کی متعدد کانفرنسیں منعقد ہوئیں مسلم تعلیمی کانفرنس میں مسلمانوں کے تعلیمی حقوق کے تحفظ کے متعلق قرار دادیں منظور ہوئیں حافظ ہدایت حسین صاحب کے زیر صدارت سوشل کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسلم اساتذہ اور مسلم خواتین کی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ خواتین کی کانفرنس میں لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ لوگ ایسے اشخاص کو اپنی لڑکیاں نہ دیا کریں۔ جنکی بیویاں پہلے سے موجود ہوں۔

—— جیل تحقیقاتی کمیٹی نے حکومت سے جیلخانوں کے متعلق جو سفارشات کی ہیں ان میں درجہ خاص کے قیدیوں کے متعلق یہ سفارش کی ہے کہ انہیں حکومت کی طرف سے بارہ آنہ روپیہ ملا کریں۔ درجہ خاص کے ہر قیدی کو ایک میز ایک کرسی ایک چارپائی ایک الماری دی جائے اور رات کے دس بجے تک اس کے کمرہ میں روشنی رہے اس کے علاوہ اسے جیل لائبریری کی کتابیں پڑھنے کو دی جائیں۔

—— جن قیدیوں کے مقدمات زیر سماعت ہوں انہیں تیل کی جگہ ایک چھٹانک گھی ملا کرے۔ اور گرمیوں میں ہفتہ میں دو دفعہ لسی اور سردیوں میں ہفتہ میں دو دفعہ گڑ دیا جائے۔ درجہ خاص کے قیدیوں اور زیر سماعت قیدیوں کو گرمیوں کے پانچ مہینے کھلی ہوا میں سونے کی اجازت دی جائے۔ تمام قیدیوں کو گرم پانی سن لائٹ صابن اور بالوں کے لئے تیل ملا کرے۔

—— بغیر اشد ضرورت کے کسی زیر سماعت قیدی کو زنجیر یا ہتھکڑی نہ لگائی جائے۔ ریل میں سفر کرتے وقت قیدی کو دو نشستیں ملا کریں۔ درجہ خاص کے قیدی کو درمیانہ درجہ میں سفر کرایا جائے۔

—— جیل تحقیقاتی کمیٹی کے ہندوستانی ارکان نے سفارش کی ہے کہ ان تمام سیاسی قیدیوں کو جو ۱۹۱۴ء و ۱۹۱۵ء کے مقدمہ سازش لاہور میں قید ہوئے تھے اور جو مارشل لا میں قید ہوئے تھے۔ اور نیز تمام اکالی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔

—— ۴ر نومبر کی شام کو مسلمانان لاہور کا ایک شاندار جلوس شہید علم الدین کی نعش کے مطالبہ کا مظاہرہ کرنے کے لئے شہر کے بازاروں میں سے گذرا۔ اور بعد نماز مغرب باغ بیرون دہلی دروازہ میں ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا ظفر علیخاں منعقد ہوا۔ مولانا نے اعلان کیا کہ میں یہاں پچاس ہزار روپیہ جمع کروں گا۔ اور اس فنڈ میں اپنی گرہ سے پانچہزار روپیہ پیش کروں گا

—— معلوم ہوا ہے کہ کشمیری بازار کے مسلمان تاجروں نے اعلان کیا ہے کہ غازی علم الدین کی نعش لانے کے سلسلہ میں رضاکاروں کے جو قافلے تیار اور سول نافرمانی کے لئے روانہ ہوں گے ان کی خورد و نوش کے تمام اخراجات اور انتظامات ہماری طرف سے ہوں گے۔ چنانچہ جو قافلہ ۴ر نومبر کو تیار ہوا تھا اس کے لئے کھانا ان کی طرف سے دیا گیا۔

—— میانوالی کے ڈپٹی کمشنر ملک زمان مہدی کو کسی دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا ہے اور ان کی جگہ لالہ رادھا کشن کو مقرر کیا گیا ہے۔ جدید ڈپٹی کمشنر ۵ر تاریخ کو چارج لے لیگا۔

—— یہ معلوم کرنے کے لئے شہید علم الدین کی نعش کے دفن کرتے وقت کن اشخاص نے پولیس پر پتھر پھینکے تھے۔ شناخت کی پریڈ کرائی گئی۔ اور تیرہ چودہ اشخاص گرفتار کر لئے گئے۔ ابھی تک ان لوگوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے جنہوں نے پھانسی کے دن جیل کے دروازہ پر جمع ہو جانے کیلئے منادی کی تھی۔

—— سید کشفی شاہ نظامی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مسلمانان ہندوستان ایک مرکز اتحاد پر اکٹھے ہو کر گورنمنٹ سے مطالبہ کریں کہ وہ مسلمانان لاہور سے قیام امن کی بڑی سے بڑی ضمانت لینے کے بعد شہید مرحوم و مغفور کی لاش مسلمانوں کے حوالہ کر دے جمعہ کا دن اس تجویز کے لئے بہتر ہوگا۔ اس دن ہر مقام سے حکومت کو تار بھیجے جائیں۔ اگر یہ متحدہ عرضداشت بھی منظور نہ ہو تو مسلمانوں کو حق ہوگا کہ اپنی مجموعی اور متحدہ طاقت سے حصول مقصد کے لئے کوئی سرفروشانہ اقدام کریں۔

—— لندن ۳ر نومبر۔ عربوں نے یروشلم اور فلسطین کے دوسرے مقامات پر اعلان بالفور کے خلاف احتجاج کے طور پر عام ہڑتال کر رکھی ہے جس کے ضمن میں ایک جنگی جہاز مالٹا سے روانہ ہو چکا ہے۔ لیکن اب تک کسی مقام پر بدامنی رونما نہیں ہوئی۔

—— ہز ہائینس آغا خان کی شادی کے متعلق جو اطلاع پہلے شائع ہوئی تھی اس کی تردید ہو گئی ہے۔ اور اب معلوم ہوا ہے کہ ممدوح کی شادی کی تاریخ ۴ر دسمبر مقرر ہوئی ہے۔

—— پشاور کا ایک لاسلکی پیغام مظہر ہے کہ ۳ر نومبر کو شاہ نادر خان کے حکم سے بچہ سقہ اور اس کے گیارہ ہمراہی جن میں اس کا بھائی حمید اللہ بھی شامل ہے گولی سے اڑا دئے گئے۔

—— بچہ سقہ کے قتل کی تصدیق ہو گئی ہے۔ سزا اس خاموشی کے ساتھ دی گئی۔ کہ شہر میں کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ خود بچہ سقہ کو جب اسے گولی سے اڑانے کے لئے باہر لے گئے تو اس کو اپنے عبرت انگیز انجام کا کوئی علم نہ تھا بچہ سقہ اور اس کے حامیوں کی موت سے شاہ نادر خان کا راستہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔

—— بعض خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے غازی علم الدین کی نعش مسلمانان لاہور کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن گورنر نے چند ایک شرائط پیش کی ہیں۔

گورنر نے شرائط پر غور و خوض کرنے کے لئے رہنمایان اسلام کا ایک اجتماع ڈاکٹر سر محمد اقبال کے بنگلہ یا محمڈن ہال میں منعقد ہوگا۔ وفد کے ارکان شرائط کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے۔ یہانتک کہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ گورنر سے کیا کچھ کہا گیا۔ مسلمانوں میں مختلف افواہیں پھیل رہی ہیں۔ ایک طبقہ تو کہتا ہے کہ علم الدین کی نعش وارثوں کے حوالہ کر دی جائیگی۔ جو بادامی باغ سٹیشن سے سرکلر روڈ پر ہوتے ہوئے چوبرجی گراؤنڈ میں نماز جنازہ پڑھکر پیر لودہا والے کے مقبرہ کے پاس دفن کر دی جائے گی۔

—— عوام کے ایک طبقہ کا خیال ہے کہ یہ بات مصدقہ طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ نعش سنٹرل جیل لاہور سے مسلمانوں کے حوالہ کی جائے گی چنانچہ نعش میانوالی سے سنٹرل جیل میں لائی جا چکی ہے۔ یا کل پہنچ جائےگی جنازہ اس صورت میں بھی یونیورسٹی گراؤنڈ پڑھایا جائیگا۔

—— مسلم رہنما کل آپس میں مشورہ کر کے پھر شام پھر گورنر سے ملاقات کریں گے اور امید ہے کہ کل یا پرسوں صبح جملہ معاملات طے ہو جائیں گے۔

—— فساد کے متعلق مسلم رہنما ڈاکٹر سر اقبال سر شفیع ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین میاں عبدالعزیز۔ مولوی غلام محی الدین قصوری۔ و دیگر معزز مسلمان رہنما گورنر کو ضمانت دیں گے۔ کہ مسلم ہجوم کو بے قابو نہیں ہونے دیا جائیگا۔

—— "مانچسٹر گارڈین" کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ اسوقت ٹرکی کی پارلیمنٹ میں ایک مسودہ قانون پیش ہے جس کی رو سے کوئی غیر ملکی تاجر، سرکاری ملازم، پیشہ ور لوگ مثلاً ڈاکٹر دندان ساز، دوائی فروش وغیرہ ترکی میں کاروبار جاری نہ رکھ سکیں گے۔ کوئی غیر ملکی باشندہ مترجم، امور خیراتی، قلی ایجنٹ و کمیل نہیں ہو سکے گا اور نہ کوئی غیر ملکی مکان بنا کر کرایہ وغیرہ پر دے سکیگا یا اس میں رہ سکے گا۔ اس مسودہ سے صاف ظاہر ہے کہ ترک غیر ملکیوں کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ غیر ملکی تجارت اور دیگر کاروبار کے ساتھ ہی ساتھ اندرونی طور پر گورنمنٹ کے خلاف سازشیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے خفیہ اجلاس غیر ملکیوں کے مکانات میں ہوتے ہیں اور غیر ملکی گائیڈ اور مترجم غیر ملکی سیاحوں کے آگے ترکی کی بدترین تصویر پیش کرتے ہیں۔ دیگر تجارتی کاروبار پر پابندی کرنے کے لئے ترکوں کا یہ عذر ہے کہ ان کے باعث بیکاری پھیل رہی ہے اور ترکوں کے حقوق پر غیر ملکی چھاپہ مار رہے ہیں۔ نامہ نگار کا بیان ہے کہ یہ قانون پاس کر کے ترکی گورنمنٹ انہیں نوٹس دے گی کہ وہ ۶ ماہ کے اندر اندر ٹرکی خالی کر دیں۔

تازہ خبریں

—— پشاور ۱۸ر دسمبر۔ ہز ایکسیلنسی شاہ ولی خاں آج ڈکہ پہنچ گئے اور کل بعدِ دوپہر اپنے تین بچوں اور اپنے عملے کے بچھ کارکنوں کی معیت میں پشاور پہنچ جائینگے۔ آپ لندن جارہے ہیں۔

—— اصغر علی خاں برادر زادہ اعلیٰ حضرت فرانس کے سفیر مقرر ہوئے ہیں۔ وہ بھی اس جماعت کے ہمراہ ہیں۔ مقامی مجلس خلافت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہز ایکسیلنسی شاہ ولی خاں کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرے گی۔

—— رگبی ۲۰ر نومبر۔ دریائے ٹیمز کے بالائی حصہ میں طغیانی آ رہی ہے۔ دریا کا پانی بتدریج چڑھ گیا ہے۔ سوئیڈ لینڈ میں سب سے زیادہ خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ اور ہزار ہا میدان زیر آب ہو رہے ہیں۔ جنوب مشرقی انگلستان میں طغیانیوں کے سبب بہت زبردست تغیر رونما ہو گیا ہے لندن کو دوسرے مقامات کی نسبت کم نقصان پہنچا ہے۔

—— وائسرائے کا کیمپ کٹا نور ۲۳ر نومبر۔ ہز مجسٹی ملک معظم نے ہز ہائینس سر چندر شمشیر جنگ کے انتقال پر مہاراجہ نیپال کے نام ایک پیغام تعزیت ارسال کیا ہے۔

—— لندن ۲۰ر نومبر۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ ہندوستان کی ڈاک کا ہوائی جہاز جو کرائیڈن سے آ رہا تھا۔ فرینک فورٹ کے قریب کہر کی وجہ سے اترنے پر مجبور ہو گیا۔ کوئی نقصان جان نہیں ہوا کیونکہ جہاز میں مسافر سوار نہ تھے۔ لیکن ہوائی جہاز کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ ڈاک کے ساتھ جو آدمی تھا۔ وہ صدمہ کی وجہ سے بیہوش ہو گیا۔ جس کو بذریعہ ٹرین بوڈاپسٹ کو روانہ کر دیا۔ جہاں ایک دوسرا ہوائی جہاز مقیم ہے اس ڈاک میں ہندوستان کے لئے چار ہزار خطوط ہیں۔

—— رگبی یکم دسمبر۔ رائل سوسائٹی نے جرمنی کے مشہور و معروف ماہر سائنس پروفیسر پلانک کو اپنی سوسائٹی کا سب سے بڑا تمغہ کہ یلے میڈل عطا کیا ہے۔ تیس سال ہوئے۔ پروفیسر موصوف نے تعین مقدار کا ایک اصول ایجاد کیا ہے۔ جس کے متعلق رائل سوسائٹی کے پریذیڈنٹ سر ارنسٹ ایڈورڈ فرڈ نے علم طبیعات میں حقیقی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ پروفیسر موصوف نے ایک اور ایجاد بھی کی ہے جس سے شعاعوں اور روشنی کے مستقبل پر اہم اثر پڑے گا۔

—— لندن ۲۰ر نومبر۔ سرکاری طور پر اعلان ہو گیا ہے۔ کہ نائب وزیر ہند کے عہدہ پر ڈاکٹر ڈرمنڈ شیلز کی جگہ ارل رسل مقرر کئے گئے ہیں ڈاکٹر ڈرمنڈ شیلز کو نائب وزیر نو آبادیات بنایا گیا ہے۔ اور مسٹر ڈبلیو لن کو نائب وزیر دفتر مستعمرات کا عہدہ دے دیا گیا ہے۔ اور مسٹر آر تھر پالیسی سابق نائب وزیر دفتر مستعمرات کو ارل رسل کی جگہ مل گئی ہے۔

—— غازی محمد نادر شاہ نے وزارت عدلیہ کو فرمان بھیجا ہے۔ کہ میں عدل اور نظم و نسق کے شعبہ جات کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہتا ہوں۔ نظم و نسق کا تعلق آئندہ وزارت داخلہ کے ساتھ رہیگا۔ اور وزارت عدلیہ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ لہذا پولیس اور مجسٹریٹی کے تمام امور وزارت داخلہ کے سپرد کر دیئے جائیں۔

—— سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان قندھار کی راہ سے کابل پہنچے۔ اور اہالی شہر و ماموریں ملکی و نظامی نے پرتپاک استقبال کیا۔ اور کلب جیٹر وزارت کے ہال میں آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اور دعوت چائے دی گئی۔

—— لاہور ۱۹ر نومبر۔ آج ایسے لاجپت رائے نگر میں دو نامعلوم الشخاص نے جو مسلمان ہونا تھے۔ لاجپت رائے کی اس مورتی کی آنکھ اینٹ مار کر پھوڑ دی جس کی نقاب کشائی دو ہفتے پہلے ڈاکٹر کچلو نے کی تھی۔ یہ کام کرنے کے بعد دونوں اشخاص بائیسکلوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ چوکیدار نے شور مچا دیا۔ لیکن دونوں نکل گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سرکار پرستوں نے لارنس کے بت کا بدلہ لیا ہے جس کی تلوار کسی نامعلوم ہاتھ نے توڑ دی تھی۔

—— لاہور ۱۹ر نومبر۔ پرتاپ راقمطراز ہے۔ کہ میانوالی جیل میں ماسٹر کابل سنگھ کی حالت نازک ہے۔ اور ڈاکٹر ستیہ پال نے ان کی طبی امداد کرنے کے لئے جیل کے حکام سے بذریعہ ٹیلیگراف اجازت طلب کی ہے۔

وزیر عدلیہ افغانستان ہز ایکسیلنسی شیر آغا کابل پہنچے۔ بلیتہ سودرہ کے ہال میں آپ کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اور دعوت چائے دی گئی۔ آپ کے بھائی حضرت محمد صادق المعروف بہ ملائے شور بازار نے بھی تقریر کی۔

—— بمبئی ۲۹ر نومبر۔ سٹی کے متعلق تحقیقاتی کمیٹی نے حال ہی میں اپنی رپورٹ مکمل کی ہے جس کا حجم ۳۰۰ صفحات ہے۔ اور ۱۲ ابواب ہیں۔ اس رپورٹ میں ایک سو بیس سفارشیں کی گئی ہیں۔ بعض سے بیشتر کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کا نتیجہ ہیں۔ علاوہ بہت سی دیگر اہم باتوں کے اس رپورٹ میں ایک بات یہ ہے۔ کہ کمیٹی نے تجویز کیا۔ کہ آئندہ پالیسی کے حصول کے لئے کسی قسم کی تصاویر لازمی قرار نہ دی جائیں۔

—— لنڈن ۱۹ر نومبر۔ مسٹر رامزے میکڈانلڈ نے کل دارالعلوم میں مسٹر بالڈون کو بتایا۔ کہ مسئلہ مصر اور مرکز سنگاپور کی تعمیر کے معاملہ پر کسی سے پہلے بحث و تمحیص نہیں ہو سکتی۔ وزیر اعظم نے اس بات کا یقین دلایا۔ کہ ان مسئلوں پر بحث کا التوا قومی یا آئینی نقصان کا باعث نہ ہوگا

—— ٹوکیو ۱۹ر نومبر۔ مسٹر سیبو سابق سفیر جاپان مقیم چین نے جو چین کے ساتھ آئندہ گفت و شنید کے متعلق حکومت سے مشورہ کرنے کے لئے یہاں آئے تھے۔ ایک ہوٹل میں اپنی بیوی کی تیسری برسی کے موقع پر گولی مار کر خودکشی کر لی۔

ان کی وفات سے ملک ایک ایسے زبردست مدبر سے محروم ہو گیا ہے۔ جو چین کے ساتھ مصالحت کی حکمت عملی کو کامیاب بنانے میں نہایت قابل تھا۔

—— لندن ۲۰ر نومبر۔ طویل اور سرگرم گفت و شنید کے بعد روس اور ترکی میں چھ ماہ کے لئے ایک عہدنامہ تجارت ہو گیا ہے۔ ترکی کا مال ماہ دسمبر سے روس جانا شروع ہو جائیگا۔ حال ہی میں روس اور ترکی کے باہمی تعلقات میں جو خفیف سی سرد مہری پیدا ہو گئی تھی۔ امید ہے۔ کہ اب دور ہو جائے گی۔

—— ٹوکیو ۲۰ر نومبر۔ چینی سفیر ننگ پاو ونگ نے شدہ ہارا وزیر خارجیہ سے ملاقات کرنے کے بعد ایک ملاقات کے دوران میں بیان دیا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ چین اور روس کے تنازعہ کے متعلق چینی نقطہ خیال کو جمعیت الاقوام میں پیش کرنے کے لئے جاپان ہمیں امداد دے کہا جاتا ہے۔ کہ چینی وزیر خارجیہ نے کہا۔ کہ روس لیگ کا رکن نہیں ہے۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

ٹوکیو ۲۲ر نومبر۔ ہربن کا ایک برقی پیغام منظر ہے۔ کہ بالشویک افواج چینی علاقہ کو خارج کر گئی ہیں۔

—— کولون ۲۰ر نومبر۔ رائین لینڈ کے دوسرے مقبوضہ رقبہ کے انخلا کے موقعہ پر جو ہزاروں آدمی جمع ہوئے تھے۔ وہ یہ خبر سنکر سخت پریشان ہو گئے۔ کہ رائین لینڈ کے انحادی ہائی کمیشن کے صدر نے لکھا ہے۔ کہ اگرچہ علاقہ خالی کر دیا۔ لیکن جب تک سفرا کی کانفرنس کا اعلان شائع نہیں ہوتا۔ یہ علاقہ بدستور ہائی کمیشن کے ہنگامی قوانین کے ماتحت رہیگا۔

—— باوجود اس کے حکام نے بعد میں اس تقریب کو منانے کا فیصلہ کیا۔ اور سوسیو بروان کے ایک برقی پیغام کے موصول ہونے پر کہ دوسرے رقبہ پر جرمن سیادت کامل طور پر قائم ہو گئی ہے۔ یہ تمام تشویش دور ہو گئی

سرکاری طور پر قبضہ ۳۰ر نومبر کو نصف شب کے وقت ختم ہو گیا اور اس خوشی کو منانے کے لئے ملک کے تمام حصص سے لوگ سپیشل ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر جوق در جوق آ گئے۔

—— لندن ۲۰ر دسمبر۔ گذشتہ شب ڈنمارک کا بادشاہ اور ملکہ لندن پہنچے۔ اور شہزادہ ویلز نے ان سے ملاقات کی۔ چار دن تک لندن میں اقامت کر کے سینٹ نکلس زار فوک کو روانہ ہوں گے۔ اور وہاں کے بادشاہ اور ملکہ کے ہاں بطور مہمان قیام کرینگے۔

—— سورت ۳۰ر دسمبر۔ پرتاپ لکھتا ہے۔ کہ وائسرائے نے مہاتما گاندھی کو اہم سیاسی معاملات پر تبادلۂ خیالات کرنے کیلئے دعوت دی ہے لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ مہاتما جی نے اس دعوت کا کیا جواب دیا ہے۔

—— برسلز ۲ر دسمبر۔ جسپر ڈ نے کابینہ مرتب کرنا منظور کر لیا ہے بظاہر کیہنے لبرل جماعت کے ساتھ سمجھوتہ اور بعض اضلاع میں فلیمش زبان کی تعلیم کے متعلق وعدہ کر لیا ہے۔

—— لاہور ۳ر دسمبر۔ کرسمس کے ہفتہ میں لاہور میں آل انڈیا ٹیمپرنس کا اجلاس آل انڈیا نیشنل سوشل کانفرنس کے ایک شعبہ کے طور پر منعقد کیا جائے گا۔ اس شعبہ کا صدر علیحدہ ہوگا۔ اور تمام انتظامات ٹیمپرنس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوں گے۔

—— لندن ۳ر دسمبر۔ یونیورسٹی کی گیلریوں میں ہندوستان کی مسلم صنعت و حرفت کی دلچسپ نمائش ہوئی۔ اس نمائش میں زیادہ تر کارٹون نقشے اور خاکے جو مسٹر فیضی رحمان کی ان دستکاریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو یونیورسٹی کی آرائش کے لئے طیار کی گئی تھیں۔ مسٹر رحمان ہندوستانی صنعت کو مغربی رنگ میں رنگنے کے مسلم مخالف ہیں۔

سلہ ... کا تورات میں مجمل بیان ہے قرآن شریف اسے مفصل بیان ... اس قصہ کو تورات میں خوب کھولا گیا ہے۔ وہاں حزقیل باب ۳۷ میں صاف لکھا ہے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ ایک وادی میں ہڈیاں بکھری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نبوت کرو۔

"جو بات ہو اس کی مثالیں بہت مل جاتی ہیں۔ چنانچہ اس طرز کی ایک رویا ابوحنیفہؒ کی بھی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں ہڈیوں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ معبرین زمانہ سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول کریم کے سچے علم میں ایک بیجری کا مرض آ گیا تھا۔ آپ کے ذریعہ سے اب یہ دین از سر نو زندہ ہوگا۔"

اماتہ اللہ کے متعلق میں یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ بعض وقت نبی اُمت کا قائم مقام ہوتا ہے چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں دودھ اور شراب پیش کیا گیا۔ تو آپ نے دودھ پیا۔ جبرائیل نے بتایا کہ اگر آپ شراب پیتے تو تمام امت بدکار ہو جاتی۔ ایسا ہی ایک مقام پر قرآن کریم میں آیا ہے "یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء" پہلے نبی سے خطاب ہے مگر پھر آگے چل کر بتلا دیا ہے کہ نبی قائم مقام امت ہے۔"

"پس اماتہ اللہ سے قوم کی ویرانی و تباہی مراد ہے۔ جو ایک سو سال تک رہی پھر وہ قوم از سر نو زندہ ہوئی۔ غرض حزقیل کو خدا نے وہ نظارہ رویا میں دکھایا۔ حزقیل اپنے قیاس سے یوماً او بعض یوم کہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اسے سو سال بتاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی بتایا ہے کہ تم بھی سچے ہو۔ کیونکہ طعام و شراب پر سال نہیں گذرے اور رویا میں یہ بات ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ایک ذکر ہے کہ بادشاہ نے چودہ سال قحط و سرسبزی کے ایک آن میں دیکھ لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ رویا کا لفظ یہاں نہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتہم لی ساجدین انبیاء کے لئے خواب کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔"

"حضرت صاحب سے میں نے ایک دفعہ اس آیت کے معنے دریافت کئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب الٰہی میں توجہ کی تو مجھ پر یہی کھلا کہ یہ شخص واقعی مر گیا تھا۔ عرض کیا کہ پھر سو سال کے بعد اٹھنا کیا معنے۔ فرمایا۔ انبیاء کو مرنے کے بعد ایک حیات دی جاتی ہے۔ ... محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ میں چالیس دن کے بعد ... جاؤں گا۔ پھر عرض کیا کہ وہ آیۃ کس طرح ... مردہ ... نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرعون کی نسبت فرماتا لمن خلفک آیۃ۔ چونکہ میری طبیعت میں شرم اور ادب تھا اس لئے میں نے یہ نہ پوچھا کہ انظر الی طعامک و ... لم یتسنہ ... کا کیا مطلب ہوا۔"

قاضی امیر حسین صاحب نے بھی ایک معنے کئے ہیں۔ وہ اماتہ کے معنی یا تنہ لال آیۃ یاتیہ الموت من کل مکان پریشانی ... گی کرتے ہیں۔ اماتہ اللہ مائۃ عام سے یہ مراد ہے کہ حزقیل کو خدا نے سو سال تک غم اور پریشانی میں مزن مکدر الحیاۃ میں رکھا جبیس برس کی عمر میں حزن پیدا ہوا۔ یروشلم تباہ ہو چکا تھا ستر برس تباہی رہی تیس برس میں آباد ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یروشلم کو آباد کر دیا۔ تو ... اپنی تشریف لائے۔ دیکھا کہ جہاں پانی نہ تھا۔ وہاں کھانے پینے کی تمام چیزیں تازہ بتازہ موجود ہیں۔ بلکہ مال مویشی اور سواری کے جانور بھی۔ یہ معنے بھی کسی ذوقت دلچسپی سے خالی نہیں۔"

قابل غور امور

اب غور فرمائیے۔ پیدائش مسیح کے بارہ میں تو حضرت مسیح موعود اپنا عقیدہ بر بنائے اجتہاد یا تتبع بزرگان سلف ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن حزقیل کے بارے میں جو کچھ فرمایا اُس کو توجہ الی اللہ اور جناب الٰہی سے انکشاف کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب اس بات کو جانتے ہیں اور پھر اس کے خلاف معنی کرتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر جناب الٰہی سے کھولا جاتا ہے کہ وہ شخص واقعی مر گیا تھا۔ مولوی نورالدینؓ صاحب اس کے خلاف کہ جاتے ہیں کہ یہ حزقیل کا رویا تھا۔ تورات کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی رویا کی مثال دیتے ہیں۔ ... بقول ایڈیٹر ... الفضل خود مسیح موعودؑ سے زیادہ ... قرآن اور علم کے مدعی بنتے ہیں ... یا کا لفظ ... اس کے ... سے انکار کرنے والوں کو غلطی پر بتاتے ہیں اور با لفاظ ... حیات ... سے زیادہ ...

قرآن بلکہ سابقہ کتب سماوی کو بھی مسیح موعودؑ ... بتاتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب پر جناب الٰہی سے کھولا جاتا ہے کہ حزقیل نبی جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے واقعی مر گیا تھا اور سو سال کے بعد جی اُٹھا۔ کیونکہ "انبیاء کو مرنے کے بعد ایک حیات دی جاتی ہے۔" مولوی نورالدین صاحب اس کے برخلاف کہہ جاتے ہیں۔ کہ اس سے قوم کی ویرانی اور تباہی مراد ہے۔ جو ایک سو سال تک رہی پھر وہ قوم از سر نو زندہ ہوئی۔

حضرت مرزا صاحب انکشاف الٰہی کے ماتحت فرماتے ہیں کہ حزقیل نبی ہی لوگوں کے لئے نشان بنا مگر مولوی صاحب ہیں کہ اس کے برخلاف پھر بھی یہی کہے جاتے ہیں۔ کہ قوم کا مرکر زندہ ... نشان اور آیۃ تھا۔ اب ان تمام امور کو مد نظر رکھ کر مولوی محمد علی صاحب پر اعتراض کرنے والے دوست ذرا غور کریں۔ تو وہ صریح طور پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے مسیح موعودؑ سے اجتہادی معنوں کے اختلاف میں مولانا نورالدین صاحب کو شریک نہیں کیا۔ بلکہ مولانا نورالدین صاحب تو پہلے سے ان سے چند قدم آگے نکلے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے واقعی اپنے اس اُستاد کا حق شاگردی ادا کیا ہے جس کے متعلق ایڈیٹر صاحب الفضل کو بھی اقرار ہے۔ کہ "ان کی زندگی کا ایک ایک سانس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرکت و سکون کے ساتھ وابستہ تھا۔ اور جنہیں آپ نے وہ خطاب عطا فرمایا جو کسی اور کے حصے میں نہ آیا۔ کہ ؏

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے"

حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کا سوال ہو یا حزقیلؑ کے مر کر سو سال بعد جی اُٹھنے کا دونوں کی معجزانہ نوعیت میں کوئی فرق نہیں۔ خدا جیسے ایک صورت پر قادر ہے ویسا دوسری صورت پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر قرار دیکر جیسا امر اوّل سے انکار کرنے والا کافر خارج از اسلام ویسا ہی امر دوم سے انکار کرنے والا کافر خارج از دائرہ اسلام۔

لیکن خدا کو قادر مطلق مانتے ہوئے ایک آیۃ قرآنی کی تفسیر میں مسیح موعود سے اختلاف کرنے والا تفہیم الٰہی کے باوجود اگر حزقیل کی معجزانہ موت و احیاء کے معنوں کو چھوڑ کر اُس کو رویا قرار دیکر مسیح موعودؑ کی "ہر حرکت و سکون کے ساتھ وابستہ" رہ سکتا ہے۔ تو قرآن کریم سے مسیح کی ولادت بلا باپ پر استدلال کرنے والا اس کا شاگرد کیوں وابستہ نہیں رہ سکتا۔

مولانا محمد احسن صاحب کے خیال عقاید مسیح موعودؑ کے متعلق

یہ مسیح موعودؑ نے اس فرشتے کی عملی شہادت ہے جو دنیا سے اس وقت سے پہلے چل بسا۔ جب کہ قوم میں مسیح موعودؑ کے مقام کے متعلق اختلاف شدید ہو گیا۔ جب ایک رہنما اس امر کو اپنا فرض محسوس کرتا کہ اس اختلاف کو دور کرکے صحیح راہ پر قوم کو چلا دے۔ لیکن مشیت ایزدی نے دوسرے فرشتے کا لقب پانے والے بشر کو زندہ رکھا اور وہ صاف اس امر کا اعلان کر گیا کہ

"اگر مسیح موعودؑ کے جملہ اقوال کو تمام مسائل میں مستقل حجت گردانا جائے گا تو پھر نہ قرآن مجید کی ضرورت ہے نہ احادیث صحیحہ کی" القول الممجد صفحہ ۳۲

حکم اور عدل کی بحث

اب ایک اور پہلو سے میں اس معاملہ پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ معترض صاحب کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ حضرت مرزا صاحب حکم تھے۔ اور حکم جو عقیدہ رکھے اُس کے خلاف عقیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ پس اس اعتراض میں نبوت یا مقام حضرت مرزا صاحب کا کوئی سوال نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مسلمان ابتدائے اسلام سے آج تک یہ دعا مانگتے چلے آئے ہیں کہ اللھم اید الاسلام والمسلمین بالامام الحکم العادل اور آج بھی سب مسلم احمدی ہوں یا غیر احمدی یہ دعا مانگتے ہیں۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ مجدد اپنے وقت کا حکم ہوتا ہے۔ غرض کہ حکم ہونے کی صورت میں تمام مجددین یکساں ہیں۔ ایک عقیدہ حیات مسیح کا ایسا تھا جس پر قریباً تمام مجددین الاماشاء اللہ قائم تھے۔ تو کیا محض اس لئے کہ وہ ایک حکم کا نہیں بلکہ کئی حکموں کا عقیدہ تھا۔ بلکہ خود ابتدائی ایام میں مرزا صاحبؑ کا عقیدہ تھا۔ قیامت تک کے لئے لاتبدیل قرار دیا جاوے۔ ہرگز نہیں کیونکہ وہ عقیدہ ان کا بحیثیت حکم کے بر بنائے وحی نہ تھا۔ لیکن اس زمانے کے حکم نے بر بنائے وحی اس عقیدہ کی غلطی کو واضح کیا اس لئے

اب حیات مسیح کا ماننا جائز نہیں۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحبؑ نے اسی رنگ میں اس کو بیان فرمایا ہے جس مواہب الرحمٰن کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۷ پر حیات مسیح کے عقیدہ کے متعلق فرماتے ہیں "این اعتقاد فاسد محض وسوسہ و دام شیطانی است" پھر آگے چل کر صفحہ ۱۸ پر اس پر اعتراض اور اس کا جواب خود ہی بیان فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں "نادانان خواہند گفت کہ حال زمانہائے گذشتہ چیست کہ بریں خطا مردند و گمان میکردند کہ عیسیٰ نازل شود۔ پس بدانید کہ ایشان ماندہ بودہستند کہ پیش از خاتم الانبیاء گمان می بردند کہ مثیل موسیٰ از قوم ایشان خواہد بود۔ پس خدا ایشان را بایں خطا نگرفت .... البتہ گناہ پس از اتمام کردن حجت گناہ می گردد۔" پس مجددین سابق کا عقیدہ باوجود حکم ہونے کے غلط ٹھہرا۔ اور وہ باوجود غلطی کے گنہگار نہ ٹھہرے اور یہ عقیدہ اس وقت وسوسہ و دام شیطانی ہو کر گناہ ہو گیا۔ جب ایک حکم کی وحی سے اتمام حجت ہو گیا۔ میں نے ابتدائے مضمون میں عرض کیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ صرف ان امور میں حکم ہیں۔ جن کا محاکمہ وہ بر بنائے وحی کریں۔

حکم کی وحی

اس کی تائید خود حضرت مسیح موعود کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔ جو مواہب الرحمٰن صفحہ ۴۹ پر درج ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہر کہ انکار احادیث پیغمبر ما کند آں حدیثہا کہ نقید آں شدہ و مخالفت بہ قرآن ندارند۔ او برادر شیطان است و او خویشتن برائے نفس خود لعنتے و ایمان را ضائع کرد۔ و قرآن مقدم بر ہر چیز است و وحی حکم یعنی مسیح موعودؑ مقدم است بر احادیث ظنیہ۔ بشرط اینکہ آں وحی مسیح موعودؑ بقرآن مطابقت کلی دارد و بشرط اینکہ قصہ ہائے آں حدیث و قصہ ہائے قرآن مطابقت ندارند۔ یعنی در قصہ ہائے آں احادیث و قرآن باہم مخالفت باشد۔ ایں اعتقاد برائے ایں ضروری است کہ وحی مسیح موعودؑ ثمرہ تازہ ہست۔ کہ از درخت یقینی چیدہ شدہ است۔ پس ہر کہ وحی امام موعود را قبول نکرد و برائے روایات غیر مشہور آں را از دست انداخت پس او در گمراہی واضح اُفتاد۔ و بر موت جاہلیت بمرد۔ و شک را بر یقین اختیار کرد۔ و از حضرت الوہیت رد کردہ شد۔ چہ اگر اعتماد بر روایات داشتن در حال لازم بودے۔ پس چہ چیز است آں شخص کہ نام او از خدائے تعالیٰ حکم نہادہ شدہ باشد و چگونہ دادہ خواہد شد۔ و او را ایں لقب باوجودیکہ او در مسئلہ از مسائل بیح فیصلہ اختلاف نمی کند بلکہ ہر چہ نزد علماء است آں ہمہ قبول می کند۔"

اس تحریر میں حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر انہی باتوں میں اپنے آپ کو حکم قرار دیا ہے۔ جو وحی ولایت سے آپ پر منکشف ہوں۔ اور وہ وحی ولایت قرآن کے مطابق ہو۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے وحی حکم کا درجہ صرف ظنی اور بے دلیل اور مخالف قرآن روایات و احادیث سے بلند رکھا ہے۔ اس عبارت سے تو سوائے اس کے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ وحی حکم اس حدیث سے بھی درجے میں زیادہ نہیں۔ جو قرآن کے مخالف نہیں۔ جب اس قدر احترام ہے قرآن و احادیث کا۔ جب حکم کی وحی کا یہ درجہ ہو اور واقعی ہے بھی اصول کے مطابق یہی ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ اصول قرآن کریم نے یہی رکھا ہے۔ کہ ان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول" یعنی تمام تنازعات کا فیصلہ اللہ رسول کی طرف لوٹاؤ۔ تو ضروری ہوا کہ حکم کی وحی کو اس کے تابع رکھا جاوے۔ تو اس کے اجتہاد کو جو وحی کی بنا پر نہیں بلکہ بہت حد تک تتبع سلف ہو یا تفاسیر کی کئی صورتوں میں ایک صورت تفسیر ہو۔ فیصلہ حکم قرار دیکر اس سے مختلف تفسیر والوں کو طرح طرح کے فتووں کا مستوجب قرار دینا اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

فتح اسلام کا انگریزی ترجمہ

احباب یہ سن کر خوش ہوں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی "فتح اسلام" کا انگریزی ترجمہ مدراس سے چھپ کر آ گیا ہے ...

دار الکتب اسلامیہ کی ضروری اور مفید کتب

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

بیان القرآن - یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم یہ تفسیر عام فہم عبارت میں لکھی گئی ہے اور قرآن کریم کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک حل کیا گیا ہے۔ مکمل تین جلدوں میں قیمت للعہ جلد اول للعہ جلد دوم للعہ جلد سوم للعہ۔

سیرت خیر البشر - حضرت نبی کریم کی زندگی کے پیارے پیارے حالات قیمت بے جلد عہ مجلد عہ۔

تاریخ خلافت راشدہ - یعنی خلفائے راشدین کے زمانہ کے حالات۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ۔

جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات نہایت تحقیقات سے لکھے گئے ہیں۔ مجلد عہ۔

مقام حدیث - اس کتاب میں جمع حدیث، ضرورت حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ شروع کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط و خال کا عکس دیا گیا ہے۔ قیمت عہ

حقیقت المسیح - ایک عیسائی کے چند سوالات کے جوابات از روئے قرآن کریم اور بائبل نہایت مفصل طور پر دیئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۳ر۔

حدوث مادہ - ایک آریہ سے مباحثہ ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ حادث ہے۔ قیمت ۵ر۔

مسیح موعود - جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کو اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ بے جلد عہ۔

النبوت فی الاسلام - اس میں نبوت رسالت۔ محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔

قیمت .... عار

صحیح بخاری - صحیح بخاری کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ تین حصوں میں قیمت پارہ اول عہ دوم عہ سوم عہ باقی پارے چھپ رہے ہیں۔ قیمت ہر سو صفحہ کے لحاظ سے عہ۔

شناخت مامورین - جس میں مامورین من اللہ کی شناخت اور انہیں پرکھنے کے نشانات بالوضاحت درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۳ر

احمد مجتبےٰ - میاں محمود احمد صاحب کے اس عقیدہ کی تردید کہ احمد رسول اللہ کا نام نہ تھا۔ قیمت ۴ر

تصنیفات دیگر مصنفین

یجر وید - مصنفہ مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کا اردو ترجمہ۔ جس پر اکثر ہندو اخبارات نے بھی تنقیدی نظر ڈال کر ترجمہ کو صحیح اور سلیس قرار دیا ہے اور بعض نے تعریف بھی کی ہے۔ قیمت عہ **مسئلہ ثبت** ۲ر **تجارت** ا ر **مطالعہ اسلام** ۱۲ر **ام الالسنہ** ۱۲ر **مقصد مذہب** ۳ر **غذا و صحت** مصنفہ ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ اس کتاب کی بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تعریف کی ہے جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔ اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸ر ہستی باری تعالیٰ۔ قیمت ۲ر محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس اسلامی کتب کا کافی ذخیرہ ہے۔ فہرست مفت طلب کریں۔ تمام فرمائشیں پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

شاہی اکسیری زود اثر مجربات

(دواخانہ زیر سرپرستی کپورتھلہ سٹیٹ پنجاب)

شاہی یاقوتی - قوت مردانہ کی وہ مشہور اکسیر ہے جو زود اثری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ راجوں مہاراجوں تک میں مقبول ہے بڑے بڑے رؤسا نواب اور امیر استعمال کرتے ہیں۔ قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں صرف پانچ روپے (صہ) ہے۔ ہر قسم کے زنانہ و مردانہ امراض کی مجرب ادویہ ہمارے ہاں تیار رہتی ہیں۔ نیز خط و کتابت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ غربا سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ البتہ دوا کی مناسب قیمت لی جائے گی۔ جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ بھیجئے۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب طبیب خاص کپورتھلہ سٹیٹ

مسمریزم ہپناٹزم

کے ذریعہ خدا کے فضل سے ہر قسم کی روحانی و جسمانی مایوس العلاج امراض کا علاج دور یا نزدیک سے نہایت کامیابی سے کیا جاتا ہے۔ اور پندرہ بیس روز میں سشرطیہ سکھاتے ہیں۔ مفصل حالات کے لئے ہماری کتاب جو ۴۴ سالہ محنت کا نتیجہ ہے مفت منگائیے

گنیش داس ادم نند گنیش آشرم چھاؤنی جالندھر

۱۹۲۹ء کے دو شاندار اسلامی کیلنڈر

ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت و شاندار کیلنڈر جو سال بھر آپ کی خدمت کرنے کے علاوہ آپ کے دیوان خانوں، دفتروں اور دوکانوں کی زینت کو دوبالا کریں گے جن میں ۴۸ تصاویر ہاف ٹون عکسی بلاکوں کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر طبع کی گئی ہیں۔ سال بھر کی تاریخیں الگ درج ہیں دونوں طرف جنتیاں لگی ہوتی ہیں۔ سائز ۲۰ × ۱۵ انچ۔ مقصد تصاویر حسب ذیل ہیں۔ کیلنڈر نمبر ۱ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا، انور پاشا، خالدہ خانم وزیر تعلیم ترکی۔ سلطان ابن سعود، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کیلنڈر نمبر ۲ میں ہز ہائینس امیر امان اللہ خاں شاہی لباس میں۔ رضا خاں شاہ ایران۔ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں نظام دکن۔ سلطان الاطرش۔ مسجد اقصیٰ بیت المقدس مسجد ایا صوفیہ قسطنطنیہ۔ جامع مسجد شاہجہان دہلی۔ تاج محل آگرہ۔ دو سٹ یعنی چار کیلنڈروں کی قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک تاجر اصحاب بذریعہ خط و کتابت کمیشن کا فیصلہ کریں

ملنے کا پتہ: **منیجر اسلامک لٹریچر کمپنی۔ پوسٹ بکس ۱۳۲ لاہور**

پیغام صلح کی اجرت اشتہارات دیگر اخبارات کی نسبت بہت کم ہے

آپ کسی اور اخبار میں اشتہار دینے سے پہلے ہمارے نرخ ضرور ملاحظہ فرمائیں

ہماری معرفت اشتہار کی بہترین کتابت ہو سکتی ہے اور نفیس اور اعلیٰ ...

جلد ۱۷ یکم رمضان ۱۳۴۷ھ نمبر ۱۳

انگریزی ترجمۃ القرآن کی مقبولیت

اور

حسّاد کی نکتہ چینی

جو قبولیت عامہ باری تعالیٰ نے ہمارے انگریزی ترجمۃ القرآن کو عنایت فرمائی وہ کوئی چھپی ہوئی حقیقت نہیں۔ ہندوستان کے اندر ہندوستان سے باہر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں جس عزت و احترام اور پسندیدگی کی نگاہوں سے اس ترجمۃ القرآن کو دیکھا گیا۔ اور دیکھا جا رہا ہے اس پر اس کی کثرت اشاعت شاہد ہے۔ دنیا کے روشن خیال طبقہ کے لوگ اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں اس ترجمۃ القرآن کو حقیقی طور پر ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

اسلام کی یہ مہتم بالشان خدمت جو حضرت مسیح موعود کی دعا اور آپ کے پاک ارادہ کے ماتحت حضرت امیر متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کے ہاتھ سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ وہ خدمت ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں نظر نہیں آتی۔ یورپ ایشیا۔ اور امریکہ کے طویل و عریض براعظموں اور لاکھوں کروڑوں انگریزی جاننے والوں اور انگریزی بولنے والوں کے اندر سب کچھ تھا۔ لیکن جو چیز نہیں تھی وہ ایک قرآن پاک کی تفسیر نہیں تھی۔ آج دنیا کے اندر مستند۔ صحیح۔ مفصل اور ضرورت زمانہ کے مطابق اگر کوئی تفسیر ہو سکتی ہے تو یہی ایک ہے۔ اس تفسیر نے لاکھوں کو روحانی زندگی بخشی اور اس زمانہ میں یہی ایک ہزاروں گمراہان بادیہ ضلالت کے لئے خضر راہ بنی۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ . . . .

. . . آپ کی وہ خواہش جس کا اظہار آپ نے اس وقت فرمایا جبکہ بظاہر کوئی سامان نظر نہیں آتا تھا۔ آج کس عمدگی سے پوری ہو گئی۔ یہ آپ کے حسن نیت۔ آپ کی دلی تڑپ اور آپ کے روحانی اثر کا نتیجہ تھا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ شخص جسکو حضرت سے کچھ بھی تعلق ارادت و محبت ہے وہ سجدۂ شکر بجا لاتا کہ اس کے ہادی و پیشوا کی بات پوری ہوئی۔ لیکن ہم اس حق ناشناس گروہ کا کیا گلہ کریں کہ جس کی آنکھوں میں اس تفسیر کی بڑھتی ہوئی مقبولیت خار بنکر کھٹک رہی ہے۔ اور ان کا منتہائے مقصد یہ ہے کہ اگر وہ دنیا کی آنکھوں میں خاک نہیں جھونک سکتے تو کم از کم ان لوگوں کے دلوں پر جو تقلید کے گڑھے میں پڑ کر بصارت و بصیرت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ کا لنقش فی الحجر کر دیں کہ یہ تفسیر حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ لوگ جو بات بات میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ جو آپ کی کتب کو منسوخ اور مسترد قرار دیتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے جو آپ کی سالہا سال کی تحریروں کو ردی اور غیر مستند اور غیر معتبر ٹھہراتے ہوئے ذرہ بھر شرم سے کام نہیں لیتے اور اس پر ہی قناعت نہیں بلکہ کھلے لفظوں میں حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ دلائل کو ایک "ناداں" کے دلائل کہتے ہوئے خدا کا خوف نہیں کرتے۔ اور قرآن مجید اور احادیث کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی کھلی تحریروں اور آپ کے عقائد کے صریح خلاف ہیں۔ ایسے لوگ کس منہ سے دوسروں کو الزام دیتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے تخلف کرتے ہیں۔ یہ عجیب دیدہ دلیری ہے۔ کہ جس الزام کے وہ خود مرتکب [illegible] دوسروں پر تھوپ دیتے ہیں۔

آج دنیا کے اندر [illegible] لوگ بھی ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کس گروہ نے [illegible] کی تعلیم سے انحراف کیا اور [illegible] آپ کی کتابوں کو منسوخ اور مسترد قرار [illegible] دیا گیا [illegible]

اگر ان تمام امور کے متعلق مفصل لکھا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن آج کی [illegible] ہم [illegible] اکتفا کرتے ہیں۔ اور بعض نہایت ایک [illegible]

کسی آئندہ فرصت میں ہم کسی قدر وضاحت کے ساتھ لکھیں گے۔ کہ کس طرح اس گروہ نے حکم و عدل کی تعلیم کا جوا اپنی گردن سے اتار کر ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈال دی۔

حضرت مسیح موعود اپنی معرکۃ الآرا کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۹ پر مسئلہ نبوت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۵۶۹)

اب حکم و عدل کی اس تحریر کے بالمقابل ذرا جناب خلافت مآب کی درافشانی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۵)

اب صاحبان عقل خود دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔ اور جناب "خلیفۃ المسیح ثانی" نے اس کے مقابل کیا گوہر افشانی فرمائی ہے۔ قادیانی دوستو! ان دونوں عبارتوں کو خوب پڑھو اور انصاف سے کہو کہ کیا یہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا اتباع ہے۔ یا اس کی صریح تکذیب و تغلیط۔ با ایں ہمہ دوسروں پر الزام ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف چلتے ہیں۔ ع

طعنہ بر خوباں مزن ای روئے سیاہ (باقی)

مغرب میں شدھی

معاصر پرتاپ رقمطراز ہے کہ ڈاکٹر شنکر اچاریہ کے زیر اہتمام جنھوں نے مس ملر کو شدھ کیا تھا لندن پیرس اور نیو یارک میں شدھی کے مرکز کھولے جانے والے ہیں۔ جہاں مغربی لوگوں کو ہندوازم میں داخل کیا جائیگا۔ ہمارے ہندو ہموطنوں اور بالخصوص ڈاکٹر شنکر اچاریہ اور ان کے ہمنوا دلدادگان شدھی کا عزم تو واقعی قابل تعریف ہے۔ لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ شدھیاں اسی قبیل سے ہوں گی جس طرح کہ مس ملر کی شدھی تھی یا کچھ متفاوت؟ ہمارے خیال میں اگر ان مراکز کے اندر ایک ایک ہندو والی ریاست کو بھی ساتھ رکھا جائے تو شدھی کی تحریک میں کافی کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ اور کئی مس ملر گو دل سے نہ سہی بظاہر شدھ ہو جائینگی۔

خاندیش میں ہندوؤں کا دامِ فریب

معاصر الامان دہلی کا ایک نامہ نگار راوی ہے کہ خاندیش کے علاقہ میں تقریباً ۹۰ فیصدی مسلمان آباد ہیں۔ لیکن چشم بد دور سب کے سب اجہل اور مذہب سے قطعاً ناواقف۔ تحفظ گاؤ کی دلدادہ مہاراشٹری جماعت نے ان جاہل مسلمانوں کو خوب ہی بے وقوف بنایا ہے۔ ان سے ایک اشتہار دلوایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گاؤکشی کی وجہ سے اور گائے کی بددعا سے مسلمان روز بروز تباہ ہو رہے ہیں۔ گاؤکشی سے ان پر بیماریاں اور مصائب نازل ہوتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے قحط اور گرانی کا دور دورہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اس جہالت کے کرشمے ہیں جو ہماری قوم کے ایک کثیر حصہ کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔ اگر خاندیش کے مسلمانوں کے اندر کچھ تعلیم ہوتی یا ان کو مذہب سے کچھ مس ہوتی تو اس طرح سے وہ غیروں کا آلہ کار نہ بنتے۔

ہندو ذہنیت

معزز معاصر الجمعیۃ نے گوجرانوالہ اخبار "شردھانند" سے ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے جو اس طرح سے ہے کہ بارسی میں نوجوان سنگھا کے زیر اہتمام ایک جلسہ مندر میں قرار پایا۔ مندر کے باہر جلسے کے متعلق اشتہار لگا دیا گیا۔ مندر کے ایک ٹرسٹی کو جو وکیل ہیں جب اس جلسہ کا پتہ لگا تو اس نے انعقاد جلسہ کی ممانعت کر دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا [illegible]

ہوں۔ وکیل صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ گو میں نے کئی بار اپنی تقاریر میں کہا ہے کہ چھوت چھات اڑا دی جائے۔ اور اس اعلان کو پھر دہراتا ہوں لیکن جب میں کسی اچھوت سے چھو جاؤں تو غسل کر لیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ تقریر کرنا اور بات ہے اور عمل کرنا اور بات۔

ہم اپنے معزز معاصر کو بتانا چاہتے ہیں کہ ایک وکیل صاحب ہی کی یہ تخصیص نہیں اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈروں کی بھی یہی حالت ہے۔ کہ زبان سے تو بھرے جلسوں کے اندر بڑے زور شور سے اعلان کرتے ہیں۔ کہ چھوت چھات کو اڑا دینا چاہیئے لیکن ان کا عمل اس سے بالکل برعکس ہے۔ خود مالوی جی جو ہندوؤں کے بہت بڑے لیڈر اور چھوت چھات کے خلاف اپنی ساری فصاحت خرچ کر دینے پر تلے رہتے ہیں۔ ان کی کیفیت سن لیجئے کہ جب ایک اچھوت لڑکے نے آپ کے گلے میں ہار ڈال دیا تو وہاں جلسہ میں تو بڑی خوشی سے پہن لیا اور دوسرے ہی دن تمام ہندو اخبارات میں بڑے موٹے موٹے عنوانات سے یہ خبر شائع ہوئی۔ لیکن مکان پر آکر پنڈت صاحب موصوف نے کپڑوں سمیت غسل فرمایا۔ سچ ہے ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

مسلم اوقاف اور حکومت بہار

مسلم اوقاف کی تحقیقات کے متعلق حکومت بہار نے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اوقاف کا روپیہ ان کے مقاصد کے خلاف خرچ ہوتا ہے۔ اور متولی اس روپیہ کو اپنی ذاتی آمدنی سمجھ کر صرف میں لاتے ہیں۔ کمیٹی نے سفارش کی کہ مسلم ارکان کونسل اور دیگر مسلم جماعتوں کے نمائندوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اوقاف کا انتظام کرے۔ اور ایک مہتمم مقرر کیا جائے۔ جو وقتاً فوقتاً اوقاف کے حسابات کی پڑتال کرتا رہے۔ حکومت بہار نے کمیٹی کی سفارش کو شرف قبولیت دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دوسرے صوبوں کی حکومتیں بھی حکومت بہار کی تقلید کریں گی۔ تاکہ اوقاف کا روپیہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اکثر متولیان اوقاف اپنے ذاتی تعیش اور کاروبار میں اوقاف کا روپیہ صرف کر دیتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کی حقانیت

ہر ایک سلیم الفطرت انسان اس حقیقت کے سامنے سر جھکائے گا کہ اسلامی قوانین دنیا کے لئے سراسر رحمت ہیں۔ آج سالہا سال کے تجارب کے بعد دنیا جن نتائج پر پہنچی ہے قرآن مجید نے تیرہ سو سال پیشتر ان پر بالوضاحت روشنی ڈال کر بنی نوع انسان کے لئے ایک صراط مستقیم قائم کر دی ہے جس پر چلکر ہر ایک انسان تمام خطرات سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔ دنیا کے لوگ قرآنی تعلیم کی فضیلت کو منہ سے مانیں یا نہ مانیں لیکن اس میں شک نہیں کہ زمانہ ان کو خود مجبور کر رہا ہے کہ اس تعلیم کے سامنے سر جھکائیں اس قسم کی کئی مثالیں ہمارے مشاہدہ میں آچکی اور آ رہی ہیں۔ حال ہی میں ریاست یوگوسلاویا میں حکومت نے قانون تعزیرات میں شراب نوشی پر سزا بڑھا کر سخت پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ اور حکومت کا ارادہ ہے کہ اس مضرت رساں عادت کو ایک سنگین جرم قرار دیا جائے۔ یہ درحقیقت اسلامی تعلیم کی حقانیت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ کاش کوئی سوچے۔

ضلع علی گڈھ میں فتنہ ارتداد

ہمعصر مبلغ دہلی راوی ہے کہ ضلع علیگڑھ اور بلند شہر میں جن میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی بہت سی ریاستیں ہیں۔ اور اکثر ریاستوں میں بڑے بڑے اوقاف بھی ہیں۔ زور شور کے ساتھ مسلمانوں کو مرتد کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ موضع شمس پور میں بہت سے مسلم جاٹوں کو پریشان کر دیا ہے۔ اور باقی مسلمان خطرہ کی حالت میں ہیں۔ شمس پور کے چاروں طرف ہندو جاٹوں کا زور ہے۔ اور شدھی سبھا کا ایک اپدیشک جسکو ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ اور مصارف سفر شدھی سبھا کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ عرصہ سے اس موضع میں مقیم ہے۔ جس نے تمام ہندو جاٹوں میں منافرت اور مغائرت کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر کے مجبور کیا جا رہا ہے کہ یا تو ہندو قوم میں داخل ہوں یا موضع چھوڑ کر نکل جائیں۔

علیگڑھ اور بلند شہر کے مسلم رؤسا کا فرض ہے کہ وہ اپنے ضلع کے مسلمانوں کو وبائے ارتداد سے محفوظ رکھنے اور مرتدین کے واپس لانے کے لئے پوری پوری جد و جہد سے کام لیں۔ اور اس کے ساتھ ہی جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ کو بھی ہم [illegible]

—— جنرل نادرخاں سے ایک نمائندۂ پریس نے سوال کیا کہ اگر شاہ امان کابل کا تخت حاصل نہ کر سکے تو کون بادشاہ ہوگا۔ جنرل موصوف نے اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

—— پشاور یکم مارچ۔ آج جامع مسجد میں سردار علی احمد جان اور جنرل نادرخاں نے نماز جمعہ ادا کی اور تقریریں کیں۔ سردار علی احمد جان نے کہا کہ میں شاہ امان اللہ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ اور اپنے خون کا آخری قطرہ بھی ان کی حمایت کے لئے بہا دونگا۔

—— پشاور یکم مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سر ہمفریس کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ جنرل نادرخاں سے ملاقات نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح برطانوی پالیسی کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہو جانے کا احتمال ہے

—— پشاور یکم مارچ۔ سردار علی احمد جان نے ایک نمائندۂ پریس کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جلال آباد کا میگزین میں نے خود حکم دیکر اڑا دیا تھا۔ کیونکہ احتمال تھا کہ باغی اس پر قابض ہو جائیں۔ اپنے بادشاہ ہونے کے اعلان کے متعلق کہا کہ یہ بھی ایک چال تھی۔ کیونکہ اگر شاہ امان اللہ کے نام پر کوئی کارروائی کی جاتی۔ تو لوگ ساتھ نہ دیتے۔

—— اپنی ناکامی کی وجہ بیان کرتے ہوئے سردار موصوف نے کہا کہ ایک نمک حرام موگیانی نے جو ملک غیاث کا لڑکا ہے بچہ سقہ سے رشوت حاصل کر کے مجھ سے غداری کی یہی میری ناکامی کی وجہ ہوئی۔

—— سردار موصوف کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاہ امان اللہ کے جاں نثار اور حامی ہیں۔ اور بچہ سقہ کی حکومت کو ناپسند کرتے

—— پشاور ۲۸ر فروری۔ ملکہ ثریا کا ماموں ادیب آفندی نہایت تباہ حال ہو کر یہاں پہنچا ہے۔ اور قندھار شاہ امان اللہ کے پاس جا رہا ہے۔

—— لاہور یکم مارچ۔ اخبار "ریاست" کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مہمندی قبیلہ کے لوگ جنرل نادرخاں کو پشاور سے جلال آباد لے گئے ہیں۔

—— پشاور ۲۸ر فروری۔ جنرل نادرخاں کی صحت پہلے سے بہت بہتر ہے

—— پشاور ۲۸ر فروری۔ ایک نمائندہ پریس سے جنرل نادرخاں نے اپنے آئندہ پروگرام کے متعلق فرمایا۔ کہ میں پہلے جلال آباد جاؤنگا مشرقی اور جنوبی صوبجات کا دورہ کر کے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ جو ان صوبجات کے باشندوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

—— دہلی ۲۷ر فروری۔ آج کونسل آف سٹیٹ میں رائے بہادر رام سرن داس کا یہ ریزولیوشن کہ ہندوستان میں بناسپتی گھی کی درآمد بند کر دی جائے پاس ہو گیا۔

—— دہلی ۲۸ر فروری۔ مسٹر جناح اپنی بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد دہلی پہنچ گئے ہیں۔ افواہ ہے کہ وہ نہرو رپورٹ کی مخالفت کا اعلان کرنے والے ہیں۔

—— سال نو کے خطابات و اعزازات کی فہرست جو نوروز کے دن ملک معظم کی علالت کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی تھی۔ اب شائع ہو گئی ہے۔ دیگر اصحاب کے علاوہ حضور نواب صاحب بھاولپور کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ میاں سر فضل حسین کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ اور علی گڑھ کے مشہور حامی تعلیم نسواں شیخ عبداللہ صاحب وکیل علی گڑھ کو خان بہادر کا خطاب ملا۔

—— بنارس ہندو یونیورسٹی کے عربی اور فارسی لیکچرار پروفیسر مہیش پرشاد مولوی عالم و فاضل عنقریب اسلامی تعلیمی درسگاہوں۔ مذہبی اعتقادات و معاشرتی حالت کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ممالک اسلامیہ اور یورپ کی سیاحت کرنے والے ہیں۔

—— لندن ۲۶ر فروری۔ انگلستان میں دوبارہ شدت کی سردی ہو گئی ہے۔ رات کو انگلستان کے اکثر حصوں میں برف پڑی ہے۔ طوفان باد و برف کی شدت سے پہاڑی علاقوں میں سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔

پیغام صلح میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے

امریکہ میں اسلام کی ضیا پاشی

برازیل میں ۴۷ ہزار امریکن مشرف بہ اسلام ہوئے

تین سال میں اسلام نے سترہ گنی ترقی کی

جریدہ الاصلاح بمبئی کے ایک پرچہ کا حوالہ دیکر لکھتا ہے:۔

بلاد امریکہ میں اسلام نہایت وسعت سے پھیل رہا ہے اور اسلامی مبلغین امریکہ کے طول و عرض میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جن سے متاثر ہو کر اہل امریکہ اسلام قبول کر رہے ہیں اور دعوت حق پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ برازیل کے پایہ تخت (ریواڈی جنیوا) میں ایک بڑی انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جو اسلام کی اشاعت کرے گی اور تبلیغی جلسوں کا انتظام کرے گی۔ ایک ہفتہ نہیں گذرتا کہ بڑے بڑے فضلائے امریکہ مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ شمالی برازیل میں ان کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ سب کے سب ذی وجاہت اور عالی مرتبہ لوگ ہیں۔

اس امر کی کہ امریکہ میں اسلام سرعت سے پھیل رہا ہے اور اہل امریکہ اس کے اصولوں کو دل سے قبول کر رہے ہیں۔ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جنوبی برازیل میں تین ہزار سے زیادہ مسلمان نہ تھے جن میں سے اکثر شامی اور مراکشی تھے لیکن اس حقیر مدت میں سترہ گنا (یعنی ۴۷ ہزار) مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اور یہ ایک ایسی حیرت انگیز ترقی ہے جو اس سے پہلے گمان و وہم میں بھی نہ تھی۔

پایہ تخت برازیل کے مسلمانوں نے ایک بہت بڑی مسجد بنانے کا بھی ارادہ کیا ہے اور اس کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔ عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ تم مسلمانوں کو عبادت اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے اس مسجد میں دیکھو گے۔"

غرض اسلامی دعوت برازیل میں برق خاطف کی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے یہاں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی ایک انجمن بھی ہے۔ جو اسلام کے خلاف اپنا زہر پھیلا رہی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں اسلام کو بہت بڑا فخر حاصل ہے کہ ہم برازیل کے بڑے بڑے آدمیوں کو مشرف بہ اسلام ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس باغ و عقد کی حلاوت کو معلوم کر لیا ہے اور اس کی جان پرور خوشبو سے ان کا مشام جان معطر ہو گیا ہے۔ بالخصوص جبکہ پروٹسٹنٹ عیسائی اسلام کے خلاف انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔

ان مضامین کو بار بار پڑھو اور غور کرو کہ دین حنیف اپنی فطری صداقت اور حقیقی اخلاص کی بنا پر کس سرعت سے ترقی کر رہا ہے۔ برازیل میں تین سال کے قلیل مدت میں تین ہزار سے [illegible]

ماہر جانتے ہیں کہ جب مسلمان کسی ایک ملک میں اپنی غفلت و نفاق انگیزی کی وجہ سے تباہ ہوتے ہیں تو قدرت دوسرے ملک میں ایک نئی قوم حفاظت اسلام کے لئے پیدا کر دیتی ہے۔ بنو امیہ کی تباہی کے بعد بنو عباس کا عروج اور ان کی ہلاکت کے بعد ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کا تسلط اس کلیہ کی چند مثالیں ہیں پس کیا عجب ہے کہ ایشیائی مسلمانوں کی موجودہ نکبت و ذلت کے بعد اللہ تعالےٰ جرمن و امریکن اقوام سے اسلام کی خدمت لے۔ (الاصلاح مکہ مکرمہ)

مکتوب برلن

اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ

مسجد برلن میں لیکچر

پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن کا تازہ خط

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ۸ بجے بعد از شام ہمارا ماہوار جلسہ ہوا۔ اس دفعہ بھی ایک جرمن نو مسلم نے تقریر کی مضمون تھا "اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ" مقرر صاحب نے تقریباً ایک گھنٹہ تک مضمون کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر ثابت کیا کہ اسلام ہر رنگ میں عیسائیت سے بہتر ہے۔

مضمون کے بعد صاحب صدر ڈاکٹر مارتوس صاحب نے حاضرین کو جن کی تعداد کم و بیش ۴۰ کے قریب تھی سوالات کی اجازت دی۔ جس پر ایک عورت نے یہ اعتراض کیا کہ انجیل کے اندر تناقض کوئی نہیں ہے۔ اس کا تسلی بخش جواب مقرر صاحب کے علاوہ صاحب صدر اور ایک اور صاحب [illegible]

سامعین میں سے کئی ایک نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

جلسہ رات کے ۱۱ سے ۱۲ بجے تک ہوا۔ اختتام جلسہ پر ایک خاتون نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ اس کا اسلامی نام مریم رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت دے۔ آمین

اگلے جلسے کے مقرر جناب ڈاکٹر مارتوس صاحب ہوں گے۔ اور یہ جلسہ ۴ جنوری کو ہوگا۔

میری طبیعت بعارضہ زکام علیل ہے۔ لہذا جلسے کی کارروائی تفصیل نہیں لکھ سکا۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

(خاکسار محمد عبد اللہ)

انتقال پُر ملال

یہ خبر نہایت افسوس سے درج کی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک پرجوش ممبر آغا سلطان جہان خاں صاحب تحصیلدار گوجرخاں ۷ ماہ جنوری ۱۹۲۹ء کو بمقام جھنگ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ مدت سے میو ہسپتال لاہور میں بغرض علاج تشریف لائے ہوئے تھے ابھی پورے طور پر صحت نہ ہوئی تھی کہ اپنے عزیز دوست سردار بہادر خاں صاحب مال افسر کے پاس جھنگ تشریف لے گئے۔ آپ کی عمر تقریباً ۵۰ سال تھی۔ جماعت کے آپ نہایت سرگرم ممبر تھے اور احمدیت کے لئے خاص جوش رکھتے تھے۔ آپ بہت مدت تک عیسیٰ خیل میں تحصیلدار رہے۔ پھر میانوالی اور راولپنڈی کی طرف کام کرتے رہے۔ ملازمت آپ نے نہایت نیک نامی سے کی۔ آپ کا وطن خاص شہر نوں تھا۔ جہاں احمدی ہونے پر شروع میں آپ کی بہت مخالفت ہوئی جس کا مقابلہ آپ نے اپنی ایمانی طاقت سے کیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی لاش جھنگ سے لاہور لائی گئی۔ اور جنازہ احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھا جس میں بہت سے احباب شامل ہوئے اور لاہور کے ہی قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمادے۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ جنازہ کے بعد مرحوم کے صاحبزادہ امیر عبد اللہ جان جو ٹانک ریلوے میں ملازم ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور مرحوم کے برادر خورد آغا محمد جان خاں صاحب نے بھی سلسلہ کی امداد کے لئے ہر طرح کا وعدہ فرمایا۔ اس طرح سے انہوں نے آغا صاحب مرحوم کی روح کو راحت پہنچائی۔ مرحوم کی اہلیہ کی خدمت میں ہم ساری جماعت کی طرف سے ہمدردانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمادے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

—— ہمارے بھائی بابو رحیم بخش صاحب کراچی کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہم اس صدمہ میں بابو صاحب موصوف

کیا عقیدہ میں تبدیلی کرنا بری بات ہے؟

(۲)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم حقیقت رقم سے)

قابل مبارک بات

محمودی صاحبان حضرت مسیح موعود جیسے برگزیدہ انسان پر تبدیلی دعویٰ کا بہتان لگا کر پھر مولوی محمد علی صاحب کی نسبت خدا جانے منہ پر کیا ناک لگا کر کہنے آئے کہ انہوں نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرلی اور کہ وہ مرزا صاحب کو پہلے ویسا ہی نبی مانتے تھے جیسا ہم مانتے ہیں۔ مگر اب نہیں مانتے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب حضرت مرزا صاحب کو ویسا ہی نبی مانتے تھے جیسا آج محمودی مانتے ہیں اور انہوں نے اپنے عقیدہ میں اصلاح کرلی تو میں مولوی محمد علی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایک غلط عقیدہ کی اصلاح کرلی۔ انہوں نے کوئی تبدیلی دعویٰ تو نہیں کیا جو قابل ملامت ہو۔ اگر انہوں نے عقیدہ کی اصلاح کی تو سزاوار تحسین ہیں۔ کیونکہ مولوی محمد علی صاحب کو یا خواجہ کمال الدین صاحب کو یا مجھے یا آپ کو کوئی حق حاصل نہیں اور نہ کبھی تھا کہ وہ نبی کے لفظ کو ان معنوں میں لیں جو خود مدعی نے نہیں لئے۔

نبی اور رسول کا مفہوم مسیح موعود کے نزدیک

مدعی صاف لفظوں میں لکھتا ہے۔ پڑھو اخبار الحکم اگست ۱۸۹۹ء:۔

"جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے۔ اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے۔ **اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقایق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔**.......

اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا"

مسیح موعود کے خلاف کہنے والا

نبی اور رسول کا جو مفہوم مذکورہ بالا الفاظ میں مدعی نے بیان کردیا اس کے خلاف مفہوم اپنے ذہن میں رکھنے والا خدا کے نزدیک "جواب دہ" ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں۔ پس کسی کو کوئی حق نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی نسبت نبی اور رسول کا لفظ ان مفہوم کے سوا جو آپ نے بیان کردیئے استعمال کرے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب نے کبھی ان مفہوم سے بڑھ کر کسی معنی میں استعمال کیا تو غلطی کی اور اگر میاں محمود احمد صاحب آج ان مفہوم سے بڑھکر استعمال کررہے ہیں تو غلطی کررہے ہیں۔

حضرت امیر کا مفہوم لفظ نبی سے

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے نبی اور رسول کے الفاظ کو ان معنوں اور مفہوم سے بڑھکر کبھی استعمال نہیں کیا جو مفہوم مدعی نے اوپر بیان کردیئے ہیں۔ اور نہ مولوی صاحب ایسا کرسکتے تھے۔ اور اس کا یقینی ثبوت یہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے کبھی حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر خارج از اسلام نہیں قرار دیا۔ ورنہ جو مفہوم آج میاں محمود احمد صاحب نبی اور رسول کا لے رہے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسی نبوت کے منکر کو کافر خارج از اسلام سمجھا جائے۔

لفظ نبی کے مفہوم میں مسیح موعود اور میاں صاحب میں اختلاف

اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی نسبت نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن ہمیشہ مجاز اور استعارہ کے طور پر اور ان معنوں میں جو ابھی بیان کئے گئے یعنی "خدا سے علم پاکر معارف پوشیدہ کا بیان کرنے والا" اس سے بڑھ کر نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی نبوت کا منکر کافر خارج از اسلام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ کوئی شریعت یا نیا حکم خدا کی طرف سے نہیں لایا جس کا انکار مستلزم کفر ہو۔ [illegible]

کافر بنا دیتا ہے۔ نبی چونکہ خدا کا حکم لاتا ہے۔ اس لئے نبی کا منکر کافر ٹھیرتا ہے۔ پس جب کوئی ملہم شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لایا تو اس کا انکار کس طرح انسان کو کافر خارج از اسلام کردے گا۔ چنانچہ یہی بات حضرت مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں ارشاد فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا"

حاشیہ "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لایق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر بھی ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

پس جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب نبی اور رسول کا لفظ اپنے متعلق استعمال کرتے رہے وہ ان کی اپنی اصطلاح تھی جو بطور مجاز اور استعارہ کے تھی اور ان معنوں میں جو شخص نبی و رسول کے الفاظ استعمال کرے گا تو لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر خارج از اسلام نہ سمجھے جن معنوں میں میاں محمود احمد صاحب نبی و رسول کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ ہے اسلامی اصطلاح اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایسے شخص کے منکر کو کافر خارج از اسلام قرار دیا جائے۔ چنانچہ جناب میاں صاحب اسی لئے ایسا سمجھتے ہیں۔

حضرت امیر نے منکرین مسیح موعود کو کافر نہیں لکھا

اب اگر مولوی محمد علی صاحب نے بھی انہی معنوں میں نبی اور رسول کے الفاظ حضرت مرزا صاحب کے متعلق استعمال کئے ہوں گے جن میں جناب میاں صاحب کرتے ہیں تو لازمی بات ہے کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر خارج از اسلام بھی کہا ہوگا۔ اور اگر ایسا کبھی نہیں کہا تو پھر صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے نبی و رسول کے الفاظ انہی معنوں میں استعمال کئے۔ جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب نے خود استعمال فرمائے تھے اور جن معنوں میں ان کا استعمال امت محمدیہ کے اولیا کی نسبت آج بھی جائز ہے اور وہ ہے مجاز اور استعارہ کے رنگ میں۔ اس مفہوم کے ساتھ جو حضرت مرزا صاحب نے خود لیا کہ "اللہ تعالیٰ سے علم پاکر معارف پوشیدہ بتانے والا"

لفظ نبی کا استعمال اب موجب فتنہ ہے

اصل میں بات یہ ہے کہ نبی اور رسول کے اس مفہوم کا جو آج میاں محمود احمد صاحب لے رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اور اگر اس کا وہم و گمان ہوتا تو ہم اسے اسی طرح اس وقت بھی چھوڑ دیتے جس طرح آج چھوڑ دیا۔ آخر آج اسی لئے اس لفظ کا استعمال چھوڑ دیا کہ اس کے مفہوم کو میاں صاحب نے پلٹ دیا ہے۔ اس لئے اب اس لفظ کا استعمال موجب فتنہ ہے۔ گو شروع شروع میں میاں صاحب موصوف نے کسی "مصلحت وقت" کے ماتحت یہ کارروائی کی تھی جیسا کہ ان کے ایک خط سے ظاہر ہے۔ مگر نہ معلوم اب کیا مصلحت ہے کہ ابھی تک وہ پالیسی بدلی نہیں۔ شاید نبی کا لفظ اپنے اس نئے مفہوم کے ساتھ ان کی جماعت میں اس قدر دائر و سائر ہوگیا ہے کہ اب اگر خود میاں صاحب بھی اسے اپنی جماعت کے دلوں سے نکالنا چاہیں تو میرا خیال ہے کہ نکال سکیں۔

ایک حلفیہ شہادت کا مطالبہ

مفہوم کے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک تجویز سوچی تھی اور وہ یہ تھی کہ دونوں طرف کے پرانے پرانے لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ دیکھا تھا اور ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی تھی۔ وہ حلفیہ شہادت دیں کہ:۔

"کیا حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں وہ حضرت صاحب کی نبوت کا یہی مفہوم سمجھتے تھے جو آج میاں محمود احمد صاحب لے رہے ہیں۔ یا وہ مفہوم وہ تھا جو آج مولوی محمد علی صاحب اور ان کے دیگر رفقا پیش کررہے ہیں اور کیا ۱۹۰۱ء میں ان صاحبوں کو یہ پتہ لگ گیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے میں تبدیلی کرلی ہے"

اور میاں محمود احمد صاحب سے اس بات کی حلفیہ شہادت مانگی تھی کہ:۔

"یہ خیال کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ بدل لیا تھا کیا اب حقیقۃ النبوت لکھنے کے وقت آپکو آیا ہے یا ۱۹۰۱ء میں آپ کو اس کا علم ہوگیا تھا؟"

میاں صاحب کا جواب

بات بڑی مزیدار اور فیصلہ کن تھی۔ مگر اس تجویز نے محمودی کیمپ میں کھلبلی ڈال [illegible] کہ اس طرح ان کا قلعہ ڈھا جائے گا۔ چنانچہ [illegible] سے قسم کھائی جائے گی"۔ ذرا اس منطق کو دیکھیئے۔ شہادت لینی ہے حضرت مسیح موعود کے پرانے صحابیوں سے۔ ان کو اپنے اپنے ذاتی علم پر قسم کھانی ہے۔ مگر مرکز میں خلیفہ عالم الغیب بیٹھے ہوئے ہیں جو سب کے دلوں کے حال اور ذاتی علوم سے واقف ہیں۔ وہ سب کی طرف سے قسم کھالیں گے۔ مریدوں نے بھی اس حکم کی پوری تعمیل کی سب کے سب منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ گئے کسی نے چوں تک نہ کی۔ میں نے اسی وقت اس جماعت کی ذہنیت پر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ دیا تھا۔ کیونکہ یہ پیر پرستی کی انتہا ہے۔ اور گدی پرستی کی آخری مہر ہے جو انسان کے دل پر لگتی ہے۔ کہ قرآن کا حکم "لا تکتموا الشهادة" یعنی گواہی کو نہ چھپاؤ" کو تو پس پشت ڈال دیا اور سمجھ لیا کہ خلیفہ صاحب آپ بھگت لینگے خدا کے سامنے بھی سب کی طرف سے وہی جواب دہی کرلیں گے۔ اور پبلک کے سامنے بھی وہی قسم کھالیں گے۔ گویا سب کا بوجھ خلیفہ صاحب اٹھا کر سب کو خدائی بازپرس سے نجات دلا دیں گے۔ یہ وہی کفارہ کا مسئلہ ہے۔ آخر مسیح اسرائیلی سے یہ بھی مشابہت ایک رنگ میں پوری ہونی تھی سو ہو گئی۔ پھر کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔ ہونا کیا تھا **معنی ومفهوم** جس پر جھگڑا تھا اس کو تو الگ رکھا۔ گول مول لفظوں میں اکیلے خلیفہ صاحب نے یہ قسم کھائی کہ میں حضرت مرزا صاحب کو شروع سے نبی سمجھتا ہوں۔ مگر اس قسم کا ان سے کس نے مطالبہ کیا تھا؟ ان سے تو یہ پوچھا تھا کہ "جناب آپ کو یہ خیال کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مرزا صاحب نے اپنا دعوےٰ بدل دیا تھا۔ کب آیا۔ کیا ۱۹۰۱ء آیا۔ یا آج حقیقت النبوت لکھتے وقت؟" سو اس کا ذکر ہی نہیں۔ مگر اس کا ذکر کیوں کرتے۔ یہیں تو پانی مرتا ہے۔ یہ خیال تو آج گھڑا گیا۔ اس پر کس طرح قسم کھائیں علاوہ ازیں مریدوں کی شہادت کا ذکر ہی نہیں کیا۔ جن کی طرف سے مرکز میں قسم کھائی جانی تھی۔ اسے بالکل پی ہی گئے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ان کی طرف سے قسم کھا بھی کس طرح سکتے تھے۔ مریدوں کا ذاتی علم تو ان کے اپنے دلوں میں تھا اس علم سے ناواقف دوسرا کوئی شخص کس طرح قسم کھالے! تو پھر انہیں رد کا کیوں تھا؟ تاکہ **نبی کے مفہوم پر پردہ پڑا رہے**۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں لوگ کن معنوں میں سمجھتے اور استعمال کرتے تھے۔ اور آج میاں صاحب کن معنوں میں استعمال کررہے ہیں۔ بس ختم شد۔ اگر در خانہ کس است یہی قدر بس است۔

ہماری شکایت

سو جناب ایڈیٹر صاحب! آپ تو ہیں سیدھے سادے مسلمان اور دنیا ہے بڑی ہوشیار۔ تبدیلی عقیدہ کا غل مچاکر آپ سے ناحق صفحوں پر صفحے سیاہ کرواتے ہیں۔ ارے صاحب! ہمیں تبدیلی عقیدہ سے تو کوئی شکایت نہیں۔ ہمیں تو رونا تبدیلی دعویٰ کا ہے۔ اگر آج مولوی محمد علی صاحب جن کا یہ دعویٰ ہے کہ میں پیر نہیں صرف امیر ہوں اور پیر پرستی بری چیز ہے کل کو میاں محمود احمد صاحب کی طرح پیری مریدی شروع کردیں اور گدی بنالیں تو ہم ان پر ضرور اعتراض کریں گے۔ کہ یہ کیا تماشہ ہے کل جس چیز کو آپ برا کہتے تھے آج اسی کے مدعی کس طرح بن گئے۔

مسیح موعود پر ظلم!!

میرے مرشد اور امام حضرت مرزا صاحب پر جو ظلم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی طرف تبدیلی دعوےٰ منسوب کیا گیا ہے۔ اور ستم یہ ڈھایا ہے کہ تبدیلی دعوے بھی ایسی بتاتے ہیں کہ جس چیز کو پہلے کفر و الحاد کہتے تھے بعد میں اسی کے مدعی بن گئے۔ بھائی صاحب یہ وہ ظلم ہے جو سہا نہیں جاسکتا جس سے جگر شق ہوتا ہے۔ کیا آپ دنیا میں اس اعلان کا بیڑا اٹھائیں گے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے میں تبدیلی نہیں کی۔ وہ ہزار دفعہ غلط عقیدوں کی اصلاح کریں۔ چشم ما روشن دل ما شاد مگر دعوے میں تبدیلی! توبہ توبہ۔ ایک راستباز سے یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ نبی پر الہام و دعویٰ کوئی جسم کا چولا تو نہیں کہ دل گیا سے اتار لیا اور جب چاہا اٹھا لیا خوب یاد رکھو یہ افترا ہے۔ یہ بہتان ہے۔ دہائی خدا کی آپ نے دعوے میں تبدیلی نہیں کی۔ خدا کے لئے سوچو یہ کیا غضب ہے کہ مسیح موعود جیسے برگزیدہ انسان پر یہ بہتان باندھا جائے کہ ایک موقع پر آکر آپ نے اپنا دعوےٰ ہی بدل دیا اور ایسا بدلا کہ پہلے دعوے کو مانیں تو دوسرا دعویٰ کفر اور دوسرے دعوے کو مانیں تو پہلا دعویٰ کفر۔ یہ ناقابل برداشت بہتان ہے۔ سو جناب میں مشکور ہوں گا۔ اگر آپ یہ اعلان کردیں کہ کسی غلط عقیدہ کی اصلاح تو ایک خوبی ہوا کرتی ہے۔ ہمیں اس سے کوئی جھگڑا نہیں۔ ہمیں جو دکھ پہنچا ہے وہ اس بات سے پہنچا ہے کہ ہمارے امام پر یہ بہتان باندھا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانہ بعثت میں دو متضاد دعوے کرنے کے مرتکب ہوئے تھے۔ یعنی پہلے نبوت کے مدعی کو کافر و دجال کہتے تھے پھر خود ہی نبوت کا دعوےٰ بھی کردیا۔ یہ غلط ہے اور بالکل غلط ہے افترا ہے اور بہتان ہے۔

(۲) حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے ایک مضمون

قانون قدرت کو توڑنا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اس زمانہ کی نظیریں اس زمانہ کے حالات پیش کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً

"اب کوئی بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس ابتدائی زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا تو پھر کیونکر یہ دنیا پیدا ہو سکتی"

مذکورہ بالا عبارت میں دیکھ لو۔ آپ نے صاف لفظوں میں ابتدائے آفرینش کے قانون قدرت کو موجودہ زمانہ کے قانون قدرت سے الگ کر دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایک سے دوسرے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ پھر موجودہ زمانہ کا قانون انسانی پیدائش کا صاف لفظوں میں بتا دیا ہے۔ کہ اب کوئی بچہ انسان بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا۔ اس فقرہ کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ اور مسیح کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ یعنی اس قانون کا کوئی استثنا نہیں بیان کیا۔ اور استثنا مان لیتے تو پھر یہ دلیل نہ رہتی۔ پس یہ فقرہ یونہی سرسری طور پر نہیں لکھا گیا۔ بلکہ بطور دلیل کے کفار اسلام کے مقابلہ میں پیش کیا گیا تھا۔ اور اس کتاب کے اندر لکھا گیا تھا جسکے دلائل توڑنے پر دس ہزار روپے کا انعام تھا۔

ماموریت کے بعد کا مسلک

لیکن مامور ہونے کے بعد آپ نے از خود اس مسئلہ میں ہاتھ ڈالنا خلاف منصب ماموریت سمجھا۔ اور پرانے لوگوں کی طرح مسیح کی بن باپ پیدائش کو مانتے چلے گئے۔ اگر کوئی حکم آلہی یا اشارہ غیبی ہوتا تو آپ اس پر قلم اٹھاتے لیکن مصلحت ربی نے اس وقت اس مسئلہ کو چھیڑنا نہ چاہا۔ کیونکہ حیات و ابن مسیح کا مسئلہ ہی اس وقت ایک عظیم الشان فتنہ بنا ہوا تھا۔ خود مسلمانوں کے دل و دماغ میں مسیح کی خصوصیات اس درجہ گھر کر گئی تھیں کہ مسیح کی طرف موت کو منسوب کرنا ان کے سینوں میں تیر کی طرح لگتا تھا۔ اور غیظ و غضب سے باؤلے ہو ہو جاتے تھے۔ لیکن ضروری تھا کہ وہ مسئلہ طے ہو کیونکہ مسیح کے نزول ثانی کا تصفیہ ہو نہیں سکتا تھا جب تک پہلا مسیح نہ مرلے۔ یہ مسئلہ عین راہ میں پڑا ہوا تھا۔ اسی طرح مسیح کے معجزات بھی راہ میں پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ مسیحیت کے دعوے کے ساتھ ہی لوگ آپ سے ان معجزات کا بھی مطالبہ کرتے تھے جو حضرت مسیح کی طرف منسوب تھے۔ مثلاً پرندوں کا بنانا۔ مردہ زندہ کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا۔ عالم الغیب ہونا۔ پس ضروری تھا کہ بتایا جاتا کہ ان معجزات کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور چونکہ ان کو ظاہر معنوں پر محمول کرنے سے شرک فی الصفات کا رنگ بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ اس لیے توحید آلہی کا بھی تقاضا تھا کہ یہ مسائل جس قدر جلد ممکن ہو صاف ہو جائیں۔ ولادت مسیح کا مسئلہ راہ میں نہ تھا۔ اور نہ توحید آلہی پر اس کا کچھ برا اثر پڑتا تھا۔ مصلحت آلہی نے اس وقت اسے درمیان میں لانا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ لوگوں کو خواہ مخواہ فتنہ میں ڈالنا منشائے آلہی نہیں ہو سکتا جو بات رستہ میں آجائے وہ جدا امر ہے۔ مجبوری ہے اسی لئے اپنے مامور کو اس مسئلہ پر اس وقت اجازت نہ دی۔ خود حضرت صاحب نے امام الدین گجراتی کو یہی لکھوایا۔ مگر آج رنگ اور ہے۔

مسیحیت کے تابوت میں کسر صلیب کی آخری میخ

حضرت مسیح موعود کا بڑا بھاری کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے کسر صلیب کی اور کسر صلیب کے کارنامہ کے اندر ایک بڑی شق یہ تھی کہ آپ نے مسیح کی خصوصیات اڑا دیں۔ اس پر مسلمان پہلے تو بہت بگڑے۔ پرانے عقیدے دل و دماغ میں گھسے ہوئے نکلنے آسان نہ تھے۔ لیکن آخر کار سلیم الطبع اور معقول لوگوں میں حضرت مسیح موعود کی سعی اور توجہ نے رنگ دکھایا۔ اور دل و دماغ اس سحر کاری سے نجات پانے لگے۔ اور حضرت مسیح کی خصوصیات ایک ایک کر کے اڑتی گئیں۔ اور صاف ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح خدائی کے تخت سے اتر کر انسانوں کی قطار میں کھڑے نظر آئے۔ اور وقت آ گیا کہ مسیحیت کے تابوت میں کسر صلیب کی آخری میخ بھی لگا دی جائے اور مسیح کی ولادت کی خصوصیت بھی اڑا دی جائے۔ جس طرح حضرت عمر کے ہاتھ پر کسرے و قیصر کے خزانہ کی کنجیاں آنا خود جناب رسول کریمؐ ہی کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ شاخ اپنی اصل سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر اس آخری خصوصیت کا اٹھانا درحقیقت حضرت مسیح موعود ہی کا کارنامہ ہے۔ کیونکہ کسر صلیب کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے۔ خواہ وہ آپ کے ہاتھ سے ہو یا آپ کے شاگردوں کے ہاتھ سے ہو۔ (باقی دارد)

خط و کتابت

کے وقت ناظرین کرام، خط بخط شکستہ کرنے کے کچھ ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ بار بار توجہ دلانے سے بھی اثر نہیں ہوتا۔ اگر صاف حرفوں میں نام

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۴ مارچ کی شب کو مانگرول سے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایک روز پہلے پہنچ گئے تھے۔ مولوی عصمت اللہ اور شیخ محمد یوسف صاحبان رستے ہی میں ٹھہر گئے +

مولانا صدر الدین صاحب کی طبیعت عرصے سے ناساز ہے احباب کرام ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں +

بیت المقدس سے اخویم احمد النغیری صاحب اپنی صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں +

اخویم مکرم ڈاکٹر حسن علی صاحب ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ان کے بچے کی وفات پر تعزیت کے خطوط لکھے

ہمارے محترم بزرگ شیخ غلام حسن صاحب لوہری والا کے فرزند ارجمند ڈاکٹر عبد المجید صاحب افغانستان میں ایک معزز عہدہ پر سرفراز تھے۔ موجودہ انقلاب میں آج تک ان کی خبر نہ مل سکی جس کی وجہ سے والدین کو تشویش تھی۔ اب شیخ صاحب مکرم کے نام ڈاکٹر صاحب کا ۱۸ فروری کا لکھا ہوا خط پہنچا ہے جس میں ان کی خیریت کی خبر ہے۔ الحمد للہ +

اخویم مکرم میر محمد صدیق صاحب ساکنہ سارو کی ضلع گجرات اپنی صحت اور ابتلا سے نجات کے لئے دعا کے خواستگار ہیں +

درخواست دعا

ایک گنہگار وساوس شیطانی میں مبتلا ہے دن رات وساوس نے اس کی زندگی عذاب کر دی ہے۔ دل اور دماغ پر ظلمتوں کا زور ہے۔ اور وساوس کے طوفان میں بہتا چلا جا رہا ہے۔ نہ نماز میں حضوری قلب حاصل ہے۔ اور نہ نیکی کی توفیق۔ استغفار کرتے وقت شیطان آکر دل کو تنگ کر دیتا ہے۔ اور طرح طرح کے شیطانی وساوس ڈالتا ہے۔ اور خیالات کو کہیں کا کہیں لے جاتا ہے۔ زندگی ایک جہنم بن گئی ہے۔ اس کرب و بے چینی میں بھائیوں اور خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ سے درخواست دعا ہے اپنے نام کو وہ گنہگار ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ تاکہ ہر احمدی بھائی اسے اپنا عزیز یا دوست سمجھ کر اسکے لئے دعا و استغفار کرے مجھے علم نہیں مگر غالباً ایک مصیبت زدہ کیلئے دعا کرنا بہت موجب ثواب ہوگا۔ کوئی بھائی ہے جو بغیر اس گنہگار کا نام پوچھے اسکے لئے دردِ دل سے دعا و استغفار کرے؟

آریہ سماج شکر گڑھ کا

مناظرہ سے گریز

یکم لغایت ۳ مارچ ۱۹۲۹ء کو آریہ سماج شکر گڑھ ضلع گورداسپور کا سالانہ جلسہ قرار پایا تھا۔ آریہ سماج نے جلسے سے ایک ماہ پیشتر اپنے مطبوعہ اشتہارات میں بڑے زور شور سے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ یہاں سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو آریہ سماج کا اشتہار بھیجکر درخواست کی گئی کہ مناظرہ کے لئے کسی مبلغ کو بھیجا جائے۔ چنانچہ انجمن کی طرف سے مولوی لال حسین صاحب اختر ۲ مارچ کو شکر گڑھ تشریف لے آئے۔ آریہ سماجیوں کا مناظر پنڈت ستیہ دیو بھی پہنچ چکا تھا۔ جب مناظرے کی شرائط طے کرنے کے لئے آریہ سماج کے پریذیڈنٹ کے پاس گئے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور لالہ ملکراج بی۔ اے ایل ایل بی وکیل نے چوہدری علی محمد صاحب وکیل کو لکھ دیا ہوا ہے۔ کہ ہم مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمنے چوہدری علی محمد صاحب سے دونوں کی تحریریں لے لیں۔ جن کے یہ الفاظ ہیں:-

"تسلیمات عرض۔ کچھ دیر ہوگئی ہے امید ہے معاف فرمائیں گے۔ اس ورق پر پریذیڈنٹ آریہ سماج شکر گڑھ کی تحریر ارسال کرتا ہوں۔ وہ ہرگز مباحثہ کرنا پسند نہیں کرتے"

آپ کا صادق
ملکراج مہاجن وکیل

پریذیڈنٹ آریہ سماج لکھتے ہیں:-

"جناب من تسلیم۔ میں ہرگز ہرگز مباحثہ کے حق میں نہیں ہوں"

خبریں

— پشاور ۴ مارچ۔ آج دوسری بار جنرل نادر خاں اور سردار علی احمد جان کی تخلیہ میں ملاقات ہوئی۔ ان کا ارادہ ہے۔ کہ عید سے پہلے پشاور سے چلے جائیں +

— پشاور ۴ مارچ۔ آج دوبارہ شاہ امان اللہ کا تار جنرل نادر خاں کے نام آیا ہے۔ شاہ موصوف جنرل صاحب کو قندھار آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ افواہ ہے کہ اب انہوں نے قندھار آنے سے انکار کر دیا ہے +

— معلوم ہوا ہے۔ کہ جنرل نادر خاں اور سردار علی احمد جان کی گفتگو پرائیویٹ تھی۔ اور صرف جنرل کے دو بھائیوں کو شمولیت کی اجازت تھی۔ اس ملاقات کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ سردار علی احمد جان نے جنرل نادر خاں کی افغانستان میں جمہوریت قایم کرنے کی سخت مخالفت کی۔ کیونکہ ان کے خیال میں افغانستان ابھی جمہوری نظام حکومت کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا +

— پشاور ۴ مارچ۔ اس افواہ کی تردید ہوگئی کہ کابل سے ۲۰ میل کے فاصلے پر "میدان" کے مقام پر بچہ سقہ اور شاہ امان اللہ کی افواج میں جنگ ہوئی +

— پشاور ۴ مارچ۔ جنرل نادر خاں ابھی تک بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں نے انہیں پندرہ روز تک مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے +

— پشاور ۴ مارچ۔ جنرل نادر خان خوست جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے بھائی سردار شاہ ولی خاں قندھار جائیں گے اور جنرل صاحب کے دوسرے بھائی ہاشم خاں فی الحال پشاور میں قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جنرل نادر خاں کی صحت فی الحال خراب ہے +

— پشاور ۴ مارچ۔ قندھار سے جو لوگ آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ شاہ امان اللہ نے کابل پر چڑھائی کرنے کی پوری تیاری کرلی ہے۔ قندھار اور ہرات کے تمام علاقے نے مدد کا وعدہ کر لیا ہے +

— پشاور ۳ مارچ۔ یہاں خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا جس میں جنرل نادر خاں کے متعلق اس شبہ کا اظہار کیا گیا۔ کہ وہ شاہ امان اللہ کے طرفدار نہیں۔

— پشاور ۴ مارچ۔ کوئٹہ کی اطلاع ہے۔ کہ سردار محمد بیگ عنقریب جینوا جانے والے ہیں تاکہ افغانستان کا معاملہ مجلس اقوام کے سامنے پیش کریں +

— پشاور ۴ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جنرل نادر خاں اور سردار علی احمد جان دونوں نے افغانستان کے ٹریڈ ایجنٹ سے روپے کا مطالبہ کیا۔ مگر اس نے دونوں میں سے کسی کو روپیہ دینے سے صاف انکار کر دیا +

— پشاور ۳ مارچ۔ چند اور روسی ہوائی جہاز قندھار آئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روس نے شاہ امان اللہ کی مدد کے لئے مزید ہوائی جہاز بھیجے ہیں۔ اب شاہ موصوف کی ہوائی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ اب ان کے لئے کابل پر حملہ کرنا زیادہ آسان ہو گیا ہے +

— پشاور ۲ مارچ۔ بچہ سقہ نے امیر کابل بننے کے بعد کم از کم چھ مرتبہ شاہ امان اللہ خاں کے افغان ٹریڈ ایجنٹ پشاور کو برقی پیغام بھیجا۔ کہ تمام سرکاری خزانہ اور سامان جو اس کے قبضہ میں ہے فی الفور میرے ایجنٹ کے حوالہ کر دو۔ ورنہ تمہارے تمام اہل و عیال سے جو کابل میں ہیں ہولناک انتقام لیا جائیگا۔ ایجنٹ موصوف نے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ میں اس خزانہ کو سوائے شاہ امان اللہ خاں کے اور کسی کے

مرم ہم حیران ہیں کہ جب آریہ سماج شکر گڑھ کو میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ تھی تو پہلے کس جرأت پر مباحثہ کے لئے چیلنج دیا تھا۔ آئندہ کے لئے آریہ سماجی دوستوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دینے سے پہلے اپنے پنڈتوں کی قابلیت اور اپنی ہمت و جرأت کا اندازہ کر لیا کریں۔

خاکسار
عبد اللہ از گھونہ متن تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور

نے مسلمانوں کی تکفیر کو چھوڑ دیا ہے۔ جو اُسے بُرا کہنے لگے ہیں۔ میں نے الفضل ۱۹ر مارچ کا پرچہ منگوا کر دیکھا، اس میں میاں صاحب کی ایک تقریر ہے، جس میں سورۂ ناس کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس میں پہلے لکھتے ہیں کہ قُل اعوذُ بربّ النّاس میں جمہوریت کے فتنے سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے۔ اور لکھا ہے "کہ جمہوریت عیسائیت کا پیدا کیا ہوا فتنہ ہے۔ گویا مسلمان کو جمہوریت سے پناہ مانگنی چاہیے۔ خیر اس کا تو کوئی تعلق میرے موجودہ مضمون سے نہیں۔ آگے الٰہ النّاس کی تفسیر کی ہے۔ کہ اس میں ان لوگوں کے فتنے سے پناہ مانگنے کی دُعا سکھائی ہے جو مذہبی رہنما ہیں۔ کہ وہ خدا اور مذہب کے نام پر فساد پھیلاتے ہیں۔ جیسے آج کل کے مولوی لوگ ہیں۔ ان کے خیالات سے اگر کوئی ذرہ بھر اختلاف کرے تو اُسے کافر، فاسق اور اسلام کا مخالف قرار دینے لگ جاتے ہیں" یہ کلمات ایک ایسے شخص کے منہ سے جس نے ایک شوخئ قلم سے چالیس کروڑ کلمہ گوؤں پر کافر ہونے وائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا ہوا ہو انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔ آگے اپنا بچاؤ بھی کیا یہ کہہ کر کہ "حالانکہ وہ اختلاف اسلام سے نہیں بلکہ ان کی ذات سے ہوتا ہے" مطلب یہ ہے کہ جو اختلاف ہم دوسرے سے کرتے ہیں وہ ان کی ذات سے ہوتا ہے۔ اور جو دوسرے ہم سے اختلاف کرتے ہیں وہ اسلام سے اختلاف ہوتا ہے۔ مگر ہر شخص جس کی رائے سے اختلاف کیا جائیگا یہی کہے گا کہ یہ اختلاف میری ذات سے نہیں بلکہ اسلام سے ہے۔ جس گورکھ دھندے میں ایک پناہ لیتا ہے اسی میں دوسرا لے گا۔ یہ خوب ہے۔ جو اختلاف زید کرے وہ ذاتی ہے اور جو بکر کرے وہ اسلام کا اختلاف ہے۔ تو میں نے اس پر بہت غور کیا کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنا کس قدر بڑا گناہ ہے۔ کہ آخر ہر مکفر دوسرے مکفر کے فعل تکفیر کو برائی سمجھتا ہے اور یہی وہ بدی کی شناخت ہے جس کا ذکر میں نے اُوپر کیا۔

تکفیر مسلمین کا گناہ

دہلی میں بھی میں نے اپنے لیکچروں میں کہا کہ ایک شخص بے نماز ہے اس کا گناہ اپنی ذات تک محدود ہے۔ لیکن جو شخص تکفیر کرتا ہے وہ صرف خدا اور رسول کے حکم کی مخالفت ہی نہیں کرتا۔ بلکہ قوم کو بھی برباد کرتا ہے۔ اب فرمائیے کہاں لے جائیں لاتقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا کی آیت کو" کہاں لے جائیں اس حدیث کو جس میں فرمایا ہے من صلّی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا۔ جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ ہمارا ذبیحہ کھایا۔ وہ مسلم ہے۔ باوجود اس قدر صریح ارشادات کے خدا اور رسول کے حکم کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اور قوم کو تباہ بھی کرتے ہیں۔ میں ان کو توجہ دلاتا ہوں کہ قوم کا اتفاق بڑی چیز ہے۔ اس کی فکر کرنی چاہیے

جماعت احمدیہ کا اتحاد

اپنے دوستوں کو بھی میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بے شک بہت سے کرنے کے کام ہمارے سامنے ہیں۔ اصلاح نفس، اصلاح معاشرت اصلاح رسوم وغیرہ جن کے لئے میں بھی کہتا رہتا ہوں۔ ہم اس کو محسوس بھی کرتے ہیں۔ اور پھر امتحان کے وقت ان میں رہ بھی جاتے ہیں۔ اسی فیل ہونے کو قوم بھی محسوس کرتی ہے۔ میں بھی کرتا ہوں۔ اسی طرح مختلف امور میں انسان پر ناکامیاں وارد ہوتی ہیں۔ یہ بلا شبہ درست نہیں لیکن اگر بیسیوں ایسی ناکامیاں بھی ہوں تو وہ کمتر نہ ہوں گی۔ اس ایک ناکامی سے جو اتحاد و اتفاق کے جاتے رہنے سے ہم پر وارد ہوگی یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو اُٹھا کر پھر تم میں اخوت پیدا کر دی۔ خدا جانتا ہے مجھے بڑی راحت ہوتی ہے جب میں ان لوگوں سے ملتا ہوں۔ جو اس سلسلۂ اخوت میں داخل ہیں اور ان کے دلوں میں خلوص بھرا ہوا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نے میرے متعلق کوئی رائے قائم کی تو یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ شخص تو بے نفس ہے مجھ میں ہی کوئی ایسی کمزوری ہوگی۔ جس کو ممکن ہے میں خود نہ پہچان سکوں۔

اختلاف رائے کو قومی کاموں میں روک نہ بناؤ

اختلاف رائے الگ چیز ہے اس کو تو کوئی روک نہیں سکتا جب تک دنیا ہے اختلاف آرا رہیگا لیکن اس اختلاف رائے پر اوّل تو ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ سخت بُرا ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر بُرا یہ ہے کہ اپنی ذلت کیوجہ سے کوئی شخص قوم کے اندر تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کرے جس کو ذلیل کیا جاتا ہے وہ مظلوم ہے لیکن جب وہ اپنی

۴۴

اختلاف رائے لڑائی جھگڑا تو مٹ نہیں سکتا۔ اس لئے جو ہو نہیں سکتا اُس کے پیچھے پڑنا فضول ہے۔ جو ہو سکتا ہو اُس کے پیچھے پڑنا چاہیئے۔ اور وہ یہی ہے کہ جو کام قوم کا ہے جو دین کا کام ہمارے سامنے ہے اس کو قوت اور ترقی دینے کی پوری کوشش کریں۔ اور کسی اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے اس کو فراموش یا ترک نہ کریں۔ جو کام ہم ... کرتے ہیں۔ وہ کسی کی خوشنودی کے لئے نہیں کرتے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ اگر تم اس کا انعام لوگوں سے چاہتے ہو تو تم نے اپنی محنت اور کوشش کو ضائع کیا۔ لیکن اگر خدا سے انعام چاہتے ہو تو پھر میں لگے رہنا چاہیئے۔

قوم کے بڑوں سے خطاب

بالخصوص جو بڑے ہیں اُن سے میں کہتا ہوں کہ بڑوں کی ٹھوکر بری ہوتی ہے۔ وہ بہت احتیاط کریں۔ ان کی ٹھوکر سے قوم کی تباہی کا احتمال ہے۔ اس لئے سب سے بڑھ کر ان کو محتاط ہونا چاہیئے۔ میں نے پچھلے خطبہ میں بھی بالخصوص اس طرف توجہ دلائی تھی کہ جو چیز اتفاق کو برباد کرتی ہے اُس سے بچنا چاہیئے۔ مجھے ڈر ہے کہ مسلمانوں کی ذہنیت ایسی ہوگئی ہے کہ باہمی اختلاف کی وجہ سے قومی کاموں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس عام ذہنیت کا اثر تم پر بھی پڑے۔ اور آہستہ آہستہ تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے۔ اس لئے قوم کو محفوظ رکھنے کے لئے میں کہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے تم بچو۔ اور کبھی کسی ذاتی اختلاف کو قومی کام میں حائل نہ ہونے دو۔ سو دفعہ باہم تمہارا لڑائی جھگڑا ہو۔ مجھ سے ہو۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ تم کو قوم کے کام سے روک دے۔ اور خدا اور رسول کی پروا تمہیں باقی نہ رہے ٭

نامۂ برلن

مسجد برلن میں نماز عید

جرمن نومسلموں کا خلوص اسلامی

(پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کا خط)

بخدمت مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہاں ہمارے ہاں مسجد میں عید الفطر ۱۲ر مارچ ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ باوجود اس امر کے کہ بعض مسلمان ہمارے ساتھ شامل نہ ہوئے۔ مسجد میں اچھی خاصی رونق تھی۔ نماز سے قبل ہی اخبارات کے چند نمائندے مجھ سے ملنے کے واسطے آئے اور عید اور رمضان کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ ٹھیک دس بجے نماز عید شروع ہوئی۔ نماز میں مختلف ممالک کے باشندے شامل تھے۔ جس میں زیادہ تعداد ہندوستانیوں کی تھی حاضرین کی کل تعداد کم و بیش ۵۰ تھی۔ نماز عید خاکسار نے پڑھائی۔ اور بعد نماز قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ اور پھر خطبہ جو کہ میں نے قبل از یں لکھا ہوا تھا۔ جرمن زبان میں پڑھا۔ ۱۱ بجے کے قریب خطبہ وغیرہ سے فارغ ہو کر حاضرین کی چند ایک تصاویر لی گئیں اور پھر اس کے بعد مسجد کے ہال میں ہی تمام حاضرین کی چائے سے خاطر تواضع کی گئی۔ اس سلسلے انتظام میں مجھے چند ایک ہندوستانی دوستوں نے اور جرمن نومسلم خواتین نے بڑی مدد دی۔ میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء خیر دے۔

ہاں اس امر کا ذکر کرنا بھول گیا کہ خطبہ کے بعد ایک جرمن نومسلم نے پرجوش الفاظ میں اسلام اور رسول اللہ کی تعریف میں چند اشعار پڑھے جن سے حاضرین بہت ہی متاثر ہوئے۔ ۱۲ بجے کے قریب جلسہ ختم ہوا اور خدا کے فضل و کرم سے بڑا ہی کامیاب ہوا۔ اسی دن بعد از دوپہر اخبارات کے نمائندے آئے اور فوٹو وغیرہ طلب کیں۔ بعد میں یہ فوٹو یہاں کی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ اور مختلف اخبارات نے اچھے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ غرضیکہ خدا کے فضل و کرم سے عید پُر رونق اور با آرام گزری۔ ذالک فضل اللہ۔ بعض حاسدوں نے بڑی کوشش کی کہ لوگ عید کے موقع پر مسجد میں نہ آویں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں کامیابی ہوئی۔ اور امید ہے کہ عید الاضحیٰ پر ان شاء اللہ اور بھی اچھی رونق ہوگی۔

مسجد میں قالینوں کے نہ ہونے کی وجہ سے باقاعدہ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے ماہوار جلسوں میں خدا کے فضل و کرم سے اچھی رونق ہوتی ہے اب موسم گرما میں قلت مکان کی وجہ سے ان جلسوں کا انتظام مسجد کے ہال میں کر رہا ہوں۔ مگر کرسیاں صرف ۵۰ ہیں۔ اور سامعین کی تعداد بعض اوقات ۵۰ سے اوپر ہو جاتی ہے۔

خاکسار۔ محمد عبداللہ

شذرات

مسلمانوں کے قومی لیڈر اور ان کے اخبارات آجکل ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں جس سرگرمی کے ساتھ مصروف ہیں شاید قوم کی حقیقی طور پر خدمت کرنے کے لئے اس قدر محنت اور جدوجہد کی توفیق انہیں کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ مسلمان لیڈروں کی دو پارٹیاں جو بعض سیاسی امور میں باہم اختلاف رائے رکھتی ہیں اس طریق سے ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں کہ بازاری غنڈوں کا شبہ ان پر ہوتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی باہم اختلافات ہیں لیکن یہ گالی گلوچ یہ جوت پیزار اور تو تو میں میں جو مسلم لیگ کے جلسہ دہلی میں دیکھنے میں آئی اور ہر روز روزانہ اخبارات کے صفحات پر اخلاق و تہذیب کا ماتم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہندوؤں کے خواب و خیال میں بھی کبھی نہیں آئی۔

٭

سب سے بڑھ کر افسوسناک وہ الفاظ ہیں جو ایک دوسرے کے متعلق زبانوں سے نکلتے اور اخباروں کے صفحات میں شائع ہوتے ہیں: "نہروانی" اور "ٹوڈی" تو معمولی خطابات ہیں جو ایک دوسرے کو ان لوگوں نے بطور امتیاز دے رکھے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ایک دوسرے کی عزت و اخلاق پر ایسے ایسے ناپاک حملے کئے جاتے ہیں کہ کوئی شریف آدمی انہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ تازہ واقعہ ہے اسمبلی کے صدر مسٹر پٹیل نے جو کانگرسی ہیں گذشتہ ماہ رمضان میں وائسرائے کو دعوت چائے دی اور مہاتما گاندھی پنڈت نہرو اور ڈاکٹر انصاری کو بھی شریک دعوت کیا گیا۔ جس پر ان کے مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ حکومت انگریزی کو شیطانی حکومت سمجھنے کے باوجود مہاتما جی نے اس دعوت کو کیوں قبول کیا۔ ایسا ہی ڈاکٹر انصاری نے ماہ رمضان کی بھی پروا نہ کی اور دن کے وقت اس دعوت میں شریک ہو کر اپنی اسلام پرستی کو ہندوؤں کی چوکھٹ پر قربان کر دیا۔

٭

یہ سلسلہ اعتراضات ابھی جاری ہی تھا کہ اسمبلی کے نائب صدر مولوی محمد یعقوب نے بھی جو کانگرسی اور "نہروانی" لیڈروں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ وائسرائے کو ... چائے کو بلایا اور اپنے ہم خیال لوگوں میں سے مولانا محمد علی مولانا کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کو شریک دعوت کیا۔ میں پھر کیا تھا "نہروانی" لیڈروں کی بن آئی۔ اور موخر الذکر لوگوں کو انہوں نے نشانۂ ملامت بنانا شروع کر دیا۔ ایک اخبار نے ان کی حریت پرستی کا خاکہ یوں اڑایا کہ مولانا محمد علی اور مولانا کفایت اللہ وائسرائے کے آگے جھک گئے اور ہاتھ باندھے کھڑے رہے جو انصاری نے وائسرائے کے جوتے کی گرد جھاڑی"

٭

کس قدر ذلیل خیالات ہیں۔ ان الفاظ کو پڑھ کر اور ایسے ذلیل خیالات کو سن کر جو ایک دوسرے کے متعلق ظاہر کئے جاتے ہیں خود وائسرائے پر جن سے ان لوگوں نے ملاقاتیں کیں کیا اثر ہوگا۔ جس قوم کے لیڈروں کو ایسے کھلم کھلا الفاظ میں ذلیل کرنے سے دریغ نہ کیا جائے اس کی عزت دنیا کی نظروں میں کیا ہو سکتی ہے۔ ہندو اخبارات نے اپنے لیڈروں کی اس حرکت پر اصولاً بھی اعتراض نہیں اٹھایا چہ جائیکہ ایسے ذلیل کن الفاظ لکھتے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ اختلاف رائے کو اس حد تک بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ معمولی عزت کے الفاظ سے ایک دوسرے کو یاد کیا کریں۔ جس قوم کے اخلاق اس درجہ گر چکے

جلد ١٧ | لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۵

درس حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیّت

امت کو گمراہی سے بچانے والی بات

حضرت امیر ایدہ اللہ صحیح بخاری کا جو ترجمہ کر رہے ہیں ... اس کا ایک ٹکڑا ذیل میں ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ... آپ کے افاضات میں سے درس حدیث کے ... کچھ نہ کچھ پیش کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین کتابہ۔ (ترجمہ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب نبی صلعم کی بیماری بڑھ گئی تو فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں ایک کتاب لکھ دوں اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ نبی صلعم پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے۔ جو ہمارے لئے بس ہے۔ لوگوں نے اختلاف کیا اور بہت شور ہو گیا۔ فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں۔ تب ابن عباس یوں کہتے ہوئے نکلے۔ مصیبت بڑی مصیبت وہ ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لکھوانے کے درمیان حائل ہو گئی۔

آنحضرت صلعم کی تین وصیتیں

اس حدیث کو امام بخاری متعدد مقامات پر مکرر لائے ہیں۔ اور زیادہ تفصیل کے ساتھ باب مرض النبی صلعم میں لائے ہیں۔ جہاں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے اسی دن ابعد میں تین باتوں کی وصیت فرمائی ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے۔ دوسری یہ کہ جو وفد باہر سے آئیں ان کی خاطرداری کی جائے اور انہیں عطیئے دیئے جائیں۔ اور تیسری بات ابن عباس بھول گئے۔

وصیت لکھوانے میں کوئی چیز بھی مانع نہ تھی

اب حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کچھ لکھوانا چاہتے تھے مگر حضرت عمر مانع ہوئے اور خود ابن عباس کی طرف بھی یہ لفظ منسوب ہیں کہ اس کا نہ لکھا جانا بڑی مصیبت تھی۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ نتیجہ یہ فرض کرو کہ حضرت عمرؓ نے قلم دوات نہ لانے دی۔ مگر کیا حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم کو بولنے سے بھی روک دیا تھا۔ کیا آپ وہی بات زبانی نہ فرما سکتے تھے۔ کیا اس سے پہلے آپ ساری تعلیم جو امت کو دیتے رہے لکھوا کر دیتے رہے اور زبانی کچھ نہ فرمایا کرتے تھے یا جو کچھ فرمایا کرتے تھے زبانی فرمایا کرتے تھے۔ اور لکھوا کر دینے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اور ابن عباس کی ہی حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں۔ کہ تین باتوں کی وصیت اسی دن بلکہ اسی وقت آپ نے کی جن میں سے ایک اس قدر غیر ضروری بھی تھی کہ ابن عباس اسے بھول گئے تو کیا اس اہم امر کو آپ زبانی بیان نہ کر سکتے تھے جس کے بغیر لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس کو بھی چھوڑ دو۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ اور آپ نے دوشنبہ کے دن وفات پائی۔ یہ چار دن جو درمیان میں گزرے کیا ان میں آپ قلم دوات منگوا کر وہ بات نہ لکھا سکتے تھے۔ حالانکہ اس درمیان میں آپ کی طبیعت سنبھل بھی گئی تھی۔

حضرت عمر کا منشا

جو بات حدیث سے صاف نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یا تو حضرت ابن عباس کی طرف غلط بات منسوب کی گئی ہے یا انہوں نے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ ... حدیث یوں شروع ہوتی ہے اشتد بالنبی ... صلعم ... [illegible]

وجعہ یعنی آنحضرت صلعم کو اس وقت سخت تکلیف تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس تکلیف کو ہی دیکھا کہ ایسی حالت میں اور مزید لکھوانے کی تکلیف آپ کو نہ دو۔ یہ نہیں کہا کہ آنحضرت کی بات نہ سنو۔ اور ساتھ ہی کہا حسبنا کتاب اللہ اس فقرے کو سن کر آنحضرت صلعم نے حضرت ابن عباس کے بیان کے مطابق سکوت اختیار فرمایا۔ اور اس اہم معاملہ کو جو آپ امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے لکھ کر دینا چاہتے تھے ذکر تک نہ کیا۔ تین باتوں کی وصیت بھی اسی دن کی مگر یہ نہ فرمایا کہ وہ بات کیا تھی۔ چار دن زندہ بھی رہے۔ مگر اس بات کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ اور بات ایسی اہم تھی کہ اس سے امت گمراہی سے بچتی تھی۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت

اب یہ ظاہر ہے کہ وہ بات جو امت کو گمراہی سے بچا سکے۔ حضرت علیؓ کی خلافت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بالآخر خلیفہ تو حضرت علی ہو گئے وہ کونسی بات تھی جو حضرت علیؓ نے بعد میں اپنی خلافت میں کر دکھائی۔ جو اگر پہلے کر دکھاتے تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچا لیتی۔ یا حضرت ابو بکرؓ کی وہ کونسی غلطی تھی جس کی وجہ سے امت تمام گمراہ ہو گئی۔ واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جس دانشمندی اور جس استقلال کے ساتھ اسلام کی کشتی کو سنبھالا دوسرا کوئی اس نازک وقت میں اس کا اہل نہ تھا۔ تمام تاریخ نویس دشمنوں تک ان کے مداح ہیں۔

گمراہی سے بچانے والی بات کیا تھی

گمراہی سے بچانے والی بات ایک ہی تھی کہ مسلمان اس کتاب کو مضبوط پکڑیں جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی طرف بھیجی تھی۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ آج بھی اگر مسلمان اپنی اپنی روایات اور رواجوں کے بجائے قرآن کریم کو مضبوط پکڑ لیں تو گمراہی سے نکل سکتے ہیں۔ اور سوائے اس کے کوئی دوسری بات نہیں۔ جو گمراہی سے نکال سکے۔ اور وہی بات حضرت عمرؓ نے کہدی حسبنا کتاب اللہ اور جب لوگوں نے حضرت عمر کے ایسے فرمانے پر کچھ شور کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا عنی "میرے پاس سے اٹھ جاؤ"۔

حضرت عمرؓ کی رائے کا توافق آنحضرت صلعم اور وحی الٰہی سے

اس موقع پر حضرت عمرؓ کی رائے کا آنحضرت صلعم سے توافق ہوا۔ اور فی الحقیقت حضرت عمرؓ ایسے صائب الرائے انسان تھے کہ کئی دفعہ آپ کی رائے کا وحی الٰہی سے بھی توافق ہوا۔ اور ایک دفعہ جب آنحضرت نے ایک صحابی سے کہا کہ جو شخص صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور وہ نکلے کہ اس کی خبر لوگوں کو دیں تو حضرت عمر انہیں لوٹا لائے۔ اور رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہوگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند کیا۔ پس ایک طرف بات وہ جو یقینی اور قطعی طور پر ایک ہی بات ہے جو امت کو گمراہی سے بچا سکتی ہے۔ دوسری طرف اس کا کہنے والا وہ صائب الرائے اور صاحب العلم جس کی رائے کا توافق وحی الٰہی سے ہو جاتا تھا۔ اور پھر آنحضرت صلعم کا اختلاف کرنے والوں کو اٹھا دینا یہ سب باتیں صاف بتاتی ہیں کہ آنحضرت صلعم یہی کہنا چاہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہدیا۔ اور اس لئے آپ نے نہ اس کے کہنے کی ضرورت سمجھی نہ لکھنے کی۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی وصیّت

ان احادیث میں اگر کسی اور بات کے اس مرض الموت میں لکھوانے کے ارادہ کا ثبوت ملتا ہے تو وہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ صلعم فی مرضہ ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔ یعنی حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی بیماری میں مجھے فرمایا کہ ابو بکر کو بلاؤ۔ اپنے باپ اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی تمنی کرنے والا تمنی کرے اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں۔ اور اللہ اور مومن سوائے ابو بکرؓ کے اور کسی کو منظور نہیں کرتے۔ اور واقعات نے بھی بتا دیا کہ ابو بکرؓ کی خلافت نے مسلمانوں کو بچایا اور اسلام کو از سر نو زندگی دی۔ لیکن حدیث کے الفاظ جس بات پر دلالت کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ آنحضرت صلعم مسلمانوں کو کتاب اللہ کے مضبوط پکڑنے کی نصیحت کرنا چاہتے تھے یہی بات حضرت عمرؓ نے کہدی۔ ہاں لوگوں نے اختلاف کیا اور جھگڑا کیا۔ اور وہ اختلاف جھگڑا ... [illegible]

مکتوب خواجہ

"میرے احباب میرے لئے دعا کو جاری رکھیں"

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی درخواست احباب احمدیہ سے

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میری نظم پر جو نوٹ آپ نے دئیے اس پر میں کچھ لکھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے کہ بعض خاص طبیعت والے اور میرے متعلق خاص قسم کے جذبات رکھنے والے مبادا میری تحریر کی غلط تعبیر کریں۔ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور خاموشی اختیار کی۔ علاوہ ازیں ان باتوں کو پبلک میں لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی تحریر سے جس غلط فہمی کا مجھے خطرہ تھا وہ عام طور پر میرے احباب میں پیدا ہو گئی۔ اور میری پہلی تحریر کا مقصد ایک حد تک ضائع ہوتا نظر آتا ہے۔ میرے لئے دعا جاری رکھنے کے بجائے دوستوں نے مجھے مسرت کے خط لکھے۔ اس کا باعث غالباً یہی ہے جو آپ نے سمجھا۔ میری نظم سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ میں نے جو نظم لکھ لی تو میری صحت میں بھی ترقی ہو گئی ہو گی۔ لیکن یہ امر صحیح نہیں۔ میرا نظم لکھ لینا یا کسی مضمون پر نئی روشنی ڈال لینا اس بات کا ثبوت نہیں کہ مجھے صحت بھی ہو گئی۔

نظم کن حالات میں لکھی گئی

خصوصاً یہ نظم تو ایسی حالت میں لکھی گئی جب جسمانی طور سے میں سخت اضطراب و اضطرار میں تھا۔ اور بظاہر میری صحت اس وقت تو معمولی تصنیف کے قابل بھی نہ تھی۔ یہ ایک قسم کی اضطراری آمد تھی تکلف یا آورد سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مانسہرہ پہنچتے ہی بخار اتر گیا۔ طبیعت میں کسی قدر سکون پیدا ہو گیا۔ اس وقت بادل تھا۔ سات دن کے بعد مطلع صاف ہو گیا سورج کی تیزی سے پھر دماغ و اعصاب میں التہاب پیدا ہو گیا جو پھر باعث بخار ہوا۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ میں کشمیر چلا آؤں۔ جس صبح مانسہرہ سے نکلے وہ رات تمام سر کے درد اور بخار میں گزری اور سخت بے چینی رہی۔ دوسرے دن صبح لاری میں بستر کر کے مجھے لٹا دیا گیا۔ کشمیر تک سر کی کیفیت یہی رہی۔ نیم سیم بخار بھی رہا۔ مانسہرہ چلنے سے پہلے نظم کے پہلے تین شعر خود بخود سر میں آ چکے تھے۔ باقی کی نظم مانسہرہ سے چل کر سرینگر پہنچنے تک تقریباً مکمل ہو گئی۔

صحت ابھی بہت دور ہے

سو نظم سے میری صحت کا اندازہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ میں بے شک

[illegible]

[illegible] بالضرور نکل چکا ہوں۔ لیکن جس کو صحت کہتے ہیں۔ وہ بہت دور ہے۔ اگر میرے چہرے یا میرے دل اور دماغ یا میرے عزم کو میری صحت کا معیار سمجھا جائے تو میرے معاملہ میں یہ بالکل غلط معیار ہے۔ یہ حیرت ناک امر ہے کہ جوں جوں میری بیماری بڑھتی گئی ساتھ ساتھ میرے ذہنی قوے مضبوط اور روشن ہوتے گئے۔ یہی میرے دل کی کیفیت ہے اور غالباً قلبی کیفیت کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے چنانچہ جو میری بیمار پرسی کو آیا اس نے میرے چہرے سے مجھے اس قدر بیمار نہیں سمجھا جتنا کہ میں ہوں۔ حتے کہ کئی نووارد دوست نے تو مجھے بیمار بھی نہ سمجھا یہاں بھی آج کل جو آتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ میں پوری صحت میں ہوں۔ جسم کا باقی حصہ تو بالکل نحیف ہو چکا ہے۔ لیکن چہرہ پر پوری صحت کے آثار ہیں۔ آنکھیں روشن ہیں۔ لہٰذا اگر دل و دماغ یا قوائے ذہنی سے یا چہرہ سے صحت کا اندازہ کیا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میری صحت اس وقت بہترین حالت میں ہے۔ لیکن اگر جسمانی کمزوری کو دیکھوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں عمر بھر میں کبھی ایسا بیمار نہیں ہوا آج بخار کو چھوڑے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے لیکن کمزوری کا یہ عالم ہے کہ اب بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ مجھے چارپائی پر ہی لیجاتے ہیں۔ کھانسی بھی جاری ہے۔

بیماری میں ذہنی کیفیات

مجھے یہ نئی نوعیتا (مظہر کیفیت خاصہ) سمجھ میں نہیں آتا کہ جسم کا اثر میرے دماغ پر نہیں ہوتا۔ بلکہ الٹا ہوتا ہے ادھر جسم کمزور ہوتا ہے۔ ادھر ذہنی قویٰ مضبوط ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک عجیب واقعہ لکھتا ہوں۔ گزشتہ اپریل میں جس دن انفلوئنزا نے بخار کو ۱۰۵ درجہ تک پہنچایا حتے کہ رات کو بھی بخار نہ اترا۔ جب میری آنکھ لگی تو میں دیکھتا ہوں کہ میں عیسائی مذہب کے خلاف ایک کتاب لکھنے کی طیاری کرتا ہوں۔ جس میں میں نے ان کے ایک بنیادی عقیدہ "ورثہ گناہ" کی تردید کرنی ہے۔ میں نے خواب میں اس کتاب کے کل مضامین کی ترتیب بوجہ احسن کر دی۔ اور میں حیران تھا کہ جو کچھ اس مسئلہ کے متعلق میرے ذہن میں اس وقت آیا۔ اس میں کثرت سے نئے دلائل تھے۔ جو میرے ذہن میں پہلے کبھی نہیں آئے۔ جب میری آنکھ کھلی تو سب کے سب یہ نئے دلائل میرے ذہن میں موجود تھے۔ اور میں یقین کرتا ہوں . . . . . کہ وہ اس کلیسوی خانہ ساز مسئلہ کے قلع قمع کرنے کے لئے کافی ہیں۔ دوسرا دن جب ہوا تو پھر بخار نے اسی شدت کے ساتھ آگھیرا۔ سارا دن بخار میں گزرا رات کو بھی بخار رہا۔ اسی میں آنکھ لگ گئی۔ کوئی ایک بجے میری آنکھ کھل گئی۔ طبیعت میں آرام و سکون تھا۔ کچھ تھوڑی دیر بعد پھر غنودگی آ گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ میں اپنے سکرٹری کو وہی کتاب لکھا رہا ہوں چنانچہ وہ کل کی کل کتاب ختم ہو گئی۔ اور جو نئی باتیں گزشتہ رات میرے [illegible] آئی تھیں۔ وہ لکھا دیں [illegible] صبح جب اٹھا تو [illegible]

تھیں وہ سب بالترتیب از بر تھیں۔ اس کا زیادہ حصہ صفات رب۔ رحمان رحیم۔ اور مالک یوم الدین کی ایک نئی اور لطیف تفسیر تھی۔ جو مسئلہ ورثہ گناہ کو سامنے رکھکر ذہن میں آئی۔ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو اس وقت اس کتاب کا لکھوا دینا ایک ہفتہ عشرہ کا کام تھا۔

جسمانی حالت

لیکن اس ذہنی حالت کے مقابل جسمانی حالت اُس وقت کی چھوڑ جو اِس وقت ہے وہ یہ ہے کہ اگر دو گھنٹے بھی ان مضامین کے لکھانے پر خرچ کروں جو میرے ذہن میں نئے پیدا ہو چکے ہیں۔ تو میرے امراض کے عود کر آنے کے لئے کافی ہیں۔ حتے کہ یہ چٹھی لکھاتے ہوئے درد سر پیدا ہو گئی ہے یہ تو میری حالت صحت جسم ہے۔ میں تو صحت اس وقت سمجھوں گا جب میں اس قسم کے کام کرنے کے قابل ہو جاؤں۔

مادہ پرستوں کے غور کے قابل

مادیت پرستوں کے نزدیک خواب میں روزمرہ کی زندگی کے واقعات کا متخیل ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں۔ لیکن نئی باتوں کا ذہن میں آنا ایک عجیب بات ہے۔ اسی طرح میرے معالجین بھی غور فرمائیں۔ میں تو کوئی دماغی کام اب کرنا نہیں چاہتا۔ اور کوشش کرتا ہوں کہ ذہن اس طرف نہ جائے۔ لیکن بقول حضرت اقدس۔ ع

چہ باشد ایں سر مارا کہ می خواہد مصیبت را

نیند پر کسکو قابو ہے۔ اور خصوصاً عالم خواب میں دماغ کی ان جولانیوں کو کون روک سکتا ہے۔

مسلسل دعاؤں کی ضرورت

دوستو! دعا کرو۔ اور رات کو اٹھ اٹھ کر میری صحت کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر طاقت و قوت عطا کر دے کہ جو میرے سر میں آ چکا ہے۔ کم از کم وہی لکھا جائے۔ میں صرف اسی خدمت کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں اور کوئی خواہش نہیں۔ یوں تو اس کی جناب میں کیا کمی ہے۔ مجھ سے ہزار درجہ بہتر آدمی اس سرکار کی خدمت کے لئے موجود ہیں۔ ایک خوشنویس ایک ردی سے ردی سرکنڈہ کو اٹھا کر خوشنویسی کے بہترین جوہر دکھلا سکتا ہے۔ لیکن تمنا یہ ہے کہ وہ سرکنڈہ میں کیوں نہ ہوں۔ دعا کیجئے اور مسلسل دعا کیجئے۔ میں نے یہ باتیں بھی اسی لئے لکھیں کہ کوئی اہل دل جوش میں آکر دست دعا اٹھائے ورنہ والا ابتلاء امتحان سے کچھ حاصل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ دماغ میں ایک خاص قسم کی ملوعنت پیدا ہو چکی ہے۔ اور دلی شغف اللہ کی وقت درد پر بھی غالب آ جاتا ہے۔ میں نے اس نظم میں اسی کیفیت دماغ کی طرف اشارہ کیا تھا جب میں نے لکھا ؎

رحمت حق بحیثم کہ چہ احسان نمود
مشکلے عیست کہ برخویش نہ آسان دارم

خواجہ کمال الدین کیم جون۔ از سرینگر۔ معرفت پوسٹ ماسٹر سرینگر

مذاکرۂ علمیہ

قرآن کریم سے ولادِ مسیح پر ایک نئے پہلو سے روشنی

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کی قلم سے)

مسیحیت کا مخفی اثر مسلمانوں پر

ساری دنیا ماں باپ سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ انبیا اور اولیا تک ماں اور باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم بھی ماں باپ سے ہی پیدا ہوئے۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عیسےٰ کی نسبت اتنا کہہ دینے سے کہ وہ بھی ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے۔ لوگوں کو اس قدر بُرا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ اگر عیسائیوں کو یہ بات ناپسند ہو تو وہ حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ان کے خدا کی آخری ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے مگر مسلمانوں کو کیوں بُرا معلوم ہو۔ یہ انسانی فہم سے بالا تر ہے۔ مسلمان اپنے پیغمبر کو تو ماں باپ سے پیدا شدہ مانیں۔ مگر عیسائیوں کے خدا کی نسبت کسی کا یہ کہہ دینا کہ وہ بھی دوسرے نبیوں کی طرح انسان تھا۔ اور ماں باپ سے پیدا ہوا تھا۔ ان کو اس قدر آپے سے باہر کر دے۔ جواب لکھنے کے بہانے سے غیر مہذب اخباری گالیوں کا طومار لکھ ماریں۔ اور پھر بھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہو اور اپنے تمام دعاوی "حقّ مسلم" پر پانی پھیر کر رکھ دیں کیا یہ مسیحیت کا مخفی اثر تو نہیں۔ جو مسلمانوں کے قلوب پر پڑ چکا ہے۔ اور ان کو خبر تک نہیں۔

محمودیوں کا تقیہ

محمودیوں کی نہ پوچھو۔ انہوں نے جب سے تکفیر اہلِ قبلہ اور اجرائے نبوت کا مسئلہ گھڑا ہے۔ خدا جانے کیوں وہ اسے عیب کی طرح چھپاتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ ان کے مذہب کا بنیادی پتھر ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کی نبوت اور آپ کا نبی زمانہ ہونا اور اس کا لازمی نتیجہ تمام مسلمانوں کا کافر خارج از اسلام ہونا یہ سب وہ باتیں ہیں جن پر ملت محمودیہ کی بنا ہے۔ چاہیئے تھا کہ اس بنیادی اصول کو وہ ڈنکے کی چوٹ لوگوں کے سامنے پیش کرتے۔ کیونکہ لا تکتموا الحق وانتم تعلمون کے ارشاد کے ماتحت جان بوجھ کر حق کو چھپانا خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ مگر یہ بھی شیعوں کی طرح یہ بیچارے اس مسئلہ میں ہمیشہ تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ "سیاسی مسلمان" کی اصطلاح۔ یا یہ فقرہ کہ "اپنے آپ کو جو مسلمان کہتے ہیں ہم بھی انہیں اسی نام سے پکار لیں گے" یہ سب تقیہ کی مختلف شکلیں ہیں۔ جو اپنے اصلی عقیدہ کو چھپانے کے لئے گھڑی گئی ہیں۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

جب کبھی لاہوری احمدی ان کے اس تقیہ کے پردہ کو چاک کر کر ان کا اصلی عقیدہ پبلک کے سامنے لے آتے ہیں۔ تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ وہ پھر جلتے ہیں اور بگڑتے ہیں اور اس تاک میں رہتے ہیں کہ کوئی بات لاہوری احمدیوں کی انہیں ایسی مل جائے جس سے پبلک مشتعل ہو سکے۔ تو وہ اسے لے اڑیں۔ لیکن خدا کے فضل سے لاہوری احمدیوں کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جو پبلک سے مخفی ہو یا جس کے ظاہر ہونے سے ان کو ندامت اور خفت اٹھانی پڑے۔ اس لئے ہمیشہ یہ لوگ اپنی ناکامی پر کلیجہ مسوس کر رہ گئے۔ آخر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ کہیں میں نے اخبار میں لکھ دیا کہ قرآن کریم سے تو مسیح کی ولادت بھی باپ سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خیال میرا اپنا تھا۔ یا حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ہے۔ یا کچھ اور لوگ جماعت میں ہوں گے جو ہم سے متفق الرائے ہوں گے۔ بہرحال یہ تمام لاہوری احمدیوں کا متفقہ عقیدہ نہیں۔ مگر ہمارے محمودی بزرگوں کو تو لے اڑنے کے لئے ایک بات چاہیئے تھی۔ اب جہاں ہمارا جلسہ ہوتا ہے۔ ہماری کوئی تحریک ہوتی ہے۔ وہاں پبلک کو مشتعل کرنے کے لئے اشتہاروں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ بھائیو مسلمانو! (بلحاظ ان کے عقیدہ کے یہودیو۔ کافرو!) ہم اور تم ایک ہیں کہ مسیح کی ولادت بن باپ مانتے ہیں۔ اور یہ "پیغامی" دیگت گردن زدنی ہیں۔ کہ مسیح کا باپ مانتے ہیں۔ میرے خیال میں اب صرف عیسائیوں کو مخاطب کرنا باقی ہے۔ کہ عیسائی بھائیو! ہم اور تم ایک ہیں کیونکہ مسیح کو بن باپ مانتے ہیں۔ اور یہ "پیغامی" ہم دونوں کے دشمن ہیں۔ کہ مسیح کا باپ مانتے ہیں۔

مفید پروپیگنڈا

محمودی صاحبان سمجھتے ہیں کہ ہم اس طرح لاہوری احمدیوں کی تحریک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ ہم خوش ہیں۔ کہ ایک حق بات کو دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ ہم تو حق کے حامی ہیں۔ اور اس کی اشاعت میں خوش ہیں۔ جس چیز کو ہم خود اس وقت تک کافی طور پر مشتہر کرنے سے قاصر رہے۔ وہ ہمارے محمودی دوستوں نے مشتہر کر دی۔ چنانچہ متعدد لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ مجھے خط لکھتے ہیں۔ اور ولادت مسیح پر بحث کر کے بفضلہ تعالیٰ آخر مسیح کی ولادت با باپ کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ہم ان کے احسان مند ہیں کہ ایک حق بات پھیلانے میں انہوں نے ہماری بہت مدد کی۔ حق اور باطل جب ٹکراتے ہیں تو شور و غوغا بپا ہونا ضروری ہے۔ مگر خدا کی سنت یہی ہے کہ آخرکار حق باقی رہ جاتا ہے۔ اور باطل مٹ جاتا ہے۔

جلے دل کے پھپولے

اسی سعی و کوشش میں قادیانی خلافت کے سرکاری اخبار "الفضل" کے کالم ہر ایک ایسے شخص کے لئے وقف ہیں جو مسیح کی ولادت کو بن باپ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی یعنی بقول ان کے کافر خارج از اسلام ہو۔ چنانچہ ایک "غیر احمدی" صاحب بھی اس میں منصۂ ظہور میں آئے جو خود تو پردۂ خفا میں مستور رہے مگر ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے باوجود ان کی گمنامی کے انہیں "معزز غیر احمدی" کا خطاب غالباً اسی لئے دیا کہ وہ مسیح کو بن باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔ یا خدا جانے وہ سچ مچ معزز ہی ہوں گے۔ مگر سنا ہے کہ جہلم میں کوئی شخص در بدر پھرتا رہا اور لوگوں سے کہتا رہا کہ "یار و اس مضمون کو پڑھو کیا مدلل اور معقول ہے"۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہی اصل مضمون لکھنے والا شخص تھا جو اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننے کی کوشش کرتا رہا۔ اور جس کا مطلب مضمون لکھنے سے محض دل کے جلے پھپولے پھوڑنا تھا۔ لوگوں کا یہ خیال صحیح ہو یا غلط مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر پس پردہ چھپ کر موٹے موٹے اخباری الفاظ میں گالیاں دینا اور طعن و تشنیع کرنا ان کے اخلاق کا کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کرتا۔ میرے مضمون کا جواب دینے میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے۔ یہ میں ہر ایک اہل انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود دونوں طرف کے مضامین پڑھ کر دیکھ لیں اور جس شخص نے اصل مضمون کے مفہوم کو غلط طریق پر توڑ مروڑ کر پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر نفرین کریں۔ چونکہ ان کے مضمون میں کوئی دلیل نہیں۔ جس کا جواب پہلے سے میرے مضمون میں موجود نہیں۔ اس لئے اس لایعنی مضمون کی طرف سے میں اعرض عن الجاہلین کے حکم کے ماتحت اعراض کرتا ہوں۔

ایک شیعہ مجتہد

اسی سلسلہ میں ایک شیعہ مجتہد صاحب بھی اخباری دنیا میں نمودار ہوئے۔ اللہ کی شان ان بزرگوں کو بھی ماتم حسین اور عزاداری سے اتنی فراغت ہو گئی کہ وہ دلائل کے میدان میں اترنے کی جرات کرنے لگے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس قدر عیسائیوں اور آریوں نے ناپاک سے ناپاک حملے کئے مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ مگر حضرت عیسےٰ کا باپ ہونا اس قدر خطرناک جرم ہے کہ فوراً آستینو پونچھ یہ بھی پانچویں سواروں میں آ شامل ہوئے۔ دراصل یہ لوگ معذور ہیں۔ خوش عقیدگی ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ جنہوں نے حضرت حسین علیہ السلام کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے۔ جیسا کہ ان کی تعزیہ داری سے ظاہر ہے۔ وہ اگر حضرت مسیح کو عام انسانوں سے بڑھ کر مظہر ملکوتیت یا مظہر الوہیت بنا لیں تو ان سے کیا بعید ہے۔ اس لئے میرے خیال میں ایسے لوگوں کو مخاطب کرنا تضیع اوقات ہے۔ دلائل کا اس احاطہ میں دخل ہی نہیں۔ یہاں جذبات کے غلو کی حکومت ہے۔ محبت کے جذبہ میں غلو پیدا ہوا۔ سینہ کوبی کر لی۔ عداوت کے جذبہ میں غلو پیدا ہوا۔ تبرے بازی شروع کر دی۔ نہ وہاں کسی دلیل کی ضرورت نہ یہاں کسی بُرہان کی حاجت۔ کہنے میں یہاں بھی "مودۃ فی القربیٰ" والے مضمون کا انتقام ہی مدنظر ہے۔

ایک انوکھی دلیل

البتہ الفضل کے کالموں میں ایک مضمون نکلا تھا۔ جس میں یہ جدت تھی کہ اس میں جدید فلسفہ و سائنس سے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ ایسی عورتیں ہوتی ہیں جن کے اندر مرد اور عورت دونوں کے قویٰ موجود ہوتے ہیں۔ اور اس لئے خود بخود ان کے حاملہ ہو جانے کا امکان ہے۔ مجھے ان کی اس دلیل جدید پر تعجب آیا۔ کیونکہ میرے فاضل دوست کو یہ خیال نہ آیا کہ جب کسی عورت میں مرد و عورت دونوں کے قویٰ موجود ہوں اور دونوں قسم کے قویٰ موجود ہونے سے وہ حاملہ ہو جائے تو بات تو میری ہی سچ ہوئی۔ کہ مرد و عورت کے مرکب نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے صرف عورت بغیر مرد کے نطفہ کے بچہ پیدا کرنے سے قاصر ہے۔

قادیانیوں کا نازک احساس

لیکن میں اپنے فاضل دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی عورتیں جن میں مرد و عورت کے قویٰ اندرونی طور پر موجود ہوتے ہیں از قبیل خنثیٰ ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے آپ سے کبھی حاملہ نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اگرچہ ان کے اندر دونوں قسم کے قویٰ موجود ہوتے ہیں۔ مگر ہر دو قسم کے قویٰ ناقص حالت میں ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ حمل پیدا نہیں کر سکتے۔ دور کے ڈھول سہانے۔ آپ امریکہ وغیرہ کے کسی گمنام آدمی کے فرضی تخیلات کو واقعات کے طور پر پیش کر کے سائنس کو ناحق بدنام نہ کریں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایسی عورتیں حاملہ نہیں ہوتیں اور نہ حضرت مریم ایسی عورتوں میں سے تھیں۔ تعجب ہے کہ میرے اتنا لکھ دینے سے کہ حضرت مریم کا شوہر تھا۔ اور حضرت مسیح کی ولادت باپ سے ہوئی تو بہت سے نازک طبع مسلمانوں کے نازک احساس کو ٹھیس لگی لیکن ایک قادیانی صاحب ان کو نعوذ باللہ مرد و عورت کا مرکب مجسمہ قرار دیں جسے انسانی سوسائٹی میں بہت معیوب گنا جاتا ہے۔ اور کسی صاحب کے جذبۂ لطیف کو اس کا احساس نہ ہو۔ یہ تعصب اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

قانون بغیر مرد کے حمل تسلیم نہیں کرتا

غرضکہ ایسی عورتیں جن میں مرد و عورت دونوں کے قویٰ موجود ہوں ناقص الخلقت ہوتی ہیں۔ اور وہ آپ سے کبھی حاملہ نہیں ہوتیں اس لئے یورپ اور امریکہ اور دنیا کے کسی ملک میں آج تک کوئی قانون ایسا نہیں بنا جس میں کسی حاملہ عورت کا حمل بغیر مرد کے نطفہ کے تسلیم کیا گیا ہو کسی عورت کا حاملہ ہونا ہمیشہ اس بات کا قطعی ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ مس بشر ہوا ہے۔ اور کسی مرد کے نطفہ سے وہ حاملہ ہوئی ہے کوئی جج یا کوئی قانون دان کبھی کسی حاملہ عورت کو اس امر سے مستثنیٰ نہیں کرتا اور نہ قانوناً وہ ایسا کر سکتا ہے۔ کہ وہ عورت بغیر کسی مرد کے حاملہ ہوئی ہے۔ نہ ان کے ہاں کسی مقنن نے آج تک تسلیم کیا کہ عورت بغیر مرد کے بھی حاملہ ہو سکتی ہے۔

اسلام بغیر مرد کے حمل تسلیم نہیں کرتا

اب شریعت اسلام کو لو۔ اسلام میں کسی فقیہ یا محدث یا ماہر شریعت نے حاملہ عورت کے حمل کو بغیر مس بشر کے الگ نہیں دیا اور شریعت کی بنیاد اسی امر پر ہے۔ کہ حاملہ عورت بغیر مرد کے حاملہ نہیں ہوتی۔ شادی و طلاق وراثت وغیرہ کے مسائل سب اسی اصل پر مبنی ہیں۔ لیکن ممکن ہے بعض لوگ کہہ اٹھیں کہ یہ لوگ آخر انسان تھے ان کو اس امر کی طرف سے ذہول رہا اور توجہ نہ ہوئی۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو شرعی احکام دیئے ہیں۔ ان سب میں بنیاد یہی رکھی ہے۔ کہ عورت بغیر مرد کے حاملہ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے فقہا کو تو بیسویں صدی کی تحقیقات اور ایجادات کا علم نہ ہونا ممکن ہے مگر کیا خدا کو بھی علم نہ تھا کہ بعض ایسی عورتیں ہوتی ہیں جو بغیر مرد کے بھی حاملہ ہو جاتی ہیں۔

احکام طلاق اور مس لبشر

مثلاً طلاق کے موقع پر قرآن نے عورت کے لئے عدت رکھی ہے۔ جیسا کہ فطلقوھن لعدتھن سے ظاہر ہے۔ اور خود نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ ایک طلاق کی عدت تین طہر ہے۔ اگر عورت حائضہ

تار کا پتہ
مسلمان لاہور

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

رجسٹرڈ ایل
نمبر (۸۳۸)

لوائے ما پنہ ہر سعید بود • ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
مجدد وقت

اخبار

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

قیمت
سالانہ چھ روپے
ششماہی تین روپے
سہ ماہی دو روپے
طلباء سے چار روپے
ممالک غیر سے سالانہ ۱۵ شلنگ
فی پرچہ ایک آنہ

نرخنامہ اشتہارات
کیلئے منیجر کو لکھئے۔ پیغام صلح
شمالی ہند کا کثیر الاشاعت
سہ روزہ اخبار ہے۔ شرح اجرت
بہت کم ہے۔ شرح ضرور
ملاحظہ فرمائیے۔ (منیجر)

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۲۹ء | نمبر ۵۶

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ صحیح بخاری کے ترجمہ کا کام اور دیگر امور مہمہ آپ کے پیش نظر ہیں۔ اردو ترجمہ کی حمائل شریف عنقریب مطبع سے چھپکر آنے والی ہے۔

—— ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب کے صاحبزادہ کی بیماری کی اطلاع قبل ازیں دی جاچکی ہے۔ بیماری دن بدن بڑھتی جارہی ہے بچہ کی صحت کے لئے احباب کرام کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ سب دوستوں کو اس کے لئے درد دل سے دعا کرنی چاہئیے۔

—— مولانا عصمت اللہ صاحب کا درس راولپنڈی میں باقاعدہ جاری ہے۔ بعض مخالف مولوی بھی بعض وقت درس میں آجاتے ہیں۔ ایک رات ایک اہلحدیث مولوی درس میں الجھ پڑے۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ مولانا کے دو درس راولپنڈی میں ہوتے ہیں۔ شام کو صدر میں اور صبح کو حسب دستور سابق شہر میں۔

—— ۱۰ اگست کو مولوی عصمت اللہ صاحب لاہور تشریف لائے ۱۱ اگست کو گوجرانوالہ لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ جس کی رپورٹ دوسری جگہ درج ہے۔

—— حکیم اللہ دتا صاحب مبلغ انجمن دیہات میں نہایت مفید کام کر رہے ہیں۔ لائل پور گوجرہ کے علاقہ کے دورہ میں انہوں نے مختلف دیہات میں جاکر وعظ کئے جن میں اصلاح رسوم پر خاص طور پر زور دیا گیا اور احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ مختلف لوگوں سے احمدیت کے متعلق بات چیت بھی ہوتی رہی۔ بعض جنگلی لوگوں کو جرائم کے چھوڑنے کی تلقین کی گئی۔

—— لاہور چھاونی سے ہمارے ایک بھائی میاں لعل دین احمد صاحب کنڈکٹر اوورسیر لکھتے ہیں۔ کہ ان کے والد صاحب قبلہ جناب میاں عطا محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے رفقا میں سے ہیں۔ بعارضہ بخار اور رکاوٹ پیشاب بیمار ہیں۔ تمام دوست ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— جماعت کشمیر نے دو پمفلٹ (۱) قادیانی اور ربانی۔ (۲) اظہار عقائد قادیانیہ اپنے خرچ پر چھپا کر کشمیر میں شائع کئے ہیں، کچھ کا پیاں ان پمفلٹوں کی لاہور بھی بھیجی ہیں۔ جو صاحب

قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی عجیب طاقت
قرآن کی تعلیم کو پھیلاؤ اور سیرت رسول کو سامنے لاؤ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام جناب قریشی کے نام

ذیل کا پیغام حضرت امیر ایدہ اللہ نے جناب قریشی کو یوم میلاد النبی کی تحریک کے جواب میں لکھکر بھیجا ہے۔

"یوم ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے بھی کہیں کہیں جلسے ہوتے ہیں اور ان میں آپ کی سیرت کا بھی کچھ تذکرہ ہوتا ہے۔ مگر جو تحریک اس وقت کی گئی ہے کہ اس مبارک یوم پر سارے ہندوستان میں جہاں کہیں بھی آبادی ہو ایک نظام کے ماتحت جلسے کئے جائیں نہایت ہی مبارک ہے میری درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس دن ان جلسوں میں شامل ہونے کو تمام دوسرے اشغال پر ترجیح دیں۔ اور نہ صرف خود شامل ہوں بلکہ اپنے غیر مسلم احباب کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک کرنے کی کوشش کریں

آنحضرت صلعم کی پاک سیرت اپنے اندر ایک ایسا جذبہ رکھتی ہے کہ آپ کے صحیح حالات سامنے آنے پر اپنے اور پرائے سب کے دل بے اختیار جھک جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو جو محبت اپنے رسولؐ سے ہے اگر اس کے ساتھ آپ کی پاک سیرت کا نقشہ بھی زیادہ نہیں تو کم از کم سال میں ایک مرتبہ اس تقریب میلاد کی آنکھوں کے سامنے آتا رہے تو ان کے اندر ایک زبردست قوت عمل پیدا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں دو نہایت ہی زبردست ہتھیار ہیں جو اس وقت بلا استعمال پڑے ہیں۔ ایک قرآن کریم کی تعلیم اور دوسرا اس تعلیم کا نمونہ یعنی محمد رسول اللہ کی سیرت۔ جس طرح مشہور جرمن فلاسفر گیبن نے لکھا ہے کہ قرآن میں یہ عجیب طاقت ہے کہ اگر دل میں عناد لے کر بھی اسے پڑھنا شروع کیا جائے تو ختم کرنے سے پیشتر ہی وہ اپنی محبت دل میں پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت (جو اس پاک تعلیم کا عملی نمونہ ہے۔) سخت سے سخت دلوں کو فتح کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ آپ کے بلند اخلاق ہی تھے جنھوں نے عرب جیسی اکھڑ قوم کے دلوں کو فتح کر کے انہیں اخلاق کے ایسے بلند مقام پر پہنچا دیا تھا۔ آج بھی آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ ہر مسلمان بھائی سے میری یہی درخواست ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو لوگوں کے سامنے لانے میں جس قدر کوشش ممکن ہو وہ بجا لائے۔"

پیغام صلح:۔ آنحضرت صلعم کی سیرت پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک نہایت مفید ٹریکٹ تیار کیا ہے جس کو میلاد النبی کے دن کثرت سے غیر مسلموں تک پہنچانا چاہیے۔ جو دوست اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں۔ وہ جس قدر کاپیاں تقسیم کرانا چاہتے ہوں۔ پانچ آنے فی کاپی کے حساب سے حضرت امیر ایدہ اللہ کو بیڈن روڈ لاہور کے پتہ پر ٹکٹ بھیجدیں۔ خود تقسیم کرنی ہو تو آٹھ کاپی فی روپیہ کے حساب سے منگوالیں۔

ناظرین، خط وکتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ تعمیل فرمائش میں دقت نہ ہو۔

گوجرانوالہ میں جلسہ
مولانا عصمت اللہ صاحب کا لیکچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام گوجرانوالہ کا جلسہ مورخہ ۱۱ اگست بوقت ۵ بجے شام بمقام باغ مہاں سنگھ زیر صدارت شیخ نذیر احمد صاحب ایم اے ایل ایل بی منعقد ہوا۔ موسم کی خرابی اور دیوبندی مخالفت کے باوجود جلسہ خدا کے فضل سے نہایت کامیاب رہا۔ حاضرین جلسہ میں شہر کے معززین اور سمجھدار لوگ مثلاً جناب ملک عبدالقیوم صاحب بیرسٹر ایٹ لاء۔ پروفیسر منیر الدین صاحب جناب مسٹر عبدالحمید صاحب وکیل جناب میر محمد حسین صاحب۔ میاں محمد ریاض حسین صاحب ہیڈ ماسٹر۔ ینگ مین برادرہڈ کے تمام اراکین۔ میاں محمد حسین صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس۔ میاں حسن محمد صاحب بٹ۔ مسٹر امین الدین۔ ملک غلام محی الدین صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس و بہت سے قادیانی دوست بھی شامل جلسہ تھے۔ افسوس ہے کہ دیوبندی حضرات کی مخالفانہ کوشش اول سے آخر تک جاری رہی۔ انہوں نے فضا کو بگاڑنے کی بہت کچھ کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے جلسہ کو نہایت کامیاب بنایا۔ سامعین اور صاحب صدر رات کا نصف حصہ گزر جانے کے بعد بھی مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام سے استدعا کرتے رہے کہ لیکچر جاری رہے۔ یا دوسرا لیکچر کرایا جائے۔ اسلام کا صحیح نقشہ قرآن سے سرور کائنات کی زندگی سے اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے سامعین کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس کا بہت ہی گہرا اثر دلوں پر ہوا اور دوران لیکچر میں لوگ داد دیتے رہے۔ فاضل لیکچرار نے اسلام کو عالمگیر اور دنیا میں امن اور سلامتی پیش کرنے والا مذہب ثابت کیا۔ اور نہایت عمدہ لطیف اور دلکش پیرایہ میں اس کی تصویر پیش کی اور قرآن کریم کے نکات بیان فرمائے۔ مولانا نے اتحاد بین المسلمین پر خاص زور دیا اور مسلمانوں کی موجودہ مشکلات کا حل وحدت اسلامی ہی میں بتایا۔ اور فرقہ بندی اور تکفیر بازی کی لعنت کو دور کرنے کی ہدایت کی۔ جس کو حاضرین جلسہ نے بہت پسند کیا۔ آخر میں صاحب صدر نے مولانا کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین سے کہا کہ وہ لیکچر کی سب اچھی باتوں کو ذہن نشین کر لیں

علما کی عزت بادشاہوں کی نظر میں

پہلے زمانہ کے علما کی جرات

پہلے زمانہ کے علما میں جرات اور بہادری تھی وہ وہی کرتے تھے جو خدا درسول کا حکم ہو۔ اور خدا و رسول کے ارشاد کی تعمیل میں کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی خوف نہ کھاتے تھے۔

حافظ ابراہیم بن طہمان کو بیت المال سے ماہوار وظیفہ ملتا تھا ایک بار ان سے خلیفہ کے دربار میں کوئی مسئلہ پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ لوگ بولے کہ آپ ہر مہینہ میں اس قدر وظیفہ لیتے ہیں اور ایک مسئلہ کا صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ بولے میں وظیفہ صرف اس غرض سے لیتا ہوں کہ صحیح مسئلہ بتا سکوں اور اگر غیر صحیح مسئلہ پر میں وظیفہ لینا پسند کروں تو اب تک بیت المال کا کل سرمایہ فنا ہو چکا تھا۔ (ر ر صفحہ ۱۹۲ جلد ۱)

ایک بار قاضی معاذ بن معاذ نے عفان بن مسلم کو دس ہزار اشرفیاں اس غرض سے دیں کہ وہ ایک شخص پر جرح و تعدیل نہ کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں حق کو باطل نہیں کر سکتا۔ (ر ر جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

ایک بار ایک ہاشمی ابن مبارک کے پاس حدیث سننے کے لئے آیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ واپس چلا تو اٹھے اور رکاب تھام کر اس کو سوار کرایا۔ ہاشمی نے کہا کہ آپ میرے سامنے حدیث تو بیان نہیں کرتے اور میری رکاب تھامتے ہیں۔ بولے میں آپ کے سامنے خود تو ذلیل ہو سکتا ہوں۔ لیکن حدیث کو ذلیل نہیں کر سکتا۔

(طبقات الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

ایک بار سلطان مصر عبدالقاہر ہادی کے حلقہ درس میں آیا اور اپنے بھائی سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ انہوں نے ڈانٹا اور کہا کہ ہم علم حدیث اس غرض سے نہیں دیتے کہ تم دونوں یہاں آکر باتیں کرو۔

(طبقات الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۶)

کچھ عرصہ پہلے کے علما کا یہ حال نہ تھا جو آج کل ہے۔ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتے تھے۔ اگر کوئی دیتا تو بھی نہ لیتے۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہ وقت تک ان کی عزت کرتے تھے۔ اور ان سے خوف کھاتے تھے۔

مامون الرشید مسئلہ خلق قرآن کا قائل تھا۔ اور اس کی اشاعت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کو یزید بن ہارون کا خوف اس کی اجازت نہ دیتا تھا۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ ”اگر یزید بن ہارون نہ ہوتے تو میں علانیہ اس عقیدہ کا اظہار کرتا“۔ لوگوں نے کہا یزید کون شخص ہے جس سے آپ ڈرتے ہیں۔ بولا اگر میں اس کا اعلان کروں تو وہ اس کی تردید کریں گے اور ایک فتنہ عظیم اٹھ کھڑا ہوگا۔ (طبقات الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲)

ابو سعد کا بیان ہے کہ میں ایک بار ابو سعد بن بغدادی کے دروازے پر دیر تک کھڑا رہا۔ وہ نکلے تو معذرت کی کہ میں نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا۔ انہوں نے کہا کہ محدثین کے دروازہ پر کھڑا رہنا عزت ہے۔ (طبقات الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۱)

ایک بار امام مالک خلیفہ ابو جعفر کے یہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک لڑکا آ آ کر واپس ہو جاتا ہے۔ جعفر نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کون ہے۔ یہ میرا لڑکا ہے لیکن آپ کے خوف سے آنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

(طبقات الحفاظ صفحہ ۱۸۹ جلد ۱)

عبدالرحمٰن بن واقد کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں جا کر امام مالک کے دولت کدہ کو دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کسی امیر کا دروازہ ہے۔

حافظ عبدالغنی گھر سے نکلتے تھے تو لوگ بازاروں میں صف بستہ کھڑے ہو کر ان کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ مصر میں جمعہ کے لئے گھر سے روانہ ہوتے تھے تو راستہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ چلنا دشوار ہو جاتا تھا۔

محمود بن سلامہ الحرانی کا بیان ہے کہ اصفہان کے لوگوں پر ان کا یہ اثر تھا کہ اگر وہ وہاں کے بادشاہ ہونا چاہتے تو نہایت آسانی سے ہو سکتے تھے۔ (ر ر)

حافظ ابو العلیٰ نے وفات پائی تو ان کے ماتم میں اکثر بازار بند ہو گئے۔ (ر ر)

حافظ دارقطنی مصر سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے بادیدۂ پرنم ان کو الوداع کیا۔ (ر ر)

امام ذہبی بغداد میں آئے تو لوگوں کو شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور ایک خاص مقام پر سماع حدیث کے لئے ایک مجلس منعقد کی جس میں تقریباً ۳۰ ہزار آدمی جمع ہوئے جس میں صرف مستملی ۳۰۶ تھے۔ (ر ر جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

ضرورت ہے

اسلام مشن سیام میں بحیثیت مبلغ کام کرنے کے لئے ایک انگریزی عربی داں عالم کی ضرورت ہے۔ تنخواہ پچاس روپے ماہوار و تیسرے درجہ کا آمد و رفت کا کرایہ دیا جائے گا۔ اپنی جماعت میں سے جو احباب اس دینی خدمت کو سرانجام دینا چاہتے ہوں اور اس کی اہلیت رکھتے ہوں وہ جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں درخواست بھیجیں۔

حقائق و معارف

(از جناب امجد حیدرآبادی)

ضائع فرمانہ سرفروشی کو مری
مٹی میں ملا نہ گرم جوشی کو مری
آیا ہوں کفن پہن کے اے رب غفور
دھبہ نہ لگے سپید پوشی کو مری

پیاسوں پہ گرے گا مہربانی پانی
آتش پہ گرے گا حکمرانی پانی
کیا نار سقر جلا سکے گی واعظ!
خود شرم سے ہو رہا ہوں پانی پانی

زنجیر در عرش ہلاتا ہوں میں
اللہ غنی! کسے بلاتا ہوں میں
سجدے کے بہانے دل کی بیتابی سے
قدموں پہ کسی کے لوٹ جاتا ہوں میں

مر مر کے لحد میں میں نے جا پائی ہے
یا تنگ مجھے تیری ہی کشش لائی ہے
آ! اے مرے منہ چھپانے والے آ جا! خلوت ہے سنسان ہے تنہائی ہے

جلد ۱۷ | لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۶۸

اسلام مشرق اور مغرب میں

مصر

علمائے مصر اور تبلیغ اسلام برادر محمد ادیب عبدالعزیز صاحب دمشقی جو آپ اخبار وفاء العرب کے مدیر ہیں' لکھتے ہیں کہ :- میں تین ماہ سے یہاں مقیم ہوں۔ شیخ جامع الازہر سے بھی ملا۔ اور ان سے کہا کہ شرم کی بات ہے کہ مسیحی مشنری آپ کے ملک میں آتے اور جامع ازہر میں داخل ہوکر اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں۔ لیکن مصری علماء میں سے کوئی شخص ان کی تردید نہیں کرتا۔ اور نہ اُن سے مناظرہ کرتا ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنی جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی کوششوں کا تفصیلی ذکر کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ میں نے اُنکو اپنی جماعت کی کچھ کتابیں بطور ہدیہ دیں۔ اُنھوں نے ہماری جماعت کے پروگرام اشاعت اسلام کو عمل میں لانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد میں دوسرے علماء سے ملا اور انہیں بھی تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلائی۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور کی اس بارہ میں پیروی کریں۔ ان کو بھی فرداً فرداً کتابیں بطور ہدیہ دیں۔ ایک ایڈیٹر اخبار سے دو دن وفات مسیح اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد پر مناظرہ ہوتا رہا جو آخر کار فضل کلامی پر آگیا۔ بعض پروٹسٹنٹ عیسائی مشنریوں سے بھی مناظرہ پیش آیا۔ جن کی چند عربی کتب جو انہوں نے اسلام کے خلاف مصر میں شائع کی ہیں۔ میں نے ان کتب کی طرف شیخ جامع الازہر کو بھی توجہ دلائی کہ وہ کس قدر ضرر پہنچا رہی ہیں اُنھوں نے ان کی تردید شائع کرنے کا وعدہ کیا۔ میں آج پورٹ سعید میں ہوں اور عنقریب یافا جاکر اخی المکرم عبدالبدیع صاحب (جو پہلے ہمارے ہاں عربی خط و کتابت کا کام کرتے ہیں) اور اب واپس چلے گئے ہیں) ملاقات کروں گا۔ برادر محمود خیرالدین صاحب حلبی بھی میرے ساتھ ہیں۔ ہم ہر دو کی طرف سے حضرات و جملہ برادران سلسلہ کی خدمت میں السلام علیکم۔

فلسطین

دمشق میں اشاعت اسلام برادر موصوف اپنے دوسرے خط میں جو یافا سے آیا ہے لکھتے ہیں :- میں ایک خط پورٹ سعید سے لکھ چکا ہوں۔ پانچ یوم سے میں وارد یافا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ برادر عبدالبدیع سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ میں نے اُنکو بڑا جوش، خلاق اور غریب مسلمان پایا۔ اُنھوں نے ہماری مہمانداری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ بلاد عربیہ میں تبلیغ کا اُنکو بڑا جوش ہے اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میں لاہور لکھکر دمشق میں اشاعت اسلام کا ایک مرکز قائم کروں۔ میرا خیال ہے کہ بذریعہ خط و کتابت ان سے زبان اردو سیکھوں۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کی بعض اردو کتب کا مطالعہ کرسکوں۔ مہربانی کرکے اردو کا قاعدہ و پہلی کتاب بھیجدیں میں یہاں سے حیفا اور وہاں سے دمشق چلا جاؤں گا۔ ہم احمدی برادران کو

شام

ایک احمدی دوست بیروت میں تیسرے خط میں برادر موصوف لکھتے ہیں کہ :- میں بخیریت دمشق پہنچ گیا ہوں۔ میرے یہاں پہنچنے سے دو دن بعد برادر محمد سعید کشمیری (جو ہماری مسجد لاہور میں اذان دیا کرتے تھے) ہندوستان سے یہاں پہنچے۔ برادر تصدق حسین صاحب قادری نے انہیں میرے نام خط دیا تھا۔ ایک احمدی بھائی سے ملکر بڑی خوشی ہوئی معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ ملک شام میں مستقل طور پر رہائش اختیار کرکے کچھ روزگار کرنے کا تھا لیکن فرانسیسی حکومت نے انہیں دمشق میں ۵ یوم سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے اب ان کا ارادہ بیروت جانے کا ہے جہاں امید ہے اُنہیں روزگار مل جائے گا۔ میں نے اُنہیں بعض دوستوں کے نام خط دیدئے ہیں۔ اُنھوں نے جو خط آپ کے نام لکھا ہے وہ ارسال ہے۔ حضرت امیر و دیگر برادران کو السلام علیکم۔

البانیا

مسیح موعود کا دعویٰ مطابق اسلام ہے حاجی محمد شعبان صاحب لکھتے ہیں کہ :- انگریزی اخبار و کتب مل گئی ہیں جن میں حقیقۃ الوحی بھی تھی جس کے مطالعہ سے حضرت صاحب کی اصل دعوت پر خوب روشنی پڑگئی جو عین مطابق اسلام ہے۔ مہربانی کرکے عربی سے نسخے حمامۃ البشریٰ القول المبین۔ الخطبہ الہامیہ کے بھیجدیں۔ اگر کوئی ایسی لغت موجود ہو جس کے ذریعہ ایک عربی دان اردو سمجھ سکے تو وہ بھیجدیں۔

فرانس

پارلیمنٹ فرانس کا ایک سابق مسلمان ممبر ڈاکٹر گرینیر صاحب سابق ممبر پارلیمنٹ فرانس لکھتے ہیں کہ :- سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ پر فضل و کرم رکھے اور صحت و عافیت عطا فرمائے اور عاقبت بخیر کرے۔ مجھے آپ کی طرف سے کتابوں کے دو پیکٹ وصول کرکے دلی مسرت ہوئی جن کے لئے میں مشکور ہوں میں آپ کے ساتھ یہ برادرانہ تعلقات قائم رکھکر بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ ہم بھائی بھائی ہیں اور ایک خدا کی ہی پرستش کرنے والے ہیں۔ قریباً تیس سال ہوئے کہ میں نے فرانس میں اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا اور تب سے ہی یورپ اور امریکہ کے مختلف ممالک میں اسکی اشاعت کرتا رہتا ہوں۔ خوش قسمتی سے میری کوششوں کے ذریعہ سے کئی مستشرقین کی توجہ قرآن کریم کے مطالعہ کی طرف ہوگئی۔ اس کے نئے ترجمہ نے میری اس بارہ میں بہت مدد کی۔

قرآن شریف کے نئے فرانسیسی تراجم اسلام کی یورپ میں ترقی کے راستہ میں ایک بڑی بھاری رکاوٹ یہ ہے کہ قدیم بدقسمتی سے ہر سب جگہ پھیل گئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے خود تصنیف کرکے اپنی قوم سے نئے ترجموں نے حضرت نبی کریم صلعم کو خدا تعالیٰ کا سچا پیغمبر اور قرآن کریم کو خدا کی سچی کتاب ثابت کردیا ہے۔ اس وقت فرنچ زبان میں دو ترجمے قرآن شریف کے شائع ہوتے ہیں جن کے دیباچوں میں حضرت نبی کریم صلعم و قرآن کی صداقت کو بین طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ان تراجم نے اسلام کی قبولیت کے پھیلانے میں بڑی مدد دی ہے۔ میں نے بھی اسلام کی صداقت پر ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب لکھی تھی جو بڑی مفید ثابت ہو رہی ہے۔

مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور موجودہ اخلاقی کمزوریاں ان ہر دو کتب کے ذریعہ سے ہم اسلام کی اشاعت میں بڑی مدد لے سکتے ہیں اور پادریوں کے تراجم کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیوں کے اثر کو زائل کرسکتے ہیں۔ تعلیم یافتہ اور روشن دماغ طبقہ قرآن کی سچائی کے قبول کرنے سے کبھی انحراف نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم کو خدا کی سچی کتاب تسلیم کرانے کے لئے اسبات کی سخت ضرورت ہے کہ اس کی تفسیر و تشریح کو زمانہ موجود کی ضروریات و اقتصادیات کے مطابق بیان کیا جائے۔ مسلمان جو سائنس وغیرہ علوم میں یورپین اقوام کے استاد رہ چکے ہیں اور جنہوں نے اسپین میں علوم و فنون کی یونیورسٹیاں قائم کی تھیں اپنی ترقی کی رفتار کو قائم نہ رکھ سکے۔ اور ان کے اخلاف بےعلمی، تنگ نظری اور توہم پرستی میں گرفتار ہوگئے۔ قرآن کریم جس نے جسمانی اور روحانی پاکیزگی کا سبق دیا تھا بالائے طاق رکھ دیا گیا اس لئے جسمانی غلاظت کے ساتھ اخلاقی کمزوریاں مسلمانوں کی زندگی کا جزو لازمی بنگئیں۔ قرآن کریم نے شہد کی مکھی کی مثال دیکر کس طرح مسلمانوں کو سبق دیا تھا کہ جہاں جہاں سے عمدہ اور پاکیزہ چیز ملے وہیں سے اُسے لیلو۔ اور اس مکھی کی طرح سوشل زندگی بسر کرو۔

حدیث کے صحیح ترجمہ کی ضرورت قرآن کی تفاسیر و تراجم کے علاوہ بعض احادیث کا غلط مفہوم مسلمانوں کی ترقی میں سخت حارج ہو رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ قرآن و احادیث کو زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق اور ان کے اصلی و صحیح رنگ میں پیش کیا جائے۔ اور یہ صرف آپ لوگوں کا کام ہے۔

پارلیمنٹ فرانس میں پہلا مسلمان ممبر میں فرنچ پارلیمنٹ میں سب سے پہلا مسلمان ممبر رہ چکا ہوں۔ اور میں نے ہی پیرس میں مسجد بنانے کی تحریک کی تھی جو مسلمانوں کا مرکز ہو۔ چونکہ میں دوبارہ منتخب نہ ہوسکا اس لئے اس کام کی تکمیل برادر ربن جبرئیل نے کی۔ امید ہے آپ خط و کتابت ہمیشہ جاری رکھیں گے۔

امریکہ

ایک امریکن نومسلم کا تبلیغی مطالعہ شمالی امریکہ سے سٹرولیب صاحب لکھتے ہیں :- آپ کا لٹریچر پہنچا جس کے مطالعہ سے بڑی مسرت حاصل ہوئی ہم میں اور میری اہلیہ فروری ۱۹۲۹ء میں مسلمان ہوئے تھے جس کا

جلد ۱۷ | لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۷۵

عہد قدیم کے بصیرت افروز مناظر

عراق کے تاریخی مقامات

ایک زمانہ تھا کہ عراقین کے وسط میں ایک بہادر اور جنگجو قوم آباد تھی جس نے وحشت اور جنگلی بود و باش سے نکلکر دنیا میں تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی اور اس کو انتہا تک پہنچا دیا۔ عالیشان محل بنائے۔ ناقابل تسخیر قلعے تعمیر کئے۔ بحر و بر میں راستے بنائے۔ دور دراز ملکوں میں اپنا تجارتی کاروبار پھیلایا۔ اب سے چھ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس الو العزم قوم پر بھی کئی دور آئے اور شاید ہمیں ان کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہوتا اگر اس زمانے کے بنی اسرائیل کے نبی نے اپنی مقدس کتاب میں اس کا تذکرہ نہ کیا ہوتا مگر اس قسم کی روایتیں صدیوں تک ایک قصۂ پارینہ سے زیادہ وقعت حاصل نہ کر سکیں لیکن مسٹر ٹیلر جیسے بعض ماہران آثار صناوید کی حیرت انگیز تحقیقات نے ان قوم کے حالات پر روشنی ڈالی اور اب کتب مقدسہ کی روایتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حالات معلوم ہو چکے ہیں۔

بابل کلدانیوں کا اُر جہاں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے اسلیفان کربلائے معلی۔ نجف اشرف۔ بغداد نہ جانے ان ناموں میں کس بلا کا جادو بھرا ہے کہ ان کا ذکر آتے ہی چشم تخیل فنا شدہ قوموں اور ان کی سلطنتوں کے عروج و زوال کے مناظر کے [illegible] ہو جاتی ہے اور انسانی تصور اس زمانہ کی سیر کرنے لگتا ہے جبکہ بنی اسرائیل کی پراگندہ حالی، اہل مدائن کے جبر و تشدد۔ ایرانیوں کے جاہ و جلال اور یونانیوں کی فتح و نصرت کی تاریخ مرتب ہو رہی تھی۔ یہ وہ نام ہیں جن کے کھنڈروں پر پہنچکر اب سے چھ ہزار سال پہلے ایک ایک چیز سیاح کے [illegible] آجاتی ہے۔ اور وہ محو حیرت ہو جاتا ہے۔ اسلام کے مقامات [illegible] کی بہتات کے لحاظ سے عراق عرب عقیدتمندی کا ایک نئے [illegible] رجع ہے۔ پیغمبر اسلام (صلعم) کے نواسے اور ان کے عزیز و اقارب اسی سرزمین پر کرب و بلا میں مبتلا ہوئے اور شہید ہو کر اسی ارض پاک میں راحت فرما رہے ہیں۔ اور یہی وہ پاک خطہ ہے۔ جہاں کی زیارت ہر ایک مسلمان کے لئے اپنے اندر روحانی تسکین کے ہزاروں سامان پنہاں رکھتی ہے۔

عراق عرب خوبصورت مناظر، قدیم روایات اور حیرت انگیز واقعات کا خزینہ ہے۔ اب [illegible] ہزاروں سال پہلے عجیب و غریب تہذیب و تمدن کا [illegible]

مذاہب میں پیدا ہوئے اور اسی میں نشو و نما پائی۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے شمالی ہند کے سیاحوں کے لئے اس خطۂ پاک کی سیر و سیاحت کا اہتمام کیا ہے۔ اس سیاحت کی ترتیب اور اس کے اخراجات وغیرہ کی تفصیل ہدیۂ ناظرین ہے۔

عراق کی اس دلچسپ سیاحت کے متعلق ضروری معلومات اور اخراجات کی تفصیل کا تذکرہ کرنے سے پہلے عراق کے مشہور تاریخی مقامات کے متعلق بعض دلچسپ حالات درج کئے جاتے ہیں جن سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ یہ پارٹی جن مقامات کی سیر کرنے والی ہے۔ ان کی تاریخی اہمیت کیا ہے؟

بصرہ - شہر وینس کو جو بحیرہ اڈریاٹک کے ساحل پر واقع ہے یورپ کی بحری ملکہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے بصرہ کو جو شط العرب پر واقع ہے ایشیا کی سمندری شاہزادی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ یہاں کی خلیج اور کھاڑیاں، عالیشان دروازے، جالیدار کھڑکیاں ایسا دلفریب منظر پیش کرتی ہیں جو مشرق ہی کا حصہ ہے۔ جو لوگ "الف لیلہ" سے آشنا ہیں انہیں یاد ہوگا کہ سندباد جہازی کا وطن مالوف بصرہ ہی تھا۔ اور ایک وقت تھا کہ بصرہ اپنے اندر قابل رشک دلچسپیاں رکھتا تھا اور اس کی خوبی و محبوبی کی داستان چار دانگ عالم میں مشہور تھی مگر زمانہ کی دستبرد نے اس کی زیب و زینت کے بہت سے سامان برباد کر دئے۔ اس کی پہلی آب و تاب باقی نہیں رہی۔ مگر پھر بھی اسمیں آج تک ایک ایسی کشش ہے جس کی طرف دل کھنچے جاتے ہیں۔ اس میں ایشیا کی ان قوموں کی تہذیب و تمدن کے آثار اب بھی موجود ہیں جنہوں نے دنیا میں ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی تھی۔ اور اب بھی بصرہ اسی طرح ایک ساحلی شہر ہے جس طرح اب سے ہزاروں سال پہلے تھا یہاں کی کھجوریں دنیا کی بہترین کھجوریں سمجھی جاتی ہیں۔ اور کھجوروں کی تجارت کے لئے بصرہ دنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ سمجھا جاتا ہے۔

کلدانیوں کا شہر اُر - یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ آج سے اسی سال پہلے کسی کو اس جگہ کی خبر نہ تھی لیکن اسکی گمنامی کی تاریکی سے نکال کر غیر فانی روشنی میں لانے کا سہرا مشہور محقق مسٹر ٹیلر کے سر ہے۔ یہ شام میں اپنی تاریخی تحقیقات میں مصروف تھے کہ ان کو اتفاقاً حصار عظیم میں دفن شدہ چند تختیاں [illegible]

ذریعہ سے دو ہزار قبل کی پرانی زبان کے پڑھنے اور سمجھنے کا امکان پیدا ہو گیا۔ اس عظیم ترین اور قابل قدر دریافت نے ملک شام کی قدیم تاریخ پر روشنی ڈالنے کی صورت پیدا کر دی۔ اور اس طرح اُر کی عجیب و غریب تاریخ کی ابتدا ہو گئی۔ اس کے بعد مزید تحقیقات اور کھنڈروں کی چھان بین کی گئی اور ۱۹۲۲ء سے آج تک دنیا کے سلسلۂ تاریخ سے بہت سے ایسے واقعات دستیاب ہو چکے ہیں جن کا کسی مورخ کو آج سے پہلے کوئی علم نہ تھا۔

یوں تو قدیم شہر کا چپہ چپہ سیاحوں کے لئے اپنے متعلق ہزاروں دلچسپیاں رکھتا ہے مگر ان میں سب سے زیادہ عالیشان چیز ذعوات (مندر) کا مینار ہے۔ اس مینار سے جو کنیدہ رجت نصر کا ایوان کھائی دیتا ہے جس کے گرد ایک سنگین فصیل بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح نار کا شاندار مندر بھی نظر آتا ہے۔ قدیم روایتوں کے مطابق یہ مندر علم کے دیوتا اور اس کی اہلیہ ننگل کے لئے بنایا گیا تھا۔

سب سے زیادہ قابل دید اور حیرت خیز نادر اشیاء ہیں جو اُر کے کھنڈروں سے دستیاب ہوئی ہیں اور بغداد کے عجائب خانے میں دیکھنے والوں کے لئے ہزاروں سال پہلے کی تہذیب و تمدن کا منظر پیش کر دیتی ہیں۔

بابل کی بنیاد اب سے چھ ہزار سال پہلے رکھی گئی تھی۔ اور اس لحاظ سے یہ دنیا کا اجڑا ہوا شہر دریافت شدہ تمام قدیم شہروں پر سبقت رکھتا ہے۔ اس شہر کے متعلق اس زمانے کے پیغمبر "یوشواع" نے جو کچھ پیشگوئی کی تھی وہ پوری ہو کر رہی۔ اور بابل وہ بابل جس کا آباد کرنے والا آسمان پر چڑھنے کی فکر میں لگا ہوا تھا صفحۂ ہستی سے مٹ گیا

ہم کو آثار الصنادید کے ماہروں کا شکرگذار ہونا چاہئے جنکی کوششوں کی بدولت آج دنیا کی تاریخ کا ایک گم شدہ ورق ہمارے سامنے آگیا ہے۔ اور اب ہم کلدانیوں کی عظمت کا صحیح اندازہ لگانے کے قابل ہو گئے ہیں۔

دریائے فرات کے کنارے تودوں اور ٹیلوں کا نئے ترتیب سلسلہ اور شاندار کھنڈروں کی خاص کیفیت ہر سیاح کو مرعوب کر دیتی ہے اسکو قدم قدم پر بخت نصر اور کلدانیوں کی عظمت رفتہ کا نقشہ نظر آتا ہے۔ اس شہر کے کنارے نہر بہتی تھی۔ "شینا شرب" کا جور و ستم اپنی انتہائی حد کو پہنچ چکا تھا۔ بنی اسرائیل اسکی بربریت کا شکار ہو رہے تھے۔ اور اسیری کی حالت میں اسی نہر کے کنارے بیٹھے اپنی قسمت کو رو رہے تھے۔ یہاں بخت نصر کا محل تھا! —— یہاں مدائن کی ملکہ کا باغ ارم تھا! —— یہیں کسی نامعلوم گوشہ میں سکندر اعظم پڑا سو رہا ہے! —— یہ مستحکم بنیادیں —— پرشکوہ عمارتوں کے کھنڈر ہر سیاح اپنی اپنی داستان اپنی ہی زبان سے سناتے ہیں ؎

پردہ داری میکند در قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

(باقی صفحہ ۹ پر)

جلد ۱۷ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۸۳

جہان اسلام

فلسطین میں عرب کانفرنس کا اہم اجلاس

یہودیوں کی مصنوعات کا مقاطعہ

اخبار المقطم اپنے نامہ نگار کی یہ اطلاع شائع کرتا ہے۔ کہ ایک ہزار سے زیادہ اشخاص عرب کانفرنس کے اجلاس میں شریک ہوئے جو شام۔ بیروت مشرقی۔ یرون اور مصر کے نمائندے تھے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کانفرنس تھی۔ جو فلسطین میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے صدر مسٹر یعقوب آفندی تھے۔ پریذیڈنٹ نے اپنی تقریر میں ڈیلیگیٹوں اور ممبروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین سے درخواست کی۔ کہ وہ ان شہداء کے اعزاز میں جو گذشتہ فسادات میں شہید ہوئے۔ دو منٹ تک خاموش کھڑے رہیں۔ اس کے بعد کئی لیڈروں نے صورت حالات پر اپنی تقریروں کے دوران میں مسلمانوں کو پرجوش الفاظ میں اس بات پر برانگیختہ کیا۔ کہ وہ فلسطین میں اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کریں شام شیلاز۔ اور مشرقی یردن کے مقررین نے مذکورہ بالا فسادات میں حکام کے جبر و تشدد کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ولولہ انگیز قراردادیں

کانفرنس میں مفصلہ ذیل قراردادیں پاس کی گئیں:۔ (۱) ہم خدا کی قسم کھا کر اس امر کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ عرب کے مقدس مقامات یہودیوں کے ہاتھ کبھی فروخت نہیں کریں گے۔ ہم ان تمام اشیاء کا مقاطعہ کریں گے۔ جنہیں یہودی بناتے ہیں۔ اور بیچتے ہیں۔ ہم اس مقاطعہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی پوری کوشش سے کام لینگے۔ (۲) ۲ر نومبر کو تمام فلسطین میں اعلان بالفور کے خلاف صدائے احتجاج کے طور پر ہڑتال کی جائے۔

سلطان ابن سعود اور مسئلہ فلسطین

رائٹر ایجنسی کے اس بیان کی بناء پر کہ لندن میں شیخ حافظ وہبہ نے سلطان ابن سعود کی طرف سے فلسطین میں یہودیوں کے حقوق کو تسلیم کر لیا ہے۔ فلسطین کی تحقیقاتی کمیشن نے سلطان موصوف سے حافظ وہبہ کے بیان کے متعلق بذریعہ تار استفسار کیا تھا۔ سلطان نے اس تار کا حسب ذیل جواب دیا ہے:۔

جب شیخ حافظ نے فلسطین میں تینوں مذاہب کے پیروؤں کے متعلق بیان دیا۔ تو وہ لندن میں تھے۔ اور میں ریاض میں۔ آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ اسلام ہمیں ان مذاہب سے جو اسلام سے پہلے گذر چکے ہیں کس قسم کے برتاؤ کی تعلیم دیتا ہے۔ ہم ان احکام سے انحراف نہیں ہو سکتے۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ کی سنتری سے ہمیں اطمینان ہو

اور آپ کی معیت سے ہمیں پریشانی ہے۔

ایک عرب گاؤں پر تین ہزار پونڈ جرمانہ

یوروشلم سے خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ حکومت کے آرڈیننس کی رو سے اشوہ کے ایک عرب گاؤں کے باشندوں پر اس جرم میں تین ہزار پونڈ جرمانہ کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے بیر تو ربا کی یہودی نو آبادی پر حملہ کیا تھا

ترکی کا بجٹ

اخبار السیاست نے ترکی کا جو بجٹ ۱۹۳۰ء شائع کیا ہے۔ اس میں آمدنی کا تخمینہ ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ترکی لیرا کیا گیا ہے۔ اخراجات کی اہم مدات حسب ذیل ہیں:۔

صدر جمہوریہ	۳ لاکھ ۴ ہزار ۷۷۴	لیرا
محکمہ فنانس	۷۵ ہزار	"
محکمہ امور مذہبی	۱۶ لاکھ ۶۸ ہزار	"
ریونیو ڈیپارٹمنٹ	ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ۲۴ ہزار	"
محکمہ تعمیرات عامہ	۳ کروڑ ۱۲ لاکھ ۸۲ ہزار	"
ہوم ڈیپارٹمنٹ	۴۰ لاکھ ۱۸ ہزار	"
محکمہ تحفظ عامہ	۴۵ لاکھ ۲۱ ہزار	"
محکمہ خارجہ	۳۸ لاکھ ۸۰ ہزار	"
محکمہ اشاعت	۴ لاکھ ۲۴ ہزار ۵۰۰	"
محکمہ صحت عامہ	۴۴ لاکھ	
محکمہ تعلیم	۸۱ لاکھ	
محکمہ تحفظ سرحدات	۲۱ لاکھ ۹۰ ہزار	
محکمہ فوج	۵ کروڑ ۲۰ لاکھ	
محکمہ پرواز	۴۲ لاکھ ۱۵ ہزار	
محکمہ آلات حرب	۸۴ لاکھ ۲۴ ہزار	

اس بجٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکی حکومت اپنے مذہبی معاملات سے غافل نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہم ترکی کے محکمہ امور مذہبی کے فرائض اور ان کی نوعیت سے بالکل بے خبر ہیں۔ عربی اخبارات میں بھی اس محکمہ کے مفصل حالات اب تک نظر سے نہیں گذرے

(ایڈیٹر)

ضروری تصحیح

۷ر دسمبر ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں انجمن احمدیہ لاہور کے سالانہ جلسہ کی تاریخوں ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کے ساتھ پیر منگل اور بدھ کے دن شائع ہو گئے ہیں۔ جو غلط ہیں۔ ان کے بجائے بدھ جمعرات اور جمعہ پڑھے جائیں

مذکورہ بالا اشاعت کے صفحہ ۳ کالم ۲ کی اڑتالیسویں سطر میں "اگر ہوتی۔ تو حضرت عباس فرما دیتے" کی بجائے "اگر ہوتی تو حضرت عباس سے فرما دیتے" پڑھا جائے۔

اسی اشاعت میں پیغام صلح کے سرورق پر جلد کے مقابلہ میں غلط نمبر چھپ گیا ہے۔ ۱۵ کی بجائے ۸۲ پڑھا جائے

تحریک قرضہ فنڈ

جناب کرنل خان صاحب سعید ڈھیری ضلع انبالہ سے ایک سو روپیہ قرض کا مطالبہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ مولوی صدر الدین صاحب کے ہاتھ دو سو روپیہ ارسال ہے۔ پچاس روپے اور جلد ہی دنوں تک ارسال کر دوں گا

جزاہ اللہ خیرا

— جن احباب نے قرضہ فنڈ میں مطلوبہ رقوم ایک سال کے لئے قرض عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ از راہ کرم جلدی اس کا ایفا فرما کر ممنون فرمائیں۔

جن احباب نے اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد اپیل کا جواب عنایت فرمائیں۔ ورنہ اخباری یاد دہانی کے علاوہ انہیں بذریعہ خطوط ایفائے وعدہ پر توجہ دلائی جائیگی جس سے دفتر کا کام اور زیادہ بڑھ جائیگا۔ اور خرچ ڈاکخانہ کے علاوہ ہوگا۔ کئی ایسے متمول و مخلص اصحاب ہیں جو آسانی سے قرض دے سکتے ہیں۔ مگر تا حال ان کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ جواب کا انتظار ہے۔

تحریک بیس روپے فی کس

اس تحریک میں حصہ لینے کیلئے اب چند روز باقی ہیں۔ احمدی بھائیوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ اس تحریک میں حصہ لے کر انجمن کے سرمایہ کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی سعی کریں۔ اور اس جہاد میں شریک ہوں۔ اگر کسی کے پاس رسید بک نہ ہو۔ تو منگا سکتے ہیں۔ اگر جملہ احباب اس تحریک میں کم و بیش حصہ لیں۔ تو امید سے زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ موجودہ مہلت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ — ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ — نمبر ۳۵

مذاہب کا منافرت خیز پروپیگنڈا

تبلیغ مذہب کا بہترین طریق

ہندو مسلم اتحاد کا واحد ذریعہ

کسی سابقہ اشاعت میں لنڈرانیا سینٹ کے ایک لیکچر کی روئداد بہ یہ قارئین کرام ہو چکی ہے۔ جو مدراس کی ینگ مینز کریسنٹ سوسائٹی کے سالانہ جلسہ میں انہوں نے دیا۔ لیکچر کے اختتام پر جلسہ کے صدر سر پی ایس ایس آئنگر نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس قابل ہیں کہ حالات حاضرہ میں انہیں گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ "میں نے بسا اوقات اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ ان تکالیف کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو ہندوستان کے مختلف حصص میں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور مختلف مذاہب کے باہمی خلافات کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہاں تک مناسب ہے کہ ہندوستان کے تعلیمی نصاب میں مذہب کو بھی داخل کیا جائے"۔ سر موصوف کے اس غور و فکر کا یہ نتیجہ ہے کہ انہیں اس بات پر شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے علیحدہ علیحدہ مدارس چنداں سود مند ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ جہاں یہ ضروری ہے کہ ہر قوم کے بچوں کو انہی کے بزرگوں سے مذہبی تعلیم دلائی جائے۔ وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ تمام نوجوانوں کو اکٹھا رکھا جائے۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک بڑی قوم کے ممبر سمجھیں اور یہ مقصد علیحدہ علیحدہ مدارس میں تعلیم دلانے سے حاصل نہیں ہو سکتا صرف سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے مواقع زیادہ تر پیش آ سکتے ہیں۔ کہ نوجوان ایک دوسرے کے خیالات سے واقف ہوں۔ اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کریں۔ وہیں انہیں یہ محسوس ہو سکتا ہے کہ وہ متخاصم مذاہب کے ممبر نہیں۔ بلکہ سب کے سب ایک عظیم الشان قوم کے فرزند ہیں"۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں جس قدر مصائب اور فتنہ و فساد پیش آ رہے ہیں۔ ان کی زیادہ تر وجہ یہی ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کی خوبیوں سے بہت حد تک ناواقف ہیں اور اہل غرض لوگوں نے ایک دوسرے کی برائیاں ان کے ذہن نشین کر کے کشیدگی اور منافرت کی ایک وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ لیکن سر ایس ایس آئنگر کے اس خیال سے ہمیں اختلاف ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ فرقی مدارس کے قیام کا نتیجہ ہے۔ اور جب تک دونوں اقوام کے نوجوانوں کو اکٹھا تعلیم نہ دلائی جائے اس وقت تک۔ اس صورت حالات کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان کالجوں اور سکولوں میں جن کا کسی خاص فرقہ سے تعلق نہیں۔ اور جہاں ہندو اور مسلمان طلبہ اکٹھے ایک بنچ پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ فرقی مدارس سے بڑھ کر کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا بہترین ذریعہ اگر ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ اس زہریلے پروپیگنڈا کو جو ایک دوسرے کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ یکقلم بند کر دیا جائے۔ اور کسی مذہب کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ اپنی خوبیاں بیان کرنے کے علاوہ کسی دوسرے مذہب پر مخالفانہ نکتہ چینی کرے۔ ہمارے خیال میں اگر یہ صورت حالات پیدا ہو جائے۔ اگر مسلمان بادشاہوں کے مظالم، اسلام کی خوفناک تعلیم "پیغمبر اسلام صلعم پر ناپاک نکتہ چینی کے جگر خراش اعلانات ہندو پریس سے نکلنے بند ہو جائیں۔ اور مسلمانوں کو جوابی قسم کی روش اختیار نہ کرنی پڑے اور اس کے بجائے دونوں اقوام اپنے پروپیگنڈا کو محض اپنے مذہب کی صداقت اور خوبیاں بیان کرنے تک محدود رکھیں اور ایک دوسرے کے لٹریچر کو بغض و عناد اور نکتہ چینی کے لئے نہیں بلکہ واقفیت بڑھانے کے لئے پڑھیں تو آج حالات سدھر سکتے ہیں۔ اور تمام کشیدگیاں رفتہ رفتہ دور ہو سکتی ہیں۔ سکولوں اور کالجوں سے بھی اس کی ابتدا ہو سکتی ہے۔ ہر فرقے کے سکول میں اس کی اپنی مذہبی تعلیمات کے علاوہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات کے لئے بھی کچھ وقت رکھا جائے۔ اور ان مذاہب کے پیرؤوں سے ایسی تعلیم دلائی جائے۔ یہ ہمارے خیال میں ایک دوسرے کے حالات و معتقدات کا صحیح علم حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ کم از کم مسلمان اگر اپنے مدارس میں ایسا طریق اختیار کریں تو یہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ نوجوان طلبہ کو ابتدا ہی سے دوسرے مذاہب کے ساتھ اپنے خیالات و معتقدات کا مقابلہ کرنے کا موقع ملے گا۔ اور ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوگی کہ وہ ان کی صحت و معقولیت کی جانچ پڑتال کر سکیں۔ جس کے بعد کوئی بیرونی تاثرات جو مخالفانہ رنگ میں سامنے آئیں انہیں متاثر نہ کر سکیں گے۔ اور دوسرے مذاہب کے حملوں اور اعتراضات کا وہ بخوبی جواب دے سکیں گے۔

حضرت مسیح موعود نے آج سے کئی برس پہلے یہی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کی تھی کہ مختلف مذاہب کے متخاصمانہ طریق عمل کو روک کر انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے پروپیگنڈا کو محض اپنے مذہب کی خوبیوں ہی کی تبلیغ تک محدود رکھیں اور ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں۔ ایک دوسرے کے خیالات اور معتقدات اور بزرگوں اور پیشواؤں کو برا نہ کہیں۔ آپ کا منشا تھا کہ اسکو قانونی شکل دے کر ملک میں نافذ کیا جائے۔ افسوس ہے کہ اس بہترین تجویز کو جو فی الحقیقت تمام فتنہ و فساد کو جڑ سے کاٹنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس وقت نظر انداز کر دیا گیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد حالات زمانہ نے گورنمنٹ کو توہین انبیا کا قانون بنانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ اس وقت تک مفید نہیں جب تک کہ حملہ آوری کی سپرٹ کو روکا نہ جائے۔ اور مذاہب کی تبلیغ کو صرف ان کی ذاتی خوبیوں کے اعلان تک محدود نہ رکھا جائے۔ وقت آئے گا کہ آخر کار گورنمنٹ کو قانونی رنگ میں اس تجویز کو نافذ العمل کرنا پڑے گا۔ کہ یہ حضرت مجدد کی کہی ہوئی بات ہے اور زمانہ کے حالات اسی طرف لئے چلے جا رہے ہیں۔

بندا بیراگی اور اورنگ زیب

افسوس ہے کہ آریہ قوم کی دشمنی مسلمانوں کے ساتھ اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہر ایک ظالم اور وحشی اور خونخوار انسان کو جس نے مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کئے "بہادر" قرار دینے اور اس کی یادگاریں تک منانے سے نہیں چوکتی۔ اور اس کے بالمقابل مسلمانوں کے نیک سے نیک بزرگوں اور بادشاہوں کو جنہوں نے ان پر ہزارہا احسانات کئے بلا خواہ مخواہ اور بلا وجہ ظالم اور خونخوار قرار دینا ضروری سمجھتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور اول الذکر اس لئے قابل ستائش ہیں کہ وہ ہندو ہیں۔ اور ان کی تمام کوششیں مسلمانوں کے خلاف صرف ہوئیں بندا بیراگی ہندوستان کی تاریخ میں مسلمہ طور پر ایک ظالم اور وحشی انسان ہو گزرا ہے جس نے مسلمانوں کے معصوم بچوں۔ بوڑھوں اور عورتوں پر ایسے وحشیانہ مظالم کئے جن کے تصور سے انسان کی روح لرز جاتی ہے لیکن ان مظالم کا اگر نام لیا جائے اور بندا بیراگی کی وحشت و بربریت کا ذکر کیا جائے تو "پرکاش" کی تہذیب اس کی اجازت نہیں دیتی برخلاف اس کے اورنگ زیب جیسے خدا پرست انسان کے متعلق وہ مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتا ہے۔ کہ اس کے اس سلوک کو جو اس نے اپنے باپ اور بھائیوں سے کیا وہ کیا سمجھتے ہیں۔ آیا اس کے متعلق وہی الفاظ استعمال کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جو بندا بیراگی کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں؟ ہم اسے بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اورنگ زیب کا سلوک باپ اور بھائیوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہو وہ اسکے اپنے باپ اور بھائی ہیں۔ ہندوؤں کے ساتھ اس نے بہرحال نیکی ہی کا برتاؤ کیا۔ ان کے مندروں کی حفاظت کی۔ انہیں جاگیریں دیں۔ انہیں سرکاری عہدوں پر مامور کیا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہندو مذہب کی ایسی حفاظت کی کہ ہندوؤں کی تعداد ہمیشہ مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ رہی۔

یہ کس قدر احسان فراموشی ہے کہ اس نیک دل اور رعایا پرور والی ملک کو کبھی بندا بیراگی جیسے جاہل، وحشی اور خونخوار انسانوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور کبھی سیوا جی جیسے بزدل اور غدار انسان کو اس پر ترجیح دی جاتی ہے۔

توہین انبیا اور مسیحیت

معاصر "نور افشاں" کو یہ ناگوار ہے کہ مسلمان انبیائے کرام کی توہین کو برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ لکھتا ہے کہ جہاں تک دل آزاری کا سوال ہے۔ توہین انبیا سے "سب سے اول مسیحیوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور بعد میں مسلمانوں کی" لیکن باوجود اس کے "مسیحی اپنے خداوند یسوع مسیح کی تعلیم اور نمونہ کی تقلید میں اسے برداشت کر لیتے ہیں۔ اور بخلاف ازیں مسلمان سرکار سے داد خواہی کے طالب ہوتے ہیں"

ہم نہیں سمجھتے اس عجیب و غریب دعوے کو جسے "پرکاش ہند" "عیسائیت کا اسلام کو سبق" کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ کس طرح صداقت اور معقولیت پر مبنی سمجھا جائے۔ انبیائے کرام کی توہین سے مسیحیوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جسکے نیچے کوئی صداقت نہیں۔ مسیحی مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ تمام انبیائے کرام کو معاذ اللہ چور اور بدکار قرار دیا جائے۔ بائبل میں انبیائے کرام پر جو بدترین الزامات لگائے گئے ہیں۔ وہ انہیں انسانیت کے ادنےٰ ترین مدارج سے بھی نیچے گرا دینے والے ہیں۔ اور یسوع مسیح کی معصومیت اور خدائی کا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ دنیا کے تمام نیکوں اور راستبازوں کو گنہگار قرار دیا جائے۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہ انبیائے کرام کی توہین سے "سب سے اول مسیحیوں کی دل آزاری ہوتی ہے"، لیکن وہ صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ ایک بے بنیاد دعوےٰ ہے۔ پہلے اور پیچھے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مسیحی خود توہین انبیا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب یسوع مسیح کے سوا تمام دنیا کے راستبازوں کو گنہگار ٹھہراتے ہیں۔ بائبل کی اس تعلیم پر ایمان لا کر جس میں داؤد، سلیمان، لوط، ابراہیم، یعقوب، اور موسےٰ کو طرح طرح کے ناپاک افعال کا مرتکب قرار دیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم انبیا کی توہین کو برا سمجھتے ہیں۔ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے۔ اگر یہ دعوےٰ صحیح ہے تو کیوں بائبل میں سے ایسے ناپاک تذکروں کو خارج نہیں کیا جاتا۔ کیوں یسوع مسیح کی معصومیت کے ساتھ باقی انبیائے کرام کے بھی معصوم ہونے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔ آئے دن بائبل کی ترمیم اور تصحیح ہوتی رہتی ہے۔ فقروں پر فقرے اور آیات پر آیات اس میں سے نکالی جاتی ہیں۔ لیکن وہ ناپاک الزامات جو انبیا پر لگائے گئے ہیں ان کو دور نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ یہی درحقیقت مسیحی مذہب کا بنیادی پتھر ہے۔ اگر اس بنیاد کو ہلا دیا جائے تو مسیحیت کی تمام عمارت نیچے آگرتی ہے۔ "خداوند یسوع مسیح کی تعلیم اور نمونہ" سوائے اس کے اور ہے ہی کیا۔ کہ تمام نیکوں اور راستبازوں کو برا بھلا کہا جائے تاکہ انکی خدائی اور معصومیت ثابت ہو سکے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ مسلمان اس "تعلیم اور نمونہ" کی تقلید سے قاصر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام کی توہین کو وہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک بین فرق

عیسائیت کے علاوہ دوسرے مذاہب کو بھی اگر دیکھا جائے تو اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہ ملے گا جس نے سب انبیا اور راستبازوں کی صداقت کو تسلیم کیا ہو۔ سب کا دارومدار اسی ایک بات پر ہے۔ کہ خدا کا الہام و کلام محض انہی کے اوپر نازل ہوا۔ اور ان بزرگوں کے سوا جو ان کی قوم میں [illegible] اس الہام و کلام کو لے کر آئے باقی تمام بانیان مذاہب اور پیشوایان دین اپنے دعووں میں صادق اور راستباز نہ تھے۔ ویدک دھرم کی بنیاد بھی اسی بات پر ہے۔ سوامی دیانند کے نزدیک صرف وہی الہام سچا اور ہمیشہ کے لئے واجب العمل ہے جو ویدوں کی شکل میں شروع دنیا میں نازل ہوا۔ ویدک رشیوں کے سوا جتنے راستباز آئے خواہ بائبل اور اسلام کے انبیا ہوں یا ہندو مذہب کے بزرگ اور اوتار سب کے سب کذاب اور "پاکھنڈی" لوگ تھے۔ کیونکہ الہام شروع دنیا ہی میں آ سکتا ہے۔ اس کے بعد کوئی نہیں۔ گویا ان کے مذہب کی بھی بنیاد اسی بات پر ہے۔ کہ تمام دنیا کے راستبازوں کو جھوٹا قرار دیا جائے۔ ان کو سچا ماننا گویا اپنے مذہب کی بنیاد کو اکھیڑنا ہے ایسی حالت میں آریہ سماج سے یہ امید کرنا کہ وہ انبیائے کرام کی توہین سے باز آ جائے۔ ایک خیال باطل ہے۔ اس کے برخلاف اسلام تمام اقوام کے بزرگوں اور پیشواؤں پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔ گویا جہاں دوسرے مذاہب کی تعلیم قوموں کے اندر افتراق و انشقاق ڈالتی ہے۔ اسلام نے تمام اقوام میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد رکھی ہے۔ کیا یہ واضح اور بین فرق اسلام کے سچا اور عالمگیر مذہب ہونے پر شاہد نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ـ ۲ر محرم الحرام ۱۳۴۸ھ نمبر ۴۳

ہندو اور سکھ

(۱)

بیر بیراگی پر ہندوؤں اور سکھوں کا تنازعہ

جس دن سے بھائی پرمانند نے بیر بیراگی کے متعلق غلط سلط واقعات لکھکر اسے ہندوؤں کا قومی لیڈر قرار دیا ہے سکھوں کے روشن خیال طبقہ میں ایک ہیجان عظیم پیدا ہوگیا ہے۔ اور وہ بھائی پرمانند کی ان کوششوں کو نہایت بُری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور علانیہ اسے سکھ قوم کی توہین قرار دے رہے ہیں۔ کہ بندہ بیراگی کی یادگار ہندوؤں کی طرف سے منائی جائے۔ چنانچہ عین اس دن جبکہ ہندوؤں کے مشہور ویام شالہ میں بیر بیراگی کی یادگار منائی جا رہی تھی۔ باولی صاحب میں سکھوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں بقول ہندو اخبارات نہ صرف بھائی پرمانند ہی کے خلاف تقریریں کی گئیں بلکہ بعض منچلے اس تصویر کو بھی توڑنے کے لئے آمادہ ہوگئے جو بیان کیا جاتا ہے کہ بھائی جی نے ہندو ڈنگل کی عمارت کے لئے بنوائی ہوئی ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں۔ سکھوں کے روشن خیال طبقہ کی طرف سے کئی ایک مضامین اخبارات میں نکل چکے ہیں جن میں ہندوؤں کی اس حرکت کے خلاف نہایت سختی کے ساتھ پروٹسٹ کیا گیا ہے۔

ایک اسی قسم کا مضمون خالصہ کالج امرتسر کے پروفیسر تیجا سنگھ کی طرف سے ۷ رجون کے اخبار "ٹریبیون" میں شائع ہوا ہے جس میں اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ ہندو بیر بیراگی کو ہندو لیڈر کیوں قرار دیتے ہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ بندہ بیراگی کا ہندو یا سکھ لیڈر ہونا تو ایک طرف، معمولی انسانیت کے مرتبہ پر ہونا بھی ثابت نہیں ہم صرف ان دلائل پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں جو لالہ امرناتھ جوائنٹ ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے پروفیسر تیجا سنگھ کے مضمون کے جواب میں ۹ رجون کے "ملاپ" میں لکھے ہیں۔ اور اس بات پر بڑا زور دیا ہے۔ کہ سکھ اور ہندو دراصل ایک ہیں۔

فی الحقیقت بیراگی کی یادگار بھی اسی غرض سے منائی جاتی ہے اور اسی خیال سے اسے ہندو قرار دیا جاتا ہے کہ سکھوں نے اپنی جداگانہ حیثیت قائم کرنے کے لئے جو جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ وہ اس ذریعہ سے ختم کر دی جائے اور وہ اپنے آپ کو ہندو قوم ہی کا ایک جزو سمجھنے لگیں۔ چنانچہ لالہ امرناتھ نے صاف لکھا ہے کہ:۔

> "سکھوں نے صرف گزشتہ تیس سال سے ہی اپنے لئے جداگانہ حیثیت کا دعوے کیا ہے۔ اس سے پہلے سکھ ہندو قوم میں ملے ہوئے تھے۔"

گرو صاحبان نے ہندوؤں کے لئے اپنی زندگیاں قربان کی ہیں۔ گرنتھ صاحب بھی ہر ایک صفحہ پر ہندو دھرم کے اصولوں اور عقائد کا پرچار کرتا ہے۔"

> "سمجھ نہیں آتی کہ آپ ہندوؤں کی اس کارروائی پر کیوں بُرا مناتے ہیں۔ کہ وہ ایک ایسی شخصیت کی عزت کرتے ہیں جسے پروفیسر صاحب بھی اپنے مراسلہ میں گول مول طریق سے ادب کی نگاہ سے دیکھتے معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ آپ اسے واضح طور پر ظاہر نہیں کرتے۔"

لالہ امرناتھ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو قوم کی طرف سے بندہ بیراگی کی یادگار کا ڈھونگ رچایا گیا ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ [illegible]

یہ ہے کہ اس طریق سے سکھوں کو ہندوؤں کے ساتھ ملا لیا جائے اور ان کی کوئی جداگانہ حیثیت باقی نہ رہنے دی جائے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ سکھ قوم اس کے لئے کبھی تیار ہوسکتی ہے۔ اگر کسی گزشتہ زمانہ میں اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے انہوں نے ایسی غلطی کا ارتکاب کیا ہو تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہی ہندوؤں میں شامل تھے۔ اور کوئی علیحدہ ہستی ان کی نہ تھی۔ سکھ قوم کی ابتدا جس بزرگ وجود سے ہوئی اس کے خیالات و معتقدات، اس کے اعمال و افعال اور اس کے اقوال و ارشادات اس بات کی کھلی شہادت ہیں کہ اسے ہندو قوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر ان اقوال و افعال کی بنا پر اس بات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ سکھ قوم کو کن لوگوں کے ساتھ شامل ہونا چاہیئے۔ تو یہ ایک صاف اور کھلی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی قوم نہیں جسکے ساتھ ان کی شمولیت جائز قرار دی جاسکے۔ اس بارہ میں ہم آئندہ نمبروں میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنے دلائل کو پیش کریں گے۔ یہاں ہمیں صرف سکھ قوم کی اس دانشمندی کی داد دینا ہے کہ انہوں نے بندہ بیراگی کی یادگار منانے میں نہ صرف ہندو قوم کی اصل غرض اور نیت کو پہچان کر علانیہ ان کی مخالفت کی بلکہ ایک ایسے شخص کی یادگار سے ہاتھ اٹھا کر جسکے اعمال و افعال انسانیت کے لئے باعث ننگ ہیں۔ اس بات کا ثبوت دیدیا کہ وہ ظلم اور جبر و تعدی کی حمایت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں سکھ قوم کی تاریخ میں یہ واقعہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ اس نے ایسے وقت میں جبکہ اس کی اپنی قوم کے ایک فرد کی عزت کا سوال درپیش تھا۔ ہندوؤں کی خود غرضانہ چالوں سے علیحدہ ہوکر بندہ بیراگی کی اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ اور اس طرح دنیا کو بتا دیا کہ وہ ناحق کی تائید کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوسکتے۔

رہا یہ کہ سکھ آیا ہندو ہیں یا ان کی ہستی ہندوؤں سے علیحدہ ہے۔ اور کہ گورو صاحبان کی قربانیاں ہندوؤں کے لئے تھیں یا ہندوؤں کا بغض و تعصب ان کی قربانی کا موجب ہوا؟ اس پر آئندہ نمبروں میں ہم مفصل روشنی ڈالیں گے۔ انشاءاللہ۔

مہاسبھائی دھمکیاں

ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کے ان قوم پرست لیڈروں میں سے ہیں جو کانگرس کے حامی ہونے کے باوجود مہاسبھائی ذہنیت کا ہمیشہ اظہار کرتے رہتے ہیں۔ شاید ہی ان کی کوئی تقریر ایسی ہو کہ جس میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو اشتعال دلانے کی کوشش نہ کی گئی ہو اس کی بعض مثالیں اس سے قبل ان کالموں میں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ حال میں انہوں نے مدراس کے ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے پھر اس بات پر زور دیا کہ:۔

> "ہندو ہرگز یہ نہ کہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سوراج کا حصول غیر ممکن ہے۔ وہ شریک جدوجہد نہ ہونا چاہیں تو اصرار نہ کرو۔ انہیں علیحدہ رہنے دو۔ اگر یہ لوگ انگریزوں سے سازباز کریں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کانگرس دونوں کا مقابلہ کرنے کا دم رکھتی ہے جس وقت اس حقیقت کا اعلان و اظہار کیا گیا اسی وقت حقیقی اتحاد شروع ہوجائے گا۔"

ہم نہیں سمجھتے کہ ان الفاظ کو کانگرس کی ذہنیت قرار دیں یا جناب مونجے کی مہاسبھائی فطرت کا نتیجہ۔ موخرالذکر صورت اس وجہ سے ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کہ جناب مونجے نے صاف طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ "کانگرس دونوں (انگریزوں اور مسلمانوں) کا مقابلہ کرنے کا دم رکھتی ہے"۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب مونجے کے نزدیک کانگرس کی ذہنیت بھی وہی ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ ہندو قوم یا ہندو مہاسبھا کا نام لے سکتے تھے۔ کانگرس کا نام لینا خاص معنے رکھتا ہے۔ اور ہم حیران ہیں کہ وہ مجلس جو ہندوستان کی قومیت متحدہ کی نمائندہ ہونے کی دعویدار ہے۔ ہندوؤں کی حمایت میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا دم کیونکر رکھتی ہے۔ اور کیا اس صورت میں اسے قومیت متحدہ کی علمبردار قرار دینا بجا ہوگا؟ جناب مونجے کے آخری الفاظ بالخصوص غور کے قابل ہیں۔ حقیقی اتحاد ان کے نزدیک یونہی ہوسکتا ہے۔ کہ ہندو یہ اعلان کردیں کہ مسلمانوں کی شرکت کے بغیر وہ سوراج حاصل کرسکتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے اس [illegible] کیا مطلب [illegible]۔ اگر سوراج مسلمانوں کی شرکت کے بغیر حاصل ہوسکتا ہے تو حقیقی یا غیر حقیقی اتحاد کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ اٹھیں اور اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں۔ ورنہ حقیقی اتحاد کا نام اگر لیتے ہیں۔ تو ایسے اعلانات اور دھمکیاں بے سود ہیں۔ حقیقی اتحاد سوائے اس کے حاصل نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں کے واجبی حقوق تسلیم کئے جائیں اور ہندوستان کی قومیت متحدہ میں انہیں وہ درجہ دیا جائے جس کے وہ حقدار ہیں۔

مسلمانوں کے لئے خطرہ

اسی تقریر میں ڈاکٹر مونجے نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

> "میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک ہندو بچہ خواہ وہ برہمن کا پوت ہو یا چنڈال کا بیٹا۔ سپاہی بنے۔ لاٹھی۔ بندوق۔ تلوار کے استعمال سے بخوبی واقف ہو۔ کیا یہ غلطی ہے، کیا ایسے کاموں کے لئے تیار کرنا قومیت کے منافی ہے۔ یہی کام ہے جو ہندو مہاسبھا نے اپنے ذمہ لیا ہے وہ یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تناسب سے سپاہی مہیا کرسکتے ہیں یا نہیں۔ عیسائیت کے محافظ ملک معظم ہیں اور اسلام کے شاہ افغانستان اور کمال پاشا۔ کیا ہندو دھرم ہی ایسا ہے جو یتیم بنا رہے"

یہ الفاظ اس حقیقت کا کھلا اعلان ہیں کہ آج ہندو قوم کو قومیت متحدہ کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جارہا ہے اور یہ تیاری۔ لاٹھی، بندوق۔ اور تلوار کے ذریعہ سے ہورہی ہے۔ انگریزوں کے مقابلہ کے لئے تو عدم تشدد کا اصول ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کے لئے جن کے "حقیقی اتحاد" کی ضرورت خود جناب مونجے بھی محسوس کر رہے ہیں۔ لاٹھی۔ بندوق اور تلوار کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے ارادے اس حد تک پہنچ چکے ہوں۔ ان سے اتحاد کیونکر ہوسکتا ہے؟

مسلمانوں سے ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اس کے بالمقابل کیا تیاری کی ہے۔ کیا ان کا ارادہ ہندوستان کے اندر رہنے اور زندہ قوم بن کر رہنے کا ہے یا نہیں؟ کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ کوئی اسلامی سلطنت خطرہ کے وقت ان کی امداد کے لئے کھڑی ہوگی؟ یہ ایک خیال باطل ہے۔ جب تک اپنے اندر کوئی طاقت پیدا نہ کی جائے اپنی حفاظت کا سامان وہ خود نہ پیدا کریں۔ ان کی ہستی معرض خطر میں ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمداللہ بخیریت ہیں۔

— ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب شملہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

— ۸ رجون کو پیغام صلح کے اس مقدمہ کی تاریخ تھی جو ایڈیٹر الفضل کی طرف سے گورداسپور میں دائر کیا گیا ہے۔ ایڈیٹر و اسسٹنٹ ایڈیٹر "پیغام صلح" عدالت میں موجود تھے۔ مستغیث کی طرف سے ۱۵ گواہ اس پیشی پر طلب کرائے جاچکے تھے۔ لیکن چونکہ مجسٹریٹ پنڈت چاند نارائن صاحب ایم اے کی تبدیلی کا حکم آچکا تھا۔ اس لئے مقدمہ شروع کرنے کے بجائے انہوں نے یکم جولائی پر اسے ملتوی کردیا۔

— ۱۰ رجون کو دوسرا مقدمہ جو مولوی یعقوب خان صاحب کی طرف سے لاہور میں "الفضل" کے ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر پر دائر ہے مسٹر ایچ محمود کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس موقعہ پر فریقین میں باہمی مصالحت پر کچھ گفت و شنید ہوئی۔ جس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے دو تین دن کی مہلت لی گئی۔ آئندہ پیشی ۱۳ جون کو ہوگی۔

— ہمارے ایک بھائی صوفی مبارک علی صاحب جو کچھ عرصہ ہوا لاہور میں مسجد احمدیہ میں خادم مسجد کا کام کرتے تھے۔ اور پھر ۱۹۱۷ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ باورچی کا کام کرنے کے لئے ولایت چلے گئے۔ جہاں انہوں نے ایک انگریز خاتون سے شادی کرلی۔ بقضائے الٰہی فوت ہوگئے۔ صوفی صاحب ایک عرصہ سے ووکنگ مشن کی ملازمت سے علیحدہ ہوچکے تھے۔ اور ۲½ سال سے بیکار تھے۔ ان کے دو چھوٹے چھوٹے بچے ولایت میں رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

— جناب شیخ محمد خان صاحب وزیر آبادی کی والدہ محترمہ ۱۱۵ سال کی عمر میں فوت

آریوں کی مایۂ ناز کتاب جواہر جاوید کا قلم برداشتہ جواب

آرین فلسفہ سے مادہ کی تحلیل

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

(مولانا مولوی عبدالحق صاحب کے قلم سے)

میں نے کہا کہ الکٹرون یا برق پاروں کی تہ میں کوئی مادی جوہر نہیں۔ بلکہ چند ایک صفات جس نقطہ یا مرکز پر ل کر کام کرتی ہیں وہی ان صفات کا نقطہ مرکزی جوہر کہلاتا ہے۔ اس کو ہم آریہ فلسفہ کی بنا پر بھی ثابت کرنے پر آج تلے بیٹھے ہیں۔

پرکرتی ویدک سنسکرت میں

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لفظ پرکرتی جو لسان سنسکرت، کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان پر مادہ کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ (لڑکھڑاتی ہوئی اس لئے کہ سنسکرت زبان کے الفاظ فلسفہ لغت سے قطعاً محروم و تہی دست ہیں) یہ لفظ بایں صورت ظاہری آرین فلسفہ کی ایجاد ہے۔ اگر آریہ برا نہ منائیں تو ہم سچ کی صاف اور سیدھی اصطلاح میں یہ کہیں گے کہ یہ پرکرتی ویدک سنسکرت کی جائز بیٹی دکھائی نہیں پڑتی۔ یا یوں سمجھو کہ وید اس لفظ سے صورت آشنا نہیں۔ کیونکہ ویدوں میں نہ صرف قدامت مادہ کے لئے کوئی نص صریح نہیں بلکہ اس کے مفہوم اور معنی کو ظاہر کرنے والا کوئی خاص لفظ تک بھی موجود نہیں یہ تو محض یار لوگوں کی ہمت ہے کہ بیسویں صدی کے فیشن ایبل زیوروں سے اس پیرانہ سالی میں سنگار کیا جا رہا ہے۔

پرکرتی سانکھ درشن میں

بہرحال پرکرتی سانکھ درشن (فلسفہ کی کتاب) کی بیٹی ہے۔ ویدوں کی سنسکرت اس سے واقف نہیں۔ اس لئے اس کے خط و خال یا گن اور اوصاف سانکھ درشن کی زبان سے ہی سننے چاہئیں۔ سانکھ والے اس کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔ "ستو رجس تمسام سامیہ اوستھا پرکرتیہ" (ترجمہ، اندو یانند سرسوتی ستیارتھ پرکاش سملاس ۸ دفعہ ۵ ستو رج اور تم یعنی لطافت حالت متوسط اور کثافت یا غیر ذی شعور۔ ی ان تین گنوں (صفات) کا جو ایک جامع جوہر ہوتا ہے۔ اسے پرکرتیہ کہتے ہیں۔ لطافت۔ کثافت اور حالت متوسط یعنی لطافت اور کثافت کا دوغلاپن۔ ان تین صفات کے مجموعہ کا نام پرکرتی (مادہ) ہے۔

مادہ کی تعریف آریہ نقطہ نظر سے

یہ ہے آریوں کا فلسفہ۔ یورپ کے فلاسفر تو یونہی بھٹکے پھرتے ہیں آریوں سے مادہ کی تعریف سیکھ لیتے۔ لطافت اور کثافت صفات متضادہ میں سے ہیں۔ جو لطیف ہے وہ اسی وقت کثیف نہیں کہلا سکتی اور نہ کثیف کو لطیف کہا جا سکتا ہے۔ کثافت اور لطافت دونوں مادہ میں جمع نہیں ہو سکتیں مگر آریہ فلسفہ جب بھی لب کشائی کرتا ہے پھول ہی برساتا ہے۔ پرکرتی میں لطافت بھی ہے۔ کثافت بھی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ حالت متوسط کہہ کر اپنی طرف سے دونوں کا اثبات کر [illegible] میں دونوں کی نفی کر دی۔

یجروید کا لطیفہ

اس پر مجھے یجروید کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ یجروید کے ادھیا ر ۲۰ کے منتر ۹ میں راجا کی ایک دعا ہے۔ کلام کی ترنگ قابل ملاحظہ ضرور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ ترجمہ اخبار میں نہیں دیا جا سکتا۔ اردو ترجمہ یجروید یا کسی انگریزی ترجمہ میں دیکھ لیں مختصراً یوں سمجھ لیں کہ ایک راجا کو عورت اور مرد دونوں کے خصائص عطا کئے گئے ہیں۔ ہمارے دوست غازی محمود دھرمپال کو جب وہ صرف دھرمپال ہی تھے۔ اس منتر کا ترجمہ کرنے میں بہت مشکل پیش آئی۔ انہوں نے دو تین بڑے بڑے جغادری سوامیوں اور پنڈتوں سے اس مہم کے سر کرنے میں مدد طلب کی۔ ایک بال برہمچاری بولے کہ سوامی دیا نند جی تو برہمچاری تھے۔ ان کو کیا معلوم کہ کسی شخص میں یہ دونوں خصائص جمع ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس جواب پر ایک آریہ پنڈت کو بہت تاؤ آیا۔ کہا رشی اور مہرشی کی ایسی ہتک کہ وہ اتنی معمولی سی

رشی کے متعلق کہتا ہے "سہ بر مارشی"، رشی کی بدھی غلط کار نہیں ہو سکتی مہاشہ دھرمپال جی نے کہا کہ آخر اس الجھن کا کوئی حل بھی ہے؟ پنڈت جی جو عام آریہ پنڈتوں کی طرح عقل سے ترک موالات کئے بیٹھے تھے۔ پوری تیاری سے بھسکڑا مار کر نیٹ کو رانوں کا سہارا دیتے ہوئے بولے کہ "مہاراج وید ست جگ کے جاد کی بانی (کلام) ہے۔ اس جمانہ (زمانہ) میں جو ورد (مرد) راجا لوگ استری اور پرشس (عورت اور مرد) دونوں کی ڈیوٹیاں، بیتے ہوں گے"۔

آریہ مترجم کی ہوشیاری

سانکھ درشن کے مذکورہ سوتر میں الفاظ "سامیہ اوستھا" کا اردو ترجمہ جامع جوہر کرنے میں آریہ مترجم نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا ہے۔ سوتر کا مطلب صاف الفاظ میں یہ ہے کہ ستو۔ رج۔ اور تم جن کو پرکرتی (مادہ) کی صفات کہا گیا ہے۔ ان تین صفات کی مجموعی حالت کا نام پرکرتی ہے۔ صفات ہمیشہ غیر مادی سمجھی جاتی ہیں غیر مادی صفات۔ کا مجموعہ جوہر مادہ کیسے بن گیا۔ اگر جوہر صرف صفات کے افعال کا مرکز نہیں۔

"ہرن کے پاؤں میں چکی کا پاٹ"

سانکھ درشن کا مصنف مندرجہ بالا پہیلی ڈال کر چلا گیا۔ اب اس کے بعد بڑے بڑے بجھکڑ آئے جنہوں نے ہاتھی تو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ اس کے پاؤں کا نشان دیکھ کر لگے اپنی اپنی عقل دوڑانے کہ ہو نہ ہو ہرن ہی چکی کا پاٹ باندھ کر یہاں سے گزرا ہے۔ سوامی وگیان بھکشو ہری پرشاد اور مہادیو ویدانتی وغیرہ نے اس خوف سے کہ غیر مادی صفات کے باہم ملنے سے پرکرتی کا پیدا ہو جانا گویا نیستی سے ہستی ہونا ماننا ہے انہوں نے اس سانکھ کے سوتر میں ستو۔ رج۔ اور تم (یعنی لطافت حالت متوسط اور کثافت) کو صفات کی بجائے جواہر قرار دیا۔ سوامی وگیان بھکشو لکھتا ہے۔ "ستو آدینی درویانی نا دشیشکا گنا"۔ سوامی ہری پرشاد کہتے ہیں "ستو رجس تماسی درویانی"۔ مہادیو کہتا ہے۔ "ستو آدی تریم۔ دردیم"۔

تینوں کا مفہوم واحد ہے۔ کہ ستو۔ رج۔ اور تم۔ صفات نہیں بلکہ جوہر ہیں۔ جن کا مجموعہ پرکرتی ہے۔ تو تین جوہروں کا مجموعہ حادث ہوا نہ کہ قدیم۔ کیونکہ دو یا دو سے زیادہ اجزا کا اجتماع کسی زمانہ خاص میں ہوتا ہے اس لئے گھڑے۔ میز اور مکان وغیرہ کی مانند اجزا سے بنی ہوئی پرکرتی معلول اور حادث ہوگی۔ نہ کہ ازلی اور قدیم

پرکرتی (مادہ) مفرد نہیں مرکب ہے

سانکھ درشن کے اسی سوتر میں جس پر ہم ابھی بحث کر چکے ہیں پرکرتی سے عقل اور عقل سے انانیت اور انانیت سے عناصر لطیف اور حواس عشرہ اور گیارہواں من د mind) ہونا لکھا ہے اگر پرکرتی غیر مدرک کوئی جوہر مفرد تھا تو اس میں عقل انانیت اور نفس کا ادراک کیسے پیدا ہو گیا۔ یہ تو صریحاً نیستی سے ہستی ہے۔ دوم۔ اگر ستو رج اور تم کو جوہر بھی مان لیا جائے تو یا انہیں مفرد ماننا ہوگا یا مرکب۔ مرکب ہونے کی صورت میں یہ جوہر خود بھی معلول اور حادث ہوں گے۔ مفرد ماننے کی صورت میں ان تین اقسام کے مفرد جوہروں سے پانچ عناصر آکاش۔ باد۔ آتش۔ آب اور خاک کی تقسیم ماننا ناممکن ہوگا جس کا ذکر سانکھ کے اسی سوتر کے اگلے حصے میں موجود ہے جسکے سمجھنے کے لئے نقشہ ذیل کا مطالعہ ضروری ہے۔

حالت متوسط

(لطافت) ستو — رج — تم (کثافت)

پرکرتی (مادہ)

پانچ جوہر یا عناصر خمسہ

خاک — باد — آب — آتش — آکاش

عناصر خمسہ کی صفات

بو — ذائقہ اور خشکی — حرارت اور روشنی — لمس — آواز

ویشیشک درشن (فلسفہ کی کتاب) میں سوتر ہے۔ کہ جو صفات معلول میں ہوں ان کا علت میں ہونا ضروری ہے۔ پس عناصر خمسہ کی صفات بو۔ ذائقہ و خشکی۔ حرارت و روشنی۔ لمس اور آواز کا ستو رج اور تم نامی علت میں بھی موجود ہونا ضروری ماننا پڑے گا۔ ورنہ ان تمام صفات کو علت میں نہ مان کر معلول میں ماننے سے نیستی سے ہستی ہونا تسلیم کرنا پڑیگا اب اگر ان سات صفات کا تین جوہروں میں پایا جانا مانا جائے۔ تو یقیناً ہر ایک جوہر میں ایک سے زیادہ صفات ملیں گی۔ فرض کر لیجئے کہ رج نامی مفرد جوہر میں کم از کم دو صفات مثلاً ذائقہ اور حرارت موجود ہیں۔ ان دو صفات کے موصوف آب اور آتش ہیں اب اگر رج مفرد اور غیر منقسم جوہر ہے۔ تو آب اور آتش بھی علیحدہ علیحدہ نہ ہو سکیں گے۔ گویا تین مفرد اقسام کی اشیا کے پانچ مختلف اقسام کے عناصر بننا ناممکن ہو جائے گا۔

(باقی باقی)

(بقیہ صفحہ ۳)

نہ ہو تو تین ماہ ہے۔ یا حاملہ ہو تو وضع حمل تک ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر پہلے شوہر کا حمل اس کو ٹھہر گیا ہو تو وہ اس میعاد میں ظاہر ہو جائے تا نسل ایک شخص کی دوسرے سے مخلوط نہ ہو جائے اور میراث کے مسئلہ میں گڑبڑ نہ ہو۔ عورت کو عدت میں بٹھانے کی حکمت یہی تھی جو میں نے بیان کی۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحا جميلا (الاحزاب) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں ہم صحبت ہونے سے پہلے طلاق دیدو۔ تو پھر تمہارا کوئی حق نہیں کہ انہیں عدت میں بٹھاؤ اور ان سے عدت کی گنتی پوری کراؤ۔ پس انہیں ساز و سامان دے کر اچھی طرح رخصت کر دو۔

قرآن کریم کی نص صریح

عدت کی غرض کے متعلق یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ صاف بتا دیا کہ اگر شوہر نے بی بی سے صحبت نہ کی ہو اور وہ طلاق دیدے تو اس صورت میں عدت کی ضرورت نہیں۔ گویا عدت اسی صورت میں ہے کہ جب شوہر نے بی بی سے صحبت کی ہو تا کہ حمل اگر قرار پا گیا ہو تو وہ اس عرصہ میں ظاہر ہو جائے۔ ہم صحبت نہ ہونے کی صورت میں عدت کا نہ ہونا صریح طور پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں بغیر صحبت مرد کے حمل ممکن نہیں۔ جب حمل ممکن نہیں تو عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میعاد عدت تو حمل کے ظاہر ہو جانے کے لئے رکھی گئی ہے۔ اب دیکھو یہ مسئلہ شریعت کا ایک نص صریح ہے جو کسی فقیہ کے علم پر مبنی نہیں۔ بلکہ خدا کے علم پر مبنی ہے۔ خدا کے علم میں اگر ایسی عورتیں ہوتیں جو بغیر مرد کے بھی حاملہ ہو سکتی ہیں تو وہ اپنی کامل اور اکمل اور دائمی شریعت کا مسئلہ ایسی بات پر نہ رکھتا جو اصولاً غلط ہو۔ یعنی اس بات پر کہ جب مرد ہم صحبت نہ ہوا ہو تو عدت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پھر حمل ممکن نہیں اور نسل کے مخلوط ہونے کا اندیشہ نہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر صاف اور صریح آیت اس بات پر ہو سکتی ہے۔ کہ بغیر مرد کے حمل ممکن نہیں۔ یہ کوئی متشابہ آیت نہیں بلکہ نص صریح ہے۔ جس پر خدا کی بھیجی ہوئی ابدی شریعت کی بنا ہے۔ کیا ناقص اور غلط علم پر خدائی شریعت کی بنا رکھی جا سکتی ہے۔ جبکہ رکھنے والا بھی خود خدا ہے۔

غلطی خوردہ دماغ کی ٹھوکر

غور کرو تمام دنیا کہ جن میں یورپ اور امریکہ بھی شامل ہے قوانین کا اس امر پر مبنی ہونا کہ عورت کا حمل مرد کے بغیر ناممکن ہے اور خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۸ ہجری المقدس نمبر ۵۶

میلاد النبی صلعم اور مسلمانان ہند،

اسوۂ نبی صلعم سے چند ضروری سبق

(یہ مضمون ایڈیٹر پیغام صلح، کی طرف سے [illegible] سیاست کے رحمۃ للعالمین نمبر کے لئے لکھا گیا تھا)

میلاد النبی کا دن

میلاد النبی کا دن مسلمانوں میں خاص عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ صدقہ وخیرات کے علاوہ مجالس میلاد کا انعقاد ایک عام دستور العمل ہے۔ اب کچھ عرصے اخبارات کے خاص نمبروں اور جلسوں اور وعظوں میں رسول اللہ صلعم کی پاک زندگی کے حالات اور سیرت کے بیانات سے اس دن کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور فی الواقعہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ اس پاک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ہے جس نے دنیا کو جہالت و بربریت سے نکالکر تہذیب وشائستگی کے بلند مقام تک پہنچایا۔ لوگ دنیا میں معمولی معمولی شخصیتوں کی یادگاریں قائم کرتے اور ہر سال ان کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ تو اس رحمۃ للعالمین کی جو نسل انسانی کے لئے فی الواقعہ رحمت بن کر آیا۔ اور جس کی زندگی آج بھی نسل انسانی کے لئے موجب ہدایت ورحمت ہو سکتی ہے۔ یاد کو کیوں تازہ نہ کیا جائے۔

ایک مفید تجویز !

جناب قریشی کی تجویز ہے کہ اس سال ہندوستان کے ہر مقام پر ایسے جلسے منعقد ہوں جن میں آنحضرت صلعم کی پاک سیرت اور اخلاق حسنہ پر لیکچر دیئے جائیں۔ انہوں نے تقریر سیرت کے نام سے ایک کتاب تیار کی ہے۔ ان کا منشا ہے کہ وہ ہر جلسہ میں پڑھکر سنائی جائے اور مسلمان اسے خرید کر ہر جگہ اور ہر مقام پر غیر مسلموں میں تقسیم کریں۔ تاکہ جو غلط فہمیاں ان میں رسول اللہ صلعم کی ذات پاک کے متعلق پائی جاتی ہیں وہ دور ہو سکیں۔

تجویز فی الواقعہ نہایت معقول ہے۔ گذشتہ سال حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے بھی " پرافٹ آف اسلام" کے نام سے ایک چھوٹا سا پمفلٹ انگریزی زبان میں لکھا تھا۔ جو میلاد النبی کے دن کثرت سے غیر مسلم اصحاب کو بھیجا گیا۔ اور ان سب نے اس کو پڑھکر نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور یہاں تک لکھا کہ اس قسم کی کتابیں ملک کے سامنے آئیں تو بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو سکتی ہیں۔ امسال اس کتاب کا اردو ترجمہ حضرت مولانا نے شائع کیا ہے۔ اور اپنی جماعت سے اپیل کی ہے کہ غیر مسلموں تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

ایک ضروری سوال

یہ تمام تحریکات جس قدر مفید اور کار آمد ہو سکتی ہیں اس کا اندازہ بھی لگانا مشکل ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت فی الواقعہ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے اسلام کے متعلق تمام غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں بشرطیکہ پورے اہتمام اور تنظیم کے ساتھ اسے تمام غیر مسلم حلقوں میں پھیلا دیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک نہایت ضروری سوال رہ رہ کر میرے دل میں اٹھتا ہے۔ کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت صرف غیر مسلموں ہی میں پیش کرنے کے قابل ہے؟ اور خود مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیا وہ پاک تصویر جو ہم دوسروں کو دکھانا چاہتے ہیں محض دکھاوے ہی کے لئے ہے [illegible]

اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں؟ یقیناً آنحضرت صلعم کے پاک اخلاق اس قدر جاذب نظر اور دلوں کے اندر گھر کرنے والے ہیں۔ کہ ایک سخت ترین معاند کے آگے بھی اگر انہیں رکھا جائے تو اس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارا عملی نمونہ کہاں تک ان اخلاق کا موید ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ ان شاذ مستثنیات کے سوا جو النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں آج مسلمانوں کا قدم ہر شعبۂ زندگی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے قطعاً خلاف جا رہا ہے؟ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات اور باہمی معاملات کے بارہ میں جو کچھ ہمیں سکھایا گیا تھا۔ اور جس کا عملی نمونہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ کیا آج مسلمانوں کے اندر اس کی نظیر مل سکتی ہے۔

اخوت اسلامی اور مسلمان

ہمیں یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے کسی بھائی کو واجب نہیں کہ دوسرے بھائی کو کوئی گزند اور تکلیف پہنچائے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حج بیت اللہ کے موقعہ پر یہ وصیت فرمائی تھی کہ مسلمان کی عزت اور جان اور مال اسی طرح سے قابل احترام ہیں۔ جس طرح حج کا مہینہ اور حج کا دن اور حج کا مقام قابل احترام ہے۔ کیا آج ہم اس وصیت نبوی کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا مسلمانوں کی عملی زندگی اپنے بھائیوں کی عزت و آبرو کی محافظ ہے؟ اور ایک مسلمان کی زبان سے (اور اگر بس چلے تو ہاتھ سے بھی) دوسرے مسلمان محفوظ ہیں؟ مجھے اس بارہ میں زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہماری روزانہ زندگی اور اسلامی اخبارات کے کالم اس سوال کا بہترین جواب دے سکتے ہیں۔ جس قسم کی توہین میں اس وقت اخبارات میں ہو رہی ہے۔ جس قسم کے ناپاک اور فحش کلمات ایک دوسرے کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر الزامات لگائے جاتے ہیں سب سے بڑھکر علمائے دین اور ملکی لیڈروں کی طرف سے جو نمونہ اس وقت دنیا میں پیش ہو رہا ہے۔ وہ اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا ایک شمہ بھی ہمارے اندر نہیں رہا۔

آزادی مذہب اور مسلمان

اسلام کو اس بات پر فخر تھا کہ اس نے دنیا میں آزادی مذہب کو قایم کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی جہاں ایک طرف ان مجاہدانہ کارناموں کا نمونہ پیش کرتی ہے جو غیر مسلموں کے بالمقابل آپ نے دکھائے۔ وہیں دوسری طرف خود مسجد نبوی میں رومن کیتھولک عیسائیوں کو جو عیسےٰ اور مریمؑ کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ گرجا کرنے کی اجازت دے کر آپ نے بتا دیا کہ مسلمان کو کس قسم کی [illegible]

ہماری مساجد پر بورڈ لگ چکے ہیں۔ کہ کسی وہابی۔ مرزائی یا چکڑالوی کو اس مسجد میں آنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بھولے بھٹکے کوئی وہابی وغیرہ وہاں جا پہنچے تو پھر اس کی کیا مجال ہے کہ وہاں سے بچ کر جا سکے اور اگر اس نے وہاں نماز بھی پڑھ لی تو پھر تو اندھیر ہی آگیا۔ فرش اکھاڑے جاتے ہیں۔ مسجدیں دھوئی جاتی ہیں۔ اور اس کی عبادت کو جو ہماری عبادت سے قطعی متفاوت نہیں خدا جانے کیا سمجھکر مسجد کو اس کے اثر سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ باہمی معاملات کا جہاں تک تعلق ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے ایسے عجیب نمونے ہمیں ملتے ہیں۔ کہ جنھیں دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ آج مسلمانوں کی زندگیوں میں ان کی نظیر کیوں نظر نہیں آتی۔ آپ نے سیرت کی کتابوں میں بسا اوقات پڑھا ہوگا کہ ایک یہودی کا کچھ قرضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔ اس نے ایک دفعہ آپ سے ادائیگی کے لئے بہت درشتی کے ساتھ تقاضا کیا اور یہاں تک کہا کہ تم قریشیوں کی قوم عجیب [illegible] ہو کہ جب ایک دفعہ کسی سے روپیہ لیتے ہو تو دینے کا نام نہیں لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں غصہ آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا کہ تمہیں چاہیے تھا کہ تم اسے نصیحت کرتے کہ فاتباع بالمعروف۔ نرمی اور حسن اخلاق کے ساتھ تقاضا کرنا چاہیے۔ اور مجھے یہ کہتے کہ اداء الیہ باحسان اسے شرافت کے ساتھ ادا کر دینا چاہیے۔ کیا اس حسن اخلاق کا نمونہ ہماری زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے۔ کیا ہم باہمی معاملات میں اس قسم کے پاکیزہ اخلاق سے بالکل کورے نہیں ہو چکے اور آج مسلمانوں کی قوم دنیا میں اپنے اخلاق کی وجہ سے بدمعاملہ نہیں سمجھی جاتی؟

ہماری معاشرتی زندگی

پھر ہماری معاشرتی حالت کو دیکھیے عورت کی جو عزت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قایم کی ہے۔ اس کی نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتی۔ آپ کا یہ ارشاد عام طور پر مشہور ہے کہ خیرکم خیرکم لاهله تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا ہو۔ خود آپ کا گھر جس کے اندر پانی کی ایک ٹھلیا اور کھجور کی صف کے سوا اور کوئی سامان نہ تھا۔ نو بیویاں موجود ہوتے ہوئے جنت کا نمونہ تھا۔ آپ کی بیویوں نے جب دنیوی مال ومتاع آپ کے قدموں پر ڈھیر ہوتے ہوئے دیکھا تو چاہا کہ ان کو بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے۔ اس کے جواب میں جب انہیں کہا گیا کہ مال دنیا اگر لینا چاہتی ہو تو پھر تمہیں اس گھر سے رخصت ہونا پڑے گا۔ تو انہوں نے مال دنیا کو رد کر دیا۔ لیکن خدا کے رسول کے گھر سے نکلنا پسند نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ وہ اخلاق نبوی تھے جو ان کو اس گھر سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ سے باوجودیکہ ان کی ادھیڑ عمر میں آپ نے شادی کی۔ اور بوڑھی عمر میں وہ فوت ہوئیں تمام عمر آپ نے آخر دم تک ان کی یاد کو نہیں بھلایا۔ اور حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی آپ تحفے تحائف بھیجنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کیا اس کی کوئی نظیر ہماری زندگیوں میں بھی پائی جاتی ہے؟ کبھی ہم نے اپنی عورتوں کی عزت کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھا ہے؟ یا ہمارا یہ حال ہے کہ بات بات پر عورت کو ڈانٹا جاتا ہے۔ اور ذرا ذرا سی خطا پر ناقابل برداشت دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض حالات میں انہیں تنگ آکر غیر مذاہب کی پناہ لینی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو عورت کے جذبات کی یہاں تک قدر کی تھی کہ ایک عورت کی نئی نئی شادی ہوئی لیکن خاوند اسے پسند نہ آیا۔ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ نے فوراً اسے اس کے خاوند سے طلاق دلا دی۔ لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ خاوندوں کے مظالم سے تنگ آئی ہوئی بے شمار عورتیں معلقہ کی زندگی گزار رہی ہیں اور ہم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ خلع کا اسلامی قانون موجودہ انگریزی عدالتوں میں نافذ کرانے کا کوئی انتظام کر سکیں۔ تاکہ وہ بیچاری ظالم خاوندوں سے طلاق لیکر دوسری شادیاں کر سکیں

اخلاق نبوی کے چند پاکیزہ نمونے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نرمی۔ رحمدلی۔ حلم۔ عفو کے بے شمار نمونے پائے جاتے ہیں۔ یہودی مہمان رات کو آپ کا بستر ناپاک کر کے چلا جاتا ہے۔ اور آپ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی غلاظت کو دھوتے ہیں۔ اور ذرا ماتھے پر بل نہیں لاتے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے کے لئے واپس آتا ہے۔ تو بھی اسے ملامت تک نہیں کرتے۔ بلکہ افسوس کرتے ہیں۔ کہ اسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۶۲

مسئلہ تحدید عمر ازدواج

مولوی محمد یعقوب صاحب نائب صدر اسمبلی

کی

اختلافی یادداشت پر ایک نظر

کمسنی کی شادی اور تعیین عمر ازدواج پر ان کالموں میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ اور ہم حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا مولوی احمد صاحب کے قرآن حدیث اور فقہ سے اس بات کا ثبوت دے چکے ہیں کہ شریعت اسلامی کا منشا اس امر کو قرار پایا ہے کہ مرد و عورت کا نکاح بلوغ کے بعد ہونا چاہئے۔

اس امر پر کہ عام رائے معلوم کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی جس کے ایک رکن مولوی محمد یعقوب صاحب نائب صدر اسمبلی بھی تھے کمیٹی نے ملک کی رائے کے متعلق جو یادداشت مرتب کی ہے اس کے ساتھ مولوی صاحب ممدوح نے اپنا ایک اختلافی نوٹ شامل کیا ہے جس میں مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس اختلافی نوٹ کے بعض حصص اس قابل ہیں کہ ان پر تنقیدی نظر ان کالموں میں ڈالی جائے۔ اگرچہ جمعیۃ العلماء نے اسے سرے سے مذہبی مداخلت قرار دیا ہے اور مولوی کفایت اللہ صاحب نے مسلمانوں کو اس کے خلاف احتجاج کرنے کی تلقین کی ہے۔ لیکن جہاں تک عمر ازدواج کا تعلق ہے اس بارہ میں کسی قانون کا نفاذ اصولاً خلاف شریعت نہیں۔ اس لئے ہم مولوی محمد یعقوب صاحب کی تصریحات پر نظر ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح نے سب سے پہلے اسلام کو ایک کامل مذہب ثابت کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا ہے:۔

"قرآن مجید میں جہاں مقاصد ازدواج بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ بذریعہ نکاح کے تعلقات زن و شوہر اس وقت قائم کئے جائیں جبکہ فریقین عمر رشد کو پہنچ جائیں"

اس صاف اور واضح حقیقت کو جس کی تائید میں انہوں نے خود بعض آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کی ہیں۔ آگے چل کر ان الفاظ میں رد کر دیا ہے:

"اسلام علی العموم سن تمیز کو پہنچنے کے بعد شادیوں کو ترجیح دیتا ہے" "لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بوجہ خاص حالات اور بلحاظ خود لڑکی کی فلاح کے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نکاح کم عمری میں کر دیا جائے۔ لہٰذا اسلام نے نکاح کی کوئی عمر معین نہیں کی ہے۔ اور نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نکاح جائز قرار دیا گیا ہے"

ہم حیران ہیں کہ قرآن کریم کی ان صاف اور واضح آیات کے ہوتے ہوئے جنہیں بذریعہ نکاح کے تعلقات زن و شوہر اس وقت قائم کئے جائز کا حکم ہے "جبکہ فریقین عمر رشد کو پہنچ جائیں" یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا قرآن کریم نے کوئی ایسی استثنائی صورت بیان کی ہے۔ جس میں نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کی اجازت دی ہو۔ اگر نہیں۔ اور عمر رشد کے علاوہ کسی اور عمر میں نکاح کا کوئی ذکر قرآن کریم میں اشارتاً بھی نہیں پایا جاتا تو اس کے بالمقابل خاص حالات و مصالح کیا چیز ہیں کہ ان کو پیش نظر رکھ کر بلوغ سے پہلے نکاح کو جائز ٹھیرایا جائے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان آیات قرآنی کی تائید میں بعض احادیث اور اقوال ائمہ بھی موجود ہیں۔ جن کو خود مولوی محمد یعقوب صاحب نے بھی پیش کیا ہے۔

مولوی محمد یعقوب صاحب نے وابتلوا الیتمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح الخ پر بھی بحث کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ:

"آیہ مندرجہ بالا کا کوئی تعلق مسئلہ ازدواج سے نہیں ہے اس میں وہ عمر بیان کی گئی ہے جس پر پہنچنے کے بعد یتیموں کو ان کی جائداد کا انتظام سپرد کیا جا سکے"

ہم حیران ہیں کہ قرآن کریم کے صاف و صریح الفاظ اذا بلغوا النکاح کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کا کوئی تعلق مسئلہ ازدواج سے نہیں ہے۔ اگر اس میں محض سن رشد ہی کو بیان کرنا مقصود ہوتا تو اس سے اگلے لفظ فان آنستم منھم رشدا کافی تھے لیکن اذا بلغوا النکاح کے الفاظ بڑھا کر یہ بتا دیا ہے کہ نکاح کی عمر بھی وہی ہے جب انسان بالغ ہو جائے اور اس کے بعد رشد بھی آتا ہے پس ایک طرف قرآن کریم کی وہ آیات جن میں مقاصد ازدواج کو بیان کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ:

"بذریعہ نکاح کے تعلقات زن و شوہر اس وقت قائم کئے جائیں جبکہ فریقین عمر رشد کو پہنچ جائیں"

اور دوسری طرف بلوغ نکاح کو عمر رشد قرار دینا اور اذا بلغوا النکاح میں نکاح کو بلوغت سے وابستہ کرنا اس بات کا صاف اور کھلا ثبوت ہے کہ قرآن کریم عمر بلوغ سے پہلے نکاح کو جائز نہیں ٹھیرتا۔ حضرت ابن عباس کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کے داڑھی نکل آئے اور پھر بھی وہ اپنے معاملات کا انتظام کرنے کے قابل نہ ہو۔ لیکن اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ بلغوا النکاح سے مراد بلوغ شادی مراد نہیں۔ اگر اس آیت کا تعلق محض عمر رشد ہی سے ہوتا اور بلوغ شادی سے نہ ہوتا تو قرآن کریم کو یہاں نکاح کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ بلغوا النکاح کے بجائے بلغوا الحلم کہنا چاہئے تھا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ واذا بلغ الاطفال منکم الحلم۔

نہایت حیرت ہے کہ لفظ نکاح کے ہوتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس آیت کا تعلق نکاح سے کوئی نہیں۔ تو کیا یہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم نے یہاں نکاح کا لفظ بے فائدہ اور بے محل استعمال کیا ہے۔ کیا قرآن کریم جیسی فصیح و بلیغ کتاب کے متعلق یہ قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ جس لفظ کی ایک جگہ ضرورت نہ ہو۔ اسے خواہ مخواہ استعمال کر کے غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے۔

مولوی محمد یعقوب صاحب نے اس بات کی تصریح کرنا ضروری سمجھا ہے کہ:

"ملک عرب میں بلوغ کسی قدر جلد واقع ہوتا ہے اور اس ملک کی آب و ہوا ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے عورتوں اور مردوں میں خواہش نفسانی بہت زیادہ ہوتی ہے"

ہم نہیں سمجھتے اس تصریح کا یہاں کیا موقعہ تھا۔ اس وقت جو قانون پیش نظر ہے۔ وہ ملک عرب کے لئے تجویز نہیں کیا گیا۔ ہندوستان میں وہ قانون رائج ہوگا۔ اس لئے ہمیں ملک عرب کی نہیں بلکہ ہندوستان کی آب و ہوا کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہاں بلوغ کس عمر میں آتا ہے کیونکہ قرآن کریم نے نکاح کے لئے ہر شخص کے اپنے بلوغ کو شرط ٹھیرایا ہے ملک عرب کے بلوغ کو شرط نہیں ٹھیرایا۔

ایک حدیث مولوی صاحب نے شیعہ فقہ کی کتاب وسائل الشیعہ سے بھی نقل کی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

"مبارک ہے وہ شخص جس کی لڑکی کا حیض لڑکی کے باپ کے مکان پر شروع نہ ہو"

معلوم نہیں اس حدیث کے بیان کرنے کا کیا مطلب ہے کیا اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے صغرسنی کے نکاح کو نہ صرف جائز بلکہ مبارک قرار دیا ہے۔ لفظاً اس کے سوا اور کوئی مفہوم اس حدیث سے (اگر اسے حدیث کہنا جائز ہو) پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ مولوی محمد یعقوب صاحب کے اس بیان کے خلاف ہے۔ جس میں انہوں نے سن تمیز کی شادیوں کو قابل ترجیح قرار دیا تھا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیا قابل ترجیح قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ جس میں عمر بلوغ اور رشد کو نکاح کی عمر قرار دیا گیا ہے۔ یا مندرجہ بالا قول جس میں صغرسنی کے نکاح کو بابرکت چیز قرار دیا گیا ہے۔

مجوزہ قانون کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ مولوی صاحب نے اس امر واقعہ کو بیان کیا ہے کہ:۔

"بموجب فقہ کے نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ دادا اور نیز دیگر اولیا اپنی ولایت میں کر سکتے ہیں اور تعیین عمر نکاح میں اپنی ولایت میں کر دینے کے حق سے وہ محروم ہو جائیں گے"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ گویا باپ دادا یا اولیا کی ولایت کو قائم رکھنے کے لئے نہ قرآن کا منشا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور نہ آنحضرت صلعم کے صاف و صریح احکام۔ اور اگر باپ دادا کا کرایا ہوا نکاح بعد میں عورت کو ناپسند ہو۔ مثلاً باپ نے اپنی لڑکی کے بہترین مفاد کو ملحوظ رکھ کر جس شخص کو اس کی ذات اور جائداد کے تحفظ کے لئے بطور شوہر منتخب کیا تھا اگر بعد میں وہی اس کی جائداد کا غاصب اور اس کی ذات پر ظلم و ستم برپا کرنے والا ثابت ہو تو فرمایئے جس حق کو آپ محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کہاں تک اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ دیگر اولیاء کی صورت میں خیار البلوغ کی رعایت بھی چنداں فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ عورت کے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ نکاح کی زنجیروں سے آزاد ہونے کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ رائج الوقت قانون میں عورت کو خلع کا بھی حق حاصل نہیں۔

یہ وہ دلائل ہیں جو مولوی صاحب نے نکاح صغیرہ کے جواز میں پیش کئے ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح نے اسی سلسلہ میں مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے بھی نقل کی ہے۔ جو قارئین کرام کی خاص توجہ کے قابل ہے کیونکہ یہی مولانا سید سلیمان ہیں جنہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس مضمون کی جس میں آپ نے صغرسنی کی شادی کے خلاف رائے دی تھی بڑے شد و مد سے مخالفت کی تھی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"مولانا سید سلیمان صاحب نے جو ایک ممتاز اور جید عالم اور مورخ ہیں اور بوجہ دیگر ضروری مشاغل کے کمیٹی کے روبرو شہادت دینے کے لئے تشریف نہ لا سکے مجھے یہ لکھا ہے کہ ان کی رائے میں آزادی شرع لڑکے اور لڑکی سن شعور کے بعد نکاح ہونے پر ترجیح پائی جاتی ہے اس بیان کی تائید میں انہوں نے بعض کتابوں کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ جن کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ ان کی صاف طور پر یہ رائے ہے کہ کم سنی کی شادیوں کی قابل نفرت رسم بند کرنے کے لئے نابالغوں کے نکاح پر تعزیر کرنا روا ہے۔ بشرطیکہ اس قسم کے نکاح باطل نہ قرار دیئے جائیں۔ اور زن و شوہر کے حقوق اور اولاد کے صحیح النسب ہونے اور قانون وراثت پر اس کا اثر نہ پڑے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید سلیمان آخر کار اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ کم سنی کی شادی ایک قابل نفرت رسم ہے۔ اور اس کو کسی تعزیر کے ذریعہ سے روکنا ضروری ہے۔ لیکن اس قسم کے قوانین کے لئے وہ تعزیر و قضا کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ جہاں تک عمر نکاح کا تعلق ہے بظاہر اسی نقطہ نگاہ سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ کہ نکاح بلوغ ہی کی عمر میں ہونا چاہیئے۔

ان تصریحات کے بعد غور طلب امر یہ ہے کہ بلوغ کی کیا عمر قرار دی جائے اور اس عمر سے پہلے نکاح ہو جانے کی صورت میں قانون کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس بارہ میں تحقیقاتی کمیٹی نے بعض سفارشات کی ہیں جو اصل مسودہ قانون کے ساتھ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو اسمبلی کے اجلاس میں پیش ہونے والی ہیں۔ ہم ان پر آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

گزشتہ اشاعت میں جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب کی علالت کی خبر مختصراً دی گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح کو چند دن سے دائیں ٹانگ۔ بازو اور پیٹ پر کاربنکل نکلے ہوئے تھے۔ اور اس کے ساتھ بخار بھی ہو جاتا تھا۔ گزشتہ ۱۰ ستمبر کو شام کے قریب آپ کے بائیں طرف فالج کا خفیف سا حملہ ہوا۔ جس سے بہت تشویش اور پریشانی پیدا ہو گئی۔ علاج ہو رہا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ حالت پہلے سے کسی قدر بہتر ہے۔ تاہم دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ ۔ نمبر ۶۸

انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی رفتار پر ایک سرسری نظر

انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ختم ہو چکا ہے۔ چندہ کی مقدار ۳۴ ہزار بتائی جاتی ہے۔ گو یہ بجائے خود ایک گرانقدر رقم ہے۔ لیکن اگر انجمن حمایت اسلام کے تعلیمی پروگرام اور مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھا جائے اور ساتھ ہی ہمسایہ اقوام کی تعلیمی سرگرمیوں اور ان کے جلسوں کے مقابلہ میں مذکورہ بالا رقم کا موازنہ کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرزندان اسلام پنجاب کی آبادی کا جزو غالب ہونے کے باوجود علم و عمل کی دوڑ میں اپنے حریفوں سے بہت پیچھے ہیں۔ برادران اسلام کو یاد رکھنا چاہئیے کہ محض کثرت تعداد ان کی قومی مشکلات کے ازالہ میں کوئی مدد نہیں دے سکتی۔ جب تک کہ وہ علمی قابلیت کے اعتبار سے اپنے حریفوں پر سبقت لیجانے کی کوشش نہیں کرینگے۔ اگر ۳۴ ہزار کے بجائے چندہ کی رقم ایک لاکھ ہوتی تو دنیا البتہ "زندہ دلان پنجاب" کی "زندہ دلی" کا اعتراف کرتی اور ہمسایہ اقوام کو معلوم ہو جاتا کہ پنجاب کے مسلمان واقعی ایک زندہ قوم ہیں۔ ہمارے سیاسی لیڈر مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے لئے اپنی پوری قوت سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن ہماری رائے میں جب تک سیاسی تحریک پر تعلیمی تحریک کو مقدم نہیں سمجھا جائے گا اور آخر الذکر مقصد کی تکمیل کے لئے ہر ممکن سے ممکن قربانی عمل میں نہیں لائی جائے گی اس وقت تک مسلمانوں میں بیداری اور ترقی کا صحیح جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا کالج اور اس کے متعلقہ مدارس بلاشبہ مسلمانوں کا سرمایہ نازش ہیں۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پنجاب کے مختلف حصوں میں اسلامی مدارس ایک بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ چل رہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہماری موجودہ تعلیمی رفتار اس قدر تیز ہے کہ ہم اپنی آبادی کی کثرت کے تناسب سے چند سال کے اندر ہندوؤں یا سکھوں سے سبقت لیجائیں گے۔ اگر گزشتہ ربع صدی میں مسلمانوں کی تعلیمی رفتار کا ان کے حریفوں کی رفتار سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں گوئے سبقت لیجانے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ اس لئے کہ برادران وطن تعلیمی جدوجہد کے معاملہ پر زیادہ مستعد اور دوراندیش نظر آتے ہیں۔ ان کی قوت عمل کا سٹیم رولر خاص باقاعدگی کے ساتھ چل رہا ہے۔ ان کی ترقی کا راستہ اس سٹیم رولر کی بدولت جلد تیار ہو رہا ہے۔ اس کا سوائے اس کے اور کوئی سبب نہیں کہ ہندو اور سکھ من حیث القوم تعلیم کو ضروری اور مقدم سمجھتے ہیں اگر ایک طرف ان کے لیڈر سوراج کے لئے ایجی ٹیشن کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں تو دوسری طرف ان کی ایک جماعت نے اپنی قوم میں تعلیم کی اشاعت کے مقصد کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے رکھا ہے۔ تعلیم کا یہی وہ زبردست اور غیر فانی احساس ہے جس کے صدقہ میں ہندو اور سکھ قلیل التعداد ہونے کے باوجود فرزندان اسلام کی چھاتی پر مونگ دل رہے ہیں سرکاری محکموں میں مسلمانوں کے حقوق کی پامالی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اس لحاظ سے یہ کہنا ہرگز بیجا نہیں کہ برادران وطن کو پہلے ہی سوراج حاصل ہے

پنجاب میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو قائم ہوئے ایک عرصہ دراز گزر چکا ہے لیکن سچ پوچھیئے تو جس اہم مقصد کے لئے اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی وہ ابھی تک ایک خواب کی حیثیت رکھتا ہے۔ محض سال یا دو سال کے بعد چند قراردادیں پاس کر دینے سے مسلمانوں میں وہ روح کیسے پیدا ہو سکتی ہے جس کے بغیر کوئی قوم حقیقی معنوں میں زندہ قرار نہیں دی جا سکتی۔

ہم اس افسوسناک حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ گو مسلمان انفرادی پہلو سے تعلیم کے قائل ہیں۔ یعنی وہ دنیاوی ترقی کے لئے بچوں کی تعلیم کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم مسلمان تعلیم کے متعلق قرآن حکیم کے مقدس حکم اور رسول کریم کے مبارک ارشاد پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم زبان سے توحید و رسالت کا اقرار اور اسلام کے نام پر جانیں قربان کرنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ لیکن عمل کی یہ حالت ہے کہ ہم دیدہ و دانستہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اسلام ہر مرد اور ہر عورت کے لئے تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ اگر تمام مسلمان مرد اور عورتیں اس حکم پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیں تو ہندوستان کی اسلامی دنیا میں آئندہ دس سال کے اندر ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔

"زندہ دلان پنجاب" کی "زندہ دلی" کا یہ پہلو کس قدر حیرت انگیز ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے ارباب حل و عقد کو ہر سال اپنے جلسہ کی رونق بڑھانے اور مسلمانوں کی جیب سے روپیہ نکلوانے کے لئے ایسے شاعروں اور لیکچراروں کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں جن کی نظم و نثر سامعین کے دلوں پر وجد کی کیفیت طاری کر سکے۔ سچ یہ ہے کہ اگر شاعر اور لیکچرار کسی وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکیں یا نہ ہونا چاہیں تو انجمن کا جلسہ مالی پہلو سے بالکل ناکام رہتا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ جلسہ میں جس قدر نظمیں اور تقریریں ہوئیں وہ سب اچھی اور پر زور تھیں۔ لیکن کتنے مقررین نے اپنی تقریروں میں مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر روشنی ڈالنے اور مسلمانوں کے سامنے عملی تجاویز پیش کرنے کی زحمت گوارا فرمائی؟ کیا انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ صرف اسی غرض سے منعقد کیا جاتا ہے کہ یہاں مقررین اپنی پسند اور خواہش کے مطابق سکول کے بچوں کی طرح جواب مضمون تیار کر لائیں۔ اور اسے جلسہ میں پڑھ کر خراج تحسین وصول کریں۔ انجمن حمایت اسلام کے تعلیمی اغراض و مقاصد کی تکمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تمام مقررین کے مضامین تعلیمی ہوں اس قدر سبق آموز اور جیالے ضرور ہوں کہ سامعین جب اپنے گھروں کو واپس جائیں تو ان کے سینوں میں یہ جذبہ موجزن ہو کہ وہ اس وقت تک اپنے علاقہ یا شہر میں چین نہیں لیں گے جب تک کہ وہ کسی نئے مکتب یا مدرسے کے اجراء سے علم کا نور پھیلانے میں کامیاب نہیں ہو جائیں گے وہ جب سال بسال انجمن کے سالانہ جلسہ میں جو ان کی سب سے بڑی قومی مجلس ہے آئیں تو اعداد و شمار کی صورت میں اپنی کوششوں کے نتائج پیش کریں تاکہ دنیا یہ معلوم ہو کہ وہ اس صوبہ میں جہاں ان کی آبادی ۵۵ فیصدی ہے تعلیم میں کس حد تک ترقی کر رہے ہیں اور انہیں منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اپنی رفتار کو کس حد تک بڑھانا چاہیئے اور رفتار کی تیزی کے لئے کونسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے کہ مسلمان کیوں تعلیم سے غافل اور لاپرواہ ہیں کیا غفلت اور لاپرواہی کی ذمہ داری عامۃ المسلمین پر عائد ہوتی ہے یا ان کے رہنماؤں پر۔ ہم بلاخوف تردید اس رائے کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پنجاب کے مسلمان لیڈر اپنی اس ذمہ داری کو قطعاً محسوس نہیں کرتے۔ اس وقت تک جو کچھ ہو چکا ہے اس میں ظاہری نمائش اور رسمی نقالی کا ایک بڑا حصہ شامل ہے جو ہماری قوت عمل کا ایک افسوسناک مظاہرہ ہے۔ یہ پنجاب کی بدقسمتی ہے کہ وہ آج تک ایک سرسید بھی پیدا نہ کر سکا۔ سرسید نے اس زمانہ میں جبکہ جہالت کی تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی اور علماء سوء اس کی تعلیمی کوششوں کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ علیگڈھ میں روشنی کا ایک مینار قائم کیا۔ کون نہیں جانتا کہ روشنی کا یہ مینار جہالت کی تاریکی کو زائل کرنے میں کسقدر مفید ثابت ہوا ہے۔ سرسید مرحوم اپنے تعلیمی کام میں کبھی کامیاب نہ ہوتے اگر ان کی مستعدی اور سرگرمی جنون کے درجہ تک نہ پہنچ جاتی۔ کیا پنجاب کے کسی لیڈر میں ایسا جنون پایا جاتا ہے؟

ہم انجمن کے ان ذمہ دار ارکان کی کوششوں کا دلی خلوص سے اعتراف کرتے ہیں۔ جو انجمن کی انتظامی کل کو چلانے کے لئے اپنا قیمتی وقت دے رہے ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی یہی کہیں گے کہ انجمن کو زمانہ کی رفتار کے مطابق اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنی چاہیئے۔ ہمیں تعلیم کے مسئلہ پر ایک کاروباری حیثیت سے نظر ڈالنی چاہیئے۔ اور ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ ہماری تعلیمی پستی اور پسماندگی کے کون کون سے اسباب ہیں اور ہم کن وسائل سے پنجاب کی اسلامی آبادی میں ایک نئی روح پیدا کر سکتے ہیں؟

خاتمہ پر ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم ہم مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اسی میں انکی دینی و دنیاوی ترقی کا راز مضمر ہے

افغانستان کا مستقبل

گزشتہ ہفتہ سے افغانستان کے متعلق جو خبریں موصول ہو رہی ہیں ان کی بنا پر اب وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ افغانستان میں بچہ سقہ کی وحشیانہ حکومت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور فتح کا سہرا جنرل نادر خاں کے سر ہے۔ جن کے عدیم النظیر تدبر و استقلال کی اس وقت تمام دنیا داد دے رہی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب جنرل موصوف کی مشکلات کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ اس ہولناک اور تباہ کن خانہ جنگی کے بعد جنرل نادر خاں کے سامنے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ افغانستان کی قسمت کی باگ کس شخص کے ہاتھ میں دی جائے۔ گو مسلمانان ہند کی دلی خواہش یہی ہے کہ غازی امان اللہ خاں صاحب پھر اس تخت پر متمکن نظر آئیں جسکے چھوڑنے پر وہ مجبور ہوئے تھے۔ لیکن جب خود امان اللہ خاں نے اس موقع پر اس رائے کا اظہار مناسب سمجھا ہے کہ میں اس وقت تک افغانستان نہیں جاؤں گا جب تک کہ مجھے بلایا نہ جائے تو بلائے جانے کی صورت میں بھی میں اس معاملہ پر غور کروں گا تو مسلمانان ہند کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ امارت کے مسئلہ کو جنرل نادر خاں کی قوت فیصلہ پر چھوڑ دیں۔ اس معاملہ میں مسلمانان ہند کی رائے اصولاً کوئی وزن نہیں رکھتی اس لئے کہ افغانستان کی مشکلات کے حل میں مسلمانان ہند نے سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی حصہ نہیں لیا۔ موجودہ صورت حالات میں جنرل نادر خاں اور ان کے رفقائے کار پر کامل اعتماد کرنا چاہیئے وہ جو کچھ اپنے ملک و قوم کے لئے کریں گے بہتر ہوگا۔ ہمیں صرف یہی دعا کرنی چاہیئے کہ خدا افغانستان کو آئندہ ملاؤں کی غداری اور جہالت کے خوفناک نتائج سے محفوظ رکھے۔

غازی امان اللہ خاں کے خلاف شرمناک پروپیگنڈا

کس قدر شرم اور حیرت کا مقام ہے کہ یورپ کے ان سیاسی عیاروں نے جو ہمیشہ مشرقی اقوام کو مغرب کی محکومی یا غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب غازی امان اللہ خاں کے خلاف یہ بے بنیاد پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ افغانستان کا یہ وطن پرست مجاہد اسلام سے بیزار ہو کر مسیحیت کی آغوش میں آ گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خاں کو ایک اطالوی پادری نے بپتسمہ دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک انگریز پادری نے اس خبر کی تصدیق کی ہے۔ اور ایک ہندوستانی مسلمان لیڈر نے جو لندن میں مقیم ہے اپنی ذمہ داری پر غازی موصوف کے مرتد ہونے کی خبر پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس شرمناک پروپیگنڈے کے جواب میں امان اللہ خاں نے مولانا ظفر علی خاں کو چند روز ہوئے حسب ذیل کا پیغام ارسال فرمایا تھا:-

"میں ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ
اسلام ایک مقدس مذہب ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ صرف
اللہ ہی پرستش کے قابل ہے۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
اس کا پیغمبر ہے میں مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہونگا
اور جب میرا وجود اس دنیا میں نہیں ہوگا تو میری خاک
کا ہر ذرہ اس کلمہ مقدس کا ورد کرتا رہے گا۔ میں حنفی
عقیدہ رکھتا ہوں۔"

یورپین عیاروں کے شرمناک اور بے بنیاد پروپیگنڈے نے دنیائے اسلام میں جس قدر فتنے اور ہنگامے پیدا کئے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ افغانستان کی تباہی اور بربادی کا باعث بھی یہی خوفناک اور تباہ کن پروپیگنڈا ہے۔ جس نے غازی امان اللہ خاں کی دہ سالہ حکومت کی برکات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ خانہ جنگی نے تمام ملک میں ایک قیامت برپا کر دی۔ یہ تمام پروپیگنڈا اس شخص کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ جو جلاوطنی کی حالت میں بھی اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ:-

"اگر سپہ سالار موصوف (جنرل نادر خاں) ملک کے بادشاہ بننے کے خواہاں ہوں تو میں بشرطیکہ مجھے دعوت دی جائے روما میں افغانی سفیر کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے تیار ہوں"

یہ لندن کی تازہ ترین اطلاع ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پروپیگنڈا کرنے والے اپنے خاص مقصد کی تکمیل کے لئے دروغ بافی اور بے ایمانی سے کام لینے میں ذرا تامل نہیں ہوتے۔ ایسے دروغ باف لوگوں کا وجود دنیا کے لئے سب سے بڑی لعنت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - ۷ - جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۷۵

احمدی تحریک اور اس کا حقیقی مقصد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تاریخیں قریب آ رہی ہیں۔ ہم ہر سال حسب معمول پبلک کے سامنے گذشتہ سال کے عملی کام کی رپورٹ اور آئندہ سال کا لائحہ عمل پیش کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اگر ہم انجمن کی موجودہ مالی مشکلات اور ... انجمن کی ... ذمہ داریاں ... کو مدنظر رکھیں ... اشاعت اسلام اور بالخصوص ... احمدی رفقا ... کہ اس حقیقت ... آگاہ ... کہ ہم ... وقت تک اپنے مشن کے بہترین نتائج پیدا نہیں کر سکتے جب تک کہ جماعت کے ہر ایک فرد کے دل میں یہ جذبہ پیدا نہ ہو جائے کہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں خدا کے دین کو پھیلانے اور اس کے ... کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ایک خاص ذمہ داری عاید ہوتی ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ان تمام قوتوں اور وسیلوں سے کام لے۔ جو خالق اکبر نے اسے عطا کر رکھی ہیں۔

اگرچہ خدا کے کرم و فضل سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تبلیغی نظام کی موجودہ حالت قابل اطمینان ہے۔ اور دوسری اسلامی انجمنوں کے مقابلہ میں ہم زیادہ نمایاں اور امید افزا نتائج پیش کر چکے ہیں۔ لیکن اشاعت اسلام اور عامہ مسلمین کی معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے معاملہ میں احمدی جماعت کے ارکان کو ہر پہلو سے سبقت اور اولوالعزمی کی پوری شان دکھانی چاہیئے۔ پیغام صلح میں بارہا اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ سلسلہ احمدیہ اور بالخصوص جماعت لاہور دنیا کے سامنے وہی اسلام پیش کرتی ہے۔ جو ملت ابراہیم ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے ایک مجدد کی حیثیت سے اسلام میں ان مفاسد کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا جو مسلمانوں کی جہالت اور علمائے سو کی خود غرضی اور نفس پرستی سے رونما ہو گئے ہیں جس طرح اور بری عادتیں انسان کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ان کو ترک نہ کیا جائے۔ تو وہ اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح جب لوگ صحیح رہنمائی کے فقدان کی وجہ سے فتنہ پردازوں کے بہکنے پر جھوٹے اور باطل عقیدوں کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ تو ان کے اثرات کالنقش فی الحجر ہو جاتے ہیں یہی وہ مقاصد ہیں جن کی اصلاح کے لئے خداوند تعالیٰ اپنی قدیم سنت کے مطابق مجددین اور مصلحین کو بھیجتا ہے۔

جس طرح سابقہ مجددین اور مصلحین کو تجدید اور اصلاح کے کام میں شدید مشکلات سے عہدہ برآ ہونا پڑا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو بھی ان فرائض کی بجا آوری میں جو ایک مامور کی حیثیت سے آپ پر عائد تھے اس قدر دشواریاں پیش آئیں۔ کہ ان کی تفصیل سے ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہی وہ دشواریاں ہیں جن سے ایک معمولی شخص کے پائے ثبات میں لغزش آ جاتی ہے۔ اور وہ مایوسی اور پریشانی کی حالت میں اپنا قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ اور گوشۂ عافیت تلاش کرتا ہے۔ لیکن مجددین کے قلب پر جو خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ شدید سے شدید مشکلات کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کی قوت عمل جس کا "کنکشن" خدائی "کرنٹ" سے ہوتا ہے آخر راستہ صاف کر دیتی ہے اور مخالفوں کی مخالفت اور فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازی ایک قصہ پارینہ ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ عظیم الشان اور انقلاب آفرین اصلاح اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے دنیائے اسلام میں صاف طور پر اعلان کر دیا۔ کہ جس مسیح کی انتظار میں تم نے ایک خاص مقام کی طرف ٹکٹکی لگا رکھی ہے۔ وہ آ چکا۔ اس اعلان نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو ایک خیالی بت کی پرستش کی پابندی سے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا ہے حضرت صاحب کی دوسری بڑی عظیم الشان اصلاح یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس تعلیم سے کہ "کسی کلمہ گو کو کافر کہنا ایک گناہ عظیم ہے"۔ اتحاد بین المسلمین اور اخوت اسلامی کی بنیاد کو نہایت مستحکم کر دیا۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی ان عظیم الشان اصلاحات کی برکات پر پانی پھیرنے والی وہ جماعت ہے جو "ختم نبوت" کے معاملہ میں عوام الناس کو احمدی تحریک سے بدظن کر رہی ہے۔ قادیانی جماعت کے مخصوص عقائد کا پروپیگنڈا ہمارے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جس کا دفع کرنا ہمارا ضروری فرض ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ہمارا مقابلہ ایک ایسے حریف سے ہے۔ جو اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے منظم وسائل سے کام ... رہا ہے۔ لیکن اگر ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہم حق پر ہیں۔ اور ہم یقیناً حق پر ہیں۔ تو پھر ہمیں حق کا بول بالا کرنے کے لئے اسی مجاہدانہ خلوص اور استقلال سے کام لینا چاہیئے۔ جو دنیا کے مصلح اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مبارک سیرت کا ایک درخشاں پہلو تھا۔

مغربی یونیورسٹیوں کی ناکامی

یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیاں اپنے تیر خیز تعلیمی وسائل کی بدولت ایک قابل رشک شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ یورپ کی سائنس اور اس کے انکشافات نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ آج دنیا میں صرف وہی قوم مظفر و منصور رہے گی۔ جس کے جسمانی اور دماغی قوا پورے طور پر نشو و نما حاصل کر چکے ہیں۔ اور اس میں ذرا شک نہیں کہ یورپین اقوام مادی ترقی کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ یورپ کی تہذیب و شائستگی کا سکہ تمام دنیا میں چل رہا ہے۔ لیکن کیا اس عدیم النظیر ترقی اور کامیابی کے باوجود یورپین یونیورسٹیاں اپنے طلبا کو دنیا کے بہترین انسان بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر مغرب کی درسگاہیں انسانیت کے بہترین نمونے تیار کرتیں۔ تو آج دنیا میں شہروں اور قصبوں کو چشم زدن میں اڑا دینے اور انسان کے خون کو پانی کی طرح بہانے کے لئے ایسے آلات حرب ایجاد نہ کئے جاتے۔ جن کے تصور سے شیطان کی روح بھی لرز جاتی ہے۔ بہترین انسان یقیناً فتنہ و فساد اور خونریزی کا خواہاں نہیں ہے۔ وہ امن اور محبت کی فضا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ نیکی اور سچائی کا بیج اسی فضا میں نشو و نما حاصل کر سکتا ہے "بہترین انسان" کے نزدیک دنیا کے تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریگا کہ طاقتور محض اپنی دولت یا حسب و نسب کے غرور کے نشہ میں کمزوروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ یا ان کے حقوق کو غصب کرے "بہترین انسان" کمزوروں اور ناتوانوں کی حالت پر توجہ (کرنا) ان کی ضروریات کو پورا (کرنا) اور اپنے ہمجنسوں کو بدی کے ناپاک اثرات سے متنبہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ممکن ہے کہ یورپین یونیورسٹیوں نے "بہترین انسان" پیدا کئے ہوں۔ لیکن ہمارے لئے ایسے آدمیوں کا عدم وجود برابر ہے۔ کیونکہ ان کی نیک باتیں ہمارے کانوں تک نہیں پہنچتیں ہندوستان کی اسلامی درسگاہیں یقیناً بہترین انسان پیدا کر سکتی ہیں اور وہ اس معاملہ میں بلاشبہ یورپین یونیورسٹیوں سے بازی لے جا سکتی ہیں بشرطیکہ ان کی تعلیم و تربیت کی بنیاد اسی اسلامی اخلاق اور وسعت قلب پر ہو جس کی روشن اور روح افزا مثالوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

ایک ہندو مجسٹریٹ کا مجنونانہ تعصب

پنڈت موہن لال مجسٹریٹ سیجے پور نے قصبہ جموں کے مولوی محمد حسین کو اس جرم میں ایک سال کے لئے حفظ امن کی ضمانت اور ڈیڑھ سو روپیہ کا مچلکہ داخل کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔ کہ ملزم نے بازار میں کلمہ شریف پڑھا اور پھر مدرسہ اسلامیہ میں اذان دلوائی۔ اگر مولوی صاحب ضمانت و مچلکہ داخل نہ کریں گے۔ تو انہیں ایک سال قید محض کی سزا بھگتنی پڑیگی جب بازار میں کلمہ شریف پڑھنے اور ایک اسلامی مدرسہ میں اذان دلوانے سے نہ تو ہندوؤں کے مذہبی جذبات کی توہین ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس سے کوئی ہنگامہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کلمہ کا پڑھنا اور اذان دینا ایک نیک کام ہے۔ تو ہندو مجسٹریٹ صاحب کے مذکورہ بالا فیصلہ کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر محض مذہبی تعصب کی بنا پر انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ اگر مولوی محمد حسین کسی مندر میں کلمہ پڑھنے یا اذان دینے کی حرکت کے مرتکب ہوتے تو البتہ ان کا یہ فعل ہندوؤں کی دل آزاری پر محمول کیا جاتا۔ لیکن بازار تو ایک پبلک جگہ ہے۔ جہاں رعایا کے تمام افراد کو چلنے پھرنے اور بولنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اسلامی مدرسہ میں اذان دینا ایک جائز اسلامی حق ہے۔ جس سے پنڈت موہن لال صاحب مسلمانوں کو محروم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ ریاست جے پور میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی خطرہ میں ہے۔ ریاست کے ذمہ دار حکام کو اس کی طرف خاص توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ ہندوستان اس سوراج کا اہل نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک کہ ہندو اور دوسرے ... مذہبی جذبات کا احترام کرنا نہیں سیکھیں گے

مسلمانوں کی ایک اہم کامیابی

ہم حکومت پنجاب کی اس معاملہ فہمی کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس نے مسلمانان لاہور کے اس جائز مطالبہ کو کہ میاں علم الدین کی میت لاہور میں دفن کی جائے منظور کر لیا ہے بشرطیکہ مسلمان حکومت کی پیش کردہ شرائط کی پابندی کرنے پر آمادہ ہوں۔ جن کا تعلق قیام امن سے ہے۔ ان شرائط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت میت کو میانی قبرستان کے پاس ایسے وقت حوالے کریگی۔ جو حکومت کی طرف سے مقرر کیا جاوے گا۔ جنازہ اسی راستہ سے لیجانا ہوگا۔ جو حکومت تجویز کریگی۔ تجہیز و تکفین کی رسوم ادا کرنے سے پیشتر یا اس کے بعد لاہور میانی یا کسی دوسرے مقام پر کوئی مظاہرہ نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ جلوس نکالا جائے گا۔ چونکہ مسلمانوں کے سرکردہ اصحاب نے حکومت کو یہ اطمینان دلایا ہے کہ میت کی واپسی پر کوئی ہنگامہ یا فساد نہیں ہوگا۔ اس لئے ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ برادران اسلام قیام امن کے متعلق اس عہد پر جو ان کے نمائندے حکومت سے کر چکے ہیں پوری اسلامی شان کے ساتھ قائم رہیں گے۔ اور جو کامیابی انہیں اپنی متفقہ کوششوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے اثر کو کسی ناگوار حرکت کے ارتکاب سے زائل نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں کو اپنے طرز عمل سے بتا دینا چاہیئے کہ اگر وہ ایک موقعہ پر اپنے جوش کے مظاہرہ سے ایک زبردست تہلکہ پیدا کر سکتے ہیں۔ تو دوسرے موقعہ پر وہ کمال متانت اور خاموشی کی ایسی شان دکھا سکتے ہیں۔ کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائیں۔ میاں علم الدین کی شہادت اس لحاظ سے ایک مبارک واقعہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے مختلف لیڈروں کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ اگر مسلمانوں کی تمام جماعتیں اس معاملہ میں کامل اتحاد اور اشتراک عمل کا ثبوت نہ دیتیں تو حکومت کبھی ان کے مطالبہ پر غور نہ کرتی۔ محمد کے نام لیوا اس گئی گذری حالت میں بھی اپنی ہر مشکل پر غالب آ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ہر معاملہ میں ایک مرکز پر جمع ہو جانے اور مل کر کام کرنے کے الٰہی قانون کی تعمیل کو اپنا مقدس فرض سمجھیں۔

ایک مسرت انگیز تقریب

ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی نے ہمیں ایک الوداعی پارٹی کی روئداد بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ جو ۳۰ ستمبر کو اس سکول کے طلبا نے میرزا حبیب الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر کے اعزاز میں دی۔ پارٹی میں چوہدری غلام حیدر صاحب، چوہدری محمد دین صاحب پلیڈر، بابو عبد المجید صاحب اسسٹنٹ پلیڈر، چوہدری مخدوم علی صاحب اسسٹنٹ سرجن صاحب، سٹیشن ماسٹر صاحب، پوسٹ ماسٹر صاحب، چوہدری سید احمد صاحب، لالہ دھنی رام صاحب اور دیگر معززین شہر شامل تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد تاج محمد صاحب طالب علم جماعت ششم نے ایڈریس پیش کیا جس میں مرزا صاحب کی خدمات کا اراد تمندانہ لہجہ میں اعتراف کیا گیا۔ ایڈریس کے بعد مرزا صاحب کی خدمت میں طلباء کی طرف سے ایک دو تحائف پیش کئے گئے۔ مولوی مسیح الزمان اور ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب نے اپنی تقریروں میں مرزا صاحب کی چہار سالہ خدمات اور ان کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ خاتمہ پر مرزا صاحب نے چوہدری غلام حیدر صاحب بانیٔ ہائی سکول اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے طلباء کے لئے دعا مانگی۔

اگر دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تو اپنے ہر قول اور فعل سے اپنی زندگی کا عملی ثبوت دو۔ تمہاری زندگی کا ہر دن تمہاری پیش قدمی کا شاہد ہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۸- رجب المرجب ۱۳۴۸ھ | نمبر ۹۳

ایثار اور ایمان کا امتحان

ہمارے نظام کی بنیاد کس طرح مستحکم ہو سکتی ہے؟

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب نبی کریم صلعم نے حق کی آواز بلند کرنے کے لئے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا تو اس وقت جس مقدس ہستی نے حضور کو نصرت کا یقین دلایا اور آپ کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی وہ آپ کی حرم محترم حضرت خدیجہ تھیں جو آپ کی عدیم النظیر سیرت سے آگاہ ہو کر آپ کے انقلاب آفرین مشن پر پورا ایمان لا چکی تھیں۔ حضرت خدیجہ مکہ کے ایک معزز اور متمول خاندان کی رکن تھیں۔ دنیا کے عام دستور کے مطابق اگر وہ چاہتیں تو اپنا عقد کسی ایسے شخص کے ساتھ کرتیں جو دنیاوی وجاہت اور دولت کے اعتبار سے ان کا ہمسر ہوتا۔ لیکن انہوں نے عرب کے امی اور یتیم کو اپنا رفیق حیات منتخب فرما کر مذہب کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا جس کا ہر واقعہ قوم وملل کے لئے ایک بصیرت افروز سبق ہے۔

دنیا میں اقوام اور افراد کی قربانی کی مثالوں کو اگر فراہم کیا جائے تو ان سے دلچسپ اور سبق آموز واقعات کی کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ لیکن ایک عورت کا ایثار اس لحاظ سے فقید المثال قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک نبی کے مشن کو پورا کرنے اور اسے مالی پہلو سے تقویت پہنچانے کے لئے مالی قربانی کا عملی ثبوت دیا۔ اور اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلام کے عظیم الشان اور سرافگن نظام کی بنیاد ابتدا ہی سے مالی قربانی پر قائم ہے۔ یہ مالی قربانی کبھی ظہور میں نہ آتی اگر نبی کریم صلعم دنیا پرستوں کی طرح زر اندوزی کو اپنا مطمع نظر خیال کرتے لیکن کاتب تقدیر نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ دنیا کے کامل ترین انسان کو بنی نوع انسان کے دینی اور دنیوی مفاد کیلئے دولت کے مصرف کے متعلق نیا نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلعم خود ایثار مجسم تھے آپ نے اپنے نفس کو دنیاوی خواہشوں کی آلائش سے پاک صاف رکھا۔ نفس کا یہی وہ حیرت انگیز ایثار تھا جس نے حضرت ابوبکر صدیق جیسے جلیل القدر اور معاملہ فہم شخص کو آپ کا شیدائی بنا دیا۔

عرب کا یتیم اگر دنیادار ہوتا تو سب سے پہلے اپنے دوستوں کی فیاضی وامداد سے اپنی یتیمی کے روح فرسا اثرات کو مٹانے کی کوشش کرتا۔ لیکن حمیت وغیرت کے اس پیکر نے اپنے دوستوں سے جو اس پر جان ومال قربان کرنا اپنا ایمان سمجھتے تھے اپنی تن آسانی کے لئے ایک درہم کا لینا بھی دارا نہ کیا۔ کیا تاریخ ایثار نفس کی اس سے بہتر مثال پیش کر سکتی ہے کہ جب نبی کریم صلعم نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا قصد فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق آپ کی سواری کے لئے ایک اونٹنی لائے لیکن آپ اس اونٹنی پر اس وقت تک سوار نہ ہوئے جب تک کہ آپ نے اس کی قیمت کا فیصلہ نہ کر لیا۔ ایسی حالت میں کہ آپ کو دشمنوں کے تعاقب کا اندیشہ تھا اور جان خطرے میں تھی۔ آپ اگر اپنے دوست کی اونٹنی پر سوار ہو جاتے تو اس پر مطلق اعتراض نہ ہوتا۔ دوست کی دوستی اور امداد کی ضرورت ایسے ہی موقعوں پر پڑتی ہے لیکن نبی کریم صلعم نے اس پریشانی کے عالم میں بھی اپنے مخلص ترین دوست کا رہین منت ہونا پسند نہ فرمایا۔

ایثار نفس کا یہی وہ روح پرور جذبہ تھا جس نے صحابہ کو اسلام کی شمع کا پروانہ بنا دیا۔ فاروق اعظم کے عہد میں اسلام کا بیت المال قیصر وکسریٰ کے خزانوں سے معمور تھا لیکن دولت وحشمت کی یہ فراوانی اسلام کے ان شیدائیوں کی سیرت میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔ ان کی سادگی اور ایثار میں ذرا فرق نہ آیا۔ مسلمانوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے ہیں کہ اسی پر اسلام کی شوکت وسطوت کا انحصار ہے کیونکہ دین ان کی دنیا کا کفیل ہے۔ جب تک مسلمان اس روحانی اصول پر عمل پیرا رہے۔ فتح اور نصرت ہمیشہ ان کا ساتھ دیتی رہی۔ لیکن جب انہوں نے دنیا کو دین پر مقدم سمجھ لیا تو فتح اور نصرت نے بھی ان سے منہ موڑ لیا۔ اس وقت تمام دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ کے قریب بتائی جاتی ہے لیکن اس کثرت تعداد کے باوجود وہ خلیفۃ الارض نہیں ہیں۔ انکی حکومتیں کمزور ہیں جماعتیں پست ہیں اور افراد ناکام ہیں۔ کمزوری، پستی اور ناکامی کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کی شمع کے پروانہ ہونے کی بجائے ہم اپنے نفس کے غلام ہیں۔ نفس کی غلامی نے ہمیں اس قدر ذلیل ورسوا کر دیا ہے کہ آج فرزندان اسلام دنیا کی مختلف اقوام میں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے امام وقت کی حیثیت سے اس عصر کے مسلمانوں کو دنیا پر دین کو مقدم سمجھنے کے بھولے ہوئے سبق کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت مرزا صاحب اور ان کے مشن کی ابتدائی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کس طرح آپ نے مشعل اسلام کی روشنی کو جو مدھم پڑ چکی تھی تیز کرنے کیلئے ایثار نفس کی اسلامی روایات کو تازہ کیا۔ دین کی خدمت کے لئے حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی مالی قربانی جس کا ذکر ہمارے عزیز بھائی شیخ محمد نصیب صاحب انچارج دفتر تحصیل انجمن احمدیہ اپنے ایک مضمون میں کر چکے ہیں۔ دور حاضرہ کی ایک عظیم الشان مثال ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب ایثار نفس اور ایثار مال کے متعلق اسلامی روایات کی تجدید نہ کرتے تو احمدی جماعت کے افراد میں دین کو دنیا پر مقدم سمجھنے کا جذبہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک یہ جذبہ عملی صورت اختیار نہیں کریگا اس وقت تک مسلمان کبھی اپنی دینی اور دنیوی مشکلات پر غالب نہیں آ سکیں گے۔

اگر احمدی جماعت کے ہر فرد کا یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح موعود اور اس صدی کے مجدد ہیں تو پھر وہ امام دوران اور مجدد زمان کے اس ارشاد پر تعمیل کرنا اپنا فرض منصبی سمجھے جس کی تشریح شیخ محمد نصیب صاحب کے مضمون بعنوان "ارشاد حضرت مسیح موعود" میں کی گئی ہے اور جو کسی دوسری جگہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ سہولت اور کیا ہو سکتی ہے کہ احمدی جماعت کا ہر فرد سلسلہ احمدیہ کے مشن کی اغراض کے لئے کم سے کم رقم کا بار جسے وہ آسانی کے ساتھ برداشت کر سکتا ہے اپنے سر لے۔ ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جماعت کا غریب سے غریب شخص بھی آسانی کے ساتھ چار آنہ ماہوار کی رقم دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دین کو دنیا پر مقدم اور اس کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھے۔ جو شخص چار آنے یا چار روپے ماہوار دینے کی استطاعت رکھنے کے باوجود اپنے فرض سے دیدہ ودانستہ غافل ہے اور ایسی غفلت کے نتائج کی مطلق پروا نہیں کرتا اس پر بلاشبہ اپنے امام سے بیوفائی اور انحراف کا سنگین الزام عائد ہوتا ہے۔ ہماری تباہی اور بربادی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہمارے قول اور فعل میں کوئی مطابقت نہیں ہم صاف کہے دیتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا جو رکن محض غفلت اور بے پروائی سے انجمن احمدیہ کے بیت المال میں ایک مقررہ رقم خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو ہر مہینہ گھڑی کی باقاعدگی کی طرح خود ادا کرنے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا وہ یقیناً عملی پہلو سے اپنی جماعت کا باغی ہے اور اس کی اس بغاوت سے انجمن کے مفاد کو بالواسطہ یا بلاواسطہ سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ یہی وہ باغیانہ طرز عمل ہے جس سے قومیں اور جماعتیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ کیا ہمارے بھائی اس خطرہ کے انسداد پر توجہ فرمائیں گے؟ کیونکہ ایثار اور ایمان کے امتحان کی ساعت قریب آ رہی ہے۔

مسلم ہائی سکول لاہور

کسی دوسری جگہ ہم اپنے محترم بھائی سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کی اپیل درج کرتے ہیں۔ یہ سکول برادران اسلام اور بالخصوص احمدیہ انجمن لاہور کی ایک ایسی جائداد ہے جس پر وہ بجا طور پر فخر اور انبساط کا اظہار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس درسگاہ میں قوم کے ان بچوں کی تعلیم وتربیت پر جو کل کے باپ ہوں گے اور جن کی سیرت پر قوم کے مستقبل کا انحصار ہے خاص توجہ کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی آمدنی کا اس سے بہتر اور اعلیٰ مصرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا ایک حصہ اپنی قومی درسگاہ کے دوام، قیام اور ترقی کے لئے وقف کر دیں۔ کسی قوم کی حقیقی بیداری اور روشن خیالی کا صحیح معیار اس کی درسگاہیں ہیں۔ جن کی مالی بنیاد اس قدر مستحکم ہونی چاہئے کہ منتظمین پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے سکیں۔ قومی درسگاہوں کا وجود ملک اور قوم کے لئے اس وقت تک مفید ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ غریبوں کے بچوں کے لئے تعلیمی سہولتیں بہم نہ پہنچائی جائیں۔ ان سہولتوں کے بہم پہنچانے کی ذمہ داری جماعت یا قوم کے چند افراد پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ تمام برادران اسلام پر عائد ہوتی ہے۔ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ عیسائیوں کی تبلیغی انجمنیں تو کامیابی کے ساتھ اپنے مدارس کو چلائیں جو ہمارے بچوں کے ایمان کو متزلزل اور مسیحیت کی طرف مائل کرنے کے لئے جاری کئے گئے ہیں۔ لیکن ہم آئے دن اپنی مالی مشکلات کا رونا روتے رہیں۔

مسلمانو! تم اس رسول پاک کی اُمت ہو جس نے عرب کی سرزمین سے جہالت اور ظلمت کو مٹانے اور علم کی روشنی پھیلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کیا تمہاری حمیت وغیرت اس امر کی تاب لا سکتی ہے کہ تمہارے غیر مسلم ہمسائے تعلیم میں تم سے بازی لے جائیں اور دماغی قابلیت کے اعتبار سے تم پر مسلط ہو جائیں؟ ان کو دیکھو کہ علم کی اشاعت کے لئے کس طرح روپیہ کو پانی کی طرح خرچ کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اگر تمہیں اپنی آبادی کی کثرت پر ناز ہے تو تم اپنے نفس کو دھوکا دے رہے ہو۔ اس لئے کہ زندگی کی موجودہ جدوجہد میں صرف وہی قوم سربلند ہوگی جو دماغی قابلیت اور قوت عمل کے لحاظ سے ممتاز ہوگی۔ اللہ اور دنیا کو دکھا دو کہ تم زندہ ہو اور اپنی قوم میں دائمی حیات کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنی ذاتی آسایش اور مفاد کو قربان کر سکتے ہو ہر روز سونے سے پہلے اپنے دل سے یہ دریافت کر لیا کرو کہ کیا آج کے دن تم نے اسلام اور اسلامیوں کی خدمت کے لئے کوئی قدم آگے بڑھایا ہے؟ اگر نہیں تو پھر تمہیں اپنے سے زیادہ طاقتوروں کے دھکے کھانے اور زمین پر منہ کے بل گرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

بت کی آنکھ پھوڑنے والے

حال ہی میں کسی شخص نے کانگریس کیمپ واقع ڈین پارک میں لالہ لاجپت رائے کے بت کی آنکھ توڑ دی جس پر تمام ہندو اخبارات نے یہ شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ یہ حرکت دو نوجوان مسلمانوں کی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر الزام لگانے والوں نے واقعی دو نوجوان مسلمانوں کو بت کی آنکھ توڑتے دیکھا ہے تو پھر انہوں نے کیوں ان کا تعاقب کر کے انہیں گرفتار نہیں کیا اور اگر آنکھ پھوڑنے والے کوئی اور ہیں جو نہیں معلوم ہندو ہیں یا مسلمان تو پھر ہندو معاصرین کو پہلے اس تحقیقات پر زور دینا چاہئے کہ ملزم یا ملزمین کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ واقعی یہ حرکت دو نوجوان مسلمانوں کی ہے تو ہم ان کے اس فعل کو ہرگز قابل ستائش خیال نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس سے اخلاقی کمزوری اور بزدلی پائی جاتی ہے بالکل ممکن ہے کہ یہ فعل کسی ہندو نوجوان کا ہو گو ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ بہر حال محض شبہ کی بنا پر دو مسلمان نوجوانوں کی بت شکنی کی رٹ لگائے جانا دیانت اور صداقت کے خلاف ہے۔ جب حکومت اپنی معلومات کی بنا پر کسی ہندو کو ملزم قرار دیتی ہے تو یہ برادر گوار حکومت کے فعل کو تشدد پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن اب خود اسی تشدد کو محض اس لئے جائز سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

اخبار احمدیہ

اس عنوان کو دلچسپ و بہتر بنانے اور احمدی احباب کو اپنی قوم کے اہم اور ضروری حالات سے آگاہ کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اخبار احمدیہ کے دائرہ کو زیادہ وسیع کیا جائے تاکہ احباب ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہیں۔ اور ہمدردی اور برادرانہ محبت کا تعلق انہیں ایک دوسرے سے وابستہ کر دے دعا کا عمل اس تعلق کو زیادہ مستحکم کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر جگہ کے احباب علی الخصوص سکرٹری و پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ جماعت کے مقامی حالات سے ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو مطلع کرتے رہا کریں۔ اس اطلاع میں پیدائش۔ موت۔ نکاح۔ بیماری اور دیگر ضروری امور آ جانے چاہئیں۔ اگر کوئی دوست سرکاری ملازم ایک جگہ سے تبدیل ہو کر دوسری جگہ چلے جاویں۔ تو وہ بھی درج ہونا چاہیئے۔ اس کالم کو اگر دوست دلچسپ بنائیں۔ تو اس کے لئے ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد | ۲۵ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ | نمبر ۳

انسانیت کا معراج

آسمانی بادشاہت انسان کے قدموں میں

۲۷ رجب کا دن عام طور پر مسلمانوں میں واقعہ معراج کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رجب کی ستائیسویں رات کو ذات پاک نبوی نے اس عالم سفلی سے اٹھکر عالم بالا کی طرف پرواز کیا اور ساتوں آسمانوں کے وہ تمام مناظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے جن کی کیفیت کو معلوم کرنے اور سمجھنے سے انسانی دماغ آجتک قاصر ہے۔

معراج جسمانی تھا یا روحانی؟ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے یا کشفی نظر سے آپ نے وہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا جن کا ذکر احادیث معراج میں ہے۔ عالم اسلامی میں آج تک اس پر شدید مناقشات اور مجادلہ رہا ہے اور آج بھی لاہور شہر میں جابجا ایسے پوسٹر نظر آتے ہیں۔ جن میں معراج کو جسمانی ثابت کرنے کے لئے لیکچروں اور وعظوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کی آیات کھلے طور پر اس بات پر شاہد ہیں کہ معراج کا واقعہ جسمانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کمال روحانی کا ایک کھلا مظاہرہ ہے جو انسانیت کی ترقی کا آخری زینہ ہے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خود صفائی کے ساتھ اسے رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وماجعلنا الرؤیا التی ارینٰک الا فتنة للناس۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فرما کر کہ معراج کی رات بہشت کی سیر کرتے ہوئے بلال کی جوتیوں کی آوازیں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ اس بات پر ایک کھلی شہادت دی ہے کہ آپ اسی سرزمین پر ایک طرف اپنی کشفی نظروں سے بہشت کو دیکھ رہے تھے تو دوسری طرف جسمانی کانوں کے ساتھ بلال کی جوتیوں کی آواز بھی سن رہے تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے جنہوں نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر سے الگ نہیں ہوئے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ قرآن کریم بہشت میں جانے والوں کے متعلق صاف طور پر فرماتا ہے کہ ماھم منہ بمخرجین پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ذات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ بہشتوں کے اندر لے جائے اور پھر اپنے صریح وعدہ کے خلاف آپ کو وہاں سے باہر نکال دے۔ علاوہ ازیں اگر جسمانی طور پر آنحضرت صلعم کا آسمانوں کی طرف پرواز کرنا تسلیم کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ایک جسم قرار دینا پڑے گا جو کسی خاص آسمان پر پردوں کے اندر تشریف فرما ہے حالانکہ اسلامی اعتقادات کے یہ صریح خلاف ہے۔ معراج کی کیفیت کو تو وہ واقعہ ظاہر کرتا ہے جو اس کے دوسرے ہی دن کفار سے گفتگو کرتے ہوئے پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت المقدس تشریف لے جانے کا ذکر کیا تو کفار نے آپ سے بیت المقدس کے نشانات دریافت کئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلعم بیت المقدس کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ اس لئے اگر صحیح نشانات نہ بتا سکے تو واقعہ معراج کے متعلق جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ خود غلط ہو جائے گا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اس وقت بیت المقدس کے نشانات مجھے بھول چکے تھے ناگاہ بیت المقدس کی عمارت میری آنکھوں کے سامنے آگئی اور میں نے تمام نشانات وہاں سے دیکھ کر بتا دیئے۔

ایک اور بہت بڑی بات جو واقعہ معراج سے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ خود اس سورت میں جہاں واقعہ معراج کا ذکر ہے کفار کے اس مطالبہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر نہ چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے ایک کتاب نہ لائیں جس کو وہ پڑھ کنت الا بشرا رسولا کہ دے میرا رب عیوب سے پاک ہے میں تو بشر اور رسول ہوں اس کے سوائے کچھ نہیں۔ اس میں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ آسمانوں پر جانا ایک بشر کے لئے ناممکنات میں سے ہے۔ اگر معراج کی رات آنحضرت صلعم آسمانوں پر تشریف لے گئے ہوں تو یہ جواب جو کفار کو دیا گیا ہے صحیح نہیں ٹھیرتا۔

معراج کی اصل کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ نسل انسانی کے لئے اس میں کیا سبق ہے؟ وہ کشفی نظر جو مقربین الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس سے وہ بیداری کی حالت میں غیب کی چیزوں کو دیکھتے اور قدرت کے خفیہ در پوشیدہ رازوں پر اطلاع پاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اسقدر تیزی اور دوربینی رکھتی تھی کہ ساتوں آسمانوں کے پردے اس کے سامنے سے اٹھ گئے اور اس دنیا میں بیٹھے ہوئے عالم بالا کے تمام نظارے آپ کی آنکھوں کے سامنے آگئے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود میں انسانیت کو وہ معراج عطا ہوا جو اس کا اصل منتہائے مقصود ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کا حاکم قرار دیا ہے وجعلنا کم خلائف فی الارض اور اس کے متعلق صاف طور پر فرمایا ہے کہ سخر لکم مافی السموات ومافی الارض زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے۔ اس حکومت اور بادشاہت کو دو طریق سے انسان نے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ عام طور پر علوم و سائنس کے ذریعہ سے بعض مادی طاقتوں پر انسان نے غلبہ حاصل کیا ہے لیکن بعض ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے محض روحانیت کے ذریعہ سے نہ صرف مادی طاقتوں پر غلبہ پایا بلکہ عالم علوی کو بھی ایک حد تک اپنے مطیع فرمان بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس کمال درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ وہ زبردست جذب اور کشش آپ کی ذات میں پائی جاتی تھی کہ جو ساتوں آسمانوں اور ان کی تمام طاقتوں اور قوتوں کو کھینچ کر آپ کے پاس لے آئی۔ اور ان سب نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار اپنی اس حاضری کے ذریعہ سے کیا۔ یہی معراج نبوی ہے۔ اور یہی دراصل انسانیت کا حقیقی معراج ہے۔ کوئی صاحب علم کوئی سائنس دان کوئی منجم اور عالم ہفت افلاک اپنے علم اور سائنس کے ذریعہ سے اس معراج کو آجتک نہیں پا سکا جو ذات پاک نبوی نے اپنے زہد و تقوےٰ اور خلق عظیم کے ذریعہ سے حاصل کیا۔ انسانیت کا کوئی خلق کوئی استعداد نہیں جو آپ کی ذات اقدس میں بدرجہ کمال ظہور پذیر نہ ہوئی ہو۔ اطاعت لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے تمام پہلو پورے طور پر آپ کی ذات اقدس میں نمودار ہو چکے اور خلافت الٰہی کی تمام صفات جو انسان کے اندر پیدا ہو سکتی ہیں آپ کے پاک وجود میں جلوہ گر ہوئیں۔ اس لئے ارض و سماوی ہر دو بادشاہتوں کا آپ کو مستحق سمجھا گیا کہ یہی نسل انسانی کا حقیقی معراج ہے۔

پس اے انسانو! تمہیں مبارک ہو کہ آج کے دن آسمانی بادشاہت کا حقیقی جلوہ تمہیں دکھایا گیا اور تمہاری نسل کو وہ درجہ کمال عطا ہوا جو اس کی پیدائش کی حقیقی علت غائی ہے۔ اے مسلمانو! تمہیں دوہری مبارک ہو کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کے لئے انبیائے سابقین اور ان کی امتیں آرزوئیں کرتی ہوئی گذر گئیں۔ تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر رکھی گئی۔ کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم نے اس بادشاہت کو خود اپنے عمل سے کھو دیا۔ آج بھی ہم اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوٰة معراج المومن نماز مومن کا معراج ہے وہ نماز جس کے متعلق آپ نے فرمایا ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ تو اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے جیسے اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کانہ یراک گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ کیفیت اگر ہماری نمازوں میں پیدا ہو جائے تو وہ تمام اخلاق ہمارے اندر پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو انسانیت کا حقیقی معراج ہیں اور اس آسمانی بادشاہت کو ہم پھر حاصل کر سکتے ہیں جس کا جلوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج کو دکھایا گیا۔

"اگر مسیح کا ورود لندن میں ہو"

ایک طرف تو عیسائی مبلغین دنیا کے ہر گوشے اور ہر تاریک ترین حصوں میں پہنچ چکے ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں اپنا تبلیغی کام شروع کر رکھا ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ حقیقت نہایت تعجب انگیز ہے کہ خود ان کے گھر یورپ اور امریکہ میں عیسویت کی بری طرح سے مٹی پلید ہو رہی ہے۔ "ڈیلی نیوز" لنڈن کا مشہور روزنامہ ہے۔ گذشتہ دنوں اس نے اپنے ناظرین کی طبع آزمائی کے لئے یہ عنوان پیش کیا کہ "اگر مسیح کا ورود لنڈن میں ہو تو؟" اس موضوع پر بہت سے مشاہیر اہل قلم نے مضامین لکھے جن میں سے اکثر کا خلاصہ یہ تھا کہ مسیح کی تعلیم کو موجودہ مسیحی دنیا کے عمل سے کوئی مناسبت نہیں۔ مسیح کی سادگی اور مسیحی قوموں کے علوم و فنون ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

ہم حیران ہیں کہ جب گھر کی یہ حالت ہے تو مسیحی مبلغین مغرب کی اصلاح کی بجائے مشرق کا رخ کیوں کرتے ہیں۔ کیا نئے آدمیوں کو عیسائی بنانے کی بجائے پرانے عیسائیوں کی اصلاح ان کے نزدیک زیادہ ضروری نہیں۔ مسیحی اہل قلم کا یہ کھلا ہوا اعتراف اس امر کا ایک قطعی ثبوت ہے کہ یورپ و امریکہ میں اب عیسائیت کے لئے کوئی جگہ نہیں اور مشرق میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی دوسری اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھ کر ہو رہا ہے۔ عیسائی مبلغین کا طریق کار اس امر کا شاہد ہے کہ اس مذہب میں لوگوں کے لئے کوئی کشش نہیں۔ دلائل و براہین اور قدرتی کشش کی بجائے وہ روپے سکولوں اور ہسپتالوں کے ذریعہ اپنا کام نکال رہے ہیں۔ مغرب کی حالت آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مشرق میں بھی ان قابل اعتراض طریقوں سے کام لینا عیسائیت کی ایک کھلی شکست ہے۔ اگر مغرب میں اس شکست کا اعلان ان کے اہل قلم اور اخبارات کر رہے ہیں تو مشرق میں خود پادریوں کا طرز عمل اس کا بین ثبوت ہے۔

خدا کا مخفی ہاتھ

آج کل دہریت و لامذہبی کی ایک زبردست و تباہ کن رو چل رہی ہے۔ دنیا سائنس و فلسفہ اور مال و دولت کے بت کی پوجا میں اس قدر محو ہو رہی ہے کہ قادر مطلق کا دھیان تک نہیں رہا بلکہ اکثر بدنصیب تو خدائے واحد و توانا کی ہستی سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا مخفی ہاتھ اب بھی اسی آزادی و طاقت سے مصروف کار ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ سے رہا ہے۔ انگریزی اخبارات میں ایک مفلس کروڑپتی گلانڈے ایل راس کے حالات شائع ہوئے ہیں۔ یہ کنیڈا کا متمول ترین شخص تھا۔ شہزادہ ویلز کی سیاحت کے دوران میں اس نے کئی بار ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ شاہ خرچی کا یہ عالم تھا کہ جس سکول میں اس نے تعلیم پائی تھی اسے تیس لاکھ روپیہ کی رقم معمولی تحریک پر چندہ میں دیدی۔ اپنے باپ کے یادگاری ہسپتال کے لئے ۵ ۲ لاکھ ۵ ہزار کی رقم اور میکگل یونیورسٹی کنیڈا کو ۴ لاکھ ۵۰ ہزار رقم عطا کی۔ اس کو چار کروڑ اسی لاکھ کی رقم باپ کے ترکہ میں ملی تھی اور کروڑوں پونڈ خود کمایا تھا۔ اب چند سال کے قلیل ترین عرصہ میں یہ بالکل مفلس ہو گیا ہے اس کا تمام سرمایہ خساروں کی نذر ہو چکا ہے اور خود لوگوں کے لئے سرمایہ عبرت بن رہا ہے۔

کیا اپنی دولت اپنے بھرے خزانوں اپنی قیمتی جائدادوں پر گھمنڈ کرنے والے اس واقعہ کو سن رہے ہیں؟ دنیا کے بدبخت انسان اپنے فانی ساز و سامان پر مغرور ہو کر اس قہار ہستی کا کتنا ہی انکار کریں لیکن وہ اپنے کاموں میں بالکل آزاد ہے۔

اسلامی اوقاف کا بیجا مصرف

معاصر محترم "حمایت اسلام" رقمطراز ہے کہ حال میں ایک درگاہ کی گدی کا فیصلہ عدالت سے ہوا ہے جس میں فریقین نے گدی پر قابض ہونے کے لئے قریباً بیس لاکھ روپیہ صرف کر دیا۔ خیال کیجئے کہ جس درگاہ کے قبضہ کے لئے فریقین نے بیس لاکھ روپیہ برباد کر دیا اس کی آمدنی کس قدر ہوگی۔ یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ نہیں بلکہ ایسے افسوسناک واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ آجکل اسلامی اوقاف متولیوں اور مجاوروں کی ذاتی جائداد بن گئے ہیں اور ان کی آمدنی قومی کاموں پر صرف ہونے کی بجائے ان خائنوں کی عیاشیوں اور فضول خرچیوں پر ضائع ہو رہی ہے۔ ہمارے خیال میں اس افسوسناک صورت حالات کی بہت بڑی حد تک ذمہ وار خود قوم ہے اگر آج وہ ہوش میں آجائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ یہ آمدنی اپنے صحیح مصرف پر خرچ نہ ہو۔

آج چاروں طرف مسلمانوں کی ناداری کا رونا رویا جا رہا ہے۔ تمام انسٹی ٹیوشنیں سرمایہ کی کمی کی شکایت کر رہی ہیں۔ مسلمان اگر ذرا ہمت کرکے ان اوقاف کو ان غاصبوں کے قبضہ سے نکال لیں تو ان کی ان تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے ذی فہم افراد اپنی مفلسی کا رونا رونے کی بجائے اس امر پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد کوئی عملی قدم اٹھائیں۔ سکھوں کی مٹھی بھر قوم کی مثال ہمارے لئے کافی سبق ہے۔

کہ ہمارے [illegible] قرشی کچھ دنوں۔

روزے کے احکام اور اس کی فلاسفی

رمضان مجاہدات کا مہینہ ہے!

جماعت کو ضروری نصائح

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ رفروری ۲۹ء

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علے الذین من قبلکم ...... ان کنتم تعلمون -

روزے کے احکام

روزے کے احکام بہت مختصر ہیں اور اس مناسبت سے کہ اگلے جمعہ سے پیشتر رمضان کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے - میں ان احکام کو بیان کرتا ہوں۔ اسلام میں روزہ کی حدود قرآن مجید کے اندر مذکور ہیں - یعنی پو پھٹنے سے لیکر غروب آفتاب تک اُن تمام خواہشات سے جو انسان کے کھانے پینے یا رغبت الی الزوج سے تعلق رکھتی ہیں - اجتناب کیا جائے - بیمار اور مسافر کے لئے فرمایا فعدۃ من ایام اخر - وہ بعد میں یعنی رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں اتنے ہی گن کر روزے رکھ لیں - اس کے بعد فرمایا وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین - یعنی جو ایسے بیمار یا مسافر ہوں کہ وہ بعد میں بھی رکھ نہیں سکتے تو وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیدیا کریں الذین یطیقونہ میں ایسے لوگ شامل ہیں جو دائم المرض ہوں یا بہت بوڑھے ہو گئے ہوں - اس کے علاوہ دو قسم کی عورتیں بھی اس میں شامل ہیں - ایک حاملہ اور دوسرے دودھ پلانے والی - ان کو اس صورت میں روزہ رکھنے سے مستثنےٰ قرار دیا ہے کہ وہ ایک مسکین کا کھانا دے دیا کریں -

روزہ پہلی شریعتوں میں

یہ روزہ کے متعلق قرآن شریف کے مختصر احکام ہیں - جہاں روزہ کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ فرمایا ہے کما کتب علی الذین من قبلکم جس کا مطلب ہے کہ روزہ اسلام سے پہلے بھی تھا - اور یہ مسلمانوں پر ہی فرض نہیں کیا گیا - بلکہ اس سے پہلی قوموں پر بھی فرض تھا - تعجب ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا پیرو کہتے ہیں اور احکام شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں ان کے ہاں خود حضرت مسیح کا روزہ رکھنا ثابت ہے - پھر ان کی کتاب میں ہے کہ جب تو روزہ رکھے تو اپنا چہرہ اداس نہ بنا - جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ تو روزہ دار ہے - پھر تیسری بات یہ ہے کہ جب حضرت عیسےٰ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے شاگرد احکام روزہ کی پابندی نہیں کرتے - تو آپ نے فرمایا کہ جب ان میں سے ابن آدم رخصت ہو جائے گا تو پھر یہ روزہ رکھینگے مطلب یہ کہ جب یہ مشکلات میں مبتلا ہوں گے تو ان کے اندر برداشت کی طاقت پیدا ہو گی اور پھر روزہ رکھیں گے - لیکن عیسائی روزہ رکھیں یا نہ رکھیں - ان کے سائنسدان اب اس بات پر آ گئے ہیں کہ جسمانی صحت کے لئے روزہ نہایت مفید ہے - اور کئی مختلف رنگوں میں وہ روزہ کی فلاسفی بیان کرتے ہیں - ڈاکٹر بھی بعض مریضوں کو روزہ رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں - کہ اس سے معدہ کی بیماریوں کی اصلاح ہوتی ہے -

روزہ کی غرض

سوال یہ ہے کہ روزہ کی غرض کیا ہے - اور یہ مشقت یہ بوجھ جو ڈالا گیا ہے اس سے کیا مطلب ہے - فرمایا لعلکم تتقون تاکہ تم متقی بن جاؤ - متقی سے کیا مفہوم ہے؟ اگر اس کو ہم سیدھے سادے لفظوں میں بیان کریں تو لعلکم تتقون کے معنے ہوں گے تاکہ تم اچھے انسان بن جاؤ - بہتر انسان ہو جاؤ - روزہ کے ذریعہ سے انسان اچھا کیونکر بن سکتا ہے - روزہ ہے کسی چیز کو تکلیف یا مصیبت کے رنگ میں اپنی خوشی سے اختیار کرنا - ایک آدمی ایسا ہے جس کو کھانے کے لئے روٹی نہیں ملتی - لیکن ایک وہ لوگ ہیں جنکو کھانے پینے کے لئے ملتا ہے مگر ان کی زندگی میں بھی ایسے اوقات آ جاتے ہیں - کہ ان کو بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے مثلاً سفر میں ہیں یا لڑائی میں ہیں یا کام میں رکے ہوئے ہیں - غرض کئی ایسے موقع آ جاتے ہیں کہ جن میں ان کو بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے - اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہتر اور اچھے انسان بنانے کے لئے ہم تمکو روزوں کا حکم دیتے ہیں - اچھے اور بہتر بننے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں - ایک تو یہ کہ انسان اس دنیا کی زندگی میں اچھا

کہتے ہیں کہ بہتر انسان بن جاؤ گے تو اس سے یہی مراد ہے کہ اس زندگی میں بھی اور آئندہ زندگی میں بھی اچھے رہو گے - یاد رکھو کہ قرآن مجید محض اخروی زندگی کے لئے نازل نہیں ہوا - بلکہ اس کا بہت سا حصہ انسان کی اسی زندگی کے متعلق ہے - چنانچہ کہیں نکاح کا ذکر ہے - اور کہیں طلاق کا - کہیں لین دین اور قرض کے متعلق احکام ہیں اور کہیں جنگوں اور لڑائیوں کا ذکر ہے یہ تمام امور قرآن شریف اس دنیا کے متعلق فرماتا ہے - معلوم ہوا کہ لعلکم تتقون سے یہ منشاء ہے کہ انسان کی اس دنیا کی زندگی بھی بہتر ہو جائے - ادنےٰ حالت میں انسان خواہشات کا غلام ہوتا ہے - جس طرح کہ حیوان بیل گھوڑے خواہشات کے غلام ہوتے ہیں - لیکن انسان کو حیوان پر کچھ فوقیت حاصل ہے انسان اس لئے پیدا کیا گیا کہ اپنی تمام خواہشات پر حکومت کر کے اپنی زندگی بہتر بنائے - یہی وہ بات ہے جو روزہ کے ذریعہ سے پیدا کی جاتی ہے یعنی انسان خواہشات کا غلام نہ رہے بلکہ خواہشات پر حاکم ہو - پھر دنیا کے اندر تکلیفوں کا آنا لازمی ہے - یہ بھی کسی خاص طبقہ سے خصوصیت نہیں رکھتیں - محض غرباء کے لئے ہی تکلیفات نہیں ہیں - بلکہ امراء کے لئے بھی تکالیف و مصائب کا آنا ضروری ہے - اسلام نے انسان کو دنیا کی زندگی کے لئے تیار کرنے کی غرض سے یہ ضروری سمجھا کہ ان کو روزوں کی تعلیم دی جائے - اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کو تکلیفات کا عادی بنایا جائے - ان میں بھوک پیاس برداشت کرنے کی طاقت پیدا کی جائے -

اس تعلیم کا نتیجہ

اور اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر برداشت کی زیادہ طاقت ہے - اس میں دوسری قومیں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جنگوں کے اندر واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر قوت برداشت بہت زیادہ ہے - اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ ان کے اندر روزوں کے حکم نے برداشت کی زیادہ طاقت پیدا کر دی ہے - آج کل لوگ فیشن کے بہت دلدادہ ہیں - اور بعض ایسے ہی دلدادگان فیشن یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا تو چاہیئے لیکن اس میں کچھ ریفارمنٹ بھی ہونی چاہیئے - کسیقدر پھل وغیرہ کسی وقت کھا لینا چاہیئے - کچھ چائے پی لی - کچھ توسٹ اور مکھن پر ناشتہ صاف کر لیا تو اس سے کیا انسان بھوک پیاس کی برداشت کرنے کا عادی ہو جائیگا یا اور زیادہ خواہشات کی غلامی اختیار کرتا چلا جائے گا - خوب یاد رکھو انسان کو مشقت کا عادی کرنا - بھوک پیاس برداشت کرنے کا عادی کرنا اس کی اپنی بہتری کے لئے ہے - اس میں قوت برداشت پیدا کرنے کے لئے ہے یہ جاہلیت کی باتیں نہیں جیسے بعض نئے فیشن کے لوگ کہہ دیتے ہیں یہ حکمت اور علم کی باتیں ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ جو شخص تکلف سے نیکی اختیار کرتا ہے وہ اس کے لئے آخر کار بہتر ہوتی ہے - وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون - اور اگر روزے رکھو یہ بہتر ہے اگر تم اس کو جانو - تو اس سے کیا مطلب ہے - تکلف کے طور پر کسی کام کو اختیار کرنے سے کیا فائدے ہوتے ہیں - یہی کہ انسان کی زندگی میں جو مصائب اور مشقتیں آتی ہیں - وہ ان کی برداشت کا عادی بن جائے - یہ رمضان کا ایک مہینہ اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ تم اپنے آپ کو تکلیفات اٹھانے اور مصائب سہنے کا عادی بناؤ - پھر گیارہ مہینے تو ایسے ہیں کہ انسان ان کے اندر اپنی خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے - لیکن رمضان کے مہینہ سے یہ مقصود ہے کہ انسان خواہشات پر حکومت کرنا سیکھے - باوجود کھانا پاس ہونے کے نہیں کھاتا - اس لئے کہ اس کو خواہشات پر حکومت سکھانا ہے اس کو اپنی خواہشات کا غلام نہیں بلکہ حاکم بنانا ہے -

روزہ کا اثر اخلاق پر

روحانی رنگ میں بھی اس کا فائدہ ظاہر ہے کہ جب انسان ایک حلال چیز کو ترک کر دیتا ہے اور باوجود اس امر کے کہ گرمی کے دن ہیں اور اس کو

کا ہر ایک عضو ورزش سے بنتا ہے - جس حصہ کی ورزش کی جائے گی وہ مضبوط ہو جائے گا - اگر بازو کی ورزش کی جائے گی بازو مضبوط ہو جائے گا - اگر ٹانگوں کی ورزش کی جائے گی ٹانگیں مضبوط ہو جائیں گی - یہی حالت اخلاق کی ہے - اگر تم اخلاق کی ورزش کرتے رہو تو تمہارے اندر اخلاق کی پختگی پیدا ہو جائے گی - لعلکم تتقون میں یہ بھی آتا ہے کہ ہر ایک قسم کے بُرے کام سے بچ جاؤ - چنانچہ روزے کے احکام کو ختم کرنے کے ساتھ ہی فرمایا کہ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ - جب تمہارے اندر یہ طاقت پیدا ہو گئی کہ تم حلال چیزوں کو بھی خدا کی رضا کے لئے چھوڑ دیتے ہو تو حرام کو انسان کیوں کھائے گا - یہ نری دل خوش کن باتیں نہیں تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے روزوں کی اصل غرض کو سمجھا انہوں نے دشمنوں تک کا مال ناحق کھانا چھوڑ دیا - اپنے تو ایک طرف رہے - ملک عرب کے اندر کس طرح لوگ خواہشات کے غلام بنے ہوئے تھے - دوسروں کا مال لے لینا اور دوسروں کے حقوق کو غصب کر لینا اور پھر سالہا سال تک ان کے اندر جنگوں کا سلسلہ جاری رہنا - یہ تاریخی واقعات ہیں - مگر اسی عرب کے اندر ان چند ذریعوں سے نماز سے - روزہ سے حضرت محمد رسول اللہ نے وہ قوم پیدا کر دی جن کے دل میں دوسروں کے حقوق کا اس قدر احترام تھا کہ دشمنوں کے مال کو لینا بھی ناجائز سمجھتے تھے - ایک تاریخی واقعہ ہے کہ دشمنوں کے دباؤ کے نیچے مسلمانوں کو ایک موقعہ پر ایک علاقہ خالی کرنا پڑا - اور وہاں عیسائی بستے تھے جب مسلمانوں نے علاقہ خالی کیا - تو اس کے ساتھ ہی جزیہ کی رقم واپس کر دی - اور کہا کہ چونکہ ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے - اس لئے تمہارا مال ہمارے لئے ناجائز ہے - ہم لوگ ان احکام کی فلاسفی کو نہیں سمجھتے - رمضان آیا تو اس کے ساتھ اپنے اخراجات بڑھا لیتے ہیں - سحری کے وقت اور پھر شام کو پرلطف کھانے کھانا اور خوب شکم پُری کرنا اور سارا دن بیٹھے رہنا روزہ کی غرض کو کھو دیتا ہے -

رمضان شریف مجاہدات کا مہینہ

میں نے یہ چند باتیں اس لئے بیان کی ہیں کہ روزہ کے دن کوشش اور مجاہدہ کے دن ہیں - کوئی خوبی کی بات پیدا ہو جائے - گو ایک وقت ایسا نظر آئے کہ وہ خوبی دب گئی ہے - لیکن آخر سر نکالے گی - جو خوبی آج پیدا کرو گے - وہ کل کو فائدہ دینے والی ہے - مت سمجھو کہ روزہ سے یہ مراد ہے کہ انسان سحری کے وقت کھا لے اور سارا دن منہ بند کر کے شام کو کھا لے - بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ انسان بہتر بن سکے - اس کو ہر معاملہ میں خدا نظر آئے -

خطبہ ثانی

جماعت کو مزید نصائح

خطبۂ ثانی میں آپ نے جماعت کو رمضان شریف کے اندر تہجد کی نماز اور نیکی کے کام کرنے کی مزید نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ یہ مجاہدات کا مہینہ ہے سخاوت اور دوسرے نیکی کے کام کرنے میں زیادہ مستعدی دکھانی چاہیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ کان اجود ما یکون فی رمضان یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ ہی سخاوت فرمایا کرتے تھے لیکن رمضان کے دنوں میں سب دنوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے - ہمارے دوستوں کو بھی اسوۂ رسول اللہ کی اتباع کرنی چاہیئے - اسی طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت بھی زیادہ کرتے تھے - اور نماز تہجد پر زیادہ زور دیتے تھے رات کے پہلے حصہ میں تراویح اسی تہجد کے قائم مقام اختیار کی گئی ہیں -

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان دین بخیریت ہیں -

— اندوہناک وفات - ہم دلی رنج و اندوہ کے ساتھ یہ خبر لکھتے ہیں کہ ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر حسن علی سمندری کا صاحبزادہ شریف احمد سوا تین ماہ کی متواتر علالت کے بعد گزشتہ جمعرات مورخہ ۷ رفروری ۲۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گیا - انا للہ و انا الیہ راجعون - ڈاکٹر صاحب مکرم کے اس غم میں ہم شریک ہیں - لیکن مشیت ایزدی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کیا چارہ ہے - ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کو اور آپ کے خاندان کے جملہ افراد کو صبر جمیل کی توفیق بخشے - ہم تمام بھائیوں کی خدمت میں جنازہ غائب پڑھنے کی درخواست کرتے ہیں - سمندری کے مسلمان بھائیوں نے جناب ڈاکٹر صاحب سے اس صدمہ میں انتہائی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے - اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے -

— احمدی خواتین لاہور کا ایک ضروری اور کامیاب جلسہ ۸ رفروری ... تنظیم کے متعلق طے ہے

مرکابل میں پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے انہیں خدا کی حفاظت میں دے رکھا ہے۔ اور ان کا جو انجام ہو اس کو خوشی سے برداشت کرنے کو تیار ہوں +

—— کوئٹہ یکم مارچ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ چند غلزئی شاہ امان اللہ کی خدمت میں پیش ہونے کے لئے قندھار گئے ہیں

—— کوئٹہ ۲ر مارچ۔ قندھار کا برطانوی قونصل اور اس کا تمام عملہ آج چمن پہنچ گیا ہے +

—— پشاور ۳ر مارچ۔ ایک افواہ ہے کہ ملائے شور بازار بھی تخت کابل کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔ قبائل کی ایک زبردست جماعت اس نے فراہم کر لی ہے۔ یہ بھی افواہ ہے۔ کہ وہ پشاور آنے والے ہیں +

—— کلکتہ ۴ر مارچ۔ آج رات کو ½ ۱۱ بجے گاندھی جی اور کرن شنکر رائے سکرٹری بنگال پراونشل کانگریس کمیٹی زیر دفعات ۱۴۷ و ۳۵۳ گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتاری بلوہ اور سرکاری ملازم کو اسکے فرائض کی ادائیگی سے روکنے کے الزامات میں کی گئی ہے۔ گاندھی جی پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ان افعال کے ارتکاب کی ترغیب دی۔ اور سکرٹری نے ان افعال کا ارتکاب کیا۔

—— گاندھی جی نے پھر یہ تحریک شروع کر دی ہے۔ کہ غیر ملکی کپڑوں کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ کلکتہ اور بعض دیگر مقامات پر کپڑے جلائے بھی گئے۔

—— کلکتہ ۵ر مارچ۔ کل کی خبر تھی۔ کہ گاندھی جی نے ضمانت پر رہا ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر اس کے بعد چند اصحاب کے مشورہ کرنے کے بعد ضمانت نامہ پر دستخط کرائے۔ اور پچاس روپے کے مچلکہ پر رہا کرائے گئے ہیں۔ آپ کے مقدمہ کی کارروائی ۲۶ر مارچ کو شروع ہوگی۔ کل آپ ڈاک کے جہاز پر رنگون روانہ ہو جائیں گے۔ اور ۲۵ر مارچ کو واپس آئیں گے +

—— شورش افغانستان کے آغاز میں شاہ امان اللہ نے کچھ چاندی علاقہ گردیز کے راستہ طلب کی تھی۔ لیکن بغاوت کی وجہ سے اس وقت یہ چاندی کابل کو روانہ نہ ہو سکی۔ اور خان صاحب عبدالبصیر خاں وکیل التجارت مقیم پارہ چنار کے پاس بطور امانت پڑی رہی۔ یکم مارچ کو شاہ امان اللہ کی ہدایت کے مطابق یہ چاندی جو ۱۶ من اور ۳۰ سیر ہے۔ وکیل صاحب موصوف نے قونصل جنرل دہلی کے پاس روانہ کر دی ہے۔

—— دہلی ۵ر مارچ۔ ایڈیٹر اخبار ریاست کو قانون تحفظ عزت والیان ریاست کے مطابق گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس اخبار میں نواب صاحب بھوپال کے خلاف مضامین شائع ہوئے تھے

میاں صاحب کا جذبہ سگنوازی

معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے ولایت سے چار کتے منگوائے ہیں جو قادیان پہنچ چکے ہیں ان کتوں کی مجموعی قیمت اٹھائیس سو روپیہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سالانہ جلسہ جماعت راولپنڈی

ہماری جماعت راولپنڈی آئندہ ایسٹر کے ایام میں یعنی ۲۹-۳۰-۳۱- مارچ ۱۹۲۹ء کو بڑے پیمانہ پر جلسہ کرنا چاہتی ہے جس میں حضرت امیر اور دیگر بزرگان جماعت بھی شامل ہونگے اردگرد کے اضلاع کے احباب ضرور اس میں شامل ہو کر دینی برکات سے حصہ لیں۔ ضروری بستر ہمراہ ہونے چاہئیں۔ تاکہ تکلیف نہ ہو اپنی آمد کی اطلاع بابو غلام ربانی صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کو قبل از وقت دینی لازمی ہے۔ تاکہ رہائش وغیرہ کا انتظام وقت پر ہو سکے۔

(آنریری سکرٹری)

خبریں

—— لاہور ۴ اپریل۔ اطلاع ملی ہے کہ ڈاکٹر محمد عالم صاحب بیرسٹر آج سہ پہر کو بذریعہ موٹر اپنی بیگم صاحبہ، دختر، صاحبزادہ اور اس کے اتالیق کے ہمراہ جھنگ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں لاہور سے [illegible] میل کے فاصلہ پر موٹر اُلٹ گئی۔ اتالیق زخموں کی وجہ سے فوراً انتقال کر گیا۔ بیگم صاحبہ، دختر اور صاحبزادہ کے سخت چوٹیں آئیں۔ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ بیگم صاحبہ کی حالت زیادہ خراب بیان کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب خیریت سے ہیں۔ ان کو کوئی چوٹ نہیں آئی۔

—— میسور ۷ اپریل۔ آج حضور نظام صبح ۸ بجے میسور پہنچ گئے ہیں۔ مہاراجہ صاحب اور پبلک نے نہایت شاندار خیر مقدم کیا۔

—— نئی دہلی ۴ اپریل۔ اسمبلی میں ہوم ممبر نے اعلان کیا ہے کہ صدر اسمبلی نے پبلک سیفٹی بل کے متعلق گورنمنٹ کو جو مشورہ دیا ہے کہ وہ یا تو پبلک سیفٹی بل پر بحث نہ کرے یا مقدمہ سازش میرٹھ واپس لے۔ گورنمنٹ ہند اس کو منظور نہیں کر سکتی۔ جمعہ کے روز اس سوال پر اسمبلی میں بحث ہو گی۔

—— دہلی ۳ اپریل۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ [illegible] علی احمد خاں کل چمن سے افغان سرحد میں داخل ہو گئے ہیں اور شاہ امان اللہ سے جا ملنے کے لئے قندھار روانہ ہو گئے ہیں۔

—— خبر ہے کہ مسز سروجنی نائیڈو ماہ مئی کے اختتام تک ہندوستان میں واپس آ جائیں گی۔

—— اخبار "پرتاپ" رقمطراز ہے کہ ہردوار میں ایک معزز ہندو نے اپنی نوجوان بہن ایک پنڈت کو بطور خیرات دیدی۔

مسٹر جناح عنقریب مسلمانوں کو مستحکم کرنے کے لئے ہندوستان بھر کا دورہ کریں گے۔

—— پشاور ۴ اپریل۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ ۲۰ اپریل تک غزنی پہنچ جائیں گے۔

لاہور ۴ اپریل۔ دیوسماج کے بانی پنڈت ستیانند اگنی ہوتری کا ۳ اپریل کو ۱۱ بجے قبل دوپہر ۷۹ برس کی عمر میں ان کے اپنے مکان "دیوالیہ" نزد دفتر کمشنر لاہور میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے ۱۲ گھنٹے بعد تک کسی کو خبر نہ ہوئی۔ دیوسماج کے مختلف مراکز سے دیوسماجی اپنے گرو کے آخری دیدار کے لئے آ رہے ہیں۔ لاش کو برف میں رکھا گیا ہے تاکہ وہ سب عقیدتمندوں کے لاہور پہنچنے تک اچھی حالت میں رہ سکے۔

پیغام صلح: - دیوسماج ہندوؤں کا وہ فرقہ ہے جو خدا کی ہستی کا منکر ہے۔

—— ماسکو ۱۹ مارچ۔ جاپان کے بحری سفیر مقیم ماسکو نے جاپانی طریقہ کے مطابق پیٹ میں چھری گھونپ کر خودکشی کر لی۔ معلوم ہوا ہے کہ اُس کی چند باتیں سوویٹ پریس میں شائع ہوئی تھیں۔ اور انہیں سے رنجیدہ ہو کر اُس نے خودکشی کر لی۔ روسی وزیر خارجہ نے جاپان کے افسر انچارج معاملات خارجہ سے اظہار افسوس کیا۔

—— اہل قندھار نے جن میں ہندو مسلمان سکھ سب شامل ہیں شاہ امان اللہ خاں کی خدمت میں ۲۴۴۸۴ افغانی روپیہ و گھوڑے ۲۰ اونٹ ایک موٹر اور ۴۴ بندوقیں بطور امداد پیش کیں۔

—— بمبئی ۲ اپریل۔ انڈیا ڈیلی میل رقمطراز ہے کہ دہلی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جو رپورٹ مرکزی سائمن کمیٹی کے پیش کی ہے وہ اسی اصول پر تیار کی گئی ہے جس کا خاکہ سر چمن لال سیتلواڈ نے لبرل فیڈریشن کے اجلاس الہ آباد میں اپنے خطبہ صدارت میں پیش کیا تھا۔ سر تیج بہادر سپرو اس رپورٹ کا مسودہ تیار کر رہے ہیں۔ اور پنڈت موتی لعل نہرو اس بات پر رضامند ہیں کہ مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے ساتھ بحث و تمحیص کرنے کے لئے ہندوستانی وفد کے رکن بن کر جائیں۔

—— بیت المقدس ۳ اپریل۔ خبر آئی ہے کہ وہابیوں نے آنریبل یردن کے علاقہ جبیل کے بدوؤں پر چھاپہ مار کر ۵۰۰ اعراب بادیہ کو قتل کر ڈالا۔ یہ اطلاع بھی آئی ہے کہ وہابیوں نے سلطنت آزادی یردن کی سرحد پر جنگ و جدل کے لئے فوج جمع کر دی ہے۔ اگر وہابیوں نے حملہ کر دیا تو پھر برطانیہ کی فوج کو بھی اس لڑائی میں دخل دینا پڑے گا۔

—— ماسٹر تارا سنگھ جنرل سیکرٹری شرومنی اکالی دل امرتسر نے اعلان شائع کیا ہے کہ جنرل سکھ لیگ کے فیصلہ کے مطابق بروز یکشنبہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۹ء کو نہرو رپورٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے تمام بڑے بڑے شہروں میں جلوس نکالے جائیں اور دیوان منعقد کرنے کی جو تجویز ہوئی ہے اس پر عمل کیا جائے۔ اکالی جتھوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ قریبی شہروں کے دیوانوں اور جلسوں میں شریک ہوں۔

—— اخبار انگلشمین لکھتا ہے کہ فی زمانہ یہ عین ممکن ہوگا کہ ملک معظم کے ایک بیٹے کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا جائے۔ یہ بارہا اشارہ کیا گیا ہے کہ ڈیوک آف یارک کے ہندوستان میں لارڈ ارون کا جانشین بننے کا امکان ہے۔ اور اگرچہ سرکاری حلقے اس امر کی تصدیق نہیں کرتے لیکن افواہ بڑے زور سے گرم ہے۔

—— تازہ خبر ہے کہ سر مالکم ہیلی گورنر یوپی ولایت سے واپس آ رہے ہیں۔ ۱۹ اپریل کو بمبئی پہنچ جائیں گے۔

—— پیرس کی ایک کمپنی نے طلاق کے خطرہ کے بیمے شروع کر کے ایک نئی بدعت شروع کر دی ہے۔ شوہر اور بیوی اپنی محبت کا بیمہ کر سکتے ہیں۔ اگر طلاق واقع ہو جائے تو جج کے فیصلہ کے مطابق موعودہ رقم ادا کر دی جاتی ہے۔

—— پبلک سیفٹی بل کے معاملہ پر گورنمنٹ اور مسٹر پٹیل صدر اسمبلی کا اختلاف ہو گیا ہے۔ مسٹر پٹیل کہتے ہیں کہ اس وقت تک اس بل کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی جب تک سازش میرٹھ کے مقدمات کا فیصلہ نہیں ہو جاتا یا انہیں واپس نہیں لیا جاتا۔ گورنمنٹ نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر مختلف خیال آرائیاں ہو رہی ہیں۔

—— ماسکو کا پیغام مظہر ہے کہ ایرانی سفیر نے ماسکو کے میثاق امن پر دستخط کر دیئے ہیں۔ جو کیلوگ کے میثاق امن کا پورا پورا جواب ہے۔

—— وائنا ۳ اپریل۔ کابینہ وزارت مستعفی ہو گیا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ شاید یہاں بھی کوئی مختار مطلق زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیگا۔

—— شاہ امان اللہ خاں نے ہمندوں کو حکم دیا ہے کہ سب متحد ہو کر آزادی ملک کی حفاظت کرو۔

—— حضرت شور بازار کے ایک سلیمان خیل مرید کی اطلاع مظہر ہے کہ فضل عمر صاحب جو حضرت شور بازار کے بڑے بھائی ہیں اور اب تک ہندوستان میں مقیم تھے جنوبی افغانستان کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ان کا یہ جانا افغانستان کے مفاد کی مخالفت میں ہے (انقلاب)

—— پاراچنار ۳ اپریل۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کے لشکر نے جو ۵ مارچ کو قندھار سے روانہ ہوا تھا بچہ سقہ کی افواج کو تین معرکوں میں متواتر شکستیں دیں اور تین ہزار رائفلیں گیارہ توپیں اور بہت سا سامان جنگ فاتحین کے ہاتھ آیا۔ ان زبردست فتوحات سے تمام ملک میں شاہ امان اللہ خاں کی دھاک بیٹھ گئی ہے۔

—— یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے غزنی کے قریب ایک دو فوجی افسروں کو رشوت دیکر اپنا طرفدار بنا لیا ہے لیکن وردک اور دیگر غیور قبائل نے غداروں کا قلع قمع کر دیا۔ غزنی اور قلعہ درانی کے درمیان بچہ سقہ نے غداروں کی امانت سے جو سلسلہ آمد و رفت قائم کر رکھا تھا۔ قبائل نے اسے بھی مسدود کر دیا ہے اب بچہ سقہ کی سرگرمیوں کا دائرہ صرف کابل سے دس میل تک رہ گیا ہے۔

—— دہلی ۴ اپریل۔ اب آپ گورنمنٹ نے اپنے رویہ کا متعلق فیصلہ کر لیا ہے اور یہ امر قریب قریب طے شدہ ہے کہ اگر مسٹر پٹیل اپنے رولنگ قائم رہے اور انہوں نے پبلک سیفٹی بل پر بحث کرنے کی اجازت نہ دی تو گورنمنٹ

تجارت رسولِ خدا کی سنّت ہے

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ سنّت رسول کی پیروی میں تجارت کی دُنیوی اور روحانی برکتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ اپنی دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے خود تجارت کرنے کے لئے وقت نہ نکال سکتا ہو تو کم از کم اپنی آمدنی ہی کا کچھ حصہ کسی ایسی مشترکہ تجارت میں لگاتا رہے جس سے اس کو اور اُس کی قوم کو نفع پہنچنے کی امید ہو۔

مشترکہ تجارت کی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ محفوظ صورت لمیٹڈ کمپنی کی صورت ہے۔ لمیٹڈ کمپنی کے کاروبار پر حکومت کے قانون کی نگرانی رہتی ہے۔ اور شرکاء پر مشترکہ کاروبار کے نقصان کی غیر محدود ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ دنیا کی تمام متحدہ قومیں لمیٹڈ کمپنیوں کے ذریعہ سے عظیم الشان مالی تمدنی اور اقتصادی فواید حاصل کر رہی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ۹۵ فیصدی ابھی یہ بھی نہیں جانتے کہ لمیٹڈ کمپنی کہتے کسے ہیں۔

اس لئے میں مسلمانوں سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ لمیٹڈ کمپنیوں کے کاروبار اور معاملات سے واقفیت اور دلچسپی پیدا کریں اور جو تھوڑی یا بہت رقم وہ اپنی ضروریات سے پس انداز کر سکتے ہوں اُسے ماہوار معتبر لمیٹڈ کمپنیوں میں لگاتے رہیں۔

دہلی میں ایک نئی لمیٹڈ کمپنی اشاعت و طباعت کتب وغیرہ کی تجارت کرنے کے لئے "دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ" کے نام سے قائم ہوئی ہے۔

آپ اس کمپنی کے کاغذات و قواعد فوراً منگالیں اور انہیں خوب غور سے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کمپنی کی تجارت میں حسب مقدرت سرمایہ لگا کر شریک ہو جائیں۔ کمپنی کے کاغذات اس پتہ سے طلب کریں۔

مینیجنگ ڈائرکٹر۔ دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی

اسمبلی میں حادثہ بم

۸ اپریل کو اسمبلی کے بھرے اجلاس میں دوبم گیلری سے کسی شخص نے پھینکے جس سے اسمبلی کے تمام ارکان بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سر دلال اور بعض دیگر ممبروں کو زخم آئے۔ بموں کے ہمراہ ایک سرخ پمفلٹ بھی پھینکا گیا۔ جو "ہندوستان کی سوشلسٹ جمہوری فوج نام نوٹس" تھا۔ اس پر بلراج آنریری کمانڈر انچیف کے دستخط تھے۔ پولیس نے فوراً سارے ہال کو مقفل کر کے دو آدمیوں کو گرفتار کیا جن کے نام مسٹر بٹوکیشور دت اور مسٹر بھگت رام ہیں۔ اول الذکر بنگالی ہے۔ اور کانپور میں قیام رکھتا تھا۔ دوسرا پنجابی سکھ ہے مگر اس نے ہیٹ پہنی ہوئی تھی۔ ملزمین نے بم پھینکنے کے بعد پستول سے فائر بھی کئے۔ انہوں نے اقبال جرم کر لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ملزمین نے جس پستول سے فائر کئے وہ قتل سانڈرس کے پستول سے ملتا جلتا ہے۔ قتل سانڈرس کے ملزم کو طویل اقامت

خاتم النبیین کے معنے

کیا میاں محمود احمد صاحب اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک ایک ہی ہیں؟

(۲)

اس موضوع پر حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مضمون یکم ستمبر ۱۹۳۷ء کے "پیغام صلح" میں شائع ہوا تھا۔ اس کی دوسری قسط جو اسی وقت حضرت موصوف نے لکھی تھی بعض وجوہ سے شائع نہ ہو سکی۔ چونکہ اس مضمون میں میاں صاحب کے بعض ان مغالطوں کو آشکارا کیا گیا ہے جو ختم نبوت کے متعلق ۳ر اگست ۱۹۳۷ء کے "الفضل" میں انہوں نے لکھے تھے۔ اس لئے اس کی اشاعت قارئین کرام کے فائدے کا موجب ہو سکتی ہے۔ (مدیر)

میاں صاحب کا عقیدہ اور ایمان

میاں صاحب نے اس بات پر بڑی شدید قسمیں کھائی ہیں کہ جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا ہے ان کا عقیدہ یہی ہے: جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ میاں صاحب کا ایمان قرآن شریف پر نہیں رہا۔ یوں تو ایمان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن ہم تو ظاہر پر حکم لگانے کے لئے مامور ہیں۔ میاں صاحب کی طرح چالیس کروڑ مسلمانوں کا ایمان قرآن پر ہے جنھیں نہایت دلیری سے کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔

بیعت میں "خاتم النبیین" کا اقرار

اور پھر اپنی صفائی کے لئے نہایت موٹے الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ "میں بیعت کے وقت ہر مبایع سے یہ اقرار لیتا ہوں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرے گا" میں دریافت کرتا ہوں کہ بیعت تو میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے نام پر ہی لیتے ہوں گے۔ جیسے خود حضرت صاحب کا حکم الوصیت میں ہے۔ لیکن کیا یہ الفاظ حضرت مسیح موعود کے الفاظ بیعت میں بھی تھے؟ کیا یہ الفاظ ان مفصل دس شرائط بیعت میں ہیں جن میں پہلے حضرت صاحب بیعت لیا کرتے تھے؟ کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم چھ سال تک جو بیعت لیتے رہے اس میں یہ لفظ تھے؟ کیا کبھی کسی مرید نے غور کیا کہ جو الفاظ نہ حضرت مسیح موعود کی دس شرائط میں ہیں نہ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے کبھی ان الفاظ میں بیعت لی۔ میاں صاحب کو کیا ضرورت پیش آئی کہ ان الفاظ کو بڑھایا؟

نئے مریدین کو مغالطہ

اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے۔ میاں صاحب آنحضرت صلعم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ نئے شامل ہونے والوں میں سے اجرائے نبوت کو ویسے منوانا مشکل تھا۔ اس لئے پہلے ان سے بیعت لی گئی کہ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانوں گا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ تلقین کی گئی کہ خاتم النبیین سے مراد وہ نبی ہے جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ نبوت تو اب بھی اسی طرح ہے۔ جس طرح پہلے تھی۔ مگر پہلے اللہ تعالیٰ براہ راست نبی بنایا کرتا تھا۔ اب نبی بنانے کی مہر آنحضرت صلعم کے سپرد کر دی گئی ہے۔

کیا میاں صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالجات مانتے ہیں

میاں صاحب نے اس بات پر بہت زور صرف کیا ہے کہ میں بھی دوسرے مسلمانوں کو ختم نبوت کا منکر مانتا ہوں اور اس کی تائید میں میری کتاب النبوت فی الاسلام کے ضمیمہ سے جہاں حضرت مسیح موعود کی تحریرات نقل کی گئی ہیں چند حوالے دیئے ہیں۔ اور نہایت عجیب بات ہے کہ یہ سب حوالجات ان کتابوں سے ہیں۔ جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں جن کے متعلق میاں صاحب اپنی کتاب حقیقت النبوت میں لکھ چکے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالجات دربارہ انکار نبوت منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط۔ میاں صاحب کو ان حوالجات کے پیش کرنے کا حق نہ تھا۔ اور تعجب پر تعجب یہ کہ ان حوالجات کو میاں صاحب خود مان لیں تو ان کے اس عقیدہ کا کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہزاروں نبی آئیں گے۔ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ کاش میاں صاحب میرے لئے ان کو نقل کرنے کے بجائے کبھی اپنے لئے بھی نقل کرتے یا اپنے مریدوں کے لئے نقل کرتے۔

میاں صاحب کے نقل کردہ حوالجات

ان کے نقل کردہ حوالجات سے میں ذیل کے فقرات لیتا ہوں۔

(۱) "کیونکہ نبوت ختم کر دی گئی ہے۔ اور ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں"

(۲) خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلعم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر۔

(۳) آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔ اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع ہو سکتا ہے۔

(۴) اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلعم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلعم کی شان کا استخفاف ہے۔ اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔

(۵) جبکہ شان نبوت اس کے ساتھ ہوگی اور خدا کے علم میں وہ نبی ہوگا تو بلا شبہ اس کا دنیا میں آنا ختم نبوت کے منافی ہوگا

(۶) قرآن شریف جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم کر چکا ہے۔

(۷) اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ قرآن میں نہ حدیث میں یہ فرق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی یہی نفی عام ہے۔

کیا میاں صاحب کا عقیدہ مندرجہ بالا حوالجات کے مطابق ہے؟

مگر بایں میاں صاحب کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ان حوالجات سے ان کے عقیدہ پر جس کی رو سے آنحضرت صلعم کی مہر سے بالکل ویسے ہی نبی بنا کریں گے جیسے پہلے اللہ تعالیٰ بنایا کرتا تھا۔ کوئی زد نہیں پڑتی۔ یا للعجب یہ کیا نکات ہیں؟ الفاظ کیا ہیں؟ ان کے معانی کیا ہیں؟ لغت اور دماغ اس موقع پر سب بیکار ہو جاتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود یہ فرمائیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں نبوت کا ختم کرنے والا۔ اور میاں صاحب یہ کہیں کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں کہ نبوت کو اپنی مہر سے جاری کرنے والا۔ تو اس سے میاں صاحب کے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت مسیح موعود فرمائیں کہ خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی سے ہے اور میاں صاحب لا نبی بعدی کی تمام احادیث کو رد کر کے صرف ایک بے سند قول سے جو حضرت عائشہ کی طرف منسوب ہے (لا تقولوا لا نبی بعدہ۔ یعنی لا نبی بعدہ نہ کہا کرو) استناد پکڑیں۔ تو بھی ان کا اور حضرت مسیح موعود کا عقیدہ ایک ہے۔ اور حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب اسی مضمون میں میاں صاحب کے یہ الفاظ بھی دیکھے جاتے ہیں "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہی مذہب ہے جو میرا ہے وہ فرماتی ہیں قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ یہ تو کہو کہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں"۔ یہ عجیب گورکھ دھندا ہے۔

ختم نبوت کے متعلق دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ

حضرت مسیح موعود نے بے شک لکھا ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسےٰ تشریف لائیں گے ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ مسلمان جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں۔ وہ ختم نبوت کے تو قائل ہیں اسی لئے انہیں کہا جاتا ہے کہ جب تم ختم نبوت کو مانتے ہو اور یہ ایک اصول محکم ہے جس پر تم قائم ہو تو پھر یہ تم کس طرح مان سکتے ہو کہ حضرت عیسےٰ آنحضرت صلعم کے بعد آئیں گے۔ یہ دونوں عقیدے ایک دوسرے کے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب کے الفاظ کیسے صاف ہیں "ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر ۴۵ برس تک جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدے کے موافق ختم نبوت کے بعد ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسےٰ ہیں"۔ کاش میاں صاحب اور ان کے مرید کبھی حضرت صاحب کے ان الفاظ پر خود بھی غور کرتے۔

میاں صاحب اور حضرت مسیح موعود

میاں صاحب صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور حضرت مسیح موعود جب ختم وحی نبوت کے قائل ہیں۔ اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے کو ایک خطرناک غلطی قرار دیتے ہیں۔ حضرت صاحب خاتم الانبیاء کے معنے کرتے ہیں وہ نبی جو سب نبیوں کے آخر پر آئے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عیسےٰ کو آنحضرت صلعم کے بعد لاتے ہیں ان کے اس عقیدہ کے رد سے خاتم الانبیاء حضرت عیسےٰ ہوئے نہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم۔ کیا میاں صاحب بھی خاتم النبیین کے یہی معنے کرتے ہیں؟ یا ان معنوں کو غلط قرار دے کر خاتم الانبیاء سے مراد ایسا نبی لیتے ہیں جس کی مہر سے آئندہ نبی بنا کریں گے؟

ختم نبوت کے متعلق میاں صاحب اور دوسرے مسلمانوں کے عقیدے میں فرق

میں پھر اصل بات کی وضاحت کرتا ہوں اور جناب میاں صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ صفائی سے اس سوال کا جواب دیں۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ خاتم النبیین کے جو معنے مسلمان کرتے ہیں وہ معنے میاں صاحب نہیں کرتے۔ مسلمان خاتم النبیین کے معنے کرتے ہیں آخری نبی وہ جسکے بعد کوئی نبی نہیں۔ میاں صاحب اس کے معنے کرتے ہیں وہ نبی جسکے بعد ہزاروں نبی آئیں گے۔ بلحاظ نبوت نبی ویسے ہی ہوں گے۔ جیسے آنحضرت صلعم یا آپ سے پہلے نبی تھے۔ البتہ پہلے نبیوں کو اللہ تعالیٰ براہ راست خود بنایا کرتا تھا۔ اب آنحضرت صلعم کی مہر سے بنا کریں گے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ معنے آج تک کسی مسلمان نے نہیں کئے نہ کسی حدیث میں یہ معنے مذکور ہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۲ر مئی ۱۹۸۰ء کو معہ عیال و اطفال بخیر و عافیت ڈلہوزی پہنچ گئے۔

— یہ امر موجب طمانیت ہے کہ لاہور کے احمدی نوجوانوں میں بیداری کی روح پیدا ہو رہی ہے۔ ینگ مینز اشاعت اسلام یونین کے نام سے بعض احمدی نوجوانوں نے ایک انجمن بنا رکھی ہے۔ جسکے ہفتہ وار لیکچر مسجد احمدیہ میں ہوتے ہیں۔ اس ہفتہ اس انجمن کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی دروازہ میں پبلک لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ۷ر مئی کو مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا یعقوب خاں صاحب نے تقاریر کیں۔ ۸ر مئی کو مولانا عصمت اللہ صاحب نے اسلام اور آریہ سماج پر اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اتحاد بین المسلمین پر لیکچر دیئے۔ ۹ر مئی کو مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا لیکچر ہونے والا ہے ڈاکٹر اقبال اس جلسے کے صدر ہوں گے۔ مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔

— ہمارے ایک عزیز دوست میر محمد صدیق صاحب سابق ملازم ملٹری اکونٹس ایک عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ ان کے تازہ خط سے یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہے کہ اب ان کی صحت قدرے اچھی ہے بیماری کی حالت میں انہیں ایک محکمانہ تکلیف بھی پیش آگئی تھی۔ جو خدا کا شکر ہے کہ رفع ہو گئی۔ اور پوری پنشن پر انہیں ریٹائر کر دیا گیا۔ فوجی قوانین کے ماتحت بیماری کی پنشن کا معاملہ حکام کے زیر غور ہے۔ اس کے لئے وہ احباب سے دعا کے ملتجی ہیں۔ اور بیماری سے کامل صحتیابی کے لئے بھی

درخواست دعا

میں نے اخبار پیغام صلح میں احباب کا شکریہ ادا کیا اور خیال کیا کہ اب برخوردار کو آرام آگیا ہے۔ مگر چند روز بعد پھر بخار ہوا اور ساتھ ہی رخسارہ پر ہڈی میں نقص پھر نمودار ہوا۔ چنانچہ کل پھر اپریشن کرایا گیا ہے۔ طبیعت بہت پریشان ہے۔ جملہ احباب مہربانی فرما کر اس کی کامل صحت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور درد دل سے دعا کریں مشکور ہوں گا۔

خاکسار

محمد نصیب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آریوں کی مایہ ناز کتاب جواہر جاوید
کا
قلم برداشتہ جواب

(۲)

(جناب مولانا عبدالحق صاحب کے قلم سے)

اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ

ایک اور بات جس کا موزوں تر تعلق تمہید ہی کے ساتھ ہے یہ ہے کہ اسلام ایک حقیقت ثابتہ اور ان اٹل قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جن پر باطل نہ علوم جدیدہ کی بل بوتہ پر غالب آسکتا ہے اور نہ کوئی گزشتہ فلسفہ ہی اس کو جھٹلا سکتا ہے۔ سچ ہی تو فرمایا لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اور یہ اسلام کی صداقت کی ایک نہایت ہی مضبوط دلیل ہے۔ جس پر کامل تیرہ صدیوں کے تاریخی تواتر نے تصدیق کی مہر ثبت کی ہے۔ آریہ سماج بمشکل انصف صدی کی پیداوار ہے۔ لیکن اپنے بانی کے "ہوش سنبھالنے" سے لیکر ان کی وفات کی گھڑیوں اور اس کے بعد آج تک جس قدر پہلو اس نے بدلے ہیں وہ دنیا کی تاریخ میں اضطراب عقائد اور مذہبی تلملاہٹ کی ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر دنیا کے دوسرے مذاہب کی تاریخ میں شاید ڈھونڈ سے بھی ملنا محال ہے۔ سوامی دیانند بانی آریہ سماج عمر بھر کسی عقیدہ پر قائم نہ رہے۔ حیرت و استعجاب کی بات ہوتی اگر آریہ سماج کسی اصول پر قائم رہتی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج،

عقائد و خیالات کی اس شکست و ریز کا تذکرہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے مضامین میں کیا ہے۔ مسئلہ قدامت روح و مادہ ہی کو دیکھ لو کہ آج سے قریباً ربع صدی پیشتر یہ مسئلہ ایک نہایت دقیق اور پیچیدہ مسئلہ تھا کہ جس نے قریباً کل مذہبی دنیا کو ایک مشکل میں پھنسا رکھا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آریہ سماج نے سائنس کے اس ہتھیار کو اپنا لیا۔ یا یوں سمجھو کہ جیو اور برہم کا ایکتا (خدا ہی روح یا روح ہی خدا ہے) اور ویدانت یعنی ہمہ اوست کے مسائل (کہ جو نے الحقیقت ویدک دھرم کے عقائد خصوصی تھے)، کی لاطائل الجھنوں سے گھبرا کر سائنس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ سناتن دھرمی پنڈتوں نے مقدور بھر ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ عقیدہ ویدک تعلیم کے خلاف ہے۔ مگر شراب مغرب کے متوالے کچھ ایسے نشے میں چور تھے کہ بس۔ یہاں تک کہ مغرب کی سائنس نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور مادہ کے ذرات کی دھجیاں اڑا دیں۔ جن کو سماجی بابو گلے کی رگیں پھلا پھلا کر .... non destructable اور Indivisible (ناقابل تقسیم) بتایا کرتے تھے، تحلیل کر کے الیکٹرون تک پہنچا دیا۔ جو محض انرجی یا طاقت کہلاتے ہیں۔ اور مادہ کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔ اور پھر الیکٹرون کو بھی تحلیل کر کے معنیٰ ذوق تک لے گئے۔ سر الیور لاج کی "ماڈرن ویوز آف میٹر" کا شائع ہونا تھا کہ مادہ فانی ثابت ہو گیا اور اس کے ذرات انرجی یا طاقت کے محض برق پارے رہ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی عقیدہ بھی تحلیل ہو کر بلبلا سا رہ گیا۔ ایک ہی مسئلہ نے اسلام کے دو دشمنوں کو شکست دے کر اسلام کی صداقت پر مہر لگا دی۔ علوم جدیدہ کے علمبردار انکشاف جدید سے ہلاک ہو گئے۔ اور پرانے فلسفہ والوں کا جو حشر ہوا وہ بھی سن لیجئے کہ خود آریوں کے اندر ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا کہ جو مادہ اور روح کی قدامت کا قائل نہیں رہا۔ اس موضوع پر پنڈت ستیہ دیو لکھنوی اور ان کے ہمخیال آریہ پنڈتوں نے نہ صرف دوسرے آریوں کے ساتھ مناظرے ہی کئے بلکہ اس پر کتابیں لکھ کر ثابت کر دیا کہ مادہ اور روح حادث اور فانی ہیں جن کا فریق مخالف نے کوئی جواب اب تک شائع نہیں کیا۔ اس کا اثر یہاں تک متعدی ہوا۔ کہ آریوں کے سب سے بڑے چوٹی کے پنڈت جو سوامی جی کے بعد ان کی ادھوری تفسیر کو پوری کرنے کے اہل سمجھے گئے ہیں۔ وہ قدامت روح و مادہ کے قائل نہیں رہے اور انہوں نے اپنے ایک آزاد خیال ہندو دوست سے یہ الوکھا وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر وہ اسلام کے خلاف کوئی زبردست کتاب لکھیں، تو وہ بھی مرنے سے پیشتر قدامت روح و مادہ کے خلاف رسالہ لکھ کر رکھ جائیں گے۔ جو ان کی موت کے .... ان کی وفات کے بعد شائع ہو گا۔ خدا کرے کہ وہ جلد اپنے اس وعدہ کو پورا کریں۔ یہ ہے پرانے فلسفہ کی پرانے فلسفہ سے شکست۔ اس کے بعد قرآن کریم کی اس آیت کو ایک دفعہ پھر دہرایئے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ باطل نہ علوم جدیدہ کی وجہ سے اس پر غالب آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی گزشتہ فلسفہ ہی اس کو جھٹلا سکتا ہے۔ بلکہ علوم جدیدہ جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوں گے، انکشافات جدیدہ سے شکست یاب ہوں گے۔ اور پرانا فلسفہ اپنے تضاد اور اختلاف کی وجہ سے خود ہی ہلاک ہو گا۔ اور اسلام کے اصول اٹل اور ناقابل تردید ثابت ہوں گے۔ مگر کن کے لئے؟ جن کے سینہ میں دماغ اور دماغ میں تفکر اور تدبر، دل میں خدا کا خوف اور مذہب کی صداقت پر ایمان ہے۔

جواہر ناپید بجواب جواہر جاوید

اس سے پیشتر کہ پنڈت چموپتی جی روح اور مادہ کی قدامت پر بحث کریں انہوں نے از راہ کرم ہمیں روح اور مادہ کی ماہیت سمجھانے کی ٹھانی ہے۔

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ "آریہ فلسفہ کے مطابق روح مدرک جوہر کا نام ہے۔ اس کو سنسکرت میں ست اور چت کہتے ہیں۔ ست کے معنے ہیں جوہر اور چت کے معنے ہیں مدرک"۔

(۲) جملہ صفات۔ قویٰ اور اشکال وغیرہ عرض ہیں۔

(۳) ادراک اور غیر ادراک صفت اور قوت ہونے کی وجہ سے عرض ہیں۔ یہ بالذات موجود نہیں ہو سکتے۔ انہیں جوہر چاہیے۔

(۴) ہمارے فلسفہ میں ادراک کا جوہر روح ہے۔ اور عدم ادراک کا مادہ (جواہر جاوید صفحہ ۲۶-۲۵)

(۵) روح متغیر بالصفات ہے۔ متغیر بالذات نہیں صفحہ ۸۲-۸۳)

(۶) روح کے عوارض یعنی عارضی صفتوں میں تغیر واقع ہوتا ہے۔ لیکن اس کی ذات میں جس کا خاصہ ادراک ہے تغیر واقع نہیں ہوتا روح کسی حالت میں ہو صاحب ادراک رہتی ہے۔ صفحہ ۸۲)

یہ وہ جواہر شستگا نہیں جو روح کی ماہیت سمجھانے کے لئے پنڈت جی نے ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ اب ان میں سے ہر ایک کو پرکھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے۔

وید کی رو سے پہلے جوہر کی پرکھ

ست اور چت کی دو سنسکرت اصطلاحیں جو آپ نے بیان کیں اول تو یہ روح کی صفات وید میں کہیں نہیں لکھیں۔ اور نہ وید کی رو سے ست کے یہ معنی ہیں کہ وہ جوہر ہے کہ جو ہمیشہ سے قائم بالذات اور ابدالآباد تک غیر متغیر ہے۔ بلکہ وید منتر اس کے خلاف یہ بتاتا ہے "نا ست آسیت نا سدیت تدانیم" اس وقت نہ ست تھا۔ اور نہ غیر ست تھا۔ "نا مرتیو آسیت نا مرتم نرہی" نہ موت تھی اور نہ اس وقت روح تھی۔ (رگوید منڈل ۱۰۔ سوکت ۱۲۹)

اب اگر ست سے مراد مادہ یا جوہر قائم بالذات ہے اور است سے مراد یہ مرکب عالم ہے اور امرت روح ہے۔ تو ان پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ جب یہ سب نہیں تھے۔ پس وید کی بنا پر ست اور امرت کے معنے یہ ہرگز نہیں کہ وہ قائم بالذات اور ابدالآباد کے لئے غیر فانی ہیں۔ یہ تو تھی وید کی بنا پر آپ کے فلسفہ کی تردید۔ باقی رہی سوامی دیانند جی کی اس منتر پر سنسکرت تفسیر کہ "پرمانو وا اپی ناسن" کہ ذرات مادہ بھی اس وقت نہیں تھے۔ یہ سونے پر سہاگہ ہے جس پر مزید بحث ہم کسی دوسری جگہ کریں گے۔

صفات تغیر پذیر اور موصوف غیر متغیر

(الف) جب جملہ صفات۔ قویٰ اور اشکال وغیرہ عرض ہیں اور کل صفات عوارض اور اشکال وغیرہ تغیر پذیر۔ تو ادراک باوجود صفت اور عرض ہونے کے کیوں تغیر پذیر نہیں۔ اگر یہ کہو کہ ادراک جوہر ہے تو ایک صفت آپ کے عقیدہ کے مطابق باقی تمام صفات اور عوارضات کا جوہر کیسے ہو گئی؟

ب۔ فلسفہ تو یہ کہتا ہے کہ قدیم کی کل صفات غیر متغیر ہوتی ہیں اگر آپ نہیں بلکہ جملہ صفات عرض ہیں۔ اور عوارض تغیر پذیر تو آپ کے ایشور پرماتما کی بھی خیر نہیں یہ ایک ایسا خیال ہے جس کے ذہن میں آتے ہی خدا کی صفات بھی معرض خطر میں پڑ جاتی ہیں پس یا تو قدیم کی کل صفات کو غیر متغیر تسلیم کرو اور روح کی صفات کو بھی تغیر پذیر نہ مانو کیونکہ وہ آپ کے عقیدہ کے مطابق خدا کی طرح قدیم اور واجب الوجود ہے اور پرماتما کی صفات کو بھی کہ جو روح کا ہم عمر ٹرا بھیا ہے، تغیر پذیر تسلیم کرو۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بین و کار آساں کن

صفات تغیر پذیر اور موصوف غیر متغیر اس فلسفہ پر ایم اے کی فلاسفی قربان ہو رہی ہے۔

غیر ادراک بھی صفت اور قوت ہے

(الف) آپ کے فلسفہ میں ادراک کا جوہر روح ہے۔ اور غیر ادراک کا مادہ۔ ادراک صفات ثبوتیہ میں سے ہے۔ اس لئے روح کا مدرک بالذات ہونا تو روح کی تعریف ہو سکتی ہے۔ لیکن غیر ادراک صفات سلبیہ میں سے ہے۔ جو مادہ کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ ہندو وہ ہے جو مسلمان نہیں یہ ہندو کی تعریف نہیں کہلائے گی۔ یہاں آپ کے آریہ فلسفہ نے کیسی ٹھوکر کھائی ہے۔ چاہیئے یہ تھا کہ وہ مادہ کی تعریف صفات ثبوتیہ سے کرتا۔ نہ کہ صفت سلبیہ سے۔ نیز آپ کے اپنے مسلک کی بنا پر ہونا چاہیئے تھا کہ آپ مادہ کا وہ خلاصہ تبلاتے جو اس میں موجود اور غیر متغیر ہوتا۔ آپ نے صرف یہ بتایا کہ اس میں ادراک نہیں۔ ادراک ایک صفت ہے۔ غیر ادراک اس کی نفی ہے۔ جو اس میں نہیں۔ لیکن خود اس جوہر میں کونسی صفت ہے جو غیر متغیر ہے۔ اس کو آپ نہیں بتلا سکے۔ اور نہ بتلا سکتے ہیں۔

ب۔ آپ فرماتے ہیں۔ ادراک اور غیر ادراک صفت اور قوت ہونے کی وجہ سے عرض ہیں۔ گورودت بھون اور آریہ فلسفہ کے کالجوں کا یہی فلسفہ ہو گا۔ ورنہ ہر عقلمند کے نزدیک غیر ادراک صفت اور قوت نہ ہونے کی وجہ سے مادہ کا عرض نہیں ہو سکتا اور اگر یہ سچ ہے تو غیر ادراک بھی تغیر پذیر ہو گا۔ پس مادہ بھی مدرک ہو سکتا ہے۔ اس کا ثبوت کیا ہے کہ یہ عرض غیر متغیر ہے۔

(ج) ایم اے ہونے کے باوجود آپ سائیکالوجی (علم النفس) سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ورنہ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ادراک بھی ترقی کرتا ہے۔ اور تغیر پذیر ہے۔ بچہ جو ابھی ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اس میں ادراک انسانی کی منزل ابھی بنیاد کے اندر ہوتی ہے، اس کی دماغی اور روحانی نشو و نما کے ساتھ ساتھ اس میں بھی ترقی ہوتی ہے اسی طرح پیدائش سے پہلے شدید صدمات دماغی و روحانی، گہری نیند کامل بیہوشی اور موت کے وقت ادراک کی نفی ہوتی ہے۔ پس یہ ایک حادث صفت ہے۔ جو پیدا ہوتی۔ ترقی کرتی اور تغیر پذیر ہو کر معدوم بھی ہو جاتی ہے۔ آپ نے ایک جگہ نیند اور پرلے کی حالت میں ادراک کی نفی سے انکار کیا ہے۔ جو مشاہدہ تجربہ اور ویدک تصریحات کے خلاف ہے چنانچہ سوامی دیانند جی ستیارتھ پرکاش سملاس ۷ دفعہ ۴۴ صفحہ اردو ۲۶۹ پر لکھتے ہیں "کیونکہ جس طرح جیو (ارواح) نیند اور پرلے میں علم سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پرمیشر نہیں ہوتا۔ اس کا علم جاودانی ہے" ایضاً سملاس ۱۲۔ دفعہ ۵۰ صفحہ اردو ۵۵۲ "جب سد کمال کو پہنچا ہوا جیو (روح) گہری نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ تب اس کو کچھ بھی ادراک نہیں رہتا"۔ نیائے درشن ۳ ۲۵/۴ میں بھی علم کو حادث اور فانی مانا گیا ہے۔ سچ ہے واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا اپنشدوں نے بھی پرلے (قیامت) کے زمانہ میں روح کو ادراک سے اور احساس سے خالی مانا ہے۔

د۔ ایولیوشن تھیوری (اصول ارتقا) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں جو مادہ میں سے ترقی کی منزلیں طے کر کے نہ آئی ہو۔ ادراک کی بنیاد اپنے اور پرائے کی تمیز یا دفع مضرت اور جلب منفعت پر ہے۔ یہ دونوں باتیں مادہ کے ذرات میں موجود ہیں۔ مادہ کا کوئی ایک ذرہ بھی دوسرے کے ساتھ نہیں مل سکتا جب تک کہ دونوں میں طبعی مناسبت نہ ہو۔ مادہ کا ہر ذرہ اپنے مخالف ذرات سے ایسا ہی پیچھے ہٹتا ہے۔ جیسے انسان اپنے مضرات سے اسی اصول پر کائنات میں معدنیات زمین میں درخت اور حیوانات کے اجسام بنتے ہیں

بطور اصول کے قرار دینا کہ بغیر مس بشر کے حمل کا کوئی امکان نہیں کیا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ یہ کسی غلطی خوردہ دماغ کی خطرناک ٹھوکر ہے۔ جو کہتا ہے کہ دنیا میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو بغیر مرد کے حاملہ ہوتی ہیں۔ یہ غلط ہے اور یقیناً غلط ہے۔

شریعت کی بنا سنت اللہ پر

پس خدا نے اپنی شریعت کی بنا اس اصل پر رکھ کر کہ بغیر مرد کے عورت کا حاملہ ہونا ممکن نہیں۔ بتا دیا کہ یہ سنت اللہ ہے اور سنت اللہ بدلا نہیں کرتی۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ لہذا مسیح بھی بغیر باپ کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ سنت اللہ نہیں ہے اور مسیح بن باپ کے پیدا ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے اپنی شریعت کی بنا ایک ایسے اصل پر رکھی جو سنت اللہ نہیں ہے۔ اور اس لئے بدلتی رہتی ہے۔ جیسا کہ مسیح کی ولادت میں بدل گئی اور یہ بالبداہت غلط ہے خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ ایسی اصولی غلطی کا مرتکب ہو۔

قادیانی نکتے

ایک قادیانی جو انصار اللہ کے درجہ سے تنزل ہو کر اب انصارِ خلافت کے زمرے میں شامل ہو گیا ہے بڑے ڈھیٹ پنے سے لکھتا ہے کہ:۔

"ہم حیران ہیں کہ اگر ہمارے پروپیگنڈا سے آنحضرت صلعم "زمانہ کے نبی" ثابت ہوتے ہیں تو کیا اعتقاداً ہم نے کبھی اس کا انکار کیا۔ اس پر ہم اس سے اس کا اعتقاد دو حرفوں میں پوچھتے ہیں۔ کہ آیا اس کے نزدیک وہ تمام مسلمان جو احمدی نہیں بلکہ یہاں تک کہ وہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد کے نام سے بھی ناواقف ہیں آنحضرت صلعم کو زمانے کا نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام کے اندر داخل ہیں۔ آئینہ صداقت میں اپنے پیر کا بیان کردہ عقیدہ دیکھ کر ہاں یا نہ میں جواب دے۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ آیا اعتقاداً تم لوگ آنحضرت صلعم کو زمانہ کا نبی مانتے ہو۔ یا محض منافقت سے ایسے الفاظ لکھتے ہو زمانے کا نبی وہ ہوتا ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔"

قادیانیوں کے نزدیک تو آنحضرت صلعم کا بحیثیت نبی ہونے کے اتنا ہی درجہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ حضرت داؤد۔ حضرت یونس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص محض لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے سے دائرہ اسلام کے اندر نہیں کہلا سکتا۔ یعنی سابقہ انبیاء پر مجمل ایمان اور زمانہ کے نبی پر اصل ایمان اسی طرح خواہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کتنا ہی بڑا درجہ مانا جائے آپ کی شریعت کو مکمل سمجھا جائے لیکن جب تک زمانہ کے نبی (حسب اعتقاد قادیانی) حضرت مرزا غلام احمدؑ کو نبی نہ مانا جائے تب تک کوئی شخص دائرہ اسلام کے اندر نہیں کہلا سکتا۔ کیا قادیانیوں میں جرأت ہے کہ اس باطل عقیدہ سے رجوع کریں۔ پادریوں کی طرح توحید فی التثلیث کا معمہ بنا کر لوگوں کو غلطی میں ڈالنا قادیانیوں کا عام شیوہ ہے۔ قادیانی

قادیانی صاحبان بقول خود حضرت محمد صلعم کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ آپ کو "نبیوں کا شہنشاہ" اور "نبی تراش" مانتے ہیں۔ بہت خوب۔ لیکن عملاً عقیدہ یہ ہے کہ ایک مفروضہ نبی کو نہ ماننا جو اپنی نبوت سے انکاری اور خادم دین ہونے کا مدعی ہے آنحضرت صلعم کو نبیوں کا شہنشاہ" اور "نبی تراش" ماننا بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

قادیانی "انصار خلافت" کے نزدیک یہ کمینہ پن ہے کہ کسی مجدد و امام الوقت کو لغوی معنوں میں نبی اور رسول مانا جائے۔ اور اس کی پیروی میں نجات بھی جانے۔ اگر یہ سچ ہے تو ذیل کے بزرگوں پر کیا فتویٰ ہے۔

(۱) وسد دنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب۔ کلہا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم (تفہیمات الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) اور ہم نے آج باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا اور وہ تیری محبت اور تیری اطاعت طریقہ ہے۔ تمام اہل مشرق و مغرب تیری رعیت ہیں۔ اور تو ان کا بادشاہ ہے۔

(۲) لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا دوئم عالی مرتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے۔ وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں (مولوی سرور شاہ صاحب اخبار بدر جلد ۱ ص۱۶)

(۳) چونکہ مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدائے تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں۔ جو پوری ہوتی رہیں۔ اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" (مفتی محمد صادق اخبار بدر ۹ ساد۔۲۔ ۰۵)

لیکن کیا یہ کمینہ پن نہیں کہ لغوی معنوں میں کسی مجدد کو رسول و نبی ماننے والوں کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معتقدین کو خواہ وہ اس لغوی نبی و رسول پر ایمان لائیں یا نہ لائیں دائرہ اسلام کے اندر یقین کرتے ہیں۔ ایسے باطل عقیدہ والوں کے برابر بیان کیا جائے۔ جو کسی مفروضہ نبی کے انکار کی وجہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معتقدین کو ایسے نبی کو نہ مانیں۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں۔ ہمارے خیال میں یہ بدترین "کمینہ پن" ہے کہ بات کو گول مول بیان کر کے پبلک کو دھوکے میں ڈالا جائے۔

کیا کبھی احمدی جماعت لاہور نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں نبی اور رسول مان کر آپ کے نہ ماننے والوں کو بلکہ ان کو بھی جنہوں نے آپ کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی اصل وجہ اختلاف مابین ہر دو جماعت ہے۔ تو پھر غلط بیانی سے کام لینا اور دینداری کا دعویٰ کرنا کہاں تک زیبا ہے۔

دنیائے اسلام میں مغربیت کا سیلاب عظیم

مسیحی مبلغین کی ریشہ دوانیوں کے خطرناک نتائج

(مسلسل)

ہر میڈن میں کام کرنے والے مشنریوں نے بیان کیا کہ انجیل کا پیغام سننے کے لئے اس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ آمادگی پائی جاتی ہے۔ اور وہ عیسائی ہونے کے لئے تیار بھی ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ انجیل کے متعلق مسلمانوں کے طرز عمل میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ مسلمان ہمارے جلسوں میں بکثرت شریک ہوتے ہیں۔ وہ ہمارا تبلیغی لٹریچر خوشی کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور وہ انجیل کو روز بروز زیادہ تعداد میں خریدتے اور پڑھتے ہیں۔ مذہبی تعصب ہر ممکن طریقے سے توڑا جا رہا ہے۔ بیت المقدس کی کانفرنس میں پروفیسر لیونین نے بیان کیا کہ فلسطین کے ایک مسلم اخبار نے سات ہفتہ تک حضرت عیسیٰ کی شخصیت پر مقالات تحریر کئے۔ اس لئے اس وقت اسلامی ممالک میں یہ سوال نہیں ہے کہ وہاں عیسائی مبلغین کس طرح پہنچیں اور مقبولیت حاصل کریں۔ بلکہ سوال ان کی تعداد کا اور مناسب کام کا ہے۔

مسلمانوں کو مرتد کرنے کی پالیسی اور پروگرام

اگر ہم نے دنیائے اسلام کی موجودہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف مشرقی کلیساؤں پر بھروسہ کیا تو موقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیں گے۔ لیکن بہرحال ہمیں اس کے مستقل اور مخلصانہ کوششیں کرنی چاہئیں۔ کہ ان کلیساؤں کا اتحاد عمل ہمیں پوری طرح حاصل ہو سکے۔ چونکہ مشرقی کلیسا دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے بالمقابل قائم ہیں اس لئے یہ سوال بار بار پیدا ہوتا ہے۔ ان کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ انہیں بھی مسلمانوں کے درمیان کام کرنے کا موقع دیا جائے اس نقطہ نگاہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے راقم الحروف نے مختلف حیثیتوں سے بہت سے پادریوں سے ملاقات کی اور وہ مشرقی کلیساؤں کے حلقوں سے بھی ملا ہے۔ ان میں یونانی کلیسا۔ ارمنی کلیسا۔ حبشی کلیسا۔ سوریانیہ۔ بلغاریہ۔ اور یوگوسلاویا کے خود مختار کلیسا اور روسی کلیسا کے منتشر نمائندے جو تمام ملک پر پھیلے ہوئے ہیں شامل ہیں۔ متذکرہ بالا کلیساؤں کے لیڈروں میں سے کوئی ایسا مشہور لیڈر ہوگا جسے میں نے چھوڑ دیا ہو۔ ورنہ میری ملاقات ان سب سے ہوئی ہے۔ میں نے ان میں سے ہر شخص سے یہ سوال کیا کہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے تمہارے کلیسا کی موجودہ پالیسی اور اس کا پروگرام کیا ہے۔ ہر صورت میں مجھے یہی جواب ملا کہ کوئی پالیسی یا پروگرام متعین نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا سوال خود بخود پیدا ہوا کہ آخر تمہارے کلیسا نے کوئی ایسی سکیم یا پروگرام کیوں نہیں وضع کیا ہے؟ اس کے جواب میں بہت سے وجوہ بیان کئے گئے۔ مگر حقیقت میں ان کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس قدر وسیع اور فوری کام میں اتحاد عمل کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر نہایت آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہم کو مستقبل قریب میں ان مذہبی جمعیتوں سے کوئی امداد وسیع پیمانہ پر نہیں مل سکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اس کا غور کے ساتھ مطالعہ کیا جائے جو ان کلیساؤں نے مسلمانوں پر ڈالا ہے۔ تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان ایک تبلیغی پروگرام پر عمل درآمد کی ترغیب دلانے کی نہایت سخت ضرورت ہے۔ ہمارے لئے یہ امر نہایت درجہ حوصلہ افزائی کا موجب تھا کہ بعض استاد اور مبلغ جن میں سے اکثر نوجوان تھے اتحاد عمل کے لئے نہایت ہمدردانہ اور مخلصانہ اقدام کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ مشرق قریب میں طلباء کی تحریک مسیحیت نے نہایت وسیع امکانات کا انکشاف کیا ہے۔ جو طلبا مشرقی کلیساؤں کے رکن ہیں ان میں سے مسلمانوں کے اندر کام کرنے کے لئے رضاکاروں کی کافی تعداد مل سکتی ہے یہ وسیع اسکیم وہی ہے جس پر ابھی تک عمل نہیں کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف کلیساؤں کے موجودہ رہنماؤں کا ہمدردانہ طرز عمل بھی اس قابل ہے اسے اہمیت دی جائے۔ یروشلم کانفرنس میں جو کمیٹی کلیسا کے متعلق بنائی گئی تھی اس نے اپنی مندرجہ ذیل تجویز میں مختلف کانفرنسوں کے نقطہ خیال کو خوب وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

> مشنری سوسائٹیوں اور دیسی کلیساؤں کو چاہئے کہ وہ ہر عملی ذریعہ سے خصوصاً دوستانہ تعلقات کے ذریعے مشرقی کلیساؤں میں وہی پیغمبری اور تبلیغی اسپرٹ پیدا کریں۔ جو ابتدائی کلیسا کے دور میں ان کی ممتاز خصوصیت تھی۔ اور اب جبکہ جدید انقلابات کے قومی امکانات ظہور میں آچکے ہیں متفرق افراد اور کلیساؤں کو ہمت دلائی جائے کہ وہ دنیائے اسلام کو عیسائی بنانے میں پورا پورا حصہ لیں۔

بیت المقدس کی کانفرنس میں جو کمیٹی عیسائی رہنمائی کے متعلق ترتیب دی گئی تھی اس کا مندرجہ ذیل نوٹ اور بھی زیادہ عمیق ہے۔

> "جس طرح کہ حضرت مسیح کی تکالیف انسانوں کے دل کو فتح کر لیتی ہے اسی طرح ان لوگوں کی محبت آمیز خدمت جنہیں مسلمانوں کی طرف سے انتہائی تکالیف پہنچی ہیں مسیح کے مخالفین کو اپنی طرف جذب کر سکتی ہے۔ اس لئے دیسی رہنماؤں کے لئے اس وقت ایک نایاب موقع ہے جس پر وہ حضرت مسیح کی بے نظیر قوت جاذبہ کا اظہار کر سکتے ہیں۔

مختلف مشنوں کو اتحاد عمل کی دعوت

اس کا وقت آگیا ہے کہ مسلمانوں میں جو عیسائی کارکن کام کر رہے ہیں ان کے لیڈروں کو متحد کیا جائے۔ کئی سال سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ کہ مسلم علاقوں میں کام کرنے والے مشنری اور دوسرے مسیحی مبلغین کا قریبی اتحاد ہونا چاہئے۔ تبلیغ مسیحیت کے سلسلہ میں متحد ہو کر پروگرام بنانے اور کام کرنے کا جو فائدہ ہے وہ مشنریوں پر لکھنؤ اور قاہرہ کی کانفرنسوں میں واضح ہو چکا ہے۔ اگر ہندوستان اور چین میں عیسائی قومی کونسلوں کی باقاعدہ اسکیموں اور ان کے متحدہ کام سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور دوسرے محدود علاقوں میں مثلاً مصر۔ شام اور فلسطین میں بھی مختلف مشنوں کی مشترکہ کونسلوں میں مفید کام کر

تکلیف ہوئی۔ ایک گنوار مسجد کے اندر پیشاب کرتا ہے اور آپ دوران پیشاب میں اسے منع کرنے اور ڈانٹنے سے صحابہ کو روک دیتے ہیں۔ کہ اس سے اسے بیماری لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور بعد میں اسے نرمی کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ یہ جگہ عبادت کے لئے ہے پیشاب پاخانہ کے لئے نہیں۔ آپ کی رضاعی ماں دائی حلیمہ کی قوم کے کچھ لوگ بطور اسیران جنگ آپ کے پاس لائے جاتے ہیں جب دستور انہیں بھی غلام بنا کر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ دائی حلیمہ اپنی قوم کو چھڑانے کے لئے آپ کے پاس پہنچتی ہیں اور سختی کے ساتھ آپ سے کہتی ہیں کہ تو نے اپنی پھوپھیوں اور خالاؤں اور چچاؤں وغیرہ کو غلام بنا لیا ہے۔ آپ باوجود بادشاہ ہونے کے ذرا برا نہیں مناتے۔ نہایت عزت سے اسے بٹھاتے ہیں۔ اور صحابہ کو جمع کر کے ان سے فرماتے ہیں۔ کہ یہ میری رضاعی ماں ہے۔ اور جو قیدی انہیں دیئے گئے ہیں۔ وہ اس کے رشتہ دار ہیں۔ میرے پاس جس قدر قیدی ہیں میں انہیں آزاد کرتا ہوں۔ اور میں سفارش کرتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی آزاد کر دیئے جائیں۔ چنانچہ سب کے سب اسی وقت آزاد کر دیئے گئے۔

ہم کیا ہیں؟

یہ نمونے آیا غیر مسلموں کو ہی سنانے کے لئے ہیں یا ہمیں بھی ان سے سبق لینا ضروری ہے۔ کیا ہم بھی آج اپنے سگے ماں باپ کی ایسی ہی عزت اور ادب کرتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رضاعی ماں کا کیا؟ کیا ہم بھی کسی ناواقف کو جو غلطی سے مسجد میں کوئی ناشائستہ حرکت کرے اسی طرح نرمی سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسی رسول اللہ صلعم نے کی؟ کیا مہمان کی عزت ہماری نظروں میں بھی وہی ہوتی ہے جس کا نمونہ ہمیں رسول اللہ صلعم کی سیرت میں نظر آتا ہے؟ اگر یہ نہیں اور مسلمانوں کی زندگی آج ایسے نمونوں سے یکسر خالی ہے تو ہائے حسرتا کہ ہم نے آپ کی پاک زندگی سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ ہم نام کے مسلمان ہیں اور غیر مسلموں کے سامنے آج ایسی باتیں پیش کر رہے ہیں جن کا کوئی عملی ثبوت ہمارے پاس نہیں۔ کیا انہیں اس بات پر شبہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ ایسے فرضی افسانے ہیں جن کا عملی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟ کیا یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم منہ سے کہتے ہیں۔ اسے اپنے عمل سے کر کے دکھائیں۔ تاکہ غیروں کو ہمارے بیانات اور رسول اللہ صلعم کی سیرت پر کسی قسم کا شبہ کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ اور خود ہماری زندگیاں جو آج جہنم کا نمونہ بن چکی ہیں۔ ایک ایسی جنت بن جائیں جس کے سایہ میں دوسری اقوام پناہ لینا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں۔ ع

مراد ما نصیحت بود گفتیم ؂

(بقیہ صفحہ ۲)

دوسرا خاندان اس جائداد میں شریک ہو گیا۔ لڑکے ہوئے تو برابر کے حصہ دار ہو گئے۔ ان کی شادیاں ہوئیں تو جائداد میں کئی اور خاندان شریک ہو گئے لڑکیاں ہوئیں تو وہ اپنا حصہ لے دوسرے گھر چلی گئیں۔ غرض شادی کے بعد ہی جائداد میں کئی خاندان شریک و سہیم ہو گئے۔ جو خیالات اس وقت دنیا میں پھیل رہے ہیں اور پھیلیں گے۔ ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ کسی جائداد کو کسی خاص خاندان سے مختص نہ کیا جائے بلکہ وہ اس طرح رہے کہ دوسرے لوگ بھی اس سے متمتع ہو سکیں۔ سوشلزم کیا ہے۔ بس اسی اصول کا نا ممکن العمل رنگ ہے۔ رفتہ رفتہ اس میں تبدیلی ہو گی۔ اور آخر اس کو بھی جائداد کے متعلق وہی صورت اختیار کرنی پڑے گی جو اسلام نے تیرہ سو برس پہلے سے قائم کر دی ہے۔

سرمایہ داری اور اسلام

چوتھی وجہ اس مذہب کے عالمگیر ہو سکنے کی یہ ہے کہ اس میں سرمایہ داری ناجائز ہے۔ کسی مال کا اس لیئے روک رکھنا کہ قیمت بڑھنے پر فروخت کیا جائے ناجائز۔ روپے پر سود لیا جائے حرام۔ اب رہ گیا۔ بس یہی کہ محنت کرے۔ کمائے اور کھائے۔ یہ نہیں کہ ایک تو محنت کرتے کرتے مر جائے اور دوسرا صرف روپے گن گن کر اس کا خون چوس لے۔ سرمایہ داروں کا آخرت میں جو حال ہو گا۔ وہ تو خدا بہتر جانتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ان لوگوں پر دنیا تنگ ہو جائے گی۔ اور سرمایہ داری قابل نفرت تو کیا اگر جرم سمجھی جانے لگے۔ تو تعجب نہیں۔

ان وجوہ کی بنا پر اگر برنارڈ شا نے یہ کہا کہ "سو برس کے اندر دنیا اور خاص کر انگلستان کو کوئی ایسا مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔ جو یا تو اسلام ہو گا۔ یا اسلام سے بہت کچھ ملتا جلتا ہو گا" تو کچھ غلط نہیں کہا اب خود مسلمان غور کریں کہ وہ کیا ہیں۔ ان کا مذہب کیا ہے۔ اور کس طرح ہر زمانہ کے خیالات حالات اور ضروریات کے ساتھ ساتھ ان کے مذہب

"شیر آیا شیر آیا دوڑنا"

پنجاب سائمن کمیٹی کی مسلم کش سفارشات کا ذکر گزشتہ اشاعت میں مختصراً کیا جا چکا ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ کمیٹی کے سات ارکان میں سے چار نے مسلمانوں کو از راہ کرم صرف ایک نشست کی اکثریت کا حق عطا کیا ہے۔ حالانکہ پنجاب میں ان کی آبادی کا تناسب ۵۶ فیصدی ہے۔ لیکن بعد کی اطلاعات مظہر ہیں کہ ان چار میں سے بھی ایک رکن (چودھری چھوٹو رام) نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اور بڑی عنایت و کرم گستری سے مسلمانوں کو صرف ۵۰ فیصدی کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ گویا کمیٹی کی اکثریت نے مسلمانوں کو ایک نشست کی اکثریت بھی دینا گوارا نہیں کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسری طرف ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں چونکہ مسلمان اقلیت میں ہیں اس لئے وہاں تناسب آبادی کے اصول کو ہندو کسی طرح بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اور پنجاب میں اسی اصول کو توڑ کر۔ پھر یہ شور مچایا جاتا ہے کہ "مسلم راجیہ" آ گیا۔ "پرتاب" لکھتا ہے:۔

"پنجاب سائمن کمیٹی کی رپورٹ پنجاب میں مسلم راجیہ کی سکیم ہے"
پنجاب سائمن کمیٹی کو مسلم راجیہ تسلیم نہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ
روز روشن کو رات کہہ دینا"

"ملاپ" رقمطراز ہے "مسلم راجیہ کیا ہے۔ پنجاب کو بچہ سقا کے حوالے کر دینا ہے" گویا نہ صرف سائمن کمیٹی کی سو رپورٹ کو اسلامی حکومت کی سکیم قرار دیا ہے بلکہ اس کے نزدیک اسلامی حکومت بچہ سقہ کی حکومت سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جو قوم پرستوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اگر یہی قوم پرستی ہے تو معلوم نہیں تنگدلی اور فرقہ پرستی کس جانور کا نام ہے۔

ہندو اخبارات پر اس دیہاتی مسخرے کی مثال بعینہ صادق آتی ہے جس نے "شیر آیا شیر آیا دوڑنا" کا شور مچا کر دوسرے دیہاتیوں کو الو بنایا تھا ایک طرف اپنے ہی بنائے ہوئے اصول توڑ کر اقلیت کے باوجود اکثریت کے مالک بھی بن جاتے ہیں اور دوسری طرف "مسلم راجیہ" کی چیخ پکار سے دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ گویا انہوں نے کچھ نہیں لیا۔ اور سب کچھ مسلمان ہی چھین کر لے گئے۔ کیا وہ مسلمان جن کو اپنی قوم پرستی پر ناز ہے۔ اور جو ہندوؤں کی کاسہ لیسی کو اپنا دین و ایمان سمجھے ہوئے ہیں۔ برادران وطن کے اس عیارانہ طرز عمل سے عبرت حاصل کریں گے؟

فرقہ پرستی کی انتہا

اور سنئے کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں مکمل صوبجاتی خود مختاری حکومت کی سفارش کی تھی۔ جس میں امن اور قانون کے محکمے وزرا کے ہاتھ میں ہوں۔ اور ہائی کورٹ کے تمام جج مقامی حکومت کی سفارش پر ملک معظم کی طرف سے مقرر کئے جائیں۔ اور گورنر مجلس وضع قوانین کی سفارش پر الگ ہو سکے۔ لیکن ڈاکٹر گوکل چند نارنگ اور راجہ نریندر ناتھ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے صاف لکھا ہے۔

"ہائی کورٹ مرکزی مضمون ہو۔۔۔۔۔ ہائی کورٹ کا میزانیہ بھی ناقابل ووٹ رکھا جائے۔ (یعنی کونسل اس کے متعلق بحث نہ کر سکے۔ نہ رائے دے سکے) مقامی مجلس وضع قوانین کو ہائی کورٹ کے ججوں کے تقرر یا علیحدگی سے کوئی تعلق نہ ہو"

پولیس کو بھی ان محکموں میں شامل کرنے کی سفارش کی ہے۔ جن میں کم سے کم تغیر عمل میں آئے اور صاف لکھا ہے کہ:۔

"سائمن کمیٹی نے لاہور میں جو شہادتیں لی تھیں ان میں ہندو وفد نے کہا تھا کہ قانون و امن کو مرکزی حکومت سے متعلق رکھا جائے چونکہ یہ ایک اہم جماعت کی رائے تھی اس لئے ہم اسے کمیشن کے غور کے لئے پیش کرتے ہیں"

گویا ہندو ہر پہلو سے پنجاب پر اپنا ہی تسلط رکھنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے باوجود کسی بھی شعبہ میں کوئی حق دینے کے لئے تیار نہیں۔ باوجود اس کے انہیں "مسلم راجیہ" کے خواب نظر آ رہے ہیں۔ معلوم نہیں اور کونسے ہندو راج کی انہیں تمنا ہے۔ جس کے لئے وہ مسلمانان پنجاب کے منہ آ رہے ہیں۔ تقسیم حقوق کی صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے یا بعض ہندوؤں کے اس نظریہ کے مطابق جسے وہ پنجاب میں بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ مساویانہ تقسیم۔ یعنی خواہ کسی صوبہ میں کوئی قوم ہی قلیل یا کثیر کیوں نہ ہو مگر حقوق برابر برابر تقسیم کئے جائیں۔ مسلمان ان دونوں صورتوں کو قبول کرنے کو تیار

بے اصول رواداری!

مسلمانوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لئے اگر اپنے جائز حقوق سے دست برداری اختیار کر لی جائے تو یہ اسلامی رواداری کے عین مطابق ہے۔ حالانکہ اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی۔ کہ اس قسم کی رواداری اختیار کی جائے۔ کہ اپنی ہستی کو بھی معرض خطر میں ڈال دیا جائے۔ اور نہ ایسی رواداری سے ہندو برادران وطن کبھی خوش ہو سکتے ہیں ان کے نزدیک تو مسلمان اگر ان کی خاطر مٹ بھی جائیں تو بھی "مسلم راجیہ" ہی کا ہوا انہیں نظر آتا رہے گا۔ اس لئے اپنے حقوق کو خواہ مخواہ کھونا اور اپنی ہستی کو معرض خطر میں ڈالنا کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں کو ایک ہی سبق یاد ہے۔ "چت بھی میرا اور پٹ بھی میرا" ہر رنگ میں وہ اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اصول سے ہو تو، بے اصولی سے ہو تو وہ کسی جگہ کسی طرح بھی مسلمانوں کو کوئی حق دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے اس بے اصول رواداری کو خدا کے لئے چھوڑیئے اور اپنے جائز حقوق کو اسی طریق سے لینے کی کوشش کیجئے۔ جو برادران وطن نے اختیار کر رکھا ہے۔ ان کے واجبی حقوق بے شک انہیں دیجئے کہ یہ عین اسلامی رواداری ہے لیکن اپنا حق کھونا اپنی اور قوم کی زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیا بہی خواہان قوم و ملک اس پر غور کریں گے؟

یاجوج ماجوج سمندر پر

مولانا عبدالماجد دریاآبادی اپنے سفر حجاز کی روئداد کے دوران میں بحیرۂ ہند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"آج یہ مہیب و لق و دق سمندر اور کرۂ ارضی کے سارے معلوم سمندر "یاجوج" کے قبضہ میں ہیں۔ وہ جسے چاہے اس میں جہاز اور کشتی چلانے کی اجازت دے۔ اور جب اور جس کو چاہے اللہ کی کاریگری کے اس نادر نمونے سے فائدہ اٹھانے سے۔۔۔۔۔۔ روک دے "خلق" خدا کی ہو تو ہو لیکن سمندر اور سمندروں کے بندرگاہ۔ جہاز اور ان کے پھریرے۔ محکمۂ بحری (ایڈمرالٹی) اور خداوندان بحر [illegible] تارپیڈو اور ڈریڈ ناٹ، کروزر اور ڈسٹرائر آج ہانکے پکارے کہہ رہے ہیں کہ "امر" اور "حکم" (نعوذ باللہ) یاجوج کا ہے ـــــــــ پھر اگر ایسے حال میں آپ کسی "سچے" کا قول سنتے ہیں کہ "یاجوج و ماجوج سمندر کا پانی پی جائیں گے" تو آپ اس پیش گوئی کے پورے ہونے کے لئے کسی زمانہ مستقبل کا کیوں انتظار کرنے لگتے ہیں؟"

یہی بات جب خدا کے ایک مامور نے خدا سے علم پا کر کہی تھی تو اسے طرح طرح کے تمسخر و استہزا اور مصائب و آلام کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ لیکن آج وہی بات ہر صاحب بصیرت کے منہ سے نکلتی ہے اور کوئی مولوی اسے جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیا یہ حالات اس مسیح کی ضرورت ثابت نہیں کرتے جس کا آنا یاجوج ماجوج کی آمد کے ساتھ وابستہ ہے؟

عید میلاد النبی کا نادر تحفہ

اخبار پیغام صلح کا آخری نبی نمبر

گزشتہ سال اخبار پیغام صلح نے عید میلاد النبی کی تقریب پر اپنا ایک خاص نمبر "آخری نبی نمبر" کے نام سے شائع کیا تھا۔ جو بے حد مقبول ہوا۔ تمام ملک میں دھوم مچ گئی۔ بزرگان سلسلہ و دیگر اکابر نے بے حد پسند کیا مسلم و غیر مسلم اخبارات نے نہایت حوصلہ افزا ریویو کئے جن میں سے بعض پیغام صلح میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کی چند سو کاپیاں زائد چھپوائی گئی تھیں

جو دفتر میں موجود ہیں۔ عید میلاد النبی قریب ہے جابجا جلسے ہوں گے اس موقعہ پر دوست احباب اور غیر مسلم احباب کو تحفہ دینے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔ قیمت فی پرچہ ۲ر ایک روپیہ کے دس پرچے علاوہ محصول ڈاک۔

میں نے مسیحیت کو کیوں ترک کیا؟

ایک سابق عیسائی کے خیالات مسیحیت اور اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق

اسلام کی فتح احمدی لٹریچر سے

مسٹر پی ڈورے رنگون کے ایک نومسلم عیسائی ہیں جنھوں نے تین سال ہوئے مسیحیت کو ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے ترک مسیحیت کی وجوہ حال ہی میں معاصرہ "اسلامک ورلڈ" میں بزبان انگریزی لکھی ہیں۔ جن کا سننا ناظرین "پیغام صلح" کے لئے امید ہے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ (مدیر)

خاندانی حالات اور ابتدائی زندگی

میرے والدین ایک معزز ہندوستانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو شمالی برما کے الحاق سے پہلے ہی اس سرزمین میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ ان کے رنگون آنے کے وقت میں ابھی بچہ ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ جب میری عمر دس گیارہ سال کی تھی تو ہمارے ہمسایوں میں سے ایک امیر مسلمان نے میرے باپ سے مجھے اپنا متبنٰی بنانے کی اجازت چاہی۔ لیکن میرے والدین بزرگوار نے اس کی درخواست مسترد کر دی۔ غالباً ہمارے اس ہمسایہ کو ایسا ملکہ حاصل ہوگا جس سے میرے مستقبل کا حال اس پر منکشف ہو گیا ہوگا۔

نوجوانی میں بھی میں اپنے بزرگوں کی بہت عزت و تکریم کرتا تھا مذہب کی میرے دل میں بہت بڑی عزت تھی۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت میرے دل میں غیر معمولی طور پر مرکوز تھی۔ اس کا یہ اثر تھا کہ مجھے اپنے چھوٹے سے گھرانے میں ایک ہونہار نوجوان سمجھا جاتا تھا۔ شادی سے لے کر موت تک کوئی اہم تقریب نہ تھی جس میں شامل نہ ہوتا تھا۔

غیر بپتسمہ یافتہ بچے اور مسیحیت

ایک دفعہ میرے ایک دوست کا شیرخوار بچہ مر گیا۔ اور چونکہ اس نے بپتسمہ نہ پایا تھا۔ اس لئے اس کے جنازہ کی تدفین میں بڑی دقت پیش آئی۔ پادری نے اسے ایسی زمین میں دفن کرنا چاہا تھا۔ جو کلیسا کے قبرستان سے الگ اور اس لئے غیر مقدس تھی۔ اگرچہ یہ ایک معمولی سی بات تھی لیکن میرے دل میں اس سے بے چینی پیدا ہو گئی۔ میرے بزرگوں نے جن سے میں نے استصواب کیا مجھے بتایا کہ یہ کلیسا کا ایک اصول ہے۔ (کہ غیر بپتسمہ یافتہ بچے کلیسا کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتے اور مسیحی اعتقاد کے مطابق جہنم کی سطح پر رینگتے رہتے ہیں۔ مترجم) اور مجھے اس پر دخل نہ دینا چاہئے۔ میں خاموش ہو گیا۔ لیکن اس معاملہ نے مجھے حد درجہ مضطرب اور پریشان کئے رکھا۔

تثلیث کا غیر معقول عقیدہ

دلائل کی قوت حاصل ہونے پر مسئلہ تثلیث میرے لئے از حد تکلیف اور اضطراب کا موجب ہوا۔ میں نے مسیحی علما اور ماہرین علوم دینیہ سے اس بارہ میں استصواب کیا۔ لیکن کسی نے ٹھیک طرح سے اس کی معقولیت کو مجھ پر واضح نہ کیا۔ کہ میرا اضطراب دور ہو کر یقین اور ایمان اس پر پیدا ہو جاتا۔ میں یقیناً اس بہت بڑی گولی کو نگل نہیں سکتا تھا۔ اس لئے میں نے دینیات کی تمام کتابیں چھان ماریں لیکن افسوس کہ میری کوشش رائیگاں ثابت ہوئی۔ اس کو بھلا دینے کی بھی میں نے کوشش کی۔ لیکن جس قدر میں اس مسئلہ کے حل کرنے کے خیال کو بھلانے کی کوشش کرتا۔ اسی قدر وہ میرے دماغ میں زیادہ راسخ ہوتا جاتا۔ لیکن میری تمام سوچ بچار بے سود ثابت ہوئی اور میرا دماغ اس گتھی کو سلجھا نہ سکا۔

ایک اور الجھن

آہستہ آہستہ میں ایک اور الجھن میں پھنس گیا۔ یعنی جناب مسیح کے اوتار ہونے کے مسئلہ نے میرے دماغ کو پریشان کرنا شروع کیا اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ یہ میرے لئے ایک ایسا راز تھا۔ جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا۔ اسی طرح جوں جوں وقت گزرتا زیادہ الجھنیں پیدا ہوتی چلی جاتیں۔

کفارہ اور دوسرے مسیحی عقائد

گناہگار ہ کیا؟ مسیح ہمیں گناہوں سے پاک کرنے کے لئے صلیب پر فوت ہو گئے۔ میں نے بپتسمہ پایا ہوا ہے۔ اس لئے میں گنہگار کیسے ہو سکتا ہوں؟ یہ مسیحی اعتقاد میرے لئے از حد پریشانی کا موجب ہوا۔

روٹی اور شراب کا مسئلہ مجھے فی الحقیقت قدیم مشرکانہ تہذیب کے باقیات میں سے معلوم ہوتا تھا۔ میں نے کبھی صلیب کے نشان کی جو گرجا میں ہوتا ہے پروا کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کیونکہ معقول پسند پبلک کی نظروں میں اس سے مسیح کی حیثیت گرجاتی ہے۔ اور آخر کار سخت بحث و مباحثہ کے بعد میں نے اسے اپنے گرجا میں سے نکال دیا۔

ہندو مذہب کا مطالعہ

ہندو مذہب کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے یوگ پر عمل کرنا شروع کیا۔ اور چند دن خوشی و مسرت میں گزارے۔ اور میرا جسم اور روح زمین سے ایک انچ اوپر اٹھ سکتا تھا۔ میرے ہندو دوست جو اعلیٰ ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے اپنے مساوی نہ سمجھتے تھے ایک طرف یہ مشکل تھی اور دوسری طرف میں گھر کے کاموں سے لاپروا ہو رہا تھا۔ اس لئے میں ترقی کا قدم اس سے آگے نہ بڑھا سکا فی الحقیقت میں ان باتوں کو جو مجھے معلوم ہو چکی تھیں اس مشکوک چیز کی تلاش میں جو ابھی میرے احاطہ علم سے باہر تھی۔ چھوڑ نہ سکتا تھا۔

بدھ مذہب کے متعلق غور و خوض

اس کے بعد میری توجہ بدھ مذہب کی طرف منعطف ہوئی۔ کیونکہ میرے دوستوں میں بہت سے خدا کا خوف رکھنے والے بدھ مذہب کے پیرو موجود ہیں۔ میں نے بہت کچھ ان سے سیکھا۔ کچھ وقت راہب خانوں اور معبدوں میں بدھ مذہب کے راہبوں اور پیشواؤں کے پاس بھی گزارا۔ اگرچہ بدھ مذہب محبت کا مذہب معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کوئی عالمگیر مذہب نہیں۔ اس مذہب کو اختیار کرنے میں مجھے اپنے اہل و عیال سے علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔ جو میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ میرے لئے یہ بات مردانگی سے بعید اور بزدلی کے مترادف تھی۔ کہ میں محض اپنے ذاتی فائدے اور نروان کی تلاش میں انہیں چھوڑ دوں۔

مسیحیت سے لگاؤ

ان تمام اوقات میں جبکہ میرے دل میں سخت ہیجان پیدا ہوتا تھا۔ میں مسیحی مذہب کا سچا پیرو بن جاتا تھا۔ اور اتوار کی کوئی اہم نماز کبھی ترک نہ کرتا تھا۔ تاہم میری روح بے چین تھی۔ ہنوز اور کسی ایسے آب صداقت کی مجھے تلاش تھی جو میری روحانی پیاس کو بجھانے کا موجب ہو۔

اسلام کی طرف توجہ

آخری مذہب جس پر میں نے غور کرنا چاہا وہ اسلام تھا میرے مسیحی ماحول نے اس مذہب کے متعلق بہت برا اثر پیدا کر رکھا تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ میں بہت پلیٹ فارموں سے اسلام کی بری طرح مذمت کر چکا تھا۔ اس کے مطالعہ میں مجھے بہت کچھ تامل تھا۔ تعصب کی عینک سے ایک نظر بھی اس پر ڈال چکا تھا۔ جس سے غلط فہمیاں ہو چکی تھیں۔ اپنے ایک مسلمان دوست سے جن سے نوجوانی کے عالم میں مذہب کے متعلق مصروف جدل و پیکار رہ چکا تھا۔ میں نے امداد طلب کی۔ اس دوست نے ان تمام سوالات کے جو میں نے ان کے سامنے پیش کئے جواب دینے سے قاصر ہونے کا اعتراف کیا۔ لیکن مجھ سے وعدہ کیا۔ کہ ایسی کتابیں مجھے دیں گے جن میں ان سوالات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

"اسلامک ورلڈ" اور "اسلامک ریویو" کا اثر

انہوں نے "اسلامک ورلڈ" اور "اسلامک ریویو" مجھے دینا شروع کیا۔ جو میرے مطالعہ اسلام کا ابتدائی قدم تھا۔ ان دونوں رسالوں نے اسلام تک بغیر کسی بغض و تعصب کے پہنچنے کے لئے میرا راستہ صاف کر دیا۔ اور تمام برے خیالات کو جو میرے دل میں راسخ تھے دور کر دیا۔ اس طرح میں مطالعہ کرتا چلا گیا۔ جب میرے دوست نے دیکھا کہ میرے خیالات کچھ ترقی کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے اپنی تمام لائبریری کو جو اسلامی کتابوں پر مشتمل تھی۔ میرے لئے کھول دیا اور مجھے اجازت دی کہ اس سے دلی مسرت اور تسکین حاصل کروں۔

احمدی لٹریچر سے تسکین

اس طرح ان کتابوں کے مطالعہ کا مجھے موقع مل گیا جو مسلمان علما اور مسیحی فضلا نے لکھی ہیں۔ اگر ایک وقت میں مولانا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو پڑھتا تو میرے دوست کو اطمینان نہ ہوتا جب تک اس کے بالمقابل سیل کا کیا ہوا ترجمہ مجھے نہ پڑھا دیتا اس طریق سے میں تصویر کے روشن اور تاریک دونوں رخ دیکھنے کے قابل ہو گیا۔

میرا یہ مطالعہ اور سوچ بچار ایک دن کا کام نہ تھا بلکہ سالہا سال تک میں اس کام میں مصروف رہا۔ اس ذریعہ سے توحید باری تعالیٰ میرے دل میں اس طرح راسخ ہو گئی کہ اس پر قطعاً کوئی شک و شبہ مجھے نہ رہا۔ اسی اثنا میں بشپ اور اس جماعت کے مابین جس کا میں ممبر تھا ایک تنازع برپا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے مسیحیت کی نام نہاد اخوت کی اصل تصویر رنگون کی عدالت میں پبلک کے سامنے آگئی۔ قریباً یہی وہ وقت تھا۔ جب میں نے گرجا جانا ترک کر دیا۔ ینابیع المسیحیت نامی ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی گئی جس نے مسیحیت پر اسلام کی فوقیت کو پورے طور پر ثابت کر دیا۔

روح کی تسکین اسلام سے

اس وقت میں نے اپنے دل کو کھولا۔ اور اس تسکین کا اظہار کیا جو میری روح کو حاصل ہو چکی تھی۔ اور اپنے مسلمان دوست ڈاکٹر یمنی سے درخواست کی کہ مسلمان ہونے کا راستہ مجھے بتایئے انہوں نے امتحاناً چند سوالات مجھ سے کئے اور جب میں نے جواب دیئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ تو حقیقتاً "اب بھی مسلمان ہیں" اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں اس کے علاوہ کسی باضابطہ کارروائی کا قائل نہیں۔

اسلام کی اشاعت جبر سے نہیں ہوئی

اس کے بعد مولوی ابوالکلام آزاد اور مسٹر شوکت علی رنگون تشریف لائے۔ میں نے ان کی خدمت میں ہدیہ تکریم پیش کیا۔ اور چند اور سوالات ان سے کئے۔ جن کے انہوں نے مجھے جواب دیئے۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی مجھے قبول اسلام کے لئے نہ کہا۔ افسوس مسیحی کس طرح ایسی داستانیں وضع کرتے اور پھیلاتے ہیں کہ مسلمان دوسروں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور کہ اسلام کی اشاعت جبر سے ہوئی ہے۔

قبول اسلام کا اعلان

میں نے مسٹر مارماڈیوک پکتھال کا ذکر سنا تھا۔ اور ان سے ملنے اور انہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس مقصد کو لئے ہوئے میں حیدرآباد گیا۔ لیکن میری بدقسمتی سے طاعون کی وجہ سے شہر خالی کر دیا گیا تھا۔ وہاں سے میں مدراس پریزیڈنسی کے تمام بڑے بڑے شہروں میں پھرا۔ اور ضروری مقامات پر کافی عرصہ قیام کیا اس کے بعد میں اسلام کے متعلق جو فی الحقیقت ایک عالمگیر مذہب ہے کافی تسکین حاصل کر کے برما واپس آیا۔ آہستہ آہستہ میں نے نماز پڑھنی شروع کی۔ اور اس میں میری روح کو سچی مسرت حاصل ہوئی۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۶ء کو بنگالی مسجد رنگون میں میں نے علی الاعلان اسلام قبول کیا۔ اور اب میں یہ مانتا ہوں کہ جناب مسیح بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح روح منزہ تھے۔ اس لئے میں اب پہلے سے بہتر عیسائی ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے رسمی مسیحیت کو ترک کر دیا۔

اعلان ضروری

رسید بک نمبر ۱۳ صفحات ۶۰۱ تا ۶۵۰ نیتی مہر فی صفحہ شیخ حبیب اللہ صاحب امرتسری سے کہیں گم ہو گئی ہے۔ اس لئے اسے منسوخ کر کے اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے استعمال کرتا ہوا پایا جائے تو اس کی اطلاع فوراً دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کو دی جائے تاکہ مناسب کارروائی کی جا سکے۔

خاکسار
محمد منظور الٰہی
جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

مذاکرہ علمیہ

سورۂ فاتحہ کی دعا تقاضائے فطرت ہے

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

سوال۔ سورہ فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین میں انسان نے خدا کو مخاطب کیا ہے۔ حالانکہ خدا کے کلام میں انسان کو مخاطب کرنا چاہیئے۔ پس اس بات کو حل کیا جائے کہ ایسا کیوں ہوا۔

آداب دعا

جواب۔ سورہ فاتحہ ایک دعا ہے۔ اس میں خدا کو مخاطب کر کے انسان کو دعا کرنا سکھایا گیا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین میں جمع متکلم کا صیغہ انسان کے لئے ہی ہے۔ اس دعا میں انسان کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ وہ کس طرح جناب الٰہی کو مخاطب کر کے دعا کرے۔ یہ کسقدر جناب الٰہی کی غریب نوازی اور بندہ پروری ہے کہ انسان کو دعا کا طریق بھی خود ہی سکھایا۔ آپ کا کیا یہ مطلب ہے کہ خدا صرف حکم ہی دیا کرے اور بندہ کو کچھ نہ سکھائے۔ اگر جناب الٰہی میں دعا کرنا ایک بڑی ضروری چیز ہے اور یہی وہ کڑی ہے جو بندہ کو خدا سے جوڑتی ہے تو سب سے پہلے کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دعا اور اس کے طریق و آداب سکھاتا۔ قرآن تو ایک ایسی کتاب ہے جو بندہ کو ہر ایک قسم کی ہدایت کی تعلیم دیتی ہے۔ دعا جیسی اہم چیز اور رب جیسی وراء الوراء ہستی، انسان کو قطعاً نا قابل تھا کہ وہ اس عالی شان ہستی کے حضور میں عرض کرنے کے آداب جانتا۔ یہاں دنیا کے معمولی بادشاہوں اور حاکموں کے دربار میں عرض مدعا کرنے کے خاص طریق اور آداب ہوتے ہیں، تاکہ ایک ناواقف انسان عرض مدعا کرتے وقت اپنی لاعلمی کی وجہ سے آداب شاہی کو نظر انداز نہ کر دے۔ اور کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھے اور تعلیم اور صحیح خطاب کے مخالف ہو تو جناب باری احکم الحاکمین کے دربار میں بندہ ہیچمداں جب کچھ عرض کرنے کے لئے کھڑا ہو تو کیا یہ ضروری نہیں کہ اس سرکار عالی کو صحیح طور پر خطاب کرنے اور اپنے عرض مدعا کرنے کے آداب اُسے سکھائے جائیں۔ اسی غرض کو سورۂ فاتحہ کے ذریعہ پورا کیا گیا ہے، اس میں تعلیم دی گئی ہے کہ کن صفات اور تعریف کے ساتھ جناب باری کو مخاطب کیا جائے اور اس سرکار عالی سے اپنا تعلق کیا اور کس طرح جتایا جانے اور وہ کیا اہم مدعا ہے جسے اس آستانۂ الوہیت پر پیش کرنے کے لئے بندہ کو بار بار اس چوکھٹ پر گرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن اور سورۂ فاتحہ

پس سورہ فاتحہ ایک دعا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی اور یہ دعا بھی وہ دعا ہے جس کے بغیر نہ تو مقصد تخلیق انسانی حاصل ہو سکتا ہے اور نہ وحی الٰہی کی ضرورت ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اس کو قرآن کے شروع کرنے سے قبل رکھا۔ گویا اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ قرآن کا نزول اسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ یعنی اگر اس دعا کا وجود نہ ہوتا تو قرآن ہی نہ نازل ہوتا۔

میرا مطلب اس طرح زیادہ واضح ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ دعا کو سمجھ لیں کہ دعا کیا چیز ہے۔

دعا کیا چیز ہے

دعا فطرت صحیحہ کا ایک تقاضہ لابد ہے۔ ہر ایک انسان بچہ سے لیکر بوڑھے تک اور غریب سے لیکر امیر تک اور جاہل سے لیکر عالم تک اپنے علم یا طاقت کی کوتاہی پر اپنے سے زیادہ علم یا طاقت رکھنے والے سے استمداد کرتا ہے۔ یہی اصل دعا کی بنیاد ہے اور یہ ایک فطرت ہے جس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں۔ ایک بچہ جب کسی بوجھل چیز کو اُٹھا نہیں سکتا تو مڑ کر اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے یعنی باپ سے استمداد کرتا ہے۔ باپ اسکی طاقت کی کمی کو دیکھکر اُسے وہ چیز اٹھا دیتا ہے۔ اسی طرح بچہ بار بار مختلف چیزوں کی نسبت اپنے باپ سے سوال کرتا رہتا ہے اور باپ اپنے علم سے اسکے علم کی کمی کو پورا کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح ایک بیمار جب اپنے مرض کی تشخیص نہیں کر سکتا تو وہ ڈاکٹر سے استمداد کرتا ہے یعنی اپنی کمی علم کی تلافی اپنے سے زیادہ علم والے سے کرانا چاہتا ہے۔ ایک شخص اگر ایک بوجھ کو خود نہیں اٹھا سکتا تو وہ اپنے سے زیادہ طاقتور شخص سے استمداد کرتا ہے۔ ایک شخص اگر خود اپنی طاقت سے دشمن کے مقابل میں اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تو وہ پولیس یا حاکم وقت سے جو اس سے بڑھکر طاقت رکھتے ہیں استمداد کرتا ہے۔ اسی طرح جب ایک عقلمند انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ باوجود ڈاکٹر سے استمداد کرنے کے اسکی دوائیں اس کے اوزار اس کا علم ایک حد تک مرض پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور اس سے آگے قدرت کے قوانین کے سامنے کچھ زور نہیں چلتا۔ کیونکہ نہ اس کا علم ہر ایک دقیقۂ قدرت پر حاوی ہے۔ نہ ہر ایک باریک در باریک اور مخفی در مخفی اسباب پر اسے قدرت حاصل ہے تو وہ اس قادر مطلق اور عالم کل کے آستانہ پر استمداد کے لئے گرتا ہے جس کا علم ہر چیز پر حاوی اور جس کی قدرت ہر بات پر حکومت کرتی ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص دیکھتا ہے کہ حالات ایسے جمع ہیں کہ نہ پولیس اسکی کچھ مدد کر سکتی ہے نہ حاکم ہی کچھ بنا سکتا ہے تو وہ پھر اس احکم الحاکمین سے استمداد کرتا ہے جس کی حکومت ذرہ ذرہ پر محیط ہے۔

فطرت کا تقاضائے لابد

غرضکہ دعا فطرت کا ایک تقاضائے لابد ہے۔ کون انسان ہے جو اپنی کمی علم یا طاقت کی کوتاہی کو دیکھکر اپنے سے بڑھکر صاحب علم اور صاحب قدرت ہستی کی طرف رجوع نہیں کرتا فرق صرف دوربینی اور معرفت کا ہے۔ مادہ پرست انسان کی استمداد مادی چیزوں تک ہی محدود رہ جاتی ہے اور ایک عارف کی استمداد اس سے آگے بڑھکر خدا تک پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ وہ شروع سے ہی اس مسبب الاسباب اور قادر مطلق سے ہی استمداد کرتا ہے اور اسباب دنیوی کو اس کی طرف سے سمجھتا ہے اور ان سے کام لیتے ہیں درحقیقت وہ اس وقت اس فضل کو تلاش کرتا ہے جس کا اصلی منبع جناب الٰہی ہے گو بظاہر اسباب سے۔ وہ کام لیتا ہے درحقیقت انہیں وہ ایک دروازہ سمجھتا ہے، جس راہ سے فضل ربی کو آنا ہے۔ بس اسکی استمداد محض جناب باری سے ہوتی ہے نہ کہ کسی اسباب دنیوی سے۔ وہ اسباب دنیوی کو محض ایک خادم کی صورت میں دیکھتا ہے۔ وہ بیمار ہوتا ہے تو اپنے رب سے شفا کی درخواست کرتا ہے اور پھر ایک ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے کہ شاید وہ فضل جو میں نے اپنے رب سے مانگا تھا اسی راہ سے آتا ہو۔ اسے ایک ظالم ستاتا ہے تو وہ اپنے رب سے پناہ مانگتا ہے اور پھر ایک حاکم کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے کہ شاید۔ وہ پناہ اور امن جو جناب الٰہی سے "مانگا تھا" اس کے آنے کا دروازہ یہی ہو۔ پس جناب باری سے یہی استمداد دعا کہلاتی ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔

حصول خلافت الٰہی کا رستہ

انسان جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا یعنی خلافت الٰہی۔ اس کا حصول دنیا کی پیچیدگیوں اور نیرنگیوں میں کوئی آسان کام نہ تھا۔ قدم قدم پر ٹھوکر اور لغزش کا خطرہ اور ہر پیچ پر مختلف راہیں تھیں۔ انسان حیران تھا کہ کدھر جائے اور کونسی راہ اختیار کرے جس سے مورد انعام الٰہی اور خلافت کا وارث ہو اور ہلاکت اور تنزل اور ذلت و ضلالت سے بچ جائے۔ اس کوتاہی اور کمی طاقت کا فطرتی تقاضا تھا کہ انسان جناب الٰہی سے استمداد و اعانت کرتا کہ اسے صراط مستقیم بتائی جائے جس پر چلکر وہ اپنے مقصد تخلیق کو حاصل کر سکے۔ لیکن غفلت کے پردے اس قدر زبردست اور خواہشات کی بھول بھلیاں اسقدر دلچسپ تھیں کہ ایک عامی محجوب انسان سے خود اپنی فطرت اپنی نگاہ سے مخفی ہو گئی تھی۔ وہ بھول ہی گیا تھا کہ میں کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ مگر ایسے قلوب صافی بھی موجود تھے جنہوں نے اس کمی علم اور کوتاہی طاقت کو محسوس کر کے آستانہ ربوبیت پر اس خشوع و خضوع اور تضرع و زاری سے صراط مستقیم کے لئے ہدایت طلب کی کہ مشیت الٰہی نے اپنے علم کامل سے انسانی علم ناقص کی کمی کو پورا کیا اور ان کے قلب پر وحی کے ذریعہ علم الٰہی کا نزول فرمایا۔ اس طرح ان قلوب صافی رکھنے والے کاملین زمانہ نے خدا سے اس صراط مستقیم کو پاکر جس پر چلکر تخلیق انسانی کا مقصد پورا ہوتا اور انسان خلافت الٰہی کا وارث ٹھہرتا نوع انسان کو اس کی طرف ہدایت کی اور مطہر انسانوں میں سب سے بڑھکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی تضرع و زاری اور استمداد و استعانت نے خدا سے قرآن جیسا مکمل ہدایت نامہ پایا۔ جس نے صراط مستقیم کو اس طرح واضح اور روشن کیا کہ اس سے بڑھکر ممکن نہ تھا۔

فاتحہ کو شروع میں رکھنے کی غرض

پس جب قرآن کا نزول دعائے فطرت انسانی کے تقاضہ پر ہوا تھا تو ضرور تھا کہ قرآن شروع کرنے سے قبل رکھا جاتا وہ اس بات پر ثبت ہوئی کہ وحی کا نزول انسان کے تقاضائے فطرت کو پورا کرنے کے لئے ہے یعنی انسان کی فطرت اپنی کوتاہی علم اور کمی طاقت کو محسوس کر کے جو خدا سے صراط مستقیم کا صحیح علم اور اس پر چلنے کی طاقت چاہتی تھی اس تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی لئے سورہ فاتحہ کے بعد ہی جب قرآن شروع ہوتا ہے تو ان آیات سے شروع ہوتا ہے کہ الم ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یعنی اے انسان جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا طلبگار رہا ہے میں اللہ کامل علم رکھنے والا اپنے علم سے تجھے خبر دیتا ہوں کہ یہ کتاب وہ ہے جو بلا شک و شبہ تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے مکمل ہدایت نامہ ہے۔ پس جس ہدایت کا تو طلبگار تھا وہ اس کتاب کے ذریعہ تجھے عطا کی گئی۔"

الغرض سورہ فاتحہ کو قرآن کے شروع میں رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ تا وحی کے نزول کی ضرورت واضح ہو اور بتایا جائے کہ قرآن بھی فطرت انسانی کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اور اس طرح ہر ایک انسانی فطرت کو اسکی خواب غفلت سے جگایا جائے اور اس کو اپنا مقصد پیدائش یاد دلایا جائے تا اُن میں سے ہر ایک اس دعا کے ذریعہ سے خدا سے صراط مستقیم کا صحیح علم اور اس پر چلنے کی قوت مانگے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ قرآن کریم کا جو عین صراط مستقیم ہے صحیح علم اور اس پر عمل کی توفیق جناب الٰہی سے مانگتا ہے اور اس طرح مقصد زندگی کو پالے۔

دعائے فاتحہ کا خدا کی طرف سے سکھایا جانا ضروری تھا

پس سورہ فاتحہ ہی وہ دعائے فطرت انسانی ہے جس کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اور یہی وہ دعا ہے جسکے کرنے سے انسان صراط مستقیم کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی قوت اپنے اندر پاتا ہے۔ کیا ضروری نہ تھا کہ ایسی اہم دعا کو اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو سب سے پہلے سکھاتا اگرچہ یہ دعا اسکی فطرت کے اندر مرکوز تھی مگر وہ اپنی کمی معرفت کی وجہ سے جناب الٰہی کو مخاطب کرنے کے آداب سے ناواقف تھا۔ اپنی عبودیت کے راز سے ناآشنا تھا اس کو تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کسی عظیم الشان مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے پس کیا ضروری نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کاملہ کا ایک مجمل اور صحیح مرقع اس کے آگے پیش کرتا جس سے متاثر ہو کر اس کی روح حمد کرتی ہوئی آستانۂ الوہیت پر گر کر اپنی عبودیت کا اقرار کرتی اور جس اعلیٰ مقصد کے لئے اس کو پیدا کیا تھا اس کا علم ہو جانے پر اس کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ہدایت اور عنایت کی طلبگار ہوتی۔

دعا میں التزام

چنانچہ اسی امر کا سورہ فاتحہ میں التزام کیا گیا اور انسان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کو رکھکر اسے حمد و ثنا [illegible] کا اور اپنے اقرار عبودیت کرنے کی تعلیم دی اور اس کے بعد اس صراط مستقیم کی ہدایت اور اس پر چلنے کی قوت مانگنا سکھائی جس پر چلکر انسان اپنے مقصد تخلیق کو حاصل کر کے وارث خلافت الٰہی ٹھہرتا ہے۔

دعائے فاتحہ حکایتاً عن الانسان ہے

پس سورہ فاتحہ میں اس دعا کو وحی کے ذریعہ حکایتاً عن الانسان سکھایا گیا ہے۔ جسکی ضرورت ہر انسان کو ہے اور جس کے بغیر اس کا مقصد پیدائش ہی فوت ہو جاتا ہے۔ پس ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اس دعا کو سکھاتا ورنہ اس کا وحی کے ذریعہ انسان کو ہدایت دینا بلا دلیل اور خواہ مخواہ دخل در معقولات ٹھہرتا اور ایک غافل انسان اپنے مقصد زندگی کو حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے ایک سمجھدار انسان اسکو پڑھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان دعا ہے جو انسان کو تعلیم دی گئی ہے اور یہ دیکھکر خدا کی حمد سے اس کا دل لبریز ہو جاتا ہے کہ جناب الٰہی نے اپنے بے انتہا رحم اور فضل سے دعا کرنے کا یہی طریق

(باقی برصفحہ ۵)

قوم کی زندگی کا امتحان

ایک ایک دو دو آنوں سے کیا ہو سکتا ہے؟

ہمارے احباب کو یاد ہوگا کہ سالگذشتہ سالانہ جلسہ پر جماعت احمدیہ میانمیر نے ایک رقم ساڑھے پانچسو روپے کی پیش کی تھی جو ان احباب نے زیادہ تر ایک ایک دو دو آنوں سے ہی بنائی تھی۔ جس وقت میں نے پچھلے اخبار میں بیس روپے کی تحریک کی تو یہ مثال میرے سامنے نہ تھی۔ اتفاق سے کل ہی یہ بات مجھے یاد آئی اور میں نے جماعت میانمیر کے ممبروں کی تعداد دریافت کی تو وہ بھی پچیس ہی معلوم ہوئی اور یہ صرف کوئی بیس بائیس دن کی محنت کا نتیجہ تھا۔ یعنی بیس بائیس دن ایک منظم کوشش کرنے سے پچیس آدمیوں نے ساڑھے پانچسو سے زیادہ رقم وصول کر لی جو بحساب اوسط بیس روپے فی کس سے زیادہ ہے۔ اس مثال نے میرے دل کو بہت تقویت دی کہ اب جبکہ ابھی جلسہ میں دو نہیں تو ڈیڑھ ماہ ضرور باقی ہے اگر کوشش کی جائے تو بحساب اوسط چالیس روپیہ فی کس بھی لا سکتا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہ قوم کی زندگی کا امتحان ہے۔ جن جماعتوں اور احباب کے دلوں میں خدمت دین کا جوش ہے ان کے لئے بحساب اوسط چالیس روپیہ فی کس جمع کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت کرنے والوں کی نصرت کے لئے تیار ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا اور آئندہ بھی پورا ہوتا رہے گا اگر انسان کا قدم خدا کے راہ میں تھوڑے سے عزم اور ہمت سے بھی اٹھے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت دوچند کیا دہ چند رفتار سے آتی ہے۔ نقص ہے تو یہی کہ ہم میں سے بہت سے احباب اپنے اس فرض منصبی سے غافل ہیں۔ اور بعض شاید اس کو ذلیل کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذلیل نہیں معزز کام ہے۔ کیا ہمارے رسول پاکؐ چندوں کے لئے تحریک نہ کرتے تھے اور ایسے ایسے لوگوں سے تحریک نہ کرتے تھے جن کے متعلق قرآن کریم کی شہادت موجود ہے۔

تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ماینفقون ۔

ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور کیا منافق تھوڑا دینے والوں پر تمسخر نہ کرتے تھے۔ والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم اور طعن کے طور پر نہ کہتے تھے ید اللہ مغلولۃ تو جو کام خود رسول اللہ صلعم نے کیا وہ کونسا انسان ہے جس کے لئے موجب ذلت ہو سکتا ہے۔ بعض اپنے دل ہی دل میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اس کام کے اہل نہیں یہ سب بہانے ہیں جو دین کی طرف سے لاپرواہی تلاش کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلیت سب کو دی ہے جو ہمت کرے گا۔ کوشش کرے گا اس کی اہلیت بڑھ جائیگی اور جو ایک قوت سے کام نہ لیگا وہ خدا کی دی ہوئی طاقت کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر دے گا۔ خدا کے دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے چندہ مانگنا آخر کیا چیز ہے۔ ایک نیک کام کے لئے دوسرے کو نصیحت اور وعظ کرنا ہے۔ ایک نیک کام وہ ہیں جن سے ایک فرد کی بھلائی ہوتی ہے مگر یہ ایسا نیک کام ہے جس سے ساری قوم کی بھلائی بلکہ قوم کی زندگی وابستہ ہے تو اس کی نیکی بھی اسیقدر زیادہ ہوگی جس قدر اس کا فائدہ زیادہ ہے۔ پس ایسے نیک کام کے لئے کسی کو نصیحت کرنا سب سے بڑھ کر عزت کا کام ہے۔ ہاں! کوئی لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور پھر اپنے لئے چندہ مانگے تو وہ بیشک ایک ذلیل کام ہے لیکن خدا کے دین کی نصرت کے لئے چندہ مانگنا نہایت درجہ کا معزز کام ہے۔ بعض احباب کو یہ غلطی لگتی ہے کہ لوگ دیتے نہیں میں کہتا ہوں کہ آیا جس قدر لوگوں کو وعظ و نصیحت کی جاتی ہے وہ سب مان لیتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی نہیں مانتا تو اسکا وبال اس پر ہے اس پر کوئی شخص کیوں گھبرائے۔ کہنے والے نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور مایوسی کی بھی کوئی بات نہیں۔ بسا اوقات ہوتا ہے کہ ایک ہی بات دوسری یا تیسری دفعہ وہ اثر کر جاتی ہے جو پہلی دفعہ نہیں کرتی۔ خوب یاد رکھو کہ قوم کی زندگی اسی سے وابستہ ہے کہ لوگ قومی کاموں میں حصہ لیں اور قومی کاموں کے لئے چندہ طلب کرنا فی الحقیقت سوئے ہوئے بھائیوں کو بیدار کرنا ہے کہ وہ بھی قومی اور دینی ضروریات کو محسوس کرنے لگیں۔ یہ بہترین وعظ ہے جو انسان کر سکتا ہے اور وعظ میں اگر ذاتی غرض نہ ہو بلکہ دوسروں کا بھلا مدنظر ہو تو یہ بہترین اور معززترین کام ہے۔ ہم لوگوں کو کیا کہتے ہیں صرف یہی کہ اسلام کے قلعہ پر دشمن گولہ باری کر رہا ہے۔ آؤ! تم بھی اسکی حفاظت میں حصہ لو۔ کوئی شخص حصہ لے تو ہم نے ایک آدمی کو نیکی کے رستے پر ڈالدیا۔ کوئی نہ لے تو ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اس کے بعد میں احباب کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ ایک لمحہ بھی اور ضائع نہ ہونے دیں بلکہ فوراً اس نیک کام میں لگ جائیں جہاں جہاں اکیلے اکیلے احباب ہیں وہ فوراً اپنی ہمت کے مطابق دفتر سے رسید بک منگوا لیں۔ یاد رہے کہ رسید بکوں کے بغیر کوئی چندہ وصول نہ کیا جائے اور نہ کوئی چندہ دینے والے دیں سوائے اس کے کہ وہ اپنے تعلقات سے ان خاص احباب پر پورا پورا اعتماد رکھتے ہوں جہاں دو دو تین تین آدمی ہیں وہ ملکر اپنے شہر یا قصبہ میں پھر نکلیں اور جہاں بڑی جماعتیں ہیں وہاں شہر کو حلقوں وغیرہ میں تقسیم کر کے جماعت ایک نظام کے ماتحت سب دوستوں کو بانٹ کر اور تین تین چار چار آدمیوں کے جتھے بنا کر مختلف محلوں میں اور دیہات کی صورت میں مختلف دیہات میں کام شروع کر دیں۔ رسید بکیں اس صورت میں جماعت کے سکرٹری ہی اکٹھی منگوائیں۔ کوئی جگہ جہاں جماعت موجود ہے کسی فرد کو رسید بک نہ بھیجی جائیگی اور ان رسید بکوں کا حساب دینے کے پابند سکرٹری صاحبان ہوں گے۔ یہ مضمون ہر جگہ جمعہ میں سنا کر فوراً کارروائی مناسب طریق پر شروع کر دی جائے میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر جماعت میں پوری حرکت پیدا ہو جائے اور ہمارے دوست اسے اپنا مقدم فرض سمجھ کر کام میں لگ جائیں تو توقع ہے کہ حالت بہتر ہو جائے گی بلکہ آئندہ کے لئے ایسا راستہ کھل جائے گا کہ ہم اپنے کام کو جسے ہم اسوقت کم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ پھر ترقی دے سکیں گے۔

محمد علی

"محفوظ سرمایہ تنظیم" کا صحیح مصرف

آپکا اشتہار بعنوان "محفوظ سرمایہ تنظیم" جو اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا میری نظر سے گذرا۔ بغور پڑھا۔ خاکسار بھی کسی زمانہ میں مذکورہ سرمایہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ کبھی کبھی اخبار تنظیم میں جو ڈاکٹر کچلو صاحب کی ملکیت و جناب قریشی صاحب کے ادارت میں شائع ہوا کرتا تھا میرا اور میرے رفقا کا بھی تذکرہ ہوتا رہتا تھا اس لئے مجھے بھی کچھ حق پہنچتا ہے۔ کہ میں مذکورہ سرمایہ کی بابت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ تحریک "محفوظ سرمایہ تنظیم" جس مقصد کو لیکر اٹھی تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کے اغراض و مقاصد مشرح طور پر اخبارات کے کالموں میں آ چکے ہیں۔ اب یہاں یہ بات دیکھنی ہے کہ اس رقم کو اس کے قائم کردہ مقصد کے خلاف مصرف میں لانا شرعاً اخلاقاً و قانوناً کہاں تک درست ہے ہم یہ مانتے ہیں اور اس کا سخت افسوس ہے کہ قوم نے اس تحریک کی طرف پوری توجہ نہ کی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ لیڈروں کے باہمی اختلافات نے بھی اس مبارک تحریک کے راستہ میں روڑے اٹکائے خصوصاً مسلم لیگ کے رویہ نے تو سم قاتل کا کام کیا۔ بہرحال رقم مطلوبہ اکٹھی نہ ہو سکی۔ اور فراہم شدہ سرمایہ بنک میں امانت رکھدینا پڑا۔

ذمہ داران محفوظ سرمایہ تنظیم کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس روپیہ کو قائم کردہ مقصد پر ہی صرف کرتے۔ اگر پوری رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ تو پھر انہیں یہ روپیہ کسی ایسے کام میں لگانا چاہیے تھا۔ جو محفوظ سرمایہ تنظیم کی اسکیم کے تمام نہیں تو چند ایک شرائط پورے کر سکتا ہو۔ مگر برعکس اس کے اکابران قوم ایسے کام میں خرچ کر ڈالنا چاہتے ہیں جس سے قوم و ملت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور جس کو مذکورہ سکیم سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

یہ تحریر کہ جنرل نادر خاں اعلیٰ حضرت ملک نادر خاں خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں رقم بطور پیش کی جائے کسی طرح بھی درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر شاہ موصوف کی خدمت میں اس سلکو غرض و غایت کی حقیقت بتلائی جائے تو [illegible] میں وہ کبھی بھی اس رقم کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ اور دل سے مجھے اتنا گلہ نہیں مگر ہمارے محترم قومی شاعر جناب سر محمد اقبال صاحب سے مؤدبانہ دریافت ضرور دریافت کروں گا۔ کہ آپ جیسا جہاندیدہ دوراندیش انسان خلاف توقع کس طرح محفوظ سرمایہ تنظیم کی رقم کو اس کے مقاصد کے خلاف صرف کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آپ کی ذات سے ہمیں ہرگز ہرگز ایسی امید نہ تھی گیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس فعل کا اثر دیگر انجمنوں کے چندوں پر کیا پڑے گا خدارا غور کرو اور غریب مسلم قوم کا روپیہ (جس کا ذکر آپ نے بارہا بذریعہ نظم و نثر کیا ہے) اس طرح برباد نہ کرو اور اس روپیہ سے غریب ہندوستانی مسلمانوں کے صحیح علاج کی تدابیر سوچو!

اب میں اپنی۔ اور اپنے ہم خیال احباب مثلاً اے۔ آر سلیمان سیالجی صاحب و سیٹھ ابراہیم صاحب و محمد شیر گل صاحب وغیرہم کی رائے محفوظ سرمایہ تنظیم کے متعلق پیش کرتا ہوں اور آپ سے امید کرتا ہوں۔ کہ اسے قوم کے کانوں تک پہنچائیں گے۔ رائے یہ ہے:۔

"محفوظ سرمایہ تنظیم کی رقم کسی ایسی انجمن کے سپرد کی جائے جو تبلیغ و اشاعت اسلام و اصلاح المسلمین کا کام احسن طریقہ پر کر رہی ہو۔ ہمارے خیال میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور و مرکز تبلیغ انبالہ مذکورہ کاموں کو احسن طریق پر انجام دے رہی ہیں۔ لہذا رقم مذکورہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دے دی جائے۔ یا دونوں میں تقسیم کر دی جائے۔"

والسلام

خاکسار

سید تصدق حسین قادری

"ہم اور وہ"

یہ بات کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں کہ مسلمانان عالم پر اسوقت ذلت اور ادبار کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ ان کی اقتصادی۔ تمدنی معاشرتی اور سیاسی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ان کا مہرہ بساط دہر پر کامل طور پر پٹ چکا ہے۔ مسلمان امرا کی یہ حالت ہے کہ وہ مغربیت کے رنگ میں رنگین ہو کر لامذہبیت کو فروغ دے رہے ہیں۔ اور غربا اپنی ہلاکت پر ادھار کھائے ہوئے پرانے سُرالاپ رہے ہیں۔ غرض عجب افراط و تفریط کا سماں بندھا ہوا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا مسلمانوں کی انجمنیں۔ لیگیں اور خلافت کمیٹیاں کیا کام کر رہی ہیں؟ ان کا فرض اولین یہ ہے کہ عوام کالانعام میں بیداری کی روح پیدا کریں۔ اور مسلمانوں کو من حیث القوم، اقوام کی صف اول میں لا کھڑا کریں لیکن اسلامی انجمنوں کے موجودہ ارکان اس اہم کام کو کبھی سرانجام نہیں دے سکے۔ جیسا کہ وہ اسلامی تعلیم کو اس کی اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کریں گے اور میدان عمل میں کبھی گامزن نہ ہوں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی صحیح اور بے لوث تعلیم پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ عامۃ المسلمین جہالت اور کم علمی کا شکار رہیں۔ اور ہمارے مذہبی رہنما انہیں جہالت کے اندھے کنوئیں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے اس ابتلا میں ایک قلیل جماعت البتہ ایسی ہے۔ جو دین فطرت کی سادہ اور صحیح تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اور یہی جماعت ہے جو اسلام کو بیرونی حملوں سے بچا رہی ہے میری مراد جماعت احمدیہ لاہور سے ہے جس کے کارنامے ہر کس سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ احمدیوں کے ایثار اور سعی و عمل کو دیکھ کر ازمنہ سابقہ کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور دل کو قدرے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ احمدی جماعت کے افراد اپنے پیٹ کاٹ کر مالی قربانی کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ تاکہ اسلام کا وقار قائم رہے۔ لیکن رنج اس امر کا ہے۔ کہ جمہور مسلمان ان سے بے اعتنائی اور بے رخی کا سلوک کر رہے ہیں۔ ان کا ہر ممکن طریقے سے استخفاف کیا جاتا ہے ان کی تکفیر کی جاتی ہے۔ ان کو مرزائی کے ناخوشگوار لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اور ملا لوگ تو یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ مرتد ہو جانے کو احمدی ہونے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اپنی ہلاکت کے اسباب اپنے ہاتھوں سے پیدا کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں اور بقدری سے کہتا ہوں۔ کہ اسلام کا بول بالا اسی صورت میں بالا ہو سکتا ہے کہ دور حاضر میں جبکہ سائنس، فلسفہ اور مادہ پرستی نے انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ تمام مسلمان بلاتفریق عقیدہ دشمنان اسلام کے مقابلہ پر متحد ہو جائیں۔ اور پرانے دقیانوسی خیالات کو جو اسلام کی حقیقی تہذیب و شائستگی کے راستہ میں ایک نہایت بڑی رکاوٹ ہیں خیرباد کہدیں۔ ساتھ ہی میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں کوئی جدید فرقہ نہیں محض ایک جماعت ہے جو خدا کے مامور کے حکم کے ماتحت خدا کے مقدس دین کی اشاعت کے لئے تیار کی گئی ہے جس کی تعلیم تمام حشو و زوائد سے پاک ہے۔ اور جس اسلام کی تعلیم [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نعوذ باللہ۔ کیا قرآنی شریعت نامکمل ہے؟

(ایک محقق کی قلم سے)

سوال۔ (۱)۔ ایک شخص زید نامی نے ایک شخص بکر کی لڑکی سے زنا بالجبر کیا۔ اس لڑکی کے ... نے قاضی کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔ قاضی نے چار گواہ مانگے۔ بکر نے خود تو یہ فعل آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مگر وہ مطلوبہ چار گواہ نہ لا سکا۔ اس پر قاضی نے کہا۔ کہ چونکہ تم چار گواہ نہیں لائے۔ تم جھوٹے ہو۔ تم نے زید پر جھوٹا الزام لگایا ہے کے عوض میں ہم تمہیں اب سزا دینگے۔ چنانچہ بکر کو اسّی دُرّے لگائے گئے۔ اس بیچارے کی بڑی ہی گت ہوئی۔ ایک تو لڑکی کی بے عزتی ہوئی۔ دوسرے خود ذلیل ہوا۔ کئی دن دُرّے کی ضربوں کی وجہ سے پلنگ پر پڑا رہا۔ آخر ... کر نکل گیا۔ اور زید صاحب سب کچھ کر کرا کے مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرے۔

(۲) اس مقدمہ سے زید کی جرأت اور بڑھ گئی۔ اس نے ایک اور شریف شخص عمرو کی لڑکی پر ہاتھ ڈالا۔ اور زنا بالجبر کیا۔ استغاثہ پر بیچارہ عمرو اپنے ساتھ گواہوں کو بھی قاضی صاحب کی عدالت میں لے گیا۔ مگر بدقسمتی سے دو گواہ ہی تھے چار نہ مل سکے قاضی صاحب نے کہا۔ لہٰذا زید پر جھوٹا الزام لگانا تمہارا ثابت ہے۔ ہم تم کو سزا دینگے۔ وہ چیختا رہا۔ کہ حضور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان دو گواہوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ ایسا ستم نہ کیجئے۔ قاضی صاحب نے کہا۔ تم اور تمہارے دو گواہ مگر صرف تین گواہ بنتے ہیں۔ چوتھا نہیں بنا۔ لہٰذا ہم تم کو اسّی دُرّے ماریں گے۔ پس پھر کیا تھا۔ تاڑ تاڑ دُرّے پڑنے شروع ہو گئے۔ گواہ بھی ساتھ ہی پٹے۔ اور زید صاحب قہقہے لگاتے پھرے۔ عمرو کئی دن تک ہسپتال میں پڑے رہے۔ پھر خدا جانے کدھر چلے گئے۔

(۳) اب زید ... کی جرأت اور بھی بڑھ گئی۔ اب کے انہوں نے ایک نہایت معزز شخص خالد کی لڑکی سے زنا بالجبر کیا۔ خالد صاحب استغاثہ کرنے چلے۔ تو چار گواہ بھی ساتھ لیے۔ قاضی صاحب کے ہاں استغاثہ پیش ہوا۔ دو گواہوں کو زید کے آدمیوں نے توڑ لیا۔ گواہی کے وقت دو گواہوں نے تو سچی گواہی دی۔ اور دو رک گئے۔ بس پھر کیا تھا خالد اور ان کے سچے گواہوں پر دُرّے پڑنے شروع ہوئے۔ تاڑ تاڑ۔ خالد نے دہائی دہائی کی۔ کہ ایک تو لڑکی کی میری آنکھوں کے سامنے عزت گئی۔ دوسرے بڑھاپے میں میرا منہ کالا ہوا۔ لوگوں میں میری رسوائی ہوئی۔ اے خدا تیری شریعت کا یہی کمال ہے! اور زید سامنے کھڑے ہنس رہے تھے۔

(۴) زید صاحب اور بھی دلیر ہو گئے۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک اور بزرگ ثابت نام کی باکرہ لڑکی کو خراب کیا۔ یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو گئی۔ ثابت آنکھوں سے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس بیچارہ شریف آدمی نے قاضی صاحب کے ہاں استغاثہ کیا۔ اس نے دو گواہ بھی پیش کئے۔ بتایا۔ کہ لڑکی حاملہ ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا ہمیں کیا پتہ کس کا حمل ہے۔ حمل سے یہ ثابت تو ہو گیا۔ کہ لڑکی زانیہ ضرور ہے۔ مگر زید کا زنا ثابت نہیں ہوا۔ اگرچہ آپ نے اور آپ کے دو گواہوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ مگر شریعت کہتی ہے۔ آپ جھوٹے ہیں۔ زید سچا ہے۔ بس دُرّے کھاؤ۔ تاڑ۔ تاڑ۔ ہائی ہائی ثابت نے شور مچا دیا۔ کہ الٰہی یہ کیا شریعت ہے۔ کہ مستغیث الٹا سزا پا رہا ہے۔ اور بدمعاش مجرم کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے۔ اور ہنس رہا ہے۔ آخر کوئی راہ اس مصیبت سے نکلنے کی بھی ہے۔ یا نہیں۔ اب کیا ہے۔ جو شہر کا بدمعاش ہوگا۔ وہ ایک شریف کی عزت لے لیگا۔ اور اس کی لڑکی کو خراب کرے گا۔ اور جو استغاثہ کریگا۔ وہ الٹا پٹے گا۔ یہ تو بدکاری کا دروازہ کھل گیا۔ غرضیکہ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ زید اور ان کے رفقاء کھلے بندوں جس کی لڑکی پر چاہا۔ ہاتھ ڈالتے۔ اور خراب کرتے۔ اور کوئی شریف آدمی استغاثہ نہ کر سکتا۔ کیونکہ قاضی صاحب جلاد بے درمان کی طرح مستغیثوں کے لئے دُرّہ ہاتھ میں لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرے کو مارے شاہ مدار ان کی عدالت کا قانون یہی تھا۔ کہ ہر مستغیث چار گواہ چشم دید شہادت کے لائے۔ ورنہ اسّی دُرّے کھائے۔ کسی کی شامت آئی تھی۔ جو اسّی دُرّے کھاتا۔ ایک تو لڑکی کی عزت برباد۔ دوم دُرّے کھا کھا کر بڈھی ہڈیوں کو مہینہ بھر پڑے سینکے گا اور سوم شہر بھر میں جو رسوائی اور روسیاہی ہو وہ مزید براں۔ لہٰذا میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا ان قاضی صاحب کے یہ فیصلہ جات صحیح ہیں۔ اور اگر صحیح ہیں۔ تو کیا شریعت اسلامی ایسی ہی نامکمل ہے۔ جیسا کہ اوپر کے واقعات سے نظر آتی ہے بینوا و توجروا

جواب۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قاضی صاحب محمود کی نادانی ہو گئے۔ ورنہ قرآنی شریعت کے حامل قاضی صاحب کا تو فیصلہ ایسا ظالمانہ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی شریعت خدا کے فضل سے کمل ہے۔ ہر مشکل کا علاج اس میں موجود ہے۔

زنا کی سزا

معاملہ کے سمجھنے کے لئے میں پہلے کچھ تمہیداً عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن نے زنا کو بہت برا سمجھا ہے اور اس لئے اس کی سزا بھی سخت رکھی ہے۔ زنا کرنے والا مرد ہو۔ یا عورت۔ شادی شدہ ہو۔ یا غیر شادی شدہ اس کی سزا جو قرآن نے رکھی ہے۔ اس کی تشریح عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) ایسے دُرّے جن کی چوٹ کا اثر جسم پر رہے۔ ایذا اعضائے رئیسہ کو نہ پہنچے۔ مطلب یہ کہ بدنی تکلیف پہنچائی جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ

(۲) یہ سزا پبلک میں لوگوں کے سامنے دی جائے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اور زناکاروں کی پبلک میں رسوائی ہو۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔ یہ رسوائی اس کا بدلہ ہے جو انہوں نے دو شریف خاندانوں کو اپنے افعال شنیعہ سے رسوا کیا۔

(۳) زنا کرنے والوں کو بائیکاٹ کر دیا جائے۔ کوئی مومن مرد کسی زانیہ عورت سے اور کوئی مومنہ عورت کسی زانی مرد سے نکاح نہ کرے۔ زانی اور زانیہ آپس میں بے شک نکاح کر لیں۔ مگر مومن مردوں اور مومن عورتوں کا رشتہ ان سے حرام ہے۔ گویا ان سے سوشل بائیکاٹ کا حکم ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المؤمنین۔

(۴) اگر عورت سے مرد نے زنا بالجبر کیا ہے۔ تو عورت کو سزا نہیں دی جائیگی جیسا کہ قرآن میں ہے۔ ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم۔

اتہام کا روک تھام

آپ نے دیکھ لیا۔ کہ زنا کی سزا کس قدر رسوا کن ہے۔ اگر کسی پر زنا کا جرم ثابت ہو جائے۔ تو علاوہ بدنی سزا کے کس قدر اس کی ذلت اور رسوائی ہے۔ اور تمام اسلامی برادری کا اس سے مقاطعہ کس قدر خطرناک ہے۔ پس اس صورت میں ضروری تھا۔ کہ اس بات کی روک تھام بھی کر دی جاتی۔ کہ کوئی کسی کو خواہ مخواہ بدنام نہ کرے۔ اور ناحق کا الزام کسی مرد یا عورت پر لگا کر انہیں رسوائے عالم نہ کرے۔ اس لئے اس بات کو ضروری قرار دیا۔ کہ جو کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگائے۔ تو ضروری ہے۔ کہ وہ چار گواہ لائے۔ اگر چار گواہ نہ لا سکیگا۔ تو پھر مقدمہ تو مدعی الٹا اس پر بنے گا۔ اور اس ناحق کے الزام کے بدلہ میں اسے اسّی جلدہ لگائے جائیں گے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ ناحق کے اتہامات کا سدباب ہو گیا۔ اور سوسائٹی میں اس قسم کی سرگوشیاں بند ہو گئیں۔ جنہیں شرفاء کی عزت پر حملہ ہونے کا احتمال تھا۔ لیکن اس میں یہ مشکل پیش آگئی۔ کہ پھر ایک مستغیث کیا کرے۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی یا بہن یا لڑکی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے دیکھے۔ اور چار گواہ نہ لا سکے۔ تو وہ کیا کرے۔ اس کے لئے بھی قرآن نے انتظام کیا۔

مستغیث کے لئے مشکل کا حل

انتظام یہ کیا۔ کہ مستغیث اگر چار گواہ نہ لا سکے تو وہ چار گواہ کے عوض میں خدا کو چار بار گواہ کرے۔ جو دانائے راز اور واقف اسرار ہے۔ یعنی خدا کی چار بار قسم کھائے۔ کہ استغاثہ سچا ہے۔ اور پھر پانچویں دفعہ اپنے جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا کی سزا یعنی لعنت کو طلب کرے۔ جیسا کہ قرآن میں مثال دیکر سمجھایا ہے۔ والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین۔ والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین۔ یعنی جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا الزام لگائیں۔ اور سوائے اپنے آپ کے ان کا اور کوئی گواہ نہ ہو۔ تو وہ چار بار خدا کو گواہ ٹھہرا کر قسم کھا کر بیان دے۔ کہ وہ اپنے استغاثہ میں سچا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اگر وہ جھوٹ بیان دے رہا ہے۔ تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

جب مستغیث کا ایسا حلفی بیان ہو جاوے۔ تو قاضی کا فرض ہے کہ وہ ملزم یا ملزمہ پر فرد جرم لگا دے۔ اور ان سے صفائی کے گواہ طلب کرے۔ اس حلفی استغاثہ کی صورت میں ملزم یا ملزمہ سزا سے تب ہی بچ سکتی ہے۔ جب کہ بالمقابل وہ بھی حلف اٹھاوے۔ اور خدا کو چار دفعہ گواہ کر کے قسم کھاوے۔ کہ مستغیث جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ استغاثہ کے سچا ہونے کی صورت میں اپنے لئے خدا کی سزا یعنی غضب کو طلب کرے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔ ویدرؤا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصادقین۔ اور ملزمہ یہ قسم کھاوے۔ کہ مستغیث جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ یوں کہے۔ کہ اگر مستغیث سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

تب اس ملزمہ یا ملزم پر سے سزا ٹل جائیگی۔ اور عدالت انہیں چھوڑ دیگی۔ کیونکہ انہوں نے اپنا مقدمہ دنیا کی عدالت سے خدا کی عدالت میں منتقل کرا لیا جو دانائے راز ہے۔ جہاں کسی انسانی گواہ کے لانے کی ضرورت نہیں۔ اب جو سزا آئیگی۔ خدا کی طرف سے آئیگی۔ اگر ملزم یا ملزمہ اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ خدا ان کو سزا دیگا اور اگر استغاثہ جھوٹا تھا۔ اور مستغیث کی قسم جھوٹی تھی۔ تو خدا مستغیث کو سزا دیگا۔ بہرحال اب دنیا کی عدالت دونوں فریق میں سے کسی کو سزا نہیں دے گی۔ نہ ملزم یا ملزمہ کو نہ مستغیث کو۔ کہ وہ چار گواہ کیوں نہیں لایا۔ اگر مستغیث نہ گواہ لاتا۔ اور نہ قسم کھاتا۔ تو پھر ضروری تھا۔ کہ عدالت اس کو اسّی دُرّے مارتی کیونکہ اس نے ناحق ایک شریف مرد یا شریف عورت پر الزام لگایا۔ لیکن اگر وہ چار گواہ لے آوے۔ یا چار گواہ کے بدلے پر صرف اپنا استغاثہ حلفی ہو کر دے۔ قسم دے تو وہ بری الذمہ ہو گیا۔ اب صفائی کا بوجھ ملزمہ یا ملزم پر جا پڑا۔ اگر ملزمہ یا ملزم قسم کے مقابلہ میں قسم نہ کھاوے گا۔ تو جرم اس پر ثابت ہے۔ عدالت اسے سو دُرّے کی سزا دے گی۔ اس سزا سے بچنے کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ اگر وہ سچا ہے۔ تو بالمقابل قسم ہو کر لہٰذا اب کھاوے۔ تب عدالت اسے سزا نہ دے گی۔ کیونکہ اب مقدمہ خدا کی عدالت عالیہ میں چلا گیا۔ وہ خود سزا دیگا۔ لیکن مستغیث کی قسم کے مقابلہ میں جب تک ملزم یا ملزمہ قسم نہ کھاوے۔ وہ شریعت کی نگاہ میں مجرم ہے۔ اس کی صفائی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ وہ بالمقابل قسم کھاوے۔ ورنہ نہیں۔

فیصلہ غلط تھا

پس اوپر کے مقدمات میں جو آپ نے پیش کئے ہیں۔ قاضی مذکور کا فیصلہ سرتاپا غلط تھا۔ اس کا فرض تھا کہ اگر مستغیث چار گواہ پیش نہیں کر سکا تھا۔ تو مستغیث سے قرآن کے بتائے ہوئے طریق پر حلفی بیان لیتا۔ اگر وہ حلفی بیان نہ دیتا۔ تو بے شک اسے اسّی دُرّے پڑتا۔ لیکن اگر وہ طریق مذکور پر حلفی بیان دیتا۔ تو مستغیث بری الذمہ تھا۔ اب اگر ملزم بالمقابل قسم کھاتا۔ تو سزا سے بچتا۔ اور اگر قسم نہ کھاتا۔ تو سو دُرّے کھاتا۔ کیونکہ جب مستغیث قسم کھا کر ایک بیان دے۔ کہ زید نے میری لڑکی یا بہن یا بی بی سے زنا کیا ہے۔ تو زید پر فرد جرم لگ گیا۔ جب تک وہ اپنی صفائی کے لئے بالمقابل اسی طریق پر قسم نہ کھاوے۔

اصول عام ہے۔ خاص نہیں

بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ بالمقابل قسم کھانے کا مذکورہ بالا طریق صرف شوہر اور زوجہ کے متعلق ہے۔ کسی اور رشتہ دار کے متعلق نہیں۔ مگر ان کا ایسا کہنا سخت غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں شوہر کا اپنی زوجہ پر الزام لگانے کو ایک مثال کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ نہ کہ یہ اصول صرف شوہر اور زوجہ سے مخصوص ہے۔ بتانا تو یہ تھا۔ کہ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جن میں چار گواہ نہیں ہوتے۔ اور ایک مرد اور عورت کا باہمی ناجائز تعلق بھی ہو جاتا ہے ایسی صورت میں عام لوگوں کو چہ میگوئیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایسے شخص کو جس کی عزت پر اس فعل کا اثر پڑتا ہو اور جس کے خاندان کی اس میں بدنامی اور تباہی ہوتی ہو۔ وہ کیا کرے۔ وہ کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے یا دیوثوں کی طرح چپکا تماشا دیکھا کرے۔ اگر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور چار گواہ نہ لا سکے۔ تو پھر کیا کرے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ استغاثہ کے لئے کوئی راہ مہیا کی جاتی۔ اور یہی قرآن نے مہیا کی۔ یعنی یہ کہ ایک مستغیث اگر چار گواہ نہ لا سکے۔ تو ان کی جگہ خدا کو چار بار گواہ کر کے قسم کھائے۔ اور جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا کی لعنت کو جس سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ قبول کرے۔ تو استغاثہ قابل قبول سمجھا جائیگا اور ملزم کو مجبور کیا جائیگا۔ کہ یا تو بالمقابل قسم کھا کر اپنی صفائی کرے۔ ورنہ سزا پائیگا۔

اسے شوہر کے ساتھ مخصوص کرنا صریح ظلم ہے۔ شوہر کی تو ایک مثال ہے۔ آخر اسی سے یہ بھی نکالتے ہیں۔ کہ اگر بی بی شوہر پر الزام لگائے تو اسے بھی اسی طرح چار بار قسم کھانی اور پانچویں بار لعنت کرنی پڑیگی۔ حالانکہ بی بی کا شوہر پر الزام لگانے کا یہاں کہیں ذکر نہیں۔ لیکن آخر قیاس کے اصول کی رو سے ہی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ جب شوہر کے بیوی پر الزام لگانے پر یہ اصول ہے۔ تو بی بی کے شوہر پر الزام لگانے پر بھی یہی اصول ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر شوہر کو بوجہ مستغیث ہونے کے یہ رعایت دی گئی ہے۔ تو بی بی کو بوجہ مستغیثہ ہونے کے کیوں رعایت نہ دی جائے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ پھر سوال تو استغاثہ کا رہ گیا۔ یعنی کسی زنا کے ارتکاب سے جس شخص کی عزت کو نقصان پہنچا ہے۔ اور وہ اس کے لئے کسی عدالت میں استغاثہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے یہ راہ قرآن نے مہیا کی ہے۔ خواہ شوہر کی عزت کو نقصان پہنچا۔ خواہ بی بی کی عزت اور جذبات کو ٹھیس لگی۔ خواہ باپ یا بھائی کی عزت کو نقصان پہنچا۔ جس کسی کی عزت کو کسی شخص کے زنا کے فعل سے نقصان پہنچے

امرتسر کا مناظرہ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

مولانا عبدالحق صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب کے بیانات

مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج

(۱)

مولانا عبدالحق صاحب صدر مناظرہ کا نوٹ

انسان کے نقدانِ بصارت اور نابینائی کی بھی ایک حد ہے دنیا میں ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا نابینا نہ ملے گا کہ جو نصف النہار اور شبِ تاریک میں امتیاز نہ کرسکتا ہو مگر اس شخص کی بے بصیری کس قدر قابلِ رحم ہے کہ جس کو بقولِ خود اگر حضرت "مرزا صاحب دن کو دن کہیں تو اسے رات کا شبہ گزرتا ہے" مولوی ثناء اللہ کا اپنی نسبت یہ اپنا فتویٰ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون کی مجسم تفسیر اور حدیث من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ کی منہ بولتی تصدیق ہے۔ وہ لوگ کہ جو مولوی ثناء اللہ کے تارِ نگاہ نہیں بلکہ بقول خود نگاہ و تار سے حضرت مرزا صاحب کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ خود ہی غور کریں کہ وہ کیا دیکھ سکتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب مقر ہیں کہ وہ غصہ میں آکر جھوٹ بولنے میں بے باک ہیں اس کے لئے ہمارے سامنے وہ الفاظ ہیں کہ جو انہوں نے مولوی ابو رحمت حسن بھرتی کے ساتھ صلح کرنے کے بعد شائع کئے کہ فریقین نے ایک دوسرے کے متعلق جو کچھ لکھا وہ غصہ کی وجہ سے تھا۔ پھر میرے سامنے اس مناظرہ کا منظر ہے کہ جو مجیٹھہ ضلع امرتسر میں یوگندر پال کے ساتھ مولوی صاحب کا ہوا کہ جب فریقِ مخالف نے ایک روایت صحیح بخاری کے ذمہ تھوپ دی تو انہوں نے بھی ایک منتر ویدوں کے ذمہ مڑھ دیا۔ نہ یوگیندر پال حدیث دکھا سکا نہ ثناء اللہ منتر کا ثبوت دے سکا۔ امرتسر کے مناظرہ میں مولوی عصمت اللہ صاحب کے مدِ مقابل فی الحقیقت آریہ ہی نہ تھے مولوی ثناء اللہ بھی تھا۔ مولوی ثناء اللہ بقول خود ایک وکیل کی حیثیت رکھتا ہے جو بھی اس کو محنتانہ دیدے یہ وکالت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ حکم دین مختار عدالت نے ایک مرتبہ (جب امرتسر میں احمدیوں کے ساتھ ان کا وفاتِ مسیح کے مبحث پر مناظرہ تھا) ان سے کہا کہ مولوی صاحب افسوس ہے کہ آپ وفاتِ مسیح کے قائل ہو کر وفاتِ مسیح کے خلاف دلائل دیتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے کیا اچھا جواب دیا کہ مجھے اس پر افسوس ہے کہ آپ وکیل ہو کر مجھ پر اعتراض کرتے ہیں آپ کو دیکھنا یہ چاہیئے تھا کہ میں نے وکالت اچھی کی یا نہیں؟ امرتسر میں لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے آریوں سے محنتانہ لیکر مناظرہ کیا۔ وکالت کا حق خوب ادا کیا اور ہوشیار وکیل وہی ہے کہ جو آئندہ کے لئے بھی اپنے مؤکلوں پر حسنِ سلوک کا اثر چھوڑے مولوی عصمت اللہ صاحب خواہ مخواہ اُن کی وکالت پر معترض ہیں۔ رہی مولوی ثناء اللہ کی قابلیت مناظرہ اس پر جبل پور کا مناظرہ گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے وہاں خود توہین کروائی اور مسلمانوں کو وہ خفت اٹھانی پڑی کہ ایک مسلمان کو اس مناظرہ کی روئداد کا خلاصہ اس شعر میں ادا کرنا پڑا ؎

شیرِ پنجاب کوئی ہے تو کوئی طوطیٔ ہند ✱ آئی حیوانوں کے ہاتھوں میں عنانِ اسلام

امرتسر کے مناظرہ کے متعلق میں بحیثیت صدر فی الجملہ یہ کہتا ہوں کہ مولوی عصمت اللہ صاحب کو اس مناظرہ میں آریہ سماج پر وہ فتح حاصل ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ کو اپنے ۳۵ سالہ جرنیلی میں اس کا خواب دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ (عبدالحق)

مولوی عصمت اللہ صاحب کا چیلنج

میرے مناظرے اور ان کی روئدادیں

مؤرخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو امرتسر کے آریہ سماج مندر میں مہاشہ دھرم بھکشو سے وید قرآن کے مبحث پر میرا مناظرہ ہوا۔ میں سائل تھا اور مہاشہ دھرم بھکشو مجیب میری عادت کسی مناظرے کی روئداد شائع کرنے کی نہیں۔ ہندوستان کے طول عرض میں آجتک سینکڑوں مناظرے کئے مگر آجتک کسی کی روئداد نہیں لکھی۔ اور نہ اخبارات کے دفاتر میں اشاعت کے لئے بھیجی۔ ہاں سامعین میں سے اکثر حضرات نے روئدادیں لکھیں۔ اخبارات کے دفاتر میں بھیجیں اور وہ شائع ہوئیں ماردیئے اور وہ وقت پر چھپ کر پبلک کے سامنے آئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ میں نے اپنے فرائض متعلقہ کی رپورٹ میں کسی مناظرے کا ضمناً تذکرہ کردیا اور دفتر سکرٹری کو اس کی اطلاع دیدی اور وہاں سے اسی رپورٹ کا اقتباس دفتر اخبار میں آگیا اور وہ چھپ گیا۔ یوں تو میرے مناظروں کے متعلق ہزاروں تار چھپے اور بیشمار روئدادیں شائع ہوئیں۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں روئداد میری لکھی ہوئی ہے تار دینے والے تو بالیقین سب غیر احمدی تھے۔ جن میں حنفی اہل حدیث وغیرہ وغیرہ [illegible]

سوا اور کچھ مقصود نہ ہو اسراف سمجھتے ہیں۔ اور احمدی مسلمانوں کی مرکزی انجمن اس قسم کے اخراجات تک کی اجازت نہیں دیتی۔ روئداد نویس بھی عام طور پر روشن خیال غیر احمدی حضرات ہی تھے۔ ہاں اس گروہ میں کوئی احمدی بھی آگیا ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں مگر وہ اس کلیہ میں مستثنےٰ کا حکم رکھے گا۔ میں معمولی لکھا پڑھا آدمی ہوں کوئی بڑا عالم نہیں بڑا فاضل نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ جب امام فخرالدین رازی جیسے عدیم المثال عالم یہ کہیں کہ ؎

هرگز دل من ز علم محروم نشد ✱ کم بود ز اسرار کہ مفهوم نشد
هفتاد و دو سال می کردم شب و روز ✱ معلوم شد کہ هیچ معلوم نشد

تو پھر میری کیا بساط ہے کہ میں اپنے آپ کو علما و فضلا کے مقدس گروہ میں شمار کروں۔ اور اپنی علمی فضیلت کی بے سرو پا داستانیں لکھ کر پبلک کو دھوکے میں ڈالوں۔ میں نے آجتک اس غیر معقول طریقے سے احتراز کیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا حیات ستعار احتراز ہی کروں گا۔

دوسروں کی خودستائی

نا عاقبت اندیش دل تو کہتا ہے کہ جب اور نہ جاننے کے باوجود جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ہندو علوم سے بے بہرہ ہونے کے باوصف خم ٹھونک کر میدان میں اُترتے ہیں۔ شکستوں پر شکستیں کھا کر۔ ہزیمتوں پر ہزیمتیں اٹھا کر بھی اپنی ظفرمندی کا اعلان کردینے سے نہیں شرماتے۔ خود اپنی تعریف کی خود تراشیدہ داستانیں لکھ کر کبھی اپنی طرف سے اور کبھی غیروں کی طرف سے چھپوا دیتے ہیں۔ آپ ہی اپنا خطاب تجویز کرکے خوب ڈھنڈورا پٹواتے ہیں۔ تو پھر تم کیوں چپ ہو خودستائی کرو۔ آخر کچھ نہ کچھ جانتے تو ہو۔ نہ جاننے والوں کے بالمقابل تو یہ حق تمہیں بطریق اولیٰ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس امارہ کی اس مزدورانہ چال میں کبھی نہیں آیا۔ اور آجتک شہرت طلب خودستا نہیں بنا۔ مگر بایں ہمہ آج مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ اپنی عادت کے برخلاف مناظرہ امرتسر کی روئداد خود لکھ دوں۔ اور صاحب صدر کو دکھلا کر ان کی تصدیق سے پیغام صلح میں چھپنے کے لئے بھیج دوں۔

مولوی ثناء اللہ کا حملہ

اگر اس مناظرے کی روئداد کوئی آریہ اخبار لکھتا اور اپنے دل کا بخار میرے برخلاف نکالتا تو مجھے ایک حرف بھی لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہاں معاملہ بالکل ہی بالعکس ہے۔ امرتسر کا ہندو اخبار تو میرے حق میں فیصلہ دیتا ہے کہ آریہ مناظر جواب نہیں دے سکا۔ مگر شیر پنجاب مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری اپنے اخبار اہل حدیث مؤرخہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء میں میرے برخلاف اپنے قلم کو جنبش دیتے ہیں۔ ہندو اخبار تو اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے مگر مولانا ممدوح اسی روز مجلس مناظرہ میں ہونا تو ایک طرف رہا امرتسر میں بھی نہیں ہیں مگر پھر بھی اس قدر صلواتیں سناتے ہیں کہ عیاذاً باللہ۔ مولانا مکرم میرے پرانے مہربان ہیں۔ انہیں چاہیئے تھا کہ مجھ ایسے نیازمند کے بالمقابل اپنی شان علم و فضل اور وقار اسلام کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور سوقیانہ باتوں پر نہ اُتر آتے۔ سوقیانہ باتیں ایک علامۃ الدہر انسان کے شایان شان نہیں اور اب تو مولانا کا آفتاب عمر بھی لب بام آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جانے کا وقت قریب ہے۔ بڑھاپے میں بچپن کے ناز زیب نہیں دیتے میں پھر بھی نیازمند ہوں۔ جو چاہیں سو کہیں۔ میں تو اتنا کہنا بھی داخل گستاخی سمجھتا ہوں مگر کیا کروں مولانا کی اس بے اصل تحریر سے دل بہت دکھا۔ اگر اس میں کچھ اصلیت ہوتی تو صبر کرتا اور حرف شکایت زبان پر نہ لاتا۔ مگر کیا کہوں ہمارے محترم نے تو غضب ہی ڈھا دیا۔ اے کاش وہ اپنے دروغ گو راوی کے بیان پر اعتبار نہ کرتے۔ اور مجھ سے براہ راست معاملے کی اصلیت دریافت فرماتے۔ پھر جو چاہتے وہ لکھتے مجھے شکایت کرنے کا موقعہ ہی نہ رہتا۔

مولوی ثناء اللہ کی ہزیمت

مجھے امرتسر کے مناظرے کا کوئی علم ہی نہ تھا۔ امرتسر ہی سے چند آدمی مجھے اور میرے دوست مولانا مولوی عبدالحق صاحب کو لینے کے لئے یہاں آئے اور انہوں نے بتلا دیا کہ حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مجلس مناظرہ سے بُری طرح فرار کر گئے۔ اور امرتسر کی مسلم پبلک کو سخت ندامت اٹھانی پڑی۔ اگرچہ [illegible]

مناظرہ سے کے مسلمہ شیر کا پیٹھ دکھا کر آریہ مناظر کے سامنے سے بھاگ جانا حد سے زیادہ تعجب انگیز تھا۔ امرتسر پہنچ کر اور لوگوں سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ اور بعضوں نے تو کچھ اور بھی کہا۔ مگر میں نے پھر بھی اسے لوگوں کی غلط فہمی ہی پر محمول کیا اور یہ سمجھا کہ مولانا کے علمی دلائل کو پبلک سمجھ نہیں سکی۔ یہی وجہ تھی کہ آجتک اس کے متعلق نہ زبان سے کچھ کہا اور نہ قلم ہی سے کچھ لکھا۔ مگر اب تو معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ اور ہمارے محترم کو امرتسر جیسے شہر میں ہزیمت کی ندامت ضرور اٹھانی پڑی ہے اور ہمارا وہاں بلوایا جانا طبع مبارک پر گراں گزرا ہے اور اسے اپنی کسرِ شان سمجھا ہے اور اسی لئے ہمارے برخلاف اخبار میں اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ خیر کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ ہم اب بھی سوئے ظن سے کام نہیں لیتے۔ اور ان تمام باتوں کو غلط فہمیوں کا انبار سمجھ کر پرے پھینک دیتے ہیں۔

آریہ مناظر کی ہم نوائی

مگر اس کا کیا علاج۔ کہ حضرت مولانا نے ہمیں نیچا دکھانے کے لئے قرآن پاک کے احترام کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ اور آریہ مناظر کے ہم نوا ہو کر تحریف قرآن کے اعتراض کو اور بھی سخت کردیا۔ آریہ مناظر کے الفاظ بالکل جا بجا نہ تھے۔ مگر مولانا ممدوح نے انہیں آریہ مناظر کی طرف سے علمی رنگ دیکر پیش کردیا۔ کیا اس کے یہی معنے نہیں کہ مولانا ممدوح ہمیں نیچا دکھانے کے لئے ناموس اسلام کی بھی پروا نہیں کرتے۔ ورنہ ناقل اعتراض ہونے کی حیثیت سے اس بات کی ضرورت تھی کہ اعتراض کو اسی رنگ میں لکھتے جس رنگ میں آریہ مناظر نے پیش کیا تھا۔ مولانا اعتراض مذکورہ کی نقل ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

> "آریہ مناظر نے کہا تم لوگ وید میں تحریف کہتے ہو۔ قرآن میں بھی یہی تحریف ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اس نے یہ آیت وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پیش کرکے آریہ مناظر نے کہا کہ اس آیت کی بابت صحیح بخاری میں بجائے اوتیتم کے اوتوا آیا ہے۔"
>
> (۲۲ر اہل حدیث)

حقیقۃ الحال اس کے بالکل برخلاف ہے۔ جو کچھ مولانا نے لکھا ہے۔ آریہ مناظر نے وہ ہرگز نہیں کہا۔ میں نے اسی وقت آریہ مناظر کے الفاظ نوٹ کر لئے تھے اور وہ یہ ہیں:-

"بخاری کہتا ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت نہیں بلکہ قرآن کی آیت وما اوتوا من العلم الا قلیلا ہے۔" اس پر میری طرف سے مطالبہ ہوا کہ بخاری سے وہ مقام نکال کر دکھاؤ جس میں بخاری نے وما اوتوا من العلم الا قلیلا کو قرآن کی آیت کہا ہو۔ دکھا دو تو پانچ سو روپیہ انعام لو۔ آریہ مناظر تو آخر تک بخاری کا یہ قول نہ دکھا سکا کہ وما اوتوا من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت ہو۔

مولوی ثناء اللہ کو چیلنج

مگر خدا خیر کرے اب محترم مولانا اس کی تائید میں اُٹھے ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں بھی عرض کر دیتے۔ کہ اچھا آپ ہی صحیح بخاری میں وہ مقام دکھا دیجئے جہاں امام بخاری کا قول ہو۔ کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت نہیں بلکہ وما اوتوا من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت ہے۔ گستاخی معاف، مولانا جتنا چاہیں آریہ مناظر کی تائید کرلیں مگر صحیح بخاری میں سے قیامت تک امام بخاری کا یہ قول نہیں دکھا سکیں گے۔ مگر یہ نکتہ یاد رہے کہ اگر مولانا خود کسی کی بات اپنے اخبار میں نقل کریں تو وہ مولانا کی نہیں کہلا سکتی۔

قارئین کرام آریہ مناظر کے اعتراض اور مولانا ثناء اللہ صاحب کی نقل سے اس نتیجے پر ضرور پہنچ گئے ہوں گے کہ ہماری طرف سے مولانا کے دل میں کچھ غبار ہے۔ ورنہ حضرت ممدوح ایک بیہودہ اعتراض کو علمی رنگ دے کر پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ جواب بھی دیا تو ایسا بے ڈھنگا کہ...... دینا ہی نہ آیا اور اعتراض اور بھی سخت ہو گیا۔ اور یک نشد دو شد والی مثل ہو گئی۔ یا للعجب اعتراض کو بھی خود ہی سخت کریں اور جواب میں بھی خود ہی گھڑ دیں مگر ملامت کے تیروں کا ہدف ہمیں بنائیں۔ اچھا یوں ہی سہی۔ ہم تو نیازمند ہیں اُف تک نہیں کرسکتے ؎

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے ✱ سینہ کس کا ہے حضور اپنا جگر کس کا ہے

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

قصہ کوتاہ یہ ساری باتیں مل ملا کر اس بات کی دلیل ہیں کہ مولانا ممدوح مجھ ایسے نیازمند سے سخت ناراض ہیں ممکن ہے کہ یہ ناراضگی اس شکست سے پیدا ہوئی ہو جو میرے مناظرے سے دو روز پہلے آپ کو اٹھانی پڑی۔ یا اس وجہ سے ہو کہ اگر امرتسر میں کوئی دوسرا آدمی آکر میدان مارے تو پھر حضرت کی شہرت کہاں رہے گی۔ شاید اسی خیال سے آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پیشتر جب کہ امرتسر کے اہل حدیث نے آریہ سماج سے ایک بڑے بھاری مناظر کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس میں کسی نے مولانا کو پوچھا تک نہیں تھا اور قرعہ فال ہم غریبوں ہی کے نام پر پڑ گیا تھا۔ آپ نے کھسیانے ہو کر حکام کا دروازہ تک کھٹکھٹا دیا تھا کہ نہ امرتسر میں مناظرہ ہو اور نہ شہرت میں فرق آوے۔ بظاہر یہ دلیلیں تو قوی ہیں۔ اور ان [illegible]

اوقات سحری و افطار برائے لاہور

ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

الحمد للہ والمنۃ کہ رمضان شریف کا مقدس مہینہ آگیا۔ لاہور میں ۱۱ فروری ۱۹۲۹ء کو شام کے وقت نماز مغرب سے کچھ قبل بہت سے احباب نے صاف طور پر چاند دیکھا۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء کو پہلا روزہ ہے۔ ازروئے قواعد مہینہ ۲۹ روز کا ہے۔ اس حساب سے ۱۳ مارچ ۱۹۲۹ء بروز چہارشنبہ (بدھ) کو عید سعید ہوگی۔

ذیل کے نقشہ میں جو اوقات سحری و افطار درج کئے گئے ہیں وہ صرف لاہور کے لئے ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ پرچہ میں ایک نقشہ مرتب کرکے درج کیا جائے جو پنجاب کے بہت سے بڑے بڑے مقامات کے اوقات سحری و افطار بتا سکے۔ (سید سراج احمد)

دن	تاریخ رمضان	تاریخ انگریزی	ختم سحری		افطار	
			گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
پیر	۱	۱۱ فروری	۵	۴۴	۶	۲۸
منگل	۲	۱۲ "	۵	۴۳	۶	۲۹
بدھ	۳	۱۳	"	۴۲	"	۲۹
جمعرات	۴	۱۴	"	۴۱	"	۳۰
جمعہ	۵	۱۵	"	۴۰	"	۳۱
شنبہ	۶	۱۶	"	۳۹	"	۳۲
یکشنبہ	۷	۱۷	"	۳۸	"	"
دوشنبہ	۸	۱۸	"	۳۷	"	۳۳
سہ شنبہ	۹	۱۹	"	۳۶	"	۳۴
چہارشنبہ	۱۰	۲۰	"	۳۵	"	"
پنجشنبہ	۱۱	۲۱	"	۳۴	"	۳۵
جمعہ	۱۲	۲۲	"	۳۳	"	۳۶
شنبہ	۱۳	۲۳	"	۳۲	"	"
یکشنبہ	۱۴	۲۴	"	۳۱	"	۳۷
دوشنبہ	۱۵	۲۵	"	۳۰	"	"
سہ شنبہ	۱۶	۲۶	"	"	"	۳۸
چہارشنبہ	۱۷	۲۷	"	۲۹	"	"
پنجشنبہ	۱۸	۲۸	"	"	"	۳۹
جمعہ	۱۹	یکم مارچ	"	۲۸	"	۴۰
شنبہ	۲۰	۲	"	۲۷	"	"
یکشنبہ	۲۱	۳	"	۲۶	"	۴۱
دوشنبہ	۲۲	۴	"	"	"	۴۲
سہ شنبہ	۲۳	۵	"	۲۵	"	"
چہارشنبہ	۲۴	۶	"	۲۴	"	۴۳
پنجشنبہ	۲۵	۷	"	۲۳	"	۴۴
جمعہ	۲۶	۸	"	۲۲	"	"
شنبہ	۲۷	۹	"	۲۱	"	۴۵
یکشنبہ	۲۸	۱۰	"	۲۰	"	"
دوشنبہ	۲۹	۱۱	۵	۱۹	۶	۴۶

(بقیہ مضمون صفحہ ہذا کالم ۲)

کہ تیرے دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ جس کی عدل گستری انصاف پروری اور رحمدلی کا غلغلہ چار دانگ عالم میں بپا ہے۔ کامل صحت عطا کی۔ اس کے بعد دیگر مقررین نے بھی تقریریں کیں۔ جن میں سرکار مانگرول ہی کے پاکیزہ خیالات کا اعادہ کیا گیا تھا۔ جلسہ ملک معظم کے لئے کفری چیرز پر ختم کیا گیا۔ اور کفری چیرز کا سہرا عالیجناب دیوان کانتی لال بھائی کے سر رہا۔

نیازمند

(جمال الدین۔ محمود)

ناظرین خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ تاکہ [illegible]

قادیانی مرکز سے ایک سوال

گورنر صاحب پنجاب کو ایڈریس دیتے ہوئے قادیانی فریق کے لیڈروں نے بیان کیا تھا کہ قادیانی فریق کی انفارل مردم شماری گزشتہ سال کے شروع میں لئے جانے پر ان پر یہ عجیب انکشاف ہوا کہ قادیانی جماعت کے ہندوستان میں تعلیم یافتہ ممبر چالیس (فیصدی) ہے اور یہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم میموریل پر دستخط کرنے والے اصحاب کو قادیانی جماعت کی اصل تعداد معلوم ہے اور یہ بھی کہ اس میں اتنے خواندہ اور اتنے ناخواندہ ہیں۔ مگر آج تک قادیان کے کسی اخبار میں اس امر کی اطلاع پبلک کو نہیں دی گئی۔ اور جماعت کی اصل تعداد کو صیغہ راز میں رکھا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ خلیفہ جماعت قادیان نے چار سال پیشتر ولایت میں اپنی جماعت کی تعداد دس لاکھ بتائی تھی اور عموماً ۵ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ کم سے کم یہ معلوم کرکے کہ ہندوستان میں اس جماعت کی تعداد کس قدر ہے۔ جو اس انفارل مردم شماری میں معلوم ہوئی ہے۔ کل تعداد کا اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ اگر ان اصحاب نے جن کے دستخط میموریل پر ہیں محض مریدی کی حیثیت میں دستخط نہیں کئے تو وہ۔ ورنہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں یہ راز ہے۔ اس کا انکشاف فرمائیں گے آج تک کوئی مردم شماری صیغہ راز میں رکھنے کے لئے نہیں کی گئی۔ اس لئے ہم نہیں سمجھتے کہ قادیان کی جماعت کیوں اسے صیغہ راز میں رکھ رہی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق

لفظ "نبی" کا استعمال

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے قادیانی سالانہ جلسہ پر حضرت مسیح موعود کے بارہ میں لفظ نبی کا استعمال ہمارے احباب کی پرانی تحریروں سے پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی تھی کہ گویا جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود کو اختلاف سے پہلے انہی معنوں میں نبی سمجھتی تھی جن معنوں میں اب قادیانی فریق سمجھتا ہے۔ یعنی جسکے نہ ماننے سے ایک انسان دائرہ اسلام کے اندر نہیں رہتا۔

ہماری انجمن نے اس بارہ میں پہلے بھی کئی ٹریکٹ شائع کئے کہ خود حضرت مسیح موعود اور ان کی جماعت کے جملہ افراد اس لفظ کو محدث کے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب چونکہ قادیانیوں نے پھر غلط فہمی پھیلانی چاہی ہے اس لئے یہ ٹریکٹ دوبارہ چھپ کر تیار ہے جس میں قادیانی فریق کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ خود اس لفظ نبی کو محدث کے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ نہ اصطلاح شرع کی رو سے۔ ہمارے احباب کو چاہیے کہ اس کی متعدد کاپیاں طلب کرکے قادیانیوں اور دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کریں۔ (سکرٹری)

مانگرول میں جلسہ

ملک معظم کی صحت یابی پر اظہار تشکر

یکم فروری کو بوقت تین بجے ہنٹر ہال میں ملک معظم کی صحتیابی پر اظہار تشکر کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ ہال کو خاص اہتمام کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔ بورڈنگ ہاؤس کے طلبہ یونین جیک کی جھنڈیوں کے ساتھ قطار باندھ کر کھڑے تھے۔ یہ منظر قابل دید تھا۔ ہزارہا ہندو اور مسلمان جلسہ میں شریک ہوئے۔ سرکار مانگرول ہز ہائنس شیخ محمد جہانگیر میاں صاحب جو تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے فی الحال شہر سے چھ میل دور مقام چوکی پر مقیم ہیں باوجود کمزوری و نقاہت کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ حاضرین نے آپکی آمد پر نعرہائے ملک پرستی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ایک مختصر مگر جامع تقریر کی۔ اور کچھ اس انداز خصوصی کے ساتھ ملک معظم کی حالات زندگی پر روشنی ڈالی کہ جب کبھی آپ کی زبان سے "ہمارے شہنشاہ" کا نام نکلتا تھا حاضرین جلسہ کی طرف سے بے ساختہ نعرہائے تحسین بلند ہو جاتے تھے۔ غرض آپ نے ملک معظم کی ذات والاصفات کو نہ صرف اہل ہند اور انگریزوں کے لئے بلکہ بنی نوع انسان کے لئے موجب برکات بنایا۔ اور ان دعائیہ کلمات پر اپنی تقریر کو ختم کیا کہ اسے باری تعالیٰ ہم اہل جلسہ نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ تیرا [illegible] شکر ادا کرتے ہیں۔

(باقی بقیہ صفحہ کے [illegible])

خبریں

—— چند ہفتے ہوئے خبر آئی تھی کہ حجاز میں بغاوت کا اندیشہ ہے۔ اب موثق ذرائع سے اس کی تردید ہو گئی ہے۔ حجاز میں ہر طرح سے امن و امان ہے بہت سے عازمان حجاز پہنچ چکے ہیں۔

—— خبر ہے کہ کابل سے قافلے پشاور نہیں آسکتے۔ جو قافلے ادھر ادھر چھپے ہوئے تھے انہیں شنواری تین روپیہ فی اونٹ محصول لے کر حکومت ہند کی سرحد تک پہنچا دیتے ہیں۔

—— بچہ سقہ کے آدمیوں نے افغانستان کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔ بجلی اور ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ وائرلیس کے سٹیشن تباہ کر دئے گئے اور موٹریں جلا دی گئی ہیں۔

—— کابل میں سردی اس قدر زیادہ ہے کہ درجہ حرارت صرف ۲۰ رہ گیا ہے بازاروں، مکانوں کی چھتوں اور دیواروں پر برف ہی برف دکھائی دے رہی ہے۔

—— کوئٹہ، ۸ فروری۔ ایک غیر مصدقہ خبر موصول ہوئی ہے کہ شاہ امان اللہ نے قندھار میں جو افواج جمع کی تھیں ان کو رمضان المبارک کی آمد کی وجہ سے منتشر کر دیا گیا ہے۔ بیان کیا جا رہا ہے کہ شاہ موصوف حالات کا بغور ملاحظہ کر رہے ہیں اور موزوں وقت پر کابل کی طرف بڑھیں گے۔

—— پشاور، ۸ فروری۔ افواہ ہے کہ حضرت شور بازار کا لڑکا بچہ سقہ کے تجارتی ایجنٹ کی حیثیت سے پشاور آیا ہے۔ اس کے پاس بہت سی ہنڈیاں ہیں۔ جنکے عوض وہ افغانستانی تاجروں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے۔

—— دہلی، ۸ فروری کل تین بڑے ہوائی جہاز کابل سے ۱۰ برطانوی ہندوستانی۔ ۵ ٹرکش اور ۹ ایرانی عورتیں اور بچے اور ایک آسٹریلین کو پشاور لائے۔ کابل گورنمنٹ کی درخواست پر دو افغان بھی پشاور لائے گئے ان کا بیان ہے کہ برطانوی سفارت خانہ ابھی تک بالکل محفوظ ہے۔

—— کابل میں بچہ سقہ نے کسی آدمی کے پاس ایک پیسہ تک نہیں رہنے دیا لوگوں کے پاس جو کچھ تھا وہ چھین لیا گیا ہے۔ یا انہوں نے زمین میں دفن کر دیا۔ لوگ خوف کی وجہ سے شاہ امان اللہ کا نام تک نہیں لیتے کیونکہ بچہ سقہ کے آدمی ایسا کرنے والے کو سزا دیتے ہیں۔

—— پشاور ۸ فروری۔ افواہ ہے کہ سردار علی احمد جان کی افواج کابل سے ۱۰ میل بجانب شمال مشرق ہت خاک کے قریب وجوار میں پہنچ گئی تھیں مگر کابل سے بچہ سقہ کی افواج سے جو تعداد میں بہت زیادہ تھیں پسپا ہونا پڑا۔

—— بہار کونسل نے عورتوں کو حق رائے دہندگی دیدیا ہے۔

(باقی خبریں صفحہ ۶ کالم اول میں دیکھئے)

پہلے ماں اور بے پدر ولادت کو پیش کر دیا۔ کہ وہ خدائی اس سے بھی بڑھ کر قدرت نمائی ہے۔ لیکن زہر کے اس تریاق کی ضرورت تو جب پڑے جب پہلے مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لیا جائے۔ اور جب مسیح کی ولادت بے پدر تحقیقات سے ثابت ہی نہ ہو تو آدم کی ولادت کو پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

ولادت آدم کی مثال درست نہیں

اور آج تو ہم آدم کی بے ماں باپ کی ولادت کو کسی فلسفی یا سائنسدان کے سامنے پیش ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سائنس نے تو یہ انکشاف کیا ہے کہ پہلا انسان جو پیدا ہوا وہ مٹی سے براہ راست پیدا نہیں ہوا۔ یعنی مٹی کا پتلا بنا کر اس میں روح نہیں پھونکی گئی بلکہ اس کی اصل اگرچہ مٹی ہے مگر یہ ارتقا کے نیچے بتدریج ترقی کرتا گیا اور آخر کار ایک ایسی مخلوق سے جو انسان اور بندر کی جد مشترکہ کا حکم رکھتی ہے۔ انسان معرض ظہور میں آیا۔ یعنی پہلا انسان جو پیدا ہوا وہ کسی جاندار مخلوق کی نر و مادہ سے پیدا ہوا۔ نہ کہ بغیر ماں اور باپ کے۔ پس آج وہ زمانہ نہیں جیسا کہ پہلے تھا جس میں سب لوگ یہی مانتے تھے کہ پہلا انسان بغیر ماں اور باپ کے مٹی کے پتلے سے پیدا ہو گیا۔ اس وقت تو خیر آدم کی ولادت گو بطور دلیل کے نہ سہی کسی قدر بطور مثال کے پیش کی جا سکتی تھی لیکن آج آدم کی ولادت خود متنازعہ فیہ ہے۔ وہ پہلا نظریہ ہی بدل گیا۔ تو ایسی ولادت کو نہ تو اب بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں نہ بطور مثال۔ پس اب خصوصیت توڑنے کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ خود مسیح کی ولادت کی تحقیق کی جائے۔ اور اگر قرآن سے یہ ثابت ہو جائے کہ خدا کی سنت اب یہی ہے کہ ماں اور باپ سے انسان پیدا ہو۔ اور مسیح انسان تھا تو پھر سنت اللہ سے اسے کیوں باہر رکھا جائے۔ بقول حضرت صاحب۔ ع

"سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا"

آدم کی مثال بطور وصف

شاید یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ خود قرآن میں ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پھر خدا نے خود کیوں آدم کو مثال میں پیش کیا۔ سو عرض ہے کہ خدا نے آدم کی ولادت کو عیسیٰ کی ولادت پر بطور دلیل یا بطور مثال ہرگز ہرگز کہیں پیش نہیں کیا۔ البتہ ہمارے علما نے مسیح کی خصوصیت ولادت کے بُرے اثر سے پناہ لینے کے لئے اس آیت سے ایسا استنباط کیا۔ کہ گویا آدم کی ولادت کو مسیح کی ولادت کے مقابلہ میں خدا نے بطور مثال پیش کیا ہے۔ مگر یہ محض ان کا قیاس تھا۔ اصل آیت کے الفاظ کو دیکھو۔ سیاق و سباق پر نظر ڈالو۔ قطعاً حضرت عیسیٰ کی بے پدر ولادت پر آدم کی ولادت کو خدا نے بطور دلیل پیش کیا ہے نہ بطور مثال۔ اس کے لفظی معنے ہیں "بے شک عیسیٰ کی مثال یا حالت یا وصف خدا کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے آدم کی مثال یا حالت یا وصف۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے" کسی لفظ کے معنے نہیں ہیں کہ عیسیٰ کی ولادت کی مثال آدم کی ولادت کی مثال ہے حضرت عیسیٰ کو آدم سے بے شک تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ خود ہمارے مسیح موعود کو بھی حاصل تھی۔ آپ کو عیسیٰ کا بھی خطاب دیا گیا۔ اور آدم بھی کہا گیا عیسیٰ کو آدم سے تشبیہ کی حقیقت مفصل پڑھنی ہو تو حضرت صاحب کی تحریریں پڑھی بڑی مبسوط بحثیں کی ہیں۔ مجمل طور پر یوں سمجھو کہ دونوں کو خدا نے مٹی سے پیدا کر کے خلافت الٰہی کے مقام پر پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت صاحب بھی مثیل مسیح تھے۔ مثیل آدم بھی تھے۔ مگر اس مماثلت سے کسی نے آپ کی ولادت کی مماثلت مسیح یا آدم کی ولادت سے نہیں سمجھا۔ اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے۔

ان مثل عیسیٰ میں خصوصیت کا ذکر نہیں

اب قرآن کی آیت پر غور کرو۔ کیا اس میں آدم اور عیسیٰ کی ولادت کی کسی خصوصیت کا ذکر ہے؟ ہرگز نہیں! دونوں کی نسبت کہا ہے کہ مٹی سے پیدا کیا۔ اور دونوں کی نسبت کہا ہے کہ پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ اس میں کونسی خصوصیت ہے۔ جو خصوصیت ہو اس پر انگلی رکھ دیجئے میں جان دوں گا۔ ایک تو ہے خلقہ من تراب۔ مٹی سے پیدا کیا۔ کونسا انسان ہے جسے مٹی سے نہیں پیدا کیا۔ خلقکم من تراب تم سب کو مٹی سے پیدا کیا۔ قرآن ہی کی آیت ہے۔ دوسرا فقرہ ہے۔ ثم قال لہ کن فیکون۔ پھر اس کو کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ کونسی پیدائش ہے اور کونسا امر ہے۔ جو بغیر کن فیکون کے ظہور میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن ہی میں ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ بے شک اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ کونسی بات اس آیت میں ہے جس کی وجہ سے آدم اور عیسیٰ کی انوکھی ولادت ماننی پڑتی ہے۔ پس جب نہ خلقہ من تراب میں کوئی خاص بات اللہ تعالیٰ نے ذکر کی اور نہ قال لہ کن فیکون میں کوئی خاص بات ذکر کی جو اور لوگوں کی ولادت میں نہیں ہوتی۔ تو پھر یہ امر تو صاف ہو گیا کہ یہاں ان دونوں صاحبوں

سوچنے کے قابل بات

اب اس آیت پر دوبارہ نظر کرو۔ پہلے فرمایا کہ ہم نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ثم کا عطف لگایا۔ پھر کہا کن فیکون۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے پیدائش کے بعد کن فیکون کا امر صادر ہوا۔ پس یہ امر کن فیکون کا پیدائش کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ کسی اور امر کے واسطے تھا۔ جو ولادت کے بعد ظہور پذیر ہونا تھا۔ دوسری بات سوچنے کی یہ ہے کہ یعنی کوئی ایسی مماثلت آدم سے مدنظر ہے جو خدا اور اس کے قرب سے تعلق رکھتی ہے۔

اب ساری آیت کو سیاق سباق کے ساتھ غور کے ساتھ دیکھو نجران کے پادریوں سے مباحثہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ان کے عقائد کی ہر طرح تردید کی۔ اس کے بعد مباہلہ کے لئے بلایا۔ لیکن مباہلہ کے واسطے بلانے سے قبل ضروری تھا کہ حضرت مسیح کی پوزیشن کو صاف طور پر ان پر واضح کر دیا جاتا۔ اس لئے اس آیت میں بتایا کہ عیسیٰ کو خدا کے نزدیک وہی وصف اور شان حاصل ہے جو آدم کو حاصل تھی یعنی وہ خلیفۃ اللہ تھے۔ دونوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور دونوں کو ارادۂ الٰہی نے خلافت الٰہی کے مقام تک پہنچا دیا۔ گویا اس آیت میں حضرت مسیح کی صحیح حیثیت کو عیسائیوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مٹی سے پیدا کرنے سے بتانا مقصود تھا کہ وہ معمولی انسان تھے۔ البتہ ارادۂ الٰہی نے انہیں اس مقام عالی تک پہنچا دیا۔ جو آدم کا تھا۔ گویا کن فیکون میں جس ارادہ الٰہی کے ظہور کا ذکر ہے وہ ان کی پیدائش کے متعلق نہیں۔ کیونکہ ثم بتاتا ہے کہ یہ کوئی ایسا ارادہ ہے۔ جو پیدائش کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ لہٰذا وہ ارادہ الٰہی ان کو خلیفۃ اللہ کے منصب پر کھڑا کرنے کا ہی ہو سکتا ہے۔ جس میں ان کی آدم سے مماثلت بتانی مقصود تھی۔

ولادت مسیح کی خصوصیت اور مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود نے اس آیت کو محض اس لئے لیا تھا کہ تا کسی طرح مسیح کی ولادت کی خصوصیت اڑ جائے۔ وہ حقیقۃ الوحی میں مسیح میں کسی قسم کی خصوصیت ماننے کو شرک قرار دے چکے تھے۔ اس لئے وہ ولادت کی خصوصیت کو بھی چاہتے تھے کہ باقی نہ رہے۔ اس لئے اس آیت کو لیکر اس کے اسی پرانے معنوں سے جو مفسر لوگ کرتے تھے اس خصوصیت کو اڑا دینا چاہا۔ دیکھو ضمیمہ حقیقۃ الوحی استفتا صفحہ ۵۰۔

واللہ ان عیسیٰ مات وانھم یعاندون الحق الصریح ویقولون ما یخالف القرآن وما یخافون وای اشکال یاخذ ھم فی موت عیسیٰ بل ھم قوم مسرفون۔ یخصصون بصفۃ لا توجد فی احد من الناس ویؤیدون النصاریٰ وھم یعلمون۔ وکیف تقبل غیرۃ اللہ ان یخصص احد بصفۃ لا شریک لہ فیھا من بدأ الدنیا الیٰ اٰخرھا وای عقیدۃ اقرب الی الکفر منھا لو کانوا یتدبرون۔ فان التخصیص اساس الشرک و ای ذنب اکبر من الشرک ایھا الجاھلون۔ واذا قال النصاریٰ ان عیسیٰ ابن اللہ بما تولد من غیر اب وکانوا بذلک متمسکون فاجابھم اللہ بقولہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (ترجمہ) خدا کی قسم بے شک عیسیٰ مر گیا۔ اور یہ لوگ صریح حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور وہ بات کہتے ہیں جو قرآن کے مخالف ہے۔ اور ڈرتے نہیں ہیں۔ اور انہیں عیسیٰ کی موت ان لینے میں کیا مشکل پیش آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ حد سے بڑھے ہوئے لوگ ہیں۔ عیسیٰ کو ایسی صفت سے موصوف کرتے ہیں جو کسی انسان میں پائی نہیں جاتی۔ اور جان بوجھ کر عیسائیوں کو اس طرح مدد دیتے ہیں اور خدا کی غیرت کیسے قبول کر سکتی ہے کہ وہ کسی کو ایسی صفت سے مخصوص کرے جس میں اس کا ابتدائے دنیا سے لے کر آخر تک کوئی اور شریک نہ ہوا اب اس سے بڑھ کر کونسا عقیدہ کفر سے نزدیک تر ہوگا۔ کاش یہ تدبر کرتے بے شک تخصیص ہی شرک کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔ اور اے جاہلو! شرک سے بڑھ کر اور کونسا گناہ ہوتا ہے۔ اور جب عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ بیٹا اللہ کا ہے۔ اس لئے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ اور اس سے انہوں نے دلیل پکڑی۔ تو خدا نے انہیں جواب دیا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔

ولادت آدم کا نظریہ علمی روشنی میں

یہاں اس آیت کی تفسیر حضرت صاحب نے نہیں کی مگر سیاق سباق سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا مطلب تھا کہ خدا نے آدم کی مثال پیش کر کے مسیح کی بے پدر ولادت کی خصوصیت توڑ دی۔ مگر آپ کا ایسا فرمانا اس بات پر مبنی تھا کہ آپ نے پہلے مان لیا کہ مسیح کی ولادت بے پدر

تو ظاہر ہے کہ اس آیت کے پیش کرنے کی بھی ضرورت کوئی نہیں۔ مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لینے سے مجبوراً اس آیت کے ایک پرانے معنے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جو پرانے مفسرین درحقیقت عیسائیوں کی زد سے بچنے کے لئے کرتے تھے لیکن جو افسوس ہے آج ہم علمی دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آدم کی ولادت کا اب نظریہ بدل چکا ہے۔ خدا کا علم غلط نہیں ہو سکتا اس نے آدم کی ولادت کو بطور مثال پیش نہیں کیا۔ جیسا کہ اوپر میں دکھا چکا ہوں۔ غلطی علما کی تھی جنہوں نے اپنے قیاس سے ایک معنی کئے تھے۔ جو آج کی علمی تحقیقات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ حضرت صاحب کے سامنے یہ مشکل پیش نہیں ہوئی اس لئے آپ کی توجہ بھی اس طرف مبذول نہیں ہوئی۔

مسیح موعود کا مسلک اور آپ کا اشارہ

حضرت صاحب مامور من اللہ تھے۔ وہ جب تک اشارہ الٰہی نہ ہوتا کوئی جدید مسلک اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً انہیں علماء کے پرانے معنوں کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ وہ مسیح کی خصوصیات کو شرک قرار دے چکے تھے۔ اور اس سے بچنے کی راہ یہی تھی کہ مسیح کی کل خصوصیات اڑا دی جائیں۔ اشارہ ربانی سے یا آپ کی راہ میں آ جانے سے اور تو کل خصوصیتیں اڑ چکی تھیں۔ اور اشارہ ربانی سے ان کے لئے آپ نئی راہ اختیار کر چکے تھے اور اس نئے مسلک کو آپ آیات قرآنی سے مدلل اور مستحکم کر چکے تھے لیکن یہی ایک خصوصیت ولادت بے پدر کی رہ گئی تھی جس کے لئے مصلحت الٰہی نے آپ کو کوئی اشارہ نہ کیا تھا۔ اس لئے اُسے اسی پرانے مسلک سے مٹانے کی کوشش کی جس سے اگلے علما کیا کرتے تھے۔ البتہ اپنی بعض کتب میں ایسے اشارے ضرور کر گئے جس سے آپ کے علم کلام کا رخ اس معاملہ میں ایک غور کرنے والے کو پتہ لگ جاتا ہے "ایام صلح" فارسی کے صفحہ ۸۳ اور کشتی نوح کے صفحہ ۱۶ کی عبارتوں کو ملا کر پڑھو۔ عقلمند وہ ہے جو اشارہ سمجھ جائے۔ اس سے زیادہ اشارہ کرنے کے وہ مجاز نہ تھے۔ کیونکہ مامور تھے۔ از خود کسی مسئلہ میں کوئی نیا مسلک اختیار نہیں کر سکتے تھے۔

کسر صلیب کی آخری اینٹ

مگر آج ہمیں وہ مجبوری نہیں۔ تحقیقات کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اسی مشعل ہدایت کو ہاتھ میں لیکر جو حضرت مسیح موعود روشن کر کے ہمارے ہاتھوں میں دے گئے۔ ہم قرآن میں تدبر کر کے مسیح کی اس آخری خصوصیت کو بھی توڑ کر کسر صلیب کے کام کو ختم نہ کریں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ خود حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ کی ولادت کی خصوصیت کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔ کیونکہ وہ ان میں کسی خصوصیت کا ماننا شرک سمجھتے تھے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم آپ کے کام کی تکمیل کریں۔ اور جو مقصد آپ کے سامنے تھا اسے پورا کریں۔ انہوں نے ایک طریق سے خصوصیت کو مٹانا چاہا اگر وہ طریق آج علمی دنیا کے سامنے کارگر نہیں تو دوسرے طریق سے سہی جو کارگر ہے۔ مگر اس خصوصیت کو ضرور مٹانا ہے۔ کیونکہ حضرت کا مقصد تو خصوصیت کو مٹانا تھا۔ کس طریق سے مٹایا جائے یہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق علمی تحقیقات پر منحصر ہوتا ہے۔ مقصود خصوصیت کو مٹانا ہے۔ نہ کہ کوئی خاص طریق مٹانے کا مقصود خاطر ہے اگر آج ہم آدم کی ولادت کو پیش کر کے اس خصوصیت کو مٹا نہیں سکتے تو ہم مجبور ہیں کہ دوسرا طریق اختیار کریں جس سے یہ خصوصیت مٹ جائے۔ کیونکہ حضرت صاحب خصوصیت کو شرک قرار دیتے ہیں اور ہمارا دوسرے طریق پر عمل اسی مسلک پر ہے۔ جو حضرت مسیح کا اپنا تھا۔ یعنی قرآن کی محکمات آیات اور سنت اللہ کو سامنے رکھ کر ایک مسئلہ کی تحقیق کرنا سو اس کو سامنے رکھنے سے یہ جھگڑا ہی چک جاتا ہے۔ مسیح کی بے پدر ولادت قرآن سے نظر نہیں آتی۔ یاد رکھو اگر ہم مسیح موعود کے منصوبہ کسر صلیب کی عمارت میں یہ آخری اینٹ لگا دیں گے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی اس آخری خصوصیت کو ایسے کارگر طریق سے توڑ دیں گے کہ وہ جڑ سے ہی نکل جائے۔ تو حضرت مسیح موعود کی روح پرفتوح از حد خوش ہوگی۔ کیونکہ آپ کو مسیح کی خصوصیات سے سخت نفرت تھی۔ حد ہے کہ ان کو شرک قرار دے دیا۔ اور جو کام شاگردوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے اس کی کامیابی کا سہرا استاد کے ہی سر ہوتا ہے۔ آپ کو یہ خصوصیت توڑنا مقصود تھی سو ٹوٹ گئی۔ ایک طریق سے نہ سہی دوسرے طریق سے سہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ولادت مسیح کوئی مذہبی مسئلہ نہیں ہے

لیکن میں دوبارہ اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسیح کی ولادت کا مسئلہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک تاریخی یا علمی مسئلہ ہے۔ جس نے مسیحیت کے مذہب کو تو تعلق ہے مگر اسلام ان باتوں سے پاک ہے یہ نہ اسلام کے اصولوں میں سے ہے نہ ایمانیات میں سے ہے۔ ایک تاریخی امر کو جس شخص کی تحقیقات جو اسے منوائے وہ ماننے پر مجبور ہے۔ پس مذہب

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۵ ذیقعد سنہ ۴۷ھ مطابق ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۲۸

علماء سوء کو ڈرا دو!

جمود و دجل کے خلاف دعوت عمل

هلاک امتی عالم فاجر و عابد جاهل، شر الشرار العلماء و خير الخيار العلماء (الحدیث)

از آقائے عبدالرزاق ملیح آبادی

ہندوستان کے مسلمان رو رہے ہیں - کہ گم کردہ راہ افغانی ملاؤں نے اپنی جہالت، شرارت اور زر پرستی کی راہ سے افغانستان کی ترقی خواہ اسلامی حکومت کا تختہ الٹ دیا - غازی امان اللہ خاں کو ملحد اور کافر قرار دے کر تخت سے برطرف کر دیا - اسلام کا نام لے کر دشمنان دین اور دشمنان مشرق کی آرزوئیں پوری کر دیں - جو ہرگز روئے زمین پر کسی بھی آزاد اور طاقتور اسلامی حکومت کا وجود گوارا نہیں کر سکتے -

ہندوستان کی ذہنی پیداوار

مسلمانان ہند کا غم و غصہ برمحل ہے - لیکن مسلمانان ہند غفلت کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں - جب تک مصیبت سر پر نازل نہیں ہو جاتی بے فکر بیٹھے رہتے ہیں - پھر بے تابانہ اٹھتے ہیں - مگر اس وقت اٹھنے میں جب نجات کے دروازے بند ہونے لگتے ہیں -

افغانستان کے ملاؤں پر ہر طرف سے غیظ و غضب کا اظہار کیا جا رہا ہے - ہر زبان ان فتنہ برپا کرنے والوں پر لعنت کرنے میں مصروف ہے - مگر کوئی نہیں سوچتا کہ آخر یہ ملا ہیں کون؟ ظاہر ہے وہ آسمان سے نہیں اترے ہیں - جہنم میں ابلیس کی پیدا کردہ ذریات بھی نہیں ہیں - پھر کون ہیں؟ عام مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ وہ ملا تقریباً تمام کے تمام خود ہمارے ہندوستان ہی کی پیداوار ہیں - جسمانی پیداوار نہیں - مذہبی اور عقلی پیداوار - کیونکہ انہوں نے ہندوستان ہی کے عربی مدارس میں تعلیم و تربیت پائی ہے -

اگر واقعہ یہی ہے اور بلاشبہ یہی ہے تو افغانستان کے موجودہ فتنہ کی ذمہ داری بڑی حد تک ہندوستان کے ان عربی مدارس کے سر ہے جن میں افغانی ملاؤں نے زہریلی تعلیم و تربیت حاصل کی - مکر و فریب و دجل کے طریقے سیکھے - اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ رہے - اور ریا و نفاق اور زر پرستی کی خصلتیں پیدا کیں - یعنی اس کی ذمہ داری خود مسلمانان ہند کے سر ہے جنہوں نے ان پر از فساد تعلیم گاہوں کو دینی درس گاہیں تصور کر کے زندہ رکھ چھوڑا ہے - اور مالی و اخلاقی امداد دے کر انہیں تنومند و دام کش رہنے دیا

ملا کا وجود اور تحریک آزادی

یہ ایک المناک حقیقت ہے - اور اس سے کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا - کہ ان نام نہاد دینی درس گاہوں کی مضرت ان کے نفع سے زیادہ ہے افغانستان کا فتنہ کوئی پہلا فتنہ نہیں ہے - ان درس گاہوں کے تربیت یافتہ ملا اب سے پہلے خود ہندوستان میں ہزاروں فتنے برپا کر چکے ہیں - اور اب تک کر رہے ہیں - دور جانے کی ضرورت نہیں - گزشتہ چند برسوں کی تاریخ ہی میں ہمارے لئے کافی عبرت موجود ہے - تحریک خلافت کے دوران میں ملکی رہنماؤں کی شدید غلطی نے ان ملاؤں کو از سر نو ابھرنے کا موقع دے دیا - ان کی ایک قلیل جماعت تو کچھ مدت عام رائے کے طاقتور تیز دھارے میں بہتی رہی - لیکن ان کی اکثریت اس وقت بھی تحریک کی مخالفت ہی پر کمربستہ تھی - کارکنوں کی تجہیل و تکفیر اور حکومت وقت کی حمایت و خدمت میں سرگرم عمل رہی - ان مخالفین ... مذبذبین کی بھی تھی - یہ جماعت کبھی بھی پوری قوت سے تحریک خلافت کے ساتھ ... جلوت میں کمزور تائید اور خلوت میں بیزاری اس کا شعار بنا رہا -

تحریک خلافت کی کمزوری کے بعد ہی موافق و مخالف تمام ملا بحکم الکفر ملة واحدة پھر ایک ہو گئے - شدھی اور سنگٹھن کے منحوس فتنہ نے ان کے سامنے میدان صاف کر دیا تھا - یہ لوگ پوری جرات اور مستعدی سے میدان میں کود پڑے - اور خیانت پیشہ ہندوؤں کے دوش بدوش چل کر تحریک آزادی کو وہ نقصان پہنچایا جس کی تلافی مدتوں نہ ہو سکے گی -

پیشہ ور علماء

خدا خدا کر کے شدھی اور سنگٹھن کا فتنہ بھی فرو ہو گیا - مگر ان ملاؤں کا فتنہ فرو نہ ہوا - وہ اب بھی زندہ موجود ہے - مسلمانوں کے دل و دماغ پر تاخت و تاراج کر رہا ہے - ملک کو پیچھے ہٹانے اور غلامی کی زنجیریں مضبوط کرنے میں منہمک ہے - اب یہ ملا ہے مسلمانوں کی خیانت پیشہ سیاسی جماعت کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں - اور ہر اس تجویز کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں جس سے ملک کو نجات حاصل ہو سکتی ہے -

خیانت پیشہ سیاسی جماعت بھی مجرم ہے - مگر ملاؤں کا جرم اس سے کہیں زیادہ ہے - یہ لوگ خدا اور مذہب کے نام پر مخلوق کو گمراہ کرتے اور اسلام کی آڑ پکڑ کر مسلمانوں کو برباد کر رہے ہیں - یہ ان کا وطیرہ نیا نہیں - پرانا اور بہت پرانا ہے - دوسری صدی ہجری میں پیشہ ور علماء کا ظہور ہوا - اس وقت سے وہ آج تک ایک ایسی راہ چلے جا رہے ہیں - اور وہ راہ یہی ہے کہ اسلام کا نام لے کر فتنے بپا کئے جائیں - اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے اپنی شکم پری کی جائے - مسلمانوں کی بارہ سو سال کی پوری تاریخ ملاؤں کے فتنوں سے لبریز ہے - راقم حروف نے یہ داستان درد اردو میں مرتب کرنا شروع کر دی ہے - اور جلد پبلک کے سامنے آجائیگی -

ملاؤں کے دجل کا خاتمہ

اب سوال یہ ہے کہ یہ حالت کب تک گوارا کی جائے گی؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان تمام بربادیوں کے بعد ہوش میں آجائیں اور ان ملاؤں اور دجالوں کو ہمیشہ کے لئے گرا دیں -

میری رائے میں اب اس کا وقت آگیا ہے - میری گمنامی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو - میری آواز کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو - لیکن میں پوری جرات سے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ ان ملاؤں کو اب ایک منٹ بھی مہلت نہ دیں - اور انہیں اپنی سیاست اور اپنے دین دونوں دائروں سے یک لخت خارج کر دیں - کیونکہ وہ نہ سیاست سے واقف ہیں - نہ دین ہی کی حقیقت سے آگاہ ہیں - وہ صرف فریب و دجل کے ماہر ہیں - اور اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں - ان سے ہرگز ہرگز کسی نفع کی امید نہیں کی جا سکتی - وہ رہبر نہیں - رہزن ہیں - میرا شمار خود مولویوں کی جماعت میں ہے لیکن میں نہایت ناپسند کرتا ہوں، اس لئے میں ان کی حقیقت سے خوب واقف ہوں - ولا ينبئك مثل خبير

ملاؤں کے خلاف اور بھی کئی آوازیں پچھلے دنوں بلند ہو چکی ہیں مگر محض چلانے سے کام نہیں چلے گا - ان لوگوں کا اثر عوام پر بہت زیادہ ہے اور اس کے زائل کرنے کے لئے بے باک جرات - علانیہ کھلے اور ان تھک کوششوں کی ضرورت ہے -

ملاؤں کے دو بڑے حربے

بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ملاؤں کے بڑے ہتھیار جن سے وہ اپنے مخالفوں کو زک دیتے اور جن کی قوت سے عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں دو ہیں - پگڑی اور داڑھی -

مدور پگڑی اور ایک خاص وضع کی داڑھی دیکھتے ہی عوام تعظیم سے سر جھکا دیتے ہیں - اور ہر تضلیل و تجہیل قبول کر لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں یہ واقعہ اور مشاہدہ ہے - آپ کتنے ہی بڑے عالم دین اور متمسک بالکتاب والسنہ کیوں نہ ہوں - لیکن اگر آپ کے سر پر پگڑی اور منہ پر داڑھی نہیں ہے یا چھوٹی ہے تو آپ کی بہتر سے بہتر دینی گفتگو بھی عوام پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی - لیکن جاہل ملا جب عمامہ سے آراستہ ہو کر اپنی گردے کی داڑھی ہلاتا عوام میں پہنچ جاتا ہے تو اس کی ہر نامعقولیت قبول کر لی جاتی ہے - صرف قبول ہی نہیں بلکہ اس دجال کی توند لذیذ کھانوں سے اور جیب چاندی سونے سے بھر دی جاتی ہے -

ملاؤں کے حربوں کو بیکار کرنے کا طریقہ

میری رائے میں سب سے پہلا کام کرنے کا یہ ہے کہ ملاؤں کے یہ دونوں ہتھیار توڑ کر پھینک دیئے جائیں - اس کی صورت یہ ہے کہ علماء حق عمامہ و ریش دونوں کو عارضی طور پر ترک کر دیں - اور عملی نمونہ بن کر عوام کو سمجھانا شروع کریں کہ محض پگڑی باندھ لینے اور داڑھی بڑھا لینے سے آدمی نہ تو عالم دین ہی بن جاتا ہے نہ مقدس و پرہیزگار ہی ہو جاتا ہے -

اگر پوری جرات و قوت سے یہ تحریک شروع ہو جائے تو یقین ہے ایک نہ ایک دن مسلمان ملاؤں کے پنجے سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائیں گے - لیکن میں جانتا ہوں سن رسیدہ علماء سے یہ کام نہ ہوگا - لہٰذا میری درخواست نوجوان علماء سے ہے - کہ وہ دین اور امت کی بھلائی کے لئے اس قربانی پر آمادہ ہو جائیں - میں نے کہا قربانی - کیونکہ پگڑی اور داڑھی کا ترک کرنا قربانی ہے - بہت بڑی قربانی - اس عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام تعظیم کرنا اور ہاتھ چومنا چھوڑ دیں گے - نفس ان باتوں سے بہت خوش ہوتا ہے مگر یہ باتیں عقل اخلاق اور شریعت کی نظر میں مستحسن نہیں ہیں - لہٰذا ہمیں ان کی پروا نہیں کرنی چاہیئے اور ایک بڑے مقصد پر انہیں قربان کر ڈالنا چاہیئے -

عادات اور رسم و رواج کی مخالفت مشکل کام ہے - خود مجھے اعتراف ہے

نفسانیت سے کیا۔ اور بہت غلط کیا۔ مگر پھر بھی سوء ظن ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم اس ہی کو غلط گو کہتے ہیں جس نے مولانا کے سامنے غلط روایت بیان کر دی۔ اگرچہ ہمیں اس کا بھی ڈر ہے کہ کہیں راوی کے پردے میں خود بدولت ہی نہ ہوں۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

مناظرہ کی کیفیت

تاہم ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مناظرے کی کیفیت مولانا کو سنا دیں اگر خود ہی روایت کے پردے میں پنہاں نہیں ہیں تو جان جائیں گے کہ آیا یہ مناظرہ لاجواب رہا۔ ورنہ اپنے آریہ بھائی کی اعانت سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور ہمیں ان جوابات سے مطلع فرمائیں گے۔ جن کے متعلق آپ نے اہل حدیث میں لکھ مارا ہے کہ آریہ مناظر نے ان اعتراضات کے جواب دیئے۔ بوقت مناظرہ تو آریہ مناظر نے ہمارے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہم مولانا ہی کی زبان سے سنیں گے۔ کہ کیا جواب ہے۔ (باقی دارد)

قادیانیوں سے دو سوال

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں مولوی محمد علی صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ ․․․․ لاہور کی سابقہ تحریروں کے حوالجات سے کہ اس امر کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ مولوی صاحب موصوف پہلے حضرت مسیح موعود کو نبی کر کے لکھتے رہے ہیں۔

بے شک مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن انہی معنوں میں کیا ہے جن معنوں میں خود حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو نبی کر کے لکھا ہے یعنی لغوی معنوں کی رو سے نہ کہ حقیقی معنوں کی رو سے۔ اگر قادیانیوں کے نزدیک مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی لکھا ہے تو پھر ضرور ہے کہ مولوی صاحب نے قادیانیوں کی طرح منکرین نبوت مسیح موعود کو کسی جگہ کافر بھی لکھا ہوگا۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص کسی کو نبی تو سمجھے لیکن اس کے منکرین کو کافر نہ کہے۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ نبی کا منکر کافر ہوتا ہے جس کی بنا پر خود قادیانی تمام منکرین نبوت مسیح موعود کو کافر کہتے ہیں

پس اگر کوئی قادیانی مولوی صاحب کی یہ تحریر دکھا دیوے کہ انہوں نے منکرین نبوت مسیح موعود کو کافر لکھا ہے تو ہم مان لیویں گے کہ بے شک مولوی صاحب نے اپنے سابقہ عقیدہ میں تبدیلی کر لی ہے۔ اگر وہ ایسی کوئی تحریر نہیں دکھا سکے تو پھر صرف لفظ نبی کو پکڑ کر پبلک کو غلط فہمی میں ڈالنا انصاف سے بعید ہے۔ مگر جنہوں نے خود حضرت مسیح موعود پر نبوت کا الزام لگانے میں دریغ نہیں کیا وہ مولوی صاحب پر اگر ایسا الزام لگا دیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود تو صاف لفظوں میں فرماتے ہیں:۔

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی۔ پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے"

شاید قادیانیوں کے نزدیک خود حضرت مسیح موعود کو قرأت ولا محدث بھی بھول گئی ہوگی کہ پھر محدث کی بجائے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مگر حضرت مسیح موعود تو ایک اور پتہ کی بات بتاتے ہیں جس سے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ آپ حقیقی طور پر بعد آنحضرت صلعم کے نبوت کے دروازے بالکل بند سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیا سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے"

لفظ خاتم الانبیا اور لفظ خاتم الکتب قابل غور ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے واضح طور پر سمجھا دیا ہے کہ جو معنی خاتم الکتب کے ہیں وہی معنی خاتم الانبیاء کے ہونے چاہئیں۔ اگر خاتم الکتب کے بعد کوئی دوسری کتاب آسکتی ہے تو پھر خاتم الانبیا کے بعد بھی دوسرا نبی آسکتا ہے۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ پس جیسا کتاب کا آنا ناممکن ہے ایسا ہی نبی کا آنا ناممکن ہے۔ اس لئے مجبوراً ماننا پڑتا ․․․ کہ جو معنی حضرت مسیح موعود نے خاتم الکتب کے کئے ہیں وہی معنی خاتم النبیین کے کرنے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود کا یہ زریں اصول سونے کے پانی کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔ انصاف پسند کے لئے صرف اتنا کافی ہے۔ اگر کوئی قادیانی اپنی ضد سے باز نہ آوے تو وہ ہمارے ذیل کے دو سوالوں کا جواب دیوے۔

(۱) کیا مولوی محمد علی صاحب نے منکرین نبوت مسیح موعود کو کسی جگہ کافر لکھا ہے؟

(۲) کیا حضرت مسیح موعود نے لفظ خاتم الانبیا اور خاتم الکتب

مدیران اخبار اور واعظین سے خطاب

مولانا شہاب الدین صاحب مدیر بلاغ امرتسر کے قلم سے

علوم کی ترویج سب سے پہلے اس بنا پر ہوئی۔ کہ لوگوں میں تہذیب و شائستگی پیدا ہو۔ اور عقل و دانش جلا پائے۔ اور زیادہ تر یہ کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں۔

مذاہب کے اجرا کا مقصد وحید بھی اس حیوان ناطق کو وعظ و حکمت کے ذریعہ سے مہذب اور باخدا بنانا ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اخلاقی کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن سب سے آخری مذہب (اسلام) کو اس مرحلہ کے طے کرنے میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اسلام جس اعلیٰ پیمانہ پر موعظہ حسنہ کو پیش کرتا ہے۔ وہ ایک نیک نفس انسان کیلئے خواہ وہ کوئی عقیدہ رکھتا ہو۔ خاص طور پر سبق آموز ہے۔ قرآن پاک میں جو قصص بیان ہوئے ہیں۔ وہ تاریخی واقعات کی بناء پر نہیں بیان کئے گئے۔ بلکہ ان کی تبیین و تفصیل سے بھی اخلاق کا سنوارنا ہی مقصود ہے۔

حضرت یوسف کے واقعات بالخصوص اخلاقی اسباق کے مظاہر ہیں۔ بھائیوں کی بدسلوکی کے مقابلہ میں آپ کا درگذر ہی نہیں۔ بلکہ حسن سلوک اور مراعات۔ اس عورت کی خلوت کاملہ۔ اور تمول اور حسن و جمال ناپاک خواہش کے اظہار کے باوجود آپکا انکار۔ بلا قصور ظالمانہ طور پر زندان بلا میں محبوس کئے جانے پر آپ کا صبر و استقلال۔ وغیرہ وغیرہ ایسے سبق آموز واقعات ہیں۔ جن پر غور کرنے اور عمل پیرا ہونے سے انسان کامل انسان بن سکتا ہے۔

حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کی نافرمانیوں اور قطع رحمیوں کے سبب نہ تو کبھی ان پر فتوے لگایا۔ اور نہ اپنے سے جدا کیا۔

فرعون ایک بڑا سرکش۔ متکبر اور مغرور فرمان روا تھا۔ خدا تعالیٰ جس کو حقیقتاً کبریائی سزاوار ہے۔ فرعون کی طرف اپنا ایک مخلص رسول بھیجتا ہے۔ تاکہ اسے اس کے بیجا غرور و سرکشی اور مظالم سے روکے۔ اور فرائض عبودیت کی طرف توجہ دلائے۔ لیکن ساتھ ہی اس رسول مقبول کو ہدایت ہوتی ہے۔ کہ مؤدبانہ اور نرمی سے گفتگو کرنا۔

حضرت موسےٰ کی امت نے آپ کی غیبت میں بچھڑا بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ آپ نے ان کو نرمی سے ہی تعلیم دی۔ اپنے سے الگ نہیں رکھا۔ اور وہ اور بھی نافرمانیاں کرتے رہے۔

جناب محمد رسول اللہ صلعم کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "اگر تو بدخو اور سخت دل ہوتا۔ تو یہ تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ تو ان کو معاف کر۔ اور ان کے لئے خدا سے مغفرت مانگ۔ اور اپنے کاموں میں ان سے مشورت لیا کر"

یہ واقعہ سورہ آل عمران میں مذکور ہے۔ جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی کا مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں بڑا فرق ہے۔ مکہ شریف میں آپ دشمنوں کے نرغہ میں پھنسے ہوئے بے بسی اور بے کسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن مدینہ منورہ میں حکومت آپ کے قدموں پر نثار تھی۔ اور کامل شاہانہ اختیارات آپ کو حاصل تھے۔ دشمن ایسی حالت میں بھی آپ سے زیادتیاں کرتے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپ بزور حکومت اعداء دین کو دبا سکتے تھے۔ لیکن آپ مخالفین سے ایسی حالت میں کیا سلوک فرماتے ہیں۔ ان کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں۔ ان کے لئے معافی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور مہمات عظمیٰ میں انہیں اپنا مشیر بناتے ہیں۔ ؎

تواضع زگردن فرازان نکوست گدا گر تواضع کند خوے اوست

واللہ اگر ہم نام کے مسلمان اس واقعہ کی پہلی شق پر بھی ایمان لے آئیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو ہمیں حکومتوں سے سوراج مانگنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور ہمارا یہ طرز عمل ہی مخالفین اسلام کے لئے رہنمائی کا کام دے

ہم نے آپ کے سامنے قرآن مجید سے ان بندگان خدا کے عملی نمونے پیش کئے ہیں۔ جن کے اسوہ حسنہ کا کلمہ عالموں اور لیڈروں کی زبان پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اب خدا کی مقدس کتاب قرآن پاک سے چند احکام پیش کئے جاتے ہیں۔

امید ہے۔ کہ نہ تو ان عملی نمونوں کو ایک گمنام شخص کی تحریک و تجویز سمجھا جائیگا۔ اور نہ ہی ان احکام کو کسی ادنےٰ مخلوق کی آواز خیال کیا جائیگا کیونکہ درحقیقت اس اعلیٰ تعلیم کا منبع وہ ذات پاک ہے۔ جس کے سامنے ہماری کوئی بھی عقل اور بہانہ سازی پیش نہیں جا سکتی۔

(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلا۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مجادلہ کر

اور بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو۔ جو نہایت اچھی ہو

"جو دل آزار باتیں یہ لوگ کہتے ہیں۔ ان کو سنتے رہو۔ اور اچھے طریق

اور مسلمان جب بیہودہ بات سنتے ہیں۔ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم کو ہمارے اعمال۔ تم کو تمہارے اعمال۔ ہم جہالت پسند لوگوں کے خواستگار نہیں ہیں

مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے۔ کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔ اور (ایک دوسرے) کو عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے برے نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں۔ وہ ظالم ہیں

اور خدا کے بندے تو وہ ہیں۔ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ تو سلام کہتے ہیں۔ ․․․․․․ اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گذرنے کا اتفاق ہو۔ تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں

عفو اختیار کر۔ اور نیک کام کے کرنے کا حکم دے۔ اور جاہلوں سے کنارہ کر

اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو (سخت کلامی) کا ایسے طریق سے جواب دو۔ جو بہت اچھا ہو۔ (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ) جن میں اور تم میں دشمنی تھی۔ گویا وہ تمہارا گرمجوش دوست ہے۔ اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جو برداشت کرنیوالے ہیں۔ اور انہی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑے صاحب نصیب ہیں

میرے بندوں سے کہہ دے۔ کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ کیونکہ شیطان (بری باتوں) سے ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ کچھ شک نہیں۔ کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے

یہ چند حوالے بطور مشتے از خروارے کافی ہیں۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے "مومن تو وہ ہیں۔ کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اب ہم ان حوالہ جات قرآنی اور آیات اللہ کے پیش کرنے کے بعد ان واعظین سے جو مسند وعظ پر متمکن ہو کر ایک اسلامی مبلغ کی حیثیت سے وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جن کے اعادہ کی اسلامی تہذیب و شائستگی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتی۔ نیز اخبارات و رسائل کے ان مدیروں سے جو اپنی اخباروں اور رسالوں میں بدتہذیبی اور گندی تحریروں سے مسلمانوں میں پرلے درجہ کی بداخلاقی اور بدمذاقی پھیلا رہے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔ کہ ان کے پاس اس طرز عمل کے جواز کا کیا ثبوت ہے اختلاف آراء تو ایک فطری فعل ہے۔ جو انسانوں سے سرزد ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ لیکن اس اختلاف کی بناء پر مخاصمت پیدا کرنا۔ اور پھر اپنی زبانوں اور قلموں کو گندہ اور ناپاک الفاظ سے آلودہ کرنا کسی طرح بھی اسلامی روایات سے تطابق نہیں رکھتا۔

مانا کہ آپ نے اپنی علمی لیاقتوں کے سبب عوام پر اپنے رعب و وقار کا سکہ بٹھا لیا ہے۔ لیکن اگر آپ مسلمان ہیں۔ اور قرآن حکیم آپ کے منبع اخلاق کی درسی کتاب ہے۔ تو پھر مہربانی کر کے غور فرمائیے۔ کہ کہاں تک وہ آپ کو ایسی تقریروں اور تحریروں کی اجازت دیتی ہے۔ آپ نے اگر فی الحقیقت شریعت حقہ اور دین قیم کی تبلیغ کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ تو جان لو۔ کہ آپکا موجودہ راستہ کسی کی طرف جا رہا ہے۔

ہم صاف الفاظ میں اور واضح طور پر آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ اسلام کے ساتھ علانیہ بغاوت کر رہے ہیں۔ اسلام انسان کو مہذب اور نیک بنانے کے لئے آیا ہے۔ لیکن آپ کی تحریریں اور تقریریں اس کے سراسر برعکس سبق دے رہی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ سب کچھ جو آپ کر رہے ہیں۔ محض پیٹ پالنے کے دھندے ہیں۔ آپ نے حصول روزی کا جو یہ طریق اختیار کر رکھا ہے۔ سراسر غلط ہے۔ اور اس میں آپ کی ایمانی کمزوریوں کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ اگر آپ کا ایمان خدا پر ہے۔ اور آپ اسے رزاق مطلق جانتے ہیں۔ تو پھر آپ کسی طرح سے بھی ایسی برائیوں کے ذریعہ روزی کمانے کی طرف توجہ نہ کرتے۔ بلکہ نیک طریقہ سے روزی حاصل کرنے کے متعلق غور فرماتے۔

ایک چور ایک ڈاکو ایک قمار باز ایک رشوت خوار ایک سود خوار بھی روزی کمانے کے لئے انہی افعال کا ارتکاب کرتا ہے۔ لیکن آپ کی تقریریں اور تحریریں ان کی مذمت کرتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ انسانیت اور انصاف کے خلاف ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر یہ تقریری اور تحریری فواحشات چور ڈاکو قمار باز وغیرہ سے کیوں مماثلت نہیں رکھتیں

جب خدا تعالےٰ نے آپ کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہے تو آپ اس

قدس سرہ۔ جن کی نظر علم دین پر بہت وسیع تھی۔ اپنی کتاب نورالدین صفحہ ۱۳۹ پر تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) جو اسلام قرآن کے صحیفہ فطرت والے ہم کو کہا یا ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ تم اسلام لاؤ کہ مسیح بے باپ تھا۔

(۲) ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام میں یہ بھی ہے کہ تم مان لو مسیح بے پدر تھا۔

(۳) ہمارے پیارے صحابہ کرام اور ہمارے ائمہ اربعہ فقہا اور دیگر ائمہ عظام نے ہمیں کہاں ہدایت نہیں کی کہ اسلامی ضروریات سے ہے کہ مان لو مسیح بے باپ تھا۔

(۴) ہم کو ہمارے صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں کہیں تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الہیٰ کے مدارج و مسالک و اصلاح نفس و حصول اخلاق فاضلہ کے لئے لابد ہے کہ یہ بھی یقین کرو کہ مسیح بے باپ تھا۔

(۵) مسیح علیہ السلام کے ماسوا اس قدر انبیاء و رسل اور اللہ تعالیٰ کے مامور گزرے ہیں۔ کسی کا نسب نامہ قرآن کریم میں لکھا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے **وما یعلم جنود ربك الا هو**۔ پس سب کے وجود کا علم بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ وہ کس طرح پیدا ہوئے۔

خبریں

—— پشاور ۲ مارچ۔ افواہ ہے۔ کہ ڈکہ میں جرگہ منعقد ہوا جس میں ترنگ زئی کے فرزند اور سردار ہاشم خاں میں سخت تکرار ہوئی۔ اول الذکر شاہ امان اللہ کے حق میں ہے۔ یہ بھی افواہ ہے کہ وہاں فساد ہو گیا ہے۔

—— پشاور ۷ مارچ۔ قندھار کی اطلاع ہے۔ کہ شاہ امان اللہ نے روس اور جرمنی کے کارخانوں سے ۳ ہوائی جہاز اور ۲۵ توپیں خریدی ہیں۔ اور وہ اپنی فوجوں کو بڑی سرعت کے ساتھ ترتیب دے رہے ہیں۔

—— پشاور ۷ مارچ۔ کابل کی خبر ہے۔ کہ بچہ سقہ دامن کوہ میں فوج بھرتی کرنے گیا ہوا ہے۔ اور شہر کو ملا شور بازار کے حوالہ کر گیا ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کابل کو میدان جنگ نہیں بنانا چاہتا۔ بلکہ مقام لوہ گرڑھ کو مورچوں کے لئے پسند کیا ہے۔

—— لاہور ۵ مارچ۔ ایرانی اخبار "آزادی مشرق" اپنی ایک تازہ اشاعت میں رقمطراز ہے۔ کہ شاہ رضا خاں نے ایرانی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حال ہی میں اکابر اسلامیان ہند کی طرف سے برقی پیغام کے ذریعہ ہمیں شاہ امان اللہ خاں کی امداد و اعانت کی دعوت ملی ہے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ایران جان و مال سے شاہ امان اللہ کی مدد و حمایت کے لئے تیار ہے۔ ہم اس پیغام کے موصول ہونے سے قبل ہی شاہ موصوف کی مدد کا ارادہ کر چکے ہیں۔

—— پشاور ۔ مارچ۔ آج یہاں زبردست افواہیں پھیل رہی ہیں۔ کہ کابل کے قریب ۱۸ میل کے فاصلہ پر مقام میدان مقامی قبائل کے لشکر نے بچہ سقہ کے سپاہیوں کو شکست دی۔ سمت مشرقی کا ایک افغان تاجر جو آج یہاں پہنچا ہے راوی ہے۔ کہ جلال آباد کے مال غنیمت کے متعلق مہمندیوں اور شنواریوں میں ابھی تک جنگ جاری ہے دوسری طرف قبیلہ خوشی گمند اور شنواریوں نے پیش دستی کی ہے۔ اور انہیں شدید نقصان جان اٹھانا پڑا ہے۔

—— پشاور ۶ مارچ۔ شاہ امان اللہ خاں نے افغان ٹریڈ ایجنٹ پشاور کے نام ایک برقی پیغام روانہ کیا ہے جس میں ایجنٹ موصوف کی وفاداری کا اعتراف اور بچہ سقہ کے مطالبہ زر کی عدم تعمیل پر اظہار خوشنودی کیا گیا ہے۔

—— پشاور ۶ مارچ۔ سردار علی احمد جان ہنوز پشاور ہی میں مقیم ہیں۔ اور یقین کیا جاتا ہے کہ وہ قندھار سے احکام آنے کے منتظر ہیں۔

—— پشاور ۵ مارچ۔ جنرل نادر خاں نے ایک نمائندہ اخبار سے ملاقات کے دوران میں شاہ امان کی اصلاحات کی حمایت کی۔ اور اپنی قوم کی جہالت پر اظہار افسوس کیا ہے۔ جس نے شاہ موصوف کے کام کی قدر نہ کی یہ بھی کہا کہ میری رائے میں جدال و قتال کی بجائے مصالحت کے لئے کوشش کرنا زیادہ سودمند ہوگا۔

—— جرنیل صاحب نے اپنے پروگرام کے متعلق فرمایا۔ میں اپنے اہل ملک کی ان غلط فہمیوں کا ازالہ کروں گا۔ جو اصلاحات کے متعلق پیدا ہو گئی ہیں اور کہہ دوں گا۔ کہ ان میں تمہاری خواہش کے مطابق ترمیم کر دی جائیگی۔ نیز بتلا دوں گا۔ کہ بادشاہت کے لئے سب سے زیادہ موزوں شخص امان اللہ خاں ہیں۔ اور خاندان شاہی میں ان میں سے بہتر کوئی شخص موجود نہیں لیکن اگر اس کے بعد قوم انہیں منتخب نہ کرے تو اسے اس بات کا اختیار رہیگا۔

—— جرنیل صاحب نے دوران تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ میری بیست و پنج سالہ خدمات اس پر شاہد ہیں۔ کہ میں نے جس کام میں ہاتھ ڈالا ہے اس سے ملت و دولت کو فائدہ پہنچا ہے۔

—— انگلستان کے بعض سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ممکن ہے مسٹر لائیڈ جارج دوبارہ وزیر اعظم انگلستان ہو جائیں۔

—— فرانس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ مس ملر مہاراجہ اندور کی امریکن رانی ہندوستان آ رہی ہے۔ پہلے خیال تھا کہ اس کے ہاں جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کی پرورش مغربی طریق کی جائے۔ مگر اب موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اسے ہندوستان لایا جائے گا۔ اور اس کے متعلق تمام ضروری مذہبی رسوم ادا کی جائیں گی۔ سب سے پہلے شدھی کی رسم ادا ہوگی۔ لڑکی کو دریائے گنگا میں غسل کرایا جائے گا۔ اس کے بعد فی الفور شادی کی رسوم ادا کی جائے گی۔ کیونکہ طے ہوا ہے کہ اس معصوم کی فی الفور شادی کر دی جائے۔ ابھی تک اس کے لئے کوئی شوہر تجویز نہیں ہوا۔ مگر بہت جلد یہ کمیشن ہندوستان کو روانہ ہوگا۔ تاکہ ان راجوں مہاراجوں سے ملے جن کے چھوٹے چھوٹے فرزند ہیں۔

اب اس معصوم کی چند ماہ کی عمر میں شادی رچا دینا دوسرا کارنامہ ہوگا۔ مس ملر کو پنج گو (گائے کے دودھ۔ دہی۔ مکھن۔ گھی اور گوبر کا مرکب لطیف) پلانے میں تو آریہ سماجیوں کو جو ناکامی ہوئی وہ ظاہر ہے دیکھئے اس معصوم بچی کی شدھی اور شادی کتنے یورپین اصحاب کو ہندو دھرم کا گرویدہ بناتی ہے۔

—— دہلی ۵ مارچ۔ بچہ سقہ کی وزارت خارجیہ کی طرف سے افغانی قونصل عمومی مقیم دہلی کو ذیل کا برقی پیغام موصول ہوا ہے۔ کہ عبدالعلیم وکیل تجارت مقیم پشاور نے آج تک ہمارے احکام کی تعمیل نہیں کی پس تمہیں لازم ہے۔ کہ وزیر خارجہ ہند سے گفت و شنید کر کے جس طرح ممکن ہو ہندوستان کے وکیل تجارت کا اخراج کراؤ۔ تاکہ وہ کابل آنے پر مجبور ہو جائے۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ افواہ ہے کہ حضرت شور بازار جو جرنیل نادر کو زیر بچانے کے لئے خوست جا رہے ہیں۔ قبیلہ منگل کے ہاتھ گرفتار ہو گئے ہیں۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ جرنیل نادر خاں کے متعلق آج کوئی صحیح اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ شہر میں افواہ ہے۔ کہ قبیلہ منگل نے جو شاہ امان اللہ کے زبردست حامی ہیں۔ جرنیل موصوف کو گرفتار کر لیا ہے یہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہے۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ سردار ہاشم خاں (برادر جرنیل نادر خاں) مہمندوں سے گفت و شنید کر رہے ہیں۔ اور آفریدیوں کے ساتھ بھی عنقریب گفت و شنید شروع کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں قبائل بھی شاہ امان اللہ کے زبردست حامی ہیں۔ شاہ موصوف اور بچہ سقہ کے صلح کرانے کے مسئلہ کے متعلق ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ خانصاحب شیخ جہانگیر خاں برطانوی قونصل جلال آباد کل پشاور آنے والے ہیں۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے ۵ مارچ کو کابل پر چڑھائی کر دی ہے۔

—— ایک افغانی اخبار "طلوع افغان" قندھار رقمطراز ہے کہ رمضان کے پہلے ہفتہ میں حکومت ایران کی طرف سے شاہ رضا خاں کا ایک جرنیل ہوائی جہاز پر سوار ہو کر قندھار پہنچا۔ اور شاہ امان اللہ کی خدمت میں باریاب ہو کر افغانستان کے موجودہ احوال پر اظہار تاسف کیا۔

—— پشاور ۵ مارچ۔ جنرل نادر خاں اور سردار علی احمد جان کے درمیان گفتگو بند کمرے میں برابر جاری ہے۔ اس کو بصیغہ راز رکھا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عنقریب نقیب صاحب چارباغ پشاور آنے والے ہیں۔

—— پشاور ۵ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ کے پیروؤں کی تعداد میں نہایت تیز رفتاری کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے سمت جنوبی کے بہت سے علما اور مقتدر سربرآوردہ لیڈروں نے شاہ موصوف کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہے۔

—— پشاور ۵ مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قندھار کے مضافات کی پانچ زبردست اقوام نے اپنے علم اور معتمد، قندھار میں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے بھیجے ہیں۔ کہ وہ شاہ امان اللہ کے مطیع ہیں۔

—— پشاور ۴ مارچ۔ کابل کا ایک سیاح جو قندھار کی راہ سے یہاں پہنچا ہے۔ راوی ہے کہ قندھار۔ غزنی۔ ہرات اور فرح میں شاہ امان اللہ کی حمایت میں بڑا جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ شاہ موصوف رمضان کے اختتام سے پہلے پہلے عسکری مہمات کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ وہ افواج کی ترتیب و تنظیم میں مشغول ہیں۔

—— پشاور ۶ مارچ۔ جنرل نادر خاں اپنی والدہ محترمہ اور شاہ ولی خاں کی معیت میں آج صبح پشاور سے خوست کو روانہ ہو گئے۔ سردار ہاشم بھی ڈکہ اور جلال آباد کو روانہ ہو گئے ہیں۔ سردار علی احمد جان بدستور یہیں مقیم ہیں۔

—— پشاور ۶ مارچ۔ آج جرنیل نادر خاں خلاف توقع یکایک ڈاکٹروں کی مخالفت کے باوجود اپنے بھائی سردار ولی خاں کی معیت میں خوست کو روانہ ہو گئے۔ اور اپنے دوسرے بھائی سردار ہاشم خاں کو اپنے بطور اپنے قائم مقام جلال آباد بھیجا ہے۔ کہ سرکردہ قبائل کے ملکوں کا جرگہ منعقد کر کے صلح کی شرائط طے کریں۔

—— بچہ سقہ نے جرنیل نادر خاں کی تمام جائیداد جو کابل میں تھی لوٹ لی ہے۔ اس کے علاوہ جرنیل صاحب کے رشتہ کے ایک بھائی سردار محمد حیدر خاں کی جائداد بھی بچہ سقہ نے لوٹ لی ہے اور ان کو جیل خانہ میں ڈال دیا ہے۔ آپ سردار عبدالقدوس خاں کے

پیغام صلح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۷ | ۵ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ | نمبر

قتلِ راجپال کے بعد

(۲)

آریہ سماجی لٹریچر اور مسلمان

جائز نکتہ چینی اور گالی گلوچ میں فرق

راجپال کے قتل نے اس بحث کو پھر تازہ کر دیا ہے جو ہمیشہ آریوں کی طرف سے ایسے موقعوں پر اپنی خرافات نویسی کے جواز میں چھیڑی جاتی ہے۔ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش۔ لیکھرام کی کلیات۔ شردھانند کی ہزلیات اور راجپال کا رنگیلا رسول آریوں کے نزدیک کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ بعینہٖ ویسی ہی جائز اور واجب نکتہ چینی جیسے ایک کمہار سے دو پیسے کا مٹی کا برتن لیتے وقت اُسے بجا کر دیکھ لیا جاتا ہے کہ ٹوٹا ہوا تو نہیں؟ "آریہ گزٹ" نے اس دلیل کو پیش کرتے ہوئے نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ جب مسلمان اسلام کو تبلیغی مذہب قرار دیتے اور اُسے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں تو کیا دنیا کا یہ حق نہیں کہ وہ اسے عقل کی کس و ٹی پر پرکھ کر دیکھے کہ وہ کہاں تک اس پر پورا اُترتا ہے؟ یا تو اسلام میدانِ تبلیغ کو چھوڑ کر دوسرے غیر تبلیغی مذاہب کی طرح گوشہ نشین ہو جائے تو پھر کوئی نکتہ چینی اس پر نہ ہوگی اور اگر یہ نہیں تو اس کا دوسروں کو اپنی طرف بلانا انہیں اپنی قبولیت کے لئے دعوت دینا اس کے مخاطبین کو حق بجانب ٹھہراتا ہے۔ کہ وہ اس کی پورے طور پر غور و پرداخت کریں۔ اور اچھی طرح چھان بین کر کے اس کے متعلق فیصلہ کریں۔

جائز نکتہ چینی

بظاہر کس قدر معقول اور وزن دار بات ہے۔ یقیناً کوئی معقول پسند انسان اس دلیل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم بھی آریہ گزٹ کی اس دلیل کے صدقِ دل سے مؤید ہیں۔ اور آریوں کا یہ جائز اور واجبی حق سمجھتے ہیں کہ اسلام کو معقولیت کی کس وٹی پر پرکھ کر دیکھیں اور اگر اس کے اندر کمزوری انہیں نظر آئے تو اسے مسلمانوں کے سامنے پیش کریں کہ تمہارے مذہب میں یہ نقص نظر آتا ہے۔ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ بعینہٖ مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ آریہ سماج کے اصولوں اور ویدک تعلیمات کی ایک ایک کر کے چھان بین کریں۔ اور جو بات معقولیت کے خلاف انہیں دکھائی دے اُسے آریہ سماج کے سامنے رکھ دیں۔ اور پوری شائستگی اور تہذیب کے ساتھ ان سے پوچھیں کہ ان خامیوں کا کیا علاج اُنھوں نے سوچا ہے۔ اگر اس طریق سے ایک دوسرے کے مذہب ایک دوسرے کے پیشواؤں کی عملی زندگیوں اور ان کی تعلیمات پر غور کیا جائے اور باہمی افہام و تفہیم کو تمام بحث کا منتہائے مقصود ٹھہرایا جائے۔ اگر نفسانیت کو چھوڑ کر للہیت کو نصب العین قرار دیا جائے تو بغض و نفرت کی وہ تمام آلودگیاں جو موجودہ مذہبی نکتہ چینیوں میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہیں بالکل محو ہو کر ایک دوسرے سے محبت و مودت پیدا ہو سکتی ہے۔

آریہ سماجی لٹریچر

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا آریہ سماج کا موجودہ طریقِ عمل اس ذیل میں آسکتا ہے؟ آیا ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں اور چودھواں سملاس اور لیکھرام کی کلیات وغیرہ کو اسی قسم کی "جائز اور واجب نکتہ چینی" قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس کی حمایت میں آریہ گزٹ نے آواز بلند کی ہے؟ کیا کسی مذہب کی تعلیمات پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اس قسم کے ریمارک کرنے جیسے کہ ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں کئے گئے ہیں جائز ہیں؟ ہم پوچھنا چاہتے ہیں اور آریوں کے قلبِ سلیم سے (بشرطیکہ ان کے اندر ایک سلیم دل موجود ہو) یہ فتویٰ طلب کرتے ہیں کہ کون سلیم المزاج انسان خدائے تعالیٰ کے متعلق ایسے الفاظ لکھ سکتا ہے جیسے کہ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے اندر لکھے ہیں۔ کہ:۔

> "خدا کیا ہے۔ ایک تماشا گر ہے" ص ۶۰۱ "واہ عیسائیوں کے خدا تو عجیب ڈاکٹر ہے۔ عورتوں کے رحم کھولنے کو کونسے اوزار اور دوائیاں رکھتا تھا کہ جن سے کھولا" ص ۶۰۳ "عیسائیوں کا خدا اکھاڑے کا پہلوان ہے" ص ۶۲۰ "خوب عیسٰی نے بہشت میں دُلہن پائی چین اُڑاتا ہوگا" ص ۶۳۸ "خدا بھی عورتوں پر عاشق ہے" ص ۶۷۶ "بڑا شیطان" ص ۶۹۳ "خدا کیا ہے ایک تماشا گر ہے" ص ۶۰۱ "خدا کیا ہوا محمد صاحب کے گھر کا اندرونی اور بیرونی ملازم ٹھہرا" ص ۶۲۵۔
>
> (نعوذ باللہ من ذالک)

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ان کے علاوہ اسی ستیارتھ پرکاش اور لیکھرام اور شردھانند کی کلیات و ہزلیات میں سینکڑوں ایسے جگر خراش کلمات اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کے متعلق لکھے ہوئے موجود ہیں۔ کہ جن کو پڑھتے ہوئے جگر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ان صفحات میں ان کو نقل کیا جائے۔ اور "رنگیلا رسول" کا تو نام ہی اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس کے اندر کیا کچھ خرافات بھری ہوئی ہوں گی۔

مسلمانوں کی معذوری

فرمائیے یہ کہاں کی شریفانہ اور جائز نکتہ چینی ہے۔ جس پر "آریہ گزٹ" اور دوسرے سماجی اخبارات کو ناز ہے۔ کیا ان کی تہذیب ہے جس کو اس قدر فخر کے ساتھ تم دنیا میں پیش کرنا چاہتے ہو۔ جائز نکتہ چینی سے مسلمان کبھی نہیں گھبرائے۔ سخت سے سخت اعتراضات ان پر کئے گئے۔ اور انہوں نے نہایت حوصلہ اور صبر کے ساتھ ان کو سُنا۔ اور دلائل کے ساتھ ان کا دفعیہ کیا۔ لیکن دلائل سے گذر کر تمہاری نکتہ چینی جب تمسخر و استہزا بہتان بندی اور تہمت تراشی اور سب سے بڑھ کر سبّ و شتم کی حد تک پہنچ جائے تو نہ تو اس کے سُننے کی تاب مسلمانوں کے اندر ہے اور نہ اس کا صحیح جواب ان کے پاس ہے۔ ایسے موقع پر جب خدائے پاک نبیوں اور بالخصوص سید المعصومین حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک کلمات کی بوچھاڑ آریہ سماج کی طرف کیجاتی ہے۔ تو سچ بات ہے کہ مسلمان اپنا کلیجہ مسوس کر رہ جاتے ہیں۔ ان کا دل خون ہو جاتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کس طرح ان لوگوں کو ایسے بُرے کلمات سے روکیں۔ ایسی حالت میں اگر کسی شخص کے ہاتھ سے صبر و تحمل کی باگ چھوٹ جاتی ہے اور وہ کوئی ناواجب حرکت کر بیٹھتا ہے تو اُسے معذور سمجھنا چاہئے۔

ایک معزز آریہ لیڈر کی رائے

ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ آریہ سماج کا لٹریچر جائز نکتہ چینی کی بجائے سبّ و شتم اور تمسخر اور استہزا سے بھرا پڑا ہے۔ جس میں خود اللہ تعالیٰ اور مختلف اقوام کے بزرگوں اور پیشواؤں کے متعلق ناپاک ترین کلمات استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کا اعتراف خود آریہ سماج کے اندر بعض ان لوگوں کو بھی ہے جو اپنے اندر انصاف کا تھوڑا بہت مادہ رکھتے ہیں۔ ایک معزز آریہ سماجی لیڈر لالہ گھاسی رام ایم اے پلیڈر کی رائے اس بارہ میں مدت ہوئی اخبارات میں چھپی تھی۔ جس میں انہوں نے صاف طور پر لکھا تھا کہ!

> "غیر آریہ لوگوں اور اُن کے مذاہب کی نسبت جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں وہ کسی صورت میں قابلِ ستائش نہیں کہلا سکتے۔ ہم ہر شخص کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا چودہ پندرہ سال کا بچہ بھی جس کو ابھی دنیا و مافیہا کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا شنکر اچارج گوتم بدھ اور یسوع مسیح جیسے دو دان لوگوں پر اعتراض اور ان کی عیب جوئی کرنے سے نہیں چوکتا۔ ہمارے اپدیشکوں کو جس بات سے زیادہ اُنس ہے وہ یہ ہے کہ مخالف مذاہب کے معتقدات کو قابلِ اعتراض پیرایہ اور غیر مہذبانہ عبارت میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارے ا[illegible] ہزار کا مباب سمجھا جاتا ہے جو دوسرے مذاہب کے مسلمہ اصولوں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے حاضرین کو ہنسا دے۔ ہماری خوش طبعی اور مذاق اگر ہے تو یہ کہ دوسرے مذاہب کی ہنسی اُڑائیں۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ ہم ان ہتھکنڈوں پر خوش ہوتے اور ان کا نام ہماری اصطلاح میں صاف گوئی رکھا جاتا ہے۔ لیکچراروں کے علاوہ چونکہ ہمارے بڑے بڑے اہلِ قلم بھی جن سے ہمیں بہتر امیدیں رکھنی چاہئیں تھیں عام مذاق کی پیروی کر کے تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔ اس لئے جو نقص ہماری تقریروں میں ہے وہی تحریروں میں بھی موجود ہے۔ آپ آریہ سماج کا کوئی پرچہ اُٹھا کر دیکھیں تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار سب کے سب دوسرے لوگوں کی عیب شماری اور نقص گیری کے معیوب کام میں مصروف ہیں۔"

موجودہ طریق کو بدلنے کی ضرورت

یہ ایک معزز آریہ لیڈر کی شہادت ہے جو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ آریہ سماج کا لٹریچر "جائز اور واجب نکتہ چینی" سے گذر کر غیر مہذب عیب شماری کی آخری حد تک پہنچ چکا ہے جس کا یہ کھلا نتیجہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس گندے لٹریچر کو پیدا کر کے آریہ سماج نے ان دو قوموں کے درمیان منافرت کا ایسا بیج بو دیا ہے جس نے ملک کے امن و امان کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ اور ابھی تک نہ اپنا رُخ بدلنے کے بجائے ہزاروں اور لاکھوں راجپال پیدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اس کشیدگی کو اور زیادہ بڑھانا چاہتے ہیں۔ کاش وہ اس بات کو محسوس کریں اور یقین کے ساتھ سمجھ لیں کہ یہ طریق کسی طرح اُن کے لئے سودمند ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ نقصان کا موجب ہوگا کاش ان کی ذہنیت جائز اور واجب نکتہ چینی اور گالی گلوچ میں امتیاز کرنے کے قابل ہو۔ تاکہ وہ صحیح راہ کو اختیار کر سکیں۔

ہندوستان میں شراب نوشی

ہندوستان کا افلاس ضرب المثل ہے اس کی کثیر آبادی ایسی ہے جس کو دونوں وقت پیٹ بھر کر سوکھی روٹی یا بھنے ہوئے چنے بھی میسر نہیں آتے۔ بظاہر اس زرخیز ملک کا افلاس حیرت انگیز ہے۔ مگر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ہر سال اس مفلس ملک کا قریباً ساٹھ کروڑ روپیہ صرف شراب کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ حیرت فی الفور دُور ہو جاتی ہے اور سب سے زیادہ رنج دہ بات یہ ہے کہ بعض اصلاحی اور مذہبی سوسائٹیوں کی جد و جہد کے باوجود ہندوستان میں شراب نوشی روز بروز ترقی کر رہی ہے اور اس علت کی وجہ سے ہندوستانیوں کے روپیہ کے علاوہ ان کی صحت و اخلاق بھی تباہ ہو رہے ہیں۔

یہ صورت حالات تمام ہندوستانیوں کے لئے باعثِ ندامت ہے۔ خاص کر مسلمانوں کے لئے۔ جو اس ملک میں سات کروڑ کی تعداد میں بستے ہیں۔ پیغمبرِ اسلام نے اس اُم الخبائث کے خلاف اُس وقت آواز بلند کی جب دنیا اس کے نقائص کا اقرار کرنے کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ تاریخ اخلاق و اصلاح اس عظیم الشان واقعہ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ جب وحیِ الٰہی کے نزول کے ساتھ ہی پشتوں کے شرابیوں نے اُس کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ خُم توڑ دیئے مدینہ کی گلیوں میں شراب کا سیلاب آگیا۔ آج تو دنیا اس کے نقائص سے بخوبی واقف ہو گئی ہے طب اور سائنس کے محققوں نے اس کے خلاف کھلے طور پر فتوے صادر کر دیا ہے۔ تو پھر یہ کس قدر دُکھ کی بات ہے کہ دیگر اقوام کے ساتھ بعض مسلمان بھی شراب نوشی میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ ذمہ دار مسلم افراد کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کو کلی طور پر اس لعنت سے پاک کرنے کے علاوہ تمام ہندوستان سے بھی اس کا خاتمہ کریں۔ کیونکہ

مراسلات

"چشتی سے احمدی کیوں ہوا؟"

۲۲ر مارچ کے پیغام صلح میں ڈاکٹر کے۔ اے۔ خاں صاحب کا، عنوان بالا پر مختصر سا مضمون دیکھکر راحت ہوئی۔ اور ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ جب کوئی شخص خود پیدا کردہ توہمات اور خود ساختہ فرقہ بندیوں اور درویشانہ طریقوں کی زنجیر کی ایک کڑی بھی توڑتا ہے تو وہ اتنا ہی آزادی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ایسی ہستیاں مبارکباد کے قابل ہوتی ہیں کیونکہ ان میں اجتہاد کا مادہ موجود ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ پیران کلیر یا اجمیر جانے کو اگر موصوف کے الفاظ میں بلا وجہ بلا ضرورت تکلیف اٹھانا کہا جائے اور بقول ان کے چشتی ہونے سے پہلے بھی میری یہی حالت تھی جو چشتی ہونے پر رہی، تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب نومسلم مکہ مدینے پہنچکر بھی اسی حالت میں رہیں جو مسلم ہونے سے پہلے تھی تو اس کی ذمہ داری نہ مکہ مدینہ پر ہے نہ اسلام پر۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں پیران کلیر یا اجمیر کو مکہ مدینہ سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی وہاں ان بزرگان دین کے روضوں پر اس غرض سے جائے کہ ان کی یاد تازہ ہو اور ان جلیل القدر ہستیوں کے اسوۂ حسنہ سے جنھوں نے ہندوستان میں دین اسلام کو پھیلایا کوئی بہتر سبق حاصل کرے تو اس میں تو بظاہر کوئی ہرج معلوم نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ وہاں قبر پرستی ہے تو یہ گناہ ہے۔ ایسا گناہ کرنے والے تو مکہ مدینہ میں بھی کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اس کی ذمہ دار وہ شخصیتیں ہیں جو ہر ایک چیز کو اربابًا من دون اللہ بنا لیتی ہیں۔ نہ اسلام اس کا ذمہ دار ہے نہ مقامات مقدسہ۔ بہرکیف آپ بیسیوں احمدی ایسے دیکھیں گے۔ جو **اس حالت سے** بھی جس میں کہ وہ احمدی ہونے سے پہلے تھے اب بدتر حالت میں ہیں۔ اور یہ کیا ذمہ داری ہے کہ احمدی ہوکر کوئی ضرور نیک اور صالح ہو جائے گا۔ اس کا تو عمل پر مدار ہے۔ اگر کلکتہ جانے والے مسافر کو وہ سڑک جو لاہور کو جاتی ہے کلکتہ نہیں پہنچا سکتی تو کلکتہ جانے والی سڑک بھی اسے کلکتہ نہ پہنچا سکے گی جب تک کہ وہ چلنا شروع نہ کر دے۔

چشتی یا احمدی ہونا، قادری یا نقشبندی، اہل حدیث یا اہل فقہ کہلانا تو درکنار میں کہتا ہوں کہ مسلم، ہندو، مسیحی محض کہلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ یہ دراصل ایک قسم کی (**Label**) یعنی چٹیں ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا کہ کسی مال پر کوئی چٹ لگا دی جائے اور وہ مال چٹ کے لگتے ہی ان صفات سے موصوف ہو جائے جو چٹ بتا رہی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر سوتی جرابوں پر اونی جرابیں لکھکر چٹ لگا دی جائے تو کیا وہ اونی بن جائیں گی؟ کون کہہ سکتا ہے کہ بن جائیں گی؟ یہی ظاہریت، ظاہر پرستی اور رسوم کی پابندی تھی جس کی اصلیت خدا نے یہ کہکر ظاہر فرما دی۔ قالت الاعراب امنا۔ قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۴۹: ۱۴۔ صرف زبانی مومن کہنے پر بھی کام نہیں چلتا چہ جائیکہ احمدی کہلانے پر۔ پس جو حشر چشتی کہلانے کا تھا وہی احمدی کہلانے کا ہو سکتا ہے۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں چشتی یا قادری بننے یا کہلانے کا حامی ہوں۔ جہاں میں نے ایسے صوفیانہ طریقوں کو اسلام میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا ہے۔ وہاں مذہبًا احمدی کہلانے کو بھی اسی ذیل میں سمجھتا ہوں۔ محمد عربی (فداہ ابی وامی) کا لایا ہوا مذہب نہ احمدی ہے نہ محمدی۔ بلکہ اسلام ہے اور یہی ایک خاص امتیاز ہے جو بڑے بڑے مذاہب کو حاصل نہیں ہے۔ ان کے مذاہب ان کے لانے والوں اور بانیوں کے نام پر مشہور ہوئے جیسے مسیحیت، بدھ، زردشت۔ مگر محمدؐ کا لایا ہوا مذہب اسلام اور اس کے ماننے والے مسلم ہیں۔ اور یہی خدائی مذہب ہے ابتدا ہی سے چلا آیا ہے۔ نوحؑ نے یہی کہا (امرت ان اکون من المسلمین ۱۰: ۷۲) موسیٰ نے بھی یہی پیغام اپنی قوم کو سنایا۔ قال موسیٰ یقوم ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین ۱۰: ۸۴۔ ابراہیمؑ نے اسی پر زور دیا وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ وہی خدائے واحد جس نے اپنا دین ان انبیا کے ذریعہ دنیا میں بھیجا۔ رسول عربیؐ نے اس طرح فرمایا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم۔ ھو سمکم المسلمین ۲۲: ۷۸، پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم احمدیت کو بطور مذہب کیوں پیش کر رہے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے حضرت مسیح موعود نے مردم شماری معلوم کرنے کی غرض سے یہ تجویز کی تھی۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ لوگ احمدی یا احمدیت مسلم کا قائم مقام بنا دیں گے تو وہ اسکے سخت مخالف ہوتے۔

لاہوری جماعت نے جو اس بارہ میں زیادہ آزاد خیال ہے ہمیشہ یہ استدلال پیش کیا کہ "احمدیت" بطور پہچان اور امتیاز کے ہے۔ اور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے انا خلقنٰکم من ذکر و انثٰی وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ لیکن اس شعوب و قبائل سے مذہبی فرقے مراد نہیں ہیں بلکہ نسبی اور نسلی اور اگر تعلیمی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے کوئی خاص جماعتیں بنانے کی ضرورت پڑتی ہے تو ان میں ایسے امتیازات کی ضرورت پھر بھی نظر نہیں آتی جن میں مذہبی اختلافات کا رنگ پایا جائے۔ اگر مذہبی جماعت ہی علیحدہ بنانا مقصود ہو تو وہ بھی بغیر مذہبی اختلافات کا رنگ نمایاں کرنے والی اصطلاحات استعمال کئے ہو سکتا ہے۔ لاہور ہی میں انجمن حمایت اسلام ہے۔ وہ سب فرقوں پر حاوی ہے ویسی ہی انجمن اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن انجمن احمدیہ اشاعت اسلام میں **احمدیہ** میری سمجھ میں کبھی نہیں آیا۔ یہ مجھے تسلیم ہے کہ ہمخیال اصحاب یا لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جس کے ساتھ ہمدرد یا منسلک ہوکر اس کے عمل کا دائرہ وسیع ہو جائے۔ مگر یہ "احمدیت" کا لفظ درمیان میں لائے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ اور ضرور ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ میرا ایمان ہے کہ آج کرہ ارض پر یہی ایک جماعت ہے جو اسلام کی علمبردار اور دنیا کے کونوں تک اسلام کو پھیلانے والی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ "چشتی" سے مسلمان کیوں نہیں؟ احمدی کیوں؟

(سید عبدالمجید۔ کیو رتھلہ سٹیٹ)

پیغام صلح:۔ محترم مراسلہ نگار کے اس خیال سے ہمیں اختلاف ہے کہ احمدیت کا لفظ مسلم کے قائم مقام بنا لیا گیا ہے۔ ہم بارہا اس بات پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور خود مراسلہ نگار کو مسلم ہے کہ ہمارے نزدیک "احمدیت" بطور پہچان اور امتیاز کے ہے۔ جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا سے ہم صرف اس قدر استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح شعوب اور قبائل کے امتیاز کے لئے ان کے خاص نام رکھنے ضروری ہیں۔ اسی طرح خاص خیالات رکھنے والے لوگوں کی جماعت کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کرنے کے لئے ایک امتیازی نام دینا ضروری ہے۔ محترم مراسلہ نگار کو یہ مسلم ہے کہ "ہمخیال اصحاب یا لوگوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جسکے ساتھ ہمدرد یا منسلک ہوکر اس کے عمل کا دائرہ وسیع ہو جائے"۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ہمخیال لوگوں کی جماعت کو کوئی امتیازی نام نہ دیا جائے گا تو یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ وہ ہمخیال لوگوں کی جماعت ہے؟ محض انجمن اشاعت اسلام نام رکھ دینے سے یہ کوئی بھی جان نہیں سکتا کہ اس انجمن میں کام کرنے والے کن خیالات کے لوگ ہیں۔ "احمدیہ" کا لفظ یہ بتانے کے لئے ہے کہ اشاعت اسلام کا کام آج انہی خیالات کے ذریعہ سے سرانجام پا سکتا ہے جن کو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے لائحہ عمل میں کوئی ایسا کام نہیں جس کا تعلق خاص خیالات سے ہو۔ یا جس سے کسی دوسرے مسلمان کو مذہبًا اختلاف ہو۔ دوسری خاص جماعتیں جو تعلیمی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے بنائی جاتی ہیں۔ ان میں بھی امتیازات کی ضرورت پیش آتی ہے کانگرس، مسلم لیگ، خلافت کمیٹی، جمعیۃ العلما خاص خیالات کی جماعتوں کے امتیازی نام ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ "احمدیت" کے لفظ میں کیا خلاف اسلام بات ہے کہ اس کا استعمال لوگوں کو اس قدر ناگوار ہے۔ یہ کہنا کہ "چشتی سے مسلمان کیوں نہیں احمدی کیوں"؟ حیرت انگیز مغالطہ پیدا کرتا ہے۔ گویا "چشتی" اور "احمدی" کہلانے والے مسلمان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ ہمارے نزدیک "چشتی" بھی مسلمان ہیں۔ اور "احمدی" بھی۔ "چشتی" سے "احمدی" بننا اس سے بڑھ کر کوئی مفہوم اپنے اندر نہیں رکھتا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت سے نکل کر دوسری جماعت میں ...... چلا گیا۔ اس لئے "چشتی" کے بالمقابل "احمدی" "اہلحدیث" "شیعہ" وغیرہ جماعتوں کے نام ہی آ سکتے ہیں۔ "مسلمان" کا لفظ نہیں آ سکتا۔ امید ہے محترم مراسلہ نگار اس پر غور فرما کر اپنے خیالات پر نظر ثانی فرمائیں گے۔

سیالکوٹ میں ختم نبوت پر لیکچر

محمودی جماعت سے مناظرہ

مکرم محترم جناب اڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۲۷۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۹ء کو سیالکوٹ میں بتقریب جلسہ سالانہ انجمن اسلامیہ ہماری جماعت کے چند مبلغین تشریف لائے۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر مناسب سمجھا گیا کہ صاحبان ممدوح کی مزید تقاریر پبلک میں کرائی جائیں۔ چنانچہ بذریعہ اشتہار اعلان کیا گیا کہ ۲۹۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۲۹ء کو زیر حق قلعہ مبرقعہ نفرط سبزی منڈی ختم نبوت اور اسلام اور آریہ سماج وغیرہ مضامین پر تقریریں ہوں گی۔ چنانچہ پہلے دن سید مدثر شاہ صاحب نے مسئلہ ختم نبوت پر قرآن کریم سے نہایت معقول اور مدلل تقریر فرمائی۔ چونکہ اشتہار میں اعلان کیا گیا تھا کہ تقریر کے خاتمہ پر باجازت صدر جلسہ نفس مضمون پر پانچ منٹ سوال کرنے کے لئے دیئے جائیں گے۔ اس لئے ہمارے قادیانی دوستوں نے بذریعہ رقعہ ذیل کے دو سوال کئے:۔

(۱) حضرت مسیح کا باپ تھا یا نہیں؟ (۲) آپ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں۔ ان ہر دو رقعات کے جواب میں صاحب صدر نے اعلان کیا کہ چونکہ سوالات نفس مضمون سے تعلق نہیں رکھتے اس لئے ان کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ازاں بعد جناب مولوی عصمت اللہ صاحب کی تقریر اتحاد بین المسلمین پر نہایت عالمانہ اور موثر پیرایہ میں ہوئی۔ اثنائے تقریر میں مولوی صاحب ممدوح نے کفر اور تفریق بین المسلمین کی ایک مثال پیش کی۔ جو جماعت قادیان نے جس نے کافۃ المسلمین کو کافر قرار دے رکھا ہے۔ صادق آتی ہے۔ سامعین نے اس سے بہت ہی دلچسپی ظاہر کی۔ مگر قادیانی اصحاب نے بجائے اس کے کہ اس عبرتناک مثال سے کوئی اچھا سبق حاصل کرتے الٹا اپنے اندر غیظ و غضب میں اضافہ کیا۔ دوسرے روز پھر سید مدثر شاہ صاحب نے ختم نبوت کے مسئلہ پر اپنے دیروزہ مضمون کو جاری رکھتے ہوئے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ اور اقوال حضرت مسیح موعود کے حوالے سے نہایت عالمانہ اور مبسوط طریق سے روشنی ڈالی۔ بالخصوص ان آیات کی جن سے قادیانی دوست اجرائے نبوت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہایت عمدہ طور سے تصریح فرمائی۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ اجرائے نبوت ثابت کرنے کی کوشش کرنا ایک بے سود کوشش ہے۔ خاتمہ پر صاحب صدر نے ایک سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپکو خاتم الولایت کہا ہے۔ اس کا کیا منشا ہے۔ جس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جن معنوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور قرآن کریم کو خاتم الکتب کہا گیا ہے۔ یہی معنے خاتم الاولیاء کے ہیں۔ اس پر قادیانی اصحاب نے شور و غل مچانا شروع کیا۔ مگر صاحب صدر نے یہ کہکر کہ سوال کا جواب آچکا ہے ان کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی۔ مگر ہمارے دوست خاموش اور ٹکے رہنے والے کہاں تھے۔ اپنے طرز عمل سے جلسہ میں کھلبلی اور ہلچل مچا دی۔ مگر پبلک نے نہایت دلچسپی سے شاہ صاحب کا مضمون سنا۔ آخر پر شاہ صاحب نے چند تناقضات درمیان عقائد حضرت مسیح موعود اور جناب میاں محمود احمد صاحب شائع شدہ پڑھکر سنائے اس پر سامعین کی حیرت اور دلچسپی قابل دید تھی۔ اور چاروں طرف سے مرحبا۔ جزاک اللہ کے نعرے بلند ہونے لگے۔ مگر جب قادیانی دوستوں کے خلاف تہذیب شور و غل کو صاحب صدر نے محسوس کیا تو انہوں نے مجبورًا جلسہ برخاست کر دیا۔ اگلے روز قادیانی دوستوں میں سے ایک معزز رکن نے مجھے ایک خط لکھا کہ ہم آپ سے مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تاریخ مقرر کریں تاکہ ہم اپنے مبلغین کو قادیان سے بلوا لیں۔ میں نے جواب دیا کہ ۱۰ رمئی ۱۹۲۹ء کے بعد جو تاریخ بھی آپ مناسب خیال فرمائیں مقرر کرکے مجھے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ہم بھی اپنے مبلغ بلوا سکیں اور بحث میں استدلال قرآن شریف۔ احادیث صحیحہ اور اقوال حضرت مسیح موعود سے ہوگا۔ نیز اقوال جناب میاں صاحب بھی پیش ہوں گے۔ اس لئے کہ اسلام میں سلسلہ ختم نبوت کے بعد مسئلہ اجرائے نبوت کی بانی جناب میاں صاحب ہی کی ذات ہے۔ اس خط و کتابت کے بعد ہمارے دوست نے سلسلہ خط و کتابت اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا۔ بلکہ ایک اور شخص کو والہ کار بنایا ہے جس کی نسبت سابقہ تجربہ کی بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ ان کو احقاق حق منظور نہیں بلکہ تضیع اوقات مقصود ہے۔ بہرحال جو مزید کارروائی ہوگی اس کی نسبت بعد میں عرض کی جائے گی۔ (خاکسار شیخ مولا بخش پریذیڈنٹ)

(سیالکوٹ)

سیب اور تھوہر کے اجزا ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ دونوں کو ایک ہی زمین میں بو دیجئے۔ ہر ایک کے اجزا اپنے مفید مطلب ذرات کو زمین سے کھینچ لیں گے۔ اپنے دشمن ذرات سے پرہیز کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ سیب کا درخت بن سکتا ہے۔ نہ اس کو سیب کے ہی پتے اور پھل لگ سکتے ہیں۔ اور نہ تھوہر کا مادہ نمو تھوہر کو ظاہر کر سکتا ہے اسی طرح بلور، لوہے اور سونے کے ذرات ایک نہیں ان کا تعمیری مادہ اپنے اپنے مفید ذرات کو ساتھ ملاتا اور دشمنوں سے احتراز کرتا ہے۔

حیوانات کے اجسام میں جو ذرات ہیں وہ فطری طور پر انہی اجزا کی طرف مائل ہوتے ہیں جو ان کی غذا ہیں۔ دوسری چیزوں سے وہ طبعاً پرہیز کرتے ہیں۔ اگر یہ روح کا خاصہ ہوتا تو روح کو اس کا علم بھی ہوتا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ خاصہ انسانی جون میں آکر معدوم ہو جاتا۔ انسان کی روح ان امور کے لئے تعلیم کی محتاج ہے۔ لیکن حیوانات کی روح اپنی خوراک کی شناخت۔ اوقات جماع۔ وضع حمل۔ تربیت اولاد۔ موسموں کی شناخت وغیرہ وغیرہ کے لئے کسی میڈیکل کالج اور یونیورسٹی کی محتاج نہیں پس یہ کہنا کہ مادہ کے ذرات مطلقاً غیر مدرک ہوتے ہیں قطعاً غلط ہے۔ دوست اور دشمن کی شناخت ان کے اندر طبعاً موجود ہے۔ جلب منفعت اور دفع مضرت کا خاصہ ان کے اندر فطری ہے۔ ہاں انسان میں آکر یہی صفت ایک نئی شان میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور نشوونما پاتی ہے۔

روح متغیر بالذات کیوں نہیں؟

روح متغیر بالصفات ہے متغیر بالذات نہیں، یہ پنڈت جی کا پانچواں ارشاد ہے۔ لیکن اس کا ثبوت؟ صرف آپ کا قول کسی کے لئے حجت نہیں۔ انسان کے علم اور ادراک میں جو کچھ آتا ہے۔ وہ صرف صفات ہیں خواہ وہ مادہ کی ہوں یا روح کی۔ ان کی ذات کیا ہے۔ اس کو کوئی نہیں جان سکتا۔ جب اس کی ماہیت ہی غیر معلوم اور ماورائے فہم ہے تو اس کے متغیر ہونے کا دعویٰ کرنا غلط اور محض ظن ہے جو مفید یقین نہیں۔

میانمیر میں تبلیغ احمدیت

میانمیر کی جماعت نے جو ہر لحاظ سے قابل تعریف و ستائش ہے ۸ر جون کو تبلیغ احمدیت کی غرض سے ایک جلسہ زیر صدارت جناب مرزا جلال احمد صاحب ایس۔ڈی۔او منعقد کیا۔ سامعین کثرت سے جمع ہوئے۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے احمدیت پر ایک پرمغز تقریر فرمائی۔ حضرت صاحب کے دعاوی کو واضح کیا۔ اور بتایا کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے اہم کام میں کس قدر حصہ لیا ہے۔ تقریر نہایت دلچسپ تھی اور اس میں مولانا کے برمحل اشعار نے اور بھی لطف پیدا کر دیا تھا۔ اختتام تقریر تک سامعین ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے رہے۔ اور کوئی اٹھنے نہیں پایا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد ایک صاحب نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کا غیر از جماعت لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا فتویٰ ہے۔ مولانا نے اس مسئلہ کا مدلل جواب دے کر اس کی خاطر جمع کر دی۔

مولانا کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع تقریر کے لئے اٹھے۔ وقت بہت گزر چکا تھا۔ تاہم آپ نے اتحاد بین المسلمین کے مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔ اور جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ (فضل حق)

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بہ سلسلہ اشاعت گزشتہ)

کعب بن اشرف

اب میں اصل واقعات کو لیتا ہوں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں ان میں سے ایک کعب بن اشرف کا معاملہ ہے۔ اس واقعہ پر میں ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلعم کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ کعب قبیلہ طے میں سے تھا۔ لیکن مدینہ میں آکر وہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کا حلیف بن گیا۔ اور اس قدر اثر پیدا کر لیا کہ ایک یہودی لیڈر کی لڑکی سے اس کی شادی ہو گئی۔ اس لحاظ سے کعب یہودیوں اور عربوں دونوں سے نہایت قریبی رشتہ رکھتا تھا۔

یہود کا معاہدہ آنحضرت صلعم سے

جب آنحضرت صلعم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں نے آپ سے ایک عہدنامہ کیا۔ جس کی شرائط میں یہ لکھا گیا کہ دونوں اپنے اپنے مذاہب کو قائم رکھتے ہوئے وہاں ایک قوم کی حیثیت سے رہیں اور جب مدینہ پر کوئی حملہ ہو یا کسی تیسرے فریق سے مدافعانہ جنگ پیش آئے تو دونوں اس بات کے پابند تھے کہ ایک دوسرے کی امداد کریں۔ تمام نزاعات کے تصفیہ کے لئے آنحضرت صلعم کی ذات پاک کو اپیل کی آخری عدالت تسلیم کیا گیا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی اور کعب کی شرارتیں

لیکن ہجرت کے دوسرے سال جب ایک مکی فوج مدینہ پر چڑھ کر آئی تو مسلمانوں کو اکیلے ان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور باوجودیکہ ان کی تعداد حملہ آور فوج کے ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ اور اسلحہ بھی ان کے پاس گھٹیا اور ناکافی تھے۔ تاہم بدر کے میدان میں انہوں نے حملہ آور فوج کو بری طرح سے شکست دی۔ مسلمانوں کی فتح یہودیوں کے حسد کو بڑھانے کا موجب ہوئی۔ کعب نے جو مدینہ کے معاہدہ میں اپنے آپ کو پابند کر چکا تھا۔ اب اپنی شاعرانہ استعداد سے کام لے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت پھیلانا شروع کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ مکہ بھی گیا۔ اور وہاں دشمنان اسلام کے ساتھ کھلے طور پر عہد و پیمان کیا اور اس بات کی ضرورت اس نے بیان کی کہ قریش جلد ایک زبردست فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اور کعبۃ اللہ کی قسم اٹھائی کہ جس وقت مدینہ پر حملہ ہوگا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ یہیں تک نہیں بلکہ وہ مکہ سے اپنے دماغ میں ایسی تجاویز لیکر آیا کہ خفیہ طریق سے آنحضرت صلعم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔

میور اور کیش کی مسیحی سپرٹ

سر ولیم میور کی خالص مسیحی سپرٹ کا یہ نتیجہ ہے کہ ان تمام واقعات کے بیان کرنے کے لئے اس کی ضخیم کتاب "لائف آف محمد" میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں نکل سکی۔ حالانکہ کعب کی موت سے متعلق ذرا ذرا سی تفصیلات کے بیان کرنے کے لئے بھی کافی گنجائش اس میں نکل آئی ہے۔ اور ان واقعات قتل میں سے ایک کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے اس نے جن کمینہ جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اس کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے:

"اسلام کی ترقی جس طریق سے شروع ہوئی ہے وہ اس طریق کے بالکل الٹ ہے جو قرون اولیٰ کی مسیحیت کے عروج میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مسیحیت میں اس ثابت قدمی اور استقلال کو دیکھ کر لوگ داخل ہوئے جس کی چٹان پر کھڑے ہو کر اس کے ماننے والوں نے موت کا پیالہ پیا۔ اسلام میں جس پھرتی کے ساتھ اس کے ماننے والے دوسروں پر سزائے موت وارد کرتے تھے اسی کے نظارہ سے متاثر ہو کر لوگ اس کے اندر داخل ہوتے رہے۔ بعض حالات میں تبدیل مذہب ایک ایمان لانے والے کی زندگی کو خطرہ میں ڈال دینے کا موجب تھا اور بعض حالات میں اس کی جان کو بچانے کا باعث"

اور اگر میور نے ان حالات کو چھپایا ہے۔ جن کی رو سے کعب ایک حلیف ہونے کے باوجود محارب بن گیا تو مسٹر کیش نے بھی اصل اسناد کی چھان بین کرنے کے باوجود اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال جس کو مفروضہ واقعات قتل کا زمانہ سمجھا جاتا ہے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین جنگ جاری تھی پس سوال یہ ہے کہ کیا کعب محاربین میں سے تھا یا غیر محاربین میں سے؟ اگر اس نے دشمنان اسلام کے ساتھ فی الحقیقت اتحاد قائم کر لیا اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو مسلمانوں کے بالمقابل مصروف پیکار تھے۔ اور اسی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو کیا اس کو دغا بازی۔ ظلم اور بے رحمی پر محمول کیا جائے گا؟ تمام تاریخی بیانات سے یہ ثابت ہے کہ کعب کھلے طور پر محاربین میں شامل ہو گیا۔ اور ان کا حلیف بن گیا تھا بلکہ بعض بیانات سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ اس نے آنحضرت صلعم کو دغا بازی کے ساتھ قتل کرنے کی تجویزیں کر رکھی تھیں۔ یہاں میں ان میں سے بعض حوالے نقل کرتا ہوں۔

"وہ قریش کے پاس ان کے مقتولین بدر کا ماتم کرنے اور آنحضرت صلعم کے خلاف انہیں جنگ کے لئے ابھارنے کی غرض سے گیا۔" (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱)

"(آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ) "اس نے (یعنی کعب نے) کھلے طور پر ہمارے خلاف دشمنی کا طریق اختیار کر لیا ہے اور وہ ہمیں برا بھلا کہتا ہے۔ اور مشرکین کے پاس گیا ہے (جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔) اور انہیں ہم سے لڑائی کرنے کے لئے جمع ہونے کی ترغیب اس نے دی ہے"

(زرقانی جلد صفحہ ۱)

"کلبی سے روایت ہے کہ وہ کعبۃ اللہ کے پردہ کے آگے قریش کے ایک شوریٰ میں شامل ہوا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تدابیر   کی جائیں (۔۔)

"ایک دعوت کا اس نے سامان کیا اور یہودیوں سے خفیہ طور پر یہ مشورہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو بلایا جائے اور جب وہ آئیں تو سب یکلخت آپ پر ٹوٹ پڑیں۔" (۔۔)

محدثین کا کعب کے محارب ہونے پر اتفاق

مصنف فتح الباری نے بخاری کی اسی روایت پر جس میں کعب کے قتل کا ذکر ہے رائے زنی کرتے ہوئے ان تمام روایات کو بیان کیا ہے۔ جن کو میں اوپر زرقانی سے نقل کر چکا ہوں۔ یعنی کعب کا مکہ جانا۔ قریش کو اشتعال دلانا اس شوریٰ میں جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے کعبۃ اللہ کے آگے ہوا۔ اس کا شامل ہونا۔ آنحضرت صلعم کا یہ بیان کہ اس نے کھلی دشمنی اختیار کر لی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو دعوت دے کر آپ کو قتل کرنے کی تجویز کرنا وغیرہ۔ بخاری نے خود ان واقعات کو جو کعب کی موت سے تعلق رکھتے ہیں ایسے عنوانات کے نیچے رکھا ہے جن میں "حرب" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اسی طرح یہ ظاہر کیا ہے کہ اسے محاربین میں سے سمجھا جاتا تھا۔ ابوداؤد نے اس واقعہ کو اس عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ "جب دشمن پر حملہ کیا جائے اور وہ تیار نہ ہو" اور اس سے یہ ظاہر کیا ہے کہ کعب کو مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کرنے والا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ شارح نے اس پر یہ لکھا کہ "یہ کعب مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے لوگوں کو اشتعال دلاتا تھا" اسی شارح نے اس بات پر بحث کرتے ہوئے

(باقی اسی صفحہ کے کالم ۱ میں)

(بقیہ کالم تین)

کہ کعب کو اس کے افعال کی سزا دینے کے لئے ایک جماعت کا بھیجا جانا بالکل جائز تھا یہ لکھا ہے کہ "ایک دشمن کو ضمانت دے دینے یا اس سے صلح کر لینے کے بعد اس سے ایسے سلوک کی اجازت نہیں۔۔۔۔ بلکہ اسی شخص کے بارہ میں یہ اجازت ہے جو عہد کو توڑے اور مسلمانوں کے قتل میں دوسروں کو مدد دے"۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب یہودیوں نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ ان کے لیڈر کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپ نے اس کے افعال ان کو یاد دلائے اور بتایا کہ کس طرح قریش کو اس نے زور دیا۔ اور انہیں مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنے پر مشتعل کیا۔"

یہود سے نیا عہد نامہ

یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے پھر یہود کو معاہدہ کے لئے بلایا۔ اور یہ معاہدہ بعدہ [illegible] کے قبضہ میں تھا۔ ان تمام شہادات سے نہایت واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعب [illegible] جب قتل کیا گیا تو اس نے آنحضرت صلعم سے عہد شکنی کی اور ان [illegible] آپ سے برسر پیکار تھے۔ اسی لئے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا [illegible]

خبریں

— ہوشیار پور ۱۰ر جولائی۔ موضع تبرن ضلع ہوشیار پور سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ تین درجن سے زیادہ برہمن زہر دے کر ہلاک کر دئے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی کرنے سے پہلے اکتالیس برہمنوں کی دعوت کی جس سے تھوڑی ہی دیر بعد ان میں سے چھبیس مر گئے۔ تین بعد میں جاں بحق ہوئے۔ اور باقیوں کی صحت کے متعلق ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ دعوت کے ایک دن بعد برات دلہن کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ جہاں دو براتی اور تندر اجل ہو گئے۔ اس کے بعد براتیوں میں خوف اور دہشت پھیل گئی۔ اور وہ فوراً منتشر ہو گئے۔ موت کی وجہ کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے میں اختلاف ہے بعض ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ خوراک میں زہر ملا ہوا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہیضہ پھیل گیا۔ پولیس اس معاملہ کی تفتیش میں مصروف ہے۔

— پشاور ۱۲ر جولائی۔ بچہ سقہ نے اپنے خسر عبدالقدیر کو قندھار کا گورنر اور عبداللطیف کو انسپکٹر جنرل پولیس مقرر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے موخرالذکر کوہاٹ کا باشندہ ہے۔ جو ۱۹۲۰ء کی تحریک ہجرت کے دوران میں ہندوستان سے چلا گیا تھا۔

— دربھنگہ ۳ر جولائی۔ آج دوپہر کو مہاراجہ ادھیراج رامیشور سنگھ دربھنگہ کا انتقال ہو گیا۔

— دہلی ۹ جولائی۔ اندر پرست دودھوا آشرم دہلی کے سیکرٹری اور منیجر کو اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ انہوں نے متعدد عورتیں اور لڑکیوں کو حبس بے جا میں رکھا ہے۔ پولیس اس آشرم سے ۱۰ عورتیں اور لڑکیاں بھی نکال کر لے گئی۔ ان کا بیان ہے کہ ہمیں زبردستی آشرم میں بند رکھا گیا۔ ملزموں کی ضمانت ہو گئی ہے۔

— پشاور ۹ر جولائی ایک غیر مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ جرنیل نادر خاں اور ان کے دونوں بھائی کافی سرمایہ نہ ہونے کے باعث بچہ سقہ کے خلاف کامیابی کے ساتھ مہم جاری نہیں رکھ سکتے۔ اور شاید وہ اپنی فوجوں کو رخصت کر کے ہندوستان تشریف لے آئیں۔

— کالی کٹ ۷ر جولائی۔ مالابار میں موسمی ہوائیں نہایت زور و شور سے چل رہی ہیں۔ تین روز سے کالی کٹ میں موسلادھار بارش ہو رہی ہے۔ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں ۱۵ انچ پانی برسا ہے تمام دریاؤں میں طغیانی آئی ہوئی ہے اور فصل غرق آب ہو گئی ہے سمندر بھی موجزن ہے طغیانی کی وجہ سے ضلع ونیاد میں موٹروں کی آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔

— عیسائیت کے ساتھ انگریزوں کی سرد مہری سے متاثر ہو کر لندن کے اسقف کو ایک طویل مضمون سپرد قلم کرنے کی زحمت اٹھانی پڑی ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں۔

میری تمنا ہے کہ لوگ کلیسا کی طرف راغب ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اس پر نکتہ چینی کرنی چھوڑ دیں۔ بلکہ اس کے برخلاف میں ہر اعتراض اور حرف گیری کی قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی وہ جذبہ ہے جو عوام کو کلیسا کی طرف متوجہ کرے گا۔

تھیٹر اور متحرک تصویریں اظہار خیال اور نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ ہیں مجھے قلق ہوگا اگر کلیسا ان کی مخالفت کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ مذہب کی تبلیغ کا کام ان سے لیا جائے۔ اور انہیں ہر قسم کی مکروہات سے پاک کیا جائے۔

مجھے افسوس ہے کہ عوام کی بہت بڑی اکثریت کلیسا کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتی۔ حالانکہ یہ وہ بہت بڑا انتظام ہے جسے وہ استعمال میں لا سکتے میری زبردست خواہش ہے کہ ہم کسی ایسے انقلاب کو دیکھ سکیں جس کی رُو سے یہ حقیقت عوام کے ذہن نشین ہو جائے۔ کہ گرجا عوام کی ملکیت ہے نہ کہ کسی پادری کی۔

عوام کلیسا سے اس قدر بد دل ہو چکے ہیں کہ وہ اس کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے۔

میں ایسے گرجے کے ساتھ چنداں دلچسپی رکھنا پسند نہیں کرتا جو عوام کو اپنے دروازوں سے اس قدر دور رکھے جس قدر کہ اس کے مینار کی بلندی ہے۔

میں یہ سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہا ہوں کہ اندھیرے میں رہنا مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ عوام کی اکثریت گرجے میں جانے کی بہ نسبت قہوہ خانے میں جانا زیادہ فائدہ مند خیال کرتی ہے۔

— لندن ۹ر جولائی۔ قصر بکنگھم میں سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ کی علالت کے متعلق کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ وہ وقت مقررہ پر بیدار ہوئے۔ اور صبح کو حسب معمول اپنا کام کیا۔

— مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ العلمائے ہند دہلی سے اطلاع دیتے ہیں کہ جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا اجلاس ۱۰-۱۱-۱۲-اگست کو مراد آباد میں منعقد ہوگا۔

— بمبئی ۱۰ر جولائی۔ مسٹر جے ایچ کک نیجر بمبئی بس کمپنی نے فسادات کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے بیان کیا کہ کمپنی کی ہڑتال اقتصادی نہیں۔ بلکہ سیاسی تھی۔ اور ہڑتالیوں نے اپنی اجرتوں میں اضافہ کرنے کے لئے کبھی درخواست نہیں کی ہڑتالیوں نے پٹھانوں کے خلاف لوگوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لئے بچوں کو اغوا کرنے کا کام دانستہ شروع کیا تھا۔ گواہ نے اس امر پر کہ پٹھان ہڑتال کے بانی تھے سختی سے اعتراض کیا اور بیان کیا کہ ان کو اس لئے ملازمت پر واپس لے لیا گیا کہ وہ کام کرنے پر رضامند تھے۔ اور کمپنی دوسرے ہڑتالیوں کو بھی واپس لینے کے لئے تیار ہے اگر وہ بھی کام کرنے پر رضامند ہوں۔ گواہ نے سپاہیوں کے پہرے لگا دینے کی مذمت کی اور کہا کہ یہی تمام مصائب کا سرچشمہ ہیں۔ جب ہڑتال شروع ہوئی تو کمپنی نے حکومت سے درخواست کی کہ کمپنی کی لاریوں کے لئے فوجی ڈرائیور لئے جائیں۔ لیکن درخواست مسترد کر دی گئی۔

— پشاور ۱۰ر جولائی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈیڑھ سو افریدی سردار ہاشم خاں کے پاس بمقام کالاگئے گئے ہیں۔ راستہ میں اس بات کی کوشش بھی کرینگے کہ نوزخام کے مسئلہ کا جو شنواریوں اور مہمندوں کے درمیان موجب نزاع بنا ہوا تھا۔ مصالحانہ تصفیہ ہو جائے۔

اسلام کے متعلق ایک لامذہب کے خیالات

سو برس کے بعد دنیا کا مذہب

(نوشتہ جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی اے دہلوی)

مذہب پر اندرونی و بیرونی حملے

کچھ خدا کی قدرت ہے کہ مذہب ہمیشہ اپنے اور پرائے دونوں کے حملوں کا مرکز رہتا ہے۔ باہر والے تو حملہ کرتے ہی ہیں خود اندر والے بھی بغاوت میں کمی نہیں کرتے۔ یہ اٹھا بُرا کہہ گیا۔ وہ آیا کچھ سنا گیا۔ جواب، باتو بڑھتے بڑھتے تو تو میں میں پر نوبت پہنچی۔ ذرا اور بڑھے تو لٹھ چل گیا۔ کچھ لوگ اس لڑائی اور دنگے سے گھبراتے ہیں۔ اس لئے نہیں گھبراتے کہ انہیں لڑنے سے ڈر لگتا ہے۔ بلکہ اس لئے گھبراتے ہیں کہ ان کا اپنا گھر شیشہ کا ہے۔ ایک آدھ اینٹ آن پڑی تو چکنا چور ہو جائے گا۔ ہاں جو لوگ کوئی مذہب نہیں رکھتے ان کی کچھ نہ پوچھو وہ چومکھا لڑتے ہیں۔ اور وہ اندھا دھند سناتے ہیں کہ خدا کی پناہ! بھلا ان اللہ کے بندوں کو کوئی جواب دے تو کیا جواب دے۔ سچ ہے غلام کی بغاوت غضب کی بغاوت ہوتی ہے۔ جانتا ہے کہ پکڑا گیا تو مارا جاؤں گا اس لئے مرنے مرجاتا ہے مگر مالک کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ اگر کوئی بگڑا ہوا غلام کسی دوسرے مطیع و فرمانبردار غلام کی تعریف کرے تو سمجھ لو کہ حد ہو گئی اور اگر کوئی خدا کا منکر بندہ کسی مذہب کی تعریف کر جائے تو جان لو کہ بڑا کفر ٹوٹا۔ جو باوجود گمرہی اس کو یہ راہ سیدھی دکھائی دی۔

جارج برناڈ شا

آج کل جارج برناڈ شا کا قلم جسقدر رسید حاچل رہا ہے اتنا ہی اس کا ایمان ٹیڑھا چل رہا ہے۔ وہ جس قدر دنیا کی الجھنوں کو سلجھا رہا ہے اسی قدر مذہب کی سلجھی ہوئی باتوں کو الجھا رہا ہے۔ کوئی مذہب نہیں جس کا اس نے مذاق نہ اڑایا ہو۔ کوئی الٰہیات کا مسئلہ نہیں جس کی اس نے دھجیاں نہ بکھیری ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ دنیا عالم خیال ہے وہ کہتا ہے عقبےٰ عالم خیال ہے اگر دنیا میں کوئی شخص ہو جو روح اور روحانیت کا قائل نہ ہو ہاں نہیں ہیں تو مسٹر برناڈ شا۔ زور قلم وہ پایا ہے کہ جو چاہتا ہے منوا دیتا ہے۔ اور جو کچھ لکھ دیتا ہے وہ پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے قصوں میں بڑے بڑے مسائل حل کر جاتا ہے۔ اور اس طرح طے کر جاتا ہے کہ کسی کو اس کے خلاف زبان ہلانے کا یارا نہیں ہوتا۔ لکھنے کا یہ عالم ہے کہ کسی پہلو پر بند نہیں۔ دنیا پر وہ حملہ کرتا ہے دین پر وہ حملہ کرتا ہے۔ بندوں پر وہ حملہ کرتا ہے خدا پر وہ حملہ کرتا ہے۔ اور اس طرح حملہ کرتا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ اس کو قائل نہیں کر سکتا۔ تمام دنیا پر اس کی تحریر کا سکہ بیٹھ گیا ہے ادھر اس نے کچھ لکھا اور ادھر دنیا بھر میں پھیل گیا۔ لوگوں نے پڑھا اور اس کے خیالات سب کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو گئے۔

سو برس کے بعد دنیا کا مذہب

اللہ کا یہ باغی بندہ اگر کسی مذہب کی تعریف کرے تو سمجھ لو کہ وہ مذہب واقعی تعریف کے قابل ہے۔ اور گمراہوں کا یہ خضر راہ اگر کسی راستہ کو سیدھا بتائے تو مان لو کہ واقعی سیدھا راستہ ہے۔ اپنی ایک کتاب میں اس نے مختلف مذاہب کے علما کی ایک مجلس جمائی ہے۔ ایک مذہب والے نے دوسرے مذہب والے کا خوب خوب مذاق اڑایا ہے۔ اور بہت کچھ بحث مباحثہ کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ سو برس کے اندر دنیا اور خاصکر انگلستان کو کوئی ایسا مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔ جو یا تو اسلام ہوگا یا اسلام سے بہت کچھ ملتا جلتا ہوگا۔

اسلام کے عالمگیر ہونے کی وجوہ

جن وجوہ کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے وہ ایسے ہیں کہ "برناڈ شا" ہی کے قلم سے نکل سکتے ہیں۔ علما مذہب جب اس بارے میں گفتگو کریں گے ہمیشہ الٰہیات پر جا پڑیں گے۔ بھلا الٰہیات سے برناڈ شا کو کیا واسطہ؟ وہ تو دنیا ہی کو ابتدا اور دنیا ہی کو انتہا سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک صرف وہی چیز اچھی ہے۔ جو اس چلتی گاڑی کے چلنے میں مدد دے۔ اور باقی سب چیزیں بیکار۔ اچھا تو اب اس کے وجوہ ملاحظہ فرمایئے۔

فلسفہ و سائنس کو جذب کرنیکی قوت

اس نے مذہب اسلام کے عالمگیر ہو سکنے کی پہلی وجہ یہ قائم کی ہے کہ اس مذہب میں فلسفہ و سائنس کی ہر ترقی کو جذب کرنے کی بڑی قوت ہے کسی مذہب میں کوئی قوت جاذبہ ہو [illegible] جس طرح ہندو مذہب میں توہمات کو قبول کرنے کی خاص قوت ہے اسی طرح اسلام میں فلسفہ اور سائنس کو قبول کرنے کا مادہ ہے۔ ہندو مذہب جب کسی دوسرے مذہب سے میل کھائے گا۔ کوئی چیز اس میں جذب نہ ہوگی اور ہوں گے تو توہمات۔ مذہب اسلام جب کسی دوسرے مذہب سے ٹکرائے گا۔ ہمیشہ اس مذہب کے اخلاق کا عطر مذہب اسلام میں جذب ہو کر رہ جائے گا۔ ابتدائی دور میں اس کا مقابلہ فلسفہ یونان سے ہوا۔ وہ فلسفہ خود اس کا جزو ہو گیا۔ ہندو مذہب سے اس کی ٹکر ہوئی۔ ویدانت کا مسئلہ اس میں جذب ہو گیا۔ غرض ہر قوم اور ہر ملت کے خیالات اس میں آئے۔ مگر اسلام جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ دنیا ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ خیالات بلند ہو کر کچھ سے کچھ ہو جائیں۔ انسان بڑھتے بڑھتے (نعوذ باللہ) خدا کا مد مقابل ہو جائے۔ مگر جب کبھی یہ خیالات اسلام کے مقابلہ میں آئیں گے ان سب کی اس میں جگہ نکل آئے گی۔ اور وہ لوگ بغیر اپنے خیالات بدلے اسلام کے دائرہ میں رہ سکیں گے۔

شخصیت کا پہلو

دوسری وجہ اس مذہب کے عالمگیر ہونے کی یہ ہے کہ اس میں شخصیت کا پہلو بہت قوی کیا گیا ہے۔ اکثر مذاہب ہیں جن میں ایک انسان کو دوسرے کا بھائی بتایا گیا ہے۔ مگر خود وہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ جب عمل کی صورت آتی ہے تو ایک انسان درجۂ انسانیت سے کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اور دوسرا کچھ گھٹ جاتا ہے۔ اس وقت ایک قصہ یاد آ گیا۔ (نواب مسعود جنگ بہادر (سٹر راس مسعود) سے سنا ہے آپ بھی سن لیجئے۔ بڑے مزے کا ہے۔ اور امریکہ والوں کا جو دعویٰ ہے کہ یہاں گورے کالے سب برابر ہیں اس کا خاکہ اڑایا ہے۔

کالے اور گورے کی تمیز گرجاؤں میں!

امریکہ کے کسی شہر میں ایک گرجا تھا۔ اس میں صرف گوری چمڑی والوں کو جانے کی اجازت تھی۔ ایک حبشی صاحب کو بہت برا معلوم ہوا۔ کہ جب انجیل کے احکام کی رو سے ہم گورے کالے سب برابر ہیں تو پھر ہم کو کیوں جانے نہیں دیا جاتا۔ ہم بھی مذہب کی پابندی میں کچھ ان سے کم نہیں ہیں۔ خیر یہ حبشی صاحب انجیل بغل میں داب پادری صاحب کے پاس پہنچے۔ بہت رد و قدح کی۔ احکام الٰہی پیش کئے۔ اپنی بزرگی کا بھی دعویٰ کیا۔ پادری صاحب جواب دیں تو کیا دیں۔ آخر انہوں نے اس کالی بلا کو یوں ٹالا کہ "بیٹا میں اس کا کیا جواب دوں۔ تم ریاضت کرو۔ چلہ کھینچو۔ روزے رکھو۔ دیکھو پردۂ غیب سے کیا تمکو ہدایت ہوتی ہے۔ میں اس معاملہ میں لاچار ہوں۔ پبلک کے خلاف میں کیا کر سکتا ہوں"۔ اس بیچارے نے آکر روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ بڑی بڑی ریاضتیں کیں آخر اکتالیسویں دن یہ پھر پادری صاحب کے پاس پہنچے۔ پادری صاحب نے کہا "کیوں برادر عزیز! کیا دیکھا اور کیا حکم ہوا؟" حبشی نے کہا "پادری صاحب کیا بتاؤں میں نے کیا کیا محنتیں کیں۔ تین تین روز تک کھیل کا دانہ اڑ کر منہ میں نہیں گیا۔ دو دو دن پانی نہیں پیا۔ رات رات بھر عبادت الٰہی میں گزار دی۔ ۳۹ دن تک تو کچھ نہیں ہوا۔ ہاں کل آدھی رات کو عیسیٰ مسیح میری عبادت گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا۔ "پوچھ بیٹا کیا پوچھتا ہے"۔ میں نے کہا کہ اے رہبر طریقت آپ کا فرمان تو یہ ہے کہ ہم سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ پھر ہم بیچارے حبشیوں کو اس نئے گرجا میں کیوں نہیں جانے دیا جاتا؟ آپ نے فرمایا "بیٹا یہ کیا عجیب بات ہے۔ جس تاریخ سے یہ گرجا بنا ہے اس روز سے میں خود اندر جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھ غریب کو بھی اندر نہیں گھسنے دیتے"۔

قومیت اور مذہب

خیر یہ تو قصہ ہے واقعات کو دیکھ لیجئے۔ جہاں دو رنگ کے آدمی بستے ہیں وہاں ہر جگہ کالا رنگ دبا ہوا ہے۔ مذہب پر قومیت [illegible] کیا ہے۔ اس مذہب کے کسی قوم والے سے پوچھو کہ تم کون ہو وہ یہی جواب دے گا کہ "مسلمان"۔ اگر دوسرے مذاہب والوں سے پوچھو کہ تم کون ہو۔ تو کوئی اپنے آپ کو انگریز کہے گا۔ کوئی یونانی اور کوئی جاپانی۔ اسلام میں قومیت پر مذہب کے غالب آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر شخص برابری کا دعویدار ہو گیا اس دعویٰ برابری ہی کا دوسرا نام شخصیت ہے۔ جو تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

خلفائے راشدین کا عملی نمونہ

اس کا عملی ثبوت خلفائے راشدین نے دیا اور منبر سے بآواز بلند فرمایا کہ تم ہی نے ہمکو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر ہم صحیح راستہ پر چلیں تو ہمارا ساتھ دو اور اگر ٹھیک نہ چلیں تو صحیح راستہ پر لگا دو۔ یہ الفاظ کیا تھے انفرادی آزادی کا منشور یا میگنا چارٹا تھے۔ یہ فقط لفظ ہی لفظ نہ تھے۔ یہ وہ لفظ تھے جن پر عمل ہوا۔ ہوتا رہا۔ ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ یہی انفرادی آزادی یا شخصیت کا دعویٰ تھا کہ خلفائے کرام سے ایک ایک بڑھیا آکر لڑ جاتی تھی۔ یہ شخصی آزادی کا زور تھا کہ باوجود اس قدر اقتدار کے بادشاہ ہوں کو ایک ایک مسلمان کے اعتراض کا جواب دینا اور اس کو قائل کرنا پڑتا تھا۔

قیام شخصیت سے ہمتوں میں اضافہ

اس قیام شخصیت نے ہمتوں میں اضافہ کیا۔ ہمت نے جوش پیدا کیا۔ جوش نے خیالات کو وسعت دی۔ اور اس شخصیت۔ ہمت۔ جوش۔ اور وسعت خیالات ہی کا نتیجہ ہے کہ آج بچہ سقہ افغانستان کا امیر بنا بیٹھا ہے۔ نادر شاہ نے ہندوستان الٹ دیا۔ تیمور نے دنیا کو زیر و زبر کر دیا۔ سبکتگین غلام سے بادشاہ ہوا۔ سعد اللہ خاں مسجد میں پڑھاتے پڑھاتے شاہجہاں کے وزیر اعظم بن گئے۔ مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ جہاں سے کھولوگے یہی پاؤگے۔ کہ ہر مسلمان دین و دنیا دونوں میں انتہائی مدارج کے لئے کوشش کر سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے مذاہب میں یہ ملے گا کہ کسی کا خاندان شاہی چاند سے جا ملتا ہے اور کسی کا سورج سے۔ کسی خاندان میں حکومت ہزار برس سے چلی آ رہی ہے۔ تو کسی میں دو ہزار برس سے۔ اسلام کی تاریخ میں ایک خاندان بھی ایسا نہ ملے گا جس نے ہزار برس بھی حکومت کی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ پشاور کا ایک چار والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ جو امان اللہ خاں ہیں وہ میں ہوں اگر ان کو بادشاہ ہونے کا حق ہے تو مجھے بھی ہے۔ یہ خیال شخصیت اس کی ہمت بڑھاتا ہے۔ اس میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اس کے ارادہ کو تقویت دیتا ہے اور وہ ایک دن افغانستان کا بادشاہ ہو ہی جاتا ہے۔

مزدور اور بادشاہ

یہی ذاتی آزادی کا زور ہے کہ ایک مزدور بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ یہی حقوق انفرادی ہیں جن کی وجہ سے امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کو آگرہ کی جامع مسجد کے خاص انتظام کو توڑ کر کہنا پڑا کہ مسلمانوں میں اس قسم کی تخصیص جائز نہیں۔

اسی قسم کا ایک واقعہ ایک ریاست میں بھی پیش آ چکا ہے رئیس کی سالگرہ کے روز یہ انتظام کیا گیا کہ جامع مسجد میں منبر کے سامنے کی دو صفیں رئیس وقت اور ان کے مصاحبوں کے لئے مخصوص کر دی گئیں۔ نماز سے قبل ایک صاحب آئے پہلی صف میں منبر کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور کلام مجید کھول کر تلاوت کرنے لگے۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان کو وہاں سے اٹھا دے یا کم سے کم ہٹا دے۔ رئیس آئے اور ان کو ان صاحب کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنی پڑی۔ اس طرح ایک رئیس کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے ان صاحب کی عزت میں بحیثیت مسلمان کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ نہ کوئی زیادہ ثواب ملا۔ مگر انہوں نے بتا دیا کہ اسلام نے تیرہ سو برس سے ہر ایک مسلمان کی جو شخصیت قایم کر دی ہے اس کو مٹانے کا کسی کو حق نہیں۔ دنیا کے کسی اور مذہب میں یہ نمونہ مساوات دکھا دو تو ہم جانیں ورنہ یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ گورے کالے سب برابر ہیں۔

جائداد کی تقسیم اسلام میں

تیسری وجہ اسلام کے عالمگیر ہونے کی یہ قرار دی گئی ہے کہ اس میں کسی شخص کی ذاتی جائداد نہیں ہے۔ جس مذہب کو دیکھوگے اس میں بڑے لڑکے یا لڑکی کو جائداد کا وارث پاؤگے۔ خاندان کے بقیہ کل افراد اس وارث کے دست نگر ہوں گے۔ جو خیالات اس وقت دنیا کے ہیں۔ اور آئندہ ہونے والے ہیں۔ وہ ملکیت ذاتی کے مخالف ہیں۔ جائداد کسی خاندان کی ملک نہیں۔ اس میں مالک کی حیثیت امین سے زیادہ نہیں۔ اسلام میں پہلے سے یہ صورت موجود ہے کہ قابض جائداد محض ایک امین ہے۔ اگر لاوارث فوت ہوا تو جائداد بیت المال میں شریک ہو گئی۔ اور اس طرح کل مسلمان اس

— ۱۹۲۸ء سال انگلستان میں ۱۹۹۳۴ کتابیں شائع ہوئیں جو سال گزشتہ سے ۵۸۹ زیادہ ہیں۔

— ۲ فروری کی ایک افواہ ہے کہ انگریزی فوجیں کابل کی برطانی رعایا کی حفاظت کے لئے عارضی طور پر ڈکہ پر قبضہ کریں گی۔

— تحصیل صوابی کے ۲۱ علما اور ملاؤں نے شاہ امان اللہ کی حمایت وتائید میں مندرجہ ذیل فتوے شائع کیا ہے۔ "غازی امان اللہ ایک راسخ العقیدہ سچا مسلمان حکمران ہے۔ ان کے خلاف جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ محض ان کو بدنام کرنے کی غرض سے ہے اور یہ تمام پروپیگنڈا غازی موصوف کے دشمنوں کا ہے۔ جو شخص ان کو کافر کہتا ہے۔ وہ از روے شرع خود کافر ہے۔ لہذا ہر شخص کا فرض ہے کہ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر اظہار نفرت کرے۔"

— لندن ۵ فروری۔ امسال یورپ میں سردی کی غیر معمولی شدت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سائبیریا کی ٹھنڈی ہوا تمام براعظم پر پھیل رہی ہے۔ انگلستان میں اس وجہ سے انفلوئنزا نمودار ہو گئی ہے۔

— بمبئی ۸ فروری۔ پٹھانوں اور ہندو مزدوروں کا فساد خوفناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ کل صرف ایک روز میں ۳۲ آدمی قتل اور ۱۲۶ مجروح ہوئے ہیں۔

— زمیندار اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ حضرت صاحب شور بازار کا لڑکا کئی لاکھ روپیہ لے کر ہندوستان آیا ہے۔ تاکہ یہاں سے علماے سو کو رشوتیں دے کر شاہ امان اللہ خاں اور ان کے حامیوں کے خلاف کفر کا فتوے حاصل کرے۔

— نئی دہلی ۸ فروری گاندھی جی کے صاحبزادہ ہیرا لال گاندھی کے سب سے چھوٹے اسک لال گاندھی کا تپ محرقہ سے انتقال ہو گیا۔ آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

— ایران میں کوشش کی جا رہی ہے کہ ملکی زبان فارسی کو عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط میں لکھا جائے۔

— جرمن اخبارات کا بیان ہے کہ حکومت ایران نے ۵۰۰ قدامت پرست ملاؤں کو جلا وطن کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ اصلاحات کی مخالفت کرتے تھے۔

— حکومت ترکی ریلوے لائنوں کی تعمیر کی طرف خاص طور پر متوجہ ہے

— امسال قسطنطنیہ میں اس قدر شدید سردی پڑی جس کی مثال گزشتہ ۵۰ سال میں نہیں ملتی۔ ۴ فروری کی اطلاع ہے کہ چار چار فٹ تک برف پڑ رہی ہے۔ سلسلہ رسل و رسائل منقطع ہو گیا ہے۔ بھوکے اور پریشان بھیڑیے کے غول کے غول شہر کے گرد و نواح میں چکر لگا رہے ہیں۔

— یوگوسلاویا کی حکومت نے نئے قانون تعزیرات میں شراب نوشی کے لئے سزا بڑھا دی ہے۔ اور اس کا ارادہ ہے کہ اس مضرت رساں عادت کو سنگین جرم قرار دے۔

— لاہور ۱۰ فروری معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے ہائیکورٹ میں درخواست دی ہے کہ کمسو والے مقدمہ میں لال چند کے قاتل گوربخش سنگھ کو عمر بھر قید کی سزا کی بجائے سزائے موت دی جائے۔

— بمبئی ۱۰ فروری۔ ابھی بعض حصوں میں فساد جاری ہے۔ آج ایک سو کے قریب زخمی ہسپتال میں داخل ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ نے حالات سے مجبور ہو کر مارشل جاری کر دیا ہے۔

— لاہور ۱۰ فروری۔ کل حضرت شور بازار کا فرزند معصوم جان یہاں پہنچا اور اپنے ماموں نا و بھائی سردار یار محمد خاں کے پاس ملتان روڈ پر ٹھیرا ایک رات قیام کرنے کے بعد بمبئی میل میں ریاست گونڈل (کاٹھیاواڑ) کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں اس کا ایک چچا ایک اعلے عہدہ پر متاز ہے اخبارات کے نمائندوں نے اس سے ملاقات کرنے کی کوشش کی لیکن ایک انگریزی اخبار کے نمائندے کے علاوہ کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔

— کابل میں گوشت اور کوئلہ کا بہت قحط ہے۔ اور دیگر اشیاے خورد و نوش بھی سخت گراں ہیں۔

— طہران ۷ فروری۔ مجلس ایران نے ایک قانون پاس کیا ہے جس کی رو سے ایران میں غلاموں کی تجارت ممنوع قرار دی گئی ہے۔

— افواہ ہے کہ دامن کوہ کے باشندوں نے تنگ آ کر بچہ سقہ کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے ہیں۔

— ایک افواہ یہ بھی ہے کہ حکومت روس نے بچہ سقہ کو الٹی میٹم دیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ روسیوں کے ساتھ جو بدسلوکی اس نے کی ہے۔ اس کی تلافی کرے اور معافی مانگے۔

— معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ کے ہوائی جہازوں نے شہر کابل میں اشتہار پھینکے کہ میرے تمام طرفدار اور بہادر کابل چھوڑ کر چلے جائیں۔ کیونکہ میں اس شہر میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ بم پھینکنا چاہتا ہوں۔ لوگ کابل چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔

پیغام صلح کا فائل

چونکہ "پیغام صلح" میں اکثر علمی مضامین شائع ہوتے ہیں اور بعض اوقات مذہبی معلومات اور نئی تحقیقات مذاہب و ادیان اور حقائق و معارف اسلام سے لبریز مضامین درج ہوتے ہیں اس لئے بہت سے بلکہ تقریباً تمام احباب اس کے فائل بحفاظت تمام اپنے پاس رکھتے ہیں ناظرین کرام میں سے جن صاحب کے پاس ان کے فائل نامکمل ہوں وہ ہم سے "پیغام صلح" کے وہ نمبر ایک (۱) آنہ فی پرچہ کے حساب سے خرید سکتے ہیں۔ جو ان کے پاس سے کھو گئے ہوں۔ اور جن کے باعث ان کے فائل نامکمل پڑے ہوں ٭ (منیجر)

شاہی اکسیری مجربات

(دواخانہ زیر سرپرستی کپور تھلہ سٹیٹ)

شاہی یاقوتی

قوت کی وہ اکسیر ہے۔ جو زود اثری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ راجوں مہاراجوں تک میں مقبول ہے۔ بڑے بڑے رؤساء امیر اور نواب استعمال کرتے ہیں۔ قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ صرف پانچ روپے ہے۔ ہر قسم کے زنانہ۔ مردانہ امراض کی ادویہ تیار رہتی ہیں۔ خط و کتابت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ غربا کو فیس معاف۔ ہاں دوا کی مناسب قیمت ضرور لی جائے گی۔ جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ بھیجئے۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب طبیب خاص کپورتھلہ سٹیٹ

حیرت انگیز رعایت!

امریکہ کی نو ایجاد سنہری چوڑیاں

ناظرین! حال ہی میں بہت سی قسم کی چوڑیاں امریکہ سے بن کر آئی ہیں جن کو مستورات نے بہت ہی پسند کیا۔ اور ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں فروخت کی گئیں۔ اب اسی کاریگر نے ان سے بڑھ چڑھ کر ایسے نمونے کی چوڑیاں بنائی ہیں جن کے آگے وہ پہلی چوڑیاں گرد ہو گئیں۔ یہ چوڑیاں نہایت ہی خوبصورت اور نازک ہیں دیکھنے میں بالکل سونے کی معلوم ہوتی ہیں۔ چمک دمک خوبصورتی نزاکت نفاست غرض جتنی خوبیاں ہو سکتی ہیں سب ان میں موجود ہیں۔ ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ پھر ہاتھوں میں پہنی جائیں تو بار بار ہاتھوں ہی پر نظر جاتی ہے۔ قیمت ایک سٹ بارہ چوڑی معہ محصول ڈاک دو روپے (عہ) تین سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت۔ ہاتھ کا ناپ ضرور بھیجئے۔

ایس۔ اے حمید اینڈ کو مٹیا محل نمبر ۹ دہلی

ہندوستان میں نئی ایجاد

منیجر صاحب نے کینوس کا ڈک شو تیار کیا ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جسکا سول ربڑ کا ہے۔ بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی لگی ہے جس کی وجہ سے پانی یا تیل میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا اور سلائی اتنی مضبوط کہ اگر چھ ماہ کے اندر ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری شو مفت روانہ کرے گی۔ قیمت صرف عہ علاوہ محصولڈاک۔ فرمائش کے ہمراہ پیر کا ناپ ضرور آنا چاہیے۔ تاجروں کو خاص رعایت ہے۔

تجارتی ترقی!

اگر آپ اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ تو اخبار

علی پور میں ایک زبردست مناظرہ

ملانے دیواریں پھاند کر بھاگے

معزز ناظرین۔ چند دن گذرے۔ آپ نے پیغام صلح میں پڑھا ہوگا کہ علی پور ضلع مظفر گڑھ میں ملانوں نے احمدیت کے خلاف زہر اگلنے اور عوام الناس کو اکسانے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رکھا تھا۔ آئے دن قاضی شیر محمد صاحب مبلغ اسلام سے دست و گریباں ہوتے اور انہیں مناظرہ کرنے پر مجبور کیا کرتے تھے۔

احمدیہ مشن سے پہلے

باشندگان علی پور اور ملازمت پیشہ مسلم حضرات نہایت روشن خیال اور معقولیت پسند ہیں۔ احمدیہ مشن سے بیشتر اس علاقہ میں پیروں اور ملانوں کی گرم بازاری اور رعب عزت و توقیر ہوا کرتی تھی۔ غریب مسلمان جنہیں اپنے بچوں کو پیٹ بھرنے کو روٹی نہیں ملتی تھی وہ ان پیروں اور ملانوں کے پنجہ میں گرفتار ہو کر اور بھی تباہ حال ہو رہے تھے اور آریہ سماج ان افلاس زدہ مسلمانوں کو سبز باغ دکھا دکھا کر اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی کوشش میں سرگرم تھی۔

احمدیہ مشن لاہور کا اثر

اس علاقہ میں چند ایک حضرات ایسے بھی ہیں جنہیں اسلام اور بانی اسلام کی عزت پیاری اور اپنے جان و مال سے عزیز تر ہے۔ انہوں نے اس فتنے کا علاج احمدیہ جماعت لاہور کے مبلغین کو ہی سمجھا۔ چنانچہ متفقہ طور پر لکھا گیا اور دو مبلغ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولوی لال حسین صاحب اختر منگوائے گئے۔ نوجوان اور پرجوش مبلغ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے تین سال سے کم عرصہ میں پندرہ سو اچھوت ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ ایک اعلیٰ خاندان کے تعلیم یافتہ ہندو نوجوان مسٹر روشن لال حال شیخ بشیر احمد نے ان کے مواعظ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور آریہ سماج کے ممبران و پنڈت صاحبان نے تاب مقابلہ نہ لاتے ہوئے عملی رنگ میں ہتھیار ڈال دیئے۔ علاوہ ازیں تبلیغی و اصلاحی طور پر بھی بہت فائدہ ہوا۔ جس کا اثر ملانوں اور پیروں پر خاص طور پر پڑا۔ کیونکہ لوگ ان سے بیزار ہو گئے اور ان کا کام بہت حد تک سرد پڑ گیا۔

اخبار انقلاب لاہور کا شکریہ

ناقابل انکار صداقت کو چھپایا نہیں جا سکتا کہ پیروں اور ملانوں کی سرد بازاری میں احمدیہ مشن کے علاوہ جریدہ محترم انقلاب کا بھی بہت بڑا حصہ ہے اور ان کی خدمات بھی اس موقعہ پر قابل شکریہ ہیں۔ اس اخبار نے بناوٹی اور خود غرض پیروں اور ملانوں کا پول کھولتے ہوئے ان کا زبردست مقابلہ کیا اور یوں ضلع مظفر گڑھ کے مفلوک الحال پیر زدہ و ملاں گزیدہ مسلمانوں کو اس عذاب الیم سے بچایا۔ جو ان پر مدتوں سے مسلط چلا آتا تھا۔

ظالم پیروں بے درد ملانوں نے سبز سبز عماموں۔ لمبے لمبے جبوں۔ بڑی بڑی تسبیحوں اور طول طویل عصاروں سے لوگوں پر اپنے تقدس کا رعب جما رکھا تھا۔ اور لوگ بیچارے تھے کہ دن دہاڑے لٹتے اُف تک نہ کرتے احمدیہ مشن نے جب اپنی ان تھک کوششوں سے ان پیروں اور ملانوں کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیا اور جا بجا حلوے اور مانڈے کی دعوتیں بند ہو گئیں تو پیروں اور ملانوں نے یکلخت طیش میں آکر احمدیوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔

میدان علی پور میں زبردست معرکہ

ایام گرمی میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کشمیر میں آریوں سے نبرد آزما تھے۔ اور یہاں میدان خالی پڑا تھا۔ ہاں قاضی شیر محمد صاحب مبلغ اسلام جو نہایت شریف اور سلیم الطبع انسان ہیں بحیثیت سنتری ڈاک احمدیت پہرہ دے رہے تھے۔ پیروں اور ملانوں کے لئے یہ ایک سنہری موقعہ تھا وہ احمدیت کو کچلنے کی قسمیں کھا کھا کر قاضی صاحب سے آمادہ پیکار ہو گئے۔ ہر جمعہ دیہات سے کم فہم اور ناخواندہ سادہ لوح مسلمانوں کو جمع کر کے لاتے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد وقت کی توہین کیا کرتے۔ پیر کرم علی شاہ نے جو ضلع مظفر گڑھ کے پیروں میں سے ایک پیر ہیں ۴ تا ۶ اکتوبر ۲۹ء کو ایک غیر معمولی جلسہ بدیں غرض مقرر کیا کہ احمدیوں کو کچل کر اس ضلع سے نکال دیا جائے اور جو کچھ خدمت اسلام وہ کر رہے ہیں اس سے اس ضلع کو کلیتہً محروم کر دیا جائے۔

قاضی صاحب نے امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی خدمت میں مفصل روئداد بھیج کر درخواست کی کہ اس موقعہ پر ہمارے مبلغین کا آنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اس نئے فتنے کو سابقہ سال کی طرح جو اسی طرح ایک جلسہ کی صورت میں رونما ہوا تھا دبا کر غیروں کو ہنسنے کا موقعہ نہ دیں۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے فرمان کے مطابق حضرت مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مذکورہ بالا تاریخوں سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ خاکسار راقم الحروف کو بھی معیت کا فخر حاصل تھا۔

مرزا صاحب کا قبل از مناظرہ اتحاد اسلام پر لیکچر

علی پور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ معقول اور روشن خیال طبقہ ملانوں کے اس فعل مذموم کو نظر حقارت سے دیکھنے کے علاوہ اس کوشش میں ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ نیا فتنہ رونما نہ ہو سکے۔ مرزا صاحب نے بھی آتے ہی معزز اور ذی اثر احباب کو بلا کر یہی مشورہ دیا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنا اسلام اور اس کے بانی کی توہین کرانا ہے۔ چنانچہ اس غرض کو مدنظر رکھ کر جلسہ سے ایک رات پہلے مرزا صاحب نے اتحاد اسلام پر لیکچر دیا۔ اور نہایت دردمندانہ الفاظ میں اپیل کی کہ خدا کے لئے آپس میں لڑنا چھوڑ دو۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمان اختلافات کو مٹا کر ایک دوسرے سے گلے ملیں اور اسلام کو آئندہ ذلت سے بچا لیں۔ ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح افغانستان ایسی زبردست سلطنت تباہ ہو گئی ہے اسی طرح ایک دن ہم بھی باہمی نا چاقی کے باعث تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

اتحاد اسلام کی کوشش کا الٹا اثر

ہم نے خیال بلکہ یقین کر لیا تھا کہ دردمند اصحاب کی امیدیں پوری ہونگی اور ملاں ترک مناظرہ سے باز رہیں گے۔ لیکن ؎

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

صبح اٹھتے ہی پھر ملانوں کی طرف سے توہین انبیاء پر مناظرہ کا چیلنج آ گیا۔ کہ میدان مناظرہ میں نکلو۔ ورنہ ہم تمہاری شکست اور فرار کا اعلان کیا چاہتے ہیں۔ آہ۔ تنگ آمد بجنگ آمد کے مقولہ پر سوائے عمل کے چارہ نہ تھا۔ مجبوراً۔ ہاں خدا گواہ ہے۔ بے بس ہو کر ہمیں میدان مناظرہ میں اترنا پڑا۔ وہ علی پور جہاں اتحاد و اتفاق کے روح افزا نظارے خوش کیا کرتے تھے وہاں جنگ ہے۔ کس کے درمیاں؟ مسلمانوں ہاں بدبخت مسلمانوں کے مابین۔ آریہ سماج جو مسلمانوں کی متحدہ قوت و طاقت سے لرزتی تھی۔ آج وہ خنداں ہے کاش۔ ان کوتاہ اندیش ملانوں کو واقعات زمانہ کا علم ہوتا اور وہ اس طرح ملت اسلامی کا شیرازہ نہ بکھیرتے۔ افغانستان کی موجودہ دردانگیز تاریخ ان کے سامنے ہوتی۔ اور وہ اس سے سبق لیتے مگر کہاں ملاں لوگ ان اہم واقعات سے عبرت پکڑتے ہیں۔

توہین انبیاء پر مناظرہ

آخر ساڑھے چار بجے شام مابین مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور ملاں سلطان محمود صاحب فاضل دیوبندی "توہین انبیاء" پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ ملاں جی نے کہا مرزا غلام احمد صاحب نے توہین مسیح کی ہے اس لئے وہ کافر ہیں۔ ادھر مرزا مظفر بیگ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی کتب نور القرآن۔ ایام صلح۔ انجام آتھم وغیرہ سے ثابت کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کو الزامی جواب دیتے ہوئے یہ سب کچھ ان کے فرضی یسوع کے متعلق لکھا ہے۔ اور یہ بھی حضرت صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا گیا کہ آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا سچا نبی اور راستباز نبی مانتے اور ان کی عزت کو قائم کرنے کے لئے مامور تھے۔ اس کے بعد ملانوں کے عقائد سے ثابت کیا گیا کہ اگر توہین انبیاء کی ہے تو ان ملانوں نے کی ہے چنانچہ اپنے اس دعوے کی تائید میں احادیث۔ تفاسیر اور کتب متداولہ حنفیہ سے ثابت کیا کہ جس قدر بھی بد اور ناپاک عقائد ان ملانوں کے ہیں وہی موجب توہین انبیاء ہیں۔ ورنہ اسلام ہاں مقدس اسلام ان سے پاک اور بلند تر ہے۔ آج اگر اسلام پر اعتراضات ہوتے ہیں تو ان ملانوں کے عقائد کی بناء پر۔ "رنگیلا رسول" ایسی فحش اور حیا سوز کتابیں لکھی جاتی ہیں تو صرف ملانوں کے بُرے عقائد کی وجہ سے۔ ورنہ اسلام یا بانیٔ اسلام کی تو یہ شان ہے

انک لعلیٰ خلق عظیم۔

ملانوں نے جب اپنے عقائد کو طشت از بام ہوتے دیکھا تو رہے سہے حواس بھی جاتے رہے اور لگے جان چھڑانے کی ترکیبیں کرنے۔ وقت ختم ہوا اور انہیں اس مول لی بلا آفت مناظرہ سے نجات ملی۔ وہ ملاں جنہوں نے احمدیت کے کچلنے پر قسمیں کھائی تھیں آج ہزارہا نفوس کے مجمع میں خود کچل کر رہ گئے۔

سچ ہے انی مھین من اراد اھانتک ؎

"مصلحت وقت" یاد آگئی

مناظرہ کے بعد ملاں سلطان محمود صاحب کو بخار ندامت کا حملہ یا چڑھ گیا ابھی دوسرے دن "وفات مسیح" کا زبردست مناظرہ باقی تھا ملاں جی کی رات کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ بخار کے ٹمپریچر کے ساتھ ساتھ فکر و تردد بھی لمحہ بلمحہ ترقی کر رہا تھا۔ عین بارہ بجے رات ہمارے قاضی شیر محمد صاحب کو خواب استراحت سے جگایا گیا اور انہیں اس بات پر مجبور کیا گیا کہ کل وفات مسیح پر مناظرہ نہ ہو۔ کیونکہ مصلحت وقت کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہیئے تاکہ اغیار کو استہزا کا موقعہ نہ ملے ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

کاش یہی مصلحت وقت مولوی صاحب کو پہلے یاد آتی اور وہ آپس کی لڑائی چھیڑ کر غیروں کو ہنسنے کا موقعہ نہ دیتے۔ افسوس اگر وہ ہماری دردمندانہ اپیل کو وقعت دیتے تو اس باہمی لڑائی کا موقعہ نہ آنے پاتا۔ خیر صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اُسے بھولا نہ سمجھنا چاہیئے۔ ہم نے پیر کرم علی شاہ کو لکھ بھیجا کہ آیئے اب بھی وقت ہے کہ ہم ایک دوسرے سے گلے مل کر ایک سٹیج پر اخوت اسلامی کا پرجوش مظاہرہ کریں۔ ہماری اور آپکی صداقت اسلام پر تقاریر ہو جائیں۔ مگر پیر اور اخوت اسلامی و صداقت پر لیکچر۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ کہنے لگے کہ میں نے تو یہ جلسہ احمدیوں کے خلاف کیا تھا۔ اب ان کے ساتھ اگر ایک اسٹیج پر لیکچر ہوں تو میری ناک کٹ جائے گی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہی وہ لوگ جو اپنے آپ کو نائب رسول اور علمبردار اسلام خیال کرتے ہیں۔ دین اسلام کا شیرازہ بکھر جائے تو ان کی بلا سے مگر کسی طرح ان کی ناک بچ جائے۔

وفات مسیح پر مناظرہ

"مصلحت وقت" کا قدم جو اٹھایا جا چکا تھا پھر واپس اٹھا لیا گیا۔ ٹھیک چار بجے شام ہمیں میدان چھوڑ کر بھاگا۔ جب سپاہیوں نے یعنی ملاں جی کے دیگر طرفدار پیر و ملانوں نے اپنے بزدل جرنیل کو بھاگتا دیکھا تو وہ بھی بھاگ نکلے۔ مصیبت میں جب رستہ نہ ملے تو پھر آدمی مکان کی دیواریں پھاندنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی حال ملانوں کا ہوا۔ میدان مناظرہ کے قریب امام باڑہ تھا۔ اصلی رستہ چھوڑ ملانے امام باڑے کی دیواریں پھاندتے ہوئے پچھلی طرف سے بھاگ نکلے اور ..... لے علی پور سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

ملانوں کے فرار کا پبلک پر اثر

ہمیں اس مناظرہ اور ملانوں کے اس فرار سے کوئی خاص خوشی نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم آپس کی لڑائی کو نہایت نفرت سے دیکھتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ ہم کیا کوئی بھی دردمند مسلمان خواہ وہ احمدی یا حنفی۔ شیعہ ہو یا اہلحدیث۔ مسلمانوں کی باہمی سر پھٹول سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ ملاں لوگ اپنے ہاتھوں آپ ذلیل ہوئے مگر پھر بھی وہ ہمارے بھائی ہیں گو ضدی اور مفاد اسلام سے بے خبر۔ انہیں سمجھایا گیا کہ آپس کے مناظرے اور دنگل درست نہیں مگر کیا کریں ملانوں کی بڑھی ہوئی ضد کو دیکھکر پھر ہمیں مجبوراً یہی علاج اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں حقیقی خوشی تو اس وقت حاصل ہوتی جبکہ ہمارے مقابلہ میں آریہ سماج کا سٹیج ہوتا اور بجائے ملانوں کے آریہ پنڈت حسب سابق بھاگتے نظر آتے۔

مولینا عبدالحق صاحب کی الوداعی تقریر

ہمارے بزرگ و شہرۂ آفاق مناظر جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی بھی اس موقع پر ہمیں موجود تھے۔ اتوار کی رات کو صداقت اسلام پر آپ کا ایک لیکچر ہوا۔ ہندو اور مسلم ہر طبقہ کے لوگ شامل جلسہ تھے۔ جہاں آپ نے اپنی جادو اثر تقریر سے حاضرین کو محظوظ کیا وہاں اسلام کی پاکیزگی اور جامعیت بیان فرماتے ہوئے دکھلا دیا کہ ملانوں کے عقائد باطلہ سے اسلام کو دور کا واسطہ بھی نہیں بعد ازاں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا لیکچر ہوا۔ جس میں انہوں نے نہایت دردناک الفاظ میں بیان کیا کہ ہمیں ملانوں سے مجبوراً دست و گریبان ہونا پڑا۔ ورنہ ہم آپس کی ایسی لڑائیاں ناپسند کرتے ہیں۔ آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور تعلیم پر مختصر مگر جامع الفاظ میں روشنی ڈالتے ہوئے دعائے خیر پر جلسہ برخاست کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

خاکسار نیاز احمد ظفر آبادی متعلم اشاعت اسلام کالج

ہزاروں نبی آئیں گے ان میں سے ایک کا جہلم میں ظہور

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

خدا جانے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جس میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے بڑے جوش اور جذبہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ "اگر میری گردن کی دونو طرف کوئی تلواریں رکھدے تب بھی میں یہی کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔ نبی آئیں گے اور ہزاروں نبی آئیں گے"! میاں صاحب نے کہنے کو تو کہدیا۔ مگر اس کے بڑے نتائج اب دیکھو کیا کیا رنگ لاتے ہیں نبوت کے اس اجرا کے عقیدہ نے سب سے پہلے ان کی جماعت میں بہائیوں کا فتنہ برپا کیا یعنی ان کی جماعت میں تعلیم یافتہ سمجھدار طبقہ میں سے ایک فریق بہائی بن گیا۔ اور کیوں نہ بنتا جب نبوت کا اجرا مان لیا گیا تو پھر شریعت سابقہ کی تنسیخ و ترمیم بھی کیوں نہ مان لی جائے۔ جب نبی آئے گا اور وحی نبوت نازل ہوگی تو پھر اس سے صاف ثابت ہے کہ ابھی نبوت کا کام باقی ہے۔ اور بندوں کو مالک کی طرف سے ہدایت اور احکام کی ابھی ضرورت باقی ہے اور اگر ان کی ضرورت نہیں تو پھر نہ نبی کی ضرورت نہ وحی نبوت کی حاجت ایک شخص نے جب وحی نبوت کی ضرورت مان لی تو دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا دروازہ بھی کھلا ہوا مان لیا۔ کیونکہ ایک نبی کو اگر کوئی ایسی وحی نازل ہو جائے جو شریعت سابقہ کی ترمیم و تنسیخ کرتی ہو تو اسے راستباز ماننے والا اس وحی سے کیسے انکار کرسکتا ہے۔ پس جب نوبت بہ اینجار سید تو ان میں سے ایک فریق اگر بہائیت کا چولا پہن لے تو حق بجانب ہے۔ محمودی بزرگ کہتے ہیں کہ وہ پہلے سے بہائی تھے۔ ہم میں آکر مل گئے تھے۔ میں کہتا ہوں یہ ایک محض دعوی ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں خواہ مخواہ کی بدظنی ہے جو ممنوع ہے۔ دوم عقلمندوں کی نگاہ میں محمودیوں کا یہ ازالہ ان کی پوزیشن کو زیادہ نازک کر دیتا ہے کیونکہ غضب خدا کا بہائی آکر قادیان میں جو محمودیوں کا مرکز ہے۔ محمودیوں میں گھل مل کر رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب اخبار "الفضل" کے ایڈیٹر بھی کچھ عرصہ رہتے ہیں۔ اور اپنے خیالات کی اشاعت اور تبلیغ اخبار کے ذریعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جماعت میں سے کسی شخص کو بلکہ خلیفہ صاحب تک کو پتہ نہیں لگتا کہ یہ عقائد محمودیہ کی اشاعت ہو رہی ہے یا عقائد بہائیہ کی۔ گویا دونو عقائد میں اس قدر مماثلت اور مشابہت ہے کہ کسی ایک کے عقیدے کی اشاعت کرو دوسرا فریق یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے عقائد ہیں

دوسرا فتنہ

دوسرا فتنہ نبوت کے مدعیوں کا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کا نبوت کا دروازہ چوپٹ کھولنے کی دیر تھی کہ لو اب نبوت کے مدعیوں کی آمد شروع ہوگئی اور یہ سب ان کے مریدوں میں سے! سیالکوٹ میں نبی بخش صاحب نے نبوت کا دعوی کیا۔ خود قادیان میں احمد نور صاحب نے دعوی نبوت کا کیا پچھلے دنوں ایک مرتبہ اخبار مباہلہ میری نظروں سے گذرا تو اس میں ایک اور صاحب کا جو قادیان میں ہی ہوتے تھے جن کا نام افسوس ہے اسوقت مجھے یاد نہیں رہا نبوت کا دعوی موجود تھا۔ غرضکہ محمودی جماعت میں ادھر سے ادھر نبوت کے دعووں کی آوازیں آنے لگیں۔ اور کیوں نہ آتیں جب میاں صاحب نے نبوت کو حصول کمال کا ایک درجہ قرار دیا تو اگر ان کی جماعت میں کمال حاصل کر لینے کا ایک گروہ پیدا ہو گیا تو میاں صاحب کے لئے یہ موقعہ خوش ہونے اور فخر کرنے کا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں تو کسی کو یہ کمال حاصل نہ ہوا مگر میاں صاحب کے مریدوں میں جا بجا اس کمال کے حاصل ہوجانے کا ڈھنڈورا پٹ رہا ہے۔ چاہئے کہ میاں صاحب اپنی خلافت کی صداقت میں اس دلیل کو بڑے زور و شور سے پیش کیا کریں کہ دیکھو میرے مریدوں میں سے نبوت کے درجہ کو پانے والے اس قدر کاملین پیدا ہوئے ہیں کہ جس کی نظیر کسی بزرگ کی جماعت میں آج تک نہیں ملتی۔ البتہ ایک مشکل ضرور ہے اور وہ یہ کہ نبوت پر جو ایمان نہ لائے وہ کافر اور اسلام خارج نہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان بزرگوں کو جو نبی نہیں مانتا وہ سب کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور یہ میں نے پہلے دن ہی کہا تھا کہ نبوت اگر کمال کا کوئی درجہ ہے تو پھر اس پر ایمان نہ لانے والا کافر کیوں ٹھہرے۔

کیونکہ زید اگر کوئی کمال حاصل کرلے تو بکر کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کے حصول کمال پر ایمان بھی ضرور لائے۔ اس طرح تو ایک شخص نے کمال حاصل کیا اور ساری دنیا تنزل کے گڑھے میں گر گئی

مثلاً ایک شخص کو رات کے کسی حصہ میں یہ آواز آگئی کہ اے شخص تو نے اعلی درجہ کے کمال کو حاصل کرلیا اور اب نبی بن گیا تو اسی وقت اسی لمحہ تمام سوئے ہوئے مؤمنین، صالحین، شہدا اور صدیقین کافر بن گئے۔ کیونکہ بقول میاں صاحب جس نے نبی کا نام بھی نہ سنا ہو وہ نبی کی بعثت کے ساتھ ہی کافر بن جاتا ہے۔ اب جبتک اس نبوت کا کمال حاصل کرنے والے پر ایمان نہ لایا جائے یہ سارے کے سارے مؤمنین صدیقین کافر ہیں تو فرمائیے کمال حاصل ایک نے کیا مصیبت پڑ گئی سارے مؤمنوں کو۔ میرے خیال میں تو دن رات یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ کوئی شخص حصول کمال ہی نہ کرے تاکہ انسان کا فر تو نہ بنے۔ مسلمان تو رہے۔

نبیوں کی فوج

اسی طرح میاں صاحب کے مریدوں میں جو نبیوں کی فوج پیدا ہو رہی ہے۔ ان پر یا تو میاں صاحب اور ان کی جماعت ایمان لائے ورنہ پھر وہ اپنے قائم کردہ اصول کے ماتحت کافر ہیں۔ میاں صاحب کو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میاں صاحب خدا نہیں ہیں۔ انہیں کیا پتہ ہے کہ کسی شخص نے نبوت کے کمال کو حاصل کیا یا نہیں۔ جب نبوت کمال کا محض ایک درجہ ہے تو کیوں زید یا بکر کو حق حاصل نہیں کہ وہ اس کمال کو حاصل نہ کرے۔ کیا وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اور منعم علیہم گروہ کا راستہ طلب نہیں کرتا۔ کیا یہ دعا صرف میاں صاحب ہی مانگتے ہیں اور دوسرا کوئی نہیں مانگتا۔ پھر ان بیچارے نبیوں کی طرف سے میاں صاحب اور ان کی جماعت کو اس قدر بے توجہی کیوں ہے۔

محمودی صاحبان! ایمان سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہیں کہ کیا احمد نور کی جگہ اگر مدعی نبوت خود جناب میاں صاحب ہوتے تو کیا وہ اسوقت بھی اسی قسم کی عدم توجہی اور بے پرواہی برتتے جو موجودہ مدعیان نبوت کے بارہ میں برتی جا رہی ہے۔ مجھ سے خان غلام محمد خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے ذکر کیا کہ بابو فرزند علی صاحب نے ایک مرتبہ بڑی حسرت سے ان سے کہا کہ کاش کے چالیس برس کی عمر میں جناب میاں صاحب پر وحی نبوت آنی شروع ہو جاوے اور وہ نبی بن جاویں تو کیا مزہ آوے"! پس کیا وجہ کہ میاں صاحب کی نبوت کی تمنا میں تو لوگ پھڑکتے پھریں اور آسمان کی طرف آنکھیں لگی رہیں کہ کب حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر اترتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے دعووں کی طرف تحقیق کرنے کی بھی زحمت نہ اٹھائی جاوے۔ کیا اسوجہ سے کہ میاں صاحب جماعت میں بہت بڑے آدمی ہیں اور یہ لوگ چھوٹے آدمی ہیں مگر یہ تو قاعدہ محققین کا نہیں بلکہ منکرین کا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ مکہ کے لوگوں نے بھی آنحضرت صلعم کے دعوی نبوت پر یہی کہا تھا وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم۔ یعنی مکہ اور طائف دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر وحی نازل ہوتی تو ہم اسے مان لیتے۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم کو محض چھوٹا

جہلم میں ایک درزی کا دعوی نبوت

دور کیوں جاؤ۔ ابھی حال ہی میں جہلم میں ایک پرجوش محمودی غلام حیدر ٹیلر ماسٹر نے دعوی نبوت کیا ہے۔ اس سے قبل اپنے کشف و رویا کی جہلم کے محمودی صاحبان تصدیق و تائید کرتے تھے اب اسی نے دعوی نبوت کا بذریعہ اشتہار اعلان کیا ہے۔ اور قسم کھا کھا کر لکھا ہے کہ "میری وحی اس قسم کی وحی ہے جو تمام نبیوں پر نازل ہوتی رہی" اور لکھا ہے۔ "کہ نبیوں کی مجلس میں میری کرسی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان بچھائی گئی یعنی میں انہیں جیسا نبی ہوں۔ کیونکہ اسی صف میں بٹھایا گیا ہوں۔ اور یہاں تک لکھا گیا ہے کہ میرے اقتدا میں حضرت نبی کریم صلعم نے نماز پڑھی۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم نے بھی اسے اپنا امام (نعوذ باللہ) تسلیم کرلیا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تم جو نبی ہو تو آخر کیا پیغام لائے ہو تو کہتا ہے کہ پیغام یہ ہے کہ لوگ نماز سنوار سنوار کر پڑھیں۔ جب کہا گیا کہ یہ تو قرآن میں پہلے سے نازل شدہ حکم ہے تو کہتا ہے کہ نبوت ایک درجہ کمال ہے جو مجھے مل گیا۔ کیا ضرورت ہے کہ کوئی نیا پیغام بھی آوے۔ گویا یہ شخص اس عقیدہ کی مار میں مارا گیا جو میاں صاحب کی ایجاد عقیدہ ہے۔ ایک نے علم آدمی مذہبی جوش میں وارفتہ ہوکر اسی عقیدہ کی رو میں بہ گیا جو بدقسمتی سے میاں صاحب نے ایجاد کیا تھا۔ اگر اس کا عقیدہ یہ ہوتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو وہ نبوت کا دعوی ہرگز نہ کرتا۔ اسکا نفس اگر اسے کوئی ایسا رویا دکھاتا بھی جس میں کسی قسم کا اشارہ منصب نبوت کی طرف ہوتا

تو وہ اسکی تاویل کرتا یا استغفار کرتا اور اپنے انکسار نفس کو پہچان جاتا اور خدا کے حضور روتا اور گڑگڑاتا۔

شیطانی رویا

چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۰۶ء میں ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ایک رویا لکھ کر بھیجی اور وہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں آدم ہوں اور تمام ملائکہ نے مجھے سجدہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا اسے لکھ دو کہ وہ بہت توبہ استغفار کرے۔ معلوم ہوتا ہے اسکے اندر کبر نفس بہت بڑھ گیا ہے اور اسی لئے شیطان نے مع اپنی تمام ذریت کے اسے سجدہ کیا ہے کہ یہ ہمارا بڑا گرد گھنٹال ہے"! پس جبتک نفس کے کبر سے انسان بکلی خالی نہ ہو جائے اس قسم کے رویا قابل توجہ نہیں ہوتے بلکہ ایک عارف اور عالم استغفار اور توبہ کرتا ہے لیکن جب یہ عقیدہ ہو کہ نبوت محض ایک کمال کا درجہ ہے تو پھر تو ضرور تھا کہ ہر ایک کو جرأت ہو جاتی کہ جب وہ رویا وغیرہ میں کچھ ایسا اشارہ پائے تو نٹ دعوی نبوت کر دے۔ اسے نہ تاویل کی ضرورت رہی نہ خشیت کی۔ اور غلام حیدر نے تو میاں صاحب کو صاف دعوت دی ہے کہ بیشک اس کے دعوی نبوت کے متعلق میاں صاحب تحقیقات کریں استخارہ کریں۔ اس لئے اب تقوی اور بااصول ہونے کی شان تو یہی ہے کہ میاں صاحب اس کی دعوت کو قبول کریں اور اس کے متعلق تحقیقات اور استخارہ ضرور کریں۔ اور نہ اگر یہ اعتراض کریں کہ لاہوری احمدیوں کو بھی تو اس نے دعوت دی ہے وہ بھی استخارہ اور تحقیقات کریں۔ تو واضح ہو کہ جب ہمارا یہ اصول اور عقیدہ ہی نہیں کہ نبوت کوئی درجۂ کمال ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو پھر کسی کا دعوی نبوت کرنا ہی اصولی طور پر اس دعوی کے غلط ہونے پر بجائے خود دلیل ہے۔

ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ تو وہی ہے جو ہمارے مرشد و امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا جو کتاب "منن الرحمن" میں جو حضرت کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے صفحہ ۲۰ پر لکھا ہوا موجود ہے فرماتے ہیں:-

فاوحى الى ان الدين هو الاسلام وان الرسول هو المصطفى السيد الامام رسول امى امين فكما ان ربنا احد يستحق العبادة وحده فكذالك رسولنا المطاع وحده لا نبى بعده ولا شريك معه وانه خاتم النبيين۔

ترجمہ:- اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بیشک دین خدا کا صرف اسلام ہی ہے۔ اور بیشک رسول صرف محمد مصطفی صلعم ہی ہیں جو تمام لوگوں کے سردار خدا کے فرستادہ۔ امی اور صاحب امانت و دیانت ہیں۔ پس جس طرح یقیناً ہمارا رب ایک ہے جو اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ اسیطرح ہمارا رسول بھی جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے ایک ہی ہے۔ اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کی نبوت کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور بیشک وہ نبیوں کو ختم کرنیوالا ہے"!

ذرا اس عبارت کا زور دیکھنا اور اس عقیدہ کی صفائی دیکھنا فرماتے ہیں میری طرف وحی کی گئی ہے یعنی جو عقیدہ لکھنے لگا ہوں وہ مبنی بر وحی الٰہی ہے۔ اس کے بعد پھر اپنا عقیدہ لکھتے ہیں کہ جسطرح ہمارا رب ایک ہے۔ اسیطرح ہمارا رسول بھی ایک ہے۔ جس طرح خدا کی عبادت میں کوئی شریک نہیں اسی طرح ہمارے رسول کی رسالت اور نبوت میں نہ کوئی شریک ہے اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے۔ پس اس عقیدہ کے باوجود جو ہمیں کہے کہ تم کسی مدعی نبوت کی آج تحقیقات کرو یا اسکے متعلق استخارہ کرو تو یہ اس بات کے مترادف ہوگا کہ ایک مشرک ہمیں کہے کہ خدا کی توحید غلط ہے اور اس کے ساتھ فلاں شریک ہے تم بیشک تحقیقات اور استخارہ کرلو جو بالبداہت غلط اور لغو ہے۔ ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ ایک موحد کے لئے خدا کی توحید کے خلاف کسی شریک خدائی کے متعلق استخارہ اور تحقیق کرنا ایک نہایت لغو اور بےمعنی فعل ہے۔ اسی طرح ایک ایسے شخص کے لئے جو محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی نبی کے وجود کو شرک فی النبوۃ سمجھتا ہے اور آپ کے بعد کسی نبی کا قائل نہیں۔ کسی مدعی نبوت کے متعلق تحقیقات یا استخارہ کرنا ایک بے معنی فعل ہے۔ البتہ جنکا یہ عقیدہ ہو کہ ایک نبی نہیں بلکہ ہزاروں نبی آئیں گے ان کا فرض ہے کہ جب ایک شخص دعوی نبوت کرے تو اس کے دعوی کی تحقیق کریں اور استخارہ کریں کیونکہ ان کے اصول کے مطابق ممکن ہے وہ سچا ہو اور اس کے سچا ہونے پر غالب دلیل یہ ہے کہ وہ خود میاں محمود احمد صاحب کا مرید ہے جن کے نئے ترقیات اور کمالات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر غیر احمدی ہوتا یا لاہوری احمدی ہوتا تو کہتے کہ ان پر کمالات کے دروازے بند ہیں یہ نبی نہیں ہو سکتے۔ لیکن میاں صاحب کے

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میرا دوست اور میرا عزیز کون ہے؟

وہی جو مجھے پہچانتا ہے

ہم نے گذشتہ میں بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اشاعت اسلام جیسے مقدس کام کو سرانجام دینے کی غرض سے ہر احمدی کے لئے حسب استطاعت ماہوار چندہ ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ اور یہاں تک فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص باوجود اس قدر سہولت کے اور یہ عہد کرنے کے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم سمجھوں گا تین ماہ تک متواتر چندہ ادا نہ کرے۔ اور اس مقدس فرض کو محسوس نہ کرے تو اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ انسان وہی ہے۔ جس کے قول اور فعل میں مطابقت ہو۔ ورنہ نرا زبانی دعووں سے کچھ فائدہ نہیں اب میں اس بارے میں حضرت صاحب کا اصل ارشاد پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین اپنے امام پاک کے کلمات طیبات کے ارشاد پر عمل کریں۔ آپ فرماتے ہیں

ہر ایک مصلح اور مجدد جو خدا وند تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے۔ اس لیلۃ القدر کے نور کو دیکھنے والا۔ اور وقت کے مصلح کی صحبت سے شرف حاصل کرنیوالا اس اسّی برس کے بڑھے سے اچھا ہے۔ جس نے اس نورانی وقت کو نہیں پایا۔ اور اگر ایک ساعت بھی اس وقت کو پا لیا ہے۔ تو یہ ایک ساعت اسّی ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ جو پہلے گذر چکے کیوں بہتر ہے؟ اس لئے کہ اس لیلۃ القدر میں خدا تعالےٰ کے فرشتے اور روح القدس اس مصلح کے ساتھ رب جلیل کے آسمان سے اترتے ہیں۔ نہ عبث طور پر۔ بلکہ اس لئے کہ تا مستعد دلوں پر نازل ہوں۔ اور سلامتی کی راہیں کھولیں سو وہ تمام راہوں کے کھولنے اور تمام پردوں کے اٹھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ظلمت غفلت دور ہو کر صبح ہدایت نمودار ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ کہ اے مسلمانو! کیا تم ایسے زمانہ کی تدر نہیں کرو گے؟ کیا تم خدا تعالےٰ کے فرمودوں کو بنظر استہزا دیکھو گے؟

پھر آپ نے اپنے کام کی پانچ شاخیں قرار دیکر فرمایا۔ کہ اے اسلام کے ذی مقدرت لوگو! دیکھو! میں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے۔ اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہیئے۔ اور اس کے سارے پہلوؤں کو بنظر عزت دیکھ کر بہت جلد حق خدمت ادا کرنا چاہیئے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہوار دینا چاہتا ہے وہ اس کو حق واجب اور دین لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے۔ اور اس فریضہ کو خالصتاً للہ نذر مقرر کر کے اس کے ادا میں تخلف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھے۔ اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے۔ وہ اس طرح امداد کرے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اصل مدعا جس پر اس سلسلہ کی بلا انقطاع چلنے کی امید ہے۔ وہ یہی انتظام ہے۔ کہ سچے خیرخواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل رقمیں ماہواری کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرط نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کر سکیں۔ ہاں جس کو اللہ جل شانہ توفیق اور انشراح صدر بخشے۔ وہ علاوہ اس ماہواری چندہ کے اپنی وسعت ہمت اور اندازہ مقدرت کے موافق یکمشت کے طور پر بھی مدد کر سکتا ہے

اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ اور اپنی زندگی اپنا آرام اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میں جو کچھ کہوں۔ تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔ اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا۔ تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے۔ کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے۔ جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں۔ جو بھیجے گئے ہوں۔ **دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی** کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ لیکن جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کرینگے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے۔ وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لیگا۔ جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے۔ وہ ظلمت میں ڈالدیا جائیگا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں --- قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائیگا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت در پیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے۔ اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے۔ وہ مجھ میں ہے۔ اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نفس مزکی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اسکے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھدیتا ہے۔ تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کی روح اس میں سکونت کرتی ہے۔ اور ایک تجلی خاص کے ساتھ رب العلمین کا استوا اس کے دل پر ہوتا ہے۔ تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے۔ اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالم میں اس کو مل جاتا ہے "

پس میں ان تمام لوگوں سے جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔ کہ حسب ارشاد حضرت صاحب اپنی اپنی توفیق کے موافق سلسلہ کی ماہوار مستقل امداد فرماویں۔ تاکہ حضرت مسیح موعودؑ کے مامور ہونے کے اغراض پوری ہوں حضرت صاحب کے عزیز اور دوست بن جائیں۔ اور آپ کو بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالم میں نصیب ہو۔ آمین!۔

خاکسار

(محمد نصیب انچارج دفتر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بقیہ صفحہ ۳

عدالت میں حق حاصل ہے۔ اس کے لئے یہ راہ مہیا کی گئی ہے۔ یعنی استغاثہ کی صورت میں چار گواہ موجود نہ ہونے پر مستغیث اگر سوگند لعذاب قسم بیان دیگا تو ملزم پر فرد جرم لگ جائیگا۔ اب اگر وہ بالمقابل قسم کھائیگا۔ تو بری ہوگا۔ ورنہ نہیں۔

قرآن سے تمثیل قیاس کی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ مثلاً یہی مشہور آیت تعداد ازدواج کی لیلو وہ یوں شروع ہوتی ہے۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع۔ یعنی اگر تمہیں اندیشہ ہو۔ کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو پھر عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں۔ دو دو تین تین۔ چار چار۔ نکاح کر لو۔

کیا یہ سچ نہیں۔ کہ مذکورہ بالا حکم میں صاف شرط لگی ہوئی ہے۔ کہ اگر یتیموں کے درمیان انصاف نہ کر سکو۔ تو پھر بے شک۔ ایک سے زیادہ نکاح کر لو۔ یعنی ان کی ماؤں سے نکاح کر کے ان کے حقوق کی حفاظت زیادہ آسانی سے کر سکتے ہو۔ اس لئے ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ظاہر ہے کہ تعداد ازدواج کے لئے یہاں ایک خاص شرط صاف طور پر لگی ہوئی ہے لیکن سب اس سے یہی نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ اس شرط سے یہ مطلب نہیں۔ کہ صرف اس خاص صورت میں ہی ایک سے زیادہ بی بی جائز ہے۔ بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک سے زیادہ بی بی کے لئے یہ بطور ایک اصول کے ہے۔ تاکہ بغیر ضرورت کے کوئی شخص ایک سے زیادہ بی بی نہ کرے۔ یعنی یتامیٰ میں انصاف کرنے کی شرط لگانے کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ ایک اصول قائم کیا جائے۔ کہ تعداد ازدواج صرف اسی صورت میں جائز ہے۔ جب اس قسم کی کوئی قومی یا خاندانی ضرورت آپڑے۔ مثلاً اولاد نہ ہوتی ہو۔ یا جنگ میں مرد زیادہ تعداد میں مارے جائیں اور بیواؤں کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ اور یتامیٰ کے حقوق تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ کوئی اس کا یہ مطلب نہیں لیتا۔ کہ بیان کردہ خاص صورت میں ہی تعداد ازدواج جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ بلکہ یتامیٰ میں انصاف نہ ہوسکنے کو تعداد ازدواج کی ضرورت کی ایک مثال سمجھی جاتی ہے۔

پس اسی طرح زنا کے الزام کے استغاثہ میں بھی شوہر کو بطور مثال کے مستغیث کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ تاکہ اس سے ایک اصول قائم کیا جائے جس کے ماتحت جب ایک مظلوم مستغیث چار گواہ نہ لا سکے۔ اور ایک زانی یا زانیہ کے فعل سے اس کی عزت کو صدمہ پہنچا ہو۔ تو وہ کیا راہ اختیار کرے۔ جس سے وہ عدالت کا دروازہ سلامتی کے ساتھ کھٹکھٹا سکے۔ اور مجرم کو سزا دلا سکے۔

حضرت مسیح موعود کا استنباط قرآنی یہ وہ استنباط ہے۔ جس سے کوئی عقلمند جو ذرا بھی قرآن میں تدبر کریگا۔ اتفاق کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی قرآن کی ان آیات سے یہی استنباط کیا ہے۔ اور ان کے مشہور و معروف فتوے کی بنا یہی آیات معلوم ہوتی ہیں۔ آپ کا فتویٰ پڑھ لو فرماتے ہیں:۔

تسو واضح ہو۔ کہ مباہلہ صرف دو صورت میں جائز ہے۔

(۱) اول اس کافر کے ساتھ جو یہ دعویٰ رکھتا ہو۔ کہ مجھے یقیناً معلوم ہے۔ کہ اسلام حق پر نہیں۔ اور جو کچھ غیر اللہ کی نسبت خدائی کی صفتیں میں مانتا ہوں۔ وہ یقینی امر ہے۔ یہ تمام خبر تحقیقات طلب ہے۔

(۲) دوم اس ظالم کے ساتھ جو ایک بے جا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً مستورہ عورت کو کہتا ہے۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ شراب خور ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ سو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ بلکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔ جیسے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ یہ میرے ایک دوست کی چشم دید بات ہے۔ کہ مرزا غلام احمد یعنی یہ عاجز پوشیدہ طور پر آلات نجوم اپنے پاس رکھتا ہے اور انہی کے ذریعہ سے کچھ کچھ آئندہ کی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو کہہ دیتا ہے۔ کہ الہام ہوا ہے۔ سو مولوی صاحب نے کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا تھا بلکہ اس عاجز کی دیانت اور صدق پر ایک تہمت لگائی تھی جس کی اپنے ایک دوست کی رویت پر بنا رکھی تھی۔ لیکن اگر بنا صرف اجتہاد پر ہو۔ اور اجتہادی طور پر

کامیاب اور ناکام زندگی

فطری کاہلی

اخلاقی کمزوریوں میں انسان کی جس کمزوری کا رفع کرنا بہت مشکل ہے وہ اس کی فطری کاہلی ہے۔ جو نوجوان سستی اور کاہلی میں اپنا وقت گذارتا ہے اور جس میں اس قدر اولوالعزمی اور ہمت بھی نہیں کہ ضرورت کے وقت میٹھ جائے۔ یا سیدھا کھڑا ہو سکے۔ اس کا مرض لاعلاج ہے۔ وہ کپڑا پہنتا ہے۔ تو ڈھیلا اور بے ڈھنگا اور کام کرتا ہے تو خراب اور ادھورا اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں چونے کی مقدار کم ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے جسمانی قویٰ ایک دوسرے سے وابستہ نہیں ہیں۔ اس کے ہر فعل سے سستی اور بیدلی کے آثار مترشح ہوتے ہیں۔ ہر چٹھی جو وہ لکھتا ہے ہر پیغام جو وہ پہنچاتا ہے۔ ہر لفظ جو وہ بولتا ہے اُس کی کاہلی کی ایک زندہ شہادت ہے۔

کاہلی ایک مزمن بیماری ہے۔ اس کے ازالہ میں صرف وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو غیر معمولی عزم اور استقلال سے کام لے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ جب کاہل لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی مجبوری پیش آتی ہے اور وہ فاقہ کشی کی بلا سے بچنے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں دیکھتے کہ اپنی مدد آپ کریں۔ تو اس وقت وہ اپنی پوری طاقت سے کام لیتے ہیں اور زندگی کا ایک امید افزا دور شروع کرتے ہیں۔

متعدی بیماری

ہم ہر نوجوان کو اس بیماری کے خطرے سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک متعدی بیماری ہے ہمیں معلوم ہے کہ مدرسوں خاندانوں اور قوموں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے ہم نے ایسے قصبے دیکھے ہیں جن کی فضا میں بے ترتیبی اور ابتری پائی جاتی ہے۔ ایسے دیہاتی مقامات سے گذرے ہیں جہاں کھیتوں کی بازگری ہوتی ہے۔ ایسی زمین پر چلے ہیں جس پر خود رو بوٹیوں اور جھاڑیوں نے اپنا تسلط جما رکھا ہے۔ ایسے مکانوں میں داخل ہوئے ہیں جن کے درو دیوار پر رنگ کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا۔ غرض کہ یہ وہ مقامات ہیں کہ انسان جدھر نگاہ ڈالتا ہے وہاں سے ویرانی اور ناکامی اپنی منحوس اور بھیانک شکل دکھاتی ہے۔

ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرو جس نے اولوالعزمی اور عالی حوصلگی سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے اور جو اپنی سستی اور کاہلی کی زندگی پر قانع ہے۔ تم اس کی نسبت یہی سمجھو کہ وہ چیچک جیسے متعدی اور خطرناک مرض میں مبتلا ہے۔ اُس کی یہ اخلاقی بیماری ایسی متعدیہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اس سے بچنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے لیکن اس کے خرمن حیات کے لئے برق خاطف کا حکم رکھتی ہے۔

تلون و تذبذب کے بد نتائج

متذبذب اور متلون مزاج شخص کس قدر جلد اپنے تذبذب اور تلون کی خبر ان لوگوں کو پہنچاتا ہے جو اس کے گرد و پیش ہوتے ہیں۔ ہر شخص جو اس کے ماتحت کام کرتا ہے تاوقتیکہ وہ غیر معمولی طور پر سلجھی ہوئی طبیعت اور اچھے دماغ کا نہ ہو اس کی بیماری کے اثر کو قبول کر لیتا ہے۔ اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ ہمیشہ شش و پنج میں رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے ملازم اس کے معاملات کو طے نہیں کریں گے۔ جس دفتر کا وہ برائے نام سرکردہ ہے اس کی ہر ایک بات میں توقف اور التوا پایا جاتا ہے۔ دفتر کی فضا صاف بتا رہی ہے کہ یہاں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں ہوتا۔ فرمائشیں ادھوری پڑی ہیں۔ چٹھیاں ناتمام ہیں۔ مرمت کا کام واضح اور قطعی ہدایات کے نہ ملنے کی وجہ سے التوا میں پڑا ہوا ہے اور ہر کارروائی میں ابتری اور بے قاعدگی نظر آتی ہے۔ غرض کہ ایک "منفی" فضا اس دفتر پر حاوی ہے۔ اس قسم کا کارخانہ دار یا مالک ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے سامنے بے صبری اور غصے کا اظہار کرتا ہے کیونکہ وہ انہیں فیصلہ کن لہجے میں یہ نہیں بتا سکتا کہ اسے ان سے کیا کام لینا ہے۔ اور وہ ان سے کیا چاہتا ہے۔

منفی اور مثبت فضاء

تذبذب کی عادت انسان کی سیرت اور اس کی کامیابی پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہے۔ جو لوگ ہمیشہ اپنے معاملات پر غور و فکر اور ان کے نشیب و فراز پر سوچ بچار کرنے کے خوگر ہو چکے ہیں اور تاوقتیکہ مجبور نہ ہو جائیں کبھی کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچتے وہ بہت کمزور ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی قوت فیصلہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ انہیں نہ صرف اپنے فیصلہ پر ہی بے اعتمادی ہوتی ہے بلکہ وہ اس طاقت سے بھی ہمیشہ کے محروم ہو جاتے ہیں۔ جو انہیں قوت فیصلہ کی بدولت حالات پر حاوی ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ ماتحتوں پر بھی ان کا رعب اور اقتدار قائم نہیں رہتا۔ جو لوگ ہمیشہ اپنے فیصلہ کو ملتوی رکھتے ہیں اور اپنی رائے کے اظہار کو کسی دوسرے وقت پر انحصار رکھتے ہیں وہ ایک "منفی" فضا پیدا کرتے ہیں۔ اور اپنی قابلیت کے متعلق خود دوسرے آدمیوں کو شبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ شخص جو ہر معاملہ کا فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اپنے گرد و پیش ایک مثبت فضا پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے قول اور فعل سے تمہارے دل پر اپنی اس طاقت کا سکہ بٹھاتا ہے جس کی بدولت وہ مشکل سے مشکل کام کو سرانجام دے سکتا ہے۔ اس کا وجود اعتماد اور یقین کا ایک زندہ مجسمہ ہے ایسا شخص جب تمہارے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو تم محسوس کرتے ہو کہ وہ ایک اولوالعزم انسان ہے جسے سستی، کاہلی اور کمزوری سے کوئی سروکار نہیں۔ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اسے صاف کہ دیتا ہے اور جو کام وہ کرنا چاہتا ہے اُسے وہ کر کے دکھا دیتا ہے۔

غیر اولوالعزم لوگوں کے ارادے

گاؤں یا قصبہ کے ایک پادری کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک درخت کے کاٹنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کی وجہ سے کچھ رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ مگر پادری کے ارادے نے کوئی عملی صورت اختیار نہ کی۔ درخت بڑھتا گیا اور اس کی شاخیں پھیلتی گئیں۔ زمانہ گذرتا گیا تاآنکہ پادری نے جوانی سے بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھا۔ درخت اپنی پوری شان کے ساتھ کھڑا رہا لیکن کلہاڑا اس کی جڑوں تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ کلہاڑا چلانے والے میں اتنی ہمت اور اولوالعزمی نہ تھی کہ اپنے ارادے کو پورا کر دکھائے۔ اسی طرح ایک آرٹسٹ کو میڈونا کی تصویر بنانے کا خیال سوجھا۔ اس نے بڑے جوش کے ساتھ دوستوں کو اپنے اس شاندار خیال سے آگاہ کیا۔ لیکن یہ خیال صرف خیال تک ہی محدود رہا۔ اس نے کبھی اپنے خاص کمرہ میں جم کر بیٹھنے اور اپنے خیال کو واقعیت کے رنگ میں پیش کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ تاہم خیال نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے اس حسرت آمیز قلق کا اظہار کیا۔ کہ جس شاندار تصویر کا خیال ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتا تھا۔ وہ پردہ پر نمودار نہ ہو سکی۔ جسے دیکھ کر لوگ خوش ہوتے۔ اور اس کی شہرت کا نقارہ بجاتے۔

معلق زندگی

اس شخص کی حالت واقعی زیادہ قابل رحم اور تاسف انگیز ہے جو ہمیشہ معلق رہتا ہے۔ اور جس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ کود کر اس طرف یا اُس طرف چلا جائے۔ کاہلی اور سستی سے زندگی کے بڑے بڑے عجیب موقعے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ جو آدمی بددلی سے اپنا کاروبار شروع کرتا ہے اور اس میں نہ جوش ہے نہ اپنی قابلیت پر اعتماد وہ کبھی کامیاب اور مرفہ الحال نہیں ہو سکتا دنیا میں کوئی بڑا کام اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک انسان میں جوش۔ سرگرمی۔ عزم اور استقلال کے اوصاف موجود نہ ہوں اور وہ اپنی دھن میں مشکلات اور رکاوٹوں کی مطلق پروا نہ کرے۔ ایک کمزور، متذبذب اور دل شکستہ آدمی نہ تو خراج تحسین وصول کر سکتا ہے اور نہ اس کی روش سے دوسروں میں جوش پیدا ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص اس کا اعتبار نہیں کرتا۔ یہ خوبی صرف سرگرم اور مستعد آدمیوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں پر اعتماد کا سکہ بٹھا لیتے ہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک دوسرے لوگ تمہارا اعتبار نہیں کریں گے تمہیں اپنی کامیابی کی کوئی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔

کامیابی یا ناکامی کا راز

جس کام پر ہاتھ ڈالو اسے دل لگا کر کرو۔ اپنی تمام طاقت کو اس پر خرچ کر دو۔ خواہ یہ کام ایک معمولی چٹھی لکھنے کا ہی ہو۔ غرض کہ جس کام کو انجام دینے کی کوشش کرو اس پر ایک پورے انسان کی طاقت کا خرچ کرنا اپنا فرض سمجھو۔ ورنہ تم میں سستی اور بے قاعدگی کی ایسی عادتیں پیدا ہو جائیں گی جو زندگی کے سفر میں تمہاری کامیابی کے سد راہ ہوں گی۔

دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جو ہمیشہ اپنی قسمت کا رونا روتے رہتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو قابل رحم سمجھتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ قسمت ان کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کی ناکامی کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ دل نہیں رکھتے۔ وہ اپنے کام میں روح کی پوری طاقت سے کام نہیں لیتے۔ وہ اپنی ملازمت کو اپنی انگلیوں کے سروں سے چھوتے ہیں۔ ان کے چہرے سے بیدلی اور بے توجہی پائی جاتی ہے۔ ان کی سیرت سرگرمی، اولوالعزمی اور استقلال کے اوصاف سے معرا ہے ان کے اندر اُمنگوں اور حوصلوں کی وہ آگ نہیں جو راستہ کی مشکلات کو لوہے کی طرح پگھلا دیتی ہے۔ اور ان کی کوششوں کی کڑیوں کو ایک مسلسل زنجیر کی شکل میں منتقل کر دیتی ہے۔

بددلی کی بے سود کوششوں سے کبھی کوئی کام مکمل نہیں ہوتا کسی نتیجہ خیز مقصد کی تکمیل کے لئے ضرورت ہے غیر متزلزل عزم کی سرگرمی کی۔ اولوالعزمی کی اور قوت فیصلہ کی دنیا میں صرف وہی شخص حرکت پیدا کر سکتا اور صفوں کو چیر کر آگے نکل سکتا ہے جس کے دل میں جوش ہے۔ خون میں حرارت ہے اور دماغ میں تیزی ہے۔

بددل آدمی کا رستہ

بددل آدمی دنیا کے بحر حوادث کی ہر رو کے ساتھ بغیر کسی منزل مقصود کے بہے جاتا ہے چونکہ اس کی گرفت ڈھیلی ہے اسے زیادہ پرجوش اور مستقل مزاج آدمی اسے ایک طرف دھکیل دیتے ہیں۔ ناامیدی اُسے اس قدر پژمردہ اور افسردہ کر دیتی ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلانا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بحر طیبات کی زبردست موجوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو اسے بہا لے جاتی ہیں

نوجوانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ اپنے نصب العین کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور نافلسفانہ ایک بلند سطح سے گر کر ایک عامیانہ اور ادنیٰ درجے کی زندگی بسر کرنے پر قانع اور عمداً بے قاعدگی اور ابتری کی فضا سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ وہ اس خیال سے اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ ان کا وقت کٹ رہا ہے۔ اُنہیں اپنے مقصد اور ارادے کی ادنیٰ حیثیت کا علم ہے۔ مگر ان میں وہ سرگرمی یا طاقت نہیں رہی جو انہیں اعلیٰ مقام تک پہنچنے میں مدد دے۔ آہ جب انسان کسی خاص نصب العین یا مقصد کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیتا ہے تو اس سے کس قدر روح فرسا اور یاس انگیز نتائج پیدا ہوتے ہیں جب ایک نوجوان اپنی زندگی کے مقصد سے خالی الذہن ہو جاتے ہیں تو ان میں اپنی یاس انگیز حالت کا احساس پیدا کرنا ایک نہایت مشکل امر ہے جب انہوں نے مدرسے کی چار دیواری چھوڑنے کے بعد بڑی بڑی توقعات کے ساتھ اپنی زندگی کا نیا دور شروع کیا تھا۔ تو اس وقت یہ معاملہ آسان تھا۔ لیکن چند مایوسیوں اور ناکامیوں کی ٹھوکر کھانے کے بعد ان کے حوصلے اس قدر پست ہو جاتے ہیں کہ اب ان میں پستی سے بلندی کی طرف اُبھرنے کی سکت نہیں اور اس لئے چت پڑے ہوئے ہیں۔

پست ہمتی کی وجہ

اس میں کلام نہیں کہ ایسے آدمی بھی ہیں جو دنیا کی جد و جہد میں بغیر اپنی کوتاہی یا قصور کے ناکام رہتے ہیں۔ لیکن زیادہ تعداد انہیں لوگوں کی ہے جو اُوپر چڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یا اپنی کوشش کو اس وقت ترک کر دیتے ہیں جب کہ منزل مقصود انہیں نظر آ رہی ہے ان کی یہ پست ہمتی یقیناً کسی کمزوری یا خرابی کا نتیجہ ہے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں جن میں اپنے ارادے پر قائم رہنے کی خوبی نہیں پائی جاتی بعضوں میں جرأت یا عزم کی کمی ہے لیکن اس میں کلام نہیں کہ بہت سے بدقسمت آدمی حقیقی کامیابی کے کسی نہ کسی درجے تک ضرور پہنچ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے کام پر جمے رہیں۔

ضروری گذارش

خریداران پیغام صلح سے التماس ہے۔ کہ وہ خط و کتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔ ورنہ تعمیل محال ہوگی۔ (مینیجر)

ملّاؤں کو احرار سے خیالی خطرہ

(ایک صاف گو مسلمان کے قلم سے)

حضرت انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ احکم الحاکمین کے احکام اس کے بندوں تک پہنچا کر ان میں اصلاح کریں۔ گذشتہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ اور اس کا حلقہ تبلیغ محدود اور معین ہوتا تھا۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم احکم الحاکمین کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس آخری پیغام کا تقاضا تھا کہ اسے دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا جائے۔ حضور آقائے دو جہاں نے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے بعد مسلمانوں کو ارشاد فرمایا بلغوا عنی ولو اٰیۃ کہ اے مسلمانو! اگر تم نے مجھ سے کوئی ایک بات بھی سنی ہے تو اسے دنیا کے کانوں تک پہنچا دو۔ دربار رسالت کے اس فرمان نے ہر فرزند اسلام کے کندھوں پر تبلیغ کا بار گراں رکھ دیا۔

علماء کی جماعت کی ضرورت

مگر اسلام کی تعلیم پر قربان جائیں اس میں اس قدر سہولتیں اور آسانیاں موجود ہیں کہ اس کا کوئی حکم بھی تکلیف مالایطاق نہیں۔ تبلیغ کا وہ بار گراں جو ہر مسلمان کے کندھوں پر رکھا گیا۔ اس کو ہلکا کرنے کے لئے ارشاد ہوا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہئے جو دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہے۔ اسی موضوع پر دوسری آیات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عام مسلمان ایسی جماعت کی امداد کریں جو متذکرہ بالا کاموں کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیتی ہے۔ تو وہ مسلمان بھی تبلیغ کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔

جماعت کا قیام اور اس کی برکات

اس فرض کو سرانجام دینے کے لئے مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہوئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس مقدس جماعت نے مسلمانوں کی عام اور روزانہ ضروریات اور معاملات کے علاوہ نازک سے نازک موقع پر بھی ان کی صحیح رہنمائی کی۔ اور بڑے بڑے فتنوں میں بھی اس جماعت کے پائے استقلال کو لغزش نہ آئی۔ کسی ملامت گر کی ملامت ان کی ہمتوں کو پست نہ کر سکی اور نہ کسی طاقت کا رعب ان کے دلوں کو ہلا سکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کا فرمان لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کے اطمینان کے لئے موجود تھا۔

اس مبارک جماعت کا وجود صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے باعث صد ہزار برکت اور رحمت ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نظام عالم اسی جماعت کے وجود کے ساتھ قائم ہے۔ اور جب اس پاک جماعت کے افراد ایک ایک کر کے صفحہ ہستی سے اٹھ جائیں گے تو بہت عظیم الشان فتنہ بپا ہو گا جسے فتنہ دجال کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حتی یقاتل آخرہم مع المسیح الدجال میں اسی جماعت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

خیار العلماء

ان ساری روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں بھی اس مقدس جماعت کے افراد زمین کے ہر گوشے میں کثرت سے موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے نہ وہ اس وقت اپنے فرائض سے غافل ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور اسی جماعت کو اسلام میں خیار العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

علماء سُو

کتاب وسنت سے غفلت کے نتیجہ میں جس طرح عام مسلمانوں سے تمام ملکات فاضلہ چھین لئے گئے ہیں اسی طرح ان سے اس بات کا ملکہ بھی چھین لیا گیا کہ وہ دوست اور دشمن کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔ جس کو شریعت میں فصل الخطاب کہا جاتا ہے۔ شریعت کا چشمۂ شیریں جیاں سے خیار العلماء سیراب ہو کر دنیائے مذہب کے تالاب کی کھیتیوں کو شاداب کیا کرتے تھے بدقسمتی سے اسی چشمہ پر خیار العلماء کے لباس ان ہی کی وضع وقطع میں ایک ایسی جماعت بھی آ بیٹھی جو جاہ طلبی کی شدید حرص اور مال وزر کے بے جا لالچ کے جذبات سے رنگی ہوئی تھی۔ جن کا ظاہر بہت ہی پر فریب اور باطن سخت تاریک تھا۔ ان کی ظاہری وضع وقطع اور نمائشی رعب داب نے ایسا سکہ جمایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے میدان ان کے ہاتھ تھا۔ اس جماعت نے جس کی پیدائش دوسری صدی ہجری معلوم ہوتی ہے خیار العلماء کے خلاف زبردست پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ ان پر حکومت دشمنی کے الزامات لگائے گئے۔ اور طرح طرح کے حیلوں سے حکومت اور پبلک دونوں کو ان سے بدظن کیا۔ امام احمد بن حنبل؟ امام ابو حنیفہؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ جیسے بزرگوں کے لئے بجز گوشہ زنداں کے اور کوئی ملجا و ماویٰ نہ رہا۔

خیار العلماء اور شرار العلماء میں فرق

مسلمانوں کی زندگی کے دو شعبے ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی خیار العلماء کے پیش نظر مسلمانوں کی زندگی کے دونوں حصے رہتے ہیں لیکن علمائے سو کی نظر ہمیشہ ان کے انفرادی حصہ پر لگی رہتی ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے مقاصد کے اسی فرق کی بنا پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھلاک امتی عالم فاجرٌ وعابدٌ جاہلٌ وشرّ الشرّ شرار العلماء وخیر الخیر خیار العلماء۔ جو علماء مسلمانوں کو ان کی اجتماعی زندگی یعنی قومیت سے روشناس نہیں کرتے اور ایک جاہل عابد اور صوفی کی طرح انہیں صرف انفرادی اصلاح کی طرف لگائے رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ علماء اپنے فرائض کو کماحقہ پورا نہیں کرتے اور مسلمانوں کو غلط راستے پر چلا رہے ہیں۔ لیکن چونکہ مسلمانوں میں قومیت کا احساس پیدا کرنے میں کبھی کبھی دنیا کی دوسری اقوام سے ٹکر بھی ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے شرار العلماء نے اس کو چھوڑ کر عافیت کوشی کا راستہ اختیار کر کے اپنی زندگی کا ایک خاص نصب العین مقرر کر لیا ہے۔ جس کا نام "امامت ہے"

"امامت" کے فرائض میں اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں داخل ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل چیزیں اس کے ارکان خمسہ ہیں۔

اوّل۔ مسلمان بچہ کی پیدائش پر اس کے کان میں اذان اور اقامت پڑھنا۔

دوم نکاح پڑھنا۔

سوم میت کو غسل دینا۔

چہارم۔ جنازہ پڑھنا۔

پنجم۔ نماز پنجگانہ کی امامت کرنا

مندرجہ بالا فرائض کو علماء کا وہ گروہ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے عموماً خود سرانجام دیتا ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں کی توجہات اور خدمات نے کسی مولانا کے مرتبے کو بڑھا دیا ہو تو پھر ان کے ایجنٹ اور خلیفے ان فرائض کو انجام دیتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں چونکہ ایک مسلمان کی زندگی اور موت کے لوازم میں سے ہیں اگر حدِ اعتدال کے اندر رہتیں تو "امامت" کوئی معیوب مشغلہ نہ تھا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا شیوہ تھا۔ اور یہ حضرات علماء ان فرائض کی بجا آوری کی وجہ سے تبریک اور شکریہ کے مستحق تھے۔ لیکن اگر آپ ذرا سا غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ "امامت" اب ایک پیشہ بن کر رہ گئی ہے۔ اور آج ایک "امام" کی وقعت "اہل حرفہ" کی وقعت سے زیادہ نہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو امام کی اتنی پروا بھی نہیں کی جاتی جتنی کہ ایک اہل حرفہ کی۔

مثال کے طور پر آپ شادی اور نکاح کو ہی دیکھ لیں کہ اس سنت کے ادا کرنے میں عام مسلمان "حضرت مولانا" کی آنکھوں کے سامنے بیسیوں خلاف شرع امور بدعات کر جاتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ حضرت ایسے بیاہ اور نکاح میں شامل ہونا کیسا؟ تو جواب ملتا ہے کہ ہم ایسی بد رسوم کو دل سے برا جانتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولانا نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ نکاح کی فیس کی وصولی شادی کی روٹیوں کی فراہمی کے بعد ذالک اضعف الایمان کی رعایت ان کے لئے باقی نہیں رہتی۔ اس کے برعکس اگر معمولی اہل حرفہ کی مرضی کے خلاف شادی میں کوئی بات ہو جائے تو وہ ناراض ہو کر گھر چلا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے معزز اس کی خوشامد کرتے اور اس کو مناتے پھرتے ہیں۔ شادی بیاہ میں ایک اور عجیب بات دیکھی گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں تو رواج نہیں۔ لیکن دیہات میں شادی کا راشن تقسیم کرنے کی خدمت بھی حضرت مولانا ہی کے سپرد ہوتی ہے جسے وہ بخوشی قبول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس خدمت کی بجا آوری ان کے دوٹیاں وصول کرنے کے استحقاق کو اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ شہروں میں خدمت حضرت صاحب سے کیوں نہیں لی جاتی۔ بہت غور کے بعد سمجھ میں آیا کہ یا تو شہری لوگ حضرت مولانا کو راشن تقسیم کرنے کا اہل ہی نہیں سمجھتے اور یا ان لوگوں کو مولویوں پر اعتماد ہی نہیں۔

وہم کا ازالہ

یہ چند فرائض ہمارے ان علماء کی زندگی کا نصب العین ہیں۔ جن کے متعلق میں نے کہا ہے کہ ان کی نظر مسلمانوں کی صرف انفرادی زندگی پر ہے اور جو آج آقائے عبد الرزاق ملیح آبادی کی اس آواز پر کہ "علماء سو کو گرا دو" بیخ پا ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ "احرار علماء کی عزت کو تباہ اور برباد کر رہے ہیں۔" "ان کے وقار کو مٹا رہے ہیں" "یہ کر رہے ہیں۔ وہ کر رہے ہیں"

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے علماء کی عزت کو تباہ کرنے اور وقار کو مٹانے سے احرار کو کیا حاصل ہو گا۔ کیا میں آقائے عبد الرزاق ملیح آبادی سے جو اس وقت علمائے سو کے سخت مخالف ہیں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آیا آپ ان علماء کو مٹا کر ان کی جگہ پر وہی فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہیں۔ جو آجکل یہ حضرات انجام دے رہے ہیں میرے خیال میں جناب موصوف جھٹ کہہ دیں گے کہ "نہیں ہرگز نہیں" اگر یہی سوال دیگر احرار سے کیا جائے کہ کیا ان میں سے کوئی اس "عہدہ" کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے تو میرے خیال میں کوئی بھی اس کی حامی نہیں بھریگا۔ جب حالت یہ ہے کہ ان علماء نے اپنے فرائض سے غافل ہو کر امامت جیسے اعلیٰ "مرتبہ" کو اتنا پست اور ذلیل کر دیا ہے کہ کوئی غیرت مند مسلمان اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ تو میں ان حضرات علماء کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ایک بے جا وہم میں مبتلا نہ ہوں۔ احرار میں سے کوئی بزرگ ان کے اس عہدہ پر قبضہ نہیں کرنا چاہتا۔ اگر اس پر کسی نے قبضہ کیا تو آپ کا کوئی بھائی ہی ہو گا۔

غلط فہمی سے بچو

کہیں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر میری اس گذارش کو کسی اسلامی رکن کے استخفاف پر محمول نہ کر لیا جائے۔ اس لئے میں عرض کئے دیتا ہوں کہ آپ "امامت" کے ارکان خمسہ کو پورا کریں۔ لیکن جائز اور ناجائز میں بھی تمیز کریں۔ یہ چیزیں مسلمانوں کی زندگی میں وہی درجہ رکھتی ہیں جو انسانی زندگی کے لئے خوراک کو حاصل ہے۔ لیکن اس زندگی کو اعلیٰ اور ارفع بنانے کے لئے آپ پر ایک اور فرض بھی عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کی صحیح پوزیشن سے بھی آگاہ کریں۔ ان کو بتائیں کہ دنیا میں ان کو کس طرح رہنا چاہئے۔ انہیں بتائیں کہ اس دنیا میں جہاں کروڑوں انسان بستے ہیں ان کا دوست کون ہے اور دشمن کون۔ صرف یہی ایک چیز ہے جس کی آپ میں کمی ہے۔ اور جو ان جیسے مسلمان آپ کو خیار العلماء کے زمرہ سے الگ کر رہے ہیں۔

اسلامی درسگاہیں

"امامت" کے علاوہ ہمارے علمائے کرام کا ایک اور بھی شغل ہے۔ اور وہ اسلامی درسگاہوں کی "امامت" ہے عام حلقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ آقائے عبد الرزاق اسلامی درسگاہوں کی بھی مخالفت کی ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کو بند کر دیا جائے۔ میرے خیال میں آقائے موصوف کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان درسگاہوں کے نصب العین کو بدلا جائے۔ اور اگر ان کی خواہش یہی ہے کہ ان درسگاہوں کو بند کر دیا جائے تو ہمیں اس معاملہ میں ان سے سخت اختلاف ہے۔

کتاب وسنت کی تعلیم کو زندہ رکھنے اور مسلمانوں میں اس کو جاری کرنے کا واحد ذریعہ یہی اسلامی درسگاہیں ہیں۔ اس لئے یہ تو کسی مسلمان کی خواہش نہیں ہو سکتی کہ ان کو بند کر دیا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بعض سمجھدار حضرات ایسی درسگاہوں کی بدعنوانیاں دیکھ کر ان میں اصلاح پیدا کرنے کی غرض سے ایک آدھ اصلی آواز بلند کر دیں۔ جس سے ان درسگاہوں کی مخالفت کی بو آتی ہو۔ لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ وہ ایسی درسگاہوں کو بند کرنا چاہتے ہیں بالکل غلط ہے۔

ہماری تو یہ آرزو ہے کہ اسلامی درسگاہیں عام ہوں اور مسلمان ان کی ترقی میں جی کھول کر حصہ لیں۔ اس لئے کہ ان کو ان کی اشد ضرورت ہے۔ اور اگر وہ آقائے موصوف کی نسبت غلط رائے قائم نہیں کر رہا تو مجھے یقین ہے کہ وہ بھی میری اس آواز سے متفق ہوں گے اور انہیں

عزیزم مرزا داؤد بیگ کی آمد

اور

احباب کا شکریہ

عزیز ڈاکٹر داؤد بیگ کی آمد پر بہت سے احباب نے مجھے مبارکباد کے خطوط لکھے۔ میں صرف بعض کی مہربانی کا شکریہ ادا کر سکا۔ مگر کثرت سے ایسے دوست ہیں کہ میں ان کو جواب نہیں لکھ سکا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ گذشتہ ایام میں میری طبیعت کچھ علیل رہی ہے۔ اس عریضہ کے ذریعہ سے میں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور میں زیادہ تر احباب کی ان دعاؤں کا مشکور ہوں جو کہ انہوں نے عزیز مذکور کی صحت کے لئے کیں۔ جب کہ اس کی زیادہ بیماری کی خبر یہاں موصول ہوئی۔ بالخصوص عید الفطر کے موقعہ پر جملہ جماعت لاہور نے اس کے لئے درد دل سے دعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عید الضحیٰ کے موقعہ پر اس کو ہم نے خیر و عافیت سے اپنے درمیان دیکھا۔ الحمد اللہ ثم الحمد اللہ۔

ذیل میں حضرت امیر قوم کا محبت نامہ اور اپنا عریضہ درج کرتا ہوں تاکہ احباب کو اس خاکسار کی صحت کے لئے اور عزیز مذکور کی کامیابی کے لئے دعاؤں کا موقعہ ملے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ حضرت ابراہیم کی طرح وہ اپنے مخلص بندوں کو جلتی ہوئی آگ سے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عزیز مذکور کو اپنے فضل سے قریباً دس سال کے عرصہ میں اس نار فرنگ سے محفوظ رکھا۔ پچھلے سال سے مجھے بھی دو دفعہ (حدت خون کا دورہ ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے صحت دی۔ میری بائیں آنکھ میں ابھی قدرے کمزوری باقی ہے علاج باقاعدہ کرا رہا ہوں۔ مگر اس مرض میں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ مادہ کس طرف رجوع کرے۔ اس لئے احباب سے درخواست ہے کہ خاکسار کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرماویں۔ اور کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

عزیز موصوف کی آمد پر حضرت امیر نے جو خط مجھے لکھا اس کی نقل حسب ذیل ہے:-

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خط

کوٹھی پیٹر برو ڈلہوزی ۹ مئی ۲۹ء

مکرمی مخدومی اخویم مرزا صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آج آپ کا کارڈ پہنچا۔ کہ عزیز داؤد بیگ کراچی پہنچ گئے۔ اور لاہور آرہے ہیں۔ الحمد اللہ ثم الحمد اللہ۔ اس قدر خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔ میری بیوی بھی مبارکباد عرض کرتی ہیں۔ گذشتہ پانچ سات روز سے مجھے اس بارہ میں بہت تشویش رہی۔ کیونکہ خط یا تار ادھر سے کوئی نہ آیا تھا۔ زیادہ تر خوشی اس لئے بھی ہے کہ آپ کی صحت پر ان پریشانیوں سے بہت بُرا اثر پڑ رہا تھا۔ یوں تو ہر انسان کو ہر وقت آگے چلنے کو تیار رہنا چاہئے۔ لیکن یہ چند آدمی ہیں جن کے کندھوں پر اس وقت خدمت اسلام کا خاص بوجھ ہے اور جس بات سے دل کو تکلیف ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے پیچھے آپ کی جگہ لینے والے اور اس اخلاص والے کم نظر آتے ہیں۔ سو ان لوگوں کے لئے ہر وقت دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں اور ان کی خدمات دین میں برکت دے۔ آپ کی صحت کو بھی گذشتہ چند سال میں نقصان پہنچا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ عزیز داؤد بیگ کی واپسی انشاء اللہ تعالیٰ اس پر اب اچھا اثر پیدا کرے گی مجھے وہ عید کا دن یاد ہے جب آپ کی مستورات میں والدہ داؤد بیگ کی حالت اس غم سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ الحمد للہ کہ دوسری عید کے آنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے اس درد دل کی دعا کو قبول فرمایا جو اس وقت کی گئی تھی۔

مجھے بہت ہی خوشی ہوتی اگر میں بھی اس وقت لاہور ہوتا اور عزیز داؤد بیگ کو گلے لگاتا اور آپ کی اس خوشی میں جسمانی طور پر بھی شامل ہوتا جس میں اب دل سے یقیناً شامل ہوں۔ اگر کچھ بھی پتہ مل جاتا کہ اس قدر جلد وہ آ رہے ہیں تو میں اپنی روانگی کو ملتوی کر دیتا۔

میرا دل اس خوشی میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر اس سے آپ کے بیٹے اور عزیز القدر داؤد کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو [illegible]

راحت ہے۔

والدہ داؤد بیگ کی خدمت میں ہم دونوں کی طرف مبارکباد پہنچا دیں۔

خاکسار محمد علی

میرا جواب

مخدوم و مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ عزیزم داؤد بیگ کی آمد کے متعلق جناب کا تار اور خط موصول ہوا جس کے لئے از حد ممنون و مشکور ہوں۔ جناب کی دلی محبت اور مہربانی اور والدہ محمد احمد صاحبہ کا لطف جو مجھ پر اور میرے متعلقین پر ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی شکریہ بجا لاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی صحبت کے طفیل اس قسم کے با اخلاق اور بامروت احباب مجھے عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک ہمارے سر پر سلامت رکھے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بہت جلدی جناب کے خط کا جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ عزیز کی آمد کی وجہ سے مہمانوں کی کثرت رہی۔ نیز مجھے اس کے ساتھ خانقاہ ڈوگراں اور کلانور اپنے بعض رشتہ داروں کو ملنے کے لئے جانا پڑا۔ کلانور اس لئے بھی جانا ضروری تھا کہ جناب دادی صاحبہ مرحومہ کی وصیت تھی کہ عزیز داؤد بیگ جب لاہور پہنچے تو ان کی قبر پر فاتحہ کے لئے فوراً حاضر ہو۔ چنانچہ وہ والد صاحب والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ کی فاتحہ خوانی کے لئے گیا تھا۔ والد صاحب مرحوم تو اس کی موجودگی میں ہی رحلت فرما گئے تھے۔ مگر والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ اس کی غیر حاضری میں عالم کو سدھاریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پچھلی عید کے موقعہ پر جو حزن عزیز کی مفارقت کی وجہ سے اور اس کی بیماری کی خبر کی وجہ سے خاکسار اور اس کی والدہ کو تھا اس کا ذکر جناب نے اپنے نوازشنامہ میں فرمایا ہے واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی کرم و فضل ہے۔ کہ آج دوسری عید کے موقع پر عزیز ہمارے درمیان موجود ہے۔ اور صحیح و سالم اور خیریت سے ہے۔ یہ محض آپ کی اور دیگر احباب کی خلوص دل کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے ہم سب آپ کے مشکور ہیں۔ یہ عریضہ بھی آج عید کے دن جناب کو لکھوا رہا ہوں۔ میری صحت اللہ کے فضل سے بہتر ہے۔ مگر بائیں آنکھ میں ابھی قدرے تکلیف باقی ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کامل صحت عطا فرما دے۔ اور دین کی خدمت کا موقع دے۔ آمین

یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ عزیز داؤد بیگ کی عادات اور اس کی دینداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ آگے سے زیادہ شرافت اور اس کی طبیعت میں ہے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ولایت میں گیا ہی نہیں۔ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں اور جماعت کے احباب سے اس کا خلق اور محبت بے حد زیادہ ہے۔ خدا کے فضل سے کوئی بد عادت اس کو نہیں لگی کسی خاص غذا کا عادی بھی نہیں۔ یہاں تک کہ سگریٹ بھی نہیں پیتا۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ عزیز کو خدمت دین کی توفیق دے۔ اور نیک بنائے۔

باقی خیر و عافیت ہے۔ اور گھر میں سب کی خدمت میں سلام علیکم والدہ داؤد بیگ کی طرف سے سلام علیکم۔ عزیزان کو دعوات۔ والسلام

خاکسار مرزا یعقوب بیگ

خبریں

— بمبئی ۵ جون۔ چمن سے آنے کے بعد کل پہلی مرتبہ شاہی جماعت موٹروں میں سوار ہو کر شہر کی سیر کو نکلی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سردار عنایت اللہ خاں ۳۰ رفقا کی معیت میں غالباً ۲۲ رجون کو یورپ روانہ ہو جائیں گے ان کے ہمراہیوں میں زیادہ تر ان کے خاندان کے ارکان شامل ہیں۔

— میرٹھ ۵ جون۔ غازی آباد ضلع میرٹھ کے علاقہ میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ مسٹر ابرنسن سپرنٹنڈنٹ پولیس میرٹھ بذریعہ موٹر موقعہ واردات پر پہنچ گئے۔ مسلح پولیس بھی بھیجدی گئی۔ فریقین کے ۶۰ اینٹ پتھر سے مجروح ہو گئے۔ فساد کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمان لڑکے نے اپنے محلہ کے ہندوؤں کو بُرے الفاظ سے یاد کیا تھا۔

— الہ آباد ۵ جون شاہ محمد سلیمان جج عدالت عالیہ الہ آباد کو سر کا خطاب ملنے پر عدالت عالیہ ججوں اور وکلا کی طرف سے متعدد پیغامات مبارکباد موصول ہوئے

— شملہ ۵ جون۔ ہز ایکسیلنسی سر میلکم ہیلی آج یہاں پہنچ گئے ہیں۔

— لندن ۴ رجون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ملک معظم کی رات اچھی طرح گذر گئی۔ وہ چین سے سوئے۔

— جنیوا ۴ جون۔ مزدوروں کے بین الاقوامی دفتر میں ہندوستانی مزدوروں نے مندوب نے مطالبہ کیا کہ بیگار کے طریق کو قطعاً موقوف کر دیا جائے۔

— ۱ رجون ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے :-

۱۲ مئی کو جو اخبارات میں اعلان شائع ہوا تھا کہ پنجاب ایگریکلچرل کالج لائل پور (زراعتی کالج) کے داخلہ کے لئے ایف اے اور ایف ایس سی کی شرط لگادی ہے اس سلسلے میں عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ محکمہ تعلیم کے ساتھ فیصلہ ہونے تک اس کالج کا داخلہ انہیں شرائط پر ہوگا جو ۱۹۲۸ء میں عاید تھیں۔

— لندن ۴ رجون مسٹر بالڈون وزیر اعظم انگلستان نے اپنا اور اپنی وزارت کا استعفا ملک معظم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ کل مسٹر ریمزے میکڈانلڈ رہنمائے حزب العمال کو ونڈسر کیسل میں بلایا گیا جہاں وہ ملک معظم کا شرف باریابی حاصل کریں گے۔ پارلیمنٹ کے افتتاح پر حزب العمال کی حکومت ملک معظم کی شاہی تقریر پیش کرے گی اور مسٹر بالڈون سابق وزیر اعظم مخالف پارٹی کے رہنما بن جائیں گے۔

— معلوم ہوا ہے کہ مسٹر میکڈانلڈ نے اپنے وزرا کی فہرست تیار کر رکھی ہے۔ حزب العمال کا خیال ہے کہ اس کی حکومت کی حکمت عملی ہی ایسی ہوگی کہ لبرل پارٹی کو خواہ مخواہ تائید کرنی پڑے گی۔ لہذا لبرل پارٹی سے مفاہمت کی ضرورت نہیں۔

— رگبی ۵ جون۔ رہنمائے حزب العمال مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے بادشاہ سلامت کو اطلاع دی ہے کہ وہ حزب العمال کی حکومت مرتب کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مسٹر میکڈانلڈ دس بجے اپنے گھر سے ملک معظم کا شرف باریابی حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اگر بادشاہ کی صحت اچھی ہوتی تو انہیں مسٹر بالڈون کے استعفا کے بعد ہی بلا لیا جاتا۔

— عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ حزب العمال جس شاہی تقریر کو تیار کریں گے وہ بہت معقول ہوگی اس میں عالمگیر تخفیف اسلحہ کے مقصد کی امداد اور بے روزگاری کے مسئلہ کے تصفیہ کی خواہش کا اظہار کیا جائے گا۔

— پارلیمنٹ کے افتتاح پر وزیر خزانہ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا وہ مسٹر چرچل کے مسودہ مالیات ہی کو پیش کرے یا نیا مسودہ تیار کرے۔

اس وقت برطانوی پارلیمنٹ میں سیاسی جماعتوں کی تعداد بصورت ذیل ہے :-

حزب العمال	کنزرویٹو	لبرل	دیگر
۲۸۸	۲۵۵	۵۸	۸

— پشاور ۶ جون۔ اس خبر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ سردار علی احمد خان اسیر ہو کے کابل لائے گئے۔ اور بچہ سقہ نے انہیں ارک (محل شاہی) میں قید کر دیا ہے۔ ان پر کیا گذرنے والی ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلیمان خیل علی زئی قندھار پر قبضہ کرنے کے بعد سردار موصوف کو بچہ سقہ کے پاس لے گئے تاکہ انعام حاصل کریں۔ قندھار کے متعلق مختلف قسم کے اندیشے ظاہر کئے جا رہے ہیں۔

— [illegible]

حصص بنک کا منافعہ اور اشاعت اسلام

امداد انجمن کی ایک سہل ترین تجویز

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

ذیل کا خط چودھری فضل الدین صاحب وکیل کا ہے ۔ جو ہماری جماعت کے معزز افراد میں سے ہیں جس صورت میں انہوں نے بنک کے حصے خریدنے کی تجویز کی ہے کہ بنک کے ساتھ یہ معاہدہ ہو کہ ان کے حصص کا سالانہ منافعہ ہماری انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے دیا جائے گا ۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں نظر آتا ۔ جس طرح حضرت مسیح موعود نے بنک میں امانت رکھکر اس کے سود کو اشاعت اسلام پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے ۔ اور اب نوبت سے دیگر علماء نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا ہے ۔ جس اصول پر ہماری طرف سے پہلے زمیندارہ بنکوں میں حصہ لینے کو جائز قرار دیا گیا ہے ۔ جہاں منافعہ تقسیم نہیں ہوتا بلکہ اگر کبھی تقسیم ہوتا ہے ۔ تو خیراتی اغراض پر خرچ ہوتا ہے ۔ اسی اصول پر اس شرط کے ساتھ جو چودھری صاحب نے لکھی ہے ۔ بنک کے سرمایہ میں حصہ لینے میں کوئی ہرج بظاہر معلوم نہیں ہوتا ۔ بلکہ اب جو لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا بیکار پڑا ہے یا اس کا سود بجائے اشاعت اسلام پر خرچ ہونے کے اسلام کی مخالفت پر خرچ ہوتا ہے ۔ وہ مسلمانوں کی قوت کا موجب ہو جائے گا ۔ ہاں اگر کسی ہمارے دوست کے دل میں اس پر کوئی اعتراض ہو تو وہ مجھے اطلاع دیں ۔ میں ایک ماہ تک ایسے اعتراضات کا انتظار کر کے اور اگر کوئی اعتراض پہنچیں تو ان پر غور کر کے پھر اخبار میں اس کے متعلق احباب کو اطلاع دونگا ۔ (محمد علی ۔ از ڈلہوزی)

خط چودھری فضل الدین صاحب وکیل

بخدمت حضرت امیر قوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا کی خدمت میں یہ طویل عریضہ تحریر کرنے کی معافی چاہتا ہوں ۔

بنکوں کا سود اشاعت اسلام کے لئے

جناب کو شاید یاد ہوگا کہ بمقام لاہور میں نے آپ کی خدمت میں اپنی جماعت کے افراد اور عامۃ المسلین کا بنکوں کے ساتھ لین دین کرنے اور منافعہ یا سود لینے دینے کے متعلق عرض کی تھی ۔ جس کی نسبت جناب نے فرمایا تھا کہ مسلمان بنکوں سے سود یا منافعہ لے کر اشاعت اسلام کے لئے صرف کر سکتے ہیں ۔ اس کے بعد

ایک مقامی بنک

نے ایک چٹھی کے ذریعہ سے سکرٹری انجمن سے دریافت کیا تھا کہ ہماری جماعت کا ایک ممبر اپنے حصص بنک کا منافعہ اشاعت اسلام کے لئے آپ کی انجمن کو دینا چاہتا ہے ۔ کیا آپ اسے قبول فرمائیں گے ۔ تو اس کے جواب میں سکرٹری صاحب نے تحریر کیا کہ انجمن ایسے منافعہ کو ہر وقت لینے کے لئے تیار ہے ۔ اس کے بعد اخبار "لائٹ" مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۲۹ء میں بھی بسلسلہ سوال وجواب یہ شائع ہوا کہ ہماری انجمن کی رائے ہے کہ بنک کا سود اشاعت اسلام پر صرف کرنے کے لئے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ اور اسی اخبار نے اغراض اشاعت اسلام کی توضیح سولہ جون ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں بدیں الفاظ کی ہے ۔

All sorts of public and social works fall within its Category

[illegible]

ایک ضروری سکیم

اندریں حالات میری عرضداشت کا مقصد آپ کے سامنے ایک سکیم پیش کرنا ہے ۔ جس سے ہماری انجمن کو مستقل طور پر کافی روپیہ سالانہ ملتا رہے گا ۔ اور ہماری جماعت کے افراد بھی اپنی مالی مشکلات کے دور کرنے میں سہولت پائیں گے ۔ سکیم حسب ذیل ہے :۔

(۱) اگر ہماری جماعت کے افراد بنک کے حصہ دار بنکر بنک کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیں کہ ان کے حصص کا سالانہ منافعہ ہماری انجمن کو ادا کیا جایا کرے ۔ تو انجمن اور حصہ داران کو حسب ذیل فوائد حاصل ہوں گے ۔

(الف) مثال کے طور پر لیجئے کہ ہماری جماعت کے ممبران نے ۵۰۰۰ حصص خرید کئے ۔ اور ان کا منافعہ انجمن کو دینا منظور کر لیا ۔ اب بنک کا منافعہ فی حصہ حسب کاروبار بنک عموماً چھ فیصدی سے لے کر پندرہ فیصدی سالانہ ہوتا ہے ۔ اور ایک حصہ بنک کی قیمت (۱۰۰) یکصد روپیہ ہوتی ہے ۔ اگر منافعہ کی اوسط لی جائے تو نو فیصدی کے حساب سے منافعہ فی حصہ شمار کر لینا بعید از توقع نہیں ہوگا ۔ پس اس شرح منافع سے ہماری انجمن کو مبلغ ۴۵۰۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی بغیر کسی تکلیف کے ہوتی رہے گی ۔ بنک کے حصص ایک مستقل سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ جن کو حصہ داران بنک سے واپس نہیں لے سکتے ۔ البتہ وہ ان کو فروخت یا منتقل کر سکتے ہیں ۔ مگر ایسا انتقال ہمیشہ تابع شرط منافع بحق انجمن ہوگا ۔ علاوہ ازیں ہماری انجمن کے ممبران جو بنک کے ساتھ رکھیں گے اس کا سود بھی اسی مد میں داخل کریں گے مگر حصص سے منافع کی آمدنی ایک زیادہ مستقل حیثیت رکھتی ہے ۔

سود یا منافعہ

اس مرحلہ پر اس امر کی بحث کرنا کہ آیا حصہ داری پر جو روپیہ سالانہ ملتا ہے وہ منافع ہے یا سود ہے سود ہوگی کیونکہ روپے کی کوئی حیثیت بھی قرار دیدی جائے جب اس کا استعمال اغراض اشاعت اسلام پر صرف ہوتا ہے تو کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ۔

حصص خریدنے والوں کو فائدہ

(ب) اس سکیم سے حصص خریدنے والوں کو کیا فائدہ ہوگا ۔

(اول) بنک کے فی حصہ کی قیمت (۱۰۰) سو روپیہ ہے جو باقساط واجب الادا ہوگا ۔ حصہ خرید کر روپیہ ادا کرنے سے حصہ داروں میں کفایت شعاری اور قومی سرمایہ کی اہمیت کا احساس پیدا ہوگا ۔ اور ایسے قومی سرمایہ سے کئی ایک مفید کام جاری ہو کر سینکڑوں غریب مسلمانوں کی روزی کے وسائل بہم ہو جائیں گے ۔

(دوم) افراد جماعت اور عوام میں اشاعت اسلام جیسے پاک مقصد کے لئے منافع کے چند روپوں کی قربانی ان میں ایثار کی سپرٹ کو ترقی دے گی ۔ اور امداد باہمی کے قابل بنائے گی ۔

(سوم) زر حصہ ہمیشہ حصہ دار کی ملکیت ہوگا ۔ جس کی کفالت پر اس کو بوقت ضرورت قرضہ مل سکتا ہے ۔ اگر حصہ دار چاہے تو حصہ فروخت بھی ہو سکتا ہے ۔ غرضکہ حصہ دار کے اصل سرمایہ کو نقصان نہیں پہنچ سکتا ۔

(چہارم) بنک لمیٹڈ ہے ۔ حصہ داروں کی ذمہ داری زر حصہ تک محدود ہے ۔ مثلاً ایک حصہ دار کی ذمہ داری صرف (۱۰۰) سو روپیہ تک ہوگی ۔ بنک فیل ہو جائے ۔ کاروبار بگڑ جائے مگر حصہ دار سے (۱۰۰) سو روپیہ فی حصہ سے زیادہ ہرگز نہ لیا جائے گا ۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بعافیت ہیں ۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت پہلے سے اچھی ہے ۔ تاہم دعاؤں کی ضرورت ہے ۔

— دہلی سے اخویم مکرم شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ دہلی میں مولویوں کی مخالفت جماعت احمدیہ کی ترقی اور دس آدمیوں کی شمولیت کا موجب ہو گئی ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

مراسلات

ماتم حسین رضی اللہ عنہ پر ایک اصفہانی شیعہ مجتہد کا فتویٰ

جواب استفتاء

(حاجی لطف علی ایبک جی تبریزی)

اصل فتویٰ شیخ محمد تقی اصفہانی

درخصوص سوالاتیکہ از حقیر فرمودہ اید آنچہ استنباط از روئے احکام و آیات و احادیث شدہ ذیلاً عرض می شود۔

مقدمۃً لازم است عرض شود کہ مقام مقدس حسین ابن علی بالاتر از آنست کہ بتواں شرح داد۔ اما اول عالم تا امروز کسے بایں درجۂ فداکاری در راہ حق و حقیقت بروز نداد و نیست۔ تا بحال کسے ایں اندازہ استقامت درمقابل زور و باطل یزید سلطان جابر ظالم ایستادگی ننمود و تسلیم بہ باطل نہ شد۔ درمقابل ہیجل ہزار قشون از موجودیت خود و بستگان ہستی خود صرف نظر نمود و سر تسلیم را درمقابل دشمن خم ننمود۔ حفظ دین اسلام را نمود و با یزید شراب خور فاسق بیعت ننمود۔ عملیات حضرتش سرمشق از برائے کلیہ شیعیان است کہ نباید زیر بار ظلم و زور و باطل رفت۔ ولو اینکہ انسان کشتہ شود می فرماید القتل اولیٰ من رکوب العار۔ بیری نہم زمانی بہ ننگ۔ اما راجع بسوالیکہ فرمودہ اید۔

(۱) درخصوص دست بندی و سینہ زدن و قفل و میخ بہ بدن فرو کردن و تیغ بسر زدن و زنجیر زدن این حرکات وحشیانہ تمام برخلاف شریعت اسلام و قرآن و احادیث و عرف است۔ حسین ابن علی بیشتر بواسطہ احیائے دین اسلام از برائے بیعت با یزید حاضر نشد و خود را بدرجۂ شہادت رسانید۔ چگونہ راضی است این نوع وحشی گری کہ نام اورا عزاداری گذاشتہ اند بنمایند۔

اگر قرآن را دقت بنمائیم ہیچ اجازہ حتی سینہ زنی ہم بکسے دادہ نشدہ تا چہ رسد بہ تیغ زدن و زنجیر و قفل وغیرہ۔ خداوند می فرماید ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ در اخبار و احادیث ہم وارد شدہ است کہ در فوت نزدیک ترین اقربا حق ناحق زدن خراش جزئی ہم بصورت ندارد۔ و اگر خراش مختصرے ہم وارد آورد گناہگار و عمل خلاف شرعی را مرتکب شدہ است حتی اجازہ پارہ کردن.... جامہ را ہم ندارد۔ خود حضرت سید الشہدا دراں ساعت آخر وداع با اہلبیت بحضرت زینب می فرماید۔ خواہر جان! اہل زمین و اہل آسمانہا تماماً می میرند غیر از خدا۔ کسے زندہ نخواہد ماند مبادا بعد از مرگ من لطمہ بصورت زنی و صورت را بخراشی۔

ملاحظہ فرمائید! باوادن ایں دستورات چگونہ می شود بایں اعمال وحشیانہ مبادرت نمود نقض فرمائش امام این است کہ ہر کس برخلاف آں رفتار نماید گناہگار و مسئول است۔ ایں حرکات کہ مردم عوام از راہ نادانی مرتکب می شوند لطمہ بزرگی بدین اسلام میزنند و در انظار خارجہ ہا۔ و ہمیں بازیہا و تاسف ہائے جہال را عکس برداشتہ و در اروپا سینما ہائے آنہا را دادہ و دین اسلام را مسخرہ و ملعبہ قرار می دہند۔

در درجۂ اول علمائے واجب است کہ حرمت ایں اعمال را نوشتہ و فتویٰ دادہ بر منابر گوشزد عامہ نمایند و بعد از دولت جدا تقاضائے جلوگیری از ایں حرکات وحشیانہ را بخواہند۔ و لے صد حیف کہ علمائے ما مائل اند کہ ایں مردم خر تر باشند زیرا کہ سواری دادن بہتر حاضر ہستند۔ جہت ندارد آنہا را از خریت بیرون آورد چوں می گوید یک مرید خر بہتر از یک دہ شش دانگی است۔

عموم ملات و صدماتیکہ بمذہب اسلام وارد شدہ باعث آں علما ہستند حرامنا حرام الی یوم القیامۃ وحلالنا حلال الی یوم القیامۃ چگونہ می شود ساز و دہل و رقص و دایرہ خوانی در غیر ایام عاشورہ حرام است و در ماہ محرم حلال! یا از کلام فوق ہیچ چیزے استنباط میشود؟ بچہ مدرک و دلیل دراں ماہ حلال میشود۔ چگونہ ہر گاہ سر یک کسے تراشید چندیں باید قطار کنند و در یں ماہ ایں قدر مردم سرہا را بی شکافند ساکت نشستہ اید۔ دین اسلام را راستی آخوندہا ملعبہ و بازیچہ دکان بہشت و جہنم فروشی خود قرار دادہ اند۔

در ممالک دیگر انجمنہا درست شدہ جہت رأفت و شفقت و ترحم بحیوانات والاغ کہ صاحبان آنہا زیاد آنہا را بار نکنند صدمہ نزنند زنجیر نہ زنند۔ در ایران خرہائے دو پا ہر یکے یک زنجیر ہزار دانہ گرفتہ و متصل بہ پشت و سینہ خود میزنند و زخم می کند آخوندہا کہ خود را حافظ شریعت میدانند نمی گویند مردم خر۔ خرہا ہم زنجیر نباید زد۔ تا چہ رسد بآدم کہ مثل خر بدست خودش زنجیر بہ پشتش بزند بجز کجائے احکام اسلام نوشتہ زنجیر بزنید شمشیر بزنید۔ قفل بزنید جا تو بزنید۔ واللہ! خرہا ہم آدم شدند و ما روز بروز خرتر میشویم تا کسے مخالفت کاری تا کے دکان داری بس است بس است۔ مردم شما خودتان عاقل شوید علما و آخوند ہائے شما ہم بہشت و جہنم فروش شدہ اند۔ گول اینہا را نخورید و علامہ حائری برائے اینہا حلوائے خور و برگ باز خوب تجویز نمودہ۔ (دائرہ)

(۲) درخصوص اربعین گرفتن و پول بزور از مردم گرفتن و پسرآنرا لباس زنانہ پوشانیدن و عرب وغیرہ و شتر و خیمہ و تنور و طشت و زنجیر و منبرہا بدعت در آوردن و اسم اورا عزاداری گذاردن و مردم فقیر و کسبہ بیچارہ را از کار باز داشتن۔ پول گرفتن از مردم فرق بالحق و جزیہ حکام ندارد و خلاف شرع است۔ اصلاً زیارت رفتن و روضہ خوانی واجب نیست کہ دیگر ایں کارہائے بیفائدہ و خوبیہا اسلامی مباح باشند و در ہیچ جائے کتب شرعیہ ابداً یکے از ایں کارہا اجازہ دادہ نشدہ است۔ روضہ خوانی محض احترام و تذکر و فلسفہ شہادت کہ مردم بفہمند کہ نبایست زیر بار زور و ظلم و باطل رفت خوب است۔ نہ اینکہ ہر روضہ خوانے بے سواد بے ہزار مزخرف بر رود بالائے منبر بگوید و اخلاق جامعہ را خراب و فاسد نماید و بازار گریہ را رواج دہد و در زبان خود سازد من بکیٰ او ابکیٰ او تباکا وجبت لہ الجنۃ یعنی اگر ہر کارے و قتل نفسے و گناہے کردہ بیک دانہ اشک یا شکل گریہ کنندہ کہ خود را نمودہ تمام امرزیدہ شدہ و بہشت برین جائے تو است۔ ببینید! ایں کلمات چہ قدر اخلاق جامعہ را خراب و فاسد می نماید۔ خداوند می فرماید من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ سعدی علیہ الرحمۃ در ضمن ہمیں آیہ میگوید ؎

اگر خدائے نباشد بندہ از خوشنود ۔ شفاعت ہمہ پیغمبراں ندارد سود

حالا روضہ خواں میخواہد محض گریہ بازار ش بیک قطرۂ اشک تمام اخلاق مردم را فاسد کند۔

درخصوص پوشانیدن لباس زن بمرد حرام است و بالعکس و مرتکب ایں باید تعیین شود و فراموش نمی کنم در شہر خودمان اصفہان چہل پسر خیلے خوش شکل چہاردہ پانزدہ سالہ را کہ ہنوز نمود آثار مردی بر صورت نداشتند لباس شیک زنانہ پوشاندہ آرائش و تزئین نمودہ بودہ از زدہ سعدان دو جزء نمودہ جزو دستہ بودند۔ یک نفر آخوند صدایش در نیامد کہ ایں فعل حرام است۔ حرکات دیگر

خلاصہ ترجمہ فتوے

حضرات شیعہ کا ایک اخبار "چہرہ نما" مصر سے شائع ہوتا ہے۔ ایک دوست نے اس کا پرچہ مورخہ ۱۰ رذیقعدہ ۱۳۵۵ء مطابق ۲۵ را پریل ۱۹۳۶ء ہمیں تحفۃً دیا ہے تاکہ ماتم امام حسینؓ کے متعلق ان کے ایک عالم متبحر کے فتوے سے ہم آگاہی حاصل کریں۔ اور دوسروں کو اس کے مضمون سے مستفید و مستفیض کریں۔ اصل فتوے درج کرنے کے بعد اس کا خلاصہ ترجمہ درج ذیل ہے۔

سینہ کوبی اور زنجیر زنی وغیرہ تمام حرکات . . . . اور خلاف شریعت ہیں۔ اس . . . . . کا نام یونہی عزاداری رکھ لیا گیا ہے۔ اخبار و احادیث میں وارد ہے کہ نزدیک ترین اقربا کی وفات پر بھی اس قسم کی حرکات نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر تھوڑی سی خراش بھی آجائے تو انسان گناہگار اور خلاف شرع امر کا مرتکب ہوتا ہے۔

خود حضرت سید الشہدا اس آخری ساعت جبکہ آپ اپنے اہلبیت سے وداع ہو رہے تھے حضرت زینب سے فرماتے ہیں۔ "خواہر جان! زمین و آسمان کے تمام رہنے والے مر جائیں گے۔ خدا کے سوا کوئی زندہ نہیں رہے گا" خبردار! میرے بعد منہ پر طمانچہ نہ مارنا اور چہرہ پر کوئی خراش نہ لانا" پس جو شخص ایسے . . . . . اعمال کا ارتکاب کرتا ہے امام کی نص کے خلاف کرتا ہے لہذا وہ گنہگار اور جوابدہ ہے۔ عام لوگ جو نادانی سے ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ گویا دین اسلام پر بڑا طمانچہ رسید کرتے ہیں۔ جہال کی ان حرکات کے عکس لے کر یورپ والے سینما و تماشگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور دین اسلام کو مسخرہ اور ملعبہ قرار دیتے ہیں۔

ان حرکات کے ذمہ دار علما ہیں۔ جنھوں نے دین اسلام کو مذاق اور بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے اور بہشت و جہنم فروشی کی ایک دکان کھول رکھی ہے۔ ان کو غور کرنا چاہئیے کہ جو چیز حرام ہے وہ قیامت تک حرام ہے اور جو حلال ہے قیامت تک حلال ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک چیز سال بھر تو حرام قرار دی جائے مگر ماہ محرم میں اسے حلال کر دیا جائے مثلاً اگر کوئی کسی کے چہرہ و جسم کو زخمی کر دے تو اس پر تاوان واجب ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس محرم میں اس قدر انسانوں کے زخمی ہونے پر علماء ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دوسرے ملکوں میں بے رحمی کے انسداد کے محکمے کھول دیے گئے ہیں تاکہ کوئی گدھوں پر بھی سختی نہ کرے۔ مگر افسوس ایران میں دو پائے . . . . . زنجیر ہزار دانہ سے پشت و سینہ زخمی کر لیتے ہیں۔ مگر حافظ شریعت کہلانے والے نہیں کہتے کہ بھائی زنجیر تو گدھے کو مارنا بھی منع ہے تم . . . . پن چھوڑ دو۔ واللہ جو گدھے تھے آدمی بن گئے اور ہم روز بروز زیادہ گدھے بنتے جاتے ہیں۔ ملاؤ! یہ دکانداری کب تک چلے گی۔ کاش لوگ خود ہی سمجھ جائیں اور خود غرض علماء و اخوندوں کے فریب سے بچیں جنھوں نے بہشت و دوزخ کا ٹھیکہ یونہی لے رکھا ہے۔

مردوں کو عورتوں کا لباس پہنانا واقعات کربلا کی نقلیں اتارنا اور اس طرح غریب لوگوں کو کاروبار سے باز رکھنا وغیرہ خلاف شرع ہے۔ زیارت کو جانا اور روضہ (مرثیہ) خوانی کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ روضہ خوانی صرف اس حد تک جائز ہے کہ فلسفہ شہادت بیان کیا جائے کہ زور و ظلم و باطل سے نہیں دبنا چاہیئے۔ اور بس۔ یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ایک بے . . . ہزار . . . . روضہ خواں منبر پر جائے اور یہ کہکر لوگوں کو رلائے۔ کہ من بکیٰ او ابکیٰ او تباکا وجبت لہ الجنۃ یعنی جو حسینؓ پر) روئے یا رلائے یا رونی صورت بنائے وہ قطعی جنتی ہے" آہ یہ کلمات کس قدر اخلاق عامہ کو خراب کرنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعنی کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔ مگر اپنی دکان کو رونق دینے والا مرثیہ خواں ایک قطرۂ اشک پر اخلاق مردم کو قربان اور فاسد کر دیتا ہے۔ خدا ہمارے مرثیہ خوانوں پر رحم فرمائے۔ کہ انہوں نے کہیں سے جو سن لیا۔ کتاب میں لکھ لیا۔ ہمیں اس کے نوشتے دیکھکر تعجب آتا ہے اور ان روایات کو کوئی سلیم العقل باور نہیں کرسکتا۔ انہی کے حق میں حضرت صادقؓ فرما گئے ہیں۔ "اس طائفہ کا ضرر اور صدمہ ہمارے شیعوں پر لشکر یزید سے بھی زیادہ ہے"۔ میں بڑے تاسف سے یہ اظہار کرنے پر مجبور رہوں کہ ہر انقلاب سے اہل عالم فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ مگر ہم جو ہر سال تین ماہ انقلاب کی شکل دیکھتے ہیں۔ سوائے . . . گری اور اپنا . . . . پن ظاہر کرنے کے اور کوئی کام نہیں کرتے"

اسی اخبار میں ایک اور مضمون درج ہے جس میں لکھا ہے کہ "یورپ کی متمدن اقوام حضرت عیسےٰ کے دین پر ہیں (اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بڑے عذابوں سے مارے گئے) مگر وہ حضرت مسیح اور دوسرے بزرگوں کی شہادت کے دن عزاداری اور نوحہ گری نہیں کرتے۔ اور کبھی اپنے آپ کو حزن و اندوہ کے دریا میں نہیں ڈالتے۔ اور نہ کبھی سر پیٹتے اور چھاتی کوٹتے ہیں۔ اعمال ملت اسلامی شرقی پر عموماً اور مصری پر خصوصاً نظر کرنے سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خلیفہ دوم عمرؓ ابن خطاب خلیفہ سوم عثمانؓ ابن عفان۔ خلیفہ چہارم حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور محمدؓ بن ابی بکر وغیرہ کی شہادت

مراسلات

راولپنڈی میں شاندار اسلامی جلسہ

اور آریوں سے مناظرہ

کچھ دنوں سے راولپنڈی لال کرتی چھاونی آریہ سماج میں ایک شخص جو کسی وقت مسلمان تھا - اور اس کا نام محی الدین تھا - اور اس پر طرہ یہ ہے کہ دیوبند کا تعلیم یافتہ ہے اور اب وہ کچھ عرصہ سے آریہ ہو چکا ہے آیا ہوا ہے - لال کرتی کی سماج میں بھی کچھ دنوں سے اس کا لیکچر کا سلسلہ شروع ہے - اور اسلام جیسے پاک مذہب اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ پر اعتراضوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے -

۴ ستمبر کو لال کرتی کے کچھ معزز دوست میرے پاس آئے تمام واقعات سنائے اور یہ کہا کہ ہم نے تقریباً تمام غیر احمدی لوگوں سے کہا کہ آریہ لوگوں کے گندے اعتراضوں کا جواب دو - لیکن دونوں سے حسب امید صاف جواب مل گیا کہ اس کو اعتراض کرنے دو - اس سے ہمارا کیا بگڑتا ہے انہوں نے کہا کہ ہم مولوی صاحبان سے نا امید ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں - آپ چلیں اور اس کے اعتراضوں کا جواب دیں - ورنہ کئی مسلمان آریہ ہو جائیں گے - میں نے اسی وقت مولوی عصمت اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ وہاں ضرور چلنا چاہیئے - مولوی صاحب نے میری درخواست منظور کی اور رات کو قریباً ۸ بجے ہم آریہ سماج مندر میں پہنچے - قریباً ایک ہزار آدمیوں کا ہجوم تھا - چل وقت مولوی عصمت اللہ صاحب کو دیا گیا - مولوی صاحب نے ویدوں کے منتر پڑھ کر ثابت کیا کہ ویدوں کی تعلیم فطرت انسانی کے خلاف ہے - لہذا وید الہامی نہیں ہیں - آریہ مناظر نے برجستہ جواب دینے کی کوشش کی مگر جواب نہ دے سکا - مسلمان اس کامیابی سے بہت خوش ہوئے اور جلسہ کے اختتام پر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے باہر نکلے -

۵ ستمبر کی شام کو مولوی صاحب کا پھر لیکچر ہوا - جس میں مرتد مذکور کی پچھلی تقریروں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا -

ایک اور شاندار اسلامی جلسہ میں مولوی عصمت اللہ صاحب کی تقریر

مورخہ ۸ ستمبر کو مسلمانان لال کرتی بازار نے مولانا عصمت اللہ صاحب کو دعوت تقریر دی - اگرچہ مولانا مناظرہ اور تقریر کی وجہ سے تھک گئے تھے - آپ کی آواز بھی بیٹھ گئی تھی - اور مزید براں یہ کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی دعوت پر کوہ مری جانے والے تھے - تاہم آپ نے مسلمانان لال کرتی بازار کی درخواست منظور کر لی - اور اپنی تقریر میں آریہ اعتراضات کا قلع قمع کر کے رکھ دیا - مولانا کا ایک ایک فقرہ آریہ دھرم کے لئے ایسا تھا جیسے کسی بوسیدہ عمارت کے انہدام کے لئے قلعہ شکن گولہ - قرآن کریم کی تعلیمات آپ نے اس خوبصورتی سے بیان فرمائیں کہ مسلمانوں کے چہروں پر مسرت مسکرا رہی تھی - یہاں کے بعض مولویوں نے ہماری اسلامی سرگرمیوں کو حاسدانہ نظر سے دیکھا اور عام مسلمانوں کو شرکت جلسہ سے روکنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے جب عامۃ المسلمین نے مولانا کو پھر ایک تقریر کی دعوت دی تو بعض حاسدین نے پولیس کو یہ اطلاع دی کہ اس تقریر کو اگر بند نہ کرایا گیا تو فساد کا اندیشہ ہے - حکام پولیس نے تحقیقات کی اور تقریر پر کوئی بندش عائد نہ کی - یہاں اکبر الہ آبادی کا یہ شعر صادق آتا ہے

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مجمع بہت کافی تھا - تمام مسلمانوں نے نہایت دلچسپی سے مولانا کی تقریر سنی - مولانا نے دوران تقریر میں ویدوں اور انجیل کی تعلیم پر بھی خوب روشنی ڈالی رات کے ایک بجے تک یہ تقریر جاری رہا - مولانا نے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی بھی تلقین کی اور فرمایا کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا نہایت بری بات ہے -

جلسہ دعا پر ختم ہوا - اور مسلمانان لال کرتی بازار نے مولانا کا دلی شکریہ ادا کیا -

خاکسار

فضل کریم ٹھیکیدار پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

خبریں

—— شملہ ۱۱ ستمبر - اطلاع ملی ہے کہ گردیز ۵ ستمبر تک بچہ سقہ کے جرنیل محمد صادق کے قبضہ میں تھا - اس نے بالا دہبہ پر زبردست مورچہ قائم کر رکھا ہے - جو گردیز سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے - جرنیل نادر خاں کا صدر مقام شیش ناک ہے -

—— اطلاع ملی ہے کہ بچہ سقہ پر ایک اور قاتلانہ حملہ ہوا -

—— اوٹاوا ۱۰ ستمبر - نیلسن واقع کولمبیا میں حکومت دامریکہ نے جو جبری تعلیم کے متعلق قوانین جاری کئے تھے - ان کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے جماعت دو ابنائے حریت ، نے ننگے ہو کر مظاہرہ کیا - جس کی پاداش میں ۱۴۰ مظاہرین کو چھ چھ ماہ کی سزائے قید با مشقت دی گئی - نیلسن اور کساک کے باشندوں نے جمہوریہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت سے استدعا کی ہے کہ وہ اس جماعت کے ان رہنماؤں کو ملک بدر کر دے جنہوں نے قانون کنسٹڈا کی خلاف ورزی کی تھی - اور اب وہ ریاستہائے جمہوریہ کی حدود میں چلے گئے ہیں -

—— اطلاع ملی ہے کہ آج کل شاہ امان اللہ خاں اپنی سوانح حیات مرتب فرما رہے ہیں - اور انگلستان کی ایک کمپنی نے شاہ غازی سے وعدہ کیا ہے - کہ وہ اس کتاب کو شائع کرے گی اور اس سے جو آمدنی ہوگی اس کا نصف حصہ شاہ غازی کی خدمت میں پیش کرے گی -

—— موگیڈشن ۱۰ ستمبر - ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ آج سوویٹ کے ہوائی جہازوں نے منچوریا کے شہر لوگرانیڈشینا پر بم گرا کر اس کا ریلوے سٹیشن - تار گھر - اور ریڈیو سٹیشن تباہ کر دیا - چالیس سپاہی اور بیس ریلوے کے ملازم ہلاک و مجروح ہوئے -

—— رنگون ۱۱ ستمبر - فلسطین کی صورت حالات رو بہ اصلاح ہے اور جب تک کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوتا - کوئی سرکاری اطلاع شائع نہیں کی جائے گی -

آج دو جنگی طیارے قبرص کو روانہ ہونگے -

—— پشاور ۱۲ ستمبر - یہاں یہ اطلاع برابر موصول ہو رہی ہیں کہ کابل میں ابھی تک یہ پتہ کیا جا رہا ہے - کہ سپہ سالار غازی جنرل نادر خاں کو برطانیہ کی طرف سے امداد مل رہی ہے - حال میں کابل کے سرکاری اخبار "حبیب الاسلام" میں اس مضمون کا ایک بیان شائع ہوا ہے - لیکن مقالہ مدیریہ میں اس بیان کی تردید کر دی گئی ہے -

—— سید اسمعیل غزنوی کو وزیر امور خارجہ دولت نجد و حجاز کی طرف سے آج حسب ذیل بحری پیغام موصول ہوا ہے -

یہ افواہ کہ سلطان ابن سعود کی حکومت کا رویہ فلسطین کے مسلمان عربوں کے خلاف ہے - سراسر مضحکہ خیز ہے - اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ فلسطین اور حجاز دو جداگانہ خود مختار ممالک ہیں - یہ امر ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان فلسطین کے مسلمان عربوں کے ساتھ ان کی موجودہ مشکلات میں پوری پوری ہمدردی رکھتے ہیں -

—— لاہور ۱۲ ستمبر - سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی پشاور سے رقمطراز ہے -

معلوم ہوا ہے کہ جو افریدی جرنیل ہاشم خاں کی امداد کے لئے جلال آباد گئے تھے - اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے ہیں - بیان کیا جاتا ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی نے جو مہمندوں کے ملائے اعظم ہیں کابل پر حملہ کرنے کے لئے مہمندوں کا ایک لشکر جرار تیار کیا ہے - ملائے چکنور حاجی صاحب کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے -

—— سول اینڈ ملٹری گزٹ رقمطراز ہے -

اخبار ورریم (ملعبا ریہ ٹائمز) میں اس کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ کی طرف سے ایک اطلاع شائع ہوئی ہے کہ ٹراٹسکی نے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا - "روسی گو یعنی روس کی خفیہ پولیس نے پوشیدہ طور پر میری موت کا فتویٰ صادر کیا ہے اور وہ مجھے روس میں واپس آنے کی ترغیب دینے کے لئے جد و جہد میں مصروف ہیں - ٹراٹسکی نے کہا میں نے اپنی ترک ختم کر دی ہے اس سے لرزہ خیز انکشافات ہونگے"

—— پشاور ۱۰ ستمبر - جرنیل نادر خاں نے مجاہدین کی بھرتی کا دفتر کھول دیا ہے جس کا صدر مقام علی خیل ہے - ہر ایک رنگروٹ کو ۲۰ روپے کابلی ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے -

—— مجل گاؤں میں احمد زئی منگل سلیمان خیل اور طوطا خیل قبائل کا ایک زبردست جرگہ ہوا جس میں احمد زیوں اور طوطا خیلوں نے جرنیل نادر خاں کی حمایت کا اعلان کیا -

—— مہاراجہ پٹیالہ نے لاہور کے چڑیا گھر کو افریقہ کے تین شیر ببر اور بنگال کا ایک شیر بطور ہدیہ عطا کئے ہیں -

—— امرتسر ۱۱ ستمبر - ہندو نوجوانوں کی کانفرنس کا اجلاس ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ ستمبر کو امرتسر میں اجلاس منعقد ہوگا -

—— شملہ ۱۰ ستمبر - مسجد خانا ماں لوئر بازار میں خواتین کا ایک جلسہ لیڈی شفیع کی زیر صدارت منعقد ہوا - جس میں عورتوں کے حقوق میراث کے متعلق متعدد تقریریں ہوئیں - جلسہ میں امتیاز بیگم صاحبہ نے صدر جلسہ لیڈی شفیع کے لباس پر اعتراض کیا - اور کہا کہ یہ کیا بیہودگی ہے کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ کہنیوں تک اور دوسرا گلے سے نیچے تک برہنہ ہے - کلام پاک میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ایسا لباس پہنا جائے لیڈی صاحبہ کوئی جواب نہ دے سکیں -

—— بغداد ۱۱ ستمبر - سر گلبرٹ کلیٹن عراق کے ہائی کمشنر پولو کھیلنے کے بعد گر پڑے اور آج شب صرف ایک گھنٹہ کے بعد مر گئے -

—— جرنیل محمد نادر خاں نے مولانا ظفر علی خاں کے نام حسب ذیل خط روانہ کیا ہے - اصل خط فارسی زبان میں ہے ہم صرف اس کا اردو ترجمہ درج کرتے ہیں :-

برادر عزیز مولانا ظفر علی خاں -

ملت افغانستان اور حکومت اعلیحضرت امان اللہ خاں کے درمیان جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی - وہ آج تک باقی ہے - اس غلط فہمی نے افغانستان کی مادی اور معنوی قوتوں کو فنا کر دیا ہے - اور اب یہ حالت ہے کہ جسم افغانستان میں صرف آخری سانس باقی ہے اور اگر انقلاب کی یہ بلائے عظیم جلد دور نہ ہوئی اور کابل کو بچہ سقہ اور اس کے قزاک ساتھیوں سے جلد نجات حاصل نہ ہوئی تو افغانستان بالکل فنا ہو جائے گا اور باشندگان ہند کی اقتصادی حالت کو سخت صدمہ پہنچے گا - اور تمام دنیائے اسلام کو سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا میں محض انقلاب افغانستان کی اس خوفناک آتش زدگی کے لئے فداکاری کر رہا ہوں - اور میں چوروں کی اس جماعت سے اپنے وطن عزیز کو نجات دلانے کے لئے ساعی و کوشاں ہوں - میری آنکھیں ہندوستانی مہربانوں اور مخلص دوستوں کی طرف لگی ہوئی ہیں چنانچہ میں قبل ازیں جریدہ "الاصلاح" کے ذریعے اپنے ہندوستانی ہمدرد مسلم بھائیوں سے مالی امداد کے لئے درخواست کر چکا ہوں - آپ کا شمار ان لوگوں میں ہے - جو افغانستان اور ایشیا کی ترقی کے خواہاں ہیں - آپ روشن خیال - ترقی پسند اور ہمدرد بنی نوع انسان ہیں - لہذا مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس ہمسایہ سلطنت کی ضرور امداد کریں گے - اس طرح آپ ایشیا میں امن و امان قائم کرنے تجارت کو فروغ دینے اور اس کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنانے میں مدد و معاون ہوں گے - نیز افغانستان کے استقلال کی حفاظت کریں گے جو تمام ایشیا کے لئے عموماً اور ہندوستان کے لئے خصوصاً فائدہ مند ہے - آپ پر اس مسئلہ کی اہمیت ضرور واضح ہو گئی ہو گی لہذا آپ مالی امداد اور ہمدردی سے دریغ ہرگز نہ فرمائیں گے اس طرح باشندگان افغانستان کو جو آپ کے ہمسائے ہیں - ممنون احسان بنائیں - اور ثواب دارین حاصل کریں -

—— کرنیل نواب خان - کرنیل بیت خان اور ایک مشہور ہندی مہاجر وزیرستان میں جرنیل نادر خاں کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں - اور مجاہدین کے لشکر خوست کی طرف روانہ ہو رہے ہیں بالفعل خوست کے ساتھ فی الحال مصالحانہ گفت و شنید ہو رہی ہے کہ وہ وزیریوں اور مسعودیوں کے اس لشکر کو اپنے علاقہ میں سے گزرنے کی اجازت دیدے -

—— ملک موسیٰ خاں غازی مسعودوں کا ایک اور لشکر تیار کرنے میں مصروف ہے -

—— بچہ سقہ نے حکم دیا ہے کہ آئندہ گروہ دامنیوں کو حبیب زئی کہا جائے -

اقتباسات

موت کی قابلیت اور سوراج

مسٹر جتندر ناتھ داس کی قربانی پر بحث کرتے ہوئے سرونٹس آف دی پیپل سوسائٹی کے صدر مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن نے کہا ہے کہ نہایت بہادری اور خوشی کے ساتھ ایک ایک مرکر جتندر ناتھ نے موت کے تمام خطرات کو دور کرکے سوراج کو قریب تر کردیا ہے۔ موت کے لئے ہماری تیاری سوراج کے لئے قابلیت کا ثبوت ہوگی۔

مسٹر داس نے ایک اصول کے لئے مقاطعہ جوعی شروع کیا تھا۔ اگرچہ حصول مقصد کا یہ طریقہ مستحسن نہیں ہے۔ لیکن اس کے حق میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسٹر داس نے اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑی قربانی کی۔ لیکن بعد میں اس مقاطعہ کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اور مسٹر داس نے خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔ بہرکیف خودکشی کی وبا کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور نوجوانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ خودکشی موت کی قابلیت نہیں ہے۔ اور اس قسم کی قابلیت سوراج کو قریب تر نہیں لاسکتی اس کے لئے صحیح قسم کی قربانی کی قابلیت درکار ہے۔ اگر ہندوستانی استدر قربانی کریں کہ عدالتوں میں مقدمے لیجانے سے باز آجائیں۔ اور آپس ہی میں تصفیہ کریں۔ تو اس طرح ملک کا کروڑوں روپیہ بچ سکتا ہے۔ جس کو اقتصادی صنعتی اور زراعتی ترقی میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اس ایک بات کا گورنمنٹ پر ہزار مقاطعوں سے زیادہ اثر پڑ سکتا ہے۔ لیکن ان باتوں کی طرف کس کو خیال ہے۔ (مسلم راجپوت)

طلبِ حقوق کے ساتھ قوم پرستی ختم

یہ کیا لطف کی بات ہے کہ جو مسلم لیڈر مسلمانوں کے حقوق کا کم از کم نام لیتے ہیں ان کو ہندو دنیا میں "قوم پرست" کہا جاتا ہے۔ لیکن جونہی کہ انہوں نے ان حقوق کا نام لیا۔ ان کی قوم پرستی کافور ہوگئی۔ اور وہ بڑے پُرے "فرقہ پرست" رہ گئے۔ یہی حال مولینا ظفر علیخاں کا ہوا ہے۔ انہوں نے لاہور اور ہوشیارپور میں اسلامی حقوق کے تحفظ کے لئے کچھ آواز اٹھائی جس پر "ملاپ" بول اٹھا۔

"پنجاب میں آجاکر مسلمانوں میں سے کسی نہ کسی طریقہ سے مولینا ظفر علیخاں قوم پرست بنے ہوئے تھے۔ اور وہ کانگریس کی آواز میں آواز ملاتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مولینا صاحب اب آہستہ آہستہ کھسک رہے ہیں۔ ہوشیارپور اور لاہور کے دو جلسوں میں کانگرس کے پلیٹ فارم پر مسلم اکثریت کا رونا روکر مولینا ظفر علی خاں نے ثابت کردیا کہ چاہے کچھ ہو مسلمانوں کے دماغ سے فرقہ پرستی کا بھوت نہیں نکل سکتا۔ مولینا سے ہم لوگ زیادہ اونچے خیالات کی امید رکھتے ہیں۔ اور انہیں باقی مسلمانوں سے زیادہ آزاد خیال تصور کرتے ہیں لیکن افسوس معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولینا بھی دغا دینا چاہتے ہیں"

اس پر معزز معاصر "زمیندار" لکھتا ہے:۔

"ہم حیران ہیں کہ جن خیالات کا اظہار ان سطور میں کیا گیا ہے انہیں کس چیز سے تعبیر کریں۔ کیا کسی جماعت کے جائز حقوق کا ذکر کرنا بھی ایک جرم ہے؟ اگر حقوق کا مطالبہ فرقہ پرستی ہے۔ تو پھر کیا فرمائیں گے مہاشے خورسند کانگریس کے حق میں جو اپنے آپ کو تمام جماعتوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ظاہر کرتی ہے۔ کیا فتویٰ صادر کریں گے نہرو رپورٹ کے حق میں جس میں تمام اقوام کے حقوق کی تعیین کی کوشش کی گئی ہے؟" (مسلم راجپوت)

نومسلم خاتون اور عدالت عالیہ کا فیصلہ

ایک گریجویٹ ہندو خاتون پرم کماری سنہا ہندو دھرم سے بیزار ہوکر مشرف باسلام ہوگئی اور ساتھ ہی اس نے اپنے خاوند کو دعوت دی۔ لیکن جب اس نے اسکی دعوت کو رد کردیا تو مجبوراً اس نے اپنی شادی فسخ کئے جانے کی درخواست دی۔ عدالت عالیہ کو جب اطمینان ہوگیا کہ اس لڑکی نے اسلام کی صداقت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا ہے تو اس نے اسلامی قانون کی رو سے شادی کو فسخ قرار دیدیا۔

تو عدالت عالیہ کلکتہ میں اپنی نوعیت کا یہ دوسرا فیصلہ ہے لیکن اس لحاظ سے اسے اہمیت حاصل ہے کہ اب تک عدالتیں اس قسم کے مقدمات میں عموماً ہندو لا کو پیش نظر رکھا کرتی تھیں اور ہندو لا میں طلاق کوئی چیز نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا ظلم تھا جب ایک عورت حق و صداقت کی تلاش میں کامیاب ہوکر اسلام قبول کرلے تو اسے محض تلاش صداقت کے جرم میں مبتلائے مصائب رکھنا کوئی مناسب و منصفانہ فعل نہیں تھا۔ ایسی صورت میں اسے حق پہنچتا تھا کہ وہ اسلامی قانون کے آغوش میں پناہ لے اور اپنے اعتقاد کے مطابق فیصلہ کرائے۔ اور غیر مسلم خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ کی جائے۔ مسٹر جسٹس منیکر جی اس باب میں قابل شکریہ ہیں کہ انہوں نے پورے انصاف سے کام لیا اور ایک خاتون کو اس کا جائز حق دلانے میں تامل نہ کیا ہم اس سعید خاتون کو بھی مبارکباد دیتے ہیں نہ صرف اس لئے کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی بلکہ اس کے فیصلہ سے دیگر مسلمان ہونے والی خواتین کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔

ایک مسیحی خاتون

اسلام ایک دین فطرت ہے اور اس میں جملہ انسانی اور فطرتی مقتضیات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سلیم الطبع انسان ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر مختلف مذاہب کے احکام اور سہولتوں پر نظر ڈالے اور اس کے منہ سے بیساختہ اسلام کی تعریف کے الفاظ نہ نکلنے لگیں۔ اس لئے کہ انفرادی اور قومی حقوق کا سب سے بڑا ضامن اسلام ہی ہے۔

حال ہی میں ایک کروڑپتی مسیحی لڑکی کا انتقال ہوا ہے جو مسیحی آئین و اوامر کے مطابق باپ کی جائداد سے محروم رکھی گئی تھی اور مصیبت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور رہتی۔ مرتے وقت اس خاتون کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:۔

"کاش میں مسلمان ہوتی تو آج اس طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرتی۔ کیونکہ اس حالت میں اپنے باپ کی جائداد میں حصہ دار ہوتی"

یہ الفاظ ایک مسیحی خاتون کے ہیں جسے اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن آخری وقت پر زمانہ نے اسے محسوس کرادیا کہ یہ مذہب اسلام ہی ہے جس میں ہر مرد و زن اور ہر کہ ومہ کے حقوق کا پورا خیال رکھا گیا ہے وہ یہی مذہب ہے جس کی برتری کا اعتراف بڑے بڑے معاند بھی کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں (منادی)

(بقیہ صفحہ اول)

سبب ایک مخلص ہندوستانی مسلمان نوجوان تھا۔ اپنے مختصر علم کی بنا پر میں اس وقت تک ۲۵ آدمیوں کو مسلمان بنا چکا ہوں۔ اب چونکہ میرے آپ کے تعلقات قائم ہوچکے ہیں اس لئے آپ اس نیک کام میں میری بہت مدد کرسکتے ہیں۔ میں نے تین قرآنوں کے لئے قیمت بھیجدی ہے جو عنقریب پہنچنے والے ہیں۔ چند دنوں کے بعد مزید منگواؤں گا۔ مہربانی کرکے نماز کی ۲۵ کاپیاں بھیجدیں۔ اخبار لائٹ نہایت مفید اخبار ہے اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال رہا تو دنیا سنیگی کہ متحدہ امریکہ میں ایک آگ لگجائے گی اور لوگ اسلام کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ میں نے اپنی زندگی اس ملک میں اشاعت اسلام کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کے لٹریچر نے ہماری آنکھیں کھولدی ہیں۔ ہم اتنے عرصے خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ ہمارا یقین ہے حضرت نبی کریم کی روح اس ملک میں کام کررہی ہے۔ میں انشاءاللہ اپنے اعمال سے آپ پر اپنا اخلاص ثابت کردوں گا۔

وسطی افریقہ

اسلامی لٹریچر کا اثر یورپین لوگوں میں برادر اندری بلجیم کانگو سے لکھتے ہیں:۔ آپ کا اخبار و لٹریچر ہم لوگوں میں ایک نئی زندگی پیدا کررہا ہے۔ میں مشکور ہوں گا اگر آپ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ معہ دوسرے لٹریچر کے بلجیم کے بنک کی معرفت مجھے بھیجدیں۔ یورپین لوگ خصوصاً آپ کے لٹریچر سے اثر پذیر ہورہے ہیں۔

جنوبی امریکہ

آریہ پرچارک کے مقابلہ میں اسلامی لٹریچر کا اثر مسٹر اے ایچ۔ سوہن صاحب برٹش گائنا سے لکھتے ہیں کہ آپ کا لٹریچر ایک

(بقیہ صفحہ ۳)

بندہ کو خود سکھایا ہے۔ لیکن اللہ نے جو علیم و حکیم ہے اتنے پر ہی بس نہیں کیا بلکہ شروع میں ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر انسان کو امر کے رنگ میں حکم بھی دیا ہے کہ اے انسان تو اس دعا کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ پڑھ تاکہ جس سے آپ کا سارا اعتراض بھاڑ منثورا ہوجاتا ہے کیونکہ درحقیقت انسان کو پہلے جناب الٰہی نے مخاطب کیا ہے اور پھر اس سے یہ دعا پڑھوائی ہے گویا پڑھتا انسان رہا ہے اور پڑھا اللہ تعالیٰ رہا ہے۔

بسم اللہ میں فعل محذوف

یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ سورہ فاتحہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع ہوتی ہے جس کے لفظی معنے ہیں" ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے" میں یہاں بسم اللہ کی تفسیر نہیں کررہا ہوں بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس آیت میں کوئی فعل نہیں آخر کوئی فعل محذوف ماننا پڑے گا۔ وہ کیا فعل محذوف ہے۔ اسے خود قرآن نے ہی بتادیا ہے۔ سب سے پہلی قرآنی وحی جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ "اقرا باسم ربك الذی خلق" جس کے معنی ہیں" تو پڑھ ساتھ نام اپنے رب کے جس نے تجھے پیدا کیا" گویا انسان کو جب قرآن پڑھانا شروع کیا تو اس کو حکم دیا کہ "تو اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھ" بس اب قرآن میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے سورت کو شروع کریگا۔ وہاں اِقرا محذوف ماننا پڑیگا اور ماسکے معنیٰ ہمیشہ ہوں گے" تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے" اسی طرح سورہ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" فرماکر انسان کو حکم دیا کہ ہم تیرے معلم بنکر تجھے کچھ پڑھانے لگے ہیں۔ پس اے انسان تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے پھر جو کچھ پڑھانا تھا یعنی دعا فاتحہ وہ کمال شفقت و رحمت سے انسان کو خود پڑھایا اور تعلیم دی۔ گویا صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا بندہ معلم اور متعلم بنے ہوتے ہیں۔ ایک پڑھا رہا ہے دوسرا پڑھ رہا ہے۔

فصاحت کلام

یہاں ایک لطیفہ اور بھی قابل توجہ ہے وہ یہ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آیت میں اِقرا کے لفظ کو محذوف کرنے میں جناب الٰہی کے مدنظر صرف فصاحت ہی نہیں بلکہ اپنی کمال عنایت سے یہ بھی منظور خاطر تھا کہ انسان اس اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ آیت سے دعا کے رنگ میں بھی نفع اٹھائے اگر اِقرا کا لفظ محذوف نہ ہوتا تو اول تو یہ فقرہ بھدا ہو جاتا جو فصاحت کلام کے خلاف ہے اور دوم اس کے معنی صرف ایک ہی پہلو پر محدود ہوجاتے۔ یعنی ہمیشہ یہی معنے ہوتے کہ تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ مگر پھر پڑھنے والا انسان جب پڑھتا تو اس کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بے معنی ہوتا کیونکہ وہ آگے کسکو کہتا کہ تو پڑھ۔ وہ تو خود پڑھ رہا ہے۔ پس اِقرا کا لفظ محذوف کرکے اس میں یہ خوبی پیدا کردی کہ وحی کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ جب انسان کو قرآن پڑھاتا ہے تو اسکے معنے ہوتے ہیں کہ تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے۔ لیکن پڑھنے کے وقت انسان جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اِقرا کی تعمیل ارشاد میں اَقرَاُ کا فعل محذوف مانکر مفہوم یوں لیتا ہے کہ" میں پڑھتا ہوں ساتھ نام اللہ کے" گویا آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں معلم اور متعلم دونوں اپنی اپنی جگہ اپنے حسب منشا مفہوم کو لیتے ہیں معلم جب پڑھاتا ہے تو اِقرا محذوف ہوتا ہے وہ کہتا ہے تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے اور معلم کے حکم کی تعمیل میں جب متعلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اس کا اپنا پڑھنے کا فعل اسی آیت میں بجائے اِقرا کے اَقرَاُ کو محذوف کرکے یوں مفہوم پیدا کرتا ہے کہ میں پڑھتا ہوں ساتھ نام اللہ کے" پس جہاں وحی نزول کے وقت اس آیت میں پڑھنے کے لئے ہے وہاں پڑھنے والے کے لئے اسی آیت میں پڑھتے وقت جناب الٰہی سے استعانت اور مدد کی دعا ہے اور یہ خوبی اقرا کے فعل کو محذوف کرنے سے حاصل ہوئی۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دوسرے کالم کا بقیہ

ہم دوست نے دکھلایا۔ یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ کا لٹریچر بڑا مفید کام کررہا ہے۔ ایک آریہ پرچارک یہاں آیا ہوا ہے جس کے مقابلہ پر آپ کی کتابیں نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ آپ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا اثر دنیا میں پھیلاتے جائیں۔ کیونکہ سوائے آپ کے خیالات کے دنیا کسی اور خیال کو کبھی قبول نہیں کرسکتی۔

میاں صاحب کے ایک مرید کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ پس تمام ساکنان عالم کی نظر اس وقت میاں محمود احمد صاحب کی طرف لگی ہوئی ہے کہ آیا وہ اس وقت اپنے اصول کے مطابق اس مدعی نبوت کے متعلق تحقیقات اور استغنا سے کام لیتے ہیں یا ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ محض اس لئے کہ وہ خلیفہ نہیں ہے۔ اس کے دعویٰ کو ناقابل توجہ سمجھا جاتا ہے۔

جھوٹی نبوت کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے

جناب میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ یہ ان کے اپنے ہاتھوں کے [illegible] ہوئے ہیں۔ ان کی نبوت کے اجراء کے عقیدہ سے پہلے کسی احمدی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ احمدی جماعت میں بہتیرے ملہم تھے اور میں خود جانتا ہوں کہ ان میں سے بعض کو الہام بھی کثرت سے ہوتے تھے اور انہیں نبی کے خطاب سے بھی الہام میں مخاطب کیا جاتا تھا لیکن ختم نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے انہیں نبی کے لفظ کی تاویل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا اور اس طرح بہتوں کے ایمان اپنی جگہ پر محفوظ تھے مولوی یار محمد وکیل یوسف لا خود بنے مگر نبی نہ بن سکے۔ عبداللہ تیماپوری نے بھی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا مگر [illegible] قدرت ثانیہ کی مظہر بھی اپنے زیادہ کچھ کہہ نہ سکے۔ نبوت کے دعوے [illegible] میاں صاحب نے نبوت کے اجراء کا عقیدہ جاری کیا نبوت [illegible] کا بند ٹوٹ گیا۔ [illegible] اس عقیدہ [illegible] والوں کو [illegible] دینے کا موقعہ مل گیا۔ اور بہت سے [illegible] عقل اور [illegible] اس [illegible] کے سیلاب میں بہ گئے جن کی اس گمراہی کا ذمہ دار سوائے [illegible] کون قرار دیا جا سکتا ہے جس نے اس عقیدہ کو رواج دیا اور [illegible] افسوس ہے کہ [illegible] کہ وہ خود جناب میاں صاحب کی [illegible]

(بقیہ صفحہ اول)

کیش کیش دنیا کا ایک قدیم ترین شہر ہے۔ اب سے تقریباً چھ ہزار سال قبل یہ شہر سمری خاندان کا دارالخلافہ اور سامریوں کی تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ اس کے کھنڈروں میں ایک محکم قلعے کے آثار اب تک موجود ہیں جو حضرت مسیح سے تین ہزار سال پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔

بغداد عربوں کی تہذیب و تمدن کا مظہر، مسلمانوں کے عروج کی یادگار، علوم و فنون کا گہوارہ "الف لیلہ" کی اس سرزمین کو جو کبھی [illegible] کہا جاتا ہے۔ خلیفہ منصور نے [illegible] یہ شہر بسایا۔ اور اس کے جانشینوں نے اسے دنیا کی جادو کی بنا [illegible] عباسیہ کے اس عالی وقار دار السلطنت کا اندازہ دریا کے کنارے [illegible] لگا سکتے۔ بغداد ذرا قریب سے دیکھنے کی چیز ہے۔ جہاں تنگ گلیوں میں کاسۂ فلک سے [illegible] گنبد اور سربفلک مینار نظر آتے ہیں۔ جہاں اکثر مکانوں [illegible] صحن میں نارنگی کے پودوں کی مشام نواز خوشبو ہر سیاح کو اپنی مشرقی لطافت سے بہرہ اندوز کرتی ہے۔ جہاں فواروں کی ترنم ریزی میں ہارون و مامون کی مجلسوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

بغداد پر مصائب و آلام کے بیسیوں دور گزر چکے۔ [illegible] وبا، قحط، آتشزدگی ہر ایک نے اسے تاکا۔ مگر ان تمام خونریزیوں کے باوجود بغداد پہلے کی طرح اب بھی عروس البلاد ہے۔ اور اب بھی اس کو ایشیا کے سب سے بڑے شہر کی حیثیت حاصل ہے۔

سارا شہر اور آس پاس قدیم یادگاروں سے بھرا ہوا ہے۔ مرجان مسجد، مستنصر باللہ کا خوبصورت محل۔ سوق الغزل کا مینار، حضرت عبدالقادر گیلانی کا قبہ۔ ہارون رشید کی بیگم زبیدہ کا پراسرار مقبرہ وہاں کا مسقف بازار وغیرہ ایسے مناظر ہیں جن کو دیکھ کر سیاح مسحور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کی ایک رات میں پاتا ہے۔

سطیسفان - یہ شہر آج سے [illegible] سو سال قبل تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے عالیشان محلوں کا اگرچہ اب کوئی نشان نہیں ہے مگر ایک عظیم الشان محراب اور ایک حیرت انگیز مرمریں چھت اب تک موجود ہے۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے اور اس کے بالمقابل دوسرے کنارے پر بابل والوں کی آخری یادگار شہر سیلفشیا واقع ہے جس کو سکندر اعظم کے ایک جرنیل سیلکس نے آباد کیا تھا۔

کاظمین شریفین یہاں دو مشہور و معروف مقبرے ہیں۔ یہاں کاظمین امام جعفر و نعم دفن ہیں۔

کربلائے معلیٰ کربلائے معلیٰ وہ مقام ہے جس کی عزت و حرمت ہر مسلمان کے قلب میں جاگزین ہے۔ اب سے تیرہ سو سال پہلے [illegible]

پیغمبر اسلام (صلعم) کے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دین و ایمان کی رو سے عالم اسلام کو ذلت و رسوائی سے بچانے کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ اسلام پر قربان ہو گئے۔ ان شہدائے اسلام کے مزار اقدس کی خاک پاک کو اہل اسلام اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔

نجف اشرف عرب کے لق و دق میدان میں نجف اشرف کا سرسبز و شاداب حصہ لالۂ صحرا کی طرح نظر آتا ہے۔ اس علاقہ کی خاموشی اور سکون اپنے اندر سیاحوں کے لئے ایک مرعوب کر دینے والی مرعوب کیفیت رکھتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار اقدس اسی ارض پاک میں ہے۔ یہاں سے کوفہ چار میل ہے۔ شہر کے اردگرد برجیوں والی ایک عالیشان فصیل بنی ہوئی ہے۔ شہر کے گلی کوچے اس قدر تنگ ہیں کہ ان میں گاڑی نہیں چلائی جا سکتی۔ یہاں کی عمارتوں کی عجیب خصوصیت وہ سرد تہ خانے ہیں جو عام طور پر ہر مکان میں زمین کے اندر بنے ہوتے ہیں۔ سیاح اس شہر کے بازاروں میں سے گزرتا ہے تو اس کے مکانوں کے قدیم طرز تعمیر کی وجہ سے محسوس کرتا ہے کہ وہ قرون وسطیٰ کے کسی شہر میں پہنچ گیا ہے۔

پارٹی کی روانگی

نارتھ ویسٹرن ریلوے نے وسط ایشیا کے ان اہم تاریخی مقامات اور عراق کے قابل دید مشہور شہروں کی سیاحت کے لئے شمالی ہند سے عراق تک ایک عجیب سیر کا انتظام کیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے والوں کا کہنا ہے کہ ممبروں کی تعداد اگر [illegible] چالیس تک بھی پہنچ گئی تو [illegible] دسمبر ۱۹۲۹ء کو یہ پارٹی سپیشل ٹرین کے ذریعہ لاہور سے اس تاریخی سفر کے لئے روانہ ہو جائے گی۔

قرضہ کمپنیوں کے ہتھکنڈے

پبلک کو انتباہ

گذشتہ چند مہینوں کے اندر پنجاب میں قرض پر روپیہ دینے والی کمپنیوں کی ایک کثیر تعداد کھل گئی ہے۔ سب سے پہلے بمبئی میں ایک کمپنی درج رجسٹر کی گئی تھی۔ اس کے بعد ہندوستان بھر میں اس کی شاخیں پھیل گئیں۔ اس صوبہ کے متعدد شہروں میں بھی کمپنی مذکور نے اپنی شاخیں قائم کیں۔ اس کمپنی نے اتنی سرعت کے ساتھ ترقی کی کہ کئی غیر ذمہ دار اشخاص نے اسی قسم کی اور کمپنیاں جاری کیں اور اب تمام ملک میں ایسی کمپنیوں کا ایک جال بچھ گیا ہے۔ چونکہ یہ کمپنیاں نہایت کم شرح سود پر قرض دیتی ہیں۔ اس لئے بہت سے آدمی خود بخود ان کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ یہ کمپنیاں روپیہ قرض پر دیتی ہیں قرض مانگنے والوں کو کئی قسم کی ابتدائی شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں۔ ہر کمپنی کے پراسپیکٹس (قواعد) میں یہ ابتدائی ایسے الفاظ میں درج ہوتی ہیں کہ شاید ہی کوئی شخص قرضہ کی درخواست کرتے وقت انہیں صحیح طور پر سمجھتا ہو۔ ایسی تمام کمپنیوں کا طریق کار یکساں جیسا ہے۔ یہ طریق کار مختصر طور پر یوں ہے:۔

ہر اس شخص کے لئے جو روپیہ قرض لینا چاہے۔ ضروری ہے کہ پہلے قرضہ کا امیدوار رہے۔ ایسا کرنے کے لئے اسے داخلہ کی فیس اور امیدوار بننے کی فیس ادا کرنی ہوتی ہے جو پانسو روپیہ قرضہ کی صورت میں پچاس روپیہ سے کچھ زیادہ ہے۔ امیدوار بننے کی فیس قسطوں میں واجب الادا ہوتی ہے۔ اور ان کی میعاد متعدد ہفتوں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں درخواست کنندہ کے لئے لازم ہے کہ ایک مقررہ عرصہ کے اندر دو مستند اور حقیقی امیدواران قرضہ پیدا کرے۔ اگر یہ شرائط پوری ہو جائیں تو ایک فیصدی سالانہ کی شرح سود پر قرضہ دیا جاتا ہے۔ قرضہ آسانی کے ساتھ ماہوار اقساط میں واجب الادا ہوتا ہے۔ یہ بھی وعدہ ہوتا ہے کہ امیدوار بننے کی فیس پر امیدوار کو سود بھی دیا جائے گا۔ چونکہ سکیم نہایت سادہ اور فائدہ مند نظر آتی ہے۔ اس لئے ہزاروں اشخاص کو اس نے اپنی طرف راغب کر لیا ہے لیکن اصلی دام فریب مستند اور حقیقی امیدواران قرضہ پیدا کرنے کی شرط میں پنہاں ہے۔ پیشتر اس کے کہ قرضہ کا امیدوار [illegible] مستند اور حقیقی قرار دیا جائے [illegible] امیدوار پیدا کرنے دینے پڑتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح طور پر جاری رہتا ہے۔ اگر درخواست کنندہ کو قرضہ کے امیدوار پیش کرنے میں کچھ دیر ہو جائے تو قرضہ کا دینا اسی تناسب سے معرض التوا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس سلسلہ کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے تو جملہ متعلقہ اشخاص اپنے روپیہ سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا چلا جاتا ہے یہی وہ شکنجہ ہے جس کے جال میں تمام پبلک پھنس جاتی ہے۔

ان کمپنیوں کے خلاف زور و شور سے احتجاج کیا جا رہا ہے کئی اخباروں میں ان کے خلاف مضامین بھی شائع ہوئے ہیں۔ لہٰذا عام لوگوں کو انتباہ کیا جاتا ہے کہ وہ کسی قسم کی کارروائی کرنے یا کسی اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے ان کمپنیوں کے پراسپیکٹس (قواعد) کو اچھی طرح غور سے پڑھیں۔ جب تک کمپنیاں ان شرائط کی خلاف ورزی نہ کریں جو ان کے اپنے اپنے پراسپیکٹس میں درج ہیں۔ اس وقت تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی اور یہی وجہ ہے جس کے باعث انتباہ زیادہ ضروری خیال کیا گیا۔ اگر کوئی شخص اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے بعد سکیم میں شامل ہو جائے (جیسا کہ اسے شامل ہونا پڑتا ہے) کہ اس نے پراسپیکٹس کو پڑھ لیا ہے۔ اور وہ اس کی شرائط کو تسلیم کرتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ قرضہ کے دو امیدواروں کو پیش کرنے سے قاصر رہے یا اگر وہ دو قرضہ کے امیدوار اپنی باری پر اور دو امیدوار پیش کرنے سے قاصر رہیں تو شخص مذکور کسی قسم کی شکایت نہیں کر سکتا۔ کوئی عقلمند شخص جس نے پراسپیکٹس (قواعد) کی شرائط کو غور سے پڑھا ہو اور ان کو ٹھیک طور پر سمجھا ہو اس سکیم کے نزدیک تک نہیں جائے گا۔ جو لوگ اس سکیم کے شکار ہوتے ہیں۔ وہ یا تو شرائط کو نہیں پڑھتے یا انہیں ٹھیک طور پر سمجھتے نہیں۔ لہٰذا عوام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایسی کمپنیوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ (ریڈیکل)

ہندو جسم کے دورستے ہوئے ناسور

مرلیاں یا دیوداسیاں ہم سب سے پہلے اس خرابی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو مندروں کی مورتیوں پر ننھی ننھی بچیاں چڑھانے سے تعلق رکھتی ہیں یہ لڑکیاں مرلی یا دیوداسیاں کہلاتی ہیں۔ اس وقت جنوبی اور وسطی ہند میں ان کی تعداد ہزارہا تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ لڑکیاں دیوتاؤں پر چڑھا دی جاتی ہیں۔ ان کے اخلاق نہایت خراب ہو جاتے ہیں یہ لڑکیاں دیوداسیوں کے نام سے مندروں میں گناہ پھیلاتی ہیں یہ لڑکیاں مندروں میں صرف گناہ ہی کی مرتکب نہیں ہوتیں بلکہ سخت اور قابل نفرت امراض بھی پھیلاتی ہیں۔ یہ مرلیاں ہندو قوم اور ہندو دھرم کے لئے ایک لعنت سے کم نہیں

ننگے سادھو جن لوگوں کو ہندوؤں کے مقدس تیرتھوں پر کمبھ کے موقعہ پر جانے کا اتفاق ہوا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ ایسے موقعوں پر ہزارہا سادھو الف ننگے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ لکھے پڑھے ہوتے ہیں۔ نہ ان کو دھرم کا پتہ ہے نہ کرم کا مگر ہندو قوم و ہندو دھرم کے لئے لعنت بنے ہوئے ہیں یہ لوگ مقدس تیرتھوں اور مقدس موقعوں پر اس طرح پھرتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں کہ گویا ہندو دھرم اور ہندو تہذیب کا سب سے بڑا اور یہ یہی الف ننگے سادھو ہیں۔

گذشتہ کمبھ کے میلہ پر ہم نے خود اپنی آنکھوں سے ان الف ننگے سادھوؤں کی ایسی شرمناک حالت دیکھی کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے ایک طرف تو ان کی یہ بے شرمی اور بے غیرتی کہ الف ننگے مرد عورتوں بچوں اور بچیوں کے سامنے پھرتے تھے اور دوسری طرف تقدس کا یہ عالم کہ کمبھ کے شروع ہونے پر جب تک کہ وہ اپنے جسم پھگوتی گنگا کے جل کو ناپاک نہ کریں تب تک کسی کو نہانے کی اجازت نہیں۔ یہ لوگ پہلے تو اپنے اکھاڑے قطعی مادر زاد ننگے ہر کی پوڑی کی طرف جلوس میں جاتے ہیں۔ سب سے پہلے گنگا میں اشنان کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح شیطان کی قطار بنائے ڈیرے کو واپس آتے ہیں۔ کیا مجال کہ اس روز کوئی کمبھ کے موقعہ پر ہر کی پوڑی پر نہا سکے۔ یہ تو ان بے شرم سادھوؤں کا حال ہے۔ اگر اس جگہ ہم ان بے غیرتی کا بھی ذکر کریں جو ان بے شرموں کو ننگے جاتے ہوئے دیکھنے والے مرد عورتوں کی [illegible]

ساردا ایکٹ کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد کے خیالات

میری رائے میں ساردا ایکٹ کا مقصد ایک ضروری معاشرتی اصلاح ہے۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مسلمانان ہند کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی طرح پانچ چھ برس میں نکاح کر دینے کا رواج کم ہے۔ لیکن بلاضرورت نابالغ اولاد کا نکاح کر دینا، اور اوائل عمر میں زناشوئی کا علاقہ جائز رکھنا عام ہے۔ اور اگر تفصیل کا موقعہ ہوتا۔ تو میں بتلاتا۔ کہ یہ دونوں باتیں سخت مضرتوں کا باعث ہو رہی ہیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ آج پچھتر فیصدی مسلمان گھروں کی ازدواجی زندگی انہی مفاسد کے باعث مختل ہو رہی ہے۔ اور ازدواج کے وہ اعلیٰ مقاصد مفقود ہو گئے ہیں جن کی نسبت قرآن کریم نے فرمایا تھا۔ لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ!

مصالح مرسلہ میں تغیر و اجتہاد

میں یہ بھی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ عمر نکاح کی قانونی شرط بہر حال میں احکام کے خلاف ہے۔ میرے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق معاشرت کے جزئیات و حوادث سے ہے۔ اور دراصل اس بارے میں طلب منافع اور رد مفاسد ہے۔ بلاشبہ شریعت نے اس سے نہیں روکا۔ کہ خاص خاص حالتوں میں نابالغ اولاد کے نکاح کا جو اختیار دیا تھا۔ اس کا عام طور پر غلط استعمال ہو رہا ہے۔ نیز رسم و رواج اس درجہ راسخ ہو چکے ہیں۔ کہ وعظ و نصیحت اصلاح حال کے لئے سودمند نہیں۔ تو یقیناً وہ ایک خاص عمر حکماً مقرر کر سکتے ہیں۔ اور اس بارے میں قانون نافذ ہو سکتا ہے ایسا کرنا دین میں مداخلت نہ ہوگی۔ بلکہ عین دین کی تعمیل ہوگی۔ یہ اور اس طرح کے تمام مسائل بہ اصطلاح فقہا مصالح مرسلہ میں داخل ہیں اور ان میں تغیر و اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ دلائل و نظائر اس کے اپنے محل میں موجود و معلوم ہیں۔ یہاں مقصود بحث نہیں ہے۔ محض اظہار رائے ہے۔

نقطہ اول میں جمعیت سے اتفاق نہیں

البتہ یہ ظاہر ہے۔ کہ علمار کرام ایسا جبھی کر سکتے ہیں۔ کہ ایک در مقدمہ صاف ہو جائے یعنی وہ یہ تسلیم کر لیں۔ کہ اجتہاد و فکر کا دروازہ بند نہیں ہو گیا ہے۔ قرآن و سنت کے احکام و مقاصد کے ماتحت جزئیات و حوادث میں استنباط کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے معلوم ہے۔ کہ وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ میں جانتا ہوں۔ یہی نظر و اجتہاد کا انحطاط ہے جس نے صدیوں سے مسلمانوں کے فکر و عمل کی تمام ترقیاں روک دی ہیں اور دین الٰہی جو فی الحقیقت ہر عہد و احوال میں جمعیت بشری کی سعادت کا کفیل تھا۔ دنیا کی نظروں میں ایک ناقابل عمل مجموعہ بن کر رہ گیا ہے بہت ممکن ہے۔ کہ بعض حضرات ان لفظوں میں اس حقیقت کا اعتراف نہ کریں جو میں نے اختیار کئے ہیں۔ لیکن ان کا دلی اعتقاد یہی ہے۔ کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سے اجتہاد فکر کا دروازہ امت پر مسدود ہو گیا ہے۔ اور اب نہ صرف اجتہاد مطلق بلکہ اجتہاد مذہب اور اجتہاد فی المذہب اور اجتہاد فی التخریج اور اجتہاد فی الترجیح وغیرہ جتنے بھی اقسام ہو سکتے ہیں سب کے سب ممنوع و محرم ہیں۔ اور اسی لئے بظاہر حال امید نہیں کہ علمار ہند کی اکثریت اس بارے میں مجھ سے متفق ہو سکے۔

دوسرے نقطہ میں اتفاق

بہر حال جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ میں آپ حضرات سے متفق نہیں ہوں۔ لیکن اب عملی نقطۂ نگاہ سے اصلی سوال سامنے آتا ہے۔ یعنی کیا بحالت موجودہ ساردا ایکٹ مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہے؟ اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے جو طریقہ اختیار کیا گیا۔ وہ صحیح تھا۔ اس سوال کے جواب میں میری رائے بغیر کسی تامل کے نفی میں ہے۔ یعنی آپ حضرات سے اس نقطہ میں متفق ہوں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ اس معاملہ کا تعلق اصلاح معاشرت و رسوم سے ہے۔ اور اس بارے میں دنیا کی تمام قانون ساز جماعتوں کا فیصلہ ہے کہ کسی جماعت کے رسوم و عوائد میں اس وقت تک مداخلت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ خود اس جماعت کی رائے عامہ اس کے حق میں نہ ہو۔ کتنی ہی ضروری اور مفید اصلاح ہو۔ لیکن اگر ایک جماعت اس کی خواہشمند نہیں ہے۔ تو آپ جبراً اس پر عائد نہیں کر سکتے۔ قومی حکومت سے بڑھ کر کسی قوم کے لئے اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ایک جماعت میں اس کی طلب نہیں ہے۔ تو اسے جبراً حکومت بھی نہیں دی جاسکتی۔ بلاشبہ رائے لیکر بھی کوئی معیار قائم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ ایک قوم کے تمام افراد ہم رائے ہو جائیں۔ اگر یہ معیار قرار دیا جائیگا تو کبھی کوئی اصلاح نافذ نہیں ہو سکتی۔

کوئی نمائندہ اسلامی جماعت اس کے حق میں نہیں

پس بالاتفاق رائے عامہ سے مقصود کسی فرقہ کی نمائندہ جماعتوں اور افراد کی اکثریت ہے سوال یہ ہے۔ کہ کیا مسلمانوں کی نمائندہ جماعتوں اور افراد کی اکثریت اس بل کی تائید میں تھی؟ ہر شخص تسلیم کریگا کہ نہیں۔ کیا اس وقت مسلمانوں کی نمائندہ جماعتوں اور افراد کی اکثریت اس کی تائید میں ہے؟ ہر شخص جواب دیگا۔ کہ نہیں۔ پھر کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کہ ایک جماعت کی رائے عامہ کے خلاف جبراً ایک اصلاح اس پر عائد کر دی جائے۔ اور وہ بھی ایک ایسے معاملہ میں جس کا تعلق نکاح سے ہے۔

مذہبی رسوم و عوائد خطرے میں

ممکن ہے۔ کہ آپ کہیں۔ کہ جب اس مسئلہ میں تمہاری رائے ایکٹ سے متفق ہے۔ کہ تمہارا میلان اسی طرف ہونا چاہیئے۔ کہ کسی نہ کسی طرح یہ معاملہ چل جائے۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ بلاشبہ میں متاسف ہوں۔ کہ علمار ہند اس معاملہ میں الیسی ہیئت نہیں رکھتے۔ کہ مسئلہ کو اس کی صحیح جگہ دیں۔ لیکن ایسی صورت میں صحیح طرز عمل صرف یہی ہوگا کہ انتظار کیا جائے۔ اور مسلمانوں میں رائے عامہ پیدا کی جائے۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ جبراً ایک قانون عائد کر دیا جائے پھر سوال صرف مسلمانوں ہی کا نہیں ہے۔ اگر ہندوستان جیسے ملک میں ہم یہ صورت حال گوارا کر لیتے ہیں۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آئندہ کوئی فرقہ بھی اپنے رسوم و عوائد اور اعمال مذہبی کے بارے میں مطمئن نہیں رہ سکیگا۔ اس مسئلہ کو میں اصلاً غلط نہیں سمجھا۔ لیکن اس کی کیا ضمانت ہے۔ کہ آئندہ غلطی سے کوئی ایسی بات ناپسند نہ کر دیجائیگی جسے مجلس قانون ساز کی اکثریت تو اصلاح سمجھے گی۔ لیکن وہ فی الحقیقت ایک فرقہ کے مذہب و رسوم میں مداخلت ہوگی۔ فرض کیجیے۔ کہ کل کو مسلمان اور ہندو ملکر عیسائیوں کے متعلق ایک قانون پاس کر دیں آئندہ کسی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ اور وہ پوری نیک نیتی سے ہندوؤں کے متعلق ایک ایسا قانون پاس کر دیں۔ جسے وہ اپنے رسوم و عوائد میں مداخلت سمجھیں۔ تو اس صورت میں ملک کے امن و سکون کا کیا حشر ہوگا۔

صحیح طریق پر احتجاج کی ضرورت

بہر حال ضروری ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے۔ کہ ان کی رائے اس کے خلاف ہو مجھے امید ہے۔ کہ اگر جمعیۃ نے مناسب لفظوں میں تجویز منظور کی اور دیگر اسلامی انجمنوں کا بھی سلسلہ احتجاج جاری رہا۔ تو گورنر جنرل مسلمانوں کو اس سے مستثنےٰ کر دیگا۔ یہ ظاہر و معلوم ہے۔ کہ اس قانون میں حکومت کوئی فریق نہیں۔ صرف صحیح طریقہ پر عام محکم احتجاج کی ضرورت ہے۔

بقیہ صفحہ ۴

تہمت نہیں۔ بلکہ جہاں تک اس کی سمجھ اور علم تھا اس کے موافق اس نے فتویٰ دیا ہے۔ غرض مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے۔ جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء)

مذکورہ بالا فتویٰ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس میں زنا کی تہمت لگانیوالے سے مباہلہ کا جو ارشاد ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ کہ سورۂ نور کے پہلے رکوع کی آیات سے ہی استنباط کیا ہے۔ جن کو میں نے اپنی تحقیقات میں پیش کیا ہے یعنی یہ مباہلہ صریح قرآن کا حکم ہے نیز اس فتوے سے ایک امر اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ایسے دو شخص میں مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ جن کا کسی مسئلہ میں اجتہادی اختلاف ہے۔ ورنہ پھر شریعت کے تمام اجتہادی اختلافی مسائل میں ائمہ اور فقہا مباہلہ ہی کیا کرتے۔ پس وہ شخص جو زنا کی تہمت پر تو مباہلہ جائز نہیں سمجھتا۔ اور کسی مسئلہ کے اجتہادی اختلاف پر مباہلہ کرنے دوڑتا ہے وہ صریح طور پر قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود کے فتوے کے خلاف۔

ہمدردان قوم سے اپیل

برادران ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مسلمانوں کا افلاس اظہر من الشمس ہے۔ اس پر قوم کی بے توجہی اور بے پرواہی جلتی پر تیل کا کام دے رہی ہے۔ اس گئے گزرے زمانے میں جب قوم کا درد رکھنے والے اصحاب کھڑے ہو کر قوم کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو کج فہم و ناعاقبت اندیش حضرات تشنیع و طعن سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کا یہی فعل اس تحریک کی ناکامی کا باعث ہوتا ہے۔ اور قوم پر مجنی کا حرف آتا ہے۔

اس کے برعکس دوسری قومیں کیا ہندو اور کیا سکھ جب کسی کام کا بیڑا اٹھاتی ہیں۔ تو اکثر قوم کے بیشتر افراد بغیر کسی اپیل کے ان کا ساتھ دیتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی ہر ایک تحریک ہر ایک سکیم اور ہر ایک دل اس طرح پھولتا پھلتا ہے۔ کہ دوسری قومیں بلکہ خود گورنمنٹ دیکھ دیکھ کر عش عش کرتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اتفاق، خلوص عمل، سب سے زیادہ تعلیم اور مالی امداد جو ہر ایک تحریک کو بام ترقی پر پہنچا دیتی ہے۔ پس اس زمانے میں کوئی کام نہیں۔ جو مالی امداد کے بغیر ہو سکے۔ اور یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ جہالت کو دور کرنے کے لئے گورنمنٹ نے سکول کھول دیئے۔ مگر آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ کہ وہ سکول کافی ہیں۔ کبھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آج پنجاب کے صوبہ بھر میں نیشنل سکول گورنمنٹ سکولوں سے سہ چند بلکہ چہار چند ہیں۔ پھر بھی تعلیم کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے گورنمنٹ اس بات کو محسوس کرتی ہے۔ اور دلی زبان سے نیشنل سکولوں کی مداح ہے۔ کہ انہوں نے گورنمنٹ کی تعلیمی رنگ میں بہت مدد کی۔ اگر آپ لوگ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ کہ آپ کے بچے وہاں آزادی سے اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تو یقیناً آپ کو ایک فیصدی بھی گورنمنٹ سکول ایسا نہیں ملیگا جہاں دینیات کو نصاب میں دخل ہو۔

عدم تعلیم اور جہالت اور دینیات کی کمی کو پورا کرنے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تبلیغی اخراجات کو برداشت کرتے ہوئے۔ ایک مسلم سکول کی بنیاد رکھی۔ اور قوم کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ مگر وائے ہماری قوم کی بدبختی۔ کہ آنکھیں ہیں۔ مگر دیکھتی نہیں۔ کان ہیں مگر سنتی نہیں۔ دماغ ہے۔ مگر سوچتی نہیں۔ کہ قوم کو کون کون سی ضروریات لاحق ہیں سکول کا چلانا کوئی آسان کام نہیں۔ لوگوں نے سکول کو محض اینٹوں کی چار دیواری تصور کر کے اس کے اخراجات کی طرف خیال نہیں کیا۔ یہ نہیں دیکھا۔ کہ کتنے نونہال اسی اینٹوں کی چار دیواری سے نکل کر قوم کے بازو بنے ہیں۔ اور کتنے ایسے پودے لگے ہیں۔ جن کی پرورش ہو رہی ہے۔

سکول کی ضروریات سے چونکہ آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ اس واسطے آپ کو اپنا ہمدرد سمجھکر دست سوال دراز نہیں کرتے۔ بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ جو صرف آپ کے ذمہ نہیں۔ بلکہ آپ کے ان تمام ذی اثر حضرات کے ذمہ ہے۔ جو ان ضروریات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ جن کے دل میں درد ہے۔ اور جو یہ جانتے ہیں۔ کہ قوم کی اگر یہ حالت رہی۔ تو کچھ عرصہ تک نیست و نابود ہو جائے گی۔

امید ہے۔ کہ آپ حضرات ان چند الفاظ پر غور فرما کر حسب حیثیت امداد سے دریغ نہیں فرما دینگے۔ اور عند اللہ ماجور ہونگے۔

آپ کا نیاز مند
غلام مصطفےٰ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور۔

تازہ خبریں

—— سری نگر سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ پنڈت گیشو ناتھ کول نامی ایک کشمیری افلاس سے اس قدر تنگ آگیا۔ کہ اس نے افیون کھا کر خودکشی کر لی۔

—— پونا ۲۰ دسمبر۔ مغربی خاندیس کے تعلقہ چالیس گاؤں کے کاشتکار لگان میں اضافہ کر دینے کے خلاف بردولی کے اصول پر ستیہ گرہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ سینکڑوں اشخاص نے ستیہ گرہ کے حلف نامے پر دستخط کر دیئے ہیں۔ جو بلکسان لوگوں کے رہنما ہیں۔

—— سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا نامہ نگار لندن رقمطراز ہے۔ کہ ڈیلوم میں مسٹر ویجوڈ بین غالباً ہندوستان کے متعلق ایک اور اعلان کرینگے۔ کوشش کی جائیگی۔ کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں بحث و تمحیص کے دوران میں جو بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ رفع کر دی جائے لیکن یہ خبر اغلب ہے۔ کہ اس اعلان میں بیان وائسرائے کے علاوہ کسی اہم امر کا اضافہ کیا جائیگا۔

جلد ۱۷ لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۴ رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء نمبر ۱۴

حضرت مسیح موعودؑ نے نبوۃ کا دعویٰ نہیں کیا

علمائے عرب و عجم کی شہادت ایک فاضل عرب کی زبانی

ہمارے اکثر ناظرین مولانا الحاج محمد علی سالمین عرب کے نام نامی سے واقف ہوں گے۔ آپ کا ایک مضمون اسلام اور احمدیت کے عنوان سے پیغام صلح ۵ ارجنوری ۱۹۲۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ آج آپ نے اپنا ایک تازہ مضمون بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ اس مضمون میں آپ نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض غلو ہے۔ اور یہ کہ جن عرب و عجم کے علمائے حضرت صاحب کی کتابیں مطالعہ کی ہیں۔ وہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے دعویٰ نبوۃ نہیں کیا بلکہ محض مجددیت کیا ہے۔ (مدیر)

ہند کی ہر ایک غیر مسلم قوم سیاسی وجوہ پر اسلام اور مسلمانوں کی سخت مخالفت کر رہی ہے۔ اور ناواقف اور بے علم مسلمانوں کو دھوکا اور لالچ کے ذریعہ سے اسلام سے مرتد کر کے اپنی اعدادی ترقی بڑھانے کی سخت کوشش کر رہی ہے۔ اس لئے تمام برادران و ہمدردان و بہی خواہان اسلام کی ساری توجہ اپنے مسلمان بھائیوں کے بچانے پر خرچ ہو رہی ہے۔

عام مسلمانوں کی جو مذہبی اور اخلاقی حالت دیگر ممالک میں ہے وہی کمزوری عام طور پر ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی ہے۔ اس کمزوری کی حالت سے نکالنے اور اسلام کو مضبوط کرنے کے لئے خدا نے ہم میں ایک مجدد مبعوث کیا۔ جس کی جماعت گو تعداد میں تھوڑی ہے۔ لیکن اپنی خدمات اسلام اور بہبودی مسلمانان کے لحاظ سے ساری دنیا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور دنیا کے مسلمانوں میں ایک یہی جماعت ہے جس کا خاص اور اہم مقصد ترقی اسلام اور اتحاد بین المسلمین ہے۔ بعض نافہم لوگوں کی وجہ سے جنہوں نے حضرت مجدد کی صحبت سے کافی حصہ نہ لیا تھا۔ بعد وفات مجدد و تیرہ سال گزرے احمدیہ جماعت میں ایک غالی گروہ پیدا ہو گیا جس نے بعض متشابہات سے ٹھوکر کھا کر حضرت مجدد صاحب کو نبوۃ کے مقام پر بٹھا دیا۔ اور جملہ کلمہ گوؤں کو تکفیر کا فتوےٰ دیدیا۔ اور یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت عیسٰےؑ کو نبوت کے مقام سے اٹھا کر غالی پیرووں نے خدا کا بیٹا بنا دیا۔ باوجودیکہ خود حضرت عیسٰےؑ نے ابن اللہ کا لفظ بطور استعارہ اور مجاز استعمال کیا۔ اسی طرح اس مجدد اعظم نے فرمایا کہ "سمیت نبیا من الله علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقة"۔ لیکن ایک نافہم اور ناعاقبت اندیش قوم نے اسے حقیقی معنوں میں لے کر اس مجدد کو نبی بنا دیا۔ اور اس کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ اور کلمہ لا الٰہ الا الله محمد رسول الله کو منسوخ کر دیا۔ اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی آتے رہیں گے۔ اور ان پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و دیگر گزشتہ انبیاء پر۔ گویا بعد میں انبیا کی امتیں جدا جدا ہو گئیں۔ یہ امر منکر اصول اسلام اور اتحاد اسلام کے منافی ہے۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں کا ایک خدا۔ ایک نبی۔ ایک کتاب۔ ایک کلمہ پر اتحاد نہ ہو۔ ان میں اصولاً اتفاق ناممکن ہے۔ فروعی اختلافات رحمت کا موجب ہیں۔ جیسا کہ ایک باپ کے بہت سے بیٹوں کے رنگ۔ شکل۔ وضع۔ عادات اور اخلاق میں اختلاف ہونے کے باوجود وہ ایک ہی خاندان کا جزو ہیں۔ اسی طرح فروعی اختلافات رکھتے ہوئے ہم ایک روحانی باپ محمد رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔ اب اگر روحانی باپ دوسرا آجائے تو اتحاد ناممکن ہے

آپ واضح ہو کہ بہت سے تعلیم یافتہ اشخاص ایسے خرافات سنکر ساری احمدیہ تحریک سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ قادیانی حضرات حضرت مجدد کی نسبت غلو کر کے انہیں نبی مانتے ہیں مگر اکثر وہ اس وقت تقیہ کرتے ہیں۔ جبکہ ان کی دال نہیں گلتی اور فوراً مجدد کہہ دیتے ہیں۔ اور زبانی طور پر اتحاد اسلامی اور ترقی اسلام کا جوش ظاہر کرتے ہیں۔ جب ان کے ایمان میں چالیس کروڑ مسلمان باوجود کلمہ لا الٰہ الا الله محمد رسول الله پر ایمان رکھنے کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو وہ اتحاد اسلام کا جھوٹا دعوےٰ کس طرح کرتے ہیں۔ حضرت مجدد اعظم فرماتے ہیں۔

عرب و عجم کے جن علمائے حضرت مجدد اعظم کی عربی اور فارسی کتابیں مطالعہ کی ہیں انہوں نے علی الاعلان اس بات کی شہادت دی ہے کہ ان کی کتابوں سے دعویٰ نبوت ہرگز نہیں نکلتا۔ بلکہ دعویٰ مجددیت حسب حدیث ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها ثابت ہے۔ اس غالی قوم نے گویا ایک جدا مذہب بنائی ہے۔ لیکن ابھی تک ان کو تبلیغ و اشاعت میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ غیر مسلم اقوام اسلام کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی نئے پیغمبر کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ احمدیہ جماعت جس کا مرکز لاہور ہے اپنا پورا زور اتحاد اسلام اور حفاظت و اشاعت اسلام پر خرچ کر رہی ہے۔ اور خدا کے فضل سے یورپ۔ افریقہ۔ ایشیا۔ کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ اس کے تعلقات پیدا ہو چکے ہیں۔ اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو بذریعہ کتب۔ رسائل اور اخبارات ضروریات ملیہ سے آگاہ کر کے ان کو جگا یا جا رہا ہے۔ دنیا نے اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ اسلام کا پیغام سننے کے لئے غیر مسلم اقوام تیار ہیں۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کا کلی رجوع اس طرف ہو۔ اور اس جانفزا پیغام کو احسن طریق پر پہنچایا جائے اور پورے جوش کے ساتھ پہنچایا جائے۔ اور لیس للانسان الا ما سعیٰ کے پورے مصداق بنیں۔ والسلام

(محمد علی الحاج سالمین۔ بمبئی)

چندہ دینا مالی جہاد ہے

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم)

۸ فروری کے پیغام صلح میں ایک نہایت بیش قیمت مضمون زکوٰۃ پر نکلا ہے۔ جو ہمارے احباب کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض احباب انجمن کو چندہ دے کر اپنے تئیں زکوٰۃ سے بری سمجھ لیتے ہیں۔ جو سخت غلطی ہے۔ زکوٰۃ ایک جدا فرض ہے۔ جب تک وہ شرع کے مطابق ہر سال اندوختہ مال پر حساب کر کے قومی بیت المال میں داخل نہ کر دیا جائے فرض ادا نہیں ہوتا۔ لیکن چندہ جو ہمارے احباب انجمن کو دیتے ہیں وہ بھی نفل نہیں ہے بلکہ فرض ہے کیونکہ وہ مالی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

"جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ" کہ اللہ تعالےٰ کے رستے میں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ آج ہمارے زمانہ میں تلوار کا جہاد نہیں۔ اسلام کو تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ قلم کے ذریعہ مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس لئے جہاد بھی قلم کا ہے۔ آج جو اپنی زندگی کو خدا کے لئے وقف کر کے تقریر و تحریر سے اشاعت و حفاظت اسلام کرتے ہیں وہ اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں اور جو اس لٹریچر کی اشاعت اور مبلغین پیدا کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں پس حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے چندہ دینا ایک اسلامی فرض ہے۔ جس کا ادا نہ کرنے والا ایک فرض کا تارک ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں جہاد کے فرض کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ کیونکہ یہ جماعت ایک مجاہدین کی جماعت ہے۔ پس جو کسی رنگ میں بھی جہاد میں حصہ نہیں لیتا وہ کیسے اس جماعت کا فرد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا احمدی احباب کا فرض ہے کہ وہ بہ حیثیت ایک باشرع مسلمان ہونے کے دونوں فرائض کو ادا کریں۔ یعنی زکوٰۃ بھی دیں اور اپنے مال سے جہاد بھی کریں۔ ان میں سے جسکے بھی تارک ہوں گے تو فرض کے تارک ہوں گے۔ اور خدا کے نزدیک جوابدہ اور قابل مواخذہ ٹھہریں گے۔

مولانا مولوی محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود کی وفات حسرت آیات

گذشتہ ہفتہ کے الم انگیز واقعات میں سے ایک مولانا مولوی محمد صاحب ساکن مزنگ لاہور کی وفات حسرت آیات ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے۔ اور نہایت ہی نیک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ مرحوم کے جنازہ پر لاہور کے طبقہ رؤسا کا کثیر حصہ اور احمدیہ جماعت لاہور اور چند محمودی بھی موجود تھے۔ افسوس ہے۔ کہ جنازہ پر محمودیوں نے تفریق بین المسلمین کا نہایت برا نمونہ دکھایا۔ اور باوجود اس کے کہ میاں صاحب ہماری جماعت کو مسلمان کہتے ہیں۔ ان کے مریدین نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے پیچھے جنازہ پڑھنا جائز نہ سمجھا۔ اور ایسی حالت میں کہ مرحوم کے فرزند اکبر۔ خانصاحب شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پولیس برانچ و آنریری جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے حضرت امیر سے جنازہ پڑھنے کی درخواست کی۔ اور تمام غیر از جماعت اصحاب آپ ہی کے پیچھے جنازہ پڑھنے کے لئے تیار تھے۔ مریدین میاں صاحب اس بات پر مصر ہوئے۔ کہ جنازہ انہیں پڑھانے دیا جائے۔ یا کم از کم انہیں پہلے پڑھنے دیا جائے۔ لیکن خانصاحب شیخ عبدالعزیز نے اس کو نہ کیا۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتدا میں سب لوگوں کے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد انہوں نے الگ جنازہ پڑھا۔ مرحوم مولانا کے داماد خان ثناء اللہ خانصاحب نے ان کے مختصر حالات زندگی لکھکر بھیجے ہیں۔ جو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ (مدیر)

حضرت قبلہ بزرگوار مولٰنا مولوی محمد صاحب حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام تین سو تیرہ میں سے تھے۔ آپ کا تعلق اخلاص حضرت مرزا صاحب سے ان کے دعوے سے پہلے کا تھا۔ آپ احمدیت کی صداقت کے لئے ایک زندہ نشان تھے۔ ۱۸۵۵ء میں آپ پیدا ہوئے۔ اور تقریباً ۷۴ سال کی عمر پا کر ۲۹ جنوری ۱۹۲۸ء کو تقریباً ایک بجے شب اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دو سال تک درد اعصاب کی وجہ سے متواتر علیل رہے۔ کئی علاج کروائے گئے لیکن مشیت ایزدی کو شفا منظور نہ تھی۔ آپ ایک عالم باعمل انسان تھے۔ علم حکمت میں بھی خوب ماہر تھے۔ آپ کی تمام زندگی باوجود دیگر دنیاوی مشاغل کے اسلام کے لئے وقف تھی۔ مرحوم کے والد ماجد جناب قبلہ شیخ امیرالدین صاحب مرحوم نو مسلم تھے جنکو اسلام قبول کرتے وقت بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ اور بہت بڑی قربانیوں اور ایثار کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت مولوی محمد صاحب ابتدا ہی سے اسلامی کتب و لٹریچر کے مطالعہ کے شائق تھے۔ اور تمام زندگی اسی میں بسر کی۔ آپ نے دیوبند اور دیگر مشہور درس گاہوں میں تحصیل علم کیا۔ حضرت علامہ مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے بھی آپ شاگرد رہے۔ اور اصحاب الاولین کی وجہ سے آپ کو ایک خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات آپ کے زہد و تقوٰی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن بوجہ طوالت مضمون ان واقعات کو درج نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا خیال ہر وقت آخرت کی طرف تھا۔ اور ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کے صحیح طور پر مصداق تھے۔ قوم میں سے ایسی بزرگ ہستیوں کا اٹھ جانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ دوران ملازمت میں آپ پنجاب یونیورسٹی میں السنہ شرقیہ کے لئے ریڈر مقرر کئے گئے۔ جن خدمات کے صلہ میں آپ کو پنشن بھی عطا کی گئی۔ اور اس کے علاوہ ضلع لاہور میں آپ کو گورنمنٹ عالیہ نے کچھ مربعے بھی عطا کئے۔ دوران ملازمت سے ہی آپ کا گہرا تعلق جناب مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی امیر جماعت احمدیہ لاہور سے تھا۔ باوجودیکہ مرحوم جناب میاں صاحب کی بیعت میں شامل تھے لیکن آپ کی عقیدت جماعت لاہور سے بھی رہی چنانچہ آخری ایام میں آپ نے اپنی ساری لائبریری جو عربی اردو و فارسی تفاسیر قرآن کریم اور دیگر مسائل دینی پر مشتمل تھیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی معرفت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی لائبریری میں قوم کی نذر کی۔ تاکہ کوئی سعید روح آپکے اس عطیہ سے مستفید ہو سکے۔ آپ صحت کی حالت میں اپنے مکان پر قرآن کریم کا درس باقاعدہ طور پر دیتے رہے۔ جس سے کئی روحانی بیماروں کو آپ سے شفا نصیب ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی چونکہ آپ فن طبابت سے بھی واقف تھے۔ اس لئے بہت سے جسمانی بیمار ۔۔ بھی آپ کے وجود بابرکت سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ آپ کے ہی مبارک وجود کی وجہ سے مزنگ میں مسجد احمدیہ تیار ہوئی ہے۔ اگرچہ آپ نہایت کم گو واقع ہوئے ہے۔ لیکن دینی امور سے پوری واقفیت اور تبحر علمی کی وجہ سے زبان ہر وقت جاری تھی آپ نہایت سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ اور توکل علی اللہ کی روح آپ میں غایت درجہ پر پائی جاتی تھی۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بڑی اولاد عطا کی۔ آپ کے لڑکے لڑکیاں پوتے اور نواسے شامل کرکے آپ کی تمام اولاد تقریباً ۲۵ نفوس پر مشتمل ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے خان صاحب شیخ عبدالعزیز صاحب بی اے آنریری جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور ہیں۔ ان کے علاوہ پانچ صاحبزادے آپ کے اور ہیں۔ احباب مرحوم کے لئے نماز جنازہ غائب ادا کریں۔ اور دعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دے۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(ثناء اللہ خان)

خبریں

—— دہلی میں مسلم کانفرنس کا اجلاس نہایت کامیابی سے ہوا۔ ملک کے ہر ایک حصہ سے بکثرت نمائندے آئے ہوئے تھے۔ حکیم محمد جمیل خاں کا خطبہ استقبالیہ اور سر آغا خاں کا خطبہ صدارت نہایت پر مغز تھے۔ کانفرنس میں نہرو رپورٹ اور مخلوط انتخاب کی متفقہ طور پر مخالفت کی گئی۔

—— مسلم کانفرنس دہلی میں تقریر کرتے ہوئے سر محمد اقبال نے فرمایا۔ کہ گذشتہ آٹھ سال کے تجربہ نے مجھے اس امر کا یقین دلایا ہے۔ کہ جماعت اکثریت کی نسبت ہم کو جو شبہات تھے۔ اب اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوگئے ہیں۔ اور سر سید احمد خاں نے مسلمانان ہند کی پالیسی کا جو خاکہ تیار کیا تھا۔ وہ صحیح تھا۔

—— دہلی ۲ر جنوری ۔۔۔ علامہ سر اقبال ۳۱ر کی صبح کو لاہور سے دہلی پہنچے۔ اور دو روز وہاں کانفرنس میں مصروف رہے۔ آج مدراس جا رہے ہیں۔ اور غالباً ۵ر کو وہاں پہنچ جائیںگے۔

—— کلکتہ یکم جنوری نیشنل کنونشن کا اجلاس غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی ہوگیا لیکن اگر نہرو کمیٹی کی خواہش ہو۔ تو دوبارہ منعقد کرنے کی تجویز کر سکتی ہے

—— کلکتہ یکم جنوری سائمن کمیشن آج بذریعہ سپیشل ٹرین شیلانگ کو روانہ ہوگیا ہے۔

—— کلکتہ ۲ر دسمبر آج دو پہر ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے اپنی قیام گاہ میں حضور نظام کو لنچ کی دعوت دی۔

—— کلکتہ ۲ر جنوری۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے ایک جماعت اس لئے مرتب کی ہے۔ کہ کابل جا کر شاہ افغانستان اور باغیوں میں مفاہمت کرانے کی کوشش کرے

—— کلکتہ یکم جنوری انڈین نیشنل کانگریس کے آئندہ اجلاس کیلئے بمبئی اور لاہور سے دعوتیں موصول ہوئی تھیں۔ اس کے متعلق فیصلہ ہوا ہے۔ کہ آئندہ سال کانگریس کا اجلاس لاہور منعقد کیا جائے۔

—— اخبار "ٹریبون" رقمطراز ہے۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو کا خطبہ صدارت سابقہ سالوں کے خطبہ ہائے صدارت کے مقابلہ میں پورا نہیں اترتا۔ چونکہ آپ آل پارٹیز کانفرنس کی مجلس دستور اساسی کے صدر تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا خطبہ صدارت صرف مرتبہ پورٹ (نہرو رپورٹ) کے لئے مخصوص کر دیا۔

—— مہاشہ کرشن کے صاحبزادہ ویرہ اندر کو پولیس نے دس ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا ہے۔

—— گورنمنٹ نے منشی چنن سنگھ کے پسماندگان کو دو مربعے انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔

—— آئندہ سال کے لئے ڈاکٹر انصاری اور پنڈت جواہر لال نہرو کانگریس کے سیکرٹری اور سیٹھ جمنالال بجاج اور شیو پرشاد گپت خزانچی مقرر ہوئے ہیں

—— امسال کانگریس کی ورکنگ کمیٹی میں مولانا محمد علی کا نام نہیں رکھا گیا کیونکہ وہ ہندوؤں کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نو ممبروں میں سے صرف ایک مسلمان ہے۔

—— افغانستان کی تازہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وہاں اب بالکل امن ہے۔ اور شاہ افغانستان اپنا بہت سا وقت دفتر جنگ میں صرف کرتے ہیں

—— لندن یکم جنوری۔ آج ملک معظم کی حالت کچھ بہتر ہے۔ دن اچھی ۔۔۔ گذرا

—— حکومت ہند نے [illegible] آبپاشی کو ترقی دینے کی طرف خاص طور پر توجہ ہے

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب کی کل جیلوں میں ۱۴۰۰۰ قیدی موجود ہیں۔ جن میں ۲۷۰۰ عادی مجرم ہیں۔

—— قسطنطنیہ ۲۸ر دسمبر۔ دولت ترکیہ کے سیاسی حلقوں میں خواتین کو حقوق رکنیت و رائے دہی دیئے جانے پر غور و خوض ہو رہا ہے۔

—— بصرہ میں ایک باقاعدہ انجمن قائم ہوئی ہے۔ جو ملحدوں (بے دینوں) کی انجمن کہلاتی ہے۔ جس میں ڈیڑھ سو کے قریب نوجوان شامل ہیں۔ یہ لوگ علی الاعلان الحاد و بیدینی کی حمایت کرتے ہیں۔

—— کلکتہ میں مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد نے خلافت کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا "اسلام امن کا فرشتہ اور قومیت پرستی جنگ کا پیغام ہے۔ خدا نے اسلام کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ ساری نسل انسانی کو ایک قوم بنا دے۔ یہ میری "فرقہ پرستی" ہے۔ ساری نسل مختلف قوموں میں منقسم ہو رہی ہے۔ جو ایک دوسری کی جانی دشمن ہیں۔ یہ تمہاری "قومیت پرستی" ہے۔ جو جنگ و پیکار سکھاتی ہے۔ لیکن اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے۔

—— مدراس ۲۸ر دسمبر۔ دیسی عیسائیوں کی آل انڈیا کانفرنس کا پندرہواں اجلاس زیر صدارت مسٹر جے۔ سی چیٹرجی آج منعقد ہوا۔ ڈیلیگیٹوں کی تعداد کثیر شریک جلسہ ہوئی۔

—— مصر میں زمرد کی ایک نئی کان دریافت ہوئی ہے۔ جس سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہونے کی امید ہے۔

—— اخبار "اکالی" امرتسر اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ سرحد کی ایک تازہ آمدہ خبر مظہر ہے۔ کہ وہاں فوجوں کو ہر وقت طیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ افواہ ہے۔ کہ کسی آئندہ جنگ کی تیاریاں ہیں۔

—— محکمہ تعلیم میں ایک عرصہ سے مسلمانوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ اور باوجود چیخ و پکار کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اب مسلمان گریجوئیٹوں نے ایک انجمن بنام "مسلم گریجوئیٹس ایسوسی ایشن" قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کا مرکز لاہور ہوگا۔ یہ انجمن مسلمان گریجوئیٹوں کے حقوق کی نگہداشت کریگی۔ اور ان کی شکایات کو حکام بالا تک پہنچائیگی۔

—— دہلی مسلم کانفرنس میں صوبہ سندھ کی علیحدگی صوبہ سرحد و بلوچستان میں نفاذ اصلاحات کے متعلق بھی قراردادیں پاس کی گئیں

—— پشاور یکم جنوری شاہ افغانستان نے بچہ سقہ کی جمعیت کو پسپا کرنے کے صلہ میں عساکر مقیم کابل کو دو دو ماہ کی تنخواہ بطور انعام عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ شاہی رسالہ کی چودہ روپیہ سے بیس روپیہ کر دی۔

—— القدس میں ایک جدید یہودی اخبار نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کی پہلی ہی اشاعت میں فلسطین میں یہودیوں کے مستقبل پر ہیجان انگیز مضامین لکھے ہیں۔

—— گذشتہ منگل کی خبر ہے۔ کہ ملک معظم نے دن آرام سے گذارا ان کی عام حالت میں خفیف بہتری واقع ہوئی ہے۔ خون کے کیمیائی امتحان کے بعد کسلیم کے علاج سے نہایت اچھے نتائج ظاہر ہوئے ہیں

—— گاندھی جی نے کانگریس میں آئندہ دو سال کے لئے مفصلہ ذیل تعمیری پروگرام تجویز کیا ہے۔ (۱) کونسلوں کے اندر اور باہر شراب وغیرہ کی بندش کی کوشش کرنا۔ اور پکٹنگ لگانا۔ (۲) غیر ملکی کپڑے کا بائیکاٹ کرنا اور اس کے لئے پروپیگنڈا کرنا۔ (۳) باردولی کی طرح جہاں لوگ تیار ہوں۔ ستیہ گرہ کرنا۔ (۴) کانگریس کمیٹیوں کی ازسرنو تنظیم کرنا اور کانگریس ممبر بھرتی کرنا۔ (۵) سوشل خرابیاں دور کرنا۔ (۶) عورتوں پر سے پابندیاں دور کرنا۔ اور انہیں ملکی کاموں میں حصہ لینے کے لئے تیار کرنا (۷) دیہات کی تنظیم کے لئے رضاکار بھرتی کرنا۔ اور اچھوت ادھار کو دور کرنا۔ (۸) جس کانگریسی کی آمدنی سو روپیہ سے زیادہ ہو۔ اس سے پانچ فیصدی چندہ وصول کرنا۔ اور اس طرح اس تعمیری پروگرام پر دس لاکھ روپیہ صرف کرنا۔

—— مسٹر سانڈرس کے قتل کے سلسلہ میں جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان کو رفتہ رفتہ ضمانت پر رہا کیا جا رہا ہے۔

ہماست میں ڈالنا بھی عقل و ادراک کا اقتضا ہو سکتا ہے۔

مجھے قرآن کو عظمت و حکمت سکھانے کا پارٹ ادا کرتے ہوئے شرم و ندامت محسوس ہو رہی ہے۔ میرے قلم میں وہ زور اور میری تحریر میں وہ قدرت نہیں۔ جو آپ کو لازم ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب ضرور میری رہبر اور ہادی ہے۔ میں اپنے ٹوٹے ہوئے الفاظ میں اس مقدس کتاب کی تعلیم کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مجھے واثق یقین ہے۔ کہ میری تحریر نہیں بلکہ اس مقدس کتاب کی تعلیم۔ اگر آپ پڑھیں۔ تو قارئین اور سامعین پر اپنا اثر ضرور ڈالیگی۔ اور راستی بالضرور اپنا کام کرکے رہیگی۔ آپ کی تحریروں کا یہ

جلد ۱۷ لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۸ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء نمبر ۲۱

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے

ایک شریف ہندو کا قبول اسلام

مخفی مسلمان

ذیل کی مراسلت ہمیں ایک شریف ہندو کی طرف سے موصول ہوئی ہے - جس میں صاحب مراسلت نے اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے اپنے اسم گرامی کو بعض وجوہ سے ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے آپ کو "مخفی مسلمان" کے نام سے پکارا ہے - اپنے اس اخفا کی وجوہ میں سے ایک بڑی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ مسلمان خود اپنے مذہب پر عامل نہیں - ہمارا خیال ہے کہ صرف ایک آپ ہی نہیں - بہت سے ایسے "مخفی مسلمان" ہوں گے جو اسلام کی صداقت پر سچے دل سے ایمان لانے کے باوجود محض ایسی ہی وجوہ سے مسلمانوں میں شامل نہیں ہوتے - یہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے نہایت شرمناک بات ہے - کہ اسلام کی پاک تعلیمات اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ تو غیر مسلموں کو اپنا گرویدہ بنا رہے ہوں اور مسلمانوں کا عملی نمونہ ان کے اعلان اسلام میں رکاوٹ کا موجب ہو - اسی بات کو مدنظر رکھکر مجدد وقت نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی تھی تاکہ وہ اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے - ہم صاحب مراسلت کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور جس دن سے کہ انہوں نے "اسلام کو سچا دین اور حضرت محمد صلعم کو سچا ہادی" تسلیم کیا ہے اسی دن سے وہ مسلمان ہو چکے ہیں - لیکن جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر ان کا ایمان انشاء اللہ زیادہ ترقی کرے گا - اور اس اسلامی برادری میں آکر ایسی اسلامی زندگی ان کے اندر پیدا ہوگی جو دوسروں کی بھی کشش کا موجب ہو سکتی ہے -

یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کے جو مقامات ابھی تک ان کی سمجھ میں نہیں آئے اگر وہ لکھکر ہمیں بھیجیں اور اپنے شکوک سے ہمیں مطلع فرمائیں تو ممکن ہے "پیغام صلح" ان کو حل کرنے کی خدمت سرانجام دے سکے - (ملایڈ)

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ! سلام نیاز !!

میں ایک شریف ہندو خاندان کا فرد ہوں تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں - میں مدت سے اسلام کے بارہ میں غور اور مطالعہ کر رہا ہوں - میرے دل کی کیفیت یہ ہے کہ اسلام کو سچا دین اور حضرت محمد کو سچا ہادی سمجھتا ہوں -

قرآن کے بعض حصے

قرآن کے بعض حصے ابھی میری سمجھ میں نہیں آئے - میں کوشش کر رہا ہوں کہ انہیں بھی سمجھ لوں - میں نے بہت سے مولوی صاحبان سے ان باتوں کو پوچھا ہے بعض باتیں تو حل ہو رہی ہیں مگر بعض باتوں میں بعض مولوی صاحب کچھ بتاتے ہیں بعض کچھ بتاتے ہیں - اس لئے دل مطمئن نہیں ہوتا - لیکن میں اپنی کوشش بند نہیں کروں گا - مجھے امید لگی ہوئی ہے کہ یہ باتیں بھی حل ہو جائیں گی - اور اگر حل نہ بھی ہوں تو مجھے خیال آتا ہے کہ جب بہت سے مسلمان مولوی بھی کامل حل کے بغیر پورے مسلمان ہیں تو میرے مسلمان ہونے میں بھی کیوں شک ہو اس لئے دل کو بار بار سمجھاتا ہوں کہ اول تو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ باتیں جو ابھی سمجھ میں نہیں آئیں حل ہو جائیں - دوسرے حل نہ ہوں تو بھی ایمان و اسلام کا دامن نہ چھوڑوں گا - بہتیرے ایسے وید منتر بھی ہیں جن کی سمجھ میں بڑے بڑے پنڈت قاصر ہیں تو بھی وہ ویدک دھرمی ہیں - اسی طرح میرا دل کہتا ہے کہ میں اگر وہ ایک باتوں کے سمجھنے سے قاصر رہا تو ایمان میں کیا حرج ہوگا ؟ اور پھر یہ بھی خیال آتا ہے کہ مایوس نہ ہونا چاہئے - شاید آگے چل کر وہ باتیں آسان ہو جائیں بہرحال یہ میرے دل کی کیفیت ہے -

آنحضرت صلعم سے محبت و عقیدت

دوسری طرف دل کی حالت یہ ہے کہ میں حضرت محمد صلعم کو سچا رہبر اور ہادی سمجھتا ہوں - میرے دل میں حضرت محمد کی اتنی عزت ہے کہ وہ کسی طرح نکل نہیں سکتی - میرے دل میں کئی بار بڑا جوش پیدا ہوا کہ کاش میں اس پاک انسان کی زیارت کرتا - جو مکہ کی گلیوں میں خدا کا رسول بنکر چلتا پھرتا تھا - جو مدینہ میں فقیر اور شہنشاہ دونوں تھا - اس کے اخلاق جو کتابوں میں پڑھتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ وہ ہوتے تو ان کے چرنوں میں سر رکھ کر ان کے پاؤں چوم لیتا - جنہوں نے دشمنوں پر غلبہ پاکر رحم کھایا جنہوں نے طاقت رکھتے ہوئے اپنے ستانے والوں کو معاف کر دیا - واقعی میری حالت اب تو یہی ہے جو اکثر میں دل ہی دل میں یوں کہتا رہتا ہوں کہ ع

دل کو مرے تسخیر کیا اک عربی نے

ذاتی حالات

یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ میں مالی حالت کے لحاظ سے ایک متوسط حالت میں ہوں - میرا کاروبار ایسا ہے جو نہایت چلتا ہوا ہے مجھے کسی کی احتیاج نہیں ہے - اور جب سے میں نے حضرت محمد کا یہ قول ایک کتاب میں پڑھا کہ "کاروبار کرنے والا خدا کا پیارا ہوتا ہے" تو میرے دل کی مضبوطی کا حال ہی کچھ اور ہے - میں اپنے کاروبار میں ایسا ملوان رہتا ہوں کہ مجھے خوشی پر خوشی ہوتی ہے - میں کسی سے کسی قسم کی مدد چاہنا اپنی عزت اور ایمان کے خلاف سمجھتا ہوں - ہاں جہاں تک ہو سکے محتاجوں کی کچھ مدد کر دیتا ہوں جب سے میرا جی بڑا خوش رہتا ہے - میرے بال بچے بھی ہیں - خاندان بڑا ہے جس میں اکثر افراد اچھے اچھے عہدوں پر ہیں - میں بھی چین سے ہوں - دلی بےچینی ہوتی تھی وہ اب نہیں ہے - جب سے حضرت محمد کی محبت نے دل میں گھر کیا ہے - دل خوش رہتا ہے -

اخفائے ایمان

میں اپنے آپ کو پکا مسلمان سمجھتا ہوں اور اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں - اب کے رمضان میں روزے بھی رکھے ہیں - ہاں ایک بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو مخفی ہی رکھنا چاہتا ہوں - میرا دل اس بات سے گھبراتا ہے کہ میں کسی مسجد یا جلسہ میں . . . . . . اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کروں اور لوگ واہ واہ کریں - کیونکہ میں خدا اور اس کے رسول حضرت محمد پر ایمان لایا ہوں - مسلمانوں پر تو ایمان نہیں لایا - میرا خدا میرے ایمان سے واقف ہے - نام و نمود سے کیا غرض بلکہ شاید اس میں دکھاوا ہو جائے جسے حضرت محمد نے ریا کہا ہے - دکھاوے کا معاملہ تو خدا کا معاملہ نہیں - شہرت اور غرض کا ہو گیا -

مسلمانوں کا عملی نمونہ

پہلے پہلے میرے دل میں اس بات سے بڑی حیرانی رہتی تھی کہ ایمان لا کر چھپنا کیا بات ؟ مگر میں دیکھتا تھا کہ ظاہر ہو کر تو بہت ہی خرابیاں ہیں معاف کیجئے گا - میں بہت سے مسلمانوں کو ایسا دیکھتا ہوں جو حضرت محمد کا نام لیتے ہوئے ان کی باتوں پر عمل نہیں کرتے - میرا دل ایسے لوگوں سے نہیں لگتا - میں نے سمجھ لیا کہ مجھے گوشۂ تنہائی میں رہنا ہی اچھا ہے ایک کتاب میں میں نے حضرت محمد کا یہ قول بھی پڑھا کہ آخر زمانہ میں فتنے بہت ہوں گے اس وقت تمام لوگ فتنوں کے جال میں پھنسے ہوں گے - بہتر یہ ہے کہ آدمی اس وقت اپنے ایمان کو سنبھالے اپنی جگہ بیٹھا رہے - سو میرے دل میں بھی یہی بات جم گئی ہے -

غازی امان اللہ سے ہمدردی

میں اسلامی لٹریچر اور اخبارات پڑھا کرتا ہوں کابل کے فتنے سے مجھے بڑا افسوس آ رہا ہے - شاہ امان اللہ خاں نے ملک کو آزاد و روشن خیال بنانے کا کام شروع کیا تو لوگوں نے فتنے برپا کئے - جو جو خرابیاں اس خانہ جنگی سے ہوئی ہیں ان کا خیال کر کے دل کانپتا ہے - اچھا دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے - یہ بات دیکھکر میرا دل بڑا خوش ہوتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان تمام ہندو بھی امان اللہ خاں سے محبت کرنے لگے ہیں ہندوؤں کے گھر گھر میں ان کا ذکر پریم سے ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے -

اظہار خیال کی خواہش

آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی محبت میرے دل میں جوش مار رہی ہے - میں چاہتا ہوں کہ کبھی کبھی اخباروں میں کچھ اپنے خیال کا اظہار کیا کروں - آپ کو آج اتنا لکھتا ہوں اگر آپ نے اپنے اخبار میں یہ سطریں شائع فرمائیں تو آئندہ بھی لکھا کروں گا - مگر میں اپنے گوشۂ تنہائی سے باہر آنا نہیں چاہتا - (راقم حضرت محمد کے پاؤں کی خاک ایک ہندو "مخفی مسلمان")

اسلامی درسگاہوں کے وجود سے کسی قسم کا اختلاف نہ ہوگا۔ اجی! اس زمانہ میں تو انہوں نے مخالفت نہ کی جب کہ مسلمانوں نے اپنے چندے دیئے اور درسگاہوں کے نام اتنی جاگیریں وقف کرا دیں۔ کہ بعض "پیشواؤں" نے اپنے گھر کے لئے تین تین لاکھ کے زیور بنوا لئے۔ تو سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اب وہ کیونکر مخالفت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔

اگر علمائے موصوف ان اسلامی درسگاہوں کے مخالف ہیں تو اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ نہ تو درسگاہوں کا ہی کوئی اعلیٰ نصب العین ہے اور نہ ان میں پڑھنے اور پڑھانے والوں ہی کا جس نصب العین کو سامنے رکھ کر حضرات اساتذہ تعلیم دیتے ہیں اسے حضرت حالی مرحوم نے کئی سال پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا کہ

میاں مٹھو اپنا سا ان کو بنانا

اور جو نصب العین علماء کا ہوتا ہے اس کے متعلق زمانہ شہادت دے رہا ہے کہ وہ فارغ التحصیل ہو کر مسجدوں میں گھس جاتے ہیں۔ ہاں اگر پہلے کوئی بھلا مانس موجود ہو تو اُس کو وہاں سے نکالنے کے لئے "مذہبی جنگ" لڑی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر یہ "قلعہ" آسانی کے ساتھ سر ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے کہ درسگاہوں کے نصب العین کی پستی نے کیا گل کھلائے۔ اور فقیہا جو تعلیم حاصل کرنے سے پہلے اپنی خوراک اور پوشاک کے خود ذمہ دار تھے تعلیم حاصل کرنے کے بعد قوم کے لئے وبال جان بن جاتے ہیں۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر غریب مسلمان پبلک نے کونسا ایسا جرم کیا ہے جس کی پاداش میں ہر سال کئی ایک مولانا کے اخراجات کا تاوان ان کے بوجھل کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ جس پر طرہ یہ کہ "مذہبی جنگ" لڑنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ ہی فرمائیں کہ ایسی درسگاہوں سے مسلمانوں کو فائدہ کیا؟ ان اسلامی درسگاہوں کے فارغ التحصیل علماء سے وہی لوگ اچھے ہیں جو اسلامی نصاب کو کسی نہ کسی طرح پورا کر کے سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر اس قید میں رہ کر بھی استطاعت کے مطابق ایسے کام کرتے رہتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ اگر میری گذارش پر توجہ ہو تو میں خدا کا واسطہ دے کر اسلامی درسگاہوں کے نصب العین کو اعلیٰ بنائیں۔ طلبہ کے اندر احساس خودداری اور عزت نفس کا جذبہ پیدا کریں۔ اپنی روٹی کما کھانے کے ڈھنگ بتائیں۔ اور ان میں ایسی روح پھونکیں کہ وہ فارغ التحصیل ہو کر مسلمانوں کی تعمیر میں مشغول ہوں نہ کہ ان کی تخریب میں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

اے آمدنت باعث خوشنودی ما

مرزا یعقوب بیگ صاحب کے صاحبزادے مرزا داؤد بیگ صاحب ڈاکٹری کا امتحان پاس کر کے ولایت سے ہندوستان پہنچ گئے ہیں آج ۹ رمئی کو شب کی گاڑی سے لاہور پہنچیں گے۔

خبریں

— لاہور ۳ رمئی۔ آج کانگرس کے مشہور کارکن ڈاکٹر ستیہ پال کو دہلی میں خلاف قانون تقریریں کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا ارادہ تھا کہ ضمانت پر رہائی حاصل نہ کی جائے لیکن بعد میں احباب کے اصرار پر آپ نے ضمانت پر رہا ہونا منظور کر لیا۔ مگر اس روز بہت دیر ہو جانے کی وجہ سے ضمانت نہ دی جا سکی اور پولیس ڈاکٹر صاحب کو دہلی لے گئی۔

— لاہور ۵ رمئی ہفتہ کی صبح کو ڈاکٹر صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کی عدالت میں پیش کئے گئے۔ لالہ دیش بندھو [illegible] ایڈیٹر تیج کے دو ہزار روپیہ کی ضمانت دینے پر انہیں رہا کر دیا گیا۔ اسی روز شام کو آپ واپس لاہور پہنچ گئے۔

— لکھنؤ ۵ رمئی۔ تقریباً دو ہفتوں سے لکھنؤ اور کانپور میں سرخ پوسٹر چسپاں کئے جا رہے ہیں۔

— لکھنؤ کے ایک ہفتہ وار اخبار کے ایڈیٹر کو بھی ایک سرخ خط موصول ہوا ہے جس میں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر تم نے پبلک سیفٹی بل کی حمایت کی تو قتل کر دئے جاؤ گے۔

— دہلی ۵ رمئی۔ اخبارات کا بیان ہے کہ جب اسمبلی کے حادثہ بم کا مقدمہ ختم ہو جائے گا تو سردار بھگت سنگھ کو مسٹر سانڈرس کے قتل کے سلسلہ میں لاہور لایا جائے گا۔

اخبار "پرتاپ" کا بیان ہے نمائندہ پریس سے ایک اعلیٰ پولیس افسر نے دوران ملاقات میں کہا۔ پہلے ہم سرخ خطوط اور پوسٹروں کو اہمیت نہیں دیتے تھے اور اسے چند غیر ذمہ دار اور شریر آدمیوں کا فعل سمجھتے تھے۔ لیکن ایوان اسمبلی میں حادثہ بم اور اس کے ساتھ سرخ اشتہارات کی موجودگی نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ اب ہمیں کامل یقین ہے کہ پنجاب میں ایک انقلاب انگیز منظم جماعت موجود ہے۔ جس کی شاخیں اس صوبہ سے باہر بھی پھیلی ہوئی ہیں۔

— اس افسر نے یہ بھی بتایا کہ لوہاری دروازہ لاہور کے قریب باوجود پولیس کی سخت نگرانی کے اس جماعت کے آدمی اپنے پوسٹر چسپاں کر جاتے ہیں۔

— اخبار اکالی امرتسر۔ اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ ۳ رمئی کی صبح کو امرتسر میں گھنٹہ گھر پر دو پوسٹر چسپاں پائے گئے ہیں۔ جن میں گورنر پنجاب اور ایک دو پولیس افسروں کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر وہ تشدد سے باز نہ آئے تو انہیں قتل کر دیا جائیگا۔

— سرگودہ ۵ رمئی۔ مقامی میونسپلٹی کے صدر کو ایک تہدید آمیز خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ غیر ملکی کپڑے کی درآمد پر اس قدر محصول عاید کر دو کہ سوداگران کے لئے اسے منگانا اور فروخت کرنا ناممکن ہو جائے۔ اس کے بعد دھمکی دی گئی ہے کہ اگر یہ مطالبہ پورا نہ ہوا تو تمہیں اور تمام میونسپل کمشنروں کو قتل کر دیا جائے گا۔

— بمبئی ۵ رمئی۔ آج سر ہری سنگھ گوڑ اور سر ذوالفقار علی خاں انگلستان روانہ ہو گئے۔

— کوہاٹ ۳ رمئی۔ افواہ ہے کہ قبائل غیاث الدین کے جس نے گذشتہ دنوں افغانستان کی بادشاہت کا دعویٰ کیا تھا خلاف ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کے گاؤں کا محاصرہ کر رکھا ہے اس نے غصہ کی حالت میں اپنی دو بیویوں کو قتل کر دیا ہے اور خیال ہے کہ وہ بھاگ کر برطانوی علاقہ میں پناہ لے گا۔

— بعض اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں، شاہ ولی خاں اور شاہ محمود خاں کی گرفتاری کی خبر غلط تھی۔

— لندن ۳ رمئی۔ یہاں افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ دس ہزار ایرانی فوج مشہد سے افغان سرحد کی طرف روانہ ہو گئی ہے۔۔ خیال کیا جاتا ہے کہ گذشتہ دنوں معلوم ہوا تھا کہ ایران شاہ امان اللہ خاں کی مدد کرنا چاہتا ہے شاید یہ نقل و حرکت اسی سلسلہ میں ہو۔

— بمبئی ۴ رمئی۔ یہاں پانچ روز سے فرقہ وارانہ فساد جاری ہے بہت سے کارخانے بند ہیں۔ حالات کی نزاکت کی وجہ سے کرفیو آرڈر جاری کر دیا گیا ہے۔ امن قائم کرنے کے لئے پونہ سے فوج طلب کی گئی۔ فسادیوں نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے علاوہ پولیس پر بھی حملے کئے۔ بعض مکانات کے اندر سے لاٹھیاں۔ لوہے کی سلاخیں اور [illegible] کے ڈھیر برآمد ہوئے۔ اس وقت دس آدمی ہلاک اور ۱۰۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ دو صد ہندو اور ایک صد مسلمان گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

— مہاراجہ پٹیالہ نے اپنی ریاست میں اخبار مسلم آؤٹ لک کا داخلہ بند کر دیا ہے۔

— اخبار ڈیلی کرانیکل رقمطراز ہے کہ افغانستان کے موجودہ انقلاب کی وجہ سے بالشویکوں کو انگریزوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مشرقی اور وسطی ممالک میں سینکڑوں آدمی اس غرض سے ایجنٹوں کی [illegible] بھیجے ہیں۔ جو ترکی، ایران، عراق، شام، مصر اور افغانستان میں کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ گمنام حیثیت میں سفر کرتے ہیں۔ اور ان کے پاس روسی گورنمنٹ کے پاسپورٹ نہیں ہوتے۔

— امسال گورنمنٹ پنجاب نے وبائے ہیضہ کی وجہ سے کوروکشیتر کا سورج گرہن کا میلہ بند کر دیا ہے۔

— دہلی ۵ رمئی۔ اسمبلی کے حادثہ بم کا مقدمہ ۷ رمئی کو شروع ہوگا۔ جیل ہی میں کمرہ عدالت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ مسٹر آصف علی ملزمین کی طرف سے پیروی کرینگے۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند نے خاص طور پر حکم دیا ہے کہ جب تک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس اجازت نہ دیں ملزمین سے کوئی ملاقات نہیں کر سکتا۔

— برلن ۳ رمئی۔ مزدوروں کے یوم مئی کے مظاہرہ پر یہاں ایک خوفناک فساد ہو گیا۔ تازہ اطلاع ہے کہ از کم ۹ آدمیوں کے قتل اور ۸۰ کے زخمی ہونے کے بعد گذشتہ شب سے سکون ہے۔ ۹۰۰ آدمی گرفتار کئے گئے ۱۷۵ مقید ہیں۔ ان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے حکومت کا مقابلہ کر کے امن میں خلل ڈالا۔ پولیس کے ۲۹ آدمی زخمی ہوئے۔ ایک جرمن اخبار اس ہولناک ہنگامے کے متعلق رقمطراز ہے کہ جرمن اشتراکیوں کے جوش کی بدولت برلن میں خون بہایا گیا۔ ماسکو کو خوش ہونا چاہئے کہ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی

— ایک اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ ہنگامہ کمیونسٹوں کے ایک جلسہ سے شروع ہوا جس میں وہ پولیس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس ہنگامہ کی وجہ سے سڑک میدان جنگ کی طرح خون سے سرخ تھی۔ دوکانیں لوٹ لی گئی تھیں اور بلوائی پٹرول چھڑک کر آگ لگانا چاہتے تھے۔ جس میں انہیں پوری کامیابی نہ ہوئی۔

— لاہور ۵ رمئی۔ آج صبح دفتر سیاست میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا شوکت علی اور مولانا شفیع داؤدی اور لاہور کے بعض مسلمان معززین شامل تھے۔ جلسہ میں پراونشل خلافت کمیٹی کی ترتیب و تنظیم کے متعلق گفتگو ہوئی تمام حاضرین نے نئی خلافت کمیٹی کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ چنانچہ اسی وقت اس کا قیام عمل میں آگیا۔ اس کمیٹی کا موجودہ پراونشل خلافت کمیٹی سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا الحاق سینٹرل خلافت کمیٹی بمبئی سے ہوگا۔

— کلکتہ میں ہیضہ کا بہت زور ہے

— الہ آباد ۵ رمئی۔ یکشنبہ کی صبح کو اخبار پایونیر کے دفتر میں ایک سرخ خط جو عسکر جمہوریہ اشتراکیہ ہند کے ایک رکن کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ موصول ہوا۔ اس خط میں یورپینوں اور حامیان حکومت کو دھمکیاں دی گئی تھیں اور اعلان کیا گیا تھا کہ شنبہ کی صبح کو ایک سو یورپین اور حامیان حکومت قتل کر دئے جائیں گے۔ خون پانی کی طرح بہے گا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمارے خیال میں انقلاب برپا کرنے کی خاطر خون میں تیرنا برا نہیں۔ اخیر پر لکھا ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ کہ اشتراکی فوج کے ارکان صرف شمالی ہند میں ہیں۔ بلکہ اس فوج کے مستقر ملک کے گوشہ گوشہ میں قائم ہو چکے ہیں۔ اور ہر جگہ شاخیں کھل گئی ہیں۔

— پشاور ۷ رمئی ایک اطلاع مظہر ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نہایت تعجیل سے کابل کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ راستہ میں کوئی مزاحم نہیں ہوا اور چند روز تک وہ کابل میں پہنچ جائیں گے۔ یہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہے۔

— پشاور ۷ رمئی معلوم ہوا ہے کہ شنواری باغیوں کے سرکردہ سرغنہ محمد افضل خاں نے شنواریوں کا ایک وفد افغان وکیل التجارۃ کے پاس بھیجا ہے کہ وہ شاہ امان اللہ خاں سے درخواست کر کے ان کے لئے معافی حاصل کریں۔

— لندن ۵ مئی۔ ویسٹ رائیڈنگ پارک شائر کے اشتراکیین نے مسٹر عثمانی کو اسپین ویلی کے حلقہ سے سر جان سائمن کے مقابلہ میں کھڑا کرنے کا فیصلہ کیا ہے مسٹر عثمانی آجکل بغاوت کے الزام میں ماخوذ ہیں۔ اور [illegible] سے ایک سال [illegible] ہو کر

پرچڑھائی کر رہے ہیں۔ ان کے لشکر کی تعداد معلوم نہیں ہوسکی تاہم خیال کیا جاتا ہے کہ ہزارہ قبائل کا بہت بڑا لشکر ان کی رکاب میں ہے بچہ سقہ نے اپنی فوجیں وادی غوربند سے پیچھے ہٹائی ہیں۔ کیونکہ اسے بعض قبائل کے رویہ کے متعلق شبہ ہے۔

—— اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرنل نادر خاں ابھی تک بعض قبائل کے ساتھ گفت و شنید کر رہے ہیں۔ ان کی مالی مشکلات قبائل کی باامداد امداد حاصل کرنے میں مزاحم ہو رہی ہیں۔ سردار ہاشم خاں کانہ اور حصارک میں نقل و حرکت کر رہے ہیں۔ تاکہ کابل جانے والے قافلوں کو راستے میں روک لیں۔

—— بچہ سقہ کے ٹریڈ ایجنٹ نے اعلان کیا ہے کہ چمن قندھار کی سڑک پر بچہ سقہ کا پورا قبضہ ہو چکا ہے اور اب کابل اور مزار شریف کو قندھار کی راہ سے ڈاک بھی جا سکتی ہے۔

—— بمبئی ۶ جون۔ شاہ امان اللہ خاں نے ملک معظم کے انتخاب ہونے پر جو برقی پیغام بھیجا تھا ملک معظم نے اس کا جواب بدیں الفاظ دیا ہے۔

بخدمت شاہ امان اللہ خاں   تاج محل ہوٹل بمبئی

میں دلی خلوص کے ساتھ اعلیحضرت کے پیغام کا اور میری صحت یابی کے متعلق جن مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ملکہ معظمہ اور مجھ کو یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ میری حکومت اس موقعہ پر ملکہ ثریا اور اعلیحضرت کو آرام پہنچانے میں ایک حد تک حصہ لیا ہے۔

—— پشاور ۶ جون۔ خبر ہے کہ جب سردار علی احمد جان عبدالکریم اور دیگر اشخاص اسیر ہو کر کابل پہنچے تو وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں نہایت ذلت کے ساتھ بڑے بڑے بازاروں میں پھرائے گئے۔

—— پشاور میں یہ افواہ گرم ہے کہ سردار علی احمد جان اور ان کے رفقا کو بچہ سقہ نے مروا ڈالا ہے۔ لیکن معتبر حلقے اسے بازاری گپ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ایک غیر مصدقہ خبر یہ بھی ہے کہ روسی ہوائی جہازوں نے افغانی ترکستان کے بعض دیہات پر بم گرائے جس سے بے شمار آدمی مر گئے اور بہت سا مال و اسباب تباہ و برباد ہو گیا۔

—— بچہ سقہ کے سرکاری اخبار "حکومت حبیبہ" کی تازہ ترین اشاعت میں اس حیرت انگیز راز کا انکشاف کیا ہے کہ بچہ سقہ نے تین لاکھ روپے کی منظوری دیکر عبدالعزیز سابق افغان قونصل جنرل کو جو افغانستان کی مجلس مصالحت راولپنڈی کا ایک رکن بھی تھا اس کام پر مامور کیا۔ کہ جرنیل نادر خاں اور ان کے بھائیوں کو یورپ سے کابل میں لائے۔ لیکن پشاور پہنچنے پر (بقول بچہ سقہ) خود غرض و فریب کار

اشخاص نے انہیں بہکایا اور وہ لوگ بچہ سقہ کے پاس آنے کی بجائے سمت جنوبی کی طرف روانہ ہوئے۔

—— لندن ۵ جون۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ بادشاہ سلامت نے رات اچھی طرح بسر کی۔ ان کی عام صحت تسلی بخش ہے۔ اب وہ اس قابل

ہیں کہ دن میں کچھ عرصہ کے لئے اٹھ کر بیٹھ رہیں۔

—— حکومت چین اور روس میں کچھ کشیدگی ہو گئی ہے۔

—— طہران کے ایک سرکاری اخبار نے اعلان کیا ہے کہ بغاوت کردستان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب وہاں بالکل امن و امان ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۸ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ نمبر ۵

مسلمانان ہند اور مسیح موعود

مولوی ظفر علی خان صاحب کی باطل آرائی

(۳)

حضرت مسیح موعود اور مسئلہ جہاد

دوسری بات جس پر بڑا زور دیا گیا ہے مسئلہ جہاد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کو منسوخ کیا ہے۔ اس الزام کا بارہا ان کالموں میں جواب دیا جا چکا ہے۔ لیکن معترضین پر اتمام حجت کرنے کے لیے ہم اس نمبر میں حضرت مسیح موعود کی وہ تحریرات نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں آپ نے اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ اصل اسلامی جہاد کیا ہے۔ اور آج کل کس چیز کو جہاد سمجھا جاتا ہے۔ اور جہاد کی منسوخی سے آپ کا منشا کیا ہے۔ یہ تحریرات اگرچہ لمبی ہیں لیکن چونکہ ان سے اصل مسئلہ پر وضاحت کے ساتھ روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے ان کو قارئین کرام کے مطالعہ میں لانا ضروری ہے۔ تاکہ ہماری وکالت کے بجائے مدعی کے اپنے الفاظ سے اس کے حقیقی منشا کا پتہ لگ جائے۔

جہاد کے غلط مسئلہ کی اصلاح

حضرت مسیح موعود اپنی کتاب "تحفہ قیصریہ" میں جو ملکہ معظمہ کو دعوت اسلام دینے کے لئے آپ نے لکھی صفحہ ۔۔ پر فرماتے ہیں۔

"دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔ بے شک قرآن شریف میں لڑائیوں کا حکم ہوا تھا۔ جو موسیٰ کی لڑائیوں سے زیادہ معقول اور یشوع بن نون کی لڑائیوں سے زیادہ پسندیدگی اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور اس کی بنا صرف اس بات پر تھی کہ جنھوں نے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ناحق تلواریں اٹھائیں اور ناحق کے خون کئے اور ظلم کو انتہا تک پہنچایا۔ ان کو تلوار ہی سے قتل کیا جائے۔ پھر بھی یہ عذاب موسیٰ کی لڑائیوں کی طرح بہت سختی اپنے اندر نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ جو شخص قبول اسلام کے ساتھ اگر وہ عربی ہے اور جزیہ کے ساتھ اگر وہ غیر عربی ہے پناہ لیتا تھا۔ تو وہ عذاب ٹل جاتا تھا اور یہ طریق بالکل قانون قدرت کے مطابق تھا۔"

آزادی مذہب اور جہاد

پھر فرماتے ہیں (ص ۹)

"جو کچھ نادان مولوی تلوار کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ امر سچے مذہب کے لئے دوسرے رنگ میں گورنمنٹ برطانیہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہر ایک شخص بتمام تر آزادی اپنے مذہب کا اثبات اور دوسرے مذہب کا ابطال کرسکتا ہے۔"

جہاد کے سمجھنے میں غلطیاں

پھر اس مسئلہ جہاد پر ایک علیحدہ کتاب بنام "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" لکھی جس میں اس مسئلہ جہاد پر نہایت وضاحت سے لکھا چنانچہ شروع کتاب ہی میں فرماتے ہیں:۔

"جہاد کے مسئلہ کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ایسا ایک ہمدہ امر اور دقیق نکتہ ہے کہ جس کے نہ سمجھنے کے باعث سے اس زمانہ میں اور ایسا ہی درمیانی زمانہ کے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ہمیں نہایت شرم زدہ ہو کر قبول کرنا پڑتا ہے۔ کہ ان غلطیوں کی وجہ سے اس کے مخالفوں کو موقع ملا کہ وہ اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب کو جو سراسر قانون قدرت کا آئینہ ہے۔ اور زندہ خدا کا جلال ظاہر کرنے والا ہے مورد اعتراض ٹھیراتے ہیں۔"

یہاں صاف بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کی غلطیوں کی وجہ سے مخالفان اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملا۔

اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ:۔

اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی

"اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے؟ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑا تھا۔ اور تمام قومیں اس کی دشمن ہو گئی تھیں ...... اور چونکہ ایمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے۔ اس لئے ان کے مخالفوں نے بباعث اس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل و دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے۔ جو اپنے تئیں دولت میں مال میں کثرت جماعت میں۔ عزت میں مرتبہ میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں۔ اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودا زمین پر قائم ہو ...... نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں۔ اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی۔ اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سرخ ہو گئے۔ پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں۔ بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا۔ مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی۔ اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا۔ اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا۔ اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی۔ کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔"

ناحق تلوار چلانے سے بنی نوع کی حق تلفی

"لیکن افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں جس کی اصل جڑ آیت کریمہ مذکورہ بالا اذن للذین یقاتلون الخ) ہے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا گیا۔ اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ عیسائیوں کو تو خالق کے حقوق کی نسبت غلطیاں پڑیں۔ اور مسلمانوں کو مخلوق کے حقوق کی نسبت یعنی عیسائی دین میں تو ایک عاجز انسان کو خدا بنا کر اس قادر قیوم کی حق تلفی کی گئی جس کی مانند نہ زمین میں کوئی چیز ہے۔ اور نہ آسمان میں۔ اور مسلمانوں نے انسانوں پر ناحق تلوار چلانے سے بنی نوع کی حق تلفی کی۔ اور اس کا نام جہاد رکھا۔"

جہاد کا موجودہ مفہوم صحیح نہیں

اس کے بعد مسلمان علما کی غلطی کا بدیں الفاظ اظہار فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علما نے جو مولوی کہلاتے ہیں۔ سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں۔ ہرگز وہ صحیح نہیں۔ اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پر جوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں"

یہاں اعتراف کر دیا ہے کہ اسلام کا بیان کردہ مسئلہ جہاد تو صحیح ہے لیکن مولوی لوگوں نے اس کی صورت کو مسخ کر دیا ہے۔

مولویوں اور پادریوں کے مفتریات

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ...... اس جگہ ہمیں یہ بھی افسوس سے لکھنا پڑا کہ جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے۔ اور اس کا نام جہاد رکھا۔ اسی طرح دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی یہی کارروائی کی اور ہزارہا رسالے اور اشتہار اردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے دو گواہیاں پاکر یعنی ایک مولویوں کی گواہی اور دوسرا پادریوں کی شہادت۔ اپنے وحشیانہ جوش میں ترقی کی۔ میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افترا سے روک دے۔ جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے"

دیکھئے کیسے ایک صحیح مصلح کی طرح آپ نے نہ صرف مسلمانوں کی غلطی کا اظہار کیا بلکہ پادریوں کو بھی اس غلط بیانی کا ملزم گردانا۔ ایسے شخص کو خوشامد پسند کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

قرآنی اور نفسانی جہاد

اس سے آگے آپ قرآنی اور نفسانی جہاد کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا ہے اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں۔ یہ اسلامی جہاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع سے ناجائز حرکات ہیں۔"

صحابہ اور موجودہ زمانہ کے حالات

صحابہ اور موجودہ زمانے کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے۔ کہ جب خدا نے مکہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو۔ اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پاکر شیرخوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے۔ گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ ان کے بازوؤں میں طاقت۔ بعض ان میں سے اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے ان کی ٹانگیں مضبوط طور پر ان اونٹوں سے باندھ دی گئیں۔ اور پھر اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا۔ پس وہ ایک دم میں ایسے چر گئے جیسے گاجر یا مولی چیری جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں اور خاص کر مولویوں نے ان تمام واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دنیا ان کا شکار ہے۔ اور جس طرح کہ ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بن میں پتہ لگا کر چھپ چھپ کر اس کی طرف جاتا ہے۔ اور آخر موقع پاکر بندوق کا فیر کرتا ہے یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا۔ بلکہ ان کے نزدیک خواہ نخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے۔ ان میں وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ماریں کھائیں۔ اور صبر کریں۔ کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پاکر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ یا بندوق سے اس کا کام تمام کر دیں۔ کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ بے جرم بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ روشناسی بھی نہیں وہ کسی دکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مصروف ہے اور ہم نے بے وجہ بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟"

ان تمام حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک جہاد کا وہ مفہوم جو عام طور پر مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں غلط ہے قرون اولیٰ میں چونکہ اسلام اور مسلمانوں کو تلوار کے ذریعہ سے مٹانے کی کوشش کی جاتی تھی اس لئے قرآن کریم نے حفاظت خود اختیاری اور آزادی مذہب کے لئے تلوار کے ساتھ جہاد کی اجازت دی۔ آج اس قسم کے حالات درپیش نہیں، بلکہ گورنمنٹ کے عہد میں

ازقبیل چراغ سرگزاردن درنعش کردن وشمع لفظ را آرائش زدن دآں لوطی بازیہا، وعرب دخولی وتنور درست کردن ومقدارے وقت ومبلغی پول راتلف کردن تماما حرام است است۔ وخداوند درقرآن این قبیل اشخاص را برادرشیطان نامیدہ است ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین مردم درصدد جمع آوری پول وثروت ہستند ماخر تلف کردن مال وبیکار نمودن کسبہ نفقہ کارے نداریم باین حال چگونہ میتوانیم بادول بزرگ دم ازہمسری بزنیم۔

(۳) درخصوص تعیش وروضہ خوانہا خدارحمت کند پیشینیان ماراکہ ہرچہ ہرجا شنیدند ودیدند درکتب نوشتند کہ ازشنیدن بعضے ازیں اخبار واحادیث انسان تعجب میکند وہیچ عقل سلیمی نمی تواند باورنماید کہ کرکرہ بن جرجرہ بن ہریرہ بن تا ہزارپشت او نام بردہ شود وانہائے کشتی شود آں کیکہ اینقدر قدرت دارد کہ کشش بیسرماہی باہم جاری است خودش نداند راہ کدام طرف است بمی قدر درحق ایں اشخاص وروضہ خوانہا حدیث حضرت صادق رانقل می نمائیم کانی اثبت میفرمایہ ھٰؤلاء القوم اضرعلی شیعتنا من جیش یزید ابن معاویۃ۔ میفرماید ضرروصدمہ ایں طائفہ برشیعان مازیادہ تراست ازلشکر یزید بن معاویہ دخوش وقتیم کہ قانون لباس تا اندازہ جلوگیری میکند اگراسباب دخل ماموران دولت نشود) درخاتمہ نہایت تاسف خود رااظہارمیدارم کہ ازہزار انقلاب اہل عالم استفادہ می نمایند وما سہ ماہ درسال انقلاب داریم جزوحشی گری و مسجل نمودن خریت خود کارے نمیکنیم۔

(الاحقر خادم خدام الشرع الاطہر شیخ محمدتقی الاسفہانی غفراسد ذنوبہ)

(نوٹ) اصل فتوی دائرۃ الاصلاح کشمیری بازار لاہور میں موجود ہے۔

کے دن مناتے ہیں۔ اور ان میں مطلق عزاداری نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت رسول خداؐ اور حضرت حسینؓ بن علی کی ولادت کے دن جشن کرتے ہیں اور عمر فرح وسرور میں بسر کرتے ہیں۔ مگر ایران عزاداری۔ نوحہ سرائی گریہ وزاری۔ سرد سینہ زنی سے خودکشی کر رہا ہے۔"

آخر میں یہ اخبار (چہرہ نما) ایرانی جرائد "ناہید" و "فلاح" سے التماس کرتا ہے کہ وہی کوشش کرکے ایرانیوں کے غمناک کالبد میں شادی ومسرت کی روح پھونکیں۔

نوٹ ۔ اصل فتویٰ میں شیخ محمد تقی صاحب اصفہانی شیعہ مجتہد نے جوشِ اصلاح میں اپنے برادران وطن پر سخت ودرشت الفاظ میں جرح قدح کی ہے (جنھیں اصل فتویٰ میں ہم نے اس لئے بعینہ لکھدیا ہے۔ کہ فتویٰ میں ترمیم کنندہ یا خائن نہ قرار دیئے جائیں مگر "خلاصہ ترجمہ" میں انہیں ترک کر دیا ہے۔) ہندوستان کا کوئی مجتہد شیعہ سوائے علامہ حائری کے ایسی جرأت نہیں کرسکتا (علامہ حائری مجتہد شیعہ نے اس فتوے کی تائید فرمائی ہے) بہرحال ہندی شیعوں کو غور کرنا چاہیئے کہ مجتہد مذکور کا فتوے کہاں تک یہاں ہندوستان میں واجب العمل ہوسکتا ہے؟ واقعی اصلاح میں وہی لوگ حائل ہیں جن کا ذریعہ معاش ماتم حسینؓ بنا ہوا ہے۔ اگر پبلک اس رمز کو سمجھ جائے تو بہت جلد مفت خوروں کو کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرنا پڑے اور اس کے ساتھ ہی شیعہ سنی نفاق ملیا میٹ ہوجائے۔ کیونکہ (بقول مجتہد موصوف) مصنوعی قصے اور غلط روائتیں ہی (جو موجودہ طریق ماتم کا رنگ بنیاد ہیں) باہمی نفاق کا موجب ہیں۔

ان اریدالا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ؁

(دائرۃ الاصلاح لاہور)

خبریں

—— قادیان ۱۱ راگست۔ کل قادیان کے قریب و جوار کے سینکڑوں مسلح سکھوں نے حملہ کرکے ذبح خانے کی عمارت کو جو حال ہی میں تعمیر کی گئی ہے۔ مسمار کر دیا۔ پولیس سامنے کھڑی تھی۔ لیکن قلت تعداد کے باعث مزاحمت نہ کرسکی۔ قادیان اور اس کے گردو نواح کے مسلمان بچ کی حفاظت کے لیئے اس وجہ سے نہیں گئے کہ مبادا طریق عمل خلاف قانون سمجھا جائے۔ لیکن آخر کار جب سب انسپکٹر پولیس نے ان کو امداد کے لیے طلب کرنے کا فیصلہ کیا تو وقت گزر چکا تھا۔ اور قبل اس کے کہ مسلمان ذبح خانے پہنچے۔ جو قادیان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ سکھ عمارت کو منہدم کرکے اپنے اپنے گاؤں کو واپس جارہے تھے۔ واقع کے بعد جلدی ہی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، علاقہ کا مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر، متعدد سب انسپکٹر پولیس۔ پولیس کی کافی جماعت کے ساتھ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس یکے بعد دیگرے موقع پر پہنچ گئے۔ اب تفتیش شروع ہے۔ چالیس سے زیادہ گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں۔ تمام ضلع کے مسلمانوں میں بڑا جوش پھیلا ہوا ہے۔

—— حال ہی میں کابل سے ایک مسافر آیا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ بچہ سقہ کا بھائی ہزارہ اور مسعود وک قبائل کو بچہ سقہ کی بیعت کے لئے کہنے گیا تھا۔ مگر ہزارہ اور وردک "سقا" کے سخت مخالف ہیں کیونکہ سقا نے ہزارہ قبائل کی سیدزادیاں بازار میں فروخت کی تھیں۔ اس کا انتقام لینے کے لئے انہوں نے بچہ سقہ کے بھائی حمیداللہ کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔

—— پشاور ۹ راگست۔ اطلاع ملی ہے کہ میر غیاث الدین نے گردیز کا محاصرہ چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ علی خیل میں آگیا ہے۔

—— جنرل نادر خاں اور بچہ سقہ دونوں منگل اور حاجی قبائل میں زور شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کابل میں ہزارہ قبائل کے حملوں کے سوا ہر طرح سے امن بتایا جاتا ہے۔

—— پشاور ۱۰ راگست۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں مہمندوں کا لشکر تیار کرنے کے لئے مولوی عبدالرزاق سے کام لے رہے ہیں جو تحریک ہجرت کے دوران میں ہندوستان سے ہجرت کرکے افغانستان چلے گئے تھے۔ تازہ کی اطلاعات مظہر ہیں کہ جنرل نادر خاں وزیریوں کی امداد حاصل کرنے کے لئے سرگرم کوشش کر رہے ہیں۔ اگرچہ ابھی تک انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

—— پشاور ۱۰ راگست۔ پارہ چنار میں زبردست افواہ پھیل رہی ہے کہ جنرل نادر خاں اور ان کے بھائی عنقریب سرکردہ قبائل ملکوں

نتیجہ نہیں نکلا۔ اس لیئے ان اطلاعات کی تصدیق بھی نہیں موصول ہوئی

—— نہایت رنج واندوہ سے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ جالندھر کے مشہور عالم ادیب اور مصنف خاں صاحب مولانا فتح محمد خاں صاحب ۸ راگست کو رات کے ۹ بجے رہگرائے عالم جاودانی ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

—— شملہ ۱۱ راگست۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گڑھ شنکر میں ایک بم پھینکا گیا۔ جس سے ایک ذیلدار کو خفیف زخم آئے۔ اس وقت ایک پولیس افسر بھی ذیلدار کے پاس کھڑا تھا۔ تفصیلات معلوم نہیں ہوئیں۔

—— امرتسر ۱ راگست۔ نوجوان بھارت سبھا کانفرنس کے پنڈال کے بڑے دروازہ پر مسٹر دھنونتری نے مذکورہ سبھا کا سرخ جھنڈا نصب کرنے کی رسم ادا کی۔ اور ایک مختصر تقریر میں کہا کہ نوجوانو کو اس جھنڈے کی عظمت وشان قایم رکھنے کے لیئے ہر قسم کی قربانی کرنی چاہیئے۔

—— پشاور ۸ راگست۔ کابل کے مسافروں کا بیان ہے کہ بچہ سقہ کو بھی تجدد کا زکام لاحق ہونے لگا ہے۔ وہ پتلون پہننے لگا ہے۔ اور رولس رائس کو چلاتا ہے۔ پگڑی کی جگہ پرانی قراقلی ٹوپی اختیار کی گئی ہے۔

خلوڑگرانی (نقصاد برکتی) کے امتناعی احکام واپس لے گئے ہیں اور کرنسی نوٹ جاری کر دیئے گئے ہیں۔ شہر کابل میں بڑی مضطربانہ دہشت پھیلی ہوئی ہے۔

—— الہ آباد ۹ راگست۔ شاہجہانپور کا نامہ نگار راوی ہے کہ مقدمہ سازش کاکوری کے سلطانی گواہ بنارسی لال نے پولیس کے پاس رپورٹ کی ہے کہ اسے فرخ آباد سے بم کا رجسٹرڈ پارسل موصول ہوا ہے۔ جو خطرناک قسم کا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس سپرنٹنڈنٹ نے بم کو پانی میں ڈالنے کی تدبیر نکال لی۔ اس پارسل کے ہمراہ جو خط آیا تھا اس میں درج تھا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کے ہندوستانی عطر ہیں۔ پارسل کھولا گیا تو بنارسی لال کا سارا خاندان اس کے گرد جمع ہو رہا تھا لیکن سب بال بال بچ گئے۔

—— باشندگان پشاور نے جو بچہ سقہ کے مخالف ہیں متواتر شدید کوشش کیں کہ ان افغان طلبہ کو جو حال ہی میں یورپ سے واپس آئے ہیں کابل جانے دیں۔ تاہم انہوں نے کابل جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ طلبہ کہتے ہیں کہ شخصیتوں کا سوال ان کے نزدیک بے معنی ہے۔ ہم نے افغانستان کے بیت المال سے

خواہ بادشاہ امان اللہ خاں ہو یا بچہ سقا۔

—— شملہ۔ پشاور کا ایک پیغام مظہر ہے کہ کابل سے آنے والے اشخاص کا بیان ہے کہ وہاں بالکل امن وسکون ہے۔ بظاہر لوگ بچہ سقا کی حکمرانی سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ لیکن علی احمد جان کے قتل کے باعث لوگ اس سے سخت متنفر ہو رہے ہیں۔ اگرچہ کسی کو علی الاعلان مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

—— کابل میں یہ افواہیں گرم ہیں کہ جنرل نادر خاں سمت جنوب سے کابل کی طرف چڑھائی کر رہے ہیں۔ اور جنرل غلام نبی خاں کا لشکر شمال کی طرف یلغار کرتا چلا آرہا ہے۔

—— ایک شخص جو کاریز درویشاں سے جنرل نادر خاں کے لشکر کی پسپائی کا عینی شاہد تھا۔ اس شکست کو سامان رسد اور بارود کی کمی۔ حاجیوں کی بزدلی اور تنگر خیل قبیلہ کی غداری پر محمول کرتا ہے۔ یہ قبیلہ پہلے تو جنرل نادر خاں کا حامی تھا۔ لیکن عین دوران جنگ میں مخالف ہوگیا۔

—— یہی شخص بچہ سقہ کے سپاہیوں کے ڈھائے ہوئے مظالم کی خوفناک داستانیں بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وادی لوگر کی عورتوں سے سخت بدسلوکی بلکہ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں اس نے جنرل نادر خاں کا ایک اعلان دکھایا جو سمت جنوبی کے قبائل میں تقسیم کیا گیا

—— اس اعلان میں لکھا ہے کہ بچہ سقہ کے سپاہیوں کی خندقوں سے تین عورتیں ملیں۔ ان کا بیان ہے کہ سپاہی ہمیں جبراً اپنے مکانوں میں گھسیٹ کر لے گئے اور ہر قسم کی بدسلوکی کے مرتکب ہوئے۔ آخر میں لکھا ہے کہ سب مسلمانوں کو اسلام کے تحفظ اور احترام کے لیئے متفق ہوجانا چاہیئے۔

—— لاہور ۹ راگست کو ساڑھے پانچ بجے شام سید مراتب علی شاہ صاحب نے اپنے دولتکدہ واقع ڈیوس روڈ لاہور پر مجلس تحقیقات حج کے صدر اور ارکان کو چائے کی دعوت دی۔ شہر کے بہت سے معززین شامل ہوئے

—— لاہور۔ ۹ راگست کو نو بجے شب خان بہادر سید راجن بخش شاہ صاحب گیلانی رئیس ملتان (رکن مجلس حج) نے شیفلز میں مجلس حج کے صدر اور ارکان کو نہایت پرتکلف اور شاندار ڈنر دیا۔ جس میں شہر کے اکثر معززین شامل تھے۔

—— اگرچہ حج کمیٹی ۱۰ راگست کو بھی لاہور میں شہادتیں لے گی۔ لیکن حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب بعض ضروری کاموں کی وجہ سے ۱۰ راگست کی صبح کو کراچی تشریف لے گئے۔

—— لاہور ۹ راگست۔ معلوم ہوا ہے کہ مقدمہ سازش لاہور کے ملزم مسٹر سکھ دیو نے مقاطعہ جوعی ترک کر دیا ہے۔

—— لاہور ۹ راگست۔ پنجاب پراونشل کانگرس کمیٹی کے سکرٹری نے اعلان شائع کیا ہے کہ مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کی نیشنل کانگرس کا ایک وفد زیر قیادت آنریبل مسٹر پی پانڈے ہندوستان میں آیا ہے اور اس غرض سے دورہ کر رہا ہے کہ مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کے معاملہ کو اہل ہند کے سامنے پیش کرے۔

—— لاہور ۹ راگست معلوم ہوا ہے کہ انڈین نیشنل کانگرس کے آئندہ اجلاس لاہور کے سلسلہ میں پولیس نے ایک ہزار پیادہ سپاہیوں کی بھرتی کا فیصلہ کیا ہے۔

—— ۹ راگست کی شام کو ۸ بجے موری دروازہ کے باغ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ مولانا عبدالقادر قصوری صدر تھے۔ جلسہ کانگرس کمیٹی کے زیر اہتمام تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک زبردست تقریر کی اور حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔ حاضرین زندہ باد انقلاب کے نعرے لگاتے جاتے تھے۔ مجمع کافی تھا۔

افغانستان کی تازہ خبریں

—— پشاور، ۸ راکتوبر حاجیوں کا لشکر دہ بندی میں وزیریوں کے لشکر کے ساتھ آملا اور وادی لوگر اور خوشی کی جانب پیشقدمی شروع ہوگئی ہے ایک خبر یہ بھی ہے کہ وزیریوں کا لشکر یکم اکتوبر کو خوشی پہنچ گیا ہے۔

—— پشاور ۸ راکتوبر زبردست افواہ پھیل رہی ہے کہ بچہ سقہ قتل کردیا گیا ہے مگر باخبر حلقوں میں اس افواہ کو قبل از وقت خیال کیا جاتا ہے۔

—— پشاور۔ ۹ راکتوبر۔ سقوط کابل کی مسلسل اطلاعات کی نیم سرکاری تصدیق بھی ہوگئی ہے۔ باخبر افغانی حلقوں میں قطعیت سے یقین کیا جاتا ہے کہ جرنل نادر خاں کے بھائی شاہ محمد ولی خاں نے گذشتہ کشنبہ کو کابل پر قبضہ کرلیا ہے اور سابق افغان قنصل جنرل نے جو اس وقت پاراچنار میں ہیں، جو برقی پیغامات بھیجے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں لیکن چونکہ کابل کا بے تار برقی سلسلہ مسدود ہے اس لئے براہ راست تصدیق غیر ممکن ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوہستانی افواج کوہ دامان کی طرف بھاگ گئی ہے اب کابل پر جنرل نادر خاں کا کامل تسلط ہے۔

—— شملہ ۹ راکتوبر۔ حکومت ہند کے تار کے جواب میں جنرل نادر خاں کا برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ میرے بھائی شاہ ولی محمد خاں نے کابل فتح کرلیا ہے اور ہماری افواج شہر میں داخل ہوگئے ہیں۔

—— لاہور ۹ راکتوبر۔ فتح کابل کی خبر کو سنکر ہر ایک مذہب و ملت کے لوگوں نے اظہار مسرت کیا مگر اس خبر پر ابھی [illegible] کیا جاتا ہے۔

—— شملہ ۹ راکتوبر۔ بچہ سقا کا کوئی پتہ نہیں کہ کہاں ہے۔ کابل میں کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قتل کی افواہ صحیح ہے۔

—— پشاور ۹ راکتوبر۔ چار روز ہوئے بچہ سقا کی وزارت مستعفی ہوگئی تھی اس خبر سے بھی تسخیر کابل کی تصدیق ہوتی ہے۔

—— شملہ ۹ راکتوبر۔ تسخیر کابل کے سلسلہ میں سرڈینس برے وزیر خارجہ ہند شملہ سے پشاور کی طرف روانہ ہو رہے ہیں اور انبالہ سے غالباً طیارہ پر سوار ہوکر پرواز کریں گے۔

—— جنرل نادر خاں علی خیل سے کابل کی طرف روانہ ہوگئے ہیں

—— لاہور میں کانگریس کے اجلاس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— امرتسر ۸ راکتوبر۔ شرومنی گوردوارہ کمیٹی نے اکالی تخت کے جتھے دار تیجا سنگھ کو حضور صاحب (نندیڑ حیدرآباد دکن) بھیجا ہے تاکہ وہ مال ٹیکری کے گوردوارہ کے مقدمہ کی پیروی کریں۔

—— ڈاکٹر محمد یامین صاحب جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ آل انڈیا تبلیغ کانفرنس سکھر اطلاع دیتے ہیں کہ کانفرنس ۱۷-۱۸-۱۹ جنوری ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوگی۔

—— شاردا ایکٹ کے خلاف ہندو اور مسلمان جگہ جگہ جلسے کررہے ہیں۔ ایک بہت بڑے پنڈت نے اپنا خطاب واپس کردیا ہے۔

—— گورنر پنجاب آجکل ضلع جالندھر اور ہوشیارپور کے دورہ میں مصروف ہیں۔

—— یروشلم۔ ۹ راکتوبر۔ فسادات فلسطین کے متعلق تحقیقاتی کمیشن ۲۴ راکتوبر کو یروشلم پہنچے گا۔ عربوں کی مجلس منتظمہ نے مصر میں ایک خاص سفیر بھیجا ہے تاکہ وہ ان کے خیالات کی نمایندگی کے لئے ایک بہترین انگریز وکیل کی خدمات حاصل کرے۔

—— لندن ۷ راکتوبر۔ انگلستان کے متعدد اضلاع سے خبر موصول ہوئی ہے کہ گذشتہ ہفتہ ملک کے ایک بہت بڑے حصہ میں طوفان باد نے تباہی پھیلا دی۔

—— پشاور ۹ راکتوبر چیف کمشنر صوبہ سرحد دن کے گیارہ بجے بذریعہ کوہاٹ پاراچنار تشریف لے گئے ہیں۔

—— عراق کے اخبارات نے حوادث فلسطین پر سخت احتجاج کیا ہے۔

—— عراق کے یہودی فلسطین کے یہودیوں کے مخالف ہیں۔

—— ایک جرمن ڈاکٹر عربی کی جدید انسائیکلوپیڈیا تیار کررہے ہیں۔ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان تمام تصانیف سے اعلیٰ ہوگی جو اس سلسلہ میں تصنیف ہوچکی ہیں۔

—— مصر کا مشہور اخبار رقمطراز ہے کہ مصر کے جدید قانون مطابع پر قانونی کمیٹی نے بحث کی۔ اس قانون میں توہین اور خلاف قانون تحریرات کی اشاعت کے متعلق بعض دفعات میں خاص سزا رکھی گئی ہے۔

—— یہ اخبار دریائے نیل کی طغیانی کے متعلق لکھتا ہے کہ تمام پانی کے بڑھنے سے قرب وجوار کے مواضعات بالکل تباہ ہوگئے ہیں۔ انتظامی ادارہ کی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی تقریباً کل پانی نکل گیا ہے اور خاص طور پر علاقہ میں جس قدر روئی کی کاشت تھی وہ سب تباہ ہوگئی۔ اور اندازہ ہے کہ لوگ ان کے اثرات سے محفوظ نہیں۔ آج تک جو اطلاعات اخبارات کو مل رہی ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ سیلاب ترقی پذیر ہے۔ حکومت مختلف تدابیر استعمال کررہی ہے لیکن قرب وجوار کے باشندوں پر بہت خوف طاری ہے۔

—— مصر کی مشہور اسلامی انجمن جمعیۃ شبان المسلمین نے فلسطین کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک امدادی فنڈ کھولا ہے جو امید سے زیادہ کامیاب ہو رہا ہے۔

—— مصری اخبارات رقمطراز ہیں کہ [illegible] کی تحریک آزادی میں انہیں مراحل سے گذر رہا ہے جس سے مصر گذر چکا ہے۔ چین کے احرار کی حالت کو دیکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ تحریک حریت میں مصر کے نقش پر چل رہے ہیں۔

—— پیرس ۷ راکتوبر۔ روسی سفارتخانہ پیرس کے پہلے سفیر مسٹر بیسیدووسکی نے جس کی گرفتاری کے لئے ۲ راکتوبر کو روس کی خفیہ پولیس نے ناکام کوشش کی تھی۔ اخبارات میں ایک بیان شائع کردیا ہے جس بیان میں وہ لکھتا ہے کہ میں نے سوویٹ کو اطلاعات بھیجتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ سوویٹ کی موجودہ حکمت عملی روس کو تباہی کی طرف لے جارہی ہے۔ میں نے ایک مفید تجویز پیش کردی ہے روس کو ایسے مشوروں کی ضرورت ہے تاکہ وہ غلامی اور جہالت سے ذلیل نہو۔ سفیر مذکور نے بیان کیا ہے کہ اگر میں روس کو واپس چلا جاتا تو قتل کردیا جاتا۔

—— انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ راکتوبر کو ہوگا اور بہت کامیاب رہا۔

—— لاہور ۹ راکتوبر۔ ذمہ دار حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ لاہور شہر کے کوتوال میاں محمد صادق صاحب اور انچارج انارکلی لالہ دیوان چند صاحب عنقریب تبدیل ہونے والے ہیں۔ سید علی حسین حال انچارج حلوائی کے کوتوال ہونے کی توقع ہے (انقلاب)

—— شملہ ۹ راکتوبر۔ مختلف ذرائع سے خبر ملی ہے کہ جنرل نادر خاں نے عساکرنے کابل فتح کرلیا ہے۔

—— دہلی ۹ راکتوبر مولانا احمد سعید نے مسلمانان دہلی کے ایک نمایندہ اجتماع کو جمعیۃ العلماء کے دفتر میں مدعو کرکے ان سے مشورہ کیا کہ سارداء بل کے متعلق مسلمانوں کا آئندہ رویہ کیا ہونا چاہئے۔ اس مجمع نے فیصلہ کیا کہ دہلی میں ۱۳ راکتوبر کو ذمہ دار مجالس اور سرکردہ اصحاب کو دہلی میں مدعو کیا جائے۔ تاکہ اس مسئلہ پر جمعیۃ العلماء کی مرکزی جماعت کے جلسہ میں غور کیا جائے۔ جمعیت کے دفتر سے دعوت نامے جاری کئے جارہے ہیں۔

—— لاہور ۹ راکتوبر۔ اجنبی کیس کے فیصلہ کی اپیل ہائی کورٹ میں دائر کرائی گئی ہے۔ سردار بھگت سنگھ اور دت نے ہائی کورٹ میں درخواست کی ہے کہ چونکہ وہ اپیل کی پیروی خود کرنا چاہتے ہیں لہذا جو تاریخ اپیل کی سماعت کے لئے مقرر ہو اس پر انہیں عدالت کی طرف سے سمن بھیجکر عدالت میں بلایا جائے۔

—— شاہ غازی امان اللہ خاں نے ایک اخبار کے نامہ نگار سے کہا کہ مجھے نادر خاں کی وفاداری پر شک نہیں۔ لیکن اگر وہ ملک کے بادشاہ بننے کے خواہاں ہوں تو میں روما میں افغانی سفیر کی حیثیت سے کام کرنے کیلئے تیار ہوں۔

ضروری اطلاع

ماہ نومبر میں مفصلہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ختم ہوتا ہے۔ براہ کرم وہ بہت جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں ورنہ ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد انہیں وی پی بھیجے جائینگے جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ آجکل اخبار کو روپیہ کی اشد ضرورت ہے اسلئے جلد توجہ فرماویں۔

۳۴ - ۹۷ - ۱۲۹ - ۱۴۴ - ۲۵۵ - ۲۶۵ - ۲۷۲ - ۲۵۰۰
۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۲۰ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۶۰ - ۵۹۶ - ۶۴۶
۸۰۱ - ۸۰۷ - ۹۸۶ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۱۰۸۷ - ۱۱۰۳ - ۱۲۵۲ - ۱۳۰۴
۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۹ - ۱۵۱۰ - ۱۵۱۱ - ۱۵۱۳ - ۱۵۱۴ - ۱۵۱۵
۱۵۱۷ - ۱۵۱۲ - ۱۵۲۴ - ۱۵۲۶ - ۱۵۲۷ - ۱۵۳۱ - ۱۶۳۷ -

اخبار احمدیہ

(۱) حضرت امیر جماعت نے گزشتہ دو جمعوں کے خطبہ کے دوران میں حاضرین اور احباب کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ انجمن کے لئے چندہ کی فراہمی میں اپنی قوت عمل اور فرض شناسی کا پورا ثبوت دیں۔ امید ہے کہ برادران جماعت حضرت امیر کے ارشاد کی تعمیل کرنا اپنا ایک ضروری فرض سمجھینگے

(۲) محمد فردوس صاحب مدرس زیدہ ضلع پشاور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی چار سالہ بھتیجی جو ۳ ستمبر کی شام کو گم ہوگئی تھی وہ ۵ ستمبر کو مل گئی۔ ان کی اہلیہ بھی ایک شدید مرض میں مبتلا ہونے کے باعث ۱۷ اگست سے لیڈی ریڈنگ ہاسپٹل پشاور میں ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب کے زیر علاج رہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے علاج سے مریضہ کی حالت اسقدر اچھی ہوگئی کہ ۱۶ ستمبر کو ہسپتال چھوڑ دیا۔ محمد فردوس صاحب احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی اہلیہ کی کامل صحت کیلئے دعا فرمائیں

(۳) شیخ محمد یوسف صاحب مبلغ اوکاڑہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ۳۰ کے قریب نٹ پیرنے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اور بقیہ بھی مشرف بہ اسلام ہونے والے ہیں۔

(۴) ہمارے کرم فرما بھائی اور سلسلہ کے دیرینہ خادم ڈاکٹر جلال الدین بہت بیمار ہیں تمام جماعتوں کے احباب سے استدعا ہے کہ نماز جمعہ میں ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

تازہ خبریں

——— امرتسر کے سکھوں نے ایک تحفظ حقوق قائم کی ہے جس کے ذریعہ سے اپنے واجبی حقوق منوانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسی مجلس کی ہدایات کے مطابق ایک وفد اس غرض کے لئے انگلستان بھیجا جائے گا کہ وہ وہاں جاکر سکھوں کے حقوق کے بارہ میں جدوجہد کرے۔ معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ اس وفد کی قیادت فرمائیں گے۔

——— بمبئی کے رہنما مسٹر جناح جیکار سر پرسوتم داس ٹھاکر داس سر چمن لال سیتلواد اور لال جی نرائن جی اس جیان پر معترض ہیں جو دہلی کی کانفرنس میں اکٹھے ہونیوالے رہنماؤں نے جاری کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے سودا کرنے کی بو آتی ہے۔ سر چمن لال کہتے ہیں کہ کانفرنس میں کانگرسی نمایندوں کی اکثریت کا مطالبہ منظور نہیں کیا جاسکتا۔ مسٹر لال جی نرائن جی ریاستوں کے نمایندوں کی شمولیت کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

——— ماہ دسمبر کی ۲۷-۲۸-۲۹ کی تاریخوں میں برہما مسلم ایجوکیشنل کا سالانہ اجلاس بمقام پیگو زیر صدارت جناب عبدالباری صاحب چودھری مینیجنگ ڈائرکٹر بنگال برہما سٹیم نیویگیشن لمیٹڈ کمپنی منعقد ہوگا۔ جن صاحب کو جو تجاویز پیش کرنی ہوں وہ قبل از ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء دفتر کانفرنس میں بھیجدیں۔

——— ایک قابل اعتراض کتاب کے سلسلے میں جنوبی کلکتہ کے آریہ پبلشنگ ہوس کی تلاشی ہوئی۔ یہ کتاب بھائی پرمانند کی تصنیف ہے جس کو حکومت نے ضبط شدہ قرار دیا ہے۔ تلاشی پر اس کتاب کی ۶۵ جلدیں برآمد ہوئیں۔

——— علی پور جیل سے چار قیدیوں کے فرار کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ حکام جیل کو اس واقعہ کا علم صبح کے وقت ہوا۔ قیدیوں نے دروازہ کی آہنی سلاخیں توڑ ڈالی تھیں جس کے بعد وہ کمبلوں کے ذریعہ سے جیل کی دیوار پھاند کر بھاگ گئے۔ باوجود تلاش کے ابھی تک ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

——— معلوم ہوا ہے کہ ماسٹر کابل سنگھ حکیم سکندر خضر اور سردار اجیندر سنگھ آرٹسٹ نے جو میانوالی جیل میں مقید ہیں حکومت کو الٹی میٹم دیا ہے۔ کہ اگر ماسٹر موتا سنگھ اور اس کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ معتبر سلوک نہ کیا گیا تو وہ ۸ نومبر سے دوبارہ بھوک ہڑتال شروع کردیں گے۔ ہر سہ اصحاب گورنر کے جواب کے منتظر ہیں اگر انہیں ۸ نومبر کی صبح سے پہلے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا تو وہ بھوک ہڑتال شروع کردیں گے۔

——— اعلیٰحضرت حضور نظام دکن نے مصیبت زدگان فلسطین کی امداد کے لئے پان سو پونڈ اور سندھ کے سیلاب زدوں کی امداد کے لئے پچیس ہزار روپیہ عطا فرمایا ہے۔

——— معلوم ہوا ہے کہ آئندہ فروری میں لارڈ ارون بمقام لکھنو ایک دربار منعقد کریں گے۔ ابھی صحیح تاریخ مقرر نہیں کی گئی۔

——— ڈاکٹر مونجے کی صدارت میں ہندوؤں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں طے پایا کہ مدراس پریزیڈنسی میں ہندو مہاسبھا کی ایک شاخ کھولی جائے جس کا مقصد اولین یہ ہوگا کہ ہندوؤں کو اس قابل بنائے کہ وہ ان قوموں کا پورے طور پر مقابلہ کرسکیں جو ہندو قوم کی جسمانی سیاسی اور مذہبی ترقی کو ضعف پہنچا رہی ہیں۔

——— مزدور کمیشن کی مدراس میں تحقیقات کے سلسلے میں معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے کمیشن کے لئے چار اسسٹنٹ کمشنروں کی سفارش کی ہے جن میں سے دو سرمایہ داروں کی نمایندگی کریں گے اور دو مزدوروں کی۔ یہ بھی تجویز ہوا ہے کہ پانچ اسسیسر خواتین کی خدمات بھی حاصل کی جائیں جو مدراس پریزیڈنسی کے دورے میں کمیشن کے معاون ثابت ہوں۔

——— ڈاکٹر اینی بیسنٹ نے بنارس کے ٹاؤن ہال میں ایک تقریر کی جس کے دوران میں کہا کہ ایک غیر قوم کی ایک محکوم قوم پر حکومت حقیقت میں ایک بہت بڑا قومی جرم ہے اور کسی قوم کو بھی اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسری قوموں کو اپنے زیر نگین رکھے۔

——— مسٹر ایم کے اچاریہ نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک تحریک پیش کرنے کی اطلاع دی ہے جس میں ... وائسرائے کے اعلان کرنے پر اسمبلی کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔

——— ماسٹر موتا سنگھ نے سردار سردول سنگھ کے کہنے پر بھوک ہڑتال ملتوی کردی تھی۔ الٰہ آباد سے کہا تھا کہ کانگرس اس مضمون کی قرارداد منظور کرے۔ کوئی سیاسی تبدیلی اسوقت تک درجہ خاص منظور نہ کرے جب تک کہ حکومت یہ تسلیم نہیں کرلیتی کہ سیاسی قیدیوں کا درجہ عام قیدیوں سے بلند تر ہے۔ چونکہ کانگرس نے یہ قرارداد منظور نہیں کی لہذا انہوں نے پھر بھوک ہڑتال شروع کردی ہے۔ انہیں بخار آرہا ہے

——— مقدمہ سازش میرٹھ میں ۷ نومبر کو مجسٹریٹ کے آنے سے پہلے بعض ملزموں نے انقلاب روس کی سالگرہ منائی اور بین الاقوامی سرخ گیت گایا جس کے خاتمہ پر انقلاب روس پائندہ باد۔ مزدوروں کی پہلی سلطنت کی فتح۔ سوویٹ یونین کے دشمنوں کا ستیاناس۔ دنیا کا تختہ الٹنے کے لئے طیار ہوجاؤ۔ ہندوستان میں انقلاب برپا کردو کے نعرے لگائے گئے۔

——— مہاتما گاندھی ینگ انڈیا میں رقمطراز ہیں کہ وائسرائے کے اعلان میں جس درجہ مستعمرات کی تجویز کی گئی ہے وہ ویسا ہی غیر معین اور فریب آمیز ہے جیسا ذمہ دار حکومت۔ تاہم وائسرائے کے خلوص کے متعلق کوئی شبہ نہیں رہا۔ وائسرائے کے اعلان سے جو اعلیٰ توقعات پیدا ہوتی ہیں ان کا احساس نہ بھی ہو تو جس خلوص سے اعلان کیا گیا ہے اس سے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس سے کانفرنس کے لئے آئندہ اجلاس میں زبردست کارروائی کرنے کے لئے وجہ جواز بھی پیدا ہوجائیگی۔ اگر دستخط کنندگان اس بیان کو مسترد کردیتے تو وائسرائے کی پیشقدمی کہا جاسکتا ہے تو وہ سخت غلطی کا ارتکاب ہوگا۔

——— پنجاب یونیورسٹی سے الحاق رکھنے والے کالجوں کے طلبہ اور اساتذہ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے فنون لطیفہ کی سوسائٹی کی پہلی سالانہ نمائش ۲۰ نومبر سے لیکر ۳۰ نومبر تک لاہور کے عجائب گھر میں ہوگی۔ لہذا نمائش کے لئے تمام تصاویر ۱۳ نومبر سے پہلے پہلے آجانی چاہئیں

پنجاب براہمو سماج نے سوشل کانفرنس کی صدارت کے لئے ڈاکٹر سر موتھو لکشمی ریڈی۔ رائے صاحب ہر بلاس سارڈا ممبر سی پی رائے اور پنڈت جینسر کا رو کے نام پیش کئے اور تجویز کی کہ کانفرنس میں حسب ذیل امور پر غور کیا جائے۔

(۱) عقد ازدواج کی ممانعت ہونی چاہئے (۲) عمروں میں تفاوت رکھنے والے جوڑوں کی شادی نہ ہو (۳) پیدائش اور اموات کی طرح نکاحوں کا اندراج بھی رجسٹر میں ہوا کرے۔

——— قرہ خاں نے حکومت روس کی طرف سے غازی ممدوح کے وزیر خارجہ کو تار دیا ہے کہ ان کی حکومت جدید حکومت افغانستان کو تسلیم کرتی ہوئی اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ ان دو ہمسایہ طاقتوں کے تعلقات پہلے کی طرح دوستانہ و محبانہ رہیں گے۔

——— عبدالحمید خان تاجر کے بیٹے عبدالعزیز خاں نے تاشقند سے اعلیٰحضرت غازی محمد نادر خان شاہ افغانستان کے نام مبارکباد کا تار بھیجا اور ایک لاکھ روپیہ ان کی حکومت کی نذر کیا ہے۔

——— ملک قیس خوگیانی نے غازی ممدوح کی خدمت میں اپنا بیعت نامہ بھیجتے ہوئے لکھا ہے کہ گنڈمک میں بچہ سقا کی قلعہ گیر فوج سے پاس جو اسلحہ گولہ بارود اور مشین گنیں تھیں وہ مل گئی ہیں اور عنقریب یہ سب چیزیں کابل کے وزیر جنگ کو بھیجدی جائیں گی۔ بچہ سقا کے دو سو سپاہیوں نے اسی قسم کے بیعت نامے بھیجے ہیں۔

——— رائے صاحب لالہ نتھو رام صاحب سیشن سٹی مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں چار نوجوانوں مدن موہن اور پرشوتم داس وغیرہ کے خلاف مقدمہ پیش ہوا۔ ان ملزمین کے خلاف یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے ۱۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بیرون باغ موری دروازہ میں ایک پولیس افسر پر مٹی پھینکی اور اسے "ٹوڈی بچہ" کہا۔ آج صرف پرشوتم داس ملزم کی طرف سے دو گواہان صفائی پیش ہوئے۔ اسکے بعد چونکہ ابھی گواہان کی شہادتیں ہونی تھیں اسلئے مقدمہ ... پر ملتوی ہوا۔

——— بمبئی پراونشل کانگرس کمیٹی کے سالانہ عام جلسے میں مسٹر جمنا داس مہتہ چھ ووٹوں کی کثرت سے صدر قرار پائے۔ مسز سروجنی نائیڈو کو شکست ہوئی نائب صدر کا انتخاب ہوا۔ اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے لئے نمائندوں کا تقرر عمل میں آیا۔ دوران کارروائی میں مسلمان ارکان نے نماز ادا کرنے کے لئے تحریک التوا پیش کی لیکن ایوان نے اسے مسترد کردیا جس پر اکثر مسلمان بطور احتجاج اٹھ کر چلے گئے۔

——— آج عدالت عالیہ میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے پانڈہ سنت رام کی اپیل کی سماعت کی پانڈہ جی کو زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے گوجرانوالہ میں دو تقریریں کرنے کی بنا پر ڈیڑھ ڈیڑھ سال قید کی سزا ہوئی تھی۔ پانڈہ جی کی طرف سے رائے بہادر لالہ بدری داس پیروی کر رہے تھے عدالت اپیل نے میعاد سزا میں تخفیف کرکے اسے ۹ ماہ کردیا۔

——— طہران۔ ۵ نومبر۔ آج شاہ ایران نے بندر شاہ واقع بحیرہ خزر سے سری تک ریلوے کا افتتاح کیا۔ شاہ موصوف ولیعہد اور بہت سے امراء کے ہمراہ ایک خاص گاڑی میں سری سے بندر شاہ تک گئے۔ بعض غیر ملکی نمائندے بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔

——— گذشتہ مئی میں بمقام ہارس ایک ۳۵ سالہ انگریز مسمی رچرڈ کاربیٹ نے اپنی والدہ کو جو سرطان کی لاعلاج بیماری میں مبتلا تھی گولی سے مار ڈالا تھا۔ آج دارالسرس میں اس مقدمہ کی سماعت ہوئی ملزم نے بیان کیا کہ مجھے اپنی والدہ سے انتہائی محبت تھی اور میں نے اسے ناقابل برداشت تکلیف سے بچانے کے لئے قتل کیا تھا۔ ملزم بری کیا گیا

——— عدالت عالیہ نے ایک انگریز مسمی پورٹ کو جو نکورو (افریقہ) کے ایک ہوٹل کا مینیجر ہے۔ قتل کے جرم میں دس سال قید کی سزا دی۔ نوآبادی کی تاریخ میں یہ سب سے بڑی سزا ہے جو ایک یوروپین کو دی گئی ہے۔

——— فساد صفد کے سلسلہ میں ایک اور عرب کو پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ اس کے تین ساتھی ملزمین بری کردئے گئے۔ اور نو یہودی جن پر فسادات حیفہ کے سلسلے میں قتل کا الزام عاید کیا گیا تھا شہادت بہم نہ پہنچنے کے باعث بری کردئے گئے ہیں۔ گذشتہ شب قدیم شہر میں تین یہودیوں پر حملہ کیا گیا۔

——— مسٹر والٹر بریرے نے مانچسٹر ایوننگ نیوز کے ایک نمائندے سے ملاقات کے دوران میں کہا۔ جام صاحب نواں نگر تجویز کر رہے ہیں کہ لنکا شائر سے سالانہ بیس لاکھ پونڈ کا سامان نواں نگر کو بھیجنے کا ٹھیکہ لیکر اس کی روئی کی صنعت کے لئے امداد بہم پہنچائیں۔

——— یہودیوں کا روزنامہ فلسطین اور عارضی طور پر بند کردیا گیا ہے کیونکہ اس نے ایک بیان کردہ خفیہ سرکاری تحریر شائع کی ہے جس میں پولیس کی بلیک لسٹ "فہرست مشتبہین" درج ہے۔ اس فہرست میں گیارہ عرب لیڈروں کے نام ہیں جن میں مفتی اعظم مسلم سپریم کونسل کا سکرٹری اور سات اشتہاری شامل ہیں۔

— لاہور ۱۲ دسمبر۔ پنجاب سنٹرل جیل خانوں کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ میں چھ غیر سرکاری ارکان نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ مارشل لا کے قیدی بہت زیادہ سزا بھگت چکے ہیں۔ اس لئے انہیں فی الفور رہا کر دینا چاہیئے۔

— جمہوریہ ترکی کے سالانہ جشن کے موقع پر بادشاہ عراق ملک فیصل اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے مابین تہنیت کے برقی پیغامات کا تبادلہ ہوا

— وزارت مال ایک نہایت اہم قانون مرتب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس سے عراق کی ملکی مصنوعات کو بہت فائدہ پہنچیگا۔ اور غیر ملکی مال کے مقابلہ میں اس کا پلہ بھاری رہے گا۔ اس قانون سے وطنی کارخانوں۔ فرموں۔ فیکٹریوں کو زبردست امداد حاصل ہوگی۔ اور وہ وسعت اور نشوونما پا جائیں گی۔ اس قانون سے وہ صنعتیں بھی زندہ ہو جائیں گی جو اب موت کے کنارے پہنچ گئی ہیں۔

— سابق ملک الحجاز شریف حسین موجودہ بادشاہ عراق کے والد عنقریب بغداد آکر مستقل طور پر قیام کرنے والے ہیں۔ شریف مذکور دجلہ کے کنارے پر ان دو شاندار محلات میں قیام کریں گے۔ جو ان کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان محلات کے قریب ہی ملک علی کیلئے بھی ایک محل تعمیر کیا گیا ہے۔

حال ہی میں شام عراق اور ترکی کے مابین تجارتی سلسلہ قائم ہو گیا ہے حکومت ترکی نے ریلوے کی اس شاخ کے استعمال کی اجازت دیدی ہے جو دربیسہ سے ہوتی ہوئی حلب چلی گئی ہے۔ اور وہاں سے نصیبین پہنچی ہے اس ریلوے لائن پر سواریاں اور مال کی آمد و رفت ہو سکیگی۔

— ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء کو کونسل نے عدن اور اس کے مقبوضات کی فوجی حکومت کے انتظام اور ہدایات کے اختیارات وائسرائے ہند کی بجائے عدن کے ریذیڈنٹ اور کمانڈر انچیف کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس حکم کا حکومت ہند کے حکم متعلقہ عدن کے عنوان سے سرکاری گزٹ میں باقاعدہ اندراج بھی ہو گیا ہے۔

— ہنگامہ فلسطین کے سلسلہ میں بمقام صافد کئی یہودی خاندانوں کے افراد کو ہلاک کرنے کی پاداش میں نو عرب تختہ پر چڑھائے گئے۔ اور دو عربوں کو پندرہ پندرہ برس کے لئے سزائے قید دی گئی۔

— لندن ۴ دسمبر۔ مسٹر ڈرمنڈ شیلز نے دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا۔ کہ فلسطین میں یہودیوں کی نو آبادیات کے تحفظ کے مسئلہ پر بڑی احتیاط سے غور کیا جا رہا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا۔

— میانوالی ۵ دسمبر۔ شیخ مرید اکبر سپرنٹنڈنٹ میانوالی جیل ملتان تبدیل ہو گئے۔ اور ان کی جگہ بابا اجاگر سنگھ مقرر ہوئے ہیں

— میانوالی ۵ دسمبر۔ میاں علم الدین شہید کے سلسلے میں جو فساد ہوا تھا۔ اس کا مقدمہ یکم اور ۲ دسمبر کو شروع ہوا لیکن گواہان استغاثہ غیر حاضر تھے۔ اس لئے شہادت قلمبند نہیں ہوئی۔ اور مقدمہ ۱۴ دسمبر تک ملتوی ہو گیا۔

— بیکانیر ۲ دسمبر۔ مہاراجہ بیکانیر نے اپنی ریاست میں ایک گرجے کی تعمیر کے لئے جگہ اور ۵۰ ہزار روپیہ عطا کیا ہے۔

— انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن کا بارہواں اجلاس گوالیار میں منعقد ہوگا جس میں ہوم ممبر ہز ہائینس مہارانی صاحبہ کی طرف سے خوش آمدید کا پیغام پڑھیں گے۔ تاریخی نمائش کا افتتاح ہز ہائینس مہاراجہ صاحب ۱۲ دسمبر کو فرمائیں گے۔

— نیویارک ۵ دسمبر۔ مسٹر ایڈیسن نے امریکہ کے ایک عام پودے سے مصنوعی ربڑ تیار کیا ہے جس کے ایک پونڈ پر سولہ سینٹ لاگت آتی ہے۔

— نئی دہلی۔ ۵ دسمبر۔ نئی دہلی کی تعمیر کا کام بہت جلد مکمل ہونے والا ہے۔ پایہ تخت کے مصارف تعمیر کا تخمینہ چودہ کروڑ روپیہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ ایک کروڑ ستاسی لاکھ روپیہ وائسرائے کی کوٹھی پر اور دو کروڑ سکرٹریٹ کے شمالی اور جنوبی بلاکوں پر خرچ ہوا ہے اس تخمینے میں تیس لاکھ روپے کی وہ رقم شامل نہیں۔ جو معماروں کی تنخواہوں پر صرف ہوئی۔

— بمبئی ۴ دسمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ شہریار دکن نے مسیرز کریم بھائی ابراہیم اینڈ سنز کو کارخانہ پارچہ بافی کی ترقی کیلئے ۴۵ لاکھ روپیہ برائے مستاک قرضہ دیا ہے۔

— پشاور ۵ دسمبر۔ مردان کے خان اعظم حاجی غلام رسول خاں کو دفعہ ۴۰ قانون سرحدی کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔ درخواست [illegible]

— مولانا حبیب الرحمن مہتمم دارالعلوم ۵ دسمبر مطابق ۳ رجب شب جمعہ کو بوقت ۱½ بجے رات اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

— پیرس ۵ دسمبر۔ مسجد پیرس کے متولیوں نے امام الفیر ادلرکش کی جیوری کے رکن سائبل ہیفرن کو سر آغا خان کی شادی میں شریک ہونے کے لئے دعوت دی ہے۔

— برلن ۵ دسمبر آج تحفظ جمہوریہ کے مسودہ قانون کی پہلی قرأت کے دوران میں جرمنی کی پارلیمنٹ کا اجلاس خونخوار شکاری کتا اور قاتل وغیرہ کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

اشتراکیوں نے وزیر داخلہ کو تقریر سے باز رکھنے کے لئے انتہائی کوشش کی۔ چنانچہ وزیر کے کھڑے ہونے پر انہوں نے سیٹیاں بجائیں۔ اور شور مچایا۔

چند اشتراکی ایک ہفتے کے لئے اجلاس سے خارج کر دیئے گئے۔ اور ایک کو جس نے چلے جانے سے انکار کیا۔ پولیس نے باہر نکال دیا

قوم پرست جماعت میں پھوٹ ہو گئی ہے۔ چنانچہ اس کے بارہ زبردست رہنما علیحدہ ہو چکے ہیں۔ اور عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ان کی علیحدگی سے جماعت کی روح فنا ہو گئی ہے۔

— پشاور ۲ دسمبر۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ سقہ کے قتل کئے جانے کے باعث مزار شریف میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور وہاں کے لوگوں کے دلوں میں نادر شاہ غازی کے وعدوں کے متعلق بہت شکوک و شبہات پیدا ہو گئے یہی وجہ ہے۔ کہ مزار شریف سے بغاوت کی اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔ مزار شریف میں کابل کی بغاوت کے متعلق بھی افواہیں مشہور ہوئیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اب امن قائم ہو گیا۔ کیونکہ بعض سقوی غنڈوں نے شورش اور بدامنی برپا کر رکھی تھی۔

دارالکتب اسلامیہ کی ضروری اور مفید کتب

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی

بیان القرآن۔ یعنی اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔ یہ تفسیر عام فہم عبارت میں لکھی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کو ایک مقام سے لیکر دوسرے مقام تک حل کیا گیا ہے۔ مکمل تین جلدوں میں قیمت ۲۵ جلد اول لله جلد دوم ۹ جلد سوئم لله ✦

سیرت خیر البشر۔ حضرت نبی کریمؐ کی زندگی کے پیارے پیارے حالات قیمت بے جلد عہ مجلد عہ ✦

تاریخ خلافت راشدہ۔ یعنی خلفائے راشدین کے زمانہ کے حالات قیمت بے جلد عہ مجلد عہ ✦

جمع قرآن۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات نہایت تحقیقات سے لکھے گئے ہیں۔ مجلد عہ ✦

مقام حدیث۔ اس کتاب میں جمع حدیث۔ ضرورت حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ شروع کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط و خال کا عکس دیا گیا ہے۔ قیمت عہ ✦

حقیقت المسیح۔ ایک عیسائی کے چند سوالات کے جوابات از روئے قرآن کریم اور بائبل نہایت مفصل طور پر دیئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۳ ✦

حدوث مادہ۔ ایک آریہ سے مباحثہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مادہ حادث ہے۔ قیمت ۵ ✦

مسیح موعود۔ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کو اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد ۱۲ بے جلد عہ ✦

النبوت فی الاسلام۔ اس میں نبوت رسالت۔ محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ✦

صحیح بخاری ...... قیمت للعہ۔ صحیح بخاری کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ تین حصوں میں قیمت پارہ اول عہ دوئم عہ سوئم عہ باقی پارے چھپ رہے ہیں۔ قیمت ہر سو صفحہ کے لحاظ سے عہ ✦

شناخت مامورین۔ جس میں مامورین من اللہ کی شناخت اور ان کے نشانات بالوضاحت درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۳ ✦

احمد مجتبٰے۔ میاں محمود احمد صاحب کے اس عقیدہ کی تردید۔ کہ احمد رسول اللہ کا نام نہ تھا۔ قیمت ۴ ✦

تصنیفات دیگر مصنفین

یجروید۔ مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کا اردو ترجمہ۔ جس پر اکثر ہندو اخبارات نے بھی تنقیدی نظر ڈال کر ترجمہ کو صحیح اور سلیس قرار دیا ہے۔ اور بعض نے تعریف بھی کی ہے قیمت عہ **مسئلہ ثبت** ۱ **تجارت** ۱ **مطالعہ اسلام** ۲ **ام الالسنہ** ۱۲ **مقصد مذہب** ۳ **غذا و صحت** مصنفہ ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ اس کتاب کی بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تعریف کی ہے جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔ اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸ ہستی باری تعالیٰ۔ قیمت ۶ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس اسلامی کتب کا کافی ذخیرہ ہے۔ فہرست مفت طلب کریں۔ تمام فرمائشیں پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

۱۹۲۹ء کے دو شاندار

اسلامی کیلنڈر

ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت اور شاندار کیلنڈر جو سال بھر آپ کی خدمت کرنے کے علاوہ آپکے دیوان خانوں۔ دفتروں اور دوکانوں کی زینت کو دوبالا کریں گے۔ جن میں ہم تصاویر ہاف ٹون عکسی بلاکوں کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر طبع کی گئی ہیں۔ سال بھر کی تاریخیں الگ درج ہیں دونوں طرف چٹخنیاں لگی ہوئی ہیں۔ سائز ۲۰×۱۵ انچ۔ تصاویر حسب ذیل ہیں کیلنڈر نمبر ۱ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا۔ انور پاشا۔ خالدہ خانم وزیر تعلیم ٹرکی۔ سلطان ابن سعود۔ مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ کیلنڈر نمبر ۲۔ ہزمجسٹی امیر امان اللہ خاں شاہی لباس میں۔ رضا خاں شاہ ایران۔ اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں نظام دکن۔ سلطان الاطرش۔ مسجد اقصیٰ بیت المقدس مسجد ایا صوفیہ قسطنطنیہ۔ جامع شاہجہان دہلی تاج محل آگرہ۔ دوسٹ یعنی چار کیلنڈروں کی قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک جراحی بذریعہ خط و کتابت کمیشن کا فیصلہ کریں

ملنے کا پتہ **منیجر اسلامک لٹریچر کمپنی۔ پوسٹ بکس ۱۳۱ لاہور**

شاہی اکسیری زود اثر مجربات

(دواخانہ زیر سرپرستی کپورتھلہ سٹیٹ پنجاب)

شاہی یاقوتی۔ قوت مردانہ کی وہ مشہور اکسیر ہے۔ جو زود اثری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ راجوں مہاراجوں تک میں مقبول ہے بڑے بڑے رؤسا نواب اور امیر استعمال کرتے ہیں۔ قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں صرف پانچ روپے (صر) ہے۔ ہر قسم کے زنانہ مردانہ امراض کی مجرب ادویہ ہمارے ہاں تیار رہتی ہیں۔ نیز خط و کتابت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ غرباء سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ البتہ دوا کی مناسب قیمت لی جائے گی۔ جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ بھیجئے

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب طبیب خاص کپورتھلہ سٹیٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۴ ر رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ ۔ نمبر ۱۳

ماہ رمضان

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان!

رمضان میں قرب الٰہی کی راہیں ڈھونڈو

وہ مقدس اور بابرکت مہینہ جس میں قرآن مجید ایسی عظیم الشان نعمت کا نزول دنیا میں شروع ہوا ۔ وہ گنتی کے چند دن جو انتیس تیس سے زیادہ نہیں مومنین مخلصین کے لئے کس قدر روحانی نعما کا خزانہ اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ روزہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا لعلکم تتقون یعنی تمہیں روزہ کا حکم دینے سے یہ غرض ہے کہ تم متقی بن جاؤ ۔ تمہارے اندر سے بدی کی طاقتیں مفقود ہو جائیں اور نیکی کی قوتیں نشوونما پائیں ۔ تاکہ تم اپنی خواہشات پر پوری پوری قدرت حاصل کر سکو ۔ اور تمہارے اندر ضبط کی ایک زبردست طاقت پیدا ہو جائے ۔ تم خواہشات حیوانی پر حاکم بن جاؤ ۔ تمہاری بہیمیت کی رگ کٹ جائے اور تم پاکیزگی اور نیکی کے بلند مقام پر پہنچ جاؤ ۔ یہ تو روزہ کی غرض بیان فرمائی ۔ لیکن ایک اور عظیم الشان بشارت بھی ان آیات کے اندر دی ہے ۔ اور وہ بشارت یہ ہے **واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔** یعنی جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو بے شک میں قریب ہوں ۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جبکہ وہ مجھے پکارتا ہے **قبول کرتا ہوں"**

اس آیت مبارکہ کو رمضان کے احکام میں لانے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ میں قبولیت دعا کے دروازے اور قرب الٰہی کی راہیں کھل جاتی ہیں ۔ اور وہ دعائیں جو ذات باری سے اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کی جناب میں مقبول و منظور بننے کے لئے کی جائیں وہ درگاہ رب العالمین سے شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں ۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا ۔ ایک دوسری جگہ اسی وعدہ کو اور بھی مضبوط پیرایہ میں بیان فرمایا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** ۔ یعنی وہ لوگ جو ہمارے رستے میں مجاہدہ سے کام لیتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا قرب اور خدا کی معرفت حاصل ہو ہم ان کو بالیقین اپنا رستہ دکھا دیتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب ۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں مقبول و منظور بن جانا یہ وہ عظیم الشان دولت ہے کہ دنیا کی فانی دولتیں ۔ دنیا کے مال و متاع ، دنیا کی شان و شوکت اور دنیا کا سب کچھ اس کے مقابلہ میں ایک پرکاہ کی حقیقت نہیں رکھتا ۔ یہ وہ دولت ہے جس کی تلاش و جستجو میں لوگوں نے بال بچوں سے منہ موڑ کر دنیوی تعلقات سے انقطاع کرکے صحرانوردی اور بادیہ پیمائی میں عمریں صرف کر دیں ۔ لیکن کس قدر احسان ہے قرآن کریم کا کہ آج اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے نہ گھر بار چھوڑنا پڑتا ہے ۔ نہ بیوی بال بچوں سے انقطاع کرنا پڑتا ہے نہ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنا پڑتا ہے ۔ اور وہ دولت ہم کو گھر میں بیٹھے ، بیوی بال بچوں کے اندر ، دنیا کے تمام کاروبار میں مصروف رہ کر مل سکتی ہے پس اگر ہم اس دولت سے مالامال ہونا چاہتے ہیں ۔ اگر ہم خدا کی محبت ، خدا کا قرب اور اس سے ایک گہرا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آج رمضان کے دن ہی ہیں ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** کہ اگر میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں ان سے بہت قریب ہوں ، اور ان کی دعاؤں کو سننے اور ان کو شرف قبولیت دینے کے لئے تیار ہوں ۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی راہیں کھول دی ہیں ۔ اور وہ قرب جہاں ایک طرف روزہ کو اس کی لوازم پابندیوں اور شرائط کے ساتھ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے تو دوسری طرف دعاؤں پر زور دینے سے ۔ زندگی کا اعتبار نہیں ۔ خدا جانے پھر کسی کی زندگی میں یہ دن آئیں یا نہ آئیں اس لئے مستعدی سے کام لے کر جناب باری میں اس کے قرب کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس اہم مقصد کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں جس کے لئے ہماری ہموی جماعت کو خدا نے ایک مامور من اللہ کے ہاتھوں سے کھڑا کیا ۔ یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے بھی ہمیں دلی توجہ اور دلی درد سے دعاؤں میں مشغول ہونا چاہئے ۔ رمضان شریف میں کی ہوئی دعائیں بفضل خدا ضائع نہیں جائینگی اجابت کا وعدہ تو خود خدا نے فرمایا ہے ۔ ہماری کس قدر بدبختی ہوگی کہ ہم اس عظیم الشان موقع سے کام نہ لیں اور اس کو ہاتھوں سے کھو دیں ۔ وقت کو یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ روزہ رکھے اور دعائیں مانگے اس سے خدائی نصرت و تائید کا نزول ہوگا ۔ اور ہم اس لیلہ مبارکہ کے انوار و برکات سے حصہ لیں گے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام الخ**

توسیع و تنظیم جماعت

جیسا کہ ہمارے احباب کو معلوم ہے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے توسیع و تنظیم جماعت کی طرف احباب کو اپنے کئی ایک خطبوں میں خاص توجہ دلائی ہے ۔ مسلمانوں کے اندر تبلیغ احمدیت اور سلسلہ میں داخل کرنے سے پہلے نہایت ضروری کام یہ ہے کہ جو اصحاب اس سلسلہ میں شامل ہو چکے ہیں ان کی کماحقہ تنظیم کی جائے ۔ ان کے صحیح صحیح اعداد و شمار بہم پہنچائے جائیں ان کے اندر درس قرآن مجید کا اجرا کیا جائے ۔ انہیں صوم و صلوٰۃ اور دیگر ارکان و فرائض اسلام کا پابند بنایا جائے ۔ اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے بموجب حسب استطاعت چندہ ماہوار بغرض اشاعت اسلام ادا کرے ۔ اور ہر شخص اپنے گھر کا جائزہ لے ۔ کہ آیا اس کے کنبہ کے اندر کیا مستورات اور آٹھ دس سال کے بچے ایسے تو نہیں جو شرف بیعت اور تھوڑا بہت چندہ دینے کے ثواب سے محروم ہوں ۔ اور اگر ایسے ہوں تو ان کی بیعت ہاتھ پر یا مطبوعہ کارڈ کے ذریعہ سے کرائی جائے ۔ اور ان کو حسب استطاعت چندہ ادا کرنے کی عادت ڈالی جائے ۔ خواہ دو چار پیسے ماہوار ہی کیوں نہ ہو اس سے ان کو اسلام سے تعلق اور شوق پیدا ہوگا ۔ اور وہ بڑے ہو کر بھی اس کے عادی ہوں گے ۔ غرض ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے گاہے گاہے دورہ کا ارادہ کیا ہے ۔ چنانچہ پہلے آپ بدوملہی تشریف لے گئے ۔ ۴۸ اشخاص بذریعہ بیعت سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے اور بعض لوگوں نے بذریعہ کارڈ بعد میں شرف بیعت حاصل کیا ۔ جناب شیخ محمد نصیب صاحب اور حکیم اللہ دتہ صاحب کو مستقل طور پر تنظیم و توسیع جماعت کے کام پر لگا دیا ہے ۔ جو ہر مقام پر دورہ کریں گے ۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ہر دو اصحاب کے کام میں امداد کریں ۔ اور سلسلہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کریں ۔

علاقہ جے پور میں مسلمانوں پر تشدد

ہمعصر "الامان" دہلی نے ۳ر فروری کی اشاعت میں "علاقہ جلیپور میں مسلمانوں کا حشر" کے عنوان کے ماتحت ایک نہایت دردناک کیفیت قلمبند کی ہے جسکے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ ہمعصر موصوف لکھتا ہے ۔ کہ ریاست جلیپور میں ایک گاؤں گھرتی نام ہے ۔ وہاں کچھ گھر سادات کے ہیں جن کا پیشہ کاشتکاری ہے ۔ سنگدلی سورماؤں نے جو حیاسوز مظالم ان غریب مسلمانوں پر روا رکھے انہیں سنکر ایک سنگدل سے سنگدل انسان کا دل پگھل جاتا ہے ۔ ان کے خلاف مدت سے مختلف قسم کی تحریکات جاری تھیں ۔ آخر یہ الزام لگایا گیا کہ ان کے گھروں کے اندر کوئی دفینہ ہے ۔ جس پر ریاست کے اہلکاران پولیس مع ناظم صاحب علاقہ ۳۰ اشخاص کو ہمراہ لے کر ان کے گھروں کے اندر گھس گئے ۔ اور غریب عورتوں اور بچوں کو ایسی سختی سے زدوکوب کیا کہ خدا کی پناہ ۔ جب کوئی چیز برآمد نہ ہوئی تو شریف سیدانیوں کو رسوں سے باندھ کر برسر بازار پیٹتے ہوئے تعلقہ تک پہنچایا گیا ۔ اور وہاں ان کو ایک ہفتہ تک ایک کوٹھڑی میں بند رکھا گیا علاوہ زدوکوب کے بعض اس قسم کی شرمناک حرکات کا ارتکاب کیا گیا کہ تہذیب ان کے اعادہ سے مانع ہے ۔ دونوں ہتھیلیوں پر چارپائی رکھ کر اس پر پلنگ کے پائے رکھے گئے ۔ اور پلنگ پر مختلف ملازمین کو بٹھایا گیا یہ سزائیں ان کو ایک ہفتہ تک دی جاتی رہیں ۔

غرض اس دار ... ریاست کے ... [illegible]

کی خدمت میں دادرسی چاہی ۔ لیکن افسوس کہ ان مظلومین کی کچھ شنوائی نہیں ہوئی ۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ حالات کہاں تک درست ہیں ۔ لیکن اگر یہ درست ہیں تو کیا برٹش راج کے اندر مظلومین کی فریادرسی کرنے والا کوئی نہیں ! اگر فی الحقیقت عمائد ریاست اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ اس قسم کے ان شنیع مظالم کا انسداد نہیں کرنا چاہتے ۔ تو کیا جناب وائسرائے بالقابہ بھی ان سنگین مظالم کا انسداد کر کے مظلومین کی فریادرسی نہیں کریں گے ؟

برلن کی مسجد

ہمعصر "حمایت اسلام" کا بیان ہے کہ سوامی ستیہ دیو ٹائمز آف انڈیا میں برلن مسجد کے متعلق لکھتے ہیں ۱۹۲۳ء میں جب اس مسجد کی بنیاد رکھی جا رہی تھی ۔ تو وہاں دو پارٹیاں بن گئیں ۔ ایک چاہتی تھی کہ مسجد کی جگہ ایک ہوسٹل بنایا جائے جہاں دوسرے ملکوں کے طلبا آکر رہ سکیں ۔ دوسرا فریق چاہتا تھا کہ مسجد ہی بنے اس لئے کہ روپیہ مسجد کے لئے جمع کیا گیا تھا ۔

چار سال کے بعد سوامی جی پھر برلن گئے اور انہوں نے مسجد کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ۔ وہ خود وہاں پہنچے تو مسجد کے دروازے بند تھے ۔ اس سے سوامی جی نتیجہ نکالتے ہیں کہ برلن کے عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی خدا سے غافل ہو گئے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی کے مقابلہ میں مسجدوں کی پروا نہیں کرتے ۔

سوامی جی کا یہ بیان صداقت پر مبنی نہیں ہے ۔ اور جو نتیجہ انہوں نے مسجد کے دروازے بند پانے سے نکالا ہے ۔ وہ بھی غلط ہے ۔ ابتدائے تعمیر مسجد سے لیکر اب تک وہاں ادائے فریضۂ نماز اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا اہتمام سے سرانجام دیا جا رہا ہے ۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی موجودگی میں کئی مقتدر اور ذی علم جرمن حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ جن میں سے ڈاکٹر مارکوس کا نام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ اور آج کل شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی مسجد اور مشن کے کام کے انچارج ہیں ۔ اور تبلیغ اسلام کا کام خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں ۔ علاوہ پنجوقتہ نمازوں کے ہر ہفتہ جلسے منعقد کئے جاتے ہیں ۔ جہاں ڈاکٹر مارکوس ایسے فاضل جرمن اسلام پر لیکچر دیتے ہیں ہم سوامی جی کی توجہ ان تحریروں کی طرف دلانا چاہتے ہیں ۔ جو پیغام صلح کے سرورق پر "نامۂ برلن" کے عنوان کے نیچے شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ اس طرح خلاف واقعات امور کو بیان کر کے ایک اسلامی کام بدنام کرنے کی کوشش کرنا سوامی جی کے لئے مناسب نہیں ۔

عیسائیت ممالک غرب میں

سنڈے ایکسپریس انگلستان کا ایک نہایت وسیع اور کثیر الاشاعت ہفتہ وار رسالہ ہے جو مسٹر جیمز ڈگلاس کی ادارت میں شائع ہوتا ہے ۔ عیسائی مذہب کی موجودہ حالت پر صاحب موصوف نے جو کچھ واقعات صحیحہ کی بنا پر تحریر فرمایا ہے اس کا اقتباس حسب ذیل ہے :۔

"غیر عیسائیوں کو عیسائیت میں شامل کرنے کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر کہ خود عیسائیوں کو عیسائی بنانے کی ہے ۔ عیسائی دنیا آج کل منکرین کی دنیا ہے ۔ بہت سے صائب الرائے لوگوں کا یقین ہے کہ **عیسائیت قریب مرگ ہے** ۔ عنقریب مر جائے گی ۔ کوئی صاحب عقل مشکل ملے گا ۔ جسے عیسائیت کے زندہ رہنے پر یقین ہو ۔ موجودہ ذہنیت نہ صرف "غیر عیسائی" ہی ہے ۔ بلکہ نہایت سختی سے عیسائیت کے خلاف واقع ہوئی ہے ۔ آج ہم بڑے کھلے لفظوں میں جناب مسیح کی اخلاقی تعلیم کی مخالفت کرتے ہوئے ذرا شرم نہیں کرتے ۔ ہمارا لٹریچر اس مخالفت سے بھرا پڑا ہے ۔ جناب مسیح کی شان میں ایسے الفاظ بول جاتے ہیں جن سے آپ پر زد پڑتی ہے ۔ لیکن لوگ اس پر نہ اظہار تعجب کرتے ہیں ۔ اور نہ اظہار خفگی ۔ یہ امر بھی کچھ کم مضطرب کرنے والا نہیں کہ کلیساؤں میں خود وہ سرگرمی اور جوش باقی نہیں رہا ۔ بجائے اس کے کہ وہ تاریکی کی فوجوں کو گھیر لیتے ۔ تاریکی کی فوجیں ان کو گھیر رہی ہیں ۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے ۔ کہ اس نسل کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جو کسی چیز کو بھی نہیں مانتا اور کسی قسم کے اعتقاد کا پابند نہیں ہے "

امید ہے کہ ہمارے ہندوستانی مسیحی مسٹر ڈگلاس کے مندرجۂ بالا الفاظ غور سے پڑھیں گے ۔ ڈاکٹر والش کے الفاظ ہم کسی گزشتہ اشاعت میں نقل کر چکے ہیں ۔

کیا کسر صلیب میں اب بھی کسر رہ گئی ؟

جناب بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور شاعر پنجابی

حالات و واقعات زندگی

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جناب بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور شاعر پنجابی کی وفات حسرت آیات کی خبر "پیغام صلح" کی کسی گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے۔ آپ ان نیک نفس اور زندہ دل بزرگوں میں سے تھے جنھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا شرف آپ کے ابتدائے دعویٰ سے حاصل تھا۔ اور جنھیں اس مامور من اللہ اور مجدد وقت کی تائید میں بیش بہا قلمی و دماغی خدمات کا موقع ملا ہے۔ آپ اُن زاہد و عابد اور پارسا انسانوں میں سے تھے۔ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد الٰہی اور طاعت لامر اللہ میں بسر ہوتا ہے۔ راقم الحروف کو چونکہ بابا صاحب مرحوم کے حالات زندگی کو بوجہ ہمسائگت نہایت قریب سے اور ہر وقت دیکھنے کا موقع ملا ہے اور بوجہ احمدیت اکثر اوقات آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے اس لئے آپ کے چند واقعات زندگی کو قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لیۓ قلمبند کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

پیدائش اور ابتدائی زندگی

آپ کی پیدائش جہاں تک آپ کے اپنے بیانات سے معلوم ہوا سکھوں کے عہد حکومت میں ہوئی اور آپ نے اپنے بچپن کے ایام میں سکھوں کی طوائف الملوکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سکھوں کے زمانہ کی کئی ایک باتیں آپ سنایا کرتے تھے۔ جن کا اس مضمون سے تعلق نہیں۔ ابتدائی ایام زندگی میں جیسا کہ عام دستور ہے معمولی نوشت و خواند کا علم حاصل کرنے کے بعد کسب معاش کے وسائل کی طرف آپ کی توجہ منعطف رہی۔ اور آپ نے خیاطی کا کام سیکھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان ابتدائی ایام میں آپ کی تربیت کچھ ایسے نہج پر کی گئی کہ تقویٰ اور دینداری مدت العمر کے لئے آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایام جوانی اور اس کے بعد بڑھاپے میں بھی جہاد بالنفس اور جہاد بالمال کے آپ نے کئی ایک ایسے نمونے دکھائے جو آپ کی غیرت دینی اور للہیت کی نہایت پاکیزہ مثالیں ہیں۔

جماعت اہلحدیث کیساتھ تعلق

ایام جوانی میں آپ کا تعلق زیادہ تر جماعت اہل حدیث کے ساتھ رہا اور اس کی ابتدا احباب مولانا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم سکنہ قلعہ دیال سنگھ المعروف بہ مولوی قلعہ والے کے فیض سے ہوئی۔ انہی ایام کا آپ اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی صاحب قلعہ والے نے (جو اکثر اوقات لاہور آ کر اس محلہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ جہاں بابا صاحب مرحوم کی سکونت تھی۔ وعظ سنایا کہ جو لوگ بچوں کی حفاظت کے لئے انہیں بعض خاص زیورات پہنا لیتے ہیں (جیسا کہ پرانے زمانہ میں ہسلیاں وغیرہ پہنائی جاتی تھیں) وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ بابا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے بھی ایک بچے کے گلے میں ہسلیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب میں وعظ سن کر گھر آیا تو وہ گلی میں کھیل رہا تھا۔ میں نے چپکے سے علیحدہ لیجا کر اس کی ہسلیاں اتار کر رکھ لیں۔ اور گھر جا کر بیوی سے کہا کہ شکر کرو بچہ جان سے بچ گیا صرف زیور ہی ہے۔ گر۔ رہی کسی نے زیور کے ساتھ بچہ کو نہیں مار دیا۔ وہ بات اس وقت تو رفت گزشت ہو گئی رات کو خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص جس کے سر کے اوپر شاہانہ تاج کی طرح بہت بڑی کلغی ہے۔ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ایک ہاتھی کے اوپر بیٹھا ہوا جا رہا ہے۔ وہ میرے پاس سے ہو کر گزرا۔ میں نے اسی وقت ہاتھ مار کر اس کی کلغی اتار دی۔ معاً اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور اس طرح سے اسے مروڑا کہ سخت تکلیف مجھے محسوس ہوئی۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ ہاتھ بیکس تھا۔ بہت کچھ اس کا علاج معالجہ کیا۔ کئی ایک طبیبوں کو دکھایا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اصل معاملہ کو کسی پر اس وجہ سے ظاہر نہ ہونے دیتا کہ لوگ اس کو توہم پرستی کی تائید میں ایک معجزہ بنا لیں گے۔ ایک روز پھر وہی مولوی صاحب قلعہ والے تشریف لائے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اس ہاتھ پر دستانہ تھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے انہیں ساری داستان سنائی۔ فرمایا یونہی شیطان اپنے کرشمے دکھا کر اپنی پرستش کرانا چاہتا ہے۔ کچھ پڑھ کر انہوں نے دم پھونکا اور فرمایا کہ ہاتھ ٹھنڈے پانی سے دھو لو۔ جونہی ہاتھ کو دھویا وہ بالکل تندرست تھا۔ جماعت

اٹھانی پڑیں۔ لاہور کی چینیاں والی مسجد جو آج کل گروہ "اہلحدیث" کے قبضہ میں ہے بابا صاحب مرحوم اور ایک اور بزرگ ملا محمد غوث کی کوشش سے انہیں ملی۔ کہا جاتا ہے اس مسجد میں کچھ قبریں وغیرہ تھیں۔ جن کو اس مسجد پر تصرف پاتے ہی بعض ارکان اہل حدیث نے مسمار کر دیا کیونکہ قبروں کے ساتھ اس گروہ کو ہمیشہ سے عداوت رہی ہے بابا صاحب مرحوم اور ملا محمد غوث (والد مولوی عبد الحق صاحب مرحوم مالک مسلم آؤٹ لک) چونکہ سرکردہ تھے . . . . اس لئے ان دونوں پر فوجداری مقدمہ بن گیا۔ اور کئی دن تک انہیں سخت حراست میں رہنا پڑا۔ بابا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ننگی سنگینوں کے پہرہ میں ہمیں رکھا جاتا اور پیشاب پاخانہ تک کی بھی اگر ضرورت ہوتی۔ تو سنگینوں کا پہرہ ہمارے سروں پر ہوتا۔

ان دنوں "اہلحدیث" کے خلاف لوگوں کا جوش اور بغض و عداوت اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایسے ہی مقدمہ کی پیشی پر ہم گئے ہوئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اور مولوی عبد الحق مرحوم جو اس وقت بچہ تھے ہمارے ساتھ تھے۔ واپسی پر رستہ میں انہیں پیاس لگی۔ بھاٹی دروازہ کے اندر ایک کنجڑے کے پاس پانی کی ٹھلیا پڑی تھی۔ ہم نے اس سے پانی مانگا۔ ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ تمہیں پانی؟ تم اس قابل ہو کہ تمہیں پانی دیا جائے؟ ہرگز نہیں۔ اس تلخ جواب کو سن کر ہم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ اور پیاس سے ملبلاتے ہوئے بچہ کو لے کر چلے آئے۔

اہل حدیث اور احناف کے باہمی مباحثات کا ذکر کرتے ہوئے آپ سنایا کرتے تھے کہ ان دنوں مباحثات کی یہ کیفیت تھی کہ احناف نے پیر پرستی کی تائید میں یہ ایک دلیل پیش کی کہ کسی نے پیران پیر حضرت سید عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا ایک بکرا دیا۔ اور اسے شیر کے آگے ڈال دیا۔ لیکن شیر نے اسے چھوا تک نہیں۔ کیونکہ پیران پیر کے نام کا تھا۔ "اہلحدیث" نے جواب دیا کہ وہ تو ندر لغیر اللہ تھی۔ جسے کھانا حرام ہے۔ شیر اسے کیسے چھو سکتا تھا۔ کیا وہ حرام چیز کھا لیتا؟

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت

حضرت مسیح موعود کے ساتھ بابا صاحب مرحوم کا تعلق نہایت ابتدائی زمانہ سے تھا۔ اور باوجود اس کے کہ گروہ "اہلحدیث" کے تمام بڑے بڑے اراکین جن میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا نمبر سب سے اول ہے۔ آپ کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ نور بصیرت عطا فرمایا جس سے آپ نے مجدد وقت مسیح زمان کو پہچانا اور اس کی معیت اختیار کی۔

حضرت مسیح موعود کے زمانہ حیات میں آپ اکثر قادیان جایا کرتے تھے باوجودیکہ ضعیف العمر تھے اور قادیان کا سفر ایک ضعیف العمر انسان کے لیۓ نہایت تکلیف دہ تھا۔ کئی دفعہ آپ کو یکہ کے الٹ جانے کی وجہ سے چوٹیں وغیرہ بھی آئیں لیکن خدا کے رستے میں آپ نے ان سب مشکلات کو برداشت کیا اور مسیح موعود کی صحبت گزینی کو اپنا فرض اولین سمجھا۔ حضرت مسیح موعود بھی آپ کی قدر اور عزت کیا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ قادیان جاتے آپ کے لئے کھانے اور رہائش کا خاص اہتمام کیا جاتا۔ ایک آدمی کو آپ کے پاس سلایا جاتا کہ لالٹین اور دیا سلائی اور استنجے کے ڈھیلے اپنے پاس رکھے۔ اور جس وقت رات کو باباجی اٹھیں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ مہینہ مہینہ بھر آپ قادیان رہتے اور جب واپس آنا چاہتے حضرت مسیح موعود فرماتے آپ کے برکت ہے آپ ابھی اور ٹھیریں۔ آپ کی سی حرفیاں حضرت صاحب دلی شوق سے سنا کرتے۔ کہ ان میں آپ نے پنجابی زبان میں نہایت عمدہ اور نصیحت آمیز باتیں لکھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ حیات ہی میں بابا صاحب مرحوم نے آپ کی تائید میں منظوم کتاب لکھی۔ جس کا نام ہے "القول الصحیح فی تائید المسیح" افسوس ہے کہ یہ کتاب اب نایاب ہے۔ ... اردو زبان میں وفات مسیح، علامات مسیح اور مسیح موعود

کی صداقت کو نہایت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے آپ سے خواہش ظاہر کی کہ ایک ایسی ہی کتاب پنجابی نظم میں لکھیں چنانچہ آپ نے "البرہان الصریح فی تائید المسیح" نامی کتاب لکھی جس میں سلسلہ احمدیہ کے تمام مسائل کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ساتھ ساتھ فٹ نوٹوں میں ہر بات کے حوالے دیئے گئے۔ گویا یوں کہنا چاہئے کہ میرزا خدا بخش صاحب کی "عسل مصفےٰ" کا یہ کتاب پنجابی زبان میں خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اس کے کچھ نسخے بابا صاحب مرحوم نے ہماری انجمن کو بطور چندہ دیئے تھے۔ جو غالباً انجمن کے بکڈپو سے قیمتاً مل سکتے ہیں

باباجی کا تعلق جماعت لاہور کیساتھ

سلسلہ احمدیہ کے موجودہ اختلافات میں بابا صاحب مرحوم کا تعلق شروع سے آخر تک ہمارے ساتھ رہا ہے۔ آپ کے دو فرزند ابتداءً میاں صاحب کے سخت ترین مخالف تھے لیکن بعد میں ان کی جماعت کی کثرت سے مرعوب ہو کر ان میں شامل ہو گئے اور انہی میں سے ایک نے از خود بابا صاحب کی طرف سے بھی بیعت کا خط میاں صاحب کو لکھ بھیجا اور پھر "الفضل" میں اسے چھپوایا۔ لیکن بابا صاحب نے اسے ناپسند کیا۔ اور عملاً ہمارے ساتھ ہی شامل رہے۔ افسوس ہے کہ ان کے فرزند اکبر میاں قدرت اللہ صاحب نے "الفضل" میں یہ صریح غلط بیانی کی ہے کہ:

> "بسبب ضعف پیری قادیان جانے سے معذور ہو چکے تھے لیکن بموقعہ عید البقر عید نماز کے لئے ٹانگہ میں تشریف لیجا کر نماز ادا کرتے تھے" (الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ء)

ممکن ہے بابا صاحب مرحوم کے آخری ایام علالت میں جبکہ وہ چارپائی سے ہلنے کے قابل نہ تھے اور بعض وقت ہوش و حواس بھی پوری طرح کام نہ کرتے تھے۔ میاں قدرت اللہ صاحب انہیں ٹانگہ پر بٹھا کر قادیانی جماعت کے ہاں عید پڑھانے کے لئے لے گئے ہوں۔ لیکن جب تک آپ کے حواس باقی رہے۔ اور آپ اپنے قدموں سے (گو تکلیف کے ساتھ) چل پھر سکتے تھے آپ ہمیشہ احمدیہ بلڈنگس میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنے کے لئے آتے رہے شدید ترین گرمیوں میں آپ کوچہ چابکسواران سے چل کر احمدیہ بلڈنگس میں پہنچتے اور ابھی مسجد میں کوئی کبھی نہ ہوتا کہ آپ نماز جمعہ کیلئے پہنچتے۔ آپ کے بڑھاپے اور تکلیف کو دیکھ کر حضرت امیر ایدہ اللہ نے آپ کا ہفتہ وار ٹانگہ کا خرچ انجمن سے دینا منظور کیا۔ اور راقم الحروف کو حکم دیا کہ آپ کو ہر جمعہ ٹانگہ پر لے آیا کروں۔ چنانچہ خاکسار کتنی مدت تک آپ کو ٹانگہ پر لے جاتا رہا اگر کسی دن اگر مجھے دیر ہو جاتی تو بابا صاحب مکرم خود چل کر میرے مکان پر آ جاتے اور ہمیشہ نماز جمعہ کے لئے سویرے چلنے کی تاکید فرماتے تھے۔ وفات سے دو تین سال پیشتر آپ بالکل چلنے پھرنے سے عاری ہو گئے تھے۔ آپ کی ٹانگوں میں درد شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے چارپائی سے ہلنا آپ کے لئے دشوار تھا اس سبب سے آپ جمعہ پر جانے سے معذور رہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ متعدد مرتبہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آپ کے مکان پر گئے ایک دو مرتبہ خواجہ کمال الدین صاحب بھی تشریف لے گئے۔ خاکسار کو جب کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا ہمیشہ انہی بزرگوں کے حالات اور خیریت دریافت فرماتے رہتے۔ میاں قدرت اللہ صاحب نے ان صریح واقعات سے جو یقیناً ان سے پوشیدہ نہیں چشم پوشی کر کے اس قدر دروغ گوئی سے کام لیا کہ جماعت قادیان سے ان کا تعلق ظاہر کرنے کے لئے یہ لکھ دیا کہ "بسبب ضعف پیری قادیان جانے سے معذور ہو چکے تھے۔ لیکن بموقعہ عید البقر عید نماز کے لئے ٹانگہ میں تشریف لے جا کر نماز ادا کرتے تھے"۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ صرف ضعف پیری کی وجہ سے آپ قادیان جانے سے معذور تھے بلکہ میاں صاحب کے غلط معتقدات کی وجہ سے وہ قادیان اور جماعت قادیان کے ساتھ اپنا تعلق بھی عملاً منقطع کر چکے تھے۔

مسئلہ خلافت اور باباصاحب

پھر ایک اور جھوٹ یہ بولا ہے کہ بابا صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب نے انکار خلافت میں غلطی کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کے ہاں جھوٹ بولنا بھی نیکی کے کاموں میں سے ہے؟ کیا میاں قدرت اللہ صاحب کو وہ وقت یاد نہیں جب میاں صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد ایک دن بابا صاحب مرحوم کے سامنے وہ مجھ سے خلافت پر بحث کر رہے تھے۔ اور بڑے جوش اور جذبہ میں منکرین خلافت کو فاسق کا خطاب دے رہے تھے تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیا کہا جائے گا جنھوں نے تا حیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ میاں قدرت اللہ صاحب نے منہ بھر کر کہا کہ ہاں ان کو بھی میں (نعوذ باللہ) فاسقہ ہی کہوں گا۔ بابا صاحب مرحوم کو یہ سن کر سخت طیش آیا۔ اور انہوں نے جوش غضب میں میاں قدرت اللہ صاحب کو وہ تین سنائیں۔ اور انہیں وہاں سے بھاگتے ہی بنی۔

جماعتی تعلقات

حضرت نبی کریم صلعم کا اُسوہ حسنہ اور ہمارا طریق عمل

حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کی تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء

والشمس والضحیٰ . . . . الخ

تین ضروری مسئلے

حضرات! اس سال کے جلسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ تین مضمون ہماری جماعت نے منتخب کئے ہیں۔ کہ وہ قوم کے سامنے پیش کئے جائیں اور قوم کے افراد ان پر بحث کریں اور جو تجاویز کثرت رائے سے پاس ہوں ان پر ساری قوم عملدرآمد کرے۔ اس وقت ہمارے سامنے تین مسئلے ہیں۔

(۱) ہمارے باہمی تعلقات کیونکر مضبوط ہو سکتے ہیں (۲) ہماری آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کیونکر ہونی چاہیئے (۳) قوم کے اندر جو قبیح اور مذموم رسم و رواج پائے جاتے ہیں۔ ان کی بیخکنی کس طرح کی جائے۔ اور ہماری اخلاقی اور اقتصادی حالت پر جو بڑا اثر ان سے پڑ رہا ہے اس میں سے قوم کو کیونکر نکالا جائے۔

مسلمانوں کی تنظیم اور یورپ

یہ وہ امور ہیں جن پر ہماری قوم نے غور کرنا ہے۔ ان میں سے جو امر سب سے پہلا ہے اور جس پر میں اس وقت کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے باہمی تعلقات کیونکر مضبوط ہو سکتے ہیں۔ میں نے یورپ کے اندر اس قوم کو جو مادہ پرست کہلاتی ہے اسلام کی ایک بات کا بے انتہا عاشق پایا ہے۔ اُس زمانہ میں جب کہ دنیا کے اندر قطعاً تہذیب نہیں تھی ایک قوم اسلام نے بنا کر کھڑی کر دی۔ وہ انتہائی تہذیب جس پر یورپ صدیوں کے بعد اب پہنچا ہے یعنی قوم کا بنانا اور کسی بکھری ہوئی قوم کے اندر تنظیم پیدا کر دینا۔ اس مقام تک حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے تیرہ سو سال پیشتر اپنی قوم کو پہنچا کر دکھلا دیا۔ اور اسی بات کا یورپ عاشق ہے اگر کسی اور بات سے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی تعریف نہیں کرتا۔ تو وہ چیز جو اس کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ یہ امر ہے کہ حضرت صلعم نے ایک وحشی قوم کو تہذیب کے معراج پر پہنچا دیا۔ وہ یہ دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے ہیں کہ جو تہذیب حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے ملک عرب کے اندر ایک قلیل عرصہ کے اندر پیدا کر دی وہ کوئی پیدا نہیں کر سکا۔ وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ وہ انسان ہے جس نے مذہب کے ساتھ قومیت کو مستحکم کر دیا۔ قومیت کے بغیر دنیا ترقی نہیں کر سکتی۔ نبی کریم صلعم نے مذہب بیان کیا کہ خدا ایک ہے اس لئے دنیا کے بندے ایک ہو جائیں۔ اور اسی طرح سے اُن کے اندر جو اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور وہ پیدا کر کے دکھا سکتے ہیں۔ اس قوت کا احساس آج خود مسلمانوں کو نہیں جس قدر کہ یورپ کو ہے اور وہ کوشش میں ہے مسلمانوں کی طاقت کو توڑ دے۔

مسلمانوں کی طاقت کا راز

وہ تمہاری طاقت کا راز کس میں مخفی ہے۔ اسی تمہاری اخوت کے اندر اور تم خود بھی اس راز کو سمجھ لو۔ کہ تمہاری تمام تر طاقت تمہاری تمام قوت تمہارا رُعب اور تمہاری سطوت۔ تمہاری اخوت کے اندر مرکوز ہے اس اخوت کو برقرار رکھنے اور اس کو دیرپا اور مضبوط طور پر قائم رکھنے کے لئے آنحضرت صلعم نے بے شمار قواعد بیان فرمائے۔ اور بے شمار باتیں احادیث صحیح میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے نمونہ اپنے ذاتی عمل سے خود کر کے دکھایا۔ . . . اس قوم کے اندر جس میں آپ . . .

نبی کریم کا سلوک حبشی غلام سے

فرمایا کہ دمن آپ میں . . . ہیں۔ آپ نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا۔ کہ ایک حبشی آتا ہے اور آپ نہایت محبت سے اس کے ساتھ بغلگیر ہوتے ہیں اس کے سیاہ ملے ہوئے اور بکھرے ہوئے بال اور اس کا نخت سیاہ رنگ اس سے محبت کرنے کے رستہ میں حائل نہیں ہوتا۔ اس پر آپ اس قدر اعتماد کرتے ہیں اور اس سے اس قدر محبت کا برتاؤ کرتے ہیں کہ گھر کا کام کاج اس کے سپرد کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے فرماتے ہیں کہ بلال تیری جوتی کی آہٹ میں بہشت میں سنتا ہوں۔

ذاتی مقناطیسی عمل

اس قسم کی اور بے انتہا باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے دل کے اندر کس قدر محبت موجزن تھی۔ اپنی قوم کے افراد کے ساتھ یہ وہ اثر ہے جس کا رنگ کبھی کبھی کسی زمانہ میں کسی مجدد کو عطا کیا جاتا ہے۔ یہ وہ اثر ہے اور یہ وہ ذاتی مقناطیسی عمل ہے نہ کسی لیکچر نہ کسی کتاب سے نہ خلیفہ کہلانے سے اور نہ بڑا بننے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی سوسائٹی کے پریذیڈنٹ ہونے اور نہ سیکرٹری ہونے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ اثر دنیا جہان کے علوم کے اندر دنیا کے خزانوں اور دنیا کے لوگوں کے اندر مفقود ہے۔ نبی کریم صلعم کے اس ذاتی مقناطیسی عمل کے اثر کی مثالیں بالتفصیل احادیث کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور جو قوم ان پر عمل پیرا ہوتی ہے اس کے اندر اس قدر خیر خواہی آجاتی ہے۔ کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ وہ اس قدر مضبوط بن جاتی ہے کہ یوں کہنا چاہیئے کہ گویا ایک روئیں دیوار بن گئی ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت گرا نہیں سکتی۔ اور کوئی تیز سے تیز تلوار کاٹ نہیں سکتی۔

مجلس میں عدم امتیاز

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین افضل المرسلین بادشاہ وقت تاج و تخت کے مالک جب اپنے دوستوں کے مجمع میں بیٹھتے ہیں تو آپ میں کوئی خاص بڑائی نہیں آتی۔ باہر سے آنے والے پوچھتے ہیں کہ این محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد کہاں ہے! کوئی خاص امتیاز نہیں۔ کوئی آپ کے لئے گدی نہیں۔ کوئی تکیہ نہیں۔ آپ ہر طرح سے با اقتدار ہیں۔ لیکن کیا اس اقتدار کا یہ مطلب ہے کہ قوم کو آپ پست کرنا چاہتے ہیں۔ قوم کو اپنے پاؤں کے نیچے دبانا چاہتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ برعکس اس کے آپ قوم کو اُٹھانا چاہتے ہیں۔ آپ قوم کے چھوٹوں کو بڑا بنانا چاہتے ہیں۔ اور یہی ایک راز ہے قوم کی ترقی کا۔

حضرت نبی کریم کا سلوک دوستوں اور ماتحتوں سے

دیکھو اگر ایک حبشی ہے تو وہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ سے اس کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ ایک غلام ہے تو وہ اسقدر گرویدہ ہے کہ وہ آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ جانا نہیں چاہتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرا باپ مجھ پر اس قدر شفیق نہیں اور وہ اس قدر مجھ سے محبت نہیں کرتا جس قدر کہ محمد رسول اللہ مجھ پر شفیق ہیں۔ اور مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ کی وفا دیکھئے۔ اللہ اکبر فرماتے ہیں کہ . . . . جس قدر کوئی قرض چھوڑے میں اس کا قرض ادا کروں گا۔ آپ نے دوستوں کو جب وطن میں تکلیف پر تکلیف پہنچی تو آپ نے حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ بادشاہ حبشہ نے آپ کے اصحاب کی خاطر تواضع کی۔ اور آرام دیا۔ آپ کا دل شکریہ سے لبریز ہو گیا۔ اور جب حبشہ کے لوگ آئے تو فرمایا کہ ان کی خدمت کرو۔ یہ میرے دوست کے گھر سے آئے ہیں۔

بیوی سے وفاداری

حضرت عائشہ جیسی صفات و خوبی . . . عالمہ زاہدہ کمسن حسین ابوبکر کی بیٹی گھر میں موجود ہے لیکن خدیجہ کی سہیلیوں کو تحفے بھیجے جاتے ہیں۔ کیا خدیجہ کے فرشتے دیکھتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ تقاضائے وفا ہے۔ اور محمد رسول اللہ وہ انسان ہے جو کسی کے دکھاوے کے لئے وفا نہیں کرتا بلکہ اس کی طبیعت کے اندر اُس کی فطرت کے اندر اخلاص ہے۔

غور کرو محمد رسول اللہ کا اخلاص پر محمد رسول اللہ کی وفا پر احادیث میں حضرت عائشہ کا قول آیا ہے کہ آپ نے حضرت سے کہا کہ خدیجہ تو عمر میں بڑی تھیں وہ فوت بھی ہو گئیں۔ اور کیا خدا نے آپ کو اس سے بہتر بیوی نہیں دی۔ مطلب یہ کہ . . .

پھر آپ خدیجہ کو یاد فرماتے ہیں اور ان کی سہیلیوں کا آپ اس قدر احترام کرتے ہیں۔ کہ ان کو آپ تحفے بھیجتے ہیں۔ فرمایا۔ دیکھو عائشہ مجھ پر سب سے پہلے جس نے ایمان لایا وہ خدیجہ تھی جس نے مجھے سب سے پہلے اس مشکل کام میں تسلی دی وہ خدیجہ تھی۔ اور جس کے مال نے میری امداد کی وہ خدیجہ تھی۔ میں اس لئے اس کو یاد کرتا ہوں دوستو! اس خلق عظیم کا ظاہر ہونا ہر کسی شخص سے ممکن نہیں ہو سکتا۔ عائشہ جیسی بی بی ظاہری اور باطنی اوصاف سے موصوف اور وہ زندہ اور ایک فوت شدہ عورت کے مقابلہ میں خیال کرتے ہو۔ کہ ایک دنیا دار کیا کہے گا۔ لیکن محمد رسول اللہ دنیا کا بندہ نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اب بھی خدیجہ کا احترام بلکہ اس کی سہیلیوں کا احترام ہے۔ کیونکہ خدیجہ کے احسانات مجھ پر بہت زیادہ ہیں۔

فوت شدہ خادمہ پر شفقت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مسجد کا جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ فوت ہو گئی۔ لوگوں نے جنازہ پڑھا اور دفنا دیا۔ چند دن تک وہ حضرت کو نظر نہ آئی۔ دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہے! بتایا گیا وہ چند دن ہوئے فوت ہو گئی۔ فرمایا مجھے کیوں خبر نہ دی! ناراض ہوئے اور فرمایا اب میں اُس کی قبر پر جاؤں گا۔ آپ گئے۔ فاتحہ پڑھا اور دُعا مانگی۔ جانتے ہو کہ حضور کے اس عمل کا کیا فائدہ ہوا؟ کیا حضرت محمد رسول اللہ ایک پولیٹیکل آدمی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایک جھاڑو دینے والی عورت کے فوت ہونے کی خبر نہ ملنا اور پھر فاتحہ نہ پڑھے جانے پر اس قدر اظہار افسوس فرمانا یہ آپ کے قلب مطہر کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس کے اندر کس قدر جذبات خلوص اور وفا اور محبت مرکوز تھے۔ غور کرو کہ کس قدر محبت اور عشق اُن لوگوں کے دل کے اندر پیدا ہوا ہوگا۔ جنہوں نے دیکھا کہ آپ ایک غریب بیکس عورت کا جنازہ پڑھنے کے لئے اس کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ لوگوں کے دل کے اندر کس قدر خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ درحقیقت یہی ایک شخص ہے کہ جس سے دوستی کے تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔

یہودی کی بیمار پُرسی

ایک دفعہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا۔ حضور اس کی بیمار پرسی کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ سُبحان اللہ یہ خلق ہے اس شخص کا جو وقت کا بادشاہ ہے۔ اور عظیم الشان بادشاہ ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مصروفیتوں سے پُر ہے۔ لیکن تاہم ایک غریب یہودی غلام کے ہاں جا کر اس کی بیمار پُرسی فرماتے ہیں۔ اس مقدس انسان نے اپنے ان اخلاق عالیہ سے قوم کو دکھا دیا کہ بنی نوع انسان کے ادنیٰ ادنیٰ افراد سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے۔ اور یہ حُسن سلوک ہی وہ ایک چیز ہے جس سے انسان ایک زنجیر میں جکڑے جا سکتے ہیں۔

عامل یمن کو حکم

معاذ بن جبل کو آپ نے یمن کا عامل مقرر کیا۔ آپ پا پیادہ اُس کے ہمراہ تشریف لے گئے خود پیدل چلتے ہیں اور اُس کو سوار کرتے ہیں۔ خیال کر سکتے ہو کہ جناب کے اس عمل سے معاذ اور اس کے ساتھیوں پر کیا اثر پڑا ہوگا۔ لازماً ایک ایسا اثر کہ جو کبھی دل سے محو نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ چیز ہے جس سے قومیت پیدا ہوئی۔ اور وہ اسی طرح سے ہی پیدا ہوا کرتی ہے۔ کہ جو بڑے ہوں اور چھوٹوں کی رعایت کریں۔ چھوٹوں کے جذبات کا احترام کریں اور اُن کو بڑا بنانے کی کوشش کریں۔ عرب کے ملک جیسی دھوپ اور گرمی اور . . . اس میں آپ اپنے ایک ادنیٰ خادم کے ساتھ پیدل چلتے ہیں۔ اور دُور تک چلے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ تمہاری واپسی تک میں زندہ ہوں گا یا نہیں۔ فرمایا کہ وہ اہل کتاب ہیں اُن سے ایسی باتیں کہنا جو بشارت کی ہوں۔ ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنا۔ ان پر سختی نہ کرنا نرمی کرنا۔

ہمارے قومی نقائص اور اُن کی اصلاح

غرض یہ تھے حالات حضرت محمد رسول اللہ کے۔ آپ اپنے ادنےٰ ادنےٰ خادم کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ معمولی سے معمولی انسان کا احترام کرتے تھے اور یہی وہ بات تھی جس سے ایک زبردست قومیت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر اب وہ بات نہیں۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کا احترام کرنا تو درکنار خود باپ اپنے گھروں کے اندر اولاد کی اور خاوند اپنی بیویوں کی توقیر نہیں کرتے۔ اصلاح کا یہ کام پہلے گھروں سے شروع ہونا چاہیئے . . .

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعۃ المبارک مطبوعہ ۲۸ رجب ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۴

فرنگی اور مسلمان

فرنگی علوم وفنون، فرنگی عقل وفہم، فرنگی تہذیب وتمدن، غرض نفس فرنگیت کی ہجو ومذمت آپ . . . . . سینکڑوں مرتبہ پڑھ چکے ہیں لیکن آخر اتنے عیوب کے ساتھ فرنگی قومیں اب تک غالب وحکمران کیوں ہیں؟ آخر کوئی تو وصف ان میں ایسا ہوگا جس سے ہم محروم ہیں۔ جو انکی قوت وغلبہ، حکومت واقتدار کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس کے جاننے کے لئے کسی طویل بحث کی ضرورت نہیں۔ محض اپنے گردوپیش کا مشاہدہ اور تھوڑا سا غور وفکر کافی ہے۔

غلط یا صحیح، پست یا بلند، بہرحال ہر قوم کا کوئی نہ کوئی مقصود، نصب العین یا آئیڈیل ضرور ہوتا ہے۔ فرنگیوں نے اپنی زندگی کا مقصود اپنی "قوم" کو رکھا ہے۔ فرنگیوں میں سب سے زیادہ سابقہ آپ کو انگریزوں سے رہتا ہے انگریزوں کا نصب العین انگریزی قومیت ہے۔ اور اس انگریزی قومیت کا مادی مظہر یا نشان ان کی پارلیمنٹ ہے۔ اب انگریز افراد کو لیجئے جو علاوہ انگلستان کے دنیا کے مختلف حصوں میں بے شمار تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے کسی فرد سے خواہ وہ انگلستان میں رہتا ہو یا اپنے مرکز سے ہزاروں میل دور، مصر، ہندوستان، آسٹریلیا، کہیں بھی ہو آپ ملئے اور اس سے مل کر اسے ہر طرح کا لالچ دے کر اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کیجئے کہ وہ اپنی پارلیمنٹ کی عمارت میں آگ لگا دے۔ آپ بڑی سے بڑی رشوت پیش کیجئے۔ اور وہ فرد خواہ موجودہ انگریزی حکومت سے کتنا ہی ناخوش ہو لیکن آپ کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہوگی۔ اور وہ اس قوم فروشی اور غداری پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوگا۔

اب اس کے بعد آپ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملئے اور مل کر اندازہ کیجئے کہ وہ کس آسانی کے ساتھ اور کتنی تھوڑی ترغیب کے بعد اپنے اور آپ کے ہاں کی مقدس سے مقدس مسجد کو گرا دینے اس میں سرنگ بچھا دینے اسے کھود ڈالنے پر آمادہ ہو جاتا ہے یا نہیں۔ عام مسجدوں کو بھی چھوڑیئے حرمین شریفین کی محترم ترین ومقدس ترین مسجدوں کے لئے بھی اگر کافی تعداد میں رشوت کا روپیہ پیش کر دیا جائے تو آپ کے اکثر مسلمان بھائی کونسی گستاخی، کونسی بدتہذیبی، کونسی بے ادبی اٹھا رکھیں گے؟ بم کا گولہ یہ پھینک دیں۔ سرنگ یہ بچھا دیں۔ بچا دترا یہ چلا دیں (نعوذ باللہ) کیا کچھ یہ کرنے کو چھوڑ دیں بشرطیکہ انہیں اپنی مد "کارگزاری" کی اجرت کافی مل جائے۔

پارلیمنٹ کی عمارت میں کوئی مذہبی تقدس نہیں۔ محض ایک سیاسی ودنیوی مرکزیت کا نشان ہے۔ اس کا یہ احترام اور اس کی یہ وقعت، انگریزی قوم کے بچے بچے کے دل میں۔ اور آپ کے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی پر آپ کے

تنظیم وتوسیع جماعت

جماعت لاہور کی عملی واصلاحی تدابیر

مسجد احمدیہ لاہور میں جلسہ

۹ جنوری ۱۹۲۹ء کی شام کو بعد نماز مغرب لاہور کے احمدی احباب کا ایک جلسہ مسجد احمدیہ میں ہوا۔ جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے لاہور میں جماعت کی توسیع اور احباب جماعت میں کام کی روح پیدا کرنے کے لئے حاضرین کو تجاویز پیش کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جس کی ضرورت ہے وہ سلسلہ کے متعلق لوگوں میں دلچسپی پیدا کرنا ہے۔ یہ کس طرح سے پیدا کی جائے۔ آیا لٹریچر پھیلایا جائے یا کوئی اور صورت بھی ہو پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو کافی دلچسپی ہمارے سلسلہ کے متعلق پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کوئی شخص اس کو آگے قدم اٹھانے کے لئے نہیں کہتا۔ اس کا پیچھا نہیں کیا جاتا تاکہ وہ دلچسپی اس کے جماعت میں شامل ہونے کا موجب ہو۔ ایسا ہی بعض لوگ جماعت کے اندر داخل ہو کر ایسے بے تعلق پڑے رہتے ہیں۔ گویا انہیں کوئی واسطہ ہی نہیں۔ ایسے ذرائع کام میں نہیں لائے جاتے۔ جس سے ان کا جماعت کے ساتھ تعلق بڑھے اور وہ جماعت کے کاموں میں عملی حصہ لے سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ ہیں جن کی شکلیں میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کہ وہ بیعت کر کے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ بعض لوگ صرف جمعہ کو نظر آتے ہیں اور بعض سرکاری ملازمتوں کی وجہ سے جمعہ کو بھی نہیں آسکتے۔ اور اس وجہ سے ان میں سستی بڑھتی جاتی ہے۔ ایسے تمام لوگوں کو کام پر لگانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے سب احباب اپنی اپنی تجاویز پیش کریں۔

اس پر مختلف احباب نے کئی تجاویز پیش کیں جن میں سے بعض کو بعد میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک ایک کر کے دہرایا۔ اور احباب کے مشورہ سے انہیں پاس یا مسترد کیا گیا۔ پاس شدہ تجاویز حسب ذیل ہیں:-

(۱) ہر احمدی اپنے گھر کی دیکھ بھال کرے، کہ اس کا کوئی بیٹا۔ بیٹی بیوی۔ بھائی۔ ماں باپ۔ غرض ان لوگوں میں سے جو اس کے چولھے پر روٹی کھاتے ہیں کوئی شخص ایسا تو نہیں جس نے بیعت نہ کی ہو۔ اگر ایسا کوئی ہو تو اس کو جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا اقرار سب احباب نے کیا کہ وہ آج ہی سے اس پر عملدرآمد شروع کریں گے۔

(۲) گھر کے تمام ممبر کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دیں۔ خواہ پیسہ دو پیسہ ہی ہو۔

(۳) ہر احمدی گھروں کی مردم شماری ہو (اس کے لئے سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو توجہ دلائی گئی)۔

(۴) ہر شخص سال میں کم از کم دس آدمیوں کو احمدیت کا پیغام ضرور پہنچائے اور ان کا پیچھا کرے اور نتیجہ کی رپورٹ کرے۔

(۵) لاہور شہر کو مختلف وارڈوں میں تقسیم کر کے مختلف احباب کو ایک ایک وارڈ سپرد کیا جائے۔ جن کا یہ کام ہوگا کہ

ا۔ اس وارڈ کے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچائیں

ب۔ اس وارڈ کے ممبران جماعت کی نگرانی کرتے رہیں۔ اور اگر دیکھیں کہ ان کے اثر اور رسوخ سے کسی شخص کی حالت اصلاح کی طرف نہیں آتی تو اس کی یہاں رپورٹ کریں تاکہ ذی اثر احباب کا ایک وفد وہاں جا کر اصلاح کی کوشش کرے۔

وارڈوں کی تقسیم کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جو سات افراد پر مشتمل ہے اور مولوی مرتضیٰ خان صاحب ایم اے اس کے سکرٹری ہیں۔

(۶) مسجد احمدیہ لاہور میں علاوہ درس کے ہفتہ وار لیکچر ہوں۔

(۷) سیوا سمتی کے طرز پر ایک ایسی جماعت بنائی جائے جو لاوارث بیماروں کی تیمارداری، مصیبت زدوں کی ہمدردی۔ لاوارث مردوں کی تجہیز وتکفین کا کام کرے۔ اور ایسے موقعوں پر جب کسی شخص یا اشخاص پر کوئی آفت ناگہانی نازل ہو مثلاً قحط، وبا یا سیلاب آئے یا آگ لگ جائے تو اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کے اندفاع کی کوشش کریں۔ اس کے لئے جماعت کے کچھ لوگ اپنے آپ کو والنٹیر کریں۔ جمعہ کے دن ایسے والنٹیروں کا انتخاب ہوگا۔

(۸) سہ ماہی یا ماہوار ایسے جلسے ہوا کریں جن میں ہر شخص اپنی کارگزاری اور واقعات پیش آمدہ کی رپورٹ کرے۔

(۹) ہر احمدی دکاندار کی دکان پر احمدیت کے ٹریکٹ اور اخبارات ایسی جگہ پڑے رہنے چاہئیں جہاں سے عام لوگ انہیں دیکھ سکیں۔

(۱۰) ماہوار ہینڈبل شائع کئے جائیں اور بوقت ضرورت پوسٹر بھی شائع ہوں۔

(۱۱) احمدیت کے مسائل خصوصی کا ایک نصاب بچوں کے لئے تیار کیا جائے۔ جس کے متعلق ضروری تجاویز پر غور کرنا ایک سب کمیٹی کے سپرد ہو۔ (یہ سب کمیٹی اسی وقت بنائی گئی۔ جو سات افراد پر مشتمل ہے۔ اور سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ایم اے ایل ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول اس کے سکرٹری ہیں۔

(بقیہ کالم اول)

دین وایمان کا دارومدار، ان کے ساتھ آپ کے قلب کو یہ بے تعلقی آپ کی روح کو یہ بیگانگی۔ اس پر بھی آپ کو تعجب ہے کہ آپ محکوم ہو مقہور ہیں۔ ذلیل وخوار ہیں۔ اور انگریز حاکم ہیں۔ طاقتور ہیں اور خوشحال ہیں۔ (ع)

مسائل علمیہ

تناسخ

زمانہ لاعلمی کا ایک غلط نظریہ

(خصوصی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم حقیقت رقم سے)

(۱)

سوال۔ میرے ایک شناسا ڈاکٹر ہیں جو زرتشتی مذہب کے پیرو ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ تناسخ صحیح ہے اور یہ کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح پھر اسی دنیا میں کسی جسم میں آکر اپنے بھلے بُرے اعمال کو اسی دنیا میں دوبارہ بھگتتی ہے وہ شخص چاہتا ہے کہ کامن سنس ( ) یا مغربی سائنس کے ذریعہ سے بحث کی جائے۔

جواب۔ تناسخ کی تردید حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے سُرمہ چشم آریہ اور چشمۂ معرفت میں نہایت مفصل اور مشرح طریق پر کی ہے۔ اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم نے اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی رد تناسخ میں کمال کر دکھایا ہے مفصل دیکھنا ہو تو ان کتب کو ملاحظہ فرمائیں۔ میں صرف اپنے مہربان کے اصرار پر چند کلمات مختصراً عرض کئے دیتا ہوں

تناسخ اور مغربی سائنس

تعجب ہے زرتشتی ڈاکٹر صاحب تناسخ کے لئے نہایت جرأت سے فرماتے ہیں کہ کامن سنس یا مغربی سائنس سے بحث کی جائے کامن سنس یا مغربی سائنس کی روشنی میں انہوں نے اس مسئلہ پر ذرا بھی غور کیا تو یہ مسئلہ ایک لمحہ بھی قائم نہیں رہ سکتا تھا جب سے مغربی سائنس نے مسئلہ ارتقا کو دریافت کیا ہے۔ تناسخ اڑ گیا۔ تناسخ میں تو ایک چکر ہے۔ ایک ہی شخص کبھی بڑا آدمی بنا کبھی چھوٹا آدمی بنا کبھی حیوان بنا کبھی نباتات بنا۔ اور یہ سب کچھ اپنے اعمال کے نتائج میں بنا۔ اچھے عمل کئے اگلا جنم بہتر ہو گیا بُرے عمل کئے پھر تنزل کی حالت کی طرف واپس ہوا۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ہمیں ماننا پڑے گا کہ نباتات اور حیوانات کی پیدائش سے پہلے انسان بنا۔ جس نے بُرے عمل کئے اور ان بُرے اعمال کے نتائج میں وہ کبھی درخت بنا کبھی غلہ بنا کبھی جانور بنا۔ کبھی مچھلی بنا۔ کبھی پھل بنا کبھی مویشی بنا۔ جس نے انسان کے لئے دودھ اور گھی اور گوشت مہیا کیا۔

تناسخ اور کامن سنس

اب کامن سنس اسکے متعلق کیا فتوےٰ دے گا۔ یہی کہ یہ لغو بات ہے۔ کیونکہ جب نہ تو نباتات تھی اور نہ کوئی حیوان تو انسان کی زندگی کے لئے غذا کا سامان کہاں سے مہیا ہوتا تھا۔ کیا بغیر ان چیزوں کے انسانی زندگی ناممکن نہیں؟ سوچو کہ جب نہ تو کوئی غلہ تھا نہ سبزی۔ نہ دودھ نہ گوشت نہ پھل نہ درخت نہ مچھلی نہ پرند۔ غرضیکہ کوئی بھی غذا کسی قسم کی موجود نہ تھی تو اس صورت میں انسان کس طرح زندہ رہا۔ اور اس کی نسل کس طرح چلی۔ پس یہ عقلاً ناممکن ہے کہ انسان حیوانات و نباتات سے قبل پیدا ہوا ہو اور یہی سائنس نے آج ثابت کیا ہے۔ کہ انسان سے بہت قبل کروڑوں برس پہلے دنیا میں صرف نباتات اور حیوانات ہی بستے تھے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ حیوانات و نباتات انسانی اعمال کے نتائج قطعاً نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے کہ نسل انسانی سے پہلے نباتات اور حیوانات موجود ہوں۔ ورنہ نہ انسان پیدا ہو سکتا نہ زندہ رہ سکتا۔ اور واقعات میں بھی اسی طرح ہے آج سائنس اس امر کو نہایت صفائی سے ثابت کر چکی ہے کہ انسانی مخلوق تھوڑے عرصہ سے اس زمین پر آباد ہے۔ اس سے بہت پہلے زمین پر نباتات اور حیوانات ہی تھے انسان نہ تھا۔ جب انسان نہ تھا تو اعمال نہ تھے۔ لہذا نباتات اور حیوانات اعمال کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔

تناسخ اور مسئلہ ارتقا

آج سائنس نے مسئلہ ارتقا کے رنگ میں یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ ابتدا میں صرف ایتھر کے ذرات تھے۔ ان سے ہیولا بنا۔ وہ بجلی کے مفردات میں ترقی کر کے منتقل ہوئے۔ ان سے ترقی ہوئی تو ذرات مادی بنے۔ وہاں سے آگے ترقی ہوئی تو جمادات نے شکل اختیار کی۔ اس سے ترقی کر کے نباتات اور پھر حیوانات اور آخر کار انسان بنا۔ گویا انسان اس تمام کائنات کی آخری مگر سب سے ترقی یافتہ شکل ہے۔ اب اگر مسئلہ ارتقا سچ ہے۔ اور اس کے ماتحت انسان نے آگے ترقی کرنی ہے۔ تو ضرور ہے کہ ارتقا کے ماتحت اس کی اگلی حالت موجودہ حالت سے مختلف اور زیادہ ترقی یافتہ ہو۔ اس میں پابندیاں علائق مادی کی نہ ہوں۔ جو موجودہ حالت میں ہیں۔ اعمال اس کی اگلی زندگی پر بے شک اثر ڈالیں گے مگر اس کا قدم موجودہ حالت سے آگے ترقی کی طرف چلے گا۔ تنزل کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اگر اس کی موجودہ زندگی میں اعمال کی وجہ سے کوئی نقص رہ گیا ہے تو اس کا تدارک اگلی زندگی ہی میں ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے واپس لوٹنا خلاف مسئلہ ارتقا ہے۔ ہم مشاہدہ میں دیکھتے ہیں کہ جہاں بھی ارتقا کا رنگ ہوگا وہاں قدم آگے کی طرف چلے گا واپس نہیں لوٹے گا۔ اگر پہلی حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے پر کوئی نقص رہ گیا۔ تو اس کا تدارک دوسری حالت ہی میں کیا جائے گا۔ اس کے لئے پہلی حالت کی طرف لوٹایا نہیں جائیگا مثلاً بچہ ماں کے پیٹ میں بنتا ہے۔ نو مہینے کے بعد وہ اس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے بعد اس کے ماحول یعنی رحم میں ترقی ناممکن ہے۔ اس لئے قانون ارتقا اسے دوسری حالت میں منتقل کرے گا۔ یعنی وہ اس عالم میں تولد ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی نقص جنین کے بننے میں رحم کے اندر رہ گیا ہے تو قدرت یا خود انسان اس کا تدارک یا علاج اسی دنیا میں کرے گا۔ اسے واپس ماں کے پیٹ میں نہیں بھیجا جائے گا۔ پس انسان جو اپنی آئندہ زندگی اپنے اعمال سے بناتا ہے اس کا نفس اس جسم کے اندر ماں کے رحم کی طرح پرورش پاتا ہے۔ وہ نفس جب اس ماحول سے منتقل ہوگا تو ارتقا کے ماتحت موجودہ جسم انسانی سے کسی زیادہ ترقی یافتہ حالت میں اس کا انتقال ہونا چاہیئے۔ اور اگر اعمال میں نقص کی وجہ سے اس کی آئندہ زندگی یا حالت میں کچھ خرابی ہے تو اس کا علاج اُسی عالم میں ہونا چاہیئے۔ اس عالم میں واپس بھیجنا خلاف مسئلہ ارتقا ہے۔ ایسا ہی جیسے کہ بچہ کو ماں کے رحم میں واپس بھیجنا۔

تناسخ زمانہ جاہلیت کی ایجاد ہے

درحقیقت مسئلہ تناسخ زمانہ جاہلیت کی ایجاد ہے۔ کیونکہ علم نے کبھی اس کی تصدیق نہیں کی۔ نہ زمینی سائنس نے،

(۱) زمینی سائنس کا فتوےٰ لے سن ہی چکے۔ انسانی عقل نے جس قدر بھی ترقی کی۔ اور مشاہدات اور تجربات سے جو علم بھی حاصل کیا جسے سائنس کہتے ہیں۔ اسنے تناسخ کی تردید ہی کی۔ اگر مسئلہ ارتقا درست ہے۔ تو تناسخ غلط ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد پڑے ہوئے ہیں۔ ساری سائنس کا نچوڑ مسئلہ ارتقا ہے۔ اور وہی تناسخ کا دشمن ہے۔ جیسا کہ میں ابھی دکھا چکا ہوں۔

تناسخ اور آسمانی علم

(۲) اب آسمانی علم یعنی الہام کو لے لو۔ دنیا میں اگر کوئی کتاب الہامی محفوظ چلی آتی ہے تو وہ قرآن ہے۔ اور اس نے انھم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کے لئے مردوں کا اس دنیا میں واپس آنا بند کر دیا۔ قرآن کے سوا تمام دنیا کی مدعی الہام کتابوں کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کتنا حصہ کلام الٰہی ہے۔ اور کتنا حصہ انسانی تخیل کا مجموعہ۔ کیونکہ وہ محفوظ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے فتوے کی نسبت وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ قرآن نے جن جن نبیوں کا نام لے لیا ہے کہ فلاں فلاں نبی خدا کی طرف سے تھے۔ ان میں سے کسی کی تعلیم بھی تناسخ کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ تردید کرتی ہے۔ یعنی ان سب کی کتب اس مسئلہ میں قرآن سے متفق ہیں۔ پس اتنے نبیوں اور کتابوں کا متفقہ فتوے بتاتا ہے کہ اگر کسی مذہب میں تناسخ داخل ہوا ہے تو وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ انسانی دماغ کی ایجاد ہے۔

تناسخ اور انسانی فطرت

(۳) انسانی فطرت کو تو تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر تناسخ درست ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ میں خود پہلے جنم میں کسی اور شکل میں اسی دنیا میں موجود تھا۔ بلکہ میں نے سینکڑوں جسم تبدیل کئے ہیں۔ لیکن کیا میرا دل۔ میری فطرت میرا ذاتی علم اس کی تائید کرتا ہے۔ یا اس کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ خلاف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میں اس سے پہلے اس دنیا میں موجود نہ تھا۔ مجھے لڑکپن کے زمانہ سے ہوش آیا ہے۔ اور میں اپنی ہستی کو پہچاننے اور سمجھنے لگا ہوں۔ اس سے قبل نہ میری کوئی ہستی تھی نہ شخصیت تھی۔ اگر ہوتی تو کیا وجہ کہ مجھے علم نہیں۔ کوئی فرضی قصہ گھڑ لینا بہت آسان ہے کہ فلاں لڑکی نے کہا کہ میں پچھلے جنم میں فلاں کی ماں تھی۔ مذہبی دکانداری کے لئے ایسے قصے گھڑ لئے جاتے ہیں۔ یا ایسے ایکٹر پیدا کر لئے جاتے ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ آیا کبھی میں خود اس عالم میں ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان تھا یا نہیں۔ اگر تھا اور کسی عمل کی وجہ سے آج موجودہ حالت میں ہوں تو کیا وجہ کہ مجھے اس کا قطعاً کوئی علم نہیں۔ کوئی ادراک نہیں۔ کوئی احساس نہیں۔ بلکہ میری فطرت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ میں اس دنیا میں پہلی بار آیا ہوں۔ میرے لئے یہ دنیا بالکل نئی ہے۔ میرے تعلقات دوسرے لوگوں سے بالکل نئے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں اس جنم میں ایک عورت کا شوہر ہوں تو اس سے پہلے جنم میں اس کا باپ تھا۔ بلکہ میرے لئے ہر رشتہ نیا ہے۔ ہر چیز نئی ہے۔ میرا علم نیا ہے۔ ہم فطرت کی اس گواہی کو کہاں لیجائیں۔ اگر خود اپنی فطرت کی گواہی کو رد کر دیا جائے تو پھر دنیا کی کوئی اور گواہی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ کیا تماشہ ہے کہ میری فطرت تو کہہ رہی ہے کہ میں اس سے قبل کبھی دنیا میں نہیں آیا۔ میری شخصیت بالکل نئی ہے میں اپنی فطرت کی گواہی کو تو رد کر دوں اور ایک فرضی ڈھکوسلا دوسرے آدمی کا قبول کروں۔ جو میری فطرت کی گواہی کے خلاف اپنے فرضی نظریہ کو پیش کر رہا ہے۔ کہ تم اس دنیا میں پہلے بھی رہ چکے ہو۔ اور صدہا دفعہ آئے اور گئے ہو۔ اس صورت میں میری مثال اس احمق کی ہوگی جس کی گردن پر ایک زنبور (پنجابی دھنبوڑی) آکر بیٹھی اور اڑ گئی۔ اور وہ لوگوں کو گردن دکھا دکھا کر پوچھتا پھرتا تھا کہ "بھائی صاحب! دیکھنا مجھے زنبور کاٹ تو نہیں گئی؟" حالانکہ اس کا جسم گواہی دے رہا تھا کہ مجھے زنبور نے نہیں کاٹا۔ ورنہ درد اور جلن ہوتی۔ لیکن وہ اپنے جسم کی گواہی کو پس پشت ڈالکر دوسروں کی گواہی تلاش کرتا پھرتا تھا۔ اگر میں پہلی مرتبہ لندن جاؤں اور وہاں کی ہر چیز کو حیرت و استعجاب سے دیکھوں اور کوئی ذات شریف پاس سے بول اٹھیں کہ حضرت آپ کیا حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ وہی چیزیں ہیں جنھیں آپ نے پہلے بھی سینکڑوں دفعہ دیکھا ہے۔ آپ اس سے قبل ہزار ہا مرتبہ لندن آئے اور گئے ہیں۔ صرف خدا نے آپ کے علم اور عقل پر نہ معلوم کیوں پردہ ڈال رکھا ہے۔ تو میں اس شخص کو کیا سمجھوں گا۔ یا اپنے آپ کو دیوانہ سمجھوں گا یا اس شخص کو! اور اگر میں دیوانہ نہیں اور وہ شخص بار بار اصرار کرے گا کہ نہیں آپ اس سے قبل ہزاروں مرتبہ لندن آئے ہیں تو میں یا تو اسے دیوانہ سمجھکر دھتکار دوں گا۔ یا کوئی ٹھگ سمجھکر اس کے منہ پر طمانچہ مار دوں گا۔ کہ کسی خاص غرض سے یہ شخص مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ جب میں خود جانتا ہوں کہ اس سے پہلے میں کبھی نہیں آیا۔ تو پھر کسی دوسرے شخص کا کہنا کہ نہیں صاحب آپ بہت دفعہ آئے کیا معنی رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صریح بکواس ہے۔ اسی طرح میں جانتا ہوں کہ میں اس دنیا میں پہلے کبھی نہیں آیا۔ تو کسی کا مجھے یہ کہنا کہ نہیں صاحب آپ پہلے بہت مرتبہ آچکے ہیں۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ یہی کہ کہنے والے کا دماغ درست نہیں۔

تناسخ اختلاف دنیا کی ایک تشریح تھی

اصل میں بات یہ ہے کہ دنیا اختلاف سے بھری ہوئی ہے۔ اس اختلاف کو دیکھکر بعض لوگوں نے اس اختلاف کی تشریح یوں کرنی چاہی کہ یہ اختلاف خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اس اختلاف کا موجب ہمارے اعمال ہیں۔ مگر یہ صرف ایک تشریح تھی جو محتاج ثبوت تھی۔ اس کا ثبوت تین طریق سے ہو سکتا تھا۔

(۱) خود خالق کائنات تبلاتا کہ اس اختلاف عالم کی وجہ تمہارے اعمال ہیں۔

(۲) خود انسان کو جو اپنے اندر خود شناسی اور ادراک رکھتا ہے۔ علم ہونا چاہئے تھا کہ میری موجودہ زندگی میرے فلاں فلاں اعمال کا نتیجہ ہے اور میں اس سے قبل بھی دنیا میں تھا۔

(۳) ہمارے مشاہدات اور تجربات جو سائنس کے رنگ میں ہمارے سامنے علم پیش کرتے ہیں۔ اس کی تائید کرتے لیکن تناسخ کا نظریہ ان تینوں اقسام ثبوت سے معرا ہے۔

(۱) خدا کی جتنی کتابیں محفوظ ہیں یا ان کا کچھ حصہ محفوظ ہے اور کل انبیا کا متفقہ فیصلہ اس کے خلاف ہے۔ گویا خود خالق کائنات کی طرف سے جو علم الہامی طور پر ہمیں ملتا ہے۔ وہ تناسخ کو رد کرتا ہے۔

(۲) ہماری فطرت کی گواہی تناسخ کے خلاف ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہم اپنی موجودہ زندگی سے قبل اس دنیا میں نہیں آئے۔

(۳) اور سائنس نے تو حد ہی کر دی۔ اس نے مسئلہ ارتقا دریافت کر کے تناسخ کا کھوج ہی کھو دیا۔

تناسخ اختلاف دنیا کی ایک تشریح تھی۔ جس کا ثبوت کوئی نہ تھا۔ اور نہ ہے۔ خدائی قوانین اور اسرار کی لاعلمی کی وجہ سے زمانہ قدیم میں ایک تشریح کی گئی تھی۔ جسے الہام، علم النفس اور سائنس نے رد کر دیا۔

(باقی دارد)

قارئین کرام و نامہ نگار حضرات

طبقہ نسواں

زنانہ مذہبی رسالہ

جناب مکرم محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
پیغام صلح میں زنانہ مذہبی رسالہ کی تحریک دیکھکر بڑی خوشی ہوئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک مذہبی رسالہ عورتوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اب تک جو زنانہ رسالے نکل رہے ہیں وہ مذہبی درج سے زیادہ لگانیز رنگین۔ شعر شاعری اور فسانہ نگاری کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔ ضرورت ایک ایسے رسالہ کی ہے جو مسلمان عورتوں میں روحانیت اور مذہبیت پیدا کر سکے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فرقوں کے تفرقوں سے پاک ہو۔ اور مسلمان عورتوں کے اتحاد کو مستحکم کر سکے۔ ان کی زندگی میں ٹھیک رہبری کر سکے۔ لڑائی جھگڑے کی باتوں کو نہ پھیلائے۔ میرا خیال ہے کہ احمدی جماعت احمدیہ ایسا رسالہ نکال سکتی ہے۔ اور وہ اچھا رسالہ ہوگا ہمارے علما کو نوانی باتوں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ اور کم پڑھے لکھے جو رسالے نکالتے ہیں وہ الٹے نقصان رساں ہوتے ہیں۔ یہ آپ کا رسالہ جب عام مسلمان عورتوں کی رہبری کرے گا اور تبلیغی بھی ہوگا تو کافی اشاعت بھی ہوگی۔ اور اس کا فائدہ بھی قوم کو اچھا ہوگا۔ اس میں امہات المومنین اور دیگر مسلم خواتین کے تذکرے آسان زبان میں ضرور لکھے جایا کریں مگر رسالہ کی زبان بالکل اول سے آخر تک سادہ ہونی چاہیے۔ تاکہ اسے سب سمجھ سکیں۔

میرا خیال ہے کہ میں بھی آپ کے رسالہ میں مدد دیتی رہوں گی۔ مضامین بھی زیادہ تر عورتوں کے ہونے چاہئیں۔ میں بھی مضمون بھیجا کروں گی زیادہ کیا عرض کروں۔
آپ کی خادمہ
نواب بیگم صبیحہ دھلی

دستکاری فنڈ

اسمائے گرامی کی دوسری قسط

دستکاری فنڈ میں شامل ہونے والی بہنوں کے اسمائے گرامی کی دوسری قسط ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے
گذشتہ اشاعت میں اس تحریک کو وسیع اور کامیاب بنانے کے لئے یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ مختلف شہروں میں جلسے کئے جائیں اور سب بہنوں کو اس مبارک کام میں شریک ہونے کی ترغیب دی جائے۔ مجھے امید ہے کہ ناظرات پیغام صلح جلد جلسوں کا انتظام کرکے عنداللہ ماجور ہوں گی۔ اگر کسی امداد کی ضرورت ہو تو خاکسار کو مطلع فرمائیں۔ یہاں میں اس امر کی تشریح کر دینا چاہتی ہوں کہ جو بہنیں پسند کریں وہ اپنی سب کی سب دستکاری اشاعت اسلام میں دیدیں۔ اور جو چاہیں وہ اپنی تیار شدہ چیز کی لاگت لیکر بقیہ جز بالے سکتی ہیں۔ اور مزدوری انجمن کو دیدیں۔ یا اگر اپنے استعمال کے لئے کوئی چیز تیار کریں تو جو محنت کی قیمت انجمن مقرر کرے وہ دے کر اس چیز کو واپس لے لیں۔ قیمتیں حسب دستور ہوں گی۔ جو ایک زنانہ کمیٹی مقرر کرے گی۔ جس کے سپرد نمائش کا انتظام ہوگا۔ تیار شدہ اشیا دسمبر ۱۹۲۹ء کے پہلے ہفتہ میں کی جائیں گی۔

اسمائے گرامی

(۱) اہلیہ شیخ ریاض الدین صاحب سرگودھا (۲) مسز پروفیسر محمد شفیع صاحب بھٹی (۳) رشیدہ بنت سید طفیل حسین صاحب (۴) بنت مرزا سعید بیگ صاحب ایڈیٹر زراعت (۵) زبیدہ بیگم حویلی میاں خاں (۶) اقبال بیگم حویلی میاں خاں (۷) مسز ظہور الدین بھاٹی دروازہ (۸) قمر سلطان بھاٹی دروازہ (۹) ولایت بیگم بھاٹی دروازہ (۱۰) السراین بنت خلیفہ نظام الدین صاحب۔ (۱۱) بنت جلال الدین بھاٹی دروازہ (۱۲) رضیہ بنت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ (۱۳) زاہدہ بیگم میانمیر (۱۴) صغریٰ بیگم (۱۵) بشریٰ بیگم میانمیر (۱۶) رابعہ خاتون سانڈہ۔ (۱۷) زبیدہ خاتون سانڈہ (۱۸) رشیدہ بیگم بنت شیر محمد صاحب موچی دروازہ۔ (۱۹) حمیدہ بیگم بنت دین محمد صاحب موچی دروازہ (۲۰) نواب بیگم احمدیہ بلڈنگس۔ (۲۱) اہلیہ محمد دین جان (۲۲) اہلیہ چودھری ظہور احمد صاحب۔

خاکسار
ام احمد آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور

احمدی بہنوں سے اپیل

برلن مسجد کی تکمیل اور رمضان مبارک کے عنوان سے ایک مضمون پیغام صلح مورخہ ۱۵ مارچ مطابق ۴ رمضان ۱۳۴۷ھ نکلا مضمون کے لکھنے والے بھائی نے بھی اتنی دور دراز سے بھی اپنے بھائیوں کو للکارا ہے۔ دیگر ایک اعلان بشکل اپیل مرکزی انجمن سے ۷ مارچ کو نازل ہوا۔ اس کے مضمون سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن برلن مسجد کی تکمیل کی طرف توجہ دلائی جائے۔ ہر دو اعلانوں کے پڑھنے سننے کے بعد میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کسی بھائی نے ہمیں خاص طور پر یاد نہ کیا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنی عقبیٰ کو بہتر بنانے کی طرف متوجہ نہیں کرتے یا موقع نہیں دیتے۔ جو قابل افسوس ہے۔ چاہیے تو یوں کہ ہر ایک تحریک میں جملہ احمدی بہنوں کو جگہ جگہ شامل کیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا کہ غیر احمدی اور احمدی بہنوں میں چنداں فرق نہیں رہے گا۔ اور قربانی کی روح مفقود ہو جائیگی جماعت بندی کی یہی تو برکت ہے کہ جو پیچھے رہیں ان کو ہمراہ لیا جائے میری ناقص رائے میں چاہیے تو یہ تھا کہ مسجد کی اندرونی زیبائش و زینت کیا احمدی بہنوں تک ہی محدود کیا جاتا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں گاؤں میں رواج ہے کہ مکان کی اندرونی صفائی اور زیبائش عورتوں کے سپرد ہوتی ہے۔ لہذا میں شہری بہنوں سے بالعموم اور دیہاتی بہنوں سے بالخصوص اپیل کرتی ہوں کہ اس کار خیر میں اپنے بھائیوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ محترم بھائی صاحب [illegible] اللہ کی چٹھی سے معلوم ہوتا ہے کہ مبلغ ۱۳۵۰ روپیہ کی ان کو ضرورت ہے۔ اور باقی نصف کا ذمہ انہوں نے خود اٹھایا ہے۔ لیکن میں اس کی تقسیم یوں کرتی ہوں کہ رقم مطلوبہ میں کم از کم ۵۰۰ ہم دیویں۔ اور باقی ۶۵۰ کا ہمارے بھائی بندوبست کریں۔ تاکہ کسی کو بوجھ معلوم نہ ہو۔ تکمیل مسجد جیسا کہ حضرت امیر کا خیال ہے بقر عید سے پہلے ہی ہو کر نماز عید مسجد ہی میں ادا کی جائے۔

لو محترم بہنو! گو میں غریب ہوں اور حالات مجھے مطلق اجازت نہیں دیتے۔ تاہم دیدہ باید کی مصداق ہو کر مبلغ پانچ روپے کی حقیر رقم آج ہی نماز جمعہ سے پیشتر بذریعہ منی آرڈر رسید نمبر ۳۰۷۶ بنام محاسب صاحب بھیج رہی ہوں۔
اگر میری جیسی ہی ایک سو بہنیں نکل آئیں تو مبلغ ۵۰۰ کی حقیر رقم عید سے پیشتر ہی فراہم ہو سکتی ہے۔ اور بہت سی ایسی بہنیں بھی ہوں گی جو بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گی۔ باقی ۶۵۰ روپے کی وصولی کا ذمہ جن کے سر ہے وہ جانیں اور ان کا کام۔ امید ہے کہ میری محترم بہنیں مجھے ناامید نہیں کریں گی۔

خاکسار۔ اہلیہ چودھری فضل داد کلرک دفتر سرکل رجسٹرار کوا پریٹو سوسائٹیز کیمبل پور

پیغام صلح ۔ ہمارے محترم بھائی چودھری فضل داد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کی سرگرمی اور ایثار قابل داد ہے۔ امید ہے کہ دیگر بہنیں بھی اس درد دل رکھنے والی خاتون کی تقلید فرمائیں گی۔ اور برلن مسجد کی اندرونی زیبائش کے لئے مطلوبہ رقم طبقہ خواتین سے فراہم کرنے کی کوشش کریں گی۔

جلسہ راولپنڈی

تکفیر اہل قبلہ پر محمودی جماعت کو دعوت تبادلہ خیالات

اتحاد بین المسلمین پر مذہبی کانفرنس

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کے نویں سالانہ جلسہ کا اعلان اس سے پیشتر ہو چکا ہے۔ اس جلسہ میں جس کا تمام تر بار ہماری جماعت راولپنڈی نے اٹھایا ہے۔ ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جس کی غرض یہ ہے کہ مختلف اسلامی جماعتوں اور انجمنوں کے نمائندے اس جلسہ میں اتحاد بین المسلمین کے مضمون پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اس کے علاوہ راولپنڈی کی جماعت محمودیہ کو مسئلہ تکفیر اہل قبلہ پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی گئی ہے۔

ان دونوں امور کے متعلق محمودی جماعت اور دوسری انجمنوں کے سکرٹریوں کو چٹھیاں لکھی گئیں۔ ان کی نقول سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوئی ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

سکرٹری جماعت محمودیہ کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی گلی وہابیاں
۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء

مکرم بندہ سکرٹری احمدیہ انجمن جماعت قادیانی، راولپنڈی
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خدا کے فضل و کرم سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا نواں سالانہ جلسہ تاریخہائے ۲۹-۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو بمقام میدان کمیٹی ہونا قرار پایا ہے۔ انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ اس جلسہ میں "تکفیر اہل قبلہ" کے مسئلہ پر آپ سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے آپ کو دعوت دی جائے۔ لہذا میں انجمن کی طرف سے آپ کو مسئلہ مذکور پر مناظرہ کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ براہ کرم اپنی آمادگی کی اطلاع ایک ہفتہ کے اندر مجھے دیدیں۔ تاکہ پروگرام وغیرہ مرتب کیا جائے۔ دعوت مناظرہ آپ کے لئے کوئی نئی چیز نہ ہوگی۔ کیونکہ قبل ازیں آپ کی اور آپ کے چند دوستوں کی طرف سے اس خیال کا اظہار کیا جا چکا ہے صرف ہماری طرف سے آمادگی کی ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں حسب معمول جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک اسلامی کانفرنس کے انعقاد کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اتحاد بین المسلمین کے متعلق عملی تجاویز پر غور کیا جا سکے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے مختلف اسلامی جماعتوں کے علما کو دعوت شرکت دی گئی ہے۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ کانفرنس مذکور میں شمولیت فرمائیں۔ اور مذکورہ مضمون پر تقریر کریں۔ کانفرنس کا صحیح وقت اور تاریخ پروگرام میں شائع کیا جائے گا جس کی اطلاع آپ کو دی جائے گی۔ اپنے ارادہ سے بہت جلد مطلع فرمائیں مشکور ہوں گا۔

خاکسار
جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

دوسری اسلامی انجمنوں کے نام

مکرمی جناب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
بذریعہ عریضہ ہذا احباب کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا نواں سالانہ جلسہ خدا صاحب کے فضل و کرم سے بتاریخ ۲۹-۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء بمقام میلہ اسپاں ہوگا۔ اس موقع پر داعیان جلسہ نے ایک اسلامی کانفرنس کا انعقاد بھی ضروری سمجھا ہے۔ جس میں تمام جماعتوں، حنفی (بریلوی۔ دیوبندی) اہل حدیث، شیعہ۔ اور قادیانی علما کو دعوت شمولیت دی گئی ہے۔ کہ وہ "اتحاد بین المسلمین" کے مضمون پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرکے باہمی ملکر کام کرنے کے لئے کوئی تجویز پیش کریں۔ جس پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کا بیڑا خطر گرداب سے نکلکر سلامتی کے کنارہ تک پہنچ جائے۔
آج فروعی اختلافات پر مسلمانوں میں کفر بازی پر بہت زور خرچ ہو رہا ہے۔ اور آریہ سماج اور عیسائی مسلمانوں کو مرتد کر رہے ہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر بیہودہ حملے ۳۴

۳۴ - کر رہے ہیں۔ مگر کسی کو کوئی توجہ نہیں۔ علما کو اندرونی جھگڑوں سے فراغت نہیں۔ ایک اسلامی سلطنت تھی سو وہ بھی علماء سو کی تکفیر کی نذر ہو چکی۔ آگے خدا جانے کیا پیش آنے والا ہے۔
عریضہ ہذا خدمت والا میں بھیجکر معروض ہوں کہ آپ بھی اس مبارک کانفرنس میں شمولیت اختیار فرمائیں۔ اور مضمون بالا پر اپنے خیالات کا اظہار فرما کر داعیان جلسہ کو خصوصاً اور سامعین کو عموماً مشکور فرمائیں۔

به مفت این اجر نصرت را دہند اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا

اس دعوت کا جواب براہ مہربانی ۲۰ مارچ ۱۹۲۹ء سے قبل دے کر مشکور فرمائیں۔ تاکہ پروگرام مرتب کرنے میں کوئی دقت نہ ہووے۔

خاکسار
جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
راولپنڈی

واکرام ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا سیکھو۔ ہمارے دلوں کے اندر آگ لگی ہوئی ہو کہ کس طرح ہم اپنی قوم کے افراد کو بڑا دیکھیں اور اس کا طریق یہ ہے کہ ہم اپنے ہر بھائی کو معزز سمجھیں۔ ہم کسی سے نفرت نہ کریں۔ ورنہ محبت کی زنجیر کی کڑیاں کمزور ہو جائیں گی۔ اگر کہیں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ماتحت اور حاکم ہونے کا موقعہ ہے تو حاکم یہی سمجھیں کہ ہمارے ماتحت نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے بھائی ہیں۔

اصلاح کے لئے پہلا قدم

باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے پہلا قدم ہمارا یہ اٹھنا چاہیئے کہ ہم قوم کے ہر ایک فرد کو اپنا بھائی سمجھیں اس کی عزت کریں۔ اس کا احترام کریں اور اس کو بڑا کرنے کی خواہش ہمارے دل میں ہو۔ باہر کی تمام جماعتیں اپنے اندر یہ قوت پیدا کریں کہ وہ چھوٹوں کو بڑا بنا سکیں۔ اگر ہمارے اندر یہ طاقت پیدا ہو جائے تو پھر حالات درست ہو سکتے ہیں۔ مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک صاحب نئے نئے ولایت سے تشریف لائے۔ اور انہیں ٹریننگ کالج کا وائس پرنسپل کر دیا گیا۔ حالانکہ نہ ذاتی قابلیت کچھ اچھی تھی اور نہ تجربہ ہی تھا۔ لوگوں کے اندر بھی بہت سی باتیں ہونے لگیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ گو وہ نیا نیا ہی کالج سے نکل کر آیا ہے لیکن اس کے اندر وہ تمام جوہر موجود ہیں جو اس کو پرنسپل کیا ڈائرکٹری تک پہنچانے والے ہیں۔ وہ کونسی چیز ہے جو اس کے اندر اسقدر امید دلاتی ہے۔ اس کو بھروسہ ہے اپنی قوم کی محبت پر۔ اس کو اعتماد ہے قومیت کی طاقت پر۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی قوم قومیت کی عاشق ہے۔ آہ وہ قومیت کا عشق ہم میں نہیں۔ ہمارا کام کیا ہے۔ ہم ایک دوسرے کے نقائص بیان کرتے ہیں۔

قومیت کیونکر بنتی ہے

یہ ہماری قوم کے تباہ کرنے کے اسباب ہیں۔ یہی چھوٹے چھوٹے نقائص ہیں۔ جن سے بعض اوقات بہت بڑے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں انگلستان میں تھا کہ ایک دفعہ پارلیمنٹ میں گیا۔ وہاں عجیب غریب بحث جاری تھی۔ کہ لائیڈ جارج کو وزیر نہیں بنا سکتے۔ کئی دن اس کے متعلق سخت سے سخت باتیں اخبارات میں چھپتی رہیں۔ لیکن جب اس کا انتخاب ہو گیا تو تمام مخالفتیں بند ہو گئیں۔ اخبارات میں چھپ گیا کہ وہ ہمارا وزیر ہے۔ ہم اگر اس کے خلاف ایک دوسرے پر نکتہ چینی اور نکتہ گیری کرنا ہی اپنا شعار بنا لیں تو قوم کا بننا مشکل ہے۔

ایک دوسرے کے نقائص کو دیکھ کر چشم پوشی سے کام لو۔ ایک دوسرے کی کمزوری کو دعا سے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے ہر ایک بھائی کو خواہ وہ دنیوی رنگ میں کیسا ہی تم سے ادنیٰ ہو اس کی عزت کرو۔ اور اس کو بڑا بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے ہماری قوم بن جائے گی۔ اور تم میں قومیت کا اصل رنگ پیدا ہو جائے گا۔

نوجوان ہندوستانیوں کیلئے عمدہ موقعہ

محکمہ فوجی وہوائی کے لئے بھرتی

محکمہ جات بالا میں بھرتی کے لئے داخلہ کا امتحان دہلی میں ۵ جون ۱۹۲۶ء سے شروع ہو کر دس یوم تک رہیگا۔ پاس شدگان سے ذیل کی اسامیاں پر کی جائیں گی۔

(۱) چھ امیدوار وولوچ کالج میں جا کر انجینری۔ توپخانہ و سگنل کا کام سیکھیں گے۔

(۲) تیرہ امیدوار سینڈھرسٹ کالج میں پیدل اور گھوڑ چڑھ فوج کا کام سیکھیں گے۔

(۳) چھ امیدوار کرینول کالج محکمہ ہوائی کا کام سیکھیں گے۔

شرائط

امیدوار کی عمر اٹھارہ سال ہو۔ اور یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو ۲۰ سال کا نہ ہو جائے۔ یعنی ۱۸ اور ۲۰ کے اندر عمر ہو۔ اس امتحان میں داخلہ کے لئے درخواستوں کے فارم سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا آرمی ڈیپارٹمنٹ دہلی سے مل سکتے ہیں۔

عرضیاں یکم مئی ۱۹۲۶ء سے پہلے پہنچ جانی چاہئیں۔ اس کے بعد کوئی درخواست قابل توجہ نہ ہوگی۔

امتحان کے لئے مضامین اور دیگر مفصل اطلاعات قواعد کی کتاب ۸ آنہ قیمت پر منیجر گورنمنٹ آف انڈیا سینٹرل پبلیکیشن برانچ ۸ ہیسٹنگز سٹریٹ کلکتہ سے مل سکتی ہے۔ معلوم ہو سکتی ہیں۔

رائل انڈین میرین یعنی محکمہ ہوائی جہازوں کیلئے بھرتی

اس محکمہ کی ایگزکٹو و انجینرنگ برانچوں کے لئے داخلہ کا امتحان دہلی میں ۵ جون ۱۹۲۶ء کو شروع ہوگا۔ جو دس یوم تک رہیگا۔ امتحان کے پرچے درستی کے لئے انگلستان سول سروس کمشنروں کو بھیجے جائیں گے۔ نتیجہ یکم ستمبر ۱۹۲۶ء سے پہلے نہیں نکل سکیگا۔

کامیاب امیدوار جو اگزکٹو شاخ کے لئے لیے جائیں گے وہ نو ماہ ہندوستانی محکمہ جہازرانی کے جہاز ڈفرن پر بمبئی میں سمندری زندگی کا تجربہ حاصل کرنے کے واسطے متعین ہونگے۔ جس کے بعد انگلستان بھیجے جائیں گے۔ بمبئی میں کام سیکھنے کے دوران میں ان کے سرپرستوں کو یا والدین کو ہر ایک لڑکے کے لئے ۵۵ ماہوار جس میں خوراک۔ رہائش۔ تعلیم میڈیکل فیس اور کھیلوں کی فیس شامل ہوں گی ادا کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ۱۰ روپے بطور جیب خرچ اور دھلائی پارچات اور کتب کے استعمال اور سٹیشنری کے دینے ہوں گے۔

انگلینڈ میں وہ دو سال رہیں گے جس میں سے پہلا نصف وقت یعنی ستمبر سے شروع کر کے سرکاری جہاز پر کام سیکھنا ہوگا۔ جو جون ۱۹۲۶ء کے امتحان میں کامیاب ہوں گے وہ ستمبر ۱۹۳۰ء میں انگلینڈ سرکاری جہاز پر کام سیکھ سکیں گے۔ جو طلباء انجینرنگ برانچ کے لئے بھرتی ہوں گے وہ جلد سے جلد انگلینڈ بھیج دئے جائیں گے۔ جہاں وہ کلائیڈ اور ٹائن کے منتخب شدہ انجینرنگ کارخانوں میں بطور امیدوار کام سیکھیں گے۔ مدت تعلیم پانچ سال ہوگی۔ اور ہر ایک لڑکے کے سرپرست یا والدین کو ایک اقرارنامہ اس مضمون کا دینا پڑے گا کہ بعد انقضائے میعاد تعلیم لڑکا ہندوستانی محکمہ جہازرانی میں کام کرے گا بشرطیکہ وہ سب امتحان میں کامیاب ثابت ہوا۔

امتحان میں کامیاب طلباء کو ذیل کی اسامیاں دی جائینگی:۔
(۱) اگزکٹو شاخ کے لئے تین۔ (۲) انجینرنگ شاخ کے لئے چار۔

شرائط داخلہ

امیدوار کی عمر ½۱۷ سے ½۱۹ کے اندر اندر یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو ہونی چاہیئے۔ امتحان میں داخل ہونے سے پہلے لڑکوں سے ذیل کی تعلیمی لیاقت کے ثبوت لئے جائیں گے۔

(۱) کہ اس کی لیاقت چیف کالج کے ڈپلومہ کے برابر ہے (۲) سکول لیونگ سرٹیفکیٹ جسے لوکل گورنمنٹ نے مستند قرار دیا ہو (۳) میٹرک سرٹیفکیٹ مستند یونیورسٹی کا۔

ڈاکٹری امتحان میڈیکل بورڈ کے سامنے پاس کرنا ہوگا۔

ذیل کے مضامین کا امتحان ہوگا۔ جس کے مقابل زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرنے کے اعداد دئے گئے ہیں۔

حصہ اول

(۱) انگریزی ۱۰۰
(۲) جنرل نالج ۱۰۰
(۳) انٹرویو اور ریکارڈ (جس میں امتحان انگریزی و جنرل نالج شامل ہیں) چار صد ۴۰۰
(۴) ذیل کی زبانوں سے ایک :۔
(الف) عربی۔ اردو۔ ہندی
(ب) ہسٹری
} یکصد ۱۰۰

حصہ دوم

(۵) لاطینی زبان ۳۰۰ (۶) یونانی زبان ۳۰۰
(۷) فرانسیسی زبان ۳۰۰ (۸) جرمن زبان ۳۰۰
(۹) ہندی ۳۰۰ (۱۰) سنسکرت ۳۰۰
(۱۱) فارسی ۳۰۰ (۱۲) اردو ۳۰۰
(۱۳) موڈرن ہسٹری ۳۰۰ (۱۴) انڈین ہسٹری ۱۵۲۶ء سے ۳۰۰
(۱۵) لوئر میتھمیٹک ۳۰۰ (۱۶) ہائی میتھمیٹک ۳۰۰
(۱۷) فزکس ۳۰۰ (۱۸) کیمسٹری ۳۰۰
(۱۹) بائیولاجی ۳۰۰ (۲۰) فری ہینڈ جیومیٹری ۳۰۰

حصہ اول کے چاروں مضامین لینے لازمی ہیں۔ حصہ دوم میں سے تین سے زاید مضامین نہیں لئے جا سکتے۔ لیکن ان تینوں میں سے دو مضامین یعنی فزکس اور لوئر میتھمیٹک ضرور لئے جائیں جن میں کافی نمبر حاصل کئے جائیں۔ جو امیدوار حصہ اول سے جنرل ہسٹری لے گا اُسے حصہ دوم میں سے ماڈرن ہسٹری یا انڈین ہسٹری نہ دی جائے گی۔ ہر دو حصوں سے ایک ہی زبان لی جائے۔ اور دو سے زاید زبانوں میں امتحان دے سکیگا مشرقی زبانوں میں سے صرف ایک ہی امتحان میں لے سکیگا۔ موجودہ زبانوں میں سے صرف ایک لے سکیگا۔ یعنی فرانسیسی۔ جرمن۔ اطالین۔ ہسپانوی۔ روسی۔ عربی۔ اردو۔ ہندی۔

مشرقی زبانوں سے مراد ایشیا کی زبانیں ہیں۔

مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ امیدوار فری ہینڈ ڈرائنگ یا جیومیٹریکل ڈرائنگ لے سکتا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کے نمبر پچاس ہوں گے۔ انٹرویو اور ریکارڈ میں کم از کم ۱۵۰ نمبر حاصل کرنے لازمی ہیں۔ فزکس کیمسٹری اور بائیولاجی میں سے دو سے زاید مضامین امیدوار نہیں لے سکتا۔ اور اُسے ممتحن کی تسلی کرنی ہوگی کہ ان مضامین میں اس نے کم از کم ۸۰ گھنٹے لیبارٹری میں عملاً کام سیکھا ہے۔

کامیاب امیدوار اپنے والدین کے ذرائع آمد کے مطابق سرکاری امداد کے مستحق ہوں گے۔ جب تک کہ وہ انگلینڈ میں کام سیکھتے رہیں گے۔ امداد کی تفصیل اور تعلیمی کورس وغیرہ عنقریب شائع ہو جائیں گے تب تک امیدوار فوجی اور ہوائی محکمہ کے قواعد داخلہ وغیرہ سے مناسب واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ جس کا ذکر ان محکمہ جات میں بھرتی ہونے کے تحت درج ہو چکا ہے۔ اور جس کی قیمت چار آنہ ہے۔

امیدوار مطبوعہ فارم درخواست داخلہ امتحان سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا میرین ڈیپارٹمنٹ دہلی سے منگو سکتے ہیں۔ درخواستیں یکم مئی ۱۹۲۶ء سے پہلے پہنچ جانی ضروری ہیں۔

امیدوار اپنے ذاتی خرچ پر دہلی آئیں گے۔ اور انہیں خوراک و رہائش کا انتظام خود ہی کرنا ہوگا۔ سرپرستوں اور والدین کو امیدوار کے لئے کافی اخراجات داخلہ امتحان کے لئے مہیا کرنے چاہئیں۔ امتحان میں داخلہ کی فیس پچاس روپیہ ہے۔ تمام درخواستیں اپنے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی معرفت بھیجنی چاہئیں۔

(نوٹ۔ مسلمان نوجوانوں کو ان محکمہ جات میں داخل ہونے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔ انٹرویو میں اپنی خاندانی خدمات و اسناد پیش کرنی چاہئیں۔ نیز اپنی استعدادات)

استفتا

زید کی دو بی بیاں ہیں۔ ہندہ اور زینب۔ ہندہ سے ایک لڑکی فاطمہ ہے۔ اور زینب سے ایک لڑکی رقیہ ہے۔ رقیہ کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد عمر ہے۔ کیا محمد عمر کا نکاح فاطمہ سے ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر کیا نانی کی سوت کی لڑکی سے نکاح درست ہو سکتا ہے۔ (ایک سائل)

جواب

بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اعیانی۔ جن کے ماں باپ ایک ہوں۔ علاتی۔ جن کا باپ ایک ہو۔ ماں الگ الگ ہو۔ اخیافی۔ جن کی ماں ایک ہو۔ باپ الگ الگ ہوں۔

صورت استفتا میں فاطمہ محمد عمر والدہ رقیہ کی علاتی بہن ہے۔ یعنی فاطمہ محمد عمر کی خالہ ہے۔ اور خالہ سے بتصریح قرآن کریم نکاح درست نہیں ہے۔ خالات میں اعیانی علاتی۔ اخیافی سب شامل ہیں۔ اور تینوں میں کسی سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔

خاکسار احمد از احمدیہ بلڈنگس لاہور

رسیدات زر برائے ترجمۃ القرآن جرمنی

(۱) جناب مولوی نصیر الدین احمد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ جمشید پور ۔۔۔۔ ۱۰
(۲) جناب شفیع مخدوم صاحب ایل ٹوُن ۔۔۔۔ ۱۰
(۳) جناب محمد صدیق صاحب " ۔۔۔۔ ۵
(۴) جناب سید ابراہیم شاہ صاحب " ۔۔۔۔ ۵
(۵) جناب سیٹھ سلیمان صاحب " ۔۔۔۔ ۱۰
(۶) جناب حبیب الرحمٰن صاحب صادق سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۔۔۔۔ ۴
(۷) جناب عبدالغفور صاحب ایل ٹوُن ۔۔۔۔ ۱

درسِ حدیث

اسلامی اذان اور اس کی ابتدا

اصول اسلام کی تبلیغ اذان میں

حدیث اذان

(۳۹۶) عن ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون الصلوۃ لیس ینادی لھا فتکلموا یوماً فی ذالک فقال بعضھم اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصاری وقال بعضھم بل بوقاً مثل قرن الیھود فقال عمر اولا تبعثون رجلاً ینادی بالصلوۃ فقال رسول اللہ صلعم یا بلال قم فناد بالصلوۃ۔ (ترجمہ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو اکٹھے ہوتے اور نماز کا وقت مقرر کر لیتے اس کے لئے اذان نہ دی جاتی تھی تو ایک دن انہوں نے اس بارہ میں گفتگو کی تو بعض نے کہا کہ عیسائیوں کے ناقوس کی طرح ناقوس بنالو۔ اور بعض نے کہا بلکہ یہود کے نرسنگے کی طرح نرسنگا ہو۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم ایک شخص کو مقرر نہیں کرتے جو نماز کے لئے پکارا کرے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بلال! اٹھ اور نماز کے لئے پکار!!

اذان کی ابتدا

اذان کی ابتدا کے متعلق بخاری میں یہ دو حدیثیں آئی ہیں۔ حدیث ۳۹۶ اور ۳۹۷ جن میں سے پہلی حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے بلانے کے واسطے مشورہ ہوا۔ اور ناقوس وغیرہ کا ذکر ہوا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایک آدمی مقرر کیا جائے جو نماز کے لئے لوگوں کو بلائے۔ تب آنحضرت صلعم نے بلال کو حکم دیا کہ نماز کے لئے پکارے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مشورہ ہوا۔ اور نار و ناقوس وغیرہ کا ذکر ہوا۔ تو بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہے اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔ چونکہ دونوں جگہ مشورہ کے ذکر کے بعد ہی یہ ذکر ہے اس لئے بلال کو جو حکم ایک جگہ دیا گیا ہے وہی دوسری جگہ دیا جانا چاہیئے۔ پس یہ جو بعض لوگوں نے ایک روایت کی بنا پر جو صحیح ابن خزیم اور ابن حبان میں ہے خیال کیا ہے کہ پہلے بلال کو حکم دیا گیا تھا کہ الصلوٰۃ جامعۃ پکارے اور پھر بعد میں عبداللہ بن زید کے رویا کی بنا پر اذان کے کلمات سکھائے گئے صحیح نہیں۔ بلکہ شروع سے ایک ہی اذان کا حکم ہوا۔ اور وہ یہی ہماری اذان ہے۔

عبداللہ بن زید اور حضرت عمرؓ کی رویا

البتہ دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ مشورہ کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ تو عبداللہ بن زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنا رویا بیان کیا۔ کہ انہوں نے اس طرح ایک شخص کو کلمات اذان دہراتے ہوئے سنا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ کلمات حضرت بلال کو سکھائے اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنا رویا بیان کیا کہ انہوں نے بھی یہی کلمات اذان خواب میں سنے ہیں۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس سے بیس دن پہلے ایسا رویا دیکھا تھا۔ مگر اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ حضرت بلال کی اذان نہیں سنی۔

دونوں احادیث میں اختلاف نہیں

اب بظاہر حدیث ۳۹۶ اور ۳۹۷ میں اور پھر ان دوسری احادیث میں جن سے عبداللہ بن زید اور حضرت عمرؓ کا رویا دیکھنا ثابت ہے۔ اختلاف نظر آتا ہے۔ یعنی حدیث ۳۹۶ میں تو یہ ذکر ہے کہ مشورہ کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا ایک شخص کو اذان کے لئے مقرر کیا جائے۔ تو آنحضرت صلعم نے بلال کو اذان کا حکم دیا اور ۳۹۷ میں حضرت عمرؓ کے مشورہ دینے کا کوئی ذکر نہیں۔ اور ان دوسری احادیث میں ہے کہ کلمات اذان حضرت بلال کو عبداللہ بن زید کے رویا کے بعد سکھائے گئے تو فی الحقیقت اختلاف نہیں۔ بلکہ اصل واقعہ ان سب احادیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے واسطے بلانے کے لئے مشورہ سے قبل ہی حضرت عمرؓ نے رویا دیکھا تھا۔ کہ ایک شخص اس طرح اذان دے رہا ہے۔ تو جب مشورہ ہوا تو انہوں نے اپنے رویا کا ذکر تو بوجہ حیا نہیں کیا۔ مگر جب لوگوں نے ناقوس وغیرہ کا ذکر کیا تو انہوں نے صرف اس قدر کہا کہ ایک آدمی کو مقرر کیا جائے جو نماز کے لئے لوگوں کو پکارا کرے اور اس قدر جرأت نہ کی کہ ان کلمات کو دربار نبوی میں پیش کریں۔ اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح آپ کو وحی کرے گا اسی طرح آپ ہدایت فرمائیں گے۔ تو اس مشورہ اور حضرت عمرؓ کے اس رائے دینے کے بعد وہ مجلس متفرق ہو گئی۔ اور پھر کسی وقت غالباً اسی دن کے بعد آنیوالی رات عبداللہ بن زید نے رویا دیکھی۔ اور اس رویا کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا۔ اور ادھر معلوم ہوتا ہے کہ عین اس وقت یا اس سے پیشتر بذریعہ وحی بھی یہی کلمات سکھائے گئے تھے تو آپ نے بلال کو حکم دیا کہ اذان دے۔ پس دونوں حدیثیں یعنی ۳۹۶ و ۳۹۷ میں بلال کو حکم دینا بعد کا واقعہ ہے جو اس مجلس مشاورت میں نہیں ہوا۔

اذان وحی الٰہی کی بنا پر ہے!

اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ رویا کو شریعت کا مرتبہ کس طرح مل گیا۔ کہ اسی بنا پر اذان کا حکم شریعت میں ہو تو اصل میں تصدیق نبوی سے اذان شریعت میں داخل ہوئی۔ نہ عبداللہ بن زید یا حضرت عمرؓ کے رویا سے۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ جب عبداللہ بن زید نے اپنا رویا بیان کیا تو اسی وقت وحی خفی نے بھی اس کی تصدیق کی اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ وحی اس سے پیشتر ہو چکی ہو۔ اور عبداللہ بن زید کا رویا محض توارد تھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ کا رویا تو اس سے بھی پیشتر کا تھا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اذان کے کلمات سن کر اپنا رویا بیان کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم سے پہلے وحی الٰہی نے یہی کلمات بتائے ہیں۔ فقال لہ النبی صلعم سبقک بذالک الوحی۔

اسلام دوسروں کی نقل نہیں کرتا

اذان کی ہیئت خود بھی بتاتی ہے کہ یہ وحی الٰہی سے ہے۔ کسی انسان کی رائے سے نہیں۔

آنحضرت صلعم سے پہلے عبادت کے لئے بلانے کا یہ طریق کسی قوم میں مروج نہ تھا۔ بلکہ عام طور پر گھنٹہ بجانا یا نرسنگا پھونکنا مروج تھا۔ اگر انسان کی رائے سے یہ کام ہوتا تو پہلے مذاہب کی نقل ہوتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پہلے مذاہب کی نقل نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی اصلاح کرتا ہے۔

اسلامی اصول کا اعلان اذان میں

اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اذان کے کلمات میں نہ صرف نماز کے لئے بلایا جاتا ہے بلکہ دین اسلام کے اصول کا بلند آواز سے پانچ وقت دنیا میں اعلان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اصول کی صداقت کا کس قدر یقین قلب نبوی میں ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ٹھیرا دئے ہیں۔ کہ جہاں کہیں وہ دنیا میں ہوں جنگل میں ہوں یا شہر میں یا گاؤں میں ان پاک اصول کا اعلان دن میں پانچ مرتبہ بلند آواز سے کریں۔ اور یوں اسلام کے پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اپنے اصول کا اعلان دنیا میں وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کا دل ان کی صداقت کے یقین سے لبریز ہو۔

ایڈیٹر پرنٹر اور پبلیشر "الفضل" قادیان کی ضمانت

۱۱ رمئی ۱۹۲۹ء کو لاہور میں اس مقدمہ کی تاریخ تھی جو مولانا یعقوب خان صاحب کی طرف سے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر کے خلاف دائر ہے تاریخ مذکور پر ہر دو ملزمین عدالت میں آئے ہوئے تھے لیکن مجسٹریٹ نے بوجہ مصروفیت ۱۰ رجون ... [illegible]

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۵ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۴

آریہ سماج اور اسلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یار و خیال خراب میں

اے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں

کیا وہ خدا جو ہے تری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں

گر عاشقوں کی روح نہیں اس کے ہاتھ سے
پھر غیر کے لئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہی ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اس کے لئے عاشقوں کے دل
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جام وصال دیتا ہے اس کو جو مر چکا
کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وہ اسی کو جو وہ خاک میں ملا
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وہ اسی کا جو اس کا ہی ہو گیا
" " " "

اسلام اور تہذیب جدید

خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اپنے ایک مراسلہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تبلیغی جد و جہد کے سلسلہ میں جو مہتم بالشان خدمات جناب مولوی عبدالمجید صاحب قائم مقام امام مسجد ووکنگ انگلستان میں انجام دے رہے ہیں وہ ان لیکچروں اور تحریروں سے واضح ہیں۔ جو انگلستان کے پرچوں میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند ہفتے ہوئے مولوی صاحب موصوف نے اتوار کے دن لندن میں ایک دلچسپ تقریر کی جس کا عنوان تھا "کیا اسلامی ممالک میں مغربیت کا تتبع کوئی غیر طبعی چیز ہے؟" اس تقریر سے سامعین بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور اکثر دوستوں نے اختتام لیکچر پر خوب جرح و قدح کی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ ہے کہ مغربیت کا تتبع مسلمانوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ تمام باتیں جن پر یورپ آج فخر کرتا ہے وہ مسلمانوں میں موجود تھیں۔ اور صرف موجود ہی نہ تھیں بلکہ ہر ایک زندہ قوم کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ دوسری اقوام سے اچھی اچھی باتیں لے کر اپنے اندر جذب کرتی رہی ہے۔ جو قوم یہ نہیں کرتی وہ قرآن کی اس آیت پر نہیں چلتی۔ جس کے اندر ایک زریں قانون ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

تہذیب جدید کے مفید اجزا اسلام میں

آج مسلمان اپنی حالت کو سمجھنے لگ گئے ہیں اس لئے وہ اس ازلی قانون کو . . . . سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اس ازلی قانون کو عملی جامہ اس طرح سے پہنایا جاسکتا ہے۔ کہ ہم تمام ان اجزائے تہذیب کو اپنی تہذیب کے اندر جذب کریں۔ جو مفید ہوں۔ کوئی تہذیب بحیثیت مجموعی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لاکر جذب نہیں کی جاسکتی صرف اجزا ہی جذب کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہی ایک ترقی کا راز ہے۔

یونانی اور رومی تہذیب اور اسلام

مسلمانوں کا جب یونانیوں اور رومی لوگوں سے تصادم ہوا۔ تو انہوں نے بجائے اس کے کہ ان سے نفرت کریں ان سے تعلقات پیدا کئے ان کا فلسفہ لیا۔ ان کا علم لیا۔ اور ان سب کو لے کر اپنے اندر جذب کر لیا۔ آج بھی مسلمانوں کی ترقی کا یہی راز ہے کہ وہ اپنے اندر دوسری قوموں کے ان اجزا تہذیب کو علیحدہ علیحدہ لیکر جذب کریں۔ جن سے ان کے مذہب پر کوئی حرف نہ آئے۔ پھولنے پھلنے والی اقوام کا یہی طریق عمل رہا ہے۔ کوئی قوم یہ نہیں کہ سکتی کہ اس نے اپنی تہذیب کو خود پیدا کیا ہے۔ ہر ایک تہذیب دوسری تہذیب کی کسی نہ کسی رنگ میں ممنون احسان چلی رہی ہے۔ یورپ نے اگر ترقی کی ہے تو اس بنا پر کہ وہ مسلمانوں کے علوم و فنون سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ اور انہیں اپنے اندر جذب کرتا رہا ہے۔

خادم

خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بسلسلہ ملازمت کوہ مری تشریف لے گئے ہیں۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ آپ کی صحت ابھی تک مخدوش حالت میں ہے۔ احباب کرام آپ کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

—— ہمارے ایک بھائی غلام احمد خاں کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی برادر موصوف نے اس کی طرف سے انجمن کے لئے ۲/ر چندہ مقرر کر دیا۔

پیغام صلح:۔ یہ مثال اس قابل ہے کہ ہمارے دوسرے دوست اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور بچوں کو شروع ہی سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں۔

—— ہمارے ایک دوست محمد حیات صاحب کے والد بزرگوار لاہور میں ۴ رجون کو فوت ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

پیغام صلح۔ برادر موصوف سے اس صدمہ میں ہمیں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب کرام سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

—— حکیم محمد یار صاحب فوق مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مطلع فرماتے ہیں۔ کہ چک ۲ متصل اکاڑہ میں ایک ہندو مسمی رام لبھایا ولد امیر چند سکنہ گجرات مسلمان ہوا۔ اسلامی نام نور محمد رکھا گیا۔ قبل ازیں ایک عیسائی (امریکن مشنری) مسمی مسٹر کشالہ ولد راماں حکیم صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا ہے۔ جس کا اسلامی نام نور الدین رکھا گیا۔

—— حکیم صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ حافظ محمد بخش صاحب احمدی نے ایک خاص جلسہ کیا۔ جس میں حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اس میں انہوں نے اول الذکر نو مسلم کو کچھ پارچات اور پوشاک وغیرہ دی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

—— اخویم رحمت خاں صاحب مدر کی خورد سالہ بچی چند دن خسرہ میں مبتلا رہ کر فوت ہوگئی ہمیں اپنے عزیز بھائی سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نعم البدل عطا فرمائے۔

—— کل ۱۳ رجون کو مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے ایڈیٹر لائٹ کے اس مقدمہ کی تاریخ تھی جو انہوں نے ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر "الفضل" پر دائر کر رکھا ہے۔ گزشتہ پیشی پر فریقین میں مصالحت کی جو تجویز ہوئی تھی چونکہ ابھی وہ تکمیل کو نہیں پہنچی اس لئے فریقین نے مزید غور و فکر کے لئے ۶ رجولائی کی تاریخ لے لی۔

—— مولوی عصمت اللہ صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے ہیں آپ کا

حوا کی مغربی بیٹیاں

انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک میں حوا کی بیٹی اپنے لباس کے معاملہ میں اس قدر آزاد اور بے باک واقع ہوئی ہے کہ وہ حیا اور شرم کے مسلمہ قواعد پر اپنے آرا اور مذاق کو مقدم سمجھتی ہے۔ یہ آزادی اور بے باکی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اب انگلستان کی خواتین غسل کرنے کے وقت اپنے پیروں اور پنڈلیوں کو جرابوں سے ڈھانکنا بھی پسند نہیں کرتیں۔ "کرسچین لائف" کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ غسل کرنے والی عورتوں کی اس حیا سوز روش کے خلاف ہیر و کونسل اور بڑی بڑی مقامی کلبوں کو لکھا گیا ہے۔ اور کونسل سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس بے حیائی کا سدباب کریں۔ نامہ نگار مذکور یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ "زنانہ لباس میں حد سے زیادہ اختصار پسندی ننگے بازو اور ننگی ٹانگیں کسی صورت میں پبلک کے اخلاق پر اچھا اثر نہیں ڈال سکتیں" مگر حوا کی مغربی بیٹیاں اس معاملہ میں کچھ ایسی ضدی اور سرکش واقع ہوئی ہیں کہ ان پر کسی قسم کے وعظ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ پاپائے روما نے جو مسیحی دنیا کی ایک مقتدر اور جلیل القدر ہستی ہیں "عریانی پسند" عورتوں اور بالخصوص نوجوان لڑکیوں کے متعلق اپنے ماتحت افسروں کے نام یہ حکم صادر کیا تھا کہ ایسی خواتین کا نکاح نہ پڑھا جائے مگر یہ دھمکی بھی کارگر ثابت نہ ہوئی "عریانی" کی وبا غیر معمولی سرعت کے ساتھ نہ صرف مغربی ممالک میں پھیل گئی ہے بلکہ اب مشرقی ممالک کی تعلیم یافتہ عورتیں بھی اس وبا سے متاثر ہو رہی ہیں۔ اگر مغرب کے باشندے باپ یا خاوند یا بھائی کی حیثیت سے اس مخرب اخلاق وبا کے خطرات کو مدنظر رکھتے تو آج انہیں یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ ہندوستان میں بھی یہ وبا آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے۔ اسلام عورتوں کی آزادی کا حامی ہے لیکن ایسی آزادی کا جو عفت و عصمت اور شرم و حیا کا پہلو لئے ہوئے ہو اگر عورت کی سیرت اس جوہر سے معرا ہے تو پھر وہ گھر جس میں وہ رہتی ہے کسی صورت میں مرد کے لئے بہشت نہیں ہو سکتا۔

تصویر کا دوسرا پہلو

تصویر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اب انگلستان میں مردوں کا لباس بھی قابل اصلاح سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک خاص جماعت قائم کی گئی ہے۔ جس نے مردوں کے لباس میں ضروری اصلاح کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ ہمعصر "کرسچین لائف" لکھتا ہے:۔

"کیلن ای رن گوانگھا جو ساوتھ انڈ کے ڈین ہیں" مینس ڈریس ریفارم پارٹی" (مردوں کے لباس کی اصلاحی جماعت) میں شامل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔ لیکن اتنی اخلاقی جرات نہیں کہ اس کی رکنیت قبول کریں۔ کینن (مذہبی عہدہ) موصوف یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ مجھے اس تجویز سے بالکل اتفاق ہے کہ مرد شارٹ (نکر) پہنیں اور اپنے گلے کو کھلا رکھیں۔ رسمی لباس کی بہ نسبت یہ لباس باعتبار صحت زیادہ موزوں ہے۔ میں اپنے اس "کتے کے کالر" کے بغیر گزارا کر سکتا ہوں۔ کارموزل کے دیہاتی علاقہ میں تو ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے۔ لیکن ساوتھ انڈ میں مجھے "کتے کا کالر" چھوڑنے کی ہمت نہیں پڑتی"

یہ صورت اس ملک کی ہے جس کے باشندے فیشن کے گرانبار مصارف کے متحمل ہونے کی مقدرت رکھتے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوسناک مقام ہے کہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور بالخصوص فیشن پرست طبقہ کالر اور ٹائی کو لباس کا ایک ایسا ضروری جزو خیال کرتا ہے۔ کہ جو شخص ٹائی اور کالر استعمال نہ کرتا ہو وہ ان کے نزدیک معزز نہیں سمجھا جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ کوٹ کو گلے کی میل سے صاف رکھنے کے لئے کالر ایک کارآمد چیز ہے۔ لیکن کوٹ کو صاف رکھنے کی خواہش اور قیمتی سے قیمتی کالر کو بطور فیشن استعمال کرنے کی آرزو میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلام میں لباس کا فلسفہ صرف اسی قدر ہے کہ وہ صاف اور پاکیزہ ہونے کے علاوہ موسم کے لحاظ سے آرام دہ ہو جو لوگ اپنی ان اہم ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے جو خاندان یا گھر کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ تقاضائے فیشن اپنے لباس پر ضرورت سے زیادہ روپیہ صرف کرتے ہیں وہ یقیناً اسراف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جس سے بچنے کی اسلام سخت تاکید کرتا ہے۔ اسلام کسی مسلمان کو تکلف لباس پہننے سے منع نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں انسان اپنی اس خواہش کو جائز سمجھتا ہے کہ اس کا لباس دو مردوں کو اچھا معلوم ہو۔ تاکہ وہ معزز سمجھا جائے وہاں اسے اس بات کا بھی خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کے اعمال میں بھی دل فریبی اور حسن کی شان پائی جائے۔

درد کشیں صورت باش و کلاہ تتری دار

روس میں الحاد

"اگز یمینر" جو بمبئی کا ایک مسیحی رسالہ ہے۔ "کمیونزم اور مذہب" کے عنوان سے اپنے ایک ایڈیٹوریل میں لکھتا ہے کہ روس کی سوویٹ گورنمنٹ نے ماسکو میں تین کتابیں شائع کی ہیں۔ جو سپاہیوں کسانوں اور مزدوروں کے درمیان لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ روسی کمیونزم اور مذہب کے درمیان مخالفت کا پیدا ہونا لازمی امر ہے صرف یہی کافی نہیں کہ مذہب کو خاموشی اور امن کے ساتھ فنا ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ بلکہ عوام کو مذہب کے خلاف ایک منظم اور باقاعدہ جنگ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے عملی کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ مخالفت کی ایک صورت یہ ہے کہ مذہبی تقریبوں کے بجائے ایسی تقریبیں منائی جائیں جن میں مذہب کے خلاف زہر اگلا جائے۔ سینما کے ذریعہ سے لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کیا جائے مدرسہ اور گرجا کا باہمی تعلق بالکل منقطع کر دیا جائے کمیونزم کے پرجوش واعظ کائنات کو ایک مادی عالم قرار دیتے ہیں۔ انسان کی تخلیق وہ اصول ارتقا پر مبنی خیال کرتے ہیں۔ یعنی انسان پہلے بندر تھا۔ اور پھر بندر سے موجودہ درجہ تک پہنچا کہتے ہیں کہ انسان حسب ذیل مادی اجزا سے بنا ہوا ہے:۔

(۱) چربی جس کی مقدار اس قدر کافی ہے کہ اس سے صابن تیار ہو سکتا ہے۔
(۲) چونہ جس سے تمبا کو کی پوری بھری جا سکتی ہے۔
(۳) پوٹاسیم جو چھوٹی سی توپ کو جس سے بچے کھیلتے ہیں چلانے کے لئے کافی ہے۔
(۴) لوہا جس سے ایک میخ تیار ہو سکتی ہے۔
(۵) فاسفورس جس سے ہیں دیا سلائیوں کا مصالحہ نکل سکتا ہے۔
(۶) سیرم جس سے ایک کتے کو ٹیکہ لگایا جا سکتا ہے۔
(۷) شکر جس کی مقدار ایک چمچہ کے برابر ہے۔
(۸) میگنیشیم جو نمکوں کی ایک خوراک کے لئے کافی ہے۔

"اگزیمینر" کے نزدیک انسان کے مذکورہ بالا اجزا کی قیمت ایک روبل ۹۵ کوپک (روسی سکے) یعنی ۱،۵۵ ڈالر ہے۔

اسلامی نقطۂ خیال سے ہم کمیونزم کی تعلیم کو دنیا کے لئے ایک فتنۂ عظیم سمجھتے ہیں۔ روس میں فرزندان توحید کی تعداد ۲ کروڑ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ معلوم نہیں روسی مسلمانوں نے دہریت اور مادیت کے اس سیلاب عظیم سے بچنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی ہیں۔ مگر وہ ساعت دور نہیں جبکہ روس کی یہ دہریت اور مادہ پرستی ایک ایسے ہولناک انقلاب کی صورت میں رونما ہوگی۔ جو خدائے ذوالجلال کے باغیوں کی ہستی کو حرف غلط کی طرح مٹا دے گا۔ اس سے پہلے بھی جن قوموں نے اپنے خالق کے خلاف علم بغاوت بلند کیا وہ ہلاک ہوگئیں۔

نوٹ کر لیجیے
وی پی آرہے ہیں

جن احباب کا چندہ ۱۵ جولائی میں ختم ہوتا ہے ان کو اطلاع دی جا چکی ہے انتظار کے بعد اگلے ہفتہ سے ان کے نام وی پی جانے شروع ہو جائیں گے۔ ان کے خریداری نمبر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں آج کل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے امید ہے کہ تمام احباب وی پی وصول فرما کر اپنا ایک ضروری فرض ادا کریں گے۔

۲، ۳، ۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲۔ ۲۳، ۳۰، ۴۱، ۴۴، ۸۵، ۱۲۱، ۱۳۸، ۱۵۸، ۲۳۷، ۲۳۵، ۲۳۹، ۲۴۵، ۳۶۹، ۳۹۷، ۴۵۷، ۴۵۹، ۴۸۱، ۵۱۶، ۵۸۷

اقتباسات

ظفر علی خاں کا گلہ ظفر علی خاں سے

ہمنامی بعض دفعہ الجھن پیدا کر دیتی ہے۔ اور پھر جب ہم نام ہستیاں ایک ہی جسم و قالب کے اندر ہوں تو الجھن یقیناً بہت زائد بڑھ جاتی ہے۔ لاہور میں ایک مشہور قومی کارکن اور اہل قلم مولوی ظفر علی خاں صاحب رہتے ہیں۔ جو میرے معظم و مکرم ہیں سالہا سال سے قومی خدمات میں مصروف ہیں۔ اسلام کا سچا درد اور رسول کریم کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ باجبر قوتوں کا دلیرانہ مقابلہ کر چکے ہیں۔ اپنی حق گوئی و حق نگاری کے صلہ میں بار بار بھاری جرمانے ادا کر چکے ہیں۔ جیل خانہ جا چکے ہیں نظر بند رہ چکے ہیں۔ خلافت کمیٹی کے ایک سرگرم و پرجوش کارکن رہ چکے ہیں۔ حب اسلام و حب رسول کی راہ میں اپنی جانبازی کا ثبوت بار بار دے چکے ہیں۔ ان ظفر علی خاں کی جگہ میرے دل میں ہے۔ ان ظفر علی خاں کی وقعت و محبت میرے دل میں بسی ہوئی ہے۔ چنانچہ انکی سفر حج کی واپسی بر بمبئی ہی سے میں نے جن معدودے چند بزرگوں اور دوستوں کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تھا ان میں ایک مولانا ظفر علی خاں بھی تھے۔ لیکن بمبئی پہنچ کر پورے تین مہینے کے بعد جو اخبارات پر نظر پڑی تو زمیندار کے صفحات میں ایک دوسرے ظفر علی خاں نظر آئے۔ جو "مولانا" یا "مولوی" نہیں بلکہ "آقا" ہیں۔ جن کا مشغلہ خاص جمعیۃ العلما اور مفتی کفایت اللہ صاحب کی مخالفت و تضحیک ہے۔ جو اپنا سارا زور قلم مرکزی خلافت کمیٹی کی مخالفت میں صرف فرما رہے ہیں جو اپنے بے پناہ پروپیگنڈے کی ساری قوتیں فرنگی استادان فن کی طرح نظم و نثر، تحریر و تقریر، جائز و ناجائز ہر ذریعہ سے مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کی تحقیر و تذلیل و تضحیک و توہین میں بے دھڑک اور بے تکان خرچ کر رہے ہیں۔ جو مذہبی و دینی میں اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر ہر درجہ کی نظم و نثر فخر کے ساتھ شائع کرا رہے ہیں۔ جو اپنے سے مختلف الخیال گروہ کے بڑے سے بڑے معزز و ذمہ دار اشخاص کی کارروائیوں کے لئے "جیل خانی ڈربے سے گگڑوں کوں" جیسی مہذب و شائستہ سرخیاں قائم کر سکتے ہیں۔ اور جو ڈاڑھی اور عمامہ و شعائر اسلام و معمولات کے خلاف "جہاد مقدس" میں اگر "مدعی سست" نہیں تو "گواہ چست" کی حیثیت ضرور اختیار فرمائے ہوئے ہیں۔

ان دوسرے ظفر علی خاں "روشن خیال" اور "بہ قوم برادر" ظفر علی خاں سے تو کچھ عرض معروض کرنے کی ہمت نہیں۔ البتہ اپنے محب قدیم۔ خادم اسلام و شیدائے رسول "وطنیت" کی طرف آگے بڑھنے والے نہیں بلکہ "اسلامیت" کی طرف پیچھے ہٹنے والے ظفر علی خاں کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ وہ اپنے ہمنام و ہم قافیہ کو کب تک آزاد چھوڑے رہیں گے؟

امریکہ اور اسلام

اسلام اپنی عالمگیر خوبیوں اور فطری جذب و کشش کے باعث ہر حصۂ عالم میں اپنا مقناطیسی اثر دکھاتا رہا ہے۔ اور دکھا رہا ہے اور ایک مسلمان جہاں پہنچ جاتا ہے وہاں اسلام کا بیج برگ و بار لانا شروع کر دیتا ہے اگر مسلمانوں میں ہندو اور مسیحی پرچارکوں اور مشنریوں جیسی سرگرمی و استقامت ہوتی اور وہ بھی احسن منظم طریق پر کام کرنے کا ڈھنگ جانتے ہوتے تو آج کرۂ ارض کے بڑے حصہ پر اسلام کا پرچم لہراتا نظر آتا بہت سے اصحاب کو غالباً اس حقیقت کا علم نہ ہوگا کہ وسط امریکہ کے مقامات سان فرنانڈو۔ پورٹ آف سپین اور پورٹ آف پرنس میں مسلمان کافی تعداد میں آباد ہیں۔ اور یہاں عالیشان مساجد بھی موجود ہیں۔ لیکن بیج بونے والے چلے آئے۔ اور ان میں اتنی علمیت و اہلیت نہیں۔ اس لئے اب آریہ پرچارکوں نے وہاں کام شروع کرنے کا ارادہ کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو بہت جلد تبلیغ کی طرف اپنی بہترین توجہ مبذول کرنا چاہیئے یاد رکھو کہ سیاست میں بھی انہی اقوام کا طوطی بولتا ہے جو اپنی مذہبی تبلیغ کی طرف سے غافل نہیں ہوئیں۔ ہندوؤں نے اس راز کو پا لیا ہے اور مسلمان بھول گئے ہیں۔

"منادی"

تبلیغ واشاعتِ اسلام کی تاریخ کا ایک ورق

روس میں لاکھوں مسلمانوں کا قبول اسلام!

ایک کروڑ ستر لاکھ مسلمانوں کی موجودہ آبادی

"ذیل میں ہم مسٹر ایس ایم زویمر الف۔ آر۔ جی۔ ایس کی کتاب (Across The World of Islam) سیاحت دنیائے اسلام" کے ایک۔ باب کا ترجمہ کرتے ہیں۔ جس میں تبلایا گیا ہے کہ آج کل جو علاقے حکومت روس کے قبضہ میں ہیں ان میں اسلام کب اور کس طرح پھیلا۔ موصوف ۳۸ سال تک دنیائے اسلام کی سیاحت کرتے رہے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ مثلاً عربستان۔ گہوارہ اسلام۔ جناب زویمر ایک نہایت متعصب پادری ہیں اور انہوں نے اس باب کے آغاز میں جس کا ترجمہ ہم نے کیا ہے۔ آقائے دوجہاں آبا ئنا وانہا تنا کی شان میں افسوسناک گستاخی کی ہے۔ لہذا ہم نے اس کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہے۔ باقی حصہ مفید معلومات سے لبریز ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ درج کر دیا گیا۔

سدِ سکندری کے اُس پار

آج سد سکندری کے اس پار ایک کروڑ ستر لاکھ فرزندان توحید آباد ہیں۔ روس میں جس قدر مسلمان ہیں اس قدر مصر یا عرب یا ایران میں بھی نہیں ہیں۔ روس میں یہودیوں کی تعداد صرف ۳٫۵۵ فیصدی ہے باوجود اس کے ہم ان کے متعلق بہت کچھ سنتے رہے ہیں۔ لیکن ہمیں روسی مسلمانوں کے متعلق کچھ معلوم نہیں جن کی آبادی ۹٫۴۷ فیصدی ہے۔ مسلمان لینن گراڈ سے لیکر سائبیریا کے میدانوں تک، اور لوبولسک سے جو دریائے لوبل پر واقع ہے بخارا تک اور وہاں سے جانب جنوب ایران اور افغانستان کی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کے اہم مراکز کے متعلق تقریباً پندرہ سال ہوئے۔ مادام موبی۔ بوبرونیکا نے نہایت احتیاط کے ساتھ اعداد و شمار مہیا کئے تھے۔ جو درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) فرغنیر		۴۸۸۶۹۴۶	
(۲) تاتاری		۳۷۳۷۶۲۷	
(۳) ازبک	۷۲۶۵۳۴۴		
سرت	۹۴۸۶۵۵	۱۰۹۷۶۵۴۶	
ترکمان	۲۸۱۳۵۷		
(۴) بشگیر		۱۴۳۶۱۳۶	
(۵) مشتشمنت اور راوارا۔			
دو دیگر قبائل تفقاز۔		۸۱۹۵۷۶	
(۶) تاتی اور تاجیک		۴۴۵۴۵۳	
(۷) ترک		۲۰۸۸۲۲	
(۸) قیاردین اور انگازی		۱۷۰۶۷۲	

اگرچہ مسلمانوں کی مختلف اقوام کا تناسب یہی ہے لیکن آج ان کی مجموعی تعداد پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہو گئی ہے۔ جو ایک اندازہ کے مطابق ایک کروڑ ستر لاکھ ہے۔ جمہوریہ شورائیہ روس میں مسلمانوں کی اکثریت سنی ہے۔ اور روس کے ایشیائی صوبوں میں شیعوں کی تعداد ایک لاکھ ہے روس کے بڑے بڑے مرکزوں میں تصوف کے مختلف حلقوں سے بیعت رکھنے والے بہ تعداد کثیر موجود ہیں۔ روس سے ہر سال سینکڑوں حاجی بغرض حج مکہ معظمہ جاتے ہیں۔

گزشتہ صدی میں ٹوبولسک اور میدانی دیہات بلکہ سمرقند اور بخارا میں بھی قاہرہ کے اخبارات کی ادبیت۔ قسطنطنیہ کے جذبہ اتحاد اسلام اور درویشوں کے زہد و ورع نے جو فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جاتے تھے۔ نہایت گہرا اثر ڈالا۔

اسلام کس طرح پھیلا

اسلام وسط ایشیا میں پہلے ایران گیا ۶۵۱ء میں تا بہ بلخ پہنچ گیا اور ۶۶۳ء میں عربوں نے بلخ پر حملہ کر دیا۔ یہاں فتح و نصرت حاصل کرنا آسان کام نہ تھا چنانچہ حملہ آوروں کو ہزیمت ہوئی ۷۰۵ء میں عرب فاتح قتیبہ موقع پر پہنچا اور مشرقی ترکستان کی انتہائی مشرقی سرحد پر ترفان تک بڑھ آیا۔ اور ترفان وہاں اسلام پھیلاتا گیا۔ ہمیں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بخارا تین دفعہ اسلام لایا۔ اور تین دفعہ مرتد ہوا۔ یہاں تک کہ جدید مذہب کے استحکام کی سخت تدابیر اختیار کی گئیں (بخارا اور اس کی فتوحات کا مکمل حال اسلامی انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحات ۷۸۳ تا ۷۸۶ پر ملاحظہ فرمایئے) ویمبری کہتا ہے کہ ہر بخاری کو اپنے مکان میں ایک مسلمان عرب کو جگہ دینی پڑی۔ جو لوگ نیک مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے روزے رکھتے انہیں نقد انعام دیا جاتا تھا یا ان کا قابض ہو گئے۔ مرکز بخارا سے اسلام دو سال میں بتدریج ترہیب و ترغیب و تبلیغ کے ذریعہ سے تمام افغانستان، ترکستان اور چینی تاتاری علاقہ میں پھیل گیا۔ چنانچہ جب مارکو پولو نے ۱۲۹۴ء میں ان ممالک کا سفر کیا تو اس نے ہر جگہ اسلام کو بر سر عروج پایا۔

فتح سمرقند

جب قتیبہ سمرقند آیا تو اس نے بہت سے ایسے بت دیکھے جن کے پرستاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کو جو شخص نقصان پہنچائے گا وہ زندہ نہ بچے گا۔ اس مسلم فاتح نے ان بتوں کو نذر آتش کر دیا۔ اور کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس پر بت پرست حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے لیکن اسلام کے لئے یہ کوئی آسان فتح نہ تھی۔ ہمیں کتب تاریخ سے معلوم ہوا ہے کہ ابتدا میں نا مسلمانوں کی اس قدر مخالفت کی گئی کہ سوائے مسلمانوں کے کسی کو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ جو لوگ حال میں مشرف باسلام ہوئے تھے ان کی حفاظت کے لئے جاسوسوں کی ضرورت پڑتی تھی قتیبہ نے نومسلموں کی تالیف قلوب کے لئے زبردست کوشش کی حتیٰ کہ نماز جمعہ پڑھنے والوں کے لئے انعامات مقرر کئے مغلوں کی فتح کے بعد جب چنگیز خاں کی فوج نے اسلامی تہذیب کے قدیم مراکز میں سیلاب کی طرح تباہ کاری کی تو وہ علاقے جو آج کل سوویٹ روس کے قبضہ میں ہیں۔ تین مذاہب کی آماجگاہ بن گئے۔ آج بھی وہاں تین بڑے مذاہب ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

آرنلڈ کہتا ہے کہ بدھ مذہب، عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب نے اپنے خونخوار فاتحوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ بدھ مذہب کو زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اسلام اور عیسائیت کی کامیابی مساوی تھی۔ ان دونوں مذاہب کے درمیان اس زمانہ میں مقابلہ ایسا ہی سخت تھا جیسا کہ آج کل افریقہ میں ہے۔

مغل شاہزادہ کا قبول اسلام

ارباقا خاں پہلا مغل شہزادہ تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ وہ ۱۲۵۶-۶۵ء تک حکمراں رہا۔ اس کے قبول اسلام کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز اس کی ملاقات بخارا کے مسلم تجار کے ایک قافلہ کے ساتھ ہو گئی۔ جن سے اس نے اصول اسلام کے متعلق سوالات کئے ان کی تعلیم سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ نہ صرف اس نے اسلام قبول کیا۔ بلکہ اس کی تبلیغ و اشاعت بھی شروع کر دی۔ چنانچہ اس نے قرآن کی تعلیم کے لئے مدارس کھولے۔ یہ بادشاہ سیاسی طور پر مملوک سلطان کا حلیف تھا۔

خان ترکستان آغوش اسلام میں

تقریباً دسویں صدی کے وسط میں پہلا خان ترکستان مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور اس کے قبیلہ کے دو ہزار سے زائد خاندانوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ ان نومسلموں کا نام دوسرے ترکوں سے ممتاز

دنیا کے تاریک اعظم میں اسلام کی نورانی شعاعیں

افریقہ میں اشاعت اسلام کی حیرت انگیز رفتار

کیا ہندوستان کے مسلمان اپنے افریقی بھائیوں کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں کیا انہوں نے کبھی اشاعت اسلام کی اس تیز رفتار کے اسباب پر غور کیا ہے جو افریقہ کے تاریک براعظم میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہم افریقہ کی اسلامی آبادی کی حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ افریقہ میں کثیر التعداد قبائل، قومیں اور زبانیں پائی جاتی ہیں۔ مسیحی مبلغین کے بیانات سے جو اس سرزمین کے متعلق وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا مقدس مذہب کس طرح گھنے جنگلوں اور وسیع صحراؤں میں جو اس ملک کے اندر بکثرت پائے جاتے ہیں حیرت انگیز طور پر ترقی کر رہا ہے۔ افریقہ ایک عجیب براعظم ہے جس میں اگر ایک طرف تو ہومی کے نیم خانہ آباد ہیں جو خوفناک عقائد اور بھونڈے توہمات کے مرض میں مبتلا ہیں تو دوسری طرف تونس کے شائستہ اور ذہین باشندے ہیں جو قرآن پاک کی مقدس تعلیم کو اپنا دستور العمل سمجھتے ہیں اور ایک سادہ اور شریفانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

افریقہ کی اسلامی آبادی کے بعض خاص پہلو

افریقہ کی اسلامی آبادی کے بعض پہلو ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں اور اس کی حدود بھی علیحدہ ہیں۔ مشرقی افریقہ کے لاکھوں خوشحال اور روشن خیال اشخاص اسلام کے حلقہ بگوش ہیں۔ جہاں تمہیں آغا خانیوں کی ایک کثیر تعداد نظر آئیگی جو اپنی کاروباری قابلیت اولوالعزمی اور قابل تعریف سادگی کی بدولت ایک امتیازی نشان رکھتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں ہندوستان کے ہزاروں مسلمان آباد ہیں جنہوں نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں ہندوستان کی عزت و وقار کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جد و جہد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے علاوہ ملایا کے مسلمان بھی ہیں جو کیپ کالونی میں ایک معزز زندگی بسر کر رہے ہیں مگر ان مقامات میں مسلمانوں کی تعداد نسبتاً کم ہے اور ان کی اقتصادی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر ہم افریقہ میں اسلام کی حالت سے باخبر ہوں اور پھر برطانیہ اور فرانس کے افریقی مقبوضات میں ان کے نظم و نسق کا محاکمہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں شمال کا رخ کرنا چاہیے۔

ایک امتیازی فرق

فرانس نے الجیریا، تونس، مراکش اور سوڈان میں جو طریق حکومت اختیار کر رکھا ہے وہ نائجیریا اور دیگر مقامات میں برطانیہ کے طریق حکومت سے بالکل علیحدہ ہے۔ ایک فرق جو نمایاں طور پر دونوں حکومتوں کے طریق کار میں نظر آتا ہے وہ فرانسیسیوں کا حسن اخلاق ہے جو افریقہ کے مسلمانوں سے روا رکھا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کامل نسلی امتیاز اور علیحدگی کی حکمت عملی پر کاربند ہیں۔ اور بین الاقوامی شادی کے اصول کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ فرانسیسی وہ شائستہ مسلمان گھرانوں میں شادی کرتے ہیں۔ ہندوستان میں کوئی انگریز کسی ہندوستانی عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر فرانسیسی ایسی شادی کا علانیہ خیر مقدم کرتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ وہ اہل قرآن ہو۔ فرنچ افریقہ میں یوریشین کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ تاہم دو رگے بچوں کو ایسے مدرسوں میں تعلیم و تربیت دی جاتی ہے جو حکومت کی طرف سے اسی غرض کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔

اٹھارہویں صدی کے انگریز نواب

اٹھارہویں صدی میں انگریز کو اکثر ہندوستانی عورتوں سے شادی کر لیا کرتے تھے۔ اور ہندوستان کے کسی شہر میں آباد ہو جاتے تھے۔ ایسے انگریزوں کو ہندوستانی رسوم کے اختیار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا تھا۔ ڈسیکرے لکھتا ہے کہ یہ حکیم و شحیم نواب کرسی اور چینی کے چٹخارے لیتا ہے اور خاص ہندوستانی انداز سے حقہ کے کش لگاتا ہے اور کھانے میں ہندوستانی سبزیوں کا باقاعدہ استعمال کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاڈول نے اپنی کتاب موسومہ "انڈین جنابس اہندوستانی نواب" میں ایسے انگریزوں کی ہندوستانی زندگی کا ایک دلکش مرقع کھینچا ہے۔

انگریز عورت کی قابل رحم حالت

دور حاضرہ میں جو انگریز عورت کسی ہندوستانی سے شادی کر لیتی ہے اس کی حالت بڑی قابل رحم ہوتی ہے۔ اس کے تعلقات اپنے عزیزوں سے خود بخود منقطع ہو جاتے ہیں اور چونکہ وہ اپنی شخصیت کو بہ فطرت کو نئے حوالیات کے سانچے میں آسانی کے ساتھ نہیں ڈھال سکتی۔ اس لئے وہ اس مچھلی کی طرح ہے جو پانی سے باہر رہتی ہے۔ اسکی زندگی مایوسیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ میرے لئے اس کی ہندوستانی زندگی ایک دردناک منظر ہے مگر فرانسیسیوں کا طریق عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کی باگ اپنے ہاتھوں میں لی جائے۔ چنانچہ ان کے تعلیمی نصاب کا اصلی مقصد یہی ہے کہ افریقہ کے باشندوں کو اس عمل سے فرانسیسی تہذیب کا دلدادہ بنایا جائے۔

ایک خطرناک دشمن

اس معاملہ کا ایک اور پہلو ہے جو ہماری توجہ کا محتاج ہے۔ فرانسیسی اسلام کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں اور دشمن بھی نہایت خطرناک۔ چنانچہ اس خطرہ سے نجات پانے کے لئے انہوں نے ایسی تجاویز اور ایسے وسائل پر کاربند ہونے کا تہیہ کر لیا ہے جو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتے۔ افریقہ میں فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا یہ مقصد ہے کہ فرانس کو ایک نئی رومی سلطنت قرار دیا جائے جس کا مرکز پیرس میں ہے افریقہ اس کے لئے ایک عظیم الشان منڈی اور دیگر اشیاء کی بہم رسانی کا ذریعہ ہے۔ فرانس سمندر کے پار زیادہ طاقت و عظمت حاصل کرنے کے درپے ہے۔ اور یہ وہ فرانس ہے جو مختلف مذاہب و اقوام کی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ ایسا فرانس آئندہ جنگ عظیم کے لئے سد سکندری ثابت ہوگا آج سے دس یا بیس سال کے بعد افریقہ سے فرانس کے تربیت یافتہ مسلمان جنگ چھڑ جانے کی صورت میں فرانس پہنچ جایا کریں گے اور جرمنوں کو اپنی تلوار کے دو دو ہاتھ دکھائیں گے۔

اسلام کی حیرت انگیز پیش قدمی

گو فرانس اپنے بچوں کو دہریت کی تعلیم دے رہا ہے اور انہیں ڈارونزم اور نیشنلزم کے فلسفہ کا سبز باغ دکھانے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہے لیکن اسلام فرانسیسی مقبوضات میں ایسی تیز رفتار سے پیش قدمی کر رہا ہے کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ افریقہ کے اسلامی علاقوں کے طول و عرض میں اسلامی تنظیم اور اسلامی اتحاد کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ایک مضمون نگار جس نے شمالی افریقہ کے متعلق اپنے خیالات کو ایک مبسوط آرٹیکل کی شکل میں قلمبند کیا ہے مذکورہ بالا حقیقت کا صاف الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔ فرانس اس صورت سے خوفزدہ ہو رہا ہے۔ شیر اسلام نے جو ایک صدی سے غفلت کی نیند میں تھا اب اپنی آنکھیں کھول دی ہیں اور وہ اپنی کھوئی ہوئی شوکت و عظمت کو حاصل کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ افریقہ کے نوجوان مسلم کو اپنی ذات پر بھروسہ ہے۔ وہ طرز فکر اور طریق کار میں باقاعدگی کے اصول پر عمل پیرا ہے۔ وہ اپنی قوت عمل سے پورا کام لے رہا ہے۔ مذکورہ بالا مضمون نگار نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شمالی افریقہ میں اسلام پھر اپنی شاندار روایات کو تازہ کرنے والا ہے۔ اور اس عمل میں اس کی سرگرمی کا سلسلہ ایسے جوش کے ساتھ قائم رہیگا جس کی سابقہ نظیر نہیں ملیگی۔

اسلامی تہذیب

فرانسیسیوں کی اس فراخدلی کا اعتراف کرنا چاہیے کہ انہوں نے حال ہی میں اسلامی ممالک کی اسلامی تہذیب و شائستگی کا ایک غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے لئے غیر معمولی وسائل سے کام لیا ہے پیرس میں السنہ مشرقیہ کا فرانسیسی مدرسہ عربی زبان اسلامی فقہ اسلامی تاریخ اور دینیات کی تحقیق کے متعلق قابل تعریف کام کر رہا ہے۔ بیروت کے جیسوئیٹ سکول نے اسلام کی تاریخ آثار قدیمہ اور ادب پر کتابوں کا ایک سلسلہ شائع کیا ہے۔ نائیجیریا کے انگریز حکام مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کی روش پر کاربند ہیں۔ وہ اس ملک کے مسلمانوں کے مذہبی روایات اور مذہبی رسوم کا احترام کرتے ہیں نائیجیریا کے مسلمان محنتی، جفاکش، اولوالعزم اور آزادی پسند واقع ہوئے ہیں۔ دنیا کے دوسرے حصوں کے مسلمانوں کی طرح وہ تنظیم کے قائل ہیں اور ان میں

جلد ۱۷ | لاہور ۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت امیر کا پیغام اپنے احباب کے نام

احباب کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ایک تحریک قریباً ایک ماہ ہوا کی تھی کہ انجمن کو موجودہ مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے سب احمدی احباب ایک متفقہ کوشش سالانہ جلسہ سے پہلے کریں کہ اپنے حلقہ اثر اور واقفیت میں حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں جو ہماری انجمن سرانجام دے رہی ہے۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کیا جائے اور ان میں تحریک چندہ کی جائے اور ہر ایک دوست کم سے کم بیس روپے چندہ سالانہ جلسہ تک فراہم کرکے اس موقعہ پر داخل خزانہ کرا دے۔ میرا خیال تھا اور ہے کہ بعض با اثر اصحاب بیس کے بجائے ایک ایک دو ہزار تک بھی چندہ کر سکتے ہیں۔ اس تحریک پر بعض احباب کی آواز لبیک تو مجھ تک پہنچ چکی ہے۔ اور بہت سے شاید اپنی جگہ پر کام کر رہے ہوں گے۔ اور انہوں نے مجھے یا دفتر میں کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی ہوگی مگر پھر بھی میں اس بات کو دوہرانا چاہتا ہوں کہ میں نے انہیں ایک نیکی کے کام بلکہ حالات موجودہ میں بہترین نیکی کے کام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اس وقت اور ان حالات میں یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور اس جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی کا کام نہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی حفاظت کے لئے کیا جائے وہ ملکی اور قومی جہاد سے بدرجہا بہتر چیز ہے۔ اس جہاد میں حصہ نہ لینا ان لوگوں سے مشابہت پیدا کرنا ہے جن کو قرآن شریف نے قاعدین یا مخلفین کے نام سے یاد کیا ہے۔ میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں جو بعض دوست بغیر کوشش کرنے کے کہہ دیتے ہیں کہ ہماری بات کوئی نہیں سنتا یا یہ کہ ہمیں کچھ توقع نہیں یا بعض احباب اس کو شاید گداگری سے مشابہت دیکر اپنی شان سے نیچے سمجھتے ہیں۔ مگر میں لکھ چکا ہوں کہ کسی نیکی کے کام کی طرف ہاں اعلیٰ درجہ کی نیکی کے کام کی طرف توجہ دلانا گداگری نہیں وعظ ہے اور یہ کام یعنی دین کی حفاظت کے لئے لوگوں کو توجہ دلانا یا ان سے امداد طلب کرنا خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ نے بھی کیا ہے جو لوگ بلند مرتبہ یا شان رکھتے ہیں وہ اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں کوشش کریں۔ بلکہ ان کے لئے اور بھی زیادہ سہولت ہے کیونکہ جہاں عام لوگوں کو آنہ آنہ دو دو چار چار آنے جمع کرنے پڑیں گے وہ دس دس بیس بیس پچاس پچاس سو سو روپیہ ایک ایک شخص سے لے سکتے ہیں۔

میں نے ایک نیک کام کی طرف جو بقائے دین اور قوم کے لئے اشد ضروری ہے توجہ دلائی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے احباب بلا کسی استثناء کے اس میں اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہوئے یہ دکھا دیں گے کہ وہ دین کے کاموں کے لئے کس قدر حریص اور اپنے عہد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کے کس قدر پابند ہیں۔ اگر وہ ایک ایک قطرہ اٹھا کرنے کی کوشش کریں تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دریا کو بھی بہتا ہوا دیکھ لیں گے۔ اس وقت جب یہ مضمون احباب تک پہنچے گا جلسہ سالانہ میں صرف آٹھ دس دن باقی ہوں گے اور جن احباب نے اب تک اس کار خیر میں شریک ہونے کا موقع کھو دیا ہے وہ ان آٹھ دنوں کو بھی اگر غنیمت سمجھیں اور پوری قوت اس پر صرف کریں اور اپنے حلقہ اثر میں تحریک کریں تو وہ اب بھی انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا ہے کہ وہ ہمارے احباب کو اس میں پورا اترنے کی توفیق دے تاکہ قوم کے اندر زندگی کی لہر چلتی ہوئی نظر آ جائے۔ اور دنیا بھی دیکھ لے کہ ایک منظم جماعت خواہ کتنی بھی تھوڑی ہو کتنا بڑا کام کر سکتی ہے۔ میرے دوستو! اپنے عمل سے دکھاؤ کہ تمہارا سارا فکر صرف دنیا کے لئے نہیں بلکہ دین کی نصرت کے لئے تمہارے دلوں میں سب سے اوپر جگہ ہے۔

ساتھ دوا اور دین کے لئے کچھ صدق دکھاؤ کہ یہ وقت ہے۔ میں اپنے مولا کے ہاں سے وہی امید رکھتا ہوں جو میرا مرشد رکھتا تھا۔

چوں مرا بخشیدہ صدق اندریں سوز و گداز ٭ نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

خاکسار محمد علی

تحریک قرضہ فنڈ

اس وقت تک جن اصحاب نے روپیہ نہیں بھیجا۔ یا جواب ہی نہیں دیا۔ ان کو علیحدہ چٹھیاں بھی جا رہی ہیں۔ اور اخبار کے ذریعہ بھی یاد دہانی کی جاتی ہے کہ ازراہ کرم جواب با صواب سے جلد سے جلد اطلاع بھیجدیں۔ جلسہ قریب آن ہے۔ اور اس سے پہلے پہلے اس تحریک کو پورا کرنا ہے۔ اور رپورٹ دینا ہے میں حضرت مسیح موعود کی اس خاص جماعت کو جو آپ نے خدمت اسلام کے لئے طیار کی۔ اور وہ ایسے اوقات میں ہمیشہ بے نظیر مالی قربانی دکھاتی رہی۔ اس [illegible]

پر لبیک کہیں۔ اور عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرونگا کے عہد کو پورا کر دکھائیں۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خدمت دین کے لئے آپ کو ہی چنا ہے۔ اور حضرت امیر تو ہمیں خدمت اسلام میں شامل کرکے زبردستی ثواب دلانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ تا ہماری دین و دنیا سنور جاوے۔ ورنہ خدا کے کام تو ہو کر ہی رہینگے۔ خوش قسمتی ہے۔ کہ ہم سے ہوں۔ حضرت مسیح موعود رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں۔

"مجھے اس بات کا غم نہیں۔ کہ یہ اموال جمع کیونکر ہونگے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے۔ بلکہ مجھے یہ فکر ہے۔ کہ ہمارے زمانہ [illegible]

اور دنیا سے پیار نہ کریں ہو میں دعا کرتا ہوں۔ کہ ایسے امین اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں"۔ پھر آپ فرماتے ہیں

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضاء آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

تحریک بیس روپیہ فی کس

اس تحریک کے ماتحت بعض جگہ تو بڑے اخلاص سے کام ہو رہا ہے چنانچہ ایک صاحب سب انسپکٹر پولیس تحریر فرماتے ہیں۔ کہ تین سو روپیہ ارسال ہے۔ دو سو روپیہ قرضہ فنڈ میں۔ اگر مسجد کے معاملہ میں فیصلہ انجمن کے خلاف ہوا۔ تو ایک سو روپیہ اس ہرجانہ کو پورا کرنے کے لئے بطور امداد دے لیا جائے اگر موافق ہوا۔ تو واپس کر دیا جائے۔ پچاس روپیہ جلسہ سالانہ پر ایک من چاول کی قیمت اور امداد اشاعت اسلام ہے۔ باقی پچاس روپیہ میں سے ۴۳ روپیہ میں نے حضرت امیر کی اس تحریک پر کہ ہر احمدی کم از کم بیس روپیہ چندہ جمع کرکے روانہ کرے۔ چنانچہ گدائے اسلام بن کر کاسہ گدائی ہاتھ میں لیا اور برادران اسلام کی خدمت میں پھر کر جمع کئے۔ اور اس مد میں بھی سات روپے پاس سے ارسال ہیں۔ میں ہر تحریک پر اپنے پاس سے چندہ بھیجا کرتا تھا۔ اور دوسروں سے وصول کرنا ہتک سمجھتا تھا۔ مگر اب حضرت امیر کے تاکیدی ارشاد پر جرأت کی۔ تو خدا نے مجھے ناکام نہیں رکھا۔

—— خانصاحب غلام ربانی خاں مانسہرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب خان مطیع اللہ خاں صاحب منتظم تحصیلدار حضرت امیر کے ارشاد پر اللہ کا نام لیکر نکلے۔ تو معمولی سی کوشش سے ۴۵ روپے جمع کرکے لائے جو ارسال ہیں۔

—— برادرم سند خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اخبار میں حضرت امیر کا ارشاد پڑھکر دل پر بے حد اثر ہوا۔ اور بے ساختہ ہاتھ پاؤں کام کرنے کیلئے طیار ہو گئے۔ تھوڑی سی کوشش سے ۴۵ روپے جمع کر لئے۔ نیکی کرنیوالے کا خدا خود حامی و مددگار ہوتا ہے۔ ہمت چاہیے پھر نصرت الٰہی اس کے آگے آگے چلتی ہے۔ آپ کی یہ آواز غنیمت الٰہی آواز ہے بیس روپے تو کیا جان و مال قربان کر دینا چاہیے۔

—— مولوی محمد فردوس صاحب مدرس مدرسہ زیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ انجمن کی مشکلات میں اگرچہ میں خود سخت مشکلات میں ہوں۔ تاہم گذشتہ سال کی طرح ماہ نومبر کی آمد کا ۱/۴ جلسہ پر حاضر کرونگا۔

—— ایک مخلص فرماتے ہیں۔ کہ میں بیس روپے جمع کرکے بھیجونگا۔ اگر ایسا نہ کر سکا۔ تو اپنا اور بچوں کا پیٹ کاٹ کر بھی اس کار خیر میں ضرور حصہ لونگا

—— جو احباب اب تک خاموش ہیں۔ اور انہوں نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ ان کے نام دفتر سے خطوط جا رہے ہیں تاکہ وہ بھی دیگر احباب کے ساتھ ثواب حاصل کر سکیں۔ جن کے پاس رسید بکیں نہیں۔ وہ فوراً رسید بک منگا لیں۔ بعض مخلصین مزید رسید بک منگا کر اپنے علاقہ میں اس تحریک کو کامیاب بنا رہے ہیں

صوبہ سرحد میں عیسائیت کا زور

عوام مسلمان دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے ہیں

عورتوں پر ظلم کرنے کا نتیجہ

جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ کا ایک مبلغ علاقہ سرحد سے رقمطراز ہے:۔
علاقہ مانسہرہ - بفہ - ایبٹ آباد - ہری پور کو چھوڑ کر باقی پہاڑی علاقہ کے اندر کے لوگ تعلیم اسلام سے کم آشنا - جاہل اور مفلس بے حد ہیں۔ زنا کثرت سے ہے۔ ایک ایک مرد تین تین چار چار عورتوں کو نکاح میں لے آتا ہے۔ نکاح کے کچھ دن بعد سب کو چھوڑ کر دور کہیں کسی ملک میں چلا جاتا ہے اور ان بیوی بچوں کو بالکل کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ جاتا ہے۔
وہ بیچارے خرچ سے تنگ ہو کر دوسروں کے دست نگر ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آخر عیسائی مشنریوں کے ہاں آ کر پناہ لیتے ہیں اور عیسائی مشنریاں ایسی لاوارث عورتوں کو خوش آمدید کہتی ہیں۔ اور ان کو خفیہ طور سے مرتد کر کے کہیں اور بھیج دیتے ہیں۔ پچھلے سال ایسی ۱۸۳ عورتیں آغوش اسلام سے نکل کر عیسائیت کی پناہ میں آ گئیں۔ یہی عورتوں کا فتنہ اس علاقہ میں کثرت سے ہے۔ عورتیں مردوں کے جاہلانہ سلوک سے سخت تنگ ہیں۔ چنانچہ وہاں کی عدالتوں میں بھی اس قسم کے مقدمات کثرت سے ہیں۔ میں نے خود جا کر وہاں کے حالات کا مطالعہ کیا۔ بیچاری ہر ممکن کوشش کے بعد جب دیکھتی ہیں کہ کوئی رہائی کی صورت نہیں تو پھر وہ مشنری والوں کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لیتی ہیں۔ ایبٹ آباد میں چند مسیں اور میمیں مقرر ہیں۔ جو نزدیک کے دیہات میں دورہ کرتی رہتی ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کی ناخواندہ ہمدرد جانتی ہیں۔ اور ستائی عورتوں کے سراغ نکالتی ہیں اور ان پر اپنی خیر خواہی و ہمدردی کے ڈورے ڈالتی ہیں مانسہرہ کے پادری پیٹرسن کی میم ڈاکٹرس ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں اس کو دیہات میں گردش کا موقع مل جاتا ہے۔ لوگ بتلاتے ہیں کہ وہ نہایت ہمدردانہ علاج اور سلوک سے پیش آتی ہے۔ گو اس میم کے پھندے میں تا حال کوئی شکار نہیں آیا۔ لیکن اندریں حالات خطرہ بہت ہے۔

عیسائی مشن کا خوفناک جال

نواح ہری پور ہزارہ و ملحقہ تناول کے لوگ بہت ہی غریب اور مفلوک الحال ہیں۔ اور جاہل بالکل ناخواندہ اور اسلامیت سے ناواقف ہیں۔ عیسائی مبلغین تو تینوں جگہوں میں ہیں۔ لیکن اول الذکر جگہ کے مشنری بہت کامیاب ہیں۔ اکثر دیہات میں عیسائی عورتیں جاتی ہیں اور گاؤں کی فاقہ مست اور خاوندوں کی ستائی ہوئی عورتوں کی خواہ مخواہ ہمدردی کر اور اپنی جیب سے ان کے لئے اور ان کے بچوں کے لئے کچھ رقم اور کچھ کپڑا وغیرہ دے کر ان کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہیں۔ جب سمجھتی ہیں کہ اثر ہو [illegible]

ایک انگریز کو اسلام سے محبت

خواجہ حسن نظامی حیدر آباد سے اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں کہ سید محمد مہدی صاحب ایک بہت دراز قامت انگریز کو میرے پاس لائے کہ یہ آپ کے بہت مشتاق ہیں۔ معلوم ہوا وہ یہاں کالج میں پروفیسر ہیں اردو خوب بولتے ہیں۔

کہتے تھے آپ کی عجیب صورت اور عجیب لباس دیکھ کر بہت دیر سے مشتاق تھا کہ کسی شخص کے ذریعہ آپ سے ملوں۔ انہوں نے کہا کارلائل کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ کر مجھے آپ کے مذہب اور آپ کے رسولؐ سے واقفیت ہوئی اور اسلامی تعلیمات کو معلوم کرنے کے بعد مجھے خیال ہوا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ عین اسلامی تعلیم کے موافق ہے۔ اس واسطے مجھے حق حاصل ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہوں اور مسلمان سمجھوں

میں نے کہا بے شک جو خدا کو ایک مان لے اور محمدؐ کو اس کا رسول تسلیم کر لے اور قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرنے لگے وہی سچا مسلمان ہے۔ اور اس لحاظ سے میں آپ کو ایک پرانا مسلمان تسلیم کرتا ہوں۔

پروفیسر صاحب نے کہا۔ تو مجھے آپ کے پاس آنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ آپ تو میرے پاس یعنی میرے مذہب کے پاس آ گئے۔ اب مجھے آپ کے پاس آنا چاہیئے۔ تاکہ میں آپ کے وہ عملی اوصاف حاصل کر سکوں جو مجھ میں کم ہو گئے ہیں۔ اور آپ میں موجود ہیں۔

درحقیقت یورپ والوں کی موجودہ تربیت بہت حد تک اسلامی تعلیم کے موافق ہوتی ہے۔ وہ سچ بولتے ہیں۔ وعدہ کی پابندی کرتے ہیں۔ اپنا وقت کام میں لگائے رکھتے ہیں۔ اور خدمت خلق ان کے سامنے رہتی ہے اور یہی باتیں تعلیم اسلام کے اعلےٰ اصول ہیں۔

ص ۴ اکثر عورتیں عیسائیت قبول کر لیتی ہیں۔ اور ظالم خاوندوں کے پنجوں سے رہائی حاصل کر لیتی ہیں۔ مشن والیاں ایسی عورتوں کو ایسی خفیہ جگہ پہنچا دیتی ہیں کہ ان کا مطلقاً پتہ نہیں لگتا۔ اس قسم کے واقعات بہت سے ہیں۔ پادری لوگ اور ان کے تنخواہ دار ایجنٹ دورے کرتے ہیں۔ ان کے پاس سب سے زبردست حربہ بیماروں کے لئے طبی امداد ہے۔ جس کو پہاڑی دیہاتی لوگ نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ جو بدقسمت عیسائی ہو جاتا ہے وہ خفیہ ہوتا ہے اور مشن والے اس کی مالی سرپرستی کر کے اسے مطمئن کر دیتے ہیں علاقہ میں بعض سرپرست طامع اور لالچی ذی اثر و با رسوخ خوانین کو دسنا گیا ہے) مشن والوں نے ایک معقول رقم ماہانہ دے کر اپنا مددگار بنا لیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ ان کے کام میں مزاحم نہیں ہوتے۔ بلکہ ضرورت کے وقت معاون ہوتے ہیں۔ علاقہ ہری پور ہزارہ میں عیسائیوں کا زبردست اڈا ہے۔ یہاں مسیحی اور انگریز پادری بھی

اخبار احمدیہ

حضرت [illegible] تعالیٰ بفضلہ خیر و عافیت سے ہیں اور مشاغل دینیہ میں سرگرم۔

—— جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی حالت پہلے سے بہتر ہے تاہم دعاؤں کی شدید ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خادم دین اور نافع الناس وجود کو دیر تک قائم رکھے۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق غیر اطمینان بخش خبریں آ رہی ہیں۔ ان کے صاحبزادہ خواجہ نذیر احمد صاحب انہیں کشمیر سے واپس لانے کے لئے کل یہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ احباب کرام خواجہ صاحب کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

—— حکیم محمد یار صاحب فوق اور پنڈت قادر بخش صاحب مبلغین انجمن ملکانوں میں نہایت تن دہی سے کام کر رہے ہیں۔ تین مرتدین اسلام میں واپس آ چکے ہیں۔ دو سو کے قریب واپس آنے والے ہیں۔

—— علی پور میں تبلیغ اسلام کا جو کام ہو رہا تھا۔ اس میں بعض مخالف مولویوں نے خواہ مخواہ روڑہ اٹکایا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ قاضی شیر محمد صاحب مبلغ انجمن کو اصلی کام سے توجہ ہٹا کر مخالفین کے لشکر سے نبرد آزمائی کرنی پڑتی ہے۔ مخالف مولویوں نے بحث و مناظرات کی طرح ڈال دی ہے۔ جن میں سے ایک مناظرہ کی رپورٹ دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے۔ احباب کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں راست پر لائے۔

—— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے خط سے جو ۱۰ ستمبر کو سرینگر سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قادیانیوں سے ۱۲ - ۱۳ - ستمبر کو دو روز مناظرہ ہونے والا تھا۔ جواب غالباً ہو چکا ہوگا۔ شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے قادیانی جماعت کے بعض آدمی احمدی مبلغین کے مکان پر آئے تھے۔ مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مرزا مظفر بیگ صاحب کے مابین شرائط مناظرہ پر گفتگو چلتی رہی۔ پہلے زبانی گفتگو ہوئی۔ جس میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی ایچا پیچیاں کوئی کام نہ دے سکیں۔ اس نے تحریری گفتگو کی خواہش کی۔ اور اس امر پر کہ میر مدثر شاہ صاحب کا چیلنج چونکہ مولوی محمد اسمعیل صاحب کے نام ہے اس لئے انہی کو مناظرہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ یہ ان کا فرار سمجھا جائیگا۔ تحریری گفتگو ہوتی رہی اور آخر ان کا فرار ثابت ہو گیا۔ جس پر میر مدثر شاہ صاحب نے مولوی اللہ دتہ صاحب سے مناظرہ کرنا منظور کر لیا مناظرہ کی مفصل رپورٹ آنے پر ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷   ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ   نمبر ۳۶

مذہب کے بین الاقوامی فرایض

اتحاد مذاہب کا بہترین ذریعہ

اسلام حالات حاضرہ میں

سر ایس ایس آئر کے جن خیالات کا تذکرہ گزشتہ اشاعت میں کیا جاچکا ہے ان کے علاوہ موصوف نے اتحاد مذاہب کا ایک اور ذریعہ بھی بتایا جو ہمارے نزدیک سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ:۔

"یہ ضروری ہے کہ ایک مذہب کے لازمی اور غیر لازمی اصول میں امتیاز قایم کیا جائے۔ اس نقطہ نگاہ کو ملحوظ رکھنے سے یہ پتہ لگ جائے گا کہ تمام مذاہب اپنے اصل اصولوں میں جن کا ماننا لازمی ہے۔ باہم متحد ہیں"

یہ ایک پکی بات ہے جس پر غور کرنے سے انسان کو پتہ لگ سکتا ہے کہ سب مذاہب کا سرچشمہ دراصل ایک ہے۔ ایک خدا اور اس کے پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان سب مذاہب کا مشترک عقیدہ ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ کسی نے ویدوں اور ان کے رشیوں کو اپنا ہادی سمجھ لیا۔ اور کسی نے انجیل اور اس کے لانے والے کو۔ لیکن جس حد تک الہام الٰہی اور اس کے لانے والے کا سوال ہے اصولاً سب اس میں متحد ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہر مذہب (باستثنائے اسلام) صرف اپنے ہی الہام اور ملہم پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔ اور دوسروں کی صداقت کا قائل نہیں۔ صرف یہی ایک بات ہے جو آج دنیا میں تفرقہ اور فساد کا موجب ہو رہی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی ایک بات ہے جس کے دور ہونے پر دنیا کا امن اور صلح و اتحاد منحصر ہے اس حقیقت کی طرف ایس ایس آئر نے بھی توجہ دلائی ہے اور صاف کہا ہے

"یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ کوئی مذہب ایسا نہیں جو صداقت کا واحد مالک ہو۔ اور اس لئے مذاہب کو ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنا چاہئے نہ کہ دشمنی کا۔ . . . . . مذہب کو زندہ اور طاقتور بنانے کے لئے رواداری کی سپرٹ کی ضرورت ہے جو تمام اطراف سے پیدا ہونی چاہیئے"

کیا ہمارے ہندو بھائی اپنے ایک ہم قوم کے ان الفاظ کو غور اور توجہ کے ساتھ پڑھیں گے؟ کیا ان میں رواداری کی وہ سپرٹ موجود ہے جو آج دنیا میں اتحاد مذاہب کا ذریعہ ہو سکتی ہے؟ صرف ہندو ہی نہیں۔ ہم اپنے عیسائی دوستوں سے بھی یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر مسیح کا پیغام کل دنیا کے لئے آیا ہے تو اس میں وہ رواداری کی سپرٹ کہاں ہے جو ایک عالمگیر مذہب کا امتیاز خصوصی ہونا چاہیئے۔ اس قسم کی رواداری جو ظاہری خوش خلقی سے تعلق رکھتی ہے۔ چنداں فائدہ مند نہیں جب اعتقادیہ ہو اور کتابوں اور لیکچروں میں اس بات پر زور دیا جائے کہ فلاں خاص انسان کے سوا جو ان کے مذہب کا بانی اور پیشرو ہے۔ کوئی راستباز دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ باہم منافرت پیدا ہو۔ اور ایک دوسرے کے پیشرووں کی راستبازی کو مخدوش ثابت کرنے کے لئے ایسے ناگوار خیالات کا اظہار کیا جائے جو فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔

ان حالات میں صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو دنیا کے لئے امن اور اتحاد کا موجب ہو سکتا ہے۔ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں جس نے تمام کتابوں، تمام پیغمبروں اور رشیوں منیوں پر ایمان لانے اور انہیں راستباز یقین کرنے کی ہدایت کی ہو۔ تمام اقوام میں نبیوں اور رسولوں کے آنے کی تعلیم دے کر اس نے ان بین الاقوامی فرائض کو پورا کیا۔ جو ایک عالمگیر مذہب کا خاصہ ہیں۔ اگر آج دنیا کے دوسرے مذاہب اس اصول کو مانکر تمام راستبازوں پر ایمان لے آئیں اور ان تمام صداقتوں کو اپنے اندر لینے کی کوشش کریں جو سب مذاہب میں مشترک ہیں تو دنیا امن اور اتحاد کی مضبوط ترین چٹانوں پر کھڑی ہو سکتی ہے صرف یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مذہب کی عزت پھر دنیا میں قایم ہو سکتی ہے۔ اور لوگ اس کی طرف سچے دل سے رجوع کر سکتے ہیں۔

ورنہ موجودہ حالات نے مذہب سے جو بددلی پیدا کر دی ہے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ کھڑا ہو گیا ہے جس نے مذہب کو فتنہ و فساد کا بانی سمجھ کر اس کی تخریب پر کمر باندھ لی ہے اس کو حق بجانب قرار دینے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ کاش ہمارے آریہ اور عیسائی دوست زمانہ کی اس بڑھتی ہوئی رو کو دیکھیں اور دنیا کو لامذہبی سے بچانے اور امن کی طرف لے جانے کے لئے اس طریق کو اختیار کریں جو سب کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کر دے جس طرح اسلام نے کھڑا کیا ہے۔ ہمارا یہ مطالبہ آج سے نہیں۔ مدت سے ہم اس بات پر زور دے رہے ہیں اور ہمارے مرشد و امام نے بھی آج سے بیس بائیس سال پیشتر ہندو قوم کو اسی بات کی طرف دعوت دی۔ کہ جس طرح ہم تمہارے رشیوں اور بزرگوں کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں تم بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آؤ لیکن اس پیغام صلح کو لاپروائی کے ساتھ رد کر دیا گیا۔ اور آج تک رد کیا جا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ طریق عمل ہندوستان کی متحدہ قومیت کے لئے ایک خطرناک روک ہے۔ اور جب تک اسے ترک کر کے تمام مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی صداقت پر ایمان نہ لایا جائے گا۔ اس وقت تک کوئی صلح و اتحاد قایم نہیں ہو سکتا

مالوی جی کا مطالبہ

پنڈت مدن موہن مالوی نے بنارس کے ہندو دانوں میں تقریر کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا ہے:۔

"اگر ایک لاکھ ودوان ہندوستان میں براہمن ویدک دھرم کے پرچار میں لگ جائیں تو موجودہ مذہبی تنزل بہت جلد رفع ہو سکتا ہے"

یہ ہندوؤں کے سب سے بڑے پولیٹکل لیڈر کے الفاظ ہیں علاوہ ازیں مہاتما گاندھی کو ہندو مہاسبھا کے جلسہ میں شدھی کا زبردست حامی بتایا جا چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم کا ہر بڑے سے بڑا آدمی قومیت متحدہ کا حامی ہونے کے باوجود اپنے مذہب کا پرچار سب سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کا کیا حال ہے مسلمان لیڈر تبلیغ اسلام کو ہندو مسلم اتحاد کے قطعاً منافی سمجھتے ہیں یا کم از کم اپنے سیاسی مصالح کے پیش نظر اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کاش یہ لوگ پنڈت مالوی کے الفاظ کو غور کی نگاہوں سے پڑھیں جس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ہندو لیڈروں کا منتہائے مقصود مسلمانوں سے قطعاً مختلف ہے۔ ہندو مسلمانوں کا وجود تک مٹا دینے کے درپے ہیں۔ اور اس کے لئے ہر ممکن ذریعہ اختیار کرنے کو تیار رہتے ہیں لیکن مسلمان لیڈر جائز ذرائع سے بھی دوسروں کو حلقہ بگوش اسلام بنانا پسند نہیں کرتے۔ پنڈت مالوی نے ایک لاکھ ودوان "براہمن ویدک دھرم کے پرچار" کے لئے طلب کئے ہیں جن کا مل جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اور اس کے جو نتائج ہوں گے ان کو ابھی سے سوچ لینا چاہیئے اور غور کر لینا چاہیئے کہ مسلمان ان نتائج کے دفعیہ کا کیا سامان کر سکتے ہیں۔

عام جو ہر مسلمان کے گھر سے جہاں قربانی ہوئی ہو کھالیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر پہلے ہی سے ہر محلہ کے لئے ایک ایک آدمی مقرر کر دیا جائے تو اس سے کام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور انجمن کو بلا کسی تردد اور تکلیف کے ایک معتدبہ امداد بہم پہنچائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک روپیہ فی کس عید فنڈ ہر احمدی کے ذمہ حضرت مسیح موعود نے عائد کیا ہے۔ یہ بھی تبلیغ اسلام کے لئے بہت بڑی امداد کا موجب ہو سکتا ہے ایسے موقع پر جب عید کی خوشی میں بیش قرار رقمیں خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔ ایک روپیہ دین کی اشاعت کے لئے دیدینا کوئی بڑی بات نہیں۔ امید ہے کہ ہمارے احباب اس ضروری فرض کو اچھی طرح یاد رکھیں گے۔

ندوہ کا "خاموش اعتراف"

نکاح صغیرہ پر مولانا مولوی احمد صاحب کا جو مضمون ۶ مارچ سنہ ۲۹ء کے "پیغام صلح" میں شایع ہوا تھا، بجائے اس کے کہ اس کا کوئی محققانہ جواب اراکین ندوہ کی طرف سے "معارف" میں دیا جاتا مولانا سید سلیمان ندوی نے اپریل کے "معارف" میں اپنی "نفاست پسندی" کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اس نئے جواب کا جواب دینا اس لئے بیکار ہے کہ اس میں صرف پچھلے چبائے ہوئے نوالوں کو پھر اگل کر چبا لیا گیا ہے۔ جس کو کوئی نفاست پسند پسند نہ کرے گا۔ ساتھ ہی کچھ اور مزید دعاوی اختراع کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو حدیث و فقہ کی ہر کتاب میں قریباً موجود ہے اس لئے ہم ہر صاحب علم سے یہ درخواست کریں گے کہ زید و عمر کی نسبت کو چھوڑ کر وہ دونوں طرف کے مضامین کے حوالوں کو ملا کر خود دیکھ لیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنے شہر کے کسی عالم دین سے دریافت کر لیں ان پر حق منکشف ہو جائے گا۔ اور پتہ لگ جائے گا کہ کون اسلام اور شریعت اسلام پر افترا کر رہا ہے۔ وکفی بک حسیبا"

مولانا احمد صاحب کے محققانہ دلائل کا اگر یہی جواب ہے کہ فقہ کی کتابوں کو دیکھ لیا جائے اور اپنے شہر کے کسی عالم دین سے دریافت کر لیا جائے تو اراکین ندوہ کو چاہیئے تھا کہ پہلے ہی اس پر کچھ لکھنے کی تکلیف گوارا کرنے کے بجائے۔ قارئین "معارف" کو یہ ہدایت فرما دیتے تاکہ ندوہ کے اگلے ہوئے نوالے ہر شہر کے عالم دین کو چبانے نہ پڑتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ریاست علی صاحب ندوی کے چبائے ہوئے نوالے جن کو وہ مولانا احمد کے مضمون کے جواب میں پھر اگل کر چبانا چاہتے تھے۔ اور جن کی اطلاع "پیغام صلح" کو خاص طور پر دی گئی تھی۔ مولوی سید سلیمان کے نزدیک اس قدر غیر مرغوب اور ناپسندیدہ تھے کہ ان کی نفاست پسند طبیعت نے انہیں کراہت کے ساتھ پھینک دیا۔ اور یوں مولانا احمد کے دلائل کا خاموشی کے ساتھ اعتراف کر لیا گیا۔ جو اس زمانہ میں بسا غنیمت ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قارئین "معارف" کو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی جاتی۔ جو مولانا احمد صاحب کے مضامین کی جان ہے۔ لیکن بجائے اس کے حدیث و فقہ اور ہر شہر کے عالم دین کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو یہ لوگ کوئی وقعت دینا نہیں چاہتے اور حدیث و فقہ اور علمائے دین کو قرآن پر حکم اور قاضی سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہرحال جہاں تک حدیث اور فقہ کا معاملہ ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کا عام رجحان نکاح صغیرہ کے حق میں ہو۔ البتہ ندوہ اور ہر شہر کے عالم دین کا معاملہ الگ ہے۔ جو صغیر سن لڑکیوں سے نہ صرف شادی ہی کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ ان سے مقاربت بھی ان کے نزدیک جائز ہے اگرچہ خلاف فطرت ہی کیوں نہ ہو؟

گر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد
وائے گر در پس امروز بود فردائے

عید اضحیٰ اور ہمارا فرض

لاہور میں ذی الحجہ کا چاند ۱۱ مئی کو دیکھا گیا۔ اس حساب سے ۲۰ مئی کو عید ہوگی۔ اس موقعہ پر ہمارا فرض جہاں اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس خوشی میں شریک کرنا ہے جو فریضہ حج کی ادائیگی سے ان لاکھوں مسلمانوں کو ہوگی جن کو کعبۃ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں ہم اس سنت ابراہیمی کی یاد کو پھر تازہ کرنے کے قابل ہوں گے۔ جو اسلمت لرب العالمین کا ایک نہایت دلنشین عملی نظارہ پیش کرتی ہے۔ وہیں ایک اور بھی فرض ہمارے ذمہ ہے۔ جو اس موقع پر بلا کسی تکلیف کے ادا کیا جا سکتا ہے۔ تبلیغ اسلام کا فرض جو ہر مسلمان پر عائد کیا گیا ہے اور مجدد وقت نے ہماری جماعت کو خاص طور پر اس کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔ عید کے موقعہ پر نہایت آسانی سے ادا ہو سکتا ہے۔ قربانی کی کھالیں نہ صرف اپنے گھر سے بلکہ عام طور پر دوسرے مسلمانوں سے بھی اکٹھی کر کے انہیں فروخت کر دیا جائے۔ اور ان کی رقم انجمن کو بھجوا دی جائے۔ اگر ہمارے تمام دوست اپنے اپنے شہروں میں اس کام کو ایک منظم طریق پر سرانجام دیں تو اس سے بہت سا فائدہ ہو سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ عید سے پہلے ہر جماعت اپنے شہر کے مختلف محلوں کے لئے ایسے آدمی مقرر کر دے (باقی اسی صفحہ کے دوسرے کالم میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۵

پیغام صلح

جلد ۱۷ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ نمبر ۴۴

۲ ر جون کے جلسے

(۲)

کیا یہ آنحضرت صلعم کی عزت ہے یا کھلی توہین؟

قادیانی جماعت کے ان جلسوں کے متعلق جو آنحضرت صلعم کی سیرت و اخلاق کو بیان کرنے کے لئے ۲ ر جون کو منعقد ہوئے۔ ہم اس سے زیادہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے تھے کہ ان کے مخصوص معتقدات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اعتراضات اصولی طور پر پیدا ہوتے ہیں ان کو پھر ایک دفعہ قادیانی اصحاب کے سامنے لے آئیں۔ چنانچہ گزشتہ سے پیوستہ نمبر میں ہم نے مختصراً ایسے تمام اعتراضات ان کے سامنے رکھ دیئے۔ اس سے بڑھکر ان جلسوں کی کیفیت اور حالات کو زیر بحث لانا ہم نے پسند نہ کیا۔ اور نہ ہمارا ایسا ارادہ تھا۔ لیکن "الفضل" کے تازہ پرچہ میں "اشارات" کے ذیل میں جو ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اس نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم ان جلسوں کے حالات پر ایک چلتی سی نگاہ ڈالیں۔

ان جلسوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ اس میں غیر مسلم حضرات نے بھی آنحضرت صلعم کے اخلاق و محاسن پر شاندار تقریریں کیں۔ اور "نہایت اخلاص و عقیدت کے ساتھ تعریف و توصیف کے پھول سرکار دو عالم پر نچھاور کیے"۔ اگر یہ فی الواقعہ صحیح ہوتا تو یقیناً اس سے بڑھکر اور کوئی خوشی ایک مسلمان کے لئے نہیں ہو سکتی۔ لیکن قارئین کرام یہ سن کر متعجب ہوں گے کہ باستثنائے معدودے چند ان تقاریر میں جو غیر مسلموں سے کرائی گئیں۔ جہاں آنحضرت صلعم کو کسی طور پر "مہاپرش (بہت بڑا آدمی)" کے نام سے یاد کیا گیا اور آپ کے بعض اخلاق کا عمدہ الفاظ میں ذکر کیا گیا وہاں بعض ایسی باتیں بھی آپ کے متعلق کہی گئیں جو کسی طرح بھی لائق ستائش نہیں۔ بعض لیکچراروں نے یہاں تک کہہ دیا کہ جس تہذیب کا پرچار محمد رسول اللہ نے عرب میں کیا اس سے بدرجہا بہتر تہذیب اس وقت ہندوستان میں پائی جاتی تھی۔ اور آج تو اس بیسویں صدی میں دنیا بہت زیادہ ترقی کر چکی ہے۔ بعض ہندو لیکچراروں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمان بردباری اور رواداری سے ہمیشہ خالی رہے ہیں۔ اور غیر مذاہب پر انہوں نے ہمیشہ ظلم و ستم روا رکھا ہے۔

اسی قسم کی بیسیوں باتیں ہیں جو غیر مسلم لیکچراروں کے منہ سے نکلیں اور حیرت و افسوس کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے جن کی طرف سے ایسے جلسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ ان خیالات کی تردید بھی نہ کی۔ ہندو لیکچراروں کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں آنحضرت صلعم کی تعلیمات کا پورا علم نہیں۔ اور نہ اسلامی تہذیب کو عملی رنگ میں انہیں دیکھنے کا کبھی اتفاق ہوا ہے۔ ان کے سامنے اگر کچھ ہے تو وہ موجودہ مسلمانوں کی عملی زندگی ہے۔ جو ہرگز اسلامی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں۔ تاریخ اسلامی سے وہ قطعی ناواقف ہیں۔ اور صرف انہی خیالات کے اندر ان کی پرورش ہوئی ہے۔ جو متعصب لوگوں نے اپنی خاص اغراض کے لئے اسلام کے خلاف پھیلا رکھے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ قطعاً معذور ہیں۔ اور جو تعریفی کلمات ان کے منہ سے آنحضرت صلعم کے متعلق نکلیں ان کو سب غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ان قادیانی حضرات کو کیا ہو گیا جو نام کو تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دلوں میں بٹھانے کے لئے جلسے کرتے ہیں۔ لیکن کھلے طور پر رسول کریم صلعم کی توہین ہوتے دیکھکر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اتنی بھی توفیق انہیں نہ ہوئی کہ انہی جلسوں کے اندر ایسے تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیتے۔

"الفضل" میں آج کل جلسوں کی کامیابی کا تذکرہ بار بار کیا جاتا ہے اور مختلف مقامات سے آئی ہوئی رپورٹیں درج کی جا رہی ہیں جن میں جلسہ کی کامیابی کے سوا اور کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ان تمام تقاریر کو بھی شائع کرے جو ان جلسوں کے اندر ہوئیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کا پاس کہاں تک کیا گیا۔ کہاں تک آپ کی تعلیمات اور خیالات کی تائید غیر مسلم حضرات نے کی جس سے ان جلسوں کی کامیابی کا صحیح طور پر اندازہ لگایا جا سکے۔

اس کے علاوہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن کا ذکر کرنا "الفضل" نے مناسب نہیں سمجھا مثلاً بٹ ورہ امید ہے کہ وہاں کے جلسہ کی "کامیابی" کا حال بھی مختصراً قارئین "الفضل" کو سنا دیا جائے گا۔ جس کی کامیابی کا رنگ قادیانی "چھوڑ کر نہ شخص" تک بھی لائے بغیر نہ رہ سکے۔

"الفضل" نے اپنے "اشارات" میں "پیغام صلح" کے آخری نبی نمبر پر تمسخرانہ پیرایہ میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل پر اسی وقت سے سانپ لوٹ رہا ہے۔ جب اس نمبر کے ذریعہ سے رسول کریم صلعم کی ختم نبوت اور آپ کے اخلاق حسنہ کا اعلان نہایت شاندار پیرایہ میں دنیا میں کیا گیا جس کو دوست دشمن سب نے نہایت مقبولیت کی نظروں سے دیکھا۔ اس بغض و حسد کا ثبوت اس لئے آج آٹھ نو ماہ بعد جن الفاظ میں پیش کیا ہے وہ سننے کے قابل ہیں:-

> "غیر مبائعین جس قسم کی عقیدت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے رکھتے ہیں۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے پادری صاحب (پادری غلام مسیح) نے ان کے مذاق کے مطابق مضمون لکھدیا"

پادری غلام مسیح کے مضمون میں تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس کو قابل اعتراض قرار دیا جا سکے۔ وہ خود موجودہ مسیحیت کے جس کو کلیسائیت کہنا چاہیئے۔ قائل نہیں۔ بلکہ اسی مسیحیت کو مانتے ہیں جس کی تعلیم خود مسیح نے دی اس لئے ان کا یہ کہنا کہ "ہم سچی حضرت محمدؐ مکی و مدنی کو مسیحیت کا مصدق یقین کرتے ہیں" چنداں قابل اعتراض نہیں لیکن ان خیالات کو کیا کہا جائے گا جو ۲ ر جون کے قادیانی جلسوں میں جگہ جگہ ہندو مقررین کے منہ سے سننے میں آئے۔ کیا "الفضل" کے معیار کے مطابق یہ سمجھا جائے کہ قادیانی جماعت جس قسم کی عقیدت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے رکھتی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے "ہندو مقررین نے۔ ان کے مذاق کے مطابق" اپنے خیالات کا اظہار کیا؟ اگر یہ صحیح ہے اور "الفضل" کے قائم کردہ اصول کے مطابق اسے یقیناً صحیح سمجھنا چاہیئے۔ تو اس سے اس عزت و عقیدت کا حال آشکارا ہو جاتا ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔

ساہوکارہ بل کے احیا کی تجویز

"ٹریبیون" کے نامہ نگار شملہ نے اطلاع دی ہے کہ ساہوکارہ بل جو آج سے تین چار سال پیشتر میر مقبول محمود نے ساہوکاروں کی بے ایمانیوں سے زمینداروں کی حفاظت کے لئے وضع کیا تھا۔ اور پنجاب کونسل میں پاس ہو جانے کے باوجود سر میلکم ہیلی سابق گورنر پنجاب نے اسے مسترد کر دیا تھا اب پھر مسٹر سٹو (فنانس ممبر) کی طرف سے ایک نئے لباس میں کونسل میں آنے والا ہے۔ یہ خبر زمیندار حلقوں میں یقیناً مسرت و ابتہاج کے ساتھ سنی جائے گی۔ اس قسم کا قانون تمام اقوام کے زمینداروں کے لئے بیحد مفید ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں ان تمام مقاصد کو ملحوظ رکھا جائے۔ جو میر مقبول محمود اور ان کے حامیوں کے پیش نظر تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہندوؤں نے بغیر اس خیال کے کہ اس قسم کا قانون تمام اقوام کے زمیندار طبقہ کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ اس کی خواہ مخواہ مخالفت کر کے اسے مسترد کرا دیا۔ اب بھی اگر وہ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ اور فرقہ وارانہ بغض و تعصب سے علیحدہ ہو کر اس بات کو سوچیں کہ ساہوکاروں کا موجودہ طریق عمل کہاں تک انصاف اور ایمانداری پر مبنی ہے۔ تو ہمیں امید ہے کہ وہ اس ضروری قانون کی تائید کرنے کے لئے تیار ہوں گے اس میں شک نہیں کہ ساہوکاروں کا ایک بڑا طبقہ ہندو ہے۔ لیکن زمینداروں میں بھی ہندو موجود ہیں۔ جو ان ساہوکاروں کی دستبرد اور بے ایمانیوں کے ویسے ہی شاکی ہیں۔ جیسے کہ مسلمان۔ اور جہاں تک واضعین قانون کے پیش نظر مقاصد کا تعلق ہے۔ ان کا منشا ساہوکاروں کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں۔ بلکہ ان کی بے ایمانی اور ظلم کو روکنا ہے۔

امید ہے کہ سر مونٹ ڈی مورنسی کی گورنمنٹ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجوزہ قانون کو جلد کونسل میں لانے اور کسی قسم کی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے فوائد عامہ کے لئے اسے پاس کرانے میں کوشاں ہو گی۔

بیکاری کا مسئلہ

ہندوستان میں بیکاری کا مسئلہ روز بروز نازک صورت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہر سال ہزاروں نوجوان یونیورسٹیوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں اور سرکاری دفاتر کے گرد روزگار کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ لیکن ایسے خوش قسمت لوگ بہت کم ہیں۔ جو انٹرنس چھوڑ بی اے پاس کر کے بھی انتالیس روپیہ کی ملازمت حاصل کر سکیں۔ امسال بھی پنجاب یونیورسٹی سے کم و بیش دس ہزار نوجوانوں نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے۔ جن میں سے تین ہزار کالجوں میں چلے جائیں گے اور باقی سات ہزار ملازمتوں کے لئے مارے مارے پھریں گے بی اے اور ایم اے کے فارغ التحصیل نوجوانوں کا معاملہ اس سے الگ ہے ہم نہیں جانتے کہ بیکاروں کی تعداد میں یہ روز بروز اضافہ آخر کار کیا صورت حالات پیدا کرے گا۔ موجودہ طریق تعلیم نوجوانوں کو قلمی اور دماغی کام کرنے کے سوا اور کسی قابل نہیں رہنے دیتا۔ یا کم از کم ان کی ذہنیت ایسی بنا دیتا ہے کہ وہ اور کسی کام کو کرنا معیوب سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف حکومت کو اس بات کی طرف توجہ نہیں کہ کس طرح اس نازک مسئلہ کو حل کیا جائے یہ صورت حالات بہت ہی خطرناک ہے۔ اور سوائے اس کے کہ بیکاری اور فلاکت جرایم میں اضافہ کا موجب ہو۔ اور کوئی نتیجہ نظر نہیں آتا۔

ایک علاج

یہ مسئلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ حکومت کو اس طرف فی الفور توجہ کرنی چاہیئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسے وسائل پیدا کرنے چاہئیں جن سے

(۱) موجودہ فارغ التحصیل نوجوان معقول روزگار پا سکیں۔ اور

(۲) آئندہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسا کام ان کے سامنے ہو جس سے وہ بآسانی روٹی کما سکیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں لاکھوں ایکڑ ایسی اراضی موجود ہے جس میں ابھی تک کاشت نہیں ہوئی۔ اور اگر کوئی کاشت کی جائے تو ہندوستان کی موجودہ پیداوار میں ہزاروں من کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں بیکاری کا مسئلہ اس ذریعہ سے نہایت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ملک موجودہ فلاکت سے بھی نہایت آسانی سے نکل سکتا ہے۔ بشرطیکہ گورنمنٹ اس پر کچھ خرچ کرنے کے لئے تیار ہو۔ بے شمار نوجوان موجودہ حالات میں اس بات کو غنیمت سمجھیں گے کہ انہیں کچھ تھوڑی سی زمین کاشت کے لئے دیدی جائے۔ تاکہ وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکیں۔ اس سے ملک کی پیداوار میں جو اضافہ ہو گا۔ وہ موجودہ قحط سالی کو رفع کرنے اور ملک کو آسودہ حال بنانے کا موجب ہو گا۔ ضرورت ہے کہ حکومت کے ذمہ دار ارکان اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ اور اگر یہ طریق جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے مفید نظر آئے تو اس کو اختیار کرنے میں ذرا بھی تاخیر سے کام نہ لیں۔

"بیغیرت ہندو"

اس عنوان سے معاصر "ملاپ" نے ایک افتتاحیہ اپنی ۵ ر جون کی اشاعت میں لکھا ہے جس میں اس بات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہ "سیکرڈ ہارٹ سکول میں ایک ہندو لڑکی عیسائی ہو گئی ہے یا ہونیوالی ہے" ان ہندوؤں کو بے غیرت قرار دیا ہے جو اپنی لڑکیوں کو عیسائی سکولوں میں تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئیں تو ان کا اور ان کی لڑکیوں کا سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جس قوم کا مذہب کسی خاص عقیدہ پر مبنی نہ ہو۔ بلکہ ہر قسم کے متضاد عقائد اس میں پائے جاتے ہوں یہاں تک کہ خدا کو نہ ماننے والے دیوسماجی بھی ہندو کہلاتے ہوں۔ ویدوں کی نندا کرنے والے جینی بھی ہندو کہلاتے ہوں اور علے ہذا القیاس سینکڑوں عقائد و خیالات کے لوگ اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے اندر کوئی لڑکی عیسائیت کا بپتسمہ لے لے یا اسلام کی صداقت کی قائل ہو جائے تو کونسا اندھیر آ جاتا ہے عیسائی ہو جانا یا اسلام لے آنا آخر دیوسماجی اور جینی ہو جانے سے تو بدتر نہیں جب دیوسماجی اور جینی بھی ہندو رہ سکتے ہیں تو عیسائی یا مسلمان ہو جانے

جواب مباہلہ کا ذلیل پروپیگنڈا

میاں صاحب کے خلاف الزامات سے ہمارا تعلق؟

ایک دوست کا خط اور حضرت امیر ایدہ اللہ کا جواب

قارئین پیغام صلح کو معلوم ہوگا کہ میاں محمود احمد صاحب کے بعض مریدین ان کے کیرکٹر سے بدظن ہو کر ان کی بیعت سے خارج ہو چکے ہوئے ہیں ان لوگوں نے کچھ عرصہ ہوا - اخبار "مباہلہ" کے نام سے ایک پرچہ جاری کر رکھا ہے - جس کے ہر نمبر میں میاں صاحب کے متعلق بعض نہایت ناپاک اور گندے الزامات کو نہ صرف دہرایا جاتا ہے - بلکہ ان کی صداقت کو پرکھنے کے لئے انہیں مباہلہ کا بھی چیلنج دیا جا رہا ہے۔ چند دن ہوئے انہی لوگوں کے جواب میں مریدین میاں صاحب کی طرف سے "انصار خلافت" نام ایک کمیٹی بنائی گئی ہے - جس کی طرف سے "جواب مباہلہ" کے نام سے ایک پرچہ شائع ہوا ہے جو لاہور اور بیرونجات میں بکثرت مفت تقسیم ہو رہا ہے - جہاں تک ان دونوں پرچوں کے موضوع کا تعلق ہے - ہمیں اس میں دخل دینے کی ضرورت نہ تھی - اور نہ ہم نے آج تک اس بارہ میں اشارۃً یا کنایۃً ان میں سے کسی ایک کی حمایت یا تردید کرنا مناسب سمجھا - نہ صرف اس خیال سے کہ یہ صرف میاں صاحب اور ان کے مریدین کا باہمی جھگڑا تھا - جس میں کسی تیسرے کو دخل دینے کی ضرورت نہ تھی - بلکہ جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھا ہے ایسی باتوں کو اخبارات میں زیادہ شہرت دینے سے تمام سلسلہ بدنام ہوتا ہے - اور ہو رہا ہے - لیکن ہماری اس خاموشی کو بھی اس بات کی دلیل قرار دیا گیا کہ ہم مباہلہ والوں کے حامی ہیں - بلکہ "جواب مباہلہ" میں صاف لکھا ہے - کہ ان الزامات کی حمایت اور تشہیر میں ہم نے عملی حصہ لیا ہے - "جواب مباہلہ" کے اس جواب اور بعض دیگر مزخرفات کو پڑھنے کے بعد ایک دوست نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک خط لکھا - جس کا اقتباس حضرت ممدوح نے اپنے نوٹ کے ساتھ برائے اشاعت ارسال کیا ہے جو حسب ذیل ہے -

(ایڈیٹر)

حضرت امیر کا نوٹ

ذیل کا اقتباس ایک ایسے دوست کے خط سے ہے جسے میاں صاحب سے جیسا کہ خط ظاہر کرتا ہے محبت ہے - میں نے بھی وہ اخبار کو دیکھا مگر میں ایسی ذلیل حرکتوں کا کیا جواب دوں - شروع سے ان لوگوں نے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ ان باتوں کو ہماری طرف منسوب کر کے اپنی جماعت کی نفرت کو ہمارے ساتھ بڑھائیں - جس دن سے یہ الزامات میاں صاحب کے خلاف شروع ہوئے - اسی دن سے جماعت قادیان کو اس کے رہبروں نے یہ تعلیم دینی شروع کی - کہ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہے - حالانکہ میں شروع ہی میں لکھ چکا ہوں کہ یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط ان سے ہمیں وہی نقصان پہنچ رہا ہے جو ان کی جماعت کو پہنچ رہا ہے - کیونکہ بدنام تو سارا سلسلہ ہو رہا ہے - اگر ان کے نزدیک یہی ثواب کا کام ہے تو شوق سے کرتے رہیں - مگر وہ یاد رکھیں کہ خوش عقیدہ مریدوں سے جو بات چاہیں منوا لیں - ان باتوں پر تاریخ کا فتویٰ کچھ اور ہوگا -

(محمد علی)

خط کا اقتباس

میاں صاحب کے متعلق مستریوں والا فتنہ اب آب از سر گزشت کا مصداق ہوتا جاتا ہے - میں نے ایک اخبار میں دیکھا کہ ایک رسالہ "جواب مباہلہ" کے نام سے شایع کیا گیا ہے اور اس میں میاں صاحب نے چیلنج دیا ہے - چونکہ میاں صاحب کے متعلق اس قسم کے الزامات سے مجھ کو صدمہ پہنچتا ہے - اور میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا اطمینان بخش فیصلہ ہو جائے - اور خدا کرے یہ الزامات غلط ہوں - اس واسطے میں نے بڑے شوق سے یہ رسالہ منگوایا مگر میری مایوسی کی کوئی حد نہ رہی - جب میں نے دیکھا کہ مستریوں کے ساتھ مباہلہ کا چیلنج تو نہیں ہے مگر جناب کو چیلنج دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس بات پر کہ اگر مولوی صاحب (جناب) کا یہ عقیدہ ہے کہ ایسے حالات میں مباہلہ کرنا جائز ہے تو اس معاملہ کے متعلق میاں صاحب جناب سے مباہلہ کرنے کو تیار ہیں - تعجب ہے کہ ایسے گندہ الزام کے متعلق مباہلہ جائز نہیں ہے - لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ایسے حالات میں مباہلہ جائز ہے - تو پھر اس کے ساتھ مباہلہ جائز ہو جاتا ہے - یعنی ایک الزام کے متعلق جس کی تردید حلفیہ بھی نہیں کی جاتی اور جس کا کوئی صریح ثبوت پیش کرنا یا صریح تردید کرنی تقریباً ناممکن ہے - مباہلہ کرنا خلاف شریعت ہے - لیکن ایک معمولی مسئلہ کے متعلق جو جزو ایمان بھی نہیں ہے اختلاف رائے ہونے پر مباہلہ جائز ہو سکتا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - یہ معارف اور دقایق اس جگہ سے نکل رہے ہیں جہاں کے براہین اور دلائل سے دنیا میں تہلکہ مچ رہا تھا - پھر مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ جناب کی ذات کو اس معاملہ سے کسی قسم کی وابستگی نہ ہونے کے باوجود کیوں درمیان میں لایا جاتا ہے۔

مسلمان طلبا کے لئے نادر موقعہ

گورنمنٹ انجینیرنگ سکول رسول میں سول انجنیری کی تعلیم دی جاتی ہے اور سب آرڈینیٹ انجنیرنگ سروس محکمہ پبلک ورکس کے لئے نقشہ نویس تیار کئے جاتے ہیں - داخلہ بذریعہ امتحان مقابلہ ہوتا ہے جس میں شمولیت کے لئے درخواستیں مجوزہ فارم پر جو کہ صاحب پرنسپل سکول سے مل سکتی ہے - ۳۰ ستمبر تک لی جاتی ہیں - امیدوار کے لئے کم از کم انٹرنس پاس عمدہ چال چلن - اور ۱۷ سے ۲۱ سال تک عمر کا ہونا ضروری ہے - پنجاب سے ہر سال پچاس طلبہ لئے جاتے ہیں - جن میں چالیس فیصدی مسلمان ہوتے ہیں - اور باقی غیر مذاہب - کل طلبا میں پچاس فیصدی زراعت پیشہ ہوتے ہیں - پانچ اسامیاں ایگزیکٹو سب آرڈینیٹ افسروں کے لڑکوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں - اور پانچ اسامیوں کے لئے گورنمنٹ صوبہ سرحدی امیدواروں کو نامزد کرتی ہے -

امتحان مقابلہ میں کامیاب رہنے والے طلبا کے لئے کلاس میں داخل ہوتے وقت مبلغ ایک سو پچاس روپیہ سامان اور کتابوں کے لئے درکار ہوتے ہیں - اور دوران تعلیم میں حسب ذیل اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں -

(۱) پچاس روپیہ فی ٹرم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اورسیر و نقشہ نویس کے لئے -

(۲) سات روپے فی ٹرم فیس بورڈنگ ہاوس -

(۳) چھ روپے فی ٹرم برائے متفرق اخراجات اورسیر اور ڈرافٹسمین کی تنخواہیں حسب ذیل ہوتی ہیں - اورسیر ۸۰ - ۷ - ۵۵ ۲ روپے ڈرافٹسمین درجہ اول ۱۸۰ - ۱۲ - ۳۰۰ - درجہ دوم ۱۱۰ - ۵ - ۱۶۰ - درجہ سوم ۶۰ - ۲ - ۱۰۰ روپے -

ہوشیار اور محنتی مسلم طلبا کے لئے یہ بہت قیمتی موقع ہے ابھی سے امتحان داخلہ کے لئے جو کہ اکتوبر یا نومبر میں ہوگا - تیاری شروع کر دینی چاہیے اور اگر طلبہ کافی تعداد میں اس امتحان کی تیاری کے لئے آمادہ ہوں تو ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور کچھ انجینئر ہے کلاس کا خاص انتظام کر دیں گے - جس کے لئے ان سے خط و کتابت کر لی جائے۔

عبد المجید

(اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مراسلات

کافروں کو السلام علیکم کیسا؟

ایک قادیانی بھائی سے کل میرا مکالمہ ہوا - نبوت اور کفر و اسلام کا مسئلہ تھا -

میں نے کہا کہ بے شمار احادیث و اقوال حضرت امام کے باوجود اگر پھر بھی اصرار ہے تو تمہاری مرضی مجھے ایک بات سمجھا دو - تو ماؤں دل سے کافر سمجھ کر تم لوگ السلام علیکم غیر احمدیوں کو کیوں کہتے ہو؟ جواب - دعا لینا ہے - کیا ہرج ہے - کافروں کو دعا دیتے ہیں - میں - آخر کیا تم چکمند اس - ادو سے داس کو بھی السلام علیکم کہتے ہو؟ جواب - نہیں - وہ دور کے ہیں یہ نزدیک کے ہیں اس واسطے رعایت دی جاتی ہے - میں نے کہا - چو آب از سر گزشت - چہ یک نیزہ چہ یک دست - دائرہ سے ایک انچ باہر ہوا - یا کوئی دو فٹ باہر ہوا خارج تو یہ بھی ہو گئے - وہ بھی - کافر سب ہو گئے - پھر بعض پر مہربانی بعض پر قربانی - یہ کیا معاملہ ہے - جواب ملا کہ ہم تو سلام علیکم کہتے ہیں - السلام علیکم نہیں کہتے - عرض کیا کہ معاملہ تو ایک ہے آگے آپ کی مرضی -

پھر اس مسئلہ سے مایوس ہو کر عرض کیا کہ لا نبی بعدی کے مقابل ہم کس کی مان سکتے ہیں - اور اس کے معنے صاف ہیں - جواب ملا - کہ اس کے معنی ہیں "میرے ماسوا کوئی صاحب شریعت نبی نہیں" پوچھا کہ "ماسوا" اور "صاحب شریعت" کہاں سے نکالا - جواب میں دیکھا پیچی - ادھر سے ادھر - ادھر سے ادھر - گفتگو چل پڑی -

پھر پوچھا کہ جن احمدیوں کی لڑکیاں غیر احمدیوں کے گھر میں ہیں - از روئے شریعت آپ فتوے دے سکتے ہیں کہ ان کے بچے ناجائز ہیں - اور وہ نکاح ناجائز ہیں - جواب ملا کہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے - میں نے کہا کہ یہ سب باتیں کہنے کو ہیں - آپ کے دل نہیں مانتے - علمی رنگ میں بھی یہ خیالات کھوکھلے ہیں - اور عملی رنگ میں خود آپ کے دل نہیں مانتے - ورنہ السلام علیکم نہ کہتے - اور خاص کر نکاح کے معاملہ میں ضرور آپ لوگ کچھ قانون نافذ کراتے - کہ احمدی لڑکیوں کے نکاح شرعاً ناجائز ٹھہرائے جاتے - اگر کبھی ان کے نکاح غیر احمدیوں سے ہوتے -

نبوت اور کفر و اسلام کا معاملہ نہ معلوم ان لوگوں کے دل میں کیسے رچا ہوا ہے - جس کو عملاً خود بھی نہیں مانتے - اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل میں القا کرے - کہ ہمارے مقابل اس مسئلہ میں ضد چھوڑ دیں - تاکہ احمدیت کا چہرہ صاف ہو - کیونکہ تنہائی میں ان کے عقائد وہی ہیں جو ہمارے ہیں - پھر کیوں ضد نہ چھوڑ دیں - اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے -

(نور محمد نائب ضلعدار نہر از شجاع آباد)

یوم ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اکابر ملت کی بصیرت افروز اپیل

انسانی تاریخ میں ربیع الاول کے دوسرے شنبہ کو بہت ہی بڑا فخر و شرف حاصل ہے - اس دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اسی دن حضور کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا - اسی دن آپ نے اپنے فرائض نبوت کی تکمیل کی اور ہمیشہ کے لئے بارگاہ ایزدی میں تشریف لے گئے -

اسلام کے محترم علما و رہنمایان قوم اور برادران اسلام سے ہماری استدعا ہے کہ ہم سب کو اس امر کی متحدہ طور پر کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دن اپنے حقیقی شرف و عظمت کے مطابق منایا جائے - اس تاریخ کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایک نظام کے ماتحت سیرۃ نبوی پر جلسے ہوں - ہر مقام میں بڑے بڑے پیمانہ پر اسلامی اتحاد اور غیرت کے مظاہرے کئے جائیں - ایسے مظاہرے جو حضور کی رفعت قدر کے شایان شان ہوں اور جنھیں دنیا محسوس کر سکے اس دن ہر ایک اسلامی آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندان اسلام اس علم کے نیچے جمع ہو کر خدا سے عہد کریں اور حلف اٹھائیں کہ وہ ہر قدم پر "اسوۂ رسول" کی پیروی کریں گے - ان کی قربانی ان کی زندگی ان کی موت ان مقاصد کے لئے وقف ہوگی جن کی تکمیل کے لئے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے -

نوٹ - تفصیلات کے لئے قاضی عبد المجید قریشی دفتر اخبار "ایمان" پٹی لاہور سے خط و کتابت کیجئے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۴۸ ہجری المقدس نمبر ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کامیابی

۲۳ سال کی کوشش

(حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

کسی مذہب کسی قوم کا آدمی ہو جب وہ ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ تو اسے اس امر کے ماننے میں چارہ نہ رہے گا کہ اصلاح انسانی کی تاریخ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکتا اور بے نظیر انسان ہیں جن کی دوسری مثال پیش کرنے سے تاریخ انسانی عاجز ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لفظ قرآن کے ذیل میں لکھا ہے:-

"دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب حضرت محمد (صلعم) ہیں۔"

کیا عجیب نظارہ ہے کہ ۱۲ لاکھ مربع میل کے رقبہ میں جس میں وسائل آمدورفت ہی نہیں جس کے اندر علم کی کوئی روشنی ہی نہیں صرف ۲۳ سال کے عرصہ میں اس قدر انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے کہ نہایت ذلیل بت پرستی پتھروں۔ درختوں۔ ریت کے ڈھیروں کی پوجا کی جگہ ملک کے کونہ کونہ سے صدائے توحید بلند ہو کر صحراؤں اور پہاڑوں میں گونج کر فضائے آسمانی کو بھر دیتی ہے اور تمام ملک میں بستی بستی میں ڈیرہ ڈیرہ میں پانچ وقت اللہ اکبر کی آواز اٹھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ توحید کی اصل غرض بھی پا لیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ ان چیزوں کے آگے گرنا جن پر حکومت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے انسانیت کے لئے ننگ و عار ہے۔ اور اس لئے توحید کے راز کو پاتے ہی علمی میدان میں بھی ترقیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور تاریکی اور جہالت کا دور دورہ دور ہو جاتا ہے۔ توہمات کی جگہ اب عقل لے لیتی ہے۔ ہر امر میں غور و فکر کرنے کے لوگ عادی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مذہب میں بھی عقل سے کام لیتے ہیں۔ بدکاری اور فحش کی جگہ نیک کام لے لیتے ہیں۔ اور عصمت و عفت سب سے اعلیٰ جوہر قرار پاتا ہے۔ انسان کی عزت اب اس کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہونے لگتی ہے۔ دولت اور حسب کے فخر کی جگہ محنت اور کوشش کی عزت لے لیتی ہے۔ جہاں بیکسوں، یتیموں، اور بیواؤں پر ظلم ہوتا تھا۔ اس نے حقیق کی کوئی حفاظت نہ تھی وہاں نوع انسان کی خدمت۔ ملک کی خدمت۔ قوم کی خدمت۔ یتیموں اور بیکسوں کی خدمت شرف انسانیت بن جاتی ہے۔ شراب خواری ایسی غائب ہو جاتی ہے کہ خم و ساغر بھی خواب و خیال ہو جاتے ہیں۔ جوئے کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ وقت کی اس قدر عزت قرار پاتی ہے کہ ان ذلیل کاموں کے لئے کوئی وقت ہی کسی کو نہیں ملتا۔ جہالت پر نازاں ہونے کے بجائے حصول علم کے لئے دیوانہ وار دوڑتے ہیں۔ اور اس کے لئے بڑے بڑے سفروں کی صعوبتیں اٹھا کر علم کے مراکز میں پہنچتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جنگ و جدال کرنے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے بجائے ایسا زبردست اتحاد ان میں پیدا ہو جاتا ہے کہ کئی صدیوں کی گری ہوئی قوم کی طاقت کے سامنے بڑی بڑی سلطنتیں کانپتی تھیں۔ بلکہ اس طرح گر جاتی تھیں کہ گویا ان کی بنیاد ریت پر تھی۔ دنیا میں بڑے بڑے نیک انسان راستباز مصلح ہادی ہوئے۔ ہر قوم میں ہوئے۔ ہر ملک میں ہوئے۔ لیکن یہ اتفاق تاریخی ہمیشہ کے لئے گواہی دیتے رہیں گے اور اسی کے سامنے ہر قوم ہر ملک ہر ملت کے لوگوں کے سر جھکتے رہیں گے کہ جو بیداری محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سال کی کوشش نے پیدا کر دی۔ جس کا دامن انسانی جدوجہد کے ہر شعبہ پر پھیلا ہوا تھا۔ جس کا اثر افراد۔ قبیلہ۔ قوم۔ جماعت ملک سب پر یکساں پھیلا ہوا تھا۔ جو صرف ظاہری عظمت تک محدود نہ تھی بلکہ اخلاقی ذہنی اور روحانی بلندی کا سرچشمہ تھی اس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکتا اور بے نظیر انسان ہیں۔

قادیان کا بوچڑ خانہ

جن لوگوں کو پنجاب میں ہندو مسلم تعلقات کو بہتر اور خوشگوار حالت میں دیکھنے کی تمنا اور آرزو ہے اور وہ دل سے اس بات کے قائل ہیں کہ مادر وطن کی آزادی کا دلفریب خواب اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ دونوں قومیں ایک دوسری کے ساتھ دلی محبت کا برتاؤ نہ کریں۔ اور ایک دوسری کے واجبی حقوق دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ قادیان کے بوچڑ خانہ کے انہدام کو افسوس کی نگاہوں سے دیکھیں گے یہ واقعہ جو ۹ اگست کو پولیس کی ایک جمعیت کی موجودگی میں وقوع پذیر ہوا۔ اپنے اندر عبرت و موعظت کے بہت سے درس رکھتا ہے۔ اور ہمیں حیرت ہے کہ ہندوؤں کے قوم پرست اخبارات اور بعض اسلامی معاصرین بھی اصل واقعات کو نظر انداز کر کے خواہ مخواہ اس دشمنی و عناد کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ جو انہیں سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ہے۔

جہاں تک قادیان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے ابتداءً سکھوں کی طرف سے آج سے کچھ عرصہ پہلے جھٹکہ کی ایک دکان عین برسر بازار کھولی گئی۔ جو مسلمانوں کی عام گزرگاہ ہے۔ مسلمانوں نے باوجودیکہ اسے اپنے مذہبی جذبات کے لئے صدمہ رساں خیال کیا تاہم حکام کے فیصلہ کے آگے انہوں نے سر جھکا دیا۔ اس کے بعد موضع بھینی متصل قادیان میں ایک مذبح کھلوانے کی درخواستیں بعض مسلمانوں کی طرف سے دی گئیں۔ جو قریباً چھ ماہ کے غور و خوض اور ہندوؤں سے گفت و شنید کے بعد منظور ہوئیں اور آخر جولائی میں یہ مذبح موضع بھینی کے رقبہ میں آبادی سے دور حکام وقت کی موجودگی میں کھولا گیا۔ جس کے چند دن بعد سکھوں کی ایک باقاعدہ جمعیت نے وہاں پہنچ کر اسے منہدم کر دیا۔ اور باوجودیکہ پولیس کی ایک جمعیت پہلے سے وہاں موجود تھی۔ اس نے اپنی کمی تعداد کی وجہ سے کوئی مزاحمت نہ کی۔

یہ واقعات ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ہندو اخبارات ان واقعات کو نقل کرتے ہوئے اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ سکھوں نے وہاں ابتداءً شہر کے اندر مسلمانوں کی گزرگاہ پر جھٹکہ کی دکان کھولی اور اس کی کوئی مزاحمت نہ کی گئی۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ سکھ اور ہندو جو بات جس طرح چاہتے ہیں منوا لیتے ہیں۔ اور ایک انچ اپنی بات سے ادھر ادھر نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرنے کے لئے وہ تیار نہیں۔ آخر وہ کونسا قانون ہے جس کی رو سے انہیں تو برسر بازار جھٹکہ کرنے کا حق حاصل ہے اور مسلمانوں کو آبادی اور بند مکان میں گائے کا ذبیحہ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہندو اخبارات جو قوم پرستی اور ہندو مسلم اتحاد کی فکر میں رات دن ہلکان ہوئے جاتے ہیں اس قسم کے غیر مساویانہ سلوک پر اپنے ہم قوموں کو سمجھانے کے بجائے مسلمانوں ہی کو مورد الزام قرار دینا کیوں ضروری سمجھتے ہیں؟ کیا یہ اس امر کا کھلا ثبوت نہیں کہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں کی طرف سے قطعاً صاف نہیں! اور جہاں وہ کونسلوں کے اندر مسلمانوں کی جائز اکثریت کو دبا کر اپنا اثر سب سے اونچا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہاں ملک کے عام تمدن و معاشرت میں بھی ہر پہلو سے اپنا تسلط و اقتدار ان پر جمانے کے درپے ہیں۔ یہ حالات ہندوستان کی قومیت متحدہ کے لئے ایک خطرناک ضرب کا موجب ہوں گے کاش ہندو اور سکھ لیڈر وقت کی نزاکت کو پہچانیں۔ اور اپنے ہم قوموں کو ایسے غیر منصفانہ اور غیر مآل اندیشانہ رویہ کو ترک کرنے کی نصیحت کریں کہ اسی میں ہندوستان کی آزادی کے دلچسپ خواب کی حقیقی تعبیر مضمر ہے۔

زمیندار کی جرأت اور مردانگی!

افسوس ہے کہ زمیندار نے اس موقعہ پر بھی نیش زنی سے دریغ نہیں کیا اور قادیانی احمدیوں کی عدم مزاحمت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود اور پیغام صلح کو خواہ مخواہ لتاڑنا ضروری سمجھا۔ ۱۴ اگست کے "زمیندار" میں قادیان کے بوچڑ خانے پر مسلح سکھوں کا حملہ" کے عنوان سے جو افتتاحیہ لکھا گیا ہے اس کے آخری الفاظ قابل غور ہیں۔

"مرزا غلام احمد نے مرزائیوں کو وفاداری حکومت کی تعلیم دی ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سفید آقاؤں کے آستانہ جبروت پر جبیں سائی کرتے رہیں۔ پیغام صلح لاہور بھی جو لاہوری احمدیوں کا ترجمان خصوصی ہے مرزائیوں کو یہ تعلیم دیتا رہتا ہے کہ حکومت انگریزی آیہ رحمت ہے اور مرزائیوں کا مذہبی فرض ہے کہ وہ جادۂ وفا سے سرمو انحراف نہ کریں۔ اس طرح مرزائیوں کی غلامانہ ذہنیت بہت زیادہ راسخ ہو گئی ہے۔ اور وہ ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ کہیں ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو آئین وفاداری کے خلاف ہو۔ چنانچہ انہوں نے بوچڑ خانے کی حفاظت کو بھی اپنی وفاداری کے منافی سمجھا۔ حالانکہ خود ان کے سفید آقاؤں کا قانون رعایا کو حفاظت خود اختیاری کا حق دیتا ہے۔ اگر کوئی جماعت کسی جماعت کی جائداد و املاک پر حملہ آور ہو تو مالک اس کی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ قادیانی تعلیم انسان کو خودداری اور غیرت کے جذبات سے محروم کر کے اسے بزدلی اور نامردی سکھاتی ہے۔ اور قادیانیوں کی بزدلی کا اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہیں پولیس کے اصرار کے باوجود بوچڑ خانے کے تحفظ کی جرأت نہ ہوئی۔"

ہم حیران ہیں کہ اس موقعہ پر "زمیندار" کو ایسی نیش زنی کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اول تو یہ امر خود محل نزاع ہے کہ قادیانی احمدی سکھوں کے حملہ کے وقت موقعہ پر موجود بھی تھے۔ کیونکہ "الفضل" راوی ہے کہ حملہ ہونے سے پیشتر:-

"سمال ٹاؤن کمیٹی قادیان کے صدر کی معیت میں چند ایک احباب قادیان سے بھی وہاں پہنچ گئے۔ لیکن سب انسپکٹر صاحب نے انہیں واپس ہو جانے کا حکم دیا جس کی تعمیل میں وہ فوراً واپس ہو گئے۔"

لیکن اگر وہ موجود بھی ہوتے تو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیکر مسلح سکھوں کے ساتھ قتل و خون کا بازار گرم کر دینا کہاں کی عقلمندی تھی۔

اس کو بھی نظر انداز کر کے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آج سے دو سال پیشتر حویلی کابلی مل کے فساد کے موقعہ پر مولوی ظفر علی خاں صاحب مسلح سکھوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو پر امن رہنے کا جو وعظ کرتے پھرتے تھے وہ کن سفید آقاؤں کے آستانہ جبروت کی جبیں سائی کا نتیجہ تھا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۸ ہجری [illegible] ـــ نمبر ۶۲

مسئلہ تحدیدِ عمرِ ازدواج
تحقیقاتی کمیٹی کی سفارشات پر ایک نظر

(بسلسلہ گذشتہ)

[illegible] صاحب کی [illegible]

گذشتہ اشاعت میں تبصرہ کر چکے ہیں تحقیقاتی کمیٹی کی سفارشات پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز جو سامنے آتی ہے۔ وہ عمرِ ازدواج اور عمرِ نکاح میں کھلا تفاوت ہے۔ کمیٹی تحقیقات نے ازدواج کے لئے پندرہ سال کی عمر مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔ اور نکاح کے لیے چودہ سال۔ اس تفاوت کی وجہ سے کمیٹی نے قانون میں حسب ذیل گنجائش رکھنے کی سفارش کی ہے:۔

(۱) رخصتی کے لئے ایسی حالت میں جبکہ کسی کی منکوحہ اپنی قانونی عمرِ بلوغ کو نہ پہنچی ہو۔ حاکم وقت مجاز ہوگا کہ وہ اس کے شوہر سے یا بصورت قانون نابالغی، شوہر اس کے والدین یا مربیوں سے ایک اقرار نامہ اس امر کا تحریر کرالے کہ وہ منکوحہ اس وقت تک جب تک کہ وہ قانونی عمرِ بلوغ کو پہنچے۔ کسی اور کی نگرانی میں علیحدہ مکان میں رکھی جائیگی اور اس زمانہ کا نان و نفقہ بذمہ شوہر ہوگا۔

(۲) پندرہ سال سے کم عمر کی منکوحہ کی مباشرت جرم قرار دی جائے۔

(۳) زنانہ پولیس مقرر کی جائے۔ بصورت عدم موجودگی زنانہ پولیس مقامی پولیس کو کسی اپنی عمدہ سے کام لینے کا اختیار رہے۔

یہ تینوں تجاویز جو درحقیقت ایک غلط نظریہ کا نتیجہ ہیں ہمارے خیال میں ملک کی آئندہ معاشرتی زندگی پر نہایت ناخوشگوار اثر ڈالنے کا موجب ہوں گی۔ پہلی تجویز میں منکوحہ کو "کسی اور کی نگرانی" علیحدہ مکان" میں رکھنے کی جو سفارش کی گئی ہے۔ وہ اسے ہر قسم کے خطرات کے لئے کھلا چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔ اور ہم حیران ہیں کہ کمیٹی تحقیقات نے اس قسم کی سفارشات پیش کرتے ہوئے اس کے نتائج و عواقب پر غور کیوں نہیں کیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جس معصوم لڑکی کو ۱۴ سال کی عمر میں نکاح ہو جانے کے بعد "کسی اور کی نگرانی" میں رکھا جائے گا۔ وہ اس نگرانی میں بھی "معصوم" ہی رہے گی۔ آخر نگرانی تو "کسی اور" ہی کی ہوگی جسے حاکم وقت پسند کرے۔ نہ وہ شوہر کی نگرانی میں رہ سکتی ہے نہ باپ کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دو کے علاوہ تیسرا کون فرشتہ ہوگا جس سے کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر قابل اعتبار نہیں تو باپ کے ہاں جہاں اس نے زندگی کے ۱۴ سال گزارے یا جس کی ولایت میں نکاح سے پہلے وہ رہ چکی ہے ایک سال اور اسے رہنے دیا جائے۔ تو کونسا ہرج واقع ہو جائیگا؟

دوسری تجویز میں پندرہ سال سے کم عمر کی منکوحہ سے مباشرت جرم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ لیکن نکاح اور مباشرت میں چودہ اور پندرہ سال کا تفاوت قائم کرنے کی ضرورت کیا ہے اگر کمیٹی کی رائے میں "قانونی عمرِ بلوغ" ۱۵ سال ہی ہو سکتی ہے تو اس کا کیا فائدہ ہے کہ ۱۴ سال کی عمر میں نکاح جائز قرار دے کر طرح طرح کے مخمصوں میں اُسے مبتلا کیا جائے۔ یہ عجیب گورکھ دھندا ہے کہ اور اس کے بعد غریب لڑکیوں کو "کسی اور کی نگرانی" میں رہ کر خدا جانے کن کن مصائب و آلام کا تختۂ مشق بننا پڑے۔ کیوں نہیں نکاح اور مباشرت ہر دو کے لئے ایک ہی عمر مقرر کی جاتی۔ جس سے لڑکی "اور کی نگرانی" میں اسے رہنا پڑے اور نہ نت نئے شاخسانوں کے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

تیسری تجویز اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ زنانہ پولیس مقرر کرنا جن نئے اخراجات اور ملک پر جو ہولناک مصائب نازل ہونگی ان کا تصور رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ زنانہ پولیس شریف الطرفین کو خواہ مخواہ اور بیجا طور پر قانونی شکنجوں میں جکڑ کر ان کی رسوائی اور بدنامی کا موجب نہ ہوگی۔ اور رشوت ستانی کا ایک اور بازار گرم نہ کر دے گی۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ قانون میں ۱۴ برس کی منکوحہ کو "کسی اور کی نگرانی" میں رکھنے کی گنجائش ہو۔ ایک بدکار شخص کے لئے کیا مشکل ہے کہ زنانہ پولیس کی کسی عورت کو رشوت دے کر کسی شریف گھرانے کی لڑکی کو کھنچوا بلوائے۔ لوگوں کی باہم عداوتیں اور طرح طرح کے تنازعے بھی ہوتے ہیں۔ جن کے لیے وہ ہر قسم کا دکھ اور تکلیف مخالف کو پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں اور جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے برائی کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھتے کیا زنانہ پولیس کی معرفت اس جذبہ کے پورا کرنے کے لئے ایک اور راہ نہ نکل آئے گی۔ اور بدفطرت لوگ اپنے مخالفین کی ذلت و رسوائی کے لئے اس راہ کو اختیار کرنے سے پرہیز کریں گے؟

غرض جس پہلو سے دیکھیں یہ تمام تجاویز ملک کے لئے ازحد خطرناک ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر یہ ایک حملہ ہے جس سے گھروں کا امن و امان ہمیشہ کے لئے اٹھ جائے گا اور جس باوقار اور پاکیزہ زندگی پر مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہا ہے وہ یورپ کی طرح بداخلاقی کا ایک ناپاک مرقع بن جائے گی۔ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ کوئی نیا قانون اس بارہ میں وضع نہ کیا جائے۔ ہندوؤں کے حالات اور مصالح کو مدِنظر رکھتے ہوئے اگر کسی قانون کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے وہی تجاویز کارگر ہو سکتی ہیں جن کی سفارش تحقیقاتی کمیٹی نے کی ہے۔ تو بہتر ہوگا کہ اس قانون کا نفاذ صرف ہندو سوسائٹی پر ہو۔ مسلمانوں کو اس سے قطعی مستثنیٰ سمجھا جائے۔ اس وقت جبکہ یہ مسودہ اسمبلی میں زیر بحث ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان ارکان اسمبلی سختی سے اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اور حکومت کو سمجھا دیں کہ مسلمان ان سفارشات اور تجاویز کو جو تحقیقاتی کمیٹی نے پیش کی ہیں کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تحقیقاتی کمیٹی نے جو کچھ لکھا ہے وہ مسلمانوں کی آواز ہرگز نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی غالب اکثریت سرے سے کسی ایسے قانون ہی کی مخالف ہے جو ان کی ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہو۔ اس لئے ایسا قانون وضع کرنا ملک کی معاشرتی اور ازدواجی زندگی پر نہایت ناگوار اثر ڈالنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ کسی طرح بھی قرین مصلحت نہیں۔ کیا ارکان اسمبلی اور عمال حکومت اس پر غور کریں گے۔

استعمالی ظرف گلی

معزز معاصر "معارف" نے اس احتجاج کو جو علمائے سوء کے خلاف ہر طرف سے جاری ہے ان "شوریدگان وقت کی آواز" قرار دیا ہے "جن کی رائے کی بدقسمتی سے کسی مولوی نے تائید کی ہے" اس کا خیال ہے کہ:۔

"سیاسیات میں پڑ کر ان کی حیثیت ایک استعمالی ظرف گلی کی ہو گئی ہے کہ جب تک چاہا کسی نے اسکو استعمال کیا اور ضرورت کے بعد جب چاہا اور جہاں چاہا پھینک دیا"

معاصر محترم کی یہ رائے ہمارے خیال میں علما کی بیجا پاسداری پر مبنی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ علما کا اپنا کیرکٹر اس حد تک گرا ہوا ہے کہ اختلافِ رائے کی برداشت ہی ان میں نہیں رہی۔ وہ قطعاً اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص ان کی رائے سے ایک انچ ادھر ادھر ہو۔ جہاں کسی نے ایسا کیا فوراً اس کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔ اگر علما اپنی اس عادت کو بدل دیں اور اپنے اندر تحمل و برداشت پیدا کریں۔ دوسروں کے خیالات کی جو ان کے نزدیک غلط ہوں نرمی اور حسنِ اخلاق کے ساتھ اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانے کے بجائے ان میں محبت و اتحاد پیدا کرنے میں ساعی ہوں۔ تو ہر شخص ان کی عزت کرنے اور قدر و منزلت کے مقام پر بٹھانے کے لئے تیار رہے۔

افغانستان کی تباہی کی ذمہ داری

معاصر ممدوح نے اسی سلسلہ میں افغانستان کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ "افغانستان کی تباہی نہ ملائے شور بازار کے ہاتھوں ہوئی نہ ملائے چکنور کے ہاتھوں۔ یہ افغانستان کے امرا و وزرا کی باہمی خانہ جنگیوں اور نفاق انگیزیوں کی بدولت ہوئی۔ اور دونوں طرف سے علما بطور آلہ کے اسی طرح استعمال ہوئے اور ہو رہے ہیں جس طرح خود ہندوستان میں ہم کو نظر آ رہا ہے"

یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن علما کا بطور آلہ کے استعمال ہونا کس کا قصور ہے ظاہر ہے کہ اگر علما بطور آلہ کے استعمال نہ ہوتے تو افغانستان کے وزرا اور امرا کی خانہ جنگیاں اور نفاق انگیزیاں چنداں موثر نہ ہو سکتی تھیں پھر جن علما کے اخلاق اس درجہ تک گر چکے ہیں کہ جو شخص چاہے انہیں اپنی خاص اغراض کا آلہ کار بنا سکتا۔ اور جب تک چاہے بطور ظرف گلی کے استعمال کر سکتا اور جہاں چاہے پھینک سکتا ہے۔ کیا وہ قدر و منزلت کے لائق ہیں۔ یا اس سے بھی بڑھ کر بدترین سلوک کے مستحق جو ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ کیا یہی وہ لوگ نہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بدترین خلائق علما ہیں جن سے فتنہ شروع ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔ تعجب ہے ایسے لوگوں کے خلاف احتجاج کرنا آج "شوریدگان وقت کی آوازیں" ہیں۔ جو ندوہ کے "روشن خیال" علما کو بھی کسی طرح نہیں بھاتیں۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صحت

خطوط و دیگر ذرائع سے حاصل شدہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ تمام احباب جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی علالت کی وجہ سے بہت فکرمند ہو رہے ہیں۔ ان ___ کی خدمت میں گزارش ہے کہ جناب مرزا صاحب کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے اور روز بروز صحت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر سدرلینڈ اور ڈاکٹر ہیوم صاحبان نے بغور معائنہ کے بعد یقین دلایا ہے کہ انشاء اللہ دو ہفتہ تک صحت ہو جائے گی۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور ڈاکٹر محمد یوسف صاحب نہایت توجہ اور محنت سے علاج کر رہے ہیں۔ تشویش کی کوئی وجہ نہیں احباب اور قارئین کرام دعا کریں کہ خداوند کریم جلد صحت کلی عطا فرمائے۔ جناب مرزا صاحب ___ ان کثیر التعداد ___ کا جنہوں نے عیادت

ہماری تبلیغی ڈاک

پولینڈ (وسطی یورپ)

ایک پولش مسلمان دوست لکھتے ہیں کہ آپ کا ۹ ماہ گزشتہ کا خط ملا۔ میں الفاظ نہیں رکھتا جن کے ذریعہ آپ کا شکریہ ادا کروں ان تمام مخلصانہ امداد کے لئے جو آپ ہمیں دے رہے ہیں آپ کی مرسلہ کتابیں بھی پہنچ گئی ہیں۔ جن کا میں نے نہایت توجہ سے مطالعہ کیا۔ وہ میرے لیے بطور اخبار نویس کے بڑی مفید ثابت ہوں گی۔ میں نے پرافٹ آف اسلام کا ترجمہ پولش زبان میں کر لیا ہے۔ جو ۰۰ ۷ صفحہ میں آگیا ہے۔ اسے میں عنقریب چھپوا کر شائع کر دوں گا۔ نبی کریم کی یہ سب سے پہلی سوانح عمری پولش زبان میں ہوگی۔ افسوس ہے کہ میرے پاس حضرت امیر کی محمد دی پرافٹ موجود نہ تھی ورنہ میں اس سے بھی استفادہ کرتا۔ مہربانی کر کے اس کی ایک کاپی مجھے بھجدیں نیز میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کی اسلامی کتابوں کے تراجم پولش زبان میں شائع کروں جن میں سب سے پہلے رسالہ اسلام دنیا کے تراجم ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے فرمان کے مطابق لائٹ کی طرز کا ایک پولیش اسلامی اخبار نکالوں گا۔ جو فی الحال ماہوار ہوگا۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ہر طرح میری اخلاقی مدد پر تیار ہیں۔ اور ہر قسم کا اپنا لٹریچر بھیجا کریں گے میں پولینڈ کے اخبارات میں سلسلہ احمدیہ پر مضامین شائع کرنے کا انتظام کر رہا ہوں کیونکہ جماعت بنانے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم لٹریچر کے ذریعہ سے زمین تیار کر لیں مجھے اخبار باقاعدہ مل رہا ہے۔ اور میں اسے توجہ سے پڑھتا ہوں۔ میں اپنا فارم بیعت پُر کر کے بھیجتا ہوں۔ ضروری ہدایات سے آگاہ فرمائیں۔

مغربی افریقہ

حاجی عبد الحمید صاحب لائبیریا (جمہوری ریاست) سے لکھتے ہیں کہ آپ نے گزشتہ خط میں مجھ سے یہاں کی تاریخ کی کتاب طلب کی تھی۔ جو ارسال خدمت ہے۔ جسکے مطالعہ سے آپ کو اس ملک کے جملہ حالات کا علم ہو جائے گا۔ مہربانی فرما کر مجھے اپنے کتب خانہ کی چیدہ چیدہ کتابوں کی فہرست بھجدیں۔ تاکہ مسلمان ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ میرا ارادہ تھا کہ گزشتہ سال حج سے فراغت حاصل کر کے آپ کی ملاقات کے لئے آؤں لیکن قرنطینہ اور دیگر مشکلات نے مجبور کر دیا کہ فی الحال یہ ارادہ ملتوی کر دوں۔ اس کے بعد میرا ارادہ شیخ احمد تیجان صاحب کے روضہ پر جانے کا ہوگیا۔ گزشتہ کمی کو پورا کرنے کے لئے میں دوبارہ حج پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

میری خواہش ہے کہ ہندوستان کے مسلمان تاجروں سے لین دین کا سلسلہ جاری کردوں۔ اس بارہ میں آپ کی امداد کی ضرورت ہے میں کسی ایسے نیک اور دیانتدار مسلمان تاجر چاول کے ساتھ تعلقات قائم کرنا چاہتا ہوں جو ہر سہ ماہی پر مجھے تین سو بوری چاول بھیجا کرے۔ (ہمارے دوستوں میں سے اگر کوئی صاحب ایسے ہوں تو جائنٹ سکرٹری سے خط و کتابت کریں۔) جن کی قیمت بذریعہ امپیریل بنک ان کو وصول ہوتی رہے گی۔ یہاں ہمیں چاول و دیگر مختلف قسم کے اخبار و کتابوں کی ضرورت رہتی ہے۔ یہاں کے مسلمان چاہتے ہیں کہ آپ ان کی اس بارہ میں مدد کریں۔ تاکہ وہ مسجد بنا سکیں۔ مفصل حالات پھر۔

البانیا (یورپ)

مسٹر کوبیا صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا مرسلہ اخبار ہمیں اب باقاعدہ مل رہا ہے جسکے لیے ہم نہایت مشکور ہیں۔ چونکہ بے شمار لوگ اس کے مطالعہ کے خواہشمند ہیں اس لئے مہربانی فرما کر آئندہ سے باقاعدہ بھیجا کریں۔ سلطنت کے ایک رکن کی ہدایت کے مطابق آپ کی خدمت میں تین کتابیں بھیج رہا ہوں۔ البانوی زبان میں قرآن شریف کے ترجمہ کا پہلا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ جس کی ایک کاپی ارسال ہے۔ اس کا نام قرآن کی روحانی تعلیم کا نچوڑ رکھا گیا ہے۔ اس کا مترجم ہمارا ایک مشہور عالم حافظ ابراہیم ہے۔ ترجمہ اسلامی کونسل نے شائع کیا ہے۔

ایران

برادر منوچہر صاحب جو ہماری جماعت کے مخلص ممبر ہیں۔ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مصروف ہیں۔ اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ برادر اسمٰعیل خاں طباطبائی دیباجے کی فارم بیعت معان کے نو لوٹ کے ارسال ہے۔ برادر موصوف بڑے مخلص نوجوان ہیں ان کے ساتھ زبانی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ چونکہ ان کو ہمارے عقائد میں کوئی غیر اسلامی امر نظر نہ آیا اس لئے وہ ہماری جماعت میں شامل ہو گئے اس نوجوان کا چال چلن بہت اچھا ہے۔ اور یہ مشہور آدمی ہیں مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہے۔ کہ انھوں نے حق کو قبول کر لیا۔ اس نے اپنا پتہ بیعت کے فارم پر لکھ دیا ہے۔ مہربانی کر کے ان سے اگر آپ پسند کریں تو براہ راست خط و کتابت کریں۔ انشاء اللہ تبلیغ ترقی کر رہی ہے۔

یونس (شمالی افریقہ)

برادر طیار فرانسیسی نومسلم لکھتے ہیں کہ جو اخبار و رسائل آپ نے میرے نام روانہ کئے تھے وہ مجھے پہنچ گئے۔ آپ کی مخلصانہ کوششوں کو جو آپ اسلام کی ترقی کے لئے کر رہے ہیں۔ دیکھکر دلی مسرت ہوئی۔ اس لئے ملتجی ہوں کہ آپ مجھے بھی اپنے متبعین اور انصار میں شمار کریں۔ میں عقیدۃً اور عملاً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگر یہاں کوئی دوست اپنی جماعت کا ہو تو اس کے پتہ سے اطلاع دیں۔ تاکہ ہم باہم مل کر اعمال صالحہ اور جماعت کی ترقی میں کوشش کریں۔ یہاں کے لوگوں کی دینی حالت اچھی ہے اور اسلام سے یہ لوگ بالکل بیگانہ نہیں فالحمد للہ! (باقی بر صفحہ ۴)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۲۔ اکتوبر کی شام کو ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئے سٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے احباب جماعت کا خاصہ مجمع تھا۔

—— انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں مولانا صدر الدین صاحب اور مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی کی تقاریر ہوئیں۔ جو بہت دلچسپی سے سنی گئیں۔ حضرت امیر اور مولانا عصمت اللہ کے لکچروں کا بھی پروگرام میں اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن حضرت امیر نے تنگی وقت اور مولانا عصمت اللہ نے علالت طبع کی وجہ سے لکچر نہ دیئے

—— مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ کی اہلیہ محترمہ کچھ عرصہ سے بہت بیمار ہیں۔ احباب کرام ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔

—— جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ الحمد للہ احباب کرام کی دعائیں بدستور جاری رہنی چاہئیں۔

—— اخویم کرم شیخ محمد حسین صاحب کلرک ڈاکخانہ گوجرانوالہ ایک طویل عرصہ سے ایک بیماری میں مبتلا ہیں۔ آپ پرانے اور مخلص ترین احمدی احباب میں سے ہیں اور ان کا زیادہ وقت خدمت دین میں گذرتا ہے۔ احباب کرام ان کی صحت کے لئے بھی دعا فرماویں۔

—— برادر عبد الغفور صاحب اوورسیر جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے بھی اپنے بیوی بچوں کی صحت کے لئے دعا کے ملتجی ہیں۔

ضلع منٹگمری میں بندوبست

آجکل ضلع منٹگمری میں بندوبست شروع ہے۔ جماعت کے کئی پکے قانونگو یا تحصیلداری کی ٹریننگ کے لئے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے پتے خاکسار کو معلوم نہیں۔ تین چار احباب مثلاً نذیر احمد صاحب قانونگو عبد الرحیم صاحب تحصیلدار۔ محبوب الٰہی قانونگو۔ میاں غلام شبیر صاحب خلف میاں غلام رسول صاحب تحصیلدار کا تو مجھے پتہ لگا ہے۔ سوائے میاں صاحب کے باقیوں سے ملا بھی ہوں۔ میاں صاحب کا پتہ نہیں کہ کس موضع میں کام سیکھ رہے ہیں۔ لہذا جو احباب سلسلہ سے گذارش ہے کہ خاکسار اس علاقہ میں انجمن کی طرف سے تبلیغ کے لئے آیا ہوا ہے۔ جو احباب تشریف لاویں تو خاکسار کو اپنے پتہ سے مطلع فرماویں۔ ان سب احباب کے نام تو اخبار نہیں جاتا۔ اس لئے ان کے سرپرستوں سے التماس ہے کہ وہ ان کے مفصل پتے سے ضرور خاکسار کو اطلاع بخشیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۷۶

بالشویکوں کی لامذہبیت اور اسلام کی عظیم الشان صداقت

اخبار بین اصحاب سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ روس کی بالشویک حکومت کے ارباب حل وعقد مذہب کو اپنی دنیاوی ترقی کے راستہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ مذہب کی روحانی طاقت ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ روس میں اسوقت لامذہبیت کی آندھی اس زور سے چل رہی ہے کہ اگر مذہب کے خلاف وہاں کی برسر اقتدار جماعت کی سرگرمیوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو وہ ساعت دور نہیں کہ عیسائیت کا چراغ روس میں کچھ عرصہ کے لئے گل ہو جائے گا ہم نے "کچھ عرصہ کیلئے" کے الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ گذشتہ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ جابر سے جابر قوم کو مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ دنیا میں اس وقت عیسائیت کے نام لیواؤں کی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ یورپ کی تمام طاقتیں عیسائیت کی علمبردار ہیں مسیحیت کی اشاعت کے لئے یورپ اور امریکہ کا تبلیغی نظام اس قدر عظیم الشان پیمانہ پر قائم ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کا سیاسی نظام بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں بالشویک روس کا عیسائیت بلکہ ہر مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا دنیا کی تاریخ میں ایک ایسا عجیب وغریب واقعہ ہے جس کی نظیر شاید مشکل سے مل سکے۔

مذہب کے خلاف سوویٹ روس کی سرگرمی کے متعلق تازہ ترین خبر جو اخبارات میں گشت لگا رہی ہے یہ ہے کہ کیمسرس (کمشنروں) کی کونسل نے سرکاری طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ آئیندہ اتوار کا دن مذہبی حیثیت سے متبرک نہیں سمجھا جائیگا۔ بلکہ اس کی وہی حیثیت ہوگی جو ہفتہ کے دوسرے دنوں کی ہے۔ اس اعلان کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے اتوار کی رخصت جو سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں قدیم الایام سے دی جاتی تھی۔ ہمیشہ کے لئے موقوف کر دی گئی ہے۔ اب ہفتہ کاروباری لحاظ سے چھ دن کا نہیں بلکہ مسلسل سات دن کا ہوگا۔ اعلان میں اس امر کی تشریح کر دی گئی ہے کہ آئیندہ سال میں کام کرنے کے دن تین سو کے بجائے تین سو ساٹھ ہوا کریں گے یکم اکتوبر سے جو روسی حکومت کا مالی سال ہے۔ تمام کارخانے دکانیں اور کوآپریٹو ایجنسیوں کے دفاتر ہر روز بغیر کسی ناغہ کے کھلے رہیں گے۔ لیکن اسی کے ساتھ تمام کارکنوں یا ملازموں کو باری باری ہفتہ کے سات دنوں میں ایک مرتبہ ۲۴ گھنٹوں کی تعطیل ملا کرے گی۔ اگر ایک شخص یا ایک ٹولی کو پیر کے دن چھٹی ملتی ہے تو دوسری کو منگل تیسری کو بدھ اور چوتھی کو جمعرات کے دن ملے گی۔ علی ہذا۔ بعضوں کو اتوار کے دن ملا کرے گی۔ مدرسوں میں بھی یہی قاعدہ جاری کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اتوار کی چھٹی کے موقوف ہو جانے سے روس کی معاشرتی اور اقتصادی زندگی میں بہت بڑا تغیر پیدا ہو جائیگا۔ "پراودا" جو ماسکو کا ایک برآوردہ اخبار ہے حکومت کے مذکورہ بالا اعلان کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ سات دن کے جدید ہفتہ سے تین اہم اغراض پوری ہونگی اول اس سے یونین میں ۲۵ فی صدی کی نسبت سے بیکاری کا سدباب ہو جائیگا۔ دوئم اس سے قومی محنت کی پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔ سوئم اس سے اتوار اور گرجا کی دوسری تعطیلوں کے موقوف ہو جانے کے باعث مذہب پر ایسی کاری ضرب لگیگی کہ یہ زندہ نہیں رہے گا۔

عیسائی دنیا اور بالخصوص [illegible] کے مذہبی حلقوں [illegible] کا یہ فعل مذہبی نقطہ خیال سے یقیناً ایک نفرت انگیز بدعت سمجھا جائیگا یورپ کے سیاسی مدبرین کے لئے جو اپنی اپنی حکومتوں کے اقتصادی مفاد کو ترقی دینے کے لئے ہروقت غلطاں وپیچاں رہتے ہیں۔ سوویٹ کا اعلان ایک ایسی جارحانہ پیشقدمی ہے کہ اس کا بظاہر ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اسلام کی صداقت کا اس سے بین ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جن اقتصادی مفاد کو ملحوظ رکھ کر روسی حکومت نے اتوار کی تعطیل کا سلسلہ بند کر دیا ہے دین فطرت میں ان کا پہلے ہی سے پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلامی دنیا میں جمعہ کا دن متبرک خیال کیا جاتا ہے لیکن اسلام نے فرزندان توحید کو ہرگز یہ حکم نہیں دیا کہ وہ جمعہ کو اس طرح منائیں جسطرح عیسائی اتوار کا دن مناتے ہیں یعنی تمام تجارتی کاروبار اور سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر بند کر دئے جاتے ہیں۔ گرجا میں عبادت کے بعد عیسائی اپنے اپنے گھروں کو خاموش چلے جاتے ہیں۔ غرضکہ اتوار کا دن عبادت کے اوقات کے سوا عملی پہلو سے بیکاری میں گذارا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم جمعہ کے دن مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب وقت پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس شتابی کرو طرف یاد خدا کی اور چھوڑ دو سودا کرنا بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے اور جب تمام کی جائے نماز پس پھیل جاؤ بیچ زمین کے اور چاہو فضل خدا کے سے اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔

کیا قرآن مجید کے اس صاف اور صریح حکم سے آگاہ ہونے کے بعد اسلام کا شدید سے شدید دشمن بھی اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ اسلام فی الحقیقت دین فطرت ہے۔ جس کا ہر حکم انسان کی فطرت صحیحہ کے مطابق ہے۔ یہ حکم مسلمانوں کو بتا رہا ہے کہ مسلمان اپنے روزمرہ کے کاروبار کو جمعہ کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز کے بعد جاری رکھ سکتے ہیں۔ اگر ایک طرف انہیں یہ حکم ہے کہ جمعہ کی اذان سنتے ہی وہ اپنے کاروبار کو بند کر دیں تو دوسری طرف انہیں یہ ہدایت ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ پھر منتشر ہو جائیں اور خدا کے فضل وکرم یعنی اس کی نعمتوں کو حاصل کریں۔ اسلام ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان اپنا وقت بیکاری اور سستی میں گذاریں۔ جس قوم پر ادبار کی گھٹا چھا جاتی ہے اس کے افراد کا زیادہ تر وقت بیکاری اور کاہلی میں گذرتا ہے۔ اور اگر مسلمان جمعہ کا دن بیکاری یا لہو ولعب میں گذارتے ہیں تو یہ قرآنی حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ جس کا خمیازہ انہیں اسی دنیا میں بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس لئے اس کے متبعین کو حقیقی معنوں میں زندہ رہنے کے لئے مجاہدانہ زندگی بسر کرنی چاہئے۔

دنیا میں صرف وہی قوم اقتصادی پہلو سے رفعت وعظمت کے اعلےٰ مقام تک پہنچ سکتی ہے جو وقت اور روپیہ کا صحیح مصرف جانتی ہے۔ اگر برادران اسلام قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق اسراف اور مخرب اخلاق مشاغل سے بچنے کا ہر وقت خیال رکھیں اور اپنے نفس امارہ کی اطاعت بجائے خدا کی فرمانبرداری اور مخلوق کی خدمت کو مقدم سمجھیں تو وہ ایک حیرت انگیز قلیل عرصہ کے اندر ایسی روحانی طاقت کے سرمایہ دار بن سکتے ہیں کہ دنیا کی بڑی سے جابر حکومت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر اس بدبختی کا کوئی علاج نہیں کہ اسلام کی قوت عوام کی جہالت اور بالخصوص علمائے سو کے طریق عمل سے ضایع ہو رہی ہے۔ غیر مسلم اقوام غلط یا صحیح طریقہ سے اپنے اصلاحی پروگرام کی تکمیل میں سرگرم نظر آتی ہیں۔ مگر علمائے اسلام نے اپنے طریق کار سے اسلام کو ایک ایسا گورکھ دھندا بنا رکھا ہے کہ عوام حیران ہیں کہ وہ کریں تو کیا کریں۔ اور سنیں تو کس کی سنیں؟ حالانکہ اسلامی احکام مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی مشکلات کا بہترین حل ہیں۔

افسوس ہے کہ ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ روس کے مسلمانوں نے بالشویکوں کی لامذہبیت کے متعلق کیا طریق کار اختیار کر رکھا ہے۔ گو ابتدا میں بالشویکوں نے دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ اسلام اور بالشوزم کے اصول ایک ہی ہیں۔ لیکن یہ محض ایک سیاسی چال تھی جس سے اسلامی حکومتوں میں روسی پروپیگنڈا کرنا مقصود تھا [illegible]

قوم اسوقت مذہب کی بدترین دشمن ہے تو وہ بالشویک ہیں۔ لیکن ہمیں قوی امید ہے کہ اسلام انشاءاللہ تعالےٰ بالشویکوں کی لامذہبیت کے ناپاک اثرات سے محفوظ رہیگا۔

"برلن مسجد اور تازیانہ"

ذیل میں ہم معاصر "تازیانہ" کے اس ایڈیٹوریل نوٹ کا ضروری اقتباس درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے ۱۱۔ نومبر کی اشاعت میں "انجمن احمدیہ اور برلن مسجد" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ ہم اپنے معاصر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے انجمن احمدیہ کی تبلیغی خدمات کا بطریق احسن اعتراف کیا ہے:۔

اس تمام قضیہ میں ایک بات ناگوار سی پیدا ہوگئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عوام نے اس کے لئے انجمن احمدیہ کو ذمہ وار گردانا۔ بادی النظر میں کسی جماعت کا کوئی مقتدر رکن اگر کوئی غلطی کرے۔ تو وہ تمام جماعت کی بدنامی کا باعث ہوتا ہے **لیکن حقیقت یہ ہے کہ انجمن مذکور اس معاملہ میں واقعی بالکل بیگناہ تھی۔** چنانچہ انجمن احمدیہ کی طرف سے مولانا فضل کریم صاحب درانی سابق امام مسجد برلن پر امانت میں خیانت کا فوجداری مقدمہ دائر کر دیا گیا ہے۔ مقدمہ چونکہ عدالت میں ہے۔ اب ہم اس پر کسی قسم کا اظہار خیال نہیں کر سکتے لیکن چند واقعات جو ہمیں بعد میں معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انجمن احمدیہ کو اس واقعہ کا قطعاً علم نہیں تھا۔ کہ مولانا موصوف نے مسجد کی جائداد کس طرح کسی یہودی کے ہاتھ گروی رکھا۔ انجمن احمدیہ کو اس کا علم صرف تھوڑے عرصہ سے ہوا۔ اور **وہ اس عرصہ میں اس اہم ترین واقعہ کی تمام جزئیات سے آگاہ ہونے کے لئے برلن سے خط وکتابت کرتی رہی** ۔ اور ابھی تک وہ پورے طور پر کسی فیصلہ پر نہیں پہنچی تھی۔ کہ تازیانہ میں یہ سنسنی خیز واقعہ شائع ہو گیا جس کو بنیاد قرار دیکر انجمن احمدیہ نے فوجداری مقدمہ مولانا فضل کریم درانی پر دائر کر دیا۔

انجمن احمدیہ کے اماکین کی تبلیغی سرگرمیاں اور خدمت اسلام کا شوق کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ امید ہے کہ پبلک حقیقت حال سے آگاہ ہوکر بدستور انجمن کی معاونت اپنا فرض سمجھے گی اور اس مذموم فعل کو ایک فرد واحد کا ذاتی کارنامہ سمجھکر اس کے لئے تمام [illegible] جماعت کو مورد الزام نہ گردانے گی۔ اس کے علاوہ عدالت میں ان الزامات کا جواب بھی مولانا درانی کو دینا پڑیگا۔ جو انہوں نے انجمن پر لگائے تھے۔ اور بتلایا جائیگا کہ کس قدر روپیہ انہوں نے انجمن سے لیا تھا نیز **برلن سے روانگی کے وقت انہوں نے چھ ماہ کی پیشگی تنخواہ وصول کی تھی اس کے متعلق بھی کاغذات پیش کئے جائیں گے** ۔ انجمن احمدیہ کے مستعد ارکان نے ایک اور نیک کام کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ انجمن مذکور مسجد گروی شدہ حصہ کو ضرور ضرور واپس لیگی خواہ انجمن کو اس کے لئے کتنی گرانقدر رقم کیوں نہ خرچ کرنی پڑے۔

ساہوکارہ بل

معلوم ہوا ہے کہ مجلس منتخبہ نے ساہوکارہ بل کے متعلق جس پر گذشتہ چار سال سے بحث ومباحثہ ہو رہا ہے۔ اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں بل میں سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں کی گئی کہ ساہوکار کی تعریف کا دائرہ زیادہ وسیع کر دیا گیا ہے اور اس میں اعلیٰ زمینداروں اور کاشت کاروں کے حساب کو شامل کر لیا گیا ہے۔ مسٹر گرے۔ مسٹر نارنگ اور لالہ موہن لعل نے جو مجلس منتخبہ کے ارکان ہیں بل کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے اس امر کا پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اسے واپس لیا جاوے۔ دوسری طرف زمیندار ارکان کا یہ مطالبہ ہے کہ اس بل کی خلاف ورزی کے لئے یہ تعزیر مقرر کی جائے کہ ایسے ساہوکاروں کے مقامات خارج کر دئے جائیں لیکن یہ تجویز مسترد کر دی گئی ہے۔ اگر پنجاب میں مسلمان زمینداروں اور کاشت کاروں کی بجائے جو آبادی کا جزو غالب ہیں ہل چلانے والے کاشتکار ساہوکاروں کے سودی جال میں پھنسنے والے ہندو حاجتی کے ہوتے تو ساہوکارہ بل کے پاس کرانے میں نارنگ اور موہن لال سے کوئی زیادہ مستعد اور سرگرم نہ ہوتا لیکن اب یہی بزرگوار اس بل کو محض اس بنا پر غیر معقول قرار دے رہے ہیں کہ سادہ لوح زمیندار اور محنتی کسان ساہوکار کی اس ہی کے ہیر پھیر سے نکلنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ جو ہمیشہ عدالت میں اس غریب کے لئے پھانسی کار ثابت ہوتی ہے۔ برادران وطن پنجاب میں شائیلاک کی روایات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اب زمیندار کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ وہ گوشت کا ٹکڑا تو کہیں رہا اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں دینا چاہتا۔ کیونکہ اس کے جسم سے پہلے ہی کافی سے زیادہ خون نکل چکا ہے۔ پنجاب کے [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ | ۱۲ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ | نمبر ۸۴

جہاد فی سبیل اللہ

کیا جماعت احمدیہ کے احباب اپنے امیر کے پیغام پر توجہ کریں گے؟

اگر قرآن حکیم کی مقدس تعلیم اور نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ پر غور کیا جائے تو ہم بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن اول میں فلسفہ توحید کی دینی اور دنیوی ... سے ... ہو ... قربانی اور جہاد و قربانی کی یہ کیفیت تھی کہ مسلمان اسلام کی خاطر مال اور جان تک نثار کر دینے کے لئے ہر وقت تیار ... تھے ... انہوں نے اسلام کی شوکت و عظمت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں ... اس کے ارشاد کی تعمیل کے لئے ... اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ قرآن نے ... کی تعلیم سے عربوں کی زندگی میں ایک نئی روح پیدا کر دی اور چونکہ ان کے سامنے ... عمل کی ایک زندہ مثال موجود تھی اس لئے ان کی قوت عمل نے ... قلیل عرصہ کے اندر عرب کی کایا پلٹ دی

اگرچہ اسلام کے دشمن اس پروپیگنڈا کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور قرآن یہی تعلیم دیتا ہے کہ کافروں کے خلاف تلوار کا حربہ استعمال کیا جائے لیکن یہ بداندیش تاریخی واقعات پر کیسے پردہ ڈال سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ نبی کریم صلعم اپنی مکی زندگی میں مظلوم رہے اور آپ نے قریش کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور جب دشمنوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ حضور کو وہاں بھی آرام اور اطمینان کے ساتھ حق و صداقت کی آواز بلند کرنے اور لوگوں کو اپنے خالق کا پیغام پہنچانے سے باز رکھا جائے تو اس وقت نبی کریم صلعم کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے مدافعانہ طور پر علم جہاد بلند کیا جائے تاکہ دشمنوں پر ثابت ہو جائے کہ دنیا کی کوئی مادی طاقت آپ کو اپنے فرائض کی بجا آوری سے نہیں روک سکتی۔ اگر حضور ایک جانباز مجاہد کی حیثیت سے تلوار کو اپنی نیام سے نکالنے پر مجبور ہوئے تو اس کے نتائج کی ذمہ داری ان ظالموں اور فتنہ پردازوں پر عائد ہوتی ہے جو حق کے سامنے باطل کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلعم کے تمام غزوات مدافعانہ پہلو لئے ہوئے تھے۔ جب فطرت چیونٹی جیسے ننھے اور حقیر جانور کو اپنی حفاظت کا حق عطا کرتی ہے اور وہ اپنے حملہ آور کو کاٹتی ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس حق سے کیسے محروم رہ سکتا تھا؟

ہمیں افسوس ہے کہ اکثر ان پڑھ اور جاہل مسلمان تو کجا بعض تعلیم یافتہ مسلمان بھی جہاد کے حقیقی مفہوم کے متعلق شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک اسلام کی ترقی اور کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ اس کے مخالفین کے خلاف تلوار کا حربہ استعمال کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود موجودہ صورت حالات میں جہاد بالسیف کے متعلق اپنا مسلک نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ظاہر کر چکے ہیں۔ آپ کے مخالفین کو آپ کی یہ توجیہہ ناگوار معلوم ہوئی اور انہوں نے اپنی فطرت کی پستی کے تقاضے سے آپ کو گورنمنٹ کا خوشامدی قرار دیا۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد بالسیف جہاد کا اعلیٰ مقام ہے کیونکہ اس میں انسان اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے۔ وہ اس قربانی کی بدولت حیات ابدی حاصل کرتا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء آج کل بہت سے مسلمان خاص حالات اور واقعات میں استعمال کرنے کے جائز ہیں۔ جن کی تفصیل بجائے خود ایک جداگانہ اور طویل بحث ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیل سکتا۔ اور اگر کسی بادشاہ یا مذہبی پیشوا نے ایسا کیا بھی ہے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس لئے کہ مذہب کا تعلق انسان کے جسم سے نہیں بلکہ اس مضغہ گوشت سے ہے جسے دل کہتے ہیں۔ مذہب یا سچائی کی شمع کے لئے جو شے تیل کا کام دیتی ہے وہ انسان کے نفس و مال کی قربانی ہے۔ صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو سربلند دیکھنے کے لئے اپنی نفسانی خواہشات اور مالی مفاد کو قربان کر دیا تھا۔ صحابہ کرام کے جہاد کی پہلی صورت یہی تھی اور یہی اسلام کا سنگ بنیاد تھی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نفس و مال کی قربانی جہاد کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جہاں بہت کم خوش قسمت اور سعید لوگوں کی رسائی ہوتی ہے۔ شاعر نے ذیل کے الفاظ میں فطرت انسانی کا کیا صحیح نقشہ کھینچا ہے ؎

جان سے طلبی مضائقہ نیست
زر سے طلبی سخن درین است

جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو روپیہ اس قدر عزیز ہے کہ وہ جان دینے کے لئے تیار ہو جائیگا مگر روپیہ دینے سے پہلو تہی کرے گا۔ وہی مسلمان اس جہاد میں ... ہو سکتے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں ... اپنی نفسانی خواہشات ... پر ترجیح نہیں دیں گے اور اپنے ہر قول اور فعل سے قربانی کا عملی ثبوت نہیں دیں گے وہ کبھی دینی اور دنیاوی راحتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے متبعین سے دین کو دنیا پر مقدم سمجھنے کا عہد لیا تو اس میں یہی حکمت تھی کہ مسلمان گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ گھاٹے میں وہی آپ کے جو اللہ اور اس کے رسول برحق کی رضا جوئی پر اپنے نفس کی اطاعت کو مقدم خیال کریں گے۔

برادران اسلام اور بالخصوص احمدی جماعت کے افراد کو جس جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دی جاتی ہے اور جس پر ان کے درخشاں مستقبل کا انحصار ہے وہ پہلے ان کے نفس کی قربانی ہے جو مسلمان اس آزمائش میں پورا اتریگا اس کے لئے مالی قربانی ایک معمولی بات ہے۔ نیکی کے راستہ میں اگر کوئی شے سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے تو وہ یہی نفس ہے جس کی غلامی سے چھٹکارا پانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ چونکہ احمدی جماعت کا تعلق ایک عظیم الشان تبلیغی مشن سے ہے اس لئے ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ جماعت احمدیہ کے احباب امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے اس پیغام پر جو احباب کے نام ہے اور جو کسی دوسری جگہ شائع کیا جاتا ہے عمل کرکے داخل حسنات ہوں گے۔

سرمایہ تنظیم کا سوال

فرزندان اسلام کی منتشر طاقتوں کو سجد کے مرکز سے وابستہ کرنے کی تحریک نہایت مبارک تھی اس تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سرمایہ تنظیم کھولا گیا جس میں غریب مسلمانوں نے اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق فراخدلی سے چندہ دیا۔ ابتدا نہایت امید افزا تھی۔ لیکن انجام یہ ہوا کہ اخبار تنظیم جو ڈاکٹر کچلو کی سرپرستی اور نگرانی میں ایک عرصہ تک نکلتا رہا بند ہو گیا۔ تنظیم کے دورے کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ ڈاکٹر کچلو کی سرگرمیوں کا رخ بدل گیا اور آخر جنگ افغانستان کے دوران میں سرمایہ تنظیم کے دس ہزار روپیہ کے مصرف کے متعلق اخبارات میں بحث شروع ہو گئی۔ ایک فریق اس امر کا حامی تھا کہ اس روپیہ کو موجودہ شاہ افغانستان (جو اس وقت جنرل نادر خاں تھے) کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ مسلمانان ہند اپنی ہمسایہ اسلامی سلطنت کی مالی امداد کے متعلق اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ دوسرا فریق اس بنا پر ایسی امداد کا مخالف تھا کہ جو روپیہ ایک اہم اسلامی مقصد کی تکمیل کے لئے فراہم کیا گیا ہے اسے شرعاً کسی دوسری مد پر صرف نہیں کرنا چاہئے گو فریقین کی نیک نیتی اور خلوص میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا لیکن قومی سرمایہ کے صحیح مصرف کے متعلق کارکنوں کی غیر ذمہ دارانہ روش کی وجہ سے بیکار پڑا ہوا ہے۔ اگر یہ رقم افغانستان ہی پہنچ جاتی تو ہمیں کم سے کم دنیا کے سامنے یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ مسلمانان ہند نے اپنے افغانی بھائیوں کی مالی اعانت کے فرض سے سبکدوشی حاصل کر لی ہے۔ اور اگر ایسا فعل شرعی پہلو سے قابل اعتراض ہے تو پھر اس سے وہ کام کیوں نہیں لیا جاتا جس کے لئے یہ رقم فراہم کی گئی تھی۔ تاکہ چندہ دینے والوں کو اطمینان ہو۔ قومی سرمایہ کے بارے میں مسلمان کارکنوں کی یہی وہ شدید بے عنوانیاں اور کوتاہیاں ہیں جن سے عوام میں چندہ کے خلاف بددلی اور بدگمانی پیدا ہو رہی ہے اور اگر ان کا جلد تدارک نہ کیا گیا تو آئندہ قومی اور مذہبی تحریکوں کے لئے سرمایہ کی فراہمی میں سخت مشکلات پیش آئیں گی۔ ہم پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں مذکورہ بالا سرمایہ کے ایک معطی کی مراسلت شائع کر چکے ہیں جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ سرمایہ تنظیم کی رقم انبالہ کی جمعیت تبلیغ الاسلام اور انجمن احمدیہ لاہور میں تقسیم کر دی جائے۔ سید غلام بھیک صاحب نیرنگ نے جو اس جمعیت کے سکرٹری ہیں پہلے ہی اس رقم کی وصولی کے متعلق سلسلہ جنبانی شروع کر رکھی تھی لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ دس ہزار کی رقم کے لئے کوشش کرنا ایک جھگڑا مول لینا ہے تو وہ خاموش ہو گئے۔ کیا پنجاب بھر میں اس سرمایہ کا کوئی امین یا نگران نہیں؟ کیا وہ صاحب یا اصحاب جن کے پاس یہ رقم پڑی ہوئی ہے اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے؟

پنجاب کی اسلامی صحافت

ہمعصر مدینہ نے ۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں اسلامی صحافت سے اعتدال و تدبر اور متانت کی درخواست کے عنوان سے جو طویل افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے وہ ہمارے اخبار نویس بھائیوں کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ پنجاب کے اخبارات کے متعلق ہمارا ہمعصر لکھتا ہے:-

"اس ہنگامہ شر و فساد کی عنان قیادت پنجاب کے اخبارات کے دست صحافت میں ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور اہل پنجاب کی طبائع جذباتی اور ہنگامہ پسند واقع ہوئی ہیں یا انہیں بتدریج ایسا بنا دیا گیا ہے۔ وہ صرف اس اخبار کو شوق و شغف سے دیکھتے ہیں جو بزم صحافت میں میخانہ کی خاصیت رکھتا ہے جہاں ہر جلسے ماتس کی پگڑی اچھالی جاتی ہے تالیاں پیٹی جاتی ہیں اور قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ جو اخبار دوسرے اخبارات کو گالیاں نہیں دیتا اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں کا منہ نہیں چڑاتا نئی نئی پھبتیاں نہیں کستا اس کو ناکام اور بے مصرف سمجھ لیا جاتا ہے، اور اسے ناقدردانی کے ہاتھوں پردہ گمنودی یا روپوش ہو جانا پڑتا ہے۔ اگر اس صحافت کا کوئی نمونہ آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو پنجاب کے کسی روزنامے کی کوئی اشاعت اٹھا کر کسی صفحے پر دیکھ لیجئے۔ مثلاً ایک معاصر اپنے مخالفین کو یا بالفاظ صحیح تر اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو یوں کوستا ہے "انا اللہ کیا ان احرار کے لئے کوئی طاعون کوئی پلیگ کوئی ہیضہ اور کوئی انفلوانزا نہیں ہے؟"

ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے بجنوری ہمعصر نے لاہور کے جن روزناموں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ واقعی ان لوگوں کے متعلق جن سے انہیں اختلاف ہوتا ہے فیاضی اور رواداری محفوظ رکھنے میں بخل سے کام لیتے ہیں یہ انتہا درجہ کی تنگ دلی اور خود پرستی ہے کہ ہم اپنے مخالفین کو محض اختلاف رائے کی بنا پر طعن و تشنیع کا آماجگاہ بنائیں۔ حالانکہ صداقت اور حقانیت اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم ان باتوں پر زیادہ غور کریں جو ہماری رائے کے خلاف ہیں بالکل ممکن بلکہ اغلب ہے کہ فریق مخالف کی رائے زیادہ صائب اور نتیجہ خیز ہو۔

ضروری گذارش

پیغام صلح کے تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ براہ کرم جلسہ سالانہ پر تمام واجب الادا رقوم ادا کر کے حساب صاف کر دیں۔ جن احباب کا چندہ دسمبر ۱۹۲۹ء یا جنوری ۱۹۳۰ء میں ختم ہوتا ہے۔ وہ سال آئندہ کا چندہ بھی جمع کرا دیں۔ جلسہ سالانہ پر وصولیابی کا خاطر خواہ انتظام ہوگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ — ۲۸ر رجب المرجب ۱۳۴۷ھ — نمبر ۴

نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت

تبدیلی عقیدہ کا الزام کس پر عاید ہوتا ہے

قادیانی عقائد کی حقیقت کے انکشاف کے لئے ہم نے چند مضامین بعض سابقہ نمبروں میں لکھے تھے۔ بجائے اس کے کہ قادیانی صاحبان ان کی مدلل تردید کرتے کہ فلاں فلاں دلیل فلاں وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ اور میاں صاحب کے جن سابقہ عقائد کو ہم نے پیش کیا تھا۔ ان کی صحت اور عدم صحت پر کچھ لکھتے۔ ایک صاحب محمد اسمٰعیل نے ایک لمبا چوڑا سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ جس میں ہمارے معقول دلائل کو توڑنے کے بجائے وہی فرسودہ باتیں پیش کر دی ہیں۔ کہ حضرت امیر نے ایک ٹریکٹ میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں یا اپنی چند ایک تحریروں میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے۔ ہم مختصراً ان کے مضامین پر تبصرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلے نمبر میں مضمون نگار نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے ایک ٹریکٹ میں سختی سے کام لیا ہے۔ سو جواباً عرض ہے کہ چالیس کروڑ کلمہ گوؤں کو کافر کہنے اور سمجھنے والا اور حضرت مسیح موعود کے متبعین کو منافق اور فاسق کہنے والا گروہ اگر اپنے آپ کو شیریں کلامی کا مدعی گردانے تو مذہبی دنیا میں یہ ایک بے مثل انقلاب سمجھا جائے گا۔ یقیناً ایک مسلمان کلمہ گو کے لیے کافر، منافق اور فاسق کے الفاظ کا استعمال بدتر سے بدتر گالی ہے۔ اور یہ وہ الفاظ ہیں جو قادیانی لٹریچر کا مایہ ناز ہیں۔

دوسرے نمبر میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو اپنی بعض سابقہ تحریروں میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ حضرت ممدوح بھی حضرت مسیح موعود کو ویسے ہی نبی سمجھتے تھے جیسے اب قادیانی صاحبان مانتے ہیں۔ اس کی حقیقت تو اسی ایک بات سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ حضرت امیر اور دوسرے مصنفین سلسلہ احمدیہ نے جن میں قادیانی بھی شامل ہیں۔ یہ لفظ اپنی تحریروں میں استعمال کرنے کے باوجود غیر از جماعت لوگوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج نہ کبھی لکھا اور نہ سمجھا۔ محض لفظ نبی کا استعمال اپنے غیر حقیقی معنوں میں پہلے بھی ہم جائز سمجھتے رہے ہیں۔ اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی نسبت لفظ نبی کا استعمال کرکے جو نتیجہ قادیانی فریق نکالتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اور آپ کے کچھ سال بعد تک کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اور خود میاں محمود احمد صاحب کے وہم میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ دوسرے مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تو مکہ معظمہ میں جاکر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے۔

نامہ نگار الفضل نے جس میں غالباً سلسلہ احمدیہ کے مخالف مولویوں کی روح حلول کر آئی ہے۔ بڑی دیدہ دلیری سے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے قادیانی فریق کے اس اعتراض کا کبھی جواب نہیں دیا جسے کہ النبوت فی الاسلام میں بھی نہیں دیا۔ کہ وہ کن معنوں کے لحاظ سے لفظ نبی استعمال کرتے رہے۔ حالانکہ اگر وہ حضرت امیر کے وہ مختصر رسائل جو النبوۃ فی الاسلام سے پہلے شائع ہو چکے تھے دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ ان کے اس اعتراض کا جواب ان میں مفصل موجود ہے۔ چنانچہ ٹریکٹ "نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق اور القول الفضل کی ایک غلطی کا اظہار" میں حضرت امیر نے لکھا ہے:۔

"میں نے شروع میں کہا تھا کہ مرزا صاحب کو مسیح اور مہدی ماننے میں ہم سب ایک۔ ان کو نبی ماننے میں ایک۔ مگر آپ جو جزئی اور ظلی نبوت کو اکمل اور اتم رنگ میں آپکو دی گئی ہو مگر اس کا دروازہ سب اولیائے امت ۔ سب مجددین کے لئے کھلا ہے۔ اور آپ ان کو جزئی نبی نہیں مانتے جیسے میں مانتا ہوں کہ آپ ان کو کامل نبی سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نبوت کو نبوت تامہ کاملہ خیال کرتے ہیں۔ آپ اس حد تک اور بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ کہ بے شک یہی مجددیت والی نبوت ہی اوائل میں حضرت مسیح موعود کو ملی تھی۔ مگر آپ کا خیال ہے کہ کچھ مدت بعد نبوت جزئی کے مرتبہ سے آپ کو ترقی دے کر نبوت تامہ کاملہ کا خلعت پہنایا گیا اور اس کے مقابل میرا یہ دعوےٰ ہے کہ نبوت کاملہ کا خلعت آپ کو کبھی نہیں پہنایا گیا؟" (صہ۳)

پھر دوسرے ٹریکٹ النبوۃ فی الاسلام کی تمہید کے صفحہ پر آپ نے لکھا ہے:۔

"پس اس نبوت کے سوا کسی اور قسم کی نبوت کا دعوےٰ آپ کی طرف منسوب کرنے سے پہلے ہمیں وہ اعلان دکھانا چاہیے۔ جس میں آپ نے اپنے پہلے خیالات کو غلط یا منسوخ قرار دے کر بعد میں اپنے لئے نبوت کاملہ کا ادعا کیا ہو۔ یا دوسرے اولیائے امت کے لئے جزئی نبوت کا انکار کیا ہو۔ جب تک کوئی ایسا اعلان نہ دکھایا جائے اس وقت تک حضرت مسیح موعود کی نبوت وہی جزئی نبوت قرار پائیگی جس میں اس امت کے دوسرے اولیا بھی شریک ہیں نہ وہ نبوت کاملہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ سے پہلے انبیاء کو ملی۔"

نامہ نگار الفضل نے اس بات پر بہت پیچ وتاب کھایا ہے۔ کہ چونکہ غیر نبی پر نبی کا لفظ بولنا جائز نہیں۔ اس لئے حضرت امیر کا اپنی بعض سابقہ تحریروں میں حضرت مسیح موعود کو نبی لکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ بھی اسی قسم کی نبوت کو تسلیم کرتے تھے۔ جیسی اب قادیانی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ محض کج فہمی ہے۔ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے" (سراج منیر صہ۳)

اب اگر انہی مجازی معنوں کی رو سے کوئی احمدی یہ لفظ حضرت صاحب کی نسبت استعمال کرے تو یہ ناجائز کیسے ہو گیا۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک احمدی جماعت میں یہ لفظ استعمال ہوتا رہا جس کا مفہوم محض مجازی معنوں تک محدود تھا کیونکہ کسی فرد جماعت نے بھی غیر از جماعت مسلمانوں کو جو حضرت مسیح موعود کے منکر تھے۔ کافر دائرہ اسلام سے خارج کبھی نہیں لکھا۔ اگر یہ صحیح نہیں تو نامہ نگار "الفضل" کو چاہیئے کہ وہ جماعت کی ایسی تحریریں پیش کرے جس میں حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کو جنہوں نے ان کا کبھی نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہو۔ اسی پر اس طول طویل بحث کی سچائی پرکھ لی جائے گی۔ جو "الفضل" میں کی جارہی ہے۔

ایک قابل رشک نوجوان

احباب کو معلوم ہوگا کہ ٹرینیڈاد (جنوبی امریکہ سے) ایک نوجوان مسٹر امیر علی چند سال سے یہاں بغرض تعلیم آئے ہوئے تھے۔ مسٹر موصوف اب تکمیل تحصیل کے بعد ایک اور لمبے سفر پر تشریف لے گئے ہیں۔ ان کا ارادہ عراق عرب اور دیگر ممالک اسلامیہ میں جاکر علوم عربی میں مہارت تامہ حاصل کرنے کا ہے۔ تاکہ آپ ہر طرح سے ایک مکمل اسلامی مشنری کی حیثیت سے اپنے وطن میں جاکر تبلیغ واشاعت اسلام کے مقدس کام کو باحسن وجوہ سرانجام دے سکیں۔ اسی ضمن میں یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ برادر موصوف ایک بہت مستقل مزاج اور علوم دینیہ کے بڑے شائق نوجوان ہیں اطلبوا العلم ولو کان بالصین کی حدیث کی تعمیل اس زمانہ میں جیسی آپ نے کی ہے اس کی مثالیں بہت کم مل سکتی ہیں۔ ایک دور دراز علاقہ یعنی جنوبی امریکہ سے اس عنفوان شباب میں اپنا گھر بار چھوڑ کر آنا اور ایک کافی عرصہ تک مختلف ممالک میں تحصیل علوم کے لئے سفر کی صعوبتیں

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ برادر موصوف کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ آپ کی روانگی کی تقریب پر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کے اعزاز میں دعوت چائے دی۔ جس میں اشاعت اسلام کالج کے جملہ طلباء اور بعض بزرگان قوم بھی شامل تھے۔ ۷ر جنوری کو بوقت شب بعد از درس قرآن بہت سے احباب کی موجودگی میں آپ کے لئے دعا کی گئی اور اسطرح سے تمام احباب نے فرط محبت سے معانقہ اور مصافحہ کرتے ہوئے آپ کو رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہمراہ ہو۔

جیسا کہ برادر موصوف نے ظاہر فرمایا ہے۔ عربی زبان دانی میں مہارت پیدا کرنے کے بعد آپ وطن جانے سے پیشتر آپ لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی!

مسلمان طلبا اور مذہب

۲۷ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ اجمیر میں ڈاکٹر سلیمان نے اپنے فاضلانہ خطبہ صدارت میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعلیمی ضرورت یہ بتائی کہ تعلیم کو دینیات سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے لئے وہ تعلیم بالکل مہمل ہے جس میں اسلامی تہذیب کا عنصر شامل نہ ہو۔ جب تک ایک طالب علم اسلام کی حقیقی روح اچھی طرح نہ سمجھ لے گا اس کی تعلیم ناقص رہے گی۔ جب تک اسے اپنے مذہب اور اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات وسوانح حیات سے واقفیت حاصل نہ ہوگی اس کا علم غیر مکمل رہے گا۔ صرف کتابوں کا رٹ لینا تہذیب نہیں ہے۔ مسلمان جب تک اسلامی تمدن سے روشناس نہ ہو اس میں اسلامی تہذیب پیدا ہو ہی نہیں سکتی یہ ایک بے انتہا افسوسناک اور حیرت انگیز بات ہے کہ وہ چیز جس سے آج کل کا مسلمان طالب علم سب سے زیادہ ناواقف ہوتا ہے اس کے آقا ومولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات ہوتی ہیں جس قدر طلبا یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرکے نکلتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہوتے ہیں جنہیں آنحضرت صلعم کی سیرت کا علم حاصل ہوتا ہے یہ ایک ایسی فروگذاشت ہے جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ آنحضرت کی سیرت کو مسلمان طلباء میں عام کرنے کے لئے انتہائی مساعی کرنی چاہئیں۔ یہ امر اس کے بعد ہی ممکن ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو تاریخ اسلام کے صحیح علم حاصل کرنے کے قابل بنائیں تاکہ وہ ان ناقدین کا مقابلہ کر سکیں جو ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف غلط فہمیاں پھیلا کر عوام الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان اسلامی تاریخ کی طرف سے بھی بے پرواہ ہیں۔ تاریخی واقعات کے متعلق اس قدر ناواقفیت پھیلی ہوئی ہے کہ مسلمان طلبا کا غیر مسلم مورخین کی غلط بیانیوں سے متاثر ہو جانا ہر وقت ممکن ہے۔ جب تک طالب علموں کی ایک جماعت پورے شوق اور انہماک کے ساتھ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف نہ کردے یہ قطعی غیر ممکن ہے کہ تاریخ اسلام کو دنیا کی دوسری تاریخوں کے مقابلہ پر صحت اور وسعت کے ساتھ پیش کیا جا سکے"!

ڈاکٹر سلیمان کے خیالات فی الحقیقت نہایت قابل قدر ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان طلبا کو اسلامی تاریخ اور بالخصوص آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ سے پورے طور پر واقف کیا جائے۔ کم از کم اسلامی مدارس اگر ایسا انتظام کر سکیں تو نہایت ہی فائدہ مند ہوگی۔

پنجاب میں عیسائی مشنوں کی طرف سے امتحان انٹرنس میں کامیاب ہونے والے طلبا کو انجیل کا ایک ایک نسخہ بطور تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کی انجمنیں اور اہل ثروت اصحاب سیرت نبوی کی کوئی چھوٹی سی کتاب انہیں پیش کرنے کا انتظام کر سکیں تو نہایت ہی مستحسن ہوگا۔ ہمارے خیال میں اس بارہ میں حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی انگریزی تصنیف دی پرافٹ آف اسلام یا اس کا اردو ترجمہ ایک موزون چیز ہوگی۔

شاہنامہ اسلام

جلسہ سالانہ پر جناب ابوالاثر حفیظ صاحب نے اپنے شاہنامہ اسلام کے چند مختلف حصے سنائے تھے۔ جسے تمام دوستوں نے بیحد پسند کیا تھا یہ کتاب طبع ہو رہی ہے۔ اور پہلا حصہ حضرت آدمؑ سے حضرت نبی کریم کی پیدائش تک ہے قیمت حصہ اول ۱۲؍

ہمارے احباب کو اس کی کثرت اشاعت میں پورا پورا حصہ لینا چاہیئے تمام درخواستیں بنام مہتمم دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور معہ قیمت

اسلام اور مسیحیت

مسیح موعودؑ اور کسر صلیب

"نورافشاں" کی "دوستانہ صلاح" کا ہمدردانہ جواب

(جناب مولوی دوست محمد صاحب سابق مدیر پیغام صلح کے قلم سے)

پیغام صلح کی کسی گزشتہ اشاعت میں "اسلام اور مسیحیت" کے عنوان سے ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اپنے ایک افتتاحیہ میں لندن کی فری دلیجس موومنٹ کے قائد اعظم ڈاکٹر ڈبلیو والش کی تقریر سے چند الفاظ نقل کئے تھے جن میں انہوں نے اس حقیقت کو صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ مسیحیت کے پرانے عقائد مثلاً کنواری کے پیٹ سے مسیح کی پیدائش، الوہیت مسیح، بائیبل کا غلطیوں سے پاک ہونا۔ اور کفارہ مسیح کو "زمانہ حاضرہ" ماننے کے لئے تیار نہیں۔

۸۰ فیصدی پادری

یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس سے قبل سننے میں نہ آئی ہو۔ "پیغام صلح" کے کالموں میں کلیسائے انگلستان کے کئی ایک مقتدر ارکان کے اس قسم کے بیانات بارہا نقل ہو چکے ہیں جن سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ مسیحیت کے وہ عقائد جن کی تعلیم کلیسا کی طرف سے دی جاتی ہے۔ خود ان لوگوں کے بھی گلے سے نیچے نہیں اترتی جو ہر اتوار کو پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کا راگ الاپتے ہیں۔ اور بقول مسٹر ہورنیشو باٹمے اسی (۸۰) فیصدی پادری ایسے ہیں۔ جو خود ان باتوں کے قائل نہیں جن کا وعظ انہیں کہنا پڑتا ہے۔

عیسائیوں کی باہمی چپقلش

ہمارے دوست مسٹر سلطان محمد پال جو مدرسۃ الٰہیات کانپور کی نان جو سے اکتا کر مسیحیت کے متن اور چاپ پر اس قدر فریفتہ ہوئے ہیں کہ انسانیت کے مبدل بہ الوہیت ہو جانے کے عقیدہ کو "سراسر کفر" سمجھتے ہوئے بھی اس کی حمایت میں "نورافشاں" کی کرسی ادارت پر آجکل جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور ڈاکٹر والش کے بیانات کو زمانہ حاضرہ کے معقول دل و دماغ کے سامنے پیش کر کے ان سے تصدیق کراتے۔ الٹا گالیوں پر اتر آئے ہیں، اور کبھی سلسلہ احمدیہ کے اندرونی اختلافات پر ہنستے ہیں اور کبھی مخالفین سلسلہ کی خرافات کو نقل کر کے اپنے غم و غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں ہم اس کے جواب میں اگر ڈین کیتھولک اور پراٹسٹنٹ، پریسبیٹیرین اور رومن کیتھولک وغیرہ عیسائیوں کی باہمی چپقلش کا ذکر کریں۔ اور وہ الفاظ نقل کریں جو فریقین کی زبان و قلم سے کلیسا اور اس کے حامیوں کے متعلق آئے دن نکلتے رہتے ہیں۔ تو امید ہے کہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کے مطابق یہ بالکل جائز کہا جائیگا

ڈاکٹر والش

لیکن مسٹر پال کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے وہ حقیقت مفقود نہ ہو جائیگی جس کا اعلان ڈاکٹر والش نے اپنی تقریر میں کیا ہے۔ "نورافشاں" کا خیال ہے کہ [illegible] ڈاکٹر والش کو "بدعتی" قرار دے کر اصل حقیقت کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ [illegible]

پر آئے ہیں۔ ہاں البتہ وہ مسیح کی الوہیت کے قائل نہیں۔ اور ان عیسائی عقائد کے معتقد ہیں جن کو پولوس اور قسطنطین نے مسیح سے کئی سو سال بعد رائج کیا۔

کلیسا کے اراکین عظام

یہ تو ڈاکٹر والش کی اپنی حالت ہے لیکن وہ تقریر جس پر "نورافشاں" نے ان کے بدعتی ہونے کا فتوےٰ دیا ہے۔ کیا ان کے اپنے خیالات سے تعلق رکھتی ہے؟ انہوں نے جس بات پر زور دیا ہے۔ وہ محض اس قدر ہے کہ مسیح کی الوہیت اور اسی قسم کے دوسرے عقائد کو زمانہ حاضرہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ "نورافشاں" کو چاہیئے تھا کہ "زمانہ حاضرہ" کے خیالات کو دیکھتا۔ ڈاکٹر والش کے بیان کو سامنے رکھتا۔ اگر فی الواقعہ وہ اس سے موافقت نہ رکھتا اور ... کے ڈین ڈیکن اور آرچ ڈیکن اور بشپ وغیرہ کے خیالات ... ہوتی۔ تو ڈاکٹر موصوف کے متعلق جو کچھ وہ کہتا جائز تھا۔ لیکن جب اس ... کلیسا کے بڑے بڑے ارکین ... لوگ موجود ...

کی گنجائش نہیں اجازت نہیں دیتی کہ ہم معاصر "نورافشاں" اور اس کے نیم عیسائی ایڈیٹر مسٹر پال کے آگے ایسے تمام بیانات کو دہرائیں۔ صرف چند ایک مقتدر کلیسائیوں کے بیانات کو نقل کر دینا کافی ہے۔

(۱) ڈین آف کارلائل کے خیالات۔

"مسیح نے خود خدا ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپکو مسیح کہا ہو۔ لیکن ان کے کسی بھی قول سے جو تنقید کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہو یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ ان کا تعلق جناب باری سے کچھ ایسا تھا جو ایک انسان کا تعلق اپنے خدا سے نہیں ہو سکتا۔

"جناب مسیح اصلی اور صحیح معنوں میں انسان تھے۔ اور محض انسانی قالب اور جسم ہی وہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ انسانی روح، انسانی قوی۔ اور استعدادیں اور انسانی خواہشات سب ان کے اندر تھیں۔"

"کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا اگر تاریخی طور پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی مسیح کی خدائی پر یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔"

"مسیح کی الوہیت اس کے عالم کل ہونے کی شہادت نہیں کوئی ثبوت اس بات کا ہمارے ہاتھ میں نہیں کہ مسیح ناصری کو ان دماغی بیماریوں کے متعلق جو ان کے زمانہ میں آسیب یا بھوت پریت کا اثر سمجھی جاتی تھیں۔ اپنے معاصرین سے بڑھ کر کچھ علم حاصل تھا۔ اور ان بیماریوں کی اصلیت اور ان کی سائنس سے وہ واقف تھے۔ .... اس حقیقت کا انکار بہت مشکل ہے کہ جناب مسیح نے آئندہ کے متعلق بہت سی ایسی امیدیں دلائی ہیں جن کو تاریخ نے غلط ثابت کر دکھایا ہے۔"

(۲) ریورنڈ ایچ ڈی اے میجر کے خیالات

"اس حقیقت کو صفائی کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے کہ مسیح نے اناجیل میں نہ تو جسمانی طور پر خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ جیسا کہ کنواری کے پیٹ سے پیدائش کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی غیر جسمانی رنگ میں ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ ان سے ثابت ہے۔ جیسا کہ نیقہ کی مجلس کی قراردادوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ آپ نے ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ اخلاقی رنگ میں کیا جسکی رو سے تمام انسان خدا کے بیٹے ہیں۔"

(۳) ڈاکٹر میتھون بیکر کے خیالات۔

"میں ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو خیال میں نہیں لا سکتا کہ مسیح کو کبھی اپنی الوہیت کا واہمہ بھی ہوا تھا۔"

(۴) ریورنڈ پارسن کے معتقدات۔

"مسیح ایک انسان تھا۔ اور خالصتاً بالکل کامل طور پر بغیر کسی خصوصیت کے انسانیت ہی کی خصوصیات اپنے اندر رکھتا تھا۔ وہ فلسطین کا ایک یہودی تھا جس نے انسانی زندگی کے حدود اور حالات کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔"

(۵) ڈین انچی (کلیسائے سینٹ پال کے بڑے پادری) کے خیالات

"مسیح اپنے معاصرین میں نبی کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ انہوں نے کبھی دستور قدیمہ سے انحراف نہیں کیا۔ نہ کوئی نئی تعلیم دی۔ نہ موسوی مذہب کے مقابل کوئی نیا مذہب قائم کیا۔ روحانی معاملات میں وہ بالضرور آزادی چاہتے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ اور وقت کی باتوں کو انہوں نے قبول کیا اس پر موسوی مذہب سے جدائی تو ایک لازمی امر تھا۔ لیکن مسیح نے عیسائیوں کے لئے کوئی اصول یا تعلیم خود تجویز نہیں کی۔"

"معاملۂ تصنیف میں کامیاب سے کامیاب فریب اگر کہیں ہوا تو کلیسا میں ہوا۔ ابتدائے عیسائیت ہی میں ایک وقت آگیا جب کسی کتاب کی عزت تو ہی ہوتی تھی جب وہ کسی بڑے نام سے منسوب کر دیا جائے۔ بکثرت جعل سازی شروع ہو گئی۔ اور آج ہم ... یہ نہیں کہہ سکتے کہ عہد نامہ جدید میں بھی جو کتابیں جن ناموں سے منسوب ہیں ان کی ہیں یا نہیں۔ پطرس کا دوسرا خط تو بالاتفاق اس کا نہیں۔ اور عہد نامہ جدید کی بعض کتابوں کی صحت شبہ سے خالی نہیں۔"

خلاصہ مطلب

یہ ان خیالات کا نمونہ ہے۔ جو کلیسائے انگلستان کے مقتدر ارکان کے دل و دماغ پر آج بڑے زور سے مسلط ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ ان معمولی آدمیوں میں سے نہیں جن کو معاصر "نورافشاں" آسانی کے ساتھ ملحد اور بے دین کا خطاب دے سکے۔ اگر کلیسا کے ڈین۔ ریورنڈ۔ آرچ ڈیکن اور بشپ وغیرہ بھی جو ہر اتوار کو محراب و منبر کی جلوہ آرائی کا کام دیتے ہیں مسیحی مذہب کے ماننے والے کہاں ہیں؟ کیا یہی وہ لوگ نہیں جن سے خود پادری سلطان محمد پال نے مسیحیت کا سبق پڑھا؟ آج کیوں وہ ان کے دلی خیالات پر بدعت و الحاد کا فتوےٰ دے کر علم و عقل کو جواب دینے کے درپے ہیں۔

ایڈیٹر نورافشاں کے اپنے اعتقادات

عجیب تر بات یہ ہے کہ ایڈیٹر "نورافشاں" (مسٹر پال) جس بات کو "نورافشاں" کے صفحات پر بدعت و الحاد کے نام سے پکار رہے ہیں۔ خود بھی دل سے اسی کے قائل ہیں۔ ہمارے سامنے اکتوبر ۱۹۲۶ء کے مسیحی رسالہ "رتنامہ" کا ایک نمبر ہے جس میں پادری رحمت مسیح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمارے دوست مسٹر سلطان محمد پال لکھتے ہیں:۔

> "مسیح بہ حیثیت انسانیت کے خدا کی مخلوق ہیں۔ اور خدا سے کمتر ہیں۔ (عقیدہ اتھانیسس) لہذا جب تک ہم مسیح کی انسانیت کے قائل رہیں گے۔ اس وقت تک ہم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بشریت کے اعتبار سے وہ خدا کے محتاج ہیں۔ اور محتاج رہیں گے۔ ورنہ قلب ماہیت لازم آئیگی۔ یعنی جو ممکن تھا وہ واجب بن گیا۔ اور بعبارت سہل یہ کہ انسانیت الوہیت میں تبدیل ہو گئی۔ اور یہ سراسر کفر ہے۔ ہاں اگر آپ یہ مانتے ہوں کہ صعود کے بعد مسیح ابن آدم نہیں رہے بلکہ اب وہ صرف خدا ہی خدا ہیں۔ تو یہ میری دانست میں الکتاب کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔"

فرمایئے یہ "سراسر کفر" کی تعلیم اب کون دے رہا ہے۔ ڈاکٹر والش یا پادری سلطان محمد پال؟ یہ کہہ لینا آسان ہے کہ مرزا غلام احمد کو ان کے مخالفین نے دجال کا خطاب دیا لیکن کیا وہ شخص دجالیت سے کچھ کم رتبہ رکھتا ہے۔ جو ایک "سراسر کفر" کے عقیدہ کی حمایت اور تلقین کرتا ہے؟ مرزا غلام احمد نے جو کام کیا۔ جس کامیابی کے ساتھ قائلین تثلیث کی دجالیت کو پاش پاش کر دکھایا۔ وہ اہل کلیسا کے منقولہ بالا بیانات سے ظاہر ہے۔ اگر اس کا نام دجالیت ہے۔ تو پادری سلطان محمد صاحب کو مبارک ہو کہ یہ دجالیت آج تمام کلیسائے انگلستان پر مستولی ہو چکی ہے۔

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

زنانہ صنعتی نمائش

شیخ عبدالعزیز خاں صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر زنانہ دستکاریوں اور مصنوعات کی ایک نمائش لگائی جائے گی اور انعامات تقسیم ہوں گے۔ اس نمائش میں مسلم و غیر مسلم خواتین سب شریک ہو سکتی ہیں۔ اور انہیں ابھی سے سامان تیار کرنا شروع کر دینا چاہیئے۔ قواعد و ضوابط مرتب کئے جا رہے ہیں۔ جو طلب کئے جانے پر بھیجے جائیں گے۔ اس نمائش میں حسب ذیل مصنوعات و دستکاریاں رکھی جائیں گی۔ جلسہ کی تاریخ ۲۹-۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء ہے۔

(۱) ہر قسم کی فنی زنانہ دستکاریاں۔
(۲) ایسی مصنوعات جو مستورات تیار کر کے بازار میں فروخت کر سکتی ہوں اور جن میں خاطر خواہ منافع کی صورت پیدا کی جا سکتی ہو۔

جملہ خط و کتابت اور دریافت طلب امور کے لئے اس زنانہ صنعتی نمائش کے منتظم میر عزیز الرحمٰن صاحب مالک و نگران رسالہ نور جہاں گوجرانوالہ کو لکھئے۔

کیا آپ مطالعہ کریں گے

یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور جو دعا دردِ دل سے ہو وہ کبھی ضائع نہیں جاتی۔ اس لئے میں اپنے تمام بھائیوں سے خواہ مجھے جانتے ہوں یا نہیں۔ مجھ سے خاص تعلق محبت رکھتے ہوں یا عام، عرض کرتا ہوں کہ وہ دعا کے خاص وقتوں میں یا کم از کم اس کے مطالعہ کے وقت دردِ دل سے میرے بیمار لڑکے کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ میرا لڑکا عبدالقادر عمر دس گیارہ سال دس ماہ سے بیمار

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷　۱ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ　نمبر ۲۲

جسم اسلام کا ناسور

(۵)

دیوبندی افترا پردازیاں

جماعت احمدیہ لاہور کو بدنام کرنے کا مکروہ پروپیگنڈا

مسئلہ کفر و اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ

دیوبندی اخبار "الانصار" نے اپنے افتتاحیہ کی دوسری قسط میں حضرت مسیح موعود پر یہ الزام لگایا ہے کہ:-

"اگر مرزا صاحب کی تحریرات میں بیجا تاویل اور تصنع سے کام نہ لیا جائے تو آپ کے ہی اقوال سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مسلمانوں میں آج تک کوئی ایسا جری اور بے باک مکفر نہیں گزرا جس نے یکدم چالیس کروڑ حلقہ بگوشان اسلام کو محض اپنے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔"

اس کے ثبوت میں ہمارے لائق ہمقلم نے چند ایک حوالے پیش کئے ہیں جن کو نقل کرنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ نقل کر دیئے جائیں جو آپ نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر لکھے ہیں کہ:-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

یہ اس قدر صاف اور کھلے الفاظ ہیں کہ ان میں کسی "تاویل او تصنع" سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ گویا ایک محکم ترین اصول ہے جو دوسری تمام تحریرات کو جن میں متشابہ کا رنگ پایا جائے حل کر دیتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ان صاف اور صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہے کہ آج تک کوئی ایسا جری اور بے باک مکفر نہیں گزرا جس نے یکدم چالیس کروڑ حلقہ بگوشان اسلام کو محض اپنے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔ مرزا صاحب تو فرمائیں کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا، لیکن علمائے دیوبند کا یہ ارشاد ہو کہ مرزا صاحب نے "یکدم چالیس کروڑ حلقہ بگوشان اسلام کو محض اپنے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا"۔ فرمایئے کہ اس سے بڑھکر اشر من تحت ادیم السماء کی اور کوئی واضح تر مثال ہو سکتی ہے؟ یقیناً آج تک کوئی ایسا جری اور بے باک مکفر نہیں گزرا۔ جس نے عالم کہلا کر ایسی صریح غلط بیانی سے کام لیا ہو اور جس بات سے ایک شخص صراحت کے ساتھ انکار کرتا ہے وہی اس کی طرف منسوب کر کے اسے کافر ٹھیرایا ہو۔

اب ہم ان حوالوں کو لیتے ہیں جو "الانصار" نے پیش کئے ہیں۔ ان سب سے پہلے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ کا ہے جسکے یہ الفاظ ہیں:-

"ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (صفحہ ۱۶۳)

حقیقۃ الوحی ہمارے سامنے ہے جن الفاظ کو "الانصار" نے نقل کیا ہے وہ ایک سوال کے اندر آئے ہیں۔ جو ایک معترض کی طرف سے نقل کیا گیا ہے۔ "الانصار" نے پورا سوال اور حضرت مسیح موعود کا جواب نقل کرنے سے بجائے صرف معترض کے سوال میں سے مندرجہ بالا الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ یہ سوال اس رنگ میں پیش ہو رہے ہیں۔ معترض نے یہ سوال کیا ہے کہ:-

"حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبد الحکیم خاں کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں میں تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے"

یہ ہے وہ اصل سوال جس میں سے "الانصار" اپنے مطلب کی عبارت نقل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو محض انکار دعویٰ کی وجہ سے کافر قرار دیتے ہیں۔ کیا اس عبارت کو جو ایک معترض کی طرف سے اس غرض سے پیش کی گئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس کے صحیح مفہوم کو واضح کریں اور دوسری تحریرات سے جن میں ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں" اس کو تطبیق دیں۔ اس بات کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے انکار کی وجہ سے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا؟ معترض کے پیش کردہ قول کو کسی نے آج تک اس رنگ میں استعمال نہیں کیا جس رنگ میں "الانصار" نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور یہی اس کے اشر من تحت ادیم السماء ہونے کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کاش "الانصار" نے اس سوال کے بعد ہی اس کا جواب شروع سے آخر تک پڑھا ہوتا تو اس پر یہ واضح ہو جاتا کہ حضرت مرزا صاحب ہرگز کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو انکار دعوے کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے۔ بلکہ صرف مکفرین کے متعلق یہ لکھا ہے کہ فتوے تکفیر ان پر الٹ کر پڑتا ہے۔ چنانچہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے صاف لکھا ہے کہ:-

"قریباً دو سو مولوی نے مجھے کافر ٹھیرایا۔ اور میرے پر کفر کا فتوے لکھا گیا۔ اور انہی کے فتوے سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔"

پھر صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

"پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہی کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔"

ان صاف و صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے تھے۔ کس قدر بد دیانتی اور ناحق کوشی ہے۔ جو علماء سو کا ہمیشہ سے خاصہ چلی آتی ہے۔ دوسرا حوالہ صفحہ ۱۷۹ کا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے:-

"کفر دو قسم پر ہے۔ اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت کو خدا تعالیٰ کا رسول نہیں مانتا دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جسکے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید فرمائی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"

اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعوے کے کفر اور اسلام کے کفر کو برابر سمجھتے ہیں ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص انسان اور گھوڑے کو برابر قرار دیدے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی قسم حیوان میں داخل ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر اپنے دعوے کے انکار اور اسلام کے انکار کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔ اور مسیح موعود کے انکار کے ساتھ "مثلاً" کا لفظ لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ یہ اصل کا کفر نہیں فرع کا کفر ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے ابن اثیر نے نہایۃ میں یہ لکھا ہے الکفر ضربان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والآخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ من اصل الایمان۔ یعنی کفر دو قسم پر ہے ایک اصل کا جو ایمان کی ضد ہے اور دوسرا فرع کا کفر۔ اس سے وہ اصل ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا۔ پس حضرت مسیح موعود نے بھی جو دوسری قسم کا کفر "مثلاً" کے لفظ سے بیان کیا ہے وہ اصل ایمان کا کفر نہیں بلکہ ایک فرع کا کفر ہے۔ جو اصل ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ امید ہے کہ دیوبندی مولوی صاحبان صاحب نہایۃ کے الفاظ کی روشنی میں حضرت مسیح موعود کے الفاظ کو پڑھیں گے۔ تو ان پر حقیقت الامر واضح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ شرارت اور فتنہ جوئی کی عینک ان کی آنکھوں پر چڑھی ہوئی نہ ہو۔

قادیان میں کتے

پیغام صلح کی کسی سابقہ اشاعت میں "میاں صاحب کا جذبہ سگ نوازی" کے عنوان سے ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ جس میں میاں صاحب کے ولایت سے چار کتے منگوانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ خبر ہم نے ایک ایسے "معتبر ذریعے" سے سنی تھی جسکو میاں صاحب کی ذات سے خاص الخاص تعلق رہا ہے لیکن پھر بھی ہم نے بنظر احتیاط اس کے آخر میں "واللہ اعلم بالصواب" کے الفاظ لکھ دیئے تھے۔ اس لئے مدیر "الفضل" کو اس پر اس قدر آتش زیر پا ہونے کی ضرورت نہ تھی جیسے کسی کو کانا کہا جائے تو وہ چڑ جاتا ہے۔ لیکن یہ امر موجب حیرت ہے کہ پیغام صلح میں اس خبر کے شائع ہوتے ہی دفتر "الفضل" سے عوعو کی آوازیں اس قدر زور و شور کے ساتھ بلند ہونی شروع ہو گئی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ع

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

اس امر واقعہ کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کے "الفضل" میں بجائے اس کے کہ محولہ بالا خبر کی تردید کر دی جاتی جسے شائع کرنے میں ہمیں بھی عذر نہ ہوتا۔ (جیسے اخبارات میں کئی ایک غلط خبریں شائع ہوتی ہیں۔ جن کی بعد میں تردید ہو جاتی ہے) مدیر "الفضل" نے ہم پر ایسے آوازے کسے ہیں جن کو سگانہ انداز سے بڑھ کر اور کوئی تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔

ابھی کل کی بات ہے کہ برلن مسجد کے متعلق ایک آریہ کی دروغ بافی کو "الفضل" نے پورے اہتمام کے ساتھ اپنے کالموں میں نقل کیا باوجودیکہ "پیغام صلح" میں اس کی تردید بھی ہو چکی تھی۔ اور پیغام صلح سے لیکر "حمایت اسلام" نے بھی جو ایک غیر از جماعت اخبار ہے اس تردید کو شائع کر دیا تھا۔ تاہم "الفضل" کی حرکت کو ہم نے قابل درگزر سمجھا اور اس سے درگزر کیا۔ لیکن "پیغام صلح" میں ایک ہی خبر "الفضل" کے "حضرت" کے متعلق شائع ہوئی تو قادیان کے وہ پالتو معاً ہم پر ٹوٹ پڑے جو ہمیشہ سچے اعتراضات کو بھی اپنی "عوعو" کے شور میں دبا دینا چاہتے ہیں۔ چہ جائیکہ ایک ایسی روایت پر جس کی صحت ان کے نزدیک مسلم نہیں ...... وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہتے۔

ان کا حقیقی جواب تو وہی ہے جو اخبار "مباہلہ" اور "زمیندار" میں دیا جاتا ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف اس قدر بتا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے سفر مانگرول کو جس "کاسہ گدائی" کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ تمہارے پیر کے کاسہ سے بہرحال بہتر ہے۔ کہ وہ ذاتی اغراض کے لئے نہیں۔ سالانہ نذرانہ کے لئے بھی نہیں۔ جو ہر سال خلافت مآب کے "کاسہ گدائی" میں ڈالی جاتی ہے۔ دوسروں کو کافر بنا کر نہیں (جیسا کہ قادیانی اصحاب کا قاعدہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ان سے چندے بھی وصول کرتے ہیں) بلکہ انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے اسلام اور محض اسلام کے لئے اٹھانا پڑتا ہے اس سے بڑھکر نیکی اور شرف کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ قوم کا امیر اسلام کی خاطر "کاسہ گدائی" لے کر نکلے۔

لیکن اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت امیر کا سفر مانگرول محض حضور نواب صاحب کی عیادت کی غرض اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی غرض حضرت امیر ایدہ اللہ کے مد نظر نہ تھی۔ جسے "کاسہ گدائی" کے نام سے تعبیر کیا جا سکے۔ رہا یہ امر کہ انہیں (یعنی حضرت امیر کو) گلی کوچوں میں کتوں سے واسطہ پڑا ہوگا؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ قادیان کے رستے سے آپ نہیں گئے۔ اس لئے الحمد للہ کہ اس مصیبت سے بچ گئے ورنہ ہمیں محولہ بالا خبر کی صحت میں اسقدر شبہ نہ ہوتا جسقدر کہ اب ہے۔

امید ہے کہ اس قدر صراحت کے بعد "الفضل" کو مزید استفسار کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کم از کم "مباہلہ" کے ہوتے ہوئے جو شاھد منھم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم سے ایسی بلیوں اور کتوں کے حالات دریافت نہ کئے جائیں گے جو "ڈبل ٹریس" کے خاص طور پر عادی ہو چکے ہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز

خبریں

پشاور ۷ راپریل۔ شاہ امان اللہ خاں کی ہدایت کے مطابق افغان وزیر خارجہ قندھار نے آج انجمن ہلال احمر کے نام تار بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ چونکہ قندھار کو طبی وفد بھیجنے سے انجمن مذکور کا مقصد خالصتہً ہمدردی خلائق پر مبنی ہے اس لئے افغانستان کے تمام باشندے متحدہ طور پر اس کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

پشاور ۷ راپریل۔ سرحدی انجمن ہلال احمر کے ارکان خان عبدالغفار خاں اور میاں جعفر شاہ جو قندھار جانے کی کوشش میں بلوچستان سے دو مرتبہ نکالے گئے تھے۔ آج یہاں پہنچ گئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کو اپنی ناکامی کا یقین ہے۔ فوج کی کمان اُس نے خود اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور ملک کو تباہ کرنے کے لئے چاروں طرف تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا ہے حال ہی میں اُس نے درہ کوہ کے کئی گاؤں جلا کر خاکستر کر دئے بہت آدمی اور مال مویشی پکڑ لئے ہیں۔

پشاور ۸ راپریل۔ خان بہادر محبوب علی سابق اورینٹل سیکریٹری سفارت برطانیہ کابل۔ دلی کو روانہ ہو گئے ہیں۔ افواہ ہے وائسرائے نے ان کو اس اہم صندوق کی گمشدگی کے سلسلہ میں طلب کیا ہے۔ جو کابل سے پشاور آتے وقت سامان سنبھالنے کے وقت کہیں رہ گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ ان ہوا بازوں کی خانہ تلاشیاں ہو رہی ہیں۔ جنہوں نے سامان کو کابل سے پشاور میں منتقل کیا تھا۔

قسطنطنیہ ۸ راپریل۔ محکمہ محاصل بحری نے غیر ملکی پارچات کی درآمد پر ۲۵ فیصدی محصول عاید کرنے کی سفارش کی۔ اسی سلسلہ میں ترکی طلبا کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حاضرین نے حلف اٹھائے کہ وہ غیر ملکی پارچات کبھی نہ پہنیں گے۔

برلن ۸ راپریل ماسکو کی اطلاعات مظہر ہیں کہ روس میں برطانیہ کے تجارتی وفد کی خوب آؤ بھگت ہو رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس پر یہ بات ظاہر کی جا رہی ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تجارتی تعلقات سیاسی تعلقات کی بحالی کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر سال گورنر پنجاب کے ساتھ مختلف محکموں کے افسران اعلیٰ اور سیکرٹریٹ کے دفاتر کے بعض حصہ شملہ جاتے ہیں۔ امسال اس قسم کے تمام دفاتر لاہور میں ۲۹ر مئی کی دوپہر کو بند ہو جائیں گے۔ اور ۱۰ر مئی کو شملہ میں کھلیں گے۔

اخبار "ہمدرد افغان" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ آفریدی قبائل نے حکومت برطانیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ شیعہ قبائل کی مدد کر رہی ہے۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ آزاد قبائل کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں ورنہ تمام اقوام تیراہ حکومت انگریزی کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گی۔

پشاور ۸ راپریل۔ ایک آفریدی کا بیان ہے کہ سُنیوں اور شیعوں کے درمیان عارضی صلح ہو گئی ہے۔ اور جنگ بند ہے لیکن ابھی تک مفاہمت نہیں ہوئی۔ پشاور میں آفریدیوں کا ایک جلوس بھی نکلا۔ تاکہ تمام آفریدیوں کو جہاد کی اطلاع ہو جائے۔ اور وہ اپنے ملک کو چل دیں۔ اس جلوس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قابل جنگ آفریدی شہر سے روانہ ہو گئے۔

پشاور ۸ راپریل۔ سنیوں اور شیعوں کے درمیان کچھ عرصہ کے لئے جنگ موقوف ہو گئی تھی۔ اب دوبارہ بڑے جوش و خروش سے شروع ہو گئی ہے۔ مصالحت کی گفت و شنید میں ناکامی کے بعد سُنی آفریدیوں نے شیعوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ آفریدیوں نے اپنی جماعت کے ہر شخص پر میدان جنگ میں پہنچنا لازمی قرار دیا ہے۔ پشاور میں ڈھنڈورہ پٹوا کر یہ منادی کرائی گئی ہے کہ جو سُنی آفریدی جہاد میں شریک نہ ہوگا اُسے دس ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا

پشاور ۹ راپریل۔ اخبارات کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ شیعوں کو مختلف مقامات پر شکست ہوئی۔ تیراہ کے ملا اخوند کی امداد کے لئے آفریدی بتعداد کثیر روانہ ہو رہے ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ملا اخوند نے اپنا ایک نمائندہ اس غرض سے دہلی روانہ کیا ہے۔ کہ ملا صاحب موصوف اور انگریزوں کے مابین معاہدہ پر بحث و مباحثہ کرے۔

لاہور ۹ راپریل۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۴۴

عزیزم مرزا داؤد بیگ کی امریکہ سے واپسی

احباب سے درخواست دعا

احباب کے لئے یہ سُننا باعث مسرت ہوگا کہ برخوردار مرزا داؤد بیگ جو کہ ۹-۱۰ سال برطانیہ و امریکہ میں ڈاکٹری تعلیم حاصل کرتا رہا ہے۔ ۳ر اپریل کو ہندوستان آنے کے لئے نیویارک سے جہاز پر سوار ہوا ہے۔ پچھلے ایام میں اس کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تھی۔ بذریعہ تار اس کی صحت کی اطلاع تو آ گئی ہے۔ مگر احباب دُعا فرمائیں۔ کہ خیریت سے اپنے وطن کو پہنچ جاوے۔ آمین۔

چونکہ اکثر احباب عزیز کی واپسی کے متعلق اطلاع کے خواہشمند رہے ہیں۔ اس لئے فرداً فرداً عریضہ لکھنے کی بجائے اخبار کے ذریعہ سے اطلاع دینا مناسب خیال معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ عزیز مذکور شروع مئی میں ہندوستان پہنچ جائے گا۔ والسلام خاکسار مرزا یعقوب بیگ۔

ء جو ۱۲ر ۱۳ر اور ۱۴ر اپریل کو منعقد ہونے والا تھا بالفعل ملتوی ہو گیا ہے۔ جدید تاریخوں کا بعد میں اعلان ہوگا۔

پشاور ۹ راپریل سردار عبدالحکیم خان افغان ٹریڈ ایجنٹ نے بچہ سقہ کو ایک برقی پیغام بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ شاہ امان اللہ لشکر جرار لے کر قندھار سے چل پڑے ہیں۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ شاہ موصوف کو خوش آمدید کہ کر تخت کابل ان کی خدمت میں پیش کر دو۔

پشاور ۹ راپریل۔ علماء کی کانفرنس کے مطابق سات سرکردہ علماء ۱۲ راپریل کو سمت جنوبی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ سمت مشرقی میں اگرچہ ہاشم خاں نے قبائل کو مطیع کر لیا ہے۔ لیکن کابل پر فوج کشی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ وہ صرف امن کے طلبگار ہیں۔ نیز معلوم ہوا ہے کہ جنرل نادر خاں بہت کچھ دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ مگر قبائل کو ان پر اعتماد نہیں۔ غالب قیاس ہے کہ وہ اپنے ارادوں کو ترک کر دیں گے۔

پشاور ۹ راپریل کابل کے بعض سوداگر اپنے اہل و عیال اور املاک کی حفاظت کے لئے براہ پاراچنار کابل کو روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں اس قافلے پر حاجیوں اور منگلوں نے حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ یہ لوگ خالی ہاتھ واپس آ گئے ہیں۔

پشاور ۹ راپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ آج ملا چکنور شنواری اور خوگیانی قبائل میں دورہ کر رہا ہے۔ عام طور پر لوگ اس کے دورے کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

پشاور ۱۰ راپریل۔ شاہ امان اللہ خاں کا تار موصول ہونے پر انجمن ہلال احمر کے سیکرٹری علی گل خاں نے کل ڈپٹی کمشنر پشاور کو طبی وفد کے لئے پروانہ راہداری عطا کرنے کی درخواست دی ہے

برلن ۸ راپریل۔ آج اعلان کیا گیا ہے کہ صدر جمہوریہ جرمنی ہینڈن برگ ایک ہفتہ سے بیمار تھے اب وہ تشویش کے دور سے گذر چکے ہیں۔

پشاور ۱۰ راپریل۔ شاہ امان اللہ کی فوجوں نے بچہ سقہ کی فوجوں کو بھگا دیا ہے۔ اور خود غزنی پر قبضہ کر لیا ہے۔ جس پر بچہ سقہ کا قبضہ تھا۔ شاہ موصوف خود بھی غزنی پہنچنے والے ہیں۔ یہ افواہ بھی پھیلی ہوئی ہے کہ جنرل نادر خاں گردیز سے شاہ امان اللہ خاں کے ساتھ ملنے کے لئے غزنی روانہ ہو گئے ہیں۔

پشاور ۱۰ راپریل۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ غزنی پر شاہ امان اللہ خاں کی فوجوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور بچہ سقہ کی سپاہ شکست کھا کر بھاگ گئی۔ اس واقعہ کو تین روز ہو چکے ہیں۔

پشاور ۱۰ راپریل۔ بیان کیا جاتا ہے آفریدیوں کو شیعوں پر فتح حاصل ہو رہی ہے۔ شیعوں پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ آفریدی کثیر تعداد میں بھرتی ہو رہے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کے ۳۱/۲ ہزار سپاہی سید حسین کی سرکردگی میں دوبارہ غزنی پر حملہ کر نولے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کی فوج میں کل ۸ ہزار جوان باقی رہ گئے ہیں۔

لاہور ۱۵ راپریل ۱۹۲۹ء آج صبح قلعہ گوجر سنگھ کے قریب خواجہ محمد بخش کی کشمیری بلڈنگس پر پولیس نے چھاپہ مارا اور چار گھنٹے کی تلاشی کے بعد ۱۴۳ کارتوس۔ ۲ پستول ایک مکمل اور تیار بم اور چند نامکمل بم برآمد کئے۔ اور تین ہستد نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج سے چار ہفتہ قبل نوجوان بھارت سبھا کے ایک کارکن بھگوتی چرن نے اس عمارت کا ایک حصہ کرایہ پر لیا بھگوتی چرن تو غالباً باہر گیا ہوا ہے۔

بقیہ صفحہ ۳

وذریتہا من الشیطن الرجیم تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ والدہ مریم نے عہد کیا تھا کہ مریم کا نکاح نہ کیا جاوے گا۔ جبکہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی اولاد کے لئے بھی شیطان سے پناہ کی دعا کرتی ہیں تو کیا میں اس مسئلے پر غور کرنا چھوڑ دوں۔ میری سمجھ میں اگر یہ نہیں آتا تو کیا میں ایک مخالف قرآن کے اعتراض کے جواب میں خاموشی اختیار کر لوں۔ اس بارہ میں تو میں مولانا نورالدین صاحب ہی کے مسلک پر چلوں گا کہ حضرت صاحب کے الفاظ کا احترام کرتے ہوئے غیب کے علم کو غیب کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور جو کچھ مدلل طور پر سمجھا ہے اسی کا اظہار کروں۔ رہا یہ امر کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت مسیح کی پیدائش حضرت مریم کے نکاح سے منسوب کیوں نہ کیا۔ اس کے متعلق جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے درست تحریر فرمایا ہے کہ ماموریں اجتہاد کرنے کے متعلق غیر مامور علمائے بہت زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔ وہ تتبع سلف صالحین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس سے اختلاف نہیں کرتے۔ جب تک اس میں خاص طور پر غور و خوض نہ کر لیں۔ یہاں تک کہ نور الہام یا تفہیم الٰہی قاطع دلائل سے اس کے خلاف کوئی بات ان کے ذہن میں نہ ڈال دے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بقول ڈاکٹر صاحب ولادت مسیح کے مسئلہ کی طرف اس رنگ میں توجہ نہیں فرمائی۔

احمدی اخبارات اور غیر شریفانہ الفاظ

آخر میں جناب میاں صاحب سے بہ ادب گذارش کرتا ہوں کہ مخالف بھلا ہو یا بُرا اخبارات و تحریرات میں بدزبانی گرے ہوئے حملے اور ہلکے اور غیر شریفانہ الفاظ کا استعمال قومی قومی وقار کو کھو دیتا ہے۔ اور سلیم الطبع اشخاص کی نظروں میں شرافت کے معیار سے وہ گروہ گر جاتا ہے جو گالیوں پر اتر آئے میرا روئے سخن ایسے الفاظ کی طرف ہے جو اخبار "الفضل" کے مضمون زیر بحث میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق استعمال لئے ہیں۔ اور جن کا اظہار میں نے اس رنگ میں اور اس نیت سے بغیر کسی پر استعمال کرنے کے کیا ہے کہ ایسے الفاظ کے استعمال کی بُرائیاں شاید لکھنے والے کو بھی اپنا آپ محسوس کرا دیں۔ میں ہمیشہ ایسے الفاظ کو خواہ وہ کسی اخبار یا تحریر میں ہوں بُرا سمجھتا ہوں۔ کاش کہ احمدی اخبارات شرافت و متانت کے لحاظ سے دنیائے صحافت کے لئے رہنما بننے کی کوشش کریں کہ یہ ایک مصلح ربانی کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

بقیہ صفحہ اوّل

کہ جب یہ تجویز میرے سامنے آئی تو میں اپنے آپ کو اس پر عمل کے لئے فوراً تیار نہ کر سکا۔ بڑے پس و پیش کے بعد بالآخر میں فیصلہ کر سکا کہ خواہ کچھ ہی ہو مجھے آگے بڑھنا چاہئے۔ خود عمل کرنا چاہئے۔ اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا چاہئے۔ چنانچہ آج میں پگڑی اور داڑھی دونوں کو اپنے سے علیحدہ کر دینے کے لئے مستعد ہو گیا ہوں۔ حالانکہ اپنی داڑھی مجھے بہت عزیز تھی۔ مصر میں بھی جہاں داڑھی بیوقوفی کی خاص علامت ہے۔ میں نے اسے نہیں منڈایا۔

میں ایک سال کے لئے داڑھی منڈا ڈالنے کا اعلان کرتا ہوں تمام نوجوان علما سے درخواست ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ ایک سال بعد ہم فیصلہ کر سکیں گے ہماری تحریک کہاں تک مفید ہے۔ میں جانتا ہوں اس تحریر کو پڑھ کر بہت سے "ثقہ" حضرات مسکرا دیں گے۔ بہت سے اسے بے اعتدالی اور عاقبت نااندیشی پر محمول کریں گے۔ مگر مجھے بندوں کی تضحیک یا تحقیر کی کوئی پروا نہیں ہے میرا خطاب صرف ان نوجوان علما اور مولوی وضع کے عربی داں اور غیر عربی داں اصحاب سے ہے جو ملک و قوم کی بے لوث خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ جن کے پیش نظر نہ ذاتی اغراض ہیں نہ جھوٹی زعامت کی ہوس انہیں دیوانہ بنا چکی ہے۔ بلکہ جوانی کا گرم خون ان کی رگوں میں موجزن ہے۔ اور وہ بے روک ہمت اور بیباک جرأت کے ساتھ ہر وہ کام کر گزرنے کے لئے کمربستہ بیٹھے ہیں۔ جس میں قوم و ملک کی بھلائی ہو۔ میں عنقریب اس مسئلہ اور اس کے متعلقات پر انشاءاللہ العزیز مفصل بحث کروں گا۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔

مظالم نبویؐ کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز تبصرہ

(حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک انگریزی مضمون ان فرضی مظالم کے بارہ میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ لائٹ کے متعدد نمبروں میں شائع ہوا ہے۔ قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ مدیر)

مسٹر کیش کے بیان کردہ الزامات

ولیم کیش ایک انگریز مصنف نے "دا ایکسپنشن آف اسلام" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جسکے ساتھ چار صفحات کا ایک تتمہ بھی ہے اس میں مصنف نے بعض ایسی مثالیں جمع کی ہیں۔ جن کو اس نے "قتل و غارت" کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اس کا بیان ہے کہ یہ قتل و غارت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایماء سے ہوا۔ اور اس لحاظ سے اس نے آپ کو معاذ اللہ۔ ظالم۔ مکار اور بے رحم قرار دیا ہے (صفحہ ۱۹ کتاب مذکور)

یہ تمام مثالیں باستثنائے واحد سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمدؐ" سے لی گئی ہیں۔ اور ہر واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں جن کو اصل ماخذ کہنا چاہیئے۔ "قتل و غارت" کے ان فرضی واقعات کی کل تعداد پانچ ہے۔ ان کے علاوہ بنو قریظہ کے قتل کا واقعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ ساتویں مثال بنی مصطلق کی ایک عورت کی جبریہ عصمت دری سے تعلق رکھتی ہے۔ جو میور کے بھی علم میں نہیں آئی۔ اور مسٹر کیش نے صرف آنحضرت صلعم کے کیرکٹر کو مخدوش ثابت کرنے کے لئے اسکو ایسے عنوان سے پیش کیا ہے۔ ورنہ اصل واقعہ میں کوئی ایسی بات پائی نہیں جاتی۔ جس سے آنحضرت صلعم کا اس واقعہ سے کوئی تعلق ثابت ہو۔

اصل ماخذ

قبل اس کے کہ ان تمام واقعات پر ایک ایک کرکے نظر ڈالی جائے میں ان اصل ماخذوں پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن کو مسٹر کیش نے ان الزامات کے ثبوت میں بطور سند پیش کیا ہے۔ وہ بڑی بڑی عربی کتب جن کا ذکر اس ضمن میں کیا گیا ہے۔ یعنی ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، طبری اور حلبی وغیرہ وہ سب کی سب کتابیں سیرت اور مغازی سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ دونوں لفظ ابتداءً ایک دوسرے کے بدل اور مترادف سمجھے جاتے رہے ہیں۔ اور سیرت کی کتابیں (جو دراصل آنحضرت صلعم کی سوانح حیات سے تعلق رکھتی ہیں) زیادہ تر ان مغازی کے تذکروں پر مشتمل ہیں جو آپ کو پیش آئے۔

حدیث اور کتب مغازی کا درجہ

حدیث کی کتابیں ان سے الگ ہیں۔ حدیث میں شریعت کی ان تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے۔ جو آنحضرت صلعم سے سننے میں آئیں۔ اگرچہ اس میں آپ کی جنگوں کے حالات یا آپ کی زندگی کے بعض دوسرے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو اعتقادی امور پر روشنی ڈالنے والے ہیں سیرت اور مغازی پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ بعد کی پیداوار ہیں اور اس تنقید کی وہ متحمل نہیں جس پر حدیث کی کتابیں پوری اترتی ہیں۔ محدثین کا گروہ ارباب سیر سے بالکل مختلف ہے۔ اور تمام محققین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ سیرت کی کتابیں اعتبار کے لحاظ سے کتب حدیث سے بہت کم درجہ رکھتی ہیں۔ بعض سیرت کی کتابیں دوسری کتب کی نسبت زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ قابل اعتماد کتابیں بھی تنقید کے اس معیار پر پوری نہیں اترتیں جس پر حدیث کی کتابیں پوری اتر چکی ہیں۔ اس کے برخلاف ہر ایک وہ بات جو ارباب سیر کو معلوم ہوئی۔ خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی۔ انہوں نے اسے اپنے ناظرین تک پہنچا دیا۔ حافظ زین الدین عراقی نے جن سے حافظ ابن حجر کو تعلق شاگردی حاصل ہے۔ فرمایا کہ "طالب علم کو یہ بتا دینا چاہیئے کہ کتب سیرت میں سچی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور جھوٹی بھی" امام احمد بن حنبل کتب مغازی کی تنقید میں اور بھی زیادہ سخت واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان کو اس قسم کی کتابوں میں شمار کیا ہے "جو کسی اصول پر مبنی نہیں" اور ارباب سیر میں واقدی کے مقام کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ سب سے زیادہ ناقابل اعتبار ہے۔ اور عام طور پر اسے "کذاب" سمجھا جاتا ہے۔

یورپین مصنفین کی سب سے بڑی غلطی

سب سے بڑی غلطی جو اسلام اور آنحضرت صلعم پر بحث کرتے ہوئے یورپین فضلا سے عام طور پر صادر ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ حدیث کو تو وہ ناقابل اعتبار ٹھہرا کر رد کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر ایک اس کہانی کو جو ارباب سیر نے بیان کی ہو اس حد تک صحیح اور قابل اعتبار سمجھ لیا جاتا ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلعم کے لیئے وہ موجب نقصان ہوسکتی ہے۔ تنقید کے تمام اصول یہاں آکر محض اس ایک خیال کے تابع ہوجاتے ہیں۔ کہ جو بات آنحضرت صلعم کے خلاف ہو۔ وہ ضرور سچی اور یقینی ہے۔

صداقت کا صحیح معیار

میں اس بارہ میں تفصیل کے ساتھ بحث نہیں کرسکتا۔ لیکن صرف اس قدر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگرچہ یہ معلوم کرنا فی الحقیقت بہت ہی مشکل ہے کہ سیرت کی کتابوں میں کونسی باتیں غلط ہیں تاہم کتب احادیث سچ اور جھوٹ کے امتیاز میں ہمارے لئے بہت بڑی امداد کا موجب ہوسکتی ہیں۔ اور قرآن کریم کی سند تو ایک ایسی چیز ہے جس کو کسی طرح بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کو یورپین فضلا نے قطعاً نظر انداز کر دیا۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ قرآن کریم ہی آنحضرت صلعم کا واحد ہدایت نامہ تھا۔ اور آپ اس کے کسی بھی ارشاد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے تھے۔ قرآن کریم میں بارہا آنحضرت صلعم سے کہلوایا گیا ہے کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ میں محض اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے۔ (۶: ۵۰ - ۷: ۲۰۳ - ۱۰: ۱۵ - ۴۶: ۹)

پھر فرمایا انی امرت ان اکون اول من اسلم مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار ہو جاؤں۔ (۶: ۱۴) یا انا اول المسلمین میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں (۶: ۱۶۳) اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک فرمایا گیا ہے۔ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب میں گرفتار نہ کیا جاؤں (۶: ۱۵ - ۱۰: ۱۵)

قرآن کریم پر آنحضرت صلعم کا عمل

اس لیئے ایک مسلمان کے نقطۂ نگاہ سے آنحضرت صلعم قرآن کریم کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتے۔ بلکہ بڑے بڑے نقاد دشمن بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم میں کامل اتحاد پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جو کچھ بھی آنحضرت صلعم نے کیا وہ قرآن سے شراکت و اتحاد رکھتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کو سر ولیم میور اور دوسرے مصنفین نے بار بار دہرایا ہے۔ بار بار یہی بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں فعل کو جو آپ سے سرزد ہوا جائز ثابت کرنے کے لیئے فلاں آیت بنالی۔ خواہ آپ نے کسی نازل شدہ حکم کی پیروی کی یا آپ نے کسی فعل کو جائز ثابت کرنے کے لیئے کوئی آیت بنالی۔ دونوں صورتوں میں آپ کا کوئی بھی فعل ایسا نہیں جسکو قرآن کریم کے مخالف قرار دیا جاسکے۔ اگر قتل و غارت کے واقعات آپ کے ایماء کے ماتحت ہوئے یا عصمت دری کا ناپاک فعل آپ کی ہدایات کے ماتحت عمل میں آیا تو ضروری ہے کہ قرآن کریم قتل و غارت اور عصمت دری دونوں چیزوں کو جائز قرار دے اور اگر وہ ان دونوں افعال کو ہرگز جائز نہیں ٹھیراتا تو اس نتیجہ سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے ان افعال کی کبھی اجازت نہیں دی۔

الزامات کی غلط بنیاد

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک شخص کو کسی امر کا ملزم ٹھیرانے کے لئے بڑی زبردست شہادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ آنحضرت صلعم جیسی بے نظیر حیثیت کے انسان پر جس نے عالمگیر امن اور عالمگیر برادری کی بنیاد رکھی جس نے سالہا سال تک سخت ترین مصائب برداشت کیئے۔ اور پھر ان تمام اذیت پہنچانیوالوں کو اس وقت جبکہ وہ جنگوں میں مغلوب ہوکر آپ کے قدموں پر گر چکے تھے بغیر شروط معافی دیدی جس نے ایک ہی موقعہ پر چھ ہزار اسیران جنگ کو ایک پائی معاوضہ لیے بغیر آزاد کر دیا۔ اور جس کی دوست اور دشمن کے ساتھ فیاضی اور سیر چشمی کے کارنامے تاریخ میں سینکڑوں کی تعداد میں مذکور ہیں۔ کوئی الزام لگایا جاسکے۔ موجودہ معترضین کی یہ ذہنیت سمجھ میں نہیں آسکتی کہ جہاں ہر ملزم کو وہ شک کا فائدہ دیدینے کے لیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں وہیں محمد رسول اللہ صلعم جیسے محسن بنی نوع انسان کو ایسے ریکارڈ کی بنا پر جسکی صحت مسلم طور پر مشکوک ہے اور جو قرآن جیسی ناقابل تردید شہادت کے بالکل خلاف واقعہ ہو۔

شذرات

لاہور کے ان اسلامی جلسوں میں جو ینگ مینز اشاعت اسلام یونین کے زیر اہتمام منعقد ہوئے۔ مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب نے آریوں کے دل آزار لٹریچر میں سے پنڈت دھرم بھکشو مشہور آریہ مناظر کی ایک کتاب پیش کی جو عربی زبان میں ہندی رسم الخط میں لکھی ہے۔ کتاب کا نام اور عبارات جو مولوی صاحب نے پڑھ کر سنائیں وہ اس قدر دلچسپ ہیں کہ سامعین میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کی ان مل بے جوڑ عبارات اور غلط فقرہ بندی پر بے اختیار ہنس ہنس کر مہاشہ جی کی عربی دانی کی داد نہ دیتا ہو۔

پیشتر اس کے کہ ہم ان عبارات کو قارئین پیغام صلح کی ضیافت طبع کے لئے پیش کریں۔ کتاب کا نام بتا دینا ضروری ہے جو مہاشہ کی علمیت کو چار چاند لگانے والا ہے۔ آپ نے بڑی محنت اور کاوش کے بعد کتاب کا نام یہ تجویز کیا ہے۔

"اصلی قرآن جو لاہور میں نازل ہوئی"

"ہوئی" اور "ہوا" کی بحث کو اس جگہ نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ "اصلی قرآن" ہے جو آریہ سماج پر "نازل ہوئی" اور چونکہ مہاشہ دھرم بھکشو اس کو نازل کرنے والے ہیں۔ جو کسی گذشتہ جنم میں استری جاتی کے فرائض ادا کر چکے ہیں۔ اس لیئے لازماً وہی محاورات ان کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ جو استری جاتی کے لیئے مخصوص ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ اس "اصلی قرآن" کے تتبع میں اب آریہ جاتی اپنے ہر پرش دھرم کے لئے تانیث کا صیغہ ہی استعمال کیا کریگی تاکہ "اصلی قرآن" کی لانے والی کے ساتھ پورا لسانی اتحاد قائم ہوسکے۔ مثلاً دھرم بھکشو شکست کے بعد لوگوں کا ایسا منہ تک رہی تھی کہ جیسے الفاظ کی بھیک مانگ رہی ہو"

نام کے بعد اندر کی عبارات کو پڑھیئے تو اور بھی پرلطف ہیں۔ شروع ہی میں یہ الفاظ لکھے ہیں "الحمد لله الذی معبودنا یرزق من یشاء بے حساب" یہ "بے حساب" کا داخلہ علے الحساب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عربی ہی کیا ہو جس میں غیر زبانوں کے گنگا جمنی الفاظ داخل نہ کیئے جائیں کمال تو یہی ہے کہ مہاشہ جی عربی بھی لکھیں اور "بے حساب" غلطیاں بھی کرتے جائیں۔ آگے چلکر ارشاد ہوتا ہے "انا خلقتُ الانسان من صلصال وجعلنا الارض بالجبال والهمت الشیطان الذی یدی آس والشهر رمضان" واہ وا واہ۔ فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ انا کے جمع متکلم کے ساتھ خلقت کا واحد متکلم تو خیر ایک معمولی بات ہے۔ جو ایسے اصلی قرآنوں کا امتیاز خصوصی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ جعلنا الارض بالجبال کسقدر قابل داد الفاظ ہیں۔ جن میں تمام علم جیالوجی کی کایا پلٹ دی ہے۔ اور اس کے ساتھ والهمت الشیطان یدی آس والشهر رمضان۔ کا فقرہ اس قدر بلیغ ہے کہ شاید اصلی قرآن کے اس نازل کرنے والے کے سوا جو شیطانوں پر "الہام کرنے" کا عادی ہے، کوئی بھی اس کے معنی نہ جانتا ہو۔

مہاشہ بھکشو! آپ سے قبل آپ کے بڑے بھائی ابولہب بھی ایسی ہی سعی ناکام کر کے منہ کی کھا چکے ہیں۔ وہ عربی النسل ہو کر لاجواب رہ گئے تو آپ نہ صرف عجمی بلکہ ہندی النسل ہو کر کس برتے پر کود رہے ہیں۔ کیا فأتوا بسورة من مثله کے خدائی چیلنج کا جواب یہی اول جلول الفاظ کا بے تکا مجموعہ ہے؟ مہاشہ جی اسطرح منہ چڑانے سے سوائے اس کے کہ آپ لوگوں کو کارٹون نظر آئیں اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس خبط سے باز آیئے اور پبلک کے استہزا کا سامان نہ بنیئے۔

؟ یعنی آپ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ کیوں نہیں دیا کرتے؟

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

کعب کے طریق قتل کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر نہیں

قابل غور صرف ایک ہی بات ہے۔ کہ کعب پر بعض مسلمانوں نے یکلخت حملہ کرکے ایسی حالت میں اسے کیوں قتل کیا جبکہ اسے علم بھی نہ تھا۔ کہ اس پر حملہ ہوا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو صاف طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ جس طریق سے اسے قتل کیا گیا اس کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ آنحضرت صلعم کعب کو واجب القتل ہی سمجھتے تھے۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ آپ نے اس طریق کے متعلق کوئی ہدایات دی ہوں جو اس کو سزا دینے میں اختیار کیا گیا۔ اس کے برخلاف ایک روایت تو یہ ہے کہ جب محمد بن مسلمہ نے آنحضرت صلعم سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں اسے قتل کر دوں تو آپ نے اسے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اور خاموش رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ سعد بن معاذ سے اس کے متعلق مشورہ کر لو۔ (زرقانی جلد ۲ - صفحہ ۱۲)

بہر حال آنحضرت صلعم کو ان تفصیلات کا کوئی علم نہ تھا۔ جو اس قتل میں مدنظر رکھی گئیں۔ اور یہ بھی مشکوک بات ہے کہ وہ تفصیلات کہاں تک صحیح ہیں۔ میور کو بھی اس بارہ میں بہت سے شکوک ہیں۔ لیکن اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ تمام تفصیلات صحیح ہیں۔ تو بھی آنحضرت صلعم کو ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

سزا کا ایک ہی ممکن طریق

پھر آنحضرت صلعم کی ذمہ داری کے سوال کو علیحدہ رکھتے ہوئے یہ بھی قابل غور ہے کہ کوئی اور طریق ایسا نہ تھا جس کو پیش آمدہ حالات میں اختیار کیا جا سکتا معترضین نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جن حالات میں آج اس بیسویں صدی میں وہ خود زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ بعینہ وہی حالات اس وقت مسلمانوں پر مدینہ میں وارد تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک دشمن سے سابقہ تھا۔ اور انہوں نے صرف وہی طریق اس کے بالمقابل اختیار کیا جو اس وقت کے پیش آمدہ حالات میں ممکن طور پر وہ اختیار کر سکتے تھے۔

اختیار کردہ طریق دغا بازی نہیں

اوپر میں بتا چکا ہوں کہ کعب نے شروع میں یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کے ساتھ عہد نامہ کیا لیکن بعد میں وہ ان کا دشمن ہو گیا۔ اور آخر کار مسلمانوں اور ان کے پیغمبر صلعم کو ہلاک کرنے کے لئے دوسرے دشمنوں کے ساتھ اس نے مل کر مشورہ کیا۔ ایک باامن شہری کی حیثیت کو چھوڑ کر وہ کھلا محارب بن گیا اور آنحضرت صلعم کو دغا بازی سے مار دینے کی بھی کوشش کی۔ ایسی حالت میں وہ یقیناً سزائے موت کا مستحق تھا۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کا اسے غفلت کی حالت میں مارنا کوئی دغا بازی یا ظلم پر مبنی ہے؟ اس بارہ میں دوسرا طریق جو وہ اختیار کر سکتے تھے وہ یہی تھا کہ کسی باضابطہ عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لیتے اور کسی مسلمہ حاکم کے ذریعہ سے اسے سزا دلاتے۔ لیکن مدینہ میں اس وقت کوئی بھی باضابطہ اور مسلمہ حاکم نہ تھا۔ اگر کوئی تھا تو وہ خود آنحضرت صلعم ہی تھے کیونکہ اس معاہدہ کی رو سے جو آپ کے مدینہ آنے پر مختلف اقوام کے مابین ہوا آپ کو تمام نزاعات میں آخری عدالت اپیل قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ اس معاملہ کو باضابطہ طور پر عدالت میں لایا جاتا۔ دوسری طرف مسلمان اگر انہیں اپنی جانوں کا ذرا بھی خیال تھا تو ان کا انتظار میں خاموش بیٹھے رہنا ناممکن امر تھا۔ کعب بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا اور سزا سے ہر وقت بچ رہ سکتا تھا۔

آنحضرت صلعم کا فرض

اس [illegible] نہیں کہ آ[illegible] ایک معلم روحانی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ جرنیل کا منصب بھی رکھتے تھے۔ اور آپ کا فرض تھا۔ کہ ایک دور میں جرنیل کی طرح کام کریں۔ اور ایک ایسے دشمن کے بدارادوں سے مسلمانوں کو بچائیں جو مدینہ میں رہتے ہوئے اگر اس کی فوری مدافعت نہ کی جاتی تو بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا تھا۔ کعب نے مسلمانوں کے ان دشمنوں کے ساتھ جو ان کے بالمقابل برسرپیکار تھے شمولیت اختیار کی اس لئے تمام انسانی اور خدائی قوانین کی رو سے اس کے ساتھ ایک محارب دشمن کے سوا کوئی سلوک نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلعم نے ایک چھوٹی سی جمعیت اس کے بالمقابل ارسال کی۔ جس کو سیرت کی کتابوں میں "سریہ" یعنی فوج کا ایک دستہ قرار دیا ہے۔ اور اس لفظ سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ جمعیت اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔

مہذب حکومتوں کا طریق عمل

لیکن یہ امیر سپاہ کا کام تھا کہ وہ ایسا بہترین طریق اختیار کرے جس سے وہ دشمن کو کاری ضرب لگا سکے۔ محمد بن مسلمہ نے جو سپہ سالار تھا۔ اس طریق کو اختیار کیا جو عربوں میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آج بھی مہذب اقوام کی طرف سے ایسے طریق اختیار کئے جاتے ہیں جو دشمن کے بالمقابل "موثر تدابیر" کے نام سے موسوم ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی مہذب حکومت کو اگر آج ڈاکوؤں کی سرکوبی کرنی پڑے تو اسے بھی ایسا ہی طریق اختیار کرنا پڑے گا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک مجرم کے ساتھ باامن شہریوں کو بھی وہ بم کا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کرے گی۔

کھلے حملہ میں زیادہ خون ریزی کا احتمال تھا

امیر سپاہ اگر کھلے طور پر کعب پر حملہ آور ہوتا۔ تو بہت زیادہ خونریزی ہوتی اور غالباً کعب کے ساتھ بنو نضیر کے تمام قبیلہ کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا۔ کعب نے آنحضرت صلعم کے ساتھ معاہدہ کرکے اسے توڑا۔ آپ کے خلاف اس نے بغاوت کی۔ مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کے مشورہ میں وہ شامل ہوا۔ تاکہ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور خفیہ طور پر آنحضرت صلعم کی جان لینے کی تدابیر اس نے کیں۔ ان میں سے ہر ایک جرم کے لئے وہ سزائے موت کا مستوجب قرار دیا جا چکا تھا۔ اس فیصلہ کو عمل میں لانے کے لئے ایک چھوٹی سی جمعیت بھیجی گئی۔ اور ایسے طریق سے اس پر سزائے موت وارد کی گئی۔ کہ اگر اس میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ اسے خفیہ رکھا گیا تو اس کے ساتھ ہی یہ خوبی بھی اس میں موجود ہے کہ اصل مجرم کے ساتھ بے گناہ لوگوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑی۔ جو کھلا حملہ ہونے کی صورت میں یقیناً اٹھانی پڑتی۔ لیکن آنحضرت صلعم پر اس طریق سزا کی ذمہ داری کسی طرح بھی عائد نہیں ہوتی۔

(باقی آئندہ)

مولوی ظفر علی خاں کا جہاد

کچھ دنوں سے مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اپنے نوزائیدہ اخبار "لوڈی" اور سن رسیدہ پرچہ "زمیندار" میں حضرت مسیح موعود کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے۔ اور مسلسل مضامین کے ذریعہ نہایت سوقیانہ انداز میں آپ کے عقائد و اعمال پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے۔ اور ایسے غلط خیالات اور دعاوی آپ کی طرف منسوب کئے جا رہے ہیں۔ جن کی تردید متعدد مرتبہ کی جا چکی ہے۔

ان مضامین کے جواب میں قارئین "پیغام صلح" کی طرف سے بعض مراسلتیں ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ ہم ان سب دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "پیغام صلح" اس جہادی اسپرٹ کا قلع قمع کرنے کی پوری تیاری کر چکا ہے۔ اور متفرق مراسلتوں کو شائع کرنے کی بجائے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مبسوط اور مسلسل مضمون میں تمام غلط بیانیوں کا مفصل جواب دے دیا جائے۔ جو آئندہ اشاعت سے شروع ہوگا۔ انشاء اللہ

ہندو دھرم میں اصلاح کی ضرورت

ہندو لیڈروں کی غور و پرداخت

مئی کے آخری ہفتہ میں ہندو دھرم شاستر میں اصلاح کرنے کے لئے ایک آل انڈیا کانفرنس پونہ میں منعقد ہوئی جس کے صدر ہائی کورٹ کے ایک جج جسٹس مدگوکر تھے۔ شرکاء میں مسٹر کیلکر و مسٹر جیکر کے علاوہ بہت سے سمرتیوں کے فاضل [illegible]

مسٹر کیلکر نے منو سمرتی و شاستروں میں اصلاح کے متعلق فرمایا کہ:

"سمرتیوں کے آب شفاف میں ۔۔۔ قدیم ہندو شارحین نے جو غلاظت ملا دی ہے اس کا دور کرنا بھی اصلاح کا کام ہے"

صاحب صدر نے فرمایا:-

"اگر آج کسی شخص سے کہا جائے کہ آج سے کئی صدی بعد کے لوگوں کے لئے قوانین مرتب کرے تو اس سوال سے بڑھ کر حماقت کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ کوئی شخص سچ مچ اس کام کو انجام دینے میں لگ جائے۔ اگر آج آئندہ صدیوں کے لئے قوانین نہیں بن سکتے تو کیوں یہ سمجھا جائے کہ زمانہ ماضی میں ہمیشہ کے لئے قانون بن چکے ہیں۔ کم سے کم ہر قانون دان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ منو کے قوانین کی وہی حیثیت ہے جو مغربی ممالک میں سولن کی تھی۔ یا بارہ احکام کی تھی۔ ہم ان قدیم قانون سازوں کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن عزت اندھا دھند تقلید کا نام نہیں"

ان الفاظ پر تبصرہ کرتے ہوئے "بندے ماترم" لاہور لکھتا ہے کہ:-

"منو نے اپنے وقت میں کتنے ہی اچھے قوانین بنائے ہوں۔ آج وہ سب عائد نہیں ہو سکتے۔ منو کے زمانے کے ورن کی تقسیم آج کہاں ہے اس کی تہہ میں جو نسلی خیالات کام کرتے تھے ان کا سکہ اب رائج نہیں۔ اس وقت جاتیوں کی جو تقسیم تھی وہ آج بے معنی ہے۔ کیونکہ آج اقتصادی زندگی کا پلٹ چکی ہے۔ منو کا مقابلہ اگر پہلے کی سمرتیوں سے کیا جائے تو اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ کہ منو کے زمانہ میں عورت کا درجہ آگے سے گر چکا تھا۔ آج زمانہ پھر بدلنے لگا ہے۔ اور عورتوں کی بیداری منو سمرتی کے کئی قوانین کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ازدواج اور وراثت کے قوانین میں بھاری اصلاح کی ضرورت ہے۔ کئی ایک سمرتیوں میں ہندوؤں میں غیر معمولی حالات میں طلاق کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ آج پھر اس سوال پر نئے سرے سے غور کی ضرورت ہے۔ ان مسائل پر ریسرچ کرنے والے اگر جسٹس مدگوکر کی سپرٹ سے متاثر ہو کر کام کریں تو وہ ہندو جاتی کی بھاری سیوا کر سکتے ہیں"

ان تحریرات کو بار بار پڑھو کیا ہندو مذہب کو ایک نئے قالب میں ڈھالنے کی سکیم نہیں ہے۔ اور کیا یہ اسکیم اس اثر کا نتیجہ نہیں ہے۔ جو اسلام اور اسلامی تعلیمات نے ہندو دماغوں پر کیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہندو دنیا میں یہ فیاضی کبھی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے محسن کو محسن سمجھے چنانچہ ہندوستان میں جتنے فاتحین آئے اور انہوں نے ہندوستان کی خدمت کی ہندو انہیں ہمیشہ برا کہتے رہے۔ حتی کہ جتنا جس نے احسان زیادہ کیا۔ اتنی ہی زیادہ برائی اس کے حصہ میں آئی۔ لہذا ہندوؤں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اسلام کی ان برکات عظمیٰ کا اعتراف کریں گے۔ ان کی روایات و جبلت کے خلاف ہے۔ لیکن حقیقت کا چراغ منہ کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔ اور واقعات کا آفتاب تعصب کے طوفان سے ماند نہیں پڑ سکتا۔ (الامان)

تبت میں اسلام کی ترقی

مسیحی مشنریوں کا نیا خطرہ

"مسلم ورلڈ" کا ایک مسیحی نامہ نگار تبت سے رقمطراز ہے کہ "جہاں تک ترقی مذہب کا سوال ہے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اسلام لداخ میں یقیناً ترقی کر رہا ہے۔ بدھ مذہب کو اگرچہ مسیحی مشنریوں کا سخت ترین دشمن سمجھا جاتا ہے تاہم اسلام کی اس ترقی کو روکنے کے لئے اس میں کافی طاقت معلوم نہیں ہوتی۔ لداخ میں اسلام مسلسل طور پر مغرب سے مشرق کی طرف پھیل رہا ہے۔ تبلیغ اسلام کا کام بڑے بڑے تاجروں کے ہاتھ میں ہے۔ جن کا ایمان ہے کہ روپیہ کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اسے دوسروں کو مسلمان کرنے پر صرف کیا جائے"

اگر یہی ایمان ہندوستان کے مالدار مسلمان تاجروں کا بھی ہو جائے [illegible]

نیا اختلاف

جہلمی تحریک۔ معاصر "وطن" کی رائے

جہلم سے ایک تحریک آغاز پذیر ہوئی ہے۔ کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو صرف مسلم کہلانا چاہیئے۔ اور حنفی، شیعہ، اہل حدیث، احمدی وغیرہ اسماء کو یکدم ترک کر دینا چاہیئے۔ اس پر ایک نیا اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ قرآن کریم نے فرزندان اسلام کا نام مسلم رکھا ہے۔ لیکن کوئی بھی کلمہ گو ایسا نہیں جو اس نام کو ناپسند کرتا ہو۔ البتہ مزید امتیازات کے لئے کوئی سنی کہلاتا ہے۔ کوئی اہل حدیث وغیرہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ احمدی، شیعہ، اہلحدیث یا حنفی کہلانا اس امر کے مترادف کیوں سمجھا جائے کہ انہیں مسلم کہلانا پسند نہیں۔ مثلاً اس تحریک کے محرک مولانا ولی محمد صاحب جہلمی اپنے کو جہلمی کہتا منافی قرآن تصور نہیں کرتے۔ یہ زائد وصف کیوں؟ ایسے ہی خود حضرت ابراہیم کو قرآن نے حنیف بھی کہا ہے۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ میں حنیف ہوں۔ تو کیا یہ ناجائز ہے؟ قرآن نے مسلمانوں کو حزب اللہ، اصحاب الجنۃ بھی کہا ہے۔ کیا اگر کوئی جماعت اپنا لقب حزب اللہ تجویز کرے تو یہ ناجائز ہے۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ ابراہیم شیعوں میں سے تھا۔ بنابرایں اگر کوئی مسلم یہ کہتا ہے میں شیعہ ہوں۔ تو محض شیعہ کہلانا خلاف قرآن کیوں ہے؟ ایک مسلم قرآن کی ہدایت کے قائل ہونے کے باعث اہل قرآن کہلانا پسند کرتا ہے۔ تو اس میں کیا حرج ہے؟ ایک شخص قرآن کو احسن الحدیث کہتا ہے وہ اہل حدیث کہلاتا ہے تو اس میں کونسی قباحت ہے؟ ایک مسلم علی وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہے۔ کہ سنت نبوی پر عمل کئے بغیر نہ دنیا میں کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ آخرت میں نجات۔ لہذا سنی کہلانا پسند کرتا ہے اس بنا پر اپنے آپ کو اہلحدیث کہتا ہے۔ اس میں اس نے قرآن کی خلاف ورزی کیا کی ہے؟ صحابہ نہ سنی کہلاتے تھے نہ احمدی۔ نہ شیعہ نہ اہل حدیث۔ کیا ان میں لڑائیاں نہیں ہوئیں؟ جو آج اختلافات مٹانے کے لئے یہ ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ کہ ان خطابات کو کالعدم قرار دیا جائے؟ کیا انہیں نابود کرنے میں امکاناً اور عقلاً نہیں بلکہ عادتاً کامیابی حاصل ہو سکتی ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو نیا اختلاف پیدا کرنے سے کیا فائدہ؟ ابھی یورپ میں عظیم الشان جنگ ہوئی ہے یہ جنگ کس مذہبی اختلافات کی بنا پر ہوئی۔ چین کی خانہ جنگی کس مذہبی اختلافات کی بنا پر ہے؟ سارا ایران شیعہ ہے۔ کیا وہاں جو شورش ہے اس کا باعث شیعہ سنی نام کا جھگڑا ہے مسلمانوں کا نیا اور انوکھا فرقہ "اہل قرآن" سارے کا سارا اہل قرآن کہلاتا ہے۔ سب کے نزدیک صرف قرآن حجت ہے نہ صحاح ستہ سے عقیدت رکھتا ہے اور نہ کسی امام کا مقلد ہے۔ لیکن کیا ان معدودے چند نفوس سے بڑھ کر اختلاف دنیا کے کسی مذہبی گروہ میں ہے؟ خیریت سے ان کی تعداد چند سو سے زائد نہیں لیکن بعض پانچ نمازوں کے قائل ہیں بعض تین نمازیں پڑھتے ہیں۔ بعض ایک سجدہ کرتے ہیں، بعض دو کے قائل ہیں۔ بعض کے نزدیک کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔ بعض اس اصول کے دلدادہ ہیں۔ کہ

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

سب مسلمان اہل قبلہ تو ہیں یہ کہتے ہیں۔ قبلہ ہی کی حاجت نہیں بعض تیس روزوں پر ایمان رکھتے ہیں بعض ۹ پر رکھتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اتنے تھوڑوں میں اتنے زیادہ اختلافات۔ اس لئے ہم اعداد اب عرض کریں گے۔ کہ عقلاً یا امکاناً یہ تحریک کتنی ہی موجب اتحاد کیوں نہ ہو لیکن اس کے عادتاً موجب اتحاد ہونے میں ہم کو بہت بھاری شک ہے۔ اگر ایسا ہی اتحاد آپ کو مطلوب ہے تو ہر شیعہ کہہ سکتا ہے کہ اگر سارے شیعہ ہو جائیں تو ابھی تمام مسلمان ایک ہو جائیں۔ یہی دعویٰ ہر سنی ہر اہلحدیث اور ہر احمدی کر سکتا ہے۔ اس لئے اتحاد کی صورت صرف یہی ہے کہ مسلمان اپنے اپنے اختلافات پر قائم رہتے ہوئے مشترکہ عقائد و اعمال کی نشر و اشاعت کے لئے ایک ہو جائیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو اصول سب کے ایک ہیں صرف فروعات کا اختلاف ہے۔ کسی انسان کی چھنگلی دوسرے کی چھنگلی کا بالکل عین نہیں اس لئے فروعی اختلافات کو کھرچ مٹانے کی کوشش کرنا مشیت ایزدی سے جنگ کرنا ہے۔

دنیائے اسلام میں مغربیت کا سیلاب عظیم

مسیحی مبلغین کی ریشہ دوانیوں کے خطرناک نتائج

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مگر شمالی افریقہ اور مشرق قریب و بعید میں متحدہ کام کا کوئی انتظام ابھی تک اطمینان بخش نہیں ہے۔ بہذا بیت المقدس کانفرنس کی مندرجہ ذیل تجویز جو باتفاق رائے منظور ہوئی تھی نہایت اہم ہے۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اگر اس پر عملدرآمد کیا گیا تو مذکورہ بالا کانفرنسوں کی بہت سی اہم تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جاسکیگا۔ اور کانفرنسوں کے نمائندوں اور اسلامی ممالک میں تبلیغ مسیحیت کے دوسرے بہی خواہوں کو جو امیدیں وابستہ ہو گئی ہیں وہ پوری ہو جائیں گی۔

یہ کانفرنس چین جاپان اور ہندوستان میں عیسائی قومی کونسلوں کی ترقی کو نہایت دلچسپی کے ساتھ دیکھتی ہے جن کے باعث نہ صرف یہ ممکن ہو گیا ہے کہ عیسائی کارکنوں کا لشکر منظم ہو جائے اور اتحاد عمل کے زیادہ مواقع پیش آئیں بلکہ ان کے وجود سے مختلف مشنوں کا ایک آواز ہو کر یورپ کے کلیساؤں کو معلومات بہم پہنچانا بھی آسان ہو گیا ہے۔ کانفرنس کو اس کا پورا یقین ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب شمالی افریقہ کی مختلف انجمنوں اور کانفرنسوں کو ملا کر ایک کونسل بنائی جائے۔ اور شمالی سوڈان اور حبش شام اور فلسطین ترکی اور بلقان۔ عرب اور عراق اور ایران ان سب کی کونسلیں بننی چاہئیں۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس وقت ایک ابتدائی کمیٹی مرتب کی جائے۔ جو مغربی اور شمالی افریقہ کے لئے ایک کونسل کا خاکہ تیار کر کے مختلف انجمنوں کو بغرض منظوری بھیجے۔ اور بین الاقوامی مشنری کونسل سے اس کے الحاق کے متعلق مشورہ کرے جب تک کوئی مستقل سکیم منظور نہ کر لی جائے اس وقت تک کمیٹی ان کمیٹیوں کی تحقیقات پر عمل کرے گی۔ جو کانفرنس ہند اور دوسری کانفرنسوں نے مقرر کی تھیں۔

مسلمانوں کو مرتد کرنے پر موت و حیات کا ولولہ

اس وقت ہمارے مذہب کی موت و حیات کا مسئلہ اس پر موقوف ہے کہ ہم اس موقع سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں جو دنیائے اسلام نے اس وقت ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ آرک بشپ وہیٹ لے نے کہا ہے کہ اگر میرا مذہب جھوٹا ہے تو مجھے چاہئے کہ اسے بدل دوں اور اگر یہ سچا ہے تو پھر میرا یہ فرض ہے کہ میں اس کی اشاعت کروں۔

جو گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ تو آخر زمیندار کے مدیر صاحب اور اس کے مالک ... بایں ہمہ دعویٰ ہائے خود داری غیرت و وفاداری کا کونسا جوہر دکھایا ہے۔ کہ ان کی شجاعت اور مردانگی پروان ہو سکے۔ کیا شجاعت و مردانگی اسی کا نام ہے کہ اپنی مرضی سے جیل خانہ جانے کے ساتھ جب صرف دو ہی راتیں وہاں کی کال کوٹھڑی میں کاٹنی پڑیں تو حاکم عدالت کے سامنے چیخنا شروع کر دیا کہ میں بھی حضور ملک معظم کی رعایا ہوں۔ میں جیل خانہ میں سڑتا رہوں۔ کیا ملک معظم کی رعایا ہونے کا اعلان کرتے ہوئے مولوی ظفر علی خاں صاحب نے سلطنت برطانیہ کی وفاداری کا اعلان نہیں کیا؟ کاش کچھ غیرت اور حیا ہوتی تو اس کے بعد جماعت احمدیہ پر اس قسم کی طعنہ زنی سے پرہیز کیا جاتا۔

ہم بارہا مولوی ظفر علی خاں صاحب سے کہہ چکے ہیں اور اب پھر مدیر "زمیندار" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ سلطنت برطانیہ کی وفاداری کو ایسی ہی بری چیز سمجھتے ہیں اور جہاد بالسیف آج بھی ان کے نزدیک جائز اور ضروری ہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اٹھیں اور جو بات منہ سے کہتے ہیں اس کا عملی ثبوت فراہم کریں کم از کم بھگت سنگھ اور دت جیسی جرأت و مردانگی کا ثبوت تو پیش کریں۔ تاکہ دنیا کو بھی معلوم ہو کہ "زمیندار" اور اس کے اعوان انصار کے عقائد و اعمال باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ ورنہ کبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون کا قرآنی وعید ان پر عائد نہیں ہوتا

ایک بھاولپوری مولوی کی خرافات

آج کل لاہور میں بھاولپور کے ایک مولوی محمد یار صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جن کا مسلک بات بات پر موحدین کو منہ چڑانا اور ہر قسم کی بدعات اور مشرکانہ خرافات کی تلقین کرنا ہے۔ لاہور کے گلی کوچوں میں ان کے وعظ ہر روز ہوتے ہیں۔ اور جو پرستاران توحید کہلاتے ہیں جوق در جوق ان خرافات کو سننے کے لئے جاتے ہیں۔ آپ کے وعظوں میں اس بات پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ جو شخص زندگی اور موت اور رزق اور عزت کا کفیل صرف خدا کو سمجھتا ہے۔ اور اس بارہ میں اولیا کے تصرف کا قائل نہیں وہ کافر کافر ہے۔ اور اس کے کفر یوائح میں جسے شک ہو وہ مردود ازلی ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر سجدۂ تعظیمی کرنا واجب ہے۔ اور جو نہ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس مشرکانہ تعلیم کے ساتھ ہی وہ فوراً اٹھتے اور قریب ہی کسی بزرگ کی قبر پر جا کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ صدہا مسلمان جن کو حکم تھا کہ لا تسجدوا الا الله خدا کو چھوڑ کر اسی قبر کے آگے سربسجود نظر آتے ہیں۔ پھر یہ بھی آپ کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بشر کہنا جائز نہیں۔ قرآن میں جو انما انا بشر مثلکم آیا ہے۔ اس میں ما نافیہ ہے اور ترجمہ یوں ہے "تحقیق میں نہیں ہوں بشر تمہاری طرح۔" اس کے جواب میں اگر ان سے پوچھا جائے کہ انما الٰہکم الٰہ واحد کے کیا معنے ہوں گے۔ تو فوراً سٹپٹنے بھول جاتے ہیں۔ منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے۔ اور حکم ملتا ہے کہ اس وہابی بے ایمان مردود کو اور اس ارشاد کی تعمیل میں اسے فوراً لاتوں اور گھونسوں سے مار کر نکال دیا جاتا ہے۔ ان کثیر التعداد لا یعنی اشعار میں سے جو نہایت عمدہ سروں میں دوران وعظ میں گا گا کر سنائے جاتے ہیں۔ ایک قارئین کرام کے سننے کے قابل ہے:۔

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
لینا ہے مجھے جو کچھ لے لوں گا محمد سے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حیرت ہے کہ مسلمانوں کا جذبہ توحید کیا ہوا اگر توحید اسی بات کا نام ہے جس کی تلقین مولوی محمد یار صاحب فرما رہے ہیں۔ تو بت پرستی اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس میں بتوں کو معبود حقیقی نہیں بلکہ تصور باری تعالیٰ کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ مولوی محمد یار کے وعظ پر رہ رہ کر یہ شعر زبان پر آتا ہے:۔

گر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد
وائے گر در پس امروز بود فردائے

سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان ان مولوی صاحب کے وعظ میں شمولیت کر کے انکی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور کسی کو اتنی توفیق نہیں کہ انکو اس گمراہ کن خیالات کے اظہار و تلقین سے باز رکھنے کی کوشش کرے اور عوام کو شرکت سے روکے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں ۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

لالہ لاجپت رائے کے والد بزرگوار

اسلام کے قدموں میں

لالہ لاجپت رائے آنجہانی اپنی خود نوشت سوانح عمری مندرجہ بندے ماترم ۳۰-۱۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ میرے والد نے ایک فارسی سکول میں تعلیم پائی۔ اس سکول کا ہیڈ مدرس ایک مسلمان مولوی تھا۔ جو اپنے مذہب کا پکا نہایت دیندار۔ متقی اور پرہیزگار تھا۔ اس کا کیریکٹر اس قدر اعلیٰ تھا کہ محض اس کی صحبت کے اثر سے اس کے تمام شاگردوں پر مسلمانی رنگ چڑھ گیا۔ ان میں سے کئی تو مسلمان ہو گئے۔ لیکن جنھوں نے باضابطہ تبدیل مذہب نہیں کیا وہ بھی عقیدے سے قریباً مسلمان رہے۔ میرے والد بھی اسی جماعت میں سے تھے۔

ہر مضمون کی کتابیں وہ پڑھتے ہیں لیکن مذہب اور تاریخ کا ان کو خاص شوق ہے۔ مذہبی مطالعہ ان کا بہت گہرا ہے اسلام ہندوازم۔ مذہب عیسائی۔ جین دھرم۔ بدھ دھرم سب میں ان کو کمال درجہ کی واقفیت ہے۔ قرآن تو انہوں نے بیسیوں دفعہ پڑھا ہوگا۔ ایسا ہی اپنشدوں کو بھی انہوں نے شاید بیسیوں سے بھی زیادہ دفعہ پڑھا ہے۔ انجیل۔ جین اور بدھ دھرم کی کتابیں بھی بہت دیکھی۔ اس کے علاوہ جنرل مذہبی لٹریچر سے بھی ان کو کمال درجہ کی واقفیت ہے۔

اپنی عمر کے پہلے پچیس تیس سال میں وہ عقیدے سے مسلمان تھے۔ وسنت جماعت، نماز پڑھتے تھے۔ روزہ رکھتے تھے اور مسلمان علما اور مولویوں سے ہی ان کی زیادہ واقفیت تھی۔ جب سید احمد خاں نے اپنا مذہبی اور سوشل مشن شروع کیا۔ تو انہوں نے اس کی تحریرات پڑھیں۔ اور وہ اس کے پیرو ہو گئے۔ چالیس برس تک وہ سید احمد خانی فرقہ کے مسلمان رہے۔ جن کو ان دنوں میں نیچری کہا جاتا تھا۔ اس عرصہ میں وہ ہندو دھرم کے اور آریہ سماج کے سخت مخالف رہے۔ اور برہمو سماجی اخباروں میں اور رسالوں میں ہندو دھرم اور آریہ سماج کی تعلیم کے خلاف لکھتے رہے۔

میرے نانا اور ماموں سب سکھ تھے۔ ان سب لوگوں کو مسلمانوں سے اور مسلمانی دھرم سے سخت نفرت تھی۔ مگر قسمت کا پھیر میری ماتا کی شادی ایسے شخص سے ہوئی جو مسلمانی دھرم کا عاشق اور مسلمانوں کا دوست تھا۔ اور جو ہر روز مسلمان ہو جانے کی دھمکی دیتا تھا۔ میرے والد ہندو دھرم کی۔ ہندو رسوم کی۔ ہندو رواجات کی ہمیشہ برائی کیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات نہایت سخت الفاظ سے ہندو دیوتاؤں اور دیوتاؤں کو یاد کیا کرتے تھے۔ تیوہاروں کے موقع پر پوجا میں شامل ہونا تو درکنار وہ گھر میں پوجا ہونے دینا بھی برا سمجھتے تھے۔ جب ہمارے والد کو معلوم ہو جاتا تھا کہ ہماری ماتا نے ان سے چھپا کر بت پرستی کی تو وہ خفا ہوتے اور ہماری ماتا کو برا بھلا کہتے تھے۔ میرے پتا نے مجھے بھی کچھ حصہ قرآن کا پڑھایا۔ اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا رہا۔ اور کبھی کبھی میں نے رمضان میں روزہ رکھنے کی کوشش کی۔

سیرت نبوی کیلئے پتوں کی ضرورت

پرافٹ آف اسلام کا اردو ترجمہ جسکو غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کسی گزشتہ اشاعت میں تحریک فرما چکے ہیں۔ چھپکر تیار رہے۔ اس کو موزوں مقامات پر پہنچانے کے لئے ہر شہر کے عیسائی مشنوں آریہ سماجوں اور سناتن دھرم سبھاؤں اور ممتاز غیر مسلم اصحاب کے پتوں کی ضرورت ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ احباب کرام اپنے اپنے شہروں سے یہ تمام پتے فراہم کرکے جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمت میں بھیجدیں۔

ہندوستانیوں کی حیثیت

عہد اسلامی میں

(حساس کے قلم سے)

لالہ لاجپت رائے اپنی کتاب "ینگ انڈیا" میں موجودہ انگریزی حکومت کا ہندوستان کی اسلامی حکومتوں سے یوں مقابلہ کرتے ہیں:۔

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک غیر ملکی حکومت تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حملہ آور نسلاً غیر تھے دبعینہ اسی طرح جس طرح نارمن اور ڈین لوگ انگلستان کے لئے غیر تھے لیکن ہندوستان میں آباد ہوتے ہی انہوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ یہاں کی عورتوں سے شادیاں کریں ان سے اولاد پیدا کی اور اس سرزمین کے باشندے بن گئے۔ اکبر اور اورنگ زیب ایسے ہندوستانی تھے جیسے آج دہلی اور دوسرے مقامات کے مغل اور پٹھان ہیں شیر شاہ اور ابراہیم لودھی اسی طرح ہندوستان کے لئے اجنبی نہ تھے جسطرح ولیم فاتح کی اولاد یا ولیم آف آرنج کے جانشین انگلستان کے لئے اجنبی نہیں سمجھے جاتے جب تیمور نادرشاہ اور احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے کئے تو وہ ایک ایسی حکومت پر حملے تھے جو مسلمان حکمرانوں کے زیر نگیں تھی۔ وہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے ایسے ہی دشمن تھے جیسے ہندو بادشاہوں کے۔

وہ مسلمان جو ہندوستان میں تیرھویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے وسط تک سیاسی حیثیت سے غالب رہے ہر لحاظ سے ہندوستانی تھے۔ وہ یہیں پیدا ہوئے۔ یہیں انہوں نے شادیاں کیں اور اسی جگہ وہ پیوند زمین ہوئے۔ ہندوستان کے اندر جس قدر مالیہ وہ وصول کرتے تھے اس کا ایک ایک پیسہ اس ملک پر خرچ کر دیا جاتا تھا۔ ان کی فوجیں تمام تر ہندوستانی تھیں۔ وہ ہندوستان کی سرحد کے پار سے اُن نئے خاندانوں کو یہاں آنے کی اجازت دیتے جو یہاں آکر ہمیشہ کے لئے آباد ہو جانا چاہتے لیکن وہ ایسے آدمیوں کو شاذ و نادر ہی ملک میں داخل ہونے دیتے جو ہندوستان کو وطن بنا کر ہمیشہ کے لئے یہاں ٹھیرنا نہ چاہتے۔ اگر ان کو ہندوؤں کے ساتھ کوئی اختلاف تھا تو وہ مذہب کا تھا۔ سیاست میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ نومسلموں کے ساتھ مسلمانوں سے بھی بڑھکر اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کا متعصب ترین مسلمان حکمران بھی وہ تکبر اور بد دماغی ہندوؤں کے ساتھ نہ برتتا تھا جس سے ہندوستان کے موجودہ انگریز حکمران کام لیتے ہیں۔ ہندوستان کے اندر دور اسلامی میں امتیاز رنگ کا مظاہرہ تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ البتہ امتیاز نسل موجود تھا مگر وہ بھی مسلمانوں اور مسلمانوں کے درمیان۔ جیسا کہ تغلقوں اور پٹھانوں۔ مغلوں اور لودھیوں کی کشمکش سے ظاہر ہے۔

شیر شاہ۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہاں ایسے حکمرانوں کے دور حکومت میں ہندوؤں کو ملک کے سب سے بڑے عہدے ملتے تھے وہ صوبوں کے گورنر بنتے۔ افواج کے کمانڈر ہوتے۔ اور اضلاع اور قسمتوں کے حاکم مقرر کئے جاتے تھے۔ سیاسی اور اقتصادی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستانیوں کی اپنی حکومت تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہندوؤں کے عہد حکومت میں۔

مسلمان حکمرانوں نے کبھی ہندوستان کے باشندوں کو غیر مسلح کرنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ انہوں نے کبھی اسلحہ کی ساخت اور درآمد بند کی۔ وہ اپنے عمل کے لئے عرب۔ ایران اور افغانستان سے آدمی بھرتی نہ کرتے تھے۔ انہوں نے ایران۔ عرب اور افغانستان کی مصنوعات کو فروغ دینے کے لئے ہندوستان کی صنعتوں کو تباہ نہیں کیا اور نہ انہیں ملکی مصنوعات پر محصول عائد کرنے کی حاجت تھی وہ اپنے ساتھ اپنی زبان اور اپنا ادب لائے اور کچھ عرصہ تک سرکاری کام اس زبان میں ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر انہوں نے ایک ایسی زبان پیدا کر لی جو ہندوستان کی تمام دیگر زبانوں کی طرح ایک دیسی زبان تھی۔

ہندوستان کے تمام مسلمان حکمرانوں کو ممالک اسلامی کے صناعوں کی خوشحالی کا کبھی فکر نہیں ہوا۔ اگر کوئی غیر ملک کا باشندہ ان کی سرپرستی چاہتا ہو تو اس کے لئے یہاں آکر اس ملک کو اپنا وطن بنا لینا ضروری ہوتا۔ لہذا مسلمانوں کی حکومت ہندوستانیوں کی اپنی حکومت تھی۔ نہ کہ ایک غیر اور اجنبی حکومت۔

پیغام صلح، دیوتا سروپ بھائی پرمانند اور دوسرے ہندو "مورخین" لالہ لاجپت رائے کی رائے کو کیسا سمجھتے ہیں؟

مسلمانوں کے تنزل و ادبار کی مصیبتیں اور ان کا علاج

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی ایک بے نظیر تازہ تصنیف

(ذیل کا مضمون مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی ایک تازہ تصنیف قول الحق کا دیباچہ ہے۔ یہ کتاب ابھی زیر طبع ہے اور جہاں تک اس دیباچہ کو دجو اخبارات میں شائع کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔) پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل قدر چیز ہوگی

ایک اہم سوال

کچھ عرصہ سے یہ سوال مسلمانوں کے سامنے بار بار پیش ہوتا رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کی قوم من حیث القوم تمام صفات محمودہ میں تنزل اور ہر ایک صفت مذمومہ میں ترقی کیوں کر رہی ہے؟ حسنات رفتہ کو سیئات موجودہ کی جگہ کیونکر واپس لایا جا سکتا ہے؟ اس ضروری سوال کا جواب دینے کی کوشش قریباً پچاس سال سے برابر ہو رہی ہے۔ ہر سال دو چار چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی اس سوال کے جواب میں شائع ہو جاتی ہیں اسلامی انجمنوں کے سالانہ جلسوں کے خطبات صدارت عموماً اسی سوال کا جواب ہوتے ہیں ماہانہ اسلامی رسالوں۔ پانزدہ روزہ اور ہفتہ وار اخباروں اور اسلامی روزناموں میں بھی آئے دن یہی سوال زیر بحث رہتا ہے۔ جامع مسجدوں کے مواعظ و خطب۔ اسلامی نشستگاہیں۔ ریل گاڑی کے طویل سفر میں درمیانہ درجہ کے مسلمان مسافروں کی گفتگوئیں بھی مذکورہ سوال کا جواب معلوم و متعین کرنے کی کوشش سے عموماً خالی نہیں ہوتیں اس پچاس سال کے عرصہ میں مذکورہ موضوع پر جو کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے اگر سب کو کتابی شکل میں لکھکر ترتیب دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ایک چھوٹا سا کتب خانہ تیار ہو جائے گا۔ جس میں صدہا بڑے بڑے لیڈروں صدہا فاضل اجل مولویوں۔ صدہا مصنفوں۔ صدہا ایڈیٹروں۔ ہزاروں واعظوں۔ ہزاروں لیکچراروں۔ ہزاروں شاعروں اور لاکھوں پڑھے لکھے اور سوچنے سمجھنے والے مسلمانوں کے خیالات و مقالات اور ملفوظات موجود ملیں گے اور اقتصادی۔ معاشرتی۔ اخلاقی۔ مذہبی۔ سیاسی۔ علمی وغیرہ ہر ایک نقطۂ نظر کو کام میں لا کر بحث کی گئی ہوگی۔

بیماری کا علاج

جبکہ اس ضروری سوال کے جواب یعنی بیماری کے اسباب و علامات اور معالجات و مداواۃ کے معلوم و متعین کرنے میں اس قدر عظیم الشان کوشش بر روئے کار آ چکی ہے۔ تو اب اس سلسلہ کو ختم کر کے اس سوال کو فراموش کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ اور کیوں پہلے سے بھی زیادہ لوگ اس طرف متوجہ نظر آتے ہیں؟ اس دوسرے سوال کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ابھی تک چور پکڑا نہیں جا چکا۔ اور بیماری چونکہ بدستور ترقی کر رہی ہے لہذا تیمارداروں کی گھبراہٹ اور صحیح معالجہ کی جستجو ترقی کرتی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں کسی عطائی کو بھی جرات ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی مجرب دوا یہ کہکر پیش کرے کہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج کو تو آپ آزما چکے۔ اگر جی چاہے تو یہ میری مجرب دوا بھی مریض کو استعمال کرا دیکھئے یہ سن کر مریض کے سرپرست اور رشتہ دار دونوں تھوڑے سے تامل کے بعد رضامند ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسی دوا سے مریض کی تندرستی واپس آ جاتی ہے۔ میرا مدعا اس گزارش سے یہ ہے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے کہ مذکورہ سوال کے جواب اور مذکورہ بیماری کے علاج کی نسبت کچھ عرض کروں۔ ممکن ہے کہ میرا ہی پیش کردہ نسخہ کام کر جائے۔ اور اگر کچھ بھی کام نہ آئے تو کم از کم میرا اسلامی فرض تو ادا ہو جائے۔

عام بیان کردہ اسباب

مسلمانوں کے سود و بہبود اور اصلاح و فلاح کی نسبت اب تک ہندوستان میں جو کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے اس کو بیسیوں عنوانوں کے ماتحت اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے

(۱) مسلمان صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف سے بے اعتنائی اختیار کر کے افلاس اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے لہذا ان کو صنعت و تجارت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

(۲) مسلمانوں نے پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی طرف کما حقہ توجہ نہیں کی اور ہمسایہ قوموں سے علمی مسابقت میں پیچھے رہ کر اپنی عظمت و فضیلت کو ضائع کر دیا۔ لہذا تعلیم کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہیے۔

(۳) مسلمانوں میں فضول خرچی بہت بڑھ گئی ہے۔ اور تمام جائدادیں بیچ بیچ کر قلاش ہو گئے۔ ان کو کفایت شعار بننا چاہیے

اس قسم کی تمام باتیں خواہ کتنی ہی مفید اور اچھی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان میں حقیقی اصلی اور اصولی کوئی بات نہیں۔ مثلاً اس ملک میں اب سے سوڈیڑھ سو برس پہلے پارچہ بافی۔ نجاری۔ آہنگری۔ معماری۔ کفش دوزی۔ خیاطی خیمہ دوزی۔ رفوگری۔ تیرگری۔ اسلحہ سازی۔ خوشنویسی۔ وغیرہ تقریباً تمام صنعتیں مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھیں۔ صبح سے شام تک دکان پر بیٹھکر غلہ آٹا دال نمک مرچ وغیرہ بیچنے کی ادنے تجارت کے سوا تمام بڑی بڑی اور اعلے قسم کی تجارتیں جن میں مال ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجانا پڑتا تھا۔ عموماً مسلمانوں کے ہاتھ میں تھیں۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی تمام دوسری قوموں پر مسلمانوں کو برتری حاصل تھی۔ اعلے مدارس اور ہر قسم کی تعلیم گاہوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ فضول خرچی سو یا ڈیڑھ سو سال پہلے بھی مسلمانوں میں ایسی ہی تھی۔ لہذا ان چیزوں کو اصل مرض کے عوارض تو شاید کہا جا سکے لیکن ان میں سے کسی کو اصل مرض نہیں کہا جا سکتا

غیر ملکی حکومت اور مسلمان

غور و تامل اور بحث و نظر میں یہاں تک پہنچکر بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اصل بیماری غیر ملکی یا غیر مذہبی حکومت اور مسلمانوں کی محکومی ہے۔ ایسا کہنے والے یقیناً دوسروں کی نسبت زیادہ ذہین اور زیادہ دقیقہ رس ہیں۔ اور ان کے اس قول کی تردید ممکن نہیں۔ لیکن ان کی تشخیص کو صحیح تسلیم کر لینے کے بعد بھی اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بیماری کا صحیح علاج وہ بھی آج تک نہیں بتا سکے غیر ملکی یا غیر مذہبی حکومت کے رفع دفع کرنے کے لئے جو تدبیریں اب تک سوچی اور زیر عمل لائی گئی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ابھی تک کامیاب اور موجب انجاح مرام ثابت نہیں ہوئی۔ اور اس ناکامی کے اسباب آج تک محدود و متعین نہیں ہو سکے۔ نہ آئندہ ان اسباب ناکامی کے متعین و محدود اور مرتفع و مسدود ہونے کی توقع ہے مثلاً سب سے زیادہ مضبوط اور پختہ بات یہ کہی گئی ہے کہ ہندو مسلم کو متفق ہو کر غیر ملکی حکومت کو اپنے اوپر سے اٹھا دینا چاہیے لیکن ایسا اتفاق آج تک نہیں ہوا۔ اور کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ یہ مطلوب اتفاق کس خاص وجہ سے نہیں ہو سکا۔ اور وہ خاص وجہ کب تک دور ہو سکے گی۔ اور اس کے دور ہونے کے بعد کوئی دوسری وجہ نااتفاقی پیدا نہ ہو گی۔ یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو غیر ملکی حکومت کے دور ہو جانے پر جو ملکی حکومت قایم ہوگی وہ بھی غیر مذہبی یعنی غیر اسلامی ہوگی۔ یا زیادہ سے زیادہ یوں کہیے کہ نیم اسلامی ہوگی۔ قیاس یہ کیا جا رہا ہے کہ اس نیم اسلامی ملکی حکومت میں مسلمان اپنے آپ کو سنبھالنے اپنی شوکت رفتہ کو واپس لانے اور کھوئی ہوئی عزت و دولت و فضیلت کو دوبارہ حاصل کرنے میں بآسانی کامیاب ہو جائیں گے۔

ڈیڑھ سو سال پہلے کے مسلمانوں کے بالمقابل ہماری اہلیت

یہاں تک اگرچہ محض خیالات و قیاسات ہی کا ایک سلسلہ ہے اور کامیابی حاصل کرنے یعنی بیماری رفع ہونے کی کوئی یقینی اور حتمی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن ان تمام ممکنات کو واجبات تسلیم کر لینے کے بعد بھی ایک اور زبردست خدشہ یا اہم سوال سامنے آتا ہے۔ جس کا حل اور جواب سوچنے اور تلاش کرنے کے بغیر چارہ نہیں وہ یہ کہ ہندوستان کے جن مسلمانوں نے اس ملک کی قایم شدہ مضبوط اسلامی حکومت کو کمزور بنا کر بالآخر فنا ہونے دیا ان مسلمانوں سے آج کل کے مسلمان کن کن باتوں میں فوقیت اور فضیلت رکھتے ہیں۔ اور ان میں کون کون سی قابلیتیں ان ڈیڑھ سو یا دو سو سال پہلے کے مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔ یہ بھی سوچنے اور تلاش کرنے کی بات ہے کہ دو سو سال پہلے کے بزرگوں میں جس طرح اسلامی سلطنت کے برباد کرنے اور خود برباد ہونے کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی موجودہ مسلمانوں میں من حیث القوم اس کی جگہ نئی اسلامی یا نیم اسلامی سلطنت پیدا کرنے کے بعد اس کے قایم رکھنے اور مسلمانوں کی قوم کو زندہ اور مضبوط قوم بنانے کی اہلیت پیدا ہو چکی ہے؟ اس اہلیت کی تعیین جن دلائل کی بنا پر کی جائے گی وہ بجائے خود قابل نقد و نظر ہونگے

قرآن مجید سے تعجب دور

تخیل کے اس صحرا میں آوارہ و سرگرداں ہونے سے بچانے کے لئے صاحب بصیرت حضرات نے ان مسلمانوں کو جو خدا و رسول پر ایمان رکھتے اور قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کا کلام یقین کرتے ہیں مخاطب کر کے اس معقول بات کی طرف توجہ دلائی کہ خدا تعالیٰ نے حکومت و سلطنت کے لئے قرآن مجید میں کچھ شرائط بیان فرمائے ہیں ان کو پورا کرنے کے بعد ہر ایک قوم اس بات کی مستحق ہو سکتی ہے کہ اس کو بادشاہت و سلطنت عطا کی جائے۔ اور کچھ ایسی غلطیاں اور نالائقیاں ہیں کہ جس قوم میں انکی کثرت ہو جاتی ہے اس سے خدا تعالیٰ حکومت و سلطنت چھین لیتا ہے۔ قوموں کے زندہ ہونے اور مرنے کے اسباب و علامات بھی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصولاً بیان فرما دیئے ہیں۔ قرآن مجید کی تمام تعلیمات اور اس کے بیان کردہ اصول کا غلط اور نادرست ہونا آج تک کبھی ثابت نہیں ہوا۔ اور ان کے درست اور صحیح ہونے کی شہادتیں ہر زمانہ میں ظاہر و ہویدا ہوتی رہیں۔ لہذا ہم کو قرآن مجید کے معیار پر اپنی حالت کیوں نہ پرکھنی چاہیے۔ قرآن مجید نے سچے پکے مسلمانوں کے لئے حکومت و سلطنت پر فائز ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رض جو من حیث القوم سچے پکے مسلمان تھے۔ اور قرآن مجید کی کسوٹی کے موافق سب سے بہتر مسلمان تھے۔ دنیا میں سب سے بڑی حکومت اور سب سے اچھی سلطنت کے مالک اور سب سے بہتر فرمانروا تھے۔ صحابہ کرام کے بعد مسلمان جس زمانہ میں جس قدر قرآن مجید کی تعلیمات سے غافل اور قرآنی معیار کے موافق جس قدر اسلام میں ناقص ہوئے اسی قدر ان کی حکومت و سلطنت کمزور و ناقص ہوتی گئی اور نکبت و ذلت ان کو تلاش کرنے لگی۔ چنانچہ ساڑھے تیرہ صدیوں کی تاریخ کا ایک ایک ورق اس کی صداقت پیش کر رہا ہے۔ اسلام اور کلام الٰہی سے من حیث القوم غفلت اختیار کر لینے کے باوجود مسلمانوں کا اپنی زبوں حالی کے دور کرنے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا اور قرآن مجید کی طرف متوجہ نہ ہونا اور قرآن مجید میں اپنے درد کی دوا تلاش نہ کرنا نہایت ہی مضحکہ انگیز اور حیرت افزا ہے۔

مرض کا ایک ہی علاج

اس سے زیادہ اچھی اور صحیح بات مسلم قوم کے مرض اور اس کے علاج کی نسبت اب تک نہیں کہی گئی۔ اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ازالۂ مرض کا بس یہی ایک علاج ہے۔ دس بارہ سال کا عرصہ گزرتا ہے میں اپنا یہی خیال "اکابر قوم" (ایک چھوٹا سا رسالہ) کے خاتمہ میں ظاہر کر چکا ہوں۔ حکومت و سلطنت کا حصول اور صفات حسنہ کا وصول، نتیجہ ہے صحیح اسلام پر قایم ہونے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لینے کا۔ مسلمانوں کا فرض سبب کا موجود و مہیا کر دینا ہے۔ نتیجہ خدا تعالیٰ خود مرتب فرمائے گا۔ یہ باتیں بھی نئی نہیں ہیں۔ بلکہ تقریر و تحریر کے ذریعہ شائع ہوتی اور مسلمانوں کی سماعت و مطالعہ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن تعجب و افسوس ہے کہ ایسی نیک اور پاک بات کا کوئی خصوصی اثر اور ایسے صحیح مشورہ پر عمل کی کوئی سرگرمی مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ بس یہی احساس ہے جو اس کتاب کی نگارش کا موجب ہوا۔ میں نے جب اس بات پر غور کیا۔ کہ مسلمان قرآن مجید اور سنت ثابتہ اور احادیث صحیحہ کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے تو مندرجۂ ذیل نتائج پر پہنچا۔

تاریخ مذہب کی علیحدگی

(۱) مسلمانوں میں اس وقت تک تاریخ اور مذہب بالکل جدا جدا اور دو الگ چیزیں ہیں۔ وہ جب تاریخ پڑھتے ہیں۔ تو خلفا اور سلاطین کے حالات جنگ و پیکار کے ہنگاموں، دربار اور درباریوں کی روداروں کو پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت مذہب۔ احکام قرآنی۔ احادیث نبوی۔ عام مسلمانوں کی مذہبی زندگی۔ بدعات و مراسم وغیرہ کا ان کو بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ بخلاف اس کے جب وہ مذہبی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں اور فقہی اختلافات۔ علما کے مباحث

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - لاہور - ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ - نمبر ۶۹

اسلام کا ایک ضروری سبق

کیا برادرانِ اسلام اس کی طرف توجہ کریں گے؟

ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے۔ کہ میری امت کے لئے اختلافِ رائے برکت کا باعث ہے۔ جو لوگ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کر چکے ہیں۔ اور اسلام کی شوکت و عظمت کے اسباب سے آگاہ ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ میں اختلافِ رائے نے فرزندانِ اسلام کے لئے کس قدر نتائج پیدا کئے۔ صحابہ کرام اور آئمہ دین اس نکتہ سے بےخبر نہ تھے۔ کہ اختلافِ رائے ہی سے انسان کی کامل آزادی اور جمہوریت پسندی کا مادہ برقرار رہ سکتا ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم اپنی مشکلات پر غالب نہیں آسکتی۔ اگر اختلافِ رائے کا احترام نہیں کیا جائیگا۔ تو یہ ذاتی عناد اور مخالفت کی صورت اختیار کر لیگی۔ اور جس خاندان یا قوم یا سلطنت کے اندر ذاتی کدورتیں کی وبا پھیل جائیگی۔ اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی نظر آئینگی۔ قدرت کا یہ ایک اٹل قانون ہے اور روزمرہ کی زندگی کے واقعات ہمیں صاف بتاتے ہیں۔ کہ اس قانون کی خلاف ورزی کرنیوالوں کو خواہ وہ کیسے ہی قلیل القدر یا طاقتور ہوں۔ تباہی و بربادی کے کیسے کیسے زہرہ گداز مدارج میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

مسلمانانِ ہند کی پستی اور ناکامی کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں وہاں اختلافِ رائے بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگر برادرانِ اسلام اختلافِ رائے کے معاملہ میں رسول کریم کی مقدس تعلیم اور صحابہ کرام کے طریق عمل پر کاربند ہونا اپنا فرض سمجھتے۔ تو یہ اختلاف یقیناً ان کی بہت سی مشکلات کا حل ثابت ہوتا لیکن اس بدبختی کا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ اختلاف کو مخالفت اور مخالفت کو جنگ یا انتقام کی ناپاک صورت میں پیش کرنیوالے ہمارے وہی روشن خیال بھائی اور بزرگ ہیں جنہوں نے امتِ مرحومہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اور جنہیں عام مسلمان اپنا رہبر و قوم سمجھتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ اختلافِ رائے کے ناجائز استعمال سے اس قوم کا دینی اور دنیاوی شیرازہ پراگندہ ہو رہا ہے جس کا مذہب بنی نوع انسان اور بالخصوص فرزندانِ توحید کو اتحاد و اتفاق کا سبق سکھاتا ہے۔ مسلمان بکرار اور رواعظ اتحاد و اتفاق کی برکت پر ایسی موثر اور روح افزا تقریریں کرتے ہیں کہ سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جب ان حضرات سے کسی مذہبی یا دنیاوی معاملہ میں اختلاف کیا جاتا ہے۔ تو دفعتاً ان کی بھنویں تن جاتی ہیں آنکھیں غصہ اور جوش کی حالت میں سرخ انگارا نظر آتی ہیں۔ اور زبان سے ایسے درشت اور نالائم الفاظ نکلتے ہیں کہ اسلامی تہذیب ان کی تاب نہیں لا سکتی۔ مولانا حالی مرحوم نے اپنی بےنظیر مسدس میں علمائے سوء کے اخلاق کا جو نقشہ کھینچا تھا۔ اس میں ابھی تک کوئی خوشگوار تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔

بچپن کی شادی کے خلاف جو قانون حال میں پاس ہوا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک وہ جو اس کے حامی ہیں۔ اور دوسرے وہ جو اس کے مخالف ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حامیوں کے مقابلہ میں مخالفین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مخالفت کا علم بلند کرنیوالے زیادہ تر مولوی صاحبان ہیں جو مذکورہ بالا قانون کو شریعت اسلامی میں بیجا مداخلت تصور کرتے ہیں۔ "پیغام صلح" گذشتہ اشاعتوں میں اس قانون کے متعلق اپنی رائے کا مفصل اظہار کر چکا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس قانون کا مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر ایک گہرا اثر پڑتا ہے لیکن ایک صحیح اور قطعی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اس کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور موافقین اور مخالفین دونوں تہذیب اور شائستگی کی حدود کے اندر رہکر ایک دوسرے کو دلائل اور معقولیت کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کریں لیکن کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم ایسے اہم معاملہ میں اختلاف کرنیوالوں کے خلاف اپنے ذاتی عناد کا ثبوت دینے اور چھچھوری حرکتوں پر اتر آئیں۔

مثال کے طور پر ہم خواجہ حسن نظامی صاحب کے اس مضمون کا ذکر کرتے ہیں جو "چند مولویوں کا بیجا شور و غوغا" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں خواجہ صاحب نے قانون کے فوائد اور مولویوں اور لیڈروں کی مخالفت کی وجوہ بتائی ہیں۔ اخلاق اور معقولیت کا یہ تقاضا تھا کہ معاصر "زمیندار" اسلامی تہذیب و شائستگی کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف انہیں باتوں کا جواب دیتا جو اس کی دانست میں قابلِ اعتراض تھیں۔ لیکن "زمیندار" اپنے جواب کو اس تمہید سے شروع کرتا ہے:-

> "دلی کے گیسو دراز خواجہ بھی ایک عجیب و غریب بزرگ ہیں۔ عوام سمجھتے ہوں گے کہ انہیں غالباً حال و قال یا طلب کی حاجت پڑھتی ہے کہ "حجرہ رین بسیرا" میں بیٹھکر مریدوں اور مریدنیوں سے اپنے سامنے سجدہ تعظیمی کرانے اور نذریں وصول کرنے" عوارض گوناگوں" کے باوجود رات کے چار بجے ایوان خانہ کے صحن میں بیٹھکر تبتل کے عوض خاص خاص اوراد و وظائف قرآنی پڑھنے اور مہینے میں ایک آدھ تبلیغی پوسٹر شائع کرکے اپنے ارادت کیشوں اور ملک کے تمام متمول اصحاب سے چندہ وصول کرنے کے سوا کوئی کام نہیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں سینماؤں کی رونق ان سے ہے۔ حکام کے درباروں کی زینت ان سے ہے تماش کی محفلیں ان کے بغیر سونی ہیں۔ اور پولیس کے افسرانِ اعلیٰ کے روزانہ ملاقاتیوں کی فہرست اس وقت تک پوری نہیں سمجھی جاتی جب تک اس میں حضرت خواجہ صاحب کا نام نہ ہو۔"

ہم "زمیندار" کے فاضل مدیر سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اسلامی شائستگی انہیں علانیہ اپنے ایک مسلمان کلمہ گو بھائی کی تذلیل و توہین کرنے یا ان پر سوقیانہ آوازے چست کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیا یہ اسی شریعت کی صریح خلاف ورزی نہیں جس کے تحفظ کا انہیں اس شدومد سے دعویٰ ہے؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ "زمیندار" یا کوئی اور اخبار خواجہ صاحب کے مضمون کا جواب نہ دے اور ضرور دے۔ مگر اس متین اور معقول پیرایہ میں کہ خود خواجہ صاحب بھی سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ "زمیندار" کا یہ نامطبوع اور غیر اسلامی اندازِ تحریر ممکن ہے کہ ان لوگوں کے لئے دلچسپی اور لطف اندوزی کا باعث ہو۔ جو اتحاد بین المسلمین کے فلسفے کے زیادہ قائل نہیں لیکن ہمارے یہ بھائی یاد رکھیں کہ ذاتی منافرت اور عناد کا یہی وہ جذبہ ہے۔ جو افغانستان میں خانہ جنگی اور برادرکشی کی ایسی ہولناک وبائی صورت میں نمودار ہوا جس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اتمام حجت کے طور پر یہ مان بھی لیا جائے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب میں وہ تمام کمزوریاں موجود ہیں جن کی تفصیل اوپر بتائی گئی ہے۔ تو کیا ایک بھائی کی اصلاح کا یہی طریقہ ہونا چاہئے۔ جو "زمیندار" نے اختیار کر رکھا ہے کیا مولانا ظفر علیخان صاحب جو سرکارِ دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں نعتیہ کلام کی صورت میں ارادت و عقیدت کی نذریں پیش کر چکے ہیں۔ اس بات کو روا رکھتے ہیں کہ ان کے اسی اخبار میں جو روح افزا و بصیرت افروز کلام شائع ہو چکا ہے۔ حضور اقدس کی امت کے ایک فرد کی اس طرح توہین کی جائے؟

ایک اہم سوال

جالندھر کنیا مہاودیالیہ اس وقت پنجاب میں سب سے بڑی زنانہ درسگاہ ہے جس میں پانچسو سے زیادہ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ یہ درسگاہ جس کا رقبہ تقریباً ۳۵ ایکڑ ہے۔ شہر کے باہر واقع ہے۔ ہوسٹل کی عمارت بھی درسگاہ کے ساتھ ہے۔ ودیالیہ کی وسیع عمارتوں پر چار لاکھ سے زیادہ لاگت آئی ہے۔ درسگاہ کی زمین جابجا درختوں اور پھولوں سے آراستہ ہے لڑکیوں کو سردی اور گرمی دونوں موسموں میں کھلی ہوا میں تعلیم دی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لڑکیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کافی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ کی بہت سی درخواستیں مسترد کر دی گئی ہیں۔ تعلیم کا ذریعہ ہندی زبان ہے مختلف جماعتوں میں انگریزی حساب۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ موسیقی۔ نقشہ کشی مصوری کے علاوہ خانہ داری۔ باغبانی۔ کاتنے۔ بننے۔ سینے۔ پرونے اور کھانا پکانے کی باقاعدہ عملی تعلیم دی جاتی ہے۔ مذہبی تعلیم کا خاص انتظام ہے۔ "بیواؤں کا آشرم" بھی کنیا مہاودیالیہ میں ہے۔ یہ آشرم دو سو سے زیادہ استانیاں تیار کر چکا ہے جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں کام کر رہی ہیں۔ ودیالیہ کے لئے پانچ لاکھ روپے کے مستقل سرمایہ کی ضرورت کا اعلان کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے سود اور عطیے اس کے سالانہ اخراجات کے لئے کافی ہوں۔ ودیالیہ کی پرنسپل شریمتی شنو دیوی نے مطلوبہ سرمایہ کے پانچویں حصہ یعنی ایک لاکھ روپے کے فراہم کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ یہ اولوالعزم خاتون ہندوستان سے ۶۵ ہزار روپیہ فراہم کر چکی ہے بقیہ ۳۵ ہزار کی رقم افریقہ سے فراہم کی جائیگی چنانچہ اس اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے شریمتی شنو دیوی افریقہ جانے والی ہیں۔ کیا برادرانِ اسلام جو پنجاب میں آبادی کا جزوِ غالب ہیں۔ ایسی زنانہ درسگاہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جس میں مسلمان لڑکیوں کے لئے اسلامی نقطۂ خیال سے تمام تعلیمی وسائل موجود ہوں۔ اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے۔ تو وہ کب اس اہم ضرورت کو عملی صورت میں پورا کریں گے؟ کیا مسلمان اس معاملہ پر اس وقت توجہ کریں گے جب برادرانِ وطن منزلِ مقصود کے قریب ہوں گے؟ جب یہ بدیہی حقیقت ہے کہ آج کی لڑکیاں کل کی مائیں ہوں گی۔ تو کیا قوم کے کاربان کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ سے بےنیاز رہ سکتے ہیں؟ مسلمانوں نے پہلے مولویوں کے کہنے پر انگریزی تعلیم کو کفر سمجھا نتیجہ یہ ہوا کہ برادرانِ وطن تعلیم کی دوڑ میں ان سے اتنی دور نکل گئے۔ کہ اب وہ ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تعلیمِ نسواں کی تحریک میں بھی ہندو اور سکھ مسلمانوں سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں مسلمان اپنی موجودہ رفتار پر قانع ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ قناعت انجام نہایت مضر ثابت ہوگی۔ مسلمانوں کو ابھی سے اپنی اس کمزوری کے رفع کرنے پر خاص توجہ کرنی چاہئے۔

ملا کی تعریف حسابی قاعدہ سے

حسابی قاعدہ سے ملا کی تعریف حسب ذیل ہے جس میں جمع تفریق ضرب تقسیم کی علامتوں کا خیال رکھنا چاہئے:-

ظاہری عبادت + لفظی عبادت - روح - حقیقت + کفرسازی + فرقہ بندیاں - اتحاد - اخوت + اندھی تقلید - عقلِ حیوانی + کتابوں کا پشتارا - قرآن + مذہبی جبر - آزادیِ ضمیر + (دماغ کی کجی × ضد) + فریب + عیاری + (داڑھی + پگڑی + جبہ + تسبیح - پاکیزگی - پرہیزگاری - روحانی اوصاف + مسواک - صفائی) + (زکوٰۃ + خیرات + نیاز) ÷ (اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے لئے) یہ تعریف آج سے چند سال قبل "لائٹ" کے ایک پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اور ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جس خاص طبقہ کے لئے یہ وضع کی گئی ہے۔ اس میں اس وقت تک اصلاح کے کوئی آثار نظر نہیں آتے ہم اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز علمائے کرام کے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔ انہیں ان مکھیوں سے تشبیہ دینا زیادہ موزوں ہوگا جو اسلام کے پھول پر صرف رس چوسنے کے لئے بیٹھتی ہیں۔ عوام بہت جلد ان کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگوں کو مذہب کے متعلق ایسی باتیں سناتے ہیں جن سے ان کے قلب پر خوف اور دہشت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کی جہالت اور لاعلمی سے اسلام کو اس قدر نقصان پہنچ رہا ہے جس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ گو ملا لوگ خود مذہبی حقائق سے بےبہرہ ہیں لیکن مذہب کی آڑ میں عام مسلمین کی جہالت سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اس وقت تک اٹھاتے رہیں گے جب تک مسلمان جاہل اور ان پڑھ رہیں گے۔ ان کی تجارت کو فروغ دینا اسلام کو ضعف پہنچانا ہے۔

افغانستان کا جدید بادشاہ

افغانستان کی تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جب ۱۵ اکتوبر کو جنرل نادر خان کابل پہنچ گئے۔ تو افغان نمائندوں نے جو وہاں موجود تھے۔ جنرل موصوف کو باوجود ان کے انکار اور معذرت کے اپنا بادشاہ منتخب کر لیا بچہ سقہ کی نسبت معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ ۱۳ اکتوبر کو ارک کے قلعہ کی دیوار میں نقب لگا کر ایک بزدل اور نامرد چور کی طرح بھاگ گیا ہے۔ جنرل نادر خاں کو بمصداق

> ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

اپنی بےنظیر خدمات اور قربانیوں کا یہی صلہ ملنا چاہئے تھا ہمیں امید ہے کہ جنرل نادر خان کی تخت نشینی اور بچہ سقہ کی روپوشی سے افغانستان کا خونیں مطلع بہت جلد صاف اور امن و ترقی کا پھر ایک نیا دور شروع ہو جائیگا۔

یاد دہانی

۳ - اکتوبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں ہم نے پیغام صلح کے قارئین کرام سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ اس اخبار کے مہتم بالشان مقاصد کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کی توسیع اشاعت پر خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ اور اس طور پر انجمن احمدیہ کے مشن کی تکمیل میں حصہ لیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ ہماری یہ اپیل رائیگاں نہیں جائے گی۔

نوجوان احباب سے خطاب

عزیزان من! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم نے اُس وقت اشاعت اسلام کے مقدس کام میں امام وقت کا ساتھ دیا جب ہماری عمارت کی بنیاد صرف ایمان پر تھی۔ اور جو بار آور درخت آج آپ کے سامنے اپنی شاخیں مشرق اور مغرب میں پھیلائے ہوئے ہے یہ اسوقت محض ایک بیج تھا ایسی حالت میں مخالفت کے طوفان کے اندر ہماری تھوڑی سی جدوجہد کا ثمرہ اللہ تعالٰی نے بہت بڑھ کر عطا فرمایا اور آج آپ کی آنکھوں کے سامنے مغرب میں عیسائیت کے مرکزوں میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی آواز گونج رہی ہے تو مشرق میں بھی اسلام کو دوسروں کے حملوں سے بچانے کی زبردست کوشش جاری ہے۔ یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ اس کی آواز پر اس حالت میں جب مادہ پرستی نے طبائع کو خود مذہب سے ہی بیزار کر رکھا ہے سینکڑوں کی تعداد میں اسلام کے ایسے زبردست شیدائی پیدا ہو گئے کہ انہوں نے علی الاعلان اسلام قبول کر لیا، لیکن یورپ اور امریکہ میں مشن قائم کرنے سے جو اصلی مقصد ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کے وقار کو دنیا میں قائم کیا جائے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ناپاک حملے کئے جاتے ہیں اور آپ کی بُری تصویر دنیا کو دکھائی جاتی ہے اور جس سے مقصود مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے ان کا ازالہ کیا جائے اور آپ کا روشن چہرہ دنیا کو دکھایا جائے۔ ہمارا حقیقی نصب العین یہ ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے بدگمانیاں دور کی جائیں۔ ان کے متعلق غلط خیالات کی تردید کی جائے اور ان کے عزت ووقار کو دنیا میں قائم کیا جائے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت سے ہی مسلمانوں کی عزت وابستہ ہے ہم بحیثیت قوم دنیا میں اسیوقت معزز ہو سکتے ہیں جب اسلام اور پیغمبر اسلام کے عزت اور وقار قائم ہو جائیں۔

عزیزان من! لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان نوجوانوں کے اندر قربانی کا کوئی بلند جذبہ اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے سامنے کوئی بلند نصب العین نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کا نصب العین دنیا کی ہر قوم کے نصب العین سے بلند تر ہے کیونکہ اس کی وطنیت بھی وسیع تر ہے۔ اس کا وطن ایک خاص ملک نہیں بلکہ ساری دنیا ہے۔ اور اس سے بلند تر نصب العین دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی کیا ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا ایک اخوت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے اور انسان انسان کا بھائی ہو اور یہ اخوت سوائے اسلام کے اور کوئی چیز دنیا میں پیدا نہیں کر سکتی۔ اس کو بھی چھوڑئیے۔ کیا اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت کی حفاظت ہر مسلمان کا مقدم ترین اور مقدس ترین فرض نہیں۔ اپنا نفس، اپنا کنبہ، اپنی قوم، اپنا ملک، یہ سب چیزیں ہماری محبوب ہو سکتی ہیں اور ان کی حفاظت ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ ان کے عزت ووقار کو دنیا میں بڑھانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ مگر ان سب سے اوپر اللہ اور اس کا رسول ہے۔ قل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم .... احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ط پس اے پیارے عزیز احمدی نوجوان دوستو! تمہارے سامنے دنیا کا بلند ترین نصب العین ہے اور تمہارے سامنے اس نصب العین کے لئے نہایت پاکیزہ جذبات کے نمونے ہیں۔ اخلاص اور صدق کے نمونے ہیں۔ تمہارے سامنے ایک میدان ہے جس کو تم برابر فتح کئے جا رہے ہو۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ کسطرح مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار اسوقت پھر واپس آ رہا ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح دنیا اس حق کی پیاسی ہے جس کے تم حامل ہو اور اس عمارت سے کیسی روشنی نمودار ہے۔

عزیزان من! میں چاہتا ہوں کہ تم یہ سمجھ لو کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کا کام جو ہو چکا اب اسے گرنے سے بچانا تمہارے اختیار میں ہے۔ اسکو ترقی دے کر اور زیادہ مفید بنانا تمہاری قربانیوں پر منحصر ہے۔ تمہارے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ تم ایک عظیم الشان پیغام کے حامل ہو۔ اور وہ پیغام تم سے بڑی بڑی قربانیاں چاہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میں قرآن کریم کے مطالعہ کا علوم دینی کے تفحص کا وہ جوش پیدا ہو جائے کہ سب لوگوں کی نظریں علم دین حاصل کرنے کے لئے تمہاری طرف اٹھیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے وہ اخلاص اور صدق پیدا ہو جائے کہ تم دنیا کے رہبر بن جاؤ۔ تم بیشک اپنے لئے معاش کی فکر کرو بیشک اپنی دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کرو مگر اپنا نصب العین جس کے لئے تمہارے دلوں میں بلند جذبہ پیدا ہو اسلام اور پیغمبر اسلام کی خدمت کو رکھو۔

عزیزان من! تم میں مختلف طبائع کے لوگ ہیں کوئی علمی ترقی کر سکتا ہے۔ کوئی مسلمانوں کی اقتصادی ترقی میں کوشاں ہو سکتا ہے، کمزوروں، بیماروں، غرباء و مساکین کا مددگار بن کر کھڑا ہو سکتا ہے کوئی معاشرتی کوئی ملکی خدمت کر سکتا ہے، کوئی تعلیمی جدوجہد میں رہنمائی کر سکتا ہے، کوئی غیروں کے حملوں کا اچھا دفاع کر سکتا ہے، کوئی اسلام کی روشنی دور دراز ملکوں میں پہنچا سکتا ہے، مگر یہ سب اگر ایک نظام کے ماتحت ہو کر کام کریں تو کچھ کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں نوجوانوں کا خاص نظام ہو اور ان کو ہر وقت یہ فکر ہو کہ وہ کس پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنے وجود کو مفید بنا سکتے ہیں۔ مجھے اس غرض کیلئے والنٹیئر چاہئیں جن سے ایک نظام کے ماتحت کام لیا جائے۔ اور ان کے وجود کو قوم اور ملک کے لئے خود اسلام کے لئے مفید بنایا جائے اس سالانہ جلسہ پر میں اس نظام کو خصوصیت سے قائم کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے الگ وقت رکھا جائے گا۔ مگر اس سے پیشتر مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ کون کون سے نوجوان دوست اس کام کے لئے تیار ہیں۔ ایسے نام مجھے آخر نومبر تک پہونچ جانے چاہئیں۔ اور اسکے ساتھ بھی اگر کوئی تجاویز بھی اسکے متعلق لکھی جائیں تو میں ان پر بھی غور کر رکھوں گا اور پھر ہم اپنے سالانہ جلسہ پر اس نظام کو مکمل کر کے آئندہ سال سے اس کے مطابق کام شروع کر دیں گے۔ والسلام

محمد علی

دروغ کو فروغ کیوں ہے؟

قادیانی اصحاب سے جب کبھی شرف ملاقات ہوتا ہے تو مع اپنی کثرت اور ہماری قلت کو لے اڑتے ہیں۔ ہمیں منافق یا پیغامی یا غیر مبایع خلافت کے خواہاں کہہ کر اور کبھی ایک اسی قبیل کی بلی کٹی باتیں کہہ کر بغلیں بجاتے ہیں اور خوش ہیں کہ خوب مریدی کا حق ادا کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ان کو دربار خلافت سے ایسے احکام صادر ہوئے ہیں کہ جب کبھی کوئی پیغامی ملے تو غیر متعلق باتوں سے اس کا قافیہ تنگ کر دیا کرو۔ کیونکہ دلیل وغیرہ تو کوئی ہے نہیں صرف فضلی کے نزاع احقیقت الوحی کے صفحہ ۱۹۳۔ اور ایک دو اور سیاق سباق سے قطع کئے ہوئے حوالہ جات پر مدار ہے اور جب ان کا ناطقہ بند کیا جاتا ہے تو پھر وہی پرانی رٹ لگانی شروع کر دیتے ہیں افسوس! جب انسان کسی منحوس ساعت میں کسی غلطی کا ارتکاب کر دیتا ہے تو اس کو اپنی غلطی کی ضد ہو جاتی ہے۔ اور تعصب اس کی آنکھیں بند کر دیتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ بیشتر تو اپنے عقائد سے بھی واقف نہیں ہوتے مثلاً "اسمہ احمد" والی پیشگوئی، تکفیر اہل قبلہ، ناسخ و منسوخ اور میاں صاحب کی کئی اور اس قسم کی تحریریں چونکہ کتب عموماً پاس نہیں ہوتیں۔ اس لئے عموماً وہ تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ اس تمہید سے میرا مطلب یہ ہے کہ اپنی اور انجمن کو قادیانیوں کے اس طرز عمل سے آگاہ کروں تاکہ ان کے پروپیگنڈا کے سدباب کے لئے کچھ عملی وسائل اختیار کئے جائیں اور عامۃ الناس کو چاہ ضلالت میں گرنے سے بچایا جائے۔ دروغ کو صرف اس لئے فروغ ہوتا ہے کہ عام لوگ جب مسیح موعود کے کلام معجز نظام اور دعاوی کو دیکھ کر کوئی مسکت جواب نہیں پاتے تو بغیر اس کے کہ مسیح موعود کی اصلی تعلیم سے آگاہ ہوں اُن خود ہی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری طرف سے بالکل اتمام حجت نہیں ہوا اور دیہات میں تو یہ حال ہے کہ پچانوے فیصدی لوگ ہمارے وجود، ہمارے عقائد اور مرزا صاحب کے مشن کی حقیقت سے بالکل نابلد ہیں۔ اسکی وجہ محض ہمارا تساہل اور سہل انگاری ہے۔ جب کبھی ایسے مسلمان سے جس کا تعلق ہماری جماعت سے نہیں ہے ملنے کا موقعہ ملتا ہے تو وہ چھوٹتے ہی قادیانی عقائد کو ہماری طرف منسوب کر دیتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ لاہور کی احمدی جماعت کے کیا عقائد ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں لیکن جب اس کے سامنے اپنے مسلک و عقائد کی تشریح کی جاتی ہے، تو عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہی شخص ہمارے عقائد اور کام کو بنظر استحسان دیکھنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو بڑے صحیح اور امن پسندانہ عقائد ہیں۔ افسوس ہے کہ اندرونی اصلاح و توسیع جماعت کے متعلق ہماری کوششوں کا دائرہ بہت محدود ہے۔ انجمن کی بنیاد کو استوار اور محکم بنانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ بغیر پروپیگنڈا اور اتمام حجت کے ہو نہیں سکتی۔ اگر انجمن اس طرف توجہ منعطف کرے اور اپنے مبلغ و مناظر شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ بھیجے تو ایک سال کے اندر حیرت انگیز نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

کیا انجمن کے ذمہ دار ارکان سالانہ جلسہ میں اس معاملہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس طرز عمل کو اختیار کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ بہت سے لوگ احمدیت کے دلدادہ ہیں لیکن نبوت کے مسئلہ پر رک جاتے ہیں۔ اگر یہ روش اختیار کی گئی تو میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جماعت میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوگی اور کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ اور سیھزم الجمع ویولون الدبر کی آیات صرف اسی طرح اپنا ظہور کریں گی۔ امید ہے کہ میری یہ صدا الصحرا ثابت نہ ہوگی۔ واللہ موفق۔

خاکسار محمد اکبر
چک نمبر ۳۹۔ ضلع سرگودھا

مغرب میں اسلام کی ضیا باریاں

یوں تو ایک مدت سے ان اسلامی فیض پاشیوں کا ذکر ان صفحات میں آتا رہا ہے جنکا موجب مسلم مشن ووکنگ، اسلامک ریویو اور دیگر اسلامی لٹریچر ہوتا رہا ہے لیکن گذشتہ ماہ میں تین معقدر اور سعید نفوس حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں جن میں سے دو خواتین ہیں جن کے نام نامی "مسز میری میتھیوز" (اسلامی نام حلیمہ) "مس جون ڈکسن" (اسلامی نام فاطمہ) ہیں۔ تیسرے بزرگ گلاسکو کے رہنے والے ہیں ان کا اسم گرامی "مسٹر واکر" ہے۔

ذیل میں ایک نومسلمہ اور ایک نومسلم بھائی کے اعلانات اسلام درج کئے جاتے ہیں جن کو پڑھ کر امید ہے کہ ناظرین کرام مسرور ہوں گے۔

مس جون فاطمہ ڈکسن لندن کا اعلان اسلام

"عیسوی معتقدات و توہمات تو مجھے اپیل نہیں کرتے لیکن عقائد اسلام اپنی معقولیت اور قابل عمل ہونے کی وجہ سے میرے

جناب مسٹر واکر آف گلاسکو کا قبول اسلام

گذشتہ کئی ماہ سے میں ایڈنبرا کی ایک لائبریری میں رسالہ "اسلامک ریویو" کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اس کے مسلسل مطالعہ نے میرے اندر ایک سچے اور حقیقی مذہب کی روح تجسس پیدا کر دی ہے اس ضرورت حقہ کو محسوس کر کے میں نے اسلام قبول کر لیا۔

مس جون فاطمہ ڈکسن لندن کا قبول اسلام

قبول اسلام کے بعد تین دفعہ شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلام کا مطالعہ کرنے کے لئے جا چکی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نومسلمہ موصوفہ کے دل میں اسلام کی تعلیم سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کی کس قدر تڑپ ہے۔

"مسز میری میتھیو حلیمہ" نے مسجد ووکنگ سے انگریزی ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ خریدا ہے اور بڑے شوق سے اس کے مسلسل مطالعہ میں منہمک ہیں۔

سکرٹری مشن

اخبار احمدیہ

— ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن شکر گڑھ کی بیوی اور بچیہ بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

— شیخ محمد دین صاحب جان سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کی ہمشیرہ کا جو ایک عرصہ سے بیمار تھیں۔ انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ حضرت امیر نے انجمن کی مسجد میں پڑھایا۔ خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

— شیخ محمد نصیب صاحب کا لڑکا جو مدت سے بیمار ہے بغرض علاج میو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسلمانوں میں اتحاد کا واحد ذریعہ

ہر کلمہ گو کو مسلم سمجھو

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ایم بی مسنف مجدد اعظم کے قلم سے)

تمہید ہر مضمون جو کسی اخبار میں نکلے۔ اس قابل نہیں ہوتا کہ ضرور اس پر توجہ بھی کی جائے۔ بہت سے لیے ہوئے غیر ذمہ دارانہ بے ربط اور گرے ہوئے مضامین نکلا کرتے ہیں۔ جن کا جواب یا تردید کے لئے آپ ہی کافی ہوتے ہیں۔ ان کی طرف متوجہ ہونا درحقیقت ان کی قدر و قیمت کو بڑھانا ہے۔ مثلاً جو ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء کے انقلاب میں بابو حمید ربانی صاحب کا جو مضمون نکلا۔ وہ اس قابل نہ تھا۔ کہ اس کے جواب دینے کی زحمت گوارا کی جاتی۔ وہ محض چکڑالویوں کی آواز کی ایک گونج تھی۔ جو دھرم سالہ کی چوٹیوں سے ٹکرا کر پنجاب کی فضا میں پھیل گئی۔ یا تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک تکفیر نامہ تھا۔ جو انقلاب کے اوراق کے ذریعہ صوبہ بھر میں منتشر ہو گیا۔ اکثر باتیں وہی تھیں۔ جو چکڑالوی کہا کرتے ہیں جن کا جواب میں اپنے مضمون میں دے چکا تھا۔ بابو صاحب نے چبائے ہوئے نوالہ کو صرف دوبارہ چبایا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ پیغام صلح ایک محدود الاشاعت اخبار ہے۔ اس لئے اس میں شائع شدہ مضمون بہت کم نظروں سے گذرا ہو گا اور انقلاب ایک کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ بابو صاحب کا ہی مضمون لوگوں نے پڑھا ہو گا۔ اس لئے کسی کو پتہ نہ لگا ہو گا۔ کہ پیغام صلح میں بابو صاحب سے کیا مطالبہ کیا گیا تھا؟ کن کن باتوں کا جواب دیا جا چکا تھا؟ اور بابو صاحب کے ذمہ کیا کیا مطالبات باقی تھے؟ کسی کو کیا پتہ کہ بابو صاحب نے مضمون میں کوئی معقول جواب الجواب نہ دے سکے۔ اور مرغ کی ایک ٹانگ کی طرح انہی باتوں کو دہراتے رہے۔ جن کا جواب کافی و شافی خدا کے فضل سے دیا جا چکا تھا۔ اس لئے میں نے ان کا جواب دوبارہ کچھ لکھنا بے فائدہ سمجھا لیکن بعض دوستوں نے مجھے مجبور کیا۔ کہ میں پھر کچھ لکھوں۔ اس لئے طوعاً و کرہاً ان کے حکم کی تعمیل میں کچھ عرض کرنے لگا ہوں۔ وباللہ التوفیق ط

بابو صاحب کا قضیہ غلط ہے

بابو حمید ربانی کا قائم کردہ قضیہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں نے اپنے مختلف نام رکھ لئے ہیں۔ ان سب ناموں کو مٹا دو۔ اور سب اپنے آپ کو مسلم کہو۔ اس طرح جماعتیں بھی مٹ جائیں گی۔ اور مسلمانوں سے تفرقہ بھی مٹ جائیگا۔ اور اتحاد پیدا ہو جائیگا۔

میرا جواب یہ تھا۔ کہ جب تک دنیا میں اختلاف آرا موجود رہے مسلمانوں میں بھی اختلاف آرا ہو گا۔ اسی اختلاف آرا سے مختلف جماعتیں بنیں۔ اور جب مختلف جماعتیں بنیں۔ تو مختلف نام بھی پیدا ہو گئے۔ مگر یہ نام قطعاً قطعاً مسلم کے مقابل میں پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ مسلم کے دائرہ کے اندر مختلف جماعتوں کے باہمی امتیاز اور تعارف کے لئے یہ نام ہیں۔ ان جماعتوں میں سے کوئی جماعت بلکہ کوئی فرد بشر ایسا نہیں۔ جو اپنے آپ کو مسلم نہ کہتا ہو۔ بلکہ اسی شد و مد سے وہ اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے۔ کہ وہ کسی دوسرے کو جو ذرا بھر بھی اس سے اختلاف رائے رکھے مسلم کہنا پسند نہیں کرتا۔ پس یہ نام مسلمانوں میں محض باہمی تعارف کے لئے پیدا ہوئے جب تک مختلف الآرا جماعتیں ہیں۔ یہ نام بھی رہیں گے۔ انہیں کوئی مٹا نہیں سکتا اور یہ جماعتیں مٹ نہیں سکتیں۔ جب تک اختلاف آرا موجود ہے۔ اور اختلاف آرا کبھی مٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے۔ پس بابو صاحب کا قضیہ غلط ہے۔ کہ ان ناموں کے مٹنے سے جماعتیں مٹ جائینگی۔ اور تفرقہ مٹ جائیگا۔ بابو صاحب کا قضیہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ جب دنیا سے اختلاف آرا مٹنا ممکن ہو۔ جو محال ہے۔

تفرقہ مٹنے کا واحد ذریعہ

بالمقابل میرا قضیہ یہ تھا۔ کہ دنیا سے اختلاف آرا مٹ نہیں سکتا۔ اسلئے مسلمانوں کے اندر جو مختلف جماعتیں ہیں۔ ان کو اور ان کے ناموں کو مٹانا ناممکنات میں سے ہے اور محض اپنے آپ کو مسلم کہنا تحصیل حاصل ہے۔ سب جماعتیں اپنے آپ کو مسلم ہی کہتی ہیں۔ نقص جو ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سب جماعتیں مسلم کا لفظ اپنے لئے ہی مخصوص سمجھتی ہیں۔ اور ہر ایک دوسری جماعت کو جو اس سے اختلاف رائے رکھتی ہے "مسلم" کے نام کا مستحق نہیں سمجھتی۔ اور یہی اصل وجہ تفرقہ کی ہے۔ پس تفرقہ کو مٹانے کا واحد ذریعہ کوئی ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ کہ ہر ایک جماعت دوسری جماعت کی اختلاف رائے کی عزت کرے۔ اور اختلاف رائے کی وجہ سے فریق ثانی کو "مسلم" کہنے میں کوئی تامل نہ ہو۔

اختلاف آرا کا مٹنا ناممکن ہے

میں نے دونو قضیے بالمقابل رکھ دیے ہیں۔ تاکہ ایک خاکہ کرنیوالا شخص اس پر نظر انصاف ڈال سکے۔ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ بابو صاحب کا قضیہ ناممکنات میں سے ہے۔ ناموں کا مٹنا جماعتوں کے مٹنے پر منحصر ہے۔ نہ کہ صرف مسلم کہلانے پر۔ کیونکہ سب جماعتیں اپنے آپ کو مسلم ہی کہتی ہیں۔ اور جماعتوں کا مٹنا اختلاف آرا کے مٹنے پر منحصر ہے۔ جو ناممکن ہے۔ مگر بابو صاحب اختلاف آرا کے مٹنے کی ایک عملی شکل پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ سب لوگ مسلم ہو جائینگے۔ تو آپ کی مسلمات ایک دوسرے سے جدا جدا نہ ہوں گی۔ یعنی یہ کہ ایک کی کافی کلینی اور دوسرے کی مسلم بخاری اور تیسرے کی مسند امام حنبل اور چوتھے کی عسل مصفیٰ اور کشتی نوح۔ بلکہ سب کی مسلمات ایک ہوں گی۔ سب قرآن کے آگے سر جھکانا فرض خیال کرینگے۔ اور اختلاف آرا کی صورت میں موجودہ زمانہ کی طرح بقول ڈاکٹر صاحب مختلف ناموں اور فرقوں کا پیدا ہو جانا لازمی نہ ہو گا۔ بلکہ سب لوگ حسب ارشاد خداوندی اپنے تنازعوں کو فردوہ الی اللہ والرسول کے مطابق حل کر لیا کرینگے۔

ممکن ہے۔ سرسری نظر میں یہ عبارت بڑی خوش آئند معلوم ہو۔ اور دنیا سے اختلاف آرا کا مٹ جانا ممکن العمل نظر آنے لگے۔ مگر جو لوگ صرف خیالی دنیا میں نہیں بستے۔ اور واقعات عالم کا علم اور تجربہ رکھتے ہیں۔ اور انسانی طبائع کے اختلاف اور فہم اور عقل کے مختلف مراتب اور ان کی کمزوریوں اور انسانی ضد اور تعصب کی مثالوں سے واقف ہیں۔ وہ بابو صاحب کی مذکورہ بالا تحریر پڑھ کر فوراً اس نتیجہ پر پہنچینگے۔ کہ ایک تخیل ہے پڑھ کر اس تحریر کی کوئی حقیقت نہیں اور اس کے لکھنے والے نے خیالی دنیا سے باہر نکل کر عملی دنیا میں قدم رکھنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔ اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا۔ کہ بابو حمید ربانی صاحب ڈاک خانہ میں کلرک ہیں۔ تو میں ان پر یہ حسن ظن کر سکتا تھا۔ کہ وہ دھرم سالہ کی کسی برفانی چوٹی کے بیرون غار میں گوشہ نشین ہیں۔ اس لئے ان کو دنیا کا تجربہ اور واقعات کا علم مطلق نہیں لیکن تعجب تو یہ ہے۔ کہ وہ ایک ایسے محکمہ کے کلرک ہیں۔ جو تمام دنیا میں خبر رسانی کا کام کرتا ہے۔ اور اخبار انقلاب کو وہ نہ صرف پڑھتے ہیں۔ بلکہ اس میں مضمون نگاری بھی کرتے ہیں۔ تو پھر ان کی واقعات کی لاعلمی ناقابل معافی ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر انہوں نے ایسا لکھا ہے۔ تو پھر جو ان پر اہل انصاف کی طرف سے فتویٰ لگے گا۔ وہ ظاہر ہے۔

اہل اسلام کی ہتک

بابو صاحب کو یہ علم تھا۔ کہ تمام مسلمان سب کے سب قرآن کے آگے سر جھکانا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ اور فردوہ الی اللہ والرسول کے مطابق اپنے اختلافات کو حل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وجہ اختلاف فہم کے اختلاف آرا موجود رہتا ہے۔ چونکہ اس کا جواب ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس لئے نہایت دیدہ دلیری سے انہوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں پر ایک جھوٹا الزام لگایا۔ کہ وہ قرآن کے آگے سر جھکانا اپنا فرض خیال نہیں کرتے۔ اور قرآن ان کی مسلمات میں سے نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان میں اختلاف آرا ہے۔ اور یہ بالبداہت غلط ہے۔

میرے خیال میں اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی توہین ممکن نہیں۔ کون مسلمان ہے۔ جو قرآن کے آگے سر جھکانا اپنا فرض خیال نہیں کرتا۔ اور جو ایسا نہیں سمجھتا۔ وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ یہ جدا امر ہے۔ کہ قرآن کے مطالب سمجھنے میں کوئی اپنے فہم کے مطابق غلطی کر جائے یا ضد سے کسی معنی پر اڑ جائے۔ مگر وہ اپنے مسلمات میں سے قرآن کو خارج کر کے مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن بابو صاحب نے نہایت چالاکی سے کام لیا ہے۔ ایک طرف تو فردوہ الی اللہ والرسول کی طرف بھی بلایا ہے اور دوسری طرف رسول کی سنت اور احادیث کو حقارت سے ٹھکراتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ تمام مسلمانوں کی مسلمات جدا جدا ہیں کسی کی بخاری و مسلم ہے۔ تو کسی کی کافی کلینی کسی کی مسند امام حنبل۔ تو کسی کی کشتی نوح اور عسل مصفیٰ۔ یعنی قرآن کسی کی بھی مسلمات میں سے نہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ ایک مسلمان کے لئے یہ حملہ کس قدر دل آزار ہے۔ کیا کوئی دنیا میں مسلمان ہے جو کہ مسلمات میں ...

امام حنبل وغیرہ تو احادیث کی کتابیں ہیں جنہیں قرآن کریم ہی کی تشریح کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ نہ کہ قرآن کو چھوڑ کر مسلمانوں نے انہیں اپنے مسلمات میں سے بنا لیا ہے۔ کیا بابو صاحب کا یہ منشا ہے۔ کہ احادیث کی کل کتب جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے قرآن کے مختلف احکام پر روشنی پڑتی ہے۔ اور قرآنی اصطلاحات کا مفہوم ہمیں صحیح طور پر سمجھ میں آتا ہے۔ چھوڑ کر ہم بابو حمید ربانی صاحب کے پاس دھرم سالہ جائیں کہ ہمیں اب نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ۔ نکاح اور طلاق۔ بیع و شرا۔ سلطنت اور سیاست۔ سود اور تجارت۔ طرح اور رسول وغیرہ کے قرآنی احکام کی تشریح کر دیجئے۔ اور ان کا کوئی نمونہ ہمارے لئے قائم کر دیجئے۔ کیونکہ آخر قرآن کریم میں جو احکام ہیں۔ ان کی تشریحات کا بھی ہونا ضروری ہے یا آج تک تو یہی سمجھا گیا۔ کہ ان تشریحات اور عملی نمونوں کے لئے ہمیں خود مہبط وحی حضرت رسول کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ اور اقوال مبارک سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب چونکہ بابو صاحب خفا ہوتے ہیں۔ کہ ان ہی چیزوں سے تو جھگڑا ہوتا ہے۔ ان کو ترک کر دو۔ تو اب ان کی تشریح کس سے لیں۔ رسول اللہ صلعم کی سنت اور احادیث۔ چونکہ بقول بابو صاحب، نعوذ باللہ یہ فساد ہیں۔ اس لئے ان لوگوں سے تو کچھ کہہ نہیں سکتے۔ جو ان چیزوں کے قائل ہیں۔ لہٰذا اب سوائے اس کے چارہ نہیں۔ کہ ان لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے جو بابو صاحب کے ہم مشرب ہیں یعنی چکڑالوی لوگ جن کے مسلم کے لقب سے ملقب ہونے کی شان ہی یہی ہے۔ کہ احادیث کو فاسخ خطی دیدی جائے۔ بابو صاحب کے فرمودہ کے مطابق بخاری و مسلم مسند امام حنبل اور تمام کتب احادیث کو اور سنت کو ترک کر کے ان لوگوں نے امید ہے۔ ایک قابل رشک اتحاد پیدا کر لیا ہو گا

چکڑالویوں میں اختلاف

بابو صاحب کے موجودہ خیال کے اصل بانی مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی تھے۔ نماز کا مسئلہ بہت مشہور مسئلہ ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب قرآن میں سے پانچ نمازیں۔ اور ظہر عصر عشاء کی چار چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں۔ اور فجر کی دو رکعتیں نکال کر دکھایا کرتے تھے۔ مگر ان کے اقتدا کرنیوالے اکابر ان سے اختلاف کرتے چلے گئے۔ اور طرح طرح کے رنگ بدلتے گئے۔ یہاں تک کہ زیادہ حصہ اب یہ ماننے لگا۔ کہ قرآن سے صرف تین نمازیں نکلتی ہیں۔ اور چار یا تین رکعت کی کوئی نماز نہیں۔ قرآن سے صرف دو رکعتیں ثابت ہیں۔ انہی میں وہ بھی مجتہد ہیں۔ جو قرآن سے نماز کا رکوع نکلتے ہیں۔ اور انہی میں وہ بھی ہیں۔ جو نماز میں رکوع کے قائل نہیں۔ غرضیکہ چند سالوں کے اندر اس مسلم کہلانے والے گروہ نے سنت نبوی کو جواب دیکر کم و بیش سترہ شکلیں نماز کی قائم کیں۔ اور آخر گجرات کے ایک بڑے چکڑالوی بزرگ نے کہدیا۔ کہ میاں! اپنا کام کاج کرنا ہی نماز ہے۔ جیسا کہ وللہ یسجد ما فی السموات والارض سے ظاہر ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا کام کر رہی ہے۔ یہی اس کی نماز ہے ہم بھی اپنا کام کاج کرتے ہیں۔ یہی ہماری نماز ہے۔ چلو قصہ ختم ہوا۔ وہ بزرگ اسی لئے نماز کے نزدیک نہیں جاتے۔ اپنا کام کاج خوب کرتے ہیں مسلم کہلانے والوں میں سے وہ اکابر علماء میں سے ہیں۔ مصنف بھی ہیں۔

یہی حشر روزہ کا ہوا۔ مولوی عبداللہ قرآن سے تیس روزے نکالتے رہے۔ ان کے ایک متبع چوٹی کے عالم قرآن سے صرف تین روزے نکالتے ہیں۔ ایک اور بزرگ صرف ایک ہی روزہ نکالتے ہیں۔ اور وہی گجراتی بزرگ جو کام کاج کو قرآنی نماز بتاتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ روزہ کا مقصد قرآن نے بتایا ہے۔ کہ لعلکم تتقون۔ یعنی تم متقی بنو اس لئے روزہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو گنہگار رہوں تا کہ وہ متقی بنیں۔ ایک شریف اور بھلے آدمی کیلئے روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابھی صرف دو مسئلے زیر بحث آئے ہیں۔ تو ان مسلم کہلانے والوں اور بخاری و مسلم کو دیا سلائی لگانے والوں کا اس قدر اختلاف ہے۔ کہ ایک کا اجتہاد دوسرے سے نہیں ملتا۔ ابھی تو اور مسائل قرآنیہ کو قریباً انہوں نے چھوا تک نہیں جب ان پر بحث ہو گی۔ تو خدا جانے کیا قیامت آئے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ اباحت کا دروازہ کھل جائیگا جس طرح نماز اور روزہ ان لوگوں میں ایک کھیل بن گیا ہے۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سیالکوٹ میں ان ہی صاحبوں کا ایک جلسہ تھا۔ اس میں بکری کے ذبح کرنے پر جو اختلاف ہوا۔ باوجودیکہ سب کے سب مسلمات میں سے صرف قرآن تھا۔ اور کوئی کتاب نہ تھی۔ مگر باایں ہمہ وہ جنگ بازی ہوئی۔ کہ الاماں۔ دوسرے لفظوں میں کھانے پر بجائے گوشت مٹنے کے جوتیوں میں دال بٹتی رہی۔ اور ہمارے بابو حمید ربانی صاحب کا ارشاد دھرا رہ گیا کہ ان میں اختلاف خواہ کتنا ہی شدید ہو گا۔ لیکن وہ ایک دوسرے کے مخالف بن کر نزاع و جنگ کی طرح نہ ڈالینگے۔

عام خبریں

— ۱۷ ر جنوری کو شہر ٹھٹھہ واقعہ تنگلہ میں ۴۳ گوجرملکانے راجپوتوں کو شدھ کیا گیا۔ (پرتاب)

— بمبئی ابھی شہر کے بعض حصوں میں فساد جاری ہے۔ آج ایک سو کے قریب زخمی ہسپتال میں داخل ہو چکے ہیں۔ گورمنٹ نے حالات سے مجبور ہو کر مارشل لا جاری کر دیا ہے۔ (۱۰ ر فروری ۱۹۲۹ء)

— طہران۔ پارلیمنٹ ایران نے ایک قانون پاس کیا ہے جس کی رو سے ایران میں غلاموں کی تجارت ممنوع قرار دی گئی ہے۔

— بنارس ہندو سبھا نے شاہ امان اللہ خاں سے ہمدردی کا ریزولیوشن پاس کیا ہے۔

— علیگڈھ ۹ ر فروری۔ علامہ سید راس مسعود مسلم یونیورسٹی کے چانسلر منتخب ہوئے ہیں۔ آپ سرسید مرحوم بانی علی گڑھ کالج کے نبیرہ ہیں۔

— سکندرآباد ۱۱ ر فروری۔ حضور نظام مدراس سے آج صبح سکندرآباد بخیریت پہنچ گئے۔

— دہلی ۹ ر فروری۔ کل رات جسٹس سر محمد رفیق کا یہاں انتقال ہو گیا۔

— بمبئی ۱۲ ر فروری۔ فسادات کی وجہ سے بمبئی شہر خالی ہو رہا ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ شہر سے بھاگ رہے ہیں۔ سپشل ٹرینوں کے علاوہ معلوم ہوا ہے کہ سپشل جہاز بھی پناہ گزینوں کو لیجانے کے لئے آج سے شروع ہو جائیں گے اس وقت تک ۲۰ ہزار آدمی باہر جا چکے ہیں۔

— لندن ۱۱ ر فروری۔ ملک معظم کی صحت اب بہتر ہے۔ صرف ذرا حرارت باقی ہے۔

— روم ۱۰ ر فروری مسولینی اور پاپائے روم کا ایک معاہدہ ہوا ہے۔

— میکسیکو ۱۰ فروری۔ پریزیڈنٹ پورٹسگل کی ٹرین کا من نورٹ اور اکا نسلو کے درمیان جا رہی تھی کہ اس کے نیچے ایک بم پھٹا جس کی وجہ سے انجن اور دو گاڑیاں الٹ گئیں اور فائرمین ہلاک ہو گیا۔ پریزیڈنٹ کو کوئی چوٹ نہیں آئی۔

— تازہ خبر ہے کہ بمبئی کے فسادات میں ڈیڑھ سو آدمی ہلاک اور ۸۰۰ زخمی ہو چکے ہیں۔

— ان فسادات کے سلسلہ میں ۳۰۴ آدمیوں کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔

— نئی دہلی ۱۲ ر فروری۔ اسمبلی میں آج قانون وراثت کے سوال پر قدامت پسند اور اصلاح پسند ہندوؤں میں خوب بحث ہوئی۔ اس بل کو اسمبلی نے پاس کر دیا تھا مگر کونسل آف سٹیٹ نے اس میں یہ ترمیم منظور کر لی کہ ہندو خاندان میں کوئی مرد جائداد کا وارث نہ رہے تو نزدیکی رشتہ دار لڑکی مالک بن سکتی ہے۔ کونسل آف سٹیٹ کی ترمیم $\frac{48}{14}$ ووٹوں سے پاس ہو گئی۔

درخواست دعا

(۱) شیخ عبدالرحمٰن صاحب انکم ٹکس افسر جو ہمارے بزرگ شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی کے فرزند ارجمند ہیں سرگودھا میں پٹھوں کی بیماری کے باعث سخت تکلیف میں ہیں۔ ان کی صحت کے لئے خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

(۲) عزیز معراج الدین صاحب ولد ڈاکٹر نظام الدین صاحب ہمو سیدا میجر پشاور میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ان کی کامیابی اور صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

کوائف افغانستان

— لندن ۸ ر فروری۔ فضائے افغانستان میں برطانوی ہوائی جہازوں کی پرواز کے متعلق گزشتہ ہفتوں میں جو حالات سننے میں آتے رہے ہیں ان میں سے بعض کو بین الاقوامی حقوق کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ افغانستان کی فضا میں پناہ گزینوں کو لانے والے دوسرے ہوائی جہازوں کی پرواز کے خلاف افغانی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ سفیر موصوف دریافت کرتے ہیں کہ کیا برطانیہ عظمیٰ حکومت ہند کی اس غلط روش کا تدارک کرے گی؟

— مشہور برطانوی اخبار "نیوز آف دی ورلڈ" کا بیان ہے کہ بچہ سقہ برطانیہ کے سوا اور کسی سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔

— افواہ ہے کہ دامن کوہ کے باشندوں نے بچہ سقہ کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے ہیں۔

— پشاور ۱۰ ر فروری۔ بچہ سقہ نے کابل شہر میں فوٹوگرافی کی تمام دکانیں حکماً بند کر دی ہیں۔

— پشاور ۱۱ ر فروری۔ افواہ ہے کہ افغان سرحد پر روسی فوجیں اور ہوائی جہاز جمع ہو رہے ہیں۔ جس سے جنگ کے شروع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

— پشاور ۱۱ ر فروری۔ افغانستان سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں تخت حاصل کرنے کے لئے جو پارٹیاں قائم ہو گئی ہیں وہ اپنی اپنی جگہ تیاریاں کر رہی ہیں۔ ابھی تصادم کی کوئی مصدقہ خبر نہیں آئی۔

— کابل کے بازار کھل گئے ہیں۔ کاروبار شروع ہو گیا ہے۔

— افغانستان کی خبروں پر حکومت ہند نے سنسر بٹھا دیا ہے۔

— نئی دہلی۔ خبر ہے کہ افغانستان میں غلہ بہت گراں ہو رہا ہے۔

— افواہ ہے کہ سید حسن وزیر جنگ بچہ سقہ قتل کر دیا گیا ہے۔

— پشاور ۱۲ ر فروری۔ یہاں بڑی تیزی سے یہ افواہیں اڑ رہی ہیں کہ حکومت قندھار کی طلبی پر سردار نادر خاں نے الحقیقت اپنے بھائیوں سردار ہاشم خاں اور سردار شاہ ولی خاں کی معیت میں ہندوستان روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کی حکومت نے اپنے طور پر سردار موصوف سے افغانستان آنے کی درخواست کی تھی۔ تاکہ پرامن مفاہمت میں ان کے اثر سے فائدہ اٹھایا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشہ سحری و افطار ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

برائے اضلاع پنجاب

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ

ایام	تاریخ اسلامی ۱۳۴۷ھ رمضان	تاریخ انگریزی ۱۹۲۹ء فروری	اوقات سحری بجے	اوقات سحری منٹ	اوقات افطاری بجے	اوقات افطاری منٹ	نام ضلع	تفاوت وقت سحری کمی بیشی	تفاوت وقت سحری منٹ	تفاوت وقت افطار کمی بیشی	تفاوت وقت افطار منٹ
سہ شنبہ	۱	۱۲	۵	۱۳	۶	۳۰	گوجرانوالہ	−	۲	−	۳
چہارشنبہ	۲	۱۳	۵	〃	۶	۲۸	گورداسپور	−	۳	−	۳
پنجشنبہ	۳	۱۴	۵	〃	۶	۲۹	امرتسر	−	۳	−	۳
جمعہ	۴	۱۵	۵	〃	۶	۳۰	سیالکوٹ	+	½	−	۶
شنبہ	۵	۱۶	۵	〃	۶	۳۱	جالندھر	-	۳	−	۳
یکشنبہ	۶	۱۷	۵	〃	۶	۳۲	فیروزپور	+	۲	+	−
دوشنبہ	۷	۱۸	۵	۱۰	۶	۳۲	لدھیانہ	·	۴	−	۵
سہ شنبہ	۸	۱۹	۵	〃	۶	۳۳	ہوشیارپور	−	۵	−	۵
چہارشنبہ	۹	۲۰	۵	۹	۶	۳۳	پشاور	+	۰۱۱	+	۰۱۴
پنجشنبہ	۱۰	۲۱	۵	۸	۶	۳۵	انبالہ	−	۷	−	۹
جمعہ	۱۱	۲۲	۵	۸	۶	۳۶	اٹک	+	۸	+	۱۲
شنبہ	۱۲	۲۳	۵	〃	۶	۳۷	ڈیرہ غازیخاں	+	۸	+	۱۲
یکشنبہ	۱۳	۲۴	۵	۷	۶	۳۷	دہلی	−	۱۷	−	۱۵
دوشنبہ	۱۴	۲۵	۵	〃	۶	۳۸	گجرات	+	۰۲	+	۰۳
سہ شنبہ	۱۵	۲۶	۵	۶	۶	۳۹	گوڑگاؤں	−	۰۶	−	۱۶
چہارشنبہ	۱۶	۲۷	۵	〃	۶	۴۰	حصار	·	۰۳	−	۵
پنجشنبہ	۱۷	۲۸	۵	۵	۶	۴۰	جھنگ	+	۰۹	+	۰۸
جمعہ	۱۸	یکم مارچ	۵	〃	۶	۴۱	جہلم	+	۰۳	+	۰۵
شنبہ	۱۹	۲	۵	۴	۶	۴۲	کرنال	−	۷	−	۱۰
یکشنبہ	۲۰	۳	۵	〃	۶	۴۲	لائلپور	+	۷	+	۷
دوشنبہ	۲۱	۴	〃	۳	۶	۴۳	میانوالی	+	۱۳	+	۱۳
سہ شنبہ	۲۲	۵	۵	〃	۶	۴۴	منٹگمری	+	۷	+	۶
چہارشنبہ	۲۳	۶	۵	۲	۶	۴۵	ملتان	+	۰۱۴	+	۰۱۴
پنجشنبہ	۲۴	۷	۵	〃	۶	۴۶	مظفرگڑھ	+	۰۱۵	+	۰۱۳
جمعہ	۲۵	۸	۵	۱	۶	۴۷	رہتک	−	۵	−	۹
شنبہ	۲۶	۹	۵	〃	۶	۴۸	شملہ	+	۶	+	۰۹
یکشنبہ	۲۷	۱۰	۴	۵۹	۶	۴۸	شاہ پور	−	۰۱	−	۰ ۵/۳
دوشنبہ	۲۸	۱۱	۴	۵۸	۶	۴۹	جموں	−	۱۱	−	½
سہ شنبہ	۲۹	۱۲	۴	〃	۶	۴۹	راولپنڈی	+	۰۵	+	۸
چہارشنبہ	۳۰	۱۳	۴	۵۷	[illegible]	۵۰	سرینگر	[illegible]	[illegible]	+	[illegible]

اسلام اور ترکی

ترکوں کے متعلق آئے دن ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں لیکن واقعات کیا ہیں؟ ترکوں کو اسلام سے کس قدر لگاؤ ہے۔ اور اس مغربیت کے باوجود جو ان کے لباس اور طرز بود و ماند پر حاوی ہو چکی ہے۔ عیسائیت کو وہاں کس قدر ناکامی ہوئی ہے۔ اس کا حال ذیل کے الفاظ میں پڑھئے جو مشہور ترکی خاتون خالدہ ادیب خانم نے جو جمہوریہ ترکی کے محکمہ تعلیم کی افسر رہ چکی ہیں، امریکہ میں مسز نائیڈو سے ملاقات کرتے ہوئے ارشاد فرمائے۔ انہوں نے فرمایا کہ:-

> امریکہ نے لاکھوں ڈالر ترکی میں اس مقصد پر صرف کر دیئے کہ محمد عربی کے غلاموں کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے اس غرض سے مکاتب و مدارس، ہسپتال اور رفاہ عام کے دوسرے ادارے قائم کئے گئے۔ امریکہ ۱۸۴۴ء سے ان کوششوں میں مصروف ہے۔ لیکن خود ابھی تک امریکہ والے بھی اس شبہ میں ہیں کہ جن ترکوں کو انہوں نے مسیح کی بھیڑوں کے گلہ میں شامل کیا ہے ان کی تعداد ایک ہزار تک بھی پہنچی ہے یا نہیں۔ ہماری پالیسی یہ ہے کہ "ترک ترکوں کے لئے ہے" ہم نہیں چاہتے کہ بیرونی مناد اس میں دخل دیں۔ ترکی میں مذہب اور وطنیت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور اگرچہ ترکوں نے خلافت کا انکار کر دیا ہے۔ مذہب اور حکومت کو الگ الگ کر دیا ہے۔ تاہم ترکی کامل طور پر ایک اسلامی ملک ہے"

یہ ایک ذمہ دار ترک خاتون کا اعلان ہے۔ ہمارے آریہ سماجی بھائیوں کو جو ترکی میں ویدک دھرم کے خواب دیکھ رہے ہیں مسیحیت کی اس ہوش ربا ناکامی سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور آئندہ ترکی جیسے "کامل اسلامی ملک" کا اس غرض سے نام بھی نہ لینا چاہیئے۔

شاہنامہ اسلام

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے اصحاب فردوسی ہند جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری کی مشہور منظوم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق بہت کچھ سن چکے ہیں۔ اخبار میں بھی اس کے متعلق اطلاعات شائع ہوتی رہی ہیں۔ بعض اصحاب نہایت بے صبری سے اس کی اشاعت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اب ہمیں جناب حفیظ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اس کی پہلی جلد کی کتابت ختم ہو چکی ہے۔ کاپیاں پریس میں جا چکی ہیں۔ انشاء اللہ مارچ کے آخر تک یا اپریل کے پہلے ہفتہ میں یہ کتاب بازار میں آجائے گی۔ ویسے تو اس کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ مگر بعض علم دوست اور نفاست پسند دوستوں کی خواہش تھی کہ اس کا ایک اعلیٰ ایڈیشن بھی نکالا جائے۔ چنانچہ حضرت حفیظ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی چند کاپیاں اعلیٰ کاغذ پر چھپوائی جائیں۔

خوبصورت جلد بنوائی جائے جس پر کتاب کا نام وغیرہ لکھا جائے۔ یہ ایڈیشن ہندوستان کی دنیائے طباعت کا بہترین نمونہ ہوگا۔ اس کی قیمت صرف دس روپیہ رکھی گئی ہے۔

شاہنامۂ اسلام جس پایہ کی کتاب ہوگی اس کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہی کافی ہے احباب کو اس کی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لینا چاہیئے۔ معمولی ایڈیشن کی قیمت ۱۲؍ اور اعلیٰ کی ۱۰؍۵ ہے۔ تمام آرڈر بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنے چاہئیں۔

حامیان نہرو رپورٹ سے چند سوالات

جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نائب صدر اسمبلی اپنے ایک مضمون میں حامیان نہرو رپورٹ سے دریافت کرتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ حکومت خود اختیاری کے حاصل ہونے کے بعد عنان حکومت اور نظم و نسق وزیر اعظم اور دیگر وزراء کے ہاتھ میں ہوگا جن کو وزیر اعظم منتخب کرے گا۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ نہرو رپورٹ میں کونسی دفعہ ہے جس کی وجہ سے جماعت وزراء میں مسلمانوں کے تقرر کی ذمہ داری لی گئی ہے ہم پوچھتے ہیں کہ ملکی ملازمتوں میں نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کے حقوق کی کیا ذمہ داری لی ہے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ملکی زبان جس کو نہرو رپورٹ میں امداد دینے کا نہرو رپورٹ میں کہاں ذکر ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ نہرو نظام کے ماتحت مسلمانوں کی توریث نکاح و طلاق وغیرہ کے معاملات کو فقہ اہل اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے کی کیا ذمہ داری ہے مسلمانوں کے مذہبی شعائر مثلاً اذان اور قربانی وغیرہ کے قیام کی کیا صورت ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں کثرت آرا کے فیصلے کے نفاذ کو کونسی چیز روک سکتی ہے"

یہ سوالات فی الواقعہ قابل غور ہیں۔ ہمیں اس سے تعلق نہیں کہ حامیان نہرو رپورٹ کی "مصلحت وقت" کیا ہے۔ اور اس کے مخالفین کس خاص مصلحت کی وجہ سے اس کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ حامیان نہرو رپورٹ کے پاس ان سوالات کا کیا جواب ہے۔ یہ معاملات مسلمانوں کی آئندہ حیات اجتماعی سے نہایت گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا مناسب طور پر حل جب تک نہ ہو کوئی کسلف گورنمنٹ ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مضر ثابت ہوگی۔

شدھی کی کہانی

جس دن سے اندور کی امریکن مہارانی مس ملر کی شدھی کا اعلان ہوا ہے "پرکاش" اور بعض دوسرے سماجی اخبارات خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ شدھی کی تحریک ایک سایہ دار درخت بن چکی ہے جس کی شاخیں بھارت سے باہر کے ولایتوں پر بھی چھاکر بدیشیوں کو اپنے آرام دہ سایہ میں لینے والی ہیں لیکن دہلی کے آریہ سماجی اخبار "تیج" نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:-

> "مس ملر کی کہانی بھی کچھ کم دلچسپ نہیں۔ کھلی عیاشی پر پردہ ڈالنے کے لئے... کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شادی دھارمک طریق سے ہوئی۔ .... لیکن دھرم کے اس مذاق کو ہم نے ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا"

فی الواقعہ اس قسم کی شدھی مذہب سے ایک کھلا "مذاق" ہے جو ہر سنجیدہ اور مذہبی انسان کے نزدیک قابل نفرت ہونا چاہیئے اور ہر ایسی جماعت کو جس کا تعلق کسی نہ کسی مذہب سے ہو۔ اس قسم کے "مذاق" سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ایک کلرک کی ضرورت

محکمہ زراعت کو ایک تجربہ کار کلرک کی ضرورت ہے۔ گریڈ للعہ ؍۲ ۔ ؍۵ ۔ ؍۹۰ ۔ مع پانچ روپیہ ماہوار لوکل الاؤنس دفتر اکسٹرا اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت سرگودھا۔ لیاقت کم از کم انٹرنس پاس۔ انگریزی و ٹائپ رائٹر کی اچھی لیاقت ہو۔ اور سرکاری دفاتر کا تجربہ کار ہو۔ شارٹ ہینڈ جاننے والے کو ترجیح دی جائے گی۔ عرضیاں اپنی دستخطی مع عمر و سندات۔ جو ۲۵ مارچ ۱۹۲۹ء سے پہلے پہنچنا ضروری ہیں۔ ملک سلطان علی صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت راولپنڈی کے نام بھیجی جائیں۔ (آنریری سکرٹری)

یہ تو پادری صاحب کے کلام کا وہ حصہ ہے جس کو شائد وہ ادلہ و براہین سے مزین قرار دیں۔ اس کے علاوہ وہ بازاری الفاظ ہیں جو آپ نے جگہ جگہ استعمال کئے ہیں مثلاً "حفا" کے لفظ کو وہ مذاق کے طور پر "کپا" لکھتے ہیں اور ہم سے پوچھتے ہیں کہ "کیا اس پر بھی آپ ہم پر کپا رہینگے"۔ نا صاحب ہم آپ سے کپا نہیں ہو سکتے۔ نہ پہلے تھے نہ اب ہیں۔ ہاں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فصیح و بلیغ اردو جناب نے کس مکتب میں پڑھی۔ کیا کلیسائے مسیحیت کی تعلیم یہی ہے کہ مذہبی مباحث میں سنجیدگی و متانت کو چھوڑ کر تمسخر و استہزا سے کام لیا جائے کیا زمین جنبد نہ جنبد دوست محمد" کے عنوانات مذاق سلیم کو کند چھری سے ذبح کرنے والے نہیں؟

مسٹر پال کو چاہیئے کہ اگر ان کو صحیفہ نگاری سے اتنا ہی لگاؤ ہے جتنا کلیسا کو مسیح سے؟ اگر محض بازاری لوگوں ہی سے ان کا میل جول رہتا ہے اور انہی کے الفاظ و محاورات ان کی زبان پر چڑھے ہیں تو خدا کے لئے وہ کوئی اور شغل اختیار کریں صحیفہ نگاری اور بالخصوص مذہبی اخبار کی ادارت اس سے بہت بلند درجہ رکھتی ہے جو ان کے قلم سے ظاہر ہے۔

شذرات

ہمارے دوست پادری سلطان محمد صاحب پال عجیب کینڈے کے انسان ہیں جس دن سے "نورافشاں" کی عنان ادارت ان کے ہاتھ میں آئی ہے مذہبی مباحث کو انہوں نے بازاری تو تو میں میں کا ذریعہ بنالیا ہے "نورافشاں" کی ہر اشاعت میں سلسلہ احمدیہ کے مخالفین کی ایسی تحریرات نقل کرنے کا انہوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے جن میں حضرت مسیح موعود کو برا بھلا کہا گیا اور غلط اور بے سروپا باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔

ان مخالفانہ تحریرات کو مسٹر پال "گواہوں" کے نام سے پکارتے ہیں جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب ان تحریرات کی رو سے نعوذ باللہ کافر اور دجال ثابت ہوتے ہیں لیکن مسٹر پال کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قسم کے گواہ قانوناً و عرفاً کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ ان کی شہادت ضد اور عداوت کا نتیجہ ہے کسی امر واقعہ کو اس میں بیان نہیں کیا گیا۔ محض کسی کے کہہ دینے سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ایسے اعتقادات ثابت نہ ہوں جو اس کے کفر اور دجالیت پر دال ہوں۔

اس کے بالمقابل اگر ہم کلیسائے مسیحیت کے بعض مقتدر اراکین کی ایسی شہادتیں نقل کریں جن میں مسیحیت کے تمام اصول اور بنیادی تعلیمات کو غلط اور خلاف عقل قرار دیا گیا اور جناب مسیح کو ایسی تمام باتوں سے بری ٹھیرایا گیا ہے تو مسٹر پال بڑبڑانے لگتے ہیں کہ یہ تو ملحدین کے اقوال ہیں ان سے استناد کیوں کیا گیا۔ ایک ایسے ہی اعتراض کے جواب میں ہم نے سینٹ پالز کیتھڈرل لنڈن کے ڈین ۔ ا (یعنی ڈین) انگ کا رائٹ ریورنڈ ایچ ڈی ۔ میجر ڈاکٹر بیتھون بیکر، ریورنڈ پارسن وغیرہ ہم کے نام لے لے کر ان کے اقوال نقل کئے تاکہ مسٹر پال کو معلوم ہو جائے کہ صرف ملحدین ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے راسخ الاعتقاد مسیحی بھی اس صف میں کھڑے ہیں لیکن اس کا کوئی جواب آج تک پادری صاحب سے بن نہیں آیا۔

اسی سلسلہ میں خود مسٹر پال کی ایک تحریر ہم نے اکتوبر ۱۹۲۶ء کے مسیحی رسالہ "قاصد" سے نقل کی تھی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ

> "مسیح بحیثیت انسانیت کے خدا کی مخلوق ہیں اور خدا سے کمتر ہیں (عقیدہ اتھانیس) لہذا جب تک ہم مسیح کی انسانیت کے قائل رہیں گے اس وقت تک ہم کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بشریت کے اعتبار سے وہ خدا کے محتاج ہیں اور محتاج رہیں گے ورنہ قلب ماہیت لازم آئے گی یعنی جو ممکن تھا وہ واجب بن گیا اور بہ عبارت سہل یہ کہ انسانیت الوہیت میں تبدیل ہو گئی اور یہ سراسر کفر ہے"

اس کے جواب میں مسٹر پال ارشاد فرماتے ہیں:-

"ذرا کان کھول کر سنو۔ جو کچھ میں نے اقتباس بالا میں لکھا ہے صحیح اور درست ہے اور تمام اُن مسیحی کلیساؤں کا متفق علیہ ہے جن کا ایمان انجیل اور مسیح کی الوہیت پر ہے۔ دنیا میں کوئی مسیحی کلیسا ایسی نہیں ہے جو مسیح کی کامل انسانیت اور کامل الوہیت کا قائل نہ ہو۔ کہو کیسی کہی یا تھے ملا استاد"

"یہ کہو استاد کیسی کہی کہ ہمیں سمجھ نہیں آئی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون کسی تکیہ یا بازار میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے جہاں رات دن اس قسم کے محاورات استعمال ہوتے ہیں۔ ایک صحیفہ نگار کا قلم ایسے محاورات کو اخبار کے صفحات پر لکھنے سے یقیناً عاری ہے۔

اپنی عبارت کی جو تشریح پادری صاحب نے فرمائی ہے ہم حیران ہیں کہ اس کے کیا معنے کریں جب یہ مسلمات سے ہے کہ

> "بشریت کے اعتبار سے وہ (جناب مسیح) خدا کے محتاج ہیں اور محتاج رہینگے ورنہ قلب ماہیت لازم آئیگی یعنی .... بہ عبارت سہل یہ کہ انسانیت الوہیت میں تبدیل ہو گئی۔ اور یہ سراسر کفر ہے"

تو پھر یہ کہنا کہ جناب مسیح کی "کامل انسانیت اور کامل الوہیت" کے قائل ہیں۔ کیا معنے رکھتا ہے سوال کلیسا یا مسیحوں کا نہیں بلکہ خود آپ کی ذات کا سوال ہے کیا آپ بھی جناب مسیح کو بشریت کے اعتبار سے خدا کے محتاج مانتے ہوئے ان کی "الوہیت" کے قائل ہیں جو بقول آپ کے سراسر

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۸ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۲۹

اسلام کے اصلی دشمن کون ہیں ؟

مخالفین کے حملوں کا صحیح جواب

مسلمانوں کی خانہ جنگی

منجانب دفتر کے قلم سے

ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ باہمی کشیدگی ایک المناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس کا ایک اہم سبب اسلام کے خلاف آریہ سماجی پرچار کی حد سے زیادہ معاندانہ روش ہے۔ اس جماعت کے سربرآوردہ اور کارکن افراد کو اس بات کا پورا علم ہے کہ مسلمان شمع رسالت کے پروانے ہیں۔ اور اس پر فدا ہو جانا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آریہ پرچارک حضور خواجہ دو جہان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شان میں آئے دن ایسے ناشائستہ اور نا ملائم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کہ فرزندان اسلام کا اس سے مشتعل ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔ مسلمان دنیا جہان کی ذلتیں برداشت کر سکتے ہیں لیکن وہ کسی صورت میں حضور انور کی توہین کو گوارا نہیں کر سکتے۔ آریہ سماجی پرچارکوں کی مسلم آزاری سے ملک کے مختلف حصوں میں ایسے افسوسناک واقعات ظہور میں آ چکے ہیں جن کے اعادہ کی اس وقت کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اگر ان واقعات کے اسباب پر ایک غائر نظر ڈالی جائے تو ہم بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ آریہ سماجی یا مہا سبھائی اس قسم کی اشتعال انگیزی اپنے مشن کی ترقی کے لئے نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔

اچھوتوں کے ساتھ تعلقات

اچھوتوں کو خواہ کیسا ہی حقیر اور ذلیل خیال کریں لیکن وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ وہ ہندوؤں کے شرمناک سلوک سے تنگ آ کر اسلام کے دامن میں پناہ لیں۔ آریہ سماجی سیاسی نکتہ خیال سے بھی اس امر کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں کہ اچھوتوں کو جہاں تک ممکن ہو اسلامی تبلیغ کے اثرات سے محفوظ رکھا جائے تاکہ مردم شماری میں ہندوؤں کی مقدار کم نہ ہونے پائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان کا سب سے بڑا حربہ یہی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے ایک منظم پروپیگنڈا کیا جائے۔ اگر آریہ سماجیوں کی گذشتہ دس سال کی سرگرمیوں پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو فرزندان اسلام کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے اس پروپیگنڈا میں ایک بڑی حد تک کامیاب ہو گئے ہیں۔ آریہ سماجی اپنے نصب العین پر قائم [illegible]

اسلامی انجمنوں کا فرض

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کی مذہبی جمعیتوں اور ان کے کارکنوں کی اسلامی خدمت اور فرض شناسی صرف اسی حد تک محدود رہنی چاہئے کہ ہم آریوں کی بدکلامی سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف جلسوں میں ریزولیوشن پاس کریں اور مقدمے چلائیں ؟ کیا کسی آریہ سماجی کو ہم عدالت سے سزا دلوا کر اپنے اسلامی فرائض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں ؟ کیا اس سے اشاعت اسلام کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ ہر مسلمان کے دل میں اس خواہش کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے کہ غیر مذہب والے بھی ان کے آقا رسول حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام کریں۔ لیکن ادب اور احترام کا جذبہ صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے غیر مسلم باشندوں کو مسلمانوں کے پیغمبر کی زندگی کے حالات معلوم ہوں۔ آریہ سماجیوں نے عام ہندوؤں کو رسول کریم کے خلاف ایسی بے بنیاد اور جھوٹی باتیں ذہن نشین کرا رکھی ہیں جن میں صداقت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ غلط بیانی اور فتنہ پردازی کا زہر ہندو پبلک کے دل و دماغ میں پورے طور پر سرایت کر چکا ہے۔ ایسی حالت میں اگر برادران وطن رسول کریم کا وہ ادب و احترام نہیں کرتے۔ جس کی مسلمان ان سے توقع رکھتے ہیں تو ہمیں ان سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔

رسول کریم کی صحیح تصویر لوگوں تک پہنچاؤ

مسلمانوں میں کتنے مولوی یا مبلغ صاحبان یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم کی سیرت کی صحیح اور اتم تصویر برادران وطن کے سامنے پیش کی۔ ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر برادران اسلام اور یا بعض تبلیغی جماعتوں کے ارکان اس فرض کو ایک وسیع پیمانہ پر انجام دیتے تو آج ہم اس کے نتائج پر فخر و مباہات کا اظہار کرنے کے قابل ہوتے۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بجز شاذ مستثنیات کے بہت کم مسلمانوں نے اس بات کو محسوس کیا ہے۔ آریہ سماجیوں کی افترا پردازی کا بہترین جواب یہ ہے کہ ان سے الجھنے اور جھگڑنے کی بجائے ہم ہندوستان کی تمام ملکی زبانوں [illegible] اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں پیش کریں تاکہ غیر مسلموں کو معلوم ہو کہ مسلمانوں کا پیغمبر واقعی ایک کامل انسان تھا جس کی زندگی کے واقعات بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل دستور العمل کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جب رسول کریم کی مبارک سیرت کے حالات غیر مسلمانوں کے کانوں تک پہنچائے جائیں۔ تو وہ حضور کا نام ادب اور احترام سے نہ لیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ غیر مسلم حضور سرور کائنات کی مبارک ذات کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس کی تمام ذمہ داری عامۃ المسلمین اور بالخصوص مسلمان مبلغین پر عاید ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں کا فرض ہے کہ وہ اس خدمت کا بار اپنے سر لیں۔ اور عملی کارروائی شروع کر دیں۔

محبت رسول کا صحیح معیار

اس میں شک نہیں کہ مسلمان اپنے مذہب کے شیدائی ہیں اور رسول کریم صلعم سے دلی محبت ہے۔ لیکن اگر محبت کا یہ معیار قائم کیا جائے کہ عاشق کا کوئی فعل محبوب کی منشاء کے خلاف نہ ہو اور وہ محبوب کے نقش قدم پر چلنا اپنی سعادت سمجھیں تو پھر کتنے مسلمان ہیں جو محبت کے اس معیار میں پورا اترنے کا دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ ایک مسلم کی تبلیغ کی بہترین صورت یہ ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو اپنے قول اور فعل سے غیر مسلموں کے سامنے اسلامی سیرت کا عمدہ نمونہ پیش کرے۔ یعنی اس کی سیرت میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جن کی بدولت قرون اولیٰ کے مسلمان ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر صحابہ کرام کے زمانہ میں مسلمان رسول کریم کی سیرت کا تتبع نہ کرتے تو اسلام اپنی عالمگیری کا علم ہرگز بلند نہ کر سکتا۔ مگر چودھویں صدی کے مسلمان اسلام کے شیدائی ہونے کے باوجود ان معاملات میں جن کا تعلق نفسانی جذبات اور نفسانی خواہشات سے ہے۔ رسول کریم کے ارشادات کی علانیہ خلاف ورزی کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی

کیا حضور خواجہ دو جہاں نے مسلمانوں کو بار بار اتحاد و اتفاق اخوت و محبت سچائی و پارسائی اور اخلاق و انصاف کی زندگی بسر کرنے کی تاکید نہیں فرمائی ؟ کیا قرآن کریم کے احکام اس بارہ میں صاف اور واضح نہیں ہیں۔ لیکن عوام اور لیڈر دونوں اسلامی احکام کو اپنے نفس امارہ کی شہوت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس طغیان اور سرکشی کا یہ نتیجہ نکلا کہ فرزندان توحید ایک دوسرے کی تخریب و تذلیل کے ناپاک مشغلے میں مشغول ہو گئے۔ مسلمانوں کی وہ طاقت جو دشمنان اسلام کے حملوں کی مدافعت پر صرف ہونی چاہئے تھی آپس کے بغض و عناد اور رشک و حسد کے شرمناک مظاہرے پر صرف ہو رہی ہے۔ ہم اپنی نفسانی خواہشات کی پھونکوں سے اس آگ کو [illegible] رہے ہیں۔ جو گھر والوں [illegible] کو خاکستر کر

عقائد و اعمال اسلامی کا فلسفہ

اسلام کے اصول و فروع اور مسئلہ تکفیر

(از جناب حضرت مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب نیازی کے قلم سے)

دین کیا ہے

دین انسان کی زندگی کا ایک دستور العمل ہوتا ہے۔ جو ایک کامل انسان کے ذریعہ سے جس کو نبی کہتے ہیں رب العالمین کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ دین میں کچھ حقائق ہوتے ہیں جن کو تسلیم کرایا جاتا ہے۔ ان کو عقائد کہتے ہیں اور ان کے تسلیم کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔ اور کچھ احکام ہوتے ہیں۔ اگر حکم کسی امر کے بجا لانے کے متعلق ہو تو اس امر کو معروف کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے اجتناب کرنے کے متعلق ہو تو اس کو منکر کہتے ہیں۔ بعض معروف کام بطور ارکان دین ہوتے ہیں جن کے بغیر دین کی عمارت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ دین دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ عقائد و اعمال۔ اور اس دین کا نام اسلام ہے۔ اور یہ ابتدا سے ایک ہی چلا آتا ہے۔ البتہ تمدن کی تنگی اور وسعت کے لحاظ سے احکام میں تفاوت چلا آیا ہے۔

تکمیل دین

جب انسانی سوسائٹی اپنی ترقی کی اعلیٰ منزل کے قریب پہنچ گئی تو جملہ احکام جو ترقی یافتہ سوسائٹی کے لئے ضروری تھے ایک آخری نبی کے ذریعے جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا پہنچا کر دین کی تکمیل کر دی گئی تا کہ کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے۔ اس کامل کتاب میں جو نبی موصوف لایا یہ اعلان کر دیا گیا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ دین کو ایک درخت سے تشبیہ دے لو جس کی بیخ اور تنہ تو ایک ہی رہتا ہے۔ اور اس کی شاخیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ معاملہ کو سریع الفہم بنانے کے لئے بوہڑ کا درخت لو۔ جس کی شاخیں مرور زمانہ کے ساتھ بڑھتی رہتی ہیں اور اس وسعت سے پھیلتی ہیں کہ تنہ سے بہت دور جا پڑتی ہیں اور یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ٹوٹ کر زمین پر آ رہیں کیونکہ تنہ کا سہارا اس کو کفایت نہیں کرتا۔ اس صورت میں بعض شاخیں زمین کی طرف بڑھنا شروع کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ زمین پر لگ کر ایک تنہ کی صورت بن جاتی ہیں۔ اور باقی شاخوں کو سہارا دے کر ان کو ٹوٹنے سے محفوظ کر لیتی اور بطور ایک ستون کے ہو جاتی ہیں۔

مجدد اور محدث

یہ شاخیں درخت کی شاخوں کی حفاظت کے لئے وہی کام دیتی ہیں جو ایک مجدد یا محدث جو حدیث کی رو سے ہر ایک صدی میں مبعوث ہوتا ہے باقی امت کے لئے کام دیتا ہے۔ اگرچہ وہ شاخ ایک طرح سے تنہ کا کام دیتی ہیں مگر پھر بھی اور شاخوں کی طرح ایک شاخ ہے اور تنہ سے فیض لیتی ہے۔ جیسا کہ اور شاخیں تنہ سے فیض لیتی ہیں۔ اگر تنہ سے اس کا تعلق کٹ جائے۔ تو وہ اپنے تئیں سرسبز نہیں رکھ سکتی۔ وہ خشک ہو جائے گی۔ مجدد اگرچہ ایک طرح سے نبیوں کا سا کام کرتا ہے مگر وہ نبی نہیں۔ اور خود باقی شاخوں کی طرح نبی کا محتاج ہے۔

عقائد کا اثر قوت عملیہ پر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عقائد جو بطور اصول تسلیم کرائے جاتے ہیں۔ اگرچہ انسان کے ظاہری حواس سے مخفی ہوتے ہیں۔ مگر خلاف عقل نہیں ہوتے اور ان کا تسلیم کرانا عبث نہیں ہوتا۔ وہ انسان کے قوائے عملیہ پر بڑا اثر ڈالتے ہیں۔ اور ان کو اس طرح حرکت میں لاتے ہیں جیسا کہ بھاپ ایک مشین کو چلاتی ہے۔ عقیدہ کیا ہوتا ہے ایک بھاپ ہوتی ہے۔ جو ان کے اندر بھری جاتی ہے۔ اور اسی کا نام قوت ایمانی ہے۔ دین الٰہی کوئی ایسا عقیدہ نہیں سکھاتا جو خلاف عقل ہو اور قوائے عملیہ پر کوئی نیک اثر نہ ڈالتا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر بھاپ ایسی مشین میں بھر دی جائے جس کے پرزے کام کرنے کے لائق نہ ہوں تو اس بھاپ سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسی عقیدہ کا تسلیم کرنا انسان کی فلاح کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ انسانی مشین جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد کام کرنے اور مشقت اٹھا کر کمال حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اگر کوئی عقیدہ اس مشین کو سست اور کاہل بناتا ہے تو وہ انسانی ذہن کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے عقائد جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا انسان کے اندر کام کرنے کی طاقت پیدا کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں۔

یہ بتانا ضروری ہے کہ انسان کس غرض کے حاصل کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ اس عالم کے نیچر پر غور کرنے سے یہ سوال ہر ایک کے ذہن میں خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اس عالم کی جملہ اشیا انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ اور انسانی ضروریات کو مہیا کر رہی ہیں۔ پس ایسی ہستی کہ جس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اتنا عظیم الشان عالم بنایا گیا ہو اس کے مقصود کا ہمیں کوئی پتہ نہیں لگ سکتا۔ جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے وہ یہی دیکھتی ہے وہ صرف اپنی بقا کی جد و جہد میں لگا ہوا ہے۔ جو اس کی عظمت کے شایاں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اہم سوال کا جواب خود دیا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس الٰہی فقرہ پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے کہ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین۔ جو کوئی مجاہدہ کرتا ہے (عبادت اس میں داخل ہے) وہ اپنے نفس کے فائدہ کے لئے کرتا ہے اللہ تو جملہ جہانوں سے غنی ہے۔ یعنی وہ جملہ حاجات سے مستغنی ہے۔ اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ عبادت جس کا یہاں ذکر ہے وہ کوئی ایسی چیز ہے جو انسان کے اپنے فائدے کے لئے ضروری ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

عبادت کیا ہے

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ عبادت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو زمین میں اس کا خلیفہ ہے اپنی صفات کے کچھ نمونے رکھ دیئے ہیں اور ان کا بروز نہیں ہوتا جب تک وہ اس دستور العمل پر کاربند نہ ہو۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے افادہ کے لئے تجویز کیا ہے۔ انسان کی استعدادیں اس کے اندر اسی طرح مخفی ہیں جس طرح ایک تخم کے اندر اس کی رونق بخش اور خوش منظر استعدادیں مخفی ہوتی ہیں۔ جو ایک خاص طریق پر عمل کرنے سے بروز میں آتی ہیں۔ انسانی استعدادیں بھی شرعی قانون پر عمل کرنے سے ظہور کرتی اور چمکتی ہیں۔ اور اس عالم کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ پس ان جملہ طرق پر جو اس کی استعدادوں کو ظہور میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کئے ہیں۔ عمل کرنے کا نام عبادت ہے۔ اور اس پر عمل کرنے سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس کا نام اللہ تعالیٰ نے فلاح رکھا ہے۔ پس عبادت ہی فلاح حاصل کرنے کا سبب ہے۔ پس آیہ مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے نتیجہ کی جگہ اس کے سبب کا ذکر کیا ہے۔ یعنی انسان کو فلاح حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

عبادت اور فلاح

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی خود تشریح کی ہے۔ فرمایا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ اس آیۃ سے ظاہر ہے کہ عبادت کا نتیجہ تقویٰ ہے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ تم اللہ سے تقویٰ کرو تا کہ فلاح حاصل کرو۔ اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ تقویٰ سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ اس سے پایا گیا کہ عبادت سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ جو انسان کی پیدائش کی غایت ہے۔ پس وہ آیۃ جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی علت بیان کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان فلاح کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان جب تک اپنے نفس کے کمالات سے آگاہ نہ ہو اپنے رب اور خالق کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کو اپنی شناخت نہیں وہ اپنے رب کی شناخت کیا کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

حصول کمالات انسانی کا طریق

اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم نے جو سب سے آخری اور کامل کتاب ہے انسان کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لئے جس کا نام فلاح ہے کیا اصول بیان کئے ہیں۔ اس کتاب نے اپنی ابتدائی سورۃ کے ابتدائی رکوع میں یہ اصول بیان کر دیئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے الم۔ ذالک الکتب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ (ترجمہ) اللہ علیم کا کلام اس کتاب کی صورت میں متمثل ہوا۔ جس میں کوئی شک کی بات نہیں۔ متقیوں کو منزل پر پہنچاتی ہے جو اس ہستی پر ایمان لاتے ہیں جو ان سے غائب ہے۔ اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو تجھ پر اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے رستے پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

عقائد اسلامیہ یعنی ایمانیات

ان آیات میں فلاح کو جو غایت المقصود ہے۔ پانچ امور پر مرتب کیا ہے تین ان میں سے عقائد ہیں اور دو عمل۔ تین جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں: اس ہستی یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان جو حواس سے مخفی ہے۔ رسالت پر ایمان۔ آخرت پر ایمان۔ رسالت میں تین چیزیں درج ہیں۔ وہ رسول جو اللہ تعالیٰ اور اس انسان کے درمیان واسطہ ہیں جو مورد وحی ہوتا ہے۔ اور دوم وہ رسول جو اللہ تعالیٰ کی وحی باقی لوگوں کو پہنچاتا ہے۔ اس کو نبی کہتے ہیں۔ اور تیسری وہ وحی جو وہ پہنچاتا ہے اس کے مجموعہ کو کتاب کہتے ہیں۔ رسالت کی تفصیل کر دینے سے وہ چیزیں جن پر ایمان لانا ضروری ٹھیرتا ہے تعداد میں پانچ ہو جاتی ہیں اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ عقائد اس واسطے تسلیم کرائے جاتے ہیں کہ وہ انسان کے قوائے عملیہ کو اس طرح حرکت دیں جیسا کہ ایک بھاپ مشین کے پرزوں کو چلاتی ہے۔ سو اب غور کر لو کہ اسلام نے جو چیزیں عقائد میں رکھی ہیں وہ سب انسان کے قوائے عملیہ کو صراط مستقیم پر چلانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین رحمان رحیم مالک یوم الدین اور زندگی مابعد الموت میں اعمال کی جزا اور سزا پر ایمان اگر منافقانہ اور مذبذبانہ نہ ہو تو وہ ایک ایسا قوی عنصر ہے کہ وہ نہ تو انسان کو بیکار رہنے دیتا ہے۔ اور نہ بدی کی طرف مائل ہونے دیتا ہے۔ اور اگر یہ علم نہ ہو کہ جو دستور العمل زندگانی بصورت ایک کتاب اس کو دیا گیا ہے۔ وہ رب العالمین کی طرف سے مقدس ذرائع سے اس کو پہنچا ہے۔ تو وہ اس پر اپنے عمل کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔ پس کیا ہی سچا اور پاک ہے وہ دین جس نے ایسے معقول اور روشن کرنے والے اصول ایمانیات میں رکھے ہیں۔

اعمال اسلامی یا حقوق اللہ اور حقوق العباد

اب میں ان دو امور کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو قرآن کریم نے اعمال میں رکھے ہیں۔ یعنی صلوٰۃ اور انفاق۔ یہ دو مختصر الفاظ ہیں۔ جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد آجاتے ہیں۔ حقوق اللہ کے لفظ سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اپنے حقوق اور ذمہ داریاں انسان کے اوپر ایسی رکھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات گرامی کے لئے کچھ فائدہ مدنظر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حقوق اللہ کے اندر وہ امور رکھے گئے ہیں جو انسان کے اپنے نفس کے تزکیہ اور تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عین رضا ہے کہ انسان اپنے اس کمال کو حاصل کرے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور اسی کو حقوق اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضیٰ لعبادہ الکفر وان تشکروا یرضہ لکم۔ اگر تم کفران نعمت کرو تو اللہ تم سے غنی ہے (یعنی اس کو اس سے ضرر نہیں) اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تم شکر گزاری کرو تو وہ تمہارے فائدہ کے لئے اس کو پسند کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو اس واسطے ناپسند کرتا ہے کہ وہ انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور نیکی کو اس واسطے پسند کرتا ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

صلوٰۃ اور انفاق کا مفہوم

اب میں لفظ صلوٰۃ کی جو حقوق اللہ کی جگہ رکھا گیا ہے کچھ تشریح کر دیتا ہوں صلوٰۃ کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ رب العالمین کی ایسے طریق سے عبادت کرنا۔ جو انسان کے اندر محبت کی حرارت پیدا کرے۔ اور اس کے اندر ربانی اخلاق پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تین صورتیں رکھی ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ یہ تینوں عبادت کے تین طریق ہیں۔ ان کی تفصیلات قرآن کریم میں مختلف مقامات میں اور ان سے زیادہ احادیث میں دی ہیں۔ انفاق کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے اس کا مفہوم صرف مال خرچ کرنا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اس کو نیکی میں خرچ کرے اور علم دیا ہے یا کوئی ہنر تو لوگوں کو سکھائے۔ حکومت دی ہے تو عدل کرے۔ اور مظلوموں کی دادرسی کرے۔ عزت اور رسوخ دیا ہے تو اس کو مخلوق کے فائدہ کے لئے استعمال کرے۔ طب دی ہے تو امراض کا علاج کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرب دیا ہے تو لوگوں کے تزکیہ میں سعی کرے۔ بہرحال انسان کے لئے پہلے اپنا تزکیہ مقدم ہے جو حقوق اللہ میں رکھا گیا ہے۔ جب تک اپنا تزکیہ نہ ہو مخلوق خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

عقائد و اعمال کا خلاصہ

اسلامی عقائد اور اعمال کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے میں ان کو یہاں جمع کر دیتا ہوں۔ عقائد یہ ہیں۔ اللہ پر ایمان۔ آخرت پر۔ ملائکہ پر۔ اللہ کی کتابوں پر۔ انبیاء پر۔ یہ پانچ ہوئے۔ اعمال بھی پانچ ہیں۔ ایمانیات کا زبانی اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ان کو پانچ ارکان اسلام کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور دعوائے الوہیت

(۳)

ایک کشف کی تشریح مسیح موعودؑ کی عبارات سے

نیا آسمان اور نئی زمین

اس مضمون کی قسط اول میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض عبارات سے یہ دکھایا جاچکا ہے کہ آپ کا دعویٰ الوہیت کا نقاذل میں آپ کی چند اور عبارات اسی موضوع پر مدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب چشمۂ مسیحی میں اس الزام کی یوں تردید فرماتے ہیں:-

"ایک دفعہ کشفی رنگ میں میں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔ اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔"

(رسالہ چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۵)

اور اپنی ایک اور کتاب حقیقۃ الوحی میں بطور اصول کے حضرت مرزا صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔ یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹)

ان دونوں متذکرہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو ہرگز کوئی ایسا دعوےٰ نہیں ہے جو فریق مخالف آپ کی طرف منسوب کرنا چاہتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد

بلکہ آپ اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۳۳۶ میں صاف تحریر فرماتے ہیں:

انی اعتقد من صمیم قلبی ان للعالم صانعاً قدیماً واحداً نادراً کریماً مقتدراً علی کل ما ظہر و اختفیٰ۔ (ترجمہ) میں تہ دل سے اس بات پر اعتقاد رکھتا ہوں کہ ہمارے عالم ایک ہے۔ جو قادر کریم ہے۔ ہر ایک مخفی اور ظاہر چیز پر اسی کا اقتدار ہے۔"

اور پھر کرامات الصادقین میں حضرت احدیت کی ذات بے مثال کے متعلق آپ ارقام فرماتے ہیں

وحید فرید لا شریک لذاتہ
قوی علی مستعان مقدر
ویتخذ ولداً ولا کفو لہ
وحید فرید ما دنا ہ التکثر

اور اس قسم کی تعلیم سے آپ کی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور یہ اقرار کہ خدا ہی نے آسمان اور زمین اور انسانوں کو پیدا کیا آپ کی ہر ایک تحریر اور تقریر میں موجود ہے۔ یہ جھوٹا اور ناپاک الزام ہے کہ آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ بالخصوص جبکہ حضرت مرزا صاحب بیسیوں جگہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو ہی خالق ارض و سما بیان فرما چکے ہیں۔

جناب الٰہی میں دعا

آپ اپنی ایک نظم میں جناب الٰہی میں دعا مانگتے ہوئے عرض کرتے ہیں:-

اے خالق ارض و سما برمن در رحمت کشا
دانی تو آں درد مرا کز دیگراں پنہاں کنم

اور پھر اپنی کتاب حقیقت المہدی کے شروع میں لکھتے ہیں:-

اے قدیر و خالق ارض و سما	اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر	اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر	گر تو دیداستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را	شاد کن این زمرۂ اغیار را
در مرا از بندگانت یافتی	قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ	کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن	اندکے افشائے آں اسرار کن
خود بروں آ از پئے ابراء من	اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من

الوہیت مسیح کا ابطال

حضرت مسیح موعود نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے کہ شاید کوئی نادان اس کلمہ اور کشف سے میری خدائی سمجھ لے یا ایسے کشوف و الہامات کی بنا پر کسی اور راستباز کو ایسا قرار دے۔ دربارہ کتاب البریہ میں تحریر فرمایا ہے۔

"میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔ جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں، کہ یسوع مسیح خدا یا ابن اللہ ہے۔ ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات میں پادری صاحبان سوچیں کہ یسوع کو خدا بنانے کے لئے ان کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں ان سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے الہامی کلمات کو ان کلمات کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھیں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جائے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے میرے الہامی کلمات قوی دلائل رکھتے ہیں۔ یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسے دلائل نہیں رکھتے۔ تو پھر کیا وجہ کہ ان کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔"

کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو یسوع کی خدائی کا اس کشف کی بنا پر ابطال فرما رہے ہیں۔ اور مخالفین حضرت مرزا صاحب کو خدائی کا مدعی بنا رہے ہیں۔ کاش مولوی لوگ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو ہی دیکھ لیتے جہاں عربی میں اس کشف و الہام کو لکھ کر حضرت نے اس کی کیسی اعلیٰ تشریح اور تفصیل خود فرما دی ہے۔

ملانوں کی شرارت

ان شواہد صریحہ اور دلائل بینہ کی موجودگی میں کسی ملا یا مولوی کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب معاذ اللہ مشرک تھے۔ یا وہ خود شریک باری تعالیٰ بنتے تھے۔ یا انہوں نے خدائی یا خالق ارض و سماوات ہونے کا دعویٰ کیا حماقت و شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ مسیح موعود تو لوگوں کو وہی معبود برحق منوانے آیا تھا۔ جسے یہ ملا لوگ، اور ان کے پیچھے چلنے والے بھول گئے اور جس کی عظمت و جلال و کبریائی کو یہ لوگ، دلوں سے نکال چکے تھے کیا وہ خود معاذ اللہ خدائی کے دعویدار ہو سکتے تھے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

عید اضحیٰ اور ہماری جماعت کا فرض

عید کا مبارک دن سال بھر کے بعد آتا ہے۔ جس دن مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق خدا کی رضا کے لئے قربانیاں کرتے اور اپنے لواحقین کے لئے خوشی کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ احمدی جماعت اس موقع پر بھی اپنے فرض سے غافل نہیں رہتی۔ اور اکثر جگہ کے احباب اپنی اپنی قربانی کی کھالوں کی قیمت اشاعت اسلام میں دینے کے علاوہ ایک روپیہ فی کس بطور عید فنڈ دیا کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ امانت کو پورے طور پر منظم کیا جائے۔ اور ہر ایک ممبر اپنی اپنی جگہ کھالوں کی قیمت اور عید فنڈ کے جمع کرنے میں خاص کوشش کرے۔ اپنے زیر اثر مسلمانوں کو بھی اس کار خیر میں شریک کرے۔ ہماری انجمن اشاعت اسلام کے علاوہ کئی بیواؤں۔ یتامیٰ اور مساکین کو ماہوار وظائف دیتی ہے۔ اس فنڈ کے لئے ہر قسم کے صدقات کا مرکز میں بھیجا جانا نہایت ضروری ہے۔ قوم اسی طرح بنا کرتی ہے کہ صاحب حیثیت لوگ اپنی قوم کے غربا کا خاص خیال رکھیں۔ والسلام (خاکسار سکرٹری)

مراسلات

امانت فنڈ

کے متعلق تجویز کا ایک مختصر سا خاکہ "پیغام صلح" میں نکلا ہے اور اس کے متعلق رائیں طلب کی گئی ہیں۔ اس قسم کی تجویزوں کے متعلق وہی اصحاب بہتر رائے دے سکتے ہیں جو ایسے کاموں میں ماہر ہوں چاہئے تھا کہ وہ اس کے مخالف و موافق پہلوؤں پر اپنی رائے سے ناظرین اور مجوز صاحب کو مستفید فرماتے۔ اگرچہ مجھے معاملہ کی اصطلاحی صورت کے لحاظ سے اس سے کچھ مس نہیں۔ لیکن اس قسم کی اور تجویزیں جو دوسری جگہ مختلف صورتوں میں زیر عمل ہیں سامنے رکھ کر سطحی حیثیت سے جو رائے میں قائم کرسکا ہوں اگر وہ مفید ہوسکے۔ یا اس سے اس تجویز کے دوسرے پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے رہنمائی ہوسکے تو اسے ظاہر کردینے میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔

(۱) اس قسم کی کاروباری تجویزوں کے متعلق سب سے پہلے یہ ضروری ہونا چاہیے کہ وہ ہنگامی تاثرات اور فوری جذبات کے ماتحت جاری نہ ہوتی ہیں۔ بلکہ اسے محض اور صرف کاروباری حیثیت سے چلانا چاہیے اور اس لئے فقط کاروباری حیثیت سے ہی اس کے ہر پہلو پر غور ہو کر اسے معرض عمل میں لانا چاہیے۔

(۲) اس قسم کی تجویز کا سارا کاروبار تجارتی کمپنیوں۔ کاروباری انجمنوں اور بنکوں کے اصولوں کا رہبر ہونا چاہیے۔

(۳) اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ یہ کام ان کارکنوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے جو اس فن کی باضابطہ تعلیم پائے ہوئے ہوں اور جنہیں کافی تجربہ ہو۔ محض دیانتداری اور فقط خلوص بغیر تجربہ اور واقفیت کے ایسے کاموں میں بالآخر نہایت نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں۔

جہاں ایسی تجویزوں میں یہ تینوں باتیں مدنظر نہیں رکھی گئیں وہ بری طرح ناکام ثابت ہوئی ہے۔ ناظرین اخبار اس قسم کی مثالوں سے ناواقف نہ ہوں گے۔

(۴) امانت فنڈ میں نفع کی تقسیم کی جو تعداد مختلف مدات کے متعلق قائم کی گئی ہے اس سے ہی ظاہر ہے کہ اس تجویز کو کاروباری حیثیت سے دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی گئی۔ مثلاً نفع کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔ کہ

انجمن	بمد غربا	حصہ داران
۲۰ فیصدی	۵ فیصدی	۷۵ فیصدی

اس میں اس عملہ کا خرچ بالکل نہیں رکھا گیا جو اس سارے کام کو کرے گا کیونکہ تجارت ہو یا اشاعت کتب کا کام۔ یہ موجودہ عملہ کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس کے لئے تجربہ کار۔ اصول تجارت سے واقف اور ماہرین فن لوگوں کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ ریزرو فنڈ کے لئے بھی کچھ نہیں رکھا گیا۔ حصہ داران کا منافعہ ۷۵ فیصدی بہت زیادہ ہے۔ میری رائے میں یہ تقسیم اس طرح ہونی چاہیے۔

برائے اغراض انجمن	عملہ	ریزرو فنڈ	حصہ داران
۴۰ فیصدی	۲۰ فیصدی	۲۰ فیصدی	۲۰ فیصدی

حصہ داران کا حصہ نفع میں میں نے اس حساب سے نکالا ہے کہ اگر ایک صد سرمایہ پر ۲۵ روپیہ فائدہ ہوا۔ اور اس قدر ہونا کچھ ناممکنات سے نہیں ہے۔ تو اس ۲۵ روپے میں سے ۵ روپیہ یعنی ۲۰ فیصدی منافعہ کے حساب سے حصہ دار کو مل سکیں گے۔ ایک حصہ دار کو ایک سو روپے کے حصہ پر ۵ روپے سال میں مل جانے کچھ کم نہیں ہیں۔ یعنی ۵ فیصدی۔ ۵ فیصدی کے حساب سے تو اٹھارہ روپے بارہ آنے فیصدی منافعہ اسے ملنا چاہیے جو آج تک کامیاب سے کامیاب کاروباری شراکتیں بھی نہیں دے سکتیں نقصان کی صورت میں حصہ داروں سے اسی فیصدی نقصان کا لینا بھی ایک عجوبہ روزگار تجویز ہے۔ غالباً یہ پہلی تجویز ہوگی۔ جس میں ایسی فیصدی قائم کی گئی ہے۔ غالباً یقینی منافعہ کو سود سمجھ کر اس کے لئے ایک بدل نقصان کی صورت میں بھی رکھ دیا گیا ہے۔ غربا کے منافعہ میں کمی تو پھر صفائی اس طرح کیوں نہ کردیا گیا کہ ۲۰ فیصدی نقصان انجمن اٹھائے اور ۸۰ فیصدی حصہ دار۔ اس سے اسی فیصدی تو اصل نقصان میں دیدیا۔ اور باقی ۵ فیصدی غربا کے فنڈ میں ڈالدیا۔ یہی ایک صورت ہے جس سے غربا کی آمدنی میں کمی نہ ہوگی۔ لیکن ایسی تجویزیں مضحکہ خیز ہیں۔ نقصانات کی صورت میں ریزرو فنڈ پر بوجھ ڈالا جائے۔

میں نے جو رائے ظاہر کی ہے مجھے خود اس پر یہ وثوق نہیں ہے۔ کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ (باقی اسی صفحہ کے دوسرے کالم میں ۴۴)

۴۴ ماہرین فن سے اس کے متعلق رائے حاصل کرلی جائے۔ جو تین امور میں نے ابتدائے مضمون میں درج کئے ہیں۔ ان کے علاوہ امور ذیل بھی مدنظر رکھنے کے قابل ہیں۔

کمپنی رجسٹرڈ اور لمیٹڈ ہو۔ اس کے ڈائرکٹران ہوں۔ باضابطہ دفاتر وطریق کار ہو۔ سرمایہ کی تعداد ہو۔ حصوں کی تعداد ہو۔ غرض تمام پورے قواعد و ضوابط کے ساتھ جو زمانہ جدید کی کاروباری شراکتوں میں ہیں اسے جاری کیا جائے۔ میری رائے ہے کہ ایسی کمپنی ضرور ہونا چاہیئے اس سے حصہ داروں کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ یہ انجمن کی مستقل امداد کا ذریعہ ہوگی۔ مسلمانوں میں تجارت کا شوق پیدا ہوگا۔ مسلمان ملازموں کو تجارتی کاروبار کی طرف دلچسپی ہوگی۔ اور جو لوگ تجارت پر روپیہ نہیں لگا سکتے۔ وہ اپنے روپیہ کو کام میں لگا سکیں گے۔ غرض ہر طرح یہ تجویز مفید ثابت ہوگی۔ اگر ان اصول کو مدنظر رکھا گیا اور موجودہ عملہ سے ہی جو اس کام کے اہل نہیں کام لینا چاہا تو پھر اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس سے پہلے اسی قسم کی تجویزوں کا ہو چکا ہے۔ اگر یہ تجویز عمدہ اصول پر چلائی گئی تو میں بھی اس کے حصے لینے کو تیار ہوں اور اپنے احباب سے بھی اس کے حصے خریدنے کو کہوں گا۔ (سید عبدالمجید کمیر تھا سٹنٹ م)

پردہ کا مسئلہ
بحث کی صحیح بنیاد

(شیخ محمد العام الحق صاحب ھوشیارپوری)

پردہ کا مسئلہ ہمارے اہم ترین قومی مسائل میں سے ہے۔ اور کم وبیش تیس چالیس سال سے اس پر گرما گرم بحث ہو رہی ہے۔ قریبًا تمام ارباب فکر ودانش نے اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے تحریک نسواں کی ترقی۔ مغربی تعلیم و تربیت کے اثر اور اسلامی ممالک کے معاشرتی انقلاب نے اس کو بہت زیادہ اہمیت دیدی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخبارات و رسائل میں اس کے متعلق متواتر مخالف وموافق آرا کا اظہار ہو رہا ہے۔ تمام تعلیم یافتہ عورت مرد کسی نہ کسی طرح اس بحث میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات اس کی تائید یا مخالفت میں نہیں کہی جا سکتی۔ مگر نتائج کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو اس طویل بحث سے اب تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔

ایک طریق عمل تجویز کرنے کی ضرورت

یہ سچ ہے کہ زمانہ کی زبردست رو اپنا کام کئے جا رہی ہے۔ خیالات کے ساتھ ساتھ اعمال میں بھی رفتہ رفتہ انقلاب آ رہا ہے۔ زنان خانوں کے دروازے وا ہو رہے ہیں۔ ڈولیوں اور بند گاڑیوں کا رواج اٹھ رہا ہے نقاب اٹھتے جا رہے ہیں۔ ادھر قدامت پسند طبقہ پے در پے شکستوں کے باوجود اس نئی تحریک کی مخالفت میں اپنی آواز بلند کر رہا ہے۔ مگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس میں کسی کے ارادے اور کوشش کو کوئی دخل نہیں اور آج تک قوم نے اس مسئلہ پر جس قدر بحث کی وہ بے فائدہ نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ قوم کے لئے کوئی طریق عمل تجویز نہیں ہوا۔ اور اس لحاظ سے ہم آج بھی اسی جگہ ہیں۔ جس جگہ اس بحث کے شروع ہونے سے قبل تھے۔ کیا یہ ایک افسوسناک حقیقت نہیں؟ اب زمانہ ہمیں غالبًا آخری مہلت دے رہا ہے۔ کہ ہم اپنے ملکی وقومی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اولین فرصت میں اس مسئلہ پر نہایت سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کے بعد کوئی ایک طریق عمل تجویز کریں۔ ورنہ تہذیب فرنگ کی کورانہ تقلید کے شوق اور قدامت پسندی کے مجنونانہ عشق سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑیگا۔

افراط وتفریط

اس مضمون کے موضوع سے بعض ناظرین وناظرات کو خیال ہوا ہوگا کہ میں پردہ کی تائید یا مخالفت میں کچھ لکھوں گا۔ مگر میرا یہ ارادہ نہیں بلکہ جو خیالات و وجوہات پردہ کی مخالفت یا تائید کے محرک ہیں ان کی نسبت بالکل غیر جانبدارانہ طور سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے خیال میں اس بحث کو غلط بنیاد اور غلط اصولوں پر شروع کیا گیا ہے۔ اور یہی اس کے بے نتیجہ رہنے کی اصل وجہ ہے۔ اس وقت قوم میں دو فریق موجود ہیں۔ ایک پردہ کا حامی اور دوسرا مخالف۔ اول الذکر خیال کر رہا ہے۔ کہ پردہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی خاکم بدہن نہ صرف اسلامی شرم وحیا اور غیرت بلکہ اسلام کا ہی خاتمہ ہے۔ موخر الذکر یہ سمجھ رہا ہے کہ جب تک پردہ کو دور نہیں کیا جاتا قوم ترقی کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتی۔ ہمارے خیال میں دونوں فریق افراط وتفریط کے مرض میں گرفتار ہیں۔ دیہات اور شہروں کے غریب طبقہ کی کروڑوں مسلمان عورتیں صدیوں سے کھلے منہ پھرتی ہیں۔ لیکن اسلام یا اسلامی شرم وحیا اور غیرت کا خاتمہ اب تک نہیں ہوا۔ دوسری طرف دیکھئے تو ان زنان خانوں کی قید میں بند رہنے والیوں نے اسلام کے بے شمار فرزند پیدا کئے جس کا عشر عشیر بھی موجودہ زمانہ کی آزادی پسند عورتیں پیدا نہ کر سکیں۔ اگر میری صاف بیانی کو معاف فرمایا جائے تو میں عرض کروں گا کہ اس بحث میں معاملہ کو سلجھانے کا خیال بہت کم ہے۔ اور زیادہ تر اپنے اپنے خیالات کی اندھا دھند تائید و تبلیغ مقصود ہوتی ہے۔ موافقین پردہ کو قدامت پسندی کی تاریکی میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ مخالفین میں سے بعض کی آنکھیں مغربی تہذیب نے خیرہ کر دی ہیں۔ میں دونوں فریقوں کے بزرگوں سے عرض کروں گا کہ قوم کے لئے بے پردگی یا پردہ اس قدر نقصان دہ چیز نہیں جس قدر ان کی یہ ذہنیت ہے۔

قدیم پردہ اور جدید بے پردگی

ضرورت ہے کہ اس بحث کو صحیح اسلامی اصولوں پر شروع کر کے کسی نتیجہ پر پہنچا جائے۔ نتائج کا بہت کچھ انحصار نیتوں پر ہوتا ہے چنانچہ ... پردہ ... سے عام ... پر پردہ ... تائید یا مخالفت ہوتی ہے .... جو بلا وجہ اسلامی خیالات کی تحقیر (الاماشاءاللہ) ہی لئے یہ مخالفت اور تائید بھی سے نے کل کھا رہی ہے ایسا ہی سچ نہیں کہ موافقین پردہ کی تعداد غالب عورتوں کو چار دیواریوں کے اندر بند رکھتی ہے۔ اور ان کے بعض گھرانوں میں تو نام۔ قد اور آواز تک کا بھی پردہ موجود ہے۔ حالانکہ اسلام نے کہیں بھی ایسے پردہ کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہماری قومی ضروریات اس کی تائید کرتی ہیں دوسری طرف دیکھ لیجئے کہ بے پردگی کی ہوائے تمدن نے نہ صرف چہروں کو ہی بے نقاب کیا ہے بلکہ وہ جسم کے ان حصوں کو بھی لباس کی قید سے آزاد کر رہی ہیں جس کو اسلام نے صاف طور پر چھپانے کا حکم دیا ہے۔ ہمارے اکثر قدامت پسند گھرانوں میں بھی عجیب تماشا ہے۔ رشتہ کے بھائیوں اور بعض دوسرے قریبی رشتہ داروں سے جن سے ربط ضبط رکھنا از روئے شریعت غیر آدمیوں کی طرح منع ہے۔ عورتوں کا بے تکلفانہ میل جول ہے اور غیر رشتہ داروں کے سامنے کسی عورت کے صرف بے نقاب ہو جانے پر چیخ پکار مچا دی جاتی ہے۔ غرض ہر طرف پرانے رسم ورواج یا فیشن پرستی اور تہذیب نو کی تقلید کا جذبہ کار فرما ہے۔ اگر مذہبی احکام کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ تو محض آڑ لینے کے لئے۔ حالانکہ دونوں فریق اپنی اپنی بات منوانا چاہتے ہیں۔

بحث کی صحیح بنیاد

میرے خیال میں جب تک یہ ذہنیت دور نہیں ہوتی اور اسلامی احکام اور قومی ضروریات کی روشنی میں پردہ کی بحث کی بنیاد نہیں ڈالی جاتی تب تک سب کچھ بے فائدہ ہے۔ اس لئے میں گزارش کروں گا۔ کہ موافقین ومخالفین پردہ کو اپنے دلائل پیش کرنے اور دوسروں کے دلائل کی تردید سے پیشتر ذرا اپنے خیالات وجذبات کا ایمانداری سے جائزہ لینا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ وہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے استدلال تو کر رہے ہیں۔ مگر کیا ان کی یہ کوشش اس لئے ہے کہ جو قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہو اور قومی ضروریات جس امر کا تقاضا کریں ان کو عملی طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ یا جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہی کھینچ تان کر قرآن وحدیث سے ثابت کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد شور مچایا جائے کہ ہماری قومی ضرورت بھی یہی ہے؟

ترکی میں اشاعت اسلام
نومسلموں کی تعداد میں اضافہ

ترکی اخبار "السیاست" رقمطراز ہے:۔

لوگ کہتے ہیں کہ ترک بے دین ہو گئے انہوں نے اسلام ترک کر دیا لیکن ان کا فر گروں کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ موجودہ ترکی حکومت کے عہد میں اشاعت اسلام کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہے۔ ترک اسلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن انہی خارج از اسلام ترکوں کے اخلاق کا اثر غیر مسلموں پر ایسا پڑ رہا ہے۔ کہ وہ اسلام کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔

چنانچہ جو لوگ اسلام کی آغوش میں آنا چاہتے ہیں ان کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ان لوگوں کا یہ مطالبہ کہ ہمیں اسلام قبول کرنے کا طریقہ بتایا جائے شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔ جب حکومت نے ان لوگوں کا اشتیاق دیکھا تو اس نے اپنے حکام کو ہدایات دیں کہ اس طریق سے انہیں مسلمان کیا جائے یہ ہدایات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اسلام کے حلقۂ ہدایات ونجات میں آنا چاہے اسے سب سے پہلے مفتی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے اور اسلامی رجسٹر میں نام لکھانے کا اشتیاق ظاہر کرنا چاہیئے مفتی صاحب ضروری امور کو سر انجام دے کر اسے قبول اسلام کا وثیقہ عطا فرمائیں گے۔ اس کا پرانا نام بدل کر اسلامی نام رکھا جائیگا۔ اس کے بعد وزارت داخلہ اس وثیقہ کو دیکھ کر اس کا نام اسلامی آبادی کے رجسٹر میں درج کر لے گی۔ اور نومسلم کو اس امر کے متعلق ضروری سند عطا کرے گی۔

جب حکومت کی یہ ہدایات شائع ہوئیں تو مسیحی جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے اخبارات کا بیان ہے کہ دو ہزار عیسائی حضور سرور کائنات کا حلقۂ محبت کانوں میں ڈال چکے ہیں۔ جو لوگ اس خبر کو سنیں گے ضرور متعجب ہوں گے کہ خود بخود اسلام قبول کرنے کا شوق کیوں اس درجہ ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت نہ تو کوئی باقاعدہ نظام دعوت وتبلیغ قائم ہے۔ اور نہ کوئی ایسا محکمہ ہے جو دینی کتابوں کو عوام الناس میں تقسیم کرتا ہو۔ اس کے برعکس عیسائیوں کے بے شمار ادارے ہیں جو ہر زبان اور لغت میں اپنی مذہبی کتابیں فروخت اور تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ قبول اسلام کی ہم نے ایسی تحریک ترکی کے اندر یا باہر پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے باوجود حکومت ترکی دینی حکومت نہیں ہے۔ یعنی وہ لوگوں کے اعتقادی معاملات میں قطعًا دخل نہیں دیتی بلکہ وہ لوگوں کو اسلام کی خوبیاں معلوم کر کے خود بخود مسلمان ہونے کا موقع بہم پہنچاتی ہے۔

ایک لاینحل سوال

پھر یہ کیا بات ہے کہ حکومت تو اسلام کی تبلیغ واشاعت نہیں کرتی لیکن اسلام ہے کہ خود بخود پھیل رہا ہے۔

اس سوال نے یورپ کے بہت سے متفکرین کو سر بزانو کر رکھا ہے مسیحی مبلغین غلطاں وپیچاں ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام حکومت کے بغیر بیکار محض ہے۔ ترکی حکومت کے اس اعلان کے بعد کہ اس کی اساس مذہب پر نہیں ہے ان کا اندازہ یہ تھا کہ اسلام بھی مضمحل ہو کر رہ جائے گا۔ عیسائی مبلغین نے اس تخیل کی بنیادوں پر بڑی بڑی امیدوں کے محلات کھڑے کئے تھے وہ کہتے تھے بس اب ترکی کی پوری آبادی مسیح کے ریوڑ میں شامل ہو جائیگی وہ سوچنے لگے کہ اب اسلام کے مناسک کی تبدیل اور اس کی حیثیت کی تجدید کا وقت آ گیا ہے۔ یہاں تک کہ تین مستشرقین نے تو انگریزی اخبارات ورسائل میں لمبے چوڑے مضامین اور مقالے بھی درج کرانا شروع کر دیئے انہوں نے میرے ساتھ بھی مباحثے شروع کر دیئے اور مجھ سے کہا کہ اب اسلام کے عبادات ومناسک میں ایسا تغیر رونما کر دینا چاہیئے کہ وہ ان کے لئے ہر حال میں قابل عمل ہو جائے۔

یہ حالت تو تثلیث پرستان مغرب کی تھی۔ لیکن چند ترکوں نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔ یہاں تک کہ مدرسہ بروسہ کے تین نوجوان بھی عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ ترکیت میں ضعف کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اسلام کی تجدید کی ضرورت ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دینی تربیت کو صحیح اصولوں پر قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جو حیات حاضرہ اور اس کے احوال کے ساتھ منطبق ہو تاکہ لوگوں کے عقائد خراب نہ ہونے پائیں۔

لیکن کیا یہ خطرہ حقیقی ہے کہ اسلام حکومت سے الگ ہو کر اپنی قوت کو کھو بیٹھا ہے۔ اور اب اس میں لوگوں کے قلوب کو مسخر کرنے کی روحانی قوت باقی نہیں رہی۔

(باقی دوسرے کالم میں دیکھئے)

(تیسرے کالم کا بقیہ مضمون)

واقعات کی شہادت

واقعات اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ اسلام ان ممالک میں بھی اپنا اثر ونفوذ قائم کر رہا ہے۔ اور لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جہاں حکومتوں کا مذہب اسلام نہیں ہے۔ افریقہ کے وحشی علاقوں میں ایشیا کے دور دراز کناروں میں بلکہ تمام معمورۂ عالم میں .... ہاں ہاں وہ لوگوں کے دلوں میں خود بخود گھر کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی داعی ومبلغ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ترکی میں لوگ خود بخود حکومت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں کہ ہمارے کانوں میں اسلام کا حلقہ ادارت ڈالدو۔ یہاں تک کہ صرف آستانہ میں ان کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ اور جو لوگ ابھی رجسٹروں میں اپنے نام درج نہیں کرا سکے ان کی تعداد تو کسی کو معلوم ہی نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک معجزانہ قوت ہے جو عیسائیوں کی تبلیغ، صرف زر، اور ترغیبات کو بے کار کر کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کر رہی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ خود اسلام کو کسی تجدید وتغیر کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہر دم جوان اور ہر دم جدید ہے۔ وہ کافی ہے اس کی تعلیم کافی ہے۔ وہ خود بخود لوگوں کو روشنی کی راہ دکھاتا ہے۔

خبریں

— شملہ ۱۳ جولائی۔ مسٹر سی۔ ایم۔ جی اوگلوی قائم مقام ہوم سیکرٹری پنجاب نے انسپکٹر جنرل محابس پنجاب کے نام حسبِ ذیل مکتوب روانہ کیا ہے جس میں مقدمہ سازش لاہور کو بعض مراعات عطا کی گئی ہیں۔

مجھے گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ہدایت کی ہے۔ مقدمہ سازش لاہور کی طوالت کو اور اس امر کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ زیرِ سماعت قیدی کو کارروائی میں حصہ لینے اور اپنی صفائی پیش کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آنی چاہیے لہٰذا ان جیلوں کے طبی افسروں کو جن میں مقدمہ سازش لاہور کے زیرِ سماعت قیدی ہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ ان زیرِ سماعت قیدیوں کو خاص خوراک دینے کا حکم دیں۔ جن کو ان کے نزدیک طبی وجوہ کی بنا پر خاص خوراک کی ضرورت ہو

اس حکم کا اطلاق ان زیرِ سماعت قیدیوں پر بھی ہو سکتا ہے جو کسی دوسرے مقدمہ میں سزایاب ہو چکے ہوں اور سزا کاٹ رہے ہوں۔

مجھے یہ اطلاع دینے کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ ان ملزموں کو اپنے مقدمہ کی کارروائی چار مختلف اخبارات میں سے کاٹ کر دی جائے۔ تاکہ وہ ان میں سے کسی کو لے کر پڑھ لیں۔ اور اپنے مقدمہ کی کارروائی کو بخوبی سمجھ سکیں۔ لیکن انہیں اخبارات کی وہ تنقید مہیا نہ کی جائے جو کارروائی مقدمہ پر کی گئی ہو۔

— ڈبی بازار لاہور۔ ۱۴ جولائی۔ کل ۱۳ جولائی بروز ہفتہ ایک پولیس کانسٹیبل نے مشہور سٹہ باز "نانکی" پارچہ فروش کی دوکان پر چھاپا مارا۔ سٹہ باز نے اس کو سو روپیہ تک رشوت دینے کی کوشش کی۔ مگر اس نے نہ مانا۔ آخر دکان بند کر کے کانسٹیبل کو سخت زدوکوب کیا گیا۔ مگر بعد ازاں اس کے ہاتھ میں سو روپے کا نوٹ دے کر پولیس کو فون پر بلایا گیا۔ سب انسپکٹر نے کانسٹیبل مذکور کو گرفتار کر کے حوالات بھجوا دیا۔ لیکن اہلِ محلہ نے جو اس شخص کی تباہ کرنے والی تجارت سے تنگ آ چکے تھے۔ سردار ہیرا سنگھ۔ اور شیخ محمد ادا ڈائرکٹر مسلم بنک کی زیرِ سرکردگی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس جا کر شکایت کی۔ چنانچہ وہ آج صبح موقعہ پر آیا۔ جہاں ہزاروں آدمی اس کے آنے سے پہلے جمع تھے۔ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دیکھتے ہی کہنا شروع کیا کہ سٹہ بازی کو بند کر دو۔ تفتیش کرنے کے بعد سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کانسٹیبل مذکور کو چھوڑ دیا۔ اور سٹہ باز "نانکی" کو پبلک سرونٹ کو زدوکوب کرنے کے الزام میں ماخوذ کیا۔ مزید براں سٹہ بازی کے انسداد کے لئے اس مکان و دوکان پر چھ کانسٹیبلوں کا مستقل پہرہ لگا دیا۔

— ملتان ۱۳ جولائی۔ پولیس نے ایک میراسن مساۃ مغلاں کے قتل کے سلسلہ میں سید مہدی شاہ رئیس اعظم کوٹلا سادھاں کا زیرِ دفعہ ۳۰۲ تعزیراتِ ہند گرفتار کر لیا۔ اور مخدوم مرید حسین قریشی مجسٹریٹ درجہ اول کے اجلاس میں پیش کیا۔ وکیل ملزم نے مہلت تفتیش کی مخالفت کی۔ لیکن عدالت نے پولیس کو تفتیش کے لئے چھ روز کی مہلت دے دی ہے۔

— لاہور ۱۴ جولائی۔ آج شام کو چھ بجے دفتر اخبار "زمیندار" کے سامنے ایک سائیکل اور موٹر کی ٹکر ہو گئی۔ جو شخص سائیکل پر سوار تھا وہ اس حادثہ کی وجہ سے سخت زخمی ہوا۔ اور اس کا سر تین جگہ سے پھٹ گیا۔ پولیس فی الفور موقع پر پہنچ گئی۔ اور وہ ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

— الٰہ آباد ۱۳ جولائی۔ مس شام کماری نہرو نے جنہوں نے سر تیج بہادر سپرو کی زیرِ نگرانی قانونی تربیت حاصل کی ہے عدالتِ عالیہ الٰہ آباد میں ایڈووکیٹ کی حیثیت سے کام شروع کر دیا ہے۔ وہ شمالی ہند میں واحد وکالت پیشہ خاتون ہے۔ انہوں نے پہلی دفعہ چیف جسٹس اور جسٹس سین کے روبرو ایک مقدمہ قتل میں پیروی کی۔ اور وہ اس مقدمہ میں دو ملزموں کو بری کرانے میں کامیاب ہو گئیں۔ چیف جسٹس نے مس نہرو کو ان کے پر لیاقت دماغ پر مبارکباد دی۔ جس کی وجہ سے انہیں ان کے موکلوں کی بےگناہی کا یقین ہو گیا۔

— کلکتہ ۱۴ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ آج ۴۷ روز کے بعد ستیندر ناتھ سین باریسال نے مسٹر سبھاش چندر بوس اور صدر بلدیہ باریسال کے اصرار پر فاقہ کشی ترک کر دی ہے۔ مسٹر سین دفعہ ۱۱۰ ضابطہ فوجداری کے ماتحت سزایاب ہوئے تھے۔

— [illegible]

کے نوٹوں کا ایک بنڈل پُراسرار طریقہ سے گم ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ انچارج آفس مسٹر پنا لال نے ایک ایک ہزار روپے کے چند بنڈل ایک کلرک دولت رام نامی کو دیئے۔ جو کلرک کے حسبِ معمول چیک کئے۔ اور مشین پر کٹوائے۔ شام کے چار بجے جب یہ بنڈل انچارج افسر کو واپس دینے لگا۔ تو ایک بنڈل کے متعلق تنازعہ ہو گیا۔ مسٹر پنا لال کہتے ہیں کہ میں نے ۲۲ بنڈل گن کر دیئے ہیں۔ دولت رام کا بیان ہے کہ اسے ۱۲ بنڈل دیئے گئے تھے۔ چنانچہ اس وقت دروازے وغیرہ بند کر کے تمام کلرکوں کی تلاشی لی گئی۔ لیکن گم شدہ بنڈل کہیں سے نہ ملا۔ اب محکمہ کی طرف سے اس امر کی تفتیش ہو رہی ہے۔ اور دو مسلمان کلرکوں سے بھی بازپرس کی جا رہی ہے۔ جن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ دولت رام کلرک مذکور کے پاس بیٹھے تھے۔

— ناگپور ۱۲ جولائی۔ آج گورنر سی۔ پی نے یہاں کے سائنس کالج کا افتتاح کرایا گیا جس کا سنگِ بنیاد تین سال ہوئے لارڈ ارون کے ہاتھوں سے رکھا گیا تھا۔

— امرتسر ۱۵ جولائی۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور پانڈہ سنت رام کو جنہیں حال ہی میں بہ الزام بغاوت سزائیں مل چکی ہیں مبارکباد دینے کے لئے جلیانوالہ باغ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زیرِ صدارت جلسہ منعقد ہوا۔ صاحبِ صدر نے کہا کہ حکومت ان گرفتاریوں سے کانگرس کے اجلاس کو ناکام بنانے کا ارادہ کر رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ مسلمان اور دیگر اقوام کو بھی قربانیوں میں اپنا حصہ شامل کرنا چاہیے۔

مولانا داؤد غزنوی۔ ڈاکٹر کچلو۔ چودھری افضل حق نے تقریریں کیں۔ اور کہا کہ جبر و تشدد سے نوجوانوں کی روحیں مردہ نہ ہوں گی۔ ڈاکٹر سنت رام اور دیگر حضرات نے بھی تقریریں کیں۔ ایک قرارداد میں ڈاکٹر ستیہ پال اور پانڈہ سنت کو سزایابی پر اور غازی عبدالرحمٰن سکندر خضر اور سردار اجیت سنگھ کو گرفتاری پر مبارکباد دی گئی۔ ایک قرارداد میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ بھگت سنگھ اور دت کو سیاسی قیدیوں کی حیثیت سے خاص خوراک دی جائے۔

دہلی ۱۳ جولائی۔ آج چتر بھوج اور ایک دوازدہ سالہ لڑکا بدھو لائسنس کے بغیر ریوالور رکھنے کے بیان کردہ الزام میں مسٹر پول کی عدالت میں پیش کئے گئے۔ ان کے متعلق مزید تحقیقات منتظر ہیں کہ مقدم الذکر اکاؤنٹنٹ جنرل نیو دہلی کے دفتر میں کلرک تھا اور موخر الذکر اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ وہ ریاست نوگاؤں واقع وسطِ ہند کے باشندے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چتر بھوج "عسکر جمہوریہ" میں کسی عہدے پر مامور ہے۔ اور پولیس نے ملزموں کے کوارٹروں سے ہندوستان کا بنا ہوا ایک ریوالور ۱۴۳ چھوٹے کارتوس اور ۲۴ بڑے کارتوس پکڑے ہیں۔

— بمبئی ۱۴ جولائی۔ اس مقدمہ میں جو مسٹر ہرکارے نے صدر کانگرس پنڈت موتی لال نہرو کے خلاف ان کے سیاسیات میں زبردست حصہ لینے کو بند کرنے کے واسطے حکم جاری کرانے کے لئے اندھیری نواح بمبئی کے سب جج کے روبرو کیا تھا سب جج نے مسٹر ہرکارے کی بہت سی درخواستوں کو رد کر کے ان کو متنبہ کیا ہے کہ وہ نازیبا اور فضول الفاظ استعمال نہ کریں۔

مسٹر ہرکارے نے درخواست کی کہ پہلے مجھے فیس کورٹ معاف کیا جائے دوسرے میرے دلائل کو بمنزلہ شہادت تصور کیا جائے اور تیسرے موتی لال نہرو کے خلاف مقدمہ کی جوابدہی سے غیر حاضر رہنے پر توہینِ عدالت کا مقدمہ چلایا جاوے۔

— لندن ۱۳ جولائی۔ لارڈ اور لیڈی ارون دوبارہ انگلستان میں بروقت کشتی نہ ملنے کے باعث وکٹوریہ اسٹیشن پر تین گھنٹے دیر سے پہنچے۔ دوستوں اور رشتہ داروں میں سے چیدہ اشخاص کا ایک اجتماع ان کی خوش آمدید کے لئے سٹیشن پر موجود تھا۔

مسٹر بین نے حکومت کی طرف سے ان کا خیر مقدم کیا چیف ... ایسوسی ایشن کے ارکان لارڈ اور لیڈی ارون کے سامنے پیش ... [illegible]

علم الدین ملزم قتلِ راجپال کا مرافعہ

مسٹر محمد علی جناح کی زبردست بحث

مرافعہ نامنظور سزا بحال

— لاہور ۱۵ جولائی۔ میاں علم الدین کو جسے راجپال کے قتل کے جرم میں مسٹر ٹیپ سشن جج لاہور کی عدالت سے پھانسی کی سزا ہوئی تھی آج اس کا مرافعہ مسٹر جسٹس جانسٹن کے ڈویژنل بنچ میں پیش ہوا۔

صبح ۹ بجے سے ہی لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور ۱۰ بجے تک اوپر کی گیلری پُر ہو گئی۔ عدالتِ عالیہ کے بڑے دروازوں پر پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ عدالت کے کمرے کے باہر بھی پولیس متعین تھی۔ کسی شخص کو بغیر اجازت ایوانِ عدالت کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اخبارات کے رپورٹروں کو سات سات مقامات پر روکنے کے بعد بڑی مشکل سے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ عدالتِ عالیہ کے وکلاء بھی بہ تعداد کثیر کارروائی سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ لدھیانہ۔ امرتسر اور دیگر مقامات سے بہت سے لوگ مقدمہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان اصحاب میں سے جو عدالت کے کمرے میں موجود تھے مندرجہ ذیل نام قابلِ ذکر ہیں۔ سید حبیب مالک اخبار سیاست مولوی غلام محی الدین۔ مسٹر محمد طفیل بیرسٹر۔ خلیفہ شجاع الدین مدن مکند لال پوری۔ چودھری گھسیٹا۔ چودھری محمد حسین ایڈووکیٹ لدھیانہ ملک محمد امین۔ مسٹر محمد شریف وکیل۔ مسٹر سید الدین بیرسٹر۔ مدیر اخبار مسٹر دیوان چمن لال۔ سردار لہرا سنگھ۔ لالہ دنی چند۔ لالہ گوکل چند نارنگ خواجہ فیروز الدین بیرسٹر۔ مہتہ امین چند ایڈووکیٹ۔

میاں علم الدین کی طرف سے مسٹر ایم اے جناح جو کل رات ہی اس مقدمہ کی پیروی کے لئے بمبئی سے تشریف لائے تھے پیروکار تھے۔ اور استغاثہ کی طرف سے دیوان رام لال مسٹر جیون لال کھنہ پیش ہوئے۔

مسٹر جناح نے ملزم کی صفائی پیش کرتے ہوئے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی جس میں استغاثہ کے گواہوں اور سشن جج کے فیصلہ کی خامیاں بتائیں۔ اس کے بعد عدالت لنچ کے لئے اٹھی۔ دو بجے پھر عدالت شروع ہوئی۔ وکیل سرکار جو اس تقریر کے لئے کھڑا ہوا لیکن جج صاحب نے اس کی تقریر سننے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اسی دن شام کے چار بجے فیصلہ سنا دیا گیا۔ جس میں سزائے موت کو بحال رکھا گیا۔

مذہب اسلام کے آخری اور عالمگیر ہونے پر فاضلانہ تقاریر

مسئلہ نبوت پر قادیانی حضرات سے بحث

(از قلم جناب قاری کاشمیری)

حضوری باغ سرینگر میں آریہ سماج کا سالانہ جلسہ ختم ہونے کے بعد ہماری جماعت کا پہلا سالانہ جلسہ باجازت جناب گورنر صاحب بہادر اسی باغ میں بتاریخ ۱۰ و ۱۱ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۴ و ۵ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کو منعقد ہوا۔ تمام شہر میں اشتہارات تقسیم کئے گئے۔

میر مدثر شاہ صاحب کی افتتاحی تقریر

۱۰ اگست کو افتتاحی تقریر جناب مولانا میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری کی پانچ بجے سے لیکر ساڑھے سات بجے شام تک ہوئی۔ آپ کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ "اسلام ہی امن اور سلامتی کا مذہب ہے" اور نوع انسانی میں وحدت پیدا کرنے کا ضامن ہے۔ کیونکہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام میں خدا کے رسول اور نبی آئے۔ اور ان تمام پر ایمان لانے اور ان کی عزت و حرمت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام مذاہب کے عبادت خانوں کی حفاظت و حرمت کریں اور اگر کوئی شریر قوم ان مذہبی عبادت خانوں کو گرانا چاہے تو مسلمان ایسی شریر قوم کا مقابلہ کریں۔ بلکہ اسلام نے صلح اور آشتی پر اس قدر زور دیا ہے کہ مورتی پوجا کرنے والوں کو بھی برا مت کہو۔ جیسا کہ فرمایا ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ خلاصہ یہ کہ آریہ سماج کی تقریروں سے جس قدر بدظنی یا شبہات اسلام کی تعلیم کے متعلق پیدا ہوئے تھے۔ وہ سب آنجناب کی عالمانہ تقریر سے رفع ہو گئے۔ مجمع بڑا عظیم الشان تھا۔ ہندو اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائی، پارسی، سکھ وغیرہ ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ افسران پولیس اور سٹی مجسٹریٹ صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ سامعین پر فاضل مقرر کی تقریر کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا۔

مولانا عبداللہ صاحب کاشمیری کا لیکچر

دوسرے روز ۱۱ اگست کو اتوار کے دن زیر صدارت عالیجناب جرنیل سمندر خان صاحب رئیس اعظم۔ تین لیکچر دو بجے شام سے لیکر سات بجے تک ہوئے۔ پہلا لیکچر مولانا مولوی عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ کا تھا۔ اس لیکچر کا موضوع "مذہب کا مقصد کیا ہے" تھا۔ آپ نے بیان فرمایا کہ مذہب کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسان کی روحانی، عقلی اور جسمانی تربیت ہو۔ اور اس کی کامل شکل صرف مذہب اسلام میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور جو مذہب کہ اس کے خلاف تعلیم دیتا ہے وہ فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ یہ ایک عالمانہ شاندار لیکچر تھا۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

دوسری تقریر آپ کے بعد جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی اس موضوع پر ہوئی کہ اسلام ہی نے عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ فاضل مقرر نے بیان فرمایا۔ کہ اللہ اسم ذات ہے جس کی بہت سی صفات ہیں۔ مثلاً کسی قوم کو خدا کا نام اوم سکھلایا گیا یعنی حفاظت کرنے والا۔ اور کسی کو خدا سکھایا گیا یعنی خود آمندہ۔ اور کسی کو الوہیم سکھایا گیا یعنی معبود۔ وغیرہ وغیرہ لیکن لفظ اللہ ان تمام ناموں پر حاوی ہے۔ کیونکہ اللہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ مجمع جمیع صفات الٰہیہ۔ خود قرآن شریف اس پر روشنی ڈالتا ہے کہ وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ یعنی جس قدر اسماء حسنیٰ ہیں وہ سب کے سب اللہ کے نام میں جمع ہیں۔ اسی طرح اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں تمام قومی انبیاء سماجاتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں تمام گزشتہ الہامی کتابیں آجاتی ہیں۔ غرض یہ کہ یہ ایک دلچسپ لیکچر تھا۔ جسکو تمام سامعین نے نہایت خاموشی اور دلچسپی کے ساتھ سنا۔

مرزا مظفر بیگ صاحب کی براہین ساطعہ

تیسرا لیکچر جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا تھا کہ "قرآن کریم خدا کا کلام ہے" آپ نے نہایت قابلیت اور فصاحت سے قرآن کریم کی آیات بینات سے ثابت کیا۔ کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور تمام دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور مخالفین اسلام کے بعض موٹے اعتراضات کا قرآن کریم ہی سے نہایت محققانہ رنگ میں جواب دیا۔

خلاصہ تقریر اور حاضرین پر اثر

ان تمام تقاریر کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے بعد کسی الہامی کتاب کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ دیگر مذاہب کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوا بلکہ انہوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ البتہ جماعت قادیان کے علمائے ایک رقعہ کے ذریعہ اس بات پر اظہار ناراضی فرمایا۔ کہ ہمارے مقررین نے تمام لیکچروں کے آخر میں ختم نبوت کے مسئلہ پر دلائل عقلیہ و نقلیہ پوری روشنی ڈالی۔ جس سے علمائے قادیان کو اتفاق نہ تھا۔

قادیانی حضرات سے بحث

چنانچہ تیسرے روز جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل، منشی فاضل اور مولوی قمرالدین صاحب مولوی فاضل ہمارے مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ کے مکان پر بعد شام عین درس کے موقعہ پر تبادلہ خیالات فرمانے کے لئے تشریف لائے۔ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا درس ویدا اور قرآن پر جو ہو رہا تھا اس کو ان کی خاطر بند کرنا پڑا۔ اس کے بعد جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب نے علمائے قادیان کا حاضرین سے تعارف کرانے کے بعد یہ فرمایا کہ جماعت احمدیہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نبوت کے متعلق اختلاف ہے اور اس پر فریقین کی طرف سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ اہل تحقیق کے لئے وہ کافی ہیں۔ اس وقت میں بڑا سادہ اور صاف اصول پیش کرتا ہوں۔ کہ قرآن کریم سے معیار نبوت پیش کیا جائے۔ اس معیار پر اگر جناب مرزا صاحب ہماری جرح و قدح کے بعد نبی ثابت ہو گئے۔ تو ہمیں کوئی عذر نہ ہوگا اور اگر وہ نبی ثابت نہ ہوئے تو سامعین حضرات خود نتیجہ نکال لیں لیکن بار بار مولانا صاحب کے اصرار کے باوجود علمائے قادیان نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ بڑی رد و کد کے بعد مولوی قمرالدین صاحب نے بڑے جوش میں آکر فرمایا کہ میں معیار نبوت پیش کرتا ہوں مگر اس کے بعد باوجود مطالبہ کے نہ معلوم انہوں نے معیار نبوت بیان فرمانے سے کیوں پہلوتہی فرمائی۔

میاں محمود احمد صاحب کو چیلنج

بالآخر جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل نے یہ اعلان فرمایا کہ آجکل جناب خلیفہ قادیان یہاں پر موجود ہیں۔ تمام علمائے قادیان متفق ہو کر منصف مقرر کریں۔ اور اس مسئلہ نبوت پر وہ اپنے دلائل بیان کریں۔ اور ہم اپنے دلائل بیان کریں گے۔ اب دیکھئے کہ وہ اس چیلنج پر کیا کارروائی فرمائیں گے۔

بہرحال ہمارا جلسہ (حضوری باغ) بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اور تمام جماعت احمدیہ حکام ریاست بالخصوص گورنر صاحب بہادر اور افسران پولیس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

ایک بزرگ کی فیاضی

نماز اور اصول اسلام

کے رسالے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف ہیں ایک بزرگ کی فیاضی سے دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں مفت اشاعت کے لئے پڑے ہیں جو اصحاب ضرورت سمجھیں محصول ڈاک لکھکر منگوائیں۔ اپنی جگہ پر تقسیم کر دیں مگر رسالہ نماز عموماً نوجوان انگریزی خواں طلبہ کے ہاتھ میں جائے اور رسالہ اسلام عموماً غیر مسلم اصحاب کی خدمت میں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بفضلہ خیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

— علی پور ضلع مظفرگڑھ میں شیر محمد صاحب احمدی مسلم مشنری تبلیغ اسلام کا کام نہایت تندہی سے کر رہے ہیں۔ ان کے دورے کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے کے مرید بہت ہیں۔ جن کے سامنے ملفوظات فریدی کے وہ اقتباسات جن میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی تصدیق کرنا بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ان اقتباسات کو پیش کیا گیا۔ تو ان کا بہت اثر ہوا۔ اور لوگوں میں احمدیت سے حسن ظن پیدا ہو گیا۔ برادر موصوف لکھتے ہیں کہ بستی عثمان میں حاجی جان محمد خان صاحب ایک نہایت مخلص مسلمان ہیں اور ہماری جماعت کو چندہ وغیرہ عموماً دیتے رہتے ہیں۔ آریوں کے بالمقابل خوب کام کرتے ہیں۔ انہیں احمدیت کی دعوت دی گئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جلد اس سلسلہ میں شامل ہو کر خدمات دینیہ میں بیش از بیش حصہ لے سکیں۔

— راولپنڈی سے بابو غلام ربانی صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ اتوار کو صدر راولپنڈی میں جناب فضل کریم خان ٹھیکہ دار کے مکان پر مستورات کا دوسرا جلسہ منعقد ہوا۔ دور دور سے بہنیں تشریف لائی ہوئی تھیں محترمہ اہلیہ صاحبہ مولوی عبدالحق صاحب اور محترمہ اہلیہ صاحبہ بابو الٰہی بخش صاحب لائل پوری نے تقریریں کیں۔ اہلیہ محترمہ مرزا گل عباس صاحب بی اے نے دردمندی سے ایک نظم پڑھ کر سنائی عزیزہ خدیجہ بیگم بنت ٹھیکہ دار فضل کریم صاحب نے بھی ایک نظم پڑھی۔ عزیزہ ممتاز احمد طالب علم نے "حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا خلاصہ" کے عنوان پر تقریر کی۔ شیخ غلام قادر صاحب اور خاکسار نے بھی تقریریں کیں جس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ یہ سلسلہ ہر اتوار کو یا کم از کم ہر دوسرے اتوار کو جاری رکھا جائے گا۔

— سری نگر سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لکھتے ہیں کہ یہاں درس قرآن شریف شروع ہوا ہے۔ جس سے لوگوں میں دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک گریجویٹ آریہ مع دیگر آریوں کے شریک درس ہوا۔ اس نے کچھ سوال کئے اور کہا کہ اگر میرے مطالبات ویدسے پورے کر دیئے جائیں۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے اسی وقت وید سے اس کے تمام مطالبات پورے کر دیئے۔ جس سے تمام پبلک حیرت زدہ رہ گئی۔ اور وہ بیچارہ بڑا پریشان ہوا۔ میں نے تمام باتیں اس کے منہ سے قبول کرالیں۔ شریف آدمی تھا جوش میں آکر شرط لگا بیٹھا تھا اس لئے زیادہ ذلیل کرنا مناسب نہ سمجھا۔

— اخویم سید عالم شاہ صاحب چک ۱۲ G.B. ضلع منٹگمری لکھتے ہیں کہ ان کی تبلیغ سے ایک خاندان چوہڑوں کا جس میں تین مرد اور دو مستورات تھیں مسلمان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کو جزائے خیر دے جو اپنے مشاغل دنیوی کے علاوہ خدمت دین میں بھی لگے رہتے ہیں۔ ہمارے دوست جو اپنی جگہ بیکار بیٹھے ہیں اور اسلام کی ترقی کی فکر نہیں کرتے جس کا انہوں نے حضرت مجدد اعظم کے دست مبارک پر عہد کیا تھا۔ اس واقعہ سے سبق لیں کہ کس طرح ایک مخلص انسان ذراسی توجہ سے اپنے گرد وپیش کے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کر سکتا ہے۔ اگر ہمارے دوست توجہ کریں تو علاوہ مبلغین کے باقاعدہ کام کے ہم کئی سو ہر سال غیر مسلم اسلام میں داخل کر سکتے ہیں۔

فسخ بیعت قادیانی

اخویم خواجہ عبدالکریم صاحب احمدی پشاور سے لکھتے ہیں کہ میں نے عرصہ تین ماہ سے خلیفہ قادیان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ عام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے یہ بیعت توڑ کر لاہوری جماعت کے ساتھ سلسلہ اخوت قائم کرتا ہوں معلوم جلد کہئے کے۔"

پیغام صلح:۔ قادیانی تبلیغ کا یہ نمایاں پہلو ہے کہ نبوت و تکفیر مسلمین کے مسائل کو اخفا میں رکھکر لوگوں کو اپنے میں داخل کر لیتے ہیں مرد مریدان بن کر اپنے عقائد بھی ظاہر نہیں کرتے۔ یہ باطل کی نشانی ہے

گرکے اجتہادات وغیرہ پڑھتے ہیں۔ تو حکومت وسلطنت کے حالات کی طرف سے بالکل بےخبر ہوتے ہیں۔ اور کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ جس عالم یا جس امام یا جس صوفی کے اقوال و اعمال کا حال ہم پڑھ رہے ہیں۔ یہ کس زمانہ میں تھا کس شہر میں رہتا تھا۔ کس کی حکومت میں تھا۔ دربار سلطنت سے اس کا کیا تعلق تھا۔ اس وقت کے دوسرے علما کی کیا حالت تھی۔ اس زمانہ میں کون کون سی رسمیں ایجاد ہو چکی تھیں۔ کونسی کتاب کس زمانہ اور کن حالات میں تصنیف ہوئی۔ سلطنت کا اثر عوام کے اعمال و عقائد پر کس قدر تھا اور کس قسم کا تھا۔ کونسی رسم کس نے ایجاد کی۔ کونسی بدعت کس طرح رائج اور مقبول ہوئی وغیرہ۔ یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ صحابہ کرام کے وقت سے لیکر اب تک اسلام کن کن حالات میں ہو کر گزرتا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی تعلیمات کا صحیح خاکہ اکثر اعلم العلما کہلانے والوں کے دماغ میں بھی قائم نہیں اور وہ اسلام کے متعلق تاثر صحیح دینے اور لوگوں کو اسلام سے واقف بنانے میں عموماً ناکام رہتے ہیں۔ تبلیغ مذہب اور اصلاح عقائد و اعمال میں تاریخ کیا کام کر سکتی ہے اس کا اندازہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا تاریخی واقعات اور گزشتہ لوگوں کے حالات کو وعظ و تذکیر کے لئے بیان فرمایا۔ اور ان تاریخی حالات کو سامان عبرت قرار دیا ہے۔ لیکن مسلمان اپنی مکمل و مفصل تاریخ موجود ہوتے ہوئے نصیحت گیری میں اس سے کام نہیں لیتے۔ بس ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو تاریخ سے کام لینا سکھایا جائے۔ اور بدعات سیئہ و مراسم مذمومہ اور ان کے بد نتائج کی صحیح تاریخ سنائی جائے۔ تاکہ وہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کر سکیں۔

تدبر فی القرآن سے بے اعتنائی

عربی کا رواج اس ملک میں شروع ہی سے ایک قلیل طبقہ تک محدود رہا ہے۔ قرآن مجید کے ترجموں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ باترجمہ قرآن مجید عموماً بطور فیشن یا بطور تبرک خریدے اور الماریوں کے سب سے اونچے خانوں میں رکھے جاتے ہیں۔ پڑھنے۔ سمجھنے اور تدبر کرنے کے کام میں نہیں لائے جاتے۔ ناولوں۔ افسانوں۔ تذکروں۔ سیاسی کتابوں۔ ادبی رسالوں کے لئے تو پڑھے لکھے مسلمانوں کا بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے ایک یا آدھے پارہ بلکہ ایک یا آدھے رکوع کا ترجمہ روزانہ تدبر کے ساتھ پڑھنے کی گنجائش مسلمان اپنے اوقات میں نہیں نکال سکتے۔ ایسی حالت میں جاہلوں اور بے پڑھے لکھے لوگوں سے شکایت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں میں جو جماعت زیادہ با اثر خوشحال تعلیم یافتہ اور عوام کو اپنا ہم خیال و مطیع بنانے میں کوشاں ہے وہ اکثر انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہے جنکو عموماً بیرسٹر۔ پلیڈر۔ ڈاکٹر۔ انجنیر۔ ماسٹر۔ پروفیسر۔ انسپکٹر۔ ڈپٹی کلکٹر۔ مسٹر وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی باتیں عام مسلمانوں کو زیادہ ماننی پڑتی ہیں۔ لیکن اس انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کا قرآن مجید سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں۔ لہذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی طرح اس با اثر طبقہ کو قرآن مجید کے حسن دلربا کا تماشائی بنا کر اس کا شیدائی بنایا جائے۔

تقلید جامد اور آبا پرستی

تقلید جامد اور آبا پرستی نے عام طور پر مسلمانوں کے قوائے عقلیہ اور فراست کو ماؤف و معطل کر دیا ہے۔ شرکیہ و بدعیہ مراسم میں مبتلا ہونے کی معصیت کے ساتھ ہی کسی معاملہ کو فہم و خرد کی کسوٹی پر پرکھنے اور صداقت کی حمایت میں جرأت کے ساتھ مستعد ہو جانے کی قابلیت و ہمت بھی عام طور پر مسلمانوں سے رخصت ہو چکی اور رخصت ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے قرآن و حدیث سے عام طور پر مسلمان بیگانہ و بے تعلق نظر آتے ہیں۔ بس ضرورت ہے کہ اندھی تقلید اور اسلاف و آبا پرستی کی نیم کش اور جانکاہ آفریں قید و حراست سے مسلمانوں کو آزاد کیا جائے تاکہ وہ اس سچے اسلام کو جو صحابہ کرام کا اسلام تھا اپنا مذہب قرار دے سکیں اور ان میں دماغی نشو و نما جو لازمہ اسلام ہے۔ موجود و نمایاں ہو۔ (جائز اور ضروری تقلید جس کے بغیر انسان کوئی بھی علمی ترقی نہیں کر سکتا مستثنےٰ ہے)

طلسم کو توڑ دو

جاہل گور پرستوں۔ مراسم پرستوں۔ عجائب پرستوں۔ پیر پرستوں اور ان احمقوں کے سرپرست پیشہ ور پیروں۔ صوفی نما چالاک شعبدہ باز درویشوں۔ گدی نشینوں اور شرارت پیشہ نفس پرستوں نے مسلمانوں کی توجہ کو کتاب و سنت اور فہم و فراست کی طرف سے روکنے کے لئے نہایت زبردست مورچے قائم کر رکھے ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ اس طلسم کو توڑ دیا جائے۔ اور راستے کے اس پتھر کو اٹھا کر مسلمانوں کے حقیقی اسلام سے واقف ہونے کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔

کج بحثی و تنگ حوصلگی

مسلمانوں میں جو لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متبع شریعت کہلاتے ہیں انہی سے بہترین توقعات وابستہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن وہ عموماً کور دماغی۔ کج بحثی۔ پست خیالی۔ تنگ حوصلگی اور ضدی پن کی نحوست میں ضرب المثل بن چکے ہیں۔ اور مسلم قوم کی خیر و خوبی میں کوئی اضافہ نہیں کر رہے۔ جس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ لوگ جن پیشہ ور مولویوں کے زیر اثر ہیں۔ انہوں نے غالباً اپنے اثر و اقتدار کی حفاظت کے لئے گروہ بندی اور اکابر پرستی کے آہنی حصار قائم کر کے کتاب و سنت سے بے پروا اور فہم و فراست کو مفلوج بنا دیا ہے۔ ناقابل التفات الحاقی مسائل و عقائد اور نہایت معمولی فروعی مسائل کو جو صحابہ کرام کے عہد مبارک میں قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ دکاندار اور پیشہ ور مولویوں نے فرائض و واجبات اور اصولی عقائد کی اہمیت دے کر آپس کی لڑائیوں اور گروہ بندیوں کا مستقل سامان بنا دیا ہے اور اس آگ پر تیل ڈالتے رہنے کا اہتمام اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ اس طلسم کو بھی توڑ دیا جائے

ایاز قدر خود بشناس!

نام نہاد محمود کے نیاطلا خادم ایاز نے الفضل کے صفحات سے مجھ قومی خادم پر بے نتیجہ گولہ باری شروع کی ہے میں محمود کا رقیب نہیں تھا معلوم نہیں جعلی ایاز کو کیوں رشک رقابت آگیا۔ اور مجھ پر آوازے کس کر دل کی بھڑاس نکالی۔ میں احمدی ہوں اور اپنے آپکو حضرت مرزا صاحب کا سچا خادم یقین کرتا ہوں مگر میرا یہ یقین اس غلط اصول پر مبنی نہیں کہ

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

یہ غلط اصول ایاز جیسے غلاموں ہی کو مبارک رہے۔ میں تو اسے اپنے لئے ذلت سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرا یقین اس سچے اصول پر مبنی ہے کہ معروفات میں اپنے پیر کی اطاعت کرنا لازم ہے کیونکہ وہ اطاعت پیر کی نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ حضرت میرزا صاحب کی مریدی اور عام پیروں کی مریدی میں یہی مابہ الامتیاز ہے۔ یہی غیر مترقبہ نعمت ہے جو مجھے حضرت صاحب کی مریدی میں ملی ہے۔ اور یہی آزادی کی دولت ہے جو میں نے اپنے پیر سے پائی۔

ایاز جیسے غلامی کے خوگر انسان مضمون نویسی کر کے مجھے اس نعمت سے ٹھکرا کر اور اس لازوال دولت سے محروم کر کے غلامی کا وہی طوق میرے گلے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جسے میں نے اپنے پیر کی مریدی کی برکت سے گلے سے اتار پھینکا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میں نے جس طوق کو گلے سے اتار ڈالا ہے وہ اب پھر گلے کے نزدیک نہیں آ سکتا۔ اور میں وہ نہیں ہوں جو ان چکنی چپڑی باتوں کے پھیر میں آ جاؤں۔ میرے پیر کو یعنی اپنے باپ کو بدنام کرنے والے بیٹے نے اپنے محترم باپ کے طریقہ کو چھوڑا باپ نے ساری عمر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کیا۔ بیٹے نے اسے مدمقابل لا بٹھایا۔ باپ ہمیشہ اپنے آپ کو آنحضور کا امتی کہتا رہا مگر بیٹے نے حقیقی رسول بنا دیا۔ باپ تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتا رہا بیٹے نے تمام کلمہ گوؤں کو کافر ٹھیرایا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ باپ سے تعلق رکھتے ہوئے ایسے بیٹے سے میرا کیا تعلق رہ سکتا تھا۔

میں نے الزامات کے پلندے یعنی اخبار مباہلہ کی اشاعت کی اور خوب زور شور سے کی اور صرف اس لئے کی کہ اگر الزامات غلط ہیں تو سلطان محمود صاحب اپنی پاکدامنی کا ثبوت دیکر دنیا کے سامنے سرخروئی حاصل کریں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پبلک ان کے دھوکے سے بچے۔ میرا یہ فعل عنداللہ موجب اجر ہے۔ میری نیت بخیر ہے۔ محمود کے غلام ایاز کو چاہیئے تھا۔ کہ اپنے آقا کو ترغیب دیتا کہ اپنی پاکدامنی کا ثبوت پبلک کے سامنے رکھ کر اپنے آپ کو الزامات سے بری کرے۔ ورنہ تخت خلافت کو چھوڑ کر الگ ہو جائے مگر غلامی کے خوگر نے ایسا کرنے کے بجائے مجھے کوسنا شروع کر دیا کہ تم نے اخبار مباہلہ کی اشاعت کیوں کی۔ ہو نہ ہو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے ایما سے ایسا کیا۔ یہ غلام کا آزاد پر افترا ہے۔ اور نرا بہتان ہے۔ میں محمود تو نہیں ہوں کہ الزام لگے اور بریت نہ کر سکوں۔ میں صاف کہتا ہوں اور اس قول پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے مجھے اخبار مباہلہ کے متعلق کوئی حکم صریحاً یا اشارتاً ہرگز نہیں دیا۔ آنجناب اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اور نہ میرا یہ فعل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کی پریزیڈنٹی کی حیثیت سے ہے جماعت کو میرے اس کام سے کوئی تعلق نہیں۔ میں ذاتی طور پر اس کام میں حصہ لے رہا ہوں۔

(باقی بر صفحہ ۶)

مراسلات

مکفر ملانوں کی تازہ چیرہ دستیاں

علی پور میں احمدیت کے مٹانے کی موہوم تیاریاں

علی پور ضلع مظفرگڑھ کا ایک ایسا قصبہ ہے جہاں ہر خیال کے لوگ بستے ہیں۔ اہل تشیع بھی ہیں اور حنفی بھی۔ اہل حدیث بھی اور احمدی بھی۔ آریہ سماج بھی قائم ہے اور سناتن دھرم والے بھی موجود ہیں۔ غرض ایک مختصر سے قصبہ میں ہر خیال کے لوگ کم و بیش رہتے ہیں۔

علی پور کی اٹھائیس سالہ تاریخ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص اسی علاقہ میں آریہ سماج زوروں پر تھی۔ اور ہر سال و ہر ہفتہ کیا ہر روز غریب مسلمانوں کے ورغلانے میں پوری قوت صرف کیا کرتی تھی۔ مقامی مسلمانوں کی درخواست پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے اخراجات پر دو مبلغ تعینات کئے۔ اور ان کو خدا کے فضل سے بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ دو ہزار اچھوت اور ایک خاندانی ہندو نوجوان مسلمان ہوئے اور اس کے علاوہ آریہ سماج کے تمام ان مبلغین کی تبلیغی سرگرمیاں فنا ہو گئیں جو سرگرم کار تھے۔

جب آریہ سماج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اتحاد بین المسلمین کے بدیع الفاظ روز افزوں ترقی کرنے لگے۔ تو ملا ازم نے پھر کروٹ بدلی۔ اسی کہنہ حیلے سے فتاوی تکفیر نکالے اور مسلمانوں کے متحد شیرازہ کو بکھیرنا شروع کر دیا۔

تھوڑے ہی دنوں کا ذکر ہے کہ اسی علی پور میں پندرھویں کے موقع پر جو اہل تشیع کے لئے ایک قسم کا سالانہ جلسہ ہوا کرتا ہے۔ مکفر ملانوں نے دنگل برپا کیا۔ اور حضرات اہل التشیع کو منہ پھٹ بے نقط گالیاں دیں۔ افسوس آج قبل از نماز جمعہ انہیں ملانوں کی طرف سے قاضی شیر محمد صاحب احمدی مبلغ اسلام کو ایک خط موصول ہوا۔ جس میں ملاں سلطان محمود تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بعد از نماز جمعہ سردار بہادر خاں والی جامع مسجد میں تقریر ہوگی۔ آپ معہ اپنی جماعت کے تشریف لا کر رونق بخشیں۔

قاضی صاحب حسب مشورہ مقامی احباب نماز جمعہ سے فارغ ہو کر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ اسی ملاں سلطان محمود کے ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب آئینہ کمالات اسلام ہے اس سے وہ عبارتوں کے ٹکڑے بغیر کسی سیاق و سباق کے کاٹ کاٹ کر لوگوں کو سنا رہا ہے۔ جس طرح عیسائی لوگ لا تقربوا الصلاۃ جیسے فقرے سنا کر مسلمانوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔ اور اس طریق سے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوی خدائی منسوب کر رہا ہے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو خلاف احمدیت کرنے میں سراپا مشغول ہے۔

قاضی صاحب نے نہایت متانت سے کہا کہ مولوی صاحب ایمانداری بھی کوئی شے ہے۔ اگر مرزا صاحب نے نعوذ باللہ خدا ہونے کا دعوے کیا ہے تو بہتر ہے کہ اس مقام کی ساری عبارت پڑھ کر سامعین کو سنائیں۔ اور یوں لوگوں کو دھوکا نہ دیں۔ دیکھیں تو سہی بات کیا ہے۔ اور صداقت کس طرف ہے۔ مگر افسوس بجائے اس کے کہ ملاں جی دیانتداری سے کام لیتے الٹا سیخ پا ہو کر گالیوں پر اتر آئے۔ اور لگے حضرت مسیح موعود پر حملے کرنے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخر چند منصف مزاج حضرات نے مجبور کیا کہ یوں پیچھا چھڑا لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ بہتر ہو کہ آپ قاضی صاحب سے تبادلہ خیالات کر لیں تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے کہ حق اور صداقت کس طرف ہے۔ ملاجی کے لئے مناظرہ جام موت تھا۔ بہتیری کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہو مگر آخر جان پر بن ہی گئی۔ اور ملاجی نے توہین انبیا پر مناظرہ کرنا منظور کیا۔

قاضی صاحب کی تقریر

پہلے پہل قاضی صاحب کو بیس منٹ وقت دیا گیا۔ آپ نے اس قلیل وقت میں حضرت مرزا صاحب کی کتب ایام الصلح اور انجام آتھم وغیرہ سے ثابت کیا کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی بلکہ آپ کی ساری زندگی ہی توہین انبیا کرنے والوں کی تردید میں صرف ہوئی ہے۔ اور توہین انبیا کرنے والوں کے متعلق انہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ ایسے لوگ لعنتی۔ کذاب اور دجال ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب نے توہین انبیا کی ہے تو یہ آپ کی کتب سے ناواقفیت کا بین ثبوت ہے۔

قاضی صاحب نے تفسیر حسینی اور مختلف احادیث سے جنہیں نعوذ باللہ

خاتم النبیین کون ہے حضرت مسیح یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

ایک مولوی صاحب قبلہ کی حرکت مذبوحی

(۱)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

پیغام صلح کے آخری نبی نمبر میں جو ۱۹۳۶ء میں نکلا میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "خاتم النبیین کون ہے؟ حضرت مسیح یا حضرت محمد صلعم؟" جو چودھویں صدی کے ملاؤں کے کیمپ میں بم کے گولہ کی طرح پھٹا۔ اور تقدس مآب مولاناؤں کے غیظ و غضب کو مشتعل کر دینے کا موجب ہو گیا۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ دیوبندی مدظلہ کے نام نامی سے اکثر ہندوستانی دنیا واقف ہے۔ آپ ایک دیوبندی مولانا ہیں اور اپنی تکفیر بازی اور شعلہ بیانی میں شہرت خاص رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت میں جب وہ مضمون پیش ہوا تو ان کے غم و غصہ کا کوہ آتش فشاں یکدفعہ ہی پھوٹ پڑا۔ اور اندرونی آگ سے جلتا ملتا لاوا "سیاست" اخبار کے ایڈیٹوریل کالموں میں متواتر تین اقساط میں شائع ہوا۔ جس میں سب و شتم کے انگارے اور تکفیر بازی کے شرارے اس قدر نمایاں تھے کہ پڑھنے والے کے خرمن صبر و سکون کے جل جانے کا ہر قدم پر خدشہ پیدا ہوتا تھا۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے وہ تینوں شرر فشاں اخبار بالاہی بالا جہلم بھیج دیئے۔ وہ اخبار تو مل گئے مگر ان کا پڑھنا کارے دارد و الامعاملہ تھا۔ مدتوں ان کی شعلہ فشانی پڑھنے سے مانع رہی۔ کیونکہ کس کی جرأت تھی جو اس آگ کے تنور میں کود سے۔ ایڈیٹر صاحب تو اخبار دیکھکر سرخرو ہو گئے مگر میرے لئے سنگ آمد و سخت آمد کا مضمون تھا اپنی نسبت اپنے امام کی نسبت اپنے مذہب کی نسبت گالیاں پڑھنے کا کسے شوق ہو سکتا ہے؟ مگر مجھے اس مصیبت میں سے گزرنا پڑا۔ گالیوں اور بھبتے فقروں کے اس ڈھیر میں سے کوئی کام کی بات تلاش کرنا کچھ آسان کام نہ تھا گالی کا بدلہ گالی دینا تو مناسب نہ تھا۔ اس لئے دلائل کی تلاش ہوئی کہ کچھ دلائل ملیں تو ان کا جواب دیا جائے۔ مگر وہی مفقود تھے۔ اور جو تھے انہیں پڑھکر سوچتا تھا کہ انہیں دلائل سمجھوں یا مولویانہ تحکم؟ ان پر ہنسوں یا روؤں؟ بہرحال ان دلائل کو جمع کر کے کچھ عرض کرنے سے قبل ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اپنا مضمون دوبارہ نقل کر دوں تا احباب اس کو پڑھ کر پھر مولانا کے اعتراضات کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اگرچہ احباب کو دوبارہ پڑھنے کی تکلیف تو ہے۔ مگر حق تو یہ ہے۔ کہ یہ باتیں اس قدر ضروری ہیں کہ اگر انہیں روز ایک دفعہ بھی پڑھ لیا جائے تو کم ہے۔ اور غیر از جماعت احباب کو پہنچانا تو ہمارا فرض عین ہونا چاہیئے۔ تا باطل کا پردہ ان کی آنکھوں پر سے اٹھ جائے۔

نبوت کا اختتام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا معزز خطاب عطا فرما کر تمام بنی نوع انسان اور جملہ انبیاء پر آپ کی فضیلت کو اظہر من الشمس کر دیا۔ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر نبوت ہر پہلو سے ختم ہو گئی۔ ایک طرف آپ کی وحی یعنے قرآن کریم میں تمام انبیاء کی لائی ہوئی ہدایتوں کو اس خوبصورتی سے جمع اور مکمل کیا گیا۔ کہ وہ تعلیمیں جو کسی خاص قوم اور خاص زمانہ سے مختص تھیں وہ عالمگیر اور ہر زمانہ کے موزوں حال بن گئیں۔ اور دوسری طرف آپ نے نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر اس طرح جمع کیا اور اخلاق فاضلہ کے ہر پہلو کا نمونہ ایسے مکمل رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اسی لئے آپ کے بعد کسی نبی کی بھی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ جو ہدایتیں اور قوانین اور تعلیمات جناب الٰہی سے بنی نوع انسان کو مل سکتی تھیں وہ سب کی سب قرآن کے ذریعہ پہنچ گئیں۔ اور جو نمونے اخلاق فاضلہ کے اور جو کمالات نبوت کے مختلف انبیاء نے اپنی اپنی قوم میں کسی خاص زمانہ میں الگ الگ دکھائے تھے وہ آپ کے وجود میں اجتماعی رنگ میں ایسے مکمل طور پر ظہور پذیر ہوئے کہ تمام زمانوں اور تمام دنیا کے لوگ اس سے یکساں فائدے اٹھا سکتے ہیں۔ اور نمونہ بھی ایسا کامل تھا کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔

نزول مسیح کا عقیدہ اور اس کے نقائص

مگر مسیحیت کا اثر گزشتہ صدیوں میں مسلمانوں پر ایسے نامعلوم طریق پر تدریج پڑتا گیا کہ حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب یہ نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں ختم نبوت کے عقیدہ کا مفہوم ایسا بدل گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح کے آنے کے قائل ہو گئے دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح نبی تھے۔ اور قرآن نے ان کو نبی کہا ہے اور قیامت کو جب نبیوں اور رسولوں سے ان کی امتوں کی نسبت سوال کیا جائے گا۔ ان میں صریح الفاظ میں حضرت مسیح بھی شامل نظر آتے ہیں جن سے ثابت ہے کہ وہ کبھی بھی نبوت سے معزول نہ ہوں گے۔ اور وہم بھی کوئی نہیں کہ بلا قصور وہ نبوت سے معزول کر دیئے جائیں پس ایسی صورت میں کیا قیامت سے قبل حضرت مسیح کا دنیا میں تشریف لانا صاف نہیں بتلاتا کہ مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت محمد صلعم کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور ابھی نبوت کا کچھ کام باقی ہے۔ جس کے لئے حضرت مسیح کا تشریف لانا ضروری ہے۔ اور وہ کام ایسا ہے جس کو سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نبی پورا نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی پورا نہیں کر سکتے۔ اسی لئے حضرت مسیح کو خاص طور پر خدا نے اس کام کے لئے منتخب کر کے آسمانوں پر سنبھال کر رکھا ہے اور باوجود اس کے کہ محمد رسول اللہ صلعم بہت بعد میں تشریف لائے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ ان کی نبوت کی کمزوریاں پہلے سے خدا کو معلوم تھیں۔ اسی لئے امت محمدیہ کی آخری تکمیل کے لئے خود محمد مصطفے صلعم کی بعثت سے چھ سو برس پہلے سے حضرت مسیح کو آسمان پر بٹھا لیا تاکہ محمدی نبوت کی کمزوریوں کا علاج آخر زمانہ میں ان سے کرایا جائے اور معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا بھی مسیح جیسا انسان دوسرا پیدا نہیں کر سکتا اسی لئے اس نے اپنی سنت کے خلاف مسیح کو اتنے عرصے سے بغیر کھانے پینے اور حوائج بشری کے آسمان پر بٹھا رکھا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مر جائے تو نعوذ باللہ دوسرا ویسا کہاں سے پیدا ہو؟

ختم نبوت اور نزول مسیح

پس کیا یہ صاف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف عقیدہ نہیں۔ اور کیا اس سے نبوت محمدیہ کی تذلیل نہیں ہوتی کیا اس عقیدہ سے حضرت مسیح کو حضرت محمد مصطفے صلعم پر صریح فضیلت نظر نہیں آتی۔ کیا محمد رسول اللہ صلعم نے نبوت کا کوئی کام باقی چھوڑ دیا تھا؟ یا آپ کے فرائض میں کوئی نقص باقی رہ گیا تھا جس کی تکمیل کے لئے دوسرے نبی کی ضرورت پڑی؟ اور اگر آخری زمانہ میں کسی نبی کو ضرور بھیجنا ہی تھا تو کیوں نہ خود آنحضرت صلعم ہی کو اس کام کے لئے آسمان پر اٹھایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑنا اور مسیح کو منتخب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں آخری زمانہ کی اصلاح اور تکمیل کے لئے زیادہ موزوں حضرت مسیح تھے۔ اور یہ ان کی فضیلت کی صاف دلیل ہے۔ اور ختم نبوت تو گویا بالکل پامال ہو گئی۔

مسیح میں خدائی صفات

لیکن اتنا ہی نہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے ہر رنگ میں مسیح کو آنحضرت صلعم پر فضیلت دیدی۔ خدا کی کونسی صفت ہے جو مسیح کو نہیں دی۔ صرف منہ سے خدا نہیں کہا مگر خدا کی صفات سب مسیح کو دیدیں۔ خالق۔ غیب دان۔ شافی امراض۔ مردوں کو زندہ کرنے والا۔ الآن کما کان زندہ و قائم۔ غرضکہ وہ تمام صفات مسیح کو دیدیں جو خاص خدا سے مختص تھیں۔

خدا کے سوا اگر کسی ولی یا پیر بت۔ ماشا کر کو کوئی خالق کہدے شافی امراض کہدے۔ غیب دان کہہ دے تو ایسے لوگوں پر شرک کا فتوے لگا دیں گے۔ مگر مسیح میں یہ سب باتیں مانتے ہیں اور پھر موحد کے موحد رہ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنی مرضی سے اپنی صفات دے دی تھیں۔

خدا اپنی صفات کسی کو نہیں دیا کرتا

اتنا نہیں سمجھتے کہ یہی بات تو سب مشرک کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو بھی طاقتیں خدا ہی نے دی ہیں۔ اگر اس بات کا امکان مان لیا جائے کہ خدا اپنی صفات مخلوق کو بھی دیدیا کرتا ہے تو پھر شرک کے خلاف کوئی دلیل نہیں رہتی۔ مسیح کے سوا دوسرے پیروں فقیروں مزاروں بتوں دیوی دیوتاؤں کے متعلق اگر کوئی یہی عقیدہ رکھے تو وہ کس لئے مشرک ٹھیرا۔ وہ یہ تو نہیں کہتا کہ یہ طاقتیں ہمارے بزرگ نے خدا سے زبردستی چھین لیں۔ بلکہ صاف کہتا ہے کہ خدا نے اپنی مہربانی سے اسے دیں تو پھر اگر یہ شخص مشرک ہے تو یہی باتیں مسیح کے متعلق ماننا کیوں نہ شرک قرار پائے۔

مسلمان مسیحیت سے دو قدم آگے!

غرضیکہ مسیح کو منہ سے خدا تو نہ کہا مگر خدا کی صفات سب اس کو ضرور دیدیں بلکہ مسیحیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ یعنی مسیحی لوگ حضرت مسیح کے گہوارہ میں باتیں کرنے کے قائل نہیں۔ ان کے پرندوں کے خالق ہونے کے قائل نہیں۔ ان کے غیب دان ہونے کے قائل نہیں۔ ان کی انجیل میں تو یہ لکھا ہے کہ مسیح کو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ یہ موسم بھی انجیر کا ہے یا نہیں اور فلاں درخت میں پھل بھی ہے یا نہیں لیکن مسلمان ان سب باتوں کے قائل ہیں اور مزہ یہ ہے کہ ان باتوں کو حضرت محمد مصطفے صلعم میں نہیں مانتے مثلاً ہمارے موحدین کا گروہ اس بات کا بڑے زور سے حامی ہے کہ نبی کریم صلعم کو غیب دان کہنا شرک ہے اور بعض حنفی جو آپ کو غیب دان کہتے ہیں انہیں مشرک بتاتے ہیں۔ مگر مسیح کی غیب دانی کے وہ بھی قائل ہیں۔

مسیح کو بے وجہ فضیلت آنحضرت صلعم پر

سب مسلمان مانتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم کا مؤذن ابن مکتوم اندھا تھا۔ وہ بیچارہ باوجہ نابینا ہونے کے اذان میں کبھی دیر بھی کر دیتا مگر آنحضرت صلعم نے اسے آنکھیں نہیں بخشیں۔ آپ کے چچا امیر حمزہ شہید ہو گئے جو آپ کو بہت پیارے تھے۔ بڑے بڑے پیارے صحابی آنکھوں کے سامنے اٹھ گئے۔ بلکہ ایک نوجوان صحابی کے فوت ہونے پر بعض صحابہ نے اس کے زندہ ہو جانے کے لئے دعا کرنے کے واسطے درخواست بھی کی مگر آپ نے نہ دعا کی اور نہ کسی مردہ کو زندہ کیا۔ بعض وقت جنگوں کے لئے بڑی بڑی سخت ضرورت جانوروں کی محسوس ہوئی مگر کوئی اونٹ یا گھوڑا نہ پیدا کر لیا۔ ایک کوڑھی آپ کے پاس آیا اور وہ اسلام بھی لایا۔ مگر اسے چنگا نہ کیا۔ گہوارہ چھوڑ کر چالیس سال تک آپ کو نبوت کا پتہ نہ تھا۔ حالانکہ مسیح کو اپنے گہوارہ میں پتہ تھا کہ میں نبی ہوں غرضکہ کس کس بات کو رد کیا جائے۔

حضرت مسیح کے متعلق جو عجوبہ بھی بیان کر دو اور خدا کی جو صفت بھی ان کو دو مسلمان فوراً خوشی خوشی مان لیں گے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت یہی باتیں نہیں مانتے بلکہ صاف کہدیتے ہیں کہ یہ باتیں خدا کے سوا کسی غیر میں ماننا شرک ہیں۔ اور یہ سچ ہے لیکن مسیح کے لئے اپنے اسی فتوے کو بھول جاتے ہیں۔ اور اس طرح مسیح کو نہ صرف خدائی صفات دیتے ہیں بلکہ ہر پہلو میں آنحضرت صلعم سے افضل قرار دے دیتے ہیں گہوارہ میں تقریر کرنا۔ خالق طیور ہونا۔ شافی امراض ہونا۔ اب تک بغیر کسی حوائج بشری کے الآن کما کان کی شان کے ساتھ زندہ موجود ہونا۔ قیامت سے قبل سب نبیوں کے آخر میں آپ کا ظہور اور نبوت محمدیہ کے کاموں کی آپ ہی کے ہاتھ سے تکمیل! یہ سب باتیں محمد رسول اللہ صلعم پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ان غلط عقائد سے فائدہ اٹھا کر سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کر دیا ہے۔

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد داد ند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

خاتم النبیین کا صحیح مصداق کون ہے؟

خوب سوچ کر اس قدر خصوصیات ماننے کے بعد خاتم النبیین کے معزز خطاب کا مستحق حضرت مسیح ٹھیرتے ہیں۔ یا محمد رسول اللہ صلعم؟ کیا خاتم النبیین بننے کے لئے ضروری نہیں کہ ایسا نبی سب سے آخر میں آئے اور تمام کمالات نبوت اپنے اندر سب سے بڑھکر رکھتا ہو اور یہ سچ ہے کہ ان کمالات کا علم نبی کے کارناموں سے ہوتا ہے۔ کیا مردہ زندہ کرنا پرندے پیدا کرنا۔ اندھوں کو آنکھیں بخشنا۔ کوڑھیوں کو چنگا کرنا۔ غیب دان ہونا پھر تمام دنیا میں آناً فاناً اسلام کا پھیلانا جو خود محمد رسول اللہ صلعم نہ کر سکے۔ صاف نہیں بتلاتا کہ مسیح کی استعداد اور کمالات محمد رسول اللہ صلعم سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہیں؟ کیونکہ ان باتوں میں جو مسیح نے کر کے دکھائیں

مسلم مشن ووکنگ کا آیندہ انتظام

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

شکریہ جناب باری

میں کس زبان سے جناب باری کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھے اس تحریر کے قابل کیا۔ یوں تو میں جنوبی افریقہ سے واپسی پر ہی اکتوبر ۱۹۲۶ء میں بیمار ہوگیا لیکن فروری ۱۹۲۷ء سے بستر بیماری پر کچھ ایسا گرا کہ اس تاریخ سے برابر پونے دو سال تک بستر کو نہ چھوڑ سکا۔ اس عرصہ میں ذیابیطس سے ہی مرض دل کا آغاز ہوگیا۔ جس نے دسمبر ۱۹۲۷ء میں خطرناک صورت اختیار کرلی۔ ۱۹۲۸ء کے آخر میں کچھ صحت کے آثار پیدا ہوئے مگر میرے تبلیغی شغف نے مجھے پھر مبتلائے آلام کر دیا چنانچہ اپریل گذشتہ میں ایسا گرا کہ اس وقت تک چار قدم بھی نہیں چل سکتا۔ کئی امراض از سر نو پیدا ہوگئے ان کے علاوہ دو ایک اور خطرناک شکایتوں نے مجھ پر آن قبضہ کیا۔ ستمبر گذشتہ کی ابتدا میں تو میرے لواحقین کو میری زندگی سے بھی مایوسی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں مجھے کشمیر سے لاہور لایا گیا اور اس محی الموتےٰ نے ایک کالبد انسانی کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ اسوقت میں خود روز افزوں صحت کے آثار دیکھ رہا ہوں فالحمد للہ علیٰ ذالک

مسلم لٹریری ٹرسٹ کا قیام

۱۹۲۵ء میں تیرہ سال کے تجربہ مغرب نے مجھے سکھلا دیا کہ اس سرزمین میں اشاعت اسلام کا بہترین ذریعہ نشر و اشاعت لٹریچر ہے چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ مشن اور اس کے کاروبار متعلقہ کو تو ایک **جدید بورڈ** کے حوالہ کردوں جس کے اراکین کے انتخاب میں فرقی خصائص کا لحاظ نہ ہو اور میں خود اپنی آئندہ زندگی مطلوبہ لٹریچر کے پیدا کرنے اور استحکام مشن کے لئے مستقل سرمایہ جمع کرنے میں صرف کروں۔ چنانچہ اگست ۱۹۲۵ء میں میں نے **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کی بنا ڈالی۔ جس کے چیرمین لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور دوسرے ٹرسٹیز میرے علاوہ ڈاکٹر سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل وحال منسٹر ریاست بڑودا اور خواجہ نذیر احمد تجویز ہوئے۔ یہ ٹرسٹ بہمہ وجوہ ازحد مفید ثابت ہوا۔ دوسری طرف اسیوقت میری تحریک پر خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن ووکنگ نے مستقل سرمایہ کی تحریک بھی شروع کردی۔

ایک نئے بورڈ کی تجویز

۱۹۲۶ء میں ارادہ مذکورہ بالا کو تکمیل دینے کے خیال سے میں ہندوستان آیا۔ لیکن یہاں آتے ہی رہین آلام ہوگیا۔ اور میری مہلک بیماری نے مجھے اس ارادہ کی تکمیل سے اور بھی پختہ کردیا۔ چنانچہ پچھلے سال جب میں رو بصحت ہونے لگا تو ایک طرف تو میں نے بعض معزز اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے (جن کے ہاتھ میں اسوقت انتظام مشن تھا) گفتگو کی دوسری طرف اپنے عندیہ سے **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کو آگاہ کیا ان سب اصحاب نے مجھ سے اتفاق کرلیا اور میں نے **مسلم مشن ووکنگ** ، **اسلامک ریویو**، **مسلم بشیر لائبریری** اور **مسلم لٹریری ٹرسٹ** کو جمع کرکے ایک نئے **بورڈ** کی تجویز تیار کی اور اس کی باضابطہ اطلاع ان انسٹیٹیوشنس کے متعلقین کو دیدی لیکن گذشتہ چھ ماہ کی میری خطرناک بیماری اس مبارک کام میں حائل ہوگئی ہیں نے اپنے آپکو مرض خطر میں دیکھکر ان کل امور کو بغرض تکمیل اپنے فرزند خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور کے حوالہ کیا۔ اور اپنے اعزا و دیگر احباب کو وصیتاً عرض کیا کہ میرے بعد اس تجویز کو عملی جامہ پہنادیں لیکن میں کس زبان سے خداتعالے کا شکریہ ادا کروں کہ جس نے مجھے دوبارہ زندہ کرکے یہ دن دکھلا دیا اور آج میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ انجمن مذکورہ نے اور ایسا ہی لٹریری ٹرسٹ کے اراکین نے میری تجویز کو چند شرائط کے ساتھ منظور کرلیا ہے۔

اس **نئے بورڈ کا ٹرسٹ ڈیڈ** بھی تیار ہوکر کل مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں جاچکا ہے۔ اسوقت تک جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا سشن جج کیمبل پور اور ڈاکٹر سر عباس علی بیگ صاحب اور دیگر ٹرسٹیان نے **ٹرسٹ ڈیڈ** پر دستخط ثبت کرکے اسے میرے پاس بھیجدیا ہے۔ آنریبل سر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹرایٹ لا ٹرسٹی کی خدمت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اسے قانونی نگاہ سے دیکھیں جو کچھ قدر موجب دیری ہے۔ ایسے ہی لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی طرف سے بھی (کیونکہ وہ انگلستان میں ہیں) کاغذات آنے میں دیری ہوگی لیکن زیادہ سے زیادہ چند ہفتوں تک ان کی طرف سے بھی کاغذات مکمل ہوکر آجائینگے پھر لاہور میں یہ **ٹرسٹ ڈیڈ** رجسٹرڈ ہوکر کل معاملات مشن نئے بورڈ کے حوالہ ہوجائینگے۔

سرمایہ کی حوالگی

میں پھر خداتعالے کا ایک امر کے لئے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج میں اس مشن اور اسکے دیگر متعلقہ انسٹیٹیوشنس کو نہ صرف ایک سرسبز اور کامیاب حالت میں مجوزہ ٹرسٹیوں کے حوالہ کرتا ہوں بلکہ تخمیناً **چالیس ہزار** روپیہ نقد جس میں آمد جنوبی افریقہ ورقوم سرمایہ مستقل بھی شامل ہے اور **پندرہ ہزار** روپیہ کی کتب بغرض فروخت اور چار ہزار روپیہ کا فرنیچر متعلقہ مسجد ووکنگ لندن مسلم نمازگاہ بھی اس نئے بورڈ کو دیتا ہوں۔ اس میں سے ستیس ہزار دو صد اٹھائیس روپیہ بشکل فکسڈ ڈپازٹ لاہور کے مختلف بنکوں میں جمع ہے لیکن سال آیندہ کے آغاز میں اس رقم میں اسکا منافع اور ساتھ ہی کچھ اور رقم شامل کرکے چالیس ہزار کردیا جائیگا جو ریزرو فنڈ ہوگا۔ ان رقومات کے علاوہ ایک رقم تیئیس ہزار کی ہے جس کو مشن سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک مرحوم دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک جگہ میرے نام پر میرے سفر امریکہ کے لئے جمع کرائی تھی۔ چونکہ میری موجودہ حالت میں ایسا سفر مشکل ہوگیا ہے۔ اسلئے سال گذشتہ میں نے رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں لکھدیا تھا کہ میں اس روپیہ کو مذہبی تصنیفات میں خرچ کرونگا۔ اب بھی میرا یہی ارادہ ہے لیکن ان تصنیفات کی ملکیت بھی **بورڈ جدید** کو دی جاوے گی اور اگر میں اس ارادہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہونچا سکا تو یہ بھی روپیہ بورڈ کی ملکیت میں جانا چاہئے۔

میں اپنے مسلم دوستوں کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے ہر ایک مشکل میں مجھے اس مشن کے سرسبز کرنے میں فراخدلی سے امداد دی جسکی تفصیل میں رسالہ اشاعت اسلام لاہور دسمبر ۱۹۲۹ء میں کروں گا۔

ایک ضروری گذارش

ان سطور کے ختم کرنے سے پہلے ایک ضروری عرض کرنی چاہتا ہوں۔ رقوم بالا کو تو میں نے بغرض سرمایہ مستقل ۱۹۲۶ء سے الگ کا الگ رکھا۔ باقی مشن کی آمد مستقل یا غیر مستقل اخراجات جاریہ میں گئی۔ لیکن اس میری لمبی بیماری نے نہ صرف مستقل سرمایہ کی فراہمی کو روک دیا بلکہ اخراجات جاریہ کی جمع میں بھی فرق آگیا۔ بالمقابل مشن کے کاروبار اشاعت دن بدن بڑھتے جاتے ہیں جیسا کہ وقتاً فوقتاً اس کے مفید نتائج کو شائع کیا جاتا ہے جس سے موجودہ آمد بغرض اخراجات جاریہ تکتفی نہیں ہوتی۔ اسلئے میری عرض ہے کہ معاونین مشن سر دست اپنی معمولی فیاضی سے کام لیکر مشن کو آمدہ تکلیف سے بچائیں اور پھر مشن کے لئے مستقل سرمایہ امداد کا بھی خیال فرمائیں۔

یہ کام خدا کے فضل سے اب چل چکا ہے اور ہر قسم کی ابتدائی مشکلات کو عبور کرچکا ہے۔ روزمرہ کے چندے کسی مستقل مستقبل کی امید نہیں دلاتے اگر ہم اس مستقل سرمایہ کو جو نصف لاکھ کے قریب ہو چکا ہے آئندہ دو تین سالوں میں اسقدر بڑھائیں جسکی مستقل آمد ہی مشن کے اخراجات کی متکفل ہوجائے تو پھر قیام و استحکام مشن ایک حقیقت مثبتہ ہوجائے گا۔

خداتعالے نے مجھے صحت دے تو میری آئندہ زندگی کل مشن تصنیف طبع کے علاوہ اس **مستقل سرمایہ** کو جمع کرنا ہوگا۔ آمین۔

جو اصحاب اس کارخیر میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں وہ سر دست تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری صاحب مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ارسال فرمائیں۔

فنون لطیفہ اور اسلام

کلکتہ سرکاری مدرسہ کے پرنسپل مسٹر اوسی اگنگولی نے جو اپنے رسالہ "روپم" کی وجہ سے تعارف کے چنداں محتاج نہیں۔ کلکتہ کے عجائب خانہ میں مذکورۂ بالا موضوع پر ایک تقریر کی۔ اس تقریر کے دوران میں انہوں نے کہا کہ

اگرچہ مساجد اور دوسری مذہبی عمارتوں میں فن تعمیر کی تکمیل ہوتی رہی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے منشا و حکم کے مطابق تھی۔ لیکن مصوری ہمیشہ دائرۂ مذہب سے خارج رہی۔ مساجد وغیرہ کی تعمیر و تحسین میں مذہبی خیالات و توقعات کو بہت کچھ دخل تھا۔ لیکن تصاویر کے لئے کوئی رغبت اور شوق اسلام نے پیدا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے فن مصوری میں اس قوم نے جو کچھ کمال حاصل کیا ہے وہ اسلام کا مذہبی حیثیت سے ممنون احسان نہیں بلکہ وہ تمام تر مسلمانوں کی انفرادی و ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

یہاں پر مقرر نے اسلام کی مذہبی حکم کی تشریح و توجیہ بیان کی اور پھر کہا:

اس کی قدیم ترین مثال ہم کو ان تصاویر میں ملتی ہے جو آٹھویں صدی عیسوی میں بحر میت کے قریب ایک اموی شہزادہ کے لئے قصر امارت میں بنائی گئی تھیں، چودہویں صدی کے ایک طبیب کی عجیب و غریب ہدایتیں ہیں۔ اس کا نام عبداللہ الغزونی ہے اور وہ لکھتا ہے کہ حسین و جمیل تصاویر کا نظارہ روح کو مسرت و فرحت بخشتا ہے، بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو اتنا یقینی ہے کہ اس طبیب کی ہدایت سے پہلے بارہویں صدی ہی میں یہ فن کتابت کے ساتھ ہی ساتھ تمدن اسلام میں داخل ہوچکا تھا کہ تصاویر و اشکال کے ذریعہ طب، نجوم ہیئت، میکنکس کے مسائل کی تشریح و توضیح کی جاتی تھی۔ اگرچہ خطاطی و کتابت کے ساتھ ہی ساتھ یہ فن بھی عالم وجود میں آگیا تھا لیکن فن خطاطی کے تقریباً تین صدیوں تک ترقی کرنے کے بعد فن مصوری کو اسلامی تمدن میں داخلہ کی اجازت ملی۔ ابتداً تو حسن تحریر کو مصوری پر ترجیح دی جاتی تھی، اور ایک مکمل تحریری مرقع سمجھی جاتی۔ قرآن کی کتابت اور اس کو مذہب و منقش کرنے کے شوق نے فن خطاطی کو مذہبی رنگ دیکر عروج کمال تک پہونچا دیا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ کلام مجید لکھے جاتے تھے اور اسکی کتابت دینی اور دنیاوی دونوں طریقوں سے مفید و کارآمد ثابت ہوتی تھی۔ مصری قرآن کے بعض نسخوں کے عنوانوں کی نقاشی عنوان سازی کا بہترین نمونہ ہیں۔

جب چودہویں صدی کا انسان سوز طوفان ختم ہوا تو اس مردہ جسم سے ایک مستقل طریقہ عنوان سازی عالم وجود میں آیا، اسمیں ایک طرف تو انتہائی سادگی تھی اور دوسری طرف آرائش کی طرف پوری توجہ صرف کی جاتی تھی۔ تیسری طرف جواہراتی رنگوں کی جمالی آمیزش اسکو ایک دل کش چیز بنادیتی تھی۔

تیموریوں کے ساتھ ہی ساتھ اس فن میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی، بہزاد اس کا اولین رہبر ہے۔ اس نے ایرانی مصوری کو چینی قیود سے آزاد کرکے اس میں خود ایک آزادانہ شان پیدا کی، اور انسانی افراد کی واضح و صاف تصاویر بناکے رنگ و روغن کا ایک نیا مذہب قائم کیا اور اس کے شاگردوں آقا میرک، سلطان محمد، میر سید علی وغیرہ نے اس کو تکمیل کے درجہ تک پہونچاکر اس کی خصوصیات اور جمالی و فنی امتیاز کو زیادہ واضح اور ممتاز کردیا۔ ایرانی مصوری کے آخری دور میں یورپ کا اثر بھی نظر آتا ہے کہ ۱۶۳۱ء میں شاہ عباس صفوی نے اپنے ایک درباری مصور کو صرف مطالعۂ فن کے لئے اطالیہ بھیجا تھا۔ مختصر ایرانی تصاویر اسلامی حکم کے خلاف اس بات کی زندہ مثال ہیں کہ انسان کا دل ہمیشہ حسن مصور میں مسرت کو تلاش کرتا رہتا ہے، اور اس تلاش میں مذہب کی بیڑیاں اسے مطلوب کی جستجو میں باز نہیں رکھ سکتیں۔

صنعت و حرفت

اسلامی تمدن کوئی محدود چیز نہیں ہے، اس کا سرا ایک طرف بحر اٹلانٹک سے ملتا ہے، تو دوسرا بحر اوقیانوس سے۔ یہ مختلف نسلوں مختلف خیالوں، مختلف تہذیبوں، اور مختلف تمدنوں کا ایک مجموعہ ہے، ان میں عرب، ساسانی، مراکشی، ترک، بربر، اندلسی، ہندی، حبشی، چینی، اور جاپانی سب ہی شامل ہیں، اسلام نے ان متضاد مختلف تمدنوں کو یکجا کرکے "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول پر عمل اور ہر تمدن کی بہترین چیز کو اپنے اندر شامل کرکے ایک ایسے عجیب و غریب

(بقیہ صفحہ کالم ۳)

مسئلہ کفر و اسلام

ان میں سے کسی کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ مگر کسی عمل کی بجا آوری میں سستی اگرچہ گناہ ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں کرتی۔ اگر کوئی عقائد کی کیفیات میں یا اعمال کی ہیئات میں اختلاف کرتا ہے تو یہ اختلاف اس کے اسلام میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ان دس امور کے سوا اور سینکڑوں اخبار اور احکام ہیں اگر کوئی ایسی آیات کے معانی میں جمہور سے اختلاف کرتا ہے اور ایسی تاویل کرتا ہے جسکو عرب کے محاورات تحمل کر سکتے ہیں۔ تو ایسا شخص بھی اسلامی دائرہ کے اندر ہے۔ یہ سب فرعی باتیں ہیں اور ایسی باتوں پر کفر کے فتوے جیسا کہ اس زمانہ میں علما کا شعار ہو گیا ہے خود مفتی کو فتوے کا مورد بناتے ہیں احادیث میں بھی اختلافات کثیرہ ہیں۔ اور چار مذاہب معروفہ کی بنیاد اکثر احادیث ہی ہیں۔ پس کسی اہل مذہب کو دوسرے اہل مذہب کی تضلیل یا تکفیر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ گو سب کے گھاٹ جدا ہیں۔ مگر سب کا پانی ایک ہی چشمہ سے آتا ہے۔

اسلام کی رواداری

اسلام جو عالمگیر مذہب ہے اس نے تو یہاں تک رواداری کی ہے کہ خالص اللہ واحد کی عبادت کرنے والوں کو اپنے ساتھ ملا کر کام کرنے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران) اور اللہ اور آخرت پر ایمان لا کر اعمال نیک بجا لانے والوں کو مومن مسلمون کے حقوق دیئے ہیں۔ فرمایا ہے۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصاری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (بقرہ)

دین مشترک پر اقوام عالم کا اتحاد

اگر اسلام چاہتا ہے اور درحقیقت وہ چاہتا ہے کہ جملہ اقوام عالم کو ایک کلمہ اور ایک مشترک دین پر جمع کرے۔ تو وہ ان کو موجودہ اسلام اور موجودہ لٹریچر پر جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ امر امکان سے خارج ہے۔ اگر ہوگا تو یہ ہوگا کہ قومیں اسلام کے بہت روشن اصول کو اپنے اندر لے لیں گی۔ لیکن اگر یہ پیشگوئی ہے کہ کوئی ایام ایسے آئیں گے کہ دنیا ایک دین پر جمع ہوگی تو اس کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ اصول نیرہ میں اسلام کے موافق ہو جائے گی۔ آج جو اقوام مسلم کہلاتی ہیں۔ جب وہ ایک دین پر جمع نہیں (کیونکہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتی ہیں) تو آیا وہ یہ امید رکھ سکتی ہیں کہ دنیا کی باقی اقوام کو اپنے میں جذب کر لیں گی۔ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

صادق الایمان کون ہیں؟

اب میں پھر عقائد اور اعمال اسلامی کی طرف رجوع کرتا ہوں اللہ تعالےٰ نے مشرق و مغرب کے جھگڑوں کو نظر انداز کر کے کس طرح عقائد و اعمال کو ایک آیت میں بہ ترتیب جمع کر دیا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون (ترجمہ) یہ نیکی نہیں کہ مشرق اور مغرب کی طرف توجہ کرو۔ لیکن نیکی تو یہ ہے کہ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لائے۔ اور اللہ کی محبت میں مال خویشوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور گداؤں پر اور غلاموں اور اسیروں اور مقروضوں کی گردنیں خلاص کرنے پر خرچ کرے۔ عبادت قائم رکھے اور زکوۃ دے۔ اور اپنے عہد کو وفا کرنے والے جب عہد کر لیا ہو۔ اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف اور جنگ اور مقابلہ میں۔ یہی لوگ (اپنے ایمان میں) صادق ہیں اور (اعمال میں) متقی ہیں

صادقوں کی تکفیر

افسوس تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن کریم نے اپنے ایمان میں صادق اور اعمال میں متقی قرار دیا ہے۔ انہی کے برخلاف کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ اور ان کو اس اسلام کے مخالفوں میں رکھا جاتا ہے جو ملاؤں نے اپنے ذہن میں قرار دے رکھا ہے۔ اسلام میں مجدد یا اولیا بہت کم ہوں گے جن پر ان کے ہمعصر علماء نے کفر کا فتوےٰ نہ دیا ہو۔ یہ علماء کے شایاں نہیں ہے کہ وہ اس علم کی اجارہ داری پر جو ان کے پاس ہے کسی مامور یا اہل باطن کی تکفیر کریں یا اپنے علم کو اس کی صداقت کا معیار قرار دیں۔ قرآن کریم نے اس طریق پر انکار کیا ہے
[illegible]

وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون۔ جب ان کے رسول ان کے پاس بینات لے کر آئے تو وہ (یعنی کفار) اپنے علم پر اترائے۔ اور وہی بات ان پر الٹ پڑی جس کو ہلکا سمجھتے تھے۔

مرور زمانہ کا اثر دین پر

حقیقت یہ ہے کہ مرور زمانہ اور مامورین کے زمانہ سے بعد ہمیشہ دین کے اوپر یکساں اثر کرتے ہیں۔ دین کی اصلیت مخفی ہوتی جاتی ہے اور دین کے علما کے خیالات اور قوموں کے رسم و رواج ان کی جگہ لیتے جاتے ہیں۔ اور جب کوئی مصلح ان کی اصلاح کے لئے مامور ہوتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کی غلطیاں نکالیں اور ان تاریکیوں سے باہر نکلیں جن میں وہ گرفتار ہوتے ہیں وہ مصلح کی غلطیاں نکالنے میں مشغول ہو جاتے ہیں مرور زمانہ سے ایمان ایسا کمزور ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی اثر انسان کے قلب پر نہیں رہتا۔ اور اعمال و ارکان اگر کچھ بجا بھی لائے جاتے ہیں تو بطور رسم اور قومی رواج کے اور یہی وجہ ہے کہ جس مقصد کے حصول کے لئے وہ ارکان مقرر کئے جاتے ہیں وہ ان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ارکان اسلام خود مقصود بالذات نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مقصود کے حاصل کرنے کے طریق ہیں۔ اگر اس نسخہ سے وہ شفا حاصل نہیں ہوتی جسکے لئے یہ نسخہ تجویز کیا گیا ہے تو اس نسخہ کا استعمال عبث ہے۔

اعمال اسلامی کا مقصود بالذات

اوپر اس بات کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ عقائد کس غرض کے لئے اصول دین میں رکھے گئے ہیں۔ یہاں اعمال یعنی ارکان کا وہ مقصد یا نتیجہ جسکے حاصل کرنے کے واسطے وہ تجویز کئے گئے ہیں بیان کیا جاتا ہے۔

پانچ ارکان میں سے اقرار زبانی تو صرف اس غرض کے لئے رکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اس امر کا علم ہو جائے کہ اقرار کرنے والا ان کا بھائی ہے۔ اور سوسائٹی کا ایک رکن ہے۔ باقی چار ارکان یعنی نماز۔ زکوۃ۔ روزہ۔ حج۔ میں سے نماز ایک ایسا رکن ہے جو مسلم سے کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتا۔ باقی ارکان کئی حالتوں میں ساقط ہو جاتے ہیں۔ زکوۃ کے لئے مال کا ایک نصاب شرط ہے۔ اور سال میں ایک دفعہ ادا کرنی ہوتی ہے۔ غربا اس سے مستثنےٰ ہیں۔ اور روزہ سے حاملہ۔ زچہ اور بیمار اور مسافر مستثنےٰ ہیں۔ اور وہ بھی سال میں ایک ماہ رکھنا پڑتا ہے۔ حج تمام عمر میں ایک مرتبہ مستطیع پر فرض ہے۔ مسلمانوں کا کثیر حصہ اس سے آزاد ہے

نماز کے فوائد

پس عبادت کا وہ طریق جو جملہ مسلمانوں پر یکساں فرض ہے وہ صرف نماز ہے۔ جو دن میں پانچ وقت ادا کرنی پڑتی ہے۔ پس اسلام کیسا سادہ اور سہل دین ہے اور کوئی چیز اس میں ایسی نہیں جو عقل کے خلاف ہو۔ قرآن کریم نے عبادت کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ اس سے تقویٰ پیدا ہو۔ جیسا کہ فرمایا ہے اے لوگو اپنے رب کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا۔ تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ نماز کے متعلق خصوصاً یہ فرمایا ہے کہ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر۔ ضرور نماز قبیح اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد ہی بہت بڑی ہے۔ مسلمانوں میں کثیر حصہ ایسا ہے جو ان اذکار کے معانی نہیں سمجھتا جو اس میں دہرائے جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کی نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ مسجد کے اماموں کا قصور ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو اس قدر بھی نہیں سکھاتے۔

زکوۃ کا اثر

زکوۃ کے متعلق قرآن کریم میں ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ ان کے مالوں سے (اے رسول) زکوۃ لے لیا کر (اس عمل سے) تو ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کی استعداد و لیاقت کو نشوونما دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مال خرچ کرنا انسان کی پاکی اور تزکیہ کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے بخل۔ لالچ۔ خود غرضی اور دنیا کی محبت زائل ہوتی ہے۔ اور بجائے اس کے سخاوت اور ایثار پیدا ہوتا ہے۔

روزہ کی غرض

روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے اگلوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ بھی تقویٰ حاصل کرنے کے واسطے فرائض میں رکھا گیا ہے مقصد یہ کہ انسان کو ایسی مشق کرائی جائے جسکے ذریعہ بیگانوں کا مال ناجائز طریق سے کھانے سے پرہیز کرے۔ ایک ماہ کے روزے سے جائز مال کے استعمال سے انسان کو روکا جاتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ناجائز مال کھانے سے روزہ رکھے۔ بھوکے پر رحم کرنا سیکھے۔ جنگ میں راشن کی قلت
[illegible]

حج کے فوائد

حج کے متعلق قرآن کریم میں یہ آیات ہیں۔ لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حج کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ یہ مساوات انسانی کا ایک زبردست نظارہ ہے۔ یہ ایک اسلامی کانفرنس ہے جس میں ساری دنیا کے مسلمان سال میں ایک دفعہ اسلام کے مرکز میں جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے تمدن اور معاشرت اور علوم سے استفادہ کرتے ہیں اور تجارت کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور سفر کے فوائد سے متمتع ہوتے ہیں۔ مختلف ملکوں کے علماء و صلحا کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان ایام میں جدال اور فسق و فجور سے پرہیز کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ اپنے جد اعلےٰ حضرت ابراہیم خلیل کی یادگار کو جس نے کعبہ بنایا تازہ کرتے ہیں۔ جس نے انسانی قربانی کو دنیا سے مٹا کر اس کی جگہ انعام کی قربانی جاری کی۔ تمام مسلمانوں کو کعبہ میں جمع کرنے سے یہ مدعا بھی ہے کہ جملہ مسلمان اپنی الہامی کتاب کی زبان اور اس ملک کی زبان سیکھیں جہاں ان کا نبی مبعوث ہوا۔ تاکہ وہ اپنی الہامی کتاب قرآن کریم کے مضامین سے استفادہ کر سکیں۔ اور جملہ مسلمان اپنے مرکز میں جمع ہو کر ایک ہی زبان بولیں اور یہی ان کی قومی زبان ہو۔

دعوت حق

اس مضمون کو قرآن کریم کی ایک ہدایت پر ختم کیا جاتا ہے۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون۔ کیا مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے اور اس حق کے واسطے جو اتارا گیا ہے گداز ہوں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا۔ پس ان کے دل سخت ہو گئے اور اکثر ان میں سے بدکار ہیں۔

مسلم مشن ووکنگ کے متعلق ضروری اعلان

گو مسلم مشن ووکنگ اور ہماری انجمن کا مالی انتظام ایک ہی ہاتھ میں ہے لیکن ان دونوں کا روپیہ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اگرچہ اپنی اغراض اصلی (اشاعت اسلام) میں ووکنگ مشن اور انجمن متحد ہے۔ لیکن اشاعت اسلام کے لئے بھی اگر کوئی روپیہ مشن کے نام آئے تو وہ انجمن کو نہیں دیا جاتا اسی طرح بغرض اشاعت اسلام جو امداد انجمن کے نام پر آئے وہ مشن کو نہیں دی جاتی۔ اس لئے ووکنگ مشن کے روپے کو علیحدہ رکھنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ روپیہ جو ووکنگ مشن کو بھیجا جائے۔ وہ بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم بھیجا جائے۔ ممبران انجمن اور دیگر معاونین کی خدمت میں عرض ہے کہ جو روپیہ وہ مشن مذکورہ یا اس کی کسی مد کے متعلق بھیجیں وہ نہ میرے نام نہ خواجہ صاحب کے نام بلکہ فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) کے نام بھیجیں اور کوپن منی آرڈر یا چٹھی میں ووکنگ اور مد ووکنگ کا ذکر کر دیں۔ اور اگر مشن اور انجمن کی دوسری مدات کے لئے کوئی روپیہ مشترکہ طور پر بھیجیں تو کوپن میں تصریح کر دیں کہ اس میں سے کس قدر روپیہ بغرض اشاعت اسلام ووکنگ کے لئے ہے اور کس قدر انجمن کی دوسری مدات اشاعت اسلام کے لئے۔

(محمد یعقوب خان سکرٹری)

سیرت خیر البشر عربی میں

بیت المقدس سے ایک مسلمان دوست حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ شخصی واقفیت کی مانند مطبوعات بھی باہمی رابطہ کا ایک ذریعہ ہیں اس لئے آپ بلا کسی سابقہ واقفیت کے اس خط سے متعجب نہ ہوں۔ آپ کی کتاب سیرۃ خیر البشر انگریزی ایک بے مثال چیز ہے۔ جس کے ذریعہ سے میں اپنی شناسائی کرانی پسند کرتا ہوں۔ میں فخریہ کہہ سکتا ہوں کہ جب بیروت یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو وہاں کی لائبریری میں سے میں نے یہ کتاب لے کر اس کا بہت اچھی طرح مطالعہ کیا۔ اور اس وقت کی لگی ہوئی پیاس تب ہی بجھ سکتی ہے۔ کہ میں اس کا اپنی مادری زبان میں یعنی عربی میں ترجمہ کر کے چھپوا دوں۔ اب مجھے کافی فرصت ہے۔ اس لئے
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح لاھور

جلد ۱۷ | ۸ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ | نمبر ۲۹

اسلام اور مسیحیت کی رُوحانی جنگ

(۲)

اسلام کے پاکیزہ تاثرات عیسائیت کے مقابلہ میں

اعداد و شمار کا دلچسپ مقابلہ

گذشتہ اشاعت میں کیتھولک ٹائمز "لندن" کے اس مضمون پر ہم مفصل تبصرہ کر چکے ہیں۔ جس میں برطانیہ کے اندر اسلام کی اشاعت کو "خطرہ" کے نام سے تعبیر کرتے ہوئے اہل انگلستان کو اس کے خلاف اٹھانے اور ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین کرام کے لئے یہ سننا دلچسپی ہوگا کہ جس "خطرہ" کا اعلان کیتھولک ٹائمز" نے اس بلند آہنگی کے ساتھ کیا ہے اور تمام انگلستان کو اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دی ہے وہ انگلستان کی چار دیواری ہی میں محدود نہیں۔ بلکہ تمام اطراف و اکناف عالم میں بڑی سُرعت کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اس کا اعتراف خود کیتھولک ٹائمز" کو بھی ہے چنانچہ اس نے ۱۵ سال کے اعداد و شمار پر نظر ڈالتے ہوئے اس حقیقت نفس الامری کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی اعدادی قوت مسیحیت کے مقابلہ میں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب مسیحیت کی موجودہ اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ہمیں واقعات کو دیکھنا چاہئے ۔۔ ویٹیکن مشن میوزیم (پوپ کے تبلیغی عجائب گھر) سے جو نقشہ اعداد و شمار ۔ ۔ ۔ ۔ دستیاب ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروان اسلام کی تعداد اسوقت ۲۴ کروڑ ہے۔ ۱۸ کروڑ ۸۰ لاکھ ایشیا میں۔ ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ افریقہ میں۔ ۲ کروڑ اوشینیا میں۔ اور ۹۰ لاکھ یورپ میں۔

مسیحیت جس کے پیروؤں کی تعداد ۶۸ کروڑ ۳۰ لاکھ ہے یا کل نسلِ انسانی کا ⅖۔ فی الحقیقت اسلام سے بہت آگے ہے۔ لیکن پریشان کن بات یہ ہے کہ ۱۹۲۷ء تک ۱۵ سال کی مدت میں مسلمانوں کی تعداد میں ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ یا ۱۶ فیصدی کی زیادتی ہو گئی۔ اس کے بالمقابل مسیحیت کو جو فائدہ ہوا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ چنانچہ کیتھولک کلیسا میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ یا ۴ و ۱ فیصدی نفوذ کا اضافہ ہوا۔

اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ اس پندرہ سال کے عرصہ میں دنیا کی آبادی میں ۱۶ کروڑ ۵۰ لاکھ کا اضافہ ہوا تو اسلامی تناسبِ ترقی کی زیادتی ایک خطرناک صورتِ حالات کو پیش کرتی ہے"۔

مسیحی حضرات مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ کم بتانے کے عادی ہیں ۔۔۔ ۲۴ کروڑ کی بجائے بیس اور بائیس کروڑ ہی ہمیشہ ان کے قلم سے نکلتا ہے ویٹیکن مشن میوزیم نے بھی بڑی مہربانی کی کہ ۲۴ کروڑ تعداد لکھ دی۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے ہم قارئین کرام کو اسلام کے اس عظیم الشان معجزہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ جو اسی اعدادی قوت کے اضافہ میں دکھائی دیتا ہے۔ مسلمان ذلیل ہیں۔ کمزور ہیں۔ بے سرو سامان ہیں اور اس کے بالمقابل عیسائیت کی پیٹھ پر دول یورپ کا ہاتھ ہے اور ہر قسم کا ساز و سامان اس کے لئے مہیا ہے۔ باوجود اس کے وہ کونسی چیز ہے جو اسلام کو غالب اور عیسائیت کو کمزور کرتی جا رہی ہے کیوں دنیا کے جاہل ترین اور وحشی انسانوں سے لے کر یورپ کے مہذب ترین طبقہ تک عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے سایہ میں پناہ لے رہے ہیں۔ پادری صاحبان کے قلوب اگر بغض و تعصب سے پاک ہوتے۔ اگر حق و صداقت سے ان کو غرض ہوتی تو بجائے اس کے کہ اس صورتِ حالات کو "خطرہ" کے نام سے تعبیر کر کے مسیحی دُنیا کو نہایت ہیبت ناک الفاظ میں اس سے ڈراتے۔ اس بات کا اعتراف کرتے کہ اسلام ہی فی الحقیقت آج دنیا کا سچا مذہب ہو سکتا ہے۔ جس صورت حالات کو کیتھولک ٹائمز نے پیش کیا ہے وہ دراصل اسلام کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے۔ اسلام کا ایسی بے سرو سامانی کی حالت میں خود بخود پھیلتے چلے جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کے اصول فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں ہمیں حیرت ہے کہ پادری صاحبان کو اس سے اس قدر تکلیف کیوں لاحق ہوتی ہے۔ کیوں وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ان کی تمام سیاسی و مذہبی جدوجہد اور ہر قسم کے ساز و سامان جو اعلیٰ دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں آج اسلام کے فقیرانہ تاثرات کے بالمقابل ناکام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسلام کے بالمقابل مسیحیت کا قدم دن بدن پیچھے ہی پیچھے چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام فطرتِ انسانی کا مذہب ہے اور مسیحیت کو فطرتِ انسانی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ اور اب وقت آ چکا ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی اپنی ظاہری شان کے ساتھ پوری ہو۔ مسیح موعود کا زمانہ اظہار دین کا زمانہ ہے آج خدا کے مجدد اور مسیح موعود نے جہاں دلائل کے رنگ میں اسلام کا غلبہ دوسرے مذاہب پر ثابت کر دکھایا وہاں ظاہری غلبہ کے دن بھی آ رہے ہیں۔ اس سے چڑ چڑ ہونے یا "خطرہ خطرہ" کے شور و پکار سے زمین آسمان سر پر اُٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

راجپال کے اصلی قاتل

ہندو اخبارات ایسی حالت میں کہ راجپال کے قتل کا مقدمہ عدالت میں زیرِ تفتیش ہے۔ علم الدین نامی ملزم کو قبل از ثبوت قاتل ظاہر کر کے جہاں توہین عدالت کے مرتکب ہو رہے ہیں وہیں ان مسلمان لیڈروں پر جنہوں نے آج سے پہلے کی شورش میں حصہ لیا اعانت قتل کے مقدمات چلانے کا مطالبہ کر کے اس خلیج مغائرت کو اور زیادہ وسیع کر رہے ہیں جو اس وقت دونو قوموں میں پائی جاتی ہے۔

اسی سلسلہ میں بعض اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ راجپال "رنگیلا رسول" نامی کتاب کا جسے بنائے قتل سمجھا جاتا ہے صرف پبلشر تھا اس کے مصنف کوئی اور لوگ تھے۔ معاصر "پارس" نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ:۔

"اصل مصنف یا مصنفین کے مکروہ افعال کی سزا بیچارے راجپال اور ان کے پس ماندگان کو بھگتنی پڑی اگر مصنفین سمجھتے تھے کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر واقعی ہندو دھرم کی خدمت کی ہے یا ان کا فعل حق بجانب ہے تو جس وقت اس کے متعلق شور و شر پیدا ہوا یا کم از کم جب مہاشہ راجپال پر پہلا حملہ ہوا اسی وقت میدان میں آ جاتے اور پست فطرت بزدلوں کی مانند اپنی بلا بے قصور کتب فروش پر نہ ڈالتے"۔

راجپال کو "بے قصور کتب فروش" کہہ کر اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دینا جو پبلشر ہونے کی حیثیت میں اس پر عائد ہوتی ہے۔ اخلاقاً و قانوناً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مصنفین کتاب نے آخر وقت تک اپنے آپ کو پردہ اخفا میں رکھ کر راجپال کے ساتھ پرلے درجہ کی کمینگی اور غداری کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ اگر یہ سچ ہے کہ رنگیلا رسول کی اشاعت ہی قتل کی اصل بنا ہے تو فی الحقیقت راجپال کے اصلی قاتل وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس کتاب کو تصنیف کیا۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ ان لوگوں کو بھی پردہ اخفا سے باہر نکال کر عدالت کے اندر مجرمین کے کٹہرا میں کھڑا کیا جائے تاکہ وہ اپنے اس مذموم فعل کی قرار واقعی سزا پا سکیں۔ اور آئندہ کسی کو اس طرح دوسروں کے شانہ پر بندوق رکھ کر چلانے کی جرأت نہ ہو۔ ہندو اخبارات جو مسلمانوں کی معاندانہ سازش پر زور دیگر پولیس اور حکام کے لئے خاص پریشانی کا موجب ہو رہے ہیں کیا اپنے ہم قوموں کی اس خفیہ سازش کا پردہ فاش کرنے کی جرأت کریں گے؟

علماءِ سوء کو گرانے کی تجویز

علماءِ سوء کی فتنہ پردازیاں اب الم نشرح ہو چکی ہیں اور یہ دیکھنا موجب مسرت ہے کہ اسلامی دنیا کے تمام سنجیدہ اور فہمیدہ انسان اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اس بدطینت گروہ کا وجود جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی تخریب کا موجب ہوا ہے زیادہ دیر تک قائم نہ رہنے دیا جائے۔

اس سلسلہ میں آقائے عبدالرزاق ملیح آبادی کا وہ مضمون قابل توجہ ہے جو گذشتہ اشاعت میں "زمیندار" سے نقل کیا جا چکا ہے۔ جہاں تک مضمون کے اصل موضوع کا تعلق ہے ہمیں خوشی ہے کہ آقائے موصوف نے علماءِ سوء کی فتنہ پردازیوں کی حقیقت کو طشت از بام کرنے میں نہایت جرأت اور دلیری سے کام لیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو گرانے کے لئے جو راستہ انہوں نے تجویز کیا ہے افسوس ہے کہ وہ ہمارے نزدیک کعبہ کو نہیں بلکہ ترکستان کو لے جانیوالا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علماءِ سوء کا رعب و اقتدار عوام الناس پر قائم کرنے میں ڈاڑھی اور دستار کو خاص شہرت حاصل ہے لیکن خیار العلماء کا ڈاڑھیاں منڈوا دینا ان کے اس رعب و اقتدار کو ختم کرنے کے بجائے اور بھی امتیازی مرتبہ دینے کا موجب ہوگا اور بالفرض اگر تمام ہی علماء ڈاڑھیاں منڈوا دیں تو بھی اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ وہ ان فتنہ پردازیوں سے باز آ جائیں گے جو تکفیر مسلمین کے پردہ میں صادر ہوتی ہیں۔

ہم کئی بار اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں کہ علماءِ سوء کو گرانے اور مسلمانوں کو ان کے دام تزویر سے بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ایسے تمام علماء کو جو کسی مسلمان کو کافر قرار دیں عملاً بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنی ترک کر دی جائیں اور انہیں مسلمانوں کی مسجدوں سے نکال دیا جائے۔ خیار العلماء ہمارے نزدیک وہی ہو سکتے ہیں جو کسی بھی کلمہ گو کو کافر نہیں۔ اور تمام مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے میں ساعی ہوں۔ آقائے عبدالرزاق اور دوسرے درد دل رکھنے والے اصحاب اگر عام مسلمانوں میں یہ ذہنیت پیدا کر دیں کہ کسی کلمہ گو کو اختلافی مسائل پر کافر قرار دینا ایک خطرناک جرم اور بدترین گناہ ہے۔ اور ایسے لوگوں کو ہرگز اپنا امام نہ بنانا چاہئے جو کسی کلمہ گو پر کفر کا فتویٰ دیں۔ تو ہم سمجھیں گے کہ انہوں نے علماءِ سوء کو ان کی ڈاڑھیاں اور دستار کے باوجود عوام الناس کی نظروں سے گرا دیا۔ اور ان کی فتنہ پردازیوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اس کے بغیر اس گروہ کا کوئی علاج نہیں اور نہ مسلمانوں کے سدھرنے اور اُبھرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔

برلن کی مسجد کا فرش

گذشتہ چند ماہ میں برلن مسجد کے فرش کے متعلق مضامین اور اپیلوں کی صورت میں بہت سی تحریریں شایع ہو چکی ہیں جن کے مطالعہ سے احباب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ مادہ پرست یورپ کے قلب یعنی شہر برلن دار الحکومت جرمنی میں ایک شاندار اور وسیع مسجد بالکل مکمل ہو چکی ہے۔ ہمارا تبلیغی مشن بھی وہاں باقاعدہ کام کر رہا ہے اور یہ دونوں چیزیں جماعت احمدیہ لاہور کی اولوالعزمی کا زندہ ثبوت ہیں۔ مگر یہ امر باعث افسوس ہے کہ مسجد میں قالینوں کا فرش نہ ہونے کی وجہ سے وہ خاطر خواہ طور پر استعمال نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ بعض اصحاب قالینوں کے فرش کو ایک غیر ضروری چیز خیال کرتے ہوں۔ اور محض اس کمی کی وجہ سے مسجد سے پورا فائدہ حاصل نہ کر سکنے پر متعجب ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے ہر ایک ملک کے رواج اور حالات علیحدہ ہوتے ہیں۔ جرمنی ایک متمول اور متمدن ملک ہے۔ وہاں کی مسجدوں میں قالینوں کا فرش ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کی مسجدوں کے لئے چٹائی کا فرش۔ خرچ کا اندازہ کچھ زیادہ نہیں۔ صرف دو سو پونڈ اس پر خرچ ہوں گے۔ جن میں ایک سو پونڈ وہاں کے نومسلم خود فراہم کریں گے۔ نصف کا انتظام ہم نے کرنا ہے جس کا کچھ حصہ جمع بھی ہو چکا ہے۔ باقی کے لئے احباب کی

قادیانی تہذیب

راولپنڈی میں محمودی جلسہ

احمدی مبلغ کے لاجواب اعتراضات

کئی سالوں سے ہم اپنے سالانہ جلسوں کے موقعہ پر قادیانی جماعت کو دعوتِ مناظرہ دیتے رہے۔ مگر وہ ہمیشہ ٹال دیتے رہے۔ حسبِ معمول ہم نے امسال کے سالانہ جلسہ کے لئے بھی ان محمودیوں کو مناظرہ کا چیلنج خاص اہتمام سے دیا۔ لیکن انہوں نے مناظرہ کی جرأت نہیں کی اور راولپنڈی کے ہزار ہا لوگوں نے دیکھا اور سُنا کہ قادیانی جماعت مرد میدان نہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ کہیں سے پھرتے پھراتے دورہ کرتے ہوئے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی راولپنڈی آنکلے۔ اس پر قادیانیوں کی جان میں جان آگئی۔ مہرِ خاموشی کو توڑا اور شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے خط و کتابت کی سوجھی۔ قبل اس کے کہ شرائط طے ہوکر کوئی باقاعدہ مناظرہ قرار پاتا۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۵۹ء کی شام کے ۷ بجے قادیانیوں نے ایک پبلک جلسہ کا انتظام کرکے اعلان کر دیا کہ لاہوری احمدیوں کی تردید کی جاوے گی۔ لیکچر کے وقت ہم اپنی جماعت کے جلسہ گاہ میں ہم بھی پہنچے۔ تو آگے مولوی اللہ یار خاں صاحب محمودی مبلغ "عالمگیر مذہب" پر تقریر کر رہے تھے۔ مولوی صاحب احمدیہ پاکٹ سے وید منتروں کے اردو تراجم سُنا رہے تھے۔ ہم نے یہ پھیکا رنگ دیکھ کر مناسب سمجھا کہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو اسی مضمون پر کچھ وقت لے دیا جاوے۔ ہم نے صدر صاحب سے درخواست کی مگر ہماری درخواست کو نہایت بیدردی سے ٹھکرا دیا گیا۔ اور ہمیں کوئی وقت دینے سے مطلقاً انکار کر دیا گیا۔

محمودی جلسہ میں احمدی مبلغ کی تقریر

آخر جب مولوی اللہ یار خاں صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تو خاکسار راقم الحروف نے کھڑے ہوکر صدر صاحب اور پبلک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر مناسب سمجھا جاوے تو ہمارے مرزا صاحب کو بھی اسی "عالمگیر مذہب" پر کچھ بیان کرنے کی اجازت دی جائے۔ مرزا صاحب ویدوں سے واقف علم سنسکرت کی باقاعدہ سندی کئے ہوئے ہیں۔ وہ اصل سنسکرت کے منتر پڑھ کر ویدک دھرم کو غیر عالمگیر ثابت کرینگے۔ اس پر تمام پبلک کی طرف سے تائیدی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور "ضرور ضرور" کا غل مچ گیا۔ بادل ناخواستہ صدر صاحب نے کل دس منٹ مرزا صاحب کو تقریر کے لئے دئیے۔ اگرچہ کل دس منٹ تھے۔ مگر وید منتروں سے مرزا صاحب نے ایک لطف پیدا کر دیا۔ اور ویدک دھرم کو ایک عجیب رنگ میں پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ان باتوں کی موجودگی اور اس تعلیم کے ہوتے ہوئے ویدک دھرم عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ دس منٹ کے اختتام پر صدر صاحب نے کمال "فراخ دلی" سے کام لیتے ہوئے صرف دو منٹ کا اور اضافہ فرمایا۔ اور یوں مرزا صاحب کو ۱۲ منٹ تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔

محمودی مولوی کا غیر شریفانہ رویہ

مرزا صاحب کی اس پُرلطف تقریر کے بعد مولوی غلام رسول راجیکی اُٹھے اور تقریر شروع کی۔ مولوی صاحب نے شروع میں ہماری جماعت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا۔ اور نہایت سوقیانہ الفاظ میں اعتراضات کا جواب دینے لگے۔ آخر میں ہمارے حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ کی شان میں ایسے غیر شریفانہ الفاظ استعمال کئے جنہیں کوئی شریف انسان برداشت نہیں کر سکتا۔

حاضرین جلسہ کا احتجاج

حاضرین نے بہت بُری طرح محسوس کیا۔ اور آخر ملک غلام حیدر صاحب پنشنر تحصیلدار نے اور بعض دیگر غیر احمدی احباب نے مولوی غلام رسول کو اس غیر شریفانہ رویہ پر توجہ دلائی مگر مولوی صاحب مع اپنے تمام حواریوں کے اپنے آپکو سنبھال نہ سکے۔ اور اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنیکی ناپاک اور بےسود کوشش کرنے لگے۔ تمام پبلک نے ملک صاحب موصوف کی تائید کی اور قادیانیوں کو شرم دلائی مگر وہ کیا کہا کرتے ہیں شرم چہ کتیست ... آخر ملک غلام حیدر مع دیگر لوگوں کے احتجاج کے طور پر جلسہ گاہ سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور مولوی صاحب کی تقریر پھر شروع ہوئی۔

احمدی مبلغ کی آواز

تقریر کے اختتام پر مرزا مظفر بیگ صاحب نے اُٹھ کر اعلان کیا کہ مولوی صاحب کی تقریر کا جواب میں دینے کے لئے تیار ہوں مجھے وقت دیا جائے۔ اس اعلان نے قادیانی کیمپ میں ہلچل ڈال دی اور ہر چھوٹا بڑا محمودی اپنی اپنی جگہ پر بول رہا تھا۔ اور "ہرگز نہیں" "ہرگز نہیں" کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس پر مرزا صاحب نے پبلک کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کیا آپ لوگ میری جوابی تقریر سننا چاہتے ہیں۔ سب لوگوں نے "بیشک بیشک" کی صدا بلند کی۔ اور کہا ہم آپ کی تقریر سن کر جائیں گے۔ آپ ضرور بولیں۔ اُدھر صاحب صدر بولنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ جب پبلک نے قادیانیوں کو بہت غیرت دلائی تو اجازت ملی کہ سوال و جواب کرلو۔ مرزا صاحب نے یہ بھی منظور کر لیا اور قادیانیوں کے سٹیج کے عین مقابلہ پر کرسی لے کر ڈٹ گئے۔ اور کہا کہ میرے مقابلہ پر مولوی غلام رسول صاحب کو پیش کر دیں سوالات شروع کرتا ہوں۔ اس پر قادیانیوں کے سیکرٹری کو دیکھ کہ ہماری طرف سے مناظرہ کے لئے خط و کتابت ہو رہی ہے شرائط طے ہونے پر ہم باقاعدہ مناظرہ کرینگے۔ اب ہم وقت نہیں دے سکتے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو چیلنج دے رکھا تھا۔ اگر آپ میں جرأت تھی تو اعتراضات پیش کرتے۔ آپ میں جرأت کہاں ہے کہ آپ سامنے آتے۔ خدا کے فضل سے ہم میں جرأت ہے۔ اس لئے میدان میں ہم آ ڈٹے ہیں بس اب پیٹھ نہ دکھاؤ۔ ہم نے بارہا آپ کو اپنے جلسوں میں بولنے کی اجازت دی۔ اپنی جماعت کے ممبروں سے حلفیہ دریافت کرلو۔ اس پر خاموش ہوگئے

قادیانیوں کا فرار

صاحب صدر غصہ میں بھرے بیٹھے تو تھے ہی۔ فرمانے لگے جلسہ کو برخاست کر دوں گا۔ پھر کیسے اعتراضات پیش کروگے۔ مرزا صاحب نے جتا دیا کہ مجھے توقع ہے کہ آپ کے جلسہ برخاست کرنے پر بھی جلسہ برخاست نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ پبلک منتشر نہ ہوگی اور میری تقریر ضرور سنے گی۔ اس پر تمام پبلک نے بلند آواز سے کہا کہ ہم سب بیٹھے ہیں۔ مرزا صاحب کو وقت دیا جائے۔ مرزا صاحب نے کئی بار بولنے کی کوشش کی۔ مگر قادیانیوں نے "ابھی ٹھہر جائیں" "ابھی ٹھہر جائیں" کہہ کر توقف ڈالا۔ اور انتہائی کوشش کی کہ مرزا صاحب کچھ نہ بولیں۔ آخر مرزا صاحب نے فرمایا کہ مجھے چند منٹ بولنے دو۔ بس لیکچر کی چند موٹی موٹی باتوں کو سامنے رکھ کر حق و باطل میں فرق پیدا کر دوں گا۔ مگر

جلسہ گاہ سے باہر

افسوس کہ قادیانی اس پر بھی تیار نہ ہوئے۔ آخر تمام پبلک اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور نعرہائے تکبیر بلند کرنے لگی۔ ہر چھوٹا بڑا قادیانیوں کے فرار کا بلند آواز سے اعلان کرنے لگا اور سب لوگ مرزا صاحب کے گرد جمع ہوکر کہنے لگے کہ چلئے اس جلسگاہ سے باہر ہم فرشِ خاک پر بیٹھے ہیں۔ آپ ہمیں تقریر سُنائیں۔ مرزا صاحب تکبیر کے نعروں میں پبلک کے ساتھ جلسہ گاہ سے جدا ہوکر ساتھ والے میدان میں جہاں قادیانیوں کا ایک گیس لیمپ لٹکا ہوا تھا۔ آ ٹھہرے۔ لوگ اپنے ستھرے کپڑوں کی پروا نہ کرتے ہوئے فرشِ خاک پر نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ مرزا صاحب نے تلاوتِ قرآن شریف اور گرم گرم اشعار کے بعد اپنی تقریر شروع کی جس پر مسلمانوں نے ایک دفعہ پھر بڑے زور شور سے تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ اُدھر یہ ہو رہا تھا کہ ایک قادیانی دوڑتا ہوا آیا۔ اور گیس گل کرکے اُٹھا لیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ جماعت کے اراکین نے اس اندھیرے میں تقریر کرنے سے معافی چاہی اور خود پبلک بھی معافی دینے پر مجبور ہوگئی۔ آخر تمام لوگوں نے قادیانیوں کے فرار کی خوشی میں ایک دفعہ پھر ملک تکبیر کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔ اور یوں یہ جلسہ لاہوری احمدیوں کی فتح و نصرت کا ایک زبردست نقش لوگوں کے دلوں پر ڈالتا ہوا ختم ہوگیا۔ بعض غیر احمدی احباب کے ساتھ جو سختی قادیانیوں نے کی تھی اُس کا خمیازہ جو ان کو بعد جلسہ بھگتنا پڑا وہ قادیانی احباب کو مدت تک یاد رہے گا۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ جماعت احمدیہ کی شان میں جو کچھ اس مولوی غلام رسول نے کیا اُس کا جو جواب عملی رنگ میں غیر احمدی احباب نے دیا ہے امید ہے "الفضل" اس کو کبھی شائع نہیں کرے گا۔ بلکہ اشارہ تک نہیں کرے گا۔

خاکسار: غلام ربانی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

ضرورت ملازمین

(۱) انجمن کے دفتر کے لئے ایک احمدی چپراسی کی ضرورت ہے تنخواہ ۲۵ ماہوار۔

(۲) پنج ندپاور ہاؤس کے لئے تین شفٹ انچارجوں کی ضرورت ہے، تنخواہ ۱۲۵ روپیہ اور چھ ڈرائیوروں کی تنخواہ ۷۵ ماہوار۔ درخواستیں بنام جیمس ایل رائے صاحب آئی ایس ای اگزیکٹو انجنیئر پنجند ویر ڈویژن ریاست بہاول پور۔

(۳) ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت جالندھر کو ایک اکونٹنٹ کی ضرورت ہے جسے پانصد روپیہ کی نقد ضمانت دینی ہوگی۔ تجربہ کار اور گریجوایٹ کو ترجیح ہوگی

اسلام اور مغربی اقوام

اسلام اب بھی دنیا کی بہت بڑی قوت ہے

جاپان کی قومی بیداری کا مرقع

اخبار "جاپان ٹائمز" نے شہنشاہ جاپان کی تخت نشینی کی یادگار میں ایک خاص نمبر شائع کیا ہے جس میں ڈاکٹر گینسگو مراکو نے جدید جاپان کے مقصد وحید کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ جس کا ملخص ترجمہ ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

تاریخ انسانیت کے گذشتہ پانچ ہزار سال میں اقوام عالم ترقی یا تنزل کے جن ادوار سے گذری ہیں ان کی تفصیل و تشریح کے لئے تمام دنیا کے مؤرخین کی مشترکہ اور متحدہ کوششیں بھی کافی نہیں ہوسکتیں بہرحال اگر تاریخ عالم پر ایک اجمالی تبصرہ کیا جائے تو اس کے لئے اشد ضروری ہے کہ ان دو عظیم الشان اور جداگانہ تمدنی لہروں پر غور کیا جائے جو مختلف تاریخی واقعات کا سبب ہوئی ہیں۔

ان دو تمدنی لہروں میں سے ایک کا منشاء قدیم اقوام کی کہنہ مشق اُبھر گرمیاں ہیں۔ جنہوں نے ایشائی تہذیب و تمدن کے گہوارہ میں پرورش پائی ہے یہ تمدنی لہر ہندوستان اور چین سے اٹھی اور ایشیا کی تمام دیگر اقوام میں پھیل گئی۔ دوسری تمدنی لہر کا مصدر اور منبع مصر اور بابل معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے چشمۂ فیض سے تمام یورپین اقوام یونانیوں اور رومیوں کے توسط سے فیض یاب ہوئی ہیں۔ یہی تمدنی لہر تھے بحر ظلمات کو عبور کرکے جدید دنیا میں بھی پہنچ چکی ہے۔ یہ دونوں تمدنی لہریں مدتہائے دراز سے جداگانہ اور آزادانہ طور پر برسرِ کار رہیں۔ اور اگرچہ وقتاً فوقتاً وہ ایک دوسرے پر بالواسطہ اثر انداز ہوتی رہی ہیں لیکن یہ اثرات ایسے قوی نہ تھے۔ کہ کسی کی خصوصیت کو متغیر کر سکتے۔

سکندر اعظم کی فتوحات

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان دونوں لہروں کی یہ حالت چودہویں صدی عیسوی تک جاری رہی، یہ صحیح ہے کہ ایک طرف سکندر اعظم نے ایران پر فوج کشی کی اور وہ وسط ایشیا اور ہندوستان کے شمالی حصہ تک پہنچ گیا اور اس کے ذریعہ یونانی تہذیب وسط ایشیا اور ہندوستان کے ایک حصہ سے روشناس ہوگئی۔ دوسری طرف ہلاکو خاں کی افواج قلب یورپ تک پہنچ گئیں۔ اور اس مشہور چینی جنرل کی اولوالعزمی نے اس کے بڑے حصہ کو سخر کرکے تاتاریوں کے زیرنگیں کر دیا۔ لیکن ان اہم واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے باوجود مشرق اور مغرب دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر علیحدہ علیحدہ اپنے اندرونی تغیرات سے متاثر ہوتے رہے۔ اگرچہ مشرقی اور مغربی اقوام کے علیحدہ علیحدہ داخلی گروہ تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو کامل طور پر پامال کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اور اسی وجہ سے مشرق و مغرب کی علیحدگی نہ صرف ممکن ہوئی بلکہ ضروری اور لازمی پائی گئی۔

ایک جدید قوت

اسی زمانہ میں ایک جدید قوت عالم وجود میں آئی۔ جو دنیا کے مذکورہ بالا دونوں تمدنی لہروں سے آزاد اور بے نیاز تھی۔ یہ جدید قوت اسلام کا آغاز و عروج تھا۔ جو یورپین اقوام کے لئے ایک زبردست خطرہ ثابت ہوا۔ آٹھویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے درمیان متواتر پانچسو سال افریقہ اور یورپ میں اسلام نے عیسوی اثر اور غلبہ کا خوب مقابلہ کیا۔ لیکن تیرہویں صدی عیسوی میں عیسائی تہذیب و تمدن کی جڑیں مستحکم ہوچکی تھیں۔

موجودہ صدی میں بھی ہم بلاشک و شبہ یہ خیال نہیں کر سکتے کہ اسلامی قوت اس درجہ پست و کمزور ہوگئی ہے۔ کہ اسے قطعاً نظرانداز کر دیا جائے۔ حقیقتاً یہ اب بھی دنیا کی بہت بڑی قوت ہے۔ لیکن اب اس کی توقع نہیں۔ کہ وہ اپنی جد و جہد اور سرگرمیوں کا اعادہ اسی شد و مد اور زور و شور سے کرے گی جس کا منظر عہد متوسط کی تاریخ کے اوراق پیش کر رہے ہیں۔

عیسوی تہذیب اپنی فضیلت و عظمت کا سکہ مشرقی تہذیب پر اس طرح نہیں جما سکتی جس طرح اُس نے یورپ میں اسلامی قوت کے خلاف جمایا تھا۔ لیکن پندرہ صدی کے بعد جہاں مشرقی اقوام اپنے آباؤ اجداد و اسلاف کے کارناموں کو اپنے لئے طرۂ امتیاز تصور کرکے عیش و عشرت میں غرق اور دنیا و مافیہا سے غافل ہوگئی تھیں۔ یورپ کی اقوام نے میدان خالی دیکھ کر دنیا پر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔

وسط امریکہ میں اشاعتِ اسلام اور مسلمانوں کی حالت

یہاں ہندو کس حالت میں رہتے ہیں؟

ایک آریہ اپدیشک کی چٹھی

مہتہ بھیم جی کو آریہ پراویشنک پرتی ندھی سبھا پنجاب سندھ بلوچستان لاہور نے غیر ممالک میں پرچار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ مارلیشس مجی ترینیڈاڈ۔ برٹش جانا میں پرچار کرتے ہوئے وسط امریکہ میں جا پہنچے۔ اور اب وہاں سے آگے جنوبی امریکہ میں چلے گئے ہیں۔ وسط امریکہ کے متعلق ایک ضروری مضمون انہوں نے بھیجا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

مسلمانوں کی مساجد

مسلمانوں کی یہاں مسجدیں ہیں۔ سان فرنانڈو پورٹ آف سپین اور پورٹ آف پرنس کی مسجدیں تو بہت عالیشان ہیں۔ مگر ہندوؤں کا کوئی مندر نہیں۔ جس میں دو چار سو آدمی اکٹھا ہو سکے۔ صرف مورتی اور اُن کے پوجاری اور دو چار اور آدمیوں کے بیٹھنے کا ستھان ہے۔ صحن میں پجاری لوگ گانجا اور شراب کے مزے اڑاتے ہیں۔ سان فرنانڈو کے شوالہ کے صحن میں ہندو سبھا نے جنم اشٹمی کا دن منانا چاہا۔ جہاں بھگوان کرشن کے جیون چرتر پر دیاکھیان ہونے تھے۔ پوجاری نے اپنے تین چار ساتھیوں کو اکٹھا کیا۔ اور ڈنڈے لے کر مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ اگر پنڈت ہری پرشاد بیچ میں آ کر ہندو سبھا کے کارکنوں کو وہاں سے پنڈال میں لے جا کر سبھا نہ کرتے تو یہاں ڈنڈا اسو شامل جانا۔

آریہ سماجیوں اور برہمنوں میں جنگ

آریہ سماجیوں کے برخلاف سوارتھی برہمن اور سادھوؤں نے اسقدر غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ لوگوں کو بھوت پریتوں سے بھی بڑھ کر آریہ سماج سے خوفزدہ کر دیا ہے۔ یہ لوگ لڑکوں کا عیسائی بن جانا بہ نسبت آریہ سماجی بننے کے اچھا گنتے ہیں۔ ہندی پڑھانے کا انتظام پنڈت ہری پرشاد نے کیا تھا۔ کچھ لوگوں نے لڑکے بھیجے۔ مگر برہمنوں نے ان کے گھروں میں پہنچ کر لوگوں کو لڑکے اٹھا لینے پر مجبور کیا۔ مگر اب ہندی بھاشا کے پرچار کے لئے ہم نے کچھ میدان بنا لیا ہے اور آشا ہے کہ جلدی ہم اس کاریہ میں سپھلتا پراپت کر لیں گے۔

آریہ سماج کا کام پستک دوارہ سپھلتا پراپت ہو رہا ہے۔ ہم پستکیں پھیلا رہے ہیں۔ پرچار کے لئے مسلمانوں نے مسجد میں لیکچر کرایا ہے پادری سپرنگل صاحب معہ پرنسپل صاحب میرے ملنے کے لئے آئے تھے اور کالج میں لیکچر دینے کا نمنترن دے گئے ہیں۔ مگر مندروں کے ٹھیکیدار اپنے مندروں کے پاس لیکچر دینے کے لئے ستھان نہ دیں گے۔ یہ ہے ہندوؤں کی ذہنیت کنٹھی مالا دینے والے خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ کہ کہیں ہندوؤں کے دھرم شاستروں سے واقفیت ہو جانے پر ان کی روزی میں فرق نہ آ جائے۔ اس لئے وہ ہندوؤں کو ہندی پڑھانے کی مخالفت کر رہے ہیں۔

مسجد میں آریہ مبلغ کا لیکچر

جب میرا لیکچر مسجد ترنانڈ و میں ختم ہوا اور میں نے ہندی بھاشا کی سکھشا پر زور دیا تو کئی نوجوانوں نے خواہش ظاہر کی کہ ایک سبھا بنائی جائے۔ جو میری اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کا کام کرے۔ اس پر پادری رانیشو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم مشن اسکولوں میں ہندی سکھشا کا پربندھ کر چکے ہیں۔ اور وہاں تمام لڑکوں کو ہندی پڑھا دیں گے۔ آپ اپنا روپیہ اور وقت اس پر ضائع نہ کریں۔

اس پر ان نوجوانوں کو جوش آ گیا اور پادری صاحب کو جھوٹا اور غلط کہنے والا پکارنے لگے۔ مگر مسٹر محمد حسین اس وقت کے پردھان نے لوگوں کو سمجھا کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ اس لئے اب آریہ سماج کے کام کے ساتھ سکول کا کام جاری کرنے کا وچار ہے۔

ضرورت ہے کہ بھارت سے ایک دو نوبول جو انگریزی ہندی اور سنسکرت جاننے والے ہوں اس دھرم کھیتر میں آ کر کام کرنے کے لئے اپنا سان لگا دیں۔

پادری سنرنگل نے مجھے بتایا کہ میں ۲۰ برس سے علاقہ میں کام کرتا ہوں۔ ہمیں بھی ایسے نوبول درکار ہیں جو اپنے جیون کا بڑا حصہ اس علاقہ میں آ کر خرچ کریں۔ اپنی پُرکتا اچار ددھار سے لوگوں پر پربھاؤ ڈالیں۔ لوگوں کی مانسنجا او ستھا بدلنے کی ضرورت ہے جو لوگ کچھ سوچ اور کتھا پر چڑھا دیتے ہیں اگر ان کی سمجھ میں ودیا اور سکھشا کا خیال آ جائے تو وہ دھن من کام پر لگانے کو تیار ہو جائیں گے۔ جو ہندو لوگ تعزیہ بنانے پر ہزاروں ڈالر

جو پہلے پانچسو ڈالر تعزیے پر خرچ کیا کرتا تھا امسال اُس نے پانچسو ڈالر رام لیلا پر خرچ کیا۔ اگلے سال سکول پر لگا دے گا۔

ایک دولتمند ہندو مشرف باسلام ہوا

گوکل میاں ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ اپنی محنت سے دھناڈیہ بن گیا۔ مگر ہر جاتی کا یعنی چھوٹی جاتی سے تھا۔ اس نے برہمنوں کے لئے گھر میں بھوج کیا اور انہیں مٹروا پوریک بلایا۔ ایک برہمن نے کہہ دیا کہ گوکل نیچ ذاتی کا ہے۔ اس کے گھر میں جا کر کھانا اچیت نہیں۔ بہتر ہو کہ وہ ہمارے گھر میں ہی رسا اور دکھشنا بھیجدے۔ اس پر سے سخت تنگ وہ آ گیا۔ جا کر مسلمان بن گیا اور دس ہزار روپیہ لگا کر پورٹ آف سپین میں ایک اعلیٰ مسجد بنوا دی جس میں اب ساٹھ ستر مسلمان لڑکے دینی تعلیم پا رہے ہیں اور عربی سکھشا دی جاتی ہے

امریکہ میں آریہ مذہب کی اشاعت

نت میں تمام دھارمک سنستھاؤں سے نویدن کرتا ہوں کہ یدی آپ لوگ کسی نوجوان کو امریکہ اور دکھشن امریکہ میں پرچار اور سکھشا کے کام کے لئے تیار کریں۔ تو میں آپ کا دھنیاد کروں گا اور اس کے نرواہ کا پربندھ بھی کر دوں گا

پرنتو ! الیشور کے واسطے اس آشا پر نہ پہنچیں کہ وہ آپ کے سنستھاؤں کے لئے یہاں سے چندہ اکٹھا کر کے بھیجے۔ افریقہ اور مجا کی پرتی ندھی سبھاؤں نے تو اب رزولیوشن پاس کر دئے ہیں کہ بھارت سے جو بھی کوئی چندہ کرنے آوے اُسے سماجیں بنا پرتی ندھی سبھا کی آگیا لے کوئی سہائتا نہ کریں۔

مجی برٹش گائنا اور ترینیڈاڈ میں ابھی آریہ سماج آرمبھ اوستھا میں ہیں۔ اور انیمنت نربل ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان کی سہائتا کی جائے اُن سے دھن کی آشا رکھنا اور اس خیال سے وہاں اپدیشک بھیجنا کہ وہاں سے بھارت کو چندہ بھیجے یہاں کے پرچار کے کام کو سخت دھکا لگاتا ہے، کیونکہ عام جنتا میں یہ خیال ہو جاتا ہے کہ یہ اپدیش کرنے نہیں آتے۔ کنتو ہم سے روپیہ بٹورنے آئے ہیں۔ اس کا پرنیام اُلٹا خراب ہوتا ہے اس لئے میں نے مجی میں اور یہاں بھی یہ دستور رکھا ہے کہ لیکچر سے پہلے ہی لوگوں کو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم آپ لوگوں سے ایک پھول کا پتہ بھی مانگنے کو نہیں آئے۔ کیول دھرم کا اپدیش ہی کریں گے۔ اس سے مخالفین کو غلط فہمی پھیلانے کا موقع نہیں ملتا۔ یہاں لوگ بدظن ہو چکے ہیں۔ کیونکہ پہلے کئی لوگوں نے اسکولوں اور سنستھاؤں کے نام کا چندہ لیا اور یہاں ہی دبا کر بیٹھ رہے اس لئے نہ تو لوگ چندہ دینے کو تیار ہیں اُلٹا مانگنے والے پر شردھا برگٹ کریں گے۔ اور نہ ہی اس کے پرچار کا کچھ پربھاؤ پڑے گا۔ ضرورت ہے کہ یہاں کا روپیہ یہاں ہی لگا دیا جاوے۔ جنتا میں پستک اور سکول دوار پرچار کیا جائے۔ تو اس کا پھل جلدی اور اُتم نکلے گا۔

جو مہاشے ادھر کسی روزگار کے لئے یا کاروبار کے لئے یا دھرم پرچار کے لئے ادھر آنا چاہیں وہ پتہ ذیل پر مجھے پتر دھار کریں۔ ۱۰ ار کا ٹکٹ لفافہ پر لگا دیں۔

چیمنی ویدک مشنری معرفت پنڈت رام نرائن لے بنٹس پرنش گائنا ساؤتھ امریکہ (ملاپ لاہور ۲ جون)

ایک دفعہ تو غور سے پڑھ لو

خط و کتابت میں اکثر چٹ نمبر ندارد ہوتا ہے اور بعض دفعہ تعمیل فرمائش میں سخت دقت ہوتی ہے۔ بعض ناظرین کی عادت ہے کہ چٹھی ختم کر کے۔۔۔ نام لکھنے کا دقت آتا ہے۔۔۔

مقدمہ سازش میرٹھ

جامد ممبئی بیان کرتے ہیں کہ حکومت نے مقدمہ سازش میرٹھ کے اخراجات کی خاطر ایک کروڑ روپیہ منظور کیا ہے۔ اس کے ابتدائی مراحل کے سلسلہ میں حکومت مبلغ تیس ہزار روپیہ سرکاری وکیل مسٹر ہمیس کو مرحمت کر چکی ہے اور ابھی آپ کے دو بل جن کی مجموعی رقم ۳۰ ہزار روپیہ ہے حکومت کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ ہندوستان ایسے غریب نادار بیکار او مفلس ملک میں ایسا اسراف کسی لحاظ سے درخور استحسان تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان کو آگے ہی یہ رونا ہے کہ بجٹ کا معتد بہ حصہ فوج کے معدہ میں چلا جاتا ہے اور تعمیری پروگرام کو صرف چھاکا میسر آتا ہے۔ اگر مقدمات کے لئے روپیہ یوں بے دریغ صرف ہوتا رہا تو ملک کی خیر نہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر وطن دوست ان معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرے۔ متذکرہ مقدمہ میں ۳۰ اشخاص ماخوذ ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ بداعتی دوروں پر ہے ہنگامہ آفرینیاں اور شورشیں عام ہیں۔ تو اگر اس اندازے سے یا اس کے لگ بھگ روپیہ خرچ ہوتا۔ تو سوچئے کہ حالت کیا ہو جائے گی؟ قومی کارکنوں کو یہ دیکھنا ہے کہ جب ان کے نزدیک تشدد آمیز شورشیں مفادِ قومی کے خلاف ہیں تو کیوں اپنے طور پر ان کے انسداد کی طرف تمامتر توجہ منعطف نہیں کرتے۔ کیوں عاقبت نااندیش کی حرکات شنیعہ کے خلاف صاف اور واشگاف الفاظ میں صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے۔ کیا فساد آرائیوں اور فتنہ کوشیوں سے نتائج حاصل ہو سکتا ہے؟ کیا ۱۸۵۷ء میں خود انگلستان میں طلبائے ہند نے یوم بغاوت نہیں منایا تھا؟ کیا ۱۹۰۹ء میں امپیریل انسٹیٹیوٹ آف لندن میں سر ولیم کرزن وائلی کا واقعہ قتل رونما نہیں ہوا تھا؟ کیا اسی سال ۲۰ پستول پیرس سے ایک ہندوستانی طالب علم مقیم لندن کے نام ارسال نہیں کئے گئے تھے؟ کیا ان دنوں مسٹر جیکسن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ناسک کو تہ تیغ نہیں کر دیا گیا تھا؟ کیا ان واردات قتل کے مقدمات میں یہ انکشافات نہیں ہوئے تھے۔ کہ ان کے پس پشت انقلاب پسند عناصر محو کار ہیں۔ کیا افسران کو ہلاک کر دینے سے مقصد یہ نہیں تھا کہ حکومت کو مرعوب کیا جائے؟ ازاں بعد کیا بنگال میں بم بازیاں نہیں ہوئیں؟ کیا آتشگیر مادوں کا استعمال کمال بے باکی سے نہیں کیا گیا تھا؟ مگر کیا ان کوششوں سے ہندوستان کو کسی صوبہ میں نہ سہی کسی ضلع یا شہر میں ہی حکومت خود اختیاری ملی؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو بے جا جوش سے الگ ہٹ کر خیال کیجئے کیا سرخ خطوط کی ترسیل افسران کا قتل مجالسِ قوانین میں بم باری ریلوں کی تباہی ہڑتالوں وغیرہ سے ہندوستان میں اپنا راج قائم کیا جا سکتا ہے۔ ان حرکات سے حکومت کے ہاتھ کمزور ہو سکتے ہیں یا مضبوط۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے عاقلانہ اقدام سے کام لیں اور عاجلانہ افعال سے مجتنب رہیں۔ جن حضرات کو ملک کی ترقی اور آزادی منظور ہے ان کو چاہئے کہ متذکرہ افعال کو کھلے الفاظ میں قابلِ ملامت قرار دیں اور اشارةً اور کنایةً بھی کوئی ایسی بات نہ کہیں جو مفسدین کی حوصلہ افزائی کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ ہاں جن کا دستورِ حیات یہ ہے کہ بقول غالب

> ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
> نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

ان کا مرض ناقابلِ علاج ہے ان کے حق میں صرف یہ دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور ان کے قلب میں وطن دوستی کا ہوشمندانہ اور مخلصانہ جذبہ پیدا کرے۔

احباب سے درخواست

میں نے کئی بار اپنے مخلص احباب کو اپنے لڑکے عبدالقادر کی صحت کے لئے دعا کرنے کے لئے تکلیف دی ہے اور امید ہے کہ احباب ضرور ایسے وقت میں دعا سے میری امداد کرتے ہوں گے۔ چونکہ عزیز کو تاحال صحت نہیں ہوئی۔ اور اسے بہت تکلیف ہے۔ اس لئے میں پھر اپنے تمام مخلص برادران اور دوستوں کو تکلیف دیتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر دعا سے میری امداد کریں۔ فرداً فرداً سب کو خطوط لکھنے مشکل ہیں۔ اس لئے اخبار کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں سے عفو فرما کر معصوم بچہ کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ ۲ جون کو تیسرا اپریشن جبڑے پر ہوا ہے۔ میں اس کی بیماری کی وجہ سے کوئی خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔

خاکسار محمد نعمہ

جلد ۱۷ لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۱ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء نمبر ۵۱

برلن مسجد کا فرش

ترکی سفیر کا ملحدانہ جواب

جماعت احمدیہ لاہور کے جذبہ ایثار سے اپیل

شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن (جرمنی) کا مکتوب

مسجد کی غرض

کم وبیش عرصہ ایک سال کا ہوا - کہ بذریعہ اخبار پیغام صلح احباب کرام کی خدمت میں چند سطور پیش کی تھیں جن کا ماحصل یہ تھا کہ گو برلن مسجد پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور جو فیوض و برکات اس کے ساتھ وابستہ ہیں - وہ آہستہ آہستہ بفضلہ اس مشن کو عطا ہوں گے - مگر مسجد کا اولین مقصد یہ ہے کہ اس خانہ خدا میں خدائے واحد کی عبادت و پرستش ہو - اور اس طرح سے توحید اور وحدت کا عملی رنگ پیدا ہو - بالخصوص اس تثلیث اور کفرستان کے ملک میں - مگر جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے گو ظاہر یہ مسجد مکمل ہو چکی ہے مگر اس کے اندر فرش نہ ہونے کی وجہ سے یہ اپنے اصلی اور حقیقی مقصد کو پورا نہیں کر سکتی -

جماعت احمدیہ کا ایثار

میں جانتا ہوں کہ یہ کس قدر ایثار اور قربانی کے ساتھ ہماری جماعت اور دیگر مسلمانان ہند نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے - اس کی تکمیل کے اندر ایسے مفلس اور نادار احباب کا بھی حصہ ہے جن کو بمشکل ایک وقت پیٹ بھر کر کھانے کو میسر آتا ہے - ان میں ایسے غربا اور مزدور لوگوں کا بھی روپیہ ہے جنہوں نے شدت کی گرمی میں کام کر کے کمایا اور پھر اپنا پیٹ کاٹ کر اس خانہ خدا کی تکمیل کے لئے دیا ہے

مسلمان امرا اور خدمت اسلام

اپنی جماعت کی طاقت وقوت اور مالی حالت کو میں بخوبی جانتا ہوں اور بسا اوقات حیران ہوتا ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ بڑے بڑے امرا اور دولت مندوں کی زبان پر مہر سکوت لگ جاتی ہے - جب ان سے کسی نیک کام کے لئے کوئی تحریک کی جاتی ہے - مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالے نے ایسا دل دیا ہے کہ بادشاہ اور سلطنتوں اور ریاستوں کے مالک ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہاں کے مختلف اسلامی ممالک کے سفرا سے ملا - اور اس خانہ خدا کی اصل آبادی اور تعمیر و تکمیل کے واسطے دست سوال دراز کیا - مگر ان کی زبانوں پر فالج گر گیا - ستم ہے جو کسی نے ایک پائی کی مدد بھی کی ہو - ورنہ ایسی ایسی ہستیوں کے آگے اگر ہزاروں نہیں تو چند سو کیا مشکل تھے -

ترکی سفیر کے ملحدانہ خیالات

اور تو اور ان سب کے لیڈر نے جس کے ہاتھ میں (کم ازکم برلن میں) ان کی باگ ڈور ہے - اور جس کے اشارہ پر یہ سب کے سب بندر کی طرح ناچتے ہیں - (میری مراد ترکی سفیر سے ہے) میرے پاس ایک اپنا نمائندہ بھیجا - اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد آباد ہو اور ترک بھی اس میں آئیں تو اس کے واسطے صرف ایک ہی راستہ ہے - اور اس کا عمل صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسجد کے اندر بنچ رکھدیئے جائیں اور نماز بجائے قالین پر پڑھنے کے عیسائیوں کی طرح بنچوں پر ہو - انا للہ وانا الیہ راجعون - گویا ان کا مقصد یہ ہے کہ اس تثلیث اور کفر کے ملک میں جو ایک واحد خانہ خدا اور توحید کا گھر ہے اس کو بھی

شاہ فواد کا قابل افسوس رویہ

یہ تو ہے قصہ ان ترکوں کا اور دیگر اسلامی ممالک کے سفرا کا - اب ایک اور قصہ سن لیجئے - چند روز کی بات ہے کہ شاہ فواد یہاں برلن تشریف لائے - ان کی خدمت میں دو عریضے بھیجے اور درخواست کی کہ مسجد میں تشریف لاکر نماز جمعہ کی امامت کروائیں - اور اس طرح سے اسلامی وحدت اور برادری کا عملی ثبوت دیں - آپ دو ہفتے تک برلن میں رہے - مگر مسجد میں آنا تو درکنار - خطوط کا جواب تک بھی نہ دیا -

کام کرنے والی جماعت

ان چند سطور سے میری غرض صرف یہ ہے - کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری ایک چھوٹی اور غریب سی جماعت کو یہ شرف اور توفیق بخشی ہے کہ اس نے وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جن کی مثال امیروں اور بادشاہوں کی زندگیوں میں بھی نہیں ملتی - ان واقعات سے مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ اگر کوئی کام کرنے والی جماعت ہے تو وہ ہماری جماعت ہے -

فرش برلن مسجد کا سرمایہ

احباب کو یاد ہو گا کہ جب میں نے گزشتہ موسم گرما میں مسجد کا چارج لیا تو اس کی آبادی کے واسطے ایک تجویز پیش کی تھی - کہ مسجد میں قالینوں کا فرش ہونا ضروری ہے - جس پر دو سو پونڈ صرف ہوں گے اگر احباب ہندوستان سے کم ازکم یکصد پونڈ جمع کریں تو بقیہ یکصد میں یہاں سے جمع کرلوں گا مجھے معلوم نہیں کہ ہندوستان میں اب تک کس قدر چندہ اس کار خیر کے لئے جمع ہو چکا ہے - میری اپنی امید تو انہی لوگوں سے وابستہ تھی جن کا ذکر اوپر کر چکا ہوں - مگر اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان لوگوں سے توقع رکھنا عبث اور فضول ہے - میں نے یہاں کوڑی کوڑی مانگ کر تقریباً ۲۰ پونڈ کی رقم جمع کرلی ہے - اور اس گداگری کو انشاء اللہ جاری رکھوں گا - اور امید واثق ہے کہ اس موسم گرما کے آخر تک کم ازکم ۵۰ پونڈ کی رقم تو ضرور جمع کرلوں گا -

مسجد میں لیکچروں اور جمعہ کا انتظام

مسجد کے اندر فرش کا ہونا اب اشد ضروری ہو گیا ہے - چونکہ موسم گرما ہے لہذا نماز جمعہ کا باقاعدہ انتظام کر دیا ہے - کیونکہ گرمیوں میں معمولی قالین اور دریاں بھی کام دے جاتی ہیں - مگر موسم سرما میں ان پر بیٹھنا اور نماز پڑھنا بالکل ناممکن ہے - اور دوسرے ہمارے ماہوار جلسے بفضلہ ایسے کامیاب اور پر رونق ہو رہے ہیں کہ اب ان کا انتظام مجبوراً مسجد کے ہال میں کرنا پڑا ہے چنانچہ گزشتہ ہفتہ جو ۶ جولائی سنہ ۲۹ء کو ڈاکٹر ابوالحسن منصور نے دیا حاضرین وسامعین کی تعداد کم وبیش یکصد تھی - اگر رفتار ترقی یہی رہی تو لازماً موسم سرما میں بھی ان لیکچروں کا انتظام مسجد کے ہال میں ہی کرنا ہو گا - مگر جب تک مسجد میں قالینوں کا فرش نہ ہو تب تک یہ ناممکن ہے - لہذا احباب کرام کی خدمت میں دوبارہ کاسہ گداگری لے کر حاضر ہوتا ہوں - اور یقین کامل ہے کہ اگر بیشتر نہیں تو کم ازکم موسم سرما کے آغاز تک ضرور بالضرور اس مسجد کو فرش نصیب ہو جائے گا -

وباللہ التوفیق

مراسلات

ایک قادیانی احمدی کی کھلی چھٹی

مولوی اللہ دتا صاحب کے جواب پر ایک نظر

مکرمی مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"الفضل" مجریہ ۱۴ اگست میں مولوی اللہ دتا جالندھری نے صاحبزادگان کی وکالت کرتے ہوئے میری کھلی چھٹی کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مولانا جالندھری نے "حق نمک" تو ادا کیا ہے مگر معقول جواب نہ دے سکے۔ دراصل انسان تعصب و تنگ نظری میں پڑ کر سوائے تجربات اور فضولیات کے معقول بات کر ہی کیا سکتا ہے۔ میری اس کھلی چھٹی کو دیکھ کر مولانا کی سمجھ میں یہی آیا کہ اس کا لکھنے والا کوئی "پیغام صلح" کا "بئس القرین" ہے اور یہ تحریر حرص و آز کی بولتی تصویر ہے" اور یہ کہ "صاحبزادگان جائداد سے دست بردار ہو جائیں اور بقول شخصے "حضرت امیرایدہ اللہ" کے "دست راست" میں سونپ دیں۔ یہ مولانا کی دماغی کیفیت کا اظہار ہے۔ مولانا جالندھری و دیگر قادیانی بزرگان سے مودبانہ عرض ہے کہ میں محض تحقیق چاہتا ہوں کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس صاف اور سیدھی اور سادی حدیث کی روشنی میں حضرت مسیح موعود کی بنوت آپ کے صاحبزادگان کا جائداد پر وارث ہونے پر ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ اور یہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے۔ اس میں مولانا محمد علی صاحب یا پیغام صلح کا کوئی تعلق نہیں۔ آپ خواہ مخواہ اصل سوال سے منحرف ہو کر ان کے پیچھے نہ پڑیں۔ مولوی جالندھری صاحب نے میری پیش کردہ حدیث (جس گروہ سے ہم ہیں اس کے ہاں وراثت نہیں ہوتی) کے علاوہ ایک اور حدیث (نہ ہم کسی کے وارث نہ ہمارا کوئی وارث) سامنے رکھ کر یہ جواب دیا ہے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قانون اپنی ذات کے لئے ہے۔ بیشک۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ حضور نے فرمایا ہے "جس گروہ سے ہم ہیں" "گروہ" کا لفظ ہے جو صرف اپنی ذات کے اوپر استعمال نہیں ہوتا یہ تو مولانا سمجھتے ہی ہوں گے (فتدبر) مولانا نے ایک آیت کریم بھی جواب میں پیش کی ہے۔ اور غالباً مولانا نے ایک بڑا تیر مار کر ناظرین "الفضل" سے داد چاہی ہے۔ مگر مولانا کو علم ہونا چاہیئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے تھے۔ تو بحیثیت نبی ہونے کے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد امت داؤدیہ کے وارث حضرت سلیمان ہوئے اور قرآن شریف میں امت داؤدیہ ہی کا وارث حضرت سلیمان کو بنایا گیا۔ اسی آیہ کریمہ کی روشنی میں اگر آپ اپنی پیش کردہ حدیث (نہ ہم کسی کے وارث نہ ہمارا کوئی وارث) پر غور فرمائیں گے تو ایک اور نکتہ آپ کو معلوم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنوت ورثہ میں نہ ملی تھی۔ آپ کے بعد بھی چونکہ بنوت کسی کو نہ ملنی تھی۔ اس لئے فرمادیا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں۔ خیر یہ تو آخر میں جملہ معترضہ کے طور پر آگیا ہے میرا سوال تو جائداد کی وراثت کے متعلق ہے مولوی صاحب کا "جواب" بالکل ادھورا رہا۔ میرا سوال اسی طرح قایم ہے اس لئے مولانا یا اور قادیانی بزرگ اس کا معقول جواب "الفضل" میں شایع فرماکر مشکور فرمائیں۔

خاکسار ایف ڈی صدیقی (احمدی قادیانی)

ضروری اعلان

بیرون ہند کے احباب سے

جو احباب بیرون ہند کے مختلف ممالک میں قیام پذیر ہیں۔ وہ پیغام صلح کے چندہ کی ادائیگی کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے نام وی پی بھی نہیں جا سکتے اس لئے دفتر اخبار کو چندہ وصول کرنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ بعض اصحاب کے ذمہ کئی کئی سال کا چندہ ہے۔ تمام اصحاب کو چند خطوط لکھے جا چکے ہیں جن میں ان کا حساب تفصیلی طور پر درج ہے۔ براہ کرم وہ جلد توجہ فرمائیں۔

(منیجر اخبار پیغام صلح)

خبریں

پشاور ۱۳ اگست۔ اطلاع ملی ہے کہ شنواریوں کے جرگے نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک محمد افضل کے زیر سرکردگی ایک وفد جنرل نادر خاں سے ملاقات کرنے کے لئے بھیجا جائے۔ محمد عالم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ جلال آباد میں ہے۔ سردار ہاشم خاں نے خوگیانیوں کا پھر ایک لشکر جمع کرلیا ہے اور کابل سے چل کر تزئین پہنچ گئے ہیں یہ بھی افواہ ہے جاجی خیل منگلوں کا ایک لشکر مرزاکی نزد علی خیل جمع ہے اور جنرل نادر خاں جاجیوں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ بھی منگلوں کے ساتھ مل کر گردیز پر حملہ آور ہوں۔

—— لندن ۱۲ اگست۔ انڈین سنٹرل کمیٹی نے ایک قرارداد منظور کی ہے۔ کہ جب تک ہندوستان کو مستعمرات کے درجہ کی حکومت نہیں ملتی۔ اس وقت تک برطانی پارلیمنٹ میں اس کی نمائندگی براہ راست انے والے منڈوبین کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے جنھیں صوبجاتی کونسلیں منتخب کرکے بھیجا کریں۔

—— طہران ۱۳ اگست۔ کل حجازی وفد شاہ ایران کے دربار میں باریاب ہوا۔ اور شاہ نے دوستانہ طور پر خیر مقدم کیا۔ آج وزیر اعظم اس وفد کے اعزاز میں دعوت طعام دے رہے ہیں۔

—— دنیا کا سب سے بڑا طیارہ انگلستان میں زیر تعمیر ہے اس کا طول ۲۰۰ فٹ ہوگا۔ اور اس میں ایک سو مسافر سوار ہوسکیں گے یہ طیارہ ہندوستان میں ساڑھے تین دن کے اندر اندر پہنچ جایا کریگا۔

—— بمبئی ۱۵ اگست۔ شب گزشتہ ایک مسلمان فقیر اور ایک مارواڑی کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ اور قریب تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہو جائے کہ پولیس نے آکر معاملہ رفع دفع کردیا۔

—— انجمن آئینہ افغان امان زئی نے ۲۰ ہزار روپیہ جنرل نادر خاں کی نذر کیا۔

—— ریاست خیرپور میں طغیانیاں ہولناک صورت اختیار کررہی ہیں۔ جنگل کا رقبہ جس میں ساٹھ گاؤں شامل ہیں غرقاب ہوگیا ہے سینکڑوں لوگ بے خانماں اور تباہ حال ہوگئے ہیں۔ اور درختوں کی چوٹیوں پر پناہ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ پچاس لاکھ کے نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

—— شملہ ۱۴ اگست۔ ہز اکسلنسی گورنر اور رکن تو انہ دورہ سے فارغ ہوکر شملہ واپس آگئے۔ لاہور میں ہز اکسلنسی نے مقاطعہ جوعی کرنے والے قیدیوں کے حالات کا معائنہ بچشم خود کیا۔ آپ نے اپنے اعلان کے مطابق جو کمیٹی تحقیق حالات کے لئے مقرر کی ہے اس کے ارکان کے اسماء اور امور تنقیح امروز فردا میں شایع ہوجائینگے اور کمیٹی کا اجلاس بہت جلد منعقد ہوگا۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کے بعد صورت حال کی تنقید کی جائے گی۔ اس اثنا میں حکومت اس معاملہ پر غور کرے گی۔ کہ مقدمہ سازش لاہور کی کارروائی جاری رکھنے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جائے۔

—— یہ افواہ بے بنیاد معلوم ہوتی ہے کہ حکومت پنجاب سپشیل مجسٹریٹ کو مقدمہ سازش کے ملزموں کی طرف سے سرکاری طور پر وکیل کھڑا کرنے کے اختیار دینے کے متعلق کوئی ہنگامی قانون آرڈیننس جاری کرے گی۔ حکومت اس قسم کا قانون جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ سرشادی لال چیف جسٹس نے صاف صاف کہدیا ہے کہ عدالت عالیہ عدالت ماتحت کو ایسا اختیار تفویض کرنے کے ناقابل ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عدالت عالیہ کے فیصلے کے پیش نظر حکومت ضابطہ فوجداری کی ترمیم کا ارادہ رکھتی ہے۔

—— بنارس ۱۵ اگست۔ مقدمہ سازش کاکوری کے چار سزا یافتہ قیدیوں نے بدسلوکی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے بریلی جیل میں مقاطعہ جوعی کردیا۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مسٹر ماتھنا ناتھ گپتا نے (؟) ۸ اگست کو کھانا پینا ترک کیا۔ اور رمیچند رانا تھ بخشی۔ مکند لال اور راجکمار سنگھ نے ۱۰ اگست کو ان کی تقلید کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی حالت خراب ہورہی ہے۔

—— لاہور ۱۴ اگست۔ بلی سنگھ۔ گیان سنگھ اور مہر سنگھ کو بدیں الزام سپرد عدالت کیا گیا کہ انہوں نے ٹکسالی دروازہ کے باہر بندہ بہادر کے بت کو توڑا۔ مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بغیر کسی کارروائی کے سماعت ۲۰ اگست پر ملتوی کردی۔

—— کوئٹہ ۱۴ اگست۔ جرمن وزیر خارجہ بیرن وان پلیسن متعینہ کابل ۱۰ اگست کو چمن پہنچ گئے۔

—— پشاور ۱۴ اگست۔ کابل سے آئے ہوئے مسافر بیان کرتے ہیں کہ بچہ سقہ نے سردار محمد جان کی تمام جائداد ضبط کرلی ہے جس سے مرحوم کی بیوہ جو شاہ امان اللہ خاں کی ہمشیرہ ہیں اور بچوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ کابل کے بازاروں میں بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور لوگ بچہ سقہ کے خوف سے ان کو روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں دیتے۔

—— اخبارات کا یہ بیان کہ بچہ سقہ کا بھائی حمید اللہ ہلاک ہوگیا ہے قبل از وقت ہے۔ کیونکہ ابھی وہ صرف مجروح ہوا ہے۔

—— جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے اجلاس مرادآباد میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانان ہند کے لئے کانگرس میں شریک ہونا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

—— پشاور ۱۳ اگست۔ تقریباً دس ہزار غیور مہمندوں کا لشکر جرار سردار ہاشم خاں کی امداد کے لئے جلال آباد میں جمع ہوگیا ہے علاوہ ازیں ملک قاص خوگیانی اور سردار ہاشم خاں کے درمیان مفاہمت بھی ہوگئی ہے۔

—— آئندہ دو سال تک روس میں سفید گندم کی روٹی نہیں مل سکیگی اندازہ لگایا گیا ہے کہ سفید گندم کی فروخت کے امتناع سے سال بھر میں دس لاکھ ٹن گندم بچائی جاسکے گی۔

—— دیوان نرنجن داس کو جو امان اللہ خاں کے عہد میں خزانہ شاہی کے معتمد تھے۔ اور جنھیں بچہ سقہ نے قید کر رکھا تھا۔ اب رہا کردیا گیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ دیوان صاحب کے بھتیجے رام چند کو حکومت کی عدم اطاعت کی بنا پر قتل کردیا گیا ہے۔ کابل کے بازاروں میں رونق نظر آرہی ہے اور ہندوستانی مال خصوصاً لنکا شائر کے کپڑے کی سخت مانگ ہے۔

—— شملہ ۱۴ اگست۔ موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جماعت اخوان کے رہنما فیصل الدویش نے سلطان ابن سعود کے خلاف جو باغیانہ مہم جاری کی تھی اس میں اسے حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے بے آب وگیاہ دشت میں ۱۴۰ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد سلطان کے وفادار قبائل کے اجتماع کو جن کے ساتھ سلطان کی باقاعدہ فوج کا ایک دستہ بھی تھا شکست دی۔ اور انہیں اس علاقہ سے باہر نکال دیا۔

—— پشاور ۱۲ اگست۔ جرنیل نادر خاں نے خاجی سے ایک اخبار ہفتہ وار "اصلاح" جاری کیا ہے جو سائیکلوسٹائل پر چھاپا جاتا ہے اس کا پہلا پرچہ ۷ اگست کو شائع ہوا۔ جس میں ترقی افغانستان اتحاد اسلام۔ مسلمانوں کی خونریزی کا انسداد اور صحیح خبروں کی اشاعت اس کے اغراض ومقاصد ظاہر کیے گئے ہیں۔ اس میں افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی پر تنقید کرنے کے بعد ملت افغان کو قزاق کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور اپنا امیر خود منتخب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

—— پشاور ۱۳ اگست۔ کابل سے آنے والے قافلے کے نووارد کا بیان ہے کہ بچہ سقہ نے خید شنواری ملکوں کو ڈیڑھ لاکھ روپے کی اشرفیاں دیگر خوگیانی سرداروں کی طرف بھیجا تاکہ انہیں رشوت دیکر سردار ہاشم خاں کی امداد سے باز رکھا جائے۔ تزئین کے ملک نیک محمد خاں کو کسی نے اطلاع دیدی کہ فلاں قافلہ میں فلاں فلاں اشخاص کی کمریں ان پونڈوں سے لدی ہوئی ہیں جب قافلہ نیک محمد خاں کے علاقہ میں پہنچا تو ان اشخاص کی تلاشی لی گئی۔ اور روپیہ برآمد کیا گیا۔ ان شنواریوں نے بتایا کہ ہم یہ روپیہ رشوت دینے کے لئے بچہ سقہ سے لائے تھے۔

—— ہزارہ اور وردک قبائل کا لشکر ارغندی تک پہنچ گیا ہے۔ جو کابل سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

—— ایک مسافر کا بیان ہے کہ شہر کابل کی دو سرائیں زخمیوں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سب زخمی کوہستانی اور کوہ دامنی ہیں ہزارہ قبائل بڑے زور شور سے آرہے ہیں۔ سمت جنوبی اور سمت مشرقی کا لشکر بھی کابل کی جانب بڑھا جارہا ہے۔

—— طہران ۱۴ اگست۔ حکومت ایران نے حکومت حجاز کو تسلیم کرلیا ہے۔ اور شاہ کجکلاہ نے ابن سعود کو ایک نہایت محبت بھرا تار ارسال کیا ہے۔ وفد کو بھی سرکاری طور پر اس کی اطلاع کردی گئی ہے۔

—— طہران ۱۴ اگست۔ حکومت ایران نے متعدد اشخاص کو جن میں مدیر قانون اور مرزا کریم خاں زلیشی بھی شامل ہیں بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا ہے۔

آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ ثابت کیا کہ تو بین انبیاء کے مرتکب، مبدا اور بانی یہ ملا لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جنھیں قرآن کریم ... بیان کرتا ہے تین جھوٹ منسوب کئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دوڑا دینے میں انہوں نے کمال بے حیائی سے کام لیا۔ غرض خود ملاؤں نے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک کو نہیں چھوڑا۔ آج خدا کا فضل ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت ہی ہے جو ملاؤں کے گندہ کو جو وہ اسلام یا محمد رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دلائل براہین کے صابن سے دھو رہی ہے۔ ورنہ وہ زمانہ دور نہ تھا کہ عیسائی اور آریہ سماج مسلمانوں کو گمراہ کرتے میں کامیاب ہو جاتے۔

ملاں سلطان محمود کی تقریر

قاضی صاحب کی زور دار تقریر سامعین پر بہت اثر ہوا۔ ملاں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آپ جھٹ سے جا متے اٹھے اور بڑے فخر سے کہہ دیا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولے ہیں تو اس میں برا کیا ہے قرآن ہی تو کہتا ہے بل فعل کبیرھم۔ باقی رہے حضرت موسیٰ ان کے متعلق بھی قرآن ہی نے فتویٰ دیا ہے کہ آپ کے .... گئے تھے۔ لوگ آپ پر نامرد ہونے کا شبہ رکھتے تھے۔ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کی بریت ظاہر کرنے کے لئے ایک پتھر کو کہا وہ آپ کے نہاتے وقت کپڑے اٹھا کر شہر کی طرف دوڑ پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے گئے لوگوں نے صاف دیکھ لیا کہ آپ نامرد نہیں ہیں۔ شرمندہ ہو گئے۔ اور خدا نے قدرت کاملہ کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کی بریت ظاہر کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہیں وہ خرافات جن پر ملاؤں کو ناز ہے۔ اور یہی ہیں ان کے خلیے جن کو جا بیجا دوں میں کھڑے ہو کر سنایا کرتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ ملاجی نے اپنا سارا وقت ایسی ہی خرافات میں ضائع کیا۔ آخر گھڑی نے ٹن ٹن کی کہ وقت ختم ہے۔ قرآن ایسی بیہودہ باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ خاموش رہو اور بیٹھ جاؤ۔

قاضی صاحب کی تقریر ثانی اور ملاؤں کی پریشانی

قاضی صاحب نے اٹھتے ہی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی تلاوت کی ہی تھی کہ ملاؤں میں شور پڑ گیا۔ منصف مزاج طبقہ نے بہت کوشش کی کہ قاضی صاحب کی تقریر ہو مگر ملا سلطان محمود منہ کی کھا چکے تھے۔ اس لئے شور و شغب ہی میں بہتری سمجھی اور جھٹ اٹھ کر دعا کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے۔ مناظرہ سے گریز کیا اور مجمع برخاست ہوا۔

اس کے بعد سنا ہے کہ بلوخاں۔ کرم علی شاہ۔ اور امیر شاہ یعنی اہل تشیع۔ اہل حدیث اور حنفیوں کا آپس میں سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ احمدیت کو جو پورے شرف قبولیت حاصل ہوا ہے۔ لوگ بہت روشن خیال ہو گئے ہیں۔ پیروں اور ملاؤں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اس لئے آج ہی سے احمدیوں کے ساتھ حقہ پانی بند کر دو اور آرام اس وقت لینا جب احمدیت یہاں سے ہجرت کر جائے۔ اور لوگ پھر اسی طرح قبر پرست مزار نواز اور پیر پرست ہو جائیں۔

سردار بلو خاں صاحب جو کل ہی پنڈ دھوین کے موقعہ پر اس ملاں سلطان محمود سے ہٹ چکے ہیں۔ آج وہ بھی ان کے ہمزبان ہو کر احمدیوں کے شہر بدر کرنے پر آمادہ ہو بیٹھے ہیں۔ اور وہ وقت بھلا دیا ہے جب آپ یا آپ کے نوجوان بیٹے درخواستیں لکھ لکھ کر انجمن سے مبلغ بلواتے تھے۔ خیر اب احمدیت بھی بلوخاں۔ کرم علی شاہ یا امیر شاہ کے دبانے سے نہیں دب سکتی۔ انہیں شاید پتہ نہیں کہ اس قوم نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ آج دنیا کے گوشے گوشے تک احمدیت کا بول بالا ہے۔ بلوخاں مخالف ہو تو کیا اور کرم علی شاہ مخالفت پر آمادہ ہو تو کیا۔ احمدیت ایک صداقت ہے۔ اسلام کی صحیح اور صاف شکل ہے۔ جو ہر حالت میں ظاہر ہو کر رہے گی اور خدا اسے زور آور حملوں سے ظاہر کرے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

نیاز احمد ظامی متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

ضروری ... سبب ہے کہ رفتار واقعات کا انتظار کیا جائے۔ جنوری ۱۹۲۹ء میں میں سفر حج پر چلا گیا۔ اور ... سے ۱۰ جون کو واپس اپنے ہاں پہنچا۔ اب جو اخبارات میں یہ قصہ چھڑا اور مجھ سے نہ صرف بیان کا مطالبہ کیا گیا بلکہ ایک دوست نے یہ بھی لکھا کہ اس روپئے کو کیوں کسی کام میں نہیں لاتے تو میں نے قریشی صاحب کو لکھا ہے کہ پاس بک اور دیگر کاغذات متعلقہ بھی بھیج دیں۔ تاکہ انہیں مطالعہ کر ... [illegible]

اخلاق قادیان

اخبار "الفضل" قادیان ۲ ستمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۶ پر مجھ جیسے خاکسار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ میں بہائیت سے متاثر ہوا ہوں۔ اور میں نے ٹریکٹ "در قادیانی بابی" کے نام میں یہ لکھا ہے کہ "بہاء اللہ کا دعویٰ نبوت کا تھا" حالانکہ وہ نبوت کا مدعی نہیں تھا۔ بلکہ خدائی کا تھا۔ اور یہ کہ بہاء اللہ کو مقابلہ پر پیش کرنا شرارت اور فتنہ سازی ہے۔ اس پر میں ... کے سامنے مختصراً چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) بہائیت سے متاثر ہونا تو میں نے غیر سمجھا۔ اگر دوسرے مذاہب سے واقفیت پیدا کرنا اور جو خوبی معلوم ہو اس کا اعتراف کرنا ناجائز ہے تو میں معذور ہوں۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں اور اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ غیر مذاہب کی تردید ہی کی جائے اور سچی باتوں کی تصدیق نہ ہو۔ اس طرح تو میں بہائیت کیا ویدک دھرم عیسائیت سے بھی متاثر ہوں۔ اور یہی انصاف اسلام ہے۔ ابتدا میں یہی تعلیم حضرت میرزا صاحب اور قادیان کی تھی۔ ملاحظہ ہو تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ جنوری ۱۹۱۶ء

(۲) یہ بات کہ میں نے ٹریکٹ میں لکھا ہے کہ "بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے" محض "شریفانہ" غلط بیانی ہے۔ اس میں ہرگز یہ فقرہ لفظاً یا معنًا موجود نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف یہ مضمون ہے کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ مامور من اللہ و مبعوث من عند اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے ہمیشہ سے باصرار کہا اور لکھا ہے کہ بہائیت میں نبوت کی اصطلاح نہیں مگر مفہوم ہے۔ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ پس اخبار کا فرضی فقرہ بنا کر میری طرف منسوب کرنا انتہا درجہ کا ظلم ہے۔

(۳) اگر حضرت میرزا صاحب مجدد ہیں۔ تو بہاء اللہ یا کوئی اور مقابلہ میں نہیں آسکتا۔ لیکن اگر آپ کو نبی بنایا جائے تو علامات خاصہ میں بہاء اللہ سے مقابلہ ضروری ہے۔ پس بخدا میری کوئی بھی شرارت یا فتنہ سازی نہیں۔ شرارت تو ان کی ہے جنہوں نے غیر نبی کو نبی بنا کر اسلامی بنیاد کو متزلزل کیا۔ مولا کریم اہل قادیان کو توہمات سے نجات دیکر ہدایت فرما دے۔ خاکسار

محمد عبداللہ وکیل سری نگر کشمیر ۱۰ ستمبر ۱۹۲۹ء

محفوظ سرمایہ تنظیم اور اسکی تحویل

میں دیکھتا ہوں کہ اخباروں میں محفوظ سرمایہ تنظیم کے بارے میں بعض بیانات شائع ہو رہے ہیں۔ ان بیانات میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ روپیہ میری اور حاجی سر رحیم بخش صاحب بالقابہ اور مولانا عبداللہ صاحب ملک بی اے قصوری کی تحویل میں ہے۔ مجھ سے بعض ذمہ دار احباب نے مطالبہ کیا ہے کہ میں اس بارہ میں اپنا بیان شائع کروں۔ چنانچہ میں واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔ ماہ مارچ ۱۹۲۸ء کے آخر میں جونڈہ ضلع سیالکوٹ میں وہاں کی انجمن تبلیغ الاسلام کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جمعیۃ تنظیم اور اخبار تنظیم سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ انہوں نے اس وقت محفوظ سرمایہ تنظیم کے بارہ میں اپنے بعض ارادے ظاہر کئے جن کی تفصیل اس وقت مجھے یاد نہیں۔ اس کے بعد ان کا ایک مفصل خط بلا تاریخ آیا اور اس کے ساتھ ایک نوٹس کی نقل تھی جو انہوں نے مسلم بنک امرتسر اور سنٹرل کو آپریٹو بنک امرتسر کو دیا ہوگا۔ اور ایک مطبوعہ اعلان کی نقل تھی جس کا عنوان "اخبار تنظیم سے قریشی صاحب کی علیحدگی" تھا۔ ان تینوں دستاویزات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے محفوظ سرمایہ تنظیم کا روپیہ بنک میں میرے اور حاجی سر رحیم بخش صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب کے نام پر منتقل کرا دیا ہے۔ اور اس روپے کے مستقبل کے بارہ میں ان کی ایک سکیم ہے۔ میں اس زمانہ میں ریاست مالیر کوٹلہ میں ایک نہایت طویل اور پیچیدہ مقدمہ سازش کی پیروی کر رہا تھا۔ اور ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء تک اسی کام میں مشغول رہا۔ اس لئے نہ قریشی صاحب سے تبادلہ خیالات کر سکا۔ اور نہ کوئی عملی قدم اٹھا سکا۔ ماہ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۲۸ء میں کسی وقت میرے پاس ایک مطبوعہ رپورٹ آئی جو بعض ارکان تنظیم کمیٹی امرتسر کی جانب سے تھی اس سے معلوم ہوا کہ قریشی صاحب کے عمل پر بہت سے اعتراضات کئے جا رہے ہیں اس ... [illegible]

خبریں

— شملہ ۱۶ ستمبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ درانیوں کے لشکر نے قندہار پر جنگ و جدال کے بغیر قبضہ کر لیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ درانی جنرل نادر خاں کے حامی ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ یہی ایک وہ درانیوں کو جنھوں نے سب سے پہلے جہاد حریت کا علم بلند کیا تھا۔ سپین بلدک کے قلعہ سے سامان حرب کا بہت بڑا ذخیرہ مل گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سپین بلدک کے قلعہ اور وہیں کے قلعہ پر شاہ امان اللہ خاں کا علم نصب کر کے لہرا دیا گیا۔ اندریں اثنا ترکی غلزائیوں کے لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بچہ سقہ کی حمایت میں لڑنے کے لئے چلے ہوئے ہیں۔

— آج پشاور میں مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل عبارت کے خوبصورت جلی حروف سے لکھے ہوئے اشتہارات چسپاں دیکھے گئے۔ ہر اشتہار پر اشتہار دہندہ کا عکسی فوٹو بھی چسپاں تھا فوٹو میں ایک نوجوان شخص ہاتھ میں رائفل لئے کھڑا ہے۔ علاقہ آزاد کے قبائل کی رسم کے مطابق اس نوجوان نے بازو پر بھی کارتوس باندھ رکھے ہیں۔ اور فوٹو کے نیچے ہاتھ سے "ذوالفقار خاں" صدر انڈیا بانسنٹ پارٹی لکھا ہے۔ اشتہار کی نقل حسب ذیل ہے۔

آل انڈیا بانسنٹ پارٹی پشاور

مغلوب الغضب اور ظالم بچہ سقہ کے ہولناک مظالم نے قوم پرست اور تعلیم یافتہ افغان نوجوانوں کے خرمن صبر پر بجلی گرائی ہے۔ اور اب نوجوانوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جس طرح بنے بچہ سقہ کے ناپاک وجود سے افغانستان کو پاک کیا جائے۔ چونکہ پارٹی کو ایک دلیر اور نشانہ باز کی ضرورت تھی سو مجھ پر اس کی نظر پڑی اور مجھے صدر منتخب کر لیا گیا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ بچہ سقہ میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوگا۔

(ذوالفقار خاں صدر بانسنٹ پارٹی پشاور)

— کلکتہ ۱۴ ستمبر۔ مسٹر جے۔ ایم سین گپتا کو مسٹر سرل کا دوت کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ منڈالے جیل میں سنیہ گرہ کی تحریک کے رہنما مسٹر ستیندرا ناتھ سین کی حالت نازک ہے۔

— رنگون ۱۴ ستمبر۔ ٹونگو کے ڈپٹی کمشنر کی اطلاع مظہر ہے کہ چہار شنبہ کی صبح سے دریائے ستنگ میں یکایک طغیانی آجانے سے متعدد دیہات غرق ہو گئے ہیں۔

— نانکن ۱۴ ستمبر۔ چین نے سوویٹ کی یادداشت کے جواب میں لکھا ہے کہ سرحد منچوریا پر جو حوادث رونما ہوئے ہیں ان کی ذمہ دار سوویٹ ہے۔ چین میں سوویٹ کی رعایا امن و حفاظت میں ہے۔ لیکن روس میں قوم پرست چینی گرفتار کئے جا رہے ہیں اور ان سے برا سلوک کیا جاتا ہے۔

— لندن ۱۳ ستمبر۔ برطانیہ کے اکثر نمائندوں نے ٹائمز کو ایک مکتوب روانہ کیا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ برطانی مدبرین کو شاہ دابل کے منظور کرانے میں اپنا سارا زور صرف کر دینا چاہئے۔

— رگبی ۱۴ ستمبر۔ حکومت برطانیہ نے حکومت سوویٹ کو ایک یادداشت بھیجی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ہم کسی ایسی تاریخ کو جو طرفین کے لئے سہولت کا باعث ہو گفت و شنید کرنے کے لئے تیار رہیں۔

حکومت سوویٹ نے برطانیہ کی درخواست منظور کر لی ہے اور اپنا ایک نمائندہ لندن بھیج رہی ہے۔

اطلاع

قبل ازیں اطلاع دی جا چکی ہے اور بذریعہ خطوط بھی یاد دہانی کرا دی گئی تھی جن احباب کی طرف سے ابھی تک اخبار کا چندہ موصول نہیں ہوا۔ انہیں وی پی روانہ کئے جا رہے ہیں۔ خریداری نمبر یہ ہیں:۔

۸ ع، ۵۹ ع، ۵۶ ع، ۲۴۲ ع، ۳۰۴ ع، ۲۵۰ ع، ۲۴۶ ع، ۴۳۰ ع، ۵۰۳ ع، ۱۶۳ ع، ۶۷۷ ع، ۴۲۲ ع، ۴۳۰ ع، ۵۰۳ ع، ۳۰۵ ع، ۳۸۹ ع، ۹۶۷ ع، ۹۶۳ ع، ۹۶۷ ع، ۷۷۰ ع، ۱۲۶۷ ع، ۱۲۹۲ ع، ۱۲۹۰ ع، ۱۳۶۷ ع، ۱۳۶۳ ع، ۱۳۶۸ ع، ۱۴۰۳ ع، ۱۳۷۷ ع، ۱۴۰۴ ع، ۱۴۷۵ ع، ۱۴۸۳ ع، ۱۴۸۱ ع، ۱۴۷۹ ع، ۱۴۹۰ ع، ۱۴۸۸ ع، ۱۴۸۴ ع، ۱۶۰۷ ع، ۱۴۹۱ ع۔ امید ہے کہ ناظرین وی پی وصول فرما کر مشکور و ممنون ... [illegible]

شاردا ایکٹ کے متعلق مسلمانوں کا خاص وفد

ہز ایکسیلینسی وائسرائے کا جواب

دہلی ۹ نومبر۔ ہندوستان کے مختلف حصص کے ۲۵ سرکردہ مسلمانوں کا ایک وفد مولانا محمد علی کی قیادت میں وائسرائے ہند کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تیس صفحوں کی یادداشت پیش کی گئی جس میں اس بات کا پر زور مطالبہ کیا گیا۔ کہ مسلمانوں کو شاردا ایکٹ کے نفاذ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ وائسرائے نے جواب دیا۔ کہ خالص مذہبی اور روحانی نوعیت کے معاملات میں اگر کسی قوم کی غالب اکثریت منظور نہ کرے۔ تو معاشرتی قانون بنانے والی کوئی جماعت قدرتی طور پر مداخلت کرنا سخت ناپسند کرے گی لیکن معاشرت اور مذہب کے درمیان حد فاصل ہے۔ اس قسم کے معاملات میں موجودہ حکومت کے لئے ناممکن ہے کہ دلچسپی نہ لے۔ کیونکہ اس کا اثر صاف طور پر معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے۔ اور حکومت کا اس سے بے حد تعلق ہے۔ اس معاملہ میں مجلس قانون ساز کو اپنے معاشرتی فرائض انجام دینے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے اس کی ذمہ داری میں داخل رہنے چاہئیں۔

جن معاملات میں معاشرتی مجلس اور مذہبی جماعت کے حدود مشترک ہیں۔ اس قسم کی مشکلات پیدا نہیں ہوتیں۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہوتے ہیں لیکن آپ (اہل وفد) یا میں (وائسرائے) بحیثیت معاشرتی مجلس ایک شہری ہونے کے۔ اپنے فرائض کو نظر انداز نہیں کر سکتے جس میں ایک ہی مذہب کے پیرو کار شامل نہیں ہیں۔ لارڈ گوشن نے اس قانون کے متعلق جو کارروائی کی مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں صغر سنی کی شادیاں مفقود ہیں۔ اور یہی وہ قوم تھی جسے بحیثیت قوم اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مصر اور ممکن ہے کہ دوسرے اسلامی ممالک میں سول لیجسلیچروں نے شادیوں کے قوانین نافذ کئے ہیں۔

میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ وفد کی اصلی غرض نفس شادی کی مذہبی حیثیت کے وسیع اصول کو قائم کرانا ہے۔ اور اس بات کا یقین حاصل کرنا ہے۔ کہ مذہبی آزادیاں اور وہ امور جوان کے شخصی قوانین میں داخل ہیں۔ ان میں ان کی مرضی کے خلاف مداخلت نہ کی جائے۔ وائسرائے نے اہل وفد کو یقین دلایا۔ کہ میں آپ کے جذبات کا احترام کروں گا اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ آیا مجلس قانون ساز کے مسودات کو منظور کیا جائے۔ یا نہ نیز جب کہ ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ میں اسے اپنا فرض سمجھوں گا۔ کہ ان لوگوں کو جو اسوقت اور زمانہ مستقبل میں اس سے تعلق رکھیں۔ آگاہ کر دوں کہ آپ لوگوں کے خیال کے مطابق اسکی حدود قائم کریں۔

عمر نکاح کا بل

جناب ابوالوفا مولانا ثناء اللہ صاحب محدث امرتسری اپنے اخبار اہلحدیث میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اہلحدیث مورخہ ۔ ستمبر میں ہم اس بل کا ذکر کر چکے ہیں جو اپنی آخری منزل میں پہونچکر اسمبلی میں پاس ہوگیا۔

اس قانون کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کی عمر شادی کے وقت چودہ سال اور لڑکے کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہونی چاہئے

اس بل کی مخالفت ہندو مسلمان دونوں کی طرف سے ہوئی تاہم ہندو مسلمانوں کی بڑی کثرت رائے سے پاس ہوگیا۔ مسلمانوں میں اس کا جوش مخالفت ہندوؤں سے زیادہ اور ہندوؤں میں مسلمانوں سے زیادہ تھا۔ چنانچہ ہندو قوم کے بہت بڑے لیڈر پنڈت مدن موہن مالوی اور ڈاکٹر مونجے نے اس کی تائید میں رائے نہیں دی۔ اس لئے کہ ہندو دھرم شاستر میں لڑکی کی عمر بوقت شادی آٹھ سالہ لکھی ہے۔ پنڈت مالوی جی دھرم شاستر سے تھوڑا سا ہٹتے تھے یعنی ان کی ترمیم تھی کہ ۱۲ سال رکھی جائے مگر یہ ترمیم منظور نہ ہوئی۔ بعض مسلمان ممبروں نے ترمیم پیش کی کہ اس قانون کا نفاذ مسلمانوں پر نہ ہو یہ بھی منظور نہ ہوئی۔ غرض یہ قانون پاس ہوگیا۔

اصل میں اس قانون کی ضرورت ہندو قوم کو مس میو نے کرائی ہے۔ جس نے اپنی کتاب "مدر انڈیا" میں ہندوؤں میں صغر سنی کی شادی پر بہت کچھ اظہار افسوس کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام اور مذہب و دھرم میں نابالغہ لڑکی کا نکاح ... [illegible]

نے اس قانون کو دین و دھرم میں مداخلت تصور کرکے اس کی مخالفت کی۔ مسلمانوں کی مستند جماعتوں اور مستند مصنفین نے اسی بنا پر اس بل کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور اٹھا رہے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ صغر سنی کی شادی جو ایک جواز کا درجہ رکھتی ہے اس میں خرابیاں کتنی پیدا ہوتی ہیں۔ ہم اپنی بصیرت پر جو فتویٰ نویسی کی حیثیت سے ہم کو حاصل ہے کہہ سکتے ہیں کہ صغر سنی میں نکاح شدہ مسلمان لڑکیاں نصف سے زیادہ غیر آباد اور مبتلائے مصائب رہتی ہیں۔ اکثر خاوند نالائق مغرور، مفقود، ناکارہ، بد افعالی میں قید، قمار بازی میں مشغول، جوان ہوتے ہی بیوی لانے سے پہلے ہی آتشک کا شکار وغیرہ۔ اس پر مستزاد یہ کہ اگر ان صورتوں میں لڑکی کو خیار فسخ کا فتویٰ دیا جاوے تو حنفی فقہ اس سے مانع۔ جس کا حکم ہے کہ باپ دادا کے کرائے ہوئے نکاح لڑکی کو خیار فسخ حاصل نہیں۔ گم ہو تو نوے سال کے انتظار کا ارشاد۔ فلاکش محض اور مفلس نادار ہو تو پڑا ہو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں۔ بتلائیے! ان صورتوں میں کوئی علاج بجز اس پابندی کے کچھ ہے؟

شاید کہا جائے کہ ۱۴ سال کی عمر میں شادی شدہ کے ساتھ بھی یہ واقعات پیش آتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہاں! آسکتے ہیں مگر ۴۔۵ سال سے ۱۴ سال تک آنے والے مصائب تو رک گئے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی مثال ملتی ہے کہ زمانہ خلافت راشدہ میں کسی جائز کام کو بوجہ پیدا ہونے خرابی کے روک دیا ہو۔ مسئلہ طلاق جس حکمت پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ایک یا دو دفعہ تک بھی خاوند بیوی میں مصالحت ہوجائے تو موقع دیا جائے اس لئے طلاق متفرق اوقات میں دینے کا حکم ہے۔ زمانہ رسالت میں کوئی شخص ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیتا تو فعل ناپسند ہونے کی وجہ سے ایک ہی رجعی طلاق رہتی۔ جس میں خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہوتا۔ مگر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں نے کثرت سے تین طلاقیں ایک ہی دفعہ دینی شروع کر دیں تو خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس امر میں جلدی سے کام لیا ہے۔ آئندہ جو ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے گا اسکی تین ہی سمجھی جائیں گی۔

یہ حکم سیاسی تھا۔ مذہبی نہ تھا۔ یعنی خلیفہ کی خلافت کے حکم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے خلیفہ کے بعد اس کے بحال رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہوا۔ گروہ کثیر اسکو اب تک بحال رکھتا ہے اور محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے اس امر کی کہ کسی ایسے کام میں جو ابتداءً معمولی جواز کی صورت میں ہو مگر بوجہ پیدا ہونے خرابیوں کے اس پر حکومت کی طرف سے پابندی لگا دینا جائز ہے۔ پس ان وجوہ سے ہماری رائے میں یہ قانون مسلمانوں کو مضر نہیں۔ بلکہ بعض حالتوں میں بے زبان لڑکیوں کے حق میں مفید ہے۔ اللّٰہ اَعلَم۔

بقیہ صفحہ اول

انتظامی مادہ پایا جاتا ہے۔ میرے خیال میں ان کا مستقبل بہت درخشاں نظر آتا ہے۔ انہیں اسلام سے دلی ارادت ہے۔ سپاہیانہ اوصاف اور قوت عمل کے اعتبار سے ان کی قومی سیرت ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک نامہ نگار شمالی افریقہ میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے طریق حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ کس طرح اسلامی اتحاد کی عالمگیر لہر شمالی افریقہ کے ریتلے میدانوں سرسبز جنگلوں اور سورج کی گرمی سے جھلسے ہوئے علاقوں اور دلدلی خطوں میں بتدریج پھیل رہی ہے۔

یورپ کی حکمت عملی

اس میں شک نہیں کہ یورپ کے سیاسی مدبروں کو افریقہ کے باشندوں کی فلاح و بہبود کا بہت خیال ہے لیکن عملی پہلو سے یورپ کی حکمت عملی سیاسی یا اقتصادی مصالح پر مبنی ہے۔ اقتصادی پہلو سے یہ سوال آئے دن اٹھے گا کہ افریقہ کی کام کی پیداوار کی برآمد اور یورپین مصنوعات کی درآمد کے درمیان وہ کونسی حد فاصل ہونی چاہئے جس سے ایک طرف تو یورپین حکومت کی تجارتی ضروریات پوری ہوسکیں اور دوسری طرف افریقہ کے باشندوں کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ یہ صحیح ہے کہ افریقہ کی خام پیداوار کا دروازہ دنیا کے لئے کھول دینا چاہئے تاکہ اس سے صنعت و حرفت کو فروغ دیا جاوے۔ دنیا سے افریقہ کی کامل علیحدگی اور بے تعلقی خود افریقہ کے لئے مفید نہیں ہے۔ لیکن اس خیال کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا چاہئے کہ افریقہ یورپین سرمایہ داروں کی ایک وسیع جائداد ہے۔ افریقہ کی مختلف اقوام کی بہتری اور ان کی قومی ذہنیت کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

افریقہ کے مختلف اسلامی ممالک

حقیقی معنوں میں ایک دوسرے سے علیحدہ تھے نہ رابطہ اتحاد یا تبادلہ خیالات کی کوئی صورت موجود نہ تھی اور اگر ان میں کوئی چیز مشترک پائی جاتی تھی تو وہ اسلام ہے جو اس کے باشندوں کی بہت بڑی اکثریت کا مذہب ہے۔ مشرق مشرق تھا اور مغرب مغرب۔ جنوب جنوب تھا اور مصر جو دنیا کا ایک نہایت اہم ملک ہے۔ لیکن جہاں تک کہ براعظم افریقہ بقیہ ممالک کا تعلق ہے مصر کا خود کوئی اقتدار نہ تھا۔ بلکہ یہ یورپین حکومتوں کی حرص و آز کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ مراکش سیاسی دنیا سے الگ تھلگ تھا۔ دنیا نے اسکو بھلا رکھا تھا۔

اتحاد اسلام جدید احساس

گر جنگ کے واقعات کے بعد صورت حالات بدل گئی ہے۔ شمالی افریقہ کے تمام حصوں میں اسلامی اتحاد کا ایک جدید احساس پیدا ہوگیا ہے ایشیا میں شاید اسلام کا اثر کم ہوگیا ہو لیکن شمالی افریقہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسلام کی روایات اس شدت کے ساتھ تازہ ہو رہی ہیں کہ اس کی نظیر نہیں پائی جاتی یہ اسی اتحاد اسلام کی برکت ہے کہ ایک جوان نوید و خیر امن اور سلامتی کے ساتھ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کر سکتا ہے۔ مصر اور شمالی افریقہ کے مشرقی جانب کے مسلمان اپنے اس کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو انہیں صدیوں سے سوڈان میں حاصل تھا۔ باوجودیکہ مصر اور شمالی افریقہ میں سانولے رنگ کی اقوام حبشیوں کو از راہ حقارت غلام کہتی ہیں لیکن پھر بھی دونوں کے خیالات میں ایک خاص تعلق اور وابستگی پائی جاتی ہے اور وہ یورپ کے مقابلہ میں "افریقی" سمجھے جاتے ہیں۔

آزادی کی ساعت کا انتظار

سوڈان اور بحیرہ روم کے باشندوں کے رنگ میں جو نمایاں خصوصیت پائی جاتی ہے وہ ایک تدریجی نوعیت کی ہے۔ عہد قدیم سے شمالی افریقہ کے لوگ صحرا کے باشندوں سے اور صحرا کے باشندے سوڈانیوں سے وابستہ رہے ہیں۔ اسلامی اخوت نے ان کے باہمی تعلق کو اور زیادہ مربوط کر دیا ہے۔ یہ اخوت صحرائی اور نیم صحرائی اقوام کو فطرتاً زیادہ مرغوب ہے۔ افریقہ کے مسلمان اسلامی ممالک پر عیسائی حکومتوں کے قبضہ کو ایک تقدیری معاملہ سمجھتے ہیں اور خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائی حکومت سے افریقہ کے تجارت پیشہ لوگوں کے مالی فوائد وابستہ ہیں۔ اور یہ جبر و ظلم سے مبرا ہے۔ تاہم افریقی مسلمان اس قبضہ کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ قبضہ اسوقت تک قائم رہے گا جبتک کہ خداوند کریم کو منظور ہے لیکن کسی نہ کسی دن قبضہ کا قضیہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ یہ خیال شمالی افریقہ کے تمام علاقوں میں پھیلا ہوا ہے۔ انگلو ایجپشن سوڈان سے مراکو تک اور کانو سے بنغازی تک تمام مسلمان اس خیال پر قائم ہیں۔ مسلمان آزادی کی ساعت کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس آزادی کے لئے جابرانہ وسائل عمل میں لائے جائیں بلکہ اس کے حصول میں خدا کا ہاتھ ہوگا۔ (دی سٹار)

حکومت مدراس کا ایک عادلانہ حکم

پنجاب میں گو ہندوؤں کی آبادی کم ہے۔ لیکن جس سرکاری ادارہ میں نگاہ اٹھا کر دیکھیں بالعموم دروازہ کے دربان سے لیکر صدر دفتر تک غیر مسلم ہی دکھائی دیں گے۔ ڈھونڈے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملیگا۔ اور اگر کوئی مسلمان ملازم ملا تو نہایت پست حالت میں۔ بعینہ یہی حالت صوبہ مدراس میں براہمنوں اور غیر براہمنوں کی ہے۔ ایڑی سے چوٹی تک تمام عہدے براہمنوں ہی سے پُر ہیں حالانکہ وہاں غیر براہمن ہندو مسلمان۔ عیسائی اور دیگر نیچ ذات کے ہندو بھی آباد ہیں۔ مگر جس طرح پنجاب میں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہاں بھی سررشتہ کا براہمن افسر کسی غیر قوم کے آدمی کو اپنے ہاں ملازم رکھنا نہیں چاہتا اور نہ رکھتا ہے۔

برہمنوں کے اس اجارہ کو توڑنے اور دیگر اقوام سے جو بے انصافی ہو رہی ہے اس کو دور کرنے کے لئے مدراس گورنمنٹ نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ آئندہ گورنمنٹ کے ہر خالی شدہ بارہ عہدوں میں سے باقی دس عہدے غیر براہمن ہندوؤں مسلمانوں۔ عیسائیوں اور نیچ ذات کے لوگوں کو دئے جایا کریں۔

حکومت مدراس کی اس نظیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب کو بھی ایسا ہی انتظام کرنا چاہئے کہ آئندہ خالی شدہ عہدوں ... [illegible]

(بقیہ صفحہ ۲)

مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام

صرف مسئلہ خلافت ہی میں نہیں باقی تمام مسائل میں بھی جو آج سلسلہ احمدیہ میں زیر نزاع ہیں باباصاحب مرحوم کے دینی معتقدات تھے جو حضرت مسیح موعود کے تھے۔ آپ نے کبھی حضرت مسیح موعود کو ایسا نبی قرار نہیں دیا کہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہو۔ آپ کے دستخط اس حلفی شہادت پر بھی موجود ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود کے پرانے مریدین نے مسئلہ نبوت مسیح موعود اور تبدیلی دعویٰ کی تردید میں دی تھی۔ یہ شہادت حضرت امیر کے ٹریکٹ "مسیح موعود اور ختم نبوت" میں بھی چھپی ہوئی موجود ہے۔ اور اس کے نیچے منجملہ اور اصحاب کے باباصاحب کے بھی دستخط ہیں۔ معلوم نہیں ان صریح واقعات کے ہوتے ہوئے میاں قدرت اللہ صاحب نے اپنے مرحوم والد کے اعتقاد و ایمان کے متعلق ایسی غلط بیانی کیوں کی؟ کیا جھوٹ بولنا ان لوگوں کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے؟ کیا دوسروں کے متعلق غلط بیانی کرنا ان کے نزدیک موجب ثواب ہے؟ جن لوگوں کی علمی حالت اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ علانیہ اخباروں کے اندر جھوٹ بولنے اور افترا پردازی کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ان پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

باباصاحب کی شاعری اور عام شہرت

خطہ پنجاب میں وارث شاہ کے بعد بابا ہدایت اللہ صاحب کا نام پنجابی زبان کا شاعر ہونے کی وجہ سے بہت ہی مشہور ہے۔ عموماً پنجاب کے اکثر دیہات اور شہروں میں آپ کی سی حرفیاں خاص شوق کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن وارث شاہ اور باباصاحب کی شاعری میں ایک نمایاں فرق ہے۔ وارث شاہ نے ہیر رانجھا کی صورت میں ایک ناولانہ طرز اختیار کی ہے جو عامیانہ مذاق کے لوگوں میں زیادہ مقبول ہے۔ لیکن باباصاحب نے انسانی زندگی اور موت و حیات کے مختلف مناظر کا نقشہ نہایت دلسوز اور موثر پیرائے میں کھینچا ہے۔ جو انسانی طبیعت پر براہ راست اثر ڈالتا اور نیکی کی طرف اسے مائل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر میں آپ کی ایک سی حرفی میں سے وہ چند اشعار نقل کرتا ہوں جن میں آپ نے امر بالمعروف کرتے ہوئے موت اور اس کے بعد کی حالت کو بیان کیا ہے۔

د دور غرور کر مغرو رچوں دنیا خواب جانی متوالیا او

لقمے چرب کھوائیکے نفس تائیں ویری بغل اندر تدہ پالیا او

اوکھا ہو سیں وقت حساب دے آون فرشتیاں جدوں نکالیا او

کی دیں جواب ہدایت اللہ تینوں تدہ توں جدوں منہ کالیا او

ذ ذرہ نہ ہوش حواس رہسی ملک الموت جھگڑے ویلے آ دسیا

بھل جان چالاکیاں سب تینوں ہیبت ناک جاں شکل دکھا دسیا

تلخی اوس ویلے تینوں سخت ہوسی نیر اکھیاں تھیں چل جاوسیا

اوکھا وقت ہدایت اللہ جدوں تینتھیں روح چھڈا دسیا

س سبھ سیال تے خویش تیرے کھڑے رون تینوں تیری یار جانی

آکھن گھوک ستوں اج سجھا نوے ملک الموت مارے تینوں تاڑکانی

سجے پٹنے محل تے خوابگاہاں کون بھیڑ گا تیرے وچ کار جانی

کر چلیوں کوچ ہدایت اللہ کہی موت گئی مار ناگہانی

ش شور گتے ماں باپ تیرا ایے رون کرلان گے سیرا او

غسل دے کے کفن پہنا منگے منجا چک لیجان گے تیرا او

تیرا پڑھن جنازہ مڑ دفن کرکے تینوں بلنگے ڈھیرا دہیرا او

تینوں کلیاں چھوڑ ہدایت اللہ کدے وت نہ پانگے پھیرا او

ان موثر اشعار میں جس دلدوز طریق سے باباصاحب نے موت اور اس کے بعد کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ رلا دینے والا ہے اور میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص باباصاحب کے پاس ان اشعار کو پڑھتا تو تمام سننے والے اور باباصاحب خود رو پڑتے۔ آپ کی طبیعت بہت ہی رقیق واقع ہوئی تھی۔ اور عموماً آپ یاد الٰہی میں منہمک رہتے تھے۔ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور آپ سے بہت سی نیکی کی باتیں اور عمدہ نصائح سن کر جاتے تھے۔ دینی مسائل سے آپ خوب واقف تھے اور گلستان بوستان اور بعض دیگر شعرائے فارسی کے کلام اور محاورات پر آپ کو کامل عبور تھا۔ اور اکثر آپ کا کلام ان محاورات سے مزین ہوتا تھا۔ اپنے محلہ میں بلکہ تمام شہر میں آپ کو بہت بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور تمام محلہ کے چھوٹوں بڑوں پر آپ کا اثر تھا۔

وفات

ایک سو چار برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ افسوس ہے کہ آپ کے لڑکوں نے جماعت احمدیہ لاہور کو آپ کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقعہ نہ دیا۔ باوجود اس کے کہ راقم الحروف سے میاں قدرت اللہ صاحب نے وعدہ کیا کہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جنازہ اٹھائیں گے اور ہم ان سے کہہ کر آیا کہ ہم حضرت امیر اور [illegible]

خبریں

— اخبار "سٹیٹسمین" کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ کابل میں آج کل مارشل لاء ہے اور موجودہ حکومت داگر اسے حکومت کا نام دیا جا سکتا ہے تو واقعی دنیا کی عجیب ترین حکومت ہے۔ شہر کابل میں پولیس کا ایک سپاہی بھی موجود نہیں۔ دن دہاڑے جرائم ہو رہے ہیں۔ اور مجرموں سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔

— سمت مشرقی کے ایک بااثر مہمندی ملک حسن خاں نے جو جرگہ میں شامل ہونے کے لئے گیا ہوا تھا۔ واپس آکر شاہ امان اللہ کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ اب سمت مشرقی کے علاقہ میں خطبہ شاہ امان اللہ کے نام کا پڑھا جاتا ہے۔

— بعض اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ بچہ سقہ حکمرانی سے بیزار ہے۔

— پشاور ۱۳ مارچ۔ ایک غیر مصدقہ خبر موصول ہوئی ہے کہ ترکستان کے ایک سرغنہ ڈاکو غلام رسول خاں نے اپنے ساتھیوں کی ایک بھاری تعداد کو ساتھ لے کر جبل السراج کے مشہور قلعہ پر جو کابل سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے قبضہ کر لیا ہے۔ اس جگہ ایک عظیم الشان کارخانہ برق ہے جو کابل کو بجلی مہیا کرتا ہے۔ بچہ سقہ نے اس قلعہ میں خزانہ اور سامان حرب جمع کر رکھا تھا۔

— پشاور ۱۳ مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سردار علی احمد جان نے مہمندوں میں واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ کا ارادہ ہے کہ وہاں جا کر پھر فوج جمع کریں۔ اور جب قندہار کی طرف سے شاہ امان اللہ خاں کابل پر حملہ آور ہوں تو آپ جلال آباد کی طرف سے بچہ سقہ پر چڑھائی کر دیں۔

— شاہ امان اللہ خاں کے معاونوں میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے، دیگر علاقوں کے علاوہ افغانی ترکستان سے کافی مالی اور فوجی امداد ان کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔

— پشاور ۱۴ مارچ۔ غزنی کے تازہ وارد مسافروں کا بیان ہے کہ شاہ امان اللہ خاں قلعہ کرہ میں پہنچ گئے ہیں۔ جو غزنی کے راستہ میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ ہے۔

— وادی کرم کے راستے جو مسافر آئے ہیں ان کا بیان ہے کہ لوگ قیام امن کے لئے دل سے خواہاں ہیں۔ اور شاہ امان اللہ کی واپسی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

— پشاور ۱۲ مارچ۔ افغان وکیل التجارہ پشاور کو شاہ امان اللہ خاں کے وزیر خارجہ کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے جس میں وکیل التجارہ کی سرگرمیوں اور وفاداری پر اظہار خوشنودی کیا گیا ہے۔

— پشاور ۱۲ مارچ۔ افغان وکیل التجارہ پشاور اس خبر کی تردید کرتے ہیں۔ جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وکیل موصوف نے شاہ امان اللہ خاں کو بھی روپیہ روانہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ سرکاری خزانہ تو در کنار میں نے تو اپنی زندگی کے تمام ذاتی ذرائع بھی شاہ امان اللہ پر نثار کر رکھے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ غلط فہمی جنرل نادر خاں نے پھیلائی ہے۔

— پشاور ۱۲ مارچ سردار ہاشم خاں برادر جنرل نادر خاں کے متعلق مختلف خبریں آ رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے شاہ امان اللہ خاں کے مشہور مخالف ملا چکنور کو رام کر کے اپنا ہم خیال اور طرفدار بنا لیا ہے۔

— چند روز ہوئے یہ افواہ مشہور ہوئی تھی کہ جنرل نادر خاں خوست کے علاقہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اب مصدقہ ذرائع سے اس کی تردید ہو گئی ہے۔

— جدید دہلی ۱۲ مارچ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ خوست (سمت جنوبی) کے صدر مقام میں قبائل نے جرنیل نادر خاں کا شاندار خیر مقدم کیا ہے۔ ایک لشکر نوجی جو کہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا آپ کے کہنے سے وہ لشکر منتشر ہو گیا ہے۔

— پشاور ۱۵ مارچ۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ کی طرفدار اقوام اور بچہ سقہ کے لشکر میں تین چار روز سے لڑائی جاری ہے اور بہت سے زخمی مقام میدان سے موٹر لاریوں میں کابل لائے گئے ہیں۔

— پشاور چار مارچ۔ افواہ ہے کہ افضل خاں شنواری لیڈر کو اس کی قوم کے لوگوں نے نشانہ بندوق بنا کر ہلاک کر دیا ہے۔

— پشاور ۱۵ مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہمند قوم کے پاس قندھار سے جو اطلاع آئی ہے اس کے مطابق تین ہوائی جہاز جلال آباد [illegible]

کے مضافات میں مقام کاماکے نزدیک اس جدید تیار کی ہوئی زمین پر اتر گئے جو مہمندوں نے اس غرض کے لئے حال ہی میں بنائی ہے۔ تمام مہمند ان طیاروں کی آمد کے بڑی خوشی سے منتظر ہیں۔

— پشاور ۱۵ مارچ۔ سردار جہانگیر خاں جلال آباد میں برطانوی قونصل کے منصب پر مامور تھے۔ ان کی پاراچنار کے راستہ سے کل پشاور پہنچنے کی توقع کی جاتی ہے۔

— معلوم ہوا ہے کہ پاراچنار کے افغان ٹریڈ ایجنٹ نے بھی پشاور کے ٹریڈ ایجنٹ کی پیروی کر کے اس رقم خزانہ کو جو اس کے پاس جمع ہے کابل یا قندھار کی حکومتوں کو دینے سے انکار کر دیا ہے۔

— سردار علی احمد جان کے بڑے صاحبزادے سردار غلام احمد جان آج فرنٹیر میل کے ذریعہ قندھار روانہ ہو گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شاہ امان اللہ سے ہدایات لینے جا رہے ہیں۔

— پشاور ۱۵ مارچ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جنوبی اور مشرقی افغانستان میں قبیلے جنرل نادر خاں کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ جنرل نادر خاں نے اعلان کر دیا ہے کہ افغانستان کا بادشاہ بے شک امان اللہ خاں ہی ہو لیکن وہ آئینی طریق پر منتخب ہونا چاہیے۔

— آج کل مولانا محمد علی ایڈیٹر "ہمدرد" اور گاندھی جی برما کے دورہ میں مصروف ہیں۔ ان دونوں کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔

— رنگون ۱۴ مارچ۔ آج شام کو رام کرشن پرم صاحب کے یوم ولادت کے موقع پر گاندھی جی کے علاوہ مولانا محمد علی کی خدمت میں بھی سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ مولانا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:-

"کہ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے یہ گاندھی جی ہی ہیں جنہوں نے اپنی پند و نصائح بند کر دیں۔ اور خطوط کا جواب دینا موقوف کر دیا۔ اور تمام مکتوبات کو نذر آتش کر دیا۔ میں نے گاندھی جی سے اتحاد قائم کرنے کی غرض سے تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔" مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ میں گاندھی جی کے ساتھ اسی رام کرشن سیوا آشرم میں اس سے قبل بھی آ چکا ہوں اور ہندو مذہب کی حقیقت سمجھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔

— اسمبلی میں میاں شاہنواز کی تحریک جس میں صوبہ سرحد میں اصلاحات کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ حکومت کی سخت مخالفت کے باوجود منظور ہو گئی۔

— سابق قیصر جرمنی کی ہمشیرہ مالی مشکلات کی وجہ سے دیوالیہ ہو گئی۔

— ٹوکیو ۱۳ مارچ۔ جاپانی پارلیمنٹ کا صدر مستعفی ہو گیا ہے۔

— لندن ۱۴ مارچ۔ آج علی الصباح ساؤتھ ایسٹ لندن میں خوفناک آتشزدگی ہوئی۔ جس کی مثال زمانہ حال میں نہیں ملتی۔ آگ لانڈ اینڈ سنز کے کارخانہ سے نمودار ہوئی۔ نو میل کے فاصلہ سے اس کے شعلے دکھائی دیتے تھے۔ ایک سو آگ بجھانے والے انجن اور کشتیاں مصروف عمل تھیں۔ بے اندازہ نقصان ہوا ہے۔

— نئی دہلی ۱۵ مارچ دوگانہ عید کے بعد شہر کی بعض بڑی مساجد میں مسلمانان دہلی کے متعدد اجتماع منعقد ہوئے۔ ان جلسوں میں مولانا شفیع داؤدی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نائب صدر اسمبلی نے تقریریں فرمائیں۔ متعدد قراردادیں منظور ہوئیں۔ جس میں نہرو رپورٹ کی مخالفت کی گئی اور اس کو مسلمانوں کے خلاف قرار دیا گیا۔

— پونا ۱۲ مارچ۔ شولاپور میں مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ ایک مسلمان لڑکا ہلاک اور چھ ہندو زخمی ہو گئے۔

— ریاست جموں و کشمیر میں عورتوں کے اغوا کے سلسلہ میں بعض سخت قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔

— خان بہادر مسٹر نبی بخش صاحب ایم اے ریاست بہاولپور کے وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں۔

— لندن ۶ مارچ۔ یہاں کے ذمہ دار حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ وائسرائے ہند نے سفر انگلستان کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔

— انگورہ ۹ مارچ۔ حکومت سوویٹ نے معاہدہ امن میں شامل ہونے کی جو دعوت ٹرکی کو دی تھی وہ اس نے منظور کر لی ہے۔

— لنڈن ۳ مارچ۔ مس میو کی ایک تازہ تصنیف "دیوتاؤں کے غلام" ماہ مارچ کے آخری ہفتہ میں شائع ہو گی۔ اس کتاب میں قدیم ہندو زمانہ کی روایات اکٹھی کی گئی ہیں جن میں کمسن بیوی۔ مندر۔ طوائف بیوہ اور اچھوتوں کے بیان کو خاص جگہ دی گئی ہے۔

ضمیمہ اخبار پیغام صلح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۹-اپریل ۱۹۲۹ء

قتل راجپال کے بعد

ہندو مسلمانوں کے تنافر کو دور کرنے اور اتحاد کو قائم کرنے کے لئے

سنجیدہ ہندو لیڈروں سے اپیل

راجپال کا قتل ایک افسوسناک واقعہ تھا جس کے متعلق اسلامی اخبارات اور دیگر مسلمان اظہار رائے کر چکے اور کم سے کم اخبار "ٹریبون" لاہور کو اس بات کا اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے اس کے متعلق اپنا فرض ادا کر دیا۔ لیکن اس کے برخلاف ہندو اخبارات کا رویہ بالکل وہی ہے جو سوامی شردھانند کے قتل کے وقت تھا۔ اُس وقت بھی تمام اسلامی اخبارات اور اسلامی انجمنوں اور مسلمان لیڈروں نے سوامی شردھانند کے قتل پر اظہار افسوس کیا مگر ہندو اخبارات کا زور ایک ہی بات پر تھا یعنی یہ کہ یہ قتل ایک فرد واحد کا کام نہیں بلکہ کوئی گہری سازش اس کے پیچھے ہے جس میں گویا مسلمان قوم کی قوم شامل ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسلام کی تعلیم اس قتل کی ذمہ وار ہے اور یہی دو باتیں آج پھر ہندو اخبارات اور ہندوؤں کے ماتمی جلسوں میں دہرائی جا رہی ہیں۔ کوئی ڈیڑھ سال ہوا جب راجپال پر پہلے حملہ ہوا تو اس وقت بھی یہی شور مچایا گیا کہ اس کی تہ میں کوئی سازش ہے۔ اور باوجود اس کے کہ دونوں موقعوں پر گورنمنٹ نے پوری پوری تحقیق کی اور کوئی سراغ سازش کا نہ ملا۔ آج پھر بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے وہی ورد ہندو اخبارات لگا رہے ہیں کہ راجپال کا قتل مسلمانوں کی کسی سازش کا نتیجہ ہے۔ قتل راجپال کی تفتیش اس وقت ایک ہندو پولیس افسر کے ہاتھ میں ہی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جو کچھ ثبوت سازش کے دعویداروں کے پاس ہے وہ افسر مذکور کے پاس پہنچا دیں گے مگر جہاں تک ہماری رائے ہے وہ سازش صرف چند ہندو لیڈروں اور اخبار نویسوں کے دماغ تک محدود پائی جائے گی۔

دو دفعہ یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہونے کے باوجود پھر تیسری دفعہ سارے ہندوستان میں اسی آواز کا بلند ہونا حالانکہ کوئی خفیف سے خفیف واقعہ بھی اس کی تائید میں موجود نہیں۔ صاف بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک منظم سازش کے ماتحت ہو رہا ہے۔ جو ہندو اخبارات اور بعض ہندو لیڈروں نے مسلمانوں کے خلاف کر رکھی ہے کہ جب موقعہ ملے۔ تو ساری قوم کو پھنسانے اور ذلیل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایسے موقعوں سے ہندوؤں کے جذبات مسلمانوں کے خلاف ابھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ ہندو قوم میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا ہوتی رہے۔ اور ان میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی خواہش غالب رہے۔ اسی غرض کے لئے بعض گذشتہ صحیح یا غلط واقعات تاریخی کا اعادہ بھی اخبارات اور تحریروں میں ہوتا رہتا ہے۔ اگر یہ صحیح نہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ اس سازش کے شور کی بنیاد آخر کس واقعہ پر ہے۔ اور یہ کیوں ہوتا ہے کہ جب کبھی ایسا موقعہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً یہی آواز ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل جاتی ہے۔

ہندو اخبار نویسوں اور ہندو پبلک کا یہ میلان طبیعت یعنی اسلام اور مسلمانوں کو عمداً بدنام کرنا اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسے ہر واقعہ کو فوراً تعلیم اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس سے اس پروپاگنڈا کی اصل غرض ظاہر ہو جاتی ہے ان کی کوشش یہ ہے کہ کہیں ہندوؤں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق کوئی محبت کا خیال پیدا ہونے نہ پائے۔ ورنہ جب بار بار یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر سچ مچ ایسا ہر واقعہ کسی مذہب کی تعلیم کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آریہ سماج کے کئی لیڈروں کا قتل جو ہندوؤں کے ہاتھوں سے ہوا ہے اخبارات کبھی ہندو مذہب کی تعلیم کی طرف منسوب نہیں کرتے ابھی تک اکبر اخبار کے* سرورق پر پانچ ایسے مقتولین کی فوٹو دی گئی ہے جن میں سے دو کے قاتل ہندو ہیں دو کے مسلمان اور ایک کا قاتل عدم پتہ ہے۔ مگر جن کو ہندوؤں نے قتل کیا ان کا ذکر تک نہیں کیا اور شمار اُدھر ان ہی کا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے

۴

...ساتی کی خیرخواہی یا اس کے بچاؤ کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لانا چاہئے یہ سب بھی نصائح کے کرتے ہیں جو ابھی سے نظر آ رہے ہیں۔ اور ساری غرض پنہاں یہ نظر آتی ہے کہ مسلمان ایسے دب کر رہیں کہ ان کو مارتے جاؤ تو اُف تک نہ کریں۔

ایک اور امر بھی اس وقت ہندو قوم کے فہمیدہ طبقہ کے لئے قابل غور ہے۔ ہندو اخبارات نے بڑے زور سے یہ کہنا شروع کیا ہے اور اشعار اور مضمون بھی اس مضمون کے بنائے گئے ہیں کہ ایک راجپال کی جگہ لاکھوں راجپال پیدا ہوں گے اور ایک فنڈ بھی کھولا گیا ہے جس کی غرض یہ قرار دی گئی ہے کہ جو لوگ راجپال کی طرح مارے جائیں ان کے بال بچوں کی اس سے پرورش کی جائے۔ اب مسلمانوں کے نزدیک راجپال کا لفظ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے مرادف ہے اور یہی امر تھا جس پر آج سے دو سال پیشتر مسلمانوں میں اس قدر شور برپا ہوا کہ گورنمنٹ کو توہین بانیان مذاہب کے روکنے کے لئے ایک نیا قانون بنانا پڑا اس بات کو جانتے ہوئے اب محض مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ لاکھوں راجپال پیدا ہوں گے یعنی اگر ایک گالیاں دینے والا مر گیا تو کیا ہوا لاکھوں گالیاں دینے والے پیدا ہوں گے۔ اور دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ یہی کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ راجپال کی موت پر اظہار افسوس کریں۔ ایک انسان کی موت پر جو اظہار افسوس ہو سکتا ہے وہ تو مسلمانوں نے کر دیا لیکن ان کے دل اس رنج سے کس طرح خالی ہو سکتے ہیں جو راجپال نے ان کے پیغمبر کو گالیاں دے کر پہنچایا۔ مگر ہندو اخبار نویسوں کی دیدہ دلیری پر تعجب ہوتا ہے کہ باایں یہ دھمکی بھی دیئے جاتے ہیں کہ لاکھوں راجپال پیدا ہوں گے۔ حالانکہ مسلمانوں کے اظہار افسوس کا یہ نتیجہ ہونا چاہئے تھا کہ ہندو بھی اپنے رویہ میں اس وقت تبدیلی پیدا کرتے اور کہتے کہ آئندہ ہماری قوم ایسے شخص کی پیٹھ پر ہاتھ نہ رکھے گی جو مسلمانوں کے پیغمبر یا ان کے بزرگوں کو گالیاں دے۔ یہ طریق تو اتفاق و اتحاد کا تھا مگر جو طریق ہندو اخبار نویسوں اور ہندو پبلک نے اختیار کیا ہے وہ صریح دل آزاری کا طریق ہے۔ اور سنجیدہ مسلمان خواہ کتنا بھی اس بات پر زور دیں کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر اور بزرگوں کو گالیاں سن کر بھی صبر سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ یہی اسلام کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے مگر سب لوگ یکساں صبر اور برداشت نہیں رکھتے۔ اگر یہ دل آزاری کا طریق جو آریہ سماج کا تو گویا بنیادی پتھر ہے۔ مگر جب آہستہ آہستہ اپنے اخبارات کے اثر سے عام ہندوؤں میں بھی سماج نے پھیلا دیا ہے بند نہ ہوا اور ہندوؤں کے فہمیدہ طبقہ نے اس کے خلاف زبردست پروٹسٹ کی آواز نہ اٹھائی تو اس ملک میں امن کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر لاکھوں راجپال پیدا ہوں گے تو لاکھوں عبدالعزیز اور لاکھوں خدا بخش اور لاکھوں علم الدین کو پیدا ہونے سے کون روک سکے گا۔ دوسروں کے بزرگوں کی توہین ایک ناپاک جذبہ ہے اس کو ایک دفعہ نکال دیا جائے تو مسلمانوں کا جوش اس ناپاک جذبہ کے خلاف خود ختم ہو جا دے گا۔ کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ ہندو اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کریں۔ مگر ہر ایک مسلمان یہ ضرور چاہتا ہے کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کو دوسروں کے بزرگوں کو بُرا کہنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اگر کوئی مسلمان ہندوؤں کے مسلمہ بزرگوں کو جیسے رام چندر جی مہاراج اور کرشن جی مہاراج ہیں برا کہے تو تمام مسلمان اس بات کے لئے تیار ہوں گے کہ اس کے اس فعل پر اظہار تنفر کریں اور اسے ملامت کریں کہ وہ فساد کا بیج بوتا ہے اور یہی توقع مسلمان ہندوؤں سے رکھتے ہیں کہ جب ان کے پیغمبر یا مسلمہ بزرگوں کو برا کہا جائے تو تمام ہندو ایسے شخص سے اظہار تنفر کریں اور اسے ملامت کریں کہ وہ ملک اور مذہب دونوں کا دشمن ہے۔ کوئی مسلمان عالم نہیں کوئی مسلمان لیڈر نہیں جو ایسے معاہدہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہ ہو کیا سنجیدہ ہندو لیڈر اس وقت اٹھیں گے اور وہ بھی اپنی قوم کو اس راہ پر ڈالیں گے تاکہ فساد ختم ہو کر ملک امن و امان کے ساتھ ترقی کر سکے اور مذہب بھی بدنام نہ ہو۔ کہ یہ کینہ اور انتقام کو پیدا کرتا ہے۔ بلکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مذہب فی الحقیقت دوسروں کے ساتھ محبت اور اتحاد سکھاتا ہے۔ اگر ہندوؤں میں سے کوئی اہل دل اٹھے اور وہ اپنی قوم کو اس معاہدہ کے لئے راضی کرے تو مسلمانوں کی طرف سے میں اسے اتمام تک پہنچانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن ایک شرط ہوگی کہ جن لوگوں نے اعلام اہل اسلام کے پیغمبر کی توہین کی ہے خواہ وہ سوامی دیانند ہوں یا ان کے چیلے چانٹے وہ مسلمہ بزرگوں کی ذیل میں شامل نہ ہوں گے۔

خاکسار

محمد علی پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

۱۸-اپریل ۱۹۲۹ء

امرتسر کا مناظرہ اور مولوی ثناء اللہ صاحب

مناظرہ کی مفصل کیفیت

(از مکرم مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

آریہ مناظر پر میرے اعتراضات

ہم نے اپنے آریہ مدمقابل (یعنی) پنڈت دھرم بھکشو پر امرتسر کے مناظرہ میں حسب ذیل اعتراضات کئے تھے۔

موجودہ وید اصلی وید نہیں۔ تحریف اور ترمیم و تنسیخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں۔ جب تک ان کے متعلق یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ یہ وید وہی وید ہیں۔ جو رشیوں کے زمانہ میں بنائے گئے تھے اس وقت تک اس امر پر غور کرنا بھی ضروری نہیں کہ یہ الہامی ہیں یا نہیں۔ ترمیم و تحریف تو حسب ذیل امور سے واضح ہے:

(۱) بانی آریہ سماج یعنی سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش میں تحریر فرماتے ہیں "ننیا رشیشی ہے تو منشا اجاینت" یہ یجر وید میں لکھا ہے حالانکہ یہ منتر یجر وید میں موجود نہیں۔ ہم سوامی جی مہاراج کو غلط نویس نہیں کہہ سکتے۔ انہوں نے اس منتر کو یجر وید کا منتر لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو یجر وید سوامی جی مہاراج کے پاس تھا اس میں یہ منتر ضرور ہوگا۔ مگر موجودہ یجر وید میں سے نکال دیا گیا ہے۔ اس لئے موجودہ یجر وید اصلی یجر وید نہیں۔

سوامی جی مہاراج رگوید آدی بھاش بھومکا میں شنو دیوی رہیشٹیہ والے منتر کو اتھرو وید کا پہلا منتر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ اتھرو وید میں یہ منتر چھبیسواں منتر ہے۔ اس سے پہلے پچیس منتر اور بڑھائے گئے۔ اس لئے اتھرو وید بھی اصلی اتھرو وید نہیں بلکہ اس کی تحریف شدہ صورت ہے۔

(۳) سوامی جی مہاراج ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ اور ویدوں میں بھی یہ نہ برہمنیہ دجانند اتیادی یدوں سے سنیاس کا ودہان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہ برہمن دجانند یہ فقرہ سب ویدوں میں پایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ فقرہ چاروں میں سے کسی ایک وید میں بھی موجود نہیں رگوید تو سب سے بڑا وید ہے۔ اگر اوروں میں نہ ملے تو اسی میں سے نکالکر دکھلا دیا جائے۔ ورنہ ثابت ہو جائیگا کہ موجودہ وید اصلی وید نہیں اور نہ ان ویدوں ہی کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں جو کہ سوامی جی کے پاس موجود تھے۔

(۴) ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ انگا دانگات الخ یہ منتر سام وید کا ہے۔ حالانکہ یہ منتر سام وید میں نظر نہیں آتا۔ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ یہ منتر اس سام وید میں ضرور موجود تھا جو سوامی جی مہاراج کے پاس تھا۔ مگر موجودہ سام وید سے اس کو نکال دیا گیا۔ پس موجودہ سام وید بھی اصلی سام وید نہیں بلکہ تحریف شدہ ہے۔

(۵) ملک میں سام وید کے مختلف نسخے پائے جاتے ہیں۔ اور یہ اختلاف اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اصلی سام وید دنیا سے ناپید ہو گیا۔ اب اس کی تحریف شدہ صورتیں باقی ہیں جو کسی طرح قابل اعتبار نہیں۔ مثلاً ایک سام وید اجمیر میں چھپا ہے۔ دوسرا نولکشور پریس میں شائع ہوا ہے۔ دونوں میں ۶۵ منتروں کا فرق ہے۔ اجمیر والے سام وید میں ۶۵ منتر زیادہ ہیں۔ اور نولکشور پریس والے میں ۶۵ منتر کم۔ بتائیے اصلی کہیں اور کسے جعلی (۶) پرطرہ یہ کہ ایک اور سام وید ہے۔ جسے ویدک منی نے شائع کرایا ہے۔ اس میں کل ۰۰۰ ۷ منتر ہیں۔ اور مذکورہ بالا دونوں سام ویدوں سے اتنا تفاوت رکھتا ہے۔ جتنا رات اور دن میں ہوتا ہے۔ یہ مختلف نسخوں کا باہمی کثیر اختلاف جہاں حیرت انگیز ہے۔ وہاں اس سربستہ راز کا بھی پردہ کھلتا ہے کہ موجودہ سام ویدوں میں سے کوئی سام وید بھی اصلی نہیں

(۷) پنڈت نیر یہ نابہ پروفیسر سنسکرت موگا کالج نے الوید نام سے ایک اور وید شائع کیا ہے جس میں یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ پرماتما کا الہام صرف چند حروف ہیں۔ جو دو تین سطروں میں آسکتے ہیں باقی سب کچھ انسانی افترا ہے۔ پنڈت جی ممدوح کا یہ خیال تمام ویدوں کو اصلی ہونے کے رتبہ سے گرا دیتا ہے۔ اس لئے موجودہ ویدوں کو اصلی کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ جواب دیں

یہ خلاصہ ہے ان اعتراضات کا جو کہ امرتسر کے مناظرہ میں پنڈت دھرم بھکشو کے سامنے پیش کئے گئے۔ جن کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب کا خیال ہے کہ

ہیں کہ اب آپ شوق سے اپنے آریہ دوستوں کی تائید کیجئے۔ اور ان کی امداد و اعانت کا پہلو لیکر ہمیں بتلائیے کہ ان اعتراضات کا کیا جواب ہے اکیلے کام نہ چل سکے تو کسی آریہ دوست سے بھی امداد لے لیجئے۔ کوئی حرج نہیں۔

مولوی ثناء اللہ کا مناظرہ اور آریہ سماج

مگر یاد رکھئے کہ جن لوگوں کی وکالت کرتے ہوئے یہ بے سرو پا مضمون آپ نے لکھ مارا ہے۔ ان کا تازہ فتوےٰ آپ کے متعلق یہ ہے۔

۱۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کو امرتسر میں ہمارا اور دینا نگر میں آپ کا آریہ سماج سے مناظرہ تھا۔ آپ کے مناظرہ کی روئداد آریہ ویر مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۹ء میں چھپی ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے۔

"دینا نگر میں مسلمانوں کے ساتھ مناظرہ۔ آریہ سماج کی فتح۔ مولوی ثناء اللہ کی توبہ" مذکورہ بالا عنوان کے نیچے آپ کے مناظرہ کی تفصیلی کیفیت لکھتے ہوئے یہ رائے لکھی گئی ہے کہ "آریہ مناظر پنڈت ستیہ دیو جی نے اپنی تقریر میں ان دلائل کو ایسا رد کیا کہ مولانا صاحب (ثناء اللہ امرتسری) سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ علاوہ ازیں پنڈت ست دیو جی نے مولانا پر اعتراضات کی وہ بوچھاڑ کی کہ مولانا صاحب پنڈت جی کے اعتراضات سنکر حواس باختہ ہو گئے۔ کہنے لگے وقت کی تنگی کے سبب جواب نہیں دیا جا سکتا .... آخر مولوی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ مجھے شکست خوردہ یا جو چاہو سمجھو میں پنڈت ست دیو سے آئندہ مناظرہ ہرگز نہیں کروں گا۔ (آریہ ویر مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۹ء)

مولانا معاف کیجئے گا۔ غالباً آپ کو سہو ہو گیا۔ حقیقت میں آپ اپنی شکست کی روئداد لکھنے لگے تھے۔ نام ہمارا یاد آگیا بے تکلف لکھ دیا۔ اور سمجھ لیا کہ دونوں مناظرے ایک ہی تاریخ میں ہوئے ہیں۔ اپنی شکست کو دوسرے کی لکھ دو۔ کون تحقیق کرتا پھرے گا۔

ہمارے مناظرے کے متعلق سناتنی اخبار کی رائے

ہم مولوی صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے مناظرے کے متعلق مسلم اخبار تو ایک طرف رہے۔ ایک کٹر سناتنی ہندو اخبار امرتسر بابیں الفاظ رطب اللسان ہے۔ ذرا کان کھول کر سنئے۔

امرتسر میں شاندار مناظرہ۔ آریوں کی پسپائی۔

گزشتہ ۱۵ تاریخ کو سماج مندر پشم بازار میں آریوں اور مسلمانوں میں "الہامی کتاب کونسی ہے" پر مناظرہ ہوا۔ آریوں کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو اور مسلمانوں کی جانب سے مولانا عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور مولانا عبد الحق فاضل سنسکرت تھے۔ یوں تو پنڈت دھرم بھکشو کی تمام دلائل ناقص اور بے معنی ہی تھیں مگر جو بات تمام آریوں کے لئے باعث شرم ہے وہ یہ ہے کہ پنڈت جی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سام وید کے منتروں کا تغیر و تبدل کمپوزیٹروں کی غلطی سے ہے۔ اور جب سام وید کے چھ مختلف نسخے پیش کئے گئے کہ ان میں ایک دو منتروں ہی کا فرق نہیں بلکہ کئی ادھیائے غائب ہیں۔ تو پنڈت جی آئیں بائیں کرنے لگے۔ اور ویدوں کی پوزیشن کو اور بھی خطرے میں ڈال دیا۔ یہ ہے سماجیوں کا ویدوں سے پریم۔ اور یہ پنڈت دھرم بھکشو کی فضیلت کا بیان۔ جس پر سماج کو ناز ہے۔

کیوں جناب آپ نے دیکھ لیا کہ ہندو اخبارات آپ کے اور ہمارے مناظرہ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

نورافشاں کی زد

اب ذرا نورافشاں کی بات بھی سن لیجئے جو آپ کے ناعاقبت اندیشانہ مضمون کو پڑھنے سے ایڈیٹر صاحب کے قلم سے نکلی ہے۔

"بہرحال اگر مولوی ثناء اللہ کا یہ بیان صحیح ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ یا تو صحیح بخاری غلط کتاب ہے۔ یا قرآن شریف الہامی کتاب نہیں ہے"

نورافشاں ۴ جنوری ۱۹۲۹ء

مولانا ہم پھر آپکو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ آریہ مناظر پنڈت دھرم بھکشو

من العلم الا قلیلا۔ قرآن کی آیت نہیں۔ بلکہ قرآن کی آیت وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ہے۔ اس پر میری طرف سے مطالبہ ہوا۔ کہ بخاری سے وہ مقام نکال کر دکھاؤ جس میں بخاری نے وما اوتوا من العلم الا قلیلا کو قرآن کی آیت کہا ہو۔ آریہ مناظر آخر تک اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا۔ آپ کا دعوےٰ ہے کہ اس نے اس مطالبہ کو پورا کر دیا۔ اس لئے اپنے دعوے کے اثبات کے لئے صحیح بخاری میں سے امام بخاری کا وہ قول دکھلا دیجئے۔ جس میں لکھا ہو کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت نہیں۔ بلکہ وما اوتوا من العلم الا قلیلا قرآن کی آیت ہے۔ اگر دکھلایا نہیں جا سکتا اور یقیناً دکھلایا نہیں جا سکے گا۔ تو اپنی علم و فضل اپنی غلط نویسی پر افسوس کیجئے۔ اور جس طرح بھی ہو سکے اڈیٹر صاحب اخبار نورافشاں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کیجئے۔

اب رہا آپ کا وہ زہر جو آپ نے حضرت مرزا صاحب کے برخلاف اگلا ہے۔ اس کے لئے دوسرے پرچے کا انتظار کیجئے۔ تریاق تیار ہے۔

قادیانی خلیفہ کا ترازو

خلافت مآب کے چیلنج کا جواب

حضرت امیر نے اپنی چھوٹی سی جماعت کی مالی قربانیوں اور ایثار کا ذکر فرماتے ہوئے سالانہ جلسہ پر اس امر کی تردید کی تھی۔ کہ یہ جو بعض لوگوں کا پروپیگنڈا ہے کہ خدانخواستہ ہماری جماعت کمزور ہو رہی ہے۔ وہ اعداد و شمار اور مالی قربانیوں کی بنا پر محض غلط ہے۔ اس میں آپ نے ہائی سکول وغیرہ دیگر مدات کو چھوڑ کر صرف جماعت کے باقاعدہ چندوں کے اعداد گذشتہ ۱۵ سال کے بیان فرمائے تھے اور فرمایا تھا۔ کہ گو ہماری جماعت آہستہ آہستہ ترقی کر رہی ہے۔ لیکن مالی ایثار و قربانیوں کے لحاظ سے دوسری بڑی بڑی جماعتوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ ہماری جماعت کی کی ایسی بے نظیر قربانیوں کو سن کر خلیفہ قادیانی کیسے خاموش رہ سکتے تھے انہوں نے سب سے پہلے وہی اپنا فرسودہ متکبرانہ مطالبہ تفسیر نویسی پیش کر دیا حالانکہ ان کو معلوم ہے۔ کہ حضرت امیر کی انگریزی و اردو تفاسیر عرصہ سے شائع ہو کر مقبول عام و خاص ہو چکی ہیں۔ اگر اس پر بس نہیں۔ تو اب دو اور مختصر تفاسیر انگریزی و اردو عنقریب نکلنے والی ہیں۔ مقابلہ پر آپ ایک ہی تفسیر دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ تو آپ کی نکتہ دانی دنیا پر ظاہر ہو جائے گی۔ آپ کی طرف سے ایک پارہ انگریزی اور ایک اردو عرصہ سے شائع ہو چکا ہے۔ ان کا ہی مقابلہ ہمارے پہلے پاروں سے کسی مسلمہ عالم سے کرا لیں۔ مریدوں کے حلقے میں کھڑے ہو کر چیلنج دینا کوئی مردانگی نہیں۔

دوسرا امر مالی ایثار کا ہے۔ خود فراموشی سے کیسے بھولے پن سے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

> اگر مولوی صاحب کا یہ دعوےٰ مان بھی لیا جائے۔ کہ وہ مالی لحاظ سے ترقی پر ہیں۔ تو بھی یہ ایک مذہبی گروہ کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ دیکھنا یہ چاہئے۔ کہ کس جماعت کے لوگوں میں قربانی اور ایثار کی روح زیادہ پائی جاتی ہے۔
>
> (الفضل یکم جنوری ۱۹۲۹ء صفحہ ۲)

ایک شخص یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ اگر مالی ایثار و ترقی اس زمانہ میں کسی مذہبی گروہ کی صداقت کی دلیل نہیں۔ تو پھر آپ کے الفاظ قربانی اور ایثار کی روح پیدا کرنے کے کیا معنی ہیں۔ کیا پیر کے پاؤں پڑتے رہنا یا بڑھ بڑھ کر ان کے قدم چومنا اور مجھے ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ روح ہماری جماعت میں نہیں پیدا کی گئی۔ اور اگر امر بالمعروف پر چل کر خدا کی راہ میں مالی اور جانی ایثار کرنا قوم میں روح پیدا کرنا ہے۔ تو ہماری جماعت خدا کے فضل سے دوسروں پر فائق ہے۔ لیکن اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ جو کہتا ہے۔ کہ:۔

> افراد کا مالی لحاظ سے کمزور ہو جانا معمولی بات ہے۔ یہ بات ہر قوم میں پائی جاتی ہے لیکن من حیث القوم قربانیوں سے تباہ ہو جانا اس رستہ کے چھوڑتے ہونے کی نشانی ہے..........
>
> پس جو بھی قربانی مالی کرے گا۔ وہ اپنے اوپر ایک موت وارد کریگا۔ مگر جو بھی خدا کے لئے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے۔ خدا اسے مرنے نہیں دے گا...... اس وقت بارش ہو رہی ہے...... ہم کہہ تو نہیں سکتے۔ کہ یہ کیسی ہے۔ مگر چونکہ انہی دنوں میں چندہ کی تحریک کی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بعض لوگوں کی قربانیاں قبول کر کے رحمت کی بارش نازل کی ہو۔

علاوہ ازیں اگر خود قادیانی خلیفہ کی ردیے کے لئے اپیلیں پڑھی جائیں۔ تو معلوم

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۷ رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۵

الغیاث اے شاہِ خوباں الغیاث

(از مرتضیٰ خان صاحب بی۔ اے)

الغیاث از فتوے ہائے مفتیاں
الغیاث از دستِ پیراں الغیاث
ظلم شاں بیروں شد از حد و حساب
جور ایشاں را نہ پایاں الغیاث
حسرتا زیں عالماں کافراں
حالِ مسلم شد پریشاں الغیاث
مومناں را خارج از ایماں کنند
زیں فقیہاں مولویاں الغیاث
مقصدِ شاں فتنہ و شر و فساد
الغیاث از فتنہ جویاں الغیاث
پارہ پارہ دینِ احمد کردہ اند
اے مسلماناں چہ ساماں الغیاث
یا رسول اللہ آب از سر گزشت
الغیاث اے شاہِ خوباں الغیاث

معاہدہ ۱۹۲۶ء کو توڑنے کا الزام

ثالثوں کے تقرر کا مسئلہ

میاں صاحب کے خطبہ کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے

میاں محمود احمد صاحب کا ایک خطبہ الفضل ۱۲ر فروری میں چھپا ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہیں کہ جماعت احمدیہ کے دو فریقوں یعنی جماعت لاہور و جماعت قادیان میں جو معاہدہ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۲۶ء میں ہوا تھا۔ کہ ایک دوسرے پر ذاتی حملے نہ کئے جائیں گے اور دل آزار کلمات استعمال نہ کئے جائیں گے۔ اس کی خلاف ورزی کے سوال کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ زیادتی کس کی ہے معاملہ کو ایک ثالث آغا محمد صفدر صاحب کے سپرد کیا جائے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی یہ تجویز بھی کی تھی کہ چار ثالث ہوں۔ یعنی خان بہادر مولوی غلام حسن خاں صاحب اور سید عبدالجبار شاہ صاحب ہماری طرف سے اور خاں صاحب دلاور خاں اور میاں بشیر احمد صاحب ان کی طرف سے۔ اور پھر اپنی جگہ یہ ہی یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مجھے اس کے قبول کرنے میں یہ خطرہ ہوگا کہ میرے اپنے ثالث میرے خلاف فیصلہ کردیں گے۔ اس بارہ میں میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح انہوں نے ہماری جماعت میں سے دو آدمیوں کا نام لیا تھا۔ حق یہ تھا کہ اپنے دو ثالثوں کو وہ میری مرضی پر چھوڑتے کہ میں ان کی جماعت میں سے انتخاب کرلیتا۔ اب وہ خود غور کرلیں کہ خطرہ ان کو ہے یا مجھے۔ مجھے یہ بھی منظور ہے لیکن جب تک چار کے اوپر پانچواں بے تعلق شخص نہیں ہوگا فیصلہ کس طرح ہوگا۔ اگر دو کی رائے ایک اور دو کی ایک ہوئی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ جہاں بات اب ہے وہیں رہے گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے سر محمد اقبال اور سر عبدالقادر کے نام لئے تھے۔ جسکے متعلق ان کے سکرٹری مفتی محمد صادق صاحب کا ایک خط بھی دونوں فریق کے ایک معزز دوست کے نام آیا تھا۔ اس کا جواب میں نے اسی وقت اس دوست کو دیدیا تھا۔ اور یہ شروع ستمبر کا واقعہ ہے کہ مجھے یہ منظور ہے۔ اس کے بعد تین ساڑھے تین ماہ گزر گئے اور میاں صاحب نے اس کا جواب انہیں نہ لکھا۔ وسط دسمبر کے قریب پھر اسی معزز دوست سے مجھے یہ اطلاع ملی کہ میاں صاحب کے ایک معتمد مرید نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ معاہدہ کو توڑنے کا معاملہ اور موجودہ جھگڑا جس پر نوٹس دیا گیا ہے آغا محمد صفدر صاحب کے سپرد ہو۔ اور پھر یہ بھی انہی کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خود میاں صاحب نے بھی اس بات کو پسند کیا ہے۔ لیکن باوجود دو ماہ گزر جانے کے ان کو کوئی تحریر اس کے متعلق میاں صاحب کی طرف سے نہیں پہنچی۔ اور اب اتنی مدت بعد ایک خطبہ میں انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے مجھے اس کا جواب بذریعہ اخبار دینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ سو اس بارہ میں ابھی میں اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی تحریر اس کے متعلق اس معزز دوست کے سپرد کردی ہے۔ میاں صاحب کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی حسب وعدہ اپنی تحریر ان کے سپرد کردیں۔ مگر اس میں کسی امر کی تعیین ہونی چاہیئے تاکہ فیصلہ کی کوئی صورت ہوسکے۔ یہ خیال کہ کوئی ثالث دو سال کی ساری تحریروں کو بیٹھکر پڑھے اور پھر وزن کرے کہ مجموعی طور پر کسکے دل آزار کلمات کا وزن زیادہ اور نوعیت سخت ہے۔ حل مقصد کی طرف ہمیں نہیں لے جاتا۔

(محمد علی)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمداللہ بخیر و عافیت ہیں۔

پیغام صلح کے عملۂ ادارت میں چند دن ہوئے یہ تبدیلی عمل میں آئی تھی۔ کہ مولوی دوست محمد صاحب کو ان کی درخواست پر کوٹ موکل کی بستی پرائمری مڈل سکول میں سپرنٹنڈنٹ کی اسامی پر تبدیل کیا گیا تھا اور ان کی جگہ مولوی مرتضیٰ خاں صاحب بی۔ اے کو قلمدان ادارت سپرد کیا گیا۔ لیکن بعض وجوہ سے مولوی دوست محمد صاحب کی تبدیلی رک گئی۔ اس لئے دوبارہ انہوں نے اخبار کا چارج لے لیا ہے۔ اور مولوی مرتضیٰ خاں صاحب اپنی سابق جگہ پر بطور سیکرٹری حضرت امیر ایدہ اللہ واپس ہوگئے ہیں۔

بمبئی سے ہمارے مکرم بزرگ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب مطلع ہیں۔ کہ وہاں کے ہندو مسلم فسادات میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست سیٹھ محمد امین صاحب پنجابی کی دوکان بھی لٹ گئی۔ نقصان کا اندازہ تین چار لاکھ روپے ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے۔ اس سے بھی زیادہ ہو۔ ہمیں اس صدمہ میں اپنے عزیز دوست سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو۔ احباب کرام ان کے لئے دلی درد سے دعا فرمائیں۔

پنڈی گھیپ ... جناب خیرالدین صاحب قرضہ سے مخلصی کے لئے اور پشاور سے فضل الرحمن صاحب اپنی والدہ کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

دوسروں کے لئے وہی امر صداقت کی دلیل نہیں۔

خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ :-

> مولوی صاحب کے ہم خیال تین پیسے فی روپیہ چندہ اب دینے لگے ہیں۔ مگر ہماری جماعت مدت سے ایک آنہ فی روپیہ دیتی ہے۔

آمنا وصدقنا۔ جب لاکھوں کی جماعت ایک آنہ فی روپیہ مدت سے دیتی ہے یقیناً اس قوم کی ماہوار آمد چندہ لکھوکھا روپیہ ہے۔ ہزار ہا روپیہ ہوگی۔ اگر پانچ لاکھ کی جماعت میں سے ایک لاکھ ہی باقاعدہ چندہ دینے والے ہیں۔ تو ہر ماہ چندہ کم سوا چھ ہزار روپیہ یا ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ ہونی چاہئے۔ اور ہزاروں تو اس سے بھی زیادہ دینے ہونگے۔ اور خلیفہ صاحب کے نزدیک ایک آنہ فی روپیہ مدت سے دینا قربانی کی روح میں داخل نہیں۔ یہ معمہ قادیانی دماغ کی ایجاد ہے خلیفہ صاحب شاید معلوم نہیں۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ بھی مدت سے نہ صرف اتنا چندہ بلکہ اپنی آمد کا دسواں حصہ دیتے ہیں۔ یعنی اختلاف سے پہلے بھی ہم لوگ باقاعدہ چندہ دیتے تھے۔ اور اب گزشتہ پندرہ سال سے ہمارے ساتھ اور ہزاروں دینے والے خدا نے دیدیئے۔ اختلاف سے پہلے کے پرانے احمدی اس وقت بھی دیتے تھے اور اب بھی دونوں طرف دیتے ہیں۔ آپ کے نئے مرید تو گزشتہ پندرہ سال سے ہی دیتے ہیں جن کے بارہ میں آپ فخریہ فرماتے ہیں کہ :-

> مولوی صاحب کے ہاتھ پر چودہ سال کے عرصہ میں جتنے احمدی ہوئے ہیں ان کا مقابلہ میرے ہاتھ پر ایک سال میں احمدی ہونے والوں سے کرلیں۔ اسی طرح غیر مسلموں کے مسلمان ہونے کا بھی۔

اب معلوم ہوگیا کہ آپ کے نزدیک قربانی کی روح پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ لوگ کثرت سے پیر کی جبہ فرسائی کریں۔ یہ نہیں کہ وہ خدا کی راہ میں مال و جان فدا کریں۔ یہ سودا آپکو دوسروں کے مقابلہ پر بہت مہنگا پڑے گا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب یا دوسرے پیروں کے ایک سال کے مریدوں کی تعداد سے آپ اپنے پندرہ سالوں کے مریدوں کی تعداد کا مقابلہ کرلیں۔ آپ پیر ہیں۔ پیروں کے ساتھ یہ مقابلہ ٹھیک رہے گا۔ ہم تو سیدھی بات جانتے ہیں کہ جب آپ کے ایک سال کے مریدوں کی تعداد ہماری چودہ سال کی تعداد سے غالباً زیادہ ہے تو ہماری چودہ سال کی مالی قربانیاں آپ کے ایک سالہ مریدوں کے برابر ہونی چاہئیں۔ تعدادی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعود کی ذاتی خواہش تھی۔ لیکن خدا نے فرمایا کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله یعنی بعض دفعہ قلیل گروہ خدا کے حکم سے کثیر گروہ پر غالب آجاتا ہے۔ آپ کو یہ تعدادی ترقی مبارک ہو اور ہمیں اس الہام الٰہی کا منتر۔

نومسلموں کی تعداد کا بھی مقابلہ کرنا بے معنی ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ آپ کے ہاتھ پر سکھوں کے ایک بڑے گروہ نے اسلام قبول کیا تھا جس سے آپ کی تعداد یقیناً زیادہ ہوگئی ہے۔ تاہم دنیا بہت منتظر ہوگی کہ آپ کے نومسلموں کی صحیح تعداد معلوم کرے۔ کیونکہ اس بارہ میں آپ بڑا پروپیگنڈا جاری رکھتے ہیں۔ کہ گویا کئی کروڑ غیر مسلم آپ نے مسلمان کرلئے ہیں بہرحال ذرا کرا اپنے نومسلموں کی تعداد سے دنیا کو ضرور اطلاع دیں۔ ہند میں بھی اور غیر ممالک میں بھی اور نیز اس سے بھی کہ فی الواقعہ اب ان میں سے کتنے مسلمان ہیں۔ ہم گو اس بارہ میں مقابلہ فضول سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم یہ کام محض خدا و رسول کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ نہ دکھاوے کے لئے لیکن پھر بھی آپ ان کا مقابلہ کرکے دیکھ لیں کہ آپ کی کئی لاکھ کی جماعت نے کئی لاکھ روپے خرچ کرکے کتنے غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ اور ہماری چھوٹی سی غریب لیکن باہمت جماعت نے چند ہزار روپے خرچ کرکے کتنا اسلام کو ترقی دی۔ اگر اس تعداد کے ساتھ اپنا سالانہ تبلیغی خرچ بھی دیدیں تو لوگوں کے لئے اور خصوصاً آپ کی جماعت کے لئے زیادہ روشنی کا موجب ہوگا۔

خبریں

— لندن ۳ر جنوری۔ کل رات آٹھ بجے جو بلیٹن شائع ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک معظم کا دن اچھی طرح بسر ہوا۔ ان کی عام حالت میں کوئی قابل ذکر تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

— سردار ایوب خاں مرحوم کا لڑکا سردار محمد عمر خاں الہ آباد سے جہاں وہ نظر بند تھا۔ گزشتہ ہفتہ پر اسرار طریق پر فرار ہوگیا۔ اس فراری کی وجہ سے بہت سنسنی پھیل گئی۔ مختلف قیاس آرائیاں ہورہی ہیں۔

— نئی دہلی ۳ر جنوری۔ گورنمنٹ ہند نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص شمال مغربی سرحدی صوبہ کے اضلاع سے ایسی اطلاع دے گا جس سے سردار محمد عمر خاں کی جو الہ آباد میں گورنمنٹ کی نگرانی سے مفرور ہوا ہے گرفتاری عمل میں آسکے اسے معقول انعام دیا جائے گا۔

— معلوم ہوا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ۱۲۰۰ افغانی پناہ گزین حکومت ہند کے زیر نگرانی ہیں۔

— کوئٹہ ۳ر جنوری۔ ترکی فوجی مشن آج یہاں سے کابل کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔

— ۱۹۳۶ء کی پہلی سہ ماہی میں نیویارک میں ۲۴۸ آدمی قتل ہوئے جن میں سے صرف ۲۰ کے قاتلوں کا پتہ چلا ہے۔

— سر جان چانسلر حکومت برطانیہ کی جانب سے فلسطین کے جدید مندوب متعین ہوئے ہیں۔

— آل مسلم پارٹیز کانفرنس دہلی نے آئندہ سالوں کے لئے مفصلہ ذیل تعمیری پروگرام تجویز کیا ہے۔

(۱) مسلمانوں کی عام ابتدائی تعلیم کے لئے موزوں معلمین، موزوں منتظمین اور موزوں نصاب کا انتظام کرنا۔ تاکہ مسلمان بچے اور بچیاں عمدہ تعلیم حاصل کرسکیں اور نائٹ سکولوں کے ذریعہ بڑی عمر والے مسلمانوں کی دینی و دنیوی تعلیم کا بندوبست۔

(۲) مسجد کو مرکز بناکر کلمۂ اسلامی کے جذبہ کو ہر مسلمان میں پیدا کرنا بری رسوم اور برے اخلاق سے مسلمانوں کو بچانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

(۳) دستکاری، صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف مسلمانوں کو رجوع کرنا اور ہر مسلمان کو باکار بنانا۔

(۴) کم سے کم ہر صوبہ سے ایک ایسے اخبار کو چلانا جس سے امور بالا اور دیگر تحریکات کی کافی ترویج ہو۔

— پشاور ۴ر جنوری۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جلال آباد میں حکومت افغانستان اور شنواری باغیوں کی شرائط صلح طے ہوچکی ہیں۔

— امسال پنجاب کے اکثر اضلاع میں فصل پنبہ ناکام رہی جس کی وجہ سے زمیندار طبقہ میں بہت بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

— مدراس ۵ر جنوری۔ علامہ سر اقبال آج مدراس وارد ہوئے۔ مسلمانان شہر نے آپ کا شاندار خیر مقدم کیا۔ اور سپاسنامہ پیش کیا علامہ ممدوح نے ایک عظیم الشان جلسہ میں مذہب اسلام پر پہلا خطبہ دیا۔

— کلکتہ ۵ر جنوری۔ حضور نظام آج رات یہاں سے حیدر آباد کو مراجعت فرما گئے۔

— فلسطین میں یہودیوں نے براق شریف کی توہین کی اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ اب یہودی وہاں مسلسل شرارتیں کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمام مسلمانان عالم میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ ہندوستان میں بھی بہت سے جلسے ہوچکے ہیں۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں بھی . . . ایک ریزولیوشن پاس ہوچکا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷، رمضان ۱۳۴۷ھ نمبر ۱۵

جسم اسلام کا ناسور

(۳)

مسیح موعودؑ اور فتنہ تکفیر

اتحاد اسلامی کی عملی بنیاد

اس مضمون کی پہلی دو اقساط میں ہم نے علماء سو کی فتنہ پردازیوں اور ان کے بدنتائج پر مفصل تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا تھا کہ جب کبھی اسلام اور مسلمانوں کو ضعف پہنچا ہے۔ انہی کفر گر مولویوں کے ہاتھوں سے پہنچا ہے۔ آج افغانستان کی اسلامی سلطنت بھی انہی فتنہ پرداز مولویوں اور جاہل پیروں کے دست تظلم کا شکار ہو رہی ہے جس کا اعتراف اس وقت ہندوستان کے بچہ بچہ کو ہے۔ یہانتک کہ وہ تمام بڑے بڑے جرائد جو کل تک احمدیوں اور دوسرے اسلامی فرقوں کے خلاف ان مکفر مولویوں کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے۔ جنھوں نے نعمت اللہ کی سنگساری کو جائز ٹھیرایا اور قتل مرتد کی تائید میں "مرفوع التلاوت آیات" کی تلاوت کرنے سے بھی دریغ نہ کیا تھا۔ آج صاف طور پر "مکفر علماء سے بیزاری کا اظہار" کر رہے ہیں۔

یہی وہ بات ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے آج سے تیس سال پیشتر توجہ دلائی تھی۔ اور بڑے دردناک پیرایہ میں امت مسلمہ کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ کہ فتنہ تکفیر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ اور جب تک کفر علماء سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے اور تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان نہ سمجھا جائے اس وقت تک وحدت اسلامی ایک خواب پریشاں سے زیادہ ثابت نہیں ہوتی۔ یہ ان خدمات جلیلہ میں سے ایک بہت بڑی خدمت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام اور مسلمانوں کی کی ہیں۔ آپ کا مسلک جہانتک آپ کی تحریرات اور ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے۔ صاف طور پر یہی تھا کہ کسی مسلمان کلمہ گو کو کافر قرار نہ دیا جائے۔ یہانتک کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی آپ نے پوری تائید کی کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے اسے بھی کافر نہ کہو۔ اپنے مکفرین کو آپ نے بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی اور اپنے اعتقادات کو شائع کرکے ان سے پوچھا کہ کونسی وجہ ان میں کفر کی پائی جاتی ہے۔ کہ تم نے مجھے کافر قرار دیا ہے۔ لیکن علمائے سو کو ان باتوں سے کیا تعلق ان کے مد نظر خاص اغراض ہوتی ہیں۔ دیانت و امانت اور صدق و اخلاص اگر ہو تو کسی بھی کلمہ گو کو کافر نہ ٹھیرائیں۔ اس لئے تکفیر پر ان کا اصرار جب بڑھتا چلا گیا اور غریب احمدیوں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئیں۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو حکم دیا۔ کہ وہ کسی مکفر مکذب یا متردد کے پیچھے نماز نہ پڑھیں یہی فی الحقیقت وہ آخری علاج ہے جو اس ناسور کو روک سکتا ہے۔ مکفر علماء سے لفظی بیزاری چنداں سودمند نہیں ہوسکتی۔ جب تک عملاً ان کو ترک نہ کیا جائے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس آخری چارہ کار پر عمل پیرا ہوکر اتحاد اسلام کی حقیقی بنیاد رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلامی فرقوں میں سے اگر کوئی ایسی جماعت پائی جاتی ہے جو تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھتی ہے۔ اور ہر اسلامی کام میں ان کے ساتھ عملی شرکت کے لئے تیار رہتی ہے۔ تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا محض تکفیر مسلمین سے اظہار بیزاری کے لئے ہے۔ جہانتک حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کا تعلق ہے آپ نے صاف لکھا ہے کہ "میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا" (تریاق القلوب) اور دوسروں کے پیچھے نماز

"چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھیرایا ہے اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیرو ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دے دیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دوسرے مسلمانوں سے نماز کی علیحدگی محض فتوائے تکفیر کو اٹھانے کے لئے کی ہے۔ اور یہی وہ حقیقی تدبیر ہے جو آج بھی مکفر مولویوں کو سیدھا کرنے کے لئے کام آسکتی ہے علماء سو کا اقتدار اس وقت تک کم نہیں ہوسکتا جب تک نمازوں میں امامت سے انہیں الگ نہ کیا جائے۔ افغانستان کے ملاں ہوں یا ہندوستان کے ان سے یہ دریافت کر لینا چاہئیے کہ وہ کسی کلمہ گو کو کافر تو قرار نہیں دیتے اگر کوئی ملاں کسی ایک مسلمان کو بھی کافر قرار دے تو اس کو امامت سے الگ کر دیا جائے اور صرف انہی مولویوں کو امام بنایا جائے جو تمام کلمہ گویوں کو مسلمان سمجھیں اور مکفرین کے پیرو نہ ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بارہ میں قدم آگے بڑھا کر مسلمانوں پر وہ احسان کیا ہے جس سے وہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ کلمہ گوؤں کی تکفیر کے خلاف آپ نے زبردست قلمی جہاد کیا ہے۔ اور مسلمانوں میں صلح و اتحاد کی ایک ایسی عملی بنیاد رکھی ہے جس پر کھڑے ہوکر جسم اسلام کا ناسور ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ آپ نے کیا ہی درد بھرے الفاظ میں مکفر مولویوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ؎

یہ وہ رستہ ہے جس پر آپ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو لگایا۔ تکفیر کو چھوڑ کر تبلیغ پر انہیں کاربند کیا۔ اگر آج مسلمان اس اصول کو اپنا نصب العین بنالیں۔ اپنوں کی تکفیر سے اجتناب کریں۔ اور غیروں کو اسلام میں لانے کی کوشش کریں۔ تو ان کے تمام مصائب کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ کاش وہ لوگ جو آج افغانستان کے مکفر مولویوں سے اظہار بیزاری کر رہے ہیں۔ مجدد وقت کے اس طریق عمل کو چشم بصیرت کے ساتھ دیکھیں۔ اور نہ صرف افغانستان بلکہ ہندوستان کے مکفر مولویوں سے بھی عملاً اظہار بیزاری کر کے جسم اسلام کو اس خطرناک ناسور سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دیں۔ کہ اسی میں اسلام کی حقیقی کامیابی ہے۔

حقیقت رائے کا فرضی افسانہ

ہر سال بسنت کے موقع پر ہندوؤں کی طرف سے ایک فرضی افسانہ شائع کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کا مقصد سوائے اسکے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کیا جائے۔ امسال بھی "پرتاپ" نے اپنے "بسنت ایڈیشن" میں اس فرضی افسانہ کو افتتاحیہ میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

> "اس مقدس دن کا احترام بہت سے واقعات سے وابستہ ہے۔ لیکن دھرم ویر حقیقت کی شہادت نے اس میں خاص اہمیت پیدا کر دی ہے۔ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا محض اس لئے گرفتار کر لیا جاتا ہے کہ اس نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا۔ اس کو حاکم وقت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ حاکم کہتا ہے کہ تمہاری جان بخشی ہوسکتی ہے اگر تم اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر اپنے مذہب کو چھوڑ دو۔ اور ہمارے پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ لیکن حقیقت رائے کا متلاشی حقیقت۔ ایثار کا دیوتا حقیقت کیا جواب دیتا ہے۔ "سر کٹانا منظور مگر ظلم کے سامنے جھکنا نامنظور"

ہم حیران ہیں کہ اس قصہ سے "پرتاپ" کا کیا مطلب ہے۔ کیا فی الواقعہ بسنت کا دن کسی ایسے واقعہ کی یاد سے وابستہ ہے؟ یا موجودہ ہندو ذہنیت نے مسلمانوں کے فرضی مظالم کی فہرست کو بڑھانے کے لئے اس کو تجویز کر لیا ہے۔ ہم معاصر "پرتاپ" اور دیگر ہندو اخبارات سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مہربانی کرکے یہ بتائیں کہ جس واقعہ کی طرف مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ کس سنہ میں پیش آیا۔ حقیقت رائے کون تھا اور کس مسلمان حاکم نے جبراً اس سے اسلام قبول کرانا چاہا؟ اور اس کے قبول نہ کرنے پر اسے قتل کر دیا گیا؟ یہ بھی براہ کرم بتا دیا جائے کہ یہ واقعہ تاریخ کی کونسی کتاب میں مذکور ہے؟ اگر اس قصہ میں کچھ تھوڑی سی بھی صداقت ہے تو امید ہے کہ ہمارے ان سوالات کا جواب دیا جائے گا۔ اخبارات ان فرضی افسانوں کے ذریعہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت پھیلا کر اس کشیدگی کو بڑھانا چاہتے ہیں جو مادر وطن کو غلامی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔

دیوبند اور افغانستان

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ کچھ مدت پیشتر افغانستان سے ایک خبر آئی تھی کہ امیر امان اللہ خاں نے اپنے علاقہ سے تمام دیوبندی مولویوں کو خارج البلد کر دیا ہے۔ اور آئندہ دیوبند کے تعلیم یافتہ مولویوں کا داخلہ افغانستان میں ممنوع ہوچکا ہے۔ اس خبر کو اگر موجودہ واقعات کی روشنی میں پڑھا جائے تو اس سے نظر آجاتا ہے کہ افغانستان کی تباہی سے وہاں کے مولویوں اور پیروں کے علاوہ دیوبند کا بھی کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ واقعات افغانستان کو دیوبندی حضرات نے آج تک خاموشی کی نگاہوں سے دیکھا اور اس فتوے کفر کے خلاف جو امیر امان اللہ خاں پر کابل کے کندۂ ناتراش مولویوں اور جاہل پیروں نے لگایا ہے۔ قرآن کریم میں کوئی واجب التلاوت اور قابل عمل آیت بھی انہیں دکھائی نہ دی۔ لیکن قارئین کرام یہ سن کر حیران ہونگے کہ ایک ماہ کی مسلسل خاموشی کے بعد آخرکار دیوبند سے بھی ایک آواز اٹھی ہے۔ جس میں بقول "مولانا" ظفر علی خاں یہ "مینگنی ملا دودھ" پلایا گیا ہے۔ کہ:۔

> "یہ جلسہ باوجودیکہ امیر امان اللہ خاں کی جدید اصلاحات کو نہ صرف مذہبی حیثیت سے بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں سمجھتا۔ مگر کسی طرح بھی ان کی تکفیر صریح یا تجویز بغاوت کو درست نہیں سمجھتا۔ خصوصاً جبکہ انہوں نے ان جملہ امور کی تنسیخ کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ اس جلسہ کی رائے میں کسی طرح بھی جائز نہ تھا کہ ہتھیار اٹھائے جائیں اور کشت و خون کا بازار گرم کرکے دشمنان اسلام کو ظاہری یا باطنی مداخلت کا موقعہ دیا جائے۔"

ہم نہیں سمجھتے کہ امیر امان اللہ خاں کی "جدید اصلاحات" کے جواز و عدم جواز کی بحث کا یہاں کیا تعلق ہے۔ کیا بقول "مولانا" ظفر علی خاں ان کا مقصد یہ تو نہیں کہ ان کے اس قول کو جس میں امیر موصوف کی جدید اصلاحات کو غیر مشروع ٹھیرایا گیا ہے۔ سیاق و سباق سے جدا کرکے کابل کے جاہل پیر اور ملا اپنے مریدوں سے یہ کہہ سکیں کہ ہندوستان کے سب سے بڑے دینی مدرسہ کے استاد بھی امان اللہ خاں کے افعال کو خلاف شرع سمجھتے ہیں اور ایسی حالت میں بچہ سقہ جیسا مرد مومن ہی امیر واجب الاطاعت ہوسکتا ہے۔

آہ مسٹر ایسن

مسٹر ایسن جن کے نام سے اخبار بین طبقہ بخوبی واقف ہے دہلی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ان انگریز نومسلمین میں سے تھے۔ جنھوں نے اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنا مال و متاع اور عزت و جاہ سب کچھ قربان کر دیا۔ انگریزی جرنلزم سے آپ کو گہری دلچسپی تھی اور ہندوستان کے بعض اینگلو انڈین جرائد کے عملہ ادارت میں بھی کام کر چکے تھے۔ لاہور کے مشہور اسلامی روزنامہ "مسلم آوٹ لک" میں آپ نے ایک عرصہ تک کام کیا اور مسلمانوں میں انگریزی جرنلزم کا صحیح مذاق پیدا کر دیا۔ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کے زمانہ اسیری میں کچھ عرصہ "لائٹ" کو بھی ایڈٹ کرتے رہے اور بہت سے بیش قیمت مذہبی مضامین آپ کے قلم سے شائع ہوئے۔ اب بعض وجوہ سے اخبار "مسلم آوٹ لک" سے مستعفی ہوکر دہلی چلے گئے تھے۔ وہاں اخبار "ڈیلی گزٹ" میں کام کر رہے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا۔ اور آپ عین جوانی کے عالم میں نمونیا کے مرض سے فوت ہوگئے۔ مرحوم کانوں سے بہرے تھے زبان بھی صاف طور پر چل نہ سکتی تھی۔ اشاروں سے باتیں کرتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ معلومات کا ایک خزانہ ان کے دماغ میں بھرا ہوا ہے۔ جسکو صفحہ قرطاس پر لانے کے لئے ان کا قلم ہر وقت رواں رہتا تھا۔

افسوس ہے کہ ہندو معاصر "پرتاپ" مرحوم کی وفات کی خبر لکھتے ہوئے بھی نیش زنی سے باز نہ رہا اور اپنے مرحوم کے متعلق ایسے الفاظ لکھے ہیں جو کسی شریف انسان کے قلم سے اپنے مردہ بھائی کے لئے نہیں نکل سکتے۔ یہ ہندوؤں کی عام ذہنیت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل اور شرافت سے بہرہ ور فرمائے۔ [illegible] مرحوم کی اہلیہ محترمہ سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

حالانکہ سب میں وجہ ایک ہی تھی یعنی مذہبی جوش۔ پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ ہر سال جو عید کے موقعہ پر گائے کی قربانی کی وجہ سے مسلمانوں کا خون ہندوؤں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے اور جو یقیناً مذہبی دیوانگی کا بدترین نمونہ ہے اسے ہندو مذہب کی طرف کیوں منسوب نہیں کیا جاتا؟ اگر فی الواقع یہ سچ ہے کہ ہر مذہبی وجہ پر قتل کا واقعہ کسی قوم کی سازش کا نتیجہ ہی ہوتا ہے یا اس مذہب کی تعلیم کی وجہ سے ہوتا ہے تو انہی لوگوں کو یہ آواز بھی اٹھانی چاہئے کہ فلاں قتل ہندو قوم کی سازش سے ہؤا اور فلاں قتل ہندو مذہب کی تعلیم کی وجہ سے ہؤا۔ افعال تو ایک ہی ہیں جو ہندو بھی کرتے ہیں اور مسلمان بھی کرتے ہیں۔ بلکہ گائے کی وجہ سے جس قدر مسلمان قتل ہوتے ہیں ان میں عموماً اس جگہ کی تمام ہندو آبادی شامل ہوتی ہے اور دوسرے مقامات کے ہندو بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔ تو یہ تو ایک سازش کہلا سکتی ہے یا کم سے کم قتل کا فعل قوم کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ مگر کبھی کسی ہندو اخبار یا لیڈر کے منہ سے یہ نہ نکلے گا کہ یہ کسی سازش کا نتیجہ ہے یا ہندو مذہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ لیکن جہاں کسی ایک مسلمان سے کسی ہندو کے خلاف کسی مذہبی وجہ سے کوئی ایسا فعل ہؤا فوراً سارے ملک میں شور مچ جاتا ہے۔ گویا ایک اعلان ہوتا ہے کہ مسلمان قوم نہایت خطرناک ہے یہ ایسے ہی کام کرنے کی عادی ہے۔ اور تعلیم اسلام گویا ایک زہر ہے کیا اس آواز سے صاف نظر نہیں آتا۔ کہ ہندو اخبارات اور پبلک کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کس قدر جذبہ نفرت اور انتقام ہے۔ اور کیا اس قسم کی تحریروں اور رزولیوشنوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ یہ تنفر اور بڑھے گا۔ یہ پروپاگنڈا جو لوگ کر رہے ہیں ان کی غرض بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نفرت کی لہر پیدا ہوتی رہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی جذبہ نفرت آخر ہندوؤں کو اس قابل بنا دے گا کہ وہ اسلام کا نام و نشان اس ملک سے مٹا دیں اور ہندوستان میں ہندوؤں کے سوائے اور کوئی مذہب نہ ہو۔ شردھانند کے قتل کے بعد یہی جذبہ نفرت ہندوؤں کے دلوں میں پیدا کیا گیا جس کا ظہور لاہور میں حویلی کابلی مل میں کئی بے گناہ مسلمانوں کے خون کے رنگ میں ہؤا۔ اور یہی واقعہ بالآخر ایک سخت ہندو مسلم فساد کی بنیاد بن گیا۔ اور جس رنگ میں اس وقت ہندو اخبارات اور ہندوؤں کے ماتمی جلسے اس جذبہ نفرت کو بڑھا رہے ہیں اگر ان سنجیدہ ہندو لیڈروں نے اخلاقی جرأت سے کام لیکر نہ روکا تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ دونوں قوموں میں بجائے اتحاد کے نفرت بڑھتی جائے گی۔

ایک اور امر اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے وہی لوگ جو مسلمان پر قاتل ہونیکا الزام ہو تو چاہتے ہیں کہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب مسلمان ہندو دیوتاؤں کے آگے ہاتھ جوڑیں کہ مہاراج ہمیں معاف کرو۔ ہم سب کے سب ہی گنہگار ہیں اور درحقیقت یہی ان کا مقصد اظہار افسوس کے مطالبہ میں ہوتا ہے۔ خود جب اپنی نوبت آئے تو اظہار افسوس کا لفظ ہی ان کی لغت سے نکل جاتا ہے۔ مسلمان آخر اس تعلی کو کہاں تک برداشت کریں گے۔ گذشتہ واقعات کو جانے دو ان دو سالوں کو ہی لے لو۔ جہاں مذہبی بنا پر مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جیسے مفتی محبوب علی دہلی میں یا جیسے حویلی کابلی مل کے چار بے گناہ مسلمان اس پر کبھی ہندو مہاسبھا کا رزولیوشن بھی اظہار افسوس کا ہؤا؟ کبھی ہندو اخبارات نے بحیثیت مجموعی ان افعال پر اظہار نفرت کیا؟ ہرگز نہیں۔ مگر جہاں کسی مسلمان پر قتل کا یا حملے کا الزام ہؤا مسلمانوں کی وہ لیگیں بھی جو سارے مسلمان تباہ ہو جائیں تو حرکت میں نہ آئیں ان کی انجمنیں ان کی خلافت کمیٹیاں ہندو دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے دست بستہ حاضر ہوتی ہیں۔ مگر یہ غضب اور انتقام کے دیوتا ہیں جنہیں کوئی چیز خوش نہیں کر سکتی۔ کیا یہ مساوات کا سلوک ہے؟ اور کیا اگر ہندو سبھائیں اور ہندو اخبار مسلمانوں کا خون گرنے پر اظہار افسوس سے اپنے آپ کو بالا سمجھیں گے تو مسلمان اس ذلیل سلوک کو برداشت کرتے چلے جائیں گے۔ نہیں بلکہ آخر ایک تنکا بھی اونٹ کی پیٹھ کو توڑ دیتا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ سنجیدہ ہندو لیڈر اٹھیں اور اس ناانصافی کے خلاف اس ذلیل سلوک کے خلاف جو مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے اپنی آواز اٹھائیں اور اپنی قوم کو بتائیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کریں جس کی خواہش وہ ان سے رکھتے ہیں ورنہ ان دونوں میں اتفاق اور اتحاد کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

میں سنجیدہ ہندو لیڈروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوم کی ذہنیت اور اپنے اخباروں کی روش پر ایک نگاہ غور ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کی قوم کس طرف جا رہی ہے اور کس طرح اتفاق اور اتحاد کے پیدا ہونے میں انکی ذہنیت ایک خطرناک روک بن رہی ہے۔ بہت نہیں تو ایک دہلی کے ماتمی جلسہ کی روئداد کو ہی دیکھ لیں جو ۱۱ اپریل کے پرتاپ میں چھپی ہے۔ جس سے ایسا نظر آتا ہے کہ کسی ہندو کی دل آزاری کی شکایت بھی ہندوؤں کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے۔ چنانچہ ایک مقرر نے تو گاندھی جی کو بھی نہ چھوڑا۔ اور انہیں بھی راجپال کے قتل کی ذمہ داری میں شامل کیا۔ اس لئے کہ انہوں نے راجپال کی ذلیل کتاب کے خلاف دو لفظ کہہ دیئے تھے۔" آپ نے مہاشہ راجپال کے قتل کی ذمہ داری میں مہاتما گاندھی جی کو بھی شامل کیا کیونکہ مہاتما جی نے اس کے خلاف رائے زنی کی تھی۔" جہاں یہ ذہنیت ہو چکی ہو کہ گاندھی جیسے لیڈر نے جب ایک ناپاک گالیوں کے مجموعہ کو بُرا کہا تو وہ بھی قتل کا ذمہ دار ہو گیا وہاں بیچارے مسلمانوں کو کون پوچھتا ہے۔ وہ اگر راجپال کی ذلیل کتاب کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالیں گے تو گردن زدنی متصور ہوں گے۔ ان کے لئے تو اب سازش کے ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہسپانیہ کے محکمہ تفتیش مذہبی کی طرح جس مسلمان نے کبھی کچھ کہا ہو ان سب پر مقدمہ چلنا چاہئے۔ چنانچہ دیش بندھو کی تقریر ان الفاظ میں منقول ہے "وہ لوگ جو اخباروں اور مسجدوں میں اشتعال انگیز تقریریں کرکے......... مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف بھڑکاتے ہیں وہ لوگ بھی اعانت جرم کے مجرم ہیں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ قاتل کے ساتھ ساتھ ان سب لوگوں پر مقدمہ چلایا جائے" میں سنجیدہ ہندو لیڈروں سے دریافت کرتا ہوں کہ اس قسم کی تقریروں سے مسلمانوں کے دلوں پر کیا اثر ہوگا۔ جو قوم ابھی محکوم ہے اور مسلمانوں کو اس بات سے بھی روکنا چاہتی ہے کہ ان کے پیغمبر کو گالی دی جائے تو وہ شکایت کریں اور ان پر مقدمے چلانا چاہتی ہے۔ اس سے کل کو جب سوراج آجائے حکومت اس کے ہاتھ میں ہو مسلمان کس انصاف کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ بات صاف ہے کہ جب سوراجی انصاف کا زمانہ آئے گا تو مقدمے چلانے کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ بلکہ پکڑ کر پھانسی دیدینا کافی ہوگا اسی جلسہ میں سرکار کو بھی تنبیہ کی گئی ہے "یہ جلسہ سرکار کو تنبیہ کرتا ہے کہ اگر اب بھی اس نے اس طرف توجہ نہ دی اور غالباً ہندوؤں میں بھی قانون کی پروا نہ کرنے والا کوئی ایسا دل پیدا ہو گیا تو اس کی ذمہ داری سرکار پر ہوگی" گویا اس وقت تو سارے ملک میں ۷ کروڑ بھیڑیں اور سات کروڑ انسان بستے ہیں اور قانون کی پروا نہ کرنے والے یہی سات کروڑ ہیں۔ جس بہادر ہندو نے ایک بے گناہ سانڈرس کو قتل کیا وہ قانون کا کتنا بڑا فرمانبردار تھا جو بیگناہوں پر بم پھینکتے ہیں جو گائے کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرتے اور زندہ جلاتے ہیں یہ سب قانون کے پورے فرمانبردار ہیں۔ اس لئے بلاشبہ ڈرنے کی بات ہے کہ اگر اس قوم میں کوئی قانون کی پروا نہ کرنے والا...... پیدا ہو گیا تو اس کے وحشیانہ مظالم کیا ہوں گے۔ کہا جائے گا کہ یہ تو پولٹیکل جذبہ ہے مگر آج ہندو مذہب ہی پالٹیکس ہے اور بہرحال اس قوم میں یہ جذبہ تو موجود ہے کہ بے گناہوں کو کس طرح محض اختلاف کی بنا پر یہ لوگ قتل کر سکتے ہیں۔ اور خالص مذہبی امور میں جیسے مثلاً گائے کے معاملہ میں ہزاروں دفعہ یہ جذبہ کام کرتا ہے۔ مسلمانوں کا قصور کیا اس کے سوائے کچھ اور ہے کہ انہوں نے راجپال کی کتاب کو برا کہا تھا؟ ہمیں صاف الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اسے بُرا کہا وہ سب قتل کے ذمہ دار ہیں۔ یہاں تک کہ گاندھی جی بھی قتل کے ذمہ دار ہیں کہ انہوں نے بھی راجپال کی ذلیل کتاب کو بُرا کہا تھا۔ یہ ہے ہندو ذہنیت۔ اس پر کوئی ہندو لیڈر اپنی قوم کو ملامت نہیں اپنے اخبار نویسوں سے نہیں پوچھتا کہ یہ کونسی منطق ہے کہ جو لوگ یہ کہیں کہ راجپال نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں یا یہ اس کا بُرا کام تھا وہ سب اشتعال انگیز تقریریں کرنے والے ہیں۔ اور سب اعانت قتل کے ملزم ہیں۔

اسمبلی میں ملک کے معزز ترین بے گناہ لیڈروں پر بم پھینکا جائے تو پنڈت جواہر لال نہرو یہ کہہ سکتے ہیں کہ "ان نوجوانوں کو غیر مشروط طریق پر بُرا کہنا جنہوں نے یہ کام کیا لغو ہے" وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا فعل ظالمانہ نہیں یا بزدلانہ نہیں۔ کیونکہ انہوں نے نہایت بہادری سے اور اطمینان سے قانون کی انتہائی سزا کو اپنے اوپر لیا۔ اور اس فعل کو بہادری کا فعل قرار دے سکتے ہیں۔ راجپال کوئی ہندو لیڈر نہ تھا اس کی عزت اور لیڈری صرف اس بات سے بنی کہ اس نے ایک ناپاک کتاب پیغمبر اسلام کے خلاف لکھی۔ ایک مسلمان ان گالیوں کی وجہ سے اپنے جوش کو ضبط میں نہ رکھ سکا۔ لیکن اگر باوجود اس قدر فرق کے اگر کوئی مسلمان اتنے لفظ راجپال کے قاتل کے متعلق کہہ دے جو پنڈت جواہر لال نے اسمبلی میں بم پھینکنے والوں کے متعلق کہے ہیں تو اس کے گردن زدنی ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں رہ سکتا۔ یہاں تو وہ بھی قتل کے ذمہ دار ہیں جنہوں نے راجپال کی ذلیل کتاب کو بُرا کہا۔ گویا اب مسلمانوں سے یہ خواہش کی جاتی ہے کہ اگر ان کے پیغمبر کو گالیاں دی جائیں اور وہ شکایت کریں تو بھی ملزم وہی ہیں گالیاں دینے والے نہیں۔ میں پھر سنجیدہ ہندو لیڈروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو ایک مسلمان کی حیثیت میں رکھیں۔ اور جو محبت مسلمانوں کو اپنے پیغمبر سے ہے اس پر بھی غور کریں اور پھر سوچیں کہ راجپال کے قاتل کے فعل سے جس قدر بیزاری ہو سکتی ہے اس سے بہت بڑھکر مسلمان کر چکے ہیں۔ مگر پھر بھی ہندو اخبارات اور ہندو پبلک انہی کو ملزم ٹھیراتی ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے اظہار افسوس کو قبول بھی تب کریں گے جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ ان میں کسی نے مظفر چند قاتل کے مقدمہ کی پیروی میں اعانت نہیں کی۔ اور جہاں کسی نے دو پیسے چندہ دیدیا یا کوئی مسلمان وکیل اس کی طرف سے پیروی مقدمہ کے لئے آگیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سارے مسلمان راجپال کے قتل کے ملزم ہیں۔ کیا مطالبہ سنجیدہ ہندو لیڈروں کی نگاہ میں ظالمانہ نہیں کہ ایک ملزم کو بریت کا موقعہ بھی نہ دیا جائے اور اگر ہے تو وہ اپنی زبان کیوں نہیں کھولتے اور اپنی قوم کو کیوں نہیں سمجھاتے اور ملزم نہیں کرتے۔ یہ تو گویا مسلمانوں کے لئے ایک اعلان ہے۔ کہ ان میں سے کبھی کسی پر کوئی مقدمہ بن جائے اور ہندو دیوتا یہ پسند کریں کہ اس کو الزام سے بریت ہو تو مسلمانوں کو خاموش بیٹھکر اپنے ہم قوم کو تباہ ہوتے دیکھنا چاہئے

خبریں

یورپین اقوام کی باہمی رقابت

اسی کے ساتھ یورپین اقوام میں بھی داخلی طور پر شدید جذبہ رقابت اور جوش مقابلہ پیدا ہوگیا۔ اور ہر قوم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے مصروف عمل ہوگئی۔ پرتگالی۔ ہسپانی۔ ولندیزی۔ فرانسیسی اور انگریز باری باری سے غلبہ حاصل کرتے رہے۔ لیکن صرف موخرالذکر قوم اپنی کامیابی اور غلبہ کو برقرار رکھ سکی۔ اور باقی تمام دیگر اقوام اپنی معمولی حالت پر پہنچ گئیں۔ اس وقت بھی انگریزوں ہی کو تمام دنیا پر غلبہ و برتری حاصل ہے۔ چونکہ یہ تمام اقوام یورپین تھیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ پندرہویں یا سولہویں صدی عیسوی میں دنیا پر یورپ کا غلبہ ہوگیا اور اس کی برتری مسلم ہوگئی۔

اسی طرح مشرقی اقوام نے مغربی اقوام کے مقابلہ کے موقعہ کو اپنے ہاتھوں سے ضائع کردیا۔ حالانکہ قدیم زمانہ میں وہ ایک ہی سطح پر تھیں۔ اور بعض اوقات تو مشرقی اقوام اپنی فوجی طاقت اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مغربی اقوام کو مغلوب کرلیا کرتی تھیں۔

مغربی اقوام اور اسلام

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغربی اقوام کو دنیا پر جو غلبہ حاصل ہوا ہے اس کا بڑا سبب اسلام ہے۔ اور یہ اس طرح کہ اسلامی قوت نے مغربی طاقتوں کا مقابلہ کرکے ان پر جو دباؤ ڈالا اُس سے ان میں جوش عمل پیدا ہوا۔ اور پھر ان کے جوش کی رو خاموشی کے ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام مشرق پر چھاگئی۔ اسلامی قوت کے دباؤ سے نجات پانے کے لئے یورپ کی عیسائی اقوام نے کوئی امکانی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں کیں۔ جن سے ان کے خیالات اور نظر میں وسعت پیدا ہوگئی۔ اور دنیا کو سخر کرنے کا خیال دماغ میں سماگیا۔ اگرچہ مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے دشمن تھے لیکن اس اعتبار سے مسلمان حقیقتہً عیسائی قوم کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ اور انصاف کا تقاضا ہے کہ عیسائیوں کو ان کا مشکور ہونا چاہئے۔

مشرق پر مغرب کا غلبہ

ایک زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جاپان کو جو اجنبیوں کی غلامی سے آزاد رہا ہے مغربی اقوام ضرور پامال کردیں گی کیونکہ دنیا پر ان کا غلبہ مستحکم و مستقل ہوتا جارہا تھا۔ اس زمانے میں جاپان کے متعلق عجیب عجیب خیالات تھے۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ یہ ملک مال و دولت سے لبریز ہے۔ اور اس وجہ سے یورپ کے اولوالعزم لوگوں کی نظریں خاص طور پر جاپان پر پڑتی تھیں۔ بحرالکاہل کے مغربی ساحل پر جتنے جزیرے ہیں مثلاً جاوا۔ سماٹرا۔ سلیبز۔ بورنیو وغیرہ وغیرہ ان سب پر قریب قریب مغربی اقوام کا قبضہ ہوگیا تھا۔ جزائر فلپائن پر ہسپانیہ کا قبضہ ہوا۔ فارموسا پر ہالینڈ کا اور چین اگرچہ اپنی وسعت کے اعتبار سے کسی کے قبضہ میں نہ جاسکا۔ لیکن مکاؤ کو پرتگال نے اجارہ پر لے لیا۔ جاپان جو مغربی اقوام کے دست تصرف سے جو آزاد رہا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے باشندے دیگر مقامات کے مقابلہ میں زیادہ متمدن اور وطن پرور تھے۔ علاوہ ازیں جاپان کے مختلف حصوں کے جو خودمختار سردار تھے۔ وہ مغربی اقوام کے حرص و آز کو تاڑ گئے۔ اور حفظ ماتقدم کے طور پر مذہب عیسوی کو دبا دیا۔ انہوں نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ مغربی اقوام سے علیحدگی اختیار کرلی اور صرف ولندیزیوں کو اپنے ملک کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت دی۔

جاپان کی دیگر ممالک سے بے تعلقی

یہ حقیقت ہے کہ ٹوکوگاوا عہد کے تین سو سال کے دوران میں ہم نے دنیا سے جو علیحدگی اختیار کی وہ ہمارے لئے کچھ مفید ثابت نہیں ہوئی۔ اس سے ایک تو ہماری قوم کا زاویہ نگاہ محدود رہا دوسرے مغرب کی مادی تہذیب سے ہم قطعاً ناآشنا رہے۔ اس کے علاوہ مشرق اقصیٰ کے بعض دیگر ممالک سے بھی ہمارے تجارتی تعلقات منقطع ہوگئے۔ اور ہم جہاز رانی میں بھی پھر ترقی نہ کرسکے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ تین سو سال کا مامون و مصئون زمانہ جاپان کے لئے ایک لحاظ سے منفعت بخش بھی ثابت ہوا۔ اس بڑی مدت میں جاپان نے اپنی تہذیب و تمدن کی جو اشیاء کوریا کے ذریعے اس کو پہنچی تھیں اپنی ضروریات کے موافق خوب تراش و خراش کی اور اس کو ایسی مستحکم صورت دیدی کہ وہ آنے والے زمانہ اور مغرب کی تہذیب سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئی۔ اگرچہ اس امن و امان اور فارغ البالی کے زمانہ میں ہماری قوم کے کچھ افراد سہل پسند اور آرام کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو گئے تھے۔ لیکن بحیثیت مجموعی اُنہوں نے اپنے روائتی جوش خودی کو قائم رکھا۔ جب جاپان کو اپنے ہمسایہ ملک چین کے حشر کا علم ہوا

—— اب کے پارلیمنٹ کی ۶۱۵ نشستوں کے لئے ۱۶۸۵ امیدوار کھڑے ہوں گے۔ ان میں سے ۲۸۰ کنزرویٹو ۵۵۹ سوشلسٹ اور ۴۹۳ لبرل ۴۷۲ اشتراکی اور ۳۴۲ دیگر جماعتوں کے لوگ ہونگے۔

—— دہلی ۶ مئی۔ آج بعد دوپہر پولیس نے سن جیون پریس پر چھاپہ مارا۔ نیز فتحپوری کی ایک بک ڈپو کی تلاشی لی۔ جہاں سے متعدد کاغذات ساتھ لے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ تلاشی اسمبلی کے حادثہ بم کے سلسلہ میں ہے۔

—— آج اسمبلی کے حادثہ بم کا مقدمہ مسٹر پول ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ کمرہ عدالت کا جیل کے اندر انتظام کیا گیا تھا۔ کمرہ عدالت میں ملزمین کے والدین اور ۲ نمائندگان اخبارات کے سوا اور کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ کمرہ عدالت میں داخل ہوتے ہی "حکومت پرستی کو تباہ کردو" "زندہ باد انقلاب" کے نعرے نہایت بلند آواز کے ساتھ ملزموں کی طرف سے لگائے گئے۔

—— قندھار میں شاہ امان اللہ خاں کے وزیر حربیہ کے پاس خواتین کا ایک وفد پہنچا۔ جو قومی میں شرکت چاہتا تھا۔ پہلے وزیر موصوف نے خواتین کو اس خیال سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ان کے جوش اور اصرار کی وجہ سے اجازت دیدی اور یہ ایک جلوس کی شکل میں پیدل میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئیں۔

—— شاہ امان اللہ کا لشکر جس میں قندہار اور ہرات وغیرہ کے لوگ شامل ہیں رفتہ رفتہ کابل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

—— اہل کابل بچہ سقہ کے ظلم و ستم سے سخت تنگ آئے ہوئے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ شاہ امان اللہ خاں جلد کابل فتح کرکے ان ظالم وحشیوں کے مظالم سے رہائی دلائیں۔

—— آغائے غلام نبی خاں سفیر مختار ماسکو مزار شریف میں پہنچ گئے ہیں۔ اور حکومت کا کام حسب ہدایت شاہ امان اللہ خاں شروع کردیا ہے۔

—— ہرات کی فوجیں اور شہری لوگ محمد غوث خاں کی سرکردگی میں کابل کی طرف روانہ ہوگئے ہیں۔

—— قندہار میں تو مجاہدین جوق جوق آرہے ہیں۔ اور لشکر شاہی کے پیچھے کابل کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کررہے ہیں۔

—— اخبار اسٹیٹسمین رقمطراز ہے کہ ایک صدی قبل انگلستان میں عورتیں نیلام ہوا کرتی تھیں ۱۸۳۲ء میں ایک شخص نے اپنی بیوی ۲۰ شلنگ اور ایک کتے کے معاوضے میں فروخت کردی تھی۔

—— لندن ۷ مئی۔ ملک معظم نے کریک ویل ہاؤس میں سر جان سائمن کو شرف باریابی بخشا۔ سر جان سائمن نے کمیشن کے ہفت ماہہ کام کی توضیح کی جسے ملک معظم نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور کمیشن اور ہندوستانی مجالس کے باہمی اشتراک عمل کے متعلق سوالات کئے۔

—— علمائے سرحد کے وفد کا آزاد علاقہ میں پُرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اور اس کی خدمت میں سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا۔

—— انگلستان کے دفاتر میں کلرکوں کی جگہ رفتہ رفتہ مشینیں لے رہی ہیں۔ چنانچہ اکسفورڈ اسٹریٹ میں ویسٹ منسٹر بنک کی جو شاخ کھلی ہے۔ اس میں سارا کام مشینوں سے کیا جاتا ہے۔ قلم یا سیاہی سے بالکل مدد نہیں لی جاتی۔

—— لاہور ۸ مئی۔ ۷ مئی کو احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام جو جلسے کھلے میدان میں بیرون موچی دروازہ منعقد ہوئے ان میں ہر خیال کے مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ آخری جلسہ علامہ سر اقبال کی صدارت میں ہوا۔ جناب مولانا عظمت اللہ صاحب حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اپنی تقریروں میں اس بات پر زور دیا کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور تمام دیگر مذاہب کے متبعین سے اپیل کی اصول امن پسندی کی قدر کریں۔ اور بانئ اسلام اور بزرگان دین کے خلاف قابل اعتراض الفاظ استعمال کرنے سے مجتنب رہیں۔ ایک قرارداد میں کتاب چودھویں کا چاند ضبط کرنے پر حکومت کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اس کتاب میں رسول کریمؐ کی ذات اقدس پر بے بنیاد حملے کئے گئے تھے۔ (انقلاب لاہور)

—— غلام جیلانی خاں افغان سفیر انگورہ قندہار پہنچ گئے ہیں۔

آپ کو مصر کی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے۔

—— پشاور ۱۹ اپریل۔ جب سے حکومت نے سند یافتہ طبی کارکنوں کو پاسپورٹ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ افغان انجمن ہلال احمر طبی وفد کی تیاریوں میں سرگرمی سے مصروف ہے۔ ایک افغان تاجر نے ایک سو مریضوں کے لئے بستر اور سامان بہم پہنچانے کا ذمہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ نقد جمع ہوگیا ہے۔ اس قدر رقم کے وعدے ہوئے ہیں۔ مکمل تیاری کے بعد پاسپورٹ کے لئے درخواست کی جائے گی۔ اور طبی وفد کا پہلا دستہ جس میں چار ڈاکٹر اور متعدد کارکن ہوں گے مناسب وقت پر قندہار کو روانہ ہو جائے گا۔

—— تازہ خبر ہے کہ غوث الدین کو غداری کا صلہ مل گیا ہے۔ احمد زائیوں نے اس کے گھر بار کو لوٹ کر آگ لگادی ان کا ارادہ تھا کہ اس کو زندہ درگور کیا جائے۔ لیکن اُسے کسی طرح اس ارادہ کی خبر مل گئی اور وہ بچہ سقہ کے پاس پناہ لینے کے لئے کابل بھاگ گیا۔ اب کی جگہ سردار خاں کے صاحبزادے کو ملک مقرر کیا گیا ہے۔ جس کی [illegible] میں احمد زائیوں کا نیا لشکر گردیز میں جمع ہو رہا ہے۔

—— جیکب آباد میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات بہت کشیدہ ہو رہے ہیں۔

—— بمبئی ۹ مئی۔ آج چالیس کارخانوں میں کام جاری ہوگیا ہے قریباً چالیس ہزار مزدور کام پر واپس آگئے ہیں۔

—— ڈی اے وی کالج میں اب بی اے کی کلاسیں بھی کھل گئی ہیں۔

—— شملہ ۹ مئی۔ کل ایک غیر معمولی سرکاری گزٹ میں اس امر کا اعلان کیا گیا کہ ٹریڈ ڈیسپیوٹ ایکٹ پر آج سے عمل درآمد شروع ہوگیا ہے۔

—— بمبئی ۹ مئی۔ منگلور میں ہندوؤں اور مسلمان مالپاؤں کا مسجد کے سامنے باجا بجانے پر فساد ہوگیا۔ فریقین کے کئی آدمی شدید زخمی ہوئے ایک موپلا پولیس کی گولی کا نشانہ بنا۔ پولیس نے مجمع کو منتشر کرنے کے لئے سنگینوں اور تلواروں سے کام لیا۔

—— شملہ ۸ مئی۔ مشہد سے ایک افواہ سننے میں آئی ہے کہ ۴ مئی کو ہرات پر بچہ سقہ کے سپہ سالار عبدالرحیم نے قبضہ کرلیا ہے۔

—— پشاور ۸ مئی۔ افواہ ہے کہ سردار علی احمد جان کے چھوٹے صاحبزادے شہید ہوگئے۔ آپ ہزار جماعت کے ساتھ غزنی پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

—— ٹل کی ایک خبر ہے کہ جرنیل نادر خاں نے امان اللہ خاں کی خدمت میں بمقام توسین حاضر ہوئے۔ اور ضروری ہدایات حاصل کیں۔

—— ٹل کے ایک نوآمدہ مسافر کا بیان ہے کہ کابل کے لوگ بے حد سہمے ہوئے ہیں۔ میدان جنگ سے ہر روز سینکڑوں نعشیں اور مجروحین شہر میں لائے جاتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر اہل شہر خائف ہو رہے ہیں بچہ سقہ نے خزانہ ختم کردیا ہے۔ اب وہ سوداگروں اور دولت مندوں سے جبراً روپیہ وصول کررہا ہے۔ جو شخص اسے منہ مانگی رقم دینے سے انکار کرتا ہے اُسے آہنی پنجروں میں بند کردیا جاتا ہے۔

—— سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے مجالس قانون کی زندگی میں اضافہ کردیا جائے۔

—— دہلی ۱۰ مئی۔ اسمبلی کے حادثہ بم کے ملزمان کی طرف سے مسٹر آصف علی نے گواہان صفائی فہرست عدالت میں داخل کردی ہے اس فہرست میں پنڈت مالوی۔ ڈاکٹر مونجے۔ مسٹر رفیع احمد قدوائی اور مسٹر اے صفوی کے نام بھی شامل ہیں۔ مقدمہ کی سماعت جون کے پہلے ہفتہ میں شروع ہوگی۔

—— نئی دہلی ۱۰ مئی۔ عیدالضحیٰ کے سلسلہ میں پیش بندی کے طور پر مقامی حکومت نے دو ماہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی ہے۔

—— میرٹھ ۱۰ مئی۔ دو بم اور برآمد ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے بہت سنسنی پھیل گئی ہے۔ تمام سرکاری عمارتوں اور افسروں پر فوجی پہرہ ہے۔

—— لاہور ۱۰ مئی۔ پولیس نے ایک شخص رگھوناتھ پرشاد کو کلکتہ میں گرفتار کیا ہے۔ اس نے پولیس سے کہا تھا کہ میں سانڈرس کے قاتل کا سراغ بتا سکتا ہوں۔ اب اس نے قاتل کا سراغ دیدیا ہے۔

—— شملہ ۸ مئی۔ افغانی ٹریڈ ایجنٹ مقیم پشاور کو قندھار سے ایک تار موصول ہوا ہے۔ کہ قندھار میں شاہی خاندان کے لئے دو ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔

—— پونا کا ایک تار مظہر ہے کہ آئندہ انتخاب میں مسز کملا دیوی چٹوپادھیا مالابار اور جنوبی کنارا کے حلقہ میں اسمبلی کیلئے بطور امیدوار کھڑا ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

خبریں

—— پاینیر کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ غلزئیوں کے قبیلہ سلیمان خیل نے واقعی شہر غزنی سے سقہ شاہی فوجوں کو نکال دیا ہے۔ اور اب افغانی صورت حال کی کلید انہیں لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

—— اخبار طاقت دہلی نے نواب صاحب بھوپال اور ان کے افسروں کے خلاف کئی مضامین شائع کئے تھے۔ جن کی بنا پر گورنمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مولانا شوکت علی بھی مالک اخبار طاقت نے نواب صاحب سے معافی مانگ لی ہے۔

—— سید وحسن کے قتل کی مزید تصدیق ہو گئی ہے۔ اس کی موت کا اولین نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل غلام نبی خاں مزار شریف سے چلکر بامیان تک پہنچ گئے ہیں۔ لشکر مجاہدین کی مڈبھیڑ وادی غور بند میں بچہ سقہ کی فوجوں سے ہوئی جن کی مجاہدین نے خوب اچھی طرح سے سرکوبی کی اور سیدھے جبل السراج آکر دم لیا۔ معلوم ہوا ہے کہ کابل سے امدادی فوجیں بھیجی جا رہی ہیں۔

—— تازہ اطلاع ہے کہ غلزئیوں کے طرز عمل سے صاف عیاں ہے کہ وہ اپنے سردار کے سوا اور کسی کو اپنا بادشاہ نہ بنائیں گے۔ وہ افغانستان میں علیحدہ حکومت قائم کرنے کے خواہشمند ہیں۔

—— مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے مزدور گورنمنٹ مرتب کر لی ہے۔ وزراء کی فہرست میں ایک عورت بھی ہے۔

—— شاہ امان اللہ خاں ۲۲ جون کو بمبئی سے یورپ کی طرف روانہ ہوں گے۔

—— بمبئی ۸ جون۔ ملکہ ثریا کے ۷ جون کو جنرل ہسپتال میں رات کے ۱۱ بجے لڑکی پیدا ہوئی۔ بچہ اور زچہ دونوں اچھے ہیں۔ نومولود کا نام ہندیہ رکھا گیا ہے۔

—— پشاور ۸ جون کہا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں کے طرز عمل کی حقیقت بالآخر بے نقاب ہونے لگی ہے۔ اُنہوں نے ایک قبائل لشکر جمع کر لیا ہے۔ کہیں غلزئیوں کے طرز عمل کا اندازہ لگا رہے ہیں اور حملہ کابل کے لئے روپے کا انتظار کر رہے ہیں۔ افسوس دونوں قوالحال دُور ہیں۔ مجبور ہو کر انہوں نے شاہ امان اللہ خاں کے ٹریڈ ایجنٹ مقیم پشاور کو لکھا ہے کہ ۲۰ ہزار روپے فوراً ارسال کر دو۔

—— لندن ۸ جون۔ وزرائے جدید اور مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم قصر ونڈسر میں ۱۱ بجے صبح پہنچے۔ لوگوں نے جمع ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ اور تالیاں بجائیں۔ واپسی پر وزیر اعظم نے بیان کیا کہ میں اور میرے ساتھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُنہیں بخیریت دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔ اور وزارت کی مہریں دینے کی رسم ادا کرتے میں انہیں کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی۔

—— حکومت ترکی نے اپنے سیاسی وکیل کو جو ترکی کی طرف سے البانیا میں رہتا تھا واپس بلا لیا ہے۔ اور سیاسی وکالت کا عہدہ منسوخ کر دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ البانیا کے بادشاہ احمد زوگو نے ترکی کے قدیم مملوکات کو جو البانیا میں اسے حاصل تھے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

—— حال ہی میں ترکی پولیس نے بہت سے اشتراکیوں کو گرفتار کیا ہے۔

—— ماسکو ۸ جون۔ حکومت سویٹ روس کے علاقہ میں جو افغانی لوگ پناہ گزینی کے لئے داخل ہوئے تھے ان میں جنرل غلام نبی خاں کی فوج کے باقی ماندہ لوگ بھی شامل ہیں۔ انہیں غیر مسلح کر کے نظر بند کیا جا رہا ہے۔

—— پشاور ۱۰ جون۔ افغانستان کی صحیح خبروں کی قلت کی وجہ سے پشاور کے چار اخبار بند ہو گئے ہیں۔

—— امسال ہندوؤں نے کئی مقامات پر رانا پرتاب کی برسی منائی۔

—— اخبار پاؤنیر کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے کہ شاہ امان اللہ خاں افغانستان سے نکل آئے ہیں۔ لیکن وہ بدستور سرگرم عمل ہیں۔ اگرچہ آپ ۲۲ جون کو جہاز پر سوار ہو کر اطالیہ جانے والے ہیں۔ لیکن ایک نہ ایک دن کابل واپس آنے کی امیدیں اب بھی رکھتے ہیں۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو وہ چاہتے ہیں کہ افغانستان کے تخت پر میرے لڑکوں یا بھائیوں میں سے کوئی قابض ہو جائے۔

—— افغان وکیل التجارت پشاور نے شاہ امان اللہ خاں کی ہدایات کی تعمیل میں جنرل نادر خاں کو لکھا ہے کہ آپ کو اس شرط پر مالی امداد دینے کے لئے تیار ہوں کہ آپ تخت افغانستان کے لئے شاہ موصوف کے کسی لڑکے کی حمایت کریں۔ کہا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں کے لئے روپیہ ہی کلید کامیابی ہے اور غیر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس پیشکش کو نامنظور کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اُن کو بھی ہندوستان کی طرف بھاگ آنا پڑے گا۔

—— دہلی ۱۲ جون۔ مسٹر مڈلٹن سشن جج نے اسمبلی کے مقدمہ بم کا فیصلہ سنا دیا۔ بھگت سنگھ اور دت دونوں ملزموں کو زیر دفعات ۳۰۷ تعزیرات ہند قانون مادہ آتشگیر ہند مجرم قرار دیتے ہوئے حبس دوام دریائے شور کی سزا دی۔ ملزموں نے "زندہ باد انقلاب" "زندہ باد محنت کشانِ عالم" کے نعروں سے فیصلہ عدالت کا خیر مقدم کیا۔

—— اخبار زمیندار اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ بچہ سقہ کا ایک ایجنٹ لاہور میں مصروف کار ہے اور روپیہ کے ذریعہ اخبارات کو قابو میں کرنا چاہتا ہے۔

—— واشنگٹن ۱۱ جون۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سیاسی محکمہ کے افسروں کی رائے ہے کہ آج کل افغانستان میں جو بدامنی پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس بات کا امکان نہیں کہ بچہ سقہ کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ نے انگریزوں سے امداد طلب کی ہے۔

—— لندن ۱۱ جون دوسری دفعہ بیمار ہونے کے بعد کل پہلی دفعہ ملک معظم کھلی ہوا میں تشریف لائے۔ ڈاکٹروں کی ہدایت پر آپ نصف گھنٹہ ونڈسر کیسل کے میدان میں بیٹھے رہے۔

—— پشاور ۱۱ جون۔ آج ایک حیرت انگیز غیر مصدقہ اطلاع کوئٹہ سے آئی ہے کہ جب بچہ سقہ کی سپاہ سردار موصوف کو کابل لے جا رہی تھی تو غلزائیوں نے اس پر حملہ کر کے انہیں مخالفوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس خبر میں یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ غلزائیوں کے عساکر بظاہر بچہ سقہ سے جنگ کرنے کے لئے کابل کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں۔

—— لاہور ۱۳ جون۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ میاں سر فضل حسین، سر محمد حبیب اللہ کی جگہ حکومت ہند کے رکن انتظامی اور میاں صاحب کی جگہ سر شیخ عبد القادر حکومت پنجاب کے ریونیو ممبر مقرر ہوئے ہیں۔

—— پشاور ۱۱ جون۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ غلزئی جنرل نادر خاں کے حامی بن گئے ہیں۔

—— جنرل غلام نبی خاں کو جبل السراج سے بچہ سقہ کا سامان مل گیا ہے نیز سامانِ جنگ کا کافی ذخیرہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ ۷ فروری کو کابل پر حملہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت بچہ سقہ نے شاہی خزانہ اور سامانِ حرب کے ذخائر جبل السراج پہنچا دئے تھے۔ کیونکہ بدامنی ہونے کی وجہ سے اسے خیال تھا کہ اس کے اپنے علاقہ میں یہ اشیا محفوظ نہ رہینگی۔ بچہ سقہ کی فوجیں غزنی کو خالی کر چکی ہیں۔ تاہم غزنی کے نواح میں اس کی کافی طاقت موجود ہے۔ جنرل نادر خاں میں اس فوج کا مقابلہ کرنے کی بظاہر ہمت نظر نہیں آتی۔

—— ماسکو میں منکرین خدا کی کانگرس ہو رہی ہے جس میں ۹۰۰ مندوبین شریک ہیں۔ اخبار "پرویدا" اس کانگرس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں انسان خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور منکروں کی تعداد صرف ہزاروں تک محدود ہے۔ تاہم ہم مذہب کو تباہ کر کے چھوڑیں گے اور عامۃ الناس پر اس کا اثر نہ رہنے دیں گے۔ روس کا مشہور اہل قلم میکسیم گارکی سٹیج پر آیا۔ تو نعرہ ہائے تحسین بلند کئے گئے سویٹ کے بہت سے رہنما جلسہ میں موجود تھے۔

—— پارلیمنٹ کے سکرٹریوں کے تقرر کا اعلان ہو گیا ہے۔ مسٹر بین ٹرنر کو معادن کا سیکرٹری بنا دیا گیا ہے اور ڈاکٹر اڈیسن کو جو مسٹر لائڈ جارج کی وزارت میں وزیر حفظان صحت تھے انجمن زراعت کا سیکرٹری بنایا گیا ہے۔ اور مسٹر ٹرنر کے تقرر کو جو ٹریڈ یونین تحریک کے رہنما ہیں عام طور پر پسند کیا گیا ہے۔ مسٹر اڈیسن نے بھی وعدہ کیا کہ وہ زرعی ترقی کی کوشش کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ نمبر ۵۱

حضرت مسیح موعود اور مسلمانان ہند

مولوی ظفر علی خان صاحب کی باطل آرائی

(۴)

مسئلہ جہاد اور حضرت مسیح موعود

گزشتہ نمبر میں ہم حضرت مسیح موعود کی ان تحریرات کو نقل کر چکے ہیں جن میں آپ نے جہاد کی غرض و غائت اور موجودہ زمانہ میں اس کی عدم ضرورت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اب ہم اس فتوے کو دیکھنا چاہتے ہیں جو ممانعت جہاد کے بارہ میں آپ نے دیا۔

ممانعت جہاد کا منظوم فتوے

اس فتوے کا ایک حصہ اردو نظم میں ہے جس کا عنوان ہے۔ "دینی جہاد کی ممانعت کا فتوے مسیح موعود کی طرف سے"، اس نظم کے چند اشعار ہم اس غرض سے ذیل میں نقل کرتے ہیں کہ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت میں کیا وجوہ آپ کے پیش نظر تھے۔ اور کہاں تک وہ حق و حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ؛ دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ؛ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

کیوں بھولتے ہو یضع الحرب کی خبر ؛ کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰے ؛ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا ؛ بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں ؛ اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی ؛ بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے ؛ کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

تین وجوہ ممانعت

ان اشعار میں حضرت مسیح موعود نے ممانعت جہاد کے تین وجوہ بیان کئے ہیں:۔

(۱) یضع الحرب کی حدیث جس میں مسیح موعود کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لڑائی اور جنگوں کو موقوف کر دے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امن کا زمانہ ہوگا۔ اور لوگ تیر و تفنگ کا مشغلہ ہی بھول جائیں گے

(۲) اب قوم میں تلوار چلانے کی طاقت ہی نہیں۔ اور اس میں یہی راز ہے کہ جہاد بالسیف کی حاجت نہیں رہی بلکہ آگے چل کر یہ بھی بتایا ہے کہ قوم کے اخلاق ہر شعبۂ زندگی میں اس قدر گر چکے ہیں کہ جہاد بالسیف کی اہلیت ان میں نہیں رہی۔

(۳) کفار کی طرف سے کوئی اس قسم کا جبر بھی ہم پر نہیں کہ جس میں نماز روزے سے منع کیا جاتا ہو۔ اس لئے بھی جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں

عربی فتویٰ

ان اشعار کے بعد آپ نے "پنجاب۔ ہندوستان۔ عرب۔ اور فارس وغیرہ"، ممالک کے مسلمانوں کی طرف عربی زبان میں ایک خط لکھا ہے جس میں جہاد کی عدم ضرورت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

والمقصود من بعثی وبعث عیسٰی واحد وھو اصلاح الاخلاق ومنع الجہاد وارادۃ الآیات لتقویۃ الایمان العباد ولا شک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین وان یقتلوا من کفر بالشرع المتین فان اللہ صرح حرمۃ الجہاد عند زمان الامن والعافیۃ وندد الرسول الکریم بانہ من المناہی عند نزول المسیح فی الامۃ۔

(ترجمہ) میری بعثت اور حضرت عیسٰے کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ اصلاح اخلاق اور منع جہاد اور تقویت ایمان کے لئے نشانات کا دکھانا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ اس زمانہ اور اس ملک میں معدوم ہیں۔ پس آج مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ دین کے لئے جنگ کریں اور اس شخص کو جو شرع اسلام کا منکر ہو قتل کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امن اور عافیت کے زمانہ میں جہاد کی حرمت کی صراحت کر دی ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ جس وقت مسیح موعود امت میں نازل ہوگا اس وقت جنگ کرنا منع ہوگا۔"

ان الفاظ میں اور بھی زیادہ صراحت کے ساتھ حضرت مسیح موعود نے بتایا کہ:۔

(۱) جس طرح مسیح ناصری کی بعثت محض اصلاح اخلاق کے لئے تھی اور جنگ و جدل سے انہوں نے کام نہیں لیا اسی طرح مثیل مسیح بھی جنگ و جدل کے لئے نہیں بلکہ اصلاح اخلاق کے لئے آیا ہے

(۲) اس زمانہ اور اس ملک میں جہاد کی وجوہ موجود نہیں۔ کیونکہ امن اور عافیت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد سے منع کیا ہے۔

(۳) مسیح موعود کے زمانہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو منع قرار دیا ہے۔

یہ وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر حضرت مسیح موعود نے جہاد کی ممانعت کا فتویٰ دیا۔ اور اس کے بجائے اس بات پر زور دیا کہ **وامر ان یتم المسلمون حججھم علی الکفار ویضعوا البراہین موضع السیف البتار** یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان کفار پر دلائل کے ساتھ اتمام حجت کریں۔ اور تلوار کے بجائے براہین ان کے سامنے پیش کریں۔

کیا وجوہ جہاد موجود ہیں؟

کس قدر صاف اور معقول بات ہے۔ جہاد سے اگر فی الواقعہ تلوار ہی کا جہاد مراد ہے اور براہین و دلائل کے ذریعہ سے دین کی تبلیغ جہاد کے مفہوم میں داخل نہیں تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ صحیح نہیں کہ یہ صرف اس زمانہ کے لئے مخصوص تھا جب دین کے بارہ میں مسلمانوں پر جبر کیا جاتا تھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے۔ اور محض اس وجہ سے کہ ایک مسلمان "مسلمان" تھا۔ اسے قتل اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جاتی تھی؟ کیا جہاد بالسیف ہر زمانہ اور ہر حالت میں ضروری ہے؟ اور ضروری ہے کہ اس زمانہ امن و عافیت میں بھی جبکہ دین کے بارہ میں ہم پر کوئی جبر نہیں کیا جاتا۔ ہمیں حکومت وقت سے تلوار کے ساتھ جہاد کرنا چاہیئے؟ اس کا جواب ان لوگوں کے ذمہ ہے جو مسیح موعود کے اس فتوے کو ناجائز قرار دیتے ہیں انہیں چاہیئے کہ صفائی کے ساتھ اس بات کا اعلان کریں۔ کہ جہاد کسی خاص زمانہ اور خاص حالت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں بھی جہاد کی وجوہ موجود ہیں۔ اور سلطنت برطانیہ کے ساتھ جہاد کرنا ضروری ہے

لم تقولون ما لا تفعلون

پھر ہم ان لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے کہ وجوہ جہاد اس زمانہ میں موجود ہیں اور مرزا صاحب کا فتویٰ غلط ہے تو تم اپنے صحیح عقیدہ پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوتے۔ **لم تقولون ما لا تفعلون**۔ محض مرزا صاحب کے فتوے پر نکتہ چینی کرنے سے جہاد کا حقیقی منشا پورا نہیں ہو جاتا۔ جب تم اس بات کے قائل ہو کہ اب بھی تلوار کے ساتھ جہاد ہونا چاہیئے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ اور ممانعت جہاد کا فتویٰ جو مرزا صاحب نے دیا وہ غلط تھا۔ تو کیوں تلوار کو ہاتھ میں لے کر نہیں اٹھتے اور زبان سے جو بات کہتے ہو اسے عمل سے پورا کر کے نہیں دکھاتے۔ خود تم رات دن دلائل و براہین ہی کو اپنے تمام سیاسی و مذہبی جنگ و جدل کا آلہ کار بنائے ہوئے ہو۔ تمہارا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ مرزا صاحب کا ممانعت جہاد کا فتوے بالکل صحیح اور جائز تھا۔ ؎

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اگر تم دل سے اس بات کے قائل ہوتے کہ آج بھی جہاد کے لئے تلوار اٹھانا ضروری ہے اگر تلوار چلانے کی جرأت و طاقت تمہارے اندر ہوتی۔ تو یقیناً اس پر عمل پیرا ہونے کی کوئی صورت پیدا کرتے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ زبان پر مرزا صاحب کی مخالفت ہے اور دل سے اور عملاً ان کی تائید کی جا رہی ہے ع

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

یضع الحرب اور مسیح موعود

پھر غور طلب یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کے متعلق آنحضرت صلعم نے یضع الحرب کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ جہاد ہر زمانہ اور ہر حالت میں ضروری اور فرض ہے تو سوال یہ ہے کہ جس مسیح کے تم منتظر بیٹھے ہو اس کے آنے پر یضع الحرب کی پیشگوئی کیا ہوگی۔ کیا وہ اس پیشگوئی کو باطل قرار دے گا۔ کیا حدیث نبویؐ تمہارے مزعومات کے بالمقابل معاذ اللہ اضغاث و احلام ثابت ہوگی۔ اگر یہ نہیں اور تمہارے نزدیک بھی وہ وقت آنیوالا ہے جب ع

عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دیگا التوا ؛

تو اس وقت تمہارا فتویٰ کہاں جائے گا؟ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب خود مسیحیت کے مدعی ہیں۔ اس لئے حدیث نبوی کے مطابق انہوں نے ممانعت جہاد کا فتویٰ دیا۔ اگر یہ تمہیں تسلیم نہیں۔ تو تمہارا یہ حملہ حدیث نبوی پر ہے نہ کہ مرزا صاحب پر۔ ہاں مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت پر بحث کی جاتی تو الگ بات تھی۔ لیکن اس طرز ماجرا کو دیکھئے کہ اصل دعویٰ کو چھوڑ کر بحث اس پر کی جاتی ہے کہ انہوں نے جہاد کی ممانعت کی اصل بحث ان کے دعوے پر ہونی چاہیئے۔ اگر دعویٰ سچا ہے تو یضع الحرب کی پیشگوئی ان کے حق میں ہے۔ اور اگر دعویٰ صحیح نہیں تو اس حدیث کی بنا پر ممانعت جہاد کا فتوے بھی صحیح نہ ہوگا۔

دلائل و براہین کا جہاد

پھر ہم یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا دلائل و براہین کا اسلام میں کوئی درجہ نہیں۔ اور اسلام محض تلوار ہی چلانے آیا تھا؟ اگر یہ صحیح ہے کہ جہاد ہر حالت اور ہر زمانہ میں ضروری ہے تو ان لوگوں کا قصور جو اسلام کو تلوار کا مذہب بتاتے اور اس کی اشاعت کو مسلمانوں کی شمشیر زنی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں کیا ہے؟ تعجب ہے ایک طرف تمہیں ان لوگوں سے شکایت ہے کہ انہوں نے اسلام کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ اور ان شاندار فتوحات کا کوئی لحاظ نہیں کیا جو اسلام کی اخلاقی فتوحات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور دوسری طرف اگر کوئی یہ کہدے کہ آج تلوار چلانے کی ضرورت نہیں۔ یہ دلائل و براہین کا زمانہ ہے اور اسلام کو آج دلائل و براہین ہی سے فتح نصیب ہوگی۔ تو اسے کشتنی اور گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے۔ کاش تمہیں اپنے کسی ایک قول کا پاس ہوتا۔ حق اور انصاف تمہارے ذرا قریب ہوتا۔ تو اس قدر متضاد باتیں تمہارے منہ سے نہ نکلتیں۔ اور مجدد وقت کے اس خیال کی تم قدر کرتے کہ دلائل و براہین کا جو اثر طبائع پر ہوتا ہے۔ وہ تلوار کا اثر نہیں ہوتا۔ حقیقی فتح وہی ہے جو دلائل و براہین کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دل کو فتح کرتی ہیں۔ تلوار کی فتح جسموں پر ہوتی ہے۔ اور اسی لئے اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو الذین یقاتلون بانھم ظلموا کے مصداق ہیں۔ یہ صرف مدافعت اور حفاظت کے لئے ہے۔ اور دلائل و براہین مخالف کے دل پر اثر ڈالنے اور اسے قائل کرنے کے لئے۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ تلوار کا حملہ ہی ہم پر نہیں تو اس کی مدافعت اور اس سے حفاظت کیسی؟ آج دلائل کا زمانہ ہے اسی لئے مجدد بھی وہ آیا جو دلائل و براہین کے میدان کا شہسوار ہے جو سلطان القلم ہے۔ اور اس نے قلم اور دلائل کے ساتھ مخالفین کے دلوں پر فتوحات حاصل کیں۔ کیا یہ جہاد نہیں۔ کیا جہاد کے مفہوم میں صرف تلوار چلانا ہی داخل ہے۔ اور پر امن ذرائع سے تبلیغ دین کی کوشش جہاد کے مفہوم میں داخل نہیں؟

چند ضروری سوالات

آخر میں ہم پھر مولوی ظفر علی خاں اور ان کے امرتسری ہم نوا سے پوچھنا چاہتے ہیں:۔

(۱) کیا جہاد ہر زمانہ اور ہر حالت میں ضروری ہے؟

(۲) کیا امن اور عافیت کا زمانہ جبکہ ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے جہاد سے مستثنےٰ نہیں۔

(۳) اگر امر دوم کا جواب نفی میں ہے اور مذہبی آزادی کے زمانہ کو جہاد سے آپ مستثنےٰ سمجھتے ہیں تو

ا۔ کیا موجودہ زمانہ کو امن و عافیت اور مذہبی آ

عید میلاد النبی کا نہایت اچھا تحفہ

پیغام صلح کا آخری نبی نمبر

ناظرین پیغام صلح اس خاص نمبر کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہیں۔ بزرگان ملت و دیگر اکابر ملت نے جن گرانقدر الفاظ میں اس نمبر کی تعریف فرمائی ہے وہ نہایت حوصلہ افزا ہیں۔ اسی طرح اردو اخبارات نے جن میں مسلمانوں کے سوا ہندو اخبارات بھی شامل ہیں بہت اچھی رائے کا اظہار کیا ہے۔ حقیقتاً اس آخری نبی نمبر کو پڑھکر ہر شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور محاسن و اخلاق و بزرگی و برتری کا قائل ہو جاتا ہے۔ اور پڑھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی محمد رسول اللہ صلعم جیسے صاحب کمال و برگزیدہ نبی کے بعد دنیا کو کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

گزشتہ سال چند سو کاپیاں زائد چھپوالی گئی تھیں

اور اسی لئے زائد چھپوالی گئی تھیں کہ ایسے مدلل اور مکمل مضامین ہر روز جمع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اب وقت ہے کہ احباب جماعت اس نادر و نایاب مجموعہ مضامین سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ عید میلاد النبی کا دن ہے۔ اس سے بہتر موقعہ اس چیز کی تقسیم کا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اپنے دوستوں کے حلقہ میں نظر ڈالئے اور ان میں سے جس قدر احباب اغیر مسلم نظر آئیں ان سب کو عید میلاد النبی کی خوشی میں آخری نبی نمبر کا تحفہ بھیجئے۔ ایک روپیہ میں دس پرچے علاوہ محصول ڈاک آ سکتے ہیں دس سے کم پرچوں لے خریدار کو ۲ ر فی پرچہ کے حساب سے بھیجے جائیں گے۔ اگر آج بھی آپ نے غفلت سے کام لیا جو آخری دن ہے تو پھر سال بھر تک یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔

منیجر

تیمور خان

۱۳۴۷ء میں تیمور خاں والی کاشغر نے دین بدہ کی متابعت کی اس کے بعد اسلام کی اشاعت کے متعلق ہمیں بہت کم تفصیلات ملتی ہیں۔ پندرھویں صدی میں دمشق سے [illegible] آیا۔ اور اس نے بعض [illegible] پر اسلام کی تبلیغ شروع کی جو [illegible] درمیان بود و باش رکھتے تھے۔ اسے تیمور جنگلی قیدی کی حیثیت سے گرفتار کر کے لایا تھا۔ لیکن وہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اس قدر جوش رکھتا تھا کہ ہزاروں آدمی مسلمان ہو گئے۔

سائبیریا

اسلام خاص سائبیریا میں [illegible] صدی میں پہنچا [illegible] صدی میں اسلام [illegible] تاتاریوں میں پہنچا۔ اور انیسویں صدی میں کثیر التعداد بنفس مشرف باسلام ہو کر دریائے والگا پر آباد ہو گئے۔ اور وہاں مسلمانوں کی تعداد اب بھی بڑھ رہی ہے۔ اس بات کا بھی [illegible] کہ حال میں بھی روس کے اندر تبلیغ اسلام کی گئی ہے۔

بیرن نالڈی آف سینٹ پیٹرسبرگ نے جو آج کل بیرن آف [illegible] ہے لکھا ہے:۔

"صوبہ اوفا میں قدیم قبائل شیتی لس اور والیکس آباد ہیں جب سے مذہبی آزادی کا اعلان منظور کیا گیا ہے مبلغین اسلام خاموشی سے کام کر رہے ہیں۔ اور انہیں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ ایک لاکھ تام نہاد عیسائی مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ صرف ضلع [illegible] میں ان قبائل کے ۱۹ ہزار آدمی آباد ہیں۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ دس سال کے اندر وہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔" (زمیندار)

چھوٹے پنڈت جی کے کارنامے

کانگریس اور پنڈت جواہر لال نہرو

چودھری بہاول بخش صاحب رئیس منگووال کی قلم سے

"۱۰ اکتوبر کے زمیندار میں گول میز کانفرنس سے پہلے سالوں کانفرنس" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع ہوا جس میں سب سے اول اپنی گزشتہ پالیسی کا پہلو "عذر گناہ بدتر از گناہ" کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور بعد ازاں پنڈت جواہر لال نہرو نے اس طرز عمل کے خلاف جو صاحب موصوف نے "گول میز کانفرنس کی دعوت کو قبول کرنے میں اختیار کیا ہے احتجاجی لہجہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

"مدراس کانگریس میں مکمل آزادی کی قرارداد آپ ہی کی سعی کی مشکور تھی جبکے پاس ہونے پر اعتدال پسند فرقے میں کھلبلی مچ گئی اور اس قرارداد کے اثر کو زائل کرنے کے لئے نہرو رپورٹ معرض وجود میں آئی جس کی تصدیق "کلکتہ کانگریس" اور "کنونشن" نے کر دی۔ اب جبکہ لاہور کانگریس کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا ہے اس لئے "اعتدال پسند ان ہند" مہزرد رہا سبھا" بلکہ "حکومت" کے دلوں میں یہ خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ لاہور میں مدراس کا کھیل کھیلا جائے گا۔ یعنی کامل آزادی کا رزولیوشن از سر نو پاس کیا جائے گا۔ جس سے بچنے کے لئے حکومت حال کی طرف سے انگلستان کے مذاکرات نئے گول میز کانفرنس "کے منعقد کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ اور آپ نے اس دعوت کو ان شرائط کے ساتھ کہ "محبان وطن کو جیلوں سے آزاد کر دیا جائے" اور کلکتہ کانگریس (نہرو رپورٹ) کے اصول کو تسلیم کر لیا جائے" منظور کر لیا ہے۔ اندریں حالات آپ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ گول میز کانفرنس کی دعوت قبول کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری کو آپ نے محسوس کر لیا ہے۔ اور اس امر پر غور کر لیا ہے کہ گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے متعلق کانگریس کا نقطہ نظر کیا ہوگا اور کیا حسب تجویز سر عبدالرحیم "سپید کانفرنس سے پہلے سیاہ کانفرنس" کو مدعو کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ؟"

"زمیندار" کا یہ پروپیگنڈا محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ کیونکہ باوجود اس دعوی وفاداری کے یہ برادران وطن "زمیندار" کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتے ہیں۔ امید نہیں کہ پنڈت جی کی نظر اس مقالہ پر پڑے۔ ایسی صورت میں جواب دینے کے وہ ذمہ دار نہیں ہو سکتے اس لئے میں اپنی طرف سے جواباً عرض کرتا ہوں۔

"چھوٹے پنڈت جی نے گول میز کانفرنس کی دعوت قبول کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری کو پورے طور پر محسوس کر لیا ہے۔ یہ وہی گول میز کانفرنس ہے جس کی قرارداد بڑے پنڈت جی نے فروری ۱۹۲۶ء میں اسمبلی میں پیش کی تھی اور باوجود پاس ہو جانے کے وائسرائے نے بیک جنبش قلم اس کو مسترد کر دیا تھا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ چھوٹے پنڈت جی کو اپنے والد بزرگوار کی دیرینہ آرزو کو پورے ہوتے دیکھ کر خوشی ہو۔ اس قرارداد کے پیش ہونے کے وقت میں نے ہر دو اقوام کے معزز ارکان کی خدمت میں بار بار عرض کی تھی کہ مطلوبہ گول میز کانفرنس سے پہلے ہر دو اقوام کے لیڈران کی گول میز کانفرنس ہونی ضروری ہے لیکن اس پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ بلکہ مختلف حیلوں حوالوں سے ٹالا گیا۔ اس وقت بھی بدستور وہی صورت ہے۔ اس لئے جواب یہ ہے کہ "گول میز کانفرنس سے پہلے سالوں کانفرنس کے منعقد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے متعلق کانگریس کا نقطہ خیال وہی ہوگا جو "لکھنؤ کانفرنس" "کلکتہ کانگریس" اور "کنونشن" میں تھا کہ مسلمان کنوئیں میں گریں یا جیل خانہ میں جائیں "جہاں رہیں خوش و آباد رہیں" گول میز کانفرنس میں یہی تو لطف ہے کہ سانپ بھی مر جائیگا اور لاٹھی بھی بچ رہے گی۔ گزشتہ شورش کی تہہ میں صرف یہی دو امور تھے (۱) گول میز کانفرنس کیوں منعقد نہیں کی گئی۔ (۲) شاہی کمیشن میں اہل ہند کو (برادران وطن کو) کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ اگر یہ جادو چل جاتا تو دل کی بات دل میں رہتی اور مطلب بھی نکل جاتا۔ لیکن لارڈ برکنہیڈ کو کیا کیا جائے کہ برادران وطن کی ذہنیت کو نہرو رپورٹ کی شکل میں ننگا ہونے کا سامان کر دیا۔ اب جبکہ ہر ایک ہندو نے نہرو رپورٹ کو صحیفہ آسمانی کا درجہ دیدیا ہے۔

تو بھلا اس اثر سے کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔ چھوٹے پنڈت جی کے ساتھ تمام کھیل جن کو "جنگ زرگری" کہنا ناموزوں نہ ہوگا۔ محض اس لئے تھے کہ جو کچھ باپ سے رہ جائے گا وہ اس کی تکمیل کریں گے۔ سو وہ آپ لوگوں کی بدولت اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

یہ خیال فضول ہے کہ لاہور میں مدراس والا کھیل کھیلا جائیگا۔ یہ تو وقت کی بات ہے جیسا وقت ہوگا ویسا کھیل بھی ہوگا۔ اور اغلب ہے کہ لاہور میں درجہ مستعمرات کو قسط بہ قسط منظور کرنے کا کھیل کھیلا جائے۔ کونسلوں کے بائیکاٹ کے سوال کے ساتھ جو سلوک بڑے پنڈت جی نے کیا وہی سلوک مکمل آزادی کی قرارداد کے ساتھ چھوٹے پنڈت جی کریں گے۔ اور اپنے آپ کو "بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ" ثابت کریں گے۔

مکمل آزادی کی قرارداد محض چند سادہ لوح "بدنام کنندہ اسلام" کو قابو میں رکھنے کے لئے تھا اس کا وقت نکل چکا ہے۔ نہرو رپورٹ پر چند برائے نام مسلمانوں کے دستخط ثبت ہو چکے ہیں جو دنیا کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔

چھوٹے پنڈت جی نے دعوت نامہ کی قبولیت میں سب سے بڑی شرط یہ رکھی ہے کہ نہرو رپورٹ کے اصولوں کو تسلیم کر لیا جائے جس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کے لئے طوعاً و کرہاً جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قابل غور اور درخور اعتنا نہیں۔ "چھوٹے پنڈت جی" نوجوان بھارت سبھا کے پردھان ہیں۔ جو مذہب کو بیخ و بن سے اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ ان کی نیادت میں "مہر بلابل" کیا سینکڑوں بل مثلاً مخلوط شادی۔ تحدید تعداد شادی وغیرہ، وغیرہ پاس ہوں گے پنڈت جی مسلمانوں کی اخلاقی کمزوری کی حقیقت حال سے واقف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کل کسی کونسل یا اسمبلی میں مذہب پر لاتین حرف کی قرارداد پیش ہوگی تو ہندوستان میں اسلامی نام والے کچھ نہ کچھ تائید کے لئے مل جائیں گے۔ پھر ان کو زمیندار کے ایسے مقالات کے جوابات دینے اور دردسر خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا پنڈت جی کی وجہ سے مہاتما جی نے کانگریس کے متعلق اس طرح اظہار خیال کیا تھا۔

"کانگریس لڑکوں کا کھیل اور دنیا کی ظرافت طبع کا باعث بن گئی ہے۔ اہم قراردادیں بلا سوچے سمجھے پاس کی جاتی ہیں۔ اور ان پر کوئی عملی کارروائی نہیں کی جاتی وغیرہ وغیرہ"

لیکن آج خود مہاتما جی نے کانگریس کا تاج ان کے سر پر رکھدیا ہے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس انقلاب میں چشم بصیرت والوں کے لئے عبرت کی نشانیاں موجود ہیں اگر آپ نہ دیکھ سکیں تو آپ جانیں اور آپ کا کام

لباس میں تقلید

سب کو معلوم ہے کہ اٹلی کے مشہور جنرل و فرماں فرما جنرل مسولینی کو اس بیحیائی کے لباس سے سخت بیزاری ہے جس کا فیشن ساری فرنگستان میں پھیل چکا ہے اور بارہا وہ قوت و فرمان فرما اس فیشن کے خلاف اپنی قوت کو استعمال کر چکا ہے چنانچہ اب اس کے حکم سے اٹلی میں نئے قسم کے زنانہ لباس جاری ہوئے ہیں۔ جو خاصی حد تک ساتر اور پردہ پوش ہیں۔ خیر اسی خبر تک مضائقہ نہ تھا۔ لیکن اس سے بڑھکر سننے کے قابل یہ خبر ہے کہ "مسولینی کی اس اصلاح کا خیر مقدم بہت سی اونچے درجہ کی خاتونوں اور کلیسا اور حکومت کی طرف سے ہو رہا ہے"

یہ وہ خبر ہے جو لندن "ٹائمز" کے خاص وقائع نگار نے اٹلی سے منت ایک مراسلہ میں دی ہے۔ یہ پرچہ یکم اگست ۱۹۲۹ء اس کے معنے یہ ہوئے کہ لباس کے معاملہ میں ایک سیاسی لیڈر کی مداخلت اس بیسویں صدی میں صرف انگیزی ہی نہیں کی جاتی بلکہ اونچے درجے کی بہت سی خاتونیں اس کا خیر مقدم بھی کرتی ہیں۔ گویا رسول اللہ کے صحابہ کرام کے ائمہ دین کے مذاق کی تقلید لباس کے باب میں اس بیسویں صدی میں کرنا ہماری عقلیت و روشن خیالی کے لئے باعث شرم و قابل مضحکہ۔ لیکن مسولینی کے فیشن کی تقلید اس آزادی و عدم تقلید کے زمانہ میں بھی قابل عزت و باعث شرف!

ایک ہندو افسر کی فرقہ پرستانہ روش کا انجام

ڈپٹی کمشنر ضلع مظفرگڈھ کا حسن تدبر

مسلمانان علی پور ضلع مظفرگڈھ کی قسمت کی گتھی کچھ ایسی الجھی کہ آج تک کا حقہ سلجھنے میں نہیں آتی۔ مسلمانوں نے ہر چند اصلاحی انجمنیں نیز تنظیمی کمیٹیاں قائم کیں کہ کسی طرح حالات بدل جائیں مگر سچ ہے کہ

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو

سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے

پہلے مصائب تو تھے ہی کہ لالہ لالچند صاحب سب ڈویژنل افسر کا علی پور میں تقرر اس شعر کا مصداق بن گیا ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

آپڑی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی!!

لالہ لالچند صاحب نے آتے ہی ہندو سبھا کی نبارکی اور مصیبت زدہ مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بازیوں کا ایک طوفان بپا کر دیا۔ خیر پور میں اگر آریہ سماج مندر میں حقیقت رائے کا ڈرامہ کھیلتے ہوئے قرآن پاک کو زمین پر پٹکا جا رہا ہے تو جتوئی والا کے ہندو پولیس سپرنٹنڈنٹ کو تاریں دے کر یقین دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمان ڈاکو اور بدمعاش ہیں۔ علی پور کے ہندو ایک طرف آنریبل مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مسلم منسٹر کے متعلق جھوٹے مقدمات بنا کر اور لیجسلیٹو کونسل میں سوال پیش کرنے کی ناپاک جرأت کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف حاجی سردار جان محمد خان صاحب رئیس اعظم کبیر گو پانگ کے خلاف مقدمات کا ایک سلسلہ لامتناہی شروع کر دیا جاتا ہے۔ اور لالہ لالچند صاحب ہیں کہ رعایا پروری اور معدلت گستری کے مسلم اصول کو بالائے طاق رکھکر تمام معاملات میں ہندوؤں کی پشت پناہی کرتے اور اپنے اثر و رسوخ سے ہر ممکن کوشش کر گزرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

لالہ لالچند صاحب نے ورکیبری ملتان کے لئے اپنے ان سے جینی سرشار ایک نامہ نگار مقرر کر چھوڑا تھا۔ جو آپ کی ہر جنم کی جدوجہد پر اخبار مذکور میں مضمون بھیجتا اور آپ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتا تھا۔ ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا ادھر چند لالچی اور مذہب فروش مسلمانوں کو لالہ صاحب نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ کسی کو آنریری مجسٹریٹی کا لالچ۔ کسی کو کرسی نشینی کی طمع اور کسی کو مربعے دلانے کا وعدہ دیا اور بعض کو یہ کہا کہ تمہاری جائدادیں کورٹ آف وارڈز قائم کرا کر محفوظ کی جائیں گی۔ غرض اس پارٹی نے ان خوشنما وعدوں پر اپنے مذہب و ملت کے مفاد کے خلاف لالہ صاحب کے حق میں پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور یوں مسلمانوں کو جہاں لالہ صاحب اور ان کے ہم مذہبوں سے مقابلہ تھا وہاں اپنے چند مذہب فروش بھائیوں کی غداری بھی نقصان عظیم پہنچانے لگی۔ مگر خدا کے کام بڑے نرالے ہوتے ہیں۔ لالہ صاحب کے دیکھتے دیکھتے آپ کی پارٹی میں ایک زبردست انقلاب آگیا اور ہر ایک اپنی شامت اعمال کا نتیجہ بھگتنے لگ گیا۔ وہ لوگ جنھیں لالہ صاحب معتوب اور مغضوب دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ آپ کے سامنے سربلند اور سرفراز ہو رہے ہیں مسٹر لنکن حاکم ضلع کی بیدار مغزی اور معاملہ فہمی نے لالہ صاحب کے منصوبوں کو وہاں ہی بھانپ لیا۔ اور ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ لالہ صاحب کو جلد ہوش آگیا اور ان کی تمام آرزوئیں خواب پریشاں بن گئیں۔ کہاں لالہ صاحب کی وہ امیدیں کہ وہ اپنی ان خدمات کے عوض میں گورنمنٹ سے انعام و اکرام اور مربعے حاصل کریں گے۔ اور کہاں یہ حالت کہ آپ حاکم ضلع مسٹر لنکن صاحب بہادر کی معاملہ فہم گورنمنٹ کے ماتحت اپنے ریٹائر ہونے کی میعاد تک بھی جو صرف چار ماہ ہے اپنی ملازمت قائم نہ رکھ سکے۔ اور چار ماہ جو ملازمت کی مدت میں باقی ہیں ان کی رخصت لیکر یہاں سے پہلے ہی بھاگ نکلنا چاہتے ہیں۔ کسی شاعر نے بالکل ٹھیک کہا ہے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافات عمل غافل مشو

(نامہ نگار علی پور ضلع مظفرگڈھ)

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔

اس نے ہر اس خیال، اس نمونہ، اس علم اور اس کمال کو جو اسے اپنے وسیع فتوحات کے سلسلہ میں جہاں کہیں بھی ملا۔ اس نے اپنا بنا لیا، اسلامی فنون میں ہر کاروان رفتہ کا نشان با صاف نظر آتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب عرب دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکلے ہیں تو قبائلی اخلاق کے بلند ترین اصول کے سوا کوئی دوسری چیز ان کے پاس نہ تھی، اس کے ساتھ ہی وہ چند عام نظموں کے بھی مالک تھے، مگر ان کے پاس بعض خانہ بدوشانہ آرائشوں کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کے ذریعہ وہ فنون لطیفہ میں کوئی اضافہ کر سکتے۔

اسلام نے اپنے ابتدائی عہد فتوحات میں اپنی مساجد اور دوسری عمارتوں کے لئے بازنطینی، رومی، ساسانی اور شام کے ارمنی طرز تعمیر کی مکمل پیروی کی کہ ان کے گرجوں کے ستون اور ان کے نقش و نگار اور دوسرے جمالیاتی پہلو تمام تر انہیں کے مرہون منت ہوتے تھے، البتہ جب اسلامی دارالسلطنت بغداد سے قاہرہ کو منتقل ہوا تو اسوقت اسلام نے خود اپنا تعمیری تخیل قائم کیا۔ اور مصر طولونی حکومت کی یادگاریں اس کی زندہ مثال ہیں۔

دستکاری اور دوسری عام صنعتوں میں مسلمانوں نے اپنے حصہ سے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں اپنی بیش بہا ایجادوں سے اس خزانہ کو مالا مال کر دیا ہے۔ جاندار چیزوں کی مصوری کی ممانعت نے ان کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ جمالیات کے دوسرے پہلوؤں کو نمایاں کریں اور اس میں انھوں نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی جب فطرت کی نقالی کا دروازہ اس پر بند ہو گیا تو اس نے خود اپنے اندر غور کرنا شروع کیا اور بہا غور اسی کے بعد ایک ایسا موتی ان کے ہاتھ لگا جو خود ایک مستقل فن تھا اور جس میں تمام جمالیاتی محاسن کے ساتھ ہی ساتھ فطرت کی نقالی سے آزادی تھی، مسلمانوں نے اسی کے ذریعہ خطوط و دوائر کو اس انداز توازن سے یکجا کیا کہ اس سے ایک جمالیاتی اقلیدس عالم وجود میں آ گئی اور اس طرز کی نقاشی کا نام ہی عربی طرز یا (ARABESQUE) ہو گیا۔

اس کے بعد لائق مقرر نے اس طرز کی تشریح و تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح مسلمانوں نے ان خطوط و دوائر کے فن کو ترقی دے کر پتھر، ہاتھی دانت، شیشہ، معدنیات، برتن، کپڑوں اور قالینوں میں حسن و تجمل کا بے مثل نمونہ پیدا کر دیا۔ (معارف)

لاہور میں میاں علم الدین شہید کا جنازہ

عدیم النظیر اجتماع

۱۴ نومبر۔ میاں علم الدین شہید کا جنازہ میانوالی سے بذریعہ سپیشل ٹرین آج صبح ۵½ بجے میانی سٹیشن پر پہنچا سپیشل ٹرین ایک انجن اور تین گاڑیوں پر مشتمل بتائی جاتی ہے۔ میانی سٹیشن سے لاش بذریعہ لاری ۷½ بجے کے قریب چوبرجی میں پہنچائی گئی۔ اور سر شفیع۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ ملک محمد حسین اور دوسرے سربرآوردہ اصحاب کے حوالہ بغرض تدفین کی گئی پہلا جنازہ ۸½ بجے پڑھایا گیا۔ حاضرین کی تعداد قریباً ایک لاکھ تھی۔ ... خدا کی مخلوق کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ نہ صرف شہید کے جنازہ میں شامل ہونے کے لئے باشندگان لاہور ہی شامل تھے۔ بلکہ قصور، امرتسر، جالندھر، گوجرانوالہ اور قرب و جوار کے علاقہ کے بے شمار ٹرین اور لاری سے پہنچ گئے۔ غرضیکہ میانی کے شہر خموشاں میں آج اس قدر رونق تھی کہ اس کی سابقہ نظیر نہیں ملتی۔ عورتوں کی تعداد بھی پچیس ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے اس عظیم الشان اجتماع کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں ہر جماعت اور ہر عقیدہ کے لوگ شامل تھے۔ لاہور کی اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کہ ایک اٹھارہ سال کے نوجوان نے شمع رسالت پر پروانہ کی طرح قربان ہو کر تمام جماعتوں اور ان کے لیڈروں کو اتحاد عمل کا درس دیا۔ اور یہ اسی درس کا نتیجہ تھا کہ حکومت کو مسلمانوں کے مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

جس متانت، خاموشی اور امن پسندی سے برادران اسلام نے لاہور میں میاں علم الدین شہید کا خیر مقدم کیا۔ اور انہیں سپرد خاک کیا وہ قابل صد ستائش ہے۔ کوئی حادثہ ظہور میں نہیں آیا۔ جیلیں سے پھولوں کی دو گاڑیاں شہید کے تابوت پر گل فشانی کرنے کے لئے لائے تھے۔

پولیس اور فوج کے سپاہی جا بجا متعین تھے، گھڑ سوار تو پیں گشت لگاتی رہیں۔ (نامہ نگار)

تازہ خبریں

— ۱۳ اگست میں موضع سلطان ونڈ ضلع امرتسر میں ایک جلسہ میں سفیہانہ تقریر کرنے کی جرم میں سردار رام سنگھ اجیت کو زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند گرفتار کر کے امرتسر لایا گیا۔ لیکن ابھی تک انہیں عدالت کے روبرو پیش نہیں کیا گیا۔ بعد کی خبر ہے کہ ملزم کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تاریخ سماعت ۲۰ نومبر مقرر ہوئی۔

— سکھ لیگ کے اجلاس لائل پور کے صدر ماسٹر تارا سنگھ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو اطلاع دی ہے کہ کانگرس کے اجلاس کے بعد سکھ لیگ فی الفور ایک خاص اجلاس لاہور یا امرتسر میں منعقد کرے گی جس میں سکھوں کے لائحہ عمل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

— مقامی پولیس نے سوامی ایک شخص کا زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند چالان کیا ہے۔ واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ گذشتہ دسہرے کے موقع پر موضع چھیاری ضلع امرتسر میں ایک شخص نے ہنومان کا سوانگ بھرا ہوا تھا ملزم نے اس کی مصنوعی دم میں آگ لگا دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہنومان جل کر ہلاک ہو گیا۔ پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کے علاوہ باقی تمام گواہان استغاثہ کی شہادتیں ہو گئی ہیں۔ تاریخ ۱۹ نومبر مقرر ہوئی ہے۔

— کانگرس کی مجلس استقبالیہ نے اپنے عہدہ داروں کے وفود مرتب کئے ہیں جو پنجاب کے مختلف مقامات کا دورہ کریں گے۔ مصیبت زدہ گان سیاسی کی کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انجمن استقبالیہ مرتب ہو چکی ہے جس کے صدر کا انتخاب کل ہونے والا ہے۔

— آج یوم صلح کے سلسلے میں پنجاب کی عدالتیں گیارہ بجے کے بعد کھلیں۔ عین گیارہ بجے لاہور کے ان دفاتر میں جن میں رخصت نہیں تھی دو منٹ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ اور لارنس گارڈن میں بینڈ وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ فوج کے ایک دستہ نے منٹگمری ہال کے سامنے پریڈ کرتے رہے۔ ہال کے سامنے یورپین کافی تعداد میں جمع تھے۔ کاغذ اور کپڑے کے سرخ پھول غریب انگریز لڑکے اور لڑکیاں بیچ رہی تھیں۔ گیارہ بجے وہاں بھی خاموشی چھا گئی پھر گیارہ بجکر دو منٹ پر فوج نے سلامی اتاری۔

— بہاولپور میں دو دن بسر کرنے اور نواب صاحب کا مہمان رہنے کے بعد گورنر دہاری گئے۔ اور آپ نے اسلام کا معائنہ کیا۔ صبح کا کھانا راستہ میں میاں احمد یار خان دولتانہ کے ساتھ کھایا۔

— ضلع بلیا صوبہ جات متحدہ کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سنہ ۱۹۲۰ء سے ایک مقدمہ چل رہا تھا۔ مسلمانوں نے سنہ ۱۹۲۰ء میں محرم کے چوتھے روز دلدل کا جلوس نکالا جسے ہندوؤں نے سابقہ رواج کے خلاف قرار دیا۔ تحصیلدار نے مسلمانوں کو دلدل کا جلوس نکالنے سے روکو دیا جس کے خلاف مسلمانوں نے دعویٰ دائر کیا اور عدالت سے اجازت لے لی ہندوؤں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں اپیل کی جو خارج ہو گئی۔ پھر عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی جو منظور ہو گئی۔ مسلمانوں کے وکیل مسٹر صدیقی نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی جلوسوں میں کسی نئی بات کے اضافہ کرنے کے مجاز نہیں۔ عدالت عالیہ نے کہا کہ معاملہ اہم ہے لہذا پریوی کونسل میں جانا چاہئے۔ مسلمان اب پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

— ۱۱ نومبر بعد دوپہر کشمیری دروازہ دہلی میں چار قلی ہلاک ہو گئے اور دو کو شدید طور پر چوٹیں لگیں سینما کی ایک عمارت تعمیر ہو رہی تھی اور قلی چرخیوں کے ذریعہ ایک بھاری گرڈر کو اوپر چڑھا رہے تھے کہ ایک چرخی ٹوٹ گئی اور گرڈر گر پڑا۔ چار آدمی نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ اور باقیوں کو چوٹیں لگیں۔

مسز بیسنٹ نے ناگپور میں تین لیکچر دئے اور فرقہ وار اتحاد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کی خوشحالی کا دارومدار دیہات کی اصلاح پر ہے۔

آج عدالت عالیہ لاہور میں ڈاکٹر ستیہ پال کی اپیل کا فیصلہ سنایا گیا فاضل جج نے جتنی سزا ڈاکٹر موصوف بھگت چکے ہیں اسکو کافی سمجھتے ہوئے ڈاکٹر موصوف کو بری کر دیا۔ اور جرمانہ بھی معاف کر دیا۔

آل انڈیا مسلم فیڈریشن کی کونسل نے اپنے ایک اجلاس میں وائسرائے کو ان کے اعلان پر مبارکباد دی اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ نیز یہ خیال ظاہر کیا کہ درجہ نو آبادیات اسی صورت میں کامیاب ہو گا جبکہ تمام قوموں کے درمیان اعتماد قائم ہو اور کہا گیا کہ اگر کانفرنس میں مختلف اقوام اور مختلف خیالات کے ارکان نہ لئے گئے تو کامیابی مشکل ہے۔ ایسے رہنماؤں کا منتخب کیا جانا ضروری ہے جن پر ان قوموں کو اعتماد ہو۔ مسلمانوں پر بہت زور دیا گیا۔ ہندو اور مسلمانوں میں سے اختلافات کے تصفیہ کی اپیل کی گئی۔

— غازی محمد نادر خان نے اعلان کیا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی سخت پابندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے شراب اور دیگر مسکرات کی ممانعت کی جائیگی لیکن غیر ملکی باشندے اس قانون کے نفاذ سے مستثنیٰ قرار دئے جائیں گے۔

— ڈاکٹر کچلو اپنے رفقا سمیت غازی عبدالرحمٰن اور ماسٹر موتا سنگھ سے ملاقات کرنے کے لئے راولپنڈی پہنچے لیکن سپرنٹنڈنٹ جیل نے ملاقات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ ماسٹر موتا سنگھ کی حالت خطرناک بیان کی جاتی ہے۔ نیز غازی صاحب کی صحت بھی ان کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک ہو رہا ہے۔

— ۱۰ نومبر کی صبح کو لکھی پور (نواکھالی) تھانہ میں چار ملاہا کے مقام پر ڈاکوؤں کے ایک گروہ اور پولیس کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں ایک ڈاکو مارا گیا۔ اور طرفین کے بہت سے آدمی زخمی ہوئے

— گورنر پنجاب نے ۱۰ نومبر کو پاک پٹن میں ایک کامیاب دربار کیا جس میں نہری آبادی کے کام کی خدمات کے عوض سندات اور انعامات تقسیم کئے اس دربار کو خاص امتیاز یہ حاصل ہے کہ گورنر صاحب کی زندگی کا بہت سا حصہ نہروں کی آبادیوں کے انتظامات میں گذرا ہے۔

— رائے صاحب نند لال منجندہ نے آج امرتسر کے چند مقدمات بغاوت میں ملزموں کو حسب ذیل قید کے احکام سنائے۔

— (۱) ادیوکی نند جانن کو جلیانوالہ باغ میں ایک جلسہ کے اندر نظم سنانے کے جرم میں ایک سال قید بامشقت (۲) بھگو رام کو نظم سنانے کے جرم میں ۱۰ ماہ قید بامشقت (۳) سردار تیجا سنگھ سفری کو دو مقدمات میں ڈیڑھ ڈیڑھ سال قید بامشقت لیکن دونوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔ (۴) امر سنگھ تیغ مدیر طابع و ناشر اخبار کرتی کو دو مقدمات میں ڈیڑھ ڈیڑھ سال قید بامشقت دونوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔ امر سنگھ تیغ اور دیوکی نندن کو خرابی صحت کی بنا پر سپیشل کلاس میں رکھنے کی سفارش کی گئی۔

— میسرز کالکا پرشاد فریا لگری کا ایک کارکن مسٹر موگم عمر ۵۰ سال کو کل آرمی ٹمپرنس ایسوسی ایشن کے ایک سپاہی نے نشانہ بندوق بنایا۔ سپاہی کو گرفتار کر لیا گیا۔ وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ مسٹر موگم انڈین ملٹری ہسپتال کے داخل کئے جانے کے بعد جان بحق تسلیم ہو گیا۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

سکھوں کی جدید قائم شدہ قوم پرست جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ۱۵-۱۶-۱۷ نومبر کو ننکانہ صاحب کے میلے کے موقعہ پر ایک سیاسی دیوان منعقد کیا جائے جس میں تمام اقوام کے نمائندوں کو دعوت دی جائیگی۔ اس جلسہ کا مقصد کانگرس کے حق میں پروپیگنڈا کرنا ہو گا

چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے گوالاٹری کے سلسلے میں جعلسازی اور اعانت مجرمانہ کے جرائم میں لیتھو پریس کے مالک مسٹر ولیم کوپر کو ۱۸ ماہ قید بامشقت۔ مسٹر ہری ہیر کو ایک دن قید محض یا تین سو روپیہ جرمانہ اور مسٹر بنرزتھ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا دی۔

بزم ستارۂ ادب فارمن کرسچین کالج کے زیر اہتمام ۱۹ نومبر کو ساڑھے چھ بجے شام کالج کے ہال میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوگی جس میں متعدد سیاسی اور اخلاقی موضوعات پر اردو زبان میں تقریریں کی جائیں گی۔ سر شفیع صدر ہوں گے۔

معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خان نے افغان ایجنٹ کابل سردار عبدالحکیم خان کو لکھا ہے کہ غازی نادر خان کی بیعت کر کے کل روپیہ شاہ مذکور کے حوالے کر دو کیونکہ افغانستان کی فلاح اسی میں ہے۔ مگر سردار عبدالحکیم خان روپیہ دینے اور اطاعت کرنے کو تیار نہیں۔

التماس ضروری براہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ مینیجر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سولھواں سالانہ جلسہ

۲۶ دسمبر بروز جمعرات

پہلا اجلاس ۲ سے ۴½ بجے تک

۲ سے ۲¼ تک تلاوت قرآن شریف ونعت

۲¼ سے ۲¾ تک کیا قرآن کی رو سے نبوت کا دروازہ کھلا ہے؟ میر مدثر شاہ صاحب

۳¼ سے ۴ تک کیا حدیث کی رو سے نبوت کا دروازہ کھلا ہے؟ مولانا عصمت اللہ صاحب

(نوٹ) ... اور ... ہوں گی

۲۷ دسمبر بروز جمعہ

پہلا اجلاس ۱۰ سے ۱۲½ بجے تک

۱۰ سے ۱۰¼ تک تلاوت قرآن شریف ونعت طلباء مسلم ہائی سکول لاہور

۱۰¼ سے ۱۱ تک اسلام اور دیگر مذاہب مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت

۱۱ سے ۱۲½ تک تقریر مولانا مولوی صدرالدین صاحب

خطبہ جمعہ ۱½ سے ۲ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲ سے ۴½ بجے تک

۳ سے ۳¼ تک نظم

۳¼ سے ۳¾ تک رپورٹ سیکرٹری صاحب

۳¾ سے ۴ تک اپیل میر محمد شاہ صاحب

۲۸ دسمبر بروز ہفتہ

پہلا اجلاس ۱۰ سے ۱۲½ بجے تک

۱۰ سے ۱۰¼ تک تلاوت قرآن شریف ونعت طلباء مسلم ہائی سکول لاہور

۱۰¼ سے ۱۰¾ تک میں جماعت احمدیہ میں کیوں شامل ہوا؟ راجہ غلام حیدر خان صاحب

۱۰¾ سے ۱۱½ تک ہماری قومی ضروریات مولوی ... محمد صاحب

۱۱½ سے ۱۲½ تک احمدیہ جماعت کی خصوصیات حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب

دوسرا اجلاس ۲ سے ۴½ بجے تک

۲ سے ۲¼ تک تلاوت قرآن شریف ونعت طلباء مسلم ہائی سکول لاہور

۲¼ سے ۳ تک تقریر مولوی مصطفیٰ خان صاحب

۳ سے ۴ تک مغرب میں تبلیغ اسلام حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب

۴ سے ۴½ تک وعظ مولوی قاضی غلام حسن خان صاحب

تیسرا اجلاس (رات کو) ۸ سے ۱۰½ بجے تک

۸ سے ۸¼ تک تلاوت قرآن شریف ونعت طلباء مسلم ہائی سکول لاہور

۸¼ سے ۸¾ تک دنیا کا آئندہ مذہب مرزا مظفر بیگ صاحب

۸¾ سے ۱۰½ تک مذہب سے لاپروائی کی رو اس کے اسباب اور اس کا علاج محمد یعقوب خان صاحب، پروفیسر محمد شفیع صاحب، شیخ محمد دین جان صاحب

حافظ محمد حسن صاحب " " "

مولوی عالم دین صاحب " " "

بابا غلام عباس صاحب " " "

ڈاکٹر وزیر احمد صاحب " " "

مرزا مسعود بیگ صاحب

مولوی عبدالرحمٰن صاحب

پروفیسر ... صاحب

ہر مذہب و ملت کے اصحاب تشریف لا سکتے ہیں۔

محمد یعقوب خان منتظم جلسہ سالانہ

جلسہ کی تاریخوں میں تبدیلی

اس سے قبل پیغام صلح میں یہ اعلان شائع ہو چکا ہے۔ کہ انجمن احمدیہ لاہور کے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶ اور ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء مقرر کی گئی ہیں۔ لیکن ان تاریخوں کے بجائے

۲۶ (جمعرات) ۲۷ (جمعہ) ۲۸ (ہفتہ) دسمبر ۱۹۲۹ء

کا اعلان کیا جاتا ہے ایک دن کی تبدیلی اس خیال سے عمل میں لائی گئی ہے۔ کہ جو اصحاب بیرونجات کے قریبی مقامات سے شریک ہونگے۔ وہ ہفتہ اور ایک انڈ کے رعایتی کرایہ سے جس کا آغاز اس دفعہ ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ء کی درمیانی شب سے شروع ہوگا۔ مستفید ہو سکیں۔ بڑے دن کی تعطیلات کے ایام میں ایک معمولی رعایت کرایہ ہے۔ جو واپسی ٹکٹوں پر ۱۲ دسمبر کے بعد ۱۳ دسمبر تک ہر وقت مل سکتی ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے یعنی اول و دوم درجہ میں ½۱ کرایہ دیکر واپسی ٹکٹ مل سکیگا۔ درمیانی درجہ میں ½۱ کرایہ دیکر اور تیسرے درجہ میں ¾۱ کرایہ دیکر واپسی کے ٹکٹ مل سکتے ہیں۔ مگر یہ رعایت صرف ایک سو میل سے زائد سفر کے لئے ہے۔ دوسری رعایت ویک اینڈ ریٹرن ٹکٹ کے نام سے ہے۔ جو ہر ہفتے ہر قسم کے واپسی ٹکٹوں پر مل جاتی ہے۔ اس کا معمولی وقت ٹکٹ لینے کا جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب سے شروع ہو کر ہفتہ کی شام تک رہتا ہے۔ مگر چونکہ اس دفعہ جمعہ تعطیل کا دن ہے۔ اس لئے بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب سے ۱۲ بجے رات کے بعد واپسی ٹکٹ ½۱ یا سفر ۵۰ میل سے کم ہو۔ تو ½۱ کرایہ پر ہر درجہ کے مل سکتے ہیں۔ صرف اسی غرض کے لئے کہ احباب جو سو میل کے اندر ہوتے ہیں۔ ان واپسی ٹکٹوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ جلسہ کی تاریخوں میں یہ تبدیلی کی گئی ہے۔ جن احباب کا سفر سو میل سے زائد ہے۔ وہ معمولی کرسمس کی رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن سب احباب کو جمعرات کے دن ۱ بجے تک پہنچ جانا چاہیے۔ تاکہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جلسہ میں مقررہ وقت پر شامل ہو سکیں۔

احمدیہ انجمن خواتین لاہور کا چوتھا سالانہ جلسہ

زیر صدارت لیڈی عبدالقادر صاحبہ

ہر ایک ہی خواہ قوم اور سچی مسلمان بہن کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ احمدیہ انجمن خواتین لاہور کا چوتھا سالانہ جلسہ زیر صدارت محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ء ہونا قرار پایا ہے کئی ایک لائق اور قابل خواتین کی تقریریں ہونگی اور اسی دن لیڈی صاحبہ موصوفہ نمائش دستکاری کا افتتاح فرمائیں گی یہ نمائش صرف تبلیغ اسلام میں امداد دینے کیلئے ہوگی اور فروخت بھی ساتھ ساتھ ہوگی اس میں ہاتھ سے بنی ہوئی ننھے بچوں کے اونی سویٹر و ٹوپیاں جرابیں و دیگر گھریلو استعمال کی اشیاء مناسب قیمتوں پر مل سکیں گی۔ جلسہ و نمائش ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان واقع احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگی۔ پردہ کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ اسلئے التماس ہے کہ آپ خود بھی جلسہ میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کریں اور اپنی ہمجولیوں کو بھی ساتھ لاکر اس دینی اور قومی اجتماع کو رونق بخشیں۔ جلسہ کا پروگرام حسب ذیل ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے دلچسپ پائیں گی۔ والسلام

نوٹ:- اس کے علاوہ انجمن اشاعت اسلام کا سالانہ جلسہ حسب معمول بتاریخ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ہونا قرار پایا ہے۔ مستورات کیلئے پردے کا خاص انتظام ہوگا۔ خواتین کیلئے قابل بزرگان دین کی تقریریں اور وعظ و نصیحت وغیرہ سننے کا ... موقع ہے۔ ضرور فائدہ اٹھائیں۔

پروگرام جلسہ احمدیہ انجمن خواتین لاہور
بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ء

قرآن مجید ونعت		۱۱ بجے سے ۱۱¼ بجے تک
افتتاحی تقریر	صدر صاحبہ	۱۱¼ " ۱۱¾ "
نظم	محترمہ آمنہ تسنیم صاحبہ	۱۱¾ " ۱۲ "
محبت رسول کی صحیح راہ	محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ	۱۲ " ۱۲½ "
دعوت عمل	بیگم صاحبہ مولانا محمد علی	۱۲½ " ۱¼ "
ہمارا فرض (نظم)	ام منصور صاحبہ	۱¼ " ۱½ "
رپورٹ سالانہ	سیکرٹری صاحبہ	۱½ " ۱¾ "
تقریر	محترمہ زکیہ ظفر صاحبہ	۱¾ " ۲ "
حقوق نسواں	محترمہ امتیاز فاطمہ مدیرہ رسالہ ...	۲ " ۲¼ "
نظم	محترمہ اہلیہ خواجہ جلال الدین صاحب	۲¼ " ۲½ "
تقریر پنجابی	محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ	۲½ " ۲¾ "

بہنوں کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ ٹھیک وقت پر تشریف لانے کی کوشش فرمائیں۔

(سیکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور)

سالانہ جلسہ پر تشریف لانے والے اصحاب کیلئے ضروری اطلاعات

(۱) ہر ایک صاحب کافی بستر ہمراہ لائیں۔ آجکل لاہور میں سخت سردی پڑ رہی ہے۔ یہاں بستروں کا کوئی انتظام نہیں ہوگا۔

(۲) جلسہ سے ایک دن پہلے اور جلسہ کے پہلے دن مہمانوں کے استقبال کیلئے ریلوے سٹیشن پر رضاکاروں کا انتظام ہوگا۔ مہمان صاحبان پلیٹ فارم پر متعینہ رضاکاروں کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں تو ان کو سہولت رہیگی۔ رضاکاروں کو ہدایت ہوگی کہ مہمانوں کو خود بھی تلاش کریں۔

(۳) نماز اور کھانے کے اوقات حسب ذیل ہونگے۔ مہمان صاحبان ان کی پابندی کا خیال رکھیں۔ تاکہ ان کو جلسہ میں شریک ہونے کا کافی موقع مل سکے اور کھانا کھلانے والوں کو آرام رہے۔

الف۔ نماز فجر ۶ بجے صبح۔ ب۔ چاء نماز فجر کے معاً بعد مسجد میں ہی ملیگا مہمان صاحبان مسجد میں ہی تشریف رکھیں۔ ج۔ صبح کا کھانا ۸ بجے صبح سے ۹½ بجے صبح تک۔ د۔ نماز ظہر و عصر ۱½ بجے بعد دوپہر۔ ہ۔ نماز مغرب و عشاء ۵¾ بجے شام۔ و۔ شام کا کھانا ۶ بجے سے ۷½ بجے شام تک

(۴) مہمان صاحبان اپنے اسباب اور نقدی وغیرہ کا عام طور پر اور خصوصاً رات کے وقت خیال رکھیں۔

(۵) سونے سے پہلے بتی یا لیمپ بجھا دیں اور حقہ کے عادی احباب سونے سے قبل چلم خالی کر کے آگ بجھا دیں۔ تاکہ آگ لگ جانے کا احتمال نہ رہے۔

(۶) کوئی شکایت یا ضرورت ہو تو دفتر انچارج جلسہ کو اطلاع دیں تاکہ تدارک کر لیا جاوے۔

(۷) احمدیہ کانفرنس ۲۶ و ۲۷ تاریخ ۸ بجے شام شروع ہوگی۔ تمام احباب اس میں شامل ہوں۔ (۸) جنرل کونسل ۲۸ تاریخ بعد از نماز مغرب ہوگی۔

«زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب»

کیا یہ اخبارات فرزندان اسلام کا سرمایہ نازش ہیں؟

برادران اسلام کا فرض

(جناب ناظر کے قلم حقیقت رقم سے)

«زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» لاہور کے تین روزانہ مسلم اخبارات ہیں جو ہندوستان کی اردو داں پبلک میں ایک خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں «زمیندار» بلحاظ عمر سب سے بڑا ہے۔ «سیاست» زمیندار سے چھوٹا اور «انقلاب» سب سے چھوٹا۔ ان تینوں اخبارات کا وجود ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے جذبات کی ترجمانی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

حیا سوز کھیل

لیکن کچھ عرصہ سے ایک طرف «زمیندار» اور دوسری طرف «سیاست» اور «انقلاب» کی باہمی مخالفت نے اخلاقی پہلو سے ایک ایسی شرمناک اور قابل نفرین صورت اختیار کر رکھی ہے کہ مسلمانوں کا روشن خیال اور اصلاح پسند طبقہ ان تینوں اخبارات کو مسلمانوں کے لئے باعث ننگ و عار سمجھتا ہے۔ «زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» کے اڈیٹر شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جو ناپاک اور حیا سوز کھیل وہ کھیل رہے ہیں وہ عام ملین کو بھی پسندیدہ ہوگا۔ لیکن ہم ان حضرات کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ غنڈے، شہدے اور نفاق پسند لوگ تو بے شک «نکاہات»، «تازہ نیاز» اور «انکار حوادث» کو مزے لے لے کر پڑھیں گے۔ لیکن اسلامی نقطہ خیال سے میں ان تینوں کالموں کو بالخصوص ایسی صورت میں کہ ان میں نہایت بے حیائی سے ایک دوسرے پر ذاتی حملے کئے جائیں۔ یا کبھی پر آوازے کسے جائیں یا دوسروں کا منہ چڑایا اور ان کا مذاق اڑایا جائے۔ ملک و ملت کے لئے سب سے بڑی لعنت سمجھتا ہوں اور جسقدر جلد اس لعنت کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی جائے، اسی قدر اچھا ہے۔

انسانیت اور اخلاق کا ضابطہ

آپ اپنے ناظرین کے لئے ضیافت طبع کا سامان بہم پہنچایئے۔ اور ضرور پہنچایئے۔ کوئی آپ کو اس سے منع نہیں کرتا۔ لیکن میں «زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» کے «مدیران محترم» سے پوچھتا ہوں کہ کیا انسانیت اور اخلاق کا کوئی ضابطہ ایسی ظرافت اور شوخی کو مستحسن قرار دیتا ہے۔ جس سے اپنے ان بھائیوں کی دل آزاری اور تضحیک کا پہلو نکلے۔ جن کی عزت ہماری عزت اور جن کی ذلت ہماری ذلت ہے۔ آپ مفاسد کی اصلاح کے لئے اپنے قلم کی پوری طاقت استعمال کیجئے۔

خدا و رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی

کیا «زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» کے «مدیران محترم» نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اس حقیقت پر غور کرنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ گو وہ ان اخبارات کے خود مالک ہیں۔ لیکن جہاں تک اسلامی تہذیب، اسلامی تنظیم اور اسلامی مفاد کا تعلق ہے۔ وہ ہرگز ہرگز ایسی روش اختیار کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ جس سے اپنوں کو رنج پہنچے اور بیگانوں کو خندہ زنی کا موقع ملے۔ «زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» کے «مدیران محترم» شاید اپنے آپ کو احتساب کی گرفت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ اسلام کے قانون اور ضابطہ کو پائے استحقار سے ٹھکرا رہے ہیں اور اخبارات کے کالموں کو انہوں نے اپنے نفسانی جذبات کے مظاہرہ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ تو وہ علانیہ خدا اور اس کے رسول برحق (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صریح احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ پھر اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ احکام الٰہی کی علانیہ خلاف ورزی کرنے والے خاص اہتمام سے آئے دن اسلامی نمبر نکالتے ہیں کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے کہ اگر ان کے دل میں خدا کا خوف ہو اور اپنے رسول کی محبت ہو تو وہ اپنے قلم سے ایسی غلاظت اور کیچڑ اچھالنے کی جرأت کر سکیں۔ جس سے شریف طبائع کی روحوں کو خاص صدمہ محسوس ہو رہا ہے؟

«ان میں اور لفنگوں میں کیا فرق ہے»؟

اگر یہ جرائد اپنی موجودہ حیا سوز روش کو اپنی اشاعت بڑھانے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو پھر خدا را «مدیران محترم» بتائیں کہ ان میں اور لفنگوں میں کیا فرق ہے؟ بازار کے غنڈے اور شہدے جب ایک دوسرے کو نہایت فحش الفاظ میں ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں تو انہیں اپنی اس بدگوئی کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ «مدیران محترم» بھی اپنے انہی ناپاک جذبات کا اظہار کرتے ہیں لیکن مسجع اور مقفیٰ الفاظ میں۔ حالانکہ ان کے اخبارات کا نصب العین کچھ اور ہے۔

اپنے نصب العین کو دیکھو!

اگر وہ اس نصب العین سے اس وقت غافل الذہن ہو گئے ہیں تو پھر انہیں اپنے پرانے کاغذات میں سے وہ پوسٹر نکال کر دیکھنے کے سامنے اعلان کر چکے ہیں۔ اپنے موجودہ فعل سے موازنہ کریں۔ مسلم پبلک نے ان کا خیر مقدم صرف اس لئے کیا تھا۔ کہ ان کے قومی اخبارات ان کی ایسی رہنمائی کریں جس سے وہ دنیا اور دین میں سرخرو ہوں۔

تباہی و بربادی کا راستہ

لیکن اب جس راستہ پر یہ تینوں اخبارات چل رہے ہیں اور اپنے خریداروں کو بھی اسی راستہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ بلاشک و شبہ تباہی بربادی اور ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔ اسلام کا شیرازہ پہلے ہی المناک طور پر بکھر رہا ہے۔ کیا ایسی حالت میں کہ برادران وطن اپنی تنظیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ «زمیندار» «سیاست» اور «انقلاب» کی باہمی آویزش ایک خطرۂ عظیم نہیں؟

مسلمان پبلک سے اپیل

میں اپنے ان بھائیوں سے جو «نکاہات»، «تازہ نیاز» اور «افکار و حوادث» کے شرمناک کالموں کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں اپیل کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنی حالت پر رحم نہیں کرتے تو خدا کے لئے اسلام کی حالت پر رحم کریں۔ خدا کی قسم جو لوگ اس وقت خاموش ہیں اور ان تینوں اخبارات کی قلمی جنگ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے جو ایک مسلم کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتی ہے۔ مسلم پبلک اور بالخصوص ان تینوں اخبارات کے خریداروں کا فرض ہے کہ وہ «مدیران محترم» کو متنبہ کر دیں کہ اگر انہوں نے ایک ہفتہ کے اندر اپنی خرافات کو نہ روکا تو وہ ان کی خریداری کو ترک کر دیں گے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں «مدیران محترم» کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کیا جائے۔ تاکہ ان حضرات کو معلوم ہو جائے کہ انہیں بھی کوئی سیدھا کرنے والا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک چٹھی (۱۰ مئی) مانسہرہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوئی ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے کہ آج سے سرینگر روانہ ہونے کا ارادہ تھا لیکن مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب (سکنہ دیب گراں) تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ ایک ہفتہ اور یہاں ٹھہروں اور طاقت عام کے لئے دوائی استعمال کروں اس لئے ایک ہفتہ یہاں اور ٹھہروں گا۔ یہاں کی آب و ہوا خشک ہے جو نہایت مفید پڑی۔ کھانسی میں بہت افاقہ ہوا ہے۔ بخار تو یہاں پہنچتے ہی جاتا رہا۔ البتہ نیوراستھینیا یعنی پٹھوں کی تکلیف ہے امید ہے وہ بھی آپ کی دعا سے جاتی رہے گی۔

پیغام صلح۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کو صحت کامل عطا فرمائے۔ احباب کرام بھی ان کے لئے دعا کرنے

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۹ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۸ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۵

برلن میں عید

اتحاد نسل انسانی کا عجیب و غریب منظر

(جناب اقبال شیدائی کی قلم سے)

یوں تو عیدین کے مناظر اسلامی ممالک میں بارہا دیکھنے میں آئے۔ لیکن ۱۹ مئی ۱۹۲۹ء کو جو نظارہ برلن دارالسلطنت المانیہ (جرمنی) میں دیکھا وہ ایک عرصہ تک یاد سے محو نہ ہوگا۔ مجمع اگرچہ دو تین صد نفوس سے زائد نہ ہوگا۔ لیکن یہ مختصر سا گروہ جو مختلف اقوام کے افراد پر مشتمل تھا۔ عجیب نظارہ پیش کرتا تھا۔ میں نے کابل و انگورہ کی جامع مسجدوں اور عیدگاہوں میں ہزارہا انسانوں کے گروہ کو دیکھا جہاں محمود و ایاز ایک ہی صف میں قبلہ رخ اپنی جبین نیاز جھکائے ہوئے نظر آئے۔ مگر برلن کی چھوٹی سی خوشنما مسجد جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چند لاکھ روپیہ کے صرف سے تعمیر کی ہے۔ کچھ اور ہی منظر پیش کرتی تھی۔ گوری اور کالی۔ زرد اور سرخ اقوام کے لوگ بغیر کسی نسلی امتیاز کے دوش بدوش کھڑے اور معبود حقیقی کے حضور میں بصد عجز و نیاز رکوع و سجود کر رہے تھے اس منظر کو دیکھ کر اسلام کی عظمت اور اس کی عالمگیری کا سکہ خود بخود دلوں پر بیٹھا جاتا تھا۔

خطبہ عید اور قربانی

امامت پروفیسر محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ مبلغ اسلام نے کرائی۔ خطبہ بھی انہوں نے بزبان المانوی پڑھا۔ جس میں سنت ابراہیم یعنی قربانی کے مسئلہ پر فلسفیانہ رنگ میں روشنی ڈالی۔ جس سے سامعین پر نہایت عمدہ اثر ہوا ہے۔ خطبہ کے خاتمہ پر اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا مانگی گئی۔ بعدہٗ جملہ حاضرین ایک دوسرے کے گلے ملتے رہے۔ جس سے غیر مسلم لوگوں پر اور زیادہ عمدہ اثر ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے ایک دنبہ قربانی کیا گیا۔

مسلمان طلبہ کا خلوص اسلامی

پروفیسر صاحب نے برلن کے جملہ مسلمانوں کو کھانے کی دعوت بھی دی تھی۔ لیکن بعض وجوہ سے سب مسلم اصحاب تشریف نہ لا سکے۔ تاہم ساٹھ ستر افراد موجود تھے۔ کھانا بالکل ہندوستانی طرز کا تھا۔ جو نوجوان مسلم طالب علم مسٹر عبدالسبحان بنگالی نے تین چار دیگر ہندوستانی مدد سے پکایا۔ خصوصاً پلاؤ اور قورمہ تو بہت ہی لذیذ تھا۔ دیگر تمام انتظامات یعنی مہمانوں کا استقبال وغیرہ مسٹر محمد امین فاروقی نے جن کے متعلق تھا نے اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے انجام دے کر جملہ مہمانوں سے تحسین حاصل کی۔

انتظامات عید کے لئے کمیٹی

کھانا کھا چکنے کے بعد مسٹر عبدالسبحان کی تحریک پر چند ہندوستانی اصحاب کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ

[illegible]

اسلام اور اخلاق

مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے کا لیکچر اخلاق اسلامی پر

ووکنگ مسلم مشن کی مساعی تبلیغ

جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی قائم مقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کا گزشتہ ماہ ایک لیکچر کنزبلڈرس ایسوسی ایشن لندن (سیکشن برائے اخلاق) میں ہوا۔ جس کا موضوع "اسلامی اخلاق" تھا۔ اس لیکچر میں بہت سے اعلیٰ طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔

اخلاق اسلامی کا ممتاز پہلو

ابتدائے لیکچر ہی میں مولوی صاحب ممدوح نے بتایا کہ اسلام کا سنگ بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی ہیں کہ انسان صفات باری پر ایمان لائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں سب سے ممتاز صفات رحمان اور رحیم ہیں۔ اس لئے ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے اندر رحمٰن اور رحیم ہو کر رہے۔ اس لئے اسلامی اخلاق میں رحمانیت اور رحیمیت ایک ممتاز پہلو لئے ہوئے ہیں۔

اسلامی اخلاق جنگ

اسلامی اخلاق محاربہ کے متعلق مولوی صاحب موصوف نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں عربوں نے لڑائیوں میں کبھی بھی زہر آلود تیر استعمال نہیں کئے۔ اور نہ کبھی انہوں نے مفتوحین کے مکانوں اور گاؤں کو نذر آتش کیا۔ انہی اسلامی اخلاق محاربہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے ترک مسلم بھائیوں نے بھی گزشتہ جنگ عظیم میں کبھی سم آلود گیس استعمال نہیں کی۔

تہذیب حاضرہ کے اخلاق اور اسلام

مولوی صاحب نے فرمایا کہ ان واقعات دیرینہ کے اعادہ سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ سامعین کے دل سے یہ امر بالکل محو ہو جائے کہ مسلمان وحشی و جنگجو واقع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی بربریت کی گھناؤنی تصویر یہ عدوان اسلام کی کھینچی ہوئی ہے۔ ورنہ مسلم اخلاق ان مہیب اور انسانیت سوز وحشیانہ واقعات سے جو نام نہاد تہذیب حاضرہ کی آڑ میں کئے جاتے ہیں۔ ارفع و اعلیٰ ہیں۔ لیکچر کے اختتام پر ایک دلچسپ بحث ہوئی۔

انگریز نومسلموں کو اسلامی تعلیم

ان تبلیغی لیکچروں کے علاوہ جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ماہ کی پہلی اتوار کو لندن مسلم ہاؤس میں نومسلموں کو اصول اسلام کی تفصیلات کے سمجھانے میں کافی وقت صرف کیا جاتا ہے۔ اور باتوں ہی باتوں میں بہت سے اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی

[illegible]

ایک اتوار کو مسٹر نار مر جو حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ لندن مسلم ہاؤس میں تشریف لائے۔ اور انہیں نماز پڑھنی سکھائی گئی۔ ہفتہ کے روز مسٹر رنکین عرف ہیو برٹ رحمٰن کا اعلان اسلام حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکا ہے) مسجد ووکنگ میں تشریف لائے اور رات کے گیارہ بجے تک اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے رہے مسٹر رنکن کے دل میں اسلام کے سیکھنے کی حقیقی تڑپ اور اسلامی اصول کے احترام اور ان پر عملی طور پر کاربند ہونے کی سچی آرزو ہے۔ امید ہے کہ ان کا رہبر دیورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

(والسلام۔ خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن)

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

وغیرہ کی تقاریب پر مشکل آ جاتے ہیں۔ تنہا انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے پانچ یا سات اصحاب کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جو پروفیسر صاحب کو ہر قسم کی مدد دے۔ چنانچہ اسی مجلس مشاورت میں جس کے صدر ڈاکٹر ابوالحسن منصور تھے۔ مندرجہ ذیل اصحاب کا انتخاب کیا گیا۔

(۱) ڈاکٹر ابوالحسن منصور۔ (۲) مسٹر محمد امین فاروقی (۳) مسٹر عبدالسبحان متعلم میڈیکل یونیورسٹی برلن (۴) ڈاکٹر ممتاز علی خان بھٹی (۵) ڈاکٹر محمد مارقوس (۶) میڈم کوہن (۷) مس طاہرہ۔

دو خاتونوں کو اس لئے رکھا گیا۔ کہ وہ مستورات کی مہمانداری وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ لیں۔

عید کے متعلق تمام تقاریب کوئی ۲ بجے اختتام پذیر ہوئیں اور جملہ مہمانان عزیز بکمال خوشی رخصت ہوئے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت کے لئے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

— گزشتہ جمعہ میں راجہ غلام قادر خاں صاحب سابق منیجر روزنامہ زمیندار نے نماز جمعہ کے بعد اپنا ایک رؤیا بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر جب نظر کی تو معلوم ہوا کہ آپ ابھی زندہ ہیں۔ اور لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں آپکی تجدید ایمان کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ اور تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ آپ گواہ رہیں کہ میں آخری شخص ہوں جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ میرے لئے دعا کیجئے۔ اس پر آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ گویا تسلی دلا رہے ہیں۔

— میانوالی سے ہمارے مکرم بھائی عبدالحمید صاحب کلرک آفس کورٹ مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ان کے صاحبزادے مسٹر خورشید احمد صاحب نے علیگڑھ یونیورسٹی میں ایم۔ اے آنرز کا امتحان پاس کیا ہے اور مجلس انتظامیہ نے

[illegible]

آپ سمجھتے ہیں یا نہیں ؟

ب - اگر یہ امن اور مذہبی آزادی کا زمانہ نہیں تو کیا گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف اس وقت جہاد کرنا ضروری اور فرض ہے ؟

ج - اگر جواب اثبات میں ہے تو کیوں آپ خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے ، اور جہاد کے لئے تلوار نہیں اٹھاتے - اور اگر جواب نفی میں ہے تو مرزا صاحب پر ممانعت جہاد کا الزام کیوں ہے ؟

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی

مولانا عبد الماجد بی اے دریابادی ان چند مخلص اور درد مند مسلمانوں میں سے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی حقیقی عزت اور مسلمانوں کا سچا درد پایا جاتا ہے - مولانا کا اخبار "سچ " جسکے اقتباسات سے قارئین "پیغام صلح " وقتاً فوقتاً مستفید ہوتے رہتے ہیں - ان جذبات عقیدت کا حقیقی مرقع ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل میں اسلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق پائے جانے ضروری ہیں - ایک وہ وقت تھا کہ دہریت اور تشکک کا زہریلا مواد مولانا کے خیالات میں اس قدر سرایت کئے ہوئے تھا کہ مذہب اور خدا پرستی ان کے نزدیک زمانہ جاہلیت کے توہمات میں سے تھے - لیکن آج یہ حالت ہے کہ مذہب ہی ان کا رات دن کا وظیفہ ہے اور خدا پرستی ہی ان کی زندگی کا واحد نصب العین - یہ انقلاب خود مولانا کا اعتراف ہے کہ جماعت احمدیہ کے ان روحانی تصرفات میں سے ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمۃ القرآن کا نتیجہ ہیں -

انہی پاک خیالات اور جذبات عقیدت کو لئے ہوئے آج سے چار ماہ پیشتر مولانا حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے - اور اس لمبے عرصہ میں ان کا اخبار "سچ " ان کی غیر حاضری کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا - خدا کا شکر ہے کہ مولانا اس پاک سفر سے بخیر و عافیت تمام واپس تشریف لے آئے ہیں - اور "سچ "کا اجرا دوبارہ شروع ہو گیا ہے - جس میں انہوں نے اپنے حالات سفر کو نہایت دلچسپ اور عقیدتمندانہ انداز میں لکھنا شروع کیا ہے -

ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پاک گھر کی زیارت کا شرف انہیں عطا فرمایا جسکے لئے ہر مسلمان کی آنکھیں ترستی ہیں اور جس کا حج سنت اسلامی کا وہ آخری ستون ہے جو غریبوں کے بجائے دولتمندوں کے ایمان کا حقیقی سہارا ہے - و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا - اس سعادت حقیقی پر جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں نصیب ہوئی ہم ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں - اور دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے - اور اس فلاح ابدی سے مستفید فرمائے - جو تبلیغ دین کے پاک کام میں مضمر ہے -

"ہندوستان کا سب سے بڑا یاجوجی شہر"

اپنے سفر حج کی روداد میں جس کی دوسری قسط ۱۲ جولائی کے "سچ " میں شائع ہوئی ہے - بمبئی کا ذکر کرتے ہوئے مولینا رقمطراز ہیں :-

بمبئی ہندوستان کا شاید سب سے بڑا "یاجوجی" شہر ہے لندن اور پیرس - نیو یارک اور شکاگو کی زیارت سے جو لوگ مشرف نہیں ہوئے ہیں - وہ ان کا ایک ادنے اور ہلکا سا نمونہ بمبئی میں دیکھ سکتے ہیں وہی ہر طرف آسمان سے باتیں کرنے والی اونچی اونچی عمارتیں - وہی روپیہ کی گرم بازاری - وہی کاروباری میں انہماک - وہی عیش کی فراوانی - وہی چیتی و نفس پرستی وہی برق و دخان کی پرستاری - وہی ملوں - انجنوں اور کارخانوں کا زور - وہی ریل ٹرام - اور موٹر کاروں کا شور - وہی صبح سے لے کر رات تک اور شام سے لے کر صبح تک چیختے اور چلاتے ہوئے - شور مچاتے اور دھواں اڑاتے - دھکیلتے اور کچلتے ہوئے یاجوج کی بےچینی اور بیقراری کے ساتھ بھاگ دوڑ شور و غل - چیخ پکار - شورش و اضطراب ! نہ دن کو چین نہ رات کو سکون اور اسی کا نام اس دور یاجوجی میں "ترقی " و "تہذیب " ہے ! حیرت اس پر ہے کہ اس غلبہ یاجوجیت کے باوجود اب تک وہاں کی مسجدیں کیونکر اس قدر بارونق و آباد ہیں - اور اتنے نمازی اور مذہبی مسلمان یہاں کیسے نظر آتے ہیں !

اس سارے بیان میں جو بات سب سے بڑھکر قابل نوٹ ہے - وہ مولانا کا موجودہ ترقی و تہذیب کو اور ہر اس چیز کو جو اس کی طرف منسوب ہے یاجوج کی طرف نسبت دینا ہے - یہ فی الحقیقت صحیح ہے کہ اس ترقی و تہذیب کو پیدا کرنے والی قوم وہی ہے جس کو قرآن نے یاجوج اور آنحضرت صلعم نے دجال کے نام سے پکارا ہے - اور یہی وہ بات ہے جس کو مجدد وقت حضرت مسیح موعود نے آج سے تیس سال پیشتر دنیا کے سامنے رکھا لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اسے تسلیم کرنے کے بجائے خدا کے مامور کو تمسخر و استہزا میں اڑایا - اور آج یہ حالت ہے کہ نہ صرف مولانا عبد الماجد بلکہ بعض پرانی وضع کے مولوی اور "زمیندار " جیسے دشمنان صداقت بھی طوعاً و کرہاً ملنۃً و علانیۃً اس کا اعتراف کرتے ہیں - خدا وہ دن لائے جب دجال کے ساتھ مسیح موعود کی شناخت بھی انہیں نصیب ہو - اور وہ مامور الٰہی کی جماعت کے ساتھ ہو کر دجال اور یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے درپے ہوں -

فسادات بمبئی اور آریہ سماج

بمبئی میں پچھلے دنوں ہندو مسلمانوں میں جو ہولناک فساد ہوئے ان کے وجوہ و اسباب کو معلوم کرنے کے لئے ایک مجلس تحقیقات قایم ہوئی ہے جس کے سامنے ہندو مسلمانوں کے مقتدر اور اہل الرائے اصحاب کی شہادتیں ہو رہی ہیں - مسلمانوں کی طرف سے "مسلم پیس کمیٹی "کے نام سے جو انجمن صلح بنائی گئی تھی اس کے دو ممبران مسٹر ڈیمٹیکر اور مسٹر نبی اللہ نے شہادت دیتے ہوئے آریہ سماج اور ہندو مہاسبھا پر الزام لگایا کہ ان کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کی متواتر کوشش ہوتی رہتی ہے - اپنی تائید میں انہوں نے لالہ لاجپت رائے آنجہانی اور مسٹر گاندھی کی بعض تحریرات پیش کیں جن میں آریہ سماج کے پروپیگنڈا کو اشتعال انگیز قرار دیا گیا ہے - اور صاف طور پر کہا کہ ہندو پریس مسلمانوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈا . . . .

. . . . میں مصروف ہے

مسٹر نبی اللہ نے بتایا کہ آریہ سماجیوں کو یہ خوف لاحق ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے - مسٹر مرزا خاں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے اس بات کو تسلیم کیا کہ مسلمانوں کے خلاف جو عناد پیدا کیا گیا ہے وہ صرف اس سیاسی غلبہ کا نتیجہ ہے جو ہندوؤں کو مسلمانوں پر حاصل ہے - کانگرس میں مہاسبھائیوں کا زور ہے انہوں نے بتایا کہ مہاسبھا موپلا فسادات کے بعد قایم ہوئی - اجلاس نے ہندوؤں کو ورزش وغیرہ کے ذریعہ سے جسمانی ترقی کی ترغیب دی - اغوا کا طریق آریہ سماج نے ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے لئے اختیار کیا - یہ ان اہل الرائے مسلمانوں کے خیالات ہیں جن کو مذہبی بحث و مباحثات سے دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں - ان کی یہ رائے ظاہر ہے کہ واقعات پر مبنی ہے اور بعض معتدل ہندوؤں کی شہادتیں اس رائے کی تائید و توثیق کے لئے موجود ہیں - کیا آریہ سماج اس کو عند کی نظروں سے پڑھے گی - اور ملک کے ہر حصہ میں فساد کی آگ بھڑکانے کا الزام جو اس پر عائد ہو رہا ہے اس کو عملاً دور کرنے کے لئے کوشاں ہوگی ؟

صنف نازک کی حیثیت مغرب میں

تہذیب جدید کو عورت کی حیثیت اور درجہ کے بلند کرنے کا موجب قرار دیا جاتا ہے - اور اس میں شک نہیں کہ جہاں تک اس "مادر پدر آزادی "کا تعلق ہے جو مغربی عورتوں کی عریانی اور بے پردگی میں نظر آتی ہے - تہذیب جدید کا اس میں بہت بڑا حصہ ہے - لیکن عورت کی مالکانہ حیثیت کو ابھی تک مغرب نے تسلیم نہیں کیا - ابھی تک اس کے اخلاقی اور تمدنی درجہ کو بلند کرنے کی اس نے کوئی کوشش نہیں کی بلکہ اسے بہت حد تک گرانے کا موجب رہی ہے - چنانچہ موجودہ مزدور وزارت کی رکن مس ایلے ولکنسن نے اپنے ایک مضمون میں صاف لکھا ہے کہ :-

"صنف نازک کی مفلسانہ حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا - اس کا باعث یہ ہے کہ ہر عورت کو بیوی ماں اور گھر کی منتظم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنی پڑتی ہے - اور یہ فرائض ایسے ہیں جن کی سرانجام دہی کے عوض میں نہ تنخواہ ملتی ہے نہ انہیں یہ اعزازی مناصب ہیں اور انہیں خدا واسطے پایۂ تکمیل تک پہنچانا پڑتا ہے - میں مانتی ہوں کہ بعض معزز اور مقتدر اشخاص ان تصریحات کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے اور ان کے خلاف اظہار احتجاج کریں گے - لیکن واقعہ یہی ہے کہ خواہ شوہر اپنی بیوی کو ہزارہا چیزیں کیوں نہ لے دے پھر بھی اس کی اس شان میں فرق نہیں پڑتا - اسے کسی شے کی مالک تسلیم نہیں کیا جاتا - مزدوری پیشہ شوہروں کی بیویوں کی حالت یہی ہے کہ وہ ایک پیسہ کو بھی اپنا پیسہ نہیں کہہ سکتیں "

یہ وہ تہذیب ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے - کہ وہ دنیا کے ہر فرد کو تمدن و اخلاق کے بلند ترین مقام تک پہنچانا چاہتی ہے - کیا وہ مسلمان خواتین جو اس تہذیب کی ہوبہو نقل کرنا اپنے لئے باعث نجات سمجھتی ہیں مس ولکنسن کی ان تصریحات کو عبرت کی نگاہوں سے مطالعہ کریں گی ؟

عورت کی حیثیت اسلام میں

اسلام نے اس کے بالمقابل عورت کو جو حیثیت دی ہے اس کی تمدنی اور اقتصادی حیثیت کو جس درجہ بلند کیا ہے اس کا اعتراف غیر اسلامی دنیا کو بھی ہے - چنانچہ مسٹر امس آرنلڈ اپنی مشہور کتاب اسلامک فیتھ میں رقمطراز ہیں :-

"صنف نازک کو جو مرتبہ اسلام نے مرحمت کیا ہے - کسی اور نظام تمدن نے ایسا عطا نہیں کیا - بطور مثال اسلام میں عورت کی اقتصادی حیثیت پر غور کرو - جب عورت کی شادی ہوتی ہے - تو اس کے والدین اور اس کا شوہر اپنی اپنی استطاعت کے بموجب مال و اسباب دیتے ہیں والدین اور شوہر کے باہمی مشورہ سے عورت کے لئے مہر مقرر کیا جاتا ہے - عورت اس مال جائداد وغیرہ کی واحد مالک ہوتی ہے - اسے کامل اختیار ہوتا ہے کہ اسے جس طرح چاہے خرچ کرے - اسے پورا حق ہوتا ہے کہ چاہے اس مال کو اپنے پاس رکھ چھوڑے - چاہے کسی اور جگہ رکھدے - اور چاہے صرف کر دے - از روئے آئین کسی کو کوئی حق نہیں کہ اسے روک سکے - بہ حیثیت ماں - بہن اور بیوی ہونے کے اسے اپنے والدین - بھائیوں اور شوہر کے اثاثہ میں ورثہ کا حق حاصل ہے - اور وہ اس ورثہ کو جس طرح چاہے صرف کر سکتی ہے - کیونکہ وہ اس کی مالکہ ہوتی ہے "

یہ اسلام کی تعلیم ہے - اس کے بالمقابل مسلمانوں کی حالت جو کچھ ہے اس پر نظر کرتے ہوئے شرم سے سر جھکانا پڑتا ہے - کاش مسلمان اپنے پاک مذہب پر عمل پیرا ہوتے تو آج تہذیب جدید کی غیر حقیقی روشنی کے سامنے ان کی آنکھیں چندھیا نہ جاتیں -

افغانستان

جب سے بچہ سقہ کا کابل پر قبضہ ہوا ہے - کابل کا امن چین اور امرائے کابل کی عزت و جان خطرہ میں ہے - جب تک امان اللہ خاں اپنے ملک کے اندر موجود تھا - اس وقت تک بچہ سقا کی توجہ اپنی سیادت و حکومت کو محفوظ رکھنے پر مرکوز تھی - جونہی امان اللہ خاں نے افغانستان سے باہر قدم رکھا ، بچہ سقا نے نہایت بے باکی سے امرا اور مقتدر عمائدین ملک کو معمولی معمولی خطاؤں پر موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا - حقیقتاً یہ سزا ، خطا کے مطابق نہیں - بلکہ ظالمانہ اور جاہلانہ انتقام ہے چند روز کے اندر اندر اس نے جن معززین کو سزائے موت دی ہے ان میں سے حسب ذیل نام قابل ذکر ہیں -

(۱) سردار علی احمد جان - (۲) ملائے شور بازار - (۳) قاضی عبد السمیع قندھاری - (۴) یاور علی کابلی - (۵) سردار ہدایت اللہ خاں جو غازی امان اللہ خاں کے سوتیلے بھائی تھے انھوں نے بچہ سقہ کو بادشاہ تسلیم [illegible]

ہماری موجودہ قومی ضروریات

اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

(بقلم جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور)

آج جو مسلمانوں کی حالت عام طور پر پائی جاتی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم انحطاط کی طرف جا رہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اصلاح کس طرح سے ہو سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ آپ کو ابتدا ہی میں ایک ایسی قوم سے واسطہ پڑا جو اپنے اندر اخلاق حسنہ نہ رکھتی تھی۔ اور ان میں توحید کا نام و نشان نہ تھا اور ہر ایک قسم کی فسق و فجور اور بدکاری ان میں رائج تھی اور عیسائیت اور یہودیت صدہا سال کی کوششوں کے بعد ان کی اصلاح سے عاری ہو چکی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جبکہ مخالفت خوب زوروں پر تھی۔ اور کفار عرب اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے آپ نے بڑے زور سے اعلان فرمایا اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی یقیناً اس مردہ زمین میں جان پڑ جائے گی اور عرب کی قوم عنقریب دنیا کی زندہ قوموں میں شمار ہوگی۔ چنانچہ آپ کی تیئیس سال کی دن رات کی ان تھک کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے کل عرب کو ایک زندہ قوم بنا دیا۔ اور وہ اونٹوں کو چرانے والے اور سوسمار کے کھانے والے دنیا کے ہادی اور رہنما بن گئے۔

اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے بہت ترقی کی لیکن وہ اپنی رفتار ترقی کو قائم نہ رکھ سکے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی ترقی کا قصر جن روحانی اور اخلاقی بنیادوں پر قائم ہوا تھا وہ متزلزل ہو گئیں۔ اور مسلمان گرتے چلے گئے آج ہمارے سامنے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ہم اپنی حالت کی کیونکر اصلاح کریں۔

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اصلاح کے دو ہی ذرائع ہیں اول یہ کہ اپنے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کریں۔ سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اپنے بڑوں کی عزت کریں۔ چھوٹوں سے شفقت اور مروت سے کام لیں۔ نماز اور دیگر اعمال صالحہ کے کاربند ہو جائیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے اندر قربانی کی روح پیدا کریں۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو مقدم سمجھیں۔ اور قومی ضروریات پر اپنی جان کو بھی قربان کرنے کی ضرورت آ پڑے تو دریغ نہ کریں۔

سب سے اہم ضرورت

دفعتہً قوم بنانے کے لئے سب سے زیادہ ضرورت مالی قربانی کی ... علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے نہ صرف جانی و بدنی قربانی ...

ہمارے سامنے ہیں۔ اگر قرون اولیٰ کے یہ بزرگ اپنے جان و مال کو اللہ اور اس کے دین سے زیادہ پیار کرتے تو اسلام کبھی اس عروج و کمال کو حاصل نہ کر سکتا جو اسے میسر ہوا۔

آنحضرت و صحابہ کا نمونہ

آنحضرت کا وہ واقعہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ جب آپ کی خدمت میں حضرت عمرؓ حاضر ہوئے تو آپ کے گھر میں سوائے ایک ٹھلیا پانی کے اور کچھ نہ تھا۔ اور آپ ایک موٹی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور جب اٹھے تو اس کے نشان آپ کے وجود اقدس پر پڑ گئے تھے۔ آنحضرتؐ کا ایثار اور سادگی دیکھ کر حضرت عمرؓ چشم پر آب ہو گئے۔ اور فرمایا کہ آپ اس وقت کل عرب کے بادشاہ ہیں۔ قیصر و کسریٰ کس قدر جاہ و حشم رکھتے ہیں۔ مگر آپ نے اپنے لئے کوئی بھی آسائش روا نہ رکھی۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ میری مثال ایک مسافر کی ہے کہ جب تکان ہوئی تو ایک درخت کے نیچے تھوڑا آرام لیا۔ اور کچھ کھا پی لیا۔ اور پھر چل پڑا۔

آنحضرت صلعم نے غنیمت کے اموال مہاجر اور انصار کو ڈھیروں کے ڈھیر دیئے مگر اپنے لئے سوائے قوت لایموت کے کبھی کچھ نہ رکھا آپ اکثر ستو کھاتے تھے۔ اور یہی آپ کا کھانا تھا۔ یا کھجوریں کھا کر اوپر سے تھوڑا پانی پی لیتے۔ آپ کے گھر میں کئی کئی روز چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ اور باوجودیکہ تمام عرب پر آپ کی حکومت تھی۔ اور آپ کا رعب قیصر و کسریٰ بھی مانتے تھے۔ مگر آپ نہایت ہی عسر کی حالت میں گزارہ کرتے تھے۔ اور جو کچھ بھی آپ کے پاس ہوتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ یہی حال آپ کے صحابہ کرام کا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ چندہ کی ضرورت پڑی تو حضرت عمرؓ نے اپنے مال کا نصف اللہ کی راہ میں دیدیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا کل کا کل مال و متاع اللہ کی راہ میں نثار کر دیا۔ دیگر صحابہ کا بھی ہم یہی حال دیکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف ان کی شان میں فرماتا ہے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ یعنی اپنی ضروریات پر قومی ضروریات کو مقدم کرتے ہیں اور خود تکلیف اور مصیبت بھی جھیل کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

قومی چندے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مومنین سے چندہ لیتا نہیں بلکہ دیتا ہے۔ قرآن حکیم بھی فرماتا ہے من یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ لہ یعنی جو اللہ کے رستے میں مال کو جدا کرتا ہے اس کو کئی گنا دیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ ما اسئلکم علیہ اجراً۔ یعنی آنحضرت صلعم تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے پھر دیکھئے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے اللہ کے رستے میں کیا کھویا اور کیا پایا۔

احیاء قومی

سنت اللہ یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی قوم دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں ایثار للہیت اور قربانی کی روح پیدا نہ ہو۔ اور اپنی حالت کو نہ بدل لے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی اس سے ہو جاتا ہے والا

ہر گز جیسے کہ وہ فرماتا ہے ولیستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم مگر اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلعم کے ساتھ وعدہ ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو برباد نہیں کرے گا اس لئے اگر ہم اپنی اصلاح پر کمر ہمت باندھ لیں اور اپنی ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے نمونہ پر چلیں اور اپنے رسول پاک کی ہدایات پر عمل کر کے تبلیغ و اشاعت دینی میں مصروف ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دنیا میں ناکام رہیں۔ جماعت احمدیہ اگرچہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی جماعت ہے۔ مگر اس کے ایثار قومی سے نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ افریقہ اور امریکہ میں اعلیٰ ترین نتائج مرتب ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اگر دوسرے مسلمان بھی اشاعت و تبلیغ کے کام میں اس جماعت کے ہم آہنگ ہو جائیں۔ یا اپنے طور پر اس کے کام کی طرح خلوص اور للہیت سے کام کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت ابھی تک احباب کرام کی دعاؤں کی محتاج ہے خواجہ صاحب کا ایک مکتوب جس میں انہوں نے اپنی بیماری کی مفصل کیفیت لکھی ہے برائے اشاعت موصول ہوا ہے۔ جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

— دہلی میں ۱۷-۱۸ ماہ حال کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کے زیر اہتمام بہت بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا جلسہ ایک نہایت وسیع پنڈال میں ہوا۔ حاضری خلاف توقع بہت کافی تھی۔ جلسہ میں مولانا عصمت اللہ صاحب و مولانا شیخ عبدالحق صاحب کی متعدد کامیاب اور موثر تقریریں ہوئیں۔ مولوی محمد علی صاحب شیعہ عالم نے بھی ایک تقریر کی۔ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ مفصل روئداد بعد میں شائع کی جائے گی۔

— علی پور سے قاضی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں کہ ۸ اگست کو عرس بستی بٹی لائین والا ہوا کرتا ہے وہاں بہت سے ملاں مولوی آیا کرتے ہیں انہوں نے احمدیت کے خلاف بہت زہر اگلا۔ اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ۹ اگست کو خطبہ جمعہ میں ان کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے۔ افسوس ہے کہ مخالفت دن بدن بڑھ رہی ہے مخالف ملاؤں نے بھڑکا کر بھڑکا دیا ہے۔ اور وہ ہماری جماعت کے افراد کے ساتھ لڑنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ اللہ بخش نامی ایک شخص نے ہماری مسجد میں آکر ہمیں برا بھلا کہا اسے نرمی سے بہت سمجھایا گیا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا ...

شعاع امید

(از جناب آغا دامراوتی)

دل مسلم سے ہرگز عشق کعبہ کا نہ کم ہوگا
نہ مدفن بھی بعد مرگ منہ سوے حرم ہوگا

سر مسلم پہ جس دم سایہ شاہ امم ہوگا
منافق کی حقیقت کیا سر گردوں بھی خم ہوگا

فروغ دین احمد قتل مسلم سے نہ کم ہوگا
بڑھے گی روشنیٔ شمع جس دم سر قلم ہوگا

کوئی دم میں نزول ابر باران کرم ہوگا
چمن اسلام کا پھر رشک گلزار ارم ہوگا

عدوے دین احمد اس طرح پامال غم ہوگا
تہ خنجر کبھی ہوگا کبھی زیر قدم ہوگا۔

گلستاں دین کا دراصل ہی معجز نما الیا
پھلے پھولے گا اور سرسبز ہوگا گر قلم ہوگا

ظہور حضرت مہدی سے آخر حق ہوا ظاہر
چلیں جو راہ حق پران پہ خالق کا کرم ہوگا

عرب کو مصر کو ایران کو کابل کو ٹرکی کو !
ہمارے درد دکھ سے درد ہوگا۔ غم سے غم ہوگا

ہر اک بیکس کو لے گا اپنے آغوش حمایت میں
سر نظام پر سایہ فگن دین کا علم ہوگا۔

پناہ بیکساں ہونگی مسلمانوں کی تلواریں
ستمگاروں کا لشکر راہی ملک عدم ہوگا

عروج اسلام کا کب ہوگا آغا کہہ نہیں سکتا
مگر دل کہہ رہا ہی جلد خالق کی قسم ہوگا

برار کے مسلمانوں کی حالت

بلڈانہ صوبہ برار سے ایک مبلغ رقمطراز ہے:۔

میں ملکاپور سے یہاں آیا۔ یہاں کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اگر مستقل طور پر دو تین سال تک بہترین مبلغ ان میں کام کریں تو شاید انہیں اتنا واقف کر سکیں کہ مسلمان کسے کہتے ہیں۔ یہ لوگ ملکانے راجپوتوں سے بھی کہیں آگے ہیں۔ آپس میں لڑائی ہوتی ہے اور مسجد میں پیشاب کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے محرم میں الاؤ لگا کر ذکھ جسموں پر بترنگا لگائی جاتی ہے۔ لنگور ریچھ بننا تو گجرات میں بھی ہے۔ مگر یہاں ایک دولہا بنتا اور شراب پی کر آنکھیں لال لال کر کے کودتا ہے۔ اس سے مراد مانگی جاتی ہے مولا علی کی سواری سمجھائی جاتی ہے۔ ماموں اللہ بخش عورتوں پر آیا کرتے ہیں اور مولا علی مردوں پر۔ ڈھول باجے مسجدوں کے دروازوں ہی پر نہیں بلکہ مسجدوں کے اندر بجائے جاتے ہیں۔ اکثر مقامات پر مسجد کے اندر تعزیے اور علم بنائے جاتے اور بعد محرم ڈھول نقارے رکھنے کا کام مسجد سے لیا جاتا ہے۔ نماز تو ملانوں کا کام ہے ان کا ذکر ہی کیا۔ ایک شخص نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا تو اس پر چند نمازی حنفی مسلمانوں نے کفر کا فتوے لگا دیا۔ کہ تو اللہ کا کلام سمجھنا چاہتا ہے اللہ کا کلام بندے کی سمجھ میں کیسے آسکتا ہے۔ تو نے قرآن کا ترجمہ پڑھا تو کافر ہو گیا۔ یہ بلڈانہ شہر (خاص) کا واقعہ ہے۔ جہاں سرکاری ملازمت کی وجہ سے اکثر باہر کے مسلمان تعلیم یافتہ آتے رہتے ہیں۔ ان کی صحبت کا اثر یہ ہے کہ چندہ کرنا تو درکنار ہر جگہ یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ میں کسی کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔ چندہ نہیں مانگتا کرایہ نہیں لیتا پھر بھی لوگ نہیں جمع ہوتے۔ نہیں سنتے۔ خدا کی پناہ کس قدر اسلام سے دور رہ چکے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں وہ جاہلوں سے بدتر چندہ کے نام سے لرزہ براندام ہوتے ہیں۔ یہاں کا تو رنگ ہی نرالا ہے۔ خدا اس صوبہ کے مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ وہ نااتفاقیاں وہ جہالت کہ الٰہی توبہ۔ اگر باہر کے مسلمان آتے اور ان کی حالت درست کرنے کے لئے کچھ کرتے یا کرنا چاہتے ہیں تو غیر براری ہونے کی وجہ سے ان کی بات سننے کے لائق نہیں ہوتی۔ براری ایک بھی اس قابل نہیں۔ اور نان براری کچھ کرتے نہیں۔ کچھلیوں کی اس علاقہ میں ہر جگہ ایک یا دو یا زیادہ دکانیں ہیں مگر چونکہ براری نہیں ہیں۔ اس لئے ہزار ہا روپیہ مسلمانوں پر خرچ کرنے کے باوجود نالائق اور برے ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب یہاں عرصہ سے مقیم ہیں۔ ہمیشہ اصلاح کی کوشش کرتے اور مسلمانوں کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔ اپنی دکان اسی قصبہ میں تباہ کر ڈالی۔ بڑے سیٹھ۔ بہت ذی اثر اور بڑی قابلیت کے آدمی ہیں۔ مگر برار کے مسلمان جس نظر سے انہیں دیکھتے ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔

۴۴۔۔ محض اس لئے کہ نان براری ہیں۔ اور شرعی احکام پر چلنے کے لئے زور دیتے ہیں۔ جس قدر پڑھے لکھے تعلیم یافتہ نظر آتے ہیں باہر کے آئے ہوئے ہیں۔ یہاں کے باشندے تعلیم یافتہ وہ ہیں جن کی اعلیٰ تعلیم قرآن پاک کا ناظرہ بلا ترجمہ پڑھ لینا ہے۔ تبلیغ و تنظیم کے نام سے بالکل ناواقف ہیں۔ ان مقامات کی حالت دیکھ کر اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

انڈے اور گائے کا گوشت اور ہنود

ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ غذا کی اصلاح کے لئے ڈاکٹر مونجے کی تلقین مسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہنود جماعت میں بار آور ہونے لگی ہے پچھلے دنوں ایک ہندو اخبار نے جو کالج کے طلبہ کے حالات کے لئے وقف ہے بڑی شد و مد کے ساتھ بتایا تھا کہ پونا کالجوں کے اعلیٰ ذات کے ہندو انڈے بڑی آزادی سے ساتھ کھانے لگے ہیں (خود ہندو ہوٹلوں میں جن میں ماما اسپٹین رسٹورن کا سا برہمن ہوٹل بھی شامل ہے اور جن کی سرپرستی کالج کے طلبہ کرتے ہیں) انڈوں کا استعمال بے محابا ہونے لگا ہے اب شولاپور سے یہ خبر آئی ہے کہ ایک برہمن بیوہ نے جو ایک ہوٹل کی مالکہ ہے مقامی بلدیہ سے استدعا کی ہے کہ اس کو گائے کے گوشت کا سالن فروخت کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس عورت کا بیان ہے کہ اس کے سرپرستوں میں اونچی ذات کے ایسے ہندو بھی شامل ہیں جو اس سے زیادہ تر گائے کا گوشت طلب کرتے ہیں۔ جو ترکاری کے ساتھ ہوٹلوں میں بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اس طرح ہم ایک معاشرتی انقلاب کے دور میں ہیں اور اس کا فخر کم از کم ایک حصہ تک ڈاکٹر مونجے کے انڈے اور گوشت کے استعمال کے بے محابا اصرار کو حاصل ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھ کر پنجاب کا ہندو پریس اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ گائے کے متعلق مسلمانوں کے خلاف جو شور و شر اس نے شروع کر رکھا ہے وہ اس میں حق بجانب ہے ؟

ضروریات

(۱) سیام میں ایک پرائیویٹ ڈسپنسری کے لئے ایک ایسے تجربہ کار مسلمان ڈاکٹر کی ضرورت ہے جو بھوڑے موتیا بند وغیرہ آنکھوں کی بیماریوں کے اپریشن کامیابی سے کر سکے فی الحال تنخواہ ۲۰۵ روپے ماہوار دس روپے سالانہ ترقی کے حساب سے ہوگی۔ کم از کم ۵ سال کا معاہدہ کرنا ہوگا۔ مکان مفت کرایہ آمد و رفت درجہ دوم درخواست معہ نقول اسناد فوراً بھیجدی جائے۔

(۲) سیام ہی کے لئے ایک انگریزی دان مبلغ کی ضرورت ہے تنخواہ ۱۰۰ روپے ماہوار مکان مفت۔ کرایہ آمد و رفت بذمہ مسلم مشن ہوگا۔

(۳) مغربی افریقہ کے لئے ایک گریجویٹ مبلغ کی ضرورت ہے تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت کیجئے۔ کرایہ آمد و رفت مفت۔ (محمد منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری)

(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور)

تازہ خبریں

—— لاہور ۱۵۔ اکتوبر۔ قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پیر کرم شاہ جو بعض لوگوں کے خیال کے مطابق کرنل لارنس ہے ۱۴۔ اکتوبر کو بذریعہ جہاز دہلی روانہ ہوگیا ہے۔ روانگی کے وقت وہ انگریزی لباس میں ملبوس تھا۔ اس کے ہمراہ دو پنجابی نوجوان موٹر ڈرائیور تھے۔

—— پشاور ۱۵۔ اکتوبر۔ شاہ امان اللہ خان نے وکیل التجارت افغانستان کے نام حسب ذیل برقی پیغام بھیجا ہے "براہ کرم سپہ سالار نادر خاں غازی کو قاصد یا تار کے ذریعہ یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ میں آپ کو اور آپ کے رفقا کو اس تاریخی فتح کے موقعہ پر ایک افغان محب وطن کی حیثیت سے مبارکباد دیتا ہوں"۔

—— روم ۱۳۔ اکتوبر۔ افغانی سفارت خانہ میں ہر وقت ان لوگوں کا اژدحام رہتا ہے جنہیں شاہ امان اللہ خان سے عقیدت ہے۔ انہوں نے شاہ موصوف سے دریافت کیا کہ آپ کب افغانستان تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ میں اس وقت تک افغانستان نہ جاؤں گا۔ جب تک ملک مجھے نہ بلائے۔ میں اس مسئلہ پر غور کر رہا ہوں۔ میرا ذاتی مفاد اس مسئلہ میں میری رہنمائی نہیں کر سکتا۔

—— پشاور ۱۴۔ اکتوبر۔ آج شام کو علی خیل سے ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بچہ سقہ کا باپ۔ اس کا بھائی حمید اللہ اور ملک محسن تاجک جو کابل کا گورنر تھا۔ ان سب کو سردار شاہ ولی خان نے گرفتار کر لیا۔

—— پشاور ۱۵۔ اکتوبر۔ شہر میں یہ افواہ گشت لگا رہی ہے کہ کابل فتح کرنے میں جانبین کے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ ارک کے سامنے نعشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

—— اخبار انقلاب کو معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر محمد عالم نے پنجاب کونسل کی جس نشست سے استعفا دیا ہے۔ اس کے لئے مولانا اظہر علی اظہر وکیل لاہور امیدوار ہوتے ہیں۔

—— لنڈن ۱۳۔ اکتوبر۔ نیر ٹائمز کا نامہ نگار مقیم روما رقمطراز ہے کہ شاہ امان اللہ نے اعلان کیا ہے کہ مجھے جرنیل نادر خان کی وفاداری پر شک نہیں۔ تاہم اگر سپہ سالار موصوف ملک کے بادشاہ بننے کے خواہاں ہوں۔ تو میں بشرطیکہ مجھے دعوت دی جائے روما میں افغانی سفیر کی حیثیت سے کام کرنے کو تیار ہوں۔

—— ایتھنز ۱۴۔ اکتوبر۔ آج ترکی وزیر امور خارجہ نے یونان کی اس یادداشت کا جواب جو اس نے یونان اور ترکی کے تمام باقی ماندہ امور متنازعہ بذریعہ ثالثی تصفیہ کے لئے ترکی کو بھیجی گئی تھی۔ یونانی وزیر خارجہ کے حوالے کر دیا ہے حکومت ترکی نے اس یادداشت کو منظور نہیں کیا لیکن جواب دوستانہ تھا۔

—— ناگپور ۱۵۔ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ صوبجات متوسط کی کونسل ماہ جنوری میں کوئی اجلاس نہیں کرے گی۔ اس کا آئندہ اجلاس غالباً ماہ فروری کے آخر میں اس وقت منعقد ہوگا جب بجٹ پر بحث ہوگی۔

—— باریسال ۱۵۔ اکتوبر۔ مسٹر سین سین نے مسٹر سبھاش چندر بوس کی ترغیب سے بھوک ہڑتال چھوڑ دی۔

—— شملہ ۱۶۔ اکتوبر۔ سرحد سے جو مصدقہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ۱۰۔ اکتوبر سے شہر کابل کے ایک حصہ پر جرنیل شاہ ولی خاں کا قبضہ ہے لیکن بچہ سقہ کی فوجیں کابل کے اطراف و اکناف میں بعض مستحکم مقامات پر قابض ہیں۔ جنرل نادر خان کے فوجی مستقر سے ۱۱۔ اکتوبر کو ایک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرنیل شاہ ولی خان نے تمام شہر کابل پر قبضہ کر رکھا ہے لیکن اس بیان میں ارک پر قبضہ کا قطعاً ذکر نہیں۔

—— پشاور ۱۶۔ اکتوبر۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ بچہ سقہ کی کوہستانی فوجیں جو جلال آباد سے کابل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان پر سرخ رودی قبائل جو شاہ امان اللہ خان کے طرفدار ہیں۔ بیجگری سے ٹوٹ پڑے اور سخت نقصان پہنچایا۔

—— یورپ کے بعض اخباروں نے شاہ امان اللہ خان پر یہ افترا باندھا تھا کہ غالباً مدعی وہ اور ملکہ ثریا عیسائی مذہب قبول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کی قابل وثوق ذرائع سے تردید ہوگئی۔ شاہ موصوف نے اپنے دستخط سے ایک خط مولانا ظفر علی خان آف زمیندار کے نام بھیجا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

یوروپ کے ایک دو اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میں نے مذہب تبدیل کر دیا ہے۔ یعنی دین مقدس اسلام کو چھوڑ کر دین عیسوی کے دائرہ میں داخل ہونے کی خواہش رکھتا ہوں۔ آپ اس حقیقت سے باخبر ہیں۔ کہ ایسی غلط خبروں کا سرچشمہ کہاں ہے۔ اور کس مقصد کی خاطر انہیں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس کی شرح کئے دیتا۔ اور میری خواہش ہے کہ آپ اپنے اخبار میں اس تردیدی اعلان کو شائع کر دیں۔

"میں امان اللہ ایک سچا مسلمان اور دین اسلام کی تقدیس کا قائل ہوں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کرتا رہوں گا۔ بلکہ میری خاک کے ہر ذرہ سے یہی یہی صدا بلند ہوتی رہے گی۔ (دستخط امان اللہ)

—— پشاور ۱۷۔ اکتوبر۔ حکومت سرحد نے سردار امین جان کو جو شاہ امان اللہ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ قیام پشاور کی اجازت نہ دی تھی اس پر انہوں نے حکومت ہند کے وزیر خارجہ کو بذریعہ تار متوجہ کیا۔ ان کے تار کے جواب میں وزیر موصوف نے قیام پشاور کی اجازت اس شرط پر دیدی ہے کہ وہ سیاسیات میں حصہ نہ لیں۔

—— بیت المقدس ۱۵ اکتوبر۔ یہودیوں کا "یوم کفارہ" سکون کے ساتھ گزر گیا۔ حکام نے دیوار گریہ کے قریب احتیاطاً ضروری انتظامات کر دیئے تھے۔ عربوں نے ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور وہ چہارشنبہ کو اس امر کے خلاف احتجاج کے طور پر کہ افسروں نے گزشتہ فسادات کا فیصلہ کرنے میں یہودیوں سے رعایت کی ہے۔ اپنی دکانیں بند رکھیں گے۔

—— سکندر آباد دکن ۱۶۔ اکتوبر۔ حضور نظام کی والدہ ماجدہ کچھ عرصہ سے بیمار رہنے کے بعد کل انتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

—— پشاور ۱۷۔ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ نے جب سردار شاہ ولی خان کی کابل پر پیش قدمی کی خبر سنی۔ تو اس نے جرنیل نادر خان اور اپنے کنبے کے تمام ارکان کو ارک میں جمع کر لیا۔ اور حملہ آوروں کو کہلا بھیجا کہ اگر ارک پر گولہ باری ہوئی تو اس کا پہلا شکار جرنیل نادر خان کے عزیز و اقارب ہوں گے۔

—— لاہور ۱۶۔ اکتوبر۔ محکمہ اطلاعات نے اعلان کیا ہے کہ گورنمنٹ انجینئرنگ سکول رسول کے داخلہ کا امتحان مقابلہ ۱۸ سے ۱۹ نومبر تک پنجاب یونیورسٹی ہال میں ہوگا۔

—— لاہور ۱۶۔ اکتوبر۔ کانگرس کے اجلاس کی تیاریاں نہایت وسیع پیمانہ پر ہو رہی ہیں۔ ریلوے کمپنیوں نے کانگرس پر آنے والے مسافروں کے لئے مراعات منظور کی ہیں۔

—— لاہور اور میرٹھ کے مقدمات سازش کی سماعت شروع ہے۔

پشاور ۱۶۔ اکتوبر۔ ماسکو کا حسب ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ بچہ سقہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ اور کابل میں مکمل امن و امان ہے۔

قتل راجپال کے مقدمہ میں میاں علم دین کی اپیل خارج ہوگئی۔ سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا گیا۔ میاں علم دین آجکل میانوالی جیل میں ہیں ان کے رشتہ داروں کی خواہش ہے کہ ان کو لاہور میں پھانسی دی جائے۔ اور نعش ان کے حوالے کر دی جائے۔ کیونکہ وہ اس قدر غریب ہیں کہ میانوالی پہنچنے اور وہاں سے نعش لانے کے مصارف برداشت نہیں کر سکتے۔

—— ہرٹوگ کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوگئی ہے۔ یہ کمیٹی سائمن کمیشن نے ہندوستان کی تعلیمی حالت کا جائزہ لینے کے لئے مقرر کی تھی۔ اس نے سفارش کی ہے کہ مسلمانوں اور اچھوتوں کے لئے سرکاری مکاتب میں نشستیں محفوظ کی جائیں۔ اور مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ راجہ نریندر ناتھ جو کمیٹی کے ممبر ہیں۔ ان سفارشات پر اختلافی نوٹ شامل کیا ہے کمیٹی مذکور کی رائے ہو ہندوستان میں جبری تعلیم کا نفاذ ابھی قبل از وقت ہے۔

—— پشاور ۱۷۔ اکتوبر۔ طویل انتظار کے بعد کابل سے بے تار برقی پیغامات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پہلا پیغام ان الفاظ میں موصول ہوا۔ "الحمد للہ سب خیریت ہے کابل فتح ہوگیا۔ مبارک ہو"۔

—— اطلاع آئی ہے کہ بچہ سقہ ۱۳۔ اکتوبر کو ارک کی ایک دیوار میں نقب لگا کر بھاگ گیا۔ ابھی تک اس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ کہاں ہے ارک کے شاہی محلات پر سردار شاہ ولی خان کا قبضہ ہے۔ جرنیل نادر خاں ابھی کابل نہیں پہنچے۔

—— رنگون ۱۷۔ اکتوبر۔ سات افغان سردار آج برما سے کلکتہ کو جہاز ارنڈا پر روانہ ہوگئے۔

—— اخبار انقلاب اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے شاردا ایکٹ کے متعلق اپنی رائے بدل لی ہے۔ پہلے وہ اس کے حامی تھے۔

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۷۷

ہماری تبلیغی ڈاک

انگلستان

مسٹر خالد شلڈریک لندن سے لکھتے ہیں:۔

آپ کا خط ایسے وقت میں ملا۔ کہ میری والدہ صاحبہ علیل تھیں۔ اور انہیں علاج کے لئے ہسپتال لیجانا پڑا۔ جو آخر کار ۳۰ ستمبر کو وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

فلسطین کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے مجھے بہت کچھ جدوجہد کرنی پڑی جس میں میرے دوست کے دوستوں نے بڑی مدد دی۔ دوست دشمن ہر ایک نے ہمارے اس کام سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ گذشتہ ایام میں مجھے [illegible] دورہ کرنا پڑا۔ اور کئی دفعہ ویلز گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ سہروردی صاحب نے کئی دفعہ ہمیں مدد دینے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن وہ خود مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ ان کو تکلیف دینا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر سلیم سہروردی ان کے پاس جاتے اور مدد دیتے رہتے ہیں۔

ہمارا تبلیغی کام بتدریج ترقی کر رہا ہے۔ اور ہماری جدوجہد نے دوسرے غافل مسلمانوں کو بھی جگا دیا ہے۔ ہماری جماعت کے ممبروں میں عرب۔ ملائی۔ صومالی۔ ہندی و انگریزی اقوام کے لوگ شامل ہیں۔ اور ہماری تمام شاخیں عمدگی سے کام کر رہی ہیں۔ ہماری سوسائٹی نے غریب اور نادار مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک فنڈ قائم کر رکھا ہے۔ مسٹر ہامیر ایک انگریز نے گذشتہ پیر کو [illegible] اسلام کا اعلان کیا جس کا اسلامی نام فرید رکھا گیا ہے۔ آپ کے لٹریچر نے ہماری بروقت امداد کی۔ کیونکہ ہمارے ہاں مفت تقسیم کے لئے کوئی فنڈ نہیں ہے۔ ہماری کارڈف کی شاخ نے مزید مفت لٹریچر کا مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے آپ مزید لٹریچر بھیج دیں جو یہاں کے انگریزی و ہندی مسلمانوں کے کام آئیگا۔ اگر آپ اپنی [illegible] کی اردو تالیفات بھی ہمیں بھیج دیا کریں۔ تو جہازوں کے مسلمان خلاصیوں کے کام آسکیں گی۔ مغرب میں اسلام کی کامیابی کے جو مواقع ہیں۔ وہ آپ کے وہم میں بھی نہیں آسکتے۔ اگر یہاں سو اسلامی مشن بھی دوش بدوش کام کرنے والے ہوں۔ تو سمندر کا ایک قطرہ کا حکم رکھیں گے۔ خاص لنڈن میں آپ کی انجمن کو کچھ کوشش کرنی چاہئے۔ کم از کم دو مسلمان مبلغین یہاں ہوں۔ جن میں سے ایک انتظام کرے اور دوسرا تبلیغی لیکچروں کا باقاعدہ سلسلہ جاری رکھے۔ جن کے ساتھ ایک مختصر کمیٹی مشاورت ہو تو حیرت انگیز کامیابی ہو سکتی ہے۔ میں ہر ایسے مسلمان مکمیں کے ساتھ [illegible] کام کرنے کو تیار ہوں۔ جو یہاں کچھ عملی کام کرے۔ جملہ برادران کی خدمت میں السلام علیکم۔

نٹال (جنوبی افریقہ)

مسٹر فاروق نٹال سے لکھتے ہیں۔ کہ آپ نے جس عمدگی اور [illegible] سے میرے استفسار کردہ مسائل کو حل کیا ہے۔ اس کے لئے نہ صرف میں بلکہ یہاں کے تمام تعلیم یافتہ مشکور ہیں۔ آپ کی انجمن کا لٹریچر حیرت انگیز تغیر پیدا کر رہا ہے۔ اور جگہ [illegible] مبلغین بھی آپ کے ساتھ مل کر کام کریں تو اسلام کی ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکے۔ بہرحال آپ کی جماعت کی کوششیں قابل قدر ہیں اور ہم آپ کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں۔

سرویا (یورپ)

مصطفیٰ مظفر صاحب لکھتے ہیں:۔ چند یوم ہوئے آپ کی طرف سے ایک پیکٹ تالیفات انجمن کا پہنچا۔ جس کے لئے ہم مشکور ہیں۔ میں اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ہم آپ کی انجمن کی تالیفات اور تحریک کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم لوگوں میں حقیقی مذہبی بیداری پیدا کرنے کا ایک بھاری ذریعہ آپ کی انجمن ہے۔ مہربانی فرما کر دیگر ممالک کے مسلمانوں کی تعداد و حالات سے ہمیں آگاہ فرماویں کیونکہ ہم لوگ اس امر کا خاص اشتیاق رکھتے ہیں۔ چونکہ ہمارا ایک اسلامی اخبار بھی نکلتا ہے اس لئے ہم مشکور ہونگے اگر آپ اپنا اور بانی سلسلہ احمدیہ و دیگر کارکنان انجمن کا فوٹو ہمیں اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیج دیں۔ تاکہ ہم آپ کی جماعت کے مخلص مسلمانوں کی زیارت کر سکیں۔ جتنے احباب کے فوٹو بھیجے جا سکیں ضرور بھیجکر مشکور فرماویں۔

البانیا (یورپ)

حاجی محمد شعبان صاحب لکھتے ہیں:۔ ہم نے عقائد احمدیہ شائع کردہ انجمن کو اپنی زبان ارناؤطی میں ترجمہ کر کے چھپوا دیا ہے۔ جس کی کاپی ارسال ہے۔ اسے ہم اپنے ملک میں تقسیم کر رہے ہیں۔ انجمن کی تالیف "دی پرافٹ آف اسلام" کا ترجمہ پہلے بھیجا جا چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے درجہ میں اگر غلو نہ کیا جائے تو آپ کی قبولیت عامہ میں کوئی امر مانع نہیں۔ اسلامی دنیا ایسے عظیم الشان مجدد کے ہر دعوے کو سوائے ادعائے نبوت کے ماننے کو تیار ہے۔ انجمن کو چاہئے۔ کہ حضرت صاحب کی عربی تالیفات کو اسلامی ممالک میں پورے زور سے پھیلا دے۔

فرانس

عبدالصمد داؤد صاحب لکھتے ہیں:۔ مجھے آپ کی پرجوش اور مخلص اسلامی سوسائٹی کی شائع شدہ کتابیں اور رسالے پہنچ گئے ہیں۔ جو آپ نے نہایت مہربانی سے مجھے بھیجے ہیں۔ میں اس مہربانی کے لئے تہ دل سے مشکور ہوں اور آپ کے لائق اور مخلص مومن صدر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ ان مفید رسائل کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مجھے سچے دل سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کا میرے دل پر خاص اثر ہوا۔ اور انجمن کی سب [illegible] آپ کی کتاب پرافٹ آف اسلام حضرت نبی کریمؐ کی بہترین تصویر ہے جو آجتک کسی یورپین زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ یہ اپنی قسم کی بے مثال کتاب ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ دنیا کی سب زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوں۔ یورپ کے ایک رسالہ میں ایک بڑے آدمی کے ریمارک درباره جماعت احمدیہ پڑھ کر مجھے اس جماعت سے سخت بدگمانی ہو گئی تھی۔ لیکن الحمدللہ آپ کا لٹریچر پڑھ لینے کے بعد مجھ پر یہ امر منکشف ہو گیا۔ کہ وہ ریمارک قادیانی فریق کے بارے میں تھے۔ اور آپ کی جماعت ان الزامات سے بری ہے۔ میرے دل میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد اعظمؒ کی بڑی عزت ہے۔ اگرچہ میں نے انکی کوئی تصنیف نہیں پڑھی۔

میں دو خاص امور کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ یونانی اناجیل اور خطوط جو نئے عہد نامہ کے نام سے موسوم ہیں۔ نئی تحقیق کی رو سے بالکل ساقط الاعتبار ثابت ہو گئے ہیں۔ اور قدیم چرچ نے جسے ابی ادنم کہا جاتا تھا نہ صرف ان کو بلکہ کئی دوسری یونانی اناجیل و خطوط وغیرہ کو بھی غیر معتبر سمجھ کر ناقابل تسلیم قرار دیا تھا۔ انہوں نے پولوس پر بھی بہت لے دے کی ہے۔ دوم۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریمؐ کو ان تمام ممالک میں جن کے متعلق حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے اس نے وعدہ کیا تھا۔ شرک کی بیخ کنی کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ اس لئے ان ممالک کا اسلام کے زیر نگیں آنا لازمی امر تھا۔ اس لئے اب بھی مسلمانوں کو ان ممالک پر قبضہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت نبی کریمؐ کی سنت تھی ہمیں بھی نہایت امن اور آشتی کے ساتھ تعلیم اسلام کو دنیا میں پھیلانا چاہئے۔

حضرت مولانا صاحب نے حضرت نبی کریمؐ کے ازدواج مطہرات پر بے نظیر مضمون لکھا ہے۔ اور میرا اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ میں آپ کی جماعت لاہور کی بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اتنی تندہی سے اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہے۔ اور میرا یقین ہے کہ ہر ملک کے نیکدل مسلمان بتدریج آپ کے کام کی قدر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اور آپ کے کام میں عملی امداد سے دریغ نہ کریں گے۔ میں اپنی خدمات مفت انجمن کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ انشاءاللہ آپ مجھے اسلام کا مخلص خادم پائینگے۔ میں آپ پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہ ڈالوں گا۔

جاوا

افوم مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں:۔ جماعت کے ڈچ اور جاوی اخبارات آپ کو پہنچ گئے ہوں گے۔ ان کے ساتھ ہی اپنی جماعت کے ممبران کی فہرست بھی آپ کو موصول ہو گئی ہوگی۔ خدا کے فضل سے کام خوب ترقی پذیر ہے۔ ہم عنقریب اپنی جماعت کا ایک بھاری جلسہ کرنے والے ہیں جس میں مختلف علاقہ جات کے بھائی جمع ہو کر ذیل کے امور کو عملی جامہ پہنانے پر غور کرینگے۔ دیہات میں تبلیغ احمدیت۔ ڈچ ترجمۃ القرآن شائع کرنے کا انتظام مرکزی جماعت جاوا کو رجسٹری کرانے کا بندوبست۔

اقتباس از خطبہ جمعہ حضرت امیر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء

سورہ فرقان کے آخری رکوع کی چند آیات جن میں عباد الرحمٰن کی صفات کا ذکر ہے۔ تلاوت فرما کر کہا۔ کہ ان میں صرف یہ خواہش نہیں کی گئی کہ انسان کو ایسے ہونا چاہیئے۔ بلکہ دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے حالات کا صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کہ وہ ایسے لوگ تھے۔ ان میں حد درجہ کی فروتنی تھی۔ وہ راتیں خدا کے حضور سجدے اور قیام میں گذار دیتے تھے۔ وہ اپنا مال فضول طور پر خرچ کر کے ضائع نہ کرتے تھے۔ ان کو جب ضرورت حقہ درپیش ہو۔ تو پھر ان کے کسی گوشہ دل میں بخل کو جگہ نہ تھی۔ بلکہ خوب دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ انہیں مال سے قطعاً محبت نہ تھی جو انہیں جائز طور پر مال خرچ کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ سر ولیم میور جیسے خطرناک دشمن اسلام نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کہ اہل عرب کی اصلاح کے لئے یہودی اور نصاریٰ صدیوں تک زور لگاتے رہے۔ مگر ان میں ذرہ فرق نہ آیا۔ وہ ویسے کے ویسے ہی بدیوں میں غرق رہے لیکن جائے حیرت ہے۔ کہ چند سالوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے عربوں میں بے نظیر تبدیلی پیدا کر دی۔ متکبروں میں فروتنی اور خاکساری پیدا کر دی۔ راتیں شرابخوری اور عیاشی میں بسر کرنے والوں کو عبادت گذار اور شب بیدار بنا دیا۔ وہ ساری ساری رات خدا کے حضور میں کھڑے رہتے۔ اور کوئی کلفت محسوس نہ کرتے۔ مگر وہ راہب نہ تھے۔ کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر عبادت گذار بن گئے ہوں۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا۔ کہ تم تارک دنیا ہو کر جنگل میں چلے جاؤ۔ اور عبادت کرو۔ یہ جن لوگوں کے صفات مذکور ہیں۔ ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ جیسا کہ اسی رکوع میں آتا ہے۔ کہ وہ یہ دعائیں مانگتے ہیں۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین۔ اسلام کا اور قرآن شریف کا بڑا کمال یہ تھا۔ کہ ان لوگوں کے تمام صحابہ کو بیجا موقعوں سے ہٹا کر مفید کام میں لگا دیا۔ اگر پہلے وہ دوسروں کے حقوق کو پاؤں تلے روندتے تھے۔ تو اب دوسروں کے حقوق کی عزت کرنے لگے۔ اگر پہلے عیاشی کے لئے راتوں کو جاگتے تھے۔ تو اب عبادت کے لئے جاگنے لگے۔ اگر وہ فضول طور پر اپنے مال ضائع کرتے تھے۔ تو اب وہاں سے بچا کر اس کے بالمقابل اسلام کے لئے ضرورت درپیش آجانے پر پانی کی طرح بہانے لگ گئے۔ اور دریغ نہ کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا تھا۔ کہ زمانہ جاہلیت میں آپ کی طبیعت میں سخت تشدد تھا۔ اب کیا حال ہے۔ فرمایا۔ کہ تشدد تو اب بھی ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ اس وقت اس کا اظہار بے موقع ہو جاتا تھا۔ اب موقع محل پر ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے بھی اپنی جماعت کو اپنے اموال رسم و رواج پر اور فضول موقعوں پر صرف کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس کے بالمقابل حکم دیا۔ کہ وہ بچائے ہوئے مال حفاظت و اشاعت اسلام جیسے مبارک کام پر صرف کرو۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا۔ فرمایا لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہر وقت چندہ مانگتے رہتے ہو۔ یہ بھیک منگتوں کا کام ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ اگر اپنی ذات کے لئے سوال ہو تو بے شک برا ہے۔ اور اگر دین اسلام کی نصرت کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کے لئے مانگا جائے۔ تو برا نہیں۔ بلکہ مقدس کام ہے۔ جس کے لئے خدا نے بھی حکم دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ بھی چندہ طلب کرتے آئے۔ اور ہمارے حضرت مسیح موعود نے بھی جماعت کو اس راہ پر چلایا۔ اگر غور کیا جائے۔ تو اسلام کا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے اموال کو ایسے طور پر خرچ کرنے سے منع فرمایا۔ جہاں خرچ کرنے سے انسان کو سراسر نقصان ہے۔ اور ذرہ بھر فائدہ نہیں۔ اور جب اموال اس طرح سے محفوظ ہو گئے۔ تو پھر حکم دیا۔ کہ ضرورت حقہ پر تم انہیں خرچ کرو۔ اور بخل کو پاس نہ آنے دو اس میں تمہارا سراسر فائدہ ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم اب مال خرچ کرتے

اس کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ اور اسے معبود بنا لو۔ چونکہ بھیک منگوں کا کام ہے۔ ہم اسے نہیں چھوڑینگے۔ اور خدا کے دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے ضرور لوگوں کو چندہ دینے کے لئے کہیں گے باقی رہا۔ اعتراض۔ سو رسول کریم صلعم پر تو اس سے بھی زیادہ اعتراض ہوئے۔ غریب صحابہؓ دن بھر باندی کا کام کرتے۔ بوجھ کمر پر اٹھا کر کچھ مزدوری حاصل کرتے۔ تو اس میں سے ایک مٹھی بھر جو کی چندے میں بھی دیتے۔ تو یہود و منافق طعن دیتے۔ کہ مسلمانوں کا خدا بھوکا ہو گیا ہے۔ اور اس سے ملتا ہی کیا ہے۔ اور اگر مالدار صحابہ زیادہ چندہ دیتے۔ تو انہیں ریاکار کہتے۔ جیسا کہ قرآن میں ان کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم۔ پھر بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں میں حضرت مسیح موعودؑ کے احسانوں میں سے اسے بھی بڑا بھاری احسان جانتا ہوں۔ کہ انہوں نے لوگوں سے کافر کہا کر ہمیں ایسی باتوں سے مستغنی کر دیا۔ کون ہے۔ جس نے کوئی مقدس کام کیا۔ اور لوگوں سے گالیاں نہیں لیں۔ پس اپنا کام کئے جائیں۔ اور ان کی گالیوں کی مطلق پرواہ نہ کریں۔

میں نے بھی اپنے دوستوں کو کہا تھا۔ کہ جلسہ تک ہر شخص کوشش کرے کہ کم از کم بیس روپے چندہ جمع کر کے دے۔ بعض احباب نے بڑی مستعدی سے کام کیا ہے۔ اور مطلوبہ رقم سے کہیں زیادہ رقم جمع کر لی ہے

میرا انشا ہے۔ کہ قومی ترقی کے لئے قوم کے ہر فرد کو جہاد میں حصہ لینا چاہیئے۔ خواہ کسی کو بیس کے بدلے سو روپیہ ملے۔ اور خواہ ایک پیسہ مگر ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ قطرہ قطرہ جمع کیا ہوا بڑی ترقی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور ایک بڑی رقم بن جاتی ہے جس سے سلسلہ احمدیہ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

(خاکسار) محمد نصیب احمدیہ بلڈنگس لاہور

سب میرے بعد مل کر کام کرو!!!

خدا کے فرستادہ کی آخری آواز

جلسہ سالانہ سے قبل پیغام صلح کا یہ آخری پرچہ ہوگا۔ جو احباب تک پہنچ سکیگا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس آخری پرچے کے ذریعے احباب تک خدا تعالیٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ عنوان آواز

"سب میرے بعد مل کر کام کرو"

پہنچا دوں۔ یہ حضرت صاحب کی

آخری آواز

تھی۔ جو جماعت کے لئے بطور وصیت چھوڑ گئے۔ اور گو الفاظ سادہ اور مختصر ہیں۔ لیکن درحقیقت حیات قومی کا تمام فلسفہ انہی سادہ الفاظ میں آجاتا ہے۔ اور اس پاک وصیت کا ایک ایک لفظ پکار رہا ہے۔ کہ اس کا سرچشمہ محض انسانی دماغ نہیں۔ بلکہ وہ آسمانی بصیرت تھی جو خدا اپنے پاک بندوں کو دیتا ہے۔

ہمارا سالانہ جلسہ اسی آواز پر لبیک کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی آواز کی عزت کا عملی مظاہرہ ہے۔ جلسہ سالانہ پر سال بھر کیلئے خدمت اسلام کا پروگرام مرتب ہوتا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ کوئی خاص مجبوری مانع ہو۔ اس خادم دین جماعت کا کوئی ممبر ایسا نہیں۔ جو تمام دنیوی ضروریات کو پس پشت ڈالتا ہوا اور مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہتا ہوا جلسہ سالانہ پر نہیں پہنچتا۔ تاکہ وہ

سب کے ساتھ مل کر

خدا کے اس مقرر کردہ کام میں شامل ہو۔ اور اس دن جبکہ خادمان اسلام کا قومی اجتماع ہو۔ اس کا نام پیچھے رہنے والوں میں نہ رہے۔

(محمد یعقوب خاں مہتمم جلسہ سالانہ)

ضروری اعلان

چونکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۶۔ ۲۷ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کو منعقد ہوگا اس لئے قارئین کرام سال

اسلام اور احمدیت

جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اسلام

ایک فاضل عرب مسلمان کی نظر میں

مسٹر محمد علی الحاج سالمین عرب کے ان فہمیدہ اور روشن خیال فضلاء میں سے ہیں۔ جنہیں ہماری جماعت کے لٹریچر کو دیکھنے اور براہ راست خط و کتابت کے ذریعہ سے اس سے تعلقات بڑھانے کا موقع ملا ہے۔ آپ کچھ عرصہ سے بمبئی میں مقیم ہیں جہاں سے ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار "ڈیوائن میسیج" کے نام سے جاری کر رکھا ہے۔ اس اخبار میں "لائٹ" اور "پیغام صلح" کے متعدد مضامین نقل اور ترجمہ ہو کر شایع ہو چکے ہیں۔ صاحب موصوف نے ذیل کا مراسلہ پیغام صلح میں درج کرنے کے لئے بھیجا ہے جس میں ان پاکیزہ خیالات اور جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو اس جماعت کے متعلق ان کے دل میں موجزن ہیں۔ یہ خیالات آج عام طور پر ہماری جماعت کے متعلق ہر جماعت اور ہر ملک میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور خدا نے چاہا تو وہ دن جلد آنیوالا ہے جب اس جماعت کے ساتھ شمولیت کو سب سے بڑی اسلامی خدمت سمجھا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ (مدیر)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید!

اسلام کا تعلق احمدیت اور خصوصاً جماعت احمدیہ لاہور سے کیا ہے۔ وہ اس شخص کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے جو اس انجمن کے تمام اخبارات اور کتب ایک مدت تک پڑھے۔ یا کسی احمدی فرد سے خاص تعلق رکھتا ہو۔ کسی جماعت یا انجمن کو از روئے تعصب و جہل۔۔ ٹوکنا اور طعن و سب و شتم کرنا بہت آسان ہے مگر ایسے شخص کے معلومات بہت ہی قلیل ہوں گے۔ اور "غیر احمدی" متعصب اشخاص سے ماخوذ ہوں گے۔ پس ہر فرد مسلم یا غیر مسلم کے لئے یہ واجب ہے کہ جب تک اسے پوری معلومات ظاہری و باطنی اس انجمن کے متعلق نہ ہوں اس وقت تک اپنی رائے کا اظہار نہ کرے۔ خداوند شاہد و ناظر ہے۔ کہ اس قلیل سی جماعت نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں جو فتوحات ان لوگوں کے دلوں پر حاصل کی ہیں جو عرفان الٰہی کے حصول کے لئے مستعد ہو چکے تھے۔ وہ بہت بڑی ہیں۔ اس چودہ سال کے عرصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ انجمن نے اپنا تعلق آج ساری دنیا کے شہروں سے اور افراد سے قائم کر لیا ہے۔ ہندوستان تو اس کا اصلی مرکز و منبع ہے۔ مگر اس انجمن نے ایسے مقامات پر بھی قدم رکھا

ایسے براعظموں میں اس نے کام کر کے دکھایا ہے۔ جہاں لوگ اسلام کے نام سے تنفر اور کراہت کرتے تھے۔ اور طرح طرح کے اتہام اس پر لگاتے تھے۔ اسی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی برکات ہیں اور خداوند مسخر القلوب کے رحم و کرم کے باعث آج وہ وہ افراد اسلام میں داخل ہوئے جا رہے ہیں جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کے کٹر دشمن و معاند تھے کیا آج لارڈوں کا اور مشہور غیر مسلم افراد کا برضا و رغبت و توسلاً الی اللہ اسلام قبول کرنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس انجمن نے بہت سخت مرحلے طے کر کے اسلام کی کما حقہٗ خدمت باحسن وجہ ادا کی؟ فی الحقیقت یہ الفاظ اور یہ رغبت جو دنیا کے گوشہ گوشہ سے جلوہ دکھا رہی ہے اسی انجمن کی مساعی جمیلہ کی برکت ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ دنیا انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے لئے ترستی تھی۔ دنیا سیرت النبی کی محتاج تھی۔ سارا کا سارا یورپ بسبب جہل معارف اسلام مسلمانوں کا دشمن و معاند تھا۔ مگر

ع۔ مکو شیدا اے جواناں تا بدر حق شوید پیدا

کے مصداق ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ان تمام مراحل کو جو واقعتاً بہت سخت معلوم ہوتے تھے۔ بسہولت طے کیا۔ اور قرآنی تعلیم لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کی صداقت کو ثابت کر دکھایا۔ کیا قرون اولٰے میں کسی کو یہ خیال بھی گزر سکتا تھا۔ کہ ایک مجدد قادیان سے اٹھ کر اسلام کا ڈنکا ساری دنیا میں بجا دے گا؟ اور کیا یہ تصور میں بھی آ سکتا تھا کہ اس لامذہبی اور بے دینی کے زمانہ میں جبکہ قریباً ساری دنیا مادہ پرستی کی طرف جا رہی تھی۔ روحانی نشر و تعلیم کی ترقی ہوگی؟ کیا یہ قابل قبول بات سمجھی جا سکتی تھی کہ انگریزی و جرمنی زبان میں اسلامی رسالے مشعل اسلام بن کر مادہ پرستی کے مرکز سے جاری ہوں گے؟ یہ درحقیقت ایک نعمت ہے جو انجمن کی طرف سے دنیا کو میسر آئی ہے۔ آج وہ عرب قوم جس سے اسلام کا نور چمکا اور دنیا کو اس نے موحد بنانے کا ذمہ لیا تھا۔ اسی انجمن کی مساعی جمیلہ پر تحسین و آفرین کہہ رہی ہے۔ عرب لوگ محض اس انجمن کی وجہ سے لاہور کے متعلق نہایت عمدہ و مسرت افزا خیالات رکھتے ہیں۔ خود یہ عاجز اس وقت جبکہ مطلقاً احمدیہ جماعت سے ناآشنا تھا۔ ان متعصب مولویوں اور ملاؤں ہی کو اسلام کا علمبردار سمجھتا تھا۔ مگر آج میرا یہ عقیدہ ہو چکا ہے۔ کہ اگر کوئی انجمن کوئی جماعت کوئی ایسوسی ایشن اسلام کی سچی خادم اور اس کی نشر و تعلیم میں بدل کوشاں ہے۔ تو وہ انجمن لاہور ہی ہے۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے اپنی ساری عمر شریف اسلامی خدمات میں فی سبیل اللہ صرف کر دی ہے۔ حالانکہ وہ اسی مدت میں لکھ پتی ہو سکتے تھے۔ واقعی مولوی صاحب دام حیاتہٗ نے اسلام پر اور مسلمانوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا اور پھر تفسیر لکھ کر ہزاروں کی تعداد میں تشنگان حقیقت کو مفت تقسیم کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ آج ایسے کاموں سے حکام و نواب و امیر و جاگیردار عاجز ہیں۔ انجمن کیا ہے چشمۂ عرفان و فیض الٰہی ہے جو خداوند نے اس انجمن کے رنگ میں جاری کیا ہے۔

ضروری اعلانات

سلسلہ کی کتب کی عام اشاعت

جلسہ سالانہ پر احباب کی تحریک پر فیصلہ ہوا تھا کہ انجمن کی کتابیں مختلف مرکزوں سے بذریعہ سکرٹری جماعت ہائے اقصائے ملک فروخت ہوں۔ سکرٹری صاحبان انجمن کی کتب فروخت کے لئے لینا چاہیں ان کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔ لیکن کتابیں منگوانے کے لئے کچھ رقم بطور پیشگی بھیجنی لازمی ہوگی۔ کتابت کر کے فیصلہ کر لیا جائے۔

(مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور)

فوج اور پولیس کا سامان

ہمارے ایک مرحوم بھائی حاجی عبد الرحمٰن صاحب لدھیانہ کی ایک دکان جس میں فوج اور پولیس کا سامان فروخت ہوتا ہے۔ ان کے فرزندوں کے زیر اہتمام چل رہی ہے۔ اس کے علاوہ لدھیانہ ساخت کا تمام کپڑا بھی موجود ہے۔ ہمارے احباب میں سے جس کسی کو ایسے سامان یا کپڑے کی ضرورت ہو وہ "نہال اینڈ سنز" لدھیانہ کے پتہ سے منگوا لیا کریں۔ سامان مقابلتاً ارزاں اور عمدہ ملے گا۔

جلسہ سالانہ

پر آئے ہوئے دوستوں میں سے کوئی صاحب اپنا کمبل لاہور ہی چھوڑ گئے ہیں۔ جو انجمن میں بطور امانت رکھا ہوا ہے۔ جن صاحب کا ہو نشان اور پتہ دیکر منگوا لیں۔

شاہنامہ اسلام

جلسہ سالانہ پر جناب ابو الاثر حفیظ صاحب نے اپنے شاہنامہ اسلام سے چند مختلف حصے سنائے تھے۔ جسے تمام دوستوں نے بیحد پسند کیا تھا یہ کتاب طبع ہو رہی ہے۔ اور پہلا حصہ حضرت آدم سے حضرت نبی کریم کی پیدائش تک ہے۔ قیمت حصہ اول ۲/

ہمارے احباب کو اس کی کثرت اشاعت میں پورا پورا حصہ لینا چاہیے۔ تمام درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور معرفت پیشگی یا آرڈر وی پی بھیجے جائیں۔

تمام ناظرین کرام

سے ہم صرف پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا انہوں نے اپنے اس قومی و مذہبی

مذاکرۂ علمیہ

تناسخ

زمانہ لاعلمی کا ایک نظریہ

(۲)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم حقیقت رقم سے)

اختلاف رحمت ہے

دنیا اختلاف سے بھری ہوئی ہے سطحی نظر سے دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ اسے یہ خدا کے انصاف کے خلاف نظر آتا ہے کہ اس نے ہر ایک چیز کو دوسرے سے مختلف بنایا۔ لیکن اگر وہ ذرا غور سے دیکھتا تو اسے یہی اختلاف ایک رحمت نظر آتا۔ بلکہ تمام کائنات کی بنیاد اسی اختلاف پر مبنی ہے۔ اگر یہ اختلاف نہ ہو تو یہ کائنات بھی نہ ہو۔

وجہ اختلاف

(۱) اگر کوئی ذرا سا بھی تدبر کرے تو اسے صاف نظر آ جائے گا کہ یہ حد درجہ کی حماقت ہے اگر میں یہ سمجھوں کہ دنیا کا سارا اختلاف میرے عملوں سے ہے۔ اختلاف تو جہاں تک بھی نظر دوڑاؤ نظر آئے گا۔ انسان میں۔ حیوانات میں نباتات میں۔ جمادات میں ذرات مادی میں۔ بجلی کے مفردات میں۔ ایتھر کی شعاعوں میں۔ تو کیا میں اور میرے اعمال ان سب سے پہلے موجود تھے۔ اس سے بڑھ کر لغو بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

اختلاف نتیجہ اعمال نہیں

(۲) اگر یوں کہو کہ صرف جاندار کا اختلاف ہمیں مقصود خاطر ہے تو پھر جمادات اور ذرات مادی وغیرہ کا اختلاف کیوں ہے۔ اگر ان کا اختلاف خدا کی طرف سے ہے تو پھر نباتات اور حیوانات وغیرہ کا اختلاف خدا کی طرف سے ماننے میں کیا مشکل نظر آتا ہے۔ اور دراصل کل جاندار چیزوں کے اختلاف کی ابتدا تو انہی ذرات سے ہے جن میں اختلاف ماننے کے لئے ہم مجبور ہیں۔ کہ ان کے پیدا کرنے والے کی طرف سے ہے۔ تو پھر انسان کے اعمال کہاں گئے؟ اور پھر جب تک نباتات اور حیوانات پہلے سے موجود نہ ہوں انسان دنیا میں زندہ رہ ہی نہیں سکتا۔ اس کی زندگی کا انحصار ہی ان چیزوں پر ہے۔ پس جب ان چیزوں سے پہلے انسان کا وجود ہو ہی نہیں سکتا تو ان چیزوں کا اختلاف انسانی عمل کی وجہ سے تو نہ ہوا۔

(۳) اگر یوں کہو کہ ہمیں صرف انسانوں کے باہمی اختلاف کی تشریح مدنظر تھی۔ تو بھی انسانوں کا اختلاف مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ہمارے اعمال کا نتیجہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اول تو جب تک مرد اور عورت کا جنسی اختلاف نہ ہو نسل نہیں چلتی۔ تو یہ کس اپنے عمل کئے جس سے مرد و عورت کی تفریق لازم آئی۔ کیا پہلے مرد پیدا ہوا تھا۔ اس نے کوئی عمل کیا تھا جو عورت بن گیا۔ یا پہلے عورت پیدا ہوئی تھی جو کسی عمل سے مرد بن گئی۔ اور پھر اس جوڑے سے آگے جو روحیں دنیا میں آئیں وہ کس عمل کے نتیجہ میں مرد عورت بنتی گئیں۔

بلا ثبوت باتیں

یاد رہے کہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ جمادات، نباتات اور حیوانات سے قبل انسان کا وجود نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان پیدا نہ ہو عمل کا وجود ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان ہی صاحب شعور اور صاحب ارادہ مخلوق ہے۔ اس لئے جمادات نباتات اور حیوانات کا اختلاف تو کسی عمل کا نتیجہ نہ ہوا۔ یہ قصہ تو یہاں ختم ہوا۔ رہ گیا انسانوں میں اختلاف تو اس کے لئے یہ کہنا کہ کوئی پہلے دنیا تھی اسے مٹا کر پھر خدا نئے سرے سے ویسی ہی دنیا رچانے لگتا ہے۔ اور پچھلی دنیا کی روحیں اس نئی دنیا میں بھیجنے لگتا ہے۔ یہ بچوں کی سی باتیں ہیں جو بلا ثبوت ہیں اور سائنس اور عقل کے خلاف ہیں۔ خدا کیا ہوا ایک بچہ ہوا۔ ایک مٹی کا گھروندا بنایا جی میں آئی تو اسے مٹا دیا پھر ویسا ہی دوسرا بنانے لگا۔ اگر پہلی سے بڑھ کر اور مختلف بنائے تب تو معقول بات ہے۔ مگر نہیں ویسی ہی دنیا پھر شروع کر دیتا ہے جیسی مٹائی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر اسے مٹایا ہی کیوں تھا۔ یہ لغو اور غیر معقول باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

مرد و عورت کی تفریق

الغرض یہ طے ہو چکا ہے کہ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات انسانی اعمال سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اب جب انسان پیدا ہو گا تو جوڑا پیدا کرنے کے لئے مرد و عورت کی تفریق کس عمل کے نتیجہ میں ہو گی۔ خدا تو مرد و عورت دو مختلف چیزیں پیدا کر نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ اس کے انصاف کے خلاف بتایا جاتا ہے۔ کہ وہ خود دو مختلف چیزیں پیدا کر دے۔ پس وہ تو صرف ایک چیز پیدا کرے گا۔ لہذا فرمائیے کہ پہلے کون پیدا ہوا۔ مرد یا عورت؟ اگر خدا نے سب کو مرد ہی مرد پیدا کیا تھا۔ یا سب کو عورتیں ہی پیدا کر دیا تھا اور ان سب کو یکساں زمینیں دی تھیں۔ یکساں مال و دولت بھی۔ یکساں اخلاق دیے تھے۔ یکساں استعدادیں دی تھیں۔ یکساں شکل دی تھی۔ یکساں عقل دی تھی یکساں ارادے دیے تھے۔ یکساں جذبے دیے تھے۔ تو پھر ان کو متحد الخیال۔ متحد الرائے۔ متحد الاعمال ہونا چاہئے تھا۔ وہ ایک ہی طرح سوچتے۔ ایک ہی طرح ارادہ کرتے۔ ایک ہی طرح عمل کرتے۔ چنانچہ ان کی یہ یکسانیت برابر چلی جاتی تھی۔ یہ اختلاف پیدا کس طرح ہو گیا۔ مجھے ابھی تک یہی نہیں سمجھ میں آیا کہ مرد سے عورت یا عورت سے مرد کس طرح بن گئی۔ اور خالق سے عجیب چیز یکساں بات نہیں۔ انسان کو یکساں پیدا کیا تھا۔ شکل یکساں۔ دل و دماغ یکساں۔ عقل و فکر یکساں۔ جذبات و ارادے یکساں تو پھر ایسی مخلوق میں اختلاف ہونا ناممکن ہے۔ وہ یقیناً متحد الخیال۔ متحد الرائے اور متحد الاعمال ہوتے۔ ان میں کوئی فرق نہیں بنا۔ اعمال میں فرق ہو تو جوڑا بنے۔

اختلاف خالق کی طرف سے ہے

لاکھ سوچو یہ گتھی حل ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک کہ اس اختلاف کو خود خالق کی طرف سے ہی نہ مانا جائے۔ اور کیوں نہ مانا جائے جب یہ اختلاف ہی ساری کائنات کی بنیاد اور اس کے قائم رہنے کا موجب ہے۔ ورنہ نہ کوئی چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ اور نہ زندہ و قائم رہ سکتی ہے۔

کائنات کی پیدائش پر نظر کرو۔ ابتدائے آفرینش سے اختلاف کا سلسلہ چلتا ہے۔ ہر چیز میں جوڑا نظر آتا ہے۔ انہی جوڑوں سے ساری پیدائش ہے۔ پھر ہر ایک چیز جو معرض وجود میں آ رہی ہے۔ اس کی مختلف شکل، مختلف قوٰی مختلف استعدادیں اپنی ابتدا انہی ذرات سے رکھتی ہیں۔ جنھیں مشیت الٰہی نے ارتقا کے نیچے نشو و نما دیا۔ باریک سے باریک وہ ذرات کو لے لو۔ ان کو اگر خور دبین سے دیکھو گے تو ان میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف نظر آئے گا۔ اور یہی اختلاف ہر چیز کو دوسری چیزوں سے امتیاز بخشتا ہے۔ گویا یہی اختلاف اس کو ایک علیحدہ ہستی قرار دیتا ہے۔ یہ اختلاف نہ ہو تو اس کی علیحدہ ہستی ہی کوئی نہیں۔ ادنےٰ حالت سے جب اعلےٰ حالت میں دنیا نے ترقی کی تو یہی اختلاف نباتات۔ حیوانات اور انسان میں بھی آیا۔ اور خالق نے بڑا فضل کیا۔ جو یہ اختلاف رکھا۔ ہماری جنس کا اختلاف . . . . ہماری شکلوں کا اختلاف، استعدادوں کا اختلاف۔ ماحول کا اختلاف۔ ہماری انفرادی معاشرتی اور تمدنی زندگی کا موجب ہوا۔ ضرور تھا کہ ہماری شکلیں مختلف ہوتیں۔ تا ہم ایک دوسرے کو شناخت کر سکتے۔ ہماری جنس میں اختلاف ہوتا۔ تا ہم جوڑا جوڑا بن کر اپنی معاشرت کو قائم کرتے۔ ہماری استعدادوں اور حسیات اور جذبات کے اختلاف سے ہم میں مختلف پیشے اور مختلف خیالات کے لوگ پیدا ہوئے جن سے ہماری تمدنی ترقی وابستہ تھی۔ ہم کو مختلف ماحول میں رکھا گیا تا اس کے مطابق ہماری استعدادیں ترقی کریں۔ ہمیں مختلف حالتوں یعنی دکھ اور سکھ میں سے گزارا گیا۔ تا ہمارے ہر ایک قسم کے اخلاق نشو و نما پائیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جب تک دکھ نہ ہوتا ہم سکھ کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہر ایک چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اور پھر دکھ اور سکھ بھی بہت حد تک ایک اضافی چیز ہے۔ جو ایک کے لئے دکھ ہے وہ دوسرے کے لئے سکھ ہے۔ میدان کے رہنے والے کے لئے پہاڑ کی چڑھائی اترائی مصیبت ہے۔ پہاڑ کے رہنے والے کو میدان ایک عذاب نظر آتا ہے۔ دیہات کے رہنے والے کو شہر برا لگتا ہے۔ ایک شہری دیہات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ زمیندار کو مکی کی روٹی اور ساگ وہ لطف دیتا ہے جو امیر کو پلاؤ میں میسر نہیں۔ ایک غریب اپنے کمبل میں بھی وہ لطف لے لیتا ہے۔ جو امیر ایک مخمل کے لحاف میں نہیں لیتا۔ حسیات۔ جذبات۔ استعداد۔ مذاق کا اختلاف۔ مختلف الحال لوگوں کو اپنی اپنی جگہ دکھ اور سکھ اور تلخی اور لذت سے بہرہ ور کر رہے ہیں۔ ہر ایک شخص کے حال کو اپنے ہی نقطہ نظر سے دیکھنا اور اس کے احساس لذت اور دکھ اور سکھ میں اختلاف مذاق کو نظر انداز کر دینا غلطی ہے۔ یہی اختلاف مذاق اور اختلاف استعداد ہے جو دنیا کے سکھ کا موجب ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک اپنے مذاق کے مطابق اپنے ماحول سے لذت اور خوشی حاصل کرتا ہے۔ اور تمدنی طور پر بھی ایک دوسرے کے کام آتا ہے۔ کوئی لوہار بنتا ہے تو کوئی بڑھئی۔ کوئی درزی تو کوئی نانبائی۔ کوئی تاجر تو کوئی کاشتکار۔ کوئی حاکم تو کوئی محکوم۔ کوئی بادشاہ تو کوئی رعایا۔ غرضیکہ یہ اختلاف جو آج ساری کائنات کو چلا رہا ہے بند ہو جائے تو کائنات ہی ختم ہو جائے۔ اگر سورج اپنی حرکت اور کام کو چھوڑ دے اور زمین اور چاند اور سورج اپنا ایک ہی محور بنا کر حرکت کرنے لگیں تو ایک لمحہ میں ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔ اگر سب جمادات ہی ہوں یا سب نباتات ہی ہوں یا سب حیوانات ہی ہوں یا سب انسان ہی ہوں تو دنیا ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتی کیونکہ ان سب کی ہستی ایک دوسرے پر منحصر ہے۔ اسی طرح انسانوں میں اگر سب یکساں ہوں تو آج دنیا کا کاروبار بند ہو جائے۔ اگر شکلیں یکساں ہوں تو غضب آ جائے۔ مرد ہی مرد ہوں یا عورتیں ہی عورتیں ہوں تو نسل ہی ختم ہو جائے۔ سب ایک ہی طرح سوچیں ایک ہی طرح ارادہ کریں تو مختلف پیشے۔ مختلف کام جو دنیا کی آسائش و راحت کا موجب ہیں یکدم ختم ہو جائیں۔ الگ الگ پیشوں میں صنعتوں میں سائنس میں یہ تمام ترقیاں جو ہو رہی ہیں یہ تمام اختلاف استعداد اور اختلاف مذاق کا نتیجہ ہے۔ الغرض یہ اختلاف، تو کائنات کی زندگی اس کے قیام اس کی ترقی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ بغیر اس کے کوئی چیز نہ زندہ و قائم رہ سکتی ہے نہ ترقی کر سکتی ہے پس اختلاف سے ہی ساری کائنات کا ظہور ہے۔ اگر کوئی اس کائنات کا خالق ہے۔ اور ضرور ہے تو اختلاف بھی اسی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اس نے اس کائنات کا جو بنیادی پتھر رکھا وہ "اختلاف" کا رکھا۔

نیکی اور بدی کا فلسفہ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تناسخ کا نظریہ قائم کرنے والے نے یہ سوچا ہی نہیں کہ نیکی اور بدی کیا ہوتی ہے۔ نیکی کا نتیجہ ضرور ہے کہ ہمیشہ سکھ اور انسان کے لئے مفید ہو۔ اگر وہ کبھی دکھ پیدا کرے تو وہ نیکی نہیں۔ بدی کا نتیجہ ضرور ہے کہ ہمیشہ دکھ اور انسان کے لئے مضر ہو۔ اگر وہ کبھی سکھ پیدا کرے تو وہ بدی نہیں۔ کیا تماشہ ہے کہ جب تک دنیا میں بدی نہ ہو مجھے کوئی مفید چیز جس پر میری راحت و آرام کا انحصار ہے ملتی ہی نہیں۔ اگر دنیا میں لوگ بدی نہ کرتے تو راحت و آرام کے سامان بھی مہیا نہ ہوتے۔ گویا یہ بدی ہے جو تمام سکھوں اور لذتوں اور نفعوں کا موجب ہے۔ شیریں آم بدی کا پھل ہے۔ سیب۔ انار۔ ناخ۔ سنگترہ۔ مالٹا۔ نیز جو بیماریوں کے لئے شفا ہیں یہ سب بدی کے پھل ہیں۔ مختلف جڑی بوٹی کونین اور دیگر مختلف دوائیں جو انسانی زندگی اور صحت کے لئے ضروری ہیں سب بدی کا نتیجہ ہیں۔ غلہ جو انسانی زندگی کا موجب ہے یہ بدی کی ہی پیداوار ہے۔ دودھ گھی گوشت سبزی سب بدی کے ثمرات ہیں۔ قربان اس بدی کے! خوش آمدید اس بدی کو!! خدا کرے یہ بدی دنیا میں بہت پھیلے تا یہ نعمتیں دنیا میں بیش از بیش پیدا ہوں۔ بعض دفعہ جو آموں میں پھل نہیں آتا۔ سیب نہیں پیدا ہوتے۔ قحط پڑ جاتا ہے۔ غلہ پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں لوگ نیکیاں زیادہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بدیوں سے بچنے لگتے ہیں۔ پس قحط کے ایام میں بجائے خیرات اور نذر نیاز کرنے کے کوشش کرنی چاہئے کہ لوگ بدیاں زیادہ کریں۔ تا یہ چیزیں زیادہ پیدا ہوں۔ قحط کی مصیبت کو دور کرنے کا یہ نسخہ بہت اچھا ہے۔

نیکی بدی بلحاظ نتائج

شاید کوئی یہ کہے کہ نیکی کرنے والے کو بہشت میں سکھ ملا۔ میں کہتا ہوں درست ہے۔ لیکن میرا بھائی بدی نہ کرتا تو مجھ نیکی کرنے والے کو یہ سکھ کہاں سے ملتا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ میرے بھائی کی بدی میرے سکھ کا موجب ہے۔ تو مجھے چاہئے کہ میں خود نیکی کروں یا نہ کروں مگر اپنے اردگرد کے لوگوں کو بدی کے لئے اکسایا کروں تا میرے سکھ کی چیزیں پیدا ہوں۔ مگر بدی کے لئے اکسانا بھی تو بدی ہے۔ اور غلہ اور پھل کے بیج بو کر خدا سے اس کے لئے برکت مانگنا بھی بدی ٹھہری

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۰ شوال ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۲۲

چشتی سے احمدی کیوں ہوا!

احمدی لٹریچر کا اثر

جناب کے اے خاں وٹرنری اسسٹنٹ سرجن یو پی کے ان گرم اور پرجوش مسلمانوں میں سے ہیں۔ جن کے دل میں خدمت اسلام کا خاص جوش اور ولولہ پایا جاتا ہے۔ آپ کو ہماری جماعت میں شامل ہوئے بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا۔ اپنی شمولیت کی وجوہ آپ نے ذیل کے مضمون کی شکل میں لکھکر بھیجی ہیں۔ جو امید ہے قارئین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔ (ملاییر)

میں ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول سہارنپور میں تعلیم پاتا تھا۔ سہارنپور سے بہت زیادہ تعداد ہر سال پیران کلیر جایا کرتی تھی۔ چنانچہ میں بھی کئی سال متواتر جاتا رہا۔ اور فخریہ کرتا تھا کہ میں اتنا اچھا مسلمان ہوگیا ہوں کہ ہر سال پیران کلیر جاتا ہوں۔ اور تو مجھے ٹھیک یاد نہیں ہے البتہ وہاں کے قل اور غل کی کیفیت اب تک یاد ہے۔

چشتیہ سلسلہ میں مریدی

جب میں اسکول کی تعلیم سے فارغ ہوا تو میں ضلع مظفرنگر میں ایک عزیز کے ہاں مقیم تھا۔ وہاں پر ایک بزرگ ایک ... دور دراز مقام سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بدقسمتی سے میں بھی انہی کی مریدی کے جال میں پھنس گیا۔ علم معرفت کی الف بے تے سے بھی میں واقف نہ تھا۔ یعنی نہ چشتی کے معنے جانتا تھا نہ چشتی کی حقیقت۔ نہ چشتی کی قابلیت رکھتا تھا مگر مرید ہونے ہی کی دیر تھی کہ کے اے خاں سے کے اے خان چشتی ہوگیا اور پھر کیا تھا اجمیر کی آمد و رفت بھی شروع ہوگئی۔ پیران کلیر کے قل اور غل کے نقشے تو ابھی بھولے ہی نہ تھے۔ یہاں (اجمیر) کی الف ب ت وہاں سے بھی نرالی دیکھی۔ اور جو جو وہاں کی کیفیت دیکھی اور جو جو منزلیں ان پیر صاحب کی بدولت میں نے طے کیں اس کو میں تحریر میں نہیں لاسکتا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو تو چشتی بن کر دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ مدت تک بدقسمتی سے چشتی بن کے گورکھ دھندے میں رہا۔ اور تو سب جگہ سے یہ خطاب اُڑ گیا ہے۔ البتہ رائفل اور بندوق کے لائسنس اور بنک اکونٹس میں میرے نام کے ساتھ چشتی کی شاخ ابھی تک بدستور چلی جارہی ہے۔ ممکن ہے کوئی صاحب معترض ہوں کہ آپ اپنے کو چشتی ہونے کی حالت میں بدقسمت کیوں کہتے ہیں۔ اس کی مختصر وجہ یہ ہے کہ لفظ احمدی یا محمدی کے مقابلہ پر اپنے آپ کو چشتی لکھنا یا کہلانا مجھے آپنے پر سخت بے ادبی کا موجب سمجھتا ہوں اس کے علاوہ چشتی ہونے سے پہلے بھی میری وہی حالت تھی جو چشتی ہونے پر رہی۔ البتہ اجمیر کا آنا جانا بلا وجہ بلا ضرورت تکلیف کا اٹھانا۔ پیر صاحب کی خدمت کرنا یہ رہ گئے ہیں رہا۔

سیرت خیر البشر کا مطالعہ

خلاصہ یہ ہے کہ مدت تک یونہی پریشان اور خوار رہا۔ آخر کار خدا کی مہربانی سے اور خوش قسمتی سے میرا ایک دفعہ کانپور جانا ہوا۔ وہاں میں ایک شخص کے ہاں ٹھیرا۔ جس کا لڑکا مسلم ہائی سکول کانپور میں تعلیم پاتا تھا اور جس کمرے میں مقیم تھا وہیں اس لڑکے کی کتابیں ایک میز پر پڑی ہوئی تھیں اور میز پر ایک طرف ایک کتاب سیرت خیر البشر بھی رکھی تھی۔ جو اس سکول کی درسی کتاب تھی۔ میں نے وہ کتاب اٹھائی اور سب سے پہلے یہ دیکھا کہ اس کتاب کا آتھر یعنی مصنف کون ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔ میں نے یہ ڈگری دیکھکر یہ تو فیصلہ اسی وقت کر لیا کہ کتاب اندر سے بھی خوب ہوگی۔ اور اگر اس کتاب کے مصنف کوئی مولوی مفوعن ہو وغیرہ ڈگری کے ہوتے تو میں غالباً اس کتاب کا ہرگز مطالعہ نہ کرتا۔ اس لئے کہ اس قسم کی ڈگریوں کے مصنفوں کی کتابوں میں جو حقیقت ہوتی ہے وہ روشن ہے۔ بہرحال میں نے سیرت خیر البشر کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔

ایک مخفی احمدی کی تبلیغ

اس کے مطالعہ کے بعد میں نے کتاب کا نام معہ مصنف معہ ملنے کے پتہ کے سب کچھ نوٹ کرلیا۔ اور واپس ہیڈکوارٹر آیا۔ تو میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ آپ بھی یہ کتاب مطالعہ فرمایئے۔ وہ اس کتاب سے کیا لاہور کی احمدی جماعت کی کل کیفیت سے واقف تھا۔ وہ کچھ مقامی و برادری وغیرہ کی وجوہات سے مجبور تھا۔ ورنہ وہ بھی کھلے طور پر احمدی ہوجاتا۔ اس نے کہا کہ یہ تو دیکھا جائے گا آپ کو اسی مصنف تصنیف شدہ ایک کتاب اور دیتا ہوں اس کا بھی آپ مطالعہ فرمایئے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے عیسویت کا آخری سہارا دیا۔ اس کے بعد اس نے اسلامی اصول کی فلاسفی دی۔ اور بہت سی کتابیں دکھائیں مگر ہماری ہٹ دھرمی ملاحظہ ہو کہ باوجودیکہ ہر بات کی دلیل ٹھیک ٹھیک صاف تھا۔ مگر ہم اپنے ان دوست صاحب سے اینٹھ گئے کہ آپ نے ہمیں مغالطہ میں ڈالدیا۔ وہ کہنے لگا کہ اسی وجہ سے آپ کو اس سے پہلے میں نے یہ کتابیں نہیں دکھائی تھیں۔ اور کبھی اس قسم کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس لئے کہ آپ چشتی پن میں غرق تھے۔ مگر جب آپ کی حالت میں ... درست پائی تب یہ لٹریچر آپ کو پیش کیا۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کو کونسی بات میں شک ہے۔ میں نے کہا واہ بھائی واہ تمام مسلمان تو عیسے علیہ السلام کی پیدائش اور چرخ چہارم پر پہنچنے کا عقیدہ رکھیں اور آپ یہ نیا گورکھ دھندہ پیش کریں۔ اور جملہ مسلمانوں سے نئی بات پیش کریں۔ کہ عیسے علیہ السلام کے باپ بھی تھا۔ اور وہ مرچکے۔ اس دوست نے اس کے جواب میں کہا کہ آپ نے اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی ہے۔ اس کے مصنف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد آپ اُن کے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں۔ میں نے کہا حقیقت تو یہ ہے کہ اپنے وقت کا یہ لاثانی شخص ہے۔ اور جو بات کہتے ہیں قرآن سے کہتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہی مرزا صاحب پنجاب میں قادیان میں ایک صاحب گزرے ہیں۔ اور انہوں نے ہی اس امر پر روشنی ڈالی ہے از روئے قرآن۔ اسی لئے میں ان کو مجدد محدث مانتا ہوں۔ اور مجھے بھی یہی یقین کامل ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور ان کو پھانسی بھی نہیں دی گئی اور نہ وہ قتل ہوئے بلکہ وہ اپنی قدرتی موت سے مرے ہیں اور وہ ہرگز چوتھا تو درکنار پہلے بھی آسمان پر جسم عنصری کے ساتھ نہیں اٹھائے گئے۔

حضرت مرزا صاحب اور احمدی جماعت

انہوں نے یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب کو بہت سے الہام ہوئے مگر ہمیں اس سے کیا مطلب۔ ہم کو تو مطلب حضرت عیسے کی پیدائش اور وفات سے ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مرزا صاحب مذکور کو پنجاب میں دو جماعتیں مانتی ہیں۔ ایک قادیان میں بحیثیت نبی۔ دوسری لاہور میں بحیثیت مسیح موعود۔ مجدد۔ محدث۔ مگر لاہوری جماعت احمدی اسلام کی زبردست خدمت کررہی ہے۔ یورپ و امریکہ وغیرہ میں بھی اشاعت اسلام کررہی ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور لارڈ ہیڈلے صاحب اسی جماعت میں سے ہیں۔ وغیرہ۔

پیر صاحب چشتی کو سلام

یہ سنکر میں نے کہا درست پیر صاحب اور چشتی کے خطاب کو تو آج ہی سے سلام۔ مگر میں ابھی کوئی رائے قائم نہیں کرتا۔ میں سوچوں گا کہ مجھے بھی کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں ڈیڑھ سال تک برابر پتہ لگاتا رہا۔ اور باقاعدہ ممبر نہیں بنا۔ البتہ اس ڈیڑھ سال میں انجمن احمدیہ لاہور اشاعت کے مشن کی وقتاً فوقتاً خدمت کرتا رہا۔ آخر کار خدا کی مہربانی اور اپنی خوش قسمتی سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ لاہور احمدی جماعت نے اپنا نام احمدی اس لئے نہیں رکھا کہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا۔ بلکہ اپنے رسولؐ کے احمد نام پر احمدی نام رکھا۔ جو لفظ چشتی سے ہر حالت میں موزوں اور درست ہے۔ دوم حضرت مرزا صاحب کو نبی کے علاوہ جو کچھ بھی کہا جائے وہ درست۔ تیسرے یہ لاہور کی احمدی جماعت کسی بھی کلمہ گو کو کافر نہیں بتاتی اور مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی بلکہ محدث مانتی ہے۔ اور اسلام کی خدمت بھی زبردست طریقہ سے کررہی ہے اور قلیل عرصہ میں اس نے بہت ٹھوس خدمت ہندوستان و باہر کے ممالک میں کی ہے۔ اور کررہی ہے۔

سلسلہ عالیہ میں شمولیت

لہذا یہ سب باتیں دیکھکر سمجھ کر عرصہ ڈیڑھ سال کے بعد میں بھی پھر باقاعدہ لاہور احمدی جماعت کا ممبر بن گیا۔ اور اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ میری ناچیز ہستی بھی اس جماعت کے لئے اور اسلام کی خدمت کے لئے مفید ہوسکے گی۔ مالخر ڈاکٹر کے اے خاں

وید اور قرآن

اسلام اور آریہ سماج کے درمیان فیصلہ کن مناظرہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کے جلسہ میں

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

مختصر روئداد جلسہ

جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی نے اپنا نواں سالانہ جلسہ ۲۹-۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء کو منعقد کیا۔ اس جلسہ میں شرکت کے لئے لاہور سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ۔ مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام۔ سید میر مدثر شاہ صاحب گیلانی۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری وغیرہ تشریف لائے

تمام بزرگوں نے اپنے بلند پایہ خیالات سے قوم کو مستفید فرمایا۔ اور نہایت تہذیب و اخلاق سے کام لیتے ہوئے اسلام کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کیا۔

منتظمین جلسہ نے اس دفعہ دیگر مذاہب سے مناظروں کا انتظام بھی کر رکھا تھا اس لئے تمام مذاہب کو دعوت دی گئی۔ مگر سوائے آریہ سماج کے سب خاموش رہے بہت سی خط و کتابت و زبانی گفتگو کے بعد آریہ سماج سے الہام قرآن اور الہام وید پر دو مناظرے طے ہوگئے آریوں کی طرف سے پنڈت ستیہ دیو جی۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد عصمت اللہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مناظرین مقرر ہوئے۔

قرآن کے الہامی ہونے پر مناظرہ

۳۱ر مارچ ٹھیک ۱/۲ ۱۱ بجے دن زیر صدارت خانصاحب شاہ محمد خانصاحب انجینئر قرآن کے الہامی ہونے پر پہلا مناظرہ مولانا عصمت اللہ و پنڈت ستیہ دیو جی کے درمیان شروع ہوا۔

قرآن کی تعلیم فطرت کے مطابق ہے

مولانا موصوف نے فرمایا کہ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ الہامی کتاب ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ اس کی کوئی تعلیم فطرت انسانی و قوانین قدرت کے خلاف نہیں۔ پس جب تک کوئی مخالف قرآن کسی تعلیم کو فطرت و نیچر کے خلاف ثابت نہ کرے وہ قرآن کے الہامی ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔

آریہ مناظر کی دریدہ دہنی

مولانا کی اس صاف اور سیدھی بات کو چھوڑ کر پنڈت جی لگے ادھر ادھر کی ہانکنے۔ اور بے پر کی اڑانے۔ مولانا ہر چند سمجھاتے کہ قرآن شریف کی کسی تعلیم کو خلاف فطرت ثابت کر دیں۔ میں مان لوں گا۔ مگر پنڈت جی اپنی ہی الاپتے چلے جاتے اور بے ضرورت سے زیادہ جوش کا اظہار کرتے ہوئے دریدہ دہنی پر اتر آئے۔ توریت و انجیل کے غلط اور ناپاک قصے قرآن کے سر تھوپتے ہوئے مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان بہم پہنچانے چلے گئے۔ توجہ دلانے پر جواب دیتے کہ چونکہ مسلمان انجیل و توریت کو الہامی کتابیں مانتے ہیں۔ اس لئے ان کے حوالہ جات دئے جا سکتے ہیں۔ اس عقل کے اندھے کو بتلایا گیا کہ مسلمان موجودہ انجیل و توریت کو ہرگز الہامی نہیں کہتے۔ بلکہ ان کے غیر الہامی ہونے پر عیسائیوں سے مناظرے بھی کرتے ہیں۔ مگر پنڈت ستیہ دیو جی تھے کہ انجیل و توریت سے کبھی لوط کا قصہ نکال مارتے تو کبھی ابراہیم کا۔ صاحب صدر بار بار اس خلاف شرائط رویہ پر توجہ دلاتے لیکن پنڈت جی تہذیب و شرافت سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسلامی مناظر کی فتح

قرآن پاک پر جسقدر اعتراضات کئے گئے ان کی دھجیاں اڑاتے ہوئے مولانا عصمت اللہ صاحب نے اپنے دعویٰ مع دلیل کو پھر دہرایا اور پبلک پر ثابت کر دیا کہ آریہ مناظر ۱/۲ ۱ گھنٹہ کے اندر کوئی ایک بات بھی ایسی پیش نہ کر سکا جس سے پتہ چلتا۔ کہ قرآن مجید غیر الہامی ہے۔ الغرض یہ مناظرہ مولانا عصمت اللہ صاحب کی فتح اور پنڈت ستیہ دیو کی شکست کا اعلان کرتے ہوئے ختم ہوگیا۔

دوسرا مناظرہ اور آریہ پنڈت کی تہذیب

ستیہ دیو جی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے درمیان مناظرہ شروع ہوا۔ پنڈت ستیہ دیو نے مولانا عصمت اللہ صاحب کے وقت سے ہی بدزبانی شروع کر دی تھی۔ اس پر شکست کی خفت مستزاد تھی۔ اب کے وہ پہلے سے بھی زیادہ بدزبانی پر اتر آئے۔ اور لگے گندا چھالنے۔ مرزا صاحب ہر چند تہذیب و شرافت سے کام لیتے رہے۔ اور پنڈت جی کو دائرہ تہذیب میں آجانے کی عملی دعوت دیتے رہے مگر پنڈت جی بدزبانی و دریدہ دہنی میں بڑھتے ہی چلے گئے۔

ترکی بہ ترکی جواب

آخر مجبور ہو کر مسلمان قوم نے مرزا صاحب کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی درخواست کی۔ رقعوں پر رقعے بھیجے۔ زبانی کہلایا۔ کہ ویدک تعلیم کو بے نقاب کیجئے۔ بس پھر کیا تھا۔ بس پھر مرزا صاحب نے پنڈت جی پر وید منتروں کے وہ بے پناہ کچھاڑ شروع کر دی کہ توبہ ہی بھلی۔ ویدوں کی گندی و ناپاک تعلیم کو پیش کر کے ایسا سماں سا باندھ دیا کہ آریے عرق خجالت میں ڈوبنے لگے۔ اور سکے سب بلبلانے لگے۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ اب ہوش آیا اور طبیعت ٹھکانے لگی ہے آریو! فکر نہیں۔ تم اپنے پنڈت کی آواز کو ناکافی سمجھ کر سب کی سب قوم بولو میں اکیلا بولوں گا۔

وید سے آریوں کی ناواقفیت

ویدوں کی گندی و ناپاک تعلیم کو سن کر پنڈت ستیہ دیو کو تو اپنی عافیت معلوم ہوئی سخت بوکھلاہٹ کی حالت میں ویدوں کو اٹھاتے اور منتر پڑھنا چاہتے۔ مگر ایک مبتدی کی طرح ایں ایں ایں کرنے لگے۔ اس پر مرزا صاحب فوراً اٹھکر فرماتے دیکھو آریوں کے مناظر کی قابلیت وید سامنے رکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اور میں یہی مقام زبانی سنا دیتا ہوں۔ پھر مرزا صاحب وہ تمام منتر زبانی سنا دیتے۔ آریہ پنڈت کی اس نالائقی اور مرزا صاحب کی اس غضب کی واقفیت پر پبلک حیرت زدہ رہ جاتی۔ یہ معاملہ دو دفعہ ہوا

آریہ کی بے بسی اور اسلام کی فتح

ویدوں کی گندی تعلیم کے علاوہ مرزا صاحب نے بیشمار دلایل اور بہت سے وید منتر ایسے پیش کئے جن سے ویدوں کا غیر الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر پنڈت ستیہ دیو پر ایک موت سی طاری تھی۔ وہ ان باتوں کو ہاتھ تک لگانا خود اپنی ارتھی تیار کرنے کے مترادف سمجھتا تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی آخری تقریر میں اپنے تمام پیش کردہ دلائل اور وید منتروں کو دہرایا اور آریہ پنڈت کو للکارا۔ کہ وہ جواب دے۔ لیکن آریہ پنڈت چاروں شانے چت ہو چکا تھا۔ وید منتروں و دیگر دلائل کا جواب اس کے بس کا روگ نہ تھا۔ آئیں۔ بائیں شائیں کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ غرض ہزارہا انسانوں نے دیکھا کہ ویدوں پر جسقدر اعتراضات کئے گئے ان کے جواب سے آریہ مناظر قطعاً عاجز رہا۔ اور یوں عظیم الشان مناظرہ اسلام کی فتح اور آریہ سماج کی کامل شکست کا اعلان کرتا ہوا پورے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ختم ہوگیا۔

مناظرہ کے ختم ہو جانے پر تمام مسلمانوں نے مرزا صاحب کو گھیر لیا اور اس عظیم القدر کامیابی پر مبارکباد دینے لگے اور پھر ایک پُرجوش مسلمان مسٹر عبداللطیف صاحب نے مرزا صاحب کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور بلند آواز سے کہا۔ لوگو دیکھ لو یہ ہے آریوں کو شکست دینے والا۔ اس پر تمام مسلمان تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کرنے لگے۔ مرزا صاحب شکریہ میں دونوں ہاتھوں سے سلام کر رہے تھے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ

بحمداللہ بخیر و عافیت ہیں آپ نے بیشعفائے موجودہ در بارہ قتل راجپال کے متعلق ایک اور زبردست مضمون لکھا ہے جو آج کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے۔ اس کو آٹھ ہزار کی تعداد میں چھپوایا گیا ہے۔ احباب کرام اپنے اپنے شہروں میں تقسیم کرنے کے لئے جس قدر کاپیوں کی ضرورت ہو منگوالیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

کی بیماری کثرت کار کی وجہ سے پھر عود کر آئی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ جمعہ میں آپ کے لئے نہایت رقت انگیز الفاظ میں احباب سے دعا کی درخواست کی۔ اور خطبہ ہی میں دعا فرمائی تمام بیرونی جماعتیں آپ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

مبارک

اخویم شیخ ایزد بخش صاحب ایم اے خلف الرشید شیخ خدا بخش صاحب پشاور کو گورنمنٹ ہند نے سنٹرل سٹیٹ سکالرشپ عطا فرمایا ہے اور عنقریب شیخ صاحب انگلستان تشریف لے جائیں گے۔ وہ جملہ احباب سے خاص دعاؤں کے خواستگار ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی تمام مشکلات کو دور فرمائے۔ اور خدمت دین کی توفیق عطا کرے۔

مولوی محمد یعقوب خان صاحب نقشبندی ایڈیٹر لائٹ آسام و بنگال کے دورہ پر

جیسا کہ اخبار لائٹ میں اعلان ہو چکا تھا۔ مولانا صاحب ۸ ماہ حال کو دورہ آسام پر روانہ ہوگئے ہیں۔ اور ۹ ماہ حال کو بخیر و عافیت شلانگ پہنچ گئے ہیں۔ جہاں سے آپ لکھتے ہیں کہ ایک آریہ پرچارک بنام چندر ورما ایم اے نے جو اپنے آپ کو یورپ سے واپس شدہ بتلاتا ہے تین چار لیکچر دیئے۔ ۹ کی رات اس نے شدھی اور سنگٹھن پر لیکچر دیا اور ہندوؤں کو سخت بھڑکایا۔ راجپال کے قتل کے واقعہ پر خاص زور دیا۔ عنقریب مولانا صاحب معہ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب کے تاہر دورہ پر نکلنے والے ہیں۔

ہمارے لٹریچر کے مختلف زبانوں میں تراجم

... البانیا (یورپ) سے ایک احمدی دوست لکھتے ہیں کہ آپ نے پرافٹ آف اسلام یہاں کے ایک وزیر کو بھیجا تھا جس نے یہاں کے ایک عالم سے البانوی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے چھپوا لیا ہے۔ اور مسلمانوں میں کثرت سے تقسیم کرا رہا ہے۔ عنقریب چند کاپیاں آپ کو بھی بھیج دی جائیں گی۔

مسٹر پلائی جنوبی ہند سے لکھتے ہیں کہ انجمن نے ان کے چچا صاحب کو رسالہ اسلام و پرافٹ آف اسلام کے تامل و ملایالم زبانوں میں تراجم کرنے کی اجازت دی تھی۔ تراجم قریباً تیار ہیں صرف چھپوائی باقی تھی لیکن قضاء الٰہی سے وہ وفات پا گئے۔ چونکہ یہ سب ان کی تحریک پر ہی تھا۔ اس لئے اب انہیں ان کے شائع کرنے کی اجازت دی جائے۔ (اجازت دیدی گئی ہے)

سیرۃ خیر البشر کی قبولیت

دو سال ہوئے مختلف احباب نے اپنی طرف سے انگریزی سیرت نبوی دنیا کی مختلف لائبریریوں کو انجمن کے ذریعہ سے بھجوائی تھی۔ وقتاً فوقتاً مطالعہ کرنیوالوں کی طرف سے خوشنودی کے خط آتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک امریکن عالم نے جو خط لکھا ہے اس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ ایسی مفید کتب کے مفت تقسیم کرانے کے فوائد سے دوست آگاہ ہو سکیں۔ یہ کتاب میاں محمد زمان صاحب کی طرف سے اس لائبریری کو بھیجی گئی تھی۔

مسٹر ورنر سٹوڈرڈ لکھتے ہیں میں نے ابھی سیرۃ خیر البشر انگریزی مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب کا مطالعہ ختم کیا۔ یہ جلد آپ کی طرف سے (یعنی میاں محمد زمان صاحب کی طرف سے) یہاں آئی ہے۔ النبی العربی کی سوانح عمری ایسی پاکیزہ زبان میں لکھی ہوئی پڑھ کر مجھے بے حد اثر ہوا۔ ساری کتاب سچے اور صحیح واقعات سے پُر ہے۔ اور تبلیغی غرض کی وجہ سے اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ مہربانی فرما کر اپنی کتب کی فہرست بھیج دیں۔

ایک مخلص دوست

مسٹر نیاز محمد خرد لی میسور میں بعارضہ دق بیمار ہیں۔ احباب کرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷، ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۳۷

صحافت اسلامی کے مطلع پر تاریک گھٹائیں

اخلاق رذیلہ کا حیا سوز مظاہرہ

الیس منکم رجل رشید

قریبًا ایک ماہ تک ہم سبھی اسلام کے اس ناسور پر رونا روتے رہے جو علمائے سوء کے وجود نے پیدا کر رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ بعض اور اصحاب بھی اس نوحہ خوانی میں مصروف تھے۔ جو صحافت اسلامی کے درخشاں ستارے سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھنا موجب حیرت ہے کہ جو الزام آج سے چند دن پہلے علمائے سوء کے سر پر دیا جاتا تھا آج خود ان صحافت نگاروں کے سر پر آ رہا ہے۔ اور اسلام کے جسم میں ایک دوسرا ناسور ان لوگوں کے وجود سے پیدا ہو رہا ہے۔ جو قوم کے لیڈر اور رہنما کہلاتے اور ملی رنگ میں مسلمانوں کی خدمت اور رہنمائی کے دعویدار ہیں۔

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ جناب ناظر کا ایک مضمون "زمیندار۔ سیاست۔ اور انقلاب" کے عنوان سے شائع کیا جاتا ہے جس میں ان تینوں معاصرین کی باہمی تو تو میں میں اور گالی گلوچ پر نفرت اور رنج کا اظہار کیا گیا ہے اور انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے موجودہ رویہ کو نہ چھوڑا تو یہ ان کے لئے بجائے نفع کے نقصان کا موجب ہوگا لیکن ہمیں صرف یہی شکایت نہیں کہ ان تینوں معاصرین کرام نے اپنے باہمی اختلاف کو گالی گلوچ تک پہنچا کر اخلاق اسلامی کا نہایت برا نمونہ دکھایا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی یہ روش اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہے کہ ان کے زیر اثر یا ان کی شہ پر بعض اس قسم کے جرائد نکل رہے ہیں جن کے نام در زبان بازاری غنڈوں سے کوئی درجہ امتیاز نہیں رکھتی "لوڈی" "مچھندر" "آکا باکا" وغیرہ کیا یہ نام کسی شریف اور باوقار انسان کی زبان پر آسکتے ہیں؟ باوجود اس کے ایک طرف "زمیندار" کے صفحات پر "لوڈی" کا اعلان "مطلع صحافت پر نئے چاند کا طلوع" کے عنوان سے کیا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف "آکا باکا" کے متعلق "انقلاب" کے صفحات پر بھی یہی اعلان شائع ہوتا ہے۔ گویا آج صحافت اسلامی کا وقار اس درجہ گر چکا ہے کہ جن پرچوں کے نام بھی مذاق سلیم پر گراں گزرتے ہیں وہ مسلمانوں کے مطلع صحافت کے چاند ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مطلع کے چاند یہ ہیں اس کے ستارے اور سیارے کیا ہوں گے۔ صرف نام ہی نہیں ان پرچوں کے اندر جس بے باکی اور جرأت کے ساتھ ان مسلمانوں کے اخلاق و اعمال کی تضحیک کی گئی ہے جو بعض سیاسی امور میں ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں اور ان کی ذات اور ان کے خاندان اور بہو بیٹیوں تک کو رسوا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ اسلامی نقطہ نگاہ کو چھوڑ کر انسانیت کے نقطہ نگاہ سے بھی نہایت افسوسناک ہے۔ ہم نہیں سمجھتے وہ لوگ جو دوسروں کو اسلامی اخلاق و اعمال پر درس دینے کے عادی ہیں۔ اپنے اخلاق کو کسی طاقچہ نسیاں پر چھوڑ آئے ہیں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان نئے جاری ہونے والے صحافت کے مدیران محترم اور ان کے ہم نوا اخبارات اسلام کی اس پاکیزہ تعلیم سے ناواقف ہوں جس میں استہزا اور تمسخر، گالی اور بہتان تراشی کی مذمت کی گئی ہے اور بالخصوص ایک مسلمان کی عزت پر حملہ کرنے کو برا ٹھہرایا گیا ہے۔ اسلام نے تو ایک قوم کو بھی دوسری قوم پر تمسخر و استہزا کرنے سے منع کیا ہے چہ جائیکہ مسلمان قوم کے افراد خود آپس میں ہی ایک دوسرے کی تذلیل و تحقیر کے درپے ہوں۔ لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم۔ کوئی قوم دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن تین دفعہ پکار کر کہا کہ ایک مسلمان کی عزت اور مال اور جان اسی طرح دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ جس طرح حج کا دن اور حج کا مہینہ اور مکہ کا شہر۔ لیکن آج مسلمان کی عزت جو سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اس قدر حقیر اور ذلیل ہو چکی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر اس پر ہاتھ صاف کر دیا جاتا ہے۔ جب خود مسلمان ایک دوسرے کی عزت پر حملے کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ تو غیر قومیں انہیں کیا کچھ نہ کہیں گی اور ان کی ذلت اور رسوائی میں کونسی کسر اٹھا رکھیں گی۔

حیرت ہے کہ قوم کے معتبر اصحاب اور عامۃ المسلمین اخبارات کے اس ناپاک طرز عمل کو کیونکر برداشت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کس دل اور جگر کے ساتھ انہیں خرید کر پڑھتے ... اور دوسروں کو سناتے ہیں۔ وہ لوگ جو قوم کے لیڈر اور خیر خواہ کہلاتے ہیں کیوں اس موقع پر خاموش ہیں۔ اور ان لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیا اخلاق اسلامی کا دنیا میں خاتمہ ہو چکا ہے۔ کیا تمام عامۃ المسلمین اپنے لیڈروں سمیت اخلاق اسلامی کو خیرباد کہہ چکے ہیں مختصر الفاظ میں مسلمانوں سے یہ سوال ہے کہ الیس منکم رجل رشید؟

آج حج کا مہینہ ہے۔ دو تین روز بعد وہ عظیم الشان قربانی مسلمانوں کے گھروں میں ہوگی جو جذبۂ حیوانیت کو قربان کرنے کا عملی سبق ہے۔ کیا ہم اپنے معاصرین کرام سے یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ بھی ارشاد نبوی کی تعمیل میں جو حجۃ الوداع کے دن صادر ہوا مسلمان کی عزت کا احترام اور نفس امارہ کی بہیمیت کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور ایسا نمونہ پیش کریں جو ایک سچے مسلمان کا نمونہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں۔

مسلمانان پاتور کا افسوسناک طرز عمل

ایوت محل (برار) سے کسی صاحب نے اخبار عزیز وطن کا ایک پرچہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جس میں عنوان بالا سے ایک مراسلت شائع ہوئی ہے اس میں بعض نو مسلموں نے جو غالبًا پہلے غلاظت اٹھانے کا کام کرتے تھے اور جن کی تعداد کم از کم ایک سو بتائی جاتی ہے۔ یہ شکایت کی ہے کہ:-

"پاتور (ضلع اکولہ) کے برادران اسلام ہم سب کو شہر ہو یا قصبہ، موضع ہو یا کھیڑہ وضو کے لئے پانی نہیں لینے دیتے۔ نہ مسجد میں نماز ادا کرنے دیتے ہیں۔ ہم لوگ اگر بیوپار کی غرض سے کسی اور بستی میں جاتے ہیں تو وہاں یا راستہ میں جنگل میں تو نماز ادا کر لیا کرتے ہیں لیکن جب مسجد میں بستی میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو یہ حضرات نہ نماز پڑھنے دیتے ہیں نہ وضو کرنے کے لئے پانی ہی لینے دیتے ہیں۔ اور جہاں جاتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کو بھی منع کر دیتے ہیں۔ کہ وہ بھی ہمیں مسجدوں میں داخل نہ ہونے دیں۔ اور نہ وضو کے لئے پانی ہی دیں۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر ہماری حیرت اور استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہی کیا مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ لوگ ان کے دین میں داخل ہوں۔ کیا نو مسلمین کے ساتھ اس قسم کا سلوک اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے اگر وہ لوگ پہلے غلاظت اٹھایا کرتے تھے۔ تو اس سے ہمیشہ کے لئے ان کے جسم ناپاک نہیں ہو گئے۔ کلمہ طیبہ پڑھ لینے کے بعد انہیں پورا حق حاصل ہے کہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھیں کوئی شخص انہیں اس سے روک نہیں سکتا۔ مسجد میں امیر اور غریب۔ بادشاہ اور گدا یکساں حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مسلمانان پاتور غیرت مذہبی پر اپنے ذاتی عزت و وقار کو ترجیح دیتے اور اپنے افسوسناک طرز عمل سے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ کیا پاتور کی ساری بستی میں کوئی ایسا عالم حق موجود نہیں جو ان نادان مسلمانوں کو سمجھائے؟ وہاں کی اسلامی انجمن کو فورًا اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

آغوش کفر میں جانے کی تیاری

اسی مراسلت میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"ہم لوگ تین سال سے اس قسم کی ناقابل برداشت سختیاں برداشت کرتے کرتے عاجز آ گئے ہیں۔ ...... اور ہم اور ہمارے تمام اعزا و اقارب جن کی تعداد کم و بیش سو کے ہے ان مسلمان بھائیوں کے تشدد سے تنگ آ کر عنقریب عیسائی ہو جائیں گے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی ہماری اس بے کسانہ حالت پر خدا اور رسول کے واسطے توجہ فرمائیں۔ اور ہمیں اس کفر کی راہ سے بچائیں۔"

یہ الفاظ کس قدر درد انگیز ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی حالت آج اس حد تک گر چکی ہے کہ تبلیغ اسلام جیسے فریضہ کی ادائیگی تو ایک طرف اگر لوگ خود بخود ان کے اندر آ جائیں اور کفر کے گڑھے سے نکل کر اسلام کے سایہ رحمت میں پناہ لیں تو یہ انہیں دوبارہ کفر کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کیا اکولہ ضلع برار میں کوئی ایسے دردمند مسلمان نہیں جو ان لوگوں کی دستگیری کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس عذاب الیم سے انہیں نکال کر کفر کی آغوش میں جانے سے بچائیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک پر اکولہ کی انجمن اسلامیہ کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اس صورت حالات کی اصلاح کے لئے پوری کوشش کریں۔ اور اگر یہاں سے آدمی بھیجنے سے فائدہ ہو سکتا ہو تو اطلاع دیں۔ امید ہے انجمن اسلامیہ اس بارہ میں فوری کارروائی کر کے مسلمانوں کے شکریہ اور ثواب کی مستحق ہوگی۔

حضرت مسیح موعود کے مباحثات اور کتب کا خلاصہ

۱۰ رمئی ۱۹۲۹ء کے "اہل حدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ہمارے اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے جس میں حضرت مسیح موعود کے علم کلام کی طرف ہم نے توجہ دلائی تھی۔ اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ

مرزا صاحب نے ساری عمر میں جتنی بحثیں کیں یا کتب تصنیف فرمائیں ان سب کا خلاصہ علم کلام کے اصول سے ایک فقرے میں آ سکتا ہے جو یہ ہے:-

"اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کی پیروی کرنے سے میرے (مسیح موعود) جیسے باکمال آدمی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے میں موسیٰ ہوں۔ مسیح ہوں۔ کرشن ہوں اور محمد ثانی بھی ہوں۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اس قادیانی فقرہ کلامیہ کی جانچ پڑتال کرنے کو جب کبھی عیسائی یا آریہ کھڑے ہوتے ہیں یعنی جناب مرزا صاحب کی شخصیت کی تنقید کرتے ہیں تو جہاں تک ہمیں علم ہے احمدی مناظر طرح دے جاتے ہیں۔

ہماری بحث اسلام کے متعلق ہے تم اسلام پر اعتراض کرو ہم جواب دیں گے۔ مرزا صاحب کی شخصیت الگ چیز ہے۔

معلوم ہوتا ہے احمدی مناظر بھی دل سے جانتے ہیں کہ پانی یہاں مرتا ہے۔"

"پانی یہاں مرتا ہے" کے الفاظ تشریح طلب ہیں کیا مولوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ اسلام کی پیروی سے باکمال انسانوں کے پیدا ہونے کا جو دعویٰ مسیح موعود نے کیا ہے اس میں پانی مرتا ہے۔ کیا ان کے نزدیک اسلام ایسے باکمال انسان پیدا کرنے سے عاجز ہے؟ عیسائی یا آریہ کے اس "فقرہ کلامیہ" کو جانچنے کا مقصد تو یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اس دعوے کو باطل ثابت کیا جائے۔ احمدی مناظر تو اس بات کے قائل نہیں کہ یہاں پانی مرتا ہے۔ بلکہ اسلام کی اس عظمت کو واقعات سے ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ اس کی پیروی سے ہمیشہ ایسے باکمال انسان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۹ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ ۔ نمبر

چند غور طلب باتیں

آریہ سماج کا ایک سالہ پروگرام

جماعت احمدیہ کی توجہ کے قابل

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ آریہ سماج لاہور کے ایک سالہ کام کی رپورٹ کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ اس قابل ہے کہ ہمارے احباب کرام اس کو خاص توجہ کی نظروں سے مطالعہ فرمائیں۔ بالخصوص وہ حصہ جس میں دیہات کے اندر پرچار منڈلیوں کے بھیجنے کا ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جو ہمارے خیال میں ہر قوم اور ہر مذہب کے لئے بیش بہا فوائد کا موجب ہو سکتا ہے۔ پنجاب کے دیہات میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے بہت زیادہ ہے۔ اور اس لئے یہ لازمی امر ہے کہ آریہ سماج کے پروپیگنڈا کا رخ زیادہ تر مسلمانوں کی طرف ہو۔ دوسری طرف دیہاتی مسلمانوں کی مذہبی حالت عام طور پر چنداں تسلی بخش نہیں۔ اور جیسا کہ جناب قریشی کے اس مضمون سے ظاہر ہے جو چند دن ہوئے قارئین "پیغام صلح" کی نظروں سے گزر چکا ہے۔ بعض دیہات کے مسلمان اسلام سے قطعی طور پر ناواقف ہیں۔ اور اس کی جگہ ہندوانہ رسوم ان میں سرایت کر چکی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ آریہ سماج کی "پرچار منڈلیوں" کے ذریعہ سے چند ہی دنوں میں پنجاب کے اندر بھی شدھی کا فتنہ کھڑا ہو جائے اور مسلمانوں کا رہا سہا نام بھی دیہات کے اندر سے مٹ جائے۔

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمارے خیال میں ہماری جماعت کا سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ اس کے تدارک کی کوشش کرے۔ بلکہ جہاں تک کام کا سوال ہے آریہ سماج کی "پرچار منڈلیوں" اور ان کے نتائج و عواقب سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی ہمارے احباب کا فرض ہے کہ وہ دیہات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ ہمارے خیال میں یہ کام صرف کثیر کے بغیر محض تھوڑی سی توجہ سے ہو سکتا ہے۔ ہر شہر میں اگر دو دو تین تین آدمیوں کی ایسی ٹولی بنا دی جائے جو فرصت کے اوقات میں گرد و نواح کے دیہات میں جا کر وہاں وعظ و تلقین کیا کریں۔ تو تمام کام نہایت آسانی سے سرانجام پا سکتا ہے۔ ملازمت پیشہ اصحاب مہینہ میں ایک اتوار اگر اس کام پر لگا دیا کریں۔ تو کیا مشکل ہے۔ یوں بھی انسان فرصت اور چھٹی کے دنوں میں سیر و تفریح کے لئے باہر نکلنا چاہتا ہے۔ دیہات کے اندر جانے سے یہ مقصد بھی حل ہو سکتا ہے۔ اور دین کا کام بھی سرانجام پا سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دوست اس کام کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر فوراً کاربند ہونے کی کوشش کریں اور جہاں جہاں انجمنیں ہیں وہاں باقاعدہ تنظیم کے ساتھ اس کام کو کیا جائے۔ تو یہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ کیا ہمارے دوست اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور اس کام کو جلد از جلد ہاتھ میں لے کر ہمیں اطلاع دیں گے کہ دوسرے احباب کی ترغیب کے لئے اسے شائع کیا جا سکے؟

"پرچار منڈلیوں" [illegible] کا کام جو آریہ سماج ٹریکٹوں ہینڈبلوں اور دیگر [illegible] نہایت [illegible] کر رہی ہے ہماری جماعت نے بھی تصنیف و اشاعت کا کام خدا کے فضل سے نہایت عمدہ اور وسیع پیمانہ پر کیا ہے۔ لیکن ابھی اس میں بہت کچھ اضافہ کی ضرورت ہے۔ ماہوار ہینڈبلوں کا سلسلہ ایک مدت ہوئی لاہور میں شروع ہوا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ تک جاری رہ سکا۔ حالانکہ اس میں خرچ بہت کم ہوتا ہے اور بہت بڑا کام اس سے سرانجام پا سکتا ہے۔ ہمارے احباب اس کام کو جاری کرنا چاہیں اور اپنے اپنے علاقہ میں تقسیم کرنے کے لئے ان ہینڈبلوں کو کثیر تعداد میں خرید لیا کریں۔ تو نہایت آسانی سے اس کام کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ ہینڈبلوں کی قیمت ۱۲ روپیہ سینکڑہ بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتی ہے بشرطیکہ بہت سی جماعتیں انہیں کثیر تعداد میں خریدنے کے لئے تیار ہوں۔

ایک بہت بڑی چیز جو آریہ سماج کے کام میں نمایاں ہے وہ ان کی مالی قربانیاں ہیں۔ حقیقت میں یہی ایک چیز ہے۔ جو کسی قوم کی زندگی کا موجب ہو سکتی ہے۔ جو قوم جس حد تک قربانی کے لئے تیار ہوگی۔ اسی حد تک اس کی زندگی دنیا میں باقی رہے گی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم نے بار بار واضح کیا ہے۔ اور آج حضرت مسیح موعود نے بھی بڑے زور سے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت نے بہت سی مالی قربانیاں کی ہیں۔ لیکن آریہ سماج کے ایک سالہ کام میں وصیتوں کا حصہ اس قابل ہے کہ ہمارے احباب اس پر ایک گہری نظر ڈالیں۔ اور اپنی مالی قربانیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں۔ ہمیں بھی حضرت مسیح موعود نے حکم دیا ہے کہ اپنے مالوں اور جائدادوں کا ⅓ حصہ وصیت کریں۔ لیکن ہر سال کتنی وصیتیں ہمارے احباب کی طرف سے خدا کی راہ میں ہوتی ہیں۔ سوائے ان معدودے چند احباب کے جو ایسی تحریکات میں ہمیشہ سابقون کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کتنے ایسے دوست ہیں جن کو وصیت کا کبھی خیال تک نہیں آیا۔ کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں کہ غیر اقوام اپنی ساری ساری جائداد اپنی قوم اور مذہب کے لئے وصیت کریں۔ اور ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرنے کے باوجود ابھی تک اس سے غافل ہوں۔ ہمارے خیال میں اگر ہمارے تمام دوست اس طرف توجہ کریں تو آئے دن کی مالی دقتوں سے انجمن بہت جلد سبکدوش ہو سکتی ہے۔ اور خاص چندوں کا بوجھ ڈالے بغیر نہایت بے فکری کے ساتھ اس عظیم الشان کام کو چلا سکتی ہے۔ جو اس کے پیش نظر ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے احباب جلد سے جلد اس طرف توجہ کریں۔ اور کم از کم غیر اقوام ہی سے سبق لیکر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

آریہ سماج کے آئندہ سال کے پروگرام میں "آریہ مسافر" کے دوبارہ اجرا کا بھی ذکر ہے جو پنڈت لیکھرام مقتول کی یادگار میں اسلام کے خلاف نکالا گیا تھا۔ اور اب کچھ عرصہ سے بند ہے۔ ایسے اخبارات کا اجراء اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کو چنداں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تاہم آریہ سماجی پریس کی مضبوطی کا یہ نشان ہے کہ اس میں پہلے سے کئی ایک اخبارات ہونے کے باوجود ایک اور نئے اخبار کو زندہ کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ بالمقابل ہمارے ہاں صرف ایک اخبار ہے اور وہ بھی اپنی اشاعت اپنے حجم اور آمد کے لحاظ سے کوئی قابل فخر چیز نہیں۔ ہم دل سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اخبار کے حجم کو بڑھایا جائے۔ تاکہ ہر قسم کا مفید مذہبی و علمی مواد اس میں جمع کیا جا سکے۔ اور اسلام کی بہترین خدمت اس سے سرانجام پا سکے۔ لیکن قلت اشاعت ہمارے رستہ میں ایک بہت بڑی روک ہے۔ اگر ہمارے معاونین کم از کم دو دو نئے خریدار مہیا کر سکیں۔ تو اس خواہش کو بہت جلد پورا کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہمارے احباب اور معاونین کرام اپنے ایک قومی آرگن کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے اس قدر تھوڑی امداد دینے کے لئے بھی تیار نہ ہونگے؟

مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں

مغربی تہذیب، وحشت و بربریت کے جن تباہ کن مدارج تک پہنچ چکی ہے اس کی بہت سی مثالیں قبل ازیں قارئین کرام کی نظروں سے گزر چکی ہیں۔ حال ہی میں لندن کے ایک پادری جے بی برکبائی نے انگلستان کی معاشرتی اور تمدنی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"لندن میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں افریقہ کے جنگلیوں جیسے شرمناک واقعات برابر دیکھنے میں آتے ہیں۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اب ایسٹ اینڈ اور ویسٹ اینڈ (لندن کے دو حصے جہاں غربا اور امرا رہتے ہیں) میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ دونوں کے حالات یکساں ہیں۔ اہل انگلستان کے حالات [illegible] پہنچ چکے ہیں۔ عبادت خانے [illegible] رہتے ہیں۔ اور کسی کو اپنے تفریحی اور کاروباری مشاغل کے ہجوم میں خدا کے سامنے سر نیاز جھکانے کی توفیق نہیں ہوتی"

یہ وہی تہذیب ہے جس کو آج سے کچھ دن پہلے مسیحیت کی صداقت کا نشان قرار دیا جاتا تھا اور پادری صاحبان بڑے فخر سے یہ اعلان کرتے پھرتے تھے کہ مسیحیت ہی نے یورپ کو تہذیب کے اعلےٰ مدارج پر پہنچایا۔ تعجب ہے اب اسی تہذیب کے ان "خوشگوار" اثرات پر حسرت و افسوس کے آنسو بہائے جا رہے ہیں۔ یہ رونا دراصل شرمناک واقعات کا نہیں کیونکہ وہ آج پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ سارا رونا گرجوں کے خالی ہونے کا ہے۔ کاش ان لوگوں کے دلوں میں کوئی صداقت اور خلوص موجود ہو اور وہ مغرب کو تہذیب جدید کی سیہ کاریوں سے بچانے کے لئے کوئی عملی اور موثر کارروائی کریں۔

ایک ہی علاج

ہمارے نزدیک مغرب کو ان تباہی خیز حالات سے بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ اسلام کے پاک پیغام کو ان تک پہنچانا ہے۔ اسلام نے جو تہذیب دنیا میں پیدا کی ہے۔ وہ ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔ نہ تو اتنی آزادی اس نے دی ہے کہ تہذیب اور انسانیت کے جامہ کو اتار کر حیا سوز افعال پر اتر آئے۔ اور نہ انسان کو اتنا پابند کیا ہے کہ دنیا کی تمام لذات سے علیحدہ کر کے رہبانیت کے گڑھے میں لے پھینک دے۔ اس تہذیب کا سبق مغرب کو پڑھانا آج ہمارا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ ضروری فرض ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنے محدود ذرائع سے اس کام میں ہمہ تن مصروف ہے۔ ضرورت ہے کہ اہل دول حضرات اس طرف متوجہ ہوں۔ اور انجمن کی مالی امداد سے اس کے ذرائع کو بڑھائیں۔ تاکہ وہ اپنے کام کو زیادہ وسیع کر سکے۔ اس وقت مغرب میں اسلام کے لئے ایک فضا پیدا ہو چکی ہے۔ بہت لوگ جو علی العموم مذہب سے بیزار نظر آتے ہیں۔ اسلام کا پیغام سن کر اس کی طرف دوڑتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ اگر انہیں صحیح علم دیا جائے تو وہ اسے لینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن میدان اس قدر وسیع ہے کہ جس قدر مشن وہاں ہوں تھوڑے ہیں۔ اگر انجمن کے پاس کافی سرمایہ ہو تو ہر شہر اور ہر بستی میں مشن کھولنا از بس ضروری ہے۔ کاش مسلمانوں کو اس طرف توجہ ہو تو تمام دوسرے ذرائع سے بڑھ کر یہ کام ان کی کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے۔

"بندہ بہادر" اور "بیر بیراگی"

سکھوں کے مشہور اخبار "شیر پنجاب" نے بھائی پرمانند کے اس دعوے پر کہ "بندہ بہادر" دراصل سکھ نہ تھا۔ بلکہ ہندو تھا۔ اور اسی لئے اسے "بندہ بہادر" کہنا صحیح نہیں۔ بلکہ "بیر بیراگی" کہنا چاہیے۔ تاریخ کی روشنی میں سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ اور واقعات سے ثابت کیا ہے کہ "بندہ" اسے اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ کا "بندہ" قرار دیتا تھا۔ بھائی جی کے اس دعوے پر کہ بندہ کی حمایت سکھوں نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے کی معاصر موصوف لکھتا ہے کہ:-

"اگر سچ مچ ہندو جماعت اس کی معاون و حامی تھی اور اسی جماعت کے بل بوتے پر اسے فتوحات حاصل ہوئیں تو جب تت خالصہ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو کس قدر ہندو اس کی فوج میں بھرتی ہوئے اور کس قدر ہندوؤں نے اس کے لئے جانیں قربان کیں"

سوال یقیناً دلچسپ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "بندہ" کا ساتھ سکھوں نے آخر وقت تک نہیں دیا۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہی ہو کہ "بندہ" کے مظالم اور وحشیانہ طریق عمل سکھوں کو پسند نہ آیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی سکھ قوم اسے ایک قومی ہیرو بنانے کے لئے تیار نہیں چنانچہ "شیر پنجاب" نے صاف لکھا ہے:-

"رام، کرشن، کالی، بھیروں، برہما، وشنو اور مہیش کے بت اگر ہندو قوم میں کوئی زندگی کی روح نہیں پھونک سکتے تو یقیناً وہ نیا بت بھی ان کی ساماجک زندگی میں انقلاب پیدا نہ کر سکے گا۔ جسے بیر بیراگی کا نام دے کر چند روز ہوئے ہندو مندر میں استھاپن کیا گیا ہے"

معاصر موصوف کا خیال بالکل صحیح ہے۔ مجسموں اور بت تراشیوں سے وہ جوہر زندگی جسے شجاعت و مردانگی کہتے ہیں۔ ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ جوہر عطیہ خداوندی ہے۔ افراد و اقوام اپنی صحیح سعی و جہد سے اس میں کچھ اضافہ کر سکتی ہیں یا اسے برقرار رکھ سکتی ہیں۔ لیکن جو افراد فطری طور پر اس جوہر سے بے بہرہ ہوں یا اپنے ماحول اور قومی ذ[illegible] کی وجہ سے اس جوہر کو فنا کر چکے ہوں وہ بتوں کے بل بوتے پر یا غ[illegible] اس کی یادگار منانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

بستر علالت سے ایک دردبھری اپیل

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

خدائے رحمن رحیم کے مقدس نام کا واسطہ دے کر ہر مسلمان سے درخواست ہے کہ ان سطور کو خاص توجہ کے ساتھ مطالعہ کرے۔

مسلمانوں کی حیات اجتماعیہ

محترمی اخی فی الاسلام۔ السلام علیکم

اکتوبر ۱۹۲۶ء سے میں بستر علالت پر دراز ہوں اور جانکاہ علالت کا شکار۔ لیکن اس دوران میں میرے خیالات یکسر اسلام کی آئندہ حالت سے متعلق رہے ہیں۔ گزشتہ بیس سالوں میں ہم مسلمان بہت ہی نازک لمحات حیات میں سے گزر چکے ہیں۔ اور نئے نئے واقعات اس نوعیت کے رونما ہوئے ہیں جن کا آئندہ اثر ہمارے حق میں مضر ثابت ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے ان نتائج کو مبدل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ یہ کوشش سراسیمگی کی حالت میں ہوئی لہذا ہم دوسروں کے ہاتھوں میں آلۂ کار بن کر رہ گئے۔ اور آج ہماری حیات اجتماعیہ کا مطلع تاریک تر نظر آتا ہے۔

ہمارا مستقبل

اس امر کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ آج ہم اپنی عافیت کے لئے ترک بھائیوں پر کہاں تک اعتماد کر سکتے ہیں۔ افغانستان آج کل باہمی خانہ جنگی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور دیگر ممالک میں بھی ہمارا مستقبل خوش آیند نہیں معلوم ہوتا۔ ہندوستان میں تو ہم روز بروز اقلیت کی شکل میں مبدل ہو رہے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب سانس لینے کے لئے بھی ہم دوسروں کے دست نگر ہو جائیں گے اور یاد رہے کہ اغیار کو کیا پڑی ہے کہ ہماری حیات ملی کے لئے سہولت بہم پہنچائیں۔ اہل ہنود باوجود اپنے گوناگوں اختلافات کے آج میدان عمل میں متحدہ قوت کے ساتھ مصروف پیکار ہیں۔ اور ہم مسلمان باوجود اپنے مذہبی اور ملی عقائد کی یگانگت کے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہیں۔ ہیہات ہیہات۔

دوسروں کا آسرا

ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ شروع ہی سے لاینحل رہا ہے۔ تاہم مسلمانوں نے ان کی کاسہ لیسی گوارا کی۔ اور جب ان کو اپنے مقاصد میں ہمارے اشتراک عمل کی بدولت کامیابی حاصل ہوئی تو انہوں نے ہمیں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا۔ ایسا ہونا قطعی ناگزیر تھا کیونکہ ہم نے قرآن شریف کے احکام صریحہ کے خلاف عمل درآمد کیا تھا ہماری پاک کتاب اگرچہ غیر مسلمین سے دنیاوی امور میں تعاون و تعامل سے نہیں روکتی۔ لیکن وہ صاف الفاظ میں ہمیں آزادانہ زندگی کی تلقین کرتی ہے اور اس بات سے منع کرتی ہے کہ ہم اپنی حفاظت اور حیات کے لئے دوسروں کا آسرا تکیں۔ یا ان کے دست نگر ہوں۔ چونکہ اس معاملہ میں ہم نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تھی۔ لہذا اس کا تلخ نتیجہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ مجھے آج کل کے مسلمانوں کی ذہنیت پر شدید افسوس ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے قرآن پاک کی طرف رجوع کریں۔ جہاں ہر بات اور ہر معاملہ میں رہنمائی کا پورا پورا سامان موجود ہے۔ ہم مسلمان وہ ذرائع اختیار کرتے ہیں جو تعلیمات قرآنی کے سراسر منافی ہیں۔

استحکام قومیت کے تین اصول

قرآن مجید نے تیسری صورت میں علاوہ دیگر امور کے استحکام قومیت کے لئے تین اصول بیان فرمائے ہیں۔ غیر مسلم اقوام میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں تعلیم اور اتحاد ان تین اصولوں پر کاربند ہونے سے قوم میں زندگی اور قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کی مدد سے ہم لوگ تنازع للبقا میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جائے حیرت ہے کہ ہنود اپنے مذہب کی تعلیم کے برخلاف ان تینوں اصولوں پر کاربند ہو گئے۔ اور اس کوشش کا ثمر چکھ رہے ہیں۔

یا معشر المسلمین! اس خلوص قلب اور پاکی مقصد کی بدولت جو تمہیں بحیثیت مسلمان ہونے کے حاصل ہے۔ تم اپنی عظمت گزشتہ اور شوکت رفتہ کو پھر حاصل کر سکتے ہو۔ اگر قرآن شریف کے تجویز کردہ اصول پر کاربند ہو جاؤ۔ ان اصولوں کو چھوڑ کر اور جو کچھ بھی اختیار کرو گے لامحالہ نقصان اٹھاؤ گے۔ اغیار کی نظر میں تو تمہاری حیات ملیہ کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر تم اپنا طرز عمل بدل دو تو اغیار کے منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔

خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو

ہماری موجودہ حالت بہت نازک ہے۔ اور اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اور اگر قرآن شریف میں ہماری مشکلات کا کوئی صحیح اور تسلی بخش حل موجود نہ ہو تو پھر ترک اسلام ہی اولیٰ ہے لیکن ایسا نہیں۔ ہماری ساری مشکلات ترک اسلام ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ قرآن کو چھوڑ دینے سے ہم مصائب کا شکار ہو گئے۔ بس کیوں نہ آپ سب صاحبان "خدا کی رسی" کو مل کر مضبوط پکڑ لیں؟ تو پھر کامیابی اور فارغ البالی ہمارے قدموں سے لگی ہوئی ہے۔

کامیابی کا رستہ

یہ بات محتاج ثبوت نہیں کہ تقسیم کار اور تقسیم عمل سے استواری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی اور فضل سے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام میرے ہاتھوں میں سونپا ہے۔ اس لئے میں آپ سے صرف اسی پہلو پر گفتگو کروں گا لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ میں باقیماندہ اصولوں کی بے وقعتی کرتا ہوں بلکہ بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ اگر ہم ہندوستان میں فرقہ بندی کی لعنت سے آزاد ہو جائیں۔ اور اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر لیں تو یقیناً دوسروں کے ساتھ اشتراک عمل کرنے سے جو کامیابی حاصل ہو۔ اس سے دس گنی زیادہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

کلیسائی عمارت میں تزلزل

دنیا نے ہمارے سامنے موجودہ زمانہ میں امیدوں کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ تمام دیگر مذاہب داستان پارینہ کی شکل میں تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور مسیحیت کا آفتاب تو غروب ہی ہوا چاہتا ہے۔ مغربی اقوام کو جو نفرت کلیسائی عقائد سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا ثبوت گرجوں میں خالی نشستوں سے بآسانی مل سکتا ہے۔ کلیسا کے بڑے عہدے دار خود کلیسائی عقائد کی بیخکنی پر آمادہ ہو گئے ہیں اور مجددین کے اس گروہ نے مسیح کی الوہیت۔ تجسم تثلیث اور کفارہ ان تمام عقائد سے سخت بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور نہ یہ لوگ اب بائیبل کو خدا کا کلام ہی تصور کرتے ہیں۔ بلکہ محض افسانہ اقوام پیشین۔ موروثی گناہ کا خیال بھی لوگوں کے دلوں سے محو ہوتا جاتا ہے۔ عشائے ربانی اور دیگر رسوم کلیسائی اب علانیہ طور پر بت پرستوں کے مراسم قرار دی جا رہی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا ستون اب باقی رہ گیا ہے جس پر کلیسائی عمارت قائم رہ سکتی ہے؟

ہمارا تعمیری کام

تخریب کے بعد تعمیر ایک لازمی چیز ہے۔ ہماری گزشتہ سترہ سالہ کی محنت کا ایک نتیجہ تو نہایت ہی نمایاں اور قابل توجہ نکلا ہے۔ یعنی اس دوران میں خدا کے فضل سے ان تمام غلط خیالات کا ازالہ ہو چکا ہے جو پادریوں نے اسلام کے متعلق عامۃ الناس کے دماغوں میں جاگزیں کر دیئے تھے۔ اب لوگ اسلامی تعلیم کو ٹھنڈے دل سے سننے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور اس طرح تبلیغ کی راہ میں ابتدائی مشکلات کا معجزانہ طور پر قلع قمع ہو چکا ہے۔ پس اگر ہم خلوص کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کریں تو یقیناً مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہے۔

حکمراں اقوام میں تبلیغ

حکمراں اقوام میں تبلیغ اسلام کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ صرف اسلام کو تقویت حاصل ہوگی بلکہ مسلمانوں کو سیاسی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ اگر الٰہی مرضی کے ماتحت مسلم اقوام انگریزوں کے ماتحت آ گئی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کو مسلمان کرنے کی کوشش نہ کریں اس فعل میں ہماری نجات مضمر ہے اور خصوصاً آج کل تو حالات ہمارے موافق ہو گئے ہیں۔ جو لوگ ہم مسلمانوں میں سیاسی مذاق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی آنکھ۔ وہ سیاسی اہمیت پر غور و خوض کر رہے ہیں ان کو خصوصاً اپنی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرنی چاہیئے۔ بیشک مغرب میں اسلام کے متعلق قبل ازیں عجیب و غریب خیالات پائے جاتے تھے لیکن اب بہت سی سعید روحیں علانیہ اسلام کا اقرار کرنے کے لئے آمادہ نظر آتی ہیں۔ عقلمند وہ ہے۔ جو موقعہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ انگریز اگر مسلمان ہو جائے تو وہ بہت سے جاہل غلام افراد سے بہتر ہے۔

انگریزوں کی اسلام سے دلچسپی

اس جگہ اس کامیابی پر تفصیلی تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری ووکنگ مشن کو عطا فرمائی ہے لیکن جنوبی افریقہ میں جو تجارب مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ ان کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

میں افریقہ میں پورے چھ ماہ تک شہر بہ شہر اسلام پر تقریریں کرتا رہا۔ میرا مشاہدہ ہے کہ سامعین میں سے انگریزوں نے میری تقاریر کو کامل دلچسپی اور حیرت سے سنا۔ اور قدرتی طور پر ان کی زبان سے اسلام کے لئے تحسین آمیز کلمات نکلے۔ پس اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور خدا کا پیغام پورے جوش کے ساتھ اقوام عالم کو سنائیں تو اسلام پھیلانے میں انہیں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر ہماری ووکنگ کی کامیابی کو نہ تصور کیا جائے تو بھی تبلیغ اسلام کے نتائج نہایت شاندار اور بہت افزا نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کی بنا پر تو کامیابی کی ضمانت کی جا سکتی ہے اور مغرب میں اسلام کا مستقبل نہایت شاندار نظر آتا ہے۔

ہندو مذہب مغرب میں

اہل ہنود نے ہماری ووکنگ کی تحریک کا بامعان نظر مطالعہ کیا اور ان کی کوشش یہ ہے کہ انگلستان میں ہندو دھرم کا پرچار کیا جائے چنانچہ ہندوستان کے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے ہندو مہاسبھا کی آواز پر لبیک کہنا شروع کر دیا ہے۔ سکھوں نے اپنا گوردوارہ قائم کر لیا ہے۔ میں ان لوگوں کی کوششوں کی تحقیر نہیں کرتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مغربی ذہنیت چند علمی لیکچروں اور معمہ حیات کو حل کرنے کے لئے چند کمزور کوششوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں یا تو فلسفہ کی مدد سے پیش کی جائیں گی۔ یا تصوف کی۔ اور یورپ میں ان چیزوں کی کمی نہیں۔ جس چیز کا یورپ طلبگار ہے۔ وہ الٰہی پیغام سکون اور ربانیت حیات ہے۔ اور اگر مغربی تمدن سے متاثر ہو کر ہند و لیڈروں نے شاستروں کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ تو نتائج بد سے بدتر ہوں گے۔

مغربی ذہنیت اور اسلام

صرف ایک ہی مذہب ہے جو مغربی ذہنیت کو اپیل کر سکتا ہے اور وہ اسلام ہے۔ اخلاقیات مغرب کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ مغرب کے آئندہ اصول اخلاق کی بنیاد صرف اسلامی اخلاق پر قائم کی جا سکتی ہے۔ مغربی اقوام میں تحصیل علم کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر انہیں اچھی چیز کی قدر کرنی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ مغرب میں اسلام کی تبلیغ ایک ضرورت حقیقی ہے۔ جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

مشن کا انتظام

تبلیغ اسلام کا کام میں نے ذاتی طور پر شروع کیا تھا یعنی محض انفرادی کوشش تھی۔ لیکن بعد چندے بہت سے مسلمان بھائی اس کام میں میرے شریک ہو گئے۔ اور امداد بھی دینے لگے۔ لیکن پھر بھی اس مشن کی حیثیت نیم شخصی انتظام پر مبنی تھی۔ میری طویل علالت نے مجھے ایک سبق دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس مرتبہ صحت ہو گئی تو بہرحال موت ایک نہ ایک دن ضرور آئے گی اور یہ مفید کام جس کا ذمہ دار میں ہوں جاری رہے تو بہتر ہے۔

مشن کا انتظام میں نے کچھ عرصہ ہوا کہ دوسروں کے سپرد کر دیا ہے لیکن لٹریچر کی اشاعت جس کے ذریعہ سے ہم اپنا پیغام دور نزدیک پہنچا سکتے ہیں۔ بڑی ضروری چیز ہے اور ووکنگ سے شائع شدہ لٹریچر نے لیکچروں اور سے زیادہ کام کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ کام وسیع ترین پیمانہ پر کیا جائے۔ اور مستقل طور پر جاری رہے سر دست ہم ایک ماہانہ رسالہ "اسلامک ریویو" انگریزی اور چند دوسری کتابیں وقتاً فوقتاً شائع کر رہے ہیں۔

مسلم لٹریری ٹرسٹ

تالیف و اشاعت کی خاطر ہم نے کچھ دن ہوئے ایک "مسلم لٹریری ٹرسٹ" بھی قائم کیا جس کے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہیں۔ یہ ٹرسٹ آزادانہ کام کر رہا ہے۔ اور مفید نتائج مرتب ہو چکے ہیں۔ لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ اس قسم کی مختلف تحریکات کو ایک سلک میں منسلک کر دیں۔ جس کی بنیاد کسی قسم کی فرقہ بندی پر مبنی نہ ہو۔ اعلیحضرت حضور نظام بالقابہ نے ازراہ کرم لندن نظامیہ مسجد کے ارکان کا مختلف الخیال طبقوں میں سے انتخاب کر کے ایک نیک مثال قائم فرمائی ہے۔ اور میں بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں۔ جو لوگ اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان سے مراسلت کی ہے۔ اور بہت سے بزرگ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ جناب میاں سر محمد شفیع صاحب اور جناب میاں احسان الحق صاحب سشن جج بھی شمولیت کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اور انہوں نے اس جماعت کی رکنیت بھی قبول فرمائی ہے۔ انگلستان کے سربرآوردہ لوگوں کو بھی لکھا گیا ہے۔ اور عنقریب ان کی شمولیت کا علم [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ ھجری المقدس نمبر ۵۸

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور علمائے اسلام

حضرت مرزا صاحب کا فتوےٰ اپنے منکرین کے متعلق

"زمیندار" کے "اہم سوال" کا جواب

مدیر "پیغام صلح" کا مراسلہ ایڈیٹر صاحب "زمیندار" کے نام

مولوی ظفر علی خاں صاحب کے ایک مضمون کے جواب میں "پیغام صلح" میں جو سلسلہ مضامین لکھا گیا تھا اس پر چند ایک اعتراضات "زمیندار" نے ۱۵ اگست کی اشاعت میں شائع کئے۔ ان اعتراضات کے جواب میں ذیل کا مراسلہ مدیر پیغام صلح کی طرف سے "زمیندار" میں شائع کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب "زمیندار" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"زمیندار" کی متعدد اشاعتوں میں آپ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جو غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے میں نے پیغام صلح میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا لیکن "پیغام صلح" کی آواز چونکہ قارئین "زمیندار" تک پہنچنی مشکل ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے جواب الجواب کو مدنظر رکھتے ہوئے چند باتیں مختصراً آپ کے جریدہ گرامی کے لئے لکھدوں۔ جن کی اشاعت سے امید ہے آپ خاکسار کو ممنون فرمائیں گے۔

شرار العلما کون ہیں؟

سب سے پہلے میں اس "اہم سوال" کو لیتا ہوں جو آپ نے ۱۵ اگست ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ لاہور سے کیا ہے کہ آیا ہم مندرجہ ذیل علما کو خیار العلما سمجھتے ہیں یا شرار العلما:۔

(۱) مولانا سید انور شاہ صاحب شیخ الحدیث دیوبند (۲) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (۳) مولانا سید سلیمان ندوی (۴) مولانا ابوالکلام آزاد (۵) مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (۶) مولانا تاج محمود امروٹ (۷) مولانا احمد سعید (۸) مولانا غلام مرشد لاہوری (۹) مولانا احمد علی لاہوری (۱۰) مولانا عبداللہ غزنوی لاہوری۔

اس استفسار کے جواب میں عرض ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا یہ اعتقاد ہے کہ تمام وہ علما جو کسی کلمہ گو کو جن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور آپ کے متبعین بھی شامل ہیں۔ کافر سمجھتے اور ان کو بُرا کہتے اور دل آزاری کرتے ہیں شرار العلما کے حکم میں ہیں۔ اب یہ بتانا آپ کا فرض ہے کہ جن علما کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے وہ حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر کسی مسلمان کلمہ گو کو کافر یا بُرا کہتے ہیں یا نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو غلط سمجھنا الگ بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے دعاوی یا اور کسی فروعی اختلاف کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح کو یہ علمائے اسلام کیا سمجھتے ہیں؟

مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملہ پر خود کچھ لکھنے کے بجائے ان علمائے کرام ہی سے فیصلہ کرائیں گے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب اور دیگر کلمہ گوؤں کو (خواہ وہ دیوبندی ہیں یا بریلوی مقلد ہیں یا غیر مقلد، سنی ہیں یا شیعہ) کیا سمجھتے ہیں۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کے متعلق فتوےٰ دیتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھ لیا جائے کہ ان کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ محض مجددیت مسیحیت و مہدویت کا دعویٰ ہے۔ اور موخرالذکر ہر دو دعاوی مجددیت کے ہی ذیل میں ہیں اس سوال کا جواب آنے پر خود بخود واضح ہو جائے گا۔ کہ ان علمائے کرام میں کون خیار العلما ہیں اور کون شرار العلماء۔

کیا خیار العلما صرف دس ہیں؟

پھر مجھے تعجب ہے کہ آپ نے علما کی اس فہرست کو صرف دس ہی ناموں تک کیوں محدود کر دیا۔ کیا کل دنیائے اسلام یا سارے ہندوستان میں صرف یہی دس آدمی ہیں جن کو آپ کے نزدیک خیار العلما کا درجہ حاصل ہے اور تمام علمائے اسلام شرار العلما کے حکم میں ہیں؟ مثلاً میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ (۱) مولوی دیدار علی صاحب (۲) مولوی حامد رضا صاحب بریلوی۔ (۳) پیر جماعت علی شاہ علی پوری (۴) پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہم کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا وہ اس وجہ سے آپ کے نزدیک خیار العلما میں داخل نہیں کہ انہوں نے مولوی ظفر علی خاں صاحب کو کافر قرار دیا! بھلا کہا؟ یہی جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق سمجھ لیجئے کہ جو مولوی اور عالم اس جماعت اور اس کے مرشد و امام کو بُرا کہتا ہے بحالیکہ وہ اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جن کا آج کل اسلامی دنیا کو اعتراف ہے۔ انہیں وہ خیار العلما میں کیسے شامل سمجھیں؟

مولوی ظفر علی خاں صاحب کا فتوےٰ

میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جن علما کے نام آپ نے لئے ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کے متعلق خود مولوی ظفر علی خاں صاحب کی ایسی تحریرات موجود ہیں جن میں انہیں دشمن اسلام قرار دیا گیا ہے مثلاً مولانا کفایت اللہ صاحب کے متعلق مولوی ظفر علی خاں صاحب کی ان تحریرات کو پڑھیئے۔ جن میں افغانستان کے متعلق ان کے مسلک پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اور "الشرابے" کے ساتھ چائے پینے پر انہیں مورد لعن و طعن ٹھیرایا ہے۔ اول الذکر مضامین میں علمائے سو کے ذیل میں ان کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اور موخر الذکر میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمن قرار دیا گیا ہے۔ ایسا ہی اہل دیوبند کی اس رائے کو جو انہوں نے افغانستان کے متعلق ظاہر کی "مینگنی ملا دودھ" قرار دیا گیا۔ اور ایک اور مقالہ میں شاہ امان اللہ خاں کی تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

> "کفر کا یہ فتویٰ اگر شور بازار کے دارالافتا سے ہی جاری ہوتا
> اور کابل ہی کے علما اور مشایخ اپنا نامۂ اعمال اس نطر نیت نما
> خرافات سے سیاہ کرتے تو یہ ایسی مصیبت نہ تھی جو ٹالی نہ
> جاسکتی لیکن غضب پر غضب یہ ہوا کہ خود ہندوستان کے
> بعض بدبخت مولویوں نے ان فتوؤں پر صاد کیا ہے"

کیا میں مولوی ظفر علی خاں صاحب سے دریافت کر سکتا ہوں کہ ہندوستان کے جن "بدبخت مولویوں" کا ذکر اس فقرہ میں انہوں نے کیا ہے اور آگے چل کر اسی مقالہ میں انہوں نے ہندوستان کی جس دینی درسگاہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ دیوبند سے متعلق نہیں ہے جسکے اراکین کے نام انہوں نے مندرجہ بالا فہرست میں لئے ہیں۔ پھر جب ایسے لوگوں کو خود مولوی ظفر علی خاں صاحب شرار میں شامل کر چکے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے فتوے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی اور کس بنا پر ہم سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ ہم ان لوگوں کو خیار العلما میں شامل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ کیا مولوی ظفر علی خاں صاحب کا فتوےٰ کافی نہیں یا ان کی اصابت رائے ہمیشہ کی طرح یہاں بھی غلطی کا موجب ہوئی اور جن لوگوں کو چند دن پہلے شرار العلما قرار دیا جا رہا تھا ان کو اب احمدیوں کے مقابلہ کے لئے خیار العلما تسلیم کر لیا گیا ہے؟

علمائے اسلام اور حضرت مسیح موعود

یہ تو آپ کے مطالبہ کا جواب ہے اس کے علاوہ اسی ۱۵ اگست کی اشاعت میں "فکاہات" کے ذیل میں آپ نے یہ دعوےٰ کیا ہے:۔

> "قادیان کے مقدس نبی کی ان مقدس گالیوں کا نشانہ علمائے
> اسلام ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ مرزا صاحب کا
> ارشاد ہے کہ ہر وہ شخص جو ان پر ایمان نہ لائے دائرہ اسلام سے
> خارج ہے۔ اور ازبسکہ علمائے اسلام عام اس سے کہ وہ افریقہ
> میں رہتے ہوں یا ہندوستان و چین میں۔ عرب کے ریگستان
> میں رہتے ہوں یا سائیبریا کے برف زار میں منطقہ حارہ میں
> رہتے ہوں یا منطقہ بارہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا
> صاحب کی نبوت و مسیحیت کی بنیاد محض جعل و فریب کاری
> پر تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ مرزا صاحب کو "نبی" لکھنا کہاں تک جائز ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ جماعت احمدیہ لاہور جس کو مخاطب کر کے آپ نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اس بات کی قائل ہی نہیں کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا تھا۔ ایسا ہی اس بات کو بھی فی الحال نظر انداز کر دیتا ہوں کہ جن الفاظ کو آپ "گالیاں" اور "مغلظات" قرار دے رہے ہیں وہ درحقیقت محض ان مولویوں کی جن سے حضرت مرزا صاحب کو مقابلہ درپیش تھا۔ حالت خصوصی کا نقشہ ہیں۔ نفس مضمون کے لحاظ سے میں صرف اس بات کو خاص طور پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا یہ خیال کہ تمام دنیا کے علما بلا استثنا آپ کے دعوے کو دجل و فریب کاری پر مبنی سمجھتے ہیں اور اس لئے حضرت مرزا صاحب ان سب کو مغلظات کا نشانہ ٹھیراتے تھے یہ دونوں باتیں از سرتاپا غلط ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کے بہت سے علمانے حضرت ممدوح پر کفر کا فتوےٰ لگایا۔ لیکن اسی ہندوستان میں بعض ایسے نیک نفس علما بھی ہوئے ہیں جنھوں نے کفر کے فتوے پر مہر لگانے سے انکار کر دیا۔ اور کھلے لفظوں میں آپ کی نیکی اور راستبازی کا اعتراف کیا مثلاً حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ جنھوں نے مرزا صاحب کی بیعت بھی نہ کی تھی لیکن کفر کے فتوے پر مہر لگانا ناپسند نہ کیا۔ حضرت فرید صاحب نے ان کی تعریف میں ایک نظم لکھی۔ جس کے دو تین شعر حسب ذیل ہیں:

> اے فرید وقت در صدق و صفا — باتو باد آں رو کہ نام او خدا
> بر تو بارد رحمت یار ازل — در تو تابد نور دل دار ازل
> از تو جانم خوش است اے خوش خصال — دیدمت مردے درین قحط الرجال
> اے مرا کردی محبت سوئے تو — بوئے انس آید مرا از کوئے تو

ایسا ہی لدھیانہ میں مولوی محمد حسن صاحب ہو گزرے ہیں جنھوں نے ایک مجذوب کی شہادت پر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے اجتناب کیا اور حضرت ممدوح نے اپنی کتاب نشان آسمانی میں ان کے اس فعل کی تعریف کی، باوجودیکہ انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ پھر مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی لاہوری کے (جن کا نام مندرجہ بالا فہرست میں لیا گیا ہے) والد محترم مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے ایک کشف کی بنا پر حضرت مرزا صاحب کو آسمانی نور قرار دیا۔ اور فرمایا کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔

مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد محترم کی رائے

ان کے علاوہ اور بیسیوں علما ہیں جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کو بُرا سمجھا اور انہیں پکا اور سچا مسلمان قرار دیا۔ اور باوجود ان کی بیعت نہ کرنے کے حضرت مرزا صاحب نے ان کے طرز عمل کو مستحسن قرار دیا۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد محترم مولوی سراج الدین احمد صاحب بھی تھے جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی وفات پر "زمیندار" میں یہ الفاظ لکھے:۔

> "ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ
> دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افترا سے بری
> تھے۔ مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے
> کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعوے
> انا الحق کا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گو ہم ذاتی طور پر مرزا صا-

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۳ — ۲۳ ربیع الثانی [illegible]ھ — نمبر ۶۳

قادیانیوں کی شجاعت مردانہ
غیرت و حمیت پر کچھ قربان کرنیوالے!
ایک قادیانی کا مرحوم والد کے جنازہ سے انکار
لاہوری محمودیوں کا فرار

مذبح قادیان کے انہدام پر عام مسلمانوں نے جس فراخدلی اور عالی حوصلگی کے ساتھ اظہار ہمدردی کی ہے۔ اور ان شدید اختلافات کے باوجود جو عامۃ المسلمین کو قادیانیوں کے ساتھ چلے آتے ہیں۔ جس رواداری و سیرت کا انہوں نے اظہار کیا ہے اس کو دیکھکر ہر وہ شخص جس کا دل اتحاد بین المسلمین کے لئے بیقرار ہے جذبات مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ وہ لوگ جن کے ساتھ اس قدر ہمدردی اور رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اور ان کی حمایت میں تمام اسلامی پریس اور تمام مسلم پبلک اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ان کے دل مسلمانوں سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ گویا ان سے کوئی لگاؤ انہیں نہیں۔ وہ ایسے مسلمانوں کی ہمدردی اور اعانت سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں بھائی بھی بنانے کے لئے تیار ہیں اور اپنے منہ سے "مسلمان" بھی کہہ لینے میں ہرج نہیں سمجھتے۔ لیکن جیتل [illegible] باری آئے اور انہی مسلمانوں میں سے کسی کا جنازہ پڑھنا پڑے [illegible] ساتھ تعلق مناکحت کا سوال ہو تو محمودی شریعت اسے کسی طرح جائز قرار دینے کے لئے تیار نہیں۔

ابھی مذبح کے انہدام پر قادیانی اخبارات نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے دھواں دھار مضامین لکھے۔ اور بار بار ان کی غیرت و حمیت کو اپیل کی۔ کہ وہ ان کی حمایت کے لئے اٹھیں۔ کیونکہ بوچڑخانہ کے انہدام میں "مسلمانوں کی دلیری اور شجاعت کو چیلنج" دیا گیا ہے۔ جس کا جواب ان کی طرف سے ملنا ضروری ہے۔ اور خود اپنے متعلق صفائی کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ "احمدی اسلامی غیرت و حمیت پر سب کچھ نثار کر دینگے"۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ گذشتہ ۱۴ ستمبر کو جب لاہور میں ایک احتجاجی جلسہ کی تجویز محمودی جماعت نے کی تو تمام مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اور ہر طبقہ اور فرقہ کے ذی اثر اصحاب نے دعوت جلسہ میں شرکت اختیار کی۔ یہاں تک کہ علامہ اقبال نے جلسہ کی صدارت بھی منظور کر لی۔ لیکن عین اس تاریخ کو جبکہ جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا سیالکوٹ سے ایک ایسی خبر آئی جو بعض داعیان جلسہ کے ہمدردانہ خیالات کے [illegible] برق خاطف ثابت ہوئی۔ اور انہوں نے شرکت جلسہ سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اگرچہ اس خبر کا تعلق جلسہ کے موضوع سے نہ تھا اور نہ بوچڑخانہ کی حمایت سے کسی مسلمان کو کسی حالت میں انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کے اہتمام سے اس جلسہ کا انعقاد عمل میں آ رہا تھا اور جن کے ساتھ اس کام میں شرکت کی جا رہی تھی ان کی اندرونی حالت کا وہ ایک نقشہ تھی۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں کے متعلق جن سے اس موقعہ پر امداد لی جا رہی ہے ان کے اندرونی خیالات کیا ہیں وہ خبر حسب ذیل ہے:-

۱۹ اگست کو سیالکوٹ میں سید حسین شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا آپ پکے مسلمان تھے اور نہایت [illegible] بزرگ تھے۔ چونکہ آپ کے دو صاحبزادے سید انعام اللہ شاہ مدیر "دور جدید" اور سید شریف شاہ مرزائی تھے۔ [illegible] مرحوم کی میت پر مرزائیوں کا ہجوم ہو گیا کافی عرصہ تک اس معاملہ پر بحث ہوتی رہی کہ اس "غیر احمدی" کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔ بالآخر مرحوم کے جواں سال و جواں ہمت مرزائی فرزند نے کھڑے ہو کر جلالی شان میں کہا کہ:-

> میرا والد احمدی نہیں تھا۔ وہ مرتد ہو کر مرا ہے اس لئے اس کا جنازہ ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی ارشاد ہے،

خلیفۃ الرشید کے منہ سے یہ کلمے نکلے ہی تھے کہ مجمع میں سے بعض احمدی نے کہا کہ جب بیٹا یہ کہتا ہے کہ اس کا والد مرتد ہو کر مرا ہے تو ہمیں لازم ہے کہ [illegible] نہیں اس پر فیصلہ ہوا کہ نماز نہ پڑھی جائے چنانچہ مرحوم [illegible] کچھ [illegible] پڑی رہی حتی کہ مسلمانوں کو اس [illegible] ہونے شروع ہوئے اور ایک [illegible] انعام اللہ شاہ صاحب کی سیادت میں جنازہ پڑھ سکے [illegible] مرحوم کی نعش کو سپرد خاک کیا؟

"ایک مسلمان نے مرحوم کے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جب آپ ان کو مرتد سمجھتے ہیں تو آپ کو [illegible] کہ ان کے مال کے وارث بنیں"

یہ خبر ۱۵ ستمبر کے "زمیندار" میں شائع ہوئی اور اس کے شائع ہوتے ہی علامہ اقبال اور غالباً بعض دوسرے مسلمانوں نے بھی شرکت جلسہ سے انکار کر دیا۔ لیکن قادیانی بہادروں کی "شجاعت و دلیری" دیکھئے کہ انکار کی اس آواز کو سنتے ہی اس قدر خوف اور رعب ان [illegible] طاری ہوا کہ خود بھی جلسہ میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور اتنی بھی جرأت [illegible] نہ ہوئی کہ ذات مقررہ پر وہاں جا کر یہ اعلان ہی کر دیں کہ جلسہ ملتوی کیا جاتا ہے۔ انہیں [illegible] جائے کیوں یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ جلسے میں پہنچتے ہی ان پر برسنے لگ جائیں گی اس لئے ایک بھی محمودی جلسہ گاہ میں نظر نہ آیا۔ اور ان غیر از جماعت لوگوں نے جو اس موقع پر موجود تھے۔ ان کی عدم موجودگی پر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے خود ہی دو چار ریزولیوشن پاس کر دیئے۔

ہم حیران ہیں کہ قادیانی اصحاب کی وہ "غیرت و حمیت" جس پر وہ سب کچھ "نثار" کر دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اس موقعہ پر کیا ہوئی۔ اگر سید انعام اللہ شاہ کا رویہ ان کے نزدیک حق بجانب ہے اور ان کے عقائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے یقیناً حق بجانب ہونا چاہیئے، تو ڈر کر گھر بیٹھ رہنے کے بجائے انہیں چاہئے تھا کہ میدان میں نکلتے اور اگر ضرورت پیش آتی تو صاف طور پر یہ اعلان کر دیتے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ تمام غیر احمدی کافر ہیں۔ اور ان کے جنازے ناجائز۔ جو شخص اس عقیدہ کے باوجود ہمارے ساتھ بوچڑخانے کے معاملہ میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ شریک ہو۔ اور جو نہیں ہونا چاہتا وہ بے شک الگ ہو جائے۔ لیکن کس طرح ایسا کہیں۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ مسلمانوں کی امداد کے بغیر کام ہونا مشکل ہے۔ پھر حیرت ہے کہ اسی منہ سے انہی مسلمانوں کو کافر اور مرتد بھی قرار دیا جاتا ہے۔ بھرے مجمع میں ایک مسلمان کی میت کو صرف اس بنا پر رسوا کیا جاتا ہے کہ وہ قادیانی نہ تھا۔ اور پھر رسوا کرنے والا بھی غیر نہیں بیٹا تھا جس نے باپ کو مرتد قرار دیکر نماز جنازہ سے انکار کر دیا۔ اور پھر اسی منہ سے امداد طلب کی جاتی ہے۔ کیا یہ قوم اس قابل ہے کہ کوئی غیرتمند انسان اس کے ساتھ مل کر کسی قسم کا کام کر سکے؟ کیا ہمارے وہ دوست جن کو میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کے متعلق ابھی تک شبہ ہے اور وہ اس خیال میں ہیں کہ عقیدہ کفر سے میاں صاحب نے شاید رجوع کر لیا ہے۔ اس واقعہ پر غور کریں گے؟ اور میاں صاحب کو اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ سید انعام اللہ شاہ صاحب کے اس ناپاک فعل سے بیزاری کا اعلان کریں؟

قادیانیوں نے اس جلسہ کے متعلق یہ اعلان کیا ہے کہ چونکہ ۱۷ ستمبر کو کمشنر کی عدالت میں [illegible] متعلق اپیل کی سماعت ہونے والی تھی اس لئے [illegible] جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ حالانکہ سماعت اپیل کی تاریخ پہلے سے مقرر ہو چکی تھی۔ جس کا انہیں پہلے سے علم تھا اگر یہی امر انعقاد جلسہ میں روک کا موجب ہوتا۔ تو پہلے سے جلسہ کا اعلان ہی نہ کیا جاتا۔ یا کم از کم جلسہ کے موقعہ پر جا کر یہ اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں مصلحت کی وجہ سے جلسہ ملتوی کیا جاتا ہے۔ لیکن جس قوم کے کھانے کے دانت اور ہوں اور دکھانے کے اور۔ اس سے [illegible]

مغربی معاشرت اور اسلام

آج عام طور پر جدید تعلیم یافتہ لوگ مغربی معاشرت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دماغ دیا ہے وہ اس ظاہری چکا چوند رکھنے والی معاشرت کو دور ہی سے سلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایران کے موجودہ فرمانروا شاہ رضا خاں پہلوی ہیں جنہوں نے سر ڈینیس راس سے گفتگو کرتے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا ایران مغربی معاشرت اختیار کر رہا ہے؟" صاف اور کھلے لفظوں میں فرمایا:-

> "ایران کیوں مغربی معاشرت اختیار کرے۔ ایرانی جب تک ایران میں ہے تو اس کے لئے ایرانی معاشرت ہے۔ جب وہ مغرب میں جاتا ہے تب بھی وہ آسانی کے ساتھ اپنی وضع نبھا سکتا ہے۔ ایرانی مغربی معاشرت کیوں اختیار کریں کیا ان کی معاشرت کسی طرح مغرب کے مقابلہ میں کم وزن رکھتی ہے؟"

فی الحقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے تو شاہ ایران کے یہ الفاظ نہ صرف ایران بلکہ تمام اسلامی ممالک پر صادق آتے ہیں۔ اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایک ایسا ضابطہ اخلاق تجویز کیا ہے جس پر چلنے سے انسان فلاح اور کامیابی کے اصلی نصب العین تک پہنچ سکتا ہے اسی معاشرت کے سوال کو لیجئے۔ مغربی معاشرت کیا ہے؟ تکلف اور بناوٹ ظاہری آرائش و عریانی کا ایک خوشنما اور دلفریب مرقع۔ جس میں خدا ترسی پاکیزگی اور صداقت و اصلیت بہت کم پائی جاتی ہے۔ اس کے بالمقابل مشرقی اور اسلامی معاشرت میں ظاہری آرائش و زیبائش نہ سہی لیکن تکلف اور بناوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ جو آج مغربی مرد و عورت کو ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کرنی پڑتی ہے۔ یہاں خدا ترسی ہے۔ صداقت ہے۔ پاکیزگی ہے اور عریانی کا جو بداخلاقی کی طرف لیجانیوالی ہے نام و نشان تک نہیں۔ حسن اخلاق اور حسن برتاؤ کی ایک حد تک کمی ہے۔ اور یہ اسلام کی تعلیم سے ایک حد تک دور ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ اگر حامیان اسلام اپنی معاشرت کو مغرب کے بجائے حقیقی اسلامی لباس سے مزین فرمائیں تو یہی ایک چیز ان کی کامیابی اور فتحمندی کا موجب ہو سکتی ہے۔

گڈریا سے بادشاہ

تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جن میں ادنٰے درجہ کے انسان ترقی کرتے کرتے بادشاہت کے تخت پر جا پہنچے ہندوستان میں خاندان غلامان۔ افغانستان میں سبکتگین اور نادر شاہ کے نام اس حقیقت کو رہتی دنیا تک ثابت کرتے رہیں گے کہ اسلام نے بنی نوع انسان میں اخوت و مساوات کا سلسلہ قائم کر کے انہیں اس قابل بنا دیا ہے کہ ادنے سے ادنے حالت سے اٹھکر ترقی و رفعت کی بلند ترین منازل پر وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی ایک سے زیادہ مثالیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ٹرکی کا موجودہ صدر غازی مصطفےٰ کمال پاشا جس درجہ سے اٹھ کر پورے ٹرکی کا حکمران بنا وہ ہر تعلیم یافتہ شخص کو معلوم ہے۔ اسی طرح ایران کا روشن خیال فرمانروا شاہ رضا خاں پہلوی ہے جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک غریب گڈریا کا بیٹا تھا۔ جو ابتدائے عمر میں گلہ بانی کر کے اپنے ضعیف اور مفلس باپ کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ اور اس کی دکھیا ماں نے افلاس کی کشمکش سے تنگ آ کر اسے اصفہان بھیجدیا۔ جہاں سائیس کی خدمت پر اسے مامور کیا گیا۔ سر ڈینیس راس نے اس کے عروج کا ذکر کرتے ہوئے جس حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہے وہ ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

> "رضا شاہ پہلوی کا عروج ایک طلسم ہے اور الف لیلہ کی ایک داستان معلوم ہوتا ہے۔ وہ ایک گمنامی کی زندگی سے ابھرنا شروع کرتا ہے۔ پہلے وہ ایک سائیس ہے۔ اس کے بعد دربان۔ پھر سفارت خانہ کا قلی۔ بارہ برس کے سن میں سپاہی۔ آج سے بیس سال قبل کاسک سوار جو ترقی کر کے بہت جلد کرنل ہو جاتا ہے اور ۱۹۲۱ء میں وہ اس جماعت کا سرغنہ ہے جو حکومت ایران کو منقلب کر دیتی ہے۔ انقلاب کے بعد وزیر جنگ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

تار کا پتہ: مسلمان لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ بر سعید بود و ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اخبار

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق بیٹیالوری

تواریخ اشاعت ۳-۷-۱۱-۱۵-۱۹-۲۳-۲۷-۳۰

قیمت
سالانہ چھ روپے
ششماہی تین روپے
سہ ماہی دو روپے
طلباء سے چار روپے
ممالک غیر سالانہ ۱۵ شلنگ
فی پرچہ ایک آنہ

نرخنامہ اشتہارات کیلئے منیجر کو لکھئے پیغام صلح شمالی ہند کا کثیر الاشاعت ہے اخبار ہے۔ شرح اجرت بہت کم ہے۔ اسکا نرخ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ (منیجر)

جلد ۱۷ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۹ رجمادی الاول سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۳ راکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۷۰

ہماری تبلیغی ڈاک

ذیل میں ہم خانصاحب محمد منظور الٰہی صاحب کی جو ہماری تبلیغی ڈاک کے انچارج ہیں۔ ایک مراسلت درج کرتے ہیں۔ جس کی اہمیت کا اندازہ اس کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے:۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے مختلف بیرونی ممالک سے سلسلہ خط و کتابت اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ سارا ہفتہ جواب دینے اور لٹریچر بھیجنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اخبار کے لئے مضامین کی نقل بجائے خود ایک اہم کام ہے۔ جس کے لئے کافی وقت چاہئے۔ یہ ساری خط و کتابت عموماً انگریزی۔ عربی اور فرنچ میں ہوتی ہے۔ انگریزی کا ترجمہ تو میں خود کر لیتا ہوں۔ لیکن عربی کیلئے میں اپنے کرم دوست یوسف احمد صاحب بغدادی اور فرنچ کے لئے کرم مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے شملہ کا مشکور رہوں جو نہایت محنت و تندہی سے مجھے مدد دیتے رہتے ہیں۔ بہت سے اسلامی و غیر اسلامی ممالک ہم سے احمدی مبلغ طلب کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انجمن کی مالی مشکلات تبلیغی کاموں کی وسعت کے سد راہ ہیں۔ میرا تجربہ ہے۔ کہ اسلامی و غیر اسلامی حکومتوں کے سمجھدار مسلمانوں کو ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد و اعمال سے ذرہ بھر مخالفت نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی عربی تالیفات آپ کے دعاوی پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہیں۔ اور آپکے عقائد و اعمال کا پورا نمونہ ہیں۔ عربی ممالک میں ان کی مفت تقسیم ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے۔ قادیانیوں اور مخالف ہندی مولویوں کے غلط عقائد و خیالات کی ان کے مطالعہ سے خود بخود قلعی کھل جاتی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر اشاعت اسلام کا کام ہمارے لئے راستہ صاف کر رہا ہے۔ ہندوستان میں خواہ ہم کتنا ہی تبلیغی کام کریں۔ بیرونی دنیا میں ہمارے اس کام کی اہمیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہمارا نصب العین یہی ہے کہ ہم غیر ممالک میں خدمت اسلام کا فرض بطریق احسن انجام دے کر دنیائے اسلام میں اپنی قوت عمل کا سکہ بٹھائیں۔ اسی پر ہماری جماعت کی فضیلت اور عزت کا انحصار ہے۔ یورپ کے کفرستان کے وسط میں توحید کا علم بلند کرنا ہی اسلام سے ہماری دلی ارادت و عقیدت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور یہی سب اعتراضوں کا ایک دندان شکن جواب ہے۔

چین

برادر محمد اسمٰعیل صاحب جنوبی چین سے لکھتے ہیں۔ آپکا خط معہ ضروری لٹریچر کے پہنچ گیا ہے۔ جس کے لئے مشکور ہوں۔ یہاں کے حالات یہ ہیں۔ کہ چینی لوگ مہمان نواز نہیں ہیں۔ بلکہ غیر ملکیوں کو اچھی نگاہ سے بھی نہیں دیکھتے۔ شمالی چین میں گو مسلمانوں کی کثرت ہے۔ مگر ان میں بیداری کے جذبہ کو پیدا ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اسلامی ماہواری اخبار بھی پیکن اور ٹنٹسین سے شائع ہوتے ہیں۔ مگر چھوٹی حیثیت کے آٹھ آٹھ صفحوں کے (ان میں سے اکثر ہمارے ہاں آتے رہتے ہیں۔ م) جنوبی چین کے مسلمان ابھی تک خواب غفلت میں ہیں۔ شہر کانٹن میں تین ہزار مسلمان ہیں۔ پانچ مساجد قدیم زمانہ کی جن میں تین بہت بڑی ہیں۔ لوگ اسلام سے کم واقف ہیں۔ اسلامی اخبار پہلے کوئی نہ تھا۔ مگر کچھ عرصہ سے یونن کا ایک چینی عالم یہاں آیا ہے۔ اُس نے مسلمانوں میں کچھ بیداری کی روح پیدا کر دی ہے۔ ایک ماہوار رسالہ بھی چینی زبان میں شائع کر دیا ہے۔ جس کے نو نمبر نکل چکے ہیں۔ ماہ محرم ۱۳۴۸ھ کا پرچہ دسواں ہے۔ خدا اس کی ہمت میں برکت دے۔ جہاں میں رہتا ہوں وہاں ایک بھی مسلمان نہیں۔ عیسائی مشنریوں کا جال اس ملک میں اس قدر پھیلا ہوا ہے۔ کہ شاید ہی کسی دوسرے ملک میں ہو۔ اس چھوٹے سے شہر میں کم از کم پندرہ عیسائی مشنری ہیں۔ میرا ملازم ایک نوجوان ۲۲ سالہ چینی ہے۔ جو عیسائیت کی طرف مائل تھا۔ دو سال میں اُسے اسلامی تعلیم سے واقفیت کراتا رہا۔ اب دو ماہ سے وہ صدق دل سے مسلمان ہو گیا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اسے استقامت نصیب کرے۔ بیسیوں کا بائیبل پر خوب حاوی ہے۔ اور بڑے بڑے پادریوں کو لاجواب کر دیتا ہے مشنری پہلے اس کی بڑی خاطر و تواضع کرتے تھے۔ لیکن اب وہ جاتا ہے۔ تو چیں بجبیں ہو جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کفرستان میں اسلام کا بیج بونے کا ذریعہ بنائے۔ میں جمعہ کے دن کانٹن جایا کرتا ہوں۔ تو اس چینی عالم سے بھی بات چیت ہو جاتی ہے۔ وہ آپ کی کوششوں اور بلاد غیر میں تبلیغ اسلام کے کام کی بہت تعریف کرتے تھے۔ بلکہ ایک فتویٰ جو مصری اخبار المنار میں جاوا والوں کے استفسار پر حضرت مولانا کے ترجمۃ القرآن انگریزی کے بارے میں نکلا ہے اور چین کے سب اسلامی اخباروں میں شائع ہوا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے اخبار کے ذوالحجہ نمبر میں بھی نوٹ دیا ہے اور لکھا ہے کہ معمولی چوک۔ سہو و خطا انسانی فطرت میں ہے جس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اتنی سی بات پر اس شخص (حضرت امیر) سے عداوت و بغض نہیں رکھنا چاہئے۔ جس کی کوششیں تبلیغ اسلام کے لئے غیر مذاہب اور غیر بلاد میں اس قدر وسیع ہوں۔ میں نے آپ کے ارسال کردہ رسائل انگریزی ان کو دئے۔ جس کا انہوں نے شکریہ ادا کیا۔ اور ماہ محرم کے پرچہ میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ آئندہ ماہ کے پرچہ میں بجز پرانٹ آف اسلام کے ترجمہ کے اور کوئی مضمون شائع نہ ہوگا۔ آئندہ کسی وقت اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کا خیال ہے۔ وہ براہ راست آپ سے خط و کتابت اور آپکے انگریزی و عربی رسالوں کے تراجم شائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ ان کو براہ راست اپنی کتابیں بھیجدیں۔ خط و کتابت عربی زبان میں کریں۔ کیونکہ انگریزی خطکا ترجمہ انہیں دوسری جگہ سے کرانا پڑتا ہے۔

چین کا دوسرا خط

برادر محمد اسمٰعیل صاحب اپنے دوسرے خط میں لکھتے ہیں جسکو آپکا خط معہ پارسل کتب وصول پایا۔ میرا نو مسلم مترجم چینی زبان کے اسلامی رسالے بھیجنے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ کانٹن کے عالم صاحب کو بھی آپ کا خط اور کتابیں پہنچ گئی ہیں۔ انہوں نے اپنے ماہوار رسالے کے جلد گیارہ نمبر آپ کو روانہ کرنے کیلئے مجھے دیئے ہیں۔ جو میں بھیج چکا ہوں۔ گذشتہ چند دنوں سے عالم صاحب پیٹ کے کسی مرض میں گرفتار ہو کر شفاخانہ میں تھے۔ جہاں ان پر عمل جراحی کیا گیا۔ آپ کا خط و کتابیں پہنچنے سے چند یوم قبل ہی ہسپتال سے نکل کر مسجد میں آئے تھے۔ ابھی پوری صحت نہیں ہوئی۔ اس لئے زیادہ بات چیت نہ ہو سکی۔ آپ سب کی خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کہا۔ کہ میری طرف سے مزید شکریہ کا خط لاہور لکھ دینا۔ دو چار سوال مجھ سے کئے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کب سے جاری ہے۔ حضرت امیر کی عمر کتنی ہے۔ ہندوستان کے کن حصوں میں اسلامی آبادی زیادہ ہے۔ یہاں سے لاہور کتنے عرصہ کا فاصلہ ہے؟ باقی سوالات کا جواب دے کر سوال نمبر ۲ سے میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ کیونکہ مجھے حضرت امیر سے ذاتی تعارف نہیں۔ اور نہ زیارت کی ہے چونکہ ان کی صحت ابھی نہ تھی۔ اس لئے زیادہ بات چیت نہ ہو سکی آٹھ دس روز تک پھر جاؤں گا۔ تو ان کے مجوزہ تبلیغی اسلامی مشن کی نسبت تحریر کروں گا۔ کیونکہ ان کا ارادہ بہت جلد ایک اسلامی مشن چین میں کھولنے کا ہے۔ چند انگریزی رسالے پرانٹ آف اسلام، نماز۔ اصول اسلام میں اُن کو دے آیا ہوں کہ مشن کھولنے پر انگریزی طبقہ میں تقسیم کرنے کے کام آئیں

چینی عالم صاحب کا خط

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کی اشاعت اسلام اور سنت سید الانام کی کوششوں کو معلوم کر کے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ کی عربی و انگریزی کتب پہنچ گئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔ میں نے کتاب المطوبہ کا چینی ترجمہ کر لیا ہے۔ اور اسے اپنے ماہوار رسالے میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور ارادہ ہے کہ عنقریب حضرت امام کی عربی کتاب نور الحق وغیرہ کا چینی ترجمہ شائع کروں۔ تاکہ چینی مسلمانوں میں صلاحیت

(باقی دیکھو صفحہ ۵ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۷ | ۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ | نمبر ۸۵

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کا اہم مکتوب برادران جماعت کے نام

برادران کرم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جلسہ سے پیشتر پیغام صلح کا یہ آخری پرچہ ہے جو آپکے ہاتھوں میں پہنچے گا ۔ اور اس کے ذریعہ سے میں اپنے دلی درد کی چند باتیں آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں اگر ایک دل پر بھی ان میں سے کوئی بات اثر کر جائے ، تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت اور اخبار کا کاغذ ضائع نہیں ہوا ۔

ہم کون ہیں ؟

اس زمانہ میں جب اسلام چاروں طرف سے حملوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا اور اس کے نام لیوا رسول کی محبت کا دعویٰ کرنے والے ، اپنے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی تکفیر کر کے ایک دوسرے کی تباہی کے درپے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو ان تمام فروعی جھگڑوں سے بلند سطح پر کھڑا کر کے اعدائے اسلام کے مقابلے کے لئے اُٹھایا اور اس کے دل میں درد اسلام کی ایک ایسی چنگاری ڈالی جس نے ہزارہا تاریک دلوں میں روشنی پیدا کر دی اور اس معمار کے ساتھ مزدوروں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تاکہ تعمیر اسلام کے کام میں اس کے معاون ہوں ۔ جب اس معمار کا وقت مقرر قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں ڈالا کہ اس مقدس کام کو زندہ رکھنے کے لئے ایک انجمن کی ضرورت ہے جو اس کے بعد اس کام کو جاری رکھے اور پھیلائے ۔ اس انجمن کی بنیاد اس مامور من اللہ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی اُس نے ابھی بہت عرصہ کام نہ کیا تھا کہ جماعت کا بہت بڑا حصہ پیر پرستی کی رو میں بہ گیا اور خلاف تعلیم مسیح موعود مسلمانوں کی تکفیر اور نئی نبوت کے عقائد بنا لئے ۔ مگر چند آدمیوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط کیا ، اور انہوں نے اُسی اصول پر جو بانی جماعت نے اپنے ہاتھ سے لکھکر دیا تھا ، اور جو سنہری حرفوں میں لکھکر رکھنے یا اس سے بھی بڑھ کر دل پر نقش کر لینے کے قابل ہے لاہور میں انجمن کی بنیاد رکھی وہ اصول یہ تھا :-

" جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے "

" بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا "

اس انجمن کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام رکھا گیا ۔ جس کے ہم اجزا ہیں ۔

ہمارے پندرہ سال

یہ کام چند ہی آدمیوں نے شروع کیا تھا ۔ ان کے پاس نہ کام کرنیوالے آدمی تھے نہ سامان تھا نہ جگہ تھی ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سعی کو مشکور فرمایا اور اپنے محض فضل سے کام کرنیوالے آدمی بھی دیدیئے سامان بھی دیا جگہ بھی دی ۔ دس ہزار سے شروع کر کے دو لاکھ تک آمد و خرچ پہنچا اس کی شاخیں دور دور تک پہنچیں ۔ اور آج ہندوستان کے مختلف مقامات کے علاوہ ذیل کے مقامات میں اس کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں یا اس کے ممبر موجود ہیں ۔ ایشیا میں سنگاپور ، جاوا ، دمشق ، فلسطین ، بغداد ، ایران ، ٹرکی ، چین ۔ یورپ میں انگلستان ، جرمنی ، فرانس ، پولینڈ ، البانیا ۔ افریقہ میں ٹیونس الجیریا ، ٹانگانیکا ، لائبیریا ، سیرالیون ، گولڈ کوسٹ کانگو ، جرمن مشرقی افریقہ کینیا کالونی امریکہ میں ٹرینیڈاڈ ، برٹش گائینا ، سنٹرل امریکہ ، فلپائن ۔ جو لٹریچر یہاں سے پیدا ہوا اسکی قبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کے اور بعض رسائل بیس بیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ تعداد میں نکل چکے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس ملک میں یہ لٹریچر گیا وہاں کے مسلمانوں نے اسکی اتنی قدر کی کہ اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ۔ چنانچہ ذیل کی زبانوں میں اسکے ترجمے ہو چکے ہیں ۔ یا ہو رہے ہیں یعنی ہندوستان میں گورمکھی ، ہندی ، سندھی ، بنگالی ، تامل ، تلیگو ، ملیالم ، گجراتی ۔ ہندوستان سے باہر ۔ ملائی ، جاوی ، چینی ، فارسی ، عربی ، ترکی ، اطالوی ، البانی ، فرنچ ، جرمن ۔ ووکنگ مشن کو کامیابی اسی انجمن کے ممبروں سے حاصل ہوئی ، جرمنی میں مشن اسی انجمن نے قائم کی ۔ برلن میں مسجد اسی انجمن نے بنوائی ۔

اس نعمت کی قدر کرو

میری غرض ان باتوں کو دوہرانے سے اپنی جماعت کی تعریف کرنا نہیں ۔ جن احباب نے ان کاموں میں دل کھول کر حصہ لیا اور اس انجمن کی قوت کا موجب ہوئے ۔ ان کو بھی اعتراف ہے کہ وہ خدا کے دین کی مزدوری کا حق ادا نہیں کر سکتے ۔ میری غرض اس وقت صرف احباب کو یہ بتانا ہے کہ اس قدر کام اس قدر اثر اور قبولیت کا پھیلنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور اس کی ایک بھاری نعمت ہے ۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب نعمت ملتی ہے تو پھر لوگ ناشکر گزار ہو جاتے ہیں ۔ پہلوں کے فعلوں سے عبرت حاصل کرو ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار ۔ (کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو بدل کر ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتارا) دنیا کی تاریخ میں بسا اوقات یہ ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے عظیم الشان کام برباد ہو گئے ہیں چھوٹے چھوٹے فتنوں سے سلطنتیں تباہ ہو گئی ہیں ۔ میں تو سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا کہ اپنے احباب کو متنبہ کر دوں کہ ہر اس بات کو جو انجمن کو کمزور کرتی ہے اپنے اندر سے دور کرنے کی کوشش کرو کیوں کہ اس سے تمہاری قوم کو خطرناک نقصان پہنچیگا چھوٹی چھوٹی باتوں اور ذاتی جھگڑوں کو چھوڑ دو اور اگر کچھ رہ بھی جائیں تو قوم کی بہبودی میں ، انجمن کے استحکام میں ان کو حارج نہ ہونے دو ۔ لڑو جھگڑو ، لیکن جب قومی کام کا وقت آئے تو سب بنیان مرصوص کی طرح ہو جاؤ ۔ خوب یاد رکھو کہ بہت سی ان باتوں سے بھی قوم کو نقصان پہنچ جاتا ہے جن میں نقصان پہنچانے کی نیت نہیں ہوتی کام کرنے والوں کے نقائص اگر گنتے رہو گے تو تم سے کام کرنے کی توفیق چھن جائے گی ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے کام کرنیوالوں میں اگر نقائص ہیں تو ان کا نام نہ لو ۔ ضرور کہو ۔ مگر ان کے منہ پر کہو یا انجمن میں آکر کہو مگر ایک بات کو نہ بھولو کہ تمام قومی کاموں میں

" جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے "

اس کے بعد اپنی مجالس میں اس کے خلاف باتوں کو چھوڑ دو ۔ یاد رکھو کہ اس انجمن کو جو نقصان پہنچے گا وہ اسلام کی خدمت کے اس عظیم الشان کام کو نقصان پہنچے گا جو تم نے آج تک پچیس لاکھ روپیہ خرچ کر کے بنایا ہے مگر وہ محض پچیس لاکھ سے بھی نہیں بن سکتا ۔ اللہ کے فضل سے بنا ہے ۔ اور ناشکری کی باتوں سے فضل دور ہو جاتا ہے ۔

میں کیا چاہتا ہوں ؟

جو شخص یہ کہتا ہے کہ انجمن فلاں شخص کے وجود سے قائم ہے وہ غلط کہتا ہے ۔ ایسی باتوں سے قوم کے اندر بددلی پیدا ہوتی ہے قوم یا انجمن اپنے افراد کی کوششوں سے بنتی اور انہی کی غفلت سے بگڑتی ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم ۔ اگر ہمارے احباب ہر جگہ کوشش اور کام میں لگ جائیں تو کوئی چیز نہیں جو انجمن کو نقصان پہنچا سکے ۔ انجمن کو حضرت مسیح موعود نے قائم کیا ۔ کثرت رائے کے اصول پر آپ نے زور دیا ۔ انجمن کے فیصلوں کو صحیح تسلیم کرنے کا حکم آپ نے دیا ۔ کوئی شخص آپکی مریدی کا دعویٰ کر کے ان باتوں میں سے کسی سے انکار نہیں کر سکتا ۔ منشاء ایزدی یہی ہے کہ اس زمانے میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں از سر نو قوت پیدا ہو اور وہ اسی طریق پر پیدا ہوگی جس طریق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کو چلایا ۔ میری خواہش یہی ہے کہ ہم سب انجمن کے استحکام کو اپنا فرض اولین سمجھیں ۔ جماعت کی توسیع پر اپنا پورا زور صرف کریں اور اپنے قومی کاموں کو مشورہ سے طے کریں ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرے جو بھائی اس مقصد کی تکمیل کو ضروری خیال کرتے ہیں وہ اس **سالانہ اجتماع قوم میں شامل ہونے کو اپنا فرض سمجھیں** تاکہ (۱) ہم سب مل کر اللہ کے حضور میں جھکیں اور سب اکٹھے اس چوکھٹ پر سر رکھکر اپنے دلوں کی تڑپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں ۔

۲ ۔ ایک دوسرے سے مل کر ایک نئی قوت روحانی حاصل کریں ۔ جس

۳ ۔ ایک دوسرے کے مواعظ حسنہ سے فائدہ اٹھائیں اور دیکھیں کہ ہم نے سال کیا کر لیا اور اگلے سال ہمیں کیا کرنا ہے ۔

۴ ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان اہم قومی امور کے متعلق جو وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں اپنی کانفرنس یا مجلس عامہ میں مشورہ کر سکیں سب ایک رائے پر عمل پیرا ہوں تاکہ ہمارے اندر سے تفرق اور تشتت دور ہو اور دلوں میں یک جہتی پیدا ہو ۔

۵ ۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ہمارے نوجوان بالخصوص اس جلاس میں شریک ہوں اور وہ ایک جگہ اکٹھے ہو کر سوچیں کہ ان میں سے کون کون کس کس کام کا اہل ہے اور وہ اس کام کو اپنے ذمہ لیں ۔ کیوں کہ ہم لوگ جو عمر کا بڑا حصہ گذار چکے ہیں اب نوجوانوں سے ہی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کام کیلئے تیار ہو جائیں ۔ والدین کو خود غور کرنا چاہیئے کہ کیا انہوں نے اپنی اولاد کو اس نیک کام پر نہ لگایا تو کل کو ان کی جگہ کون لے گا اور اگر ان کی اولاد ان کی جگہ نہیں لیتی تو خدمت اسلام کا یہ کام کس قدر نقصان برداشت کرے گا ؟

۶ ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کل کو ہماری اولاد ہماری جگہ لے تو ہمیں آج ہی اپنی بیبیوں کو اس کام میں شریک کرنا چاہیئے اسے یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری خواتین کو بھی کچھ علم ہو کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ کیا ہے اور اس میں وہ کس طرح ہماری معاون ہو سکتی ہیں ان کے دلوں میں وہ تڑپ پیدا ہو جائے تو اولاد کے دلوں میں بھی ضرور پیدا ہو جائے گی ۔ اس لئے انہیں بھی جلسہ میں شریک کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

۷ ۔ اور بالآخر ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ جن لوگوں پر اس کا کچھ بھی اثر ہے انہیں اپنے ساتھ لائے اور شریک جلسہ کرے تاکہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں اور یہ لوگ جماعت میں شامل ہو کر جماعت کی قوت کا موجب بنیں ۔

والسلام — خاکسار محمد علی

قادیانی مریدوں کی غلامانہ ذہنیت

حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے مطبوعہ اعلان مؤرخہ ۲۸ ۔ جنوری ۱۹۲۹ء میں لفظ " نبی " کے استعمال کے متعلق خود حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل ارشاد کو بطور سند قرار دیا تھا :-

" اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے "

" بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال کر لیں "

(ماخوذ از مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود حصہ اول)

اس اعلان میں تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء کے حوالہ سے یہ دکھایا گیا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب ۔ جو اس وقت " قادیانی جماعت کے خلیفہ ہیں " خاتم النبیین کی وہی تفسیر کر چکے ہیں جو اس وقت لاہور کی جماعت کرتی ہے ۔ پھر نبی کی تشریح کے معاملہ میں بھی میاں صاحب کے مریدوں کے بھی وہی خیالات تھے جو ہماری جماعت کے ہیں ۔ لیکن جب قادیان کی گدی کی سنہری اور روپہلی اغراض نے میاں محمود احمد صاحب کا زاویہ نگاہ بدل دیا اور انہوں نے لفظ نبی کے متعلق حضرت مسیح موعود کے مذکورہ بالا ارشاد کو جو روز روشن کی طرح ظاہر ہے پس پشت ڈالنے میں اپنا فائدہ سمجھا تو مریدوں نے بھی ہوا کا رُخ دیکھ کر اپنے " پیر کی خوشنودی کو حضرت مسیح موعود کے مشن کے حقیقی مقصد پر مقدم سمجھا ۔ غلامانہ ذہنیت کی جس بیڑی کو حضرت میرزا صاحب نے اپنی اجتہادی ضرب سے کاٹ پھینکا تھا اسے پھر محمودیوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لیا ۔ وہ اگر دیکھتے ہیں تو میاں صاحب کی آنکھ سے ۔ سُنتے ہیں تو میاں صاحب کے کان سے ۔ سونگھتے ہیں تو میاں صاحب کی ناک سے اور سوچتے ہیں تو میاں صاحب کے دماغ سے ۔ جیسا کہ سید عبد المجید صاحب احمدی کمرشل ہاؤس کوہ منصوری (امیر جماعت احمدیہ کوہ منصوری) کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہوتا ہے ، جو حضرت مولانا محمد علی صاحب کو موصول ہوئی :-

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ جناب کا دو ورقہ اشتہار مورخہ ۲۸ ۔ جنوری ۱۹۲۹ء نہایت افسوس کے ساتھ واپس کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ آپ کیوں دیدہ دانستہ خلق خدا کو دھوکا دیکر ایصدون عن سبیل اللہ کے مصداق بنتے ہیں ۔ خدانخواستہ اگر حضرت میرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بقول آپکے نبی نہ تھے تو یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ اب تو وہ فضل خدا سے نبی (نہ صرف نبی بلکہ جامع نبیین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ نمبر

ایک مبارک تحریک

نوجوانان قوم کے لئے دعوت عمل

(از محمد انعام الحق ہوشیار پوری)

آج کل دنیا کے مختلف ممالک و اقوام میں ہماری غفلت اور بدقسمتی سے اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام اپنے پیرودں کو تنگ نظری کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ بے بنیاد اعتراض محض لاعلمی، غلط فہمی اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے تمام مذاہب عالم سے زیادہ بنی نوع انسان کی خدمت پر زور دیا۔ اور دنیا کے سامنے اس فرض کو انجام دینے کے بہترین طریق پیش کئے۔ ظہور اسلام کے قبل کے زمانہ پر ایک سرسری نظر ڈالیئے تو آپ کو دنیا رنگ و نسل اور قومیت و وطنیت کی الجھنوں میں پھنسی ہوئی نظر آئے گی۔ اور انسانیت کی خدمت کے لئے کوئی کمربستہ دکھائی نہ دے گا۔ یکایک ایک آواز اٹھی جس نے لوگوں کے خیالات و اعمال کو یکسر بدل دیا۔ یہ آواز یورپ اور امریکہ کے گورے ممالک سے نہ اٹھی تھی۔ بلکہ ریگستان عرب سے بلند ہوئی تھی۔ اور تمام باتیں ایک طرف رہیں۔ اسلام نے خدا کو بھی رب العالمین کہہ کر پکارا ہے۔ اور مسلمانوں کا نبی بھی رحمۃ للعالمین ہے۔ کیا کوئی دوسرا مذہب ایسی مثال پیش کرسکتا ہے؟

مسلمانوں کی عملی حالت خواہ کیسی ہی کمزور کیوں نہ ہو دنیا والے بلکہ خود مسلمان اپنے مذہبی احکام اور اسلاف کے طرز عمل کو خواہ بالکل فراموش کیوں نہ کردیں۔ لیکن تاریخ اس زمانہ کو ہرگز نہیں بھول سکتی۔ جب مسلمانوں کے گھر مصیبت زدہ اور مظلوم لوگوں کے لئے جائے پناہ بنے ہوئے تھے۔ جب ان کی تلواریں درماندوں اور کمزوروں کی حمایت میں میانوں سے باہر آجایا کرتی تھیں۔ جب وہ اپنے آپ کو رب العالمین کے بندے اور رحمۃ للعالمین کی امت سمجھ کر ہر ایک مصیبت زدہ کی مدد کرنا اپنا اولین فرض خیال کرتے تھے۔ آج ہم دیگر اقوام کے حالات اور ان کی ترقی اور جد و جہد کو دیکھ کر اور سن کر ششدر رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک زمانہ گزرا ہے جبکہ دنیا ہماری اولوالعزمیوں کو دیکھ کر حیران ہوا کرتی تھی۔ آج مختلف اقوام و ممالک اور مذاہب کی طرف سے ایسی جماعتیں موجود ہیں جو اپنا مقصد وحید ہی خدمت انسانیت بیان کرتی ہیں۔ اور ہر ایک خطرہ اور مصیبت کے موقع پر ان کے رضاکاروں کو ہم لوگوں کی مدد کے لئے مصروف کار دیکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ افسوسناک امر ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایسی کوئی قابل ذکر جماعت نہیں جسے دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ حالانکہ اسلام احکام خداوندی کی اطاعت اور خدمت خلق اللہ کا دوسرا نام ہے۔ غیروں کی طرف سے ہم پر جو الزام لگایا جاتا ہے اس میں دشمنوں کے تعصب کو بہت بڑی حد تک دخل ہے۔ لیکن اس کی ایک وجہ مسلمانوں کا جمود اور لاپروائی بھی ہے۔ ہم خواہ کتنے ہی دلائل کیوں نہ پیش کریں۔ اس سلسلے میں کتنے ہی واضح اور تاکیدی احکام ہمارے ہاں موجود ہوں لیکن دنیا اس وقت تک ہمارے متعلق کوئی اچھا خیال قائم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہمارا عمل ان کی تسلی نہ کردے۔ اس لئے آج ضرورت ہے کہ پیروان اسلام اس ضروری فرض پر اپنی اولین فرصت میں نہایت سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کے بعد جلد عملی قدم اٹھائیں۔

آج مختلف ممالک اور مختلف اقوام کی تمام تحریکات کو دیکھ لیجئے آپ محسوس کریں گے کہ کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک نوجوان اس میں عملی حصہ نہ لیں۔ خاصکر ایسی تحریک کا جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس لئے قوم کے نوجوانوں کے فرائض اس سلسلہ میں بہت زیادہ ہیں۔ جن کو انہیں پوری طرح محسوس کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد ہم قارئین کرام کو ایک خوشخبری بھی سنانا چاہتے ہیں۔ جماعت لاہور کے بعض نوجوانوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ و دیگر بزرگان سلسلہ کے حسب ایما و زیر ہدایت ایک ایسی جماعت قائم کرنے کی کوشش شروع کردی ہے بلکہ داغ بیل بھی ڈال دی ہے۔ جس کا کام محض خدمت خلق ہوگا۔ گزشتہ جمعہ کے روز اس کے لئے رضاکار بھی بھرتی کئے گئے ہیں۔ ارادہ ہے کہ لاہور میں اس جماعت کو خوب مضبوط کرنے کے بعد مختلف مقامات پر اس کی شاخیں قائم کی جائیں۔

ہم دست بدعا ہیں کہ خدا ہمارے ان نوجوانوں کی ہمتوں میں برکت دے اور مساعی کو بارور کرے۔ اگر اس کام کو باقاعدہ اور صحیح اسلامی اصولوں پر چلایا گیا تو کامیابی یقینی ہے۔

آج اسلام اپنے نوجوان فرزندوں کو پکار رہا ہے۔ اس تحریک کی ابتدا ہوجانے کے بعد ہمارے ہر ایک نوجوان کا فرض ہو گیا ہے۔ کہ اس میں عملی حصہ لے۔ اور اپنے آپ کو خدمت خلق اللہ کے مبارک کام کے لئے تیار کرے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے مرکز میں اس تحریک کو مضبوط کرلینا ہوگا۔ اس کے بعد باہر توجہ کرنی ہوگی۔ مقامی جماعتوں کے کارکنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں لوگوں کو ابھی سے اس تحریک کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار کرنا شروع کردیں۔

مسلم کانفرنس کا تعمیری پروگرام

آل مسلم پارٹیز کانفرنس دہلی جس کا ذکر ان کالموں میں ایک سے زائد مرتبہ ہوچکا ہے۔ ماہ دسمبر کے آخری دنوں میں سر آغا خاں کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے جو حالات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو کامیاب کہا جاسکتا ہے۔ اس میں دیگر امور و تجاویز کے علاوہ مسلمانوں کے لئے آئندہ سالوں کیلئے تعمیری پروگرام پر بھی غور و فکر کیا گیا۔ اور مفصلہ ذیل پروگرام تجویز ہوا۔

(۱) مسلمانوں کی عام ابتدائی تعلیم کے لئے موزوں معلمین۔ موزوں منتظمین اور موزوں نصاب کا انتظام کرنا تاکہ مسلمان بچے اور بچیاں عمدہ تعلیم حاصل کرسکیں۔ اور نائٹ سکولوں کے ذریعہ بڑی عمر والے مسلمانوں کی دینی و دنیوی تعلیم کا بندوبست کرنا۔

(۲) مسجد کو مرکز بنا کر کلمہ اسلامی کے جذبہ کو ہر مسلمان میں پیدا کرنا۔ بری رسوم اور برے اخلاق سے مسلمانوں کو بچانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

(۳) دستکاری، صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف مسلمانوں کو رجوع کرنا اور ہر مسلمان کو باکار بنانا۔

اس پروگرام کے مفید ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ مگر ایک بات اور قابل غور ہے۔ کہ یہ باتیں اصولی طور پر قریب قریب وہی ہیں جو آج سے کئی سال قبل جماعت احمدیہ لاہور نے مسلمانوں کے سامنے پیش کی تھیں۔ ہم خوش ہیں کہ اس پکار کی جو ہم نے آج سے بہت پہلے بلند کی تھی تائید ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے بہترین دماغ اسی نقطہ پر پہنچ گئے ہیں جو ہم نے پیش کیا تھا۔ دعا ہے کہ خدا مسلمانوں کو ان تجاویز کے عمل میں لانے کی توفیق بھی بخشے۔ اور یہ رجسٹروں اور اخبارات کے فائلوں ہی میں لکھی نہ رہ جائیں۔

جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی طاقت و بساط کے موافق اس پروگرام کو عملی صورت بھی دی۔ اور اس سے مفید نتائج برآمد ہوئے۔ اس سلسلے میں ہم نے برادران اسلام کو ہمیشہ تعاون کی دعوت دی ہے۔ اگر اس دعوت کو قبول کرلیا جاتا تو آج بہت کچھ کام ہوچکا ہوتا۔ اور اگر اب بھی کرلیا جائے تو بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ کیا مسلمانوں کے ذمہ دار افراد اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں؟ ہمیں اس تعمیری پروگرام کو عملی صورت میں دیکھنے اور اس سے خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہوئے یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرنی چاہیئے۔ کہ اس کے لئے ایک عمدہ طریق کار، مضبوط نظام کی ضرورت ہے۔ جس کا مسلمانوں میں سوائے جماعت احمدیہ لاہور کے کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔ اس لئے عام مسلمانوں کو یا تو اس جماعت کا سا نظام پیدا کرنا چاہیئے یا کھلے دل سے اس جماعت سے امداد و تعاون پر آمادہ ہوجانا چاہیئے تاکہ مجوزہ پروگرام ان کے لئے قابل عمل بن جائے۔

اخبار ہندو کی شرارتیں

اس سے قبل مشہور آریہ لیڈر بھائی پرمانند کے اخبار ہندو کا ذکر ان کالموں میں ہوچکا ہے۔ بھائی پرمانند کے خیالات و مقاصد اور گزشتہ کارنامے دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ ہندو کی زہریلی، بے بنیاد اور سوقیانہ تحریریں بھائی صاحب کے خیالات و افکار کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اور یہ اخبار اپنے روز اول سے ہی بھائی صاحب کے پیش نظر مقاصد کے لئے جد و جہد کر رہا ہے جو یہ ہیں کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو لڑایا جائے اور ہر ممکن طریق پر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جائے۔ اس اخبار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قریباً اس کی ہر ایک اشاعت میں شایان اسلام کے متعلق ایک من گھڑت اور دروغ محض کہانی تاریخی حقائق کا نام لے کر پیش کی جاتی ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے برادران وطن کو فن تاریخ سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور وہ مہابھارت اور رامائن کے مبالغہ آمیز اور شاعرانہ افسانوں ہی کو تاریخ سمجھتے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں بھائی پرمانند یا ہندو سے کوئی شکایت نہیں۔ لیکن ان تحریروں میں اپنی قومی خصوصیات اور خبث باطن کی وجہ سے جس طریق پر مسلمانوں کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اس کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تحریریں ہندو مسلم اتحاد کے دعویداروں اور حکومت کی دونوں کی توجہ چاہتی ہیں۔ اگر نے العذر یہ سلسلہ بند نہ ہوا۔ تو ممکن ہے کہ اس سے بعض ناخوشگوار نتائج برآمد ہوں۔ بھائی صاحب یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ان بے سروپا تحریروں کی اشاعت سے جاتی کی خدمت کر رہے ہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ وہ اس طرح جاتی کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ تاریخ کو بگاڑنے اور بہتان طرازی کا فعل شیطانی انجام دے رہے ہیں۔ اور غالباً وہ وقت دور نہیں کہ یہ غیر شریفانہ حرکتیں ان کی قوم کے لئے انتہائی شرمساری کا باعث ہونگی۔

آریوں کے تبلیغی حوصلے

اس میں کچھ شک نہیں کہ آریہ سماج ایک عملی جماعت ہے ہندو مذہب میں قطع برید کرنے۔ ہندوؤں کی معاشرتی تعلیمی اصلاح میں اس نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کبھی کبھی شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ (جسے خیالی کھچڑی کہنا زیادہ موزوں ہوگا) پکانا بھی شروع کردیتا ہے۔ اسلامی ممالک کی مبالغہ آمیز خبریں سنکر تو یہ ہمیشہ اپنے سماج مندروں میں گھی کے چراغ جلایا کرتے ہیں۔ اور اپنے اخبارات میں موٹی موٹی سرخیاں دے کر اعلان کردیا کرتے ہیں۔ کہ اب ٹرکی۔ ایران اور افغانستان وغیرہ نے اسلام کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ خیر یہ ان کا پرانا وطیرہ ہے۔ اب کچھ عرصہ سے اس وہم سے مجبور ہوکر کہ اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے وہ یہ قصد کرنے لگے ہیں کہ وہاں اشدھی کا پرچار کیا جائے۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ اخبار "پرکاش" نے تجویز پیش کی تھی کہ ویدوں کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔ اس طرح عرب میں پرچار کی بھی آسانی ہوگی اور مسلمانوں کا یہ دعویٰ بھی باطل ہوجائے گا کہ قرآن جیسی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا اب آریہ اخبارات اس دھن میں ہیں کہ ٹرکی کے لوگوں کو آریہ سماجی بنایا جائے۔

اپنے خیالات و عقائد کی تبلیغ کا ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ اگر آریہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں جا کر آریہ دھرم اور ہندو تمدن کا ڈنکا بجائیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اس طرح وہ اپنی قوم اور اپنے برادران وطن کی حق تلفی کریں گے۔ اسلامی ممالک نے اسلامی شعار و عقائد کو چھوڑ دیا ہے یا نہیں۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ لیکن اس حقیقت سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہندو روز بروز اپنے مذہبی احکامات اور معاشرتی روایات کو ٹھکرا رہے ہیں۔ جن میں آریہ سماجی سب سے پیش پیش ہیں۔ تو پہلے ان کی اصلاح کی فکر کیوں نہیں کی جاتی کیا ترکوں کے سدھار سے جاتی کا سدھار زیادہ ضروری نہیں؟

اس کے علاوہ بھارت ورش میں بھی مسلمان بستے ہیں ہم حیران ہیں کہ عربی۔ ترکی۔ اور مغربی زبانوں میں ویدوں کا ترجمہ کرنے کی بجائے اردو ہندی کو اس شرف سے کیوں نہیں نوازا جاتا۔ غالباً ہندوستانی مسلمان اس نعمت عظمیٰ (جسے ہم ایک سرخفی ہی کہیں گے) کے اوروں سے زیادہ حقدار ہیں۔

کاش آریہ بھائی ہماری ان معروضات پر غور کریں۔ اور پہلے ویدوں کے ہندوستانی زبانوں میں ترجمے شائع کرنے کے بعد فارسی عربی ترکی اور دیگر غیر ملکی زبانوں میں ترجمے کرنے کا ارادہ کریں۔ کیا ہم امید کرسکتے ہیں کہ وہ ایسا کریں گے؟

یہ کیسی بدی ہے جو اپنے نتیجہ میں سکھ رکھتی ہے۔ اور یہ کیسی نیکی ہے جو جب تک دوسرا بدی نہ کرے اپنا نتیجہ پیش نہیں کرتی۔ کیا جو چیز اپنے اندر سکھ اور راحت کا سامان رکھتی ہے اسے ہم بدی کا نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔ اور جو نیکی اپنے نتائج کے لئے بدی کی محتاج ہے وہ نیکی کہلا سکتی ہے۔ سوچو اور غور کرو تم نے بدی اور نیکی کو سمجھا ہی نہیں۔ نیکی اپنے پھل لانے کے لئے بدی کی محتاج نہیں ہو سکتی اور بدی کا پھل کبھی بھی راحت اور سکھ اور لذت اپنے اندر نہیں رکھ سکتا خواہ وہ دوسرے کے لئے ہی ہو۔

نتیجہ خیز مثالیں

ایک اور پہلو سے دیکھو۔ کسی کو موٹر سواری کے لئے ملی۔ تم کہو گے اس کی کسی نیکی کا نتیجہ ہے۔ وہ سواری کرتا رہا۔ ایک روز اسی موٹر نے الٹ کر اس کی ٹانگ توڑ دی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ موٹر جو نیکی کا پھل تھی اپنے اندر عذاب کا پہلو کس طرح رکھ سکتی ہے۔ کیا نیکی کے نتائج بھی عذاب کے موجب ہی بن جاتے ہیں۔ ایک شخص کو ہزار روپیہ ملا۔ یہ کسی نیکی کا نتیجہ تھا۔ اس روپے سے اس نے شراب پی۔ عیاشی کی۔ بیمار پڑا مر گیا۔ نیکی کا نتیجہ عذاب بن گیا۔ یہ کیسی نیکی ہے اور کیا اس کا پھل؟

قابل غور باتیں

اب ایک اور پہلو سے دیکھو۔ ایک شخص مفلس ہے۔ کہو گے وہ کسی بدی کی سزا میں مبتلا ہے۔ کیا اس کے ساتھ ہمدردی کرنا جرم نہ ہوگا؟ کیا مجرم کو جب سزا دی جا رہی ہو۔ تو اس کی سزا میں دخل دینا خود جرم نہیں؟ اگر کسی جرم کی سزا میں کوئی قید ہو اور دوسرا آدمی اسے قید خانہ سے نکلنے میں مدد دے تو کیا اس مدد دینے والے نے ارتکاب جرم نہیں کیا؟ پھر دنیا میں مفلسوں اور محتاجوں کی مدد کرنا بدی کا ارتکاب ہوا نہ کہ نیکی کا!

ایک اور پہلو سے دیکھو۔ ایک شخص عین جوانی میں قتل ہو گیا۔ اس کا قتل ہونا ایک سزا تھی۔ جو گزشتہ جنم کی کسی بدی کے نتیجہ میں آئی۔ اب اس کے قاتل کو پھانسی کیوں دی جائے۔ اس نے تو اپنے فعل سے خدائی سزا کو پورا کیا ہے۔ وہ تو ایک خدائی جلاد ہے اسے سزا دینے کے کیا معنے؟ لہٰذا عدالتوں اور پولیس کے محکموں کو بند کرو۔

فیصلہ کن بات

بات یہ ہے کہ تناسخ والوں نے نیکی اور بدی کو سمجھا ہی نہیں۔ کیونکہ اس گورکھ دھندے میں نہ نیکی نیکی رہتی ہے۔ نہ بدی بدی رہتی ہے۔ ان میں بھی آواگون کا چکر شروع ہو جاتا ہے۔ نیکیاں بدیوں میں جنم لینے لگتی ہیں اور بدیاں نیکیوں میں جنم لینے لگ جاتی ہیں۔ (باقی دارد)

(تیسرے کالم کا بقیہ) اپنی قوم کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ انگلینڈ کی عورتوں نے جنگ کے عرصہ میں کئی چیزیں مثلاً چار میں دودھ۔ مصری وغیرہ چھوڑ دی تھی اور سکولوں کی لڑکیوں نے دستکاری وغیرہ سے بھی بہت مدد کی تھی اس وقت ہمارے لئے بھی اس سے کم مصیبت کا زمانہ نہیں ہے کہ ہمارے سچے مذہب اور پیارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر چہار طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ پس ہمیں بھی لازم ہے کہ ہم بھی جو کچھ ہو سکے اس سے دریغ نہ کریں۔ رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہے۔ چاہیے کہ یہ مجاہدہ بھی اسی ماہ سے شروع کر دیا جائے۔ جو بہنیں یہ عزم کریں وہ اپنے ناموں سے خاکسار کے پتہ پر اطلاع دیں۔ خاکسار۔ ام احمد سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور

معرفت۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور

(نوٹ) میں نہایت افسوس سے اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ اکثر احمدی برادران اخبار پیغام صلح اپنے گھروں میں پڑھنے کو بہت کم دیتے ہیں اور اس وجہ سے ہماری تحریک خواتین کے حلقہ تک نہیں پہنچتی۔ میں سب محترم بھائیوں کی خدمت میں التجا کرتی ہوں کہ وہ یہ مضمون اپنے گھروں میں پہنچا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

دستکاری فنڈ میں نام لکھوانیوالی خواتین کے اسمائے گرامی

(۱) سید بیگم صاحبہ (۲) فضیلت بیگم صاحبہ (۳) اقبال بیگم صاحبہ (۴) بنت خواجہ کمال الدین صاحبہ (۵) زکیہ سلطان صاحبہ (۶) اختر النساء صاحبہ (۷) حسن آرا بیگم صاحبہ (۸) محمودہ بیگم صاحبہ (۹) خورشید آرا صاحبہ (۱۰) تاج بیگم صاحبہ (۱۱) اقبال بیگم ریاض احمد۔ (۱۲) زاہدہ خاتون صاحبہ مزنگ (۱۳) مسز سید مطلبی (۱۴) بلقیس مسز احمد (۱۵) اہلیہ صاحبہ مولوی عبد الحق صاحب (۱۶) مسعودہ اختر صاحبہ (۱۷) اہلیہ صاحبہ چودھری فضل حق (۱۸) امۃ الحفیظ بیگم (۱۹) محمودہ بنت مظہر حسین صاحب (۲۰) رضیہ بیگم بنت ڈاکٹر مرزا صاحب (۲۱) سعیدہ بیگم بنت ڈاکٹر غلام محمد صاحب (۲۲) رشیدہ بیگم بنت مولوی صدر الدین صاحب (۲۳) سعیدہ بنت شیخ نور احمد مرحوم (۲۴) رضیہ بیگم

طبقۂ نسواں

احمدی خواتین کا جوش اسلامی

مستورات کی اصلاح اور ماہوار رسالہ کے اجرا کی تجاویز

احمدیہ انجمن خواتین کا لائحہ عمل

جنابہ ام احمد صاحبہ سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین کے قلم سے

۱۰ فروری ۱۹۲۹ء کو اتوار کے دن احمدیہ خواتین لاہور کا ماہوار جلسہ احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ کلام پاک کی تلاوت سے جلسہ شروع ہوا۔ اور دو لڑکیوں نے مل کر درثمین میں سے ایک نظم سنائی۔ پھر اہلیہ چودھری ظہور احمد صاحب نے ایک مفید تجویز پیش کی اور اس کی تائید میں ایک مضمون پڑھا۔

ماہوار جلسہ مختلف محلوں میں

وہ تجویز یہ ہے کہ ہمارا ماہوار جلسہ بجائے ہمیشہ احمدیہ بلڈنگس میں ہونے کے شہر کے مختلف محلوں میں ہوا کرے۔ شہر کے مختلف محلوں میں رہنے والی بہنیں اس کو اپنے اپنے محلے میں مدعو کریں اور اس طرح وہاں کی رہنے والیاں آسانی سے شامل ہو سکیں گی۔ احمدیہ بلڈنگس کی خواتین کو تو وعظ و نصائح سننے کے موقعے میسر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر عام طور پر عورتوں کو یہ موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے مسلمان عورتوں کا کثیر طبقہ شرک بدعت و بد رسومات میں گرفتار اور دین سے بے خبر ہے۔ خصوصاً کم علم اور برادری کی زنجیروں سے جکڑا ہوا طبقہ تو بہت ہی اصلاح کا محتاج ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ ان کو اس کا احساس ہی نہیں ہے۔ اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نچلے اور درمیانے طبقے کی مسلمان بیبیوں میں تقریروں کے ذریعہ سے اصلاح کی جائے اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک محلے اور اسلامیہ گرلز سکولوں میں جا کر لیکچرز دیئے جائیں۔ اور ہر جلسے میں ایک تقریر پنجابی زبان میں ہوا کرے۔ تاکہ اردو سے نا آشنا بہنیں بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

اس تجویز کی تائید میں خاکسار نے ایک مختصر سی تقریر کی اور سب بہنوں نے تائید مزید کی۔ اور محترمہ اہلیہ مولوی عبد الحق صاحب نے آئندہ جلسے کو بھاٹی دروازے میں مدعو کیا اور گرلز سکول میں جلسہ ہونا قرار پایا۔

دوسرے شہروں کی احمدی خواتین

اس کے بعد محترمہ اقبال بیگم صاحبہ نے فضول رسومات کی برائیوں پر ایک مضمون پڑھا اور انجمن خواتین کو ترقی دینے اور مضبوط کرنے کے لئے چند نہایت عمدہ تجاویز پیش کیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی۔ کہ مختلف شہروں میں احمدیہ انجمن خواتین قائم کی جائیں جس پر میں نے یہ ترمیم پیش کی۔ کہ پہلے انجمن احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کو یہ لکھا جائے کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں مستورات کے نماز جمعہ میں شامل ہونے کا انتظام باقاعدہ کریں۔ اور خطبہ یا اس کے بعد ان کو کچھ وعظ و نصائح کی جائیں۔ جب یہ انتظام چل پڑے تو پھر انجمن بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے متعلق سکرٹری صاحبان کو لکھا جائے گا۔

قرآن و حدیث سنانے کی تجویز

پھر محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ نے تقریر کی اور چند تجویزیں پیش کیں۔ (اول) ماہوار جلسوں میں ایک رکوع قرآن مجید باترجمہ و تفسیر سنایا جایا کرے۔ دوئم۔ ہر جلسے میں کم از کم دس احادیث شریف باترجمہ سنانی چاہئیں۔

جلسوں میں سادہ لباس

سوم۔ سب بہنیں جلسوں میں نہایت سادہ لباس پہن کر آیا کریں تاکہ امیری غریبی کا فرق نظر نہ آئے۔ اگرچہ یہ تجویز انجمن کے سب سے پہلے جلسے میں پیش ہو کر پاس ہو چکی ہے اور اکثر بہنیں اس پر عمل بھی کرتی ہیں۔ تاہم دوبارہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔

ہفتے میں ایک دن خدا کے لئے

سلائی اور دستکاری وغیرہ کر لیں۔ یا کروشیا اور سلائیوں کا کام کریں اور پھر ان سب چیزوں کی نمائش سالانہ جلسے پر کی جائے۔ اور فروخت کر کے جو روپیہ حاصل ہو وہ اشاعت اسلام میں دیا جائے۔ اور بڑی عمر کی بیبیاں جو دستکاری وغیرہ نہیں کر سکتیں یا فرصت نہیں ملتی وہ ہفتے میں ایک دن ایک وقت کے لئے کوئی چیز کھانی چھوڑ دیں جیسے گوشت یا دودھ یا پھل وغیرہ جس کی ان کو عادت ہو اور پیسوں کو جمع کریں۔ اس کے لئے آئندہ جلسے پر یا جن بہنوں نے نام لکھوائے ہیں ان کو منہ بند کئے ہوئے ٹین تقسیم کئے جائیں گے جس میں پیسے ڈالتے جائیں اور سالانہ جلسے پر نکالے جائیں گے۔

ماہوار مذہبی رسالہ

پنجم۔ ایک مذہبی ماہوار رسالہ نکالا جائے۔ ان تجویزوں پر کئی ایک بہنوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور سب تجویزیں بہت پسند کی گئیں۔ چنانچہ اسی وقت بہنوں نے دستکاری کے لئے اپنے نام لکھوائے۔ جو اخبار میں شائع کئے جائیں گے۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں نے بھی نہایت شوق و اصرار سے اپنے نام لکھوائے۔ اللہ تعالےٰ سب کو توفیق عمل دے۔ کلام مجید باترجمہ سنانے کے لئے محترمہ بہن سید بیگم نے اپنا نام پیش کیا اور احادیث سنانے کا خاکسار نے ذمہ لیا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ پھر رسالے کی خریداری کے لئے سب بہنوں نے نام لکھوائے اور دیگر خریدار بنانے کا وعدہ کیا۔ اس کے متعلق ایک علیحدہ مضمون آپ ملاحظہ کریں گے۔

نماز جمعہ اور جلسوں میں شمولیت کی ضرورت

پھر خاکسار نے ایک مضمون پڑھا جس میں آپس میں میل جول کی ضرورت جتا کر نماز جمعہ و جلسوں میں شامل ہونے کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا۔ اور افسوس کیا کہ لاہور کی احمدی بہنیں بہت کم اس طرف توجہ کرتی ہیں۔ اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ عورتوں کو تو اپنی ناواقفی کی وجہ سے احساس نہیں ہے مگر مرد بھی اپنے گھروں میں تحریک نہیں کرتے حالانکہ یہ بات جماعت کی ترقی مضبوطی اور تنظیم کے لئے از حد ضروری ہے۔ اس پر محترمہ سید بیگم نے کہا کہ ہمیں چاہئے کہ دو تین بہنیں مل کر سب احمدی گھروں میں جائیں اور تحریک کریں کہ وہ اس قومی اور مذہبی مجلس میں شامل ہوا کریں۔ پھر عزیزہ محمودہ بیگم نے مضمون پڑھا کہ بہنیں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے اپنی سہیلیوں میں بھی تحریک کریں چاہئے۔ اور سب سے آخر میں بہن زبیدہ بیگم نے نوجوان لڑکیوں کو مخاطب کر کے ایک نظم موثر طریقے سے پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے:

اے باد صبا میرا پیغام پہنچا دینا
اسلام کے گلشن کی کلیوں کو جگا دینا

اور اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دستکار بہنیں اپنا نام لکھوائیں

ہفتے میں ایک دن ایک گھنٹے کے لئے دستکاری کرنے کی تجویز پر بہت سی بہنیں اپنا نام لکھوا رہی ہیں۔ غیر از جماعت بہنیں بھی شامل ہو رہی ہیں۔ میں لاہور سے باہر کی بہنوں کی خدمت میں بھی عرض کرتی ہوں کہ وہ بھی اس میں حصہ لیں۔ اور اس مفید تجویز کو وسیع اور کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کوئی قیمتی چیز بنائیں۔ معمولی کھدر کے اوپر یا اس سے بھی کم تر چیز بنا سکتی ہیں۔ زمیندار بہنیں چرخہ کات کر سوت پیش کر سکتی ہیں۔ مگر یہ اقرار کرنا ہوگا کہ ہر ہفتے باقاعدہ دن مقرر کر کے ایک گھنٹہ خدا کے کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷　　شوال المکرم ۱۳۴۷ھ　　نمبر ۲۲

عقائد احمدیہ اور ہمارا مسلک
مسئلہ ولادت مسیح اور بعض دیگر اعتراضات کے جوابات

اڈیٹر "الفضل" کو جب ہماری جماعت کے خلاف کوئی معقول اعتراض نہیں ملتا تو وہ نہایت نامعقول باتوں پر اتر آتا ہے اس وقت اس کی ساری طاقت اور ہمت اس ایک امر پر صرف ہو رہی ہے کہ کسی طرح جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف کوئی امر لایا جائے تاکہ اپنی جماعت کو غلط فہمی میں مبتلا رکھ سکے۔ ولادت مسیح پر زور دینا غیر از جماعت مسلمانوں یا عیسائیوں کا کام تھا۔ جسے الفضل آج کل نہایت زور شور سے انجام دے رہا ہے۔ اور اسے اتنا معلوم نہیں کہ خود میاں صاحب کا اس بارہ میں کیا خیال ہے اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم کے کیا خیالات تھے۔ جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو اڈیٹر الفضل سے بہر حال بہتر سمجھتے تھے۔ اس موضوع پر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مفصل روشنی ڈال چکے ہیں۔ ذیل کے چند حوالجات امید ہے کہ اڈیٹر "الفضل" کے نور ایمان کو تازہ کرنے کا موجب ہوں گے۔

میاں محمود احمد صاحب ۱۹۱۲ء میں ایک عیسائی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں سب سے اول آپ (یعنی حضرت مسیح) کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفق مسئلہ ہے۔ اور سوائے سر سید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اس کو رد کیا ہے اور کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ثابت کروں گا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا......
اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں جو کہتے تھے کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے اسی طرح آپ کی بھی پیدائش تھی اور میری اس سے یہ غرض ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں۔ جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۲ء)"

علاوہ ازیں قادیانی جماعت انصار اللہ نے ذیل کے الفاظ اپنے رسالہ اظہار حقیقت میں شائع کئے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ "ان کا ان سے تعلق ہے جو مسیح علیہ السلام کو باباپ مانتے ہیں" لکھتے ہیں۔ اور اس تحریر پر حافظ روشن علی صاحب مولوی سرور شاہ صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ چالیس سرکردگان جماعت قادیان کے دستخط ہیں۔

"اس کا پہلے تو تم ہی جواب دو کہ کیا ان سے مسیح موعود کا تعلق تھا یا کہ نہیں۔ شریعت اسلام سے ثابت کرو کہ جو مسیح علیہ السلام کو باباپ مانیں وہ اسلام سے خارج کئے جائیں۔ یا خلفاء کے منکروں کی طرح فاسق اور کافر قرار دیئے جائیں" (اظہار حقیقت صفحہ ۲۳)

گویا ۱۹۱۴ء میں موجودہ قادیانی جماعت کے سرکردگان ایسے لوگوں کو کافر اور فاسق تو کجا حضرت مسیح موعود کے خلاف بھی نہ مانتے تھے۔ لیکن [illegible]

طعن و تشنیع کرتے ہیں اور انہیں خارج از اسلام قرار دینا چاہتے ہیں۔
اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی تحریریں ایک نہیں کئی موجود ہیں۔ تاہم بطور نمونہ ایک لکھ دینا کافی ہے ماسٹر محمد سعید صاحب نے "سعادت مرمیہ" یا یوسف نامہ ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے حضرت مسیح کا باپ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے انہوں نے حضرت مولانا مرحوم کی خدمت میں بھیجا جس پر آپ نے ذیل کا خط مصنف کتاب کو لکھا:۔

مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل جمعہ کے قریب مجھے کتاب پہنچی...... اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں فرماتا۔ من اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورا جب آپ کا اخلاص اور تمسک قرآن اس کے ساتھ ہے تو الٰہی شکریہ کے آپ مستحق ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اس کو مشکور فرمائے تو آپ کو ہرگز ہرگز فکر و تردد کا موقعہ نہیں۔ اس کا خیال بھی نہ فرمائیں دو ہزار کیا چیز ہے۔ وہ رب السمٰوات والارض سارے جہان کا مالک ولہ الملک۔ خاکسار بچپن سے اس خیال کا آدمی تھا۔ آپ نے وہ دلائل نہیں لکھے جو میرے خیال میں تھے۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم کو الہاماً اس مسئلہ پر زور دینے کا ارشاد نہیں۔ اگرچہ بات کوئی بڑی نہیں۔ اس مسئلہ کے لئے جب الہامی تائیدات ہوں تو ہم لکھ سکتے ہیں۔ اس لئے میں تا دم سرکت خاموش ہوں اور اس وقت تک خاموشی پسند رہوں گا کہ ارشاد الٰہی ممسک ومؤید ہو۔ یا ایک خاص بات ہے آپ کی محنت قابل ردی نہیں ہو سکتی۔ الخ"

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے جو کچھ کتاب نورالدین میں لکھا ہے اسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنے مدلل مضمون میں پیش کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ مولانا صاحب نے انڈکس میں دیا ہے (اعتراض، مسیح بے باپ (جواب کا خلاصہ) یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں" جب یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں۔ بقول قادیانی جماعت انصار اللہ شریعت اسلام سے ثابت نہیں۔ کہ جو مسیح کو باباپ مانے اسے اسلام سے خارج کیا جائے۔ تو اب قادیانی جماعت کا پروپیگنڈا ہمارے خلاف کیا معنی رکھتا ہے۔ یہی کہ حسد اور بغض نے ان کے دلوں اور زبانوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

اس مسئلہ کے علاوہ "الفضل" نے انگریزی تفسیر قرآن کے تین اور مقامات پر اعتراضات کرکے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ہیں۔

اول۔ حضرت ابراہیم نے الحقیقت آگ میں نہیں ڈالے گئے بلکہ یہ مخالفین کا کید تھا۔

جواب۔ درس قرآن حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم شائع کردہ مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۲۱۳ پر زیر آیت فارادوا بہٖ لکھا ہے۔ "صرف ارادہ کیا (یہ بات یاد رکھو) مگر خدا نے یہ ارادہ چلنے نہ دیا" پھر کتاب نورالدین اعتراض ۶۵ کے جواب میں لکھا ہے:۔

"ابراہیم کے مخالفوں نے آگ جلائی اور حرقوا کا فتویٰ دیا۔ تو یہاں تمام بلاد عرب نے نار الحرب کو جلایا۔ اور صدہا سعر الحرب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جس طرح وہاں ابراہیم کے لئے آگ کو بردا و سلاماً بنایا اسی طرح ہمارے ہادی و مقتدا کے لئے خاص اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا۔"

دوم۔ دوسرا اعتراض حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے پر ہے۔ اس پر حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم فرماتے ہیں فالتقمہ الحوت۔ حدیثوں سے تو نہیں مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ایڑی کو منہ میں لیا۔ (نوٹ درس صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ مفتی محمد صادق)

سوم۔ عرش بلقیس پر اعتراض کرکے حوالہ اخبار بدر کا دیا ہے اس پر حضرت مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں۔
نکروا لھا عرشھا۔ اس تخت کو ایسا بناؤ کہ اسے اپنا تخت ناپسند ہو جائے۔ (نوٹ درس صفحہ ۱۹)

مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے کہ تفسیر قرآن اور عقائد احمدیہ جو ہماری جماعت کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔ وہ بالکل صحیح اور جماعت کے مسلک کے مطابق ہیں۔ چونکہ میاں محمود احمد صاحب اور اڈیٹر "الفضل" وغیرہ لیڈران غالی گروہ نے حضرت مسیح موعود کی صحبت سے حصہ نہیں لیا۔ اس لئے وہ محض حسد و بغض کی وجہ سے جماعت احمدیہ [illegible]

رہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ بزرگان سلسلہ احمدیہ ان مسائل پر کیا کچھ لکھ چکے ہیں۔

آریہ اخبارات اور اسلام

آریہ اخبارات کو اسلام کے ساتھ جو عداوت اور دشمنی ہے اس کا مظاہرہ ایک مدت سے وہ ان ناپاک اور کمینہ حملوں کی صورت میں کر رہے ہیں۔ جو اسلام اور آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر ان کی طرف سے ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ راجپالی فتنہ کے بعد ان کا یہ ناپاک جذبہ بہت حد تک دب جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے آریہ سماجی معاصرین نے تہذیب و اخلاق کو اس حد تک جواب دے دیا ہے کہ مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو صدمہ پہنچانے اور ان کے جان سے پیارے نبیؐ کو ناپاک سے ناپاک گالیاں دے کر اپنے جذبہ بہیمیت کو ٹھنڈا کرنے سے کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی۔ انہیں ملک کی بگڑی فضا کا چنداں خیال ہے نہ بڑے بڑے ملکی لیڈروں کی صاف بیانی انہیں متاثر کر سکتی ہے۔ نہ قانون تعزیرات کی ہولناک دفعات انہیں مرعوب کر سکتی ہیں۔ ان کے مد نظر ایک ہی بات ہے۔ کہ کچھ ہو مسلمانوں کو ہم نے دکھ پہنچانا ہے ان کے پاک مذہب کے خلاف ایسا پروپیگنڈا کرنا ہے جو ملک کی عامہ رائے ان سے متنفر کر دے۔ اور اندلس کی طرح ہندوستان سے بھی مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی راجپالی فتنہ جو لاہور میں بڑی مشکلوں سے دبایا جاتا ہے۔ امرتسر میں "ورتمان" کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ آگرہ میں "وجر شیون" کے نام سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے دہلی میں "بلیدان جیترا دلی" کا نام اسے دیدیا جاتا ہے۔ اور اب تازہ خبر آئی ہے کہ جبل پور میں "آریہ سیوک" کے رشی بدھ نمبر" کا جامہ اسے پہنایا گیا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ سوامی دیانند کے انقلاب مذہبی کی یاد میں جو نمبر نکالا جاتا ہے اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کیا تعلق ہے لیکن اس اخبار کے با اصول اڈیٹر کی "شریفانہ" مجبوریوں کو دیکھئے کہ لکھتے ہیں:۔

"ہم چاہتے تھے کہ اس نمبر میں اس مضمون کو جگہ نہ دی جائے لیکن کئی ایک مہربانوں کے خط اس مطالب کے ہمیں ملے کہ آپ بودھانک میں بھی دین اسلام پر ضرور لکھیں ہم ان مہربانوں کے اصرار سے اس مضمون کو لکھنے کے لئے مجبور ہیں"

اس مجبوری سے اڈیٹر صاحب کیونکر عہدہ برآ ہوئے ہیں ایک تصویر انہوں نے آنحضرت صلعم کی شائع کی ہے۔ جس کے نیچے آپ کی طرف یہ ناپاک تعلیم منسوب کی ہے کہ

"پیاس میں شراب پینا جائز ہے"

اور کہ:۔

"روزہ کی حالت میں مردہ یا حیوان سے زنا کرو"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہے آریوں کی رواداری اور صلح پسندی۔ اس معصوم انسان کے متعلق جس نے شراب جیسی لعنت سے دنیا کو چھڑایا جس نے روزہ کے ذریعہ انسان کی خواہشات بہیمیہ کو صبر و سکون کی عادت ڈالی۔ ایسے ناپاک خیالات کا اظہار کرنا کیا کسی شریف انسان کا کام ہو سکتا ہے؟

ہم نہیں چاہتے کہ اس کے بالمقابل آریہ سماج کی خرافات کو نقل کرکے اور سوامی دیانند اور پراچین زمانہ کے رشیوں کی کرتوتوں کا ذکر کرکے اس فتنہ فساد کی آگ کو زیادہ مشتعل کریں۔ جسکو آریہ سماجی اخبارات رات دن پھونکیں مار مار کر جلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن شرافت اور تہذیب کے نام پر ملک کے امن و امان اور آزادی وطن کے نام پر ہم ہندو بزرگوں اور ملکی و مذہبی لیڈروں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جس قدر زور وہ بدیشی کپڑوں کے جلانے۔ غیر ملکی حکومت کے بائیکاٹ اور سلف گورنمنٹ کے حصول میں خرچ کر رہے ہیں۔ اگر اس کا نصف حصہ بھی آریہ سماج کو تہذیب و اخلاق کا سبق پڑھانے اور ایسی امن سوز حرکات سے اسے روکنے پر صرف کریں تو ان کے تمام مقاصد بہت جلد بر راہ ہو سکتے ہیں۔

آخر میں ہم گورنمنٹ سے بھی یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "آریہ سیوک" کے فتنہ کو دبانے کے لئے اسے فی الفور اپنی قانونی کارروائیوں کو عمل میں لانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ کوئی اور بدترین رنگ اختیار کرلے۔

خبریں

پشاور ۱۱ اپریل۔ گردیز کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ جنرل نادر خاں نے اعلان کیا ہے کہ میں افغانستان کا نجات دہندہ ہوں۔ جنرل موصوف کابل پر چڑھائی کرنے کو فوج جمع کر رہے ہیں۔ شاہ امان اللہ خاں قلات غلزئی میں ہیں۔ اور اُن کے حامیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

تیرہ کے شیعہ اور سُنی قبائل میں جنگ برابر جاری ہے۔ یہ جنگ بہت بڑی حد تک زمانہ حاضرہ کے طریقہ پر لڑی جا رہی ہے۔ شیعہ قبائل میں زبردست تنظیم ہے۔ سُنی قبائل ابھی تک اپنے عساکر کو ترتیب دے رہے ہیں۔ فریقین کے پاس کافی مقدار میں سامان حرب موجود ہے۔

نئی دہلی ۱۱ اپریل۔ بعض ارکان اسمبلی کے نام دہرم راج انڈین سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن کے وزیر عدالت کے دستخطوں سے تہدید آمیز خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن میں کہ آپ اور آپ کی پارٹی اندھا دھند حکومت کی تائید کر رہی ہیں یہ بات قومی مفاد کے خلاف ہے۔ اگر آپ نے موجودہ غیر ملکی شیطانی حکومت کی مزید تائید کی تو آپ کو آگاہ ہو جانا چاہیئے کہ آپ کو ایسی سزا دی جائے گی جس سے کہ قومی مفاد سے بغاوت کرنے والے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ خطوط پولیس کے حوالے کر دئے گئے ہیں۔

نئی دہلی ۱۲ اپریل۔ ملکہ معظم نے وائسرائے کے نام ایک برقی پیغام بھیجا ہے جس میں اسمبلی کے حادثہ بم پر اظہار افسوس اور مجروحین سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

گورنمنٹ سرحد پر زبردست پیش بندیاں کر رہی ہے۔ اس وجہ سے لوگوں میں افواہ پھیل رہی ہے کہ عنقریب جنگ کا اندیشہ ہے

تازہ خبر ہے کہ دمشق سے مدینہ منورہ تک براہ راست ریلوے کے متعلق حکومت حجاز اور حکومت فرانس میں گفت و شنید ہو رہی ہے

رگھوبر دیال جی پرنسپل سناتن دہرم کالج لاہور کا انتقال ہو گیا۔ آپ نہایت قابل اور تمام ہندوؤں کے تمام طبقوں میں ہر دلعزیز تھے

لنڈن ۱۴ اپریل روس سے برطانوی تجارتی سفارت کے تین ممبر واپس انگلستان پہنچ گئے ہیں۔

یو پی کے بعض مقامات پر وبائے ہیضہ پھوٹ پڑی ہے

پشاور ۱۴ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ نے باغیوں اور ان کے سرداروں کو جنہوں نے افغانستان کی موجودہ بغاوت میں حصہ لیا ہے عام معافی دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ جلال آباد کی آتشزدگی میں جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے انہیں روپے کی صورت میں امداد دینے کا وعدہ کیا ہے۔

بیساکھی کے روز پانچ ہندو۔ ۔ ۔ راوی پر اشنان کرتے ہوئے غرق ہو گئے۔

رائل کمیشن بمبئی سے انگلستان روانہ ہو گیا ہے۔

نئی دہلی ۱۴ اپریل۔ سرکاری گزٹ کی ایک غیر معمولی گزٹ کی اشاعت کے لئے وائسرائے نے پبلک سیفٹی آرڈیننس جاری کر دیا ہے۔

شورش افغانستان کی وجہ سے بعض شہزادوں کو میرٹھ میں گرفتار کر کے بریلی جیل میں قید کر دیا تھا اب وہ رہا ہو گئے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب کا اخبار ہمدرد دہلی بند ہو گیا ہے۔

انگلستان کی شرح پیدائش روز بروز کم ہو رہی ہے۔ جس سے آبادی کے گھٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔

آریہ سماجیوں نے راجپال کے نام پر ایک فنڈ کھولا ہے۔ جس کے لئے تیس ہزار روپیہ جمع کیا جائے گا۔ اسے بطور سرمایہ محفوظ رکھ کر اس کا منافع اس کے بچوں کی تعلیم اور آریہ سماجی لٹریچر کی اشاعت پر خرچ کیا جائے گا۔

لاہور ۱۴ اپریل۔ پولیس نے کشمیر بلڈنگس واقعہ میکلوڈ روڈ پر بم بنانے کی ایک فیکٹری کا سراغ لگایا ہے۔ تین آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ بہت سے ملکی وغیرہ مکمل بم چند پستول اور بھک سے اُڑ جانے والے مادے جو بم بنانے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ برآمد ہوئے ہیں۔ اس سراغ سے بہت سنسنی پھیل گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اب پولیس گورنمنٹ کے خلاف ایک وسیع سازش کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ عام خیال ہے کہ لاہور کے دسہرہ بم کیس اور اسمبلی کے حادثہ بم اور اس قسم کے دیگر حادثات کو حال ہی میں وقوع پذیر ہوئے ہیں اس بم فیکٹری سے ضرور کچھ تعلق ہے۔

شملہ ۱۳ اپریل۔ پبلک کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔

لاہور ۱۵ اپریل۔ کشمیر بلڈنگ واقعہ میکلوڈ روڈ پر بم اور دیگر سامان اسلحہ کی برآمدگی سے سخت سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ پولیس تندہی سے سرگرم تفتیش ہے۔ تفتیش کا کام سی آئی ڈی کے دفتر میں خفیہ ہو رہا ہے۔ تمام کارروائی مخفی رکھی گئی ہے۔ گرفتار شدگان کے نام تک ظاہر نہیں کئے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ تینوں گرفتار شدگان ہندو ہیں۔ ایک خاص لاہور کا رہنے والا ہے۔ ایک کسی مقامی کالج کا طالب علم ہے اور تیسرا باہر کے کسی مقام کا باشندہ ہے۔ ہر سہ شخص بالکل غیر معروف آدمی بتائے جاتے ہیں۔ ان کی گمنامی کا یہ عالم ہے کہ نواح میں بھی ان کے نام تک سے کوئی واقف نہیں۔

راولپنڈی ۱۶ اپریل۔ لاہور کی بم فیکٹری کے سلسلہ میں آج دوپہر کو مقامی پولیس نے کانگرس کمیٹی کے دفتر پر چھاپا مارا آنریری سیکرٹری کے مکان اور دیگر کئی مقامات کی بھی تلاشی ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ کہیں سے پولیس کو قابل مواخذہ شے ہاتھ نہیں لگی۔

نئی دہلی ۱۶ اپریل۔ اسمبلی کے حادثہ بم کے متعلق دہلی میں طرح طرح کی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ ان پر لاہور میں بم کے کارخانہ کے انکشاف کی بہت افواہیں مستزاد ہیں۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ اخبارات کی یہ خبر غلط ہے کہ اسمبلی کے حادثہ بم کے ملزمین کو دہلی سے باہر پہنچا دیا گیا ہے۔ دونوں دہلی میں موجود ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس خبر میں بھی کوئی صداقت نہیں کہ ملزمین سے کوئی سلطانی گواہ بنا لیا گیا ہے۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ جیسا کہ اس وقت انتظام کیا گیا ہے اسمبلی کے حادثہ بم کے ملزمین کے مقدمہ کی سماعت ۲۴ اپریل سے مسٹر پال ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں شروع ہوئی ہے۔

لاہور ۱۶ اپریل۔ قتل راجپال کے ملزم علم الدین کے وکیل مسٹر فرخ حسین صاحب نے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے انتقال مقدمہ کی درخواست کی جو نامنظور ہوئی۔ مقدمہ کی سماعت ۱۹ اپریل کو ہوگی۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت شاہ امان اللہ خاں کے پاس ۲۹ ہوائی جہاز ہیں۔ لیکن وہ نہیں چاہتے کہ اپنے ملک کو تباہ و برباد اور کوشش کر رہے ہیں کہ باغیوں کو زندہ گرفتار کر لیں۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ سردار عنایت اللہ خاں ایک مختصری جمعیت کے ساتھ کابل کے مضافات میں پہنچ گئے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ قبیلہ ہزارہ کے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو نگے۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ خبر ہے کہ ملا شور بازار موضع خواجہ میں پہنچ گیا ہے۔ افواہ ہے کہ ۔ ۔ ۔ عنقریب وہ برطانوی علاقہ میں آ جائیگا۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ افواہ ہے کہ نقیب صاحب جلال آباد کا برادر زادہ انگریزی علاقہ میں وارد ہو گیا ہے۔ اور پشاور کے شاہی مہمان خانہ میں فروکش ہے۔ نقیب صاحب وہی ہیں جنہوں نے برطانوی قونصل کی جان بچائی تھی۔

پشاور ۱۶ اپریل۔ برطانوی سفارت خانہ کابل کا دفتر کابل سے آنے کے بعد پشاور شہر میں مقیم تھا۔ توقع کی جاتی تھی کہ یہ دفتر بند ہو جائے گا۔ لیکن اب باخبر حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ ابھی کم از کم چھ ماہ اور یہ دفتر پشاور میں کام کرے گا۔

ایک انگریزی اخبار کا بیان ہے کہ ماسکو یونیورسٹی کے اُزبک طلباء میں وسط ایشیا کو سوویٹ حکومت کے اقتدار سے نجات دلانے کی زبردست سازش کا انکشاف ہوا ہے۔

بقیہ صفحہ اول

دیتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ ان کے دل صاف نہیں ہیں۔ اور وہ اپنی بداعمالیوں سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اسلام کا نازک زمانہ

اسلام کے لئے یہ زمانہ بہت نازک ہے ہم ہر وقت یہ رونا روتے رہتے ہیں کہ اسلام کو دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ لیکن میرے مسلمان بھائی مجھے اس صاف گوئی کے لئے معاف فرمائیں گے۔ اگر میں یہ عرض کروں کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہیں۔ جہاں تک کہ رسول کریم کی مبارک تعلیم اور اطاعت رسول کا تعلق ہے مذہبی اور سیاسی رہنما الّا ماشاء اللہ خود اسلام کے باغی ہیں۔ جب تک وہ اس بغاوت سے تائب نہیں ہوں گے۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات اور تمنیات پر خدائی احکام کی تعمیل کو مقدم نہیں سمجھیں گے اس وقت تک مسلمان اسلام کی دینی اور دنیوی برکتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہوں گے۔ افغانستان کے جگر دوز واقعات کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اسلام مسلمانوں سے ظاہری محبت کا طلبگار نہیں۔ وہ ان سے عمل اور ایثار کی توقع رکھتا ہے۔

پیغام صلح۔ جناب ناظر کا یہ مضمون اس قابل ہے کہ مسلمان رہنما اس کو توجہ اور غور سے پڑھیں۔ فی الحقیقت جب تک آنحضرت صلعم کی پاک سیرت کا صحیح نقشہ ہندو قوم کے سامنے نہ رکھا جائے گا اور اس کی اشاعت نہایت وسیع پیمانہ پر نہ ہوگی اُس وقت تک ہندو قوم کی موجودہ ذہنیت کا بدلنا اور غلط فہمیوں کا دور ہونا مشکل ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے سیرت خیر البشر اور پرافٹ آف اسلام نامی کتابیں شائع کر کے اس طرف عملی قدم اُٹھا رہا ہے۔ لیکن جب تک تمام اسلامی دنیا کی متحدہ امداد اس کے ساتھ نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ضرورت ہے کہ اسلامی انجمنیں اور ذی استطاعت مسلمان ان کتابوں کی توسیع اشاعت کی پوری کوشش کریں۔ اور اردو و دیگر زبانوں میں اس کے تراجم شائع کرنے میں امداد دیں۔

باطل کی نیرنگیاں

قادیانی مولوی فاضل کی بھول بھلیاں

اس مضمون کا پہلا نمبر "نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت" کے عنوان سے گزشتہ نمبر میں بطور افتتاحیہ شائع ہو چکا ہے ذیل میں اس کا دوسرا نمبر ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

تیسرے نمبر میں نامہ نگار نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی عبارتیں نقل کی ہیں جن پر ہم تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلی عبارت جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی نقل کی گئی ہے یہ ہے:۔

" خدا تعالیٰ کا قانون مستمرہ اور سنت جاریہ جو صحیح مذہبی تاریخ سے ثابت ہوتے ہیں اس طرح پر واقع ہوئے ہیں کہ جب کبھی دنیا میں سخت ایمانی ضعف چھا جاتا ہے . . . . تو اس وقت خدا تعالیٰ کمال فضل اور رحم سے کسی نبی کو مبعوث فرماتا ہے . . . . . . "

کیا مولوی صاحب اس بات کے قائل نہیں کہ مجددین بھی سخت ایمانی ضعف کے زمانہ میں مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے۔ اگر وہ ایسے زمانہ میں نہ آئیں تو ان کی بعثت ایک فضول امر ہے۔ خود حضرت مسیح موعود فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

" آپ لوگوں پر واضح رہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے"

(مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

اولیا چونکہ انبیا کے منہاج پر آتے ہیں۔ اس لئے ان کی بعثت کی غرض بھی وہی ہوتی ہے۔ جو انبیا کی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

" اور محدث اسی طرح اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں جس طرح نبی ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور محدث اسی طرح بھیجے جاتے ہیں جس طرح رسول بھیجے جاتے ہیں۔ اور محدث اسی چشمہ سے پیتے ہیں جس سے نبی پیتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲)

چونکہ نبوت کا دروازہ بند تھا۔ اس لئے محدثین ہی انبیا کے قدم پر آئے اور وہی امت محمدیہ میں مبعوث ہوتے رہے۔ اور ہوتے رہیں گے۔ اور وہ بھی سخت ضعف ایمانی کے زمانہ میں

۲۔ ایک فقرہ یہ بھی نقل کیا گیا ہے:۔

" اسی قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں کے اندر مختلف ممالک میں انبیاء نازل فرماتا رہا ہے"۔

یہ بالکل سچ ہے مختلف ممالک میں ایمانی ضعف کے وقت مجددین مبعوث ہوتے رہے۔ " جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں . . . . . . انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔ (فتح اسلام صفحہ ۹) ایک اور فقرہ یہ نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ پھر جب مسیح علیہ السلام سے چھ سو برس بعد عیسائی دین پر اسی قسم کی موت وارد ہوئی جس کو تیرہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت سرور کائنات خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا

بہت درست۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

" میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی " (فتح اسلام صفحہ ۱)

۴۔ ایک اور فقرہ یہ ہے:۔

" پھر اسی قانون اور ان تمام پیشگوئیوں کے مطابق جو قریباً ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنے مسیح موعود کو قادیان میں نازل فرمایا ہے"

بالکل صحیح ہے۔ اگر سنت انبیا اور منہاج نبوت کے مطابق مسیح موعود آتا تو کس سنت کے مطابق آتا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ چونکہ وہ اس قانون کے مطابق آیا جو انبیا کے لئے تھا۔ تو وہ حقیقی نبی بن گیا۔ پیشگوئیوں میں جس مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے اس کی حقیقت خود حضرت صاحب نے بیان

" آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیا کے بعد نبی کیسا۔ (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۸)

ابتدائے دعوے ہی سے حضرت مسیح موعود وہی فرماتے رہے جو حضرت امیر نے بیس پچیس سال بعد لکھا۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

" ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پاکر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی۔ یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا۔ اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے۔ (فتح اسلام ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۱)

یہ اس وقت کی تحریریں ہیں جبکہ بقول قادیانی فریق حضرت صاحب اپنے آپ کو محدث سے بڑھ کر نہ سمجھتے تھے۔

دوسرا حوالہ

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے دوسرا حوالہ یہ دیا ہے کہ حضرت امیر نے خواجہ غلام الثقلین کے جواب میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

" بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتائیں کہ ان پیش کردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا شیطان مدعی نبوت ہے کیا بنی اسرائیل کے شیر خوار بچے مدعی نبوت تھے۔ کیا خلفائے اربعہ اور سلطین مدعی نبوت تھے۔ اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے"۔

مولوی فاضل صاحب دریافت فرماتے ہیں کہ " اس حوالہ میں نبوت سے مراد کونسی نبوت تھی۔ آیا انبیا والی یا حسب اصطلاح مولوی محمد علی صاحب محدثین والی نبوت یعنی محدثیت" سو جواباً عرض ہے کہ وہی نبوت جس کا حضرت صاحب کو دعوےٰ ہے یعنی مجازی نبوت۔ سمیت نبیاً من اللہ علےٰ طریق المجاز لا علےٰ وجہ الحقیقۃ۔

(حقیقۃ الوحی ضمیمہ صفحہ ۶۵)

لیکن مولوی صاحب کی ٹیڑھی عقل کے کیا کہنے ہیں کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر نے اس اعتراض کا ایک جگہ جواب دیا ہے کہ " اس نبوت سے مراد ماموریت تھی " لیکن جب اس جواب پر اعتراض کرتے ہیں تو حضرت امیر کا حوالہ النبوۃ فی الاسلام یہ پیش کرتے ہیں کہ " اس امت میں جس قسم کی نبوت ہوسکتی ہے وہ حضرت علیؓ کو ضرور ملی ہے" حالانکہ مولوی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ امت محمدیہ میں ہر زمانہ اور ہر ملک میں ہزارہا اولیاء اللہ ہوتے رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور ان پر غیب کی خبریں ظاہر ہوتی رہی ہیں اور وہ پیشگوئیاں بھی کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر نعمت اللہ ولی کو ہی لے لیجئے۔ جس نے اپنے اشعار میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کی۔ لیکن وہ سب کے سب مامور نہیں کہلا سکتے۔ ہاں جزوی نبی کہلا سکتے ہیں۔ امت محمدیہ میں مامور صرف مجددین ہی کہلا سکتے ہیں۔ جو کسی خرابی کی اصلاح کے لئے مامور کئے جاتے ہیں۔ گو وہ بھی زمرۂ جزوی انبیا میں سے ہوتے ہیں۔

اس سے آگے مولوی صاحب نے قاضی سلیمان صاحب کی دلیل صداقت حضرت نبی کریمؐ پر حضرت امیر کی تحریر پیش کی ہے کہ آپ نے وہی دلیل حضرت مسیح موعود کی صداقت پر پیش کی۔ لیکن مخالفت میں اندھا ہو کر مولوی صاحب اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ایک مامور جزوی نبی کی صداقت بھی منہاج نبوت پر ہی پرکھی جائے گی۔ اس کے لئے کوئی نیا معیار تو نہ بنایا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود کو چھوڑ بھی قاضی سلیمان صاحب والی دلیل دیگر مجددین امت محمدیہ پر بھی صادق آتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کے ساتھ شروع میں کتنے آدمی تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رح کونسا لشکر لیکر ہند میں تشریف لائے تھے۔ لیکن چونکہ جیسا کہ حضرت نبی کریم ساری دنیا کے لئے نبی ہو کر تشریف لائے تھے۔ اسیطرح چودھویں صدی کا مجدد بھی ساری دنیا کے لئے مجدد ہو کر آیا۔ اس لئے حضرت نبی کریم کی صداقت کے دلائل بین طور پر اس مجدد اعظم پر بھی [illegible]

نہ معلوم مولوی صاحب کو اس میں نبوت کہاں سے نظر آگئی۔

تکفیر مسلمین اور حضرت امیر

اس سے آگے مولوی صاحب نے کفر کی بحث شروع کی ہے اور کیسی دیدہ دلیری سے جو قادیانیوں کا طرہ امتیاز ہے۔ لکھتے ہیں۔

" اس بات کا ثبوت کہ مولوی محمد علی صاحب بھی تمام اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان کہلانے والے لوگوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب ان تمام اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان کہلانے والے لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کو کافر یا دجال کہتے ہیں یا آپ کو کافر دجال تو نہیں کہتے مگر وہ آپ کو کاذب کہتے ہیں یا آپ کے متعلق کوئی ایسا لفظ منہ سے کہتے تو نہیں مگر دل میں آپ کو کافر سمجھتے ہیں۔ یا آپ کو دل میں بھی کافر و دجال نہیں سمجھتے اور نہ ہی منہ سے کوئی ایسا لفظ کہتے ہیں۔ بلکہ منہ سے آپ کو کاذب بھی نہیں کہتے لیکن وہ آپ کو دل میں کاذب سمجھتے ہیں جن کا پتہ ان سے دریافت کرنے پر لگ سکتا ہے۔) تو ایسے سب لوگ مولوی محمد علی صاحب کے فتوے کے رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء)

مولوی صاحب کے ان دعووں کے دلائل بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

" چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ "تکفیر اہل قبلہ" کے صفحہ ۲۸ پر ایسے لوگوں کے متعلق کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جو آپ (حضرت مسیح موعود) کو کافر یا کاذب یا دجال کہتا ہے وہ ضرور فتوے حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آجاتا ہے"

مولوی صاحب کے دعوے کو دیکھئے اور جو دلیل دی ہے اس پر غور کیجئے اور ان کی عقل کی داد دیجئے۔ دعویٰ مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیر (۱) ان تمام اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان کہلانے والے لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود کو کافر یا دجال کہتے ہیں (۲) یا آپ کو کافر دجال تو نہیں کہتے مگر وہ آپ کو کاذب سمجھتے ہیں (۳) یا آپ کے متعلق کوئی ایسا لفظ منہ سے کہتے تو نہیں مگر دل میں آپ کو کافر سمجھتے ہیں۔ (۴) یا آپ کو دل میں کافر دجال نہیں سمجھتے اور نہ ہی منہ سے کوئی ایسا لفظ کہتے ہیں بلکہ منہ سے آپ کو کاذب بھی نہیں کہتے لیکن وہ آپ کو دل میں کاذب سمجھتے ہیں۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں ایسے عقل اور سمجھ سے کورے آدمیوں کو کیا جواب دیا جائے معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کے ذہن میں چونکہ پیر کے خیالات موجزن ہیں اس لئے وہی انہوں نے حضرت امیر کی طرف منسوب کر دیئے ہیں ورنہ حضرت امیر کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ پایا نہیں جاتا جس سے ان خیالات کی تصدیق ہو سکے۔ البتہ میاں محمود احمد صاحب نے یہ ضرور لکھا ہے کہ

" پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے" (تشحیذ الاذہان ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۴۱)

ان سب فضولیات کی تردید کے لئے حضرت صاحب کا یہ حوالہ کافی ہے " ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اب اگر حضرت صاحب کے نزدیک مسلمانوں کی تکفیر جائز ہوتی تو وہ اپنے دعوے کے منکرین کو علے الاعلان کافر لکھتے۔ لیکن آپ نے صاف طور سے انکار کیا اور یہی مذہب حضرت امیر کا ہے۔

کفر دون کفر

اگر مولوی صاحب یا دوسرے قادیانیوں کی نظر تعلیم اسلام کے بارے میں وسیع ہوتی تو ان پر واضح ہو جاتا کہ اہل قبلہ کلمہ گو پر کسی فروعی غلطی کی وجہ سے بھی کفر کا لفظ استعمال ہو جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے من اتی حائضًا فقد کفر یا سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر یعنی مسلم سے لڑنا کفر ہے۔ یا لا یزنی الزانی وھو مومن ولا یسرق السارق وھو مومن۔ اسی کے مطابق ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے الکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والآخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ من اصل الایمان یعنی کفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اصل ایمان کا کفر اور وہ ایمان کی ضد ہے دوسرا کفر فروع اسلام کی کسی فرع کا کفر تو اس سے کوئی اصل ایمان سے باہر نہیں نکل جاتا۔ یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود [illegible] (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۹)

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۰

نوجوانان جماعت سے خطاب

ایک نوجوان بھائی کا مکتوب مفتوح

ذیل کی کھلی چٹھی ہمارے ایک مکرم دوست خواجہ احمد حسین صاحب بی اے ایل ایل بی کوہ مری نے جماعت کے نوجوان دوستوں کے نام لکھی ہے جسے امید ہے کہ ہمارے نوجوان بھائی خاص توجہ کے ساتھ پڑھیں گے - اور جس ضروری امر کی دعوت انہیں دی گئی ہے اس کی سرانجام دہی کے لئے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور مناسب اور عملی جوابات سے اپنے بھائی کی حوصلہ افزائی کریں گے - (ایڈیٹر)

ہمارا عہد اور اس کا ایفا

برادران مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کو خوب یاد ہوگا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوتے وقت آپ نے یہ عہد کیا تھا - کہ آپ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے - اور اشاعت اسلام کے مقدس اور اہم مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کا ایثار کریں گے - لیکن کیا میں آپ سے دریافت کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ آپ نے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے اب تک کیا کچھ کیا - کیا آپ نے انجمن کے کاموں میں کبھی بزرگان جماعت کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی ؟ کیا آپ نے اجتماعی حیثیت سے کبھی کوئی ایسی قابل ذکر قربانی کی جس سے آپ کے عہد کی پختگی ظاہر ہو ؟ جہاں تک میں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کام کا مطالعہ کیا ہے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انجمن کے کارکنوں کا دائرہ محض بزرگان جماعت تک محدود ہے - اور نوجوانان جماعت نے کبھی کوئی قابل ذکر امداد نہیں کی - ورنہ انجمن کو نہیں دی - ممکن ہے کہ بعض دوست محض انفرادی حیثیت سے انجمن کو گاہے گاہے امداد دیتے رہے ہوں - لیکن یہ یقینی ہے کہ اجتماعی رنگ میں انجمن ہمیشہ آپ کی امداد سے محروم رہی ہے - حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ خواتین جماعت میں تو باوجود پردہ کی مشکلات اور امور خانگی وغیرہ میں منہمک رہنے کے - اپنے فرض کا احساس اور اپنے عہد کا لحاظ ہو - لیکن نوجوانان جماعت خواب غفلت میں سرشار اپنے عہد کو بھولے رہیں -

نوجوانوں میں روح عمل کی ضرورت

یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک تحریک خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی - تمدنی ہو یا اقتصادی اس کی کامیابی کا انحصار بہت کچھ نوجوانوں پر ہوتا ہے - نوجوان دراصل قوم کی روح ہوتے ہیں - اور اگر ان پر مردنی چھا جائے اور وہ قوم کی طرف سے غافل ہو جائیں تو قوم کی وہی حالت ہوتی ہے جو روح کے بغیر جسم کی۔ تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ نوجوانوں کی سعی و کوشش اور ان کے ایثار و قربانی سے سلطنتوں میں تبدیلیاں ہوگئیں - استبدادی حکومتیں جمہوریت سے بدل گئیں - اور قومیں تحت الثریٰ سے نکل کر اوج ثریا پر پہنچ گئیں -

ہندو نوجوانوں کی سرگرمیاں

ہندوستان میں ہی دیکھ لو - ہماری ہمسایہ قوموں کی ترقی ایک بڑی حد تک اُن کے نوجوانوں پر موقوف ہے - ہندو نوجوانوں کی ہمارے اپنے صوبہ ہی میں کئی ایک سبھائیں ایسی موجود ہیں - جن کا مقصد ہی اپنی قومی تحریکات کو فروغ دینا اور اپنی قوم کو آسمان ترقی پر پہنچانا ہے - کاش کہ نوجوانان جماعت جنہوں نے کل کو انجمن کے کام کو سنبھالنا ہے اور جن کے ساتھ تمام جماعت کی امیدیں وابستہ ہیں - غیر اقوام کے نوجوانوں ہی سے سبق حاصل کریں - اور اپنے اندر قومی بیداری اور روح عمل پیدا کریں -

قومی مجرم

یاد رکھو کہ اگر آپ نے آج اپنی قومی تحریکات میں حصہ نہ لیا اور جمود اور غفلت اسی طرح آپ پر طاری رہی تو آئندہ آپ سے کوئی امید نہیں ہو سکتی - کہا گیا ہے کہ عادت فطرت ثانیہ کا درجہ رکھتی ہے - اگر یہ سچ ہے تو کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر آپ نے آج کام کرنے کی عادت نہ ڈالی اور اپنے عہد کو اسی طرح پس پشت ڈالے رکھا تو کیا آپ کی یہی عادت کل کو آپ کی فطرت ثانیہ نہیں بن جائے گی - اور جب ایسا ہو گیا - تو پھر آپ میں روح عمل پیدا ہونا قریب قریب ناممکن ہو جائے گا - پس یہ وقت ہے - کہ آپ اپنے سکوت کو توڑ دیں - لبادۂ غفلت کو اتار پھینکیں - اور اپنے باندھے ہوئے عہد کی از سر نو تجدید کریں - اگر آپ نے ایسا نہ کیا - تو آپ نہ صرف عہد شکن بلکہ یقینی طور پر قومی مجرم بھی ہوں گے -

[illegible]

کہ پنجاب میں اپنی جماعت کے نوجوانوں کی ایک انجمن کی بنیاد رکھی جائے - اور اس کے ماتحت تمام شہروں اور قصبوں میں انجمنیں قائم کی جاویں -

اس جماعت کا مقصد وحید نوجوانان اسلام میں مذہبی بیداری پیدا کرنے اور آپس میں رابطۂ اتحاد اور رشتۂ ... اخوت کو استوار کرنے کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام [illegible] کے پہلو بہ پہلو اشاعت اسلام کے مقدس کام کو وسعت و ترقی دینا ہو - مجوزہ انجمن کے اراکین جماعت کے وہ افراد ہوں جن کی عمر ۲۰ سال سے کم ہو - صوبہ کی انجمن کا مرکز جہاں بھی احباب مناسب خیال فرمائیں - مقرر کر لیا جائے - ملکی و سیاسی تحریکات سے اس مجوزہ انجمن کا کوئی تعلق نہیں ہوگا -

حضرت امیر کی حوصلہ افزائی

میں نے اس تحریک کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بھی آپ کے قیام راولپنڈی کے دوران میں چند روز ہوئے ذکر کیا تھا - آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور زور دیا کہ اس تحریک کو بہت جلد عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے - چنانچہ یہ چند سطور محض آپ کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہیں - میری ذاتی رائے ہے کہ یہی ایک طریقہ ہو سکتا ہے جس سے ہم اپنے عہدوں کی تجدید کرتے ہوئے کوئی عملی کام کر سکتے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو سکتے ہیں -

نوجوان احمدی دوستوں سے درخواست

پس میں اپنے تمام نوجوان احمدی دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ میری اس تجویز کے متعلق اپنی رائے سے مجھے بذریعہ خط مطلع فرما دیں - نیز یہ بھی تحریر فرما دیں کہ وہ کہاں تک اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے اور اس کے لئے کام کرنے کے واسطے تیار ہیں - اگر احباب کی ایک خاصی تعداد نے میری اس تجویز کو پسند فرمایا اور عملی طور پر حصہ لینے کا وعدہ کیا تو میں اپنے دوسرے خط میں مجوزہ انجمن کا لائحہ عمل اور دیگر تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا - اور اس کے بعد مناسب خیال کیا گیا تو کسی ایک مقام پر مختلف مقامات کے احباب کا جلسہ کر کے صوبہ کی انجمن ترتیب دی جاوے گی - اور ازاں بعد صوبہ بھر کے شہروں میں اس کی ماتحت انجمنیں قائم کرنے کی تحریک و کوشش کی جاوے گی -

مجھے امید واثق ہے کہ آپ میری اس آواز پر لبیک کہیں گے - اور اپنے عمل سے بتا دیں گے - کہ مرد اپنے عہد کو اس طرح پورا کیا کرتے ہیں - وما توفیقی الا باللہ

نیاز مند

احمد [illegible] بی اے ایل ایل بی وکیل

ختم نبوت

کامل اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم ہیں

سلسلۂ نبوت کا انقطاع آنحضرت صلعم کے بعد

شیخ محمد اللہ صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ کے قلم سے

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ ترجمہ نہیں ہیں محمد صلعم مردوں میں سے کسی کا باپ لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

ختم نبوت کا آفتاب عالمتاب

کیا پر حکمت اور دلکش مسئلہ تھا کہ آنحضرت صلعم دنیا کے آخری نبی ہیں جن کے جھنڈے تلے سب مخلوق جمع ہوگی انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی دنیا کی ابتدائی حالت ایک بچے کی زندگی کے مشابہ تھی جب فرمایا وقفیت بالخت اللہ تعالیٰ نے اگلا اگلا رسول بھیج دیئے تاکہ ان کی ضرورتوں کے مطابق انہیں تعلیم دیں۔ اور جب دنیا کی وہ حالت درست ہوگئی جسے انسان کے زمانہ بلوغ سے مشابہت ہے تو ایک مکمل لباس تقویٰ رسول عربی صلعم کے ذریعے سے عطا ہوا۔ جس میں آئندہ کسی ردّ و بدل کی ضرورت نہ رہی۔ دنیا پر پہلے ایک تاریک رات چھائی ہوئی تھی جس کے اندر جگہ جگہ کو روشن کرنے والے نبوت کے چراغ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے روشن کئے۔ اور آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب عالمتاب ظہور پذیر ہوا۔ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا جس کے کامل نور کے بعد کسی چراغ کی ضرورت نہ رہی نہ ستے کی اور نیر اعظم کی۔

نسل انسانی کی وحدت

نسل انسانی کی وحدت جو اسلام کے دو عظیم الشان مقاصد میں سے ایک مقصد ہے قائم نہیں ہوسکتی۔ سوائے اس کے کہ ایک ہی تخت نبوت کے گرد سب گھومنے والے ہوں۔ غلام لاکھ ہوں۔ آقا ایک ہو۔

تیرہ سو سال کی فعلی شہادت

پھر اگر خدا کے کلام میں آنحضرت صلعم کے لئے خاتم النبیین یا آخری نبی کے لفظ آگئے تھے تو خدا کے فضل نے اس کی سچائی کو کیسا واضح کر دیا۔ کہ اس تیرہ سو سال میں جو آنحضرت صلعم کے بعد گذرے ہیں دنیا اس قسم کے عظیم الشان انسانوں کو پیدا نہیں کر سکی۔ جو اخلاقی اور مذہبی انقلاب دنیا میں پیدا کر دیا کرتے تھے۔ اور اس بات کا اعتراف مخالفین اسلام تک کو ہے۔ تو یوں خدا کا قول جو اعلیٰ درجہ کی حکمت پر مبنی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اس فعلی شہادت سے مؤید ہو کر آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔

اسلام کی عظمت ختم نبوت میں

اب میری ان دونوں مسلمان گروہوں کی خدمت میں جو یا تو ایک پرانے نبی کا آنحضرت صلعم کے بعد آنا مانتے ہیں اور یا ایک نئے نبی کا آنا مانتے ہیں۔ یہ التماس ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اسلام کی عظمت اس بات میں ہے کہ اب ایک ہی نبی دنیا کا ہادی رہے۔ نہ قرآن کے بعد ہمیں کسی کتاب کی ضرورت ہے نہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہے۔ ہمارا ایک خدا ہے۔ ایک رسول ہے۔ ایک کتاب ہے۔

نبوت کی آخری اینٹ

ختم نبوت سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب میں سب سے پہلے یوں دوں گا کہ دنیا میں جو غرض انبیاء و رسل کی بعثت کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہوگئی۔ اور جب غرض پوری ہوگئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا میں روشن کر دیا یعنی روشنی امکانی طور پر انسان سرچشمۂ الوہیت سے حاصل کر سکتا ہے۔ وہ سب حاصل کر لی۔ جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کے لئے آئندہ آنے والے کسی زمانہ کے لئے ایک قوم یا ایک ملک یا ایک فرد واحد کو اعلیٰ تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دے سکتی ہے۔ اس کو محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا میں پہنچا دیا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ اور کوئی ضرورت۔ کوئی نقص باقی نہ رہا جس کی اصلاح کے لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہو پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی معنوں کی رو سے دنیا میں کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آپ نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔

ختم نبوت کا پہلا امتیازی نشان اور تکمیل ہدایت

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے انبیاء کی بعثت کی چونکہ اصل غرض استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا کہ جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے کہ اب وہ آخری اور جامع تعلیم پاویں۔ اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں۔۔۔

۔۔۔۔ تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کو دنیا تک پہنچایا۔ اور اس کا امتیازی نشان یہ رکھ دیا کہ آپ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہو تاکہ یہ شہادت ہو اس بات کی کہ آپ کے آنے سے نبوت میں ایک انقلاب عظیم آ گیا ہے۔ اور وہ کامل تعلیم آ گئی ہے جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہوں کمال انسانی کو آخری حد تک جو اس دنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے۔ حاصل کر لیں۔ کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ وہ انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی۔

قومی تفریقات کو مٹا دیا

مختلف قوموں میں مختلف قوی انسانی کا نشو و نما خاص طور پر ہوا۔ اور اسی نشو و نما کی ضرورت کے مطابق ان میں متفرق طور پر نبی آتے رہے۔ یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اس بات کی شہادت تھی کہ ان کی تعلیم ساری نسل انسانی کے لئے نہیں۔ اور اس لئے ابھی وہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پہنچی۔ پس جب وہ کامل تعلیم نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حد بندیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ کہہ دو یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا گیا وما ارسلنک الا کافۃ للناس۔ ہم نے تمام لوگوں کے لئے تم کو بھیجا ہے۔ اور فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تم کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم ساری دنیا کے لئے ساری قوموں کے لئے رحمت بن جاؤ۔ اسی طرح فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ بڑی برکت والا ہے۔ وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔ تاکہ وہ سارے عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ غرض اسی طرح پر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساری قومی تفریقوں کو مٹا دیا۔ تاکہ یہ پیش خیمہ ہو اس بات کا کہ وہ کامل تعلیم آ گئی۔ جو انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچا سکتی ہے۔

کیا حضرت مسیح کا پیغام کل دنیا کی طرف تھا

غرض یہ ختم نبوت کا سب سے پہلا امتیاز تھا کہ آپ کا پیغام کل دنیا کی طرف تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف ہی آتے رہے۔ اور کسی نے سب قوموں کی طرف ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ حضرت مسیح کی طرف ان کے پیرو اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے حواریوں کو فرمایا تھا کہ تم ساری دنیا میں جاؤ۔ مگر اول تو وہ حصہ جس میں یہ ذکر ہے الحاقی ثابت ہو چکا ہے دوسرے اس کی تردید صراحت کے ساتھ خود حضرت مسیح کے اقوال میں موجود ہے۔ کیونکہ ایک ساری عورت کو انہوں نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں۔ کہ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جاوے۔ اور ایسا ہی ان کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور انہی الفاظ کی صداقت کی تائید قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ یعنی بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے۔ اور درحقیقت حضرت مسیح کل دنیا کی طرف ہونے کا دعویٰ کس طرح کر سکتے تھے جب آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ میں ساری تعلیم تم کو نہیں دے سکتا۔ کیونکہ بہت باتیں ہیں۔ جن کی تم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور مکمل تعلیم وہ دے گا۔ جو میرے بعد آئے گا۔ پس یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کل دنیا کی طرف آنے کا کبھی دعوےٰ نہیں کیا۔ ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کے پیغام کی عزت نہ کی تو آپ کے بعض پیرؤوں نے دوسری قوموں کی طرف رُخ کیا۔ اور پھر شاید اپنی اس کارروائی کی تصدیق کے لئے کوئی بات حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دی ہو۔ اور آپ کے سوائے تو کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کیا گیا ہو۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آکر [illegible] سب ہے۔ کیونکہ جب ایک کامل تعلیم والا نبی کل دنیا کی طرف مبعوث ہو گیا تو اب دوسرے کے لئے گنجائش نہیں۔ کہ وہ رسالت کے لئے کھڑا ہو۔

سب رسولوں کا اقرار

جس طرح یہ سچ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے کل دنیا کی طرف مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے یہ ضروری قرار دیا ہو کہ تم دنیا کے سارے پہلے نبیوں پر ایمان لاؤ۔ یہ درحقیقت ختم نبوت کا دوسرا امتیازی نشان ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی ہر مومن کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا تیری طرف اور اس پر جو تم سے پہلے اتارا گیا۔ اب اس ما انزل من قبلک میں اس تمام وحی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے جو آنحضرت صلعم سے پہلے نازل ہو چکی۔ اور دوسری طرف لکل قوم ھاد کہہ کر یہ بتا دیا کہ ہدایت لانے والے ہر قوم میں ہو چکے ہیں۔ اس طرح پر جس قدر کل قوموں میں ہدایتیں نازل ہو چکی تھیں ان سب پر ایمان ضروری قرار دیا۔ اس طرح سے دو طرح پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم جامع تھی۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا۔ اول اس طرح کہ اگر آپ کی تعلیم جامع نہ ہوتی اور سارے انبیاء کی کتب قیمہ کو اپنے اندر رکھنے والی نہ ہوتی تو کیا ضرورت تھی کہ پہلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا۔ گویا پہلے رسولوں کی متفرق قوموں میں آمد بھی اس بات کی شہادت تھی کہ سب سے آخر ایک ہی رسول کل قوموں کی طرف آنے والا ہے۔ جس کی قبولیت کے لئے سب رسول اپنی اپنی قوموں کو تیار کرنے آئے تھے۔

من قبلک میں اشارہ

دوسرے اس طرح کے صاف الفاظ میں من قبلک کا لفظ فرمایا۔ یعنی ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری قرار دیا۔ جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی وحی ایسی نازل نہ ہونے والی تھی۔ جس پر ایمان لانا اصول اسلام میں داخل ہو۔ اور اس طرح پر آپ کے آخری نبی ہونے پر یہ ایک قطعی شہادت ہے۔

آنحضرتؐ سے پہلے کسی نے تکمیل ہدایت کا دعویٰ نہیں کیا

دنیا کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں نے ہدایت کو مکمل کر دیا۔ بلکہ ان کتابوں سے ہدایت کو تکمیل تک نہ پہنچانے کے اشارات کئی جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح کے کلام میں تو صاف اور کھلا اقرار موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص سوائے آنحضرت صلعم کے تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہو سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان چھ سو سال میں تاریخ کسی نبی کے آنے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس طرح پر آنحضرت صلعم سے پہلے نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ پس اگر کوئی شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو سکتا تو حضرت مسیح ہو سکتے تھے۔ اور جو شخص تکمیل ہدایت کا مدعی ہو اس کے بعد بے شک نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور وہی نبی آخری دنیا کا قرار پانا چاہئے۔ کیونکہ اس کے وجود میں اصل غرض پوری ہو جاتی ہے۔ نبیوں کے دنیا میں آنے کی ضرورت یہی ہے کہ وہ منجانب اللہ ہدایت پا کر لوگوں تک پہنچاویں۔ اور یہ ہدایت جیسا کہ دنیا کی مختلف قوموں کی ضرورت تقاضا کرتی تھی ہر قوم کی حالت اور زمانہ کے مطابق نازل ہوتی رہی۔ مگر کامل طور پر کسی ایک نبی پر وہ نازل نہ ہوئی۔ اور جب تک ہدایت کامل نہ ہو جائے اس وقت تک نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ پس خاتم النبیین یا دنیا کا آخری نبی ہونے کا دعویٰ اسی نبی کو سزاوار ہے جو تکمیل ہدایت کر دے۔ اور ایسے جامع اصول ہدایت کے بیان کر دے کہ اس کے بعد پھر اور اصولوں کی ضرورت دنیا کو نہ رہے۔ اور دنیا کی ہر ایک قوم ان سے فائدہ اٹھا سکے۔

(غیر ارد)

انقلاب افغانستان

ایک مقامی معاصر نے انقلاب افغانستان پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کے طرزِ عمل پر نہایت دلچسپ الفاظ میں تبصرہ کیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

"انقلاب افغانستان سے ہم کیا سبق سیکھ سکتے ہیں۔ افغانستان آزاد ہے۔ ہم غلام ہیں ..... جب خانہ جنگی آزاد ملک کو تباہ کر سکتی ہے۔ تو کیا یہ مرض ہم کو فنا نہیں کر سکتا۔ جو غیروں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ انتشار و افتراق سے برہیز کریں ..... ہم غیروں کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں غیروں کے جرائم پر پردہ ڈالنے میں منہمک ہیں۔ غیروں کا تشہیر ہم کو نظر نہیں آتا۔ لیکن اپنے بھائیوں کو ان کی ذرا ذرا سی لغزشوں کے باعث مطعون اور ملعون ٹھیرانا ہمارا دل پسند مشغلہ ہے ہم یگانوں کو اس لئے برا کہہ رہے ہیں۔ کہ غیر خوش ہو جائیں۔ افغان اگر رحماء بینھم نہیں تو اشداء علی الکفار تو ہیں۔ واے برحال ماکہ ہم الٹی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے پر سخت اور غیروں کے لئے نرم ہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کا موجودہ انتشار اور باہمی تباغض و تحاسد ان کے لئے تباہی کا موجب ہو رہا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ غیروں کو خوش کرنے اور ان کے اسلام کش مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اپنوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان باہم لڑتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں ایک ہو جاتے تھے۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ مسلمان کے مقابلہ میں دشمن کی حمایت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ مسلمان راستی پر ہی ہو۔ یہ حالات فی الواقعہ نہایت افسوسناک ہیں۔ اور اگر مسلمانوں نے افغانستان کے حالات سے کافی سبق حاصل نہ کیا تو ان کی حالت وہی ہوگی جو سپین میں قوم مور کی حالت ہوئی تھی بلکہ اس سے بھی بدتر۔

نکاح بیوگان اور ستی

انگریزی حکومت کا ہندوؤں پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ستی جیسی خوفناک رسم کو ہندوستان سے موقوف کر دیا۔ لیکن وہ حالات و اسباب جو اس رسم کے اجرا کا اصل موجب تھے۔ جب تک باقی ہیں اس وقت تک ہندو مستورات کی زندگیاں امن میں نہیں سمجھی جا سکتیں ہسپتالوں کی وہ رپورٹیں جو نوجوان لڑکیوں کے عالم بیوگی سے تنگ آکر جل مرنے کی خبریں آئے دن سناتی رہتی ہیں۔ اس حقیقت نفس الامری کی شاہد ہیں۔ کہ ستی کی رسم ابھی تک ایک نہ ایک رنگ میں ہندوستان میں موجود ہے جنوبی ہندوستان میں اس قسم کی وارداتیں آئے دن سننے میں آتی ہیں۔ اور تعجب کی بات ہے کہ سوائے اس کے کہ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے ان کی اصل وجہ کو چھپانے کی کوشش کی جائے۔ اس کا صحیح علاج ہندو قوم نے اب تک سوچنا گوارا نہیں کیا۔

فی الحقیقت بیوگی کی مصیبت ہندو قوم میں ایک ایسی لعنت ہے جس سے بچنے کے لئے سوائے ستی ہو جانے کے اور کوئی چارہ نہیں اور اس قسم کی مثالیں موجود ہیں کہ ہسپتالوں میں جن نوجوان لڑکیوں کو یہ کہکر داخل کیا کہ وہ لیمپ سے کھیلتے ہوئے جل گئیں۔ انہوں نے عالم نزع میں بیوگی کے جانکاہ مصائب کی داستان سنا کر بتا دیا کہ اس قسم کے جاں ستاں کھیلوں کا اصل موجب کیا ہے۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے وانکحوا الایامیٰ کا حکم دیکر ایسی لعنتی بیماریوں سے نجات دیدی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے بھی ہندوؤں کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو ان بلاؤں اور مصائب میں پھنسا لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے شمار مسلمان مستورات بیوگی کے کرب واندوہ میں مبتلا ہیں اور اپنے خاندان کی عزت اور لاج کو لئے ہوئے بیٹھی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بناوٹی عزت آخر کار خطرناک ذلت کا موجب ہوگی۔ کیونکہ یہ فطرت انسانی اور خدائی احکام کے خلاف جنگ ہے۔ جس میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیابی کا رستہ ایک ہی ہے کہ ایسی خلاف اسلام رسم کو ترک کر کے فی الفور نکاح بیوگان کی رسم کو جاری کیا جائے۔ اور اسلام کی اس فطری تعلیم کو ان ہندو مستورات تک بھی پہنچایا جائے۔ جو بیوگی کے مصائب و آلام سے تنگ آ چکی ہیں۔ صنف نازک پر اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا کہ اسے ہمیشہ کے لئے بیوگی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور ہر قسم کے مسرت و ابتہاج سے رد کا جائے۔ ایسی مظلومانہ حالت سے اسے نکالنا اور اسلام کے سایہ رحمت کے نیچے اسے پناہ دینا ایک ایسی کوشش ہے

جس کو فرقہ وارانہ جذبات پر محمول کرنے کے بجائے ہمدردی انسانی کا نتیجہ قرار دینا چاہیئے۔ جو فی الحقیقت اسلام کا اصل مقصد و مدعا ہے۔

شادی شدہ طالب علم

فورمن کرسچین کالج لاہور نے فیصلہ کیا ہے کہ ایف اے کلاس میں شادی شدہ طلبہ کو داخل نہیں کیا جائے گا۔ یہ خبر آریہ سماجی حلقوں میں خاص مسرت کے ساتھ سنی گئی ہے۔ کیونکہ مسیحیت کی طرح آریہ سماج میں بھی تجرد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لیکن جن لوگوں کو کالجوں کے نوجوان طلبا کے اخلاق و اعمال کو دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ اس قسم کے خلاف فطرت احکام کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھ سکتے۔ شادی انسانی اخلاق کو سدھارنے اور اسے بدیوں سے بچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ کالجوں کے طلبا کو برے رجحانات سے بچانے کے لئے شادی ایک لازمی چیز ہے۔ شادی سے تعلیم میں ہرج پیدا ہونے کا خیال ایک وہم باطل ہے۔ بلکہ جہاں تک واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ دنیا کی دلچسپیاں ازدواجی زندگی سے باہر پائی جاتی ہیں۔ نوجوان طلبا کی توجہات کو برے رکھتی ہیں۔ اور بہت کم ایسے طالب علم ہیں جو ان سے علیحدہ ہو کر پورے انہماک کے ساتھ تعلیم میں لگے رہیں۔ برخلاف اس کے اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ازدواجی زندگی میں مقید ہونے کے باوجود بہت سے طلبا نے اعلے سے اعلے امتحانات پاس کئے۔ مشن کالج کے ارباب اقتدار کو ایسا فیصلہ کرنے سے پیشتر یہ بھی سوچ لینا چاہیئے تھا کہ نوجوان طلبا میں تجرد کی وجہ سے جو عیوب اور بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کا علاج کیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے خاندانی مصالح اور مجبوریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے بعض نوجوانوں کی حالت طالب علمی میں شادیاں کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ ان کے لئے ایسا قانون نہایت مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ اگر سب جگہ یہی قانون رائج ہو جائے تو گویا ان پر تعلیم کے دروازے بند ہو گئے۔ جو کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

اسلام نے جہاں صغرسنی کی شادی کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا وہیں انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آغاز بلوغ کو نکاح کی عمر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بلغوا النکاح سے معلوم ہوتا ہے یہ الگ امر ہے کہ بعض حالات انسان کو زیادہ دیر تک انتظار کرنے پر مجبور کر دیں۔ لیکن فطرت اسی بات کو پسند کرتی ہے کہ شروع بلوغ ہی سے انسان ازدواجی زندگی کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے۔ اس لئے اس قسم کا فیصلہ جس سے شادی شدہ تعلیم نہ پاسکیں یا بحالت طالب علمی کوئی شادی نہ کر سکے کسی طرح جائز نہیں۔

مراسم محرم الحرام

ایام محرم میں شیعہ حضرات کی طرف سے جو مراسم عمل میں آتی ہیں۔ وہ غیر اسلامی دنیا کی نظر میں اسلام کو بہت حد تک بدنام کرنے کا موجب ہیں۔ سنی حضرات بجائے اس کے کہ ایسی باتوں کی اصلاح کی کوشش کرتے خود ان مراسم میں شریک ہو کر عملاً ان کی تائید کر رہے ہیں۔ تعزیئے مہندیاں اور سبیلیں وغیرہ علے العموم سنی حضرات ہی کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔ جن پر ہر سال ہزارہا روپے صرف ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات پر کوئی غور نہیں کرتا کہ ان چیزوں کی اجازت بھی خدا و رسول یا ائمہ دین نے دی ہے یا نہیں۔ یہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کا کام تھا کہ وہ اس کی طرف عوام کو توجہ دلاتے۔ اور ایسی بدعات سے انہیں روکنے کی کوشش کرتے۔ لیکن افسوس ہے کہ شیعی پروپیگنڈا نے اب یہاں تک وسعت اختیار کر لی ہے کہ سنی مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اب اسی طرف بہتا چلا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال سے شیعہ حضرات نے مجالس عزا کے علاوہ ایام محرم میں ایسے عام جلسوں کا بھی اہتمام کر رکھا ہے۔ جس میں واقعہ کربلا کی اہمیت۔ اور امام حسین کی فضیلت و مظلومیت پر تعلیم یافتہ مسلمانوں کی طرف سے لیکچر کرائے جاتے ہیں۔ امسال بھی ایسے لیکچر محمڈن ہال میں ہو رہے ہیں۔ جن میں سے ایک جلسہ کی صدارت مولوی اختر علی خاں صاحب کے حصہ میں بھی آئی۔ اور انہوں نے جہاں مسلمانوں کو امام حسین کے نام پر اتحاد و اتفاق کی تلقین ایسے رنگ میں فرمائی کہ گویا علامہ حائری کی روح ان میں بول رہی ہے، وہاں جماعت احمدیہ کا ذکر ایسے ناشائستہ الفاظ میں کیا کہ مولانا ثناء اللہ کی خصوصیت بھی شرما گئی۔ شیعوں کا جلسہ۔ سنی المذہب کی تقریر۔ اور سنی المذہب جماعت پر آوازے اور پھبتیاں، یہ اتحاد و اتفاق کی ایک ایسی سعی لاحاصل ہے جس کا نتیجہ معلوم!

شذرات

"الفضل" نے ۲۸ رمئی ۲۹ء صفحہ ۲ اور ۱۱ رجون ۲۹ء صفحہ ۲ پر "پیغام" کے گزشتہ سال کے خاص نمبر جو حضرت نبی کریمؐ کو دنیا کا آخری نبی ثابت کرنے کے لئے نکالا گیا تھا۔ نہایت غیر شریفانہ پھبتیاں اڑائی ہیں۔ اور دیاسلائی سے جلا دینے کے لائق قرار دیا ہے۔ بے شک جو لوگ نبی کریمؐ کی نبوت کو ملاً منسوخ سمجھ کر آپ کے بعد ایسے انبیا کا آنا مانتے ہوں جن کے انکار کی وجہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنے والے بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جائیں۔ ان کے نزدیک ایسی تمام تحریریں جن میں حضرت محمد رسول اللہ کو آخری نبی ثابت کیا گیا ہو جلا دینے اور کسی ایسے ہی دوسرے مصرف میں لانے کے قابل ہیں یہ ہے اس عشق محمدؐ کا نمونہ جو قادیان کے پیر کے مریدوں میں پایا جاتا ہے۔

چند سال ہوئے خلیفہ قادیان نے ہمارے انگریزی ترجمۃ القرآن کو بھی جلا دینے کے قابل قرار دیا تھا اور اس سے اپنے عشق قرآن کا ثبوت دیا تھا۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے اگر خدا نخواستہ قادیانیوں کو خدا تعالیٰ کی مخلوق پر کچھ تسلط مل جائے تو وہ یقیناً حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے والے مسلمانوں کو دیاسلائی کی نذر کرنے سے دریغ نہ کرینگے۔

ہمارے بعض پرجوش احباب نے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ انگریزی قرآن کریم، سیرت نبوی۔ و دیگر مفید اسلامی لٹریچر دوسرے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کیا کرتے ہیں۔ پیغام صلح خاص نمبر کو بھی مفت تقسیم کیا قادیانیوں کی ذہنیت میں یہ بھی بڑا جرم ہے۔ کہ کیوں ہم لوگ اس قدر اسلامی لٹریچر دنیا میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ بھلا جن لوگوں نے قرآن کریم اور سیرۃ نبوی جیسی قیمتی کتب ہزارہا کی تعداد میں تمام دنیا میں مفت تقسیم کیں ان کے نزدیک چند سو پرچے پیغام صلح کے تقسیم کرنا کیا مشکل تھا۔

"الفضل" کو شاید خیال ہوگا کہ جو قادیانی مریدین اس کا اخبار زیادہ تعداد میں لے رہے ہیں۔ وہ قیمتاً فروخت کریں گے۔ یہ ایک طفل تسلی اور اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔ جتنے پرچے وہ پسند کرے ہم اسے مفت لے کر واپس کر سکتے ہیں۔ یہ چھچھور پن کی باتیں ہیں۔ ہمارے دوست محض خدا کی رضا اور خدمت اسلام کے لئے ایسے کام کرتے ہیں۔ کسی پیر یا گدی نشین کو خوش کرنے کے لئے نہیں کرتے۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ دوسروں کو ترغیب دلانے کے لئے کسی خاص دوست کی خدمات اسلام کا اعتراف کیا گیا۔ تو اس نے اس کا اظہار پسند نہ کیا۔ ہمارے احباب کو اللہ تعالیٰ نے وسعت قلب عطا کی ہے۔ اگر قادیانیوں کی طرح چھچھورا پن کیا جائے تو ہر روز ایسے عام واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ جو تنگدل اخبارات کے کالم بھر سکتے ہیں۔ دنیا کی تمام اقوام میں تنگی ترشی۔ آرام و تکلیف کا خدائی قانون جاری ہے کسی قوم یا فرد کی مشکلات پر تمسخر و استہزا کرنا کمینہ لوگوں کا کام ہوا کرتا ہے۔

قادیانیوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود بھی ایسے نبی ہیں جن کے انکار کی وجہ سے جملہ اہل قبلہ مسلمان سوائے قادیانیوں کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور کہ خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اور آئندہ انبیا آپ کی مہر سے بنا کریں گے۔ یعنی آپ کی تابعداری کی وجہ سے لیکن ان کی نبوت سابقہ انبیا جیسی ہوگی جن کا انکار کافر کر دیتا ہے یہ عقائد ایسے صاف ہیں کہ ان کے بانی یعنی میاں محمود احمد صاحب نے آج تک ان سے انکار نہیں کیا لیکن افسوس ہے کہ اگر ایسے خیالات کا اظہار قادیانی جماعت کی طرف سے ہو تو "الفضل" کے نزدیک یہ احسن امر ہے اور اگر اسی بات کو ہم بیان کریں تو یہ دھوکا دینے کی سر توڑ کوشش ہے یہ ذہنیت ایک مذہبی اخبار کے شایان شان نہیں۔

ضرورت ایک ۳۰ سالہ انٹرنس پاس مسلم نوجوان کے لئے جو کہ معلمی، اکونٹنٹ، ٹائپسٹ و کلرکی کے کاروبار سے بخوبی واقف اور تجربہ کار ہے متوسط درجہ کی تنخواہ کی اسامی درکار ہے جس سے ایک عیالدار آدمی گزارہ کر سکے اس نوجوان کی ایک ٹانگ مفلوج ہے اگر کوئی دوست ان کے لئے روزگار بہم پہنچانے میں کچھ مدد کر سکیں تو باعث ممنونی ہوگا۔

(جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مراسلات

دنیائے روحانیت میں جشن چراغاں کی تیاریاں

تمام زبانوں میں تقریر سیرت کے تراجم کی ضرورت

(جناب قریشی کے قلم سے)

ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کی تبلیغی کوششوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اس میں مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرت و موعظت کا سامان موجود ہے۔

مسیحیت تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ جناب مسیح فرماتے ہیں میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ اور نہیں چاہتا کہ غیر اسرائیلیوں کو اپنا وعظ سناؤں اور بچوں کی روٹی کتوں کی نذر کر دوں۔ معاملہ صرف مذہبی مخالفت ہی پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ عیسائی مورخین اور محققین کی اپنی تحقیقات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

مسیحیت سے بیزاری

علمبرداران مسیحیت کو یہ خوب معلوم ہے کہ عیسائیت کے اصول کچھ ایسی نعمت نہیں ہیں جنھیں عزت کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔ مسٹر لائڈ جارج فرماتے ہیں کہ "مسیح کے اصول زندگی ہماری سوسائٹی کو تباہ کر دیں گے" انگلستان کے ایک دوسرے وزیراعظم کا مقولہ ہے کہ "اگر آج مسیح ہم میں آ جائے تو ہمیں اسے پولیس کی نگرانی میں رکھنا ہوگا۔" ڈاکٹر بارنس بشپ آف برمنگھم کا قول ہے "اگر کتاب پیدائش کی کہانیوں کو ہمارے مدارس کے نصاب میں رہنے دیا گیا تو آئندہ نسلیں خیال کریں گی کہ ان کے آبا و اجداد کا معیار صداقت بہت ہی ادنے تھا!"

تبلیغ مسیحیت میں انہماک

باایں ہمہ حالت یہ ہے کہ علمبرداران مسیحیت نہ حضرت عیسےٰ کی ممانعت پر نظر رکھتے ہیں۔ نہ عیسائیت کی تعلیم کے ردی ہونے کو خاطر میں لاتے ہیں۔ ہر طرف یہی کوشش ہو رہی ہے کہ دنیا کے ہر ایک انسان کو مسیح کی بھیڑوں میں شامل کر لیا جائے۔

...ببیں تفاوت رہ

اب مسلمانوں کی حالت پر غور فرمایئے وہ بے شمار قرآنی آیات کی بنا پر دعوٰی کرتے ہیں کہ اسلام ایک عالمگیر اور تبلیغی مذہب ہے حضرت محمدؐ ایک عالمگیر پیغمبر ہیں۔ آپ کا پیغام آخری پیغام ہے۔ ساری دنیا کے لئے ہے۔ اور قیامت تک کے لئے ہے۔

آپ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذہبی احکام اور اعتقادات کی حالت دیکھ لی۔ اب ان تبلیغی اور غیر تبلیغی مذاہب کے اعمال کا بھی مقابلہ فرمایئے۔

محیر العقول جدوجہد

دنیا میں ۹۰۰ کے قریب زبانیں موجود ہیں۔ جن میں سے ۸۵۳ زبانوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ صرف ہندوستان میں ۲۷۵ مشنری جماعتیں عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اور ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ آدمی عیسائیت قبول کر لیتے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں عیسائی مشنریوں نے چھاپے خانے۔ زنانہ اور مردانہ سکول یتیم خانے، کالج۔ ہسپتال۔ صنعت گاہیں۔ زراعتی مدارس اور کواپریٹیو سوسائٹیاں نہ قائم کر رکھی ہوں۔ انگلستان کی صرف ایک تبلیغی انجمن (برٹش اینڈ فارن سوسائٹی) کی تبلیغی کوششوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہر تین سکنڈ میں انجیل کا ایک نسخہ شائع کرتی ہے۔ اس وقت تک اس انجمن کی وساطت سے ۳۰کروڑ ۵۰ لاکھ نسخے دنیا میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ اور اس نے ۵۵۴ زبانوں میں انجیل کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

قرآن اور انجیل

یہ تو ہے اس پیغام کی وسعت و اشاعت کا عالم جو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا تھا۔ اب اس پیغام کی بے بسی پر نظر ڈالئے جو "ذکرى للعالمين" ہے جس کے لانیوالے "رحمۃ للعالمین" اور "خاتم النبیین" تھے۔ مولانا عبداللہ بن صاحب کی تحقیقات کے بموجب اس وقت تک قرآن پاک کا ترجمہ صرف ۲۱ زبانوں میں شائع ہوا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان میں سے صرف چھ یا سات زبانوں کے ترجمے مسلمانوں نے شائع کئے ہیں [illegible]

پندرہ زبانوں کے ترجمے عیسائی مبلغین کے ذوق تبلیغ کے رہین منت ہیں۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ ۲۱ زبانوں میں قرآن کا ترجمہ بازار میں مل جاتا ہے۔ نہیں ان زبانوں کی تعداد جن میں قرآن پاک کا ترجمہ شائع یا در مروج ہے۔ سات یا آٹھ سے زیادہ نہیں ہے۔

ایک سوال

میں مسلمانوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ عملی حالات کے اعتبار سے آپ کا فتویٰ کیا ہے۔ کیا عیسائیت تبلیغی اور عالمگیر مذہب ہے یا اسلام؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر قرآن کا پیغام ساری دنیا کے لئے ہے تو آخر دنیا اس پیغام سے کیونکر مستفید ہوگی۔ اور یہ پیغام نہ جاننے والوں تک کیونکر پہنچے گا؟

صورت تلافی

میں مخلص اور دردمند مسلمانوں کی خدمت میں اپنی مجرمانہ غفلت کی تلافی کی ایک آسان صورت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اشاعت قرآن کی سب سے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ ہم اس وجود باجود کی سیرت پاک کو دنیا میں شائع کریں جن کے اخلاق و اعمال بقول حضرت عائشہؓ "کان خلقه القرآن" کے مصداق تھے۔ یہی "اسوۂ رسولؐ" پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹ لکھنے چاہئیں۔ اور کوشش کرنی چاہئے کہ دنیا کی ہر ایک زبان میں ان کا ترجمہ شائع ہو جب حرا کا چاند کرۂ زمین کے مبلغ کے سامنے لایا جائے گا۔ تو دنیا اس امر کا فیصلہ کر سکے گی کہ زندگی اور ہدایت کا نور کس سرچشمے سے ابل رہا ہے۔

تقریر سیرت کے تراجم

کام گھر سے شروع ہونا چاہئے اس تحریک کو کامیاب بنانے کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ جو تقریر سیرت ۱۲ ربیع الاول کو جلسوں میں تمام ملک میں پڑھی جانیوالی ہے۔ اس دفعہ اس کا ترجمہ تمام ہندوستان کی زبانوں میں شائع کیا جائے۔

تقریر اردو میں مرتب کی جا رہی ہے۔ حاجی جان محمد صاحب اور خان عبدالغفار خاں صاحب کے لئے کیا مشکل ہے۔ کہ اس کا ترجمہ پشتو میں شائع کرائیں۔ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب سندھی میں ترجمہ شائع کریں۔ مسٹر عبدالحمید حسن صاحب ٹامل میں۔ حضرت مولانا مرزا عبدالرحمٰن صاحب آسامی میں۔ کشفی شاہ صاحب برہمی میں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب ہندی میں۔ مولانا نجم الدین صاحب عربی میں۔ مولانا محمد علی صاحب انگریزی میں۔ اس کار عظیم کے لئے روپے کی ضرورت نہیں۔ ہاں درد اور احساس کی ضرورت ہے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی زندگی اور ترقی کا تمام تر انحصار "اسوۂ رسول" کی اشاعت میں مضمر ہے۔ خلافت بھی اسی کے تابع ہے۔ ریاست بھی، سیاست بھی اور جاہ و جلال بھی۔

دو اہم ترین ضرورتیں

عید میلاد النبی کی مبارک تقریب قریب آ رہی ہے اور مولانا محمد علی ایسے عالم۔ سید غلام بھیک ایسے مخلص مبلغ اور خواجہ عبدالرحمٰن ایسے سنجیدہ سپاہی اس کار عظیم کے لئے اپنی خدمات پیش فرما چکے ہیں۔ اب اس تقریب پر صرف "کھیل اور تماشہ" نہیں بلکہ کوئی سنجیدہ اور یادگار کام ہونا چاہئے۔ اگر ہمارے مشاہیر ملت اور صوبجاتی انجمنیں ذرا بھی احساس کر لیں تو ہندوستان کی تمام زبانوں کا دامن مرادِ حضور سید المرسلین کے مقدس حالات سے مالامال ہو سکتا ہے۔

"یوم النبی" کے حقیقی احترام و جلال کا تقاضا یہ ہے کہ حضور نبی الرحمۃؐ کے غلام دو امور کی طرف توجہ کریں۔ ایک یہ کہ مجوزہ تقریر سیرت کا ہندوستان کی ہر ایک زبان میں لازماً ترجمہ کیا جائے اور دوسرے یہ کہ عید میلاد النبی کی خوشی میں یہ ترجمہ مفت تقسیم کیا جائے اور اتنی بڑی تعداد میں تقسیم کیا جائے کہ کوئی غیر مسلم ہندوستانی حضور رحمۃ للعالمین کے فیض و رحمت سے محروم اور تہی دامن نہ رہے

ہنگامہ پسندی

مسلمانو! اگر تم سے اپیل کی جائے کہ ۱۲ ربیع الاول کو جشن چراغاں کرو اور تمام کائنات کو بقعۂ نور بنا دو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس اپیل پر ہر طرف سے "لبیک لبیک" کی صدائیں بلند ہو جائیں گی۔ لیکن سنجیدگی کے ساتھ غور کرو کہ اس سے حاصل کیا ہوگا؟ مسلمانوں کے لاکھوں روپے موم بتی کی خرید سے جرمنی اور جاپان میں پہنچ جائیں گے دس منٹ روشنی ہوگی اور پھر خدا کی زمین پر اندھیرا چھا جائے گا۔ ہندوستان آتش فساد کے باعث پہلے سے ہی کافی دھواں دھار [illegible]

دعوت فکر

میں ہر ایک عاشق رسول اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہندوستان میں ایک ابدی اور غیر فانی روشنی پیدا کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ کیا مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ان کی سڑکوں اور بازاروں میں روشنی ہو اور ان کے دل و دماغ اور روحیں کفر و معصیت کی تاریکیوں میں سرگرداں رہیں؟ آخری سوال یہ ہے کہ کیا ہم "یوم النبی" کے ذریعہ سے "تیل کی بدبو اور دھواں" پھیلانا چاہتے ہیں۔ یا اس ازلی اور ابدی نور کی اشاعت چاہتے ہیں جس سے حرا کا چاند روشن ہوا؟

چراغ ایزد فروز

دنیا کے چراغ بجھ جائیں گے۔ لیکن حرا کا چاند کبھی غروب نہ ہوگا۔

يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون مسلمانو! نور الٰہی کی تتمیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ بازاروں اور گزرگاہوں کے لئے نہیں بلکہ دلوں اور دماغوں کے لئے روشنی بہم پہنچاؤ۔ تیل اور بتی کی اشاعت نہیں بلکہ نور محمدی کی اشاعت کے لئے نکلو اور یقین کرو کہ "اسوۂ حسنہ نبوی" ہی ایک ایسا غیر فانی چراغ ہے۔ جس کی اشاعت سے تمہارا مذہب۔ وطن۔ قوم اور دین و دنیا سب کچھ روشن ہو سکتا ہے۔

مخلصانہ استدعا

ان الفاظ کے ساتھ میں صوبجاتی انجمنوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی صوبجاتی زبانوں میں تقریر سیرت کے ترجمے اور مفت تقسیم کا انتظام کریں۔ اسلامی اخبارات سے استدعا ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبوں کے دردمند مسلمانوں اور اسلامی انجمنوں کو اس کار عظیم کی طرف توجہ دلائیں۔ جو جو بزرگ اس مبارک کام کی انجام دہی کے لئے تیار ہوں وہ براہ کرم بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ تاکہ مجوزہ تقریر سیرت تیار ہونے پر سب سے پہلے اور بصد شکریہ ان کی خدمت میں بھیجدی جائے۔

(خط و کتابت کا پتہ) قاضی عبدالمجید قریشی دفتر اخبار "ایمان"

(پٹی - لاہور)

(بقیہ صفحہ ۴)

دوسرے لٹریچر کی ملکیت سے اس نئی جماعت کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا۔ اور اس جماعت کی رجسٹری انگلستان اور ہندوستان دونوں جگہ کر دی جائے گی۔

سرمایہ کی ضرورت

یہ سب کچھ اسی لئے ہو رہا ہے کہ "ٹرسٹ" کو تقویت پہنچے اور کام مستقل بنیاد پر قایم ہو جائے۔ لیکن حقیقی استقلال سرمایہ پر منحصر ہوتا ہے گزشتہ چودہ سالوں میں میں نے فنڈ کی فراہمی کے لئے دریوزہ گری کی ہے۔ لیکن اب بوجہ علالت ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ لہذا میں اہل دل مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس نیک تحریک میں دل کھولکر حصہ لیں۔ اور اس کی بنیاد کو استوار کریں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فنڈ جاری کر دیا گیا ہے اور اس کا انتظام دیانتدار لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ریویو اور مشن کی آمدنی تو معمولی روزانہ اخراجات کے لئے کافی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے گذشتہ سالوں میں ہماری مدد کی ہے ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی امداد جاری رکھیں۔ جس سرمایہ کی فراہمی اس وقت میرا مقصد ہے وہ علیحدہ رقم کی صورت میں رکھا جائے گا۔ تاکہ "محفوظ سرمایہ" قایم ہو سکے۔ اور یہ رقم اس قدر ہونی چاہئے کہ ہم مستقل طور پر لٹریچر کی اشاعت کر سکیں۔

دردمندانہ آواز

بھائیو! یہ اپیل اس شخص کی طرف سے ہے جس کو خدا تعالیٰ نے ازراہ کرم دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ تاکہ وہ خدمت اسلام کے کام کو جاری رکھ سکے اور اگر وہ تندرست ہوتا تو بذات خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اب تک اس شخص نے اپنا بار خود برداشت کر کے بغیر اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اسی طرح کام کرتا رہے اس کا قلم اور زبان دونوں اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ اور اس کی دلی دعا ہے کہ خدا اسے خدمت اسلام کی توفیق بخشے اور جس فرض کو اس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا اسے باحسن وجوہ پورا کر سکے۔

یہ اپیل[1] اس شخص کی طرف سے ہے جو اب سفر آخرت کے لئے تیار بیٹھا ہے اور اسے یقین ہے کہ اس کی دردمند آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی

(باقی چھٹے صفحہ کے پہلے کالم میں دیکھو)

---

[1] یہ اپیل انگریزی میں حملہ امراض کے آنے سے پیشتر ہی لکھی گئی تھی پھر مرض [illegible]

دعاوی یا الہامات کے قائل اور مجتہد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے"

میں مولوی ظفر علی خاں صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے الفاظ لکھنے والوں کو آیا وہ خیار العلما میں داخل سمجھتے ہیں یا شرار العلما میں؟ اگر اس موقعہ پر "علماء" کے لفظ پر اعتراض ہو تو "خیار العلما" کی جگہ "خیار الناس" کا لفظ رکھدیں۔ اور ہمیں بتائیں کہ ایسے الفاظ کا لکھنے والا ان کے نزدیک کیا درجہ رکھتا ہے؟

وہ علما جنھوں نے مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی

ان کے علاوہ بعض وہ علما ہیں جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کا علانیہ ساتھ دیا۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر مدت العمر تک دین کی خدمت کرتے رہے۔ اور بعض ان میں سے اب تک بقید حیات اور اسی خدمت دین کے کام میں مصروف ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) علامہ حافظ حاجی مولانا نورالدین صاحب مرحوم
(۲) علامہ مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم (امروہی)
(۳) مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔
(۴) مولانا برہان الدین صاحب جہلمی۔
(۵) مولانا حکیم فضل الدین صاحب بھیروی۔
(۶) مولانا مبارک علی صاحب سیالکوٹی۔
(۷) مولانا مولوی غلام حسن خاں صاحب پشاوری۔
(۸) مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔
(۹) مولانا احمد صاحب ساکن زروبی ضلع پشاور۔
(۱۰) مولانا عبدالستار صاحب سکنہ کوہاٹ۔
(۱۱) مولانا محمد عبداللہ خاں صاحب سابق پروفیسر عربی مہندر کالج پٹیالہ عم بزرگوار مولوی ظفر علی خاں صاحب۔

یہ چند ایسے نام ہیں جن کو عام طور پر علما میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے لوگ اس سلسلہ میں موجود ہیں جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے علما کے زمرہ میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ لیکن میں نے برسبیل ایجاز ان کے اسمائے گرامی یہاں درج نہیں کئے۔

ان صاف و صریح واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ تمام دنیا کے علما حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو مبنی بر دجل و فریب سمجھتے ہیں۔ افریقہ اور سائبیریا جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب خود ہندوستان ہی میں ہمیں ایسے علمائے حق مل سکتے ہیں۔ جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی تائید و غلامی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ اور ایسے بھی ہیں جنکو اگر آپ کا دعویٰ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو اسے مبنی بر دجل اور افترا علے اللہ قرار دینے کے بجائے انہوں نے ایسا محتاط طریق اختیار کیا جو تکفیر و تکذیب کی طرف لیجانے کے بجائے آپ کی پختہ ایمانی پر شاہد ہے۔ جیساکہ خود مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد مرحوم کی مندرجہ بالا شہادت سے ثابت ہے۔

بُرا نہ کہنے والوں کے متعلق فتوے

رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب نے بعض علما کے متعلق جو سخت کلمات استعمال کئے ہیں۔ آیا بلا استثنا سب علما ان کے مخاطب ہیں یا آپ کو بُرا نہ کہنے اور مسلمان سمجھنے والے اس سے مستثنےٰ ہیں؟ اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی کتاب "براہین احمدیہ" حصہ پنجم کی حسب ذیل عبارت پڑھ لینے کے قابل ہے:-

"آخری زمانہ کے وہ علما جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اس امت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اس قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کو کافر و دجال اور بے ایمان کہتے ہیں اور اگر ان کے لئے ممکن ہو تو وہ اس کو صلیب دینے کے لئے طیار ہیں۔ کیونکہ یہود کے فقیہ اور فریسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح پیش آتے تھے۔ اور ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جو علما اس قسم کے نہیں ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ جو لوگ حضرت عیسےٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال کافر اور بے ایمان کہتے ہیں۔ وہی یہودی ہیں۔ اور میں ان کو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے۔ اور یہ تو امر مجبوری ہے۔ جس حالت میں دراصل میں سچا ہوں نہ کافر نہ دجال۔ نہ بے ایمان ہوں۔ پس جو شخص سچے مسیح کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہودی قرار دیتے ہیں۔ اگر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان۔ کافر۔ دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے ہم ان کو یہودی نہیں کہتے"

(صفحہ ...)

فرمائیے اس سے بڑھ کر صراحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس عبارت میں حضرت مرزا صاحب نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ وہ علما جو آپ کو کافر و دجال اور بے ایمان نہیں سمجھتے وہ ان خطابات سے مستثنےٰ ہیں۔ جن میں علمائے سو کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مجدد کے ماننے کی ضرورت

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جب کبھی کوئی مجدد دنیا میں آتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اسے بھیجتا ہے۔ اور اس بات کا ثبوت ہے کہ علمائے زمانہ اس فرض کی ادائیگی کے اہل نہیں رہے، اس لئے عوام الناس اور علما ہر دو کا فرض ہوتا ہے کہ اس کا ساتھ دیں۔ اور اس کے ساتھ شامل ہو کر تبلیغ دین کا کام کریں۔ اسی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس بات پر زور دیا ہے کہ میرے زمانہ میں کوئی شخص میری اطاعت میں آئے بغیر خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور صاف لکھا ہے کہ:-

"مجدد آنست کہ ہرچند دراں مدت از فیوض باستاں
برسد بتوسط او برسد۔ اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت
بوند و بدلا و نجبا باشند"

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"فہمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھذہ الطریقۃ واوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ الواحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسما لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا"

(ترجمہ) میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا۔ اور اس کو اعلےٰ بلندی تک پہنچایا ہے۔ اور ہم نے آج کے دن سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس کے جو تجھے دیا گیا۔ اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ تجھ سے محبت کریں۔ اور تیری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں۔ اور اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہوں گی جو تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے گا۔ اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہوگا۔ اور مغرب اور مشرق کے لوگ تیری رعیت کر دیئے گئے ہیں اور تو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ خواہ وہ لوگ تمہاری اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ اگر واقف ہوں گے تو فائز المرام ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں گے تو خسارہ اور نقصان پائیں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ان کھلے ارشادات کی روشنی میں جماعت احمدیہ بھی اگر اس بات پر زور دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جس شخص کو مجدد بنا کر بھیجا ہے ضرورت ہے کہ اس کی اطاعت قبول کی جائے۔ اس کے ساتھ ہو کر تبلیغ دین کا کام سر انجام دیا جائے تو یہ کوئی غیر واجب مطالبہ نہیں۔

چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟

ہاں اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو ہم مجدد مانتے ہیں دوسرے لوگ اس کی مجددیت کے قائل نہیں۔ انہیں چاہیے کہ حدیث نبوی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا پر غور کرکے اس صدی کے لئے جس کا راس چھوڑ نصف بھی اب قریب الاختتام ہے کسی اور شخص کا دعویٰ مجددیت ہی پیش کریں۔ جو اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر کیا گیا ہو۔ ورنہ بتائیں کہ حدیث نبوی جس پر اللہ تعالیٰ کی تیرہ سو سال کی متواتر فعلی شہادت مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے۔ اس زمانہ میں کیا ہوئی؟

مسیح موعود کا انکار موجب کفر نہیں ہے

لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیتے ہیں حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ صرف مجددیت کا دعویٰ ہے۔ نبوت کا نہیں۔ مسیحیت اور مہدویت کے دعاوی بھی مجددیت ہی کے ذیل میں ہیں اور یہ مسلمہ امر ہے کہ کسی مجدد کا انکار کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ان ہزارہا گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے جو مسلمانوں سے دائرہ اسلام کے اندر رہ کر سرزد ہوتے ہیں۔ اور جن سے ہر سچے اور کامل مسلمان کو بچنا ضروری ہے لیکن جہاں تک کفر و اسلام کا تعلق ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنا فتوےٰ اس بارہ میں صاف ہے کہ:-

"میرا ابتدا سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اس کے بالمقابل "زمیندار" میں جو فقرہ پیش کیا گیا ہے کہ:-

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں"

وہ ایک خط میں سے لیا گیا ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کی طرف سے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو لکھا گیا تھا۔ اور اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے۔ کہ ایسا شخص کامل مسلمان نہیں۔ اس سارے خط میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ ایسا شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے تریاق القلوب کی محکم تحریر اور حضرت مرزا صاحب کے اس عمل کے بالمقابل کہ انہوں نے غیر از جماعت مسلمانوں کے جو مکفر اور مکذب نہیں جنازے پڑھنے کی اجازت دی۔ اور خود جنازے پڑھے۔ اس فقرے کے معنے نفی کمال کے سوا اور کچھ نہیں لئے جا سکتے جبکہ کشتی نوح میں جا بجا یہ لکھا ہے کہ:-

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ..... جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا ..... وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"

جیسا کہ حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

غلط بیانی کرنے والوں کو چیلنج

پس یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ "ہر وہ شخص جو مجھ پر ایمان نہ لائے دائرہ اسلام سے خارج ہے" ایک صریح غلط بیانی ہے۔ اور میں ہر اس شخص کو جو اس بات پر مصر ہو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے اس کو ثابت کرے۔ اور وہ حوالہ پیش کرے جہاں آپ نے ایسے الفاظ لکھے ہوں۔ یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ آپ نے اپنے انکار کو موجب کفر ٹھیرایا ہے۔ یا ان تلخ اور سخت الفاظ کے جو علمائے سو کے حق میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے آپ نے استعمال کئے تمام علما بلا استثنا مخاطب ہیں۔ آپ کا خطاب جیسا کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے صرف ان شرار العلما سے ہے جو آپ کو کافر بے ایمان اور دجال کہتے اور شرارت اور فتنہ پردازی کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود کے مصداق حقیقی ہیں۔

گورنمنٹ برطانیہ اور مسیح موعود

رہا یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کی۔ اور جہاد بالسیف کو موجودہ زمانہ کی ضرورت کے منافی قرار دیا یہ ایک الگ بحث ہے۔ جس پر میں کسی دوسری فرصت میں آپ کے کالموں میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ اس کی اجازت دیں۔ والسلام

خاکسار۔ دوست محمد ایڈیٹر "پیغام صلح" لاہور

سکھ ایجی ٹیشن کا اثر

بھائی پرمانند کی کتاب بیر بیراگی کے خلاف سکھوں نے جو ایجی ٹیشن برپا کر رکھا ہے اس پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو تین سکھوں اور دو ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ یہ کمیٹی کتاب مذکور پر غور کرے گی۔ اور دیکھے گی کہ اس کے کون کون سے حصے قابل تبدیلی ہیں۔

معاصر وکیل نے اس پر جو لکھا ہے کہ اگرچہ یہ ایک معمولی بات ہے لیکن مسلمانوں کے لئے اس میں درس عبرت ہے۔ ہندو آئے دن اسلام اور بزرگان اسلام کے خلاف مضامین لکھتے ہیں اور باوجود احتجاج کے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ مسلمان اب کسی اپنی بات منوانے کے اہل نہیں رہے۔ سکھوں کی ایجی ٹیشن سے انہیں بہت سے نقصانات پہنچنے کا اندیشہ ہے اس لئے ان کا احتجاج کارگر ثابت ہوا۔

یہ سب اتفاق و یگانگت کی برکتیں ہیں۔ اور مسلمانوں میں آج کل نفاق و بیگانگت کا دور دورہ ہے جب تک وہ آپس کی ہم ہج کو چھوڑ کر پورے طور پر متحد نہ ہو جائیں گے اس وقت تک اپنی عزت و وقعت

حیدرآباد سندھ کا مناظرہ

آریہ گزٹ پرکاش اور آریہ ویر کو چیلنج

اس مضمون کی گذشتہ قسط میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آریوں کے ہاں جھوٹ بولنا خصوصاً دھرم کی خاطر جھوٹ بولنا اچھا سمجھا جاتا ہے۔ یہ خود سوامی دیانند جی کا فتویٰ اور آریہ لیکچراروں اور مناظرین کا شیوہ ہے۔ اور خود انہی کے اخبار اور لیڈر اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر اب ایڈیٹر پرکاش نے اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے اگرچہ اس امر کا اقرار نہیں کیا۔ مگر سوامی کے فتویٰ اور اپنے گذشتہ رویہ کے متعلق کوئی تردید بھی نہیں کی جس سے ہمیں یہ یقین ہو جاتا۔ کہ وہ اب دھرم کی خاطر جھوٹ لکھنے کی پرانی روش پر قائم نہیں رہے۔ جب تک اس ستیارتھ پرکاش پر ان کے عقائد کی بنیاد رہے گی۔ وہ لازماً ایسا کرنا باعث نجات سمجھتے رہیں گے۔ چونکہ انہوں نے اس پر کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے ہم یہاں ان کے بڑے بڑے لیڈروں کے جھوٹ کی مہا (عظمت) پر پرزور حوالجات کو سردست محفوظ رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس ان کے متعلق انہی کے اپنے پرانے اخبارات کے حوالجات کا کافی ذخیرہ موجود ہے یہ تو ہوئی آریوں کی پوزیشن۔ اب لیجئے مناظرہ حیدرآباد کے حالات پہلے تو مہاشہ پریم ستیہ دیو اور آریہ گزٹ پرکاش اور آریہ ویر کے ایڈیٹر صاحبان اس بات کی قسم کھائیں کہ ہم نے ان واقعات کے شائع کرنے اور کرانے میں سوامی جی کے جھوٹ بولنے کے فتوے پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ سوامی جی نے اس جھوٹ کو اچھا لکھا ہے۔ ہمیں کس طرح یقین ہو۔ کہ آپ لوگ سوامی جی کو مانتے ہوئے ستیارتھ کی اس خاص عبارت پر عمل نہیں کرتے۔ آپ لوگ اس جھوٹ کو مقدس سمجھتے ہیں۔ اور یقیناً سمجھتے ہیں تو پھر کیوں جائیں انہی واقعات کے شائع کرنے میں جو خطرناک جھوٹ آپ لوگوں نے شائع کیا ہے۔ میں آپ لوگوں کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر کسی میں شرم و حیا کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہے تو وہ میرے ان الفاظ کا ثبوت دے۔ کہ جو پرکاش اور آریہ ویر نے شائع کئے ہیں۔ کہ **اس پر مولانا عبد الحق نے الاعلان کہا کہ ہم مرزا صاحب کی ان تحریروں کے سوائے کہ جو الہامی ہیں اور کسی تحریر کو کلیتاً نہیں مانتے**" پنڈت دھرم بھکشو نے کہا کہ آپ یہ بات لکھ کر دیدیں پہلے تو مولانا ٹال مٹول کرتے رہے لیکن جب پنڈت جی اور پبلک نے اصرار کیا **تو آپ کو لکھ کر دینا پڑا**۔ زبانی باتوں کے متعلق تو یہ مشکل ہے۔ کہ جو کچھ بھی آپ لکھتے جائیں آزاد ہیں۔ مگر تحریر کا معاملہ ایک ہی ہمارے سامنے آیا ہے اس لئے اس کے متعلق قانونی کارروائی کو سردست محفوظ رکھے ہوئے کہ تم نے میرے مذہب اور میری عزت پر ایک نہایت گندہ حملہ کر کے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ میری وہ تحریر جو میں نے آپ لوگوں کو لکھ کر دی اس کا عکس شائع کرو۔ اور جو الفاظ تم نے میری طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ دکھا دو۔ ورنہ اس امر کا اعتراف کرو۔ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے جھوٹ ہے۔ میں اپنے اس مطالبہ کو نہیں چھوڑونگا جب تک کہ تم اصل تحریر شائع نہ کرو۔ اور مجھ سے معافی نہ مانگو۔ اور یہ ثبوت ہوگا اس امر کا کہ تم نے حیدرآباد کے متعلق جو کچھ لکھا اکثر جھوٹ لکھا۔

مناظرہ حیدرآباد سندھ میں آریوں کو فتح ہوئی

کیونکہ آریوں کے مناظر بڑے قابل عربی دان اور سنسکرت دان تھے۔ ایک پنڈت جی الہا کو قرآن شریف کی آیت بتلاتے تھے۔ دوسرے مہاشہ فاعل مختار کو بار بار فعل مختار کہتے تھے۔ تیسرے پنڈت جی جو سب سے لائق تھے۔ اور عمدۃ العلماء تھے۔ وحی متلو اور منتہی الاسباب کی رٹ لگاتے تھے۔ اور سنسکرت لفظ او ماسہ کے معنوں میں یا سکہ آچاریہ مصنف نروکت اور سوامی دیانند جی کی غلطی بتاتے تھے۔

ایسے مناظروں کو مباحثہ میں کامیابی نہ ہو۔ تو اور کس کو ہوگی

(عبد الحق ودیارتھی)

سلہ یہ تو مہاشہ پریم کی قابلیت ہے۔ کہ فاعل مختار کو فعل

فسخ بیعت

میں مسمیٰ سدھے شاہ ولد بوٹے شاہ ساکن چندر کے گولے تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کا ہوں۔ میں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مگر چونکہ وہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کو اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کے بعد حقیقی نبی مانتے ہیں۔ جن کے نہ ماننے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ اور یہ امر حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ و حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶ اور اسی سے آنحضرت صلعم کی مہر نبوت ٹوٹتی ہے۔ اس لئے میں ان کی بیعت فسخ کرتا ہوں۔ اور آج کی تاریخ سے حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہاتھ حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں آ کر شامل جماعت احمدیہ لاہور ہوتا ہوں۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اس زمانہ کا مجدد۔ مسیح موعود اور اس امت مرحومہ میں [illegible] کرتا ہوں اللہ توفیق استقامت بخشے آمین۔

۵ر فروری ۱۹۲۹ء

سدھے شاہ ولد بوٹے شاہ متولی خانقاہ شاہ خضر صاحب
ساکن چندر کے تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

دوستو سال بھر کے بعد یہ موقع رعایتی اعلان کا آتا ہے۔ جلدی آرڈر روانہ کریں

پیغام صلح کے فائل

[illegible]

خبریں

—— پشاور ۱۴ر فروری۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بچہ سقہ کے وزیر جنگ سید حسن کے قتل کی افواہ غلط ہے۔ وہ قلعہ مراد بیگ میں فوجی سپاہیوں کی بھرتی میں مصروف ہے۔ بچہ سقہ شہر کابل کی حفاظت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

—— کوئٹہ ۱۴ر فروری۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ کی فوجیں غلزئی باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو چکی ہیں۔

—— پشاور ۱۴ر فروری۔ کابل کی تازہ اطلاع ہے۔ کہ بچہ سقہ نے تمام دوکانداروں کے نام حکم جاری کیا ہے۔ کہ جو شخص دوکان نہیں کھولے گا۔ اس کی دوکان ضبط کر لی جائے گی۔ اس کو ایک سال قید کی سزا دی جائے گی۔ اس سے قبل یہ امر دکانداروں کی مرضی پر منحصر تھا۔ کہ وہ دکانیں کھولیں یا نہ کھولیں۔

—— پشاور ۱۴ر فروری۔ تازہ ترین خبر ہے۔ کہ سردار علی احمد جان کی فوجوں پر مقام گندمک کے قریب شنواریوں و دیگر باغی قبائل نے حملہ کیا۔ اور اس کی فوجیں شکست فاش کھا کر بھاگ گئیں۔ اس کے فوجی کیمپ پر باغیوں نے مکمل طور پر قبضہ کر کے لوٹ لیا۔ اور وہ خود لغمان نامی شہر میں پناہ گزیں ہے۔ اس کے کئی فوجی سپاہی فاقہ کشی کی حالت میں کابل جا رہے ہیں۔

—— اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی موصول ہوئی ہے۔ کہ اس لڑائی میں علی احمد جان کا بھتیجا ہلاک ہو گیا ہے۔ باغیوں نے جلال آباد پر قبضہ کر کے سارے شہر کو آگ لگا دی۔ سارا شہر جل کر خاک سیاہ ہو گیا ہے۔ بہت سے باشندے زخمی اور ہلاک ہو گئے۔

—— بمبئی میں ۱۴ر فروری کی رات سے کرفیو آڈر ۔ ۸ بجے شام سے لے کر ۶ بجے صبح تک جاری ہو گیا۔ شہر میں اب پہلے کی نسبت امن ہے۔

—— کیمبل پور ۱۴ر فروری۔ چند روز سے فوجی گوروں اور ہندوستانی سپاہیوں کی سپیشل ٹرینیں پشاور کی طرف جا رہی ہیں۔ جن کی وجہ سے عام افواہ پھیلی ہوئی ہے۔ کہ یہ جنگ کی تیاریاں ہیں۔ (پرتاپ)

—— قسطنطنیہ ۱۳ر فروری۔ حکومت ٹرکی نے ایک نیا قانون وضع کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص غیر ملکی عورتوں سے شادی کریگا اسے سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونا پڑے گا۔ جو پہلے غیر ملکی عورتوں سے شادی شدہ ہیں۔ انہیں بھی ملازمت سے برخاست کیا جائے گا۔

—— نئی دہلی ۱۵ر فروری۔ اسمبلی میں مسٹر اشوورن سرن کی یہ قرارداد کہ لالہ لاجپت رائے آنجہانی کی موت کے متعلق تحقیقات کرنے کی غرض سے ایک مجلس مقرر کی جائے۔ حکومت کی مخالفت کے باوجود ۵۴ کے مقابلہ میں ۵۷ رائے سے پاس ہو گئی۔

—— کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ بچہ سقہ نے کابل کے تمام کتب خانوں کے علمی نوادر جنکی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ دیگیں پکانے کے لئے ایندھن کی جگہ استعمال کیا۔ جو کتابیں بچ رہیں انہیں جرمنوں کے ہاتھ کوڑیوں کے مول فروخت کر دیا۔ یہ کتابیں شاہ امان اللہ بیش بہا قیمتوں پر جرمنی وغیرہ سے خرید کر لائے تھے۔

—— لندن ۱۲ر فروری۔ یورپ آجکل غضبناک سردی کی لہر کا شکار ہو رہا ہے۔ اس کا اثر انگلستان میں بھی پہنچ چکا ہے۔ آج لندن میں بہت سخت سردی تھی۔ انگلستان میں آجکل مشرقی ہوائیں اس قدر ٹھنڈی ہیں۔ کل ان ہواؤں کے ساتھ کہر اور برف بھی پڑی۔

—— لیگ اور خبر ہے۔ کہ بحیرہ بالٹک اور بحیرہ شمالی میں جہاز رانی بالکل بند ہو گئی۔ بحیرہ بالٹک مکمل طور پر منجمد ہو گیا۔ اور ۰ ۷ جہاز برف میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہوائی جہاز انہیں سامان خورد و نوش پہنچا رہے ہیں۔

—— جرمنی کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وہاں ۱۷۱۹ء کے بعد آج تک ایسی قیامت خیز سردی نہیں پڑی۔ درجہ حرارت صفر سے ۹ درجے نیچے گر گیا۔ کہر کے باعث دریائے رَوْن کا پل ٹوٹ گیا۔ اور دریائے رائن بالکل منجمد ہو گیا ہے برفباری کی وجہ سے کئی ریلوے لائنیں بھی بند ہو گئی ہیں۔

—— بمبئی ۱۴ر فروری۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ شہر میں سکون اور حالات رو بہ اصلاح ہیں۔ اس وقت تک ۱۸۰ گرفتاریاں عمل میں آ چکی ہیں۔

—— معزز معاصر "انقلاب" نے بچہ سقہ کو تار دیا تھا کہ کابل سے آمدہ خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ تم لوگوں پر بے حد ظلم کر رہے ہو۔ اس سے تمہیں باز آ جانا چاہیئے اور مسلمانان ہندوستان تمہارے اس رویہ کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ بچہ سقہ نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - لاہور ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ نمبر ۷

دشمنان اسلام کا معاندانہ پروپیگنڈا ہم کس طریقے سے کامیاب ہو سکتے ہیں؟

معاصر مدینہ نے ۱۳۔ اکتوبر کی اشاعت میں اپنے ایک نامہ نگار کا مکتوب شائع کیا ہے۔ جو انہیں موشی ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) سے موصول ہوا ہے اس مکتوب میں بتایا گیا ہے۔ کہ ایک مسیحی مبلغ اے ایونڈل نامی نے جو غالباً یورپین معلوم ہوتا ہے۔ مشرقی افریقہ میں تبلیغ مسیحیت کے لئے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کا نام افریقہ کی سواحلی زبان میں "میمو کلوا ہیوا" رکھا گیا ہے۔ اس دروغ باف اور افترا پرداز مصنف نے حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین فرضی تصویریں دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اپنی کتاب میں شائع کی ہیں۔ نامہ نگار مذکور نے معاصر مدینہ کو جو تصویر بھیجی ہے۔ وہ ایک بوڑھے آدمی کی ہے "جس کے چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی ہیں۔ جس کے سر پر کلاہ دار بڑا سا پگڑ رکھا ہے جس کی ڈاڑھی گنجان اور لمبی ہوئی ہے۔ جس کے قمیص کا کالر مغربی وضع کی شیض شرٹ کی طرح کوٹ پر الٹا دیا گیا ہے۔"

رسول کریم کی اس فرضی تصویر کے متعلق معاصر مدینہ نے حسب ذیل الفاظ میں اپنے جذبات و حسیات کا اظہار کیا ہے ہ۔

"کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ مشرقی افریقہ میں ایک عیسائی مصنف اپنے خبث باطن کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتا۔ اور دنیا کی پوری اسلامی آبادیوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ عیسائی اہل قلم اور مسیحی مبلغ ظلم و عدوان اور استکبار و بربریت کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ اپنے ذرا سے مفاد اور کتاب کو تھوڑا سا دلچسپ بنانے کے لئے وہ ابنائے آدم کے ایک کثیر التعداد طبقہ کے دلوں کو مجروح اور ان کے جذبات کو مشتعل کرنے سے نہیں گھبراتے۔ آخر مسلمان کب تک احتجاج کرتے جائیں گے۔ کیا ہر نئی بات نئی تیزی پر مسلمانوں کو قیامت برپا کرنی پڑے گی۔ کیا غیر مسلم اہل قلم انسانیت شرافت تہذیب اور معقولیت سے کام لینا نہیں سیکھیں گے کیا غیر مسلم دنیا مسلمانوں کے صبر و ضبط کا امتحان لینا چاہتی ہے۔ کیا وہ ضرور چاہتی ہے۔ کہ مسلمان قلم و زبان کی بجائے تیغ و خنجر سے کام لیا کریں۔"

ہم اپنے معاصر کے مذکورہ بالا جذبات و حسیات کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم محض غصہ اور جوش کے اظہار سے سرکار دو جہاں کی مقدس شخصیت کے خلاف ایسے دریدہ دہن اور افترا پرداز مبلغین کے ناپاک اور بے بنیاد پروپیگنڈے کا سد باب کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ خود ہندوستان میں برادران وطن کی ایک مسلم آزار جماعت نے رسول کریم صلعم کی مبارک شان میں نازیبا الفاظ کا استعمال کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں نفرت اور عناد کا جذبہ پیدا کرنا اپنی زندگی کا مشن قرار دے رکھا ہے۔ تاکہ ہندو پبلک اسلام کی روحانی کشش سے اثر پذیر نہ ہو۔ گو ایسے دریدہ دہن لوگوں کے منہ میں قانون کی خاردار لگام بھی چڑھا دی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کی سرگرمی اور جوش میں ذرا فرق نہیں آیا۔ جو کام پہلے علانیہ کیا جاتا تھا۔ اب وہ چھپے چھپے زیادہ باقاعدگی اور مستعدی سے ہو رہا ہے۔ یہ صورت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ عامۃ المسلمین کو اس کا کوئی علم نہیں۔

ہندی۔ گجراتی۔ بنگالی اور خبر نہیں اور کتنی زبانوں میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریک کو فروغ دینے کے حیلہ سے اسلام کے خلاف پُر زور لکھو کھا آدمیوں کے کانوں میں زہر ٹپکایا جاتا ہے۔ اور زہریلے لٹریچر کی اشاعت سے ایک مسموم فضا پیدا کی جاتی ہے۔ لیکن عام مسلمین تو کجا ہمارے مذہبی مبلغین بھی دشمنان اسلام کی اس زہر چکانی کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں۔ کیونکہ وہ عربی فارسی یا صوبہ کی مادری زبان کے علاوہ غیر اسلامی زبانوں کا سیکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مبلغ کے لئے اس قوم کی زبان میں مہارت حاصل کرنا لازمی ہے جس کو وہ اسلام کا پیغام پہنچانا چاہتا ہے۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ایسے مسلمانوں کی کس قدر تعداد ہوگی۔ جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے مقصد سے غیر مسلم اقوام کی زبانوں میں مہارت حاصل کر چکے ہیں۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ سات کروڑ مسلمانوں میں سے ایسے مبلغین کی تعداد ایک سو بھی نہیں ہوگی۔

گذشتہ پچیس سال کے دوران میں ہندوستان اور بالخصوص پنجاب اور یو۔ پی کے مسلمانوں نے اسلام کے ساتھ اپنی حب محبت اور ارادت کا وقتاً فوقتاً ثبوت دیا ہے۔ وہ زبانی جمع خرچ یا ہنگامی جوش سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ... ہم نے غیر مسلموں ... کسی مسجد کے انہدام یا ہندو مسلم فساد کے دوران میں غیر معمولی غصہ اور جوش کا اظہار کیا۔ بعض اوقات جان اور جانی قربانی کا ثبوت دیا۔ لیکن کیا اس محبت اور قربانی کے نتائج پر ایک غائر نظر ڈالتے ہوئے ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم اسلام کی تبلیغ کے فرض سے بوجہ احسن سبکدوش ہو رہے ہیں! ہم کسی قدر وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ غصہ اور جوش کے اس مظاہرہ سے ہم کسی صورت میں اپنے تبلیغی اغراض و مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فریق ثانی ... مشغول رہتا ہے۔

ہماری رائے میں اسلام کے خلاف دریدہ دہن اور فتنہ پرداز پروپیگنڈا کرنے والوں کا بہترین جواب یہ ہے۔ کہ ہم اپنے قلم و عمل سے اسلام کو ان لوگوں کے سامنے حقیقی رنگ میں پیش کریں۔ جن کو دشمنان اسلام بہکانا چاہتے ہیں۔ "رنگیلا رسول" کے مصنف نے اپنی طرف سے مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے ہندوستان کی اسلامی دنیا میں غیظ و غضب کا طوفان بپا ہو گیا۔ جو کچھ ہوا۔ وہ کل کی بات معلوم ہوتی ہے۔ گو غیظ و غضب کے اظہار سے برادران وطن کو ہمارے قلب کی کیفیت معلوم ہو گئی۔ اور شاید آئندہ وہ علانیہ ایسی کتاب کی اشاعت سے احتراز کریں۔ لیکن اگر ہمارا نصب العین ہے۔ کہ غیر مسلم اقوام ہمارے ہادی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ادب اور احترام کریں۔ تو پھر ہمیں اپنے موجودہ طریق کار میں لازمی طور پر تبدیلی کرنی پڑے گی۔

انجمن جماعت احمدیہ لاہور کے محترم امیر مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے اس بارے میں قابل تقلید مثال قائم کر چکے ہیں۔ آپ نے "رنگیلا رسول" کے اثر کو زائل کرنے کے لئے "پرافٹ آف اسلام" (پیغمبر اسلام) کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب انگریزی زبان میں لکھی۔ جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں نہ صرف ہندوستان بلکہ مغربی ممالک میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں جس سادہ موثر اور دلآویز پیرایہ میں رسول کریم صلعم کی سیرت کا مرقع کھینچا گیا ہے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ غیر مسلم ناظرین نے اس کتاب کو پوری دلچسپی اور شوق سے پڑھا۔ اور انہیں پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ جس مقدس ہستی کے متعلق متعصب اور کور باطن لوگوں نے جھوٹی اور بے بنیاد باتیں اڑائی ہیں۔ وہ واقعی انسانیت کا ایک کامل نمونہ ہے۔ معاندانہ پروپیگنڈا کرنے والے اس پر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ لیکن اگر ہندوستان کی ہر زبان میں رسول کریم کی سیرت پر ٹریکٹ شائع کئے جائیں۔ تو اس کا اثر یقیناً روح افزا ثابت ہوگا۔ کیا مسلمانوں کی مذہبی اور تبلیغی انجمنیں اس کام کو ایک وسیع پیمانہ پر کرنے کے لئے تیار ہیں؟

جزاکم اللہ

سرگودھا سے جناب فضل داد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اخبار پیغام صلح مطبوعہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء آج بعد دوپہر مجھے ملا جس میں خریداروں کے لئے آپ کی اپیل کو غور سے پڑھا۔ مجھے یہ معلوم کر کے رنج ہوا کہ انجمن احمدیہ لاہور کا اخبار جو ہندوستان کی ایک زبردست تبلیغی جماعت کا آرگن ہے تین سو روپیہ ماہوار کا نقصان اٹھا رہا ہے۔ اور یہ وہ اخبار ہے۔ جس نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کر رکھا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال کی اپیل پر بھی میں نے دس نئے خریدار محض اللہ کے فضل و کرم سے پیدا کئے تھے۔ آج بھی آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی۔ اور آپ لوگوں کی دلی دعاؤں کا اثر ہوا۔ تو آپ کو دسمبر کے اخیر تک دس نئے خریدار پیدا کر دوں گا۔ انشاء اللہ آپ بھی اپنی کوشش میں سست نہیں پائیں گے حضرت امیر بالخصوص میری کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔"

ہم اپنے محترم نامہ نگار کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر وہ محض خدمت اسلام اور جماعت احمدیہ کے تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے خیال سے پیغام صلح کی اشاعت کا بڑھانا اپنا فرض منصبی سمجھیں گے۔ تو خداوند کریم ضرور ان کی مدد کرے گا جو ہر نیک کام کے لئے اپنے نیک بندوں کی دعا کو سنتا اور ان کی مدد کرتا ہے۔ اور اگر یہی جذبہ پیغام صلح کے تمام خریداروں کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو انجمن کے ارباب حل و عقد کو ایک بہت بڑی فکر سے نجات مل سکتی ہے۔ ہماری اس اپیل پر لبیک کہنے میں اولیت کا سہرا فضل داد صاحب کے سر رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ پیغام صلح کے دوسرے خریدار بھی ہماری اپیل کے جواب میں خاموش نہیں رہیں گے۔ اور نئے خریدار بہم پہنچا کر اپنی ہمدردی اور فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

خواجہ حسن نظامی اور سارڈا ایکٹ

معاصر انقلاب ۱۹۔ اکتوبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

"۔۔ اکتوبر کے منادی سے معلوم ہوا ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے سارڈا ایکٹ یا قانون عمر نکاح کے متعلق اپنی رائے بدل لی ہے۔ اور اب وہ اس قانون کے حق میں نہیں رہے۔ ہمیں خواجہ صاحب کی اس تبدیل رائے سے بے حد خوشی ہے۔ اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ وسیع پروپیگنڈا کا ایک اچھا ذریعہ جس سے اعدائے اسلام بے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ان سے علیحدہ ہو گیا ہے۔ اور اب اس کے ذریعہ سے مخالفین اسلام کو تقویت نہیں پہنچ سکیگی۔

اگر خواجہ حسن نظامی صاحب نے سارڈا ایکٹ کے مخالفین کی مخالفت سے مرعوب ہو کر اپنی رائے بدل لی ہے۔ اور وہ اس بات کو جسے وہ صحیح اور اچھی سمجھتے تھے۔ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ تو ہمیں افسوس ہے۔ کہ انہوں نے ایسے معاملہ میں اخلاقی کمزوری کا ثبوت دیا ہے جس پر انہیں پہاڑ کی طرح قائم رہنا چاہئے تھا۔ انسان کی زندگی میں یہی وہ موقعے ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کے استقلال اور مردانہ وقار کی آزمائش ہوتی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ خواجہ صاحب بہت جلد اس امر کی وضاحت فرمائیں گے۔ کہ انہوں نے کن وجوہ کی بنا پر اپنی رائے بدل لی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کے مرید اس تبدیلی کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔

اس قدر لکھ چکنے کے بعد منادی کا تازہ ترین پرچہ ہماری نظر سے گذرا اور ہمیں خواجہ صاحب کا یہ اعلان دیکھ کر اطمینان ہوا کہ "یہ خبر غلط ہے۔ کہ میں نے اس قانون کی حمایت کے خلاف اپنی رائے بدل دی ہے میں اب تک اس قانون کا حامی ہوں۔"

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صحت

ناظرین کرام امید ہے کہ اس خبر کو سن کر بہت ہی خوش ہوں گے۔ کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب اب بفضل تعالیٰ بالکل تندرست ہو گئے ہیں۔ اور اپنے گھر میں چلتے پھرتے ہیں۔ کل کرنل ہارپر نلسن آئی۔ ایم۔ ایس پروفیسر میڈیکل کالج ڈاکٹر صاحب موصوف کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کا دروازے میں خود چل کر استقبال کیا۔ وہ ان کی صحت میں اس قدر ترقی دیکھ کر نہایت حیران ہو گئے۔ اور ان کے منہ سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلا کہ

یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر خاص فضل کیا ہے۔ کہ اس قدر جلد صحت دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ایمان ہے۔ کہ ان کو اس قدر جلدی صحت احباب کی مخلصانہ دعاؤں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جس کیلئے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ — ۱۶ر جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ — نمبر ۷۷

اسلام کا ایک بھولا ہوا سبق

بکھری ہوئی طاقتوں کو ایک مرکز پر لانا چاہیئے

جب فتح مکہ کی مسرت انگیز اور انقلاب آفریں تقریب پر رسول کریم صلعم نے عربوں کے ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے اس شہر میں آخری خطبہ ارشاد فرمایا جہاں آپ نے اپنی بعثت کا اعلان کیا تھا۔ اور اپنی ہی قوم کے ہاتھوں ایسی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائی تھیں کہ ان کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ تو آپ نے اپنے خطبہ کے دوران میں منجملہ دیگر ارشادات کے مسلمانوں کو حسب ذیل الفاظ میں متنبہ کیا :-

" یاد رکھنا میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کے گلے نہ کاٹنا کیونکہ تمہیں خداوند کریم کی حضور میں پیش ہونا ہے اور وہ تم سے ہر اس کام کے متعلق جو تمہارے ہاتھوں سے سرزد ہوئے ہیں محاسبہ کرے گا ؟"

پھر خاتمہ پر فرمایا :-

" اے لوگو ! میری باتوں کو توجہ سے سنو کیونکہ میں نے تمہیں اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم ان پر پوری ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہے تو وہ تمہیں گمراہی سے بچائیں گی۔ یہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کا اسوہ ہیں۔"

مسلمانوں میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو بوجہ جہالت اور لاعلمی رسول کریم صلعم کے اس خطبہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ لیکن افسوس صد ہزار افسوس ان علماء پر جو اس یادگار زمانہ خطبہ کا علم رکھنے کے باوجود نہ تو اس پر خود عمل کرتے ہیں۔ اور نہ عامہ مسلمین کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد مسلمانوں کا ہر زمانہ میں صراط مستقیم سے بھٹک جانا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنا ایک لازمی نتیجہ تھا۔ اسلام نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا تھا لیکن جب اسلام سے منہ موڑا تو برادر کشی کی لعنت میں مبتلا ہو گئے۔ اگر مسلمان اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیتے تو وہ کبھی گمراہ نہ ہوتے۔ دنیا میں ان کی ہستی کا شیرازہ کبھی پریشان نہ ہوتا۔ اور دشمن ان کی تباہی اور بربادی سے کبھی فائدہ نہ اٹھاتا۔

لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس گئی گزری حالت میں بھی مسلمانان ہند کو اپنے ہادی برحق کی ذات اقدس سے دلی محبت و ارادت ہے۔ وہ اس بے عملی اور بے حسی کے زمانہ میں بھی شمع رسالت پر پروانہ کی طرح قربان ہو جانے کا ایک سے زیادہ مرتبہ ثبوت دے چکے ہیں۔ میاں علم الدین شہید کی موت اس غیر فانی محبت و ارادت کی ایک تازہ ترین اور بصیرت افروز مثال ہے۔ اسلامی دنیا میں علم الدین ایک ذرہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ رسول کے عشق نے اسی ذرہ کو ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کے روز آفتاب کے درجہ تک پہنچا دیا۔ وہ چمکا اور ایسا چمکا کہ لاکھوں نگاہیں اس کی دید سے خیرہ ہو گئیں۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ لاہور کی اسلامی تاریخ میں میاں علم الدین کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کا اجتماع عظیم ایک عدیم النظیر واقعہ ہے۔ لاہور کے معمر لوگ بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔

رسول کریم صلعم کی مقدس ذات سے والہانہ ارادت وعقیدت کا اظہار بجائے خود ایک مستحسن فعل ہے۔ لیکن کیا برادران اسلام کا فرض صرف اسی قدر ہے کہ وہ میاں علم الدین کے اس جذبہ کو صرف تعریفی الفاظ تک ہی محدود رکھیں ؟ کیا سچے عشق کی دیوانگی اس امر کی مقتضی نہیں کہ ہم محبوب کے ہر قول و فعل کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں مدنظر رکھیں اس کے بتائے ہوئے راستہ پر ثابت قدم رہیں اور اس کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے تن من دھن سب قربان کر ڈالیں اس میں شک نہیں کہ ہر مسلمان کو اسلام کی راہ میں جان کی قربانی دینے کے لئے اسی طرح تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک فوجی سپاہی میدان جنگ میں جانے کے لئے کمربستہ رہتا ہے۔ لیکن اکثر حالات میں جان کی قربانی کی نسبت مال کی قربانی زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہے۔

لاہور کے مسلمانوں نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ وہ ناموس رسول کی حفاظت کے لئے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو سکتے ہیں۔ لیکن اسلام کے لئے ان کا اجتماع صرف اسی صورت میں عظیم الشان نتائج پیدا کر سکتا ہے کہ وہ آئندہ بھی بلا تفریق عقائد اپنی دینی یا دنیاوی مشکلات کو حل کرنے کے لئے ایک مرکز پر جمع ہو جایا کریں کہ اس سے ان کی دینی و دنیاوی فلاح وابستہ ہے۔ جب صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام میں اس قدر طاقت اور کشش ہے کہ وہ چشم زدن میں لاکھوں لوگوں کو متحد کر سکتی ہے۔ تو قیاس کرنا چاہیئے کہ حضور کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہماری قوت عمل ہمیں کہاں سے کہاں تک پہنچا سکتی ہے ؟ فتح مکہ جو دراصل دنیا کی تاریخ میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اخلاقی فتح تھی۔ قوت عمل کا ایک حیات افروز سبق تھی۔ عرب کے گلہ بان اسی قوت عمل کے صدقہ میں جہانبانی کے اعلےٰ مقام تک پہنچ گئے۔

میاں علم الدین شہید کی موت نے مسلمانوں کو اسلام کا ایک بھولے ہوئے سبق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس موت نے جس میں ان کی زندگی کا راز پنہاں ہے۔ مسلمانوں کو بتا دیا ہے کہ وہ عقائد کے شدید اختلافات کے باوجود اپنی بکھری ہوئی طاقتوں کو ایک مرکز پر لا کر اس سے وہ کام لے سکتے ہیں۔ جو بارود اور بجلی کی طاقت سے لیا جاتا ہے۔

ایک جائز مطالبہ

پیغام صلح کی کسی گزشتہ اشاعت میں ہم حکومت پنجاب کی اس معاملہ فہمی کا اعتراف کر چکے ہیں کہ اس نے میاں علم الدین شہید کی نعش کے متعلق عامہ مسلمین اور بالخصوص مسلمانان لاہور کے جذبات وحسیات کا احترام کیا ہے۔ ۷ر نومبر کو لاہور کے باغ بیرون دہلی دروازہ میں علم الدین کمیٹی کے رضاکاروں کے اہتمام سے مسلمانوں کا جو جلسۂ عام منعقد ہوا۔ اس میں حکومت سے پرزور الفاظ میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اب جبکہ میاں علم الدین کی نعش مسلمانان لاہور کے حوالے کر دی گئی ہے۔ وہ ان لوگوں کو بھی رہا کر دے جو میاں علم الدین کی نعش کا مطالبہ کرنے کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ یہ ایک بالکل جائز اور معقول مطالبہ ہے۔ اور ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ حکومت کے ارباب حل وعقد بہت جلد ان اسیران بلا کی رہائی کا حکم صادر کریں گے۔ جن کا سوائے اس کے اور کوئی جرم نہیں کہ انہوں نے سب سے اول اپنے قول اور فعل سے حکومت کو ایک اہم فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی۔ اگر حکومت کے نزدیک مسلمانان پنجاب کا مذکورہ بالا مطالبہ جائز اور معقول ہے جسکو آخر اس نے منظور کر لیا۔ تو پھر ان قیدیوں کی روش اور زیادہ مستحسن اور قابل ستائش ہے جنہوں نے اپنے لاکھوں بھائیوں کے جذبات کی ترجمانی کا فرض ادا کرنے کے لئے نعرۂ حق بلند کیا۔ اگر یہ لوگ جلد رہا نہ کئے گئے تو اسلامی حلقوں میں اضطراب اور بے چینی کی فضا بدستور قائم رہے گی۔ یہ وقت معاملات کو طول دینے کا نہیں بلکہ انہیں ہر ممکن طریقہ سے سلجھانے کا ہے۔ اگر حکومت اور رعایا کے نمائندے انسانی اخوت اور محبت کے مقدس اصول کی بنا پر ایک دوسرے کے ساتھ فیاضانہ اور ہمدردانہ برتاؤ ملحوظ رکھنا اپنا اولین فرض سمجھیں تو ان کا اتحاد عمل فریقین کے لئے ایک بہت بڑی برکت ثابت ہوگا۔

نفاق و افتراق کا نتیجہ

یہ ایک کھلا ہوا راز ہے۔ کہ برادران وطن جن کو اپنی اکثریت پر ناز ہے فرزندان توحید کو ان کے سیاسی حقوق سے محروم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ان صوبوں میں بھی جہاں ان کی اکثریت ہے۔ وہ حقوق دینا نہیں چاہتے جو ان کا پیدائشی حق ہیں۔ ہندوؤں کی غاصبانہ اور مسلمانوں کی مدافعانہ روش کا آخری نتیجہ نکلا کہ ہندوستان کے سیاسی لیڈر مستعمراتی طرز کی جس حکومت کا خواب ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں وہ ابھی واقعیت سے اتنی ہی دور ہے جس قدر آسمان زمین سے۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے نہرو رپورٹ کی مخالفت نہ ہوتی اور ہندوستان کی دو بڑی قومیں ایک کامل سمجھوتہ کے بعد برٹش پارلیمنٹ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرتیں تو ان کا نتیجہ یقیناً مسرت انگیز اور روح پرور نکلتا۔ لیکن جب خود ہندو مسلمانوں میں نفاق ہو۔ اور اکثریت اقلیت کو اپنے اندر جذب کرنا چاہتی ہو تو اس کا لازمی نتیجہ وہی ہونا چاہیئے تھا جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہز اکسلنسی لارڈ ارون نے وزرائے برطانیہ سے صلاح ومشورہ کرنے کے بعد ۳۱ر اکتوبر کے اعلان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ اسی کو مستعمراتی حکومت کا سنگ بنیاد سمجھنا چاہیئے۔ اس پر لیڈروں میں سے کچھ تو مطمئن ہو گئے ہیں۔ اور کچھ ناراض ہیں۔

ایک ہندو لیڈر کی حق گوئی

سر چمن لال سیتل واد نے جو اپنی اعتدال پسندی اور معاملہ فہمی کے لئے سیاسی حلقوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ :-

" یہ کہنا یا خیال کرنا صحیح نہیں کہ مسلمان درجہ مستعمرات کے خواہاں نہیں وہ اگر ہندوؤں سے بڑھکر نہیں تو ان کے برابر ضرور طلبگار آزادی ہیں۔ لیکن اقلیت میں ہونے کے باعث قدرتی طور پر مشوش ہیں کہ مستعمرہ ہند میں سیاسی اقتدار ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ جو خاص اسلامی مفاد کے خلاف ہوگا۔ ان کے اس خوف کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ایسے معقول تحفظات مہیا کئے جائیں جو مسلمانوں کے مذہب تہذیب اور عام مفاد کی آزادی کے کفیل ہوں "

جب سر چمن لال سیتلواد ایسے پایہ کا لیڈر اس اندیشہ کو محسوس کرتا ہے کہ مستعمرہ ہند میں ہندوؤں کا اقتدار سیاسی، مسلمانوں کے خاص اسلامی مفاد کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ تو مسلمان اس معاملہ میں جس قدر بھی زیادہ تشویش و پریشانی کا اظہار کریں حق بجانب ہیں مسلمان برادران وطن سے کوئی خاص رعایت نہیں چاہتے صرف اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ ہندو لیڈر اور بالخصوص مہاسبھائی اس حق طلبی کو فرقہ وارانہ پروپیگنڈا سے تعبیر کر کے اپنی قوم پرستی سے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہندو قوم پرستوں کو واضح رہے کہ جب تک وہ اپنی سیاسی روش کو سچائی اور اخلاق اور انصاف کے تابع قرار نہیں دیں گے وہ کبھی سوراج کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے سوراج اگر مل سکتا ہے تو اسی قوم کے ساتھ منصفانہ سمجھوتہ کرنے سے جس کے جذبات کو مہاسبھا۔ اور کانگریس پارٹی نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے کی عادی ہو چکی ہے۔

فضل کریم خاں درانی کی گرفتاری

فضل کریم خاں درانی کی نسبت جو برلن مسجد کے معاملہ میں ایک ناقابل رشک شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ تازہ خبر یہ موصول ہوئی ہے کہ وہ لاہور سے فرار ہو کر ریاست مانگرول میں پہنچے۔ اور جب دیکھا کہ ریاست مانگرول کی فضا ان کے موافق نہیں ہے۔ تو بمبئی کا رخ کیا۔ جہاں وہ پکڑے گئے۔ پولیس نے ملزم کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مجسٹریٹ نے ملزم کی ضمانت نامنظور کر دی۔

گورمکھی ترجمہ سیرت محمد مصطفیٰ صلعم

سیرت محمد مصطفیٰ صلعم کے گورمکھی ترجمہ کے متعلق حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور تحریر فرماتے ہیں :-

" گورمکھی ترجمہ کے لئے میں نے اپیل کی تھی اور ایک سو روپیہ اردو سیرت سے اس کے لئے رکھ لیا تھا۔ پھر سو روپے کی اپیل تھی ان میں سے دو سو روپے ایک درد اسلام رکھنے والے دوست نے بھیج دیا ہے مگر تین سو روپے کی رقم باقی ہے۔ جماعت پر اور بھی طرح طرح کے بوجھ ہیں مگر بہت سے احباب نے اردو سیرت کی اشاعت میں اب

سے معقول نہیں ہو سکتا۔ پس آپ کے لئے یہ بہتر ہے کہ صبر کریں اور معاملہ سپرد خدا کر دیں۔ اگر واقعی آپ حق پر ہیں تو آپ کو صبر کا درجہ ملے گا۔"

سید عبدالمجید صاحب المنیان رکھیں دنیا بہت جلد دیکھ لے گی کہ دنیا کو دیدہ و دانستہ کون دھوکہ دے رہا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کس کے فریب کا اپنے انجام کو نظارہ میں ڈال رہی ہے؟ پیر پرستی کا جذبہ سید عبدالمجید صاحب کے دماغ پر اس قدر حاوی ہے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں حضرت مرزا صاحب کے ارشاد کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ یہ صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کو نظر انداز کر کے الٹا حضرت امیر پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ خلق خدا کو دھوکا دے رہے ہیں۔ میاں صاحب کے مریدوں کی یہ سرگرمی قابل داد ہے کہ وہ اپنے پیر کے پس تو آنکھ چھپتے ہیں۔ پیران نمی پرند مریداں می پرانند کی یہ مثال کیسی واضح اور روشن ہے کیا حضرت مسیح موعود کے صاف اور صریح ارشادات کو دنیاوی اغراض کے لئے دیدہ و دانستہ نظر انداز کرنا ایک عملی غداری نہیں ہے؟ •

مسلمانوں کی سراب نما بیداری

اگر مسلمانوں کی نام نہاد بیداری کے متعلق گذشتہ ربع صدی کے ان واقعات پر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے جو ہندوستان کی سرزمین میں رونما ہو چکے ہیں تو ہمیں ندامت کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑیگا کہ فرزندان اسلام کی تمام تحریکوں کی بنیاد بالعموم وقتی جوش اور ہیجان پر ہوتی ہے جس کے لئے کسی المناک اور اشتعال انگیز قومی حادثہ کے ظہور کی ضرورت ہے۔ جب تک جوش کی صورت قائم رہتی ہے مسلمان اپنی سرگرمی اور مستعدی کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے دیگر اقوام بھی اس سے متاثر ہو جاتی ہیں بعض اوقات یہ جوش ایک جنون کی صورت اختیار کر لیتا ہے مسلمان اس جنون کی خاطر بلا تامل اپنی جانیں تک قربان کر سکتے ہیں۔ وہ چند دنوں کے لئے اسلامی ہمدردی اور ایثار کی ایک ایسی رنگ پرور فضا پیدا کر دیتے ہیں جس کی نظیر شاید غیر اسلامی ممالک میں نہ مل سکے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس جنون میں خلوص پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک عارضی جذبہ ہے جو ایک مہیب سیلاب کی طرح ہر شے کو بہا لے جانے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن یہ غیر معمولی سرعت کے ساتھ ہمارے دیکھتے دیکھتے ایسا فرو ہو جاتا ہے کہ اس کا آنا خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ابتدا ہمیشہ شاندار اور امید افزا ہوتی ہے لیکن انجام کبھی اچھا ثابت نہیں ہوا اور اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انکی بیداری سراب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ وہ بظاہر بیدار اور سرگرم دکھائی دیتے ہیں لیکن بباطن جمود و غفلت کا ایک زندہ مجسمہ ہیں۔ ہمسایہ قومیں مسلمانوں کی اس سراب نما بیداری سے کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اس بیداری کی حقیقت سے خوب آگاہ ہیں اور اس لئے انہیں اپنی فرقہ وارانہ تحریکوں کو بروئے کار لانے اور مسلمانوں کے ان حقوق پر چھاپہ مارنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی جو انہوں نے اپنے حریف کی کمزوری اور بے پروائی کی وجہ سے غصب کر رکھے ہیں۔ برادران وطن خاموشی اور مستقل مزاجی سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ وہ اپنے قومی امور کو کاروباری معاملات کی طرح انجام دیتے ہیں اور نفع و نقصان کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں۔ وہ جوش کے مظاہرہ کی بجائے قوت عمل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس لئے دنیا کے سامنے اپنی بیداری کے دیرپا نتائج پیش کرتے ہیں۔ عارضی جوش یا جنون ایک مرض ہے جس میں مسلمانوں کی تمام جماعتیں [illegible] مبتلا ہیں

حکیم محمد یار فوق کی علیحدگی

ناظرین پیغام صلح غالباً حکیم محمد یار فوق مسلم مشنری جماعت احمدیہ کے نام سے ناواقف نہیں ہوں گے، جو ایک عرصہ تک انجمن کی نگرانی میں کام کرتے رہے۔ لیکن جب انجمن کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی قابل اعتراض روش سے انجمن کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو انہیں معطل کر دیا گیا۔ آخر حکیم صاحب سے کیفیت طلب کی گئی، اور انہوں نے دفتر میں پہنچکر تحریری معافی مانگی۔ اس کے بعد مالی وجوہ کی بنا پر حکیم صاحب کی اسامی تخفیف میں لائی گئی اور انہیں ان کی خدمت سے سبکدوش، اور ان کا حساب بے باق کر دیا گیا۔ ہمیں نہایت افسوس سے معلوم ہوا ہے کہ حکیم صاحب اب اس جماعت کے برخلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں جس کی خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اگر انجمن کے ساتھ حکیم صاحب نے اپنے تعلقات محض ذاتی مفاد کے خیال سے قائم کر رکھے تھے اور ذاتی مفاد کے سلسلہ کے منقطع ہو جانے سے اب وہ جماعت کے خلاف اپنے اندرونی جذبات کا اظہار کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو [illegible] کا اظہار [illegible]

جس سے انجمن کے مفاد کو ہرگز نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس لئے کہ خدا کے فضل و کرم سے انجمن کی بنیاد ایسی مستحکم ہے کہ اس پر ایسے حملوں کا جو نفسانیت اور انتقام پسندی کا

اخبار احمدیہ

خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے۔ کہ مصائب و تکالیف میں اس کا کوئی یار غمگسار ہو۔ جو ایسے وقت اس کی امداد کرے اور اس کا شریک حال ہو۔ اور کوئی ایسی ہستی ہو۔ جو مصائب کو دور کر سکے اور یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ خوشی کے وقت بھی اس کے یار دوست اس کے ساتھ شریک ہوں۔ سو مصائب کو دور کرنے والی ذات تو اللہ پاک کی ہے جو مضطر کی دعا کو سنتا قبول فرماتا اور اس کے اضطرار کو دور کرتا ہے۔ اور غمی اور خوشی میں اس کے شریک حال ہونیوالے اس کے یار دوست اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے اوقات میں اگر اس کے متعلقین اس کے ساتھ ہمدردی میں شامل ہوں۔ تو ایک بڑی حد تک اسے تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی تقاضائے فطرت کے ماتحت دوست احمدی احباب کی خدمت میں خوشی یا غمی کی دعا کے لئے لکھتے رہتے ہیں۔ دعا کے لئے توجہ بھی لکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ میرے دوست بھائی اپنی نیم شبی درد دل سے نکلی ہوئی دعاؤں میں شامل کریں۔ دعا کرنیوالے یا تو ایسا بھی کرتے ہیں۔ یا بعض محض اخبار میں بھی اور عادت کے طور پر پڑھ لینا اور آخر میں صرف آمین پڑھنے پر اکتفا کرتے ہیں جو درست نہیں دعا کرانیوالا علی الخصوص وہ جو مصائب میں گرفتار ہے۔ وہ دل میں درد رکھ کر اور اپنے احباب کی نسبت اچھا خیال رکھکر کہ میری مدد کریں گے اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ سے دعا کے لئے درخواست کرتا ہے۔ چونکہ آپ بھی اس کے یار دوست ہیں۔ آپ ہی اس کے عزیز و اقارب ہیں۔ لہذا آپ کا فرض ہے۔ کہ آپ اپنے بھائی کی امداد کریں۔ اور اس کے گمان کو ضائع نہ کریں۔ اور اس میں نہ صرف آپ کے بھائی کا ہی فائدہ ہے بلکہ آپ کا بھی کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب کبھی کوئی آدمی کسی دوسرے کے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے۔ تو خدا کے فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ یہی دعا پہلے تیرے لئے پھر تیرے بھائی کے لئے قبول ہو۔ پھر جب انسان چاہتا ہے کہ تکالیف کے وقت اس کا کوئی مددگار ہو۔ تو وہ بھی مدد کرے۔ اور پھر اس زمانہ میں وہ تمام لوگ دعا کی طرف سے جو عبادت کی جڑ ہے۔ غافل ہیں۔ اور ان کو اتنا یقین نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے ہی اس زمانہ میں یہ ہتھیار دعا کا اپنی جماعت کے ہاتھ میں دیا ہے۔ کہ وہ اسے استعمال کرے۔ جیسا نبی کریم صلعم کی عادت تھی۔ کہ ہر کام میں دعا فرماتے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اپنی جماعت کو اس زمانہ میں دعا پر لگا یا۔ اور بڑا ایمان پیدا کر دیا۔ اور نماز کے ہر رکن میں قرآن اور مسنون دعاؤں کے علاوہ اپنی مادری زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور خضوع اور خشوع کے ساتھ دعائیں کرنے کا حکم تاکیدی دیا۔ اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ کہ ما یعبؤا بکم ربی لو لا دعاؤکم۔ اگر تم بہت دعائیں نہ کرو۔ تو میرے رب کو تمہاری پرواہ ہی کیا ہے۔ اللہ اللہ خالق و مخلوق میں کسقدر فرق ہے۔ اگر کوئی انسان کسی سے بار بار سوال کرے۔ تو وہ ناراض اور سخت ناراض ہو جاتا ہے۔ اور خالق سے اگر نہ مانگا جائے۔ تو سخت ناراض ہوتا ہے۔ پھر وہ فرماتا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے مانگو میں دونگا پس یہ کالم اس غرض کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔ تا احباب ایکدوسرے کے حالات سے آگاہ ہوں۔ اور دعا سے امداد کریں۔ نیز اس سے باہم ہمدردی، محبت اور ایک گونہ تعلق روحانی پیدا ہوتا ہے جس کو مسیح موعود پیدا کرنے کیلئے آئے۔ تعلق اخوت کا پیدا ہونا خدا کا فضل ہے۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرت امیر نے تنظیم کا کام میرے سپرد کیا ہوا ہے۔ یہ کام چونکہ تنظیم میں ہی آجاتا ہے۔ اس لئے جملہ احباب اس قسم کے خطوط جو زندگی اور موت سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا بیماری کیلئے دعا کرانا ہو۔ یا اور اس قسم کے خوشی غمی سے تعلق رکھنے والے امور ہوں براہ راست حضرت امیر کی خدمت میں روانہ فرما دیں۔ جو اخبار میں درج کرنے کے [illegible] میرے سپرد فرما دینگے۔ اور رجسٹر تنظیم میں ضروری نوٹ ہوتے رہینگے۔ یا میرے نام علیحدہ لکھا کریں۔ میں انشاء اللہ حضرت امیر کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد جواب بھی دیدیا کرونگا۔ اور اخبار میں بھی اعلان ہوتا رہیگا۔

— حضرت امیر سلمہ ربہ خیریت سے ہیں۔ اور شب و روز خدمت اسلام سلسلہ کی منصوبہ بندی کے فکر میں مصروف ہیں۔ ڈلہوزی سے آپ چند روز ہوئے۔ واپس تشریف لے آئے ہیں۔

— خانصاحب مولوی محمد یعقوب خان صاحب جن کے سپرد امسال جلسہ سالانہ کا انتظام ہے۔ انتظام جلسہ میں مصروف ہیں۔ آپکو لائٹ کا کام بھی ہے۔ اور علاوہ ازیں آپ کے گھر سے اب تک بیمار چلے آتے ہیں۔ ان کی تیمارداری کا بوجھ بھی سر پر ہے۔ احباب دعا کریں اور جلسہ سالانہ کے لئے چندہ اور اجناس روانہ کر کے ان کی امداد فرما دیں۔

— جناب مولوی صدرالدین صاحب دورہ سے بیمار ہو کر واپس تشریف لائے ہیں۔ ان کے لئے دعا صحت کی جاوے۔

— خواجہ صاحب کی صحت گو پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ تاہم باہر نکلنے اور کام کاج کرنے کے ناقابل ہیں۔ جو لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ایام جلسہ میں سٹیج پر ان کو دیکھیں۔ اور ان کا تقریر سن سکیں۔ وہ علی الخصوص اور دیگر احباب بھی درد دل سے ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

— ڈاکٹر مرزا صاحب کی طبیعت اگرچہ خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ مگر آج سے تین چار ماہ پہلے کی سی بات نہیں۔ عام جلسوں مجمعوں اور صلاح مشورہ میں ہم لوگ مستفیض نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے بھی دعا کی جاوے۔

— ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اگرچہ خدمت سلسلہ میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن ان کی صحت بھی خراب ہے۔ اور دعا کیلئے بہت ضرورت ہے۔

— شیخ محمد نصیب صاحب کا لڑکا بھی مدت سے بیمار ہے۔ ہسپتال سے گھر واپس لایا گیا ہے۔ دن کی نسبت رات بیماری کا زیادہ زور ہوتا اور تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے لئے بھی دعا کی جاوے۔

— میاں خان محمد سب انسپکٹر پولیس کرنال تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے مشکلات درپیش ہیں۔ ان کے دور کرنے کے لئے مجھے احباب کی درد بھری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ مگر میں رسمی طور پر نہ کر رہا ہوں۔ نہ ہی چاہتا ہوں کہ احباب اخبار میں رسمی طور پر پڑھ جائیں۔ خواہشمند ہوں۔ کہ درد دل سے دعا کی امداد کی جاوے۔

مولوی محمد فردوس صاحب مدرس زیرہ بھی اپنی اہلیہ کی بیماری کے مصائب میں گرفتار ہیں۔ بچے مر جاتے ہیں۔ وہ بھی دعا کے محتاج ہیں۔

— جناب عنایت اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر سیتاپور کے ہاں خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ حضرت امیر نے عطاء اللہ نام رکھا ہے۔ اس خوشی میں وہ ۵ روپے بطور شکریہ بھیجنے کو فرماتے ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مولود و مسعود کو عمر دے۔ اور خادم دین بنائے۔

— میاں رکن الدین صاحب شیر جن کے ہاں خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ اس کی درازی عمر اور سعادت کے لئے دعا کی جاوے۔

— ڈاکٹر کے۔ اے خان صاحب سکندر آباد دکن کے ہاں خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ آپ نے اس تقریب پر زکوۃ اور شکرانہ وغیرہ کی مد میں ۵ روپے ارسال فرمائے ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ بچے کو عمر دے۔ اور خادم اسلام بنائے۔

— شیخ فضل الرحمن صاحب خلف شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک انگلش ویر ہاؤس کا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ دعا کی جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ اور نعم البدل عطا فرما دے۔ آمین۔

— مولوی محمد ابراہیم صاحب امام مسجد قصاباں جہلم۔ ساکن موضع سلوانا ضلع گجرات عرصہ تین ماہ سے بعارضہ بخار و کھانسی مبتلا ہیں۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ ان کے لئے دعا کریں۔

محمد نصیب

مبائعین اصحاب کے لئے موقع

قادیان سے تعلق رکھنے والے بہت سے اصحاب اب تک ایسے ہیں جنہیں یا تو اس بات کا علم ہی نہیں۔ کہ ہمارا اور اہل قادیان کا بنیادی اختلاف مسئلہ نبوت ہے۔ اور بعض اصحاب کو علم بھی ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق صرف قادیان کے دلائل اور توجیہات سنی ہیں۔ گویا تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھا ہے۔ ایسے تمام اصحاب کے فائدے کے لئے ہم نے خاص اہتمام کیا ہے۔ کہ جلسہ سالانہ پر اس مسئلہ پر از روئے قرآن و حدیث روشنی ڈالی جائے۔ مقررین حضرات کی آدھ آدھ گھنٹہ بحث ہو گی۔ متلاشیان صداقت کو سوالات کا موقع دیا جائیگا۔ سوال کے لئے پانچ منٹ اور جواب کے لئے دس منٹ کا وقت ہوگا۔

مہتمم جلسہ [illegible]

اس کے بعد دنیا خطر اور ایران کا حقیقی فرماں روا بن گیا اور ۱۹۲۵ء میں وہ شاہ کو تخت چھوڑنے پر مجبور کر کے خود شاہ ایران بن بیٹھا ہے۔

لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر بہت حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جائے۔ ترقی کے راستے ہر شخص کے لئے کھلے ہیں۔ صرف محنت، حوصلہ اور استقلال کے ساتھ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جس مذہب نے عرب کے گڈریوں کو گمنامی کی خاک سے اٹھا کر بادشاہت کے تخت پر پہنچا دیا اس میں رضا شاہ کی مثال کیا حقیقت رکھتی ہے۔ لیکن مسلمان عام طور پر اس شاہراہ ترقی کو بھلا چکے ہیں۔ ممکن ہے یہ مثال ان کے بھولے ہوئے راستہ کو دوبارہ یاد دلانے کا موجب ہو اور محنت استقلال اور حوصلہ مندی کا سبق انہیں ازبر ہو جائے۔

مسیح کا مشن

انجیل کی اس آیت پر جس میں جناب مسیح نے (ایک کنعانی عورت کو جواب دیتے ہوئے صاف طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۱۵: ۲۴)

تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "نور افشاں" نے بتایا ہے۔ کہ اس اعلان سے جناب مسیح کا مقصد صرف یہ تھا کہ:-

"میرے مائدۂ فیض سے مستفیض ہونے کا حق سب سے پہلے بنی اسرائیل کو حاصل ہے"

حیرت ہے کہ اس قدر صاف الفاظ کے ہوتے کہ میں "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" کہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور طرف بھی رخ کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ کنعانی عورت کو جو کچھ ملا وہ میز پر سے گرے ہوئے ٹکڑوں سے سوا کیا تھا جو صرف "کتوں" کے کھانے کے کام آتے ہیں۔ خود جناب مسیح نے غیر اقوام کو "کتوں" سے تشبیہ دی اور اسے پسند نہیں کیا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جائے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس بات کو وہ خود ناپسند کرتے ہیں اس کی اجازت اپنے شاگردوں کو دیں۔ اور اس محدود پیغام کو جو صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف تھا۔ کسی اور کی طرف لیجانا پسند کریں۔

لامذہبیت کا خطرہ

نوجوان بھارت سبھا کے اثر سے آزادی کی جو تحریک نوجوانوں میں شروع ہوئی ہے۔ اس نے حامیان مذاہب اور بالخصوص مسلمان علما کو پریشان کر دیا ہے۔ کہ اس میں لامذہبیت کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ صاف طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک ہندوستان سے مذہب کو رخصت نہ کیا جائے اس وقت تک متحدہ قومیت پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی اصل ذمہ داری ان علما پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے مذہب کو تنگدلی اور غیر معقولیت کا جامہ پہنا رکھا ہے۔ اگر مذہب کی اصل حقیقت اور اس غرض و غایت کو نوجوانوں پر واضح کیا جائے جو اسلام کے پیش نظر ہے۔ تو ہمارا خیال ہے کہ بہت سے نوجوان لامذہبیت سے نکل کر خدا پرستی کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں اور یہی ان کی آزادی کی حقیقی شاہراہ ہے۔

ضرورت ہے کہ اس خطرہ کو جو ابھی "خطرہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھا ابھی سے دور کرنے کی کوشش کی جائے اور نوجوانوں میں اسلام کی حقیقی تصویر پھیلا کر پیدا ہونے والی "لامذہبیت" کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا جائے۔ ہندوستان کی تبلیغی انجمنوں کو خصوصیت سے متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور لیکچروں، کتابوں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے نوجوانوں کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر جلد کوشش کر کے اس سوت کو بند نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ یہی سوت ہولناک طوفان اور ہلاکت آفریں سیلاب کی شکل اختیار نہ کر لے۔ اس موقعہ پر اسلام کے مشہور فلاسفر سعدی شیرازی کا یہ قول پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ:-

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل ÷ چو پر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

تحدید عمر نکاح کا مسودہ قانون

اسلام کا منشا ہے کہ مسلمان لڑکیوں کا نکاح عمر رشد میں ہو

معاصر مدینہ بجنور کی رائے

ہندوستان کے معتبر اور ترقی خیر اندیشوں کی طرف سے ایک مسودہ قانون اسمبلی میں پیش ہوا ہے۔ جس سے ہندوستان کی اس رواجی خرابی کا انسداد کرنا منظور ہے۔ جو کم سنی کی شادی کی صورت میں وطن کی بہت سی مصیبتوں کا باعث ہے۔ اس مسودہ قانون کو رائے عامہ کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اور ایک تحقیقاتی کمیٹی جس کی رکنیت کا فخر ہمارے محترم دوست مولوی محمد یعقوب صاحب کو بھی حاصل تھا۔ رائے عامہ معلوم کی شہادتیں لیں۔ اور ایک رپورٹ مرتب کر کے مسودہ قانون کے متعلق اپنی سفارشات پیش فرمائیں۔ اس سلسلہ میں جمعیت علما۔ مولانا کفایت اللہ اور دوسرے بزرگان امت کی طرف سے بھی اظہار خیال کیا گیا ہے اور ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ بالعموم مسلمانوں کی رائے یہی ہے کہ اس مسودہ قانون سے مسلمانوں کو مستثنے رکھا جائے۔ لیکن ان کے استدلال کا ماحصل یہ ہے:-

(۱) اسلام نے عمر نکاح کی تحدید نہیں کی۔ اس لئے کسی غیر مسلم حکومت کو یہ حق نہیں کہ وہ اسلام کی اس رخصت میں مداخلت کرے۔

(۲) مسلمانوں میں کم سنی کی شادیاں بہت کم ہوتی ہیں اس لئے ان کے واسطے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) انسانی زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں جبکہ کمسن بچیوں کا نکاح لازمی ہو جاتا ہے۔ اور اسلام نے انہی مشکلات کو مدنظر رکھکر تحدید عمر نکاح نہیں کی۔

(۴) لڑکیوں کے اولیا کو اسلام نے ان کے عدم بلوغ کی حالت میں نکاح کر دینے کا حق دیا ہے۔ یہ قانون اس حق میں مداخلت ہے۔

(۵) اس مسودہ قانون سے اہلی زندگی میں پولیس اور قانون عدالت کو بھی مداخلت کا حق مل جائے گا اور اس سے جو خرابیاں رونما ہونگی ان کا تصور موجودہ دور حکومت میں مشکل نہیں ہے۔

وجوہ پر بحث

آخر الذکر وجہ تو اصل قانون کے حسن و قبح سے تعلق رکھتی ہے۔ باقی رہیں اوپر کی چار وجوہ ان کا ماحصل یہ ہے کہ یہ قانون اسلام میں مداخلت اور مذہب اور شریعت کے خلاف ہے۔ لہذا اس کا نفاذ تمام مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی طرف سے جس قدر بھی مخالفت کی جا رہی ہے وہ اسی "مداخلت فی الدین" اور "اسلام خطرے میں ہے" پر مبنی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اگر اس بنیادی اختلاف کو دور کر دیا جائے تو غالباً مسلمانوں سے زیادہ اس قانون کا حامی اور کوئی نہیں ہوگا جیسا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب اپنے ایک سابقہ مضمون میں تسلیم کر چکے ہیں مسلمانان ہند سے کوئی سیاسی یا غیر سیاسی کام نہیں لیا جا سکتا جب تک اس کو مذہبی رنگ میں نہ رنگا جائے۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ اس مسئلہ میں بھی ہمارے بزرگان امت نے اسی مشہور حربے سے کام لینا چاہا ہے۔ جسکے بعد مسلمانوں پر تمام غور و فکر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ محض جذبات کی مخلوق بن کر اپنا لائحہ عمل مقرر کرتے ہیں۔ جہاں تک اس مسودہ قانون کا تعلق ہے ہمیں اعتراف ہے کہ اس میں چند در چند خرابیاں ہیں اور بہت ممکن ہے کہ اس پر عمل کرنے وقت پولیس اور قانون لوگوں کو خواہ مخواہ پریشان کرے۔ اور یہ بھی ہمیں تسلیم ہے کہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی بہ نسبت کم سنی کی شادیاں ذرا کم ہوتی ہیں ہمیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ اسلام نے عمر نکاح کی تحدید نہیں کی لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری ایمانداری کے ساتھ رائے ہے کہ یہ مسودہ قانون اسلام۔ اس کے احکام اور اس کے مصالح کے خلاف نہیں ہے۔ اس کا اعتراف مولوی محمد یعقوب صاحب نے بھی اپنے اختلافی نوٹ میں کیا ہے۔

اسلام کا منشا کیا ہے

اسلام کا فی الجملہ منشا یہ ہے کہ مسلمان لڑکیوں کے نکاح ان کی عمر رشد کو پہنچنے کے بعد ہوں۔ اس لئے کہ وہ کسی ایسی صورت وال کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا جو انسانی فطرت کے منافی ہے۔ نکاح کی مقتضیات بلوغ سے پہلے نہیں ہو سکتیں۔ لہذا بلوغ سے قبل نکاح اپنے مقصد کے اعتبار سے قبل از وقت ہے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"قرآن مجید میں جہاں مقاصد ازدواج بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ بذریعہ نکاح کے تعلقات زن و شوہر اس وقت قائم کئے جائیں جبکہ فریقین عمر رشد کو پہنچ جائیں"

فقہائے اسلام نے بھی "خلوت صحیحہ" کے مطالبہ کو صرف بلوغ کے بعد ہی قابل تسلیم قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں "وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح" کے ارشاد سے اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ نکاح کے لئے بلوغ شرط ہے۔ "فان آنستم منھم رشدا" ایک اور شرط ہے جو بلوغ سے قطعاً علیحدہ ہے۔ ایک شخص بالغ ہو کر عمر نکاح کو پہنچ سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ "موانست رشد" کی شرط کو بھی پورا کر سکے قرآن مجید کی اس صاف و صریح تشریح و تعلیم کے بعد یہ کہنا کہ اسلام کمسنی کی شادیوں کو پسند کر سکتا ہے ہمارے نزدیک بہت بڑی جسارت ہے

ایک مثال

ہاں یہ صحیح ہے کہ اسلام نے ضروریات بشری کو مدنظر رکھتے ہوئے کم سنی کے نکاح کی ممانعت بھی نہیں کی۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ جب اسلام کا فی الجملہ منشا یہ ہے کہ بلوغ کے بعد ہی نکاح کئے جائیں تو اگر کوئی قانون ایسا بنایا جائے جو اس رخصت کو نظر انداز کرتا ہو لیکن اسلام کا منشا پورا کرتا ہو تو وہ عین اسلام کا قانون ہے۔ مثلاً اسلام نے "غلامی" کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ ہر ممکن طریقہ سے انسداد غلامی کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کی ضروریات کی بنا پر اس کی ممانعت بھی نہیں کی لیکن اگر کوئی حکومت۔ خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو غلاموں کی تجارت کو ممنوع قرار دیدے تو چونکہ وہ اسلام کا منشا پورا کر رہی ہے۔ اس لئے مسلمان اس کی مخالفت نہیں کر سکینگے۔ چنانچہ ہندوستان میں غلاموں کی تجارت ممنوع ہے اور اگر مسلمانان ہند نے اس مداخلت فی الدین کے خلاف کبھی احتجاج نہیں کیا۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ انہوں نے مداخلت فی الدین کو برداشت کر لیا ہے۔ اسی طرح اگر مسودہ قانون تحدید عمر نکاح کو پیش کر کے اگر کوئی رکن اسمبلی اسلام کے منشا کو پورا کرنا چاہتا ہے تو مسلمانوں کو اس کا ممنون ہونا چاہیئے اور اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔

مذکورہ بالا الفاظ سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ "مسودہ قانون تحدید عمر نکاح" اسلام میں مداخلت نہیں ہے۔ اسلام کے منشا کے خلاف نہیں ہے۔ شریعت و اسرار شریعت کے منافی نہیں ہے۔ اور محض اس بنا پر اس کی مخالفت کرنا درست نہیں ہے۔

مسلمانوں کا فرض

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر اس امر کو جس کی وہ مخالفت کرنا چاہتے ہیں "مداخلت فی الدین" اور "اسلام خطرے میں ہے" کے نعروں میں دبانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ اور اس کے حسن و قبح کی بنا پر اپنی رائے کا اظہار کیا کریں۔ اگر یہ قانون فی نفسہ برا ہے تو مسلم و غیر مسلم کا امتیاز کیا معنے رکھتا ہے۔ اس کو متفقہ طور پر مسترد ہونا چاہیئے۔ اور اگر ہماری بہت سی خرابیوں کا اس سے انسداد ہو سکتا ہے۔ تو اس کو قبول کر لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ جب ہندوؤں کی آئندہ نسل ان فوائد سے متمتع ہو کر ہم سے سبقت لیجانے لگے تو ہم شکایت زمانہ کرتے ہوئے اٹھیں اور اس "مداخلت فی الدین" کا اپنے منہ سے مطالبہ کریں۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی کوئی اصلاحی تحریک اسلام میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ اور جارج برنارڈ شا نے دنیا کا آئندہ مذہب اسلام کو اسی قرار دیا ہے۔ کہ اس میں دنیا کی ہر تحریک اصلاح کا نمونہ موجود ہے۔ اور انسانی آرام و اطمینان کی جو صورت بھی دنیا کبھی پیش کرنا چاہتی ہے۔ اسلام میں وہ پہلے سے موجود ہے۔

ضرورت نکاح

ہمارے ایک جنجوعہ راجپوت دوست کو اپنے اٹھارہ سالہ نوجوان لڑکے کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی امور خانہ داری سے واقف اور پابند صوم و صلوٰۃ ہو۔

خط و کتابت بذریعہ جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور ہونی چاہیئے۔

جن احباب کے چندے ماہ رواں میں ختم ہوتے ہیں انکو بلیں روانہ کر دیئے گئے ہیں وصول کر کے مشکور فرمائیں۔

خبریں

—— رنگون ۱ارمئی۔ کل پارلیمنٹ نے اپنا کام ختم کرلیا ہے۔ اور آج رسمی طور پر اسے توڑ دیا گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ جدید پارلیمنٹ کا اجلاس ۲۵ رجون کو طلب کیا جائے گا۔ اس روز جدید ارکان سے حلف وفاداری لئے جائیں گے۔ اور صدر کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ ازاں بعد چند روز کی تعطیل ہوگی پھر اصلی کام شروع ہو جائے گا۔

—— آج ملک معظم نے سرکاری کام شروع کر دیا اور پارلیمنٹ توڑ دی۔ رایل ویلز میں پریوی کونسل کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ لارڈ چانسلر صرف او رشاہی نے تخت شاہی کی طرف سے خطبہ پڑھ کر سنایا۔ اور پریوی کونسل نے پارلیمنٹ کی شکست وریخت کے محضر پر دستخط کر دیئے۔

—— شاہی تقریر میں افغانستان کے متعلق یہ فقرہ آیا ہے "میری مخلصانہ آرزو ہے کہ داخلی امن جلد بحال ہو جائے۔ تاکہ ہماری حکومت زمانہ گذشتہ کے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے قابل ہو سکے۔"

—— مسلمانانِ صوبہ مدراس نے متفقہ طور پر نہرو رپورٹ کی مخالفت کی ہے۔ اور صاف طور پر اعلان کر دیا ہے کہ اس میں سے ہمیں بالغوں کے حق رائے کے سوا اور کچھ منظور نہیں۔

—— طہران ۸رمئی۔ آج حکومت ایران نے حکومت بلجیم کے ساتھ دوستی تجارت، محاصل چونگی اور جہاز رانی کا ایک مستقل معاہدہ طے کیا ہے اور دونوں طرف سے دستخط عمل میں آئے۔

—— عربی ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیو ٹرائز کی مشہور روسی مدبر جو جلاوطن ہو کر قسطنطنیہ میں مقیم ہیں مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں۔ آپ نے جمہوریہ ترکیہ کے مفتی اعظم کو ہوٹل میں بلا کر اپنی تشنگی صداقت اور آمادگی اسلام کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ میں یہودیت اور عیسائیت سے متنفر ہوں۔ اور آخری عمر میں اسلام کے آغوش میں آنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اسلام جمہوریت کا پاسبان ہے۔

—— لاہور میں چاند جمعہ کی شام کو دیکھا گیا ہے۔ اس حساب سے عید البقر ۲۰ مئی بروز دوشنبہ ہوگی۔

—— قتل سانڈرس کا سراغ مل گیا ہے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ رقمطراز ہے کہ ایک ملزم نے اقبال جرم بھی کر لیا ہے۔

—— ۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء کے ام القریٰ سے معلوم ہوا ہے کہ سمندر کے راستے آنے والے حاجیوں کی تعداد ۷۱۱ ۴۵ تک پہنچ چکی ہے۔ طہران کا ایک تار مظہر ہے کہ آخر مارچ تک ۷۶۰ ۳ احباب حکومت ایران سے اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں۔ مصری حاجیوں کی تعداد کا اندازہ ۴۵ ۴۵ ۱ ہے۔

—— تازہ خبر ہے کہ بچہ سقہ نے لوگریوں کے ڈیڑھ ہزار سپاہیوں سے ہتھیار چھین لئے ہیں۔ کیونکہ اب اسے ان پر اعتماد نہیں رہا۔ کیونکہ لوگر میں بچہ سقہ شکست کا باعث انہی کے ہم قوم ہوئے تھے۔

—— لندن ۱۲رمئی۔ ارل ونٹرٹن نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے انجمن مخالف شہنشاہیت کی شر انگیز سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس نے حکومت ہند کے خلاف جھوٹے اور کمینے بیانات شائع کر کے ہندوستان میں فساد کو ابھارا ہے۔

—— لندن ۱۰رمئی۔ کل ملکہ معظمہ نے بکنگھم پیلس میں جعفر پاشا اور بیگم جعفر عراقی کو شرف باریابی بخشا۔

—— اٹاوہ ۱۰رمئی۔ دساور کے گیہوں کی مانگ بہت کم ہو گئی ہے۔ لہٰذا کنیڈا میں گیہوں کے بڑے بڑے ذخیرے جمع ہو رہے ہیں۔ ایک سو جہاز بندرگاہوں میں لدے کھڑے ہیں تاکہ کوئی فرمائش آئے تو اس طرف چل دیں۔

—— خراسان میں زلزلے سے بہت نقصان ہوا۔ گورنر خراسان نے معائنہ کے بعد شاہ ایران کو جو برقی پیغام بھیجا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

"قرشان اور شروان کے درمیان بہت سے گاؤں تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ جو لوگ اس خوفناک مصیبت سے بچ گئے ہیں وہ خانہ بدوش اور فاقہ کش ہیں۔ شہر شروان بالکل برباد ہو گیا ہے۔ اور اس کے باشندے میدانوں میں رہتے ہیں۔ خوراک، خیموں، ڈاکٹروں اور روپے کی سخت ضرورت ہے۔"

ان مصیبت زدوں کے لئے چندہ ہو رہا ہے۔ اس فنڈ میں خود شاہ ایران نے ۱۷۰۰ پونڈ اور شہزادے نے ۶۰۰ پونڈ عطا کئے ہیں۔

—— عدن ۱۰رمئی۔ حاجیوں کے جہاز انگلستان کو آگ لگ گئی۔ کپتان نے اسے بچانے کی سخت کوشش کی۔ تمام مسافر بخیر و عافیت عدن پہنچ گئے ہیں۔

کسی قسم کے نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

—— ہندو ساہوکار قانون انتقال اراضی کے خلاف بدستور پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

—— پہلے ریاست کشمیر نے سید حبیب کا داخلہ بند کیا تھا اب ان کے اخبار سیاست کا داخلہ بھی ایک غیر معمولی سرکاری گزٹ کی اشاعت کے ذریعے بند کر دیا گیا ہے۔

—— میرٹھ ۱۳رمئی۔ عام شاہراہوں سے فوج کا پہرہ اٹھا دیا گیا ہے۔ لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس افسر کے بنگلوں اور سرکاری وکیل کے دفتر پر بدستور پہرہ لگا ہوا ہے۔

—— اخبار ٹریبیون کو سیکرٹری اشتراکیہ جمہوریہ ہند کی طرف سے ایک خط موصول ہوا ہے جس پر خون کے دھبے موجود ہیں۔ اس میں عوام کو اطلاع کے لئے لکھا ہے کہ سرخ خطوط جو آج کل موصول ہو رہے ہیں حکومت اور خفیہ پولیس کی کارستانی ہیں۔ ان خطوط کے ذریعہ حکومت قومی کارکنوں کو پہچاننا چاہتی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے ہم نے ابھی تک صرف اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ بہرے اونچی آواز سے سنتے ہیں۔ ہم نے صرف چند مظاہرے کئے تاکہ حکومت برطانیہ کے بہرے کانوں تک اپنی آواز پہنچا دیں۔ لیکن ہمارے مطالبات پورے نہ ہوئے تو ہمیں مجبوراً عملی کارروائی کرنی پڑے گی۔ اس کا الزام ہم پر عاید ہوگا۔

—— پشاور ۱۳رمئی۔ قابل وثوق ذرائع سے اطلاع موصول ہوئی ہے خوگیانی ملک جو بچہ سقہ سے ملاقات کے لئے گئے تھے مایوس واپس آگئے ہیں۔ کیونکہ بچہ سقہ نے ان کا خیر مقدم اچھی طرح سے نہیں کیا۔ ان میں سے بعض نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر شاہ امان اللہ خاں ہمیں کافی معاوضہ دیں تو ہم ان کی تائید و حمایت کے لئے تیار ہیں۔

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

کعب کے مدینہ چھوڑ ... دشمنی ڈالنے کے بعد ابوالحقیق (ابو رافع) کے واقعہ قتل پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ سنے الحقیقت میور نے اس کے جرم کو خود ہی دبی زبان سے تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ "ابوالحقیق ایک یہودی سردار کا قتل" کے زیر عنوان اس نے لکھا ہے:۔

"بنو نضیر کی ایک جماعت جلاوطنی کے بعد خیبر میں اپنے بھائیوں کے پاس جا کر آباد ہوئی۔ ان کے سردار ابوالحقیق کے متعلق جو جنگ احزاب میں جبکہ مدینہ کا محاصرہ کر لیا گیا تھا مسلمانوں کے خلاف دشمن افواج میں نمایاں حصہ لے چکا تھا۔ اب یہ معلوم ہوا کہ وہ بدو قبائل کی غارت گریوں میں ان کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اس لئے خیبر کے یہودیوں کے خلاف ایک مہم حضرت علیؓ کے زیر کمان بھیجی گئی ...... ان حملوں کو قطعی طور پر ختم کرنے کے لئے محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے خود اس یہودی سردار کے وجود کو مٹانے کا ارادہ کر لیا۔ جسے ان حملوں کا بانی سمجھا جاتا تھا۔"

یہ بھی ہمیں بتایا گیا ہے کہ:۔

ابوالحقیق کا قتل آنحضرت کے ان خطرات کو دور کرنے ... کا موجب نہ ہوا جو خیبر کے یہودیوں سے لاحق تھے۔ یہودیوں نے ... اس کی جگہ منتخب کیا گیا ... غطفان سے تعلقات ... اور ان کے ... یہ ... کہ وہ مدینہ کے خلاف ... سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو پہلے مدینہ میں ... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیمان امن ... امر کے متعلق جب یہ معلوم ہوا کہ قریش سے اس کی خط و کتابت ... ایک عرب قبیلہ سے جس کے ساتھ ان کا پیمان ... مسلمانوں کو دغا بازی سے قتل کر دیا۔ تو انہیں از سر نو معاہدہ کرنے کے لئے کہا ... جس کا انہوں نے انکار

کر دیا اور اس لئے آخر کار انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ وہ خیبر میں جو یہودیوں کا ایک قلعہ تھا جا کر آباد ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے لئے بہت سے مصائب و مشکلات کا موجب بن گئے۔ کیونکہ مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل کو مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے انہوں نے اکسانا شروع کر دیا۔ ان کا سردار ابوالحقیق جنگ احزاب میں بھی جس میں مشرکین عرب اور یہودی قبائل اسلام کو مٹانے کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے۔ لیڈر کی حیثیت سے مسلمانوں کے خلاف کام کر چکا تھا۔ اس طرح ابوالحقیق اور یہودی مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آ چکے تھے۔ اور قریش کو شکست کھا کر واپس چلے جانے کے بعد بھی وہ مدینہ کے گرد و نواح کے عرب قبائل کو مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے اکساتا رہا۔ اس لئے آنحضرت صلعم خیبر کے یہودیوں کے خلاف مہم بھیجنے میں بالکل حق بجانب تھے۔ لیکن اس مہم سے پہلے جو سنہ ۶ھ میں بھیجی گئی آپ نے سنہ ۵ھ میں ایک چھوٹی سی جمعیت ابوالحقیق کا فیصلہ کرنے کے لئے بھیجی تھی۔ فی الحقیقت اس جمعیت کے بھیجنے میں یہی خیال مدنظر تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو خونریزی نہ ہونے پائے اور اگر مفسدین کے سردار کا کام تمام ہو جائے تو شرارت ختم ہو جائے گی۔ لیکن ابوالحقیق کی موت بھی مسلمانوں کے لئے امن کا موجب نہ ہوئی اور آخر کار خیبر پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا پڑا۔ اس جمعیت نے جو ابوالحقیق کے خلاف بھیجی گئی وہی طریق اختیار کرنا مناسب سمجھا جو کعب کے خلاف اختیار کرنے کا میابی حاصل ہوئی تھی۔ اس سے بھی آنحضرت صلعم پر کوئی حرف عائد نہیں ہوتا بلکہ طریق قتل کے انتخاب کی ذمہ دار وہ جمعیت ہے۔ نہ کہ آنحضرت صلعم۔ (باقی دارد)

خلیفہ قادیان کے عقاید

ایک ضروری سوال

قادیان سے کچھ دنوں سے اتحاد اور اخوت اسلامی کی آوازیں اٹھ رہی ہیں جو اس میں شک نہیں کہ اگر خلوص اور صداقت پر مبنی ہوں تو بہت ہی قابل قدر ہیں۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری کہ انہی قادیانیوں بلکہ خلیفہ قادیان کے منہ سے یہ الفاظ سنے جا رہے تھے کہ "ہمارا فرض ہے کہ ان کو (یعنی غیر از جماعت لوگوں کو) کافر سمجھیں" لیکن آج کہا جاتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہمارا کیا حق ہے کہ انہیں کسی اور نام سے پکاریں۔ اس سے ہمارے بعض دوستوں کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے۔ کہ میاں صاحب نے اپنے عقائد سے رجوع کر لیا ہے۔ اور وہ اپنے تبدیل شدہ عقائد کا اعلان آہستہ آہستہ گول مول الفاظ میں کر رہے ہیں۔ ہمارے احباب کا یہ حسن ظن ان کی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کو میاں صاحب کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ بلکہ محض ان کے عقائد ہی اختلاف کا سبب ہیں۔ اور اگر وہ ذرا بھی اپنے عقائد سے رجوع کریں تو ہم نہایت خوشی سے ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا میاں صاحب کے تازہ اعلانات اور اخوت و اتحاد کی دعوت خلوص و صداقت پر مبنی ہے۔ آیا وہ فی الواقعہ حضرت مسیح موعود کو مدعی نبوت اور غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر نہیں سمجھتے؟ افسوس ہے کہ اس بارہ میں میاں صاحب کے مریدین کا رویہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

وہ ایک طرف تو کھلم کھلا ایسے عقائد کو پیش کرنے سے گھبراتے ہیں اور بعض وقت کفر و نبوت کی وہ تشریح بھی کر دیتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی بنا پر ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف ہماری جماعت کے افراد سے تخلیہ میں گفتگو کرتے ہوئے جب میاں صاحب کی تحریرات ان کے سامنے پیش ہوں۔ تو انہی کی تائید کرتے اور مسیح موعود کی تصریحات کو چھوڑ کر میاں صاحب کے عقائد و خیالات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں جناب میاں محمود احمد صاحب سے محض رضائے الٰہی اور حق و صداقت کے اظہار کے لئے یہ دریافت کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ یہ کہاں تک صحیح ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد سے رجوع کر لیا ہے۔ اگر فی الواقعہ وہ ان عقائد کو اب غلط سمجھنے لگے ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں موجودہ تفرقہ اور اختلاف کا باعث ہیں۔ تو میں ان سے مودبانہ التماس کروں گا کہ وہ بنظر ترحم کے دنیوی حجاب اور رکاوٹوں سے اعراض کر کے نہایت جرأت اور مومنانہ شان کے ساتھ اس رجوع الی الحق کا اعلان کر دیں۔ یہ کہنا کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہمارا کیا حق ہے کہ انہیں کسی اور نام سے پکاریں۔ گول مول فقرے ہیں۔ مسلمان کے نام سے پکارنا اور بات ہے اور مسلمان سمجھنا اور بات۔ کیا وہ مہربانی کر کے بتائیں گے کہ آیا وہ مسیح موعود کے نہ ماننے والے غیر از جماعت مسلمانوں کو دائرہ اسلام کے اندر داخل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ وہ ایک مذہبی جماعت کے امام ہیں۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ ایسی باتوں میں نہایت صفائی سے کام لیا کریں۔ گول مول الفاظ عقائد کے معاملہ میں صحیح نہیں ہوتے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد وہ دن لائے کہ جماعت احمدیہ میں مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ کی سی وحدت و اخوت کا دور ... نظر آئے۔ (خاکسار ... الرحمٰن ...)

غیر مذاہب کی تبلیغی سرگرمیاں

آریہ سماج کا کام

ہر کام کرنے والی جماعت کا فرض ہے کہ وہ کبھی کبھی ان لوگوں کے حالات اور کاروبار پر بھی نگاہ ڈال لیا کرے جو اس کے بالمقابل کام کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔ آریہ سماج کے گزشتہ سال کے کام کی رپورٹ "پرکاش" کے تازہ پرچہ میں شائع ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ قارئین کرام کی آگاہی کے لئے حسب ذیل ہے:۔

(۱) گرام پرچار منڈلی کے نام سے دیہات میں پرچار کرنے کے لئے چند آدمیوں کی منڈلی بنائی گئی ہے۔ جسے باجہ، ڈھولک وغیرہ سامان دیئے گئے۔ ایک چھولداری اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور بعض دوائیاں بھی اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ جس گاؤں میں یہ منڈلی پہنچتی ہے اس کے باہر ڈیرہ لگا دیتی ہے۔ گاؤں میں نگر کیرتن کرتی ہے۔ دونوں وقت اگنی ہوتر ہوتا ہے۔ دوائیاں اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ مفت بانٹے جاتے ہیں سندھیا، ستیارتھ پرکاش اور کچھ کتب بھی منڈلی کے پاس موجود رہتی ہیں۔ رات کو میجک لالٹین کے ذریعہ پرچار کیا جاتا ہے۔ دو ماہ میں منڈلی نے ۴۴ دیہات میں پرچار کیا۔ ہندو مسلمان اور سکھ سب سنتے ہیں۔ پانچ مقامات پر نئی سماجیں قائم کی گئیں۔ دو ماہ میں ۵۲۴ بیماروں کی دوائیاں بھی مفت تقسیم کی گئیں۔ ہندی، گورمکھی اور اردو کے ۷۰۰ ٹریکٹ بانٹے گئے میجک لالٹین کے علاوہ گاؤں کے لوگوں سے مل جل کر باہمی بات چیت کے ذریعہ بھی پرچار کرتی ہے۔

(۲) کتابیں تیار کرائی گئیں جو اب چھپوائی جائیں گی۔ ایک ڈائری تیار کرائی گئی ہے جس میں ویدک سدھانتوں پر دیگر مذاہب کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔ آریہ سماج کی طرف سے دیگر مذاہب پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ بھی اس ڈائری میں دیئے گئے ہیں۔

(۳) پندرہ روزہ ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جس میں ۱ ٹریکٹ اردو و ہندی میں شائع ہو چکے ہیں۔ کل تعداد اشاعت ۲۵ ہزار ہے۔ اب ہر ایک ٹریکٹ تین ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے۔ اردو کی قیمت ۱۲ سینکڑہ ہے۔ اور ہندی ایک روپیہ سینکڑہ۔ دو ٹریکٹ گورمکھی میں بھی چھاپے گئے۔

(۴) سال زیر رپورٹ میں آریہ سماج کو قریباً ساٹھ ہزار روپیہ نقد اور جائدادوں کی صورت میں وصیتوں کے ذریعہ سے جو ملا ان میں سے ۴۳ ہزار روپیہ ایک وصیت شدہ زمین کی فروخت سے اور ۲۰ ہزار روپے کے دو مکانات لاہور میں ملے ہیں۔ ایک دو ہزار روپیہ کا مکان امرتسر میں ملا ہے اور ۵۷۵۴ روپے ۱۳ آنے مظفر گڑھ سے جس سے ۱۵۰ روپے سالانہ آمدنی ہوگی۔

(۵) گورودت بھون میں ایک ڈاک خانہ بھی کھل گیا جس کی ۴ ہزار روپے کی لاگت سے عمارت بنوائی گئی۔ اس کا ۲۰ روپے ماہوار کرایہ ڈاک خانہ سے ملتا ہے۔

(۶) ۲۱ ہزار روپیہ کا اپدیشک ودیالیہ بھون بنوایا گیا۔ جس میں ہال کا خرچ پنڈت ٹھاکر دت شرما وید موجد امرت دھارا نے دیا۔

(۷) ودیارتھی آشرم کے لئے ۱۵ نئے کمرے بنوائے گئے جن پر قریباً ۱۲ ہزار روپیہ صرف ہوا۔

(۸) ٹیٹوں پر کلکش سسٹم جاری کرایا گیا جس پر قریباً تین ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

(۹) ایک نیا غسل خانہ ۱۲۰۰ روپیہ کی لاگت سے بنوایا گیا جس میں ... ٹونٹیاں ہیں اس کے لئے ایک ہزار روپیہ ایک ... خاتون کرم کور لاہور نے دیا۔ اور قریباً ۲۰۰ آریہ سماج نے۔

آئندہ سال کا پروگرام

اوپر جو کچھ لکھا گیا وہ گزشتہ سال کے کام کا خلاصہ ہے آئندہ سال ان کاموں میں جو توسیع ہونے والی ہے اس کو بھی سن لیجئے۔

(۱) بیرونی سماجیں جو اپنے نواح میں پرچار کے کام کے لئے اپدیشک یا بھجنیک وغیرہ رکھیں گی وہ ان کی تنخواہ کا ½ حصہ سماج کو دینگی ان کو باہر بھی جلسوں میں بھیجا جا سکے گا۔

(۲) لیکھرام کا یادگاری رسالہ "آریہ مسافر" پھر جاری کیا جائے جو ماہوار ہو قیمت دو روپیہ سالانہ ہوگی۔

(۳) ہندی اخبار آریہ کا چندہ چار روپے کے بجائے تین روپیہ کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے انتظامات کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔

(۴) ... انتظام کر ...

... ایوننگ کالج بھی کھولی جائیگی جہاں ٹائپ رائٹنگ، شارٹ ہینڈ اور اکونٹ وغیرہ سکھایا جائے گا۔ نوجوانوں کو روزگار کے لئے ہنر سکھانے کے ساتھ ... بھی دی جائیگی (۵) ویر پرچار فنڈ کے لئے تمام سماجوں پر ... لگایا گیا ہے۔

زکوٰۃ کا بجا مصرف

دنیا میں اسلامی زکوٰۃ ایک قابل تعریف امر ہے۔ لیکن اکثر اوقات اس کا استعمال غلط طریق پر کیا گیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کونسی پاکیزہ ضرورت ہو سکتی ہے۔ جس پر زکوٰۃ کی رقم بجا طور پر صرف کی جا سکے۔ مجھے یقین ہے کہ میری یہ اپیل جو بستر علالت سے آپ کی خدمت میں کر رہا ہوں رائیگاں نہ جائے گی۔ اور آپ سب لوگ اس اعلےٰ مقصد کی تکمیل میں میرے ساتھ تعاون کریں گے۔ تمام رقوم بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور کے پتہ پر بھیجی جائیں۔ جو آپ کو باقاعدہ رسید بھیج دے گا۔ اور ان تمام عطیات کی وصولی کا اعلان رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں بھی ہوا کرے گا۔ جس کی کاپی ہر معطی کی خدمت میں ارسال کی جائے گی۔

آپ کا دینی بھائی

(خواجہ کمال الدین لاہور)

خبریں

—— لندن ۱۱ جولائی۔ ٹراٹسکی کو انگلستان میں آنے سے روک دیا گیا ہے۔ مزدور حکومت کے برسر اقتدار آنے پر ٹراٹسکی نے درخواست کی تھی کہ علاج کرانے کے لئے نیز اپنی خود نوشتہ سوانح عمری چھپوانے کے لئے اسے انگلستان آنے کی اجازت دی جائے۔ اس کی یہ درخواست مسترد کر دی گئی۔ وہ آج کل قسطنطنیہ میں مقیم ہے۔ جہاں حکومت ترکی کی طرف سے اس کی شدید نگرانی کی جاتی ہے۔ ٹراٹسکی نے جرمنی جانے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن حکومت جرمنی نے بھی اس کی آمد منظور نہیں کی۔

—— الہ آباد ۱۷ جولائی۔ آج صبح سرگریم وڈ میرس نے مقدمہ سازش میرٹھ کی درخواست انتقال مسترد کر دی۔

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ مقدمہ سازش لاہور کے سات سلطانی گواہوں سے چھ گواہ اپنے کردار سے پشیمان ہو گئے ہیں۔ اس طرح ایک عجیب صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ان چھ سلطانی گواہوں سے جو بگڑ گئے ہیں۔ دو گواہوں نے مقالطہ جوئی شروع کر دیا ہے۔

—— لاہور ۱۵ جولائی۔ یکشنبہ کی شب کو سول لائن کے تھانہ کا ایک سپاہی گنگا رام چڑیا گھر میں بارہ سنگے کے کٹہرہ میں مردہ پایا گیا۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ سپاہی مذکور اس احاطہ میں کسی گرے ہوئے پھل کو اٹھانے کے لئے باڑ پھاند کر داخل ہو گیا اور اسے معلوم نہ تھا۔ کہ اس احاطے کا بارہ سنگا بڑی خطرناک قسم کا ہرن ہے۔ اور بارہ سنگے نے گنگا رام کو سینگ مار مار کر ہلاک کر دیا۔ متوفی کی چھاتی میں زخم لگے ہیں۔ اور موت ایک رگ کے کٹ جانے سے وقوع پذیر ہوئی۔

—— پشاور ۱۵ جولائی۔ ۷ جولائی کو کابل میں ایک جرگہ منعقد کیا گیا جس میں سلیمان خیل۔ اسحاق خیل۔ غلزائیوں۔ دراخیل۔ جدران کوہستانی اور کوہدامنی قبائل کے ملک اور کابل کے ملا شامل ہوئے۔

بچہ سقہ نے سلیمان خیل غلزائیوں اور درہ خیلوں کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے گردیز کو از سر نو فتح کرنے میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

—— بعض کوہستانی ملاؤں نے بچہ سقہ کو مشورہ دیا۔ کہ جنرل نادر خاں سے کوئی با عزت مفاہمت کر لی جائے۔ تو ہمارے لئے نیز افغانستان کے لئے اچھا ہے۔ بچہ سقہ نے ان کی تجویز مسترد کر دی۔

—— سردار ہاشم خاں جو جنرل نادر خاں کے پشاوری احباب کی ایک اطلاع کے مطابق کابل سے دس میل کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ اپنے مرکز کا غامیں واپس آگئے ہیں جو شنواریوں کے علاقہ میں ہے۔

—— جنرل نادر خاں، محمدزائیوں اور سلیمان خیلوں کا ایک جرگہ منعقد کر رہے ہیں اگر یہ جرگہ دونوں قبائل کے درمیان صلح کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ تو سلیمان خیل جنرل نادر خاں کے طرفدار ہو جائیں گے۔ جو اس وقت تک بچہ سقہ کے معتمد حلیف تھے۔

—— پشاور ۱۵ جولائی۔ تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ سردار ہاشم خاں کی فوجیں بت خاک تک پہنچ چکی ہیں۔ اور جرنیل شاہ محمود کی فوجیں وادی لوگر میں مقیم ہیں۔ جرنیل نادر خاں نے دونوں لشکروں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ ملکر بت خاک کی جانب سے کابل پر حملہ کریں۔

—— افغان طلبا جو یورپ سے پشاور آئے تھے۔ ابھی تک پشاور میں مقیم ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جرنیل نادر خاں غازی یا سردار ہاشم خاں یا بچہ سقہ میں سے کس کی طرف جائیں گے۔ کابل کے لوگ بچہ سقہ سے سخت نفرت کرنے لگے ہیں۔ اور لمحہ بلحہ جرنیل نادر خاں کے منتظر ہیں جس وقت جرنیل موصوف کی فوجیں شہر کے قریب پہنچ جائیں گی سب لوگ ان کے ساتھ مل جائیں گے

—— لندن ۱۴ جولائی مصر کے شاہ فواد جو آجکل براعظم یورپ میں تعطیلات بسر کر رہے ہیں شنبہ کو انگلستان تشریف لائیں گے۔ یہ تشریف آوری ذاتی ہوگی۔ اپنی سکونر لنڈن میں قیام کریں گے۔

—— طہران ۱۴ جولائی۔ آج دوپہر کے قریب خراسان میں ایک اور شدید زلزلہ آیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ فرخ آباد اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ تباہ ہو گیا ہے۔ چونکہ بھونچال دن دہاڑے آیا۔ اس لئے نقصان جان بہت کم ہوا۔ کوچان اور مشہد میں بھی زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے۔ گذشتہ شب بندر عباس میں بھی خفیف سا بھونچال آیا۔

—— پشاور ۱۶ جولائی چند افغان طلبہ مقامی خلافت کمیٹی کے مہمان ہیں۔ ان کے پاس تعلیم جاری رکھنے یا کابل واپس جانے کے لئے ایک حبہ بھی نہیں۔ سیٹھ جمنا لال بجاج نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ان کی امداد کے لئے چندہ جمع کر چکے آپ نے اعلان کیا کہ اگر ضرورت ہوئی تو پانصد روپیہ فی الفور بھیج دیا جائے گا۔

—— پشاور ۱۶ جولائی۔ سردار عبدالحکیم خاں وکیل التجارہ امان اللہ خاں نے بیس ہزار روپیہ کی ایک رقم جنرل نادر خاں کو بھیجی ہے۔ اب تک سردار صاحب موصوف کی طرف سے تیس ہزار روپیہ جنرل نادر خاں کو پہنچ چکا ہے۔

—— لاہور ۱۷ جولائی۔ آج رات کے ۱/۲ ۱۲ بجے کانگرسی رہنما ڈاکٹر ستیہ پال کے والد یکایک حرکت قلب کے بند ہو جانے سے فوت ہو گئے ہیں۔ آپ کو ڈاکٹر ستیہ پال کی سزایابی کا سخت صدمہ ہوا۔

—— روم ۱۵ جولائی۔ شاہ امان اللہ خاں یہاں پہنچ گئے ہیں آپ افغانی قونصل خانہ میں فروکش ہوئے ہیں۔ حکومت اطالیہ یا افغان قونصل جنرل نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اگر بچہ سقہ کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ اور دوسری طاقتوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ تو شاید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں۔ یورپ کی حکومتیں بچہ سقہ کو غاصب اور تخت کا جھوٹا دعویدار خیال کرتی ہیں۔ کیونکہ جب شاہ امان اللہ خاں بمبئی میں مقیم تھے۔ تو ملک معظم جارج پنجم نے جو برقی پیغام ان کے نام بھیجا تھا اس میں انہیں شاہ کے لقب سے مخاطب کیا گیا تھا۔ علاوہ بریں تمام غیر ملکی طاقتوں نے بھی اپنے سفارتخانے واپس بلا لئے ہیں۔

—— پشاور ۱۷ جولائی۔ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ طورخم کے افغان چوکی پر محصولات وصول کرنے کے متعلق شنواریوں اور افغان مہمندوں میں جھگڑا برپا ہو گیا ہے۔ فریقین باقاعدہ جنگ کی طیاریاں کر رہے ہیں۔

طبقہ نسواں

احمدیت کیا ہے؟

راولپنڈی کے جلسہ مستورات میں اہلیہ صاحبہ مولوی عبدالحق صاحب کی تقریر

احمدی کون ہیں؟

بعض مسلمان بھائی اور مسلمان بہنیں لفظ احمدی سے اس قدر گھبراتے اور نفرت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ گفتگو کرنا اور کھانا پینا تک پسند نہیں کرتے۔ یہاں بھی ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند احمدی ہو جائے اور عورت غیر احمدی رہے تو ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ افسوس کہ اس قدر رواداری کا مذہب جو عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس میں اس قدر تنگ خیال علما پیدا ہو گئے ہیں کہ جو ذرا ذرا سی بات پر کفر کے فتوے دینے لگے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ اس نام کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور احمدی کس کے پیرو ہیں۔ ان کا دین کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ احمدی خدا کو ایک مانتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں۔ اور اسی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ آنحضرت کو آخری نبی یقین کرتے ہیں اور وہی نماز پڑھتے ہیں جو تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور اسی قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں جو تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ کونسا مذہب کا اصول ہے جس کو احمدی نہیں مانتے۔

احمدی اور دوسرے مسلمان

احمدی اور دوسرے مسلمانوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ احمدی لوگ کہتے ہیں کہ (۱) عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ (۲) وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔ (۳) ایسا ہی ان میں سے بعض یہ بھی مانتے ہیں کہ عیسٰے علیہ السلام با باپ پیدا ہوئے۔

ولدیت مسیح

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام باپ رکھتے تھے تو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا خدا میں طاقت نہیں کہ وہ عیسٰی کو بن باپ پیدا کرتا جس طرح آدم اور حوا کو پیدا کیا۔ ہاں یہ تو میں بھی مانتی ہوں کہ خداوند کریم میں یہ طاقت ہے کہ بن باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن یہ خدا کے مقرر کئے ہوئے قانون کے خلاف ہے۔ جب خدا نے دنیا بنائی تو ہر ایک کام کا ایک خاص قانون بھی بنا دیا۔ کہ فلاں کام اس طرح ہوا کرے گا۔ خدا نے جب آدم اور حوا کو پیدا کیا تو کیوں ایسا نہ کیا کہ صرف حوا اکیلی کو پیدا کر دیتا وہ بچے جنتی رہتی۔ خدا نے دنیا کو بڑھانے کے لئے ایک جوڑا بنا دیا اور فرمایا کہ ان دونوں سے اولاد کا سلسلہ چلے گا۔ پس خدا نے ایک قانون بنا دیا اس قانون کے ماتحت دنیا بڑھنی شروع ہوئی۔ ہاں خدا کرنے کو تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن ایک معمولی حاکم اگر ایک قانون بنا دے تو اس کو ہرگز نہیں توڑتا تو دو عالم کا بنانے والا اپنا قانون بنا کر اس کے خلاف کیسے کر سکتا ہے۔ پس جو بھی انسان دنیا میں پیدا ہوگا اس کے ماں باپ دونوں ہونگے ہاں عیسائی لوگ عیسٰے کو خدا مانتے ہیں۔ اگر آپ لوگ عیسٰے علیہ السلام کو بن باپ مانتے ہیں تو آپ کو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ وہ انسان نہیں بلکہ انسان سے بڑھکر تھے۔ عیسائی لوگ یہ مانتے ہیں کہ عیسٰے علیہ السلام بن باپ تھے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں کہتے کہ وہ ایک انسان تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ بن باپ کے پیدا ہونا زندہ آسمان پر چڑھ جانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے وہ خدا کا بیٹا یعنی خدا تھا۔

وفات مسیح

قرآن شریف سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے کم از کم یہ تو سب بہنیں مانتی ہوں گی کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی یعنی خاتم الانبیا تھے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے اگر اب حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ آئیں تو آپ کی ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جائے گی۔ اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیا ہونے کی چھن جائے گی قرآن شریف سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسٰے وفات پا چکے ہیں تو پھر ان کے دوبارہ آنے کا خیال بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف سے قطعی طور پر حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ثابت ہے نمونہ کے طور پر میں اس آیت کی طرف آپ بہنوں کو توجہ دلاتی ہوں جو قرآن شریف میں ہے یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی۔ یعنی اے عیسٰے میں تجھکو وفات دینے والا اور تیرا رتبہ بلند کرنے والا ہوں۔ اس جگہ اگر متوفی کے معنے مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھانا تجویز کیا جائے تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ سب جگہ توفی کے معنے وفات کے ہی ہیں۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ جب توفی کا لفظ حضرت عیسٰے کی نسبت آئے تو اس کے معنے ہوں آسمان پر مع جسم کے اٹھایا جانا۔ مگر دوسروں کے لئے یہ نہیں ہوتے۔ یہ دعوے بھی عجیب دعوے ہے گویا تمام دنیا کے لئے توفی کے معنے یہ ہیں کہ قبض روح کرنا نہ قبض جسم مگر حضرت عیسٰے کے لئے خاص طور پر یہ معنی ہیں۔ کہ مع جسم آسمان پر اٹھایا جانا۔ یہ معنی بھی طرب ہیں۔

حضرت عیسٰی کی زندگی ان کی الوہیت پر دال ہے

زندہ آسمان پر اٹھایا جانا یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی میسر نہیں آئی۔ یعنی رسول اللہ صلعم تو فوت ہو کر دفن ہوئے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور ان سے بڑا رتبہ پایا۔ اور ان کی خاطر خدا کو بھی اپنا ہمیشہ کا مقرر کیا ہوا قانون توڑنا پڑا۔ کیونکہ قرآن شریف میں آتا ہے کل نفس ذائقة الموت۔ جو انسان دنیا میں پیدا ہوا وہ موت کو چکھے گا۔ ہر ایک انسان نے تو ضرور موت کو چکھا اور چکھے گا۔ لیکن آپ یہ مانتی ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے موت کو نہیں چکھا۔ اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ ایک خدائے واحد ہی ہے جس نے موت کو نہیں چکھا۔ اور نہ چکھے گا اس لئے حضرت عیسٰے بھی گویا خدا ٹھہرے۔

وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع

تیسری دلیل حضرت عیسٰے علیہ السلام کے فوت ہو جانے کی یہ ہے کہ جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی وہ پیر کا دن تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے اور عائشہ صدیقہ کے گھر میں آپ کی میت مطہر تھی کہ شدت درد فراق کی وجہ سے بعض صحابہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں فوت نہیں ہوئے بلکہ غائب ہو گئے ہیں۔ اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو خطرناک سمجھکر اسی وقت تمام صحابہ کو جمع کیا اتفاق سے اس دن کل صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ میں موجود تھے تب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ بعض ہمارے دوست ایسا ایسا خیال کرتے ہیں۔ مگر سچ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ کوئی خاص حادثہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو فوت نہیں ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول تھے۔ خدا تو نہیں تھے۔ سو چونکہ ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ آپ بھی فوت ہو گئے۔ تب اس آیت کو سن کر تمام صحابہ چشم پر آب ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور کسی ایک نے بھی یہ نہ کہا کہ سب نبی فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ تمام صحابہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے۔ اگر وہ زندہ آسمان پر مانتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے نبی ہوئے ہیں۔ وہ سب وفات پا چکے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی اور رسول کے لئے فوت ہونا ضروری ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام اگر فوت نہیں ہوئے تو ماننا پڑے گا کہ وہ نبی نہیں۔ بلکہ خدا ہوں گے۔

واقعہ صلیب اور وفات مسیح

لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ما قتلوه وما صلبوه موجود ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی شخص کا مقتول یا مصلوب نہ ہونے کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اگلی آیت میں صریح یہ لفظ موجود ہیں۔ کہ ولکن شبه لهم یعنی یہودی قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کیونکہ عیسائیوں میں اور یہودیوں میں جو صلیب پر جان دے دے اس کو کہتے ہیں کہ لعنتی موت مرا۔ اس لئے خداوند کریم یہ نہ چاہتا تھا کہ اس کا ایک رسول لعنتی موت مرے۔ اس کو صلیب پر موت نہ دی۔ وہ صلیب پر بے ہوش ہو گئے۔ اور بعد میں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت کا نہیں

بعض بہنیں یہ اعتراض کرتی ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو ہم نبی مانتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کے اور ایک نیک بزرگ مانتی ہیں۔ ان کے زمانہ میں کسی نے کہا کہ کیا آپ کا دعویٰ نبوت کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میں ہرگز نبی نہیں ہوں۔ میں احمد کا غلام ہوں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں نبی وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے۔ اس پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہو۔ اور اس کا نیا کلمہ ہو۔ میں احمد کا غلام ہوں اور اس کی شریعت کو پھیلانے آیا ہوں۔ نئی شریعت نہیں لایا۔ لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ ہم ان کو نبی مانتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو محمد اور احمد کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو احمد کا ادنٰے غلام کہا۔

ہم احمدی کیوں کہلاتی ہیں؟

ہم احمدی اس لئے کہلاتی ہیں کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جمالی نام ہے۔ آپ نے تیرہ سال تک مکہ میں کفار کی تکالیف سہیں اور ان کا مقابلہ تلوار سے نہ کیا۔ یہ آپ کی صفت جمال کا ظہور تھا۔ ہم بھی اس زمانہ میں اسی احمدیت کے رنگ میں رنگین ہو کر عدم تشدد کے اصول پر کاربند ہیں۔ اور مخالفوں کی اذیتیں سہ کر صرف قلمی جہاد میں مصروف ہیں یہی حکم ہے

گالیاں سنکر دعا دو پاکے دکھ آرام دو

اب دعا پر خاکسار مضمون ختم کرتی ہے۔ خداوند کریم سب بہنوں کو قرآن شریف کے پڑھنے اور اس کو صحیح طور پر سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

سائنس کے اکتشافات

حال میں امریکہ میں علم طبعیات کے پروفیسر نے دو ایسے تجربے کئے ہیں جن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ بارش ہمارے بالکل اختیاری بات ہو جائے۔ ایک گلاس میں اگر برف رکھی جائے تو اس کے باہر پانی کے قطرے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہر کی ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور ٹھنڈا ہونے سے ہوا میں پانی کے بخارات پانی بن جاتے ہیں۔ اسی طرح جب گرم بخارات سے بھری ہوئی ہوا اوپر کو اٹھتی ہے تو اوپر جاتے جاتے ٹھنڈی ہو جاتی ہے ہر تین سو فٹ اوپر جانے سے گرمی ایک درجہ کم ہو جاتی ہے۔ کہ بخارات بادل یا دھند کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

مگر بادل سے پیشتر ایک اور بات بھی ضروری ہے کہ ہوا میں کچھ کچھ چھوٹے ذرات بھی موجود ہونے چاہئیں۔ جن پر کیمیائی کے قطرے جم سکیں۔ جب تک یہ ذرے موجود ہوں بادل بن سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر بخارات سے لدی ہوئی ہوا میں یہ بخارات داخل کئے جائیں اور ہوا ٹھنڈی کر دی جائے تو وہ بادل بن جاتے ہیں۔

سلطنت انگریزی و سکھوں کی حکومت کا مقابلہ

زمیندار کے سوالات کا جواب

(چوہدری بہاول بخش صاحب رئیس منگووال کے قلم سے)

چوہدری بہاول بخش [illegible] منگووال ضلع گجرات [illegible] راج اور درد دل رکھنے والے بزرگوں میں سے ہیں جو ہمیشہ حق و انصاف کی بات سب کے منہ پر کہہ دینے کے عادی [illegible] اس خلق حسنہ کا ایک نمونہ ہے۔ یہ مضمون "زمیندار" کے لئے لکھا گیا اور اسی کو اشاعت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ لیکن برا ہو تعصب کا کہ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں اپنے ایک ہم خیال بزرگ کی بات کو بھی اس نے سننا اور اسے شائع کرنا پسند نہ کیا۔ چوہدری صاحب [illegible] ہم اسے قارئین پیغام صلح کے افادہ کے لئے درج ذیل کرتے ہیں۔

زمیندار کے سوالات

کسی [illegible] جماعت احمدیہ کے اخبار "پیغام صلح" [illegible] یہ لکھ دیا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت خدا کی رحمت ہے۔ کیونکہ ان سے پہلے پنجاب میں سکھوں نے [illegible] اودھم مچا رکھا تھا۔ اس پر "زمیندار" نے بگڑ کر "پیغام صلح" سے حسب ذیل سوالات کئے ہیں:

(۱) کیا سکھوں کے عہد میں [illegible] کا ردیہ ملک میں نہیں رہتا تھا۔

(۲) کیا سکھوں کے عہد میں اشیا خوردنی اس قدر ارزاں نہ تھیں کہ آج اس ارزانی کا تصور [illegible] زدہ دماغوں کے لئے ممکن نہیں [illegible] سوالات کا مطلب یہ ہے کہ سکھوں کی حکومت پر [illegible] کی ضرب المثل صادق نہیں آتی۔ بلکہ وہ امن و امان اور ملکی فلاح و ترقی کا زمانہ تھی اور انگریز شاہی سے سکھا شاہی ارفع و اعلیٰ تھی۔

سکھا شاہی عہد کی برکات

مجھے زمیندار کی اس دیدہ دلیری پر کسی قسم کی حیرت نہیں ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ ذاتیات کے اندر آکر "دروغ گوئم بر روئے تو" کی مکروہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے۔ بالکل "دروغ گو را حافظہ نباشد" اس کو صبح کی بات شام کو یاد نہیں رہتی اور یا وہ دیدہ دانستہ خود فراموش بن جاتا ہے۔ سکھا شاہی عہد کی برکات سے وہ کئی بار "زمیندار" کے اوراق کو آلودہ کر چکا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ پوچھتا ہے کہ اس عہد کا نام سکھا شاہی عہد تھا۔ کوئی آئین و ضوابط کے سوا نہ تھے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ اگر وہ دیانتداری سے ان سوالوں کا جواب اپنے دل سے پوچھتا یا کسی کرم آباد کے بوڑھے سے دریافت کر لیتا تو اس کو صحیح جواب مل جاتا۔ کہ سکھا شاہی میں روپے کا نام و نشان بھی نہ تھا جس چیز کا وجود اور عدم وجود برابر ہو اس کے باہر جانے یا اندر رہنے کا سوال مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

اندھیر نگری کا عالم

"زمیندار" کے ایڈیٹر پر یہ تو واضح ہے کہ اس وقت ریل تار ٹیلیفون وغیرہ میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ دیہات میں مٹی کا چراغ بھی مفقود تھا۔ یعنے گاؤں کے گاؤں بے چراغ تھے۔ واقعی اندھیر نگری کا عالم تھا۔ انسان صرف چند میل ادھر ادھر کے حالات سے واقف تھا۔ اس کے علم میں باقی دنیا آباد ہی نہ تھی۔ سوائے لوٹ کھسوٹ کے اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا اگر کسی کے پاس مال و زر سے کچھ تھا تو وبال جان ہو رہا تھا۔ حکومت نے روپیہ کے لئے وہ وہ ظلم کئے جن کے تصور سے قلم کانپتا ہے۔ اشیائے خوردنی اگر وزیر آباد میں ارزاں تھیں تو گوجرانوالہ میں بھوک سے قیامت برپا تھی اشیا کو ادھر ادھر پہنچانے کے لئے سوائے گدھے کے اور ذریعہ نہ تھا۔

سکھوں کے عہد کی پیداوار

سکھوں کے عہد میں اشیائے خوردنی کی پیداوار کے ذرائع مفقود تھے لوگ پکڑ دھکڑ کے خوف سے کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ غالباً کل پنجاب میں اس وقت اتنی پیداوار نہ ہوتی تھی جس قدر اب ایک تحصیل میں ہوتی ہے۔ کرم آباد کے [illegible] سے گرداوری عہد سکھاں اور موجودہ عہد کے اس بارہ میں کافی روشنی ڈال سکتے ہیں۔ نہروں کا نام و نشان نہ تھا۔

مذہبی آزادی

مذہبی آزادی کا جو حال تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مسلمان بلند اذان نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی یادگار پنجاب کے اکثر دیہات میں اب بھی موجود ہے۔ اگر اس کے لئے کسی تحریری شہادت کی ضرورت ہو تو تھانہ غازی ضلع ہزارہ میں ایک گاؤں سرکوٹ ہے وہاں پٹھانوں کی ایک معزز قوم رہتی ہے جسے شعرانی کہتے ہیں۔ سرکوٹ ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں اگر بلند اذان دی جائے۔ تو چھ سات کوس اردگرد اس کی آواز جاتی ہے۔ چنانچہ وہ بلند بانگ سے محروم کر دیئے گئے ہیں آخر جب شاہ زمان والی کابل کا سکھوں سے مقابلہ ہوا تو اقوام شعرانی نے خالصہ کی امداد [illegible] خالصہ سرکار نے فتح کی خوشی میں اس شعرانی قوم کو حکم دیا کہ مانگو جو کچھ مانگنا ہے۔ اس غیور قوم نے جاگیر۔ ملک۔ دولت اور گرانی کے بجائے آزادی اذان مانگی جو ان کو عطا کی گئی۔ اور جو [illegible] بطور عجائبات زمانہ یادگار ان کے پاس موجود ہے۔

زمیندار کی مکروہ حرکات

اگر انگریزی راج [illegible] رحمت الٰہی ہونا کا ثبوت سکھا شاہی کے اودھم سے تو پھر اس کے ثابت ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے لئے کسی شرعی تاویل کی ضرورت ہے تو وہ اور بات ہے دراصل "زمیندار" کا مطلب یہ ہے کہ پیغام صلح جب ان حقائق پر روشنی ڈالے تو اس سے سمجھا یہ جائے کہ سکھ کے جذبات کو ٹھیس لگے گی۔ دبے ہوئے مردوں کو باہر نکالنا جرم ہے۔ گزشت آنچہ گزشت۔ اور اس اظہار سے بھی یہی مقصود ہے کہ زمیندار کو اس کی چالاکی پر تنبیہ کی جائے آج برٹش راج میں قادیان کے بوجڑ فانے کے ساتھ جو سلوک سکھ برادران نے کیا ہے اس کا نام انگریز شاہی میں سکھا شاہی نہیں تو اور کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ زبان درازی آج کل بڑا وصف ہے چور کو قطب اور قطب کو چور بنانا "زمیندار" کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ جمہور چونکہ بے علم یا کم علم ہیں۔ وہ دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

سوال و جواب

ایک صاحب نے کچھ سوالات حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھکر بھیجے تھے۔ جو معہ جوابات حسب ذیل ہیں۔ یہ جوابات حسب الحکم حضرت امیر مولانا مولوی احمد صاحب کے مشورہ سے لکھے گئے ہیں:-

(س) مذہب حنبلی میں زیارت قبور (بغرض ثواب) جانا۔ عرس کرنا یا اس میں شرکت کرنا یا چالیسواں وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) جائز نہیں۔

(س) علاوہ مذہب حنبلی کے اور کن کن ائمہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے؟

(ج) کسی نے جائز نہیں قرار دیا۔

(س) رسول خدا اور خلفائے راشدین کا عرس ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو اب جو عرس ہوتے ہیں وہ داخل مذہب ہیں یا نہیں؟

(ج) رسول خدا اور خلفائے راشدین کے عرس نہیں ہوئے موجودہ عرس یقیناً بدعت میں داخل ہیں۔

(س) رسول اللہ نے اپنی صاحبزادیوں کی فاتحہ۔ سوم۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی کرائیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جائز ہے۔

(ج) نہ رسول اللہ صلعم سے یہ باتیں ثابت ہیں۔ اور نہ اب لوگوں کے کرنے سے ان کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

(س) رسول اللہ کی فاتحہ خلفائے راشدین یا حضرت فاطمہ یا امہات المومنین نے کرائیں یا نہیں۔

(ج) کسی نے بھی نہیں کرائیں۔

(س) ائمہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی نے کوئی ایسی منت مانی کہ "اے خدا اگر ہمارا کام ہماری منشا کے موافق ہو جائے تو ہم کھانا پکا کر رسول اللہ یا خلفائے راشدین یا اہلبیت کو ثواب بخشیں گے"۔

(ج) اس قسم کی نیت جائز نہیں اور نہ ائمہ سے ثابت ہے۔

(س) کسی اولیاء اللہ سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اس کے سامنے یا غیبت میں یہ خواہش کرنا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ میرے لڑکا پیدا ہو یا میرا بیمار بچ جائے تو میں آپ کی فاتحہ کروں گا یا چادر چڑھاؤں گا۔ یا آپ کے مزار پر چراغاں کروں گا۔ یا آپ کی خدمت میں سو روپے پیش کروں گا۔ یا آپ کی معہ مریدان کے دعوت کروں گا۔ جائز ہے یا نہیں؟

(ج) زندہ سے دعا کرانا اور کچھ دینا ناجائز نہیں۔ لیکن مردہ سے اس قسم کی باتیں کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کا صریح ارشاد ہے انک لا تسمع الموتیٰ۔ تو مردوں کو سنا نہیں سکتا۔

(س) مٹھائی یا کھانا پکا کر اولیاء اللہ کی روح کو ثواب دے کر یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا راضی ہوا یا جس کی روح کو ثواب دیا وہ خوش ہوا کیسا ہے؟

(ج) کوئی ہرج نہیں۔

(س) یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی زندگی میں اور بعد مرنے کے بھی ہماری عرض خدا تک پہنچا کر ہماری مراد پوری کرا سکتا ہے؟

(ج) صحیح نہیں۔

(س) ہماری دعا بوجہ گنہگار ہونے کے کیا خدا تک نہیں پہنچتی۔ یا بوجہ گنہگار ہونے کے ہماری قبول نہ کرے گا؟

(ج) گنہگاروں کی خدا نہیں سنتا تو کس کی سنتا ہے۔

(س) فاتحہ کا کھانا یا پارچہ یا نقد بطور خیرات ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ قادیانی۔ شیعہ۔ وہابی۔ خارجی وغیرہ وغیرہ جو واقعی محتاج ہوں جائز ہے یا نہیں؟

(ج) جائز ہے۔

(س) امام حنبل کا پیرو مسلمان مثل حنفی کے ہے یا مثل قادیانی یا وہابی کے

(ج) وہ حنبلی مسلمان کہلاتے ہیں۔ مثل وغیرہ کا آپ خود فیصلہ کر لیں۔

(س) جمعہ کے دن ظہر کا وقت ہے یا نہیں۔

(ج) جمعہ کے دن جو شخص جمعہ کی نماز پڑھتا ہے اس کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں

(س) اگر جمعہ قضا ہو جائے یا ایسے مقام پر جمعہ کے دن ہو جہاں جمعہ نہ پڑھ سکے تو کیا کرنا چاہیئے۔

(ج) جہاں جمعہ نہ پڑھ سکے وہاں ظہر پڑھ لے۔

(س) نماز جنازہ کے واسطے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

(ج) جو طریق دوسری نمازوں کے لئے ہے۔

(س) ہندہ کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن ہر دو لڑکیوں کے کولہے کی ہڈیاں جڑی ہوئی ہیں۔ اور باقی تمام اعضا علیحدہ علیحدہ ہیں

(ص ج) کولہے کی ہڈیاں جڑی ہوئی ہونے کی وجہ سے وہ علیحدہ نہیں ہو سکتیں۔ اطبائے زمانہ کہتے ہیں کہ علیحدہ کی جائے گی تو ایک فوراً مر جائے گی۔ دوسری میں شک ہے کہ وہ بھی مر جائے یا زندہ رہے۔ اب اس میں سے ایک کا عقد زید سے ہوتا ہے۔ باقی دوسری جو رہی وہ زید کی منکوحہ ہوئی یا سالی۔ ان میں سے ایک زید کو اپنے نکاح کا اذن دیتی ہے دوسری زید کے ساتھ نکاح سے انکار کرتی ہے تو ایسی حالت میں کیا ہوگا

(ج) کہاں ایسا واقعہ ہوا ہے؟ یا ایسے فرضی سوالات سے محض وقت ضائع کرنا مقصود ہے؟

(س) بدعت کس کو کہتے ہیں۔ بدعتی کے واسطے رسول اللہ نے کیا فرمایا ہے؟

(ج) بدعت اس نئی چیز کو کہتے ہیں جو دین میں پہلے نہ تھی اب رائج کی گئی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

(س) اگر کسی کے پاس سونے کا زیور ہے وہ کبھی پہنا جاتا ہے اور کبھی بند رکھا جاتا ہے اس پر زکوٰۃ دینی فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہر سال دینی چاہیئے یا صرف ایک مرتبہ۔

(ج) زیور پر ہر سال زکوٰۃ دینا فرض ہے خواہ وہ پہنا جاتا ہو یا نہیں

(س) نماز وتر کے نفل پڑھنے چاہئیں اگر ہاں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز تہجد پر قادر ہو تو وتر تہجد کے بعد پڑھے؟

(ج) وتر تہجد کے بعد پڑھے تو بہتر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ آخری نماز وتر ہونی چاہیئے۔

ناظرین خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

خاتم النبیین کون ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

ایک مولوی صاحب قبلہ کی حرکت مذبوحی

(۲)

(ڈاکٹر بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی نے جو کچھ اظہار غیظ وغضب فرمایا۔ اور تکفیر بازی اور سب وشتم اور اد ہر ادہر کی بے تعلق باتوں اور رکیک حملوں سے کام لیا۔ ان کو الگ کر کے کام کی باتیں جو کہیں۔ وہ درج ذیل کرتا ہوں۔

(۱) کام کی باتیں

(۱) میں نے جو بات پیش کی تھی۔ کہ حضرت مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ نبوت سے معزول کئے جائیں۔ اور اگر نبوت سے معزول نہ کئے جائیں۔ تو پھر آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کا آنا صاف ختم نبوت کو توڑتا ہے۔ اس کا جواب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ یہ دیتے ہیں۔ کہ "نبوت سے متصف ہونا اور منصب نبوت پر ہونا یہ دونوں مضمون باہم مترادف ہیں۔ یا ان میں کچھ فرق بھی ہے؟ اگر مترادف ہیں۔ تو پھر ہم آپ سے عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد (ف) انتم اعلم بامور دنیاکم اور کما قال کا کیا مطلب ہے ...." عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لاویں گے نبی ہوں گے اور وصف نبوت سے متصف۔ مگر منصب نبوت پر نہیں ہوں گے۔ اس کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے۔ کہ جیسے ایک صوبہ کا گورنر دوسرے صوبہ کی گورنری میں آجائے۔ مثلاً پنجاب وغیرہ کے گورنر وائسرائے کو رخصت کرنے کے لئے یا لانے کے لئے غرض کسی وجہ سے تمام گورنروں کا اجتماع بمبئی میں ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

دو اور مثالیں بھی دی ہیں۔ جس طرح سے حکام وقت اپنے گھر آتے ہیں برادری کی تقریبوں میں شرکت کرتے ہیں۔ اس وقت اپنے عہدوں پر بدستور قائم ہوتے ہیں۔ مگر منصب حکومت پر نہیں ہوتے جس طرح آفتاب طلوع ہونے کے بعد آسمان پر ستارے موجود بھی ہوتے ہیں اور منور بھی۔ مگر زمین پر کسی کا نور ظاہر نہیں ہو سکتا۔"

(۲) میں نے جو یہ بات پیش کی تھی۔ کہ کیا کوئی نبوت کا کام باقی ہے جس کے لئے عیسیٰ نبی اللہ کی ضرورت پڑی۔

تو مولانا صاحب قبلہ اس کا جواب جو دیتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ والیان ملک جنگ کے وقت اپنی اپنی خدمات بادشاہ وقت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ والیان ملک بھی ہوتے ہیں۔ اور سپاہی بھی۔ نبیوں سے جو میثاق خدا نے لیا تھا کہ آنحضرت صلعم کی مدد کرنا۔ سو ان سب کا نمائندہ مسیح آکر مدد کر جائیگا۔

(۳) میں نے جو معجزات مسیح پر اعتراض کیا تھا۔ کہ کیوں اسی رنگ کے معجزات نبی کریم صلعم کو نہیں دیئے گئے۔ تو اس پر بہت کچھ گالیاں دے کر یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ "معجزہ فعل خداوندی ہے۔ کہ جس کے کرنے سے مخلوق [illegible] الاسباب عاجز ہو۔ وہ نبی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے بطریق اعجاز نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ نبی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔" یعنی اس میں نبی کی کوئی خوبی نہیں۔

(۴) میں نے جو کچھ کہا تھا کہ کسی نبی کو خدا کی صفات دینا شرک فی الصفات ہے۔ اس پر مولانا بہت خفا ہوئے ہیں۔ اور اپنے ساتھ تمام صحابہ تابعین تبع تابعین آئمہ مجتہدین کو لپیٹ کر فرماتے ہیں۔ کہ کیا (نعوذ باللہ) وہ سب مشرک تھے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ کسی کی دعا سے کسی کوڑھی وغیرہ کے شفا پا جانے میں کیا شرک ہو سکتا ہے۔

(۵) مجھے بہت کچھ دھمکی دے کر جب دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ تو خدائے قہار کے سپرد مجھے بار بار کرتے جاتے ہیں۔

وصف نبوت اور منصب نبوت

(۱) سب سے پہلے ہم مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے اس قضیہ کو لیتے ہیں۔ جو انہوں نے قائم کیا ہے۔ کہ وصف نبوت سے متصف ہونا اور منصب نبوت پر مامور ہونا۔ یہ دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کی کوئی اصل اسلام میں نہیں۔ نہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔ نہ رسول کریم صلعم سے۔ نہ سلف صالحین سے۔ لہذا جب ایک نیا قضیہ مولانا نے قائم کیا تھا۔ تو اس کا ثبوت بھی پیش کرنا تھا قرآن سے حدیث سے۔ سلف صالحین کے اقوال سے۔ لیکن مولانا نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اور پیش کہاں سے کرتے۔ اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ نبوت ایک منصب ہے۔ جو اس منصب پر مامور ہوتا ہے۔ وہی نبی کہلاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو ہدایت کا کوئی کام پہنچانا چاہتا ہے۔ تو اپنے مقرب بندوں میں سے کسی کو اس منصب پر مامور کرتا ہے۔ نبی کا کام ہے کہ وہ تمام ہدایات جو جناب الٰہی سے وحی کے ذریعہ اس پر نازل ہوتی ہیں۔ بنی نوع انسان تک نہ صرف پہنچا دے بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دے۔ تاکہ لوگ اس کے نمونہ کی پیروی کر کے رضائے الٰہی کو حاصل کر سکیں۔ وہ جس دن سے منصب نبوت پر مامور ہوتا ہے۔ اس دن سے لیکر مرتے دم تک اس وحی کا پابند ہوتا ہے۔ جو اس پر نازل ہوتی ہے۔ یا اس پر عمل کرنے کا اسکو حکم ہوتا ہے۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی ڈیوٹی سے الگ نہیں ہوتا۔ وہ ہر قدم پر وحی الٰہی کا منتظر ہوتا ہے۔ سفر میں حضر میں۔ عبادات میں معاملات میں۔ حق اللہ اور حق العباد کی ادائیگی میں وہ خدا کی وحی کے نیچے کام کرتا ہے۔ اور لوگوں کے لئے نمونہ قائم کرتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے قرآن کریم میں رسول کریم صلعم کے لئے آتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ غرضیکہ وہ نبوت کے منصب سے کبھی کسی گھڑی الگ نہیں ہوتا۔ ورنہ اس کے قول وفعل [illegible] اگر ایک شخص کسی خاص وقت میں نبوت کے منصب پر مامور ہو۔ اور دوسرے وقت نہ ہو۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت باقی رہا کہ نبی کا فلاں قول یا فلاں فعل منصب نبوت پر مامور ہونے کے وقت کا ہے۔ یا منصب نبوت سے معزول ہونے کے وقت کا۔

اس کے کیا معنی کہ ایک شخص کسی خاص وقت میں نبوت کے منصب پر مامور ہو۔ اور دوسرے وقت نہ ہو۔ اور صرف وصف نبوت سے متصف ہو۔ وہ کیا وصف نبوت ہے جس سے ایک نبی اس وقت موصوف ہوتا ہے۔ جب وہ منصب نبوت پر مامور نہیں ہوتا۔ مولانا کو اس کی تشریح کرنی چاہئے تھی۔ ایک شخص کسی خاص وقت میں اگر منصب نبوت پر مامور نہیں ہے۔ اور پھر بھی وہ وصف نبوت سے متصف ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ منصب نبوت کچھ اور چیز ہے اور وصف نبوت کچھ اور چیز۔ منصب نبوت تو یہ ہوا کہ خدا سے وحی پا کر کچھ قوانین ہدایت لوگوں کو پہنچانا۔ ان کو تعلیم دینا۔ اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اس پر عمل کر کے دکھانا۔ اب سمجھ نہیں آتا کہ ان امور کے علاوہ وہ کونسا وصف نبوت ہے۔ جو ان چیزوں کے علاوہ ہوتا ہے۔ اور جو نبی کے ساتھ اس وقت بھی رہتا ہے۔ جب وہ دن کے بعض حصوں میں بقول مولانا منصب نبوت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ مولانا نے اسکی کوئی تشریح نہیں کی۔ البتہ چند الٹی سیدھی مثالیں پیش کر کے ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح تنکے کا سہارا لینا چاہا ہے۔ وہ پیش کئے دیتا ہوں۔ اور ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔

مجموعہ تضاد

ایک مثال تو یہ ہے۔ فرماتے ہیں "جس طرح سے حکام وقت اپنے گھر آتے ہیں۔ برادری کی تقریبوں میں شرکت کرتے ہیں۔ اور اس وقت اپنے عہدوں پر بدستور قائم ہوتے ہیں۔ مگر منصب حکومت پر نہیں ہوتے۔"

اول تو یہ عبارت ہی مجموعہ تضاد ہے۔ ذرا غور کرنا "اپنے عہدوں پر بدستور قائم ہوتے ہیں۔ مگر منصب حکومت پر نہیں ہوتے" گویا مولانا کے نزدیک "عہدہ" اور چیز ہے۔ اور "منصب" اور چیز ہے۔ حالانکہ وہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں۔ ایسی عبارتیں صرف گھبراہٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ مولانا کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ باوجود سرکاری ملازمت میں ہونے کے۔ اپنے منصب حکومت پر اس وقت نہیں ہوتے یعنی حکومت نہیں کر رہے ہوتے۔ بلکہ معمولی افراد کی طرح گھر میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ مولانا کے دماغ میں نبوت کا کس قدر غلط تخیل ہے۔ جو نہایت قابل افسوس اور مزیل شان نبوت ہے۔

مولانا کا اور منشا یہ ہے کہ جس طرح ایک مجسٹریٹ چند گھنٹہ اپنی ڈیوٹی کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنے گھر میں یا برادری میں آکر بیٹھ جاتا ہے تو اس وقت وہ مجسٹریٹی کا کام نہیں کر رہا ہوتا۔ لیکن ہم اسے مجسٹریٹ ہی کہیں گے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے۔ کہ یہ ایک ایسا شخص ہے جو مجسٹریٹی سے متصف ہے۔ یعنی دن کے چند گھنٹے مجسٹریٹی کا کام کرتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے گھر میں یا برادری میں آکر بیٹھ جاتا ہے تو اس وقت وہ نبوت کا کام نہیں کر رہا ہوتا۔ اور منصب نبوت پر مامور نہیں ہوتا بلکہ اس سے معزول ہوتا ہے۔ لیکن ہم اسے نبی ہی کہیں گے۔ کیونکہ وہ دن رات میں چند گھنٹے یا چند لمحے نبوت کا کام کیا کرتا ہے۔ اسی کا نام ہوگا کہ وہ **وصف نبوت سے متصف ہے۔** یعنی خدا تعالیٰ نے اس سے چند گھنٹے نبوت کا کام لیا کرتا ہے۔ باقی وقت نہیں لیتا۔ وہ ہمارے جیسا ایک غیر نبی ہوتا ہے۔ اور اس کا قول وفعل نبوت کا قول وفعل نہیں ہوتا۔ **پس نبوت سے متصف ہونے کے یہ معنی ہوئے۔ کہ ایک غیر نبی شخص جو دن کے کسی حصہ میں نبوت کا کام کیا کرتا ہے۔** اس معنی کے سوا مولانا کی مثال سے بطور نتیجہ کے اگر نبوت سے متصف ہونے کے کوئی اور معنے ہو سکتے ہیں۔ تو بیشک مولانا اس کی تشریح کر دیں۔ میں مان جاؤنگا۔ ورنہ جو مثال انہوں نے پیش کی ہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ایک شخص نبوت کی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر میں بی بی کے پاس یا دوستوں کے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ نبوت کے منصب پر مامور نہیں ہے البتہ وصف نبوت سے متصف ہے۔ اس کے معنی صرف یہ کہ یہ ایک ایسا شخص ہے۔ جو دن رات میں وقت کا کچھ حصہ نبوت کا کام کرتا ہے جیسا کہ گھر میں بیٹھا ہوا مجسٹریٹ محض اس وجہ سے مجسٹریٹی سے متصف کہلائے گا۔ کہ وہ دن کے چند گھنٹے مجسٹریٹی کا کام کیا کرتا ہے۔

دنیاوی امور کے متعلق رسول کریم کا ارشاد

میری اس تشریح کی تائید مولانا کے اس حدیث پیش کرنے سے نہایت صفائی سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے بتلایا ہے۔ کہ جب لوگوں نے کھجوروں کے درختوں کے لگانے اور ان کے پیداوار بڑھانے کی ترکیب آنحضرت صلعم سے پوچھی تو آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم کہ اپنے دنیا کے کاموں کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ مولانا نے جو اسے اپنے بات کی تائید میں پیش کیا۔ تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ مولانا کے نزدیک لوگوں نے بدقسمتی سے یہ سوال آپ سے دن کے اس حصہ میں کیا۔ جب آپ منصب نبوت پر مامور نہ تھے۔ اور نہ آپ کا اس وقت کا قول وفعل نبوت کا قول وفعل تھا۔ بلکہ نعوذ باللہ منصب نبوت سے معزول کی حالت میں گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اسی لئے فرمایا کہ تم مجھ سے اپنے دنیا کے معاملات زیادہ جانتے ہو۔ ورنہ اگر وہ کوئی ایسا وقت تاک کر آتے۔ جب حضور منصب نبوت پر بیٹھے ہوئے ہوتے تو آپ ان کو کھجور کے درخت لگانے اور ان کی پیداوار بڑھانے کی تمام ترکیبیں نہایت تفصیل سے بتا دیتے۔ یہ ہے۔ وہ نقشہ جو محمد رسول اللہ صلعم جیسے عظیم الشان نبی کی نبوت کے متعلق مولانا صاحب دیوبندی دنیا کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھکر ہتک جناب رسالتمآب صلعم کی نبوت کی ہو سکتی ہے۔ کہ دن کے کسی حصہ میں وہ منصب نبوت پر مامور ہوتے تھے۔ اور کسی حصہ میں منصب نبوت سے الگ اور معزول ہوتے تھے۔ اور اس وقت آپ کا کل علم نبوت سلب ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے ہی موقعہ پر کھجور لگانے والوں سے کہدیا تھا۔ کہ یہ باتیں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ کھجور والے واقعہ سے مولانا کا یہ طرز استدلال اس قابل ہے کہ اس پر ماتم کیا جائے۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جو شخص منصب نبوت پر مامور ہوتا ہے وہ دنیا کو صنعت وحرفت کاشتکاری اور باغبانی سکھانے نہیں آتا۔ وہ دنیا کو حق اللہ اور حق العباد کے قوانین کی تعلیم علم اور عمل دونو دینے آتا ہے۔ ایک نبی کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں کو کھیتی کرنا یا میز بنانا یا روٹی پکانا یا کپڑے بنانا سکھائے۔ اسکو تو عبادات معاملات۔ معاشرت وتمدن۔ اخلاق فاضلہ کے قوانین سکھانے

سندھی ترجمہ سیرت محمد مصطفےٰ صلعم

سیرت محمد مصطفےٰ صلعم کے سندھی ترجمہ کے بارے میں حضرت مولانا نے حسب ذیل اطلاع بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے:-

"سیرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سندھی ترجمہ کے لئے نواب صاحب مانگرول نے پانچ سو روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ انشاء اللہ اس رقم میں پانچ ہزار جلد طبع ہو کر مفت تقسیم ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نواب صاحب کو بہت بہت جزائے خیر دے۔

اسی کتاب کا البانوی ترجمہ طبع ہو کر پہنچ چکا ہے۔ اور بھی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔"

قادیانی خلافت کا فتنہ عظیم

انجمن احمدیہ لاہور کو سب سے پہلے اس کے سدباب پر توجہ کرنی چاہیئے

(از عبدالرحمن صاحب ریڈر صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ)

ذیل میں ہم جناب عبدالرحمن صاحب ریڈر دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور کا ایک مکتوب درج کرتے ہیں۔ جو آپ نے قادیانی خلافت کے فتنہ کے متعلق حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام ارسال فرمایا ہے جس ہمدردانہ اور مخلصانہ پیرایہ میں بابو صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ ہمارے ان غیر احمدی بھائیوں کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ جو احمدی تحریک کے متعلق سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں پر یقین کر کے ایک شدید غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کے رفع کرنے پر وہ مطلق توجہ نہیں کرتے۔ غلط فہمی صرف اسی صورت میں رفع ہو سکتی ہے۔ کہ پہلے دل کے آئینہ کو تعصب یا عناد کے غبار سے صاف کر لیا جائے۔ اور پھر حقیقت اور سچائی کو اس کے اصلی رنگ میں دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ تعصب کے مرض میں ایسے لوگ بھی مبتلا ہیں جنہیں دنیا تعلیم یافتہ اور روشن خیال سمجھتی ہے۔ اگر احمدی تحریک کی اسی نقطہ خیال سے تحقیقات کی جائے۔ تو دیکھنے والوں کو یقیناً تصویر کا روشن پہلو نظر آئیگا۔ (ایڈیٹر)

میں ۱۹۱۲ء سے مرزا صاحب کے لٹریچر کا وقتاً فوقتاً مطالعہ کرتا ہوں۔ اور اسی وقت سے دیکھ رہا ہوں کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب کے عقائد باطلہ کی وجہ سے مابین معتقدین مرزا صاحب بالخصوص و درمیان دیگر اہل اسلام بالعموم ایک فتنہ عظیم برپا ہو رہا ہے۔ یہ ایسا فتنہ ہے۔ کہ اس کے باعث اتحاد بین المسلمین پاش پاش ہو رہا ہے۔ اول اول میرا خیال تھا کہ قادیانی عقائد کو کبھی فروغ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن اب دیکھ رہا ہوں کہ یہ قوم اس بارے میں خاص طور پر منظم ہو چکی ہے۔ اور سوائے عقائد باطلہ کے پھیلانے کے اور کوئی اس کو کام ہی نہیں۔ اتحاد بین المسلمین اور تعلیم و تزکیہ نفس ہی دراصل عامۃ المسلمین کا مقصد ہونا چاہیئے۔ لیکن انہوں نے کبھی ان امور کے متعلق قلم نہیں اٹھایا۔ اپنی پوری قوت خاتم النبیین کی تفسیر باطلہ ہی پر صرف کر رہے ہیں۔ پہلے فرقوں کے درمیان جو اختلاف رونما ہو چکا ہوا ہے۔ وہ اب ختم ہونے کو ہے۔ اور وہ دن دور نہیں۔ کہ جمیع اہل اسلام سب فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر ایک ہی مرکز پر آ جائیں۔ ان کے درمیان جو اختلافات ہے۔ وہ کوئی اصولی اور محکم بنیاد پر نہیں صرف فروعی امور میں ہے۔ جس کی اصلاح زمانہ خود بخود کر رہا ہے۔ مگر موجودہ فتنہ قادیان کی بنا اصولی اختلافات پر ہے۔ اور یہ ایسا فتنہ ہے کہ اس کے سدباب کے لئے خاص کوشش کی ضرورت ہے

قادیانی عقائد کی اشاعت کے اسباب

آپ بے شک راہ راست پر ہیں۔ مگر قادیانی خیالات مرزا صاحب کے مریدوں میں روز بروز ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کافی سرعت کے ساتھ پھیل رہے ہیں۔ جہاں تک میری سمجھ ناقص میں آتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ میاں صاحب مرزا صاحب کے بیٹے ہیں۔ اور لوگ اپنے مرشد و پیشوا کا بیٹا جانتے ہوئے اس قدرتی تعلق دلگاؤ سے جو ایک مرید کو اپنے پیر سے ہوا کرتا ہے ان سے تعلق پیدا کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور محبت کے نشے میں ان کے خیالات فاسدہ کو بھی صحیح اور سچا سمجھتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں تک دیکھا گیا ہے صاحب شعور لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں اور اکثر افراد عوام کالانعام کے مصداق ہوتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں پیر پرستی اور بت پرستی پھیل چکی ہے۔ کیونکہ مقابلۃً یہ لوگ جاہل واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ اسلام ان کو روحانی و جسمانی ترقی کے معراج کمال تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بھی سورۂ روم میں انسانی فطرت کا فوٹو کھینچتے ہوئے اور اپنی توحید اور ہستی کا وجدانی کیفیت کی بنا پر ثبوت دیتے ہوئے فرما دیا ہے کہ اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ پس ایک طرف تو ان کو میاں صاحب کے ساتھ مرزا صاحب کا بیٹا ہونے کے سبب ایک قسم کا لگاؤ ہے اور دوسری طرف پیر پرستی میں راسخ ہونے کے باعث وہ آزادانہ طور پر ایک محقق انسان کی حیثیت سے واقعات پر غور کرنے سے عاری ہیں۔ اور تدبر و تفکر سے بالکل کام نہیں لیتے۔ جو احکام خداوندی کے بموجب ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ وہ محض شخصیت پرست ہیں جو اسلامی تعلیم کی رو سے قطعی حرام ہے۔ چنانچہ میرے دو بردہی سید مدثر شاہ صاحب کا ایک قادیانی صاحب سے پالا پڑا۔ یہ حضرت جاہل اور بے علم ہونے کے علاوہ ضدی خود سر اور سچے پیر پرست تھے۔ میاں صاحب مرزا صاحب کو بغیر شریعت جدیدہ لانے والا نبی مانتے ہیں۔ مگر وہ مرزا صاحب کو ایک حامل شریعت نبی مانتے ہیں۔ ان کی پھسپھسی اور بودی دلائل سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے دماغ میں شئے لطیف کی بہت کم مقدار ہے۔ سید مدثر شاہ صاحب پر جب ان کی جہالت و نفسانیت کا انکشاف ہوا تو صاف کہہ دیا کہ میں آپ کو سمجھانے سے قاصر ہوں۔ ہم میاں صاحب کو کہاں تک الزام دیں جب ان کے مریدوں کی یہ حالت ہے کہ محبت کی ترنگ میں نصاریٰ کی مانند غلو سے بھی ایک درجہ اوپر پرواز کر رہے ہیں۔ تیسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کا مرکز قادیان ہے۔ جو مرزا صاحب کا گھر ہے اور جس کی نسبت مرزا صاحب کا الہام ہے کہ وہ دارالامان ہے۔ پھر جو کوئی اس دارالامان میں مقیم ہوگا۔ ضرور ہے کہ نسبتاً اس کی طرف زیادہ کشش ہو۔ آپ کے پاس ان تینوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔

حق غالب رہے گا

آپ کی یہ حالت ہے کہ نہ آپ مرزا صاحب کے بیٹے ہیں اور نہ پیر ہیں اور نہ آپ کا مرکز دارالامان ہے۔ مگر میرے خیال میں جو چیز آپ کے پاس ہے وہ ان تینوں چیزوں سے افضل ہے۔ اور وہ حق ہے جو انشاء اللہ تعالےٰ حسب وعدہ خداوندی غالب رہے گا۔ اس فتنہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ آپ سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ گھر سے میری مراد ہندوستان ہے۔ جہاں سے یہ فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس فتنہ نے بیرونی دنیا میں زیادہ جڑ نہیں پکڑی۔ صرف ہندوستان کے اندرونی علاقوں تک ہی محدود ہے۔ پہلے اس کی روک تھام کرنی چاہیئے۔ ہندوستان کے باہر بھی اس کے انسداد پر خاص توجہ کی جائے۔ ہندوستان کی اسلامی دنیا میں اس فتنہ کی بیخکنی بڑی ہی ضروری ہے۔ اگر یہ فتنہ اس مقام سے دور ہو گیا۔ جہاں اس نے جنم لیا ہے۔ تو باہر بھی خود بخود دور ہو جائیگا۔ آپ میں جو کمی ہے اسے میں محسوس کر رہا ہوں وہ روپے کی کمی نہیں بلکہ مبلغین کی کمی ہے۔ آپ کی جماعت میں سے سوائے سید مدثر شاہ صاحب کے میں اور کسی شخص کو اس امر کا اہل نہیں سمجھتا کہ قادیانی خرافات کا پورا پورا جواب دے کر ان کا منہ بند کر سکے۔ ان کے سوا آپ کے پاس کون کون مبلغ ہیں۔ جو غلام رسول افغان وغیرہ کوڑیوں مبلغین کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے جیسا کہ قادیانی جماعت ہر سال کوڑیوں نئے نئے مبلغ پیدا کر رہی ہے آپ بھی کوئی ایسا ہی انتظام کریں۔ ایک باقاعدہ مدرسہ اس کے لئے کھولیں اور اپنا لٹریچر ان کو نوک زبان کرا دیں۔ میرے خیال میں یہ طریق کار زیادہ کارگر ثابت ہوگا

ہر سال دس مبلغین تیار کئے جائیں

اسلامی لٹریچر کے بارے میں آپ کی محنت نہایت ہی قابل قدر ہے۔ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے واقعی بہت بڑی خدمت اسلام کی ہے جو اس قدر لٹریچر جمع کر دیا ہے۔ مبلغین کا باقاعدہ امتحان لینا چاہیئے تاکہ وہ خوب ماہر ہو جائیں۔ اور مخالفین کو دندان شکن جواب دے سکیں۔ کم از کم دس مبلغ ہر سال تیار ہونے چاہئیں۔ سوائے آپکی جماعت کے میں اور کوئی جماعت منظم نہیں دیکھتا جو مذکورہ بالا فتنہ کی کافی طور پر روک تھام کر سکے۔ آپ کی جماعت پر اس فتنہ کی روک تھام کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ میں ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ میرا تعلق کسی فرقے سے نہیں۔ مگر ہر ایک فرقے سے محبت ہے۔ ان قادیانیوں سے بھی محبت ہے وہ بھی ہمارے کھوئے ہوئے بھائی ہیں۔ خدا کرے پھر آ ملیں۔ اسی طرح آپ کے فرقے سے بھی محبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی نسبت جس قدر غلط فہمی عام مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ وہ دور ہو جائے اور جو اختلاف رونما ہو چکا ہے۔ وہ صرف فروعات کی حد تک ہی محدود رہے۔ اصول کی حیثیت اختیار نہ کرے۔ اگر یہ اختلاف فروعی حد تک رہا تو شمل دیگر فرقوں کے اس کا مابہ الاشتراک امور پر متحد ہو جانا بہت قریب ہوگا۔ ورنہ خلیج نفاق زیادہ وسیع ہو جائے گی یہ میری ذاتی رائے ہے۔ اگر آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں تو اس کو عمل میں لانے کی کوشش فرمائیں۔ ورنہ معافی کا خواستگار رہوں۔

تحریک قرضہ برائے ایک سال

انجمن کی مالی مشکلات کو دور کرنے کے لیے حضرت امیر نے احباب میں ایک سال کے لئے قرض دینے کی جو تحریک کی ہے اس پر احباب نے شرح صدر سے لبیک کہا ہے۔ چنانچہ بعض نے فی الفور روپیہ روانہ کر دیا ہے۔ بعض جن کے پاس روپیہ نہ تھا۔ دگنی قیمت کا زیور بھیج دیا ہے کہ رہن رکھکر مطلوبہ رقم فوراً حاصل کی جائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ہم جو رقم دے رہے ہیں اسے واپس نہیں لینگے۔ البتہ بعض اصحاب نے جن کے پاس روپیہ وافر نہ تھا۔ نہ اس وقت قرض لینے کا انتظام کر سکتے تھے۔ چند ہفتے کے بعد روپیہ بھیجنے کے لئے لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ باوجود معذوری کے ہم اس تحریک میں حصہ لینے سے انکار کرنے کی بُری مثال قائم کرنے کو پسند نہیں کرتے۔ بعض احباب نے مطلوبہ رقم بااقساط بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اور ان کے اخلاص میں برکت دے۔ ذیل میں جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن سمندری ضلع لائل پور کا خط درج کیا جاتا ہے جو جماعت کے مخلص احباب میں سے ہیں:-

"کل انشاء اللہ تعالےٰ ایک زیور مالیتی پانسو روپیہ بذریعہ انشورنس ارسال خدمت ہوگا۔ جلسہ تک یا زیادہ سے زیادہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء تک بعوض اڑھائی سو روپیہ طلب کردہ جناب بطور قرضہ کسی دوسرے دوست کے پاس امانت رکھکر روپیہ لے لیجئے۔ چونکہ مجھے بھی خود روپیہ کی ضرورت تھی اس لئے مزید دشواریوں اور آپ کے انتظار کو مدنظر رکھکر یہ تجویز کی گئی ہے میں جلدی روپیہ کا بندوبست کر کے زیور آپ سے واپس منگا لوں گا۔"

زیور حضرت امیر جماعت کی خدمت میں پہنچ چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کے اہل و عیال کو کامل صحت عطا فرمائے۔

جن احباب نے ابھی تک حضرت امیر کی اس اپیل کا جواب نہیں بھیجا۔ مہربانی فرما کر جلد روپیہ بھیجکر اس تحریک کو کامیاب بنائیں۔

(انچارج افسر تحصیل دفتر انجمن احمدیہ لاہور)

انجیل کی اشاعت

جہاں تک زبانی دعووں کا تعلق ہے۔ دنیا کی کوئی قوم مسلمانوں سے بڑھ کر مذہب پرست نہیں۔ لیکن اگر ان کے دعاوی کو عملی معیار پر پرکھا جائے تو ان کا کھوکھلا پن عیاں راچہ بیاں کا مصداق ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں کہا جاتا ہے۔ کہ نصرانی دنیا میں دہریت کا زور ہے۔ اور یہ کہ عیسائیوں کا دل عیسائیت رو بہ تنزل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اپنے مذہب کی اشاعت کیلئے جو سرگرمی خلوص اور جوش و خروش مشنریوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی فرزندان توحید میں نہیں پایا جاتا۔ اس تلخ حقیقت کو واضح کرنے کے لئے لمبے چوڑے حقائق و شواہد پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ دین فطرت کی بنیاد قرآن اور نصرانیت کی بنیاد انجیل پر ہے اشاعت قرآن کے باب میں مسلمانوں کی سہل انگاری ناگفتہ بہ ہے لیکن عیسائیوں کا حال یہ ہے۔ کہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی رپورٹ متعلقہ ۱۹۲۹ء مظہر ہے۔ کہ سوسائٹی نے ۱۹۲۸ء میں انجیل کی ایک کروڑ گیارہ لاکھ نیشنل بائبل سوسائٹی نے ۴۰ لاکھ۔ امریکن بائبل سوسائٹی نے ۹۰ لاکھ اور دیگر تبلیغی جماعتوں نے ۲۰ لاکھ جلدیں شائع کیں۔ کیا مسلمان بھی اپنی دینی کتب غیر مسلموں میں تقسیم کرنے کا اہتمام فرمائیں گے۔ کیا وہ اپنے بھائیوں کو صحیح معنوں میں مسلمان

انجمن احمدیہ کا سالانہ جلسہ

دفتر اخبار پیغام صلح کی ضروری اطلاعات

جلسہ سالانہ پر تشریف لانیوالے خریدار صاحبان مفصلہ ذیل اطلاعات بغور ملاحظہ فرمالیں۔ ان پر عمل کرنے سے ان کو اور دفتر کو بہت سہولت ہوگی

(۱) حسب دستور سابق امسال بھی اخبار "پیغام صلح" کا دفتر جلسہ گاہ کے قریب ہی کسی نمایاں مقام پر موجود ہوگا۔ جو دن رات کھلا رہیگا وہاں آئندہ سال کا چندہ و دیگر واجب الادا رقوم با غذ رسید جمع کرا سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اخبار کے متعلق کوئی شکایت ہو۔ تو اسے بھی محرر سے کہکر رفع کرالیں

(۲) جن اصحاب کا چندہ نومبر یا دسمبر ۲۹ء میں ختم ہوچکا ہے۔ یا جنوری و فروری ۳۰ء میں ختم ہوگا۔ ان کے خریداری نمبروں کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ انہیں آپ ملاحظہ فرمالیں۔ اور چندہ جلسہ کے ایام ہی میں ادا کردیں۔ اس طرح اخبار کے لئے ایک معقول رقم جمع ہوجائے گی۔ دوسرے آپ اور دفتر وی پی کے اخراجات اور زحمت سے بچ جائینگے۔

(۳) اس موقعہ پر خریدار صاحبان کو تمام بقایاجات ادا کرکے حساب صاف کردینا چاہیئے۔ جن اصحاب کی میعاد خریداری ختم ہوچکی ہے۔ انہیں آئندہ سال کا چندہ جمع کرا دینا چاہیئے آجکل روپے کی اشد ضرورت ہے۔ شروع سال سے اخبار کو شاندار اور زیادہ مفید بنانے کے متعلق چند تجاویز زیر غور ہیں۔ ان کو ہم روپے کے بغیر عمل میں نہیں لاسکتے۔

(۴) جلسہ کے ایام میں باہر سے تشریف لانے والے اصحاب اور اخبارات کے دفاتر بے حد عدیم الفرصت ہوتے ہیں۔ تمام خریدار صاحبان اپنا نمبر خریداری نوٹ کرکے ہمراہ لائیں۔ اس طرح حساب کتاب دیکھنے اور چندہ جمع کرنے میں بیحد سہولت ہوگی۔ اور بہت سا وقت جو رجسٹروں کی ورق گردانی میں ضائع ہوتا ہے۔ بچ جائیگا۔ نمبر خریداری اخبار کی چٹ پر بائیں طرف درج ہوتا ہے۔ دائیں طرف عدد کا جو نمبر لکھا جاتا ہے۔ وہ ڈاک خانہ کا نمبر ہے۔ اس سے خریدار صاحبان کا کچھ تعلق نہیں۔ اپنا نمبر نوٹ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں۔

(۵) جو خریدار صاحبان کسی وجہ سے جلسہ سالانہ پر تشریف نہ لاسکیں۔ وہ کسی دوسرے صاحب کے ہاتھ چندہ ارسال فرمائیں۔ وہ بھی رقم داخل کرتے وقت یہ ہدایات دے دیں۔ نمبر خریداری کا حوالہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ بیرونی جماعتوں کے عہدہ دار صاحبان کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ وہ تمام احباب کو اطلاع کرکے آگاہ کردیں ہم جماعت کے ہر ایک فرد سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کو ترقی دینے کے لئے ہر امکانی کوشش سے کام لے جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام واجب الادا رقوم جلسہ سالانہ پر ضرور ادا کردی جائیں۔ اور نئے خریدار بکثرت فراہم کئے جائیں ✦

(مینیجر)

خریداروں کی خاص توجہ کے قابل

ذیل میں ان اصحاب کے نمبر ہائے خریداری کی فہرست دی جاتی ہیں۔ جن کا چندہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۹ء میں ختم ہوچکا ہے۔ یا جنوری و فروری ۱۹۳۰ء میں ختم ہوجائیگا۔ اگر آپ اسے جلسہ سالانہ پر ادا فرمادیں۔ تو وی پی اور منی آرڈر کے اخراجات کی بچت ہوجائیگی علاوہ آپ ہی قومی اخبار کی مالی مشکلات کو دور کرینگا تو آپ بھی اطمینان محسوس کرینگے عدم گنجائش کی وجہ سے خریدار صاحبان کے اسمائے گرامی نہیں دیئے گئے تمام اصحاب فہرست بغور ملاحظہ فرماکر اپنا نمبر خریداری تلاش کرلیں۔

نومبر ۱۹۲۹ء

۴۵، ۹۷، ۱۲۹، ۱۳۴، ۲۵۵، ۲۶۵، ۲۷۲، ۳۵۰، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۲۰، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۶۰، ۶۹۲، ۷۴۶، ۸۰۱، ۸۰۶، ۸۰۷، ۹۸۲، ۹۹۰، ۹۹۱، ۱۰۸۷، ۱۰۳۲، ۱۱۰۳، ۱۲۵۲، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۲۲، ۱۵۲۴، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۳۱، ۱۶۳۷۔

دسمبر ۱۹۲۹ء

۴، ۲۹، ۳۱، ۵۲، ۸۵، ۳۷، ۹۳، ۹۴، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۴۴، ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۳۶، ۲۶۲، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۵، ۳۶۲، ۴۲۵، ۴۴۹، ۴۵۷، ۵۶۳، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۸۰، ۵۸۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۶۰۱، ۶۰۴، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۷۴، ۶۷۶، ۸۱۲، ۸۱۵، ۸۲۲، ۱۰۰۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۹، ۱۰۳۹، ۱۰۴۱، ۱۰۵۴، ۱۲۲۳، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۶، ۱۳۳۱، ۱۳۳۳، ۱۳۴۳، ۱۳۳۵، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۵۲، ۱۵۳۶، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۸۳، ۱۶۳۶، ۱۹۱۴۔

جنوری ۱۹۳۰ء

۳، ۷، ۹، ۳۳، ۳۶، ۳۸، ۳۹، ۱۱۹، ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۴۹، ۱۶۸، ۲۷۷، ۳۴۲، ۳۴۷، ۴۵، ۵۵۰، ۶۱۶، ۶۲۵، ۶۳۳، ۶۴۲، ۶۵۳، ۸۳۳، ۸۳۶، ۸۳۹، ۸۴۱، ۸۴۴، ۸۵۰، ۸۵۵، ۸۵۹، ۸۶۱، ۸۷۹، ۹۴۳، ۹۵۲، ۱۰۲۷، ۱۰۳۱، ۱۰۵۱، ۱۰۶۱، ۱۰۶۵، ۱۰۶۷، ۱۰۷۳، ۱۰۷۹، ۱۰۸۲، ۱۰۹۴، ۱۳۳۶، ۱۳۳۸، ۱۳۴۰، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۵۱، ۱۳۵۸، ۱۳۸۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۶، ۱۴۵۱، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۸۱، ۱۶۴۲۔

فروری ۱۹۳۰ء

۵۴، ۶۴، ۶۱، ۶۶، ۷۶، ۶۸، ۷۵، ۱۲۳، ۱۳۵، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۸۶، ۲۵۳، ۲۸۰، ۲۸۲، ۲۹۲، ۳۸۲، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۹، ۴۰۸، ۶۷۹، ۷۴۴، ۸۵۴، ۸۵۷، ۸۶۷، ۸۷۱، ۸۷۶، ۸۸۶، ۸۹۲، ۸۹۳، ۹۵۸، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۱۰۵، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۲۰، ۱۱۳۹، ۱۱۴۱، ۱۲۸۳، ۱۳۵۲، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۴۶۴، ۱۵۶۹، ۱۵۸۱، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۱، ۱۶۰۴

مظلومین چوموں کی فریاد

چوموں ریاست جے پور کے غیور مسلمانوں کو ایک سنگھٹنی فتنہ انگیز گروہ کے مطالبات کے احترام میں اب پھر مجبور کیا جارہا ہے۔ کہ وہ کلمہ طیبہ کے علی الاعلان نہ پڑھنے اور نماز کو سوائے مسجد کے ادا نہ کرنے کے تاوانی مچلکے لکھیں۔ اور ضمانتیں دیں۔ اور ثابت کریں۔ کہ وہ اس حکم کے سامنے گردنیں جھکا چکے ہیں۔ جو مجسٹریٹ پنڈت من موہن لال اٹل نے ۲۴ ستمبر ۲۹ء کو چوموں میں کلمہ نماز۔ اور اذان کی بندش کے بارہ میں دیا ہے۔ ورنہ ان سزاؤں کیلئے تیار ہو جائیں۔ جو بغاوت کی پاداش ہیں۔ افسوس! صد افسوس!! آج ریاست جے پور ہیں مسلمانوں کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا امتحان اس طرح لیا چاہتے ہیں۔ کہ مسلمان ایمان سے ہاتھ اٹھالیں۔ اور دین کو خیرباد کردیں۔ وہ اپنی وفاداری کا ثبوت جان و مال کو قربان کرکے پہلے بھی دے چکے ہیں۔ اور اب آئندہ بھی دینے کو تیار ہیں۔ لیکن ایمان فروشی ان کا شیوہ نہیں۔ وہ خدا کو نہیں چھوڑ سکتے اور اس کے حبیب صلعم سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ انہیں اسلام جان و مال سے کہیں زیادہ پیارا ہے۔ وہ حرمت اسلام۔ عزت اسلام اور خود ہستی اسلام کی بربادی کی اس روئیداد پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے بجائے موت سے پہلے ہی مرجانا پسند کرتے ہیں۔ جمہور اسلام۔ علمائے کرام۔ وزرائے عظام کمرہمت باندھیں تاکہ راجپوتانہ میں اس سنگھٹنی یلغار کے سیلاب بہیمیت کی طوفان خیز موجوں سے کشتی اسلام کو بچائیں۔ ناموس شریعت کے تحفظ میں جہاں جہاں جلسے ہوں۔ وہاں ایڈ ایکٹ کی منسوخی کے مطالبہ کے ساتھ ریاست جے پور کے مذکورہ بالا حکم کی منسوخی کا پرزور مطالبہ کریں۔ اور ہمیں ضرور اس کی اطلاع دیں۔

(محمد بہاول خاں صدر جمعیتہ اخاء نمبر۔ چوموں۔ ریاست جے پور)

راولپنڈی میں احمدیہ لائبریری کھولنے کی تجویز

شیخ محمد دین جان صاحب آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے انجمن کا حسب ذیل ریزولیوشن بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے:۔

درخواست جماعت راولپنڈی۔ کہ وہاں ایک لائبریری کھولنا چاہتے ہیں۔ انہیں حضرت مسیح موعود حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وجناب بشیر مرزا شاہ صاحب کا تمام لٹریچر مفت مہیا کیا جائے۔ بذریعہ ریزولیوشن ۱۱۵ مجلس منتظمہ کے اجلاس منعقدہ ۱۳ دسمبر ۲۹ء میں پیش ہوکر فیصلہ ہوا۔ کہ لائبریری کھولنا منظور ہے۔ اس طرح پر اور بھی جہاں جہاں احباب پسند کریں انجمن مقامی لائبریریاں کھولنا پسند کرتی ہے۔ انجمن ایسی لائبریریوں کو اپنی مطبوعات سے نصف قیمت پر دینا منظور کرتی ہے جس میں سے بیس فیصدی پہلے ادا کی جاوے۔ اور بقیہ قیمت ماہوار اقساط سے بیس اقساط میں ادا کی جائے۔

شیخ محمد دین جان آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن لاہور۔

آپ

اخبار پیغام صلح کے خریدار بن جائیے

کیونکہ

پیغام صلح ہندوستان میں بہترین سہ روزہ تبلیغی اصلاحی اخبار ہے
پیغام صلح میں نہایت دلچسپ مدلل اور موثر مضامین شائع ہوتے ہیں
پیغام صلح میں ہندوستان کے بہترین ارباب قلم مضامین لکھتے ہیں۔
پیغام صلح میں معترضین اسلام کے اعتراضات کا نہایت تسلی بخش طریق پر جواب دیا جاتا ہے۔ اور اسلامی تعلیم کو نہایت دلکش طریق پر پیش کیا جاتا ہے۔
پیغام صلح مسلمانوں کو مذاہب غیر کی تبلیغی سرگرمیوں سے خبردار کرتا ہے! اور ان کی قومی ضروریات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔
پیغام صلح کی ہر اشاعت میں دنیا بھر کی تازہ خبروں کا خلاصہ شائع ہوتا ہے
پیغام صلح کو مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقہ بیحد پسند کرتا ہے اس کے مضامین سلیس ہوتے ہیں جن سے بچے اور عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب اعلیٰ سائز ۲۲×۲۰ آپ آج ہی نمونہ کیلئے خط لکھیئے

سالانہ چندہ چھ روپے۔ ششماہی تین روپے۔ سہ ماہی دو روپے۔ طلباء سے چار روپے سالانہ۔ ممالک غیر سے پندرہ شلنگ سالانہ۔ نمونہ مفت

(مینیجر پیغام صلح لاہور)

کفر دوقسم ہے - اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلعم کو خدا کا رسول نہیں مانتا - دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا - اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے - جسکے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے - اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے - پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے"

ں حوالہ میں پہلا کفر تو اصل کا کفر اور ایمان کی ضد ہے - دوسرا کفر فرع کا کفر ہے کیونکہ الفاظ "پس اس لحاظ سے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا اور رسول کو مانتا ہے ان کا منکر ہیں - ہاں خدا اور رسولؐ کے جو بہت سے احکام ہیں جن میں سے ایک مسیح موعود کا ماننا ہے اس کو نہیں مانتا - پس یہ اصل کا کفر نہیں بلکہ فرع کا کفر ہے - اور چونکہ یہ اسلام کا انکار نہیں - اس لئے دائرۂ اسلام سے خارج کرنے والی چیز نہیں - اس پر ایک اعتراض ہوسکتا ہے - کہ آگے چل کر حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ " یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں" اصل بات یہ ہے کہ حضرت صاحب نے ان کو ایک قسم میں داخل کیا ہے - دونوں کو ایک نہیں کہا اور نہ ان دونوں کو برابر کہا ہے - اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کہے کہ انسان اور گھوڑا دونوں ایک ہی قسم حیوان میں داخل ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ انسان اور گھوڑا ایک ہیں یا دونوں برابر ہیں - بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے - کہ ان کی جنس ایک ہی ہے اسی طرح اصل کا کفر اور فرع کا کفر ہر دو قسم بمعنی انکار ہی میں داخل ہیں مگر ہر دو نہ تو ایک ہیں اور نہ برابر ہیں اور جب اس کے ساتھ حضرت صاحب کے یہ الفاظ ملاکر پڑھے جائیں کہ " ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا" تو معاملہ صاف ہوجاتا ہے - کہ حقیقۃ الوحی میں بھی مسیح موعود کے کفر کو فرع کا قرار دیا ہے - جس سے کوئی کلمہ گو دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا -

اس کی مزید تائید کے لئے ایک اور واضح حوالہ دیا جاتا ہے -

" دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرکے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ - تقویٰ - عبادت کو بجا نہ لائے اور ان اعمال کو جو تزکیہ نفس - ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے - اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا - اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بےخبر محض ہے - اور وہ اس بات کا حقدار نہیں کہ اس کو سچا مسلمان خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمان بردار کہہ سکیں - (تقریر حجۃ اللہ ۱۹۰۸ء)

جگہ حضرت صاحب نے ایسے شخص کو مسلمان کہلانے کا مستحق بھی نہیں سمجھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں جن احکام کو چھوڑنے کی وجہ سے وہ اس بات کا حقدار نہیں کہ اسے مسلمان یا خدا اور رسول کا سچا فرمانبردار کہہ سکیں - یہ تمام حوالجات میاں محمود احمد صاحب کی اس تحریر کی تردید کرتے ہیں کہ:-

" کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں -

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ - مصنفہ میاں محمود احمد)

میاں صاحب کا سابقہ عقیدہ ختم نبوت

مولوی صاحب نے اپنے مضمون مذکورہ میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے ں محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۰ء میں جو یہ لکھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک ت کا دعویٰ کر . کامیابی حاصل نہیں کی . . . . . صاف معلوم ہوتا ہے ی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں " (تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء) سے مراد صرف یہ تھی کہ مسیح موعود سے پہلے تیرہ سو برس میں کوئی نبی نہیں ہوا مگر تو اس کے بالمقابل اس تحریر کے لکھنے والے کا عمل پیش کردیتے ہیں اس کا عقیدہ اس وقت یہی تھا - کہ حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں آپ کے انکار سے کوئی کافر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا -

[illegible]

دیا جائے اس سے تو لا تقربوا الصلوٰۃ کو بھی نامعقول لوگ درست سمجھ سکتے ہیں - پھر اسی مضمون میں میاں صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:-

" آپ کی (یعنی آنحضرت صلعم کی) نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی نہیں آئے گا"

لیکن اس کو بھی مولوی صاحب اپنی تائید میں سمجھتے ہیں - جہاں ایسے ایسے معقول مولوی بستے ہوں وہاں نامعقولوں کی ضرورت ہی کیا ہے - میاں صاحب زور دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی زمانہ میں بھی نبی نہیں آسکتا - اور خوش فہم مولوی صاحب اس سے شرعی نبوت مراد لیتے ہیں اور جتنے حوالے پیش کئے ہیں وہ سب ہماری تائید میں ہیں -

نبوت اور کلمہ طیبہ

چلو ایک سکنڈ کے لئے ہم اس بات کو مان لیتے ہیں کہ قادیانی صاحبان حضرت نبی کریم کے بعد ایسے انبیا کا آنا مانتے ہیں - جو آپ کی تائید کے لئے آتے ہیں اور جو آپ کے دین کو منسوخ نہ کریں گے - لیکن کیا عملاً بھی یہ بات ان کے عقائد باطلہ سے نکلتی ہے - ہرگز نہیں - بلکہ ان کے مزعومہ نبی کے ماننے سے ہر وہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچا مانتا ہے - اور قرآن کریم کی اپنی سمجھ اور طاقت کے مطابق پیروی کرتا ہے - کافر بےدین اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے - جب تک کہ وہ اس غیر شرعی نبی پر ایمان نہ لائے - گویا ایک غیر شرعی نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس کا شرعی نبی پر کا ایمان بھی بےحقیقت ہوگیا - میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کسی پیغمبر کے زمانہ کا انقطاع اور کس طرح سے ہوا کرتا ہے - ایک معقول انسان تو یہی کہے گا کہ جب محض اس پر ایمان لانے سے کوئی شخص دائرۂ اسلام کے اندر نہ سمجھا جائے - مثلاً آج ایک شخص یہ کہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ کو خدا کا سچا نبی یقین کرتا ہے اس لئے وہ مسلمان ہے اور دائرۂ اسلام کے اندر ہے - تو قادیانی اسے کہیں گے کہ نہیں تو ہرگز مسلمان اور دائرۂ اسلام کے اندر نہیں - بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے - گویا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت ایک بےحقیقت چیز ہے - سب سے افضل چیز مرزا رسول اللہ ہے اور حضرت مرزا کی نبوت کے ماتحت ہی باقی انبیا کی نبوتوں پر مجمل ایمان کافی ہے - جیسا اس زمانہ میں کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ موسیٰ رسول اللہ یا لا الٰہ الا اللہ عیسےٰ رسول اللہ کہکر دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا - اسی طرح قادیانیوں کے عقیدہ کی رو سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے سے کوئی شخص دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوسکتا جب وہ لا الٰہ الا اللہ مرزا رسول اللہ پر ایمان نہ لائے - گو مسلمانوں کے ڈر سے یہ کلمہ زبانی نہ کہے اور دل میں یہی اعتقاد رکھے کہ بغیر اس کلمہ پر ایمان لائے کوئی شخص دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہوسکتا - مولوی صاحب کو اجازت ہے کہ وہ اپنے عقائد کی بجز اس کے کوئی اور تاویل پیش کریں -

---

ضرورت ہے

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے لئے درجہ دوم کے گارڈوں کی ضرورت ہے جن کی تنخواہ ۴۰ - ۳ - ۵۲ - ۴ - ۶۰ - ۶۶ ہوگی - امیدوار کسی مسلمہ یونیورسٹی کا امتحان انٹرمیڈیٹ پاس ہو یا کوئی اور ایسا امتحان جو ریلوے ہیڈکوارٹر سلیکشن بورڈ کی نظر میں مذکورہ بالا امتحان کے مساوی ہو - صحت کا اچھا ہونا بھی ضروری ہے -

درخواست کے مطبوعہ فارم دفتر ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ چاندنی چوک دہلی سے بعوض مبلغ ایک روپیہ مل سکیں گے - جنھیں ہر ایک امیدوار اپنے ہاتھ سے پر کرکے مع اصل سندات کے ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو بوقت ۱ بجے صبح مذکورہ بالا دفتر میں ابتدائی انتخاب کے بورڈ کے سامنے پیش ہوگا - اور اس بورڈ کے منتخب شدہ امیدواروں کو ایجنٹ کے دفتر کے ہیڈکوارٹر انتخاب کے بورڈ کے سامنے آخری انتخاب کے لئے پیش ہونا ہوگا -

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ چاندنی چوک دہلی

حضرت مسیح موعود کے ایک پرانے صحابی کا انتقال

جناب بابا ہدایت اللہ صاحب مشہور پنجابی شاعر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت پرانے صحابیوں میں سے تھے - ایک سو پانچ برس کی طویل عمر پاکر ۱۲ ماہ حال کو انتقال فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - احباب ان کا جنازہ غائب پڑھیں

فہرست چندہ مستورات

جلسہ سالانہ کے موقع پر مستورات سے جو چندہ جمع ہوا اس کی فہرست ارسال ہے - یہ کل رقم معہ زیورات بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے جو انجمن خواتین کی سکرٹری ہیں جلسہ سالانہ کے موقع پر وصول ہوئی تھی چونکہ ان کی رسیدات خزانہ سے اسموار نہیں جاسکیں اس لئے شکریہ کے ساتھ اخبار میں ان کا اعلان کیا جاتا ہے - ہمارے سلسلہ کی جو مستورات اس میں شامل نہ ہوئی ہوں وہ سب مہربانی فرماکر اس میں حصہ لیکر ممنون فرمائیں -

(سید محمد حسین آنریری فنانشل سکرٹری)

نمبر	نام	رقم
(۱)	بیگم صاحبہ میاں رحیم بخش صاحب لاہور	انگشتری طلائی جڑاؤ دو عدد ایک تہ
(۲)	بیگم صاحبہ بابو منظور الٰہی صاحب لاہور	۱۰ روپے
(۳)	بنت سید سلیمان شاہ صاحب مزنگ لاہور	۵ ،،
(۴)	بیگم صاحبہ بابو محمد رمضان صاحب لاہور	۳ ،،
(۵)	ایک خاتون ،،	۱ ،،
(۶)	بیگم مولوی صدرالدین صاحب ،،	۱۰ ،،
(۷)	بیگم صاحبہ مولوی عبدالحق صاحب ،،	۴ ،،
(۸)	،، چودہری فضل حق صاحب ،،	۳ ،،
(۹)	،، مولوی مرتضےٰ خاں صاحب ،،	۲ ،،
(۱۰)	بھتیجی بابو منظور الٰہی صاحب ،،	۲ ،،
(۱۱)	بیگم صاحبہ ڈاکٹر مظہر حسن صاحب علوی ،،	۲ ،،
(۱۲)	،، چودہری ظہور احمد صاحب ،،	۲ ،،
(۱۳)	،، قاضی ثناء اللہ صاحب ،،	۴ ،،
(۱۴)	بنت ،، ،،	۲ ،،
(۱۵)	بیگم صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ،،	۲۲ ،،
(۱۶)	،، خواجہ عبدالغنی صاحب ،،	۶ ،،
(۱۷)	،، چودہری روشن دین صاحب لاہور چھاؤنی	۱۵ ،،
(۱۸)	حسین بی بی صاحبہ والدہ نتھا	۱ ،،
(۱۹)	مفضلت بیگم صاحبہ	۱ ،،
(۲۰)	بیگم صاحبہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب انگشتری طلائی اور	۸ ،،
(۲۱)	بنت ،،	۱ ،،
(۲۲)	،، امرالٰہی صاحب کنجاہ	۹ ،،
(۲۳)	جان بی بی صاحبہ سیالکوٹ	۱ ،،
(۲۴)	بیگم صاحبہ خواجہ بشیرالدین صاحب سیالکوٹ	۱۰ ،،
(۲۵)	،، محمد یوسف علی صاحب	۲ ،،
(۲۶)	فاطمہ بیگم صاحبہ بھابجی سرفراز خاں صاحب بدملی	۵ ،،
(۲۷)	شرافت النساء صاحبہ	۸ ،،
(۲۸)	غلام فاطمہ صاحبہ	۵ ،،
(۲۹)	دولت بی بی صاحبہ	۲ ،،
(۳۰)	امام بی بی صاحبہ	۲ ،،
(۳۱)	بیگم صاحبہ غلام سرور صاحب (آنا جمع کرکے وصول کئے)	۵ ،،
(۳۲)	،، ڈاکٹر حسن علی صاحب سمندری	۱۰ ،،
(۳۳)	ہمشیرہ ،، ،،	۲ ،،
(۳۴)	،، پروفیسر عنایت علی صاحب گوجرانوالہ	۵ ،،
(۳۵)	بنت ،، ،،	۱ ،،
(۳۶)	بیگم صاحبہ قاضی سمیع اللہ صاحب سرگودہا	۲۶ ،،
(۳۷)	سردار بیگم کنجاہ ہمشیرہ مولوی صدرالدین صاحب	۱۱ روپے ۸ آنے
(۳۸)	حسین بی بی صاحبہ	۱۰ روپیہ
(۳۹)	بیگم صاحبہ شاہ محمد خاں صاحب حصار	۲۰ ،،
(۴۰)	،، محمد رمضان صاحب	۱ ،،
(۴۱)	بیگم صاحبہ عبدالرحمٰن صاحب	۸ آنے
(۴۲)	شہر بانو صاحبہ	۱ روپیہ
(۴۳)	بیگم صاحبہ ملک شیر محمد صاحب جموں	۱۰ ،،
(۴۴)	بنت ،،	۵ ،،
(۴۵)	بنت خورد ،،	۵ ،،
(۴۶)	بیگم صاحبہ خان بہادر ملک محمد حسین صاحب	۵ ،،
(۴۷)	بیگم صاحبہ مستری عبداللہ صاحب قصور	۲ ،،
(۴۸)	،، مولا بخش صاحب ڈرائیور (معہ ایک نئے پر چندہ ماہوار)	۳ روپے
(۴۹)	،، مستری مولا بخش صاحب (چندہ ماہ نومبر)	۱ روپیہ

—— دیوبند ۸ر شعبان۔ آج اراکین و مدرسین نے ایک جلسہ کر کے حسب تجویز مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دار العلوم مفصلہ ذیل تجاویز منظور کیں۔

(۱) یہ جلسہ افغانستان کی موجودہ حالت پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کو نہ صرف افغانستان کے لئے بلکہ تمام مسلمانان عالم اور اسلام کے لئے خطرناک اور نقصان دہ سمجھتا ہے۔

(۲) یہ جلسہ شاہ امان اللہ خان کی نافذ کردہ اصلاحات ناپسند کرنے کے باوجود ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے کو ناجائز سمجھتا ہے۔

(۳) یہ جلسہ مسلمانان افغانستان اور بالخصوص وہاں کے علماء اور ارباب طریقت سے نہایت پُر زور الفاظ میں درخواست کرتا ہے۔ کہ موجودہ حالات کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے امن قائم کر دیں۔

—— یہ جلسہ حکومت برطانیہ و دیگر حکومتوں کو مطلع کرتا ہے۔ کہ وہ افغانستان کے داخلی معاملات میں کسی قسم کی ظاہری و باطنی مداخلت نہ کریں۔

—— **پیغام صلح**۔ علمائے دیوبند کی یہ فرض شناسی نہایت قابل قدر ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ افغانستان کے موجودہ مصائب کی قریب قریب تمام ذمہ داری علمائے افغانستان کے سر ہے۔ جن کا ایک کثیر حصہ دار العلوم دیوبند کا فیض یافتہ ہے۔ کیا وہ ان کے خلاف بھی نفرت و حقارت کا کوئی ریزولیوشن پاس کرنے کے لئے تیار ہیں؟

—— کابل میں افواہیں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ کہ بچہ سقہ نے سردار علی احمد جان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ہے۔

—— شیخ محمد شریف سیالکوٹی جو ایک معزز صاحب ہیں۔ حال ہی میں کابل سے تشریف لائے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ کابل میں فوجی بھرتی پوری تیزی سے عمل میں آ رہی ہے بچہ سقہ نے اپنی فوج کو منظم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ لوگ نہایت سرعت سے اس کی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں۔ (انقلاب)

—— بچہ سقہ کے ٹریڈ ایجنٹ حاجی امام الدین کے پشاور آنے سے عجیب صورت پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ سابق ٹریڈ ایجنٹ جو ابھی تک شاہ امان اللہ خاں کا فرماں بردار ہے۔ چارج دینے سے انکار کرتا ہے۔

—— پشاور ۱۲ر فروری۔ تازہ آمدہ مسافروں کا بیان ہے۔ کہ بچہ سقہ نے حکومت کے تمام محکمہ جات اور دفاتر قائم کر لئے ہیں۔ عام طور پر ان محکمہ جات میں وہی اہلکار کام کر رہے ہیں۔ جو شاہ امان اللہ کے عہد میں کرتے تھے۔ البتہ اعلیٰ افسر کوہ دامن کے باشندوں کو مقرر کیا گیا ہے۔ بچہ سقہ بھی وہیں کا باشندہ ہے۔

—— مسافروں کا بیان ہے۔ کہ کابل شہر کی موجودہ حالت ویسی ہی ہے جو بغاوت سے پیشتر تھی۔ البتہ داڑھیاں منڈانا منع کر دیا گیا ہے۔ اور ہیٹوں اور منڈھی ہوئی داڑھیوں کی بجائے ہر طرف دستاریں اور لمبی لمبی داڑھیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ پتلون کی بجائے پھر دی شلواریں جاری ہو گئی ہیں۔

—— ایک تازہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں نے حال ہی میں حکومت کے صدر مقام کے لئے جدید نمونہ کا جو شہر دار الامان کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔ بچہ سقہ نے اپنے نام پر اس کا نام دار الحبیب رکھ لیا ہے۔

—— پشاور ۱۵ر فروری۔ آج کابل سے بہت سے پناہ گزین یہاں پہنچے۔ جن میں مسٹر سنڈیگ جرمن افسر جنگلات حکومت افغانستان۔ ہایول ایرانی سابق پرائیویٹ سیکرٹری شاہ امان اللہ خاں بھی شامل ہیں۔

—— لندن ۱۳ر فروری۔ ۲۳ر دسمبر سے ۱۱ر فروری تک کابل سے جو پناہ گزین رائل ایر فورس کے ذریعہ پشاور پہنچائے گئے ان کی قومیت وار تفصیل جو مسٹر آسٹن چیمبرلین نے دار العلوم میں بیان کی حسب ذیل ہے:۔

برطانی رعایا ۱۶۲۔ افغان ۳۳۔ فرانسیسی ۱۱۔ جرمنی ۴۳۔ اطالوی ۴۔ ایرانی ۴۴۔ آئرلینڈ ۱۔ اہل سویز لینڈ ایک۔ اہل شام ۵۔ ترک ۴۴۔ امریکن ایک۔ کل میزان ۳۶۶۔

—— لندن ۱۴ر فروری۔ جزائر برطانیہ میں آج شدید ترین سردی پھیل رہی ہے مقیاس الحرارت پارہ کل سے بہت نیچے گر گیا ہے نلکوں کا پانی جم گیا جس کے باعث بہت تکلیف محسوس کی جا رہی ہے۔ کئی نلکے پانی کے منجمد ہو جانے کے باعث پھٹ بھی گئے ہیں۔ کئی دریاؤں کا پانی بھی منجمد ہو گیا ہے۔ بالائی ٹیمز بھی یخ بستہ ہے۔ آکسفورڈ میں یخ شکن جہاز استعمال کئے جا رہے ہیں۔ سردی کی وجہ سے دھڑا دھڑ اموات واقع ہو رہی ہیں۔

—— انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۹ر ۳۰ر ۳۱ر مارچ

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے کی تاریخیں

جملہ برادران اسلام کو معلوم ہے۔ کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے تینتالیسویں ۴۳ سالانہ اجلاس کے انعقاد کے لئے ۲۹۔ ۳۰۔ و ۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کی تاریخیں مقرر ہو چکی ہیں۔ ان کا اعلان تمام اسلامی اخبارات میں بتکرار ہو چکا ہے۔ ایسے انجمن اسلامیہ فیروز پور چھاؤنی کے اس اعلان کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ جس کو انجمن مذکور نے بھی اپنا سالانہ جلسہ انہی ایام میں منعقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ میں نے انجمن حمایت اسلام کی طرف سے صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اسلامیہ فیروز پور چھاؤنی کی خدمت میں استدعا کی ہے۔ کہ وہ اپنے جلسہ کی تاریخیں کسی اور موزوں وقت پر ملتوی کر کے انجمن کو ممنون فرمائیں۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ صاحب موصوف اپنے جلسے کی تبدیلی تاریخ کا اعلان بہت جلد کر کے مسلمانوں کو یکسوئی کا موقع دیں گے۔

عبد العزیز
آنریری جنرل سیکرٹری
انجمن حمایت اسلام لاہور

آئندہ انتخابات

مسلمانوں کا تشتت و افتراق ان پر بے شمار مصائب کا دروازہ کھول چکا ہے - ان کی باہمی سر پھٹول ان کو ان گنت ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکی ہے لیکن وہ باز آنے کے بجائے روز بروز اس میں زیادہ مبتلا ہو رہے ہیں گزشتہ سال کے واقعات پر ہی نظر کر لیجئے - نہرو رپورٹ کے سلسلہ میں مسلمانوں نے کیا خاک اڑائی - افغانستان کے معاملہ میں فرزندان توحید کے افتراق نے جو گل کھلائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں - دشمن ان پر ہنس رہے ہیں - ہر جگہ دھڑا بندی کا دور دورہ ہے - ذاتی اغراض اور طلب جاہ سب کے مدنظر ہے - ایک طرف ہندوستانی مسلمانوں کا مستقبل نہرو رپورٹ کی وجہ سے خطرے میں ہے - دوسری طرف ایک ہمسایہ اسلامی ملک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے - ہم دست و گریباں ہیں - ہماری تمام مجلسیں مرغوں کی پالیوں کا منظر پیش کر رہی ہیں - اب ایک اور خطرہ دکھائی دے رہا ہے - کونسلوں اور اسمبلی کی میعاد ختم ہونے والی ہے - تھوڑے عرصہ بعد نئے انتخابات ہوں گے - اگر ہماری دھڑا بندی اور باہمی عداوت کی یہی کیفیت رہی تو اس تخم افتراق سے میدان انتخاب میں اور نئے نئے گل کھلیں گے - جو حریفوں کو کشت زعفران کا کام دیں گے - لیکن ہماری تباہی میں شک نہ ہوگا - اس مصیبت سے بچنے کے لئے جناب قریشی نے ایک معقول تجویز پیش کی ہے - کہ دہلی کانفرنس ایک بورڈ انتخابات مرتب کرے جو مسلمانوں کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل آدمیوں کو نامزد کرے - اور صرف وہی آدمی کنیسنٹ کے لئے درخواست دیں ہمارے خیال میں یہ ایک نہایت مفید تجویز ہے - اگر اس پر عمل کیا گیا تو مسلمان بہت بڑی مصیبت اور اس خرچ سے جو انتخابات کے دنوں میں امیدوار کیا کرتے ہیں - بچ جائیں گے - خدا مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے -

بدیشی کپڑے کی ہولی

گاندھی جی نے اپنا پرانا پروگرام جس میں اس سے قبل وہ بہت بری طرح ناکام رہ چکے ہیں - دوبارہ شروع کر دیا ہے - ان کے ارشاد کے مطابق کانگرسی جگہ جگہ غیر ملکی کپڑے جلا رہے ہیں - کلکتہ میں انہوں نے خود بھی اس کی ہولی منائی تھی - جس پر ان کو پولیس نے گرفتار کر لیا تھا - اور آپ نے ضمانت دے کر رہائی حاصل کی تھی - ہمارے خیال میں ان کپڑوں کو جلانا سخت نادانی ہے - ہم مسلمانوں کو بڑے زور کے ساتھ اس گھر پھونک تماشا میں شامل ہونے سے روکیں گے - بدیشی کپڑے کی خرید کو بند کر دینا ایک الگ بات ہے - لیکن اس قسم کا خریدا ہوا کپڑا نذر آتش کر دینا یخربون بیوتھم بایدیھم کا مصداق ہے - اگر اس کپڑے کے خلاف ایسی ہی نفرت ہے - کہ اسے پہننا گوارا نہیں - تو کیوں نہ ملک کے یتیموں اور بیکسوں کو دیدیا جائے - کہ ان کے تن ڈھانکنے کے کام آسکے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ محض چند روزہ ابال ہے - پہلے بھی یہ جوش پیدا ہوا - اور صرف بدیشی کپڑے کے جلانے تک ہی محدود رہا - اب پھر اسی تباہی کے سامان کئے جا رہے ہیں - ہم سودیشی کی تحریک کے مخالف نہیں - ہماری دلی خوشی ہے کہ غیر ملکی مصنوعات خرید کرنے کے بجائے ملکی صنعت و حرفت کی قدر کی جائے - مگر ہم گاندھی جی کے طریق عمل کی تائید نہیں کر سکتے - ہمارے خیال میں یہ نہایت قابل اعتراض ہے - کیا وجہ ہے کہ گاندھی جی ان ہندو سیٹھوں کو جو ولایت سے کروڑوں روپوں کا کپڑا منگوا کر لاکھوں روپے کما رہے ہیں - کچھ نہیں کہتے - اور غریب لوگوں کو جن کے پاس آگے ہی تن ڈھانکنے کے لئے چیتھڑا بھی نہیں اپنے کپڑے جلا دینے کی تلقین کر رہے ہیں - مسلمان علما اور لیڈران کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کو ایسی باتوں میں الجھنے سے باز رکھیں -

معذرت

کتابت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے آج کا پرچہ صرف چار صفحات پر شائع ہو رہا ہے - آئندہ پرچہ آٹھ صفحات پر شائع کر کے اس کمی کی تلافی کر دی جائیگی انشاء اللہ تعالے -

خبریں

—— پشاور ۱۸ مارچ - خبر ملی ہے کہ آزاد علاقہ کے مہمند قبائل کا ایک جرگہ ۱۴ اور ۱۵ مارچ کو منعقد ہوا - جس میں فیصلہ کیا گیا کہ شاہ امان اللہ کی حمایت کی جائے - باغیوں اور غداروں کے خلاف جہاد کیا جائے وہ امروز فردا میں یلغار کرنے والے ہیں -

—— پشاور ۱۸ مارچ - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے - کہ گنڈہ میں ملاؤں اور قبائل کے نمائندوں کی مجلس مشاورت کل منعقد ہوگی - ملائے چکنور اور حاجی صاحب ترنگ زئی اس مجلس میں شرکت کرنے کی غرض سے روانہ ہو چکے ہیں - مہمندوں نے اس کانفرنس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا ہے - اب صرف شنواری اور خوگیانی شرکت کے لئے باقی رہ گئے ہیں -

—— پشاور ۱۸ مارچ - ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ جنرل نادر خاں نے صوبہ خوست میں اپنا اثر و اقتدار قائم کر لیا ہے - انہوں نے شاہی اسلحہ خانہ سے رائفلیں اور میگزین نکال کر اہل قبائل میں تقسیم کی ہیں - کہتے ہیں ان کے پاس سات سو سپاہی ہیں - اور ایک ہزار والنٹیر بھی جمع ہو چکا ہے -

—— اسی قسم کی ایک اور غیر مصدقہ خبر ہے کہ کابل کے قریب لڑائی جاری ہے - بچہ سقہ کی فوجیں شکست کھا کر بھاگ رہی ہیں - بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بچہ سقہ نے ایک اور شخص کو اپنا وزیر جنگ مقرر کیا ہے ساتی اور تگاؤ قبیلے جنہوں نے پہلے بچہ سقہ کی اطاعت قبول کر لی تھی اب شاہ امان اللہ خاں کے حق میں ہو گئے ہیں - اور بچہ سقہ کی فوجوں سے لڑ رہے ہیں -

—— پشاور ۱۸ مارچ - اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کابل میں انڈین نیشنل کانگرس کی جو شاخ قائم تھی اس کے ممبروں کو بچہ سقہ نے گرفتار کر لیا ہے ان پر یہ الزام ہے کہ وہ شاہ امان اللہ خاں کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں - انہیں جیلوں میں بند کر دیا ہے -

—— پشاور ۱۸ مارچ یہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہے کہ ایک ترکستانی ڈاکو نے جبل السراج کے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے کابل سے آمدہ مسافروں کا بیان ہے کہ یہ مقام ابھی تک بچہ سقہ کے قبضہ میں ہی ہے

—— پشاور ۱۸ مارچ - افغان ملاؤں کا جرگہ جو گنڈہ میں ہو رہا تھا ۲۲ مارچ پر ملتوی کر دیا گیا ہے -

—— پشاور ۱۸ مارچ - سردار علی احمد جان ابھی تک پشاور ہی میں ہیں - گمان غالب ہے کہ آپ آفریدیوں اور مہمندوں میں واپس چلے جائیں گے -

—— افغان وکیل تجارت کے اہل و عیال جو کابل میں تھے اور جن کو بچہ سقہ نے قید اور قتل کی دھمکی دی تھی - باوجود سخت نگرانی کے پشاور پہنچ گئے ہیں - پشاور پہنچنے میں ان کو ۲۴ روز کا نہایت پر صعوبت سفر برداشت کرنا پڑا -

—— جنرل نادر خاں نے امان اللہ خاں سے وفاداری کا اعلان کر دیا ہے اور لوگ دھڑا دھڑ ان کے مشن کی تکمیل میں مدد دے رہے ہیں - مگر بعض حلقوں میں اس اعلان کو نہایت مشکوک نظروں سے دیکھا جا رہا ہے -

—— پشاور ۱۸ مارچ - سکھ پناہ گزینوں کی ایک جماعت جلال آباد کے مضافات میں بیش بلاق سے سترہ عدد گردگرنتھ لیکر پشاور آئی ہے -

—— سرحدی صوبہ میں کئی مقامات پر شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں ہندو مسلمانوں کے مشترکہ جلسے ہوئے -

—— ایک خبر یہ بھی ہے کہ جرنیل نادر خاں کو معلوم ہو گیا ہے کہ علاقہ خوست میں ان کا رسوخ اس قدر کام نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں کا موجودہ حاکم اعلےٰ بڑا ذی اثر اور بارسوخ آدمی ہے - اس لئے انہیں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا ہے - انہوں نے شاہ امان اللہ کی حمایت کا اعلان تو کر دیا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر جرنیل صاحب سے ذرا سی لغزش بھی سرزد ہوئی تو ممکن ہے کہ گرفتار ہو جائیں -

—— علاقہ جلال آباد میں ان کا بھائی سردار ہاشم خاں بھی محسوس کر رہا ہے کہ ان کا کام اس قدر آسان نہیں جس قدر کہ انہوں نے خیال کیا تھا - کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قبائل کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی تحریک کو مذہبی رنگ دے دیا ہے -

—— لاہور میں چند روز سے ایکدم گرمی بڑھ گئی ہے ۲۰ مارچ کو [illegible]

—— جدید دہلی ۱۸ مارچ - کابل کے جنوب میں بمقام میدان جو لڑائی ہوئی تھی - اس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ کے سردار عبد الاحد خاں کی گرفتاری کے لئے شیخ آباد کو اپنے آدمی بھیجے تھے - کہا جاتا ہے کہ سردار موصوف ہزارہ اور وردک قبائل کی امداد سے برسر مقابلہ ہو گئے - بچہ سقہ کے آدمی بہادری سے لڑے لیکن شکست کھا گئے - کہا جاتا ہے کہ لڑائی کے دوران میں بچہ سقہ کے بعض سپاہی اس کے خلاف ہو گئے -

—— پشاور ۱۹ مارچ - اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرنیل نادر خاں نے بچہ سقہ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا ہے - جس میں لکھا ہے کہ یہ امر صاف ظاہر ہے کہ تم افغانستان کے بادشاہ بننے کی کوئی قابلیت نہیں رکھتے - اس لئے تم نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر کے غلطی کا ارتکاب کیا ہے - اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ بادشاہ کا انتخاب کرنے کے لئے جو کانفرنس منعقد ہونیوالی ہے اس میں تم بھی شریک ہو - آخر میں بچہ سقہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے اس مقصد میں ہم سے اتحاد عمل نہ کیا تو میں اپنی تمام طاقت اور رسوخ قبائل کو تمہارے خلاف اٹھانے میں صرف کر دونگا

—— کابل سے چند سکھ پشاور پہنچے ہیں - ان کا بیان ہے کہ بچہ سقہ کی حکومت کابل کے گرد و نواح میں چند میل تک محدود ہے - دوسرے علاقوں میں قبائل آزاد حکومت کی طرح ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں - وہ ان قبائل کی حرکات پر بالکل دھیان نہیں دیتا - کیونکہ وہ کابل ہی میں اپنی حالت سنبھالنے میں مصروف ہے -

—— دہلی مسلم کانفرنس کی تائید جگہ جگہ ہو رہی ہے -

—— جدید دہلی ۱۸ مارچ - سائمن کانفرنس اور مرکزی کمیٹی کا باقاعدہ اجلاس ۲۰ مارچ چہار شنبہ کو شروع ہونیوالا تھا - حکومت ہند کے وزرا کی مزید شہادتیں قلمبند ہونگی -

—— پشاور ۱۹ مارچ - بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ ابھی تک قندھار ہی میں ہیں - اور وہ اس وقت تک کابل پر چڑھائی نہیں کریں گے - جب تک انہیں مہمندوں اور افریدیوں کی حمایت کا یقین نہ ہو جائے - وہ قبائل میں سرگرمی سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں -

—— پشاور ۱۹ مارچ - کابل کے گرد و نواح سے بچہ سقہ کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں - ان سے پایا جاتا ہے کہ قبائل نے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے - اب بچہ سقہ اپنے [illegible] حواریوں کو بھی شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے - کابل اور ملک بھر میں خلاف قانون کارروائی کی کثرت قبائل کو اس سے برگشتہ کر رہی ہے - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کی امیدیں جنرل نادر خاں کے جرگہ کے ساتھ وابستہ ہیں -

—— طہران ۱۹ مارچ - مجلس ایران نے سنہ ۳۰-۱۹۲۹ء کا میزانیہ منظور کر لیا ہے - اینگلو پرشین آئل کمپنی کے محصول کی آمدنی کے علاوہ جو ریزرو فنڈ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے - کل آمدنی کا اندازہ ۴۴۰۴۵۹۴۴۳ تمن ہے -

—— جدید دہلی ۱۹ مارچ - پہلے لندن سے خبر آئی تھی کہ یہاں کے باخبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ وائسرائے ہند نے انگلستان آنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے - لیکن اب مصدقہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے - کہ وزیر ہند نے زیادہ سے زیادہ چار ماہ کے لئے وائسرائے بہادر کو انگلستان آنے کی دعوت دی ہے - تاکہ بعض اہم معاملات پر بالمشافہ گفتگو ہو سکے - اور انہوں نے اس دعوت کو بشرط فراغت منظور کر لیا ہے - ملک معظم نے بھی منظوری دیدی ہے -

—— یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے کی عدم موجودگی میں وائکونٹ گوشن گورنر مدراس قائم مقام وائسرائے گورنر جنرل ہند کے فرائض انجام دینگے -

—— کلکتہ ۲۰ مارچ - آج خفیہ پولیس نے کئی مکانات مطابع اور کتب فروشوں کی دکانوں پر چھاپہ مارا - اور خانہ تلاشیاں لیں کہا جاتا ہے کہ اشتراکی نوعیت کے کاغذات برآمد ہوئے - اس کے علاوہ ایک سکوٹ کی تلاشی بھی ہوئی - اور مزدوروں اور کسانوں کی جماعت کے دو ارکان مسٹر ڈی گوسوامی - اور مسٹر آشوتوش رائے گرفتار ہوئے ابھی چند مکانات کی تلاشیاں شروع ہیں -

—— سازش میرٹھ کے سلسلہ میں ۲۰ مارچ کو بمبئی میں بہت سی گرفتاریاں ہوئی ہیں -

—— جدید دہلی ۲۰ مارچ - آج اسمبلی میں پنڈت موتی لال نہرو نے کہا کہ درجہ نو آبادیات کے عطا کرنے میں تاخیر کے یہ معنے ہوں گے کہ ملک خود بخود مکمل آزادی حاصل کرے - مسٹر عبد الحی نے اس بات کا مشورہ دیا کہ نہرو رپورٹ کو زیر زمین دفن کر دیا جائے - اور مسٹر سی آر داس آنجہانی کے میثاق بنگال کو قبر سے نکال کر اس پر عمل درآمد کیا جائے ورنہ مسلمان [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۷ || ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ || نمبر ۳۴

قتلِ راجپال کے بعد
آریہ سماجی اخبارات کا رویہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق

جماعت احمدیہ اور آریہ سماج

"پیغام صلح" نے آریہ سماجی اخبارات کے اس دلآزار رویہ کے خلاف جس کی ہمیشہ سے مسلمانوں کو شکایت چلی آتی ہے اور جو قتل راجپال کے بعد اور بھی زیادہ بُرا رنگ اختیار کر چکا ہے جو آواز اٹھائی ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے بصیرت افروز مقالات میں عام ہندووانہ ذہنیت کو بے نقاب کرتے ہوئے سنجیدہ ہندو لیڈروں سے جو اپیل کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اس سے کوئی بہتر سبق لیا جاتا۔ آریہ سماجی اخبارات جن میں "پرتاپ" کا قدم سب سے آگے ہے۔ گالیوں پر اتر آئے ہیں۔ اور طرح طرح کی غلط بیانیوں اور بہتان تراشیوں سے مسلمانوں اور بالخصوص جماعت احمدیہ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

احمدیوں کی سازش

اس قسم کے بہت سے اخبارات اس وقت ہمارے سامنے ہیں جن میں جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام اور حضرت امیر ایدہ اللہ کو بری طرح کوسا گیا ہے۔ بلکہ "پرکاش" نے جو "پرتاپ" کا چھوٹا بھائی ہے سی آئی ڈی کو متنبہ کیا ہے کہ قتل راجپال کی مفروضہ سازش کا پتہ احمدی تحریرات میں لگائے۔ ہم بڑی خوشی کے ساتھ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن کیا اس کے ساتھ ہی ہمارے سماجی دوست اسمبلی کے حادثہ بم کے متعلق پنڈت موتی لال نہرو کے اس فقرہ کی طرف بھی سی آئی ڈی کو توجہ دلائیں گے جس میں انہوں نے صاف اور کھلے لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے کہ

> "میں وائسرائے کے اس قول کی منطق کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ سچی مذمت نہیں کہلا سکتی۔ اگر جرم کا الزام ان لوگوں پر دیا جائے جن کے خلاف اس کا ارتکاب ہوا۔ اس کے صریح معنے یہ ہیں کہ مجرم کی مذمت کرتے ہوئے ہمیں گورنمنٹ کی کارروائی پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے۔ بالفاظ دیگر ہمیں کہنا چاہئے کہ ہم خوش اور مطمئن ہیں اور جس طریق حکومت کے ماتحت ہم رہتے ہیں۔ اس سے ہم پورے طور پر تسلی میں ہیں۔ یہ امر واقعہ نہیں اور میں ایسا کوئی اقبال کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خواہ میرے ٹکڑے کر دئے جائیں۔"
>
> (پرتاپ ۱۸ اپریل)

بعینہٖ یہی صورت ہماری اور ہندو اخبارات کی ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ منشا ہے۔ اور پنڈت موتی لال نہرو کی طرح ان کی اس منطق کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ کہ قتل راجپال کی خواہ کتنی ہی مذمت کی جائے لیکن وہ سچی مذمت نہیں کہلا سکتی۔ اگر اس کا الزام ان لوگوں پر دیا جائے جن کے خلاف یہ جرم سرزد ہوا۔ اس کے صریح معنے یہ ہیں کہ مجرم کی مذمت کرتے ہوئے ہمیں ہندو اخبارات کے دلآزار رویہ اور آریہ سماج کے ناپاک لٹریچر پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے۔ اور بالفاظ دیگر ہمیں کہنا چاہئے کہ ہم ان سے خوش اور مطمئن ہیں۔ اور جس رواداری کا سلوک ہم سے کیا جا رہا ہے اس کے متعلق ہم پورے طور پر تسلی اور اطمینان رکھتے ہیں۔ یہ امر واقعہ نہیں۔ اور ایسا کوئی اقبال ہم کرنے کے لئے

ہندوؤں کی سازش گورنمنٹ کے خلاف

یہ ہے ہماری سازش جس کی طرف سی آئی ڈی کو توجہ دلائی جا رہی ہے۔ اگر فی الواقعہ یہ سازش کہلا سکتی ہے تو ہندو اخبارات کو چاہئے کہ سب سے پہلے پنڈت موتی نہرو کے مندرجہ بالا فقرات کی طرف سی آئی ڈی کو توجہ دلائیں جو گورنمنٹ کے خلاف کھلی سازش کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے پنڈت جواہر لال نہرو کی ... کے لئے انہیں سفارش کرنی چاہئے۔ جو نہ صرف وائسرائے کے غیر مشروط مذمت کے مطالبہ پر الہ آباد کے بھرے جلسہ میں سختی سے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ بلکہ میرٹھ میں جیل کے اندر ان ملزموں سے جا کر ملاقات کرتے ہیں۔ جن پر گورنمنٹ کے خلاف سازش کے الزام میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

واقعات کی نوعیت ایک ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ ایک حادثہ پر وہی بات مسلمان کے منہ سے ہندوؤں کے بارہ میں نکلتی ہے۔ جو دوسرے حادثہ پر ہندو کے منہ سے گورنمنٹ کے بارہ میں نکلتی ہے۔ لیکن چونکہ ایک کا کہنے والا مسلمان ہے اور وہ ہندوؤں کے خلاف ہے اس لئے خواہ اس میں کتنی بھی صداقت پائی جائے وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے۔ حالانکہ دوسرے کی آواز پر خوشی کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو اگر کہیں کہ بم بازی کا الزام موجودہ طریق حکومت پر ہے اور خواہ میرے ٹکڑے کر دیئے جائیں میں یہ اقبال کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہم موجودہ طریق حکومت سے خوش ہیں۔ تو ہندو اخبارات کی نگاہوں میں وہ حق بجانب اور معصوم ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے منہ سے اگر یہ نکلے کہ قتل راجپال کا الزام ان لوگوں پر ہے جنہوں نے ایسے ناپاک لٹریچر کی حمایت کی۔ اور ہم ہرگز ایسی قوم سے مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ صلح و اتحاد ان سے قائم رکھ سکتے ہیں جو ہماری جان اور ماں باپ سے پیارے نبی کو گالیوں اور بہتان تراشیوں کا آماجگاہ بنائیں تو ہم گردن زدنی ہیں۔ ہماری اس تحریر میں سازش کی بُو آتی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو علانیہ ان لوگوں سے ملاقاتیں کریں جن پر گورنمنٹ کے خلاف سازش کا مقدمہ ہے۔ ہندو وکیل ایسے مقدمات کی پیروی کے لئے کھڑے ہوں اور وہ بالکل معصوم اور بے خطا ہیں۔ لیکن علم الدین کے رشتہ دار اگر اس سے ملنے جائیں۔ اس کے مقدمہ کی پیروی کیلئے کوئی مسلمان وکیل کھڑا ہو جائے تو ہندو اخبارات کے اس دعوے کی صداقت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ قتل راجپال کی تہ میں مسلمانوں کی سازش کام کر رہی ہے۔ اور وہ سب کے سب .. اس سازش میں شریک ہیں جہاں اس قسم کی ذہنیت کام کر رہی ہے۔ جن لوگوں کا رویہ ایسا غیر منصفانہ ہو ان سے کس رواداری اور حسن سلوک کی توقع ہو سکتی ہے۔

ہندو اخبارات کا "ضبط و صبر"

یہیں تک نہیں۔ "پرتاپ" کے "پولیٹکل تھنکر" نے ۱۲ اپریل کے پرچہ میں ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ کو بالخصوص مخاطب کیا گیا ہے۔ اور ہندو اخبارات کے رویہ کو "بردبارانہ" قرار دیتے ہوئے ان کے "ضبط و صبر" کی داد دی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ "مسلمانوں کی اشتعال انگیزی کے باوجود ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا"۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ کہنے والا کہ راجپال کا قتل "اسلام کی خوفناک تعلیم کا نتیجہ ہے"۔ ہندو تھا یا مسلمان؟ کیا ہزاروں راجپال پیدا ہونے کی دھمکی مسلمانوں نے دی تھی۔ یا ہندو اخبارات نے؟ پھر اسی زیر نظر مضمون پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو اس کی ایک ایک سطر میں گالیوں کا وہ طومار باندھا گیا ہے کہ الامان۔ پہلے عنوان ہی میں جو بڑے موٹے قلم سے لکھا گیا ہے۔ یہ الفاظ درج ہیں "بازاری اور لچو آدمیوں کو حرمت رسول کا درد"۔ ممکن ہے ہندو تہذیب ان الفاظ کو گالیوں سے پاک قرار دے۔ لیکن ایک مسلمان کے نزدیک اس سے بڑھ کر گالی اور کیا ہوگی کہ اس کے رسول کی حرمت کا درد رکھنے والوں کو "بازاری اور لچو آدمی" قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ دوران مضمون میں جو "مہذب" کلمات استعمال کئے گئے ہیں ان کو بھی ایک نظر ملاحظہ کر لیجئے۔ اور ہندو اخبارات کے "قابل تحسین رویہ" کی داد دیجئے:-

(۱) "مسلمانوں کے رواداری باختہ طبقہ"

(۳) "کمینے انقلاب" (اخبار انقلاب کے متعلق)

(۴) "کیا یہ جذبہ (حرمت رسول) صرف لفنگوں بازاری شہدوں اور لچو مسلمانوں تک ہی محدود رہ گیا ہے"

(۵) "بس دیکھ لیا اسلامی بدنام کا منطق"

(۶) "جی چاہتا ہے ان مسلمانوں کی جو تعصب سے اندھے ہوئے بیٹھے ہیں بے ایمانیوں اور مکاریوں کا راز فاش کر کے رکھ دیں"

(۷) "مسلمانوں کا شر انگیز طبقہ"

(۸) "خبیثانہ گستاخی"

(۹) "احمدی مسلمانوں کی بے ایمانی"

(۱۰) "فرومایہ مسلم اخبارات"

(۱۱) "ان کے اخلاق کا تو یہ حال ہے کہ خدا بخش بدفعلی کے جرم میں سزا یافتہ تھا۔ کوئی لفنگا ہے۔ کوئی بازاری شہدا۔ اور کوئی جہالت اور لغویت کا نمونہ"

(۱۲) "یہ پڑھے لکھے مولانے اور مولوی مکاری اور بے ایمانی کی دکانیں کھولے بیٹھے ہیں"

(۱۳) یہ صرف ایک مضمون میں سے چند فقرات ہم نے چن لئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے روزانہ اور ہفتہ وار آریہ اخبارات کے مضامین کو اگر دیکھا جائے۔ تو اس سے بڑھ کر ناپاک کلمات سے پُر ہیں۔ جن کو نقل کرنا بھی حد برداشت سے باہر ہے۔ "پرتاپ" کے آج ہی کے پرچہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے اشتہارات کا ذکر کرتے ہوئے "شرارتی احمدی" کے الفاظ آپ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ جو یقیناً آریہ سماجی لٹریچر کے "مہذب ترین" کلمات ہیں۔ جن لوگوں کے اخلاق اس درجہ پر پہنچ چکے ہوں ان کی زبان و قلم سے اور کیا نکل سکتا ہے۔ اس لئے "پرتاپ" کا پولیٹکل تھنکر یقیناً معذور ہے۔ کہ اسے اسی میں ہندوؤں کے "قابل تحسین" اور "بُردبارانہ" رویہ بلکہ تہذیب و اخلاق کی جھلک نظر آتی ہے۔

"ہزاروں راجپال"

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزاروں راجپال پیدا ہونے کی جو پیشگوئی کی گئی ہے اس میں مسلمانوں کی دل آزاری نہیں۔ کیا ہندو اپنے شہیدوں کو تعریف بھی نہ کریں؟ "یہ منطق یقیناً داد دینے کے لائق ہے۔ راجپال وہ شخص ہے جس نے مسلمانوں کے پیغمبر صلعم کو ناپاک ترین گالیاں دیں۔ اور ہندوؤں کو مسلّم ہے کہ اسی جرم کی پاداش میں وہ قتل ہوا۔ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ اب ہزاروں راجپال پیدا ہونگے صریحاً یہ دھمکی دینا ہے کہ پہلے وہ ایک گالی دینے والا تھا اب ہزاروں گالیاں دینے والے پیدا ہوں گے۔ تاہم "پرتاپ" کے پولیٹکل تھنکر کے نزدیک یہ صرف راجپال کی تعریف ہے مسلمانوں کی دل آزاری کی اس میں کوئی بات نہیں۔ لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ تعریف راجپال کے کس فعل کی بنا پر ہے؟ کیا گالیوں کے اس پلندہ کے سوائے جس کو بنائے قتل ٹھہرایا جاتا ہے کوئی اور کارنامہ بھی اس کا پیش کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا تم راجپال کی تعریف کر کے ہندو قوم میں یہ جذبہ پیدا نہیں کرتے کہ مسلمانوں کے پیغمبر کو گالیاں دینا ایک قابل تعریف کام ہے۔ جس کی سرانجام دہی کے لئے انہیں ہزاروں کی تعداد میں کھڑے ہو جانا چاہئے؟

"رنگیلا رسول کا ذمہ وار کون ہے؟"

کہا جاتا ہے کہ رنگیلا رسول کی تصنیف اور اشاعت کی ذمہ وار احمدی جماعت ہے جس نے "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی کتاب لکھ کر ہندوؤں کو اکسایا۔ اور اس کے جواب میں رنگیلا رسول کی تالیف و اشاعت عمل میں آئی۔ ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ "انیسویں صدی کا مہرشی" کون تھا؟ اور کس کی دلآزاری اس کتاب سے ہوئی۔ کیا سوامی دیانند جس کا اس کتاب میں ذکر ہے ساری ہندو قوم کا مہرشی تھا؟ کیا اس کتاب کی تصنیف سے ساری ہندو قوم کی دلآزاری ہوئی؟ یا صرف آریہ سماج نے اس کو بُرا منایا؟ اگر یہ کتاب محض آریہ سماج کے بانی سے تعلق رکھتی تھی تو سوال یہ ہے کہ اس کے بالمقابل اس مقدس ہستی پر گالیوں کا طومار باندھا جو ساری مسلمان قوم اور چالیس کروڑ انسانوں کا پیشوا ہے کہاں تک جائز ہے؟ گالی دینا تو ہر حال میں بُرا ہے۔ خواہ کسی چھوٹے کو دی جائے یا بڑے کو۔ لیکن آریہ سماج نے جو عوض معاوضہ کا اصول پیش کیا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی کتاب سے تمہاری دلآزاری ہوئی تھی حالانکہ اس کتاب کے نام سے بھی

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۸

وارسا میں مسجد تعمیر کرنیکی ضرورت

مسلمانان پولینڈ کی اپیل دنیائے اسلام سے

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے معاصر "مسلم آؤٹ لک" کے نام ایک مکتوب کی نقل، اور پولینڈ میں تعمیر مسجد کے لئے وہاں کے مسلمانوں کی ایک اپیل ارسال کی ہے اس مکتوب میں مسجد کمیٹی کے پریذیڈنٹ مسٹر ڈبلیو ددا ایک اور جنرل سیکرٹری مسٹر آئی پولٹوسکی کہتے ہیں کہ بعض مخلص حضرات نے وارسا میں مسجد تیار کرنے کی تحریک پکڑی کی ہے جس کی جمہوریہ پولینڈ کے دارالدر میں اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

مقدس کام

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مقدس کام کی زندہ تحریک ہر ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہو جائے گی ہمیں پورا یقین ہے کہ دیگر ممالک کے مسلمان بھائی ہمارے اس عزم بالجزم کو تعمیر تک پہنچائیں گے اور مناسب مالی امداد دیں گے۔ اس لئے ہم مسلم آؤٹ لک کے ذریعہ سے ان سے اپیل کرتے ہیں۔

نیز ہم اخبار مذکور کے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں مشورہ دیں کہ ہندوستان میں کس طریقہ پر یا کون سے ادارہ یا شخص کے ذریعہ فراہمی چندہ کا انتظام کیا جائے۔

رقومات چندہ پولینڈ کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کے ذریعہ جو ہندوستان میں قائم ہیں۔ یا براہ راست بھیجنے چاہئیں جس اخبار میں یہ مضمون شائع ہو اس کا ایک پرچہ ہمارے پاس روانہ کر کے مشکور فرماویں۔

مسجد کمیٹی کی اپیل

پولینڈ کے دارالصدر وارسا میں ہر ایک مذہبی جماعت کی عبادت گاہیں موجود ہیں۔ آپ ہم مذہب مسلمان بھائی ہیں جن کی کوئی عبادت گاہ نہیں تاکہ وہ اپنی نمازیں ادا کر سکیں۔ برخلاف اس کے دیگر یورپین ممالک کے صدر مقامات پر بھی مسجدیں موجود ہیں حالانکہ ان ممالک میں مسلمان بہت نہیں۔ اس ملک کی تین کروڑ آبادی میں لاکھوں مسلمان آباد ہیں۔ جو پانچ صدیوں سے یہاں رہتے ہیں۔ پولینڈ ایسا ملک ہے جس میں لوگ اسلام کی طرف دلی انس اور محبت رکھتے ہیں۔ یہ ایسا ملک ہے جو مشرق اور مغرب کے مقام اتصال پر واقع ہے۔ اور پھر یہ ایسا ملک ہے جو مشرقی اور مغربی تہذیب کے درمیان ایک رشتہ کا کام دے گا۔ اس لئے ملک میں مسجد کی موجودگی ضروری ہے۔

اسلام کی شان

وارسا میں مسجد تعمیر کرنے سے مغرب میں اسلام کی شان و شوکت [illegible]

از سر نو مضبوط ہو جائیں گی۔ جن سے وہ اس قدر دور دراز عیسائی دنیا کے مین وسط میں گمنامی کی حالت میں بستے ہیں۔

حکومت کا رویہ

حکومت پولینڈ بھی حتی الامکان مسجد کمیٹی کی امداد کر رہی ہے شہر وارسا کے مجسٹریٹ نے سفید زمین کا ایک قطعہ مفت عطا کیا ہے۔ پولینڈ کے باشندے بھی مالی اور اخلاقی امداد دینے سے انکار نہیں کرتے۔

ان حالات میں مسجد کمیٹی اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے بھائیوں سے خطاب کریں اور ان سے اس متبرک کام کی تکمیل میں امداد طلب کریں۔

چندے اپنے اپنے ملک کے جیش سفراء اور قونصل جنرلوں کے ذریعہ سے یا براہ راست کمیٹی ڈی ایباگر پوسٹیل آندا رسزدی دچلنا خانہ نمبر ۱۴۱) کے نام ارسال کرنے چاہئیں۔ دستخط ڈاکٹر یعقوب ایس مفتی پولینڈ

وسن گرتیچ داؤیگی صدر
عبدالحمید چوہدری وائس پریذیڈنٹ
مائیکو گرسلا کے وائس پریذیڈنٹ
آئی پلندر پی جنرل سیکرٹری
اسفندیار ایم۔ امام وارسا
داؤد بی ممبر
ابراہیم بی ممبر

ٹراٹسکی کا قبول اسلام

انقلاب روس کی عظیم الشان تحریک کے جلیل القدر رہنماؤں میں ٹراٹسکی کا نام لینن سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں رکھتا۔ اگر لینن اس تحریک کا "دماغ" تھا تو ٹراٹسکی "بازو شمشیر زن" تھا۔ اگر اس کی فوجی قابلیت اور جنگی مہارت بروئے کار نہ آتی۔ تو انقلاب روس کا مقصد ہرگز حاصل نہ ہو سکتا۔ انقلاب کے بعد لینن کے رفقا کے درمیان اصول اشتراکیت کی تاویل و تعبیر میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹراٹسکی نئے ارباب اقتدار کے ساتھ مل کر کام نہ کر سکا۔ اور کاروبار حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔ حکومت شورائیہ روس نے اس خیال سے کہ ٹراٹسکی کا وجود ملک میں کسی اور انقلاب کا باعث نہ ہو جائے۔ اسے ملک بدر کر دیا۔ چنانچہ ٹراٹسکی مختلف ملکوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ لیکن کسی نے اس کو پناہ نہ دی تو خود ترکی پہنچ گیا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اس کو ترکی میں مقیم رہنے کی اجازت دیدی۔ اور صرف اتنی پابندی عائد کی کہ وہ اپنے انقلابی اور اشتراکی خیالات پر دپیگنڈا ترکوں میں نہ کرے۔ ترکوں کی اس شرافت اور مہمان نوازی کا دنیا بھر میں چرچا ہوا۔ اور یورپ کے ممالک میں اس پر بہت جز بز ہوئے کہ یہ نیک نامی خدا نے ترکوں کے ہی لئے مخصوص کر رکھی تھی کہ جس شخص کو دنیا بھر میں کہیں پناہ نہ مل سکی وہ ایک مسلمان قوم کی آغوش رحمت میں آسودہ ہوا۔

تازہ عربی ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ ٹراٹسکی نے قسطنطنیہ کے مفتی [illegible]

بیرونٹ کے بیٹے کا قبول اسلام

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی کوششوں کے شاندار اثمار

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سطور ذیل اپنے گرامی صحیفہ کی قریبی اشاعت میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

عریضہ ہذا کے ساتھ مسٹر ہیوبرٹ رنکن کا فوٹو ارسال خدمت کرتا ہوں آپ مسلم مشن ووکنگ کی اسلامی تحریک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

آپ ایک اعلیٰ نسب ذی حیثیت بزرگ ہیں۔ آپ عالی جناب سر ریجنلڈ رنکن بارگن۔ ہرفورڈ (انگلستان) کے فرزند اکبر و وارث بیرونٹ ہیں اس قبولیت اسلام کے یہ معنے ہیں کہ اسلام نے ایک اور خطاب یافتہ کنبہ میں اپنا سکہ جما لیا ہے۔ سر ہیوبرٹ رنکن مستقبل کے بیرونٹ ہیں۔ اپنی قبولیت اسلام کے متعلق ہمارے معزز نو مسلم بھائی تحریر فرماتے ہیں۔ "کہ گذشتہ چند سالوں سے میں کلیسائے انگلستان سے تدریجاً کنارہ کشی کر رہا تھا اور نہایت ہی ٹھنڈے دل و سنجیدگی کے ساتھ عیسوی معتقدات پر غور و تدبر کرتا رہا۔ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ کلیسائی معتقدات کسی بھی صورت میں منفعت بخش ثابت نہیں ہو سکتے۔ چونکہ جناب مسیح محض ایک انسان تھے اس لئے تثلیث پر میرا ایمان نہیں ہو سکتا۔" یہ وہ حوصلہ افزا [illegible] ہے جو یورپ میں مسلم مشن ووکنگ کی پیہم تبلیغی مساعی سے پیدا ہو چکی ہے اور امید کامل ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح اسلام ترقی کرتا چلا جائے گا۔ یورپ میں اسلام جب طبقہ امرا کے گھروں میں گھس گیا تو لوگوں کو سمجھ آ جاوے گی کہ اسلام میں ضرور کوئی نہ کوئی حسن و خوبی ہے جو طبقہ امرا کے لئے موجب کشش ہو رہا ہے۔ قبولیت اسلام کے بعد ارکان اسلام کے احترام و تعمیل میں پہلا کام جو اس ذی ثروت نو مسلم بھائی نے کیا ہے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے جس کی تعداد ۲۲ پونڈ ہے۔ بیرن موصوف نے اپنی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں اشاعت اسلام کو قرار دیا ہے۔ اور رقم محولہ بالا خزانہ ووکنگ انگلستان میں جمع کرا دی ہے۔ ارکان اسلام کے احترام کا جو قابل رشک نمونہ ہمارے معزز نو مسلم بھائی نے دکھایا ہے وہ صاحب نصاب مسلم بھائیوں کے لئے قابل اتباع ہے۔ اگر ملک کے کل نصاب مسلم اپنی زکوٰۃ کو قومی سود و بہبود کے لئے وقف کر دیں تو بہت سی قومی مشکلات آسانی سے حل ہو سکتی ہیں۔ خادم۔ خواجہ عبدالغنی

(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور)

میں بہت گہرے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام ہی بہترین مذہب ہے۔ اس کے بعد ٹراٹسکی نے خواہش ظاہر کی کہ مفتی صاحب مجھے مشرف باسلام کر دیں۔ ابھی ٹراٹسکی کے قبول اسلام کی مفصل اطلاعات ہمیں موصول نہیں ہوئیں۔ لیکن اگر فی الحقیقت اس نے اسلام قبول کر لیا

اناجیل کمیونزم اور سرمایہ داری

مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے امام مسجد ووکنگ کے قلم سے

مسیحیت اور سرمایہ داری

اگر ہم ان مسائل کے متعلق جو ہماری تمدنی بہبودی کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اناجیل کی رائے معلوم کرنا چاہیں تو ان سب کے بارہ میں وہ قطعاً خاموش نظر آتی ہیں اور اگر اتفاقاً کسی مسئلہ کے متعلق کوئی حوالہ بھی مل جاتا ہے تو وہ ایسا مجمل اور غیر یقینی مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہر شخص جو اپنی مشکلات کے حل کے لئے اس طرف دوڑتا ہے اپنی مزاج اور جاہلانہ خیالات کے مطابق جس قسم کا مفہوم چاہے پیدا کر لیتا ہے

موجودہ تمدنی پیچیدگیاں

مغربی دنیا نے موجودہ تمدنی اور صنعتی ترقیات میں قوائے فطرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو بے شمار مال و دولت کے اوپر لوٹتے ہوئے پایا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ یہ تمام مال و دولت صرف چند اشخاص کے اندر آ کر سمٹ گیا ہے۔ جس کا یہ کھلا ہوا نتیجہ ہے کہ بعض تو امیری کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگ ہیں جو پرلے درجہ کی مفلسی اور قلاشی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ اپنی بھوک سیر کریں ان حالات میں قلاشی کے دردناک مصائب کو مٹانے اور اس نمایاں تفرقہ کو جو سوسائٹی کے دو بڑے طبقات کے اندر پائی جاتی ہے کسی قدر کم کرنے کے لئے یہ سوال کبھی کبھی معرض بحث میں آ جاتا ہے کہ اناجیل کا فتویٰ اس بارہ میں کیا ہے

مسیحیت اور کمیونزم

دو سال ہوئے ایک فرانسیسی کمیونسٹ ہینری باربس نے حیاتِ مسیح پر ایک کتاب تصنیف کی جس کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ جنابِ مسیح سب سے پہلے کمیونسٹ تھے۔ مسٹر سکلات والا ممبر پارلیمنٹ نے ایک نان کنفارمسٹ گرجا میں وعظ کرتے ہوئے یہ ریمارک کیا کہ اگر موجودہ مسیحی کمیونسٹ نہیں ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ کمیونسٹ بن جائیں کیونکہ کمیونزم مسیحیت کے ابتدائی زمانہ کی اصل روح تھی۔ یہ دعویٰ ہمارے نزدیک پختہ بنیاد تک قائم ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے ہمیں صرف ان مبلغین کے حالات کو دیکھنا چاہئے جو ابتدائی زمانہ میں ادھر ادھر پھرتے تھے۔ ابتداءً نو مرید نہایت جوش و خروش سے ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور اپنی جائدادیں بیچ کر ان کی قیمت مشترک خزانہ میں داخل کر دی۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ غلطی پر تھے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ جنابِ مسیح کے اصل منشا کو سمجھنے میں انہیں غلط فہمی ہوئی اور یہ بالکل بعید از قیاس بات ہے۔

شہری اور قومی فرائض اور جنابِ مسیح

لیکن کمیونزم اور مسیحیت کے سوال کو چھوڑ کر یہ بالکل صحیح اور قابلِ تسلیم بات ہے کہ جنابِ مسیح نے شہری اور قومی فرائض کے متعلق جو آج دنیا کو مبہوت اور سراسیمہ کر رہے ہیں سب سے زیادہ ضروری مسائل میں کوئی ہدایت نہیں دی۔ محنت اور تجارت کے مسائل اور دولت کی تقسیم کی تکلیف دہ مسئلہ کے متعلق مسیح کی صاف اور کھلی ہدایات معلوم کرنے کے لئے ان کے الفاظ کی چھان بین فضول ہے یہ کہنا غیر مناسب نہیں کہ جنابِ مسیح کو ہماری اس سفلی زندگی سے تعلق نہ تھا یہی وجہ ہے کہ جنگ غلامی علم و ہنر سائنس اور تہذیب و شائستگی کے متعلق وہ بالکل خاموش ہیں کیونکہ یہ تمام مسائل ان کے سخن کے دائرہ سے باہر ہیں۔ بعض عالیشان اصولوں کا جنابِ مسیح نے صرف ذکر دیا ہے۔ لیکن اکثر موقعوں پر اس بات پر غور کرنے سے اجتناب کیا ہے کہ انہیں عملی زندگی میں کیونکر لایا جا سکتا ہے؟

اعلیٰ اصول اور عملی نمونہ

جب اس بہت بڑے معلم روحانی کی تعلیم کے اندر اس نقص کا ذکر ہم کرتے ہیں تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ان اعلیٰ اصولوں کا ذکر کرنے سے ان کا منشا ایک اخلاقی اسٹینڈرڈ پیدا کرنا تھا۔ جو ہمیں خود اس امر کی چھان بین کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے قابل بنا سکتی ہے۔ [illegible] کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے [illegible] [illegible] سے الگ معلوم کیا جا سکتا۔ اور یہ [illegible] جیسے اس فن کو صرف اس کے اصولوں کے مطالعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ زندگی کے فن کو حاصل کرنے کے لئے نہ صرف اصولوں کی ضرورت ہے بلکہ ان کی تفصیلات کو جس ماہرِ فن کی عملی زندگی میں نمایاں ہونی چاہئیں۔ جو ان کا معلم ہے۔ اصول اس حد تک بامعنی سمجھے جا سکتے ہیں جہاں تک عملی زندگی میں کام کرتے ہوئے نظر آئیں۔ خواہ ان کا کام مقررہ قوانین کی صورت میں ہو یا کسی شخصیت کے اخلاق و خصائل وہ کام کرتے ہوئے نظر آئیں۔ اگر کسی نبی کی تعلیمات ان ضروری لازمات سے عاری رہ جائیں تو وہ غیر مکمل ہیں۔

ایک رکنِ کلیسا کے خیالات

ہمیں خطرہ ہے کہ اناجیل کی تعلیمات کو غیر مکمل قرار دینے میں ہم پر مبالغے کا الزام دیا جائے گا۔ اس لئے ہم دیری ریورنٹ ڈبلیو آر ڈین انجی ڈی ڈی ڈین اور سینٹ پالز کے خیالات اس بارہ میں نقل کرتے ہیں۔ جو انہوں نے ۱۶ فروری ۱۹۲۹ء کے ایوننگ سٹینڈرڈ میں "اناجیل اور دولت" کے مضمون پر ظاہر کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

"جنابِ مسیح نے اقتصادی مسائل پر کبھی غور نہیں کیا۔ چہ جائیکہ انہیں قانونی شکل دینے کی کوشش کرتے۔ آپ کا پیغام صرف روحانی نجات کے بارہ میں تھا۔ تمدنی اصلاحات سے اسے کوئی تعلق نہ تھا عیش و آرام کا وہ سامان جو بہت بڑے بوجھ سے لدا ہوا ہے آپ کو ایک بے فائدہ بوجھ نظر آتا تھا۔ جو اعلیٰ زندگی کے منافی تھا۔ آپ کے متبعین اس ساز و سامان کے بغیر ہی پسند کئے جاتے تھے لیکن امیر آدمی کو "بیوقوف" ہی کہا گیا ہے۔ "چور" نہیں کہا گیا۔

"آپ نے دولت جمع کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے جب آپ سے ایک مرید نے یہ درخواست کی کہ میرے بھائی سے کہہ دیجئے کہ ورثہ کو میرے ساتھ تقسیم کرے تو جنابِ مسیح فوراً یہ جواب دیتے ہیں کہ ان معاملات سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔ اور اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں خبردار رہو اور ہر قسم کے طمع اور لالچ سے بچتے رہو۔ کیونکہ ایک انسان کی زندگی ان اشیاء کی زیادتی پر منحصر نہیں جو اس کے قبضہ میں ہوں۔"

اناجیل کی غیر مکمل تعلیم

اس بات کو تسلیم کر لینا کہ "جنابِ مسیح کا پیغام صرف روحانی نجات سے تعلق رکھتا تھا۔ نہ کہ تمدنی اصلاحات سے" گویا اس حقیقت کا اعلان کرنا ہے کہ وہ بیسویں صدی کی ضروریات کو پورا کرنے کے ناقابل ہے اور یہ امر موجبِ حیرت ہے کہ دنیا کی روحانی نجات تمدنی اصلاح کے بغیر بھی ممکن ہو سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں غیر منفک چیزیں ہیں اور ایک ہی بات کے دو مختلف پہلو ہیں۔

دورِ حاضرہ کو ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو روحانی نجات کے ساتھ ساتھ تمدنی اصلاح کا خیال بھی رکھتا ہو۔ اناجیل اگر اس ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہیں تو یقیناً یہ کہنے میں ہم حق بجانب ہیں کہ اناجیل کی تعلیم اگر غیر مکمل نہیں تو کم از کم ایک ہی پہلو اپنے اندر رکھتی ہیں۔

موجودہ تلخ مسائل کا حل انجیل میں نہیں

ڈاکٹر انجی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دولت کفایت شعاری کے ساتھ روپیہ بچانے میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتے جسے غیر مسیحی کہا جا سکے اور نہ یہ ضروری نہیں کہ ایک سرمایہ دار لٹیرا یا دوسروں کے فوائد پر جھپٹنے والا ہو۔ ہم ڈاکٹر موصوف سے اس بارہ میں متفق ہیں کیونکہ اناجیل کے مطالعہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سفلی اشیاء کو بالکل نفرت ہی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی صرف اس وقت جب بادشاہت کے قریب آنے کی امید جنابِ مسیح کے دل میں پیدا ہو چکی تھی انہوں نے دنیا کے ساز و سامان کی تردید شروع کی ورنہ آپ کے بہت سے اقوال مال و دولت کے صحیح استعمال کے متعلق موجود ہیں۔ جنابِ مسیح نے جگہ بہ جگہ سفلی اشیاء کو ان مقررہ وسائط کے نام سے تعبیر کیا ہے جو خلوتِ الٰہی میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کے نزدیک ان میں اسی حد تک انہیں بُرا قرار دیا جا سکتا جس حد تک ادنیٰ اور خود غرضانہ مقاصد کے لئے انہیں استعمال کیا جائے لیکن جنابِ مسیح کے یہ تمام اقوال اور تمثیلات یا وہ نتائج جو ڈین انجی نے قائم کئے ہیں زیادہ دور تک نہیں لے جاتے۔ اس تلخ ترین مسئلہ کا جو ایک مزدور اور سرمایہ دار کی موجودہ معرکہ آرائی سے تعلق رکھتا ہے کوئی حل ان میں نہیں پایا جاتا نہ ہی ان مصائب [illegible] کوئی علاج تجویز بتایا گیا ہے۔ جو موجودہ زمانہ کے تمدنی اور اقتصادی نظام کو اس وقت لاحق ہیں۔ آئیے اس سوال کو ہم ذرا گہری نظر سے دیکھیں۔

سرمایہ داری کا علاج انجیل میں نہیں

اگر روپیہ کو بچانا یا دولت جمع کرنا ایسی چیز نہیں جس کو غیر مسیحی کہا جا سکے۔ اگر ایک سرمایہ دار دوسروں کے فوائد کو چھیننے والا نہیں تو کیا اناجیل میں کوئی ایسا طریقہ بھی بتایا گیا ہے جس سے تمام دولت چند آدمیوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے؟ اگر ڈین انجی اناجیل سرمایہ داری کے خلاف نہیں تو کیا کوئی تدبیر بھی ان میں بتائی گئی ہے جس سے سرمایہ داروں کے مادی رجحانات کو ایسا مذہبی اور روحانی اثر سے متاثر کیا جا سکے جو ان کے ذاتی اغراض کے منافی نہ ہو؟ یا کیا اناجیل میں کوئی ایسے بھی ذرائع بتلائے گئے ہیں جن سے پرائیویٹ املاک کو پبلک جاگیر بنایا جا سکے۔ یا مالک جائداد کو سوسائٹی کا ذمہ وار ٹھہرایا جا سکے؟ کیا مسیحیت میں کوئی ایسا نظام موجود ہے جس کی مدد سے امراء کے سینوں میں ہمدردی کا کوئی احساس اور جذبہ پیدا ہو سکے۔ جو اس نفرت و حقارت کے جذبہ کو کچلنے والا ہو۔ جو غرباء کے متعلق پائی جاتی ہے؟ اور اس طرح سرمایہ داروں کی ذہنیت میں ایک انقلاب پیدا کر دے۔

ان اہم سوالات کا جواب نفی کے سوائے اور کچھ نہیں۔

ہمارے مذہبی رہنما

(نوشتہ جناب مولوی شبیر حسین صاحب شبیر ماہروی)

جب کسی قوم کا زوال شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس میں بیکاری اور عیش پسندی کا مرض پیدا ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ دنیا کی تمام برائیاں اور بد اخلاقیاں اس میں گھر کرنے لگتی ہیں۔ دنیا کی کسی قوم کو لے لو اس نے اپنے عروج و اقبال کے زمانہ میں تہذیبِ اخلاق کو کتنا ہی سنوارا ہو لیکن جب وہ زوال کے راستہ پر پڑی تو ہمتیں مفقود ہو گئیں۔ عقلوں پر پتھر پڑ گئے۔ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئیں۔ اور خود اس کے رہنما سب سے زیادہ حیا سوز اور اخلاق شکن ثابت ہونے لگے۔

یہی حال آج مسلمانوں کا ہے۔ ابوبکرؓ کی صداقت۔ عمرؓ کی عظمت و سطوت عثمانؓ کی فیاضی اور علیؓ کی شجاعت تو خواب و خیال ہو گئیں۔ ان کے بعد کے زمانہ یعنی امیہ اور عباسیہ دور کے درخشاں کارنامے بھی قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔

وہ جو دین و مذہب کے علمبردار تھے وہ جو دین کے ساتھ ساتھ ہمیں دنیا کا راستہ بھی دکھاتے تھے اور وہ جو ہمیں امر و نواہی کی تلقین کرتے تھے اب بھی موجود ہیں۔ لیکن محض نام کے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہمارے زمانہ عروج کے علماء اور صوفیائے کرام نے اسلام کی جس قدر خدمت کی تھی اتنی ہی اپنی جہالت کی بدولت اب یہ اسلام کی بیخکنی پر آمادہ ہیں۔ اسلام جو دنیا کا سب سے زیادہ آسان مذہب تھا علمائے کرام اور صوفیائے عالی مقام کی ذاتی مخالفتوں اور رقابتوں کی بنا پر اب کافی پیچیدہ ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کو سچی راہ دکھانے والے مذہب کے نام پر محض اپنے حلوے مانڈے اور نفس کی خاطر نادانستہ ہی سہی ——— بے راہ روی اور صنم پرستی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ پھر چونکہ بیکاری بھی نسبتاً انہیں میں زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے حصول منفعت کے لئے یہ حضرات ایسے ایسے اختراع کرتے ہیں جن سے ممکن ہے کہ انہیں کچھ مالی منافع ہو جاتا ہو۔ لیکن اسلام کو واقعتہً ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ زمانہ ناشناس علماء کو محض اپنی اہمیت کے اظہار کی خاطر سب و شتم اور کفر سازی سے مہلت نہیں اور ان میں سے ۹۰ فیصدی پیٹ کے بندے ہیں۔ کہ جس نے غذا کے چند ریزے ان کے سامنے ڈال دیئے اسی کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ عقل سے کوسوں دور مصلحت سے قطعاً ناآشنا اور زمانہ کے رنگ سے یہ بالکل واقف نہیں

دوسری جانب صوفیائے کرام نام کے صوفیائے کرام ہیں محض اس لئے کہ انہیں زمانہ سابق کے کسی قابلِ احترام بزرگ سے خاندانی نسبت ہے یا کسی خود ساختہ درگاہ کے خود ساختہ سجادہ نشین ہیں وغیرہ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان میں سے تقریباً ۹۹ فیصدی نہ علم دین سے واقف ہیں نہ علم دنیا سے آشنا۔ اور نہ انہیں اسلام کا ذاتی پاس و لحاظ۔ پیری و مریدی ان کا شیوہ ہے لیکن بطور پیشہ اور ان میں سب سے زیادہ وسیع النظر اور قابلِ احترام وہ پیر ہے جو زیادہ سے زیادہ اپنے مریدوں کی رسی دراز کرتا ہو۔ یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ان میں سے مقدس ترین بزرگوں کے اخلاق و حالات کا محاسبہ کیا جائے تو میتیں لپیٹے نکلیں گے کہ ع

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

کوئی بد اخلاقی ایسی نہیں جس کے وہ مرتکب نہ ہوتے ہوں اور کوئی حیا سوز حرکت ایسی نہیں جو ان سے سرزد نہ ہوتی ہو۔ اوامر و نواہی ان کے یہاں کوئی معنے نہیں رکھتے۔ اور عوام کو دھوکا دینے کے لئے ایسے

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۸ صفر ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء | نمبر ۵۲

قرون متوسط کی اسلامی اور یورپین تہذیب

دانتوں کے علاج میں مسلمان حکماء کا کمال

یورپ میں منتر جنتر کے توہمات

تہذیب اسلام اور یورپ

ازمنہ متوسطہ میں جبکہ یورپ میں چاروں طرف جہالت اور تاریکی کا دور دورہ تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے یورپ کی تاریخ میں قرون مظلمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلام کا ستارہ عروج نہ صرف حکومت اور جہانبانی میں اوج کمال پر پہنچا ہوا تھا بلکہ علم و حکمت کی ہر شاخ میں مسلمانوں کا قدم اس کمال پر تھا۔ کہ یورپ اپنی موجودہ تہذیب و روشنی کے زمانہ میں بھی اس سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس کا اعتراف خود یورپ کو ہے۔ اور آئے دن مغربی اخبارات اور رسائل میں مسلمانوں کی علمی ترقیات کا تذکرہ انہیں چار و ناچار احسانمندانہ رنگ میں کرنا پڑتا ہے۔

معاصر "اسلامک ریویو" نے ایک اسی قسم کے مضمون کا اقتباس جون ۱۹۲۹ء کے "فورٹ نائٹلی ریویو" سے نقل کیا ہے۔ جس میں فن دندان سازی اور دانتوں کی بیماریوں کے علاج میں مسلمانوں کے کمالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

عرب طبیب کی ہدایت منہ اور دانتوں کی صفائی کے متعلق

"مشرقی اور مغربی تہذیب کے معیاروں میں جو بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ اسکی بہترین مثال اس امر واقعہ سے ملتی ہے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ انگلستان میں دانتوں کا علاج نہایت ناپسندیدہ اور برے طریق سے ہوتا تھا۔ ایک بہت بڑا عرب طبیب منہ اور دانتوں کو نہ صرف سیال ادویہ کے ذریعہ سے صاف رکھنے کی تعلیم دیتا تھا۔ بلکہ خالص پانی کے استعمال کو بھی وہ دانتوں کی صحت کیلئے ایک گرانمایہ چیز سمجھتا تھا۔ فی الحقیقت دانتوں کے علاج اور علم طب کی ترقی کے متعلق مسلمانوں کے جو احسانات ہمارے سروں پر ہیں۔ ان کا بہت کم اعتراف کیا گیا ہے"

گرے ہوئے دانتوں کو پُر کرنے والے مسلمان طبیب

"یہ سچ ہے کہ ان کے طریق علاج میں ہیپوکریٹس اور گیلن کی غلط تعلیمات سے ہی کسی قدر زیادہ نقائص آہستہ آہستہ پیدا ہوگئے لیکن گرے ہوئے دانتوں کو سونے کے پترہ سے پُر کرنے کے کام کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ طبیب (بطور مثال) اس سے خوب واقف معلوم ہوتا ہے۔ جو ۸۳۳ء میں خلیفہ ہارون الرشید کا معالج خاص تھا۔

گوشت خورہ کے علاج میں مسلمان حکماء کا کمال

قرون متوسطہ میں عربوں کی جراحانہ خاصیت کا نمونہ ابو الحفیظ تھا۔ جو دسویں صدی میں ہو گذرا ہے۔ اور علم و قابلیت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے لوگوں سے بہت آگے تھا۔ اس نے پائیوریا نے رحم کی جو ان دنوں اس زمانہ میں آج کی طرح بہت پھیلا ہوا تھا پہچان اور اس کے علاج کی اہمیت پر کچھ کم زور نہیں دیا۔ اس سے بھی پہلے ریاض کے جوائب علے ایرانی خاندان میں سے تھا۔ افیم کو دانت کا درد دور کرنے اور سنکھیا کو خالی جگہ پُر کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اگرچہ اس سے صدیوں پہلے چینی لوگ ان اشیاء کو استعمال میں لا چکے تھے۔ جس کا اسے کوئی علم نہ تھا۔

یورپ میں دانتوں کا علاج جنتر منتر سے

یہ تو مسلمان حکماء کا حال تھا۔ اب اسی زمانہ کی یورپین اور مسیحی تہذیب کا حال سن لیجئے۔ "فورٹ نائٹلی ریویو" رقمطراز ہے "جان گیڈسڈن نے جو آکسفورڈ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہو گذرا ہے۔ دانت کے درد کو رفع کرنے کے لئے ذیل کے الفاظ کام میں لانے کی ہدایت کی ہے:۔

"باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر آمین۔ ارکیس ۔ مکس ۔ پکیس ۔ کرسٹو فالیو۔"

"یہ الفاظ اس شخص کے جبڑوں پر لکھے جاتے تھے۔ جس کو دانت کا درد ہو۔ اور یہ اعتقاد تھا۔ کہ اس طریق سے فوراً درد رفع ہو جاتا ہے۔ معتبر ذریعہ سے یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اس قسم کے سب جنتر منتر فرانس جرمنی اور انگلستان میں اب تک لفظ بلفظ رائج ہیں۔ انہیں ایک حد تک ان مسیحی اولیاء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے دعا کے ذریعہ سے فائدہ اور آرام حاصل کیا۔ اور بہت لوگ اسے دانتوں کے ولی سینٹ اپالینا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس بیسویں صدی میں اس قسم کی اوہام پرستی کے فوائد کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ آبادی کے بڑھے ہوئے ہونے کے باوجود ہر طرف قابل ترین دندان ساز موجود ہیں۔ جن کی خدمات سے بہترین فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

عجیب و غریب نسخے

لیکن یہ جنتر منتر کم از کم اتنے نقصان دہ نہیں جس قدر کہ وہ نسخہ ہے۔ جو "ہنش نومدرز" نامی ایک کتاب کے مصنف نے تجویز کیا ہے۔ اور اس میں ایک مصیبت زدہ ماں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ بچے کے آہستہ نکلنے والے دانتوں کو جلد نکالنے کے لئے اس کے مسوڑوں کو کیمیاوی طریق سے نرم کرے...... دوسرے مریضوں کو اس بات پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ۳۲ مینڈکوں کے دل اگر تیل میں تحلیل کئے جائیں۔ اور اس کی چند بوندیں کان میں ڈالی جائیں تو دانت درد کو آرام ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب نسخہ ہے کہ سانپ کی کینچلی کو تیل میں گرم کرکے درد کرنے والے دانت میں اس کو رکھدیا جائے۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر عجیب ایک اور نسخہ ہے۔ جس میں جان گیڈسڈن نے کئی صدیاں پیشتر دانتوں کی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے گائے کا پیشاب استعمال کیا"

ہماری موجودہ حالت

قرون متوسطہ کے مسلمانوں اور یورپین مسیحیوں کے ہر دو طریق علاج کو دیکھتے ہوئے کون عقلمند ہے۔ جو اسلامی تہذیب پر آفرین کہنے کے لئے تیار نہ ہو۔ لیکن حیف ہے ہم مسلمانوں پر کہ ہم نے اپنے اسلاف کے ان زریں کارناموں کو نظر انداز کرکے آج اس قسم کے توہمات کو اپنے دماغوں میں جگہ دے رکھی ہے۔ جو یورپ کی قرون مظلمہ کی یادگار ہیں۔ یورپ ان توہمات کو چھوڑ کر مسلمان حکماء کے علم و فضل سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اور ہم ہیں کہ ان سے علیحدہ ہو کر یورپ کے توہمات کا شکار ہو رہے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ و دیگر بزرگان بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت بفضل تعالیٰ پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ مگر ابھی کامل صحت نہیں۔ احباب کرام خواجہ صاحب کے لئے درد دل سے دعا کرتے ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب احباب پونچھ کی دعوت پر وہاں آریہ سماج سے مناظرہ کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔

دہلی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ہفتہ وار جلسے باقاعدہ ہوتے ہیں۔ برادر اکرام اللہ خانصاحب سکرٹری کی طرف سے تین جلسوں کی روئداد برائے اشاعت موصول ہوئی۔ جو مختصراً حسب ذیل ہے:۔

۱۴ جون کو انجمن کا تنظیمی پروگرام تیار ہوا۔ ۱۶ جون کو عہدیداران انجمن کا انتخاب عمل میں آیا۔ جناب محمد خانصاحب صدر منتخب ہوئے۔ خان اکرام اللہ خانصاحب ٹھیکیدار بجلی سکرٹری۔ مسٹر عزیز الدین صاحب و احمد بخش صاحب جائنٹ سکرٹری اور برادر شاہدین صاحب خزانچی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد شیخ عبدالحق صاحب نے فلسفہ شہادت پر اور برادر ابن علی خانصاحب نے واقعات کربلا پر تقاریر کیں۔

۲۳ جون کے جلسہ میں جناب شیخ عبدالحق صاحب نے اسلام اور مساوات پر اور ابن علی خانصاحب نے اسلام اور مذاہب عالم پر تقاریر کیں۔ اس کے بعد دو نئے بھائی ماسٹر عبدالعزیز صاحب اور مولوی عبدالغنی صاحب شامل سلسلہ ہوئے۔

۳۰ جون کے جلسہ میں برادر شیخ عبدالحق صاحب کی تحریک اور حاضرین کے اتفاق رائے سے قرار پایا کہ عید میلاد النبی کے موقعہ پر ایک عام جلسہ منعقد کرنیکا انتظام کیا جائے۔ اس کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ کارروائی ختم ہو نیکے بعد ایک نئے بھائی برکت علی صاحب شامل سلسلہ عالیہ ہوئے۔

مُراسلات

جلسۂ میلادالنبی

مولانا عبدالحق کی تقریر چھاؤنی لاہور میں

۱۸۔ اگست کی شب کو بتقریب میلادالنبی یہاں چھاؤنی لاہور میں جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے جناب سرورکائنات و فخر موجودات محمد رسول اللہ کی سیرت پر ایک نہایت مدلل تقریر فرمائی۔ حاضرین کی تعداد بھی کافی تھی۔ مولانا موصوف نے وید۔ انجیل۔ زبور سب کی سب الہامی کتب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت پیشگوئیاں نکال کر دکھلائیں۔ اور سامعین پر واضح کر دیا کہ ایک ایسا عظیم الشان انسان جس کی نسبت سالہا سال قبل الہامی کتب بیانگ دہل دنیا کو آگاہ کر رہی ہیں۔ کس طرح جھٹلایا جا سکتا ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں۔ رسول اکرم کی حفاظت کا خدا خود ذمہ لیتا ہے۔ اور فرماتا ہے انی عاصمك من الناس۔ اور حفاظت کا اعلیٰ ترین نمونہ دنیا کو کسی فولادی قلعہ یا آہنی دیوار یا بروج مشیدہ یا اور کسی قسم کی شاہی تدابیر کے رنگ میں نہیں دکھایا جاتا۔ بلکہ ایک بے حقیقت کیڑے کے جالے کے ذریعے سے آپ کی جان مبارک بچائی جاتی ہے۔ اور دنیا بھر کے لئے ایک نظیر پیدا کر دی جاتی ہے۔ کہ جس جانور یا جس جانور کے گھر کو نہایت کمزور اور بودا تصور کیا جاتا ہے۔ میں محمد صلعم کا خدا دنیا کے عظیم الشان جری القلب بہادروں کی تلواروں اور بڑے بڑے اولوالعزم انسانوں کے ارادوں کو اس کے مقابلہ میں ہیچ ثابت کر سکتا ہوں غرضیکہ مولوی صاحب کے لیکچر سے سامعین پر ایک گہرا اثر ہوا۔ اور لوگ ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی تقریر کو سنتے رہے۔

مولوی لال احمد صاحب نے بھی رسول اکرم کے اسوۂ حسنہ پر ایک لطیف اور دلچسپ تقریر کی۔ اور ان اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ جو عیسائی کیمپ سے نکلا کرتے ہیں

جلسہ نہایت کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔

خاکسار

حکیم محمد نعمان ساجد۔ زبدۃ الحکماء چھاؤنی۔ لاہور

(یہ نظم چھاؤنی لاہور کے جلسۂ میلاد پر پڑھی گئی)

نتیجہ فکر حکیم محمد نعمان ساجد۔ زبدۃ الحکماء چھاؤنی لاہور

مژدہ اے بزم جہاں خیر الوریٰ پیدا ہوا
ماہِ خوباں آفتابِ انبیاء پیدا ہوا

بھیجتے ہیں جس پہ خالق اور ملائک سب درود
آج وہ محبوبِ حق صلِّ علیٰ پیدا ہوا

مشعلِ راہِ تمدن جس کے ہیں آئین ملک
حکمرانی کا وہ آئینہ نما پیدا ہوا

انبیاء حیراں تھے جس کی دید کو آئینہ وار
آج وہ آئینہ سازِ حق نما پیدا ہوا

بادشاہِ انبیاء ہم مشربِ قدوسیاں
بہرِ امت شافعِ روزِ جزا پیدا ہوا

رازِ معشوقی نہاں ہے کیا حجابِ میم میں
احمد یا احد۔ ماہِ لقا پیدا ہوا

جس کی رفعت بہرِ اعدا بھی ہوئی رحمت فگن
وہ شہنشاہِ عرب رحمت نما پیدا ہوا

ساجدؔ در رکھیں باہم دوش محمود و ایاز
موجدِ یک رنگیٔ شاہ و گدا پیدا ہوا

بیرون ہند کے احباب سے

جو احباب بیرون ہند کے مختلف ممالک میں قیام پذیر ہیں وہ پیغام صلح کے چندہ کی ادائیگی کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے نام وی پی بھی نہیں جا سکتے۔ اس لئے دفتر اخبار کو چندہ وصول کرنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کئی کئی سال کا چندہ ہے۔ تمام احباب کو خطوط لکھے جا چکے ہیں جن میں ان کا حساب تفصیلی طور پر درج ہے۔ براہ کرم وہ جلد توجہ فرمائیں۔

(مینیجر)

خبریں

—— کراچی ۱۹ اگست۔ سندھ کے کمشنر نے تمام مختارکاروں کو ہدایت بھیجی ہے کہ لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے کہ شیوک کا تودہ پھٹ جانے سے ہولناک طغیانیاں آنے والی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ پنجشنبہ کو سیلاب آئیں گے۔ اور دریائے سندھ میں جہاں جہاں بند بنے ہوئے ہیں بہت شدید خطرہ رونما ہوگا۔ حکام کو ہدایات دی گئی ہیں کہ لوگوں کو مطلع کریں۔ کہ پانی کی سطح سابق سطح کی انتہائی بلندی سے تین فٹ اونچی ہو جائے گی۔ دریائے سندھ کے بند بُری طرح ٹوٹ رہے ہیں۔ کوئی امید نہیں کہ ریاست خیرپور آئندہ تباہی سے محفوظ رہے۔ اگر بند طوفان خیز موجوں کو روک نہ سکے۔ تو ریاست بھاولپور کو بھی سخت نقصان پہنچے گا۔ جب طغیانیاں مٹھن کوٹ جہاں سیلاب کو ماپنے کی چوکی ہے پہنچیں گی تو زیادہ صحت کے ساتھ سندھ کی تقدیر کا اندازہ کیا جا سکے گا۔

—— لندن ۱۸ اگست۔ یروشلم سے اطلاع ملی ہے کہ ایک سو عربوں نے جو خنجروں سے مسلح تھے براق شریف کی دیوار کے احاطہ میں داخل ہو کر یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ اور دعا کی کتابیں پھاڑ ڈالیں۔

—— لاہور ۲۰ اگست۔ ڈاکٹر پرشورام شرما نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی مجلس استقبالیہ کے سکرٹری کے عہدے سے استعفاد دیا ہے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے اس وجہ سے ایسا کیا ہے کہ ڈاکٹر گوپی چند کی پارٹی کو جس کی حکمت عملی کے ساتھ وہ متفق نہیں۔ اقتدار حاصل ہو گیا ہے۔ بہرحال وہ پنجاب پراونشل کانگرس کمیٹی کے بدستور سکرٹری ہیں۔

مجلس عاملہ کی درخواست پر انہوں نے منظور کر لیا ہے کہ وہ سکرٹری کے فرائض اس وقت تک انجام دیں گے جب تک ان کا قائم مقام نہیں ملے گا۔

—— لاہور ۲۰۔ اگست۔ ڈاکٹر پرشورام شرما نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی مجلس استقبالیہ کے سیکرٹری کے عہدے سے استعفا دیدیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے اس وجہ سے ایسا کیا ہے۔ کہ ڈاکٹر گوپی چند کی پارٹی کو جس کی حکمت عملی کے ساتھ وہ متفق نہیں۔ اقتدار حاصل ہو گیا ہے۔ بہرحال وہ پنجاب پراونشل کانگرس کمیٹی کے بدستور سیکرٹری ہیں۔

مجلس عاملہ کی درخواست پر انہوں نے منظور کر لیا ہے۔ کہ وہ سیکرٹری کے فرائض اس وقت تک انجام دیں گے۔ جب تک ان کا قائم مقام نہیں ملیگا۔

—— راولپنڈی ۲۰۔ اگست۔ دریائے سندھ کا پانی اتر گیا ہے۔ کنارے پر رہنے والے بہت سے لوگ بڑی مشکل سے دور دراز مقامات کو روانہ ہوئے مقامی حکام نے لاریوں کا انتظام کر دیا تھا لیکن اکثر اصحاب نے ان سے بہت کم فائدہ اٹھایا۔ نوشہرہ۔ اکورہ غازی اور دریا کی طرف کے دوسرے دیہات تقریباً ویران ہو گئے۔ اگرچہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ابھی ضرورت ہے لیکن خطرہ نہیں رہا۔ دریا کی سطح معمول پر آ گئی ہے۔

—— کابل کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وہاں بچہ سقہ کی حکومت کے خلاف اضطراب بڑھ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے پچھلے دنوں چند لوگوں پر وحشیانہ مظالم ڈھائے جن پر شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نادر خاں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ مزار شریف سے آنے والے ایک ازبک کا بیان ہے۔ کہ سمت شمالی کا صوبہ بچہ سقہ کے قبضہ میں ہے جس نے سید حسین کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا ہے۔

—— قابل وثوق ذرائع سے موصول ہونے والی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ سمت شمالی میں بچہ سقہ کی موافقت میں ہوا چل رہی ہے۔ گردیز محمد صادق کے قبضہ میں ہے۔ جسے کابل سے کمک مل رہی ہے۔ غزنی میں بچہ سقہ کی فوجوں نے مورچے لگا رکھے ہیں۔ نادر خاں۔ عزت الدین۔ شاہ ولی اور شاہ محمود خاں تا حال ملی خیل ہی میں ہیں۔ نادر خاں نے ایک کامیاب مہم حال ہی میں شیشناگ۔ سہروپ اور بالا دیہہ کی طرف بھیجی تھی۔

—— شملہ ۲۰۔ اگست۔ اس رپورٹ کے سلسلہ میں کہ بچہ سقہ کی حکومت شبہ کرنے لگی ہے۔ کہ جنرل نادر خاں کو برطانی حکومت کی طرف سے امداد مل رہی ہے۔ قابل وثوق طور پر معلوم ہوا ہے۔ کہ کسی فریق کو کسی قسم کی امداد نہیں دیجاتی۔

—— لندن ۱۵۔ اگست۔ مسٹر ویوڈ بن نے مسٹر سلطان خاں خاطر کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا ہے جس میں اس کو شطرنج کے برطانی پیچ میں فتح حاصل کرنے میں دلی مبارکباد دی گئی ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ یہ ہندوستان کی عظیم الشان عزت کے لئے ایک قابل تعریف کامیابی ہے۔

—— شملہ ۱۵ اگست۔ گزشتہ شب شملہ میں مہارانی بھرتپور کا انتقال ہو گیا۔ اس کی لاش کو بھرت پور لے گئے۔

—— لندن ۱۵ اگست۔ دوسری اپریشن کرانے کے بعد جو ماہ جولائی میں کیا گیا تھا۔ ملک معظم نے بکنگھم میں پریوی کونسل کا ایک جلسہ منعقد کیا معلوم ہوا ہے کہ ملک معظم نے کام کے بہت سے حصہ کا چارج لے لیا ہے جو ان کی علالت کے دوران میں کونسل آف سٹیٹ کے سپرد تھا۔

—— طہران ۱۵ اگست۔ آج حجاز کے وفد نے مجلس کے ایک اجلاس میں شرکت کی اس کے بعد صدر ایوان کی طرف سے وفد مذکور کو ضیافت دی گئی۔

—— ننگھائی ۱۸ اگست۔ مانچول سے اطلاع ملی ہے۔ جزیر کے مقام پر سوویٹ افواج کے حملے سے چین کے ۲۷ سپاہی مقتول اور ۲۱ مجروح ہوئے روسیوں کے نقصانات بھی تقریباً اسی قدر ہیں۔ جنگ جاری ہے مانچولی کا شہر خالی کر دیا گیا۔ دکانیں بند ہو گئی ہیں۔ سوداگر اپنا مال ہربن کو بھیج رہے ہیں ہزارہا پناہ گزین جمع ہو رہے ہیں۔

—— لاہور ۲۰ اگست۔ لالہ گردھاری لال امرتسری کو گاندھی جی کا ایک تار موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ ان کی حالت پہلے سے اچھی ہے اور لاہور کانگرس کی صدارت کے لئے انہوں نے اپنے خیالات تبدیل نہیں کئے گاندھی جی نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی اور اس کی مجلس استقبالیہ کو بھی برقی پیغام ارسال کئے ہیں۔ جن میں لکھا ہے کہ "افسوس ہے کہ میں صدارت قبول کرنے سے قاصر ہوں" انہوں نے اپنی جگہ پنڈت جواہر لال نہرو کا نام تجویز کیا ہے۔

—— احمد آباد ۱۹۔ اگست۔ مسٹر بپن چندر پال نے آج شام امانت مصیبت زدگان سیلابات آسام کے لئے منعقد ہونے والے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہے۔ اور عامۃ الناس بے کس و بے بس ہیں فرقہ وار اختلافات اور رہنماؤں کا باہمی حسد انہیں بے چارہ بنا رہا ہے۔ جو لوگ بظاہر کونسلوں میں ترک موالات کئے بیٹھے ہیں وہی بباطن حصولِ شخصی فوائد کر رہے ہیں۔ سیاسی فضا کی اخلاقی حالت ردی ہو رہی ہے۔ مہاتما گاندھی کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ ہمیں کونسلوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنا چاہئے۔

—— لندن ۱۸ اگست۔ ڈیلی ایکسپریس کا نامہ نگار خاص اسکندریہ سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ برطانی تاجران مصر انگلستان کے مجوزہ معاہدہ کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ مشرق ادنیٰ میں برطانیہ کے رسوخ اور عزت و احترام کے لئے بڑی تباہ کن ضرب ہے ان کے ساتھ ہی فرانسیسی اطالوی اور یونانی باشندے بھی مجوزہ معاہدہ کے خلاف زبردست احتجاج کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ اسے محض عزت کے لئے ضرب کاری خیال ہی نہیں کرتے بلکہ بڑے بڑے شہروں سے برطانی افواج کے انخلا کو اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ برطانی باشندوں کی جانیں شدید ترین خطرات سے دوچار ہو جائیں گی یہ لوگ احتجاج کی تیاریاں کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس معاہدہ میں اقلیتوں کے تحفظ و اعتماد کو سخت ضرب لگائی گئی ہے۔ ان کے خیال میں مصری ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ اپنے ملک کی حکومت سنبھال سکیں۔ ابھی سے بازار مندا ہو رہا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت حضور نظام کے دو صاحبزادگان عالی مقام امور سلطنت میں عملی طور پر حصہ لینے کے لئے ریاست کے مختلف محکمہ جات میں کچھ عرصہ سے کسب تعلیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ قدرتی طور پر دونوں شہزادگان کے مستقبل کے متعلق عجیب و غریب پیشگوئیاں ہو رہی ہیں۔ تازہ ترین اطلاع جو شملہ سے موصول ہوتی ہے یہ ہے کہ اس معاملہ کے متعلق حضور نظام کی حکومت نے حکومت ہند سے گفت و شنید کی ہے۔ اس باہمی نامہ و پیام سے اصل بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ صاحبزادہ اعظم جاہ بہادر ولی عہد کو مہاراجہ سرکشن پرشاد کے بعد وزیر اعظم مقرر کئے جانے کے متعلق سفارش کی گئی ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ چھوٹے صاحبزادہ کو صرف خاص کی وزارت سپرد کی جائے اس سے پیشتر حکمران خاندان کے ارکین کو کبھی ایسے ذمہ دارانہ عہدے سپرد نہیں کئے گئے۔ اگر ان تجاویز نے حقیقت کی صورت اختیار کر لی۔ تو ان تجربات کے نتائج کا نہایت دلچسپی کے ساتھ انتظار کیا جائے گا۔

—— تجارتی وفد نے آج ایرانی پارلیمنٹ کا اجلاس دیکھا۔ اجلاس کے بعد صدر مجلس اور ارکان نے ان کو کھانا کھلایا۔

—— طہران ۱۵۔ اگست۔ اطلاع ملی ہے کہ بغداد میں ایرانی نمائندہ مسٹر سیمی نے حکومت ایران کی طرف سے ایک عارضی معاہدہ تجارت پر دستخط کر دئے ہیں۔

سلطنت انگریزی اور سکھوں کی حکومت

زمیندار کے سوالات کا جواب

(چودھری بہاول بخش صاحب رئیس منگووال کے قلم سے)

چودھری بہاول بخش صاحب رئیس منگووال ضلع گجرات ان [illegible] مزاج اور درد دل رکھنے والے بزرگوں میں سے ہیں جو ہمیشہ حق و انصاف کی بات سب کے منہ پر کہہ دینے کے عادی ہیں۔ ذیل کا مضمون اس خلق حسنہ کا ایک نمونہ ہے۔ یہ مضمون "زمیندار" کے لئے لکھا گیا اور اسی کو اشاعت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ لیکن براہ تعصب کہ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں اپنے ایک ہم خیال بزرگ کی بات کو بھی اس نے سننا اور اسے شائع کرنا پسند نہ کیا۔ چودھری صاحب کے [illegible] پر ہم اسے قارئین پیغام صلح کے افادہ کے لئے درج ذیل کرتے ہیں۔

زمیندار کے سوالات

کسی لاہوری جماعت احمدیہ کے اخبار "پیغام صلح" نے یہ لکھ دیا کہ ہندوستان میں انگریزوں کی سلطنت خدا کی رحمت ہے۔ کیونکہ ان سے پہلے پنجاب میں سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ اس پر "زمیندار" بگڑ کر "پیغام صلح" سے حسب ذیل سوالات کرتا ہے

(۱) کیا سکھوں کے عہد میں ملک کا روپیہ ملک میں نہیں رہتا تھا۔

(۲) کیا سکھوں کے عہد میں اشیا خورد و نوش اس قدر ارزاں نہ تھیں کہ آج اس ارزانی کا تصور بھی ہمارے قحط زدہ دماغوں کے لئے ممکن نہیں۔

ان سوالات کا مطلب یہ ہے کہ سکھوں کی حکومت پر اندھا راجہ بیداد نگری کی ضرب المثل صادق نہیں آتی۔ بلکہ وہ امن و امان اور ملکی فلاح و ترقی کا زمانہ تھا اور انگریز شاہی سے سکھا شاہی ارفع و اعلیٰ تھی۔

سکھا شاہی عہد کی برکات

مجھے زمیندار کی اس دیدہ دلیری پر کسی قسم کی حیرت نہیں ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ وہ ذاتیات کے اندر آ کر "دروغ گویم بر روئے تو" کی مکروہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے۔ بقول "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" اس کو صبح کی بات شام کو یاد نہیں رہتی اور یا وہ دیدہ دانستہ خود فراموش بن جاتا ہے۔ سکھا شاہی عہد کی برکات سے وہ کئی بار "زمیندار" کے اوراق کو آلودہ کر چکا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ بوجھتا ہے کہ اس عہد کا نام سکھا شاہی عہد تھا۔ کوئی آئین و ضوابط کے سوا نہ تھے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ اگر وہ دیانتداری سے ان سوالوں کا جواب اپنے دل سے پوچھتا یا کسی کرم آباد کے بوڑھے سے دریافت کر لیتا تو اس کو صحیح جواب مل جاتا۔ کہ سکھا شاہی میں روپے کا نام و نشان بھی نہ تھا جس چیز کا وجود اور عدم وجود برابر ہو اس کے باہر جانے یا اندر رہنے کا سوال مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

اندھیر نگری کا عالم

"زمیندار" کے ایڈیٹر پر یہ تو واضح ہے کہ اس وقت ریل تار ٹیلیفون وغیرہ میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ دیہات میں مٹی کا چراغ بھی مفقود تھا۔ بعض گاؤں بے چراغ تھے۔ واقعی اندھیر نگری کا عالم تھا۔ انسان صرف چند میل ادھر ادھر کے حالات سے واقف تھا۔ اس کے علم میں باقی دنیا آباد ہی نہ تھی۔ سوائے لوٹ کھسوٹ کے اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا اگر کسی کے پاس مال و زر سے کچھ تھا تو وبال جان ہو رہا تھا۔ حکومت نے روپے کے لئے وہ ظلم کئے جن کے تصور سے قلم کانپتا ہے۔ اشیائے خوردنی اگر وزیر آباد میں ارزاں تھیں تو گوجرانوالہ میں بھوک سے قیامت برپا تھی اشیا کو ادھر ادھر پہنچانے کے لئے سوائے گدھے کے اور ذریعہ نہ تھا۔

سکھوں کے عہد کی پیداوار

سکھوں کے عہد میں اشیائے خوردنی کی پیداوار کے ذرائع مفقود تھے لوگ پکڑ دھکڑ کے خوف سے کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ غالباً کل پنجاب میں اس وقت اتنی پیداوار نہ ہوتی تھی جس قدر اب ایک تحصیل میں ہوتی ہے۔ کرم آباد کے خسرہ ہائے گرداوری عہد سکھاں اور موجودہ عہد کے اس بارہ میں کافی روشنی ڈال سکتے ہیں۔ نہروں کا نام و نشان نہ تھا۔

مذہبی آزادی

مذہبی آزادی کا جو حال تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مسلمان بلند اذان نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی یادگار پنجاب کے اکثر دیہات میں اب بھی موجود ہے۔ اگر اس کے لئے کسی تحریری شہادت کی ضرورت ہو تو تھانہ غازی ضلع ہزارہ میں ایک گاؤں سرکوٹ ہے وہاں پٹھانوں کی ایک معزز قوم رہتی ہے۔ جسے شعرانی کہتے ہیں یہ سرکوٹ ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں اگر بلند اذان دی جائے۔ تو بیس سات کوس اردگرد اس کی آواز جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بلند بانگ سے محروم کر دیئے گئے ہیں آخر جب شاہ زمان والی کابل کا سکھوں سے مقابلہ ہوا تو اقوام شعرانی نے خالصہ کی امداد دی۔ خالصہ سرکار نے فتح کی خوشی میں اس شعرانی قوم کو حکم دیا کہ مانگو جو کچھ مانگنا ہے۔ اس غیور قوم نے جاگیر۔ ملک۔ دولت اور حکمرانی کے بجائے آزادی اذان مانگی جو ان کو عطا کی گئی۔ اور جو سند بطور عجائبات زمانہ یادگار ان کے پاس موجود ہے۔

زمیندار کی مکروہ حرکات

اگر انگریزی راج کے رحمت الٰہی ہونے کا ثبوت سکھا شاہی کے اودھم پر ہے تو پھر اس کے ثابت ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن اگر اس کے لئے کسی شرعی تاویل کی ضرورت ہے تو وہ اور بات ہے۔ دراصل "زمیندار" کا مطلب یہ ہے کہ پیغام صلح جب ان حقائق پر روشنی ڈالے گا تو اس سے ہمسایہ قوم سکھ کے جذبات کو ٹھیس لگے گی۔ دبے ہوئے مردوں کو باہر نکالنا جرم ہے۔ گزشت آنچہ گزشت۔ اور اس اظہار سے بھی یہی مقصود ہے کہ زمیندار کو اس کی چالاکی پر تنبیہ کی جائے آج برٹش راج میں قادیان کے بدچڑھانے کے ساتھ جو سلوک سکھ برادران نے کیا ہے اس کا نام انگریز شاہی میں سکھا شاہی نہیں تو اور کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ زبان درازی آج کل بڑا وصف ہے چور کو قطب اور قطب کو چور بنانا "زمیندار" کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ جمہور چونکہ بے علم یا کم علم ہیں۔ وہ دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

سوال و جواب

ایک صاحب نے کچھ سوالات حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے تھے۔ جو معہ جوابات حسب ذیل ہیں۔ یہ جوابات حسب الحکم حضرت امیر مولانا مولوی احمد صاحب کے مشورہ سے لکھے گئے ہیں:۔

(س) مذہب حنبلی میں زیارت قبور (بغرض ثواب) جانا۔ عرس کرنا یا اس میں شرکت کرنا یا چالیسواں وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) جائز نہیں۔

(س) علاوہ مذہب حنبلی کے اور کن کن ائمہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے؟

(ج) کسی نے جائز نہیں قرار دیا۔

(س) رسول خدا اور خلفائے راشدین کا عرس ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو اب جو عرس ہوتے ہیں وہ داخل مذہب ہیں یا نہیں؟

(ج) رسول خدا اور خلفائے راشدین کے عرس نہیں ہوئے موجودہ عرس یقیناً بدعت میں داخل ہیں۔

(س) رسول اللہ نے اپنی صاحبزادیوں کی فاتحہ۔ سوم۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی کرائیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جائز ہے۔

(ج) نہ رسول اللہ صلعم سے یہ باتیں ثابت ہیں۔ اور نہ اب لوگوں کے کرنے سے ان کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

(س) رسول اللہ کی فاتحہ خلفائے راشدین یا حضرت فاطمہؓ یا امہات المومنین نے کرائیں یا نہیں۔

(ج) کسی نے بھی نہیں کرائیں۔

(س) ائمہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی نے کوئی ایسی منت مانی کہ "اے خدا اگر ہمارا کام ہماری منشا کے موافق ہو جائے تو ہم کھانا پکا کر رسول یا خلفائے راشدین یا اہلبیت کو ثواب بخشیں گے؟

(ج) اس قسم کی نیت جائز نہیں اور نہ ائمہ سے ثابت ہے۔

(س) کسی اولیاء اللہ سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اس کے سامنے یا [illegible] میں یہ خواہش کرنا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ میرے لڑکا پیدا ہو یا میرا بیمار ہو جائے تو میں آپ کی فاتحہ کروں گا یا چادر چڑھاؤں گا یا آپ کے مزار پر چراغاں کروں گا۔ یا آپ کی خدمت میں سو روپے پیش کروں گا۔ یا آپ کی معہ مریدان کے دعوت کروں گا۔ جائز ہے یا نہیں؟

(ج) زندہ سے دعا کرانا اور کچھ دینا ناجائز نہیں۔ لیکن مردہ سے اس قسم کی باتیں کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کا صریح ارشاد ہے انک لا تسمع الموتیٰ۔ تو مردوں کو سنا نہیں سکتا۔

(س) مٹھائی یا کھانا پکا کر اولیاء اللہ کی روح کو ثواب دے کر یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا راضی ہوا یا جس کی روح کو ثواب دیا وہ خوش ہوا کیسا ہے؟

(ج) کوئی ہرج نہیں۔

(س) یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی زندگی میں اور بعد مرنے کے بھی ہماری غرض خدا تک پہنچا کر ہماری مراد پوری کرا سکتا ہے؟

(ج) صحیح نہیں۔

(س) ہماری دعا بوجہ گنہگار ہونے کے کیا خدا تک نہیں پہنچتی۔ یا ہم گنہگار ہونے کے ہماری قبول نہ کرے گا؟

(ج) گنہگاروں کی خدا نہیں سنتا تو کس کی سنتا ہے۔

(س) فاتحہ کا کھانا یا پارچہ یا نقد بطور خیرات ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ قادیانی۔ شیعہ۔ وہابی۔ خارجی وغیرہ وغیرہ جو واقعی محتاج ہوں جائز ہے یا نہیں؟

(ج) جائز ہے۔

(س) امام حنبلؒ کا پیرو مسلمان مثل حنفی کے ہے یا مثل قادیانی یا [illegible]

(ج) وہ حنبلی مسلمان کہلاتے ہیں۔ مثل وغیرہ کا آپ خود فیصلہ کر لیں۔

(س) جمعہ کے دن ظہر کا وقت ہے یا نہیں۔

(ج) جمعہ کے دن جو شخص جمعہ کی نماز پڑھتا ہے اس کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں

(س) اگر جمعہ قضا ہو جائے یا ایسے مقام پر جمعہ کے دن ہو جہاں جمعہ نہ پڑھ سکے تو کیا کرنا چاہیئے۔

(ج) جہاں جمعہ نہ پڑھ سکے وہاں ظہر پڑھے۔

(س) نماز جنازہ کے واسطے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

(ج) جو طریق دوسری نمازوں کے لئے ہے۔

(س) ہندہ کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن ہر دو لڑکیوں کے کولہے کی ہڈیاں جڑی ہوئی ہیں۔ اور باقی تمام اعضا علیحدہ علیحدہ ہیں

(ج) ۔ کولہے کی ہڈیاں جڑی ہوئی ہونے کی وجہ سے وہ علیحدہ نہیں ہو سکتیں۔ اطبائے زمانہ کہتے ہیں کہ علیحدہ کی جائے گی تو ایک فوراً مر جائے گی۔ دوسری میں شک ہے کہ وہ بھی مر جائے یا زندہ رہے۔ اب اس میں سے ایک کا عقد زید سے ہوتا ہے۔ باقی دوسری جو رہی وہ زید کی منکوحہ ہوئی یا سالی۔ ان میں سے ایک زید کو اپنے نکاح کا اذن دیتی ہے دوسری زید کے ساتھ نکاح سے انکار کرتی ہے تو ایسی حالت میں کیا ہوگا

(ج) کہاں ایسا واقعہ ہوا ہے؟ یا ایسے فرضی سوالات سے محض وقت ضائع کرنا مقصود ہے؟

(س) بدعت کس کو کہتے ہیں۔ بدعتی کے واسطے رسول اللہ نے کیا فرمایا ہے؟

(ج) بدعت اس نئی چیز کو کہتے ہیں جو دین میں پہلے نہ تھی اب رائج کی گئی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

(س) اگر کسی کے پاس سونے کا زیور ہے وہ کبھی پہنا جاتا ہے اور کبھی بند رکھا جاتا ہے اس پر زکوٰۃ دینی فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہر سال دینی چاہیئے یا صرف ایک مرتبہ۔

(ج) زیور پر ہر سال زکوٰۃ دینا فرض ہے خواہ وہ پہنا جاتا ہو یا نہیں

(س) نماز وتر کے نفل پڑھنے چاہئیں اگر ہاں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز تہجد پر قادر ہو تو وتر تہجد کے بعد پڑھے؟

(ج) وتر تہجد کے بعد پڑھے تو بہتر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ آخری نماز وتر ہونی چاہیئے۔

ناظرین خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

مباحثہ راولپنڈی

پر

مولانا ثناء اللہ کا قضیہ مہملہ

(ہمارے خاص نامہ نگار کے قلم سے)

مولوی ثناء اللہ صاحب کو بسبب طول عمر (اور زیادہ) اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جناب مسیح کے ایام خالیہ کی ایک چلتی پھرتی بولتی چالتی۔ روتی رلاتی ہنستی ہنساتی ہو بہو تصویر ہیں۔ گویا آپ انجیل مقدس کی ان آیات کا حقیقی شان نزول ہیں۔ کہ وہ مچھر کو بڑے اہتمام سے چھانتے پر اونٹ کو سالم نگل جاتے ہیں۔ پیالہ اور رکابی کو اوپر سے خوب صاف کرنے پر اندر کے گند پر بھی سیب نہیں ہوتے"۔ اسرائیلی فقیہوں اور فریسیوں کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے آپ نے جھوٹ کی ایک قسم وضع فرمائی ہے۔ جس کا نام "مجازی جھوٹ" ہے۔ اور اس کا استعمال صرف انبیاء کرام کے شایان شان قرار دیا ہے۔ مثلاً خود ہی بت پرستوں کے بتوں کو چھپا چور کرکے کہہ دیا کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑ دیا ہے۔ آپ کے نزدیک یہی وہ مقدس جھوٹ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ جیسے اولو العزم نبی کے لئے اللہ کی طرف سے اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا کے ارشاد کے باوجود جائز تھا۔ "بھائی کے بورے میں خود ہی پیالہ چھپا کر چپکے سے انسپکٹر پولیس کو کہہ دیا۔ کہ یہ چور ہیں ان کو پکڑ لو"۔ یہ چالبازی اور جھوٹ مولانا کی اصطلاح میں مجازی جھوٹ اور فریب ہیں۔ جو جناب یوسف علیہ السلام کے لئے جائز تھے (اعوذ باللہ من ھذہ الھفوات)

نہیں معلوم مولانا کو ان تکلفات کی ضرورت کیوں پڑی۔ کہ وہ جھوٹ جیسی لعنت پر مجاز کی اصطلاح مستزاد کریں۔ ان کے نزدیک تو فاسق و فاجر بھی ایک معنی میں متقی ہوتا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین اور فسق و فجور کی جملہ اضافتیں اور نسبتیں تو علماؤں کے نزدیک عوام کالانعام کے لئے ہی وضع کی گئی ہیں۔ ورنہ ان کا اپنا جھوٹ مقدس جھوٹ ہے۔ اور فسق و فجور تقویٰ کی چادر سے ایک انچ بھی باہر نہیں۔

مولانا کو جناب میرزا صاحب کے متعلق شروع سے ہی ایک خاص قسم کی نابینائی کا عارضہ ہے۔ کہ جس کی شکایت وہ بارہا اپنی تقریروں اور تحریروں میں کر چکے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب اگر دن کو دن کہدیں۔ تو ان کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور انہیں روز روشن پر شب تار کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔ کسی یونانی فلاسفر کا قول ہے۔ کہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کے متعلق یہ عقیدہ کہ وہ معاذ اللہ جھوٹ بولتے رہے ہیں چالبازیاں کرتے رہے ہیں۔ ناممکن ہے کہ معتقدین کے اخلاق پر اثر انداز نہ ہو مجازی جھوٹ کے جواز کا عقیدہ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق اسقدر شدید نابینائی ظلمت فوق ظلمت کا عبرت انگیز نظارہ ہے۔ ایسی حالت میں حق و صداقت کی شہادت اور راست گوئی کی امید ایک موہوم امر ہے۔ راولپنڈی میں مناظرہ کیا ہوا۔ مولانا کو پیٹ بھر کر حقیقی اور مجازی جھوٹ بولنے کا موقعہ ہاتھ آگیا۔ قارئین اخبار کے تفنن طبع کے لئے ان کے مجازی مفتریات کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

مباحثہ راولپنڈی کے متعلق مولانا کے دس جھوٹ

پہلا جھوٹ: "تبادلہ خیالات کا وقت ۳ بجے سے ۴ بجے تک رکھا گیا"۔ حالانکہ وقت ۲ بجے سے رکھا گیا تھا۔ مولانا خود ایک گھنٹہ تاخیر سے پہنچے۔ اور اس پر معافی بھی طلب کی۔

دوسرا جھوٹ: "مولوی عصمت اللہ صاحب احمدی مبلغ نے بمشورہ احباب بجائے دفاع کے جارحانہ پہلو اختیار کیا"۔

اس میں مولانا نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔ ایک تو یہ مولوی عصمت اللہ صاحب کی حیثیت صرف مجیب کی تھی۔ حالانکہ یہ پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ کہ مضمون زیر بحث دو ہوں گے۔ مرزا صاحب کی تعلیم اور اہل حدیث کی تعلیم۔

تیسرا جھوٹ: "بجائے دفاع کے جارحانہ پہلو اختیار کیا"۔ حالانکہ آپ کے اسی مضمون سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مولوی عصمت اللہ صاحب نے آپ کے اعتراض کا جواب بھی دیا۔

چوتھا جھوٹ: جو کام آپ نے خود کیا۔ یعنی جارحانہ پہلو اختیار کیا اور اعتراضات کے جواب نہ دیئے۔ وہ مولوی عصمت اللہ صاحب پر تھوپ دیا۔ اور یہ امر آپ کے مضمون سے ظاہر ہے۔

پانچواں جھوٹ: مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ "مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہیگا"۔ حوالہ زیر بحث میں یہ الفاظ کہیں نہیں ہیں۔

چھٹا جھوٹ: "دانیال نبی نے میری بابت کہا ہوا ہے۔ کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہوں گا"۔ یہ بھی مرزا صاحب پر افترا ہے۔ حوالہ زیر بحث میں یہ کہیں نہیں۔

ساتواں جھوٹ: "آخر کار مولوی عصمت اللہ صاحب نے کہا۔ کہ ملہم کا الہام کوئی حجت نہیں۔ غلط ہو گیا تو ہو جائے"۔

مولوی عصمت اللہ صاحب نے یہ ہرگز نہیں کہا۔ یہ آپ کا افترا ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔ کہ اولیاء اللہ کے الہامات تعلیم نہیں آپ کس کس ولی اللہ کے الہامات کو تعلیم گردانتے پھریں گے۔

آٹھواں جھوٹ: مولوی عصمت اللہ صاحب نے یہ بھی نہیں کہا کہ الہام "غلط ہو گیا تو ہو جائے"۔ انہوں نے کہا تھا۔ الہامات کی تفہیم میں اولیاء اللہ کو اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے۔ پس اس لئے کسی ولی اللہ کی اجتہادی غلطی اس کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار نہیں ہے۔

نواں جھوٹ: مولوی ثناء اللہ کا یہ لکھنا۔ کہ "ملہم کا الہام حجت نہیں تو قصہ ہی ختم ہے۔ یہ الہام حجت نہیں۔ تو وہ بھی نہیں۔ جس میں ذکر ہے" انا جعلناک المسیح الموعود"۔

بحث دانیال نبی کی پیشگوئی اور حضرت صاحب کے اجتہاد پر تھی۔ حضرت صاحب کے کسی الہام پر بحث نہیں ہو رہی تھی۔ اجتہاد کو الہام ٹھہرا کر اعتراض کرنا یہ ایسا ہی مجازی دھوکا ہے جیسا ثناء اللہ کے عقیدہ میں نعوذ باللہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا۔ کہ خود ہی پیالہ بھائی کے بورے میں رکھکر چپکے سے پولیس انسپکٹر کو کہدیا۔ کہ ان کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لو جب دانیال نبی کی پیشگوئی سے اجتہاد ہے۔ تو مولوی فاضل نے اجتہاد کو الہام ٹھہرا کر غریب عصمت اللہ کو کیوں دھر گھسیٹا۔

دسواں جھوٹ: "اتنے میں ساڑھے چار بج گئے۔ میں نے کہا۔ آیئے اب میں آپ کو لونڈیوں وغیرہ کی بابت جواب دوں۔ انہوں نے اپنے جلسہ کا عذر کیا۔ جس کی بابت چار بجے کا اشتہار تھا"۔

اول تو مولانا کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے دوران مناظرہ میں وقت مقررہ کے اندر مولوی عصمت اللہ صاحب کے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دیا۔ مولانا کے اپنے ہم عقیدہ لوگوں نے کہا بھی۔ کہ آپ اعتراضات کا جواب نہیں دیتے۔ اور مولوی عصمت اللہ صاحب کے جوابات پر انہی لوگوں نے جزاک اللہ کے نعرے بھی لگائے

مولانا خود بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ وقت ۴ بجے تک رکھا گیا تھا چار کی بجائے ساڑھے چار کیوں بج گئے۔ اس لئے کہ مولانا ایک گھنٹہ میں جواب نہیں دے سکے۔ تو ڈیڑھ میں دیویں آدھ گھنٹہ اور ان کی نذر سہی۔ ہم نے آدھ گھنٹہ اور دیکر اپنا جلسہ بھی خراب کر لیا۔ کہ لوگ جلسہ گاہ پر آ آکر جو اس مناظرہ گاہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ واپس چلے گئے۔ مگر مولانا نے کچھ ایسی ضد ٹھان رکھی تھی۔ کہ دو گھنٹہ نہ ڈیڑھ گھنٹہ جوابات کی طرف آنا ان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مار کھانے کے بعد ہی آستین چڑھا کر کہتے رہے۔ کہ اب کے مارو تو میں بھی تمہیں مزا چکھا دوں۔ مگر اب اگر ان کے کلے میں طاقت تھی۔ تو اپنے کلے یا سکو آزما کر دیکھ لیا ہوتا

ع مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد

اخبار نہ ملنے کی اطلاع

مقررہ تاریخ اشاعت کے بعد ہفتہ عشرہ کے اندر ملنی چاہئے۔ تاکہ تعمیل ہو سکے۔ بعض احباب کئی کئی ماہ بعد پرچہ کا مطالبہ کرتے ہیں دفتر ایسی فرمائشوں کی تعمیل سے معذور ہے۔ آئندہ مقررہ تاریخ اشاعت سے پندرہ روز بعد اطلاع دینے والوں کو پرچہ دو آنے (دو ہار) فی کاپی کے حساب سے قیمتاً ملیگا۔ بشرطیکہ دفتر میں اس کی زائد کاپیاں موجود ہوں۔ (مینجر)

بقیہ صفحہ اول

ظاہر ہو جائے۔ اور ان کے دلوں سے سلسلہ احمدیہ کے بارے میں جو شکوک ہیں۔ وہ زائل ہو جائیں۔ تبلیغ اسلام کے بارے میں میرا ارادہ ہے۔ کہ یہاں ایک کتب خانہ قائم کیا جائے۔ رسائل شائع کئے جائیں اور مسلمانوں کی اعانت سے اس کام کو ترقی دی جائے۔ چونکہ اہل علم لوگ یہاں کم ہیں۔ اس لئے یہ امر زیادہ قابل غور ہے۔ قرآن کریم انگریزی اور آپ کی کتابیں یہاں فروخت کئے جانے کا انتظام بیان کیا جا رہا ہے۔ تاکہ لوگوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے مطلع کرنے کے لئے مشکلات کا سامنا نہ ہو

عراق

اخویم سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے لکھتے ہیں:۔

عربی ٹریکٹ متعلق خدمات جماعت احمدیہ لاہور آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس ہفتہ دوسرا عربی ٹریکٹ "عقائد جماعت احمدیہ لاہور" ایک ہزار طبع کروایا ہے۔ اس کے پانصد نسخے آپکو بھیج دوں گا۔ تیس کاپیاں برادر محمد ادیب عبدالعزیز صاحب کو دمشق بھیجدی ہیں۔ عراق میں دستی تقسیم کر رہا ہوں۔ اس کی چھپائی کا سارا خرچ مکرم آر اے سلیمان میاں جی صاحب نے اپنی گرہ سے ادا فرمایا ہے۔ ہمارا پہلا ٹریکٹ یہاں کے روزانہ اخبار "النہضہ" نے یکم ستمبر کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ جس کی ایک کاپی آپ کو اور ایک ایک اخبارات لائٹ و پیغام صلح کو ارسال کی جاتی ہے۔ ان رسالوں کی طباعت وغیرہ کے کام میں میرے ایک مکرم دوست عبداللہ رمضان صاحب نے بڑی امداد دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اب انہی کے زیر اہتمام رسالہ "بیک ز قرآن" کا عربی ترجمہ شروع کیا گیا ہے۔ جسے ایک مخلص عرب دوست جو اسلام کا درد رکھتے ہیں بلا معاوضہ کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ ایک آدھ ماہ تک تیار ہو کر ایک ہزار کی تعداد میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ ہم سب دوستوں کا ارادہ ہے۔ کہ ترجمہ کے سلسلہ کو باقاعدہ جاری رکھا جائے۔

ایک دوسرے خط میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

یہاں ایک عالم سے جلال الدین شمس قادیانی کی خط و کتابت ہے میں ان سے ملا ہوں۔ میرے ملنے سے پہلے انہیں ہمارے سلسلہ لاہور کا علم نہ تھا۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت امیر کا پتہ بھی مجھ سے لیا۔ ممکن ہے خط لکھیں۔ ان کے نام جلال الدین شمس کا ایک خط میں نے دیکھا۔ جس کے مطالعہ سے مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کہ کس طرح یہ لوگ اپنی تبلیغ میں تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کے دعاوی کو اسی طرز پر پیش کیا ہوا تھا۔ جیسا ہم کرتے ہیں۔ پورے آٹھ صفحوں کے خط میں ایک دفعہ بھی نبوت کا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ مجدد اعظم۔ مہدی و مسیح کے الفاظ تک ہی دعاوی کو محدود رکھا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ باوجود جاننے کے کہ حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد کسی دوسرے کی نبوت نہیں چل سکتی۔ ایک ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ جسے پبلک کے سامنے پیش کرتے بھی ڈرتے ہیں۔

ملک سیام

ڈاکٹر اے ڈبلیو صاحب سیام سے لکھتے ہیں:۔ آپ کی مرسلہ اسلامی کتب بزبان چینی پہنچ گئی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں ان میں سے ضروری کتب کو مفت تقسیم کے لئے چھپواؤں۔ اگر کوئی دوسرا دوست میرے ساتھ شامل ہو گیا تو ہم ہر ایک کتاب کے ایک لاکھ نسخے چھپوا لیں گے۔ یہاں اشاعت اسلام کے لئے بڑا وسیع میدان ہے۔ جو مبلغ یہاں آئے وہ نہایت سمجھدار ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ گرد و پیش کے حالات کا مطالعہ کرکے کام کو وسعت دے سکے۔ اس وقت ایسے تبلیغی مشن کی ضرورت ہے۔ جو اسلام کے اصول کو موجودہ زمانہ کی روشنی میں عمدگی سے بیان کر سکے۔ یہاں کے لوگوں کی اخلاقی و مجلسی کمزوریوں کا مطالعہ کرکے ان کی درستگی کا انتظام کرے۔ کام کو اس طرز پر چلایا جائے جس سے اسلامی مشن اپنا خرچ خود ہی برداشت کر سکے پہلی اور دوسری تجویز کا تعلق مبلغ سے ہوگا۔ تیسری تجویز کے متعلق میرا ارادہ شفاخانوں کا جاری کرنا ہے۔ جس سے ایک تو کام وسعت پذیر ہوگا۔ دوم کئی بے روزگاروں کا روزگار چل جائے گا۔ خدا کے فضل سے میرے پاس ایک بھاری ڈسپنسری ہے۔ اور میری بیٹی جو ہندوستان کے ایک زنانہ میڈیکل سکول میں عورتوں کی بیماریوں کا علاج سیکھ رہی ہے۔ اور عنقریب ایل ایم پی کی ڈگری پا کر آنے والی ہے۔ یہاں آکر زنانہ ہسپتال کھول دے گی۔ اور اس طرح

مہاراشٹر میں اچھوتوں اور برہمنوں کی مذہبی جنگ

برہمنوں کا اقتدار اب چراغ سحری ہے

ذیل میں ہم جیڑا گپتا بی اے (پونہ) سے ایک دلچسپ مضمون کا ضروری اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو مدراس کے اخبار "ریوولٹ" میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں اچھوتوں کی ایک زبردست کشمکش کا ایک دل آویز مرقع کھینچا گیا ہے۔ جو مندر میں داخل ہونے کے متعلق ان کے مذہبی احساس کا نتیجہ ہے۔ اس مضمون کے پڑھنے سے غیر مسلم ناظرین کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام نے نہ صرف مساجد بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اخوت اور مساوات کی عملی تعلیم سے بنی نوع انسان پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ جس طرح اسلام میں آج سے تیرہ صدی قبل عرب کا ایک معمولی بدو قبیلہ کے عالی نسب سردار یا شیخ کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہو سکتا تو رکھتا تھا اسی طرح آج بھی اللہ کے گھر میں ہر شخص خواہ دنیاوی لحاظ سے کیسا ہی حقیر ہو، فرمایا۔ اسلام کے بڑے سے بڑے تاجدار کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز کا فریضہ ادا کر سکتا ہے۔

۱۳ اکتوبر کا دن

مہاراشٹر کی مذہبی تاریخ میں جلی حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس لئے کہ اس دن ہندوستان کی نام نہاد گری ہوئی جماعتوں یعنی اچھوتوں نے صدیوں کی خواب غفلت سے بیدار ہو کر ہندو مذہب کے توہمات کے عالیشان قصر کو متزلزل کر دیا۔ اسی دن ہندو قوم کے ایک طبقہ نے جو مذہبی پابندیوں (غلامی کی زنجیروں) میں جکڑا ہوا ہے اپنے اس حق کو حاصل کرنے کی پہلی کوشش کی جو انسان اور خدا کی مخلوق کی حیثیت سے ان کا حق ہیں۔ ہاں! اسی دن ہندو مذہب کے ان متبعین نے جو غلامی کی ادنیٰ اور ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں ان بیڑیوں پر جو ہزارہا سال سے ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں اور جن کی بدولت وہ سوسائٹی میں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حق کے ہتھوڑے سے ایک کاری ضرب لگائی اور انہوں نے فضائے آسمانی میں منو کے ان قوانین کی دھجیاں بکھیر دیں جو نامعقولیت اور ظلم پر مبنی ہیں۔ مذہبی تقدس کے مستحکم قلعوں کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے ہیں اور ان کا انہدام ایک اٹل بات ہے۔ جو اپنے وقت پر ہو کر رہیگی۔ ہندو مذہب کے یہ غلام نہ

غلامانہ ذہنیت

لئے ایک خاص شہرت رکھتے تھے اور یہ اسی غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ وہ توہمات کی فولادی بیڑیوں کو اپنے پاؤں سے علیحدہ نہیں کیا چاہتے تھے کیونکہ چالاک اور عیار برہمن نے یہ خیال ان کے دل میں بٹھا رکھا تھا کہ اگر وہ نجات یعنی "مکتی" حاصل کر سکتے ہیں تو صرف اسی صورت میں کہ وہ سختی کے ساتھ اپنی قدیم ذات کی ان رسوم اور روایات پر قائم رہیں جو ان کے آباؤ اجداد سے چلی آتی ہیں۔ اس خیال نے نقش اچھوت کے دل میں اسقدر گھر کر چکا تھا کہ وہ برہمن کو چھونا یا مندر کے احاطہ میں داخل ہونا

بہت بڑا پاپ

سمجھتا تھا۔ لیکن اب زاویۂ نگاہ بدل گیا ہے۔ صدیوں کے مظالم نے اس حقیر اور نے ضرر کیڑے میں آخر خفاظت خود اختیاری کا ایک ایسا زبردست جذبہ پیدا کر دیا ہے کہ اب وہ حیرت انگیز تندہی اور جوش کے ساتھ ایک مہیب اژدہا کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ ۱۳ اکتوبر کو اچھوتوں کی فوج نے پونہ کے "پاربتی مندر" میں داخل ہونے کی غرض سے ایک فوجی شان کے ساتھ پیشقدمی شروع کر دی۔ یہ متبرک مقام ہے جہاں نام نہاد ایشور کی مورتی کو مندر والوں نے

مقفل

رکھا ہوا تھا۔ اچھوت فوج کے افسروں اور سپاہیوں نے ہر بات میں نہایت خاموشی اور امن پسندی کے اصول کو مدنظر رکھا۔ مقامی حکام اور پولیس کو ان کے اس مقصد سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب اپنے عملہ کے ساتھ موقعہ پر پہنچ گئے۔ اعلیٰ جماعتوں کے وہ تمام ہندو پاربتی مندر کی پہاڑی کے دامن اور اس کی چوٹی پر بہ تعداد کثیر جمع ہو گئے تھے جو اس بہادر اور اولوالعزم قوم کے شریفانہ منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کے درپے تھے اب

لڑائی شروع ہوگئی

لیکن جیسا کہ موصولہ اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے پہلے حملہ میں امن پسند برہمنوں نے جارحانہ حکمت عملی سے کام لیا یعنی بڑھنے والی فوج کا جوتوں، چھاتوں، اینٹ کے ٹکڑوں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں سے خیر مقدم کیا۔ برہمنوں کی مقدس جماعت میں جو اچھوتوں کی اس عدیم النظیر پیشقدمی کے جائز اور ناجائز نتائج کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار تھی کچھ معزز خواتین بھی شامل تھیں۔ لیکن برہمنوں کے اولوالعزمانہ اور مردانہ اوصاف کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے اچھوتوں پر شرمناک الفاظ میں آوازے کسنے، شور مچانے اور ناپاک گالیاں دینے اور بے حیائی کی حرکتیں کرنے میں اسقدر سرگرمی دکھائی کہ خواتین

کانوں میں انگلیاں

دے کر لڑائی کے مقام سے کسی پر امن جگہ کی طرف ہٹ جانے پر مجبور ہو گئیں۔ لیکن اس بزدلانہ اور غیر مردانہ حملہ کے مقابلہ میں بہادر اچھوت پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے۔ وہ شہیدوں کی طرح نڈر اور دلیر نظر آتے تھے۔ آخر کامل اطمینان قلب اور اپنے مقصد کی صداقت کے احساس کے ساتھ اچھوتوں نے مندر کی پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ راستہ میں برہمن نوجوانوں نے جو مذہبی توہمات کے نشہ میں سرشار تھے اچھوتوں کی پیشقدمی دیکھ کر اپنے گلے کی پوری طاقت سے چیخنا چلانا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ لیکن اس تمام شور و شغب کا بڑھنے والوں کے دلوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ وہ پورے استقلال کے ساتھ اپنے قدم بڑھاتے گئے۔ لیکن جب اس غیر مترتبہ استقلال سے اور زیادہ مشتعل ہو گئے اور اونچی ذات کے ہندوؤں نے غریب اور بیکس اچھوتوں کے سروں پر

گھونسوں کا تار

باندھ دیا۔ گھونسوں کے علاوہ ان کی طرف روڑے اور پتھروں کے ٹکڑے اس جوش و خروش سے پھینکے کہ پولیس اور مجسٹریٹ کے لئے حملہ آوروں کو ان کی اس جابرانہ اور ظالمانہ کارروائی کی بنا پر گرفتار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ حکام نے اچھوتوں کو سمجھایا کہ اپنے اس اعلیٰ مشن کی تکمیل کا خیال چھوڑ دیں لیکن انہوں نے سچے سپاہیوں کی طرح ایک انچ بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا۔ آخر اچھوتوں کے سرکردہ افراد نے اس موقعہ پر بھی مناسب یہی سمجھا کہ معاملہ کو زیادہ طول نہ دیا جائے اور اس طرح سٹیج کے اس درد انگیز منظر پر کچھ عرصہ کیلئے ڈراپ سین کا

پردہ گر گیا

اس معرکہ میں اچھوتوں کے بعض لیڈرز زخمی ہو گئے اور وہ اسوقت ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ کچھ عرصہ کے لئے اب پونہ میں سکون کی کیفیت رہیگی لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ سکون ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ میں ابھی سے یہ پیشنگوئی کرتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں۔ جبکہ شہر پونہ میں اچھوتوں کی مذہبی آزادی کا علم لہراتا نظر آئے گا۔ اچھوت بیدار ہو چکے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں جائز حقوق کا جذبہ اپنا کام کر رہا ہے۔ ان کی شدید خواہشات اور جذبات قوت عمل کی شکل میں رونما ہوں گے۔ جب انسان کسی کام کے کرنے کا تہیہ کر لے تو کچھ نہ کچھ کوئی صورت نکل ہی آتی ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ پونہ میں

قدامت پسندی کی شمع

اب چراغ سحری معلوم ہوتی ہے۔ دقیانوسی خیالات اور توہمات بہت جلد صفحہ ہستی سے مٹنے والے ہیں۔ اچھوتوں نے پاربتی پہاڑی کے دامن میں جو خون بہایا ہے وہ شہیدوں کے خون کی طرح یقیناً اپنا رنگ لائے گا۔ علمبرداران مذہب کی جفاکاریوں کے خلاف بغاوت اور قوت ارادی کا جو بیج بویا جا چکا ہے وہ اُگے گا اور ضرور بار آور ہوگا۔ مندروں کی عظیم الشان عمارتوں کے جو دروازے اسوقت بند ہیں وہ مخالفت کی تیز جھونکوں سے خود بخود کھل جائیں گے۔

تاریخ دشنام

یہ سچ ہے کہ کسی کو گالی دینا شرافت سے بعید حرکت ہے۔ دشنام دہی ایک بدترین فعل ہے۔ بایں ہمہ یہ ایک عجیب راز ہے۔ کہ سب وشتم اور گالی گلوچ دنیا کا ایک مرغوب طبع مشغلہ ہے۔ اس لعنت کو بہت بڑی ہر دلعزیزی حاصل ہے۔ اگر اس کی تاریخ پر غور کریں۔ تو ہمیں نسل انسانی کے اس ابتدائی دور پر غور کرنا ہوگا جب جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول کی حکومت تھی۔ ان دنوں جو سب سے زیادہ صاحب قوت ہوتا۔ اسی کی شاہی ہوتی تھی۔ اس زمانے میں یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی۔ کہ کسی قوم کا راہنما یا لیڈر وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو شجاعت و شہامت کا پیکر اور قوت و طاقت کا مجسمہ ہو۔ اس عہد میں انتقام کا جذبہ بہت جلد برانگیختہ ہو جاتا تھا۔ اس جذبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ایک موثر ذریعہ دشمنوں پر لعنت کرنا اور حریفوں کو برا بھلا کہنا اور گالیاں دینا بھی تھا۔ گالی کم طاقت والے کا ایک حربہ بھی تھا۔ قوت والا مارتا تھا۔ کمزور کا ہیجان انتقام اسے مشتعل کرتا تھا۔ اس کی صورت اس کے نزدیک صرف سب و شتم گالیوں کی بوچھاڑ تھی۔

سب سے پرانی گالی

اس زمانے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی۔ کہ خاندان کا سب سے معمر قوم یا قبیلہ کا رئیس تصور کیا جاتا تھا۔ اس لئے سب سے پرانی گالی یہ ہے۔ کہ جب ایک گروہ کی دوسرے گروہ سے جنگ ہوتی تھی۔ تو ایک دوسرے کے بزرگوں یا آباؤ اجداد کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اس سے عیاں ہوتا ہے۔ کہ کسی کے والد یا ماں کے حق میں ناز یبا کلمات زبان پر لانا دنیا کی سب سے پرانی گالی ہے۔ آج یہ حالت ہے۔ کہ مشرق میں زیادہ تر بزرگوں کی توہین کو جذبہ انتقام کی تسکین کا سبب تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے انہی کے حق میں گستاخیوں کی جاتی ہیں۔ لیکن مغرب میں چونکہ شخصی اخلاق کی زیادہ قدر ہے۔ اس لئے وہاں مخاطب حریف کے آباؤ اجداد کو نہیں۔ بلکہ اس کی ذات کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ آج زمانہ کی روش یہ ہے۔ کہ سب وشتم کا آماجگاہ صنف نازک کو بنایا جا رہا ہے۔ (ماخوذ)

بقیہ صفحہ اول

کام کو مستقل طور پر جاری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود یہاں کے بھائی اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور وہ اس کے اہل تب ہی ہو سکتے ہیں کہ وہ پکے احمدی ہوں۔ اس لئے چند نوجوانوں کا مسلم ہائی سکول میں تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے جن کے اخراجات اُن کے والدین برداشت کرینگے اور انجمن پر ان کا کوئی بار نہ ہوگا۔ ڈچ ہائی سکول کے دو پاس شدہ لڑکے انگریزی ہائی کلاس پاس کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ یہ دو مخلص احمدی بھائیوں کے عزیز ہیں۔ اس لئے ان کی تعلیم در ہائش و آسائش کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

ٹیونس (شمالی افریقہ)

مکرم شیخ محمد صاحب لکھتے ہیں: مجھے مختلف اقطاع کے مسلمانوں اور اخبارات سے جماعت احمدیہ لاہور کی اسلامی خدمات کا علم ہوا۔ اسی لئے میں یہ خط براہ راست آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میں ایک بڑی مبسوط عربی کتاب لکھ رہا ہوں جس میں مسلمان اکابرین کے تذکرے اوائل اسلام سے موجودہ زمانہ تک درج کئے گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی خادم اسلام جماعت کے بانی اور اکابر کے حالات بھی اس میں درج کر دوں۔ تاکہ آنے والی نسلیں ان کی بلند ہمتی سے سبق حاصل کریں اور بھی جن مخلص ہندی مسلمانوں کے حالات آپ درج کرانا مناسب سمجھیں وہ بھی بھیج دیں۔

ہانڈوراس (وسطی امریکہ)

ابو یوسف صاحب لکھتے ہیں: آپ کو اتنی دور بیٹھے کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کی تبلیغی کوششوں کے نتائج کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے اخلاص کو ضائع نہیں کرتا یہ جگہ ہسپانیہ کے قبضہ میں ہے۔ تاہم آپ کی انجمن کا شہرہ اس تاریک

قانون تحدید عمر ازدواج

(از سید عبدالمجید صاحب کپور تھلہ)

(۴)

لاکھوں فقیر ہندوستانیوں کی کمائیوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اس کا ہم نے کیا علاج کیا۔ لاکھوں ہندوستانی شراب نوشی کی بری عادت میں مبتلا ہیں۔ اور یہ کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے ہم نے کیا علاج کیا۔ ۵۰ - ۶۰ یا ۷۰ برس کے بڈھے پندرہ سولہ برس کی لڑکیوں سے شادیاں کرتے ہیں۔ اس کی تدابیر ہم نے کیا کیں؟ پانچ پانچ چھ چھ برس کی بیوائیں لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور جب وہ جوان ہو جاتی ہیں۔ تب بھی ان کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ اور جو خرابیاں اس طریق عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا علاج کیا کیا گیا؟ اس کے علاوہ ہزاروں خرابیاں ہیں۔ جو انسداد کی محتاج ہیں۔ مگر ہماری طرف سے کب کارروائی کی گئی؟ میرا خیال ہے۔ کہ ستی کی رسم جس زمانہ میں جرم قرار دی گئی ہوگی۔ اس وقت بھی لوگوں نے اس کو مداخلت مذہبی سمجھا ہوگا۔ اور نہیں معلوم کیا شور برپا کیا ہوگا بعض یہی کہتے ہونگے۔ کہ ہم اس کا علاج خود کر لینگے۔ اس کی کارروائیاں سامنے نہیں ہیں۔ ورنہ اس سے عجیب انکشافات ہوتے۔ لیکن گورنمنٹ بے قوت نہ تھی۔ کہ لوگوں کے کہنے میں آجاتی۔

کیا مسلمانوں میں صغرسنی کی شادی نہیں ہے؟

بعض فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں صغرسنی کی شادی کا رواج بمنزلہ لفی کے ہے۔ اس لئے ان پر یہ قانون نافذ نہ ہونا چاہئے۔ میں کہتا ہوں۔ اول تو یہ ادعا غلط ہے۔ کیونکہ ہر ایک کے تجربہ میں آیا ہوگا۔ کہ نہ صرف یہ کہ پانچ پانچ چھ چھ برس کے بچے بچیاں آپس میں بیاہے جاتے ہیں۔ بلکہ ۵۰ - ۶۰ - ۷۰ برس کے بڈھے دوشیزہ لڑکیاں پندرہ پندرہ برس کی بیاہ کر لاتے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں وہ علمائے دین کا سہارا لیتے ہیں۔ پھر یہ کہنا۔ کہ مسلمانوں میں صغرسنی کی شادی کا رواج نہیں ہے۔ دھوکہ دینا ہے۔ یا دھوکہ کھانا ہے۔ حال کا ہی واقعہ ہے۔ کہ حیدرآباد دکن میں ایک شخص مسمی حمید اللہ نے اپنی زوجہ صغرا بی سے جس کی عمر تیرہ برس کی بتائی جاتی ہے۔ مقاربت کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ یہ حالات ۱۴ اکتوبر کے مسلم آؤٹ لک لاہور کے صفحہ ۱۴ پر دوسرے کالم میں دئیے گئے ہیں۔ اور ۳ اکتوبر کو سکندر آباد سے کسی نے اس کی اطلاع دی ہے۔ میرے خیال میں قدرت کی طرف سے یہ ایک انتباہ ہے۔ کہ مسلمان بھی اس لعنت سے بری نہیں ہیں دیکھنے والی آنکھیں دیکھیں۔ اور سمجھنے والے دل سمجھیں۔

لیکن اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ صغرسنی کی شادی کا رواج مسلمانوں میں کم ہے۔ یا بمنزلہ لفی کے ہے ۔ لیکن جو اس کا کم ہونا بیان کرتے ہیں۔ وہ اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ تب بھی یہ کہنا دانشمندی سے بعید ہے۔ کہ ہمیں اس قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی بعینہ یہی مثال ہو گی۔ کہ قوم میں سے چند معززین کی جماعت اگر گورنمنٹ کو میموریل بھیجے۔ کہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۶ زنا بالجبر کے قائم رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم میں یہ جرم نہیں ہوتا۔ تو ایسی درخواست کہاں تک درست ہو سکتی ہے۔ یا چند شریف الطبع ملکر یہ درخواست کریں۔ کہ ہم سرقہ کی وارداتیں نہیں کرتے۔ پس تعزیرات ہند سے سرقہ کی دفعات خارج کر دیجائیں تو یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو گا۔ قانون عوام کے لئے ہوتا ہے۔ پس زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان دفعات کا خیر مقدم کیا جائے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ طرز عمل سے انہیں بیکار ثابت کر دیا جائے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے۔ کہ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم خود انتظام کرینگے۔ وہ خود صغرسنی کی شادی کے حق میں ہیں۔ پس اس لحاظ سے قانون تحدید عمر ازدواج ایک برکت ہے۔

صغرسنی کی شادیاں خلاف فطرت ہیں

اے خدا شرم کو اپنا منہ چھپا لینے دے۔ غم و غصہ کو پوشیدہ ہو جانے دے۔ شریفانہ جذبات کو ٹھنڈا پڑ جانے دے۔ اور ان انسانی جذبات کو جو انسانیت کے غم و درد کی خاطر قربان ہو جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ صفحۂ ہستی سے مٹ جانے دے۔ جبکہ میں ان ظلموں کا بیان کروں۔ جو کہ علماء کی طرف سے مذہب کے نام پر ان نام نہاد مذہب کے نام پر بے زبان اور معصوم طبقہ نسواں پر روا رکھے جاتے ہیں۔ ورنہ اندیشہ ہے۔ کہ اجرام سماوی اس زمین پر نہ گر پڑیں۔ آہ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر صغرسن بچوں اور بچیوں کا وجود بھیڑ بکریوں اور حیوانوں جیسا نہیں ہے۔ کہ جب کوئی شخص کوئی جانور کسی کے پاس فروخت کرنا چاہے۔ تو اس جانور کو اپنی فروخت کے متعلق رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ صغرسن بچوں کو ساری عمر کے لئے بغیر ان کے استمزاج کے ایک دوسرے کے ساتھ کیوں باندھ دیا جاتا ہے۔ اور پھر عجب بات یہ ہے۔ کہ عامی نہیں بلکہ خاص ... کے رنگ ... بالغت، کہ شادی ... اور مقاربت باہم کے حق میں ہیں چنانچہ ہندوستان کا ایک مقتدر علمی اور مذہبی پرچہ یہاں تک لکھتا ہے۔ کہ نابالغہ سے مقاربت کے لئے سن بلوغ ضروری نہیں ہے۔ بیوی اس کی صلاحیت اور جسمانی صحت پر موقوف ہے۔ اگر شادیاں اسی لئے ہیں۔ کہ ان سے اولاد پیدا کی جائے۔ تو پھر نابالغہ سے مقاربت کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ہوس رانیاں کی جائیں۔ کیونکہ اولاد تو پیدا نہ ہو سکے گی۔ اور پھر اگر ہوس رانیاں ہی مقصود ہیں۔ تو افعال خلاف وضع فطری میں کیا حرج ہے کیونکہ ہوس رانیاں دونوں جگہ یکساں پوری ہو سکتی ہیں لیکن انہیں خلاف وضع فطری افعال مقننوں نے اسی لئے کہا ہے۔ کہ ان سے منشائے فطرت یعنی توالد و تناسل پورا نہیں ہوتا۔ سو وہی کیفیت نابالغہ سے مقاربت کی صورت میں پیدا ہوگی۔ جس کی اجازت بڑے فخر سے دی جاتی ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ وہی رسالہ اسی سانس میں یہ بھی لکھ دیتا ہے۔ کہ نابالغی کی حالتوں میں نہ اخلاقی لغزشوں کی نوبت آتی ہے۔ اور نہ توالد و تناسل کا منشا پورا ہو سکتا ہے۔ اس لئے شریعت میں نکاح کے مقاصد جو بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کم سنی کی شادیوں میں پورے نہیں ہوتے۔ اور اسی لئے شادی کا فطری اور صحیح وقت بلوغ کے بعد ہی ہے۔ اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان دونوں متناقض تحریروں میں کس طرح مطابقت کی جائے۔

غالباً اس رسالے کو یا علمائے کرام کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ دفعہ ۳۷۵ تعزیرات ہند کے ماتحت ۱۳ سال سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ خواہ وہ زوجہ ہی کیوں نہ ہو۔ مقاربت کو جرم زنا بالجبر میں رکھا گیا ہے۔ ہمارے ان کے علماء اور علماء بھی وہ جو فخر ہندوستان سمجھے جاتے ہیں۔ مقاربت کے لئے سن بلوغ کو ضروری قرار ہی نہیں دیتے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس تعزیری دفعہ ۳۷۶ سے بھی معاذ اللہ حضرت اکرم کا عمل جرائم کی فہرست میں آتا ہے کیونکہ آپ نے بقول آپ کے حضرت عائشہ سے ان کی ۶ برس کی عمر میں شادی اور ۹ برس میں رخصتانہ ہوا۔ خدا کے لئے اپنے ذاتی خیالات کی تائید میں جو ہنگامی جوش کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ بڑی ہستیوں کو درمیان میں لانے سے تو پرہیز فرمائیے۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہ تھی۔ آہ! مداخلت فی الدین دراصل وہ ہے۔ جو علماء کی رائے کے خلاف ہو۔ اور وہ رائے خواہ حقیقی دین کے کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہو۔

اس دفعہ ۳۷۵ کا منشا یہ ہے۔ کہ جو شخص اپنی بیوی سے جو ۱۳ برس سے کم عمر کی ہو۔ مقاربت کرتا ہے۔ وہ زنا بالجبر کا مرتکب ہوتا ہے جس کیلئے عبور دریائے شور یا دس برس قید محض یا سخت اور جرمانہ کی سزائیں ہیں۔ پس وہ علماء جو کہتے ہیں۔ کہ ۹ برس میں ایک عورت مقاربت کے قابل ہو سکتی ہے۔ وہ اس تعزیری دفعہ کی موجودگی میں فرما سکتے ہیں۔ کہ ۱۳ برس سے ایک دن کم عمر کی لڑکیوں سے وہ مقاربت کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تو اب ۱۴ برس کی عمر کر دیجانے کو کیوں مداخلت فی الدین سمجھا جاتا ہے۔ جب تیرہ برس کی حدبندی کو نہیں سمجھا گیا۔ اب صرف نکاح رہ گیا۔ سو یہ سن رشد پر پہنچکر ہو۔ تو اچھا ہے جو بالعموم ۱۴ برس کا ہے۔ یا اس سے پہلے۔

صغرسنی کی شادیوں میں جو نقائص ہیں۔ ان کی فہرست تو بڑی طویل ہے۔ لیکن مختصراً اس قدر لکھا جا سکتا ہے۔ (۱) حکیموں اور ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فتویٰ ہے۔ کہ بلوغ اور جوانی سے پہلے نابالغ لڑکیوں سے مقاربت ان کی صحت کے لئے نہایت مضر ہے۔ پس ان سے مقاربت خلاف فطرت ہے جس کی حمایت اسلام نہیں کرتا۔

(۲) بلوغت کے ساتھ ہی جبکہ سن رشد پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ زوجین کی طبائع میں اختلاف واقع ہو۔ اور زندگی تلخ ہو۔

(۳) توالد و تناسل کا منشا پورا نہیں ہوتا۔

(۴) تعلیم کی تکمیل میں جو نقص واقعہ ہونگے۔ وہ حد بیان سے باہر ہیں لطف یہ ہے۔ کہ یہ دو صورتیں ہیں۔ جن میں خاوند بالغ اور زوجہ نابالغ ہو۔ اور یہ اور زیادہ شرم کی بات ہو جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو تو ان باتوں کی تائید میں کچھ لکھتے ہوئے شرم آنی چاہئیے۔ میرا خیال ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے۔ کہ یہ قانون بھی وضع ہو جائے۔ جس کے ذریعہ ۵۰ - ۵۰ سال کی عمر کے آدمیوں کا بارہ بارہ پندرہ پندرہ برس کی لڑکیوں سے شادیاں کرنا جرم قرار دیا جائے۔ اسی ساردا بل پر جب بحث ہو رہی تھی ایسی تجویز ایک محرک کی طرف سے پیش ہوئی تھی۔ مگر چونکہ وہ اصل بل کے متعلق نہ تھی۔ وہ نظر انداز کر دی گئی۔ مگر ہمیں امید ہے۔ کہ ... بھی ہمارے علماء

اس قانون کی مخالفت کرنے والوں میں سب سے آگے ہوں گے۔ اور وہ اپنی تائید میں حضرت عائشہؓ کے نکاح کا واقعہ پیش کرینگے۔ اور پھر اسی قانون کو مداخلت فی الدین قرار دیں گے۔ آگے چل کر ہم بتائینگے۔ کہ حضرت عائشہ کی صغرسنی کا معاملہ جس سے وہ اپنے دلائل وضع کرتے ہیں قطعاً غلط ہے لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ یہ صرف راہ فتویٰ ہی ہے۔ ورنہ اس واقعہ کی روشنی میں جسے بڑے فخر سے پیش کیا جاتا ہے۔ کوئی عالم پسند نہیں کریگا کہ اپنی ۶ برس کی لڑکی کسی ۵۰ - ۵۵ سالہ بڈھے کی گود میں بحیثیت زوجہ کے بٹھا دے۔ جو کہ اس کی پڑپوتیوں سے بھی چھوٹی ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح

اصل میں یہ حضرت عائشہ کے نکاح کا واقعہ ہے جسے علماء نے ایک غلط روشنی میں سمجھا۔ اور اس سے اسوۂ حسنۂ رسولؐ قائم کر کے صغرسنی کی شادیوں کی تائید شروع کر دی۔ اور لوگوں کی طبائع کو اس قانون کے خلاف بھڑکانے کے لئے یہاں تک لکھنے سے تامل نہ کیا۔ کہ یہ قانون حضور پیغمبر اسلام فداہ ابی و امی اور اکابر صحابہ کے افعال کو جرائم کی فہرست میں داخل کرتا ہے۔ جہلا کو اور بعض حالتوں میں خواص کو بھڑکانے کے لئے اس سے مؤثر ترتیب اور کونسی ہو سکتی ہے۔ بہرکیف یہ انداز بیان اتنا برا تھا۔ کہ اس سے پرہیز کیا جاتا۔ اس مسئلہ کے متعلق کسی زیادہ وضاحت میں جانا داخل طوالت ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کا سمجھدار طبقہ کثرت سے اس امر کی تردید کر چکا ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کی شادی نابالغی یا بقول ان علماء کے ۶ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ بلکہ برخلاف اس امر کے ۱۶ برس کی عمر میں شادی اور ۱۹ برس کی عمر میں رخصتی کا ہونا ثابت ہے۔ لیکن بطریق تنزل بحث کی خاطر میں اسے بھی تسلیم کر لیتا ہوں۔ کہ حضرت عائشہ کی شادی ۶ برس کی عمر میں ہوئی۔ تو پھر بھی وہ کسی حالت میں ہمارے لئے اسوۂ رسول صلعم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ شادی قرآن شریف کے رو سے جرائم کی فہرست میں آسکتی ہے۔ نہ ساردا بل کے رو سے۔ قرآن کے رو سے تو اس طرح خلاف قرآن نہیں ہو سکتی کہ حضور کی یہ شادی مکہ میں ہوئی۔ جو سنہ نبوی کا زمانہ تھا۔ اور شادی کے لئے بلوغت یا رضامندی باہمی یا انتخاب زوجین کی سب آیات مدنی ہیں۔ پس اس سے پہلے کا عمل کس طرح قابل الزام یا جرائم کی فہرست میں آسکتا ہے۔ اور ساردا بل کے لحاظ سے اس طرح جرائم کی فہرست میں نہیں آسکتا۔ کہ جو ایسی شادیاں نفاذ قانون سے پہلے ہو چکی ہیں۔ ان پر نہ قانون کا کوئی اثر ہے۔ اور نہ وہ مجرم ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ رسول اکرمؐ کی نبوت سے پہلے کے جو افعال آپ کے ہیں۔ وہ اگر خلاف قرآن ہوں۔ تو کیا جرم ہیں۔ مثلاً نبوت سے پہلے ایسی نمازوں کا نہ پڑھنا جو قرآن میں مذکور ہیں یا زکوٰۃ اس طریق پر نہ دینا جو اس انداز سے نہ کرنا جو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ جرائم کی فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہر سمجھدار یہ کہے گا۔ کہ نہیں۔ کیونکہ جب احکام ہی نازل نہیں ہوئے۔ تو ان کی تعمیل کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی طرح میں کہوں گا۔ کہ جب نکاح کے متعلق بلوغتؓ و رضامندی باہمی وغیرہ کی آیات اس نکاح سے بعد میں اتریں۔ تو ان سے پہلے کے افعال جرائم کیسے ہو گئے!

جو اصحاب حضرت عائشہ کی صغرسنی کی شادی کی دلیل درمیان میں لا کر اور اسے اسوۂ حسنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اس قانون کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ ان سے یہ سوال کیوں نہیں کیا جاتا۔ کہ رسول اکرمؐ کے بیک وقت ۹ اور بقول بعض گیارہ ازدواج مطہرات تھیں۔ اور قرآن شریف میں ان کے خیال کے مطابق بیک وقت چار شادیوں کی اجازت ہے۔ (اگرچہ میری تحقیق میں قرآن سے صرف ایک وقت میں ایک ہی بیوی کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے) تو کیا رسول صلعم کا یہ فعل بھی معاذ اللہ جرائم کی فہرست میں آ جائے گا۔ لیکن اس کا جواب وہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں دے سکینگے کہ چار کی حد رسول اکرم کی آخری شادی کے بعد مقرر ہوئی تھی۔ یہ جواب بجا ہے درست اور صحیح ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضور سرور عالم کی آخری شادی حضرت میمونہؓ سے ذیقعد سنہ ۷ھ میں ہوئی تھی۔ پس ہم سمجھینگے۔ کہ ایک وقت میں چار شادیوں تک کی اجازت سنہ ۸ھ کے بعد اتری۔ اور وہ سورۂ نساء ہے۔ جس میں چار بیویوں کی تحدید کی گئی ہے۔ اور وہ تیسری آیت یہ ہے

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلٰث و ربٰع الخ

پس لازمی بات ہے۔ کہ یہ آیت ذیقعد سنہ ۷ھ کے بعد نازل ہوئی۔ جب یہ مسلمہ امر ہو گیا۔ تو پھر اس میں یہ دیکھا جائے۔ کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء نے صاف واضح کر دیا۔ کہ جن عورتوں کو تم پسند کرو ان سے شادی کرو۔ اگرچہ خطاب مردوں سے ہی ہے۔ لیکن یقیناً اس میں زوجین مراد ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ کہ ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف یعنی دونوں زوجین آپس میں طور پر ... ہو جائیں۔

اس سے زوجین کی باہمی رضامندی ضروری قرار دی گئی ہے۔ (۲ / ۲۳۲) ...

(۵۱) بیگم صاحبہ مولوی عزیز بخش صاحب امرتسر ۲ روپے
(۵۲) سید ممتاز علی شاہ صاحب گوجرانوالہ ۱۰ ،،
(۵۳) اللہ وسائی صاحبہ ۱ ،،
(۵۴) کرم بی بی صاحبہ ۱ ،،
(۵۵) امجد ۱ ،،
(۵۶) چراغ بی بی صاحبہ ۱ ،،
(۵۷) بلقیس طالب علم ۱ ،،
(۵۸) بیگم صاحبہ قاضی مظفر علی صاحب ۱ ،،
(۵۹) ،، مستری عبد اللہ صاحب ۲ ،،
(۶۰) نامعلوم الاسم ۱۴ ،،
(۶۱) والدہ محمود احمد صاحب ۱ ،،
(۶۲) نامعلوم الاسم ۸-۱ ،،

کل میزان ۳۰۸-۰-۴

نیز ۴۱-۴-۲۵ روپے کے وعدے ہوئے ہیں۔

زیورات

(۶۳) بیگم صاحبہ مولوی محمد علی صاحب حضرت امیر لاہور ایک جھمکی طلائی
ایک انگشتری طلائی
(۶۴) بیگم صاحبہ خواجہ جلال دین صاحب لاہور چوڑی
(۶۵) بنت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب لاہور انگشتری طلائی۔
(۶۶) بیگم صاحبہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب انگشتری طلائی۔
(۶۷) بنت داروغہ نبی بخش صاحب لاہور آویزہ یک عدد
(۶۸) ہمشیرہ چودھری سرفراز خاں صاحب بدوملہی انگشتری طلائی
(۶۹) بنت ،، ،، ،، انگشتری طلائی دو عدد پھول
اور چھلے نقرئی
(۷۰) رسول بی بی صاحبہ انگشتری
(۷۱) تاج بیگم صاحبہ بنت نواب خاں صاحب سب طلائی۔
(۷۲) سید محمود ،، روبی تحصیل صوابی ضلع پشاور ایک جوڑہ کنگن چاندی
(۷۳) بیگم صاحبہ سمندر خاں صاحب ،، ہیرا نقرئی۔
(۷۴) ،، چودھری محمد اسمٰعیل صاحب فیروز پور بالیاں طلائی ۲ عدد
(۷۵) ہمشیرہ بیگم صاحبہ ،، ،، مالا سہ لڑی طلائی۔
(۷۶) بیگم صاحبہ مولوی غلام احمد صاحب جموں آرسی نقرئی ایک عدد چھلا

(تیسرے کالم کا بقیہ)

لیکن یہاں ویدوں کے الہامی ہونے کے متعلق چند فاضل ہندو مفسرین کی رائیں قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) مہاراج ستی برت سنری اپنی کتاب نرکت پوجن میں تحریر فرماتے ہیں کہ وید الہامی نہیں ہیں۔ بلکہ رشیوں کے تیار کردہ ہیں۔

(۲) پنڈت اکھلا نند جی لکھتے ہیں کہ وید قطعاً الہامی نہیں ہیں۔

(۳) وید سروس صفحہ ۹۶ پر لکھا ہوا ہے کہ جتنی درگتی یعنی بری حالت اتھرو وید کی کی گئی ہے اتنی اور کسی وید کی نہیں کی گئی۔

دوسری جگہ وید سروس صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہوا ہے کہ جس رشی کی مرضی میں جو کچھ آیا وہی کچھ لکھ دیا۔

کیا اس پر بھی وید کے ماننے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ وید الہامی ہیں یا ان ویدوں میں تحریف نہیں ہوئی؟

(خاکسار بشیر احمد طالب علم اشاعت اسلام کالج)

ایک احمدی حافظ قرآن

جو ہماری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں رمضان میں قرآن سنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کے احباب تراویح میں قرآن کریم رمضان میں سننا چاہتے ہوں تو ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے۔

حافظ اللہ داد صاحب جلال پور جٹاں ضلع گجرات

ناظرین کرام سے گزارش ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوش خط لکھا کریں۔ بعض اوقات ان کی شکست نگاری مصیبت ہو جاتی ہے۔

مراسلات

ضلع مظفر گڑھ پر احمدیہ مشن لاہور کا اثر

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ضلع مظفر گڑھ پنجاب کے ان اضلاع میں سے ہے جہاں جہالت کی کثرت، ہندو گردی کا دور دور، پیر پرستی کا مرکز ہے۔ مسلمان باوجود متمول اور زمیندار ہونے کے بالکل سادہ لوح اور بھولے بھالے واقع ہوئے ہیں۔ ہندو گو دس فیصدی سے بھی کم ہوں گے مگر فراست وعقل سے مسلمانوں کے مال و دولت کے علاوہ دلوں پر بھی قبضہ کر چکے ہیں۔ تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ تعلیم میں وہ آگے ہیں۔ اور ملازمت پیشہ کے متعلق تو کہنا ہی کیا۔ ضلع بھر میں الا ماشاء اللہ کوئی پٹواری یا چپڑاسی مسلمان ہو باقی رہی مذہبی کیفیت اس کے متعلق صرف اس قدر یاد رکھنا چاہیئے کہ ضلع بھر میں کوئی ایسی بستی قریہ اور گاؤں نہیں جہاں آریہ سماج نہ ہو ہر مقام پر آریہ مشن موجود اور گئو شالے کھلے ہوئے ہیں۔ سالانہ جلسے ہوتے ہیں۔ دور دراز سے پنڈت بھجنیک اور مناظر بلائے جاتے ہیں۔ اور جہاں تک آریہ سماج کا امکان ہوتا اپنے مقررین سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کی دل شکنی و دل آزاری کی جاتی۔ سیدھے سادے مسلمانوں کو طرح طرح کے پھندوں سے ورغلایا جاتا اور شدھی فنڈ کو چندوں سے مضبوط بنا کر مذہب اسلام کو حاکم بدہن مٹانے کی کوشش کی جاتی۔

ضلع بھر میں مسلمان عالموں کی کمی نہیں، بہت بڑے بڑے علامہ دراز ریش، مشبہ شکل اور جبہ پوش موجود اور رونق افروز ہیں۔ مگر وہ سب کے سب آریہ سماج کی دریدہ دہنی کے جواب کے لئے نہیں۔ عیسائی مشنریوں کی دجالیت کو روکنے کے لئے نہیں۔ اور نہ کسی مرتد اچھوت اور غیر مسلم کو مسلمان کرنے کے لئے ہیں۔ بلکہ وہ تکفیر و یہودیت کا مجسم نمونہ ہیں۔ جنہوں نے اسلام اور پاکیزہ اسلام کو بدنام کر رکھا ہے میں اس وقت مظفر گڑھ کی تحصیل علی پور کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور صرف اسی تحصیل میں احمدیہ مشن لاہور کے اڑھائی سالہ کارہائے نمایاں کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

علی پور ضلع مظفر گڑھ صدر سے پچاس میل شمال کو ہے۔ اور ضلع بھر میں سب سے زرخیز، طویل اور متمدن تحصیل ہے۔ یہاں پر افسر اعلیٰ حصہ ضلع، مصنف، تحصیلدار، نائب تحصیلدار، سب ڈویژنل افسر انہار اور ایک اسسٹنٹ سرجن ہیلتھ افیسر بھی رہتا ہے۔ شہر کا انتظام کمیٹی کے ہاتھ میں ہے۔ جس کا پریذیڈنٹ ہندو، سکرٹری ہندو اور کلرک ہندو ہے۔ مسلمان، شیعہ، سنی اور فریدی خیال کے رہتے ہیں۔ قریباً تیس سال سے آریہ سماج قایم ہے۔ سالانہ جلسے کے لئے ایک پنڈال معہ مندر موجود ہے۔ اور اس میں بہت دور سے ایک آدمی جھنڈا لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ صبح شام سیندھیا باقاعدہ ہوتی۔ اخبار بینی کا چرچا رہتا۔ اور تبادلہ خیالات کے لئے بچوں کو وقت دے کر تیار کیا جاتا ہے۔

مسلمان بوجہ مقروض ہونے کے مجبوراً جلسوں میں شرکت کرتے۔ بدزبان آریہ مقررین سے اسلام اور اس کے بانی کی توہین آمیز تقریریں سنتے اور اپنی بے غیرتی کا ثبوت دیتے تھے۔

بارہا قرب وجوار کے علماء کو توجہ اور غیرت دلائی گئی لیکن وہ آریہ سماج کو موت کا فرشتہ خیال کر کے رہی سہی ہمت بھی کھو دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ آریہ سماج کے جلسے میں آکر کچھ ہمت دکھاتے۔ الٹا جلسے کے ایام میں ادھر ادھر گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ آخر غیرت ملی نیازی جوش میں آئی۔ اغیار کے طعنے اثر کر گئے۔ اور نوجوان طبقے نے ہوش سنبھالا۔ مل ملا کر ایک انجمن بنائی۔ ہفتہ وار اجلاس شروع کئے اور استعداد لیکچروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ضمیر فروش اور مردہ دل بوڑھے ہنستے تھے۔ ہماری اس کارروائی پر طعن وتشنیع کرتے اور جہاں تک ممکن تھا اس انجمن کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے تھے۔ مگر اس وقت کا عالم یہ تھا کہ

> نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
> پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جہاں مسیح موعود اور مہدی معہود کے ایک دو حواری موجود ہوں کیا وہ انجمن کبھی مر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں اس نوجوان کلب کا سکرٹری [illegible]

شروع کر دی۔ اور جناب مولانا عصمت اللہ صاحب کے لئے درخواست پر درخواست بھیجنی شروع کی۔

خاص علی پور میں اور بیرون جات میں مہتروں کی کافی تعداد برادری تھی جو اب خدا کے فضل سے سب کی سب مسلمان ہے۔ میں نے صبح شام ان کے گھروں میں جانا۔ انہیں اسلام کے موٹے موٹے اصول سمجھاتا اور ہر دکھ سکھ میں مدد کرنا فرض اولین سمجھا۔ اور ادھر دفتر سے بھی ویسی خط وکتابت جاری تھی۔ آخر مئی ۱۹۲۸ء میں انجمن کو بدیں مضمون ایک خط لکھا کہ اگر انجمن اپنا کوئی مبلغ بھیجتی ہے۔ تو درست ورنہ ہمیں اپنے منشا سے مطلع کرے تاکہ ہم کسی دوسری انجمن سے خط وکتابت کر کے مبلغ منگائیں اور آریہ سماج سے نجات پاتے ہوئے صحیح اسلام سیکھ سکیں۔

آپ جانتے ہیں کہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ انجمن کو ہمارے حال زار پر رحم آیا۔ اس نے علی پور کے مسلمانوں کی دل شکنی اپنی دل شکنی سمجھی اور مرکز سے تین مبلغ صاحبان حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب۔ مولوی مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولوی محمد اشرف صاحب بھیج دیئے۔ (باقی پھر)

(نیاز احمد خاں نظامی طالب علم اشاعت اسلام کالج لاہور)

تحریف وید

عزیز بشیر احمد ایک نہایت مخلص نوجوان ہیں۔ جو علی پور کے ایک متمول ہندو خاندان سے اسلام میں آئے ہیں۔ قریباً دو سال سے وہ اشاعت اسلام کالج میں پڑھتے ہیں۔ ذیل کا مضمون فن تحریر میں ان کی سب سے پہلی مشق ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خدمات دین کی بیش از بیش توفیق دے۔ اور جس کام کی وہ تیاری کر رہے ہیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ (مدیر)

ویدوں کو ماننے والے ہندوؤں میں تین بڑے فرقے ہیں آریہ سماج۔ سناتن دھرم اور سوامی وویکا نند کے پیرو۔ یہ تینوں ویدوں کو الہامی مانتے ہیں۔ لیکن ان تینوں ہی میں اس بارہ میں بہت بڑا اختلاف ہے کہ وید کس زمانہ میں اور کس پر نازل ہوئے۔ مثلاً آریہ سماج کا جس کے بانی سوامی دیانند جی سرسوتی ہیں یہ اعتقاد ہے کہ وید اس وقت نازل ہوئے جب دنیا پیدا ہوئی۔ اور ان چار رشیوں پر ایشور جی نے نازل فرمائے جن کے اسماء وایو۔ ادت۔ اگن۔ انگرہ ہیں۔ سناتن دھرمی بھی مانتے ہیں کہ وید اسی وقت نازل ہوئے۔ جب دنیا پیدا ہوئی۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ چاروں وید برہما جی پر نازل ہوئے۔ سوامی وویکا نند کے پیروؤں کا خیال ہے کہ وید ۴۲ رشیوں پر نازل ہوئے۔ اب ان تینوں فرقوں کے جوابات کو سن کر ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ ان کا اس پر بھی اتفاق نہیں ہے کہ ان کی الہامی کتاب کس پر نازل ہوئی۔

یہ تو ویدوں کے ماننے والوں کے خیالات ہیں۔ اب آیئے خود ویدوں سے معلوم کریں کہ وہ اپنا زمانہ نزول کیا بتاتے ہیں۔ اور کس پر نازل ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

پہلے رگوید کو اٹھایئے۔ اس کے تیسرے منڈل ۳۳ سوکت نویں منتر میں لکھا ہے۔ کہ راجہ سوداس نے ایک دفعہ سوامی وشوامتر جی کو یگیہ کرنے کے لئے بلایا۔ وشوامتر جی وہاں گئے۔ اور بڑا بھاری یگیہ کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ اس منتر میں راجہ سوداس اور وشوامتر کا جو ذکر ہے وہ کون لوگ تھے۔ اور کب ہوئے۔ اس کے لئے ہم نروکت کو دیکھتے ہیں۔ جو ہندوؤں کی سب سے زیادہ معتبر لغت ہے۔ جس منتر کے معانی میں شک پیدا ہو یا سمجھ میں ہی نہ آتا ہو اس کے سمجھنے کے لئے نروکت کو کام میں لایا جاتا ہے اس لئے جب نروکت کو ہم دیکھتے ہیں۔ تو وہاں صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ راجہ سوداس وہ شخص ہے جو پجوں کا فرزند تھا۔ اور کشک اس کا دادا تھا اور وشوامتر جی وہ ہستی ہیں جنہوں نے دریائے ہرتی کے جو اٹک آباد کے قریب ہے۔ بہاؤ کو منتروں کے ذریعہ روکا تھا۔ پس اس منتر سے صریح طور پر ثابت ہو گیا کہ وید شروع دنیا میں نازل نہیں ہوئے۔ کیونکہ وشوامتر جی رامچندر جی کے زمانہ میں تھے۔ اور ساتھ ہی رامچندر جی کے گرو بھی تھے۔ پس یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وید رامچندر جی کے بھی زمانہ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں اور یا یہ کہنا پڑے گا کہ بعد میں کچھ اور منتر و مضامین بھی ان میں داخل کئے گئے۔ جو صریح طور پر تحریف لفظی پر دال ہے۔ سوامی وشوامتر جی کو فوت ہوئے صرف چند ہزار سال ہوئے ہیں۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ وید ازلی ہیں پس ہم حیران ہیں کہ کس طرح یہ حصہ ویدوں میں آ گیا۔ صاف بات ہے کہ یا تو یہ دعوے غلط ہے کہ وید شروع دنیا میں نازل ہوئے۔ اور یا ان میں تحریف ہوئی۔ ایسے ہی اور بھی سینکڑوں منتر ویدوں میں ہیں۔ جن سے ان کی [illegible]

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۵ رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۶

چندوں میں باقاعدگی کی ضرورت

احباب کی خاص توجہ کے قابل

بعض احباب کی طرف سے بعض اوقات اغلباً تھوڑی سی بے توجہی کے باعث چندہ کی ادائیگی میں بے قاعدگی ہو جاتی ہے۔ ایسے دوستوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن میں ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ جس طرح باقی کاموں میں بے قاعدہ نہیں۔ اسی طرح وہ اس فریضہ کی ادائیگی میں پوری پابندی فرمائیں۔ گو عام طور پر مشاہدہ یہی ہے کہ جو شخص ایک کام میں آئین کی پابندی نہیں کرتا۔ اس کے سارے کام اسی طرح بے قاعدہ ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم نے ایسی طبائع کا خیال رکھکر اعتدال اور میانہ روی پر بڑا زور دیا ہے۔ اور بار بار پابندی اوقات کی عادت ڈالنے کے واسطے تاکید فرمائی ہے۔ اوقات نماز میں کیسی پابندی کرائی اس واسطے کہ ہماری عادات میں پختگی اور باقاعدگی راسخ ہو جائے انجمن بھی زمانہ کی ضروریات کے مطابق اپنا پروگرام عمل تجویز کرتی رہتی ہے احباب نے امداد وقتی اور ماہواری کے جو وعدے کئے ہوتے ہیں ان کو سامنے رکھکر کام کو پھیلاتی ہے۔ اگر ایسے وعدوں کا ایفا وقت پر نہ ہو تو بڑی مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے۔

اگلے روز ایک بزرگ نے مجھے ایک کارڈ دکھایا جو ان کی بیعت پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم نے قبولیت بیعت پر حضرت مسیح موعود کی طرف سے تحریر فرمایا اس میں ایک فقرہ تھا۔

"چندہ کی رقم مقرر کرنا استطاعت کے موافق بیعت کی شرائط میں سے ہے"

بڑا ہی پرمعنی فقرہ ہے۔ مسیح موعود کے مقرر کردہ احکامات کی اطاعت اسی طرح پر ہو سکتی ہے۔ جس جہاد اکبر پر انہوں نے ہمیں لگایا ہے۔ اس میں مالی قربانی کے بغیر قدم اٹھ نہیں سکتا۔

خاکسار
ظہور احمد افسر تحصیل

طبقہ نسواں

ایک مذہبی زنانہ رسالہ کی ضرورت

آیندہ نسل کی بہتری کیلئے ایک مفید تجویز

(جنابہ زبیدہ خاتون صاحبہ لاہور)

ہماری احمدیہ انجمن خواتین لاہور کو قایم ہوئے تین برس گزر چکے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس کے قایم ہونے سے لاہور کی احمدی مستورات میں کسی قدر بیداری پیدا ہو گئی ہے۔

اب ایک خاص ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ عورتوں کی تربیت کے لئے بہت سے رسالے نکل رہے ہیں۔ مگر ان کے لئے ایسا مذہبی رسالہ کوئی نہیں جس سے ان کے دلوں میں مذہب اسلام کی محبت، عزت اور خدمت اسلام کا شوق پیدا ہو۔

موجودہ بیدینی کا علاج

ایسا رسالہ نکالنا از حد ضروری ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ بیدینی کی ہوا چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ خود مسلمان بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس کا علاج اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمان عورتوں میں اسلام کی محبت۔ عزت۔ خدمت دین کا شوق پیدا کیا جائے اس سے آنے والی قوم جو ان کی گودیوں میں پل رہی ہے۔ بچپن ہی سے اپنے پاک مذہب اسلام سے محبت کرنا سیکھے گی۔ اور یہ اثر تمام عمر نہیں جا سکتا۔

مسلمان خواتین کا فرض

اس کے علاوہ ضرورت ہے کہ مسلمان بیبیاں اشاعت اسلام میں مردوں کا ساتھ دیں۔ خدا کی راہ میں مردوں کے کام کرنے سے پوری کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک قوم کا کثیر حصہ عورتیں ان کے ساتھ ہمدردی نہ رکھتی ہوں۔

رسالہ کا مقصد اولین

اس رسالہ کا یہ مقصد ہوگا کہ خواتین اسلام میں اس طرح عملی کام کرنے کی روح پیدا کرے جس طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خواتین اسلام نے صحابہ کے ساتھ ساتھ خدمت اسلام کی بورڈ ائیوں میں کام کرتی نظر آتی تھیں۔

رسالہ کے مضامین

انشاء اللہ رسالہ نہایت قابل ہاتھوں میں ہوگا۔ قرآن پاک کی تعلیم کے علاوہ تاریخ اسلام اور صحابیات کے کارناموں کو اس میں خاص طور پر دکھایا جائے گا۔ اس زمانہ میں مذہبی دنیا میں جو ہل چل مچی ہوئی ہے اس سے بھی بہنوں کو باخبر رکھا جائے گا۔

نیز دوسرے ملکوں اور قوموں کی عورتوں کی مذہبی سرگرمیوں پر جو میدان مذہب میں وہ دکھا رہی ہیں روشنی ڈالی جائے گی۔ اس رسالہ میں کوئی فرقہ وارانہ تعلیم نہ ہوگی۔ اسلام کے مختلف فرقوں میں رواداری پیدا کرنا اور مسلمانوں میں صحیح محبت کے جذبات پیدا کرنا اس کا بڑا مقصد ہوگا۔

مسلمان بہنوں سے درخواست

اس کی قیمت صرف لاگت کے مطابق رکھی گئی ہے۔ یعنی تین روپے سالانہ تاکہ ہر ایک بہن اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ جن بہنوں کو خدا نے فراخی دے رکھی ہے وہ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ کم از کم ایک پرچہ مفت کسی غریب بہن کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے میری معزز بہنیں اس مبارک تجویز پر لبیک کہیں گی۔ اور دنیا کو دکھا دیں گی کہ مسلمان خواتین خدا کے فضل سے اپنے پاک مذہب اسلام پر اسی طرح جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہیں جس طرح صحابیات کیا کرتی تھیں۔

رسالہ کا مالی بوجھ

اس ماہوار رسالہ کا تمام بوجھ انجمن خواتین نے اٹھانا ہے مردوں سے کسی قسم کی امداد نہیں لینی۔ اس لئے ضروری ہے کہ بہنیں اپنی اپنی جگہ اس کے لئے خریدار بنا کر چندہ پیشگی وصول کر کے بھیجدیں تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو اس نیک کام کو شروع کر دیا جائے۔

عطیات اور قلمی اعانت کی ضرورت

جو امیر بہنیں عطیات رسالہ جاری کرنے کے لئے دینگی ان کے نام نہایت شکریہ کے ساتھ خاص طور پر پیغام صلح اور رسالہ میں شائع کئے جائیں گے۔ اور جو بہنیں قلمی امداد مستقل دینے کا وعدہ کریں گی ان کے اسمائے گرامی بھی شکریہ کے ساتھ شائع ہوں گے۔

ترسیل زر

رسالہ کا چندہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھیجنا چاہیے۔ کیونکہ حساب کتاب سب انجمن کی نگرانی میں رہیگا۔ منی آرڈر کے کوپن پر صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہوگا کہ یہ زنانہ رسالہ کے لئے ہے۔ باقی تمام خط و کتابت سکرٹری انجمن خواتین احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام ہو۔

رسالہ کا نام

ابھی تک رسالہ کے نام کے متعلق تجویزیں ہو رہی ہیں جو انجمن خواتین کے آئندہ جلسے میں پیش ہونگی۔ بہنیں اگر رسالہ کے متعلق کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی سکرٹری صاحبہ کے نام بھیجیں۔

نوجوان بچیوں سے خطاب

آخر میں میں نوجوان بچیوں کو خاص طور پر مخاطب کرتی ہوں کہ آجکل کی تعلیم میں مذہبی کورس نہ ہونے سے آپ کی مذہبی معلومات محدود رہتی ہیں۔

(بقیہ ملاحظہ ہو ...)

(تیسرے کالم کا بقیہ)

یہ رسالہ انشاء اللہ اس کمی کو پورا کر دے گا۔ آپ لوگ پورے جوش خروش سے رسالہ کو امداد دیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس نیک ارادے میں کامیابی عطا فرمائے۔

(نوٹ) میں تمام بزرگ بھائیوں سے التجا کرتی ہوں کہ یہ مضمون ضرور اپنے گھروں میں پہنچا دیں۔

(زبیدہ خاتون - احمدیہ بلڈنگس لاہور)

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۲۳

لائل پور میں تنظیم جماعت

حضرت امیر ایدہ اللہ لائل پور میں

تنظیم جماعت کے سلسلہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ ۱۵ مارچ کو لائل پور تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ مولوی عصمت اللہ صاحب و شیخ محمد نصیب صاحب تھے۔ سٹیشن لائل پور پر مالکان کارخانہ فلور ملز و دیگر ممبران جماعت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جھنگ سے خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب اور گوجرہ سے ڈاکٹر جلال الدین صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ شیخ صاحبان مالکان کارخانہ فلور ملز کی کارخانہ والی مسجد میں جو نہایت خوبصورت ہے اور جو شیخ صاحبان کی محبت اسلام اور جذبات قلبی کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہے۔ نماز جمعہ حضرت امیر نے پڑھائی۔

خطبہ جمعہ

آپ نے خطبہ میں یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور اس کے ساتھ کی دیگر آیات پڑھ کر جماعت کو باہم اتحاد کے ساتھ کام کرنے اور آپس میں محبت رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اور فرمایا کہ ابتدا میں ہر کام بطور بیج کے ہوتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کرکے مثل درخت کے ہو جاتا ہے۔ اور پھل دیتا ہے۔ پس انسان غور کرے کہ میرا کام کس قسم کے پھل دینے والا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی جماعت نے ایک درخت کے لئے بیج بویا وہ درخت اسلام ہے۔ اسے اپنے خون سے ان لوگوں نے سینچا۔ وہ درخت بہت پھولا پھلا۔ اور اس کی جڑیں۔ روئے زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئیں۔ اس درخت نے بڑے شیریں پھل دیئے۔ مرور زمانہ کی وجہ سے ان دنوں اس باغ پر خزاں آئی اور مرجھا گیا۔ جسے سرسبز اور شاداب کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود آئے۔ آپ نے ایک جماعت بنائی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

پس حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے بیج پھیلا رہی ہے۔ آپ لوگ کوشش کریں۔ کہ یہ بیج مثل سابق بڑا با برکت درخت پیدا کرے۔ جس کے سائے اور پھل وغیرہ سے سارا جہان متمتع ہو۔ احمدیت زندہ اور صحیح اسلام کا نام ہے جو افراط تفریط سے پاک ہے۔ آپ لوگ خود بھی عمل پیرا ہوں اپنی مستورات اور اپنی اولاد کو بھی اس طرف زور سے لگا دیں۔ تا آپ کے بعد صحیح معنوں میں وہ آپ کے جانشین کہلا سکیں۔

خطبہ اور نماز جمعہ کے بعد بعض نئے احباب نے بیعت کی۔

نو مبائعین

بعد نماز جمعہ میاں مولا بخش صاحب خلف میاں سلطان محمود خان مرحوم نے بیعت کی۔ اور وہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ نماز عصر کے وقت شیخ میاں محمد صاحب کے صاحبزادگان نے یعنی عزیزان شیخ رؤف احمد و ظہور احمد نے بیعت کی۔

مستورات کو تلقین

۱۶ مارچ کو نماز عصر کے وقت جماعت کے جملہ مردوں اور عورتوں کو مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر بھی حضرت امیر نے احمدیت کے متعلق تقریر کی۔ مردوں کو تاکید کی کہ دین کو اپنے تک محدود نہ رکھو بلکہ اپنے دینی کاموں میں مستورات کو بھی شریک کیا کرو۔ اور عورتوں کو تاکید کی کہ آئندہ نسل کا انحصار تم پر ہے۔ یعنی اس بات پر کہ بچوں کی تعلیم و تربیت عمدہ ہو۔ تم بچوں کے لئے نمونہ بنو۔ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جوابدہ ہے۔ کسی ایک کے عمل کسی دوسرے کے کام نہیں آئیں گے۔ جب رسول کریم صلعم نے اپنی بیٹی کو کہدیا تھا کہ قیامت کے دن میری بیٹی ہونا تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ تیرے عمل تیرے کام آئیں گے۔ تو اور کون دم مار سکتا ہے۔ آپ نے یہ بھی تلقین کی کہ ہر شخص کو جو عاقل بالغ ہو بیعت کرنی چاہیئے۔ اور اشاعت اسلام کے لئے ماہوار چندہ بھی دینا چاہیئے۔ اس پر ان مستورات نے جنہوں نے قبل ازیں بیعت نہیں کی تھی۔ بیعت کی۔ اور سب نے وقتی چندہ جس کی میزان پونے تین سو تک ہے۔ عطا فرمایا۔ اور آئندہ ماہوار چندہ بھی لکھایا۔

دعوت چائے پر تقریر

شیخ صاحبان (مالکان فلور ملز) نے ۱۷ مارچ کو ۴ بجے شام ڈیڑھ سو کے قریب احباب کی جن میں وکلاء۔ رؤسا اور شہر کے دیگر معززین شامل تھے۔ چائے پر بلایا۔ اور پر تکلف چائے کی دعوت اپنے کارخانہ کی مسجد میں دی۔ اس موقع پر بھی حضرت امیر نے تقریر فرمائی۔ اور اسلام کے جملہ فرقوں کے پیرؤوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ اصول تمام کے ایک ہیں۔ اختلاف ہے تو فروعی مسائل میں۔ جس سے کسی کے مسلمان ہونے میں کوئی نقص نہیں آجاتا۔ اس لئے تمام مسلمان فروعی اختلاف رکھتے ہوئے بھی اتحاد عمل کر سکتے ہیں۔ جس سے اسلام کا شیرازہ اور قوت قائم رہے ورنہ ان اختلافات کو طول دینے اور کفر بازی سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان ہو رہا ہے۔ اور بالمقابل دیگر اقوام مسلمانوں کی ان غلطیوں سے آگاہ ہو کر عبرت حاصل کر رہی ہیں اور باوجود کثیر اصولی اختلاف کے وہ باہم اتحاد عمل کرکے برکات حاصل کر رہی ہیں۔ اس تقریر میں آپ نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود اور مجدد صدی چہاردہم کے آنے کی اور جماعت جدا بنانے کی غرض بتائی اور مفصل کر بتایا کہ احمدیت کیا ہے اور کیوں اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ اور اسلام کو اس سے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو زندہ ماننے کے نقصان اور فوت شدہ ماننے کے فوائد بتائے۔ شیخ محمد امین صاحب منیجر ڈیری فارم اور شیخ محمد شریف صاحب نے بھی بیعت کی۔

۱۵ مارچ ۲۹ء کی شام کو شیخ صاحبان اور ساری پارٹی کو جناب شیخ عبدالرحمن صاحب سب جج لائل پور نے دعوت طعام دی۔ اور شیخ محمد امین صاحب نے ۱۸ مارچ ۲۹ء کو صبح کے وقت چند احباب کو دعوت چائے دی۔ ۱۸ مارچ کی صبح کو حضرت امیر ایدہ اللہ واپس تشریف لے گئے۔

آج کا پرچہ

گزشتہ پرچہ میں کتابت کی معذوریوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جو کمی اس میں رہ گئی ہے۔ اس کی تلافی آئندہ پرچہ میں کردی جائے گی۔ افسوس ہے کہ وہ معذوریاں اب تک باقی ہیں۔ پیغام صلح کے کاتب بیمار ہیں۔ اور باوجود بیماری کے یہ چھ صفحات انہوں نے لکھے ہیں۔ خیال تھا کہ یہ آٹھ صفحات کا ہو۔ لیکن چونکہ وقت پر اچھا لکھنے والا کاتب بھی ملنا مشکل ہے۔ اس لئے مجبوراً چھ ہی صفحات کا پرچہ شائع کیا جاتا ہے۔ گزشتہ کمی کو کسی دوسرے موقع پر پورا کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک ضروری مضمون

اس پرچہ میں مولانا مولوی احمد صاحب کا نکاح صغیرہ پر ایک نہایت ضروری مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ مضمون کی اہمیت اس بات کی متقاضی تھی کہ باوجود طویل ہونے کے سارا کا سارا ایک ہی پرچہ میں شائع ہو۔ خیال تھا کہ آٹھ صفحات کے پرچہ میں بعض دوسرے مضامین بھی درج ہو سکیں گے۔ لیکن مذکورہ بالا معذوریوں کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ امید ہے کہ یہ ایک ہی مضمون اپنی اہمیت اور خصوصیات کی وجہ سے قارئین کرام کے لئے کافی اور مفید ثابت ہوگا۔

دہلی میں جلسہ

احباب دہلی نے امسال ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا ہے جس میں شمولیت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور بعض دیگر اکابر ملت ۲۳ مارچ کی شام سے تشریف لے گئے ہیں۔ جلسہ ۲۴ مارچ سے شروع ہے اور ۲۵ کو ختم ہوگا۔ مفصل روئداد اطلاع آنے پر شائع ہوگی۔ انشاء اللہ۔

خط و کتابت میں صاف نام لکھنے کی جگہ دستخط بخط شکست ثبت فرمانے کا کچھ ایسا رواج ہو گیا ہے کہ درخواست کرنے

کہاں تک جائز تھا۔ کہ رنگیلا رسول جیسی ناپاک کتاب لکھ کر کروڑوں مسلمانوں کے دل اور جگر کے ٹکڑے اڑا دئیے۔

"انیسویں صدی کا مہرشی" کا ذمہ دار کون ہے؟

ہم نہیں کہتے کہ "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی کتاب جس نے لکھی اس نے کوئی نیک کام کیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس طرح "رنگیلا رسول" کی تصنیف کی ذمہ داری "انیسویں صدی کا مہرشی" کے مصنف پر دی جاتی ہے آیا اس کے اس فعل کی ذمہ داری بھی کسی پر ہے یا نہیں کیا وہ شخص جس نے ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب لکھ کر مذہبی پیشواؤں اور بالخصوص حضرت خواجہ دوجہاں محمد مصطفےٰ صلعم کو گالیاں دینے کا دروازہ کھولا اس سارے گند کا ذمہ دار نہیں۔ تعجب ہے دوسرے کی آنکھ کا تنکا ان لوگوں کو فوراً نظر آجاتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھ میں شہتیر بھی محسوس نہیں ہوتا۔ کیوں تم اصل جڑ کو نہیں لیتے۔ اور سارے فساد اور قتل وخونریزی کی ذمہ داری سوامی دیانند پر عاید نہیں کرتے جس نے اس کام کی ابتدا کی۔ اور اس کے اس فعل سے علانیہ بیزاری کا اظہار نہیں کرتے جیسے اس کی دوسری خلاف فطرت تعلیمات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے؟

جماعت احمدیہ اور ہندو مسلم اتحاد

خوب یاد رکھنا چاہئیے کہ ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد اگر رکھی جا سکتی ہے تو اسی ایک بات پر کہ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی عزت وتکریم کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور جو شخص کسی کے مذہبی بزرگوں کو بُرا کہے اس سے علی طور پر بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام نے اس بارہ میں جو عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے وہ رہتی دنیا تک یادگار رہیگی۔ "پرتاپ" کو اگر اندھیری کوٹھری میں بیٹھے ہوئے یہ انوکھی بات معلوم ہو تو وہ اپنی فطرت اور ذہنیت سے مجبور ہے۔ ورنہ ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈروں کے خطوط ہمارے پاس موجود ہیں۔ جن میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے ہی ہندو مسلم اتحاد کی حقیقی آواز بلند کی اور اس نے جس راہ پر ہندو قوم کو بلایا ہے۔ وہی اتحاد کی حقیقی اور پائیدار بنیاد ہو سکتی ہے۔ مسلمان ہندوؤں کے مسلمہ بزرگوں اور پیشواؤں کی عزت وتکریم کرنا داخل مذہب سمجھتے ہیں۔ کاش ہندو اور بالخصوص آریہ سماج مسلمانوں کے بزرگوں اور پیشواؤں کو گالیاں دینا چھوڑ دے تاکہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے قریب آسکیں۔ اور ہندو اور مسلمان باہم ملکر شاہراہ ترقی کی طرف قدم بڑھائیں۔ کیا "پرتاپ" اس پر عمل کریگا۔

واپس اسلام کی طرف

اسلامی اصولوں کو دنیا کی بعض متعصب اور تنگ دل اقوام نے جس قدر نفرت کی نگاہوں سے دیکھا اور ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے میں دریغ نہ کیا۔ اسی قدر فطرت کے مقتضیات نے انہیں آہستہ آہستہ ان اصولوں کی طرف کھینچا۔ ہمارے سامنے آریہ سماج نکاح بیوگان کو ناپسند اور بُرا سمجھتی تھی۔ لیکن آج وہی آریہ سماج اس کی سب سے بڑی حامی ہے۔

حال ہی میں لکھنؤ میں صوبہ متحدہ کی سوشل کانفرنس کا ایک جلسہ منعقد ہوا ہے جس میں چند ایسی قرار دادیں پاس کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم کا سر اسلامی اصولوں کے آگے آہستہ آہستہ جھکتا چلا جا رہا ہے۔ اس کانفرنس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ

۱۔ شوہر کی آوارگی یا ظالمانہ سلوک کی صورت میں بیوی کو قانوناً طلاق لینے کا حق حاصل ہو۔

۲۔ عورت بھی ترکہ و وراثت کی مستحق سمجھی جائے۔

۳۔ شادیوں میں ذات کی قید اٹھا دی جائے۔

۴۔ بیوہ عورتوں کے عقد ثانی کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں اسلام کے سوائے اور کسی مذہب میں پائی نہیں جاتیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ان باتوں کو آج عملاً چھوڑ چکے ہیں۔ اور غیر مذاہب ان کو اپنے اندر لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بیوی کو طلاق لینے کا حق اسلام ہی کا دیا ہوا ہے۔ لیکن رائج الوقت قانون نے اس حق کو بھی سلب کر لیا۔ عورتوں کو وراثت میں حصہ سب سے پہلے شرع اسلام نے دیا لیکن مسلمان شریعت پر اس ہندوانہ رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو عورت کو اس شرعی حق سے محروم کرتا ہے۔ اور . . . شادیوں میں ذات کی قید بھی مسلمانوں نے عام طور پر لگا رکھی ہے حالانکہ اسلام نے ایسی کوئی قید نہیں رکھی۔ بیواؤں کا عقد ثانی تو . . . انوں کے نزدیک اس قدر شرمناک بات ہو گئی ہے کہ گویا زناکاری سے بھی بدتر ہے حالانکہ وہ زمانہ کے

حالات کو دیکھیں۔ ہندو مستورات کو مندرجہ بالا مطالبات کو چشم بصیرت کے ساتھ پڑھیں اور اپنے خلاف شریعت رواجوں کو چھوڑ کر نور ہی اسلام کی طرف واپس آئیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایسے مطالبات کر رہے ہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ کہ یہیں ان کی حقیقی نجات ہے۔

سانڈرس اور لیکھرام کے قاتل

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے پمفلٹ میں لکھا تھا کہ:۔

"جس بہادر ہندو نے ایک بیگناہ سانڈرس کو قتل کیا وہ قانون کا کتنا بڑا فرمانبردار تھا"

"پرتاپ" اس پر لکھتا ہے کہ

"گورنمنٹ کو مولوی صاحب سے دریافت کرنا چاہئے کہ مسٹر سانڈرس کو ایک ہندو نے قتل کیا۔ اس کے لئے ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کیا مولوی صاحب نے کسی ہندو کو مسٹر سانڈرس کو قتل کرتے دیکھا ہے۔ یا مولوی صاحب نے جس ہندو کو سانڈرس کے قتل کے لئے بھیجا تھا اس کا نام کیوں ظاہر نہیں کرتے"

جواباً عرض ہے کہ مسٹر سانڈرس کے قاتل کا پتہ حضرت مولوی صاحب سے دریافت کرنے سے پیشتر گورنمنٹ کو "پرتاپ" سے دریافت کرنا چاہئیے کہ "کسی مسلمان نے پنڈت لیکھرام کو قتل کر دیا ہے"۔ اس کے لئے اس کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کیا مہاشہ کرشن نے کسی مسلمان کو پنڈت لیکھرام کو قتل کرتے دیکھا تھا؟ یا انہوں نے جس مسلمان کو لیکھرام کے قتل کے لئے بھیجا تھا اس کا نام کیوں ظاہر نہیں کرتے؟

امید ہے کہ اس جواب سے معاصر "پرتاپ" کی تسلی ہو جائے گی اور آئندہ اس قسم کے مشورے وہ گورنمنٹ کو دینے سے پیشتر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر غور کر لیا کرے گا۔

خلع اور مرتدہ کا فسخ نکاح

بارہا یہ مسئلہ اخبارات میں زیر بحث آچکا ہے کہ مسلمان عورتوں کو انگریزی عدالتوں میں طلاق لینے کا حق حاصل نہ ہونے کی وجہ سے آئے دن ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ . . . مرتد ہو جاتی ہیں۔ اور عدالتوں میں جا کر فسخ نکاح کا حکم لے لیتی ہیں۔ یہ دونو امور اسلام کی صریح تعلیم کے خلاف ہیں۔ اسلام نے عورت کو طلاق لینے کا حق صاف طور پر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ رائج الوقت قانون میں اس حق کے منوانے کی کوشش کریں۔ ایسا ہی اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا ہے اور کوئی عورت اگر مرتد بھی ہو جائے تو اس کا نکاح از روئے اسلام بوجہ ارتداد فسخ نہیں ہو سکتا۔

ضرورت تھی کہ ان دونوں امور کے متعلق مسلمانوں کے سرکردہ اصحاب پورے غور وفکر سے کام لے کر قانون کو بدلوانے کی کوشش کرتے۔ لیکن اخباروں میں چیخ وپکار کرنے کے باوجود عملاً کسی نے اصلاح کی طرف قدم نہ اٹھایا۔ جس کی وجہ سے معاملہ کی نزاکت اب اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ عدالتیں اس بات کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتیں کہ جس ارتداد کو وجہ تنسیخ نکاح ٹھہرایا جاتا ہے وہ فرضی ہے یا حقیقت کا رنگ رکھتا ہے۔

ایک عجیب وغریب فیصلہ

اس وقت ہمارے سامنے مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے ایک فیصلہ کی نقل ہے جس کو چودھری غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پاک پٹن نے آل انڈیا رپورٹر صفحہ ۹۵ بابت دسمبر ۱۹۳۵ء سے ترجمہ کیا ہے۔ فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ

"مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات عدالت کے اختیار کے اندر نہیں ہے کہ وہ تبدیل مذہب کی اصلیت وحقیقت یا اس کے برعکس کے بارہ میں تحقیقات کرے۔ جبکہ مدعا علیہا (عورت) نے اسلام کے بارے میں اپنا ایمان رسمی طور پر ترک کر دیا ہے اور بپتسمہ کی رسم ادا کر لی ہے۔ چونکہ قبول عیسائیت کے لئے رسمی نشان ہے تو نکاح حسب قانون وشریعت اسلام (مترجم) فسخ شدہ قرار دیا جانا چاہئے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ بات غیر اہم ہے کہ آیا اس عورت کا محرک جذبہ اصلاً اور حقیقۃً تبدیل مذہب کا ہے۔ یا صرف فسخ نکاح کے لئے منسوب ہے"۔

یہ فیصلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب وغریب ہے اس سے پیشتر ڈویژن بنچ کے ایک فیصلہ (مندرجہ ۱۲۳ پنجاب ویکلی رپورٹ میں صاف تسلیم کیا گیا ہے کہ فسخ نکاح کے لئے یہ ضروری ہے کہ ارتداد حقیقۃً مکمل شدہ اور واقعہ ہو . . . وہ فرضی ثابت نہ ہو اس سے ظاہر ہے کہ اس سے پیشتر خاوند کو . . .

منگرول میں جشن سالگرہ

۱۲ اپریل کا مبارک دن حضور نواب صاحب بہادر والی منگرول اور حضور ولیعہد صاحب بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ کا یوم سالگرہ ہونے کی وجہ سے وابستگان دولت منگرول کے لئے ایک خاص کیفیت اور اہمیت رکھتا تھا۔ تمام شہر کے اندر مسرت کی ایک لہر چل رہی تھی۔ منگرول کا ہر بوڑھا بچہ شاداں وفرحاں نظر آتا تھا۔ رعایا کے دل میں عقیدت ومحبت کے جذبات موجزن تھے۔ شاہی تزک واحتشام۔ شان وشکوہ آنکھوں کے سامنے ایک دلکش منظر پیش کر رہے تھے۔ صبح ۹ بجے کے قریب حضور نواب صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ تشریف فرمائے دربار ہوئے۔ بالکل سادہ لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ دربار نے جو ارکین وملازمین ریاست اور رعیت کے معزز اور سر برآوردہ اصحاب پر مشتمل تھا یکے بعد دیگرے عقیدت ومحبت سے رسم نچھاور ادا کی۔ اس موقعہ پر حضور ممدوح نے ایک نہایت معقول اور فصیح پیرایہ میں ایک تقریر ارشاد فرمائی جس میں حاضرین دربار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تمام ریاستوں میں اس رسم کا دستور پایا جاتا ہے۔ میں نے اس پر غور کیا۔ اور دل ہی دل میں خیال کرتا تھا کہ اس طریق سے ممکن ہے کہ لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ اس لئے اس کو روکنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے لئے بالآخر میں نے ایک ایسا انتظام سوچا جو میری رعیت کے لئے بہت ہی سودمند ہے اور وہ یہ کہ تمام روپیہ جو نچھاور کا آتا ہے اس کو انویسٹ کیا گیا ہے۔ اور رعیت میں سے یعنی ایسے غریب اور مفلوک الحال لوگ جو کسی مصیبت یا بیماری میں گرفتار ہو جائیں۔ ان کی اس مد میں سے امداد کی جاتی ہے۔ اس طرح سے یہ روپیہ ایک نہایت مفید مصرف پر صرف ہو رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے پھر حاضرین کا شکریہ ادا فرمایا۔ اور دربار برخاست ہوا۔ اسی دن ۱۱-۱۲ کے قریب حضور ولیعہد صاحب بہادر کا دربار سالگرہ منعقد ہوا۔ جو اپنی خصوصیات اور کیفیات کی وجہ سے خاص طور پر قابل دید تھا۔ یہ نہایت شان و شوکت کا دربار تھا۔ جس دربار میں بہ تعداد کثیر موجود تھے۔ حضور ولیعہد صاحب بہادر مع حضرت نواب صاحب زینت افزائے بزم ہوئے۔ باپ نے بیٹے کے سر پر سالگرہ کا سہرا باندھا۔ دیوان صاحب ریاست نے گجراتی زبان میں تقریر کی جس میں جملہ اصلاحات جو سرکار کی طرف سے ایک سال میں عمل میں لائی گئی تھیں تذکرہ فرمایا اور ظاہر کیا کہ کس طرح منگرول کا رئیس اپنی رعیت کی بہبودی کے لئے دل وجان سے کوشش کر رہا ہے۔ پھر حضور نواب صاحب ممدوح نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک تو دربار سالگرہ کا یہ مقصد ہے کہ گذشتہ سال پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ کہاں تک رئیس نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض کو سرانجام دیا ہے۔ اور آیا وہ اس سہرہ کے باندھنے کے قابل ہے کیونکہ حقیقی سہرا رئیس کے سر پر تب ہی بندھتا ہے کہ جب وہ اپنے فرائض کو جو اس کی رعیت کے متعلق اس پر عاید ہوتے ہیں تندہی سے سرانجام دے۔ پھر فرمایا کہ آپ خوش ہوں گے کہ میری اولاد تمام بہبودی رعیت کے کاموں میں مصروف ہے۔ ولیعہد صاحب بہادر جملہ کاروبار ریاست سرانجام دے رہے ہیں۔ عبدالعزیز میاں جو . . . ہو کر آگئے ہیں۔ انہوں نے بیت المال کا کام سنبھالا ہوا ہے۔ دوسرے دو . . . لڑکے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میرے دل میں آپ لوگوں کی خدمت کا ازحد . . . اور آپ کی بہبودی میرا اور میرے خاندان کا مطمح نظر ہے۔ میری بڑی . . . ہے کہ منگرول کے ایک . . . زیور علم سے آراستہ ہوں۔ تعلیم نہایت ضروری چیز ہے . . . لڑکی سب کو تعلیم حاصل کرنی چاہئیے۔ اس کے ساتھ بعض دیگر . . . متعلق فرمایا۔ خوش نصیب ہے منگرول کی ریاست کہ خدا نے اس کو ایسا ہونہار فرمانروا۔ ہمدرد اور نافع خلق حکمران عطا فرمایا۔ کہ جس کو شیخ عبدالخالق جیسا وسیع الاخلاق۔ بامروت۔ کریم النفس ولیعہد بخشا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

میاں عبدالرحمٰن صاحب خوشتر نے اپنی تہنیت کی نظم سے حاضرین دربار کو محظوظ فرمایا۔ راج کوی نے اپنی زبان میں داد سخن دی۔ حاضرین نے عقیدت ومحبت کے جذبات کے ماتحت نذریں گذرانیں۔ بخیر و خوبی دربار برخاست ہوا۔ ۲ بجے کے قریب سپورٹس شروع ہوئیں۔ جن کا سلسلہ دو دن تک ۳ بجے دن سے لے کر ۵ بجے شام تک جاری رہا۔ رعایائے منگرول کے لئے یہ عجیب وغریب سپورٹس سامان دلچسپی بہم

خبریں

—— ایک غیر مصدقہ خبر ہے۔ کہ گورنمنٹ ان اخبارات پر مقدمہ چلانے والی ہے جنہوں نے لکھا تھا کہ شورش افغانستان میں برطانیہ کا ہاتھ ہے۔

—— پشاور، ۷ر جنوری۔ خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ جلال آباد میں شنواریوں اور حکومت افغانستان کے نمائندوں کے درمیان صلح کی جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ اور کوئی تجویز نہیں ہو سکا۔

—— ویسٹ منسٹر سے ایک تازہ لیکن غیر مصدقہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ اگر خدانخواستہ برطانوی تخت خالی ہو گیا۔ تو بعض حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شہزادہ ویلز جو اس تخت کے وارث ہیں۔ ڈیوک آف یارک کے حق میں دست بردار ہو جائیں گے۔

حکومت ایران نے لباس وغیرہ کے سلسلہ میں جو نئے احکام نافذ کئے تھے ان کی وجہ سے بعض علماء بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے بعض عراق کو ہجرت کر گئے ہیں۔

—— پشاور، ۷ر جنوری۔ پشاور میں جو ایرانی رہتے ہیں انہوں نے ایران گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل میں پہلوی ٹوپی پہن لی ہے۔

—— بلغاریہ ۷ر جنوری۔ یوگوسلاویہ کے بادشاہ نے کانسٹی ٹیوشن کو معطل کرتے ہوئے چیمبر توڑ دی ہے اور اعلان میں رعایا کو یوں مخاطب کیا ہے "میری عزیز رعایا میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ وقت آ گیا ہے۔ جبکہ بادشاہ اور اس کی رعایا میں براہِ راست تعلق ہو"

—— ایک تازہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ شورش افغانستان کا سرغنہ بچہ سقہ ابھی تک زندہ ہے۔ اس سے قبل اطلاع آئی تھی۔ کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔

—— لندن ۷ر جنوری متحدہ ویرانڈ کے بانی اور انگلستان کے مشہور اخبار نویس اور ہوا باز مسٹر جارج سولٹ تامسن نے ۴۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

—— مولانا سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمیعتہ تبلیغ الاسلام انبالہ عنقریب حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔

—— نئی دہلی ۷ر جنوری۔ آج مندرجہ ذیل سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے:-

"افغانستان کی سرحد پر جو واقعات رونما ہوئے ہیں۔ چونکہ مسٹر شاہ المعروف کرنیل لارنس کے نام کو ان سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بے بنیاد افواہیں روز افزوں اشاعت پا رہی ہیں۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ صوبہ شمال مغربی سرحد سے جہاں پر وہ شاہی محکمۂ پرواز کی عارضی خدمات کے سلسلہ میں بمقام میراں شاہ متعین ہے۔ اسے فوراً تبدیل کر دیا جائے"

—— بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پنڈت مالویہ کے ذمے کانگریس سوراج فنڈ کی تقریباً ۴۵ ہزار کی رقم بقایا ہے۔ جس کا انہوں نے ابھی تک کوئی حساب نہیں دیا۔

—— لاہور ۷ر جنوری۔ معاصر "انقلاب" لاہور کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر دولت رام کھنہ صدر نوجوان بھارت سبھا جالندھر کو مسٹر سانڈرس کے سلسلہ میں دوبارہ گرفتار کر کے لاہور لایا گیا ہے۔

—— لندن ۷ر جنوری۔ آج صبح قصر شاہی سے جو بلیٹن شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملک معظم کی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہے۔

—— جدید دہلی ۷ر جنوری۔ انسپکٹر جنرل صاحبان اور اعلیٰ افسران پولیس کی دوسالہ کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۱۲ر جنوری کو منعقد ہوگا۔ آنریبل مسٹر جے کریرار زیر داخلہ افتتاح کریں گے۔

—— مشہور ہندوستانی بالشویک راجہ مہندر پرتاپ کا داخلہ افغانستان میں شاہ امان اللہ کے خاص حکم سے بند کر دیا گیا ہے۔ پان ایشیاٹک کانگریس کے انعقاد کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔

—— لاہور ۸ر جنوری۔ آج بھاٹی دروازہ کے باہر ہزاروں پنشنر فوجی سپاہی اور عہدہ دار پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے۔ کہ ہماری پنشنیں بڑھائی جائیں یا ہمیں مربعے دئے جائیں۔ کیونکہ موجودہ پنشنیں گذرہ کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں گورنر پنجاب سے ملنا چاہتے ہیں۔ لیکن پولیس ان کو ایسا کرنے سے روکتی ہے۔

—— لاہور ۹ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ان فوجیوں کو پولیس نے آگے نہ بڑھنے دیا۔ انہوں نے بھی پیچھے ہٹنے یا منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ اور ساری رات سڑک پر سردی میں کاٹ دی۔

—— فوجیوں کے اس گروہ میں زیادہ تر سکھ ہیں۔ تھوڑی تعداد میں مسلمان اور ہندو بھی

دار الکتب اسلامیہ کی ضروری اور مفید کتب!

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

بیان القرآن۔ یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔ یہ تفسیر عام فہم عبارت میں لکھی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کو ایک مقام سے لیکر دوسرے مقام تک حل کیا گیا ہے۔ مکمل تین جلدوں میں۔ قیمت ۲۰ روپے جلد اول للعہ، جلد دوم للعہ، جلد سوم للعہ

سیرت خیر البشر۔ حضرت نبی کریم کی زندگی کے پیارے پیارے حالات۔ قیمت بے جلد عہ، مجلد عہ

تاریخ خلافت راشدہ۔ یعنی خلفائے راشدین کے زمانے کے حالات۔ قیمت بے جلد عہ، مجلد عہ

جمع القرآن۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات نہایت تحقیقات سے لکھے گئے ہیں۔ مجلد عہ

مقام حدیث۔ اس کتاب میں جمع حدیث۔ ضرورت حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ شروع کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط و خال کا عکس دیا گیا ہے۔ قیمت عہ

حقیقت المسیح۔ ایک عیسائی کے چند سوالات کے جوابات از روئے قرآن کریم اور بائبل نہایت مفصل طور پر دئے گئے ہیں۔
قیمت صرف ۳ر

حدوث مادہ۔ ایک آریہ سے مباحثہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مادہ حادث ہے۔ قیمت ۵ر

مسیح موعود۔ جس میں سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کو اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ بے جلد عہ

النبوۃ فی الاسلام۔ اس میں نبوت رسالت محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔
قیمت .... عہ

صحیح بخاری۔ صحیح بخاری کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ تین حصوں میں۔ قیمت پارہ اول عہ، دوم عہ، سوم عہ باقی چھپ رہے ہیں۔ قیمت ہر سو صفحہ کے لحاظ سے عہ

شناخت مامورین۔ جس میں مامورین من اللہ کی شناخت اور انہیں پرکھنے کے نشانات بالوضاحت درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۳ر

احمد مجتبیٰ۔ میاں محمود احمد صاحب کے اس عقیدہ کی تردید کہ احمد رسول کا نام نہ تھا۔ قیمت ۴ر

تصنیفات دیگر مصنفین

یجر وید۔ مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کا اردو ترجمہ جس پر اکثر ہند و اخبارات نے بھی تنقیدی نظر ڈال کر ترجمہ کو صحیح اور سلیس قرار دیا ہے۔ اور بعض نے تعریف بھی کی ہے۔ قیمت عہ۔ مسئلہ تثلیث ۲ر تجارت ۱ر مطالعۂ اسلام ۱۲ر ام الالسنہ ۱۲ر مقصد بعثت۔ **غذا اور صحت۔** مصنفہ ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ اس کتاب کی بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تعریف کی ہے۔ جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔ اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۱ر۔ ہستی باری تعالیٰ قیمت ۱ر محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس اسلامی کتب کا کافی ذخیرہ ہے۔ فہرست مفت طلب کریں۔ تمام فرمائشیں بذریعہ ذیل آنی چاہئیں

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

عمانوایل کا مصداق حقیقی

ایڈیٹر نور افشاں ہم سے کیا چاہتے ہیں

ایڈیٹر نور افشاں کی خفگی

شوخی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی بات جس سے اسنے شکایت ضرور کی

"پیغام صلح" کی گزشتہ دو تین اشاعتوں میں ایک نہایت ہی محققانہ مضمون عمانوایل کے حقیقی مصداق کے متعلق ۔ یا کنواری ایک بیٹیا جنے گی کے موضوع پر شائع ہو چکا ہے ایڈیٹر نور افشاں اس کو پڑھ کر بہت برافروختہ ہوئے ہیں اور اپنے مخصوص انداز تکلم کے ایک ہی سانس میں احمدیوں کو آنی سنائی ہیں کہ ان کے جواب سے عہدہ برآ ہونا احمدیوں کے لیئے بہت مشکل ہے نہیں معلوم وہ انجیل مقدس کے اس پہاڑی خطبہ کے بجائے جناب مسیح کی اس جلالی شان کے منظر کا مطالعہ کرنے بیٹھے تھے کہ جب انہیں علما کے بالمقابل کوئی جواب نہ سوجھتا تھا تو زبان کی تلخی وہ ہلاہل ٹپکاتی تھی کہ مسیحائی کے کرشمے اس کے سامنے گرد ہو جاتے تھے ۔ سچ ہے ؎

مار دیجی جلاؤ بھی سب آسان ہے تم کو
آنکھوں نہیں ہلاہل ہے تو ہونٹوں میں مسیحائی

پیغام صلح کی غلطی

آپ کی خفگی اس بات پر ہے کہ پیغام صلح نے عبرانی دانی کا دعویٰ کر دیا نہ صاحب اس پر آپکو بگڑنے کی ضرورت نہیں ۔ ہم نے نہ کبھی عبرانی دانی کا دعویٰ کیا اور نہ کرنے کا ارادہ ہے ۔ آپ نے جو عبرانی کی ہماری غلطی پکڑی وہ بھی سر آنکھوں پر قبول ۔ لفظ علمہ الف سے نہیں بلکہ عین سے ہے ۔ لیکن یہ تو فرمایئے کہ اگر اسی مضمون اور صفحہ کے نوٹ سے آپ کی درجن بھر اردو اور عربی کی غلطیاں نکال دیں تو کیا آپ اپنی عربی دانی اور اردو فہمی کا دعویٰ چھوڑ دینگے خیر یہ تو کتابت کی لغزشوں کا قصہ تھا آپ کو وہ وقت بھی تو یاد ہوگا کہ جب آپ فورمن کرسچین کالج میں لفظ معاینہ کو معاینہ کہہ رہے تھے ۔ اور مولوی عصمت اللہ صاحب سے بحث کے لئے تیار ہو گئے تھے ۔ پادری عبدالحق سے پوچھکر بتانا کہ غلطی کس کی تھی ۔ کاش کسی عربی کے مبتدی سے پوچھ لیا ہوتا کہ باب مفاعلہ کے عین کلمہ میں کسرہ آتا بھی ہے یا نہیں ۔ تو اس قدر خفت تو نہ اٹھانی پڑتی ۔

معقولیت کہاں ہے

مگر لفظ علمہ عبرانی رسم الخط میں آپ نے کیا ٹھیک لکھا ہے ؟ یا محض عبرانی دانی کا دعوےٰ دکھانے کے لیئے سوائے ایک حرف کے کوئی بھی صحیح نہیں لکھا ۔

سوال صرف یہ ہے کہ آیا آپ معقولیت کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث کرنے کے لیئے یا علمی رنگ میں کسی بات کو طے کرنے کے لیئے تیار ہیں یا نہیں ۔ اگر ہمارے محققانہ مضامین کے جواب میں صرف گالیاں ہی دینی ہیں اور آپ اس امر کو ناپسند کرتے ہیں کہ آپ کے کسی عقیدہ یا کتاب پر نکتہ چینی کی جائے تو مہربانی کرکے آئندہ اشاعت میں صاف صاف لکھ دیجئے کا کہ ہم عیسائیت کے کسی مسئلہ پر اعتراضات سننے کے لئے تیار نہیں ۔

علمہ کے معنے

ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ لفظ علمہ کے معنے لازمی اور یقینی طور پر کنواری کے ہرگز نہیں ہیں بلکہ بالغہ عورت کے ہیں ۔ اور جنہوں نے کنواری کے معنے کیئے ہیں ۔ انہوں نے عیسائیت کے عقائد کی رنگین عینک سے اس کو دیکھا ہے ۔ مسٹر لوڈ ۔ کینن ۔ سمتھ ۔ سمینڈ ۔ ڈیہم ۔ چینے ۔ مارٹے ۔ سب نے اس کا ترجمہ بالغہ عورت کیا ہے ۔ اس کے لئے آپ کو شہادات علمائے یہود کی پیش کرنی چاہئیں نہ کہ متعصب پادریوں کی ۔

لوگاس کب خدا بنا ؟

ایک سوال اس کے ساتھ ملتا جلتا یہ بھی ہے کہ لوگاس (دوسرا اقنوم خدا) سے کنواری (مریم) حاملہ ہوئی ۔ مسیح لوگاس کا بیٹا ہوا ۔ نہ خداوند یہوواہ کا ۔ اب حل طلب یہ امر ہے کہ لوگاس مسیحی عقائد کی تاریخ میں کب خدا قرار دیا گیا ۔ ذرا تاریخ سے مشورہ کرکے بتایئے گا تاکہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا جاسکے ۔

---

۱۵۵ ۔ افسوس کہ بعض وجوہ سے ۲۲ فروری کا پرچہ شائع نہ

ایڈیٹر پرکاش اور آریہ ویر

کو

دوبارہ چیلنج

جھوٹ تمام مذاہب میں لعنت سمجھا جاتا ہے مگر ان کو کیا کہا جائے جنھوں نے سچ بولنے کی قسم کھائی ہے ۔ اور دھرم کی خاطر جھوٹ بولنے کو اچھا اور مستحسن امر سمجھا ہے ۔ ہم نے تین مرتبہ ان کے گروکا فتویٰ پیش کرکے غیرت دلائی کہ اس کا جواب دو مگر حرام ہے جو ایک لفظ بھی اس کے جواب میں لکھا ہو ۔ سچ بولنے کو دھرم سمجھتے ہوں تو لکھیں ۔ اب لیجئے اور تماشہ دیکھئے خود ہی مضمون لکھتے ہیں اور خود ہی اس کا عنوان دیتے ہیں ۔

"مفصل حالات کے آئینہ میں کذب و بطالت کا مکروہ حلیہ"

یعنی اپنے ہی لکھے ہوئے مفصل حالات کا آئینہ اور اس میں اپنی ہی کذب و بطالت کا مکروہ حلیہ دکھا رہے ہیں ۔ کیونکہ مفصل حالات تو اپنے ہی بیان کے انہوں نے لکھے ہیں ۔ ہم تو گویا حیدرآباد کے مناظرہ میں پریم کے منہ کا نظارہ ہی کر رہے تھے ۔ ہمارے نام پر تو اس میں چار پانچ سطور سے زیادہ کچھ ہی نہیں ۔ اور اپنی ڈینگوں سے سارا صفحہ بھرا پڑا ہے ۔ بہرحال اس مناظرہ کی مفصل رپورٹ ہی ان کذب آرائیوں اور بطالت پروریوں کا جواب ہوگی ۔ سردست تو ہمیں ان کے اس مکروہ جھوٹ کو ہی طشت از بام کرنا ہے جو یہ ہماری تحریر کی نسبت لکھ چکے ہیں ۔ ہم خود حیران ہیں کہ کن الفاظ میں انکو غیرت دلائیں ۔ کہ وہ ہماری اس تحریر کو پیش کریں کہ جس میں ہم نے مرزا صاحب کی کل تحریروں سے سوا الہامات کے کلیتاً انکار کیا ہے ۔ "پرکاش" کے آئندہ ہفتہ کے پرچہ میں بھی اگر وہ تحریر پیش نہ کی گئی تو ہم باقاعدہ نوٹس دیں گے اور جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے ۔

(عبدالحق ودیارتھی)

سوامی دیانند کا وید بھاشیہ

صرف وقت کا راگ اور اپنے خیالات کا بھاشیہ ہے

ایک آریہ فاضل اور پرنسپل گوروکل کی رائے

ویدوں کے بھاشیہ (تفاسیر) تو پہلے بھی لوگوں نے کئے ہیں اور وہ بھاشیہ خواہ سائنی قدیم پنڈتوں کے ہوں ۔ یا مغربی فضلاء کے مگر اصولاً سب متفق اور ایک ہیں ۔ جس سے ان کی صداقت کی دلیل اظہر من الشمس ہے ۔ "سوسیانے ایکومت" پنجاب میں کہتے ہی ہیں مگر اس ضرب المثل کا دوسرا حصہ یعنی "مورکھ آپو اپنی" صرف آریوں پر ہی صادق آتا ہے ۔ ان میں جو بھاشیہ کار (مفسر) نکلتا ہے ۔ وہ دوسرے کو غلط ٹھیراتا ہے کھیم کرن الہ آبادی نے اتھروید کی تفسیر کی ۔ اجمیر کے ساھتیہ منڈل نے اس کو غلط ٹھیرایا ۔ سوامی ستیہ دولیکر سے ویدامرت لکھوا کر بڑے طمطراق سے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اس کو شائع کیا ۔ ابھی کچھ بھی بکنے نہ پایا تھا کہ آریوں میں ایک شور مچ گیا ۔ کہ منتروں کا ترجمہ صحیح نہیں ۔ اس کو روک کر دوسرا ایڈیشن چھاپنا پڑا ۔ بھنگیوں اور چماروں کی شدھی دو منٹ میں ہو جاتی ہے ۔ مگر ستیارتھ پرکاش پچاس سال میں بھی شدھ نہ ہوئی ۔ اس کی غلطیوں کے اور شدھی کی ضرورتوں کے اشتہارات بیسیوں مرتبہ آریہ سماج میں نکل چکے ہیں ۔ سنسکار ودھی سوامی جی کی ویدوں کی بنیاد پر لکھی گئی آج اس کا مذاق اڑانے کے لیئے راجپال نے نئی سنسکار ودھی چھاپی ہے ۔ اسلام اس دھرم کو اس طرح کھا رہا ہے کہ ان کو کسی کل بھی چین نہیں پڑتی نام لو کسی ایک کتاب کا جو کہ آریوں کو بدلنی نہیں پڑی ۔ وید بھاشیہ کے متعلق پنڈت نردیو شاستری پرنسپل گوروکل جوالاپور لکھتے ہیں ۔ کہ یہ صرف وقت کی راگنی ہے ۔ اور سائن اچاریہ کے قدیم بھاشیہ کے بالمقابل اس کی کوئی ہستی نہیں ۔ آریو ! سنتے ہو ؟ تمہارے فضلاء سوامی جی کے بھاشیہ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں ۔ (دیکھو آریہ سماج کا اتہاس حصہ اول)

(عبدالحق ودیارتھی)

---

۲۴ کو جلد ترین تخت پر واپس لائے ۔ (آمین) اس کے بعد وہ پنڈال ... ادا نہ ہو سکے اور ۲۵ فروری کو تخت ... بہنے گا ...

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ کے دورہ پر تشریف لے جانے کی خبر کسی دوسری جگہ درج ہو چکی ہے ۔ مولانا مولوی مرتضےٰ خاں صاحب بی اے سکرٹری حضرت موصوف لکھتے ہیں ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں دعا کے متعلق خط لکھنے والوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت امیر چند دن کے لئے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں ۔ اور غالباً آپ مارچ کے پہلے ہفتہ کے بعد مراجعت فرمائے لاہور ہوں گے ۔ اس لئے دعا کے متعلق خطوط کے جواب سردست نہیں دیئے جا سکیں گے ۔ جب آپ واپس تشریف لائیں گے تو جملہ خطوط آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا ۔ احباب مطلع رہیں ۔

— ہمارے پرجوش بھائی چودھری محمد سعید صاحب اورسیر محکمہ انہار سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اپنی اسامی پر اب مستقل ہو گئے ہیں ہماری طرف سے مبارکباد عرض ہے ۔ آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ تبلیغ کے کام میں بھی مصروف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ۔

— ہمارے دوست شیخ احمد سعید صاحب ایسٹ افریقہ سے لکھتے ہیں ۔ کہ میں مبلغ ... روپیہ حضرت امیر کی اپیل پر اب بھیج رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ۔ مبلغ بیس روپے آپ نے اپنے ایک دوست محمد دین صاحب سے لئے ہیں ۔ کل مبلغ ... آپ ادا فرما چکے ہیں ۔ جزاک اللہ احسن الجزا ۔

— ہم افسوس کے ساتھ یہ خبر درج اخبار کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ کے ایک نہایت پرجوش ممبر جناب ڈاکٹر کے اے خاں سندکی یوپی کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو دار رحمت میں جگہ دے ۔ اور ڈاکٹر صاحب کو صبر جمیل ۔ آمین ۔

— اخویم چودہری رحمت خاں صاحب بی اے لکھتے ہیں ۔ میرے چچیرے بھائی چودھری محمد اسمٰعیل خاں صاحب گوجرانوالہ کا چھوٹا لڑکا بعارضہ نمونیا بیمار ہے ۔ احباب سے صحت عزیز کے لئے دعائے خاص کی استدعا ہے ۔

تازہ خبریں

— بمبئی ۲۲ فروری ۔ آج صبح جنرل نادر خاں اپنے دو بھائیوں کی معیت میں ڈاک کے جہاز پر بمبئی پہنچ گئے ۔ افغان قونصل کے ہمراہ چائے نوش کرنے کے بعد آپ تاج محل ہوٹل کو چلے گئے ۔ اپنے پروگرام کے متعلق جنرل موصوف نے کہا کہ میں مصالحت کرانے کی مہم پر آیا ہوں ۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا ۔ کہ آپ قندھار جائیں گے یا کابل تو آپ نے جواب دینے سے انکار کر دیا ۔ اور کہا کہ اس کے متعلق میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ۔

— فری پریس کی اطلاع ہے کہ جنرل نادر خاں نے اپنے سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں ذاتی طور پر اور میرے اعزہ افغانستان پر حکومت کرنے یا تخت کابل کے مدعی ہونے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے ۔

— جدید دہلی ۲۴ فروری ۔ جنرل نادر خاں اپنے دونوں بھائیوں کے ہمراہ فرنٹیر میل میں تشریف لائے ۔ تمام مذاہب ملت کے عوام اور اکابر نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا ۔ جنرل موصوف نے کہا کہ میں عرصہ سے بیمار ہوں مگر وطن کا فرض مجھے کھینچ لایا ہے ۔ میں آپ لوگوں سے صرف کہنا چاہتا ہوں کہ نہ تو میں اور نہ میرے خاندان کا کوئی شخص تخت افغانستان کا آرزومند ہے "

— بمبئی میں مولانا شوکت علی سے گفتگو کرتے ہوئے جنرل نادر خاں نے کہا میں افغانستان ایک ثالث کی حیثیت سے جا رہا ہوں چونکہ میں افغانستان کے حالات سے پورے طور پر آگاہ نہیں ۔ اس لئے اپنے پروگرام کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ جنرل موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ میں اصلاحات کا حامی ہوں مگر ان کا نفاذ بتدریج ہونا چاہیے تھا ۔

— لاہور ۲۴ فروری ۔ آج جنرل نادر خاں بذریعہ فرنٹیر میل لاہور سے گزرے ۔ ٹرین ۱۱ بجکر دس منٹ پر پہنچی ۔ دہلی سے مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد اور بعض اور لوگ اور مولانا کفایت اللہ ان کے ہمراہ آئے ۔ سٹیشن پر تقریباً پانچ ہزار افراد استقبال کے لئے جمع تھے ۔ جنرل نادر خاں نے ایک مختصر تقریر میں فرمایا کہ " میں بیمار تھا ۔ اب بھی میری طبیعت خراب ہے ۔ افغانستان میں آگ لگی ہوئی ہے ۔ اس نازک صورت کو دیکھ کر میرا دل نہایت رنجیدہ ہے میں اس آگ کو بجھانے جا رہا ہوں ۔ خدا مجھے مادر وطن کی یہ خدمت سرانجام [illegible]

نکاح صغیرہ اور اسلام

مولانا ریاست علی ندوی کے اعتراضات کے جواب

(مولانا مولوی احمد صاحب کے قلم سے)

میرا سابقہ مضمون

پیغام صلح ۱۲ راکتوبر ۱۹۲۸ء میں نکاح صغیرہ پر میرا ایک مضمون مولانا ریاست علی ندوی کے جواب میں شائع ہوا تھا جس میں یہ بتانا مقصود تھا کہ کسی آیت یا حدیث صحیح سے صراحت کے ساتھ نکاح صغیرہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے جواز نکاح صغیرہ کے خلاف قانون بنانا تعلیم اسلام کے خلاف نہیں۔ میں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ نکاح صغیرہ کے جواز کے لئے اگر کوئی صریح آیت یا حدیث صحیح موجود ہے تو اسے پیش کیا جائے۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ جن آیات سے نکاح صغیرہ کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ آیات اس جواز پر صراحت سے دلالت نہیں کرتیں اور وہ استدلال بھی کمزور ہے۔ اگر معارف کو اس سے اختلاف تھا تو اس کا فرض تھا۔ کہ وہ ایسی آیات یا احادیث صحیحہ کو پیش کرتا جو جواز نکاح صغیرہ پر صراحت سے دلالت کرتی ہوں۔ لیکن [illegible] معارف نے نہ ایسی آیات یا احادیث صحیحہ پیش کیں اور نہ اس [illegible] کی طرف توجہ کی۔ البتہ میرے مضمون کی تشریح میرے منشا کے خلاف کرکے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

"معارف" کی غلط بیانی

میں دو ایک جگہ سے اپنے مضمون کا منشا اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اور اس کے مقابل پر "معارف" کی وہ باتیں نقل کرتا ہوں جن کا اس نے مجھے مدعی بنایا ہے۔ تا ناظرین سمجھ لیں کہ میرا منشا کیا ہے۔ اور معارف نے کن الفاظ میں میرا منشا ظاہر کیا ہے۔

میرے مضمون کا منشا میرے الفاظ میں	جو معارف نے میری طرف منسوب کیا ہے
سورہ نساء کی آیت ۱۲۷ میں بھی کوئی صراحت یتیم لڑکیوں کے نکاح کی نہیں صرف حضرت عائشہ کی اجتہادی تفسیر ہے کہ اس میں یتیم لڑکیوں کے نکاح کا ذکر ہے ...... ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں یتامی سے مراد یتامی بعد البلوغ ہوں۔	قرآن مجید میں جو آیتیں نابالغ یتیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق سمجھی جاتی ہیں وہ نابالغ یتامی کے متعلق نہیں ہیں ان آیتوں میں یتامی سے حقیقی مقصود وہ یتیم لڑکیاں ہیں جو بلوغ کے بعد بھی عرفاً یتیم کہی جاتی ہیں۔
واللائی لم یحضن سے بھی صراحت نابالغہ کی عدت کا بیان ثابت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہوں جو نہ تو سن ایاس تک پہنچی ہوں اور نہ کسی بیماری کی وجہ سے انہیں حیض آتا ہو۔	آیت واللائی لم یحضن جس میں نابالغہ کی عدت بیان کی گئی ہے۔ یہ دراصل نابالغہ کی عدت نہیں ہے بلکہ وہ عورتیں مراد ہیں۔ جو نہ سن ایاس تک پہنچی ہیں اور نہ کسی بیماری کی وجہ سے انہیں حیض آتا ہو۔

نکاح صغیرہ کے مایہ ناز دلائل

جو لوگ نکاح صغیرہ کے خلاف قانون بنانے کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں ان کے مایہ ناز دلائل صرف یہ دو آیتیں ہیں ایک میں یتامی النساء کا ذکر ہے دوسری میں ان عورتوں کا جنہیں حیض نہیں آتا۔ پہلی آیت سے نابالغ یتیم لڑکیوں کا نکاح مراد لیا جاتا ہے۔ اور دوسری سے نابالغ لڑکیوں کی عدت نکالی جاتی ہے۔ ان دونوں آیتوں کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا ہے اور جو منقولہ عبارتوں سے ظاہر ہے اس کا منشا صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ قانون مذکورہ کو اس لئے خلاف اسلام سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے نکاح صغیرہ کا صریح جواز ثابت ہوتا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ان میں نکاح صغیرہ کے جواز کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف معنی بھی ان دونوں آیتوں سے نکل سکتے ہیں۔ ....

.... اس لئے مجوزہ قانون نہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اور نہ اسلام کے۔ میرا اصل مقصد اس قدر ہے کہ مجوزہ قانون اسلام کے خلاف نہیں۔ نہ کوئی اسے خلاف اسلام ثابت کر سکتا ہے۔ رہا یہ امر کہ ان دونوں میں سے کونسے معنے قابل ترجیح ہیں۔ یہ دوسری بحث ہے۔ "معارف" نے پہلی بات کو بالکل ختم کر دیا۔ جو ساری بحث کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور اسی سے ساری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ اور سارا زور اس بات پر دیا کہ ہم پہلی آیت میں حضرت عائشہ کی تفسیر کے علاوہ اور معنے مراد لیتے ہیں۔ اور یتامی سے وہ یتیم لڑکیاں مراد لیتے ہیں جو بالغ ہو چکی ہوں اور واللائی لم یحضن سے وہ عورتیں مراد لیتے ہیں جن کو بیماری کی وجہ سے بلوغ کے بعد حیض نہ آتا ہو۔ اور ہمارے اصل منشا کو ناظرین معارف پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

کیا قرآن کی صراحت نکاح صغیرہ کے خلاف ہے

اب میں معارف سے پوچھتا ہوں اور کھلے الفاظ میں پوچھتا ہوں کہ آیا ان کے نزدیک نکاح صغیرہ کی مخالفت اسلام کے خلاف ہے۔ اور قرآن کریم کی صراحت اس کی تردید کرتی ہے یا اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ اور نہ قرآن کریم صراحت سے اس کی تردید کرتا ہے۔ اگر اسلام اور قرآن کریم کی صراحت کے خلاف ہے تو مہربانی کرکے اس کا ثبوت دیں۔ اور وہ آیات پیش کریں۔ جو صراحت سے مخالفت نکاح صغیرہ کے خلاف ہوں اور اگر آپ کے نزدیک یہ اسلام اور قرآن کی صراحت کے خلاف نہیں تو یہی ہمارا مقصد ہے اور بحث ختم ہو گئی ہے۔

اجتہادی مسائل میں اختلاف

رہی یہ بحث کہ آیات مذکورہ کے کونسے معنے قابل ترجیح ہیں وہ جو ہم کرتے ہیں۔ یا جو معارف نے اپنے خیال میں تمام مفسرین مراد لیتا ہے؟ اس کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سینکڑوں مسائل ہیں جن میں صحابہ۔ تابعین۔ ائمہ مجتہدین۔ جواز۔ عدم جواز۔ حلت۔ حرمت کی رو سے آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ فلاں فریق اسلام کے خلاف چلتا ہے۔ نہ وہ اپنے مخالف کو مخالف اسلام سمجھتے تھے۔ اگرچہ ایک طرف کثرت ہو اور دوسری طرف قلت۔ کیونکہ اہل تحقیق کے نزدیک قلت و کثرت کسی مسئلہ کا معیار نہیں ہے۔ بہت سے مسائل ہیں کہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین میں سے ان کے قائل ایک یا دو یا تین آدمی ہوئے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی انہیں مخالف اسلام نہیں سمجھا۔ اور نہ کثرت آراء کو کسی نے دلیل سمجھا اور نہ اس کے خلاف اعتقاد رکھنا کسی نے اسلام کی مخالفت قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں قرآن کریم میں کسی مسئلہ کے متعلق صراحت نہ ہو۔ یا صراحت معلوم ہوتی ہو مگر دوسری آیت اس کے خلاف نظر آتی ہو تو وہ مسئلہ اجتہادی بن جاتا ہے۔ اور اس میں گو ایک پہلو کمزور ہو اور دوسرا قوی نظر آتا ہو مگر کسی پہلو کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ پہلو اسلام کے خلاف ہے۔ اس طرح تو بہت سے صحابہ تابعین اور مجتہدین کو اسلام کا مخالف بنانا پڑے گا۔ مثال کے طور پر حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ میں صراحت سے رضاع کی مدت پورے دو برس قرار دی گئی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے دو سال چھ ماہ قرار دیتے ہیں۔ اور استدلال کرتے ہیں۔ وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا سے۔ یہ استدلال نہایت کمزور ہے اور اس کی بنا پر ان کا دو سال چھ ماہ کو مدت رضاعت قرار دینا نہایت کمزور بات ہے۔ لیکن کسی نے ان کو اس بارہ اسلام کا مخالف نہیں قرار دیا اور نہ ان کی اس رائے کو خلاف اسلام سمجھا ہے۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

نکاح صغیرہ کی مخالفت خلاف اسلام نہیں

بس جو لوگ نکاح صغیر اور صغیرہ کو جائز سمجھتے اور اسے قرآن کریم یا احادیث سے استنباط کرتے ہیں۔ ان کا حق ہے کہ وہ مخالف الرائے کے قول کی تردید کریں۔ لیکن یہ حق ان کو ہرگز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی رائے کو خلاف اسلام قرار دیں جو کم سنی یا نابالغی کے نکاح کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور صورت اختلاف میں عدم جواز کو ترجیح دیتے ہیں۔ گو وہ تھوڑے ہی ہوں۔ یہی میرے سارے مضمون کا نچوڑ ہے۔ مگر معارف نے اس بات کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اور نہ اپنے ناظرین کو موضوع بحث سے آگاہ کیا۔ اور حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کی نسبت یہ لکھا کہ انہوں نے نابالغی کی شادی کو سرے سے قوانین اسلام کے خلاف قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے مضمون شائع شدہ پیغام صلح ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء میں عنوان "تعلیم اسلام کا عام رجحان" کے نیچے لکھا ہے کہ ایک ایسا قانون جس میں نکاح صغیرہ کی مخالفت ہو تعلیم اسلام کے خلاف نہیں قرار دیا جا سکتا۔ البتہ ان کی رائے میں جواز کے پہلو کی نسبت عدم جواز نکاح کا پہلو از روئے قرآن و احادیث قابل ترجیح ہے۔ اور اس بارہ میں وہ حق بجانب ہیں۔ معارف اس بات کا تو ذکر ہی نہیں کرتا کہ قانون مجوزہ اسلام کے خلاف ہے یا نہیں۔ اور نکاح صغیرہ کی بحث کو لے بیٹھا معارف کا دعویٰ ہے کہ نکاح صغیرہ جائز ہے۔ مگر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کے پیش کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ بلکہ صرف مخالفانہ دلائل پر طرز اثبات میں روشنی ڈالنا چاہتا ہے جس سے [illegible] معلوم ہو جائے گا کہ شریعت اسلام میں کم سنی کی شادی جائز ہے یا ناجائز نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

> "لیکن یہ مسئلہ (نکاح صغیرہ) ایسا اجماعی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے دلائل و شواہد میں کونسا طریقہ اختیار کیا جائے اس لئے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کے اثباتی پہلوؤں کو نظر انداز کرکے صرف مولانا کے ان مخالفانہ دلائل پر طرز اثبات میں روشنی ڈال دی جائے"۔

مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کونسا طریقہ استدلال ہے کہ مخالفانہ دلائل کو رد کرنے سے دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس طریق سے بالفرض اگر مخالف کا دعویٰ کمزور بھی ہو جائے تو اپنے دعوے کی صداقت اس سے کیونکر ثابت ہو جائے گی۔

نکاح صغیرہ "خلاف فطرت" ہے

معارف نے تمہید میں اصول فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے پہلے ناظرین اسے ملاحظہ فرمالیں :-

> "نابالغی کی حالت میں نہ اخلاقی لغزشوں کی نوبت آتی ہے اور نہ توالد و تناسل کا منشا پورا ہو سکتا ہے۔ اس لئے شریعت میں نکاح کے جو مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کم سنی کی شادیوں میں پورے نہیں ہوتے۔ اور اس لئے شادی کا فطری طبعی اور صحیح وقت بلوغ کے بعد ہی ہے۔ دبالفاظ دیگر قبل بلوغ کا وقت خلاف فطرت، خلاف طبیعت اور غیر صحیح ہے۔ ناقل) اور حقیقۃً ان حالات میں اصول طبعی کا حقیقی اقتضا یہی ہے کہ شریعت اسلام نابالغی کی حالت میں نکاح کو جائز قرار نہ دے خصوصاً کم سنی کی شادی کے مضر نتائج پیدا ہونے کا حقیقی اقتضا یہی ہے۔ کہ ایسی شادیاں عموماً روک دی جائیں ...... لیکن کبھی کبھی نکاح کے طبعی مصالح سے قطع نظر کرکے خود نابالغوں کے بعض ذاتی مصالح کا یہ اقتضا ہوتا ہے۔ کہ وہ نابالغی کی حالت میں ہی سلسلہ مناکحت سے وابستہ کر دیئے جائیں۔ اس لئے شریعت نے اخلاقی اصول کا لحاظ کرتے ہوئے ان ضرورتوں کی بنا پر نابالغی کی شادیوں کی اجازت دیدی"

یہاں معارف نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ نابالغی کا نکاح خلاف فطرت خلاف طبیعت اور غیر صحیح ہے۔ لیکن نابالغوں کے بعض ذاتی مصالح کی بنا پر انہیں سلسلہ مناکحت سے وابستہ کرنا جائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے۔ کہ اسی وجہ سے شریعت نے نابالغی کے نکاح کی اجازت دیدی ہے۔ لیکن غور کرنا چاہیے کہ یہ مصالح تو فرضی ہوتے ہیں۔ اور نابالغی کے نکاح کے جو مضر نتائج وقوع میں آتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مفروضہ مصالح کی کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے شریعت نہ خلاف فطرت خلاف طبیعت اور غیر صحیح فعل کی اجازت دے سکتی ہے۔ اور نہ فرضی مصالح کی بنا پر آنے والے واقعات کو جو زوجین کی ساری زندگی کو تلخ و تباہ کر سکتے ہیں نظر انداز کر سکتی ہے۔ اگر پہلے کسی نے نصوص سے یہ استنباط کیا بھی ہو کہ نابالغ کا نکاح جائز ہے تو اب جبکہ اس کے برے نتائج انتہا کو پہنچ گئے ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ استنباط قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

"معارف" کے دلائل

معارف نے نکاح صغیرہ کے جواز کی تائید اور عدم جواز کے ابطال میں جو دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) قرآن مجید کی آیت ان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ماطاب لکم اور آیت یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلی علیکم فی النساء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن میں نابالغ یتیم لڑکیوں کے نکاح کا ذکر ہے۔ اور حضرت عائشہ یا حضرت عبداللہ بن عباس نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے۔ اور اس کے علاوہ متقدمین و متاخرین میں سے ہمارے سامنے بجز اس کے کوئی تفسیر نہیں۔ جس پر غور کیا جا سکے۔ (اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر پہلے مفسرین نے کوئی معنے کسی آیت کے کئے ہیں تو ان کے خلاف کسی آیت کی تفسیر کرنا اب درست نہیں۔ یہ کہاں تک قرین صواب ہے؟)

(۲) یتیم کا اطلاق شرعاً صرف اس پر ہوتا ہے۔ جو نابالغ ہو اور نابالغ میں اس کا استعمال حقیقت ہے اور بالغ میں مجاز۔

(۳) واللائی لم یحضن میں نابالغ لڑکیوں کی عدت کا بیان ہے اس لئے ان کے نکاح کے جواز کا ثبوت ہوا۔ کیونکہ مفسرین نے یہی معنے لئے ہیں اور تمام ائمہ مجتہدین نے نابالغ لڑکیوں کے لئے جب ان سے مجامعت کی جائے متفقہ طور سے تین ماہ کی مدت مراد لی ہے

(۴) بلوغ سے پہلے بھی لڑکیوں سے مجامعت درست ہے اور جواز مجامعت کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے۔ کیونکہ امام نووی نے [illegible] لکھا ہے اور

کیا وید الہامی ہیں؟

اسلام اور آریہ سماج کے مابین

صدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کے جلسہ میں

فیصلہ کن مناظرہ

گذشتہ سے پیوستہ

اخبار شردھانند کی کذب بیانی

جیسے یونانی لوگ [illegible] میں طاہر ہے اس لئے لازمی تھا کہ واقعات کو غلط [illegible] اصلیت کو چھپایا جاتا ہے۔ راولپنڈی [illegible] شردھانند نامی ایک اخبار ہفتہ وار نکلنا شروع ہوا تھا۔ مگر [illegible] کا منہ دیکھ کر سرسنٹوں مذہبی کا روپیہ دھارن کرنے پر مجبور ہو گیا یعنی کبھی منہ دکھا دیا۔ اور کبھی [illegible] گوشہ گمنامی میں رہتا۔ [illegible] مناظروں میں آریوں نے اپنی شکست کی خفت مٹانے کے لئے اخبار "شردھانند" کو کل [illegible] ضمیمہ کے نام پر ایک بار پھر پبلک میں پیش کیا۔ آخری صفحہ ایک اشتہار کے لئے وقف تھا۔ پہلا صفحہ اخبار کی پیشانی [illegible] مناظروں کی کارروائی کے موٹے موٹے عنوانات کی نذر ہوا۔ درمیانی دو صفحہ جات [illegible] مناظرہ لئے ہوئے [illegible] حیرت ہے کہ نہ کوئی فقرہ صحیح ہے نہ اصلی اعتراضات سے آشنائی۔ اوٹ پٹانگ۔ بے جوڑ فقرے لکھتے چلے گئے۔ اور یوں ننگ صحافت "شردھانند" کے دو صفحے سیاہ کر کے شائع کر دیئے۔ ہم پبلک کو دھوکہ سے بچانے کے لئے اس [illegible] کو ذیل میں مختصر طریق پر درج کر کے آریہ سماج کو چیلنج کرتے ہیں کہ [illegible] ان اعتراضات کا جواب دیکر پبلک کو حق و باطل میں تمیز کا موقعہ دیں۔ ورنہ جب تک یہ اعتراضات لاجواب ہیں آریہ لوگ ویدوں کو الہامی نہیں کہہ سکتے۔ ہم ویدوں کی اس گندی تعلیم کو جو کہ مناظرہ میں پیش کی گئی تھی [illegible] جگہ درج کرنا غیر مناسب سمجھتے ہیں ہم صرف وہ چند دلائل پیش کریں گے۔ جو کہ ہمارے مناظر نے ویدوں کے غیر الہامی ہونے پر پیش کئے۔

وید کوروں کے زمانہ کے بعد کی تصنیف ہیں

(۱) رگوید میں آیا ہے کہ دیو اپی شنتنو [illegible] کرپین دی دھیت ترجمہ: جب دیو اپی شنتنو کا پروہت ہو کر کرم کے لئے خواہش کیا گیا تو اس نے کرپا کرتے ہوئے بارش کے لئے چنتن کیا"

ویدوں کی مشہور و معروف مستند لغت نرکت میں لکھا ہے کہ دیو اپی اور شنتنو یہ دونوں بھائی اور خاندان کورو سے تھے۔ شنتنو چھوٹا تھا۔ اور اپنے بڑے بھائی دیو اپی کی موجودگی ہی میں اس کا حق مار کر تخت نشین ہو گیا چونکہ یہ ایک ظلم تھا۔ اس لئے اس کے ملک میں بارہ برس تک بارش نہ ہوئی۔ آخر شنتنو نے اس قحط کی وجہ معلوم کرنا چاہی تو برہمنوں نے اس کو بتایا کہ تم نے اپنے بڑے بھائی کا حق مارا ہے۔ شنتنو نے اپنے بڑے بھائی دیو اپی کو بلا کر حکومت دینا چاہی تو دیو اپی نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں تمہارا پروہت ہو کر [illegible] کراؤں گا۔ اور بارش ہوگی چنانچہ دیو اپی کی [illegible] کی وجہ سے بارش ہوئی۔ اور ملک سے قحط دور ہوا۔

اس [illegible] سے معلوم ہوا کہ وید کوروں پانڈوں کے زمانہ کے بعد بنائے گئے۔ کہ ان میں دیو اپی اور راجہ شنتنو کا جو کہ خاندان کورو سے تھے ذکر ہے۔ پس آریوں کا یہ کہنا کہ جب سے خدا ہے تب سے وید ہیں۔ یا وید ابتدائے آفرینش میں آئے غلط اور خود وید منتر کی رو سے غلط ہے۔

وید میں رشیوں کا ذکر

(۲) وید میں لکھا ہے [illegible] مریاوہ کو یہا تنکشو تا مام [illegible] ترجمہ: مراتب مریادہ (قوانین) رشیوں نے بنائی ہیں۔ جو ان میں سے کسی ایک کو بھی پرایت ہوتا ہے وہ پاپی ہوتا ہے"۔ ویدوں کی مستند لغت "نرکت" میں لکھا ہے وہ سات مریادائیں جو رشیوں نے بنائی ہیں یہ ہیں: چوری۔ زنا۔ برہمن کا قتل۔ حمل گرانا۔ شراب نوشی

بڑے کام پر مداومت قتل کے بارہ میں جھوٹ بولنا۔ اس تمام تشریح سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ ویدوں سے پہلے کوئی رشی گذرے ہیں۔ جنہوں نے ان تمام برائیوں سے لوگوں کو روکا تھا۔ بعد میں ویدوں نے آکر ان رشیوں کا ذکر کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ویدوں سے پہلے ایک زمانہ گذر چکا تھا جس میں خدا کے نبی و رسول لوگوں کی ہدایت کے واسطے آئے تھے۔ وید بعد میں ہوئے کہ ان میں ان کا ذکر موجود ہے۔ غرض یہ منتر بھی ویدوں کی ازلیت و قدامت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے۔

ویدوں میں گذشتہ زمانے کا ذکر

(۳) وید میں آیا ہے تم پر تنتھا پور وتھا وشوتھا۔ ایمتھا ترجمہ پرانے رشیوں۔ زمانہ گذشتہ کے یگیوں اور موجودہ زمانہ کے یوگیوں کی طرح اس اندر کو تعریف سے بڑھاتا ہوں" اس منتر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں سے پہلے کوئی رشی گذر چکے تھے۔ جن کو پرانے رشی کہا گیا۔ اور ایک زمانہ گذر چکا تھا جس کو گذشتہ زمانہ کہا گیا۔ پس وید نہ ازلی ہیں نہ ابتدائے آفرینش کی کتاب۔

وید انسانی رشتوں کے بعد بنائے گئے

(۴) ویدوں میں ایک منتر آتا ہے۔ اشرم ہی بھور دا وترا دام وجاما نوروت وگھا ئیالات ترجمہ: ہے اگنی اور اندر تم دونوں کو میں نے دیا ماتا (وہ داماد جس کو لڑکی تیمتاً دی گئی ہو) اور [illegible] سے بھی بہت دینے والا سنا ہے۔

آریوں کا عقیدہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں بہت سے انسان جوان بغیر ماں باپ کے پیدا کر دئے گئے۔ اور یوں آگے دنیا کا سلسلہ چلا۔ مندرجہ بالا وید منتر سے معلوم ہوتا ہے کہ وید اس وقت بنائے گئے جب کہ لوگ ایک دوسرے کے سالے اور داماد کہلاتے تھے۔ اور یہ رشتے دنیا میں موجود تھے۔ ابتدائے آفرینش میں تو نہ کوئی کسی کا سالہ تھا نہ داماد۔ اس [illegible] کہ سب الگ الگ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ نہ کوئی کسی کا بھائی۔ نہ کوئی کسی کا باپ۔ اس کے بعد انہوں نے آپس میں شادیاں کیں اور اولاد ہوئی۔ اس اولاد کے جوان [illegible] پر جب انہوں نے شادیاں کیں۔ تو اب جس کسی نے بہن سے شادی ہوئی وہ اس کا سالا ہوا جس کی بیٹی سے شادی کی وہ اس کا خسر اور یہ اس کا داماد۔ غرض وید اس زمانہ میں بنائے گئے جب کہ سالا داماد والا رشتہ چل چکا تھا۔ ورنہ ابتدائے آفرینش میں تو نہ کوئی کسی کا سالا نہ کوئی کسی کا داماد تھا۔ پس اس منتر سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وید ابتدائے آفرینش کی کتاب نہیں اور نہ ہی ازلی ہے

وید میں رامچندر جی کے زمانہ کا ذکر

(۵) ویدوں میں آیا ہے۔ ماترا رہانے وپاٹ چھتدری پیاجوے نے ترجمہ۔ دو ماتاؤں کی طرح دودھ چاٹتی ہوئی وپاٹ اور شتدری اپنے پانی کا پورا زور دکھلاتی ہیں۔ ویدوں کے اس منتر میں دو دریاؤں کا ذکر ہے۔ ایک کا نام وپاٹ (بیاس) دوسرے کا نام شتدری (ستلج) ہے۔ ویدوں کی مستند لغت نرکت میں لکھا ہے کہ وپاٹ کو وپاٹ اس لئے کہا جاتا ہے کہ بیٹے کے غم میں مرنا چاہتے ہوئے وسشٹھ رشی کے پھندے اس دریا نے پاٹ دیئے تھے۔ اس لئے اس واقعہ کے بعد اس دریا کا نام وپاٹ رکھا گیا۔ اس سے پہلے اس دریا کا نام ارنجرا تھا۔ الغرض اس وید منتر سے معلوم ہوا کہ وید اس وقت بنائے گئے تھے جب وسشٹھ رشی کا مندرجہ بالا واقعہ گذرا اور اس واقعہ کی یادگار میں دریا کا نام وپاٹ رکھا گیا۔ رشی وسشٹھ رام چندر جی کے زمانہ میں گذرے ہیں۔ گویا وید رامچندر جی کے زمانے کے بعد بنائے گئے۔ نہ ازلی ہیں نہ ابتدائے آفرینش کی کتاب۔

ویدوں میں دیمک لگنے کا ذکر

ان مندرجہ بالا منتروں کے علاوہ ہمارے مناظر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اور بہت سے منتر پیش کئے۔ جن میں دیمک لگنے کا ذکر تھا۔ نہ صرف عالم اشیاء کو دیمک لگنے کا ذکر بلکہ خود انسانوں تک کو دیمک لگنے کا ذکر تھا۔ اور ان منتروں سے استدلال یہ کیا تھا۔ کہ دیمک اس شے کو لگتی ہے جو ایک لمبے عرصہ تک بے غوری کی حالت میں پڑی رہے۔ وید میں دیمک لگنے کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ ویدوں

سے پہلے ایک لمبا عرصہ گذرا جبکہ اشیاء کو اور خود انسانوں تک کو دیمک لگ رہی تھی۔ اس لئے وید نہ ازلی کتاب ہیں نہ ابتدائے آفرینش کا الہام۔ قارئین کرام چونکہ ان تمام منتروں کو درج کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ اس لئے بادب معافی چاہتے ہوئے ہم مندرجہ بالا منتروں تک ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اتھروید میں تحریف

اس کے بعد مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ سوامی دیانند جی مہاراج نے لکھا ہے کہ [illegible] دی ربھشٹیہ الخ اتھروید کا پہلا منتر ہے۔ مگر آج ہمیں یہ منتر اتھروید میں چھبیسواں منتر نظر آتا ہے۔ پچیس منتر اس سے پہلے اور بھی موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی کے بعد آریوں نے ۲۵ منتر اپنی طرف سے داخل کر دئے۔ پس جس کتاب میں تحریف ہو جائے وہ اس قابل نہیں رہتی کہ اس کو الہامی کتاب کہا جائے۔ آج ہم انجیل و توریت کو اس لئے غیر الہامی کہتے ہیں کہ ان میں تحریف ہو گئی ہے۔ پھر سوامی دیانند جی نے لکھا ہے کہ "بتیہ برہمنیہ وجانتہ" ان الفاظ میں ویدوں کے اندر سنیاس کی تعلیم آئی ہے۔ مگر آج ہم کو یہ فقرہ چاروں ویدوں میں کہیں نظر نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کے باعث آریوں نے اس فقرہ کو اڑا دیا ہے۔ اور یہی تحریف ہے۔ تحریف شدہ کتاب الہامی ہونے کی دعویدار نہیں ہو سکتی۔

پھر سوامی جی نے لکھا ہے اوم بھور بھوا تت سومی تر ورے ساتی ام بھرگو دیوسلیا دہی مہی دھیو یونہ پرچودیات یہ منتر چاروں ویدوں میں یکساں طور پر آیا ہے۔ مگر آج یہ منتر اتھروید میں قطعاً موجود نہیں۔ آریوں نے اس منتر کو بھی اتھروید سے نکال باہر کیا اور ویدوں میں تحریف کی۔

یجروید میں تحریف

سناتن دھرمیوں نے جو یجروید شائع کیا ہے اس کے تیرہویں ادھیائے میں ۶۱ منتر ہیں۔ مگر آریوں کے یجروید میں کل ۵۸ منتر ہیں گویا آریوں نے اپنے وید سے تین منتر اڑا دیئے ہیں۔ اور ایک زبردست تحریف کا ارتکاب کیا۔ پس جس کتاب اس قدر کتر بیونت اور تحریف کی گئی ہو وہ کتاب پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے۔ اور اس قابل نہیں رہتی کہ اسے الہامی کتاب کہا جائے۔

ایک فرضی منتر

پنڈت ستیا دیو جی نے اپنے مذہب اور وید مقدس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ویدوں میں آیا ہے کہ دودھتا دور ھتا و دھتا یعنی بیٹی کو دور بیاہنا چاہئے۔ مگر اسلام قریبی رشتوں کو روا رکھتا ہے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے پنڈت جی کو چیلنج کیا کہ یہ منتر ویدوں سے نکال کر دکھائیں۔ یہ للکار بار بار دی گئی۔ مگر پنڈت جی آخر دم تک یہ منتر ویدوں سے نہ نکال سکے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ تو ویدوں کا ایک فرضی منتر پیش کرتے ہیں۔ میں خاص وید منتر پڑھتا ہوں۔ سنئے وید میں آیا ہے کہ: پتا دوھتر گربھم آدھات۔ یعنی باپ بیٹی کو حاملہ کرتا ہے۔ لیجئے ویدوں میں سے بھی نزدیک کے رشتے ثابت ہیں۔ بلکہ بیٹی سے باپ کا تعلق ناجائز بیان کیا گیا ہے۔ وید کے اس منتر نے پبلک میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی

گندہ استعارہ

پنڈت ستیا دیو جی سخت گھبرائے۔ آخر کہنے لگے کہ اس منتر میں سورج اور زمین کا تعلق بیان کیا گیا ہے اور یہ منتر ایک النکار (استعارہ) ہے مرزا صاحب نے فرمایا کہ اول تو وید منتر صاف صاف ہے کہ باپ بیٹی کو حاملہ کرتا ہے۔ اگر سورج و زمین کے تعلق کو مانتے ہوئے اس منتر کو استعارہ مان بھی لیا جائے۔ تو بھی ویدوں پر اعتراض یہ ہے کہ ویدوں نے اس قدر گندا استعارہ استعمال کیوں کیا۔ استعارہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ کہ خاوند اپنی بیوی کو حاملہ کرتا ہے۔ مگر وید نے باپ کا بیٹی کو حاملہ کرنا بیان کیا ہے۔ ایسے استعارے جس کتاب میں ہوں اسے کوئی شریف انسان خدا کا کلام نہیں کہہ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وید منتر استعارہ کے طور پر نہیں بلکہ باپ بیٹی کے تعلق ناجائز کی کھلم کھلا اجازت دینا اور تحریک کرنا ہے۔

وید میں خدا کا ذاتی نام نہیں

مرزا صاحب نے ایک فیصلہ کن بات یہ پیش کی تھی کہ ویدوں سے خدا کا ذاتی نام پیش کرو۔ ویدوں نے جس قدر خدا کے نام پیش کئے ہیں وہ سب کے سب صفاتی ہیں ذاتی نہیں۔ سب سے بڑا نام جو آریہ سماج پیش کرتا ہے اوم ہے۔ اوم کے معنے حفاظت کرنے والا کے ہیں۔ حفاظت کرنا ایک صفت ہے پس یہ نام ایک صفاتی نام ہے۔ مثلاً ہم ایک شخص سے اس کا ذاتی نام پوچھتے ہیں تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرا نام چوکیدار ہے۔ جواب دیا جائے گا کہ یہ تمہارا صفاتی نام ہے تمہارا ذاتی نام کیا ہے۔ تو لفظاً اس کو اپنا نام [illegible]

اسلام اور مسیحیت مغربی افریقہ میں

مسیحیت کا بڑھتا ہوا سیلاب اسلام کے رستہ میں

تبلیغ اسلام سے مسلمانوں کی لاپروائی اور مساجد میں کلیسائی !!

افریقہ میں اسلام اور مسیحیت کی روحانی جنگ ایک عرصہ سے جاری ہے مسیحی اخبارات اور مبلغین ہمیشہ اس بات کا رونا روتے ہیں کہ مسیحیت باوجود اس تمام ساز و سامان کے جو دول مغرب کے جاہ و حشم نے اس کے لئے پیدا کر رکھے ہیں - غریب مسلمان تاجروں کے اعلائے کلمۃ الحق اور اسلام کے سادہ اصولوں کے سامنے کوئی اثر پیدا نہیں کر سکی - اور سادہ لوح افریقی جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے جا رہے ہیں -

اسلام اور مسیحیت کی موجودہ رفتار ترقی

یہ ایک پروپیگنڈا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تاجروں اور مبلغین کو اس پاکیزہ کام سے غافل کر دیا - جو سالہا سال سے ان کا شغل چلا آتا تھا - بجائے اس کے کہ مسیحیت کا یہ شور پکار ان کی ہمت اور کوششوں کو بڑھانے کا موجب ہوتا - وہ اپنی جگہ مطمئن ہو گئے کہ خدا اپنا کام خود کر رہا ہے - ہمیں زبان ہلانے کی ضرورت نہیں - اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان مسلمان تاجروں کو حکومت کے رعب سے اعلائے کلمۃ الحق سے روک دیا گیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنے مسیحیوں کی زبان سے یہ سنتے ہیں کہ آج سے بیس سال پیشتر جو حالت تھی آج اس سے بالکل مختلف حالات پیدا ہو چکے ہیں "مسٹر الیف ڈی واکر ایک انگریز مسیحی مشنری نے مسلم ورلڈ میں اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر یہ اعلان کیا ہے کہ سیرالیون - سینڈ لینڈ - گولڈ کوسٹ - اور اشانٹی نائیجیریا اور فرانسیسی نو آبادیوں اور ڈاہومی - ٹوگو اور آئیوری کوسٹ میں مجھ پر یہ پورے طور پر آشکارا ہو چکا ہے کہ اسلام کی رفتار ترقی قطعاً رکتی چلی جا رہی ہے اور آج افریقی لوگوں کو نئے اسلام کا پیرو بنانے میں جس قدر کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے - اس سے بہت زیادہ تعداد کو ہم مسیحیت کا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہیں -

بڑھتی ہوئی اسلامی آبادی

مسٹر واکر کو اس ناقابل انکار حقیقت کا اعتراف ہے کہ گیمبیا سے لیکر نائیجیریا تک قریباً ہر جگہ مسلمانوں کی آبادی بڑھتی چلی جا رہی ہے - لیکن اس کی بڑی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ باہر سے آئے ہوئے مسلمان وہاں آباد ہو رہے ہیں - اصلی باشندوں کا قبول اسلام مسلمان آبادی کے بڑھنے کا موجب نہیں - ان کا بیان ہے کہ ہوسا قوم کے لوگ اور سوڈان کے مسلمان پیدائشی تاجر ہیں - اور اسلام کے تجارتی مسافر - کانو - زاریا - سوکوٹو اور ٹمبکٹو جیسے بڑے بڑے تجارتی شہروں سے نکلکر اندرون ملک میں دور دور تک چلے جاتے ہیں - ریلیں جو یورپ کے تجارتی مال و اسباب کو اندرون ملک میں لے جاتی ہیں - مسلمانوں کو ساحل سمندر پر لاتیں اور جہاز انہیں ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ پر لیجاتے ہیں - عمدہ عمدہ نئی سڑکوں اور موٹروں نے ان کی نقل و حرکت کو آسان کر دیا ہے - جس جگہ میں گیا ہوں وہیں میں نے انہیں موجود پایا ہے - ساحل سمندر پر کوئی ایسا شہر نہیں جس میں مسلمان تاجروں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد نہ ہو - لاگوس - ابادان - اور پورٹو نووو میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بڑی بڑی مساجد ہیں دور کے صحرائی علاقوں میں اور اس سے پرے ہر گاؤں کی تجارتی منڈیوں میں بھی کچھ نہ کچھ مسلمان ضرور ہیں - ساحل کے ساتھ ساتھ اور اندرون ملک کے جنگلی علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد گزشتہ بیس تیس سال میں ضرور بڑھ چکی ہے - لیکن اس کی اصل وجہ باہر کے لوگوں کا وہاں آکر آباد ہونا ہے نہ کہ کفار کا قبول اسلام -

اشانٹی کی مسلمان آبادی

اس بارہ میں مسٹر واکر نے اشانٹی کی مثال پیش کی ہے جو ایک نہایت شاندار قدیم حبشی سلطنت ہے - اور وہاں کے لوگ نہایت مشہور اور طاقتور ہیں - قدیم مشرکانہ تہذیب اور مذہبی اور تمدنی نظام باقاعدہ رنگ وہاں نظر آتا ہے - اس علاقہ کے ہر گاؤں میں دو قسم کی آبادی پائی جاتی ہے - جو ایک دوسری سے قطعاً مختلف ہے - ان میں سے ایک وہاں کے اصلی باشندوں کی آبادی ہے - اور دوسری مسلمانوں کی صرف ایک نظر ہی ڈالنے سے انسان یہ معلوم کر لیتا ہے کہ ان دونوں آبادیوں میں قوم اور نسل - مذہب اور عقیدہ کا اختلاف ہے - وینچی کے شہر میں جو شمالی اشانٹی میں واقع ہے اس کا ٹھیٹھ نمونہ نظر آتا ہے - شہر کا بڑا حصہ ہر رنگ میں اشانٹی خصائل رکھتا ہے - اس کا فن تعمیر اس کے لوگ - اس کا تمدنی نظام اور مذہبی زندگی سب اصلی اور مقامی خصائل کا نمونہ ہے - لیکن ایک سو قدم کے فاصلہ پر مسلمانوں کی آبادی ہے - جو زونگو کے نام سے موسوم ہے - جونہی اس آبادی میں انسان داخل ہوتا ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ وہ بالکل علیحدہ دنیا میں آگیا ہے اس کا فن تعمیر سوڈان کے مسلمان امرا کا سا ہے - کچے مکانات اور مساجد اشانٹی کے علاقہ میں بالکل اجنبی نظر آتی ہیں - وہاں کے لوگ اور ان کا تمدن اور مذہبی زندگی ایک بالکل مختلف تہذیب کو پیش کرتے ہیں انہیں دیکھکر آسانی سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے - کہ زونگو کے باشندے وینچی کے اصلی باشندوں سے مسلمان نہیں ہوئے - بلکہ ان کے مرد اور عورتیں کسی اور علیحدہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں - اشانٹی ان کا اصلی وطن نہیں - وہ شمالی علاقہ میں سے یا اس سے بھی پرے سوڈان کے وسیع ملک میں سے آئے ہیں -

تبلیغ اسلام سے مسلمانوں کی لاپروائی

یہ تو وہاں کی مسلمان آبادی ہے - اصلی باشندوں میں تبلیغ اسلام کا جہانتک تعلق ہے مسٹر واکر کا بیان ہے کہ ایک مشنری کا جس کے پاس میں وینچی میں ٹھیرا - اٹھارہ سالہ تجربہ شاہد ہے کہ اشانٹی میں عملاً کوئی اسلامی پروپیگنڈا نہیں - اور بجائے اس کے کہ ہر مسلمان تاجر اپنے مذہب کا مبلغ اور مشنری ہو - وہ وہاں کے اصلی باشندوں کو ان کے مشرکانہ اور وحشیانہ معتقدات سے نکالنے کے لئے بھی کوئی کوشش نہیں کرتے - اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر خود اپنے مذہب سے بھی ناواقف اور جاہل ہیں -

مسٹر واکر لکھتے ہیں کہ وینچی کے مسیحی مشنری کے اس اٹھارہ سالہ تجربہ کو میں نے ہر جگہ جہاں میں اس وسیع اور عریض خطہ میں گیا صحیح اور درست پایا مسیحی مشنریوں، افریقی پادریوں، سرکاری افسروں اور تاجروں میں سے جن سے مجھے گفتگو کا موقعہ ملا ایک بھی ایسا نہیں جو کسی ایسی اہم تحریک کا پتہ دے سکے جس کا اسلام کی طرف رجحان پایا جاتا ہو - بلکہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں - جن کو بت پرستوں میں سے کسی شخص کے مسلمان ہونے کی ایک بھی مثال یاد نہیں -

حبشی لڑکوں کو اسلامی تعلیم

مسٹر واکر لکھتے ہیں - کہ یہ کہنا غلطی ہے کہ کوئی ایسے نومسلم وہاں نہیں جو اصلی باشندوں میں سے اسلام میں آئے ہیں - اس قسم کے فی الحقیقت بہت سے لوگ ہیں - بعض مقامات پر جب تجارتی منڈیوں کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو مسلمانوں کا یہ طریق ہے کہ دو دو تین تین مشرک لڑکوں کو لیکر بیٹھ جاتے ہیں - اور انہیں تختیوں پر لکھنا اور پڑھنا سکھاتے ہیں - اور قرآن کی آیات انہیں یاد کراتے ہیں - آہستہ آہستہ ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ لڑکے صبح اور شام کی نمازوں میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں -

آج سے چند سال پہلے اور آج

آج سے چند سال پہلے سینڈ لینڈ میں مسلمان بہت ترقی کر رہے تھے - بڑے بڑے امراء ان کے زیر اثر آگئے تھے - انہوں نے مسجدیں وغیرہ بھی بنا دیں - لیکن آج اس علاقہ میں اس بات کی پختہ شہادت موجود ہے کہ ان کی ترقی رکتی چلی جا رہی ہے - ایک ریاست میں میں نے دیکھا کہ وہاں کے رئیس نے اسلام قبول کر لیا - اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کر دی لیکن اس کے بعد وہ مسیحی اثر کے نیچے آگیا مسیحی مشنریوں کو اس نے اپنی ریاست میں بلایا ان کے لیے ایک مکان - ایک گرجا - ایک ڈسپنسری (شفاخانہ) اور لڑکوں کا بورڈنگ سکول بھی اس نے بنا دیا - خود وہ مسیحی متعلم بن گیا - اور گرجا میں باقاعدہ حاضر ہونے لگ گیا - مسجد جو اس نے اس جگہ بنائی ہوئی ہے - اس میں صرف بیس آدمیوں کی گنجائش ہے - تاہم گزشتہ سال رمضان کے بڑے اجتماع کا یہ حال تھا کہ تمام نمازیوں کو اس مسجد میں نہایت آسانی سے جگہ مل گئی -

مسجد کو گرا کر گرجا بنایا گیا

ایک اور ریاست کے سب سے بڑے رئیس نے ایک مسجد تعمیر کی اور اسلامی نام اپنے لئے تجویز کیا - لیکن ہمسایہ ریاستوں میں مشنری کام کی اطلاع پا کر اس نے بھی ایک مشنری کے لئے اپیل کی - اور کہا کہ اسلام اچھا مذہب ہے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ مسیحیت اس سے بہتر ہے ...... اگر تم مجھے بہتر چیز نہ دو گے تو میں اس چیز کو لینے پر مجبور ہوں گا جو اس سے دوسرے درجہ پر ہے " اس چیلنج کو قبول کر لیا گیا اور آج اس نے اپنے دار الریاست میں ہمارے لئے دو گرجے - ایک مشن ہوس ایک بورڈنگ سکول ایک شفاخانہ اور ایک دینیات کا مدرسہ بنا دیا ہے - جس پر مشنری سوسائٹی کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑا - وہ گرجا کی عبادت میں باقاعدہ آتا ہے - اور اپنی ساٹھ بیویوں کی مذہبی تعلیم کے لئے ایک جماعت اس نے کھول دی ہے - چند میل کے فاصلہ پر ایک اور مسجد کو گرا کر اس کی جگہ مسیحی گرجا تعمیر کر دیا گیا ہے -

اسلام رکاوٹ کا موجب نہیں

اپنے ذاتی تجربات کو بیان کرتے ہوئے مسٹر واکر نے لکھا ہے - کہ اکثر مقامات پر جو حالات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ان کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مغربی افریقہ میں اسلام کی اشاعت مسیحیت کے رستے میں کوئی ایسی رکاوٹ پیدا نہیں کرتی - جس پر قابو نہ پایا جا سکے - اصلی بت پرست لوگ جو اسلام میں چلے گئے ہیں - اب تک ان کے دل مسیحی اثر کے لئے کھلے ہیں - جیسے مینڈی روسا کا حال اور بیان ہو نہ صرف یہی بلکہ سوڈان سے آئے ہوئے مسلمان مہاجرین بھی تعصب اور تنگدلی سے قطعاً آزاد ہیں - ایک ہی ایسا موقعہ مجھے یاد ہے جب مغربی افریقہ کا ایک مسلمان خشک مزاجی کے ساتھ مجھ سے ملا - ورنہ عموماً نہایت فراخدلی اور ایک حد تک دوستانہ طریق پر وہ مجھ سے ملتے رہے - اور مجھے آزادی کے ساتھ اپنے گھروں اور مسجدوں میں داخل ہو کر فوٹو لینے کی بھی اجازت دی - باوجودیکہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ میں مشنری کام پر مامور ہوں - بعض وقت وہ میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیتے اور چھاتی سے لگا لیتے - ایک بوڑھے ہوسا سردار سے جب میں رخصت ہونے لگا - تو اس نے میرے ترجمان سے کہا کہ "اس سے کہدو کہ ہم بھائی ہیں "

ان حالات کو پادری صاحب نے اس مذہبی عصبیت کے فقدان کا نتیجہ قرار دیا ہے - جو ان کے نزدیک اسلام سکھاتا ہے - حالانکہ اسلام نے اپنے پیرؤوں میں اس قسم کی کوئی عصبیت پیدا نہیں کی جو تہذیب و اخلاق سے انہیں دور پھینکدے - مہمان کی خاطر مدارات اور اس کی عزت افزائی ایک مسلمان کا خاصہ ہے - کاش وہ اس سے سبق حاصل کرتے - اور دیکھتے کہ جس فراخدلی کے ساتھ ایک مسلمان اپنے دشمن کی جب وہ اس کا مہمان بن کر آئے خاطر مدارات کر سکتا ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا نمونہ اور مثال پیش نہیں کر سکتا -

مسجد میں تصاویر

مذہبی عصبیت اور اصول اسلام سے لاپروائی کی ایک اور مثال پادری صاحب نے پیش کی ہے - کہ ردیو کے مقام پر جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں دیواروں پر رنگدار تصویریں چسپاں تھیں - اور یہ دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا - کہ ان میں سب سے بڑی تصویر جناب مسیح کی ہے - جس میں وہ اپنے شاگردوں کے پاؤں دھو رہے ہیں امام نے اس بے نظیر منظر کا فوٹو لینے کی انہیں اجازت دیدی - اور اس کے علاوہ بہت سی مساجد میں عین حالت نماز میں نمازیوں کے فوٹو لینے کی اجازت دی گئی - وہ لکھتے ہیں کہ اکثر موقعوں پر یہ بھی دیکھنے میں آیا - کہ ایک میں ہی ان میں ایسا تھا - جو قرآن کو آخر تک پڑھ سکتا تھا - اور کا ان پر بہت ہی اثر ہوا - کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میں عیسائی ہوں - ہمارے خیال میں پادری صاحب نے آخری نقرہ میں کسیقدر مبالغہ سے کام لیا ہے اس میں شک نہیں کہ ایک یورپین عیسائی کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھنا سادہ لوح مسلمانوں کے لئے ایک حد تک حیرت و استعجاب کا موجب ہوتا ہے - لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ خود قرآن نہیں پڑھ سکتے مسلمانوں کے چھ سات سال کے بچے قرآن کو حفظ یاد کرتے ہیں چہ جائیکہ بڑے بوڑھے مسلمان اس کا ایک حرف تک نہ پڑھ سکیں -

رہا تصاویر کا معاملہ - معلوم نہیں پادری صاحب نے کس بنا پر اس کو اصول اسلام سے لاپروائی کا نتیجہ قرار دیا ہے - عموماً لوگ

ہے کہ کیلئے یہ جنیں دیکھ کر اور سن کر ہنسی آتی ہے۔ اور اپنی بےبختی پہ بے اختیار آنسو بھی نکل پڑتے ہیں۔

مثال کے طور پر صرف چند کے حالات مجملاً لکھتا ہوں:

(۱) ایک مشہور درگاہ کے صاحب سجادہ باوجود اس کے کہ آپ ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس نے ایک زمانہ میں اپنے دینی و دنیاوی علوم اور رشد و ہدایت کی بدولت ہندوستان سے باہر بھی کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ ایک صاحب دولت نفس پرست رئیس کے لئے مستقلاً عورتیں فراہم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایسی ایسی جو باریاں اُن کے ذہن میں آتی ہیں انہیں دیکھ اور سن کر حیرت ہوتی ہے۔

(۲) ایک مشہور سجادہ نشین اپنے جشن روکے عرس کے موقع پر مجمع کی زیادتی اور چہل پہل کے خیال سے طوائفوں کو خصوصیت کے ساتھ دور دور سے بلاتے ہیں۔ اور عرس کے موقع پر ان کے ذریعے قوم کے نوجوانوں کو مزار شریف پر حاضری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۳) ایک بزرگ محض عنایت اپنے عمل سے عاشق کو معشوق سے ملا دیتے ہیں۔ خواہ یہ وصل جائز ہو یا ناجائز۔ اور اس کے لئے کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ بلکہ واقعتہً نذر و نیاز میں جو سو دو سو یا اور کچھ زیادہ صرف ہو صرف وہی لے لیتے ہیں۔

(۴) ایک بزرگ اپنی مستانہ اداؤں کی نسبت کافی مشہور ہیں۔ افیون اور چنڈو تو دن رات کا شغل ہے جب کوئی ضرورت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اسی کی رقم سے شراب کی ایک بوتل منگا کر کچھ خود پی جاتی ہے اور باقی متبرک جھوٹا اس کو پلا دیا جاتا ہے۔

(۵) ایک صاحب سجادہ، جو اخباری دنیا میں بھی کافی مشہور ہیں بعلت . . . . . میں گرفتار ہیں یہ عینی مشاہدات ہیں کہ آپ اس عمل صالح سے فارغ ہو کر بغیر غسل تیمم اور وضو مسجد میں جا کر امامت فرماتے ہیں۔

(۶) ایک بزرگ کو بے چراغ گھروں میں اولاد کی روشنی پیدا کر دینے میں خاص ملکہ ہے۔ اس کے لئے ایک عمل کیا جاتا ہے لیکن اس میں عورت کا عامل کے سامنے ہونا لازمی ہے۔ بالعموم ایک چلہ میں مطلب برآری ہو جاتی ہے۔ اور اکثر اس سے پیشتر بھی۔

یہ صرف چند مستند واقعات ہیں اور ان کے علاوہ اسی قسم کے اور بھی صدہا حالات ہیں۔ بالتفصیل یہ ناظرین کر سکتا ہوں جن کی میرے پاس کافی اسناد اور ثبوت موجود ہیں۔ خود غور کیجئے کہ جس قوم کے مذہبی رہنماؤں کی یہ حالت ہو اس کے سنبھلنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ تاوقتیکہ خدا ہی کسی ناقابل فہم طریقہ سے ان کی حالت نہ بدل دے۔

اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ مسلمانوں کی عام تنظیم کے ساتھ ساتھ چند سمجھدار علماء اور ظاہر و باطن یکساں رکھنے والے صوفیائے کرام خدا کا خوف کر کے میدان میں آئیں۔ اور اس ننگ اسلام فرقہ کو صحیح رستہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ باوجود اپنی بدکرداریوں کے لوگ با دنیا کے اب تک عوام پر ان کا کافی اثر ہے۔ ان سے صاف طور پر یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ انہوں نے اپنی حالت نہ سنبھالی تو نام بنام اُن کے حالات شائع کر دئے جائیں گے۔ اس سے اور کچھ نہ ہوگا تو کم از کم توہم پرست تعلیم یافتہ طبقہ لیے گندم نما جو فروشوں سے محتاط ضرور ہو جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ ان کے ذریعہ سے چند جہلا بھی ان کے دام مکر سے خلاصی پا سکیں۔ کیا مضمون نگار حضرات اس جانب توجہ کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟ (نظام المشائخ)

خبریں

— بمبئی ۱۳ر جون۔ شاہ امان اللہ خاں کی جماعت کے چند افراد جو اس وقت تاج محل ہوٹل میں مقیم ہیں عنقریب ایران کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ ہاں اپنے اہل و عیال کو ہے کر دوزداب چلے جائیں گے۔ جو سرحد ایران میں ہے۔ اس جماعت میں سردار عبدالاحد خاں سابق وزیر داخلہ محمد یعقوب وزیر دربار محمود خان عبدالقیوم خاں وغیرہ شامل ہیں۔

— پشاور ۱۴ر جون۔ افغانستان کا بادشاہ منتخب کرنے کے لئے جو جرگہ ہونے والا ہے اس نے میاں گاؤں علاقہ گردیز میں اپنی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں۔

— سردار عبدالہادی خاں سابق وزیر تجارت کا بیان ہے کہ شاہ امان اللہ خاں پہلے روما میں قیام فرمائیں گے اور پھر اٹلی میں اپنی سکونت کے لئے کوئی جگہ منتخب کریں گے۔ زندگی آرام سے بسر کرنے کے لئے ان کے پاس کافی روپیہ ہے شاہ موصوف اپنی تزک لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

— سرحدی افغان انجمن ہلال احمر کے رکن خان عبدالغفار خاں نے حال ہی میں شاہ امان اللہ خاں سے تاج محل ہوٹل میں ملاقات کی۔ شاہ موصوف نے خان عبدالغفار خاں کو یقین دلایا کہ جرنیل نادر خاں اور ان کے باہمی تعلقات مخلصانہ اور برادرانہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاہ موصوف نے وکیل تجارت پشاور کو لکھا ہے کہ وہ جرنیل نادر خاں کو مالی امداد دے۔

شمالی افغانستان کی اطلاعات کے مطابق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بچہ سقہ نے جرنیل غلام نبی کے مقابلہ میں فوج بھیجدی ہے۔ لیکن جرنیل موصوف کی نقل و حرکت کی ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ یہ امر غیر اغلب نہیں کہ جرنیل غلام نبی خاں افغانی ترکستان سے کمک پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہزارس سے اسلحہ اور بارود کے تازہ ذخیرہ کے آنے کے منتظر ہیں۔ ان کی فوج میں زیادہ تر ہزارہ کے افغان شامل ہیں۔

— شملہ ۱۴ر جون۔ گزٹ آف انڈیا میں اعلان شائع ہوا ہے کہ لارڈ اردن کی رخصت کے سلسلہ میں وائسکونٹ گوشن وائسرائے اور قائم مقام گورنر جنرل اور سر نارمن ہیمو رینکس قائم مقام گورنر مدراس مقرر ہوئے ہیں۔

— کراچی ۱۵ر جون۔ ہندوؤں کے دو طبقوں کے درمیان شب گذشتہ فساد ہو جانے کا احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایک سناتن دھرمی پرچارک نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کے متعلق درشت الفاظ استعمال کئے تھے۔ جلسے میں شور مچ گیا اور بدامنی پھیل گئی بعض لوگوں کو چوٹیں بھی آئیں۔

— عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ حزب العمال کی حکومت نہرو رپورٹ کو جو مسلمانوں کے لئے سخت مضر ہے منظور کرانے کی کوشش کرے گی۔ اس لئے بعض متقدر مسلمانوں کا خیال ہے کہ فی الفور لندن کو ایک طاقتور اور نمائندہ وفد بھیجنے کی تدبیر اختیار نہ کی گئی تو ہماری قوم کی سیاسی حیثیت کو سخت نقصان پہنچیگا۔ اس کا انتظام کرنے کے لئے انہوں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کا ایک اجلاس ۶ جولائی کو علی گڑھ میں بلانا تجویز کیا ہے۔

— پیرس ۱۳ر جون۔ رباط کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ببور جد کے مقام پر باغی قبائل نے فرانس کی مراقشی الجزائری رجمنٹ کی دو کمپنیوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی۔

— رباط کا ایک اور پیغام مظہر ہے کہ جن باغیوں نے فرانسیسی افواج پر حملہ کیا تھا ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ اور تیز چلنے والی بندوقوں سے مسلح تھے۔ فرانس کا مشہور اخبار لاجرنل اس خبر پر تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ یہ جھڑپ اس ضرورت کا اظہار کرتی ہے کہ اس مرکز (رباط) کو کسی تاخیر کے بغیر لٹنے کے کانٹوں سے صاف کر دیا جائے۔ جو فرانسیسی مراقش اور صحرائے اعظم کے فرانسیسی راستوں کے لئے خطرے کا موجب ہے۔

— طہران ۱۳ر جون۔ ایران کے جنوبی صوبہ فارس کے حالات پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ شیراز کے شمال میں چند میل کے فاصلہ پر شب خونوں کی جنگ ہو رہی ہے اور اطلاع ملی ہے کہ کثیر وہاں شیراز اور بوشہر کے ایرانی عساکر پر قبائل نے حملے کئے۔ ابھی تک نتائج کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوا۔

پیکن ۱۴ر جون۔ اطلاع ملی ہے کہ عساکر روس نے منچوریا کے روسی قونصل خانوں پر چینی پولیس کے حملوں کا بدلہ لینے کے لئے منگولیا پر دھاوا بول دیا ہے۔ ہاہر کے مقام پر جو منگولیا کے بیرونی حلقہ میں ہے سو دیت کے ہراول دستہ کی موجودگی میں اطلاع دی گئی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ سرحد کی روسی افواج میں دستہ کی کمک کو آ رہی ہیں۔ ان خبروں کے ساتھ ہی نانکن کی چینی حکومت کو اپنے قونصل متعینہ روس سے برقی پیغام موصول ہوئے ہیں کہ روس کی مسلح افواج نے قونصل خانوں کا محاصرہ کر لیا ہے۔

— امسال پارلیمنٹ کے انتخابات میں کمیونسٹ امیدواروں کو سخت شکست ہوئی۔

— بمبئی ۱۵ر جون۔ شاہ امان اللہ خاں کی جماعت کے چند ارکان گذشتہ شام کوئٹہ پہنچے۔ یہ لوگ ایران جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سردار عنایت اللہ خاں بھی ایران جائیں گے۔

— پیکن ۱۵ر جون۔ منگولیا پر روسی حملہ کی خبر پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ مانچوریا کے غیر ملکی قونصل خانے اس امر میں خاموش ہیں۔ پیکن کے چینی دفاتر و ادارات کو کوئی اطلاع نہیں۔

— ٹوکیو کا پیغام مظہر ہے کہ وہاں بھی منگولیا میں روس کی عسکری سرگرمیوں کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ شنگھائی کا ایک پیغام بھی اس خبر کی تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ منگولیا پر تو ایک عرصہ سے روسی قابض ہیں۔

— پشاور ۱۴ر جون۔ افغانستان کا بادشاہ منتخب کرنے کے لئے شیر آغا نے سمت جنوبی و سمت مشرقی کے قبائل کا جو قومی جرگہ طلب کیا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے جرنیل نادر خاں کے صدر مقام مشناک سے ۳ میل کے فاصلہ پر بمقام جل گاؤں اپنا اجلاس شروع کر دیا ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ نے بھی اس جرگہ میں شرکت کے لئے علماء کا ایک وفد بھیجا ہے۔ سلیمان خیل علزئیوں کی کوشش سے جرنیل نادر خاں اس جرگہ کے وکیل مقرر ہوئے ہیں۔

— جرگہ مذکور کے فیصلے کے متعلق پیشین گوئی کرنا ابھی قبل از وقت ہے۔ لیکن امید غالب ہے کہ یہ جرگہ بچہ سقہ کو غیر مشروط طور پر تخت سے دست بردار ہو جانے کا مشورہ دیگا۔ اگر بچہ سقہ نے جرگہ کے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا تو اُسے قبائل کے متحدہ عساکر کا بہت جلد مقابلہ کرنا پڑے گا۔

— لندن ۱۴ر جون۔ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے مستعمرات کے وزرائے اعظم کو پیغامات محبت ارسال کئے۔ اور کہا کہ میں ان تعلقات کو قائم رکھنے کا خواہاں ہوں۔ جو میرے پیشرو اور آپ کے درمیان تھے۔ مستعمرات کے وزراء نے بھی دوستانہ پیغامات ارسال کئے ہیں۔

— جرنیل نادر خاں نے مقام گل مہار پر قبضہ کر لیا ہے اس

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - ۸ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ نمبر ۵۲

مسلمانان ہند اور مسیح موعود

مولوی ظفر علی خان صاحب کی باطل آرائی

(۵)

علمائے سوء اور حضرت مسیح موعود ؑ

سب سے آخری الزام جو مولوی ظفر علی خاں صاحب نے مسیح موعود پر لگایا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض مخالف علما کو "اے بدذات فرقہ مولویان" کے الفاظ میں خطاب کیا۔ اور "بدکار فاحشہ عورتوں کی حرامی اولاد" انہیں قرار دیا ہے۔

اعتراض کی اہمیت

یہی دو فقرے بارہا امرتسری معاند مولوی ثناء اللہ نے پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود معاذ اللہ سخت بداخلاق اور بدزبان واقعہ ہوئے تھے۔ جسکے اثر سے ملک کے پیشوایان دین بھی بچ نہ سکے۔ حضرت مسیح موعود کی اسی سے زیادہ تصنیفات اور اس کے علاوہ بے شمار اشتہارات اور تقاریر میں سے صرف ان دو فقروں کا انتخاب اعتراض کی اہمیت کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس شخص کو را تدن مولویوں سے واسطہ پڑتا ہو اور ان سے ہر قسم کے بُرے کلمات اور گالیاں اسے سننی پڑتی ہوں۔ جسکے خلاف قتل کے جھوٹے مقدمات مولویوں کی امداد سے بنائے گئے ہوں اور را تدن اسے ان لوگوں کے جواب میں کتابیں اور اشتہارات لکھنے پڑتے ہوں اس کے قلم سے اپنی تمام تصنیفات میں سے صرف ایک یا دو موقعوں پر ایسے سخت کلمات کا نکل جانا ایک بالکل طبعی امر ہے۔ جس کو کسی طرح بداخلاقی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

مولویوں کا طرز عمل

حیرت ہے کہ معاندین مسیح موعود کو آپ کی تمام تصنیفات میں یہ دو فقرے تو نظر آجاتے ہیں لیکن ان مخالف مولویوں کی گالیوں اور ان کے اس ناروا طریق عمل پر ان کی نظر نہیں جو انہیں ایسے خطابات کا مستحق ٹھیراتا ہے۔ کافر اور دجال تو معمولی الفاظ ہیں۔ جو را تدن مولویوں کی نوک زبان تھے۔ ان کے علاوہ گندے سے گندے الفاظ آپ کے متعلق استعمال کئے جاتے تھے۔ اور نہ صرف وعظوں کتابوں اور اشتہارات میں آپ پر پھبتیاں اڑائی جاتی تھیں بلکہ گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط براہ راست آپ کی خدمت میں لکھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود ایسے خطوط کو عموماً ایک بوری میں جمع کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بوری بھر جاتی اور پھر انہیں تلف کر دیا جاتا۔ جو کتابیں آپ کے متعلق شایع کی گئیں۔ ان میں سے ایک کا نام بطور نمونہ نقل کرنے کے قابل ہے۔ "ضرب النعال علی وجہ الدجال" دجال کے منہ پر جوتی کی ضرب، فرمایئے کون مہذب آدمی ایسے الفاظ کو استعمال کر سکتا ہے۔ جس کتاب کا نام ایسے غیر مہذب اور غیر شریفانہ الفاظ میں ہو۔ اس کے اندر کیا کچھ گند بھرا ہوا نہ ہوگا قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اس کے علاوہ بعض مخالف مولوی حکام وقت کے پاس جا کر آپ کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ یہاں تک کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں خونی مہدی کے عقیدہ کی حمایت پر کمربستہ رہتے تھے اور دوسری طرف اس عقیدہ کے بطلان پر ایک ٹریکٹ چھپوا کر وہ حکام وقت کے پاس لے گئے اور اپنی اس خدمت کے عوض کچھ اراضی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

"اے بدذات فرقہ مولویان" کا محل وقوع

پھر یہیں تک بس نہیں۔ مخالفین اسلام کو اس بات پر اکسایا گیا کہ وہ آپ کے خلاف اعانت قتل کا مقدمہ بنائیں۔ "اے بدذات فرقہ مولویان" کے الفاظ آپ نے ایسے ہی موقعہ پر استعمال کئے۔ جب ان مولویوں نے یہاں تک اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا۔ کہ ایک طرف آتھم کے منہ سے یہ نکلوایا کہ مرزا صاحب نے میرے قتل کرنے کے سامان کئے۔ اور دوسری طرف خود حضرت مرزا صاحب پر یہ طعن کیا کہ ایسے الزام سے بریت کے لئے کیوں انہوں نے آتھم پر مقدمہ نہیں چلایا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھا۔ کہ:۔

> "جس حالت میں آتھم نے تم پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔ کہ میرے قتل کرنے کے لئے کئی حملے میرے پر کئے گئے تو چاہئے تھا کہ تم اس پر نالش فوجداری کرتے۔ اور اگر الزام نے الواقعہ جھوٹا تھا تو اس کو سزا دلاتے۔"
>
> (انجام آتھم صفحہ ۲۰۔ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ لفظ لکھے:۔

> "یہ فرض آتھم کا تھا کہ ...... عدالت میں نالش کر کے ...... ان حملوں کا ثبوت دیتا اور مجرموں کو واقعی سزا دلاتا۔ کیونکہ اس کے بے ثبوت دعوؤں کا بار ثبوت تو اسی کے ذمہ تھا۔ لیکن وہ ظالم مفتری تو قسم بھی نہ کھا سکا۔ چہ جائیکہ نالش کرتا۔ کیا ضرور نہ تھا کہ وہ کسی طرح نالش سے یا قسم سے یا خانگی طور پر ثبوت دیتا اور اپنی صفائی پیش کر دیتا کیا وہ چار حملے یعنی ارادہ زہر خورانی اور سانپ چھوڑنا۔ اور لدہانہ اور فیروز پور میں جو بقول آتھم قتل کے لئے حملے ہوئے ان تمام حملوں کا ثبوت میرے ذمہ تھا۔ یا آتھم کی گردن پر تھا۔ اے بدذات فرقہ مولویان تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔"
>
> (انجام آتھم صفحہ ۲۱ حاشیہ)

حیرت ہے کہ ان الفاظ میں کونسی ایسی بات ہے جو قابل اعتراض ہو۔ واقعات اور مولویوں کی حرکات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کے یہ کلمات بیجا تھے۔ کیا کوئی شریف آدمی اس قسم کا طریق اختیار کر سکتا ہے۔ کہ ایک طرف ایک دشمن اسلام کو اکسا ہے کہ تم مرزا صاحب پر الزام دو کہ انہوں نے میرے قتل کے منصوبے باندھے اور زہر خورانی اور سانپ مجھ پر چھوڑنے کی کوشش کی اور دوسری طرف مرزا صاحب پر طعن کرے کہ تم نے جو فوجداری مقدمہ کے ذریعہ سے اپنی بریت کی کوشش نہیں کی تو ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ کیا مقدمہ کرنا اس شخص کا کام تھا جسکو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ یا مرزا صاحب کا؟ پھر ایسے لوگوں کو جو اس قسم کا غیر شریفانہ رویہ اختیار کریں "بدذات" کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ مرزا صاحب کو درمیان سے نکالدو اور خود اپنے آپ کو ان کی جگہ پر رکھو اور وہی حالات اپنے آپ پر وارد کرو۔ جو آپ کو پیش آئے اور پھر دیکھو کہ تمہارے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم آگے چل کر دکھائیں گے ان سے کم تر حالات میں بہت زیادہ سخت الفاظ تمہارے قلم سے مولویوں کے متعلق نکل چکے ہیں۔ کاش تمہیں حق و انصاف سے کچھ غرض ہوتی اور مسیح موعود کے الفاظ کو واقعات کی روشنی میں پڑھتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ الفاظ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا سے بھی کم درجہ رکھتے ہیں۔

معذرت

گذشتہ ہفتے کے دنوں میں اس وقت جبکہ اخبار کی کاپیاں پریس میں جانی چاہئے تھیں یہ معلوم کر کے ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ "پیغام صلح" کے دونوں کاتب دو دن سے شدید بخار میں مبتلا ہیں۔ اور جس قدر مسودہ ان کے پاس لکھنے کے لئے تھا۔ اسکی ایک سطر بھی وہ لکھ نہیں سکے۔ یہ معلوم ہوتے ہی ہم نے دوسرے کاتبوں کی تلاش شروع کی۔ لاہور میں کاتبوں کی کثرت کے باوجود ایسے موقعوں پر دوسرے کاتبوں کی خدمات حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ بالخصوص آجکل جبکہ پنجاب کونسل کا بہت سا کام کاتبوں کے پاس لکھنے کے لئے موجود ہے۔ تاہم پوری تگ و دو کے بعد دو تین دن میں یہ پرچہ تیار ہوا ہے ہماری خواہش تھی کہ اسکو کم از کم دس صفحات پر شائع کیا جاتا۔ لیکن بمشکل چھ صفحات پورے ہوئے ہیں۔ آئندہ پرچہ انشاء اللہ زیادہ صفحات پر شائع ہوگا تا کہ پچھلے اخبار کی کسر پوری ہو سکے۔

آریہ سماج جنوبی امریکہ میں

قبل ازیں ان کالموں میں ایک آریہ سماجی مبلغ مہتہ جیمنی جی کی تحریر بعض آریہ سماجی اخبارات سے نقل کی جا چکی ہے۔ جس میں برٹش گائنا کی ایک مسجد کے اندر سماجی معتقدات کے پرچار کی خبر دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ کس دلچسپی کے ساتھ وہاں کے ہندو اور مسلمان ہر دو قومیں مہتہ جی کے لیکچروں کو سنتی ہیں۔ اپنے ایک تازہ خط میں مہتہ جی نے جنوبی امریکہ کے ایک شہر یونیٹی کے حالات بیان کئے ہیں اور بتایا ہے۔ کہ وہاں ان کے لیکچروں کو کس قدر دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔ اور آریہ سماج کے اثر کو قبول کیا گیا۔ اس کے ثبوت میں مہتہ جی نے باشندگان یونیٹی کا ایک خط نقل کیا ہے۔ جس میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ عہد کیا گیا ہے۔ کہ آئندہ ان اصولوں اور اس مذہب کو جس کی انہوں نے تلقین کی ہے دوسرے لوگوں تک پہنچانے اور سوتے ہوئے ہندوستانیوں کو بیدار کرنے کی پوری کوشش کی جائیگی۔ اس عہد نامے کے نیچے دس آدمیوں کے دستخط ہیں جن میں سے آٹھ ہندو ہیں۔ اور دو کے نام عنایت اللہ اور رحیم بخش ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض مسلمان بھی مہتہ جی کے لیکچروں سے متاثر ہو کر آریہ سماجی خیالات سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب امریکہ کی دور دراز دلویوں سے شدھی اور ارتداد کی خبریں آنے لگیں۔ اس کے تدارک کی ابھی سے ضرورت ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے حالات میں وہاں مستقبل قریب میں اسلام کا نام و نشان بھی باقی رہ جائے گا۔

اسلامی مشن کی ضرورت

جنوبی امریکہ میں ہندوؤں کے علاوہ کثیر التعداد ہندوستانی مسلمان بستے ہیں جن کے آبا و اجداد محنت مزدوری کے کاموں کے لئے یہاں گئے۔ آج ان میں سے بہت سے خوشحال بھی ہیں۔ اور تجارت سے اپنی آمدنی کے ذرائع کو بڑھا رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مذہب سے وہ قطعاً بے خبر ہیں۔ ان کو اسلام سے خبردار کرنا اور اپنے مذہب پر پختہ اور مستحکم بنانا بلکہ ان کے اندر اس قسم کی روح پیدا کرنا کہ وہ دوسروں کو اسلام کے اندر لانے کا موجب ہوں۔ ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا نے وسعت مال سے حصہ وافر دیا ہے۔ وہ اگر چاہیں۔ تو ایک مشن کے جنوبی امریکہ میں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے قایم کیا جائے۔ اخراجات مہیا کر لینا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ کام کرنے کے لئے خدا کے فضل سے اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں بہترین تبلیغی نظام مسلمانوں میں موجود ہے۔ صرف سرمایہ کی کمی ہے جو اس کام کی وسعت کے لئے پکار رہی ہے کاش! مسلمانوں کے متمول اصحاب اس طرف توجہ کریں۔ اور اپنے دور افتادہ بھائیوں کے ایمانوں کو مضبوط اور اسلام کو بیرونی حملوں سے محفوظ کرنے کیلئے تھوڑی سی مالی قربانی سے کام لیں۔ جو یقیناً ابدالآباد تک ان کے ناموں کو زندہ رکھنے کی موجب ہوگی۔

واقعہ صلیب مسیح

معاصر "نور افشاں" نے "اسلام اور مسیحیت کا رشتہ" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شروع کر رکھا ہے۔ جس کی پانچویں قسط میں مسیح کی صلیبی موت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہودی حضرت مسیح کی صرف موت ہی کے خواہاں نہ تھے۔ بلکہ استثنا باب ۲۱ آیات ۲۲۔۲۳ کے مطابق آپ کو ملعون ثابت کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے آپ کو صلیب پر چڑھایا اور کسی دوسرے طریقے سے قتل نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہے۔ کیونکہ مسیح صلیب پر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف اٹھائے گئے۔ اپنے اس خیال کو قرآن سے ثابت کرنے کیلئے پادری سلطان محمد صاحب نے وما لھم بہ من علم الا اتباع الظن، وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ کی آیہ کریمہ کو پیش کیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ کہ یہودیوں کا مسیح کے متعلق یہ کہنا کہ ہم نے اس کو لعنت کی موت مارا یہ ان کی خام خیالی ہے کیونکہ درحقیقت انہوں نے اس کو لعنت کی موت نہیں مارا۔ بلکہ خدا نے اس کو زندہ کر کے اپنی طرف اٹھا لیا۔"

قرآن کے الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ پادری صاحب نے اس ترجمہ میں صریح تحریف سے کام لیا ہے۔ قرآن نے تو صاف کہہ دیا کہ وما قتلوہ یقینا۔ انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔ اور پھر بل رفعہ اللہ الیہ میں انکے ملعون ہونے کی نفی کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں قرب مراتب عطا کیا ملعون ہونا کیسا؟ گویا ملعونیت اور قتل دونو کی علحدہ علحدہ تردید کی گئی ہے۔ لیکن پادری صاحب کے خیال کے مطابق اگر یہ مانا جائے کہ مسیح صلیب پر فوت ہو کر پھر زندہ کر کے اٹھا لئے گئے۔ اس لئے ملعون نہیں۔ تو یہ تورات کی محولہ بالا آیت کے قطعاً خلاف ہے وہاں صاف طور پر پھانسی پانے کو ملعونیت کے مترادف ٹھیرایا ہے۔ اور بعد میں زندہ ہونے کے متعلق کوئی استثنا نہیں۔ اگر مسیح صلیب پر فوت ہوگئے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہودیوں کا

عید میلاد النبی کا نادر تحفہ

اخبار پیغام صلح کا آخری نبی نمبر

اب دفتر میں بہت تھوڑی کاپیاں باقی رہ گئی ہیں اگر احباب جماعت میں سے کوئی صاحب خرید کر غیر مسلم دوستوں کو تحفتًا بھیجدیں تو اس کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ ایسا مفید مجموعہ مضامین جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال مرتبت و اسوہ حسنہ کی صحیح اور اصلی تصویر ہے دفتر میں بیکار نہ رکھا رہے گا۔ اور دوسرے یہ کہ یہ نمبر اپنی غرض و مقصد کو پورا کرسکیگا اور دلوں کی ہدایت اور خیالات کی اصلاح کا باعث ہو کر خریدار کو مستحق جزائے خیر بنائیگا

سیرت نبوی کے لئے پتوں کی ضرورت ہے

پرافٹ آف اسلام کا اردو ترجمہ جس کو غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کسی گزشتہ اشاعت میں تحریک فرما چکے ہیں چھپکر تیار ہے۔ اس کو موزوں موقعوں پر پہنچانے کے لئے ہر شہر کے عیسائی مشنوں آریہ سماجوں اور سناتن دھرم سبھاؤں اور ممتاز غیر مسلم اصحاب کے پتوں کی ضرورت ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ احباب کرام اپنے اپنے شہروں سے یہ تمام پتے فراہم کرکے جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمت میں بھیجدیں۔

ایک بزرگ کی فیاضی۔ "نماز و اصول اسلام"

نماز اور اصول اسلام کے رسالے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف ہیں ایک بزرگ کی فیاضی سے دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں مفت اشاعت کے لئے پڑے ہیں۔ جو اصحاب ضرورت سمجھیں محصول ڈاک بھیجکر منگوالیں اور اپنی جگہ پر تقسیم کردیں مگر رسالہ نماز عمومًا نوجوان انگریزی خواں طلبہ کے ہاتھ میں جائے۔ اور رسالہ اسلام عمومًا غیر مسلم اصحاب کی خدمت میں پہنچے۔

مراسلات

علمائے سوء اور ان کی مشخصات و ممیزات

اصلاح و تجدید کی ضرورت

ولا تجادل عن الذين يختانون انفسهم ان الله لا يحب من كان خوانا اثيما

پچھلے دنوں علمائے سوء کے خلاف میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کے شائع ہوتے ہی تمام حلقوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ اور بقول اخبار "مدینہ" اس نے بم کا کام کیا۔ ایسا معلوم ہوا پھوڑا پکا ہوا تیار تھا چیرنے کی دیر تھی مضمون نے نشتر کا کام دیا اور پھوڑا فوراً بہہ نکلا۔ تعلیم یافتہ حلقے نے اسے نظر استحسان دیکھا بلکہ اس کے بکثرت ارکان نے اس کی پرزور تائید کی۔ طبقہ علماء میں اس نے ایک ہلچل ڈال دی۔ علماء سوء کی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور وہ تکفیر کے تو نہیں لیکن تفسیق و تفجیر کے اپنے پرانے ہتھیار لیکر مدافعت و ہجوم کے لئے کمربستہ ہو گئی۔

کسی تحریک کے بر وقت ہونے کی یہی دلیل ہے کہ ظاہر ہوتے ہی سب کو اپنی جانب متوجہ کر لے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ علماء سوء کے خلاف جو آواز اٹھائی گئی ہے مقتضیات وقت کے عین مطابق ہے اور اس لئے اس کی کامیابی لازمی ہے۔ بشرطیکہ پوری ہمت سے کام لیا جائے۔

مخالف علماء نے میرے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ "خلافت" "الجمعیۃ"، "انقلاب" میری نظر سے نہیں گزرے۔ لیکن ایک دوست نے ان کے کٹنگ بھیجدیئے تھے۔ ان تینوں "موقر اسلامی" صحیفوں نے خوب دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔ لیکن آج کی صحبت میں کسی سے الجھنا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو علمائے سوء کی مشخصات و ممیزات و علامات سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ انہیں ان کی شناخت میں آسانی ہو۔ اور ان کے فتنے سے بچ سکیں۔

قدیم مفکرین کا مسلک

اپنا موعودہ سلسلہ مضامین اس موضوع سے میں اس لئے شروع کر رہا ہوں کہ بعض مشہور اہل علم اصحاب نے جو انشاء اللہ علمائے حق میں سے ہیں۔ اور جن کے لئے میرے دل میں احترام موجود ہے۔ اپنے ماہانہ رسالہ میں ہم مخالفین علماء سوء پر اعتراض کیا ہے۔ اور ہماری تحریک کو اس بنا پر ناپسند کیا ہے کہ اس سے تفریق کی بو آتی ہے۔

ان کا ہم پر سب سے بڑا اعتراض یا حملہ یہ ہے کہ آخر علماء سوء کی شناخت کیا ہے؟ ہر مولوی کو تم عالم سوء یا عالم حق جو چاہو قرار دے سکتے ہو۔ علمائے سوء اور علمائے حق میں وہ مابہ الامتیاز کیا ہے جس کی بنا پر دونوں میں امتیاز کیا جا سکے۔ اور آخر الذکر کے فتنے سے مسلمانوں کو ہوشیار کیا جا سکے؟

یہ ان کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ یادداشت سے لکھ رہا ہوں بہت سے احباب نے تعجب ظاہر کیا کہ ایسے روشن دماغوں میں ایک ایسا اعتراض کیونکر پیدا ہوا۔ لیکن مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر قدیم مفکرین مغربی تہذیب اور اس کی قوتوں سے اس قدر خائف و مرعوب ہو چکے ہیں۔ اور اپنی قوم کی ذہنی و دینی کمزوری کا انہیں اس قدر یقین ہو گیا ہے کہ قبل از مرگ واویلا میں مصروف ہیں۔ انہیں اب عالمگیر جنگ کے بعد سے تفریح و الحاد کا سفید بھوت ہر طرف دوڑتا نظر آتا ہے۔ وہ ہر نئی آواز کو مغربی دہریت کی دعوت سمجھنے لگے ہیں۔ اب سے پہلے وہ جمود و تقلید کے سرگرم مخالف اور اصلاح و تجدید کے زبردست داعی تھے۔ مگر اب وہ یہ لفظ بولتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ کہ مبادا جمود و تقلید کے ہٹتے ہی مغربی دہریت دلوں میں اتر جائے اب وہ اس کوشش میں لگے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو قوم کی موجودہ پست ذہنیت برقرار رکھیں۔ اگرچہ یہ سودا کتنے ہی گراں داموں پر کرنا پڑے۔ اگرچہ اپنا اصلاح و تجدید کے دعووں سے دست بردار ہی کیوں نہ ہو جانا پڑے۔ اگرچہ الٹی جمود و تقلید کی حمایت و اشاعت ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ یہ حال ہندوستان ہی میں نہیں تمام عالم اسلامی کے قدیم مفکرین و مصلحین کا ہے۔ جن میں سے بعض کے ساتھ میں ایک مدت سے قلمی جنگ میں مصروف ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ ان کا یہ خیال قومی اخلاص پر مبنی نہیں ہے لیکن

[illegible] ظاہر کرتا ہوں کہ ان کا یہ خیال سراسر غلط ہے اور اپنے اندر قومی تباہی کے جراثیم چھپائے ہوئے ہے۔ تاریخ اقوام ہمارے سامنے موجود ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی تہذیب کبھی جہل، بلادت، جمود، تقلید کے قلعوں میں چھپ کر کسی ایسی قوم اور تہذیب سے اپنی حفاظت نہیں کر سکی جو علم و دانش اور زندگی و نشاط کے اسلحہ سے مسلح تھی۔ اگر ان مفکرین کا مسلک قبول کر لیا گیا تو ہماری قوم کی جلد تباہی یقینی اور حتمی ہے۔ علم کا مقابلہ علم ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ جہل سے نہیں کیا جا سکتا۔

اگر مسلمانوں میں ذرا بھی دینی روح موجود ہے۔ اور یہ دینی روح زندہ رہنے کی کچھ بھی صلاحیت رکھتی ہے۔ تو ہمیں اصلاح و تجدید سے کبھی گھبرانا اور ڈرنا نہ چاہیئے۔ لیکن اگر ہماری دینی روح زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ تو ہم شتر مرغ کی طرح جہل کی ریگ میں لاکھ اپنا سر چھپائیں مغربی تہذیب کا شکاری ہمیں ضرور شکار کر لیجائیگا بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر ہماری تہذیب اور ہماری جماعتی و دینی روح اسی قدر ضعیف ہو چکی ہے کہ اب اصلاح کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ یہ اصحاب محض اپنے بے بنیاد وہم سے سمجھے بیٹھے ہیں۔ تو بہتر ہے کہ ایڑیاں رگڑنے سے پہلے ہی مر کر فنا ہو جائیں۔ لیکن نہیں یہ کبھی نہیں ہوگا۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

لیکن یہ بحث بہت طویل ہے اور اس کے متعلق [illegible] اس لئے اس سے قطع کرتا ہوں۔

ایک عجیب غلط فہمی

افسوس کا مقام ہے کہ ایک محترم "مولانا" نے دہلی کے ایک روزنامہ میں میرے مضمون کی تردید میں طویل سلسلہ مضامین تحریر فرمایا ہے۔ لیکن آپ کی علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ "علماء سوء" کے لفظی معنے سے بھی بے خبر ہیں۔ آپ کو یہ غلط فہمی یا خوش فہمی ہوئی ہے کہ میں نے جملہ علمائے دین کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور اس لئے خود اسلام کی دشمنی اور بیخکنی پر کمربستہ ہوں۔

جب ایک "مولانا صاحب" اور اس اخبار کے فاضل مدیر کے علم و فہم کا یہ عالم ہے۔ تو ظاہر ہے کہ عام لوگوں کو بھی اگر غلط فہمی ہو گئی ہو تو تعجب کا مقام نہیں۔ حالانکہ عربی زبان کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ لفظ "سوء" کے کیا معنے ہیں!

سوء کے معنے ہیں خراب۔ برا۔ بد۔ لہذا علمائے سوء کے معنے ہوئے خراب علما۔ برے علما۔ بد علما۔ یعنی وہ علما جو شریعت غرا کی بتائی ہوئی نیکیوں پر استوار نہیں ہیں۔ نیز اسی گروہ میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا دامن جوہر علم سے خالی ہے۔ مگر دعوے علم کا کرتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل جاہل ہیں۔ مگر چونکہ علم کے دعویدار اور بدی کے علمبردار ہیں اس لئے ان کا شمار بھی علماء سوء کے طبقے میں ہوتا ہے

نیکی اور بدی

جب ہم کہتے ہیں علماء سوء یا علمائے خیر۔ یا نیک علما اور بد علماء یا اچھے علما اور برے علما تو دونوں گروہوں میں پورا پورا امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کسی مزید تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ حقایق موجودہ میں سب سے زیادہ معلوم و مشہور حقیقتیں یہی دو ہیں۔ نیکی اور بدی (بلکہ بدی دراصل کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ صرف نیکی ہی حقیقت ہے۔ مگر بدی پر بھی مجازاً حقیقت کا اطلاق ہوتا ہے) اسی لئے قرآن حکیم نے نیکی اور بدی کی کوئی تشریح و تجزی نہیں کی بلکہ انہیں دو نہایت عمدہ لفظوں معروف اور منکر سے تعبیر کیا ہے۔ معروف کے معنی ہیں معلوم۔ یعنی وہ بات جو سب کو معلوم ہے۔ جس کی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ فطرت انسانی کو اس کا علم خود بخود حاصل ہے۔ اور منکر کے معنے ہیں غیر معلوم اور مجہول یعنی وہ بات جس سے فطرت انسانی ناآشنا ہے جس کا علم سیکھنے سے آتا ہے۔ نہ کہ خود بخود حاصل ہوتا ہے۔

لیکن لفظ منکر کے معنے اس سے زیادہ وسیع ہیں۔ اس میں ایک دقیق نکتہ مضمر ہے۔ اور وہ یہ کہ جب وہ غیر معلوم و مجہول معلوم ہوتا ہے تو انسان میں اس سے کراہیت اور تنفر پیدا ہوتا ہے۔ یہ قرآن کی بلاغت اور اس کا انتخاب الفاظ ہے کہ فلاسفہ اپنی تمام قیل و قال سے جس حقیقت کو آج تک واضح نہ کر سکے اسے کتاب حمید نے دو مختصر لفظوں میں اس خوبی سے بیان فرما دیا کہ اس سے زیادہ صحیح اور جامع بیان ناممکن ہے۔

پس جب نیکی معروف ٹھیری اور بدی منکر قرار پائی تو نیک علما اور بد علماء میں تمیز بھی پیدا ہو گئی۔ ایک سچی اور آسان کسوٹی ہمارے ہاتھ آ گئی بغیر کسی دقت کے اس پر ہم ہر گروہ بلکہ ہر شخص کو پرکھ سکتے ہیں

جس کے افعال خدا کی نظر میں پسندیدہ اور تحسین ہوں وہ نیک قرار پائیگا اور جس کے افعال خدا کی نظر میں ناپسندیدہ اور مکروہ ہوں وہ بد سمجھا جائے گا خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جانب اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ میں کیونکر جانوں کہ نیک ہوں یا بد ہو گیا ہوں۔ فرمایا اذا سمعت جیرانک یقولون قد احسنت فقد احسنت۔ واذا سمعت یقولون قد اساءت۔ فقد اساءت۔ (اگر تیرے پڑوسی کہتے ہوں کہ تو نیک ہے تو بیں تو نیک ہے۔ اور اگر کہتے ہوں کہ بد ہے تو سمجھ لے کہ تو بد ہے) (صحیح مسلم)

یہ مقام عام نیکی اور بدی کا ہے۔ لیکن فضیلت و کمال کا مقام اس سے بلند و ارفع ہے۔ اسی مقام کا نام شریعت کی اصطلاح میں "ایمان" ہے۔ اور اس کا مقتضا "عمل صالح" ہے۔ جسکے بغیر نجات ممکن نہیں جو روح انسانی کی معراج ہے۔

اس بنا پر خاص نیکی کا ضابطہ اور قانون کتاب اللہ ہے اور اس کی عملی تفسیر سنت رسول اللہ ہے علماء دین اس قانون الٰہی کے حامل اور وارث ہیں رسول اللہ کے نائب ہوں لہذا ان کے اعمال اس قانون کے عین مطابق ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہی امت کے لئے اس کی زندگی میں نمونہ اور اسوہ و قدوہ ہیں۔ اسی ضرورت کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے "ولتکن منکم امۃ" اور فرمایا "ولولا نفر من کل امۃ"

بنا بریں ضرورت ہوا کہ علماء خیر اور علماء سوء کی علامتیں خود کتاب و سنت میں تلاش کی جائیں۔ اور جب وہ سامنے آ جائیں تو انہیں بے چون و چرا قبول کر لیا جائے کیونکہ ان میں غلطی کا احتمال نہیں۔ (باقی آئندہ)

خبریں

—— لاہور ۱۸ ستمبر حکومت پنجاب کے ہوم ممبر نے لالہ دنی چند رکن پنجاب جیل انکوائری کمیٹی کو لکھا ہے۔ کہ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات نے سردار بھگت سنگھ اور سٹر دت کو کل مطلع کر دیا ہے کہ جب تک آپ کا مقدمہ زیر تحقیقات ہے۔ آپ کو وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو مجلس تحقیقات نے مقدمہ سازش لاہور کے دیگر زیر تحقیقات ملزموں کے لئے تجویز کی ہیں۔ البتہ انہیں لباس قیدیوں ہی کا پہننا پڑے گا۔ یہ دونوں سنٹرل جیل ہی میں رہیں گے۔ لیکن ان کو اجازت ہوگی۔ کہ حوالاتی ملزموں سے آزادی کے ساتھ ملاقات کر سکیں بورسٹل جیل کے زیر تحقیقات قیدیوں کو بھی اجازت ہوگی۔ کہ مقدمہ کی پیروی کے لئے تدابیر سوچنے اور بحث و مباحثہ کرنے کے لئے سردار بھگت سنگھ اور سٹر دت کے ساتھ معقول طریق پر جب چاہیں ملاقات کریں۔

یہ طریق کار اس وقت نافذ العمل ہوگا جب ملزم بھوک ہڑتال ترک کر دیں گے۔

—— سکندر آباد ۱۹ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ اعلیٰحضرت خسرو دکن کا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ آپ امسال پرائیوٹ طور پر یورپ تشریف لے جائیں۔ البتہ اعلیٰحضرت آئندہ موسم سرما میں برطانی ہند میں ایک طویل سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں حضور دہلی لاہور لکھنؤ اور بعض دیسی ریاستوں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مفتخر فرمائیں گے۔

—— سکندر آباد ۱۹ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے ماہ دسمبر کے وسط میں حیدر آباد جائیں گے

—— شملہ ۲۰ ستمبر رائٹر [illegible] کو ماسٹر تارا سنگھ کا مندرجہ ذیل تار موصول ہوا ہے:۔

مجھے بخار کی حالت میں راولپنڈی کے جیل میں بھیجا گیا۔ اور ہتھکڑیاں پہنا کر تھرڈ کلاس میں سوار کیا گیا۔ مقاطعہ جوں کا جاری ہے۔

—— پشاور ۱۸ ستمبر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ قندھار سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ غزنی کے علاقے میں غلزئیوں کے درمیان بچہ سقا کے خلاف معاندانہ خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ غالباً زمین داور اور گرم سیل کے درانی بچہ سقا کے خلاف اچک زئیوں اور دوسرے درانیوں کے ساتھ مل جائیں گے۔

اگر غلزئیوں نے درانیوں کا مقابلہ نہ کیا تو اغلب ہے کہ درانی کابل پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ چمن میں افواہیں گرم ہیں کہ درانیوں نے قلات غلزئی پر قبضہ کر لیا ہے۔

—— بمبئی ۱۹ ستمبر حسب ذیل برقی پیغام وائسرائے صدر اسمبلی اور وزیر داخلہ کو بھیجا گیا۔

"احاطہ بمبئی کی جمعیت العلماء کی رائے ہے۔ کہ شاردا بل جس کی تائید

اقتباسات

مسلمانوں کی اقتصادی پستی

سرکاری کاغذات مظہر ہیں۔ کہ مسلمانان ہندوستان کی اقتصادی پستی روز بروز روبہ اضافہ ہے۔ ہم اپنے برادران اسلام سے عرض کرتے ہیں۔ کہ انہیں اپنے اوقات گرانمایہ کا کوئی حصہ قوم کا افلاس دور کرنے کے متعلق تدابیر سوچنے میں بھی صرف فرمانا چاہئیے یہ صحیح ہے کہ واجبی ووٹوں اور نشستوں کیلئے جد و جہد کرنا بہت بڑا فریضہ ہے جس کی سرانجام دہی لازمی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ جو قوم روٹی سے محتاج ہو۔ اسے ووٹ بہت کم فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تاریخ کے طلبہ جانتے ہیں۔ کہ امریکہ نے خانہ جنگی کے بعد حبشیوں کا حق رائے دہندگی تسلیم کر لیا۔ لیکن ان کی ناداری۔ مالی کمزوری۔ اور اقتصادی فرمانگی کی وجہ سے جنوبی ریاستوں نے ان کو ووٹ کے حق سے عملاً محروم کر دیا۔ آج حبشی رائے دہندگان کی تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ یہ کیوں ؟۔ اسلئے کہ ہر ایک ریاست نے قواعد رائے دہی اس ترکیب سے بنا لئے ہیں۔ کہ ان کے ماتحت حبشیوں کا حق رائے دہندگی سے فائدہ حاصل کر سکنا ناممکن ہے۔ ہندوستان میں اچھوت اقوام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انہیں سیاسی حقوق مساوی طور پر حاصل ہیں۔ لیکن ان کی اقتصادی درماندگی ان کو متذکرہ حقوق کے استفادہ سے محروم کر رہی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئیے۔ کہ اگر انہوں نے اپنی اقتصادی حالت کو سدھارنے کی کوئی سعی نہ کی۔ تو انہیں بھی، خدا نہ کرے، سیاسی حقوق سے عملاً محروم ہونا پڑے گا۔ (وطن)

بائبل کی اشاعت

دنیائے کتب میں اسوقت بائبل سب سے زیادہ تعداد میں فروخت ہو رہی ہے۔ برطانوی بیرونجات کی بائبل سوسائٹی نے گذشتہ سال میں ایک کروڑ ۱۰ لاکھ جلدیں فروخت کی ہیں۔

امریکن بائبل سوسائٹی نے ۹۰ لاکھ جلدیں فروخت کیں۔ یعنی گذشتہ سال میں کل دو کروڑ ساٹھ لاکھ بائبل کی جلدیں فروخت ہوئیں۔
۔ برطانوی و بیرونجات بائبل سوسائٹی ۱۸۰۴ء میں قائم ہوئی اس وقت سے ابتک اس نے ۳۹۰ کروڑ ۷۰ لاکھ جلدیں فروخت کیں گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں صرف اسی سوسائٹی نے ۵۰ کروڑ ۴۰ لاکھ جلدیں فروخت کی ہیں۔

اس وقت چارلس ڈکنس کی بائبل زیادہ مروج ہے۔ اس کی تصنیف کی ہوئی بائبل کی ۸۰ کروڑ ۵۰ لاکھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جس قدر جلدیں آجکل تمام دنیا میں فروخت ہو رہی ہیں۔ ان میں سے $3\frac{1}{2}$ فیصدی چینی لوگ خرید کرتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں جبکہ عیسائیت کے خلاف چین میں زبردست پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ اس وقت بھی بائبل کی اشاعت کم نہیں ہوئی بلکہ اس میں اور اضافہ ہوا۔

بالشویکوں کی مخالفت کے باعث بھی بائبل کی اشاعت میں کثیر اضافہ ہوا ہے۔ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسی کتاب ہے جس کی یہ لوگ اس قدر مخالفت کر رہے ہیں۔ اور اسی خیال کے زیر اثر اس کو خرید کر پڑھتے ہیں۔

۱۹۱۹ء تک بائبل کا ۱۴ اہم زبانوں میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ لیکن اب یہ کتاب ۶۱۸ زبانوں میں مل سکتی ہے۔

اندھوں کو بائبل مفت تقسیم کی جاتی ہے اس لئے یہ کتاب ۳۷ دیگر زبانوں میں ترجمہ کی جا چکی ہے۔

ہمارے ان علماء کے لئے جو صرف باہمی جنگ و جدل اور تکفیر بازی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ اعداد قابل غور ہیں۔ انہیں جاننا چاہئیے کہ تبلیغ و اشاعت دین ہی ان کا خاص فرض ہے۔ دیگر معاملات اس اہم فریضہ سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ آج مسلمانوں کی بدحالی اور بے راہ روی میں جو اضافہ ہوا ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ پہلے کی طرح ہمارے ہادیان دین میں ایثار اور خدمت دین کا ولولہ موجود نہیں۔ اور ان کے موجودہ تیور دیکھتے ہوئے نہ آئندہ یہ ممکن ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے کچھ کام آ سکیں۔ کیونکہ یہ مختلف جماعتوں میں تقسیم ہیں اور سادگی خلق و خلوص ان میں قطعاً نہیں پایا جاتا اسی لئے آج علماء کی جو حالت ہے اسکی موجودگی میں مسلمانوں کی بہت سی امیدیں ان سے منقطع ہو چکی ہیں۔ علماء دین کا خاص کام اشاعت دین تھا۔ لیکن اس کے لئے اور کارکنان قوم کی مانند یہ بھی بڑی بڑی تنخواہوں اور فرسٹ و سیکنڈ درجہ کے کرایہ کے طالب ہیں۔ دنیا کی عیش و عشرتوں اور تفوق و برتری پر ان کی نظر ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ اشاعت دین کے لئے دکھ و مصیبتیں اٹھانے پر آمادہ ہو جائیں۔ (نجات)

ستندر کی مسلم آزادی

بنگال کے شہر کول کائی میں ہندوؤں نے مسجد کے سامنے سے جلوس نکالنا چاہا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے ان کو روک دیا۔ چند روز بعد ہندوؤں نے مسلمانوں کو دبا کر جلوس نکالا۔ اور مسجد کے قریب جب پہنچے مسلمانوں نے انہیں روکا۔ انہوں نے روکنے والے مسلمان شہید کر دئیے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ مسجد کے اندر گھس گئے اور مسجد کی زمین پاک کو توحید پرستوں کے خون سے لالہ زار کر دیا۔ اور اس کے بعد وہ شہید مسلمانوں کی ۲۵ لاشوں کے اوپر سے ڈھول بجاتے ہوئے نکل گئے۔ ہندوؤں کو اس طرح جلوس نکالنے پر آمادہ کرنے والا اور خونین جلوس کی قیادت کرنے والا یہی ستندر ناتھ سین تھا۔ یہاں سے وہ باریسال گیا۔ اور وہاں بھی اس نے مسجد کے سامنے جلوس نکالنا چاہا۔ لیکن حکام نے اسے روک دیا۔ اس پر اس نے وہاں ستیہ گرہ شروع کی لیکن بحمد اللہ کہ ناکام رہا۔ اگر کامیاب ہوتا۔ تو خدا جانے کہ باریسال میں کتنے مسلمان خاک و خون میں تڑپتے نظر آتے۔ ان حالات کو از سر نو سننے کے بعد جس مسلمان کی حمیت اسے اجازت دے۔ وہ بہ شوق ستندر ناتھ سین سے اظہار ہمدردی کرے ہم تو ایسے دشمن اسلام سے ہمدردی نہیں کر سکتے۔ (مسلم راجپوت)

وزیر تعلیم پنجاب کی صاف گوئی

پچھلے دنوں ایک معاصر نے آنریبل مسٹر منوہر لعل وزیر تعلیم پنجاب پر ہندو نوازی کا الزام لگایا تھا۔ مسٹر موصوف نے کونسل کے ہوتے اجلاس میں نہایت صفائی کیساتھ اس الزام کو تسلیم کر لیا ہے۔
نواب احمد یار خاں صاحب دولتانہ کے سوال کے جواب میں آپ نے بیان کیا۔ کہ انہوں نے ۱۹۲۷-۲۸ء کے مالی سال میں ۱۴ جدید سکولوں کو نئی امداد عطا کی جن میں سے ۸ ہندو ۴ سکھ ۲ عیسائی سکول تھے۔ اور مسلمان سکول ایک بھی نہ تھا۔ آپ نے ان سکولوں میں ۲۰۸۵۴ روپے تقسیم کئے۔ جن میں سے ۸۳۶۲ روپے ہندوں کو ملے ۹۸۵۲ روپے سکھوں کے حصہ میں آئے اور ۲۶۴۰ روپے عیسائی لے گئے مگر مسلمانوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی۔ اس کے بعد ۱۹۲۸-۲۹ء میں آپ نے امدادی اسکولوں میں ۱۷ اسکولوں کا اضافہ کیا۔ جن میں سے ۱۲ ہندو ۲ سکھ ایک عیسائی اور صرف ۲ مسلمان تھے۔ ان کو کل ۲۷۲۰۷ روپے ملے جن میں سے ۲۳۵۲۳ روپے ہندو اور ۱۶۹۸ روپے سکھ لے گئے۔ جن میں سے صرف ۸۹۶ روپے مسلمانوں کو عطا ہوئے گویا دو سال میں ۲۱ ہندو ۶ سکھ ۳ عیسائی سکولوں کے مقابلہ میں صرف ۲ مسلم سکولوں کے لئے ۸۹۶ روپے مسلمانوں کو ملے۔ امداد پانے والے سکولوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اور امداد زر کے طور پر ۴۸۰۶۱ روپے کی گرانقدر رقم تقسیم کی گئی۔ اس میں سے ۳۱۸۹۵ روپے ہندوں کو ملے۔ مسلمان اگر کچھ بھی احساس رکھتے ہوں تو وزیر تعلیم کی صاف گوئی ان کے لئے تحریک عمل بن سکتی ہے (مسلم راجپوت)

بقیہ صفحہ ۲

ہوتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے اس قسم کے سوال کرنے والوں کو جو باغبانی کے متعلق تھے۔ لوگوں کو سمجھایا کہ اس قسم کے سوال مجھ سے نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ میرے منصب سے خارج ہیں۔ میرے منصب نبوت کو ان امور سے کوئی تعلق نہیں۔

حق پر پردہ ڈالنے والے

کتنی صاف بات ہے مگر حق کے ابطال

والوں کی دماغی حالت درست نہیں رہی حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ دیوبندی کو دیکھو اور نبوت محمدیہ کا یہ افسوسناک نقشہ اور طرز استدلال دیکھو۔

لوگوں کو حضور کا یہ فرمانا کہ باغبانی کے معاملات مجھ سے تعلق نہیں رکھتے ان باتوں کو تم خود بہتر جانتے ہو۔ مولانا کے نزدیک اس وجہ سے تھا کہ نعوذ باللہ اس وقت حضور منصب نبوت پر مامور نہ تھے بلکہ گھر میں بیٹھے ہوئے آرام کر رہے تھے تو پھر سمجھ میں نہیں آیا کہ یوں کیوں فرمایا۔ کہ تم مجھ سے ان معاملات کو بہتر جانتے ہو مجسٹریٹوں کی طرح یوں فرماتے کہ اس وقت دفع ہو جاؤ۔ کیا ہر وقت جان کھا رکھی ہے جب ہم منصب نبوت کی کرسی پر بیٹھیں گے۔ اس وقت آن کر سوال کرو۔ تباؤ یہ وقت ہمارے آرام کا ہے" مگر نہیں آپ نے فرمایا کہ ان دنیوی باتوں کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ یہ باتیں آپکے منصب نبوت کی حدود سے خارج تھیں۔ اور اگر یہ مطلب نہیں اور مولانا کا استدلال صحیح ہے۔ تو پھر یوں ماننا پڑے گا کہ جس وقت آپ منصب نبوت پر نہیں ہوتے تھے اس وقت نعوذ باللہ آپکا علم بھی سلب ہو جایا کرتا تھا۔ جس سے بڑھ کر میرے خیال میں آنحضرت صلعم کی کوئی ہتک منظور نہیں ہو سکتی ان مولانا لوگوں کو دیکھو کہ آنحضرت صلعم کے نام کیساتھ یوں تو سینکڑوں القاب لگا دینگے۔ لیکن عقیدہ ایسا تراشینگے جسمیں آنحضرت صلعم کی پرلے درجے کی ہتک منظور ہو۔ مذکورہ بالا استدلال کو پڑھئے اور بتلائیے کہ اس سے بڑھکر اس رسول پاک صلعم کی اور کیا ہتک ہو سکتی ہے۔ جو حضرت قبلہ مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی مدظلہ نے فرمائی ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۳

نوجوان کو وظیفہ دے کر میڈیکل کالج میں تعلیم دلائی جائے۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ وہ آخری امتحان پاس کرکے یہاں اسلامی مشن کا کام کریگا ایسا طالب علم عربی فارسی اور اردو کی زبانوں میں خوب ماہر ہونا چاہئیے آپ ایک مبلغ اور ڈاکٹر کو یہاں بھیجنے کا جلد انتظام کیجئے۔

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب پورے زور کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک چھ کتابوں کو ڈچ زبان میں چھپوا کر شائع کر چکے ہیں۔ اس وقت تک ڈیڑھ سو کے قریب تعلیم یافتہ نوجوان جماعت میں شامل ہو کر مختلف مرکزوں سے تبلیغ اسلام کا کام پوری سرگرمی سے کر رہے ہیں۔ جاوی و ڈچ اخبارات جو جماعت کی طرف سے جاری ہیں۔ روز بروز قبولیت عامہ حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ مو خرالذکر کے ایک ہزار خریدار پیدا ہو چکے ہیں کئی سو کاپیاں ہالینڈ میں مفت تقسیم کے لئے بھیجی جا رہی ہیں۔ ہمارا ایک دوست ہالینڈ میں تعلیم کے لئے گیا ہے۔ وہ وہاں ہمارے لٹریچر کو خوب پھیلا رہا ہے۔ یہ پہلا قدم وہاں اسلامی مشن قائم کرنے کا ہے۔ دوسرا اخبار اپنے سلسلہ کی مقبولیت کو بڑھا رہا ہے۔ ہماری جماعت کے صدر صاحب مشرق جاوا کے ایک بڑے شہر کو تبدیل ہو گئے ہیں۔ وہاں جانے سے پہلے انہوں نے ہماری جماعت کی تین مضبوط شاخیں سابقہ مقام پر قائم کر دی تھیں۔ جہاں وہ اب گئے ہیں۔ وہاں کے گرد و نواح میں بھی انہوں نے تین جماعتیں کھڑی کر دی ہیں۔ سولو ریاست کی شاخ بھی اب خوب ترقی کر رہی ہے۔ ہمارے دوست مفتی محمد بشیر صاحب بطور اعزازی مبلغ کے کام کر رہے ہیں۔ برادر رکانی صاحب سورابایا میں اور برادر ثابت دون صوبہ میں سکول جاری کرکے جماعت کے اثر کو بڑھا رہے ہیں۔ مو خرالذکر نے احمدیہ عربی پرائمری سکول جاری کر رکھا ہے۔ برادر محمد کیلان صاحب چیلا چاپ میں سرکاری سکول کے مدرس ہیں۔ اور تبلیغ میں مصروف ہیں مرکز میں دو ہفتہ وار تعلیمی جماعتیں ہیں ایک تعلیم قرآن کے لئے

دوسری تعلیم احمدیت کے لئے۔ ان جماعتوں میں کثرت سے مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں تین دن مرزا صاحب ایک لوکل کالج میں مذہبی تعلیم دیتے ہیں اور مہینہ میں ایک بار مختلف احمدیہ مرکزوں میں لکچر دیئے جاتے ہیں۔ جزیرہ سیلیبیز میں برادر رادیا صاحب نے قرآن اور احمدیت کی تعلیم کے لئے ایک کلاس کھول رکھی ہے۔ ان کا ارادہ بہت جلد ایک احمدیہ ڈچ مدرسہ وہاں کھولنے کا ہے۔ اس وقت تک ذیل کی کتب بزبان ڈچ شائع ہو چکی ہیں۔ پرافٹ آف اسلام۔ مرزا غلام احمد۔ دعوۃ عمل۔ پیدائش مسیح قرآن کی روشنی میں۔ رسالہ اسلام۔ اسلام کیا ہے۔ خدا سے برتر۔

پس اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ نابالغ بچے آپس میں اظہار رضامندی کر سکتے ہیں۔ غرضکہ طلاب لکھر والی آیت ۵ھ میں نازل ہوئی۔ جس سے سات برس پہلے حضرت عائشہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ اور پھر اسی سورہ نسا میں پانچویں آیت ہے۔ جس میں وابتلوا الیتٰمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح والی آیت موجود ہے۔ پس بلا خوف تردید ثابت ہو گیا۔ کہ یہ بھی واقعہ ۵ھ کے بعد نازل ہوئی۔ یعنی رضامندی باہمی نکاح بلوغ والی ساری آیتیں حضرت عائشہ کے نکاح سے سات برس بعد نازل ہوئیں۔ اس صورت میں ہندوستان کے ایک مقتدر رسالے کا وہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے۔ جو اس میں کیا گیا تھا۔ کہ اگر یہ آیات مدنی ہیں۔ تو رخصتانہ مدینہ میں ہوا تھا۔ وہاں حضرت رخصتانہ کو سن بلوغ تک ملتوی کر سکتے تھے۔ ہاں یہ اس صورت میں ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو ۱ھ میں غیب کی خبر ہوتی۔ کہ آج سے سات برس بعد بلوغ کی شرط عائد ہوگی۔ پس ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ بلوغ اور انتخاب باہمی کی آیت حضرت عائشہ کے نکاح کے سات سال بعد نازل ہوئی۔ اس واسطے آنحضرتؐ کا اس سے پہلے کا عمل اسوہ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ حضور سرور عالم کے گھر میں ایک وقت میں چار سے زیادہ ازواج مطہرات کا ہونا ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اور ایسی شادی اگر بالفرض ۶ برس کی عمر میں ہی ہوئی ہے۔ تو نہ قرآن شریف کے نزدیک جرم ہے۔ اور نہ سارڈا بل کے رو سے۔

لیکن ان سب واقعات سے قطع نظر ہم ان علماء سے جو حضرت عائشہ کے معاملہ اور تعدد ازدواج کے معاملہ میں رسول کریمؐ کے اسوہ حسنہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اور ہم اول اللہ کر معاملے کی بابت او پر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ اسوہ نہیں ہو سکتا نہایت ادب و احترام کے ساتھ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کی تمام زندگی میں یہی دو اسوہ رہ گئے ہیں۔ کہ نابالغوں سے شادی اور کثرت ازدواج جس پر علماء عمل کرنا فخر خیال کرتے ہیں۔ اور کوئی دوسرے اسوہ نہیں رہے۔ یہ بھی تو اسوہ حسنہ ہیں۔ کہ

(۱) آپ بار ہا صرف اس پر کہ دولت آپ کے قدموں پر تھی ہمیشہ عسرت سے گذارہ کرتے تھے۔ اور فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ (۲) مکان میں سوائے کھجور کے بورئیے اور چند مٹی کے برتنوں کے اور کچھ سامان نہ تھا۔ (۳) اس گھر میں جھاڑو خود دیا کرتے تھے۔ (۴) دودھ بکریوں کا خود دوہا کرتے تھے۔ (۵) اپنی جوتیوں میں پیوند خود لگایا کرتے تھے۔ (۶) کپڑے بھی پیوند والے پہنتے تھے۔ (۷) کبھی ایک پیسہ جمع نہ کیا۔ اور اگر ہوا بھی۔ تو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ حالانکہ کانی سے زیادہ عیال تھا۔ (۸) آخر وقت گھر میں صرف ۷ درہم تھے۔ وہ بھی فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیئے۔ اور یہ فرمایا۔ کہ میں نہیں چاہتا کہ جب میں خدا کے آگے حاضر ہوں۔ تو میرے ہاتھوں میں دینار بھی ہوں۔ (۹) ایکدفعہ اپنے صحابی سے فرمایا۔ کہ کوہ احد اگر سارا سونا ہو جائے۔ تو میں یہ چاہتا کہ جبتک سے تقسیم نہ کر لوں۔ آرام کروں۔ آپ نے خود ۲۵ برس کی عمر میں ایک ۴۰ برس کی خاتون کے ساتھ شادی فرمائی۔ اور ۵۰ برس کی عمر میں ۵۰ برس کی خاتون کے شادی فرمائی اور سوائے حضرت عائشہؓ کے باقی جتنی ازدواج مطہرات تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک دفعہ کی بیوہ تھیں۔ کوئی دو دو تین تین دفعہ کی۔ (۱۰) آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی ان کی ۱۵ برس کی عمر میں فرمائی۔

باقی آئندہ

پیغام صلح کے مشہور و معروف نمبر
آخری نبی نمبر
کی قیمت میں رعایت

گذشتہ سال عید میلاد النبی کی تقریب سعید پر اخبار پیغام صلح کا ایک خاص نمبر آخری نبی نمبر کے نام سے شائع ہوا تھا جس کو ملک کے تمام سرکردہ اخبارات و رسائل اور ہر مذہب و ملت کے مقتدر اصحاب نے بیحد پسند کیا تھا۔ آخری نبی نمبر کی مقبولیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے کچھ چند صد کاپیاں زائد چھپوائی تھیں جو برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ نمبر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم اصحاب کے معرکۃ الآرا مضامین اور اعلیٰ نظمیں درج ہیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ سرورق رنگین اور دیدہ زیب ہے ضخامت چالیس صفحے اس نمبر کی قیمت ۲ر فی کاپی تھی لیکن جلسہ سالانہ کے ایام میں ۱ر فی کاپی ایک روپیہ میں بیس کاپیاں ملیں گی۔ احباب کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہئیے غیر از جماعت اور غیر مسلم دوستوں کو بطور تحفہ دینے کیلئے یہ نہایت مفید اور ارزاں چیز ہے جلسہ پر تشریف لانیوالے احباب اس کو دفتر پیغام صلح یا دفتر بکڈپو سے حاصل کر سکتے ہیں۔

نیازمند
منیجر

ماہوار رسالہ بالکل مفت

دہلی کے مشہور و معروف رسالہ کامیابی کے دفتر سے ایک نہایت عمدہ اور ماہوار رسالہ تبصرہ جاری ہونیوالا ہے جس کا پہلا پرچہ جنوری ۱۹۳۳ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔ تبصرہ کے پہلے پرچہ میں علاوہ اور مفید مضامین کے سنہ ۱۹۳۳ء کیلئے ایک ایسی کارآمد مکمل جنتری بھی ہوگی جو سال بھر آپ کیلئے ایک نہایت عمدہ مشیر و رہبر کا کام دیگی۔ ماہوار رسالہ تبصرہ صرف ان حضرات کے نام مفت جاری کر دیا جائیگا۔ جو ایک کارڈ پر حسب ذیل عبارت لکھکر بھیجدینگے۔

مجھ کو اچھی کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق ہے۔ اور میں اکثر کتابیں خریدتا رہتا ہوں۔ اس لئے مجھے امید ہے۔ کہ آپ اپنا ماہوار رسالہ تبصرہ میرے نام جاری کر کے خسارہ میں نہیں رہینگے

پورا نام

پورا پتہ

یہ کارڈ ابھی لکھ دیجیے۔ تاکہ پہلا پرچہ اتنی مقدار میں چھپوایا جائے۔ کہ سب کو پہنچ جائے۔

المشتھر۔ منیجر رسالہ کامیابی و تبصرہ بازار مچھلی والان دہلی

ہندو دنیا

ہندوؤں پر کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان میں ۲۲ کروڑ ہونے پر بھی ہندوؤں کی زندگی خطرے سے محفوظ نہیں ہے سنگٹھن سنگٹھن کی آوازیں آرہی ہیں۔ لیکن ابھی ہم نے اس سنگٹھن کا پاٹھ نہیں سیکھا۔ جس سے ہم ہندوستان میں ہی ایک زندہ قوم کہلانے کے یوگیہ بن جائیں۔ جہلم میں ڈاکٹر ہو نجے پر ایک مسلمان اس وقت حملہ کرنے کی نیت سے داخل ہوا۔ جب وہ ڈاک بنگلہ کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے پرائیویٹ سکرٹری سٹر رشی پانڈے نے حملہ آور کو پکڑ لیا۔ دوسری خبر آئی۔ وہ یہ ہے۔ کہ شدھی سبھا سورت کے سکرٹری اپنے مکان کے ایک کمرے میں سوتے تھے۔ جب ان پر دو شخصوں نے حملہ کیا حملہ آور اور سکرٹری صاحب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ لڑتے لڑتے دونوں گیلری سے نیچے گر پڑے۔ اور حملہ آور بھاگ گئے۔

میانوالی جیل سے خبر آئی ہے۔ کہ ایک ہندو قیدی مسمی جگت سنگھ نامی کو مسلمان بنایا گیا۔ جیل کے دفتر کو مسجد بنا کر وہاں ہی اس ہندو نوجوان کو مسلمان بنایا گیا۔ اور جب میانوالی جیل کے سکھ اور ہندو قیدیوں نے اس ناجائز کاروائی کے برخلاف آپس میں سرگوشیاں کیں۔ تو اس نومسلم کو میانوالی جیل سے لاہور جیل میں لایا گیا۔ (آریہ گزٹ)

گنیش جنم

پارسی الفریڈ تھیٹریکل کمپنی نے گذشتہ ہفتہ سے گنیش جنم کا کھیل دکھانا شروع کیا ہے۔ لاہور میں اس کھیل کے برخلاف ہندوؤں میں ناراضگی کی لہر پھیل گئی ہے۔ لاہور کی بڑی بڑی گذرگاہوں پر اس کھیل کے برخلاف پروٹسٹ کے اشتہار چسپاں کئے گئے ہیں۔ جس پر لاہور کے کئی ہندوؤں کے دستخط ہیں۔ اشتہار میں بتلایا گیا ہے۔ کہ شوجی مہاراج کو اسقاط حمل ہونا۔ اس کھیل میں دکھلایا جاتا ہے۔ اور کئی اس قسم کی باتیں دکھلائی جاتی ہیں۔ جن سے ہندو تہذیب کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔

اپنی تہذیب کی رکھشا کیلئے ہندوؤں میں حس پیدا ہو۔ اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم ان ہندوؤں سے پرارتھنا کرنا چاہتے ہیں۔ کہ تھیٹریکل کمپنی کے برخلاف آواز اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کو بھی دیوتا کے ارپن کیوں نہیں کرتے ہو۔ جن کتابوں کے آدھار پر یہ کھیل بنایا گیا ہے کتابیں تو موجود رہیں۔ اور پروٹسٹ کیا جائے۔ تھیٹریکل کمپنی کے برخلاف! یہ ایسی بات ہے۔ کہ زہر کے درخت کی شاخیں کاٹی جائیں۔ اور جڑ کو سورکھت رکھا جائے۔ جس طرح صرف شاخیں کاٹنے سے اور جڑ کو محفوظ رکھنے سے زہر کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح پرانوں کی رکھشا کرنے سے۔ اور کمپنیوں کے برخلاف آواز اٹھانے سے ہندو تہذیب مخالفوں کے حملوں سے بچ نہیں سکتی۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ان بیہودہ اور گندی کتابوں کا وجود ہی مٹا دیا جائے۔ جو ہندو تہذیب کے پوتر اور نورانی چہرہ پر اس قسم کی گندگی بکھیرتی ہیں۔ کیا پروٹسٹ کرنے والے اصحاب ہماری بات پر دھیان دینگے (آریہ گزٹ)

ہندو فیاضیوں کی ایک فہرست

مسلمان بھی اپنی فیاضیوں پر نظر کریں

ہندو اور مسلم امراء میں بھی ایک بین فرق ہے۔ اول تو یہ تعداد میں زیادہ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز ہیں۔ اور مسلمان ان سب صفات سے معرا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو روپیہ مسلمان رؤسا کے پاس ہے وہ فضول امور میں صرف ہوتا ہے۔ اور ہندو اسکو اپنی قوم کی بہتری میں لگاتے ہیں۔ واقعات ذیل شاہد ہیں کہ ہندو رؤسا کا ولولہ قومی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

بابو گنیش دت وزیر بہار نے ہندو یتیم خانہ کو ایک لاکھ روپیہ دیا۔ لالہ گھنشام داس برلا نے پچاس ہزار روپیہ ہندو نصاب کیلئے عطا فرمایا۔ لالہ جگل کشور نے دہلی ہندو کالج کو دس ہزار۔ بابو شیو نرائن نے ہندو یونیورسٹی کالج کو ۲۵ ہزار اور غیو مندر کے لئے ایک لاکھ ۲۵ ہزار مہاراجہ الور نے سناتن دھرم کانفرنس ملتان کو ۲۰ ہزار۔ راجہ شاہ پور نے ہندی پرچار کے لئے پچاس ہزار۔ ریاست بھرت پور نے شدھی فنڈ میں ۵۱ لاکھ۔ راجہ بلدیو داس بڑلا نے پوتے کی شادی پر ایک لاکھ دو ہزار ہندو یونیورسٹی کو مہاراجہ بنارس نے لکھوکھا روپیہ کی جائداد اور مہاراجہ دربھنگہ نے ۵ لاکھ۔ مہاراجہ دھولپور نے لیبورٹری کو ۲۴ ہزار سالانہ مستقل امداد ٹکنالوجی کے لئے دو لاکھ۔ مہاراجہ پٹیالہ نے یکمشت ۵ لاکھ مستقل امداد ۲۴ ہزار سالانہ۔ مہاراجہ پٹیالہ نے علاوہ ایک لاکھ طلبا سائنس کے لئے ایک لاکھ۔ کتب خانہ کے لئے ایک لاکھ مسٹر شیو رام نے کمرشل سکول دہلی کو ۴۵ ہزار۔ سیٹھ گوری شنکر ساکن خورجہ نے تعلیم سنسکرت کے لئے ۵ لاکھ پچاس ہزار روپیہ دیا۔

یہ ہندوؤں کی فیاضی کی ایک غیر مکمل فہرست اور تھوڑے دنوں کی حالت ہے۔ اگر ایک سال کی حالت مرتب کی جائے تو مسلمان مارے شرم کے منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہیں۔ شاید یہ کہا جائے کہ مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے بہت ہی غریب ہیں۔ بجا اور درست ہے لیکن پھر بھی اگر ایک لاکھ روپیہ اس وقت میں دکھائیں تو ہم انکی زندگی کے قائل ہو جائیں۔

لیکن ہم بہ وثوق عرض کرتے ہیں کہ ہندوؤں سے مسلمان کوئی سبق نہیں لیتے اور اپنی موجودہ بدبختی اور تنزل کو صرف آسمانی عذاب کہکر اڑا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ جواب مذہب اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور سچی تعلیم کے سراسر برعکس اور خلاف ہے۔

(مسلم راجپوت)

سناتنی نویوکوں کی ایک اور حماقت

راولپنڈی کے سناتن نویوک سمتین نے اپنی حماقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایک پرستاو اچھوتوں کے متعلق پاس کیا ہے۔ جس میں یہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ اچھوت ہندو ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی پاس کیا گیا ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ان کے لئے کنوئیں مخصوص کر دئے جائیں۔ پرستاو کیا ہے۔ خود اپنی آپ تردید ہے۔ اگر اچھوت ہندو ہیں۔ تو ان کے لئے کنوئیں مخصوص کرنے کے کیا معنی؟ جب مسلمان جو ہندو نہیں۔ انہیں کنوؤں سے پانی لے سکتے ہیں۔ جن سے لمبا تلک لگانے والے ہندو پانی لیتے ہیں۔ اگر اچھوتوں کیلئے کنوئیں مخصوص کرنے ہیں۔ تو یوک سمین کو یہ پاس کرنا چاہئے تھا۔ کہ اچھوت نہ صرف یہ کہ ہندو ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ سناتنی دیوتا آزادی سے ملتے جلتے اور ایک ہی کنوئیں سے ان کے ساتھ اپنا دھرم بھرشٹ کئے بغیر پانی لے سکتے ہیں۔ لیکن اچھوتوں سے نہ وہ چھونا برداشت کرتے ہیں۔ نہ انہیں ان کنوؤں سے پانی لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ جہاں سے مسلمان پانی لے سکتے ہیں۔ ("پرکاش")

عرب سے پردہ گیا

خدا اعلام ہندوستانی مولاناؤں کو سلامت رکھے۔ وہ اسلام کی رودھیوں کو سنبھالے بیٹھے ہیں۔ ورنہ آزاد اسلامی ممالک میں تو ان رودھیوں کو بڑی تیز رفتاری سے جواب دیا جا رہا ہے۔ ان میں ایک پردہ ہے جسے تمام اسلامی ممالک سے اٹھایا جا رہا ہے۔ عرب باقی تھا لیکن فلسطین میں عرب عورتوں نے بھی اسے جواب دے دیا ہے چنانچہ عرب عورتوں نے عرب یہودی قضیہ کے متعلق ننگے منہ عرب عورتوں کی کانگرس کا رزولیوشن ہائی کمشنر کے حوالے کیا۔ دیکھیں جمعیۃ العلماء ہند کے مفتی خانہ سے ان عرب عورتوں کے متعلق کیا فتوے صادر ہوتا ہے۔

سناتنی نویوکوں کا باوا آدم نرالا

زمانہ ترقی کا ہے۔ دنیا بھر میں نوجوان ترقی کے دور میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہیں۔ لیکن سناتنی نویوکوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ کہ وہ آگے جانے کی بجائے پیچھے جانے کی دھن میں ہیں۔ ہندو جاتی کا سمجھدار طبقہ بدھواؤں کے دکھ اور سوسائٹی کی حالت کو پیش نظر رکھکر ادھک نہیں۔ تو بال بدھواؤں کے بیاہ کی حمایت کر رہا ہے۔ لیکن سناتنی نویوک ہیں۔ کہ وہ بدھوا بیاہ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ اور یہ اور بھی افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ بدھواؤں کی کان بال بیاہ کے پرچلت رہنے کے حامی ہیں۔ دنیا کے نوجوانوں کو شکایت ہے۔ کہ بوڑھے ان کے ترقی کی طرف قدم اٹھانے میں حائل ہیں لیکن سناتنی نوجوان ہیں۔ کہ رائے بہادر رام سرن داس کے خلاف صرف اس پراد میں ملامت کا ووٹ پاس کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے بال بیاہ دور کرنے والے شاردا بل کا سمرتھن کیا۔ اس سناتن دھرم کا خدا حافظ۔ جسے بدقسمتی سے ایسے

اقتباسات

یورپی اخلاق!

محبوبہ کو ڈوبنے سے بچانے کا انعام ۶ آنے

ایک شخص مسٹر چینل ایک کشتی میں بیٹھ کر کلیکٹن بیچ ساحل انگلستان کے قریب نہانے والوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک لڑکی نے ڈوبتے ہوئے اپنے ہاتھ اوپر کو بلند کئے چینل پورے لباس میں فوراً سمندر میں کود گیا۔ اور نوجوان لڑکی کو بہتی ہوئی رو میں سے قریب المرگ باہر نکال لایا۔ لڑکی کے منسوب نے اس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور ۶ پنس بطور انعام مرحمت فرمائے چینل کا بیان ہے۔ کہ سمندر سے باہر نکالنے کے نصف گھنٹہ بعد کہیں لڑکی کو ہوش آیا۔ میں اسکو پانی سے باہر نکالنے میں ادھموا سا ہو گیا تھا۔ ۶ آنے کے انعام کو میں نے اپنی انتہائی توہین سمجھا۔ اور میں نے کہا۔ اگر تمہارے نزدیک تمہاری محبوبہ کی یہی قیمت ہے۔ تو معاف کیجئے۔ عطائے تو بلقائے تو۔ تھوڑی دیر بعد لڑکا اور لڑکی میرے پاس سے اس طرح گذر گئے۔ گویا انہوں نے مجھے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ایک عورت کا بچہ دریا میں گر گیا۔ گھاٹ کے پردیپا سٹر نے اسے ڈوبنے سے بچایا۔ ماں نے دو شلنگ کا سکہ انعام میں دیکر کہا کہ ایک شلنگ مجھے واپس دیدو۔ اور ایک شلنگ اپنے پاس رکھو

پردہ اور تعداد ازدواج

مسلم خواتین کانفرنس کی روداد

حال ہی میں الہ آباد کے اندر مسلمان خواتین کی کانفرنس بھی ہوئی۔ جس کی روداد مسلمانوں کے غور و فکر کی محتاج ہے۔ جلسہ شاہ سلیمان جج ہائیکورٹ الہ آباد کے مکان پر ہوا۔ لیڈی سلیمان نے استقبالیہ خطبہ پڑھا۔ اور اہلیہ شیخ عبداللہ صاحب خزانچی مسلم یونیورسٹی نے صدارت فرمائی۔ لیڈی سلیمان نے فرمایا کہ بچیوں کی تعلیم کی طرف لوگوں کی توجہ کا مبذول ہونا بڑی مسرت کی بات ہے اور حاضرین کو مشورہ دیا۔ کہ وہ بچیوں کو چھوٹی عمر میں نہ بیاہ دیا کریں تاکہ انہیں تعلیم کے لئے کافی وقت مل سکے۔ شادی کے بعد تعلیم حاصل کرنا بالکل ناممکن ہے اسکے ساتھ ہی درخواست کی کہ جن لوگوں کی بیویاں زندہ ہوں۔ ان کو اپنی لڑکیاں نہ دی جائیں۔ مسز عبداللہ نے صدارتی خطبہ میں فرمایا۔ کہ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے ہماری قوم اور ملک ترقی کر سکتے ہیں۔ عورتیں اب اپنے جذبات دلی کے اظہار پر قادر ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن خاوندوں کا ڈر بھی لبوں پر مہر سکوت لگائے ہوئے ہے۔ افسوس کہ ابھی دنیا میں ایسے خاوند زندہ ہیں۔ جو اسلام کی عطا کردہ آزادی رائے پر پہرے بٹھانے کے عادی ہیں۔ لیکن عورتوں کو یاد رہنا چاہئے۔ کہ خواہ ان کے خاوند خوش ہوں۔ یا خفا انہیں اپنے جذبات کا اظہار کر دینا چاہئے۔

پردہ مسز عبداللہ نے فرمایا۔ کہ میں اسلامی پردے کی مخالف نہیں ہوں بلکہ اس کی زبردست حامی ہوں لیکن یہ غیر اسلامی پردہ ضرور دور ہونا چاہئے۔ امریکہ اور انگلستان کی عورتوں کی طرح بے حجاب ہو کر غیر مردوں سے خلا ملا تو اسلام میں ناجائز ہے۔ لیکن میں مسلمان عورتوں کو مشورہ دونگی۔ کہ قرآن کی تعلیم و ارشاد کے مطابق وہ گھر سے باہر جاتے وقت برقعہ اوڑھ لیا کریں۔ بھلا مجھے بتاؤ تو کہ گھروں کی چار دیواری میں بند رہنے سے کیا نفع ہوتا ہے۔ بلکہ اس رسم نے تو ہماری صحت کو برباد کر دیا ہے۔

تعلیم صوبجات متحدہ میں ساڑھے ۲ کروڑ سے زیادہ عورتیں ہیں۔ ۲۰ لاکھ لڑکیاں ایسی ہیں۔ جنکو تعلیم دی جاسکتی ہے۔ لیکن ان میں سے صرف ۸۰ ہزار بچیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ یہ تعلیم بھی بالعموم پرائمری تک ختم ہو جاتی ہے۔ اوپر کے درجوں کی تعلیم حاصل کرنیوالی لڑکیوں کا تناسب ایک دو فیصدی سے زیادہ نہیں ہے۔ افسوس کہ ہمارا صوبہ تعلیم نسواں کے اعتبار سے بہت ہی پسماندہ ہے۔

صدر کی رائے میں یہ ضروری ہے۔ کہ سرکاری مدارس میں جہاں لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ مسلمان استانیاں مقرر کی جائیں۔ کہ وہی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا خیال رکھ سکتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو مسلمان لڑکیوں کے لئے بہترین مدارس وہ ہیں جو خود مسلمانوں نے قائم کئے ہیں۔

ناظرین کرام کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ جن حضرات کا چندہ یکم نومبر میں ختم ہوتا ہے۔ وہ آخیر نومبر تک حساب بیباق کر دیں۔

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے الزامات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

قتل یہود کا الزام

اب ہم ان واقعات کو لیتے ہیں۔ جن کو مسٹر کیش نے بطور مثال پیش کیا ہے۔ چھ پیش کردہ واقعات قتل میں سے پانچ اور ایک قتل عام کا واقعہ یہود سے تعلق رکھتا ہے۔ یہود اہل کتاب تھے۔ اور مسلمان اہل کتاب کے ساتھ مشرکین عرب کی نسبت زیادہ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ انہی اہل کتاب کو جن کے انبیا کا ذکر قرآن کریم میں اکثر موقعوں پر بڑی عزت و احترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قتل و غارت کے لئے منتخب کیا جاتا اور ان مشرکین عرب کے خلاف ایسے جرائم کا ارتکاب عمل میں نہ آتا۔ جو تیرہ سال تک مکہ میں نہایت بے رحمی کے ساتھ مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے رہے اور اب مدینہ پر ایک فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے انہوں نے تلواروں کو نیام سے کھینچ لیا تھا۔

یہود اور مشرکین عرب کی گالیاں

سر ولیم میور اور مسٹر کیش کا بیان ہے کہ ان یہود کا جرم سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا کہ انہوں نے ایسے شعر بنائے تھے۔ جو مسلمانوں کے لئے دکھ اور اذیت کا موجب ہوتے تھے۔ شعر گوئی یہود کا کوئی خاص مشغلہ نہ تھا۔ اور ایسے اشعار جن میں اسلام اور مسلمانوں کو گالیاں دی گئی تھیں۔ یہود کی نسبت مشرکین عرب نے بہت زیادہ بنائے ہوئے تھے۔ یہ فی الحقیقت یہود نہیں بلکہ عرب لوگ تھے۔ جن کا شعر گوئی خاص مشغلہ تھا۔ اور یہود اور گالیوں سے بھری ہوئی نظموں سے اسلام کی عزت اور شہرت کو نقصان پہنچانے کے لئے انہوں نے ہی خاص طور پر بطور ہتھیار کام لیا۔

مسلمانوں کا صبر اور تحمل

سر ولیم میور نے اپنی کتاب "لائف آف محمد" مسیحیت کے تبلیغی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے لکھی اور مسٹر کیش نے صرف اس کی نقل کی ہے۔ اور ان دونوں میں سے کسی نے بھی ان روایات کی صحت کو جانچنے کی تکلیف برداشت نہیں کی۔ جن کی بنیاد پر انہوں نے دنیا کے سب سے زیادہ رحمدل اور پرلے درجہ کے راستباز انسان کو "ظالم اور فریبی" (نعوذ باللہ) کے ناپاک الزامات سے متہم کرنا چاہا ہے۔ اگر یہ لوگ اس مسئلہ کی تہ تک پہنچتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ آنحضرت صلعم اور مسلمان نہایت سخت گالیاں اور دکھ دینے والے اشعار اپنے تمام مخالفین سے خواہ وہ یہود ہوں یا مشرکین عرب نہایت صبر کے ساتھ سنتے رہے۔ انہیں فی الحقیقت قرآن کریم کا نہایت صاف اور واضح حکم تھا کہ تمام گالیوں کو وہ صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہیں۔ خواہ مشرکین عرب کی طرف سے انہیں سننی پڑیں یا یہود اور نصاریٰ کی طرف سے۔

قرآن کریم میں صبر اور برداشت کا حکم

میں صرف ایک آیت اس کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں جو اس وقت نازل ہوئی۔ جب مسلمان اپنے دشمنوں کے بالمقابل برسر پیکار ہو چکے تھے ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکوا اذی کثیرا و ان تصبروا و تتقوا فان ذالک من عزم الامور اور ضرور تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے بہت سی دکھ کی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ عزم الامور میں سے ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵) یہ آیت اس سورت میں ہے جس میں جنگ احد کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جو ہجرت کے تیسرے سال واقعہ ہوئی۔ اس لئے اس سال سے پیشتر اس آیت کا نزول ممکن نہیں۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جو اکثر پیش کردہ الزامات قتل سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے متبعین کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ قرآن کریم کے اس صاف اور واضح حکم کے صریحاً خلاف عمل کرتے جیسا کہ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں آنحضرت صلعم قرآن کریم کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرت کا حکم قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا

قرآن کریم ایک ایسے وقت میں جبکہ مسلمان مشرکین عرب اور یہود دونوں سے برسر پیکار تھے صاف طور پر بتاتا ہے کہ مسلمانوں کو بہت سی تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی۔ اور انہیں نہ صرف انکو برداشت ہی کرنا چاہیئے۔ بلکہ ویسی ہی بد باتوں کا ارتکاب کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے چہ جائیکہ ان گالیاں دینے والوں کو قتل کرنے کے درپے ہوں۔ ایسے صاف اور صریح احکام کے ہوتے ہوئے کس طرح سے آنحضرت صلعم ان لوگوں کے قتل کا حکم دے سکتے تھے۔ جو آپ کو برا بھلا کہتے تھے اور کس طرح سے مسلمان ایک ایسے حکم پر عمل پیرا ہو سکتے تھے جو قرآن کریم کے صریحاً خلاف ہے۔ یہ ایک بالکل ناممکن بات تھی۔ اور اگر ابن ہشام یا واقدی کا یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلعم نے گالیاں دینے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ ایک نہایت کمزور شہادت ہے جو رد کر دینے کے لائق ہے۔ اور قرآن کریم کو جو آنحضرت صلعم کے افعال و اعمال کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کا مسلمہ طور پر نہایت قابل اعتماد ذریعہ ہے ہرگز رد نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم نے حملہ آور دشمن سے جنگ کرنے کی اجازت دی۔ لیکن اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی جو اسلام اور اسلام کے پاک نبی صلعم کو گالیاں دے۔ بلکہ اس نے صاف لفظوں میں یہ حکم دیا کہ ایسی باتوں کو صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کر لیا جائے۔ ایک معاند نقاد کے نقطہ نگاہ سے یہ بات قطعاً باور نہیں کی جا سکتی کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے اشعار کی وجہ سے جن میں آپ کی ہجو کی گئی قتل کا حکم دیا اور دوسری طرف اسی وقت اور اسی منہ سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گالیوں کا جواب صبر کے سوا اور کسی طریق پر نہ دیا جائے۔ ایسے موقعہ پر جب ایسے قتل و غارت کا حکم آپ نے دیا تو چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسی کوئی آیت بنائی جاتی جس میں گالیاں دینے والوں کو قتل کرنے کی اجازت ہوتی۔

(باقی دارد)

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دینا بھول جاتے ہیں حالانکہ یہ نہایت ضروری ہے۔

پردے پر دلچسپ بحث

ہندو مسلمان فضلا کے خیالات

دیوان چمن لال کی ایک نامناسب حرکت اور خواتین کی ناراضی

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء کو ڈی اے وی کالج ہال میں لاہور سٹوڈنٹس یونین (مجلس طلبہ لاہور) کے زیر اہتمام ایک مجلس مباحثہ منعقد ہوئی جس میں اس موضوع پر کہ پردہ قوم کی فلاح و بہبود کے لئے مضر ہے نہایت دلچسپ مباحثہ ہوا۔ متعدد خواتین بھی موجود تھیں۔ شریمتی سوشیلا دیوی جلسہ کی صدر تھیں۔ لاہور کے بہت سے ہندو مسلمان فضلاء نے اس بحث میں حصہ لیا جن کے خیالات ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔

پنڈت نانک چند

پنڈت نانک چند ایم۔ ایل۔ سی۔ نے بحث کا افتتاح کرتے ہوئے رواج پردہ کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ سوسائٹی کو تباہ کر رہا ہے۔ مرد و عورت کا درجہ برابر ہے۔ پھر انہوں نے نوجوانوں سے صوبہ کے قصبوں اور گاؤں میں جا کر رواج پردہ کے خلاف پرچار کرنے کی اپیل کی۔ اور عورتوں سے کہا کہ وہ ہر ماہ میں ایک دن مقرر کریں اور پردے کے خلاف جلسے کر کے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں۔

مولوی غلام محی الدین

مولوی غلام محی الدین صاحب نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ پردہ عورت کے لئے ہر حالت میں ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں پردہ پاکدامنی کا مترادف ہے۔ چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نظریں ضرور نیچی ہونی چاہئیں۔ ہاں عورتوں سے چوپایوں جیسا سلوک ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

دیوان چمن لعل ایم ایل اے

دیوان چمن لال نے کہا کہ یہ مضمون بے سود ہے اور اس پر بحث کرنا بھی بے سود ہے۔ حقیقتاً اس مضمون سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ کسی عقلمند کو ہونی چاہیئے۔ ان کے خیال میں پردہ مردوں کے لئے ہونا چاہیئے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ پردہ کے وہ سخت مخالف ہیں۔ اس نے انہیں آرٹ کے جوہر کو نمایاں کرنے سے روک دیا ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں ان کو ایک خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنے کی خوشی سے محروم کر دیا جائے۔ حاضرات میں سے ایک خاص عورت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ یقیناً اسٹیج کے بدصورت مردوں کی طرف دیکھنے پر اس حسین و جمیل عورت کے دیدار کو ترجیح دیں گے۔

ان کے خیال میں ان بدشکل مردوں کو جن کے خط و خال میں مطلق کوئی دلکشی نہیں۔ پردہ میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر وہ عورت جس کی طرف دیوان چمن لال نے اپنی تقریر میں اشارہ کیا تھا دو اور نوجوان لڑکیوں کو ساتھ لئے صدر صاحبہ کو ایک چٹ دے کر ہال سے چلی گئی۔

مسز ستیا رام کوہلی نے جو اس عورت کے پاس بیٹھی تھیں اٹھ کر کہا کہ ان تین عورتوں نے جو ہال کو چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔ دیوان چمن لال کی تقریر پر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے درخواست کی کہ تقریروں میں کسی خاص عورت کے متعلق ذاتی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

دیوان چمن لال نے ان تینوں عورتوں سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ ان کا یہ ارادہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کے احساسات کو مجروح کریں انہیں سخت افسوس ہے کہ وہ ہال سے اٹھ کر چلی گئیں۔

دیوان چمن لال نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر عورتوں کو آزادی نہ دی گئی تو اس ملک کے لئے حصول آزادی کا کوئی موقع نہیں۔

مولوی محمد یعقوب ایڈیٹر "لائٹ"

مولوی محمد یعقوب نے پردہ کی پرزور حمایت کی اور کہا کہ انہیں مغربی قوموں کی تقلید میں پردے کو یکقلم اڑا کر مغربی برائیوں کا غلام نہ بن جانا چاہیئے۔

ملک برکت علی

ملک برکت علی نے پردہ کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں قید رکھنا قوم کی فلاح و بہبود کے لئے بےحد مضر ہے۔ ہندوستان ہرگز آزاد نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کی نصف آبادی کو حقوق آزادی سے محروم کر دیا جائے۔

(باقی اسی صفحہ کے دوسرے کالم میں)

پروفیسر بھٹی

پروفیسر بھٹی نے کہا کہ وہ پردے کے خلاف تقریر کرنا چاہتے تھے لیکن ملک برکت علی کی تقریر نے ان کی توجہ دوسری طرف منعطف کر دی ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ملک برکت علی پردے کے اس قدر مخالف ہونے کے باوجود خود اس پر کیوں عمل نہیں کرتے۔ انہوں نے نوجوانوں سے کہا کہ وہ اس آزادی کے مکروہ پہلوؤں کی تقلید نہ کریں۔ جو آپ کی عورتوں کو حاصل ہے۔

پروفیسر دیوان چند

پروفیسر دیوان چند نے رواج پردہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے کئی خطرناک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مسٹر ہری موہن چٹرجی

چٹرجی نے پردہ پر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پردہ ان کے معاشرتی و سیاسی زوال کا ایک بڑا سبب ہے انہوں نے کہا کہ بعض پنڈتوں اور مولویوں نے چند احکام بنا لئے اور فتوے دے دیئے ہیں کہ عورتوں کو ہمیشہ گھر کے اندر رہنا چاہیئے۔ نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ملاں مولویوں اور پنڈتوں کے فریب میں نہ آنا چاہیئے۔ یہ تو قوم کے لئے لعنت ہیں۔

صدر صاحبہ کی رائے زنی

شریمتی سوشیلا دیوی نے کثیر التعداد طلبہ کی شرکت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے خیال میں پردہ کے رواج نے کیرکٹر کو کمزور کر دیا ہے۔ دل میں بڑے شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ اور مکر و فریب کو تقویت دی ہے وہ چاہتی ہیں کہ رواج پردہ زیادہ لچکدار ہو جس سے لڑکوں اور لڑکیوں کو معقول آزادی ملے تاکہ یہ ان کی صحت اور دل دونوں کے لئے مفید ہو۔

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۱۲ محرم ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۶

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلعم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بنو قریظہ کا ذکر قرآن میں

بنو قریظہ کے معاملہ پر قرآن کریم نے جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضاً لم تطؤھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا۔

اور انہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے ان کی مدد کی تھی ان کے قلعوں سے نکال دیا۔ اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید کرتے تھے۔ اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا۔ اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم ابھی نہیں چلے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الاحزاب ۲۶-۲۷)

قبائل یہود کی عہد شکنی اور جلا وطنی

ابتدا میں تین یہودی قبائل مدینہ میں رہتے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ اور بنو قریظہ۔ ان تینوں قبائل نے جیسا کہ قبل ازیں بتایا جاچکا ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس کے رو سے دونوں فریق اس بات کے پابند تھے کہ کسی غیر جارحانہ جنگ کے پیش آنے یا مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ لیکن تینوں یہودی قبائل میں سے ایک بھی اس عہد نامہ پر قائم نہ رہا۔ غیر جانبدار بھی وہ نہ رہے۔ بنو قینقاع نے سب سے پہلے اس عہد نامہ کو توڑا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتا ہے کہ "بنو قینقاع سب سے پہلا یہودی قبیلہ تھا جس نے اس معاہدہ کو توڑا جو ان کے اور پیغمبر خدا صلعم کے مابین ہوا تھا۔ اور بدر اور احد کی جنگوں کے درمیانی زمانہ میں انہوں نے آنحضرت صلعم کے خلاف جنگ کا اعلان کیا"۔ ان کا محاصرہ کیا گیا اور آخرکار آنحضرت صلعم کا فیصلہ انہیں ماننا پڑا جس کا نتیجہ ہوا کہ انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ یہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ باقی دونوں یہودی قبائل نے بھی دشمنان اسلام کے ساتھ خفیہ طور پر اتحاد کر لیا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں تجدید معاہدہ کے لئے کہا۔ بنو قریظہ نے اس کو مان لیا۔ لیکن بنو نضیر نے انکار کر دیا

ان کا محاصرہ کیا گیا اور آخرکار انہیں خارج البلد ہونا پڑا۔ اور وہ خیبر میں جاکر آباد ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وقت

۵ھ میں مدینہ کی چھوٹی سی مسلمان جماعت کے لئے سخت آزمائش کا سال تھا۔ قریش اور یہودیوں کی کوشش سے بہت سے عرب قبائل مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔ اور ایک عظیم الشان فوج جس کی تعداد دس اور پچیس ہزار کے درمیان تھی۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے جن کی تعداد دو یا تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ایک خندق کھود کر اپنی حفاظت کا سامان کیا۔ مسلمان قوم کی زندگی میں یہ ایک نازک ترین زمانہ تھا۔ قرآن کریم نے اس وقت کی حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آگئے۔ اور جب آنکھوں میں اندھیرا آگیا۔ اور دل دہشت سے گویا گلوں تک پہنچ گئے۔ اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے۔ (الاحزاب ۱۰)

بنو قریظہ کی شرمناک دغابازی

اس موقعہ پر بنو قریظہ نے پرلے درجہ کی شرمناک دغابازی سے کام لیا۔ میں اس کے لئے صرف میور کے الفاظ نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

" اس اثنا میں ابوسفیان یہودیوں کے ایک ہی باقی ماندہ قبیلہ بنو قریظہ کو محمد (صلعم) کی اطاعت سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حیّی کو جو ایک جلاوطن شدہ یہودی اور قریش کا حلیف تھا۔ اس نے ان کے قلعہ کی طرف بھیجا۔ پہلے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا گیا۔ لیکن اس نے باربار کی التجاؤں میں محمد (صلعم) کی عام یہودیوں کے ساتھ چھپی ہوئی دشمنی کا ذکر کر کے اور احزاب کے عظیم الشان لشکر کو ایک بے پایاں سمندر قرار دے کر ان کے سردار کعب کو آخرکار نرم کر لیا۔ فیصلہ اس بات پر ہوا۔ کہ قریظہ قریش کی امداد کریں۔ اور ایسی صورت میں کہ احزاب کا لشکر مدینہ پر کوئی کاری ضرب لگائے بغیر واپس چلا جائے۔ حیّی کو ان کے قلعہ میں واپس آنا ہو گا۔ اس باغیانہ اقدام کی خبریں محمد (صلعم) کو جب پہنچیں۔ تو انہوں نے سعد نامی دو اشخاص کو جو اوس اور خزرج کے سردار تھے۔ اصلیت معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔

انہوں نے قریظہ کو نہایت خفگی کی حالت میں پایا۔ ان سے کہا گیا کہ کون ہے محمد (صلعم) اور کون ہے خدا کا نبی کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ کوئی عہد و پیمان ہمارا نہیں جس کی وجہ سے ہم اس کے ساتھ مل سکیں"۔ بہت تیز اور تلخ الفاظ اور دھمکیاں سننے کے بعد ہر دو قاصد واپس آگئے۔ اور انہوں نے محمد (صلعم) کو اطلاع دی کہ جس قدر احتمال تھا یہود کا مزاج اس سے بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے۔

سعد کا فیصلہ

بنو قریظہ کی دغابازی ایک بدترین جرم ہے جس کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتے تو مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اس لئے جب محاصرہ کرنے والی افواج بھاگ گئیں اور قریظہ اپنے قلعہ میں واپس آگئے۔ تو آنحضرت صلعم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن کے بعد انہوں نے یہ درخواست کی کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے کیونکہ سعد قبیلہ اوس کا سردار تھا جو آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے سے پیشتر ان کے حلفا میں سے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لوگ ان میں جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ اور باقیوں کو غلام بنا لیا جائے۔

فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق تھا

مسیحی نقاد اس فیصلہ کے نفاذ کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خود یہود کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی۔ اور وہ کس طرح اس کو ظلم قرار دے سکتے تھے۔ جبکہ اس کا دار و مدار ان کی اپنی شریعت پر تھا جس میں اس شہر کے متعلق جو جنگ کے لئے کھڑا ہو اور پھر اس کا محاصرہ کر لیا جائے صاف اور کھلے الفاظ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ:۔

" اگر وہ شہر تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تیرے خلاف جنگ کرے تو تجھے چاہیئے کہ اس کا محاصرہ کرے "

" اور جب خداوند تیرے خدا نے اسے تیرے قبضہ میں دیدیا تو تجھے چاہیئے کہ اس کے ہر مرد کو تلوار کے گھاٹ اتارے "

" لیکن عورتیں اور بچے اور مویشی اور وہ تمام چیزیں جو اس شہر میں ہیں بلکہ اس کی تمام لوٹ کی چیزیں بھی تیری ملکیت ہوں گی۔ (استثنا ۲۰-۱۲-۱۴)

ہمیں معلوم نہیں کہ کن وجوہ کی بنا پر سعد نے ایسا فیصلہ دیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہودیوں کا حلیف ہونے کی وجہ سے اس نے ان سے دریافت کیا ہو کہ ایسے حالات اگر انہیں پیش آئیں تو وہ کیا طریق اختیار کریں گے۔ اور ان سے قانون شرع کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے اس کے مطابق فیصلہ دیا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ساتھ گہرے تعلقات ہونے کی وجہ سے وہ ان کے قانون شریعت سے پہلے سے واقف ہو۔

سعد کا فیصلہ کسی طرح ناجائز نہیں

دغابازی کا جو شرمناک جرم ان سے سرزد ہوا۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس قدر صاف بات ہے کہ اگر انہیں مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جاتی تو وہ بعینہ ویسا ہی سلوک ان سے کرتے۔ (باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

ولادت مسیح

اناجیل، حضرت مسیح موعودؑ اور میاں محمود احمد صاحب

آجکل سابقہ غالی گروہ النصاریٰ کی طرح زمانہ حال کا غالی گروہ (قادیانی) بھی ایک معمولی مسئلہ کو لیکر جماعت حقہ کے منہ آرہا ہے۔ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اس مضمون پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال دی ہے۔ تاہم میں ذیل میں چند اقتباسات کی بناء پر دکھانا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی اصل حقیقت کیا ہے

ولادت مسیح پر انجیل کی تعلیم

(۱) انجیل متی باب ۱ آیت ۱۶ میں لکھا ہے:۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔

(نوٹ) گویا جس شخص نے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔ اس کے خیال میں بھی نہ تھا کہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں۔ ورنہ وہ اس کی ماں کا نسب نامہ لکھ دیتا۔ نسب نامہ کسی شخص کے نطفہ ہونے کی بناء پر لکھا جاتا ہے۔ نہ کہ کسی وہم کی بناء پر۔ یہ شہادت ایک موافق کی ہے۔

(۲) متی ۱۳۔ ۵۵ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں۔ اور اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی۔ اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسیس شمعون اور یہوداہ اور اس کی سب بہنیں ساتھ نہیں ہیں۔

(نوٹ) یہ مخالفین کی شہادت ہے یسوع نے اس کی کسی جگہ تردید نہیں کی۔ کہ وہ بڑھئی کا بیٹا نہیں۔ بلکہ اگر کچھ جواب دیا تو یہ کہ "نبی اپنے گھر اور وطن کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہے" (متی ۱۳۔ ۵۸)

(۳) مرقس ۶۔ ۳ کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں۔ اور یعقوب اور یوسیس اور یہودا شمعون کا بھائی نہیں۔ اور کیا اس کی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں۔

(نوٹ) یہ حوالہ متی کے حوالہ کی نقل کی ہے۔ لیکن ذرا سے تغیر کے ساتھ اور اس کا جواب بھی یسوع کی زبانی وہی ہے۔ جو متی میں لکھا ہے کہ "نبی بے عزت نہیں ہے۔ مگر اپنے وطن میں اور اپنے کنبے اور اپنے گھر میں (مرقس ۶۔ ۴)

(۴) لوقا ۲۔ ۲۷۔ اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لاتے تھے تاکہ اس کے لئے شرع کے دستور پر عمل کریں۔

(۵) لوقا ۲۔ ۴۱۔ اس کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم کو جاتے تھے۔

(۶) لوقا ۲۔ ۴۸۔ اور اس کی ماں نے اس سے کہا۔ اے بیٹے کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا۔ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔

(۷) یوحنا ۱۔ ۴۵ ہم نے اسے پایا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔

(۸) یوحنا ۶۔ ۴۲۔ اور انہوں نے کہا۔ کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جس کے باپ ماں کو ہم جانتے ہیں۔ پھر وہ کیونکر کہتا ہے۔ کہ میں آسمان سے اترا ہوں

(نوٹ) یسوع نے یہاں بھی یوسف کا بیٹا ہونے سے انکار نہیں کیا۔

مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ یسوع کے زمانے کے لوگ اسے یوسف کا بیٹا ہی جانتے تھے۔ اور یہی اس کے منہ پر کہتے تھے۔ جس کی اس نے کبھی تردید نہیں کی۔

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ

(۱) ۱۹۱۶ء میں میاں محمود احمد صاحب سے ایک سوال ولادت مسیح کے بارے میں کسی نے کیا جس کے جواب میں ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر خادم ڈاک لکھتے ہیں:۔

"حضرت خلیفہ ثانی فرماتے ہیں:۔ گو میں کسی نص صریح کے ماتحت یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ صرف استنباط ہے جس کے خلاف اور لوگ بھی دوسرے عقیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔ البتہ تاریخی شہادت کی رو سے احمدی جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے"

یہاں نہ نص صریح رہی نہ استنباط اور نہ حضرت مسیح موعود کا فیصلہ۔ بلکہ اس عقیدہ کی بنیاد تاریخی شہادت قرار پاگئی۔ تعجب ہے کہ جو بات نص صریح یعنی قرآن سے ثابت نہیں۔ اسے محض اس بناء پر عقیدہ بنالیا جائے۔ کہ کوئی تاریخی شہادت اس کی تائید میں ہے۔ سچا لیکہ اس تاریخی شہادت کو پیش بھی نہیں کیا گیا۔ غالباً میاں صاحب کے نزدیک تاریخی شہادت محض عیسائیوں کی اناجیل ہی ہوں گی۔ جن کے حوالجات اوپر دیئے جاچکے ہیں۔ اپنے پیر کے مندرجہ بالا الفاظ شائع کرنے کے باوجود "الفضل" کے "معزز غیر احمدی" یا بالفاظ دیگر معززکافر کے قرآنی حوالجات اس مسئلہ پر کیا روشنی ڈال سکتے ہیں؟

(۲) ۱۹۱۳ء میں ایک عیسائی کو جواب دیتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں سب سے اول آپ (مسیح) کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اس کو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اس کا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ یہ بات غلط ہے کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا بلکہ ثابت کروں گا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ کے نہیں۔ بلکہ باپ سے پیدا ہوا"

(تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۳ء مضمون عظمت مسیح) اس سے آگے لکھتے ہیں:

"اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے۔ اسی طرح آپ کی بھی پیدائش تھی۔ اور میری اس سے یہ غرض ہے۔ کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے۔"

لیکن اب مرید ایسے اندھے مقلد بن گئے ہیں کہ اختلافی مسئلہ کی بجائے اسے نص صریح پر مبنی سمجھتے ہیں۔

میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں کا خیال

قادیانی انصار اللہ کی جماعت نے جو اب انصار خلافت کے درجہ پر تنزل ہو گئی ہے۔ شروع اختلاف کے وقت ایک رسالہ اظہار حقیقت شائع کیا تھا جس پر عمائدین جماعت قادیان یعنی حافظ روشن علی صاحب مولوی سرور شاہ صاحب مولوی اسمعیل صاحب، مولوی غلام رسول راجیکی وغیرہ کے دستخط تھے اس میں اس اعتراض کا کہ "ان کا ان سے تعلق ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کو ماباپ مانتے ہیں" نہایت لطیف جواب دیا ہے:۔

"اس کا پہلے تو تم ہی جواب دو۔ کہ کیا ان سے مسیح موعود کا تعلق تھا یا کہ نہیں۔ شریعت اسلام سے ثابت کردو کہ جو مسیح علیہ السلام کو باباپ مانیں۔ وہ اسلام سے خارج کئے جائیں یا خلفاء کے منکروں کی طرح فاسق اور کافر قرار دیئے جائیں"

(صفحہ ۲ اظہار حقیقت)

اب ہم "الفضل" اور اس کے "معزز غیر احمدی" سے اتنا سوال کرتے ہیں کہ بقول عمائد قادیانی مذہب "شریعت اسلام سے ثابت کرو۔ کہ جو مسیح علیہ السلام کو باباپ مانیں۔ وہ اسلام سے خارج کئے جائیں" ورنہ ایسی فضول بحث کا کیا فائدہ؟

حضرت مسیح موعودؑ اور ولادت مسیحؑ

۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کا عبداللہ آتھم عیسائی سے مباحثہ ہوا۔ موخرالذکر نے ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء کے پرچہ میں صداقت مسیح کی دلیلوں میں سے ایک دلیل مسیح کا معجزانہ طور پر پیدا ہونا پیش کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے جواب میں اس پر توجہ نہ دی۔ عیسائی مباحث نے یکم جون ۱۸۹۳ء کو دوبارہ سوال کیا کہ "جناب نے میرے کل کے ایک سوال کا جواب پورا نہیں دیا جس میں میرا استفسار تھا کہ مسیح کی پیدائش معجزہ ہی تھی۔ یا نہیں۔ یعنی باپ اس کا تھا یا نہیں تھا؟"

حضرت مسیح موعود نے پھر بھی اس سوال کے جواب کی طرف توجہ نہ فرمائی حالانکہ بقول قادیانی صاحبان یہ مسئلہ نہایت اہم اور ایمانی معاملہ کا تھا تیسری دفعہ پھر پادری صاحب نے آپ کو توجہ دلائی اور لکھا کہ "مجھے افسوس ہے کہ آپ میرے سوالات کا جواب نہیں دیتے ہیں۔ اور نہ میرے جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آج بھی ہمارا یہ سوال پڑا ہے ۔۔۔۔۔ کہ مسیح کی پیدائش معجزہ ہی کو تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔ لیکن آپ نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی"

لیکن باوجود ان متواتر یاددہانیوں کے آپ نے ایسے اہم (بقول قادیانی صاحبان) سوال کا جواب دینے کی طرف توجہ تک نہ کی۔ ایک مخالف اسلام کے مقابلہ پر آپ کا اس مسئلہ پر توجہ نہ کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ اسے اتنا اہم خیال نہ فرماتے تھے۔ جتنا ہماری مخالفت میں قادیانیوں کا اس پر زور ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود کو اس پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ ازالہ اوہام حصہ دوم میں آپ مسیح کو بلا باپ لکھ چکے تھے۔

ستمبر ۱۸۹۴ء میں گجرات کے ایک شخص امام الدین صاحب نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لئے آپ کی خدمت میں لکھا۔ اسے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جو جواب دیا وہ یہ ہے:۔

"منشی صاحب وعلیکم السلام۔ بجواب آپ کے کارڈ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے حسب ایما حضرت امام ہمام صادق مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبلک الودود عرض ہے کہ جناب امام ہمام کی توجہ آجکل ایسے امور مہمہ دینیہ کی طرف متوجہ ہے کہ آپ ان سے کسی اور جانب توجہ نہیں کرسکتے اور فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ جل شانہ نے اس بارے میں کچھ انکشاف کیا۔ تو ضرور آپ کو اطلاع دی جاتیگی۔ مگر توجہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب مصلحت عام کے لئے اپنے نزدیک کوئی اظہار کرنا چاہتا ہے۔ تو اس طرف خود ہی اپنے بندہ کی توجہ معطوف کر دیتا ہے۔

(عاجز عبدالکریم از قادیان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۴ء)

گویا ازالہ اوہام حصہ دوم میں مسیح کو بلا باپ لکھنے کے باوجود اصل حقیقت یہ تھی۔ کہ ۱۸۹۴ء کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر اس بارہ میں انکشاف نہ ہوا تھا۔ اور حضرت اقدس کی کتب سے واقف لوگ جانتے ہیں۔ کہ وفات کے وقت تک نہ تو آپ نے اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ دی اور نہ اس بارے میں آپ پر کچھ منکشف ہوا۔ پرانے خیال کے مطابق آپ اسے مانتے رہے۔

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا مذہب کتاب نورالدین صفحہ ۱۹۲ میں درج ہے۔ کہ وہ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف وغیرہ کی رو سے اسے اسلام کا جزو قرار نہیں دیتے۔ بلکہ "عام تحقیقات کے مسائل" میں اسے بھی مانتے ہیں بلکہ کسی نامعلوم تاریخی شہادت پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہیں۔ "الفضل" اور اس کے "معزز غیر احمدی" کو چاہیئے۔ کہ وہ تاریخی شہادت پیش کریں۔ جس کی بناء پر قادیانی جماعت کے پیر کا یہ عقیدہ ہے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق

ایک غلطی کا ازالہ

(جناب میاں محمود احمد صاحب کے قلم سے)

اسلامی سنت کو پورا کرنے کیلئے اور اس وجہ سے کہ میں جب چھوٹا تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ خواجہ صاحب نے تین چار دن مجھے حساب پڑھایا تھا۔ اور اس طرح وہ میرے استادوں میں ان کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ موقع کے لحاظ سے ان کی بیماری کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ جو ادویہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا انہوں نے ذکر کیا اور منجملہ ان کے افیون کا بھی ذکر کیا۔ افیون دواؤں میں اس کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعض اطباء کے نزدیک وہ نصف طب ہے پس دواؤں کیساتھ افیون کا استعمال بطور دوا نہ کہ بطور نشہ کسی رنگ میں بھی قابل اعتراض نہیں ہم میں سے ہر ایک شخص نے علم کے ساتھ یا بغیر علم کے ضرور کسی نہ کسی وقت افیون کا استعمال کیا ہوگا۔ مگر الفضل میں جو ڈائری چھپی ہے اس میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ جس میں ایک رنگ اعتراض کا پایا جاتا ہے۔ مجھے اسے پڑھکر سخت تکلیف ہوئی ہے۔ میں نے خواجہ صاحب کو یقین دلایا تھا کہ میرا آنا صرف عیادت کیلئے ہے اس کا کوئی اور نتیجہ نہ پیدا ہوگا۔ پس ڈائری لکھنے والے یا چھاپنے والے نے جس نے بھی غلطی کی ہے اس نے اسکی تحریر یا اشاعت سے خواجہ صاحب کی نہیں بلکہ میری ہتک کی ہے اور میں اسکی اشاعت پر نہایت ہی شرمندہ ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق الٰہی دوا اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جزو افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول کو حضور چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے۔ اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کراتے رہے پس اس قسم کی بات کا ڈائری میں اس رنگ میں لانا جس رنگ میں کہ اسے لایا گیا ہے۔ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

(الفضل ۱۴ ۔ ۱۹۳۲ء)

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۲۹ء | نمبر ۵۹ الف

مکتوب خواجہ

احباب میرے متعلق دعا میں غفلت نہ فرمائیں

نظام عصبی کا التہاب

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی درخواست احباب احمدیہ سے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ذیل کے مضمون میں اپنی بیماری کی مفصل کیفیت احباب احمدیہ کے غور اور توجہ کے لئے لکھی ہے اور جیسا کہ انہوں نے عنوان میں لکھا ہے ان کی درخواست ہے کہ احباب کرام ان کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اور اس میں ذرا بھی غفلت سے کام نہ لیں۔ امید ہے کہ احباب کرام اس مضمون کو غور اور توجہ سے مطالعہ فرمائیں گے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے لئے اس وقت تک دلی درد کے ساتھ دعا کرتے رہیں گے جب تک ان کی طرف سے کامل صحتیابی کی اطلاع موصول نہ ہو۔ (مدیر)

بظاہر تو دق جیسی مرض خبیثہ کا خاتمہ ہو چکا ہے کیونکہ بلغم اور کھانسی اس وقت ۵ یا ۱۰ فیصدی باقی رہ گئی ہے۔ مجھے سارے عرصہ بیماری میں کبھی ایسا بخار نہیں ہوا جس کا تعلق سینہ سے ہو۔ لیکن آخر اپریل گزشتہ اور ابتدا مئی میں جو بخار ۱۰۰ درجہ تک پہنچا اور جو ہزارہ میں داخل ہوتے ہی ختم ہو گیا اس کا باعث نظام عصبی کا التہاب تھا۔ جس کی شکایت مجھے ۱۹۱۸ء میں پہلی تھی اس کا باعث صرف یہی تھا۔ کہ میں ان ایام میں قلم اور کاغذ سے بارہ پندرہ گھنٹہ روز کام کیا کرتا تھا۔ یہاں آ کر کچھ تو سردی تھی اور کچھ غیر معمولی طور پر آرام رہا۔ اس لئے لاہور والا بخار ختم ہو گیا۔ لیکن بادل کے ختم ہونے پر ہی بخار شروع ہو گیا۔ جو ۱۰۰ درجہ سے زیادہ نہیں جاتا تھا۔

مجھے اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اس سال غیر معمولی برسات یہاں پیدا کر دی۔ کیونکہ جولائی اگست کشمیر کے لئے برساتی مہینے نہیں۔ اس برسات کے طفیل میرے بخار میں تخفیف ہو گئی اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس بخار کو آب و ہوا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کیونکہ امراض شش کے لئے برسات سخت مضر ہوتی ہے۔

اعصاب میں خطرناک جوش

آج چند دن سے پھر سورج نکل آیا ہے۔ لیکن بخار نہیں ہوا۔ البتہ اس التہابی تکلیف نے ایک نیا رنگ پیدا کر دیا ہے۔ جس سے یہ سارا ہفتہ تکلیف میں گزرا۔ طلوع آفتاب سے دس بارہ بجے تک اور شام کے ۵ بجے سے غروب آفتاب تک اعصاب میں خطرناک جوش ہو جاتا ہے یہ جوش زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ دورہ کے وقت میری حالت ایک آسیب زدہ کی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب دورہ ختم ہو جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بجز کمزوری کے بالکل صحت میں ہوں۔ ہاں کمزوری ہوتی ہے۔ رات آرام سے گزرتی ہے [illegible] آرام سے گزرتا ہے۔ لیکن ۱۹۱۸ء کا سابقہ تجربہ کہتا ہے کہ اگر یہ تکلیف فضل ربی سے کم نہ ہوئی یا خدانخواستہ بڑھ گئی تو پھر انسان کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

ایک مبشر رویا

کوئی اڑھائی ہفتے ہوئے ایک مبشر رویا میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں اپنے غسل خانہ کی ٹونٹی سے سر پر پانی ڈال رہا ہوں سو اب نظر آیا کہ وہ اس تکلیف کے لئے ایک قسم کا علاج تھا۔ اس تکلیف کے لئے میں دو علاج کرتا ہوں۔ ایک تو وہی نسخہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے ۱۹۱۹ء میں عطا ہوا۔ اور جس نے ان ایام سے لے کر آج تک اس عصبی حملہ سے مجھے نجات بخشی۔ دوسرا سر پر پانی ڈالتا ہوں جیسے کہ اس رویا میں اشارہ تھا۔

دعا کی ضرورت

لیکن ان سب علاجوں پر مقدم دعا ہے۔ اس بیماری کی اس وقت دو کیفیتیں ہیں جس میں ایک کیفیت کسی قدر خطرناک ہے۔ ایک تو جوش التہاب سخت بڑھ گیا ہے۔ دوسرا اعصاب میں ذکاوت حس بہت بڑھ گئی ہے۔ بعض وقت تو پہلو بدلنے سے پٹھوں میں جوش آ جاتا ہے۔ چنانچہ کئی ہفتہ سے میں کوئی حرکت نہیں کرتا اور نہ چلتا ہوں کیونکہ بعض وقت تو ایک قدم اٹھانے سے بھی جوش کامل درجہ پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حصہ کو میں زیادہ تکلیف دہ سمجھتا ہوں۔ آگے بھی محض دعاؤں سے میں بچ گیا ہوں۔ اور اس مرحلہ پر بھی اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ دعا ہوگی۔

خواجہ کمال الدین

[illegible]

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہے اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

— احباب جماعت میں سے شیخ ایزد بخش صاحب ایم اے سنیٹکرٹ لے کر ۲۰ راگست کے جہاز میں ولایت تشریف لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت پہنچائے اور کامیاب واپس لائے۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے صاحبزادے میاں نصیر احمد صاحب فاروقی جو آئی سی ایس کے لئے نامزد ہو چکے ہیں۔ ۷ ستمبر کے جہاز میں ولایت تشریف لے جانیوالے ہیں۔ احباب کرام ان کی بھی کامیابی اور بخیر و عافیت واپسی کے لئے دعا کریں۔

— قاضی بشیر محمد صاحب مبلغ انجمن متعینہ علی پور اپنی ہفتہ وار رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ قریب بستی متصل شہر مدد والہ مولوی محمد حسین کا وعظ خلاف احمدیت ہوا۔ اس نے حضرت مسیح موعود کے خلاف بہت کچھ کہا اس کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ کہ متنازعہ مسائل میں ہمارے ساتھ تبادلہ خیالات کر لیں مگر وہ مقابلہ میں نہ آیا۔

— ایبٹ آباد کے ایک خط سے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ مولوی عبد السبوح صاحب اپیل نویس کا صاحبزادہ بعمرہ سال ۲۰ راگست کو بعارضہ نمونیہ فوت ہو گیا۔ مولوی صاحب ممدوح کو اس سے بہت ہی صدمہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے دل کی حرکت بار بار بند ہو جاتی ہے کیونکہ بچہ نہایت ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ ہمیں اس صدمہ میں مولوی صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل دے۔

ریاست مانگرول (کاٹھیاواڑ) میں جلسہ میلاد النبی

مولوی مصطفیٰ خاں صاحب کا لیکچر

مسلمانان مانگرول نے نہایت جوش محبت اور شوق و ذوق سے بارہ روز تک اپنے اپنے محلہ میں مجالس عید میلاد منائیں۔ بارھویں تاریخ کو خاص اہتمام سے مجالس منعقد ہوئیں۔ سرکاری طور پر بارہ ربیع الاول کو ہنر تعلقہ گجراتی سکول (مانگرول) کے ہال میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں حضور سرکار والا مع صاحبزادگان تشریف فرما ہوئے۔ بیگمات کے لئے پردہ کا خاص انتظام کیا گیا۔ اور شاہی خاندان کی بیگمات نہایت اشتیاق سے شریک جلسہ ہوئیں۔ ایک کثیر مجمع تھا۔ جس میں مسلمان ہندو پارسی وغیرہ سب شریک تھے۔ جناب نوابزادہ محمد بدر الدین صاحب نے تلاوت کلام پاک فرمائی اور ایک پر درد نظم پڑھی اور جناب مولوی مصطفیٰ خاں صاحب ایڈیٹر "اسلامک ریویو" لاہور نے سیرت نبوی پر عجیب پیرائے میں پراثر لیکچر دیا۔ تین بجے سے قریباً چھ بجے تک جلسہ رہا اور بڑی کامیابی سے

مسٹر جناح اور دیگر اشخاص نے کی ہے اسلام کے اصول کے منافی ہے۔ اور جمعیت مذکور حکومت کو اشتباہ کرتی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت نہ کرے۔
(اے۔ آر صدیقی)

—— سکندرآباد ۱۸ ستمبر۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے جریدہ غیر معمولی میں ایک فرمان کے ذریعہ اعلان کیا ہے۔ کہ شہزادی نذیر النسا بیگم عمر ۱۴ سال کی نسبت خسرو بیگ عمر ۱۹ سال کے ساتھ قرار دی گئی ہے۔ خسرو بیگ کیمبرج کے امتحان کی طیاری کر رہے ہیں۔ اور جنگلات کی تعلیم کے لئے یورپ جانے والے ہیں شادی ان کے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کی جائے گی۔

—— کلکتہ ۱۸ ستمبر۔ آج شام قدامت پسند ہندوؤں کے ایک جلسہ کو نوجوان ہندوؤں نے برباد کر دیا۔ یہ جلسہ شاردا بل کی مخالفت کے لئے منعقد ہوا تھا۔ تحریک صدارت کے وقت سیاہ جھنڈا بلند کیا گیا جس پر جلسے سے بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قدامت پسند ہندو بھاگ گئے۔ نوجوان ہندوؤں نے جلسہ منعقد کیا جس میں پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریریں کی۔ کوئی پانچ سو کے قریب مشعلات بھی آئی ہوئی تھیں۔

—— لندن ۱۷ ستمبر۔ ملک معظم نے "خدمات عامہ" کا تمغہ ان ہندوستانی فوجی دستوں کو عطا فرمانا منظور کیا ہے جنہوں نے عراق عرب میں ۸ جنوری ۱۹۲۸ء اور ۳ جنوری ۱۹۲۹ء کے درمیان اخوان قبائل کے خلاف جنگی کارروائی میں حصہ لیا۔ ان تمغوں پر "صحرائے جنوبی عراق" کے الفاظ کندہ ہیں۔

—— لندن ۱۸ ستمبر۔ سلطان ابن سعود کے مشیر شیخ حافظ وہبہ بعزم مکہ معظمہ لندن سے روانہ ہو گئے حجاز پہنچنے سے پیشتر آپ کچھ عرصہ کے لئے مصر میں قیام فرمائیں گے اور سلطان کے وکیل رسمی کی حیثیت سے یہاں کام کریں گے۔

—— کولون ۱۷ ستمبر۔ سان ہار لی (پیٹیاٹ رسل) کی کوشد کی کامیں

—— شملہ ۱۹ ستمبر۔ ساردا بل کی آخری قرات کے لئے آج وقت نہ مل سکا۔ اس لئے اسے پیر کے اجلاس پر ملتوی کر دیا گیا۔ مسٹر نیل کنٹھ داس کی ترمیم ۴۴ آرا کی حمایت اور ۶۱ کی مخالفت سے گر گئی۔ متعدد مسلم ارکان غیر جانبدار رہے۔ مولوی شفیع داؤدی نے جو ترمیم پیش کی اس پر تین گھنٹے بحث تمحیص ہوتی رہی۔ اس ترمیم پر مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر نہ ہو۔ یہ ترمیم بھی مسترد ہو گئی۔ ۱۷ مخالفین کے بالمقابل صرف ۱۶ ارکان نے اس کی حمایت کی۔ مسٹر شیشہ آئنگر نے ایک ترمیم کے ذریعے مطالبہ کیا۔ کہ برہمن اس بل کی حدود سے باہر قرار دیئے جاتے۔ یہ ترمیم تقسیم آرا کے بغیر مسترد ہو گئی۔

—— لاہور ۱۹ ستمبر۔ رائے صاحب پنڈت سری کرشن مجسٹریٹ کو صف مقدمہ سازش کی سماعت کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ مگر کسی خاص ضرورت کی بنا پر غالباً چوہدری ملند خان کو بھی بطور سپیشل مجسٹریٹ یہاں متعین کیا گیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو دفعہ ۳۰ کے اختیارات تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ اور آپ سٹی مجسٹریٹ لاہور نہ بنائے گئے۔

دعاء

خواجہ کمال الدین صاحب

۲۱ ستمبر ۱۹۲۹ء کی شام کو لاہور تشریف لے آئے خواجہ صاحب کو مرض التہاب اعصاب (پٹھوں میں جوش) کا دورہ وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لاہور آنے کے بعد بھی دو تین مرتبہ دورہ ہو چکا ہے۔ ضعف و نقاہت بہت ہے۔ دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

کو خدا کے فضل سے پہلے کی نسبت بہت آرام ہے اور امید ہے کہ ہفتہ عشرہ تک آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ احباب کرام ان کے لئے بھی دعا کریں۔

تازہ خبریں

—— یروشلم کی ۱۸ راکتوبر کی خبر ہے۔ کہ عربوں نے ایک دن کیلئے جو ہڑتال کی تھی۔ وہ پر امن طریقہ پر گذر گئی۔ یہ ہڑتال حکام فلسطین کی جانبداری کیخلاف کی گئی تھی۔ جو وہ حال کے فسادات کے دوران میں یہودیوں کی حمایت میں کر رہے ہیں۔

—— قابل وثوق ذرایع سے اطلاع ملی ہے۔ کہ فیصل الدویش اور قبیلہ العوازم میں جو جنگ ہو رہی تھی۔ اس میں فیصل قبیلہ العوازم کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ قبیلہ مذکور سلطان ابن سعود کیطرف سے باغیوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔

—— پنجاب سٹوڈنٹس کانفرنس کے صدر مسٹر سبھاش چندر بوس ۱۸ راکتوبر کو لاہور پہنچے اسٹیشن پر آپکا شاندار استقبال کیا گیا اور شاندار جلوس نکالا گیا۔

—— سکندر آباد دکن میں ۱۷ راکتوبر کو آریہ سماج کے مندر میں ایک جلسہ ہوا جس میں سارداایکٹ کی حمایت کی گئی۔ اور تجویز کی گئی۔ کہ حکومت نظام کو بھی اس قسم کا قانون نافذ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ صدر مجلس نے نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان، اعلان کیا۔ کہ میں مقامی کونسل میں سارداایکٹ کے اصول پر ایک مسودہ پیش کرونگا۔

—— سردار عبدالحکیم خان وکیل التجارت پشاور جنرل نادر خان کی بادشاہت کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ تخت و تاج کے اصلی حقدار شاہ امان اللہ خان ہیں۔

—— لاہور بعض سرکردہ اصحاب نے ایک اعلان کے ذریعہ جنرل نادر خان کی بادشاہت پر اظہار اطمینان کیا ہے۔

—— پونا کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ یہاں ایک پٹھان دیکھا گیا جس کا حلیہ بچہ سقا کی شایع شدہ تصویر سے بہت ملتا جلتا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے۔ کہ بچہ ارک سے بھاگ گیا تھا۔ کوہ دامن میں دیکھا گیا۔ کہا جاتا کہ موسم سرما کے شروع ہونے سے پہلے کابل پر حملہ کرنے کیلئے آدمی جمع کر رہا ہے۔

—— ماسکو سے اطلاع آئی ہے۔ کہ جنرل نادر خان کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ برطانی حلقوں میں گزشتہ سہ شنبہ تک اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ جن لوگوں کو افغانستان کے معاملات سے تعلق ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ خبر صحیح ہے۔ تو ان حالات میں یہ بہترین انتخاب ہے۔ جو ممکن طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جنرل نادر خان کو افغانستان میں بے حد اقتدار حاصل ہے۔ اس کے علاوہ وہ برطانیہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کے لئے مشہور ہیں۔

—— اطلاع ہے کہ بھاگتے ہوئے کوہستانیوں نے کابل کے برطانی سفارت خانہ کی عمارت کی چاردیواری کو شدید نقصان پہنچایا تاہم اصل عمارت کی حفاظت چوکیداروں نے بڑی بہادری سے کی۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں کابل پہنچ گئے ہیں۔ ان کی آمد پر قبایل کا ایک نمایندہ جرگہ بادشاہ کے انتخاب کے لئے منعقد کیا۔ جس میں شاہ امان اللہ خان کو افغانستان کی سیادت کا نا اہل قرار دیا۔ اور جنرل نادر خاں کو اتفاق رائے سے والی تاج و تخت تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد جنرل موصوف کے ہاتھ پر سب نے بیعت کر لی۔ برقی پیغامات زعمائے عالم میں بھیجے گئے۔ جن میں افغانوں سے غازی موصوف کی بیعت کرنے کی التماس کی گئی۔ جمعہ کے روز کابل میں غازی موصوف کے نام کا خطبہ پڑھا جائیگا۔

—— ماسکو کا ایک پیغام جو برلن سے آیا ہے مظہر ہے کہ ملک جنرل نادر خاں کی امارت کیلئے مضطرب ہے۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو افغانستان کو شدید نقصان پہنچے گا۔

—— کابل کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ جنرل نادر خاں کو ایک بہت بڑے جرگے میں اتفاق رائے سے بادشاہ منتخب ہوئے جب انہوں نے انکار کیا تو لوگوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا ہم نادر خان کے سوا کسی کو ملک کا بادشاہ تسلیم نہیں کریں گے۔ اس پر جنرل موصوف نے بادشاہت قبول کر لی۔ بیرونی ممالک میں جو افغان سفیر ہیں۔ ان کو بیعت کے لئے تاکیدی پیغامات بھیجے گئے۔

—— ملک غوث الدین کا لڑکا فوجی لباس میں موٹر پر سوار ہو کر راولپنڈی آیا یہاں تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ عام طور کہا جاتا ہے۔ کہ اپنے باپ سے کوئی مشورہ طلب کرنے آیا تھا۔

—— علمائے دیوبند نے جنرل نادر خان کو فتح کابل پر مبارکباد کا برقی پیغام بھیجا۔

—— ریاست میسور کی مجلس قانون ساز میں ۱۸ اکتوبر کو چند غیر سرکاری ارکان نے ذبیحہ بقر کو ممنوع قرار دینے کی تحریک پیش کی سرکاری ارکان متعلقہ نے جواب دیا۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق رپورٹ کرنے کیلئے ایک کمیٹی پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے۔ اور ہم اس کی رپورٹ کے منتظر ہیں۔

—— یروشلم۔ گزشتہ ماہ اگست میں بمقام صفید ایک بلوہ میں ایک یہودی سے قتل کے جرم میں تین عربوں کو سزائے موت دی گئی۔

—— کلمب بیچار (مراکش) کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ایک پچاس ملکی غازیوں کے ایک دستے نے ۲ راکتوبر کو مراکش کے جنوب میں فرانسیسی غیر ملکی سپاہ کے ایک دستہ کو نرغے میں لے لیا پچاس فرانسیسی سپاہی ہلاک اور اٹھارہ مجروح ہوئے صرف سات صاف بچ کر نکل گئے محصورین کو فرانسیسی سپاہ کے ایک دوسرے دستے نے بچا لیا۔ جسے ہوائی جہاز نے اس واردات سے مطلع کیا تھا۔ مراکشی سپاہ نے حملہ آوروں کا تعاقب کیا۔ اور انہیں بے اندازہ نقصان پہنچایا۔

—— بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ارک کے ایک متصل حجرے سے نعشیں ابتر حالت میں برآمد ہوئی ہیں۔ ان میں سے تین شناخت کر لی گئی ہیں

(۱) سردار عبدالحمید خاں برادر شاہ امان اللہ

(۲) سردار محمد عثمان خاں جو ضعیف العمر بزرگ ہیں۔ اور کسی زمانے میں قندھار کے گورنر رہ چکے ہیں۔ بلکہ بادشاہ گر کی حیثیت سے نمایاں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

(۳) سردار حیات اللہ خاں جو شاہ امان اللہ خاں کے سوتیلے بھائی ہیں

—— کابل کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ سوائے چند وارداتوں کے وہاں ہر طرح سے امن ہے۔ پشاور میں متعدد برقیات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کابل میں کامل امن ہے۔ برطانی رعایا بالکل محفوظ ہے۔ ایک جرمن سوداگر کے برقی پیغام سے پایا جاتا ہے۔ کہ جلال آباد اور کابل کی سڑک بہت جلد کھل جائے گی۔

—— تازہ خبر ہے۔ کہ پولیس نے ریاست بلاسپور میں سردار رتن سنگھ ببر اکالی کو گرفتار کر لیا ہے۔ جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے گرلہ سنگر میں بم پھینکے۔ اور گولیاں چلائیں۔ گرفتاری کے وقت ان کے قبضہ سے ۱۲ بم ایک بندوق اور ایک کرپان نکلی۔ حال ہی میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوشیارپور نے اعلان کیا تھا۔ کہ رتن سنگھ کا سراغ لگانے والے کو ایک ہزار روپیہ بطور انعام دیا جائے گا۔

—— قادیاں کا بوچڑ خانہ گرانے کے الزام میں جس قدر سکھ گرفتار ہوئے تھے۔ ان سب کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا گیا ہے استغاثہ جرم ثابت کرنے میں ناکام رہا۔

—— لاہور ۲۰ راکتوبر راے صاحب ہربلاس ساردا دو دن کے لئے لاہور آئے اور رات کے گیارہ بجے بعزم دہلی روانہ ہو گئے۔ لاہور میں آپ نے متعدد اہل الرائے اصحاب سے ملاقاتیں کی۔ ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج کے طلبہ نے آپ کو سپاسنامہ دیا۔

—— باخبر حلقوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سر فضل حسین سر محمد حبیب اللہ کی جگہ وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل میں وزیر تعلیم مقرر کئے جائینگے

—— حاجی صاحب ترنگ زئی کے صاحبزادہ بادشاہ گل نے مسٹر یوسفی کو پشاور میں ایک خط بھیجا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ ہم نے جلال آباد فتح کر لیا ہے۔ اور فرخ آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے ہم نے فی الحال عارضی حاکم مقرر کر دئے ہیں۔ ہم آگے بڑھنے کی طیاریاں کر رہے ہیں۔ نادر خاں کی طرف سے ہمیں مبارکباد کا پیغام بھی موصول ہوا ہے۔

—— کابل کا ایک برقی پیغام جو افغانستان کی طرف سے موصول ہوا ہے یہ ظاہر ہے۔ کہ جنرل نادر خاں کابل علاوہ قندھار۔ غزنی۔ کابل سمت جنوبی اور سمت مشرقی کے صوبجات پر قابض ہو چکے ہیں۔ مزید برآں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ عبدالقیوم حاکم مزار شریف اور جرنیل عبدالرحیم حاکم ہرات نے برقی وساطت سے جنرل نادر خان کی بیعت کر لی ہے۔ بچہ سقہ کو گرفتار کرنے کے لئے کوہ دامن کی طرف فوجیں بھیج دی گئی ہیں۔

تازہ خبریں

— اسمبلی کے آئندہ اجلاس کی تاریخ ۲۰ جنوری مقرر ہو گئی ہے۔ اس اجلاس کے متعلق خاص دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اجلاس کانگریس کے بعد اور گول میز کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر ہونے والا ہے۔ قراردادوں کی اطلاعات ابھی شائع نہیں ہوئیں۔ صرف مسٹر اچاریہ کی ایک قرارداد موصول ہوئی ہے جس میں اعلان وائسرائے کے متعلق لارڈ ارون کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ یہ اجلاس بہت طویل اور سرگرم ہوگا۔ حکومت کی طرف سے بہت سے مسودات پیش ہوں گے اور بہت سے غیر سرکاری مسودات کا بھی اس اجلاس میں تصفیہ ہوگا۔

— پنڈت موتی لال نہرو نے چیف جسٹس کی عدالت میں بدیں مضمون ایک درخواست پیش کی کہ زنگا آئر نے میرے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا جو مقدمہ دائر کیا ہے خارج کر دیا جائے۔ چیف جسٹس نے اس فیصلے کے لئے سماعت دوسرے ہفتہ پر ملتوی رکھی کہ آیا اس درخواست پر کوئی کارروائی کرنا ضروری ہے کہ نہیں۔

— مہاتما گاندھی لکھیم پور گئے۔ بلدیہ، ڈسٹرکٹ بورڈ اور ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی نے سپاسنامے پیش کئے۔ تین ہزار روپیہ کی تھیلی پیش کی گئی۔ یہاں سے آپ الہ آباد آ جائیں گے۔ اور پنڈت موتی لال نہرو کے ہاں قیام کریں گے۔

— مسٹر ولسن سابق اڈیٹر اخبار پائونیر کے خلاف توہین عدالت کا جو مقدمہ دائر تھا۔ عدالت عالیہ نے اس میں مسٹر ولسن کی درخواست معافی منظور کر لی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جرمانہ قید کی سزا نہیں دی جاتی لیکن ملزم چھ سو روپیہ جو سرکار کو مقدمہ پر خرچ کرنا پڑا ایک ہفتہ کے اندر ادا کر دے۔

— آل انڈیا میڈیکل کانفرنس کے انعقاد کے لئے زبردست طیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اجلاس کرسمس کے دنوں میں منعقد ہوگا۔ کانفرنس کے سامنے پیشہ طب انگریزی کو بہتر بنانے کا سوال پیش کیا جائیگا طب انگریزی کے پیشہ ور اصحاب اور طبی سوسائٹیاں اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہی ہیں۔

— ۱۹۲۹ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے حسب ذیل مصنفین کو انعام دیا ہے۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

نام	نام کتاب	رقم انعام
حافظ محمود شیرانی لیکچرار پنجاب یونیورسٹی لاہور	پنجاب میں اردو	ایک ہزار
ڈاکٹر سوہن سنگھ میڈیکل مشنری خالصہ کالج امرتسر	شری اکسا مہیا	سات سو پچاس
لالہ سنت رام بی اے سیتا سدن لاہور	البیرونی کا بھارت حصہ سوم	پانچ سو
ڈاکٹر سکھا رام	جڑی بوٹی حصہ اول و دوم	پانچ سو

— رضاکاران علم الدین کمیٹی کا ایک جلسہ باغ بیرون دہلی دروازہ میں ۱۷ نومبر کو منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل قراردادیں بالاتفاق پاس کی گئیں:۔

(ا) مسلمانان لاہور کا یہ عظیم الشان جلسہ ان تمام اشخاص، جماعتوں و اخبارات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے غازی علم الدین شہید کی نعش کے حصول میں سعی فرمائی۔ یہ جلسہ فرزندان توحید سے پرزور استدعا کرتا ہے کہ انہیں متحدہ و مشترکہ مقاصد کی سر انجام دہی کے لئے کمال خلوص سے مل جل کر کام کرنا چاہئے۔

(ب) لاہور کا یہ نمائندہ اجتماع حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اب جبکہ حکومت نے غازی علم الدین کی نعش کا مطالبہ پورا کر دیا ہے تو اسے ان تمام گرفتاران بلا کو جنہیں شہید کی نعش کا مطالبہ کرنے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ فوراً رہا کرنا چاہئے۔

— لاہور، ۱۷ نومبر۔ آج شام کے چار بجے بریڈلا ہال لاہور میں لالہ لاجپت رائے کی برسی کی تقریب میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ حاضری کافی تھی۔ غالب عنصر طلبہ کا تھا۔ لالہ دنی چند صدر جلسہ تھے۔ ڈاکٹر ستیہ پال۔ سید محسن شاہ۔ سردار منگل سنگھ۔ ڈاکٹر گوپی چند بھارگو مسٹر بالی۔ لالہ موہن لال اور ڈاکٹر کچلو نے لالہ جی کی زندگی کے متعلق تقریریں کیں اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

— ۴ [illegible] اجلاس کونسل نے ایک انگریزی کا اشتہار جس کا عنوان "نوجوانوں سے اپیل" ہے۔ ضبط کر لیا۔ یہ اشتہار سرخ روشنائی میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور ان پر احکام صدر لیگ و جنرل سیکرٹری بنگلور ایسوسی ایشن آف انڈیا کے دستخط ہیں۔ نیز تمام دستاویز جن کے ساتھ یہ اشتہار [illegible] یا جن میں اس اشتہار کے اقتباسات یا تراجم درج ہیں۔ ضبط کر لی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس اشتہار میں ایسے مضامین درج ہیں جو زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ممنوع ہیں۔

— نوجوان ہندوؤں کی کانفرنس کے صدر منتخب ڈاکٹر مونجے یہاں پہنچ گئے۔ شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں آپ کا جلوس پھرایا گیا۔

— پروفیسر جے ایل بنرجی رکن کونسل جو کانگرس کے بڑے سرگرم کارکن ہیں۔ زیر دفعہ ۱۲۴ الف بغاوت کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری ایک تقریر کی بناء پر عمل میں آئی ہے۔ چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کے سامنے پیشی کی تاریخ ۱۹ نومبر مقرر ہوئی ہے۔

— کچھ عرصہ ہوا کہ ہوشیار پور کا ایک ہندو اپنی ہمشیرہ کو علاج کے لئے امرتسر لایا۔ اور تالاب مول چند کے قریب اقامت اختیار کی۔ وہاں ایک آدمی نے اس سے یارانہ گانٹھ لیا۔ چند دن ہوئے کہ وہ اپنی ہمشیرہ کو ہوشیار پور واپس لیجانے کے قبل امرتسر دربار صاحب درشن کرنے کے لئے گیا۔ وہ آدمی بھی ان کے ساتھ تھا۔ رات کو وہ ایک سرائے میں سو گئے اس آدمی نے دونوں بہن بھائیوں کو جنجر کی بوتل میں افیون گھول کر پلا دی۔ کچھ عرصہ کے بعد دونوں ہوش میں آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہمارا زیور گم ہو گیا ہے۔ اور ساتھی بھی ندارد ہے۔ پولیس میں اطلاع دیدی گئی۔ ایک دو دن کی دوڑ دھوپ کے بعد ملزم گرفتار کر لیا گیا۔ جس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

— کل فرنٹیر میل پر شاہزادہ اسد اللہ خان جو سابق شاہ افغانستان امان اللہ خان کے بھائی اور اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کی ہمشیرہ کے لڑکے ہیں لاہور وارد ہوئے۔ آپ کابل سے قندھار کی راہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ آپ کے پیٹ میں کچھ خرابی ہے جس کا وہ علاج کرانا چاہتے ہیں۔

— علامہ اقبال سید راس مسعود کی دعوت پر ۲ نومبر کو فرنٹیر میل سے علیگڈھ تشریف لے گئے تاکہ وہ اپنے ان تین خطبوں کو علیگڈھ یونیورسٹی میں سنا سکیں جو گذشتہ سال نامکمل رہ گئے تھے۔ علامہ ایک ہفتہ میں تمام خطبے ختم کر کے ۲۵ نومبر تک لاہور واپس آ جائیں گے۔ جنوری کے آغاز میں تین تازہ خطبوں کے ارشاد کے لئے مدراس اور حیدرآباد کا سفر کریں گے۔

— گذشتہ جمعہ روز مسلمانان نگینہ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد بالاتفاق منظور ہوئی:۔

"جمعیۃ العلماء ہند نے ساردا بل کو مذہب اسلام میں مداخلت قرار دیا ہے لہذا مسلمانان نگینہ کا یہ جلسہ اعلان کرتا ہے کہ ہم سب جمعیت کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس قانون کی رو سے محفوظ رکھنے کے لئے خوشی سے تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کریں گے۔"

— میر رحمت اللہ خان صاحب کا حسب ذیل برقی پیغام اپنے والد محترم حاجی شمس الدین صاحب اکبری منڈی لاہور کی خدمت میں موصول ہوا ہے "میں افغان وزیر اعظم کی معیت میں بخیر و عافیت کابل پہنچ گیا ہوں۔ اعلیٰحضرت نے آپ کے ہدیۂ تہنیت کو شکریہ کے ساتھ قبول فرما لیا ہے۔"

— مسٹر آرتھر ہینڈرسن وزیر خارجہ برطانیہ نے وزیر خارجہ کابل کے نام حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا ہے:۔

"میں ہز میجسٹی کی گورنمنٹ یعنی دولت متحدہ اور حکومت ہند کی طرف سے اور ہز میجسٹی کی حکومتوں یعنی کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی کامن ویلتھ، جنوبی افریقہ کی یونین اور آئرلینڈ کی آزاد حکومت کے ایماء سے یور ایکسیلینسی کو مطلع کرتا ہوں کہ مذکورہ حکومتیں اس حکومت کو جو باد شاہ محمد نادر خان نے افغانستان میں قائم کی ہے تسلیم کرتے ہوئے اس مخلصانہ امید کا اظہار کرتی ہیں کہ پہلے کی طرح جدید حکومت کے ساتھ بھی محبانہ تعلقات جاری رہیں گے۔"

— معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ اندور مع اپنی بیوی مسز مشعا دیوی اور چھوٹی لڑکی کے پیرس سے ہندوستان واپس آ رہے ہیں۔ وہ ریاست کی پولیٹکس میں بھی حصہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

— واشنگٹن میں ۱۹۰ ایکڑ زمین پر طیارے کے ذریعہ بیج ڈالے گئے جس کی رفتار ۹۵ میل فی ساعت تھی۔

پس اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ نا بالغ بچے آپس میں اظہار رضامندی کر سکتے ہیں۔ بہرحال طاب لکم والی آیت ۵ھ میں نازل ہوئی۔ جس سے سات برس پہلے حضرت عائشہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ اور پھر اسی سورہ نسا میں پانچویں آیت ہے۔ جس میں وابتلوا الیتٰمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح والی آیت موجود ہے۔ پس بلاخوف تردید ثابت ہو گیا۔ کہ یہ بھی ذیقعدہ ۵ھ کے بعد نازل ہوئی۔ یعنی رضامندی باہمی نکاح بلوغ والی ساری آیتیں حضرت عائشہ کے نکاح سے سات برس بعد نازل ہوئیں۔ اس صورت میں ہندوستان کے ایک مقتدر رسالے کا وہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے۔ جو اس میں کیا گیا تھا۔ کہ اگر یہ آیات مدنی ہیں۔ تو رخصتانہ مدینہ میں ہوا تھا۔ وہاں حضرت رخصتانہ کو سن بلوغ تک ملتوی کر سکتے تھے۔

ہاں یہ اس صورت میں ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو ۱ھ میں غیب کی خبر ہوتی۔ کہ آج سے سات برس بعد بلوغ کی شرط عائد ہوگی۔ پس ہم یہ کہینگے۔ کہ بلوغ اور انتخاب باہمی کی آیت حضرت عائشہ کے نکاح کے سات سال بعد نازل ہوئی۔ اس واسطے آنحضرت کا اس سے پہلے کا عمل اسوہ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ حضور سرور عالم کے گھر میں ایک وقت میں چار سے زیادہ ازواج مطہرات کا ہونا ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اور ایسی شادی اگر بالفرض ۶ برس کی عمر میں ہی ہوئی ہے۔ تو نہ قرآن شریف کے نزدیک جرم ہے۔ اور نہ ساردابل کے رو سے۔

لیکن ان سب واقعات سے قطع نظر ہم ان علماء سے جو حضرت عائشہ کے معاملہ اور تعداد ازدواج کے معاملہ میں رسول اکرم کے اسوہ حسنہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اور ہم اول الذکر معاملے کی بابت اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ اسوہ نہیں ہو سکتا۔ نہایت ادب و احترام کے ساتھ پوچھا کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کی تمام زندگی میں یہی دو اسوہ رہ گئے ہیں۔ کہ نابالغوں سے شادی اور کثرت ازدواج جس پر علماء عمل کرنا فخر خیال کرتے ہیں۔ اور کوئی دوسرے اسوہ نہیں رہے۔ یہ بھی تو اسوہ حسنہ ہیں۔ کہ

(۱) آپ باوصف اس کے کہ دولت آپ کے قدموں پر تھی ہمیشہ عسرت سے گذارہ کرتے تھے۔ اور فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ (۲) مکان میں سوائے کھجور کے بورئیے اور چند مٹی کے برتنوں کے اور کچھ سامان نہ تھا۔ اس گھر میں جھاڑو خود دیا کرتے تھے۔ (۴) دودھ بکریوں کا خود دوہا کرتے تھے۔ (۵) اپنی جوتیوں میں پیوند خود لگایا کرتے تھے۔ (۶) کپڑے بھی پیوند دار پہنتے تھے۔ (۷) کبھی ایک پیسہ جمع نہ کیا۔ اور اگر ہوا بھی تو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ حالانکہ کافی سے زیادہ عیال تھا۔ (۸) آخر وقت گھر میں صرف ۷ درہم تھے۔ وہ بھی فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیئے۔ اور یہ فرمایا۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ جب میں خدا کے آگے حاضر ہوں۔ تو میرے ہاتھوں میں دینار بھی ہوں۔ (۹) ایک دفعہ اپنے صحابی سے فرمایا۔ کہ کوہ احد اگر سارا سونا ہو جائے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دینار بھی تقسیم نہ کر لوں۔ آرام کروں۔ آپ نے خود ۲۵ برس کی عمر میں ایک ۴۰ برس کی خاتون کے ساتھ شادی فرمائی۔ اور ۵۰ برس کی عمر میں ۵۰ برس کی خاتون کے شادی فرمائی۔ اور سوائے حضرت عائشہؓ کے باقی جتنی ازواج مطہرات تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک دفعہ کی بیوہ تھیں۔ کوئی دو دو تین تین دفعہ کی۔ (۱۱) آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی ان کی ۱۵ برس کی عمر میں فرمائی۔

باقی آئندہ

جلد ۱۷ لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۶ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۲۹ء نمبر ۶

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

انگلستان کے ایک فاضل پروفیسر کے خیالات

سر ٹامس ڈبلو آرنالڈ سی آئی - ای - پی ایچ - ڈی - پروفیسر عربی یونیورسٹی آف لنڈن ، نے مذہب اسلام پر ایک طویل مضمون تحریر فرمایا ہے جس میں اسلام کی بعض خصوصیات پر نہایت غیر متعصبانہ انداز میں تبصرہ کیا ہے - ہندوستان کے اُن تاریک خیال مصنفوں کے لئے جنھیں روشنی بھی تاریکی نظر آتی ہے اس مضمون کے چند اقتباسات یقیناً سبق آموز ثابت ہونگے اور وہ دیکھیں گے کہ دنیا کا روشن خیال طبقہ کس قدر اسلام کے قریب آتا جا رہا ہے - (مدیر)

نماز

مسلمانوں کی مذہبی زندگی کا سب سے زیادہ نمایاں اور مخصوص پہلو وہ طریق عبادت ہے جسے وہ نماز کہتے ہیں - مشرقی ممالک میں جن سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا ہے انہوں نے نماز کی جاذبیت کو ضرور محسوس کیا ہے - بشپ لیفرائے نے نماز کے متعلق لکھا ہے " یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص پہلی مرتبہ مسلمانوں سے رابطہ پیدا کرے اور اسے ان کے مذہب کا طریق عبادت دیکھ کر حیرت نہ ہو . . . . . سڑک ہو یا میدان - ریلوے سٹیشن ہو یا مکان - ایک مسلمان وقت مقررہ پر بغیر ذرہ برابر تصنع یا نمائش کے تمام ضروری سے ضروری کام چھوڑ کر نہایت سکون قلب اور عجز و انکسار کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے - اسی عبادت کا نظارہ بڑے پیمانہ پر مساجد میں نظر آتا ہے جس کسی نے رمضان کے مہینے میں الوداع کے روز جامع مسجد دہلی کا منظر دیکھا ہے وہ ایک نہایت عمیق اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا - اور اسے اس قوت کا خفیف سا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس طریق عبادت کے اندر موجود ہے - دہلی کی جامع مسجد اس روز پندرہ ہزار نمازیوں سے بھری ہوتی ہے - جو اپنی ہر حرکت سے انتہائی عجز اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں - اور نماز میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ اپنی مطلق خبر نہیں رہتی اوقات نماز کی باضابطگی خود بے انتہا اثر ڈالتی ہے - صبح صادق کے وقت سورج کی پہلی کرن نکلنے سے قبل اس وقت جبکہ کاروبار کا شباب ہوتا ہے اور اس وقت جبکہ دن ختم ہو چکتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے - مسلمان اپنے خدا کی عبادت میں منہمک ہوتے ہیں "

رینان نے ایک مرتبہ کہا کہ " میں جب کبھی مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو میرے جذبات میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے - اور میں افسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان کیوں نہ ہوا " یہی وہ اثر ڈالنے والے مناظر ہیں جو غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں - ۱۹۰۵ء میں ایک یہودی نے اسلام قبول کیا تھا - قبول اسلام کے بعد اس نے اپنے تجربات کے متعلق لکھا تھا کہ " میں ایک مرتبہ نہایت سخت بیمار تھا - میں نے خواب میں دیکھا - کہ ایک آواز مجھ سے کہہ رہی ہے - کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں - پھر اس واقعہ کے بعد جب میں ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ مسلمان فرشتوں کی طرح صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہیں تو میرے دل کے اندر سے ایک آواز آئی " یہی وہ امت ہے جس کی آمد کے متعلق انبیاء علیہم السلام نے بشارتیں دی تھیں - جب امام اپنا سیاہ جبہ پہنے ہوئے آیا تو مجھ پر خوف و احترام کا ایک جذبہ طاری ہو گیا . . . . . اور جب اس نے اپنا خطبہ ان الفاظ کے ساتھ ختم کیا

ان الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذي القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي لعلكم تذكرون -	تحقیق اللہ حکم کرتا ہے عدل کرنے کا اور احسان کرنے کا اور اعزا و اقربا کی امداد کرنے کا اور منع کرتا ہے فواحش سے اور بری باتوں سے اور بغاوت سے تاکہ تم نصیحت پکڑو -

اور نماز شروع ہوئی تو میں نے ایسا محسوس کیا کہ میرا دماغ پستی سے رفعت کی طرف جا رہا ہے - کیونکہ مسلمانوں کی صفیں مجھے ملائکہ کی صفوں کے مشابہ معلوم ہونے لگیں - جن کے سجود و قعود میں خود خدا اپنا مظاہرہ کر رہا تھا میرے دل میں سے ایک آواز آئی کہ خدا نے بنی اسرائیل سے سالہا سال میں صرف دو مرتبہ بات کی مگر وہ اس امت سے ہر نماز کے وقت بات کرتا ہے - اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ میں دنیا میں مسلمان ہونے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں "

مسجد میں جو عام نماز ہوتی ہے اس میں ایک قسم کا وقار پایا جاتا ہے مذہبی جذبات کے کسی بیرونی مظاہرہ میں یہ چیز نظر نہیں آتی جو سطحی نظر رکھنے والوں کو نماز بادی النظر میں ان حرکات و سکنات سے معرا معلوم ہوتی ہے جو دوسرے مذاہب کا طغرائے امتیاز ہیں -

حج

یہ عظیم الشان بین الاقوامی اجتماع جس میں ہر سال ہزاروں حجاج حصہ لیتے ہیں دنیائے اسلام کے اتحاد کا ایک موثر مظاہرہ ہے - یہی نہیں کہ یہ حجاج صرف عرب کے مختلف ممالک ہی سے آتے ہوں - بلکہ چین - بنگال اور کیپ ٹاؤن جیسے دور دراز مقامات سے روانہ ہو کر شمع حرم کے پروانے مکہ میں جمع ہوتے ہیں - اور اسلام کی عالمگیر برادری کا احساس تازہ کرتے ہیں اسلامی برادری کے ان جذبات سے ان مسلمانوں کے قلوب بھی خالی نہیں ہوتے جو اپنی بدقسمتی کے باعث حج بیت اللہ کی سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں جس دن مکہ کے باہر قربانیاں کی جاتی ہیں - اسی روز مسلمان دنیا کے ہر حصہ میں قربانی کرتے ہیں - اور اس طرح اپنے ان خوش قسمت بھائیوں کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں - جو خدا کے گھر کی زیارت کرتے ہیں -

(الجمعیتہ)

---

۴۲ بعض معاملات میں مجبوریوں کی وجہ سے اس اصول کی پابندی نہیں ہو سکتی سو وہ علیحدہ بات ہے - تاہم تمام بھائیوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اس قسم کے استثنا کی مثالیں کم سے کم پیش آئیں - کیونکہ آگے اخبار کیلئے ہی مفید ہے

کچھ اپنے متعلق

جلسہ سالانہ کے قبل کئی بار اعلان کیا گیا کہ جن احباب کے ذمہ دفتر پیغام صلح کی بقایا رقوم ہیں یا جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے وہ جلسہ سالانہ پر یا اس سے قبل ادا فرما دیں - اس کے بعد ان تمام احباب کی خدمت میں خطوط بھی لکھے گئے جن میں حساب کی تفصیل عرض کر دی گئی - جلسہ پر وصول یابی کی انتہائی کوشش کی گئی - دفتر میں رجوعاً عارضی طور پر دفتر جلسے کے قریب گڈ پو میں منتقل کر دیا گیا تھا آدمی ہر وقت موجود رہنے کے علاوہ قیام گاہ پر بھی اخبار کے کارکن حاضر ہوتے رہے ہیں - اس قدر سعی کے باوجود احباب نے بہت کم توجہ کی ہے - اخبار کو ہفتہ وار کے بجائے سہ روزہ کر دیا گیا جس سے خرچ قریباً دوگنا ہو گیا - مگر چندہ میں برائے نام ایک روپیہ اضافہ کیا گیا - اخبار کی یہ اولوالعزمی دیکھتے ہوئے احباب کو اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے تھی لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کی سرد مہری میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے - یہ حالات نہایت افسوسناک اور حوصلہ شکن ہیں - توسیع اشاعت اگر ممکن نہیں تو کم از کم اس قدر تو ہونا چاہیئے کہ بقایا جات فی الفور ادا ہو جائیں - اخراجات روز بروز بڑھ رہے ہیں - جب تک کہ آمدنی میں بھی اسی نسبت سے اضافہ نہ ہو - اخبار کی مالی حالت تسلی بخش نہیں رہ سکتی -

بار بار یاد دہانی کرانا ہمیں ناخوشگوار فرض معلوم ہوتا ہے احباب کو خود اس طرف توجہ چاہیئے - ہم ایک بار پھر نہایت ادب سے اس گزارش کا اعادہ کرتے ہوئے یہ امید رکھتے ہیں کہ آئندہ اس کی ضرورت پیش نہ آئے گی - خدا کرے ہماری یہ توقع پوری ہو -

ایک روپیہ کا اضافہ

گزشتہ سال ماہ مارچ میں اخبار ہفتہ میں دو بار ہوا تھا - اور اسی وقت قیمت میں ایک روپیہ کا اضافہ کیا گیا تھا - اس تبدیلی سے قبل بعض احباب چندہ ادا کر چکے تھے - اور یہ ایک روپیہ اسی وقت سے ان کے ذمہ بقایا چلا آتا ہے - گزشتہ سال ماہ مارچ اور غالباً اپریل میں بھی کئی بار اعلان کیا گیا تھا کہ احباب یہ روپیہ ادا فرما دیں - لیکن بہت کم توجہ کی گئی - ان احباب سے جب اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے - تو انہیں اس بات کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بجا طور پر اعتراض ہوتا ہے - اس لئے اس کا عرض کر دینا ضروری خیال کیا گیا -

اس کے علاوہ ایک اور بات بھی احباب کے گوش گزار کرنا ضروری ہے بعض بھائی پیشگی چندہ ادا نہیں فرماتے - اور میعاد کے ختم ہونے پر ارسال فرماتے ہیں - اس طرح اخبار کو چلانے میں دقت ہوتی ہے - کیونکہ اخبار کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ وہ سال بھر تک پاس سے خرچ کرتا رہے اور سال کے بعد بلکہ بعض اوقات دو دو تین تین سال کے بعد) اسے چندہ وصول ہو - اس لئے تمام احباب کا فرض ہے کہ وہ پیشگی چندہ ادا فرمایا کریں - آئندہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر مطالبے کئے جائیں گے - تمام اخبارات ایسا ہی کرتے ہیں اور دراصل یہی نتیجہ طاقت ہے - م م

علما کی ذہنیتوں میں انقلاب

ہندوستان اور افغانستان کے علما کا فتویٰ

شاہ امان اللہ خاں کی اصلاحات جائز

کافر کہنے والے خود کافر

افغانستان کا موجودہ انقلاب جہاں مسلمانوں کے لئے بہت سے نقصان کا موجب ہوا ہے وہاں اس کا ایک مسرت افزا پہلو بھی ہے جسے "علما کی ذہنیتوں میں انقلاب" کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ علمائے کابل کے اس فتوے کے جواب میں جو ملائے شور بازار اور اس کے ساتھیوں کی سنہری اور روپہلی مصلحتوں نے شاہ امان اللہ خاں کے کفر کے بارہ میں تجویز کیا، ہندوستان اور افغانستان کے علمانے ایک فتوے عربی زبان میں لکھا ہے جس میں ان تمام باتوں کو جو قبل ازیں بڑے بڑے علما کے حلق سے نیچے نہ اتر سکتی تھیں اور جن کے نام ہی لینے پر کفر در کفر کے فتوے لگ جاتے بہت آسان تھے، بالکل جائز اور صحیح قرار دیا گیا ہے اس فتوے کا پورا ترجمہ روزانہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے ہم قارئین کرام کی یادداشت کے لئے اس کے ضروری حصص پیش کرتے ہیں۔ (مدیر)

"جلالت الملک امیر المومنین خلیفۃ المسلمین مجاہد فی سبیل اللہ غازی امان اللہ خاں خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے جو احکام اصلاح قوم اور تقویت سلطنت کے لئے جاری فرمائے ہیں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام کے تمام شریعت غرا اور ملت بیضا کے مطابق ہیں۔

(۱) ٹوپیوں کا مسئلہ

ایک حکم یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے لشکر کو نصاریٰ جیسی ٹوپیاں پہنائیں اور عام رعایا کو بھی ان کے پہننے کی اجازت دی۔ اعلیٰ حضرت کے اس حکم میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ چیز زنار وغیرہ کی طرح شعار مذہب میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک وطنی لباس ہے جسے یہود و نصاریٰ پہنتے ہیں۔ اس کی مثال ترکی ٹوپیوں کی ہے۔ یا بعض ہندوؤں کے لباس کی جن کو اکثر مسلمانان ہند زیب تن کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان ٹوپیوں کو اکثر اصحاب دول عظمے پہنتے ہیں۔ ان سے مقصد اظہار تنعم ہے۔ اور اظہار تنعم شرعاً مستحسن شے ہے۔ اسی لئے فقہائے نے بغرض اظہار تنعم سونے اور چاندی کے برتن رکھنا مستحسن سمجھا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ **واما بنعمت ربک فحدث** (پروردگار کے انعام کا اظہار کر) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پروردگار کو اپنے بندے پر اپنی نعمت کے آثار کا نظارہ محبوب ہے۔ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

لباس کے متعلق اجازت

نیز ارشاد ہوتا ہے کہ جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے یہود خیبر کی خاص قسم کی ٹوپیاں اپنے لئے اختیار کر لی تھیں۔ اور یہ صحابہ کے آخری دور اور تابعین کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاوائے عالمگیری کی جلد ۵ صفحہ ۳۰۴ میں ان کے جواز کا فتوے دیا گیا۔ چنانچہ عالمگیری کی عبارت یہ ہے کہ اس قسم کی ٹوپیاں پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

تشبہ اور اشتراک میں فرق

اس سلسلہ میں یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ "تشبہ" اور "اشتراک" دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان کا فرق واضح ہے۔ اگر اشتراک کو من کل الوجوہ حرام قرار دیا جائے تو ضروریات انسانی کے تمام دروازے بند ہو جائیں۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ جس اشتراک کو علت تکفیر قرار دیا گیا ہے وہ درحقیقت امور دینیہ و شرعیہ سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ وطنی امور میں اشتراک سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے لباس و کلاہ کا استعمال جائز ہے۔

(۲) بال ترشوانے کا مسئلہ

ام المومنین ملکہ ثریا نے اور بعض دوسری عورتوں نے سر کے بال ترشوا دیئے۔ یہاں تک کہ ان کے بال کانوں تک رہ گئے اس معاملہ میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال ترشواتی تھیں یہانتک کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے تھے۔ امام نووی نے فرمایا ہے کہ اس سے عورتوں کے سر کے بالوں میں تخفیف کا جواز معلوم ہوتا ہے . . . . فقہانے فیصلہ کیا ہے کہ کانوں سے نیچے جو بال ہوں وہ واجب الستر نہیں ہیں (دیکھو کبیری صفحہ ۲۱۳) اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سر کے بال ترشوانے جائز ہیں۔

(۳) پردے کا مسئلہ

اعلیٰحضرت نے حکم دیا ہے کہ عورت کا چہرہ۔ ہاتھ اور پاؤں اجنبی کے روبرو واجب الستر نہیں ہیں آپ کا یہ فیصلہ یقیناً صحیح ہے۔ اسی قسم کا فیصلہ فقہا اور مفسرین نے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے ماتحت صادر کیا ہے۔ "ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" اس ضمن میں یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد "قرن فی بیوتکن . . . . الخ کی تفسیر خود لفظ "لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ" سے فرما دی ہے۔ نیز اس آیت کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی یا نساء النبی. . . . الخ جو ان اوامر کے شروع میں ہے صاف ظاہر کر رہا ہے۔

قاضی ابو یوسف کا فیصلہ

یہی وجہ ہے کہ قاضی القضاۃ ابو یوسف نے اس معاملہ میں اس قدر وسعت دی کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک پردہ سے خارج کر دیا۔ قاضی موصوف کا یہ فیصلہ اس لئے بھی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ذمہ دارانہ عہدہ کی وجہ سے مسلمانوں کے حوائج و ضروریات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ نیز قرن اول سے مجتہدین کے آخری دور تک عورتیں مسجدوں اور مجالس میں باقاعدہ حاضر ہوتی تھیں۔ بدیں وجہ فقہ کی کتابوں میں صاف نظر آئے گا کہ امام اقتدا اور تسلیم کے وقت عورتوں اور مردوں دونوں کا ارادہ کرے۔

(۳) طلب علم

اعلیٰ حضرت نے عورتوں اور مردوں کو طلب علم کا حکم دیا۔ یہ حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ماتحت ہے کہ طلب علم مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ طلب علم تمام واجبات کا موقوف علیہ ہے۔ اور واجب کا موقوف علیہ واجب ہوتا ہے۔ جیسے مسلم الثبوت میں لکھا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اور یہ صحت بدن پر موقوف ہے۔ صحت بدن علم طب کی تحصیل پر موقوف ہے۔ لہذا علم طب کا سیکھنا فرض ہے۔ جیسے کہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہوگا۔

(۴) لڑکیوں کو باہر بھیجنا

اعلیٰحضرت نے عورتوں اور مردوں کو حصول علم کے لئے دوسرے ممالک میں بھیجا آپ کا یہ فعل خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے "فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ" عورتیں بھی ایک طائفہ ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ حصول علم کے لئے خواہ چین تک جانا پڑے ضرور جاؤ اور علم حاصل کرو۔ ہدایہ میں زیر بحث خیار بلوغ اس امر کی تصریح موجود ہے۔ کہ حکم خیار بلوغ سے ناواقف رہنا بالغ عورت کے لئے شرعاً کوئی عذر نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ قبل از بلوغ احکام شرعیہ کے معلوم کرنے کے لئے فارغ تھی۔ اور حصول علم کے اسباب موجود تھے۔ کسی طرح اس کا ناواقف رہنا اس کی معذوری کا موجب نہیں سمجھا جا سکتا۔

(۵) یہود و نصاریٰ سے تحصیل علم

اعلیٰحضرت نے مردوں اور عورتوں کو علوم و فنون مختلف کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجا۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ وہاں کے باشندے اہل کتاب عیسائی وغیرہ ہیں جو آج ترقی کے انتہائی مدارج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ہر علم و فن میں ماہر مانے جاتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے متعلق لوگوں تک کچھ پہنچاؤ۔ خواہ وہ ایک ہی بات ہو۔ اور بنی اسرائیل سے باتیں حاصل کرو اس میں کوئی حرج نہیں (ترمذی جلد ثانی صفحہ ۱۰۲)

(باقی بر صفحہ ۶ کالم اول)

یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ وہ بھی اس سے نابالغہ لڑکیاں ہی مراد لیتے ہیں۔ اور اس فرض کی بنا پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس فرضی اجماع کی حقیقت تو آگے چل کر عرض کروں گا۔ یہاں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ابن شبرمہ اور ابوبکراصم جیسے دو اعلےٰ پایہ کے عالم جو نابالغہ کے نکاح کے موید نہیں کیا وہ بھی یہی معنے کرتے تھے۔ اگر نہیں اور یقیناً انہوں نے ایسے معنے نہیں کئے تو مہربانی کرکے بتایا جائے کہ اس فرضی اجماع کی مخالفت انہوں نے کیوں کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ معارف نے استدلال اور تحقیق کے مقام پر صرف دعویٰ اجماع پیش کرنا کیوں ضروری سمجھا۔ اگر ایسے موقعہ پر فرضی یا واقعی اجماع کا دعویٰ کوئی حقیقت رکھتا تو ابن حزم اور ابن شبرمہ اور ابوبکراصم کو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی۔ اور وہ نکاح صغیر، اور صغیرہ کے جواز کے خلاف آواز بلند نہ کرتے۔

نابالغہ سے مقاربت

یہ بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ از روے استدلال واللائی لم یحضن سے مراد نابالغ لڑکیاں مراد ہو ہی نہیں سکتیں۔ کیونکہ عدت صرف ان عورتوں کے لئے ہے جن سے مجامعت ہوگئی ہو۔ اور نابالغہ سے مجامعت ناجائز ہے کیونکہ یہ خلاف فطرت ہے اور ڈاکٹروں اور حکیموں کا متفقہ فتویٰ ہے۔ کہ بلوغ اور جوانی سے پہلے نابالغ لڑکیوں سے مجامعت کرنا ان کی صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ اور جو فعل خلاف فطرت ہو اور لڑکی کی صحت کو بھی تباہ کرتا ہو اس کی اجازت اسلام جو فطرت کا مذہب ہے ہرگز نہیں دے سکتا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ معارف نے اس خلاف فطرت بات کو بھی جائز ٹھیرایا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ

"نابالغہ سے مقاربت کے لئے سن بلوغ ضروری نہیں بلکہ اس کی صلاحیت اور جسمانی صحت پر موقوف ہے"

اس قدر جرأت ہے کہ جس پر رہ رہ کر حیرانی ہوتی ہے۔ کم از کم ندوہ کے علم و فضل اور روشن خیالی سے ایسے خیالات کے اظہار کی توقع نہ ہوسکتی تھی۔ بخصوص ایسی حالت میں کہ قرآن اور حدیث سے اس کے لئے کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ صرف فقہا اور ائمہ مجتہدین کے بعض اقوال پیش کئے ہیں کہ نابالغ لڑکی سے قبل بلوغ بھی مجامعت درست ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے ہیں فقہا کے قول ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ اگر اللہ اور رسولؐ کے فرمان کے مقابلہ ہمارے سامنے فقہا کے اقوال لائے جائیں۔ تو ہم اسی طرح انہیں رد کرسکتے ہیں جس طرح خود فقہا ایک دوسرے کا قول اور اجتہاد رد کرتے ہیں۔ مقام استدلال میں فقہا کے اقوال پیش کرنا گویا اپنے دعوے کو فقہا کے دعوے سے ثابت کرنا ہے۔ آپ کا دعویٰ اور فقہا کا دعویٰ ایک ہے اس کے ثبوت میں کوئی اور دلیل پیش کیجئے۔ تاکہ آپ کا اور فقہا کا دعوےٰ ثابت ہوسکے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں تو واللائی لم یحضن سے نابالغہ لڑکیاں مراد لینا کیوں جائز نہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں کہ نابالغہ سے مقاربت جائز ہے۔ معارف نے حضرت عائشہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اذا بلغت الجاریۃ تسع سنین فھی امراۃ۔ جب لڑکی نوسال کی ہوجائے تو وہ عورت ہے۔ اس قول سے نابالغہ سے مقاربت کا دعویٰ ثابت کرنا موجب حیرت ہے۔ حضرت عائشہ تو فرماتی ہیں کہ نوسال کی عمر کے بعد لڑکی جوان ہوجاتی ہے۔ اور نابالغہ نہیں رہتی۔ اور ثابت اس سے یہ کیا جاتا ہے کہ نابالغہ سے نکاح اور مقاربت جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ کا یہ قول بھی ان کے اپنے ملک کی آب و ہوا اور اپنے ملک کی لڑکیوں کے متعلق درست ہوسکتا ہے۔ کہ گرم ممالک میں لڑکیاں بلوغ کو جلدی پہنچ جاتی ہیں۔ ہر ملک کی لڑکیوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور اس میں بھی نوسال کی عمر میں لڑکیوں کے جوان اور بالغ ہوجانے کا ذکر ہے۔ نابالغہ سے نکاح اور مقاربت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔

خلاف فطرت اسلئے خلاف اسلام

از روئے قرآن و احادیث اسلام فطرت کا مذہب ہے۔ اس لئے اس کے تمام احکام فطرت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اور جو حکم فطرت کے خلاف ہے وہ اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا۔ مجامعت صغیرہ چونکہ فطرت کے خلاف ہے اس لئے اسلام اس کے جواز کا حکم نہیں دے سکتا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تمہید میں آپ نکاح کا فطری اور طبعی وقت وقت بلوغ قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف نابالغہ سے مجامعت کے جواز کو اسلام کا حکم اور بالفاظ دیگر فطرت کا حکم قرار دے رہے ہیں۔ یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا نابالغہ لڑکیاں ولی اور زوج کی بکریاں ہیں کہ جس طرح وہ چاہیں ان کو ذبح کریں۔ آپ نے امام نووی کا قول نقل کیا ہے کہ ولی اور شوہر اگر متفق ہوجائیں کہ نابالغہ لڑکی کو مجامعت سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ تو مجامعت درست ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ فرماتے ہیں کہ امام احمد اور ابوعبید کے نزدیک ۹ سال کی لڑکی مجامعت پر مجبور بھی کی جاسکتی ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ جبر خلاف فطرت نہیں؟ کیا تعزیرات میں اس کا ارتکاب جرم نہیں؟ کہنے والا خواہ کوئی ہو اگر اس کا قول خدا و رسول کے فرمان کے مطابق نہیں تو ہرگز قابل عمل نہیں ہوسکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کس فرمان اور محمد رسول اللہ کے کس ارشاد نے ولی اور شوہر کو نابالغ لڑکی کو مجامعت پر مجبور کرنے کا اختیار دیا ہے۔ کیا یہ ایک حیوانی فعل نہیں ہے۔ جس سے فطرت سلیمہ دور بھاگتی ہے۔ اور کیا اعدائے اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کا ایک خوبصورت موقع اس سے بہم نہیں پہنچتا۔ کہ اسلام خلاف فطرت فعل کی اجازت دیتا ہے۔

چودھویں صدی کا اجتہاد اور قرآن و حدیث

ان حالات میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واللائی لم یحضن سے نابالغہ لڑکیاں مراد ہو ہی نہیں سکتیں اور اس سے صرف وہی عورتیں مراد ہیں جن کو بعد بلوغ کسی بیماری کی وجہ سے حیض نہیں آتا۔ آپ اسے چودھویں صدی کا اجتہاد بتاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا چودھویں صدی میں اجتہاد کرنا گناہ ہے۔ اور کوئی معقول پسند انسان کسی اور اجتہاد کو اس زمانہ میں مان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن شبرمہ اور ابوبکراصم جو نکاح صغیرہ کے مخالف ہیں۔ وہ بھی اس کے سوا اور کیا معنے کرسکتے ہیں۔ پس یہ نرا چودھویں صدی کا ہی اجتہاد نہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور اگر نہ بھی کیا ہو اور تمام فقہا اور مفسرین ایک طرف ہوں اور قرآن کریم اور فرمان نبوی ایک طرف تو قابل تسلیم وہی بات ہوگی جو قرآن اور فرمان نبوی سے ثابت ہو۔ اسے چودھویں صدی کا اجتہاد قرار دیکر چھوڑا نہیں جاسکتا۔ خوب یاد رکھئے کہ میں صرف قرآن کریم اور فرمان نبوی سے مرعوب ہوسکتا ہوں اور وہ لوگ جن کا قول وحی نہیں بلکہ اجتہاد ہے۔ ان کے اقوال سے مجھ پر ذرہ برابر رعب نہیں پڑ سکتا۔ البتہ میں ان سب پر اور ان پر بھی جو ان کے اقوال کو بغیر دلیل کے مانتے ہیں قرآن و حدیث سے رعب ڈال سکتا ہوں اور یہی صحابہ اور تابعین کا مسلک تھا۔ کہ وہ وحی سے رعب ڈالتے تھے نقل اقوال رجال سے کسی کو مرعوب نہیں کرتے تھے۔

یہ بھی غور طلب امر ہے کہ خود علامہ شبلی بانی ندوہ کا مسلک بھی یہی تھا کہ قرآن کریم کی آیات کے کوئی ایسے معقول معنے مل جائیں جو پہلوں نے نہ کئے ہوں تو وہ اس کو لینا جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ ملاحدہ نے قرآن کریم کی آیات کے مضامین پر جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے بعض کو علامہ مرحوم نے علوم القرآن میں نقل کیا ہے۔ اشاعرہ نے جو جوابات دیئے ہیں۔ اور عموماً مفسرین نے انہیں کو اختیار کیا ہے ان کو بھی علامہ مرحوم نے نقل کیا ہے اور سارے مفسرین کے خلاف جو جوابات ابو مسلم اصفہانی نے ملاحدہ کے ان اعتراضات کے دیئے ان کو بھی نقل کیا ہے۔ امام رازی نے بھی ان جوابات کو لیا ہے۔ علامہ شبلی مرحوم کے طرز بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی ابو مسلم اصفہانی کے جوابات کو پسند کیا ہے۔ گو کسی مفسر نے بھی وہ جوابات نہیں دیئے۔ اور نہ ان آیات کا وہ ترجمہ کیا ہے۔ جو ابو مسلم اصفہانی نے کیا ہے۔ اس کے باوجود امام رازی اور علامہ مرحوم ابو مسلم کے جوابات کو تسلیم کرتے۔ اور مستحسن سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات کے کوئی ایسے معنے لینا جو پہلوں نے نہ کئے ہوں اور معقول ہوں ابو مسلم امام رازی اور علامہ شبلی مرحوم ایک جائز اور مستحسن امر سمجھتے تھے۔

قرآن مجید سے عمر نکاح کی تعیین

وابتلوا الیتامیٰ حتے اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم۔	اور یتیموں کا امتحان لیتے رہو یہانتک کہ جب وہ نکاح کو پہنچ جائیں تو اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم نے یتیموں کو ان کے مال حوالے کرنے کا وقت سن رشد قرار دیا ہے۔ مگر سن رشد یعنی عقل کی پختگی کی عمر کبھی سن بلوغ سے متحد ہوجاتی ہے۔ یعنی بلوغ کے ساتھ عقل کی پختگی بھی آجاتی ہے۔ اور کبھی سن رشد سن بلوغ کے بعد آتا ہے اور بعض لوگ بڑھاپے تک پہنچکر بھی سن رشد کو نہیں پہنچتے۔ یعنی ساری عمر ان میں مال کی حفاظت اور اس کے انتظام کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ مگر سن بلوغ سے پہلے سن رشد کبھی نہیں آتا۔ پس اس آیہ کریمہ میں قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے کہ بلوغ نکاح سے پہلے تو کسی صورت میں بھی یتیموں کے مال ان کے حوالے نہ کرو۔ البتہ بلوغ کے بعد اگر ان میں عقل کی پختگی نظر آجائے تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔ معارف نے اس پر لکھا ہے۔

(۱) اس آیت کے مفہوم میں سن بلوغ کب ہے۔ مقصود تو سن تمیز ہے
(۲) اگر سن بلوغ مقصود ہوتا تو اسے حلم کے لفظ سے ادا کیا جاتا کیونکہ قرآن کریم میں اور کئی جگہ سن بلوغ کو بلوغ حلم سے ادا کیا گیا ہے۔
(۳) لفظ نکاح سے عقد نکاح مراد لیا جانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح لغت میں وطی اور مقاربت کا نام ہے۔ اس لئے یہاں بھی وطی اور مقاربت کے معنے ہی متعین ہوں گے۔

سن رشد اور سن بلوغ

(۱) جواباً عرض ہے کہ معارف کو غور کرنا چاہیئے کہ سن تمیز اور سن رشد کا ذکر فان آنستم منھم رشدا میں ہے۔ اذا بلغوا النکاح میں نہیں چونکہ سن رشد اور سن تمیز سن بلوغ سے پہلے نہیں آتا اس لئے فرمایا کہ جب وہ حد نکاح یعنی سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو اگر اس کے بعد تم کو ان میں عقل کی پختگی نظر آجائے تو ان کے مال ان کے حوالے کردو پس سن بلوغ کا ذکر اذا بلغوا النکاح میں ہے۔ اور اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں

(۲) میں مانتا ہوں کہ اگر یہاں صرف سن بلوغ کا بتانا مقصود ہوتا تو بلوغ نکاح کے بجائے بلوغ حلم کے لفظ سے اسے ادا کیا جاتا لیکن چونکہ یہاں صرف بلوغ کو بتانا نہیں بلکہ سن بلوغ اور عمر نکاح دونوں کا بتانا مقصود ہے اور دونوں کا مفہوم بلغوا النکاح کے لفظ سے ادا ہوسکتا ہے نہ بلوغ حلم سے۔ اس لئے اس لفظ کو اختیار کیا گیا۔ بلوغ حلم کا لفظ صرف بلوغ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور بلوغ نکاح کا لفظ سن بلوغ اور عمر نکاح دونوں پر حاوی ہے اس لئے یہاں بلغوا النکاح فرمایا۔ اور بلغوا الحلم نہیں فرمایا۔ یہ قرآن کی بلاغت کا کمال ہے۔ کہ ایک ہی فقرے سے دو مفہوم پورے طور پر ادا کردیئے۔ اور یہی نکتہ ہے کہ لفظ حلم کو یہاں استعمال نہیں کیا۔ اور لفظ نکاح کو استعمال کیا۔

(۳) اذا بلغوا النکاح میں نکاح سے مراد وطی اور مقاربت لینا درست نہیں ہے۔ اس بارہ میں آپ کے دو مسلمہ اصول میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ اس سے وطی اور مقاربت ہرگز مراد نہیں لے سکتے۔

اول یہ کہ نکاح بمعنی عقد نکاح اصطلاح شرعی ہے اور وطی اور مقاربت اس کا مفہوم لغوی ہے۔ جس میں لفظ نکاح کا استعمال مجاز شرعی ہے۔ اور عقد نکاح میں لفظ نکاح حقیقت شرعی ہے۔ پس جب حقیقت کے معنے درست ہوں، تو مجاز مراد لینا درست نہیں ہوسکتا۔ آپ نے لفظ یتیمہ میں یہی قاعدہ برتا ہے۔

دوم۔ مفسرین نے عموماً یہاں بلوغ نکاح سے مراد سن بلوغ تک پہنچنا لیا ہے۔ اور آپ کا معیار قرآن کریم کے الفاظ کے مفہوم میں یہی ہے کہ مفسرین سے استفادہ کیا جائے۔ میں اس بارہ میں مفسرین کے اقوال کی فہرست آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ پر رعب ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ مفسرین کے اقوال آپ کا معیار ہیں۔

بلغوا النکاح کے معنی مفسرین سے

(۱) وبلوغ النکاح کنایۃ عن البلوغ لانہ یصلح للنکاح عندہ (تفسیر بیضاوی)	بلوغ نکاح سے مراد بلوغ ہے کیونکہ اسی وقت نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔
(۲) حتے اذا بلغوا النکاح اے مبلغ الرجال والنساء (تفسیر خازن)	یہاں تک کہ جب وقت نکاح کو پہنچ جائے یعنی مردوں اور عورتوں کے مقام تک۔
(۳) بلغوا حد النکاح او وقتہ (بحر المحیط)	جب نکاح کی حد اور وقت تک پہنچ جائیں۔
(۴) ولم تتعرض الآیۃ لسن البلوغ وعنیا بوقت البلوغ (الدر اللقیط)	آیت نے سن بلوغ بیان نہیں کیا اور آزمائش کی انتہا وقت بلوغ بتایا۔
(۵) وان النکاح بمعنی الوطی او العقد وعلی کل تقدیر ھو کنایۃ عن البلوغ۔ (تفسیر احمد)	اور نکاح بمعنے وطی یا عقد نکاح ہے اور بہرحال وہ کنایہ ہے بلوغ سے دیکھیے یہاں تو وطی کا وقت بھی بلوغ ہی قرار دیا ہے۔
(۶) حتے اذا بلغوا وصلوا النکاح حد الحلم (تفسیر سواطع الالہام)	جب نکاح یعنی حلم تک پہنچ جائیں۔
(۷) حتے اذا بلغوا النکاح۔ اے صاروا اہلا لہ بالاحتلام ... (تفسیر ...)	جب نکاح کو پہنچ جائیں یعنی جب انہیں نکاح کی اہلیت پیدا ہوجائے بدخوابی

ی طرح ادم یعنی حفاظت کرنے والا بھی ایک صفاتی نام ہے۔ پرماتما کا ذاتی نام ویدوں میں مطلقاً نہیں آیا۔ پس جو کتاب خدا کی ذات سے آشنا تک نہیں۔ وہ الہامی ہونے کا دعویٰ کس طرح کر سکتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن شریف نے خدا کا ذاتی نام اللہ پیش کیا ہے جس کے معنی ہیں جمیع صفاتِ کاملہ۔ قرآن شریف فرماتا ہے الحمد للہ رب العلمین۔ یعنی تمام صفات اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ ذات ہے۔ باقی اس کی صفات ہیں۔ ان صفات میں سے آگے چار بڑی بڑی صفات بیان فرمائی ہیں کہ وہ رب ہے رحیم ہے۔ مالک ہے۔

آریہ پنڈت لاجواب ہیں

پنڈت ستیہ دیو اس ناقابلِ جواب مطالبہ سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اور ویدوں سے خدا کا ذاتی نام پیش کرنے سے آخر دم تک عاجز و قاصر رہے۔ بار بار کہتے کہ ویدوں میں اوم کا لفظ آیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں یہ نہیں پوچھتا کہ ویدوں میں اوم کا لفظ آیا ہے کہ نہیں۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ ویدوں سے خدا کا ذاتی نام پیش کرو۔ اوم ذاتی نام نہیں۔ یہ ایک صفاتی نام ہے۔ غرض ہزارہا انسانوں نے دیکھا کہ ستیہ دیو والے ویدوں سے آخر دم تک خدا کا ذاتی نام نہ پیش کر سکے۔ اللہ اللہ جو کتاب خدا کی ذات تک سے آشنا نہیں وہ بھی قرآن کے مقابلہ میں الہامی ہونے کی ڈینگ مار سکتی ہے۔ ع

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

آریوں کو چیلنج

غرض یہ ہے مختصر سی روئداد اس مناظرہ کے جو پنڈت ستیہ دیو اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے درمیان الہام وید پر ہوا۔ ہزارہا ہندو مسلم سکھ گواہ ہیں۔ کہ آریہ مناظر سوائے گند اچھالنے غیر مستند کتب انجیل و توریت کے غلط افسانے سنانے کے اصل اعتراضات و مندرجہ بالا دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ ہم اب بھی للکارتے ہیں کہ پنڈت ستیہ دیو جی ان اعتراضات و بھاری پتھروں کو اٹھا نہیں سکتے۔ اور نہ واقعات کا کوئی دو ورقی اخبار چھپا سکتی ہے۔ کیا کسی لالے۔ مہاشے میں ہمت ہے کہ وہ دیانت داری سے مندرجہ بالا دلائل پر قلم اُٹھا سکے؟ ہم اپنی للکار کے جواب میں بڑی بے صبری سے انتظار کریں گے۔ اس پر بھی اگر آریوں کی رگ حمیت کو حرکت نہ ہوئی اور کسی آریہ کو ان دلائل کے توڑنے کی جرأت نہ ہوئی تو پبلک یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے گی ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خاکسار :- سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت گذشتہ جمعہ (۱۹ر اپریل ۲۹ء) سے ناساز ہے۔ انفلوئنزا کا آپ پر حملہ ہے۔ جس کی وجہ سے خفیف حرارت ہر وقت رہتی ہے۔ گذشتہ جمعہ کی نماز میں آپ تشریف نہ لا سکے۔ اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے نماز پڑھائی۔ اس ہفتہ لائل پور اور سیالکوٹ کی انجمن ہائے اسلامیہ کے جلسوں میں آپ کے لیکچر بھی مقرر تھے۔ لیکن بوجہ ناسازیٔ طبع آپ تشریف نہیں لیجا سکیں گے۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری میں پہلے کی نسبت کسی قدر افاقہ ہے۔ احباب کرام کی پُر درد دعاؤں کی ضرورت ہے۔

جہلم سے شیخ غلام محی الدین صاحب اپیل نویس مطلع فرماتے ہیں کہ اُن کا پوتا عبد السلام جو ایم اے میں پاس نوجوان ہے بیمار ہے علاج کے لئے اُنہیں کشمیر لے جایا جا رہا ہے ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے

مولانا مولوی مرتضیٰ خاں صاحب بی اے کی خدمات کچھ عرصہ سے ریاست منگرول میں منتقل ہو چکی ہیں۔ آپ کو وہاں گئے ہوئے قریباً ایک ماہ ہو گیا ہے آپ کے تازہ خطوط سے یہ معلوم ہُوا ہے کہ آپ کو وہاں انسپکٹر محکمہ تعلیم کے عہدہ پر فائز کیا گیا ہے۔ فالحمد اللہ۔

ضرورت

ضلع ڈیرہ غازی خاں میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک صالح احمدی واعظ ایک رئیس کو ضرورت ہے تنخواہ عـ۵ مع روٹی کپڑا دیا جائیگا۔ خواستیں مع سفارشات لوکل احمدی احباب علیہ بنام سیکرٹری بھیجدی ہیں۔ اپنی علمی لیاقت سے ضرور اطلاع دی جائے۔

نوجوان ہندوستانیوں کیلئے عمدہ موقعہ

محکمہ فوجی و ہوائی کیلئے بھرتی

محکمہ جات بالا میں بھرتی کے لئے داخلہ کا امتحان دہلی میں ۲۵ جون ۲۹ء سے شروع ہو کر دس یوم تک رہیگا۔ پاس شدگان سے ذیل کی اسامیاں پُر کی جائیں گی۔

(۱) چھ امیدوار وولوچ کالج میں جا کر انجینئری۔ توپخانہ سگنل کا کام سیکھیں گے۔

(۲) تیرہ امیدوار سینڈھرسٹ کالج میں پیدل اور گھوڑ چڑھی فوج کا کام سیکھیں گے۔

(۳) چھ امیدوار کرینول کالج محکمہ ہوائی کا کام سیکھیں گے۔

شرائط

امیدوار کی عمر اٹھارہ سال ہو۔ اور یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ۲۰ سال کا نہ ہو جائے یعنی ۱۸ و ۲۰ کے اندر عمر ہو۔ اس امتحان میں داخلہ کے لئے درخواستوں کے فارم سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا آرمی ڈیپارٹمنٹ دہلی سے مل سکتے ہیں۔

عرضیاں یکم مئی ۱۹۲۹ء سے پہلے پہنچ جانی چاہئیں۔ اس کے بعد کوئی درخواست قابلِ توجہ نہ ہوگی۔

امتحان کے لئے مضامین اور دیگر مفصل اطلاعات قواعد کی کتاب سے (جو چار آنہ قیمت پر منیجر گورنمنٹ آف انڈیا سینٹرل پبلیکیشن برانچ نمبر ۸ ہیسٹنگز سٹریٹ کلکتہ سے مل سکتی ہے) معلوم ہو سکتی ہیں

رائل انڈین میرین یعنی محکمہ ہوائی جہازوں کیلئے بھرتی

اس محکمہ کی ایگزکٹو اور انجینئرنگ برانچوں کے لئے داخلہ کا امتحان دہلی میں ۲۵ جون ۱۹۲۹ء کو شروع ہوگا جو دس یوم تک رہیگا امتحان کے پرچے درستی کے لئے انگلستان سول سروس کمشنروں کو بھیجے جائیں گے نتیجہ یکم ستمبر ۱۹۲۹ء سے پہلے نہیں نکل سکیگا۔

کامیاب امیدوار جو اگزکٹو شاخ کے لئے لئے جائینگے وہ نو ماہ ہندوستانی محکمہ جہازرانی کے جہاز ڈفرن پر بمبئی میں سمندری زندگی کا تجربہ حاصل کرنے کے واسطے متعین ہوں گے جس کے بعد انگلستان بھیجے جائیں گے۔ بمبئی میں کام سیکھنے کے دوران میں ان کے سرپرستوں کو یا والدین کو ہر ایک لڑکے کے لئے صـ۵ ماہوار جس میں خوراک۔ رہائش۔ تعلیم میڈیکل فیس اور کھیلوں کی فیس شامل ہوں گی ادا کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ صـ۱۰ روپے بطور جیب خرچ اور دھلائی پارچات اور کتب کے استعمال اور سٹیشنری کے دینے ہوں گے۔

انگلینڈ میں دو سال رہیں گے جس میں سے پہلا نصف وقت یعنی ستمبر سے شروع کر کے سرکاری جہاز پر کام سیکھنا ہوگا۔ جو جون ۱۹۲۹ء کے امتحان میں کامیاب ہوں گے وہ ستمبر ۱۹۳۰ء میں انگلینڈ سرکاری جہاز پر کام سیکھ سکیں گے۔ جو طلباء انجینئرنگ برانچ کے لئے بھرتی ہونگے وہ جلد سے جلد انگلینڈ بھیجدیئے جائیں گے۔ جہاں وہ کائیڈ اور ٹائن کے منتخب شدہ انجینئرنگ کارخانوں میں بطور امیدوار کام سیکھیں گے۔ مدت تعلیم پانچ سال ہو گی۔ اور ہر ایک لڑکے کے سرپرست یا والدین کو ایک اقرار نامہ اس مضمون کا دینا پڑے گا کہ بعد انقضائے میعادِ تعلیم لڑکا ہندوستانی محکمہ جہازرانی میں کام کرے گا۔ بشرطیکہ وہ سب امتحان میں کامیاب ثابت ہُوا۔

امتحان میں کامیاب طلباء کو ذیل کی اسامیاں دی جائیں گی۔

(۱) اگزکٹو شاخ کے لئے تین۔

(۲) انجینئرنگ شاخ کے لئے چار۔

شرائط داخلہ

امیدوار کی عمر ۱۷½ سے ۱۹½ کے اندر اندر یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ہونی چاہئے۔ امتحان میں داخل ہونے سے پہلے لڑکوں سے ذیل کی تعلیمی لیاقت کے ثبوت لئے جائیں گے۔

(۱) کہ اس کی لیاقت چیف کالج کے ڈپلومہ کے برابر ہے۔

(۲) سکول لیونگ سرٹیفکیٹ جسے لوکل گورنمنٹ نے مستند قرار دیا ہو۔

(۳) میٹرک سرٹیفکیٹ مستند یونیورسٹی کا۔

ڈاکٹری امتحان میڈیکل بورڈ کے سامنے پاس کرنا ہو گا۔ ذیل کے مضامین کا امتحان ہوگا۔ جن کے مقابل زیادہ سے نمبر حاصل کرنے کے اعداد دئے گئے ہیں۔

(۱) انگریزی ۱۰۰ حصہ اوّل

(۲) جنرل نالج ۱۰۰ حصہ اوّل

(۳) انٹرویو اور ریکارڈ (جس میں امتحان انگریزی و جنرل نالج شامل ہیں) چار صد ۴۰۰

(۴) ذیل کی زبانوں سے ایک :-

(الف) عربی۔ اردو۔ ہندی }
(ب) ہسٹری } یکصد ۱۰۰

حصہ دوم

(۵) لاطینی زبان	۳۰۰	(۶) یونانی زبان	۳۰۰
(۷) فرانسیسی زبان	۳۰۰	(۸) جرمن زبان	۳۰۰
(۹) ہندی	۳۰۰	(۱۰) سنسکرت	۳۰۰
(۱۱) فارسی	۳۰۰	(۱۲) اردو	۳۰۰
(۱۳) موڈرن ہسٹری	۳۰۰	(۱۴) انڈین ہسٹری ۱۵۲۶ء سے	۳۰۰
(۱۵) لوئر میتھمیٹک	۳۰۰	(۱۶) ہائی میتھمیٹک	۳۰۰
(۱۷) فزکس	۳۰۰	(۱۸) کیمسٹری	۳۰۰
(۱۹) بائیولاجی	۳۰۰	(۲۰) فری ہینڈ جیومیٹری	۳۰۰

حصہ اول کے چاروں مضامین لینے لازمی ہیں۔ حصہ دوم میں سے تین سے زاید مضامین نہیں لئے جا سکتے۔ لیکن ان تینوں میں سے دو مضامین یعنی فزکس اور لوئر میتھمیٹک ضرور لئے جائیں۔ جن میں کافی نمبر حاصل کئے جائیں۔ جو امیدوار حصہ اول سے جنرل ہسٹری لے گا اُسے حصہ دوم میں سے ماڈرن ہسٹری یا انڈین ہسٹری نہ دی جائے گی ہر دو حصوں سے ایک ہی زبان نہ لی جائے۔ اور دو سے زاید زبانوں میں امتحان دے سکیگا۔ موجودہ زبانوں میں سے صرف ایک لے سکیگا۔ یعنی فرانسیسی جرمن اطالین۔ ہسپانوی۔ روسی۔ عربی۔ اردو۔ ہندی۔

مشرقی زبانوں میں سے مراد ایشیا کی زبانیں ہیں۔

مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ امیدوار فری ہینڈ ڈرائنگ یا جیومیٹریکل ڈرائنگ لے سکتا ہے جن میں سے ہر ایک کے نمبر پچاس ہوں گے۔ انٹرویو اور ریکارڈ میں کم از کم ۱۴۰ نمبر حاصل کرنے لازمی ہیں۔ فزکس کیمسٹری اور بائیولاجی میں سے دو سے زاید مضامین امیدوار نہیں لے سکتا۔ اور اُسے ممتحنین کی تسلی کرنی ہوگی۔ کہ ان مضامین میں اس نے کم از کم ۸۰ گھنٹے لیبارٹری میں عملاً کام سیکھا ہے۔

کامیاب امیدوار اپنے والدین کے ذرائع آمد کے مطابق سرکاری امداد کے مستحق ہوں گے۔ جب تک کہ وہ انگلینڈ میں کام سیکھتے رہیں گے۔ امداد کی تفصیل اور تعلیمی کورس وغیرہ عنقریب شائع ہو جائیں گے۔ تب تک امیدوار فوجی اور ہوائی محکمہ کے قواعد داخلہ وغیرہ سے مناسب واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ جس کا ذکر ان محکمہ جات میں بھرتی ہونے کے تحت درج ہو چکا ہے۔ اور جس کی قیمت چار آنہ ہے۔

امیدوار مطبوعہ فارم درخواست داخلہ امتحان سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا میرین ڈیپارٹمنٹ دہلی سے منگوا سکتے ہیں۔ درخواستیں یکم مئی ۱۹۲۹ء سے پہلے پہنچ جانی ضروری ہیں۔

امیدوار اپنے ذاتی خرچ پر دہلی آئیں گے۔ اور اُنہیں خوراک و رہائش کا انتظام خود ہی کرنا ہوگا۔ سرپرستوں اور والدین کو امیدوار کے لئے کافی اخراجات داخلہ امتحان کے لئے مہیا کرنے چاہئیں۔ امتحان میں داخلہ کی فیس پچاس روپیہ ہے۔ تمام درخواستیں اپنے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی معرفت بھیجی جاہئیں۔

(نوٹ۔ مسلمان نوجوانوں کو ان محکمہ جات میں داخل ہونے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔ انٹرویو میں اپنی خاندانی خدمات و سندات پیش کرنی چاہئیں۔ نیز اپنی سندات)

بقیہ از صفحہ (۵)

امام ترمذی نے اس کو کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے ... درسا لفظ ... تجربے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ... حدیث ... عمل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کی ... تحصیل علم جائز ہے۔ اور لفظ "طائفہ" قرآن پاک کی اصطلاح میں عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے۔

(۶) غیر زبانوں کا سیکھنا

اعلیٰحضرت نے ... مختلف زبانوں کے سیکھنے کا حکم دیا ہے مثلاً ... سی، جرمنی، ترکی، انگریزی، روسی وغیرہ۔ یہ حکم بھی شریعت کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم مختلف زبانوں میں گفتگو کرتے تھے ... حضرت عثمان ہی متعدد زبانوں میں گفتگو کر سکتے تھے۔ نیز قرآن پاک میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو نزول قرآن کے وقت رومی حبشی زبان میں مستعمل تھے۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فارسی اور حبشی زبان میں گفتگو فرمائی۔ جس پر امام بخاری کی یہ حدیث شاہد ہے کہ حضور صلعم نے ام خالد سے فرمایا کہ اے ام خالد "سَنَا سَنَا" حبشی زبان کا لفظ ہے جو "حسن" کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مختلف زبانوں کا سیکھنا جائز ہے۔

(۷) خواتین اور فن طب

اعلیٰحضرت نے عورتوں کو فن طب کے ذریعہ سے یومیہ یا ماہانہ روزی کمانے کی اجازت دی ہے۔ یہ فیصلہ خدا تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت صحیح ہے۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ علم طب وغیرہ کے ذریعہ سے عورت کے لئے کسب معاش جائز ہے۔ نیز اس سے ایسے علوم کے سیکھنے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(۸) عورتیں اور علم تشریح

اعلیٰحضرت نے عورتوں کو جنگی فنون۔ علم تشریح اور علم ہیئت کے سیکھنے کی اجازت دی۔ یہ اجازت اس حدیث کے تحت میں بالکل صحیح ہے جسے امام بخاری نے جامع صحیح میں باب "غزوۃ النساء وقتالھن مع الرجال" میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ احد کے دن جب مسلمان شکست کھا گئے تو میں نے عائشہ صدیقہ اور ام سلیم کو دیکھا کہ وہ بڑی سرگرمی دکھا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ ان کے دامن پنڈلیوں سے الگ ہو جاتے تھے۔ اس حالت میں وہ پانی کی مشکیں بھری ہوئی پیٹھ پر اٹھا کر لاتیں اور زخم خوردہ لشکریوں کو پانی پلاتیں۔ پانی ختم ہونے پر پھر دوڑتی ہوئی مشک بھر لاتیں۔

زخمیوں کی مرہم پٹی

اسی کتاب میں باب مداوات النساء الجرحی فی الغزو میں ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شریک ہو کر لشکریوں کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ شہید بھائیوں کو مقتل سے اٹھا لاتی تھیں۔ خالد بن ولید کے ساتھ بعض فتوحات میں مجاہد عورتوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ جنہوں نے رضاء الٰہی کے لئے جہاد کیا۔

ضرورت تحصیل فن

ان تمام امور کی سرانجام دہی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کوئی شخص متعلقہ فنون سے واقفیت حاصل نہ کرے۔ اس لئے یہ چیز ظاہر ہے کہ جو اصول تشریح سے ناواقف ہے زخمیوں کی مرہم پٹی اس کے لئے ناجائز ہے بلکہ فقہ کی کتابوں میں تصریح کر دی گئی ہے کہ بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جاہل طبیبوں کو قانوناً علاج سے۔ بے باک مفتیوں کو قانوناً فتوے سے روک دے۔

(۹) نکاح واحد کا مسئلہ

ان کے علاوہ کچھ اور احکام بھی ہیں۔ جن میں سے کوئی بھی شریعت غرا اور ملت بیضا کے دائرہ سے خارج نہیں ہے۔ جیسے بعض مردوں کی گواہی کو قبول نہ کرنا۔ ایک عورت سے نکاح کا حکم دینا اس لئے کہ پروردگار جل جلالہ نے فرمایا ہے فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ اس حکم میں سیاسی حکمتیں اور مصلحتیں بکثرت ہیں۔ بادشاہ وقت کو اس بات کا شریعت نے اختیار دیا ہے کہ باشندگان ملک کے حق میں جو چیز مفید ہو اسے نافذ کرے۔

کافر کہنے والے پر کفر لوٹتا ہے

الحاصل امان اللہ خاں غازی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ امام حق ہیں یقیناً مسلمان ہیں۔ مومن ہیں۔ جو ان کی تکفیر کرتا ہے بموجب ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کفران پر لوٹ کر آتا ہے۔ وہ ارشاد بخاری، مسلم اور تمام صحاح ستہ میں منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "جس نے کسی مسلمان کی تکفیر کی کفر اس پر لوٹ آئے گا"۔ اعلیٰحضرت ایسے بادشاہ کی اطاعت فرض ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

اطاعت امیر

امام بخاری نے صحیح میں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امت کا اس پر اجماع ہے ص۴۴

مراسلات

صدائے امیر اور "الفضل"

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے گذشتہ دنوں اپنے احباب میں انجمن کی غیر معمولی امداد کے لئے دس یوم کی آمد طلب کی تھی جس پر ان کے مخلص احباب نے رقوم بھی بھیجیں اور اخلاص بھرے خطوط بھی لکھے۔ جو وقتاً فوقتاً اخبار پیغام صلح میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور چونکہ جلسہ سالانہ بالکل قریب آ رہا تھا۔ اس لئے اکثر احباب نے اس خیال پر کہ جلسہ پر جانا ہے وہیں روپیہ دے آئیں گے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ اس مد میں بہت سا روپیہ جلسہ پر جمع ہوا اور اس کے بعد بھی اب تک روپیہ آ رہا ہے۔ لیکن بعد جلسہ اشاعت کا سلسلہ بند کر دیا گیا اس وجہ سے کوئی ایسی رپورٹ شائع نہیں ہو سکی۔ علاوہ اس کے یہ قربانی اس چھوٹی سی جماعت نے دکھائی ہے اور جلسہ کی آمد کے اعداد ہم اخبار میں دکھا چکے ہیں۔

اصحاب قادیان سے ہمارا مطالبہ

اس کے بالمقابل قادیان سے تعلق رکھنے والوں کی جماعت لکھوکھا افراد کی جماعت بتائی جاتی ہے۔ اور جلسہ پر جانیوالوں کی تعداد سولہ سترہ ہزار۔ ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ جلسہ کی آمد کے اعداد شائع کئے جاویں مگر عمداً توجہ نہیں کی جاتی۔ جبکہ ان کی جماعت کے لوگوں کی قربانیاں بے نظیر ہیں۔ اور تحریکیں بھی منت سماجت سے نہیں بلکہ جرنیلی آرڈر ہوتے ہیں۔ اور بقول انکے زر کی بارش نازل ہو جاتی ہے تو پھر کیوں آمد جلسہ کی اشاعت نہیں کی جاتی۔

ہنر بچشم عداوت

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کا دل کسی کے لئے بغض و عداوت سے لبریز ہو اور اندھا ہو گیا ہو کسی خوبی کی طرف اس کی نظر نہیں جاتی۔ بلکہ عیب تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ ہنر بھی اسے نقص دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے کہ ایک جگہ ایک شخص صبح سے شام تک میرے ساتھ لگا رہا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اسے میرے ساتھ کمال محبت ہے۔ مگر شام ہوئی تو کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہے۔ میں نے کہا کم بخت صبح سے تجھے میری کوئی خوبی نظر نہ آئی۔ جواب دیا کہ کسی خوبی کی طرف میرا دھیان نہ تھا۔ میں تو صبح سے عیب تلاش کر رہا تھا مگر نہ ملا۔ آخر آپ کے پاؤں پر نظر پڑی تو یہ خفیف سا نقص نظر آیا جو پیش کر دیا۔

ایڈیٹر "الفضل" کا بغض

سو یہی حال ایڈیٹر اخبار الفضل کا ہے کہ اسے حضرت امیر اور ان کے مخلص احباب کی کوئی خوبی تو نظر نہ آئی۔ اگر نظر آیا تو وہی پاجامہ ٹخنے سے نیچے۔ مگر یہ نقصان ایسا نہیں کہ غریب ڈوبتے ہوئے ایڈیٹر "الفضل" کو تنکے کا سہارا بھی دے سکے جو عداوت میں اندھا ہو رہا ہے۔ یہ بغض خدا کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ بچپن کے بدعادات کے ترک نہ کرنے کی وجہ سے حضرت امیر نے اسے دفتر ریویو سے علیحدہ کر دیا تھا۔ دیر تک خراب خستہ پھرتا رہا۔ آخر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب فوت ہوئے تو منشی محمد اشرف صاحب نے اسے دربار خلافت میں پیش کیا۔ اور خدا خدا کر کے روزگار ملا جس میں یہ حق ادا کر رہا ہے۔

ایک فرو گذاشت

فیض اللہ چک ضلع گورداسپور میں جو قادیان سے ۵-۶ میل ہے ہماری جماعت کے منشی شاہدین صاحب ہیں۔ آپ نے اس تحریک پر حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ میں جو کچھ ہو سکا جلسہ پر لے کر حاضر ہوں گا۔ ان کا یہ کارڈ دفتر میں موجود ہے۔ ایڈیٹر "الفضل" یا اس کا معتبر جب چاہے دیکھ سکتا ہے اور اگر شرم ہو تو نصیحت حاصل کر سکتا ہے آج ہی حسن اتفاق سے ان کا بارہ روپیہ کا منی آرڈر پہنچا ہے۔ منشی صاحب موصوف نے چونکہ اپنا نام صاف نہ لکھا تھا اس لئے اخبار میں رپورٹ دینے والے بزرگ نے تاجدین پڑھا اور انہوں نے تاج الدین لکھ دیا اور یہی اخبار میں چھپ گیا۔ یہ ایک معمولی سی فرو گذاشت تھی۔ جو اگر نیک نیتی ہوتی تو معمولی سی دریافت پر معلوم ہو سکتی تھی۔ ایسی غلطیاں اخباروں میں بلکہ خود "الفضل" میں عموماً ہو جاتی ہیں۔ ان پر گرفت قابل شرم بات ہے۔ منشی شاہدین صاحب فیض اللہ چک میں کوئی غیر معروف شخص نہیں۔ بلکہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے اور ان کے بھائی ڈاکٹر شفیق قادر صاحب سلوتری جناب میاں صاحب کے مرید ہیں اور فیض اللہ چک کا ہر شخص جانتا ہے کہ منشی شاہدین صاحب کا جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق ہے۔ حتیٰ کہ جناب میاں صاحب اور قادیان کی جماعت کے بعض بزرگ بھی انہیں جانتے ہیں۔ ان سے دریافت ہو سکتا تھا کہ آیا آپ نے یہ خط لکھا ہے یا واقعی کسی تاج الدین کے نام پر فرضی رپورٹ شائع کی ہے۔

ایڈیٹر الفضل کا استہزا

مگر جب ذلت اور رسوائی کا داغ ایڈیٹر الفضل کے لئے مقدر تھا تو کون دور کر سکتا تھا۔ بس یہ شغل جماعت قادیان کے ایڈیٹر الفضل کے لئے جو ایک مذہبی اور روحانی جماعت کے نمائندہ ہونے کے دعویدار ہے ہاتھ آ گیا اور ۵ رفروری ۱۹۲۹ء کے الفضل میں "اشارات" کے عنوان کے تحت میں ایک صفحہ اخبار کا محض تمسخر اور مخول سے بھرا ہوا میراسیوں کی طرح جو اس عنوان کا خاصہ ہونا چاہئے پھبتیاں اڑا کے خریداران اخبار الفضل کی ضیافت طبع کا سامان مہیا کر دیا اور محض اس معمولی سی فرو گذاشت کی بنا پر یہ ساری کارروائی فرضی ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ اور مطالبہ کیا ہے کہ فیض اللہ چک میں "تاج دین" کون ہے۔ اس کا پتہ دیا جائے۔

حق پسندی کیا ہے؟

کیا کوئی سلیم المزاج اور حق پسند انسان ایڈیٹر "الفضل" کے اس استہزا اور مطالبہ کو جائز قرار دے سکتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تشریح اس حقیقت نفس الامری کو واضح کرنے کے لئے کافی نہیں کہ ان لوگوں کا وطیرہ حق پسندانہ نہیں بلکہ محض چھوٹی چھوٹی باتوں کو لیکر دوسروں پر تمسخر و استہزا کرنا آج ان کا کام ہے۔ کوئی حقیقت ان کے پاس نہیں۔ اپنے وقار اور بڑائی کو قائم کرنے کے لئے دوسروں کی عزت پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور تنکوں کے سہارے پر اپنی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو تیرانا چاہتے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ اس بات کا جواب نہیں دیتے کہ قادیان کی لکھوکھا کی جماعت نے کس قدر توم جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قومی اور دینی اغراض کے لئے دیں اور کس قدر نذرانے میاں صاحب کو وصول ہوئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دینی خدمات کا جذبہ اور دین کے لئے قربانی و ایثار کا مادہ آج کس جماعت میں پایا جاتا ہے۔ کیا ایڈیٹر "الفضل" اس کا جواب دیگا؟

(ابو الفضل از لاہور)

امام عقل بھی اس پر شاہد عادل ہے۔ ایسے بادشاہ کے خلاف خروج کرنیوالا واجب القتل ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جب خوارج کو قتل کیا تو صحابہ میں سے کسی نے اس فعل سے انکار نہیں کیا۔ . . . .

العبد الضعیف محمد شریف اسد المدرس مدرسہ فتح پوری

الجواب صحیح

عبد الرزاق مدرس مدرسہ ریاض العلوم دہلی۔ مولوی عبد السلام قندھاری صدر مدرس مدرسہ بدایوں۔ حضرت جمال مدرسہ ریاض العلوم دہلی۔ مولوی عبد الرزاق پشاوری حال دہلی۔ مولوی عبد الباقی۔ مولوی محمد شفیع الدین بقلم خود مولوی محمد نور احمد بقلم خود۔ مولوی محمد انور بقلم خود۔ مولوی محمد عمر شاہ بقلم خود مولوی محمد عبد الجبار بقلم خود۔ مولوی محمد فضل ننگرہاری پشاوری۔ مولوی ملا جہان صاحب جلال آبادی مدرس مدرسہ حقانیہ۔ مولوی عبد الکریم بقلم خود۔ مولوی محمد حسن کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی محمد زاہد کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی نیاز محمد کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی دوست محمد کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی عبد الحبیب کوئٹہ بلوچستان بقلم خود۔ داؤد محمد کوئٹہ بلوچستان۔ مولوی ولایت احمد مدرس مدرسہ فتح پوری۔ العاصی بانواع عبد القادر رحمانی۔ بقلم خود۔

سالانہ جلسہ جماعت راولپنڈی

ہماری جماعت راولپنڈی آئندہ ایسٹر کے ایام میں یعنی ۲۹-۳۰-۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو بڑے پیمانہ پر جلسہ کرنا چاہتی ہے جس میں حضرت امیر اور دیگر بزرگان جماعت بھی شامل ہوں گے۔ اردگرد کے اضلاع کے احباب ضرور اس میں شامل ہو کر دینی برکات سے حصہ لیں۔ ضروری بستر ہمراہ ہونے چاہئیں تاکہ تکلیف نہ ہو۔ اپنی آمد کی اطلاع بابو غلام ربانی صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کو قبل از وقت دینی لازمی ہے تاکہ رہائش وغیرہ کا انتظام وقت پر ہو سکے۔

(آنریری سکرٹری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷   ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ   نمبر ۴۶

نام یا کام

دعوائے اتحاد کے پردے میں نفاق کا زہر

"نکمی بحثیں" کے عنوان سے ایک مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے کسی گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ بجائے اس کے کہ ان دلائل سے فائدہ اٹھانے یا معقولیت کے ساتھ ان کا جواب دینے کی کوشش کی جاتی۔ جو حضرت موصوف نے اسلامی جماعتوں کے ناموں کے متعلق دیئے ہیں ایک جعلی مولوی نے جو اپنے اصل نام کو چھپا کر "دل محمد" کے فرضی نام سے مضامین لکھنے کے عادی ہیں۔ اخبار "انقلاب" میں پھر اس فتنہ انگیز تحریک کو شروع کیا ہے۔ جس کا جواب ہم ان کالموں میں کئی مرتبہ دے چکے ہیں ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے اس کو کہاں کا اتحاد سمجھ رکھا ہے۔ کہ ایک نئی بحث چھیڑ کر اسلام کے اندر ایک اور میدان مجادلہ گرم کریں۔

ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ اسلامی جماعتوں کے مختلف امتیازی نام اس بات کے منافی نہیں کہ انہیں "مسلم" کے نام سے پکارا جائے۔ نہ کسی اسلامی جماعت کے نمائندے نے آج تک اس بات کو تسلیم کیا کہ اس کا احمدی یا حنفی۔ یا اہلحدیث، یا شیعہ۔ یا سنی وغیرہ کہلانا اس کے "مسلم" ہونے کے منافی ہے۔ پھر تعجب ہے ایک ایسی بات جو پہلے سے تسلیم شدہ ہے، اس پر اس قدر زور دے کر اخبارات کے اوراق خواہ مخواہ سیاہ کئے جا رہے ہیں۔ خدا نے اگر "مسلم" نام رکھا ہے تو اس نے مسلمانوں کے بعض خاص گروہوں کو مہاجرین اور انصار کے نام سے بھی پکارا ہے۔ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار اسی کا ارشاد ہے۔ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ مہاجرین اور انصار "مسلم" نہ تھے؟ تعجب ہے اس قدر موٹی بات پر بھی غور نہیں کیا جاتا۔ کہ بعض وقت خاص مناسبتوں اور صفات کے لحاظ سے بطور امتیاز بعض نام رکھ دیئے جاتے ہیں۔ جو اصل نام کے منافی نہیں ہوتے۔ جیسے مولوی دل محمد صاحب کو باوجودیکہ خدا نے "انسان" کے نام سے پکارا۔ تاہم ان کے والدین نے اس خدائی نام کی موجودگی میں ان کا نام شیخ غلام حسین رکھا۔ اور اب وہ اس آبائی نام کی موجودگی میں "مولانا دل محمد" کہلانا پسند کرتے ہیں۔ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ چونکہ اب وہ اخبارات میں "مولانا دل محمد" اور قریبیوں اور احباب میں "شیخ غلام حسین" کہلاتے ہیں۔ اس لئے اب انہیں انسان نہیں کہنا چاہیئے؟ یا ان کا ان ناموں سے پکارا جانا انسان کہلانے کے منافی ہے؟

بعینہٖ یہی حال جماعتوں کا ہے۔ خدا نے بے شک ہمارا نام "مسلم" رکھا ہے۔ لیکن خاص مناسبتوں اور کاموں کے لحاظ سے اگر خاص خاص گروہوں اور جماعتوں کے امتیازی نام رکھے گئے ہیں۔ تو یہ "مسلم" کے نام کے منافی نہیں۔

اصل مصیبت جو پیش آتی ہے وہ ان جماعتوں کی باہمی آویزش ہے۔ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ آویزش صرف ناموں کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ ناموں کا اختلاف اس کی اصل وجہ نہیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ ہر فریق اور ہر گروہ کا دوسری جماعتوں اور گروہوں کو گرا دینے اور انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ مولوی دل محمد یا ان کے ہمنواؤں میں اگر ذرا سا بھی اخلاص ہوتا تو انہیں چاہیئے تھا کہ اس باہمی تکفیر کو روکنے کی کوشش کرتے۔ ناموں کا اختلاف چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ جب تک خیالات کا اختلاف باقی ہے۔ اور اس اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کو کافر بنانا مسلمانوں کا روزمرہ کا شغل ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مولوی دل محمد صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ جماعت احمدیہ یا حضرت امیر غیر از جماعت مسلمانوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اس کے اندر وہ حقیقی اور مخلصانہ سپرٹ مضمر ہے جو تکفیر بین المسلمین کے مرض کو دور کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ جماعت احمدیہ کسی بھی مکفر کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہیں کرتی۔ خواہ اس کا فتویٰ کسی بھی مسلمان یا اسلامی جماعت کے خلاف ہو۔ یہ قرآن کریم کے اس کھلے حکم کے عین مطابق ہے۔ جس میں صاف طور پر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما وان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ اور اگر ایک گروہ دوسرے پر چڑھ آئے تو اس کے خلاف جنگ کرو۔ یہاں تک کہ وہ امر اللہ کی طرف آ جائے۔ آج بھی مسلمانوں کے ایک نہیں کئی گروہوں میں جنگ ہے۔ اور کفر کی تلوار سے سب ایک دوسرے کو کاٹنے اور ذبح کرنے کے درپے ہیں۔ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام نے بارہا ان لوگوں کو سمجھایا کہ اس جنگ کو ترک کر دیں اور فروعی اختلافات پر ایک دوسرے کو کافر نہ ٹھہرائیں۔ لیکن مکفر مولویوں اور ان کے پیروؤں نے اس کو نہ مانا اور کفر بازی کی جنگ کو جاری رکھا یہاں تک کہ آج اسلام اور مسلمان دنیا میں تباہی کی حد تک پہنچ گئے ہیں اس لئے قرآن کریم کے ارشاد کے ماتحت ان لوگوں کی اس جنگ کے خلاف اٹھنا ضروری تھا۔ جماعت احمدیہ نے اس کی مدافعت کے لئے یہ پسند کیا کہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ پھر امر الٰہی کی طرف آ جائیں۔ اور مسلمانوں کو کافر کہنا چھوڑ دیں۔ سو الحمدللہ کہ وہ دن اب آ رہے ہیں۔ مولویوں اور اہل الغرض لیڈروں کے خلاف آوازیں اٹھنی شروع ہو گئی ہیں۔ "مسلم" کہلانے کا سوال ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ فتاویٰ کفر کو اب ایک لغو چیز سمجھا جانے لگا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کھلے طور پر اس بات کا اعلان کر دیا جائے گا۔ کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ اور کسی کو فروعی اختلاف کی وجہ سے کافر ٹھہرانا قطعیٰ ناجائز اور صحیح نہیں۔ وہی دن دراصل اتحاد اسلامی کا حقیقی دن ہوگا اور اسی وقت جماعتی ناموں کی بحث کو فی الحقیقت "نکمی بحثیں" قرار دیا جائے گا۔

افغانستان اور ہندو

افغانستان کے متعلق ہندو اخبارات کا رویہ آج تک ایسا سرد رہا ہے کہ ایک ظاہر بین شخص یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندوؤں کو افغانستان کے ساتھ خاص انس ہے۔ اگرچہ حقیقت صرف اس قدر ہے۔ کہ ہندو اخبارات کے نزدیک امیر امان اللہ خاں کی اصلاحات اسلام کے خلاف ہیں اور ان کا خیال تھا کہ امیر موصوف آہستہ آہستہ اسلام ہی سے منکر ہو جائیں گے۔ اس لئے ہندوؤں کی ہمدردی لا لحب علیؓ بل لبغض معاویہ کا رنگ رکھتی ہے۔ افغانستان کے متعلق ہندوؤں کی اصل ذہنیت کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ جو دیوتا سروپ بھائی پرمانند نے اخبار کرم ویر میں ظاہر کئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

> "ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ بہت طاقتور افغانستان ہندوستان کے خطرے کا موجب ہے۔ چاہے ہندوستان میں انگریزوں کی گورنمنٹ ہو۔ چاہے ہندوستانیوں کی" (کرم ویر)
>
> "جہاں تک ہندوستان کے مستقبل کا تعلق ہے اس کے مفاد اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا دل باہر سے ہٹ کر اپنے ملکی معاملات میں لگ جائے ایسا ہونا تبھی ممکن ہو سکتا ہے۔ جب افغانستان مسلمانوں کی آنکھوں سے ہٹ جائے۔ ایسا کہنا بے شک برادران ناگوار سمجھا جائے گا۔ لیکن درست یہی ہے کہ اگر افغانستان دو تین حصوں میں بٹ کر کمزور ہو جائے، تبھی ہندوستان کے مسلمانوں کا ادھر سے ہٹ کر ہندوستان کی طرف راغب ہونا ممکن ہے۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہندوؤں کا اصل منشا کیا ہے۔ کس طرح سے وہ ملکی و وطنی مفاد کے حیلہ سے مسلمانوں کے جذبۂ ہمدردی و اخوت کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ آخری الفاظ بالخصوص غور کے قابل ہیں۔ جن میں افغانستان کی کمزوری اور تباہی کو عین مقصود قرار دیا گیا ہے۔ سچ ہے ؎

شور بختاں بآرزو خواہند ؛ مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

لیکن بھائی پرمانند اور ان کے ہمنواؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس جذبۂ اخوت کو اسلام نے مسلمانوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ وہ ان باتوں سے فنا نہیں ہو سکتا اور نہ افغانستان کی کمزوری ان کی توجہ کو اس طرف سے ہٹا سکتی ہے۔ اس لئے بھائی پرمانند جس مرض میں مبتلا ہیں وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا کہ ملکی و وطنی مفاد کے یہ منافی ہے۔ محض ایک بہانہ ہے۔ مسلمانوں کا طریق عمل اس بات پر شاہد ہے کہ بیرونی مسلمانوں کے ساتھ تعلق محبت و اخوت کبھی ملکی و وطنی مفاد میں روک کا موجب نہیں ہوا۔ ہر ملکی تحریک میں جس جوش اور سرگرمی کے ساتھ انہوں نے حصہ لیا ہے۔ اور قربانی اور ایثار کا جو نمونہ دکھایا ہے۔ اس کی نظیر برادران وطن کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ آج بھی وہ ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔ لیکن حالت تو یہ ہے کہ بھائی پرمانند کے خیالات میں وہ چیز صاف نظر آ رہی جسے وہ آزادی سے ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ اور پھر اس حسد و معاندت کی موجودگی میں وہ "ملکی و وطنی" واسطوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کو فریب دے رہے ہیں۔ بھائی جی اور ان کے ہمنوا مسلمانوں کی باہمی اخوت سے اسی طرح اندرونی آگ میں سلگتے رہیں گے اور حسد کی آگ سے کبھی چھٹکارا نہیں پائیں گے۔ جب تک کہ امی میں ستی نہ ہو جائیں۔ ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

امریکن پادریوں کی مسیحیت سے بیزاری

مسیحی معتقدات کے متعلق موجودہ مہذب دنیا میں جو خیالات آجکل پائے جاتے ہیں۔ ان پر ان کالموں میں بارہا روشنی ڈالی جا چکی ہے صرف عوام ہی پر منحصر نہیں وہ لوگ بھی کلیسائے مسیحیت کے باقاعدہ رکن اور پادریانہ منصب پر فائز ہیں ان خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اس کی تازہ مثال اس واقعہ سے ملتی ہے کہ امریکہ میں چند دن ہوئے مسیحی معتقدات کے متعلق چند سوالات لکھ کر قریباً پندرہ سو پادریوں کو بھیجے گئے۔ جن میں سے قریب سات سو کی طرف سے جوابات موصول ہوئے۔ ان سات سو میں سے پانسو تو باقاعدہ گرجا گھروں میں پادریوں کا کام کرتے ہیں۔ اور دو سو مذہبی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کل منفی و مذبذب جوابات کو فیصدی کے حساب سے شمار کیا گیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:-

سوال	تذبذب فیصدی	انکار فیصدی
(۱) کیا دنیا کی خلقت اسی طرح ہوئی جو بائبل میں درج ہے	۶	۸۹
(۲) کیا شیطان کی ہستی واقعی ہے	۹	۸۲
(۳) کیا نیا عہد نامہ خدا کا آخری حکم ہے جس کے بعد کچھ نہ آئیگا	۱۳	۷۹
(۴) کیا یسوع مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	۲۴	۵۱
(۵) کیا یسوع کا صلیب پانا خدائی بات تھی جس سے سب انسانوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔	۱۰	۶۱
(۶) کیا جنت کی واقعی کوئی ہستی ہے	۴۰	۶۹
(۷) کیا جہنم کی حقیقت "	۱۴	۷۶
(۸) کیا موت کے بعد زندگی ہے۔	۷	۴
(۹) کیا یہ زندگی روز آخر سے شروع ہوگی اور پھر سب جسمانی زندگی پائیں گے	۱۳	۶۹
(۱۰) کیا قیامت یقینی ہے اور اس دن خدا کا انصاف لابد	۱۶	۷۷
(۱۱) کیا یسوع مسیح دوبارہ زمین پر اتر کر لوگوں کو شفا دیں گے۔	۱۷	۷۵
(۱۲) کیا دعا سے قانون قدرت میں تبدیلی آسکتی ہے	۲۲	۵۷

ان جوابات میں صرف ایک امر جو زندگی بعد الموت سے تعلق رکھتا ہے اس سے صرف چار فیصدی انکاری ہیں۔ اور ۷ فیصدی مذبذب۔ اس کے علاوہ تمام سوالات میں جن کو علی العموم مسیحی نقطۂ نگاہ سے گہرا تعلق ہے۔ کثرت رائے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مسیحیت کے متعلق عام طور پر پادریوں کے دلوں سے بھی ایمان اٹھ چکا ہے۔ وہاں خدا کی ہستی پر کہ یہ تمام مذاہب عالم کا متفقہ اور مسلمہ مسئلہ ہے اور حیات بعد الموت پر ابھی تک ایمان دلوں میں باقی ہے۔ یہ اس فطرت کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت کی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اگر یوم قیامت۔ جزا و سزا۔ جنت و دوزخ اور دعا وغیرہ کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو کثرت رائے کا فیصلہ ان مسائل کے بھی حق میں ہی صادر ہوگا۔ سوائے ان مخصوص مسیحی معتقدات کے جن کو عقل انسانی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مغرب کا یہ تذبذب اور الحاد دلی اسلامی تبلیغ کے لئے ایک وسیع میدان پیدا کر رہی ہے۔ اور بڑی حد تک پیدا کر چکی ہے۔

مقصد پورا ہو گیا۔ اس کے ... ن کے بعد زندہ ہوئے یا تین گھنٹہ کے بعد یا کیا صورت پیش آئی۔ اس کا کوئی تعلق واقعہ صلیب سے نہیں۔ زندہ ہو گئے تو لیا اور آسمان پر اٹھا لئے گئے تو کیا توراۃ کی آیت کی رو سے ان کا صلیب پر فوت ہو جانا انہیں معاذ اللہ ملعون ٹھیرانے کے لئے کافی ہے۔ کیا ایڈیٹر "نور افشاں" اس پر توجہ فرمائیں گے؟

صلیبی موت تاریخ سے ثابت نہیں

"حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے ایک ٹریکٹ "مسیح کی صلیبی موت کا آخری سہارا" میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تاریخ ایام اس امر کو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف یہودی ہی کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا، اور دوسری طرف عیسائی جو حضرت مسیح کے پیرو ہیں وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ واقعی صلیب پر حضرت مسیح کو لٹکایا اور کوئی تاریخ اس وقت کی ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ اب اگر ایک شخص چھ سو سال بعد یہ کہدے کہ نہیں وہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے۔ تو اس بات کو کون مانے گا۔ قرآن کریم کے معنے کرنے میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے گا کہ اگر ایک لفظ کے دو طرح معنے ہو سکتے ہیں۔ تو ہم وہی معنے اختیار کرینگے جو تاریخ کے خلاف نہیں"

معاصر "نور افشاں" نے ان الفاظ کو نقل کرکے یہ اعتراض کیا ہے:۔

"حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کو صحیح تسلیم کرکے آپ کی صلیبی موت سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا مینہ سے بچنے کی خاطر پرنالے کے نیچے کھڑے ہو جانا"

لیکن معاصر موصوف کو یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مسیح کی صلیبی موت کے متعلق تاریخ کی وہی قطعی شہادت موجود نہیں جیسی کہ صلیب پر لٹکائے جانے کے متعلق ہے۔ خود اناجیل میں اس قسم کی شہادتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا۔ کوئی انسان صلیب پر اسقدر قلیل مدت میں فوت نہیں ہو سکتا جتنی مسیح علیہ السلام کو وہاں گذری۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان دو چوروں کی جو ان کے ساتھ ہی صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ لیکن مسیح اس سے بچ رہے۔ پھر یوسف ارمتیاہ کی لاش مانگنے پر پلاطوس نے حیرانی ظاہر کی اور پوچھا کہ کیا وہ مر گیا۔ گویا یہ ناقابل یقین بات تھی۔ پھر سپاہی نے آپ کے پہلو میں بھالا مارا تو اس سے خون اور پانی بہ نکلا۔ جو زندگی کی قطعی نشانی تھی۔ پھر یہودیوں نے آپ کی قبر کی حفاظت کا سامان کیا۔ اور صاف کہا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسری غلطی پہلی سے بدتر ہو جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود انہیں بھی یہ یقین نہ تھا۔ کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور وہ اس کو غلطی سمجھتے تھے۔ کہ ان کی لاش زندہ ہونے کی حالت میں دیدی گئی۔

یہ خود اناجیل کی شہادتیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے تمام معاملہ کو الم نشرح کر دیا ہے۔ اور خود بعض عیسائیوں نے تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ وہاں سے بچ کر کشمیر ... گئے۔ ملاحظہ ہو "دی ان نون لائف آف جیزز کرائسٹ" (مسیح کی غیر معلوم زندگی)

ان صاف وصریح شہادتوں کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح کی صلیبی موت کے خلاف تاریخی شہادت موجود نہیں۔ ہاں ایسی موت کے قائل ہو کر ان کی معاذ اللہ ملعونیت سے انکار کرنا بعینہٖ ایسا ہی ہے۔ جیسے مینہ سے بچنے کے لئے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو جانا۔

نکاح مرتد کی تنسیخ کا قانون

قریباً ۱۵ سال کی پیہم آوازوں کے بعد بعض ہمیں آخر کار شیخ دین محمد صاحب ممبر پنجاب کونسل نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ کونسل کے آئندہ اجلاس میں حکومت سے ایسا مسودہ قانون کونسل میں پیش کرنے کی درخواست کی جائے۔ جس سے مرتدہ عورتوں کا اسلامی نکاح برقرار رہ سکے۔ اس مطالبہ کی اہمیت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور ہمیں حیرت ہے کہ کونسل بلکہ اسمبلی کے متعدد مسلمان اراکین کس خواب غفلت میں سو رہے ہیں۔ کہ اسلامی ہند کی اس اہم ترین معاشرتی ضرورت کی طرف انہیں کوئی توجہ نہیں۔ چاہئے تھا کہ آج سے مدتوں پہلے یہ تحریک قانون کی صورت اختیار کر چکی ہوتی۔ تاکہ مسلمانوں کو جو نقصان اس وقت تک پہنچ چکا ہے۔ وہ نہ پہنچ سکتا۔ تاہم شیخ دین محمد صاحب کا ارادہ قابل مبارکباد ہے۔ لیکن نکاح مرتدہ کے ساتھ ہی قانون خلع کی بھی ضرورت ہے جسکی عدم موجودگی کی وجہ سے عموماً ظالم خاوندوں کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی عورتوں کو ارتداد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ دونوں باتیں لازم وملزوم ہیں۔ نکاح مرتدہ کی تنسیخ کا قانون منسوخ ہونا چاہئے اور اس کے بجائے اسلامی خلع کا قانون رائج ہونا چاہئے۔ امید ہے کہ شیخ دین محمد صاحب اس ضروری امر کو اپنی تحریک میں ملحوظ رکھیں گے۔

پونچھ میں جلسۂ تبلیغ اسلام

مہاراجہ صاحب بہادر والئے پونچھ کی شمولیت جلسہ اور امداد

آریوں کے ساتھ کامیاب مناظرہ

مرزا عبد الکریم صاحب تاجر پونچھ کے قلم سے

اسلامی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام پونچھ کا دوسرا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۲-۲۳-۲۴ ہاڑ ۱۹۸۶ مطابق ۵-۶ و ۷ جولائی ۱۹۲۹ء کو صحن اسلامیہ ہائی سکول پونچھ میں قرار پایا تھا۔ انعقاد جلسہ سے پیشتر بذریعہ مطبوعہ اشتہارات عام طور پر پبلک میں اس کی تشہیر کر دی گئی تھی۔ بلکہ تمام لوکل مذہبی سوسائٹیوں اور معززین چیدہ اصحاب کو علیحدہ چٹھیوں کے ذریعہ سے بھی شرکت جلسہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اور آریہ سماج پونچھ کو تو خصوصیت سے یہ تحریر کر دیا گیا تھا کہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ ومناظر اسلام کی پہلی تقریر جو آریوں کے اعتراضات کے جواب میں ہو گی اگر آپ کی سوسائٹی کو کوئی اعتراض پیش کرنا مقصود ہو تو اختتام تقریر کے بعد سوال وجواب کرنے کا آپ کو بڑی خوشی سے موقعہ دیا جائے گا۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق پہلے دن مورخہ ۵ جولائی ۱۹۲۹ء کو بزیر صدارت مولوی احمد شاہ صاحب مفتی اعظم پونچھ پہلی تقریر جناب سید مدبر شاہ صاحب گیلانی کی صداقت اسلام پر ہوئی۔ جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ سب لوگ کمال دلجمعی سے تقریر کو سنتے رہے۔ جس میں انہوں نے احمدیت کو بہت اچھے پیرایہ میں پیش کیا۔ ان کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ اسلام کی پہلی تقریر بعض آریہ اعتراضات کے جواب میں تھی۔ جو ان کے اپدیشک ابھی ابھی حال ہی میں آریہ سماج کے سالانہ جلسہ کے موقع پر کر گئے تھے۔ اگرچہ آریہ اپدیشکوں کے اعتراضات تو بالکل لچر اور چند مضحکہ خیز پھبتیوں کا مجموعہ تھے۔ اور کوئی بھی معقول یا وزندار اعتراض نہ تھا۔ لیکن جناب مرزا مظفر بیگ صاحب نے جس کمال قابلیت اور معقولیت کے ساتھ مدلل طور پر ان کا دندان شکن جواب دیا۔ انہی کا حصہ تھا۔ تمام پبلک سن سن کر کمال لطف اٹھا رہی تھی۔ اور محظوظ ہو رہی تھی۔ مگر ہمارے آریہ مہاشے دل ہی دل میں کچھ بہت ہی حیران و پریشان سے نظر آتے تھے۔ خاصکر اس وقت تو وہ بہت ہی سنجیدہ سے ہو گئے۔ جب اختتام تقریر پر ہمارے لیکچرار مرزا صاحب نے بھی ان کو از سر نو اپنی تقریر پر مزید اعتراضات کرنے کا چیلنج دیا۔ کہ اگر کسی آریہ مہاشے کو ہماری تقریر پر کوئی اعتراض ہو تو وہ پانچ منٹ کے اندر اندر سوچ سمجھ کر ہمارے سامنے پیش کریں۔ مگر بمصداق جاء الحق وزھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا دم دبا کر باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ (واقعی باطل ڈرپوک ہوتا ہے) کسی صاحب کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ ان کی تقریر پر کوئی اعتراض پیش کرتا اور پہلا اجلاس اسی پر بخیر وخوبی ختم ہو گیا۔ مابعد دوسرا اجلاس بوقت ½ ۹ بجے شب بزیر صدارت میر ضیاء الدین صاحب پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ پونچھ منعقد ہوا اس میں مولوی قمر الدین صاحب مولوی فاضل قادیانی کی تقریر خصوصیات ذخیرہ پر تھی۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ان کی تقریر بھی بہت اچھی ہوئی جس میں انہوں نے احمدیت کو بھی پیش کیا۔ اور پہلے دن کی کارروائی ختم ہوئی۔

دوسرے دن مورخہ ۶ جولائی ۱۹۲۹ء کو پہلا اجلاس بزیر صدارت سید امیر علی شاہ صاحب جعفری جاگیردار پونچھ منعقد ہوا۔ اور پہلی تقریر مولوی قمر الدین صاحب مولوی فاضل قادیانی کی ضرورت الہام بعد از وید ... پر ہوئی۔ جو بالعموم اچھی رہی۔ پھر ان کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کا لیکچر الہام وید پر ہوا جس میں انہوں نے عجیب وغریب انکشافات فرمائے۔ جنہیں عوام وخواص پبلک نے سنکر بہت ہی خوش وخرم ہوئی۔ مگر ہمارے آریہ مہاشے بمصداق کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ کچھ برافروختہ سے ہو گئے۔ اول تو مرزا صاحب سے کہنے لگے کہ ان سب باتوں کا حوالہ وید سے پیش کریں۔ اگرچہ حوالجات تو مرزا صاحب مکرم ہر ایک بات کے پہلے ہی تحریر کرکے اپنے ہمراہ جلسہ گاہ میں لے گئے تھے۔ جنکو بعض معزز حاضرین جلسہ میں سے (جیسا کہ چوہدری نیاز احمد صاحب سنیئر صدر ربیع صاحب پونچھ وغیرہ) چند آدمیوں کو مرزا صاحب نے اسی وقت دکھا بھی دئے مگر یہ یکدم ان آریہ مہاشوں کو بتا دینا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ پہلے تو اسی بات کو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر وید کا الہام واقعی ثابت شدہ الہام ہوتا تو خود آریہ مہاشے ہی کیوں اسقدر اس سے لاعلم رہتے کہ کسی کو پرسبھی نہیں کہ فی الواقعہ میں وید مقدس سے ہی حوالہ جات پیش کر رہا ہوں۔ یا اس میں میری کوئی بناوٹ ہے۔ برعکس اس کے قرآن کریم کا الہام ایک ایسی اظہر من الشمس صداقت ہے جس سے مسلمانوں کا کثیر حصہ بلاشبہ واقف ہے۔ یعنی اگر کوئی عربی کا جملہ جونہی زبان پر لائے فوراً پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ آیت قرآن ہے یا کوئی عام دوسرا عربی جملہ۔ اس لئے مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم نے کمال فراخدلی کے ساتھ اس مرحلہ کو طے کیا ہے۔ کہ وید مقدس سے حوالجات کی ایک لسٹ تیار کر لی ہے۔ اسے یوں ہی بلا محنت آریہ مہاشوں کو مفت میں بتلا نہیں جا سکتا مگر رات کے دوسرے اجلاس میں خود اپنی ہی جماعت کی سفارش پر جناب مرزا صاحب نے وہ تمام حوالجات دیپک کرشی صاحب آریہ سماج پونچھ کو لکھا دئے تاکہ پیچ وہ یہ خوش فہمی نہ کر بیٹھیں کہ ہمارے اپدیشکوں کیطرح ان کی باتیں بھی نری ہوائی قلعے ہیں۔ جنکا کوئی ثبوت نہیں۔ پھر رات کے دس بجے دوسرا اجلاس بزیر صدارت سید زمان شاہ صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ پونچھ منعقد ہوا۔ جس میں سید مدبر شاہ صاحب کی تقریر تناسخ از روئے قرآن پر ہوئی۔ جو بہت عمدہ ثابت ہوئی۔ اور اجلاس ختم ہوا۔

تیسرے دن ۷ جولائی ۱۹۲۹ء اجلاس بوقت ۵ بجے دن کے بزیر صدارت عالیجناب معلے القاب حضور سری راجہ صاحب بہادر والی پونچھ دام اقبالہم مقرر تھا۔ چنانچہ حضور سری سرکار والا مدار دام اقبالہم ازراہ کمال غریب نوازی ورعایا پروری قریباً ساڑھے پانچ بجے مع اہلکاران ذی شان جناب پنڈت رام رتن صاحب وزیر پونچھ اور جناب مستہ کرپا رام صاحب بی اے پرائیویٹ سکرٹری ودیگر معززین جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ اور کرسی صدارت کو مزین فرمایا۔ حضور سرسرکار والا مدار کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم ونعت خوانی وایڈریس وجواب ایڈریس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کا ہی لیکچر صداقت اسلام وصداقت الہام قرآن پر مقرر تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب موصوف نے کمال خوش اسلوبی کے ساتھ اور بڑے دلپذیر طریقہ سے قریباً سوا گھنٹہ تک اس کو ادا کیا۔ اور نہایت بین اور واضح طرح سے قرآن کریم کا الہام الٰہی ہونا ثابت کیا۔ جسے ہمارے حضور سرسرکار والا مدار نے بھی کمال پسند فرمایا اور چیرز اور تالیوں کے ذریعہ سے داد قابلیت عطا فرماتے رہے۔ اور حضور وزیر صاحب بہادر جناب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب بھی شریک حال رہے دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہمارے ایسے مہربان نیک نفس رعایا پرور والئے ملک کو تا دیر غریب رعایا کے سر پر سلامت باکرامت رکھے۔ آخر میں اگرچہ انجمن ہذا کے ایڈریس میں حضور سرسرکار والا مدار سے دوسری انجمنوں اور سوسائٹیوں کی طرح کسی مالی امداد کا مطالبہ تو مطلقاً نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم حضور سرسرکار والا مدار نے ازراہ کمال مہربانی ورعایا پروری اپنی جانب سے خود ہی نقد ایکسو روپے سے انجمن ہذا کی امداد فرمائی۔ اور اغراض ومقاصد انجمن ہذا کو سنکر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم بدولت اس سوسائٹی کی جائز امداد کرنے پر تیار ہیں۔ ماسٹر غلام رسول صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر ممبر انجمن ہذا نے شکریہ ادا کیا۔ اور اجلاس ختم ہوا۔ پھر رات کو دس بجے خاکسار مرزا عبد الکریم تاجر (پریذیڈنٹ انجمن ہذا) کی صدارت میں جناب مرزا مظفر بیگ صاحب کا ایک مختصر سا لیکچر ہوا۔ اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

خاکسار عبد الکریم تاجر

پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام پونچھ

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ — مینیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷، ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ نمبر ۵۹

مولوی ظفر علی خاں صاحب کی غلط بیانی

پیغام صلح اور کوتوال شہر کے خلاف غلط پروپیگنڈا

... زمیندار ... میں کچھ عرصہ سے سلسلہ احمدیہ کے خلاف اعتراضات اور نازیبا تعریضات کا جو سلسلہ شروع ہے ہم نے اسے مولوی ظفر علی خاں صاحب کی اس دیرینہ عداوت کا نتیجہ قرار دیا تھا۔ جو انہیں ہمیشہ سے اس سلسلہ اور اس کے مقدس بانی کے خلاف چلی آتی ہے۔ لیکن قارئین کرام یہ سنکر حیران ہوں گے کہ مولوی صاحب ممدوح اس مخالفت کو ان سیاسی سرگرمیوں کے نتائج و عواقب سے بچنے کے لئے بطور ایک آڑ کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جو تحریک انقلاب کی تائید میں انہوں نے اختیار کر رکھی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے ۲۳ راگست کے "زمیندار" میں اس مقدمہ کی روئداد پڑھ لینا کافی ہے۔ جو لاہور میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۱ و ۱۸۸ تعزیرات ہند چلتا رہا ہے چونکہ مولوی صاحب کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے شیخ محمد صادق صاحب کوتوال شہر نے ایک انقلابی جلوس کی ہمراہی میں گرفتار کیا تھا۔ اور شیخ صاحب ممدوح اتفاق سے احمدی جماعت میں داخل ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کو اپنی صفائی کے لئے یہ ایک اچھا بہانہ مل گیا کہ:۔

> "محمد صادق مرزائی ہے اور مرزائیوں کا اخبار "پیغام صلح" لکھ چکا ہے کہ لاہور میں سیاسی سرگرمیوں یا شرارتوں کی علت العلل ظفر علی خاں ہے۔ میری گرفتاری کے پس پردہ محمد صادق کا جذبۂ عناد ہے۔"

یہ ان مولوی ظفر علی خاں کا بیان ہے جو اس بات پر زور دیتے ہوئے نہیں تھکتے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے گورنمنٹ کی وفاداری کی تلقین کر کے اپنے پیروؤں کو بزدل اور ڈرپوک بنا دیا ہے۔ حیرت ہے کہ خود جب انہیں گورنمنٹ سے مقابلہ پیش آتا ہے تو بجائے اس کے کہ انقلابی ہندوؤں کی طرح صفائی کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کریں۔ اور اپنی بہادری کا ثبوت دیں کوتوال شہر کی احمدیت اور اپنی اس معاندت کو جو احمدیت سے ظاہر کی جا رہی ہے۔ بچاؤ کے لئے ایک آڑ بنایا جاتا ہے۔

اس کو بھی چھوڑ دیجئے اور مندرجہ بالا بیان کے اس فقرہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ:۔

> "مرزائیوں کا اخبار پیغام صلح لکھ چکا ہے کہ لاہور میں سرگرمیوں یا شرارتوں کی علت العلل ظفر علی خاں ہے۔"

اسی قسم کے الفاظ مولوی صاحب کے، وکیل صفائی ڈاکٹر شیخ محمد عالم نے بھی شیخ محمد صادق پر جرح کرتے ہوئے استعمال کئے حالانکہ "پیغام صلح" کے کسی پرچہ میں مولوی صاحب ممدوح کے متعلق کبھی اس قسم کے خیالات کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب ممدوح سے یہ دریافت کریں کہ "پیغام صلح" کے کس پرچہ میں اس قسم کے الفاظ انہوں نے دیکھے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ذیل کا خط مولوی صاحب کی خدمت میں دستی ارسال کیا:۔

احمدیہ بلڈنگس لاہور
۲۲ راگست ۱۹۲۹ء

مکرم معظم مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
کل کے مقدمہ کی جو روئداد "زمیندار" میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں "پیغام صلح" کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اور آپ نے اپنے بیان میں یہ لفظ کہے ہیں کہ:۔

> "مرزائیوں کا اخبار "پیغام صلح" لکھ چکا ہے کہ لاہور میں سرگرمیوں اور شرارتوں کی علت العلل ظفر علی خاں ہے۔"

چونکہ "پیغام صلح" کی تمام تحریرات کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اس لئے میں ممنون ہوں گا اگر از راہ کرم مجھے بتا سکیں کہ کس تاریخ کے پرچہ پیغام صلح نے اس قسم کا ریمارک کیا ہے۔

امید ہے حامل عریضہ کے ہاتھ اس کا جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام خاکسار
دوست محمد۔ ایڈیٹر "پیغام صلح"

اس خط پر ذیل کے الفاظ مولوی صاحب نے اپنے قلم سے جواباً لکھ بھیجے۔

> مکرمی! السلام علیکم۔
> یہ الفاظ میرے نہیں۔ بلکہ جرح کرنے والے وکیل کے ہیں۔ میں نے صرف یہ کہا تھا کہ "پیغام صلح" نے میرے متعلق لکھا تھا کہ یہ سلسلہ احمدیہ کے پرانے معاندین میں سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر نے غلطی کی۔
> خاکسار ظفر علی خاں

مولوی ظفر علی خاں صاحب کے اس جواب کو اس عدالتی بیان کے ساتھ ملا کر پڑھئے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ اور جس کو انہوں نے رپورٹر کی غلطی قرار دیا ہے۔ کیا کوئی صحیح الفہم انسان ان دونوں فقرات کے الفاظ اور مطالب و مفہوم کو پیش نظر رکھکر اول الذکر کو رپورٹر کی غلطی قرار دے سکتا ہے؟ دونوں فقرات کو ایک دوسرے کے بالمقابل رکھکر پڑھئے:۔

"مرزائیوں کا اخبار پیغام صلح لکھ چکا ہے کہ لاہور میں سرگرمیوں یا شرارتوں کی علت العلل ظفر علی خاں ہے۔"	"پیغام صلح" نے میرے متعلق لکھا ہے کہ یہ سلسلہ احمدیہ کے پرانے معاندین میں سے ہیں"

کس قدر کھلا اور بین فرق ہے۔ کجا لاہور کی سرگرمیاں اور مولوی ظفر علی خاں کو ان کی علت العلل قرار دیا جانا اور کجا "پیغام صلح" کا یہ بیان کہ وہ سلسلہ احمدیہ کے پرانے معاندین میں سے ہیں۔ ان دونوں فقرات کے مطالب و مفہوم کو سمجھنے اور انہیں صحیح طور پر ادا کرنے کی اہلیت جس رپورٹر میں نہ ہو اسے ایسی ذمہ داری کا کام ہی کیوں سپرد کیا گیا ہے۔ لیکن نہیں رپورٹر نے غلطی نہیں کی۔ اس نے اسی بات کو دہرایا ہے جو مولوی ظفر علی خاں کے منہ سے عدالت میں نکلی۔ کیونکہ اس کا براہ راست ان کے مقدمہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اور جیسا کہ ان کا اپنا اعتراف ہے یہی بات ان کے وکیل نے بھی بار بار کہی۔ موخر الذکر فقرہ کا ان کے مقدمہ کے ساتھ چنداں تعلق نہیں۔ اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اس سے کام لیا ہو۔ لیکن اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ آیا انہوں نے اپنے رپورٹر کی غلطی کی تردید اخبار میں کی؟ اس بیان کے شائع ہونے کے بعد "زمیندار" کے دو پرچے اس وقت تک شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی اس بیان کی تردید نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان کا سب سے پہلا اخلاقی فرض تھا کہ جب ایک غلطی انہیں معلوم ہو چکی تھی تو اس کی فوراً تردید کرتے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا اسی صداقت و راست بیانی کے بل پر مولوی ظفر علی خاں صاحب کوتوال شہر اور احمدیوں کے منہ آ رہے ہیں۔ کیا یہی وہ صداقت شعاری ہے جسکے ہوتے ہوئے "احمدی را حافظہ نہ باشد" کے فقرے اس روئداد مقدمہ میں چسپت کئے گئے ہیں۔ ہاں فرمایئے کہ "...... را حافظہ نہ باشد!" سچ یہ ہے کہ یہ قدیم ضرب المثل کسی قسم کے الفاظ و معانی کی خفیف سی ترمیم کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی خواہ اس کے مصداق مولوی صاحب موصوف ہوں یا ان کے رپورٹر صاحب صحیح یہی ہے کہ "دروغگو را حافظہ نہ باشد"

مقدمہ کی روئداد درج کرتے ہوئے بڑے جلی قلم سے یہ عنوان دیئے گئے ہیں کہ:۔

> "ڈاکٹر شیخ محمد عالم کی جرح سے احمدیہ بلڈنگس اور کوتوالی کی بنیادیں ہل گئیں"

احمدیہ بلڈنگس اور کوتوالی کی بنیادیں تو کیا ہل سکتی ہیں۔ اپنے ہی دین و ایمان کی بنیادیں خود مولانا اور ان کے رپورٹر نے اکھیڑ کر رکھی ہیں جو اب کسی طرح اپنی جگہ پر قائم نہیں ہو سکتیں۔ ان بہانہ تلاشیوں اور مجبوری باتوں سے کمزوری ایمان کے علاوہ بزدلی کی بھی بو آتی ہے سیاسی میدان ہو خواہ راہ حق و ایمان دونوں میں استقلال و بہادری شرط اول ہے۔

بیس ٹوائے گر زمانہ پردہ چھیڑے اپنا رنگ ؛ باغ عالم میں شبر شل حنا ایسا تو ہو

انی مہین من اراد اہانتک

ان کھلے واقعات کے ہوتے ہوئے مولوی صاحب کو ابھی یہ دعوے ہے کہ ان کی کوئی اہانت نہیں ہوئی اور باوجود اس کے کہ ہر روز حضرت مرزا صاحب کی اہانت کے وہ درپے رہتے ہیں انی مہین من اراد اہانتک کا الہام ان کی ذات پر پورا نہیں ہوا۔ ہم نے آج تک اس بارہ میں عمداً اغماض سے کام لیا۔ اور تمام ایسی باتوں کو بھی جو ان کی اہانت و تذلیل کا موجب ثابت ہو چکی ہیں۔ اس خیال سے پیش کرنے سے دریغ کیا کہ اس کو دلائل کے میدان سے گریز کرنے پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن ۲۵ راگست کے زمیندار میں انہوں نے یا ان کے ماتحت عملے نے خود ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے۔ اور مقدمہ مذکورہ سے بریت کا اعلان کرتے ہوئے اس کی ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ:۔

> "خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ محمد صادق مرزائی کوتوال شہر کو یا فرقہ مرزائیہ کے اخبارات کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا۔ کہ اس لئے کہ چونکہ ظفر علی خاں نے گزشتہ تین ماہ میں مرزا صاحب کی تعلیمات اور ان کے جانشینوں کے افعال و اعمال پر نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی ہے۔ اس لئے ان کی سزا یابی مرزا صاحب کے الہام انی مہین من اراد اہانتک کے ماتحت عمل میں آئی ہے"

"فرقہ مرزائیہ" کو اس قسم کی باتیں منہ پر لانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب مولوی صاحب کی تمام زندگی انی مہین من اراد اہانتک کی کھلی تفسیر ہے۔ کاش وہ اپنے واقعات زندگی پر نظر ڈالیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ جب بھی انہوں نے سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کی اہانت کی طرف توجہ کی ہے اسی وقت کوئی نہ کوئی ایسے واقعات پیش آگئے کہ انہیں خود اپنی اہانت و تذلیل سے دوچار ہونا پڑا۔ کیا ستارۂ صبح کی خرافات کا خمیازہ جس قسم کی اہانت و ذلت کے رنگ میں انہیں بھگتنا پڑا وہ فراموش ہو چکا ہے؟ کیا "سیاست" "انقلاب" اور دوسرے اخبارات میں ان کے اخلاق و اعمال پر جو نکتہ چینی آئے دن ہوتی ہے وہ ان کے لئے موجب اہانت ہونے کے بجائے باعث عزت ہے؟

گزشتہ واقعات و حالات سے قطع نظر کیجئے اور جس مقدمہ سے بریت کو انہوں نے انی مہین من اراد اہانتک کے الہام کی تکذیب کا موجب قرار دیا ہے۔ اسی کے فیصلہ کو پڑھئے جو "زمیندار" کے اسی پرچہ (۲۵ راگست) میں شائع ہوا ہے۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب۔ امرناتھ۔ اور ننگل سنگھ کا ذکر کرتے ہوئے مجسٹریٹ نے یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

> "یہ تین ملزم جو عوام پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ جلوس کے ہمراہ نہیں حقیقت میں وہ بزدل لوگ ہیں جو مظاہرہ تہور کے ساتھ اس کے مواخذہ سے بھی بچنا چاہتے ہیں"

کیا مولوی ظفر علی خاں صاحب یا ان کے اعوان و انصار مجسٹریٹ کے ان الفاظ کو ان کی عزت افزائی کا موجب قرار دیں گے۔ یا ذلت و توہین کا؟ خدا کی شان ابھی چند دن ہوئے "پیغام صلح" کو مخاطب کر کے یہ لکھا گیا تھا کہ مرزا صاحب نے اطاعت برطانیہ کی جو تعلیم دی ہے وہ بزدلی پیدا کرتی ہے۔ ابھی ان الفاظ کو شائع ہوئے پورے پندرہ دن بھی نہیں ہوئے کہ انہیں عدالت سے "بزدل" کا خطاب مل گیا۔ جسے لے کر وہ خوشی خوشی گھر آئے اور خود اپنے اخبار "زمیندار" میں اپنے "بزدل" ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس سے بڑھ کر انی مہین من اراد اہانتک کا ثبوت اور کیا ہوگا؟

اسلام کی قوت جاذبہ

اسلام کے عالمگیر اصولوں اور ہندو مذہب کی تنگ نظری کا اعتراف سمجھدار ہندوؤں کی طرف سے آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اسلامی اصولوں کو عالمگیر تسلیم کرتے ہوئے وہ کونسی چیز ہے جو برادران وطن کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ اسلام کو اختیار کرنے کے بجائے ہندو مذہب کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ سوائے اس کے کہ انہیں اسلام کے نام کے ساتھ دشمنی ہے۔ اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہی جذبہ ہمیں مسٹر جے کار کی اس تقریر میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے جو برہمن سبھا میں ہندو مذہب کے مختلف مسائل پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے کی اور حاضرین کو بتایا کہ:۔

> اگر وہ تبلیغ و اشاعت کے اصولوں کو اختیار نہیں کریں گے

دعاء

خواجہ کمال الدین صاحب

۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء کی شام کو لاہور تشریف لے آئے خواجہ صاحب کرم التہاب اعصاب (پٹھوں میں جوش) کا دورہ وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لاہور آنے کے بعد بھی دو تین مرتبہ دورہ ہو چکا ہے۔ ضعف و نقاہت بہت ہے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

گو خدا کے فضل سے پہلے کی نسبت بہت آرام ہے اور امید ہے کہ ہفتہ عشرہ تک آپ بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ احباب کرام ان کے لئے بھی دعا کریں۔

—— لنڈن ۱۸ ستمبر سلطان ابن سعود کے مشیر شیخ حافظ وہبہ بعزم مکہ معظمہ لنڈن سے روانہ ہو گئے حجاز پہنچنے سے پیشتر آپ کچھ عرصہ کے لئے مصر میں قیام فرمائیں گے اور سلطان کے وکیل رسمی کی حیثیت سے یہاں کام کر چکے ہیں۔

—— کولون ۱۷ ستمبر سان ہارلی (پیشائنٹ رسل) کی کوئلہ کی کان میں

—— شملہ ۱۹ ستمبر سارداایکٹ کی آخری قرات کے لئے آج وقت نہ مل سکا۔ اس لئے اسے پیر کے اجلاس پر ملتوی کر دیا گیا۔ مسٹر نیل کنٹھ داس کی ترمیم ۲۴ آرا کی حمایت اور ۶۱ کی مخالفت سے گر گئی۔ متعدد مسلم ارکان غیر جانبدار رہے۔ مولوی شفیع داؤدی نے جو ترمیم پیش کی اس پر تین گھنٹے بحث تمحیص ہوتی رہی۔ اس ترمیم پر مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ اس بل کا اطلاق مسلمانوں پر نہ ہو۔ یہ ترمیم بھی مسترد ہو گئی۔ ۷۱ مخالفین کے بالمقابل صرف ۱۶ ارکان نے اس کی حمایت کی۔ مسٹر شیشہ آئنگر نے ایک ترمیم کے ذریعے مطالبہ کیا۔ کہ برہمن اس بل کی حدود سے باہر قرار دئے جائیں۔ یہ ترمیم تقسیم آرا کے بغیر مسترد ہو گئی۔

—— لاہور ۱۹ ستمبر رائے صاحب پنڈت سری کرشن مجسٹریٹ کو صرف مقدمہ سازش کی سماعت کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ مگر کسی خاص ضرورت کی بنا پر غالباً چوہدری بلند خاں کو بھی بطور سپیشل مجسٹریٹ یہاں متعین کیا گیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو دفعہ ۳۰ کے اختیارات تفویض کر دئے گئے ہیں۔ اور آپ ہی مجسٹریٹ علاقہ بنائے جائیں گے۔

مسٹر جناح اور دیگر اشخاص نے کی ہے اسلام کے اصول کے منافی ہے۔ اور جمعیت مذکور حکومت کو اشتباہ کرتی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت نہ کرے۔

(اے۔ آر صدیقی)

—— سکندر آباد ۱۱ ستمبر اعلیٰ حضرت حضور نظام نے جریدۂ غیر معمولی میں ایک فرمان کے ذریعہ اعلان کیا ہے۔ کہ شہزادی نذیر النسا بیگم عمر ۱۴ سال کی نسبت خسرو بیگ عمر ۱۹ سال کے ساتھ قرار دی گئی ہے۔ خسرو بیگ کیمبرج کے امتحان کی طیاری کر رہے ہیں۔ اور دینیات کی تعلیم کے لئے یورپ جانے والے ہیں شادی ان کے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کی جائے گی۔

—— کلکتہ ۱۸ ستمبر آج شام قدامت پسند ہندوؤں کے ایک جلسہ کو نوجوان ہندوؤں نے برباد کر دیا۔ یہ جلسہ شاردا بل کی مخالفت کے لئے منعقد ہوا تھا۔ تحریک صدارت کے وقت سیاہ جھنڈا بلند کیا گیا جن پر جلسے سے بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قدامت پسند ہندو بھاگ گئے۔ نوجوان ہندوؤں نے جلسہ منعقد کیا جس میں پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کی۔ کوئی پانچ سو کے قریب مستورات بھی آئی ہوئی تھیں۔

—— لنڈن ۱۷ ستمبر ملک معظم نے "خدمات عامہ" کا تمغہ ان ہندوستانی فوجی دستوں کو عطا فرمانا منظور کیا ہے جنہوں نے عراق عرب میں ۸ جنوری ۱۹۲۸ء اور ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء کے درمیان اخوان قبائل کے خلاف جنگی کارروائی میں حصہ لیا۔ ان تمغوں پر "صحرائے جنوبی عراق" کے الفاظ کندہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۴ ار ذی الحجہ ۱۳۴۷ ہجری القدس نمبر ۳۸

مسیح موعود اور مصلحین زمانہ

دہریت اور مادیت کا سیلاب عظیم

اور اس سے مذہب کو بچانے کی کوشش

ہر زمانہ میں دنیا میں نئے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو مامور کرتا ہے۔ انبیاء ومرسلین کے بعد امت محمدیہ کو ہر زمانہ کے مفاسد سے بچانے کے لئے یہ وعدہ دیا گیا کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو مبعوث فرمائے گا۔ جو اس کے دین کو اس کے لئے تازہ کر دے گا۔ انہی مجددین میں مسیح موعود بھی شامل ہے جس کے زمانہ کے مفاسد بڑی تفصیل کے ساتھ حدیث میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے بڑا مفسدہ جسکو اس زمانہ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ دہریت اور مادیت کا فتنہ عظیم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس۔ کہ ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو اس کو دوبارہ دنیا میں واپس لے آئے گا۔

زبان نبوت سے نکلا ہوا جملہ کوئی رسمی اور وہمی بات نہیں یقیناً ایک ایسا زمانہ آنے والا تھا جب ایمان اس دنیا سے اٹھکر دہریت اس کی جگہ پھیلنے والی تھی۔ وہ زمانہ آج اپنی آنکھوں سے ہم نے دیکھا ہے۔ اور دہریت اور مادیت کے اس ہولناک سیلاب کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے جس نے مذہب کے در ودیوار کو متزلزل کر دیا۔ خدا پر ایمان دنیا سے اٹھ گیا اور انسانوں کا ایک کثیر گروہ مذہب اور خدا پرستی سے بیزار اور لا پرواہ ہوگیا۔ اس سیلاب عظیم سے اپنے اپنے مذہب کو بچانے کے لئے مختلف مذاہب میں مصلحین پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے رنگ میں اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کی پوری کوشش کی لیکن یہ دیکھنا موجب حیرانی ہے کہ جس بات کی اصلاح کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے اسی کو اپنے اوپر حکمران بنا لیا۔ الا ماشاء اللہ بجائے اس کے کہ وہ لوگ مادیت کی اصلاح کر کے خدا پرستی کی طرف لوگوں کو لاتے۔ خود اپنے اپنے مذہب کی مرمت کرنے کے درپے ہوگئے۔ ہر مصلح نے جو کسی قوم کے اندر مادیت کے مقابلہ کے لئے پیدا ہوا۔ اپنے مذہبی معتقدات کی اصلاح وترمیم اس نے شروع کر دی۔ اور اس کی ایسی شکل بنا دی جو بالکل مادیت کے ہمرنگ ہے۔ راجہ رام موہن رائے کیشب چندر سین۔ سوامی دیانند۔ سرسید احمد خاں۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس زمانہ میں مادیت کے مقابلہ میں مذہب کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو حضرت مرزا صاحب اور باقی لوگوں کے طریق کار میں نمایاں فرق ہے کہ اول الذکر اصحاب نے اپنے اپنے مذہب کے اصولوں کو مادیت اور سائنس کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اور ایسا رنگ انہیں دیدیا جو ان کے اصلی مذہب سے چنداں تعلق نہیں رکھتا۔ خدا کی ہستی کا اقرار کرنے کے باوجود ان لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ ایک عضو معطل کی طرح ہے۔ اور اس دنیا کا سود وبہبود اس کی قوت قاہرہ اور طاقت ارادی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ انسانی تدبیر اور انسانی ارادہ ہی ایک چیز ہے جو اس دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو انہوں نے ایک ایسی ہستی قرار دیا جو انسان سے کبھی ہمکلام نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے اور اگر وہ بولا ہے تو پیدائش عالم کے وقت ایک ہی دفعہ بول کر چپ ہوگیا۔ اول الذکر خیال سرسید احمد اور برہمو سماج کا پیدا کردہ ہے۔ جن کے نزدیک الہام دراصل دل سے پھوٹتا ہے خارج سے نہیں آتا۔ اور موخر الذکر سوامی دیانند کا خیال ہے ایسا ہی کسی نے انسانی تدبیر پر بھروسہ کر کے اور کسی نے روح ومادہ کی ازلیت اور تناسخ کی صداقت کو مان کر دعاؤں کے اثر سے انکار کر دیا جو اس بات کا ایک کھلا ثبوت تھا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر مادیت کو اپنا قبلہ گاہ بنا چکے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ لوگ آہستہ آہستہ خدا کا انکار کرتے چلے جائیں۔ کیونکہ جو ہستی اس قدر مجبور ولاچار ہے کہ وہ اپنے عاجز بندوں کے ساتھ کلام نہیں کر سکتی۔ اس کو بار بار بلایا جائے تو وہ بولنے اور جواب دینے سے بھی عاجز ہے۔ جو انسان کی دعاؤں کو سن کر کوئی نتیجہ مرتب نہیں کر سکتی۔ نہ اس کو کسی مصیبت سے چھڑا سکتی ہے اور نہ پیش آمدہ مصائب میں کوئی اضافہ کر سکتی ہے۔ ہر شخص کے لئے اپنی ہر حرکت وسکون کا نتیجہ بھگتنا ضروری ہے۔ خواہ وہ خدا کے آگے لاکھ روئے اور گڑگڑائے اور اس سے معافی اور رحم کی درخواست کرے۔ ایسے خدا کو ماننا نہ ماننا برابر ہے۔ کیونکہ جس چیز سے کسی نفع کی امید یا نقصان کا ڈر نہیں اس کو مان کر کوئی کیا کرے گا۔ اس لئے جو راستہ ان مصلحین نے تجویز کیا وہ مادیت کے اثر سے بچانے اور خدا پرستی کی طرف لے جانے کے بجائے اسی سیلاب عظیم کی طرف لے جاتا اور دہریت کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔ جس سے بچانے کا انہوں نے دعویٰ کیا تھا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس کے خلاف جو رستہ اختیار کیا وہ جہاں ان تمام مصلحین کے رستے سے مختلف ہے وہیں دہریت اور مادیت سے بھی بہت دور لے جانے والا ہے۔ آپ نے بجائے اس کے کہ مادیت کے پیدا کردہ اصولوں کی متابعت کرتے۔ اور اس کی حکومت کا جوا اپنے اوپر لے کر مذہب کی ترمیم واصلاح کے درپے ہو جاتے صاف طور پر یہ اعلان کیا کہ یہ اصول انسان کے اپنے اختراع کردہ ہیں جن میں غلطی کا احتمال یقینی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں یہ اصول بدلتے رہے ہیں۔ اس لئے ان کی متابعت کی ضرورت نہیں صحیح اور سچی بات وہ ہے جو خدا کے یقینی الہام وکلام سے ثابت ہو آپ نے سرسید احمد خاں اور دوسرے مصلحین کو مخاطب کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرمایا کہ کلام الٰہی کو فلسفہ اور سائنس کے مطابق کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ فلسفہ اور سائنس کو کلام الٰہی کے مطابق کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ موخر الذکر کی شہادت یقینی اور قطعی ہے اور اول الذکر کی مشکوک اور مخدوش۔

اسی سلسلہ میں آپ نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا الہام اور کلام ہر زمانہ میں نازل ہوتا رہتا ہے جو اس بات کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے۔ کہ وہ پاک اور برتر ہستی ہمیشہ سے زندہ موجود ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان پر نتائج مترتب کرتا ہے۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ دنیا ومافیہا کے تمام امور اسی کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔ اور ہمارے نیک وبد اعمال کو وہ ہر وقت دیکھتا ہے۔ اور ان پر جزا وسزا بھی دیتا ہے۔ اس بارہ میں آپ نے اپنے ذاتی حالات وشواہد کو بار بار پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کا وہ تازہ کلام لوگوں کو سنایا جو آپ پر نازل ہوتا تھا۔ اور پیش از وقت بشارات سے جو بعد میں واقعات سے صحیح ثابت ہوتی رہیں۔ ایمانوں میں ایک تازگی اور روح پیدا کی۔ دعا کی صداقت کو آپ نے واقعات سے ثابت کیا۔ اور ظاہر حالات کی مخالفت کے باوجود آپ کی دعائیں وہ رنگ لائیں جن کو دیکھ کر اہل دنیا دنگ رہ گئے۔ آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان اس کی ہمکلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ خشک دلائل سے اس کی ہستی کا ثبوت ملنا محال ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک شخص اس نظام عالم اور کارخانہ قدرت کو دیکھکر اور اس پر غور کر کے اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ اس محکم اور ابلغ نظام کا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ اس سے آگے انسانی عقل نہیں جا سکتی۔ اور وہ تنہا اس فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ آیا کوئی ایسی ہستی ہے بھی یا نہیں۔ "ہونا چاہئے" اور "ہے" میں اتنا ہی فرق ہے جتنا خدا کے ماننے اور نہ ماننے میں۔ اس فرق کو زائل کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ وہ ہستی خود انسان سے ہمکلام ہو۔ اور اپنی موجودگی کا علم اسے پہنچائے۔ جس طرح بینائی کے لئے آنکھ کے اندرونی نور کے علاوہ بیرونی روشنی کی بھی ضرورت ہے۔ شنوائی کے لئے کان کی اندرونی طاقت کے علاوہ بیرونی ہوا اور اس کی لہروں کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی خدا کو جاننے کے لئے عقل کی روشنی کے ساتھ ایک خارجی چیز کی ضرورت ہے جو کلام الٰہی کی صورت میں آسمان سے نازل ہوتا ہے اسی غرض سے انبیاء اور رسل دنیا میں آئے۔ اور یہی ہر مامور من اللہ اور مجدد کی بعثت کا اصل مقصد ہے۔ کہ وہ خدا کے تازہ کلام اور الہام سے انسان کے ایمان کو تقویت پہنچائے۔ اور اس ذریعہ سے خدا کی ہستی پر اس کا ایمان پختہ اور مستحکم ہو۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے انکار دعویٰ نبوت کے باوجود نبی کا لفظ اپنے لئے کیوں استعمال کیا۔ اس کی وجہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو وہی دہریت اور مادیت کا سیلاب تھا جو لوگوں کے ایمان کو بہائے لئے جا رہا تھا۔ اسی کی روک تھام کے لئے آپ نے الہام الٰہی پر خاص طور پر زور دیا۔ اور لغوی معنوں کے لحاظ سے نبوت کا لفظ اس کے لئے استعمال کیا۔ افسوس ہے کہ آپ کی جماعت کے ایک حصہ نے اس کی اصل غرض کو چھوڑ کر ایسا رنگ اسے دیدیا۔ جو خود مسیح موعود کا منشا نہ تھا۔ آپ نے دہریت کو مٹانے اور خدا پر تازہ ایمان پیدا کرنے کے لئے نبوت کا لفظ کثرت مکالمہ کے معنوں میں استعمال کیا اور یہ وہ بات ہے جو موجودہ زمانہ کے مصلحین میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت مرزا صاحب نے اس رستہ پر چل کر نہ صرف مادیت ودہریت سے انسان کو بچایا بلکہ خدا پرستی کی ان پختہ اور محکم بنیادوں پہ اسے کھڑا کر دیا۔ جو تہذیب اخلاق اور اصلاح نفس کا ایک ہی بہترین اور موثر ذریعہ ہیں۔

"الفضل" کا خاتم النبیین نمبر

گزشتہ سال کی طرح امسال پھر "الفضل" کا ایک خاص نمبر خاتم النبیین نمبر کے نام سے نکلنے والا ہے جس کی فہرست مضامین کئی دن سے شائع ہو رہی ہے۔ لیکن یہ دیکھنا موجب تعجب ہے کہ اس تمام فہرست میں ایک بھی مضمون ختم نبوت پر نہیں۔ گزشتہ سال بھی ہم نے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ آخر نام کو مضامین کے ساتھ کچھ تو مناسبت ہونی چاہئے۔ اگر آپ لوگ ختم نبوت کے قائل ہیں اور اسی امر کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے اس پرچہ کا نام خاتم النبیین نمبر رکھا گیا ہے۔ اگر یوم خاتم النبیین منانے کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ لوگ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں تو کیوں ان تمام مضامین میں جو اس پرچہ کے لئے لکھوائے گئے یا لیکچروں کے لئے تجویز کئے گئے ہیں ختم نبوت پر ایک بھی مضمون نہیں لکھا گیا؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کا نام صرف عوام الناس کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے کہ وہ قادیانی اصحاب کو ختم نبوت کا قائل سمجھ لیں۔ اگرچہ اس کے مفہوم اور عام مسلمانوں کے اعتقاد میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور اسی وجہ سے اس خاص موقع پر اس مسئلہ پر انہیں کچھ کہنے یا لکھنے کی جرات نہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس قسم کا طریق اس دیانت وامانت کے کہاں تک مطابق ہے۔ جو ایک مذہبی جماعت کے شایان شان ہے۔ کیا قادیانی اصحاب اس پر روشنی ڈالیں گے؟

ایک افسوسناک حادثہ

۲۴ رمئی سنہ ۲۹ء کے "زمیندار" میں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے:۔

> "لائل پور ۲۱ رمئی۔ کل ظہر کے وقت ۲ بجے کے قریب شیخ میاں محمد مولا بخش کے کارخانہ آرہ کا ٹونی فلور ملز میں آگ لگ گئی جس نے بعض مشینوں اور عمارات کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ ہر ممکن جد وجہد کے باوجود آگ اس وقت سے پہلے فرو نہ ہو سکی جب تک کہ مشینری اور کارخانہ کے دیگر حصے راکھ کا ڈھیر نہ ہو گئے۔ نقصان کا اندازہ بہت زیادہ ہے مگر مشینیں بیمہ شدہ ہیں۔ (ف پ)"

اس خبر کو پڑھ کر کون درد دل رکھنے والا انسان ہے جو دلی رنج اور افسوس کا اظہار نہ کرے۔ جماعت احمدیہ کے لئے یہ نقصان اور بھی زیادہ دکھ اور تکلیف کا موجب ہے۔ شیخ صاحبان اپنے چلتے ہوئے کاروبار اور اس عظیم الشان کارخانہ کی وجہ سے جس کی تباہی کی خبر سننے میں آئی ہے۔ جماعت احمدیہ کے لئے بہت بڑی تقویت کا موجب رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ہر نیک تحریک میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ اشاعت اسلام۔ برلن مسجد اور دوسری تحریکات پر آپ کا ہزارہا روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ کئی ہزار روپیہ سالانہ بطور زکوٰۃ ان کے مال سے نکلتا رہا ہے۔ جو قوم کی بہبودی کے کاموں پر صرف

خطاب بہ مسلم

(سید عبدالمجید صاحب پاس کپورتھلہ)

تا بہ کے درگرو رازی و نعماں باشی
اے موحد کہ تو خود مسلم و مومن ہستی
بت تقلید، بتے نے، بخدا اہرمنیست
مجتہد باش و فریب رہ تقلید مخور
حسبی اللہ بگو خیز از در "من دون اللہ"
شیوۂ حکمت پارینہ و آئین کہن
در مع الدہر و علامات زماں را بشناس
ذوق تفریق مسلمان و مسلماں تا کے
تا کے از شعلۂ تکفیر شوی لطف اندوز
مسلم آنست متاعے کہ بہ ہیچش نخرند
مصطفٰے گفتا کہ "الخلق عیال اللہ" ہست
سار دابلے آزادی معصوماں ہست
ہمرہاں منزل مقصود گرفتند و تو لے
شاں بہ جمعیت خود گنج سعادت بردند
فکر فردا کن وہاں! چارہ گر خویش بشو
شیوۂ وعظ و نصیحتگری اے شیخ خوش است
سجدۂ شکر گزاریم اگر لے زاھد!
آں ماند و آں بزم خلافت ماند

تا بہ کے عبد بخاری و فقیہاں باشی؟
تا بکے فاش بگو، بندۂ ایناں باشی؟
تا بکے مقتدی رہبر عصیاں باشی؟
وقت آنست کہ خود حامل قرآں باشی!
اگرت ہست تمنا کہ مسلماں باشی،
تا ز دست تو نہ ہی در ہمہ نقصاں باشی
ورنہ ترسم کہ ازیں بعد پشیماں باشی!
تا بہ کے در جدل و بحث بطوفاں باشی؟
تا بکے خود پئے خود، آتش سوزاں باشی؟
تا بکے جان و دلم کاسد و ارزاں باشی؟
تو بایں فکر کہ خود دشمن اخواں باشی!
حیف! در فکر گرفتاری ایناں باشی،
لائحہ کار زمینداری حیراں باشی،
تو بفکرے کہ بجو دست و گریباں باشی
ورنہ زاندوہ و الم سر بگریباں باشی!
خوشتر آنست کہ خود نیز مسلماں باشی
تو بہ میخانہ ما، با من و یاراں باشی
[illegible]

اخلاقیات

ہندوستان کی تین بڑی برائیاں

سینما کا مخرب اخلاق شوق

اخبار "دی اوزنیں واچ مین" میں ایک مضمون نگار نے ہندوستان کے ان لیڈروں کو جنہوں نے معاشرتی اصلاح کا بیڑا اٹھا رکھا ہے بعض ایسی خرابیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو ایک متعدی مرض کی طرح پھیل گئی ہیں۔ ان میں سے ایک سینما ہے۔ جو اپنی جدت، ہر دلعزیزی اور دلچسپی کے لحاظ سے اس قدر مقبول ہے کہ اس کے تمام کھیلوں پر ایک غائر نظر ڈالنی چاہیئے۔ تاکہ تعلیمی پہلو سے جو فوائد ان کے دیکھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ تفریح کی ناپاک ترین صورت اختیار نہ کریں۔

ہندوستان کے وسیع ملک میں بہت سی برائیوں اور خرابیوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رکھا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان سے بچے رہتے ہیں۔ مگر تین خاص برائیوں پر تمام راستباز اور سمجھدار لوگوں کو خاص توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ یہ تین برائیاں لاٹری، جوا، اور سینما ہیں۔ ان سب کی تہ میں زر کشی کا جذبہ کارفرما ہے روپیہ کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ لاٹری اور جوے کا قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ ان سے نوجوانوں کے دلوں میں بغیر محنت کے روپیہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ شیطان نوجوانوں کو "ہرا لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے" کے اصول کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ اگر لاٹری یا جوے میں ہر مرتبہ ایک شخص کو جیتنے اور روپیہ حاصل کرنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے تو دوسرے کو اس کے مقابلہ میں لازمی طور پر ہارنا اور غم کھانا پڑے گا۔ گویا ایک کی جیت دوسرے کی ہار یا ایک کا نفع اور دوسرے کا نقصان ہے۔ اخلاقی پہلو سے ایسے کاروبار میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے۔ قمار بازی انسان کو بسا اوقات بددیانتی، مکاری، سیہ کاری، ذلت اور تباہی کے عمیق اور ہولناک غار کی طرف دھکیلتی ہے۔ یہ نتائج نہ صرف افراد کی زندگی کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے قوم کے بہترین مفاد کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔

سینما کا تماشہ ہندوستان میں ایک نئی چیز ہے۔ اس تماشہ میں بعض اچھی باتیں بھی ہیں لیکن ان کے مقابلہ میں برائیوں کا پلہ زیادہ بھاری ہے۔ اس تماشہ میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ جو لوگ اس کے شائق ہیں ان میں ضرورت سے زیادہ بےچینی، بےتابی، اور بےصبری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تماشہ کا شوق اور اس کے دیکھنے کی زبردست خواہش انسان کی فطرت اور صحت پر ایک مضر اثر ڈالتی ہے۔ جو نوجوان سینما دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں وہ گھر میں ٹھہرنا اور گھر کے آدمیوں کے ساتھ باتیں کرنا پسند نہیں کرتے۔ ان کا دل تماشہ کی طرف ہے۔ اور یہی چاہتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو آنکھ کے جھپکے میں تماشا گاہ کے اندر پہنچ جائیں۔

جب وہ سینما۔ ہال میں پہنچ جاتے ہیں تو ایک دو پارٹ دیکھنے کے بعد وہ لذیذ ماکولات اور نفیس مشروبات سے لطف اندوز ہونے کی خواہش محسوس کرتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر یار دوستوں کے ساتھ روپیہ پانی کی طرح خرچ کیا جاتا ہے۔ جو نوجوان امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی جیب ہر وقت روپیوں یا نوٹوں سے بھری رہتی ہے۔ ان کے لئے سینما کی تفریح اور اس کے متعلقہ مصارف ایک معمولی بات ہیں۔ لیکن اگر ایک شخص جس کی پاکٹ میں صرف چند آنوں کی رقم ہے سینما دیکھنے کی جرات کریگا تو اسے بہت جلد اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ (ناظم) (باقی آئندہ)

جلد ۱۷ لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء نمبر ۷۱

قرآن حکیم کے متعلق ایک ہندو پروفیسر کی رائے

قرآن مجید ایک ہندو کے لیے بیش بہا خزانہ ہے

مسلم آوٹ لک لاہور نے پروفیسر دیجاوامر کا ایک نہایت ہی معرکۃ الآرا مضمون جس میں قرآن حکیم کی تعلیمات علمت پر تبصرہ کرتے ہوئے پیغام الٰہی کو ہندوستان کی نجات کا واحد ذریعہ بتایا ہے۔ درج کیا ہے چونکہ یہ مضمون ایک غیر مسلم کی تحقیق حق کا نتیجہ ہے اس لیے ہم قارئین کرام کو اس خوان نعمت سے بہرہ اندوز حلاوت کرتے ہیں۔

پروفیسر دیجاواس لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے:۔

الم نجعل له عينين ولسانا وشفتين وهديناه النجدين

کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں (دوسروں کو افہام تفہیم کے لیے) زبان اور ہونٹ عطا نہیں کئے؟ کیا ہم نے اسے خیر و شر کے دونوں راستے نہیں دکھا دیئے تاکہ مسلک خیر پر چلے اور مہالکات سے بچے)

قرآن حکیم نے ان صاف وصریح اور مختصر الفاظ میں نیکی کی کٹھن منزل تک پہنچنے کا طریقہ کس حسن اسلوب سے بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی مذہبی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کر سکتی ہیں۔

شودر کی غلامی

لیکن افسوس کہ منو سمرتی میں جو ہندو دھرم کی مذہبی کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ شودر غلامی سے کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ قدرت نے اسے غلامی ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے کوئی شخص اسے غلامی سے خلاصی نہیں دلا سکتا۔ (منو ۸۔ ۱۴۔ ۴۱۴) جس طرح سیاہ فام کتے کی سیاہی کو دنیا بھر کے صابون زائل نہیں کر سکتے اسی طرح شودر کی غلامی اور فرومائیگی بھی کسی تدبیر سے رفع نہیں ہو سکتی۔ شودر کسی کا زر خرید ہو یا نہ ہو اسے بہر حال خدمتگار ہی بن کے رہنا ہوگا۔ ہندو دھرم نے اسے ابھرنے اور پنپنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

قرآن کا حکم کہ غلاموں کو آزاد کر دو

اب اس کے مقابلہ میں ذرا قرآن شریف کی تعلیم پر غور کرو۔ اس میں ہے

فلا اقتحم العقبة وما ادراك — کوئی انسان دین کی اس سخت گزرگاہ سے
ما العقبة فك رقبة او اطعام — پار نہیں ہو سکتا بجز اس شخص کے جو غلام
في يوم ذي مسغبة يتيما ذا — کو آزاد کرتا ہے یا گرسنہ یتیم قرابت دار کو
مقربة او مسكينا ذا متربة — اور مسکین خاک افتادہ کو کھانا کھلاتا ہے
ثم كان من الذين امنوا و — اور ان لوگوں میں سے جو ایمان لانے کے
تواصوا بالمرحمة — بعد دوسروں کو صبر کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور باہم ترحم کی تلقین کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کو آزاد کرنا حقیقی بھلائی اور نیک کرداری ہے۔

قرآن ہندو کے لیے بیش بہا خزانہ ہے

پس قرآن بلا ریب ہندو کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ہے لیکن افسوس کہ ہندو آج تک قرآن کی اس تعلیم کی قدر و قیمت نہیں جانتے کہ غلاموں کو آزاد کرو۔

اسی طرح قرآن میں ہے:۔

قل يا اهل الكتاب — اے رسول آپ یہود و نصاریٰ سے کہیئے
تعالوا الى كلمة سواء — کہ اے اہل کتاب تم ایک ایسی بات کی
بيننا وبينكم الا نعبد — طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے نزدیک
الا الله ولا نشرك — برابر مسلم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے
به شيئا ولا يتخذ بعضنا — سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔
بعضا اربابا من دون الله — کسی کو اس معبود واحد کا شریک نہ ٹھہرائیں۔
(سورہ ۳۔ ۶۳) — اور ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی بجائے کسی دوسرے کو اپنا مالک پروردگار قرار نہ دے۔

قرآن حکیم کی یہ تعلیم ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو مالک و معبود قرار نہ دے لیکن افسوس کہ ہنود میں اس وقت ننانوے فیصدی شودر اور ایک فیصدی براہمن ہیں۔ یہ ننانوے اس ایک کی خاک پا کو اٹھاتے ہیں۔ وہ اس پانی کو پیتے ہیں جس سے براہمن نے پاؤں دھوئے ہوں۔ اس کا پس خوردہ کھاتے ہیں اور اسی طرح عملی طور پر اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ کہ وہ آزادی مساوات اور جمہوریت کی کچھ بھی اہلیت نہیں رکھتے۔

بھگوت گیتا اور قرآن مجید

گو ہندوؤں کی گیتا میں بھی لکھا ہے کہ تمام تعلیم یافتہ لوگ برابر ہیں۔ مگر اس کے مقابلہ میں ذرا قرآن کی تعلیم پر غور کرو۔ فرماتا ہے۔

انما المؤمنون اخوة — اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں (اگر
فاصلحوا بين اخويكم — ان میں کبھی نزاع ہو تو) اپنے بھائیوں میں صلح
واتقوا الله لعلكم ترحمون — کرا دیا کرو (اور اصلاح و مصالحت میں) خوف
(۴۹۔ ۱۰) — خداوندی کو پیش نظر رکھو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور یہی اخوت و مساوات جمہوریت کی جان ہے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آج کل ہنود کے ان ذات پات کے جداگانہ امتیازات ہیں قرآن اور صرف قرآن ہی ان سب کا واحد اور یقینی علاج ہے کیا

جاہ ہلاکت میں ڈوبنے والے ہندو اب بھی اس امداد سے فائدہ اٹھائیں گے مگر یاد رہے کہ جب تک ہم غلامی کا خاتمہ کرنے کے لئے قرآن کے اصل کو قبول نہ کریں گے ملکی بہی خواہی کا خیال محض ایک خواب پریشان ہوگا۔

قرآن ہر قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا

اس بات کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ قرآن بنی نوع انسان کے لئے ظاہر ہوا صرف ان لوگوں کی ہدایت کے لئے نہیں جو مسلم کہلاتے ہیں چنانچہ خود قرآن حکیم فرماتا ہے۔

يا ايها الناس قد جاءتكم — اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے
موعظة من ربكم وشفاء — رب جلیل کی طرف سے ایک پند و موعظت
لما في الصدور وهدى — بھیجی گئی ہے۔ یہ (قرآن) تمہارے تمام صدور کا
ورحمة للمؤمنين — (قلبی امراض کی شفا ہے (خصوصاً) اہل ایمان
(۱۰۔ ۵۷) — کے لئے ہدایت و رحمت کا پیام ہے۔

صراط مستقیم اور روحانی ترقی کا دوسرا راستہ جو قرآن نے ہمیں بتایا ہے یہ ہے کہ یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ (۹۰۔ ۱۴۔ ۶)

زندگی کا اصل اصول

قرآن کی اس سورۃ (۹۰۔ ۱۱۔ ۱۷) میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور دوسروں کو صبر و استقلال کی تلقین کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ سو ہندو مسلم سب کو اس ارشاد حق پر یکساں طور پر غور کرنا چاہیئے جس میں ایمان صبر اور ہمدردی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہی چیزیں زندگی کا اصل اصول ہیں۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والے سب زمرۂ مومنین میں داخل ہیں یعنی کوئی شخص اس روحانی عروج کی سڑک پر تنہا سفر نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہے

واعتصموا بحبل الله — دین الٰہی کی ہدایت کی رسی کو متحد ہو کر مضبوط پکڑے
جميعا ولا تفرقوا واذكروا — رکھو متفرق و پراگندہ نہ رہو اور خدا
نعمة الله عليكم اذ كنتم — کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے
اعداء فالف بين قلوبكم — دشمن تھے رب ذوالمنن نے تمہارے درمیان
فاصبحتم بنعمته اخوانا — برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے۔ اور دلوں
(۳۔ ۱۰۳) — میں الفت و مودت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

کیا تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو قرآن مقدس کی یہ نصیحت اپنے لوح دل پر آب زر سے نہ لکھ لینی چاہیے؟

قرآن حکیم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو:۔

قولوا امنا بالله وما انزل — کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اس کلام پر یقین کیا جو
الينا وما انزل الى ابراهيم — ہماری طرف اور ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ یعقوبؑ
واسمعيل واسحاق ويعقوب — موسیٰ، عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوا۔
والاسباط وما اوتي موسى — ہم ان (مقدس ہستیوں) میں سے کسی میں بھی
وعيسى وما اوتي النبيون — تفریق نہیں کرتے۔ (کسی کو مانیں اور کسی سے
من ربهم لا نفرق بين احد — منحرف ہوں)، ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع و منقاد ہیں
منهم ونحن له مسلمون — (۲۔ ۱۳۶)

اور بعض ائمہ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ (گویا قرآن اور حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔)

(۵) حتٰی اذا بلغوا النکاح سے عمر نکاح کی تعیین نہیں ہو سکتی نہ بلوغ نکاح سے سن بلوغ مراد ہے۔ اگر سن بلوغ مراد ہوتا تو نکاح کے بجائے 'حلم' کا لفظ استعمال ہوتا۔ نکاح سے مراد یہاں مجامعت ہے اور قرآن میں جہاں لفظ نکاح بغیر عقد کے آیا ہے وہاں اس سے مراد مجامعت ہی ہے۔

(۶) بلوغ نکاح بمعنی بلوغ رشد ہے۔ جو جوانی کے معنے میں ہے۔ کیونکہ سورۂ انعام میں ہے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتٰی یبلغ اشدہ اور یہ اذا بلغوا النکاح کی تفسیر ہے۔

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح ان کی نابالغی کی حالت میں کیا۔

(۸) صحابہ کا جواز نکاح صغیرہ پر اجماع ہے۔ اور اس کے خلاف کسی کا قول نہیں ہے۔ اور از سلف تا خلف اس کا منکر کوئی نہیں ہے۔

نکاح صغیرہ کے دلائل کمزور ہیں

ہمارے مضامین کا اصل منشا جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں یہ تھا کہ ممانعت نکاح صغیرہ اسلام کی تعلیم کے خلاف نہیں ہے۔ اس کے ضمن میں قرآن و حدیث کی رو سے عدم جواز نکاح صغیرہ کو ترجیح دی گئی تھی۔ پہلی بات کے متعلق معارف خاموش ہے۔ اور دوسری بات پر بحث شروع کر دی ہے۔ پس میں یہاں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نکاح صغیرہ کے جواز کے دلائل کمزور ہیں اور عدم جواز کے دلائل نہایت زبردست ہیں۔

قرآن مجید اور نکاح صغیرہ

وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی آیت نکاح یتیمہ کے جواز میں صراحت کے ساتھ دلالت نہیں کرتی۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چار توجیہیں کی ہیں۔

(۱) ایک حضرت عائشہ کی توجیہ جو بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں جو اپنے ولی کی حفاظت میں ہوں۔ اور ولی ان کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے چاہتے ہوں کہ ان سے نکاح کر لیں مگر تھوڑے مہر پر۔ اللہ نے ایسے نکاح سے روکا۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس میں چار سے زیادہ نکاحوں سے روکا ہے کیونکہ عرب میں لوگ دس دس عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے پھر جب اپنا مال کفایت نہ کرتا تو یتامیٰ کا مال اس طرح اڑا دیتے تو فرمایا کہ اگر تم یتیموں کے مال میں انصاف نہیں کر سکتے جس کی وجہ کثرت ازدواج ہے۔ تو کثرت ازدواج ہی چھوڑ دو۔

(۳) تیسری توجیہ یہ ہے کہ مال کے بارہ میں اگر تم کو ناانصافی کا خوف ہے عورتوں کے بارہ میں بھی ناانصافی سے بچو اور چار سے زیادہ بیبیاں نکاح میں نہ لاؤ۔ اگر ان میں بھی عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بی بی ہو۔

(۴) چوتھی توجیہ یہ ہے کہ وہ یتامیٰ کی ولایت ناانصافی کے خوف سے مشکل سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس سے خوف کرتے ہو تو اسی طرح عورتوں کے بارہ میں زنا سے خوف کرو۔ یعنی اگر زنا میں پڑنے کا خوف ہو تو نیک عورتوں سے نکاح کر لو۔

ان چار توجیہوں میں سے صرف پہلی توجیہ سے نکاح یتیمہ کا جواز ثابت کیا جاتا ہے۔ اور باقی تین توجیہوں میں یتیم لڑکیوں کے نکاح کا ذکر نہیں ہے۔ اور تینوں میں لا تقسطوا فی الیتامٰی سے ان کے مالی حفاظت میں عدم انصاف مراد ہے۔ نہ ادائے مہر میں۔ قرآن کریم کی تفسیر میں قرآن اپنی آپ کا معیار ہے۔ اور مفسرین نے حضرت عائشہ کی توجیہ کے علاوہ .... اس آیت کی تین اور توجیہیں بھی کی ہیں۔ حضرت عائشہ کی توجیہ کی تعیین کس طرح ہو گی۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ والی توجیہ سیاق سباق سے بہت کمزور ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی آیت میں یتامیٰ سے عام یتامے اور انہی کے مال کی حفاظت کا ذکر ہے۔

ان لا تقسطوا فی الیتامٰی میں یتامیٰ سے مراد

واتوا الیتمٰی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الٰی اموالکم انہ کان حوبًا کبیرا۔ اور یتیموں کو ان کے مال دو اور اچھی چیز کو ردی سے نہ بدلو۔ اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ یہ بڑا گناہ ہے۔ اس میں یتیم لڑکے اور لڑکیاں سب اور سب کے مال کی حفاظت اور ناجائز طور سے نہ کھانے کی تاکید ہے۔ اور اس کے بعد کی آیتوں میں بھی ولا تؤتوا السفہاء اموالکم بیوقوفوں کو اپنے مال نہ دو۔ اور وابتلوا الیتمٰی حتٰی اذا بلغوا
اور لڑکیاں شامل ہیں۔ اور ان کے مال کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی ہے چونکہ ماقبل اور مابعد کی آیتوں میں یتیم لڑکے اور لڑکیاں دونوں مراد ہیں اور ہدایات بھی دونوں کے مال کی حفاظت کے متعلق دی ہیں اس لئے وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی میں بھی یتامیٰ سے یتیم لڑکے اور لڑکیاں دونوں مراد ہیں۔ اور عدم انصاف سے بھی مراد دونوں کے مال میں بے انصافی کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف لڑکیوں ہی کا ذکر اس میں کیا ہے۔ اور محض حق مہر ہی میں عدم انصاف سے روکا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ لا تقسطوا فی الیتامٰی میں یتیم لڑکیوں کے نکاح کا جواز صراحت سے ثابت ہو اس میں تو یتیم لڑکیوں کے نکاح کا ذکر تک نہیں ہے۔

یتامی النساء سے مراد

یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلٰی علیکم فی یتامی النساء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن۔	اور تجھ سے عورتوں کے بارہ میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تم کو ان کے بارہ میں فتویٰ دیتا ہے اور جو تم پر کتاب پڑھی جاتی ہے۔ ان عورتوں کے یتیموں کے بارہ میں ہے جن کو تم ان کے لئے جو کچھ مقرر کیا گیا ہے نہیں دیتے اور نہیں چاہتے کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو۔

اس آیت میں اتنا ذکر ہے کہ عورتوں کے بارہ میں فتوے مانگتے ہیں کس بات کا فتویٰ مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ فتویٰ مانگنا ان کے نکاح کے بارہ میں ہے۔ اور عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ یہ ... یتیم لڑکیوں کے مال میراث کے بارہ میں ہے۔ معارف نے اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ تجھ سے یتیم عورتوں کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں حالانکہ سوال میں عورتوں کا ذکر ہے یتیم عورتوں کا نہیں۔

لفظ یتامی النساء کے معنے عورتوں کے یتیم بچے بھی ہو سکتے ہیں اور بیوہ عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ لسان العرب میں ہے یتیم اس عورت کو بھی کہہ سکتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو۔ جو لوگ اس آیت کو نکاح صغیرہ کے جواز کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ ان کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ یتامی النساء سے مراد یہاں عورتوں کی یتیم لڑکیاں ہی ہیں۔ اور بیوہ عورتیں مراد لینا درست نہیں۔ اور یہ بھی ثابت کر دیں کہ یتیم لڑکیوں سے جو نکاح ہوتا تھا۔ وہ نابالغی کی حالت میں ہوتا تھا۔ بیوہ عورتوں یا یتیم لڑکیوں دونوں کی صورت میں اگر نکاح بعد البلوغ ہو تو ان کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔

معارف کے نزدیک بیوہ عورتیں یہاں اس لئے مراد نہیں کہ یہ معنی کسی تفسیر میں نہیں لکھے۔ تو معارف کا معیار تفسیر صرف یہ ہے کہ وہ صرف اسی تفسیر کو درست سمجھتے ہیں۔ جو متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے کی ہو مگر کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا اصول تفسیر میں سے یہ بھی ہے؟ کہ جو کچھ پہلی تفاسیر میں قرآن کے معنے کئے گئے ہیں بس وہی صحیح ہیں۔ اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اور اللہ نے آنے والی نسلوں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی آیت کے ایسے معنے کریں جو پہلے مفسرین نے نہیں کئے؟ میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں کہ اجتہاد اور تحقیق کا دروازہ بند کریں۔ اور کسی آیت کے معنے صرف اس لئے ناقابل التفات ٹھہرائیں کہ ان کا ذکر پہلے مفسرین نے نہیں کیا۔ پس جب تک کسی محکم دلیل سے یہ ثابت نہ کیا جائے کہ اس میں یتامی النساء سے بیوہ عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں۔ اور صرف یتیم لڑکیاں ہی مراد ہیں۔ اس وقت تک اس سے نابالغ کے نکاح کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اگر یتیم لڑکیاں ہی مراد لی جائیں تو بھی وترغبون ان تنکحوھن میں ھُنّ کی ضمیر نساء (عورتوں) کی طرف جاتی ہے۔ جو یتیموں کی مائیں ہیں۔ کیونکہ ولی ان عورتوں کو میراث کا حصہ بھی نہیں دیتے تھے۔ اور یتیموں کی پرورش کے بوجھ سے ڈر کر ان سے نکاح بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یتیموں سے نکاح کا ذکر یہاں کوئی نہیں ہے۔

لفظ یتیم کا استعمال

معارف کا دعویٰ ہے کہ یہاں یتیم لڑکیوں سے نابالغی کی حالت میں نکاح کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یتیم از روئے شریعت کے وہ ہے جس کا باپ اس کی نابالغی کی حالت میں مر گیا ہو۔ اور وہ ابھی بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ بلوغ کے بعد یتیم کو مجازاً یتیم کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے بہر حال یہاں شرعی اور حقیقی معنے مراد لینے پڑیں گے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ از روئے لغت یتیم لڑکی پر لفظ یتیمہ بعد اس کے بلوغ کے بھی ویسا ہی اطلاق پاتا ہے جیسے اس کے بلوغ سے پہلے۔ اور عام استعمال ...
... یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نابالغ لڑکی کے باپ کے انتقال کے بعد لفظ یتیمہ اس کے ساتھ لازم ہو جاتا ہے۔ اور بعد البلوغ بھی دور نہیں ہوتا بلکہ ویسا ہی اس کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قبل البلوغ۔ اس لئے اس لفظ سے نابالغ یتیم لڑکی مراد لینے کے لئے صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ قبل البلوغ اس کا اطلاق حقیقت ہے اور بعد البلوغ مجاز۔ بلکہ کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔ جو تعیین مراد پر شاہد ہو۔ کیونکہ استعمال دونوں حالتوں میں برابر ہے۔ علامہ خطابی کا قول گزشتہ مضمون میں نقل کر چکا ہوں۔ کہ وہ فرماتے ہیں فلزمھا اسم الیتیم فدعیت بہ وھی بالغۃ۔ یتیم لڑکی کے ساتھ لفظ یتیم لازم ہو جاتا ہے اور بعد البلوغ بھی وہ اسی نام سے پکاری جاتی ہے۔ لسان العرب میں ہے

وقال ابو سعید یقال للمرأۃ یتیمۃ فلا یزول عنھا اسم الیتیم ابدا التی مات ابوھا قبل بلوغھا فلزمھا اسم الیتیم فدعیت بہ وھی بالغۃ۔	اور ابو سعید کہتے ہیں کہ عورت کو یتیمہ کہا جاتا ہے اور یتیم کا نام اس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا ہے۔ یتیمہ وہ ہے جس کا باپ اس کے بلوغ سے پہلے مر جائے۔ پس یتیم کا نام اس کو لازم ہو گیا اور بعد البلوغ بھی مجازاً اسی نام سے پکاری جاتی ہے۔

لا یتم بعد الحلم کے معنے

شریعت نے لفظ یتیم کے اطلاق اور استعمال سے کوئی بحث نہیں کی کہ کب وہ حقیقتاً ہوتا ہے اور کس وقت مجاز۔ نہ یہ شریعت کے فرائض میں داخل ہے۔ شریعت لغت پر حکومت نہیں کرتی۔ بلکہ شریعت کا مفہوم لغت کے موافق لیا جاتا ہے۔ البتہ بعض وقت ایک لفظ کے عام مفہوم کی کسی خاص شکل و صورت کے متعلق کچھ خاص ہدایتیں دیدیتی ہے۔ جو عام مفہوم سے تعلق نہیں رکھتیں جب اس لفظ کے ساتھ ان ہدایتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے وہی خاص معنے مراد ہوتے ہیں۔ لیکن جب اس بات کا فیصلہ ہی نہ ہو۔ کہ وہ ہدایتیں خاص مفہوم سے تعلق رکھتی ہیں تو وہاں پہلے سے خاص مفہوم معین کرنا درست نہیں۔ پس لا یتم بعد الحلم کے معنے یہ ہیں کہ بلوغ کے بعد وہ احکام جو یتیم کی حالت قبل البلوغ سے خاص ہیں ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ معنی نہیں کہ بعد البلوغ لفظ یتیم یا یتیمہ اطلاق نہیں پاتا۔ کیونکہ یہ کام اہل لغت کا ہے۔ نہ شریعت کا۔ شریعت کا کام بیان احکام ہے اور لغات کا مفہوم اہل محاورہ خود جانتے ہیں۔ علامہ زمخشری نے انہیں لغات کے تحت میں لکھا ہے واما قولہ علیہ السلام لا یتم بعد الحلم فھو تعلیم الشریعۃ لا لغۃ۔ یعنی انہ اذا احتلم لم تجر علیہ احکام الصغار۔ آنحضرت کا قول کہ بلوغ کے بعد یتیم نہیں ہے یہ شریعت کی تعلیم ہے۔ بیان لغت نہیں ہے یعنی جب وہ بالغ ہو جائے تو نابالغوں کے احکام اس پر جاری نہیں ہوتے۔ قسطلانی شرح بخاری میں بھی ہے واما قولہ علیہ السلام لا یتم بعد الحلم فھو تعلیم الشریعۃ لا لغۃ یعنی اذا احتلم لم تجر علیہ احکام الصغار۔ (جلد ۹ صفحہ ۳۶۲)

جصاص کا قول اور حجر ولی

رہا یہ امر کہ جصاص نے نابالغ اور بالغ پر یتیم کے لفظ کے استعمال میں حقیقت اور مجاز کا فرق کر کے آیت بالا سے صرف نابالغ یتیم لڑکیوں کا نکاح مراد لیا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ میرے نزدیک آپ اور جصاص دونوں ایک ہی صف میں ہیں نہ آپ کی کوئی بات بلا دلیل قابل توجہ ہے نہ جصاص کی جب تک از روئے لغت لفظ یتیم کا اطلاق بالغ اور نابالغ دونوں پر یکساں طور پر ہو سکتا ہے۔ اس وقت حقیقت اور مجاز کا فرق چنداں اثر نہیں ڈال سکتا اس لئے کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ فی الحقیقت اس سے نابالغ یتیم لڑکیاں ہی مراد ہیں۔ اس کے علاوہ والیتیمۃ ھی تکون فی حجر ولیھا کو پیش کیا گیا ہے اور یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا بالغہ عورت کے لئے حجر "گود" کا لفظ زیب دیتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر حجر سے حقیقتاً "گود" مراد ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یتیم لڑکی ہر وقت ولی کی گود ہی میں رہتی ہے۔ اور اگر اس سے تربیت اور نگرانی مراد ہے تو وہ بالغ اور نابالغ کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے۔

اجماع اور استدلال

واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن	وہ عورتیں جو حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم شک کرو تو ان کی مدت تین ماہ ہے۔ اور نیز جن کو حیض نہیں آتا۔

"معارف" رقمطراز ہے۔ کہ واللائی لم یحضن سے نابالغہ لڑکیوں کے سوا اور کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ دلیل یہ ہے کہ تمام صحابہ۔ تابعین اور پہلے اور پچھلے مفسرین نے اس کے یہی معنے کئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین اور تمام مفسرین کا علم آپ کو کب اور کس ذریعہ سے ملا۔

دلچسپ اقتباسات

مسلمان لیڈروں کی صاف دلی - اگرچہ بعض ہندو جرائد قتل راجپال کی آڑ میں مذہب اسلام اور اس کے بانی حضرت محمدؐ صاحب کی ذات بابرکات کے خلاف نہایت کمینے الزامات تراشنے میں مصروف ہیں۔ لیکن مسلمان لیڈروں کی صاف دلی ملاحظہ ہو کہ وہ باوجود ان ناقابل برداشت حملوں کو سننے ہوئے بھی قتل راجپال میں ان کے ساتھ نہایت خلوص دل سے اظہار ہمدردی کر رہے ہیں۔ جہاں ہم مسلمان بھائیوں کا اس صاف دلی اور اظہار ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہاں یہ بھی کہنے سے جھجک نہیں سکتے۔ کہ اب وہ دن دور نہیں جب کہ پھر سے پہلے کی طرح امن وامان قائم ہو جائے اور ہندو مسلم کی جے کے نعرے دوبارہ بلند ہونے لگیں۔ (رشی امرتسر)

تبلیغ عیسائیت - یہ ایک حقیقت ہے کہ مسیحی دنیا میں مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے اور لوگ اس سے بیزار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تاہم جن اصحاب کے دلوں میں مذہب کی وقعت و حرمت باقی ہے وہ تبلیغ و اشاعت کے کام میں بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ اور پورے جوش کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔

اس وقت صرف ایک ہندوستان کے اندر سات سو عیسائی انجمنیں تبلیغ عیسائیت کے کام میں مصروف ہیں۔ جو مختلف صوبوں میں تبلیغ و اشاعت کے کام کر رہی ہیں۔ انہیں بیرونی ممالک سے ہزاروں روپیہ اس کام کے لئے ملتا ہے۔ حال ہی میں ان کی طرف سے ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بصیرت و عبرت کے لئے بہت کچھ سامان موجود ہے۔

امریکہ نے (۲۴۸۰۶۳۲۹) پونڈ
کینیڈا نے (۹۴۰۲۲۲) ″
برطانیہ نے (۲۷۶۹۹۳۵۳) ″
اور سویڈن، ناروے، سوئٹزرلینڈ نے (۸۰۹۲۰) ″
اور جرمنی نے (۶۳۹۵) ″

انہیں عطا کیا - یہ رقم کئی سال میں نہیں صرف ایک سال میں بھیجی گئی - خیال کرو کہ اس مفلس اور غریب ملک میں ان لاکھوں پونڈوں کی چمک دمک اور ان انجمنوں نے کتنے مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالا ہوگا - اور ہمارے کتنے بھائی دولت ایمان سے محروم کر دئے گئے ہوں گے - مسلمان غافل اور باہمی جنگ و جدل میں مصروف ہیں - اور کام کرنے والے خاموشی سے کام کر رہے ہیں - کچھ خدا ہی کا فضل ہے ورنہ اتنی وسیع اور زبردست کوششیں سرزمین ہند سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دینے کے لئے کافی نہیں - کیا مسلمان اب بھی آنکھیں کھولیں گے - (منادی)

تحریک شدھی سے ڈرانیکی ایک نئی ترکیب (لالہ لاجپت رائے کا مکتوب) اخبار ملاپ کے لاجپت رائے نمبر میں لالہ لاجپت رائے جی کی ایک چٹھی شائع ہوئی ہے جو آپ نے انگلستان کو جاتے ہوئے راستہ میں جہاز سے ہی پنڈت مدن موہن مالویہ کے نام لکھی تھی - اس چٹھی میں لالہ جی لکھتے ہیں کہ جس جہاز میں میں سفر کر رہا ہوں اس میں پارلیمنٹ کا ایک کا نزرویٹو ممبر بھی ہے جو ہندوستان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے - یہ شخص اینگلو انڈین افسران کی طرح ہندو سنگھٹن اور شدھی کی تحریک کے سخت خلاف ہے - اس شخص کے خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے افسران اعلی تحریک شدھی سے بہت گھبرائے ہوئے ہیں مسلمان شاید تحریک شدھی کے اس قدر خلاف نہ ہوں جس قدر کہ یہ افسران خلاف ہیں - ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر شدھی کی تحریک کامیاب ہو گئی تو ہندوستان میں ہندو راج قائم ہو جائے گا - (الجمعیتہ)

— انقلاب ۱۳ خبر کا ذمہ دار ہے کہ پشاور میں افواہ ہے کہ بچہ سقہ

خبریں

— ایران میں ایک نیا قانون وضع کیا گیا ہے جس کی رُو سے ملک کے تمام باشندوں کو پہلوی ٹوپی اور چھوٹا کوٹ پہننا پڑے گا۔

— ہندوستان کے مشہور شاعر رابندرا ناتھ ٹیگور کینیڈا پہنچ گئے ہیں۔

پشاور ۱۷ اپریل - بیان کیا جاتا ہے کہ چند دن ہوئے شاہ امان اللہ کے ہوائی جہاز کابل پر اُڑتے ہوئے دیکھے گئے - اُنہوں نے پمفلٹ بھی پھینکے۔

— پشاور ۱۷ اپریل - سردار علی احمد جان کی گرفتاری کے متعلق اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی تھی اس کی تردید قابل وثوق ذرائع سے ہو گئی ہے - معلوم ہوا ہے - سردار صاحب قندھار میں شاہ امان اللہ کی امداد کر رہے ہیں -

— پشاور ۱۷ اپریل - خوست سے ایک شخص یہاں پہنچا ہے - اس کا بیان ہے کہ وہاں ایک بااثر شخص ملک بخش جان نے جنرل نادر خاں کو گرفتار کر رکھا ہے - انہوں نے جو تھوڑی سی بہت فوج جمع کی تھی اس کے بھی ہتھیار چھین لئے ہیں - ملک بخش جان شاہ امان اللہ کا وفادار ہے - وہ جنرل موصوف کو عنقریب ان کی خدمت میں پیش کرے گا۔

— افواہ ہے کہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے سر حبیب اللہ کے ریٹائر ہو جانے پر ان کی جگہ نواب چھتاری کو مقرر کیا جائے گا۔

— دہلی ۱۷ اپریل - بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کی فوجوں کا اثر کابل کے ارد گرد صرف ۲ میل تک رہ گیا ہے - امان اللہ کی فوجیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

— ریگا ۱۵ اپریل - سوویٹ سینٹرل ایگزیکٹو نے ایک قانون پاس کیا ہے جس کی رُو سے تمام مذہبی جماعتوں کی سرگرمیاں روک دی گئی ہیں -

— لاہور ۱۸ اپریل - گذشتہ ہفتہ کے روز جبکہ وائسرائے دہلی سے ڈیرہ دون جا رہے تھے تو راستہ میں سہارن پور کے قریب ان کی ٹرین کو تباہ کرنے کی سازش کی گئی - بیان کیا جاتا ہے کہ سپیشل ٹرین کو سہارنپور کے سٹیشن پر یکایک روک لیا گیا - دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا پل جل رہا ہے - تار وغیرہ کٹے ہوئے ہیں بمراغ ملنے پر وائسرائے کو موٹر کے ذریعے ڈیرہ دون بھیجا گیا ہے - اس واقعہ سے بہت سنسنی پھیل گئی ہے

— سکھ جگہ جگہ نہرو رپورٹ کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔

— دارجیلنگ ۱۷ اپریل - آج چودہری نواب علی رکن مجلس انتظامیہ گورنر بنگال کا انتقال ہو گیا -

— پشاور ۱۷ اپریل - ہزارہ قوم کے نبرد آزماؤں کا ایک لشکر جرار کابل کے قریب جمع ہو گیا ہے - اس وقت کابل میں سخت بدنظمی ہے - دوکانیں بند اور لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں - بچہ سقہ کی سرگرمیوں کے متعلق کوئی صحیح خبر نہیں ملتی - سوائے اس کے کہ وہ محل میں ہے -

— لاہور ۱۷ اپریل - لاہور کے مشہور طبیب حکیم عالم شاہ کا انتقال ہو گیا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون۔

— پشاور ۱۷ اپریل - نقیب صاحب چار باغ (متصل جلال آباد) کے صاحبزادے پشاور تشریف لائے ہیں - اور وکیل التجارت عبدالحکیم کے ہاں فروکش ہیں - آپ شاہ امان اللہ خاں کے زبردست حامی ہیں -

— پشاور ۱۷ اپریل - اطلاع ملی ہے کہ تیراہ کے شیعہ اور سنیوں کی خانہ جنگی سرِدست معرض التوا میں پڑ گئی ہے - اعلان کیا گیا ہے کہ عید تک عارضی طور پر صلح رہیگی -

— میرٹھ ۱۷ اپریل - مقدمہ سازش میرٹھ کے ملزموں کو جو ریمانڈ دیا گیا تھا - اس کی میعاد کل ختم ہو گئی ہے - معلوم ہوا ہے کہ پولیس مزید ریمانڈ حاصل کرنے کے لئے درخواست دیگی - اس مقدمہ کے ایک ملزم مسٹر شب ناتھ بینرجی ڈکہ جیل میں کسی اور مقدمہ کی سزا بھگت رہے تھے - آپ کو وہاں سے میرٹھ جیل پہنچایا گیا -

— میرٹھ ۱۷ اپریل - نظربند افغان شہزادوں نے وائسرائے سے مطالبہ کیا ہے - کہ ان کے اخراجات سرکاری خزانہ سے ادا کئے جائیں - اور ایسا نہ کیا گیا تو وہ اپنے تئیں آزاد خیال کرینگے - اور جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے -

— شملہ ۱۷ اپریل - آج سر والٹس ہمفریز وائسرائے سے ملاقات

ہو جائیں گے۔

— پشاور ۱۷ اپریل - گردیز کی تازہ اطلاع مظہر ہے کہ جنرل نادر خاں حاجیوں - منگلوں - جدرانوں اور احمد زیوں کی کافی جماعت ساتھ لے کر کابل روانہ ہو گئے ہیں -

— پشاور ۱۷ اپریل - جنرل نادر خاں کے بھائی سردار محمد ہاشم خاں ابھی تک جلال آباد ہی میں مقیم ہیں -

— پشاور ۱۷ اپریل خوست کی طرف سے جو مسافر حال ہی میں آئے ہیں ان کا بیان ہے - کہ جنرل نادر خاں کے خاندان کے ارکان سے لوگ بیزار ہو گئے ہیں - کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کی متعدد خواتین حوالات میں زندگی بسر کر رہی ہیں -

— لاہور ۱۸ اپریل - بم فیکٹری کے سلسلہ میں جن تین نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پولیس کو اپنے نام فرضی بتائے ہیں - ولدیت اور جائے سکونت بتانے سے انکار کر دیا ہے

— لنڈن ۱۸ اپریل - اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے خبر شائع کی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کا بیٹا ان کے لئے امداد حاصل کرنے کی غرض سے ماسکو گیا ہے۔

— پرتاپ اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ قندھار کے مشہور ہندو سوداگر لالہ کانشی رام نے شاہ امان اللہ کی خدمت میں چھ ہزار روپیہ نقد بطور نذرانہ پیش کیا ہے - اور ہر ماہ دو ہزار روپیہ پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

— چمن ۱۸ اپریل - اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بچہ سقہ کے چند آدمی خفیہ طور پر قندھار میں گشت لگاتے رہے اور موقعہ پا کر اُنہوں نے ٹیلیفون کا سلسلہ خراب کر دیا -

— چمن ۱۸ اپریل - بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کے پاس روپیہ کی کمی نہیں - جو تھوڑی بہت تھی اس کو شاہی زیورات فروخت کر کے پورا کر لیا گیا ہے - افغانستان کے جس حصہ کا مالیہ اب بھی وہی وصول کرتے ہیں - کسٹم ڈیوٹی بھی ان کی حکومت وصول کرتی ہے -

— پشاور ۱۷ اپریل - سرحدی لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ امان اللہ خاں عنقریب کابل پر قبضہ کریں گے - ان کی افواج جس رفتار سے پیشقدمی کر رہی ہیں - اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں کابل فتح ہو جائے گا۔

— خبر ہے کہ شاہ امان اللہ نے ایک پیغام بچہ سقہ کو ارسال کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ میں تمہاری شرارتوں کو معاف کرتا ہوں - کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم ڈاکو ہو - اور دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہو - اگر خواری سے بچنا چاہتے ہو تو کابل کا تخت خالی کر دو - تمہارے تمام قصور معاف کر دئے جائیں گے۔

— پشاور ۱۷ اپریل - کابل کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ کابل سے چالیس میل کے فاصلہ پر شیخ آباد کے قریب بچہ سقہ اور امان اللہ کی افواج میں زبردست لڑائی شروع ہو گئی ہے - مقتولین و مجروحین کی تعداد بہت زیادہ ہے - یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کابل کے تمام ہسپتال مجروحین سے پر ہو گئے ہیں -

— ضلع رہتک کے تمام اعلیٰ حکام ہندو ہیں - ہندو پبلک مسلمانوں کو بہت دق کر رہی ہے -

— ماسکو ۱۷ اپریل - ایک نیم سرکاری بیان مظہر ہے کہ افغانی ایرانی سرحد پر خطرات سے لبریز حالات رونما ہونے کے سلسلہ میں موسیو قراخاں اسسٹنٹ کمشنر امور خارجہ نے ایرانی سفیر کو تنبیہ کی ہے کہ سوویٹ حکومت ان مساعی کو خاموشی سے برداشت نہیں کر سکتی - جو افغانستان کی سیادت و عزت کے خلاف کی جائیں گی - ساتھ ہی حکومت ایران سے درخواست کی گئی ہے کہ ایران کے غیر ذمہ دار حلقوں کی تدابیر کے خلاف فوری ذرائع اختیار کئے جائیں -

پشاور ۱۸ اپریل - قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ آباد میں بچہ سقہ کے لشکر قبیلہ وردک کے مابین جو جنگ ہوئی تھی اس میں بچہ سقہ کی فوج کو نقصان عظیم اٹھانا پڑا - ہزاروں آدمیوں کے ساتھ بچہ سقہ کا باپ بھی گرفتار ہو گیا - بچہ سقہ کی فوج ایسی پسپا ہوئی کہ اب [illegible] کا میدان جنگ میں آنا اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ ۔ نمبر ۶

اسلام اور عیسائیت
مسیحی معتقدات سے عیسائی دنیا کی بیزاری

اخبار بین اصحاب سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ کچھ عرصہ سے اسلامی ممالک کے اندر بعض تبدیلیاں جن کا زیادہ تر تعلق تمدن اور سیاسیات سے ہے عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اس پر غیر مسلم اخبارات کے اندر بہت کچھ اظہار مسرت ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تبدیلیاں فی الحقیقت دین حنیف کو خیر باد کہہ دینے اور اسلام سے دستبردار ہو جانے کے مترادف ہیں۔ عیسائی ممالک اور عیسائی مشنری اس خوشی کے مارے جامے کے اندر پھولے نہیں سماتے کہ اسلامی ممالک کے اندر یہ تبدیلیاں درحقیقت اس امر پر دال ہیں کہ ان ممالک سے اسلام کا جنازہ نکل چکا۔ اور اس کی جگہ مغربیت یا بالفاظ دیگر عیسائیت نے لے لی۔

اس میں شک نہیں کہ ممالک اسلامیہ ترکی اور افغانستان میں بعض تمدنی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں۔ اور لائی جا رہی ہیں اور عامۃ الناس پر ان تبدیلیوں کا خوشگوار اثر نہیں ہوا۔ لیکن غیر مسلم پریس کا یہ رویہ سخت قابل اعتراض ہے کہ اکثر باتیں ایسی مشتہر کی گئیں جنہیں مجموعہ اکاذیب و اباطیل کہنا چاہیے۔ مثلاً یہی بات کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے نعوذ باللہ من ذالک قرآن مجید کو اپنے کمرے کے ایک کونہ میں پھینک دیا۔ اور اسی قبیل کی دوسری باتیں جنہیں ایک مسلمان سننے کی تاب بھی نہیں لا سکتا۔ سب معاندانہ پروپیگنڈا سے تعلق رکھتی ہیں۔ واللہ یہ قطعاً غلط ہے کہ ان ممالک اسلامیہ نے دین حنیف سے کنارہ کشی اختیار کر کے آغوش مغربیت یا عیسویت میں پناہ لے لی ہے۔ زبان۔ لباس پوشش یا طرز رہائش کے اندر بعض تبدیلیوں کے عمل میں لے آنے سے مذہب پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ مذہب کا تعلق انسان کے دل سے اور اعمال صالحہ سے ہے نہ کہ لباس زبان یا طرز رہائش سے۔ اور نہ اسلام کسی خاص طرز تمدن کا نام ہے۔ اسلام نام ہے ان اصول و اعتقادات صحیحہ کا جو انسان کی روحانی و جسمانی نشوونما اور ترقی کا موجب ہوتے ہیں۔ لباس۔ یا زبان یا طرز بود و باش سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ملک کے رواج وہاں کے طریق اور وہاں کے حالات پر منحصر ہے۔

نہ تو اسلام انسان کی دنیوی ترقی کا دشمن ہے اور نہ وہ مادی ترقی کے حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے حال ہی میں محض ان افواہوں کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اسلامی ممالک کی سیاحت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ حقیقت حال وہ نہیں جو بیان کی جاتی تھی۔ ترک ہوں یا افغان۔ ایرانی ہوں یا عرب کسی نے بھی ان اعتقادات صادقہ سے اعراض یا روگردانی نہیں کی جنہیں اسلام کے اصول اساسی کہنا چاہیے۔ وہ خدائے واحد کی توحید پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کو رکھنا چاہیے۔ وہ محمد عربی کی رسالت کے ایسے ہی مصدق ہیں جیسا کہ ایک مسلمان کو ہونا چاہیے۔ اور وہ قرآن مجید کو ایسا ہی کتاب الٰہی مانتے ہیں جیسا کہ ایک مسلمان کی شان ہے۔ وہ پابند صوم و صلوٰۃ بھی ہیں۔ ان کی مسجدوں میں اذانیں گونجتی اور نمازیں ادا کی جاتی ہیں یہ باتیں محض قیاس کی بنا پر نہیں۔ بلکہ قابل وثوق شواہد کی بنا پر عرض کی جا رہی ہیں۔ سردار اقبال علی شاہ ایک زبردست اہل قلم ہیں۔ اور انگلستان اور امریکہ کے علمی ادبی رسائل آپ کے رشحات قلم سے سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ ان مخالف افواہوں سے متاثر ہو کر آپ نے اسلامی ممالک کی سیاحت کی۔ اور وہاں جو کچھ آپ نے بچشم خود دیکھا اس کو بیان آپ نے گزشتہ نومبر میں لندن میں مسلم برٹش سوسائٹی کے ایک جلسہ کے اندر اسی موضوع پر ایک زبردست لکچر دیا۔ اور آپ نے بتایا کہ اس میں شک نہیں کہ ان ممالک کے اندر بعض تبدیلیاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ لیکن اس قسم کی افواہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دین کو نذر مغربیت کر دیا۔ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہیں۔ یہ ہے حقیقت حال ان افواہوں اور غلط خبروں کی جن کی بنا پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ کہ اسلام اب صفحۂ ہستی سے اٹھ گیا۔ لیکن ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو اسلام کے صفحۂ ہستی سے اٹھ جانے پر اس قدر اظہار مسرت کر رہے ہیں کیا ان کو اپنے گھر کی بھی خبر ہے؟ ممالک اسلامیہ کے اندر چند سیاسی اور تمدنی تبدیلیاں رونما ہونے پر خوش ہونے والوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ جس مذہب سے لوگ دستبردار ہو رہے ہیں وہ اسلام نہیں ہے بلکہ وہ کوئی اور مذہب ہے۔

گو اس حقیقت کو ہم کئی دفعہ پہلے بھی اپنے اخبارات و رسائل کے اندر منکشف کر چکے ہیں۔ کہ عیسائیت اندر ہی اندر اپنے اصول اساسی کی کمزوری کو محسوس کر چکی ہے اور یوم سبت کی طرف سے تغافل اور گرجوں کے اندر حاضرین کی حیرت انگیز کمی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ عیسائیت کے اصول اب دلوں پر حکمرانی نہیں کر سکتے۔ لیکن ڈاکٹر ڈبلیو داش جو کہ فری رلیجس موومنٹ (آزاد مذہبی تحریک) کے قائد اعظم ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں لنڈسے ہال لنڈن (ویسٹ) میں ایک لکچر کے دوران میں جن کھلے الفاظ کے اندر عیسائیت کے اصول اساسی پر تیر چلایا ہے۔ اس پر عیسائی دنیا جس قدر ماتم کرے بجا ہے۔ چنانچہ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کا اقتباس ہم ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں:-

(۱) گو پرانا عقیدہ یہ ہو لیکن زمانہ حاضرہ اس امر کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(۲) گو پرانا عقیدہ نہ ہو لیکن زمانہ حاضرہ اس امر کا انکار کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر کر پھر جی اٹھے اور پھر آسمان پر چڑھ گئے۔

(۳) گو پرانا عقیدہ تسلیم کرتا ہے لیکن زمانہ حاضرہ اس کو مان نہیں سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قادر مطلق اور سب جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

(۴) گو پرانے عقیدہ کی رو سے مانا جائے لیکن زمانہ حاضرہ نہیں مانتا کہ بائبل غلطیوں سے پاک ہے۔

(۵) گو قدیم عقیدہ کے نزدیک یہ درست ہو لیکن زمانہ حاضرہ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کہ صلیب پر چڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفارہ بن گئے۔

یہ تمام باتیں جن کو بقول ڈاکٹر داش زمانہ حاضرہ ماننے کے لئے تیار نہیں وہ ہیں جن پر عیسویت کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ کنواری کے بطن سے پیدا ہونا اور پھر صلیب پر چڑھ کر کفارہ ہونا اگر آج زمانہ نہیں مانتا تو پھر عیسائی مذہب کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اور اگر ممالک اسلامیہ کے اندر محض چند سیاسی اور تمدنی تبدیلیاں رونما ہونے سے اسلام کا جنازہ نکل سکتا ہے تو جس مذہب کے پیرو اس کے اصول اساسی کو ماننے سے علانیہ انکار اور بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اس مذہب کا کیا حشر ہو سکتا ہے۔

حدیث نبویؐ میں آیا ہے۔ کہ دجال نمک کی طرح خود بخود پگھل جائیگا۔ ڈاکٹر داش کے الفاظ اس حدیث کی عملی تصدیق ہیں اور مسیح موعود کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت۔

فاعتبروا یا اولی الابصار !!

اختلاف عقائد کے ساتھ بیعت

یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ہندو جاتی کے لاکھوں کروڑوں نفوس کے معتقدات کے اندر اختلافات کا ایک تلاطم عظیم بپا ہے۔ نہایت متضاد عقائد و خیالات رکھنے والے اشخاص جن کے اصول میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ ہندو کہلاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ہندو جاتی کے قابل سے قابل اصحاب کی دماغ سوزی کے باوجود کوئی مستقل تعریف "ہندو" کی قرار نہیں پا سکی۔ مورتی پوجا کا دلدادہ بھی ہندو اور اس کا کھنڈن کرنے والا بھی ہندو۔ ویدوں کو الہامی کتب ماننے والا بھی ہندو اور نہ ماننے والا بھی ہندو۔ خدا کی ہستی پر یقین رکھنے والا بھی ہندو۔ اور ایک سرے سے خدا کی ہستی سے انکار کرنے والا بھی ہندو۔ کرشن اور رامچندر جی کو خدا کا اوتار ماننے والا بھی ہندو اور ان کو ایک انسان سے زیادہ مرتبہ نہ دینے والا بھی ہندو۔ راون کو ایک بدترین انسان ماننے والا بھی ہندو اور اس کو ایک دیوتا کی حیثیت دینے والا بھی ہندو۔ غرض ہندو ایک ایسی اصطلاح ہے جس کی نسبت بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ؎

یہ ہے وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا۔

ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ باوجود اختلاف عقیدہ کے ایک شخص جناب میاں صاحب کی بیعت کر سکتا اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو سکتا ہے۔ مرید کے اعتقادات اور پیر کے اعتقادات میں خواہ زمین آسمان کا فرق ہو اس سے کچھ غرض نہیں۔ محض ہاتھ میں ہاتھ دینا ہی کافی ہے۔ اور ایسا شخص آپ کی سوسائٹی یا جماعت کا ممبر بن سکتا ہے۔ خواہ اس کا عقیدہ کچھ ہی ہو۔ کیا یہاں بعینہٖ ہندو جاتی کا نقشہ نظر نہیں آتا؟ ہمارے ایک محترم بزرگ کے یہ الفاظ کس قدر حقیقت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں کہ ہندو مذہب کی طرح محمودیت کی بھی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والا بھی محمودی اور ماننے والا بھی محمودی۔ حضرت نبی کریمؐ کو آخری نبی ماننے والا بھی محمودی اور نہ ماننے والا بھی محمودی۔ قرآن مجید کو آخری کتاب ماننے والا بھی محمودی اور نہ ماننے والا بھی محمودی۔ حضرت مرزا صاحب کو شرعی نبی سمجھنے والا بھی محمودی اور نہ سمجھنے والا بھی محمودی۔ غرض بیعت کر لے تو محمودی۔ ایک عیسائی بیعت کر لے اور اپنے عقیدہ پر قائم رہے تو محمودی۔ خلافت کو منصوص قرار دینے والا محمودی اور اس سے انکار کرنے والا محمودی۔ فقط سوسائٹی میں داخل ہونے کی بیعت کرے اور جو چاہے عقیدہ رکھے۔ عجیب گورکھ دھندہ ہے۔ کیا کوئی محمودی اس ہمہ گیر محمودیت کی کوئی تاویل کر کے اس کی معقولیت پر روشنی ڈالیں گے؟

شب برات

مسلمانوں کے ہاں شعبان کے نصف میں جس بربادکن اسراف کو عمل میں لایا جاتا ہے وہ قوم کے لئے باعث صد ننگ و عار ہے۔ صرف ایک رات کے اندر ہی قوم کا لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ آگ کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ رسم بد بڑے بڑے شہروں سے لیکر چھوٹے چھوٹے دیہات تک پھیلی ہوئی ہے۔ ۱۹۲۶ء کی شب برات میں جو آتشبازی ولایت سے آئی تھی اس کی قیمت لاکھوں روپیہ تھی۔ خود ہندوستان کے اندر کی تیار شدہ آتشبازی یقیناً اس سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ مسلمان قوم کی مفلوک الحالی تو ضرب المثل ہے۔ اقتصادی رنگ میں دنیا میں شاید سب سے پیچھے رہنے والی قوم مسلمانوں ہی کی ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ کیوں ان باتوں پر غور نہیں کرتے جن سے وہ دن بدن مفلس اور تہیدست ہوتے جاتے ہیں۔ ایسے تباہ کن مصارف جن سے نہ کوئی دینی فائدہ متصور ہو سکتا ہے نہ دنیوی۔ لاکھوں روپیہ صرف ایک رات کے اندر صرف کر ڈالنا درحقیقت قوم کی اقتصادی مصائب میں اضافہ کرنا ہے۔ اس لئے ہم اپنی قوم کے تمام افراد کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ وہ اپنے بچوں کو ان فضول اور بربادکن عادات سے بچنے کی ہدایت کریں۔ قطع نظر اقتصادی نقصانات کے بچوں کو آگ سے کھیلنے کی اجازت دینا ان کی زندگیوں کو معرض خطر میں ڈالنا ہے ہر سال اس قسم کے دردناک واقعات سننے میں آتے ہیں کہ فلاں جگہ اس قدر بچوں کو آتشبازی سے آگ لگ گئی۔ یہ کس قدر حماقت ہے کہ دام خرچ کر کے اپنی ہلاکت کو مول لیا جائے۔

ہم تمام بہی خواہان قوم۔ تمام بارسوخ اور سربرآوردہ مسلمانوں اور مساجد کے ائمہ کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو سمجھائیں کہ شب برات پر جو خلاف حکم خدا اور خلاف حکم رسول اسراف عمل میں لایا جاتا ہے وہ محض گناہ ہی نہیں بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی قوم کے لئے سخت تباہ کن ہے۔

مسلمانوں کا یہی روپیہ اگر کسی صحیح مصرف میں خرچ ہو تو اس سے کئی مفید قومی کام انجام پا سکتے ہیں۔ یہی رقم جو ہر سال غریب مسلمانوں کی جیب سے نکل کر نذر آتش ہو جاتی ہے۔ کسی قومی فنڈ میں جمع ہو کر قوم کے تعمیری کام میں صرف ہو تو چند سالوں کے اندر ہی قوم کی بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ قوم کی آنکھوں کو کھول دے۔ تاکہ وہ اپنے نفع نقصان کو دیکھ سکیں۔

شاہنامۂ اسلام

جلسہ سالانہ پر جناب ابوالاثر حفیظ صاحب نے اپنے شاہنامۂ اسلام سے چند مختلف حصے سنائے تھے۔ جسے تمام دوستوں نے بیحد پسند کیا تھا۔ یہ کتاب طبع ہو رہی ہے۔ اور پہلا حصہ حضرت آدمؑ سے حضرت نبی کریمؐ کی پیدائش تک ہے۔ قیمت حصہ اول ۱۴

ہمارے احباب کو اس کی کثرت اشاعت میں پورا پورا حصہ لینا چاہئے۔ تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور معہ قیمت پیشگی یا آرڈر وی پی بھیجے جائیں۔

ہوتا ہے اس لحاظ سے ان کے کارخانہ کی تباہی ایک افسوسناک قومی نقصان ہے۔ جس پر جس قدر رنج اور افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

ہم تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے شیخ صاحبان کی خدمت میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اس نقصان کی برداشت کی طاقت انہیں عطا فرمائے اور وہ اپنے کاروبار کو دوبارہ عمدگی کے ساتھ چلانے اور قومی تحریکات میں اسی طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے قابل ہوں جو ان کا ہمیشہ سے شعار چلا آتا ہے۔

ہمیں ابھی تک "زمیندار" کی مندرجہ بالا خبر کے علاوہ براہ راست کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی اس لئے مزید تفصیلات معلوم ہونے پر آئندہ اشاعت میں دی جاسکیں گی۔

بندہ بیراگی کی یادگار

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم بندہ بیراگی کے ان وحشیانہ مظالم کا ذکر کسیقدر تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ جو مذہبی جنون اور جوش تعصب میں اس نے مسلمان عورتوں اور بچوں پر کئے۔ یہ ایک جاہل اور کندۂ ناتراش انسان تھا جس کو اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ مذہب دنیا میں کیا سکھانے آیا ہے صرف مسلمان کا نام اس کے جوش غضب کو بھڑکانے کے لئے کافی تھا حاملہ عورتوں معصوم بچوں اور ہر اس متنفس کو جس پر مسلمان کا نام عائد ہو سکتا تھا۔ تلوار کے گھاٹ اتارنے اور وحشیانہ طریق سے ذبح کرنے میں اسے ذرا باک نہ تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہندوؤں کا قوم پرست طبقہ اس ظالم وحشی اور خونی انسان کا نام اس وقت لینا پسند نہ کرے گا لیکن یہ دیکھنا موجب حیرت ہے کہ آج بندہ بیراگی کے انہی وحشیانہ مظالم کو اس کے قابل فخر کارناموں سے تعبیر کیا جاتا اور ایک میلہ کی شکل میں اس کی یادگار منانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ یہ میلہ لاہور میں ۲۴-۲۵-۲۶ مئی کو ہونے والا ہے جس میں شمولیت کے لئے ایک مہاسبھائی مرہٹہ لیڈر ڈاکٹر ساورکر پونہ سے چل کر آنے والے ہیں فی الواقعہ اس سے بڑھ کر موزوں طریق اس یادگار کو منانے کے لئے اور کوئی نہ ہوسکتا تھا۔ کہ سیواجی کی اولاد کو اس میں شمولیت کے لئے بلایا جائے اس سے ظاہر ہے کہ ہندو قوم کی ذہنیت آج سیواجی اور بندہ بیراگی کی ذہنیت سے کوئی درجہ امتیاز نہیں رکھتی۔ ہم نہیں جانتے اس افسوسناک ذہنیت کا کن لفظوں میں ماتم کریں۔ اور برادران وطن کو سمجھائیں کہ یہ حالات ملک اور قوم کے لئے کسی طرح مفید نہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر آج بندہ بیراگی اور سیواجی کی یادگاریں قائم کر کے ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جذبۂ نفرت و عناد کو ترقی دی جاتی ہے تو کل وہ وقت بھی آنے والا ہے۔ جب یہی جذبۂ عناد خود ہندوؤں کے لئے وبال جان ثابت ہوگا۔ مسلمان باوجود ان تمام کمزوریوں کے جو ان میں پائی جاتی ہیں۔ ابھی تک غیرت مذہبی سے عاری نہیں ہوئے اور نہ بندہ بیراگی اور سیواجی کی یادگاریں اس رام راج کو ہندوستان میں قایم کر سکتی ہیں۔ جس کے خواب برادران وطن دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہندو قوم کے سمجھدار افراد کا فرض ہے کہ وہ اس طریق عمل کو روکنے اور ملک میں امن کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مسلمانوں کا فرض

جہاں اس بات کو ہم دلی یقین کے ساتھ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہندو قوم کا یہ عناد پرور طریق عمل مسلمانوں کے لئے بربادی کا . . . موجب نہیں ہوسکتا۔ وہیں اس بات پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ان کے لئے آخر کار تباہی کا موجب ہوگی۔ یہ ہمارا خیال نہیں خود سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور افسوس ہے کہ اس ارشاد کی موجودگی میں مسلمان ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے۔ ایک دوسرے پر آوازے کسنے، ناپاک مغلظات بہتان بندیوں اور افترا پردازیوں سے ایک دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے میں ذرا دریغ نہیں کرتے۔ ایک طرف بیرونی دشمن اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ ان پر حملہ آور ہیں۔ اور دوسری طرف خود گھر کے اندر ایک آگ لگی ہوئی ہے۔ جس پر ہم اپنے ہاتھوں سے تیل ڈالکر اسے بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا یہ حالات کسی طرح مسلمانوں کے لئے حوصلہ افزائی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کا یہ فرض نہیں کہ کم از کم ایسے نازک حالات میں اس خانہ جنگی کو چھوڑ کر اپنے آپکو دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار اور مضبوط کریں؟ ہم ان مسلمان اخبار نویسوں کی خدمت میں جو معمولی اختلاف رائے کی وجہ سے ایک دوسرے پر نہایت برے طریق سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ پھر ایک دفعہ یہ التماس کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خدا کے لئے اس خانہ جنگی کو ختم کریں۔ اور جس طریق سے وہ کام کر سکتے ہیں اس طریق پر اپنی قوت کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ کیا ہندوؤں میں سرکار پرست نہیں؟ کیا ہندوؤں میں مہاسبھائی ذہنیت کے لوگ نہیں؟ کیا ان میں قوم پرست اور انتہا پسندوں کی کمی ہے؟ یقیناً سب قسم کے لوگ ان میں بھی موجود ہیں۔ لیکن باوجود اس کے نہ ان میں "لوڈی" نام کا کوئی اخبار شائع ہوتا ہے۔ اور نہ "مچھندر" اور "آکا باکا" کی شکل ہی نظر آتی ہے۔ نہ کوئی ایک دوسرے کو نہروانی کہتا ہے اور نہ نصرانی۔ وہ سب اپنے اپنے طریق پر اپنی قوم کو مضبوط کرنے کے درپے ہیں۔ کاش مسلمان بھی اس طریق کو اختیار کریں اور اختلاف رائے کو وجہ عناد و خانہ جنگی بنانا چھوڑ دیں۔

علم الدین کو پھانسی کی سزا

راجپال کے بیان کردہ قاتل علم الدین کو آخر کار مسٹر ٹیپ سیشن جج کی عدالت سے پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ اگرچہ ملزم کا موقعہ واردات پر گرفتار نہ ہونا۔ اور اس کے پاس کسی قسم کے ہتھیار کا موجود نہ ہونا۔ لباس کا (باستثنائے دو نشانات خفیف) خون کے دھبوں سے پاک صاف ہونا۔ ایسی باتیں تھیں جو اس کی صفائی میں ایک زبردست شہادت کا کام دے سکتی تھیں۔ ملزم کے وکیل مسٹر سلیم نے اس بات پر اپنی بحث میں خاص طور پر زور دیا تھا اور استغاثہ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسے پررونق مقام پر جسکو جائے وقوعہ بتایا جاتا ہے۔ دن کے دو ڈھائی بجے اس قسم کے سنگین جرم کا ارتکاب بلا روک ٹوک کر کے بھاگ جانا قرین قیاس نہیں۔ جائے وقوعہ پر اس وقت یہ ایک ہی مسلمان ہندوؤں کو نظر پڑا چونکہ قیاس یہی ہوسکتا تھا کہ کسی مسلمان ہی نے قتل کیا ہوگا۔ اس لئے اسے قاتل سمجھ لیا گیا۔ کوئی اور مسلمان اگر وہاں نظر آجاتا تو ممکن تھا اس کو قابو کر لیا جاتا۔ اس کے علاوہ خون کے دو خفیف سے نشانات کو ملزم نے پولیس اور ہجوم کی زد و کوب کا نتیجہ بتایا اور کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کیا گیا جو اسیسروں کی متفقہ رائے کا موجب ہوسکتا۔ اسیسروں میں ایک ہندو۔ ایک سکھ اور دو مسلمان تھے ہندو اور سکھ ہر دو اسیسروں کے نزدیک ملزم کا جرم ثابت ہے۔ لیکن دونوں مسلمان اسیسر متفق ہیں کہ ملزم کا جرم قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ ایسی ناکافی شہادت کے باوجود ملزم کو شک کا فائدہ بھی نہیں دیا گیا۔ فاضل سیشن جج نے جن دلائل و شواہد کی بنا پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ وہ ہمارے سامنے نہیں اس لئے اس پر مزید رائے زنی مناسب نہیں۔

بدنصیب افغانستان

دور حاضرہ کی سب سے زیادہ افسوسناک خبر جو آج کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ غازی امان اللہ خاں کا افغانستان سے نکل کر چمن کے انگریزی علاقہ میں اچانک آپہنچنا ہے خبر نہایت مختصر ہے۔ جس میں صرف غازی موصوف اور ان کے بھائی سردار عنایت اللہ خاں اور ملکہ ثریا کے ۲۴ مئی کو دوپہر کے وقت غیر متوقع طور پر چمن پہنچنے کا ذکر ہے۔ یہ اب تک معلوم نہیں ہوسکا کہ غازی موصوف کو کیا حالات پیش آئے اور کہاں سے انہیں واپس ہٹنا پڑا۔ اور آیا بچہ سقہ کی جمعیت نے انہیں اس پسپائی پر مجبور کیا یا کسی اور طاقت کا مقابلہ پیش آگیا۔ یہ تمام حالات ابھی تک پردۂ اخفا میں ہیں۔ تفصیلات کا انتظار ہے امید ہے آئندہ اشاعت میں ہم تفصیلات کے پیش نظر مزید روشنی ڈال سکیں گے۔

(بقیہ صفحہ (۲) دو کالم تین)

مکانوں کی سجاوٹ کے لئے دیواروں کے ساتھ تصاویر لگا دیتے ہیں کسی گاؤں میں مسجد کی دیواروں کے ساتھ بھی اگر سجاوٹ کے خیال سے رنگدار تصویریں لگا دی گئیں۔ تو اصول اسلام میں اس کو ناجائز قرار نہیں دیا گیا نہ مسیح کی تصویر لگانے سے کوئی خاص عزت اسے دینا اصل مقصود ہے۔ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ افریقہ کے جاہل مسلمان ان تصویروں کی ماہیت سے بھی قطعاً ناواقف ہوں گے۔ چہ جائیکہ ان کو کوئی خاص عزت کا مقام دے کر پادری صاحب کی خوشی کا موجب ہوتے۔

مغربی افریقہ کا اسلام

مسیحی مشنریوں کا یہ عام دستور ہے کہ جہاں انہیں مسلمانوں میں کوئی ایسی بات نظر آئے جو ان کے لئے نئی ہو تو وہ اس کو نیا اسلام کہہ کر پکارتے ہیں۔ اسی طریق کو پادری واکر نے اختیار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ بہت سی باتوں میں مغربی افریقہ کا اسلام دوسرے ممالک کے اسلام سے اختلاف رکھتا ہے۔ معتقدات۔ اعمال و افعال اور فن تعمیر کے لحاظ سے بھی وہ دوسرے ممالک کے اسلام سے بالکل مختلف ہے مثلاً وہاں کی مسجدیں ان مسجدوں جیسی نہیں جو ہندوستان اور مصر میں میں نے دیکھی ہیں۔ سب سے بڑھ کر جس چیز نے مجھے متاثر کیا۔ وہ عصبیت کا فقدان ہے۔ کانو جیسے بڑے اسلامی شہر میں یہ بالکل ممکن ہے کہ کھلے میدان میں عام مجمع کے سامنے یسوع مسیح کی ابنیت کا اعلان کیا جائے۔ کرسمس کے موقع پر میں شہر سے باہر بڑے بازار میں سی ایم ایس کے ایک مشنری کے ساتھ گیا جس نے نصف گھنٹہ تک پوری بلند آہنگی کے ساتھ مسیح کے خدا ہو کر انسانی لباس میں اوتار لینے کا وعظ کیا اور اس بہت بڑے مجمع میں سے جو اس تقریر کو سن رہا تھا کسی نے ذرا بھی مخالفت یا ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو شمالی ہندوستان میں تصور میں بھی نہیں آسکتی۔"

ہم سمجھتے ہیں پادری صاحب کو غلطی لگی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے سامعین میں کوئی شخص ان کی پیش کردہ باتوں کا جواب دینے کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس کو مذہبی عصبیت کا فقدان اور اسلام سے لاپروائی کا نتیجہ قرار دینا غلط ہے اور یہ امر موجب تعجب ہے کہ مساجد کی شکل و صورت کا اختلاف اور لوگوں کا مسیحی مواعظ کو صبر و تحمل کے ساتھ سن لینا اسلامی معتقدات کے اختلاف پر محمول کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے نہ تو مساجد کی کوئی خاص شکل تجویز کی ہے۔ اور نہ اسلامی معتقدات میں کہیں دوسروں کی بات سننے سے روکا گیا ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ پادریوں کی تیز زبانی کسی جگہ خود اپنے لئے مخالفت پیدا کرلے۔ جیسا کہ شمالی ہندوستان میں عموماً دیکھنے میں آیا ہے۔

مسیحیت کا پندرہ سالہ کام

ان تمام حالات و واقعات کو لکھنے کے بعد مسٹر واکر نے مسیحیت کے پندرہ سالہ کام کے نتائج پیش کئے ہیں۔ جو اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے لئے قابل افسوس ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ویسلین میتھوڈسٹ مشنری سوسائٹی کے مشنریوں اور افریقی پادریوں نے گزشتہ پندرہ سال میں صرف مغربی افریقہ میں ایک لاکھ سے زائد نوجوانوں کو بت پرستی سے نکال کر مسیحیت میں داخل کیا ہے۔ دوسرے مشنوں نے بھی نہایت عمدہ نتائج پیدا کئے ہیں۔ ان کے علاوہ فرنچ آئیوری کوسٹ پر ایک حبشی پادری ولیم ہیرس اور اس کے مددگاروں نے بے شمار لوگوں کو جن کی تعداد غالباً ساٹھ ہزار سے لے کر ایک لاکھ تک پہنچتی ہے بپتسمہ دیا ہے۔

اسلام کو چیلنج!

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مسیحیت کے ان شاندار ثمرات کے بالمقابل کونسی چیز ہے۔ جو اسلام پیش کر سکتا ہے۔ عملاً کوئی چیز اس کے پاس پیش کرنے کے لئے نہیں۔ اور ابھی ہماری کامیابیاں صرف اس حد تک محدود ہیں۔ جہاں تک ہمارا دائرہ وسعت اجازت دیتا ہے"۔

یہ ایک چیلنج ہے۔ جو اسلام کو دیا گیا ہے۔ کیا مسلمان اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کیا وہ مسیحیت کی ان پندرہ سالہ کامیابیوں کے بالمقابل عملی نتائج پیدا کرنے اور مغربی افریقہ کو اسلام کے اثر کے نیچے لانے کی ہمت اور طاقت رکھتے ہیں؟ اسلام سے مسلمانوں کی لاپروائی اس حد تک قابل تسلیم ہے۔ کہ انہوں نے اس کی پاکیزہ تعلیم کو دنیا میں پھیلانا چھوڑ دیا ہے۔ اور اگر چندے اور یہی حالت رہی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ مغربی افریقہ اور دوسرے دور دراز ملکوں میں عیسائیت اسلام کی جگہ لے لے گی ضرورت ہے کہ مسلمان اٹھیں اور اس دین حق کو جس کی آبیاری ان کے آباواجداد نے اپنے خون کے ساتھ کی تباہی و بربادی سے بچانے اور دنیا کے کناروں تک اسے پہنچانے کی کوشش کریں۔ پادری واکر کا چیلنج مسلمانوں کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہے۔ کاش وہ اس سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی تمام کوششوں کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ کہ اس سے اس کی تمام کامیابیاں وابستہ ہیں۔

ہندوؤں کا خلاف اسلام پروپیگنڈا

ہندی لٹریچر کے ذریعہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش

مسلمانان ہند کے لئے ہندی ادارہ کی ضرورت ہے

(جناب مولوی ابوامام الدین صاحب کے قلم سے)

ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات

ہندوستان میں مسلمان اپنی مستقل قومیت رکھتے ہیں۔ وہ اسلام کے پیرو ہیں جو تمام عالم کے لئے واحد دین ہے۔ اور قیامت تک کے لئے ہے۔

ہندوستان میں ۲۲ کروڑ غیرمسلم آباد ہیں۔ جن کے بڑے حصہ کی زبان اور رسم الخط ہندی ہے۔ یہ ۲۲ کروڑ غیرمسلم مسلمانوں کے ہمسایہ بھی ہیں اور حریف بھی۔ کبھی مسلمانوں سے اور ان سے صلح رہتی ہے اور کبھی جنگ۔

پہلے مسلمانوں سے اور ان سے صرف سیاسی مقابلہ رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی قومی اور مذہبی جھگڑے ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن اس وقت ۲۲ کروڑ غیرمسلم مسلمانوں پر اپنی کامل اور ہمہ گیر طاقت سے سیاسی، مذہبی اور قومی محاذات جنگ پر حملہ آور ہیں۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا تو کجا مسلمانوں کے ہاں تو اس کا بھی انتظام نہیں ہے کہ وہ بخوبی طور پر جان بھی سکیں کہ ان کے حریف ان کے مٹانے اور برباد کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں۔

ہندی کے ذریعہ سے مسلمانوں کے حملے

ہندوستان میں جہاں تک اسلام کی تحریری دعوت و تبلیغ کا تعلق ہے۔ چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کے پاس ایک طاقتور اور وسیع ہندی ادارہ ہوتا۔ کیونکہ ہندوستان کے اکثر باشندوں کی زبان اور رسم الخط ہندی ہے ان میں اسلام کی تحریری دعوت و تبلیغ کے لئے ہندی ادارہ کا ہونا ناگزیر تھا لیکن جب مسلمان اسلام کی دعوت و تبلیغ کے فریضہ ہی کو چھوڑ بیٹھے ہوں تو پھر اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے ہندی ادارہ کے فقدان کا رونا بے سود ہے۔ لیکن رونا تو اس بات کا ہے کہ ہندی زبان اور ہندی رسم الخط کے ذریعہ سے مسلمانوں پر مذہبی، سیاسی، قومی، اقتصادی، تاریخی حملے ہو رہے ہیں۔ اور ان کی بنیاد کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس کی خبر تک نہیں۔ خبر ہو تو کیونکر؟ مسلمان نہ ہندی زبان جانتے ہیں نہ ہندی رسم الخط سے واقف ہیں۔ اور نہ ہندی کتب و رسائل اور اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے ہاں اس غرض کے لئے ہندی کا کوئی ادارہ قائم ہے۔ کہ جس کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی کارروائیوں کا علم ہو اور وہ مدافعت کی تدبیریں کر سکیں۔

مسلمانوں کا بے نتیجہ شور و غوغا

مجھے کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔ جب میں خیال کرتا ہوں کہ راجپال کی کتاب کے متعلق کس طرح مسلمان بے نتیجہ شور و غوغا کر کے خاموش ہو گئے۔ اور اب کس طرح شدھی سماچار کے مضمون پر لایعنی چیخ پکار کی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مسلمانوں کی اس بے سرو پا ہنگامہ آرائی کا ہندوؤں پر کیا اثر پڑتا ہوگا؟ اور اس سے وہ مسلمانوں کی بے اصولی کی نسبت کیا رائے قائم کرتے ہوں گے۔

میں مسلمانوں سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان کو صحیح طور پر معلوم ہے کہ راجپال ہی کی ایک کتاب تھی جس میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب اقدس میں گستاخیاں کی گئی تھیں۔ جن پر توجہ کی گئی؟

کیا اس کے بعد اس قسم کی دل آزار تحریروں کا سد باب ہو گیا؟ کیا اس کے بعد شدھی سماچار ہی کا مضمون اس لائق ثابت ہوا ہے کہ اس کے متعلق غم و غصہ کا اظہار کیا جائے؟ کیا خود شدھی سماچار میں اور کوئی مضمون ایسا شائع نہیں ہوا ہے جو مسلمانوں کے لئے موجب توجہ ہو؟ کیا مسلمانوں کو مستقل طور پر ایسے وسیلہ کی ضرورت نہیں جس سے وہ جان سکیں کہ ہندو ان کے مذہب، ان کی قوم اور ان کے اسلاف کے متعلق کیا لکھتے رہتے ہیں؟ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ راجپال پر موقوف ہے اور نہ شدھی سماچار پر اور نہ حملہ کی یہی ایک صورت ہے بلکہ بے شمار ہندو اہل قلم ہیں۔ جو مختلف صورتوں سے مسلمانوں پر سیاسی مذہبی اور قومی حملے کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مطلق خبر نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہندی کے ذریعہ ہوتا ہے اور مسلمان ہندی سے واسطہ نہیں رکھتے۔

شواہد و دلائل کے طور پر میں بعض باتوں کو ذیل میں درج کرتا ہوں

(۱) ہندی کا ایک نہایت شاندار رسالہ "چاند" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا ایک پرچہ مجھے کہیں سے دستیاب ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ایک مضمون میں اسلام کے نکاح و طلاق اور عقد ثانی کے مسائل کو مسخ کر کے نہایت بدنما شکل میں پیش کیا گیا ہے اور ثبوت میں قرآن مجید کی آیتیں۔ مطالب و معانی توڑ مروڑ کر پیش کی گئی ہیں۔ چاند مذہبی رسالہ نہیں ہے بلکہ قومی اور ادبی رسالہ ہے۔ پھر جب اس میں اس قسم کا مضمون ہوتا ہے تو شدھی سماچار جیسے کثیر التعداد ہندی رسالوں اور کتابوں میں کیا کچھ ہوتا ہوگا؟

شدھی سماچار کے شرانگیز مضامین

(۲) ایک بار میرے ایک دوست نے مجھے شدھی سماچار کا ایک نمبر لا کر دیا جس میں اسلام کے متعلق نہایت سخت زہر افشانی کی گئی تھی۔ اس وقت وہ پرچہ میرے سامنے نہیں کہ اس کی کچھ کیفیت لکھوں۔

(۳) یہ تو کئی مہینے کی بات ہے۔ حال کا واقعہ سنیئے کہ جب میں نے اخبارات میں شدھی سماچار کے تازہ مضمون کا تذکرہ دیکھا تو انہی دوست سے کہا کہ وہ مجھے شدھی سماچار کا وہ پرچہ لادیں۔ جس میں یہ مضمون درج ہے۔ ان کو وہ پرچہ تو ملا نہیں۔ لیکن جو پرچہ وہ لائے اس میں "اسلامی اصولوں کی تنقید" کے عنوان سے ایک نہایت شرانگیز مضمون درج تھا۔ جس کا سلسلہ پچھلے پرچہ سے تھا۔ اور آئندہ بھی باقی تھا۔ اس مضمون میں بہشت دوزخ اور قیامت و شفاعت وغیرہ اسلامی عقائد پر نہایت سفیہانہ ریمارک کئے گئے تھے۔ اس وقت وہ پرچہ بھی میرے سامنے نہیں ہے لیکن مجھے اتنا یاد ہے کہ عقیدۂ شفاعت کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ مسلمان قوم نہایت فاسق و فاجر اور ظالم و بدمعاش قوم ہے اور اس میں یہ باتیں محض عقیدۂ شفاعت کے باعث ہیں۔ اس لئے جب تک مسلمان عقیدۂ شفاعت سے باز نہ آئیں گے کبھی نیک اور شریف نہیں ہو سکتے۔ میرا خیال ہے کہ شدھی سماچار کے جس مضمون پر مسلمانوں کی طرف سے غم و غصہ ظاہر کیا جا رہا ہے وہ اسی مضمون کا ٹکڑا ہے۔ جس میں مسلمانوں کے عقیدۂ رسالت پر معاندانہ تنقید کی گئی ہے۔

اخبار "متوالا" کا نفرت انگیز پروپیگنڈا

میں نے ایک بار اخبار "متوالا" کلکتہ کا ایک پرچہ خریدا جس میں مسلمانوں کے خلاف بہت سی باتیں تھیں ایک فسانہ بھی تھا جس میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک مسن ہندو دولہا جن نے ایک نوخیز ہندو عورت سے شادی کر لی۔ جو اس کے جذبات کو کافی طور پر تسکین نہیں دے سکتا تھا ایک نوجوان مسلمان کپڑوں کی پھیری کرتا تھا۔ اس سے بعد اس عورت سے کپڑوں کی خریداری کے ذریعہ راہ و رسم ہو گئی۔ اور وہ پھیری والا اسے بھگا لے گیا۔ پہلے تو اس نے اور اس کے بدمعاش دوستوں نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ پھر ایک روز بہت سے مسلمان اور مولوی جمع ہوئے اور مولویوں نے بھی اس کے ساتھ بدفعلی کی اور اسی روز اس کو مسلمان کر کے پھیری والے کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ کچھ روز کے بعد پھیری والے نے اس عورت کو اپنے ہاں سے الگ کر کے اپنے ایک دوست کے سپرد کر دیا۔ پھر اس نے بھی اپنے ہاں سے نکال دیا۔ اور وہ عورت اسی طرح ماری ماری پھرتی رہی۔ آخر آریہ سماج کے دامن میں اس کو پناہ ملی۔

ممکن ہے کہ آپ اس خلاصہ سے فسانہ کی ہمیت کا اندازہ بخوبی نہ کر سکے ہوں۔ لیکن اس فسانہ میں ہندوؤں کو مسلمان قوم سے سخت نفرت دلائی گئی ہے۔ تاکہ نہ کوئی عورت کسی مسلمان سے کوئی چیز خریدنے کا نام لے اور نہ مسلمان ہونے کا خیال دل میں لائے۔

ٹیگور کی زہر چکانی

(۵) متوالا ایک ذلیل اور بدوضع پرچہ ہے۔ شاید آپ اس کو اہمیت نہ دیں۔ اس لئے میں آپ کو ملک الشعراء سر رابندرا ناتھ ٹیگور کی تحریر کی کیفیت سناتا ہوں۔ ٹیگور کے بنگلہ فسانوں کا ترجمہ ہندی میں شائع ہوا ہے۔ میں ایک روز ٹیگور کے فسانے پڑھ رہا تھا۔ کہ "نواب زادی" کے عنوان سے ایک فسانہ نظر سے گزرا۔ کسے خبر تھی کہ ٹیگور کی شیریں کہانیوں میں بھی مسلمانوں کے لئے زہر گھلا ہوا ہوگا! یہ کہانی بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔

نواب زادی بدایوں کے نواب غلام قادر خاں کی بیٹی ہے اپنے باپ کی فوج کے ہندو سپہ سالار سندر لال کو صبح دریا میں نہا کر پوجا پاٹ کرتے دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے عشق میں اپنی زندگی برباد کر دیتی ہے۔ اور اسلام کو بھی خیرباد کہہ دیتی ہے۔ اس کہانی کے بعض اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ نواب زادی خود بیان کرتی ہے:

"میرے باپ دادوں میں سے کوئی کبھی ایک برہمن کی لڑکی کو زبردستی بیاہ لایا تھا۔ محل کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر میں محسوس کرتی کہ میرے جسم میں اسی برہمن لڑکی کا پاک خون گردش کر رہا ہے"

نواب زادی کی ایک ہندو خادمہ تھی۔ وہ روز سندر لال کو سلام کرنے جاتی تھی۔ نواب زادی بیان کرتی ہے کہ:

"میں اپنی اسی ہندو لونڈی کے منہ سے ہندو مذہب کے اخلاق اعمال۔ دیوی۔ دیوتاؤں کی عجیب کہانیاں۔ رامائن اور مہابھارت کے تاریخی حالات بہت ہی دل لگا کر سنا کرتی تھی۔ اسی محل کے ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی جب میں ان باتوں کو سنتی تو ہندو دنیا کا حسین منظر میری آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا۔ مورتیں، سنکھ، گھنٹہ وغیرہ کی صدائیں سنہری مندر۔ صندل کا خوشبودار دھواں۔ سادھو سنیاسیوں کی عجیب کرامتیں۔ برہمنوں کا ملکوتی تقدس۔ انسانی شکل اختیار کئے ہوئے دیوی دیوتاؤں کا حیرت انگیز کرشمہ وغیرہ باتیں مل کر میرے دل میں ایک نہایت قدیم۔ نہایت وسیع۔ نہایت دوبدور از غیرمعمولی طلسم کدہ کی تخلیق کر دیتی تھیں۔ اور میرا دل اس چھوٹی سی چڑیا کی طرح جو شام کے وقت اپنے گھونسلے کو بھول گئی ہو ادھر ادھر اڑا پھرتا تھا۔ مجھ لڑکی کو ہندو دنیا نہایت خوبصورت اور دلکش معلوم ہوتی تھی"

اس کہانی کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے خلاف جو پیچ پاشی ملک الشعراء رابندرا ناتھ ٹیگور نے کی ہے۔ اس کا صحیح اندازہ وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہیں قدرت کی جانب سے ایسی چیزوں کے سمجھنے کا خاص ذوق عطا ہوا ہو میرا خیال ہے کہ پرجوش آریوں کی تحریروں اور تقریروں سے یہ ایک کہانی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

آریہ سماج کا اشتعال انگیز پروپیگنڈا

مضمون زیادہ طوالانی ہو گیا اور ابھی تک میں اس چیز کو پیش نہ کر سکا جس نے مجھے اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا۔

میں ایک روز شام کے وقت بنارس میں ٹاؤن ہال کی طرف سے چوک کی طرف آ رہا تھا۔ درمیان میں شارع عام پر آریہ سماج مندر اور عیسائیوں کے دار التبلیغ پاس ہی پاس واقع ہیں۔ میں نے دیکھا کہ پٹری سے سڑک تک سینکڑوں آدمیوں کی بھیڑ ہے۔ اور بلندی پر کھڑے کتاب دیکھ دیکھ کر تین آدمی گا رہے ہیں۔ میں نے سمجھا عیسائی کتابیں بیچ رہے ہیں۔ لیکن قریب پہنچا اور گانے والوں کی طرف نظر گئی تو عمارت پر آریہ سماج لکھا ہوا تھا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ ایک نوجوان بیچ میں تھا اور دو لڑکے ادھر ادھر تھے۔ تینوں گاتے جاتے تھے۔ اور درمیان میں نوجوان شخص گیت کی شرح کرتا جاتا تھا۔ جو ایک پرجوش اور اشتعال انگیز تقریر ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ اسی طرح کتاب فروخت کر رہے ہیں۔ میں بھیڑ میں گھسا کہ ایک کتاب خرید لوں۔ وہاں کتابوں کا ایک ڈھیر تھا میں نے سات کتابیں خریدیں۔ پہلے اس کتاب کا ذکر سنیئے جو میرے پہنچنے کے وقت گائی جا رہی تھی۔

ہندی لٹریچر میں مسلمانوں پر حملے

اس کتاب کا نام "نیلی دیوی کا سنگرام" ہے جس میں مسلمانوں کے فرضی مظالم کی ہولناک منظوم تصویر کھینچی گئی ہے اور ہندوؤں کو اشتعال دلایا گیا ہے۔ کہانی کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پنجاب کے موضع نورپور میں سورج دیو نامی ایک چھتری رہتا تھا۔ جس کی بیوی کا نام نیلی دیوی تھا۔ یہ ہندوؤں کا بڑا حامی و مددگار تھا۔ جس سے ہندو اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ واقعہ کی ابتدا کے لئے نظم کے چند بندوں کا ترجمہ سنیئے۔ لکھتا ہے۔

ہندو عورتوں کو جنگ جوئی کی ترغیب

"ناظرین! سنو اب میں تمہیں نیلی دیوی کی بہادری کے واقعات سناتا ہوں۔ جن کو سن کر ہندو عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر جنگجوئی کا مادہ پیدا کر دیں"

"عبد الشریف پٹھان نے پنجاب پر حملہ کیا۔ چنانچہ بعض شہروں کو لٹوا لیا۔ اور بعض میں آگ لگوا دی"

"وہ خبیث ایک بڑی فوج ساتھ لئے ہوئے تھا۔ اس کے زور

تہذیب اسلامی کا اثر صحرائے افریقہ میں

اسلامی تمدن و تبلیغ کا گمنام افریقی مرکز

وسط افریقہ کی زندہ اسلامی تہذیب

(از جناب نذیر احمد صاحب تنا گوجرانوالہ)

اسلامی تہذیب اور غیر اسلامی تمدن

تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اسلامی تمدن صرف روحانیت کی وجہ سے پھیلا۔ یہ صرف اسلام کو ہی فخر حاصل ہے کہ آج اس کی تہذیب و تمدن دنیا میں خاص طور پر نمایاں ہے۔ موجودہ یورپی تہذیب عیسائیت کا پرتو نہیں۔ بلکہ مسیح سے پہلے کی رومی تہذیب بہت حد تک اس پر حاوی ہے۔ ہندو تہذیب بھی اپنے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر ہی عالم وجود میں آئی۔ اور آج اس میں جو کچھ بھی روحانیت نظر آتی ہے یہ کوئی مذہب کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ہندو معاشرہ تمدن کے تاثرات کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی ابتدا مذہبی حیثیت سے ہوئی لیکن اس کا اثر تمدن۔ معاشرت۔ روحانیت۔ غرض ہر چیز پر پڑا۔ جس جس جگہ اسلام کا اثر پہنچا وہاں اسلامی تہذیب غالب ہوتی گئی۔ اور پرانی تہذیب کا خاتمہ ہوتا گیا۔ اسلام نے بحیرۂ روم کے ارد گرد کے علاقوں پر اس جلدی سے تصرف پالیا کہ رومی سلطنت کو اتنی فتوحات حاصل کرنے میں غالباً دس گنا مدت درکار ہوئی ہوگی۔ سلطنت روما کے ختم ہوتے ہی ان کی تہذیب بھی دنیا سے مٹ گئی۔ مگر مسلمانوں کے فتح کئے ہوئے ملکوں میں اسلامی تہذیب و تمدن وہاں آج تک قدم جمائے ہوئے ہے۔ گو اسلامی سیاسی اختیار کو وہاں ختم ہوئے کئی صدیاں گذر گئی ہیں۔

اسلامی تہذیب کا عالمگیر اثر

افریقہ ایک ایسا براعظم ہے۔ جہاں آج بھی اسلامی تہذیب خاص طور پر نمایاں ہے بینا کے ریگستان سے لے کر ساحل اٹلانٹک یعنی مغرب الاقصےٰ تک اسلامی تہذیب پرانی تہذیب کا برابر مقابلہ کرتی رہی۔ آخر کامیاب ہو کر تمام علاقہ پر قابو پالیا بحر ... کے ساحل سے اسلامی تہذیب اٹھی۔ اور وادی فرعون میں اس کا دور دورہ شروع ہوا۔ جیسے آج بڑے فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے یہ اس بات کی زندہ شہادت ہے۔ کہ گو مسلمان اب کمزور ہو گئے ہیں۔ لیکن اسلام جس میں ایک خاص قسم کا مقناطیسی اثر ہے۔ اب تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اسلامی تہذیب بخلاف دوسری تہذیبوں کے اس طرح نہیں ہے۔ کہ صرف اپنا اثر اسی جگہ دکھائے جہاں تجارتی مراکز ہیں۔ یا جہاں تک بڑے بڑے جہاز پہنچ سکتے ہوں۔ بلکہ اس کا اثر عالمگیر ہے۔ جو وسط ایشیا کے پہاڑی علاقوں سے لے کر صحارئ افریقہ کے گرم ترین حصص تک بھی پہنچا۔ بخارا اور اندلسیہ کے کارنامے دنیا میں مشہور ہیں۔ اور شمالی اور وسطی افریقہ کی بڑی تعلیم گاہیں زیادہ تر اندلسیوں کے دماغ ہی کا نتیجہ تھیں۔

جب یورپ والے اس فکر میں تھے۔ کہ دنیا کے تاریک ترین حصص کو معلوم کرکے ان پر اپنا جال پھیلائیں۔ تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے بڑی بڑی گمنام جگہوں پر اسلام کا پورا قبضہ دیکھا۔ ان جگہوں میں سب سے زیادہ مشہور ٹمبکٹو کا شہر تھا۔

افریقہ میں اسلام کی فتوحات

خلیفہ ثانی کے عہد کی فتوحات سے مصر میں اسلامی سلطنت کا دور دورہ شروع ہوتا ہے۔ ٹمبکٹو آہستہ آہستہ خاص شہرت حاصل کرکے اسلامی مرکز تصور ہونے لگا۔ جس وقت نیل کے ساحل پر رومی عساکر کی ہزیمت شروع ہوئی اور افریقہ کا شمالی ساحل مسلمانوں کے لئے کھل گیا۔ تو اس وقت مسلمانوں کا وادئ نیل پر قبضہ ہونا شروع ہوا۔ مصر کے بعد سوڈان کی باری آئی۔ جو بہت جلد مسخر ہو گیا۔ سوڈان ہی میں بڑی بڑی تجارتی شاہراہیں ہیں۔ جو ابی سینیا۔ جنوبی سوڈان جنوبی وادئ نیل۔ نیو بادحاں کے ریگستان اور دریائے نائیجر سے نکل کر آملتی ہیں مصر کے فتح ہوتے ہی وسط افریقہ میں تجارت کے راستے کھل گئے۔ اور مسلمانوں نے آہستہ آہستہ براعظم میں بڑھنا شروع کیا۔ مصری اور حبشی نومسلم اسلام کی شمع ہاتھ میں لے کر تمام وحشی اقوام میں جن تک کبھی تہذیب کا نام و نشان نہیں پہنچا تھا پھیل گئے جب مصری مسلمان وسط افریقہ میں اپنی تبلیغ کر رہے تھے اسی وقت عربی۔ اور یمنی مشرقی افریقہ میں اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔

وسط افریقہ پر مسلمانوں کا اثر

رفتہ رفتہ تمام وسط افریقہ مسلمانوں کے زیر اثر ہو گیا۔ اور تجارتی تعلقات وادئ نیل سے لے کر بحیار تک مغرب میں علاقہ جات جس میں دار انور کار دوغا اور جھیل چاڈ کے ارد گرد کے نخلستان بھی ہیں قائم ہو گئے۔ تاریخ میں اس بات کی مکمل بحث موجود ہے۔ کہ شمالی اور مشرقی افریقہ میں اسلام کس طرح ترقی پذیر ثابت ہوا۔ جس کا اثر صحرائے اعظم میں بھی پہنچ گیا۔ صحرائے اعظم ایک بہت لمبا چوڑا دلدل ہے جس کا طول ایک ہزار میل کے قریب قریب ہے۔ ٹمبکٹو اس صحرا کے جنوب میں شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس شہر سے بڑی بڑی تجارتی شاہراہیں نکلتی ہیں۔ جو فیض لبکرہ اور عین صالح سے ہو کر جنوبی حصہ افریقہ کو جاتی ہوئی گولڈ کوسٹ تک پہنچتی ہیں۔ ٹمبکٹو اس طرح نہایت اہم اور تجارتی مرکز ہونے کے علاوہ کاروانوں کا مرکز اتصال ہے۔

بربر افریقہ پر اسلام کا ابتدائی اثر

جب سالار موسےٰ کی فوجوں نے بربر افریقہ پر پورا قابو پالیا تو تیسری صدی ہجری بعد ہسپانوی عربوں میں ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ حضرت سدی بن عباس رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ سدی بن عباس اندلسی تھے۔ انہوں نے اسلام کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد یہ تہیہ کر لیا کہ اس دین مقدس کی تبلیغ افریقہ کی حبشی اقوام میں کرنی چاہئے چنانچہ انہوں نے اپنے آبائی ملک کو خیرباد کہا اور جنوب کی طرف اس مقدس مقصد کو لے کر نکل پڑے۔ مراقش اور الجیریا میں انہوں نے بڑے بڑے سفر کئے۔ اور ان کی تبلیغ سے قبیلۂ طوارق مسلمان ہو گیا طوارق چھوٹی چھوٹی قومیں مل کر ایک بڑا قبیلہ بنتے ہیں۔ اور بربر افریقہ کے اندرون صحرا میں اقامت پذیر ہیں۔ یہ قومیں کارتھیجین نسل سے ہیں۔ اسلام کے پہنچنے سے پہلے یہ قبیلہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور اس کا کوئی مذہب نہ تھا لیکن سدی بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل کوششوں سے تمام کا تمام قبیلہ مردوں سے لے کر عورتوں اور بچوں تک مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہسپانوی عربوں کی تہذیب نے رفتہ رفتہ ان پر اثر کرنا شروع کیا۔

چھوٹی سی اسلامی حکومت کی بنا

اس قبیلہ نے اپنی چھوٹی سی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کے ماتحت افریقی صحرا کے ذخائر سونا۔ عاج اور دیگر قیمتی پتھر اُغدلیس اور داد عنط سے نکلنے شروع ہوئے۔ ان ذخائر کی وجہ سے لوگ بہت دولتمند ہو گئے۔ طوارق صحرا میں اکثر پھر لگاتے اور نائیجر کے کنارے مشرقی اور شمال مشرقی ... افریقہ کے تاجروں سے ملتے تھے۔ طوارق کے آنے سے ٹمبکٹو تجارتی مرکز بن کر کافی شہرت پکڑ گیا ٹمبکٹو کا خود تجارتی مرکز بننا اور دیگر مراکز سے ایک جتنے فاصلے پر واقع ہونا۔ اس کے لئے پیام حیات لایا۔ اور وہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

ٹمبکٹو کی کیفیت عمومی

اس حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے۔ کہ ٹمبکٹو نہایت سرعت سے ترقی کر رہا ہے دستور طوارقوں نے شہر کو از سر نو عربی فن تعمیر کی طرز پر بنانے کی ٹھانی۔ ٹمبکٹو کا موجودہ شہر ایک سطح مرتفع پر جنوبی صحرا کے ایک پہاڑی ڈھلوان کے اوپر واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف نخلستان ہی نخلستان ہیں۔ نخلستانوں کے باہر دلدلیں ہیں۔ جہاں علاقہ کی تمام سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سبزیاں عام طور پر دریائے جولیبا اور نائیجر کی طغیانیوں سے سیراب ہوتی ہیں۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے شمالی طرف سے کئی تجارتی شاہراہیں ہیں جو واد مسعودہ اور نخلستان طاؤت سے نکلتی ہیں

نخلستان سے گذرنے کے بعد فوراً ہی سدی برقہ کے مقبرہ کا سفید گنبد نظر آتا ہے۔ سدی برقہ ایک نہایت ہی روشن ضمیر بزرگ ہوئے ہیں۔ اور ان کے نام پر ایک مسجد بھی ہے شہر کے گرداگرد بہت سے میدان کھجوروں کے درختوں سے بھرے پڑے ہیں۔ میدانوں کے پار ستارہ الحاجب اور ایک وسیع مستطیل میدان ہے۔ جہاں سوداگر اکٹھے ہوتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں یہ تجارتی منڈی ہے۔ الحاجب میں پیداوار صحرا اور دیگر اجناس کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں پر مختلف اقوام تجارت کی غرض سے آتی جاتی ہیں۔ جن میں سے منڈنگو (حبشی)، طوارق۔ عرب۔ عربی بربر۔ فلاح ہسپانوی عرب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

وسط افریقہ کی زندہ اسلامی تہذیب کا نمونہ

سوق الاحمر کے جنوب میں جامع بیضا ہے۔ جو آدھا چونے اور آدھا مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس پر جابجا مینار ہیں۔ جامع بیضا نہ صرف شہر کا مرکز ہے۔ بلکہ وسط افریقہ کی زندہ تہذیب اسلامی کا بھی نمونہ ہے ہسپانوی عربوں کی عمارتوں کی طرح جو اکثر ٹمبکٹو کا فخر ہیں۔ جامع بیضا ایک خاص عمارت نہیں بلکہ بہت سی عمارتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

ٹمبکٹو شہر میں ایک بہت بڑا عدالت خانہ ہے۔ جس کے ارد گرد صحرا کی سرخ ریت دوپہر کے وقت ایسی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ عمارت نے ریشم کا غلاف پہنا ہوا ہے۔ عدالت خانہ کے ارد گرد بہت سے دوائر ہیں۔ جن کے بڑے بڑے کمرے سفید رنگ سے اندر اور باہر سے رنگے ہوتے ہیں مدرسہ کے ارد گرد ایک فوارہ صحن ہے جس میں کئی ایک کمرے طلباء کے لئے ہیں۔ ان کمروں کو پہنچنے کے لئے کئی طرف سے دروازے ہیں۔ جو ٹمبکٹو کے مشہور انجاص کے نام پر پکارے جاتے ہیں۔ ان کمروں کے پیچھے برآمدے ہیں۔ جس میں جانوروں کے لئے کافی انتظام ہے۔ ان برآمدوں کا کام زیادہ صحن کو آندھی اور ریت سے جو کہ وہاں کا خاصہ ہے بچانا ہے۔

میناروں کی عمارت نہایت شاندار ہے اگر ان کی سیڑھیوں پر چڑھ کر ارد گرد دیکھا جائے تو شہر کا عجیب سماں نظر آتا ہے۔ طیار قی تاجروں کے مکانات جو خاکی اور نیلے رنگ سے اندر اور باہر سے رنگے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ شہر کے باہر کہیں کہیں زرد رنگ کے مکان ہیں۔ مسجدوں کے مینارے خاص طور پر اونچے ہیں۔ اور دور سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ دریائے نائیجر شہر کے قریب سے ہی گذرتا ہے۔

شہر میں اونچی جگہ پر ایک چھاؤنی ہے جس کا بڑا دروازہ البیضا کی طرف ہے اس سے ٹمبکٹو کی پرانی سیاسی شان و شوکت نمایاں ہے۔ یہاں آج کل شہر کا گورنر رہتا ہے۔ اس کا دفتر بھی یہی ہے۔

ٹمبکٹو تہذیب اسلامی کا مرکز

جس وقت اسلامی شان و شوکت افریقہ میں گھٹنی شروع ہوئی۔ تو ٹمبکٹو بھی اس اثر سے نہ بچ سکا۔ مسلمان تجار وہاں خال خال نظر آنے لگے۔ جو صحرائے اعظم کی پیداوار سے دلچسپی رکھیں۔ لیکن امیر ابن رطبہ مشہور طارق رہنما نے مٹتی ہوئی نشانی کو دوبارہ زندہ کرنے کی ٹھانی چنانچہ اس نے سدی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار پر قسم اٹھائی۔ کہ وہ صحرا کے دوسری طرف بھی دین اسلام کا ڈنکا بجائیں گے اور ٹمبکٹو اپنی اصلی شان و شوکت پر دیکھیں گے۔

یکایک ایک دن بہت بڑا قافلہ جو اسپ سواروں اور شتر سواروں پر مشتمل تھا۔ وارد ہوا۔ اس قافلہ کے ہمراہ حبشی غلام بھی تھے۔ رختہ تجارت کے علاوہ کئی ایک کتبے جات جن پر اللہ کا نام کندہ تھا۔ اور دیگر مختلف اشیاء بھی ساتھ تھیں۔ ابن رطبہ گھوڑے پر سوار سب سے آگے آگے تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسی حالت میں تمام شہر کا چکر لگایا۔ پھر عین وسط میں ابن رطبہ گھوڑے سے اترا۔ اور اعلان کر دیا کہ آج سے ٹمبکٹو اسلامی شہر ہے۔ مجمع نے جس میں صحرا کی تمام قوموں کے نمائندے تھے اس اعلان کو نہایت خوشی سے قبول کیا۔ اور شہر پر اسلامی قبضہ ہو گیا۔ ابن رطبہ نے قبضہ کرنے کے بعد اسے ایک سلام کے زیر اثر کر دیا۔

حبشی

حبشی اقوام کو خاص طور پر منڈنگو کو اس اچانک تبدیلی سے بہت نقصان پہنچا۔ کیونکہ انہوں نے تجارتی کاروبار پر مکمل قبضہ کر رکھا تھا۔ ایک سال بعد جب ابن رطبہ اور اس کے ساتھی اپنے ملک کو روانہ ہو چکے تھے۔ ان حبشی اقوام نے بغاوت شروع کر دی طغیانی کے موسم سے فائدہ اٹھا کر طوارق کو شہر سے نکال دیا ابن رطبہ نے اس بغاوت کا فوراً ہی بدلہ لیا۔ اور ٹمبکٹو پر پھر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اب کے شہر کا گورنر مقرر ہوا جو باقاعدہ انتظام کر سکے۔

اسلام کی تبلیغ وحشی و جاہل اقوام میں

پہلا طوارق گورنر محمود (حبشی اقوام محمدؐ اور محمود کو ممو کہتی ہیں) نہایت دانا اور عاقل تھا۔ اس نے سدی بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کے مجاوروں کو جن میں اکثر ملا اور شیوخ تھے۔ دعوت دی۔ کہ وہ اسلام کی تبلیغ وحشی و جاہل اقوام میں کریں۔ اسلامی تبلیغ اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ تمام کے تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ ان نومسلم قوموں نے اس سرعت سے ترقی کرنی شروع کی کہ تیرھویں صدی میں ٹمبکٹو کا گورنر ایک حبشی منڈنگو تھا۔ اس گورنر کے ماتحت ہی ٹمبکٹو کو اپنے سونے اور نمک کی تجارت کے سبب خاص شہرت حاصل ہوئی۔

منڈنگو حبشیوں کے بعد دوسری اقوام کی باری آئی۔ جو ... تھیں۔ یہ اقوام کی مسلمان اور ٹمبکٹو میں تجارت کی غرض سے آتی جاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ ان کا غلبہ ہونا شروع ہوا جس کی وجہ سے شہر پھر اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا۔ شہنشاہ الگوگا گورنر ہوا۔ تو اس نے جامع بیضا کے ساتھ دو اور مکاتب کا اضافہ کیا بڑی بڑی کارروان سرائیں تعمیر کرائیں۔ شہر کو از سر نو درست کیا۔ اور فصیل کو مضبوط بنایا۔

اسلام کے علمی تاثرات

الگوگا کی شہرت جب صحرا پار پہنچی۔ تو کئی ایک ماہرین فن دور و دراز ملکوں سے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جامع بیضا مشہور تعلیم گاہ خیال ہونے لگی حبشی اور سوڈانی متلاشیان علم وہاں آ کر ارسطو اور افلاطون کے فلسفوں کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ دینی تعلیم حاصل کرکے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تمام ملک میں پھیل جاتے۔ اور دین قیم کی اشاعت و تبلیغ میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ جادوگروں کی جگہ اب باقاعدہ سند یافتہ حکیم و جراح پیدا ہونے شروع ہوئے۔ جو لوگوں کی جسمانی اور روحانی دونوں بیماریوں کا علاج کرتے۔ چنانچہ ٹمبکٹو کے فارغ التحصیل طالب علموں کے طفیل دو صدی کے اندر اندر تاریک افریقہ میں خط استوا سے نیچے نیچے کی تمام اقوام کی مسلمان ہو گئیں۔ حکومت کا انتظام تمام قوموں کے نمائندوں کے صلاح و مشورے سے ہوتا تھا۔ ساتھ ساتھ ... [illegible]

تو عیسائیت اور اسلام انہیں ہڑپ کر جائیں گے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے ہندو دھرم کی کمزوریاں بیان کیں اور کہا کہ سینکڑوں ہندو روزانہ ہندو دھرم کو چھوڑ رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ مسلمان انہیں اپنے مذہب میں داخل کر لیتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اپنے مذہب میں انہیں اطمینان اور تسکین نہیں ملتی۔ ہمارا اپنا ناقص مذہب لوگوں کو ہندو دھرم سے نکل جانے کی ابتدا کرتا ہے مسلمان تو صرف اس ابتدا کو تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں بیشتر اس کے کہ تم مسلمانوں کو الزام دو تم اس بات کو معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا کام کیوں آسان ہو جاتا ہے دیکھو جب کوئی مسلمان کسی بدحال عورت کو مسلمان بناتا ہے تو اسے کیا کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم نے اپنی گزشتہ زندگی میں کیسے ہی اعمال کیئے ہوں۔ اسلام قبول کرتے ہی تم پاک صاف ہو جاؤ گی۔ وہ اپنے مذہب کو ایک آگ سمجھتا ہے جو گزشتہ برائیوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ ...... کیا کوئی ہندو آج ایسا ہے جو ایسی بدحال عورتوں کو عزت کی زندگی کا موقعہ دینے کے لئے تیار ہو۔ جب تک ہم ایسی عورتوں کے لئے اپنے مذہب میں گنجائش نہیں پیدا کر دیتے اس وقت تک مسلمانوں کا شکوہ بے سود ہے۔ اور وہ ان کو ضرور اپنے مذہب میں شامل کریں گے۔

یہ سچ ہے کہ ہندو مذہب جب تک بیرونی عناصر کو اپنے اندر لینے کی گنجائش پیدا نہ کرے اس وقت تک مسلمانوں کا شکوہ کرنا بے سود ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس قسم کی گنجائش اب پیدا کرنا آیا مذہب کو جس کا سرچشمہ ذات الٰہی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اپنے ہاتھ سے مرمت کرلی؟ بجائے اس کے کیوں ہندوؤں کو یہ ہدایت نہیں کی جاتی کہ جب ان کا اپنا مذہب ایسا کمزور تنگ نظر واقع ہوا ہے۔ تو اسے چھوڑ کر اس مذہب کو اختیار کر لیا جائے جسکے عالمگیر ہونے کا خود ہندوؤں کو اعتراف ہے۔

ہندو مذہب کی تنگ نظری

آگے چل کر اسی تقریر میں مسٹر جیکار فرماتے ہیں:۔

" ہندو دھرم میں ایک اور بڑی خرابی ہے جو اسلام میں نہیں ہے موجودہ ہندو قانون کا ارشاد ہے کہ جو ہندو مذہب غیر قبول کرے گا شودر ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک برہمن اگر آج مسلمان ہو جائے اور کل پھر وہ ہندو مذہب قبول کرنا چاہے تو اسے ہندو سوسائٹی میں شودر سمجھا جائے گا۔ اور اسے ذلیل و خوار تصور کر لیا جائے گا۔ جب تک یہ تعصب اور تنگ نظری برقرار ہے۔ تم ہندو مذہب سے توقع نہیں کر سکتے کہ وہ اسلام اور مسیحیت سے نبرد آزما ہو سکیگا۔ ذرا اسلام کی قوت جاذبہ پر غور کرو کہ ایک ذلیل عورت مسلمان ہوتے ہی ۱۲ گھنٹے کے اندر عزت و آبرو اور احترام کے ساتھ اپنے خاوند کے دوش بدوش زندگی بسر کرنے لگتی ہے۔ اگر ہندو مذہب میں بھی یہ قوت نہیں پیدا کی جائے گی تو آئیسے اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ کرنے کی امید رکھنا بیکار ہے۔

آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہندوؤں کو یہی چیخ پکار کرتے ہوئے گزر چکا ہے۔ اگر ہندو مذہب کی یہ تنگ نظری کوئی عارضی چیز ہوتی جو بعد میں داخل ہو گئی ہو تو اس کا دور ہونا چنداں مشکل نہ تھا۔ لیکن جو چیز کسی مذہب کا خاصہ ہو وہ کیسے دور ہو سکتی ہے۔ جب تک اصل مذہب کو سرے سے پیرنگ نہ بدل دیا جائے۔ یہ تبدیلی اگر ہندو مذہب میں ہوئی تو اسے اسلام کی شکل اختیار کیئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ نام اس کا خواہ کچھ رکھ لیا جائے اور یہی اسلام کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ہے۔

مسلمانوں سے ایک سوال

اس جگہ مسلمانوں سے ایک سوال کرنا بے جا نہ ہوگا۔ ایسی حالت میں کہ ہندوؤں کو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کے مذہب میں نہ قوت جاذبہ ہے اور نہ اس کے اصولوں کے اندر عالمگیر مذہب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اور جب تک کہ وہ اسلام کا رنگ روپ اختیار نہ کرلے اس وقت تک اسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیا فرزندان توحید کا یہ فرض نہیں کہ اس سے فائدہ اٹھا کر برادران وطن کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔

ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کام اگر پوری قوت کے ساتھ کیا جائے تو کامیابی نہایت سہل ہے۔ ہندوؤں کے دلوں سے صرف اس نفرت اور غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو اسلام کے متعلق ان کے دل میں پائی جاتی ہے۔ اور انہیں بتانا ہے کہ یہی ایک مذہب ہے جو ہر پہلو سے دنیا کے لئے امن و راحت کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس کام کو اگر متحدہ قوت کے ساتھ سرانجام دینے کی کوشش کریں اور ہر طبقہ کے لوگوں کے سامنے اسلام کی اصل تصویر کو پیش کریں تو بہت جلد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور بہت سے پیچیدہ مسائل جو موجودہ سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہایت آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔ کیا مسلمانوں کے لیڈر اور مولوی وقت کے اس ضروری مسئلہ کی طرف توجہ کریں گے؟

مسٹر خواہ مخواہ

قارئین کرام نے اس روایتی "مسٹر خواہ مخواہ" کی مثال سنی ہوگی جو بے وجہ اور بے مطلب ہر بات میں دخل دینا ضروری سمجھتا تھا "پرکاش" کی مثال بعینہٖ اسی قسم کی ہے۔ کوئی بات ہو سلسلہ احمدیہ کا اندرونی یا بیرونی کوئی معاملہ ہو۔ خواہ اس کا کوئی تعلق کسی دوسرے سے ہو یا نہ ہو اس کا اس میں دخل دینا ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۸ اگست کے "پرکاش" میں برلن مسجد کے فرش کے متعلق اس نے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ جب ہندوستان میں مسجدوں کے اندر چٹائیاں بچھائی جاتی رہیں تو برلن مسجد میں قالین کیوں بچھائے جائیں یہی نہیں بلکہ اس کا یہ خیال ہے کہ قالینوں کے لئے اپیل محض ایک بہانہ ہے وہاں بھی چٹائیوں ہی سے کام لیا جائے گا۔ قالین کا نام لے کر صرف احمدیوں کو لوٹنا مقصود ہے۔

کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ تم کون؟ احمدی قوم ایسی بیوقوف نہیں کہ بغیر کچھ دیکھے اپنے آپکو لٹوانے لگ جائے۔ یہاں سیٹھ برلا کی دکان تھوڑی ہی ہے کہ شدھی کے بہانے ہزاروں اور لاکھوں روپے اینٹھ لیئے اور ہزاروں انسانوں کی شدھی کے فرضی اعداد و شمار دکھا کر لوگوں کو مرعوب کر دیا۔ نہ یہاں جات پات توڑک اور نو آریہ اور یوک کانفرنسوں اور آشرموں اور اناتھ آلیوں کی بھرمار ہے۔ کہ سیم و زر کی بارش سے سماجی ارکان کی جیبیں ہر وقت بھری رہیں۔ احمدی قوم اپنے کارکنوں کی دیانت و امانت سے خوب واقف ہے۔ اور اس بات کو جانتی ہے کہ برلن مسجد کا جائے وقوع چٹائیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا نہ برلن میں چٹائیاں بچھانے کا رواج ہے۔ نہ وہاں چٹائیاں مل سکتی ہیں۔ اور نہ وہاں کی سردیوں میں چٹائی کے اوپر کوئی شخص اطمینان سے بیٹھ سکتا ہے۔ اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ ووکنگ مسجد میں بھی چٹائیوں کا نہیں بلکہ قالینوں ہی کا فرش ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ "پرکاش" کے "مسٹر خواہ مخواہ" کو یہ سن کر اور بھی تکلیف ہوگی کہ وہاں نماز بھی بوٹوں کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ "پرکاش" کی تکلیف کو کم کرنے کے لئے ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

(تیسرے کالم کا بقیہ مضمون)

جب آپ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اس واقعہ ناجعہ کو سنکر نہایت محزون و مغموم ہوئے اور فرمایا اللھم انی ابرا الیک مما فعل خالد (ترجمہ) اے خدا جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے اظہار برأت کرتا ہوں۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کفر ملا اور عباد الدنانیر شاہ امان اللہ خاں کے ایمان کو باور نہیں کرتے اور ان کو مسلمان نہیں سمجھتے ان سے بھی خدا و رسول یقیناً بیزار ہیں۔

پیغام صلح:۔ کیا ہم مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں "زمیندار" اور اس کے ہم نوا مولاناؤں سے انہی کے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ:۔

"جو کفر ملا اور عباد الدنانیر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ایمان کو باور نہیں کرتے اور ان کو مسلمان نہیں سمجھتے ان سے بھی خدا و رسول یقیناً بیزار ہیں؟"

قارئین کرام۔ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

شاہ امان اللہ خان اور مسیح موعود

فتنہ افغانستان سے ایک سبق

اے کہ تکفیر مسلماناں کنی از بغض و کیں
شرمت آید از خدائے عادل و ذی اقتدار

جس دن سے غازی امان اللہ خاں پر افغانستان کے کور باطن ملانوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے ہندوستان کے اسلامی اخبارات میں ان کے خلاف ایک شور محشر برپا ہے اور قرآن و حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں جس قدر دلائل اس وقت تک پیش کئے جا چکے ہیں وہ سب کے سب وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہندوستان کے کفر ملانوں کے خلاف پیش کیے جاتے تھے چنانچہ ایک اسی قسم کا مضمون ۲۲ اگست کے "زمیندار" میں مولانا حافظ عبداللہ جلال آبادی کے قلم سے شایع ہوا ہے۔ جسکے بعض حصص کا مطالعہ قارئین "پیغام صلح" کے لئے موجب دلچسپی ہوگا اس مضمون میں جہاں جہاں غازی امان اللہ خاں کا نام ہے اگر وہاں حضرت مرزا صاحب کا نام رکھ دیا جائے تو معلوم نہیں "زمیندار" اور اس کے ہمخیال مولاناؤں کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ تعجب ہے ایک طرف تو جیسا کہ مضمون میں لکھا ہے) یزید کو بھی اس کے فسق و فجور اور قتل حسینؓ جیسے خبیث ترین فعل کے باوجود ہمارے مولانا کافر کہنے کے لئے تیار نہیں اور دوسری طرف مسیح موعود جیسے راستباز صادق الایمان اور خادم دین کو بلا پس و پیش کافر قرار دینے میں انہیں باک نہیں (مدیر)

• افغانستان کے فتنہ انگیز اور زر پرست ملاؤں اور پیروں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے کافر کہہ دینے سے شاہ امان اللہ خاں اور دوسرے مسلمان کافر نہیں ہو جاتے۔ بلکہ کفر خود کفر کی لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حضور مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مومن یا مسلم کو کافر کہہ دے تو اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور جن لوگوں کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو جان لیں کہ شاہ امان اللہ خاں اور ان کے رفقا ہرگز کافر نہیں ہیں۔ کیونکہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ پس شاہ موصوف اور ان کے رفقا جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان سے کہکر دل سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کور باطن ملانوں کے کہنے سے کیونکر کافر ہو سکتے ہیں۔ ان ملانوں کے دل کی آنکھیں بند ہیں اور مطابق ارشاد خداوندی فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (یہ بصارت تو رکھتے ہیں لیکن ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں) کے مصداق ہیں۔ اس گروہ میں سے ہیں جسے حضور نے شرالشر کہکر پکارا ہے۔ اور حقیقت میں روافض یہی ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی تکفیر روافض کا کام ہے۔ صحابہ کرام نے جن کے سینے نور نبوت سے مستنیر تھے۔ یزید کو جو قاتل حسینؓ تھا اور حجاج کو جس نے بلا وجہ ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کافر نہیں کہا اور نہ مسلمانوں کو ان کے خلاف بغاوت کرنے پر ابھارا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا یہانتک کہ زنا و سرقہ کا مرتکب بھی ہو۔ وہ جنت میں داخل ہوگا اس حدیث کے راوی حضرت ابو ذرؓ ہیں جن کی جلالت قدر کسی سے مخفی نہیں پس امان اللہ خاں جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے ساتھ ہی ارتکاب مناہی سے بھی اجتناب کرتے ہیں کیونکر کافر ہو سکتے ہیں۔

یہ بدنہاد ملا جہلا کو مشتعل کرنے کے لئے اور اپنے ناپاک جھوٹ کو سچا ثابت کرنے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ شاہ غازی اور ان کے رفقا اگرچہ زبان سے کلمہ توحید پڑھ دیتے ہیں لیکن دل سے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ صدق دل سے تائب ہوتے ہیں۔ انہیں واضح رہنا چاہیئے کہ ان کا یہ خیال بھی خدا کی ناراضی کا موجب ہے چنانچہ صحاح میں یہ حدیث موجود ہے کہ سیف الاسلام حضرت خالد بن ولید کے سامنے بعض آدمیوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ حضرت خالدؓ نے ان کے اس بیان کو تسلیم نہ کیا اور یہ خیال کر کے کہ وہ لوگ خوف جان سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے ہیں ان کے قتل کا حکم دیدیا۔ (باقی دوسرے کالم میں)

جلد ۱۷ لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء نمبر ۶۵

ہمارا بحث مباحثہ کا طریقہ

(از جناب مولانا عارف ھسوی)

آج کل جو مذہبی مناظرے ہوا کرتے ہیں ان کے بے نتیجہ اور غیر مفید ہونے کا تمام تعلیم یافتہ حضرات کو اعتراف ہے - آج تک کوئی ایک مجلس مناظرہ بھی ایسی منعقد نہیں ہوئی جو نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہو - فریقین مجلس سے اٹھ کر اپنی اپنی فتح و نصرت کے ڈنکے بجانے لگتے ہیں - اور کوئی بھی اپنی شکست کا اعتراف نہیں کرتا -

مسلمان لیڈروں کے اختلافات

اگرچہ ان مناظروں کا سلسلہ برابر جاری ہے - اور سال میں دس پانچ مناظرے ضرور ہو جاتے ہیں - مگر ان کے لغو ہونے کا احساس عام پیدا ہو گیا ہے - لیکن یہی مصیبت ایک دوسری شکل میں تبدیل ہو گئی ہے اور پہلی مصیبت سے زیادہ خوفناک ہے - وہ یہ کہ مسلمان لیڈران اور منظم جماعتیں جب کبھی کسی مسئلہ میں اظہار اختلاف کرتی ہیں تو سارا ملک ایک مجلس مناظرہ بن جاتا ہے - اخبارات کے کالم - رہنماؤں کی تقریریں جلسوں کے ریزولیوشن غرضکہ ہر چیز میں مذکورہ بالا مناظروں کا رنگ ابھرتا ہے - مسئلہ مذہبی ہو یا سیاسی اختلاف رائے کی صورت میں ایک ہنگامہ جدال برپا ہو جاتا ہے - بحث و مباحثہ کا دائرہ دلائل و براہین سے گزر کر بیہودہ ہنگاموں کی صورت اختیار کر لیتا ہے - اور نفس مسئلہ ذاتیات کی بحث میں یونہی تشنہ وضاحت پڑا رہ جاتا ہے - مثال کے طور پر مسئلہ حکومت حجاز کو لیجئے - جس کی نوعیت مذہبی قسم کی تھی - اس کے چھڑتے ہی اسلامی ہند شریفی اور سعودی دو حصوں میں منقسم ہو گیا - اور اس سلسلہ میں جو شرمناک واقعات پیش آئے وہ ہر شخص کے حافظہ میں محفوظ ہوں گے اس کے بعد دوسرا سیاسی مسئلہ بر روئے کار آیا یعنی آئین ہند کی تشکیل کا جو نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہے - اس پر بھی مسلمان رہنماؤں میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف نے جو صورت اختیار کی وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں - مسلمان باہم دست و گریباں ہیں - ایک دوسرے کی ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ عزت محفوظ ہے نہ آبرو - ایک ہنگامہ و فتنہ برپا ہے -

نہرو رپورٹ پر معرکہ جدال

نہرو رپورٹ جسکو اسلامی حقوق کا مدفن بتایا جاتا ہے - اس کے حسن و قبح سے کوئی بحث نہیں کرتا بلکہ ذاتیات کی بحث چھڑی ہوئی ہے تہمتیں تراشی جاتی ہیں - الزامات لگائے جاتے ہیں - اور مسلمانوں میں بے وقار کرنے کی مذموم جد و جہد ہو رہی ہے - جو رپورٹ کے مؤید ہیں ان کو مخلوطی - نہروانی - ہندو پرست - برلا کے غلام - بندہ زر - حقوق مسلم کے قاتل اور خدا معلوم کیا کیا القاب و خطاب دیئے جاتے ہیں جلسوں میں گالیاں دی جاتی ہیں - اخباروں میں برا بھلا لکھا جاتا ہے - اور یہ سب کچھ مذہب کا نام لے کر اور مذہبی تقدس کا جامہ پہنکر کیا جا رہا ہے حالانکہ مذہب مقدس نے بحث و نظر کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر اگر نیک نیتی کے ساتھ عمل کیا جائے تو اس قسم کے شرمناک حالات کبھی بھی پیدا نہ ہوں بلکہ پیچیدہ مسائل کے سلجھنے کی صورتیں نکل آئیں اور فساد کے بجائے [illegible] اور مجادلہ کی بجائے مفاہمت کی صورت پیدا ہو جائے -

کفار کے ساتھ بحث

خدا تعالیٰ نے کفار کے ساتھ جو طریقہ بحث اپنے پیغمبروں کو تلقین فرمایا ہے وہ بالکل صاف ہے - کثرت سے قرآن حکیم کے اندر ایسی آیات موجود ہیں - جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کفار کے ساتھ بھی نرمی اور ملاطفت سے گفتگو کرنی چاہیئے -

اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس وسیع زمین کے اوپر فرعون سے زیادہ سرکش - متمرد اور گمراہ دوسرا کون ہوگا - مگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو ہدایت کی جاتی ہے - کہ اس کے پاس جائیں اور نرمی سے گفتگو کریں - چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ " اذھبا الی فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی "

غور کیجئے کہ فرعون جیسے شخص کے متعلق بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت سخت طاغی ہے - مگر پھر بھی اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیئے - اور اس طریق اصلاح و ہدایت کا فائدہ بھی بتلا دیا - "لعله یتذکر او یخشیٰ" یعنی یہی ایک صورت ہے جس سے کچھ راہ پر آنے کی امید ہو سکتی ہے -

ہمارا طریق بحث

کیا آج اس نیلے آسمان کے نیچے فرعون سے زیادہ بدتر انسان کوئی ہے ؟ مگر ہماری یہ حالت ہے کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کے ساتھ نرمی و لینت سے بحث کرنی تو ایک طرف رہی انتہائی سختی و درشتی برتتے ہیں - جس کو اسلام نے کفار کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ " قولوا قولا حسنا " لوگوں سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو - پھر ارشاد ہوتا ہے " ادفع بالتی ھی احسن السیئة " برائی کو نرمی کے ساتھ دور کرو - پھر ایک اور جگہ وضاحت کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے - " ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن - " بزرگوں کو راہ حق کی طرف بلاؤ تو حکمت اور نیک نصائح کے ذریعہ سے اور اگر بحث کرو تو شائستہ اور پسندیدہ طریقہ سے

اہل کتاب سے بحث کا طریق

اہل کتاب سے بحث و مباحثہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے " ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن " اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر یہ کہ عمدہ اور شائستہ طریقہ پر - یعنی ان سے شائستہ اور پسندیدہ طریقہ پر بحث کرو -

اور احکامات کفار اور اہل کتاب سے متعلق ہیں - مسلمانوں سے متعلق نہیں ہیں - غور کرنا چاہیئے کہ جب کفار کے متعلق انبیاء کرام کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ نرمی اور شائستگی سے بحث و گفتگو کرو تو مسلمانوں کے متعلق ہمارا کیا فرض ہو جاتا ہے - مگر ان آیات کی روشنی میں ذرا اپنے طرز عمل کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے - کہ ہم نے آج کل اختلافی مسائل میں کیا روش اختیار کر رکھی ہے کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تمام قرآنی احکام و ہدایات کو یکقلم ہم نے پس پشت ڈال دیا ہے - اور جو طریق بحث و نظر و مباحثہ کا ہمارا ہے وہ یکسر احکام الٰہی کے خلاف ہے - بلکہ اس طریقہ کو بحث و نظر کے نام سے موسوم کرنا بھی ان الفاظ کی توہین ہے - کیونکہ آج کل اختلافی مسائل میں جو طرز عمل ہمارا ہو جاتا ہے - اس کو دشنام دہی گندہ دہنی اور تہمت و الزام تراشی کے سوا اور کسی نام سے موسوم نہیں کر سکتے -

مسلمانوں کے ساتھ کافروں سے بدتر طرز عمل

نہرو رپورٹ کے سلسلہ میں جو شرمناک بہتان تراشیاں ہو رہی ہیں اور سب و شتم سے بھی گزر کر جلسوں میں ہاتھا پائی اور فتنہ و فساد کی نوبت آ گئی ہے - غور کیجئے کہ کیا یہ اسلامی طریق ہے - خدا تو حکم دیتا ہے کہ کفار کے اور فرعون جیسے کافر اور مدعی خدائی کافر کے ساتھ بھی نرمی سے بحث و مباحثہ کرو - مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ کافروں سے زیادہ سخت طرز عمل اختیار کرتے ہیں - کیا کوئی شخص جسکو تھوڑا سا بھی حصہ عقل و خرد سے ملا ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس طرز عمل کا کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا ہے - اور اس طریق عمل سے کسی مسئلہ میں بھی حل کی کوئی صورت نکل سکتی ہے -

راہ صواب

راہ صواب اگر کوئی ہے تو وہ وہی خدائی راہ ہے جس کا حوالہ اوپر کی آیات میں دیا گیا ہے - اختلافات کا ہونا قدرتی امر ہے کیونکہ طبائع میں بھی اختلاف ہے - اور عقلیں بھی متوازن نہیں ہیں - اور ہر ایک شخص کو حق ہے کہ وہ جس امر کو صحیح سمجھتا ہے اس کی تائید کرے اور دوسروں کو اپنا ہم رائے بنائے مگر اس کا طریقہ یہ نہیں ہے جس پر ہم آجکل عمل پیرا ہیں بلکہ اس کا وہی طریقہ ہے جو قرآن نے بتایا ہے یعنی

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة

انجمن ترقی تعلیم مسلمانان کا اعلان

بتاریخ ۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اجلاس ہوگا

انجمن کی وظائف کمیٹی کا اجلاس بعض وجوہ سے ۱۵ ستمبر کو منعقد نہیں ہو سکا - اب ۶ اکتوبر کو بروز اتوار ہوگا - جن طلبہ نے درخواستیں دی ہیں وہ نتیجہ کا انتظار کریں لیکن آئندہ اور کوئی درخواست لینے کی گنجائش نہیں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۳ ۔ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ ۔ نمبر ۷

ایک عامی کی کھلی چٹھی مولوی صاحبان کے نام

حضور والا!

میں ایک معمولی قابلیت کا شخص ہوں اور اسلام کے حقائق و معارف سے بالکل نابلد لیکن باوجود اپنی کم لیاقتی اور لاعلمی کے اسلام کو دین فطرت سمجھتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے یہ شرف اور فضیلت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس کا دستور العمل یعنی شریعت انسان کی دینی اور دنیاوی فلاح کے اعتبار سے ہر نوع مکمل ہے۔ شریعت کے تمام احکام کا ماخذ اور سرچشمہ کلام الٰہی ہے۔ آپ حامل شریعت ہیں اور اس لئے شاردا ایکٹ کے متعلق ایسی صحیح اور معقول رائے پیش کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جب آپ بھی اسلام کو دین فطرت سمجھتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات سے بھی یہ حکم روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ نکاح اس عمر میں ہونا چاہئے جبکہ لڑکی بالغ ہو جائے تو پھر آپ تحدید عمر ازدواج کے کیوں مخالف ہیں؟

کیا آپ خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر اور اپنے گریبان میں منہ ڈالکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں ۹ سے ۱۳ برس تک کی لڑکی آپ کے معیار کے مطابق بالغ ہونے کے باوجود مباشرت کے نتائج اور اس کی اہم ذمہ داریوں سے بوجہ احسن سبکدوش ہو سکتی ہے؟ دیکھئے حضور گستاخی معاف۔ اگر ایک طرف آپ شریعت کے علمبردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو دوسری طرف آپ اپنی کم سن بیٹی کے باپ بھی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی شریعت کا کوئی ایسا حکم ہے جس کی رو سے ایک خاص علامت کے نمودار ہونے پر آپ ایک لمحہ کے لئے بھی اسے اپنے گھر میں رکھنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اور اگر ایسا حکم نہیں ہے۔ اور لڑکی اپنی فطری حیا و شرم کے باعث شادی کے معاملہ میں خاموش ہے۔ یا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے چودہ یا پندرہ سال تک شادی کی ذمہ داریوں کا بار اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہے تو کیا آپ شادی کا جوا زبردستی اس کے گلے میں ڈالدینا پسند کریں گے؟

فطرت یہ چاہتی ہے اور میں بلا خوف تردید یہ لکھتا ہوں کہ قرآن حکیم کا بھی یہی منشا ہے کہ لڑکی کی شادی اس عمر میں کرنی چاہئے جبکہ اس کے جسمانی اور دماغی قویٰ پورے طور پر نشو و نما پا چکے ہوں تاکہ وہ زندگی کی ذمہ داریوں کے بار کو آسانی کے ساتھ اٹھا سکے۔ ہر باغبان آپ کو قدرت کے اس اصول سے آگاہ کر سکتا ہے کہ اگر چھوٹی عمر کے پودے کو پیوند لگائی جائے تو اس میں زیادہ پھل نہیں لگے گا۔ پودہ صرف اسی صورت میں پورے طور پر بارآور ہو سکتا ہے جبکہ اس کی نشو و نما مکمل ہو چکی ہو۔ قبلہ قدرت کا یہ قانون نباتات اور حیوانات دونوں پر یکساں عائد ہوتا ہے اگر اتمام حجت کے طور پر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایک کمسن لڑکی میں بلوغت کے آثار نمودار ہو گئے ہیں تو کیا طبی نقطہ خیال سے اس کے جسمانی اور دماغی قویٰ اس قابل ہو گئے ہیں کہ اس کی فوراً شادی کر دی جائے۔ مولانا کس قدر شرم کی بات ہے کہ آپ کو اپنی قوم کی کم سن بیٹیوں کے متعلق ایسی رائے ظاہر کرنے میں ذرا باک نہیں [illegible] عفت و عصمت [illegible] پاکیزہ جذبات کو صدمہ پہنچتا ہے۔ کیا آپ [illegible] سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کی بیٹیاں چودہ سال تک اپنے [illegible] پر قادر نہیں ہیں؟

خدا کی قسم شرم و حیا [illegible] کی پاک رائے ایک افترا اور بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو خود اپنے نفس امارہ اور جذبات بہیمیہ پر قابو نہیں۔

حضرت اگر آپ واقعی شریعت [illegible] رسول کریم صلعم کی سنت کے اتباع کرنے کے مدعی ہیں تو آپ کیوں ۲۵ سال تک مجرد کی زندگی بسر نہیں کرتے؟ کیونکہ رسول کریم صلعم نے ۲۵ سال تک شادی نہیں کی تھی۔ کیا آپ اس عمر میں ۴۰ سال کی بیوہ سے شادی کرنے اور اس کے ساتھ زندگی کے ۲۵ سال گزارنے پر تیار ہیں۔ کیا آپ میں یہ دل گردہ ہے کہ جب آپ کی بیوی کا انتقال ہو جائے تو آپ محض ہمدردی اور تالیف قلوب کے خیال سے ایک یا دو عمر رسیدہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لے آئیں؟ لہذا اگر آپ کو اب نفس پر وہی قدرت حاصل ہے جو نبی کریم صلعم کو حاصل تھی تو پھر آپ بھی ۹ سال کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ بے حیائی اور بے ادبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم تحدید عمر ازدواج کے معاملہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر کو تو سند قرار دیں اور رسول کریمؐ کی اس زندگی کو نظر انداز کر دیں [illegible] اپنی نوعیت کے اعتبار سے عدیم النظیر قرار دی جا سکتی ہے۔ نبی کریمؐ اگر چاہتے تو حضرت خدیجہؓ کی زندگی ہی میں کسی اعلیٰ خاندان کی دوشیزہ لڑکی کو اپنے نکاح میں لا سکتے تھے لیکن دنیا کے اس برگزیدہ انسان کے قلب پر حضرت خدیجہ کی محبت اور وفاداری کا نقش اس قدر گہرا قائم ہو چکا تھا کہ زبردست سے زبردست انسانی خواہش بھی محبت اور وفاداری کے اس [illegible] کو زائل نہ کر سکی۔

قبلہ اگر آپ کو اپنے رسول سے محبت ہے اور خدا کا خوف ہے تو شریعت کو اپنی نفسانی خواہشات کی [illegible] نہ بنائیے۔ اگر سنت نبوی کے اتباع کا دعوےٰ ہے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی کے سوال کو جو ۹ سال کی عمر میں ہوئی اور جس کی نسبت بعض کی رائے ہے کہ سولہ سال میں ہوئی ایسے رنگ میں پیش نہ کیجئے جس سے اغیار کو خندہ زنی کا موقعہ ملے۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ شادی کے معاملہ میں ہرگز رسول کریمؐ کا اتباع نہیں کر سکتے۔ جب شادی کے متعلق قرآن حکیم کے احکام بالکل صاف اور واضح ہیں تو آپ کیوں کم سنی کی شادی پر اصرار کرتے ہیں۔ شاردا ایکٹ نے اگر شادی کی عمر کے لئے حد مقرر کر دی ہے تو یہ شریعت میں مداخلت کیسے ہوئی؟ کیونکہ شریعت خود کم سنی کی شادی کے خلاف ہے۔ البتہ اس قانون کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے یہ تجویز پیش کی جا سکتی ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں مقدمات کے فیصلے اسلامی پنچائتیں کیا کریں۔ تاکہ پولیس کو دست اندازی کا کوئی موقعہ نہ ملے۔

رہنما یا گمراہ کن؟

ہمیں برادران وطن کی اس معاملہ فہمی اور دور اندیشی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان کی قوم کے ذمہ دار اصحاب تقسیم کار کے زریں اصول پر کاربند ہیں یعنی اگر ایک طرف ان کے سیاسی لیڈر سوراج کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے جسم و دماغ کی پوری قوت سے کام لے رہے ہیں اور ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ رہتے ہیں تو دوسری طرف ایسے روشن خیال اشخاص بھی ہیں جو خاموشی اور استقلال کے ساتھ اپنی قوم کی معاشرتی اصلاح کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مسٹر ہربلاس شاردا آخر الذکر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوؤں کی معاشرتی خرابیوں سے متاثر ہو کر بچپن کی شادی کی مذموم اور مضر رسم کی بیخکنی کے لئے شاردا ایکٹ پاس کرایا ہے۔ اگرچہ قدیم خیالات کے ہندو اس قانون کی سخت مخالفت کر چکے ہیں لیکن آزاد خیال اور تعلیم یافتہ ہندوؤں کی کثرت رائے کے مقابلہ میں ان کی مخالفت بے سود ثابت ہوئی۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ علمائے کرام مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے مسئلہ پر کوئی توجہ نہیں کرتے۔ کون نہیں جانتا کہ شادی اور غمی کے گراں بار مصارف کی وجہ سے ہزاروں خاندان تباہ اور برباد ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا کے مصلح اعظم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شادی کی رسم اس قدر سادگی اور کفایت شعاری ملحوظ رکھی کہ اگر تمام مسلمان یہی طریق اختیار کریں تو وہ بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ مولویوں کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو سادگی اور کفایت شعاری کی تعلیم دینا شروع کر دی تو اس کی زد پہلے ان پر پڑے گی۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی یہ خود غرضی اور نفس پرستی عامۃ المسلمین کو ذلت اور پستی کے قعر عمیق کی طرف لے جا رہی ہے۔ ایسے مولویوں کو رہنما کہنا اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔

ناظرین! خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ کریں۔ (مینجر)

ایک ہندو لیڈر کے قابل غور الفاظ

مہاتما گاندھی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"امیروں کو چاہئے کہ وہ اپنی رنگ رلیوں میں [illegible] سے کام لیکر کفایت کی زندگی بسر کرنے کے لئے غریبوں کی رہنمائی کریں۔ وہ بھگوت گیتا کا یہ قول یاد رکھیں کہ دوسرے لوگ بڑے لوگوں کی نقل کیا کرتے ہیں۔ اس قول کی سچائی روزمرہ اور بالخصوص شادی اور [illegible] کے مواقع پر مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ ہزارہا غریب لوگ انہیں مصارف کی وجہ سے ضرور یات زندگی سے محروم ہو جاتے اور تباہ کن سود کے پنجے میں پھنس جاتے ہیں۔ ملک کے تعلیم یافتہ اور مالدار لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہر قسم کی فضول خرچی کے خلاف جہاد شروع کریں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنی دولت کا فخر رہے۔ اور وہ مقابلۃً غیر تعلیم یافتہ دولتمندوں سے زیادہ روپیہ صرف کرتے رہیں۔ شادی [illegible] بالکل فضول [illegible]۔ اس پر جس روپیہ سے [illegible] ہرگز [illegible] کرنے چاہئیں۔"

کیا [illegible] اعلان ایک ہندو لیڈر مذکورہ بالا الفاظ پر غور کریں [illegible] کس قدر [illegible] کا مقام ہے کہ مہاتما گاندھی ایک [illegible] رکھنے کے باوجود اپنی قوم کو فضول خرچی سے [illegible] اور شادی [illegible] ایک نہایت [illegible] قوم کی [illegible] جب تک مسلمان شادی اور غمی کے مصارف میں کفایت شعاری کے اصول پر سختی کے ساتھ کاربند نہیں ہوں گے وہ قرض اور سود کی خوفناک [illegible] سے ہرگز نجات نہیں پا سکیں گے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی قوم کی اقتصادی مشکلات کا اس کی قومی سیرت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ جس قوم کے افراد [illegible] اور افلاس کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کی غیرت اور حمیت کا جوہر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے اپنی اقتصادی مشکلات کے رفع کرنے کے لئے عملی تدابیر اختیار نہ کیں تو ان کی ذلت اور نامرادی کا پیمانہ بہت جلد لبریز ہو جائے گا۔

اسلام کی ضیاباری

حکیم محمد یار صاحب فوق اور پنڈت قادر بخش صاحب [illegible] جو ضلع آگرہ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ مفصلہ ذیل اشخاص [illegible] میں داخل ہوئے خداوند کریم انہیں استقامت بخشے۔

نمبر	سابق نام	اسلامی نام	تعداد
(۱)	بنا	نواب خاں مع بیوی	۳ نفر
(۲)	بدھا	خان بہادر	[illegible]
(۳)	اشرفی لال	اشرف خاں مع اہل و عیال	۶ نفر
(۴)	چرنجی	سردار خاں	۵ نفر
(۵)	سردن	نور خاں	[illegible]
(۶)	کسودا	سلطان خاں	۱ نفر
(۷)	مدھا	رحیم خاں	۵ نفر
(۸)	گھنشی رام	شیخ عبداللہ	۱ نفر

کل میزان ۲۶ نفوس

فضل کریم خاں درانی اور برلن مسجد

وارنٹ گرفتاری اور روپوشی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے فضل کریم خاں درانی سابق انچارج برلن مسلم مشن و مسجد کے خلاف زیر دفعہ [illegible] تعزیرات ہند ۱۸ اکتوبر کو خیانت مجرمانہ کا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ الزام یہ ہے کہ انہوں نے انجمن کی اجازت اور علم کے بغیر دوران ملازمت میں مسجد [illegible] کو مبلغ سولہ ہزار طلائی مارک کے عوض گرو رکھکر رقم وصول کی۔ اور اسے اپنے ذاتی تصرف میں لایا۔ اور انجمن کو کوئی اطلاع نہ دی۔ شیخ محمد دین خاں سکرٹری انجمن کا بیان ہے کہ چند ماہ ہوئے [illegible] موجودہ انچارج مشن برلن کے خطوط سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد اور اس کے ملحقات کو فضل کریم خاں نے رہن کر دیا ہے۔ ملزم کے [illegible] وارنٹ [illegible] روپیہ کی ضمانت کے جاری ہوئے تھے۔ مگر اس کی روپوشی [illegible] تعمیل وارنٹ نہ ہو سکی۔ ۲۶ اکتوبر کو عدالت نے وارنٹ [illegible] لئے ہیں۔ اور اشتہار گرفتاری بھی دیدیا ہے۔ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۷۸

افغانستان اور ٹرکی کی اصلاحات

پر ایک سرسری نظر

جس طرح شاہ امان اللہ خاں کے لئے وہ گھڑی منحوس ثابت ہوئی جبکہ وہ محض اس ارادہ سے یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے کہ جو شاہرہ و تجربہ وہ حاصل کریں اس سے وہ اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں اسی طرح اسلام کی تہذیب اور اس کی گزشتہ مذہبی اور قومی روایات کے نقطۂ خیال سے وہ ساعت کسی صورت میں مبارک قرار نہیں دی جاسکتی جبکہ غازی مصطفےٰ کمال پاشانے اپنے ملک میں ترکی ٹوپی کے بجائے ہیٹ اور عربی رسم الخط کے بجائے یورپ کے لاطینی حروف کو رواج دینے کا حکم صادر کیا۔

امان اللہ خاں اپنے تاج وتخت سے کبھی محروم نہ ہوتے اگر اصلاحات کے جبری نفاذ کے لئے ان کے پاس ایک زبردست فوجی طاقت ہوتی۔ امان اللہ خاں کی حب الوطنی اور خلوص میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا وہ اپنی اس خواہش میں بالکل حق بجانب تھے کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے افغانستان اور اس کے باشندے علوم وفنون اور دولت وثروت کے اعتبار سے یورپین اقوام کے ہم پلہ ہوجائیں۔ انہوں نے دنیا کے عام دستور کے خلاف پہلے اپنی فوجی طاقت بڑھانے کے بجائے اپنا وقت اور روپیہ ایسی اصلاحات کے لائحہ عمل کی تکمیل پر صرف کیا جس کے لئے ملک تیار نہ تھا۔ باشندے ان اصلاحات کے مخالف تھے۔ اور اور حکومت کے ارکان کو بھی اپنے بادشاہ کے مخلصانہ ارادوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس لئے دشمنوں کو ان کی غیر حاضری میں فتنہ وفساد کے بیج بونے کا موقع مل گیا۔ ایک ڈاکو نے ملک پر قبضہ کرلیا۔ امان اللہ خاں کی دہ سالہ حکومت کے تمام درخشاں نقوش حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ افغانستان کے نامور مجاہد جرنیل نادر خاں (حال بادشاہ افغانستان) کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے اور ملک میں دوبارہ امن وانتظام کا سکہ بٹھانے کے لئے جس قدر دشواریاں پیش آئی ہیں ان کی مفصل کیفیت معلوم کرنے کے لئے دنیا کو کچھ عرصہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اگر امان اللہ خاں کے وزراء اور مشیر حقیقی معنوں میں ان کے وفادار ہوتے اور کم سے کم دس ہزار سپاہی ان کے اشارہ پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے تو امان اللہ خاں کے دشمنوں کو کبھی اپنے ناپاک مقاصد میں کامیابی نہ ہوتی۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشانے بھی اپنے ملک میں بعض ایسی اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کیا جنہیں رعایا پسند نہیں کرتی تھی۔ ترکی کے طبقہ متوسط اور بالخصوص وہ مسلمان جو اسلامی تمدن اور اسلامی روایات کے دلدادہ ہیں ہرگز اپنے سر کو ہیٹ سے زیب دینے اور عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی حروف کو استعمال کرنے کی طرف مائل نہ تھے۔ لیکن غازی مصطفےٰ کمال لوگوں کی مخالفت کے باوجود اپنی اصلاحات کے نفاذ میں کامیاب ہوگئے۔ اس لئے کہ انہیں اپنے رفقائے کار کی رفاقت اور اپنی فوج کی طاقت پر پورا بھروسہ تھا۔ ٹرکی کے جن مقتدا اور سربرآوردہ اشخاص نے جو غازی مصطفےٰ کمال کی طرح اپنے وطن کی شمع کے پروانے تھے اور ملک اور قوم، خدمات مسلمہ تھیں مغربی تمدن کی نقالی کو اپنے ملک کو اپنے لئے خطرناک خیال کیا تو انہوں نے ٹرکی کے ان مایہ ناز فرزندوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنا راستہ صاف کرلیا۔

یورپ کے بڑے بڑے ماہران سیاست غازی مصطفےٰ کمال کے تدبر اور معاملہ فہمی کا لوہا مانتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہیٹ اور لاطینی حروف کی ترویج کے معاملہ میں وہ فرزندان توحید کی تائید حاصل نہ کرسکے۔ اگر مصطفےٰ کمال یورپین ہیٹ پہنکر اور اپنی مادری زبان کو لاطینی حروف کا جامہ پہناکر یورپین اقوام کی نظروں میں وقعت اور عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس سے زیادہ بے اصولی، بزدلی اور کمزوری اور کیا ہوسکتی ہے؟ جو شے مشرق کی کسی قوم کو رفعت وعظمت کے اعلےٰ مقام تک پہنچانے میں مدد دیکتی ہے وہ یورپ کی نقالی نہیں بلکہ اس کی اپنی دماغی اور اخلاقی طاقت ہے عربی رسم الخط کو تبدیل کرنے والے مصطفےٰ نے تاریخ کی اس ناقابل تردید شہادت کو دیدہ ودانستہ نظرانداز کردیا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں نے آٹھ سو سال تک ہسپانیہ میں اسلام کی شمع کو فروزاں رکھا۔ یورپ کے مصنفین اور مورخین اس امر کا سچے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ اگر ہسپانیہ کی عربی حکومت علوم وفنون کی علم بردار نہ ہوتی تو خبر نہیں یورپ میں جہالت اور لاعلمی کی تاریکی کب تک چھائی رہتی؟ اندلس کی اسلامی یونیورسٹیوں کے دروازے یورپین اقوام کے لئے ویسے ہی کھلے ہوئے تھے جیسے کہ آج کل اکسفورڈ اور کیمبرج کے دروازے مشرقی اقوام کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ ہسپانیہ اور یورپ کے عیسائی عربی زبان میں اس فصاحت وبلاغت کے ساتھ نظم اور نثر لکھتے تھے کہ خود عرب استاد دنگ رہ جاتے تھے۔ عربی زبان کا سکہ تمام یورپ میں چل رہا تھا۔ کیونکہ یہ اس وقت جملہ علوم وفنون کا سرچشمہ اور ماخذ تھی۔

اگر ہیٹ اور کوٹ پتلون فی نفسہ دنیا کے لئے بہترین لباس ہوتے تو ہسپانیہ کے عرب شاید فرنگی لباس کے اختیار کرنے میں تامل نہ کرتے۔ لیکن عرب اپنے لباس کی قدیم وضع پر قائم رہے کیا یہ قابل غور بات نہیں ہے کہ یورپ کے عیسائی شاگردوں نے عرب استادوں کے سامنے زانوے ادب طے کرنے کے باوجود ان کا لباس اختیار نہ کیا؟ کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ دور حاضرہ کے مسلمان یورپ کی نقالی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں حالانکہ مسلم کے لئے اگر کوئی شے فی الحقیقت سرمایہ نازش ہوسکتی ہے تو وہ اس کا علم وفضل اور اس کی ذاتی سیرت ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال نے یورپ کی نقالی میں کمال حاصل کیا۔ تو کیا فرزندان توحید کو ایسے کمال سے دلی محبت ہوسکتی ہے۔ جس کی بنیاد اسلامی تہذیب وتمدن کی بیخ کنی پر ہو؟ کیا یورپ کے مدبرین اور مبصرین بجا طور پر یہ دعوےٰ نہیں کرسکتے کہ مشرقی اقوام اس وقت تک مادی ترقی نہیں کرسکتیں جب تک کہ وہ یورپ کی تہذیب وتمدن کو شمع ہدایت نہیں سمجھیں گی؟ مصطفےٰ کمال کے کمال کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ یورپ کے علمی حلقوں میں عربی رسم الخط اسی وقعت وعزت کی نظروں سے دیکھا جاتا جو ہسپانیہ میں عربی زبان کو حاصل تھی۔ اگر غازی موصوف اور ان کے رفقا کے نزدیک عربی رسم الخط دور حاضرہ کی علمی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتا تو پھر مصری، شامی اور عراقی حکومتیں کیوں اس کی خامیوں کو محسوس نہیں کرتیں؟ غازی مصطفےٰ کمال شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہیٹ اور لاطینی حروف کے استعمال سے وہ یورپ کی سرمایہ دار حکومتوں کی ہمدردی حاصل کرسکیں گے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تک دنیا میں اسلام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یورپ مسلمانوں پر کبھی اعتبار نہیں کرے گا۔

ایک قابل اعتراض فلم کا ناگوار قضیہ

لاہور کی گزشتہ نمائش صنعت کاری طبقہ نسواں کے ضمن میں خواتین کو سینما کا جو فلم دکھایا گیا تھا اس میں بعض ناپسندیدہ واقعات ظہور میں آئے۔ جو کسی ارادہ یا نیت کے ماتحت نظر نہیں آتے بلکہ محض سوء تدبیر اور عدم دور اندیشی کا نتیجہ ۔ اور اس قابل نہ تھے کہ انہیں اتنا طول دیا جاتا میر عزیز الرحمٰن صاحب ۔ ۔ ۔ مدیر رسالہ نور جہاں کو مناسب تھا کہ وہ اس فلم کو پہلے دیکھ لیتے یا اس کے کوائف سے واقفیت حاصل کرلیتے از سکتی کہ وہ دنیا جہان کی باتوں سے واقف ہیں۔ لیکن اتنا علم تو انہیں ضرور ہونا چاہیئے کہ یورپ کے تجویز کردہ نام اصل حقیقت کا اظہار نہیں کرتے۔ اس لئے اگر اس فلم کے نام نے ان کو دھوکا دیا تو وہ اپنے فرض سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔

اس فلم سے فی الواقعہ عیسوی پروپیگنڈا مقصود ہے۔ کھیل اور تفریح کے پردہ میں بہت سی ایسی فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ بحمداللہ کہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کے بروقت احتجاج نے آئندہ کے لئے مذکورہ بالا فلم کا سدباب کردیا۔ اس موقعہ پر دوسری غلطی جو میر صاحب سے ہوئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے جوش میں آکر بعض غیر ضروری کلمات اپنی زبان سے نکالے۔ یہ بھی ہمارے نزدیک کسی ارادہ اور نیت کے ماتحت نہیں تھے۔ ہنگامی جوش نے یہ سب باتیں کرائیں۔ یہ معاملہ ختم ہوجانا چاہیئے تھا۔ لیکن رسالہ نور جہاں کی تازہ اشاعت سے نظر آتا ہے کہ میر صاحب نے اس واقعہ کو ایک پروپیگنڈا بنادیا ہے۔ کہیں تو محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ کو مد مقابل ٹھہراکر ان کی نیت پر حملہ ہورہا ہے۔ کبھی انہیں اس بات کا ملزم ٹھہرایا جاتا ہے کہ وہ دار الخواتین کے مقابل ایک اور تحریک قائم کررہی ہیں۔ ہم ان واقعات کی تصدیق کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن میر صاحب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اختلاف رائے یا اس کی بنا پر نئی تحریکات کا پیدا ہونا ہی قومی زندگی کا نشان ہے بشرطیکہ ان تحریکات میں نیت بخیر ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محترمہ موصوفہ مشن سکول کی معلمہ ہیں اور شاید اس لئے انہیں حق ہی نہیں پہنچتا کہ اس فلم کے خلاف احتجاج بلند کریں۔ ہمارا تجربہ تو یہی ہے کہ پادریوں کے مدرسہ کی تعلیم ہی خصوصاً جہاں تعلیم انجیل کورس کا ایک ضروری حصہ ہوتا ہے مسلمان طلبہ میں غیرت اور مذہبی عصبیت پیدا کرتی ہے اس کا ایک نمونہ تو خواجہ کمال الدین صاحب کی ہستی ہے جو شروع سے لیکر آخر تک فورمن مشن کالج کے طالب علم رہے۔ آج بائیبل کے متعلق خواجہ صاحب کی واقفیت پر خود مغرب کے پادری حیران ہیں۔ آخر یہ واقفیت تو اسی طالب علمی کا نتیجہ تھی۔ اس امر پر ہم مزید لکھنا نہیں چاہتے۔ ہم میر صاحب کی قومی خدمت کے بھی معترف ہیں۔ لیکن یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کی تدابیر غلط ہوسکتی ہیں اور ان میں سے ایک غلطی یہی فلم کا واقعہ بھی رسالہ تہذیب نسواں میں محترمہ خدیجہ بیگم کے قلم سے جو کچھ اس بارہ میں شائع ہوا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اسے غلط ٹھہرانے کی کوشش کرنا اہل لاہور کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔ میر صاحب کو مردانہ وار اپنی غلطی کا اعتراف کرکے معاملہ کو ختم کردینا چاہیئے تھا۔ یہ طریق ان کے لئے موجب عزت ہوتا۔ ہمیں کم از کم اس امر کو نظرانداز نہ کرنا چاہیئے کہ گو میر صاحب ایک نہایت مفید کام کررہے ہیں: لیکن اس میدان میں اترنے والے اور بھی ہیں۔ اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ ہماری قوم میں علمی قابلیت اور اسلامی جذبات رکھنے والی کتنی خواتین ہیں؟ انگلیوں پر تو چند نام گنے جاسکتے ہیں۔ لیکن محترمہ موصوفہ کی ذات بلاشبہ غیر معمولی صفات کا مجموعہ ہے۔ میر صاحب ایک تعلیم یافتہ جنٹلمین ہیں ان کی اولوالعزمی اس امر کی مقتضی ہونی چاہیئے کہ وہ محترمہ خدیجہ بیگم کے مقابلہ میں خاموش رہیں۔

"خدا اک سمجھو دیو بانگاں"

ہمارے اکثر سکھ بھائی آئے دن ان مقامات میں جہاں ان کی آبادی زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے مسلمان ہمسایوں کی مذہبی آزادی میں مخل ہوتے ہیں۔ یعنی اگر مسلمان بلند آواز سے مسجد میں اذان دینا چاہیں تو انہیں غضب آلود نگاہ سے اذان دینے سے روکتے ہیں۔ اور جب مسلمان ان کے اس جابرانہ مطالبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو ان پر لٹھ برسائے جاتے ہیں۔ حالانکہ عقیدہ توحید کی رو سے مسلمان اور سکھ ایک ہی درخت کی دو مختلف شاخیں ہیں۔ دونوں توحید کے پرستار ہیں۔ اور سوائے خدائے واحد کے اور کسی کے سامنے سر عبودیت نہیں جھکاتے۔ حضرت بابا نانک کی تمام تعلیم میں اسلامی عقائد کا رنگ شفع نظر آتا ہے۔ اور اس نے یکسانیت نہ ہوگا کہ بابا صاحب اسلام کے حقائق ومعارف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اخبار اتحاد کی ۳ نومبر کی اشاعت میں مسلمان اور سکھ کے عنوان سے جو دلچسپ مضمون سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار البنی کا شائع ہوا ہے اس کا حسب ذیل اقتباس ہمارے سکھ بھائیوں کی خاص توجہ کے قابل ہے۔

گرنتھ مارو محلہ نمبر ۹ صفحہ ۱۰۸۳

خدا ایک سمجھو دیو بانگاں

ترجمہ۔ صرف ایک خداوند کریم کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے بیشک اذان دو۔

گرنتھ صفحہ ۔۔۔۔ روزہ رکھ جا۔ بانگ۔ نماز کتیب بن بکھے جاسی تو۔

ترجمہ لر۔ روزہ رکھنا۔ اذان دینا۔ نماز پڑھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا

باطل کی نیرنگیاں

(گزشتہ سے پیوستہ)

مولوی فاضل صاحب کے مضمون نمبر ۲ میں یہ بحث ہے کہ حضرت مسیح موعود نے خود ہی اپنے منکروں کو کافر کہا ہے اور جو حوالہ پیش کیا ہے وہ ان کی علمیت کا پردہ فاش کرنے کے لئے کافی ہے۔

زنا کرنا اور شراب پینا معاصی کفر نہیں ہیں۔ وہ سب گناہ ہیں مگر ان بدکاریوں کو حلال ٹھیرانا موجب کفر ہے۔ پس اسی طرح مسیح موعود سے انکار کرنا اس وجہ سے کفر ہے کہ اس میں خدا اور رسول کے وعدہ اور متواتر پیشگوئی کا انکار ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ہر ایک مسلمان جو ادنےٰ علم بھی رکھتا ہو اس سے واقف ہے۔ خدا کے حدود کو توڑنا کافر نہیں کرتا بلکہ فاسق کرتا ہے۔ مگر خدا کے قول کے برخلاف بولنا کافر کرتا ہے۔ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ (البدر جلد دوم صفحہ ۱۸۰/۱۸۱)

اس حوالہ کو مولوی صاحب کافر در مسلم کی تعریف کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا علم و معرفت ہے۔ جس پر یہ فاضل صاحب فخر کرتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ادنے درجہ کا علم رکھنے والا مسلمان بھی اس مسئلہ کو سمجھ سکتا ہے۔ یہاں تو مولوی فاضلوں کا یہ حال ہے کہ اس مسئلہ کو بھول بھولیاں بنا رکھا ہے۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود نے منہیات فرد عات کا ذکر کرکے فرمایا ہے کہ ان کا حلال ٹھیرانا کفر ہے اسی طرح جو شخص اس بات کو جائز رکھے کہ مسیح موعود کے وعدے اور پیشگوئیاں غلط ہیں یہ یا دجال یا جوج ماجوج دابۃ الارض کی پیشگوئیاں اور وعدے غلط ہیں وہ کفر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ خدا و رسول کے وعدوں اور متواتر پیشگوئیوں کا انکار ہے۔ لیکن یہ سب فرع کا کفر ہے۔ اصل کا کفر نہیں۔ تاہم آپ کی بات کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو بھی تمام مسلمان کافر نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ وہ مسیح موعود کے وعدے اور پیشگوئی کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا انکار نہیں کرتے نتیجہ یہی نکلا کہ حضرت صاحب کے نزدیک بھی وہ مسلمان ہی ہیں۔ جبکہ ان کو خدا و رسول کے وعدے اور پیشگوئی کا انکار نہیں۔

مولوی صاحب نے ڈاکٹر عبدالحکیم کا اعتراض اور حضرت صاحب کا جواب کفر کے بارہ میں نقل کیا ہے۔ وہاں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ:-

"ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"

اس کے جواب میں حضرت صاحب کا ایک حوالہ کافی ہے۔ مولوی صاحب حضرت صاحب کی ذیل کی عبارت کی تشریح فرما دیں۔

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعمل سے یعنی شراب سے قمار بازی سے۔ بدنظری سے خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے الخ" (کشتی نوح)

کیا مولوی فاضل صاحب ہر ایسے احمدی کو جماعت سے خارج کا حکم دیں گے۔ جو ان کمزوریوں کا مرتکب ہو۔ اور جب حضرت مسیح موعود اپنی جماعت میں نہیں سمجھتے۔ مولوی صاحب حضرت صاحب کے الفاظ "وہ مسلمان نہیں"، کے اگر آپ یہ معنی کریں کہ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو "وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے" کے معنی بھی یہی کریں کہ وہ غیر از جماعت ہے اور اس لئے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ غیر از جماعت مسلمان آپ کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں امید نہیں کہ مولوی صاحب یہ دلیری کر سکیں۔

باقی رہا یہ کہنا کہ نبی یا رسول کا لفظ حضرت صاحب کو کہنا درست ہے یا نہیں۔ سو ہماری طرف سے بار ہا کہا جا چکا ہے کہ اگر حضرت صاحب کی ذیل کی تحریر کے مطابق ہو۔ تو جائز ہے ورنہ ناجائز

"جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیے۔ اور اسلام سے سچی محبت رکھنی چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں۔ اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے۔ اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں" (الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ جب ہم پہلے اس لفظ نبی اور رسول کو اپنی تحریروں میں لکھتے تھے تو اب کیوں یہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بھی نبی اور رسول کے الفاظ انہی معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ جن معنوں میں حضرت مسیح موعود نے انہیں استعمال کیا۔ یعنی محدث۔ لیکن چونکہ محمودیوں نے اس کے معنے محدث سے بڑھکر حقیقی نبی کے لینے شروع کر دیئے ہیں اور حضرت صاحب نے صاف لکھا ہے۔ کہ فتنے سے بچنے کے لئے آپ نے نبی والی قرارت ترک کر دی۔

بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر یہ لفظ طبائع پر گراں گزرتا ہو تو اسے کٹا ہوا سمجھا جائے۔ اس لئے محض "فتنہ سے بچنے کے لئے" ہم اسے استعمال نہیں کرتے۔

"لفظ حقیقی نبی کی تحقیق"

مولوی محمد اسمعیل صاحب کی تحریریں ایک قادیانی گورکھ دھندہ ہیں۔ جو حوالہ مفید مطلب ہو وہ تو خواہ حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر میں ہو فوراً پیش کر دیتے ہیں لیکن جو نتیجہ حضرت مسیح موعود اپنی تحریر سے نکالتے ہیں۔ اس سے قادیانی مولوی صاحبان گریز کر جاتے ہیں مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی کتاب سراج منیر اور مکتوب، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء سے ذیل کے حوالے اپنی تائید میں دیئے ہیں:-

(۱) "یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں"

(۲) "وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے"

اس پر مولوی صاحب حاشیہ دیتے ہیں کہ:-

"ان معنوں (یعنی صاحب شریعت) میں ہم ہرگز ہرگز حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقی نبی نہیں مانتے اور جو شخص ان معنوں میں حضرت اقدس کو حقیقی نبی ماننے کا عقیدہ ہماری طرف منسوب کرتا ہے وہ ہم پر افترا کرتا اور بہتان باندھتا ہے"

بظاہر مولوی صاحب یہاں متقیانہ لباس میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی ایمانداری کی ابھی قلعی کھل جاتی ہے۔ ہم ایک منٹ کے لئے مان لیتے ہیں کہ قادیانی صاحبان حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی یعنے شرعی نبی نہیں مانتے۔ بلکہ غیر شرعی نبی مانتے ہیں۔ اور مولوی صاحب نے سراج منیر اور خط، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء کا حوالہ گویا اپنی مزعومہ تاریخ تبدیلی عقیدہ پر پانی پھیر دیا ہے۔ اب ہم حضرت مسیح موعود کا اپنا فیصلہ اس بارہ میں پیش کرکے قادیانی صاحبان اور خصوصاً مولوی محمد اسمعیل صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ حضرت مسیح موعود کے نتیجہ کو بھی جو آپ نے ان الفاظ کو لکھکر نکالا ہے۔ صحیح ماننے پر تیار ہیں۔ سنیئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

(حاشیہ۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اب اگر مولوی صاحب اور ان کا پیر حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی نہیں سمجھتے تو حضرت اقدس کا فیصلہ بھی قبول کریں کہ خواہ آپ جناب الٰہی میں کتنی ہی اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں آپ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا۔ یہ قادیانی نیرنگیاں ہیں کہ حضرت اقدس کے وہ حوالجات جو اپنے مطلب کے مطابق پاتے ہیں خواہ وہ کسی سنہ کے ہوں جھٹ پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن ان تحریروں سے جو نتائج حضرت مسیح موعود نکالتے ہیں ان سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ جب ان معنوں میں حضرت مسیح موعود حقیقی نبی نہیں تو آپ کے منکر کافر اور دائرہ اسلام سے بھی خارج نہیں۔ اسی ایک بات سے قادیانی مذہب جدید کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ مولوی صاحب اس لفظ کو بغیر تشریح کے استعمال کرنا سوء ادبی بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مسیح موعود کے بیان کردہ نتیجہ سے علانیہ باغی بھی ہیں۔ مولوی صاحب اپنی بے علمی کی وجہ سے اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے بےخبری کی وجہ سے حضرت امیر پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے بےخبری یا اس پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت عیسےٰ کو ان کی پہلی بعثت کی رو سے حقیقی نبی قرار دیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم حضرت مسیح موعود کی ذیل کی عبارت پیش کرتے ہیں جس میں آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی پہلی بعثت اور حسب عقیدہ مخالفین احمدیت دوسری بعثت کو بھی حقیقی نبوت ہی فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا۔ اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی۔ یا کچھ اور (سراج منیر صفحہ ۳)

اگر اس عبارت کو قادیانی غبار آلودہ عینک اتار کر پڑھا جائے تو حقیقی نبوت کے معنوں پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کی دوسری بعثت پر بھی۔ کوئی مخالف سلسلہ احمدیہ اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت عیسےٰ اپنی دوسری بعثت میں حقیقی نبی (یعنی قادیانی تشریح کے مطابق صاحب الشریعت نبی) ہو کر آئینگے جب مخالف لوگ اس بات کے قائل ہی نہیں کہ حضرت مسیح صاحب شریعت ہو کر آئیں گے تو کیا معاذ اللہ حضرت مسیح موعود نے یہ عبارت لغو طور پر ان کی طرف منسوب کر دی۔ کہ "پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا" صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب اس جگہ حقیقی نبی سے مراد یہ لے رہے ہیں کہ جس پر وحی نبوت نازل ہو۔ نہ کہ جو شریعت لائے۔ کیونکہ مخالف مولوی بھی مسیح کو اپنی دوسری بعثت میں قرآن کی شریعت کا پیرو مانتے ہیں نہ کہ

امان اللہ خان شاہ افغانستان کی تخت سے دستبرداری

شاہ امان اللہ خان فرمانروائے مملکت افغانستان کی تاج و تخت سے دستبرداری کی خبر مختلف قابل وثوق ذرائع سے پایۂ اعتبار کو پہنچ چکی ہے۔ یہ ایک اہم تاریخی واقعہ ہے اور افغانستان کے لئے بالخصوص اس کی پولیٹیکل اہمیت بہت زبردست ہے۔ گو امان اللہ خاں کو آج باغیوں کے سامنے سلطنت ختم کرکے تخت و تاج کو خیرباد کہنا پڑا لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ایک زبردست شخصیت کا فرمانروا تھا۔ گو ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ امان اللہ خاں سے اصلاحات کے معاملہ میں بعض ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جن کی وجہ سے اس کو آج ان مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن باوجود ان تمام غلطیوں کے ہم اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ امان اللہ خاں نے جو کام چند سالوں نہیں بلکہ چند مہینوں کے اندر اپنی قوم کو بام ترقی پر پہنچانے کا کیا وہ افغانستان کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ سینکڑوں تعلیمی درسگاہیں نہ صرف لڑکوں کے لئے بلکہ لڑکیوں کے لئے بھی آپ نے کھولیں۔ ہزاروں کارخانے صنعت و حرفت کے جاری کئے۔ علوم شریفہ اور فنون لطیفہ کی ترویج کی۔ قومی اور ملکی اصلاحات عمل میں لایا۔ باغات بنائے اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کیں۔ غرض سینکڑوں اصلاحات یہ بیدار مغز بادشاہ عمل میں لایا۔ وہ آزاد قوم کا ایک آزاد بادشاہ تھا۔ ابتدا سے ہی طبیعت اصلاحات کی طرف مائل تھی۔ سیاحت یورپ نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اس کا ملک اور اس کی قوم یورپ کے کسی متمدن سے متمدن اور مہذب سے مہذب ملک و قوم سے پیچھے نہ رہے۔ تخت سے دستبردار ہونا بھی اس کے کمال حزم اور احتیاط کو ظاہر کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ وہ باغیوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس نے خون کی ندیاں بہانا پسند نہ کیا۔ اس لئے تخت و تاج کو خیرباد کہہ دیا۔ اور اپنے بڑے بھائی سردار عنایت اللہ خاں کے سپرد کرکے خود ہوائی جہاز پر سوار ہو کر قندہار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء بیدک الخیر۔

مذاکرۂ علمیہ

تناسخ

زمانہ لاعلمی کا ایک نظریہ

(۳)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

قائلین تناسخ کی لاعلمیاں

میں دکھا چکا ہوں کہ تناسخ کا نظریہ بہت سی لاعلمیوں کا نتیجہ ہے۔

(۱) کائنات کے طریقِ پیدائش سے لاعلمی۔
(۲) اختلاف اشیا کے فوائد سے لاعلمی۔
(۳) تمدن و معاشرت و سیاسیات کی ضرورت سے لاعلمی۔
(۴) نیکی اور بدی کے فلسفہ سے لاعلمی۔
(۵) دکھ اور سکھ کے فلسفہ سے لاعلمی۔
(۶) علم النفس سے لاعلمی۔

ان کے علاوہ دو اور لاعلمیاں ہیں۔

(۱) خدا کی صفات خالقیت و مالکیت سے لاعلمی۔
(۲) یوم آخر کے صحیح مفہوم سے لاعلمی۔

ان آخری دو لاعلمیوں کے باعث بھی بہت سی غلط فہمی ظہور میں آئی جس کا ذکر ضمناً آئے جاتا ہے۔

تناسخ کی ابتدا

یہ خدا کی صفات خالقیت و مالکیت سے لاعلمی اور کائنات کے طریقِ پیدائش سے لاعلمی کا نتیجہ تھا کہ جو دنیا کے اختلاف کو دیکھکر کہہ دیا کہ اسطرح خدا کا انصاف قائم نہیں رہتا۔ مگر اتنا غور نہ کیا کہ کیا یہ تمام انسان اور حیوانات اور نباتات پہلے ایک ہی شکل اور یکساں حالت میں کہیں آباد تھے۔ اور خدا نے ان پر زبردستی قبضہ کرکے ان میں اختلاف ڈال دیا۔ کہ کسی کو درخت بنا دیا تو کسی کو حیوان اور کسی کو انسان۔ اور پھر ان میں غربت و امارت کا بھی فرق رکھدیا۔ اور اس لیئے تناسخ والوں کو ضرورت پڑی کہ وہ خدا کی طرف سے وکالت کرکے یہ جواب دیں کہ "بھئیا شکایت کیوں کرتے ہو یہ اختلاف تمہارے اپنے عملوں کا نتیجہ ہے کہ کچھ لوگ نباتات بن گئے تو کچھ حیوانات۔ کچھ امیر انسان بن گئے تو کچھ غریب"، لیکن کیا یہ بات بالکل لغو اور غلط نہیں؟

اختلاف قانون ارتقا کا نتیجہ ہے

ہر ایک اہل علم جانتا ہے کہ یہ چیزیں پہلے کہیں موجود نہ تھیں۔ بلکہ خالق کائنات نے جب تخلیق کا سلسلہ شروع کیا تو قانون ارتقا کے نیچے مخلوق نے جیسے جیسے ترقی کی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان کی مختلف شکلیں ظہور پذیر ہوتی گئیں۔ ارے وہ کون تھا جسکے ساتھ ناانصافی کی گئی کیا ترقی کے مختلف زینوں اور مراتب کا نام ناانصافی ہوا کرتا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختلف چیزیں جو عدم سے وجود اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ جسے جو وجود مل رہا ہے وہ خالق و مالک کا عطیہ ہے۔ اس میں انصاف اور ناانصافی کا سوال کیسا؟ اگر خدا انہیں پیدا نہ کرتا تو سرے سے ان کا وجود ہی نہ ہوتا۔ مگر اسے خاص غرض و غایت مدنظر تھی۔ اس لئے اس نے مختلف چیزوں کو پیدا کیا اور اپنی منشا کے مطابق عدم سے وجود میں لایا۔

اختلاف عین انصاف ہے

آج یہ مسلم امر ہے کہ اس کائنات پر غائر نظر ڈالنے سے ساری کائنات کی پیدائش میں ایک مقصد مدنظر معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی خدا کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ خدا نے اس کائنات کو کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا اور جب خاص مقصد اس کے مدنظر تھا تو اس کائنات کی ایک ایک چیز کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگر اس کائنات میں جمادات کی ضرورت تھی۔ نباتات کی ضرورت تھی۔ حیوانات کی ضرورت بھی اور انسان کی ضرورت تھی۔ اور ان میں اختلاف کی ضرورت تھی تو ظاہر ہے کہ یہ تمام ضرورتیں پیدا کرنے والے کے ذہن میں شروع سے موجود تھیں اور تخلیق کے دوران میں جس چیز کو پیدا کرنا شروع کیا۔ ابتدا سے وہی مقصد سامنے رکھکر اسے پیدا کیا۔ جس کے لئے اس کا پیدا کیا جانا ضروری تھا۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ جب وہ چیز اس مقام تخلیق تک پہنچ جائے جسکے لئے اس کا پیدا کیا جانا ضروری تھا تو وہ چیز اپنے صحیح مقام پر پہنچ گئی۔ اور یہ عین حکمت اور انصاف ہے۔ اسے ناانصافی کوئی عقلمند آدمی نہیں کہہ سکتا۔

خلق اشیا میں اختلاف ابتدائے آفرینش سے

اس کی مثال یوں ہے کہ مثلاً مشیت الٰہی کو آم کا درخت پیدا کرنا مقصود تھا تا انسان اس کا پھل کھائے۔ گھوڑا پیدا کرنا مقصود تھا تا اس پر وہ سواری کرے۔ بکری پیدا کرنا مقصود تھی۔ تا اس کا دودھ پیئے۔ اور گوشت کھائے۔ تو ضرور ہے کہ جب پیدا کرنے والا کسی چیز کو ایک خاص مقصد کو مدنظر رکھکر پیدا کرے گا۔ تو سلسلہ ارتقا میں جہاں سے بھی ان چیزوں کی پیدائش چلے گی۔ وہیں سے پیدا کرنے والا ان میں فرق رکھے گا۔ اس کے لئے ایتھر کی وہ پہلی شعاع جو عدم سے معرض وجود میں آئی یا وہ پہلا ذرہ جس نے بجلی کے مفردات سے مادہ کی شکل اختیار کی۔ اپنے اندر اسی چیز کو پیدا کرنے کی استعداد رکھے گا۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ آج خوردبین کے ذریعہ چھوٹے سے چھوٹے یکساں شکل کے دو ذروں میں فرق صاف نظر آگیا ہے۔ وجہ یہی کہ ہر چیز جو دنیا میں پیدا ہو اس کا فرق اس کی ابتدائے پیدائش سے چلتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے پیدا کرنے والے کے ذہن میں اس کے پیدا کرنے کا ایک جدا مقصد ہے۔

مقاصد خالق کا ظہور فرق اشیا میں

یہی ابتدائی ایتھر کی شعاع یا ذرہ مادی جب ترقی کرتا ہے تو گھوڑے والے ذرات سے گھوڑا بنے گا۔ اور بکری والے ذرات سے بکری بنے گی۔ اور درخت والے ذرات سے درخت بنے گا۔ یہ فرق جو ان چیزوں میں ہمیں آج نظر آتا ہے۔ یہ درحقیقت ان مقاصد کے فرق کا ظہور ہے۔ جو پیدا کرنے والے کے ذہن میں ہیں۔ کیونکہ اس کے ذہن میں ہر چیز کے پیدا کرنے کا مقصد جدا ہے۔ تو پھر جب وہ چیز اس مقام کو پالے جس مقصد کے لئے اس کا پیدا کرنا ضروری تھا۔ تو پھر یہ ناانصافی کیسی؟ یہ تو عین انصاف و حکمت ہوا۔

قابل غور مثال

کیا ایک انجن بنانے والا کسی انجن کو بنائے اور اس کے مختلف پرزوں کو ذہن میں رکھکر اسی کے مطابق لوہے کو گھڑنا شروع کردے اور آخر کار مختلف پرزے اس کی منشا کے مطابق بن کر اپنی اپنی جگہ کام کرنے لگ جائیں تو یہ اس شخص کی حکمت اور انصاف پر دلالت کرے گا۔ یا کوئی عقل کا اندھا یہ رونا لے بیٹھے گا کہ ہائے ایک لوہے کے ٹکڑے کو پہیہ بنا کر زمین پر رگڑے کھانے کے لئے لگا دیا۔ اور دوسرے کو آگ کی بھٹی بنا کر اسے جلایا جا رہا ہے۔ اور تیسرے کو کیوں ڈنڈا کشش بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا آدمی مخبوط الحواس کہلائے گا۔

اشیا کا برمحل استعمال ناانصافی نہیں

آج جو مختلف چیزیں ہمیں نظر آرہی ہیں ان میں سے کسی کی ہستی پہلے موجود نہ تھی۔ ان کے پیدا کرنے والے نے اپنے خاص مقاصد کے لئے مختلف چیزوں کو پیدا کیا اور ان کو عدم سے وجود میں لاکر موجودہ مقام تک ارتقا کے ماتحت پہنچایا۔ جہاں پہنچکر ان کی پیدائش کا مقصد حاصل ہوگیا بس جس مقصد کے لئے وہ پیدا ہوئی ہیں اسی مقصد میں اگر ان کا استعمال کیا جائے تو یہ عین حکمت اور دانائی ہوگی۔ اس کا نام ناانصافی رکھنا حماقت ہے۔ کیا کوئی پگڑی کو سر پر باندھے اور جوتا پاؤں میں پہنے تو یہ ناانصافی ہوگی

ہر چیز اپنے موجودہ مقام پر موزوں ہے

آج سائنس یہ بات تسلیم کر چکی ہے کہ دنیا میں ہر چیز جہاں پیدا ہوئی ہے اور جس مقصد کے لئے پیدا ہوئی ہے اس سے بہتر اس کے لئے مقام نہیں پایا جا سکتا۔ بلکہ جو چیز بھی پیدا ہوئی ہے اور ادنےٰ اور اعلےٰ میں جو فرق بھی قدرت نے رکھا ہے۔ ان سب کا ایک مقصد اور ان سب کے اندر ایک حکمت ہے۔ بغیر مقصد اور حکمت کے کوئی چیز نہیں۔ جن چیزوں کا ہمیں کچھ فائدہ نظر نہیں آتا وہ دراصل ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ جس جس طرح علم ترقی کرتا جاتا ہے ان کی حکمت اور فائدے نظر آتے جاتے ہیں۔ خود انسان کے مختلف اعضا آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ پاؤں۔ دل۔ دماغ۔ جو چیز بھی بنی ہے ایک خاص مقصد کے لئے بنی ہے اور جہاں رکھی گئی ہے اس سے بہتر مقام اسے دیا نہیں جا سکتا۔ جس کام کے لیئے پاؤں بنا اس کے لئے بہتر سے بہتر وہی مقام ہے جو جسم انسانی میں اسے دیا گیا ہے۔ کوئی یہاں شکایت نہیں کر سکتا کہ خدا نے پاؤں کے ساتھ بڑی بےانصافی کی۔ کہ اسے نیچے رکھا اور سر کو اوپر رکھا۔ وجہ یہ کہ پاؤں کے پیدا کرنے کا مقصد سوائے اس کے حاصل نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے وہی مقام دیا جاتا جو اب اسے حاصل ہے۔

ہر ایک انسان کی غرض پیدائش اسکی موجودہ حالت سے پوری ہوتی ہے

اسی طرح دنیا میں انسانوں کی آبادی اور ان کی معاشرت اور تمدن اور سیاست اور یہاں تک کہ ان کی زندگی کے لئے ضرور تھا کہ انسانوں کے احوال میں حیثیت میں۔ استعداد میں۔ مذاق میں فرق ہوتا۔ تاکہ وہ اپنے اپنے مذاق اور استعداد کے مطابق مختلف کاموں کو لیتے۔ اور ان کے اندر ترقی کرتے اور اس طرح دنیا کی مادی ترقیات کا سلسلہ چلتا۔ اور مختلف افراد ایک دوسرے کے لئے مفید اور کارآمد ٹھیرتے۔ پس افراد انسانی میں جو فرد بھی ہے اسے پیدا کرنے والے نے ایک خاص غرض و غایت سامنے رکھکر پیدا کیا۔ اور اسی کے مطابق اسے استعداد دی اور مذاق عطا کیا۔ گویا اس کل کائنات کی مشین میں ہر فرد ایک پرزہ ہے۔ جو کسی خاص مقصد کے لئے رکھا گیا ہے۔ پس جب ہر ایک کی پیدائش کی غرض و غایت الگ تھی تو ان کی حیثیت اور حالت میں فرق ہونا لازمی بات تھی۔ ان کی پیدائش کی الگ الگ غرض و غایت یہی چاہتی تھی کہ ان کی حالتیں الگ الگ ہوں۔ بس ہر ایک جس حالت میں ہے وہی اس کی اس دنیا میں پیدائش کی غرض و غایت تھی۔ اس میں ناانصافی کیا ہے

اگر ایک شخص امارت کے اندر پیدا ہوا ہے تو اس کے پیدا کرنے والے کا یہی منشا تھا کہ وہ ان حالات کے اندر رہ کر دنیا میں اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کرے۔ اور ایک شخص غریبی کے اندر پیدا ہوا ہے۔ تو اس کے پیدا کرنے والے کا منشا یہی تھا کہ وہ انہی حالات کے ماتحت اپنے پارٹ کو ادا کرے

دو امور

مگر اس کے ساتھ خالق فطرت نے دو امور ایسے پیدا کر دیئے ہیں جن کے باعث اختلاف حالات کی وجہ سے کوئی شخص حقیقی فائدہ اور لذت اور راحت سے محروم نہیں رہتا۔ اور ترقی کا میدان سب کے لئے یکساں کھلا رہتا ہے۔

دکھ اور سکھ ایک اضافی امر ہے

(۱) اول یہ کہ اس دنیا میں حالات کا اختلاف ممکن تھا۔ ایک شخص کو بہت سی مادی ترقی عطا کردے۔ اور مادی راحت کے سامان اسے ایسے میسر آجائیں جو ایک غریب کو جسکے پاس مادی ترقیات کے ساز و سامان نہیں ہیں۔ میسر نہیں آسکتے۔ اس لیئے دکھ اور سکھ اور لذت اور تلخی کو ایک اضافی امر بنایا۔ یعنی ان کا تعلق قلب انسانی سے رکھا۔ ہر ایک قلب انسانی اپنے حالات گرد و پیش اور اپنی استعداد کے مطابق لذت اور تلخی کو محسوس کرتا ہے ایک امیر جو لذت کسی پلاؤ سے لیتا ہے وہ ایک غریب اپنی ساگ روٹی سے لے لیتا ہے۔ ایک غریب کو اپنی گدڑی میں جو لطف آتا ہے وہ ممکن ہے ایک امیر کو اپنے مخمل کے لحاف میں نہ آتا ہو۔ ایک گوری نسل کا انسان اپنی گوری لب لب سے خوش ہے۔ اور ایک حبشی اپنی حبشن سے وہی لطف حاصل کرتا ہے جو گورا اپنی میم سے۔ گورے آدمی کی نگاہ میں وہ حبشن حد درجہ کی مکروہ ہے۔ مگر اس حبشی کی نگاہ میں وہ پری سے کم نہیں۔ ایک امیر کی نگاہ میں گرم کی ڈلی لغو چیز ہے مگر ایک غریب کو بادشاہی سے بڑھ کر لذت دیتی ہے ہم کو دھوکا اس بات سے لگتا ہے کہ ہر چیز کو ہم اپنے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم برف میں رہنے والوں کو سمجھتے ہیں کہ بڑی مصیبت میں ہیں مگر وہ اس میں وہی لذت حاصل کرتے ہیں جو ہم معمولی سردی میں۔ پس لذت اور سکھ سے اپنے اپنے ماحول اور استعداد اور مذاق کے مطابق امیر غریب سب بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

تلخی اور دکھ بھی سب کو حصہ ملتا ہے

اسی طرح تلخی اور دکھ سے سب کو حصہ ملتا ہے۔ غریب کو دکھ یہ ہوا کہ رات کو بھوکا سویا۔ امیر کو دکھ یہ ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ غریب کو دس سیر بوجھ اٹھانا پڑا۔ وہ خوش ہوا کہ بوجھ کم ہے۔ امیر کو اتنا بوجھ اٹھانا پڑا اس پر موت وارد ہوگئی۔ غریب کو ڈلا پتھر کسی نے مارا وہ رنجیدہ ہوا مگر جلد ہی

(۸) حتے اذا بلغوا النکاح الحلم لانہ یصلح للنکاح عندہ ویطلب ماھو المقصود بہ وھو التوالد (تفسیر مدارک)

جب نکاح کو پہنچ جائیں یعنی بلوغ کو کیونکہ اسی وقت نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور نکاح کا جو مقصد ہے یعنی نسل پیدا کرنا اس کی صلاحیت بھی بلوغ کے وقت ہی پیدا ہوتی ہے۔

(۹) حتے اذا بلغوا النکاح۔ ای صاروا بالغین بالاحتلام او استکمال خمس عشرۃ سنۃ (تفسیر تیسیر الرحمن)

جب نکاح کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں بدخوابی سے یا پندرہ برس کے پورا کرنے سے۔

(۱۰) حتے اذا بلغوا النکاح۔ کنایۃ عن البلوغ لانہ عند البلوغ یصلح للنکاح (جامع البیان)

جب نکاح کو پہنچ جائیں۔ یہ کنایہ ہے بلوغ سے کیونکہ بلوغ کے وقت میں نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

(۱۱) حتے اذا بلغوا النکاح۔ اقول ان بلوغ النکاح ھو الوصول الی السن التی یکون بھا المرء مستعدا للتزوج وھو اکا الحلم ففی ھذہ السن تطالبہ الفطرۃ باھم سننھا وھی سنۃ الانتاج والنسل۔ (تفسیر شیخ محمد عبدہ)

جب نکاح کو پہنچ جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ بلوغ نکاح سے مراد اس عمر تک پہنچنا ہے جس کی وجہ سے انسان ازدواج کے لئے مستعد ہو جاتا ہے اور وہ بلوغ کی عمر ہے اور اسی عمر میں فطرت اس سے اس کے فرائض میں سے جو اہم ہیں اس کا مطالبہ کرتی ہے اور وہ فریضہ نسل پیدا کرنے کا ہے۔

(۱۲) و بلوغ النکاح ان یحتلم لانہ یصلح للنکاح عندہ ویطلب ماھو المقصود بہ وھو التوالد والتناسل (تفسیر کشاف)

اس کا مطلب بعینہ وہی ہے جو تفسیر مدارک کی عبارت منقولہ کا ہے۔

(۱۳) ابن منذر، ابو بکر اصم بھی بلوغ نکاح سے مراد سن بلوغ لیتے ہیں اور اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ نابالغ کی شادی جائز نہیں ہے۔ ورنہ حتے بلغوا النکاح کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو مبسوط سرخسی جو آپ کے زیر نظر ہے۔ غالباً دیگر مفسرین کے اقوال کے نقل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور یہ فہرست کافی ہوگی۔

نکاح کے لغوی معنی

مگر میں صرف اقوال مفسرین پر اکتفا نہیں کرتا۔ میں یہ بھی ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں نکاح کے لغوی معنے یعنی وطی اور مقاربت کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اگر یہاں نکاح وطی اور مقاربت کے معنے میں لیا جائے تو آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ یتیموں کا امتحان لیتے رہو یہاں تک کہ جب وہ وطی اور مقاربت کے وقت تک پہنچ جائیں۔ اس وقت اگر ان میں عقل کی پختگی تم کو نظر آ جائے تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ اور وطی اور مقاربت کی صلاحیت آپ کے نزدیک بلوغ سے پہلے نو برس کی عمر میں پیدا ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے حضرت عائشہ کے قول سے استنباط کیا ہے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ ماننا پڑے گا کہ یتیم میں سن بلوغ سے پہلے بھی عقل کی پختگی آ سکتی ہے۔ اور بلوغ سے پہلے بھی ان کے مال ان کے حوالے کئے جا سکتے ہیں۔ جس کا کوئی عقلمند قائل نہیں۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے عقل کی پختگی کا پیدا ہونا امر محال ہے۔ لیکن اگر آپ بلوغ سے پہلے عقل کی پختگی کے قائل نہیں ہیں جس طرح اور بھی کوئی عقلمند قائل نہیں تو نکاح کو وطی اور مقاربت کے معنے میں لینا لغو اور بے فائدہ ہے۔ نتیجہ وہ نکالتے ہیں جو نکاح یعنے عقد نکاح مراد لینے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نکاح کے معنے یہاں وطی اور مقاربت کے لیتے ہیں۔ حالانکہ نتیجہ کے لحاظ سے بھی یہاں نکاح کے معنے عقد نکاح کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

آنحضرت صلعم اور نکاح صغیرہ

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے نکاح صغیرہ کے متعلق کیا حکم دیا ہے۔ جہاں تک حضرت عائشہ سے نکاح کا معاملہ ہے۔ مشہور روایتوں میں یہی بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے حضرت عائشہ سے ان کی چھ برس کی عمر میں نکاح کیا۔ اگرچہ از روئے درایت یہ روایت قابل تحقیق ہے۔ تاہم عموماً اس واقعہ سے نابالغہ کے نکاح کا جواز ثابت کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یعنی مکہ میں یہ نکاح ہوا۔ جب احکام نکاح ابھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے نکاح صغیرہ کے جواز کے ثبوت میں دلیل بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ محدثین میں سے حافظ ابن حجر بھی اس استدلال کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ بات حضرت عائشہ کے واقعہ نکاح سے ثابت نہیں ہوتی۔ کہ باپ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نکاح اس حکم سے پہلے کا ہو جس میں باکرہ لڑکی سے اجازت لینے کا ارشاد ہے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا نکاح ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوا۔ (فتح الباری پارہ ۲۱ مطبوعہ ہند صفحہ ۳۷) یہی بات علامہ شوکانی نے نیل الاوطار صفحہ ۲۷ پر نقل کی ہے۔ پس حضرت عائشہ کے نکاح سے نکاح باکرہ صغیرہ کے جواز پر استدلال درست نہیں۔ مکی اور مدنی زندگی کا فرق تو ان دو بزرگوں نے

بھی نکالا اور وہ بھی ہماری طرح مجرم ہیں۔ لیکن معارف لکھتا ہے کہ رخصتانہ مدینہ میں ہوا تھا۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رخصتانہ کو سن بلوغ تک ملتوی کر سکتے تھے۔ اور اس طرح نابالغہ کو ازدواجی زندگی سے بچا سکتے تھے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم تو اس کے بھی قائل نہیں کہ حضرت عائشہ کا رخصتانہ نو سال کی عمر میں ہوا۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے تو اس کا ثبوت کیا ہے کہ اس وقت احکام نکاح نازل ہو گئے تھے۔ اور باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتانہ میں تاخیر نہ کی۔

عثمان بن مظعون کی نابالغ لڑکی کا واقعہ

ایک واقعہ حضرت عثمان بن مظعون کی نابالغ صاحبزادی کے متعلق بحوالہ دارقطنی پیش کیا جاتا ہے۔ اور معارف نے لکھا تھا کہ اس کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں پہلے عبداللہ بن عمر سے ہوئی تھی۔ اور پھر بعد میں بعض فقہی وجوہ کی بنا پر یہ نکاح فسخ ہوا۔ اور مغیرہ بن شعبہ سے اس کی شادی ہوئی اس پر میں نے لکھا تھا کہ دارقطنی کی کسی روایت میں یہ نہیں کہ عبداللہ بن عمر سے اس لڑکی کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہوا۔ یہ بھی میں نے لکھا تھا کہ وہ لڑکی اگر نابالغ تھی اور نابالغ یتیمہ کا نکاح اگر جائز تھا۔ تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ کیوں کر دیا۔ پہلی بات کا جواب تو معارف نے کچھ نہ دیا۔ البتہ دوسری بات کا یہ جواب دیا ہے کہ اس لڑکی سے مشورہ نہیں ہوا تھا۔ اور اس سے اجازت نہیں لی گئی تھی۔ لیکن نابالغہ سے مشورہ نہیں کیا جاتا جب وہ سن تمیز کو نہیں پہنچی تو مشورہ دینے کی اہل کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ حضرت ام سلمہ کے بیٹے اور حضرت حمزہ کی صاحبزادی کے نکاح کا پیش کیا گیا ہے۔ کہ وہ دونوں نابالغ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ایک دوسرے سے نکاح کرایا ہے لیکن نہ اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور نہ ان کی سند پیش کی گئی ہے۔ اس لئے اس پر اس وقت کچھ لکھنا مناسب نہیں ہے۔ صحابی اور صحابہ کا عمل بھی پیش کیا گیا ہے۔ ان روایتوں کی بھی سند جب ہمارے سامنے آئے گی بحث کی جائے گی لیکن ان کا عمل اگر پایہ ثبوت کو پہنچ بھی جائے تو بھی وہ مبنی بر اجتہاد ہے اور چند صحابہ کا عمل بجائے خود کوئی چیز نہیں۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد اور فیصلہ کن حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لا تنکح الایم حتے تستامر ولا تنکح البکر حتے تستاذن اور یہ ایک نہایت ہی صحیح اور معتبر حدیث ہے۔ دوسرا فرمان ہے الایم احق بنفسھا۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی ثیبہ لڑکی یا عورت یا کسی بے خاوند لڑکی یا عورت سے نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ اور حکم نہ لیا جائے۔ اور نہ کسی باکرہ سے نکاح کیا جائے جب تک اس سے اذن نہ لیا جائے۔ دوسری کا مطلب یہ ہے کہ ثیبہ لڑکی یا عورت یا بے خاوند لڑکی یا عورت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ چونکہ ایم (ثیبہ) کا لفظ عام ہے۔ بالغہ اور نابالغہ دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بھی ثیبہ ہو بالغہ ہو یا نابالغہ اس کے حکم کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ نابالغہ سن تمیز کو نہ پہنچنے کی وجہ سے مشورہ اور حکم دینے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔ اس لئے اس کا نکاح بلوغ سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ اور باپ بھی اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرا سکتا۔ اور رضی کا وقت بلوغ سے پہلے آ ہی نہیں سکتا۔ یہی مذہب امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔ باکرہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اجازت لینا ضروری نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ اسے مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور اس بارہ میں حضرت عائشہ کے واقعہ نکاح سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ باکرہ صغیرہ سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اوپر یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث نکاح سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

حدیث اور نکاح یتیمہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح فرمان یہ بھی ہے کہ لا تنکح الیتیمۃ حتے تستامر۔ یتیمہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ اور حکم نہ لیا جائے۔ جس سے بعض شافعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ یتیمہ سے قبل بلوغ نکاح درست نہیں۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے وہ مشورہ اور حکم دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ یتیمہ کے نکاح کے بارہ میں اس کے بلوغ کا انتظار کرو۔ جب وہ بلوغ کو پہنچ جائے تو اس سے حکم لے کر اس کا نکاح کرو۔ دیکھو فتح الباری باب تزویج الیتیمہ۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔

واختلف العلماء فی تزویج غیر الاباء الیتیمۃ فقال ابن ابی لیلی ومالک واللیث والثوری والشافعی وابن الماجشون وابو ثور ولیس لغیر الاب ان یزوج الیتیمۃ [illegible]

لی فالنکاح باطل۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۶۶ جلد ۹) اس بارہ میں کہ باپ کے سوا اور کوئی شخص یتیمہ کا نکاح کرائے۔ علماء نے اختلاف کیا ہے ابن ابی لیلی امام مالک۔ لیث۔ سفیان ثوری امام شافعی۔ ابن ماجشون اور ابو ثور کہتے ہیں کہ باپ کے سوا کسی کو حق نہیں ہے۔ کہ یتیمہ نابالغہ کا نکاح کرائے اگر کسی نے کرایا ہے تو وہ باطل ہے۔

یہ تمام بزرگ جن کا یہاں ذکر ہے حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں معارف کا فتوےٰ ان بزرگوں کے متعلق کیا ہے؟

امام مالک اور شافعی کا مذہب

وعلی قول مالک رحمۃ اللہ لیس لاحد تزویج الصغیر والصغیرۃ

اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے قول کی بنا پر کسی کو حق نہیں کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرائے۔ (مبسوط سرخسی جلد ۴۔ صفحہ ۲۱۳) اس قول سے امام مالک کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔ کہ ان کے نزدیک نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرانے کا حق کسی کو نہیں۔

امام شافعی کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ ترمذی کو ان کا مذہب نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔ اس کے متعلق گذارش ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نہ صرف ترمذی نے نقل کیا ہے بلکہ شارح صحیح بخاری قسطلانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ کہ یتیمہ کا نکاح باپ کے بغیر کوئی نہیں کرا سکتا۔ البتہ چونکہ دادا بھی ایک رنگ میں باپ ہی ہے۔ اور یتیمہ وہ ہوتی ہے کہ اس کی نابالغی کی حالت میں اس کا باپ مر چکا ہو۔ اس لئے امام شافعی نے نکاح کے بارہ میں یتیمہ اسی کو قرار دیا ہے۔ کہ اس کا باپ اور دادا دونوں اس کی نابالغی کی حالت میں مر چکے ہوں۔ اور دادا کے ہوتے ہوئے وہ اسے یتیمہ نہیں قرار دیتے۔ کیونکہ باپ کے علاوہ وہ یتیمہ کا حق نکاح اور کسی کو نہیں دیتے۔ اور لا تنکح الیتیمۃ حتے تستامر سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر وہ نابالغہ لڑکی کا حق نکاح باپ کی عدم موجودگی میں اسے یتیمہ قرار دے کر دادا کو دیدیں تو پھر اس حدیث سے استدلال درست نہیں رہتا۔ باپ کی عدم موجودگی میں وہ دادا کو باپ کے قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ جب دادا باپ کے قائم مقام ہوا تو گویا کہ باپ زندہ ہے اور جب باپ زندہ ہے تو وہ یتیمہ نہیں ہے۔ پس یتیمہ ان کے نزدیک وہ ہے جس کا باپ دادا دونوں نہ ہوں اس لئے ترمذی وغیرہ کو امام شافعی کے مذہب کی نقل کرنے میں ہرگز تسامح نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

نکاح صغیرہ از روئے حدیث

پس چونکہ لا تنکح الایم حتے تستامر ولا تنکح البکر حتے تستاذن کی حدیث نہایت معتبر اور صحیح ہے۔ اور بالغہ نابالغہ کے نکاح کو بغیر اس کے حکم اور اجازت کے کوئی کرا نہیں سکتا۔ اور مشورہ اور اجازت اور اذن دینے کا وقت بلوغ کے بعد آتا ہے۔ اس لئے کسی نابالغہ کا نکاح اس حدیث کی رو سے بلوغ سے پہلے درست نہیں اور یہ حدیث حتے اذا بلغوا النکاح کی تفسیر ہے۔ کہ وقت نکاح سن بلوغ ہے۔ اور اس سے پہلے نکاح درست نہیں۔ اسی طرح لا تنکح الیتیمۃ حتے تستامر کی حدیث بھی صحیح ہے اور اس کے مقابل کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح لا تنکح الایم الخ کی حدیث صحیح کے بالمقابل کوئی حدیث صحیح اس کے پایہ کی نہیں ہے اس لئے احادیث کے رو سے بھی یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ نابالغہ اور خصوصاً یتیمہ کا نکاح بلوغ سے پہلے درست نہیں۔

اجماع امت اور نکاح صغیرہ

جب قرآن اور حدیث کی رو سے نابالغہ کے نکاح کے جواز کا ثبوت نہیں ملتا اور عدم جواز پر قرآن اور حدیث کی بڑی زبردست شہادت موجود ہے تو اس کے بعد ایک مومن باللہ والرسول کو یہ ضرورت پیش نہیں آتی کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین یا ائمہ مجتہدین کے اقوال کا تتبع کرے۔ گو ان کا اجتہاد یہی ہو کہ نابالغہ کا نکاح جائز ہے اور سب کا اس پر اتفاق بھی ہو۔ لیکن ایک محقق کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ ان سے اجتہاد میں غلطی ہو گئی ہے اور قرآن کریم اور حدیث شریف کی شہادت ان کے اجتہاد کے خلاف ہے۔ تو وہ بحیثیت مومن باللہ والرسول کے صحابہ یا دیگر ائمہ کا قول یا اجتہاد ترک کر کے قرآن و حدیث کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے گا۔ یہی ایک موحد کی شان ہونی چاہیئے۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف اجماع (جو وہ بھی فرضی ہے) کوئی حقیقت نہیں رکھتا معارف یا مولانا ریاست علی صاحب ندوی فرماتے ہیں کہ جواز نکاح نابالغہ پر اجماع امت ہے اور از سلف تا خلف اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ اگر مولانا سچ مچ اجماع کے مدعی ہیں تو صحابہ سے لے کر آج تک جتنے علماء امت گزرے ہیں ان سب کی شہادت بسند صحیح نقل کرنی چاہیئے۔ کہ وہ نکاح صغیرہ کو جائز سمجھتے ہیں لیکن ایسی کوئی شہادت وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے انہوں نے صرف چند صحابہ کے اقوال یا ان کا عمل پیش کیا ہے۔ اور اسے اجماع قرار دینا

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعتہ المبارک مطبوعہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۱

حضرت محمدؐ کے پریم کا سندیسہ

"میں اس محبت میں بے نام ونشان رہنا اچھا سمجھتا ہوں"

مخفی مسلمان کا ایک محبت آمیز پیغام

"پیغام صلح" کی کسی سابقہ اشاعت میں ایک شریف ہندو کی جو مخفی طور پر اسلام اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر ایمان لا چکے ہیں ایک چٹھی شائع ہوئی تھی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے عزیز بھائی نے ایک اور محبت آمیز پیغام ہمیں بھیجا ہے جس میں عشق رسول کے متعلق اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا گیا ہے امید ہے کہ قارئین کرام اسے قدر ومنزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ ہندو قوم کا ایک حصہ توہین رسول کے ناپاک فعل کی حمایت پر تلا ہوا ہے۔ اس قوم میں سے ایسے شریف انسانوں کا پیدا ہونا ایک نیک فال خیال کریں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر کو ہندو قوم میں پھیلایا جائے تو اس قسم کے ایک نہیں بہت سے شریف ہندو نکل آئیں گے جو آپ کی پاکیزہ سیرت پر دل وجان سے فریفتہ ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔ (مدیر)

بے نام ونمود محبت

میری ایک چٹھی جو اخبار پیغام صلح میں چھپی تھی وہ اخبار تازیانہ لاہور اور اخبار منادی دہلی میں بھی شائع ہوئی ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ میری اس محبت کا اظہار جو مجھے حضرت محمدؐ سے ہے لوگوں میں ہو رہا ہے۔ میرے ایمان کا دیکھنے والا خدا مجھ سے راضی ہے تو سب کچھ مجھے مل گیا ورنہ ظاہری نام ونمود کوئی چیز نہیں۔ اسی لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں اپنا نام ظاہر نہ کروں گا۔ مجھے حضرت محمدؐ کی محبت نے سرشار کر رکھا ہے اور میں اس محبت میں بے نام ونشان رہنا اچھا سمجھتا ہوں۔ اس میں ایک خاص لطف ہے جسے میں ہی جانتا ہوں۔ میں نے بہت سے ہندوؤں کو دیکھا جو علانیہ مسلمان ہوکر جب مسلمانوں میں شامل ہوئے تو کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ ان کا سچا اخلاص جاتا رہا اور ان کا دل سرد ہوگیا بعض تو اس حد تک پہنچ گئے کہ وہ کہیں کے نہ رہے۔ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

ایک غیبی کشش

اس لئے میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت محمدؐ کی محبت میں ایسی ہی حالت میں رہوں جو ایک خاص تنہائی اور راز و نیاز کی سی حالت ہو۔ میرے دل کے جوش کی یہ حالت ہے کہ میں چاہتا ہوں اور لوگ بھی حضرت محمدؐ کی شان بزرگ سے واقف ہوں۔ اور میری طرح ان کا دل بھی اس پاک انسان کے پریم سے خوش رہنے لگے۔ ایک غیبی کشش معلوم ہوتی ہے جو میرے دل کو کھینچ رہی ہے۔ دل وجان میں ایک لطف ہے۔ میرے چہرے پر بھی کچھ ایسی خوشی کے آثار معلوم ہوتے ہیں کہ جنھیں میرے پڑوسی ہندو دیکھ کر کچھ حیرت میں ہیں۔ میں اکثر مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جو وقت کاروبار میں لگتا ہے اس میں خوش خیال ہو

حضرت محمدؐ کے پریم کا سندیسہ دیگر ہندوؤں کو

اب میرے جی میں یہ خیال اٹھ رہا ہے کہ میں اور ہندوؤں کو بھی حضرت محمدؐ کے پریم کا سندیسہ دوں۔ میں نے بعض تعلیم یافتہ ہندو عزیزوں سے بات چیت کی تو دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے توجہ نہیں لگاتے لیکن حضرت محمدؐ کی عزت کا گہرا نشان کے دل میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے حضرت محمدؐ کی شان پر بات چیت بہت اچھی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ میرے ایسے عزیزوں کا دل ضرور میری طرح پیارے حضرت محمدؐ کی محبت سے بھرپور ہو جائیگا مجھے تو انہی باتوں میں لطف آتا ہے۔ میں نام نہیں چاہتا میں شہرت نہیں چاہتا۔ شہرت میں مجھے کوئی اچھائی نظر نہیں آتی۔ اب میں اور لوگوں سے بات چیت کر رہا ہوں۔ جب کچھ لوگ اور بھی میرے ہمخیال ہوگئے تو بڑا اچھا ہوگا۔

سادہ زبان میں ٹریکٹوں کی ضرورت

میں حضرت محمدؐ کے نام لیوا دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ وہ سادہ زبان میں جسے ہر ہندو سمجھ سکے۔ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ لکھیں جن میں حضرت محمدؐ کے اخلاق کی باتیں لکھی ہوں۔ میرا تجربہ ہے کہ یہ باتیں بڑی بڑی کتابوں سے بھی زیادہ اثر دکھاتی ہیں۔ زبان بھی سادہ ہونی چاہیئے۔ عربی - فارسی کے زیادہ لفظ نہ لائے جائیں۔ کسی وقت میں بھی اسی مطلب کو مدنظر رکھکر کچھ مضامین لکھوں گا۔ اور رسالوں - اخباروں میں بھیجدوں گا۔ جو صاحب چاہیں انہیں ٹریکٹ کی صورت میں چھپوالیں۔

راقم

حضرت محمدؐ کے پاؤں کی خاک

ایک مخفی مسلمان

اخبار احمدیہ

— حضرت امیرایدہ اللہ کی بیماری میں پہلے سے بہت افاقہ ہے گو پورے طور پر صحت ابھی نہیں ہوئی۔ گلے میں خراش ابھی باقی ہے آپ کا ارادہ ۳ مئی کو ڈلہوزی تشریف لے جانے کا ہے۔ احباب کرام آپ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

— کیمبل پور سے ہمارے سرگرم دوست چودھری فضل احمد صاحب تبدیل ہوکر سرگودہ چلے گئے ہیں۔ امید ہے جن کاموں کی ابتدا آپ نے کیمبل پور میں کی تھی سرگودہ میں ان کو زیادہ سرگرمی اور تندہی سے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے۔ اور احباب کیمبل پور ان کے پروگرام کی تکمیل کو اب اپنے ذمہ لیں گے۔

— راولپنڈی کے جلسہ نے وہاں اسلام اور احمدیت کے متعلق ایک خاص دلچسپی پیدا کردی ہے۔ آریہ سماج نے اپنی گزشتہ شکست کو مٹانے کے لئے اب پھر مناظرہ کی خواہش کی ہے۔ جسکے لئے یہاں سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو بلایا گیا ہے۔ جو کل رات تشریف لیگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مظفر ومنصور فرمائے۔ راولپنڈی کی جماعت کے سرگرم ممبر اخویم غلام ربانی صاحب اور بعض دیگر احباب اپنی سرگرمی عمل کے لئے جو بہت سے دل خوش کن نتائج کا موجب ہے مستحق مبارکباد ہیں۔ دیگر جماعتیں بھی اگر اپنے ہاں جلسوں وغیرہ کا انتظام کریں اور تبلیغ کا مستقل پروگرام بنائیں تو بہت سے فوائد کا موجب ہوسکتا ہے۔

— مولانا عصمت اللہ اور شیخ محمد یوسف صاحبان ایک خاص کام کے لئے دہلی تشریف لے گئے ہیں جلد واپس آنے کی امید ہے۔

— میر مدثر شاہ صاحب اپنے ایک ذاتی کام کے لئے لاہور تشریف لائے تھے انہیں چند دن کے لئے سیالکوٹ بھیجا گیا ہے۔ کہ وہاں کی جماعت کی تنظیم اور انہیں سرگرم عمل بنانے کی کوشش کریں۔

— مولانا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ آج کل بنگال کے دورے پر ہیں۔ مولوی آفتاب الدین صاحب مبلغ شیلانگ آپ کے ساتھ ہیں احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

— قتل راجپال کے متعلق جو اشتہارات حضرت امیرایدہ اللہ کی طرف سے شائع ہوئے ہیں لاہور اور دیگر مقامات میں وہ بہت ہی مقبول ہوئے ہیں۔ اگرچہ آریوں کے پیٹ میں مروڑے پھر رہے ہیں۔ اور وہ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے سنجیدہ ہندو لیڈروں کو اس منصفانہ اپیل کے سننے سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن امید نہیں کہ ان کی یہ کوشش کامیابی کا منہ دیکھ سکے۔ اس اپیل کا انگریزی ترجمہ ہو گیا ہے۔ جو جلد طبع ہوکر مناسب جگہوں پر تقسیم کیا جائیگا۔

مکتوب خواجہ

شکریہ احباب اور عرض حال

ذیل کا مکتوب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے کشمیر سے برائے اشاعت ارسال کیا ہے۔ یہ سننا ہمارے لئے موجب مسرت ہے کہ خواجہ صاحب کی صحت اب خدا کے فضل سے پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ کشمیر جانے سے آپ کی صحت پر نمایاں اثر پڑا ہے۔ اور احباب کی دعاؤں کا یہ اثر ہے کہ آپ اپنے جذبات کو ایک طویل نظم کی صورت میں پیش کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کو صحت کامل عطا فرمائے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کا عظیم الشان کام جو انہوں نے ولایت میں شروع کر رکھا ہے۔ انہی کے ہاتھوں سے تکمیل تک پہنچائے۔ آمین (ایڈیٹر)

میں ان سب احباب کا از دل مشکور ہوں جنہوں نے پیغام صلح یا رسالہ اشاعت اسلام میں میری بیماری کا حال پڑھ کر مجھے مضطربانہ خط لکھے۔ بعض نے امراض کے عود کر آنے کا سبب بھی پوچھا ہے۔ میں جواب دوں تو کیا دل جبکہ جو کچھ ہوتا ہے میرے ہاتھ سے ہی ہوتا ہے۔ خصوصاً اس تیسرے حملے کو تو میں نے خود بلایا ہے۔ میں رو بصحت ہو رہا تھا۔ امراض خفیہ چھوڑ چکی تھیں کہ پھر میں اپنے دماغی اشغال میں منہمک ہو گیا۔ پھر ہوا جو ہوا۔ الحمد للہ اس دات خطرات سے پھر نکل چکا ہوں۔ صرف کسی قدر کھانسی باقی ہے۔ ہاں کمزور بہت ہوں۔ لیکن اس خطرناک تجربہ کے باوجود دل کی وہی کیفیت ہے احباب کے خطوط پڑھ کر پھر طبیعت اشعار ذیل پر مجبور ہو گئی۔ نظم نثر کے مقابل زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اشعار کسی اہل دل پر اثر کریں۔ اور اس کی دعا کا اثر ہو جائے۔ اس امر نے بھی اس نظم کی تحریک کی

یہ کوئی شاعری نہیں یہ واقعات ہیں اس نظم کا ہر ایک مصرعہ دلی کیفیت اور سچے واقعات کا نقشہ ہے۔ خدا ہی ہے کہ مجھ پر اپنا رحم فرمائے کیونکہ اب جو اس تکلیف کا موجب ہوا وہ بھی ابھی سر سے نہیں نکلا۔ ہاں دعا احباب سے جو کارگر ہو جائے۔

بہرحال ایک بات تو ثابت ہو گئی خواہ ہم اپنے زعم میں کوئی بہتر سے بہتر کام خدا کی خدمت میں کریں۔ اگر اس میں کوئی قانون الٰہی ٹوٹا ہوا موجود ہو۔ فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ یوں تو خدمت اسلام کرتا ہوں۔ لیکن قانون صحت کو توڑتا ہوں۔ اس لئے سزا پاتا ہوں ہاں اللہ تعالیٰ کا فضل ایک اور چیز ہے۔

(کمال الدین)

دار پرتاپ فارم باغ۔ سرینگر۔ کشمیر

خیلے از حال خود

(از خواجہ کمال الدین)

ضرب بر ضرب خورم جان بسنداں دارم

حیرتم راحت و آرام بہ چہ ساں دارم

اے خوشا ذوق جراحت کہ نمک خود باشم

دہن زخم چہ شوقیست کہ خنداں دارم

گر دہندم صد و یک جان نثارت مشتی

شرمسارم ز خجالت کہ یکے جاں دارم

ابتلاء اصطفاء

بہر امراض نفس این ہمہ آزار دوا

ہست حیران طبیبم کہ چہ درماں دارم!

ظلمت خانۂ دل دور شد از آتش تپ

داغ زخمیست کہ در سینہ چراغاں دارم

رفت از جسم شکر تا بحشم تلخی دہر

حسن اصلاح کہ گراں بود چہ ارزاں دارم

فٹ نوٹ۔ دمہ، التہاب اعصاب سر۔ یہ ایک پرانی شکایت تھی۔ جس نے جوش میں آکر بخار کو ۱۰۵ درجہ پر پہنچایا۔

۲۔ یعنی زخم شش جو مرض سینہ سے ہو گئے۔

۳۔ مرض شکر (ذیابیطس)

مرض الموت اسپے قوت دل زد یابم

دزد راہم بہ در خانہ نگہباں دارم

واہ چہ دردے کہ بیاورد مرا صبر و ثبات

من بہ بیچارگی از عمل چہ ساماں دارم

چوں بہ شدت مرض آمد در عرفاں داشد

آنچہ بودم بہ تلاشے بہ چہ عنواں دارم

سبب آزار موجودہ و علاج آں

اے خدا بخش اطبائے مرا اجر حسین

بسرم بار گرانے کہ ز احساں دارم

ہم محبت ز دل و جاں بہ علاجم مصروف

لیک آزار دگر ہست کہ پنہاں دارم

آتش شوق اشاعت تن و جانم سوزد

از دوا ہا چہ رسد دل ہمہ بریاں دارم

ہر تکلیف من از دست من اما چہ کنم!

کس نداند پئے تبلیغ چہ ارماں دارم

وقت کار آمد و من رہن بہ بستر شدہ ام

بس ہمیں درد ہمیں غم ہمیں حرماں دارم

سنگلاخے شدہ تیار پئے کشت مرا

تو چہ دانی کہ چہا فصل فراواں دارم

منتظر بودم و چوں وقت درو رو بنمود

جان من ہست کہ مرہون بہ حرماں دارم

پارہ پارہ شدہ آں قصر کہن دیں مغرب

وقت تعمیر جدید و بہ بلا جاں دارم

دشمنے رو بہ ہزیمت شد و من زار و نزار

اینک آزار گزیں روح بہ سوہاں دارم

مرد جاں مگر بہر حیات قومش

للہ الحمد عجب نسخہ بہ قرآں دارم

کار احیا بکنم صحت و قوت خواہم

در اجل کوزہ ای از چشمۂ حیواں دارم

اندریں وقت طبیبم چہ سکون و آرام

دل بہ تدبیر دعا چشم بہ میزاں دارم

خطاب بہ ڈاکٹر سید صاحباں[1]

بہ دلم حرف نصیحت بچہ عنواں آید

سخت گیریست جنونے کہ جو درباں دارم

رحمت حق بجنونم کہ چہ احساں کردہ

مشکلے نیست کہ برخویش نہ آساں دارم

گر پسندی بکنم آنچہ جنونم گوید

اندریں رسم عجیبے نیست کہ درماں دارم

از پئے خدمت اسلام زیم گر بزیم

ورنہ ایں زلیست چہ چیز یست کہ ارزاں دارم

جلوۂ حسن کشد جانب یار سنہ مارا

ورنہ ہر حرف شما بر سر و چشماں دارم

دوستاں از ہمہ تدبیر و علاج ام مایوس

ہر دعا ہائے شما۔ ہاں نگراں دارم

عرض بجناب باری

گہ من مردہ شوم گاہ حیاتے بینم

محو حیرت ہمہ احباب و عزیزاں دارم

بردرت آمدہ ام از دو عیزاں یارب

زانکہ از دگہت امید فرواں دارم

عالم الغیب توئی ہم تو طبیبی و حکیم

مردہ ام لیک بدست ہمہ جاں دارم

---

[1] جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔

[2] مذہب کلیسیا۔

[3] از کلام حضرت اقدس جناب مرزا صاحب نور اللہ مرقدہ۔

از عنایت حیاتے دگرم بخش مرا

کہ کنوں شوق پئے خدمت قرآں دارم

بر لب آرم چہ ضرورت کہ چہ غمہا پنہاں

رحم فرما کہ دل از فکر پریشاں دارم

بہ حضرت قبلہ مولوی صاحب

اک جھلک دیکھ کے دیوانہ سا ہو جاتا ہوں

ورنہ حضرت کے نصائح کو تو میں مانتا ہوں

دل مچل جاتا ہے تردامنی ہو جاتی ہے

نل رہی توبہ شکن کو ہے سزا جانتا ہوں

دام گیسو میں مجھے شوق اسیری لایا

ورنہ یہ کالی بلا ہے اسے پہچانتا ہوں

قتل ہو جاتا ہوں پر شوق نہیں جاتا ہے

فتوائے قتل کو اس واسطے گردانتا ہوں

کیوں نہیں کرتے دعا دیکھ کے یہ میرا جنوں

آس یہ ایماں ہے مجھے اس کا اثر جانتا ہوں

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ آپ نے ایک نہایت ضروری مضمون جس میں مسلم جماعتوں کے امتیازی ناموں کے سوال پر بحث کی گئی ہے۔ ڈلہوزی سے لکھکر بھیجا ہے۔ جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

— ۲۰ مئی کو عید الضحیٰ کی نماز لاہور کی مسجد احمدیہ میں مولانا مولوی صدر الدین صاحب نے پڑھائی۔ آپ نے خطبہ میں قربانی کے فلسفہ اور اجتماع حج پر نہایت زبردست تقریر فرمائی۔ اور اس بات پر خاص طور پر زور دیا کہ دنیا کی تمام اقوام کو ایک جگہ جمع کرنے میں جو کامیابی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی ہے۔ وہ یورپ کو اس بیسویں صدی میں بھی نصیب نہیں ہوئی اور اس بات پر یورپ کو نہایت حیرت و استعجاب لاحق ہے کہ ایک امی انسان نے اس قدر عظیم الشان کام کیونکر سرانجام دیدیا۔

— دہلی میں ہماری جماعت کی طرف سے ایک مسلم ریڈنگ روم کچھ عرصہ سے قائم ہے۔ جہاں ہفتہ وار جلسے بھی ہوتے ہیں۔ اس پر ۱۵ ماہوار کے قریب خرچ ہو رہا ہے۔ جس کو جناب شیخ عبد الواحد صاحب حکیم صاحب میر بخشیا و علی خان صاحب۔ شیخ عبد الحق صاحب اور بابو عزیز الدین صاحب ملکر برداشت کرتے ہیں۔ فجزاہم اللہ!

— اخویم مکرم شیخ عبد الحق صاحب دہلی سے لکھتے ہیں کہ ہمارے سالانہ جلسہ کی کامیابی کو دیکھکر بعض متعصب اور حاسد آتش حسد سے جل رہے ہیں۔ اور خواہ مخواہ مخالفت کے درپے ہیں۔ ہر چند ان کو سمجھایا گیا کہ اتحاد بین المسلمین کے کام میں روڑے نہ اٹکائیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں خواہ کچھ بھی ہو مخالفت کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ مرزائی نہ بن جائیں۔

موصوف نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ۱۲ مئی کو سناتن دھرم سبھا کے جلسہ میں ہماری جماعت کو اہل اسلام کی طرف سے اس موضوع پر لیکچر دینے کی دعوت دی گئی کہ "کیا دنیوی ترقی اور عاقبت کے رستوں میں مخالفت ہے؟" بابو عزیز الدین صاحب نے اس دعوت کے جواب میں وہاں مضمون مذکور پر لیکچر دیا۔

— الہ آباد میں ۱۲ مئی کو آریہ سماج کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مسئلہ "نجات" پر لیکچر دینے کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی گئی۔ مسلمانان الہ آباد نے شیخ عبد الحق صاحب کو دہلی سے بلایا۔ شیخ صاحب موصوف نے تاریخ مقررہ پر وہاں پہنچکر کانفرنس میں حصہ لیا۔ اور نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔

— مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع پشاور کے دورہ سے واپس آگئے ہیں۔ دو دن کے لئے یہ دونو حضرات اور بعض دیگر دوست قادیان بھی گئے تھے۔ کل واپس آگئے۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کشمیر سے مطلع فرماتے ہیں کہ مجھے لاہور کی نسبت یہاں بہت آرام ہے اگر صحت کی یہی رفتار رہی۔ تو پندرہ بیس یوم تک کلی صحت ہو جائے گی۔

قارئین کرام سے بار بار گزارش کی گئی ہے کہ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں امید ہے کہ آئندہ اسے فراموش نہ کیا جائے گا۔

سے ہندوؤں کی دولت سمیٹنا پھرتا تھا - اور ہندوؤں کی خوبصورت بہوؤں بیٹیوں کو چھین لیتا تھا -

اسی قسم کے اور مظالم بھی جب وہ خبیث ملیچھ کرنے لگا تو نیلی دیوی نے سورج دیو سے کہا کہ عبدالشریف ہندوؤں کو ستا رہا ہے - کیا تمہاری رگوں میں اب چھتری کا خون نہیں رہا جو تم سن رہے ہو کہ وہ ہندوؤں کی بہو بیٹیوں کو چھین رہا ہے - لیکن تم کو کچھ پروا نہیں ہے -

نیلی دیوی کے جوش دلاتے ہی سورج دیو مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اطراف و جوانب کے اور تمام چھتری بھی جمع ہوئے - جن کے سامنے نیلی دیوی نے تقریر کی کہ آج مادر وطن کی شرم رکھنی ہے - اس مقصد کے حصول کے لئے جان قربان کر دینا چھتریوں کا فرض ہے - اگر وطن کی خدمت میں جان جائے تو جانے دو - اور مصیبت پر مصیبت آئے تو خندہ پیشانی سے برداشت کرو - یہ پوری نظم اسی قسم کے جوشیلے اور مشتعل کن مضامین سے بھری ہوئی ہے - اور جب ان ہندوؤں کو گا کر موجودہ فضا میں اس کی خاص انداز سے گانے والا شرح کرتا ہے - تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ فضا میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو جوش دلا رہا ہے - اور واقعی ہندوؤں پر ایسا ہی اثر پڑتا ہے -

دوسری کتاب کا نام ہے " ترکوں پر تارا کی تلوار یعنی چن چن کر مارا " نام ہی سے مضمون ظاہر ہے -

تیسری کتاب کا نام ہے " جیا کی زبردست تلوار " اس کے مضامین بھی اس قسم کے ہیں - سرورق پر جو بند درج ہے - اس کا ترجمہ یہ ہے -

" جو مسلمان سامنے آ گیا - اس کو جیا لڑکی نے قتل کیا - غرض انہوں نے شدید شمشیر زنی کے ساتھ ملیچھوں (مسلمانوں) کی فوج کا سٹھراؤ کر دیا - جو ترک قتل سے بچے وہ ہتھیار پھینک کر بھاگ گئے "

مسلمانوں کے فرضی مظالم اور خواہش انتقام

چوتھی کتاب " ہندو سنگھٹن کی بھڑکتی ہوئی غزلیں " ہے - اس کے سرورق پر جو اشعار ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے :-

ہمارے مذہبی مندر علانیہ توڑے جا رہے ہیں - ہم پر لعنت ہے کہ ہم پھر بھی منہ دکھاتے ہیں - خیر اگر ہم زندہ رہے - تو اس کا انتقام لیں گے اور آج ہمیں جو اینٹ مارتے ہیں - ہم ان کو کل پتھر سے جواب دیں گے -

پانچویں کتاب کا نام " بھارت میں لنگڑی ٹانگ " ہے - اس میں تیمور کے مظالم بیان کر کے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو بھڑکایا گیا ہے -

چھٹی کتاب کا نام ہے " قبروں کی پوجا اور غنڈوں کے جال " اس کے سرورق پر جو شعر ہے - اس کا ترجمہ یہ ہے :-

چونتیس کروڑ دیوتاؤں کو چھوڑ کر میاں مدار کو پوجتے ہیں - تلسی ایسے آدمیوں کو لاکھ بار لعنت -

شہنشاہ اکبر پر حملے

ساتویں کتاب کا نام " اکبر کا مینا بازار " ہے - اس میں دکھایا گیا ہے کہ اکبر ہندوؤں کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کبھی کبھی تلک وغیرہ لگا لیا کرتا تھا - لیکن اندرونی طور پر جب موقع پاتا ہندو مردوں اور عورتوں کو مسلمان بنا لیتا - وہ بڑا عیاش تھا - اس نے آگرہ میں ایک مینا بازار قائم کیا تھا - جس میں صرف عورتیں ہی جا سکتی تھیں - اسی بازار کے پاس اکبر کا جلوس خانہ تھا - اکبر جس عورت کو خوبصورت دیکھتا دلالہ کے ذریعہ اسے اپنے پاس بلواتا اور اس سے بدکاری کرتا -

اس کتاب میں اس کے متعلق قصے ہیں -

ہندی لٹریچر کا ناخوشگوار نتیجہ

ممکن ہے اس مضمون کے پڑھنے والوں میں سے اکثر یا بعض ان باتوں کو معمولی خیال کر کے ان کو قابل التفات نہ سمجھیں لیکن میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ان کے اثرات کو محسوس کرنے کی کوشش کریں مجھے ایڈیٹر صاحب " تازیانہ " معاف فرمائیں - انہوں نے ہندو اخبارات کی شکایت کی ہے کہ وہ ایسے فسانے شائع کرتے ہیں - جن سے ہندو مسلم جذبات برانگیختہ ہوں - اور وہ بھی تاریخی رنگ میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں - جن کو پڑھ کر عوام یقین کر لیتے ہیں کہ یہ واقعات ہیں - اور ہندو اخباروں سے درخواست کی ہے کہ وہ ایسے فسانے شائع نہ کیا کریں لیکن وہ مجھے بتائیں کہ ہندی کتب و رسائل کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف جو زہر پھیلایا جا رہا ہے - اس کے انسداد کی کیا صورت ہو سکتی ہے - جبکہ ان کے متعلق معلوم کرنے کا ہم نے کوئی ذریعہ ہی نہیں بنایا ہے ہندوؤں کے اردو اخبارات و رسائل میں تو جو کچھ ہوتا ہے - اسے زیادہ تر تعلیم یافتہ ہندو پڑھتے ہیں - لیکن ہندی کتب و رسائل اور اخبارات میں جو کچھ ہوتا ہے اسے عوام ہندو کثرت سے پڑھتے ہیں اس لئے مسلمانوں کے متعلق ان میں جس قسم کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں - ان کا اندازہ مشکل نہیں ہے - آج کل شہروں سے زیادہ دیہاتوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں کے جو حملے ہو رہے ہیں اور عوام ہندو کہیں نماز پڑھنے پر اور کہیں اذان دینے پر جو مسلمانوں کو قتل و غارت کر رہے ہیں - میرے خیال میں وہ بہت کچھ ایسے ہی ہندی لٹریچر کا نتیجہ ہیں - مجھے اس کا غم نہیں کہ ہندو مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ کر رہے ہیں بلکہ غم اس کا ہے کہ مسلمانوں کا مدافعت کرنا تو الگ، رہا وہ یہ جاننا بھی نہیں چاہتے کہ وہ کن کن صورتوں سے برباد کئے جا رہے ہیں -

ہندی ادارہ کی اشد ضرورت

میں ہندو مسلم کشمکش کو سخت ناپسند کرتا ہوں - اور تہ دل سے متمنی ہوں کہ یہ دونوں ہمسایہ قومیں امن و سلامتی کی زندگی بسر کریں - لیکن میرے نزدیک مسلمانوں کے لئے ایک ہندی ادارہ کی اشد ضرورت ہے - اور ہر صورت ہے - خواہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں صلح رہے یا جنگ - اگر صلح رہے جب بھی ہمارا فرض ہمسائیگی ہے - کہ ہم اپنے ۲۲ کروڑ ہمسایوں کی بڑی تعداد کے لٹریچر سے دلچسپی لیں - اور جنگ کی حالت میں تو ظاہر ہے - کہ ہمارے لئے یہ جاننا ہماری حفاظت کے لئے ازبس لازمی ہے - کہ ہم ہر وقت یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہمارے مقابلہ میں کون کون سی تدبیریں عمل میں لائی جا رہی ہیں - اور کون کون سے اسلحہ استعمال کئے جا رہے ہیں - اور بحالت موجودہ یہ یقینی ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں ہندو مسلم جنگ جاری ہے - اور جب تک ہندو مسلمان دو جداگانہ قوم ہیں ان میں صلح ہو جائیگی تب بھی تنازع للبقا کے اصول کے ماتحت ظاہری نہیں تو باطنی جنگ دونوں قوموں کے درمیان جاری ہی رہے گی - اس لئے مسلمانوں کے پاس ایک معقول پیمانہ پر ایک ہندی ادارہ ہونا چاہیئے - جس میں ہندی رسم الخط کے تمام اخبارات و رسائل منگائے جائیں - اور جو جدید کتاب ہندی رسم الخط میں شائع ہو وہ منگائی جائے - اور ان کتب و رسائل اور اخبارات میں مسلمانوں کے خلاف جو باتیں ہوں ان سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے - اور اس ادارہ کے ماتحت ابتدا میں کم از کم ایک ماہوار رسالہ ہو - اور اگر ہفتہ وار اخبار ہو تو بہتر ہے - اس سے یہ کام لیا جائے کہ ہندی کتب و رسائل اور اخبارات کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی جائیں - اس کی تردید کی جائے - اور اس سے ہندی رسم الخط پڑھنے والوں میں تبلیغ کا کام بھی کیا جائے - اس کے ساتھ ہی یا آگے چل کر ہندی میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی شائع کئے جائیں - (تازیانہ)

بقیہ صفحہ اول

یہودی اس کو ظلم نہیں سمجھتے - اور نہ عیسائیوں کو اب سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ بھی تورات کے مندرجہ بالا حکم کو ایک الہامی قانون سمجھتے ہیں - آج اس قدر مدت گزر جانے کے بعد یہ سزا سخت معلوم ہوتی ہے - خواہ عہد حاضرہ کی ایک ہی مہذب جنگ میں اس سے دس گنا زیادہ خون کیوں نہ بہ جائے - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قومی ہستی کی ضروریات اسی قسم کی سزا کی متقاضی ہوتی ہیں - بنو قریظہ کی طرف سے یہ دوسری دفعہ دغابازی کا ارتکاب ہوا تھا - اور ایسے موقعہ پر انہوں نے یہ حرکت کی جب مسلمانوں کی قومی ہستی ایسے خطرہ میں تھی کہ گویا مٹ جاتی - فیصلہ اس شخص نے دیا جس کو یہود نے خود اپنی طرف سے ثالث منتخب کیا تھا فیصلہ ان کی اپنی شریعت کے مطابق دیا گیا - اور اس شریعت کو وہ خدائی شریعت سمجھتے تھے - پس ان حالات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیونکر حرف آ سکتا ہے ؟

مبلغ کی ضرورت

انجمن کو سیالیون کے لئے ایک مبلغ کی ضرورت ہے - جو انگریزی اور مذہبی واقفیت خاص رکھتا ہو - تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی - درخواستیں معہ نقول اسناد بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں -

(سکرٹری)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سب سے زیادہ جمہوریت اسلام میں ہے

ایک معزز ہندو کی رائے

ڈاکٹر سر پی سی رائے جو ہندو جماعت کے ایک معزز ترین رکن اور سیاسی حیثیت سے بھی ملک میں انہیں خاص وقار حاصل ہے - البتہ کلکتہ کے اس جلسہ کے صدر تھے - جو سیرت نبوی پر تقریریں کرنے منعقد ہوا تھا - سر پی - سی - رائے نے صدر کی حیثیت سے ایک تقریر کی جو ان کی عالی دماغی کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے - انہوں نے فرمایا کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ جمہوری مذہب ہے - وہ عالمگیر برادری، عالمگیر امن و رواداری اور خدمت بنی نوع انسان کی تعلیم دیتا ہے اس نازک دور میں جبکہ فرقہ وارانہ افتراق نے اور سیاسی اختلافات نے ہمیں توڑ کر الگ کر دیا ہے - ہندوستان کو اس رواداری نہ اسپرٹ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے - دنیا میں آج کوئی ایسا مذہب نہیں جو اس ایک ہی امتیاز کا دعوی کر سکے - عیسائیت بھی نہیں کر سکتی - ان میں بھی ایک قسم کی ذاتیں ہیں - محض وہی لوگ جو دولتمند ہیں - پر تکلف بھی اور امرا ہیں - سینٹ پال کے کلیسا میں جا سکتے ہیں - دوسرے لوگ اور خصوصاً وہ جو نئے عیسائی ہیں - وہاں نہیں جا سکتے - ان کے لئے علیحدہ عبادت گاہ بنی ہوئی ہے - اب ذرا پلٹ کر دور مغلیہ کو دیکھو - شہنشاہ کے برابر قلی - سائیس اور فقیر کھڑے ہیں - اور دونوں جہان کے خدا کی سب ایک ساتھ عبادت کر رہے ہیں -

آؤ اب ذرا ہندوؤں کو بھی دیکھ لیں - ذات پات کی قیود کے موافق مقدس مندر میں بس برہمن ہی جا سکتا ہے - جو لوگ اس سے دوسرے درجہ پر ہیں وہ بس مندر کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیوتا کے درشن کر سکتے ہیں - میں ہندو ہوں - لیکن اگر ہندو مذہب یہی ہے تو خدا مجھے اس سے بچائے - بنگال کی آبادی میں کثرت سے مسلمان ہیں - یہ کس طرح ہوا - اور یہ کیوں ہے ؟ کیا جبراً مسلمان کئے گئے ؟ انہیں اس بات کا دعوی ہے کہ ان کے اجداد ہندو تھے - پھر یہ مسلمان کیونکر ہو گئے - اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے مظالم سے انہوں نے انسانیت نواز اسلام کی گود میں امن پایا ؟ یہ وجہ ہے کہ بنگال میں اکثریت مسلمانوں کی ہے - اس وقت ہندوستان فرقہ وارانہ اور برادرانہ جنگ کی وجہ سے افتراق اور پھوٹ میں مبتلا ہے یہی وہ خاص وقت ہے کہ اسلام کی روح پھیلا دی جائے -

ہم سر پی سی رائے کی کشادہ دلی حق پسندی اور اخلاقی جرأت کی جوش سے داد دیتے ہیں - اور اس بات پر ناز کرتے ہیں کہ ہمارے وطنی بھائیوں میں کم از کم ایک شخص ایسا موجود ہے - خدا کرے کہ ہمارے سارے غیر مسلم ہموطن ان صفات میں سر پی سی رائے کے شریک ہو جائیں - (ہمت)

اخبار احمدیہ

—— دہلی سے اخویم شیخ عبدالحق صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ہمارے خلاف جلسوں نے مولوی کفایت اللہ صاحب کے اندرونی بغض کو آشکارا کر دیا ہے اور وہ کھلم کھلا مخالفت پر اتر آئے ہیں - کچھ دن ہوئے مدرسہ حسینیہ میں ان کی ایک تقریر ہوئی تھی جس کے لئے بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ سے خوب پروپیگنڈا کیا گیا - لیکن سامعین کی تعداد ۵۰ - ۶۰ طلبہ سے زیادہ نہ تھی - تقریر میں انہوں نے بڑے معرکہ کی بات یہ بتائی کہ قادیانی اسلام کے کھلے دشمن ہیں اس لئے ان سے خطرہ نہیں - لاہوری جماعت مار آستین ہے - (غالباً مولوی کفایت اللہ جیسے ملاؤں کے لئے، ایڈیٹر) ایک حدیث بھی انہوں نے سنائی - کہ ایک شخص کفار کے ساتھ بڑے جوش سے بہادری سے مصروف تھا - صحابہ خوش ہو رہے تھے - لیکن رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے - شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے جب یہ بات سنی تو ان کے ایک ہمنوا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ تو مہبط وحی تھے - ہمارے دوزخی ہونے کی خبر مولوی کفایت اللہ کو الہام سے ملی ہے یا انہوں نے ہمارے سینوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ یہاں اسلام نہیں کفر بھرا ہوا ہے -

—— بابا عبدالحنان صاحب خادم مسجد احمدیہ لاہور ۱۲ رجون کو طویل علالت کے بعد فوت ہو گئے - نماز جمعہ کے بعد ان کا جنازہ مسجد احمدیہ میں پڑھا گیا مرحوم بڑے نیک اور محنتی آدمی تھے - بیرونی احباب سے بھی جنازہ غائب کی درخواست ہے -

جس وقت ٹمبکٹو کی دولت کا شہرہ مولائی احمد المنصور سلطان اعظم مراکو نے کانوں تک پہنچا تو اس نے شہر پر چڑھائی کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج کا رخ صحرا کی طرف کیا۔ اور ٹمبکٹو تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کے تین مراکز بنائے۔ پہلا فیض۔ دوسرا قیروان اور تیسرا ٹمبکٹو۔

ٹمبکٹو کا فتح ہونا تاریخ میں اسلامی فتوحات کی انتہا تھی۔ اسی وقت تیمور کی اولاد ایشیا میں۔ عثمان کی یورپ میں۔ اور بربر کے عربی سردار تمام افریقہ میں۔ کامیاب و کامران ہو کر دنیا کو حیرت زدہ کر رہے تھے۔ سلطان احمد المنصور نے اس کمی کو پورا کر سکے جو فتح افریقہ میں رہ گئی تھی۔ ثابت کر دیا کہ اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ سکتا ہے۔ اس نے شہر میں بڑے بڑے معماروں و باغوں اور دیگر صناعوں کو بھیجا۔ جنہوں نے پہنچ کر چمڑے، کپڑے اور لکڑی کے کام کو خاص طور پر فروغ دیا۔ اس نے جامع فیض سے بڑے بڑے عالم بیضا میں بھیجے۔ جو کئی ہزار عربی کتابوں کے قلمی نسخے کتب خانے کے لئے ہمراہ لائے۔

پرانی حالت کا عکس

جس وقت شہر کی گورنری ہسپانوی عربوں کے ہاتھ آئی۔ تو ٹمبکٹو کی شہرت انتہا پر تھی۔ اس وقت یورپ میں بادشاہت کا دور دورہ شروع تھا۔ سب سے پہلے یورپین سیاحوں نے افریقہ کی طرف توجہ کی اور ٹمبکٹو کے متعلق رپورٹ کی کہ وہاں یورپی مال کے لئے کافی میدان ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح ٹمبکٹو کو بھی یورپینوں کے ہاتھوں کافی نقصان پہنچا۔ اور آج یہ اپنی پرانی حالت کا صرف عکس نظر آتا ہے۔ شہر کا گورنر آج کل ایک ترک ہے جس کے خاندان میں یہ عہدہ متوارث ہے۔ یہ وہ ترک ہیں جنہوں نے شہر کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ گورنر کی ایک باقاعدہ کونسل ہے جس کے ممبر تمام قبائل سے ہوتے ہیں۔ گھماتے (ایک طوارق قبیلہ) کا بن کافی با تھ ہے۔ یہ قبیلہ علم و بزرگی میں آجکل بھی خاص طور پر ممتاز ہے۔ اکثر فرانسیسی سیاح کیمبیا اور سینیگال میں اسی قبیلہ کے آدمیوں سے ملتے تھے۔

ٹمبکٹو گو آج زمانے کی طرح "ملکہ صحرا" (جیسا کہ طوارق اسے پکارا کرتے تھے) نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی شان و شوکت آج تک قائم ہے۔ اس کے بازاروں اور منڈیوں میں آج بھی ویسی ہی چہل پہل نظر آتی ہے۔ اسکی علمی شہرت آج بھی ویسی ہی ہے۔ جامع بیضا میں آج کل بھی طوارق۔ مانگو۔ عربی۔ بربری۔ سمبار۔ اور فلاح قبیلوں کے نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے لئے جوق جوق آتے ہیں۔

ٹمبکٹو کا زرد نمدہ۔ اس کے گلیم غالیچے جو طوارق کا خاص فن ہیں موجودہ زمانے میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔

گو شہر اب تمام فرانسیسیوں کے زیر اثر ہے۔ لیکن ان لوگوں نے کبھی غیر ملکی قبضہ تسلیم نہیں کیا۔ اس کی پرانی شان و شوکت بہت حد تک گھٹ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی شہر اسلامی تہذیب و تمدن کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔

خبریں

—— لاہور ۱۹ جولائی بھگت سنگھ اور دت کے خلاف جو مقدمہ سازش آجکل جاری ہے۔ اس کے مصارف مدافعت کے لئے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے ڈیفنس کانگرس کے زیر اہتمام چار روز سے جلوس نکل رہے تھے۔ آج دوپہر کو ڈپٹی کمشنر لاہور نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے حکم دیدیا۔ کہ بغیر اجازت کوئی جلوس نہ نکالا جائے۔ شام کو حسب معمول جلوس نکلا۔ لنڈا بازار میں پولیس نے جلوس کو منتشر کرنے کی کوشش میں شرکائے جلوس پر بیدردی سے ڈنڈے برسائے اور کئی اشخاص کو گھسیٹ کر جلوس سے نکالنے کی کوشش کی۔ اور ایک مسلمان اور چھ ہندوؤں کو گرفتار کر کے کوتوالی پہنچا دیا گیا۔

—— مولانا ظفر علی خان جلوس کے عقب میں موٹر پر سوار آرہے تھے۔ پولیس انہیں بھی گرفتار کر کے تھانہ نولکھا میں لے گئی۔

—— کہا جاتا ہے کہ پولیس نے ضمانت کے فارم تیار کر رکھے ہیں۔ لیکن مولانا ظفر علی خان ضمانت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید۔ خواجہ غلام محمد اور سردار سردول سنگھ کویشراں کے پاس گئے ہیں۔ تاکہ انہیں ضمانت دینے پر آمادہ کریں۔ (انقلاب)

—— دہلی ۱۹ جولائی۔ آج مولانا مظہر الدین نے جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسے میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ موضع کرادلی تحصیل بلب گڑھ سے اطلاع آئی ہے کہ سنگھٹنی ذہنیت کے ہندو سورماؤں نے گائے ذبح کرنے کی ایک جھوٹی خبر کی بنا پر ایک مسلمان نمبردار کو شہید اور سات مسلمانوں کو شدید مجروح کر دیا۔ اس حملہ کے لئے منظم سازش کی گئی۔ حکومت سے درخواست کی گئی کہ ملزموں کو عبرت انگیز سزائیں دے۔

—— برایل کے کارکنوں نے "مسجد اللہ ہو" کے امام اور موذن پر حملہ کیا۔ اس کی مذمت کی گئی۔ (الامان)

—— گردیز کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ قبائل بچہ سقا سے بیزار ہو کر جرنیل نادر خان غازی سے مل رہے ہیں۔ کہ اب امید واثق ہے کہ جرنیل موصوف جلد سے جلد کابل فتح کر لیں گے۔

—— جرنیل شاہ محمد خان جاجیوں کے ایک جرار لشکر کے ساتھ بغیر جنگ و جدل کے وادی لوگر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور گردیز سے آئے ہوئے اشخاص نے اسکی تصدیق بھی کر دی ہے۔

—— باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گردیز پر بچہ سقا نہیں بلکہ سلیمان خیلیوں کا قبضہ ہے۔ جن میں سے کچھ تو جرنیل نادر خان کی حمایت پر ہیں۔ اور نصف سے کم بچہ سقا کے حامی ہیں۔ لیکن وہ بھی شیر آغا کی کوشش سے جرنیل ممدوح کے حامی بننے والے ہیں۔

—— معتبر اور قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سردار علی احمد جان کے بیٹے بچہ سقا نے علمائے شور بازار اور قاضی عبدالواسع قندھاری کو بھی توپ سے اڑا دیا ہے

—— جرنیل نادر خان جاجیوں کے علاقہ میں بمقام قاسم خیل مقیم ہیں۔ اور بچہ سقا کے ساتھ آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ملا شور بازار کا بھائی شیر آغا خان بھی آپ کے ہمراہ ہے۔

—— بچہ سقا نے اپنے سپہ سالار محمود سامی کو شاہ محمود خان غازی کے مقابلہ اور محمد صدیق کی کمک کے لئے روانہ کیا ہے۔ نیز وزیر جنگ پُردل خان کو جرنیل غلام نبی خان کے مقابلہ کے لئے مزار شریف کو روانہ کیا ہے۔

—— شنواریوں اور مہمندیوں کا تنازعہ ابھی تک فیصل نہیں ہوا۔ مہمند پھر لشکر جمع کر رہے ہیں۔ شنواریوں نے دوست محمد خان لعلپورہ والے کو دس ہزار روپیہ ملک میر اکبر شنواری کے ذریعہ بھیجا ہے۔ کہ مہمندوں کے سردار محمد علی خان کے خلاف پروپیگنڈا کرے۔ اور مہمندوں میں رخنہ ڈال کر لڑائی کو ہونے دے۔

—— پشاور ۱۹ جولائی۔ بچہ سقا نے تین اور نامی گرامی اشخاص کو جن میں یاور کابلی اور غازی امان اللہ خان کے سوتیلے بھائی ہدایت اللہ خان بھی شامل ہیں۔ اس وجہ سے توپ کے سامنے اڑا دیا۔ کہ وہ باوجود تقاضا اس کی متابعت اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

—— لندن ۱۸ جولائی۔ ماسکو کا ایک پیغام جو نیو یارک کی راہ سے موصول ہوا ہے۔ رقمطراز ہے کہ روس نے چین کے ساتھ تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ چینی یادداشت کے جواب میں روس نے لکھا ہے کہ خوشگوار مفاہمت کے پہنچنے کے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے سوویٹ حکومت چین سے تمام سرکاری نمائندگان اور چائینیز ایسٹرن ریلوے کے تمام روسی افسران کو واپس بلانے پر مجبور ہے۔

—— مزید براں سوویٹ حکومت نے روس اور چین کے درمیان ریلوے ٹرینوں کی آمد و رفت روک دی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ چینی نمائندے روس سے فوراً نکل جائیں۔

—— ہربن کا پیغام مظہر ہے۔ کہ چینی افواج پوگرانیک نیا اور منچولی کی طرف روانہ ہو گئی ہیں۔ ٹوکیو میں سائبیرین ریلوے کے لئے ٹکٹ نہیں دیئے جاتے۔ کیونکہ روس اور چین کے درمیان ریلوے کا انقطاع ہو گیا ہے۔ موکڈن کا اسلحہ خانہ سامان حرب باہر بھیج رہا ہے۔

—— قسطنطنیہ ۱۷ جولائی۔ گذشتہ اپریل میں پولیس نے سمرنا اور قسطنطنیہ سے متعدد اشتراکیوں کو گرفتار کیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ۵۰ اشخاص پر پروپیگنڈا کرنے اور موجودہ نظام حکومت کا تختہ الٹنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ ان میں سے ۲۶ اشخاص کو ساڑھے چار چار سال قید کی سزا دی گئی۔

—— شنگھائی ۱۹ جولائی۔ پرائیویٹ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ چینی افواج نے مقام ملینگو و لشینچیک پر جو سرحد منچوریا پر واقع ہے۔ عساکر روس پر جب وہ دریائے امور کو عبور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ فائر کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔

—— اوساکا کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ روسی فوجوں نے سرحد منچوریا پر جارحانہ اقدام کر کے آرگن چیا یا اور منچولی کے سرحدی مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روس کے ہوائی جہاز شمالی منچوریا چینی علاقہ پر پرواز کر رہے ہیں۔ اور پروپیگنڈا کے اشتہارات پھینک رہے ہیں۔

—— گذشتہ شام نانکن کے دفتر خارجہ کو سوویٹ کی یادداشت کا مکمل متن موصول ہوا جس میں باہمی تعلقات منقطع کر دیئے گئے ہیں۔ دفتر خارجہ نے اسے فوراً جرنیل چیانگ کو بھیجدیا جس نے وزرا کے ساتھ گفت و شنید کی۔ اس کے بعد وزیر ہوبان مین نے بیان کیا۔ کہ حکومت مضطرب نہیں۔ اور یادداشت سے کوئی خطرناک صورت حالات پیدا نہیں ہو گی۔

—— وزیر مذکور نے کہا کہ چین و روس میں جنگ کا امکان بہت غیر اغلب ہے۔ لیکن نیشنل گورنمنٹ ہر قسم کے ہونے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔

—— برلن ۱۹ جولائی حکومت جرمنی نے روس میں چینی مفاد کا اور چین میں روسی مفاد کا جائزہ لینا منظور کر لیا ہے۔

—— ٹل ۱۹ جولائی۔ باوثوق ذرائع سے اطلاع آئی ہے۔ کہ جرنیل نادر خان نے باقاعدہ جنگ شروع کر دی ہے۔ آپ خود تو جاجیوں کے علاقہ میں مقیم ہیں۔ اور اپنی افواج کے لئے سامان رسد گولہ بارود روزانہ خچروں کے ذریعہ سے روانہ کرتے ہیں۔ جرنیل غلام نبی خاں افغانستان میں موجود ہیں۔ اور بدستور جنگ کر رہے ہیں انہوں نے جرنیل نادر خان سے سلسلہ خط و کتابت جاری کر رکھا ہے۔ لوگر کی جنگ میں متعدد توپیں اور گولہ بارود جرنیل نادر خان کے ہاتھ آیا۔

—— اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ بچہ سقا نے ملا شور بازار کو قید کر رکھا ہے کیونکہ اس کے بھائی شیر آغا نے بچہ سقا کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے۔

قادیانی اور احمدی عقائد

میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کے حقائق

ذیل کا مضمون میر مدثر شاہ صاحب گیلانی نے کشمیر میں بصورت ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ جماعت کشمیر کی درخواست پر احباب کے فائدے کے لئے اسے اخبار میں شائع کیا جاتا ہے۔ (مدایڈ)

سنت اللہ کے مطابق جس طرح کہ اسلام میں بعض اور بدعتی فرقے پیدا ہوگئے ہیں۔ اسیطرح ایک اور نیا فرقہ قادیانی بھی پیدا ہوگیا ہے۔ جس نے حضرت مجدد صدی چہاردہم جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ جس کا بانی ان کا فرزند جناب میاں محمود احمد صاحب ہے اس فرقہ کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد و تعلیم سے درحقیقت کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور اصل میں احمدی جماعت وہ ہے جو حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کے مطابق تمام دنیائے اسلام سے اصولاً متحد و متفق ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دعوے کرنے والے کو کافر اور دجال یقین کرتی ہے۔ (اس احمدی جماعت کا مرکز لاہور میں ہے) جمیع برادران اسلام کی آگاہی کے لئے میں اس فرقہ محمودیہ قادیانیہ کے چند عقائد کو انہی کی تحریرات سے حرف بحرف نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کو احمدیوں اور محمودیوں میں فرق معلوم ہوجائے وباللہ التوفیق۔

عقائد میاں صاحب

میرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کا امتی کہنا کفر عظیم ہے

(الف) "پس مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرتؐ کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے۔ جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔ امتی ہونے کی حیثیت بطور آئینہ کے ہے۔ جو احمدی نبی اللہ کے وجود نبوت اور رسالت کو دکھانے کے وقت اسے احمد نبی اللہ نے غلام احمد اور امتی نہیں بنا دیتی۔"
(اخبار الفضل قادیان صفحہ ، کالم اول ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

ب۔ "مسیح موعود کی جماعت و آخرین منھم کی مصداق ہونے سے آنحضرت کے صحابہ میں داخل ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے صحابہ سے ہونے کے لئے صحابہ بننے والوں نے آنحضرت کا وجود نبوت پایا ہو۔ پس صحابہ بننے کی شان ایک امتی پر ایمان لانے کا نتیجہ نہیں ہوسکتی۔ اور احمدی بننے کا مرتبہ احمد پر ایمان لانے سے حاصل ہوسکتا ہے نہ کسی غلام احمد پر۔"
(الفضل قادیان صفحہ ۴ کالم اول ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

میرزا صاحب امتی نہیں بلکہ نبی ہیں

(الف) حضرت اقدس کی دو الگ الگ حیثیتیں ہیں۔ ایک امتی کی دوسرے نبی کی۔ امتی کی حیثیت ابتدائی ہے اور نبی کی شان انتہائی۔ حضرت صاحب نے امتی بن کر جو زمانہ گزارا ہے۔ وہ غلام احمد اور مریم بن کر گزارا ہے اس سے ترقی پاکر آپ غلام احمد سے احمد اور مریم سے ابن مریم بنے ہیں۔ جس زمانہ میں آپ غلام احمد تھے اس وقت احمد نہ تھے۔ اور جب آپ مریم تھے ابن مریم نہ تھے۔ ایسا ہی جب آپ احمد بن گئے تب آپ غلام احمد نہ رہے اور جب آپ ابن مریم بن گئے تب آپ مریم نہ رہے۔ یہ ایک دقیق نکتہ ہے جو خدا نے مجھے سمجھایا ہے۔" (ازہاق باطل صفحہ ۳۰ مصنفہ میر قاسم علی صاحب)

ب۔ "نتیجہ اس پیروی کا یہ ہوا کہ مریمی حالت سے ترقی کرتے آپ عیسے ابن مریم بن گئے۔ یہ آخری اور انتہائی حد امتی کی حیثیت میں رہنے کی تھی۔ اب دوسرا زمانہ اور دوسری حالت شروع ہوئی۔ کہ امتی سے نبی بن گئے۔ اور پہلا زمانہ ختم ہوگیا۔" (ازہاق باطل صفحہ ۳۲)

ج۔ "پس امتی کے درجہ سے ترقی پاکر نبی بن جانے پر بھی آپ کو نبی نہ کہنا یا مریم سے ابن مریم ہوجانے پر بھی عیسیٰ نہ کہنا یا غلام احمد سے احمد نام پانے پر بھی احمد نہ کہنا ایسا ہے جیسے کسی پٹواری کو ڈپٹی کلکٹر ہوجانے پر پٹواری یا لغوی ڈپٹی کلکٹر کہنا جو دراصل اب اس کی توہین اور گستاخی ہے۔"
(ازہاق باطل صفحہ ۳۴)

تمام انبیا مرزا صاحب کے امتی ہیں

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ۔ آل عمران آیت ۸۲ کی تفسیر "جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں آنحضرت صلعم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توریت اور قرآن کریم اور حکمت سے مراد سنت اور منہاج النبوت وحدیث شریف ہے) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب اور حکمت سے ہیں۔ (یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے جو قرآن وحدیث کی تصدیق کرنیوالا ہے اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں) لتومنن بہ میں جو نون ثقیلہ ہے اہل علم جانتے ہیں کہ محض تاکید کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اے نبیو! تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا۔ (جب تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا۔ تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں)"
(الفضل قادیان مورخہ ۱۹/۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۲ کالم ۲)

عبارت بالا سے ذیل کے نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) جب تمام انبیا کو حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوا۔ تو تمام انبیا حضرت مرزا صاحب کے امتی ہوئے۔

(۲) جب یہ خصوصیت صرف مرزا صاحب ہی کے لئے ہے کہ کل انبیا سے عہد لیا گیا کہ میرزا صاحب پر ایمان لائیں تو وہ تمام انبیا سے افضل ٹھیرے۔

(۳) تمام انبیا میرزا صاحب کے خادم ٹھیرے۔ کیونکہ تمام انبیا کو میرزا صاحب کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

میرزا صاحب مستقل اور حقیقی نبی تھے

اس جگہ میں یہ بات بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مضمون میں جہاں کہیں بھی حقیقی نبوت کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد ایسی نبوت ہے جسکے ساتھ کوئی نئی شریعت ہو۔ ورنہ حقیقی کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوت حقیقی ہی ہوتی ہے جعلی یا فرضی نہیں۔ اور مسیح موعود بھی حقیقی نبی تھا۔ اور جہاں کہیں بھی مستقل نبوت کا ذکر ہے۔ وہاں ایسی نبوت مراد ہے جو کسی کو بلا واسطہ بغیر اتباع کسی نبی سابقہ کے ملی ہو ورنہ مستقل کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوت مستقل ہوتی ہے عارضی نہیں۔ اور مسیح موعودؑ بھی مستقل نبی تھا۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۸/۱۱۹)

نام نہ سننے والے بھی دائرہ اسلام سے خارج

(الف) یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ سوئم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ مصنفہ خلیفہ قادیان)

ب۔ "ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۰ خلیفہ قادیان)

مسلمانوں کے بچوں کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے

الف۔ "اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

ب۔ "قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ہے لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہوگیا تو اس کا جنازہ بھی جائز نہیں۔ تو پھر غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا کس طرح سے جائز ہوسکتا ہے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۲)

غیر احمدی کافر ہیں ان کو لڑکی نہیں دینی چاہیئے

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے۔ وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو (لڑکی) دیتے ہو۔"
(ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶ مصنفہ قادیان)

مکہ مدینہ سے بیزاری

"قادیان تمام بستیوں کی ام (ماں) ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا یا نہیں"
(حقیقۃ الرویا صفحہ ۴۶ مصنفہ خلیفہ قادیان)

آنحضرت صلعم آخری نبی نہیں

میاں صاحب ایک مقدمہ کی گواہی میں کہتے ہیں کہ "اس سال مجھے ایک گواہی پر جانا پڑا یہ جو گورداسپور میں ہوئی۔ اس میں یہ سوال مجھے کیا گیا کہ آیا آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ میں نے وکیل کو جو مجھ پر جرح کررہا تھا کہا۔ قرآن کریم میں یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا کیا یہ لفظ قرآن میں نہیں کہ رسول اللہ آخری نبی ہیں۔ میں نے کہا نہیں اس پر اس نے سوال کو بدل کر کہا کیا ختم النبیین کوئی لفظ قرآن میں ہے میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا قرآن کریم میں آنحضرت صلعم کے متعلق کوئی ایسی آیت ہے جسکے معنے غیر احمدی یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور وہ کیا ہے۔ اس کے متعلق میرا جواب یہ تھا کہ یہ غیر احمدیوں سے پوچھیے کہ وہ کس آیت سے یہ مطلب نکالتے ہیں۔ آخر وکیل نے کہا کہ اچھا آپ ہی بتا دیں کہ وہ کونسی آیت ہے جسکے معنے غیر احمدی آخری نبی کرتے ہیں۔ میں نے کہا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی آیت ہے۔ اس نے کہا کیا اس میں یہ معنے پائے جاتے ہیں کہ رسول کریم آخری نبی ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بعض لوگ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کرتے ہیں مگر رسول کریم صلعم کی بیوی (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اس کا انکار کرتی ہیں۔ وکیل کا ان سوالات سے یہ ثابت کرنے کا منشا تھا کہ رسول کریم صلعم کے بعد نبی آنے کا عقیدہ نیا نکلا ہے پہلے نہیں تھا۔ اور نیا عقیدہ کفر ہے۔ اس لئے نکاح ٹوٹ گیا۔ اور میں نے یہ بتانا تھا کہ اصل عقیدہ یہی تھا۔ نبی کے نہ آنے کا عقیدہ بعد میں بنا۔ جب وکیل نے پوچھا کیا خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں ہیں۔ تو میں نے کہا کہ لغت میں اس کے معنے آخری نبی کے نہیں" (کتاب نجات مصنفہ خلیفہ قادیان صفحہ ۲۹۔)

عبارت بالا سے ثابت ہے کہ قادیانی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فی الواقعہ خاتم النبیین نہیں مانتے۔ مگر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔

عقائد جماعت احمدیہ

اب راقم ناظرین کی تسلی کے لئے چند اقوال حضرت میرزا صاحب کے پیش کرتا ہے۔ جن سے ثابت ہے کہ آپ نے نہ نبوت کا دعوے کیا اور نہ کسی مسلمان کو اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر کہا۔

حضرت مرزا صاحب کا دعوے

الف) "اور کہتے ہیں کہ یہ شخص...... محمد مصطفےٰ صلعم کو خاتم الانبیا اور ختم المرسلین نہیں مانتا۔ یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں پاک ذات ہے میرا رب میں نے ایسی بات کوئی نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں۔
(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹ مصنفہ حضرت میرزا صاحب)

ب۔ "اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعوے کرلوں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں۔ اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں۔.......
اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا دعویٰ کردوں۔
(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ مصنفہ میرزا صاحب)

ج۔ "ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض جبکہ نبوت کا دعوے اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوے ہے۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۴)

بلاشبہ حضرت مجدد نے صوفیانہ رنگ میں بحالت فنا فی الرسول الفاظ نبی و رسول کو مجازاً و استعارہ کے طور پر استعمال فرمایا۔ مگر جماعت کو ان الفاظ کے استعمال سے ممانعت کردی۔

لفظ نبی صوفیانہ رنگ میں بطور مجاز ہے

الف۔ "بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیا کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰

پیغام صلح

جلد ۱۷ - ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۶۵

شاردا بل اور اسلام
شریعت میں مداخلت کا ڈھونگ
حاملان شریعت کی بے موقعہ ہنگامہ آرائی!

شاردا بل یا قانون تحدید عمر ازدواج ممبران اسمبلی کی کثرت رائے سے آخر کار پاس ہوگیا۔ بعض مسلمان ممبروں نے اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوکر جو جمعیتہ العلما کی طرف سے کیا جارہا ہے یہ تحریک کی کہ مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کیا جائے۔ لیکن ان کے حق میں صرف ۱۷ رائیں تھیں اور مخالف ۱۱۶۔ اس لئے یہ تحریک پاس نہ ہوسکی۔ اور بل کی منظوری کے وقت بعض مسلمان ممبر اسمبلی سے بطور احتجاج اٹھکر چلے گئے۔

ہندوؤں میں سے بہت کم اصحاب نے اس بل کی مخالفت کی اور وہ کیوں کرتے جس چیز میں ملک اور قوم کا فائدہ صاف طور پر نظر آرہا ہے اور جس کی مخالفت ملک کے لئے سخت ترین دکھوں اور عذاب کا موجب ثابت ہوچکی ہو اس کے خلاف آواز اٹھانا اپنے پاؤں پر خود تبر چلانا ہے۔ ہندو قوم اس بات کو خوب سمجھتی ہے اور وہ ہر بات میں اپنے آپ کو قانون فطرت کے مطابق چلانے کے لئے ہمہ تن مستعد نظر آتی ہے۔ خواہ اس کے لئے انہیں اپنے مذہب کے غیر فطری اصولوں کو ہی ترک کرنا پڑے۔ لیکن مسلمان جن کا مذہب فطرت کے عین مطابق ہے اور ہر فطری اور اصلاحی تحریک ان کے مذہب کی عین موید ۔ ایسی مفید تحریکات کی تائید کے بجائے ہر موقعہ پر مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں۔

قانون تحدید عمر ازدواج باوجودیکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے فطرت اور اسلام کی منشا کے عین مطابق ہے۔ اور خود ان علمائے اسلام کو جو اس قانون کی مخالفت ضروری سمجھتے ہیں۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ عمر بلوغ سے پیشتر ازدواج فطرت کے خلاف اور اس پر تعزیر کا ہونا ضروری ہے۔ تاہم محض اس بنا پر کہ اس کا تعلق شریعت اسلامی کے ساتھ ہے وہ اس کو "شریعت اسلامی میں مداخلت" قرار دیکر اس کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ غور طلب امر یہ ہے کہ جو چیز شریعت کے خلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے اس کو قانونی رنگ دینا "شریعت میں مداخلت" کیونکر کہی جاسکتی ہے۔ یہ تو شریعت کی تائید و حمایت ہے۔ جس کو اسلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت قرار دیا جاسکتا ہے۔

لیکن مسلمان جو آج محض ہنگامہ آرائی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور عمل اور اصلاح ان سے کوسوں دور ہے اس صاف اور سیدھی راہ کو کیونکر اختیار کریں۔ قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ ایسے خود غرض لیڈروں اور نام نہاد علماء کا تسلط اس کے اوپر ہوچکا ہے۔ جو اپنے خاص مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر اصلاحی تحریک کی مخالفت ضروری سمجھتے ہیں۔ یا کم از کم ہنگامہ آرائی سے بڑھکر کسی عملی کام کی طرف رخ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ قانون تحدید عمر ازدواج کے خلاف آج اس قدر شور و غوغا ہے کہ اہل ایمان اس کی مخالفت میں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے اور جانیں تک دینے کے لئے تیار رہیں۔ محض اس لئے کہ فقہ کی بعض روایات میں عمر بلوغ سے پہلے نکاح کو جائز ٹھیرایا گیا ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل کس قدر طویل عرصہ سے یہ قانون ہندوستان میں نافذ ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنے شوہر کے مظالم سے تنگ آکر اس سے طلاق حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہیں کرسکتی۔ سوائے اس کے کہ اسلام کو چھوڑ کر وہ کسی غیر مذہب کو اختیار کرلے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ بے شمار خواتین اسلام ظالم شوہروں کے دست تظلم سے نجات پانے کے لئے غیر مذاہب کی پناہ میں چلی گئیں۔ اور بہت سی ایسی ہیں جو اسلام پر ثابت قدم رہکر دکھ اور عذاب کی زندگی بھوگ رہی ہیں۔ یہ وہ واقعات ہیں۔ جن کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آج بیس بائیس سال کا عرصہ گذر گیا لیکن کوئی خدا کا بندہ ایسا پیدا نہ ہوا جس کا دل مستورات کی اس الم انگیز زندگی پر پسیجتا۔ اور اس خلاف اسلام قانون کو بدلوانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا۔

ہم جمعیتہ العلما کے اراکین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا قانون خلع کی مخالفت ان کے نزدیک "شریعت اسلامی میں مداخلت" نہیں؟ کیا موجودہ قانون اسلام کے لئے سخت ترین نقصان کا موجب ثابت نہیں ہوا؟ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاتی جس قدر قانون تحدید عمر ازدواج کو دی گئی ہے۔ کیوں اس قانون کے بدلوانے کے لئے ایک بھی مسلمان مرنے مارنے پر آمادہ نظر نہیں آتا۔ اگلے ہی دن جمعیتہ تبلیغ الاسلام انبالہ کے ایک مبلغ نے سرحد کی مسلمان عورتوں کی پریشان حالی اور ارتداد کی جو ہولناک داستان سنائی ہے کیا وہ اس بات کی متقاضی نہیں کہ مسلمان علما اور مجالس وضع آئین کے مسلمان اراکین اس کی طرف جلد سے جلد متوجہ ہوں اور اس خطرناک وبا کو اسلامی شریعت کے اثر سے دبانے کی کوشش کریں؟

قانون تحدید عمر ازدواج سے زیادہ سے زیادہ چند فقہی روایات کی مخالفت لازم آتی ہے۔ حالانکہ اسلام کی اصل سپرٹ کے وہ عین مطابق ہے۔ اس کے بالمقابل خلع کے متعلق رائج الوقت قانون صریحاً اسلام کے کھلے احکام کے خلاف ہے۔ لیکن باوجود اس کے اول الذکر کی مخالفت کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور موخر الذکر کے خلاف کوئی عملی کارروائی ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ کیا یہ صحیح الفہم اور معقول پسند قوم کا طریق عمل ہوسکتا ہے؟ کیا یہ قوم کی انتہائی بدقسمتی نہیں کہ جو چیز شریعت کے مطابق ہے اسے محض انگریزی حکومت کا قانون ہونے کی وجہ سے "شریعت میں مداخلت" قرار دے کر رد کردیا جاتا ہے۔ اور جو قانون صریحاً شریعت کے خلاف ہے اور اس سے بدترین نتائج پیدا ہورہے ہیں۔ اس کو عملاً برداشت کرلیا گیا ہے۔ گویا ہر معقول بات کی مخالفت اور نقصان دہ چیز کو خوشی سے قبول کرلینا آج مسلمانوں کا قومی شیوہ بن چکا ہے۔

اس کو بھی چھوڑیئے۔ جہاں تک قانون تحدید عمر ازدواج کا تعلق ہے یہ بار بار کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں صغر سنی کی شادی کے واقعات بہت کم پیش آتے ہیں۔ اس لئے انہیں اس قانون کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ ہندوؤں میں یہ رسم کثرت سے پائی جاتی ہے جو بہت سی مجلسی اور معاشرتی خرابیوں کی ذمہ دار ہے اس لئے اس قانون کا نفاذ صرف ہندوؤں پر ہونا چاہیئے۔ ہم اس کے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا ہندوؤں کے متعلق ہمارا فرض یہی ہے کہ انہیں شریعت اسلامی کی طرف بلانے کے بجائے اس چیز کو ان کے لئے ضروری ٹھیرائیں جس کو ہم خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ازدواج صغر سنی اور اسی قسم کی دیگر مجلسی خرابیوں کا علاج شریعت اسلامی میں موجود ہے اور یقیناً ہے تو کیا ہمارا فرض یہ نہیں کہ ہندوؤں کو اسلام کی طرف دعوت دیں؟ مسلمانوں کو ہندوستان میں رہتے ہوئے صدیاں گزر گئیں۔ اس طویل عرصہ میں اگر ہم چاہتے تو آسانی سے انہیں اسلام میں لاکر ان تمام مشکلات سے نجات دلاسکتے تھے۔ جن کا علاج وہ آج اسمبلی ہال میں تلاش کررہے ہیں۔ قانون تحدید عمر ازدواج کی یقیناً آج کوئی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر اشاعت اسلام کا ولولہ ہمارے دلوں میں اس درجہ پر ہوتا جیسا کہ قرون اولے کے مسلمانوں کے اندر پایا جاتا تھا۔ اگر ہم نے آج سے پہلے ہندو قوم کو اس کی مجلسی خرابیوں کی وہ سیدھی راہ بتائی ہوتی جو اسلام نے کل دنیا کے لئے تجویز کی ہے۔ تو یقیناً آج اسمبلی ہال کی طرف دوڑنے کی انہیں ضرورت پیش نہ آتی۔ اور نہ مسلمانوں کو اسلامی شریعت کے ہوتے ہوئے کسی اور قانون کے شکنجے میں آنا پڑتا۔ لیکن بجائے اس کے آج یہ افسوسناک نظارہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ مسلمان جہاں اپنے لئے شریعت اسلامی ہی کو کافی سمجھتے ہیں ہندوؤں کو اس شریعت کی طرف بلانا اب بھی پسند نہیں کرتے۔ اور شاردا بل کو ان کے لئے ضروری قرار دے رہے ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ طریق ہندوؤں کو اسلام سے دور لیجانے کا موجب نہیں؟ اسلامی شریعت کے چولہ کو زیب تن کرکے اس کا نام کچھ اور رکھ لینا کیا اسلام سے انہیں مستغنی کردینے کا موجب نہیں؟ ضرورت ہے کہ بے موقعہ ہنگامہ آرائی کو چھوڑ کر ان ضروری سوالات پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔ اور ایسی صورت پیدا کی جائے کہ ہندو قوم اپنی مشکلات کے حل کرنے کے لئے اسمبلی ہال کی طرف دوڑنے کے بجائے اسلام کی طرف کھنچی ہوئی چلی آئے۔

آریہ ویردل

آریہ ویردل کے نام سے آریہ سماج آج کل ایک نظام پر غور کررہی ہے جسکے ماتحت ہر صوبہ ضلع اور بستی میں آریہ دل قائم کرکے ان سے حسب ذیل کام لئے جائیں گے:-

(۱) آریہ سماج کے مقاصد کا پرچار کرنا۔

(۲) آریہ سماج کے خدام اور خادمات کی تعلیم کا انتظام کرنا۔

(۳) جلوس۔ میلہ۔ قحط۔ بیماری۔ سیلاب وغیرہ کے موقعہ پر امداد کرنا اور ہر دکھی کو تکلیف کے وقت مدد دینا۔

آریہ سماجی مقاصد کو چھوڑ کر باقی تمام کام جو ان ویردلوں سے لئے جانے متصور ہیں۔ در حقیقت اسلامی کام ہیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ ہندوؤں میں جہاں اس قسم کے کئی ایک دل پہلے سے موجود ہیں وہاں مسلمانوں میں ایک بھی ایسی انجمن نہیں جو مخلوق خدا کی خدمت اور مصائب میں امداد کا مقصد اپنے سامنے رکھتی ہو۔ گذشتہ سال جماعت احمدیہ لاہور نے اس قسم کی ایک سوسائٹی بنانے کی تجویز کی تھی جس کے لئے بعض نوجوانوں نے اپنے نام بھی بطور رضاکار لکھوائے۔ لیکن خدا جانے کیوں یہ کام وہیں رہ گیا۔ اور دنیا کو عملی صورت دیکھنی کبھی نصیب نہ ہوئی۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آریہ سماج اور ہندوؤں کی دوسری اس قسم کی سوسائٹیوں کے پیش نظر جہاں مخلوق خدا کی خدمت ہے وہاں اپنے مذہب کا پرچار اور مسلمانوں کے بالمقابل ہر موقعہ پر ہندوؤں کی حفاظت زیادہ تر ان کے مد نظر ہے۔ مسلمانوں نے اگر اس طرف توجہ نہ کی تو یقیناً اس سے بہت برے نتائج پیدا ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایسا نظام قائم کیا جائے۔ جسکے ماتحت تمام مخلوق خدا کی بلاامتیاز خدمت کرنے کا انہیں موقعہ مل سکے۔ یہ وہ کام ہے جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پیشتر اپنے ذمہ لیا۔ کاش مسلمان اس سرور کائنات کی ابتدائی زندگی ہی کے تتبع کا شرف حاصل کرسکیں۔

حضور نظام کی معدلت گستری

بعض مسلمان مستورات کو اپنے خاوندوں کے ہاتھوں جو ناقابل برداشت مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ ان کی ادنے مثال یہ ہے کہ بعض عورتوں کو ان کے خاوندوں نے معلق چھوڑ رکھا ہے۔ نہ انہیں اپنے گھروں میں آباد کرتے ہیں اور نہ طلاق ہی انہیں دیتے ہیں۔ بلکہ نان نفقہ بھی دینے کے روادار نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں تمہاری ہیں تو ایک ہی طرف بالکل جھک کر دوسری کو معلقہ نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔

حال میں قلمرو نظام کے ایک جلیل القدر عہدہ دار کے متعلق اسی قسم کی حرکت کا علم حضور نظام کو ہوا۔ تو انہوں نے فوراً یہ حکم نافذ فرمایا

"چونکہ زوجہ کا نان و نفقہ شوہر پر مسلم ہے۔ اور زوجہ کی حالت نہایت سقیم ہے۔ اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ عہدہ دار مذکور کے وظیفہ میں سے ایک سو روپیہ ماہوار ان کی زوجہ کو دیا جائے"

یہ حکم اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ مسلمان اپنے لئے واجب التعمیل سمجھیں غریب مستورات کو معلقہ چھوڑ دینا ایک گناہ عظیم ہے۔ جس میں آج مسلمانوں کے بے شمار خاندان مبتلا ہیں۔ اور اس کا اثر بحیثیت مجموعی تمام قوم پر نہایت برا پڑ رہا ہے۔ ہمارے خیال میں نان و نفقہ سے بڑھکر اس بات کی ضرورت ہے کہ معلقہ کا طریق ہی مسلمانوں سے مفقود ہو جائے اگر ان کے شوہر انہیں باقاعدہ طور پر اپنے گھروں میں آباد نہیں کرسکتے تو انہیں آزاد کرکے نکاح ثانی کی اجازت دیدینی چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ہر دو صورتیں جو سوسائٹی کے تمام امراض کا حقیقی علاج ہیں۔ مسلمانوں میں معیوب سمجھی جاتی ہیں۔

باعمل ہونے کے کرتے ہو۔ تو یقین جانو اس قسم کا کیا کرایا تمہارا سب رائیگاں جائیگا) کس قدر تعجب کا مقام ہے۔ کہ حضرت بابا نانک تو خدائے واحد کی پرستش کے لئے اذان کو صرف جائز سمجھتے بلکہ اذان دینے پر زور دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے سکھ بھائی اذان کی آواز سنتے ہی مشتعل ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اشتعال کی حالت میں ایسی نازیبا حرکت کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جو ان کی قومی اور مذہبی سیرت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہیں سچ ہے۔ تعصب اور غصہ انسان کو اس قدر اندھا کر دیتا ہے۔ کہ وہ سچائی سے دیدہ و دانستہ گریز کرتا ہے۔ حضرت بابا نانک کی تعلیم اور سوانح حیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ نے ایک مصلح کی حیثیت سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں یعنی ہندو مسلمانوں کو نیک اور ہمدرد ہمسایوں کی طرح زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ سکھ مذہب کے علمبردار پیشوا عملی پہلو سے بابا صاحب کی تعلیم کے حقیقی مقصد کو کوئی زیادہ وقعت نہیں دیتے۔

اخبار احمدیہ

مولوی فضل کریم خان درّانی کو جو بمبئی میں گرفتار ہوئے پولیس لاہور لے آئی اور ۱۹ نومبر کو جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے دو ہزار روپیہ کی ضمانت منظور کی۔ اب مقدمہ ۲۹ نومبر کو پیش ہوگا۔

حضرت امیر گذشتہ تین ہفتوں سے اس امر پر خاص زور دے رہے ہیں کہ اس موقعہ پر احباب غیر معمولی کوشش سے اپنے حلقہ احباب میں اشاعت اسلام کے لئے چندہ جمع کریں اور اسے انجمن کے دفتر میں بھیج دیں تا اگر ہو سکے تو سال گذرنے سے پہلے ہی قرضہ واپس ہونا شروع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کم از کم بیس روپیہ فراہم کرے۔ یہ تحریک اخبار میں چھپ چکی ہے اور اب حضرت امیر کی جانب سے مطبوعہ چٹھی بھی سکرٹریوں اور احباب کے نام فرداً فرداً بھیجی جا چکی ہے۔ اس موقع پر اگر تمام دوست ہمت کر کے اس تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں تو ایک ماہ کے عرصہ میں ہر شخص کے لئے بیس روپے وصول کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ۱۹ نومبر کو مسجد احمدیہ میں جماعت لاہور کے ممبران کو بلایا گیا۔ چنانچہ لاہور شہر میں دو دو چار چار آدمیوں کے گروہ بنا کر علاقے تقسیم کر دئے گئے ہیں اور رسید بکیں دیدی گئی ہیں جہاں وہ پھر کر چندہ جمع کریں گے۔ بیرونی شہروں میں بھی ایسا ہی عملدرآمد کیا جائے اور حسب ضرورت رسید بکیں منگا لی جائیں جو جلسہ پر روپیہ کے ہمراہ واپس کر دیجائیں۔ اس تحریک میں جو حضرت امیر قوم کی جانب سے پیش ہوئی ہے آپ خود بھی حصہ لے رہے ہیں۔ یہی نہیں کہ دوسروں کو حکم دیں اور خود عمل نہ کریں۔ چنانچہ آپ نے نہ صرف ایک سال کے لئے اڑھائی سو روپیہ قرض دینے کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے بمعیت ڈاکٹر غلام محمد صاحب مولوی محمد یعقوب خان صاحب لاہور شہر میں گھر گھر پھر رہے ہیں۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب باوجود ناسازی طبع کے لاہور شہر امرتسر۔ جالندھر۔ ہوشیارپور۔ لدھیانہ اور فیروزپور دورہ کرنے والے ہیں۔ پس اس سے زیادہ کون امر احباب کرام کے لئے محرک ہو سکتا ہے کہ جب ان کا امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ انجمن اور قوم کی فلاح وبہبود کے لئے دربدر پھر رہے ہیں تو پھر ان لوگوں کا جو آپ سے تعلق رکھتے ہیں اور محبت کا دم بھرتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کر چکے ہیں خاموش بیٹھ رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ پس ہر جگہ کے احباب اٹھیں اور مل جل کر یا فرداً فرداً اپنے اپنے محلوں میں کام کریں اور اس جہاد میں حصہ لیں کیونکہ یہ کام ایک یا چند آدمیوں کا نہیں بلکہ مجموعی حالت میں ساری قوم کے کرنے کا ہے۔ اور اور اسی ذریعہ سے نصرت الٰہی ملتی ہے۔

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تبدیل آب وہوا کے لئے سرگودہ تشریف لے گئے تھے ایک ہفتہ کے بعد خیریت سے واپس آ گئے۔ آپ کی صحت خدا کے فضل سے مزید ترقی کر رہی ہے۔

جناب خواجہ صاحب کی طبیعت بفضل خدا پہلے سے بہت اچھی ہے۔ احباب کرام کامل صحت کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ کریم ان بزرگوں کو سلامت رکھے۔

۱۹۷/ برائے اشاعت اسلام جمع کر کے روانہ فرمائے ہیں جزاہ اللہ خیرا

خان عبدالاکبر خان صاحب نائب تحصیلدار آب پاشی بنوں سے ایبٹ آباد تبدیل ہو کر آ گئے ہیں۔

مولوی محمد یعقوب خان صاحب اڈیٹر لائٹ کی اہلیہ صاحبہ کا دیر سے میو ہسپتال میں علاج ہو رہا ہے۔ پہلے کی نسبت آرام ہے کامل صحت کیلئے دعا کی جائے انکے چھوٹے چھوٹے پانچ بچے ہیں۔

جناب مولوی محمد اسلم خان صاحب بی۔اے۔ بی ٹی چند روز سے غلام حیدر مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

جناب مولوی صدرالدین صاحب دورہ پر تشریف لیگئے ہیں

جناب مولوی عبدالحق صاحب و مولوی عصمت اللہ صاحب علاقہ یو۔پی میں۔ اور مرزا مظفر بیگ صاحب ابوہر دورہ پر تشریف لے گئے۔

افسوس ہے کہ اخویم نور محمد صاحب ضلعدار نہر شجاع آباد (ملتان) کا بچہ جس کی عمر ایک سال کی تھی فوت ہو گیا ہے۔ ان کی اہلیہ بھی بیمار ہیں احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔

ڈاکٹر حسن علی صاحب سینیر سب اسسٹنٹ سرجن کا صاحبزادہ فضل احمد متعلم علیگڈھ اب بفضل خدا تندرست ہے

اخویم نظام الدین چک ۲۶۹ سے یہ افسوسناک اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے صاحبزادہ عزیز اکرم کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند کریم انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔

۲۱ نومبر کو ہمارے عزیز بھائی مولانا عبد اللہ جو سب اڈیٹر "لائٹ" کی حیثیت سے اپنے فرائض کو ایک عرصہ تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ بجالاتے رہے ہیں کلکتہ روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ زندگی کا نیا دور شروع کریں گے۔ خداوند کریم مولانا عبد اللہ کو کامیاب کرے

خان بہادر میاں غلام رسول صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ نے تحریک قرضہ میں ایک ہزار روپیہ اپنی جانب سے اور اڑھائی سو روپیہ میاں غلام عباس صاحب کی طرف سے روانہ فرمایا ہے

اقتباسات

کالے گورے کا فرق

امریکہ کے کسی شہر میں ایک گرجا بنا اس میں صرف گوری چمڑی والوں کو جانے کی اجازت تھی۔ ایک حبشی صاحب کو بہت برا معلوم ہوا کہ جب انجیل کے احکام کی رو سے ہم گورے کالے سب برابر ہیں تو پھر ہم کو کیوں جانے نہیں دیا جاتا۔ ہم بھی مذہب کی پابندی میں کچھ ان سے کم نہیں ہیں خیر یہ حبشی صاحب انجیل بغل میں داب پادری صاحب کے پاس پہنچے۔ بہت ردوقدح کی احکام الٰہی پیش کئے۔ اپنی بزرگی کا بھی دعوے کیا پادری صاحب جواب دیں تو کیا دیں آخر انہوں نے اس کالی بلا کو یوں ٹالا کہ بیٹا میں اسکا کیا جواب دوں۔ تم ریاضت کرو۔ چلہ کھینچو۔ روزے رکھو۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ میں اس معاملہ میں لاچار ہوں۔ پبلک کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔ اس بیچارے نے آکر روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ بڑی بڑی ریاضتیں کیں۔ آخر انتالیسویں دن یہ پھر پادری صاحب کے پاس پہنچے۔ پادری صاحب نے کہا کیوں برادر عزیز! کیا دیکھا اور کیا حکم ہوا؟ حبشی نے کہا کہ پادری صاحب کیا بتاؤں میں نے کیا کیا کچھ محنتیں کیں۔ تین تین روز تک کھیل کا دانہ اڑ کر منہ میں نہیں گیا۔ دو دو دن پانی نہیں پیا۔ رات رات بھر عبادت میں گذاری ۳۹ دن تک تو کچھ نہیں ہوا۔ ہاں کل آدھی رات کو حضرت مسیح میری عبادت گاہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا پوچھ بیٹا کیا پوچھتا ہے۔ میں نے کہا کہ اے رہبر طریقت آپ کا فرمان تو یہ ہے کہ ہم سب انسان بھائی بھائی ہیں پھر ہم بیچارے حبشیوں کو اس نئے گرجا میں کیوں جانے نہیں دیا جاتا۔ آپ نے فرمایا بیٹا یہ کیا عجیب بات ہے۔ جس تاریخ سے یہ گرجا بنا ہے اس روز سے میں خود اندر جانے کی کوشش کر رہا ہوں مجھ غریب کو بھی اندر نہیں گھسنے دیتے۔

خیر یہ تو قصہ ہے۔ واقعات کو دیکھ لیجئے۔ جہاں دو رنگ کے آدمی بستے ہیں وہاں ہر جگہ کالا رنگ دبا ہوا ہے۔ مذہب پر قومیت غالب آ جاتی ہے۔ اسلام نے اسی چیز کو توڑا ہے۔ اور قومیت پر مذہب کو غالب کیا ہے۔ اس مذہب کے کسی قوم والے سے پوچھو کہ تم کون ہو تو وہ یہی جواب دیگا کہ مسلمان۔ اگر دوسرے مذاہب والوں سے پوچھو کہ تم کون ہو تو کوئی اپنے آپ کو انگریز کہے گا۔ کوئی یونانی اور کوئی جاپانی۔ اسلام میں قومیت پر مذہب کے غالب آنے کا نتیجہ ہوا کہ ہر شخص برابری کا دعویدار ہو گیا۔ اس دعوی برابری کا دوسرا نام شخصیت ہے۔ جو تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اس کا عملی ثبوت خلفائے راشدین نے دیا اور ممبر پر سے بآواز بلند فرمایا کہ تم ہی نے ہمکو خلیفہ بنایا ہے اگر ہم صحیح راستہ پر چلیں تو ہمارا ساتھ دو۔ اور اگر ٹھیک نہ چلیں تو صحیح راستہ پر لگا دو۔ یہ الفاظ کیا تھے انفرادی آزادی کا منشور یا میگنا چارٹا تھے۔ یہ فقط لفظ ہی لفظ نہ تھے۔ بلکہ یہ وہ لفظ تھے جن پر عمل ہوا۔ ہوتا رہا۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ یہی انفرادی آزادی یا شخصیت کا دعوے تھا کہ خلفائے کرام سے ایک نہ ایک بڑھیا آکر لڑ جاتی تھی۔ یہی شخصی آزادی کا زور تھا کہ باوجود اس قدر اقتدار کے بادشاہوں کو ایک ایک مسلمان کے اعتراض کا جواب دینا اور اس کو قائل کرنا پڑتا تھا۔

اس قیام شخصیت نے ہمتوں میں اضافہ ہوا۔ ہمت نے جوش پیدا کیا۔ جوش نے خیالات کو وسعت دی۔ اور اس شخصیت ہمت جوش اور وسعت خیالات ہی کا نتیجہ ہے کہ بچہ سقہ تک افغانستان کا بادشاہ بنا۔ نادر شاہ نے ہندوستان الٹ دیا۔ تیمور نے دنیا کو زیروزبر کر دیا۔ سبکتگین غلام سے بادشاہ ہوا۔ سعد اللہ خان مسجد میں پڑھاتے پڑھاتے شاہجہان کے وزیر اعظم بن گئے۔ مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ جہاں سے کھولو گے یہی پاؤ گے۔ کہ ہر مسلمان دین و دنیا دونوں میں انتہائی مدارج کے لئے کوشش کر سکتا ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے مذاہب میں یہ ملے گا کہ کسی کا خاندان شاہی چاند سے جا ملتا ہے کسی کا سورج سے۔ کسی خاندان میں حکومت ہزار برس سے چلی آ رہی ہے تو کسی میں دو ہزار برس سے۔ اسلام کی تاریخ میں ایک خاندان بھی ایسا نہ ملے گا جس نے ہزار برس بھی حکومت کی ہو۔ وجہ یہ کہ پٹ در کا ایک چار والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ جو امان اللہ خان ہیں وہ میں ہوں

کی ہمت بڑھاتا ہے اور اس میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اس کے ارادہ کو تقویت دیتا ہے۔ اور وہ ایک دن افغانستان کا بادشاہ ہو ہی جاتا ہے۔ یہی ذاتی آزادی کا زور ہے کہ ایک مزدور بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ یہی حقوق انفرادی ہیں جن کی وجہ سے امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کو آگرہ کی جامع مسجد کو توڑ کر کہنا پڑا کہ مسلمانوں میں اس قسم کی تخصیص جائز نہیں۔

اسی قسم کا ایک واقعہ ایک ریاست میں بھی پیش آ چکا ہے۔ رئیس کی سالگرہ کے روز یہ انتظام کیا گیا کہ جامع مسجد میں منبر کے سامنے کی دو صفیں رئیس وقت اور ان کے مصاحبوں کے لئے مخصوص کر دی گئیں۔ نماز سے قبل ایک صاحب آئے اور پہلی صف میں منبر کے سامنے بیٹھ گئے اور قرآن مجید کھول کر تلاوت شروع کر دی۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان کو وہاں سے اٹھا دے۔ یا کم سے کم ہٹا دے رئیس آئے اور ان کو ان صاحب کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنی پڑی اس طرح ایک رئیس کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے ان صاحب کی عزت میں بحیثیت مسلمان کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ نہ کوئی زیادہ ثواب ملا۔ مگر انہوں نے بتا دیا کہ اسلام نے تیرہ سو برس سے ہر ایک مسلمان کی جو شخصیت قائم کر دی ہے اس کو مٹانے کا کسی کو حق نہیں۔ دنیا کے کسی اور مذہب میں یہ نمونہ مساوات دکھا دو تو ہم جانیں۔ ورنہ یہ کہدینا بہت آسان ہے کہ گورے اور کالے سب برابر ہیں۔ (علمی دنیا)

ناظرین کرام

کو اطلاع دی جا چکی ہے کہ ماہ نومبر کا چندہ جن احباب کا ختم ہو چکا ہے وہ جلد توجہ فرمائیں۔ ورنہ چند روز انتظار کر کے ان کی خدمت میں وی پی روانہ کیا جائیگا۔

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ — ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ — نمبر ۳۱

اسلام کا حقیقی قافلہ سالار

بادیہ ضلالت میں ایمان کی نورانی چمک

مسیح موعودؑ کا علم کلام اور احباب احمدیہ سے درخواست

حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی کیا خدمات سرانجام دیں۔ مسلمانوں کو ضلالت وگمراہی سے بچانے، اسلام کو مادہ پرستی اور الحاد کی تیز و تند ہواؤں سے محفوظ رکھنے کا کیا سامان کیا؟ یہ ایک سوال ہے جو عموماً غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ ہم ان کالموں میں بارہا اس کا جواب دے چکے ہیں اور واقعات وحقایق کی روشنی میں اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں اسلام کی جو خدمات کی ہیں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

دلائل و براہین کا نیا رنگ

اور باتوں کو جانے دیجئے صرف ان علمی جواہر ریزوں کو ہی لیجئے جو آپ نے کتابوں اور اشتہارات کی شکل میں دنیا کے سامنے رکھے ہیں۔ ان تصنیفات میں آپ نے اسلام کو جس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی جو خوبصورت تصویر الفاظ کی شکل میں کھینچی ہے اور دلائل و براہین کا جو نیا رنگ اختیار کیا ہے اس نے اسلام اور دیگر مذاہب کی مجادلانہ سرگرمیوں میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جس وقت سے حضرت مسیح موعود نے اسلام کی صداقت کو ان براہین قاہرہ سے ثابت کیا۔ جو آپ کے معقولی مباحث کا امتیاز خاص ہیں عالم اسلامی میں ایک ایسا ذہنی انقلاب پیدا ہوا ہے۔ جس نے غیر مذاہب کی ناکام بے نتیجہ کوششوں کو مبدل بہ یاس بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آریہ اور عیسائی احمدیہ لٹریچر کا جواب دینے کے بجائے جب کبھی میدان میں اترتے ہیں۔ تو صرف ان لچر اور پوچ باتوں کو لے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں جو بعض پرانی تفاسیر میں اسرائیلیات کے اثر سے داخل ہو گئیں۔ احمدیوں سے وہ یہ کہکر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ کہ انہوں نے نیا اسلام بنایا ہے۔ جو عام مسلمانوں کے نزدیک مسلم نہیں۔ حالانکہ اسلام کے نیا یا پرانا ہونے کی بات کوئی نہیں۔ اسلام وہی ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ تعلیم وہی ہے۔ اصول وارکان وہی ہیں۔ البتہ ان کے پیش کرنے کا ڈھنگ نیا ہے

مسیح موعود کا علم کلام مخالفین کی نظروں میں

اسلام کی صداقت کا یہ ایک بین نشان ہے کہ ہر زمانہ میں اس کی ضرورت کے مطابق اسکی سچائی کے دلائل مل جاتے ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک خاص زمانہ ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ نئے قسم کے دلائل اور علوم سے واسطہ پڑا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ عام مسلمانوں کی ذہنی کیفیت ایک جمود کی حالت تک پہنچ چکی ہے اور ملا ازم نے بہت سی ایسی باتیں مسلمانوں کے اندر پیدا کر دی ہیں جن کا اصل اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حالت جمود سے حضرت مسیح موعود نے ان کو باہر نکالا اور آج یہ کیفیت ہے کہ جہاں کہیں اسلام کو دوسرے مذاہب سے مقابلہ پیش آتا ہے وہاں حضرت مسیح موعود کے علم کلام سے فائدہ اٹھائے بغیر چارہ نظر نہیں آتا۔ یہانتک کہ مولوی ثناء اللہ جیسے اشد ترین مخالف کی تحریرات بھی اسی طریق عمل کی شاہد ہیں۔ افسوس ہے کہ مولوی لوگوں کی تنگدلی اور بغض وعناد نے انہیں اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ ورنہ حضرت مسیح موعود کے علمی جواہر پاروں کی جھلک اگر ان کو نظر آ جاتی اور ضد اور تعصب کو چھوڑ کر وہ آپ کے علم کلام کو دیکھتے تو آپ کے قدم چومنے کے لئے تیار رہتے۔

احباب احمدیہ سے ایک درخواست

حضرت مسیح موعود کا یہ علم کلام کن کن پہلوؤں سے اسلام کے متعلق ایک نئی روشنی دنیا میں پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ اور مسلمانوں کے اندر کس قسم کا ذہنی انقلاب اس نے برپا کیا۔ یہ ایک بسیط مضمون ہے جس پر کسی دوسری فرصت میں ہم مفصل روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ہمیں صرف اپنے احباب سے اس قدر دریافت کرنا ہے۔ کہ انہوں نے اس علم کلام سے فائدہ اٹھانے آپ کی کتب کا مطالعہ کرنے اور ایک طالبعلمانہ رنگ میں ان سے مستفید ہو کر دنیا میں اس علم کلام کو پھیلانے کی کہاں تک کوشش کی۔ بحیثیت جماعت جو کچھ آپ نے کیا وہ فی الواقعہ اس قابل ہے کہ تاریخ کے صفحات میں زریں حروف سے لکھا جائے لیکن سوال جماعت کا نہیں بلکہ انفرادی کوششوں کا سوال ہے حضرت مسیح موعود کی کتابیں علمی اور مذہبی دنیا کا ایک ایسا قیمتی ذخیرہ ہیں جس سے آج دنیا کی کوئی لائبریری خالی نہ ہونی چاہیئے۔ چہ جائیکہ کسی احمدی کا گھر اس قیمتی لٹریچر سے خالی ہو۔

ہماری جماعت کی غرض وغایت اسلام کی صداقت کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود ہی کا علم کلام ہمارے لئے سب سے زیادہ مفید اور کارگر ہو سکتا ہے۔ یا وہ لٹریچر جو آپ کے خدام بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ نے آپ کے فیضان سے مستفیض ہو کر لکھا۔ اس سے ہمارے گھروں کا خالی ہونا پرلے درجہ کی ناشناسی ہے، حضرت مسیح موعود کی ایک ایک کتاب احمدیہ لٹریچر کا ایک ایک صفحہ ہمارے گھروں میں ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ ہر وقت ہمارے زیر مطالعہ رہے۔ اور اسلام کی صداقت کے جو دلائل اس میں دیئے گئے ہیں۔ جن طریقوں سے اسلام کی عظمت کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ ہر وقت مستحضر رہیں۔ اور ہر ضرورت کے وقت ہم مخالفین کا جواب دے سکیں۔

جماعت میں ترقی کا ذریعہ

یہی ایک طریق ہے جس سے ہماری وہ تمام دقتیں دور ہو سکتی ہیں جو مبلغین کی کمی کی وجہ سے آئے دن پیش آتی ہیں۔ اگر ہر احمدی سلسلہ کے لٹریچر کو اپنے مطالعہ میں رکھے۔ بڑے بڑے شہروں میں ذاتی کتب خانوں کے علاوہ ایسی لائبریریاں ہوں جہاں سلسلہ کا تمام لٹریچر عام لوگوں کی نظروں سے گزرتا رہے۔ تو نہ صرف مبلغین کی احتیاج باقی نہیں رہتی بلکہ خود بخود جماعت میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ اور تبلیغ اسلام کا کام زیادہ وسیع پیمانہ پر پھیلایا جا سکے گا۔

قوت ایمانی کا ذریعہ

یہی ایک طریق ہے جس سے ہمارے اندر وہ روحانی قوت اور جذب وکشش باقی رہ سکتی ہے۔ جو الٰہی سلسلوں میں ہونی ضروری ہے اور جس کو حضرت مسیح موعود نے اس جماعت کے اندر پیدا کیا اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے ضرورت ہے کہ مجدد وقت کے پاک کلام کو پڑھا جائے۔ کہ اس سے خدا تعالیٰ پر ایسا مضبوط ایمان پیدا ہو جاتا ہے، جسے باد مخالف کا کوئی طوفانی جھونکا بھی متزلزل نہیں کر سکتا اور یہی تمام اعمال صالحہ اور کامیابی کی حقیقی جڑ ہے۔ اسی ایمانی قوت سے اسلام آج دنیا پر غالب اور مظفر ومنصور ہو سکتا ہے۔ اور اسی سے ہم دنیا وعقبیٰ کی حسنات سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

مسیح موعود کی رفاقت

یہی ایک طریق ہے جس سے مسیح موعود کی رفاقت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ پاک انسان ہم میں اس وقت جسمانی رنگ میں موجود نہیں کہ ہم اس کے فیضان صحبت سے مستفید ہو سکیں۔ اس سے مستفید ہونے کا بہترین ذریعہ آپ کا لٹریچر ہے۔ جو ہم میں کام کرنے کی صلاحیت اور روح پیدا کرتا ہے۔ جس سے آپ کے مشن کی حقیقی غرض وغایت کا پتہ لگتا ہے۔ اور جو لیظہرہ علی الدین کلہ کا عملی مرقع ہے۔

آخری التجا

پس جہانتک ممکن ہو ہمارے احباب کو اس لٹریچر سے جس کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے نہایت اہتمام سے جمع کیا ہے۔ پورے طور پر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اسے نہ صرف اپنے گھروں میں رکھکر . . . . بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہر بڑے شہر کے اندر ایک ایسی لائبریری ہونی چاہیئے جس میں یہ تمام کتابیں عامۃ الناس کے مطالعہ میں آسکیں۔ کیا ہمارے احباب اس ضروری درخواست کو شرف قبولیت بخشنے کے لئے

ایک خوشگوار تبدیلی!

آخر کار آریہ پریس کو بھی اس اعتراض کو واپس لینا پڑا۔ جو آئے دن اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا تھا۔ اور قتل راجپال کے بعد بھی کیا گیا۔ کہ اسلام نے جبر وتعدی اور دوسروں کو برا بھلا کہنے اور قتل وغارت کی تعلیم دی ہے معاصر "پرتاپ"۔ کے "پولیٹیکل ٹھنکر" نے جو مضمون ۱۲ اپریل کی اشاعت میں لکھا ہے اس میں صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ قرآن نے دوسروں کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے۔ چہ جائیکہ جبر وتعدی اور قتل وغارت کو اس کی طرف منسوب کیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

میں نے قرآن کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے اس کے حوالہ پر قرآن کی دو آیات پیش کرتا ہوں ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم تم لوگ مت برا کہو ان کو جن کی یہ مشرک لوگ تعظیم کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے سوا۔ کیونکہ یہ مشرک لوگ بھی برا کہہ بیٹھیں گے اللہ تعالیٰ کی شان میں۔

دوسرا حوالہ قرآن سے ہے یا حدیث سے اس کے متعلق میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن ایک مسلمان دوست کے بیان کے مطابق اسے یوں لکھا جا سکتا ہے کہ تم برا نہ کہو دوسروں کے ٹھاکروں کو تاکہ وہ برا نہ کہیں تمہارے بزرگان دین کو اور پیغمبروں کو"

"پرتاپ" کے اسی پرچہ میں سوامی ہرکاشانند کی ایک نظم بھی چھپی ہے جس کے ذیل کے تین شعر نقل کرنے کے قابل ہیں۔

"اسلام کا قاتل ہے وہ ایک ننگ تن ہے ٭ جو کہتا ہے تلوار ہے اسلام کا منطق"
"فتویٰ یہ نہیں ہادی اسلام کا ہرگز ٭ یہ کار زبوں ہے کسی بدنام کا منطق"
"آپس میں لڑو اور رہو غیر کے بندے ٭ ارشاد محمد ہے یہ ہے رام کا منطق"

ہمیں خوشی ہے کہ "پرتاپ" جیسے متعصب پرچہ میں کم از کم اسلام کے متعلق اس صداقت کا اعتراف کر لیا گیا۔ آج سے چند دن پیشتر اسی "پرتاپ" میں بڑے زور سے لکھا گیا تھا کہ راجپال کا قتل "اسلام کی خوفناک تعلیم کا نتیجہ ہے"۔ کیا یہی وہ خوفناک تعلیم ہے جس کا ذکر "پرتاپ" کے پولیٹیکل ٹھنکر نے کیا ہے۔ ہم "پرتاپ" اور دوسرے آریہ معاصرین کی خدمت میں جواب تک اسلام کو قتل وغارت کا مذہب قرار دیتے سے نہیں جھکتے۔ یہ عرض کریں گے کہ وہ محولہ بالا مضمون کو بغور پڑھیں اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کہانتک انہوں نے صداقت اور حق پژوہی سے کام لیا ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے بالمقابل ان کا اپنا طریق عمل کہاں تک رواداری کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

ایک اور دل آزار کتاب

آریوں نے اس پاک تعلیم کا کہ دوسروں کے معبودان باطل کو بھی برا مت کہو جو جواب دیا ہے وہ اس لٹریچر سے ظاہر ہے جو آئے دن ان کی طرف سے اسلام کے متعلق شائع ہوتا ہے ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب اس کی بہترین مثال ہے۔ سوامی دیانند کی یہ تصنیف جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی کشیدگی اور فتنہ وفساد کی اصل موجب ہے اپنی خصوصیتوں کے اعتبار سے کچھ کم دل آزار نہ تھی۔ کہ اب پنڈت چموپتی نے جس کو رنگیلا رسول کا اصل مصنف بیان کیا جاتا ہے، اس کی تشریح وتوضیح کرنے اور سوامی صاحب کے تمسخر واستہزا کو حق بجانب ٹھیرانے کے لئے "چودھویں صدی کا چاند" کے نام سے ایک اور کتاب لکھکر شائع کی ہے۔

اس کتاب میں سوامی دیانند کی تقلید میں جابجا اسلام کی تعلیمات اور آنحضرت صلعم کے اخلاق واعمال پر تمسخرانہ پیرایہ میں نکتہ چینی کی گئی ہے۔ جس کو نقل کرنا نہ صرف مذہباً ہمارے نزدیک گناہ ہے بلکہ مذاق سلیم کو الٹی چھری سے ذبح کرنا ہے۔ معلوم نہیں "پرتاپ" کا پولیٹیکل ٹھنکر آریہ مذہب کے اس دلآزار طریق عمل کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟

آریوں اور دیگر ہندو لیڈروں سے تو ایسے امن سوز لٹریچر کے خلاف اپیل کرنا بے سود ہے۔ ہم ذمہ دار حکام کی توجہ اس کتاب کی طرف بڑے زور سے منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں میں کسی قسم کا اشتعال پیدا ہونے سے پیشتر وہ اس کا تدارک واقعی انتظام کریں

خبریں

— الٰہ آباد ۹-جنوری۔ مفرور افغان شہزادہ محمد عمر خاں کے متعلق افواہ ہے کہ وہ برقعہ پہن کر سرحد کے پار ہوگیا۔ اور افغانستان پہنچ گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی نے شہزادہ کو گرفتار کر لیا ہے۔

— مسٹر سانڈرس کے قتل کے سلسلہ میں جہلم میں بھی ایک گرفتاری عمل میں آئی ۔

— حال ہی میں ٹرکی میں مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کی ایک سازش کا انکشاف ہوا جس کی سرغنہ دو مسلمان عورتیں بتائی جاتی ہیں۔ اس سازش میں بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئیں ۔

— پشاور ۹ر جنوری۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ مشرقی افغانستان میں اب بغاوت کا خاتمہ ہوگیا ہے ۔

— ناگپور ۹ر جنوری۔ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس افواہ کی کوئی بنیاد نہیں۔ کہ سر مانٹیگو بٹلر حضور نظام کی ملازمت اختیار کریں گے۔

— قسطنطنیہ ۸ر جنوری۔ افواہ ہے کہ حکومت ٹرکی نے حکم دیا ہے۔ کہ آئندہ تمام عورتیں ٹوپی پہنا کریں۔ عورتوں کے لئے ایک خاص قسم کی ٹوپی ایجاد کی گئی ہے ۔

— لندن ۵ر جنوری۔ یوپی کے گورنر سر مالکم ہیلی اور لیڈی ہیلی لندن پہنچ گئے ہیں ۔

— چند روز ہوئے معلوم ہوا تھا۔ کہ ہوا باز شاہ عرف کرنیل لارنس کو میران شاہ (صوبہ سرحدی) کے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب اخبار "سول ملٹری گزٹ" کو معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ انگلستان جانے والے ہیں۔

— پٹنہ ۹ر جنوری۔ مجلس تحقیقات عمر رضامندی آج بنارس کو روانہ ہوگئی۔ بنارس الہ آباد اور لکھنؤ میں شہادتیں لینے کے بعد مجلس موصوفہ ناگپور جائے گی۔ جہاں وہ اپنا کام ختم کرے گی۔ اس کی رپورٹ غالباً ماہ اکتوبر میں لکھی جائے گی ۔

— جنوبی ہند میں وبائے ہیضہ چھوٹ پڑی ہے ۔

— افغانستان کے انیس سرکردہ علما نے شنواریوں کی بغاوت کے خلاف فتویٰ شائع کیا ہے ۔

— ٹرکی کے نئے رسم الخط کی تعلیم کے لئے تمام آبادی نے اسکولوں میں جانا شروع کر دیا ہے امید ہے کہ ایک سال کے اندر کثیر طبقہ یہ رسم الخط سیکھ لے گا ۔

— مہاراجہ بڑودہ نے اعلان کیا ہے کہ اگر مجھے اپنی رعایا کی طرف سے یقین دلایا جائے کہ وہ خود حکومت کرنے کی اہل ہے۔ تو میں اسے سیلف گورنمنٹ دے دونگا ۔

— پنجاب میں ۱۹۲۷ء میں ۱۲۹۹۸۰ لڑکیاں سرکاری وغیر سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم تھیں۔ ان میں مسلمان بچیاں بہت کم ہیں ۔

— گروکل سکندر آباد ضلع علی گڈھ میں ایک اپدیشک (مبلغ) کلاس کھولی گئی ہے۔ جس کا مقصد آریہ قوم کی اشاعت کے لئے مبلغ پیدا کرنا ہے ۔

— مشہور انگریزی اخبار "انگلش مین" اس خبر کا ذمہ وار ہے۔ کہ شاہ افغانستان نے ٹوپیوں کے متعلق اپنا حکم واپس لے لیا ہے۔

— معلوم ہوا ہے کہ افغان شہزادہ سردار محمد عمر کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات سے پندرہ جوان فرار ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں لاہور کے پٹھانوں کی تلاشیاں بھی ہوئی ہیں ۔

— لاہور ۱ر جنوری۔ اخبار انقلاب اس خبر کا ذمہ وار ہے۔ کہ مسٹر سانڈرس کے قتل کی تفتیش کے سلسلہ میں کچھ افسر بھیس بدل کر گھوم رہے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک ٹولی باجہ ڈھولک وغیرہ گانے بجانے کا تمام سامان لیکر نکلی ہوئی ہے ۔

— حضور نظام نے ایک لاکھ روپیہ گورنر بنگال کے حوالہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق خیراتی امور پر صرف کر دیں ۔

— لاہور ۱۲ر جنوری۔ پنشنر فوجی ابتک اپنے مطالبات پر بدستور اڑے ہوئے ہیں۔ اور ستیاگرہ جاری ہے ۔

— پشاور ۱۱ر جنوری۔ افغانستان کے سرکاری اخبار "امان افغان" میں۔ کہ شاہ امان اللہ نے سوشل اور مذہبی اصلاح کا جو پروگرام اپنے ملک میں شروع کیا تھا وہ قریباً سارا منسوخ کر دیا ہے ۔

دار الکتب اسلامیہ کی ضروری مفید کتب

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی

بیان القرآن یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔ یہ تفسیر عام فہم عبارت میں لکھی گئی ہے اور قرآن کریم کو ایک مقام سے لیکر دوسرے مقام تک حل کیا گیا ہے۔ مکمل تین جلدوں میں قیمت عہ؎ جلد اول للعہ دوم للعہ جلد سوم للعہ

سیرت خیر البشر حضرت نبی کریم کی زندگی کے پیارے پیارے حالات۔ قیمت بیجلد عہ مجلد عہ

تاریخ خلافت راشدہ یعنی خلفائے راشدین کے زمانے کے حالات۔ قیمت بیجلد عہ مجلد عہ

جمع القرآن قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات نہایت تحقیقات سے لکھے گئے ہیں۔ مجلد عہ

مقام حدیث۔ اس کتاب میں جمع حدیث۔ ضرورت حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ شروع کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط و خال کا عکس دیا گیا ہے۔ قیمت عہ

حقیقت المسیح۔ ایک عیسائی کے چند سوالات کے جوابات از روئے قرآن کریم اور بائبل نہایت مفصل طور پر دئیے گئے ہیں۔ قیمت صرف سہ

حدوث مادہ۔ ایک آریہ سے مباحثہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مادہ حادث ہے قیمت ۵ر

مسیح موعود۔ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کو اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ قیمت مجلد عہ بے جلد عہ

النبوت فی الاسلام اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی قیمت دو روپے (ع)

صحیح بخاری صحیح بخاری کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ تین حصوں میں۔ قیمت پارۂ اول عہ دوم عہ سوم عہ باقی چھپ رہے ہیں۔ قیمت ہر سو صفحہ کے لحاظ سے عہ

شناخت مامورین جس میں مامورین من اللہ کی شناخت اور انہیں پرکھنے کے نشانات با وضاحت درج کئے گئے ہیں قیمت سہ

احمد مجتبیٰ۔ میاں محمود احمد صاحب کے اس عقیدہ کی تردید۔ کہ احمد رسول کا نام نہ تھا۔ قیمت لہ

تصنیفات دیگر مصنفین

یجروید مصنفہ مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کا اردو ترجمہ جس پر اکثر ہند و اخبارات نے بھی تنقیدی نظر ڈال کر ترجمہ کو صحیح اور سلیس قرار دیا ہے۔ اور بعض نے تعریف بھی کی ہے۔ قیمت عہ مستند شیت ۳ر تجارت ار مطالعہ اسلام ۱۲ ارام الالسنہ ۱۲ ار مقصد ہند

غذا و صحت مصنفہ ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ اس کتاب کی بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تعریف کی ہے جن میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔ اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸ر ہستی باری تعالیٰ۔ قیمت ۶ر محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس اسلامی کتب کا کافی ذخیرہ ہے فہرست مفت طلب کریں۔ تمام فرمائشیں پتہ ذیل پر آنی چاہئیں۔

مینجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

شاہی اکسیری زود اثر مجربات

(دواخانہ زیر سرپرستی کپور تھلہ سٹیٹ پنجاب)

شاہی یاقوتی:- قوت کی وہ مشہور اکسیر ہے جو زود اثری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ راجوں مہاراجوں تک میں مقبول ہے۔ بڑے بڑے رؤسا نواب اور امیر استعمال کرتے ہیں۔ قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں صرف پانچ روپے ہے۔ ہر قسم کے زنانہ و مردانہ امراض کی مجرب ادویہ ہمارے ہاں تیار رہتی ہیں۔ نیز خط و کتابت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔ غربا سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ البتہ دوا کی مناسب قیمت لیجائے گی۔ جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ بھیجئے۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب طبیب خاص کپور تھلہ سٹیٹ

امریکہ کی نوایجاد سنہری چوڑیاں

ناظرین حال ہی میں بہت سی قسم کی چوڑیاں امریکہ سے بن کر آئی تھیں۔ جن کو مستورات نے بہت ہی پسند کیا تھا۔ اور ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں فروخت کی گئی تھیں۔ اب اسی کاریگر نے ان سے بڑھ چڑھ کر اچھے اچھے نمونہ کی چوڑیاں بنائی ہیں۔ جن کے آگے وہ پہلی خوبصورت اور نفیس چوڑیاں گرد ہوگئی ہیں۔ چوڑیاں نہایت ہی خوب صورت اور نازک ہیں۔ دیکھنے میں بالکل سونے کی معلوم ہوتی ہیں۔ چمک دمک، خوبصورتی نزاکت نفاست غرض جتنی خوبیاں ہو سکتی ہیں سب ان میں موجود ہیں۔ ان کی خوبصورتی دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے پھر ہاتھوں میں پہنی جاتی ہیں تو بار بار ہاتھوں پر ہی نظر جاتی ہے قیمت ایک سٹ بارہ چوڑی بمعہ محصولڈاک دو روپے (عہ)

حیرت انگیز رعائت ۴ تین سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت۔ فرمائش کے ساتھ ہاتھ کا ناپ ضرور بھیجیں۔

ایس۔ اے حمید اینڈ کو مٹیا محل نمبر ۹ دہلی

— نئی دہلی ۱۵ر جنوری۔ افغانستان کی تازہ خبروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں اپنے بڑے بھائی سردار عنایت اللہ خاں کے حق میں دست بردار ہوگئے ہیں۔ اور خود ہوائی جہاز کے ذریعہ قندہار کی طرف چلے گئے ہیں۔

— نئی دہلی ۱۶ر جنوری۔ اس ہوشربا خبر کی تصدیق سفیر افغانستان متعینہ دہلی اور کابل نے کر دی ہے۔

شاہ امان اللہ خاں کی دست برداری پر سیاسی حلقوں میں مختلف خیال آرائیاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے قوم کی حسب خواہش تمام اصلاحات واپس لے لی تھیں۔ پھر حالات سے مجبور ہو کر ان کا دست بردار ہونا خاص معنی رکھتا ہے۔

مسمریزم ہپناٹزم

کے ذریعہ خدا کے فضل سے ہر قسم کی روحانی و جسمانی و مایوس العلاج امراض کا علاج دور یا نزدیک سے نہایت کامیابی سے کیا جاتا ہے۔ اور پندرہ بیس روز میں شرطیہ سکھاتے ہیں۔ مفصل حالات کے لئے ہماری کتاب جو ۱۴ سالہ محنت کا نتیجہ ہے مفت منگائیے۔

گنیش داس اوم نند گنیش آشرم چھاؤنی جالندھر

پیغام صلح میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیے

کا فرمانا بالکل درست ہے کہ من ادعی الاجماع فقد کذب - جس نے بھی جماع کا دعویٰ کیا جھوٹ بولا -

اگرچہ قرآن وحدیث کے خلاف دعویٰ اجماع کوئی چیز نہیں ہے مگر نکاح صغیر وصغیرہ کے جواز پر اجماع بھی تو نہیں ہے - تعجب ہے کہ مولانا اپنے مفروضہ اجماع کے خلاف بزرگوں کی شہادت خود مطالعہ کرتے ہیں - مگر پھر بھی انہیں دعویٰ اجماع پر اصرار ہے -

مفروضہ اجماع کے خلاف علماء دین کی شہادت

ذیل میں مولانا کے مفروضہ اجماع کے خلاف میں بعض علماء دین کی شہادت پیش کرتا ہوں امید ہے اس پر غور کریں گے -

ا - مندرجہ ذیل نابالغ لڑکیوں کا نکاح کسی نہ کسی امام کے ناجائز ہے

(۱) یتیمہ کا نکاح بلوغ سے پہلے — امام شافعی، سفیان ثوری وغیرہما - (یہ غیرہما کون بزرگ ہیں - ابن ابی لیلیٰ امام مالک - لیث - ابن حاجشون - ابو ثور) (عمدۃ القاری جلد ۹ صفحہ ۳۶۸)

(۲) نابالغہ ثیبہ کا نکاح — امام شافعی - امام ابو یوسف، امام محمد (تقریباً ہر ایک کتاب فقہ میں ہے)

(۳) نابالغہ کا نکاح بلوغ سے پہلے جائز نہیں - — ابن شبرمہ - ابوبکر اصم - مبسوط سرخسی مرقات شرح مشکوٰۃ -

ب - علامہ ابن حزم اور ایک جماعت کے نزدیک نابالغ لڑکے کا نکاح کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے - اور اسی پر نابالغہ لڑکی کا نکاح قیاس کیا جائے ... جب تک اس کے خلاف کوئی شہادت نہ ملے - اور ابن حزم کا ابن شبرمہ سے ... نابالغہ کے نکاح کا عدم جواز نقل کرنا اس کا مؤید ہے - مبسوط سرخسی میں صراحت سے ابن شبرمہ اور ابوبکر اصم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ بلوغ سے پہلے نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح ناجائز ہے - اسی طرح ابن حزم کے نزدیک بھی بلوغ سے پہلے نابالغہ سے نکاح درست نہیں ہے

ج - عینی میں ابن شبرمہ سے بدیں الفاظ نقل ہے -

ان تزویج الاباء الصغار لا یجوز ولھن الخیار اذا بلغن

یعنی باپ کا نابالغہ لڑکی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے - اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو انہیں اختیار ہے -

اس سے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ ابن شبرمہ نے بلوغ کے بعد لڑکی کو نکاح کے قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا ہے - اس لئے وہ نکاح قبل بلوغ کو جائز ٹھہراتے ہیں - کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یہاں جوان کے قول میں لا یجوز (جائز نہیں) کا لفظ ہے - اس کے معنے یجوز (جائز ہے) کے ہیں - کیا اچھا استنباط ہے -

فتح الباری میں ابن شبرمہ کا قول بدیں الفاظ منقول ہے :-

ان الطحاوی حکی عن ابن شبرمۃ مطلقا انہ لا تزوج حتی تبلغ

لا تو طئی - طحاوی نے ابن شبرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ جو لڑکی قابل مباشرت نہ ہو - باپ اس کا نکاح نہیں کر سکتا -

اس سے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جو لڑکی قابل مباشرت ہو گو وہ نابالغہ ہی ہو ابن شبرمہ اس کے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں - مگر پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ ابن شبرمہ نابالغ لڑکی سے بلوغ سے قبل مباشرت کو جائز سمجھتے ہیں - جب وہ بروایت مبسوط ابن حزم سرے سے نابالغہ کا نکاح ہی ناجائز سمجھتے ہیں - تو وہ اس سے قبل بلوغ مباشرت کو بطریق اولیٰ ناجائز سمجھتے ہیں - پس فتح الباری کی کسی روایت سے ابن شبرمہ کے منشا کے خلاف کوئی استنباط درست نہیں - اس کے نزدیک نابالغہ اور غیر قابل مباشرت ایک ہی ہیں -

مبسوط - ابن حزم - فتح الباری - عینی اور مرقات کی نقل کے مقابلہ میں ابن عبد البر کا یہ کہنا کہ ابن شبرمہ کے نزدیک یتیمہ صغیرہ کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے - کسی توجہ کے قابل نہیں ہے -

خاتمہ سخن

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح صغیرہ کے متعلق تعلیم اسلام کا اصل رجحان اسی طرف ہے کہ یہ صحیح نہیں - قرآن کریم کے کھلے ارشادات - آنحضرت صلعم کا طرز عمل اور آپ کے صریح احکام اس خلاف فطرت طریق عمل کے خلاف ہیں - فقہا اور ائمہ متقدمین میں سے کئی ایک بزرگ اس کو صریح طور پر ناجائز قرار دیتے ہیں - باوجود اس کے یہ کہنا کہ :-

"آج تک از سلف تا خلف کسی نے بھی نکاح صغیرہ کے جواز سے اختلاف نہیں کیا"

کس قدر خلاف بیانی ہے - جو ندوہ کی شان سے بعید ہے - میں کہتا ہوں جب ... آپ ... ہیں ... حساکہ ارشادات

کیا جا چکا ہے - اور اگر کوئی حقیقت اس کے اندر ہو بھی تو بھی قرآن اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کھلے ارشادات کے سامنے اس کی کیا وقعت ہے - قرآن کو مقدم کیجئے - رسول اللہ صلعم کے ارشادات کو سامنے رکھئے اور پھر اس بات کو بھی دیکھئے کہ اسلام جو فطرت کا مذہب ہے کسی خلاف فطرت فعل کو جائز نہیں ٹھہرا سکتا - نکاح صغیرہ خود آپ کے قول کے مطابق ایک غیر طبعی اور غیر فطری طریق عمل ہے - اس اسلام پر رحم کر کے امت مرحومہ کو اس غیر فطری فعل کے بدنتائج و عواقب سے بچانے کی کوشش کیجئے - اور اس کی تائید کر کے غلط راستہ پر اسے نہ ڈالئے - وما علینا الا البلاغ -

ترک اور اسلام

سردار اقبال علی جو انگریزی جرائد میں مسئلہ شرقیہ پر مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں اور جنھوں نے کلکتہ سے لے کر انگورہ تک بذریعہ موٹر سفر کیا ہے اپنے ایک تازہ مضمون میں لکھتے ہیں

" الغرض جملہ حالات کو اسی نظر سے دیکھنا صحیح ہے۔ ٹرکی ہرگز مذہب سے برگشتہ نہیں ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ترکوں کی موجودہ کاروائیاں رد عمل ہیں علماء کی ناگفتہ بہ سازشوں کا جن کی وجہ سے ٹرکی کا وجود ہی بحیثیت القوم خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اب اگر دین کی حالت دیکھنا منظور ہو تو وہ اناطولیہ میں خالص صورت میں نظر آئے گا۔ جس پہاڑی پر انگورہ بسا ہے اس پر صرف سو قدم چڑھنے کی ضرورت ہے۔ وہاں نظر آجائے گا کہ اصلی اور صحیح اسلام کیا ہے فرق صرف اتنا ہوگا کہ وہاں کے مرد و زن مغربی لباس میں نظر آئیں گے اور عورتیں بے نقاب ہوں گی۔ قونیہ میں جو قدیم ٹرکی کے قلب میں واقع ہے۔ اسلام بحروف جلی ہر کسان بچہ کی پیشانی پر لکھا نظر آئے گا۔ (نماز پڑھنے کا نشان) اور یہی حالت کسی ہوٹل کے منیجر کی ہوگی۔ نہ وہاں آپ کو کسی قسم کی غلاظت یا کوڑا کرکٹ دکھائی دیگا۔ اور نہ وہاں بدمستی اور شراب پی کر دھینگا مشتی دکھائی دیگی اور نہ اس قسم کے ہیجان انگیز ناچ نظر آئیں گے جیسے میں نے بیروت (فرانسیسی علاقہ) میں اکثر مرتبہ دیکھے۔

احساس قومیت

الغرض حقیقی خیال آرائیوں اور دقیق تاویلات کا جو پردہ ٹرکی میں سب شباب کے چہرہ پر پڑا ہوا تھا۔ اب وہ دور ہو گیا۔ اور اب انشاء اللہ اس کی صورت ٹرکی میں کبھی نظر نہ آئے گی۔ ہر نوجوان ترک کے دل میں قومیت کا چشمہ رصافی جوش زن ہے۔ آپ جایئے اور انگورہ کے گلی کوچوں میں ہماری بات کی تصدیق کر لیجئے۔ اس غلط اور ساختہ علماء " مذہب کے طوق و سلاسل سے رہا ہو کر ہر ترک خود کو آزاد سمجھتا ہے۔ ایسا آزاد جیسا اسوقت سمجھتا تھا۔ جب اس نے میدان سقاریہ میں یونانیوں کی سرکوبی کی تھی۔ ہر شخص کی زبان پر قوم ہے۔ اب وہ دن گئے کہ اگر کوئی مبعوث ایوان مجلس ملیہ انگورہ میں مذہب کی نسبت آزادانہ باتیں کرے گا تو کوئی شخص اس کی گردن دبوچ لیگا اور ہر شخص کی آنکھیں اپنے قائد اعظم مصطفےٰ کمال کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔

ایک روز میں لب سڑک ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دفعتاً شور و غل کی آواز سنائی دی۔ ہر شخص کیا عورت کیا مرد۔ کیا بچہ دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ اس وقت ایشیا کے نپولین مصطفےٰ کمال پاشا کی سواری خوجی معائنہ کے لئے جا رہی تھی۔ غازی پاشا ایک کھلی ہوئی موٹر کار میں ملباس یورپین سوار تھے۔ بید ہاتھ میں تھا جس سے وہ ہر شخص کے سلام کا جواب دیتے جاتے تھے۔ مجمع جوش سے باہر ہوا جاتا تھا۔ ہر طرف روماں۔ ہاتھ اور جھنڈے ہلتے نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف انقلاب سے مسرت اور غازی کی شان میں قصیدے سنائی دیتے تھے۔ بعض تو یہ کہہ بیٹھتے تھے۔

" دیکھو یہ ہے وہ جس نے ہماری جان بچائی۔ یہ ہے ہماری قوم کا سردار " خدا کی امان " اس سے زیادہ زبردست اور شاندار منظر " سیر و شب " کا دیکھنے میں نہیں آ سکتا۔ کم از کم میری نظروں سے تو نہیں گزرا۔

(اسلامک ریویو)

دو راستے

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ اپنے کو ایسا حقیر و خوار دنیا کی نظروں میں بنا لو کہ نہ کہیں تمہاری پرستش ہو نہ کہیں تمہارے چرچے ہوں۔ تمہاری اخلاقی و روحانی زندگی کی راہ میں اصلی روک یہی شہرت خلق ہے۔ راہ وصول میں اسے لوہے کی دیوار سے کم نہ سمجھو۔ یہ تعلیم رومیؒ کی تھی۔ یہی تعلیم غزالیؒ کی تھی۔ یہی تعلیم سعدیؒ کی تھی۔ اور یہی تعلیم ان سب کے آقا و پیشوا مکہ کے امیؐ۔ عرب و عجم کے معلمؐ۔ مشرق و مغرب کے ہادیؐ کی تھی۔ اپنی بڑائی نہ جتاؤ۔ اپنے کو سب سے چھوٹا سمجھو اور دوسروں کو اپنے سے بہتر جانو۔ عاجزی و فروتنی اختیار کرو۔ خود بینی و خود نمائی سے دور بھاگو۔ شہرت و ناموری کو اپنے حق میں زہر سمجھو۔ یہ اس تعلیم کا لب لباب تھا۔

" پرانی تعلیم یہ تھی۔ " نئی " تعلیم یہ ہے کہ جس طرح اور جس ذریعہ سے بھی ممکن ہو اپنے کو بڑا بنایئے۔ دوسروں کو گرایئے۔ اور " ترقی " کے ہر میدان میں دوسروں کو ڈھکیلتے بلکہ کچلتے ہوئے دوڑ کر آگے نکل جایئے۔ خود نمائی عیب نہیں۔ ہنر ہے۔ اور خود ستائی شرمانے کی نہیں فخر کرنے کی چیز ہے ڈسٹرکٹ بورڈ۔ میونسپل بورڈ۔ کونسل۔ اسمبلی۔ ہر " عزت " کی جگہ کے لئے اپنا نام پیش کیجئے۔ اپنی " قومی خدمات " کا قصیدہ خود ہی تیار کیجئے تقریروں میں اپنے " کارنامے " بیان کیجئے۔ اخباروں میں اپنے " کمالات " شائع کرایئے۔ ہر قومی انجمن میں صدر یا ناظم بن جانے کی ہر ممکن ذریعہ سے کوشش کیجئے۔ اپنی پارٹی بنایئے۔ اپنی رائے کی تائید کے لئے زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کیجئے۔ اپنا جتھا قائم کیجئے۔ اپنے اثر و اقتدار، اپنی قوت و وجاہت پر فخر کیجئے۔ اپنا نام اخبارات کے ذریعہ سے اشتہارات کے ذریعہ سے پوسٹروں کے ذریعہ سے بار بار پبلک کے سامنے لایئے۔ زکوٰۃ کا بھولے سے بھی نام نہ لیجئے۔ لیکن ہر جلسہ میں اپنے قومی چندہ کا زور و شور سے اعلان کرایئے۔ حج کا خیال نہ کیجئے۔ البتہ قومی جلسے سال میں جتنی مرتبہ بھی ہوں آپ ملک کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچ جایا کیجئے۔ نماز کا دھیان بھی نہ کیجئے اور وہ وقت شاندار تقریروں میں صرف فرمایئے۔ رمضان کا مہینہ آئے اور چلا جائے لیکن آپ اپنی دعوتوں اور پارٹیوں کے معمول میں فرق نہ آنے دیجئے۔ قومی لیڈر رہوں یا سرکاری اعلےٰ عہدیدار اپنے حسب مذاق ان میں سے کسی طبقہ سے ضرور تعلقات قائم رکھئے۔ غرض ہر جگہ اور ہر آن بقول جناب اکبر ؎

رکھئے نہ دو بشہرت و اعزاز پر نظر۔ دولت کو صرف کیجئے اور نام کیجئے

ایک تعلیم وہ تھی۔ ایک تعلیم یہ ہے۔ دونوں راستے آپ کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ آپ جو بھی چاہیں۔ اختیار کر سکیں۔ لیکن خدارا یہ تو نہ سمجھئے کہ کعبہ اور ترکستان کی راہ ایک ہے۔ اگر واقعۃً کعبہ پہنچنا مقصود ہے تو راہ بھی کعبہ کی اختیار کیجئے۔ دین کی راہ۔ اللہ کی راہ۔ عبدیت کی راہ نجات کی راہ۔ عبرت کی راہ۔ سجادہ کی راہ۔ جنت کی راہ، اشتہارات کی راہ سے پوسٹروں کی راہ سے۔ اخباری رہ سے۔ آنر کی راہ سے۔ لیڈری کی رہ سے ناموری کی راہ سے۔ خان بہادری کی راہ سے۔ بریڈ کی راہ سے۔ صاحب بنگلہ کی راہ سے۔ کونسل ہال کی راہ سے بالکل الگ ہے۔ (سچ)

دیوبندی تعصب

" ایک بیجا اعتراض "

" یورپ اور اسلام " کے عنوان سے جو طویل مسلسل مضمون کئی مہینے سے سچ میں نکل رہا ہے۔ وہ بحمد اللہ اپنے مقصد اشاعت میں کامیاب ہو رہا ہے۔ یعنی اس نے سنجیدہ دماغوں میں حرکت پیدا کر دی ہے۔ اور ذی علم طبقہ نے اس کی موافقت یا مخالفت شروع کر دی ہے۔ اس کے شائع کرنے سے اصلی غرض یہی تھی کہ ایک اہم موضوع کی جانب اکابر ملت کو توجہ دلائی جائے۔ اس کے شروع ہی میں ایک تمہیدی نوٹ میں یہ گزارش کر دی گئی تھی کہ اس کی اشاعت سے یہ معنی نہیں کہ مدیر " سچ " کو اس کے ہر ہر جزیہ سے اتفاق ہے یا یہ کہ اس کا انداز بیان تمام تر پسندیدہ ہے۔ بہرحال مضمون مذکور کی موافقت اور مخالفت دونوں ہونی ہی چاہیئے تھیں۔ اور حسب توقع دونوں کا اظہار زبانی گفتگوؤں پرائیویٹ خطوط اور اخباری تحریروں، سب کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ لاہوری احمدی جماعت کے ترجمان " پیغام صلح " کو فاضل مضمون نگار سے یہ شکایت ہے کہ وہ بعض تاویلات حدیث میں مرزا غلام احمد صاحب کے اس قدر قریب آجانے کے باوجود مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں۔ ٹھیک اسی کے مقابل دار العلوم دیوبند کے ترجمان " الانصار " کو یہ شکایت پیدا ہوئی ہے کہ فاضل مضمون نگار تاویل احادیث میں بالکل مرزا صاحب کی بولی کیوں بولنے لگے ہیں۔ " الانصار " کی یہ شکایت بیشک سنجیدہ و قابل غور ہے کہ مضمون نگار نے پہلے بغیر اصول تاویل و معیار تاویل کو طے کئے احادیث میں اپنی مرضی کے موافق تاویل کیوں شروع کر دی۔ لیکن " الانصار " کے اس اعتراض کا سمجھنا دشوار ہے کہ مضمون نگار جناب مرزا صاحب کے ہمخیال ہو کر احمدی جماعت کو مسرت کا موقع کیوں دے رہے ہیں۔ یہ اعتراض سرے سے کوئی اعتراض ہی نہیں۔ کسی کی مخالفت کے یہ معنے تو نہیں کہ اس کی ہر سچی اور سیدھی بات کی بھی مخالفت کی جائے مرزا صاحب کے جو دعوے ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کی پوری تغلیط و تردید کی جائے گی۔ لیکن اس کا یہ پہلو نہ عقلاً درست ہے اور نہ شرعاً جائز ہے کہ محض اس خوف سے کسی مسئلہ کی صحیح تشریح نہ کی جائے کہ اس سے مرزا صاحب کے دوسرے دعووں کی تائید نکلتی ہے مرزا صاحب تو بہرحال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے تھے ۔۔۔ آریوں، ملحدوں کے

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

بیان القرآن
یعنی اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم تین جلدوں میں قیمت جلد اول لعہ جلد دوم للعہ جلد سوم للعہ مکمل پچیس روپیہ (۲۵)

سیرت خیر البشر
جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے پیارے پیارے حالات درج کئے گئے ہیں۔ کتاب کے شروع میں عرب کا نقشہ دیا گیا ہے قیمت مجلد عہ ۔ بجلد عہ ۔ انگریزی میں قیمت ہے

صحیح بخاری
ترجمہ و تفسیری نوٹ ہر ایک شخص جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے ساتھ تفتیش منظور ہے۔ اس کو ضرور پڑھے۔
قیمت پارہ اول عہ دوم عہ سوم عہ باقی پارے چھپ رہے ہیں قیمت فی سو صفحات کے لحاظ سے عہ ہوگی

تاریخ خلافت راشدہ
یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی زندگی کے زمانہ کے حالات، قیمت مجلد عہ بجلد عہ

النبوت فی الاسلام
اس کتاب میں نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر بحث کی گئی ہے۔ اور قرآن شریف اور حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی قیمت عہ

مقام حدیث
یہ تصنیف نہایت ہی قابل قدر ہے اہل قرآن کا تلخ اور فیصلہ کن جواب اور ضرورت حدیث جمع حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے شروع میں آنحضرت صلعم کے اس خط کا عکس دیا گیا ہے جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا قیمت ۸ر

ترجمۃ القرآن انگریزی
یعنی انگریزی میں کلام پاک کا ترجمہ مع تفسیری نوٹ۔ اس میں فاضل مترجم نے قرآن مجید کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے اور جو اعتراضات انگریز مصنفین نے ترجمہ کرتے ہوئے کئے ہیں انکی تردید کی گئی ہے لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ انگلستان ہندوستان کے مشہور اہل قلم نے اس ترجمہ کے متعلق عمدہ آرا کا اظہار کیا ہے۔ بلحاظ کاغذ و جلد تین مختلف قسمیں ہیں۔ ہدیہ مجلد اعلیٰ ۲۵ روپیہ قسم دوئم ۲۰ قسم سوم ۱۵ محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ)

جمع قرآن
قرآن کریم کی جمع اور ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیقات سے لکھا گیا ہے اور جو اعتراضات قرآن مجید پر غیر مذاہب والے کیا کرتے ہیں انکی تردید کی گئی ہے قیمت مجلد عہ بجلد ۱۲ اسر

دی رافت آف اسلام
پچاس صفحہ کا انگریزی ٹریکٹ جو عید میلاد النبی کے موقعہ پر شہر کے قریب ہندو اور عیسائیوں میں مفت تقسیم کیا گیا از حد مقبول ہوا
قیمت صرف ۴ر

خلافت اسلامیہ قیمت ار

حدوث مادہ
ایک آریہ صاحب سے مباحثہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ حادث ہے۔
قیمت ۵ر

مراۃ الحقیقت قیمت ..۵ر

آیت اللہ
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے حضرت مسیح موعود سے مباہلہ کرنے سے فرار کا مفصل ثبوت دیا گیا ہے۔ قیمت ... ۴ر

شناخت مامورین
جس میں مامورین من اللہ کی اور انہیں پرکھنے کے نشانات بالوضاحت درج کئے گئے ہیں
قیمت ۳ر

حقیقت المسیح
ایک عیسائی کے چند سوالات کے جوابات از روئے قرآن کریم و بائبل نہایت مفصل طور پر دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۳ر

تصنیفات دیگر مصنفین

یجروید
یجروید کے نصف اول کا ترجمہ ہمارے مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت مبلغ اسلام نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے تاکہ ہندو مذہب کی مقدس کتاب کی حقیقت کا ہر خاص و عام کو پتہ لگ سکے۔ میں ابتدائی وعیاؤنگا ترجمہ چھپ کر تیار ہوگیا ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصولڈاک

نماز ... ۴ر	حج ۶ر
روزہ ... ۴ر	زکوٰۃ ... ۳ر
اسرار شریعت ہر جلد قیمت ...	قرآن مجید بطور نبیاء القرآن ہدیہ ......
تسہیل القرآن قیمت ... ۴ر	انتخاب صحاح ستہ قیمت ... عہ
ویدوں کا بہشت قیمت ۸ر	سرمہ چشم آریہ قیمت ... عہ
ویدک سائنس قیمت ... ۲ر	اسماء الٰہیہ یعنی وید اور قرآن کریم قیمت ۷ر
مسئلہ تقدیر قیمت ... ۶ر	غذا و صحت قیمت ۸ر

ان کتب کے علاوہ ہمارے ہاں انگریزی اُردو عربی کی کتب ہر قسم کے قرآن مجید و حمائل شریف کا ذخیرہ بھی موجود رہتا ہے ہم سے طلب فرماویں

مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور

پیغام صلح میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے اجرت کم نفع زیادہ

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۷ ارشوال المکرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء | نمبر ۲۴

احمدی نوجوانوں سے خطاب

پندرہ دن میں صرف دو گھنٹہ خدا کے لئے دو

احمدی نوجوانوں کا فنڈ

میرے نوجوان احمدی بھائیو! میں آپ کی توجہ شرائط بیعت بالخصوص شرط نمبر ۱۰ کی طرف مبذول کراتا ہوں جس کی عبارت حسب ذیل ہے:-

"یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے عزیز تر سمجھوں گا"

حضرت مجدد وقت نے اسلامی تعلیم کا نچوڑ اس شرط میں رکھ دیا ہے اگر ہم میں سے ہر ایک بھائی اسی ایک شرط کو لائحہ عمل بنا لے تو کیا آپ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ کام جو برسوں میں ختم ہونا ہے مہینوں میں ختم ہو جائے اور جو مہینوں میں ختم ہو سکتا ہے۔ وہ دنوں میں سر انجام پاسکے۔ برادران آپ میں سے بہت سے ایسے دوست ہوں گے جن کے والدین احمدی ہوں گے۔ بہت سے ایسے ہوں گے جن کے حقیقی رشتہ دار احمدی ہوں گے۔ لیکن یہ سن کر آپ متعجب ہوں گے کہ میں اپنے تمام خاندان میں اکیلا احمدی ہوں۔ میرے خاندان کے افراد احمدی کا تو نام ہی نہیں جانتے۔ بلکہ "مرزائی" کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور اس لفظ سے نہایت سخت متنفر ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ احمدی ہو کر مجھے کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن باایں ہمہ میں حسب استطاعت حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہر ایک تحریک میں حصہ لیتا ہوں۔ ممکن ہے آپ سب کے سب مجھ ناکارہ سے بہت بڑھ کر حصہ لے رہے ہوں لیکن اس جہاد فی سبیل اللہ میں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ اپنے اپنے طریق کار کو اگر ہم ایک دوسرے کے سامنے پیش کریں۔ تو اس سے سب کو فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے میں اپنے طریق کار سے آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اس پر غور کر کے اگر پسند فرمائیں تو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ یا مجھے اس سے آسان تر طریق کار بتا کر ممنون فرمائیں گے۔

آپ کو معلوم ہے کہ چند دن ہوئے تو ایک پروگرام میں نے سال رواں کے لئے تجویز کیا تھا۔ اور اطلاعاً حضرت امیر کی خدمت میں اسے لکھ بھیجا تھا۔ حضرت موصوف نے خدا جانے اسے اخبار میں شائع کرنا کس خیال سے پسند فرمایا۔ چنانچہ وہ ۵ مارچ ۱۹۲۹ء کے اخبار پیغام صلح میں شائع ہو گیا۔ اس پروگرام کی دوسری اور چوتھی شق یہ تھی کہ ہر پندرہ دن کے بعد دو گھنٹہ گداگری کرنا اور ماہوار رپورٹ حضرت امیر کی خدمت میں روانہ کرتے رہنا"۔ اس پروگرام کے مطابق پہلے مہینہ کا خاتمہ آج ۲ مارچ کو ہوتا ہے۔ اس پہلے مہینہ میں میں نے [illegible]

مبلغ چھ روپے ہے۔ یک نہایت معمولی اور حقیر سی رقم ہے تاہم اگر استقلال سے کام لیا جائے تو سال بھر کے بعد یہ ایک گرانقدر رقم ہو گی یہ رقم اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ آپ بھی میری طرح میدان میں نکل کر پندرہ دن کے بعد دو گھنٹہ خدا کے لئے دیں۔ کم از کم ایک سو بھائی بھی ایسے مرد میدان نہیں جو عہد کر لیں کہ مجوزہ پروگرام کی شرط نمبر ۲ اور ۳ کو اپنا لائحہ عمل بنائیں گے تو ایک ماہ میں ۶۰۰ روپیہ اور ایک سال میں ۷۲۰۰ کی بھاری رقم فراہم ہو سکتی ہے۔ اور اگر اللہ پاک ہماری ہمتیں بلند کرے اور نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہو تو یہ رقم دو چند ہو کر ۱۴۴۰۰ روپے اور سہ چند ہو کر ۲۱۶۰۰ روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ میرے بھائیو! اگر آپ ہمت کریں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس فراہم شدہ رقم کا نام "احمدی نوجوانوں کا فنڈ" رکھا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو نوجوان اس فنڈ کو اس حد تک ترقی دیں۔ کہ انجمن تمام اخراجات کے بوجھ سے مستغنی ہو جائے۔

> بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
> بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

حضرت مسیح موعود نے اس شعر میں صرف نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے آپ نے خدمت دین کے لئے نوجوانوں کو بالخصوص منتخب کیا ہے۔ جب ایک مصلح کا ارشاد ہو اور مصلح بھی وہ جو مسیح اور مہدی کے منصب پر مامور ہے۔ تو اس پر عمل کرنا ہمارا فرض اولین ہے۔ میرے بھائیو! اگر آپ تھوڑی سی ہمت کریں تو کامیابی یقینی اور لابدی ہے یہ ایک ایسا قومی فرض ہے جسکو آپ کسی طرح پر ٹال نہیں سکتے۔ میں نے عزم کر لیا ہے کہ ایک سو احمدی نوجوانوں کو اس کام کے لئے کھڑا کروں۔ اس لئے اگر میری اس آواز کا خاطر خواہ جواب نہ ملا تو میں ایک ایک بھائی کو نام لے لے کر پکاروں گا۔ اور جب تک ایک سو کی قلیل تعداد میں والنٹیر بھرتی نہیں ہوں گے ہرگز اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ امید ہے کہ میرے نوجوان بھائی دوبارہ لکھنے کی مجھے تکلیف نہ دیں گے اور اس اپیل کے پڑھتے ہی اپنا نام والنٹیرز کی لسٹ میں لکھوا دیں گے۔ اور باقاعدہ ماہوار فراہم شدہ رقم کو خزانہ میں داخل کر کے بذریعہ اخبار مشتہر کریں گے تاکہ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی رہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس بارہ میں عذر معذرت اکثر فائدہ مند نہیں۔ شرط نمبر ۱۰ کا میں اوپر حوالہ دے چکا ہوں۔ اس کو پھر پڑھ لیجئے اور بے فائدہ عذرات کے بجائے میدان میں نکل کر کام کیجئے۔ احمدیت میں داخل ہو کر قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دینا شرائط بیعت میں سے ہے۔ ہمارے نوجوان بھائی اس کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کسی بھائی کے پاس ممکن ہے اس سے آسان تر کوئی تجویز ہو۔ اس کو میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ اگر کوئی بھائی فراہمی چندہ اور اشاعت اسلام کی اس سے آسان تجویز بتا سکیں تو وہ اسے بذریعہ اخبار مطلع [illegible]

میرے پیارے نوجوان بھائیو! اب تو ہماری محترم بہنیں بھی میدان عمل میں اتر آئی ہیں۔ اور ہمارے دوش بدوش کام کرنے کو تیار ہیں۔ اخبار "پیغام صلح" میں ان کی طرف سے نہایت پاکیزہ اور عمدہ خیالات کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ نہایت شرم کی بات ہو گی کہ ہم مرد ہو کر کوئی ایسا عملی طریق اختیار نہ کر سکیں جو دین کے لئے قوت اور شوکت کا موجب ہو۔ میں فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں اگرچہ باتیں کہنے کی بہت ہیں۔

> موجیں ہیں طبیعت میں مگر اٹھ نہیں سکتیں
> دریا ہیں مرے دل میں مگر بہہ نہیں سکتے

آخر میں حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ سے جو جماعت کے لئے بمنزلہ روح رواں ہیں میں یہ التماس کرتا ہوں کہ وہ نوجوانوں کے لئے اپنی اپنی نمازوں میں درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ خداوند کریم و حکیم ان کے دلوں میں وہ روح اور تڑپ پیدا کرے جو حضرت مسیح موعود کے پیش نظر تھی۔ اور ان کے ارادوں اور ہمتوں کو بلند کرے۔ اور ہر نیک کام میں انہیں نصرت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

"صاحب" کی بے بسی

وسط فروری میں موسم کی سختیوں نے فرنگستان میں تباہی و ہلاکت کی جو گرم بازاری کر رکھی تھی اس کا حال آپ پڑھ چکے ہیں ٹھیک اسی زمانہ میں دوسرا قہر الٰہی انفلوئینزا کی بیماری کی صورت میں نازل ہوا۔ اور برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے علاقوں میں اس نے اپنی کارفرمائی دکھانی شروع کر دی چنانچہ اس ہفتہ کے ولایتی اخبارات کے کالم برفباری کی دردانگیز کہانی کے ساتھ ہی اس وبا کے بھی فسانہ غم سے لبریز ہیں۔ بیماری جب آتی ہے تو "خاص" و "عام" کے درمیان فرق نہیں کرتی۔ چنانچہ انگلستان میں ایک ہفتہ کے اندر جو اشخاص اس میں مبتلا ہوئے ان میں لارڈ برکنہیڈ۔ ڈیوک آف یارک۔ مسٹر لائڈ جارج۔ ویسٹ منسٹر کے لارڈ پادری اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہیں۔ مزید اطلاعیں یہ ہیں کہ شہر لندن میں متعدد فوجداری عدالتوں کے کاروبار میں خلل پڑا ہوا ہے۔ جرمنی کے جنوبی و غربی علاقوں میں اسپتال انفلوئینزا کے مریضوں سے بھرے پڑے ہیں۔ فرنکفرٹ میں یہ حالت ہے کہ ٹرام کاروں کی تعداد دو بٹا تین کم کر دینی پڑی۔ اور اسکولوں تک سے اسپتال کا کام لیا جانے لگا ہے۔ اطراف شہر و انتہا میں جو بارکیں وبائے ناگہانی کے موقع پر شفا خانہ کا کام دینے کے لئے بنائی ہوئی ہیں صرف ایک دن کے اندر انفلوئینزا کے مریضوں سے بھر گئیں اور مریضوں کا شمار روز افزوں ہے۔ اوڈولیسٹ کے اسپتالوں میں مطلق گنجائش نہیں رہی چنانچہ سینکڑوں مریضوں کو واپس جانا پڑا۔ اسکولوں میں سے ایک ثلث بند کر دینے پڑے۔ اور حالت یہ ہے کہ پالسٹو پلیس والے اور ججوں میں سے ۵۰ فیصدی اور تین وزرائے سلطنت اسپتالوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ڈیلی اکسپریس (۱۱ فروری) یہ سچ ہے کہ اب تک زیادہ مہلک شکل میں نہیں اس پر بھی انگلستان اور ویلز کے صرف بڑے بڑے شہروں میں تعداد اموات ایک ہفتہ کے [illegible]

ہمارا موجودہ فرض

اس وقت جبکہ آریوں کے زہریلے پروپیگنڈا کی وجہ سے ہندو ذہنیت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی بدگمانیوں اور نفرت کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ اور "رنگیلا رسول" وغیرہ کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلعم کی ایسی بُری تصویر ان کو دکھائی گئی ہے جو دلوں میں نفرت و حقارت اور بغض و عناد پیدا کرنے والی ہے۔ مسلمانوں کا یہ سب سے پہلا فرض ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات اور رسول اللہ صلعم کی پاک تصویر کو ہندو قوم میں شائع کرنے کی کوشش کرے۔ آریوں کے تمام اشتعال انگیز کلمات اور ان کا زہریلا اثر ہندوؤں کے دلوں سے محو کیا جا سکتا ہے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق کا سچا فوٹو ہندو قوم کے آگے پیش کیا جائے۔ اور ان کے بچہ بچہ کے ہاتھ میں ایسا لٹریچر دیا جائے جو اس مقدس انسان کی زندگی کے اصلی خط و خال کو صحیح طور پر پیش کرے۔ یقیناً یہی ایک چیز ہے جو ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت کو بدلنے آریوں کے دل آزار رویہ کے اثر کو مٹانے اور ہندو اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے گزشتہ سال پرافٹ آف اسلام کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب انگریزی زبان میں تصنیف کی تھی جس کی متعدد کاپیاں ہندو لیڈروں اور اہل الرائے اصحاب کے پاس بھیجی گئیں اور انہوں نے اس کو مطالعہ کرنے کے بعد بلا رو رعایت یہ اعتراف کیا کہ یہ کتاب رسول کریمؐ کے متعلق سچی محبت اور خلوص و عقیدت پیدا کرنے والی ہے۔ گزشتہ سال ہی یہ بھی تجویز کی گئی تھی کہ اس کتاب کے اردو اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں تراجم کرا کر کثرت سے شائع کرائے جائیں۔ اردو ترجمہ غالباً ہو بھی چکا ہے۔ لیکن ابھی تک اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ جس کی وجہ فنڈ کی کمی ہے۔ کیا یہ افسوسناک بات نہیں کہ ایک طرف آریوں کی طرف سے پے در پے ایسا لٹریچر شائع ہو رہا ہے۔ جو اسلام اور مسلمانوں کو دنیا میں بدنام کرنے کا موجب ہے۔ اور دوسری طرف ہم اس کے ازالہ کے لئے ایک چھوٹے سے ٹریکٹ کی بھی اشاعت کا انتظام نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں ہندو ذہنیت پر ہمارا شکوہ کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟

ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے ارباب کرم اٹھیں اور اسلام اور رسول کریم صلعم کی عزت کو بچانے کے لئے دست سخاوت آگے بڑھائیں تاکہ یہ کتاب جلد سے جلد مختلف زبانوں میں طبع ہو کر ہندوؤں کے بچہ بچہ کے ہاتھ میں دی جا سکے۔ کیا ہماری اس عاجزانہ التجا کو نظر قبولیت سے دیکھا جائے گا؟

مسلمانوں کی رواداری

ہندوؤں کے اعتراضات اور غلط پروپیگنڈا نے مسلمانوں کی ذہنیت میں یہ بات داخل کر دی ہے کہ ہر ایسے موقعہ پر جہاں ہندو اور مسلمانوں کا سوال پیدا ہو ہندوؤں کی طرفداری کرنی چاہیئے۔ اور ان کی تحریکات کو حق بجانب قرار دینا چاہیئے۔ تاکہ انصاف پسندی پر کوئی داغ نہ لگے۔ اور ہندوؤں کی زبانوں پر ان کی تحسین و آفرین کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

اس ناجائز رواداری اور غلط انصاف پسندی کی بیسیوں مثالیں مسلمان لیڈروں، مسلمان اخبارات، سرکاری دفاتر کے مسلمان عہدیداروں اور دیگر صاحب اقتدار مسلمانوں کے طریق عمل میں آئے دن دیکھنے میں آتی ہیں۔ گویا ان لوگوں نے ہندوؤں کو اپنا ہامن و دن اللہ سمجھ رکھا ہے اور اس رواداری کے بالمقابل اسلام اگر مٹ جائے، مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں تو کوئی پروا نہیں ہوتی۔ گویا اسلام کے لئے کسی رواداری کی ضرورت نہیں۔ ہندو ہی اس کے واحد اجارہ دار ہیں۔

ہم ان برادران ملت سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کا بھی آپ پر کوئی حق ہے یا نہیں؟ کیا امت مرحومہ کی زندگی کو بچانا اور عزت کے مقام پر پہنچانا آپ پر فرض نہیں؟ یہ غلط ہے کہ آپ کی نامناسب رواداری ہندوؤں کے دلوں میں آپ کے متعلق کوئی عزت اور محبت پیدا کر سکتی ہے۔ ان کی ظاہری خوشی دراصل مسلمانوں کا مضحکہ اڑانے کے لئے ہوتی ہے۔ اور جب تک آپ اسلام کو چھوڑ کر اشدھی کا جام غلاظت نوش نہ کر لیں وہ خوش نہیں ہو سکتے۔ آج تک آپ کے اسلاف اور شاہان اسلام نے ان لوگوں پر کس قدر احسانات کئے، اور تبلیغ اسلام کے فرض کو پس پشت ڈال کر ہندو نوازی کو کس کمال پر پہنچایا۔ جسکے تذکروں سے تاریخ کے صفحات پر ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے اس کا کہاں تک اعتراف کیا یہ ان فرضی افسانوں سے ظاہر ہے جو شاہان اسلام کے مظالم پر لکھے جاتے ہیں۔ آپ نے ان افسانوں کی تردید واقعات وحقائق کی روشنی میں کی لیکن انہوں نے اس کو بہ گوش التفات سے سننا گوارا نہ کیا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ اپنے فرض کو پہچانیں۔ اور نری ہندو نوازی کو اپنا طریق عمل بنانے کے بجائے مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ بھی ہمدردانہ برتاؤ کریں۔ جو آپ کا سب سے پہلا فرض ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہندوؤں کے ساتھ آپ کی رواداری نہ ہو۔ ضرور اور یقیناً ہونی چاہیئے۔ کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ لیکن برمحل اور واجب رواداری ہونی چاہیئے۔ جو پاسداری کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اور جس میں مسلمانوں کے بھی حقوق کو مدنظر رکھا جائے۔

شدھی اور ذات پات

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تحریک شدھی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ذات پات کی بندشوں کو ہندو مذہب سے اڑا دیا جائے۔ ورنہ جو لوگ باہر سے ہندو مذہب میں داخل ہوں ان کے ساتھ رشتہ داری وغیرہ کے تعلقات قائم ہونے مشکل ہیں۔ اسی مشکل کو محسوس کر کے آریہ سماج نے تحریک شدھی کے ساتھ ساتھ ذات پات کی بندشوں کو توڑنے کی تحریک بھی شروع کر رکھی ہے۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ یہ تحریک ہندو سوسائٹی میں کامیاب ہونی مشکل ہے۔

حال ہی میں بنگلور میں مسٹر سکاماں اور دیگر لیڈروں نے ایک کانفرنس کا انتظام کیا تھا جس کا افتتاح جناب احمد اسمٰعیل دیوان میسور نے کیا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں انہوں نے صاف طور پر یہ اعلان کیا کہ:-

"مجھے یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ آپ جات پات سسٹم کے بندھن کو منسوخ کر سکیں۔ یا اس بندھن کو کم از کم ڈھیلا کر سکیں"

اس ناممکن بات کے ہوتے ہوئے جناب احمد اسمٰعیل نے تحریک شدھی کی بڑے زور سے تائید کی ہے۔ اور ہندوؤں کو اس تحریک کے اجرا میں حق بجانب ٹھیرایا ہے۔ جس کو "پرتاپ" نے "منصفانہ تقریر" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ہم بھی اس انصاف پسندی کی داد دیتے ہوئے "پرتاپ" سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب احمد اسمٰعیل کے مندرجہ بالا الفاظ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں اور اس حقیقت کو مانتے ہوئے کہ ذات پات سسٹم کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا تحریک شدھی کا اجرا کونسے حق و انصاف پر مبنی ہے؟ کیا ایسی حالت میں اشدھی کی تحریک ہندو قوم میں اچھوتوں کی زیادتی کا موجب نہ ہوگی۔ اور انہیں اسلامی مساوات سے نکال کر ذلت کی زندگی کی طرف لیجایا نہیں جاتا؟

اصولی باتوں کو لو!

"الفضل" کے دو نمبروں میں "صدیق" نامی کسی شخص نے مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں "چند باتیں" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ جس میں بعض پرانے واقعات کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کو مخاطب کر کے الزامی رنگ میں ان واقعات کا آپ کو ذمہ وار ٹھیرایا گیا ہے ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایسی لاطائل گفتگو میں اپنا وقت ضائع کریں۔ جہاں تک ذاتیات کا تعلق ہے ہم ایسی بحثوں کو ترک کر کے صرف اصولی امور تک اپنی گفتگو کو محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ اور نامہ نگار "الفضل" کی توجہ اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ جہاں تک جماعت احمدیہ کے اختلاف کا معاملہ ہے اس کی بنا صرف وہ معتقدات ہیں جو میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے شائع کئے گئے۔ یعنی مسئلہ نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام میاں صاحب کا یہ اعتقاد ہے کہ نبوت آنحضرت پر ختم نہیں ہوئی۔ اور اس کا دروازہ آپ کے بعد بھی اسی طرح کھلا ہے جیسے اس سے پہلے کھلا تھا۔ اگرچہ گزشتہ تیرہ سو سال میں ایک بھی نبی امت مرحومہ میں نہیں ہوا۔ اور نہ میاں صاحب کے معتقدات کے مطابق حضرت مسیح موعود سے پہلے کوئی نبی آسکتا تھا۔ یعنی تیرہ سو برس تک دروازہ نبوت عملاً بند رہا۔ اور اس عملی بندش کو خود میاں صاحب ایک زمانہ میں ختم نبوت کی دلیل قرار دیتے تھے۔ یعنی ان کے نزدیک تیرہ سو برس میں کسی نبی کا نہ آنا اس بات کا ثبوت تھا کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء) لیکن آج وہ تیرہ سو برس کے بعد اس دروازہ کے کھل جانے کا اعلان کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے صریح ارشادات کے خلاف آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ اور آئندہ بھی ہزاروں نبیوں کے آنے کی پیشگوئی کرتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین یعنی آنحضرت صلعم پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میاں صاحب نے اس صریح ارشاد کے خلاف نہ صرف نبوت کے جاری ہونے کا اعلان کیا بلکہ کروڑہا کروڑ مسلمانوں کو محض مسیح موعود کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیدیا۔ حالانکہ مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ:

میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

ہم چاہتے ہیں کہ نامہ نگار "الفضل" ذاتی حملوں اور ادھر ادھر کی باتوں کو چھوڑ کر صرف ان بنیادی امور پر غور کرے کہ یہ کہاں تک حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے مطابق ہیں۔ صرف یہی دو باتیں ہیں جو جماعت احمدیہ کے موجودہ تفرقہ کا موجب ہیں۔ اگر ان کا حل ہو جائے اور میاں صاحب اپنے معتقدات کو درست کر لیں تو آج یہ تفرقہ مٹ سکتا ہے۔ کیا نامہ نگار "الفضل" اس پر غور کریگا؟

شذرات

"زمیندار" ۲۰ راپریل میں ایک خبر کا عنوان دیا گیا ہے "خر دجال کی کمائی" اس عنوان کے نیچے محکمہ ریلوے کی آمدنی کا ذکر ہے۔ یہ اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ دنیا آہستہ آہستہ ان باتوں کو مانتی چلی جا رہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے آج سے کچھ عرصہ پیشتر کہی تھیں۔ اس وقت لوگ ریل کو خر دجال قرار دینا حدیث نبوی کا استخفاف سمجھتے تھے۔ لیکن آج حیدرآباد کے مولوی عبداللہ شاہ صاحب سے لے کر (جنکے اسی موضوع پر مبسوط مضامین اخبار "سچ" میں شائع ہو چکے ہیں) "زمیندار" کے "نقاش" ایڈیٹر تک سب عملاً اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ خدا کے مامور کا کہنا سچا تھا اور فی الواقعہ دجال اور خر دجال اس وقت دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب دجال دنیا میں آچکا ہے اور وہ اپنے تیز رو گدھے کے ذریعہ سے خشکی اور تری پر چھا بھی گیا ہے اور دین اسلام کو اپنے دجالانہ کارناموں سے مٹانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ تو ضروری ہے کہ وہ مسیح بھی دنیا میں آئے۔ جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی حفاظت کے لئے اس کے مقابلہ میں آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین دجال کا آنا مانتے ہیں۔ خر دجال کے قائل ہو چکے ہیں مگر مسیح کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جو دجالیت سے بچانے کے لئے آیا۔

اس سے پیشتر مولوی عبداللہ شاہ صاحب سے بھی یہ سوال ہم نے کیا تھا۔ انہوں نے اس کا جو لطیف جواب دیا وہ یہ ہے کہ "تعمیر پوری تخریب کے بعد ہوا کرتی ہے" اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ "جبکہ ابھی تخریبی دور (مسیح دجال کا دینی کاذب کا) ختم ہی نہ ہوئے تعمیری دور (مسیح مہدی کا) ساتھ ساتھ ہی شروع ہو جائے۔"

اس جواب کو پڑھ کر کون سلیم المزاج انسان پھڑک نہ اٹھے گا۔ دجال جب تک اسلام کی تخریب پورے طور پر نہ کر لے۔ اور اس کا نام دنیا صفحہ ہستی سے نہ مٹا دے مسیح نہیں آسکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے مسیح کے آنے کا کیا فائدہ جو اسلام کے مٹ چکنے کے بعد پیدا ہو۔ کیا وہ (نعوذ باللہ من) اسلام کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے آئے گا؟

تعجب ہے دجال جیسے مشکل مسئلہ کی موشگافیوں میں معقولیت کا کوئی پہلو بھی حیدرآبادی مولوی صاحب نے اٹھا نہیں رکھا لیکن جہاں مسیح موعود کا نام آیا لگے بے تکی باتیں کرنے کہ جب پہلے اسلام مٹ جائے اس کی پوری تخریب ہو جائے تب مسیح آسکتا ہے۔ یہ خوب ہے۔ اور وہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا وعدہ کیا ہوگا۔ مسیح تو جب آئے گا دیکھا جائے گا لیکن اس سے پیشتر اسلام کی حفاظت خدا نے کی۔ سرور کائنات نے تو مسیح کو دجال کے آگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا جس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ دجال کی کوششیں اسلام کی تباہی میں ہرگز کامیاب نہ ہونگی اور مسیح موعود اس سے پیشتر ہی اس کی حفاظت کا سامان کر دے گا۔

ختم نبوت

کامل اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم ہیں

سلسلہ نبوت کا انقطاع آنحضرت صلعم کے بعد

شیخ محمد عبد اللہ صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ کے قلم سے

گذشتہ سے پیوستہ

مسیح کا تکمیل ہدایت سے انکار

آنحضرت صلعم سے پہلے نبی چونکہ حضرت مسیح ہی ہیں اس لئے حضرت مسیح اگر یہ دعویٰ کرتے کہ انہوں نے ہدایت کی تکمیل کر دی تو پھر جو کچھ چاہتا ان کے پیروان کو بنانے۔ البتہ ایک بات کے وہ ضرور حق دار ہو جاتے ہیں کہ پھر وہی دنیا کے آخری نبی ٹھہرتے۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی اور اس لئے محمد رسول اللہ صلعم پھر نبی نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تکمیل ہدایت کے ساتھ تو نبوت کی ضرورت ہی اٹھ جاتی۔ مگر کیا شانِ خداوندی ہے کہ حضرت مسیح کے منہ سے وہ کلمات نکلوا دیئے ہیں جو ہمیشہ کے لئے اس ضرورت کو باواز بلند پکار کر بیان کریں گے۔ کہ مسیح کے بعد دنیا کو ایک اور نبی کی ضرورت تھی۔ اور جب تک وہ نہ آتا سارا سلسلہ نبوت ہی باطل ٹھہرتا۔ کیونکہ اصل غرض یعنی تکمیل ہدایت جس کے بغیر نسل انسانی اپنے اعلیٰ کمال کو حاصل نہ کر سکتی تھی۔ پوری نہ ہوتی۔ وہ الفاظ یہ ہیں کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔

رُوح حق کی پیشگوئی

اگر صرف اس قدر الفاظ بھی حضرت مسیح کے ہوتے تو بھی یہ لفظ دنیا کو مجبور کرتے کہ وہ ابھی ایک اور نبی کی راہ تکتے رہیں۔ کیونکہ مسیح مقر ہیں کہ وہ تکمیل ہدایت نہیں کر سکے۔ لیکن مسیح نے نہ صرف اپنے متعلق ہی اعتراف کیا بلکہ اس عظیم الشان ضرورت کو بھی کھول کر بیان کر دیا۔ کیونکہ ساتھ ہی وہ فرماتے ہیں لیکن جب وہ یعنی رُوح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی سو دیکھو اس پاک دل انسان نے کس صفائی سے بیان کر دیا کہ ابھی ایک اور کی ضرورت ہے۔ جو سچائی کی ساری راہیں بتا دے یعنی تکمیل ہدایت کرے۔ پس نہ صرف حضرت مسیح کا جو ایک ہی شخص دنیا کی تاریخ میں ہیں جو تکمیل ہدایت کا دعویٰ کر سکتے تھے یہ اعتراف موجود ہے کہ آپ تکمیل ہدایت نہیں کر سکے بلکہ ساتھ یہ بھی ہے کہ تکمیل ہدایت کا کرنے والی ایک روح حق کا آنا ضروری ہے۔

رُوح حق کی آمد اور تکمیل دین کا اعلان

وہ رُوح حق جب آئی تو اس نے پکار کر کہہ دیا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ وہ رُوح حق آگئی جس کی دنیا کو انتظار تھی جس کے بغیر انسان کی پیدائش ہی عبث ٹھہرتی ہے کیونکہ انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کو نہ پا سکتا۔ اور جیسا کہ چاہیے تھا اس رُوح حق نے اپنا پیغام پورے طور پر دنیا کو پہنچا کر آخر یہ اعلان کر دیا جو دنیا کی تاریخ میں ایک ہی اعلان ہے۔ اور ایک ہی رہیگا جس کے مقابل نہ کسی نے کبھی آواز اٹھائی نہ کوئی اٹھا سکیگا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ شریعت بھی کامل ہو گئی۔ اور ہدایت بھی بہ تمام و کمال آگئی۔ اگر دنیا کی تاریخ میں کوئی عید کا دن کہلا سکتا ہے تو وہ یہی دن تھا اور محمد رسول اللہ صلعم کے صحابہ اس دن کو خوب جانتے تھے۔ کہ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک ہی یادگار کا دن ہے۔

مسلمانوں کے لئے عید کا دن

بیشک عید کا دن تھا۔ اور کیا عجب اتفاق ہے کہ اس کا نزول ایک ایسے موقع پر ہوتا ہے جب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نبی کریم صلعم ساتھ حجۃ الوداع میں مصروف تھے۔ اور اس عظیم الشان میدان میں تھے جو عرفات کا میدان کہلاتا ہے۔ اس کے بعد میں حضرت نبی کریم نے وہ مشہور خطبہ پڑھا جس کے آخر تین دفعہ فرمایا الا ھل بلغت۔ اچھی طرح سن لو کیا میں نے تم کو پیغام پہنچایا۔ اور وہ میدان اللھم نعم کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔ مسلمانوں کے لئے تو واقعی یہ عید کا دن۔ نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ پھر کبھی ہوگا۔ کیونکہ وہ انسان جو دس سال پیشتر انہیں وادیوں میں تنہا پھرتا تھا۔ اور بے یار و مددگار تھا وہ جسے گھر سے نکالا گیا تھا۔ وہ جس کے پیچھے خون کی پیاسی تلواریں نیاموں سے باہر نکلی ہوئی تھیں آج وہی انسان ہے جو سارے ملک عرب کا بادشاہ ہے۔ اور لاکھوں انسان اس کے ساتھ اسی میدان میں حج کے لئے جمع ہیں۔ لاکھوں انسان کعبہ کا حج کرینگے۔ اور میدان عرفات میں جائیں گے۔ مگر وہ مقدس چہرہ وہ روحانیت کا آفتاب کو ان کی روحوں پر اپنی کرنیں ڈالے گا مگر اس خوشی کو وہ کہاں سے لائیں گے۔ جس سے اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بھرے ہوئے تھے۔ جن کے اندر خدا کا وہ پیارا موجود تھا۔ جس کے اوپر اس اکملت لکم دینکم کی وحی نے اتر کر ان لاکھوں انسانوں کے دلوں کو ایک اور ہی سرور سے بھر دیا۔

نسل انسانی کے لئے عید کا دن

سو مسلمانوں کے لئے تو ضرور یہ عید کا دن تھا لیکن اگر پوچھو تو نسل انسانی کے لئے عید کا دن تھا۔ اگر ساری نسل انسانی کبھی کوئی حقیقی عید منائے گی تو وہ یہی عید ہو گی جس دن دین کے کمال کو پہنچ جانے کا۔ ہدایت کی نعمت کے پورا ہو جانے کا اعلان دنیا میں ہو گیا اور انسان کو خدا کی طرف سے مبارکباد دی گئی کہ اب تمہارے کمال حاصل کرنے کا وقت آگیا اور تمہارے دنیا میں پیدا کئے جانے کی غرض پوری ہو گئی۔ کیونکہ یہی وہ کمال تھا جس تک خدا تعالیٰ تم کو پہنچانا چاہتا تھا۔ مگر تم اپنی کوشش سے وہاں تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس لئے اب رب العالمین نے تمہاری دستگیری فرمائی اور اما یاتینکم منی ھدی کا تم کو وعدہ دیا۔ اور آج اس وعدہ کے ایفا کو اپنے اپنے کمال کو پہنچایا۔ اور لولاک لما خلقت الافلاک کے کلمہ کو پورا کر دکھایا۔

کتب سابقہ میں تحریف

گو دنیا کی تاریخ میں اکملت لکم دینکم کا نظارہ ایک ہی نظارہ تھا۔ مگر یہ نظارہ دل خوش کن نہ ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ یہ تسلی نہ ہوتی کہ اس کمال کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ دنیا کی تاریخ میں بڑی بڑی ہدایتیں آئیں۔ نسل انسانی کے فائدے کے لئے بہت کچھ خدا نے بھیجا۔ مگر انسان کے ہاتھوں سے بسا اوقات بگاڑا۔ جس قدر مقدس کتابیں دنیا کی تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ وہ سب کی سب بلا استثنا تحریف کا شکار ہوئیں۔ ان کتابوں کا کیا ذکر ہے جن کی تاریخ پر ہزاروں سال گذر گئے۔ اور جو قرآن کریم کے چھ سو سال پہلے کی تھیں اس کی بھی وہ حالت ہوئی کہ اصل کتاب کا پتہ ہی نہیں۔ مسیح کی انجیل کی جگہ چار انجیلوں نے لے لی۔ اصل تعلیم کہاں محفوظ رہتی۔ ایک ایک عاجز بندے کو جو خدائے ذوالجلال کی قدوسیت کے سامنے شرمندہ ہو کر نیک کہلانے سے بھی انکار کرتا تھا۔ اس ذوالجلال کے پہلو بہ پہلو سمجھا گیا۔ بلکہ خدا بیٹے کو خدا باپ سے بہتر اوصاف کا مجموعہ بڑی طاقتوں کا مالک قرار دیا گیا۔ اس سے اندازہ کر لو کہ پہلی کتابوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔

قرآن کی حفاظت کا وعدہ

پس محمد رسول اللہ صلعم کو جب وہ بار بار یحرفون الکلم عن مواضعہ خدا کے کلام میں پڑھتے کیا یہ درد ہوتا کہ کہیں اس کمل ہدایت نامہ کا بھی دنیا کے لوگوں کے ہاتھوں وہی حال نہ ہو جو پہلی کتابوں کا حال ہوا۔ اگر خدا کی طرف سے بار بار یہ وعدہ نہ مل چکا ہوتا کہ انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ اور بالآخر جب خدا کا وعدہ کھلے الفاظ میں مل گیا۔ کہ پہلی کتابوں کی طرح قرآن کی حفاظت کا کام انسانی ہاتھوں میں نہیں چھوڑا۔ کیونکہ گو پہلی کتابیں بھی خدا کا کلام ہی تھا۔ مگر ان کی ضرورت دنیا کو ایک وقت کے لئے تھی۔ پر اس کمل ہدایت نامہ کی ضرورت ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور اس کے ایک حرف کے ادھر ادھر ہونے سے نسل انسانی کو ایک ناقابل تلافی نقصان ہمیشہ کے لئے پہنچے گا۔ کیونکہ اب آخری نبی کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ جو اس قسم کی غلطی کو دور کر دے۔ اس لئے خدا نے فرمایا کہ اس کی حفاظت کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی تو اس ذکر کو اتارا اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کریں گے۔

ختم نبوت کی دوسری وجہ

سو اس وعدہ خداوندی نے ختم نبوت کی دوسری وجہ کو بتلا دیا کہ ایک چیز پہلے ہی اپنے کمال کو نہ پہنچے تو وہ ناقص ہے۔ اور کمال کی محتاج رہیگی۔ ایک چیز کمال کو پہنچ جاوے۔ مگر اس میں نقص پیدا ہونے کا خطرہ باقی ہو تو پھر وہ کمال کی محتاج ہو جائے گی۔ اس لئے جب تک یہ دونوں صورتیں اکٹھی نہ ہوتیں ختم نبوت کا دعویٰ صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ پھر اس نقص کو خواہ وہ نقص پیچھے ہی پیدا ہوا ہو پورا کرنے کی احتیاج باقی رہتی۔ اور جب نبوت کی ضرورت باقی ہوتی تو ختم نبوت کا دعویٰ باوجود تکمیل ہدایت کے باطل ٹھہرتا۔ مگر وہ خدا جس نے شروع سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نبوت کو اپنے کمال تک پہنچانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ اور پھر اس کمال پر قائم رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ تاکہ اس انسان کامل کے بعد سب اسی کی شاگردی میں زانو تہ کریں۔ اس نے نہ چاہا کہ ایک پہلو سے ختم نبوت کرکے دوسرے پہلو کو یوں ہی چھوڑ دے۔ اور نبوت کی ضرورت ویسی کی ویسی باقی رہ جائے۔ بلکہ اس نے ختم نبوت کو پختہ کیا۔ اور اس میں کسی قسم کے نقصان کا احتمال باقی نہ چھوڑا۔ اور ایک طرف تکمیل ہدایت کرکے اور دوسری طرف اس کمل ہدایت کی حفاظت کا قطعی وعدہ دے کر اور اس کی حفاظت کو اپنے ذمہ لے کر اور ہر طرح سے ختم نبوت کی دیوار کو پختہ کرکے نبوت کے دروازے کو بند کر دیا۔ کیونکہ جس حکمت کے لئے اس دروازے کو کھولا گیا تھا وہ ضرورت اب باقی نہ رہی اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت کس طرح ممکن تھا۔ کہ ایک طرف تکمیل ہدایت کے کام کو اس قدر مضبوط کرکے اور دوسری طرف کمل ہدایت نامہ کی حفاظت کا انتظام مضبوط کرکے اب لغو طور پر نبوت کے دروازہ کو کھلا چھوڑتا۔

شریعت کیوں نہیں آسکتی

ہر ایک چیز کا انحصار ضرورت پر ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ صرف شریعت کا دروازہ بند ہے اور غیر تشریعی نبوت مگر نبوت کاملہ کا دروازہ کھلا ہے ان سے یہ اگر دریافت کیا جاوے کہ آخر شریعت کا دروازہ کیوں بند ہوا تو یہی جواب دیں گے کہ شریعت کی قرآن کریم نے تکمیل کر دی۔ اس لئے اب چونکہ کسی جدید حکم شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے شریعت کا باب مسدود ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لغو طور پر شریعت کے دروازہ کو کھلا نہیں چھوڑتا۔ جب تک ضرورت تھی کہ شریعت کے جدید احکام آتے رہیں۔ آتے رہے۔ جب ایک کامل کتاب نے تکمیل شریعت کر دی تو اب یہ ضرورت ختم ہو گئی۔ اس لئے شریعت کے آنے کا دروازہ بھی مسدود ہو گیا۔

تکمیل ہدایت کے بعد نبی نہیں آسکتا

پس جب قرآن کریم کے بعد کسی نئی شریعت کی حاجت نہیں کیونکہ تکمیل ہدایت کی تمام راہیں اس نے بتا دیں اور یہی اصل غرض نبی کے آنے کی ہے تو یہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ تکمیل ہدایت کے بعد بھی اب نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے ثابت ہے کہ ہدایت کی ساری راہیں کامل طور پر قرآن کریم میں بتا دی گئیں اور کوئی ایسی راہ باقی نہ چھوڑی گئی جس کی ضرورت آئندہ پڑے اور وہ قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔ دوسری طرف یہ بھی انتظام کامل طور پر کر دیا گیا کہ قرآن کریم ہمیشہ کے لئے کامل طور پر محفوظ ہے۔ اور جو راہیں ہدایت کی بتائی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی کے گم ہونے کا اندیشہ نہ رہا تو نبوت کی ضرورت ختم ہو گئی۔ اور جب ضرورت ختم ہو گئی تو اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ پس اگر ضرورت نبوت باقی ہے تو ضرور سلسلہ نبوت جاری رہنا چاہیئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کا سلسلہ نبوت قائم کرنا عبث ٹھہرتا ہے۔ اور اگر ضرورت نبوت باقی نہیں رہی تو اب آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا بھیجنا عبث کام ہے۔ یہ بھی غور کا مقام ہے کہ اگر ضرورت باقی تھی تو پھر تیرہ سو سال آنحضرت صلعم کے بعد کیوں خالی گذر گئے۔

فترت رسل سے عظیم الشان نبی کا انتظار

دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی زمانہ چھ سو سال کا بغیر کسی نبی کے آنے کے پایا جاتا ہے۔ اور وہ وہ زمانہ ہے جو فترت رسل کا عظیم الشان زمانہ ایک نشان کے طور پر رکھا گیا کہ تا دنیا کی آنکھیں اس کے انتظار میں لگ جاویں اور اس کی راہ کو تکیں۔ جو نسل انسانی کا فخر ہدایت کی تکمیل کرنے والا آنے والا تھا۔ جس پر آکر سلسلہ نبوت نے اپنے کمال کو حاصل کرنا تھا اور جو اس سلسلے کا انتہائی مقام تھا۔ جہاں پہنچ کر انسان کے لئے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں۔ یاں صرف ایک رسول کے لئے دنیا کو ساری دنیا کو کیونکہ وہ ساری دنیا کے لئے آنے والا تھا۔ چھ سو سال انتظار کرنا ضروری ہوا۔ ورنہ دنیا کی تاریخ میں کہیں کوئی نبی کہیں کوئی نبی آتے ہی رہے۔ پس یہ چھ سو سال کا انتظار جب اتنے عظیم الشان انسان کے لئے ہوتا ہے تو کیا تیرہ سو سال کا انتظار کوئی اس سے بھی بزرگ انسان لانے والا تھا۔ یا عملی رنگ میں سلسلہ نبوت کا منقطع ہو جانا صاف شہادت اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی آنے والا نہیں۔ غرض پہلے ضرورت نبوت قائم کرو۔ پھر غور کرو کہ اگر ضرورت نبوت تھی تو آنحضرت صلعم کے بعد عملی رنگ میں سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے کیوں منقطع کر دیا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اس بات پر نہیں کہ سلسلہ نبوت ٹھیک اس انسان پر منقطع ہو گیا۔ جو اس کا انتہائی نقطہ تھا۔

دنیائے اسلام میں مغربیت کا سیلاب عظیم
مسیحی مبلغین کی ریشہ دوانیوں کے خطرناک نتائج

نوجوان مسلمانوں کے مذہب پر حملہ

ہم ذیل میں ایک نہایت مشہور مسیحی مبلغ جان آر ماٹ ایم اے ایل ایل ڈی پریذیڈنٹ انٹرنیشنل کونسل کے مضمون کا ترجمہ قارئین کرام کو معلومات پہنچانے کے لئے درج کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تعلیم حفظان صحت اور خدمت خلق کے نام سے جو کام کئے جاتے ہیں اُن میں تبلیغ مسیحیت کا پہلو کس طرح مضمر رکھا جاتا ہے۔ اور یورپین حکومتیں اسلامی ممالک میں کس طرح عیسائیت کو پھیلانے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان اس مضمون سے نہایت اہم سبق حاصل کریں گے۔ اور ان کو مسیحیت کی طرف کھینچنے کے لئے جو جال پھیلائے جا رہے ہیں ان سے باخبر ہو جائیں گے۔ (ایڈیٹر)

دنیائے اسلام کے مشنریوں کی کانفرنسیں

شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا میں مسیحی مبلغین کی متعدد کانفرنسیں منعقد ہونے کے بعد ایک فیصلہ کن اجتماع بیت المقدس میں ہُوا تھا جو بعض وجوہ کی بنا پر نہایت مفید اور برمحل تھا۔

دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں اس وقت جو وسیع اور اہم انقلابات رونما ہو چکے ہیں اُن کا یہ تقاضا ہے کہ اسلامی ممالک میں عیسائی مشنوں کا کام ازسرِنو شروع کیا جائے۔ اس امر کی بہت سخت ضرورت ہے کہ اسلام کے اندر جو اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا تنقیدی طور پر نہایت غور کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ ان کانفرنسوں میں اس ضرورت کا اعتراف کیا گیا کہ دنیا بھر میں تحریک مسیحیت کے متعلق مبلغین کو جو تجربات حاصل ہوئے ہیں وہ ان کارکنوں کے علم میں لائے جائیں جو مسلمانوں کے درمیان کام کر رہے ہیں۔ ایک عرصہ سے اس امر کی ضرورت بھی محسوس کی جا رہی تھی کہ دنیائے اسلام کو مختلف حصص میں جو کارکن کام کر رہے ہیں اُن کے خیالات اور ان کی خواہشات کا علم ان ممالک کو بھی ہوتا رہے۔ جو ان کے مشنوں کا مرکز ہیں۔ نیز مقامی لیڈر اور مشنری یک زبان ہو کر اپنی ضروریات و آراء کا مغربی کلیساؤں پر اظہار کر سکیں۔ ان اجتماعات سے یہ ضرورتیں بھی پوری ہو گئیں۔ اور اس وجہ سے ان کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اگر ان کانفرنسوں کے منعقد کرنے میں مزید دیر ہوتی تو یقیناً تحریک مسیحیت کو سخت نقصان پہنچتا۔

بیت المقدس میں ایک تاریخی اجتماع

مقامی کلیساؤں کے رہنماؤں اور مشنریوں کے مندرجہ بالا اجتماعات انٹرنیشنل مشنری کونسل (بین الاقوامی جمعیت تبلیغ) کی تحریک پر اور اس کے زیرِ سرپرستی منعقد ہوئے تھے۔ بیت المقدس کی عام کانفرنس سے قبل تین علاقہ وار کانفرنسیں بھی منعقد ہوئی تھیں۔ جن کے نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔ بیت المقدس کی کانفرنس نے دنیائے اسلام کے تمام علاقوں سے نمائندے آئے تھے جن میں عرب عراق ایران ترکستان چین برطانوی ہند اور ڈچ ایسٹ انڈیز کے وفود بھی شامل تھے۔ اگرچہ یہ کانفرنس صرف ۸۰ اشخاص پر مشتمل تھی مگر اس تعداد میں ایسے لوگ شامل تھے۔ جو مشنری نظام کے تجربہ کار ماہر تعلیمی طبی اور سوشل کاموں میں انجام دینے والے اور اسلامی ممالک میں مسیحی حلقوں کے سلسلہ لیڈر تھے۔ اور جو شمالی مغربی افریقہ سے لے کر ڈچ انڈیز تک اور ایشیائے وسطیٰ سے لے کر قلب افریقہ تک کے علاقوں سے آئے تھے۔ ان کے علاوہ یورپ اور امریکہ کی ان تبلیغی انجمنوں کے کارکن بھی موجود تھے۔ جو مسلمانوں میں کام کرتے ہیں۔ جس اجتماع میں صرف مشنری ہی شریک نہ تھے۔ بلکہ دیسی کلیساؤں کے رہنما بھی تھے عیسائی مشنوں کی تاریخ میں کبھی دنیائے اسلام کے مشنریوں کا ایسا با اثر اور نمائندہ اجتماع نہیں ہوا ہے۔

تنقیحی مجالس کی تحقیقات کے نتائج

کانفرنس کے تمام ارکان ۱۰ تنقیحی مجالس میں منقسم تھے۔ جو مندرجہ ذیل موضوعات کے متعلق تھیں۔ رسائی اور قبضہ۔ تبلیغ انجیل۔ مسیحی کلیسا۔ مسیحی تعلیم کی رہنمائی۔ مسیحی لٹریچر۔ خواتین کا کام۔ طبی اور معاشری ضروریات۔

[illegible]

نقشوں اور کاغذات پر رکھی تھی۔ جو پہلے ہی سے تیار کر کے لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف علاقہ وار کانفرنسوں کی تحقیقات کے نتائج عام کانفرنس کے مباحثے اور خرد کمیٹیوں کا غور و خوض بھی فیصلہ کرنے میں شامل تھا۔ کانفرنس کا آخری طویل دن اسی کام میں گذر گیا۔ ان دس کمیٹیوں نے جو رپورٹیں مرتب کی تھیں ان پر مباحثہ کیا گیا۔ اور ان کی ترمیم کے بعد میں انہیں منظور کر لیا گیا۔ ان کمیٹیوں کی تحقیقات کے نتائج طبع ہو گئے ہیں۔ اور دنیائے اسلام میں کام کرنے والوں مشنریوں اور مشنری سوسائٹیوں کو مل سکتے ہیں۔ ان سے اسلامی ممالک کے کارکنوں کے خیالات و آراء اور تجربہ کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ ان میں مسلمانوں کے درمیان کام کرنے کا نہایت صحیح اور باقاعدہ طریق عمل پیش کیا گیا ہے۔

یہ کانفرنسیں مقننہ جمعیتیں نہیں تھیں۔ اس لئے ان کے فیصلوں کو جو کچھ قوت حاصل ہے وہ محض ان کی صداقت اور صحت کی وجہ سے ہے۔ یہ قدرت اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب ہم اس غیر معمولی تجربہ اور وسیع مطمع نظر کا خیال کرتے ہیں۔ جو اس کانفرنس کے شرکاء کو حاصل تھا۔ مختلف مباحثوں پر مجلس کی تحقیقات سے جو امور طے ہوئے تھے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ کیونکہ ان سے نمائندوں کی عام رائے معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ ان تمام لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں جنہیں حضرت مسیح کی حکومت کو وسعت دینے کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔

مسلمانوں پر مادیت کا اثر

۱۔ کانفرنسوں میں اس امر کی قوی شہادتیں ظاہر کی گئیں کہ اسلام روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے یہ سیاسی حیثیت سے صحیح ہے۔ عام طور پر پان اسلامزم (اتحادِ اسلامی) کی جگہ نیشنلزم (قوم پرستی) کا رواج ہو رہا ہے۔ مثلاً ترکی مسلمان بہ نسبت مسلمان کے زیادہ تر ترک ہوتا جا رہا ہے۔ انحلائے خلافت نے نہ صرف ترکی میں بلکہ ساری دنیائے اسلام میں ہلچل ڈال دی ہے۔ ہر طرف اس کے آثار نمایاں ہیں کہ اسلام کا معاشری امور پر قبضہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی نمایاں مثال عورتوں کی وہ انقلابی حالت ہے جو مخصوص پرشہروں میں نظر آتی ہے۔ عورتوں کو اپنی شادی کے لئے شوہر انتخاب کرنا۔ اور شادی کو حسب دلخواہ ملتوی کر دینے کے معاملہ میں زیادہ آزادی حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ عورتیں جلسوں اور دعوتوں میں شریک ہونے لگی ہیں۔ عورتوں کے کلب بن رہے ہیں۔ برقعوں کے استعمال میں زیادہ آزادی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور تعلیم کی خواہش بڑھتی جا رہی ہے۔ مغربی صنعت و حرفت کی توسیع اور تہذیب جدیدہ کے مادی مظاہر کے حیرت انگیز انکشافات نے اپنا نمایاں اثر ڈالا ہے۔ میں نے قاہرہ میں الازہر کے ایک سربرآوردہ پروفیسر سے دریافت کیا کہ تمہیں اسلام کے متعلق سب سے زیادہ اندیشہ کس چیز سے ہے۔ اس نے جواب دیا "مجھے کوئی امید نہیں ہم پر مادیت چھائی جا رہی ہے"۔ (باقی)

ایک مولوی صاحب دلالی کے کام پر

خواجہ حسن نظامی اپنے یکم جون کے روزنامچہ میں لکھتے ہیں :۔

آج ایک بجے تیز دھوپ اور لُو میں ایک مولوی صاحب ملنے آئے۔ کسی ہندو والئے ریاست کے ہاں ملازم ہیں۔ حُب کا تعویذ راجہ صاحب کے لئے چاہتے تھے۔ ایک بڑا عمامہ سر پر ایک قیمتی چوغہ پہنے ہوئے۔ شاندار لمبی ڈاڑھی۔ گرج دار آواز۔ میں نے پوچھا حُب کا نقش کس کام کے لئے درکار ہے۔ بولے راجہ صاحب اپنی سالی پر عاشق ہو گئے ہیں۔ وہ سالی بھی راجہ صاحب پر مائل ہے۔ مگر رانی سے دونوں ڈرتے ہیں۔ رانی کو خبر ہو گئی ہے۔ اور وہ کسی شخص سے کوڑے بغیر بات نہیں کرتی۔ مجھ پر شبہ ہو گیا ہے کہ میں سالی سے ملانا چاہتا ہوں۔ اس لئے ایک دن مجھے کوڑے مار مار کر حواس باختہ کر دیا۔

میں نے کہا مولانا عورت کے کوڑے سے کیا ڈرنا۔ جب آپ خدا کے کوڑا سے نہیں ڈرتے اور ایک ناجائز اور حرام کام کے لئے کوشش کرتے پھرتے ہیں۔ تو رانی صاحبہ کے کوڑوں کا کچھ بھی خیال نہ کیجئے۔ زہے نصیب آپ کے کہ رانی صاحبہ کے نازک ہاتھ سے مار کھائی۔ یہ حصہ تو راجہ صاحب کا تھا مگر تقدیر نے آپ کو دیدیا۔

مولانا میری باتیں سُن کر ذرا خفیف ہوئے اور کچھ دیر چپ رہ کر فرمانے لگے۔ جناب کیا کریں نوکری کا معاملہ ہے سب ہی کچھ کرنا پڑتا ہے

[illegible]

میں اس ذلیل کام کے لئے ہرگز یہاں نہ آتا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ تو میں نے کہا ٹھیک ہے جناب یہ پیٹ کمبخت سب کچھ کراتا ہے۔ فرقہ بندی کرانے والے مولوی بھی پیٹ کی خاطر مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے ہیں اور آپ تو دو بیتاب و مجبور دلوں کو جوڑنے کے لئے یہ کام کرتے ہیں۔ تکلو ڈوگڈگی۔ طوائف کے آبا بھی یہی کہتے تھے۔ کہ جناب بیٹی سے پیشہ کرانا بڑے عیب کی بات ہے۔ مگر کیا کریں آج کل ولایت کے کھلونے بکنے لگے۔ دیسی ساخت کی ڈوگڈگی کوئی نہیں خریدتا مجبوراً لڑکی سے پیشہ کرانا پڑا۔ یہ پیٹ بڑی بلا ہے۔

یہ فقرہ مولانا کے لئے بم کا گولہ بن گیا آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ قریب تھا کہ وہ میرے ایک طمانچہ مارتے مگر پرائے گھر کا خیال کیا اس کے علاوہ دل بھی ان کا مجرم تھا۔ جز بز ہو کر رہ گئے۔ اور کچھ دیر کے بعد بولے تو نقش کی بابت آپ کا کیا جواب ہے۔ راجہ صاحب سے میں نے آپ کی بہت تعریف کی تھی ہزار دو ہزار روپے کا فائدہ ہو جائے گا۔

میں نے کہا کہ کس احمق نے آپ سے کہا کہ میں عمل حُب جانتا ہوں۔ خدا کے لئے اس عمامہ اور چوغہ اور ڈاڑھی کو بدنام نہ کیجئے۔ دلالی کرنی ہے تو صورت بدلیئے۔ لباس بدلئے مولویت کو تو غیر مسلم کی نظر میں شرمندہ نہ کیجئے۔

بناوٹی کھانسی کھانس کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہا مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس قدر بے تمیز ہیں تو کبھی یہاں نہ آتا۔ میں نے کہا ابھی تو آپ نے بے تمیزی معلوم کی تھوڑی دیر اور قیام رہا تو مجھے اس قدر غصہ آ رہا ہے کہ آپ مجھ کو دیوانہ بھی سمجھنے لگیں گے۔ کیونکہ میں آپ کی ڈاڑھی نوچ لوں گا۔ یہ سنتے ہی وہ چلے گئے اور مجھے دیر تک صدمہ رہا۔

اعلان قبول اسلام

آج مورخہ ۲۹/۵ کو مسمی بیچھانہ ولد گریب ناتھ قوم جوگی سلطانی عمر ۴۵ سال سکنہ متصل منٹگمری ابطیب خاطر ایک کثیر مجمع میں خاکسار کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہُوا۔ نومسلم بھائی کا نام محمد دین رکھا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے نومسلم بھائی کو استقامت دین بخشے۔ حاضرین میں خان محمد رمضان خاں احمدی اور کئی دیگر احباب قابل شکریہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے نومسلم بھائی کی پارچات اور کچھ نقدی سے بطور امداد اعانت کی۔ اللہ تعالے جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

خاکسار حکیم محمد یار نوق مسلم مشنری منٹگمری

شکریہ احباب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہماری کالونی فلور ملز لائل پور کو مورخہ ۲۱/۵/۳۵ آگ کا حادثہ پیش آیا جس کی اطلاع بذریعہ اخبار چھپ چکی ہے۔ اس حادثہ کے متعلق اس قدر ہمدردی کے خطوط اپنی جماعت کے دوستوں کی طرف سے پہنچے کہ جماعت کی دردمندانہ ہمدردی اور دعاؤں نے ایک گہرا اثر دل پر کیا اور جماعت کی ایک شان نظر آئی قربان جاؤں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جس نے ایک محبت کا رنگ ازسرِنو احمدی جماعت میں پیدا کیا۔ جس کی نظیر دنیاوی رشتوں میں نظر نہیں آتی۔ ہر ایک خط سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا ہر ایک دوست کو ایسا صدمہ محسوس ہو رہا ہے جیسا کہ فرداً فرداً ہر ایک کا ذاتی نقصان ہوتا ہے۔ تمام دوستوں کے خطوط اور دعائیں اور پھر خاص کر حضرت مولانا امیر قوم اور حضرت قبلہ خواجہ صاحب و مولانا حضرت مولوی صدرالدین صاحب و حضرت ڈاکٹر صاحبان کے خط جو نہایت ہی درد سے بھرے ہوئے تھے اور دعاؤں سے بھرے ہوئے تھے ایسے صدمہ کی حالت میں بڑی تسکین اور تسلی کا باعث ہوئے۔ تمام احباب کی خدمت میں بذریعہ عریضہ ہذا التماس ہے کہ آپ کی دعاؤں اور ہمدردی نے ہمیں بے حد ممنون فرمایا جس کے لئے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دیوے۔ فقط

از لائل پور۔ شیخ میاں محمد اسمٰعیل۔ اللہ بخش

ضرورت ملازمت

ایک سرکاری محکمہ میں گزبحوائیوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۲۵ تا ۱۲۵ ۔ درخواستیں بلا پتہ جلد بھیجی جائیں۔

[illegible]

آریہ سماج کے ساتھ مناظرات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

احمدی جماعت اور اسلامی انجمنوں کی توجہ کے قابل

بہت جگہ جہاں کوئی اسلامی جلسہ ہوتا ہے۔ اور بعض وقت ہمارے اپنے احباب کی طرف سے تبلیغی جلسوں کے ساتھ آریہ سماج سے مناظرہ لازمی سمجھ لیا گیا ہے اور خود ہی مناظرہ کا فیصلہ کر کے مبلغین کے لئے تاریں دیدیجاتی ہیں۔ میں نے ان مناظروں کا چنداں فائدہ نہیں دیکھا۔ اور اگر کچھ فائدہ ہوتا بھی ہے تو اس سے بڑھکر نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ ہماری اصل غرض کو جو اسلام کی تعلیم کو نرمی کے پیرائے میں پھیلانا ہے نقصان پہنچتا ہے۔ دو کمپ بن جاتے ہیں۔ اور ایک دنگل لگ جاتا ہے۔ اور غرض احقاق حق نہیں بلکہ وقتی ہار جیت ہوتی ہے۔ اور اس میں فریق ثانی کو نیچا دکھانے کے لئے بعض وقت ایسے ہتھیار بھی استعمال کر لئے جاتے ہیں۔ جو مذہب کی اصل غرض کو ہی تباہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر یہ مناظرات ملک کی موجودہ فضا کو بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور بجائے اتفاق اور محبت کو پیدا کرنے کے ایک دوسرے سے بغض و عناد کو بڑھا رہے ہیں۔ عموماً جہاں یہ مناظرات طے کئے جاتے ہیں۔ وہاں عذر یہ ہوتا ہے۔ کہ آریہ سماج نے ہمیں چیلنج دیا ہے۔ اور اگر ہم اس چیلنج کو منظور نہ کرتے۔ تو ہماری شکست متصور ہوتی۔ یہ بھی ایک غلط اصول کی تائید کے لئے غلط دلیل ہے۔ غالباً یہی بات آریہ سماج والے کہتے ہوں گے۔ کہ ہمیں دوسرے فریق نے مجبور کیا۔ بہرحال اگر آریہ سماج چیلنج بھی دے۔ تو اس چیلنج کا جواب اس قدر بھی کافی ہے۔ کہ ہم اپنا جلسہ کر کے اس میں ان کے غلط خیالات کی تردید کر دیں۔ ہاں لیکچر کے بعد سوال و جواب کا موقعہ دیدینے میں چنداں حرج نہیں بلکہ اس سے بھی بعض مسائل کی صفائی ہو جاتی ہے لیکن جیسے مناظرے میں نے دیکھے ہیں۔ یہ میری ہی رائے نہیں اور بھی بہت سے سنجیدہ آدمیوں کی رائے ہے کہ ان سے دونوں فریق کے مناظر کے ہی نہیں بلکہ سننے والی پبلک کے اخلاق بھی تباہ ہوتے ہیں میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ بعض وقت استثنائی حالات میں مناظرہ کی ضرورت پڑ جاتے لیکن جو اس وقت عام رواج ہو گیا ہے۔ اس کو میں اپنی جماعت میں بند کرنا چاہتا ہوں۔ اور ہماری تمام انجمنوں کو یہ نوٹ کر لینا چاہئے کہ جبتک کسی مناظرہ کے لئے پہلے مجھ سے اجازت حاصل نہ کر لی جائے گی کوئی مبلغ مناظرہ کے لئے نہ بھیجے جائینگے مناظرہ کو طے نہ کریں جبتک کہ مرکز سے منظوری نہ لے لیں۔ اور نہ ایسے مناظرہ کے طے کرنے میں کسی انجمن کی اعانت کریں خواہ وہ انجمن اپنی جماعت کی ہو یا کوئی دوسری انجمن ہو جس مناظر کا فیصلہ بلا اجازت خود مقامی انجمن کرلے گی۔ اس کے لئے قطعاً مبلغ نہ بھیجے جائیں گے۔

میں دیگر اسلامی انجمنوں سے بھی یہ درخواست کرونگا۔ کہ وہ مناظرہ کے طریق کو بند کر کے زیادہ زور اس بات پر صرف کریں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات اور اسلام کی صحیح تعلیم ہندوستان کی تمام زبانوں میں جلسوں، لیکچروں، اشتہاروں، ٹریکٹوں اور رسالوں کے ذریعہ دیگر اقوام میں پھیلائیں۔ یہ تعمیری کام ہماری قوم کی قوت کا موجب بھی ہوگا۔ اور غیر مسلموں سے بھی ہمارے تعلقات کو بہتر بنائے گا۔ اگر اسلامی اخبارات جملہ مسلمانوں کی آگاہی کے لئے اس اعلان کو نقل کر دیں۔ تو یہ ایک مفید کام ہوگا میں اس بات کو بھی بعید نہیں سمجھتا کہ اس طریق عمل سے آریہ سماج دوسروں کو برا لکھنے کی روش کو ترک کر دے۔

محمد علی

مسلمانوں سے عیسائی ہونیوالے

اسلام کی پناہ ڈھونڈھ رہے ہیں

پادری زویمر نے ایجپٹ انٹر مشن کونسل کی آٹھویں سالانہ کانفرنس میں ایک دلچسپ حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ وہ لوگ جو مسلمانوں سے عیسائی ہوئے ہیں وہ واپس اسلام میں آنے کے متمنی ہیں۔ پادری صاحب نے خود مسیحی نو مریدین کی ایک مجلس کا جو لاہور میں منعقد ہوئی تھی حال دیا۔ بتایا کہ اس مجلس کے اندر اس بات کی وجوہات بیان کی گئیں۔ کہ کیوں مسلمانوں میں سے زیادہ لوگ عیسائیت میں داخل نہیں ہوتے۔ ان میں سے چند وجوہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ ہندوستانی کلیسا ان مسلمان نو مریدوں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ نہیں کرتا۔ جو پرانے دوستوں کو چھوڑ آئے اور نئے دوستوں کے متلاشی ہیں۔

۲۔ کلیسا میں عبادت اور ذکر الٰہی کا طریق ہمیں نظر نہیں آتا۔ عبادت کافی نہیں ہوتی۔ گرجے ہفتہ بھر کھلے رہنے چاہئیں اور صبح شام وہاں نمازیں ہونی چاہئیں۔

۳۔ اسلام کے اندر مہمان نوازی کی خاصیت ہے کیا عیسائیت کے اندر بھی یہ خصوصیت موجود ہے؟ مسیحیت میں یہ عام طور پر شکایت کی جاتی ہے کہ جب ہم مسلمان تھے۔ تو ہم جس مسلمان کے ہاں چاہیں۔ جا کر چائے پی سکتے تھے لیکن اب جبکہ ہم عیسائی ہیں۔ ایسا نہیں کر سکتے۔

۴۔ بپتسمہ کے بعد تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہیں۔

۵۔ مسیحی ہو کر لوگ اسلامی محاسن کو بھول جاتے ہیں اور ان برائیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جو مسیحیوں میں پائی جاتی ہیں۔

۶۔ مسیحیت میں شادی بیاہ کی دکالیف موجود ہیں۔

۷۔ نو مریدوں کی دنیوی ضروریات مشنریوں کو ان کی روحانی ضروریات سے اندھا کر دیتی ہیں۔ اور دنیوی ضروریات کے مہیا کرنے میں نو مریدوں کی طرفداری بغض و حسد پیدا کر دیتی ہے۔

مڈغاسکر کے مسلمان

مسیحی پروپیگنڈا اور اس کا اثر

جزیرہ مڈغاسکر میں ہندوستانی مسلمان بکثرت پائے دس ہزار ہے لیکن مسلم ورلڈ کے ایک مسیحی نامہ نگار کے نزدیک بارہ ہزار ہے بارہ ہزار تک پہنچتی ہے۔ جو بوہروں، خوجوں اور سنی مسلمانوں پر مشتمل ہے ہر بڑے شہر میں تمام فرقوں کی مساجد موجود ہیں۔ ملک کے علاوہ کا مارڈیں ۲۵۰۰ مسلمان ہیں۔ جو سب سنی المذہب ہیں۔ کچھ ہندو بھی ہیں جو بالکل الگ رہتے ہیں۔ اور آپس میں ہی شادیاں کرتے ہیں۔ اندرون ملک میں بعض وہاں کی ملکی عورتوں سے بھی شادی کر لیتے ہیں اور ان کی اولاد کے چنداں غیر مہیا ہونے کی کوئی پیچیدگیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ ہندوؤں میں انجیل کے گجراتی ترجمہ کی دو ہزار کاپیاں تقسیم کی گئیں۔ وہ مسیحیوں کو پسند کرتے اور ان کی امداد پر کمربستہ رہتے ہیں بعض خفیہ طور پر مسیحی عبادات میں بھی شامل ہوتے ہیں مسلمانوں میں بھی پروپیگنڈا جاری ہے۔ اور تجویز کی گئی ہے کہ ہندوستان کے ساحلی علاقوں سے کسی ہندوستانی مشنری کو منگوایا جائے تاکہ وہ لوگوں سے زیادہ آزادانہ میل جول رکھ سکے۔

آریہ سماجی تبلیغ دیہات میں

گرم پرچار منڈلی کامیاب ہو رہی ہے۔

"پرکاش" راوی ہے کہ آریہ پرتی ندھی سبھا نے پروگرام پرچار منڈلی تجربہ کے طور پر شروع کی ہے۔ اس کے پرچار کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے خوب کامیابی ہو رہی ہے۔ منڈلی کے ممبران مختلف طریقوں سے لوگوں کے پاس پہنچ کر اپدیش دیتے ہیں۔ وہ سنکیرتن کرتے ہیں۔ لوگوں تک پہنچ کر ان سے بات چیت کرتے ہیں۔ کوئی بیمار پڑا ہو۔ تو اس کو دوائی دیتے ہیں۔ اس طرح آریہ سماج کے لئے ہمدردی حاصل کر کے انہیں اپدیش سننے کی پریرنا (درخواست) کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دیہاتی جاٹ آریہ سماج کی شرن میں آنے لگ گئے ہیں۔"

"پرکاش" نے اس قسم کی ایک اور منڈلی سال رواں میں جانے کی تحریک کی ہے۔ تاکہ دیہات میں دگنا پرچار ہو سکے!!

پیغام صلح۔ کیا مسلمانوں کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں؟ دیہات میں اگر مسلمان مبلغین کو بھیجا جائے تو اسلام کے متعلق جو جہالت اور ناواقفیت مسلمانوں کو ارتداد کے قریب لے جا رہی ہے بالکل دور ہو سکتی اور اسلام کا دائرہ زیادہ وسیع ہو سکتا ہے۔

حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟" (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۸)

ب۔ "غرض یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہو سکتے۔ یہ تصوف کا مسئلہ ہے۔ اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیاء امت تو رہ جاتے۔ یہ کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید نے محمد کہلایا۔ اور اس کہنے پر ستر مرتبہ کفر کا فتویٰ اس پر لگا۔ اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔" (کلمات طیبات حضرت امام زمان اخبار بدر ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۷ کالم اول۔)

ج: وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ
حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی صفحہ ۶۴ ۱۹۰۷ء (ترجمہ) اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔

لفظ نبی بحالت فنا فی الرسولؐ

الف: "خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔" الوصیۃ صفحہ ۱۰ ۱۹۰۵ء

ب۔ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی رہی یعنی فنا فی الرسول کی۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

ج۔ "اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (حاشیہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

د۔ "بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے۔ جو اشتہار ایک غلطی کے ازالہ ۱۹۰۱ء میں درج ہے۔

شعر۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

ہ۔ "ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود ہی میں داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ پرانا ایڈیشن)

لفظ نبی یا رسول کے استعمال سے جماعت کو ممانعت

"سوچ لو کہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔" (خط حضرت مرزا صاحب اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

منکر مسیح موعود کافر نہیں ہے

(الف) "ابتدا سے میرا مذہب یہی ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا (حاشیہ) یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

ب۔ "ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔" بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۹ کالم اول

اب میں اس مضمون کو حضرت مسیح موعود کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

مرا بجز شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

خاکسار
میر مد شاہ گیلانی پشاوری
(حال سرینگر کشمیر۔ یکم اگست ۲۹ء)

بیرون ہند کے احباب پیغام صلح کے چندہ کی ادائیگی کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے نام وی پی نہیں جا سکتے اس لئے دفتر اخبار کو وصولی چندہ میں بہت دقت ہے۔ بعض اصحاب کے ذمہ کئی کئی سال کا چندہ ہے۔ تمام اصحاب کو خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ جن میں ان کا حساب تفصیلی طور پر درج تھا۔ امید ہے کہ وہ اس موقعہ پر جلد توجہ فرمائیں۔

(مینیجر اخبار پیغام صلح لاہور)

خبریں

—— حکومت عراق نے حکومت شام و لبنان کو لکھا ہے کہ ہم ڈاکٹر عبداللہ دملوجی سابق وزیر خارجہ حجاز و نجد کو جو حال ہی میں اپنے وطن کو (عراق کو) واپس آ گئے ہیں۔ بیروت میں اپنی طرف سے قنصل مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ توقع کی جاتی ہے کہ حکومت شام سے اتفاق کرے گی اور ان کا تقرر فوراً عمل میں آ جائے گا۔

—— حکومت عراق نے مسٹر مونک ناظم جنگی کو حکم دیا ہے کہ لندن سے واپسی پر مصر میں کچھ عرصہ قیام کر کے تماکو کی کاشت کے طریقوں کا مشاہدہ و مطالعہ کریں تاکہ عراقی تماکو کو وادی نیل میں کاشت کرنے کی کوئی تدبیر کی جائے۔

—— منچارسٹ ۲۰ اگست۔ قلعہ ڈومنشی کے گودام اسلحہ میں زبردست دھماکے ہوئے۔ جس کی وجہ غالباً شدت گرما ہے۔ ان دھماکوں کا سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ جس سے سخت نقصان ہوا۔ سردست نقصان جان کی صحیح اطلاع نہیں ملی۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک سو محافظین قلعہ میں سے پچاس ہلاک ہوئے ہیں۔

—— طہران ۲۱ اگست۔ تبریز سے اطلاع ملی ہے کہ طغیانیوں اور سیلابوں کی وجہ سے ایک سو اشخاص ہلاک ہوئے۔ پانچ ہزار مکونتی مکان تباہ ہو گئے ہیں۔ جنگی خانے ہیں۔ تجارتی مال کی تیس سو گٹھڑیوں کو نقصان پہنچا ہے۔ سعد رباذار اور سڑکیں دریا برد ہو گئیں۔ اکثر مقامات پر تین تین گز گہرے گڑھے پڑ گئے ہیں۔ حکومت نے بند تعمیر کرنے کے لئے آٹھ ہزار پونڈ منظور کئے ہیں۔

—— پشاور ۲۲ اگست۔ گوسفند اور سولانگ کے درجات میں شدید جنگ ہونے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرنیل خان محمد کو سقوی فوج کے ڈویژن کے ہمراہ تگاوی بہادروں نے گرفتار کر لیا ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ کے آدمی گردیز سے بھاگ رہے ہیں۔

—— بچہ سقہ نے نادر خان کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے لئے انعام کا اعلان ایک لاکھ روپے تک بڑھا دیا ہے۔ نیز ان کے بھائیوں کی گرفتاری کا اعلان بھی زیادہ کر دیا ہے۔

—— سلیمان خیل غلزئیوں اور بچہ سقہ کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہزارہ قبائل کے مقابلہ میں انہیں شکست ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلیمان خیلوں نے بچہ سقہ کے سامان رسد کو لوٹ لیا ہے۔ جو ایک سو گدھوں پر محصورین گردیز کے لئے بھیجا جا رہا تھا۔

—— پشاور ۲۲ اگست۔ بچہ سقہ گردیز میں پروپیگنڈا کرنے کے لئے ہزاروں روپیہ روزانہ خرچ کر رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین ملا اس غرض کے لئے گردیز میں جمع کئے گئے ہیں۔ اور لگاتار وعظ کرنے میں مصروف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گردیز میں بچہ سقہ کی تیس ہزار فوج ہے۔ آٹھ ہزار اس کے علاوہ ہے۔ بچہ سقہ ہندوستان کی اشیائے درآمد پر محصول عائد کر کے بہت سا روپیہ جمع کر رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کابل کے تاجران اشیا درآمد کا کام خوب چل رہا ہے۔ کل کابل کو جانے والا سب سے بڑا قافلہ پشاور سے روانہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ طورخم کی افغانی چوکی پر روک لیا گیا۔ کیونکہ قبائل بہت سا روپیہ محصول طلب کر رہے ہیں۔ یہ قافلہ ہندوستان سے کپڑا، چائے اور چینی لے جا رہا تھا۔

—— پشاور ۲۲ اگست۔ افغانستان کی تازہ اطلاع یہ ہے کہ یوم استقلال افغانستان کا گیارھواں سالانہ جشن ۱۸۔۱۹۔۲۰ اگست کو کابل میں منایا گیا۔

—— ڈھاکہ ۲۲ اگست۔ ہز ایکسلنسی گورنر نے سلیم اللہ مسلم ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ ایسے اہم موقع پر لارڈ ارون موجود نہیں ہیں۔

—— بمبئی ۲۳ اگست "ایوننگ نیوز آف انڈیا" کا ایک نامہ نگار رقمطراز ہے کہ حضور نظام حیدرآباد نے اس مالی نقصان کے پیش نظر جو ہڑتال کے باعث کارخانوں کو پہنچے گا۔ سر کریم بھائی ابراہیم کی فرم کو معمولی شرح سود پر پچاس لاکھ روپیہ قرض دیا ہے۔

—— کنیڈا ۲۲ اگست۔ وزیر اعظم آسٹریلیا مسٹر برونس نے آج پارلیمنٹ کو بتایا کہ حکومت آسٹریلیا نے برطانی حکام کو اطلاع دی ہے کہ وہ اس وقت مصر و برطانیہ کے کسی جدید عہد نامہ کو منظور نہ کرے گی جب تک کہ نہر سویز کی حفاظت کافی طور پر نہ کر لی گئی ہو۔

—— معلوم ہوا ہے کہ موسیو اسٹالین اور موسیو ٹراٹسکی کے مابین موخرالذکر کو روس بلوانے کے لئے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اگر یہ دعوت کامیاب ہو گئی۔ تو موسیو ٹراٹسکی کو روسی سرخ فوج میں قائدانہ حیثیت حاصل ہو جائیگی۔ سننے میں آیا ہے کہ ٹراٹسکی کی ہمشیرہ جو میڈم کامنیف کے نام سے مشہور ہے ماسکو سے روانہ ہو گئی ہے۔ وہ برلن سے ہو کر آستانہ جائے گی۔

—— دی آنا ۲۱ اگست۔ فسیسٹوں اور سوشلسٹوں کے درمیان توا کو زبردست ہنگامہ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں تین افراد قتل اور تین زخمی ہوئے۔ ملک کو خانہ جنگی کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ فسیسٹوں کو اسلحہ کی بہت بڑی مقدار بہم پہنچ گئی ہے۔ سوشلسٹوں کو جمہوریت خطرہ میں نظر آ رہی ہے۔ اس لئے پولیس اور فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

—— حیدرآباد سندھ ۔ ۲۲ اگست۔ دریائے سندھ کی طغیانی کا خطرہ ابھی دور نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک اور مصیبت آ گئی۔ سندھ کے طول و عرض میں موسمی ہواؤں نے پھر زور دکھانا شروع کیا۔ منگل کی شام سے اطراف و اکناف سے موسلادھار بارشوں کی اطلاعیں آ رہی ہیں۔ گذشتہ بارشوں اور سیلابوں سے جو فصلیں بچ رہی تھیں وہ اب تباہ ہو رہی ہیں۔ ایک منزلہ مکان جس میں متعدد افراد سکونت پذیر تھے کل گر پڑا۔ تین اشخاص ہلاک اور ہم سخت مجروح ہوئے۔ حکام انسدادی تدابیر اختیار کر رہے ہیں زیریں علاقہ کے لوگوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے۔ بہر کاری دفاتر اور غلات محفوظ مقامات پر منتقل کئے جا رہے ہیں۔ سکھر بیراج کی عمارتیں اور مشینری سخت خطرہ میں ہے۔ مگر چیف انجینیر اور ان کا عملہ اس خطرے سے آگاہ ہیں۔

—— آل انڈیا تبلیغ کانفرنس سکھر میں ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء کو منعقد ہو گی۔

—— لاہور ۲۳ اگست۔ آج مسٹر لوئس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت کے باہر پولیس کا کافی پہرہ تھا۔ اور پبلک کا زبردست ہجوم اور رضاکار انقلاب زندہ باد کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ کہ یکایک معلوم ہوا کہ مولوی ظفر علی خاں کے مقدمہ کا فیصلہ تقریباً ۲ بجے بعد دوپہر سنایا جائے گا۔ اس لئے ہجوم منتشر ہو گیا۔

—— تقریباً دو بجے بعد دوپہر مندرجہ ذیل حکم سنایا گیا۔

"امرناتھ شرما اور سردار منگل سنگھ جلوس کے قریب کھڑے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ جلوس کے ساتھ شامل نہ تھے۔ ظفر علی خاں بھی غالباً ایک اخبار نویس کی حیثیت سے کھڑا تھا۔ اس لئے انہیں شک کا فائدہ دے کر رہا کر دیا جاتا ہے۔ دیگر سات رضاکار زیر دفعہ ۱۸۸ تعزیرات ہند مجرم ہیں۔"

—— لاہور ۲۳ اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک دیہاتی مسلمان عورت کپڑا خریدنے کی غرض سے بزازہٹہ کے ایک ہندو کی دکان پر کپڑا دیکھ رہی تھی۔ کہ بزاز نے اسے دیہاتن سمجھ کر مذاق کرنا شروع کیا۔ اس پر اس عورت نے بزاز کے دو تھپڑ رسید کر دیئے۔ اور کپڑا خرید کئے بغیر واپس چلی گئی۔

—— لندن ۲۴ اگست۔ سر فرانسس ہمفریز سابق سفیر برطانیہ متعینہ کابل کو شہر میں ایک ہم اسامی پیش کی گئی۔

—— طہران ۲۳ اگست۔ اخبارات کا بیان ہے کہ ایران و عراق کے محکمہ جات پوستہ اور جنکر کمپنی کی گفت و شنید کے نتیجہ کے طور پر ایک مفاہمت ہوئی ہے۔ کہ جنکر کمپنی عراق و ایران کے درمیان ہوائی ڈاک کا انتظام کر دے گی۔ نیز ان خطوط کو ان ممالک کے اندر بیجا کرے گی جو یورپ سے بغداد ہوائی ڈاک کے ذریعہ سے پہنچا کریں گے۔

—— غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کی ایک اور سازش ابھی حال ہی میں پکڑی گئی ہے۔ اس سازش کی سب سے بڑی کارکن قادری خانم ایک ترکی خاتون ہے جو اچھی نشانہ باز بیان کی جاتی ہے اور پستول سے مسلح رہا کرتی ہے۔ اس سازش کا مرکز لندن بتایا جاتا ہے۔

—— طہران ۲۳ اگست اطلاع دی گئی ہے کہ ایران و حجاز کے درمیان معاہدہ مودت پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اور ۲۴ اگست کو اس معاہدہ پر دستخط ہو جائیں گے۔

حجازی وفد ۲۵ اگست کو واپس چلا جائے گا۔ ایرانی سفیر متعینہ ماسکو کو فن لینڈ کے ساتھ معاہدہ مودت طے کرنے کا اختیار دیا گیا۔

—— پاک پٹن ۲۴ اگست۔ سیلاب کے باعث شاہ نور محمد اور مدساوہ والا اسٹیشن کے درمیان وادی ستلج میں ریلوے لائن ٹوٹ گئی۔

علمائے سوء اور مسلمان

مجلس اصلاح علمائے سو

علمائے سو کی اصلاح کے لئے کلکتہ میں "لیگ اگینسٹ ملاازم" کے نام سے ایک مجلس قائم ہوئی ہے۔ جس کی طرف سے ذیل کا اعلان ہمیں برائے اشاعت موصول ہوا ہے:-

دستخط کنندگان ذیل اور بانیان انجمن "لیگ اگینسٹ ملاازم" مسلمانوں کی عام آگاہی کے لئے مندرجہ تحت اعلان شائع کرتے ہیں تاکہ ہمارے مقصد کی نسبت کسی کو کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ہم اس اعلان کے ہر ہر لفظ کے ذمہ دار اور اس پر ہر قسم کی جوابدہی کے لئے عنداللہ، عندالناس تیار ہیں۔

مسلمانوں کی زبوں حالی

یہ ایک مسلم واقعہ ہے اور اس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت از حد زبوں ہے وہ انتہائی پستی میں پہنچ چکے ہیں۔ ان کی جماعتی زندگی کا کوئی پہلو بھی درست نہیں ہے۔ دینی روح بھی مفقود ہو چکی ہے۔ دنیاوی نظام بھی تہ و بالا ہو چکا ہے۔ عقائد میں بھی فتور آ گیا ہے۔ اخلاق بھی بگڑ چکے ہیں۔ تمام اجتماعی رشتے بھی ٹوٹ چکے ہیں نیز یہ حقیقت بھی مسلم ہے اور کسی کو اس سے اختلاف نہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ ابتر حالت میں تبدیلی پیدا ہونی چاہئے۔ ایک بھی ذی عقل آدمی نہیں جو اصلاح کی ضرورت تسلیم نہ کرتا ہو۔

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ گزشتہ پچاس برس سے اصلاح کی لگاتار کوشش ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے نیک اور جلیل القدر نفوس اس دوران میں پیدا ہوئے۔ اور اصلاح حال کی سرگرم مخلصانہ سعی کرتے رہے۔ بہت سی مفید تدبیریں سوچی گئیں۔ بہت سی کارآمد تحریکیں جاری کی گئیں۔ لاکھوں روپیہ اس راہ میں خرچ کیا گیا۔

مگر انتہائی حسرت و الم سے اس واقعہ کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اصلاح کی کوئی کوشش بھی بارآور نہ ہو سکی۔ صرف یہی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کی حالت میں کوئی خوشگوار تبدیلی پیدا نہیں ہوئی بلکہ الٹی حالت اور بھی زیادہ ابتر ہوتی چلی گئی۔ پچھلے پچاس برس کی پوری تاریخ مسلمانوں کی مسلسل ہولناک بربادیوں سے لبریز ہے۔

اس طویل خونچکاں داستان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کس کس اسلامی ملک کی بربادی پر ماتم کیا جائے۔ تمام دنیائے اسلام تہ و بالا ہو چکی ہے اور برابر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ افغانستان کی تباہی ابھی فوراً ہی کا واقعہ ہے۔

عبرت انگیز اور دردناک افسانہ

لیکن اس وقت ہمارے پیش نظر صرف مسلمانان ہند کا معاملہ ہے یہ معاملہ اپنی جگہ پر خود ایک عبرت انگیز افسانہ ہے۔ مسلمان جو ابھی کل تک اس وسیع خطے کے سربلند حکمران تھے۔ آج سرنگوں ہیں۔ غلام ہیں۔ غربت اور فلاکت کی ناقابل بیان مصائب میں گرفتار ہیں۔ آج سے ۵۰ برس پہلے وہ من حیث المجموع دولتمند تھے لیکن آج ان کی اکثریت فاقے کر رہی ہے بربادیوں کی تفصیل و تشریح تحصیل حاصل ہے۔ ہر شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور اپنی جگہ پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت اچھی ہے یا بری؟ حالت کی زبونی تو اظہر من الشمس ہے۔ اور سب کو یکساں طور پر تسلیم ہے۔ سوال یہ بھی نہیں ہے کہ مسلمان کیوں تباہ و برباد ہیں؟ گزشتہ نصف صدی سے یہ سوال معرض بحث میں ہے۔ اور اس کے تمام پہلوؤں پر غور ہو چکا ہے البتہ سوال یہ ہے کہ اصلاح کی مساعی کامیاب کیوں نہیں ہوتیں؟ جب بربادی حد کو پہنچ چکی ہے جب پوری جماعت اسے محسوس و تسلیم کر رہی ہے جب اس کے بے شمار افراد اصلاح کے سچے دل سے طالب ہیں۔ تو پھر اصلاح ظاہر کیوں نہیں ہوتی۔ وہ کون رکاوٹ ہے جو اصلاح کی راہ میں پہاڑ بن کر حائل ہو گئی ہے؟

اصلی بحث طلب سوال یہی ہے۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس پر بھی ہمارے مفکرین غور کر چکے ہیں۔ مگر ہم یہ بھی عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ اس پر کما حقہ غور نہیں کیا گیا۔

مسلمانوں کی اصلاح اور علمائے سو

اس سوال کا جواب کسی نے یہ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی دین سے دوری ہے جو ان میں اصلاح کو کامیاب ہونے نہیں دیتی مگر یہی بات تو ان کے تنزل کی علت بھی قرار دی جاتی ہے۔ پھر وہ کون مسلمان ہے۔ جو اپنے دین کی طرف لوٹنا نہیں چاہتا مگر یہ خواہش رکھنے پر بھی وہ دین کی ہدایت سے دور ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

کوئی کہتا ہے وہ بے حسی ہے جو اصلاح کی راہ روکے ہوئے ہے۔ مگر یہ جواب بھی درست نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کو اپنی پستی کا پورا احساس ہو چکا ہے۔

کوئی کہتا ہے وہ مغربی تہذیب کے اثرات ہیں جو اصلاح سے برسرپیکار ہیں۔ مگر یہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مغربی تہذیب سے مسلمان اب تک بہت کم متاثر ہوئے ہیں۔ پھر یہ خفیف اثرات اب ظاہر ہوئے ہیں اور اصلاح کی کوششیں ان سے پرانی ہیں۔

ہمارے خیال میں اس سوال کو بہت ہی کم دماغ حل کر سکے ہیں۔ حالانکہ اس کا حل کرنا مصلحین کا اولین فرض تھا۔ یہ اس کے حل نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ اصلاح کی تمام کوششیں اور عمل کی جملہ قوتیں اب تک رائیگاں گئیں۔ اور آئندہ بھی جب تک اس کا صحیح حل نہ ملے گا۔ اس وقت تک کوئی خوشگوار تبدیلی مسلمانوں کی حالت میں پیدا نہ ہو سکے گی۔

ہم نے بھی اپنے فہم و بصیرت کے مطابق اس مہتم بالشان سوال پر غور کیا ہے۔ مسلمانوں کے تنزل کی تاریخ کے عمیق مطالعہ اور اپنے روزمرہ کے مشاہدے نے ہمیں اس نتیجہ تک پہنچا دیا ہے کہ اصلاح کی راہ میں اصلی روک وہ چیز ہے۔ جسے اب تک خیر و برکت کا سرچشمہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ یعنی اصلاح کے اصلی دشمن اور اصلاح کی تمام کوششوں کو خاک میں ملا ڈالنے والے وہ نام نہاد مذہبی پیشوا ہیں جنھیں ہم "ملا" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ بات بہت سے خوش عقیدہ لوگوں کو عجیب معلوم ہوگی۔ مگر یہ واقعہ ہے اور اس قدر روشن واقعہ ہے کہ ادنیٰ بصیرت رکھنے والے بھی اسے محسوس و تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

یہ ہمارا دعوے ہے جس کا ہم بانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور ہرگز کسی تردید کا اندیشہ نہیں رکھتے۔ تاریخ کے صفحات پکار پکار کر اس حقیقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ صاف اور صریح طور پر اسے ثابت کر رہا ہے۔

کون اس حقیقت کی تکذیب کر سکتا ہے۔ تاریخ کے صفحات کھول کر دیکھو۔ ہر ہر گمراہی کا سراغ لگاؤ۔ مسلمانوں کی کوئی ایک گمراہی بھی ایسی نہیں جو ملاؤں کی ایجاد کی ہوئی اور پھیلائی نہ ہو۔ یہ پچاسوں فرقے مسلمانوں میں کیسے پیدا ہو گئے۔ کیا یہ وہی ملا نہ تھے۔ جنھوں نے اسلام کی نورانی وحدت کو بیدردی کے ساتھ شکست کر ڈالا۔ اور اس میں تفریق اور پھوٹ ڈال دی۔

اخیار امت اور علمائے سو

پھر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے اخیار و صالحین و مصلحین کی ہمیشہ بیخ کنی کی۔ کیا وہ یہی ملا نہ تھے جنھوں نے بادشاہوں کو برانگیختہ کر کے امام مالکؒ کے شانے اکھڑوا ڈالے۔ امام ابو حنیفہؒ کو قید خانے میں کس نے ڈلوایا تھا جہاں سے انہیں زندہ نکلنا نصیب نہ ہوا۔ وہ کون تھے جنھوں نے حامل سنت امام احمد بن حنبلؒ کی پیٹھ پر خونی کے فوارے کا تماشہ دیکھا تھا۔ کیا وہ یہی ملا نہ تھے؟ امام شافعیؒ کو بغداد سے رو پوش ہو جانے پر کس نے مجبور کیا تھا؟ امام ابن تیمیہ کو قید خانے میں کس نے بند کرایا تھا؟ جہاں سے ان کی لاش کے سوا کچھ نہ نکلا۔ مجدد صاحب کی کس نے تکفیر کی اور جہانگیر کو ان کی قید پر کس نے برانگیختہ کیا؟ بغداد کی تباہی اور خلیفہ کے قتل پر ہلاکو خان کو کس نے جا کر مبارک باد دی تھی۔ کیا وہ یہی ملا نہ تھے؟

یہ دور کے واقعات ہیں۔ قریب کی تاریخ کو دیکھو حضرت سید احمد بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید کے ہاتھوں مسلمانوں کی آخری نعمت کو کس نے اپنے پیروں سے روند ڈالا؟ وہ کون لوگ تھے جن کے فتووں پر اوائل عہد انگریزی میں اخیار و صالحین وہابی قرار پاتے تھے۔ اور بے دردانہ موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے تھے؟ پھر وہ کون لوگ تھے جو ان صالحین کا جبکہ وہ ہجرت کر جاتے تھے۔ حرم بیت اللہ تک میں تعاقب کرتے تھے۔ اور انہیں کشاں کشاں ہندوستان بھجوا کر پھانسی کے تختوں پر چڑھوا دیتے تھے؟

کہاں تک بیان کیا جائے۔ تاریخ بھی اس لامتناہی فتنہ و فساد کا پورا ریکارڈ محفوظ نہ رکھ سکی۔ جو صدیوں سے ان طائفوں نے مسلمانوں میں برپا کر رکھا ہے۔ اور جس نے انہیں بام عظمت و عروج سے گرا کر اس بدترین قعر ذلت میں لا ڈالا ہے۔ اور جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

موجودہ خیار العلما اور علمائے سو

تمہارا روزمرہ کا مشاہدہ کیا بتاتا ہے؟ موجودہ خیار علما و مصلحین میں وہ کون ہے جو ملاؤں کے کسی نہ کسی گروہ کی نظر میں مرتد کافر قرار نہیں پا چکا ہے۔ دینی یا دنیاوی بھلائی اور ترقی کی وہ کون بات ہے جو ان ملاؤں کے یہاں کفر و ضلالت نہیں ٹھہرائی جا چکی؟ مسلمان رہتے ہیں کہ اپنے ہم وطنوں سے تعلیم میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر اس کی ذمہ داری کس کے سر ہے؟ کیا وہ یہی ملا نہیں ہیں جنھوں نے تحصیل علم کو کفر قرار دیا۔ اور اس کے داعیوں کو کافر و ملحد بتایا؟ آج مسلمانوں کی اقتصادی حالت اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ دشمن بھی ترس کھاتے ہیں۔ تم اس کی اصلاح چاہتے ہو مگر ملا تمہاری راہ روکے کھڑے ہیں۔ اور ان کے فتوے برہنہ تلواروں کی طرح تمہارے سر پر لٹکے ہوئے ہیں۔ تم روتے ہو کہ مسلمان اوہام پرست ہو گئے ہیں اور مشرکانہ رسموں میں مبتلا ہیں۔ مگر تم اصلاح نہیں کر سکتے۔ کتاب و سنت کی دعوت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ملاؤں کی اصطلاح میں یہ وہابیت ہے۔ گمراہی ہے۔ تم یہ دیکھ کر سر پیٹ لیتے ہو کہ مسلمان سیاسی جدوجہد میں سرگرمی سے حصہ نہیں لیتے مگر تم زبان نہیں کھول سکتے کیونکہ ملا تمہاری زبان کاٹ لینے کے لئے کمربستہ کھڑے ہیں۔ غرض کوئی بھی دینی اقتصادی اجتماعی۔ سیاسی اصلاح نہیں۔ جس کی مخالفت و مقاومت پر یہ لوگ آمادہ نہ ہوں۔

علما کی قوت اور عوام کا جہل

ملاؤں میں اتنی قوت کیونکر پیدا ہو گئی کہ وہ کوئی اصلاح بھی آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ اس کے متعدد نفسیاتی اور اجتماعی اسباب ہیں۔ جن کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ انہیں اتنی عظیم قوت حاصل ہے جس سے وہ ہر مفید تحریک کو اس کے آغاز ہی میں قتل کر ڈالا کرتے ہیں ان کی اصلی قوت عوام الناس ہیں۔ اور ان کا کامل جہل ہے لہذا اس جہل کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہی ان کا منصب ہے بڑا حربہ ہے جس سے وہ اپنا اقتدار اور ذاتی مفاد قائم رکھنے کے لئے اپنے مخالفین کا کام تمام کر ڈالا کرتے ہیں۔

جملہ بیماریوں کا اصلی منبع ملا ہیں

یہ ہے صحیح صورت حال اور یہ ہے اصلی روک جو مسلمانوں کو آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ مسلمانوں کی جملہ بیماریوں کا اصلی منبع یہی ملا ہیں اور جب تک ان کا رسوخ و اثر صحیح و سالم موجود ہے۔ اس وقت تک ہرگز ہرگز کسی فلاح کی امید قائم نہیں کی جا سکتی۔

اس حقیقت تک پہنچ جانے کے بعد ہم نے اپنا دینی قومی و ملی فرض سمجھا کہ بے خوف و خطر میدان میں نکل آئیں۔ اور پوری جرأت کے ساتھ فساد کے اصل منبع و سرچشمہ پر حملہ شروع کر دیں۔ یہ "لیگ اگینسٹ ملاازم" اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہم نے قائم کر دی ہے۔ ہمارا مقصد صاف لفظوں میں یہ ہے کہ باذن اللہ ملاؤں کے رسوخ و اثر کو برباد کر ڈالیں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ان کے فتنے سے نجات دلا دیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ ملا ہماری مخالفت اور مقاومت میں زمین آسمان ایک کر ڈالیں گے۔ عوام الناس کو ہمارے خلاف ابھاریں گے اور طرح طرح کے برے ناموں سے ہمیں موسوم کریں گے مگر ہم اس کی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں اپنی تحریک کی صداقت کا یقین ہے۔ اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ روشن خیال مسلمانوں اور علمائے حق و حامیان کتاب و سنت کی اعانت پر اعتماد ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ خداوند عزوجل ہمارا پشت پناہ ہے اور ہمیں ہرگز ناکام و رسوا ہونے نہیں دے گا۔

مجلس کا دائرہ عمل

ہماری انجمن کا دائرۂ عمل فی الحال بہت محدود ہے لیکن امید ہے کہ جلد اسے وسعت حاصل ہو جائے گی۔ روشن خیال مسلمانوں سے درخواست ہے کہ دین اور امت کی بھلائی کی خاطر ہماری طرف دست اعانت دراز کریں۔ ہماری اعانت یہی ہے کہ اپنے اپنے مقامات پر اسی قسم کی انجمنیں قائم کر دیں۔ اور مقصد کی تکمیل میں پوری صداقت اور جرأت کے ساتھ منہمک ہو جائیں۔

ہمارا مفصل طریق عمل کیا ہونا چاہیئے۔ مقصد کی فوری کامیابی کے لئے کیا وسائل اختیار کرنے چاہئیں؟ یہ سوال بہت اہم ہے۔ ہم نے مقامی حالات کے لحاظ سے ایک لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔ جسے ہم جلد شائع کر دینے والے ہیں۔ مگر پورے ملک کے لئے لائحہ عمل کی تیاری میں ہم اصحاب فکر و نظر کے مشوروں کے محتاج ہیں تمام روشن خیال مسلمانوں سے التجا ہے کہ اس بارہ میں اپنے خیالات اور ان عملی تدابیر سے ہمیں حتی الوسع جلد مطلع کریں۔ جو ان کی رائے میں ملاؤں کے رسوخ و اثر کا قلع قمع کر دینے میں کارآمد ہو سکتی ہیں۔ خط و کتابت میں

قانون تحدید عمر ازدواج

(جناب سید عبد الحبیب صاحب)

شاردا بل کی صورت میں مسٹر ہربلاس شاردا کا کارنامہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جو آئندہ نسلوں تک ہمیشہ عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ کچھ شبہ نہیں کہ اس وقت بعض اصحاب اس سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔ مگر سمجھدار طبقہ نے اس نہایت ضروری بل کو جو عین ضرورت کے وقت پیش کیا گیا ہے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور یہ بل بے زبان طبقہ اناث کے حق میں تو ابر رحمت سے کم نہیں ہے لیکن وہ وقت دور معلوم نہیں ہوتا کہ مخالفین بل جو اسوقت اس کی مخالفت میں ہنگامی جذبات کے ماتحت سارا زور صرف کر رہے ہیں صبر و سکون کی ساعتوں میں اپنی اس مخالفت پر افسوس کریں گے۔

اس بل کے مخالف و موافق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ہندو برادران وطن میں سے بھی بعض اس بل کے مخالف ہیں۔ مگر ان کی اکثریت اس کے حق میں ہے۔ مگر بدقسمتی سے مسلمانوں میں اکثریت اس کے خلاف ہے۔

اس بل کی مخالفت میں جو مضمون نکلے ہیں۔ اصولی طور پر ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ ساردا ایکٹ اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ اسواسطے مسلمانوں کے لئے وہ قابل نفاذ نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شریعت کے خلاف تو نہیں ہے لیکن جب اسلامی شریعت میں یہ قانون موجود ہے تو اس کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے۔ بہرکیف کوئی صورت بھی ہو اس بل کے متعلق محض اعتراض برائے اعتراض ہے۔

قرآن شریف معیار ہونا چاہیئے

کیونکہ اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اسوقت تک کسی مسئلہ کے لئے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنا مشکل ہوگا جب تک کہ یہ سمجھا ہوا ہے کہ مسائل قرآنیہ میں جو کچھ فقہا امام ابو حنیفہ یا امام مالک، امام شافعیؒ، یا امام حنبلؒ کر گئے ہیں وہ ان مسائل کے متعلق آخری الفاظ ہیں۔ یا یہ سمجھا ہوا ہے کہ رازی اور غزالی نے مسائل قرآنیہ کے متعلق جو رائے بھی قائم کر دی ہے وہ ان مسائل کے متعلق آخری نتائج ہیں۔ یا یہ رائے قائم کر لی ہے کہ بخاری اور مسلم جو کچھ لکھ گئے ہیں وہ صحائف آسمانی صحائف آسمانی نہ سہی غیر از قرآن نہیں ہیں دوسرے معنوں میں یہ کہنا کہ وہ غیر از قرآن نہیں ہیں انہیں صحائف آسمانی کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس قسم کی ذہنیتیں ہوا کرتی ہیں جو غلامانہ تقلید کی حد در پر ختم ہوتی ہیں اور ایسی ہی ذہنیتوں کے متعلق اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله

فرمایا گیا ہے۔ بت پرستی یہی نہیں کہ پتھر اور سونے کے بت سامنے رکھ کر انہیں سجدہ کرایا جائے بلکہ یہ بھی بت پرستی ہوسکتی ہے کہ ہم دوسروں کو محفوظ من الخطا سمجھ کر ان کی رایوں کو کالوحی من السما سمجھیں اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اس قسم کی بت پرستیاں ہیں جنکی طرف خدا نے اوپر اشارہ فرمایا ہے۔

جہاں کورانہ تقلید کے خلاف میں نے اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں وہاں یہ بھی مجھے ظاہر کر دینا چاہیے کہ ماحول کے اثرات نامعلوم طور پر کچھ اس طرح دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں کہ ان میں اجتہاد کا مادہ مفقود ہو جاتا ہے اور بھلے برے کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ پس ان میں سے بعض تو نیک نیتی سے اپنے اس خیال پر جمے ہوئے ہیں جو تقلید کی طرف انہیں لے جا رہا ہے۔

عام طور پر اس قانون سے اختلاف کرنے میں علماء، نیم تعلیمیافتہ اور عوام کا گروہ شامل ہے۔ علماء اور فقیہوں اور بخاری کے مسلم کے پھیر میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ وہ قرآن پر غور کرنا گناہ سمجھتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے کام لینا جرم۔ اور عوام اسبات کو جسے مذہب کا رنگ دے دیا جاوے خواہ وہ قرآنی مذہب ہو یا فقیہوں اور محدثوں کا آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں لیکن تعجب جدید تعلیمیافتہ گروہ پر ہے کہ وہ کس طرح بغیر سوچے سمجھے اس طوفان بے تمیزی میں شریک ہو گئے جو اس غرض کے لئے برپا کیا جا رہا ہے کہ اسلام نے صغر سنی کی شادی جائز قرار دی ہوئی ہے

[illegible]

میں اپنا احترام قائم رکھنا ہے۔ اسلئے انہوں نے بھی بقول اس کے کہ "چونیت امام کی وہی ہماری" علماء سے اتفاق کر لیا۔ اس کی بعینہ وہی مثال ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ بعض مقتدر رہنما صاحبان برف استعمال تو کر لیتے ہیں مگر پلیٹ فارم پر ہمیشہ گاؤکشی کے خلاف ہی تقریر فرمائیں گے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ انہیں براہ راست نہ قرآن سے شغف ہے نہ فقہ و حدیث سے دلچسپی۔ انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں اپنا کبھی وقت ضائع کرنا پسند نہیں فرمایا۔ یہ کام انہوں نے پیشواؤں کے سپرد کر دیا کہ وہ جانیں اور ان کا کام۔ جس طرح کہ بعض کہتے ہیں کہ کسی گاؤں میں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تمہارا مذہب کیا ہے تو وہ یہ کہنے لگا کہ ہمارے نمبردار کو معلوم ہے اس سے پوچھ لو۔ یہ سب کچھ سہی لیکن اگر عام سمجھ سے ہی کچھ کام لیا جاتا تو اس نتیجہ پر وہ پہنچ سکتے تھے کہ ایک نابالغ لڑکی یا لڑکا جسے ابھی قدرت نے زن و شوئی کے فرائض انجام دینے کے مرحلے پر نہیں پہونچایا۔ علمائے دین اسے کس طرح اس مرحلے پر پہنچا سکتے ہیں۔ اور پھر اس پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اسلام دین الفطرت ہے۔ کیا دین الفطرۃ کی یہی تعلیم ہو سکتی ہے کہ حیوان تک تو اسوقت تعلقات زن و شوئی پیدا کریں جب وہ بالغ ہو جائیں اور حضرت انسان اس مرحلہ پر آپس میں جوڑ دیئے جائیں جبکہ قدرت نے ان میں اس ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں کیا۔

نکاح ایک معاہدہ ہے

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن شریف ازدواج کے متعلق کیا فرماتا ہے۔ قرآن شریف نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا ہے اور غالباً یہ ایک ایسا امر ہے کہ جہاں تک میں نے اس قانون کے مخالف و موافق مضامین دیکھے ہیں انہیں اس امر سے انکار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔ واخذن منکم میثاقاً غلیظا۔ ۴: ۲۱ (ترجمہ یعنی تمہاری بیویاں تم سے عہد واثق لے چکی ہیں)۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ نابالغ لڑکیاں جنکی عمر چھ چھ سات آٹھ آٹھ برس کی ہوں گی۔ وہ کیا عہد لے سکتی ہیں جب نابالغ معاہدے کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اور ان کے معاہدے کوئی ہوں بھی تو سرے سے ہی کالعدم ہیں تو پھر نکاح میں معاہدین کی حیثیت سے آ ہی نہیں سکتے۔ اس کے جواب میں یہ کہہ جاتا ہے کہ شریعت مقدسہ نے نابالغوں کے ولیوں کو

حق ولایت متعلق بہ نکاح

عطا کیا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ولایت میں نابالغ بچوں کا عقد نکاح کر سکتے ہیں اس قسم کے حق ولایت کو شریعت مقدسہ سے منسوب کر دینا آسان ہے لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نام نہاد شریعت مقدسہ قرآن سے اخذ کی گئی ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ قرآن شریف کی کس آیت سے؟ مگر کوئی آیت پیش نہیں کی جاتی۔ صرف یہ کہہ دیا کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے اس دعویٰ کے صحیح ہونے کو ثابت نہیں کر سکتا۔ مجھے تعجب آتا ہے بعض سمجھدار اصحاب تک بھی جو قانون سے بھی بخوبی واقفیت رکھتے ہیں یہ فرمانے میں تامل نہیں کرتے کہ جب

جائداد کی ولایت

جائز ہے تو نکاح کرنے میں ولایت کیوں معذور سمجھی جاوے۔ انسانی کام دو طریق پر ہی عمل میں آتے ہیں۔ ایک وہ جن کے لئے انسان ذاتی طور پر خود ذمہ دار ہوتا ہے اور دوسرے جن کے متحمل دوسرے ہوتے ہیں جبکہ لڑکی یا لڑکے کی وہ عمر نہیں پہنچی جس میں وہ کسی کام کے لئے ذاتی طور پر مکلف ہوں اسے اسوقت ان کے لئے سر انجام دینا جس قدر عقلمندی سے بعید ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ بہرکیف ذاتی فرائض یا ذمہ داریاں جن کا میں نے اوپر تذکرہ کیا ہے یہ ہیں مثلاً روزہ رکھنا یا نمازیں پڑھنا ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی شخص اس نابالغ کی طرف سے جس کا کہ وہ ولی ہو نمازیں پڑھنا یا روزے رکھنا شروع کر دے یا اگر بالغ کسی جرم میں سزایاب ہو تو ولی اسکی سزا کو اپنے ذمے لینے کے لئے تیار ہو جائے اس سے مطلب یہ ہے کہ نابالغ کی اپنی ذاتی ذمہ داریاں ہیں جنہیں وہ خود ہی کرنے اور ان کے نتائج کو متحمل ہونے کے لئے مکلف ہے شادی کرنا اور اس کے [illegible]

وہ اس کے قابل ہی نہیں ہوا تو ولی کن حقوق سے یہ فرائض اس کے سر منڈھنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ جائداد تو وہ کر نہیں سکتا اسواسطے سوسائٹی نے اس کی امانت کو اس کے بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اگر بلا انتظام چھوڑ دیا جائے تو اس کے تلف ہو جانے کا احتمال بلکہ یقین ہوتا ہے لیکن برعکس اس کے اگر بلوغ کو پہنچنے سے پہلے اسکی شادی کر دیجائے تو ایک تو اسوقت سے بیاہ ایک غیر ضروری شے ہے کہ اسکی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوئی اور دوسرے اس شادی سے اسلئے نقائص اور خرابیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ کیا ایسے افعال اس شخص کے افعال سے نہیں ملتے جو اپنے نابالغ بچے کے لئے گھوڑے خرید خرید کر جمع کر رہا ہے اور بیوقوف یہ نہیں سمجھتا کہ جب بچہ بالغ ہوگا۔ اور جب ان پر سواری کا وقت آئے گا تو نہیں معلوم اسوقت تک یہ گھوڑے شریر ثابت ہوں یا فسادی۔ ابھی اس شخص کے افعال میں بھی اتنی بے وقوفی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ وہ دوسری طرف حیوانوں کا ذخیرہ کر رہا ہے۔ مگر یہاں تو ذی روح، ذی حس ہستیوں کو ایک دوسرے سے باندھا جاتا ہے۔ میں نے ہرچند چاہا کہ کوئی ایسی مثال مل سکے جس سے اس ناعاقبت اندیشی کا اظہار ہو سکے جو چار یا چھ چھ برس کی بچیوں اور بچوں کے نکاح کر دئے جانے کے متعلق ظاہر ہوتی ہے۔ مگر مجھے کوئی مثال نہیں مل سکی۔ معلوم ہوا کہ یہ طریق عمل ناعاقبت اندیشی کی آخری حدود پر پہنچا ہوا ہے جس کے آگے یا جس کی حد تک کوئی طریق عمل نہیں پہنچ سکتا۔

خاص حالتوں میں نابالغہ کی شادی

جو ذرا اور آگے قدم رکھنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نہایت مجبوری کی حالتوں میں صغر سنی کی شادی کی اجازت شریعت نے دی ہے جہاں تک میں نے اس مضمون کو دیکھا ہے۔ یہ نہیں پایا کہ نہایت مجبوری کی حالتوں میں اس قابل اعتراض طریقہ پر عمل کر لیا جاوے ورنہ نہیں۔ بلکہ برعکس اس کے عام حالتوں میں اسکی اجازت دی گئی ہے۔ بڑی سے بڑی دلیل اس خلاف قدرت طریق عمل کی حمایت میں یہ دی جاتی ہے کہ بعض اوقات انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی چھوٹی سی بچی کا عقد نکاح اپنی موجودگی میں کر جائے مثلاً ایک شخص بستر مرگ پر پڑا ہے۔ اور صاحب جائداد ہے اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی لڑکی کی شادی کر جائے اور جائداد کو اور لڑکی کی ذات کو محفوظ کر جائے۔ بیشک لڑکی کا شوہر جائداد کا انتظام کر سکتا ہے کیونکہ جائداد کو منتظم کی ضرورت ہے لیکن نابالغ لڑکی کو شوہر کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اسے ایسی زنجیر میں پھنسا دیا جانا جس کی اسے ضرورت نہیں ہے ایک خلاف فطرت فعل ہے اسکا علاج یہ ہو سکتا ہے کہ جائداد کا انتظام جن مخصوص کے سپرد کرنا مطلوب ہو ان کی حفاظت میں ہی لڑکی رہنے دیجائے تا کہ جب لڑکی بالغ ہو اس کا نکاح ہو سکے۔ علاوہ ازیں بستر مرگ پر جو شخص پڑا ہوگا۔ اسکی بیوی یا پیچھے عزیز و اقارب موجود ہوں گے وہ اس کے بعد لڑکی کے نکاح کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر سارا کنبہ اور سارے رشتہ دار بستر مرگ پر ہیں یا قبر میں پہنچ چکے ہیں اور ایک چھ برس کی ایک لڑکی ہی پسماندگان میں رہ گئی ہے تو اس صورت میں سب سے بہتر تجویز یہ ہے کہ اگر مرنے والے کے ہاں کھانے اور گذارے کا بھی کوئی سامان نہیں تو اس لڑکی کو یتیم خانہ اسلامی میں داخل کرا دیا جائے اور وہاں مناسب عمر پر اسکی خود شادی ہو جائے گی۔ اور اگر مرنے والے صاحب جائداد ہیں اور ان کے بھی سارے عزیز و اقارب موت کی نذر ہو چکے ہیں تو چاہیئے کہ وہ کسی شریف ترین شخص کے ہاتھ میں جائداد کا انتظام دے کر لڑکی بھی انہیں کے سپرد کر دیں کہ جب وہ عمر نکاح کو پہنچے اسکا نکاح کر دیا جائے۔ بعض صاحب یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مبلغ تبلیغ پر باہر جائے اور اسکی لڑکی نابالغ ہو تو ایسی حالت میں نکاح کر دینا بعض صورتوں میں نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا مبلغ پھر واپس ہی نہیں آئے گا اگر اسے واپس آنا ہو تو جو جماعت اس مبلغ کو باہر بھیج رہی ہے وہ لڑکی کی حفاظت اور نگہداشت کا انتظام اپنے ذمہ لے۔ اگر اس مبلغ کا اور کوئی عزیز یعنی بھائی، بچے، رشتہ دار موجود نہیں ہیں تو اس کے اعزہ کو بھی [illegible] اور اگر اسے واپس ہی آ جانا ہے تو پھر سال دو سال کے لئے حیرانی کیوں ہے کیا یہ اندیشہ ہے کہ چھ سات برس کی نابالغہ ہوس رانیاں شروع نہ کر دے مگر یہ اندیشہ غلط ہے کیونکہ ابھی وہ اسکی اہل ہی نہیں ہے

خبریں

—— لندن ۱۷ مئی۔ برطانیہ کے طریق ہائے انتخاب کا معائنہ کرنے کے لئے متعدد غیر ملکی اشخاص برطانیہ عظمیٰ میں آ رہے ہیں۔ ان حضرات میں ایک روسی کاؤنٹ ایک سند ویب جو فرانس کی پارلیمنٹ میں پریس کے نمائندے ہیں۔ دو جنوبی امریکہ کے ایڈیٹر۔ ینگ ترکی کنزر ویٹو پارٹی کے ایک رہنما۔ اور زیگو سلافیہ کے ایک سیاست دان شامل ہیں۔

—— ایتھنز ۱۷ مئی۔ سابق صدر جمہوریہ یونان اور دو سابق وزراء کو اس الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں غیر ملکی سرمایہ کے ساتھ سٹہ بازی کر کے ملک کو نقصان پہنچایا تھا۔

—— بعض اینگلو انڈین جرائد افغانستان کی خبریں کچھ ایسے انداز سے شائع کر رہے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ بچہ سقہ کے حق میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

—— لکھنؤ ۱۸ مئی۔ ... کے تازہ ... آباد لکھنؤ ... نراز گوپال داس ... اس خط میں سابقہ خطوط کی طرح ... دینے یا دوکانداروں کو گولی کا نشانہ بنا دینے ہی کی دھمکی نہیں دی گئی بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اعلان کیا گیا کہ یکم جون کو ... جد ... کے لئے ہندوستان بھر میں باقاعدہ جنگ شروع کر دی جائے گی۔ اور لکھا ہے کہ یاد رکھو ہندوستان میں برطانی حکومت کی عمر ماہ جون ۱۹۲۹ء تک ہے۔ اس کے بعد ہماری حکومت ہوگی۔

—— ہسپانیہ کی حکومت نے کچھ مدت سے اپنے پایہ تخت میڈرڈ میں یہ حکم صادر کر رکھا ہے کہ کوئی تقریر نہ کی جائے حتیٰ کہ ضیافتوں میں جو رسمی تقریریں کی جاتی ہیں۔ وہ بھی ممنوع ہیں۔

—— روما ۱۷ مئی۔ مسولینی نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ چیمبر ایوان پارلیمنٹ کا اجلاس رات کے ۹ بجے منعقد ہوا کرے اور آدھی رات تک ہوتا رہا کرے۔ اور سینٹ کا اجلاس اس کے بعد منعقد ہوا کرے۔ تاکہ وزراء دونوں اجلاس میں شامل ہو سکیں۔

—— کلیولینڈ (امریکہ) ۱۷ مئی۔ یہاں ایک ہسپتال میں تباہی خیز آگ لگ گئی۔ اس کے متعلق حکومت امریکہ کا سرکاری بیان شائع ہوا ہے۔ جس میں اس تباہی کی وجہ ایکسرے کی پلیٹوں کا خود بخود جل اٹھنا بتائی گئی ہے۔ کیونکہ بھاپ کے ایک پائپ میں سوراخ ہو جانے کی وجہ سے ذخیرہ میں درجہ حرارت بڑھ گیا۔ گیس کے زہر کی وجہ سے اموات بہت ہوئیں۔ اب تک اموات کی تعداد ۱۲۵ تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے اکثر مریض اور بعض ڈاکٹر اور نرسیں بھی تھیں۔

—— جانبازی اور بے جگری مردانگی کے متعدد واقعات میں ہسپتال کے ٹیلیفون پر کام کرنے والی لڑکی مس گلینڈی کی داستان بھی ہے۔ یہ لڑکی آخر وقت تک اپنے مقام پر بیٹھی ٹیلیفون کے ذریعہ ہسپتال کے مختلف حصص میں اطلاع دیتی رہی اور پولیس فائر بریگیڈ اور باہر کی امداد طلب کرتی رہی یہ ہسپتال امریکہ میں بہت مشہور تھا۔ بہت سے قابل اور نامور ڈاکٹر اس میں کام کرتے تھے۔

—— کوئٹہ ۱۸ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے اپنا صدر مقام مقر سے قلات غلزئی کو منتقل کرنے کے بعد قبائل عساکر کو منتشر ہونے کی اجازت دیدی ہے۔ اور صرف باقاعدہ افواج کو اپنے ساتھ رکھا ہے۔

—— ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ جرنیل نادر خاں شنیش ناگ میں مقیم ہیں اور وہ بقر عید کے بعد فوراً کابل پر حملہ کر دینگے۔

—— پشاور ۱۸ مئی۔ افواہ ہے کہ ۳ جون کو خطابات کی جو فہرست شائع ہونے والی ہے اس میں برطانی سفارت خانہ کابل کے بہت سے ارکان کے نام بھی درج ہوں گے۔

—— پشاور ۱۸ مئی۔ موجودہ جنگ ختم کرنے کے ذرائع پر غور کرنے کے لئے عید کے بعد تیراہ میں افریدی قبائل کا ایک عظیم الشان جرگہ منعقد ہونے والا ہے۔ افریدیوں کا ایک فریق صلح کا حامی ہے لیکن دوسرا فریق بدستور جنگ جاری رکھنے اور شیعوں کو فاقہ کشی کرنے یا ہتھیار ڈالنے پر زور دے رہا ہے۔

—— بمبئی ۲۰ مئی۔ مکہ معظمہ کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ مناسک حج بروز جمعہ کامل خیر و عافیت سے انجام پذیر ہو گئے۔ حجاج کی تعداد ۲ لاکھ سے زاید تھی۔

—— لاہور ۱۲ مئی۔ ڈاکٹر ستیہ پال کے خلاف مقدمہ شروع ہو گیا سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی نے آپ کے خلاف جو استغاثہ داخل کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ ملزم نے ۱۰ مارچ کو جو تقریر کمپنی باغ دہلی میں کی تھی اس سے اس بات کا احتمال ہے کہ ملک معظم کی حکومت کے خلاف جذبات منافرت مشتعل ہوں۔ اس لئے ملزم نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات مستوجب سزا ہے۔

—— پشاور ۲۰ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ قبیلہ ہزارہ اور بچہ سقہ کی افواج میں بمقام بامیہ شدید جنگ ہوئی۔ اور بچہ سقہ کی افواج کو متعدد ہزیمتیں اٹھانی پڑیں۔

—— نئی دہلی ۲۰ مئی۔ مسٹر آصف علی جو اسمبلی کے حادثہ بم کے مقدمہ میں وکیل صفائی ہیں۔ انہوں نے یہ بیان پریس کو اشاعت کے لئے دیا ہے:۔

مقدمہ بم میں وکیل صفائی ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں ان لوگوں کو جو گمنام خطوط ارسال کر رہے ہیں اور ٹیلیفون پر دھمکیاں دیتے ہیں متنبہ کر دوں کہ اگر وہ اس مقدمے کو خراب کرنے کی نیت سے ایسا کر رہے ہیں تو خیر۔ ورنہ وہ اس افسوسناک روش سے باز آ جائیں۔

—— پشاور ۲۰ مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ جرنیل غلام نبی نے بچہ سقہ کے افسر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ہے جسے کابل سے مزار شریف پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

—— آج مورخہ ۱۹ مئی خواجی سے آنے والے مسافر بیان کرتے ہیں کہ رئیس محمد نعیم خاں چوب اچار دولت افغانیہ متعینہ حاجی نے تمام اقوام کو حکم دیا ہے کہ تمام اپنے گذرگاہوں کے مقام کو مسدود رکھیں۔ کیونکہ شاہ امان اللہ خاں کی افواج کابل میں داخل ہو گئی ہیں۔ بچہ سقہ ... کابل سے بھاگ گیا ہے۔ اب تم کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے راستے محفوظ رکھو۔ اگر بچہ یا دیگر اشرار اس راستے سے گذریں تو ان کو گرفتار کر دو۔

—— حضرت شور بازار بچہ سقہ سے بیزار ہو کر گوشہ نشین ہو چکا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بچہ سقہ کو تخت نشین کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

—— ایک مسافر کا بیان ہے کہ بچہ سقہ اپنی بیویوں کے معاملہ میں بڑا متلون مزاج ہے اس کی ایک بیوی امیر دوست محمد خاں کی نواسی ہے جسے اس نے جبراً حرم میں داخل کر لیا ہے۔

بچہ سقہ کی سب سے منظور نظر بیوی ایک کوہستانی لڑکی ہے جسے اس نے ایام قزاقی میں حاصل کیا تھا۔ یہ عورت ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے اور سلطنت کے کاروبار میں مدد دیتی ہے۔ اگرچہ ناخواندہ ہے تاہم فہمیدہ عورت ہے۔

—— کوئٹہ ۱۹ مئی۔ مخالفین یہ افواہ اڑا رہے ہیں کہ شاہ امان خاں کی فوجیں مقر سے قلات غلزئی تک پسپا ہو گئی ہیں۔ جو غزنی سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر قندھار سے سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس پسپائی اور ہرات چھن جانے کی خبر سے قندھار میں اضطراب پھیل رہا ہے۔

—— سکندر آباد ۱۸ مئی۔ جنیوا کی بین الاقوامی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کرنے حیدر آباد کی طرف سے سید محمد اعظم پرنسپل سٹی کالج نمائندہ مقرر ہوئے ہیں۔

—— اب تک جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان میں عید الضحیٰ بخیر و عافیت گذر گئی۔ صرف جالندھر میں سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان معمولی سا فساد ہو گیا۔ اور سنگلی میں بھی کچھ بدمزگی ہوئی۔

ضرورت

سپرنٹنڈنٹ انجینئر تھرڈ برٹش سرکل ایس وی پی ملتان چھاونی کو چند تار بابوؤں کی ضرورت ہے جنہوں نے کسی سرکاری تار سکول سے امتحان پاس کیا ہو۔ درخواستیں جلد بھیجی جائیں۔

کلرکوں کی ضرورت

ایک سرکاری محکمہ میں چند کلرکوں کی ضرورت ہے امیدوار کم از کم انٹرنس سیکنڈ ڈویژن پاس ہوں۔ تنخواہ کا ابتدائی گریڈ ۳۹ - ۳ - ۶۰ ہوگا۔ درخواستیں معہ سندات جلد بھیجی جائیں۔ پتہ کی جگہ خالی رہے۔

انجمن نے مسلمانوں کو ملازمت کے حصول میں مدد دینے کا انتظام کیا ہے اس لئے امیدوار اپنے نام فوراً رجسٹر کرا دیں۔

جائنٹ سیکرٹری

شذرات

خدا کی شان الفضل کو بار بار "چیلنج" کے الفاظ لکھتے ہوئے ندامت محسوس نہیں ہوتی۔ ہم بارہا اسے اس تعلی کا جواب دے چکے ہیں۔ کہ اگر کثرت مریدین ہی سچائی کا معیار ہے تو پھر پنجاب کے کسی معمولی گدی نشین کے سالانہ مرید ہونے والوں سے قادیانیوں کا مقابلہ کرنا زیبا ہے۔ ہمارے ہاں نہ کوئی گدی ہے اور نہ اس رنگ میں پیری مریدی ہے جیسی قادیانیوں میں، یا دوسرے پیروں کے ہاں ہے۔ اس لئے ہم سے یہ مقابلہ زیبا نہیں۔ ہاں ہمارے کمزور اور چند مخلص احباب کی جماعت جو محض خدمت اسلام کے لئے آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے خدا کے خاص فضل کے ماتحت نہ کسی اپنی طاقت و گھمنڈ کی بنا پر ایک خصوصیت رکھتی ہے۔ جس کا مقابلہ قادیانی جماعت باوجود شور و شر اور تکبر و غرور ہرگز نہیں کر سکتی۔ اور وہ ہے خدا کی راہ میں مالی و جانی قربانی۔ گذشتہ پندرہ سال کا ریکارڈ فریقین کا ہمارے سامنے موجود ہے۔ تبلیغ اسلام۔ تبلیغ احمدیت۔ باہمی اختلافی مسائل ہر سہ امور پر فریق لاہور و قادیانی نے جو کچھ اخراجات کئے ہیں وہ سامنے رکھے جائیں۔ پھر الفضل کو اپنے تعلّی آمیز چیلنج کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کسی قوم کی مالی و جانی قربانیاں شیخی و تعلی سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اس کے ٹھوس کام سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ کیا قادیانیوں میں جرأت ہے کہ اس مقابلہ کے لئے میدان میں آئیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

عوام کالانعام کا جھوٹے عقاید قبول کر لینا کوئی سچائی کا معیار نہیں۔ ویسے تو ہر سال دیگر مذاہب کے لوگ بھی ہزاروں لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی سچائی کی دلیل نہیں۔ سچائی کے قبول کرنے بڑی مشکلات حائل ہوتی ہیں۔ خصوصاً ایسی قوم کے لئے جو اپنی ذمہ داری کا احساس نہ رکھتی ہو۔ عام لوگ نہ تو دماغ خرچ کرنے کے عادی ہیں اور نہ انہیں اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسا "سستہ ٹھوکا" مل جائے جس سے وہ سب ذمہ داریوں سے بری ہو جائیں۔ اور یہ سستہ ٹھوکا موجودہ زمانہ میں پیر اور گدی نشین ہیں۔ جو بطور ایک زندہ بت کے اپنی اپنی گدیوں پر بیٹھے لوگوں کے نذرانے جمع کرنے اور ان کی مشکل کشائیوں کے مدعی بنے ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ خدا کو تو دعا قبول کرنے دیر نہیں لگتی ہے لیکن پیر صاحب ایسے باکرامت ہیں۔ کہ ادھر ان کے نام خط ڈاک میں ڈالا ادھر مریض شفا پا گیا۔ یا مرید کی مشکل حل ہو گئی۔ کہ ہماری جماعت لاہور ایسے سستے ٹھوکوں کی جڑیں کاٹتی ہے۔ اور مسلمانوں میں خدا کی طرف رجوع اور خود اعتمادی کی روح پیدا کرنا چاہتی ہے۔

پادریوں کی طرح قادیانیوں کو بھی خوب نئی چالیں سوجھتی رہتی ہیں۔ ان کے پیر نے ۲ جون کے جلسوں کے متعلق جو مضمون لکھا ہے اس کا عنوان ہے "مسلمانوں کی کامیابی عشق محمدؐ میں مضمر ہے"۔ قادیانی عقاید کو سامنے رکھ کر ایک شخص دریافت کرنے کا حق رکھتا ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنے والوں۔ خدا اور رسولؐ کے مقرر کردہ فرائض نماز، روزہ، حج۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے باہر سمجھنا کونسا عشق محمدؐ ہے اور پھر ایسا عقیدہ رکھنا جب قادیانی لوگ عقیدۃً کروڑہا مسلمانوں کو جو محمدؐ رسول اللہ کے نام لیوا ہیں محض اس لئے کافر سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے مفروضہ نبی کو نہیں مانتے تو ان کو (قادیانیوں کو) اعلان یہ کرنا چاہئے "مسلمانوں کی کامیابی عشق مرزا غلام احمد رسول اللہ میں مضمر ہے۔ جب عملاً حضرت محمدؐ رسول اللہ کا کلمہ منسوخ ہے (حسب عقیدہ قادیانی صاحبان) یعنی کوئی شخص محض حضرت محمدؐ رسول اللہ کو مان کر مسلمان اور دائرہ اسلام کے اندر نہیں ہو سکتا۔ تو ایسی دورنگی سے آخر قادیانیوں کا کیا مطلب ہے جب ان کے نزدیک مسلمانوں کے معصوم بچے بھی یہودی اور ہندو بچوں کا حکم رکھتے ہیں اور ان کا جنازہ تک ناجائز ہے تو محمدؐ رسول اللہ کے عشق کا دعویٰ ایک لغو امر ہے۔ کیا الفضل کا ایڈیٹر اس چیلنج کو قبول کرنے پر تیار ہے کہ ان عقاید سے بیزاری کا اعلان کرے؟

خبریں

—— شملہ ۱۹ رجون۔ بچہ سقہ کی افواج پر جنرل نادر خاں کے عساکر کی فتح اور موخر الذکر کے کابل پر پیشقدمی شروع کر دینے کی اطلاع مسٹر ایم اے حکیم پشاور کے برقی پیغام کے ذریعہ سے موصول ہوئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ فیلڈ مارشل نادر خاں کا تازہ ترین مکتوب جو خاص قاصد کے ذریعہ سے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ ۱۶ جون کو لکھا ہوا ہے۔ اس میں بعض دلچسپ حالات درج ہیں۔ بچہ سقہ کی فوجوں کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں فیلڈ مارشل کے عساکر نے غنیم کو شکست فاش دی اور ۸ انگریزی توپیں۔ زاید از دو ہزار رائفلوں۔ بے شمار کارتوسوں ۴۰ میٹر لاریوں بارود وغیرہ کثیر مقدار میں اور بہت سی سامان رسد فیلڈ مارشل کے ہاتھ آیا۔ علاوہ ازیں سینکڑوں گھوڑے خچریں خیمے اور دیگر سامان جنگ بھی دستیاب ہوا۔ بچہ سقہ کے پندرہ سو سے زیادہ سپاہی مقتول [illegible] اور ۵۰۰ گرفتار ہوئے۔ فیلڈ مارشل کی فوج کے ۹ آدمی شہید اور ۸ مجروح ہوئے۔ اور دو مفقود الخبر ہیں۔

—— سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس جنگ میں عورتوں نے بھی میدان جنگ میں جانے اور اپنے وطن کے لئے جنگ کرنے کی خاطر اپنی خدمات پیش کیں۔ اگرچہ ہر طرح سے ان کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ میدان جنگ میں فی الحقیقت کود پڑیں۔ ان میں سے تین عورتیں شہید ہو گئیں۔ قبیلہ نیازی کی خواتین نے اس جنگ میں خاص طور پر داد شجاعت دی۔ اب فیلڈ مارشل کے عساکر قاہرہ کابل کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں۔

—— شملہ ۱۹ رجون۔ اطلاع ملی ہے کہ بچہ سقہ کے حامی غلزیوں نے جگدلگ پر جو کابل سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قبضہ کر لیا ہے۔

—— تازہ ترین اطلاع مظہر ہے کہ ۱۷ جون کو جرنیل محمد صدیق کوہستانی اور بعض دیگر قبائل کا ایک جرار لشکر لے کر گردیز پر حملہ آور ہوا جو اس وقت جرنیل نادر خاں اور ان کے حامی قبائل خوست کے جن میں منگل جدران اور بعض غلزئی بھی شامل ہیں قبضہ میں ہے۔ لیکن جرنیل نادر خاں کے ہاتھ سے پسپا ہوا۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ اس لڑائی میں محمد صدیق مقتول ہوا۔ یہ شخص پہلے گردیز کا سپہ سالار تھا۔ نادر خاں کی فوجوں نے اسے گردیز کے قرب و جوار میں گرفتار کر لیا۔ لیکن وہ بھاگ کر کابل چلا گیا۔ بچہ سقہ نے اسے سمت جنوبی کا گورنر بنا کر بھیجا۔ گردیز بھی اس علاقہ میں شامل ہے۔

—— اس اطلاع کو جو پشاور میں پھیل رہی ہے۔ کوئی تصدیق نہیں ہوئی۔ کہ جرنیل غلام نبی خاں روس کو چلے گئے ہیں۔ بچہ سقہ نے ناگر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور کہ جرنیل موصوف کے موجودہ جائے قیام کی کوئی اطلاع نہیں۔

—— سمت مشرقی سے اطلاع آئی ہے کہ سردار ہاشم خاں نے خوگیانیوں میں اقتدار کلی حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ سردار صاحب کی امداد کے لئے دل و جان سے تیار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سردار صاحب ۸ ہزار مسلح اور جرار سپاہیوں کا لشکر لے کر جس کے ساتھ چند توپیں بھی ہیں میدان میں نکل آئے ہیں۔ اور اب باریکاب میں خیمہ زن ہیں۔ بچہ سقہ بھی اس حملہ سے بے خبر نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی سردار صاحب کے مقابلہ کے لئے نو سو سپاہی اور سات بڑی توپیں بھیجی ہیں۔ خاک جبار میں مقابلہ کی تیاری کر رہا ہے۔

—— مدراس ۱۹ رجون۔ ایک نامہ نگار کے برقی پیغام سے معلوم ہوا ہے سہ شنبہ کی رات کو محرم کی تقریب پر بمقام دنواں گری ریاست میسور ہندوؤں اور مسلمانوں میں شدید فساد ہو گیا۔ پولیس پہنچ گئی لیکن جب فساد فرو نہ ہو سکا تو اس نے گولہ باری شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ دو ہندو مقتول اور ۴۰ آدمی مجروح ہوئے جنہیں ہسپتال پہنچایا گیا۔ ایک مجروح بعد میں انتقال کر گیا۔

—— بمبئی ۱۸ رجون۔ گورنر مع پرائیویٹ سیکرٹری اور جنرل ممبر کے سٹرائیک کی وجہ سے بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔

—— بمبئی ۱۸ ر بمبئی کے فسادات پر ایک کرفیو آرڈر جاری کیا گیا تھا۔ جس کا منشا یہ ہے کہ پانچ سے زیادہ آدمی ایک جگہ جمع نہ ہوں۔ اس حکم کی پندرہ دن کے لئے توسیع کر دی گئی تھی۔ اب حکم دیا گیا ہے کہ یہ آرڈر اس ماہ کے آخر تک نافذ رہیگا۔

—— کراچی ۱۸ رجون۔ شادی ہیوگاں کی سبھا کے ایک جلسہ میں ہفتہ رواں کے اندر دوسری مرتبہ مخالفین شادی بیوگاں نے فساد برپا کر دیا۔ جلسہ میں سخت ابتری پیدا ہو گئی۔ لاٹھیاں اور کرسیاں بطور اسلحہ استعمال کی گئیں۔ روشنی بجھا دی گئی۔ اور جلسہ ابتری کی حالت میں ختم ہو گیا۔

—— ڈیرہ دون ۱۷ رجون۔ یہاں کی رصد گاہ نے ۴ بجکر ۲۷ منٹ پر معلوم کیا کہ ۴۵۰۰ میل کے فاصلہ پر خوفناک زلزلہ آیا ہے۔

—— بمبئی۔ ۱۰ رملکہ ثریا نے سینٹ جارج ہسپتال بمبئی کے کارکنوں کو اپنی شان دار فیاضی سے محو حیرت کر دیا۔ اکثر کارکنوں کو خوبصورت تحفے ملے نقد انعام کے علاوہ چاندی کے بروچ۔ سترہ عدد ہیرے اور دو لال جڑی انگوٹھیاں موتی اور نیلم بھی عطا کئے گئے۔ ان خوش قسمت انعام پانے والوں میں ایک منتر بھی ہے جو ملکہ ممدوحہ کی زچگی میں سپیشل وارڈ سے تعلق رکھتا تھا۔

رگبی ۲۰ رجون۔ ڈبلن کے ایک موجد مسٹر جیمز ڈرم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے ایک ایسی بیٹری ایجاد کی ہے جو ریل گاڑی ۶۰ میل فی ساعت کی رفتار سے چلا سکے گی۔ اس ایجاد کا تجربہ آئرلینڈ کی گریٹ سدرن ریلوے فری سٹیٹ کی حکومت کے زیر نگرانی کر رہی ہے۔

—— پشاور۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ جرنیل غلام نبی خاں مزار شریف گئے ہیں۔ تاکہ مزید کمک حاصل کر کے کابل پر فیصلہ کن حملہ کریں۔ جبل السراج تک وہ پہنچ چکے ہیں۔ یہ مقام کابل سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وادی غوربند کا انتہائی مقام ہے۔ اسی جگہ وہ بجلی گھر ہے جہاں سے کابل میں روشنی آتی ہے۔ ابتدا میں غازی امان اللہ خاں کے حملہ کا خطرہ لاحق ہوا تو بچہ سقہ نے کابل کا شاہی خزانہ اور دیگر قیمتی سامان وہیں بھیج دیا تھا۔ تاکہ کابل سے پسپا ہونے کی حالت میں کام آسکے۔

—— بمبئی ۲۰ جون۔ غازی امان اللہ خاں کی جماعت جن میں ۲۰ آدمی شامل ہیں آئندہ شنبہ کو مارسیلز کو روانہ ہو جائے گی۔ جہاز ملتان پر بیس آدمیوں کے لئے کیبن بک ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس جماعت میں غازی امان اللہ خاں کی ملکہ ثریا اور ان کے چار بچے اور دو ہمشیرگان بھی شامل ہیں۔ غازی موصوف کا ارادہ ہے کہ مارسیلز سے خشکی کے رستہ اطالیہ تشریف لے جائیں۔ جہاں پر کچھ عرصہ کے لئے سکونت اختیار کرینگے۔

—— ہز ہائنس عنایت اللہ خاں اپنی بیگم بچوں اور چند ہمراہیوں کی معیت میں غازی موصوف کی روانگی کے بعد بذریعہ سپیشل ٹرین کوئٹہ کو روانہ ہونے والے ہیں۔ سردار صاحب دز داب واقعہ ایران تشریف لے جا رہے ہیں۔

—— ٹل ۱۹ رجون۔ قبیلہ غلزئی بھی جنرل نادر خاں کا حامی ہے۔ غلزئی قبیلہ کے جو سوداگر ٹل اور پاراچنار میں مقیم ہیں۔ ان کے نام افغانستان سے خط موصول ہوئے ہیں کہ سردست مال تجارت خریدنے سے اجتناب کریں کیونکہ جرنیل نادر خاں اور بچہ سقہ میں جنگ شروع ہو گئی ہے۔ جس میں بچہ سقہ کے بے شمار آدمی کام آئے ہیں۔ اور قبائل بھی تعداد کثیر میں جرنیل موصوف کے لشکر میں جمع ہو رہے ہیں۔ سدستہ خطرناک ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ غلزئی اقوام نے بھی جنرل نادر خاں کی حمایت کا جھنڈا کھڑا کر دیا ہے۔

—— ملتان۔ تعزیوں کے جلوس بخیر و عافیت گذر گئے۔ پولیس اور فوج کا انتظام معقول تھا۔

مسئلہ تعداد ازدواج اور یورپ

یورپ کی معاشرتی پیچیدگیاں اور تعداد ازدواج پر عمل

(جناب غلام حیدر خاں صاحب سابق ایڈیٹر صداقت کے قلم سے)

اسلام کے متعلق پادریوں کی غلط بیانیاں

... دنیا ... مغرب کے دراز ریش پادریوں نے جنکی زندگیاں ... کی تبلیغ ... وقف ہو چکی ہیں ہمیشہ حقارت آمیز پیرایہ میں اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف افترا پردازی کو اپنا شیوہ قرار دے رکھا ہے۔ اسلام کے مسئلہ تعداد ازدواج پر یہ بزرگوار اپنے قلم کی پوری طاقت صرف کرتے ہیں تاکہ عوام پورے طور پر اس امر سے متاثر ہو جائیں کہ اسلام شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنے والا مذہب ہے اور اس لئے اخلاقی اور روحانی پہلو سے اس کا پایہ اس قدر ارفع و اعلیٰ نہیں جس کا مسلمانوں کو دعویٰ ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کی حالت

اس مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے انگریزی زبان میں سیکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں معقولیت اور استدلال کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی مذہب نے انسان کی تمدنی اور معاشرتی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے شادی کے متعلق ... ایک ایسا ضابطہ اور آئین تجویز کیا ہے جس سے اس کی دینی برکتیں اور دنیاوی راحتیں وابستہ ہیں تو وہ اسلام ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ ظہور اسلام سے پہلے عربستان کے باشندے تمدنی اور معاشرتی پہلو سے ایسی زندگی بسر کرتے تھے۔ جو انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار تھی۔ تعداد ازدواج کی کوئی حد معین نہ تھی۔ سیہ کاری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ عرب کے لوگ اپنی سوتیلی ماؤں سے بھی بیویوں کا سا برتاؤ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ مردوں کی اس شرمناک بے حیائی کی وجہ سے عورتوں میں عفت و عصمت کا وہ جوہر مفقود ہو چکا تھا جس پر نسوانی سیرت کی درخشانی کا انحصار ہے جہالت اور ضلالت کے اس تاریک دور میں عورت کا وجود نہایت منحوس سمجھا جاتا تھا۔

اسلام میں تعداد ازدواج

لیکن جب نیر اسلام طلوع ہوا تو نبی کریم صلعم نے امی اور یتیم ہونے کے باوجود اپنے قول اور فعل سے عورتوں کا درجہ اس قدر بلند کیا کہ گذشتہ تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ اسلام میں عورت کو اپنی شخصیت اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے پوری آزادی دی گئی۔ وہ شادی کی حالت میں اپنے گھر کی ملکہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مرد کو یکے بعد دیگرے چار عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن ایسی قیود اور شرائط کے ساتھ کہ جو شخص انہیں دیدہ و دانستہ نظر انداز کرتا ہے۔ وہ یقیناً احکام شریعت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ سوال کہ یہ اجازت کن حالات اور واقعات کے تحت میں دی گئی ہے۔ ایک جداگانہ بحث ہے جس کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں۔ لیکن اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ اسلام نے اگر چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی ہے تو اس لئے نہیں کہ مرد اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کر سکے۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس سے اسلام کا تمدنی اور معاشرتی نظام برقرار رہے۔

یورپ کی معاشرتی پیچیدگیاں

تعداد ازدواج کا مسئلہ ہر قوم کی سیاسی زندگی سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم لڑائی یا جنگ سے نہیں بچ سکتی۔ جنگ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی گاجر مولی کی طرح کٹ جاتے ہیں۔ سیکڑوں نوجوان عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلہ میں کم ہو جائیگی تو قومی آبادی کی نسبت کو قائم رکھنے کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کریں۔ اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو ... فسق و فجور کی مہلک وبا پھیل جائے گی۔ اور اس کا اثر لازمی طور پر ... آبادی پر پڑے گا۔ جنگ یورپ نے مردوں کی تعداد کو اس قدر کم کر دیا کہ مدبرین یورپ پاشش و پنج میں پڑ گئے۔ کہ وہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کریں۔ چونکہ عیسائی مذہب میں مرد و عورت کے لئے ایک سے زیادہ نکاح جائز نہیں ہے۔ اس لئے یورپ اور بالخصوص فرانس میں مردوں کی کمی اور عورتوں کی بیشی نے یورپین معاشرت میں ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں جنہیں وہاں کے مذہبی اور سیاسی رہنما ابھی تک اپنے ناخن تدبیر سے نہیں سلجھا سکے۔

"جنگ کے بچے"

انسان اپنی مصلحتوں اور خواہشوں کو خواہ کتنا ہی مقدم سمجھے مگر قدرت کا قانون کسی صورت میں ٹل نہیں سکتا۔ یورپ کی جنگ عظیم کو چھڑے ابھی نو مہینے بھی نہیں گذرے تھے۔ کہ انگلستان اور فرانس میں "وار بے بیز" یعنی ناجائز اولاد۔ جو جنگ کے دوران میں سپاہیوں کی بیویوں کے ہاں پیدا ہونی شروع ہوئی، نے برطانیہ کے ارباب بست و کشاد کو ایک بہت بڑی پریشانی سے نجات دلا دی جس طرح عیسائی مذہب میں مرد عورت کے لئے ایک سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح ناجائز تعلقات کی اولاد بھی عیسائی قوانین کے خلاف ہے۔ لیکن "جنگ کے بچوں" کی غیر متوقع آمد پر انگلستان کے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں نے قطعاً حیرت و استعجاب کا اظہار نہ کیا۔ اور نہ اس کے سدباب کی ضرورت محسوس کی گئی بلکہ سیاسی حلقوں میں "جنگ کے بچوں" کا گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ حالانکہ مسیحی مبلغین کا فرض تھا۔ کہ وہ ... اخلاقی اور روحانی پہلو سے "جنگ کے بچوں" کے وجود کو برطانیہ کے گورے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ قرار دیتے۔ اور ان کی روک تھام کے لئے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔

یورپ میں ناجائز تعداد ازدواج

لیکن اسلام آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے ان تمدنی اور معاشرتی مسائل کا بہترین حل پیش کر چکا ہے۔ جن کے متعلق یورپ تہذیب و شائستگی کے علمبردار ہونے کے باوجود آج تک کسی قطعی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔

مسز بیسنٹ نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں تعداد ازدواج کے مسئلہ کے متعلق مسیحی نکتہ چینیوں کے جواب میں کیا خوب فرمایا۔ کہ جو کام مسلمان قانون اور مذہب کی اجازت سے کرتے ہیں۔ وہی عیسائی قانون اور مذہب سے بے نیاز ہو کر کرتے ہیں۔ لندن کے مشہور اخبار "نیوز آف دی ورلڈ" میں ایسے واقعات یا مقدمات کی تفصیل التزام کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ انگلستان میں ایسے مردوں اور عورتوں کی تعداد کم نہیں۔ جو نکاح کی موجودہ پابندیوں سے بالکل آزاد ہیں۔ یا آزاد رہنا چاہتی ہیں۔ امریکہ میں عیسائیوں کا مارمن فرقہ تو تعداد ازدواج کے معاملہ میں مسلمانوں سے بھی دس قدم آگے ہے بیان کیا جاتا ہے کہ مارمن مرد آٹھ عورتوں سے نکاح کر سکتا یا ان سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ لندن کے رسالہ "ٹٹ بٹس" اور دیگر انگریزی رسائل میں اس فرقہ کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ شائع ہوتے رہتے ہیں۔

فرانس میں تعداد ازدواج

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا نامہ نگار مقیم پیرس لکھتا ہے :-

"اگرچہ فرانس میں دو عورتوں کے ساتھ شادی کرنا قانوناً ایک سنگین جرم ہے اور مجرم کو اس جرم کی پاداش میں عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ عام طور پر اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چونکہ جرم کی سزا سنگین ہے اس لئے جیوری کے ..... ارکان بالعموم تمام ملزموں کو بری کر دیتے ہیں" یہ قانون اور مذہب کی صریح خلاف ورزی ہے۔ لیکن فرانس کے جیورسٹ (ارکان جیوری) اس خلاف ورزی پر دیدہ و دانستہ پردہ ڈال رہے ہیں۔

اسلام کا قانون اٹل ہے

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اور اس کے تمام احکام فطرت کے مطابق ہیں۔ انسان کا بنایا ہوا قانون قدرت کے قانون کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہے دنیا میں صرف وہی قانون قابل احترام اور قابل عمل ہے جو فطرت صحیحہ کے مطابق ہو یورپ کے مسیحی مبلغین کو جو تعداد ازدواج کے معاملہ میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے کی بجائے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنا چاہئے۔

روحانی ترقی کو مقدم کرو

اس میں شک نہیں کہ یورپ نے اپنی مادی ترقی سے تمام دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اور ہم اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ مشرق کو اس ترقی کے مدارج طے کرنے کیلئے ابھی ایک زمانہ چاہئے۔ لیکن اخلاقی اور روحانی معاملات میں ابھی اسے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ یورپ بلاشبہ دنیاوی راحتوں کا سرمایہ دار ہے مگر دینی برکتوں سے ابھی محروم ہے۔ اور اس وقت تک محروم رہیگا جبتک کہ روحانی ترقی کو مادی ترقی پر مقدم نہیں سمجھے گا۔

اظہار شکریہ

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی طرف سے)

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ذوالجلال والاکرام مالک الملک کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل اور رحمت سے اس قدر بندہ نوازی فرمائی کہ میرے لڑکے نصیر احمد فاروقی کو آئی سی ایس میں نامزد کرایا۔ زبان نہیں جو اس کا شکریہ ادا ہو سکے۔ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ کما حقہ میں اپنے رب کی عنایتوں کا شکر کر سکوں۔ اس کے بعد میں اپنے تمام ان مقامی احمدی اور غیر از جماعت احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے جہلم میں زبانی مبارکبادیں دیں اور اظہار مسرت فرمایا۔ نیز اپنے جملہ اعزا اقربا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے بذریعہ تار یا تحریر اظہار خوشی فرمایا۔ اس کے بعد اپنے تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے خطوط لکھکر اظہار مسرت فرمایا۔ انہیں علیحدہ علیحدہ خط لکھنا مشکل تھا اس لئے ان سب صاحبان کے اسمائے گرامی لکھکر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مولانا صدر الدین صاحب معہ ملک محمد امین صاحب ایڈووکیٹ۔ سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول۔ ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی۔ مولوی عزیز بخش صاحب۔ مولوی رحیم بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ نمک سا ... میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ... سید بشیر حیدر صاحب ای۔ اے۔ سی امرتسر۔ خان غلام محمد خان صاحب ای۔ اے۔ سی سرگودہا۔ چودھری فضل داد صاحب سرگودہا۔ شیخ عبد الحمید صاحب ڈسٹرکٹ ناظر میانوالی۔ محمد عالم صاحب ڈسپنسر میانوالی۔ حافظ محمد حسن صاحب پلیڈر گجرات۔ شیخ محمد ممتاز صاحب بیرسٹر گجرات۔ مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب مشنری ... صاحب آئی۔ سی۔ ایس۔ انبالہ۔ مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر۔ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب طبیب شاہی کابل۔ جناب عظیم خان صاحب امرتسر۔ خان نور احمد خان صاحب لفٹنٹ کوہاٹ۔ محمد ... صاحب ای۔ اے۔ سی۔ فارسٹ ڈیپارٹمنٹ۔ مولوی فاضل عبد الوہاب صاحب۔ ملک الٰہی بخش صاحب لائل پور۔ ڈاکٹر ... خان صاحب فتح پور۔

میں نے اپنے حافظہ کی مدد سے اسمائے گرامی مذکورہ بالا لکھدیئے ہیں اگر کسی صاحب کا نام رہ گیا ہو تو وہ صاحب اپنے آپ کو ان میں شامل سمجھیں۔ اور وہ صاحب اور جملہ صاحبان میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو خوشی اور برکتوں سے بھر دے۔ اور اپنی جناب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے اپنے قریبی رشتہ داروں میں قریباً سب نے بڑی محبت اور مسرت سے حصہ لیا۔ جس کا شکریہ میں ادا کرنے کے ناقابل ہوں اللہ تعالیٰ ہی ان کو جزائے خیر دے گا۔ لیکن یہ ناشکری ہوگی اگر میں حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب کا خاص طور پر ذکر نہ کروں۔ آپ نے دو برس جس درد اور محبت سے نصیر احمد کی کامیابی کے لئے دعا کی ہے اس کا اجر تو انہیں اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ میں غریب تو زبان سے شکریہ ادا کرنے کے بھی قابل نہیں۔ لیکن اہل ذوق و معرفت کی تازگی ایمان کے لئے میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایک سال دوران امتحان ہی میں آپ نے نصیر احمد کو بھی اور مجھے بھی لکھدیا تھا کہ دعا کی کیفیت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سال ضرور کامیابی عطا فرمادے گا۔ یہاں تک کہ جب پہلی مرتبہ مایوسی نے اپنا بھیانک چہرہ دکھلایا اور ظاہری اسباب بکلی منقطع نظر آتے تھے۔ اس وقت آپ کو متواتر رویا ہوئیں جن میں صاف طور پر کامیابی کی خوشخبری تھی۔ آپ وہ تمام رویا مجھے اسی زمانہ میں تحریر فرماتے رہے۔ چنانچہ ان خطوں میں سے ایک خط اتفاقیہ رہ گیا ہے جس کو ارباب ذوق کے مطالعہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ دعاؤں پر ایمان بڑھے۔ اور ہم میں سے ہر ایک جناب الٰہی میں بیش از بیش ترقی کرے اور اس کی درگاہ سے کبھی مایوس نہ ہو۔

کوٹھی پیٹرباروو۔ ڈلہوزی۔ ۱۲ مئی ۱۹۲۹ء

مکرمی مخدومی حضرت ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازشنامہ پہنچا ...... خوابوں کی تعبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو پورا کرے

آج رات تو میاں جی (نصیر احمد فاروقی) کے نام کا آرڈر بھی پڑھ لیا۔ گویا میری معرفت ہی آیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ انگریزی حروف میں اور زبان اردو میں لکھا ہوا ہے۔ بہت لمبا چوڑا آرڈر ہے۔ پھر صبح کے وقت کوئی آیا ہے۔ کہ عبد الرزاق لکھتا ہے۔ کہ اس نے میاں نصیر احمد کو دیکھا اس کے اردگرد پھولوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ مگر سچ یہی ہے کہ غیب اللہ کے ہاتھ میں ہے اسے کوئی نہیں جانتا ....

(خاکسار محمد علی)

آخر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ وقت لے آیا جب اس کی قدرت نے عالم ظاہر میں وہ سب کچھ کر دکھایا۔ جس کی خبر عالم باطن میں پہلے سے دی جا رہی تھی۔ اور محض اپنی رحمت اور فضل سے بندہ نوازی فرما کر محض ایک "ذرہ کو آفتاب بنا دیا"

فالحمد للہ رب العلمین وماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ

جلسہ ہائے میلاد النبیؐ

دھلی

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ جملہ اہل اسلام نے جماعت احمدیہ لاہور کی سرپرستی میں جلسہ عید میلاد النبی صلعم پریڈ گراؤنڈ میں مورخہ ۱۷، ۱۸ اگست نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ منعقد کیا۔ بجز چند دیوبندی مولویوں کے تمام مسلمانوں نے اتحاد بین المسلمین کی مبارک تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے نہ صرف شرکت کی بلکہ جلسہ کے انعقاد کے لئے ہر طرح سے امداد بھی دی۔

چند دیوبندی مولویوں نے تفریق بین المسلمین کا جو نظارہ دکھایا اس سے نہ صرف پبلک ہی ناراض ہے بلکہ معززین، عمائدین شہر نے بھی ان کی حرکت کو ناپسند کیا۔ مسلمانوں کے سچے خیر خواہ و لیڈران قوم (مثلاً حاجی محمد یوسف صاحب رئیس اعظم۔ نواب ابو الحسن خاں صاحب رئیس اعظم حافظ محمد صدیق صاحب ملک التجار صدر بازار۔ حاجی مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار۔ نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس اعظم۔ عالیجناب حکیم ناصر الدین احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ وغیرہ وغیرہ) نے مولوی کفایت اللہ صاحب پر جب بہت زور دیا تو انہوں نے اپنے پریڈ گراؤنڈ والے جلسے کو تو منسوخ کر دیا مگر جامع مسجد میں علیحدہ جلسہ کرنے کا اشتہار دے ہی دیا جس سے سب کو صدمہ ہوا۔

ہمارا جلسہ جو دراصل تمام مسلمانوں کا جلسہ تھا دو روز تک پریڈ گراؤنڈ میں ہوتا رہا۔ جس میں شیعہ، سنی، احمدی، قادیانی وغیرہ کثرت سے شریک ہوتے رہے۔ اور باوجودیکہ دو روز بارش ہوتی رہی حاضرین کی تعداد میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

مولانا مولوی حشمت اللہ صاحب مبلغ اسلام۔ قبلہ مولانا مولوی محمد علی صاحب سابق پرنسپل اینگلو عربک کالج۔ اور خاکسار کی تقریروں کو پبلک نے بہت پسند کیا۔ مولانا حشمت اللہ صاحب نے ۱۷ اگست کی رات کو جو تقریر فرمائی اس سے تو شہر میں دھوم مچ رہی ہے اور لوگ ہر جگہ پر مولانا کے تبحر علمی کی داد دے رہے ہیں۔ غرض جلسہ عید میلاد النبیؐ نے حاضرین پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اور دہلی میں خدا کے فضل سے ہمارا اثر و اقتدار روز بروز بڑھ رہا ہے۔ فالحمدللہ۔

شیخ عبد الحق مناظر اسلام
سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی

سری نگر (کشمیر)

کل مورخہ ۱۸ اگست کی شام کو حسب تحریک "سیرت کمیٹی" جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل ہائی کورٹ کے مکان پر جماعت احمدیہ سرینگر کی طرف سے یوم میلاد النبی منایا گیا۔ مسلمانان کشمیر کے علاوہ بعض ہندو برادران بھی تشریف لائے تھے۔ سب سے پہلے خاکسار نے تلاوت قرآن کی۔ ازاں بعد خواجہ غلام محی الدین صاحب نقشبندی نے "سیرت کمیٹی" کی مقررہ نعت پڑھی۔ اس کے بعد احقر نے ایک نعت پڑھی۔ جو اس رپورٹ کے آخر میں درج ہے۔ (آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ مدیر) نعت خوانی کے بعد سب سے پہلے مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ نے ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ (الآیہ) کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مظہر اللہ اور آئینہ خدا بدلائل و براہین کشمیری زبان میں ثابت فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند جلشانہ نے تین قسم کی چیزیں پیدا کی ہیں جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ اور حیوانات میں بڑھکر انسان ہر ادرجہ بالترتیب ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اسفل ترین جو قسم ہے وہ جمادات کی ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ اس کو نباتات کی حقیقت سمجھا دیں تو نہیں سمجھ سکیں گے۔ اس لئے کہ وہ اس سے نیچے درجہ کی ہے اور نباتات اس سے اوپر کی قسم ہے۔ اسی طرح اگر ہم چاہیں کہ نباتات کو حیوانات کی حقیقت سے آگاہ کریں تو وہ ان سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ وعلی ہذا القیاس اگر ہم حیوانات کو انسان کی حقیقت سے واقف کرنا چاہیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اگر انسان کو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرانا چاہیں تو نہیں کرا سکتے۔ کیونکہ وہ اس کے فہم و ادراک سے ارفع و اعلیٰ تر ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ اب چونکہ عقل انسانی اس کو پا نہیں سکتی۔ اس کا صحیح تصور کر نہیں سکتی اس واسطے اسی بنا پر بعض لوگوں نے دھوکہ کھا کر جمادات وغیرہ میں اس کا حسن و کمال دیکھکر مورتی پوجا کرنی شروع کر دی۔ اور اعلیٰ و افضل ترین اور اشرف المخلوقات ہو کر ایک اسفل اور ارذل ترین چیز میں انہوں نے خدا کو پا لینا چاہا۔ حالانکہ چاہیے یوں تھا کہ اپنے سے بڑھکر اعلیٰ ہستی میں اس کو ڈھونڈھتے۔ سو اگر دنیا جہان کے عقلا کو خدا کا وجود کہیں مل گیا تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود ہی میں اکمل طور پر مل گیا اور اسی واسطے آنحضرتؐ کا اسم گرامی جزو کلمہ بن گیا۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لیکن آنحضرت نے یہ تعلیم نہیں دی کہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر میری پوجا کرو۔ فرمایا میں خود بھی "عبدہ" اس کا بندہ ہوں۔

فاضل مقرر کی اس فاضلانہ تقریر نے جمیع حاضرین مجلس کو محظوظ فرمایا۔ آپ کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام نے مختلف طریقوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خلق عظیم پر ایک ایسی موثر تقریر فرمائی کہ بعض لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور جمیع سامعین کے دلوں میں ایک رقت پیدا ہو گئی۔ اور مجلس یوم میلاد النبی نہایت ہی خیر و خوبی سے انجام پذیر ہوئی۔ فالحمدللہ۔

سمندری

منشی نصیر الدین عربی ٹیچر سمندری نے ہر چند اپنے وعظ جمعہ میں عوام الناس کو منع کیا۔ کہ ۱۸ اگست ۲۶ء بروز اتوار جو جلسہ بتقریب یوم میلاد النبی احمدی ڈاکٹر کے مکان پر ہونے والا ہے نہ جاویں۔ مگر لوگوں نے ملاجی کے وعظ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن انچارج شفاخانہ سمندری کے مکان پر یوم النبی ۱۸ اگست کو بڑے زور شور سے منایا گیا۔ جلسہ کے صدر جناب چودھری سرفراز خان نائب تحصیلدار سمندری تھے۔ احمدی واعظ حکیم اللہ دتہ صاحب نے نہایت خوبی سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور سوانح بیان فرمائے۔ جس کو حاضرین جلسہ نے بہت پسند فرمایا۔ اس کے بعد بابو اللہ دتہ صاحب پوسٹ ماسٹر۔ ماسٹر احسان الٰہی صاحب۔ بی اے۔ ایس وی اور مسٹر سردار بیگ ایم۔ اے۔ کی تقریریں ہوئیں۔

آخر میں صدر محترم نے مختصر مگر نہایت موثر الفاظ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر روشنی ڈالی اور ان احسانات کو بیان فرمایا جو حضور اقدس نے اقوام و افراد عالم پر کئے۔ جلسہ نہایت خیر و خوبی سے دعا پر ختم ہوا۔ حاضرین کی تواضع شربت سے کی گئی۔

دیگر مقامات

ہندوستان کے تقریباً ہر شہر میں جلسہ عید میلاد النبی نہایت شان و شوکت سے منعقد کیا گیا۔ بعض بعض مقامات پر ہزاروں سے بڑھکر تقریباً نصف لاکھ تک مجمع بیان کیا جاتا ہے۔ اکثر جگہ روشن خیال ہندوؤں نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔ جن مقامات پر مسلمان بہت کم تعداد میں تھے انہوں نے بھی اپنی بساط بھر عید میلاد کو عید میلاد دہلی کے طریق پر منایا۔ اور چھوٹے سے چھوٹے یا بڑے سے بڑے مجمع میں کسی مقام پر بھی شر فساد کی نوبت نہیں آئی۔ ہر جگہ نہایت امن و سکون سے جلسے ہوئے۔

نماز اور اصول اسلام

کے رسالے جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیف ہیں ایک بزرگ کی فیاضی سے دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں مفت اشاعت کے لئے پڑے ہیں۔ جو اصحاب ضرورت سمجھیں جلد محصولڈاک بھیجکر منگوالیں ورنہ پھر ختم ہو جائیں گے رسالہ نماز عموماً انگریزی خواں طلبہ کے پاس جانا چاہیے اور اصول اسلام غیر مسلموں کے پاس۔

پتہ پر کرنی چاہئے۔

ابوالحیات سکرٹری لیگ اگینسٹ ملا ازم۔ نمبر ۱ کریم حسین لین کلکتہ

ضروری گزارش

"ملا ازم" اور "ملا" کے الفاظ سے ہمارا مقصد کیا ہے۔ اس سوال کا جواب ہماری انجمن کے دستور عمل میں موجود ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

"ملا ازم" سے مقصود

لفظ "ملا ازم" سے مقصود وہ ذہنیت اور وہ مسلک ہے جو تنگ نظری۔ تنگ دلی۔ عقلی غلامی۔ تقلید۔ جمود۔ تعصب۔ تضلیل۔ عدم رواداری پر مبنی ہے۔ اور جسے خود ساختہ مذہبیت کے رنگ میں رنگ دیا گیا ہے۔ پس جو بھی تنگ نظری۔ تنگ دلی۔ عقلی غلامی۔ تقلید۔ جمود۔ تعصب۔ تضلیل۔ عدم رواداری مذہب کے نام پر ہو وہی ملا ازم ہے۔

ملاّ سے مقصود

لفظ "ملاّ" سے مراد وہ افراد اور جماعتیں ہیں جن کی ذہنیت اور مسلک وہی ہے۔ جس کا ذکر "ملا ازم" کی تشریح میں ہو چکا ہے۔ اس تعریف میں مولوی۔ پیر۔ فقیر۔ اور دینی پیشوائی کے وہ تمام مدعی داخل ہیں جن کی ذہنیت اور مسلک "ملا ازم" پر مبنی ہے۔ اور جو مذہب کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور انہیں ترقی اور متحدہ قومیت سے روکتے ہیں"۔

ایک اہم غلط فہمی کا ازالہ

انجمن کے دستور عمل میں مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت حسب ذیل عبارت بھی قابل توجہ ہے:۔

"کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ انجمن الحاد یا دہریت کی حامی ہے۔ یا وہ ہر عالم دین کے خلاف ہے۔ لفظ "ملا ازم" کی تشریح سمجھ لینے کے بعد یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ انجمن، اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمت کے لئے قائم ہوئی ہے۔ وہ صرف انہی نام نہاد مذہبی پیشواؤں کے خلاف ہے۔ جن میں ملا ازم پایا جاتا ہے۔ لیکن جو علمائے دین اس سے دور ہیں۔ یہ انجمن ان کی مخالف نہیں بلکہ حامی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہیں"۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس تفصیل کے بعد ہماری انجمن کے اغراض و مقاصد پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(۱) عبدالرزاق ملیح آبادی صدر "لیگ اگینسٹ ملا ازم"۔
(۲) سید محمد عثمان (فاضل مصر) نائب صدر " "
(۳) ابوالحیات (رکن ادارہ "مسلمان") سکرٹری۔ " "
(۴) سید جلال الدین ہاشمی۔ ممبر لیجسلیٹو کونسل بنگال
(۵) ڈاکٹر واحد یار خاں بی اے۔ مالک و سابق ایڈیٹر "نئی روشنی" الہ آباد
(۶) ابوالمنصور احمد بی اے۔ رکن ادارہ "خادم"
(۷) واجد علی ایڈیٹر "سوغات"
(۸) فضل الرحمن بی اے۔
(۹) عبدالرحیم ایم۔ اے۔
(۱۰) عین الحق خاں
(۱۱) محسن علی۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ (علیگ)

اہل قادیان اور مسئلہ نبوت

کشمیر میں ایک پبلک مناظرہ

(جناب قاری نور الدین صاحب کاشمیری کے قلم سے)

چیلنج مناظرہ

قبل ازیں یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ سرینگر کشمیر میں قادیانی مولوی اللہ دتا کے ساتھ جناب میر مدثر شاہ صاحب کا ایک پبلک مناظرہ مسئلہ نبوت پر حضوری باغ میں ہوا۔ اس مناظرہ کا چیلنج جناب میر صاحب ممدوح کی طرف سے دراصل قادیانی مولوی محمد اسمعیل صاحب کو دیا گیا تھا جو بعض نامعلوم وجوہ سے مناظرہ پر آمادہ نہ ہوسکے۔ اور مولوی اللہ دتا قادیانی میدان مناظرہ میں آئے۔ اس پر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور مولوی اللہ دتا کے درمیان کچھ بحث و تکرار بھی ہوئی کہ مولوی محمد اسمعیل صاحب کا مناظرہ پر آمادہ نہ ہونا ان کے فرار کی دلیل ہے یا نہیں۔ اور آخر کار میرزا صاحب نے ان کا فرار ثابت کر دیا جس کے بعد مولوی اللہ دتا کی دعوت مناظرہ منظور کرلی گئی۔ اور ضروری شرائط طے کرنے کے بعد حکومت سے مناظرہ کی اجازت کے لئے درخواست کی گئی۔ جناب گورنر صاحب بہادر نے اجازت مرحمت فرمائی ۱۱ ستمبر (جمعرات اور جمعہ) دو دن بحث کے لئے مقرر ہوئے۔

پہلے دن کی کارروائی

ہماری طرف سے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع پریزیڈنٹ مقرر اور قادیانی فریق کی طرف سے پہلے روز مرزا عبدالحق وکیل گورداسپور اور دوسرے روز سید زین العابدین صاحب پریزیڈنٹ قرار دیئے گئے مناظرہ کا مضمون پہلے دن "اجرائے نبوت از روئے قرآن" تھا مولوی اللہ دتا مدعی تھے۔ اور بحیثیت مدعی انہوں نے اجرائے نبوت پر نصف گھنٹہ تقریر کی۔ اس کے جواب میں جناب سید میر مدثر شاہ صاحب نے نصف گھنٹہ تقریر کی اور بموجب شرائط حضرت میرزا صاحب کے اقوال و تحریرات سے ثابت کیا کہ نبوت آنحضرت صلعم کے بعد بند ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے چند آیات قرآنی سے ثابت کرنا چاہا کہ نبوت جاری ہے۔ مگر جناب میر صاحب نے حضرت میرزا صاحب کی تحریرات سے اس کے خلاف ثابت کیا۔ فریقین میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ قرآنی آیات کے جو معانی یا تفسیر حضرت میرزا صاحب نے کئے ہوں وہ فریقین کے لئے سند ہوں گے۔ جناب میر صاحب نے اصولی رنگ میں توجہ دلائی کہ آپ کی پیش کردہ آیات کا اگر یہی مطلب ہے جو آپ پیش کر رہے ہیں تو پھر حضرت میرزا صاحب کیوں اس کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت میرزا صاحب کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ نہیں جو آپ لے رہے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے بعد نبوت بند ہے۔ یہ ایک اصولی بحث تھی۔ مگر افسوس مولوی اللہ دتا صاحب اصل بات کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی باتیں درمیان میں گھسیٹ لاتے تھے۔ اور اصل بات کی طرف توجہ نہ دیتے تھے۔ اور اس طرح ڈھائی گھنٹہ گزر کر مناظرہ ختم ہوگیا۔ بحیثیت مدعی مولوی اللہ دتا صاحب کی آخری تقریر دس منٹ کی تھی۔ مگر لوگ ان کی تقریر سے اس قدر بدمزہ ہو رہے تھے۔ کہ ان کی آخری تقریر سے بغیر ہی اٹھ گئے۔ پریزیڈنٹ صاحبان نے لوگوں کو ہر چند روکا مگر معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔

دوسرے دن کی کارروائی

دوسرے دن قادیانی فریق مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی صدارت سے گھبرا رہا تھا۔ چنانچہ مولوی قمرالدین صاحب مولوی فاضل قادیانی اور ان کے رفقا نے سر توڑ کوشش کی کہ آج میرزا صاحب صدر قرار نہ دیئے جائیں۔ مگر ہماری جماعت خوب جانتی تھی کہ قادیانی فریق کیوں گھبرا رہا ہے۔ اور کیوں ایک لائق اور واقف صدر کی خدمات سے ہمیں محروم رکھنا چاہتا ہے۔ قادیانیوں کا پروپیگنڈا ناکام رہا اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی صدارت کا اعلان کر دیا گیا۔

مناظرہ شروع ہوا۔ بحیثیت مدعی جناب سید میر مدثر شاہ صاحب گیلانی نے نصف گھنٹہ تقریر کی اور بتلایا کہ حضرت صاحب کے اقوال میں نبوت اور رسالت کا لفظ بے شک آیا ہے اور ہمیں اس سے انکار نہیں اور ہم اب بھی مانتے ہیں۔ مگر انہی معنوں کے رو سے جن معنوں کو خود حضرت مرزا صاحب نے بیان کر کے معاملہ کو صاف کر دیا ہے۔ حضرت صاحب نے اس مقام کو فنا فی الرسول کا مقام بیان کیا ہے جو صرف ایک صوفیانہ رنگ ہے۔ جس کو قادیان کے مولوی لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت میرزا صاحب کی مراد نبی و رسول سے

حضرت میرزا صاحب نے اپنی نسبت لفظ نبی و رسول کو بالکل کھول کر بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس نبوت سے مراد صرف محدثیت ہے۔ اور اس نبوت کے معنے کو صرف محدثیت تک محدود فرمایا ہے۔ اس سے بڑھکر نہیں۔ قادیانی فریق لفظ نبی و رسول کو تو لیتے ہیں مگر حضرت صاحب کے بیان کردہ معانی کو چھوڑ جاتے ہیں۔ جو سراسر ظلم عظیم ہے حضرت صاحب نے آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں فرمایا سمیت نبیا من اللہ تعالیٰ علی طریق المجاز۔ لا علی وجہ الحقیقۃ (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴) اور پھر خود ہی مجازی نبی کی تشریح فرمائی کہ مجازی نبی محدث ہوتا ہے۔ اب ان تمام باتوں کے باوجود حضرت میرزا صاحب پر نبوت کے دعوے کا الزام لگانا ہٹ دھرمی اور کج بحثی نہیں تو اور کیا ہے۔

میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا

حقیقۃ الوحی میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اسی طرح الوصیت میں فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا کامل متبع صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی کے دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔

ہم اہل قادیان سے پوچھتے ہیں کہ وہ حالت اجتماعی کیا ہے۔ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کیا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک گلاس پانی میں چند تولے دودھ ڈال دیا جائے تو دودھ اور پانی کی اجتماعی حالت ایک تیسرا نام پیدا کرے گی جسے چھاچھ کہتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں بتایا جائے کہ نبی اور امتی کی اجتماعی حالت کیا ہے؟ جس طرح پانی اور دودھ کی حالت اجتماعی دودھ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح امتی اور نبی کی حالت اجتماعی نبی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ محدث ہے جس میں امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں پائی جاتی ہیں۔ اور محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اور یہی فرمایا ہے حضرت صاحب نے دیکھو ازالہ اوہام۔ پانی نے اگرچہ دودھ کا رنگ اختیار تو کر لیا مگر دودھ نہیں بن گیا۔ بلکہ اسے چھاچھ کہا گیا۔ اسی طرح ایک امتی پر نبوت کا رنگ تو چڑھ گیا۔ مگر اسے نبی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ محدث کہلاتا ہے۔ غرض محدث امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر صرف نبی ایک ہی شان نبوت اپنے اندر رکھتا ہے۔

سید مدثر شاہ صاحب کی اس معقول اور مبنی بر تحریرات حضرت صاحب تشریح کے جواب میں مولوی اللہ دتا صاحب لفظ نبی بار بار پیش کرتے رہے۔ مگر لفظ نبی کے معنوں کی طرف ذرا توجہ نہیں کی۔

پبلک کا فیصلہ

جناب میر صاحب جب حضرت صاحب کی تحریرات پڑھتے کہ میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ دجال ہے وہ جو مجھ پر ایسا الزام لگاتا ہے آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت ملعون اور مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے تو اس پر پبلک بے اختیار چیرز دینے لگتی۔ پریزیڈنٹ صاحبان اور دوسرے دوستوں نے ہرچند روکا۔ مگر پبلک کی طرف سے بار بار چیرز ہوتے تھے۔ آخر ہمارے پریزیڈنٹ صاحب نے فرمایا کہ یہ ایک فطری شے ہے۔ دل کی کیفیت کا اثر ہاتھوں پر پڑتا ہے۔ اور وہ بے اختیار آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔ اسی کو دوسرے الفاظ میں چیرز کہا جاتا ہے۔ چیرز سے اگرچہ ہمارا ہی وقت ضائع ہوتا ہے مگر فطرت کو ہم دبا نہیں سکتے الغرض خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے جناب میر صاحب نے زبردست دلائل سے حضرت صاحب کی پوزیشن صاف کی۔ اور بدگمان لوگوں کے دلوں سے بدگمانی دور ہو گئی۔

مناظرہ کے اختتام پر جناب پیر قمرالدین صاحب وکیل ہائیکورٹ نے اسی مجمع کے اندر کھڑے ہو کر پبلک سے دریافت کیا کہ اس مناظرہ میں کامیابی کس کو ہوئی؟ تمام پبلک نے بیک آواز کہا لاہوری فریق جیت گیا۔ اس پر پے در پے تکبیر کے نعرے بلند کئے گئے۔

جلسہ گاہ میں ایک خوشخبری

اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت انگلینڈ میں ایک معزز خاتون کے مشرف باسلام ہونے کی اطلاع حضرت خواجہ کمال الدین صاحب سلمہ کو بذریعہ تار آئی تھی۔ حضرت ممدوح نے تار مذکورہ اپنے صاحبزادے خواجہ صلاح الدین محمود صاحب کے ہاتھ جلسہ میں ارسال فرمائی۔ خواجہ

مراسلات

مسیحی بھیڑوں کو زبردست شکست

ناظرین آپ جانتے ہیں کہ آج کل تمام مذاہب کے پیرو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے کس قدر جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور وہ اس مقصد کے لئے تمام قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ خواہ وہ مالی ہوں یا جسمانی۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرنا اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ مذاہب ہیں جن کی موجودہ تعلیم قطعاً حق و صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ پھر کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ باوجودیکہ مسلمان ایک سچے مذہب کے پیرو ہیں لیکن پھر بھی خواب غفلت کے نشے میں سرشار ہیں۔ آج مسلمانوں نے عام طور پر تعلیم قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے البتہ ان میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو مآل اندیش اور فرض شناس واقع ہوئی ہے۔ میری مراد لاہور کی احمدیہ جماعت سے ہے۔ جس کے بانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد و مسیح موعود ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے مبلغین نے یورپ کے گرجوں میں تہلکہ بپا کر دیا ہے۔ اور لارڈ ہیڈلے جیسے معتدر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ انجمن احمدیہ نے لاہور میں اشاعت اسلام کالج کھول رکھا ہے۔ جس میں اشاعت اسلام کے لئے مناظر تیار کئے جاتے ہیں۔ تین سال تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد انہیں تبلیغی خدمت پر مامور کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں اس کالج کے طلبا نے ایک عظیم الشان فتح حاصل کی ہے۔ جس کے مفصل حالات حسب ذیل ہیں۔

لاہور کے فارمن کرسچن ہال میں زیر صدارت پادری سلطان محمد پال صاحب۔ ڈاکٹر جے علی بخش صاحب نے جو یوپی سے مدعو کئے گئے تھے۔ حسب ذیل مضامین پر تقریریں کیں۔

۷ ر نومبر بروز جمعرات "گناہ اور اس کی حقیقت" ۸ ر نومبر بروز جمعہ "کفارہ" ۹ ر نومبر بروز ہفتہ "نجات" ہر تقریر کے بعد نصف گھنٹہ سوالات کے لئے وقف کیا گیا تھا۔

ان تقریروں کو سننے کے لئے ہمارے کالج کے طلبہ بھی جا نکلے۔ اعتراض کرنے والوں کے نام یہ ہیں:-

محمد عمر خان جادی۔ عبدالرحمٰن صاحب۔ نیاز احمد صاحب۔ غلام نبی صاحب۔ اور راقم۔ ہماری طرف سے جو اعتراض مسیحی تعلیم پر کئے گئے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) ابتدائے آفرینش میں آدم و حوا پیدا ہوئے۔ اور ان دونوں نے شیطان کے بہکانے سے گناہ کیا۔ اور ان کا گناہ انسان کی سرشت میں داخل کر دیا گیا۔ جس کی سزا خداوند نے انجیل شریف کے مطابق یہ دی کہ مرد پسینہ کی کمائی سے روٹی حاصل کرے اور عورت دردزہ سے بچہ جنے اس سزا سے بچنے کے لئے حضرت عیسےٰ صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر سزا بدستور رہی۔ کیونکہ نہ تو مرد کو روٹی کمانے کے لئے پسینہ بہانے سے نجات ملی اور نہ عورت کے دردزہ میں فرق آیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا کفارہ بے سود ثابت ہوا۔ اگر عیسائیوں کے دعوے کے مطابق بے سود ثابت نہیں ہوا تو کیا عیسائی دنیا کوئی ایسا مرد پیش کر سکتی ہے جو پسینہ کی کمائی کے بغیر گزارہ کرتا ہو۔ یا کوئی ایسی عورت پیش کر سکتی ہے جو بچہ جننے کے وقت دردزہ میں مبتلا نہ ہو۔

(۲) سب سے پہلے ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ آیا جس آدمی پر ایمان لانے سے نجات مل سکتی ہے اس کے اندر ایسی غیر معمولی روحانی طاقت ہے جس پر ہماری نجات کا انحصار ہے۔ مثلاً ایک نجار ہے لیکن وہ ایسا کاریگر نہیں ہے کہ اعلےٰ درجہ کی میز یا کرسی بنا سکے۔ اگر ہم اس سے میز یا کرسی بنوائیں گے تو وہ یقیناً خراب ہوگی۔ اسی طرح اگر حضرت عیسےٰ میں نجات دلانے کی اہلیت نہیں ہے تو ان پر نجات کے لئے ایمان لانا فضول ہے۔

(۳) توریت میں پیدائش کے جرابات میں لکھا ہے کہ اگر تمہارے پاس ایسا نبی آئے جو غیر معبودوں کی پرستش کی تعلیم دے تو تم اس کو قتل کر ڈالو کیونکہ وہ جھوٹا نبی ہے۔ جب بقول عیسائیوں کے حضرت عیسےٰ تثلیث کی تعلیم دیتے تھے تو وہ توریت کی تعلیم کے مطابق جھوٹے نبی ثابت ہوئے پھر جھوٹے نبی پر ایمان لانا اور اس سے نجات حاصل کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک جب حضرت مسیح بارگاہ الٰہی میں گڑگڑائے اور زار زار روئے کہ اے خدا تو مجھ سے موت کا یہ جام ہٹا دے مگر خدا نے نہ ہٹایا۔ کیا ایک سچا نبی موت سے ڈر سکتا ہے؟

آخر پادری صاحبان نے ان اعتراضات کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم مولانا محمد علی صاحب (امیر جماعت احمدیہ) کو کتابوں کے ذریعے سے جواب دے چکے ہیں۔

(خاکسار۔ بشیر احمد علی پوری)

مسئلہ دولت اور اسلام

جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی امام مسجد ووکنگ مورخہ ۹ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کی چٹھی میں رقمطراز ہیں کہ "اس ہفتہ مسز سلمیٰ جیفریز نے کچھ عرصہ ہوا اسلام قبول کیا تھا ہمارے گھر تشریف لائیں اور کل ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئیں۔ پچھلے اتوار کے روز ۶ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء ۵ بجے شام کے وقت میرا لیکچر "مسئلہ تونگری اور اسلام" پر برٹش مسلم سوسائٹی لندن میں ہوا۔ حاضرین کی کافی تعداد تھی۔ اسی موضوع پر میں نے گزشتہ ہفتہ بھی لیکچر دیا تھا۔ میں نے دوران لیکچر میں واضح کیا کہ نہ تو مسیحیت نے روپیہ بچانے کو بُرا قرار دیا ہے اور نہ اسلام نے اسکو بُری نظروں سے دیکھا ہے۔ لیکن ایک بات جس میں اسلام کو مسیحیت پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ ہے کہ وہ ان اہم ترین مسائل کو حل کرتا ہے جن کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اسلام نے دنیا کی تمدنی برائیوں کا نہایت مؤثر علاج تجویز کیا ہے۔ اور مادی اور روحانی رجحانات کو ایک سطح پر لا کر اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ مسیحیت ان دونوں رجحانات میں کوئی توازن قائم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس نے انسان کے مادی رجحانات کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ میرا یہ بیان اس حقیقت پر مبنی ہے جس کا ذکر میں سابقہ لیکچر میں کر چکا ہوں کہ اناجیل اس دنیا سے تعلق نہیں رکھتیں۔ دنیا نے بجائے خود مسیحیت سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہمیشہ نسل انسانی کے مادی رجحانات کے خلاف رہی ہیں۔

اسلام نے اس بات کو روکنے کے لئے کہ دولت اور روپیہ صرف چند ہی آدمیوں کے ہاتھوں میں چلا نہ جائے حسب ذیل ذرائع اختیار کئے:-

(۱) زمین کی اشتراکیت (۲) اسلام کا قانون وراثت۔ (۳) سود کی مخالفت (۴) ایسے تصرف کی مخالفت جو تمام دولت کو ایک ہی جگہ جمع کر دے۔ (۵) زکوٰۃ کا قانون۔

خادم خواجہ عبدالغنی
(سکرٹری مسلم مشن۔ ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور)

آنحضرتؐ کی فضیلت پر اغیار کی شہادت

مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی قائم مقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان) اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ ایک مشہور ہندوستانی ہندو ڈاکٹر فلسفہ نے جن کا نام ڈاکٹر ایچ پی شاستری ہے برٹش مسلم سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ۵ بجے شام حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی پر ایک بصیرت افروز لیکچر دیا۔ لیکچر کا موضوع "محمدؐ انسان کامل" تھا۔ میں نے ایسا لیکچر مسلمانوں کی زبان سے بھی نہیں سنا۔ لیکچر میں عجیب اثر تھا۔ حتیٰ کہ تکبیر کئی دفعہ ڈاکٹر موصوف کے لیکچر کے دوران میں وقتاً فوقتاً بلند ہوئی۔ لارڈ ہیڈلے بالقابہ کرسی صدارت پر متمکن تھے۔ اور بھی بہت سے دوست تھے۔ غیر مسلموں کی بھی کافی تعداد تھی حاضرین پر لیکچر کا بہت اچھا اثر ہوا۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے آنحضرت صلعم کی زندگی پر بالکل نئے انداز میں روشنی ڈالی۔

لارڈ ہیڈلے بالقابہ فاضل مقرر کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ڈاکٹر شاستری اپنے آپ کو مسلمان کیوں نہیں کہتے۔ جبکہ آپ آنحضرت صلعم کی تعریف میں اس قدر رطب اللسان ہیں۔ اور انہیں اکمل و افضل البشر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی مسلمانوں کی طرح تمام انبیاء کرام کی نبوت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ کاش تمام ہندو دوست آنحضرت صلعم کی اسی طرح قدر و منزلت کریں۔ جسطرح جناب ڈاکٹر موصوف نے کی ہے۔ اگر موصوف مان گئے تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے لئے وہی خیالات قلمبند

تاریخ اسلام کا ایک ورق

اسلامی سیرت کی ایک دلآویز جھلک

اگر آپ صوفی ہیں تو اور نہیں ہیں تو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کے نام، مرتبہ، شہرت و عظمت سے بہرصورت واقف ہوں گے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نامور ین اکابر مشائخ جس گذرے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں دہلی کے قاضی شہر مولانا ضیاء الدین سنامی ایک مشہور فقیہ اور نہایت متشرع بزرگ تھے (جن کی کتاب نصاب الاحتساب آج تک فقہ حنفی میں مشہور و متداول ہے) حضرت خواجہ کے یہاں محفل سماع اکثر برپا رہتی اور قاضی صاحب سماع کے شدید منکروں میں تھے اپنے منصب کے فرائض کے لحاظ سے، حضرت پر برابر احتساب جاری رکھتے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ کیا کرتے تھے؟ مناظرہ کا چیلنج دیتے تھے؟ اپنے مریدوں اور معتقدوں کا لشکر لیکر قاضی صاحب پر یورش کرتے تھے؟ اپنی فتحمندی کے پوسٹر اور اشتہارات شائع فرماتے تھے؟ قاضی کی تکفیر کے محضر پر فتوی جمع کرتے، اور دستخط کراتے تھے۔

آجکل کا زمانہ ہوتا تو بجز اس کے اور صورت ہی کیا ہوتی؟ لیکن حضرت کا جو کچھ طرز عمل رہا، اُسے ایک دوسرے صوفی بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی زبانی سنئے:-

"دائم بر شیخ از جہت سماع احتساب کردے و شیخ با وے جز معذرت و انقیاد پیش نیامدے و در تعظیم مولانا دقیقہ نامرعی نہ گزاشتے"

(اخبار الاخیار)

ترجمہ:- قاضی صاحب ہمیشہ شیخ پر سماع کے بارے میں احتساب کرتے رہتے۔ اور شیخ بجز معذرت اور تسلیم کے اور کسی طرح ان کے ساتھ پیش نہ آتے اور مولانا کی تعظیم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔

ملاحظہ:- نہ مناظرہ نہ مجادلہ، نہ تکفیر، نہ تفسیق، نہ رسالہ بازی نہ پوسٹر بازی بلکہ ایک طرف سے احتساب اشرعی گرفت اور دوسری طرف سے معذرت و تسلیم ہی نہیں بلکہ تعظیم و احترام بھی، زندگی بھر یوں نباہ ہوا اب موت کے منظر پر بھی ایک سرسری نظر کرتے چلئے:-

"شیخ نظام الدین اولیاء در مرض موت مولانا بہ عیادت رفت۔ مولانا دستارچہ خود را بپائے انداز شیخ انداخت۔ شیخ دستارچہ برچید و بر چشم نہاد چوں پیش مولانا نشست چشم باوے دوچار نکرد۔ چوں برخاست بیروں آمد آواز فوت مولانا برخاست۔ شیخ می گریست و تاسف میکرد کہ یک ذات بود حامی شریعت حیف کہ آں نیز نماند۔"

ترجمہ:- جب قاضی صاحب بیمار پڑے، تو حضرت خواجہ ان کی عیادت کو گئے قاضی صاحب (حضرت کے مرتبۂ کمال سے خود واقف تھے) اپنا عمامہ حضرت کے راستہ میں بچھا دیا۔ کہ حضرت اس کے اوپر سے چلیں حضرت نے اس عمامہ کو اٹھا کر آنکھوں سے لگا لیا۔ جتنی دیر تک قاضی صاحب کے سامنے بیٹھے رہے (ان کا لحاظ کر کے) ان سے آنکھیں چار نہیں کیں۔ جب اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ اسی وقت قاضی صاحب کی روح نے پرواز کی۔ حضرت روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک ذات حامی شریعت تھی، افسوس کہ وہ بھی جاتی رہی۔

یہ واقعات عہد نبوی ؐ کے نہیں۔ عہد صحابہؓ کے بھی نہیں ساتویں صدی ہجری اور آٹھویں صدی کے آغاز کے واقعات اسی ہندوستان کے ہیں۔ اب کون اپنے یقین کرے گا؟ آج کتنے عالموں اور کتنے درویشوں کا طرز عمل ایسا نہ سہی اس سے کچھ ملتا جلتا ہوا بھی نکلیگا؟ آج کون اپنے مخالف کی عزت و تعظیم کرے گا؟ کون ایک "بدعتی" کے قدموں کی برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے عمامہ کو اسکی راہ میں بچھا دے گا؟ کون ایک وہابی کے عمامہ کو آنکھوں سے لگائیگا؟ اور اسکی پابندی شریعت کو یاد کر کے روئیگا؟ پھر آج جب صورت حال یہ ہے، تو اس پر حیرت کیوں کیجئے کہ اب نہ درویشوں میں نظام الدین محبوب الٰہی پیدا ہوتے ہیں، اور نہ عالموں میں ضیاء الدین سنامی؟

(صدق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ ۔ نمبر ۷

اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے ثمرات

ایک امریکن کے خیالات اسلامی تعلیم پر

آج دنیا کے ہر ایک دور و دراز گوشہ کے اندر جو بیش بہا اسلامی لٹریچر انگریزی زبان میں خدام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع کیا ہے اس کے شاندار نتائج تو انشاء اللہ العزیز مستقبل قریب و بعید میں ہی ظاہر ہونگے کیونکہ مشیت ایزدی کا یہی اقتضا رہا ہے۔ کہ ہر ایک کام کے نتائج بتدریج ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس قلیل عرصہ کے اندر جو چودہ پندرہ سال سے زائد نہیں غیر عامۃ الناس اور بالخصوص انگریزی داں ممالک کی ذہنیت میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق رونما ہوا۔ اور ہو رہا ہے وہ کچھ کم قابل قدر نہیں۔ انگریزی ترجمۃ القرآن اور اس کے ساتھ پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی سیرت "محمد دی پرافٹ آف اللہ" نے سیکڑوں نہیں ہزاروں کو چشمۂ توحید پر لا کھڑا کیا ہے جو ازمنۂ وسطیٰ کی تاریکیوں سے متاثر نفوس آج نور ہدایت سے منور ہوتے ہیں۔ وہی جو کسی زمانہ میں اسلام کو بربریت کا مترادف سمجھتے ہوئے اس کا نام سننے سے بیزار رہتے۔ آج اس کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ وہی جو کسی زمانہ میں حضرت محمد عربی فداہ امی و ابی پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے تھے آج اس کی ذات اقدس پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں جب تک جواب نہ دے لیں انہیں قرار نہیں آتا۔

ٹیکوما واقعہ ریاست ہائے متحدہ (امریکہ) کی ایک اخبار "ٹیکوما نیوز ٹریبیون" میں کسی ناواقف نامہ نگار نے مذاہب عالم پر تنقید کرتے ہوئے اسلام و پیغمبر اسلام پر کچھ اعتراضات کئے۔ جن کا ملخص صرف اس قدر ہے کہ اسلامی بہشت محض سفلی خواہشات کا ایک منظر ہے۔ جو کسی زیرک انسان کا مطمح نظر نہیں ہونا چاہئے۔ پھر لکھا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے متبعین کو جبرا دیگر مذاہب کے لوگوں کو بزور شمشیر اسلام میں لانے کی تعلیم دی ہے۔ ایک سلیم الفطرت انگریز مسٹر جیمز اے پیرول جو ٹیکوما کا ہی رہنے والا ہے اور جسے صرف اسلامی لٹریچر سے خاص شغف ہی ہے۔ بلکہ حلقہ بگوش اسلام ہونے کا بھی فخر حاصل ہے۔ ان اعتراضات کو سن کر معترض کو ایسے دندان شکن جواب دیا ہے کہ زبان تحسین و مرحبا کہہ اٹھتی ہے۔ اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ آج اسلام کے واحد ٹھیکہ دار کا فرساز ملا ان مسائل پر ایسی روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں۔ جو ہمارے اس انگریز بھائی نے ڈالی ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے اس لٹریچر کا جو اس وقت ہماری جماعت نے ایک قلیل عرصہ کے اندر اسلام کے متعلق ہر گوشۂ دنیا میں پھیلایا ہے۔ صاحب موصوف نے اس امر کی طرف اپنے مضمون میں ضمناً اشارہ بھی کیا ہے۔ مسٹر جیمز کا جواب تو کافی طویل ہے لیکن ہم اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

اسلامی بہشت کے متعلق جو اعتراض ہے وہ قلت تدبر اور اسلامی تعلیم سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایک نہایت فصیح اور بلیغ اللسان تھے۔ اور فصاحت و بلاغت اس امر کی مقتضی ہے کہ ہر ایک مخاطب سے اس کی استعداد کے مطابق کلام کیا جائے۔ ایک طرف اگر حضرت محمد رسول اللہ کی تعلیم میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ بہشت میں نہریں ہیں۔ اس میں باغات ہیں۔ حوریں ہیں تو اسی بہشت کی نسبت یہ بھی تو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ عرضها كعرض السماء والارض کہ اس جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین سب پر پھیلی ہوئی ہے۔ اگر عوام کو سمجھانے کے لئے [illegible] مثال [illegible] المتقون [illegible] اشیائے دنیوی جن کو ہمارے حواس محسوس کر سکتے ہیں تو کیا حرج ہے۔ عرضها كعرض السماء والارض فرما کر بتا دیا کہ وہ جنت فی الحقیقت مادی چیز نہیں۔ اور اس بات کو آپ نے ایک موقع پر اور بھی اچھی طرح سے واضح کر کے سمجھا دیا۔ اور وہ اس وقت جبکہ شہنشاہ یونان کے عیسائی سفیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اسی عرضها كعرض السماء والارض کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اگر بہشت کی وسعت زمینوں اور آسمانوں سب کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے تو دوزخ کہاں گئی۔ اس کے جواب میں آپ نے کیا پر حکمت اور لطیف کلمہ ارشاد فرمایا۔

جب کہ آفتاب کی روشنی چمکتی ہے تو اس وقت تاریکی کہاں چلی جاتی ہے؟

جس طرح روشنی اور تاریکی مختلف کیفیتوں کا نام ہے اسی طرح بہشت بھی ایک کیفیت ہے نہ کہ کوئی مادی چیز۔ اور یہ جو بہشت کی نسبت کہا گیا ہے کہ اس کے سات طبقے یا درجے ہیں۔ یہ انسان کی سات مختلف روحانی کیفیتوں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔

دوسرا اعتراض کہ اسلام میں جبر کی تعلیم ہے۔ اور یہ کہ لوگوں سے بزور شمشیر دین منوانے کا حکم ہے۔ اس کے جواب میں صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

یہ محض بے بنیاد الزام ہے۔ حضرت محمد (صلعم) کا دامن اس عیب سے پاک ہے۔ کہ آپ نے جبر کی تعلیم دی ہو۔ آپ کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا کہ آپ نے کسی سے بالجبر دین منوایا ہو۔ آپ کی تعلیم قرآن مجید میں بڑے کھلے الفاظ میں موجود ہے۔ لا اکراہ فی الدین اور اسی تعلیم کا اثر تھا کہ جب عیسائیوں کے ہاں آپس میں ہی کشت وخون کا بازار گرم تھا۔ اسلامی ممالک کے اندر عیسائی لوگ امن و آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے جب خلیفہ اعظم حضرت عمرؓ نے یروشلم پر قبضہ کیا اور آپ شہر کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے ایک گرجا کے اندر نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ کہ میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کوئی مسلمان اس گرجا کو گرا کر مسجد بنا لے۔ کیا ایسی رواداری سکھانے والے پیغمبر کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جبر کی تعلیم دیتا تھا۔ عیاذاً باللہ

جب عیسائیوں نے ۱۰۹۹ء میں یروشلم پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اس وقت جو کچھ عمل میں لایا گیا۔ اس کی تاریخ گواہ ہے۔ لیکن جب ۱۱۸۷ء میں پھر مسلمانوں کا پرچم اقبال یروشلم پر لہرایا تو کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے کسی بوڑھے یا بچے کو قتل کیا ہو۔ غرض یہ الزام محض بے بنیاد ہے کہ اسلام جبر کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ ظلم و ستم روا رکھتا ہے اسلام کی رو سے ہر شخص جو چاہے عقیدہ رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے لکم دینکم ولی دین۔ پھر فرماتا ہے کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ . . . . . . یعنی تم کسی کے معبود کو بھی وہ خواہ کوئی بت ہو یا اور کوئی چیز گالی نہ دو۔ ورنہ وہ بھی جہالت سے تم کو گالی دیں گے۔ یہ کیفیت ہے اسلامی رواداری کی۔ باوجود اس کے یہ کہنا کہ یہ مذہب مخالفین کو تہ تیغ کرنے کا حکم دیتا ہے کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

انقلاب افغانستان

ناظرین کرام گزشتہ اشاعت میں شاہ امان اللہ خاں والی افغانستان کی تخت و تاج سے دستبرداری اور ان کے بڑے بھائی عنایت اللہ خاں کی تخت نشینی کی خبر پڑھ چکے ہوں گے۔ تازہ خبر ہے کہ عنایت اللہ خاں نے بھی تخت چھوڑ دیا ہے۔ اور بچہ سقہ نے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ حالات نازک سے نازک تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا ہمسایہ اسلامی ملک خانہ جنگی کا آتشکدہ بنا ہوا ہے۔ گو مختلف حلقوں میں طرح طرح کی خیال آرائیاں ہو رہی ہیں۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ دور پستی میں افغانستان کی ترقی امید کی ایک جھلک تھی جو ہماری پسماندہ قوم کو مایوسی سے روکتی تھی۔ اب یہ بھی نہ رہی۔ تو کون مسلمان ہے جو اپنی آنکھوں سے آنسو بہانے سے باز رہ سکتا ہے؟

افغانستان نے جو کچھ گزشتہ چند سال میں ترقی کی وہ دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اور یہ سب شاہ امان اللہ خاں کا صدقہ تھی۔ امان اللہ شاہ افغانستان کا بہترین دماغ ہونے کے ساتھ اسلام کا مایہ ناز فرزند تھا اور تمام ایشیائی اقوام کی بہترین امیدیں اس کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اب اور کون ہے جو ان کی مایوس نگاہوں کو پیام امید دے سکے۔ بہرکیف ابھی تازہ [illegible] انقلاب [illegible] الم [illegible]

مصائب کا ذمہ دار کون ہے؟

ان مصائب کا ذمہ دار کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں مختلف باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ شاہ موصوف نے اپنے ملک اور قوم کے مخصوص حالات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے مجلسی اور معاشرتی اصلاحات کے نفاذ میں جلد بازی سے کام لیا۔ اور یہی انقلاب کی وجہ ہے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے۔ مگر اس ناقابل تردید حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس افسوسناک انقلاب کی ذمہ داری زیادہ تر علما کی گردن پر ہے جنہوں نے اپنی جہالت اور ذاتی اغراض کی بنا پر ان معمولی باتوں کو اہمیت دے کر عوام کو بھڑکایا۔ اور اس طرح ایک وسیع بغاوت برپا کر کے اس اسلامی ملک کی تباہی کا باعث بنے۔ علما کی اس قسم کی یہ پہلی حرکت نہیں بلکہ اس سے قبل بارہا عالم اسلام ان کی غلط رویوں کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان اٹھا چکا ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی کہہ دے کہ جب تک ملاازم کا خاتمہ نہ ہو جائے تب تک اسلام اور مسلمانوں کے اچھے دن نہیں آ سکتے۔ تو ہمارے خیال میں اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔

امان اللہ تخت و تاج سے دستبردار ہو کر ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں اور ایشیائیوں کے دلوں کا اب بادشاہ نہیں رہا؟ اور ان کی تڑپتی ہوئی دعائیں اس کے ساتھ نہیں ہم دست بدعا ہیں کہ خدا افغانستان کو موجودہ تباہی سے محفوظ رکھے اور اس کے جاہل علما اور عوام کو توفیق دے۔ کہ وہ جلد سے جلد اپنی شرمناک اور تباہ کن غلطی کی تلافی کر سکیں۔

جناب مولوی دوست محمد صاحب کی تبدیلی

پیغام صلح کے ایڈیٹر ہمارے مکرم بھائی مولوی دوست محمد صاحب کی خدمات دار ہ حال سے کوٹ مرکنل ضلع سیالکوٹ میں بعہدہ سپرنٹنڈنٹی منتقل کی گئی ہیں

مولوی دوست محمد صاحب ایک قابل اور کہنہ مشق ایڈیٹر تھے پیغام صلح کے اجراء سے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی یعنی ۱۹۱۳ء میں آپ نے اخبار کی ادارت کی باگ سنبھالی۔ اور آج تک کہ ۱۹۲۹ء کی ابتدا ہے

اپنے فرائض قابلیت سے انجام دیتے رہے

اس عرصہ کے دوران میں آپ ولایت بھی بھیجے گئے تھے۔ جہاں ووکنگ مشن کے سلسلہ میں اڑھائی سال تک آپ خدمات دین بجا لاتے رہے۔

ذاتی قابلیت اور پندرہ سال کی لمبی مشق نے آپ کے اندر بحیثیت ایک ایڈیٹر کے ایک خاص شان پیدا کر دی تھی۔ گو آپ کا اخبار سے الگ ہونا ایک قومی نقصان ہے۔ لیکن آپ نے ہمیں اطمینان دلایا ہے۔ کہ آپ اخبار کی قلمی امداد کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اور احباب کو اپنی معلومات سے مستفید کرتے رہیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کی یہ تبدیلی آپ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو مزید قومی خدمات سرانجام دینے کا موقع عطا فرمائے۔ آمین۔

قبول اسلام

حکیم محمد یار صاحب ذوق مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۲۹ء کو لالہ پیڑا رام ولد دیوا رام عمر ۱۸ سال جو مڈل تک تعلیم یافتہ ہیں۔ اور لالہ سیوا رام ولد لالہ کشن داس سکنہ کوٹ علاقہ واقع ضلع ڈیرہ غازی خاں الطبیب خاکسار کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اسلامی نام پیڑا رام کا محمد اسلم اور سیوا رام کا عبدالرحمن رکھا گیا۔

مسلمانان علی پور قابل شکر یہ ہیں کہ انہوں نے اس تقریب سعید پر اجتماع کیا۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوان بھائیوں کے عزم میں برکت دے۔ اور جن احباب نے اس عظیم الشان جلسہ میں شمولیت فرمائی ہے ان کو اللہ تعالیٰ ثواب دارین عطا فرمائے۔

شاہنامۂ اسلام

جلسہ سالانہ پر جناب ابوالاثر حفیظ صاحب نے اپنے شاہنامۂ اسلام سے چند منتخبات سنائے تھے جسے تمام دوستوں نے بہت پسند کیا تھا یہ کتاب طبع ہو رہی ہے اور پہلا حصہ حضرت آدمؑ سے حضرت نبی کریمؐ کی پیدائش تک ہے۔ قیمت حصہ اول ہے

ہمارے احباب کو اس کی کثرت اشاعت میں پورا پورا حصہ لینا چاہیئے تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور مع قیمت پیشگی یا آرڈر [illegible]

—— ۱۵ فروری۔ کوئٹہ کے راستے سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ امان اللہی حکومت کے سابق وزیر خارجہ غلام صادق ۱۲ فروری کو قندھار سے ہرات چلے گئے نیز ایک اطلاع مظہر ہے کہ چار پانچ روسی ہوائی جہازوں کے ذریعہ قندھار پہنچے۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے حکم دیا ہے کہ صرف نیا سکہ خزانہ سے جاری کیا جائے۔ اس سکہ پر خادم دین رسول اللہ امیر حبیب اللہ منقش ہے۔ دارالضرب نے تمام پرانے سکے ڈھاکر نئے سکے بنوا دیئے ہیں۔

—— لندن ۵ فروری۔ تمام یورپ میں شدید سردی ہو رہی ہے۔ سینکڑوں جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ آسٹریا میں زہریلی ہوائیں خوفناک صورت اختیار کر رہی ہیں۔ یوگوسلافیہ کے کارخانہ جات بند ہو گئے ہیں اور کارکن نازک حالت میں مبتلا ہیں۔ سڑکیں اور ریلوے لائنیں برف باری سے مسدود ہو گئی ہیں۔ متعدد شہروں کا سلسلہ آمد و رفت بند ہو گیا ہے۔

—— فرانسیسی ساحل پر سو سو گز تک سمندر کا پانی منجمد ہو گیا ہے۔ گذشتہ جمعہ کو فرانس میں بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔

—— پشاور ۶ فروری۔ پشاور کے ایک تاجر نے جو حال ہی میں کابل سے واپس آیا ہے بیان کیا کہ کابل میں ایک ہوائی جہاز اڑتا ہوا آیا تھا جس نے اوپر سے اشتہارات جن میں لکھا تھا کہ رمضان کے بعد شاہ امان اللہ کابل پر حملہ کریں گے۔

—— ۲۵ جنوری کا اخبار ام القریٰ لکھتا ہے کہ سمندر کے راستے آنیوالے حاجیوں کی تعداد ۲۲۹۸۰ تک پہنچ چکی ہے۔

—— نئی دہلی ۷ فروری۔ مشہور و معروف نو مسلم انگریز اخبار نویس و سابق مدیر مسلم اوٹ لک، مسٹر داؤ آپین کا ہندوراؤ ہسپتال میں نمونیہ سے انتقال ہو گیا۔ انا للہ۔

—— پشاور ۶ فروری۔ غیر ملکی و ہندوستانی باشندے برابر کابل سے یہاں آرہے ہیں۔ چار ہوائی جہاز پابندی کے ساتھ ہندوستانیوں اور غیر ملکیوں کو لاتے ہیں۔ ملا شور بازار کا بیٹا بھی یہاں پہنچ گیا ہے۔ ایک افغانی سوداگر حاجی افضل کے پاس مقیم ہے۔

—— شہر لاہور میں بسنت کے روز پتنگ اڑاتے ہوئے تین لڑکے مکانات سے گر کر ہلاک ہو گئے۔

—— پشاور ۱۶ فروری۔ پرسوں کابل سے ایک پشاوری تاجر یہاں پہنچا اس نے یہ درد انگیز قصہ سنایا کہ عبدالرحمن افسر محصولات چنگی اور اس کی لڑکی کو بچہ سقہ نے اپنے محل میں بلایا۔ جب عبدالرحمن وقت مقررہ پر نہ پہنچا تو اس کو لانے کے لئے سپاہی بھیجے۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمن نے ریوالور سے اپنی لڑکی پر تین فیر کئے جو وہیں ختم ہو کر رہ گئی۔ عبدالرحمن بچہ سقہ کے روبرو لایا گیا۔ اس نے لڑکی کو مار دینے کی وجہ بیان کی۔ اس پر اس کے تازیانے لگائے اور قید کر دیا گیا۔

—— پنجاب کے ہندو ساہوکار قانون انتقال اراضی کو منسوخ کرانے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

—— مدراس میں سائمن کمیشن کا کامیاب مقاطعہ کیا گیا۔

—— ماسکو ۷ فروری کابل کا ایک پیغام مظہر ہے کہ قندھار اور جلال آباد کے درمیانی علاقہ کے قبائل یا قندھار کسی بر سر اقتدار شخصیت کے تابع فرمان نہیں۔ شنواریوں۔ غلگیائیوں اور مہمندوں کے درمیان جنگ جدال جاری ہے۔ کابل میں سامان خورد و نوش کی کمی ہے۔ اس لئے لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔

—— اخبار زمیندار اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ پشاور کی ۷ فروری کی اطلاع ہے کہ کوہاٹ کی آخری حد کچی مرئی کے مقام پر جہاں انگریزوں کی آخری فوجی چوکی ہے فوج جمع کی جا رہی ہے جن میں زیادہ تر شیعہ سپاہی شامل ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انگریز تیراہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

—— قندھار کی ۳ رمضان کی خبر ہے کہ ہرات، غزنی اور قندھار کے اکابر و عمائد نے شاہ امان اللہ خاں کے ساتھ تجدید بیعت کی

—— افغانستان کے حلقوں میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں بمبئی سے قریباً ۲۵ فروری تک پہنچ جائیں گے مگر ابھی تک یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کابل جائیں گے یا قندھار۔

—— نئی دہلی ۸ فروری۔ سال نو کے اعزازات کی فہرست جو ملک معظم کی علالت کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی ہیں مارچ کے پہلے ہفتے میں شائع کر دیجائیگی

—— ٹرکی کا قانون فوجداری جو عرصہ سے قومی مجلس کے زیر اہتمام مرتب ہو رہا تھا مکمل ہو گیا ہے۔ اس میں مغربی ممالک کی تقلید کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ شوال ۱۳۴۷ھ نمبر ۲۴

جسم اسلام کا ناسور

(۱۶)

دیوبند کی افترا پردازیاں

جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کا مکروہ پروپیگنڈا

کفر و اسلام اور حضرت مسیح موعود

اس کے علاوہ ذیل کے حوالجات "الانصار" نے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا:-

(۱) حاجی شمس الدین کے متعلق لکھا کہ خواہ وہ کتنی ہی دعائیں کریں خدا ان کی دعاؤں کو کبھی نہیں سنے گا۔ اور استدلال میں وما دعاء الکافرین الا فی ضلال لکھی ہے۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

(۲) اشتہار معیار الاخیار میں تمام مسلمانوں کو اپنے انکار کی وجہ سے جہنمی لکھا۔

(۳) اپنی بیعت کو مدار نجات قرار دیا۔

امر اول کے متعلق عرض ہے کہ کسی آیت قرآنی کو مجاز کے طور پر کسی ایسی حالت پر چسپاں کر دینا جو اس کے اصل مفہوم سے کلی مطابقت نہ رکھتی ہو قابل اعتراض بات نہیں۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال کی آیۃ کریمہ کے استعمال سے یہ مراد نہیں کہ جن لوگوں کے متعلق اسے استعمال کیا گیا وہ اصل اسلام کے کافر ہیں۔ بلکہ کافر بالمسیح یا ایک فرشتہ کا کافر کہئے۔ جس موقع پر یہ استعمال کی گئی وہ طاعون کے دن تھے۔ جو خدا کے مامور کی تکذیب پر بطور عذاب نازل ہوئی۔ حضرت مسیح موعود نے اس کا علاج مامور پر ایمان لانا قرار دیا اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کی دعاؤں کو دعاء الکافرین قرار دیا۔ جس سے یہود و نصاریٰ جیسے کافر مراد نہیں۔ جو اسلام ہی کے منکر ہیں۔ کیونکہ آپ لکھ چکے ہیں کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محض [illegible] اسلام کے کافر مراد ہیں۔ اور یہ آیت یہاں مجازی معنوں میں استعمال کی گئی ہے۔

امر دوم میں صریح غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اشتہار معیار الاخیار ہمارے سامنے ہے اس تمام اشتہار میں ہرگز کوئی ایسا فقرہ موجود نہیں جس میں حضور اپنے انکار کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو جہنمی قرار دیا ہو۔ البتہ یہ لفظ پائے جاتے ہیں کہ:-

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے"

اس میں صاف طور پر مخالفین کا ذکر ہے۔ محض انکار کرنے والوں یا نہ ماننے والوں کا نہیں اور ظاہر ہے کہ ایک مجدد اور مامور من اللہ کی مخالفت خدا و رسول کے نزدیک سزاوار تحسین نہیں ہو سکتی۔ جس شخص کو خدا کھڑا کرتا ہے اس کی مخالفت میں کھڑے ہو جانا خدا اور رسول سے جنگ کرنا ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ من عادیٰ لی ولیا فاذنتہ للحرب جو شخص میرے ولی سے عداوت کرتا ہے اس کو میں جنگ کا اذن دیتا ہوں پس جب ایسے لوگوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم مل چکا ہو تو مرزا صاحب کا کیا قصور ہے۔ کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو جہنمی قرار دیا۔ لیکن کہیں ایک فقرہ بھی آپ کا ایسا نہیں دکھایا جا سکتا جس میں آپ نے تمام مسلمانوں کو "جہنمی" لکھا ہو۔ یا انہیں محض اپنے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔ اسی قسم کا وہ فقرہ ہے جس میں آپ نے اپنی بیعت کو مدار نجات ٹھیرایا ہے۔ اور صرف آپ ہی نے نہیں پہلے مجددین نے بھی اپنی بیعت کو ایسا ہی ضروری قرار دیا ہے۔ کہ اس کے بغیر نجات کے وہ قائل نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں کہ

فھمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھذہ الطریقۃ واوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علیٰ من عاداک سماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا او لم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا۔

میرے رب نے مجھے سمجھایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے اور اس کی انتہائی بلندیوں تک تجھے پہنچایا ہے اور ہم نے آج کے دن سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس طریقے کے جو تجھے دیا گیا۔ اور وہ ایک ہی طریقہ ہے۔ جو کھلا رکھا گیا ہے۔ اور وہ تیری محبت و فرمانبرداری ہے۔ اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہوں گی جو تیرے ساتھ عداوت اور بغض رکھے گا۔ اور نہ وہ ارضی برکات کا وارث ہوگا۔ مغرب اور مشرق کے لوگ تیری رعیت ہیں۔ اور تو ان کا بادشاہ خواہ تجھے جانیں یا نہ جانیں۔ اگر وہ تجھے جان لیں تو بامراد ہوں گے اور اگر جاہل رہے تو خسارہ پائیں گے۔

ایسا ہی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بودند و بدلا و نجبا باشند"

مجدد وہ ہے کہ اس کے وقت میں جو فیوض اقوام کو پہنچیں۔ وہ اس کے توسط سے پہنچیں اگرچہ وہ اقطاب و اوتاد اور ابدال وغیرہ ہوں ان دونوں حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ اکابر امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ مجدد اپنے وقت کا امام اور پیشوا ہوتا ہے۔ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کا قرب اور نجات حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے اس کے علاوہ قرب الٰہی اور نجات کے تمام رستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ لوگ جو مجدد کو نہ مانیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتے ہیں۔ کافر ہونا اور بات ہے اور نجات اور قرب کے رستے کو پانا اور بات۔ کوئی مسلمان حتے کہ دیوبندی مولوی بھی اس بات کے قائل نہیں کہ محض مسلمان ہو جانے سے ایک شخص نجات کا وارث بن جاتا ہے۔ نجات کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے اور مجدد کی بیعت بھی اعمال صالحہ میں سے ہے۔ خود قرآن کریم نے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے اور حدیث نبوی میں امام زمان کی عدم شناخت کو جہالت کی موت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ مجدد وقت خدا تعالیٰ سے ایک نور اور روشنی لے کر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے قرب کے رستے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق مجدد وقت کو بتائے جاتے ہیں۔ جو شخص اس کی بیعت نہیں کرتا وہ اس نور اور روشنی سے بے خبر اور جاہل رہتا ہے اور قرب الٰہی کو پا نہیں سکتا۔ کہ نجات کے دروازے اس پر کھولے جائیں۔ کافر ہم اسے نہیں کہتے کہ خدا اور رسول کا قائل ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کرتا اور نماز روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کو شعار دینی سمجھتا ہے۔ یہی وہ اصول اسلام ہیں جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ مجدد کا انکار اصول اسلام کا انکار نہیں۔ بلکہ ایک نہایت خطرناک گناہ ہے جس کا ارتکاب انسان کو نجات سے محروم کر دیتا۔ اور مواخذہ کے نیچے لے آتا ہے۔

کیا اس قدر صراحت کے بعد بھی "الانصار" اس بات پر مصر ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے کیا وہ اسی جرات کے ساتھ جو اس خطرناک الزام کے لگانے میں اس نے کی ہے یہ لکھنا گوارا کرے گا کہ اس بارہ میں اس نے غلطی کا ارتکاب کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے ہرگز اپنے انکار کو موجب کفر نہیں ٹھیرایا؟ علماء سو کا داغ دیوبند کی پیشانی سے اسی وقت دھل سکتا ہے کہ وہ اس اعتراف حق کے لئے تیار رہو اور فتوائے تکفیر کو فوراً واپس لے کر حق پرستی کا ثبوت دے۔ کیا وہ اس کے لئے تیار ہوگا؟

دھریت کے نتائج

مسٹر ہوور جدید صدر جمہوریہ امریکہ نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی جو تقریر کی ہے اس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:-

"ممالک متحدہ امریکہ نے جو مہتم بالشان ترقی کی ہے اس کی مثال سے تاریخ کے اوراق خالی دامن نظر آتے ہیں۔ لیکن اس ترقی سے ان مسلسل خطرات پر پردہ نہیں ڈالنا چاہیئے جو حکومت کو لاحق ہو رہے ہیں۔ قانون کا عدم احترام عام ہے۔ جرائم میں برابر اضافہ ہو رہا ہے امتناع کے باوجود شراب کی درآمد کا سلسلہ جاری ہے قانون کا سخت نفاذ ہی سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے"

مسٹر ہوور کے الفاظ قرآن کریم کے اس ارشاد کی گویا تفسیر ہیں جس میں اس نے ایک قوم کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کی خبر دیں جن کے عمل خسارہ میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام کوششیں صرف دنیوی زندگی پر صرف ہو گئیں۔ اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے مہتم بالشان ترقی کی ہے۔ بہترین صنعتیں ہم نے بنائی ہیں۔

بے شک یہ "مہتم بالشان ترقی" آج امریکہ کے لئے مایہ صد ناز و افتخار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جرائم کی ترقی جس مسلسل خطرے کا اعلان کر رہی ہے۔ وہ اسے ترقی معکوس کی طرف لیجا رہا ہے مسٹر ہوور کا یہ خیال کہ قانون کا سخت نفاذ ہی سیدھا رستہ دکھا سکتا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ قانون کی حکومت صرف اسی حد تک ہی جا سکتی ہے جہاں تک حکومت کی نظریں پہنچ سکتی ہیں۔ دلوں کے اوپر یا پرائیویٹ مکانوں میں جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو قانون کا اثر کوئی کام نہیں دے سکتا۔ اس کے لئے ایک آسمانی حکومت کی ضرورت ہے۔ خدا پر ایمان ہی انسان کو ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں سے بچا سکتا ہے۔ جب تک یہ نہ ہو کوئی مہتم بالشان ترقی امریکہ اور یورپ اور دنیا کے کسی ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔

بقیہ صفحہ اول

ہندوستان کے دیہاتوں میں اس طرح کی وبائیں پھیلتی ہیں۔ تو اس لئے کہ دیہاتی گندے ہوتے ہیں۔ غلیظ رہتے ہیں۔ اصول صحت سے واقف نہیں ہوتے۔ اور اپنے ہاں اچھے اسپتال اور قابل ڈاکٹر نہیں رکھتے۔ لیکن "صاحب" لوگوں کو تہذیب کے مرکزوں میں حفاظت کے برجوں اور قلعوں کے اندر آخر کونسی قوت بیمار پڑنے اور جان دینے۔ تکلیف اٹھانے اور دم توڑنے پر مجبور کر رہی ہے؟ غریب مذہب والے تو اب تک اس قوت کا نام خدا لئے جاتے ہیں۔ اور اکبر اسی گروہ کی ترجمانی میں فرماتے ہیں۔

خدا کے باب میں کیا آپ مجھ سے بحث کرتے ہیں
خدا وہ ہے کہ جس کے حکم سے صاحب بھی مرتے ہیں

(سچ)

شلانگ مسلم مشن

شلانگ سے مولوی آفتاب الدین صاحب لکھتے ہیں کہ جمعرات ۱۴ مارچ ۲۹ء کو مجلس عید منعقد کی گئی جس میں قریباً تین صد مہمان جمع تھے۔ منجملہ ان کے یکصد غیر مسلم اصحاب تھے سب مجمع کا فوٹو لیا گیا۔ کھسی زبان میں تیسرا ٹریکٹ اسلام پر شائع ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل سے کام رو بہ ترقی ہے اور غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام آہستہ آہستہ اثر کر رہا ہے۔ مولوی محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ اور چودھری ظہور احمد صاحب تبلیغ کے لئے بنگال اور آسام کے دورہ پر تشریف لے جا رہے ہیں۔

شراب اور ہندوستان

۱۹۲۷ء میں تقریباً ۲۰ کروڑ روپیہ محاصل آبکاری سے گورنمنٹ کو ملا۔ ہندوستان کی کل دکانات شراب دیسی ۴۸۶۴۴ اور افیون بھنگ، چرس گانجا کی ۱۴۳۷۷ ہیں۔

ہندوستان کی ساختہ شراب کے علاوہ ۳۴۱۷۰۷۵۶ [illegible] ممالک غیر سے ہندوستان میں آئی۔ افسوس!

اسلام مشرق و مغرب میں!

مسجد لنڈن لنڈن میں جو اسلامی مرکز مسجد کی صورت میں زیر تجویز ہے اس کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ چیریٹی کمشنران لنڈن نے اس کے ٹرسٹ کی تصدیق کر دی ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ جو روپیہ اس فنڈ میں دیا گیا ہے وہ محفوظ ہے اور اس کا استعمال صحیح طور پر ہوگا۔ اس وقت تک آٹھ لاکھ روپے سے زائد رقم اس فنڈ میں جمع ہو چکی ہے۔ جس میں سے پانچ لاکھ روپیہ امپریل بنک حیدر آباد میں ایک سال کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ اور اسی بنک میں تین لاکھ روپیہ لائڈس بنک کے پاس جمع ہے۔ باقی ماندہ چند ہزار کی رقم امپریل بنک کی لاہوری شاخ میں موجود ہے۔

مسجد کا انتظام ایک ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس میں لارڈ ہیڈلے ہز ہائنس سر آغا خاں۔ نواب نظامت جنگ بہادر سر عباس علی بیگ اور خواجہ کمال الدین شامل ہیں۔ اس ٹرسٹ کی رجسٹری بمبئی میں اپریل ۱۹۲۶ء اور لنڈن میں اگست ۱۹۲۶ء میں ہوئی تھی۔

"دنیا کے سب سے بڑے مرکز مادیات کے وسط میں خدا کا یہ روحانی گھر کس قدر برکات و انوار کا حامل ہوگا۔ اس کا اندازہ صرف مخلص مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔ اس کی تبلیغی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ سکھوں نے بہ تعجیل تمام انگلستان میں ایک گوردوارہ بنا لیا ہے اور ہندو اپنا مشن قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس معاملہ میں بھی مسلمانوں سے سبقت لے جائیں۔

ترک اور اسلام جمہوریہ انگورا کا نیم سرکاری پرچہ "ملت" رقمطراز ہے کہ:-

"یہ الزام سراسر جھوٹ کی پوٹ ہے کہ ترکوں نے مذہب تبدیل کر لیا ہے یا یہ کہ انہوں نے مذہب میں ترمیم کر دی ہے۔ نہ کوئی تبدیلی یا ترمیم ہوئی ہے اور نہ کوئی ایسی تجویز زیر غور ہے۔ بدخواہوں کی تمام تصریحات بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔ ترکی میں یہ ممکن ہی نہیں کہ احکام اسلام میں تبدیلیاں کر دی جائیں۔ جو تغیرات ترکی میں رونما ہیں ان کی حیثیت محض تمدنی و معاشرتی اصلاحات ہیں۔ دگر ہیچ۔ ان رسمی اصلاحات کا ارکان و عقائد اسلام سے ذرہ بھر تعلق نہیں۔ ہاں بطور ازالہ غلط اندیشی یہ ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اعتقادات از ملاؤں کے توہمات اور تخیلات کا نام نہیں۔ اسلامی اعتقادات اور ملاؤں کے تخیلات میں وہی نسبت ہے جو اسلام کو بت پرستی سے ہے۔ جیسے دین توحید، آذری اور صنم پرستی کا اشد ترین دشمن ہے۔ ایسے ہی دین فطرت کی تعلیم کا ملاؤں کی تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں۔"

ہندو آغوش اسلام میں سورت میں ہندو مہاسبھا کا جو اجلاس حال ہی میں منعقد ہوا۔ اس کے صدر محترم جناب شری سیت رامانند چیٹرجی (ایڈیٹر ماڈرن ریویو) نے اپنے فاضلانہ خطبۂ صدارت میں فرمایا:-

"۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک صرف پنجاب میں چالیس ہزار ہندو مسلمان ہو گئے۔ اور ایک لاکھ بیس ہزار ہندو عیسائی ہوئے۔ مغربی بنگال میں ہندو ۲۵ فیصدی کم ہوئے۔"

غیر مذاہب کی تبلیغی سرگرمیاں

اشدھی کے دم خم بھارتیہ ہندو شدھی سبھا نے ذیل کی تجاویز اپنے اجلاس منعقدہ سورت میں ۲۹-۳۰ مارچ کو پاس کی ہیں۔

یہ جلسہ خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ کاشی۔ کشمیر۔ مہاراشٹر اور بنگال وغیرہ کے مسلمہ ودوانوں نے بھی یہ مان لیا ہے کہ شدھی شاستروں کے مطابق ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے شدھی کے کام کی اجازت دیدی ہے۔ اس لئے یہ جلسہ ہندوؤں سے استدعا کرتا ہے۔ کہ گجرات میں بھی دوسرے مقامات کی طرح ان بھائیوں کو جو کسی وجہ سے ہندو مذہب چھوڑ چکے ہیں۔ اور پھر واپس آنا چاہتے ہیں۔ اپنے اندر شامل کر لیں۔ اور ان کے ساتھ ویسا ہی برادری کا سلوک کریں جیسے دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کرتے ہیں۔

دوسرے ریزولیوشن میں گجرات کی پرنا درہ۔ ڈابا اقوام اور پنجاب کے کئی گاؤں کے مولے۔ گوجر۔ میسور کے بھاٹی۔ آگرہ دادہ کے بھاٹ اور ملکانے نومسلم اور گھوسی لوگوں کے متعلق جنھوں نے پھر ہندو مذہب کو قبول کر لیا ہے ہندوؤں سے استدعا کی گئی ہے کہ ان کو ہندو مان کر ان کے ساتھ معاملات کریں۔

تیسرے ریزولیوشن میں فرانس انگلستان اور افریقہ کے لوگوں کا جنھوں نے ہندو مذہب کو قبول کیا ہے خیر مقدم کرتے ہوئے ان کو ہندو سماج کا جزو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور جو لوگ غیر ممالک میں ہندو مذہب کو پھیلا رہے ہیں ان کو مبارکباد دی گئی ہے۔

راجپال شہیدی فنڈ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ راجپال کے قتل کے بعد پبلسٹی کا کام مستقل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اسی غرض سے فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک راجپال شہیدی فنڈ قایم کیا جائے۔ تجویز یہ ہے کہ آریہ تیس ہزار روپیہ فوراً جمع کر دیں۔ اس میں سے دس ہزار روپیہ آریہ پرتی ندھی سبھا کے پاس جمع رہے گا۔ تاکہ اگر ضرورت ہو تو اس کے سود سے راجپال کے چار بچوں کی تعلیم کا انتظام ہو سکے۔ اور تعلیم ختم ہونے کے بعد اس وقت کے حالات کے مطابق ان کو دیا جائے۔ یا اس کو بھی فنڈ میں شامل کر دیا جائے باقی تیس ہزار روپیہ سبھا کے پاس اس واسطے رہے گا۔ کہ اس کے سود سے پبلسٹی کا کام جاری رکھا جائے۔

شردھانند کی یادگار دس لاکھ روپے میں سوامی شردھانند جی کے بلیدان پر جو دس لاکھ روپیہ کی آل انڈیا اپیل کی گئی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ جس بھون میں سوامی جی کا بلیدان ہوا اسے حاصل کر کے وہاں شردھانند بلیدان بھون تیار کیا جائے۔ اس تجویز پر وچار کے لئے دہلی میں مالوی جی کے نواس ستھان پر شہر کے سرکردہ اصحاب کی سبھا ہوئی۔ جس میں قرار پایا کہ پانچ لاکھ کی لاگت سے شردھانند بلیدان بھون تیار کیا جائے۔ اور اس میں ٹیکنیکل سکول اور ہسپتال بھی کھولا جائے چنانچہ اسے جلد عملی جامہ دینے کے لئے روساء اور سرکردہ اصحاب کی سب کمیٹی بھی بنا دی گئی ہے۔ (پرکاش)

مسیحی مبلغین کا جدید نظام عمل پادری زویمر ایک مشہور عیسائی مبلغ ہیں آپ نے مشرق اور ارض ہند کے دورہ اور تجربہ کے بعد مسلمانان ہند کی متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ایک جدید لائحہ عمل مرتب کیا ہے اور بڑے غور و خوض کے بعد آپ نے مسلم مرتدین کی جماعت کو منتظم کر کے نصیحت فرمائی کہ تم اسلامی نام۔ اسلامی لباس۔ اسلامی معاشرت کو بدستور قایم رکھو مسلمانوں میں مل جل کر رہو۔ اور پیغمبر اسلام کا پورا احترام ملحوظ رکھو اور جب اس طرح تمہاری نفرت و وحشت کے جذبات رد سکون ہو جائیں تو محبت و الفت کے ساتھ تمہید تبلیغ مسیحیت کی خدمات انجام دو۔ اس نصب العین کی تکمیل کے لئے جرائد و رسائل کی اشاعت پر بھی خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ایک اخبار "اخوت" جاری کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی پوری جماعت میدان عمل میں گام زن ہو گئی ہے۔

یہ تمام کام اس خاموشی اور عمدگی سے انجام دیا گیا ہے کہ کسی کو کانوں کان ... [illegible]

ہماری تبلیغی سعی و جہد

لنڈن اور ووکنگ میں مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے امام مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام تبلیغ ... جاری ہے اسلامک ریویو اور ٹریکٹوں کے علاوہ وقتاً فوقتاً نہ صرف مسجد میں بلکہ دوسرے مقامات پر بھی مختلف سوسائٹیوں کے زیر اہتمام اسلام پر لیکچر ہوتے ہیں۔

چنانچہ ۷ فروری کو مولوی عبدالمجید صاحب نے فری ریلیجس ... ہال لنڈن میں ایک لیکچر دیا جس کا نام تھا "اسلام کا اثر یورپین تہذیب پر"۔ برٹش مسلم سوسائٹی (انگریز نومسلمین کی مجلس) کے زیر اہتمام بھی ہفتہ وار لیکچر ہوتے رہتے ہیں۔ ماہ فروری میں مسٹر عبداللہ یوسف علی سابق آئی۔ سی۔ ایس۔ نے "تجدد اسلام" پر اور ڈاکٹر ... عالم اخروی پر لیکچر دیئے۔

اس کے علاوہ نومسلموں کی تعلیم و تربیت کا بھی خاص انتظام ... لنڈن میں اسی غرض سے عربی کی ایک خاص جماعت کھولی گئی ہے جس میں ہر جمعہ کے دن شام کے ۷½ بجے سے لے کر ۹ بجے تک، قاہرہ کے ایک فاضل مسلمان مسٹر ابراہیم یوسری (جو برٹش مسلم سوسائٹی کے جائنٹ سکرٹری ہیں) نومسلموں اور دوسرے لوگوں کو اسلام کے ضروری مسائل اور عربی کی تعلیم دیتے ہیں۔

برلن (جرمنی) پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نہایت سرگرمی سے تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ ہفتہ وار لیکچروں اور درس کا سلسلہ جاری ہے۔ جو نومسلموں کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کی کشش کا موجب ہے اور خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں جب جرمنی سے یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کی خوشخبریاں سننے میں آئیں گی۔ روزانہ بڑھتی ہوئی ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ مسجد برلن کو لیکچروں اور پنجوقتہ نمازوں کے لئے استعمال کیا جائے۔ لیکن قالینوں کے نہ ہونے کی وجہ سے معذوری ہے۔ احباب کرام اس بارہ میں جس قدر جلد توجہ فرمائیں اور تھوڑے سے ایثار سے کام لیکر چالیس پچاس پونڈ کی معمولی رقم جو اسے جمع ہونی باقی ہے۔ فراہم کر دیں تو اس سے بڑھکر ثواب کا کام اور کیا ہوگا۔ مسجد کی آبادی بالخصوص یورپ جیسے کفرستان میں ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جس پر تمام دنیوی فوائد کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ جس ہمت و ایثار سے کام لے کر احباب جماعت نے برلن کی عظیم الشان مسجد تعمیر کی ہے وہ فی الواقعہ حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ لیکن وہ کام غیر مکمل رہ جائے گا۔ اگر اس ادنٰے مطالبہ کو جلد سے جلد پورا نہ کر دیا جائے۔ کیا احباب کرام اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے؟

جاوا (جزائر شرق الہند) مرزا ولی احمد بیگ جو ایک باہمت نوجوان اور نہایت سرگرمی کے ساتھ خاموش کام کرنے والے ہیں جاوا میں تین چار سال سے کام کر رہے ہیں اور ذاتی میل ملاقات اور زبانی گفتگو کے علاوہ انہوں نے سلسلہ احمدیہ کا بہت سا لٹریچر ملائی زبان میں ترجمہ کر کے پھیلا دیا ہے۔ اور کئی ایک ... کتابوں کے ترجمے ملائی اور ڈچ زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور یہ معلوم کرنا موجب مسرت ہے کہ اب وہ حضرت امیر کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو ملائی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ دوران تبلیغ میں مرزا صاحب کو بسا اوقات پادریوں اور خود مسلمان مولویوں سے مقابلے پیش آئے۔ بڑی بڑی سخت مخالفتیں ہوئیں۔ لیکن اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب وہاں بفضلہ ہماری خاصی جماعت ہے اللّٰہ تعالیٰ انہیں اس سے بڑھکر خدمت اسلام کی توفیق دے۔ اور بیش از بیش فتح و نصرت عطا فرمائے۔

ہندوستان وقتی لیکچروں اور مناظرات کے علاوہ مختلف مقامات پر ہمارے مبلغین کو غیر مذاہب بالخصوص آریہ سماج سے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض مقامات پر اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا کام بھی جاری ہے۔ جس میں خدا کے فضل سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پنجاب میں پنڈت قادر بخش صاحب اس کام کے بہترین اہل ثابت ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے کئی مقامات پر بازیگروں اور دیگر اقوام کو مسلمان بنایا ہے حال ہی میں ناہوال کے مقام پر آریہ سماج نے بہت سے بازیگروں کو گھیر رکھا تھا ... [illegible]

بزرگانِ جماعت سے حضرت مسیح موعود کا ایک سوال

آپ نے کیا کیا ہے؟

(حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

میں کئی دنوں سے ارادہ کر رہا تھا کہ ان احباب سے جو میری طرح بہار کی حد سے متجاوز ہو چکے ہیں اور سفر آخرت کے لئے تیار بیٹھے ہیں جن کے سامنے اب اس دنیوی زندگی کی منزل بہر حال تھوڑی رہ گئی ہے یہ عرض کروں کہ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب ہمیں احکم الحاکمین کے سامنے اپنی ذمہ داریوں کا جواب دینا ہوگا۔ یاد رہے کہ وہاں کسی سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ اس نے کس قدر جائداد پیدا کی۔ کتنا مال جمع کیا۔ کتنی اولاد چھوڑی۔ بلکہ یہ بتانا ہوگا کہ کس قدر جائداد خدا کی راہ میں وقف کی۔ کس قدر مال اعلائے کلمۃ اللہ پر خرچ کیا۔ اولاد کو خدمت دین کے لئے کس حد تک تیار کیا۔ اتنے میں کل ہی میرے ایک مکرم دوست کا خط آیا۔ جس میں انہوں نے اپنا ایک رویا لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو جہاں ایک طرف ان باتوں پر جو نبوت اور تکفیر کے قائل فریق نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔ بہت پریشان اور ناراض دیکھا دوسری طرف آپ نے اس مکرم دوست سے بھی یہ سوال کیا کہ

آپ نے کیا کیا ہے؟

یہ سوال فی الحقیقت جیسا کہ اس مکرم دوست نے سمجھا ہے اکیلے ان سے نہیں تھا۔ بلکہ ساری جماعت کے بزرگوں سے تھا۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار پر اور دنیا کے تفکرات پر، فکر دین۔ حفاظت دین۔ اشاعت دین کے کام کو مقدم کریں گے۔ یہ سوال درحقیقت ہمارے لئے ایک تنبیہ ہے۔ کیونکہ ابھی ہمارے لئے وقت ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے سے پیشتر کچھ اس کے جواب کے لئے تیاری کر لیں لیکن ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ پھر کوئی مہلت نہ ہوگی اور اس وقت اگر جواب کے لئے تیاری نہیں کی تو پھر حسرت کے کلمات ہی زبان پر ہوں گے۔ یاحسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ مجھ پر افسوس کہ میں نے اللہ کے حقوق کے بارہ میں کوتاہی کی۔ لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنین۔ اگر میں واپس لوٹ کر جا سکوں تو نیکی کرنے والوں میں سے ہوں گا۔ اس طالب علم سے بڑھ کر بیوقوف کون ہے جس کو یہ بھی پتہ لگ جائے کہ اس سے کیا سوال امتحان کے وقت ہونے والا ہے۔ اور پھر بھی وہ اس کے لئے تیار ہو کر نہ جائے۔

کوئی شخص اپنے آپ کو دھوکہ نہ دے

بسا اوقات انسان اپنے آپ کو دھوکہ دے لیتا ہے اور درحقیقت اپنے نفس کے دھوکے سے بچنا سب سے مشکل کام ہے۔ بہت لوگ ہیں ان کو توجہ دلائی جائے کہ آپ فلاں اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ تو بجائے اپنی اصلاح کے دوسروں پر خفا ہونے لگ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کسی کا حق نہیں کہ ہمیں کچھ کہے۔ ہم نے سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًی خدا کی راہ میں خرچ کر کے نہ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ احسان جتائیں۔ نہ کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کوئی شخص اپنے مال پر بھروسہ نہ کرے خدا کی نظر سونے اور چاندی کے ڈھیروں پر نہیں اس کی نظر دلوں پر ہے۔ دیکھنے کی چیز دل ہے۔ کیا ہمارے دلوں میں دین کو ترقی دینے کے لئے وہ جوش ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے جو اپنی دنیا کو ترقی دینے کے لئے ہے۔ اگر ہے تو ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ ورنہ نہیں۔ کیا اس کے دل میں دین کی وہ فکر ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ جس قدر اپنی دنیا کی فکر ہے۔ اور دین کی خدمت کے موقع نکالنے کے لئے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر فکر میں ڈوبا رہتا ہے جیسے اپنی دنیا کے اشغال میں شب و روز غلطان و پیچاں رہتا ہے؟ آیا جو آمادگی وہ اپنی دنیا کے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے دکھاتا ہے۔ جس مستعدی سے وہ اپنی ضروریات پیش آمدہ کے لئے رستے نکالتا ہے اس قدر آمادگی اور مستعدی بلکہ اس سے بڑھ کر خدمت دین کے کاموں میں بھی دکھاتا ہے؟ آیا جو تکلیفیں اور مصیبتیں اپنے دنیا کے کاموں کے لئے اٹھاتا ہے۔ اس قدر بلکہ اس سے بڑھکر تکلیفوں اور مصیبتوں کا دینی خدمات کے لئے بھی سامنا کرنے کو تیار ہے؟ کیا جب اسے دنیا کا کوئی خرچ پیش آتا ہے کوئی عالیشان مکان بنانا ہوتا ہے کوئی جائداد خریدنی ہوتی ہے۔ کسی کاروبار کو ترقی دینا ہوتی ہے۔ کسی بیٹے یا بیٹی کی شادی کرنا ہوتی ہے جس فیاضی سے اس وقت خرچ کرتا ہے اور روپیہ بہم پہنچانے کے وسائل بھی اس کے لئے نکلتے چلے آتے ہیں آیا وہی شرح صدر وہی فیاضی کی روح بلکہ اس سے بھی بڑھکر اس وقت بھی اس کے اندر ہوتی ہے جب کوئی دینی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر ان سب سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو اس کے دل کے اندر بیشک اپنے عہد کو کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ پورا کرنے کی تڑپ موجود ہے اور وہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے کیا کیا؟ ورنہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے سے بڑھکر کوئی دھوکہ نہیں۔

کیا آپ کا دل مطمئن ہے؟

اس کو بھی چھوڑئیے۔ کہ خدا کے حضور ہم کیا جواب دیں گے۔ صرف اسقدر غور کر لیجئے۔ کہ کیا آپ کا دل اس کام پر مطمئن ہے جو آپ کر رہے ہیں۔ کیا اگر اسی آن ہم پر وہ وقت آ جائے جس کا ہر ایک پر آنا اٹل ہے تو ہمارا دل اس اطمینان سے لبریز ہوگا کہ ہم نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیا؟ اپنے عہد کو پورا کرنے کیلئے ہر ممکن زور لگا یا؟ کیا ہمارے دلوں میں یہ راحت ہوگی کہ ہم جو کام کر رہے تھے۔ وہ ہمارے یہاں سے جدا ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ ہماری اولاد اس نیک کام میں ہماری جانشینی کا حق ادا کرے گی ہماری زندگی کو قائم رکھے گی؟ کیا ہمارا دل اس سکینت سے بھرا ہوا ہوگا کہ ہم نے [illegible] ہماری جائیداد کا کوئی حصہ تو جاریہ کے طور پر ہماری ابدی زندگی کا موجب ہی ہوگا؟ اگر باوجود مقدرت کے ہم نے [illegible] اگر موت کے وقت ہمیں خود یہ سوال تکلیف دیگا۔ کہ ہم نے کیا کیا۔ تو بعد موت ہم جب سب پردے دور ہو کر ہمارے اعمال کی تصویر ہمارے سامنے آئیگی۔ تو پھر یہی سوال سامنے ہوگا کہ آپ نے کیا کیا؟

غلو کے مقابلہ پر تفریط ہوا کرتی ہے اور عقیدہ کی غلطی کے مقابل پر عمل کی کوتاہی اس لئے دوبارہ سہ بارہ اپنے حالات کی اپنے اعمال کی پڑتال کر لینی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اگر ایک جماعت عقیدۃً بہک گئی اور غلو کی راہ پر پڑ گئی۔ تو دوسری عمل میں رہ جائے۔ بالآخر میں بزرگان جماعت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں۔ ان میں سے ہر ایک عنداللہ ذمہ دار ہے۔

خاکسار محمد علی

لنڈن میں تبلیغ اسلام

انگریز نومسلمین کی تبلیغی جدوجہد

خواجہ عبدالغنی صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن کے ایک مراسلہ سے یہ معلوم کرنا طمانیت بخش ہے۔ کہ وہ انگریز نومسلمین جو ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی مساعی سے حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ میں پوری جدوجہد سے کام لے رہے ہیں۔ برٹش مسلم سوسائٹی انہی انگریز نومسلمین کی مجلس ہے۔ جس کے زیر اہتمام ہر اتوار کو لنڈن مسلم نمازگاہ واقعہ ۱۱ کمپیڈن ہل روڈ میں اسلام پر لیکچر ہوتے ہیں چنانچہ ماہ جون میں حسب ذیل لیکچر دیئے گئے ہیں۔

۱۶ جون کو جناب عبدالخالق خانصاحب بی اے ایم آر ایلس ایس مبلغ اسلام نے "دولتیان اسلام" کے موضوع پر لیکچر دیا۔

۲۳ جون کو جناب ادعلی ڈالبن نے "مذہب اسلام" کے عنوان سے تقریر کی۔

۳۰ جون کو جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے بی ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" کے موضوع پر لیکچر دیا۔

لنڈن نمازگاہ میں ہر جمعہ کو انگریز مسلمین اور بعض مسلمان نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور مولوی عبدالمجید صاحب خطبہ میں جو انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔ اسلامی مسائل پر بہترین روشنی ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور ان کی ہمت اور کوشش کو بابرکت فرمائے۔

ہز ایکسی لینسی شیخ حافظ وہبہ لنڈن مسلم نمازگاہ میں

انگریز نومسلمین کی طرف سے شاندار ایٹ ہوم

خواجہ عبدالغنی صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اپنے ایک مراسلہ میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ جون کے آخری ہفتہ میں برٹش مسلم سوسائٹی نے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق کے زیر سرپرستی ہز ایکسیلینسی حافظ شیخ وہبہ نمائندہ حکومت نجد و حجاز کے اعزاز میں ایک شاندار ایٹ ہوم دیا۔

حافظ صاحب موصوف نومسلم انگریز بھائیوں کی کثیر جماعت کو دیکھ کر بہت ہی محظوظ ظاہر ہوئے۔ اور جس اسلامی تحریک (ووکنگ مشن) کا غلغلہ اخبارات کے ذریعہ سے مدت مدید سے سن رہے تھے اس کے نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ازحد مسرور ہوئے اس موقعہ پر آپ نے عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی جس میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یورپ میں اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں تھیں۔ جو آہستہ آہستہ رفع ہو رہی ہیں۔ آپ نے حاضرین مجلس کو اپنا سلام پہنچایا۔ اور نومسلمین و معززین کے اس عظیم الشان مجمع میں شمولیت پر فخر و شادمانی کا اظہار فرمایا

احادیث نبوی کا اثر

ایک امریکن کا قبول اسلام

۱۰ جون کے اسلامک ریویو میں ارنسٹ سی کلارک نامی [illegible]

[illegible]

اسلام کی معقولیت اور جمہوریت نے میرے دل پر بہت اثر کیا خواجہ کمال الدین صاحب کی سیئنگز آف دی پرافٹ محمد (احادیث نبوی) کا انگریزی ترجمہ پڑھکر مجھے بہت مسرت حاصل ہوئی ہے [illegible] نام عمر رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اسلام پر استقامت بخشے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور روزانہ درس دینی میں مصروف ہیں۔

— جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب ایبٹ آباد سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

— مولانا مولوی احمد صاحب تکلیف کی وجہ سے بغرض تبدیل آب و ہوا ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔

— ہمارے دوست محمد فرزند علی خانصاحب کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے خانصاحب موصوف مولود مسعود کی درازی عمر کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں کیونکہ قبل ازیں ان کے متواتر پانچ بچے فوت ہو چکے ہیں۔

— برادر امیر علی صاحب جو فجی (جزائر غرب الہند) سے بغرض تعلیم تشریف لائے ہوئے تھے اور چند سال تک انجمن کی زیر نگرانی دینی تعلیم حاصل کر کے گذشتہ جنوری میں عربی تعلیم کی تکمیل کے لئے عراق تشریف لے گئے تھے ان کا ایک خط مکہ معظمہ سے موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے فریضہ حج کی ادائیگی کی مفصل کیفیت لکھکر بھیجی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ:۔

"عرفات کی شدت گرمی کے اثر سے حج کے بعد میں کسی قدر بیمار ہو گیا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے میں اچھا ہوں"۔

اپنی تعلیم کے متعلق برادر موصوف لکھتے ہیں:۔

"مکہ میں کوئی موزوں جگہ مجھے نہیں مل سکی جہاں میں تعلیم حاصل کر سکوں۔ مدینہ جانے کے لئے لاری کا کرایہ آٹھ پونڈ ہے جس کی میں برداشت نہیں رکھتا۔ اسی لئے اس سوچ میں ہوں کہ میں قاہرہ چلا جاؤں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ قاہرہ ہی ایک جگہ ہے جہاں میں اپنی علمی پیاس بجھا سکتا ہوں۔"

پیغام صلح:۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادر موصوف کو اپنے نیک ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور وہ جلد اپنی تعلیم کو مکمل کر کے جزائر غرب الہند میں تبلیغ اسلام کے فرض کی جو ان کا اصل مطمح نظر ہے سرانجام دہی کے لئے تشریف لے جاسکیں۔

ایک افسوسناک سانحہ

این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

جہلم سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص بزرگ شیخ غلام محی الدین صاحب عرائض نویس کے لڑکے جنہوں نے حال ہی میں ایم۔ اے ایل ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا تھا چند یوم بیمار رہکر راہگرائے عالم بقا ہو گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس حادثہ جانکاہ میں ہم شیخ صاحب موصوف اور مرحوم کے دیگر متعلقین اور پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھکر عنداللہ ماجور ہوں۔

صلاح الدین صاحب نے مجمع کے اندر کرسی پر کھڑے ہوکر بآواز بلند تار پڑھکر سنائی۔ اس خوشخبری پر فلک شگاف نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا۔

قادیانیوں کو کھلا چیلنج

اس تمام کارروائی کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب نے ایک چیلنج پڑھ کر سنایا جو قادیانی علما کو جناب مولانا محمد عبد اللہ صاحب وکیل ہائی کورٹ نے دیا تھا۔ کہ مجھ سے بھی مناظرہ کریں۔ میں ثابت کروں گا کہ قادیانیوں کے تمام بنیادی اصول بابیوں سے چرائے ہوئے ہیں اس چیلنج کے بعد مرزا صاحب نے ایک اور چیلنج پڑھ کر سنایا جو مرزا صاحب نے خلیفہ صاحب قادیان کو بصیغہ رجسٹری بھیجا ہے۔ کہ سارے قادیان سے میرے مقابلہ پر کوئی ایک آدمی پیش کرو۔ جو آریوں سے مناظرہ یا ویدوں پر تقریر کرکے مجھ سے بازی لے جائے۔ اس چیلنج میں قادیان کے (۱۰) تمام علما کا نام درج ہے۔ جو آریوں سے مناظرہ کرنے کا دعوے رکھتے ہیں پبلک پران ہردو چیلنجز کا بہت زبردست اثر ہوا۔ اور زور شور سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے۔

دعا اور شکریہ

اس کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت کے لئے دعا پر یہ عظیم الشان جلسہ نہایت امن اور خیرو خوبی سے ختم ہوگیا۔

بالآخر ہم مقامی حکام کا بالعموم اور جناب گورنر صاحب بہادر وانسران پولیس کا بالخصوص تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ہمیں اس جلسہ کے کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح کی امداد دے کر حوصلہ افزائی فرمائی۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیرو عافیت ہیں۔ اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو پہلے سے کسی قدر افاقہ ہے احباب دعا سے غافل نہ رہیں۔

—— جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صحت بھی ترقی کررہی ہے۔ اور پہلے سے حالت بہت اچھی ہے۔ احباب کرام سے مسلسل دعا کی التجا ہے۔

—— پشاور سے حضرت مولانا مولوی غلام حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔ " شیخ ہدایت اللہ صاحب بوٹ فروش بھاٹی پشاور کو غالباً اکثر احمدی بھائی جانتے ہوں گے۔ وہ بہت پرانے اور مخلص احمدی ہیں۔ اور سلسلہ کی بڑی مدد کرچکے ہیں۔ آخر عمر میں اگر ان کی مالی حالت بہت کمزور ہوگئی ہے اور اس پیران کو بیماری بھی لاحق ہوگئی ہے۔ وہ اپنے احمدی بھائیوں سے جو ان کو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں سب سے یہ التجا کرتے ہیں۔ کہ ان کی صحت وعافیت اور بسط کے لئے دعا کریں۔

امید ہے کہ احمدی بھائی اپنے اس مخلص بھائی کی التجا کو قبول فرماکر ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔

—— پروفیسر عنایت علی صاحب مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا نوزائیدہ بچہ ایک ہفتہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پروفیسر صاحب کی اہلیہ محترمہ بھی ایک ماہ سے بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں صحت اور نعم البدل عطا فرمائے۔

—— برادر سردار خاں صاحب سیالکوٹ سے مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے والد منشی غلام نبی صاحب محرر چنگی سیالکوٹ یکم ستمبر کو فوت ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون - ہمیں اپنے بھائی سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب کرام جنازہ غائب پڑھیں اور مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

—— دہلی سے برادر شیخ عبد الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مسلم ریڈنگ روم میں جو ہماری انجمن کی طرف سے کھولا گیا ہے۔ خدا کے فضل سے کافی رونق ہوجاتی ہے۔ اور کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا جب دو ایک معزز اصحاب جماعت ہونے کا اعلان نہ کریں۔ بعض رؤسائے شہر نے بھی ہمارے ریڈنگ روم کے ہفتہ وار جلسوں میں شمولیت کا وعدہ کیا ہے بفضلہ ہمیں نہایت عزت کی نظر سے دیکھتی ہے اور ہر جگہ چرچا ہورہا ہے کہ اسلام کی خدمت کرنیوالی جماعت صرف لاہوری احمدی جماعت ہی ہے فالحمد للہ۔ یہی ترقی کی رفتار رہی تو ریڈنگ روم چاندنی چوک کے کسی فراخ مکان

ضروری اطلاع

مفصلہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ اکتوبر میں ختم ہوتا ہے۔ اطلاعی کارڈ لکھے جارہے ہیں۔ اخبار کے ذریعے بھی گزارش ہے کہ یہ تمام اصحاب اپنی پہلی فرصت میں چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ورنہ ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد وی پی ارسال کئے جائیں گے جن کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ آج کل اخبار کو روپے اشد ضرورت ہے اس لئے ترسیل زر میں دیر نہ ہونی چاہیے۔

نمبر خریداری حسب ذیل ہیں:-

۹۸۰، ۵۴۹، ۹۵، ۸۶، ۳۷، ۱۵، ۱۱۶۳، ۹۹۷، ۹۷۵، ۹۷۴، ۹۷۲، ۱۳۳۶، ۱۲۹۹، ۱۲۹۸۔ ۱۳۳۶، ۱۵۰۱، ۱۴۹۷، ۱۴۹۵، ۱۴۴۷، ۱۱۴۱، ۱۶۰۸، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۰۶، ۱۵۰۳، ۱۶۱۶، ۱۶۱۱، ۱۶۱۰، ۱۶۰۹، ۱۶۲۰، ۱۶۱۸، ۱۶۱۷

(مینیجر پیغام صلح)

جے پور میں کلمہ اور اذان کی ممانعت

اور مسلمانوں پر ظلم

محترم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ہمارے قصبہ میں دو ہزار مسلمان آباد ہیں۔ وہ غریب غیر تعلیم یافتہ اور نادار ہیں۔ ان پر آج سات یوم کے عرصہ سے ہندوؤں نے بہت سختی اور زیادتی کررکھی ہے۔ مسلمانوں کو زور کے ساتھ کلمۂ پاک نہیں پڑھنے دیا جاتا ہے۔ ان کے مدرسہ اسلامیہ کے ہیڈ مولوی پیر محمد حسین صاحب کو زور کے ساتھ کلمہ پڑھنے کے جرم میں اتنا مارا کہ وہ خون سے شرابور ہوگئے۔ مسلح پولیس بندوقیں لئے ہر چہار طرف گشت لگاتی نظر آتی ہے اور دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کہ بآواز بلند زور سے پڑھنے پر بندوقیں ماردی جائیں گی کل شام کو مدرسہ اسلامیہ میں اذان اقامت بلند آواز سے دیئے جانے پر اس کی بھی ممانعت ہوگئی۔ اور اذان کہنے والے اور نماز پڑھانے والے کو حراست میں لے لیا۔ لیکن گھنٹہ بھر بعد ۵۰۰ روپیہ کی ضمانت طلب کی۔ بہت سی گفتگو کے بعد بدون ضمانت امام کی اس شرط پر رہائی ہوئی کہ وہ خود بآواز بلند اذان دینے اور امام کرانے میں حصہ نہ لے۔

مجسٹریٹ اور پولیس افسران کہتے ہیں کہ یہ ہند دراج ہے مسلمانوں نے بھی پہلے بہت کچھ کیا ہے۔ اب ہماری باری ہے۔ حضرت ہم سخت خطرہ میں ہیں۔ ظالم لوگ ہم پر پوری طاقت سے ظلم کررہے ہیں۔ ہماری فریاد اپنے اخبار میں موثر طریقہ پر درج کردیجئے۔ ہم تو صرف انصاف چاہتے ہیں۔

آخری درخواست یہ ہے کہ جے پور میں اگر یہاں کے مسلمان کلمہ طیب پڑھنے کے جرم میں شہید کرنے شروع کردیئے جائیں تو غیرت اسلامی سے کام لے کر ہمارے خون ضرور انصاف چاہنا۔

والسلام - نیازمند (جنگ بہادر خاں)

۲۴—— ڈلہوزی میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا عصمت اللہ صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ جو نہایت پسند کی گئیں۔

—— جماعت احمدیہ راولپنڈی کی دعوت پر حضرت مولینا صدر الدین صاحب۔ مولانا عبد الحق صاحب۔ مولانا عصمت اللہ صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں لیکچروں اور تقاریر کے علاوہ غالباً غیر از جماعت مولویوں سے کوئی مناظرہ بھی ہونے والا ہے۔

—— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کشمیر سے واپس آنے کے بعد مظفر پور تشریف لے گئے۔

—— اخویم رحمت خاں صاحب انڈر لکھتے ہیں۔ کہ میرے عمزاد بھائی چودھری محمد اسمٰعیل صاحب کا چھوٹا لڑکا عزیز محمد سرفراز خاں عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب کرام اس کی صحت کے لئے دعا کرکے ممنون ومشکور فرمائیں۔

خبریں

—— بغداد۔ حکومت عراق نے حفظان صحت کے نام ہندوستان سے عراق میں وارد ہونے والے مسافروں کے خلاف نہایت ناسیاب اور عاقلانہ تدابیر اختیار کی ہیں۔ ان تدابیر کا مقصد یہ ہے کہ عراق میں ہیضہ نہ پھیلنے پائے۔ حکومت نے ایک قرنطینہ بصرہ میں مذکورہ بالا غرض کے لئے اور وبائی روک تھام کے لئے قائم کیا ہے۔

—— انگورہ۔ ترکی وحجاز کے مابین ایک معاہدہ صداقت ودوستی طے پایا ہے۔ جس کی رو سے حکومت ترکی نے استقلال حجاز کو تسلیم کرلیا ہے۔

—— طہران۔ حکومت ایران مسٹر فورڈ مالک فورڈ موٹر کمپنی امریکہ کی اس تجویز پر غور کررہی ہے کہ اس کے نام سے اس کے کارخانہ کی شاخ طہران میں کھولی جائے۔ جو مشرق وسطےٰ کو موٹریں بہم پہنچانے کا کام انجام دے۔

—— معاہدہ انگورہ کی رو سے جو علاقے شام کے حصہ میں آئے تھے ان میں سے ترکی فوجوں کو ہٹا لینے کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اب فوج کا ایک سکشن باقی ہے۔ دس فوجی چوکیاں قائم کی گئی ہیں جو ناجائز اشیا کی درآمد برآمد کی نگرانی کریں گی۔ تین چوکیاں جنگی کی نگرانی کے لئے بنائی جائیں گی۔ یہ چوکیاں اپنا کام حسب معاہدہ عنقریب شروع کردیں گی۔

—— ماسکو ۲۴ ستمبر۔ ویاٹکا سے پچاس میل کے فاصلہ پر ماسکو سے سائبیریا جانے والی ایک ایکسپریس گاڑی پٹڑی سے اتر گئی جس سے ۴۵ آدمی ہلاک اور ۳۶ مجروح ہوئے۔

—— طہران ۲۴ ستمبر۔ دوشنبہ کو بعد دوپہر میاں حمید بے سفیر مصر کا انتقال ہوگیا۔ موت یکایک دل کی حرکت بند ہوجانے کے باعث واقع ہوئی۔ حمید بے کی لاش حنوط کرکے رکھ لی گئی ہے۔ اور مصر کو روانہ کی جائے گی۔

—— لندن ۲۴ ستمبر۔ ایک انگریز پولیس افسر مسٹر رالمینڈ کا فرشتہ نے جرون (فلسطین) میں پہلے بلوہ کے موقعہ پر تن تنہا وحشیانہ قتل عام کا مقابلہ کیا وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں داخل ہوتا اور جہاں کہیں قاتلوں کو پاتا وہیں ان کو ڈھیر کردیتا۔ اس شخص کو پولیس کا شاہی تمغہ (کنگز پولیس میڈل) دیا گیا

پیغام صلح:- یہ گویا عربوں کو قتل کرنے کی خدمات جلیلہ کا انعام ہے۔

—— سیاست مورخہ ۲۰ ستمبر میں سید حبیب کے نام سپہ سالار غازی جرنیل محمد نادر خاں کے ایک قلمی مکتوب کا چربہ شائع ہوا ہے۔ جس میں غازی موصوف نے مسلمانان ہند کے نیک جذبات پر اظہار امتنان کیا ہے اور لکھا ہے کہ زر امداد ایم اے حکیم جان صاحب خلف الصدق جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی وساطت سے بھیجا جائے۔

—— امرتسر ۲۶ ر- فنانس ممبر اور پریذیڈنٹ وارکان جیل کمیٹی کے نام مصرحہ ذیل برقی پیغام بھیجا گیا ہے۔

ہم راجپال ایجی ٹیشن کے رہا شدہ قیدی مبشر احمد۔ پیر بخش۔ عبد الرزاق ساکن کٹڑہ مہان سنگھ کوچہ رنگریزاں امرتسر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ حکومت کو متنبہ کردیں کہ اگر خاص سلوک کے سلسلہ میں میاں خدابخش کے مطالبات کو نظرانداز کردیا گیا تو اس کے نتائج ناگزیر طور پر خطرناک ہوں گے میاں صاحب وہ پہلے قابل احترام مسلمان ہیں کہ جنہوں نے اس وقت جب انگریزی انصاف بدنام راجپال کو سزا دینے میں ناکام رہا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو مسلمانوں کا فرض اولین ہے۔ اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ میاں صاحب بھوک ہڑتال کئے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے مطالبات فی الفور پورے نہ کئے گئے تو ہم مجبور ہوں گے کہ خود قید ہوکر ان کی بھوک ہڑتال میں شرکت کریں۔

—— موسود ۱۹ ستمبر۔ جو مسلم پنجایت کا برقی پیغام مظہر ہے جو سوریاست بے پور میں کمانہ کے ہولناک حادثہ کا اعادہ شروع ہوگیا ہندوؤں نے مسلمانوں پر صرف اس الزام میں حملہ کیا کہ انہوں نے بازار میں کلمہ پڑھا۔ امداد اور تحقیق کی استدعا کی جاتی ہے۔

—— شملہ ۱۸ ستمبر آج شملہ کے کرائسٹ چرچ میں حکومت ہند کے ناظر خارجہ سر ڈینس برے کی صاحبزادی مس بیٹی برے کا عقد نکاح شاہی فوج کے کپتان [illegible]

راولپنڈی کا مناظرہ

اور

مولانا ثناء اللہ کی روداد

(از قلم مولوی محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے (راولپنڈی) میں مباحثہ کے عنوان سے اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء نمبر (اسی) مباحثہ کی روداد تحریر فرمائی ہے۔ جو میرے اور ان کے درمیان ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء کو صدر راولپنڈی میں خان ... شیخ محمد اسمعیل صاحب آنریری مجسٹریٹ کے مکان پر ہوا تھا۔ اگر یہ روئداد کسی غیر ذمہ دار شخص کی تراوش قلم کا نتیجہ ہوتی تو میں کبھی تعرض نہ کرتا۔ چنانچہ اخبار ... نے کسی غیر ذمہ دار انسان کی لغو بیانی کو شائع کر دیا میں نے اس پر کوئی گرفت نہیں کی۔ اور بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے اذا مروا باللغو مروا کراما۔ مگر جب مولانا ثناء اللہ صاحب جیسے ذمہ دار انسان قلم اٹھائیں اور روداد نویسی کا حق ادا کرنے کی بجائے غلط بیانی سے کام لینا شروع کر دیں۔ تو جب رہنا بھی مشکل ہے۔ اس لئے واقعات کی چہرہ کو بے نقاب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اور مولانا صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیوں جناب ۲۹ ستمبر کو شرائط و مضمون مناظرہ طے کرنے کے لئے جو مجلس منعقد ہوئی تھی کیا اس کے متعلق آپ نے اپنی روئداد میں یہ لکھا کہ کیا طے ہوا؟ یہیں پانی مرتا تھا۔ اسی کو چھوڑ دیا۔ کیا اسی کا نام روداد نویسی ہے؟

اچھا سنیئے۔ طے یہ ہوا تھا کہ احمدیت اور اہلحدیث کی تعلیم پر گفتگو ہوگی۔ ذاتیات پر کوئی بحث نہیں ہوگی۔ آپ نے اپنی روئداد میں اس طے شدہ امر پر پردہ ڈالا۔ اور اسی لئے ڈالا کہ آخر بحث تک... ایک اعتراض بھی تعلیم احمدیت پر وارد نہیں کر سکے۔ اور میرا کوئی اعتراض بھی ایسا نہ تھا۔ جو آپ کی اصل تعلیم پر نہ ہو۔

کیا یہ لکھ دینا کافی تھا؟ کہ اس مجلس میں تو باہمی فریقین نے ایک دوسرے کی گلہ گزاریاں کیں"۔ گلہ گزاریوں کا لفظ لکھ دینے سے تو شرائط و مضمون مباحثہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ پھر آپ نے اسی پر اکتفا کیوں کیا؟ اسی اکتفا میں تو اختفائے حق ہے۔ اور اسی میں معاف کیجئے۔ آپ کی کمزوری کا راز پوشیدہ ہے۔ آپ نے بے محل و بے موقع گلہ گزاریوں کا ہی لفظ لکھا تھا۔ تو اسے کاش اس کا ہی پورا تذکرہ کر دیتے۔ آپ سے تو اتنا بھی نہ ہوا۔ اور ہوتا بھی کیونکر۔ کیونکہ ان گلہ گزاریوں کی زد بھی آپ ہی کے دو طرفدار مولویوں پر پڑتی تھی۔

آپ فرماتے ہیں تبادلہ خیالات کا وقت تین بجے سے چار بجے تک رکھا گیا تھا۔ افسوس یہ بھی صحیح نہیں۔ وقت تین بجے سے چار بجے تک نہیں رکھا گیا بلکہ ۲ بجے سے ۴ بجے تک رکھا گیا تھا۔ آپ نے مقرر کردہ وقت میں سے بھی ایک گھنٹہ اڑا دیا۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ میں تو ٹھیک دو بجے مقررکردہ مقام پر پہنچ گیا مگر آپ ایک گھنٹہ لیٹ آئے۔ اور آتے ہی تاخیر کی معذرت کی۔ پھر اس وقت کا چھپانا اور وقت کو ادل بدل کر لکھ دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

آپ نے بحوالہ حقیقت الوحی سوال کیا کہ "حضرت مرزا صاحب نے دانیال نبی کی پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ مگر مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ سے ۹ برس پیشتر فوت ہو گئے۔ اس لئے یہ پیشگوئی ان پر چسپاں نہیں ہوتی۔ یہ ان کا جھوٹ ہے"۔

میں نے جواباً عرض کیا تھا کہ آپ کا سوال تعلیم پر مبنی نہیں بمضمون مباحثہ کے برخلاف ہے۔ مگر باایں خاطر آپ کے گزارش ہے کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مرزا صاحب نے الہاماً نہیں لکھا کہ دانیال نبی کی پیشگوئی میرے حق میں ہے۔ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایک بات نکالی ... متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اجتہاد میں غلطی لگی۔ اجتہادی غلطی مجتہد کے کاذب ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ لہذا آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا جھوٹ ہے۔

مولانا! انصاف سے کہئے۔ میرا یہ جواب آپ کے سوال کا جواب تھا یا نہیں؟ آپ کو اس سے اتفاق ... نہیں۔ مگر جواب ضرور تھا۔ ... کی صورت میں آپ کہہ سکتے تھے کہ جواب صحیح نہیں۔ اور میں اس ... اور ... حق رکھتا تھا۔ مگر آپ نے یہ کہنا کہ ... کے جا... پہلا اجتہاد کیا ... روداد نویسی کا ... کرنا ہے ... اور ... آپ ...

عالم سے یہ توقع نہ تھی کہ اپنی بات بنانے کی خاطر اس قدر ناروا نویسی کا شیوہ اختیار کرے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ مجھے حقیقی جواب دینے کے بعد الزامی جواب دینے کا حق حاصل تھا۔ جس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور مجھے اٹھانا چاہئے تھا۔ آپ نے ناحق حضرت مرزا صاحب پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا۔ میں نے الزامی رنگ میں آپ سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نعوذ باللہ تین مرتبہ جھوٹ بولا۔ بخاری میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ (یعنی) بیوی کو بہن کہا۔ خود بت توڑے اور بڑے بت کا نام لے دیا۔ تندرست ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بیمار کہہ دیا۔ آپ کی تفسیر ثنائی بھی اس پر روشنی ڈالتی ہے۔ فرمایئے آپ نے میرے اس الزامی جواب کو آخر کب ہاتھ لگایا؟ میں نے توجہ کچھ کہا اصول مناظرہ کے ماتحت بالکل ہی کہا۔ آپ کا یہ لکھنا کہ میرے مخاطب مباحثہ کو پٹڑی سے اتارنا چاہتے ہیں یعنی ان کا مدعا ہے کہ میں ان مثالوں کی تصحیح میں لگ کر اصل مطلب سے دور جا پڑوں۔ میں نے جواب دیا کہ میرے سوال سے جو بات تعلق رکھتی ہو وہ کہئے۔ ان باتوں کا جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک کے لئے مستقل وقت ہو۔ حقیقتاً لاچاری اور کمزوری کا صاف اظہار ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے دانیال نبی کی پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں کرکے جھوٹ بولا ہے۔ میں کہتا ہوں پیشگوئی چسپاں کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی۔ اور وہ جھوٹ نہیں۔ اگر اجتہادی غلطی کسی کو جھوٹا قرار دے سکتی ہے اور اس کو اپنے منصب سے گرا سکتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تین دفعہ بقول آپ کے صریحاً جھوٹ بول کر اپنے منصب سے نہیں گرتے۔ آپ کے نزدیک جو اس کا جواب ہے وہی میرا بھی ہو۔ فرمایئے میں نے آپ کو پٹڑی سے اتارا۔ یا آپ میرے اس الزامی جواب کو ہاتھ نہ لگا کر خود ہی پٹڑی سے گر پڑے۔ مجھے تو آپ کے اس گرنے کا بھی قلق ہے۔

چونکہ مبحث مناظرہ کے ماتحت مجھے آپ کی تعلیم پر بحث کرنے کا حق حاصل تھا اس لئے میرا یہ الزامی جواب تعلیمی رنگ میں بھی آپ پر ایک زد تھی جس سے آپ مجروح تو ضرور ہوئے مگر اندمال نہ کر سکے اور اب یہ کہکر پہلو بچانا چاہتے ہیں کہ میں پٹڑی سے نہ اترا۔ خوب ایک نشد و دو شد۔

اس الزامی جواب میں ضمناً یہ بھی موجود تھا کہ فرقہ اہلحدیث کی یہ تعلیم ہے کہ انبیاء سے بھی کذب کا صدور ہو جاتا ہے۔ یا نعوذ باللہ ضرورتاً وہ جھوٹ بول لیتے ہیں۔ اس کے بالمقابل احمدیت کی یہ تعلیم ہے۔ کہ انبیائے کرام سے کذب کا صدور محال ہے۔ اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کی طرف جھوٹ کی نسبت فرقہ اہلحدیث کی ایجاد ہے۔ مولانا! مناظرے کے وقت تو آپ کو یاد نہ رہا کہ جھوٹ کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں مجازی اور حقیقی۔ کاش آپ کو یاد آ جاتیں۔ اور سنا بھی دیتے پھر دیکھ بھی لیتے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ اب بھولی ہوئی بات آپ کو یاد آ گئی اور واقعہ نویسی کا حق فراموش کر کے لکھدی۔ تو جواب بھی سن لیجئے کسی چیز پر مجاز کا اطلاق اس وقت ہوگا جب اس پر حقیقت کا اطلاق نہ ہو سکے۔ حقیقت کا اطلاق درست ہو تو پھر مجاز کہاں۔ شیر کا لفظ اگر شیر ہی پر بولا جائے تو حقیقت ہے اور اگر اس سے شیر کے بجائے انسان مراد لیا جائے تو پھر مجاز کہلائے گا۔ کیونکہ لفظ شیر انسان پر حقیقتاً نہیں بولا جا سکتا۔ آیئے اب دیکھیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے تینوں جھوٹ حقیقی ہیں یا مجازی۔ حضرت سارا ان کی حقیقی بیوی ہیں۔ انہیں بہن کہنا حقیقتاً جھوٹ ہے۔ اسے مجاز کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اگر اسی کا نام مجاز ہے۔ تو پھر کوئی جھوٹ جھوٹ نہیں۔ سب مجازی جھوٹ ہیں۔ گویا جھوٹ ہی نہیں سب سچ ہیں۔ کیونکہ بقول آپ کے مجازی جھوٹ در اصل جھوٹ نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ کہ بیوی کو بہن کہنا جھوٹ نہیں تھا۔ سچ تھا نعوذ باللہ۔ خود بت توڑ کر اس فعل کو بڑے بت کی طرف منسوب کرنا حقیقتاً جھوٹ ہے۔ اس کا مجاز سے کیا تعلق۔ ورنہ نتیجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا۔ بڑے بت نے ہی بتوں کو توڑا۔ خوب! تندرست ہو کر اپنے آپ کو بیمار کہنا بھی ایسا ہی ہے۔ معاف کیجئے آپکا انہیں مجازی جھوٹ کہنا حقیقی جھوٹ ہے۔ اور اس کد و کاوش کے بعد بھی میرا مطالبہ بدستور آپ کے ذمہ باقی ہے حقیقی جواب دیجئے اور اپنا پیچھا چھڑایئے۔ (باقی آئندہ)

تازہ خبریں

—— ۱۴ اکتوبر کو سات افغان شہزادے براستہ کلکتہ پہنچ گئے تخت جہاز پر ان سے ملاقات کی گئی۔ تو انہوں نے افغانستان کی موجودہ حالت کے متعلق اس وجہ سے کوئی رائے دینے سے انکار کر دیا۔ کہ وہ افغانستان کے موجودہ حالات سے بے خبر ہیں۔ انہیں سردار عمر خان نے جو ہندوستان سے افغانستان کو ہو گئے تھے۔ اور تخت کابل کے حصول کے لئے ناکام کوشش کرنے کے بعد پھر واپس آ گئے ہیں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

—— سردار محمد عمر خان نے کہا کہ جرنیل نادر خان کو قبائل پر بڑا اقتدار حاصل ہے۔ ورنہ وہ بچہ سقہ کو شکست دینے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتے لیکن مجھے شبہ ہے کہ جرنیل موصوف تخت کابل پر زیادہ عرصہ قائم رہ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ افغانستان کے قبائل کا جو تجربہ مجھے ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ روپے سے ان کو بآسانی خریدا جا سکتا ہے۔ اور جو شخص ان کو روپیہ دے سکے۔ وہ فوراً اس کی طرف ہو جاتے ہیں۔

—— سردار محمد عمر خان نے حکومت برطانیہ کی غیر جانبداری کی بڑی تعریف کی۔ اور اس بات پر شکر گذاری کا اظہار کیا۔ کہ اس نے ہمیں اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت دے دی ہے۔

—— شاہ امان اللہ کے متعلق آپ نے کہا کہ انہوں نے روسیوں کے ساتھ دوستی قائم کرنے میں شدید غلطی کی ہے۔ ہم لوگ افغانستان کے ڈرامے میں کوئی ایکٹ نہیں کرنا چاہتے۔

—— لاہور کے بعض سرکردہ اصحاب کی طرف سے گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ جنرل نادر خان کو افغانستان کا جائز بادشاہ تسلیم کرے۔

—— مسودہ قانون انضباط حسابات پنجاب (ساہوکارہ بل) کے متعلق انڈین چیمبر آف کامرس نے ایک طویل بیان حکومت پنجاب کو بھیجا ہے۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ یہ قانون نہ تو قرضخواہوں کو فائدہ دے گا۔ اور نہ مقروض کسانوں کے کسی کام آئے گا۔

—— مولانا ظفر علیخاں اڈیٹر زمیندار نے وکیل التجارۃ افغانی کی وساطت سے جنرل نادر خان کو ایک برقی پیغام بھیجا ہے۔ جس میں ان کی تاریخی فتح پر مبارکباد دیتے ہوئے ان کے بادشاہ بن جانے پر اظہار تعجب کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ فعل ان کے وعدوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔

—— جنرل نادر خان نے پشنٹ پریشین گئے نامہ نگار کابل کو ایک پیغام بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ میں افغانستان اس لئے نہیں آیا کہ تخت پر بیٹھوں۔ بلکہ اپنے ملک کو نجات دلانے آیا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ افغانستان کو شاہراہ ترقی پر لے جاؤنگا۔ اور اس کو آزاد اور مہذب بنا دونگا۔ مدارس قائم کرونگا۔ سڑکیں تعمیر کرونگا اور ریلوے اور کارخانے جاری کرونگا۔ نیز میں یہ بھی امید کرتا ہوں۔ کہ میں تمام اقوام اور خصوصاً فرانس کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو مضبوط کر سکوں گا۔

—— ماسکو کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ جدید حکومت افغانستان کے پیغام کا جواب دیتے ہوئے حکومت روس نے رضامندی کا اظہار کیا اور وعدہ کیا ہے کہ افغانستان کی معاشرتی اور اقتصادی ترقی اور آزادی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم باہمی مفاد کیلئے روس اور افغانستان کے تعلقات کو ترقی دیں گے۔

—— اخبار ملت دہلی اس خبر کا ذمہ دار ہے۔ کہ حکومت شاردا ایکٹ کی ترمیم پر غور کر رہی ہے۔

ترکی کے دارالسلطنت انگورہ میں ہر سال طبی کانفرنس منعقد ہوا کرتی ہے۔ جس میں ملک کے اہم طبی معاملات پر غور کیا جاتا ہے۔ امسال ساتویں طبی کانفرنس ۱۷ ستمبر کو ہوئی جس میں اساتذہ طب بڑے بڑے ڈاکٹر اور دوسرے ماہرین فن شریک ہوئے۔ مرض سرطان سرخ بخار اور بعض دوسرے خاص بیماریوں پر خاص طور پر غور کیا گیا

—— حکومت ترکی نے جدید رسم الخط (لاطینی رسم الخط) کے شارٹ ہینڈ کی تعلیم شروع کر دی ہے۔

... ہے۔ کہ میں نے قوم کے اصرار پر بادشاہت قبول کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ افغانستان کو ترقی اور تہذیب کے اعلےٰ مقام تک پہنچانے میں ہر ممکن کوشش کرونگا۔ غازی امان اللہ صاحب کو یقین ہی ...

[illegible]

کیا کریں؟

۱۵۔ نومبر کے اہلحدیث میں "شاردا ایکٹ اہلحدیث اور سیالکوٹی مولانا ابراہیم" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اسکا حسب ذیل اقتباس ان اصحاب کی خاص توجہ کے قابل ہے جو شاردا ایکٹ کے محض اس لئے مخالف ہیں کہ علماء اس کی مخالفت کو ایک مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔

(مدیر)

میں نے جب سے قلم سنبھالا اور مسند فتوی پر بیٹھا ہوں۔ میرے پاس سینکڑوں بلکہ ہزاروں سے متجاوز سوالات آئے ہوں گے جن کا مضمون یہ ہے:-

(۱) ہم نے چار سال کی لڑکی کا نکاح دو سال کے لڑکے سے کیا تھا۔ سمجھا تھا کہ لڑکا جوان ہوکر قوت پا جائے گا۔ اب لڑکی جوان ہوگئی ہے اور لڑکا بالکل کمزور ہے کیا کریں؟

(۲) میں نے جدی جائداد کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے بھتیجے سے نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تھا۔ لڑکی بالغہ ہوکر جوان ہوگئی ہے اور لڑکے کو پسند نہیں کرتی۔ کیا کریں؟

(۳) ہم نے سہ سالہ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے کردیا تھا اسوقت لڑکا اچھا تھا۔ بعد میں چیچک نکلنے سے اسکی شکل بدنما ہوگئی اب لڑکی اسکو پسند نہیں کرتی۔ کیا کریں؟

(۴) ہم نے دو سالہ لڑکی کا نکاح خانگی ضرورت سے کردیا تھا اب لڑکا کانا ہوگیا۔ لڑکی بالغہ ہوکر اسے پسند نہیں کرتی کیا کریں؟

(۵) ہمارے باپ نے فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے انتقال کے وقت لڑکی کا نکاح کردیا تھا۔ جوان ہوکر لڑکا بھاگ گیا خط اس کا آتا ہے۔ مگر وہ نہیں آتا۔ کیا کریں؟

(۶) میرے دادا نے میری خرد سالہ بہن کا نکاح بہری نابالغی کی حالت میں کردیا تھا۔ لڑکا مفقود الخبر ہے کیا کریں؟

(۷) (بزبان لڑکی) میری والدہ مرگئی تھی۔ میرے باپ نے انتقال کے وقت سمجھا میں نابالغی میں کہاں رہوں گی۔ اس نیک نیتی سے اس نے میرا نکاح ایک نابالغ لڑکے سے کردیا۔ اب وہ بالغ ہوتے ہی آوارگی میں فرار ہوگیا۔ کہیں اسکا پتہ نہیں میں کیا کروں؟

(۸) (بزبان لڑکی) میرے ماں باپ کے ہاں اولاد نہ تھی انہوں نے میری نابالغی میں ایک نابالغ لڑکے سے میرا نکاح کرکے اس نابالغ کو گھر میں رکھ لیا تاکہ ان کا دل بہلتا ہے۔ سکول میں تعلیم پاتا رہا۔ آخرکار آوارہ ہوکر چلا گیا۔ میں کیا کروں؟

غرض اس قسم کے واقعات بیشمار ہوتے رہتے ہیں جن میں بلوغت سے پہلے ہی آفات پیدا ہوجاتی ہیں۔

تازہ خبریں

—— ننکانہ صاحب۔ ۱۸ نومبر۔ گوردوارہ کمیٹی کے زیر ہدایات ایک دیوان منعقد ہوا جس میں تمام سکھ رہنما شریک ہوئے۔ سردار ام سنگھ نے اعلان کیا کہ ماسٹر تارا سنگھ اور سردار کھڑک سنگھ کے درمیان خوشگوار طریق پر سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ سکھ متحد اور متفق ہوکر رہیں۔ اور کانگرس کو ایک اور موقع دیا جائے کہ وہ سکھوں کے مطالبہ کو منظور کرے۔ سردار کھڑک سنگھ نے کہا کہ وہ کبھی گوارا نہیں کرسکتے کہ کانگرس اپنے مفاد کی خاطر سکھوں کے حقوق کو ذبح کرے۔ ماسٹر تارا سنگھ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں تجویز کیا کہ تمام سکھ متفق ہوکر بہ تعداد کثیر لاہور کانگرس میں شامل ہوں اور اپنے مطالبات کو منظور کرائیں اور عوام پر یہ بات ظاہر کردیں کہ قومی نقطۂ خیال سے کانگرس کی کامیابی کیلئے سکھوں کی شرکت کس قدر ضروری ہے۔ سردار بہادر مہتاب سنگھ نے کہا کہ سکھ کانگرس دبتا دیں کہ اگر ہندوستان کے لئے آزادی کی جدوجہد میں پنجاب کی شرکت ضروری ہے تو سکھوں کی امداد کے بغیر کانگرس کا منزل مقصود پر پہنچنا قطعاً دشوار ہے۔ یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوگئی۔

—— کانپور ۲۰ نومبر۔ مولانا حسرت موہانی نے آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس سے اس بنا پر استعفا دیدیا ہے کہ ان دونوں انجمنوں نے وائسرائے کے اعلان پر جو ہندوستان کے حق آزادی کو تسلیم نہ کرنے کے مرادف ہے تحسین

وپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

—— دہلی ۱۰ نومبر۔ ہتیج از معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر کچلو پر اس وجہ سے مقدمہ دائر کیا جائے گا کہ انہوں نے گذشتہ اپریل میں بمقام میرٹھ ایک قابل اعتراض تقریر کی تھی۔ حکومت اس کی منظوری دینے والی ہے۔

—— الہ آباد۔ ۱۹ نومبر۔ اس امر کی پوری تصدیق ہوگئی ہے کہ کانگرس کی مجلس عاملہ وائسرائے کے اعلان کے متعلق کسی قسم کی سفارشات نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ صرف کلکتہ کانگرس کے فیصلوں کی پابندی ہے۔ اور کانگرس کے نقطۂ نظر سے مجلس عاملہ قرارداد کلکتہ کے مفاد کے خلاف کوئی رائے ظاہر نہیں کرسکتی۔

—— ۹ انومبر کی شام کو مولانا عبدالمجید صاحب سالک اڈیٹر انقلاب کی دعوت پر احباب کا ایک اجتماع دفتر انقلاب میں ہوا۔ پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب اس کے صدر قرار پائے جس میں بعد غور و مشورہ جملہ اسلامی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک کمیٹی بن گئی۔ جس کا نام چھپن فی صدی کمیٹی قرار پایا۔

حلف نامہ

"چھپن فی صدی کور" کے نام سے ایک کور کی بنیاد ڈالی گئی جس کا حلف نامہ یہ تجویز ہوا:-

"میں چھپن فیصدی کور میں شامل ہوتا ہوں۔ اور خدائے واحد کو حاضر و ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے جملہ حقوق کی حفاظت کے لئے ہر قربانی پر آمادہ رہوں گا۔ اس سلسلے میں جماعت مجھے جو حکم دے گی اس کی پوری پوری تعمیل کروں گا۔"

مندرجہ ذیل اصحاب چھپن فیصدی کمیٹی کی مجلس عامہ کے ممبر قرار پائے:-

(۱) سید عبدالقادر شاہ ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (۲) ملک لال دین قیصر (۳) ملک غلام مصطفےٰ صاحب حیرت (۴) ملک عبدالمجید صاحب اڈیٹر مسلم آوٹ لک (۵) مولانا اختر علی خان صاحب مالک زمیندار (۶) سید عنایت شاہ صاحب مالک سیاست (۷) مولانا غلام رسول صاحب مہر اڈیٹر انقلاب (۸) قاضی عبدالمجید صاحب قرشی (۹) پروفیسر محمدالدین صاحب تاثیر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (۱۰) مولانا شمس الدین حسن صاحب اڈیٹر "خادر" (۱۱) میرزا عزیزالرحمٰن صاحب مالک "نورجہان" (۱۲) جناب امام علی صاحب نازش رضوی۔

—— کلکتہ ۱۸۔ نومبر۔ ڈپٹی مجسٹریٹ علی پور کی عدالت میں ارتکاب جرم سے انکار کرتے ہوئے کانگرس کے مشہور کارکن مسٹر جے نیوگی نے کہا کہ اگر آزادی کی خواہش رکھنا جرم ہے تو میں مجرم ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے سزا دیدیں۔ مجھ پر الزام یہ ہے کہ ۱۶ جون کو دیش بندھو داس کی برسی کی تقریب پر اس نے مرزا پور پارک میں ایک تقریر کی تھی۔

—— لاہور ۱۹ نومبر۔ ڈاکٹر ستیہ پال نے بیان کیا کہ دہلی جیل میں میرے سپرد کام کیا گیا کہ میں قیدیوں کے دانتوں اور دہنوں کا معائنہ کیا کروں۔ میں نے اس کام کے متعلق ایک رپورٹ تیار کی۔ جو سپرنٹنڈنٹ نے انسپکٹر جنرل آف جیلخانجات کو بھیجدی۔ دہلی جیل کا سپرنٹنڈنٹ قیدیوں کی صحت جسمانی کے متعلق خاص خیال رکھتا ہے۔

—— لاہور ۱۹ نومبر۔ میانی صاحب میں پیرو دیاں والے کی خانقاہ کے قریب علم الدین شہید کی قبر ہے جس پر عورتوں اور مردوں کا ہجوم لگا رہتا ہے جو وہاں جاکر فاتحہ خوانی اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ بعض خواتین قرآن شریف کی تلاوت کرتی رہتی ہیں۔ دیہات کے لوگ بھی فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ بعض حضرات نے اس فدا کار اسلام کی قبر پر بدعت بھی شروع کردی ہے

—— جموں۔ ۱۶ نومبر۔ چند ماہ ہوئے قاضی فیروزالدین بی اے ریاست کشمیر کی طرف سے سکرٹریٹ کی ٹریننگ کے لئے منتخب ہوئے تھے مہاراجہ بہادر نے ازراہ عدل گستری ان کو اسسٹنٹ سکرٹری ریوینیو منسٹر کے عہدہ پر مقرر فرمایا ہے۔ قاضی صاحب ماہ دسمبر میں بغرض حصول ٹریننگ باہر جارہے ہیں اور واپسی پر مہتہ کرپارام سے متذکرہ بالا عہدہ کا چارج لیں گے۔

—— گھیانہ ۱۸۔ نومبر۔ اطلاع آئی ہے کہ چودھری امیر چند عرائض نویس کو جو اخبارات کا نامہ نگار بھی تھا ڈسٹرکٹ جج سرگودھا کا ایک حکم موصول ہوا ہے کہ اگر تم نے حکومت کے خلاف سیاسی پروپیگنڈا کرنے سے اجتناب نہ کیا تو تمہارا لائسنس ضبط کیا جائے گا۔ امیر چند صاحب کہتے ہیں کہ حکومت کے خلاف سیاسی پروپیگنڈا میں حصہ لینے سے ڈسٹرکٹ جج کی

—— میرٹھ ۱۹۔ نومبر۔ گڈھ مکتیسر سے تین میل کے فاصلہ پر بمقام حسن پور ہندوؤں کے مذہبی اشنان کی رسم ادا کرتے ہوئے تقریباً ۵۰ مقامات جل کر راکھ ہوگئے۔ میلہ ایک ہفتہ سے شروع تھا کل ختم ہوا۔ دریا کے کنارے پر برساتیوں کا ایک شہر پھیلا ہوا تھا جو چار میل لمبا اور ایک میل چوڑا تھا۔ اس سال کا میلہ دو لاکھ زائرین کی قلیل تعداد کے شامل ہونے کی وجہ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ دو جگہ آگ لگی۔ لیکن سکاوٹوں، پولیس اور رضاکاروں کی سرگرمی کی وجہ سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

—— کلکتہ ۱۸ نومبر۔ ڈپٹی مجسٹریٹ ہوڑہ نے مسٹر موتی لال سواز جی میونسپل کمشنر اور مسٹر شو نرائن سنگھ کو سشن سپرد کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ ملزم ایک مارواڑی سوداگر کو فریب دیکر ایک گارڈن ہوس میں لے گئے جہاں انہوں نے اس سے ڈھائی ہزار روپے۔ بٹور لئے ملزم ایک ہزار روپیہ کی حاضر ضمانت پر رہا کئے گئے۔

—— چٹاگام۔ ۱۹۔ دسمبر ضلع چٹاگام میں موٹر پر بیٹھ کر ڈاکہ ڈالنے کی ایک نظیر چٹاگام سے بیس میل کے فاصلہ پر پٹیا گاؤں میں وقوع ہوئی اور ایک دولتمند ساہوکار کمپنی کماردت کے مکان پر ڈاکہ پڑا۔ تیس کے قریب ڈاکو تین موٹروں میں بیٹھ کر آدھی رات کے وقت حملہ آور ہوئے جب ان سے پوچھا گیا آپ کون ہیں تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ ہم ڈاکو ہیں دروازہ کھولو۔ دروازہ توڑ کر کھولا گیا۔ ڈاکو مختلف قسم کے اسلحہ سے مسلح تھے اور آٹھ ہزار روپیہ لیکر رفوچکر ہوگئے۔ دو گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔

—— بمبئی ۱۹۔ نومبر۔ بمبئی کے اچھوتوں نے ہندو مندروں میں داخلے کا حق حاصل کرنے کے لئے ستیاگرہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ نیز لائسنس یافتہ ہندو ہوٹلوں اور قیام گاہوں میں داخلے کے لئے مجاہرہ کرنے کا عزم بالجزم کررکھا ہے اگر ہوٹلوں کے مالکوں نے ان کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا تو انہوں نے تجویز کیا ہے کہ وہ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے صدر کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسے ہوٹلوں کے لائسنس منسوخ کردینے کی درخواست کریں گے۔

—— نئی دہلی ۲۰ نومبر۔ اسمبلی ساردا ایکٹ کی بحث کو از سر نو شروع کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ مسٹر محمد یعقوب اس ایکٹ میں ترمیم کرنیکے لئے تیا بل پیش کرنے کا نوٹس دے چکے ہیں لیکن غیر سرکاری مسودات کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید اگلے اجلاس میں اس بل پر بحث نہ ہو۔ سرکاری مسودات کی تعداد ۱۲ ہے۔ ان میں سے مسودۂ قانون تحفظ عامہ فی الحال معطل رکھا گیا ہے۔ یہ بل دو دفعہ شائع ہوچکا ہے۔

—— لاہور ۲۰ نومبر۔ سرکاری اعلان شائع ہوا ہے کہ ہفتہ مختتمہ ۱۶ نومبر ۱۹۲۹ء کے درمیان میں تمام پنجاب میں وبائے ہیضہ سے کوئی موت نہیں ہوئی۔ لیکن کشمیر میں وبائے ہیضہ کے نمودار ہونیکی وجہ سے کوہالہ اور سرحد جموں پر طبی معائنہ کی چوکیاں بٹھادی گئی ہیں۔

—— میرٹھ ۲۰۔ نومبر۔ مقدمہ سازش میرٹھ کے بعض ملزموں کی طرف سے مسٹر بی ایچ انصاری نے سشن جج میرٹھ کی عدالت میں اسپیشل مجسٹریٹ کے اس حکم کے خلاف مرافعہ دائر کیا ہے جس میں ۱۲ ملزموں کی درخواست برائے تحقیقات بذریعہ جیوری مسترد کردی تھی۔ تاریخ سماعت ابھی مقرر نہیں ہوئی۔

—— لاہور ۲۰ نومبر آج پولیس نے لالہ رام کشن صدر نوجوان بھارت سبھا پنجاب کی دکان، انقلاب سٹیم پریس اور دو جالندھر پریس کی تلاشی لی معلوم ہوا ہے کہ یہ تلاشی نوجوان بھارت سبھا کے اس اعلان کے متعلق لیڈروں کے بیان پر نکتہ چینی کے لئے شائع کیا تھا۔ حکومت نے اس اعلان کو ضبط قرار دیا ہے۔ پولیس اعلان کی کاپیاں اور کاغذات متعلقہ اپنے قبضہ میں لے گئی۔

—— لاہور ۲۰ نومبر کانگرس والنٹیر کور کے کمانڈر انچیف سردار سنگل سنگھ صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان مقامات کے والنٹیروں کے لئے جہاں ٹریننگ کا انتظام نہیں ہوسکا۔ لالہ لاجپت رائے نگر میں ٹریننگ کا انتظام کردیا گیا ہے۔ خوراک اور رہائش کا انتظام کانگرس کی طرف سے ہوگا۔

—— بنارس ۲۰ نومبر۔ معلوم ہوا ہے کہ مہاتما گاندھی نے صوبہ جات متحدہ کے دورے میں اس وقت تک تین لاکھ روپیہ جمع کئے ہیں۔

—— پشاور ۲۰ نومبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ شنواری ابھی تک تورخم پر قابض ہیں اور آنے جانے والے قافلوں سے محصول اور ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ کسی مستقل مفاہمت پر آنے سے پہلے پہلے روپے سے خوب ہاتھ رنگ لیں ۱۴ نومبر کو ورسک (؟) کے قریب زکاخیلوں نے شنواریوں کا ایک قافلہ لوٹ لیا۔ اطلاع ملی ہے کہ خوست میں موسیٰ خیل اور مستبل خیل کے درمیان شدید جنگ

[illegible]

تفصیل وصولیابی

امسال جلسہ سالانہ پر میرے متعلق اخبار پیغام صلح کے بقایاجات کی وصولی کا کام تھا۔ میں نے ایام جلسہ میں مفصلہ ذیل رقوم وصول کرکے اپنے دستخطوں سے رسیدیں دیں۔ بعض احباب نے دفتر محاسب میں جو رقوم داخل کرائیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہ فہرست اطلاع کے لئے اخبار میں شائع کی جاتی ہے۔ اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہو تو اس سے جلد مطلع کیا جائے۔ (محمد انعام الحق ہوشیارپوری)

۲۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

نمبر خریداری	نام	رقم وصول شدہ
(۱۷)	نثار احمد صاحب سکرٹری جماعت پسرور (آخری بل نمبر ۳)	۴ روپے
(۵۸۱)	منشی محبوب عالم اپیل نویس گوجرانوالہ	۵-۰
(۵۲)	امر الٰہی صاحب کنجاہ ضلع گوجرات	۷-۰
( )	فضل داد صاحب کیمبل پور	۵ آخری بل نمبر
(۷)	بابو غلام حسین صاحب نویری والا	۶-۰ روپے
(۹۵۱)	میر محمد صدیق صاحب	۴-۰ "
(۶۱۰)	ماسٹر رحیم بخش صاحب سیالکوٹ	۷-۰ "
(۸۴)	ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ	۶-۰ "
(۴۹)	شیخ الٰہی بخش صاحب بدوملہی	۶-۰ "
(")	"	۷ - ادھوری بل
(۳۴۳)	میاں احمد دین صاحب گوجرانوالہ	۴-۰ روپے
(۱۳۴)	غلام سرور صاحب ... ضلع جہلم	۳-۰ "

۲۴ دسمبر ۱۹۲۸ء

نمبر خریداری	نام	رقم وصول شدہ
(۲۶۳)	ایم مولابخش صاحب قصور	۵-۰ روپے
(۶۰۹)	جناب فضل الدین محمد شیر پارچہ فروش پشاور	۵-۰ "
(۸۲۲)	جناب شیخ نظام الدین جاگریاں ضلع سیالکوٹ	۳-۰ "
(۸۴۴)	سعید احمد صاحب بدوملہی	۶-۰
(۶۲)	سرفراز خاں صاحب "	۶-۰ "
(۵۰۳)	قاضی ظہور اللہ صاحب سوداگر پسرور	۶-۰ "
(۵۰۴)	محمد صادق صاحب طالب علم پسرور	۴-۰ "
(۱۴۳)	ابو خیر الدین پنڈی بہاؤالدین	۶-۰ "
(۵۷۲)	مرزا ... بیگ صاحب ...	۷-۰ "
(۳۳۹)	بابو عبدالعزیز صاحب ملتان	۶-۰ "

۲۶ دسمبر ۱۹۲۸ء

نمبر خریداری	نام	رقم وصول شدہ
(۸۴۵)	حافظ محمد بخش صاحب ۲/۷۰۷	۶-۰ "
(۴۷۷)	چودہری محمد حسین صاحب ... ڈاکخانہ ... ضلع ... پور	۷-۰ "
(۲۸۹)	شیخ بشیر احمد صاحب ساہنکہ (شیخوپورہ)	۶-۰ "
(۱۵۱۱)	چودہری خورشید احمد صاحب جلال پور جٹاں	۴-۰ "
(۱۳۲۴)	علی محمد صاحب سرائی کلاں	۵-۰ "
(۹۱۳)	سیٹھ سعادت دین صاحب جہلم	۶-۰ "
(۸۱۲)	غلام حیدر صاحب بدوملہی	۶-۰ "

۲۷ دسمبر ۱۹۲۸ء

نمبر خریداری	نام	رقم وصول شدہ
(۲۲۴)	شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ	۵-۰ "
(۳۴۵)	منشی نظام الدین گوجرانوالہ	۵-۰ "
(۳۱۰)	بابو محمد حسین صاحب گوجرانوالہ	۲-۰ "
(۱۰۰)	میاں نظام الدین لویری والا	۷-۰ "

میزان کل	۱۷۱ - ۱۰ - ۰

امید ہے کہ جن احباب کے ذمہ ابھی تک بقایوں کا سلسلہ جاری ہے وہ جلد از جلد بے باق کرکے شکریہ کا موقع دیں گے۔

ضلع مظفر گڑھ پر احمدیہ مشن لاہور کا اثر

(۲)

صداقت اسلام پر لیکچر

قریباً ۵ بجے شام حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب معہ رفقاء خود علی پور پہنچے۔ مستری خاں محمد صاحب میونسپل کمشنر کے مکان پر آپ نے قیام فرماتے ہوئے اپنے تشریف لانے کی غرض پیش کی اور وہاں باقاعدہ مشن قائم کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ اور ایک پبلک لیکچر کی درخواست کی۔

آٹھ بجے شام مرزا مظفر بیگ صاحب کا صداقت قرآن پر لیکچر ہوا لوگ اس نوجوان خوش وضع وخوش پوش مبلغ کی تقریر سن کر بےحد خوش ہوئے اور مولانا عصمت اللہ صاحب سے جو اس وقت کرسی صدارت پر متمکن تھے بزور لیکچر دینے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا صاحب کی شیریں بیانی اور اسلامی تڑپ تو چاردانگ عالم میں مشہور رہے رہی۔ جونہی آپ نے صداقت اسلام پر فرمانا شروع کیا۔ سامعین مبہوت سے ہوکر رہ گئے۔ اور زبان حال سے عش عش کرنے لگے۔ اور مولوی صاحب کی جادو بیانی کی داد دیتے ہوئے سب نے انجمن کی خدمات کے آگے گردنیں خم کردیں۔ اور گیارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔

علے الصباح حضرت مولانا اپنے دو رفیقوں کو ساتھ لے کر جتوئی چلے گئے۔ جو تحصیل علی پور کا ایک بہت بڑا اور زرخیز قصبہ ہے۔ یہاں ہندوں کی آبادی بلحاظ دیگر مقامات کے زیادہ اور متمول ہے۔ اکثر حصہ تجارت پیشہ اور مزدور ہے۔ اور گو تعلیم سے انہیں ذرا بھی مس نہیں۔ مگر مذہبی خیال کے دلدادہ اور گانے بجانے پر فریفتہ ہیں۔

مسلمان زیادہ تر جتوئی قوم کے ہیں۔ جو زمینداری کے لحاظ سے ضلع بھر میں اول اور مقروض وعیاش ہونے کی حیثیت سے اپنی مثال آپ ہیں خواجہ غلام فرید صاحبؒ کے مرید ہیں۔ اور عشق باری میں منہمک ہیں۔ کہ اسی کو معراج زندگی سمجھ رکھا ہے۔ مولانا صاحب کا مدعا در اچھوت اقوام میں تبلیغ" تو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور ہر طرح امداد دینے کا وعدہ کیا۔

ایک مُلّا کی شرارت

سید کرم علی شاہ نامی ایک دیوبندی کٹر ہیں اور ان کا ہمنوا ایک کفر مولوی ہے جس کا نام سلطان محمود ہے۔ آپ طویل قد، سیاہ فام، گز بھر ڈاڑھی کے مالک۔ تین چار طالب علموں کے استاد۔ کفر بازی میں یکتا۔ اور حسن پرستی میں غرق ہیں۔ تبلیغ اسلام سے آپ کو اس قدر دشمنی ہے کہ بس چلے تو مبلغین کو کالا پانی بھجوادیں۔ جونہی انہیں پتہ چلا کہ احمدیہ انجمن لاہور کے مبلغین کا لیکچر ہے۔ تو آگ بگولا ہوگئے۔ اور لگے اپنی بدحواسی کا ثبوت دینے لوگوں کو گلا پھاڑ پھاڑ کر کہ رہے تھے کہ اے لوگو! مرزائیوں کے جلسہ میں مت جاؤ۔ یہ بڑے دجال ہیں۔ جادو بیان وجادوگر ہیں۔ جو ان کے جلسہ میں جاتا ہے۔ بس مرتد ہوکر وہیں کا ہوجاتا ہے۔ اس لئے میں تم سے خیر خواہی کرتا ہوں کہ تم مت جاؤ۔ مت جاؤ۔ عام لوگوں پر تو بےشک کسی قدر اثر ہوا۔ اور کچھ واپس بھی لوٹ گئے۔ مگر جو خواندہ طبقہ تھا اس نے تکفیر کی پروا نہ کرتے ہوئے مولانا صاحب کا لیکچر سنا۔ اور بس ہمیں کا ہو رہا۔

ایک اور حماقت

ملاجی نے یہاں دال گلتی نہ دیکھ مصمم ارادہ کرلیا کہ مہتروں کو مسلمان بنائیں گے تبلیغ اور پھر احمدیہ انجمن لاہور کے مبلغین کے ہاتھوں پر سلطان محمود کے لئے موت کا پیام تھا۔ رات بھر اختر شماری میں کاٹی اور صبح منہ اندھیرے اٹھتے ہی مہتروں کے ہاں پہنچ گئے۔ بیچارے خاک ردلوں نے ملاجی کی اس بدحواسی کو حادثہ سمجھا۔ اور سب کے سب اکٹھے ہوگئے۔ بس پھر کیا تھا ملاجی نے ادھر ادھر کی ایک دو حدیثیں سنا کر ان کو اپنا کرلیا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو میں نے سنا ہے کہ تم مرزائیوں کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والے ہوگئے ہو یہ سچ ہے۔ سب نے کہا ہاں حضور سچ ہے۔ ملاجی طیش میں آکر کہنے لگے کہ دیکھو اگر تمہیں مذہب بدلنا مقصود ہے۔ تو مرزائیوں کے ہاتھ پر مسلمان ہونے سے آریہ بن جانا بہتر اور بالکل اچھا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب ایک مسلمان مولوی کے یہ الفاظ سن کر مایوس ہوگئے۔ اور واپس علی پور چلے آئے۔

دوسرے دن باقی احباب کو سپرد خدا کرکے رخصت ہوگئے۔

(باقی پھر)

خاکسار

... طالب علم اشاعت اسلام کالج لاہور

خبریں

— الہ آباد ۱۷ ر جنوری۔ حکومت ہند کے ماتحت مفرور افغان شہزادہ سردار محمد عمر خاں کے چار بھائی گرفتار کرکے کلکتہ بھیج دیئے گئے ہیں۔

— لاہور کے مشہور شہزادہ سردار عبدالقادر خاں آفندی کو گرفتار کرلیا گیا ہے غالباً انہیں رنگون لے جایا جائے گا۔

پیغام صلح :- افغانستان کے متعلق بےشمار متضاد خبریں آرہی ہیں۔ کہا نہیں جاسکتا کہ وہ کہاں تک صداقت پر مبنی ہیں۔ ناظرین کرام کے لئے خبریں مہیا کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے ان متضاد خبروں کا خلاصہ آج کی اشاعت میں دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم قارئین کرام سے درخواست کرینگے کہ وہ کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے آئندہ واقعات کا انتظار کریں۔

— ۱۶ ر جنوری بیان کیا جاتا ہے کہ امان اللہ خاں قندہار میں فوجیں جمع کررہے ہیں تاکہ کابل پر پھر قبضہ کرلیں۔

— ۱۶ ر جنوری۔ علی احمد خاں گورنر کابل کو شاہ امان اللہ خاں نے شنواری بغاوت میں شرائط صلح طے کرنے کے لئے جلال آباد بھیجا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج کل وہاں وہی حکمران ہے۔

— ۱۶ ر جنوری۔ آج کل امان اللہ خاں کہاں ہیں۔ اس کے متعلق بہت سی افواہیں اس سلسلہ میں کابل، جلال آباد اور قندہار مختلف مقامات کے نام لئے جاتے ہیں۔

— ڈیرہ دون ۱۷ ر جنوری۔ آج ڈیرہ دون میں افغانی شہزادوں کی بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو رنگون لیجایا جائے گا۔

— لندن ۱۷ ر جنوری۔ آج صبح ۱۱ بجے قصر شاہی سے جو بلیٹن شائع ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک معظم کی رفتار صحت اگرچہ دھیمی ہے۔ مگر قابل اطمینان ہے۔

— آجکل علامہ سر محمد اقبال مدراس میں مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن کے متعلق لیکچر دے رہے ہیں۔

— میاں عبدالحی صاحب بارایٹ لا لدھیانہ رکن اسمبلی آئندہ اجلاس میں سردار محمد عمر کی فراری اور کرنیل لارنس کی پراسرار شخصیت کے متعلق بہت سے سوال دریافت کریں گے۔

— ماسکو سے رائٹر کا ایک پیغام جمعہ (۱۸ ر جنوری) کی صبح کو موصول ہوا ہے کہ افغانستان کے جدید بادشاہ عنایت اللہ خاں بھی گزشتہ دوشنبہ کو تخت سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد کی خبر ہے۔ کہ شاہ موصوف نے اس شرط پر اپنے آپ کو بچہ سقہ کے حوالے کردیا ہے کہ ان کو اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو امان دی جائے۔

— جدید دہلی ۱۸ ر جنوری۔ شہزادہ عنایت اللہ خاں تخت سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ بچہ سقہ کا کابل پر قبضہ ہوگیا ہے۔ اور اب وہ غازی حبیب اللہ کے نام سے کابل پر حکومت کرے گا۔ اور اس کی منظوری سے سردار عنایت اللہ خاں کو رائل ایرفورس کے ہوائی جہاز پشاور لائے پشاور سے آپ بذریعہ ریل چمن جائیں گے۔ وہاں سے قندہار روانہ ہوجائیں گے ان کے اہل وعیال ان کے ہمراہ ہیں۔

— پشاور ۱۸ ر جنوری۔ کابل کی مزید اطلاعات مظہر ہیں کہ جدید امیر بچہ سقہ کو تمام صوبہ کابل نے بادشاہ تسلیم کرلیا ہے۔ اور اس وقت اس کے پاس پندرہ ہزار آراستہ فوج موجود ہے۔ جو ملک کا انتظام کرنے میں مصروف ہے۔

— پشاور ۱۷ ر جنوری۔ شمالی افغانی سرحد کے گورنر سردار محمد اکبر خاں پشاور پہنچ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بیان کیا جاتا ہے کہ علاقہ غیر اور افغانستان کے چند ملا سابق شاہ امان اللہ خاں کے کفر کے فتوے پر سرحد اور پنجاب کے علما کے دستخط کرانے کے لئے پھر رہے ہیں۔

— قاہرہ ۱۳ ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ سوڈان اور مصر کا معاملہ طے ہوگیا ہے جس میں دریائے نیل کے پانی پر مصر کے تاریخی حقوق کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔

— حکومت ہند عنقریب ایک نئے نمونہ کا ایسا دس روپے والا نوٹ جاری کرنے والی ہے۔ جس کی نقل اتارنا بہت مشکل ہے۔ پرانے نمونہ کے دس روپے والے نوٹ بھی برابر چلتے رہیں گے۔

— پشاور ۱۸ ر جنوری۔ سردار عنایت اللہ خاں آج دوپہر ساڑھے تین بجے بذریعہ ہوائی جہاز پشاور پہنچے۔ آپ کے اہل وعیال میں سے سات عورتیں اور چار مرد بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ چیف کمشنر اور دوسرے افسروں نے شاہی مہمانوں کا استقبال کیا۔ اس کے بعد انہیں موٹروں میں بٹھا کر ڈینز ہوٹل میں لیجایا گیا۔ جہاں پولیس پہرہ دے رہی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہوائی مرکز کے نواح میں سردار موصوف کی آمد کی خبر سن تماشائی اکٹھے ... [illegible]

اسلامی نماز یورپ کی نظروں میں

مغربی فلاسفروں کی نذرِ عقیدت

کیا آئندہ حکماء مغرب نماز پڑھا کرینگے؟

مصر کے مشہور جریدہ المویّد (قاہرہ) میں "الفضیلۃ الصلوٰۃ" کے عنوان ایک فاضلانہ مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں فاضل مضمون نگار نے کافی مطالعہ اور عرق ریز جستجو کے بعد نماز کی فضیلت میں فلاسفروں کے اقوال جمع کئے ہیں۔ اور یہ دکھایا ہے کہ اسلام کے رکن اعظم نماز کے متعلق ان کے کیا خیالات ہیں۔ اور وہ اس مقدس عبادت کو کن کن روحانی و مادی کمالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔

آج کل الحاد کی ہوا ہر چہار طرف چل رہی ہے۔ اور جدید تعلیم و تہذیب کے ساتھ یہ سیلاب اب ہندوستان میں بھی پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ اکثر کالجوں میں نوجوان طلباء اس الحاد کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور ارکان اسلام کی عظمت بعض کے دلوں سے مفقود اور اکثر کے دلوں سے کم ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون اُن نوجوانوں کے لئے خاص طور پر موجب ہدایت ہوگا۔

جدید تعلیم یافتوں کے علاوہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کو پڑھے۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو سنائے۔ اور اس کی کوشش کرے کہ نماز کی جو خوبیاں یہاں الفاظ کی دنیا میں ظاہر کی گئی ہیں وہ اعمال کی دنیا میں بھی جلوہ گر ہوں۔ فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں :۔

یورپ جس کو اپنی تہذیب و تمدن کے عروج پر ناز ہے مذہبی نقطہ نظر سے الحاد و زندقہ کا عظیم الشان مرکز ہے۔ آج ہم دنیا میں جس قدر الحاد پرستی دیکھ رہے ہیں یورپ اس کا اولیں سرچشمہ ہے۔ لیکن قدرت کی اعجاز آفرینیاں دیکھو۔ کہ اس الحاد آباد یورپ میں ایسی صداقت شعار ہستیاں بھی ہیں جو اپنی کامل طاقت کے ساتھ حق و صداقت کی حمایت میں مشغول ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ موجودہ آزاد خیالی کے سیلاب کو جلد از جلد ختم کر دینے کے لئے مضطرب و بیقرار ہیں۔ ہماری مراد ان علماء مغرب سے ہے جو باوجود کافی آزاد خیال ہونے کے، مذہب کی ضرورت و عظمت کے قائل ہیں۔ اور جن کا مسلک "خود پرستی" نہیں بلکہ "خدا پرستی" ہے۔ ان ہی راست باز روحوں میں سے بعض نے "اسلامی نماز" کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہم موجودہ حالات میں بلکہ متمرد کی آندھیاں زوروں پر ہیں۔ اور ایمان کی شمع جھلملا رہی ہے۔ ان خیالات کی اشاعت ضروری سمجھتے ہیں۔

نماز اور ریورن لیبان

معزز فلاسفر ریورن لیبان فضائل نماز پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

میں نے کئی مرتبہ مسیحی و اسرائیلی نماز اور اسلامی نماز کا موازنہ کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آخرالذکر طرز عبادت افضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں خدا کی حمد و ثنا اور تقدیس و تمجید ہے۔ نیز دعا اور حاجات التجا ہے اور اس میں انکساری و فروتنی کا عجب مظاہرہ ہے۔ میں التزاماً یوم جمعہ کو اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جاتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پرجوش خطبہ، صفوف کی ترتیب اور رکوع و سجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا۔ جو ناقابل بیان ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت کا پرکیف نظارہ میری روح پر قبضہ کر رہا ہے۔

(دی لکچر آف لیجنز صفحہ ۴۲)

نماز کے متعلق سینٹ ہیلر کا قول

دنیا کا مشہور پادری سینٹ ہیلر اپنی کتاب (وہ دعا ادی پیریسے) میں لکھتا ہے :۔

میں نے جہاں جہاں اسلامی ممالک کا سفر کیا وہاں کی عبادت گاہوں کو ضرور ضرور دیکھا۔ اس سلسلہ میں اسلامی نماز پر بھی غور کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے نزدیک یہ ایک افضل ترین عبادت ہے۔ جب ایک خدا کے پوجاری اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس کی حمد و ثنا کے گیت گاتا ہے تو روح وجد میں آجاتی ہے۔ اس وقت یقیناً اپنے "مذہب" سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ تا آنکہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ (۶)

اور قلب کی پاکیزگی ہے۔ مزید برآں اس عبادت میں ورزشی پہلو بھی نمایاں ہے جس کا تعلق جسم کی تقویت سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ نماز گذار سست و کاہل نہیں ہوتے۔ بالخصوص صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔

ریورن جیمس مولر کا بیان

مذہبی رہنما ریورن جیمس مولر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

تعصب سے کام لینا آسان ہے۔ لیکن سچ بولنا دشوار ہے میں اس وقت دشوار منزل ہی کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدی احباب سے گفتگو کی ہے۔ اور ان کے عقاید کی تحقیقات میں مشغول رہا ہوں۔ تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی وہ اپنے پیغمبر (صلعم) کے اطاعت گذار ہیں۔ اور ان کی ہر شے کو محبوب رکھتے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لئے اس محبت میں ایک خاص سبب ہے۔

اسلامی آبادی کا ایک بیشتر حصہ آج بھی ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کا نام نماز ہے۔ محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی اور بے حیائی کے کاموں سے محفوظ رکھتی ہے۔ بظاہر یہ عقیدہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اکثر نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ یعنی ایک ماہ میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے خدائے برتر سے پرہیزگاری کا عہد کرتا ہے اور گناہوں سے بیزاری ظاہر کرتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے یعنی واقعی پرہیزگار بن جاتا ہے۔

مسٹر سی ایم کینگ اور نماز

مسٹر سی ایم کینگ رقمطراز ہیں کہ :۔

انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ جب دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو اصلاح نفس کا خیال نہیں رہتا اور بعض تفریحوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس اہم فرض کو ادا کریں۔ تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعہ ہدایت ہے۔ جب ایک سچے عقیدہ کا آدمی ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق کو یاد کرتا ہے۔ اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرکے اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس قادر و قدوس سے استعانت طلب کرتا ہے تو یقیناً اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دور ہو جاتا ہے۔ میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کم حیثیت آدمی ان سے بات کہنے کی بھی جرات نہیں کر سکتے۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے۔ تو ایک عظیم الشان آدمی بیتابیاں مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ فریضہ نماز ادا کرتا۔ اس نظارے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ بیشک اس عبادت میں سادگی اور فروتنی کا سبق موجود ہے۔ اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی رسول نے عجیب انداز سے امیر و غریب ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا ہے۔ اور مناسب طور پر غرور و نخوت کے طلسم کو پاش پاش کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔

مراسلات

مرزا محمود صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب کا متحدہ عقیدہ دربارہ نبوت مسیح موعود

جب سے مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت کے متعلق یہ اختراع کی کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے پہلے غلطی سے اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے رہے۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد اپنے آپ کو نبی الگ کہنے لگ گئے۔ تب سے جماعت احمدیہ کے اندر ایک فتنہ اور فساد رونما ہو گیا اور جماعت کا کثیر حصہ جو عموماً اہل علم لوگوں کے زیر اثر ہو الگ ہے۔ ایسا بگڑا اب سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتا۔ مخالفین سلسلہ احمدیہ عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ کیا صدہا سجادہ نشین، صوفی اور پیر اور علماء زمانہ جنہوں نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعاوی پر غور کرکے ان پر فتوے لگائے۔ کیا وہ سب کے سب پر ہو گئے۔ اور حضرت مرزا صاحب درستی پر۔ ٹھیک اسی طرح قادیانی گروہ کی طرف سے آج کل ہم یہ سن رہے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود کا فرزند اور اہل بیت غلطی پر ہو گئے۔ اور حضرت مولوی محمد علی صاحب راستی پر۔ لیکن ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ جو اصل معاملہ پر غور کریں۔

اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت کے متعلق مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد ایک نئی اختراع کی اور ایک غلط عقیدہ بنا لیا۔ اور فی الواقعہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے عقیدہ میں ایک تبدیلی کی۔ یعنی یہ کہ مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۴ء سے پہلے حضرت مسیح موعود جو اپنے نبی ہونے سے انکار کرتے رہے اور وہ حضرت مسیح موعود کی غلطی تھی۔ جو لفظ محدث اور نبی کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی تھی۔ بعد میں اس غلطی کی اصلاح ہو گئی۔ اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں حضرت مسیح موعود نے نبوت کے دعوے کا اعلان کر دیا۔ مرزا محمود احمد صاحب نے جہاں جماعت احمدیہ کے اندر تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ وہاں اپنے عقیدہ میں بھی تبدیلی کر دی ہے۔ کیونکہ جب یہ امر ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور اشتہار ایک غلطی کے ازالہ سے پہلے حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ کیا ہی نہیں تھا۔ اور لفظ نبی اور رسول جو وہ اپنے لئے بولتے تھے۔ وہ بطور مجاز اور استعارہ کے تھے۔ تو پھر جب یہی طریق ۱۹۰۱ء سے بعد بھی حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت ہے اور صاف طور پر حقیقۃ الوحی میں "سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" موجود ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ فی الواقعہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ کبھی کیا ہی نہیں۔

حق یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود دل سے عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو تادم مرگ اس عقیدہ سے پاک و صاف رکھتے رہے کہ مدعی نبوت ہیں۔ لیکن حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ پڑھ کر حضرت مولوی سید محمد احسن شاہ صاحب کو خط لکھا کہ اس اشتہار میں نبوت کا دعویٰ حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جو مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد اختیار کیا۔

پس اگر مرزا محمود احمد صاحب کو راستی اور حق پر سمجھا جائے تو پھر حافظ محمد یوسف صاحب جیسے مخالف مسیح موعود کو بھی حق پر سمجھنا پڑتا ہے اور یہ بالکل ناظرین کرام اخبار الحکم نمبر ۴۳ و ۴۴ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء سے معلوم کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود نے اس وقت حافظ محمد یوسف صاحب کو راستی پر قرار دیا تھا۔ یا باطل پر۔ جس طرح آج مرزا محمود احمد صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں دعویٰ نبوت کر دیا تھا یہی عقیدہ حافظ محمد یوسف صاحب کا تھا۔ اور درحقیقت مرزا محمود احمد صاحب نے حافظ محمد یوسف صاحب کے ساتھ نبوت کے عقیدہ کے متعلق اتحاد کر کے اپنے غلط عقیدہ

[illegible]

(بقیہ کالم ۲۲) فرمائیں گے۔ اگر مرزا محمود احمد صاحب اس بارہ میں غور فرمائیں اور حضرت مسیح موعود کی طرف وہ امور منسوب نہ کریں جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے خلاف ہیں تو آج جماعت احمدیہ میں وحدت ہو سکتی ہے۔ دراصل مرزا محمود احمد صاحب نے تبدیلی عقیدہ نبوت کا اعلان کر کے جماعت میں تفرقہ اور فساد کو مضبوط کر دیا ہے ورنہ دوسرے فروعی اختلافات معمولی ہیں۔

جلد ۱۷ لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۸ ذی الحج ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۲۹ء نمبر ۳۹

ہندو قوم کی نجات

اسلام کے قدموں پر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات اور حضور کی اعلیٰ و ارفع تعلیم پر ہندو خواہ کس قدر بھی اعتراضات کریں حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر فائدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم سے یہ قوم اس وقت اٹھا رہی ہے۔ اتنا یہ اپنے مذہبی پیشوایان کے طرز عمل اور ان کی تعلیم سے بھی نہیں اٹھا رہی۔ ہندو تمدن اور ہندو دھرم میں اس قدر خامیاں اور اس قدر نقائص ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر یہ قوم کبھی مہذب اقوام میں شمار نہیں ہو سکتی اس وجہ سے مجبور ہے کہ اپنی مذہبی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اور اس سے صریحاً پہلو تہی کر کے اسلام کی تعلیم پر گامزن ہو تاکہ ان تباہ کن اور اخلاق سوز اثرات سے محفوظ رہ سکے جو ہندو تعلیم کی متابعت کا لازمی نتیجہ ہیں۔ ذیل میں چند ایک امور پیش کر کے ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ ہندو قوم کس طرح اپنے مذہبی احکام کو خیرباد کہکر علانیہ اسلامی تعلیم پر کاربند ہو رہی ہے۔

توحید

اسلام دنیا میں پہلا اور آخری مذہب ہے۔ جس نے خدا تعالےٰ کی توحید کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور شرک نے التوحید کو ایک ناقابل معافی گناہ ٹھیرا کر دنیا کو وحدت کا سبق دیا۔ جیسا کہ فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔

اس کے مقابلہ میں آج سے چند ہی سال قبل ہندو مت کے ماننے والے لاتعداد دیوتاؤں کی پرستش کو ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ لیکن آج انہی میں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو چکی ہے۔ جو وحدت الٰہی پر ایمان رکھنے کی مدعی ہے۔ مجھے اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ صحیح طور پر موحد کہلا سکتے ہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ توحید کا خیال ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے اور وہ کثرت پرستی کو وحدت پرستی سے تبدیل کر چکے ہیں۔ گو اپنی آبائی ذہنیت کے اثرات کے ماتحت وہ اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے ہوں۔

ڈاکٹر تارک ناتھ داس صاحب پی ایچ ڈی کا ایک مضمون ۸ رجون ۱۹۲۸ء کے آریہ اخبار "تیج" میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ لکھتے ہیں کہ:-

"آریوں کے مذہبی فلسفہ کی ترقی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ کثرت پرستی وحدت پرستی میں تبدیل ہو گئی۔ اندر دیو اور مختلف دیوتاؤں کی جگہ ایک پرماتما کی پوجا ہونے لگی"

ہندوؤں کے اس مذہبی عقیدہ میں یہ اہم تبدیلی دکھانے کے بعد اب یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ ہندو تمدن میں کہاں تک اسلامی تعلیم کی اتباع ہو رہی ہے۔

نکاح بیوگان

نکاح بیوگان ایک ایسا مسئلہ ہے جو آریہ سماج میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سوامی دیانند بانی آریہ سماج اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں

"برہمن کھشتری اور ویش دونوں میں کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد کا نیر دواہ نہ ہونا چاہیئے"

(ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۴۰)

مگر اس حکم پر ہندوؤں کا روشن خیال طبقہ آریہ سماجیہ کہاں تک عمل پیرا ہے۔ اس کیلئے اخبار "تیج" ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

"ایک مجبور عورت کو ماں بننے کے حق سے روکنا ایک نہایت ہی شدید ظلم ہے۔ جو اس پر روا رکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ ظلم ہم اپنی زندگی کے ہر ایک منٹ میں کر رہے ہیں"

سوامی دیانند کے پیروؤں کی ان کے صریح حکم سے ایسی علانیہ روگردانی اور قرآن پاک کی تعلیم وانکحوا الایامیٰ منکم (اپنی بیواؤں کا نکاح کرو)۔ پر عمل اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ ہندو دھرم کی تعلیم سے جسے سوامی جی نے پیش کیا ہندوؤں کو جن تکالیف کا سامنا ہو رہا تھا ان کا علاج انہوں نے تعلیم اسلامی میں پایا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ان پر ایک ایسا عظیم الشان احسان ہے جس کو فراموش کرنا ان کی پرلے درجہ کی بے مروتی کا ثبوت ہوگا۔

طلاق

پھر قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ جب مرد و عورت کا اکٹھا رہنا مشکل ہو رہا ہو تو وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں چنانچہ فرمایا لاجناح علیکم ان طلقتم النساء۔ ناقابل برداشت حالات میں عورتوں کو طلاق دینے میں گناہ نہیں ہے۔

مگر اس کے مقابلہ میں ہندو دھرم میں وہ مرد و عورت جو ایک دفعہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں کسی صورت میں بھی علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہندو قوم اس بات کو فخریہ پیش کرتی ہے کہ ویدک دھرم میں پتی اور پتنی کا سمبندھ وہ پوتر سمبندھ ہے جس کو سوائے موت کے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ اور سوامی دیانند کا بھی صاف حکم اس بارہ میں موجود ہے کہ عورت مرد کا بچھوڑا کبھی نہ ہونا چاہیئے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۹۔ باب ۴)

ہندو اس معاملہ میں بھی اسلامی تعلیم کی متابعت پر اور اپنی مذہبی تعلیم کو ترک کرنے پر حالات زمانہ کی وجہ سے مجبور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ملاپ ۳۰ رنومبر ۱۹۲۸ء میں درج ہے کہ خاص حالتوں میں طلاق جائز قرار دیا جائے۔ اور [illegible]

چنانچہ ملاپ ۲۶ رنومبر ۱۹۲۸ء میں یہ خبر درج ہے۔

امرتسر ۲۴ رنومبر۔ کٹڑہ دلو کی ایک عورت مسماۃ رام پیاری نے اپنے خاوند کے خلاف اس بنا پر طلاق کی درخواست دی ہے کہ مجھے وہ مارتا رہتا ہے اور بدمعاشی کرنے پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ خاوند نے پولیس کے ڈر سے طلاق دیدیا۔

گوشت خوری

اور دیکھیئے قرآن کریم نے سوائے ان جانوروں کے جن کا گوشت مضر صحت یا مخرب الاخلاق ہے باقی جانوروں کا گوشت حلال قرار دیا ہے مگر سوامی دیانند صاحب بانی آریہ سماج گوشت خوری کو نہایت ناجائز سمجھتے ہیں کہ اس کے استعمال کرنے والے کو ملیچھ کے دل آزار لقب سے ملقب فرماتے ہیں۔ لکھا ہے۔

"شراب و گوشت کھانے پینے والے ملیچھ کو جن کا جسم شراب اور گوشت کے ذروں سے پر ہے۔ ان کے ہاتھ کا نہ کھائیں۔ (ستیارتھ ۳۰۵)

مگر معلوم ہوتا ہے آپ کے متبعین نے بھی آپ کے خلاف چلنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر بھی آپ کے پیرو آپ کے خلاف بلکہ اسلامی تعلیم کی مقبولیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر مونجے نے جو ہندوؤں کے ایک مقتدر رہنما ہیں۔ ہندو مہاسبھا کے اجلاس بمبئی پراونشل ہندو سبھا انبالہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

کم از کم سناتنیوں کے دھرم میں شاستر کے مطابق ماس کھانا پاپ نہیں ہے۔ اور اپنی بڑھتی ہوئی دقتوں کو دور کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

(ملاپ ۹ رنومبر ۱۹۲۸ء)

دعا

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال کی جزا و سزا ضرور بھگتنی پڑتی ہے اور خدا تعالیٰ اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ کس قدر بھی معافی مانگے۔ اور اس کے آگے گڑگڑائے۔ اس لئے دعا مانگنا ایک بے فائدہ بات ہے۔ کیونکہ خدا اسے قبول نہیں کر سکتا۔ مگر اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سنتا اور ان کو قبول کرتا ہے۔ جیسے فرمایا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اور رسول کریم صلعم نے تو یہاں تک فرمایا کہ . . . . دعا عبادت ہے۔ لیکن سوامی دیانند نے دعا کے متعلق اسلامی تعلیم کا مضحکہ اڑاتے ہوئے لکھا ہے

"دیکھیئے مسلمانوں کی غلطی کہ جو اپنے مذہب کے نہیں ان کے مارنے کے واسطے خدا سے دعا کرتے ہیں۔ کیا خدا سادہ لوح ہے۔ جو ان کی بات مان لے گا۔ اگر خدا ایسا طرفدار ہے۔ تو دیندار آدمیوں کی عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۸۳ باب ۱۴)

مگر دیکھیئے اسلامی تعلیم کا مضحکہ اڑانے والے اور قبولیت دعا کو خدا تعالیٰ کی طرفداری پر محمول کرنے والے سوامی دیانند جی کے پیرو کس طرح [illegible]

جلد ۱۷ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۲۹ء | نمبر ۴۷

افغانستان اور مسلمانانِ ہند کا فرض

حقیقی امداد کیونکر ہو سکتی ہے؟

(جناب ناظر کے قلم سے)

پیش آمدہ حالات

افغانستان کی ہولناک اور تباہ کن خانہ جنگی دنیائے اسلام میں ایک ایسی مصیبت عظمیٰ ہے کہ اگر فرزندان توحید اس پر خون کے آنسو بہائیں تو حق بجانب ہیں۔ ہندوستان کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقے بھی افغانستان کی اس خانہ جنگی کو اپنے مفاد کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ امان اللہ خاں نے اپنی دہ سالہ حکومت میں تمدنی معاشرتی۔ اور تعلیمی پہلو سے اپنے ملک میں بیداری کی ایک نئی روح پیدا کر دی تھی۔ لیکن چونکہ افغانستان کے قبائل شاہ موصوف کی اصلاحات کے مخالف تھے۔ اس لئے اصلاحات کے مخالفین اور بالخصوص علماء نے جن کا اقتدار روبہ انحطاط تھا۔ شاہ امان اللہ کی غیر حاضری سے جبکہ وہ یورپ کا دورہ کر رہے تھے۔ بڑا فائدہ اٹھایا۔ اور تمام ملک میں بغاوت کی آگ لگا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ موصوف معہ اپنی ملکہ اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے اپنے وطن عزیز سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مسلمانانِ ہند کا فرض

مسلمانان ہند نے جس سرگرمی اور جوش کے ساتھ شاہ امان اللہ سے اپنی مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ لیکن افغانستان کے موجودہ حالات اور اس کے مستقبل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی حالت میں کہ شاہ امان اللہ کا تعلق افغانستان سے منقطع ہو گیا ہے۔ مسلمانان ہند کو اپنے افغانی بھائیوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیئے؟ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ اگر اسلامی اخوت کوئی چیز ہے۔ اور ہم افغانستان کو آزاد اور طاقتور دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر ہماری مآل اندیشی اسی امر کی متقاضی ہے کہ ہم شاہ امان اللہ خاں کے بعد اس شخص کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھیں جو افغانستان کو تباہی اور بربادی سے بچائے۔ اور پھر اسے متمدن۔ مہذب اور ترقی یافتہ ممالک کے زمرے میں شامل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ میری مراد ملک کے مشہور فاتح جنرل نادر خاں سے ہے۔ جن کی ان مجاہدانہ کوششوں کو جو افغانستان کی خونی سٹیج پر ظہور میں آ رہی ہیں۔ کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مالی امداد کی ضرورت

برادران اسلام کو واضح رہے کہ ہمارا حقیقی نصب العین افغانستان کی آزادی اور ترقی ہے۔ اور وہی شخص ہمارا محبوب ہے جس کے تدبر اور [illegible] سے افغانستان رفعت و عظمت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ سکے۔

افغانستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور یورپ کی غیر اسلامی طاقتیں افغانستان کو للچائی ہوئی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ مسلمانان ہند اپنے افغانی بھائیوں کی مالی امداد کے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتے تو یہ اخوت اسلامی کی ایک درخشاں اور قابل فخر مثال ہوتی۔ اس وقت "زمیندار" کے ذریعے جو نذرانہ شاہ امان اللہ خاں کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ مسلمان اس پر ناز کر سکیں۔

لیڈر اور اخبارات

افسوس ہے کہ مسلمان لیڈروں کی افسوسناک لاپرواہی اور پنجاب کے اسلامی اخبارات کی باہمی مخالفت نے جو ایک شرمناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اب ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ کسی ضروری سے ضروری اور مفید سے مفید تحریک کے بارآور ہونے کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ مالی امداد اور جنرل نادر خاں کی کامیابی کے لئے دعا تو کہیں رہی۔ اگر مسلمانوں کے لیڈر اور اسلامی اخبارات کے ایڈیٹر اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی ذاتی عداوتوں اور رنجشوں کے اظہار پر اسلامی مفاد کو مقدم سمجھیں تو میں اسے ایک بہت بڑی قومی خدمت سمجھوں گا۔

افغانستان کی گتھی کا حل

اگر ہمارے لیڈر اور ایڈیٹر اسلام کے وقار اور استقلال کی خاطر اپنے نفس کی اصلاح کرنے سے معذور رہیں۔ تو پھر ان کا افغانستان کے معاملات میں دخل دینا ایک طفلانہ حرکت ہے۔ تجربہ نے بتا دیا ہے کہ ہمارے لیڈروں کی غلط انداز تقریروں اور ہمارے ایڈیٹروں کی معرکۃ الآرا تحریروں سے افغانستان کی پیچیدہ گتھی ہرگز نہیں سلجھ سکتی۔ یہ اگر سلجھ سکتی ہے تو جنرل نادر خاں کے ناخن تدبیر سے جن کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ سرگرمیاں عالم آشکارا ہیں۔ ہاں جیسا کہ "پیغام صلح" نے لکھا ہے۔ اس کے ساتھ دعاؤں کی بھی ضرورت ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر دلی تڑپ کے ساتھ ملکر دعائیں کی جائیں تو افغانستان کا خونی مطلع بہت جلد صاف ہو جائے گا۔ اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تاریخ میں ایک روشن باب شروع ہوگا۔

انگلستان میں تبلیغ اسلام

اسلامی لیکچروں کا سلسلہ

انگریز نومسلموں کی تبلیغی جدوجہد

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کے مبلغین کی امداد سے برٹش مسلم سوسائٹی لندن۔ انگلستان میں بہترین اسلامی خدمت سرانجام دے رہی ہے اس سوسائٹی کے زیر اہتمام لندن مسلم نمازگاہ ۱۱۱ کیمبڈن ہل روڈ (لندن) میں ہر اتوار کو اسلامی لیکچروں کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ گزشتہ ماہ جو لیکچر ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) ۵ رمئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی قائم مقام امام مسجد ووکنگ نے اسلامی اصول پر لیکچر دیا۔

(۲) ۱۲ رمئی کو جناب مسٹر خالد آر۔ فامر نے (جن کے اعلان اسلام کی خبر حال ہی میں اخباروں میں شائع ہو چکی ہے۔) لیکچر دیا۔ جس کا عنوان تھا "میں نے کیوں اسلام قبول کیا" ممدوح نے اس موضوع پر ایک مدلل تقریر فرمائی۔

(۳) ۲۶ رمئی ۱۹۲۹ء کو جناب عبدالخالق خاں صاحب بی اے مبلغ ووکنگ نے اس موضوع پر کہ "کیا روح کا کوئی وجود ہے" نہایت ہی معقول پیرائے میں اظہار خیالات کیا۔

(۴) ۲ رجون ۱۹۲۹ء کو جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی ٹی قائم مقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" کے عنوان پر لیکچر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان مبلغین اسلام کی ہمت و طاقت میں برکت دے کہ وہ پیام اسلام کو یورپ کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیں۔ سب سے زیادہ مسرت انگیز امر یہ ہے کہ ہمارے نومسلم بھائی بھی اس تبلیغی جدوجہد میں برابر حصہ لے رہے ہیں۔

خادم عبدالغنی

(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور)

کسی شخص کو جہازوں کے اترنے کی جگہ نہ دیا جائیگا۔

— جلال آباد کی اطلاع ہے کہ شنواریوں اور مشرقی افغانستان کے دیگر قبائل نے اپنے نمائندے کابل بھیجے ہیں۔ جو بچہ سقہ سے ملاقی ہوں گے۔ نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سردار علی احمد عنقریب کابل جائیں گے۔

— پشاور ۱۸ر جنوری۔ برطانوی قونصل کے سوا جلال آباد کے قونصل کابل سے اپنے اپنے ممالک کی طرف روانہ ہوگئے ہیں۔

— پشاور ۱۸ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے گورنر قندہار کو حکم دیا ہے کہ وہ شاہی پھریرے اتار دیں جو برسوں شاہی محل پر اڑایا گیا تھا۔ کیونکہ اب وہ بادشاہ نہیں رہے۔

— علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم اسناد ۲۱ر جنوری کو ہوگا۔

— کلکتہ میں زنانہ پولیس کے قیام کی تجویز زیر غور ہے۔

— پشاور ۱۹ر جنوری۔ آزاد علاقہ کے مہمند آفریدی اور اورکزئی قبائل کے تین ہزار نمائندہ افراد کا ایک جلسہ لنڈی کوتل کے درہ کے باہر منعقد ہوا۔ افغانستان کی موجودہ صورت حالات پر غور کرنے کے بعد قرار پایا کہ باغیوں کے بالمقابل افغانستان کے شاہی خاندان کی حمایت کی جائے۔ اور اس امر کا انتظام کیا گیا کہ جس قدر جلد ہو سکے۔ مسلح لشکر ڈکہ پہنچا دئے جائیں اور ہر ایک قبیلہ اور گروہ وہ علم جہاد لے کر نکلے جو شاہ امان اللہ خاں نے انہیں عطا کیا ہوا ہے۔ تمام لشکر ۲۵ر جنوری تک ڈکہ میں جمع ہو جائیں گے۔ آئندہ اسلوب جنگ کے متعلق وہیں غور کیا جائے گا۔

— بجنور ۲۰ر جنوری۔ مولوی نور الرحمٰن ایڈیٹر اخبار مدینہ کو ۲۸ر دسمبر کے اخبار میں بغاوت افغانستان کے متعلق ایک نوٹ شائع کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

— پشاور ۱۹ر جنوری۔ افواہ ہے کہ الہ آباد سے جو افغان شہزادہ محمد عمر خاں بھاگ گیا تھا وہ سرحد کو عبور کر کے بچہ سقہ کے لشکر میں جا ملا ہے۔ اور بچہ سقہ نے اسے کابل کا گورنر بنا دیا ہے۔

— یقین کیا جاتا ہے کہ قندہار کے بادشاہ امان اللہ خاں کو ابھی تک غیر ملکی طاقتیں افغان قوم کا سردار تسلیم کرتی ہیں۔ اور ان کی نظر میں وہی وہاں کا حقیقی حکمران ہے۔

— خیال کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں بادشاہ قندہار تمام غیر ملکی سفارتوں کا الحاق قندہار کی سفارت کے ساتھ کریں گے۔

— لاہور ۲۰ر جنوری۔ نشتر نوجیوں کا ستیہ گرہ ختم ہو گیا ہے معلوم ہوا ہے کہ ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کے لیڈروں پر دائر شدہ مقدمات واپس لے لئے جائیں گے۔ اور پیش کردہ مطالبات پر مناسب غور کیا جائے گا۔

— پیرس ۱۴ر جنوری۔ سابق وزیر مال ایم کیلاس ایک موٹر کے حادثہ میں سخت مجروح ہوئے۔ اور یہاں ایسی حالت میں لائے گئے کہ خود غذا نہیں کھا سکتے۔

— سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ شہزادی مارتھا جو شاہ سوئیڈن کی بھتیجی ہیں کی منگنی ولی عہد ناروے شہزادہ اولو سے ہوگئی ہے۔

— پیرس ۱۲ر جنوری۔ ایران حکومت فرانس سے تعلقات رکھنے والے ایک مسودہ منظور کیا ہے۔ جس کی رو سے امسال ایک جنگی جہاز چھ تباہ کن کشتیاں اور چھ آبدوز تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

— ریاست کپورتھلہ میں جلوسوں اور نظام ریاست پر نکتہ چینی کی سخت بندش ہو گئی ہے۔

— اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں اس مطلب کا ایک ریزولیوشن پیش ہونیوالا ہے کہ ہندوستان کو درجہ نو آبادیات جلد سے جلد دے دیا جائے۔

— اس کے علاوہ یہ ریزولیوشن بھی پیش ہوگا کہ گورنمنٹ کم از کم ایک ہندوستانی خاتون کو اسمبلی کا ممبر نامزد کیا کرے۔

— مسلم کانفرنس دہلی کی پاس کردہ قرار دادوں کی تائید میں جگہ جگہ جلسے ہو رہے ہیں۔ لاہور۔ راولپنڈی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

— ہندوستانی ریاستوں کی کمیٹی کے سکرٹری کرنل اوگلوی کشمیر کے ریزیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔ وہ فروری میں ہندوستان آئیں گے۔ کمیٹی کی رپورٹ غالباً فروری تک تیار ہو جائے گی۔

— جدید دہلی ۱۶ر جنوری۔ گورنر پنجاب نے گوڑگاؤں میں ایک زراعتی فارم کا افتتاح کیا۔

— نئی دہلی ۱۶ر جنوری۔ ذمہ دار افغان طبقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ سردار محمد عمر خاں افغانستان کا بادشاہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دلچسپ اقتباسات

ہندی لغت - مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کے بعد اس کی تازہ مثال بنارس کی ہندی پرچارنی سبھا کا وہ ضخیم لغت ہے جو تقریباً ۱۸ سال کی مسلسل کوشش کے بعد مرتب ہوا - اس کا شبد ساگر یا بحر الالفاظ ہے - اس میں تقریباً ۹۰ ہزار الفاظ ہیں - اور اس کی ترتیب پر ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے - اس رقم میں صوبہ متحدہ - صوبہ بہار اور صوبہ متوسطہ کی حکومتوں کی رقوم کے علاوہ مختلف والیانِ ریاست کی بڑی بڑی رقمیں شامل ہیں - اس کے علاوہ اسی مجلس نے عدالتی اصطلاحات کا بھی ایک مکمل ہندی لغت مدوّن کیا ہے - قدیم ہندی تصانیف کی تلاش و جستجو اور ان کی اشاعت کا کام اس کے علاوہ ہے - پھر ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہندی کی ترویج میں جو خاموش کوشش کر رہی ہیں اور اس کا جو اثر ہوگا وہ اہل بصیرت پر روشن ہے۔

دوسری طرف جامعہ بنارس ہے - جس نے اپنے یہاں فی الحال کم از کم انٹر میڈیٹ تک ہندی کو ذریعہ تعلیم بنانے کی کوشش شروع کر دی ہے - اور اس سلسلہ میں نصاب کی تمام کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں - اور بی اے کی کتابوں کے ترجمہ کا خیال درپیش ہے۔ (معارف)

امریکہ میں بندش شراب - امریکہ میں ممانعت شراب کے قانون کے متعلق پریزیڈنٹ ہوور کا خیال ہے کہ قانون کا احترام کیا جانا چاہئے - واشنگٹن کی سوسائٹی کو جس میں وزارت کے ممبر بھی شامل ہیں چاہئے کہ وہ قوم کے سامنے اپنی مثال پیش کرے - اخبار "نشکا گو ٹریبون" لکھتا ہے - یہ بالکل طبعی ہے کہ اس مسئلے پر نئے صدر کا رویہ اثر انداز ہو رہا ہے - جب سے قانون بندش شراب عمل میں آیا ہے - اس کے بعد سے پہلی مرتبہ ایسٹر کے موقعہ پر واشنگٹن پوسٹ کے پبلشر مسٹر ایڈورڈ بی میکلین مسز میکلین نے اپنے مہمانوں کے لئے شراب کے بغیر کھانا چنا - مسٹر ہوور اپنی خوراک پر پابندیاں عاید کرکے اپنا وزن کم کرنے کی کوشش میں ہے - وہ چربی نشاستہ اور چینی سے احتراز کرنے کے علاوہ روزانہ ورزش کرتا ہے۔

دیوتاؤں کے غلام - مس میو نے ہندو دنیا پر ایک اور بم پھینکا ہے جس نے عام ہندوؤں کو ناراض - اور خوف زدہ اور اچھوت ہندوؤں کو خوش کر دیا ہے - جن لوگوں کو تیتیس کروڑ دیوتاؤں کی غلامی پر فخر ہے وہ ایک یورپین خاتون کی زبان سے دیوتاؤں کا غلام کہلانا پسند نہیں کرتے لیکن چھ کروڑ اچھوتوں کی نمائندہ جماعت آدی سبھا فیروز پور چھاؤنی کے ارباب حل و عقد نے ایک زبردست تحریر شائع کرائی ہے جس میں انہوں نے مس میو کو اپنی "نجات دہندہ" قرار دیا ہے - اور لکھا ہے کہ اگر ایک نیک نہاد خاتون نے ہم بدنصیبوں کے حق میں انصاف اور راستی کی آواز اٹھائی ہے تو کم از کم کانگرس کو جو اچھوتوں کی طرفداری اور حمایت کی مدعی ہے - اس آواز کو دبانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے - اور اگر وہ خود ہمیں ہمارے حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور ہماری حالت و حیثیت کو بلند سطح پر لانے کے لئے آمادہ نہیں ہے تو اس کو ہمارے ایک ہمدرد دوست کی آواز صداقت کے اثر کو باطل کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

اچھوتوں کی مجلس مس میو کو ہندوستان کے تمام رشیوں اور بزرگوں کے مجموعہ سے بھی زیادہ اپنی دوست سمجھتی ہے - اور اس کی رائے ہے کہ مدتِ دراز کی موہوم امیدوں اور دور از کار توقعات کے بعد بالآخر یورپ کی ایک خاتون حمایت و دستگیری کو میدان میں نکلی ہے - مجلس مذکور چاہتی ہے - کہ گورنمنٹ کتاب مذکور کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کرنے سے پیشتر ہماری آواز کو سُنے اور ہم غریبوں کی دادرسی کرے۔

خدا کی یہ بدنصیب مخلوق جس کے گلے میں ہزار ہا سال سے اچھوت کی لعنت کا طوق پڑا ہوا ہے ہماری دلی ہمدردی کی مستحق ہے - اور فرزندان اسلام کا یہ ایک نہایت قیمتی فرض تھا - کہ قبل اس کے کہ کوئی آواز مغرب سے اٹھ کر ان کو اپنا مرہونِ منت بناتی - وہ اٹھتے اور ان بدنصیبوں کی خبر لیتے - اسلام کا تریاق ہی ایک ایسی چیز ہے جو ان کے جسم کو صدیوں کے سرایت کئے ہوئے زہر کے اثر سے نجات دلا سکتا ہے - اگر مسلمان اپنے فرض کو محسوس کرتے تو آج ان غریبوں کو نہ کانگرس کی منت سماجت کرنی پڑتی اور نہ مس میو کا احسان ماننا پڑتا - بہرحال مس میو نے ان کو بیدار کر دیا ہے - مسلمانوں کو اس حالت سے فائدہ اٹھانا اور ان کو حلقہ اسلام میں شامل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہئے۔ (حمایت اسلام)

خبریں

— پشاور ۱۸ اپریل - کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ایک سازش کا انکشاف ہوا ہے - جو شاہ امان اللہ کے حامیوں نے بچہ سقہ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی - چار آدمی توپ کے سامنے اُڑا دیئے گئے ہیں۔

— گذشتہ دنوں اس قسم کی خبریں اخبار میں شائع ہوئی تھیں - کہ حکومتِ روس شاہ امان اللہ کی حمایت کر رہی ہے - اب مصدقہ طور پر اس کی تردید ہو گئی ہے - حکومت روس افغانستان کی خانہ جنگی میں بالکل غیر جانبدار رہنا چاہتی ہے - البتہ اُس نے اپنی سرحد پر تھوڑی سی فوج جمع کر رکھی ہے - تاکہ قبائل شورش نہ کر سکیں۔

اطلاع ہے کہ سردار ہاشم خاں مشرقی صوبے میں پھر نمودار ہوئے ہیں - اور مقام کانگا میں جرگہ منعقد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - جنرل نادر خاں جنوبی گردیز کو گئے ہیں - دو ہزار آدمی تو ان کے ساتھ ہیں ان کا ارادہ ہے کہ جب کم از کم پانچ ہزار آدمی ان کی فوج میں شامل ہو جائیں تو وہ کابل پر دھاوا بول دیں۔

— پنجاب کے بعض مقامات پر دیائے ہیضہ شروع ہو گئی ہے حفظ ماتقدم کی تدابیر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

— حضور نظام کی حکومت دو خواتین کو وظائف دے کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ بھیجا جائے۔

— ٹرکی کا مشہور اخبار "حاکمیت ملت" اپنی ایک تازہ اشاعت میں رقمطراز ہے :-

"ترکی میں مذہب کی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی اور نہ ایسی تبدیلی کا کوئی ارادہ ہے - ایسی تجویز صرف لایعنی ہی نہیں - بلکہ حدود عمل سے متجاوز ہے ترکی قوم صرف اپنے پرانے مذہب پر قائم ہی نہیں بلکہ اس مذہب کے تخیلات کی بھی حامل ہے - بادی النظر میں غیر ملکیوں کو جو تبدیلیاں نظر آتی ہیں وہ محض معاشرتی اصطلاحات ہیں - جنہیں مذہب کے تخیل سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

— اس کے بعد اس نے لکھا ہے "مذہب کے تخیلات اور بعض جہلا کے اوہام صحیح تخیلات مذہبی سے اتنے ہی بعید ہیں جتنا اسلام بت پرستی سے

— دارجیلنگ ۱۹ اپریل - کل نواب نواب علی مرحوم کا تابوت ان کے وطن دھن باری کو روانہ ہو گیا - تابوت کے ہمراہ زبردست ماتمی جلوس تھا۔

— کلکتہ ۱۹ اپریل - نوجوان مسلمانوں کا ایک جلسہ البرٹ ہال میں مسٹر سر عبد الخالق کے زیر صدارت منعقد ہوا - جلسہ کا مقصد ملاؤں کے خلاف جہاد کرنا تھا - تاکہ اسلامی سوسائٹی کو ملا ازم سے پاک کیا جائے - جو معاشرت میں خلاف اسلام اور خلاف ترقی قواعد مروج کر رہی ہے ایک صوبہ کمیٹی بنائی گئی ہے جو اس نئی انجمن کے قواعد و ضوابط وضع کرے گی۔

— لاہور ۱۲ اپریل - آج نواب صاحب کے چوک اندرون موچی دروازہ میں ایک چھوٹے لڑکے کے پاس پولیس نے ایک پستول پکڑا - لڑکے نے پہلے تو بیان کیا کہ پستول میرے والد نے بنایا ہے بعد میں کہا کہ میں نے اسے دو کسی جگہ سے حاصل کیا ہے۔

— پشاور ۲۰ اپریل - خبر ہے کہ جنرل نادر خاں ۱۲ ہزار فوج لے کر کابل کی طرف بڑھ رہے ہیں - بچہ سقہ کا فوجی جرنیل قتل کر دیا گیا ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ اگر بچہ سقہ نے جنرل نادر خاں کے سامنے ہتھیار نہ ڈال دئے تو اسے بھاگنا پڑے گا - جنرل موصوف کا بھائی ہاشم خاں ابھی تک مشرقی علاقہ میں ہی ہے۔

— پشاور ۲۰ اپریل - معلوم ہوا ہے کہ جنرل نادر خاں نے - جو اس وقت غزنی سے ۶ میل کے فاصلہ پر ہیں خوست کے چند سر کردہ ملاؤں کا وفد بچہ سقہ کے پاس روانہ کیا ہے - یہ وفد بچہ سقہ کو سمجھائیگا کہ وہ بخوشی تخت سے دست بردار ہو جائے - عام حلقوں میں امید کی جاتی ہے کہ بچہ سقہ اس تجویز کو منظور کر لیگا۔

— پشاور ۲۱ اپریل - ایک غیر مصدقہ اطلاع مظہر ہے کہ بچہ سقہ نے جنرل نادر خاں کو زندہ گرفتار کرنے والے کو گرانقدر انعام دینے کا اعلان کیا ہے - یہ اعلان پمفلٹ کی صورت میں چھپوا کر جنوبی افغانستان کے باشندوں میں بکثرت تقسیم کیا گیا ہے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے جنرل موصوف کے خاندان کے تمام افراد کو گرفتار کرکے ان کی جائیدادیں ضبط کر لی ہیں۔

— دہلی ۱۸ اپریل - اسمبلی کے حادثہ بم میں سر بوسن جی دلال زیادہ زخمی ہو گئے تھے - اب وہ صحت یاب ہو کر وطن کو روانہ ہو گئے ہیں۔

— ایک مصدقہ خبر ہے کہ بچہ سقہ نے جلال آباد پر قبضہ کر کے وہاں اپنا گورنر مقرر کر دیا ہے۔

— چین میں خوفناک قحط پھیل رہا ہے سا ای فیصدی باشندوں کو بالکل خوراک میسر نہیں آتی - بچہ خوری کی وارداتیں عام ہو رہی ہیں - خاص علاقہ میں قحط کی وجہ سے تین سو اموات روزانہ ہوتی ہیں - لوگ نقاہت کی وجہ سے مُردوں کی تجہیز و تکفین بھی نہیں کر سکتے۔

— پشاور ۲۰ اپریل - کابل کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ کابل سے باہر بچہ سقہ کا کوئی اثر باقی نہیں - اس کے ایک فوجی سردار کو لوگوں نے کابل سے باہر قتل کر دیا ہے - خیال ہے کہ عنقریب جنرل نادر خاں کابل پر قبضہ کر لیں گے۔

— بعض سیاست دانوں کا خیال ہے کہ افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی جلد ختم نہ ہوگی - کیونکہ تینوں طاقتیں اپنی اپنی جگہ زبردست تیاریاں کر رہی ہیں۔

— بمبئی ۲۰ اپریل - وائسرائے کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا بذریعہ جہاز راولپنڈی انگلستان روانہ ہو گئے۔

— دارجیلنگ - گورنر نے اپنے خاص اختیارات سے بنگال کونسل توڑ دی ہے - اب نیا انتخاب ہوگا۔

حامیان نہرو رپورٹ نے منشی ایشور سرن کو اس رپورٹ کے حق میں پروپیگنڈا کرنے کے لئے انگلستان روانہ کیا ہے۔

— پنجاب میں سٹہ بازی کا مرض روز بروز ترقی کر رہا ہے ہزاروں تاجر اور خاندان تباہ ہو چکے ہیں۔

— مدینہ منورہ کی مسجد النبی کی مرمت ہونے والی ہے سلطان ابن سعود نے ماہرین کی ایک مجلس مقرر کر دی ہے - جو مجلس مذکور کا معائنہ کرکے مصارف وغیرہ کے متعلق رپورٹ پیش کرے گی۔

— شاہ ایران نے ایک فرمان صادر کیا ہے - جس کی رو سے پارلیمنٹ کے ارکان سرکاری حکام و ملازمین اور طلباء کو وطنی ساخت کے کپڑے کی خاص قسم کی وردی پہننے کا حکم دیا گیا ہے - اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔

— اب عام باشندوں کے لباس کے فیشن میں بھی تبدیلی آگئی ہے - پرانی وضع تراش خراش کے کپڑے طہران میں بہت کم نظر آتے ہیں۔

— پشاور ۱۸ اپریل - مولانا حاجی شاہ رسول صاحب کی سرکردگی میں سرحدی علماء و خوانین جلال آباد جانے کے لئے آج بغیر پروانہ راہداری کے خیبر کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔

— پشاور ۱۸ اپریل ایک اطلاع مظہر ہے کہ ہتلا ہما حسبِ چکنور نے شنوار کے سرغنہ ملک محمد عالم کا گھر جلا دیا ہے - جو آج کل بچہ سقہ کی امداد کے لیے کابل گیا ہوا ہے۔

— ۱۳ مارچ کے اخبار اُم القریٰ (مکہ) سے معلوم ہوا ہے کہ سمندر کے راستے پہنچنے والے حاجیوں کی تعداد ۷۰۰۰۲ تک پہنچ چکی ہے۔

— بمبئی ۱۸ اپریل - کل برطانی سفیر کابل سر ہمفریز انگلستان روانہ ہو گئے - ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ نے آپ سے عرشہ جہاز پر ملاقات کی - آپ نے افغانستان کی موجودہ حالت کے متعلق کہا "کہ اس وقت افغانستان کی پوزیشن سراسر تاریکی میں ہے - جو خبریں سرحد کو عبور کرکے ہم تک پہنچتی ہیں ان کی صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا - افغانوں کو اس امر کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ان کا بادشاہ کون ہو لیکن بادشاہت قسمت کا کھیل ہے۔ آپ نے فرمایا موجودہ ہلچل بہت افسوسناک ہے - افغانستان امان اللہ خاں کے ترقی یافتہ دورِ حکمرانی میں بہت کچھ ترقی کر رہا تھا - اس کا خیال ہے کہ شاہ امان اللہ یا بچہ سقہ میں سے کسی ایک کا برسر اقتدار آجانا محض قسمت پر موقوف ہے - جنرل نادر خاں کے متعلق کہا وہ ایک زبردست معمہ ہیں کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔

— ماسکو ۲۰ اپریل - افغانستان کی اطلاعات مظہر ہیں کہ صوبہ ہرات کا کماندار عسکری محمد غوث خاں کئی ہزار کا لشکر جرار لے کر جس میں رسالہ اور توپخانہ بھی ہے کابل کی طرف پیشقدمی کر رہا ہے - یہ لشکر مزار شریف کے سامنے کابل پر چڑھائی کرے گا۔

— پشاور ۱۲ اپریل - علمائے سرحد کا وہ وفد جو پروانہ راہداری حاصل کئے بغیر جلال آباد روانہ ہوا تھا - سرحد پار ہو گیا ہے۔

— حضور نظام نے اپنی ریاست میں صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے ایک کروڑ روپیہ عطا فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۷ھ نمبر ۳۹

آریہ سماج کا منافرت خیز پروپیگنڈا

ایک آریہ سماجی ہمدرد اسلام کے بھیس میں

بہت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

راجپال کے قتل پر آریہ سماجی اخبارات نے جس ذہنیت کا اظہار کیا اس کی وضاحت حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان دو اعلانات میں کی جو پیغام صلح میں یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت موصوف نے اپنے آخری اعلان میں سنجیدہ ہندو لیڈروں کو مخاطب کرتے ہوئے بعض ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی جو ملک کے امن و امان اور اتحاد ہندو مسلم سے نہایت گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہندو قوم میں سے کوئی ایسے سنجیدہ لوگ اٹھتے اور ان امور پر غور کرنے کے بعد ہندو قوم کو کسی ایسی راہ پر لانے کی کوشش کرتے جو دونوں قوموں میں محبت و یگانگت پیدا کرنے والی ہو۔ آریہ سماج میں سے بعض لوگ مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر نکلے ہیں۔ اور احمدیوں کو اسلام کا دشمن بنا کر مسلمانوں کو ان کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں۔

اس قسم کا ایک چار صفحہ کا اشتہار مہاشہ چرنجی لال پریم آریہ سماجی جرنلسٹ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جس میں اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ کہ مرزائیوں کو تمام مسلمانوں نے کافر کہا ہے اس لئے وہ ایسے اشتہارات کے ذریعہ سے مسلمانوں میں اپنی کھوئی ہوئی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک صفائی کے ساتھ لکھا ہے:۔

" ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ مسلمان بھائی یہ کہتے ہوئے کہ

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

مرزائیوں کی ان چالوں کی اصل حقیقت فوراً بھانپ لیں گے۔ اور ان کے بھرے میں نہیں آئیں گے "

ہم حیران ہیں آریہ سماجی حضرات کا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے کیا وہ مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آریہ سماج کی اس معاندانہ روش اور ذہنیت کے خلاف جو حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے تعلق رکھتی ہے جماعت احمدیہ نے جو آواز بلند کی ہے۔ وہ ان کے "بھرے" ہیں۔ اور آریہ سماج فی الحقیقت ان الزامات سے پاک ہے؟ ہم دل سے متمنی ہیں کہ خدا کرے یہ صورت حالات پیدا ہو اور آریہ سماج اس ناپاک طریق سے قطعاً پرہیز کرے لیکن جہاں تک موجودہ صورت حالات کا تعلق ہے۔ جب تک ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس اور آئے دن کے شائع ہونے والے اخبارات اور ٹریکٹوں کا وجود باقی ہے آریہ سماج اس الزام سے بری نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مسلمانوں سے یہ حقیقت پوشیدہ رہ سکتی ہے رہا یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا جا چکا ہے۔ ہمارے خیال میں ایک آریہ سماجی کے منہ سے یہ بات کچھ سجتی نہیں۔ اول تو زیر بحث امر کا تعلق کفر کے فتوے سے کوئی نہیں۔ اور نہ اب ایسے فتووں کو کوئی عزت و وقعت دینے کے لئے تیار ہے۔ اور دوسرے سوال یہ ہے کہ کیا جس شخص پر کوئی کفر کا فتویٰ لگا چکا ہو اس کا حق نہیں کہ اپنے خیالات و معتقدات اور مذہب کی حمایت کر سکے۔ کیا آریہ سماج تمام ہندو دنیا کی نظروں میں ادھرمی نہیں۔ کیا سناتن دھرم انہیں ویدک دھرمی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے؟ اگر نہیں تو بہتر ہے کہ مہاشہ چرنجی لال کے اصول کے مطابق وہ ویدک دھرم کی حمایت سے باز آ جائے۔ اور آئندہ کسی ہندو مسلم سوال میں حصہ نہ لیا کرے۔ تعجب ہے آریہ سماج تو کھلم کھلا اپنے مذہبی معتقدات کے خلاف ان مسائل میں بھی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار رہتی ہے جن کو عام ہندوؤں کے مذہبی نقطہ نظر سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً گائے کا مسئلہ۔ لیکن ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ آریہ سماج اگر حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دے تو چونکہ کسی دنیا فروش مولوی کی طرف سے تم پر کفر کا فتوےٰ لگ چکا ہے۔ اس لئے تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں اور اگر تم بولتے ہو تو یہ مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ گویا مسلمان ایسے ہی جاہل اور بے وقوف واقع ہوئے ہیں کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ آریہ سماج کیا کر رہا ہے۔ یا کم از کم احمدیوں کے "بھروں" کو وہ سمجھتے نہیں اور ان سے بچانے کے لئے مہاشہ چرنجی لال جی پریم کی ضرورت ہے۔

خوب ہے

بہت کریں آرزو خدائی کی !
شان ہے تیری کبریائی کی !!

پھر یہیں تک بس نہیں مہاشہ جی نے آریہ سماج کی معصومیت پر بڑا زور دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ:۔

" آریہ سماجی کسی بھی قوم یا مذہب کے بزرگوں کو گالی دینا پاپ سمجھتے ہیں "

تذکرے وہ دن آئے جب یہ سمجھنا عملی رنگ میں دنیا پر ظاہر ہو۔ لیکن اس کی جو مثال مہاشہ جی نے پیش کی ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ یہ عقیدہ (اگر فی الواقعہ آریہ سماج ایسا عقیدہ رکھتی ہے) کبھی عملی رنگ اختیار کر سکے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

" ایک موقعہ پر بھگوان دیانند اپنے لیکچر میں آدمؑ کو آدم جی کہہ رہے تھے۔ اس پر ایک عیسائی نے اعتراض کیا کہ جس شخص کی بدولت تمام بنی نوع انسان گنہگار رہے ہیں آپ اسے بھی "جی" "جی" کیوں کہتے ہیں۔ بھگوان نے جواب دیا کہ یہ آپ کا اور مسلمانوں کا گھریلو جھگڑا ہے ہم اس میں دخل نہیں دے سکتے۔ ہم تو تمام اقوام اور مذاہب کے بزرگوں کی جائز عزت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں "

اس مثال کو اگر حقیقت کے ساتھ ذرا سا بھی تعلق ہوتا تو ستیارتھ پرکاش کے صفحات اس ناپاک لٹریچر سے کبھی آلودہ نہ ہوتے جس کی شکایت نہ صرف مسلمانوں ہی کو ہے بلکہ عیسائیوں اور خود ہندوؤں اور سکھوں کو بھی ہے۔ دنیا کا کونسا نبی یا ریفارمر گزرا ہے جس پر سوامی دیانند نے نہایت ناپاک الفاظ میں تمسخر و استہزا نہیں کیا۔ لیکن ان سب کو چھوڑ کر صرف آدمؑ ہی کی مثال کو لیجئے۔ ستیارتھ پرکاش میں ان پر بھی استہزا کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا۔ کاش سوامی جی کی تحریرات سے ایک بھی ایسی مثال پیش کی جا سکتی جس میں کسی قوم کے بزرگوں کی عزت انہوں نے کی ہو۔ جب عملی حالت یہ ہے تو آریہ سماجی کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ کسی بھی مذہب یا قوم کے بزرگوں کو گالی دینا پاپ سمجھتے ہیں "۔

ہمارے نزدیک جب تک اس دعوے کو عملی صورت میں لانے کے لئے آریہ سماج تیار نہ ہو۔ جب تک وہ تمام لٹریچر جو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی توہین پر مشتمل ہے۔ (خواہ وہ ستیارتھ پرکاش کے کسی حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یا کلیات آریہ مسافر اور دوسری آریہ سماجی تصنیفات میں پایا جاتا ہے) تلف نہ کر دیا جائے۔ اس وقت تک نہ آریہ سماج کا یہ دعویٰ چنداں موثر اور قابل پذیرائی ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی اقرار نامہ پر دستخط ہی مفید ہو سکتے ہیں۔ کیا آریہ سماج اس کے لئے تیار ہے؟

اگر تمام مذاہب کے سربرآوردہ رہنما اس اسلامی رواداری کو اختیار کریں کہ کسی مذہب کے بانی یا پیشوا کو برا نہ کہا جائے۔ بلکہ قابل عزت و احترام سمجھا جائے تو اس سے ایک بین الاقوامی رشتہ اخوت و رواداری قائم ہو سکتا ہے۔ اور ان آئے دن کے اختلاف انگیزیوں اور ان نتائج مذمومہ سے نجات مل سکتی ہے جو انسانیت کے لئے موجب ننگ و عار ہیں۔ ہندوستان میں دو عظیم الشان قومیں ہندو اور مسلمان ہیں۔ مسلمان تو مذہباً پہلے ہی سب کی عزت پر مجبور ہیں۔ کاش ہندو اور خصوصاً آریہ دوست بھی

معاصر خالصہ اور بندہ بہادر

بندہ بہادر یا بیر بیراگی ہندو تھا یا سکھ؟ مسلمانوں کے خلاف اس کی باغیانہ سرگرمیوں میں سکھوں نے اس کا ساتھ دیا یا ہندوؤں نے؟ یہ سوالات ہیں جو اس وقت بھائی پرمانند اور سکھوں کے ممتاز انگریزی اخبار "خالصہ" کے مابین زیر نزاع ہیں۔ بھائی پرمانند نے جو اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے عبور دریائے شور کی سزا پانے کے بعد غالباً ایسی شرائط پر رہا ہوئے جن کو ہندو مسلم نفاق سے نہایت گہرا تعلق ہے بیر بیراگی کو ہندوؤں کا کلکی اوتار قرار دے دیا ہے۔ جس نے انہیں ظالم ملیچھوں کے پنجہ سے نجات دلائی۔ معاصر "خالصہ" کو اس سے شدید اختلاف ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک بندہ بہادر سکھ قوم میں سے تھا۔ اور گورو گوبند سنگھ کے معصوم بچوں کا انتقام لینے کے لئے اس نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے ثبوت میں اس نے خافی خاں، ہنٹر، ایلیٹ، ڈلہیر اور میکالف کی تاریخوں کو بطور ثبوت پیش کیا ہے اور بھائی پرمانند کو چیلنج دیا ہے۔ کہ وہ بندہ بہادر کا ہندو ہونا اور ہندوؤں کا اس کی امداد کے لئے کھڑا ہونا ثابت کرے اس کے ساتھ ہی معاصر خالصہ نے ان ہندو لیڈروں کو جنہوں نے بندہ بہادر کے یادگاری میلہ کے اعلان پر دستخط کئے تھے متنبہ کیا ہے کہ:۔

" بھائی پرمانند ایسے خیالات رکھتے ہیں۔ جن پر بہت کچھ نزاع ہے۔ قوم کے عقلمند طبقہ کے لئے یہ خیالات بہت تکلیف اور صدمہ کا باعث ہوئے ہیں جیسا کہ ان ریزولیوشنوں سے ظاہر ہے جو سکھ ورنیکلر پریس میں شائع ہوئی ہیں...... آریہ سماج اور سکھوں کے باہمی تعلقات سخت کشیدہ ہیں۔ اس کشیدگی کو اور بڑھانا سخت نفرت کا سزاوار ہے "

معاصر خالصہ کے یہ الفاظ ہندو قوم کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہیں۔ بندہ بہادر یا بیر بیراگی فی الواقعہ سکھ قوم میں سے تھا۔ اس لئے اگر اس کی یادگار منانے کی ضرورت ہے تو اس کا سب سے زیادہ حق سکھوں کو پہنچتا ہے۔ لیکن وہ خود اس کو ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ گورنمنٹ نے اس موقعہ پر نہایت عاقبت اندیشی سے کام لے کر اس یادگاری میلہ کو حکماً بند کر دیا۔ اگرچہ اس امتناعی حکم کے باوجود ہندوؤں کے دیام شالہ میں ہندو لیڈروں کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں تقاریر کے علاوہ کشتیاں اور لاٹھی کے کرتب دکھائے گئے۔ جو ہندو ذہنیت کا ایک کھلا مظاہرہ ہے۔

تجرد کی زندگی اور مسیحی پادری

مسیحی پادریوں کا تجرد جو زیادہ تر رومن کیتھولک کلیسا کا اصول ہے۔ عیسائیت کے لئے نہایت مضر ثابت ہوا ہے۔ سینٹ پالز کیتھیڈرل کے ڈین انجی نے اس پر تقریر کرتے ہوئے صاف طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ پادریوں کا تجرد خلاف قانون قدرت ہے۔ اگرچہ وہ عالم تجرد میں کلیسا کی خدمت یکسوئی سے کر سکتے ہیں۔ جو عیسائی مذہب کی تقویت کا موجب ہے۔ تاہم پادری لوگ مجرد رہ کر تاہل کی زندگی کے نشیب و فراز سے واقف نہیں ہو سکتے اور اس لئے وہ میاں بیوی کے تعلقات سے اور بچوں کے متعلق ان کے فرائض کا کوئی عملی تجربہ نہیں رکھتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کے معاملات میں ان کی صحیح رہنمائی کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ڈین صاحب نے فرمایا کہ پادریوں کے فرقہ نے مرد اور عورت کے علاوہ ایک تیسری جنس کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور یہ انسانیت کے لئے ایک مضر شے ہے ہمارا خیال ہے ڈین صاحب نے اس بارہ میں مسیحی پادریوں سے زیادہ رعایت سے کام لیا ہے۔ معاشرتی زندگی کے فرائض تو ایک طرف مسیحی پادریوں کے تجرد نے جن حیاسوز کارناموں سے کلیسا کی اندرونی زندگی کو خراب کیا ہے۔ وہ اس تعلیم کے ناقص اور غیر فطری ہونے پر شاہد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پراٹسٹنٹ عیسائی پادریوں کے لئے تجرد کی زندگی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جناب مسیح کا تجرد مسیحی ازدواجی زندگی اور خانہ داری کے معاملات کے لئے کہاں تک خضر راہ کا کام دے سکتا ہے۔ اور آیا اس پہلو سے مسیح کی تعلیم غیر مکمل نہیں؟ بہر طور اگر ڈین صاحب کی نصیحت کو قابل عمل سمجھا گیا تو عیسائی دنیا کا یہ ایک قدم اسلام کی طرف ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ ۔ نمبر ۴۷

آخر یہ انتظار کب تک؟

(۲)

امرتسری مولوی فاضل اور مسیح موعودؑ

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے ان لوگوں سے جو چودھویں صدی کا نصف گزر جانے کے باوجود اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ مسیح موعود آسمان سے نازل ہو کر مسلمانوں کی کامیابی اور فتوحات کا موجب ہو۔ یہ سوال کیا تھا کہ نصف صدی کے گزر جانے پر بھی اگر تمہارا مفروضہ مسیح آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ تو کب تک تم اس کا انتظار کرتے رہو گے۔ کیا یہ سوچنے اور غور کرنے کی بات نہیں کہ جس کو شروع صدی میں آجانا چاہیئے تھا۔ وہ ۴۷ سال گزر جانے کے باوجود نہیں آیا۔ بارہا تم نے قیافے لگائے کہ وہ فلاں سال میں نازل ہوگا۔ کبھی کہا کہ مہدی (جس کا مسیح موعود ہی کے زمانہ میں پیدا ہونا مقدر ہے) ۱۳۳۵ھ میں ظہور فرمائیں گے۔ جب ۱۳۳۵ھ گزر گیا تو ۱۳۴۰ھ پر نظر رکھی گئی اور اب خدا جانے اواخر صدی کو ظہور مہدی کا زمانہ مقرر کیا گیا ہے۔ یا کوئی اور وجہ ہے کہ ہمارے مخالفین منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔ اور نہ مہدی کا نام ان کی زبانوں پر آتا ہے اور نہ مسیح کے لئے آنکھیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔

یہ ایک سوال تھا جو ہر اس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جسکو احادیث نبوی پر تھوڑا بہت ایمان ہو۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب باوجود اس کے کہ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ سوال کی اہمیت کو سمجھے بغیر جواب پر آمادہ ہو گئے۔ اور اپنے کمال علمی کو ثابت کرنے کے لئے ادھر ادھر کی منطقیانہ بحث میں الجھکر خلط مبحث کرنا چاہا ہے۔ مولوی صاحب کو دعویٰ ہے کہ:-

"ہم نے جواب تک قادیانی مشن کا مطالعہ کیا ہے (قادیانی امت بھی قائل ہے کہ ہم نے خوب مطالعہ کیا ہے۔ اس لئے ہمارے کسی پیش کردہ جواب کی تکذیب وہ نہیں کیا کرتے نہ کر سکتے ہیں۔ ہم اگر حافظ احادیث مرزا ہونے کا دعویٰ کریں تو موزوں ہے) اس وسیع مطالعہ کی بنا پر ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ بڑے میاں سے لیکر چھوٹے بھیوں تک جتنا کچھ لٹریچر ان کی مسیحیت کے متعلق ہے ہم نے سب کو کلام شعری کی قسم سے پایا۔ ایک فقرہ بھی برہان کی قسم سے نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے مگر علمائے منطق کے ہاں کوئی ایسی اصطلاح نہیں ملتی جس میں ہم اپنا عقیدہ احادیث مرزا اور احمدیہ لٹریچر کے متعلق اظہار کر سکیں۔ ہاں مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ماسٹر زمین کے گول ہونے کا ثبوت یوں دیا کرتا تھا۔ "چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے"

ہم اس کے جواب میں صرف اس قدر عرض کریں گے کہ مشرکین مکہ بھی اسلام سے پوری واقفیت رکھتے اور محمد رسول اللہ صلعم کے الہام کو "کلام شعری" ہی یقین کرتے تھے۔ لیکن کون عقلمند ان کی واقفیت اور رائے کو قابل فخر اور قابل وقعت قرار دینے کے لئے تیار ہے۔ کہ آج آپ کی اس واقفیت اور رائے کو احمدیہ لٹریچر کے متعلق آپ رکھتے ہیں۔ قابل فخر اور لائق وقعت قرار دیا جا سکے۔

اسی سوال کو لیجئے جس کے جواب میں انہوں نے یہ دعوے پیش کئے ہیں کونسی بات اس میں ایسی ہے جس کو "کلام شعری" سے نسبت دی جا سکے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ مسیح ناصری کو دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ اور اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اس چودھویں صدی میں وہ دوبارہ زمین پر نزول فرما کر امت محمدیہ کو قعر مذلت سے اوپر اٹھائیں گے۔ کیا نزول مسیح کا عقیدہ صرف شاعرانہ تخیل ہے۔ اور حقیقت کے ساتھ اسے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں؟ کیا یہ سوال کہ مسیح اور مہدی کب دنیا میں آئیں گے اور تمہارے انتظار کی مدت کب ختم ہوگی؟ شاعرانہ کلام ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیوں صاف نہیں کہہ دیتے کہ کوئی مسیح اور مہدی دنیا میں آنے والا نہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں ان احادیث کو کیا کیا جائیگا جن میں نہایت صاف اور صریح الفاظ میں ان کے آنے کا ذکر ہے اور تیرہ سو برس تک تمام امت محمدیہ ان کی منتظر رہی ہے۔ یا تو ان تمام احادیث کو بھی صاف اور کھلے طور پر "کلام شعری" کہو اور غلط اور موضوع قرار دو۔ ورنہ جب تک یہ حقیقت باقی ہے کہ ایسی تمام احادیث کو مانکر تم ایک مسیح اور مہدی کے منتظر بیٹھے ہو۔ اس وقت تک مندرجہ بالا سوالات کو "کلام شعری" قرار دینا اپنے عقل و فہم کا ماتم کرنا ہے۔

اب وہ جواب بھی سن لیجئے جو مولوی فاضل نے ہمارے سوال کا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"یہ انتظار کرنے والے لوگ الہامی تھے۔ جو اپنے الہام سے ایسا کہتے تھے یا کسی صاحب وحی کے ارشاد کے ماتحت اس زمانہ کی تعیین کرتے تھے؟"

ہم نہیں جانتے اس جواب کو "کلام شعری" قرار دیں یا اس سے بڑھکر کچھ کہیں۔ جسکے لئے مولوی فاضل کی منطق میں کوئی اصطلاح موجود نہیں۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے وہ غالباً بھول گئے کہ انتظار کرنے والے تو وہ خود بھی ہیں۔ الہامی نہ سہی۔ لیکن آخر انہیں مسیح اور مہدی کا انتظار تو باقی ہے؟ پھر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ آیا ان کے نزدیک اسی صدی میں ان کا آنا مقدر ہے۔ یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ قیامت کے دن وہ مسلمانوں کو غالب کرنے کے لئے آئیں گے؟ جب تک اس سوال کا صاف طور پر وہ جواب نہ دیں۔ اس وقت تک ان کے منقولہ بالا الفاظ کو "کلام شعری" سے بڑھکر کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔

مسیح موعود کے زمانہ کا تعین

مولوی فاضل نے ایک اور سوال بھی کیا ہے۔ جس کا اگرچہ نفس مضمون کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تاہم اس کا جواب یہاں دیدینا ضروری ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

"کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی جسکے ایک سال بعد مرزا صاحب کا انتقال ہوتا ہے یعنی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ اس کتاب حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب نے اپنی وفات کا زمانہ حسب پیشگوئی دانیال نبی اور بتصدیق الہام خود ۱۳۳۵ھ لکھا ہے۔ ظاہر ہے ۱۳۳۵ھ سے مراد سنہ ہجری ہے دوسرا کوئی سنہ ایسا نہیں جسکے ۱۳۳۵ میں مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہو۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ اپنے ہی بتائے سال اور تصدیق کئے ہوئے وقت سے پہلے ۱۳۲۶ھ میں ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے؟"

اس سوال کا مفصل جواب ہم آج سے ۱۲ سال پیشتر "پیغام صلح" میں دے چکے ہیں۔ اور یہ بتا چکے ہیں کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے جو یہ فقرہ لکھا ہے:-

"پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس لکھتا ہے۔"

اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ ۱۳۳۵ھ میں وفات پائیں گے بلکہ "آخری زمانہ" سے مسیح موعود کے آنے کا آخری سال مراد ہے۔ چنانچہ خود دانیال نبی کے الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ جن میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

"مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے۔"

اس میں صاف طور پر آنے کا ذکر ہے۔ جانے کا ذکر نہیں دانیال نبی نے مسیح موعود کی انتظار کا آخری سال ۱۳۳۵ھ قرار دیا ہے اور یہی حضرت مسیح موعود کی مراد ہے۔ اپنی وفات کا آپ نے اس میں قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر تعجب ہے کہ مولوی فاضل نے اس کے الٹ معنے کیوں کئے؟

ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ مولوی فاضل نے ہم سے دریافت کیا تھا کہ

"یہ انتظار کرنے والے لوگ الہامی تھے۔ جو اپنے الہام سے ایسا کہتے تھے۔ یا کسی صاحب وحی کے ارشاد کے ماتحت اس زمانہ کی تعیین کرتے تھے؟"

ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ دانیال نبی کو وہ کیا سمجھتے ہیں۔ اور جس زمانہ تک مسیح موعود کے آنے کا تعین انہوں نے کیا ہے آیا وہ اس کو صاحب وحی کا ارشاد قرار دیتے ہیں یا نہیں؟

کیا مولوی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے۔

مسئلہ تکفیر اور میاں محمود احمد صاحب

۱۴ جون کے "فاروق" میں ایک طویل مضمون "پیغام صلح" کے جواب میں شائع ہوا ہے۔ جس میں اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ میاں صاحب تمام اہل اسلام کو کافر سمجھنے کے باوجود انہیں اتحاد کی دعوت کس منہ سے دیتے ہیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ

"جب اہل پیغام حضرت مرزا صاحب کو شرعی اصطلاح میں نہیں بلکہ لغوی معنوں کی بنا پر نبی قرار دیتے ہوئے لانبی کے برابر سمجھتے ہیں۔ تو اسی طرح اور بالکل اسی طرح ہم بھی لغوی معنوں کی بنا پر مرزا صاحب کے منکروں کو نہ ماننے کے جملے کا عربی میں ترجمہ کفر کرتے ہیں"۔

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:-

"ہم احمدیوں نے تو کفر لغوی معنوں میں نہ ماننے والوں پر چسپاں کیا ہے"۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے نہ ماننے والے قادیان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ بلکہ کافر کا لفظ "نہ ماننے والا" کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

ہمیں نہایت خوشی ہوتی اگر اس عقیدہ کا اعلان خود میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے ہوتا۔ یا کم از کم ان کے کسی مضمون سے اس کی تائید پائی جاتی۔ برخلاف اس کے میاں صاحب کا صاف اور کھلا اعلان ہے کہ

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقاید ہیں"۔

اس میں صاف طور پر میاں صاحب نے کل مسلمانوں کو "دائرہ اسلام سے خارج" قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں میں سے پیر کو سچا سمجھا جائے یا مرید کو؟ بہتر ہوگا کہ دونو پہلے باہم نپٹ لیں۔ اور کم از کم عقاید کے معاملہ میں دنیا کو دھوکا میں ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔

اسلامی مساوات

آج کے بہرہ مراسلات میں ایک نامہ نگار نے ہمیں "گورو گھنٹال" کے اس فقرہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں اکولہ ضلع برار کے نومسلموں کی شکایات کی بنا پر یہ آوازہ کسا گیا ہے کہ:-

"جو مسلمان آئے دن ہندوؤں کے منہ آتے رہتے ہیں انہیں پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے"۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانان اکولہ کا طرز عمل اس قسم کا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ہندوؤں کے سامنے منہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن "گورو گھنٹال" کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ سوال صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے طرز عمل کا نہیں۔ بلکہ ان دونوں مذاہب کی تعلیمات کو بھی دیکھنا ضروری ہے۔ ہندو اپنی مذہبی تعلیمات کی وجہ سے مجبور ہیں کہ شودر اور نیچ قوم کو ہندو سمجھنے کے باوجود اچھوت قرار دیں۔ لیکن مسلمانوں کا مذہب انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی انسان کو "اچھوت" کے نام سے پکارا جائے۔ اور محض اس وجہ سے ایک ادنیٰ قوم سے کوئی شخص مسلمان ہوا ہے اسے مساجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ جن لوگوں نے ایسا کیا وہ صریحاً اپنے مذہب کے خلاف چل رہے ہیں۔ لیکن ہندو مذہب تو اس بات [illegible]

——— شملہ ۲۰ ستمبر۔ پشاور سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امین جان شاہ امان اللہ کا سوتیلا بھائی جو ہزار ہ لشکر کے ساتھ تھا جرنیل نادر خاں کے ساتھ علی خیل میں آملا ہے۔

——— الہ آباد ۲۴۔ ستمبر۔ مسٹر عزیز احمد صاحب جو پہلے "رنگون ڈیلی نیوز" کے ایڈیٹر تھے۔ جدید اسلامی اخبار "نشاۃ" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں۔

——— طہران۔ امسال ایک سو ایرانی طلبہ کی ایک جماعت وزارت تعلیم کے خرچ پر ممالک غیر میں بھیجی جائے گی۔ اس میں سے ۲۰ طلبہ کی ایک جماعت وزارت تعلیم کے خرچ پر ممالک غیر میں بھیجی جائے گی اس میں سے ۲۰ طلبہ تربیت و تعلیم کے فن کی تحصیل کریں گے۔ ۱۷ طلبہ زراعت کے فنون سیکھیں گے۔ ۱۵ علم ریاضی پڑھیں گے۔ ۱۵ اقتصادی و مالی علوم کی تکمیل کریں گے۔ ۲۰ صنعت و میکانک کے فنون کی تعلیم پائیں گے۔ اور ۱۳ طلبہ سیاست اور اجتماعیت ... علوم حاصل کریں گے۔

——— روما۔ سائنور مسولینی نے بولشوزم کے خلاف ایک وسیع پیمانہ پر جنگ شروع کر دی ہے۔ آخری تدابیر یہ ہیں کہ اس نے حکم دیدیا ہے۔ کہ ہر وہ شے جس سے اشتراکیت کی ذرہ برابر بھی بو آتی ہو محو کر دی جائے اطالیہ کی حدود کے اندر سے مٹادی جائے۔ مثلاً اگر کسی بچہ کا نام مانباب نے لینن۔ لیبرلی۔ وَنڈا نا۔ انرنا ریو نامی رکھا ہو تو نام بدل دیا جائے اور اس کے بجائے دوسرا نام رکھا جائے۔ سب سے پہلے شہر بولون نے اپنی حدود میں اس حکم کا نفاذ کیا اور مدارس کے طلبہ کے نام بدل ڈالے۔

——— جرنیل نادر خاں کے حامیوں کا بیان ہے کہ تقریباً چھ ہزار مسعودی کا ایک لشکر علی خیل پہنچ گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قلعہ گردیز جس نے اب تک جرنیل نادر خاں کے تمام حملوں کی مدافعت کامیابی کے ساتھ کی تھی۔ آخر نادر خاں کی فوج کے قبضہ میں آگیا ہے۔ اور بچہ سقہ کی لوشتین فوج کا کمانڈر محمد صادق اپنی بقیہ فوج کو ساتھ لے کر غزنی کی طرف بھاگ گیا ہے لیکن اب تک آزاد ذرائع سے تصدیق نہیں ہوئی۔

——— رگبی ۲۵ ستمبر۔ برطانیہ عظمےٰ میں ۱۶ ستمبر کو کل بے روزگاروں کی تعداد دس لاکھ ایک سو تھی۔ یہ تعداد اس سے پیشتر کے ہفتہ کی نسبت بقدر ۱۹۲۱۳ کے اور پچھلے سال کی نسبت بقدر ۱۵۹۱۴۵ کے کم ہے۔

——— شملہ ۲۶ ستمبر۔ سرکار کے شیشہ ہائے رازداری سے چھن چھن کر یہ خبر روشن ہو گئی ہے کہ قندھار میں درانیوں کے جہاد حریت کے سلسلہ میں حکومت کابل نے حکومت ہند کے پاس احتجاج کیا ہے کہ پچھلے دلوں سردار نادر خاں کے چار افسروں کو چمن جانے کی اجازت دیدی گئی۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم قندھار کی طرف اپنے گھروں کو جانا چاہتے ہیں۔ لیکن جب یہ لوگ چمن پہنچے تو انہوں نے اچک زائیوں میں پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ یہی پروپیگنڈا درانیوں کے ہتھیار اٹھا لینے پر منتج ہوا۔

——— مولانا قریشی نے بذریعہ "انقلاب" اعلان کیا ہے کہ اس وقت محفوظ سرمایہ تنظیم المساجد کا دس ہزار روپیہ جو ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۸ء میں جمع ہوا تھا میرے پاس بطور امانت مسلم بنک امرتسر اور سنٹرل کو اپریٹو بنک امرتسر میں موجود ہے۔ چونکہ تنظیم مساجد کے لئے ۵۰ ہزار کی اپیل کی گئی تھی اور ابھی تک ۴۰ ہزار کی ضرورت باقی ہے۔ جس کے جلد فراہم ہونے کی بظاہر کوئی امید نہیں۔ لہذا اگر قریشی اور معطی صاحبان اجازت دیں تو یہ دس ہزار روپیہ کی رقم جنرل نادر خاں کی خدمت میں بطور اعانت پیش کر دی جائے۔

——— ملکہ ثریا کی والدہ قسطنطنیہ پہنچ گئی ہیں۔ شہریار امان اللہ خاں غازی نے بھی ایک خط غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے نام اور دوسرا غازی عصمت پاشا کے نام ارسال کیا ہے کہ انہیں کسی علاقہ میں اقامت گزیں ہونے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ غازیان ممدوح نے بحرہ مارمورہ کے ساحل پر ایک مقام میں ان کو معہ اہل و عیال رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس طرح یہ افغانی قافلہ کئی ملکوں میں تقسیم ہو گیا۔ امان اللہ خاں معہ اہل و عیال ترکی میں۔ سردار غلام صدیق خاں اور سردار غلام جیلانی خاں اطالیہ میں۔ سردار محمود طرزی اور سردار عنایت اللہ خاں ایران میں۔ اور سردار غلام نبی روس میں سکونت فرمائیں گے (چہرہ نما)

——— اخبارات کا بیان ہے کہ پشاور میں یہ افواہ گرم ہے کہ بچہ سقہ قتل کر دیا گیا ایک اخبار کا بیان ہے کہ یورپ سے واپس آنے والے نوجوانوں میں سے ایک افغان ہوا باز نے اسے گولی کا نشانہ بنایا۔ اس خبر کی تصدیق یا تردید نہیں ہوئی بعض کا خیال ہے کہ بچہ سقہ کے حامی اس خبر کو اس لئے چھپا رہے ہیں کہ اس کی جگہ کوئی اور ڈاکو تخت کابل کے لئے منتخب کر لیا جائے۔

——— سناتن دھرمی ہندوؤں نے سارد ابل (قانون تحدید عمر انعقاد نکاح) کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ ہنگامہ برپا ہوا۔ سنگ باری اور گلوخ اندازی تک پہنچی ایک پولیس مین اور ایک ودیارتھی کو خفیف زخم آئے۔

— کابل کی ۔۔۔ ت مظہر ہے۔ کہ بچہ سقہ نے جبل السراج میں مغلوب ہو کر جنرل نادر خاں کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اس کا مشیر سید حسین بھی مطیع ہو گیا ہے اس سے یہ معنی ہونگے کہ شمالی صوبہ اور کوہ دامن کا علاقہ دونو جنرل نادر خان کی عملداری میں آگئے ہیں۔

— یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنرل نادر خاں نے سردار عبدالحکیم خاں کو پشاور میں اپنا وکیل تجارت مقرر کیا ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے جنرل ممدوح کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ جنرل نادر خاں سردار موصوف کی حب وطن وفاداری اور راست گفتاری کے معترف ہیں۔

— بمبئی کی ۲۳ اکتوبر کی خبر ہے کہ وہاں ستیہ گرہ کی مہم شروع کرنے کے لئے ہندوؤں کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ مختلف مندروں کے متولیوں کو ۲ ہفتے کا نوٹس دینے کی تجویز کی گئی۔ کہ اگر اس عرصہ میں انہوں نے تمام مندر اچھوتوں کے لئے واگزار نہ کر دیئے تو ستیہ گرہ شروع کر دی جائیگی۔ ایک قرارداد کی رو سے مسٹر جیکار کی صدارت میں ایک ستیہ گرہ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔

— فلسطین کی تازہ خبر ہے کہ ۱۵ اگست میں بمقام صفد ایک بلوے میں ایک یہودی کے قتل کے جرم میں تین عربوں کو سزائے موت کا حکم ہوا ہے۔

— کراچی کی بندرگاہ کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ ہڑتالی مزدوروں نے وفادار مزدوروں پر چھاپا مارا اور ان کا کھانا آپس میں تقسیم کر لیا۔

— میاں علم الدین کے والد طالع مند نے میاں علم الدین کے لاہور میں پھانسی دئے جانے کے متعلق جو برقی پیغام چیف سیکرٹری حکومت پنجاب کو بھیجا ہے وہی پیغام ایک درخواست کی شکل میں مکمل ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں لیکر گئے۔ لیکن ڈپٹی کمشنر کے ہندو عملہ نے یہ درخواست لینے سے صاف انکار کر دیا۔ لہذا میاں طالع مند کو مجبوراً وہ درخواست تار کے ذریعہ ڈپٹی کمشنر کو بھیجنی پڑی اور ایک نقل رجسٹری کر کے بھیجی گئی (انقلاب)

— لندن کی ۲۳ اکتوبر کی خبر ہے کہ کارخانجات پارچہ باقی کے دو لاکھ کارکن ہڑتال کر دینگے۔ کیونکہ مالکوں نے ان کی اجرتوں میں ۱۲۸ فیصدی تخفیف کرنے کی تجویز کی ہے۔

— ملک معظم نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔ کہ امسال بھی ۱۱ نومبر کو ۱۱ بجے ۲ منٹ خاموش رہ کر یوم متارکہ منایا جائے۔

— شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے صدر اور سنٹرل سکھ لیگ کے سابق صدر سردار کھڑک سنگھ نے اخبارات کو ایک بیان بغرض اشاعت ارسال کیا ہے جس میں سکھوں کی طرف سے کانگرس اور نہرو رپورٹ کا زبردست مقاطعہ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

— مسٹر بیڈرو سیوآدن سابق وزیر اعظم ہسپانیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

— تازہ اطلاع مظہر ہے کہ کابل مزار شریف اور کابل قندھار کی سڑکوں پر آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔ جنرل محمد نادر خان نے ایک اچک زئی سردار کو قندھار کا ملٹری گورنر اور سردار ابراہیم خاں بارک زئی کو نائب سالار مقرر کیا ہے۔ ان افسروں نے قندھار پہنچ کر بچہ سقہ کے بعض افسروں کو گرفتار کر کے ان کا کورٹ مارشل کیا بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ افسر گولی سے اڑا دئے گئے ہیں۔

— بچہ سقہ کے ٹریڈ ایجنٹ نے جنرل نادر خاں کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

— بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وزیریوں نے وہ تمام مال و اسباب جو کابل کی موجودہ لوٹ مار میں ان کے ہاتھ لگا تھا۔ واپس دے دینا منظور کر لیا ہے۔ جنرل نادر خان نے انہیں گرانقدر روپیہ بطور انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔

— کوہدامنیوں کے نمائندوں نے جنرل نادر خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی تائید و حمایت کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں

— میاں علم الدین کے والد کی یہ درخواست کہ ان کے بیٹے کو لاہور میں پھانسی دی جائے نامنظور ہو گئی۔

— مصری اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے۔ مصر و برطانیہ کے مابین ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔

جلد ۱۷ | لاہور - یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۲۹ء | نمبر ۷۹

نوجوان احباب سے خطاب

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے

(۲)

میں نے پانچ سات روز ہوئے اپنے نوجوان احباب کو توجہ دلائی تھی کہ وہ جلد اپنے آپ کو منظم کر کے دینی وقومی خدمات کے لئے تیار ہوں۔ اس کے جواب میں بہت کم خطوط آئے ہیں۔ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ اس تحریک سے کیا میرا یہ منشا ہے کہ جماعت کے نوجوان اپنے دنیوی کاروبار کو چھوڑ کر دینی خدمت کریں؟ میرا یہ منشا ہرگز نہیں بلکہ میرا یہ مطلب تھا کہ نوجوان اپنے لئے دنیوی طور پر جو طریق معاش چاہیں اختیار کریں۔ یا جو تعلیم چاہیں حاصل کریں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے سامنے کوئی بلند مقصد بھی رکھیں۔ اور اس کے حصول کے لئے بھی کچھ جدوجہد کریں۔ یہی وہ چیز ہے جس سے زندگی میں حقیقی راحت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی کو مدنظر رکھنے سے قوم زندہ رہ سکتی ہے۔

میرا منشا اس تحریک سے یہ تھا کہ ہمارے نوجوانوں کا بہت سا قیمتی وقت اور ان کی قابلیت ٹھیک موقع پر نہ لگنے سے ضائع ہو رہے ہیں۔ عام طور پر مسلمان نوجوانوں کی حالت ہے کہ ان کی زندگیاں کسی بلند نصب العین سے خالی ہیں جیسے ہماری جماعت کے بہت سے نوجوان بھی اسی حالت میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ تو ان کے فارغ اوقات کو کسی مفید کام پر لگانے کے لئے ان کا ایک نظام قائم کرنا ضروری ہے۔ اور بالخصوص اشاعت وحفاظت اسلام کے مقدس کام پر۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے نوجوان احباب جو اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں اپنے ناموں سے اطلاع دیں۔ میری غرض اس میں یہ تھی کہ یہ کام ایک نظام کے ماتحت ہو۔ اور سالانہ جلسہ پر ان احباب کے علیحدہ اجتماع کا انتظام کیا جائے تاکہ اس میں وہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں اور اس وقت نظام کو ایک منظم صورت دی جا سکے۔ اور جو احباب جس جس قسم کا قومی یا دینی کام پسند کرتے ہوں اس کے متعلق انہیں خاص ہدایات دیدی جائیں۔ ہر شخص اسی کام کو بہتر طریق پر کر سکتا ہے جس کے لئے اس کی طبیعت میں موزونیت ہو۔ اور ضرورت بھی ہے کہ مختلف احباب کی توجہ مختلف کاموں کی طرف ہو۔ کیونکہ مقصود ایک امر میں نہیں بلکہ متعدد امور میں کے اندر بیداری پیدا کرنا ہے۔

میں اپنے نوجوان احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کو کوئی مجبوری نہ ہوگی کہ ہر شخص آزاد ہوگا کہ ان میں سے جس شعبہ کو چاہے اختیار کرے اس کے علاوہ اجتماع کے موقعہ پر ہر ایک امر پر وہ کھلی بحث کرلیں۔ میرا منشا صرف اس قدر ہے کہ وہ اپنے آپ کو آج سے اس قابل بنائیں کہ آئندہ مشکلات میں قوم کی رہنمائی کر سکیں۔ مسلمانوں کو آج مخلص رہنماؤں کی اور درد دل رکھنے والے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے نوجوان جن میں اخلاص کا جذبہ موجود ہے۔ اس ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ان کاموں کے لئے اپنے اندر اہلیت پیدا کریں۔ ہر ایک احمدی نوجوان کو ایک مرکز کے طور پر ہونا چاہیئے۔ جہاں سے اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی بہبودی کی آواز اٹھے۔ ہماری قوم میں بہت سی خوبیاں موجود ہیں اور یہ خیال کہ مسلمان قوم مرگئی ہے۔ ایک سوء ظن ہے۔ ہاں انہیں بیدار کرنے والوں کی اور ان کے جذبات کو صحیح راہ پر لگانے والوں کی ضرورت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے احمدی نوجوان اس کام کے لئے بالخصوص اپنے آپ کو تیار کریں۔ مگر ان کے مدنظر بڑائی کا حاصل کرنا نہ ہو بلکہ خدمت کرنا ہو۔ بڑائی بھی اللہ تعالےٰ جسے چاہے دیدے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اس کار خیر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیں گے اور انہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنا کچھ نقصان کئے بغیر قوم کے زیادہ طاقتور اعضا بن جائیں گے۔

ایک دوست نے جن کی عمر چالیس سے اوپر ہے یہ سوال کیا ہے کہ کیا وہ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ میں نے انہیں جواباً لکھا ہے کہ ہر ایک جوان ہمت نوجوانوں ہی میں داخل ہے۔

اطلاع

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ چھ سات یوم کیلئے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کی ڈاک میں سے جو خطوط دفتر سے تعلق رکھتے ہونگے ان کی تعمیل فوراً ہو جائے گی۔ باقی خطوط کے جواب کا احباب انتظار کریں۔

سکرٹری

کرنل لارنس صحرائے عرب میں

مسلسل اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ کرنیل ٹی ای لارنس پھر صحرائے عرب میں پہنچ گیا ہے۔ برطانوی حکام اس کے فلسطین میں موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن قاہرہ کی ان اطلاعات کی اس وقت تک نہ تو کوئی تصدیق ہوئی نہ تردید کہ دفتر نو آبادیات نے کرنیل لارنس کو طلب کیا جسکے بعد وہ بتبدیل تمام بھیس بدل کر صحرائے عرب کے ان بڑے بڑے شیوخ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔ جنھوں نے جنگ عظیم کے دوران میں اسے اپنے درمیان قائم رکھنے اور ان کو برطانیہ کا زبردست حلیف بنا کر مشرق قریب میں ترکوں کے مورچے توڑنے میں استعمال کیا تھا۔

حال کے فسادات یروشلم سے جس علاقہ میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اس سے جو اطلاعات باہر آ رہی ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ کرنیل لارنس کی نقل وحرکت پر اب بھی اسرار کا وہی پردہ پڑا ہوا ہے جو اس وقت تھا جب وہ عربوں کا رہنمائے اعظم بنا ہوا تھا۔ اس وقت یہ شخص خود تو گمنامی ہی کی حالت میں رہا اور سرکاری طور پر اس مہم کا سہرا جرنیل ایلن بی۔ لارڈ لائیڈ۔ اور نائب امیر البحر ہائیل کے سر بندھا رہا۔ لیکن درحقیقت یہ تمام کارستانی اسی کی تھی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اب اس نے ڈاڑھی بڑھالی ہے اور عرب کی بستیوں میں دورہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ صرف قیاس ہی معلوم ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ جنگ عظیم کے دوران میں وہ صحرائی شیخ کی طرح لباس پہنتا تھا۔ اور یہ لباس وہ صرف اس غرض کے لئے نہیں پہنتا تھا کہ اس کا راز فاش نہ ہو جائے بلکہ اس خیال سے بھی کہ اس علاقہ میں صرف یہی لباس کارآمد ہو سکتا تھا۔ کیونکہ دھوپ اور ریت کی بوچھاڑ سے بھی اسے اسی لباس کی برکت سے نجات مل جاتی تھی۔ یروشلم سے لندن کے راستے نیو یارک میں حال ہی میں ایک اطلاع پہنچی تھی جس سے برطانیہ کے غیر سرکاری حلقوں میں سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگیا کہ مفتی اعظم امین الحسینی صدر مجلس اعلےٰ اسلامیہ یروشلم نے برطانیہ کو متنبہ کیا ہے کہ مصر، شمالی افریقہ اور تمام عربستان کے ۲ کروڑ مسلمان بغاوت کے لئے تیار ہیں۔ امیر موصوف اعلان بالفور اور فلسطین پر برطانوی انتداب کے شروع ہی سے خلاف ہیں۔ اور وہ اس قدر طاقت اور قابلیت رکھتے ہیں کہ عربوں کو اس بات پر برانگیختہ کرلیں کہ برطانیہ اور یہودیوں کو ارض مقدس اور ملحقہ ممالک سے زبردستی نکال دیں۔ بہت سے طاقتور شیوخ ان کے ہاتھ میں ہیں۔

برطانیہ کے ان حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس حالت کا کامیابی کے ساتھ تدارک کرنے کی قابلیت صرف کرنیل لارنس ہی رکھتا ہے۔ اور وہ اس بات کو بالعموم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ فلسطین میں خطرناک صورت حالات پیدا ہوتے ہی دفتر نو آبادیات نے قبائل میں امن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - ۲۲ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ نمبر ۵۳

حضرت مسیح موعود اور مسلمانان ہند

مولوی ظفر علیخان صاحب کی باطل آرائی

(۷) علمائے سوء اور حضرت مسیح موعود

دوسرا فقرہ جس کو مسیح موعود کی ...... سخت گوئی پر محمول کیا جاتا ہے یہ ہے کہ آپ نے مولویوں کو ذریۃ البغایا قرار دیا ہے جس کے معنے کئے جاتے ہیں "فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد" اول تو جس جگہ آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں۔ وہاں مولویوں کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ اپنے حالات زندگی کو لکھتے ہوئے اپنی بعض تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ان میں اسلام کی صداقت پر زبردست براہین دیئے گئے ہیں۔ اور دین کے معارف ان میں بیان ہوئے ہیں۔ اور اسلام کو ایسے احسن طریق پر پیش کیا گیا ہے۔ کہ مخالفین کے منہ بند ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد لکھا ہے کہ :-

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة وينتفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي الا ذرية البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا يقبلون ٥

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مخاطب میاں مولوی ہی بالخصوص نہیں کہ ان کو خاص طور پر ذریۃ البغایا قرار دیا ہو۔ بلکہ ہر وہ شخص جو ان حقائق و معارف کو دیکھتے ہوئے جو آپ نے اپنی کتابوں میں مخالفین اسلام کے بالمقابل صداقت اسلام کے ثبوت میں پیش کئے ہیں مخالفت پر اصرار کرتا ہے بلکہ جس کے دل پر اللہ تعالے نے مہر لگا دی ہے۔ اس کو ذریۃ البغایا کے نام سے پکارا ہے۔

کیا فی الحقیقت اس لفظ کے معنی "فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد" ہیں اور سوائے اس کے اور کوئی معنے اس فقرہ کے نہیں بنتے؟ ایک ادنے سمجھ کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جس حالت میں ذریۃ البغایا کی تفسیر حضرت مسیح موعود نے خود الذین ختم اللہ علی قلوبہم کے الفاظ میں کر دی ہے۔ تو کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے وہ معنے کرے۔ جو آپ کا منشائے حقیقی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بغایا کا لفظ فاسقہ عورتوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن ہر حالت میں اس کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ لغت کو اٹھا کر دیکھئے۔ وہاں صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ لفظ ابتداً لونڈیوں پر انکے فاحشہ ہونے کی وجہ سے بولا گیا... ضروری نہیں کہ اس سے ان کا فاحشہ اور بدکار ہونا ہی ثابت ہو۔ بلکہ وہ فاحشہ اور بدکار نہ بھی ہوں تو ان پر بولا جا سکتا ہے۔ لین کی عربی انگریزی لغت ایک بڑے اعلےٰ پایہ کی مستند لغات مانی گئی ہے۔ کیونکہ اس نے جا بجا اپنی تائید کیا لسان العرب قاموس اور راغب جیسی مستند عربی لغت کے حوالے دیئے ہیں۔ لفظ بغایا کے معنے کرتے ہوئے اس نے صاف لکھا ہے کہ A female slave whether she be a fornicatress or adulteress ... or not ... simply ... بغایا کے معنی لونڈی کے ہیں خواہ فاحشہ یا بدکار ہو یا نہو گالی اس سے مراد نہیں اگرچہ ابتداً لونڈیوں پر بوجہ انکی بدکاری کے استعمال ہوتا تھا۔ عربی لغت کے اس حوالہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے ذریۃ البغایا اس بالضرور علمائے دین کو "فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد"

نے مہر لگا دی ہے۔ ہاں اس کا فیصلہ مولوی ظفر علیخاں کے ذمہ ہے۔ کہ وہ انصاف کے ساتھ بتائیں۔ کہ ایسے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالے نے مہر لگا دی ہو کہاں تک قابل ستائش ہیں قرآن نے تو ایسے لوگوں کو اولئك كالانعام بل هم اضل کا خطاب دیا ہے۔ بلکہ دوسری جگہ انہیں زنیم تک کہنے سے دریغ نہیں کیا جس کے معنی لسان العرب میں "زانیہ کی اولاد" کئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا۔ کہ اگر ایسے لوگوں کو ان کی حد سے بڑھی ہوئی شرارتوں کی وجہ سے ذریۃ البغایا کہہ دیا قرآن کو پڑھو اور اس نقشہ کو جو اس نے مخالفین اسلام کا کھینچا ہے۔ آجکل کے مولویوں کے حالات سے ملا کر دیکھو۔ کہ کس قدر ان پر صادق آتا ہے مسلمانوں کو حکم تھا کہ ولا تطع كل حلاف مهين هماز مشاء بنميم مناع للخير معتد اثيم عتل بعد ذالك زنيم کسی قسمیں کھانے والے ذلیل آدمی کی بات نہ ماننا جو عیب لگاتا اور چغلیاں لئے پھرتا ہے۔ بھلائی سے روکتا ہے۔ اور حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہے سخت جھگڑالو اور اس کے علاوہ شرارت میں مشہور ہے [زنیم کے معنی جیسا کہ ہم نے لسان العرب سے بتائے ہیں "زانیہ کی اولاد" بھی ہیں۔ اور اس کے علاوہ موسوم بالشر کو بھی زنیم کہتے ہیں]

اب فرمایئے ان میں کونسی بات ہے جو زمانہ حال کے علمائے سوء پر عائد نہیں ہوتی۔ کیا وہ بات بات پر واللہ باللہ تاللہ کی گردان سے اپنے آپ کو حلاف ثابت نہیں کرتے؟ کیا ان کی ذلیل حرکات کی وجہ سے عام طور پر انہیں ذلت و حقارت کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا؟ عیب لگانا اور چغلیاں کھانا تو آج مولویوں کا عام وطیرہ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کے بالمقابل انہوں نے اپنے آپ کو اس فن کا پورا ماہر ثابت کیا عیب لگانے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور حکام کے آگے چغلیاں کھانے میں بھی سی آئی ڈی کے کان کتر دیئے۔ مناع للخیر تو ان سے بڑھ کر اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا جس کسی سے بھی مخالفت ٹھان لیں۔ خواہ وہ کیسا ہی نیک اور خدا رسیدہ انسان ہو۔ اور اسلام اور آنحضرت صلعم کی اطاعت کا دعوٰی کرتا ہو۔ اسکی بات سننا تو درکنار اس کے پاس بیٹھنا اس کو مسلمان سمجھنا اس کے پاس بیٹھنے اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو مسلمان سمجھنا ان کے نزدیک کافر بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ بڑی نرمی اور رعایت سے کام لیں تو ایسے لوگوں کے نکاح توڑنے سے تو رک نہیں سکتے کیونکہ ایسی حالت میں مولویوں کی آمد کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے۔ معتد اثیم تو وہ ہیں ہی۔ دوسروں کو نیکی کی طرف بلانے کے بجائے مناع للخیر بنے ہوئے ہیں۔ عام لوگ تو گناہ کرتے ہوئے ڈر بھی جاتے ہیں لیکن وہ طرح طرح کی تاویلوں سے ہر ناجائز کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔ عتل سخت جھگڑالو ان سے بڑھکر اور کون ہے "ملاں آں باشد کہ چپ نشود" بحث مباحثہ اور معمولی مسائل پر جھگڑے پیدا کرنا ان کی فطرت ہے۔ اور اسی وجہ سے شرارت میں آج سب سے بڑھکر مشہور ہو چکے ہیں۔ ؎

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بناتے
کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے

ستوح ہم بد دور ہیں آپ دیں کے پکے نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

کیا یہ لوگ اس قابل ہیں۔ کہ انہیں کسی اچھے نام سے یاد کیا جائے۔ اور ان کی بدکرداریوں پر ایک سلیم المزاج انسان کے دل سے وہ آواز نہ اٹھے جس کو مسیح موعود کی سخت گوئی پر محمول کیا جاتا ہے؟ آیندہ اشاعت میں ہم دکھینگے کہ خود مولوی ظفر علیخاں صاحب اس بارہ میں کہاں تک شیریں کلام واقعہ ہوئے ہیں۔ اور ان کے ادب نواز قلم سے علماء کے حق میں کس قدر ادبی جواہر ریزے صفحہ قرطاس پر بکھیرے گئے ہیں۔ فانتظروا۔

گاندھی جی اور آریہ سماج

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں مولوی فضل کریم خانصاحب درانی کی ایک انگریزی کتاب "سوامی دیانند ے کریٹیکل سٹڈی آف ہز لائف انیڈ ٹیچنگز" پر اظہار خیالات کیا ہے جس میں اس کتاب کو دلآزار قرار دیکر گویا اس آریہ سماجی پروپیگنڈا کو حق بجانب ٹھہرایا ہے جو اس کتاب کی ضبطی کے متعلق کیا جا رہا ہے۔

سوامی دیانند کی پوزیشن ہندو دنیا میں خواہ کیسی ہی باعظمت اور مقبول کیوں نہ ہو سوال یہ ہے کہ آیا انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں پر ان ناپاک الفاظ میں نکتہ چینی کریں جو ستیارتھ پرکاش کے آخری ابواب میں پائے جاتے ہیں۔ اگر انہیں یہ حق

جن سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کی دلآزاری ہوتی ہے؟ فساد کی اصل بنا ستیارتھ پرکاش ہے۔ جب تک وہ باقی ہے مسلمانوں کو اس قسم کا مشورہ دینا کہ وہ اس کا جواب دینے اور آریہ سماج کو اس کی اصلی حالت کا فوٹو دکھانے سے باز رہیں ایک خلاف فطرت بات کی تعلیم دینا ہے۔ آریہ سماج نے اس موقعہ پر احمدی جماعت کو خواہ مخواہ پیٹا ہے۔ حالانکہ مولوی فضل کریم خاں صاحب کا اپنا اعلان ہے کہ احمدی جماعت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس کو بھی چھوڑ کر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ دوسروں کی نکتہ چینی سے مشتعل ہونیوالے اپنے گھر کو کیوں نہیں دیکھتے جہاں سے اس بھڑک اٹھنے والے مواد کے لئے تیل فراہم کیا جا رہا ہے؟

صاحب غرض کون ہیں؟

علمائے سوء اور علمائے خیر کی معنوی شناخت اور امتیاز کے متعلق مختلف آرائے کو نقل کرتے ہوئے معاصر "معارف" رقمطراز ہے :-

"ایک اور صاحب غرض کی رائے میں علمائے خیر وہ ہیں۔ جو کسی مدعی اسلام کو خواہ وہ کس قدر کفریات اور بدعات کا مرتکب ہو فاسق یا کافر یا گمراہ نہ کہتے ہوں، اور جو ایسا کہیں وہ علمائے سوء ہیں۔"

ان الفاظ میں جو علماء کے اس روشن خیال طبقہ کے دلی جذبات کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو ندوہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے نظریہ کو کس قدر غلط پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ابھی دو سال ہوئے ندوہ نے اپنے سالانہ جلسہ میں یہ تحریک پاس کی۔ کہ وہ کسی کلمہ گو کو خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ کافر نہیں سمجھیگا۔ آج "کفریات اور بدعات" کا لحاظ بھی ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس کا کون فیصلہ کریگا۔ کہ علماء جن کو کفریات سمجھتے ہیں۔ وہ فی الواقعہ کفریات ہیں بھی یا نہیں؟ اصول دین کو جو شخص مانتا ہو۔ خدا اور رسول کتابوں اور فرشتوں پر ایمان رکھتا ہو۔ تقدیر اور بعث بعد الموت کا قائل ہو۔ نماز۔ روزہ، حج، زکوٰۃ پر عامل ہو۔ اس کی کسی بات کو کفریات میں شمار کرکے اسے کافر ٹھہرا دینا سوائے اہل غرض علماء کے اور کس کا کام ہو سکتا۔ اصحاب ندوہ ہمیں کافر سمجھیں یا مسلمان۔ اس کی ہمیں ذرہ برابر پرواہ نہیں لیکن معمولی جزوی باتوں کو کفریات اور بدعات میں شامل کرکے اتحاد اسلامی کی جڑوں پر تیشہ چلائیں

زمیندار کا جواب

"پیغام صلح" کے ان مضامین کا جو مولوی ظفر علیخاں صاحب کی زنجیر غلامی کی پہلی کڑی کے جواب میں لکھے گئے ہیں "زمیندار" نے ذکا ات میں یہ جواب دیا ہے کہ پیغام صلح نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ فی الواقعہ قادیان غلامی کی درسگاہ رہی ہے بہت اچھا لیکن یہ بھی تو فرما دیجئے۔ کہ علیگڈہ کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ جہاں سرسید مرحوم نے سب سے پہلے غلامی کی درسگاہ قائم کی۔ اور آپ نے خود وہاں جاکر تعلیم حاصل کی۔ اگر گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کی تلقین غلامی کے مترادف ہے۔ تو آپ خود فرما دیجئے۔ کہ آپکے پیشوا ملت سرسید مرحوم کیا تھے؟

"زمیندار" نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مولوی ظفر علیخانصاحب نے شہنشاہ معظم کے جشن تاجپوشی کے موقعہ پر جو قصیدہ تہنیت لکھا۔ وہ ان کی غلطی تھی لیکن اسکی کیا ضمانت ہے۔ کہ جو کچھ اب وہ کر رہے ہیں اس میں غلطی کا امکان نہیں ممکن ہے کل کو اس میں بھی انہیں غلطی نظر آئے۔ اور پھر گورنمنٹ برطانیہ کی ہوا خواہی کا دم بھرنا پڑے۔ جیسا کہ اس سے پیشتر کئی بار وہ رنگ بدل چکے ہیں۔ اور اگر ان کے خیال میں اطاعت کسی طرح جائز نہیں۔ تو کیوں جہاد کے لئے نہیں اٹھتے اور اپنے عمل سے اس بات کو ثابت نہیں کرتے جس کو وہ جائز اور ضروری سمجھتے ہیں؟ کیا زمیندار اس کا جواب دیگا؟

شدھ ہونے کا نتیجہ

مہاشہ دھرم ایک جنم کے مسلمان تھے حیدرآباد کی مسلمان ریاست کا باشندہ ہونے کے باوجود ویدک دھرمی بنے کئی سال سے آریہ سماجی ہیں۔ لیکن آریہ سماج میاں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ "پرکاش" میں انہوں نے خود لکھا ہے :-

"میں آریہ سماج سے مالی امداد نہیں چاہتا میں نے بیاہ کا معاملہ بھی کبھی نہیں چھیڑا معمولی چھوت چھات اور ایک ایسے جنم کے مسلمان سے جس نے بذات خود مطالعہ کتب کے بعد اپنا اعتقاد تبدیل کیا۔ مساوات کا سلوک تو فرما دیں لیکن افسوس یہ بھی ان ہندوؤں سے نہیں ہو سکتا۔ جو اپنے نام نہاد آریہ بنے بیٹھے ہیں۔"

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۳۲

اسلام کا مقام ہندوستانی زندگی میں

اسلام کی عظمت کو قایم رکھنے کے لئے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

مسنز اینی بیسنٹ کا اظہار عقیدت

مسنز اینی بسنٹ ایک انگریز خاتون ہیں جن کو ہندوستان کی سیاسیات میں نہایت گہرا شغف ہے۔ یہاں وہ ایک مدت سے سکونت پذیر ہیں۔ اور یہاں کے مذاہب اور معتقدات سے بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے مدراس کی ینگ مینز کرسینٹ سوسائٹی کے چھٹے سالانہ جلسہ میں جو سر ایس ایس آئیر کے زیر صدارت لالے ہال مدراس میں منعقد ہوا۔ "اسلام کا مقام ہندوستانی زندگی میں" کے موضوع پر ایک دلچسپ لیکچر دیا جو اس قابل ہے کہ اس کے ضروری حصص کا ترجمہ قارئین "پیغام صلح" کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ (مدیر)

ملک کی بہترین خدمت

صاحب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس بات پر تعجب ظاہر کیا کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں (یعنی ہندو اور مسلمان) ایک دوسرے کے مذہب سے اس قدر ناواقف ہیں۔ انہوں نے بمبئی جیسے نیک نام شہر اور ہندوستان کے دیگر مقامات کے فتنہ و فساد کو ہر محب وطن کے لئے رنج و افسوس اور شرم و ندامت کا موجب قرار دیتے ہوئے کرسینٹ سوسائٹی کے اس کام پر مسرت کا اظہار کیا۔ کہ وہ دونوں قوموں میں اتحاد کے لئے کچھ نہ کچھ خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر ملک کی خدمت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ بین الملی اتحاد کو ترقی دی جائے۔ اور ایک دوسرے کے خیالات اور مقاصد کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

اسلام کے متعلق غلط فہمیاں

صاحب صدر کے ریمارک اور سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ کے بعد ڈاکٹر بیسنٹ نے لیکچر شروع کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بہت سے ممالک بالخصوص مغرب میں اس امر کے متعلق کہ اسلام کن مقاصد کو لے کر کھڑا ہوا ہے کئی ایک غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ لوگ اسلام کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور ان پر غالب آنے کے لئے اسلام کے سامنے بہت سی مشکلات ہیں۔ مثلاً فضلائے اسلام کی تصانیف کے تراجم موجود نہیں۔ یہاں تک کہ برٹش میوزیم میں بھی ان تصانیف سے واقفیت کا کوئی سامان نہیں۔

مذہب اسلام میں روحانیات کے متعلق بعض نہایت شاندار باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور نہایت پختہ فلسفیانہ خیالات اور روحانی مسائل کی گرفت کی قابلیت اس میں موجود ہے۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ وہ اسلام ہی تھا جس نے یورپ میں بنی نوع انسان کی خدمت کا فرض سرانجام دیا۔ اور جس نے دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ اور ان تمام ممالک میں جو اس نے فتح کئے علمی یونیورسٹیاں قایم کر دیں۔ تو اسلام کی اس عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو ازمنہ متوسط کی ان کتابوں میں محفوظ ہے جن کو لاطینی زبان میں تصنیف کیا گیا۔

پیغمبر اسلام کی فضیلت

اس کے بعد مسز موصوفہ نے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیان کیا اور بتایا کہ یہ وہ انسان تھا جس نے پرلے درجہ کے وحشی انسانوں کو بدترین زندگی سے نکال کر صداقت شعار انسان بنا دیا۔ انگلستان میں بہت کم لوگ آپ کے صحیح حالات سے واقف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آپ کا کیرکٹر اچھا نہ تھا۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں انہوں نے فرض کر رکھی ہیں۔ اور وہ اس بات کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے کہ ان کی صحت کی جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کریں۔ غیر معمولی حلم۔ فیاضی۔ اور تحمل و بردباری حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خصائل عالیہ کے چند درخشاں پہلو ہیں۔ آپ کی شرافت و حلیمی ہی آپ کی اصل طاقت تھی۔

اسلام کی رواداری!

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام ایک غیر روادار مذہب ہے اس سے بڑھکر کذب بیانی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نبی اسلام (صلعم) کی تعلیمات دشمنوں کے لئے فیاضی کا پیغام رکھتی ہیں۔ اس تہذیب میں جس کو قوم مور نے یورپ میں پھیلایا اس بات کا کھلا ثبوت موجود ہے کہ انہوں نے کائنات کے عجیب و غریب تصور میں کس قدر شاندار تخیلات کو شامل کیا۔ ازمنہ متوسط کے ایک مسلمان بزرگ کے ایک شعر میں مسئلہ ارتقا کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے

یورپ اسلام کے قدموں پر

پائداری میں دنیا کے کسی مذہب سے پیچھے نہیں۔ اور نوجوانان اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ اٹھیں اور اسلام کے نورانی چہرہ سے غلط فہمیوں کے بدنما دھبوں کو دھو دیں۔ اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ یورپ اندلس کی قوم مور کے قدموں پر قرطبہ کی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتا رہا ہے۔

ہندوستانی زندگی میں اسلام کا مقام

اسلام کو فی الحقیقت ہندوستانی زندگی میں بہت کچھ کام کرنا ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ جہاں کہیں بھی مسلمان رہتے ہوں وہ ایک برادرانہ اخوت کے اندر منسلک ہیں اور بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلام فی الحقیقت ایک جمہوری مذہب ہے۔ اگر مسلمانوں نے اپنے مذہب کو قایم رکھنا ہے۔ تو انہیں ہندوستان کے مستقبل کے لئے بہت کچھ کام کرنا ہوگا۔ اگر ہر مسلمان اسلام سے پوری واقفیت حاصل کر لے اور اگر اسلامی لٹریچر کو دنیا کی مروجہ زبانوں میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی تو اسلام کو دنیا کی نظروں میں بلند کرنے کا کام بہت بڑی حد تک پورا ہو جائے گا۔

بعض نقائص اور ان کا علاج

اسلام کے خلاف عام طور پر بعض اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمان رفتار زمانہ سے کسی قدر پیچھے ہیں۔ اور کہ روادارانہ صفات ان میں نہیں پائی جاتی۔ اور وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ملنا نہیں چاہتے۔ آپ نے بتایا کہ اس سے بڑھکر ہندوستان کی اور کوئی شاندار خدمت نہیں ہو سکتی کہ اس مذہب کو کھڑا کیا جائے جو جمہوریت کی بنیاد پر قایم ہے۔ اور وہ عملاً بتلائے کہ وہ فی الحقیقت کیا چیز ہے۔ کم از کم نوجوانوں کے لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ کٹھ ملا ہونے کے الزام کو جو اسلام پر لگایا جاتا ہے۔ دور کر دیں۔ اس برادری اور اخوت پر عمل پیرا ہو کر جو پیغمبر اسلام (صلعم) کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ وہ ہندو اور مسلمانوں میں دوستانہ تعلقات اور انہام و تفہیم کا اچھا موقع پیدا کریں گے اور یہ وہ چیز ہے جس کا فقدان آج ہندوستان کی آزادی میں سد راہ ہے۔

اصول کی خاطر قربانی

مہاشہ راجپال کے متعلق آریہ سماج کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا جس میں اس قتل پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے مسٹر جناح نے تائید کی اور مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ راجپال اس لئے ہیرو نہیں کہ اُن کے رسول کو گالیاں دیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اصول کی خاطر قربان ہوا۔"

ہم نہیں جانتے کہ مہاشہ راجپال کس کی اصول کی خاطر قربان ہوا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کو آپ اس کی علت نہیں سمجھتے۔ کتاب کی اشاعت سے آپکو بیزاری ہے پھر معلوم نہیں کہ وہ کس اصول کی خاطر قربان ہوا اور کس طرح سے ہیرو قرار دیا گیا۔ کیا صرف اس لئے

نکمی بحثیں

نام یا کام

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

مسلمانوں کی غالب بیماری

میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی غالب بیماری آج کل یہ ہے کہ فروعی یا فرضی اور نکمی بحثوں میں پڑ کر خدمت دین کے کام کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ فروعی بحثوں کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ لیکن نکمی بحثوں میں سے ایک تو وہ بحث ہے جو بالآخر چکڑالہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یعنی جس کی بنیاد مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے رکھی۔ گو اب ان کے شاگرد اس بحث کے بانی مبانی سے بہت آگے نکل کر عملاً نماز روزہ کو جواب دے چکے ہیں۔

چکڑالوی کی فرضی بحث

اس بحث کو میں فرضی بحث اس لئے قرار دیتا ہوں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن مکمل ہے اس لئے حدیث کوئی چیز نہیں۔ اب کون مسلمان کہتا ہے کہ قرآن مکمل نہیں۔ گویا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان حدیث نبوی کو مانتے ہیں وہ نعوذ باللہ قرآن کو ناقص مانتے ہیں۔ یہ ایک محض فرضی بحث ہے۔ کوئی مسلمان نہیں جو قرآن کو ناقص مانتا ہے۔ بلکہ سب کے سب قرآن کو اسی طرح مکمل مانتے ہیں جس طرح مولوی عبداللہ چکڑالوی مانتے تھے۔ یا ان کے شاگرد مانتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی وہ تشریح یا تفسیر درست ہے اور قابل اتباع ہے جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور یہی حدیث ہے[1]۔ اور مولوی عبداللہ اور ان کے شاگردوں میں سے ہر ایک اس تشریح یا تفسیر کو رد کرتا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی۔ اور اس کو درست مانتا ہے جو وہ خود کرتا ہے۔

حدیث کو چھوڑنے کا نتیجہ

مولوی عبداللہ چکڑالوی نے کہا کہ **اقیموا الصلوٰۃ** کی وہ تفسیر جو حدیث کی کتابوں میں پائی جاتی ہے صحیح نہیں۔ اور تین سو صفحوں کی ایک کتاب لکھی جس میں خود آیات قرآنی کی تفسیر کر کے نماز اور اس کے اذکار مقرر کئے۔ شاگردوں نے مولوی عبداللہ کی اس ساری تشریح کو ردی کی ٹوکری میں پھینکا اور اب ہر ایک اپنی رائے کا متبع ہے۔ رسول خدا کو چھوڑنے کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ ان لوگوں سے جنہوں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ قرآن کو دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ مرتبہ دیتے ہیں۔ خدمت قرآن کا کوئی کام نہ ہو سکا اور چالیس سال اسی نکمی بحث اور مسلمانوں کو برا کہنے میں لگ گئے۔ اب ان سے کس کام کی توقع ہو سکتی ہے۔

نام کی بحث

بعینہ اسی قسم کی ایک نکمی بحث آج کل یہ چھڑی ہوئی ہے کہ ہمارا نام قرآن نے مسلم رکھا ہے۔ یہ بھی محض ایک دماغی ورزش ہے۔ جو بعض لوگوں کو پسند آگئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کون مسلمان ہے جو یہ نہیں کہتا کہ ہمارا نام مسلم ہے۔ پس اس سے کیا فائدہ کہ ایک شخص کو جب یہ سوجھی کہ دوسروں کے لئے واعظ بننا اچھا کام ہے خواہ کچھ کرو یا نہ کرو۔ تو وہ یہ فرض کر کے کہ دوسرے مسلمان اپنے آپ کو مسلم کہلانا پسند نہیں کرتے انہیں کچھ وعید بتانے شروع کر دے۔ اور اسی بات پر اتر آئے جس پر پرانے ملاں تھے۔ کہ میری بات سے انحراف کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ جو شخص ان کی بات نہ مانے سب عذاب کے وعید اسی کے لئے ہیں[2]۔ یہ لوگ خیر خواہی کے دم میں وہی تفرقہ اسلام میں پیدا کر رہے ہیں جس نے پہلے سے مسلمانوں کو تباہ کر کر ان سے کام کی قابلیت کو چھین لیا ہے۔ ان کی ساری کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے سارے امتیازات کہ فلاں شخص شیعہ ہے یا اہل سنت حنفی ہے یا اہلحدیث یا احمدی مٹ جائیں اور سارا زور اسی پر صرف ہو رہا ہے کہ کسی طرح ان ناموں کو مٹایا جائے۔

---

[1] اس جگہ یہ بحث نہیں کہ حدیثوں میں بعض حدیثیں ناقابل قبول بھی ہیں۔ بلکہ خود حدیث کی اصولی بحث ہے۔ اصولاً حدیث کو یعنی اس تفسیر کو درست مانا جائے گا۔ جو رسول خدا صلعم نے کی۔ بعض حدیثوں کے قابل اعتبار یا ناقابل اعتبار ہونے کی بحث صرف یہ ہے کہ آیا فلاں تفسیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی یا نہیں۔ یہ بحث بالکل الگ ہے۔

[2] جماعت المسلمین چندر کر راجپوتان کا ایک رسالہ اور اس کے ساتھ ایک خط ملا ہے جو ختم ان الفاظ پر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ نے فرعون کو کہے تھے۔ ان العذاب علی من کذب وتولّے۔

کام کرنے والی قومیں

وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جن قوموں کے مدنظر کام ہوتا ہے۔ وہ کبھی ایسی بحثوں میں پڑتی ہی نہیں۔ کیا انہوں نے دیکھا کہ عیسائی جن کا اربوں روپیہ اپنے مذہب کی تبلیغ اور توسیع پر خرچ ہو رہا ہے۔ جن سے لاکھوں آدمی دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ جن کی سینکڑوں مختلف شاخیں اور سوسائٹیاں ہیں۔ ان کے ہاں کبھی ایک صفحہ بھی اس بحث پر خرچ ہوا ہے۔ کہ فلاں فرقہ پراٹسٹنٹ کیوں کہلاتا ہے۔ اور فلاں رومن کیتھولک کیوں کہلاتا ہے۔ اور فلاں گریک چرچ کیوں کہلاتا ہے۔ اور فلاں یہ کیوں کہلاتا ہے اور فلاں وہ کیوں کہلاتا ہے۔ کیا انہوں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بحث کی کہ یہ سارے نام مٹائے جائیں۔ پھر ہم عیسائیت کی خدمت کا یا اس کی تبلیغ کا کوئی کام کریں گے۔ نہیں وہ کام کرنے والی قوم ہے۔ وہ ایسی نکمی بحث میں کیوں پڑے گی۔ یہ تو نکموں کا کام ہے۔ کہ نکمی بحثیں لے بیٹھیں۔ ان کے سامنے ہندو موجود ہیں جو اپنی قومی ترقی اور اپنے مذہب کی توسیع میں زبردست جد و جہد کر رہے ہیں۔ کیا کبھی کسی نے یہ سنا کہ ان کے ہاں بھی یہ بحث ہوئی ہو کہ پہلے ہم سناتن دھرم اور جین اور بدھ اور آریہ سماج اور برہمو سماج اور دوسرے سینکڑوں ناموں کو جو ان کے اندر مختلف قوموں کے ہیں مٹا لیں پھر ہم کوئی کام کریں گے۔

ہمارے اور غیروں کے اختلاف میں فرق

اور یہ باوجود اس کے کہ کیا عیسائیوں کے مختلف فرقے اور کیا ہندوؤں کے۔ اصولی طور پر ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں اور ان میں باہم اتفاق شاید ایک اصولی امر میں بھی نہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے اگر بہتر نہیں ایک سو بہتر فرقے بھی ہوں تو وہ بھی اصولی طور پر ایک خدا۔ ایک رسولؐ۔ ایک کتاب۔ ایک نماز۔ ایک روزہ۔ ایک زکوٰۃ۔ ایک حج پر متفق ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ کسی دوسری قوم کو باوجود اپنے فرقوں کے اصولی اختلافات کے وہ بات نہیں سوجھتی جو ہمارے مسلمان بھائیوں کو سوجھتی ہے۔

ہماری قوت عمل

اس بحث کے شیدائیوں کو یہ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ ساری عمر اور ساری قوت بھی اس بحث پر خرچ کر دیں گے تو اس کا نتیجہ بھی نہ ہو گا کہ ان کی قوت عمل میں رتی بھر اضافہ نہ ہو گا۔ بلکہ جو کچھ تھوڑی بہت قوت عمل اس وقت موجود ہے۔ وہ بھی سب اس نکمی بحث میں پڑ کر ضائع ہو جائے گی۔ یہ وقت ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو سنبھالیں اور دنیا کی قوموں میں کوئی جگہ لینے کی کوشش کریں۔ ان کی جگہ سب سے اوپر تھی مگر اب فروعی اور نکمی بحثوں نے ان کی قوت کو ضائع کر کے ان کو سب سے نیچے گرا دیا ہے۔ ان باتوں کو چھوڑیں اور کچھ کام کی طرف توجہ کریں۔

اسلامی فرقوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

امر واقعہ یہ ہے کہ اس بات سے کچھ نقصان نہیں کہ فلاں شیعہ کہلاتا ہے۔ فلاں اہل سنت۔ فلاں حنفی۔ فلاں اہل حدیث۔ جب تک کہ یہ سارے مسلم کہلاتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ سب اپنی اپنی جگہ پر اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے کچھ کام کرنے والے ہوں۔ اگر مل کر کام نہیں کر سکتے۔ تو اپنی اپنی جگہ پر علیحدہ علیحدہ ہی کام کریں۔ اور ایک دوسرے کے اس کام میں جو وہ خدمت اسلام کے لئے کر رہا ہے۔ اگر مدد نہ دے سکے تو نقصان بھی نہ پہنچائے۔ ہاں جو بات مسلمانوں کو **ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا** کا مصداق بناتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کی عداوت۔ ایک دوسرے کی بیخکنی کے درپے ہونا۔ ایک دوسرے کو کافر قرار دینا اور ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے پر زور صرف کرنا ہے۔ ورنہ جہاں تک محض رائے کا سوال ہے جس طرح کسی مسئلہ میں باہم اختلاف سے کچھ نہیں بگڑتا اسی طرح اس بات سے بھی کسی کا کچھ نہیں بگڑتا کہ مسلمانوں میں دس بیس ہزار ایک خاص مسئلہ کو ایک طرح مانتے ہوں اور دس بیس لاکھ دوسری طرح۔ آخر اختلاف تو امت میں ہو گا۔

اختلاف ناگزیر ہے

ناممکن ہے کہ ایک سلسلہ جو مشرق اور مغرب میں پھیل گیا ہو اس کے اندر اختلاف خیالات نہ ہو۔ اختلاف آرا نہ ہو۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ ایک درخت مشرق اور مغرب میں پھیل بھی جائے اور اس کی شاخ کوئی نہ ہو۔ شاخوں کا وجود نقصان رساں نہیں۔ جب تک کہ وہ تنہ کی خدمت کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ بلکہ شاخوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسیطرح یہ ناممکن تھا کہ اسلام ساری دنیا میں پھیلتا اور اس میں مختلف الخیال لوگ یا مختلف الخیال جماعتیں نہ ہوتیں۔ اور جب مختلف الخیال جماعتیں ہوں گی تو ان کے نام بھی آخر ہوں گے۔ ہاں اگر وہ یہ حماقت کریں کہ ایک شاخ دوسری شاخ کی دشمن ہو جائے تو وہ گویا تنہ کو یا شجر اسلام کو نقصان پہنچانے والی ہوں گی۔

مختلف الخیال جماعتوں کے نام

میں فرقوں کے ناموں کے خلاف مضامین لکھنے والوں سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان کے نزدیک مسلمانوں میں اختلاف آرا ہی نہ ہونا چاہیئے اور اگر یہ ناگزیر ہے بلکہ اختلاف امتی رحمۃ ہے تو کیا یہ امر ممنوع ہے کہ ان میں مختلف الخیال جماعتیں بن جائیں۔ کم سے کم یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مختلف الخیال لوگ ہوں گے تو مختلف الخیال جماعتیں کیوں نہ ہوں گی۔ اور اگر یہ دونوں امر ایک جیسے وسیع مذہب میں جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہو لابدی ہیں تو ان جماعتوں کے نام رکھ لینے میں کیا تباہی آجاتی ہے۔ جو اخباروں کے کالم اور صفحات اس پر سیاہ ہو رہے ہیں۔ اور پمفلٹ بازی اس کے لئے شروع ہے کیا یہ روپیہ قوم سازی کے کسی بہتر کام پر صرف نہیں ہو سکتا؟

اختلاف خیالات کا اظہار نام کے ذریعہ

فرض کیجئے کہ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت علیؓ کو ہونا چاہیئے تھا۔ تو کیا پہلے ایسے مسلمانوں کو یہ کہہ کر مٹانا چاہیئے کہ اسلام میں کسی شخص کو اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں یا انہیں یہ کہنا چاہیئے کہ تم بے شک اختلاف رکھو اور یوں تو کہہ لو کہ ہم مسلمانوں کا ایک ایسا گروہ ہیں جو حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کے قائل ہیں مگر یوں مت کہو کہ ہم شیعہ مسلمان ہیں۔ کیونکہ اس طرح تم "مسلم" ہونے سے انکاری ہو جاتے ہو۔ یا مسلمانوں کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جو کچھ اجتہاد کئے وہ صحیح اصول پر کئے تو اب کونسی صورت اختیار کی جائے کیا ایسے مسلمانوں کو پہلے مٹایا جائے جو امام ابو حنیفہؒ کے اصول اجتہاد کو صحیح مانتے ہیں۔ یا ان کو کہا جائے کہ بے شک تم امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کو صحیح مانو۔ لیکن اگر تم یوں کہو گے کہ ہم حنفی مسلمان ہیں تب تم مسلمان نہیں رہتے۔ اور قرآن شریف کے دیئے ہوئے نام مسلم کے منکر ہو جاتے ہو۔ ہاں اگر یوں کہو کہ ہم ایسے مسلمان ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصول اجتہاد کو صحیح مانتے ہیں تو یہ جائز ہے۔ تو گویا بحث صرف اس قدر ہے کہ ایک خیال کو ایک فقرے سے ادا کر لینا قرآن شریف کی رو سے جائز ہے لیکن اسی خیال کو ایک لفظ سے ادا کرنا ناجائز ہے۔ قرآن شریف جیسی پر حکمت کتاب کی طرف ایسی بات منسوب کرنا میرے نزدیک اس کی ہتک ہے۔ آخر یہ جھگڑا کس بات پر ہے۔ اس پر ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف خیال یا اختلاف رائے کیوں ہے؟ یا اس پر کہ اختلاف رکھنے والے ایک گروہ یا جماعت کیوں ہیں؟ یا اس پر کہ اختلاف رائے رکھنے والے گروہ کا نام کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر اختلاف آرا رہو گا تو مختلف الخیال جماعتیں بھی ہوں گی۔ اور اگر مختلف الخیال جماعتیں ہوں گی تو ان کے نام بھی ہوں گے۔

مختلف الخیال جماعتوں میں اتحاد

ہاں اگر کوشش اس بات پر صرف کی جاتی کہ ان مختلف الخیال جماعتوں میں جو ایک دوسرے کے ساتھ عداوت ہے اسے دور کر کے مسلمانوں میں ایک اتحاد پیدا کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ باوجود ان اختلافات کے وہ ایک ہیں۔ ان کو تو دوسرے مذاہب کے ساتھ بھی رواداری کی تعلیم دی گئی ہے تو آپس میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ اگر فروعی اختلاف رکھتے ہیں تو خدمت اسلام کے عظیم الشان کام کے لئے انہیں فروعی اختلافات کو زیادہ اہمیت نہ دینی چاہیئے۔ تاکہ باوجود اختلاف خیالات اور اختلاف آراء کے وہ خدمت اسلام میں ایک ہو سکیں تو یہ ایک نتیجہ خیز کوشش ہے اور اس میں کامیابی بھی آسان ہے۔ اگر میرا بھائی چند فروعی مسائل میں مجھ سے اختلاف رکھتا ہے تو آخر ہم کسی بات پر متحد بھی تو ہیں۔ اور وہ اتحاد کا امر ہی درحقیقت عظیم الشان امر ہے۔ اختلافی امور کی اس عظیم الشان امر کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں اور اگر ایک جماعت بعض مسائل میں دوسری سے اختلاف رکھتی ہے [illegible]

مخالفین اسلام کی بدزبانی

حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی ذمہ داری

(۱)

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَہْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا

بعض ناواقف مسلمان جب مخالفین اسلام یعنی پادری و آریہ لوگوں کو اسلام پر دریدہ دہنی کرتے دیکھتے ہیں۔ اور سوائے ہماری جماعت کے کسی دوسرے نام نہاد مولوی کو ان کے اعتراضات کا معقول جواب دیتے ہوئے نہیں پاتے۔ تو اپنی تنگدلی کی وجہ سے یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ مخالفین اسلام کی دریدہ دہنی محض بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سخت تحریروں کی وجہ سے ہے۔ یہ اعتراض جو ان مسلمانوں نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی اٹھایا تھا جس کا معقول جواب آپ نے اسی وقت دیدیا تھا لیکن آپ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے کے باعث تنگدل لوگ ابھی تک اسی غلطی کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اعتراض کا جواب آپ کے الفاظ میں ہی دوبارہ نقل کر دیا جائے تا کہ مسلمان اپنے ایک محسن کی شناخت کر سکیں جس کو رات دن اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کا ہی خیال رہتا تھا۔

سختی کا جواب سختی سے دینے کی وجہ

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

"خدا جانتا ہے۔ کہ کبھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور فتنہ انگیز تحریریں پاکر کسی قدر سختی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی۔ کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پاکر وحشیانہ جوش کو دبائے رکھے۔ اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتعال سے بلکہ محض آیت وَجَادِلْہُمْ بِالْحِکْمَۃِ پر عمل کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی۔ اور وہ بھی اس وقت کہ مخالفوں کی توہین، تحقیر اور بدزبانی انتہا تک پہنچ گئی۔ اور ہمارے سید و مولیٰ سرور کائنات فخر موجودات کی نسبت ایسے گندے اور پرشر الفاظ ان لوگوں نے استعمال کئے۔ کہ قریب تھا کہ ان سے نقض امن پیدا ہو۔ تو اس وقت ہم نے اس حکمت عملی کو برتا۔ کہ ایک طرف تو ان لوگوں کے گندے حملوں کے مقابل پر بعض جگہ کسی قدر مرارت اختیار کی ....

بدگوئی کی ابتدا آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے

"اور وہ لوگ نہایت ظالم شریر النفس ہیں۔ جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ گویا ہم نے ہی سخت گوئی کی بنیاد ڈالی۔ ہم اس کا بجز اس کے کیا جواب دیں۔ کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ جو شخص انصاف کے ارادہ سے اس امر میں رائے ظاہر کرنا چاہتا ہے اس پر اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ ہماری اول کتاب جو دنیا میں شائع ہوئی۔ براھین احمدیہ ہے جس سے پہلے پادری عماد الدین کی گندی کتابیں اور اندرمن مراد آبادی کی نہایت سخت اور پرفحش تحریریں اور کنھیا لال الکھ دھاری کی فتنہ انگیز تالیفات اور دیانند کی وہ ستیارتھ پرکاش جو بدگوئی اور گالیوں اور توہین سے پر کتاب ہے ملک میں شائع ہو چکی تھیں۔ اور ہمارے اس ملک کے مسلمان ان کتابوں سے اس طرح افروختہ تھے جس طرح کہ راکھ ایک مدت تک آگ میں رکھنے سے آگ ہی بن جاتا ہے۔

مباحثہ کی معقولی طرز براہین احمدیہ میں

مگر ہم نے براہین احمدیہ میں مباحثہ کی معقولی طرز ڈالکر ان جوشوں کو ٹھنڈا کیا۔ اور ان جذبات کو اور طرف کھینچ کر لے آئے۔ جیسا کہ ایک حاذق طبیب اعضاء رئیسہ سے رخ ایک مادہ کا پھیر کر اطراف کی طرف اس کو جھکا دیتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ براھین احمدیہ ان عیسائیوں اور آریوں کے جواب میں لکھی گئی تھی جنہوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توہین اور گالیوں کو انتہا تک پہنچا دیا تھا۔ مگر تب بھی کتاب مذکور نہایت ملائمت اور ادب سے لکھی گئی اور بجز ان واجبی حملوں کے جو اپنے محل پر چسپاں تھے۔ جن کا ذکر ہر ایک مباحث کے لئے بغرض اسکات خصم ضروری ہوتا ہے۔ اور کوئی درشت کلمہ اس کتاب میں نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض ہوتا بھی تو کوئی منصف جس نے عماد الدین اور اندرمن اور کنھیا لال کی کتابیں اور دیانند سرستی کی ستیارتھ پرکاش پڑھی ہو ہم کو ایک ذرہ الزام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ان کتابوں کے مقابل پر جو کچھ بعض جگہ کسی قدر درشتی عمل میں آئی۔ اس کی ان کتابوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور ... کی طرف ہو سکتی ہے (صفحہ ۱ البلاغ)

مخالفین اسلام کے ابتدائی حملے

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

"ہمارے مخالفوں نے جس قدر ہم پر سختی کی اور جس قدر خدا سے بے خوف ہو کر نہایت بدتہذیبی سے ہمارے دین اور ہمارے پیشوائے دین حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین پر حملے کئے۔ وہ ایسا امر نہیں ہے۔ کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے۔ مگر کیا یہ تمام حملے میرے سبب سے ہوئے؟ اور کیا اندرمن کا اندر بجر اور پاداش اسلام اور دوسرے گندے اور ناپاک رسالے جن میں بجز گالیوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ ان تمام تالیفات کے شائع کرنے کا میں ہی موجب تھا؟ اور کیا دیانند کی وہ کتاب جس کا نام ستیارتھ پرکاش تھا۔ جو براہین احمدیہ سے دو برس پہلے چھپکر شائع بھی ہو چکی تھی۔ کیا وہ میرے جوش دلانے کی وجہ سے لکھی گئی؟ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ اس میں وہ سخت اور توہین کے کلمے دین اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ جن کے سننے سے کلیجہ کانپتا ہے۔ تو کیا اس سے ثابت نہیں کہ میری کتاب براہین احمدیہ کی تالیف سے پہلے آریہ صاحبوں نے سخت گوئی انتہا تک پہنچا دی تھی۔ اور اگر کوئی فریقین کی تحریروں کا مقابلہ کرے۔ اور کتابوں کو ایک دوسرے کے مقابل پر رکھ کر دیکھے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اگرچہ کسی قدر سختی مدافعت کے طور پر نہایت رنج اٹھانے کے بعد ہم سے بھی ظہور میں آئی۔ جس کا سبب اور جس کے استعمال کی حکمت عملی اور اس کے مفید نتائج ابھی ہم لکھ چکے ہیں۔ مگر تاہم مقابلۃً وہ سختی کچھ بھی چیز نہیں تھی۔ اور ہر جگہ مخالفین کے اکابر و پیشواؤں کا نام تعظیم سے لکھا گیا تھا۔ اور مقصود یہ تھا۔ کہ ہماری اس نرمی اور تہذیب کے بعد ہمارے مخالف اپنی عادات سابقہ کی کچھ اصلاح کریں۔ مگر لیکھرام کی کتابوں نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ امید بھی غلط تھی" (صفحہ ۱۹ البلاغ)

مسیح موعود کی ذمہ داری ثابت کرنیوالے کو انعام

پھر بطور اتمام حجت فرماتے ہیں:-

"اگر کسی کی نظر میں یہی سچ ہے۔ کہ بدگوئی کی بنیاد ڈالنے والا میں ہی ہوں اور میری ہی تالیفات نے دوسری قوموں کو توہین اور تحقیر کا جوش دلایا ہے .... اگر وہ ثابت کر دکھائے کہ یہ تمام سخت گوئیاں جو پادری فنڈل سے شروع ہو کر امہات المومنین تک پہنچیں۔ یا جو اندرمن سے ابتدا ہو کر لیکھرام تک ختم ہوئیں۔ میری ہی وجہ سے برپا ہوئی تھیں۔ تو میں ایسے شخص کو تاوان کے طور پر ہزار روپیہ نقد دینے کو تیار ہوں (صفحہ ۲۱ البلاغ)

سرمہ چشم آریہ اور مخالفین اسلام

ایک اعتراض آپ پر یہ بھی کیا جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود سرمہ چشم آریہ نہ لکھا ہوتا تو پنڈت لیکھرام تکذیب براہین احمدیہ میں سخت گوئی نہ کرتا۔ اور بیہودہ اعتراض نہ لکھتا۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

(ایسے اعتراضات کرنیوالے کا) مدعا یہ ہے کہ بیچارے آریوں کا کچھ بھی قصور نہیں۔ تمام اشتعال سرمہ چشم آریہ سے پیدا ہوا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو اس نکتہ چینی کے وقت پھر ساتھ ہی یہ دھڑکا بھی شروع ہوا۔ کہ آریوں نے اسلام کا رد لکھنے میں پہلے سبقت کی ہے۔ اور اندرمن مراد آبادی کی گندی کتابوں نے مسلمانوں میں شور ڈالدیا تھا۔ لہذا انہوں نے آریوں کا وکیل بنکر یہ جواب پایا کہ جس وقت سرمہ چشم آریہ لکھا گیا۔ ان دنوں میں اندرمن کے مباحث بالکل پرانے اور از یاد رفتہ ہو چکے تھے۔ لیکن اس تقریر میں جسقدر انہوں نے دروغ استعمال کیا ہے۔ اور جس قدر حق کو چھپایا ہے۔ خدائے علیم ہی ان کو جزا دے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسالہ سرمہ چشم آریہ ایک زبانی مباحثہ کے طور پر بمقام ہوشیارپور لکھا گیا تھا۔ اور یہ بات ہوشیارپور کے صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو معلوم ہے۔ کہ سرمہ چشم آریہ کے لکھے جانے کے خود آریہ صاحب باعث اور محرک ہوئے تھے۔ سرمہ چشم آریہ کیا چیز ہے؟ وہی مباحثہ ہے۔ جو بتاریخ ۱۴ مارچ سنہ ۱۸۸۶ء مجھ میں اور منشی مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر میں انہی کے نہایت اصرار سے بمقام ہوشیارپور شیخ مہر علی رئیس کے ...

ڈیڑھ سو ہندو اور مسلمان کی حاضری میں سنایا گیا تھا۔ پھر کسقدر جرأت اور تعالیٰ شرم خیانت ہے۔ کہ اس کتاب کو آریوں اور مسلمانوں کے نفاق کی جڑ ٹھہرائی گئی ہے ہم ہر ایک تاوان کے سزاوار رہوں گے۔ اگر کوئی یہ ثابت کر کے دکھا دے۔ کہ صرف ہمارے دلی جوش سے یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ اور اس کے محرک لالہ مرلی دھر نہیں تھے۔ بلکہ ہم قصہ کوتاہ کرنے کیلئے خود لالہ مرلیدھر صاحب کو ہی اس بارہ میں منصف ٹھہراتے ہیں۔ وہ حلفاً بیان کریں۔ کہ کیا یہ مباحثہ بمقام ہوشیارپور ہماری تحریک سے ہوا تھا یا خود وہ میرے مکان پر آئے اور اس مباحثہ کے لئے درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ اسلام پر میرے کئی سوالات ہیں۔ اور نہایت اصرار سے مباحثہ کی ٹھہرائی تھی" صفحہ ۴۲ البلاغ)

آریوں کا ناپاک لٹریچر

پنڈت دیانند کی کتاب کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

"ایک اور کتاب جو نہایت گندی تھی آریہ سماج والوں نے شائع کی۔ جو کچھ تھوڑا عرصہ پہلے سرمہ چشم آریہ سے تالیف کی گئی تھی جس کو پنڈت دیانند نے تالیف کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا جس کا نام ستیارتھ پرکاش ہے اور ماسوا اس کے آریوں میں بذریعہ پنڈت دیانند ایک نئی تیزی پیدا ہو کر اور کئی چھوٹے چھوٹے رسالے بھی شائع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اور ایک دو اخبار بھی اسی غرض سے نکلتے تھے۔ جو اکثر بدزبانی سے بھرے ہوتے تھے۔ اور ان لوگوں نے اور ان کے مذہب نے جنم لیتے ہی اسلام پر حملہ کرنا اور سخت الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور نہ صرف اسلام بلکہ وہ راجہ رامچندر اور راجہ کرشن وغیرہ ہندوؤں کی نسبت بھی اچھے خیال نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ باوا نانک صاحب کی نسبت ان کی تحریریں مہذبانہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی تحریروں سے عام طور پر شور برپا تھا۔

سوامی دیانند کی فتنہ پردازی

پنڈت دیانند اور اس کے حامیوں کی اس وقت یہ کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ کہ جبکہ میری کسی کتاب کا نام و نشان نہ تھا۔ اور ایک ورق بھی میں نے تالیف نہیں کیا تھا۔ اور پنڈت دیانند نے صرف یہی نہیں کیا کہ ستیارتھ پرکاش کو تالیف کر کے کروڑہا مسلمانوں کا دل دکھایا۔ بلکہ اس نے پنجاب اور ہندوستان کا دورہ کر کے عام جلسوں میں سخت گوئی پر کمر باندھ لی اور اس نے یہ ارادہ ظاہر کیا۔ کہ گویا جس قدر پنجاب اور ہندوستان میں آٹھ سو برس سے ہندو خاندان مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی سب اولاد کو پھر ہندو بنایا جائے۔ یہ شخص اس قدر سخت گو انسان تھا کہ بیچارے سناتن دھرم والے بھی اس کی زبان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اگر جلد تر موت اس قدر اس کو چپ نہ کرا دیتی۔ تو معلوم نہیں اس کی تحریروں اور تقریروں سے کیا کیا ملک میں فتنے پیدا ہوتے۔ میں نے سنا ہے کہ بسا اوقات عین اس کے دیا کھیان کے وقت بعض ہندو صاحبوں نے بباعث سخت اشتعال کے اس کی طرف پتھر پھینکے۔

براہین احمدیہ کیوں لکھی گئی؟

"پس جبکہ آریوں کی طرف سے اس حد تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ کہ بازاروں میں کوچوں میں گلیوں میں۔ عام جلسوں میں اسلام کی توہین کی جاتی تھی۔ اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی مخالفت سے نفرت دلائی گئی تھی۔ اور بغض اور توہین اور سخت گوئی کا سبق دیا جاتا تھا۔ تو اس صورت میں بجز ایسے نام کے مسلمانوں کے جو دین سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں۔ ہر ایک مسلمان کو اس نئے فتنہ کی شوخی سے درد پہنچنا ایک لازمی امر تھا اور اسی وجہ سے اور اسی باعث سے کتاب براہین احمدیہ بھی لکھی گئی تھی" صفحہ ۴۳ البلاغ)

مندرجہ بالا اقتباسات اس بات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی کتاب بطور حملہ کبھی نہیں لکھی۔ بلکہ جب مخالفین (اندرونی و بیرونی) حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگے۔ تو آپ کو بطور دفاع لکھنا پڑا۔

باوجود اس کے مسلمان اخبارات کا آریوں کی سخت گوئی کی ذمہ داری حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ پر عاید کرنا کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ کیا معاصر "تازیانہ" اور دیگر اسلامی اخبارات آپ کی ان تحریرات کی روشنی میں اس الزام کی تردید کیلئے تیار ہوں گے؟

جلد ۱۷ لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء نمبر ۸۲

ٹرکی کی نسوانی تحریک

ایک حیرت انگیز انقلاب کے آثار

ٹرکی کے ایک سربرآوردہ مضمون نگار نے ٹرکی خواتین کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

انگورہ کی نیشنل اسمبلی (مجلس ملیہ) میں خواتین کا بحیثیت ممبر شامل ہونا آج ایک مذاق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کل یہی مذاق ایک امر واقعہ ہوگا۔ عورتیں ہمارے ساتھ اسمبلی کی ممبر ہوں گی۔ کیونکہ مہذب دنیا طریق عمل کے [illegible] دور میں سے گذر رہی ہے۔ اور اس عمل سے علیحدہ رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔

امریکہ میں عورتوں کے سیاسی حقوق

عورتوں کو سیاسی حقوق دینے کے معاملہ میں انگلستان نہایت جدت پسند واقع ہوا ہے۔ آج برطانیہ کی پارلیمنٹ میں بہت سی عورتیں اس کی ممبر ہیں۔ ہر بالغ عورت ووٹ دینے کا حق رکھتی ہے۔ جمہوریہ امریکہ کے موجودہ صدر مسٹر ہوور زیادہ تر عورتوں کے ووٹ کی بدولت اپنے انتخاب میں کامیاب ہوئے۔ امریکہ کی بعض ریاستوں میں عورتیں سفیر کے فرائض بجا لا رہی ہیں۔ امریکہ کی ایک ریاست میں حکومت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ وہاں کی گورنر ہے۔

ٹرکی کا فرض

یہ دور حاضرہ کا میلان ہے۔ تاریخ اپنے ارتقائی منازل اسی سمت میں طے کر رہی ہے۔ کیا ٹرکی نسوانی تحریک کی مخالفت کر سکتا ہے؟ جمہوریت اور انقلاب پسند ٹرکی کو اپنا دقار اور اعزاز مطلوب ہے۔ ٹرکی کا فرض ہے کہ اپنی عورتوں کو رفعت و عظمت کے اعلیٰ مقام تک پہنچائے۔ ٹرکی کا پہلا قانون، سیاسی عورتوں کے حق میں کوئی قانون نافذ نہیں کر سکتا تھا اس نے صرف ان کے متعلق ایک مستحسن روش کی فضا پیدا کر رکھی تھی لیکن جمہوریہ ترکیہ نے قوانین سے عورتوں کا دست رابطہ کر دیا ہے۔

ٹرکی عورتوں کے شہری حقوق کا سوال

ٹرکی کے ترقی پرور دور کی ایک منزل یہ ہے کہ عورتوں کے اس حق کو تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں بھی شہری حقوق دئے جائیں۔ ہماری تحریک کا یہی شاہراہ عمل ہے۔ اور اسی کے لئے ہم کام کر رہے ہیں۔ عورتوں کی تعلیم کا دائرہ زیادہ وسیع کر دیا گیا ہے۔ عورتیں کارخانوں کی مالک ہیں عورتیں تاجر و دکاندار ہیں۔ کیا ہم ان کی ترقی کی اس حد پر قناعت کر سکتے ہیں؟ میرے خیال میں ہم نہیں کر سکتے۔ اگر عورتوں کے متعلق ہماری روش اس کے برعکس ہوگی۔ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم ٹرکی کو مہذب دنیا کی عظیم الشان برادری سے خارج دیکھنا چاہتے ہیں۔ کوئی ترک اس خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا۔

میونسپل انتخابات میں عورتوں کو ووٹ کا حق

ٹرکی عورتوں کے متعلق ہمارے لائحہ عمل کا آغاز اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ ہم میونسپل انتخابات میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق عطا کریں۔ اس معاملہ میں ہم جس قدر ترقی کریں گے۔ اسی نسبت سے ہم دوسرے انتخابات میں بھی عورتوں کے حق رائے دہندگی کو تسلیم کرتے جائیں گے۔ یہ تعلیم اور تجربہ کا معاملہ ہے۔ اس کے لئے کچھ عرصہ چاہئے۔ عورتوں کو بھی اس کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ ہمیں اس قومی مسئلہ میں اپنی قومی بہنوں کے خیالات سے بھی باخبر ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمارے معاشرتی معاملات میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ کوئی شخص اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہماری معاشرتی بیماریوں کے علاج میں عورتوں کو سب سے زیادہ نمایاں حصہ لینا چاہئے۔ بعض ایسے عقدے ہیں کہ مرد ان کے حل کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن عورت اپنے ناخن تدبیر سے پیچیدہ سے پیچیدہ گتھی کو سلجھانے میں کامیاب ہو جاتی ہے

عورتوں کا حجاب

عورتوں کی آرا سے باخبر ہونا ہمارے لئے بہت ضروری ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ جو عورتیں ہمارے ساتھ کام کرتی ہیں [illegible] اس ترقی کے باوجود جو انہوں نے حاصل کر لی ہے۔ اب تک اپنی آرا کو ہم سے چھپاتی ہیں۔ وہ اپنے خیالات کو قلمبند نہیں کرتیں۔ اس سے قبل ان کے چہروں پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ لیکن اب ان کی ذہانت و فراست پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ نقاب کے اندر حسین سے حسین چہرے چھپے ہوئے تھے۔ اور کون جانتا ہے کہ ان کے ذہنی نقاب کے اندر غیر معمولی قابلیت کا کس قدر حسن پوشیدہ ہے؟

عورتوں کا مستقبل

ٹرکی میں عورتوں کو شہری حقوق دینے کا معاملہ صرف وقت کا سوال ہے۔ اس وقت کا قریب لانا تو مجلس ملیہ کا کام ہے۔ اور نہ حکومت کا۔ اس سوال کا تعلق خود عورتوں سے ہے جس رفتار سے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی دلچسپیوں اور سرگرمیوں کے دائرہ کو زیادہ وسیع کرتی جائیں گی۔ اسی نسبت سے زمانہ کی دوری خود بخود رفع ہوتی جائے گی۔ عورتوں کو اس کا ثبوت دینے کے لئے میدان عمل میں آنا چاہئے کہ وہ کونسلوں کے ممبر ہونے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ تاکہ ان کے حقوق کے سوال پر بحث کی جائے۔

ترکی عورتوں کی انجمنیں

اس وقت ٹرکی میں عورتوں کی کئی انجمنیں موجود ہیں۔ ان میں مقاصد اور قوت عمل کے لحاظ سے "انجمن نسواں" ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس انجمن میں عورتوں کی سرگرمیوں کے تمام شعبے شامل ہیں۔ گذشتہ موسم بہار میں انجمن نے اپنے عام اجلاس میں اس سال کے لئے جو لائحہ عمل مرتب کیا۔ وہ حسب ذیل چار بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) دماغی ترقی:۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے (ا) عورتوں کے لئے ایک رسالہ شائع کیا جائے (ب) ایک دارالمطالعہ کھولا جائے (ج) عورتوں کو جدید ٹرکی حروف سکھائے جائیں۔ (د) انجمن کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کے لئے ماہوار لیکچروں کا انتظام کیا جائے (ہ) ممالک غیر کی نسوانی انجمنوں کے ساتھ تعلقات قائم کئے جائیں۔

(۲) معاشرتی ترقی:۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے (ا) تمام ممبروں کے لئے ماہوار جلسوں کا انتظام کیا جائے (ب) نئے ممبر بھرتی کئے جائیں۔ (ج) سال میں دو مرتبہ میوزیکل پروگرام مرتب کیا جائے (د) ملکی مصنوعات کی حفاظت کیلئے نمائش کا انتظام کیا جائے۔

(۳) سول کوڈ (ضابطہ):۔ (ا) سول کوڈ کا مطالعہ کیا جائے اور بالخصوص ان دفعات سے پوری واقفیت حاصل کی جائے جن کا تعلق براہ راست عورتوں سے ہے۔ (ب) میونسپل انتخابات اور میونسپل معاملات میں دلچسپی لی جائے۔

(۴) امداد:۔ (ا) عورتوں کو مالی مدد دی جائے (ب) اخلاقی مدد دی جائے (ج) شفاخانہ کھولا جائے۔

ایران میں تعلیمی ترقی کی رفتار

مسٹر ہیش پرشاد جو بنارس یونیورسٹی کے شعبہ فارسی و عربی کے مہتمم اعلیٰ ہیں اور جو ایران کے سفر سے ابھی واپس آئے ہیں۔ اس ملک کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

"ایران عہد بعہد اصول پر ترقی کی طرف پیشقدمی کر رہا ہے۔ مگر افغانستان (جبکہ وہ امان اللہ خاں کے زیر نگیں تھا) اور ترقی پرور ٹرکی کی نسبت زیادہ احتیاط کو ملحوظ رکھتا ہے۔ تعلیمی وسائل کے بڑھانے کے لئے خاص کوشش عمل میں لائی جا رہی ہے ایران تعلیمی پہلو سے مسلمہ طور پر پسماندہ ہے۔ کثیر التعداد قومی مدارس کے علاوہ جا بجا یورپین اور امریکن مشن اسکول قائم ہو گئے ہیں۔ جہاں فارسی زبان کو ترجیح دی جاتی ہے۔ فارسی کے بعد فرانسیسی زبان پر توجہ کی جاتی ہے عربی کو نہ صرف پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ بلکہ اس کو ایران سے بالکل خارج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ عربی زبان عملی پہلو سے ایران میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ تعلیم نسواں کا بہت چرچا ہے اور دیگر مضامین کے ساتھ انہیں سینا پرونا بھی سکھایا جاتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایران میں فرقہ دارانہ فساد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر ۷۹

اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا سوال

نوجوانوں کا فرض!

۱۵ر نومبر ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں ہم "نوجوان احباب سے خطاب" کے عنوان سے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ایک ولولہ انگیز مکتوب شائع کر چکے ہیں۔ آج اسی مضمون کا دوسرا مکتوب کسی دوسری جگہ شائع کیا جاتا ہے۔ جس موثر اور دلنشین پیرایہ میں حضرت مولانا نے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو منظم کریں اس کا فوری نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ہمارے نوجوان احباب اپنی خدمات کو دلی خلوص اور جوش کے ساتھ پیش کرتے اور حضرت مولانا کو یقین دلاتے کہ وہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت جیسے مقدس فرض کی انجام دہی کے لئے اپنے جسم اور دماغ کی پوری قوت سے کام لیں گے لیکن جیسا کہ حضرت مولانا کے مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے ہمیں افسوس سے کہ بہت کم نوجوانوں نے آپ کے پہلے مکتوب پر توجہ کی ہے۔ پھر یہ تعجب ہے کہ جن نوجوانوں نے حضرت مولانا کے مکتوب کو قابل توجہ خیال کیا ہے وہ یہ دریافت کر رہے ہیں کہ کیا اس تحریک سے حضرت مولانا کا یہ منشا ہے کہ جماعت کے نوجوان اپنے دنیوی کاروبار کو چھوڑ کر دینی خدمت کریں؟ حالانکہ حضرت مولانا نے اپنے پہلے مکتوب میں نہایت صاف اور واضح الفاظ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ:-

> "تم بے شک اپنے لئے معاش کی فکر کرو۔ بیشک اپنی دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ مگر اپنا نصب العین جسکے لئے تمہارے دلوں میں بلند جذبہ پیدا ہو اسلام اور پیغمبر اسلام کی خدمت کو رکھو۔ . . . . نوجوانوں کو ہر وقت یہ فکر ہو کہ وہ کس پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنے وجود کو مفید بنا سکتے ہیں۔ مجھے اس غرض کے لئے والنٹیر چاہئیں جن سے ایک نظام کے ماتحت کام لیا جائے۔"

اگر ہمارے نوجوان دوستوں کا یہ خیال ہے کہ جب تک جماعت یا قوم میں سربرآوردہ اور معمر لوگ موجود ہیں جنھوں نے دینی یا قومی خدمت کا بار اپنے سر لے رکھا ہے انہیں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرنی چاہیئے تو وہ غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ اسلام کی طرف سے ہر ایسے بالغ شخص پر جس کے جسمانی اور دماغی قوا نشو و نما پا چکے ہیں خدمت دین کی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جب انسان سن بلوغت کو پہنچ جاتا ہے تو خود قدرت اس امر کا اعلان کر دیتی ہے کہ وہ دین فطرت کی خدمت کا اہل ہو گیا ہے۔ پھر یہ خیال بھی غلط ہے کہ دینی خدمت کا دنیاوی کاروبار سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ دین کا مقصد ہی یہی ہے کہ فرزندان توحید کی دنیا درست ہو جائے۔ اور وہ اپنے اعمال حسنہ کی بدولت دنیا کی تمام اقوام سے ممتاز اور سربلند رہیں۔ اسلام تنظیم کا سبق سکھاتا ہے جو محبت۔ اخوت۔ مساوات اور اخلاق کے اعلےٰ اوصاف پر مشتمل ہے۔ کیا دنیا کا کوئی ایسا کاروبار ہے۔ جس میں انسان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے ان اوصاف کی ضرورت نہیں؟ جس شخص میں یہ اوصاف نہیں وہ دنیاوی پہلو سے ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ جن لوگوں کو اس بارے میں شک ہے وہ خود تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ ان لوگوں کی حالت پر غور کریں جو ناکامی و نامرادی کے زندہ مجسمے ہیں۔

ہمارے نوجوان دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ زندہ قوام کی زندگی اور کامیابی کا راز صرف اس نکتہ میں مضمر ہے کہ اس کے افراد کی جسمانی اور دماغی طاقت کا ایک حصہ قومی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف رہتا ہے۔ مشرق پر مغرب کے تفوق اور برتری کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ یورپین اقوام کے افراد من حیث الجماعت زیادہ فرض شناس زیادہ منظم اور زیادہ سرگرم ہوتے ہیں۔ جب کسی قوم میں فرض شناسی۔ خودداری اور غیرت کے اوصاف زائل ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے جسمانی اور دماغی قوا سے کوئی کام نہیں لیتی تو اسے ایک مردہ قوم سمجھنا چاہیئے۔ وہ ایک زندہ اور طاقتور قوم کے پاؤں میں روندی جائیگی اور ایک ذلیل زندگی بسر کرنے پر مجبور رہوگی۔ نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کی مجاہدانہ زندگی ہمارے لئے بہترین سبق ہے۔ یہ مقدس ہستیاں اسلام کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتی تھیں۔ ان کی مجاہدانہ اولوالعزمی اور قربانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسلام حیرت انگیز رفتار کے ساتھ دنیا میں پھیل گیا۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ مال اور جان کی یہی قربانی مسلمانوں کی ان سلطنتوں کا سنگ بنیاد تھی۔ جن کی شوکت و عظمت اور جاہ و جلال کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔

یورپ کی جنگ عظیم کے دوران میں جب برطانیہ کے ارباب حل و عقد کو یہ محسوس ہوا کہ وہ اپنے حلیفوں پر اس وقت تک غالب نہیں آسکیں گے جب تک کہ قوم کے نوجوان طلبہ بھی مدرسہ کی چار دیواری کو چھوڑ کر قلم کے بجائے تلوار کے جوہر نہیں دکھائیں گے۔ تو انھوں نے کیمبرج۔ آکسفورڈ اور دیگر یونیورسٹیوں کے طلبا سے اپیل کی کہ طلبہ اپنے وطن کی شمع پر پروانہ کی طرح قربان ہونے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ چنانچہ سینکڑوں طلبہ میدان جنگ میں کام آئے۔ وہ کیا جذبہ تھا جس نے نوجوانوں کو وطن کے لئے جان دینے پر برانگیختہ کیا؟ یہی کہ ان کے وطن کی آزادی اور قوم کی عزت برقرار رہے۔ کیا ہمارے نوجوان احباب کو یہ خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ اسلام کی حالت اس وقت کمزور ہے اور اس کمزوری کے رفع کرنے کے لئے انہیں قربانی کا عملی ثبوت دینا چاہیئے۔ قوم کے سرداروں نے ان کی خدمات طلب کی ہیں۔ اپنے ذاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ اس تبلیغی نظام کی بنیاد کو مالی پہلو سے استوار کرنے کے لئے جوان کی زندگی کا نصب العین ہونا چاہیئے اگر تمام نوجوان اپنی ہمت اور قابلیت کے مطابق اپنے فارغ اوقات کو دینی یا اصلاحی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ تو ہماری کوششیں محیر خیز نتائج پیدا کر سکتی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ انفرادی پہلو سے ہماری طاقت ضائع نہ ہو۔ زنجیر کی طاقت کا انحصار اس کی مضبوط کڑی پر نہیں بلکہ اس کی کمزور ترین کڑی پر ہے۔ جسکے ٹوٹتے ہی زنجیر کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ہم "پیغام صلح" کے مستقل ناظرین اور بالخصوص اپنے نوجوان احباب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں۔ اور اپنی قوت عمل سے ان مشکلات کا راستہ صاف کریں جو انجمن کی ترقی کے سدراہ ہیں۔

سچا مذہب

امرتسر میں نوجوان بھارت سبھا کا جو جلسہ حال ہی میں منعقد ہوا ہے اس میں ڈاکٹر مونجے نے اپنی تقریر صدارت میں نوجوانوں کے اس غلط خیال کی تردید کی ہے کہ مذہب ملک کی ترقی اور کامیابی کے سدراہ ہے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ سچا مذہب قومی تحریک کو فروغ دینے کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا شاستروں کی تعلیم پر پورا ایمان ہے۔ یہ تعلیم ذات کے امتیاز اچھوتوں سے نفرت اور بچپن کی شادی کو جائز ہی نہیں بلکہ ایک مقدس فعل سمجھتی ہے۔ ہمیں ڈاکٹر صاحب کی اس صاف گوئی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ہندو نوجوانوں سے صاف کہدیا کہ تمہارا مذہب کیسے سچا ہو سکتا ہے جبکہ کروڑوں اچھوتوں کو انسانیت کے شرف سے محروم رکھتا ہے۔ اور عورت کے نسوانی وقار کی دھجیاں اڑاتا ہے۔ سچا مذہب تو یہ کہتا ہے کہ اچھوتوں کو ان حقوق سے ہرگز محروم نہ کرو۔ جو اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ مگر شاستر اچھوتوں کو ان حقوق کا مستحق نہیں سمجھتا۔ اگر اس پر بھی شاستروں کی تعلیم ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قابل احترام ہے تو ہم ان کی دماغی کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ سچا مذہب یقیناً ہر انسان کو انسانیت کے اعلےٰ مقام تک پہنچاتا ہے۔ وہ روحانی اور جسمانی پہلو سے اچھوت کے ناپاک اثرات کو بالکل مٹا دیتا ہے۔ اور اخوت او مساوات کے عمل سے ایک ادنےٰ سے ادنےٰ شخص کی زندگی میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کر دیتا ہے یہ سچا مذہب اسلام ہے۔ لیکن مذہبی تعصب ڈاکٹر صاحب کو اسلام کی ان مسلمہ خوبیوں کے تسلیم کرنے سے روکتا ہے۔ جو شخص روحانی اور اخلاقی پہلو سے خود بیمار ہو وہ اپنی قوم کے نوجوانوں کی کیسے اصلاح کر سکتا ہے؟

چندہ اور پبلک

اگرچہ ہندوستان میں عام طور پر پبلک کو چندہ فراہم کرنے والوں کے خلاف اس قدر بدگمانی ہو گئی ہے کہ مفید سے مفید تحریک کے لئے بھی مطلوبہ رقم فراہم کرنے میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ لیکن مہاتما گاندھی اس بدگمانی سے بچے ہوئے ہیں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندو پبلک ان کی خدمات کا سچے دل سے اعتراف کرتی ہے اسے ان کی ذات پر پورا بھروسہ ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا روپیہ کسی اچھے اور مفید کام پر صرف ہوگا۔ گاندھی جی کو سیاحت ہند کے دوران میں اب تک جس قدر روپیہ موصول ہو چکا ہے اس کی میزان تقریباً دو لاکھ ستاسی ہزار ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں دولت کی باندی ان کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان چندہ کے معاملہ میں اپنے کارکنوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ وہ اپنی بدگمانی کے اظہار میں ایک حد تک حق بجانب بھی ہیں۔ ہمیں ندامت کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ عام طور پر مسلمان لیڈر اور ذمہ دار کارکن قومی سرمایہ کے خرچ کرنے میں اس کفایت شعاری اور احتیاط کو قطعاً ملحوظ نہیں رکھتے جس کی ان سے بجا طور پر توقع رکھی جاتی ہے۔ ایسی انجمنیں اور افراد بھی ہیں جو قومی سرمایہ کے خرچ میں بہت محتاط ہیں۔ لیکن ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ برادران اسلام بدظنی اور بدگمانی کی اس فضا میں بھی قومی اور مذہبی تحریکوں کے لئے روپیہ دینے سے انکار نہیں کرتے۔ اگر عام مسلمین کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ چندہ وصول کرنے والوں کا دامن بے عنوانیوں کے داغ سے پاک صاف ہے اور وہ اسے ایسے کام پر صرف کریں گے جسکے نتائج مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔ تو انہیں چندہ دینے میں ذرا تامل نہیں ہوتا۔ مسلمان فطرتاً فیاض واقع ہوا ہے۔ فرزندان اسلام اپنی گزشتہ قومی تحریکوں میں جس عدیم النظیر فیاضی اور عالی حوصلگی کے ساتھ چندہ دے چکے ہیں وہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں جلی حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اچھوتوں اور برہمنوں کی مذہبی جنگ

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم پونا کے اچھوتوں اور برہمنوں کی مذہبی جنگ کے دلچسپ حالات شائع کر چکے ہیں۔ گو اچھوتوں کو اس جنگ میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ یعنی وہ پاربتی مندر میں جو پہاڑی پر واقع ہے داخل نہیں ہو سکے۔ لیکن ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ ان کے لیڈروں اور کارکنوں میں زبردست احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وہ انسان ہیں اور اشرف المخلوقات ہیں وہ پہلے اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کی غلامی کو اپنے لئے ایک بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن اب اس سعادت کو وہ ایک بہت بڑی لعنت خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے پاؤں سے غلامی کی زنجیروں کو کاٹ ڈالنے اور اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کے برابر اپنی جگہ حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ برہمن اچھوتوں کی اس بیداری اور مستقل مزاجی کو جو صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اپنے مذہبی اقتدار اور دنیاوی وقار کے لئے ایک خطرہ عظیم سمجھتے ہیں۔ بمبئی سے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ بمبئی کے اچھوتوں نے ہندو مندروں میں داخلہ کے حق کے لئے ستیاگرہ شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ لائسنس یافتہ ہندو ہوٹلوں اور قیامگاہوں میں داخلہ کے لئے مجاہرہ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ اگر ہوٹلوں کے مالکوں نے ان کا یہ مطالبہ منظور نہ کیا تو پھر وہ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے صدر کی خدمت میں حاضر ہو کر ہوٹلوں کے لائسنس منسوخ کر دینے کی درخواست پیش کریں گے۔ افسوس ہے کہ مسلمان مبلغین نے ایک نادر موقعہ ہاتھ سے کھو دیا ہے اگر وہ

نبی عربی غیروں کی نظر میں

پیغمبر اسلام واقعی رحمۃ للعالمین ہیں

(سوامی برج نرائن جی بی اے ۔ سنیاسی کی تصریحات)

۱۔ محمد رسول اللہ سے سب سے زیادہ ظلم روا رکھے گئے

دنیا کے تمام پیغمبروں اور اوتاروں میں سب سے زیادہ ناانصافی اگر کسی شخص کے ساتھ کی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ظلم اگر کسی پر روا رکھا گیا ہے اور سب سے زیادہ جھوٹ اگر کسی کے ساتھ بولا گیا ہے۔ تو وہ رسول عربی حضرت محمد بن عبداللہ ہیں۔ بہت کم دنیا کے مصلح ریفارمر امام اوتار اور پیغمبر ہیں جن پر خود اپنوں اور غیروں کی طرف سے ظلم و زیادتی نہ کی گئی ہو۔ حضرت ابراہیم۔ زکریا۔ حضرت یحییٰ و حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ۔ مہاتما بدھ۔ زردشت۔ سری کرشن۔ سری رامچندر سے لیکر گورو نانک اور سوامی دیانند تک کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی گئی۔ حضرت ابراہیم پر نمرود نے ظلم کیا۔ اور ان کو آگ میں جھونک دیا۔ حضرت زکریا کو آرہ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ پر فرعون نے ستم ڈھائے۔ اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا۔ مہاتما بدھ۔ زردشت۔ سری کرشن اور رامچندر پر ان کے عزیزوں اور ہم قوموں نے ظلم کئے۔ اسی طرح گورو نانک کو بھی ستایا گیا۔ اور سوامی دیانند کو برہمنوں نے تکلیف دی یہاں تک کہ ان کو زہر دیدیا گیا۔ اس طرح کے ظلم پیغمبر اسلام پر بھی بے شمار کئے گئے۔ اور پتھر برسا کر ان کے جسم کو لہو لہان کر دیا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ اور ہر قسم کی امداد بند کر دی گئی۔ ان کے راستے پر کانٹے بچھائے گئے۔ ان کی پیٹھ پر اونٹ کی غلاظت بھری اوجھڑی لاد دی گئی۔ ان کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ظلم توڑے گئے۔ ان کے قتل کی سازش کی گئی۔ ان کو وطن سے جلاوطن کیا گیا۔ اور پھر ان کا تعاقب بھی کیا گیا۔ کہ بل جائیں تو قتل کر دیں۔ اور جب اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو ان پر حملے اور یورشیں ہونے لگیں۔ اور اپنوں نے دوستوں کو بگاڑ کر ان کو بھی ظلم و ستم پر آمادہ کر دیا۔ جو ساری عمر تکلیفیں دیتے رہے۔ لیکن یہ سب ظلم اور زیادتی قابل برداشت تھی اور پیغمبر اسلام نے ان کو بخندہ پیشانی برداشت کر لیا۔ اور یہ ایسے مظالم تھے جو دوسرے پیغمبروں اوتاروں اور رشیوں پر بھی کئے گئے تھے۔ گو کسی رشی منی یا پیغمبر پر اتنے ظلم نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن ان سب سے زیادہ جو ظلم پیغمبر اسلام پر کیا گیا وہ یہ تھا اور ہے۔ کہ طرح طرح کے بہتان آپ پر تراشے گئے۔ اور قسم قسم کے الزام لگا کر آپ کو دنیا کی نگاہوں میں وحشی۔ خونخوار اور بے رحم دکھایا گیا اور جھوٹے سچے واقعات کی بنا پر آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔

اسلام اور عیسائیت

چونکہ عیسائیت اسلام کو اپنا حریف سمجھتی تھی [illegible] اسلام کے [illegible]

پیش کرنا شروع کر دیا۔ جو ہندوستان کی تہذیب و روایات کے خلاف تھا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ اہل ہند کو پیغمبر اسلام سے نفرت پیدا ہو۔ تاکہ عیسائیت کے لئے دروازہ کھلے۔ چنانچہ ہندوستان کی تہذیب و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے زیادہ آسان یہ نظر آیا۔ کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے۔ یہی کیا گیا۔ اور اس میں اس وجہ سے ایک حد تک کامیابی نظر آئی کہ ہندوؤں نے اسلامی تاریخ اور مذہب اسلام اور بانی اسلام کی سیرت کا کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ عیسائیوں نے جھوٹے سچے واقعات کو جس طرح چاہا رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کر دیا۔ اور ہندوؤں نے سچ سمجھ کر ان کو قبول کر لیا۔ اور اسی کے ساتھ رائے قائم کر لی۔ اس ناخوشگوار کیفیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور فرقہ وارانہ کشیدگی نے بہت زیادہ بری صورت حال پیدا کر دی۔

لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔ اور اگر بغض و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار دی جائے تو پیغمبر اسلام کا نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک نظر آئے گا۔ جو بتلائے جاتے ہیں۔ کہ آپ کے چہرہ پر ہیں۔ آج کل آریہ سماج اور اسلام میں گویا ایک طرح کی جنگ برپا ہے۔ اور اس نے دونوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور سب سے زیادہ نقصان ملک کو پہنچ رہا ہے گو میں جنگجو فریقوں میں سے ایک فریق کا ممبر ہوں۔ اور اس طرح خود ایک فریق ہوں۔ مگر میرا یہ خیال ہے کہ یہ جنگ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اور جس قدر جلد ختم ہو جائے اسی قدر بہتر ہے۔ اور اس کے خاتمہ کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ٹھنڈے دل سے پیغمبر اسلام کے اعمال و اقوال کو دیکھا جائے۔ اور جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور کی جائیں۔ اسی طرح ویدک دھرم کا مطالعہ کیا جائے اور اس کے متعلق جو بدگمانیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ رفع کی جائیں۔

آریہ سماج کو اسلام کا شکر گزار ہونا چاہیئے

درحقیقت آریہ سماج کو اسلام کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس کی تیرہ سو سال کی محنت سے مورتی پوجا نہ صرف یہ کہ دنیا سے اٹھ گئی بلکہ ہندوستان کی فضا بھی اس کے لئے تیار ہو گئی اور آریہ سماج کو جوتا جتایا اور تیار کھیت مل گیا اسلام کو یا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ غیر خدا کی پرستش جس کے مٹانے کے لئے اسلام آیا۔ اس کا ایک معین پیدا ہو گیا۔ جو ہندوستان میں خدا پرستی قائم کرنا اور بت پرستی کو دور کرنا چاہتا ہے۔ ہندوستان کے مناسب حال وہی الزام پیغمبر اسلام پر لگا کر آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

پیغمبر اسلام تمام الزامات سے بری ہیں

ایک الزام یہ کہ آپ سخت جنگجو تھے۔ اور ہمیشہ اپنے پڑوسیوں اور ہم وطنوں سے لڑتے رہے۔ دوسرا الزام قربانی کی بنا پر بے رحمی اور خونخواری کا ہے۔ ہندوستان کی تہذیب اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ ایسے الزامات کو بہت جلد قبول کر لینے کی صلاحیت یہاں کے لوگوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ بودھ ازم اور جین ازم کی وجہ سے اہنسا کا خام خیال دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے اس [illegible]

ہے۔ اور یہ حقیقت دنیا کے سامنے آگئی ہے کہ پیغمبر اسلام نے ایک جنگ جارحانہ نہیں کی۔ بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا۔ مگر اس الزام سے اس مضمون میں بحث نہ کروں گا۔ کیونکہ یہ اب اتنا وقیع نہیں رہا۔ اور اصل حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے۔

البتہ دوسرے الزام بے رحمی و سنگدلی کے متعلق اس مضمون میں بحث کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اقوال و اعمال کا سرسری نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو پیغمبر اسلام پر بے رحمی اور سنگدلی کا الزام لگانا حد درجہ کی بے رحمی اور سنگدلی کا ثبوت دینا ہے۔

سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلام کے متعلق یہ دعوےٰ کیا ہے کہ ہم نے تمکو تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ اے محمد ہم نے تمکو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر۔ یعنی ہر ایک عالم کے لئے سراپا رحمت و شفقت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دعوےٰ محدود نہیں بلکہ عام ہے۔ یعنی خدا نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ ہم نے محمد کو صرف مسلمانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ بلکہ اس دعوے میں عالم انسانیت کی بھی قید نہیں ہے۔ بلکہ جتنے بھی عالم ہیں۔ یعنی خواہ عالم انسان ہو یا عالم حیوان۔ یا عالم نباتات ہو یا جمادات۔ غرضیکہ کل کائنات اس دعوے میں شامل ہے۔ اور کائنات کی ہر مخلوق پر سراپا رحمت بنا کر آپ کو بھیجنے کا دعوےٰ خدا نے کیا ہے۔

پیغمبر اسلام واقعی رحمت للعالمین ہیں

پیغمبر اسلام کے متعلق یہ ایک دعوےٰ ہے جو ڈنکے کی چوٹ کیا گیا ہے۔ اور صدہا سال تک کسی معاند اور دشمن کو بھی اس دعوے کو جھٹلانے کی ہمت نہیں پڑی۔ پیغمبر اسلام کو ایسی قوم اور ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو شب و روز ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ کہ کوئی الزام لگائیں۔ یا موقع ملے تو جھٹلائیں یا کوئی غلط دعوےٰ ہو تو اس کی تردید کریں۔ مگر تیئیس سال کی مدت میں کسی ایک متنفس کو بے رحمی اور سنگدلی تو ایک طرف رہی معمولی سے معمولی الزام لگانے کی جرأت نہ ہوئی حالانکہ منافقین کی ایک جماعت اندرونی اور بیرونی زندگی کے ایک ایک حط و خال سے واقف اور آگاہ بھی۔ اور ان کے سامنے اسی خدا کا جس کو وہ جھٹلاتے تھے یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے آپکو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر اس دعوے کے خلاف دشمنوں کو ذرا سی بھی گنجائش ملتی تو وہ فوراً اعتراض کر کے اس دعوے کو جھٹلاتے۔ مگر باوجود انتہائی دشمنی اور عداوت کے شب و روز کی ٹوہ اور فکر کے باوجود صرف ایک ہی الزام لگا سکے۔ کہ آپ بت پرستی کے خلاف وعظ کہتے ہیں اور ہمارے مذہب سے ہماری قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے باپ دادا جن بتوں کی پرستش کرتے تھے ان سے ہمیں باز رکھنا چاہتے ہیں۔ پس یہی ایک الزام تھا۔ جو آپ پر لگایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا الزام نہیں لگایا گیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے رحمی اور سنگدلی کا اگر کوئی ایک واقعہ بھی ملتا تو ایسے اشد شدید مخالفین کی نظر اس پر ضرور پڑتی۔ اور خدائی دعوے کی تردید اور اس کو جھٹلانے

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلعم پر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ایک ناپاک جھوٹ

آخری الزام جو مسٹر کیش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لگایا ہے کہ آپ نے بنی مصطلق کی عورتوں کی عصمت دری کی اجازت دی۔ پرلے درجہ کا ناپاک جھوٹ ہے۔ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں لگایا اور اس سے بڑھ کر جرأت یہ ہے کہ اس الزام کے "تمام کتب احادیث" میں پائے جانے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ میں **مسٹر کیش کو چیلنج کرتا ہوں** کہ وہ حدیث کے کسی ایک ہی مجموعہ سے ایسی شہادت پیش کرے جو اس الزام کی مؤید ہو۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس سے میور جیسا معاند مصنف بھی قطعاً ناواقف ہے۔

عارضی نکاح یا متعہ

احادیث سے جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ صرف ابو سعید خدری کی ایک روایت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی فوج میں سے بعض لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ ان عورتوں سے جو اسیران جنگ میں شامل تھیں عارضی طور پر نکاح پڑھائیں۔ اور اس سلسلہ میں ایسا طریق اختیار کریں کہ کوئی اولاد نہ ہونے پائے۔ لیکن اس بات کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کہ انہوں نے کبھی اس پر عمل بھی کیا تھا۔ ابو سعید کی اس روایت میں صرف عزل (یعنی امتناع پیدائش کا ایک طریق) کے جواز کا ذکر ہے اس میں قطعاً یہ نہیں بتایا گیا کہ بنی مصطلق کی عورتوں سے کیا سلوک کیا گیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر متعہ (عارضی نکاح) کی اجازت تھی۔ قرآن کریم نے اس کو بند کر دیا۔ لیکن یہ تمام اصلاحات تدریجاً نافذ کی گئیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔

اسیران جنگ کے ساتھ نکاح

قرآن کریم نے اسیران جنگ کے ساتھ کھلے طور پر نکاح کا حکم دیا ہے اور ذیل کی آیہ کریمہ مسٹر کیش کے بے بنیاد الزام کی کھلی تردید ہے:-

ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنٰت المؤمنٰت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیٰتکم المؤمنٰت واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن واٰتوھن اجورھن بالمعروف محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذٰت اخدان فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب ذٰلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم۔

جو شخص تم میں سے اتنی فراخی کی طاقت نہیں رکھتا کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو پھر ان مومن لونڈیوں سے نکاح کرے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم ایک دوسرے سے ہی ہو۔ سو انہیں ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح میں لاؤ۔ اور ان کو دستور کے موافق ان کے مہر دیدو۔ پاکدامن ہوں۔ نہ کھلی بدکاری کرنے والی۔ اور نہ پوشیدہ آشنا رکھنے والی۔ پھر جب وہ نکاح میں لائی جائیں تو اگر بے حیائی کریں تو ان کے لئے آزاد عورتوں کی سزا سے نصف ہے۔ یہ تم میں سے اس کے لئے ہے جسے ہلاکت میں پڑنے کا خوف ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (النساء ۴ : ۲۵)

بنو مصطلق کی عورتوں سے سلوک

جہاں تک اس سلوک کا تعلق ہے جو خاص بنو مصطلق کی عورتوں کے ساتھ کیا گیا۔ تمام کتب احادیث میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ تاریخی شہادت پائی جاتی ہے کہ ان سب کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا گیا کیونکہ ان میں سے ایک جویریہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا۔

ہندو لڑکیاں اور مسلمان

سیکرڈ ہارٹ گرلز سکول میں ایک ہندو لڑکی کے عیسائی ہو جانے پر بھائی پرمانند نے ایک طویل مضمون "گورو گھنٹال" میں لکھا ہے جس کے شروع ہی میں مسلمانوں کو ملیچھ کے نام سے پکارتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ:

"آج ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی ہندوستان بھر میں سینکڑوں مسلمان گرلز سکول ہوتے ہوئے آپ ایک ہندو لڑکی کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ جو کسی اسلامی سکول یا انسٹی ٹیوشن میں تعلیم پاتی ہو۔ آج آپ کو ۲۴ کروڑ ہندوؤں میں ایک بھی ہندو ماں باپ نظر نہ آئے گا۔ جو اپنی لڑکی کو کسی مسلمان سکول میں بھیجنے کے لئے تیار ہو۔ اس پہلو میں ہندوؤں نے کبھی مسلمانوں کا اعتبار نہیں کیا"

اس کے ساتھ ہی بعض مسلمانوں کو ظالم اور بے رحم قرار دیتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ہندو عورتوں نے جل مرنا پسند کیا۔ مگر کسی غیر ہاتھ کو اپنے مقدس بدن تک آنے کی اجازت نہ دی"۔

اس قسم کی تحریرات جو آئے دن بھائی پرمانند کے قلم سے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ ہندوستان کی فضا کو دن بدن مکدر کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ سیکرڈ ہارٹ سکول کے واقعہ کے ساتھ ان باتوں کا کیا تعلق ہے۔ کیا بھائی پرمانند نے ہر جا و بیجا طریق سے ہندو مسلمانوں کو باہم لڑانے کی قسم کھائی ہے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہندو دیویوں میں وہ بھی ہو گذری ہیں جو اپنی خوشی سے مسلمان شہنشاہوں کے گھروں میں ان کی رانیاں بن کر آئیں۔ اور کبھی ان کے مذہب اور معتقدات میں کوئی دخل اندازی نہیں کی گئی؟ کیا بھائی پرمانند کو علم نہیں کہ سینکڑوں اور ہزاروں ہندو عورتیں مسلمان فقراء اور اولیاء سے دلی عقیدت رکھتی اور ان سے فیض یاب ہوتی رہی ہیں۔ اب تک بے شمار ہندو عورتیں مسجدوں اور خانقاہوں میں مسلمانوں کے روحانی تاثرات سے فائدہ اٹھانے کے لئے جاتی ہیں۔ کیا ان کو بھائی پرمانند ہندو مذہب میں داخل نہیں سمجھتے؟

ہندو لڑکیوں کے مسلمان سکولوں میں داخل نہ ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ انہیں مسلمانوں پر اعتماد نہ تھا۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ہندو اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانا اچھا نہ سمجھتے تھے۔ صرف مردوں میں ان کے ہاں تعلیم کا رواج تھا۔ اور بے شمار ایسے خاندان آپ کو ہندوؤں میں ملیں گے جن کے مردوں نے اسلامی عملداری میں مسلمانوں ہی سے فارسی اور دیگر علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی۔ بھائی پرمانند کا ان تاریخی واقعات کو نظر انداز کر کے ایسی تحریرات شائع کرنا جن سے نفاق و شر انگیزی کی بو آتی ہے فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کرنا ہے۔ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا صاحب دل انسان نہیں جو بھائی پرمانند کی ان فتنہ انگیزیوں کو روکنے کی کوشش کرے۔

شذرات

ہندوؤں میں گائے کا عظمت جس قدر پائی جاتی ہے شاید کسی اور چیز کی اس قدر نہیں۔ یہاں تک کہ خدا کا نام بھی اسقدر ہندوؤں کو اکٹھا کرنے کا موجب نہیں۔ جس قدر ہندو گائے کے نام پر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے گوموت تک کو پوتر سمجھ کر استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اس کی وجہ دراصل کیا ہے۔ کیوں وہ گائے کو اس قدر پوتر جانور خیال کرتے اور دیوتا مانتے ہیں۔ اور دوسرے جانوروں بلکہ انسانوں تک کو یہ عزت حاصل نہیں۔ اس سوال کا جواب غالباً اس تحریر سے مل سکتا ہے جو حال ہی میں مسٹر بالجی گووندجی ڈیسائی نے مہاتما گاندھی کے اخبار "ینگ انڈیا" میں شائع کی ہے۔

مسٹر ڈیسائی لکھتے ہیں کہ "مہابھارت کے ان بہت سے ابواب میں سے جو گائے کی تعریف سے مملو ہیں ایک باب اس واقعہ پر مشتمل ہے کہ یدھشٹر نے ایک دفعہ بھیشم سے یہ سوال کیا کہ گائے کے گوبر میں کونسی خصوصیت ہے کہ اسے خوش دلی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں بھیشم نے ایک پرانی کہانی اسے سنائی کہ ایک دفعہ شری دیوی جو لکشمی کی دیوی کہلاتی ہیں نہایت خوبصورت شکل اختیار کر کے گایوں کے ایک گلہ میں جا داخل ہوئی۔ تمام گائیں اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیران رہ گئیں اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں جا رہی ہیں۔ شری نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ اگر تم مجھے خوشی دو

اجازت دو تو میں تمہارے اندر سکونت اختیار کر لوں۔ گایوں نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ تم میں سنجیدگی اور قرار موجود نہیں۔

شری نے پھر زور دیا کہ محض اس وجہ سے اس قدر بے رخی میرے ساتھ نہ کرو کہ میں خود تمہارے پاس چلکر آئی ہوں۔ حالانکہ لوگ میرے پاس چلکر جاتے ہیں۔ گایوں نے پھر بھی نہ مانا اور اس کی درخواست کو بائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ لیکن شری نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ تم نے میری اس درخواست کو نہ مانا اور اپنے اندر مجھے جگہ نہ دی تو تمام دنیا مجھے رد کر دیگی۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ کس حصہ جسم میں مجھے جگہ دی جاتی ہے۔ صرف جگہ کی مجھے ضرورت ہے۔ جہاں مل جائے میں وہیں سکونت اختیار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر گایوں نے کہا کہ "اے مشہور و معروف دیوی! یقیناً ہم پر واجب ہے کہ ہم تیری عزت کریں کیا آپ ہمارے پیشاب اور گوبر میں سکونت اختیار کرنا پسند کریں گی؟ اے مقدس دیوی یہ دونوں چیزیں پاک اور مقدس ہیں"۔

مہابھارت کے اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد مسٹر ڈیسائی نے لفٹنٹ کرنل آر سنگ کارسن آفیسر انچارج آف دی ڈیفنسی ڈیزیز ز انکوائری کے ایک میمورنڈم کا حوالہ دیا ہے۔ جو رائل کمیشن برائے تحقیقات زراعت کو بھیجا گیا ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ گائے کا پیشاب اور گوبر ان پودوں کے لئے جو نشوونما نہیں پا سکتے۔ سوائے اس کے کہ انہیں حیوانی جسم سے نکلا ہوا کھاد بہم پہنچایا جائے۔ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔

مسٹر ڈیسائی کا خیال ہے کہ لفٹنٹ کرنل میک کارسن کے اس بیان نے مہابھارت کی مقدس کہانی کو سچا ثابت کر دیا۔ اور آج سائنس نے بھی گائے کے گوبر اور پیشاب کے قیمتی ہونے کی شہادت دیدی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ہندو قوم کے ان تعلیم یافتہ دماغوں کو کیا کہیں جو جہالت اور توہم پرستی کے زمانہ کے لغو قصوں کو سائنس کے مطابق قرار دینے میں کوشاں ہیں۔ لفٹنٹ کرنل میک کارسن نے اگر گائے کے گوبر کو مفید قرار دیا ہے تو صرف ان پودوں کے لئے جن کو حیوانی کھاد کی ضرورت ہے۔ نہ کہ انسانوں کے لئے۔ حالانکہ ہندو قوم ان چیزوں کو انسانوں کے لئے بھی پوتر مانتی اور مذہبی رسومات میں عقیدت کے ساتھ انہیں استعمال کرتی ہے۔ کیا ایسے عقیدوں کو سائنس کے مطابق قرار دینا اس بیسویں صدی میں اپنی عقل و خرد کا ماتم کرنا نہیں؟

اس تمام بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے کے اندر اگر کوئی عظمت کی چیز پائی جاتی ہے تو وہ اس کا گوبر اور پیشاب ہے۔ جو بعض سبزیوں اور روئیدگیوں کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ محض یہی ایک بات ہے جس کے لئے گائے کی عظمت ضروری ہے۔ تو ہندوؤں کو چاہیئے کہ گائے کا گوبر اور پیشاب کبھی ضائع نہ ہونے دیں۔ بلکہ اس پوتر چیز کو جہاں کہیں ملے نہایت عظمت اور تکریم کے ساتھ اٹھا کر جمع کرتے جائیں۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار گایوں کا گوبر اور پیشاب بازاروں اور گلیوں نالیوں میں ضائع ہوتا رہتا ہے

مبارکباد

احباب کرام یہ سن کر خوش ہونگے کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے صاحبزادہ نصیر احمد صاحب فاروقی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے انڈین سول سروس کے امتحان میں کامیاب اور ملازم ہو گئے ہیں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں

متشابہات اور پیشگوئیوں میں تاویل کی ضرورت

اشراطِ قیامت کی پیشگوئیاں قابلِ تاویل ہیں!

قارئین پیغامِ صلح حیدرآباد کے مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب [illegible] سے خوب واقف ہیں۔ پچھلے دنوں اخبار "سچ" میں "اسلام اور یورپ" کے عنوان سے جو سلسلہ مضمون انہوں نے شروع کیا تھا اس میں دجال اور یاجوج ماجوج کی تمام علامات کو انہوں نے یورپین اقوام پر منطبق کر کے حضرت مسیح موعود کے خیالات کی [illegible] تصدیق کی، اور بعض دیوبندی علماء کے متنبہ کرنے پر کہ اس سے مرزا صاحب کے خیالات کی تائید ہوتی ہے۔ صاف طور پر کہہ دیا کہ کسی فرقہ غلطی کی وہ ایک بات میں موافقت اگر سنگِ راہ تحقیق مانی جائے تو پھر اہل سنت کو شیعوں کے ڈر سے حبِ اہل بیت کی اور نواصب کے ڈر سے تعظیمِ صدیقؓ و فاروقؓ کی ضرورت ہوگی؟

لیکن کسی ایک ہی بات میں نہیں ہم جہاں تک سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کی تمام باتوں سے اہلِ تحقیق کو آخر کار اتفاق کرنا پڑے گا اور خود مولوی عبداللہ شاہ صاحب ایک ایک کر کے اتفاق کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جس کو انہوں نے "فرقہ باطلہ" کے نام سے پکارا ہے۔ عملاً اس کو فرقہ حقہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ چنانچہ اب انہوں نے ایک اور سلسلہ مضمون "الظاہر والمستور" کے نام سے شروع کیا ہے جس کی دوسری قسط میں متشابہات اور پیشگوئیوں کے مضمون پر نہایت فاضلانہ اصولی بحث کی ہے چونکہ مسیح موعود کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں احادیث میں آئی ہیں۔ وہ اشراطِ قیامت سے خاص تعلق رکھتی ہیں۔ جن پر بحث کرنا مولوی صاحب کے مضمون کا اصل موضوع ہے۔ اس لئے اور اس غرض سے بھی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وہ تمام مخالفین جو بعض پیشگوئیوں کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کر کے اس سلسلہ کو باطل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی عبداللہ شاہ صاحب کے خیالات سے بصیرت حاصل کر سکیں۔ ہم اس دوسری قسط کو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

قرآن میں محکمات و متشابہات

اس تمام بحث کی اصل وہ آیت ہے جو سورۃ آل عمران کے اوائل میں وارد ہوئی ہے۔

هو الذی انزل علیك الكتاب منه آیات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات۔ فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله۔ والراسخون فی العلم یقولون آمنا به كل من عند ربنا الخ

وہی خدائے پاک ہے جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا۔ اس میں سے بعض آیات محکمات ہیں۔ اور چند دیگر آیات متشابہات لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی و میل ہے تو وہ (محکمات کی اتباع چھوڑ کر) خواہ فتنہ جگانے یا اصل مقصود خداوندی معلوم کرنے کو مشتبہ المعنی آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مصداق و مطلب خدا ہی جانتا ہے۔ اور راسخین فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے متشابہات پر بھی محکم و متشابہ سب خدا ہی کی جانب سے ہیں۔

تفاسیر ابن جریر و درمنثور و کبیر و احمدی و اتقان میں مذکور ہے کہ یہ آیت ان یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کی شان میں نازل ہوئی جو آنحضرتؐ کی ایذادہی کے لئے حروف مقطعات و دیگر آیات مشتبہ المعنی کو لے کر خواہ مخواہ آپ سے کج بحثی کرتے تھے کبھی ان مقطعات سے حساب ابجد مدت بقاء دین اسلام بتاتے کبھی خدا کے تعظیمی الفاظ جمع نحن وغیرہ سے تثلیث پر استدلال کرتے۔

دو قسم کی آیات

لہذا صاف و صریح مطلب اس آیت کا محض اسی قدر ہے۔ کہ خدا نے قرآن مجید میں دو قسم کی آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو احکام و اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔ اور جن کا مطلب صاف و واضح ہے ہر عربی زبان جاننے والا انکا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ دوسری وہ آیات ہیں۔ جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہیں۔ یا امور غیبیہ آیندہ سے جن میں از روئے بلاغت و فصاحت اعلیٰ استعارہ تشبیہ و مجازات استعمال کئے گئے ہیں۔ جیسا فصحائے عرب کی عادت تھی جن کی زبان پر قرآن نازل ہوا۔

احادیث میں محکمات متشابہات

احادیث کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں بھی انہیں دونوں قسموں کے الفاظ و عبارات پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نصوص احکام متعلق بعمل ہیں ان میں صاف صاف واضح عبارتوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ مقصود اصلی جو عمل ہے فوت نہ ہونے پائے۔ بخلاف ان پُراسرار امور کے جو عالم غیب سے متعلق ہیں۔ جو غیر محسوس و غیر مشارٌ الیہ ہے۔ ان حقائق غیبیہ کے اصل مدعا کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ ان میں بجز استعارات و تشبیہات و تمثیلات کے کام نہیں چلتا۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات جو عالم غیب سے متعلق ہیں اگر ان میں سے کسی کو بھی بتانا منظور ہے۔ تو بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ انسانوں کے صفات سے تعبیر کیا جائے گا۔ حالانکہ انسانی صفت اور خدائی صفت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ خدائی صفت بجز انسانی صفت کی تمثیل کے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتی۔ انسان قوت بطش خداوندی کو بجز اسکے سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ خدا کے لئے بھی ہاتھ ثابت کیا جائے۔ حالانکہ ذات خداوند اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ اس کے لئے ایک آلہ جارحہ کی ضرورت ہو۔

امور غیبیہ میں تمثیل و استعارہ

اسی طرح بہت سارے آیندہ امور غیبیہ کی حالت ہے۔ کہ جب ان کو معلوم کرانا منظور ہوتا ہے۔ تو بجز اس کے چارہ نہیں کہ تمثیل و استعارہ کا پیرایہ اختیار کیا جائے۔ ان کے لئے وہی الفاظ استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ جو ان کے صفات خاصہ پر دلالت کر سکیں ورنہ ان کے اعیان تو ابھی تک عالم غیب میں معدوم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواب میں بھی جو وقائع آئندہ نظر آتے ہیں تو تمثیلی شکل میں ہی اکثر نظر آتے ہیں اور حقیقی شکل میں بہت کم۔ عارفین کے نزدیک عالم مثال ایک مستقل عالم محض اسی کام کے لئے ہے کہ معانی مجردہ عالم غیب کو عالم شہادت کے صور تمثیلیہ میں پیش کرے۔ مثلاً علم کو دودھ کی شکل میں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رؤیا یا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ الرؤیا جزء من ستة واربعین جزءًا من النبوة۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولیا انبیا کے کشوفات حوادث آیندہ کا سرچشمہ بھی مثل خواب کے یہی عالم مثال ہے۔

پیشگوئیاں تاویل طلب ہوتی ہیں

یہ مسلم ہے۔ کہ نصوص شرعیہ جیسے احکامات اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح حقائق غیبیہ آیندہ پر بھی مشتمل ہیں۔ محکمات احکام کو جیسے ان کے معانی ظاہرہ حقیقیہ پر محمول کرنا لابدی ہے۔ النصوص تحمل علی ظواہرہا مالم تمنع۔ اسی طرح امور غیبیہ کو خواہ وہ پیشگوئیاں آئندہ کے متعلق ہوں۔ یا صفات و ذات باری تعالیٰ کے متعلق۔ دونوں ان کے ظاہر معنے ہی پر محمول کرنے پر اصرار اصرار بیجا ہے۔ پیشین گوئیوں اور صفات الٰہیہ میں فرق صرف اسی قدر ہے کہ پیشگوئیاں عالم شہادت میں ایک نہ ایک روز آنے والی ہوتی ہیں۔ بخلاف صفات کے کہ وہ ہمیشہ غیب ہی غیب سے متعلق رہیں گی۔ عالم شہادت سے ان کو کبھی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا بہ نسبت صفات الٰہیہ کے ان پیشین گوئیوں کے وقوع کے بعد ان کی ایسی تاویل جس سے وہ مصداق پر پورے منطبق آسکیں نہایت ضروری ٹھہرتی ہے۔ ورنہ شارع کی پیشین گوئیوں سے جو اصل مطلب تھا وہ فوت ہو جائے گا۔ بخلاف صفات الٰہیہ کہ ان کی تاویل نہ کر کے اگر انہیں علیٰ حالہا چھوڑ دیا جائے اور اس کے حقائق کو علم ایزدی کے تفویض کر دیا جائے تو چنداں خرابی متصور نہ ہوگی۔ جیسا کہ اکثر سلف کا اعتقاد رہا ہے۔ ہاں خواب کی طرح بعض امور غیبیہ آئندہ حقیقی شکل میں بھی دکھائی جاتی ہیں مگر سب اسی طرح ہونا لازمی نہیں۔

متشابہات کی حقیقت

غرض کہ آیت مذکورہ پر غور کرنے سے مطلب صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب زیغ و ضلال وہی ہیں۔ جو محکمات کی پوری پابندی کرنے سے جی چرا کر خواہ مخواہ فتنہ پردازی کی نیت سے متشابہات کی حقیقت دریافت کرنے کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔ اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس پر اس قدر گھمنڈ ہوتا ہے کہ گویا وہی مراد خداوندی ہے۔ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ سے یہی مطلب ہے۔ تاویل سے مراد مصداقات اور اصلی حقائق واقعیہ ہیں۔ نہ کہ بعض معنی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ولما یاتہم تاویلہ۔ بخلاف راسخین فی العلم کے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ محکمات اوامر و نواہی کی پابندی میں صرف کرتے ہیں اور اسی میں منہمک رہتے ہیں۔ اس سے ان کو اس قدر فرصت ہی نہیں ملتی۔ کہ وہ خواہ مخواہ متشابہات کی ٹوہ میں لگ جائیں۔ پھر اگر کسی وجہ شرعی و ضرورت دینی کے سبب سے وہ اگر ان مسائل غامضہ و مضامین متشابہ کی تحقیق و تاویل کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں تو جو چیز ذات خداوندی سے خاص ہوتی ہے۔ مثلاً وقت قیام قیامت وقت خروج وغیرہ بتانا تو اس کو خدا کے علم پر حوالہ کرتے ہیں اور جو چیز ان اسرار متشابہات سے ان پر کھلتی بھی ہے تو اس پر وہ گھمنڈ نہیں کرتے۔ بلکہ خدا ہی کو اس کی حقیقت کا عالم جانتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان سے کجروی و گمراہی ظہور نہ ہو۔

چنانچہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا اسی کی صریح دلیل ہے جو اس آیت کے اخیر میں راسخین فی العلم کے مقولے کے تحت ہے۔

متشابہات کی تاویل نصوص شریعت کے مطابق ہونی چاہیے

چنانچہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔

قالت تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ فاحذرھم

فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر حضور نے فرمایا کہ اے [illegible] جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کر رہے ہوں تو سمجھ لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا خدا نے تذکرہ فرمایا ہے [illegible]

حضرت عائشہؓ کو جن لوگوں سے سابقہ پڑا تھا وہ وہی اصحاب جمل تھے جو [illegible] جمل کا باعث ہوئے۔ جس پر حضرت عائشہؓ کو آخر آخر افسوس ہی کرنا پڑا۔ بعد میں معلوم پڑا کہ حضرت عائشہ کو حکم ہوا تھا کہ "جب تم دیکھو" اور وہ یہی دیکھی [illegible] کہ جن لوگ تاویلات ناجائز کرتے ہوئے خلیفہ برحق سیدنا علی علیہ السلام کے خلاف لڑنے پر آن کھڑے ہوئے۔ اور خود اپنی طرح حضرت عائشہ کو بھی فتنوں میں پھنسا دیا۔

اس سے واضح ہے۔ کہ تاویلات ناجائز وہی تصور ہوتے ہیں جو علانیہ نصوص محکمہ مسلمہ شریعت کے خلاف ہوں۔ اور ان تاویلات کی غرض افساد و انتشار فتنہ ہو ورنہ یہ ظاہر ہے کہ اگر خدا نے کسی کو علم متشابہات سے سرفراز فرمایا ہو اور وہ محض دینی لحاظ سے اس کو ظاہر کرے نہ کہ فتنہ مچانے کے لئے اور تاکید [illegible] کریں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہی مراد حق ہے اور پھر جو کچھ وہ تاویل کر رہا ہو اس سے شریعت کے کوئی اصول مسلمہ نہیں ٹوٹتے اور نہ وہ خلاف زبان عربی ہیں بلکہ ان تاویلات سے دین کو یا مسلمانوں کو نفع پہنچنے کی امید ہو۔ یا کم از کم ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تو پھر اس آیت یا اس حدیث سے ایسی تاویلات کا زیغ و ضلال کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تاویل متشابہات علماء سلف سے

یہی وجہ ہے کہ علماء سلف و خلف سے نہ فقط تمام متشابہات کی تاویلات ہی مروی ہیں بلکہ بہت سارے موجودہ عقائد فرقہ ناجیہ انہیں تاویلات پر مبنی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ متشابہات جو مفسرین و اصولیین و فقہاء و متکلمین کے پاس بالاتفاق متشابہات ہیں ان کی بھی سیکڑوں تاویلات انہیں تفاسیر مروجہ متداولہ میں بھری پڑی ہیں۔ کیا کوئی ذی عقل انسان ان سلف و خلف بزرگوں کی تاویلات مذکورہ تفاسیر کو زیغ و ضلال کا موجب بتا سکتا ہے۔ اور ان بزرگوں کو اہل زیغ و ضلال قرار دے سکتا ہے؟

متشابہات کو حقیقت پر محمول کرنا غلطی ہے

اب رہی یہ بات کہ تاویل متشابہات کیوں کی جائے۔ اور کیوں کی جانی چاہیے۔ سو یہ ہے۔ کہ متشابہات کی وجہ تسمیہ ہی یہی ہے۔ کہ ان کا مطلب بوجہ اختلاف [illegible] معانی مختلفہ جلد سمجھ میں نہیں آتا۔ اور تعین معنی مشکل ہو جاتا ہے۔ یا ان کے ظاہری و حقیقی معنی عقلاً و نقلاً محال و خلاف فطرت اللہ ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی ایسی تاویل ضروری ہوتی ہے۔ جس سے شریعت ظاہرہ پر تجویز استحالہ و خلاف فطرت کا الزام نہ آنے پائے۔ مثلاً صفات باری و استوا علی العرش کی اگر تاویل نہ کی جائے اور مشبہہ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ جو ان کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ تو لامحالہ شریعت ظاہرہ پر جو عین مراد فطرت ہے مخالفت فطرت و تجویز محالات کا الزام عائد ہوگا جو وہ یقیناً بری ہے۔ لہذا ہم کو یا تو اشاعرہ کی طرح تاویل کرنی چاہیے گی۔ یا سلف اور [illegible] الاعتقاد اہل حدیث کی اس کی حقیقی معنوں کے علم کو خدا کے حوالے کرنا ہوگا اور مجمل [illegible] ایمان رکھنا پڑے گا۔

اشراط قیامت قابل تاویل ہیں

مگر ان سلف و اہل حدیث کا رد یہ صفات باری و اوصاف قیامت و جنت [illegible] وغیرہ کے متعلق تو چل جائے گا۔ لیکن ان اشراط قیامت کے متعلق نہیں چل سکتا جو [illegible] از وقوع قیامت و تغیر و تبدل نشأت دنیا اس نشأت دنیا میں ہی ہونے والے ہیں جبکہ ان کے ظاہری معنے محال و خلاف دہوی فطرت اللہ کے ہوں جو [illegible] جو ایسے ہوں کہ ان کی پیشین گوئیاں ان سے پرحذر رہنے کے لئے کی گئی ہوں۔ یہ امر بھی ظاہر ہے۔ کہ اگر ان کی تاویل نہ کی جائے اور ان کے صور واقعیہ مطابق [illegible] منطبق نہ کیا جائے۔ تو اصل مطلب شرع فوت ہو جائے گا۔ اور پرحذر رہنے کے بجائے غفلت ہی غفلت میں امت برباد ہو جائے گی۔

بخلاف اوصاف قیامت کبریٰ و احوال جنت و نار کے کہ ان کی تاویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان پر ایمان رکھ کر ان کی حقیقت کو خدا کے تفویض کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا محل وقوع وہ زمانہ ہے۔ جو اس نشأت دنیاویہ کے تمام کارخانے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد آنے والا ہے۔ اس وقت نشأت کے محال و غیر محال کی بحث ہی سرے سے مدار نہ ہوگی۔ وہ نشأت و فطرت ہی دوسری ہوگی۔ اور زمانہ ہی دوسرا ہوگا۔ اس کو اس نشأت دنیاویہ سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔

(باقی صفحہ ۷ کالم ۳ کے آخر میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ نمبر ۷۲

ایک اہم سوال

کیا اسلام پر وطنیت کو ترجیح دینی چاہیئے ؟

ہندوستان کی سیاسی مجالس اور قومی مباحث میں مسلمانوں کے سیاسی کارکنوں کو آئے دن اس سوال کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ کہ "آیا آپ مسلمان پہلے ہیں اور ہندوستانی پیچھے یا ہندوستانی پہلے اور مسلمان پیچھے ؟" یہ سوال ہمیشہ برادران وطن کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارے جو بھائی اسلام کی تعلیم سے قطعاً بیگانہ ہیں اور محض اس لئے مسلمان ہیں کہ وہ ایک اسلامی گھرانے میں پیدا ہوئے انہیں اس امر کا اعلان کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوتا کہ "ہم ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے" یا دوسرے الفاظ میں ہم ہندوستان کی متحدہ قومیت کو مذہب پر مقدم سمجھتے ہیں" ہندو بھائی اس جواب سے قدرتی طور پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر خوشی کے جوش میں بندے ماترم کا نعرہ لگاتے ہیں۔ یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ برادران وطن اسلام کو اپنی قومی اور مذہبی اغراض کے منافی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ شدھی، سنگھٹن اور ہندو مہاسبھا کی دوسری تحریکوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

برادران وطن اس نکتہ کو خوب سمجھتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی تعلیم یافتہ جماعت کا ایک بڑا حصہ "ہندوستانی پہلے اور مسلمان پیچھے" کے سیاسی عقیدہ پر کاربند ہو جائے تو ان کی یہ دیرینہ آرزو بہت جلد واقعیت کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ کہ فرزندان اسلام کی جداگانہ سیاسی حیثیت کا قصہ ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سات یا آٹھ کروڑ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ ہندو الاصل ہے اور اگر یہ مسلمان اسلامی تعلیم، اسلامی روایات اور اسلامی غیرت سے کوئی سروکار نہ رکھیں تو پھر ان میں اور ہندوؤں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں میں قومی تفریق کا باعث اسلام اور صرف اسلام ہے جس کی بدولت ہندوؤں اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن میں اختلاف عظیم پایا جاتا ہے۔

لیکن تہذیب و تمدن کے اس شدید اختلاف کے باوجود اسلام ہمسایہ اقوام کے ساتھ دوستانہ اور مصالحانہ تعلقات رکھنے کے ہرگز سد راہ نہیں بلکہ ان کے قیام کا حامی ہے۔ تاریخی واقعات اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جن غیر مسلم اقوام نے فاتحان اسلام کے ممالک میں پناہ لی اور رعیت کی حیثیت سے ایک پرامن زندگی بسر کرنے کا اقرار کیا انہیں وہ تمام مذہبی اور سیاسی حقوق حاصل تھے جن کی ایک محکوم قوم کو تمنا ہو سکتی ہے۔ خود عیسائی مورخین اس امر کا علی الاعلان اعتراف کرتے ہیں کہ مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو آزادی انہیں سلطان سلیمان اعظم کے عہد میں حاصل تھی وہ انہیں عیسائی حکومتوں کے عہد میں نصیب نہ تھی۔ عیسائی بادشاہ اپنی عیسائی رعایا سے اس سختی کے ساتھ ٹیکس وصول کرتے تھے کہ زراعت پیشہ لوگ بتعداد کثیر اپنے آبائی وطن سے ترکی کی طرف ہجرت کر جاتے تھے۔ جہاں کسان مقابلتہً اطمینان اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ غرضکہ اسلام ہمیشہ مظلوموں اور کمزوروں کے مذہبی اور سیاسی حقوق کا محافظ رہا ہے۔

جب تمام دنیائے اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید فرزندان اسلام کو دینی اور دنیوی مشکلات کا حل اور ایک مکمل دستور العمل ہے تو کیا وہ پوری آزادی کے ساتھ اس امر کا اظہار نہیں کر سکتا کہ "میں مسلمان پہلے ہوں اور ہندوستانی پیچھے۔ کیونکہ میرا اسلام مجھے شفیق باپ محسن دوست۔ نیک ہمسایہ اور ہمدرد انسان بننے۔ نیکی، راستبازی، اور امن کی زندگی بسر کرنے، ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کا ساتھ دینے اور غیر مذاہب کا احترام اور ان کے پیروؤں کے ساتھ رواداری اور انصاف ملحوظ رکھنے کی ہدایت دیتا ہے" اگر اس اعلیٰ تعلیم کے باوجود کوئی مسلمان یہ کہتا ہے کہ "میں ہندوستانی پہلے ہوں اور مسلمان پیچھے" تو وہ گویا اپنی زبان سے اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ اس کا مذہب سیاسی پہلو سے اس قدر ناقص اور نامکمل ہے کہ وہ غیروں کے سامنے اپنے مذہب کی فضیلت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ایک مسلمان کی تعلیم اور اس کی زندگی کا یہ مقصد وحید ہونا چاہیئے کہ اپنے قول اور فعل سے اپنوں اور بیگانوں کے سامنے اسلام کا ایک صحیح نمونہ پیش کرے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ عامہ مسلمین بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ جو دین فطرت (اسلام) کو انسان کی فطرت صحیحہ کے نقطۂ خیال سے سمجھتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں اسلام اپنوں اور بیگانوں سے کامل انصاف اور رواداری کے برتاؤ کی توقع رکھتا ہے۔ رسول کریم صلعم کی سیرت ہمارے لئے صراط مستقیم کا حکم رکھتی ہے۔ کیا ہم حضور کی زندگی اور صحابہ کرام کے حالات میں سے کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش کر سکتے ہیں جس سے مذہبی عصبیت یا مذہبی جنون کا خفیف سے خفیف شائبہ بھی پایا جائے ؟ ہرگز نہیں جس مذہب میں عصبیت یا جنون کا عنصر غالب نظر آتا ہے وہ کبھی اپنے روحانی مشن کی تکمیل میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عنصر فطرت صحیحہ کے خلاف ہے۔ اور جسے اسلام ناجائز قرار دیتا ہے۔

بعض علمائے کرام کا یہ خیال ہے کہ اسلام کو سیاسیات سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر وہ غلطی پر ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اسلام کی تشکیل و تنظیم بجائے خود سیاست کا ایک عظیم الشان مظاہرہ ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ البتہ دونوں کے عمل کی حدود علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر دنیا کے گزشتہ اور موجودہ خونریز ہنگاموں اور فتنوں کے اسباب پر ایک غائر نظر ڈال جائے تو ہم پر بہت جلد یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ جب انسان اپنے نفسانی جذبات کے مقابلہ میں سچائی، اخلاق اور انصاف کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتا ہے تو اس سے ایسی وحشیانہ حرکات سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہیں۔ حالانکہ اگر وہ حقیقی معنوں میں مذہب کے اخلاقی اور روحانی قوانین کا پابند رہتا تو کبھی ان انسانیت سوز حرکات کا مرتکب نہ ہوتا۔

جو لوگ خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مذہب کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں، وہ دراصل مذہب کے روحانی قواعد پر اپنی نفسانی خواہشات کو مقدم رکھنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں من مانی کارروائی کرنے کا موقع مل جائے۔ برادران وطن جانیں اور ان کا کام جانے لیکن برادران اسلام کی خدمت میں یہ عرض کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ہندوستان میں اسلام کی طاقت اور اس کی شاندار روایات کو برقرار رکھنا اور اسلام کی دینی اور دنیوی برکات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ تو پھر ان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ وہ مسلمان پہلے ہیں اور ہندوستانی پیچھے۔ وہ اس عقیدہ پر قائم رہ کر ان تمام ذمہ داریوں سے بوجہ احسن سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ جو ان پر ہمسایہ اقوام کے متعلق عائد ہوتی ہیں۔

ایک نادان مرید

اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں اللہ دتا صاحب جالندھری سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام قادیان کا حسب ذیل استفتا شائع ہوا ہے :-

> "ا نے ب پر الزام زنا لگایا۔ مگر چار گواہ پیش نہیں کرتا بلکہ اس سے عاجزی کا اقرار پیش کر کے شریعت کے اس حکم کو ناممکن العمل قرار دیتا ہے۔ اور ب سے مطالبہ حلف کرتا ہے۔ بلکہ اس کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہے۔ ب نے مطالبہ حلف اور مباہلہ کو [illegible] قرار دیتا ہے اندروئے شریعت اسلامیہ حقیقت اور اصلیت کیا ہے۔ بینوا توجروا "

اسی اخبار میں مذکورہ بالا سوال کے متعلق یہ فتوے درج کیا گیا ہے :-

"الزام زنا کا ثبوت بے شک چار شاہدوں سے ہوتا ہے۔ اگر الزام لگانے والا شہادت مکمل پیش نہ کر سکے تو ملزم کا حق ہے کہ اس پر دعوے ہتک کرکے سزا دلائے۔ مگر یہ دونوں صورتیں عدالت کے متعلق ہیں۔ یعنی گواہیاں کا لینا یا دعوے کا سننا۔ قاضی (حاکم) کا کام ہے۔ اگر حکومت تک یہ معاملہ نہیں گیا تو ملزم کو چاہیئے کہ جو الزام لگانے سے اس کی نسبت لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے۔ یا ہونے کا احتمال ہے۔ اس کو بحکم حدیث اتقوا مواضع التہم حلف اٹھا کر یا مباہلہ کرنے سے دور کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے آپ کی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا ملنے آئیں آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازہ مسجد تک تشریف لے گئے۔ دونوں میاں بیوی دروازہ پر کھڑے تھے۔ اتنے میں دو شخص سامنے سے گزرے حضور نے فرمایا علیٰ رسلکما (ٹھہرو) پھر آ کر فرمایا کہ یہ صفیہ میری بیوی ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضور ہم میں سے کوئی بدگمان ہو سکتا تھا ؟ فرمایا شیطان انسان کے خون میں جاری ہو کر اثر کر جاتا ہے۔ آج نہیں تو کل بدگمانی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ "

ہمیں تعجب ہے کہ جن لوگوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے انہی سے فتوے بھی طلب کیا جاتا ہے۔ جھگڑا تو تھا میاں صاحب اور ان کے مریدوں کے درمیان کہ مرید کچھ ان پر الزام لگاتے تھے۔ اور میاں صاحب سے مطالبہ حلف کرتے تھے۔ اور اس مطالبہ حلف اور مباہلہ کی تائید میں حضرت مسیح موعود کی بعض تحریروں کو پیش کرتے تھے۔ مگر اس جھگڑے میں قادیانی مولوی فاضل صاحب کا حضرت صاحب کو چھوڑ کر ان علما کی طرف رجوع کرنا جن کو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں سمجھتے الغریق یتشبث بالحشیش کا مصداق ہے۔ یعنی ڈوبتا ہوا آدمی تنکوں کا سہارا پکڑتا ہے۔

رجوع کرنا چاہیئے تھا قرآن شریف کی طرف، جہاں شہادت کے نہ ہونے کی صورت میں میاں بیوی کے لئے اگر ان میں سے ایک دوسرے پر الزام دے قسم کھانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یا حدیث کی طرف رجوع ہوتا۔ یا بالآخر حضرت مسیح موعود کی تحریروں کی طرف۔ مگر ان سب کو چھوڑ کر ان علما کی طرف رجوع کرنا جن کو عقیدۃً کافر سمجھا جاتا ہے۔ شاید صرف اسی غرض سے تھا کہ اگر وہاں سے فتوے مل جائے کہ ایسے حالات میں حلف اٹھانا خلاف شریعت ہے۔ تو اسی کا سہارا لیا جائے۔ میاں صاحب کو چاہیئے کہ ایسی مذموم حرکات سے اپنے مریدوں کو روکیں جو واقعی ان کے نادان دوست معلوم ہوتے ہیں۔

کرناٹک کی ہندی پرچارک کانفرنس

کرناٹک کی ہندی پرچارک کانفرنس کا تیسرا سالانہ اجلاس میسور میں منعقد ہوا۔ کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مسٹر واڈیا نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ فارسی ابجد چھوڑ کر دیوناگری حروف اختیار کر لیں تاکہ تحریر کے اندر تو یکسانیت کی شان پیدا ہو جائے۔ برادران وطن گزشتہ ربع صدی سے ہندی کو ہندوستان کی لنگوا فرینکا بنانے کے لئے انتہائی جد و جہد سے کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ یہ اسی جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ اس وقت صوبہ متحدہ میں جو اس تحریک کا مرکز ہے۔ ہندی کے بہترین مصور رسالے شائع ہوتے ہیں۔ ہندی پرچارک کانفرنس بظاہر ایک غیر سیاسی تحریک معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جو اصحاب قوموں کے عروج و زوال کی داستان پڑھ چکے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کسی زندہ قوم کی قومیت کو فنا کرنے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ اسے اس زبان یا رسم الخط سے برگشتہ یا اس کے ترک کرنے پر آمادہ کیا جائے جس سے اس کی قومی یا ادبی روایات وابستہ ہیں۔ کیا مسلمان فنا کا یہ پیغام سننے کے لئے تیار ہیں ؟ جس طرح مسٹر واڈیا اور ان کے دیگر رفقا کی یہ خواہش ہے۔ کہ مسلمان فارسی کے بجائے دیوناگری حروف اختیار کر لیں۔ اسی طرح حامیان اردو کی یہ دلی آرزو ہے کہ تمام ہندوستان میں فارسی حروف کو فروغ حاصل ہو جائے۔ تمام ہندوستان میں دیوناگری حروف کا "سوراج" قائم کرنے کا عزم ہمارے نزدیک ایک جنون سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ ہندوستان اور بالخصوص پنجاب اور صوبجات متحدہ کے مسلمان کبھی فارسی رسم الخط کو ترک کرنا پسند نہیں کریں گے۔ بہر حال برادران وطن کی ان سرگرمیوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی دھن کے کیسے پکے ہیں [illegible] خاموشی اور استقلال کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

سے علاقہ میں اپنے حسن کلام اور حسن عمل سے اسلام کو اسی رنگ میں پیش کرتے جو اسلام کے ابتدائی دور میں پیش کیا جاتا تھا۔ تو آج کروڑوں اچھوت نہ صرف اسلام کی دینی اور دنیوی برکتوں سے بہرہ اندوز ہوتے بلکہ ان کا وجود فرزندان توحید کے لئے سرمایۂ نازش ہوتا۔ اب بھی مسلمان مبلغین بہت کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ غیر متزلزل عزم اور استقلال سے اللہ کے دین کو پھیلانے اور اخوت اسلامی کے دائرہ کو وسیع کرنے کا تہیہ کر لیں۔

محبت و ارادت کی بیجا نمائش

۲۳ر نومبر کی اشاعت میں ہم یہ خبر شائع کر چکے ہیں۔ کہ میانی صاحب میں پیر بودیاں والے کی خانقاہ کے قریب میاں علم الدین شہید کی قبر پر عورتوں اور مردوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ جو وہاں فاتحہ خوانی اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ بعض خواتین قرآن شریف کی تلاوت کرتی رہتی ہیں ہم مرحوم کی قبر پر مردوں اور عورتوں کے اجتماع کو کسی صورت میں مناسب خیال نہیں کرتے۔ اگرچہ مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کی خواہش مستحسن ہے۔ لیکن اس سے زیادہ مستحسن اور افضل فعل یہ ہے کہ مرحوم کی قبر پر جمع ہونے والے مسلمان اپنے ہر قول اور فعل سے نبی کریم صلعم کے ساتھ محبت و ارادت کے جذبہ کو تازہ رکھیں۔ محبت و ارادت کے اظہار کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم اس مقدس اور برگزیدہ ہستی کی سیرت کو مشعل ہدایت بنائیں جس کے ناموس کی حفاظت کے لئے علم الدین نے ایک ایسی موت قبول کی جس سے اس کی یاد لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔ علم الدین ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ لیکن رسولؐ کی محبت کے صدقہ میں وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ قبروں پر محبت و ارادت کی بیجا نمائش سے مسلمانوں کی قوت عمل کو اس قدر ضعف پہنچ چکا ہے اور اس سے ایسے المناک اور تباہ کن نتائج پیدا ہو رہے ہیں کہ وہ عامہ مسلمین کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔

انتقال پرملال

ہم دلی رنج اور افسوس کے ساتھ اس خبر کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے عزیز اور محترم دوست شاہ محمد خان صاحب انجنیئر حصار اس دار فانی سے رحلت کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم انجمن احمدیہ لاہور کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم رکن تھے۔ اپنی صاف گوئی۔ زندہ دلی اور خوش اطواری کے لئے خاص طور پر مشہور تھے۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں حاضرین کو ہنسانا اور رلانا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ تقریر میں گو ظریفانہ پہلو غالب نظر آتا تھا۔ لیکن اس ظرافت میں بھی وہ ایسی پتے کی باتیں کہہ جاتے تھے جن پر سامعین کو غور کرنا پڑتا تھا۔ آہ! اب وہ زبان جس سے پھول جھڑتے تھے اور جس میں محفل کا رنگ بدل دینے کی غیر معمولی طاقت تھی ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے۔ کیونکہ موت کے زبردست ہاتھ نے اس پر مہر سکوت لگا دی ہے۔ مرحوم کی عمر تقریباً پچاس سال تھی۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ میں مرحوم کے قریبی رشتہ داروں سے دلی ہمدردی ہے۔ خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عطیہ جات برائے مہمان خانہ

مفصلہ ذیل اصحاب نے مہمان خانہ انجمن احمدیہ لاہور کے لئے حسب ذیل اشیا بطور عطیہ پیش کی ہیں جنہیں شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا ہے

ممتاز احمد صاحب فاروقی الیکٹریکل انجنیئر کلکتہ	ایک دیگچہ کلاں
اہلیہ " " " "	ایک بلٹی پرات
چودھری عطاء اللہ صاحب مہتہ سوجا بدولہی	ایک نئی رضائی
منشی محمد حسین صاحب پوسٹل کلرک گوجرانوالہ	ایک نیا بستر

ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ جماعت کے دوسرے احباب بھی مہمان خانہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھیں گے۔ اور وقتاً فوقتاً ایسی اشیا بھیجکر جو مہمان خانہ کے لئے ضروری ہوں۔ عند اللہ ماجور ہونگے

عبد المجید سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ انجمن احمدیہ لاہور

جن احباب

کے ذمہ پیغام صلح کا واجب الادا چندہ بقایا ہے وہ جلد سے جلد بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور فرمائیں۔

پردہ اور عریانی

یورپ کا ایک متعدی مرض

از جناب خواجہ کمال الدین صاحب

اگرچہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت پہلے کی بہ نسبت خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھی ہے لیکن کامل صحت اور طاقت کے لئے ابھی وقت چاہیئے۔ مگر اس کمزوری کی حالت میں بھی آپ کا دماغ متحرک رہتا ہے۔ چنانچہ جب "پردہ اور عریانی" کے متعلق ایک انگریزی خبر کا مضمون آپ کی نظر سے گذرا تو آپ نے اس موضوع پر حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا جنہیں آپ برادران اسلام کی معاشرتی اصلاح کی غرض سے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم دلی شکریہ کے ساتھ خواجہ صاحب کے اس دلچسپ اور بصیرت افروز مضمون کو درج کرتے ہیں۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جلد کامل صحت عطا فرمائے تاکہ آپ اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے دین کی خدمات بدستور سابق بجا لا سکیں (مدیر)

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

ہم مشرقی شاعرانہ ترنگ میں بہت سی باتیں کہہ ڈالتے ہیں لیکن ہمارا تمدن اور ہماری تہذیب انہیں عملی جامہ پہنانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ہاں! یورپ کو اس میں کمال حاصل ہے۔ اہل جرمنی تقریباً نصف صدی سے شعر بالا پر عامل ہیں۔ ان کی ایک سوسائٹی ہے جس کے ممبر دونوں جنس کے افراد ہیں۔ ان کے اجلاس بھی پبلک نگاہ سے مخفی رکھے جاتے ہیں لیکن ان کا لٹریچر عام طور سے پھیلایا جاتا ہے۔ عموماً ان کے فوٹو بھی چھپ جاتے ہیں جس میں عورت اور مرد دونوں رسمی لباس سے بے نیاز ہو کر مادر زاد برہنہ حالت میں پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تالابوں میں ننگے نہانا تو مغربی تہذیب کی ایک معمولی بات ہے لیکن اس سوسائٹی کے ممبر اپنے باغات میں ہاکی اور فٹ بال کے کھیل بھی عریان حالت میں کھیلتے ہیں۔ مشرق میں تو اس حیا سوز رواج کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مغربی تمدن نے نہایت دھیمی چال سے اس تحریک کا خیر مقدم کرنا شروع کیا۔ عریانی کی فضیلت پر رسالے اور اخبارات بھی نکالے گئے۔ حق کی ابتدا ہمیشہ اس چھوٹی تصویر سے ہوتی۔ جس میں کلیسا نے حضرت آدم اور حوا دونوں کو باغ عدن میں ننگا دکھلایا ہے۔ عریانی کے مدعی اس پر زور دیتے ہیں کہ جو بات ہمیں ورثہ میں پہلے آئی تھی۔ اسے ہم کیوں چھوڑیں؟ رہا یہ کہ موسمی تغیرات کے مضر اثر کے بچنے میں کپڑا کام دیتا ہے۔ سو اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ عادت پر منحصر ہے۔ انسان اپنے جسم کو جس عادت میں رکھے وہ اس کے لئے تکلیف دہ نہیں۔

ایک خاتون کی نازیبا حرکت

جرمنی سے نکل کر یہ تحریک ایک متعدی مرض کی طرح دوسرے ممالک میں بھی پہنچتی جاتی ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ ایک عورت موٹر سے بلگریڈ کے ایک قہوہ خانہ میں اتری۔ تصنع کے ہاتھ نے عریانی کی دلفریبیوں میں ایک خاص شان پیدا کی ہوئی تھی۔ خواکی یہ مادر زاد ننگی بیٹی بڑی آزادی کے ساتھ قہوہ خانہ کی ایک ایسی مرکزی جگہ پر جا بیٹھی۔ جہاں وہ ایک طرف سے مرجع نگاہ ہو سکتی تھی۔ آتے ہی اس نے اکل و شرب کے لئے نوکروں کو حکم دیا ملازمین قہوہ خانہ میں چند منٹ سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ آخر منیجر کے مشورہ سے اس خاتون کو اطلاع دی گئی کہ ہوٹل سے چلی جائے اس پر عورت نے انکار کیا جب زبانی لعنت و شنیدسے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا تو منیجر قہوہ خانہ نے پولیس کو بلایا۔ اور خاتون پابدست دگرے دست بدست دگرے کی شان میں پولیس کی حوالات میں پہنچائی گئی۔ اس سے بھی میم صاحبہ کے فلسفہ عریانی کی اشاعت کا مقصد پورا ہو گیا۔ کیونکہ جس جس بازار سے یہ خاتون اس ہیئت لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ دنیا میں اس قسم کے پیرو بھی موجود ہیں۔

پردہ کی تاریخ

اس واقعہ نے ہمیں پردہ کی تاریخ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مشرق نے جہاں نہ صرف پردہ کا احترام کیا ہے بلکہ اسے انتہائی مقام تکلیف تک پہنچا دیا ہے وہاں مغرب نے ابتدا ہی سے پردہ کو کلیۃً نہ صرف غیر ضروری سمجھا بلکہ عریانی کو افضل قرار دیا۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ عورت تو کہیں رہی۔ مشرق کے مرد بھی بعض حالات میں اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں انکی شان و وجاہت اس امر کی مقتضی تھی کہ عامۃ الناس ان کے چہرہ تک کو نہ دیکھ سکیں۔ اس کے مقابلہ میں مغرب کی قدیم تہذیب کا نقشہ اگر کہیں نظر آتا ہے تو یونان اور روما کی تاریخ میں وہاں امارت اور عزت کا نشان عریانی تھی۔ چنانچہ فنون لطیفہ کے تمام اعلیٰ نمونے خصوصاً سنگتراشی اور مصوری عریانی کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ان کی اتباع میں یورپ کے محلات شاہی اور بالخصوص قیصر جرمنی کے قصر کے جس قدر اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں وہ یورپ کی قدیم تہذیب اور عریانی کے مظہر ہیں۔

طبقہ امراء کے کمروں میں ڈرائنگ روم یعنی کمرہ طعام کی زیب و زینت بھی عام طور پر عریان تصویروں سے ہوتی ہے۔ وہاں کی خوابگاہیں ایسا حیا سوز منظر پیش کرتی ہیں کہ ناممکن ہے کہ کوئی غیر محرم متنفس ان کے اندر داخل ہو اور اس کے شرم و حیا کے آبگینہ کو ٹھیس نہ لگے۔ ایسی تصاویر کے جواز پر لیکچر دئے جاتے ہیں۔ اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ وہ فنون لطیفہ کا ایک شاہکار ہیں۔ الغرض ننگی تصاویر کا یہ جواز شرم و حیا کے جذبات کو فنا کر رہا ہے۔ اگر انسانی ہاتھ کی بہترین قلمکاری کے لئے شرمگاہوں کی نقشہ کشی ضروری ہے۔ تو قدرت کے ہاتھ کی صناعی دیکھنے کے لئے رسم عریانی کے اجرا کی حمایت میں کچھ بھی کہا جائے کم ہے۔

مغربی تہذیب کا معیار

میں نے اس معاملہ میں شریف سے شریف مغربی دوستوں کی زبان سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ ان کو صنف نازک کے جسمانی اعضا کے متعلق ایسے فقرات زبان پر لانے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا جو مشرقی تہذیب کے معیار سے ناگفتنی خیال کئے جاتے ہیں۔ یورپین لوگ اکثر کہا کرتے ہیں جب یہ قدرت نے صنف لطیف کو محض مرد کے لئے شان محبوبیت عطا کی ہے تو کیوں منشاء ایزدی کو پورا نہ کیا جائے۔ اگر وہ نسوانی حسن کو تصنع سے بڑھا کر اس کی نمائش سے ہمارے لئے سرمایۂ مسرت بہم پہنچا سکتی ہے تو اس کا یہ فعل بالکل صحیح ہے۔ اسلام نے اس نظریہ کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگا دی ہے کہ یہ محبوبیت کنبہ کے صرف انہیں افراد تک محدود رہنی چاہیے جو محرمات ابدی کی فہرست میں آجاتے ہیں۔ اور میرے نزدیک تو اس آیت کے ہوتے ہوئے کسی مسلم خاتون کا ہر ایسا فعل قابل مواخذہ ہے جس کے ذریعہ وہ پبلک کی نگاہ کو اپنی طرف منعطف کرے اس کی نیت خواہ کتنی ہی بخیر ہو لیکن اس کا یہ فعل بیسیوں کے دلوں کو ناپاک کر دیتا ہے۔

آج سے پندرہ سال پہلے جب ایک جگہ میں نے چند لڑکیوں کو گھٹنوں تک ننگا دیکھا اور طبعاً میرے چہرہ پر آثار نفرت پیدا ہوئے تو میرے ایک دوست نے جو میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ان کی ٹانگوں کی گولائی اور حسن کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ کاش! میرے خاندان کی خواتین کی ٹانگیں بھی ایسی ہی ہوتیں۔ اور یہ وہ شخص ہے جس کا چال چلن ٹکسالی ہے۔ اور ہر ناجائز تعلق کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ – ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ نمبر

جسم اسلام کا ناسور

علماء سوء کی فتنہ پردازی

ضبط کروں میں کب تک آہ
چل مرے خامہ بسم اللہ

افغانستان کے موجودہ واقعات ہر صاحب بصیرت انسان کے لئے ایک مرقع عبرت پیش کر رہے ہیں۔ اور جہاں ان واقعات سے افغان قوم کی جہالت اور بدقسمتی کا مظاہرہ ہوتا ہے جنہوں نے اپنے ذی وقار بادشاہ کی اصلاحی تدابیر سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ایک چور اور ڈاکو کے بالمقابل اسے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا وہیں علماء سوء کی وہ ناپاک حرکات پھر ایک دفعہ آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں جو ہمیشہ سے جسم اسلام میں ایک ناسور ثابت ہو رہی ہیں۔ اور جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے صاف فرمایا ہے علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ آخری زمانہ کے علماء سقف آسمانی کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ انہیں سے فتنہ پھوٹے گا۔ اور انہی میں لوٹ جائے گا۔ بعینہ یہی حالت آج افغانستان اور تمام دوسرے ممالک کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے ان واقعات میں زیادہ تر اغیار کا ہاتھ ہے۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ اگر واقعات کو اغیار کی ریشہ دوانیوں سے ملوث قرار دینے کے بجائے اپنوں کی کارستانیوں کو ملاحظہ کیا جائے تو اس میں صاف طور پر ان علماء اور پیروں کا ہاتھ نظر آتا ہے جو اپنے آپ کو مسند رسول اللہ صلعم کے جانشین قرار دیتے اور عوام کے دلوں پر چند ظاہری علوم اور جبہ و دستار کے ذریعہ سے قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ واقعات پر ایک یکجائی نظر ڈالئے اور آج سے دو تین مہینے پیشتر کی خبروں کو ان کے ساتھ ملا کر پڑھئے۔ آپ کو صاف پتہ لگ جائے گا کہ افغانستان کی تباہی کے لئے علماء کا ہاتھ اندر ہی اندر کام کرتا رہا ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پیشتر ایک خبر آئی تھی کہ شاہ افغانستان کے حکم سے دیوبندی علماء کو افغانستان سے خارج البلد کر دیا گیا ہے۔ اور آئندہ دیوبند کے کسی تعلیم یافتہ کو بھی وہاں جانے کی اجازت نہیں۔ اس خبر کو پڑھتے ہی ہمارا ماتھا ٹھنکا تھا۔ کہ ہو نہ ہو اس خبر کی تہ میں کوئی ایسے امور ہیں جو افغانستان کی داخلی و خارجی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے اسی وقت ازراہ تفنن یہ لکھا تھا کہ دیکھیں دیوبندی حضرات غازی امان اللہ خاں کے اس حکم کے خلاف کونسی منسوخ التلاوت آیت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے پاس ایسی بہت سی آیات جمع ہیں جن کو منسوخ التلاوت بلکہ مرفوع العمل سمجھنے کے باوجود بعض شہری و دیہاتی مصلحتوں کی بنا پر وقتاً فوقتاً واجب العمل قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور غریب احمدیوں کی سنگساری کے موقع پر ہی نہیں بلکہ نیم ملی اسلامی سلطنت کا تختہ الٹ دینے کے لئے بھی ان کی یہ من گھڑت آیات و خیالات انہیں بہت کچھ کام دے سکتے ہیں۔ ہمیں ابھی تک یہ علم نہیں کہ کونسی آیات کی بنا پر شاہ افغانستان کے خلاف جہاد کو (اور وہ بھی ایک چور اور ڈاکو کے زیر سیادت) جائز قرار دیا گیا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ صرف بعض ملاؤں کے زیر اثر یہ تمام کارروائی عمل میں آئی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک فتوائے کفر کا بھی ذکر سننے میں آیا ہے۔ جو سرحد کے بعض مولویوں کی طرف سے شاہ امان اللہ خاں کے خلاف تیار کیا گیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں بھی اس پر دستخط کرائے جا رہے ہیں۔

ممکن ہے یہ حقیقت ... ہو۔ لیکن اپنوں کی امداد کے [illegible] میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے لوگوں کے سوا کوئی دوسری قوم تباہ نہیں کر سکتی۔ فی الحقیقت دیکھ لیجئے۔ تاریخ اسلام کے صفحات اس حقیقت نفس الامری پر ایک بصیرت افروز روشنی ڈال رہے ہیں۔ کہ جب کبھی مسلمان قوم کو تباہی کا منہ دیکھنا پڑا اس کی تہ میں اپنی ہی قوم کے لوگ اور زیادہ تر وہ لوگ جو "علمائے کرام" کے لقب سے ملقب ہیں صاف طور پر پائے جاتے ہیں۔ خیر القرون کے زمانہ کو چھوڑ کر کہ اس وقت مسلمانوں کا باہمی جنگ و قتال غیروں کی امداد کے لئے نہ تھا۔ اور نہ اس کی بنا فتوے تکفیر تھی بلکہ اس وقت باہمی مخاصمت کے باوجود غیروں کو یہ جتا دیا جاتا تھا کہ تم نے اگر سر اٹھایا تو یاد رکھو کہ معاویہؓ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلے علیؓ تمہارے بالمقابل آئے گا۔ اس وقت اگر فریق مقابل کے لئے فتوے دیا جاتا تھا۔ تو صرف اس قدر کہ اخواننا بغوا علینا لا نکفرھم ولا نفسقھم۔ ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے ہم پر بغاوت کی ہے نہ ہم ان کو کافر ٹھہراتے ہیں اور نہ فاسق۔ کس قدر محبت بھرے الفاظ ہیں جو یقیناً اس زمانہ کو خیر القرون کا زمانہ ثابت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں باہمی جنگوں اور کشت و خون کے باوجود مسلمانوں کی شوکت و صولت کا لرزہ قیصر کی ساری سلطنت پر طاری تھا۔ اور کسی غیر طاقت کو یہ جرأت نہ تھی کہ اندرونی طور پر بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی ریشہ دوانی کر سکے۔ لیکن آہ اسکے بعد ایک زمانہ آتا ہے جب علماء سوء کا وہ گروہ پیدا ہوتا ہے جس کو اسلام کے جسم کا ناسور کہنا چاہیئے۔ امام مالک۔ امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی اور امام احمد حنبل جیسی عظیم الشان شخصیتوں کو جنھیں اسلام کے قصر بلند بام کے چار مینار کہنا چاہیئے۔ علماء سوء کے فتووں نے کیا کیا اذیتیں پہنچائیں۔ کس طرح سے انہیں قید و بند کے مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل کے اختلاف پر ایسی ایسی ہولناک سزائیں ان پر روا رکھی گئیں جن کا تصور بھی جسم انسانی کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

نہ صرف ان چار عظیم الشان شخصیتوں کو بلکہ اور بھی جس قدر اولیاء اور اقطاب اور ابدال گزرے ہیں جو فی الحقیقت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے حقیقی مصداق تھے۔ علماء سوء کی فتنہ پردازیوں سے وہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر کئی ہزار مولویوں نے کفر کے فتوے دیئے۔ اور بالوں سے پکڑ کر مسجد کی سیڑھیوں سے آپ کو گھسیٹا گیا۔ امام غزالی کو جنھیں آج حجۃ الاسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علماء سوء کی طرف سے ایسے ایسے دکھ اٹھانے پڑے۔ جو آج تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہنا پڑا۔ اور جہانگیر بادشاہ نے سر دربار آپ کی ڈاڑھی منڈوائی۔ اور بھی اسی قسم کے حالات و واقعات تاریخ میں جابجا ملتے ہیں۔ جن میں سے ان تمام محترم انسانوں پر علماء سوء کی ریشہ دوانیوں کا صاف طور پر ذکر ہے۔ جنھیں آج عزت و عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ فتنہ پردازیاں صرف انفرادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان کا اثر ان افراد تک ہی محدود رہتا ہے جن پر کفر کے فتوے دیئے گئے بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اسلامی سلطنتوں بلکہ مسلمان قوم کی تباہی ان ہی فتووں کی وجہ سے عمل میں آئی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس وقت تکفیر کے کلہاڑے نے شیعہ اور سنی کو دو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر کے انہیں باہمی اخوت و مسالمت کے حقوق سے محروم کر دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ اسی وقت اپنوں کی شہ پر غیروں نے چڑھائی کر دی اور اس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی جو سلطنت عباسیہ کے نام سے مشہور ہے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

یہی حال سپین میں بھی نظر آتا ہے۔ جہاں پورے آٹھ سو سال کی مستحکم اسلامی سلطنت کی بنیادوں کو ہلانا فرڈیننڈ یا کسی اور بڑے سے بڑے عیسائی بادشاہ کا بھی کام نہ تھا۔ اگر علماء سوء کی فتنہ پردازیاں ان کا ساتھ نہ دیتیں۔ ترکوں کی تباہی اور ہلاکت بھی انہی لوگوں کے ذریعہ سے عمل میں آئی جو شیخ الاسلام کے منصب پر بیٹھ کر غیروں کے وظیفہ خوار بنے رہے تاہم خدا کا فضل سمجھنا چاہیئے کہ اس نے مصطفےٰ کمال جیسی شخصیت کو کھڑا کر کے کم از کم ترکی سے ان فتنہ پردازوں کو بظاہر ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ان فتوے بازعلماء کی [illegible] کر کے تفرقہ پیدا کیا ہے۔ حالانکہ غور کر کے دیکھا جائے تو ان لوگوں کا بائیکاٹ ہی دراصل تفرقہ کی اس بڑھتی ہوئی خلیج کو بند کرنے کا موجب ہو سکتا ہے جو کفر بازی نے مسلمانوں میں پیدا کر دی ہے۔ اگر آج مسلمان کفر باز مولویوں کو ترک کر کے ان سے الگ ہو جائیں اور اس بات کو اپنا اصول قرار دے لیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا مسلمان ہے اور اسے کسی طرح پر کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تو یہ تمام فتنہ اور فساد [illegible] ایک آن واحد میں مٹ سکتے ہیں۔ اور مسلمان قوم دنیا کی مضبوط اور معزز ترین اقوام میں شمار ہو سکتی ہے۔ ورنہ جب تک ان فتوے باز اور مکفر مولویوں کا وجود باقی ہے اس وقت تک نہ ہندوستان کے مسلمان اخوت و اتحاد کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور نہ افغانستان کی اسلامی سلطنت اس شان حمیت کے ساتھ قائم اور برقرار رہ سکتی ہے۔ جو غازی امان اللہ خاں کے عہد میں دنیا نے دیکھی۔

اس لئے اٹھو اور جس قدر جلد ممکن ہو ان کفر باز مولویوں کا بائیکاٹ کر کے ان علماء ربانی کے ساتھ ہو جاؤ جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے حقیقی مصداق ہیں۔ جو مسلمانوں کی تکفیر کو اپنا مشغلہ زندگی قرار دینے کے بجائے اسلام کی اشاعت اور اعلائے کلمۃ اللہ میں دن رات مشغول ہیں۔ کہ یہی دراصل وہ وراثت ہے جو انہیں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

سونے کا چھلا، روٹی، اور بیٹی

آریہ گزٹ اپنی ۱۹ جنوری ۲۹ء کی اشاعت میں شدھی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

"لاکھوں مسلمان عیسائی۔ ویدک دھرم کی شرن میں آنے کے لئے تیار ہیں۔ . . . . سرحد میں جہاں مسلمان عورتوں کا یہ گیت ہے پاولا سونے دا چھلا دے اللہ ہندوانی بنا دے" اس بات کا شاہد ہے کہ مسلمان عورتیں ہندو عورتوں کی پاک آرام دہ اور باعزت زندگی پر رشک کھاتی ہیں۔ اور وہ گہرے دل سے ہندو ہو جانے کی متلاشی ہیں۔ لیکن حالات تسلی بخش نہیں۔ ان کے ساتھ ویسا سلوک نہیں روا رکھا جاتا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ ان کو ٹھیک طرح سے جذب نہیں کیا جا رہا۔ روٹی اور بیٹی کا سوال ابھی تک حل نہیں ہوا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے بھائی پھر ویدک دھرم سے متنفر ہو رہے ہیں"

آریہ گزٹ کا مندرجہ بالا بیان کسی توضیح و تشریح کا محتاج نہیں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدک دھرم کے اندر کوئی ذاتی خوبی نہیں جس کی کشش سے غیر مذاہب کے لوگ اس کی طرف کھنچ آئیں۔ وہ درحقیقت "سونے کا چھلا" ہے جسے دکھا دکھا کر ان کو "ویدک دھرم" کی طرف بلایا جاتا ہے وہ "روٹی اور بیٹی" کا سوال ہے۔ جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ ویدک دھرم قبول کر لیتے ہیں پھر بھی دیکھتے ہیں کہ یہاں ابھی تک روٹی بیٹی کا سوال حل نہیں ہوا تو وہ متنفر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جس چیز کی ان کو توقع تھی یہاں بھی ان کو مفقود نظر آتی ہے۔

انقلاب افغانستان

ناظرین کرام گزشتہ اشاعت میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ کابل پر بچہ سقہ کا قبضہ ہو گیا اور اس نے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور عنایت اللہ خاں قندہار جانے کے لئے پشاور پہنچ چکے ہیں۔ اس کے بعد اب تک دس جنوری کی صبح تک جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عنایت اللہ خاں پشاور سے چمن کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ وہاں سے قندہار چلے جائیں گے۔ شاہ امان اللہ خاں کے اکثر وزرا کابل چھوڑ چکے ہیں۔ سرحد کے قبائل کے نمائندوں نے پشاور میں جمع ہو کر شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں کابل پر دھاوا بولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے قابل ذکر مقامات میں شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں جلسے ہوئے ہیں۔ اور دولت برطانیہ سے درخواست کی ہے کہ وہ افغانستان کے معاملات میں غیر جانبدار رہے۔ ایشیاء کے تمام ممالک و اقوام میں شاہ امان اللہ خاں کے لئے زبردست ہمدردی کا اظہار ہو رہا ہے۔

قندہار کی خبریں بھی حوصلہ افزا ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے اپنی دست برداری کا اعلان واپس لے لیا ہے۔ اور وہ نہایت سرگرمی سے افواج جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ اور قندہار۔ غزنی اور ہرات کے صوبجات سے ۳۰ ہزار آدمی فراہم ہو چکے ہیں۔ ایک غیر مصدقہ خبر یہ بھی ہے کہ برطانوی قونصل خانہ کے علاوہ تمام قنصل خانے کابل سے قندہار منتقل ہو چکے ہیں۔ بچہ سقہ کے قتل کی خبر بھی آئی تھی لیکن بعد میں فوراً ہی اس کی تردید ہو گئی ہندوستانی اخبارات کے پاس خبروں کے جو ذرائع ہیں وہ ناقص اور ناقابل اطمینان ہیں۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان خبروں میں کہاں تک صداقت ہے۔ مگر ان میں امید کی ایک ہلکی سی جھلک صاف نظر آ رہی ہے۔ خدا کرے کہ یہ خبریں صحیح ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ۔ ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ ۔ نمبر ۳۲

مسیحی مبلغین کی دجالیت

مقام تبریز میں مسلمانوں کی طرف سے دفاعی کوششیں

مسیح موعود کے علم کلام سے سبق لو

حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق جو مبالغہ آمیز خیالات ہ معتقدات، مسلمانوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں ان سے اس زمانہ میں مسیحیت کو اسلام کے بالمقابل بہت کچھ مدد حاصل ہوئی ہے۔ مسیحی مبلغین علے العموم ہر اسلامی ملک میں جہاں الوہیت مسیح کا پیغام لے کر پہنچتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ سیدھے طور پر اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل کو پیش کریں مسیح کی ابن اللٰہی صفات کا کوئی ایسا مدلل ثبوت دیں جو ہر مخالف کو قائل کرنے والا ہو تثلیث اور کفارہ کی الجھنوں کو ایسے طریق سے سلجھانے کی کوشش کریں۔ کہ انسانی عقل ان کو سمجھنے کے قابل ہو سکے۔ الٹا ان دجالی طریقوں سے کام لیتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں اپنے مذہب کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ حضرت عیسٰے کو قرآن نے روح اللہ کہا ہے۔ اور کسی نبی کو نہیں کہا۔ حضرت عیسٰے دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور کوئی نبی زندہ نہیں۔ یہانتک کہ حضرت خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طبعی عمر پانے کے بعد اس دنیا میں فوت ہوئے اور اس زمین میں تیرہ سو سال سے مدفون ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے کو تمام انبیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت حاصل ہے۔ اور وہ نبوت سے بڑھکر خدائی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس دجالانہ طریق عمل اور مغالطہ آفرینیوں نے بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرکے اپنے پاک مذہب سے انہیں برگشتہ کر دیا۔

اس کا جواب [illegible] مسلمانوں نے ہر جگہ اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق [illegible] دینے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ مسیح کی فضیلت کا جہانتک سوال ہے وہ ان جوابات سے کم نہیں ہوجاتی اور مسیحیوں کی حجت مسلمانوں پر جوں کی توں قائم رہتی ہے۔ تبریز میں "مجلس دیانت اسلامی" کے نام سے ایک اسلامی انجمن اسی غرض سے قائم ہوئی ہے۔ کہ ایسے اعتراضات اور شکوک و شبہات کے جواب دیئے جائیں۔ اس کے لئے انہوں نے ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کا ایک نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس ٹریکٹ میں جو "تذکرات دیانتی (۲۷)" کے نام سے شائع ہوا ہے مخالفین اسلام کے حملوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو نہایت باغیرت الفاظ میں ایسے حملوں کے دفاع اور باہم اتحاد و اتفاق کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ

"مقصود ما دریں تحریص و ترغیب فقط نشر معارف اسلامیہ
و دفع شبہات دینیہ است۔ با کارہائے سیاسی رجوع نداریم
چوں مبلغین خارجہ و داعیان باطل قلوب سادہ لوحاں را
بواسطہ شبہات واھیہ از راہ راست منحرف می نمایند
فلہذا بر فرد فرد مسلم حفظ دیانت مقدسہ خود لازم و بر علما
عاملین تبلیغ حقائق نیرہ دین مبین و سائرین تہیہ وسائل
آں از اہم واجبات می باشد"

یعنی اس تحریص و ترغیب سے ہماری غرض علوم اسلامی کی اشاعت اور دینی شبہات کا ازالہ اور دفعیہ کرنا ہے۔ سیاسی امور کی طرف ہمارا رجوع نہیں۔ چونکہ ممالک خارجہ کے مبلغین [illegible] اور داعیان باطل سادہ لوح انسانوں [illegible] ہیں لہذا ہر مسلمان پر اپنے دین مقدس کی حفاظت لازم ہے اور عامل علما پر حقایق دینی کی تبلیغ اور اس کے لئے تمام وسائل کی فراہمی اہم واجبات میں سے ہے" ان پاک مقاصد کو کون مسلمان ہے جو عزت اور قدر کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ ہماری تمنا ہے کہ خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کے دلوں کو ایسے ہی پاک ارادوں اور نیک مقاصد سے بھردے اور وہ خلوص دل کے ساتھ دین مبین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ میں ساعی ہوں۔

جن شبہات واہیہ کی طرف مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو شبہات کا ذکر اسی ٹریکٹ میں کرتے ہوئے ان کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"متصل می شنویم کہ مبلغین نصاریٰ بضعفاء مسلمین میگویند
کہ باعتقاد شما و بتصدیق پیغمبر تاں حضرت عیسٰی روح اللہ
است و حضرت محمدؐ حبیب اللہ و دریں نیز تردیدے
نیست کہ روح انسانی اشرف و اکرم از دوست او
میشود۔ پس روح خداوند کہ عیسٰے است اشرف و
اعلےٰ است از حبیبش کہ محمد است"

ہم سنتے ہیں کہ عیسائی مبلغین مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے اعتقاد اور تمہارے پیغمبر کی تصدیق کے مطابق حضرت عیسٰے روح اللہ ہیں۔ اور حضرت محمد صلعم حبیب اللہ اور اس میں بھی اس بات کی تردید نہیں پائی جاتی کہ انسانی روح اس کے دوست کی نسبت زیادہ معزز اور مکرم ہے۔ پس خداوند کی روح کہ وہ عیسٰے ہے اس کے دوست سے زیادہ اشرف و اعلیٰ ہے"۔

مسیحی مبلغین کا یہ اعتراض عام طور پر مسلمانوں کے آگے ہر جگہ پیش ہوا ہے اور اس کے جواب مختلف طریق پر دیئے گئے ہیں۔ "تذکرات دیانتی" میں تین طریق سے اس شبہ کے ازالہ کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ ہماری طرح جسم اور روح نہیں رکھتا کہ یہ کہا جائے کہ جس طرح ہماری ارواح ہمارے احباب سے بڑھکر معزز ہیں۔ ویسے ہی روح الٰہی بھی اس کے دوست سے بڑھکر ہونی چاہیئے۔ ایسی صورت میں مسیحی مبلغین کو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ مسیح کا وجود خدا سے بھی بڑھکر اشرف اور اعلےٰ ہے۔ کیونکہ خدا جسم ہے اور مسیح روح اور جسم روح کے بغیر کوئی چیز نہیں۔ پھر وہ روح ان کے اعتقاد کے مطابق ماں کے پیٹ میں چلی گئی۔ اور حضرت مریم کے رحم میں ٹھیر کر ہزاروں زحمتوں اور تکالیف کے ساتھ زمین پر نازل ہوئی۔

(۲) حضرت عیسٰے چونکہ بے باپ پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہیں روح اللہ کہا گیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے مسجد کو بیت اللہ اور حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ کہا گیا ہے۔

(۳) ہم نے حضرت عیسٰی اور دیگر پیغمبروں کو صرف آنحضرت صلعم کے واسطے سے مانا ہے۔ تم بھی اگر آپ کی صداقت کو مانتے ہو تو آپ کی تعلیمات کا اقرار کرلو۔ ورنہ آپ نے حضرت مسیح کی جو تصدیق کی ہے اور جو کلمات آپ کے متعلق استعمال کئے ہیں وہ تمہارے لئے حجت نہیں ہوسکتے

ظاہر ہے کہ ان تینوں جوابات میں ایسی طرز اختیار کی گئی ہے جو ایک طالب حق کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں۔ پہلے جواب میں اصل اعتراض کو نہیں بلکہ اس وجہ کو مشکوک ٹھیرایا گیا ہے جو مسیحی مبلغین کی طرف سے روح اللہ کی فضیلت میں بیان کی گئی۔ حالانکہ اس وجہ کو چھوڑ کر بھی یہ امر غور طلب ہے کہ روح اللہ حضرت مسیح کو کہنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس سے انہیں کسی قسم کی فضیلت دوسرے انبیا پر حاصل ہوتی ہے ؟ دوسرے جواب میں مسیح کی بے باپ پیدائش کو روح اللہ ہونے کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ گویا مسیحی اعتراض کو اور زیادہ پختہ کردیا ہے۔ یہی تو ان کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسٰے کی پیدائش انسانی نطفہ سے نہیں ہوئی بلکہ خدا کی روح سے ہوئی۔ اور اس لئے وہ روح اللہ کہلائے۔ رہا یہ کہ مسجد کو بیت اللہ اور حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ کہا گیا ہے یہ کوئی مسیحی اعتقاد نہیں۔ کہ ان پر حجت ہوسکے۔

تیسرے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کی تعلیم سے مسیح کو روح اللہ مانتے ہیں تم اگر ان کی صداقت کو تسلیم کرتے ہو تو آپ کی تمام تعلیمات پر ایمان لاؤ۔ یہ احقاق حق کا طریق نہیں۔ مسیحی حضرات کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی تعلیم سے ہم مسیح کی [illegible] کے روح اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہ مسیح کو آپ اپنے سے (معاذ اللہ) افضل اور خدا کی روح سمجھتے تھے اور اگر خود آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق خدا کی روح ہے تو پھر اس کی خدائی میں کیا کلام ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ تمام جوابات اصل شبہ کا ازالہ کرنے کے بجائے اسے اور زیادہ قوی کرنے والے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دماغوں میں حضرت عیسٰے کے متعلق ایسے خیالات جما رکھے ہیں۔ جو فی الحقیقت ان کی فضیلت پر دال ہیں۔ ان خیالات کو اگر سر سے نکال دیا جائے تو تمام شبہات کا ازالہ نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح انسانی نطفہ سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ازالہ سب سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اعتراض کی اہمیت کسی طرح کم نہیں ہوسکتی۔

یہ کہنا کہ روح اللہ کے لفظ کا تعلق مسیح کی بن باپ پیدائش سے ہے۔ قطعاً صحیح نہیں۔ نہ روح اللہ کے یہ معنے ہیں جو عام طور پر کئے جاتے ہیں۔ اس بارہ میں مسیح موعود کے علم کلام نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ آپ نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ روح اللہ کا لفظ حضرت مسیح کی فضیلت کو ثابت کرنے کے بجائے اس الزام کا پتہ دیتا ہے جو آپ کی ذات پر لگایا گیا۔ یہودیوں نے آپ کو صلیب پر لٹکا کر۔ نعوذ باللہ ملعون اور خدا سے دور ثابت کرنا چاہا اسی کی تردید اس لفظ میں کی گئی ہے۔ کہ آپ کی روح خدا سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ خود روح اللہ ہیں۔ خدا سے دوری چہ معنی دارد ؟ کاش مسیحی حضرات اس لفظ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم و حیا سے کام لیں۔ کہ یہودیوں کی تقلید میں خود وہ بھی مسیح پر نعوذ باللہ ملعونیت کا الزام لگاتے ہیں۔ قرآن کا یہ عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے آپ کو روح اللہ قرار دیکر ایسے ناپاک الزام سے آپ کی بریت کی۔ ان کی گردنیں شرم سے جھک جانی چاہئیں۔ کہ جس بات کو وہ بڑے فخر اور طمطراق سے مسلمانوں کے سامنے مسیح کی فضیلت اور الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ وہ فضیلت کو ثابت کرنے کے بجائے ایک کلنگ کا پتہ دیتی ہے۔ خدا جانے کس منہ سے وہ اس لفظ کو بار بار پیش کرکے ایسے کلنگ کی یاد کو تازہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ ایسی باتوں پر مسیح کی الوہیت کا مدار رکھنے کے بجائے قرآن کے اس احسان کو مانیں کہ اس نے انہیں ایک خطرناک الزام سے بری ٹھیرایا۔ اور خود بھی اس کی تقلید میں حضرت مسیح کو ایسے الزام سے بری قرار دیں۔

دوسرے شبہ پر جو حیات مسیح سے تعلق رکھتا ہے۔ آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائے گی۔ اور یہ دکھایا جائے گا کہ کس طرح سے حضرت مسیح موعود کے علم کلام نے مسلمانوں کی ان مسائل میں صحیح رہنمائی کی ہے۔ اور اس سے عدم واقفیت اور جہالت کے سبب تبریز کی مجلس دینی اور عام مسلمان اس طرح کام کرتے ہیں جیسے کوئی اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہا ہو۔

ہندو جاٹوں کی بربریت

رہتک کے قریب ہندو جاٹوں نے بے گناہ اور امن پسند مسلمانوں پر بلاوجہ جو زہرہ گداز مظالم کئے ہیں۔ ان کی تفصیل معاصر الجمعیۃ کے حوالے سے اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کی بے بسی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور ان کی عزت مال اور جان شوریدہ سر ہندوؤں سے محفوظ نہیں۔

دہلی میں سوامی شردھانند کو ایک مسلمان نے قتل کردیا تو دوسرے مسلمانوں کے اظہار افسوس کے باوجود ہندوؤں نے ایک شور محشر بپا کئے رکھا اور مذہب مقدس اسلام اور ساری مسلمان قوم کو اس کا مجرم قرار دے دیا۔ بڈھے ضعیف مسلمانوں کی جانیں لیں۔ بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں کی گئیں۔ مسلمانوں کو مشتعل اور بے چین کرنے کی ہر ممکن کوشش ہوئی۔ مسلمان قوم پر سازش کا الزام لگایا گیا۔ اب قتل راجپال پر پھر ایسی ہی حرکتوں کا اعادہ ہو رہا ہے وہ قوم جو ایک بڈھے سنیاسی اور کتب فروش کے قتل پر اس قدر شور مچا سکتی ہے۔ اب مسلمانوں کے قتل عام پر کیوں خاموش ہے۔ معمولی افراد تو ایک طرف رہے۔ ان کے ذمہ دار لیڈروں کے پاس مسلمانوں

سب ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ کیونکہ ایک ہی جڑ ہے۔ جس سے وہ غذا حاصل کرتی ہیں۔ ایک ہی تنہ ہے جس پر وہ دونوں کھڑی ہیں۔

دور کرنے والی باتیں

تو دور کرنے والی باتیں باہم لغض اور کینہ۔ اختلافات پر برداشت نہ ہونا اور سب سے بڑھکر ایک دوسرے کی تکفیر مسلمانوں کے اندر سے دور کرنے کی چیز ہے۔ جس دن یہ اپنے بھائیوں کی تکفیر مسلمانوں کے اندر سے دور ہو جائے گی اس دن مسلمان متحد ہو کر خدمت اسلام کا کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ شیعہ۔ سنی۔ اہل حدیث حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ احمدی سب ایک ہیں۔ وہ سب خدا کو ایک ماننے میں متحد ہیں۔ وہ سب قرآن کو خدا کی کتاب ماننے میں متحد ہیں۔ وہ سب حضرت محمد مصطفےٰ کو خدا کا رسول اور آخری نبی ماننے میں ایک ہیں۔ ان سب کی نماز ایک ہے۔ ان سب کے روزے ایک ہیں۔ ان سب کی زکوٰۃ ایک ہی ان سب کا حج ایک ہے۔ فرق کیا ہے۔ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف کی اس آیت کا یہ منشا نہیں یہ ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا فرمان یہ نہ تھا یہ تھا۔ مگر آخر مانتے تو دونوں اسی خدا کو۔ اسی قرآن کو۔ اسی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ہیں۔

احمدی کہلانے کا سوال

مجھے تعجب ہے کہ ہماری جماعت میں کبھی جس کی نظر زیادہ گہری ہونی چاہیئے تھی۔ اس قسم کی آواز کبھی کبھی سننے میں آتی ہے کہ وہ لوگ جن کو حضرت مجدد وقت مسیح موعود نے اشاعت اسلام کے لئے ایک خاص اصول پر جمع کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمدی کیوں کہتے ہیں۔ یا ان کی انجمن کا نام احمدیہ انجمن کیوں ہے۔ نام تو ہمیشہ تمیز کے لئے ہوتا ہے۔ اگر کوئی سوال ہے تو یہ سوال ہونا چاہیئے کہ ایسے لوگ ہی کیوں ہیں۔ جو حضرت مجدد کے حکم کے ماتحت اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس سوال میں کوئی معقولیت ہے؟ اگر نہیں تو پھر یقیناً اس میں بھی نہیں کہ وہ احمدی کیوں کہلاتی ہے۔ اگر جماعت ہے تو وہ کچھ کہلائے گی بھی۔ اس کا کوئی نام بھی رکھا جائے گا جس طرح افراد کے نام رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح قوموں کے نام رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح متحد الخیال جماعتوں کے بھی نام رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

احمدی نام کیوں رکھا گیا

ہاں اگر یوں کہا جاتا کہ ان کا ایک متحد الخیال جماعت ہونا تو اسلام کے لئے قوت کا موجب ہوا ہے۔ اسلام کی عظیم الشان خدمت کا موجب ہوا ہے۔ اس لئے ان کے متحد الخیال جماعت ہونے میں کوئی حرج نہیں اور جب الگ جماعت ہے تو تمیز کے لئے اس کا نام بھی ضروری ہوگا۔ مگر وہ نام احمدی نہ ہونا چاہیئے۔ تو یہ سوال معقول تھا۔ بشرطیکہ بتایا جاتا کہ احمدی نام رکھنے میں یہ نقصان ہے۔ میں بارہا بتا چکا ہوں اور میں کیا بانی سلسلہ صاف الفاظ میں لکھ چکے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنی جماعت کا نام احمدی اپنے نام پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد پر رکھتے ہیں۔ تو اب بتایئے کہ ایک متحد الخیال جماعت کا نام جو اشاعت اسلام کے خاص اصول پر کام کرتی ہے۔ اور ان اصول میں یہ دوسرے مسلمانوں سے ایک امتیاز خاص بھی رکھتی ہے۔ اگر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر نام رکھ لیا گیا تو کونسا اندھیر آگیا۔

کام کرنیکے لئے متحد الخیال ہونیکی ضرورت

بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر احمدی کا نام چھوڑ دیا جائے تو آج شاید ہزارہا لوگ فوراً ہمارے ساتھ مل جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ متحد الخیال ہونے کے مفہوم پر شاید انہوں نے غور نہیں کیا۔ اگر یہ نام نہ ہوگا کوئی اور ہوگا۔ یا اگر یہ ممکن ہے کہ ایک جماعت ہو اور اس کا نام کچھ بھی نہ ہو۔ تو اسی طرح سہی۔ مگر ان کو متحد الخیال کرنے میں تبدیلی تو ان کے اندر وہی پیدا کرنی ہوگی جواب کرنی پڑتی ہے۔ بغیر ان کے خیالات میں تبدیلی کرنے کے متحد الخیال ہونا ناممکن ہے۔ اور بغیر متحد الخیال ہونے کے یہ کام ان اصول پر ہونا ناممکن ہے جن اصول پر مجدد وقت نے ہم کو جمع کیا ہے اور جبکہ لوگ ان اصول کو مان لیں گے ان کو احمدی نہ کہا جائے گا تو پھر بھی تمیز کے لئے کہا جائے گا کہ وہ مسلمان جو مجدد صدی مسیح موعود کے قائم کردہ اصول اشاعت اسلام کو قبول کر کے اشاعت اسلام کو اپنا مقصد قرار دیتے ہیں" اور ان کی انجمن کا نام رکھا جائے گا "وہ انجمن اشاعت اسلام جو مجدد صدی مسیح موعود کے قائم کردہ اصول اشاعت اسلام پر کام کر رہی ہے" گویا ایک فقرے سے مطلب ادا کر لینا جائز ہے مگر ایک لفظ سے نہیں۔

مجدد وقت کے دامن سے وابستگی کی ضرورت

یہ میں اپنے احباب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اشاعت اسلام کے لئے قربانیاں چاہتے ہیں تو جب تک حضرت مجدد کے دامن سے لوگوں کو وابستہ نہ کیا جائے گا وہ روح پیدا نہ ہوگی۔ جو جان و مال کی قربانیاں کرا دے۔ اس کے لئے کچھ بھی کوشش کرنی ہوگی۔ کاش یہ ہمارے دوست اب بھی بجائے اس کی بحث میں پڑنے کے جن میں بعض دوسرے لوگ اس وقت مبتلا ہو کر اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کہ ایک متحد الخیال جماعت کا نام رکھنے سے اسلام مٹ جاتا ہے اپنی قوت لوگوں کو اس اتحاد خیال کی طرف لانے پر صرف کرتے۔ اور خادم اسلام فوج کو قوت دینے کا موجب ہوتے۔ ہاں سب توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہی میں ہے۔

بقیہ صفحہ اول

بھائی پرمانند جو آریہ سماج کے روح رواں سمجھے جاتے ہیں۔ اور جنہیں آریہ سماجی "دیوتا سروپ" سمجھتے ہیں لپنا ور میں ایک تقریر میں ہندوؤں کو نصیحت کرتے ہیں "آپ تمام اگر کوئی اور قربانی نہیں کر سکتے تو ہر روز صبح پانچ دس منٹ کے لئے پرماتما سے پرارتھنا کریں کہ دکھ دور ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اگر تمام ہندو صرف یہی حربہ اختیار کریں تو قوم کے دکھ دور ہو جائیں گے۔

("ملاپ" ۵ مئی ۱۹۴۱ء)

دیوداسیاں

ہندوؤں میں ایک مذہبی رسم یہ بھی ہے کہ مندروں پر کنواری لڑکیاں بطور نذر چڑھائی جاتی ہیں۔ جن کو دیوداسیاں کہتے ہیں مگر یہ رسم بے شمار خرابیوں اور مضرات کا موجب ہو رہی ہے۔ جنہیں تہذیب بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لا رہبانیۃ فی الاسلام کا حکم دیکر ایسی راہبانہ زندگی کی ممانعت فرمادی۔ اور اب اس کے مضرات سے آگاہ ہونے کے بعد اور اس کے بداثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ہندو بھی اس تعلیم کا نفاذ بذریعہ قانون کروانے کی کوشش میں ہیں۔ چنانچہ مدراس کونسل میں ایک ہندو ڈاکٹر مسنز لکشمی نے یہ تجویز پیش کی کہ مندروں پر دیوداسیوں کا چڑھایا جانا بند کیا جائے۔ (دیتج ۲۶ نومبر ۱۹۲۷ء)

ہندو دھرم میں تو یہاں تک خامیاں اور کوتاہیاں ہیں کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہندوؤں کی زندگی دوبھر ہو جائے۔ چنانچہ سمندر پار جانا بھی ان کے ہاں کفر کے مترادف ہے چنانچہ کاشی کے پنڈتوں سے ان لوگوں کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا جو سمندر پار جاتے ہیں۔ پنڈتوں نے جواب دیا کہ یہ دھرم شاستروں کے بالکل خلاف ہے (پرکاش)

کیا ہندو اپنے دھرم شاستر کی اس تعلیم کو قابل عمل سمجھتے ہیں کہ اس حکمت آموز تعلیم پر عمل کریں۔ جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوئی یعنی سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

قریبی رشتوں میں شادی

اسلام نے قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کی اجازت جن مصالح کی بنا پر دی ہے۔ ان پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی نہ اس وقت گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ہندو بھائی اپنی عادت سے مجبور ہو کر ہمیشہ اس کے خلاف لے پر لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اب حالات اور تغیرات زمانہ سے مجبور رہ کر وہ اس کو بھی اختیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ لاہور کا آریہ اخبار "ملاپ" ۳۰ اپریل ۱۹۴۱ء میں لکھتا ہے کہ پشاور کے کپور ۲ گھر۔ گھرانے کی لڑکی ایک معزز کپور ۲ گھر۔ گھرانے کے لڑکے سے ہوئی۔ ہم ذات ہونے کے علاوہ یہ آپس میں خالہ زاد بھائی اور بہن بھی ہیں۔

کلرکوں کی ضرورت

ایک سرکاری محکمہ میں چند کلرکوں کی ضرورت ہے۔ امیدوار کم از کم انٹرنس سکنڈ ڈویژن پاس ہوں۔ تنخواہ کا ابتدائی گریڈ ہوگا ۳۹۔ ۳۔ ۶۰۔ درخواستیں معہ اسناد جلد بھیجی جائیں پتہ کی جگہ خالی رہے۔

انجمن نے مسلمانوں کو ملازمت کے حصول میں مدد دینے کا [illegible]

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بفضلہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے ایک کارڈ عید کے روز حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا جس کی نقل حسب ذیل ہے:۔

"بروز عید

حضرت قبلہ مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکی اطمینان و تشفی قلب کے لئے یہ خط میں اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اب میں پھر خطرہ سے نکل گیا۔ لیکن، کھانسی گو لاہور سے کم ہے لیکن تکلیف دہ ہے۔ پرانی مرض اعصاب سرہی پچھلے بخار کا باعث تھی۔ وہ اب بھی تکلیف دیتی ہے۔ ابھی کمزوری بہت ہے۔ لفظاً و معناً دس قدم سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ ضعف ہو جاتا ہے"

احباب کرام سے ہماری درخواست ہے کہ خواجہ صاحب ممدوح کے لئے درد دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے۔

— لائل پور کے کالونی فلور ملز کی آتشزدگی کی خبر گزشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے۔ مکرم جناب شیخ مولا بخش صاحب نے اپنے تازہ خط میں اس کی تصدیق کی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ مشینوں کے علاوہ (جو بیمہ شدہ ہیں) عمارات اور آٹا اور میدہ وغیرہ کا بھی بہت نقصان ہوا ہے۔ اور اس کے علاوہ ملازمین کی جن کی تنخواہیں ۵ روپے سے لیکر ۷۰ روپیہ تک پہنچتی ہیں بیکاری اور پریشانی اور چلتے ہوئے کام کا بند ہو جانا اور بھی تکلیف کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے شیخ صاحب احباب کرام سے دعا کے ملتجی ہیں۔

— قصور میں ہمارے مکرم دوست ملک غلام محمد صاحب نے سنٹرل فلور ملز کے نام سے ایک کارخانہ آرد قائم کیا ہے۔ اس ہفتہ اس کے بھی فیل ہو جانے کی خبر آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

— وزیر آباد میں مکرم جناب شیخ محمد جان صاحب کی صاحبزادی اور شیخ نیاز احمد صاحب تاجر چرم کی اہلیہ مکرمہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیغام صلح۔ ہمیں مرحومہ کے والد ماجد اور شیخ نیاز احمد صاحب اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے لاہور میں گزشتہ جمعہ کو مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔ بیرونی احباب بھی جنازہ غائب پڑھکر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

— ینگ مینز اشاعت اسلام یونین کا ایک غیر معمولی اجلاس ۲۶ مئی کو شام کے چھ بجے مسلم ہائی سکول میں زیر صدارت شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل منعقد ہوا۔ نوجوانوں کے علاوہ بعض بزرگان قوم بھی موجود تھے۔ یونین کو از سر نو کھڑا کرنے اور نوجوانوں میں روح عمل پھونکنے کے لئے اس کے نام اور قواعد وغیرہ پر غور اور بحث اس جلسہ کا مقصد تھا۔ کثرت رائے سے نام وہی رہا جو پہلے تھا۔ قواعد وغیرہ مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی ہے۔

اعلان

ایک شخص مسمی محمد رمضان جس کا حلیہ حسب ذیل ہے۔ میانہ قد گندمی رنگ۔ گول چہرہ۔ ریش تقریباً دو انچ۔ مونچھیں بہت چھوٹی پاجامہ پوٹھوہاری۔ چھوٹا کوٹ اور سر پر مشہدی لنگی۔ اپنے آپ کو بی اے۔ بی ٹی ظاہر کرتا ہے۔ ہماری انجمن کا نمائندہ نہیں ہے۔ اس نے مالیر کوٹلہ میں غریب دیکر اس انجمن کے نام پر مبلغ ۲۵ روپے جرمنی کی مسجد کے لئے وصول کئے ہیں۔ اور غالباً اور مقامات پر بھی ہماری انجمن کے ممبروں کے نام لے کر اپنا اعتبار اور وثوق جاتا ہے اور روپیہ وصول کرتا ہے۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ شخص محض فریبی ہے۔ کوئی اس کے دھوکے میں نہ آئے۔ سنا گیا ہے کہ یہ شخص لدھیانہ صدر بازار کا رہنے والا ہے۔ اور اس کے باپ کا نام عبد الغفور ہے۔

[illegible]

نماز اور اس کے ارکان

کیا عبادت اسلامی میں تجدید ہیئت کی ضرورت ہے؟

جدید مغربی خیالات پر خواجہ کمال الدین صاحب کا بصیرت افروز تبصرہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے جو درد اور خلوص عطا فرمایا ہے اس کا اظہار ان طویل مقالات سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے جو وہ حالت بیماری میں بھی "اسلامک ریویو" میں عموماً لکھتے رہتے ہیں۔ باوجودیکہ خواجہ صاحب کی صحت اس درجہ مخدوش ہو چکی ہے کہ ان کے لئے ذرا سا بھی دماغی کام بیماری کو خطرناک حد تک پہنچانے کا موجب ہے۔ تاہم جس وقت کوئی اسلامی مسئلہ ان کے سامنے آتا ہے وہ اس پر روشنی ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی تبلیغی جوش کا ایک نمونہ ذیل کا مضمون ہے جو ان لوگوں کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ جو شعائر اسلامی کی پابندی سے نکلنے کے لئے نماز کی ہیئت کو بدلنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ تحریک کچھ عرصہ ہوا انگلستان کے بعض اسلامی حلقوں میں خواجہ صاحب کو معلوم ہوئی۔ آپ نے اسی وقت ان کے جواب میں دو مضمون لکھے جن میں سے ایک "اسلامک ریویو" میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم اس کا اردو ترجمہ قارئین کرام کے افادہ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(مدیر)

انسانی مصنوعات اور پیدائش الٰہی میں فرق

جو مذاہب اپنی اصلی پاکیزگی کھو بیٹھتے ہیں محتاج اصلاح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی الہامی کتاب انسانی خیالات سے ملوث ہو چکی ہے تو وہ آئندہ کسی سمجھدار آدمی کے نزدیک قابل قبول نہیں رہتی۔ اسی طرح وہ مذہبی رسوم و ارکان جن کی بنیاد مجالس مذہبی پر ہوتی ہے دوام و قیام کا دعوے نہیں کر سکتے۔ انسانی مصنوعات ہر شعبہ اور ہر وقت زبان حال سے اصلاح اصلاح پکارتی رہتی ہیں۔ لیکن جو چیزیں خدا کی بنائی اور تکمیل کی ہوئی ہیں وہ آج تک جوں کی توں موجود ہیں۔ اور ان میں کسی اصلاح کی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام کا مصفا سرچشمہ

اسلام کو چھوڑ کر باقی تقریباً سارے مذاہب اپنی اصلی صورت کو کھو بیٹھے ہیں۔ خوش قسمتی سے مسلمان اس سرچشمہ سے پانی پی رہے ہیں۔ جو آج بھی ویسا ہی مصفا ہے جیسا کہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تھا۔ ہم لوگ قرآن کو خدا کا آخری کلام یقین کرتے ہیں۔ اور ہمارا اعتقاد ہے کہ اس کا ہر لفظ خدا کی سچی وحی ہے۔ قرآن آنحضرت صلعم کے اقوال نہیں اور نہ وحی الٰہی کا آپ کے الفاظ میں کوئی ملخص ہے۔ ہر پہلو سے کیا بہ لحاظ تعلیمات اور کیا بلحاظ الفاظ و عبارت یہ کتاب خدا کا کلام ہے۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اگرچہ اسلام میں بعض عقائد پر اختلاف رائے ہوا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ ہمیشہ متفق اللسان رہے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت اور بھی ہے۔ عقائد۔ قوانین زندگی۔ اصول اخلاق۔ غرضکہ ہر وہ بات جس کا ماننا مسلمان کے لئے ضروری ہے اس کتاب میں نہایت واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ اور وہ آیات اپنے مطلب کے اظہار میں نہایت صاف ہیں۔ اس میں شبہ یا ابہام مطلق نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تمام لوگوں نے اس کا ترجمہ ایک سا ہی کیا ہے۔

رسوم مذہبی اور اسلام

قدیم مذاہب میں رسوم پر بہت کچھ زور دیا گیا ہے۔ اور ہنود اور یہود کے مذاہب میں تو رسوم ایمان کا جزو لاینفک ہیں۔ عیسائیت نے اگرچہ یہودی رسوم کو ترک کر دیا۔ لیکن کس قدر افسوس ہے کہ بت پرستوں کی رسوم اختیار کریں۔ چنانچہ کلیسائے انگلستان کی دو شاخیں یعنی رومن کلیسا اور ہائی کلیسا اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ لیکن اسلام نے قریب قریب سب رسموں کو خارج از ایمان کر دیا ہے۔ بیشک ہماری بعض عبادات میں کسی حد تک رسمی پابندیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن غور سے دیکھو تو وہ بالکل لازمی اور ضروری معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے کی حالت میں ایک مسلمان مخصوص حرکات کرتا ہے۔ جیسے قیام۔ رکوع اور سجود۔

ارکان نماز میں تبدیلی نہیں ہو سکتی

گو یہ سب حرکات نمازی کے قلب کا آئینہ ہیں۔ ان کا فلسفہ تو بعد میں بیان کروں گا۔ سردست یہ کہتا ہوں۔ کہ ان میں نہ تبدیلی ہو سکتی ہے نہ اصلاح۔ کیونکہ یہ تمام باتیں خود قرآن ہی نے ہمیں سکھائی ہیں۔ اور اگر قرآنی احکام سب منجانب اللہ ہیں۔ تو پھر نماز کے اوضاع کو کسی طور پر ترک نہیں کیا جا سکتا اور ہر مسلم کا فرض ہے کہ لفظاً و معناً ان پر عمل کرے۔ وغیرہ ہو کہ لفظاً اور معنیٰ ایسی صورت میں ایک ہی چیز ہے۔ اگر قرآن نے ہمیں صرف نماز کا حکم دیا ہوتا اور اس کا طریقہ نہ بتایا ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ ہم مقامی یا ملکی تبدیلی کر لیتے لیکن قرآن نے حکم بھی دیا ہے اور طریقہ بھی بتا دیا ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان قرآن کے کسی حکم پر عامل ہو اور کسی کو ترک کر دے قرآن میں اس طرز عمل کی نہایت مذمت کی گئی ہے۔

مسلمان کا فرض

دوران نماز میں ہم جو کچھ حرکات کرتے ہیں۔ مثلاً قیام۔ رکوع۔ سجود جلسہ تو یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ قرآن ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے اس معاملہ میں ہماری رائے کو مطلق دخل نہیں ہے۔ بعض لوگ ممکن ہے ان احکام کی لم نہ سمجھ سکیں۔ لیکن جب تک وہ مسلمان ہیں ان پر فرض ہے کہ احکام قرآنی کو تسلیم کریں۔ اسلامی نماز کے اوضاع اگر مصر۔ شام۔ چین اور ہندوستان سے ماخوذ ہوتے تو ایک مبلغ کے لئے ممکن تھا کہ مغرب میں تبلیغ کرتے ہوئے وہ ان اوضاع کے ترک پر زور دیتا۔ یا ان کی جگہ مغربی ماحول سے مطابقت رکھنے والے اوضاع جاری کر دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے لہٰذا وہ مجبور ہے۔ کہ نومسلموں کو قرآنی نماز کی تعلیم دے۔ روزہ اور حج کے معاملات کا حال بھی بعینہ ایسا ہی ہے۔ اگر بحالت صوم ایک مسلمان خورد و نوش و دیگر اشیاء سے محترز رہتا ہے تو وہ سراسر احکام قرآنی پر عمل درآمد کرتا ہے۔

انسان کی ضابطہ پسندی

ہندوستان کے بعض مسلمان جدید خیالات سے متاثر ہو کر پرانے ہتھیار ہاتھ میں لے کر ہم سے کہتے ہیں کہ ہم لفظ پرستی کے بجائے معنیٰ پرست بننا چاہتے ہیں۔ ہم کو باطن سے سروکار ہے۔ ظاہر سے کوئی علاقہ نہیں۔ حالانکہ وہ اپنی زندگی سے اپنے قول اور دعوے کی تردید کر رہے ہیں کیونکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ضوابط اور قواعد نہ ہوں۔ ہمارے افعال عموماً اوضاع مخصوصہ اختیار کرتے رہتے ہیں۔ گو ہمیں ان کا احساس پیدا نہ ہو۔

روح بھی اپنے اظہار کے لئے جسم کی محتاج ہے۔ تاکہ خیالات اور اعمال سرزد ہو سکیں۔ پس جب حالت یہ ہے کہ ہم اقوال کے لئے زبان کے محتاج ہیں اور افعال کے لئے ہاتھ پاؤں کے۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ جن پر امور پر کاربند ہونے کا حکم صریحاً قرآن میں موجود ہے اس سے انحراف کریں۔ نماز کے وقت بعض حرکات و اوضاع لابدی ہیں۔

احکام قرآن اور مسلمان

پس جبکہ قرآن میں ان اوضاع کے متعلق صریح احکام موجود ہیں تو پھر مسلم کو کسی زید یا بکر کی رائے پر کاربند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہ نادان دوست خود بعض احکام کی بجا آوری میں تغافل شعار واقع ہوئے ہیں۔ اور "باطن" یا "معنی" کا عذر محض اپنی کمزوریوں کے چھپانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ برعکس اس کے ہمارے نومسلم بھائیوں نے قرآن کو خدا کا آخری پیغام تسلیم کیا ہے۔ اور فی الحقیقت قرآن شریف میں کوئی نقص باقی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی بات ایسی ہے۔ جس کے متعلق وہاں روشنی موجود نہ ہو۔ قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اس میں ہر عقیدہ نہایت صفائی کے ساتھ مذکور ہے اور مذہب کے لئے جو عقائد ضروری ہیں۔ ان کا ذکر پوری صراحت کے ساتھ اس میں موجود ہے۔ پس ایسی حالت میں کسی کو کیا پڑی ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر زید یا بکر کی پیروی کرے۔

اظہار احساسات کے لئے قول و فعل کا اجتماع ضروری ہے

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ہمارے تمام احساسات اپنے اظہار کے لئے اقوال یا افعال کے محتاج ہیں اور زیادہ تر قول و فعل دونوں کے اجتماع سے ہی ان کا اظہار ہوا کرتا ہے۔ زبان کی حرکت کے ساتھ پاؤں۔ ہاتھ اور آنکھ سب ہی حرکت کرتے ہیں۔ اگر ہم زبان سے بات کرتے ہیں تو اپنی بات کو دل نشین کرنے کے لئے ہاتھ سے اشارات ضرور کرتے ہیں۔ بسا اوقات آنکھیں زبان سے زیادہ گویا ہوتی ہیں۔

مختلف مذاہب کا طریق عبادت

جس طرح یہ اوضاع اظہار زندگی کے ہر شعبہ میں ضروری ہیں اسی طرح عبادت میں بھی۔ مثلاً اہل ہنود اپنی عبادت کے وقت پالتی مار کر بیٹھتے ہیں۔ عیسائی یا کھڑے ہوتے ہیں یا گھٹنے ٹیک کر آنکھیں میچ لیتے ہیں۔ یہودی رکوع اور دیگر اوضاع ظاہری پر عمل کرتے ہیں۔ چینی اور تبت کے لوگ اور ہنود کے بعض فرقے ماتھا زمین پر رکھتے ہیں۔ یہ تمام اطوار اسلام سے پہلے مذاہب میں جاری تھے۔ اور اس زمانہ سے چلے آ رہے ہیں جب ایک قوم دوسری قوم سے ناآشنائے محض تھی مشیت الٰہی نے ہر قوم کو ہدایت اور طریق عبادت عطا کر دیا تھا۔ جو ان کی مقامی ضروریات کے مطابق تھا۔ اور یہ ہدایت اصولی طور پر یکساں ہی تھی۔ سب مذاہب کی تعلیمات ایک ہی سی تھیں۔ اگر فرق تھا تو رسوم اور عبادت میں۔

عالمگیر طریق عبادت

لیکن رفتہ رفتہ عقائد میں تبدیلی ہونی شروع ہوئی۔ جبکہ قدرتی موانع دور ہو چکے تھے۔ اور مختلف اقوام میں اختلاط شروع ہوا۔ تب ایک عالمگیر طریق عبادت کی ضرورت ہوئی۔ جس پر سب لوگ عامل ہو سکیں۔ اس بات میں ان لوگوں کے لئے غور کرنے کا بہت کچھ مواد ہے جو خلوص نیت سے اسلامی طریق عبادت میں تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام ان تمام اقوام کے لئے آیا تھا جن کے پاس اپنا طریق عبادت بھی موجود تھا۔ اگر اسلام بفرض محال صرف روم کے لئے مخصوص ہوتا تو ہم لوگ شاید اپنی نماز میں رومی طریق عبادت اختیار کرتے لیکن مسلمانوں کا وطن کوئی مخصوص شہر نہیں۔ ع

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کل دنیا اس کے لئے بمنزلہ شہر ہے۔ اور اس کا مذہب بھی تمام دنیا کے لئے ہے۔ پس اس کی نماز بھی کل دنیا کے لئے یکساں طور پر مفید اور معمولی ہونی چاہیئے۔ یہ غیر مناسب ہوگا کہ اسلامی نماز میں ایسے اوضاع ہوں جو بعض ممالک میں معمول بہ ہوں اور بعض میں کوئی شخص ان سے آگاہ نہ ہو۔ قرآن شریف تمام بنی نوع آدم کے لئے یکساں ہدایت ہے۔ پس اس نے نماز کے اوضاع ایسے مقرر کئے ہیں۔ جو منفرد طور پر تمام دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام نے ان کو وحدت نوعی عطا کر دی ہے۔ اسلام سے پہلے بعض اقوام عبادت کے وقت کھڑی ہو جاتی تھیں۔ بعض جھکتی تھیں۔ بعض دوزانو بیٹھتی تھیں۔ بعض سجدہ کرتی تھیں۔ بعض اپنے ہاتھ اوپر کو اٹھاتی تھیں۔ پس اسلام نے نماز کا طریقہ ایسا مدون کیا۔ جس میں یہ تمام اوضاع داخل ہو گئے۔ اور وہ اوضاع وہی تھے۔ جو کسی وقت خدا نے خود ہی مقرر فرمائے تھے۔ اسی خدا نے اسلام میں ان تمام کو اس طرح مجتمع کر دیا۔ جیسے کسی تاگہ میں تسبیح کے دانے۔

وحدت اسلامی اور طریق عبادت

غور کیجئے اگر مغرب کے مسلمانوں کا طریق عبادت مشرق کے مسلمانوں سے جداگانہ ہوتا تو اسلام کی وحدت کو کس قدر صدمہ پہنچتا۔ یہ منظر کس قدر ناپسندیدہ ہوگا۔ کہ اگر دو مسلمان ایک مغرب کا رہنے والا اور دوسرا مشرق کا کسی جگہ نماز کے لئے جمع ہو جائیں تو وہ دونوں اپنے اپنے طور پر عبادت کریں۔ مثلاً ایک اپنا منہ جنوب کو کر لے دوسرا شمال کو۔ علاوہ بریں اوضاع عبادت سے خود عابد کے مذہب کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ اس کے حرکات و ارکان دراصل اس کے عقائد کا آئینہ ہوتے ہیں۔ پس اسلام میں بھی ایسا ہی ہے۔ ہم کس طرح اپنے طرز عبادت کو اس طرح بدل سکتے ہیں۔ کہ ہم پر کسی دوسرے مذہب کے فرد کا شبہ ہونے لگے۔ اور نہ یہ بات ہمارے لئے مناسب ہے۔ کہ ہم اپنی ذاتی رائے کی تبلیغ شروع کر دیں۔ کیونکہ رب العالمین نے اپنی پاک کتاب میں ہر امر کا فیصلہ کر دیا ہے۔ نصوص قرآنی اس قدر صریح ہیں کہ ان میں اختلاف آرا کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی کوئی دشواری نہ پڑتی۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے قرآن کے ہر قول کو اپنے عمل سے واضح کر دیا ہے۔ آپ کی مقدس زندگی قرآن کریم کی سب سے بڑی تفسیر ہے۔

(باقی آئندہ)

متشابہات و پیشگوئیوں میں تاویل کی ضرورت

اشراط قیامت کی پیشگوئیاں قابل تاویل ہیں!

[illegible] حیدرآباد کے مولانا ابو عبد اللہ ثناء صاحب [illegible] واقف ہیں۔ پچھلے دنوں اخبار پیغام [illegible] اسلام [illegible] کے عنوان سے جو سلسلہ مضمون انہوں نے شروع [illegible] دجال اور یاجوج ماجوج کی تمام علامات کو انہوں [illegible] اقوام پر منطبق کرکے حضرت مسیح موعود کے خیالات کی [illegible] اور بعض دیوبندی علماء کے تنقید کرنے پر کہ اس سے [illegible] کے خیالات کی تائید ہوتی ہے۔ صاف طور پر کہہ دیا [illegible] صاحب [illegible] موافقت اگر سنگ راہ تحقیق مانی جائے [illegible] پیشگوئیوں کے ذریعے بعض اہل بیت کی اور نواصب کے [illegible] امیدوں و فاروں کی ضرورت ہوگی؟

لیکن کسی ایک ہی بات پر نہیں ہم جہاں تک سمجھتے ہیں۔ مرزا [illegible] کی تمام باتوں سے اہل تحقیق کو آخرکار اتفاق کرنا پڑے گا۔ اور خود مولوی عبد اللہ ثناء صاحب ایک ایک کرکے اتفاق کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جس کو انہوں نے وہ "فرقہ باطلہ" کے نام سے پکارا ہے۔ علاً اس کو فرقہ حقہ ثابت کرنے کی کوشش [illegible] ہیں۔ چنانچہ اب انہوں نے ایک اور سلسلہ مضمون "الشاہد والمشہود" کے نام سے شروع کیا ہے جس کی دوسری قسط میں متشابہات اور پیشگوئیوں کے مضمون پر نہایت فاضلانہ اصولی بحث کی ہے چونکہ مسیح موعود کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں احادیث میں آئی ہیں۔ وہ [illegible] سے خاص تعلق رکھتی ہیں۔ جن پر بحث کرنا مولوی صاحب کے مضمون کا اصل موضوع ہے۔ اس لئے اور اس غرض سے بھی کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وہ تمام مخالفین جو بعض پیشگوئیوں کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کرکے اس سلسلہ کو باطل ثابت کرنا چاہتے ہیں مولوی عبد اللہ ثناء صاحب کے خیالات سے بصیرت حاصل کریں۔ ہم اس دوسری قسط کو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

قرآن میں محکمات و متشابہات

اس تمام بحث کی اصل وہ آیت ہے جو سورہ آل عمران کے اوائل میں ہے

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات ... متشابهات. فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراسخون في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا الخ	وہی خدائے پاک ہے جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا۔ اس میں سے بعض آیات محکمات ہیں۔ اور چند دیگر آیات متشابہات لیکن جن لوگوں کے دلوں میں کجی و میل ہے تو وہ (محکمات کی اتباع چھوڑ کر) خواہ فتنہ جگانے یا اصل مقصود خداوندی معلوم کرنے کو متشابہ المعنیٰ آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مصداق و مطلب خدا ہی جانتا ہے۔ اور راسخین فی العلم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے متشابہات پر بھی محکم و متشابہ سب خدا ہی کی جانب سے ہیں۔

تفسیر ابن جریر و درمنثور و کبیر واحدی و اتقان میں مذکور ہے کہ یہ آیت ان یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کی شان میں نازل ہوئی جو آنحضرت کی ایذادہی کے لئے [illegible] مقطعات و دیگر آیات متشابہ المعنیٰ کو لے کر خواہ مخواہ آپ سے کج بحثی کرتے تھے جی میں مقطعات سے حساب ابجد مدت بقاء دین اسلام بتاتے کبھی خدا کے تعظیمی الفاظ جمع نحن وغیرہ سے تثلیث پر استدلال کرتے۔

دو قسم کی آیات

لہذا صاف و صریح مطلب اس آیت کا محض اسی قدر ہے۔ کہ خدا نے قرآن مجید [illegible] نازل فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو احکام و اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔ اور جن کا مطلب صاف و واضح ہے ہر عربی زبان جاننے والا ان کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ دوسری وہ آیات ہیں۔ جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہیں۔ یا امور غیبیہ آئندہ سے جن میں از روئے بلاغت و فصاحت اعلیٰ استعارہ تشبیہ و مجازات استعمال کئے گئے ہیں۔ جیسا فصحائے عرب کی عادت تھی جن کی زبان پر قرآن نازل ہوا۔

احادیث میں محکمات متشابہات

احادیث کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں بھی انہیں دونوں قسموں کے الفاظ و عبارات پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نصوص احکام متعلق بعمل ہیں ان میں صاف صاف واضح عبارتوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ مقصود اصلی جو عمل ہے فوت نہ ہونے پائے۔ بخلاف ان پر اسرار امور کے جو عالم غیب سے متعلق ہیں۔ جو غیر محسوس و غیر مشار الیہ ہے ان حقائق غیبیہ کے اصل مدعا کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ ان میں بجز استعارات و تشبیہات و تمثیلات کے کام نہیں چلتا۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات جو عالم غیب سے متعلق ہیں اگر ان میں سے کسی کو بھی بتانا منظور ہے۔ تو بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ انسانوں کے صفات سے تعبیر کیا جائے گا۔ حالانکہ انسانی صفت اور خدائی صفت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ خدائی صفت بجز انسانی صفت کی تمثیل کے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتی۔ انسان قوت بطش خداوندی کو بجز اس کے سمجھ ہی نہیں سکتا کہ خدا کے لئے بھی ہاتھ ثابت کیا جائے۔ حالانکہ ذات خداوند اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ اس کے لئے ایک آلہ جارحہ کی تصدیق ہو۔

امور غیبیہ میں تمثیل و استعارہ

اسی طرح بہت سارے آئندہ امور غیبیہ کی حالت ہے۔ کہ جب ان کو معلوم کرانا منظور ہوتا ہے۔ تو بجز اس کے چارہ نہیں کہ تمثیل و استعارہ کا پیرایہ اختیار کیا جائے۔ ان کے لئے وہی الفاظ استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ جو ان کے صفات خاصہ پر دلالت کر سکیں ورنہ ان کے اعیان تو ابھی تک عالم غیب میں معدوم ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خواب میں بھی جو وقائع آئندہ نظر آتے ہیں تو تمثیلی شکل میں ہی اکثر نظر آتے ہیں اور حقیقی شکل میں بہت کم۔ عارفین کے نزدیک عالم مثال ایک مستقل عالم محض اسی کام کے لئے ہے کہ معانی مجردہ عالم غیب کو عالم شہادت کے صور تمثیلیہ میں پیش کرے۔ مثلاً علم کو دودھ کی شکل میں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رؤیا یا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ الرؤیا جزء من ستة واربعین جزء من النبوة۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولیا انبیا کے کشوفات حوادث آئندہ کا سرچشمہ بھی مثل خواب کے یہی عالم مثال ہے۔

پیشگوئیاں تاویل طلب ہوتی ہیں

یہ مسلم ہے۔ کہ نصوص شرعیہ جیسے احکامات اور امر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح حقائق غیبیہ آئندہ پر بھی مشتمل ہیں۔ محکمات احکام کو جیسے ان کے معانی ظاہرہ حقیقیہ پر محمول کرنا لابدی ہے۔ النصوص تحمل علی ظواہرها مالم تمتنع اسی طرح امور غیبیہ کو خواہ وہ پیشگوئیاں آئندہ کے متعلق ہوں۔ یا صفات و ذات باری تعالیٰ کے متعلق۔ دونوں کو ان کے ظاہر معنے ہی پر محمول کرنے پر اصرار اصرار بیجا ہے۔ پیشین گوئیوں اور صفات الٰہیہ میں فرق صرف اسی قدر ہے۔ کہ پیشگوئیاں عالم شہادت میں ایک نہ ایک روز آنے والی ہوتی ہیں۔ بخلاف صفات کے کہ وہ ہمیشہ غیب ہی غیب سے متعلق رہیں گی۔ عالم شہادت سے ان کو کبھی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا بہ نسبت صفات الٰہیہ کے ان پیشین گوئیوں کے وقوع کے بعد ان کی ایسی تاویل جس سے وہ مصداق پر پورے منطبق ہو سکیں نہایت ضروری ٹھہرتی ہے۔ ورنہ شارع کی پیشین گوئیوں سے جو اصل مطلب تھا وہ فوت ہو جائے گا۔ بخلاف صفات الٰہیہ کہ ان کی تاویل نہ کرکے اگر انہیں علی حالها چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کے حقائق کو علم ایزدی کے تفویض کر دیا جائے تو چنداں خرابی متصور نہ ہوگی۔ جیسا کہ اکثر سلف کا اعتقاد رہا ہے۔ ہاں خواب کی طرح بعض امور غیبیہ آئندہ حقیقی شکل میں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ مگر سب اسی طرح ہو لازمی نہیں۔

متشابہات کی حقیقت

پس آیت مذکورہ پر غور کرنے سے مطلب صرف یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصحاب زیغ و ضلال وہی ہیں۔ جو محکمات کی پوری پابندی کرنے سے جی چرا کر خواہ مخواہ فتنہ پردازی کی نیت سے متشابہات کی حقیقت دریافت کرنے کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں۔ اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس پر اس قدر گھمنڈ ہوتا ہے کہ گویا وہی مراد خداوندی ہے۔ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویلہ سے یہی مطلب ہے۔ تاویل سے مراد مصداقات اور اصل حقائق واقعیہ ہیں۔ نہ کہ بعض معنوں کی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ولما یاتهم تاویله بخلاف راسخین فی العلم کے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ محکمات اور امر و نواہی کی پابندی میں صرف کرتے ہیں اور اسی میں منہمک رہتے ہیں۔ اس سے ان کو اس قدر فرصت ہی نہیں ملتی۔ کہ وہ خواہ مخواہ متشابہات کی ٹوہ میں لگ جائیں۔ پھر اگر کسی وجہ شرعی و ضرورت دینی کے سبب سے وہ اگر ان مسائل عویصہ و مضامین متشابہہ کی تحقیق و تاویل کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں تو جو چیز ذات خداوندی سے خاص ہوتی ہے۔ مثلاً وقت قیام قیامت وقت خروج وغیرہ بتانا تو اس کو خدا کے علم پر حوالہ کرتے ہیں اور جو چیز ان اسرار متشابہات سے ان پر کھلتی بھی ہے تو اس پر وہ گھمنڈ نہیں کرتے۔ بلکہ خدا ہی کو اس کی حقیقت کا عالم جانتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان سے کجروی و گمراہی سرزد نہ ہو۔

چنانچہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا اس کی صریح دلیل ہے۔ جو اس آیت ہو مذکورہ کے اخیر میں راسخین فی العلم کے مقولہ کے ماتحت ہے۔

متشابہات کی تاویل نصوص شریعت کے مطابق ہونی چاہیئے

چنانچہ حدیث حضرت عائشہ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔

قالت تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الاية قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رأيت الذين يتبعون ما تشابه منه فاولئك الذين سمى الله فاحذرهم	فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہیں کہ حضور نے فرمایا کہ اے عائشہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کر رہے ہوں تو سب جان لو کہ یہی لوگ ہیں جن کا خدا نے تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ کو جن لوگوں سے سابقہ پڑا اتفاق سے یہی اصحاب جمل تھے۔ جو جنگ جمل کا باعث ہوئے۔ جس پر حضرت عائشہ کو آٹھ آٹھ آنسو رونا پڑا۔ اور عمر بھر پچھتانا پڑا۔ اتفاق سے حضرت عائشہ کو حکم ہوا تھا کہ "جب تم دیکھو" اور وہ یہی دیکھتی تھیں۔ کہ جن لوگوں تاویلات ناجائز کرتے ہوئے خلیفہ برحق سیدنا علی علیہ السلام کے خلاف لڑنے پر ان کو اکساتے رہے۔ اور خود اپنی طرح حضرت عائشہ کو بھی فتنوں میں ناحق پھنسا دیا۔

اس سے واضح ہے۔ کہ تاویلات ناجائز وہی تصور ہوتے ہیں جو علانیہ نصوص محکمہ مسلمہ شریعت کے خلاف ہوں۔ اور ان تاویلات کی غرض افساد و ابتغاء فتنہ ہو ورنہ یہ ظاہر ہے کہ اگر خدا نے کسی کو علم متشابہات سے سرفراز فرمایا ہو اور وہ محض دینی لحاظ سے اس کو ظاہر کرے نہ کہ فتنہ مچانے کے لئے اور نہ اس گھمنڈ سے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہی مراد حق ہے اور پھر جو کچھ وہ تاویل کر رہا ہو اس سے شریعت کے کوئی اصول مسلمہ نہیں ٹوٹتے اور نہ وہ خلاف زبان عربی ہیں۔ بلکہ ان تاویلات سے دین کو یا مسلمانوں کو نفع پہنچنے کی امید ہو۔ یا کم از کم ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ تو پھر اس آیت مابہ البحث سے ایسی تاویلات کا زیغ و ضلال کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

تاویل متشابہات علماء سلف سے

یہی وجہ ہے کہ علماء سلف و خلف سے نہ فقط تمام متشابہات کی تاویلات ہی مروی ہیں بلکہ بہت سارے موجودہ عقائد فرقہ ناجیہ انہیں تاویلات پر مبنی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ متشابہات جو مفسرین و اصولیین و فقہاء و متکلمین کے پاس بالاتفاق متشابہات ہیں۔ ان کی بھی سیکڑوں تاویلات انہیں تفاسیر مروجہ مقبولہ میں بھری پڑی ہیں۔ کیا کوئی ذی عقل انسان ان سلف و خلف بزرگوں کی تاویلات مذکورہ تفاسیر کو زیغ و ضلال کا موجب بتا سکتا ہے۔ اور ان بزرگوں کو اہل زیغ و ضلال قرار دے سکتا ہے؟

متشابہات کو حقیقت پر محمول کرنا غلطی ہے

اب رہی یہ بات کہ تاویل متشابہات کیوں کی جائے۔ اور کیونکر کی جائے سو ظاہر ہے۔ کہ متشابہات کی وجہ تسمیہ ہی یہی ہے۔ کہ ان کا مطلب بوجہ اختباہ یا بلحاظ احتمال معانی مختلفہ جلد سمجھ میں نہیں آتا۔ اور تعین معنی مشکل ہو جاتا ہے۔ یا ان کے ظاہری حقیقی معنی عقلاً و نقلاً محال و خلاف فطرت اللہ ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی ایسی تاویل ضروری ہوتی ہے جس سے شریعت طاہرہ پر تجویز استحالہ و خلاف فطرت کا دھبہ نہ آنے پائے۔ مثلاً صفات باری و استواء علی العرش کی اگر تاویل نہ کی جائے اور فرقہ مشبہہ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ جو ان کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ تو لازماً شریعت طاہرہ پر جو عین مراد فطرت ہے مخالفت فطرت و تجویز محالات کا الزام عائد ہوگا جس سے وہ یقیناً بری ہے۔ لہذا ہم کو یا تو اشاعرہ کی طرح تاویل کرنی پڑے گی۔ یا سلف اور سلفی الاعتقاد اہل حدیث کی اس کی حقیقی معنوں کے علم کو خدا کے حوالے کرنا ہوگا اور مجہول الکیف ایمان رکھنا پڑے گا۔

اشراط قیامت قابل تاویل ہیں

مگر ان سلف و اہل حدیث کا رویہ صفات باری و اوصاف قیامت و جنت و نار وغیرہ کے متعلق تو چل جائے گا۔ لیکن ان اشراط قیامت کے متعلق نہیں چل سکتا جو قبل از وقوع قیامت و تغیر و تبدل نشأت دنیا اس نشأت دنیا میں ہی ہونے والی ہیں۔ جبکہ ان کے ظاہری معنے محال و خلاف دنیوی فطرت اللہ کے ہوں خصوصاً ان میں سے جو ایسے ہوں کہ ان کی پیشین گوئیاں ان سے پرحذر رہنے کے لئے کی گئی ہوں۔ تو ایسی صورت میں ظاہر ہے۔ کہ اگر ان کی تاویل نہ کی جائے اور ان کے صور واقعہ مطابق نصوص پر منطبق نہ کیا جائے۔ تو اصل مطلب شرع فوت ہو جائے گا۔ اور پرحذر رہنے کے بجائے غفلت ہی غفلت میں امت برباد ہو جائے گی۔

بخلاف اوصاف قیامت کبریٰ و احوال جنت و نار کے۔ کہ ان کی تاویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان پر ایمان رکھ کر ان کی حقیقت کو خدا کے تفویض کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا محل وقوع وہ زمانہ ہے۔ جو اس نشأت دنیاویہ کے تمام کارخانے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد آنے والا ہے۔ اس وقت نشأت کے محال و غیر محال کی بحث ہی سرے سے ندارد ہوگی۔ وہ نشأت و فطرت ہی دوسری ہوگی۔ اور زمانہ ہی دوسرا ہوگا۔ اس کو اس نشأت دنیاویہ سے کوئی نسبت نہ ہوگی۔

(باقی صفحہ ۷ کالم ۳ کے آخر میں)

خاتم النبیین کون ہے؟ حضرت مسیح یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

ایک مولوی صاحب قبلہ کی حرکت مذبوحی!

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

(۴)

مولانا کی متناقض مثالیں

میں نے اپنے مضمون میں یہ بات پیش کی تھی کہ کیا کوئی نبوت کا کام باقی ہے جس کے لئے عیسیٰ نبی اللہ کی پھر ضرورت پڑے گی تو مولانا دیوبندی مدظلہ اس کا جواب جو ارشاد فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "والیان ملک جنگ کے وقت اپنی اپنی خدمات بادشاہ وقت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ والیان ملک بھی ہوتے ہیں اور سپاہی بھی۔ نبیوں سے جو میثاق خدا نے لیا تھا کہ آنحضرت صلعم کی مدد کرنا سوان سب کا نمائندہ حضرت مسیح آکر مدد کریں گے۔"

اس میں مولانا نے دو باتیں پیش کی ہیں۔ (۱) ایک تو نبی کو والی ملک سے تشبیہ دی ہے اور بتایا ہے کہ وہ والی ملک بھی ہوتا ہے اور بادشاہ کا ایک سپاہی بھی۔ اور (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو میثاق نبیوں سے لیا تھا کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا سو ان سب نبیوں کا حضرت مسیح نمائندہ ہو کر آکر مدد کر جائیں گے۔ گویا یہ ان کے آنے کا مقصد ہے۔

اب پہلی بات کو لیجئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ جب آئیں گے تو وہ ایک والی ملک کی طرح روحانی حکومت کے مالک یعنی نبی بھی ہوں گے اور نبی وقت۔ یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ایک سپاہی یعنی امتی بھی ہوں گے۔ ذرا ملاحظہ ہو کہ یہ چوتھی مثال ان پہلی تینوں مثالوں پر پانی پھیر گئی۔ پہلی دو مثالوں میں تو حضرت عیسیٰ نبوت کے منصب پر مامور نہ تھے۔ تیسری مثال میں منصب نبوت پر مامور تھے مگر بوجہ چاہ چوند لوگوں کو ان کی نبوت نظر نہ آتی تھی۔ اب اس چوتھی مثال میں ایک والی ملک کی ریاست کی طرح نبوت صاف نظر آتی ہے مگر یہ نبی دوسرے نبی کا جو وقت کا نبی ہے ماتحت ہے یعنی امتی ہے۔ مثالوں میں اسقدر اختلاف ہونا بتلاتا ہے کہ مولانا کے ہاتھ میں اس معاملہ میں کوئی اصول نہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ کو خاتم النبیین کے بعد زمین پر اتارنے کے لئے بیچاری تگ و دو ہے جس سے وہ کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہوتے۔ کبھی ایک مثال سے مطلب نکالنا چاہتے ہیں تو کبھی دوسری سے جو پہلی سے بالکل مختلف ہوتی ہے اس لئے اختلاف پر اختلاف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی بات کی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا تھا کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ کہ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا۔ تو کثرت سے اختلاف اس میں پایا جاتا۔ باطل کی یہ ایک پہچان ہے کہ اس کا کوئی اصول نہیں ہوتا۔ ایک بات کی۔ خود ہی دوسری جگہ اس کے خلاف چل پڑے۔ تیسری جگہ کچھ اور ہی لکھ دیا۔ چوتھی جگہ سب سے الٹ کہہ دیا۔ دیکھو تو مولانا یہی کچھ کر رہے ہیں۔ اپنی اگلی مثالوں پر پانی پھیرتے ہوئے اب حضرت عیسیٰ کو ایک والی ملک سے مثال دیتے ہیں۔ جو ایک طرف اپنی ریاست کا مالک یعنی اپنی امت کا نبی بھی ہے۔ اور دوسری طرف بادشاہ وقت یعنی نبی وقت کی رعیت میں سے ایک سپاہی یعنی ایک امتی بھی ہے گویا مولانا کا قائم کردہ تصفیہ یہ ہوا کہ ایک نبی دوسرے نبی کا امتی ہوگا۔ ہم غریب احمدیوں پر تو مولانا کا عتاب اسی وجہ سے نازل ہوتا ہے کہ ان کے زعم میں ہم لوگ علمائے سلف کے عقیدہ کے خلاف کسی مسئلہ کی تشریح کرتے ہیں۔ لیکن خود مولانا بیان قرآن۔ حدیث۔ تمام سلف صالحین اور علمائے سلف کے عقیدہ کے خلاف نبی کو امتی بھی قرار دیتے ہیں۔ اور ذرا نہیں شرماتے کہ پھر ہم کس منہ سے دوسروں پر نام دھرتے ہیں مولانا ذرا اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ صریح قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے مذہب کے خلاف ہے۔ برا ہو۔ ان کی بلا سے وہ جانتے ہیں کہ میں حضرت مولانا قبلہ مدظلہ ہوں۔ جو کچھ کہدوں گا یا لکھ دوں گا بھیڑ آنکھ بند کر کے اسے قرآن و حدیث سمجھ کر مان لے گی۔ یہی تفسیر ہے اس آیہ کریمہ کی کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کہ اللہ کے سوائے ان لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے۔

سلف صالحین کا مذہب

کیوں مولانا! کیا تمام سلف صالحین کا یہ مذہب نہیں کہ نبی امتی نہیں ہوتا۔ کیا صریح نص قرآنی نہیں کہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ خدا کے حکم سے مطاع ہوتا ہے۔ وہ کسی انسان کا مطیع نہیں ہوتا۔ وہ صرف اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ کہ میں نہیں اتباع کرتا مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ وہ کسی دوسرے نبی کی شریعت کی بھی پیروی اسی صورت میں کرتا ہے۔ جب اس کی وحی ایسا کرنے کے لئے اسے حکم دیتی ہے۔ ورنہ جہاں اس کی وحی کسی پہلی شریعت کے حکم کو منسوخ کرنے کا حکم دیتی ہے۔ وہ اسے منسوخ کر کے وحی کے مطابق اس مسئلہ پر عمل کرتا ہے۔ بہرحال نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کی وحی کا متبع ہوتا ہے۔ وہ کسی دوسرے نبی کا امتی یا تابع نہیں ہوتا۔ اگر وہ امتی ہے تو پھر وہ نبی نہیں۔ کیا تمام سلف صالحین اور ائمہ امت کا اس پر اتفاق نہیں؟ پھر آپ نے اس اجماع امت کے خلاف کیوں ایک ایسی مثال پیش کی جس نے ایک نبی کو امتی کی حیثیت دے دی اور پھر وہ کونسی قوم ہے جس کے لئے ایک طرف تو حضرت عیسیٰ نبی ہوں گے اور دوسری طرف نبی وقت یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں گے۔ کیا انہیں اس وقت کوئی قوم نبوت کے لئے مل جائے گی جسے وہ اپنی وحی سنائیں گے اور اس پر عمل کرائیں گے؟ اور ایسا ہوگا کہ تمام دنیا کے مسلمان تو قرآن پر عمل کریں گے۔ مگر حضرت عیسیٰ کو جو روحانی مملکت یعنی امت اپنے منصب نبوت کے ماتحت مل جائے گی۔ وہ وہاں اپنی وحی انجیل سنایا کریں گے۔ اور انہیں انجیل پر عمل کرایا کریں گے۔ البتہ جب مسلمانوں کو جہاد کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ اپنی قوم لیکر مسلمانوں کے امام کے ماتحت لڑنے کے لئے آن موجود ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ نہ تو انہیں کوئی وحی نبوت ہوگی اور نہ کوئی خاص قوم نبوت کے لئے ملے گی جن کو وہ اپنی وحی سنائیں۔ بلکہ وہ عام طور پر قرآن ہی سنایا کریں گے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ وہ نبوت سے معزول ہوں گے۔ اور ان کی حیثیت ایک والی ملک کی نہیں ہوگی۔ بلکہ رعیت کے ایک معمولی فرد یعنی ایک مولوی واعظ کی ہوگی جیسا ان کے پاس نہ کوئی امت ہوگی۔ جس کو اپنی وحی سنائیں اور نہ وحی نبوت ہی ہوگی۔ تو پھر وہ نبی کاہے کے ہوئے ایک واعظ ہوئے۔ یا حضرت مولانا! وہ کونسی امت ہوگی جسکے وہ والی یعنی نبی ہوں گے۔ اور جسے لیکر وہ لڑنے کے لئے نبی وقت کے ماتحت تشریف لائیں گے؟ یا محض مثال سنا کر لوگوں کو احمق بنانا مقصود خاطر تھا۔

کیا حضرت مسیح نبیوں کے نمائندہ تھے؟

اب دوسری بات لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو میثاق نبیوں سے لیا تھا کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا ان سب نبیوں کا نمائندہ بن کر حضرت مسیح آکر مدد کر جائیں گے۔ کیوں جناب مبندہ! تمام نبیوں نے ملکر کس دن مسیح کو اپنا نمائندہ بنایا تھا؟ کونسی نبیوں کی کانفرنس ہوئی تھی جس میں مسیح کو نمائندہ بنانے کا ریزولیوشن پاس ہوا تھا؟ کیا آپ وہاں موجود تھے؟ ام کنتم شہداء۔ یا اس ریزولیوشن یا نمائندگی کا ذکر آپ نے قرآن میں پڑھا؟ حدیث میں پڑھا؟ سلف صالحین کی کتب میں پڑھا؟ کسی تفسیر میں پڑھا؟ آخر آپ کو اس نمائندگی کا علم کیونکر ہوا؟ یا محض یہ افترا اور بہتان ہے۔ اور تمام علمائے امت کے خلاف ایک ایجاد بندہ ہے؟ کیا خدا و رسول نے کہیں فرمایا کہ مسیح سب کا نمائندہ بن کر آجائے گا۔ پھر اس قول باطل کے کیا معنے؟

ہم پر تو ناحق کا عتاب ہوا کرتا ہے کہ بعض مسائل میں ہم احمدیوں کی تشریح علمائے سلف کے خلاف ہوتی ہے حالانکہ اکثر امور میں مولانا کا یہ الزام غلط ہوتا ہے لیکن خود بانیت دیدہ دلیری سے اجماع امت کے خلاف عقائد گھڑے چلے جاتے ہیں۔ دل سے باتیں بنائے چلے جاتے ہیں اور کثرت فسلبہ مدظلہ کو تنبیہ نہیں کرتا کہ یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے؟

مولانا نے از خود ہی مسیح کو سب کا نمائندہ بنا دیا۔ آیت میثاق میں تو نبیوں کو حکم تھا کہ جب وہ آخری نبی آئے۔ جو سب کا مصدق ہوگا تو تم سب اس پر ایمان لانا۔ اور اس کی مدد کرنا۔ اصل آیت یہ ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا۔ قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین۔ "اور جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ تو تمہارے پاس جب وہ عظیم الشان رسول آئے جو تصدیق کرنے والا ہوگا اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی نصرت کرنا پھر فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس بات پر عہد کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہا پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔" اگر مولانا کا بیان صحیح مانا جائے کہ فرداً فرداً محمد صلعم پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کے بجائے سب نبیوں نے اسے فرض کفایہ سمجھا اور مل جل کر ایک کو اپنا نمائندہ بنا کر اسی کے سر پر یہ بوجھ ڈالدیا کہ وہ دنیا میں جا کر اور رسول اللہ پر ایمان لا کر اور نصرت کر کے اس عہد کو سب کی طرف سے بھگتا آئے۔ تو کہنا پڑے گا کہ اس میثاق یعنی عہد کا نبیوں نے مطلق کوئی پاس نہ کیا۔ اول تو انہوں نے اس عہد کا استخفاف کیا کہ اس کو اس قابل ہی نہ سمجھا کہ فرداً فرداً پورا کرتے۔ پھر سب نے اگر مسیح کو نمائندہ بنایا تھا سو وہ تو اب تک نہ آئے۔ وہ آنے والا رسول آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ ایک عالم نے اس کو مانا اور نصرت بھی کی۔ مگر جن لوگوں سے میثاق لیا گیا تھا انہوں نے نہ مانا نہ نصرت کی۔ صرف ایک نمائندہ منتخب کر کے آسمان پر بٹھا رکھا ہے۔ جو اب تک اترنے ہی میں نہیں آتا۔ کہتے ہیں جب دنیا ختم ہونے میں صرف چند سال رہ جائیں گے تو وہ نمائندہ صاحب تشریف لائیں گے گویا اس طرح کل انبیاء کے ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وقت قیامت سے چند سال قبل ہوگا۔ میرے خیال میں تو یہ بزرگ انبیاء اب اپنے ایمان اور نصرت کو رہنے ہی دیں تو اچھا ہے۔ جب رسالت کا زمانہ ہی گزر گیا اور قیامت ہی آن پہنچی تو ان کی نصرت کیا فائدہ دے گی۔ بہت دیر پیچھے نصرت یاد آئی جب اس کا ہونا نہ ہونا ہی برابر ہو گیا۔

تمام نبیوں کے متعلق مولانا کی اہانت آمیز روش

دیکھئے یہ مولانا دیوبندی تو نبیوں کے پیچھے اس طرح ہاتھ دھو کر پڑے ہیں کہ بات بات میں ان کی ہتک کرتے چلے جاتے ہیں۔ نبیوں کا گروہ جو ہمیشہ سابق بالخیرات ہوتا ہے۔ خدا سے عہد کر کے اب تک بقول مولانا تیرہ سو برس سے خاموش بیٹھا ہے کہ آخری نبی پر نہ ایمان لاتا ہے۔ نہ نصرت کرتا ہے۔ آنے والا نبی آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں عام و خواص ایمان بھی لائے اور نصرت بھی کر گئے۔ مگر نبیوں کا گروہ اب تک اپنے نمائندہ کو لئے ہوئے بیٹھا ہے۔ اسے پیچھے ہی میں نہیں آتا۔ اور بجائے سابق بالخیرات ہونے کے نعوذ باللہ قاعدین کے مذموم گروہ میں سے بنا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل نہیں چاہتا۔ مارے باندھے کی نصرت ایسی ہی ہوتی ہے۔ اور کیا پتہ ہے جو مسیح علیہ السلام دوبارہ نہ آئیں تو وہ نصرت تو یونہی رکھی رہ گئی۔ اور پھر تماشہ یہ ہے کہ کسی نبی پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا ہر ایک فرد خود ذمہ دار ہوتا ہے یہ باتیں نمائندگی سے ادا نہیں ہوتیں۔ ورنہ یہ تو بڑا آسان کام تھا۔ مہاجرین اور انصار صحابہ کیوں ان مصائب میں پڑتے۔ سب کی طرف سے ایک آدمی ایمان لے آتا یا ہجرت کر جاتا یا جہاد کے لئے ساتھ چلا جاتا۔ ہر ایک شخص کو فرداً فرداً نہ ایمان لانے کی ضرورت تھی نہ رسول کی نصرت کی ضرورت۔ نہ ہی کفارہ کا مسئلہ! مجھے پھر شبہ پڑتا ہے کہ یہ مولانا در پردہ پادریوں سے تنخواہ تو نہیں پاتے؟ ورنہ کیا مولانا نے قرآن میں ان تین صحابیوں کا حال نہیں پڑھا جو غزوہ تبوک کے وقت مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اور جن کو بائیکاٹ کر دیا گیا تھا۔ اور آخرکار بڑی مشکل سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اگر نمائندگی سے ایمان اور نصرت کا مسئلہ طے ہو جاتا تو پھر ان کے رشتہ دار دل اور دوستوں میں سے کثرت سے جہاد میں شامل تھے۔ لیکن نہ کسی نے ان کو نمائندہ سمجھا اور نہ کوئی کسی کے نمائندہ ہو سکتے تھے۔ بھلا ایمان لانے میں بھی کبھی ایسا ہوا ہے...... کہ قوم میں سے ایک فرد ایمان لے آئے اور اس کو تمام قوم کا نمائندہ سمجھ لیا جائے۔ اور باقی کو ایمان لانے کی ضرورت نہ رہے۔ یا ایک قوم ایک شخص کو اپنا نمائندہ بنا لے اور وہ خدا کے سامنے

قانون تحدید عمر ازدواج

از سید عبد المجید صاحب [illegible]

(۲)

لیکن اس ضمن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو صاحب تعلیم پانے کے لئے غیر ممالک میں جائیں پانچ پانچ چھ چھ برس انہیں وہاں رہنا پڑتا ہے۔ اگر ان کی کوئی نابالغ لڑکی ہو تو انہیں کیا کرنا چاہئے۔ کیا وہ یہی چاہے گا کہ بیٹے لڑکی کو کسی کے عقد نکاح میں باندھ جائیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی آیت ہے جو اس قسم کی شادیوں کی ایسی ضرورتوں کے وقتوں میں اجازت دیتی ہے اور یہ کتنے ذلکہ کی بات ہے کہ انسان اپنی ذات کو اتنا مسبب الاسباب سمجھنے لگے کہ اسے خدا کی ہستی کا خیال ہی نہ رہے۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماں باپ کی عدم موجودگی میں ان کے نادار بچے دینی اور دنیوی جاہ کے لحاظ سے ایسے مقامات پر پہنچ گئے ہیں جہاں کے آباؤ اجداد کو خواب میں بھی نصیب نہ تھا۔ کیا اس میں کسی کو شبہ ہے کہ بچے ماں باپ کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں اور ترقی کے مدارج اعلیٰ طے کر سکتے ہیں لیکن خدا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ولیوں کی نگرانی میں نابالغوں کے نکاح میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ والدین کے علاوہ اگر کوئی دوسرے ولی ہیں تو وہ خود اپنا فائدہ اٹھانے کے لئے نابالغ لڑکیوں کو بلحاظ و تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے میں تامل نہیں کرتے بلکہ بیسیوں مثالیں ایسی ہیں کہ خود والدین نے بارہ بارہ برس کی لڑکیاں ۶۰-۷۰ برس کے بڈھوں کے سپرد کر دیں۔

نکاح کے اغراض

اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کو دیکھنا چاہئے کہ وہ نکاح کے اغراض کیا بیان فرماتا ہے۔ سب سے پہلے اس کے متعلق ہمیں یہ آیت نظر پڑتی ہے۔ ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ۲۴: ۴ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو پابندی کی غرض سے نہ کہ ہوس رانی کے لئے (۲) دوسری آیت یہ ہے هو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منها زوجها لیسکن الیها ۷: ۱۸۹ وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل ہو۔ سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اس کے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے۔ اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے (۳) ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودۃ ورحمة ۳۰: ۲۱ - اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان سے تسکین حاصل کرو۔ اور تم میں محبت و مہربانی پیدا کر دی۔

ان مندرجہ بالا آیات کو دیکھنے سے چار امور واضح ہوتے ہیں جو نکاح کی اغراض میں داخل ہیں۔

(۱) پابندی تعلقات زن و شوہری (۲) بقائے نسل (۳) تسکین (۴) مودت و رحمة۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ چاروں چیزیں حسن معاشرت اور اعلیٰ درجہ کے تمدن کی سنگ بنیاد ہیں جس پر ساری دنیا کی حسن معاشرت کا مدار ہے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ نابالغ لڑکیاں اور نابالغ لڑکے اگر بیاہ دئے جائیں تو ان چاروں اغراض میں سے کوئی ایک غرض بھی وہ پوری کر سکتے ہیں؟ وہ پوری کر بھی کس طرح سکتے ہیں جبکہ ان میں کوئی صلاحیت اور اہلیت ہی پیدا نہیں ہوئی۔

انتخاب زوجین

نکاح کے اغراض کے بعد انتخاب زوجین کا پہلو بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب سے پہلے جو آیت اس کے متعلق نظر کے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ۲۳۲: ۲ - ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور سے راضی ہو جائیں۔ نکاح کرنے سے مت روکو دوسری آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء ۳: ۴ ہے۔ جو عورتیں تم کو پسند ہوں۔ ان سے نکاح کرو۔ یہیں آپس کی رضامندی کی شرط ہے۔ کیا کوئی ایمانداری کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ نابالغ لڑکی لڑکے میں رضامندی دینے اور انتخاب کرنے کی اہلیت ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ زوجین کے والدین یا ولی اپنی رضامندی اور انتخاب پر نکاح کر دیا کریں۔ اور وہ بھیڑ بکری کی طرح ایک دوسرے کے حوالے کر دیا کریں۔ ایسی حدیثیں یا اقوال فقہا کے پیش کر دینا جن کی صحت میں بھی کلام ہو قرآن شریف کی نص صریح کے خلاف کبھی قبول نہیں کی جا سکتیں۔ ایک حدیث ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے

[illegible]

ضروری پایا جاتا ہے۔ قال لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن یعنی کبھی ایم بیوہ لڑکی یا عورت یا کسی سنے غاوند لڑکی یا عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے مشورہ اور حکم نہ لے لیا جائے اور نہ کسی باکرہ کا نکاح کیا جائے جب تک کہ اس سے اذن نہ لیا جائے۔ اجازت لینے کو یہاں تک ضروری قرار دیا گیا ہے کہ لوگوں نے سوال کیا کہ دوشیزہ کا اذن کیسے حاصل کیا جائے وہ تو مارے شرم کے صریح طور پر اذن دینے میں تامل کرتی ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ اگرچہ [illegible] اجازت لینی ہر صورت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ کیا ولی صاحب ہیں جو اس کی تردید فرما سکتے ہوں۔ ان معراوبر کی آیات قرآنی اور احادیث اور اسی پر خود رسول اکرم کا اپنا عمل کہ آپ نے حضرت فاطمہ کی شادی ۱۵ برس کی عمر میں فرمائی تھی لیکن ان حالات پر نظر ڈالنے سے باز نہ آئے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔ یہ تو صغر سنی کی شادیوں کے حامی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نابالغ اجازت دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اس حدیث میں ولی کی طرف سے رضامندی کے اظہار کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ حدیث بالا کے لئے دیکھو مسک الختام شرح بلوغ المرام

زوجین کی باہمی تمدنی ذمہ داریاں

ایک تو وہ آیتیں جو نکاح کے اغراض کے عنوان میں درج کی گئی ہیں ان کی باہمی ذمہ داریوں پر اور بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ اور ان میں سے نابالغ زوجین ایک غرض اور ذمہ داری کو بھی پورا نہیں کر سکتے پھر فرمایا گیا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء ۳۴: ۴ مرد عورتوں کے خبرگیران ہیں یعنی اس کے گذارہ کے کفیل ہیں۔ قوامون کے معنی بعضوں نے حاکم اور مسلط کے کئے ہیں لیکن وہ درست نہیں کیونکہ عربی کی مشہور لغات تاج العروس نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے قام الرجل المرأۃ وقام علیها یعنی مرد نے عورت کی خبر رکھی اور اس کے کاموں کی۔ پس کسی لحاظ سے بھی ایک نابالغ شوہر اپنی نابالغ بیوی کا خبرگیران اور متکفل نہیں ہو سکتا۔ اگر قوامون کے معنی مسلط اور حاکم کے بھی لئے جائیں تب بھی اس نابالغ میں یہ صلاحیت نہیں ہو سکتی۔

نکاح کی عمر

اس کے متعلق قرآن شریف میں جو نہایت ہی واضح آیت موجود ہے وہ یہ ہے:۔ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم ۶: ۴ اور یتیموں کو دیکھتے رہو۔ یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہونچ جائیں تو اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس میں مال کی حوالگی کا تذکرہ ہے لیکن جب انتخاب زوجین اور رضامندی باہمی کی آیات کی روشنی میں اسے دیکھا جاتا ہے اور اس میں لفظ نکاح کا جو واقعہ ہے اس پر غور کیا جاتا ہے تو نکاح کی عمر کا تعین اس سے نکل آتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عقل کی پختگی عمر بلوغ کی عمر پر آجاتی ہے۔ سوا ان حالتوں کے کہ دماغ خاص طور پر خراب ہو پس مطلب یہ ہوا کہ جب وہ نکاح کی حد کو پہونچ جائیں اور ان میں رشد ظاہر ہو تو ان کے مال حوالے کرو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رشد اور بلوغ نکاح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ بلوغ کو پہونچنے سے پہلے رشد نہیں آتا۔ اس کو مثال سے یوں واضح کر سکتے ہیں کہ اگر لڑکی میں بلوغ کا زمانہ بحث کی خاطر ۱۴ برس فرض کر لیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہونچ جائے۔ اور اس میں رشد پاؤ تو مال اس کے حوالے کر دو یعنی ۱۴ برس کی عمر عمر نکاح ہے۔ البتہ اگر اس وقت میں اپنی جائداد کے انتظام کی قابلیت نہ ہو تو مال اس کے سپرد نہ کرو۔ یہ ممکن ہے کہ بالغ ہو کر اس میں رشد نہ آئے لیکن یہ ممکن نہیں کہ رشد کے پیدا ہو جانے پر بھی وہ بالغ نہ ہو لیکن ۹ برس یا اس سے کم عمر میں نہ بلوغت کا زمانہ آ سکتا ہے نہ عقل کی پختگی۔ حامیان شادی صغر سنی کے قول کے مطابق ۹ برس کی عمر میں اگر مقاربت کی صلاحیت پیدا بھی ہو جائے تو رشد کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ اور جب رشد نہ ہو تو نکاح کے لئے انتخاب اور رضامندی باہمی کی شرط بالکل ہی مفقود ہو جاتا ہے پس سوال یہ ہے کہ وہ کون صاحب ہیں جو حوصلہ کر سکتے ہیں۔ دنیا کا کہ رشد کی کیفیت ۸ برس یا ۹ برس میں پیدا ہو جاتی ہے

اب ہم ان اعتراضات پر غور کرتے ہیں جو علماء کی طرف سے اس قانون کے متعلق بڑے زور شور سے پیش کئے جاتے ہیں سب سے پہلا اور بڑا زوردار اعتراض

مداخلت فی الدین

کا ہے بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ قانون تحدید عمر ازدواج مداخلت فی الدین ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مداخلت فی الدین نہیں ہے بلکہ قرآن کے احکام کی صریح تائید ہے لیکن یہاں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام فرائض نہیں بلکہ جائز اور وہ بھی بعید از قیاس جواز کے خلاف قانون سازی کو مداخلت فی الدین سمجھتے ہیں لیکن اسلام کے فرض واجب احکام کی نسبت قانون انگریزی نے جو تغیر و تبدیل کر دیا ہے اس کے متعلق ان کی کیا رائے ہے بعض تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ فرائض میں اگر گورنمنٹ دست اندازی کرتی ہے تو اس کے خلاف جہاد لازم ہو جاتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان فرائض کو جن کا ہم ابھی تذکرہ کرتے ہیں۔ قانون انگریزی نے بیخ و بنیاد سے بدل دیا۔ مگر اس کے متعلق کسی کو خیال نہیں آیا۔ اور اگر اب خیال پیدا ہو بھی جائے تو جہاد در کنار اس کے خلاف آواز نکالنے کے لئے بھی تیار نہ ہوں گے۔

اس کے متعلق چند مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کی جائیگی۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ میں یہاں چار مثالیں پیش کرتا ہوں جن میں قرآن شریف نے جرائم کی صاف تشریح فرما کر ان کی سزائیں بھی تجویز فرمائی ہیں۔

(۱) بدکاری کا عیب۔ والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدۃ ۲۴: ۴ اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں۔ اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو ۸۰ درے مارو۔

(۲) زنا۔ الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدۃ ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ۲۴: ۲ - زنا کرنے والی عورت اور مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں خدائی شرع میں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔

(۳) قتل خطا۔ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الخ ۴: ۹۲ جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو ایک تو مسلمان غلام آزاد کرے۔ اور دوسرے مقتول کے وارثوں کو خون بہا دیوے۔ ہاں۔ اگر وہ معاف کر دیں تو دوسری بات ہے

(۴) سرقہ۔ والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله ۳۸: ۵ - چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے۔ ان میں سے نمبر ۲ کا جرم یعنی زنا آج تعزیرات ہند میں کوئی جرم ہی نہیں رکھا گیا۔ باقی تینوں جرموں میں جو سزائیں ہیں وہ نہ درے ہیں نہ ہاتھ کاٹنا اور نہ مقتول کے وارثوں کو خون بہا دلانا۔ اور ہی سزائیں ہیں۔

(۵) ایک غلامی کا معاملہ رہ گیا۔ ہمارے علماء دین غالباً ابتک غلاموں کی خرید و فروخت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ قرآن شریف [illegible] تعزیرات ہند نے اسے جرم قرار دیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ علمائے اسلام سے صغر سنی کی شادی کا فرض ہونا نہیں بلکہ صرف اسے مباح سمجھتے ہیں۔ اور اس میں دست اندازی کو مداخلت فی الدین سمجھ کر آسمان اور زمین کو ایک کر رہے ہیں وہ ان کے جرائم کی سزاؤں میں دست اندازی کو کیا کہتے ہیں۔ حالانکہ فرائض میں داخل ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی دست اندازی ہو سکتی ہے؟ فقیہوں کی بنائی ہوئی شریعت کی نہیں۔ بلکہ نقل کے احکام قرآنی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مگر کوئی آواز اٹھائی نہیں گئی اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس وقت جبکہ ہر طرف سے سیاسی طوفان برپا ہو رہا ہے۔ علمائے دین نے جن کے لئے اس میدان میں کوئی جگہ اپنے جوہر دکھانے کی نہیں۔ اپنے لئے ایک علیحدہ میدان پیدا کر لیا ہے تاکہ وہ فرزندان ملک ہونے کی حیثیت سے پاس کھلے نہ سمجھے جائیں۔ لیکن ع

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

مکتوب امیر

ایک سوال کا جواب

سوال۔ کیا آپ حضرت مسیح موعود کی تمام تحریریں تقریریں جو تحریر میں آچکی ہیں سب کو بلا عذر تسلیم فرماتے ہیں۔ یا کسی کے خلاف بھی کر دیتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر کے خلاف کرتے ہیں تو اس کو کیا سمجھکر؟ اور جسکو تسلیم کرتے ہیں تو کیا سمجھکر؟

جواب۔ مجھے آپ کا خط پڑھکر قدرے تعجب ہوا۔ یہ سوال کہ سب تحریروں اور تقریروں کو مانتے ہیں یا نہیں ان لوگوں پر ہونا چاہیئے جو حضرت مسیح موعود کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ مانتے ہیں۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت صاحب کو لفظ نبی اور محدث کے معنے سنہ ۱۹۰۱ء سے پیشتر نہ آتے تھے میں جب سے حضرت صاحب کو مسیح موعود مانتا ہوں اس وقت سے ان کو حکم و عادل بھی مانتا ہوں۔ اور آپ کی سب تحریروں کو یکساں مانتا ہوں۔ البتہ تقریروں میں چونکہ تقریر لکھنے والے کے خیالات کی ملاوٹ بھی ہو جاتی ہے اس لیئے ان کو تحریروں کی طرح نہیں سمجھتا۔ البتہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کسی تحریر یا تقریر کا مفہوم لیتے وقت آپ کی دوسری تحریروں اور تقریروں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور وہ معنے لینے چاہئیں جو دوسری تحریروں کے خلاف نہ ہوں۔ اس کے ساتھ صرف اس قدر ایزاد کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کی تفسیر کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ اور حضرت صاحب نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ جس آیت کی تفسیر میں نے کر دی ہے اس کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ حضرت صاحب کی زندگی میں حضرت مولوی نورالدین صاحب قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔ اور وہ معنے کرتے تھے جو حضرت صاحب نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بعض فتنہ پرداز لوگ اس وجہ سے حضرت مولوی صاحب کے درس پر اعتراض بھی کیا کرتے تھے۔ میں نے جو کچھ انگریزی تفسیر میں نوٹ لکھے ہیں۔ وہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو قریبًا ۲۴ پارو تک سنا دیئے گئے تھے اور آپ نے صرف ان کو پسند ہی نہیں کیا بلکہ بعض بعض جگہ بڑی بڑی قدردانی بھی فرماتے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ ان ایام میں اخبار "الفضل" میں میری تفسیر پر اس بنا پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہے کہ میں نے وہ معنے کیے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے نہیں کیئے۔ میں حضرت صاحب کی تفسیر کا بہرحال ادب کرتا ہوں۔ لیکن جو کچھ میری سمجھ میں آتا ہے اسے بیان کر دیتا ہوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے محفوظ رکھا ہے کہ یہ علم ہونے کے باوجود کہ حضرت صاحب فلاں آیت سے یہ مفہوم لیتے تھے یوں لکھدوں کہ ایسا مفہوم لینے والا نادان ہے۔ جیسے قادیان سے آواز اٹھی کہ یہ علم ہونے کے باوجود کہ حضرت صاحب آیت وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے معنے یہ کرتے تھے کہ:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

(ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۵۶۹)

یہ معنے لکھے گئے ہیں:۔

"بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵)

والسلام خاکسار

محمد علی

پیروں سے کہہ رہی ہے نئی روشنی کی روح

ظلمات تا کجا و خرافات تا بچند

دھوکے کی ٹٹیاں ہیں تمہاری یہ ڈاڑھیاں

اور ان کا بال بال ہے تزویر کی کمند

یورپ کے کافروں کو نہیں ہو سکے نصیب

پہنچے ہیں تم سے جسقدر اسلام کو گزند

معارف قرآن جاننے کا دعوے

پیر صاحب جب اپنے مریدوں کے حلقہ میں بیٹھتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو خدائی کا مالک سمجھ لیتے ہیں۔ اور مریدوں کی بیجا خوشامد ان کے دماغ کو عرش معلے تک پہنچا دیتی ہے۔ غیر از جماعت پیروں کی تعلیاں تو ہم سننے کے عادی ہو چکے تھے۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے خلیفہ قادیان بھی اپنے مریدوں کے حلقہ میں بیٹھکر معارف قرآنی کے بڑھ چڑھ کر دعوے کرتے رہتے ہیں۔ گزشتہ سالانہ جلسہ پر انہوں نے ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ اب ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کے الفضل سے معلوم ہوا کہ لاہور تشریف لاکر بدیں الفاظ معارف قرآنی کا دعوے کیا:۔

"مجھے بھی خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کے ایسے معارف سمجھائے ہیں کہ خواہ کوئی ظاہری علوم میں کتنا پڑھا ہوا ہو۔ اگر قرآن کریم کے حقایق بیان کرنے میں مقابلہ کرے گا تو ناکام رہے گا" (صفحہ ۱/۲)

دنیا ضرور ایسے معارف سننے کی بیحد مشتاق ہوگی۔ حضرت مسیح موعود نے خدا کی طرف سے مامور ہوکر یقینًا معارف قرآنی کو جاننے کا دعوے کیا اور بڑے زور سے کیا۔ اور اپنی تصنیفات کے ذریعہ سے ایسے معارف کا دریا بہا دیا۔ لیکن اس کے بالمقابل ایک غیر مامور شخص بھی معارف قرآنی کا مدعی ہے۔ اس لئے ہم مودبانہ طور پر خلیفہ صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ اپنے گزشتہ پندرہ سالہ زمانہ خلافت کے کوئی ایسے معارف قرآنی کا ہمیں پتہ دیں۔ جو حضرت مسیح موعود۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تصانیف اور دروس میں نہ پائے جاتے ہوں یا متقدمین کی تصانیف میں موجود نہ ہوں۔ خلیفہ قادیان بہت سی تصانیف کرنے کے علاوہ ... عورتوں اور مردوں میں درس بھی دیتے رہتے ہیں۔ یقین ہے کہ وہ یا ان کا کوئی مرید ہمیں ایسے معارف سے ضرور آگاہ کرے گا۔

ہاں یاد رہے کہ چند معارف جو خلیفہ قادیان نے نئے بیان کئے ہیں ان سے ہم واقف ہیں۔ کوئی ان کا۔ ریدوہ معارف ہمارے سامنے پیش نہ کرے ان کا یہاں بیان کردینا ضروری ہے۔

"بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔" حقیقۃ النبوۃ {صفحہ ۱۵۵}

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

خلیفہ قادیان کو قرآن کی معرفت ایسی دی گئی ہے کہ غیر مامور ہوکر ایک مامور کو نادان (یعنی معرفت قرآن سے نادان) لکھتا ہے۔

(۲) نادان ہے وہ شخص جس نے کہا ؎ کرم ہائے تو ما را کرد گستاخ۔ کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں کرتے اور سرکش نہیں کیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔ (الفضل ۲۳ جنوری ۲۹ء)

الٰہی الٰہی لما سبقتنی ؎ کرم ہائے تو ما را کرد گستاخ۔ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہمیں گستاخ کر دیا۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ الہام مسیح موعود)

قرآن کی معرفت ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ ایک مامور کو بھی معرفت سے نادان سمجھا جائے۔ اور اس کے الہام کو بھی نادانی پر محمول کیا جائے۔

(تیسرے کالم کا بقیہ) خاوند اس کو اس کی بیماری کی وجہ سے بہت دور جاکر چھوڑ آیا تھا۔ پھر وہ کسی عیسائی مشن میں چلی گئی۔ ڈاکٹروں نے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی۔ اور وہ لکڑی کی گھوڑی پر چلتی ہے۔ وہ علی پور واپس آگئی ہے۔ ہندوؤں (آریوں) نے یہ مشہور کر دیا کہ ایک مس شدہ ہونے کو آئی ہے لیکن جب وقت سناتن دھرمیوں اور منصف مزاج آریوں نے کہا کہ کیوں نئی شورش پیدا کرتے ہو۔ وہ عورت خود ہی کہتی ہے۔ کہ میں عیسائی نہیں ہوں ہندو ہی ہوں صرف ہسپتال میں علاج ہوتا رہا ہے۔ مجھے کیوں شدہ کرتے ہو مگر مسلمانوں کو دکھانے کے لئے شدھی شدھی کا غل مچا دیا۔ اس کے بالمقابل آسمانی نصرت کا ظہور ہوا۔ لالہ بیر ارام و لالہ سیوارام مشرف باسلام ہو گئے جنکے اسلامی نام محمد اسلم اور عبدالرحمٰن رکھے گئے۔ ہر دو اصحاب زمیندار و معزز

اخلاقی پستی

ایک شخص، حضور کا خادم محمد اسمعیل اور سیر ڈسٹرکٹ بورڈ دیپالپور منٹگمری "بیعت خلافت کے عنوان کے نیچے اپنی ایک خواب لکھتا ہے اس کی بنا پر قادیانی گروہ میں شامل ہوتا ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ہر شخص ضمیر کا مالک ہے۔ جدھر اس کا ضمیر اس کو ہدایت دے۔ وہ راستہ اختیار کرے خدا نے نیکی اور برائی کے راستے واضح کر دیئے ہیں۔ لیکن ایک بناوٹی بات اپنے تقوی اور سچی خوابوں کا ڈھنڈورا پیٹنا ایک متقی اور خدا ترس انسان کی شان سے بعید ہے۔ یہ شخص لکھتا ہے کہ وہ لاہوری جماعت میں شامل رہا اول تو اس پتہ کا کوئی محمد اسمعیل ہماری جماعتوں کے رجسٹروں میں درج نہیں نہ چندے کے رجسٹروں ہی میں اس کا کبھی نام نظر پڑا ہے۔ "پیغام صلح" خریداروں کے رجسٹروں میں بھی مجھے اس کا نام نظر نہیں آیا۔ اور نہ غالبًا کبھی ہمارے سالانہ جلسوں میں شرکت اختیار کی ہے۔ اس لئے وہ کیسے ساتھ شامل ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے۔ ہم خوش ہوتے اگر وہ اس بات کو بھی اخبار میں دیدیتے کہ وہ عملًا ہمارے ساتھ خدمت اسلام و سلسلہ میں لگا رہا ہے۔ ورنہ کئی ایک ایسے غیر از جماعت لوگ ہیں جو ہمارا اخبار رکھتے ہیں اور ہمارے کاموں میں عملًا حصہ بھی لیتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے بیعت میں توقف ہے۔

(آنریری سکرٹری)

خواتین کا حصہ پیغام صلح میں

مستورات کی تعلیم و تربیت۔ ان کے اخلاق کی درستی ان کے دینی احساس اور مذہبی جذبہ پیدا کرنے کی جسقدر ضرورت ہے اس حد تک ہم لوگ تغافل سے کام لے رہے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری آئندہ نسلیں قوم کے لئے باعث ناز و فخر ہوں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد دنیا کے اندر بہترین اسلامی کیرکٹر کا نمونہ بن سکے۔ تو ضرورت ہے ابھی اس کی کہ ہم ان کی اخلاقی روحانی اور ذہنی تربیت کا انتظام کریں۔ جہالت کے سلاسل جو مستورات کے گلے کا ہار رہے وہ نہیں اتارے جا سکتے جب تک کہ مستورات زیور علم و تہذیب سے مزین نہ کیا جائے۔ اس کی ذمہ داری براہ راست ہم مردوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم مستورات کے اندر علم روشنی پھیلائیں۔ ان کو اسلامی تہذیب و تمدن سے آگاہ کریں۔ اور ان کے اندر وہ روح پیدا کریں۔ جو کبھی زمانہ میں اسلامی مستورات کا طغرائے امتیاز تھی۔ یہ ذمہ داری ہم میں سے ہر ایک شخص پر عائد ہوتی ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے گھروں کے اندر اس سلسلہ میں جو کچھ کر سکتا ہو کرے۔ اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے پیغام صلح کے ایک دو کالم خواتین کے لئے وقف کر دیئے ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ العزیز پابندی کے ساتھ ان کالموں کے اندر ایسے مضامین شائع کریں گے جن کا تعلق خواتین کی تعلیم و تربیت اور ان کی تہذیب اخلاق سے ہوگا۔

ان کالموں کے اندر خواتین کے مضامین بھی درج ہوا کریں گے ہم امید کرتے ہیں کہ قوم کی خواتین جنہیں خدا نے علم کی روشنی سے بہرہ اندوز کیا ہے۔ وہ اپنے مضامین بھیجکر ہمیں شکر گزار ہونے کا موقعہ دینگی۔

اخبار احمدیہ

—— قاضی شیر محمد صاحب امام مسجد جامع علی پور تحریر فرماتے ہیں کہ چار آدمی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

قاضی صاحب موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ توسیع و تنظیم جماعت کے لیئے آپ علاقہ میں دورہ کر رہے ہیں۔ عام طور پر احمدیت کی مخالفت ہے اور لوگ سلسلہ کی باتیں سنتے ہیں۔

—— مسٹر امیر علی صاحب کا خط آیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ملتان اور حیدرآباد سندھ میں تھوڑا تھوڑا انتظام کرتے ہوئے آپ گزشتہ سوموار کو ... پہنچے۔ اب وہاں سے آپ جدہ تشریف لے جائیں گے۔ اور امید ہے کہ ... کے قریب قریب آپ انشاء اللہ مکہ معظمہ پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

—— حکیم محمد یار صاحب فوق مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تحریر فرماتے ہیں کہ پرسوں آریہ سماج علی پور نے کشن رام مہجمال سکنہ علی پور کی عورت کو شدھ کیا۔ بڑے زور سے گھنٹے بجاتے رہے۔ اور میرے مکان کے آگے آکر مناشے کرتے رہے کہ ایک مس شدہ ہو رہی ہے۔ سب سجن آ کر مندر میں حاضر ہوں۔ یہ ایک ہندو دیوی علی پور کی باشندہ تھی بلاد حجر کا ...

ناتمام آہ اور ایک کلمۂ ہمدردی تک نہیں۔

اگر مسلمان بھی ہندوؤں کے قایم کردہ اصول کے مطابق مسلمانوں کے اس قتل عام کو ایک ہندو سازش کا نتیجہ سمجھیں اور ساری ہندو قوم کو مجرم قرار دیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ تمام ہندو سب کچھ دیکھنے کے باوجود خاموش ہیں۔ تو کیا وہ اس میں حق بجانب نہ ہوں گے؟

عبرت

گزشتہ دنوں ولایتی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم سابق سلطان ٹرکی کا صاحبزادہ اور بہو فرانس کے تماشہ گاہوں میں سارنگی بجا کر اور ترکی گانے سنا کر بسر اوقات کرتے ہیں اس سے قبل معلوم ہوا تھا کہ ان کی ایک عزیزہ پیرس میں سلائی کا کام کرتی ہیں۔

سلطان عبدالحمید دور حاضرہ کے ایک زبردست حکمراں تھے انہوں نے عرصہ دراز تک ٹرکی پر مطلق العنانانہ حکومت کی ان کے قوت و رعب اور دانشمندی و تدبر کے قصے اس دور جمہوریت میں بھی لوگوں کو حیران و ششدر کر رہے ہیں۔ آخر وقت آیا کہ ان کی رعایا نے ہی انہیں معزول کر کے ایک گوشۂ تنہائی میں بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ ان کی زندگی کے آخری دن نہایت بیچارگی میں بسر ہوئے اب ان کی اولاد اپنا پیٹ پالنے کے لئے وہ کام کرنے پر مجبور ہو رہی ہے جو شاید ان کے غلام اور خواجہ سرا بھی کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے اس قسم کے واقعات دراصل غافل انسان کے لئے ایک درس عبرت ہیں جو ہمیں بتاتے ہیں کہ خدا کا مخفی ہاتھ بدستور حرکت میں ہے جہاں معمولی سپاہی تخت و تاج کے مالک ہو سکتے ہیں۔ وہاں شاہوں کی اولاد کو بھی وہ قادر و توانا خاک مذلت پر گرا سکتا ہے۔ مبارک ہیں وہ اشخاص جو ان واقعات سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے عہد عروج و ترقی میں بھی احکام خداوندی اور مخلوق الٰہی کی خدمت سے غافل نہیں ہوتے۔

مسلمانوں کی جسمانی حالت

ہر ایک سمجھدار فرد قوم کے لئے یہ امر موجب تشویش ہے۔ کہ مسلمانوں کی جسمانی حالت روز بروز کمزور ہو رہی ہے۔ ان کی صحتیں خراب چہرے زرد اور جسم لاغر ہیں۔ اب تک تو مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی درماندگی کا ماتم تھا۔ اب یہ ایک اور تازہ آفت پیش آگئی۔ اس کمزوری کا اثر ان کی آئندہ نسلوں پر بھی پڑ رہا ہے جس کے نتائج بہت زیادہ نقصان دہ ہونگے۔ سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ قوم کو اس کمزوری کا احساس اور اسکو دور کرنے کی فکر بالکل نہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے چند سال کے قلیل عرصہ میں ہندوؤں کی جسمانی حالت بہت اچھی ہو گئی۔ اور وہ نہایت سرگرمی سے اس طرف متوجہ ہیں۔ ہمیں ان کی اس ترقی پر رنج نہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل مسلمانوں میں جو جسمانی کمزوری پیدا ہو گئی ہے اور دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ملک میں مختلف قوموں کے حالات کے توازن میں اس قسم کا اختلال کبھی بھی مفید نتائج کا موجب نہیں ہوا۔ اپنے جسموں کو مضبوط بنانا اور صحتوں کو درست رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔ جس کی طرف انہیں خاص طور پر متوجہ ہونا چاہیے۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا افلاس ۔۔ ان کے لئے ایک زبردست روک ہے۔ لیکن اس روک کے باوجود بھی وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ معاملہ کی اہمیت متقاضی ہے کہ ہماری قوم کے ذمہ دار اصحاب اپنی اولین فرصت میں غور و فکر کر کے کوئی عملی پروگرام تجویز کریں۔

عیسائیت کی دعوت

لارڈ ہسٹن جو صوبہ متحدہ میں گورنری کے فرائض بھی سرانجام دے چکے ہیں۔ اور ولایت کے سرکاری حلقوں میں ہندوستانی معاملات پر ان کی رائے بہت وقیع خیال کی جاتی ہے۔ ایک تازہ مشورہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "ہندوستان کے موجودہ مسائل کا حل واحد عیسائیت ہے۔" گویا لارڈ موصوف کا خیال ہے کہ اگر سب ہندوستانی عیسائی ہو جائیں تو فرقہ وارانہ مناقشات اور محنت و سرمایہ کی جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔

ہم اس "قابل قدر" مشورہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد لارڈ موصوف سے سوال کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جو نسخہ انہوں نے ہندوستان کے لئے تجویز فرمایا وہ یورپ کے لئے کیوں غیر مفید ثابت ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے تقریباً تمام ممالک عیسائی ہونے کے باوجود مختلف مصائب میں مبتلا ہیں۔ وہاں اخلاقی حالت تباہ ہو چکی ہے دہریت اور مادہ پرستی کا دور دورہ ہے۔ بیکاروں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مختلف ممالک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ طرح طرح کے نئے امراض اور جراثیم پیدا ہو چکے ہیں۔ بے چینی اور خودغرضی بڑھ رہی ہے۔ جنگ یورپ میں تو ان عیسائی ممالک نے دنیا کے سامنے ایک ایسا نقشہ پیش کیا ہے جس سے عیسائیت کی پوری حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔

بہتر ہوتا کہ لارڈ موصوف اپنے اس تبلیغی جوش کو انگلستان اس کے بعد دیگر مغربی ممالک پر صرف فرماتے۔ وہاں ان کے مشورہ نصیحت کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور غریب ہندوستان سے ان کا حق بھی زیادہ ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عیسائیت ممالک یورپ میں ناکام ہونے کے بعد دوسرے ممالک میں بھی مستقل طور پر اپنے قدم نہیں جما سکتی۔ ہم مانتے ہیں کہ حامیان عیسائیت کا تبلیغی نظام نہایت وسیع اور ان کی سرگرمیاں بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ان سے وہ نتائج ہرگز برآمد نہیں ہو سکتے جن کی ان کو توقع ہے۔ اور آخرکار یہ تمام سرگرمیاں سعی لاحاصل ثابت ہوں گی۔ ان عیسائی ممالک نے اور عیسائی تہذیب نے دنیا کو جن مصائب میں مبتلا کر دیا۔ ان کا حل عیسائیت کے پاس نہیں بلکہ اسلام کے پاس ہے۔ اور وہی ان سے دنیا کو نجات دلائے گا۔

لالہ ہرکشن لال کی صاف بیانی

لاہور میں ۱۹ر اپریل کو مقامی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے زیر اہتمام ایک بین الملی جلسہ ضیافت منعقد ہوا۔ جس میں مختلف مذاہب و ملل کے نمایندہ ایک صد معززین نے ایک میز پر بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔ کھانے کے بعد متعدد تقریریں ہوئیں۔ لاہور کے مشہور سرمایہ دار لالہ ہرکشن لال صاحب بی اے۔ بار ایٹ لا نے دوران تقریر میں فرمایا کہ "ایک وہ بھی دن تھا جب میں انگلستان کے بنے ہوئے بسکٹ چھپ چھپ کر کھایا کرتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ میرا تعصب دور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ جب میں حصول تعلیم کے لئے انگلستان گیا تو میں نے چلے بھی اور گائے کا گوشت کھایا۔ جو فی الحقیقت بہت مزیدار تھا۔" لالہ جی کی زبان سے ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی پرجوش نعرہ ہائے مسرت بلند ہوئے۔ اور سلسل چیرز سے سارا ہال گونج اٹھا۔ مگر اس گونج سے آریہ اخبارات کے دفاتر میں ایک قیامت خیز زلزلہ آگیا۔ چنانچہ "ملاپ" اور اسی قماش کے "آریہ پتر" لالہ جی کو بہت جلی کٹی سنا رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی صاف بیانی نے سر محفل جاتی کی لٹیا ڈبو دی"

لالہ ہرکشن لال انگلستان میں جس چیز کا مزہ لے چکے ہیں اس سے اکثر ہندو ولایت جا کر محروم نہیں رہتے۔ بلکہ اب تو بہت سے آزاد خیال اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو ہندوستان میں رہ کر بھی اسے کبھی نہ کبھی چکھ لیتے ہیں۔ لالہ جی نے ذرا جرأت سے کام لے کر اس کا اعلان کر دیا۔ ان کی یہ صاف بیانی اور جرأت قابل تعریف ہے۔

خوشی اور تعجب

تنگ خیال اور متعصب ہندوؤں کی جہالت کی وجہ سے گائے کا مسئلہ ہندوستان کے لئے ایک آفت عظیم ثابت ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے ترقی خواہوں کو لالہ جی کی صاف بیانی پر خوش ہونا چاہیے اس طرح ممکن ہے ہندوؤں کی افسوسناک ذہنیت میں کوئی خوشگوار تغیر ہو جائے مگر ہمیں آریہ اخبارات کی چیخ و پکار پر تعجب بھی ہو رہا ہے۔ اگر ایک معزز ہندو نے کہہ دیا کہ میں نے بیف استعمال کیا ہے اور اس کا ذائقہ اچھا ہے تو ان کے ہاں صف ماتم کیوں بچھ گئی۔ آریہ احباب تو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں۔ لیکن گوسالہ پرستی میں ہمیشہ سب سے پیش پیش ہیں۔ کیا وہ اپنے موجودہ جذبات اور ذہنیت کی موجودگی میں اپنے آپ کو موحد کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں؟

ہیں کہ جس جرأت اور صاف بیانی سے کام لے کر انہوں نے گائے کھانے کا اعلان کیا ہے اسی جرأت کے ساتھ وہ دیگر آزاد خیال ہندوؤں کی تعداد ہمارے خیال میں اس ملک میں دن بدن بڑھ رہی ہے اپنے ہم قوموں کو اس بات پر لانے کی کوشش کریں کہ گائے کے مسئلہ کو اتنا اہم نہ بنا ئیں کہ محض ایک گائے کے ذبح ہونے پر وہ غریب مسلمانوں کے قتل و غارت کے درپے ہو جایا کریں۔ گائے کے بالمقابل انسانی جان زیادہ قیمتی ہے۔ اور اس ملک کا امن و امان اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ جانوروں کے بالمقابل انسانی جانوں کی زیادہ قدر پیدا کی جائے۔ اگر اس ذہنیت کو وہ ہندو قوم کے اندر پیدا کر دیں تو موجودہ حالات بہت جلد بدل کر دونوں قوموں میں صلح و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

معاونین پیغام صلح سے چند گزارشات

دنیا کا کوئی کام باہمی تعاون کے بغیر نہیں چل سکتا۔ تعاون قدرت کا ایک قانون ہے جسے ایک ہی مقاصد رکھنے والوں کو مجبوراً عملی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس قانون کی رو سے جب تک پیغام صلح کے سرپرست یعنی خریدار صاحبان ہم سے تعاون نہ کریں اس وقت تک اخبار کا انتظام ٹھیک رہ سکتا ہے نہ اخبار ترقی کر سکتا ہے۔ ہمارے احباب کو انتظام کی خرابی کی وجہ سے بعض اوقات شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ہم سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی سب سے بڑی وجہ تعاون کا نہ ہونا ہے۔ اگر وہ چند معمولی باتوں کا خیال رکھیں تو یہ شکایات پیدا ہی نہ ہوں۔ یا ان میں نمایاں کمی ہو جائے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ دفتر سے ہر قسم کی خط و کتابت اور ترسیل زر کے وقت اپنا نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیدیا کریں۔ یہ وہ بات ہے جو قریباً ہر اشاعت میں یاد دلائی جاتی ہے۔ مگر اکثر احباب اس کو فراموش کر رہے ہیں۔ اگر اس کا خیال رکھا جائے تو تعمیل ارشاد میں دیر نہ ہوا کرے۔ جو احباب کی ناراضگی زحمت انتظار اور ہماری روحانی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔

بعض احباب نمبر خریداری کی بجائے اخبار کے رجسٹرڈ ایل نمبر کا حوالہ دیتے رہتے ہیں جو ۱۳۰۳ ہے۔ یہ وہ نمبر ہے جو اخبار کو محکمہ ڈاک کی طرف سے ملا ہے۔ خریدار صاحبان کا نمبر اس کے بالمقابل درج ہوتا ہے اس بارے میں آئندہ احتیاط ہونی چاہیئے۔ ترسیل زر کے ساتھ اگر ایک کارڈ بھی منیجر کے نام لکھ دیا کریں تو ہماری آسانی کا باعث ہوگا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کوپن پر اپنا نمبر خریداری اور روپیہ کے مصرف کی ضرور تصریح کر دیا کریں۔

بعض اصحاب کو اخبار نہ ملنے کی شکایت رہتی ہے۔ اخبار بھیجنے میں نہایت احتیاط کی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی کبھی دفتر سے بھی کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہو مگر ایسا شاذ ہی ہوتا ہے۔ عام طور پر ڈاکخانہ کی غفلت اس کی وجہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو ڈاکخانوں کے ملازمین ہی اخبارات کے اسقدر شائق ہوتے ہیں کہ وہ انہیں منزل مقصود پر پہنچنے نہیں دیتے۔ بعض منزل مقصود پر پہنچ جانے کے بعد ڈاک کی بدانتظامی کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔

سکولوں اور دفتروں میں عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں دفتر اخبار سے ناراض ہو جانا بے فائدہ ہے۔ بلکہ ڈاکخانہ کو شکایت

قادیان میں چار گھنٹے

لاہور سے روانگی

۳ مئی ۱۹۲۹ء کی صبح بھی عجب جانفزا صبح تھی۔ آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مئی کا مہینہ، گرمی کی شدت اور اس پر مستزاد یہ کہ لاہور کا شہر۔ جہاں پر بھونکتی گرمی کا دور دورہ رہتا ہے ان ایام میں اگر ابر نمودار ہو جائے اور ٹھنڈی ٹھنڈی سی ہوا چلنے لگے تو پھر فرحت و انبساط کا کیا کہنا۔ اور طبیعت کی جولانی کا کیا ٹھکانا۔ میں بھی ابر، دل افروز صبح کے لطف لے رہا تھا کہ قلب کی گہرائیوں سے ایک آواز آئی۔ دن تو بہت اچھا ہے۔ کوئی اچھا سا اچھا کام کرو۔ مسیح موعود کی مرقد منور کی زیارت کو چلو۔ وقت کو غنیمت سمجھو۔ دیر نہ لگاؤ۔ یہ دل سے نکلی ہوئی آواز کچھ ایسی مؤثر تھی کہ میرے جسم ناتواں کا ایک ایک رونگٹا متاثر ہو رہا تھا۔ پھر کیا تھا۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

فوراً اٹھا۔ اور اپنے دو عزیز بھائیوں یعنی مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور چوہدری فضل حق صاحب کی معیت میں ریلوے سٹیشن پر جا پہنچا۔ قادیان کا ٹکٹ لیا۔ اور ریل پر سوار ہو گیا۔

قادیان میں

۲ بجے کے قریب قادیان کا سواد نظر آنے لگا۔ سب سے پہلے منارۃ المسیح نظر پڑا۔ پھر احمدی احباب کے نئے نئے بنگلوں کوٹھیوں، مدرسوں، ہسپتالوں کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ دل نے کہا مسیح موعود کا چمن ہے۔ سدا بہار ہے۔ اتنے میں قادیان کا اسٹیشن آ گیا۔ اور ہم ریل سے اتر کر مسافر خانے میں آ گئے اور سوچنے لگے۔ کہاں جائیں کس کے پاس اتریں۔ لاہوری احمدی کو کون پوچھے گا۔ ان کے لئے تو اس باغ میں پھول بھی ہیں پھول کانٹے ہو گئے۔ ایسا نہ ہو کھٹکنے لگ جائیں۔ اتنے میں چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے نے مہربانی کی کہ چلتی دوپہر میں اپنے بھانجے صاحب کو ہمارے ساتھ کر دیا۔ جنہوں نے گرمی اور دھوپ کی کچھ پرواہ نہیں کی اور ہمیں تمام قابل دید مقامات دکھلا دیئے۔

مقبرہ بہشتی کی سیر

قصہ مختصر ہمارے نئے دوست چوہدری محمد عمر صاحب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرقد منور کی زیارت کو لے گئے۔ حضور کی مرقد پاک ایک چار دیواری کے اندر ہے۔ اور آپ کی داہنی جانب حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ بائیں جانب کچھ فاصلہ پر صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی قبر ہے۔ اور آپ کی پائنتی سے کچھ فاصلہ پر اسی چار دیواری کے اندر اور مزاروں کی ایک قطار ہے جس میں ایک طرف میر ناصر نواب کی قبر ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے کچھ تعجب سا ہوا۔ مگر نہ کی بات کونہ پہنچکر چپکا سا ہو رہا۔ چار دیواری کے باہر اور بہت سی قبریں ہیں۔ اور ہر قبر کے سرہانے صاحب قبر کا نام تاریخ وفات اور عمر وغیرہ جزوی حالات درج ہیں۔ قبریں بھی قطار در قطار ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی ادھر ادھر ہو جائے۔ قبرستان ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ عام قبرستانوں میں جو بدسلیقگی اور گھر درا پن پایا جاتا ہے وہ یہاں نہیں۔ عام قبرستانوں میں یہ نقص موجود ہے کہ پختہ اور رنگین ہونے پر بھی کوئی کتبہ نہیں ہوتا جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ فلاں شخص کی قبر ہے۔ مگر اس قبرستان میں یہ نقص موجود نہیں۔ ہر قبر پر کتبہ موجود ہے۔ پھر یہ امر اور بھی قابل تعریف ہے کہ کوئی قبر پختہ نہیں۔ تمام قبریں کچی ہیں۔ اور ہر قبر کے سرہانے چراغدان کے طور پر ایک چھوٹا سا ستون بنا دیا گیا ہے۔ جس میں کتبہ لگا دیا گیا ہے۔

قادیانیوں کی لفظ پرستی

اس قبرستان کا نام بہشتی مقبرہ ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے ایک رویا پر ہے۔ قادیان والوں کی اُفتاد طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ رومن کیتھلک لوگوں کی طرح بات بات میں لفظ پرستی کا ثبوت دینے کو تیار رہتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ بھی ان لوگوں کی لفظ پرستی کا ایک کھلم کھلا مظاہرہ ہے۔ مسیح موعود کا مدعا کچھ اور تھا۔ ان لفظ پرستوں نے کچھ اور بنا لیا۔

مدرسہ احمدیہ

ہمارے نئے دوست محمد عمر صاحب ہمیں اس قبرستان سے مدرسہ احمدیہ کے ہوسٹل میں لے گئے۔ ہوسٹل کی عمارت کچی ہے۔ مگر وسیع اور ضروریات کے لئے کافی ہے۔ طلباء بکثرت ہیں۔ اس مدرسہ میں انہیں عربی انگریزی اور احادیث ... پڑھائی جاتی ہے۔ اور چونکہ طلباء رفتہ رفتہ مبلغ بنائے جاتے ہیں۔ فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تدوری کا پڑھایا جانا کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ ایک نئے پیغمبر کی امت مجتہدین تو ایک طرف رہے اپنے متقدمین کی تصنیفات کو اپنا دستور العمل بنا لے۔ تو تعجب کا مقام ہے۔ وہ پیغمبری کیا۔ جو اجتہاد و تفکر سے امت کو بے نیاز نہ کر سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان قادیان نے جس مقدس وجود کو پیغمبر قرار دیا ہے۔ اس نے پیغمبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے از خود اس کی طرف اس دعویٰ کو منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ وہ اس جھمیلے سے انہیں ضرور چھڑا دیتے۔

مولوی شیر علی سے ملاقات

مدرسہ احمدیہ سے نکل کر مہمان خانہ دیکھا۔ پھر لائبریری کی سیر کی۔ لائبریری بند تھی۔ پوری سیر نہیں کر سکا۔ ورنہ ضرور دیکھتا کہ اس خزانے میں کس قدر جواہر پارے ہیں۔ اور کس قدر قیمت کے ہیں۔ لائبریری ہی میں مولانا مولوی شیر علی صاحب ایم اے سے اتفاقی ملاقات ہوا۔ مولانا ممدوح وسیع الاخلاق بزرگ ہیں۔ اختلافات جماعت کے متعلق ان سے کچھ گفتگو ہوئی۔ مگر بس۔ میں اس گفتگو سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ مولانا کے دل میں جماعت لاہور کی قدر ہے۔ اور وہ اس جماعت کے کاموں کو پسندیدگی سے دیکھتے ہیں۔

سکول، ہوسٹل اور دیگر عمارات

لائبریری سے نکل کر ہائی سکول اور اس کے ہوسٹل کو دیکھا۔ سکول اور ہوسٹل کی عمارتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ دونوں کی عمارت ہمارے امیر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے زیر انتظام تعمیر ہوئی ہیں۔ اور جتنا حصہ نامکمل رہ گیا ہے وہ ابتک مکمل نہیں ہوا۔ اور کسی کو توفیق تکمیل نہیں ملی۔

ہوسٹل اور سکولوں کے علاوہ ہسپتال کو بھی دیکھا۔ وہ بھی اچھے پیمانے پر ہے اور اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے۔ پھر مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کی سیر کی۔ نور علیٰ نور جگہ ہے۔ مسجد نور کو بھی دیکھا۔ بہت پر نور ہے۔

خلافت مآب کے دروازہ پر

مسجد مبارک میں آئے اور خیال تھا کہ یہاں جناب میاں صاحب کی زیارت ہو گی۔ مگر آپ ہمارے جانے سے پہلے ہی کاشانہ دولت میں تشریف لے گئے تھے۔ زیارت نہ ہو سکی۔ یہاں سے ہم کو ہمارا گائیڈ پرائیوٹ سیکرٹری صاحب کے آفس میں لے گیا۔ آفس کیا تھا۔ اچھا خاصہ محل تھا۔ سیکرٹری صاحب کا کمرہ الگ۔ انتظار ملاقات کا کمرہ الگ ملاقات کا کمرہ الگ۔ دروازے بند تھے۔ اندر کی کیفیت معلوم نہ ہو سکی مگر باہر کی شان زبان حال سے اندر کا پتہ بتلا رہی تھی۔ اور ظاہر باطن پر روشنی ڈال رہا تھا۔ ہمارے گائیڈ صاحب نے زینہ پر چڑھ کر دروازے کو کھٹکھٹایا۔ اور زور سے السلام علیکم کی صدا لگائی۔ اور یہ عمل علی السبیل التواتر پانچ دس منٹ تک جاری رہا۔ اور اگرچہ اس عمل کے شور سے ہمسایوں کے کان پھٹے جاتے تھے مگر سمع ہمایونی تک اس شور کی آواز نہ پہنچی۔ اور کوئی جواب نہ ملا۔ یہ ممکن ہے کہ حضور کسی دور کے کمرے میں تشریف فرما ہوں۔ اور با ایں ہمہ شور اشوری سمع مبارک تک آواز نہ پہنچی ہو۔

واپسی

چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے نے دوسری طرف سے اطلاع کرانے کی کوشش کی۔ مگر گھڑی پکار اٹھی۔ کہ ریل کی روانگی میں ۲۰ منٹ باقی ہیں۔ مجبوراً بے نیل مرام ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ راستے میں آندھی نے آ لیا۔ ہم چاہتے تھے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جائیں۔ مگر آندھی کی وجہ سے جلدی نہ چل سکے۔ اور ریلوے سٹیشن تک پہنچتے پہنچتے ریل نے سیٹی دی۔ اور خراماں خراماں چلنے لگی۔ اس وقت ہماری عجب حالت ہوئی۔ نہ روئے ماندن نہ پائے رفتن۔ چون و چرا کرکے قادیان ہی میں رات کاٹی۔ اور صبح کو چند احباب سے مل کر لاہور کی طرف روانہ ہو پڑے۔

میر قاسم علی صاحب

مجھے اس آپ بیتی داستان میں جناب میر قاسم علی صاحب کا تذکرہ کرنا یاد نہ رہا۔ جس وقت ہم ملنے کے لئے میر صاحب ممدوح کے مکان پر پہنچے۔ تو آپ ہم سے نہایت کشادہ پیشانی سے ملے۔ اور ہم سے نہایت پر لطف باتیں کرتے رہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ بعض امور میں میر صاحب ہم سے بہت بڑا اختلاف رکھتے ہیں۔ مگر ملاقات کے وقت اُن کا اختلاف کو نظر انداز کرکے بہ لطف و مدارا پیش آنا نہایت قابل قدر تھا۔ خاکسار ان کی نوازشوں کا ... ادا کرتا ہے۔

قلبی تاثرات

اس مختصر سے چند گھنٹہ کے قیام قادیان سے جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں۔ وہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ قادیانی دوست لاہوری جماعت کے کسی ممبر کو جسے اتفاق قادیان میں لے جائے حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس بات کی ٹوہ لگاتے ہیں۔ کہ یہ قادیان میں کیوں آیا۔ اور کس لئے آیا۔ کیا مقصد رکھتا ہے۔ اور اس سے ایسا سلوک کرتے ہیں کہ وہ تماشا بن جاتا ہے اور یہ تماشائی۔

۲۔ بدگمانی قادیانیوں پر غالب ہے۔ ہر نووارد کو ان کی بدگمانیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ہر نووارد کو احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے۔

۳۔ کسی زمانے میں قادیان کی سرزمین مہبط انوار تھی۔ حضرت مسیح موعود کے نفحات قدسی سے رشک فردوس بریں بنی ہوئی تھی۔ یا آج یہی قادیان ہے جس میں وہ نفحات نہیں۔ وہ خوشبوئیں نہیں جو خدا پرستی کی بجائے انسان پرستی کا مظاہرہ ہے اور بس۔

۴۔ قادیان میں احمدیت کے مخالف بھی زوروں پر ہیں۔ اور اپنے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ قادیانی حضرات دم بخود ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ آہ! یہ وہی سرزمین ہے جس میں احمدیت کے مخالف دب گئے تھے کہ گویا مدا ہو چکے ہیں۔ آج پھر انہیں مردوں میں جانیں پڑ رہی ہیں۔ کیا یہ بھی جناب خلافت مآب کے اعجازوں میں سے ایک اعجاز ہے۔

۵۔ مجھے لاہور میں دو دفعہ جناب میاں محمود احمد صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں اس وقت اُن سے مل کر اس نتیجہ تک پہنچا تھا کہ وہ نہایت وسیع الاخلاق انسان ہیں۔ اور ہر کسی سے بہ کشادہ پیشانی ملتے ہیں۔ اس وقت میرے دل پر اُن کے اخلاق کریمانہ کا نہایت گہرا اثر پڑا تھا۔ مگر قادیان پہنچ کر وہ کیفیت نہ رہی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سمع مبارک تک میری آواز نہ پہنچی ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو جائے شکایت نہیں۔ ورنہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ بارگاہ خلافت تک پہنچنا اور شرف باریابی حاصل کرنا معمولی آدمیوں کا کام نہیں۔ یہ طریق اسوہ حسنہ محمدی اور حضرت مسیح موعود کے نیک نمونے کے قطعاً برخلاف ہے اور اپنے اندر دنیا داری کی شان رکھتا ہے جو ایک مذہبی پیشوا کے شایان شان نہیں۔

ختم نبوت

(از شیخ محمد عبد اللہ صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ختم نبوت اور احادیث

اب میں اس بارہ میں حدیث سے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ یوں تو اس کے متعلق بے شمار احادیث بھری پڑی ہیں مگر بطور نمونہ میں چند احادیث جو صحیحین کی ہیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) مثلی ومثل الانبیا کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة فقال انا اللبنة وانا خاتم النبيين۔ ترجمہ

میری مثال اور نبیوں کی مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا۔ سو اسے بہت اچھا بنایا۔ اور خوبصورت بنایا۔ مگر کونے کی ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی۔ سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگائی۔ پس فرمایا۔ میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم اور امام احمد اور نسائی اور اوروں نے بھی بیان کی ہے۔ تھوڑے تھوڑے اختلاف الفاظ سے سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ قصر نبوت میں صرف ایک ہی اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ اور وہ اینٹ میں ہوں۔ اور کسی میں اس کے ساتھ ہے انا خاتم النبیین اور کسی میں ہے۔ ختم بی النبیون۔ یعنی نبی میرے ساتھ ختم کر دئے گئے۔

(۲) انه سيكون في امتي ثلثون كذابون كلهم يزعم انه نبي الله وانا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

مراسلات

اسلامی مساوات

مکرمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے چند دن ہوئے اخبار عزیز وطن کے حوالہ سے اکولہ ضلع برار کے بعض نومسلموں کی ایک تحریر شائع کی تھی جس میں اس بات کی شکایت کی گئی ہے کہ وہاں کے مسلمان اُن کے ساتھ نہایت بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔ اور انہیں مسجدوں میں داخل ہونے اور کنوؤں سے پانی پینے سے روکتے ہیں۔

یہ شکایت اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلام میں بالکل نئی ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہر وہ الزام جو کل تک ہماری طرف سے غیر مسلموں پر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ہم قوم انسانوں کو اچھوت قرار دیتے اور انہیں اپنے سے دور دور رکھتے ہیں وہی آج خود ہم پر عاید ہونے لگا ہے۔ اور غیر مذاہب . . . . اب ہم پر طعن کرنے لگے ہیں کہ

"جو مسلمان آئے دن ہندوؤں کے منہ آتے رہتے ہیں
انہیں پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئیے"۔

گورو گھنٹال ۱۵ جون ۱۹۲۹ء

یہ فی الحقیقت نہایت ہی افسوسناک بات ہے اس سے بڑھکر اسلام کی توہین اور کیا ہوگی کہ جس چیز کو کل تک تمام غیر اسلامی دنیا نہایت عزت کی نگاہوں سے دیکھتی تھی اور اسلام کی یہ ایک بڑی خصوصیت سمجھی جاتی تھی۔ کہ اس کے اندر اچھوت اور غیر اچھوت یا ادنیٰ اور اعلیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ مسجدوں میں بادشاہ اور گدا ادنےٰ اور اعلیٰ سب برابر نظر آتے اور خدائے واحد کے آگے ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ آج وہی خصوصیت ہمارے اپنے ہاتھوں سے رخصت ہو رہی ہے۔ اسلامی مساوات ہی ایک چیز ہے جو غیر مسلموں کے اسلام میں آنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اگر یہی باقی نہ رہی اور اسلام میں داخل ہو کر بھی لوگ وہی اچھوت کے اچھوت ہی رہے جیسے کہ ہندو مذہب میں پائے جاتے ہیں تو ان کے اسلام میں آنے کا فائدہ ہی کیا ہے۔ اور وہ کونسی چیز ہے جو ان کے لئے کشش کا موجب ہوگی۔ جب مسجدوں میں داخل ہونے سے بھی انہیں روکا جائے، نماز کے لئے وضو کا پانی انہیں میسر نہ آئے تو ان کا مسلمان ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اخوتِ اسلامی جو اسلامزم کی شکل میں تمام یورپ کو ایک لرزہ براندام کر رہی ہے۔ جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ مسلمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو اپنے بھائی سمجھنے کے بجائے ان سے چھونا اور مساوات کا برتاؤ کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے تو اسلام کا رہا سہا رعب و وقار بھی ان کے دلوں سے اُٹھ جائے گا۔

اس لئے "گورو گھنٹال" نے جو یہ طعنہ دیا ہے "کہ مسلمانوں کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئیے"۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں ابھی سے اس مرض کے استیصال کی کوشش کرنی چاہئیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بیماری آہستہ آہستہ مسلمانوں کے اندر جڑ پکڑ لے اور اسلام کی اصلیت ہی باقی نہ رہے۔

سرچشمہ باید گرفتن بہ بیل
چو پُر شد نشاید گذشتن بہ پیل

میرا خیال ہے کہ آپ کی جماعت اس کام کو بہترین طریق پر سرانجام دے سکتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ اس علاقہ میں جہاں اس قسم کا فتنہ پیدا ہوا ہے کسی مبلغ کو بھیجنے یا کسی اور ذریعہ سے وہاں کے مسلمانوں کی اصلاح کی تحریک کریں۔ یہ ایک نہایت ضروری قومی کام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ اس قسم کا . . . . ہی کام جو حفاظتِ اسلام سے تعلق رکھتا ہے ہر وقت پیش نظر رہنا چاہئیے۔

کیا آپ میری اس عرضداشت کو اپنے اخبار میں شائع کرکے ممنون کی امید فرمائیں گے؟ (ایک غیر احمدی مسلمان)

پیغام صلح ۔ آپ کی تحریک فی الحقیقت نہایت قابل قدر ہے اور آپ غالباً یہ سُن کر نہایت خوش ہوں گے کہ ہماری انجمن پہلے سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے کی تیاری کر چکی ہے۔ بلکہ اکولہ ضلع برار میں ایک مبلغ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو بھیجنے کی منظوری بھی ہو چکی ہے جو غالباً چند ہی دن تک روانہ ہو جائیں گے۔ افسوس ہے کہ وہ کوششیں جو غیروں کو اسلام میں لانے کے لئے صرف ہو سکتی تھیں کو اسلام کی دعوت پہنچانے پر ہی موقوف ہوتیں) آج خود مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ان کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ اس کے لئے کم از کم مالی امداد ہی عامۃ المسلمین کی طرف سے انجمن کو پہنچائی جائے۔ تا کہ وہ حفاظت و اشاعت اسلام کا کام زیادہ مستعدی اور فارغ البالی سے کر سکے؟

"نُورافشاں" کی ظلمت فشانی

جس دن سے نور افشاں کی زمام ادارت پادری سلطان محمد صاحب پال کے ہاتھ میں آئی ہے اس کا شاید ہی کوئی پرچہ ہوگا جس میں حضرت مسیح موعود پر ناواجب طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزا سے کام نہ لیا جاتا ہو۔

جہاں تک مسائل کا تعلق ہے اس بات کا تو ہرج نہیں کہ پادری صاحب مہذبانہ طریق سے دلائل کے ساتھ ان پر نکتہ چینی کریں۔ لیکن ایک غلط خیال کو سامنے رکھکر اور مخالفین کی غلط بیانیوں سے فائدہ اُٹھا کر تمسخرانہ پیرائے میں ہرزہ سرائی کرنا اور مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخالفین کی تحریریں نقل کرتے چلے جانا کسی سنجیدہ اور معقول انسان کا کام نہیں۔ کیا اگر اس کے بالمقابل ہم بھی ایسی تحریرات جو عیسائیت کے جواب میں لکھی گئی ہیں اور جن میں کلیسائی یسوع کا فوٹو بائیبل سے اخذ کیا گیا ہے نقل کر دیں تو یہ پسندیدہ امر ہوگا؟

حضرت مسیح موعود نے بیشک یہ لکھا ہے کہ میں کسر صلیب اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہُوا ہوں اور ان دونوں کاموں کو اپنی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچانے کی بھی پیشگوئی کی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے فوت ہو جانے سے پہلے عیسائیت کو دنیا سے نیست و نابود ہو جانا چاہئے تھا یا تمام مسلمان فرشتہ خصلت بن جانے چاہئیں تھے۔ اور کوئی بُری بات ان میں باقی نہ رہنی چاہئے تھی بلکہ جیسا کہ بارہا مرتبہ "پیغام صلح" کے صفحات میں اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے آپ کا کام محض اتنا ہی تھا کہ کسر صلیب کے لئے ایسے بہترین اصول ہمارے ہاتھ میں دیدیتے۔ جن سے کام لے کر آپ کے پیرو ہر میدان میں فتحیاب ہوتے جیسا کہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ایسا ہی مسلمانوں کی اصلاح سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ انہیں وہ راہیں بتا دیتے جن پر چلکر وہ کامیابی کے مدارج کو پہنچ سکتے ہیں۔ ایک مامور من اللہ کا کام صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ وہ چند راہیں دنیا کو بتا دیتا ہے جو اصل مقصد کی طرف لے جانے والی ہیں اور ایک ایسی جماعت وہ بنا دیتا ہے جو اس کے منشا کے موافق کام کرے اور ان راہوں پر دنیا کو چلانے کی کوشش کرے۔ مسیح موعود نے کسر صلیب کے جو اصول ہمیں سکھائے وہ ایسے زبردست ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا مسیحی بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ نور افشاں میں اگر ہمت ہے۔ اگر ادھر اُدھر کی بے تعلق باتوں کے ذریعہ سے خلط مبحث اُس کی اصل غرض نہیں تو ہم اُسے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی مسیحی عقیدہ کو ہمارے سامنے پیش کرے اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے جسقدر قوت اس کو پہنچا سکتا ہے پہنچائے ہم انشاء اللہ مسیح موعود کے دیئے ہوئے برقی لیمپ کے ذریعہ سے ایسی روشنی اس پر ڈالیں گے کہ اُس کا حُسن و قبح خود بخود اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور مسیحی دلائل کی قوت بالکل بیکار ثابت ہوگی۔

اگر "نُور افشاں" میں ذرا بھی حوصلہ اور دیانت موجود ہے تو امید ہے کہ وہ اس طریق سے فیصلہ کرنے کو تیار ہوگا تا آخر اس کا مقصد مسیحیت ہی کی طرف لوگوں کو بُلانا اور مسیحی معتقدات کی صداقت کو ثابت کرنا ہے کیوں نہیں وہ ان عقاید کو اخباری صفحات پر لاکر جرح و تعدیل کا موقعہ دیتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان عقاید سے خود بیزار ہے۔ "الوہیت مسیح" "کفارہ" اور اس قسم کے دیگر معتقدات اگر پادری سلطان محمد کے عقل و فہم میں آ سکتے ہیں تو وہ انہیں پیش کریں۔ تا کہ ان کی صداقت کو پورے طور پر پرکھا جا سکے۔ اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ مسیح موعود کن زبردست ہتھیاروں کو لے کر دنیا میں آئے۔ اور کسر صلیب کا فرض اپنی زندگی ہی میں پورا کر کے عالم جاودانی کو سدھارے۔ امید ہے پادری سلطان محمد پال تمام ادھر اُدھر کی باتوں کو چھوڑ کر اس ضروری کام کی طرف فی الفور متوجہ ہوں گے ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اصل مسائل کو پیش کرنے کی جرأت انہیں نہیں۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

خاکسار بشیر احمد لاہور

قادیان زمانہ مسیح موعود میں اور آج

آج اتفاقیہ کرامات مہدی؛ جس کو جناب اکمل آف گولیکی یکے از مریدین میاں صاحب نے ۱۳۲۹ھ میں تصنیف فرمایا تھا۔ میری نظر سے گذری اس میں صفحہ ۱۵ نمبر ۱۲ پر حسب ذیل نشان تحریر فرمایا ہے:۔

"قادیان میں آریہ تھے۔ بالمقابل اخبار نکال رکھا تھا۔ جس میں بدزبانی کرتے۔ ایک مدرسہ بھی کھولا۔ اور سماج قائم کی خدا نے تینوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا۔ الخ"

گویا جناب اکمل کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا یہ ایک نشان تھا۔ کہ قادیاں میں آریوں کا مدرسہ اور سماج وغیرہ حضور کی زندگی ہی میں تباہ و برباد ہو گیا۔ کیا ہم ان سے دریافت کر سکتے ہیں کہ آیا "خلافت ثانیہ" کی برکات میں سے یہ بھی ایک برکت ہے کہ وہی تباہ شدہ سماج اور مدرسہ آج وہاں پہلے سے بھی زیادہ شان و شوکت سے قائم ہیں اور میاں محمود احمد صاحب اور ان کے متبعین کو خدا نے اتنی بھی توفیق نہ دی کہ وہ اس ہائی سکول کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے قائم ہے اگر ترقی دے کر کالج کی شکل میں تبدیل نہ کر سکتے تھے تو کم از کم سابقہ شاندار حالت ہی میں قائم رکھتے اور اپنی "دس لاکھ" کی عظیم الشان جماعت میں چند ایک اور ہائی سکول ہی کھول دیتے؟ امید ہے اس کے جواب سے مشکور فرمایا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ آیا حضرت مسیح موعود کے وقت میں اس قدر مخالف عناصر قادیاں میں موجود تھے۔ جیسا کہ "خلافتِ ثانیہ" کی معجزانہ کارفرمائیوں سے پیدا ہو رہے ہیں؟

خاکسار لعل دین احمد کنٹونمنٹ اوورسیر
لاہور چھاؤنی ۱۶ ۲۹/۶

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف ۔۔

اخویم مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب خلف مولانا مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ولایت سے ڈی پی ایچ کا امتحان پاس کر کے واپس آ گئے ہیں۔

راولپنڈی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب نے درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ روزانہ حاضری اچھی خاصی ہو جاتی ہے۔ جو دن بدن بڑھ رہی ہے ۱۸ رجون کو مولوی صاحب کا ایک پبلک لیکچر کیمل کور صدر راولپنڈی میں فلسفہ شہادت پر ہُوا۔ حاضری نہایت کافی تھی۔ اور لیکچر نہایت دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔

گورالی سے ہمارے مکرم بزرگ جناب مولا بخش صاحب آنریری مجسٹریٹ گجرات مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے فرزند عبد اللہ خالد صاحب نے بی کا امتحان پاس کیا ہے یہ پہلے مسلمان گریجویٹ ہیں جو پنجاب بھر میں سنسکرت میں اول رہے ہیں۔

"پیغام صلح" ہم اس کامیابی پر دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

مہم ضلع رہتک سے اخویم مکرم پیر مصباح الدین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد ماجد ۸ رجون کو بتقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔

"پیغام صلح" ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں پیر صاحب مکرم سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب کرام سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

ملک معظم کی سالگرہ کے موقع پر امسال ہماری جماعت میں سے مکرم جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب سول سرجن ہوشیارپور کو خان بہادر کا خطاب ملا . . . .

. . ان کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

ایبٹ آباد سے جناب عبد الرحمٰن صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ہم نے خدا کے فضل سے جماعت کو باقاعدہ جمع کرنے کی پوری جدوجہد شروع کر دی ہے۔ مغرب اور عشا کی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ نماز مغرب کے بعد مولوی عبد السبوح صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔ حاضری خاصی ہوتی

اونڈھ کی دردناک رسم

ہمارے دوست مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت نے علاقہ بہار کے ہندو قوم کی ایک رسم کی کیفیت ایک ہندی اخبار سے ترجمہ کرکے بغرض اشاعت ارسال کی ہے امید ہے۔ کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگی۔ (مدیر)

علاقہ بہار میں ہندو تیوہاروں پر ہندوؤں کی طرف سے ایک دردناک رسم ادا کی جاتی ہے جسکو " اونڈھ " کہا جاتا ہے۔ اس رسم کی ادائیگی میں بے رحمی و جیو ہتیا کا ایک ہولناک مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس لرزہ خیز اور وحشت افزا رسم کی تفصیلات کلکتہ کے ہندی اخبار " ہندو پنچ " کے کنول نمبر میں اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ جو کہ ایک دردناک قصہ کے رنگ میں پیش کی گئی ہیں۔ بہاری ہندوؤں کی اس سنگدلانہ رسم کی تفصیلات پڑھنے اور سننے والا کتنا ہی سنگدل کیوں نہ ہو کلیجہ تھام کر رہ جائیگا۔ مگر آہ۔ بہاری ہندو اس رسم کو نہایت شوق و فخر سے ادا کرتے ہیں۔ اور ان کے پتھر سے بھی سخت دل میں درد کی ایک ہلکی سی ٹیس بھی پیدا نہیں ہوتی۔

متذکرۃ الصدر دردناک رسم کی تفصیلات قصہ کے ہی رنگ میں ہم ہندی سے اردو میں درج ذیل کرکے معاملہ اہل درد و انصاف پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اونڈھ - ہا - ہا - ہا

گوپال پور (صوبہ بہار کے ایک گاؤں کا نام ہے) کے لوگ اداس دکھائی دے رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جس عظیم الشان لطف و سرور کے حصول کے لئے وہ مہینوں سے بیقرار تھے جسکو اپنے گاؤں کے لئے باعث شان سمجھتے تھے۔ اور جس کے باعث آس پاس کے دوسرے گاؤں والے انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کے فخر و فوقیت کو مانتے تھے۔ وہی دل کو بانسوں اچھالنے والا اس سال نہیں منایا جا رہا ہے۔

گاؤں کے رئیس منی بابو گھر پر نہیں ہیں۔ ان کے بیٹے کرشن کانت (چھوٹے بابو) نے اس تیوہار کو ہاتھا کر روک دیا ہے یعنی ان کی طرف سے ان کے ہاتھیوں کو " اونڈھ " نہیں دیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تمام لوگوں میں بے چینی سی پھیل گئی ہے۔ اور تمام عورتیں بچے للّو بابو کے دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے

للّو بابو صبح کے غسل میں مشغول تھے جھٹ فارغ ہو تولیہ سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے غمناک لہجہ میں کہنے لگے۔

" گوپی منڈل۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ ہم لوگوں کو اب پوچھتا کون ہے آج کل کے لڑکے آسمان میں اڑ رہے ہیں۔ دھرم کرم رسم و رواج تو ان کے لئے کوئی چیز نہیں۔

گوپی۔ کیا پوچھتے ہیں؟ الٹا زمانہ آگیا ہے۔ اب دھرم کرم کو کون پوچھتا ہے ہم سمجھتے تھے۔ کہ چھوٹے بابو انگریزی پڑھتے ہیں، ہوشیار ہونگے۔ وہاں تو حالت ہی بگڑتی چلی جا رہی ہے۔

للّو۔ ارے بھائی کیا سمجھتے ہو؟ شہر میں جا کر اور بگڑ گیا ہے۔ نہ کھانے کا ٹھکانا ہے۔ نہ پینے کا۔ بھنگی چمار کے جسم سے بھی چھو لیتا ہے۔ اور جب ہم لوگ روکتے ہیں۔ تو الٹا ہم لوگوں کو ہی الّو بنانے لگتا ہے۔ پڑھیگا کیا خاک . . .

. . . .

مہیوساہو۔ بابو جی۔ کیا کہا جائے۔ مالک بھی تو کچھ نہیں کہتے۔ اس سے ان کا مزاج اور بھی بگڑ گیا ہے۔

للّو۔ ارے بھائی۔ وہ بھی کیا کہینگے۔ یہ ان کے بس میں تھوڑے ہی ہیں اس دن دیکھا نہیں تھا۔ منت مانا ہوا " پاڑا " اور " بھینسا " قربانی کے لئے درگا کے استھان پر بھیجا جانے لگا۔ تو انہوں نے ایک دھم مچا دیا تھا۔ ہم لوگ سمجھاتے رہے۔ کہ ننھے میاں یہ آپ کی ہی بیماری پر منت مانا گیا تھا۔ " کالی ماں " کی چیز ہے۔ اس میں ضد نہ کیجئے۔ مگر کون سنتا ہے؟ اتنا کہتے تھے۔ کہ کالی ماں کیا صرف ہماری ہی ماں ہے۔ اور اس بھینسے اور پاڑے کی نہیں۔ جو مجھے بچا کر ان کو نگلنا چاہے گی (واہ رے تعلیم اسلام تونے لوگوں کو کس قدر ہوشیار کر دیا ہے۔ اور تیرے صدقے میں لوگ آج حق و باطل میں تمیز کرنا جان گئے ہیں۔ اللّٰھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم) بابو صاحب نے بہت زور کرکے " بھینسا " " پاڑا " تو کسی طرح بھیج دیا۔ مگر بھینسے کو اس نے روک ہی رکھا۔ بھلا ایسے لڑکوں سے کیا کیا جائے۔

گوپی۔ ٹھیک کہتے ہیں۔ بابو جی۔ اب زمانہ ہی بدل گیا ہے۔ دیوتا پتر سب رخصت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ شاستر پوتھی کو نہیں مانتے (کیا کریں

کی غیر فطرتی تعلیمات کو کس طرح قبول کرلیں) کل شام کو ہم لوگوں نے بھی بابو جی کو بہت سمجھایا۔ پاؤں پڑے۔ سب کچھ کیا۔ کہ " اونڈھ " ہونے دیجئے۔ مگر وہ اپنی ضد پر برابر قائم رہے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میں ہرگز یہ رسم نہ ہونے دونگا اس میں سؤر کی جان بڑی تکلیف سے نکلتی ہے۔ ہاں تم لوگ کہو۔ تو کوئی دوسرا کھیل تماشا کروا دوں۔

گردھر پانڈے۔ ہوں۔ دوسرا تماشا۔ سال بھر میں ایک بار تو یہ تماشا دیکھنے کو ملتا ہے۔ تو اس کے بدلے دوسرا تماشا ہوگا۔ بڑے رحمدل بنے پھرتے ہیں۔ ارے بھیا۔ راجندر سے بڑھ کر کون ہوگا۔ وہ بھی جنگلوں میں شکار کھیلتے تھے۔

دیپو۔ ہاں پنڈت جی۔ صاف تورامائن میں ہی لکھا ہے " کپٹ مرگا سنگ دھائے رگھو ور کپٹ مرگا سنگ دھائے "

گوپی۔ ہاں جی۔ یہ بات سب دن سے ہوتی آئی ہے۔ ہم لوگ کوئی نیا کام تھوڑے ہی کرنے بیٹھے ہیں۔ کیا پہلے لوگ بیوقوف تھے۔ جو ہاتھی۔ بھینس۔ اور گنوؤں کو " اونڈھ " دیتے تھے۔ پھر جب ہمارے رشی منی ایسا کرتے تھے۔ تو ہم کیوں نہ کریں۔

للّو۔ پھر سوچتے کیا ہو؟ بڑے بابو صاحب تو یہاں موجود نہیں۔ کہ ان سے کہا جائے۔ آج گاؤں کی عزت جا رہی ہے۔ آس پاس والے کیا کہیں گے۔

گوپی۔ نہیں بابو جی۔ کیا کہتے ہیں۔ بھلا گاؤں کی لاج جانے دینگے ہم لوگ غریب ہیں۔ تو کیا ہوا۔ چندہ کرکے روپیہ جمع کرینگے۔ کچھ آپ بھی دینگے ہی۔ بس آپ سؤر خرید لائینگے۔ ہاتھی نہیں۔ تو بھینس گائے تو ہم لوگوں کے پاس ہے ہی۔ اسال اتنے پر ہی صبر کر لینگے۔

گوپی منڈل کی بات پر سب نے آمین کہی۔ اور ایک چھوٹا سؤر خریدنے کا فیصلہ کیا گیا۔

(۲)

دوپہر کا وقت ہے۔ گاؤں کے لوگ کھا پی کر فارغ ہو چکے ہیں۔ للّو بابو کے دروازے پر ایک پالتو سؤر کا بچہ پڑا ہوا ہے۔ اس کے چاروں پاؤں ایک ساتھ باندھ دیئے گئے ہیں۔ گاؤں کے لڑکے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اچھل کود رہے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی لڑکا اسے چھڑی کی ایک ضرب لگا دیتا ہے۔ اس پر جب وہ چلا اٹھتا ہے۔ تو لڑکوں کی مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اور سبھی اچھلنے لگتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا مجمع ہو گیا۔ مگر اب وہ پہلی سی اداسی نظر نہیں آتی۔ سب کے ہی دلوں میں آنند امڈ رہا ہے خوشی کے مارے لوگ اچھل کود رہے ہیں۔ گاؤں کا چمار بھی ڈھول لیکر آگیا ہے۔ باہر گائے اور بھینسوں کے چرواہوں کو خبر کر دی گئی ہے۔ کہ گاؤں بھر کے جانوروں کو باغیچے کے نزدیک للّو بابو کی کھیت میں لے آئیں۔ للّو بابو کے کھیت کا سنتے ہی لوگوں کا مجمع ادھر ٹوٹ پڑا۔ آن کی آن میں وہاں میلہ سا لگ گیا۔ ڈھول کی آواز سن کر آس پاس والی بستیوں والے بھی آ پہنچے۔ چرواہے لوگ بھی ڈھور کے جھنڈ کے جھنڈ گائے اور بھینسوں کا لئے وہاں آئے پھر کیا تھا۔ ڈھول پر چوٹ پڑی۔ تبا وردن نے " کچھا " چڑھایا۔ لوگوں میں ایک حرکت سی پیدا ہو گئی۔

گوپی منڈل نے " بھیا " کہتے ہوئے پکار کر کہا۔ بھیا بھینسوں کو ابھی ادھر ہی رہنے دو۔ پہلے گئوؤں کو بڑھاؤ۔ کیونکہ شاستر میں پہلے گائے کا ہی " اونڈھ " لکھا ہے۔ اتنا کہہ اس نے سؤر کے بندھے پاؤں سے نکلی ہوئی رسی کے سرے کو پکڑ لیا۔ اور اسے آگے گھسیٹتا ہوا بڑے فخر کے ساتھ آگے بڑھتے اور " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " کا نعرہ لگانے لگا ادھر تمام لوگوں نے گوپی منڈل کی قوت و طاقت کی داد دی۔

گوپی منڈل کو سؤر لیکر آگے بڑھتے دیکھکر چرواہے اپنی اپنی گئوؤں کو لاٹھیوں سے پیٹ پیٹ کر اس طرف بڑھانے لگے۔ چاروں طرف سے " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " کا نعرہ بلند ہونے لگا گھسیٹ کھا کر سؤر چیخ و چلا رہا تھا۔ گئوئیں اگرچہ مار کے خوف سے آگے تو بڑھ آتی تھیں۔ مگر نزدیک جاتے ہی ڈکار مار کر بھاگ کھڑی ہوتی تھیں۔ یہ دیکھ کچھ منچلے " بہادر " ڈنڈے لیکر گئوؤں کے پیچھے جا ڈٹے۔ اور نہایت دلیری کے ساتھ انہیں پیٹتے ہوئے آگے بڑھانے لگے۔

گوپی منڈل نے یہاں پر بھی اپنی عقلمندی کا ثبوت دیا۔ وہ چرواہوں کو ڈانٹتے ہوئے بولا۔ " بدمعاش کہیں کے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی دیکھا ہی نہیں ہے بچھڑوں کو لیکر آگے کیوں نہیں چلے آتے۔ جان بچائے پھرتے ہیں " اتنا سنتے ہی وہ لوگ بچھڑوں کو لیکر " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اب بیچاری گئوئیں کیا کرتی بچھڑوں کو آفت میں پڑتے دیکھ کر وہ بھی آگے بڑھیں۔ اور سؤر کے

لاٹھی سے اچکا کر آگے پھینکدیا۔ سؤر چلاتا ہوا گئوؤں کے جھنڈ میں جا پڑا۔ گئوئیں تتر بتر ہو کر بھاگنے لگیں۔ ان کے پاؤں کی ٹھوکریں کھا کر سؤر چلا رہا تھا اور لوگ مست ہو کر تالی پیٹ رہے تھے۔ کہ " سومیتو " کی گائے بڑے زور سے دوڑتی ہوئی سؤر کے قریب آگئی۔ اور اس کی طرف منہ بڑھا کر زور زور سے ڈکارنے لگی۔ اس پر تماشائیوں کی طرف سے ایک آواز آئی " اونڈھ ہا - ہا - ہا " گائے آپ سے باہر ہو گئی۔ بھیانک کالی کا روپ دھارن کر اس نے اپنے دونو سینگ زور سے سؤر پر اڑا دیئے۔ اسے زمین پر مسلنے اور ڈکارنے لگی۔ تمام تماشائی مارے آنند کے ٹھٹھا مارنے لگے۔ ڈھول والے بھی ڈھول کو زور سے پیٹنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کئی اور گائیں بھی آکر جٹ گئیں۔ اور سبھی ڈکار ڈکار کر اسے سینگوں اور پاؤں سے روندنے لگیں۔ لوگ خوشی و کیفیت کے سمندر میں ڈوب رہے تھے۔ زور زور سے پیٹتے ہوئے ڈھولوں کی ڈم ڈما ڈم آواز۔ خوف اور غصہ سے گھبرائی ہوئی گئوؤں کی خوفناک ڈکاریں۔ انند میں مست و خوش لوگوں کے " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " کے نعرے گونج رہے تھے۔ اس پر بھی اس بدنصیب جانور کا دل کو چھیدنے والا دردناک آواز تمام آوازوں سے الگ صاف سنائی دے رہا تھا۔

مگر آہ۔ یہ آواز لوگوں کی کیفیت کو اور بڑھانے کا موجب ہو رہا تھا۔ اتنے میں للّو بابو نے گرج کر کہا۔ " ارے ارے کیا کر رہے ہو۔ اب جلد ہی سؤر کو ہٹا لے۔ نہیں تو مر جائیگا۔ پھر دوسرا ابھی کام ہے۔ نہیں تو تماشا کچھ دیر جاری رکھا جائے " " ہاں ہاں پھر بھینس کو بھی تو دینا ہے " کہ کر گوپی نے بڑی بہادری دکھلاتے ہوئے سؤر کو باہر کھینچ لیا۔

اب بھینس کے لانے کا حکم ہوا۔ چرواہوں کا اشارہ پاتے ہی بڑے بڑے برچھوں کی طرح سینگوں والی بھینسیں اس ادھ مرے جانور پر ٹوٹ پڑیں۔ چاروں طرف سے لوگوں نے پکار کر کہا۔ " بھیا۔ ذرا ہوشیاری کے ساتھ دیکھنا سؤر جلدی مرنے نہ پائے " گوپی نے بڑے فخر سے سر اونچا کرکے جواب دیا۔ " سو کیا میں اناڑی تھوڑا ہوں۔ یہی کام کرتے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں " (ناصاحب۔ پرماتما آپ کے تین پرانشر سلامت رکھے۔ اور عمر دراز عطا فرمائے۔ آپ ہی تو ویدک رشیوں کی اصل یادگار ہیں۔ نظر بد دور۔ ابھی آپ نے ایسے کئی " اونڈھ " کھیلنے اور بیسیوں تیوہار منانے ہیں۔ پھر کون ہے۔ جو آپ کے کام میں نقص نکال سکے۔ لوگ مطمئن ہو گئے۔ ڈھول میں چوٹ پڑی۔ گوپی نے کہا۔ " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " یہ کہتے دیر نہ لگی۔ کہ ایک بھینس نے جھپٹ کر آگے بڑھ کر لوہے کے ترشول کی طرح اپنے سینگوں کے سہارے سؤر کو اوپر ہوا میں اچھال دیا۔ تماشائی کود کود کر تالی پیٹنے لگے۔ چھیدا ہوا سؤر کچھ دور جا کر گرا۔ لوگوں نے دیکھا۔ اس کے داہنے پہلو سے لہو کی دھارا بہ رہی تھی۔ گوپی اس کو اٹھا کر دوبارہ بھینس کے سامنے پھینکنے والا ہی تھا۔ کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ اور اسے روک کر کہنے لگا۔ سؤر کو ابھی مت مرنے دو۔ ہاتھیوں کا " اونڈھ " ہوگا۔

گوپی۔ کیا چھوٹے بابو مان گئے؟

آنے والا۔ نہیں جی وہ کب ماننے والے تھے۔ خود بابو صاحب ابھی آگئے ہیں۔ ان کے آتے ہی پنڈت جی نے چھوٹے بابو کی شکایت کر دی اور کہا۔ کہ ان کو اگر اسی طرح پڑھنے دینگے۔ تو وہ دیانندی ہو جائینگے۔ (سچ ہے پڑھے لکھے ہندو اسلام کی تعلیم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور انہیں اسلام کے فطرتی و پیارے اصول کے مقابلہ پر ویدک دھرم کے ناقابل قبول اصول پسند نہیں آتے۔ اور دن بدن اسلام کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ دیانندی اپنے بزرگوں کے مذہب کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور نہایت سرعت سے اسلام کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں) اس پر وہ چھوٹے بابو پر بہت بگڑے۔ اور ایکدم تین بڑے بڑے سؤروں کے خریدنے کا حکم دیا آج تو اب وقت نہیں رہا۔ کل " اونڈھ " دیا جائیگا۔ جب تک تم لوگوں کے لئے ہاتھی بھیج دیئے ہیں۔ یہ خبر بجلی کی طرح تمام لوگوں میں پھیل گئی۔ اور لوگ خوشی کے مارے تین تین ہاتھ اچھل پڑے۔ اس خوشخبری پر تمام لوگوں نے بابو صاحب کی تعریف کے گیت گائے۔

اتنے میں مہاوت دو ہاتھیوں کو لئے آپہنچے۔ لوگ کچھ دور ہٹ کر چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ مہاوتوں نے ہاتھیوں کو ایک کنارے پر لے جا کر کھڑا کیا۔ سؤر جس کا دم گلے میں اٹکا ہوا تھا کھیت میں رکھ دیا گیا۔ ڈھول اور تالیوں کے ساتھ چاروں طرف سے " اونڈھ - ہا - ہا - ہا " کا غل بلند ہوا۔ اور اپنے مہاوت کا اشارہ پا کر " تریا " ہتھنی سؤر پر ٹوٹ پڑی۔ نزدیک آنے پر بارے ڈر کے سؤر پہلے ہی چلا اٹھا۔ " سریا " کی ہمت پست ہو گئی۔ وہ چیخ مار کر لوٹنا ہی چاہتی تھی۔ کہ مہاوت نے اس کے ماتھے پر انگل انگلش گڑا دیا۔ چنگھاڑ مار کر وہ بیٹھ گئی۔ اور زمین پر سونڈ

احمدی جماعت کے مقدمات

باہمی تصفیہ کے لئے خط و کتابت

جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کی طرف سے جو مقدمات اس وقت ایک دوسرے کے خلاف چل رہے ہیں ان کے متعلق جناب شیخ چراغ دین صاحب وکیل گورداسپور نے مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی تھی۔ ہمیں تو ایسی تحریک کے خیرمقدم کرنے میں کوئی پس وپیش نہیں۔ ہم نے جو دعوی فوجداری دائر کرنے کا فیصلہ کیا وہ بھی نہایت درجہ کی مجبوری کے باعث کیا گیا۔ چنانچہ جناب چودھری شہاب الدین صاحب نے بھی پہلے ہمیں تحریک فرمائی۔ جس پر فریقین کی طرف سے جو شرائط پیش ہوئیں وہ قارئین پیغام صلح ۶ را پریل ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب شیخ صاحب ممدوح نے جو پیغام بھیجا اس کے جواب میں ذیل کی شرائط انہیں لکھکر بھیجدی گئی ہیں۔

"ہمیں مصالحت میں کوئی عذر نہیں بلکہ ہمارا مسلک بھی یہی ہے چنانچہ چودھری شہاب الدین صاحب کی تحریک پر بھی پہلے ہماری طرف سے ہی مقدمات کو ثالث کے سپرد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ جیسا کہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۱ را پریل ۱۹۲۹ء میں ہماری طرف سے اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے اب بھی ہمیں کوئی انکار نہیں۔ اور مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے جس پر فریق ثانی رضامند ہو ہم مصالحت کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ ذیل کے معاملات کا تصفیہ آغا محمد صفدر صاحب کے سپرد کر دیا جائے

الف۔ معاہدہ ڈلہوزی کے توڑنے میں ابتداکس فریق کی طرف سے ہوئی۔

ب۔ اخبار الفضل ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء میں جو تحریر بعنوان "ارکان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا کچا چٹھا" شایع ہوئی ہے۔ اس میں جن اشخاص کا ذکر ہے آیا وہ مضامین ان کے مزیل حیثیت عرفی ہیں یا نہیں

ج۔ پیغام صلح ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء میں جو مضمون بعنوان "صدائے امیر اور الفضل" شایع ہوا۔ جن اشخاص کا اس میں ذکر ہے ان کے لئے وہ مزیل حیثیت عرفی ہے یا نہیں؟

اگر ثالث یہ فیصلہ دے کہ تحریرات مندرجہ "الفضل" "پیغام صلح" میں سے ایک یا دونوں مزیل حیثیت عرفی ہیں تو جن الفاظ میں ثالث تجویز کرے فریقین یا دونوں میں سے ایک جسکو مجرم قرار دیا جائے معافی مانگے اس ضمن میں ثالث یہ بھی فیصلہ دے کہ آیا جو معذرت نامہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء کے مضمون کے متعلق نکل چکا ہے وہ کافی ہے یا نہیں؟

بضمن الف۔ کے متعلق جس فریق کو ثالث مجرم قرار دے اس کی نسبت بھی ثالث کو اختیار رہیگا کہ وہ جن الفاظ میں چاہے معافی منگوائے

۲۔ دوم۔ الفضل ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کے مضمون کے متعلق جن الفاظ میں ہم چاہیں الفضل اس کے مطابق معافی مانگے۔ اور پیغام صلح ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء کے مضمون کی نسبت جن الفاظ میں "الفضل" چاہے پیغام صلح معافی مانگے۔ معافی صرف مضامین محولہ بالا تک محدود ہوگی اور ان میں کوئی اور امر داخل نہیں کیا جائے گا۔

ہر دو صورتوں میں فریقین متدائرہ مقدمات واپس لے لیں۔ اور آئندہ دائر ہونے والے مقدمات کو روک لیں۔"

طبقہ نسواں

جہلم میں مسجد احمدیہ میں خواتین کی نماز جمعہ کیلئے انتظام

جماعت احمدیہ لاہور کی مسجد جو جہلم میں ہے اس میں خواتین کی نماز جمعہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بہت دفعہ میں نے غور کیا مگر مسجد کی بناوٹ کچھ ایسی تھی کہ اس میں خواتین کی نماز کا پردہ کے ساتھ انتظام ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ گزشتہ ماہ میں لاہور سے اہلیہ محمد یعقوب خاں صاحب اور اہلیہ چودھری ظہور احمد صاحب جہلم تشریف لائی تھیں۔ انہوں نے احمدی مستورات کا ایک جلسہ کیا۔ اس میں علاوہ دیگر مفید تحریکوں کے ایک تحریک یہ بھی تھی کہ مسجد میں خواتین کی نماز جمعہ کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مسجد کا معائنہ کرکے ایک تجویز ایسی اچھی سوچی جس سے تمام مشکلات کا حل ہو گیا۔ خادم مسجد کی کوٹھری کو مسجد میں شامل کرکے اور ایک پردہ کپڑے کا نہایت دبیز سیاہ رنگ کا کھچوا کر خواتین کے لئے نہایت باپردہ اور معقول جگہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نکل آئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ احباب نے نہایت فراخدلی سے اس میں چندہ دے کر اس ثواب کو حاصل کیا۔ جو ہمیشہ ہمیشہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ جب تک اس میں خواتین نماز جمعہ پڑھا کریں گی۔

مستورات اور بچوں کی طرف سے ہماری غفلت

افسوس ہے کہ ہمارے احمدی مردوں کو اپنی مستورات اور بچوں میں دینداری پھیلانے کا بہت کم شوق ہے۔ وہ انگلینڈ اور جرمنی میں تبلیغ کے شیدائی ہیں۔ وہ امریکہ وبغداد میں مبلغ بھیجنے کو تیار ہیں۔ وہ ملکانوں اور اچھوتوں میں اسلام کی تعلیم پھیلانے کی فکر میں ہیں۔ مگر چراغ تلے اندھیرا۔ خود اپنے گھروں میں نہ شوق ہے نہ فکر ہے۔ ان کے اپنے گھر ان کی تبلیغ سے یورپ اور امریکہ سے بڑھکر محروم ہیں۔ ان کی بی بیاں اور بچے ملکانوں اور اچھوتوں سے بھی اس معاملہ میں پیچھے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ احمدیوں کے بچوں میں دینداری کا وہ جذبہ نہیں نظر آتا جو ان کے والدین میں ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور خدا کے سامنے ذمہ داران تمام امور کے مرد ہیں۔ جن کو صاف خدا کا حکم قرآن میں تھا کہ قوا انفسکم و اهلیکم نارا۔ کہ اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ پس اہل وعیال کے دین کی طرف سے غفلت کا بار سب کا سب اس مرد کے سر پر ہے جو گھر کا مالک ہے۔ یہی آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس طرح ہر ایک چرواہا اپنے ریوڑ کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح تم سے ہر ایک شخص اپنے اہل وعیال کی دینداری کا ذمہ دار ہے کہ اس نے کہاں تک دینداری کی تعلیم اپنے علم یا عمل سے اپنی مستورات اور بچوں میں پھیلائی۔

گھروں میں دینداری پیدا کرنے کا طریق

اس کے لئے دو طریق ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ ہماری مستورات نماز جمعہ میں۔ نماز عیدین میں ہمارے مذہبی جلسوں میں شریک ہوں تاکہ انہیں بزرگان دین کے وعظ ونصائح سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان میں مذہبی روح اور دینی زندگی کی تحریک پیدا ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہمارے احباب۔ جو کچھ خطبوں۔ لیکچروں۔ درس قرآن وغیرہم میں سنکر آئیں ان کا تذکرہ اپنے گھروں میں کریں اپنے بچوں اور مستورات کو سنائیں۔ خود عمل کر کے نمونہ بنیں۔ اور ان سے عمل کرائیں۔ اخبار پیغام صلح اور سلسلہ کے اردو اشتہارات اور کتابیں منگوا کر مستورات کو پڑھائیں اگر وہ پڑھنا نہ جانتی ہوں تو انہیں پڑھکر سنائیں۔ اتنی فرصت نہ ہو تو کم سے کم ان کے مفہوم سے ان کو آگاہ کریں۔ یہ بھی ایک ڈیوٹی ہے۔ جو ادا کرنی ہے یہ ایسا کام نہیں جس کے لئے عدیم الفرصتی کا بہانہ کر لیا جائے۔

قوم کی نازک حالت

یہ قوم کی موت اور زندگی کا سوال ہے اپنا ایک عزیز مر رہا ہو اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس کے علاج کے لئے فرصت نہیں۔ اسی طرح آج قوم مسلم نزع کی حالت میں ہے دوڑ دھوپ کا وقت ہے۔ اس کی زندگی کے لئے کوئی علاج نہیں جسے ہم اپنی غفلت سے چھوڑ دیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم خدا کے سامنے قوم کے قاتل کہلائیں گے۔ ایک شخص ڈوب رہا ہے اور دوسرا بیٹھا ہوا بے پروائی سے دیکھ رہا ہے قانوناً وہ قتل کا مرتکب ہوا جس نے [illegible] دیکھا کیا۔ کیا آج اسلام کی یہی حالت نہیں؟ پھر یہ غفلت کیوں ہے؟ گھروں کا سنورنا قوم کا سنورنا ہوتا ہے۔

احباب جہلم کو مبارکباد

پس میں جہلم کی جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایک فرض تھا جو اس نے ادا کر دیا۔ وہ یہ کہ مستورات کی نماز جمعہ وغیرہ کے لئے انتظام کیا۔ چنانچہ پچھلے جمعہ میں احمدی مستورات معقول تعداد میں شریک نماز جمعہ ہوئیں۔ اور خود حضرت امیر قوم کی اہلیہ بھی اس افتتاحی جمعہ میں شامل تھیں۔ اب امید ہے انشاء اللہ ہمارے احباب اپنے اس فرض کا خیال بھی رکھیں گے۔ کہ اپنی مستورات میں اسلامی تعلیم اور دینداری کا چرچا پھیلائیں گے۔ اور اس طرح اپنے گھر کو نمونہ جنت بنا کے اجر دارین حاصل کریں گے۔

خاکسار
(بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن جہلم)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب بخیریت ہیں۔ کسی قدر کمزوری ابھی باقی ہے۔ احباب کرام کی دعاؤں سے امید ہے کہ وہ بھی جلد رفع ہو جائے گی۔ آپ کا ارادہ ۳ کے بجائے ۷ رمئی ۱۹۲۹ء کو ڈلہوزی تشریف لے جانے کا ہے۔

— مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر اور پرنٹر پبلشر اخبار "الفضل" پر جو مقدمہ گجرات میں دائر کیا تھا۔ اس کو فریق ثانی نے درخواست دے کر لاہور تبدیل کرا لیا ہے۔ مقدمہ شیخ محمد رشید صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں لگایا گیا ہے۔ آئندہ پیشی ۱۱ مئی ۱۹۲۹ء کو ہو گی۔

— اسی قسم کا ایک فوجداری مقدمہ ایڈیٹر "الفضل" کی طرف سے ایڈیٹر و پرنٹر پیغام صلح پر زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند دائر ہوا ہے۔ جس کی سماعت ۷ رمئی ۱۹۲۹ء کو شروع ہو گی۔ اس مقدمہ کی بنا پیغام صلح کا وہ مضمون ہے جو "صدائے امیر اور الفضل" کے زیر عنوان ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء کے پیغام صلح میں ایک نامہ نگار کی طرف سے شائع ہوا تھا۔

— ہر دو مقدمات کے تصفیہ کے لئے شیخ چراغ الدین صاحب وکیل گورداسپور از خود کوشش فرما رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہماری طرف سے تصفیہ کی جو شرائط پیش ہوئی ہیں وہ آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔

— مولانا عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ کی انجمن اسلامیہ میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔

— پہلوان امیر بخش صاحب ہماری قوم کے ایک نہایت پرجوش اور سرگرم ممبر ہیں۔ باوجود ان پڑھ ہونے کے گاؤں بگاؤں اور شہر بہ شہر تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ اور بہت سے ہندوؤں کو انہوں نے مسلمان کیا ہے۔ پہلوان ہونے کی وجہ سے انہیں جسمانی ورزش کا خاص شوق ہے اور اپنے لیکچروں میں مسلمانوں کو دیگر ضروری امور کے ساتھ ورزش جسمانی کی بھی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں میرٹھ اور سیالکوٹ میں بھی ان کے لیکچر ہوئے ہیں۔

— ہماری جماعت کے بعض نوجوان آجکل مختلف امتحانات دے رہے ہیں۔ اُن کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اخویم وزیر احمد صاحب قریشی لاہور میں اور عبدالرحیم صاحب آگرہ میں ڈاکٹری کا امتحان دے رہے ہیں احباب ان ہر دو نوجوانوں اور تمام دیگر دوستوں کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

— اخویم حکیم محمد حیات صاحب کی اہلیہ لاہور میں گذشتہ ہفتہ فوت ہو گئیں پشاور میں ہمارے ایک بھائی صوفی محمد اسمٰعیل صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ بڑے متقی اور صوفی منش احمدی تھے۔ گذشتہ جمعہ کو ہر دو کا جنازہ مسجد احمدیہ [illegible]

— اخویم مکرم مطیع اللہ خاں صاحب کی ماموں زاد بہن ۲۸ را پریل کو بروز اتوار فوت ہو گئیں۔ ان کے بھی جنازہ غائب کے لئے احباب سے درخواست ہے

— ہمارے مکرم بھائی بخشی عبدالرزاق صاحب نذیر سر سے اپنے چھوٹے بھائی کی علالت کی خبر دیتے ہیں۔ احباب کرام اُن کے لئے دعا فرمائیں۔

— چوہدری عبداللہ خاں صاحب نمبردار چک ۴۱۷ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے عبدالسلام نام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بدستور بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

(۳) ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ قال فشق ذالک علی الناس فقال ولکن المبشرات۔ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ تو آپ کا یہ فرمانا۔ لوگوں پر دشوار گذرا تو فرمایا لیکن مبشرات باقی ہیں۔ یہ امام احمد اور ترمذی کی روایت ہے۔

(۴) کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی سیکون خلفاء۔ بنی اسرائیل میں انبیاء سرداری کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا اُس کے پیچھے اور نبی آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہوں گے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم اور احمد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

(۵) لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے مبشرات کے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(۶) انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ تعالٰے بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ میں محمد اور میں احمد اور میں ماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالٰی کفر کو مٹا دے گا۔ اور میں حاشر ہوں۔ میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث بھی صحیحین کی ہے۔

فضلت علی الانبیاء بست ...... وختم بی النبیون نبیوں پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ جن میں سے آخری ہے اور میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے۔ یہ حدیث مسلم نسائی ترمذی کی ہے۔

(۸) انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ یعنی حضرت علی کو آپ نے فرمایا تو مجھ سے اسی مرتبہ پر ہے جیسے ہارون موسیٰ سے۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۹) لو کان بعدی نبیا لکان عمر۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

اب نو حدیثوں میں ختم نبوت کے مضمون کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ جب آپ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں تو اب دوسرے کے لئے جگہ ہی کوئی نہیں۔ دوسرا اگر آپ کے بعد دعویٰ کرے تو وہ دجال کذاب ہوگا۔ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ آپ کے جانشین نبی نہ ہوں گے محض خلیفے کہلائیں گے نبوت کا صرف ایک جزو باقی ہے۔ جو امت کو مل سکتا ہے۔ یعنی مبشرات۔ حضرت علی تو ہارون کے مقام کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے نبی ہونے میں لا نبی بعدی مانع ہے۔ حضرت عمر میں کمالات نبوت تو موجود ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو سکتا تو حضرت عمر ہوتے۔ مگر وہ بھی نبی نہیں۔ ان نو احادیث میں جو ایک دوسرے کے مضمون کی علیحدہ علیحدہ الفاظ میں تائید کرتی ہیں اپنے مختلف پیرایوں میں اپنا آخری نبی ہونا آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص آنحضرت کا پیرو کہلا کر اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ نو سب احادیث خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہونے پر صراحت اور وضاحت کے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔

خبریں

شاہ امان اللہ خاں کے سفر اور افغانستان کے حالات

۲۳ مئی کی رات کو یہ المناک خبر موصول ہوئی کہ شاہ امان اللہ خاں غیر متوقع طور پر اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خاں ملکہ ثریا اور بعض رشتہ داروں اور درباریوں کی معیت میں چمن پہنچ گئے ہیں۔ اس خبر کے شائع ہوتے ہی ایک کہرام مچ گیا۔ ہر شخص اظہار افسوس کرنے لگا۔ بعض اشخاص کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ دل اس خبر کو صحیح تسلیم کرنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن بعد کی اطلاعات سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے بعد کی اطلاعات حسب ذیل ہیں۔

—— شملہ ۲۴ مئی۔ معلوم ہوا کہ شاہ امان اللہ مع رفقا یورپ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

—— شملہ ۲۴ شاہ امان اللہ خاں کی استدعا پر حکومت ہند شاہ موصوف اور ان کی جماعت کو سرحد سے بمبئی تک سفر کی سہولتیں مہیا کر رہی ہے۔ شاہ امان اللہ خاں بمبئی سے یورپ روانہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک سپیشل ٹرین شاہ موصوف کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔

—— شملہ ۲۴ مئی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ سابق شاہ امان اللہ خاں اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خاں ملکہ ثریا اور دیگر درباریوں اور رشتہ داروں کے ہمراہ چمن سے بمبئی کو براستہ سرہٹ روانہ ہو گئے حکومت ہند نے سفر کے متعلق ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

—— لاہور ۲۴ مئی۔ آج ایڈیٹر اخبار ہذا نے جناب شہنشاہ امان اللہ خاں کی خدمت میں ہمدردی کا تار ارسال کیا جس میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی اور ملکہ کی عمر درازی کے لئے دعا کی گئی۔

شاہ امان اللہ خاں کے فرار کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کی فوج کو ۲۲ مئی کے روز قلات غلزئی میں بچہ سقہ کے لاتعداد لشکر کے مقابلہ میں شدید ہزیمت ہوئی۔

—— چمن میں ان کے ورود کا نظارہ سول ملٹری نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ۲۳ مئی کی رات کے تین بجے ملکہ ثریا اور سردار عنایت اللہ خاں ایک جماعت کے ہمراہ شاہ امان اللہ خاں سے آملے۔ اور موٹروں پر سوار ہو کر چمن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور اس روز دوپہر کے تین بجے غیر متوقع طور پر چمن پہنچ گئے۔

—— چمن میں ورود کی سب سے پہلی اطلاع ایک سنتری نے دی اس نے بیڈ افسر کو مطلع کیا کہ قندھار کی طرف سے بہت سی موٹریں آرہی ہیں۔ وہ باہر نکلا تو اُس نے سواریوں سے بھری ہوئی بیس موٹروں کا غیر معمولی نظارہ دیکھا۔

—— جس موٹر میں شاہ امان اللہ خاں، ملکہ ثریا اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد سوار تھے۔ اس کا ساز و سامان نہایت شاندار تھا۔ ایک موٹر کار میں نقدی اور روپیہ کی بیس بڑی تھیلیاں سونے کے نیام والی ایک مرصع تلوار تھی۔ سامان ہمراہ نہ تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ بچہ سقہ نے جنگ میں شاہ موصوف کی ۴۸ لاریاں چھین لی تھیں۔

—— شاہ موصوف کی درخواست پر حکومت ہند نے ایک سپیشل ٹرین ان کے لئے مخصوص کر دی ہے یہ اسپیشل لاہور سے جمعہ کی دوپہر کو کوئٹہ کی طرف چل دی ہے۔

علی احمد جان سابق گورنر جلال آباد جو بھاگ کر قندھار چلے گئے تھے قندھار کے بادشاہ بن گئے ہیں۔ لوگوں نے بھی انہیں بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ اندیشہ ہے کہ غلزائیوں کے قبائل کہیں قندھار کو تاخت و تاراج نہ کر دیں۔ ان کے لئے ضبط میں رکھنے والے اثر و رسوخ کی ضرورت ہے۔ جسے بچہ سقہ ہی استعمال کر سکتا ہے۔ بچہ سقہ کے شدید احکام کی بدولت کابل کسی حد تک لوٹ مار سے بچ رہا تھا۔ قندھار کی تسخیر کے وقت بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ غلزئی قبائل کو روکنے کے لئے وقت پر پہنچ جائے گا۔

—— سول ملٹری رقمطراز ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے تخت شاہی کے حصول کی جد و جہد کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اور یہ بات برطانی حکمت عملی کے لئے ایک حقیقی صدمہ ہے۔ کیونکہ انگلستان کو ہمیشہ ترقی افغانستان کی تحریک سے ہمدردی رہی ہے۔ ابھی افغانستان کے آئندہ انقلابات کے متعلق پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ تاہم توقع ہے کہ واقعات کے نتائج خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں ایک پائیدار حکومت ضرور قائم ہو کر رہیگی۔ جس کے ساتھ دول خارجہ سیاسی تعلقات قائم کر سکیں گے۔

—— شاہ امان اللہ خاں کی سپیشل شنبہ کی صبح کو ۸ بجے بمبئی کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس وقت ان کے ارادوں کے متعلق جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دوشنبہ کو بمبئی پہنچ جائیں گے۔ دوشنبہ سے چہارشنبہ تک بمبئی میں تاج محل ہوٹل میں قیام کریں گے۔ اور اس کے بعد اٹلی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ بمبئی کی افغانی قونصل خانہ سے مزید تفصیلات کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ کوئٹہ کے پولیٹیکل ایجنٹ اس شاہی جماعت کے لئے تمام انتظامات کرتا رہا ہے۔

—— شاہ امان اللہ کی معیت میں ملکہ ثریا اور بچوں کے علاوہ حسب ذیل ارکان ہیں۔

شاہ موصوف کی والدہ محترمہ۔ سردار عنایت اللہ خاں۔ ان کی بیگم اور بچے۔ محمد علی خاں اور عبیداللہ خاں برادران شاہ موصوف۔ شاہ موصوف کے خسر محمود طرزی اور ان کا خاندان۔ سردار غلام جیلانی سابق سفیر کابل متعینہ انگورہ۔ سردار عبدالہادی خاں سابق وزیر تجارت۔ ترک ڈاکٹر نظام الدین۔

—— میجر وکلم جو کابل کے برطانی سفارت خانہ میں بطور مشیر کام کرتے رہے ہیں اور ۱۹۲۷ء میں شاہ موصوف کے سفر فرنگ میں شریک تھے۔ بمبئی تک آپ کے ساتھ رہیں گے۔

—— ملکہ ثریا کے ہاں امید واری ہے ایک اینگلو انڈین نرس آپ کے ساتھ رہتی ہے۔

—— دہلی ۲۶ مئی۔ شاہ امان اللہ کی سپیشل ٹرین آج صبح ۱۰ بجے دہلی پہنچی۔ اور ایک گھنٹے کے قیام کے بعد بمبئی روانہ ہو گئی۔ شاہ موصوف کو الوداع کہنے کے لئے بہت سے لوگ پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے جن میں مسٹر لی ڈپٹی کمشنر۔ کرنیل این ہولڈ سول سرجن۔ مولانا محمد علی۔ مسٹر جے این ساہنی اور لالہ دیش بندھو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

—— مولانا محمد علی نے مسلمانوں کی طرف سے گاڑی میں پیغام ہمدردی بھیجا۔ اور مسٹر جے این ساہنی اور لالہ دیش بندھو نے پھلوں کے تین ٹوکرے اور دہلی کے ہندوؤں کی طرف سے پیغام ہمدردی کہلا بھیجا شاہ موصوف نے اپنے سکرٹری کی وساطت سے شکریہ ادا کیا۔

—— سردار عبدالہادی خاں سابق وزیر تجارت نے اخبار کے ایک نمائندہ سے بیان کیا کہ شاہ ممدوح اطالیہ اپنے بہنوئی سید قاسم خاں کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں اور اپنے ملک کو دوبارہ واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہندوستانیوں نے اعلیحضرت کی بہت خدمت کی اور وہ ان کے بہت شکر گذار ہیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا اس تحریک کی تہہ میں جو شاہ موصوف کے زوال کا باعث ہوئی کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے تو سردار موصوف نے جواب دیا کہ غیب کا علم خدا کو ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ اکثر ہمراہی صرف بمبئی تک جا رہے ہیں۔ وہاں سے واپس آجائیں گے۔

—— دہلی ۲۶ مئی۔ جس وقت شاہ امان اللہ خاں کی ٹرین اسٹیشن پر پہنچی تو پلیٹ فارم درد و کرب کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ شاہی گاڑی کے دروازے بند تھے۔ لوگوں کے اصرار کے باوجود شاہ اور ملکہ نے چہرہ باہر نہ نکالا۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہی جماعت ۶۰ ارکان پر مشتمل ہے۔

—— لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ امان اللہ نے وطن چھوڑنے کا فیصلہ جنرل نادر خاں کے مشورے سے کیا ہے۔

کوئٹہ ۲۶ مئی۔ غازی خاں کی روانگی ہند کے بعد سردار علی احمد جان قلات غلزئی سے یلغار کرتے ہوئے قندھار وارد ہوئے۔ قلعہ قندھار پر آپ نے اپنی امارت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ چمن کو تشریف لاتے ہوئے شاہ امان اللہ خاں قندھار میں داخل نہیں ہوئے۔ آپ کے اہل و عیال آٹھ میل کے فاصلہ پر بمقام منہد آپ کے پاس پہنچ گئے۔

—— شاہ امان اللہ خاں بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ وہاں کی پبلک نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا ہے۔ ملکہ ثریا کی طبیعت ناساز ہے۔ ابھی تک روانگی کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔

خبریں

—— شاہ امان اللہ خاں اپنے خاندان کے چند افراد کے ہمراہ جن میں ملکہ ثریا، علیاحضرت والدہ امان اللہ خاں اور شاہ موصوف کے چھوٹے بھائی حبیب اللہ خاں شامل ہیں پشنبہ کو جہاز ایس ایس ملتان پر سوار ہو گئے۔ یہ جماعت مارسیلز میں اُترے گی اور وہاں سے خشکی کی راہ سے روما جائے گی۔ شاہ امان اللہ خاں کا ارادہ ہے کہ اٹلی میں سکونت اختیار کریں۔

جس وقت شاہ امان اللہ خاں اپنے وفادار رفقاء وزراء سے جُدا ہونے لگے تو بڑا ہی دردناک نظارہ دیکھنے میں آیا۔ خاص کر سردار عنایت اللہ خاں سے علیحدہ ہونے کا نظارہ تو بڑا ہی اثر آفرین تھا۔ حکومت ہند کے پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر مارسیلز تک ان کے ہمراہ جا رہا ہے۔

—— لاہور ۲۱ جون۔ آج شام کو مہاشہ نانک چند ناز مدیر "پرتاپ" ڈپٹی کمشنر سرگودھ کے وارنٹ پر گرفتار کئے گئے۔ کیونکہ قانون کاپی رائٹ کے ماتحت آپ کے خلاف جو مقدمہ دائر ہے اس میں دو مرتبہ سمن جاری کرنے کے بعد بھی آپ حاضر عدالت نہیں ہوئے۔ بعد میں آپ کو دو سو روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ معلوم ہُوا ہے کہ آپ علالت کی وجہ سے حاضر عدالت نہیں ہو سکے۔ چنانچہ آپ نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھی پیش کر دیا ہے۔ علاوہ بریں ان کا خیال تھا کہ راضی نامہ کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس لئے مقدمہ واپس لے لیا جائے گا۔

—— لاہور ۲۳ جون۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کے وارنٹ پر پولیس نے شہیدوں کا پونتھا کی ضبط شدہ . . . . . کتاب کے سلسلہ میں روزنامہ "سیاست" کے دفتر کی تلاشی لی۔ لیکن کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔

—— لاہور ۲۳ جون۔ ببسرز کیرن چند داس اور مکرجی نے مسٹر تنندر ناتھ داس سے جسے حال ہی میں مقدمہ سازش لاہور کے سلسلہ میں کلکتہ سے گرفتار کیا گیا ہے۔ ریلوے پولیس حوالات میں طویل ملاقات کی۔ ملزم حوالات میں حسب معمول خوش وخرم ہے۔ معلوم ہُوا ہے کہ پولیس ملزم کو اس کے اپنے اخراجات پر بشرط منظوری لوکل گورنمنٹ بہتر خوراک مہیا کر دے گی۔ ملزم کو چارپائی مہیا کرنے کا سوال زیر غور ہے۔ آج چند کتب ملزم کو دینے کے لئے پولیس کے پاس بھیجی گئی ہیں۔ ابھی تک کوئی اخبار بھیجنے کی اجازت نہیں ملی اور نہ ہی کوئی شناخت پریڈ کرائی گئی ہے۔

—— لاہور کی خاص سی آئی ڈی نے ٹھاکر بجناتھ سنگھ کو ضمانت پر رہا کر دیا ہے جنہیں ہفتہ گذشتہ سازش قتل کے الزام میں کلکتہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔

للت کمار مکرجی کو جوالہ آباد کے ایک ایڈووکیٹ کے زندہ ہیں ان کا گھر الہ آباد سے۔ اور مہابیر سنگھ کو ایٹہ سے گرفتار کر کے لاہور لایا گیا تھا۔ مہابیر سنگھ کی گرفتاری طویل تلاشی کے بعد عمل میں لائی گئی تھی۔

مقدمہ کی ابتدائی تحقیقاتی سماعت یکم جولائی کو لاہور سینٹرل جیل کے عدالت کے کمرے میں شروع ہو جائے گی۔ ابتدائی مرحلوں میں سرکار کی طرف سے یہاں کے سرکاری وکیل مسٹر سی ایچ کارڈن نوڈ پیروی کرینگے۔ مسٹر قلندر علی خاں پبلک پراسیکیوٹر شیخو پورہ انہیں مدد دیں گے۔ بعد میں ایک اور سرکاری وکیل کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

عدالت کے کمرے میں داخلہ پاسوں کے ذریعے ہوگا۔

پولیس کا ایک خاص افسر جاری کرے گا۔ پاسوں کے اجراء پر پابندیاں عاید کی جائیں گی۔

معلوم ہُوا ہے کہ جیل میں کسی شخص کو تلاشی اور پولیس کی دیکھ بھال کے بغیر داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔

—— نئی دہلی ۲۲ جون۔ یہاں کے سکھوں میں حیدر آباد کے سکھوں کے گوردواروں کو مسلمانوں کی طرف سے خطرہ کے افسانات سنا سنا کر خوب بھڑکایا جا رہا ہے اور ایک جلسہ کی طرف سے حکومت ہند اور حکومت نظام کو برقی پیغامات بھیجے جا رہے ہیں کہ وہاں کے گوردواروں کو کسی قسم کا نقصان پہنچا تو یہ حکومتیں ذمہ وار ہوں گی۔

—— امرتسر ۲۲ جون۔ شرومنی اکالی دل امرتسر نے فیصلہ کیا کہ حیدرآباد دکن کو سات ارکان کا ایک جتھا بھیجا جائے۔ تاکہ وہاں جا کر سکھوں کی گرفتاریوں وغیرہ کے متعلق حالات معلوم کرے۔ اس کے بعد ہی ایک ہزار سکھوں کا دوسرا جتھا بھیجا جائے گا۔

—— پشاور ۲۲ جون۔ آج تیراہ کے سنیوں اور شیعوں کا ایک جرگہ یہاں منعقد ہُوا۔ لیکن کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔

کرنل ہیل چیف کمشنر صوبہ سرحد نتھیا گلی سے آ گئے ہیں اور جرگہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

شیعوں کا رویہ بہت معقول تھا۔ لیکن آفریدی انہیں چھینی ہوئی زمین واپس دینے کو تیار نہیں۔

—— شملہ ۲۲ جون۔ سکندر آباد کے ایک سوداگر خان بہادر احمد الدین نے ملک معظم کی صحتیابی پر شکرانہ کے طور پر ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔ یہ روپیہ ولیسی (مملکت نظام کے) مسلمان طلبہ کو وظائف دینے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

—— پاراچنار ۲۰ جون۔ ایک معزز تعلیم یافتہ نوجوان نے جرنیل نادر خاں کے ساتھ تنیشک کے مقام پر جو ملاقات کی اس کے دوران میں ان دونوں کے مابین حسب ذیل سوال و جواب ہوئے۔

سوال: ۔ اگر قبائل بچہ سقہ کے مقابلہ سے تنگ آ کر آپ کی مدد کرنا چھوڑ دیں تو کیا آپ برطانی علاقہ میں داخل ہو جائیں گے یا مطیع ہو جائیں گے۔

جواب: ۔ نہیں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہو گی۔ یہ اسلامی و افغانی اقتدار کے خلاف ہے۔ میں آخر دم تک لڑوں گا۔

سوال: ۔ اگر آپ کو مالی تکلیفوں کا سامنا ہو یہاں تک کہ آپ کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ رہے تو آپ کیا کریں گے؟

جواب: ۔ میرے پاس کھانے کے لئے بہت کچھ ہے۔ میں افغانستان کی گھاس پات سے پیٹ بھر لوں گا۔ لیکن اطاعت ہرگز قبول نہ کروں گا۔

سوال: ۔ بچہ سقہ کی فوج نے آپ کو دو دفعہ کے قریب شکست دی اور آپ بھاگ گئے۔ اس سے عوام پر بہت بُرا اثر پڑا۔

جواب: ۔ جب تک کامیابی کی ذرا بھی توقع باقی ہے میں افغانستان کی خاطر اپنی زندگی محفوظ رکھوں گا۔ لیکن جب بالکل نا اُمید ہو جاؤں گا تو وطن پر اپنی جان قربان کر دوں گا۔

—— شملہ ۲۲ جون پنجاب میں ہیضہ ابھی تک زوروں پر ہے۔ کیونکہ ہفتہ مختتمہ ۲۲ جون کے دوران میں ۳۰ نئے قصبات و دیہات میں ہیضہ پھیل گیا ہے اس سے پہلے ہفتہ میں ۳۴ مقامات پر یہ وبا پھیلی تھی۔ اکثر مقامات میں صرف چند اشخاص اس مرض میں مبتلا ہوئے لیکن سلطان خیل ضلع میانوالی میں ہفتہ کے دوران میں ہفتہ کے دوران میں ۷۹ تازہ وارداتیں اور چالیس اموات واقع ہوئیں۔ ۱۰ جون یعنی آغاز وبا کی تاریخ سے آج تک ۱۰۷ وارداتیں اور ۴۸ اموات واقع ہو چکی ہیں۔ اس گاؤں میں آخری واردات ۱۷ جون کو ہوئی۔ اس تاریخ سے میانوالی کے کل ضلع میں صرف تازہ وارداتیں ہوئی ہیں۔ ہفتہ کے دوران میں تمام متاثرہ مقامات میں جن کی تعداد ۱۰۵ ہے ۳۰۵ وارداتیں اور ۱۴۹ اموات واقع ہوئیں۔ یہ تعداد پچھلے ہفتہ کی تعداد سے کچھ قدر زیادہ ہے۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور ایک طالب علم

ناظرین پیغام صلح کو معلوم ہوگا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے کافی عرصہ سے بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں ایک ہائی سکول قائم کیا ہے سکول شہر کے پرفضا کھلے میدان میں واقع ہے۔ سکول ہجاظ نتائج کی عمدگی۔ شہر سے اس کا الگ تھلگ رہنا۔ ممبران جماعت احمدیہ سے ہر روز اپیل کرتا رہا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے بچوں کو شہری اثرات سے بچانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے بچوں کی جسمانی۔ ذہنی۔ اخلاقی ترقی چاہتے ہیں۔ تو اپنے بچوں کو اس سکول میں داخل کرائیں۔ اور اس طرح اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ لیکن افسوس ہے لیکن افسوس ہے کہ ان اپیلوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور ابھی تک کوئی احمدی بچہ باہر سے آکر یہاں داخل نہیں ہوا۔

ہمارے سکول کے طالب علم بوجہ تعلیم دینیات اور تقریر کرنے کی کافی مشق رکھنے کے خدا کے فضل سے مرد میدان ہیں۔ اور اس قابل ہیں۔ کہ مخالفین حق کے بڑے سے بڑے آدمیوں کی خامیوں کو طشت از بام کرکے حق کا سکہ دلوں پر بٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں جبکہ مولوی غلام رسول صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب قادیان سے بدوملہی نزول فرما ہوئے۔ تو ان کی جماعت کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب کو شمولیت جلسہ کی خاص طور پر دعوت دی گئی۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب بہمراہی خاکسار۔ و چند بورڈران شریک جلسہ ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مولوی غلام رسول صاحب نے ایک طویل تقریر کے بعد اپنی عادت دیرینہ کے مطابق اراکین جماعت احمدیہ لاہور خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی ذات بابرکات پر تبرا کرنے میں شیعوں کے کان کتر ڈالے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب تو ان لغو باتوں کو سنکر چلے آئے۔ مولوی صاحب کی تقریر کے اختتام پر میں نے اپنے سکول کے ایک طالبعلم کی طرف سے ان پر سوالات کرنے کے لئے وقت مانگا۔ جو انہوں نے دیدیا۔ اس کے بعد عزیزی تاج محمد متعلم جماعت ہشتم الف۔ اس نے حسب ذیل اعتراضات کئے۔

(۱) آپ نے فرمایا ہے۔ کہ غیر احمدی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن حضرت صاحب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں۔ کہ میرے ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں بن سکتا۔ آپ کے عقائد میں اور حضرت صاحب مسیح موعود کے عقائد میں کس قدر فرق ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا کہ احمدیہ جماعت لاہور نے قادیان چھوڑ دیا۔ اگر کوئی شخص حالات کی وجہ سے ایک جگہ کو چھوڑ رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس جگہ کی قدر اس کے دل میں نہیں۔ نبی کریم صلعم نے مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا تو کیا مکہ معظمہ کی محبت آپ کے دل میں نہیں رہی۔

(۳) ان مولوی صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ ایک وقت آئیگا کہ جیسے یزید کا نام رکھنا کوئی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح محمد علی کا نام رکھنا بھی کوئی پسند نہیں کرے گا۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب سے ان کی مرضی محبت کریں یا نفرت کریں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ محمد علی کے نام سے انہیں کیوں نفرت ہوگئی ہے۔ محمد نبی آخر زمان کا نام ہے۔ اور علی آپ کے خلیفہ کا نام ہے معلوم ہوا کہ میاں محمود احمد صاحب کی محبت نے محمد اور علی سے بھی متنفر کردیا ہے۔

(۴) اگر آپ نے ہمارے بزرگان دین پر تبرا کرنا تھا۔ تو ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب کو دعوت ہی نہ دیتے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی کو اپنے گھر بلائے۔ تھپک کر سلائے۔ اور پھر گولی کا نشانہ بنائے۔ اگرچہ آپ نے ہمارے جذبات کو ابھارا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ ہمیں جذبات پر قابو ہے۔ اس لئے ہم نے صبر اور تحمل سے کام لیا ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔ کہ ایک جلسہ میں میاں صاحب کی شان کے خلاف ایک مولوی صاحب نے کچھ کہا۔ اور اسی وقت قادیانی معززات۔ نے جلسہ میں بدنظمی پیدا کی۔ اور ایسے بگڑے کہ نوبت عدالت تک نوبت پہنچی۔

ان سوالات کے بعد مولوی غلام رسول صاحب سے حاضرین نے کہا کہ آپ جواب دیویں۔ لیکن انہوں نے جواب دینے سے گریز کیا۔ اور ان کی جگہ مولوی اللہ دتا صاحب جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہیڈ ماسٹر صاحب سے تو ہم معافی مانگتے ہیں۔ لیکن انہیں بھی معافی مانگنی چاہیئے۔ کہ انہوں نے ایک عالم بے بدل فاضل اجل حضرت مولانا کے سامنے ایک طفل مکتب کو کھڑا کر دیا ہے۔ (حالانکہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا) ہم اس لڑکے کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس کے متعلق ہم نے انہیں بہت سمجھایا لیکن انہوں نے نہ مانا اور جواب الجواب لکھنے کے لئے وقت قطعاً نہیں دیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ اٹھا اور کہنے لگا۔ یہ آفرین ہے اس لڑکے پر آٹھ سوالات کرنے کی اس نے جرات کی ہے۔ اور افسوس ہے ایسے مبلغ پر۔ جو ایک بچے کے جذبات کی ناقدری کرکے اس کی ترقی کی جڑ پر کلہاڑا مارنا چاہتا ہے۔

مبلغ کا فرض ہے کہ جو کوئی اعتراض کرنے کے لئے اٹھے۔ خواہ بچہ ہو۔ جوان ہو۔ بوڑھا ہو مرد ہو عورت ہو جاہل ہو۔ عالم ہو۔ جواب دینا چاہیئے اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور حاضرین جلسہ پر ہمارا کافی اثر پڑا اور قادیانی حضرات کی سعی بلیغ جو انہوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے کی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہانتک کہ ان کی جماعت کے آدمی بھی ان کی بداخلاقی سے نالاں ہیں۔ اور یہاں کے اعلے طبقہ پر اس قدر اثر ہوا کہ چودھری غلام حیدر صاحب جو اس سکول کے بانی ہیں۔ علی الصبح ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں مبارکبادی کیلئے آئے۔ اور کہا کہ میں آپ کے شاگرد کی جرات اور اس کے سوالات کرنے پر کامیاب رہنے کی آپ کو مبارک دیتا ہوں۔

خاکسار۔ محمد عبداللہ نیچر مسلم ہائی سکول بدوملہی ضلع سیالکوٹ۔

شیخ الجامعہ کا خط طلبائے کے نام

نوٹ:۔ جناب شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی نے یہ خط تمام طلبائے مدرسہ جامعہ کے نام ارسال کیا ہے ان تعطیلات میں یہ دوسرا خط ہے۔ جو جناب ممدوح کی طرف سے تمام بچوں کو بھیجا گیا ہے۔ ناظرین اخبار پیغام صلح کی دلچسپی کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔ تاکہ جامعہ کی تربیت کا کچھ اندازہ ہو سکے

(ایڈیٹر)

جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

۷۔ جولائی ۱۹۳۶ء

عزیزم سلمہٗ۔ تمہاری گرمی کی تعطیل تین چوتھائی کے قریب ختم ہو چکی۔ اب تم واپسی کی تیاریاں کر رہے ہوگے۔ جامعہ اور تمہاری اقامت گاہیں تمہاری منتظر ہیں۔ امید ہے کہ تم آرام کے بعد کام کے لئے اچھی طرح تیار ہو کر آؤ گے۔

پچھلے سال تم نے دیکھ لیا تھا کہ تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑی تھی گھر سے پہننے کے کپڑے اور اوڑھنے بچھونے کا کافی سامان ساتھ نہ لانے سے سال بھر تکلیف رہتی ہے۔ ابھی وقت ہے اپنا سب سامان ٹھیک کر لو۔

مجھے یہ لکھنے کی تو ضرورت نہ ہونی چاہیئے۔ کہ اپنے سب کپڑے کھدر کے بنوانا۔ تم کھدر پہننے کی ضرورت اور اس کے فوائد سے واقف ہو۔ لیکن میرے پاس اسی تعطیل میں تمہارے کئی ساتھیوں کے خط آئے ہیں۔ کہ گھر پر ان کے عزیز کھدر پہننے کی ضرورت کو نہیں سمجھتے۔ اور ان سے بحث کرتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو ہندوؤں کا پہناوا ہے۔ تم سے بھی اگر کوئی یہ کہے تو تم کہہ سکتے ہو کہ ہمارے تو سب سے بڑے بڑے دینی بزرگوں نے ہاتھ کا کتا اور ہاتھ کا بنا ہی پہنا۔ ان کے زمانے میں تو مشینوں کا بنا ہوا کپڑا ہوتا ہی نہ تھا۔ اور کھدر کے پہننے میں ہندو مسلمان کا سوال کیا؟ یہ تو اس لئے پہنا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے غریب کسانوں کو جس میں ہندو مسلمان دونوں ہیں۔ بیکاری کے وقت میں کرنے کو کام ملے۔ اور ان کی بہت چھوٹی آمدنی میں تھوڑا سا اضافہ ہو جائے۔

شہروں کے رہنے والے شاید بھول جاتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے زیادہ لوگ گاؤں میں بستے اور کھیتی کرتے ہیں۔ ان کے کھیت اکثر اسقدر چھوٹے ہیں کہ ایک خاندان کو سال بھر اس پر کام کرنے کا موقع نہیں ہوتا۔ پھر کھیتی کے کام کا موسموں کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ پورے سال بھر کسان مشغول نہیں رہ سکتا ہر ملک میں جہاں زیادہ لوگ کھیتی باڑی سے روزی کماتے ہیں۔ کسان کوئی نہ کوئی کام اور بھی کرتے ہیں کہیں کھلونے بناتے ہیں کہیں مرغیاں یا مویشی پالتے ہیں کہیں دیا سلائی کی ڈبیاں تیار کرتے ہیں۔ کہیں کچھ کہیں کچھ۔ ہندوستان میں بھی ایسے کام کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن یہاں کے کسان دنیا میں سب سے زیادہ مفلس ہیں۔ ان کے لئے ایسا کام چاہیئے جس میں شروع میں دام بہت کم لگانے ہوں۔ یہ کام ایسا ہو کہ جب چاہا اسے شروع کیا۔ جب چاہا بند کر دیا۔ تاکہ کھیتی کے کام کے وقفوں میں کیا جا سکے۔ اور چونکہ یہ ضرورت سارے ہندوستان میں عام ہے اس لئے وہ کوئی ایسا کام ہو جس سے ہماری ضرورت کی کوئی خاص چیز بن سکے۔ ایسا کام سوائے سوت کاتنے اور بننے کے اور کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے ملک کے خیر خواہوں نے کھدر کو پھر سے رواج دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اب تو اس ایں اب رفتہ رفتہ سرکاری غیر سرکاری سب لوگ ہم خیال ہوتے جاتے ہیں۔ کہ

اگر کوئی کہے کہ تم تو کسان نہیں ہو۔ اور تمہیں تو اپنی آمدنی میں دو پیسے بڑھانے کی کوئی بہت ضرورت نہیں۔ تو تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہماری تعلیم میں شروع سے اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ ہم اپنی قوم کی بھلائی کو اپنی بھلائی سمجھیں اور غریبوں کی مدد جس طرح ہو سکے کریں۔

جو لوگ تم سے کھدر کی بابت کچھ کہیں ان سے تم یہ سب باتیں کہہ سکتے ہو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو کچھ کہو بہت ادب سے۔ بے ادبی سے سچی بات جھوٹی معلوم ہونے لگتی ہے۔ تمہیں اپنے بڑوں کے ادب کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔

مجھے یقین ہے کہ تم نے چھٹیوں میں اپنے عزیزوں اور جاننے والوں میں جامعہ کا نیک نام بنایا ہوگا۔ اور لوگ تم کو دیکھ کر اپنے بچوں کو تمہارے ساتھ جامعہ بھیجنا چاہتے ہوں گے۔ اپنے ساتھ ضرور اپنے عزیزوں اور جاننے والوں کے بچوں کو جامعہ میں داخل کرانے لاؤ۔ اگر کوئی بچہ ساتھ آنا چاہتا ہو تو ابھی سے جامعہ کے دفتر کو لکھکر داخلہ کا فارم منگالو اور اسے بھروا کر دفتر کو واپس کردو۔

تمہارے ساتھ یہ چیزیں ہوں تو بہت اچھا ہے:۔

چھ کھدر کے کرتے۔ چھ پاجامے۔ چھ بنیان۔ دو شیروانیاں۔ چار ٹوپیاں دو تہمد۔ دو نیکر۔ چھ رومال۔ دری اور تکیہ۔ دو پلنگ کی چادریں۔ تین تکیہ کے غلاف۔ ایک جوڑا مضبوط جوتوں کا۔ ایک کھڑاؤں یا چپل۔ ایک لالٹین۔ ایک لوٹا۔ ایک بکس اور قفل ضرور ساتھ ہو۔

جاڑوں کے لئے ایک توشک۔ ایک لحاف۔ ایک دولائی۔ اور ایک مرزئی اور ہونی چاہیئے۔

ان میں سے اکثر چیزیں تو تمہارے پاس ہوں گی۔ جو کم ہوں وہ پوری کرلو۔ اور جو نئے لڑکے تمہارے ساتھ آتے ہوں انہیں بھی یہ فہرست بتادو۔ امید ہے کہ تم اچھی طرح ہوگے۔ اور تمہارے سب عزیز اور دوست خیریت سے ہونگے۔ فقط۔

تمہارا ذاکر حسین شیخ الجامعہ

زنانہ صنعتی نمائش لاہور

میں جالندھر سے مع اپنی والدہ صاحبہ اور بھاوجہ صاحبہ کے لاہور میں نمائش دیکھنے گئی تھی۔ میں بائیسکوپ میں بھی موجود تھی۔ سب حالات میں نے دیکھے اور سنے ہیں۔ افسوس ہے کہ بہن زبیدہ سلطانہ صاحبہ کو واقعی بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے ان کا مضمون تہذیب میں پڑھا تو اسی وقت میں تردید لکھنا چاہتی تھی۔ لیکن افسوس کہ بوجہ مصروفیتوں کے نہ لکھ سکی اتنے عرصہ میں میر عزیز الرحمن صاحب کا جواب شائع ہو گیا۔ اس میں انہوں نے بالوضاحت تمام حالات پر پوری پوری روشنی ڈالدی ہے۔ میں تصدیق کرتی ہوں کہ یہ جواب صحیح اور درست ہے۔ اور اپنی لاہوری بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ ایک ایسے خادم نسواں شخص پر جو اپنے وقت اور روپے کو آپ کی خدمت کے لئے بیدریغ صرف کر رہا ہو۔ اور جس نے ہمارے طبقہ نسواں کیلئے مفید عملی خدمات کا بیڑا اٹھا رکھا ہو۔ اس قدر جلد بدگمان نہ ہونا چاہیئے۔ ذراسی غلط فہمی اور معاملات و حالات کو دریافت نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں ایک مفید نسواں کی خدمت کرنے والے مخلص شخص کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں پھیل جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا اثر خود مستورات کے حق میں برا ہوگا۔ کہ وہ عملی خدمات جو ابھی تک کوئی دوسرا محسن نسواں شروع نہ کر سکا تھا محض التوا میں پڑ جائیں گی۔ اب جبکہ معاملات واضح کردئے گئے۔ بلکہ آپ بہنوں کے تقاضے کے مطابق ناکردہ گناہ میر عزیز الرحمن صاحب نے معافی بھی مانگ لی ہے۔ تو اب آپ کا اخلاقی فرض یہ ہے۔ کہ ان میں اعتماد کا اظہار کریں اور آپس میں صلح صفائی ہو جائے

۱۸ جولائی ۱۹۳۶ء راقمہ زبیدہ خاتم۔ نور منزل۔ جالندھر

(بقیہ صفحہ ۶)

پیشگوئیوں کو ظاہری معنوں پر محمول کرنا اہل زیغ و ضلال کا کام ہے

غرضکہ اگر متشابہات کی تاویل مطلقاً زیغ و ضلال ہوتی اور ان کو ظاہری معانی پر محمول کرنا ہی علامت صدق و صفا ہوتا تو پھر فرقہ مشبہ کو حقانیت کی صدیقی حاصل ہوتی اور اشاعرہ اور بہت سارے سلف صالحین جنہے تاویلات مروی ہیں۔ اور حنفیہ و صوفیہ کرام سب اہل زیغ و ضلال ہی متصور ہوتے۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ تاویل متشابہات فقط یہی نہیں ہے جیسے کہ بعض ملا سمجھ رہے ہیں۔ کہ لفظ کے ظاہری معنی حقیقی کو چھوڑ کر دوسرے متصل لفظ معنی یا مجازی معنے لینا۔ بلکہ مشبہ فرقہ کا صفات باری کو حقیقی معانی پر محمول کرنا بھی تو تاویل متشابہات ہی ہے (دیکھو تفسیر کبیر وغیرہ) لہذا جو حضرات ان پیشین گوئیوں کو جو محالات عقلی و فطری پر مشتمل ہیں۔ ان کے ظاہری معنی پر محمول کر رہے ہیں اور اسی تاویل پر مصر ہیں۔ سو گویا وہ تاویل کے مرتکب مشبہ کی طرح قرار دے

سب کی طرف سے نماز پڑھ لے یا زکوٰۃ دیدے یا جہاد کرے۔ یہ تو کفارہ کا مسئلہ ہے جو عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مسلمانوں میں تو یہ کفارہ کا مسئلہ مطلق نہیں۔ افسوس ہے کہ بالکل غیر معلوم طریق پر مولانا کفارہ کا مسئلہ مسلمانوں میں رائج کر رہے ہیں۔ جو نہایت خطرناک ہے۔ مسلمانوں میں تو ہر ایک فرد اپنے ایمان اور عمل کا ذمہ دار ہے۔ ایمان اور اعمال کے معاملہ میں نمائندہ کیسا؟

نبیوں کی وصیت

اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ میثاق النبیین کی آیت کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک نبی کو حکم تھا کہ وہ اپنی اپنی امت کو وصیت کر جائیں کہ جب وہ آخر الزمان نبی آئے جو کل دنیا کے نبیوں کا مصدق ہے۔ تو وہ لوگ اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں۔ تا کل دنیا کے انسان ایک دین اللہ پر جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ہر نبی نے آنحضرت صلعم کے متعلق پیشگوئی کی۔ اور اپنی امت کو آپ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کی تاکید کی۔ چنانچہ اس آیت میں جب ان نبیوں نے کہا کہ "ہم اقرار کرتے ہیں" تو آگے حکم ہوتا ہے فاشھدوا۔ یعنی گواہ رہو۔ گویا ان کے ایمان لانے اور نصرت کرنے کا طریق یہ تھا۔ کہ وہ اپنی امت میں آنے والے نبی کی رسالت اور صداقت کی گواہی دے جائیں اور پیشگوئی کر جائیں۔ اور اس طرح اپنی قوم کو اس موعود نبی پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا حکم دے جائیں۔ اور یہ بات ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ خود اس نبی کے زمانہ میں ہوتے تو انہیں بھی محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت اور رسالت پر ایمان لائے بغیر چارہ نہ تھا۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں اسی آیت کی تفسیر میں یہ حدیث شریف درج ہے۔ کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ یعنی موسیٰ و عیسیٰ اگر زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

الغرض یہ بات محض مولانا کی من گھڑت ہے کہ سب نبیوں نے جلسے کرکے اور ریزولیوشن پاس کرکے مسیح کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنے کی صلاح کی ہے۔ یہ معقول اور منقول دونوں طریق پر نہایت لچر اور غلط ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ مولانا یہ بھی فرما چکے ہیں۔ کہ مسیح منصب نبوت سے الگ ہو کر آئیں گے۔ گویا نبیوں کا نمائندہ ایک غیر نبی! اچھی نبیوں کی نمائندگی ملی کہ منصب نبوت ہی سے جواب ہو گیا۔ یہ منطق مولانا ہی سمجھ سکتے ہیں دنیا کی سمجھ سے باہر ہے۔ (باقی آئندہ)

اعلان

مندرجہ ذیل نمبروں کی سفید سرورق رسید بکیں جناب قاضی سمیع اللہ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ زراعت سرگودہ سے گم ہو گئیں ہیں۔ کوئی صاحب ان پر چندہ وصول نہ کریں نہ کوئی صاحب ان رسیدوں پر چندہ دیں۔ بلکہ کسی کو ملیں تو وہ مہربانی فرما کر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہنچا دیں۔ یا قاضی صاحب کو دیدیں۔ تاکہ وہ بھیجدیں۔ اس تاریخ کے بعد ان رسیدات پر چندہ وصول کرنا ناجائز ہے۔

رسید بک ۸۹ تا ۹۲ از رسید ۱۷۶۱ تا ۱۸۴۰
رسید بک ۹۳ تا ۹۶ از رسید ۱۸۴۱ تا ۱۹۲۰
کے عدد رسید بکس

رسید بک نمبر ۹۳ رنگین ایک ایک روپے والی رسیدات کی نمبر ۹۲۷۱ تا رسید ۹۲۹۷۔ قیمتی ستائیس روپے (۲۷)

افسر دفتر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

اخبار نہ ملنے کی اطلاع

مقررہ تاریخ اشاعت کے بعد ہفتہ عشرہ کے اندر ملنی چاہیے تاکہ تعمیل ہو سکے۔ بعض لوگ کئی کئی ماہ بعد پرچہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ دفتر ایسی فرمائشوں کی تعمیل سے معذور ہے۔ آئندہ مقررہ تاریخ اشاعت سے پندرہ روز بعد اطلاع دینے والوں کو پرچہ ۵ پائی کے حساب سے قیمتاً ملے گا۔ بشرطیکہ دفتر میں اس کی زائد کاپیاں موجود ہوں۔ (مینیجر)

ناظرین کرام خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ اور نام اور پتہ خوشخط تحریر فرمایا کریں تاکہ تعمیل میں سہولت رہے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ مینیجر

اقتباسات

مداخلت فی الدین

ہماری نہایت ادب کے ساتھ رائے ہے کہ یہ قانون (سارڈا ایکٹ) مداخلت فی الدین نہیں کرتا۔ قریب قریب ہر بزرگ نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام نکاح صغر سنی کی حمایت نہیں کرتا۔ اس کی تائید علاوہ ان تصریحات قرآنی کے جن میں نکاح سے مراد ہی بلوغ لیا گیا ہے اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ مخالفین قانون نے بھی صغر سنی کی شادی کو مذموم قرار دیا ہے۔ مولانا محمد علی فرماتے ہیں۔

"خدا سے اچھا کوئی انسانی طبائع کو دوسرا نہیں سمجھ سکتا اس لئے اسلام کبھی بھی ایسی شادیوں کا حامی نہیں ہو سکتا جس کا رواج ہندوستان کی بعض سوسائٹیوں میں ہے۔ .... اگر بعض صورتوں میں مسلمانوں میں بھی کم سنی کی شادی کا رواج ہو تو بہترین صورت یہ تھی کہ سمجھا کر اور معاشرتی دباؤ ڈالکر انہیں اس سے روکا جاتا۔ اور سمجھایا جاتا کہ وہ ہندوؤں کی پیروی نہ کریں۔"

جب حالت یہ ہے تو کوئی قانون جو صغر سنی کی شادیوں کا انسداد کرتا ہو۔ یعنی ایک ایسی خرابی کو روکتا ہو جس کو بقول مولانا محمد علی سمجھا کر یا معاشرتی دباؤ ڈالکر روکا جانا چاہیے تھا۔ اسلام کے منشا کا مخالف نہیں ہو سکتا۔ اور جو قانون اسلام کے منشا کے مخالف نہ ہو بلکہ مطابق ہو۔ اس کو مداخلت فی الدین کا باعث قرار دینا استدلالی زیادتی ہے۔

حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے مداخلت فی الدین کی جتنی صورتیں پیش کی ہیں وہ سب اصل بحث سے خارج ہیں۔ مثلاً مساجد میں نوافل۔ نفلی روزے۔ نفلی حج۔ بلند آواز سے اذان کہنا یہ تمام امور ثواب و اجر کے موجب ہیں۔ ان کی حیثیت ان امور سے بالکل مختلف ہے۔ جو محض جواز کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ بعض اسلامی ممالک میں بھی بعض مصالح سیاسی کی بنا پر جائز امور سے مسلمانوں کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو مجرد نکاح و زواج سے بھی روک دیا جائے جس کی رو سے سنت نکاح پر عمل کرنا ممنوع و ناجائز ہو جائے تو وہ فی الواقعہ مداخلت فی الدین ہے۔ صغر سنی کا نکاح محض جواز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اختیار میں نہ ثواب ہے نہ اس کے ترک میں عذاب۔ اس لئے مسلمان اگر کسی ایسے قانون کو اپنی مرضی سے منظور کر لیں تو وہ جرم مداخلت فی الدین کے مرتکب نہیں ہونگے۔ ہم نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ غلام رکھنا اسلام کی رو سے بالکل جائز ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں غلاموں کی تجارت بھی ہوتی تھی اور غلام رکھے بھی جاتے تھے۔ لیکن موجودہ زمانے میں ہندوستان کے ہر مسلمان نے قانونی طور پر غلامی کے انسداد کو قبول کر لیا ہے۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ نعوذ باللہ انہوں نے اسلامی شریعت میں مداخلت کو قبول کر لیا ہے۔ (مدینہ)

نفس کشی کی تاریخی مثالیں

حضرت معروف کرخیؒ کی تیس سال تک یہ خواہش رہی کہ گاجر کو شہد اور شیرہ کھجور میں ملا کر کھائیں۔ آخر دنیا سے چل بسے لیکن خواہش نفس پوری نہ کی۔

حضرت عتبہؓ ۳۰ سال تک صرف پانی کے ساتھ روٹی کھاتے رہے۔ آپ آٹا گوندھتے اور چھوٹی چھوٹی ٹکیاں کرکے دھوپ میں رکھ دیتے اور جب وہ خشک ہو جاتیں تو کھا لیتے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا اتنے میں غلام نے آکر اطلاع دی کہ عتبہ ابن فرقد دروازے پر کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ اندر آئے تو دیکھا کہ روٹی اور زیتون آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے عتبہ قریب آؤ اور اس میں سے کچھ کھاؤ۔ عتبہ کھانے لگے تو وہ ایسا موٹا تھا کہ اس کو نگل نہ سکے۔ اور کہنے لگے یا امیر المومنین کیا آپ کو مائدہ میسر نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تمام مسلمانوں کے لئے یہ ہو سکتا ہے۔ عتبہؓ نے کہا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا اے عتبہ افسوس ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں دنیاوی زندگی میں مزیدار کھانے کھاؤں۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ قحط عظیم پڑا۔ آپ نے دودھ گھی وغیرہ سب چیزیں ترک کر دیں۔ اور جب تک قحط سے عام لوگوں کو نجات نہیں ہوئی۔ آپ بھی تکلیف اٹھاتے رہے۔

حضرت داؤد طائیؒ پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھ دیتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پینے کا عادی ہے اس کو دنیا کا چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

حضرت داؤد طائیؒ ہمیشہ خشک روٹی کھاتے تھے۔ ایک روز آپ نے کچھ سرکہ مول لیا تو تمام رات نفس سے خطاب کرتے رہے۔ اسے داؤد تو نے یہ کیا کیا۔ قیامت کی بھی خبر ہے وہاں پر کتنا حساب دینا پڑے گا۔

منصورؒ بن معتمر ہروقت سخت مغموم رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ اور چشم سے ہروقت اشک رواں رہتے تھے۔ آپ کی والدہ فرماتیں بیٹا نفس پر اتنی سختی کیوں کرتا ہے۔ رات بھر پڑا روتا ہے شاید تجھ سے کوئی خون ہوا ہے۔ آپ جواب دیتے۔ مادر شفقہ میں ہی جانتا ہوں جو نفس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ (منادی)

آگرہ میں گڈے اور گڑیا کی شادی

حال ہی میں آگرہ کے ایک معزز خاندان کی دو لڑکیوں نے گڈے گڑیا کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ کی جس پر طرفین کا دو تین ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ باقاعدہ طور پر قاضی نے نکاح پڑھایا۔ شاندار ضیافت ہوئی۔ برات چڑھی۔ وداع ہوئی۔ جہیز دیا گیا اور اس جہیز میں بہترین گڑیا، میزیں، مسہریاں، بکس، اگالدان، پاندان، پنگھا سامان اعلیٰ قسم کے کپڑے اور سب برتن بھی دیے گئے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے شوہر ایم۔ اے۔ اور ایک کالج کے پروفیسر ہیں۔ جب ہماری قوم کے تعلیم یافتہ اصحاب کی ذہنیت اور اسراف کا یہ عالم ہے تو نا بدیگراں چہ رسد۔

قوم بھوکی مر رہی ہے۔ سیلابوں اور قحطوں نے ملک میں تباہی پھیلا رکھی ہے۔ رسم و رواج نے مسلمانوں کے ہاتھ سے آخری ٹکڑا بھی چھیننے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور یہ لوگ جو خیر سے تعلیم یافتہ بھی واقع ہوئے ہیں۔ اپنی دولت ان لغویات پر پانی کی طرح بہا کر یگانوں اور بیگانوں کے ہدف مطاعن بنتے اور قوم کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں افسوس فرزندان اسلام کی غفلت نے گلشن کے گلشن کو نذر خزاں بنا رکھا ہے۔ کسی کو یہ توفیق ہوتی نہیں کہ وہ قوم کی تعلیم اور قوم کی مصیبت میں کام آئے اور یوں لغویات اور مکروہ تفریحات پر ہزاروں روپے اڑا دیئے جاتے ہیں۔ اگر آج مسلمانوں میں احساس ہوتا اور آگرہ کے مسلمان زندہ ہوتے تو ان پروفیسر صاحب اور ان کے بے غیرت برادروں کو قدر عاقبت معلوم ہو جاتی۔

خواتین کا صحیح اسلامی احترام

قسطنطنیہ کے وزیر حقانیہ (عدالت دیوانی) نے تمام ارکان نیابت عامہ کے نام ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں انہوں نے خواتین کا احترام ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ اور جو شخص خواتین کے خلاف کوئی گستاخ لفظ استعمال کرے اس کو سزا دینے کا حکم دیا ہے۔ وزیر حقانیہ کا یہ فرمان حسب ذیل ہے۔

"خواتین کے خلاف برے الفاظ کا استعمال ایسی شے ہے جس سے رجعت پسند انقلاب و اصلاح کی تحریک کے خلاف دلیل حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنی معکوس تحریکات کی کامیابی کا اسے ذریعہ بناتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود یہ حرکت نہایت ناشائستہ اور ذلیل ہے۔ جس سے انسانی حریت ضائع ہوتی ہے اور اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ قانون میں ہر شخص کی عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور اس کی رو سے جو شخص خواتین کے متعلق ناشائستہ الفاظ کہے تین ماہ کی سزائے قید کا مستوجب ہوتا ہے (دفعہ ۴۸۰) اور سزائے جرمانہ کا مستحق بنتا ہے۔ (دفعہ ۲۲۲) میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں نہایت شدت سے کام لیا جائے۔ اس لئے کہ اس سے بعض شرفا کو نہایت سخت رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ غیرت میں آکر جرائم شدیدہ کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس فرمان کو تمام پولیس کے افسروں اور حکام و نائبین حکومت تک پہنچا دیا جائے"

معاصر البلاغ کا نامہ نگار آستانہ لکھتا ہے۔ کہ یہ ہے خلاصہ اس فرمان کا جو وزیر حقانیہ نے جاری کیا ہے اس سے ان بدمعاشوں کا قلع قمع ہو جائیگا جو راہ چلتے میں خواتین کے متعلق بدکلامی سے کام لیتے ہیں۔ اس فرمان سے خواتین کی نقل و حرکت اور سیر و سفر آسان ہو جائے گا۔ اور وہ کامل اطمینان کے ساتھ ملک کے طول و عرض میں اپنے کاروبار معاشرت کے لئے سفر کر سکیں گی۔ (مدینہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

ایک نفرت انگیز منظر

یورپ کے جن ممالک میں سوشل حالات کی خرابیاں ہوگئی ہیں سے بیس سال پہلے عریانی نظر استحسان سے دیکھی جاتی تھی۔ وہاں اگر سایہ گھٹتے گھٹتے جانگیہ تک رہجائے تو کیا تعجب ہے۔ میں اور لارڈ ہیڈلے بالمقابہ ایک دن سمندر کے کنارے بطور سیر جا نکلے۔ سمندر میں مردوں اور عورتوں کا مخصوص مغربی لباس میں ملبوس نظر آنا۔ اور ان کے جسم کے بالائی حصہ کا عریاں دکھائی دینا ایک معمولی بات ہے لیکن جو بات ذہن میں نظر آئی اس نے لارڈ ہیڈلے جیسے آدمی کے منہ سے جن کی فطرت میں یورپین سوسائٹی اور اس کی معاشرت کے اثرات داخل ہیں حیرت اور نفرت کے وہ کلمات نکلوا لئے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ہوٹل میں سے دو بلند بالا دوشیزہ لڑکیاں بغرض غسل نکلیں۔ وہاں عام رواج یہی ہے کہ ہر شخص جو اپنے گھر یا ہوٹل سے بغرض غسل نکلتا ہے وہ غسل کے لباس اپنے ساتھ لاتا ہے۔ سمندر کے کنارے چھوٹے چھوٹے چوبی کمرے ہوتے ہیں جہاں تبدیل لباس کیا جاتا ہے لیکن ان لڑکیوں نے سمندر پر تبدیل لباس کی تکلیف برداشت نہ کی۔ وہ ہوٹل ہی سے غسل کا لباس پہن کر نکلیں۔ یہ لباس کیا تھا صرف ایک جانگیہ تھا جس نے کمرے سے لیکر ایک بالشت نیچے تک جسم کو ڈھک رکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک مختصر سے کپڑے نے ان کے سینہ کو برا نام نظروں سے اوجھل کر رکھا تھا۔ باقی جسم اسی لباس میں تھے جس میں وہ پیدا ہوئی تھیں۔ لارڈ موصوف نے کہا کہ یہ چھوٹا سا یہ کم ہوتا ہوتا کہاں تک پہنچے گا میں نے ہنسکر کہا کہ اب تو یہی باقی رہ گئی ہے۔ اگر اس حیا سوز رسم کو نہ روکا گیا تو یہ بھی ہو کر رہیگا۔ میرا یہ جواب کسی قیاس پر مبنی نہ تھا کیونکہ میں ایسی تصویریں پہلے ہی دیکھ چکا تھا جو عریانی پسند سوسائٹی کی طرف سے شائع کی جاتی ہیں۔

ہندوستان میں نئے نقابی کے خطرات

یہ داستان بہ سبیل تذکرہ میں بیان نہیں کر رہا ہوں۔ اس کا باعث اولیٰ وہ نئے محابانے نقابی ہے جو صدیوں سے یورپ میں رائج ہے اور جس حیا سوز تہذیب کا آغاز ہم اپنی قوم اور سوسائٹی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پردہ کے متعلق سطور بالا میں شرقی اور مغربی تہذیب قدیمہ کا ذکر کیا ہے یہ دونوں تہذیبیں افراط و تفریط کی انتہا تھیں جو افراط و تفریط سے کیسے بچی رہتیں۔ مذہب اور تہذیب قدیمہ نے بھی ان مذموم رواجوں کے سد باب کرنے میں کوئی حصہ نہ لیا جس طرح انسانی تمدن کی ہر شاخ کی اصلاح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے عمل میں آئی۔ اسی طرح پردے کے رواج نے بھی آپ کے ہاتھ سے اصلاح پائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت عرب میں پیدا ہوئے جب پردہ کے رواج میں عرب کی عورتیں یورپین تہذیب کی طرف جا رہی تھیں وہ دراصل کوئی فیشن نہ تھا۔ ان کی یہ نمائشی عریانی محض جذبات بہیمیہ کے تقاضہ کا نتیجہ تھی۔ رحمۃ للعالمین نے آکر طبقہ نسوان کو پردے کی قیود سے آزاد کر دیا۔ جنہوں نے عورتوں کو زندہ درگور ہی نہیں کر رکھا تھا۔ بلکہ ان کی روزمرّہ کی ضروریات کے پورا کرنے میں بھی حارج تھا۔ ہر ایک سوسائٹی مختلف طبقات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جن میں زیادہ حصہ ان متوسط الحال لوگوں کا بھی ہوتا ہے جن کی بیبیاں حوائج زندگی کے لئے اپنے گھروں سے باہر آنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ زراعتی زندگی تو ہر ایک مرد اور عورت کو کھیت میں لے آتی ہے۔ علی ہذا اور بہت سے ایسے حالات ہیں جن میں پرانے انداز کا پردہ جو بدقسمتی سے آج بھی مسلم گھرانوں میں نظر آتا ہے ایک مصیبت ہے اور جس قدر جلد یہ اٹھ جائے اتنا ہی اچھا ہے (باقی آئندہ)

ضروری اطلاع

تمام احباب علی الخصوص سکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وقتی چندوں کی وصولی کے لئے جو زیر از جماعت احباب درا ہم کیا جاوے۔ مقررہ رقم کی رنگین مطبوعہ رسیدیں استعمال کی جائیں سفید سہ ورقی رسیدات جن پر کوئی رقم چھپی نہیں ہوتی۔ وہ صرف اپنی جماعت سے چندہ ماہوار کے وصول کرنے کے واسطے استعمال کی جاویں اول الذکر مطلب کے لئے ہرگز استعمال نہ کی جاویں۔

انچارج دفتر تحصیل انجمن احمدیہ لاہور

تحریک قرضہ فنڈ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے انجمن کو مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے جو تحریک معتمدین اور دیگر احباب میں کی ہے کہ ایک سال کے لئے حسب توفیق رقم قرضہ دی جاوے۔ اس میں بعض احباب نے غیر معمولی دلچسپی لی ہے۔ چنانچہ چوہدری غلام حسن خانصاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر وریروالہ تحصیل وزیرآباد تحریر فرماتے ہیں کہ "اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے اور باقی روپیہ قرض لیکر مبلغ اڑھائی سو روپیہ ارسال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے استطاعت دی تو میں یہ روپیہ چندہ میں منتقل کرا دوں گا۔"

مولوی عبدالرحمن صاحب سنگھو ی حال دہلی تحریر فرماتے ہیں کہ "کمپنی تعمیر احمدیہ بلڈنگ لاہور میں میرے ۳۵۰ روپیہ امانت جمع ہے وہ لے لی جاوے باقی پونے دو سو روپیہ تیس روپے ماہوار کے حساب سے سابقہ ماہوار چندہ کے ادا کروں گا۔ اس صورت میں میرا یہ روپیہ بطور چندہ ہوگا نہ بطور قرض!"

جناب سید الف شاہ صاحب فتح جنگ کو خاص چٹھی سہواً نہیں بھیجی گئی۔ مگر اخبار پیغام صلح میں پڑھ کر مبلغ چار سو روپیہ ارسال کر دیا اور تحریر فرمایا کہ "۳۰ چندہ فی کس تحریک میں بموقعہ جلسہ سالانہ پر بیس روپے حاضر کر دونگا گذشتہ ماہ ۱۲۰ جرمن مشن اور ۴۰ گورکھی ٹریکٹ سیریز کیلئے میں روانہ کر چکا ہوں۔ دعا کیجئے کہ خداوند کریم ہمارے اخلاص و ایمان میں ترقی دے۔ آمین۔"

جن احباب نے ابھی تک اس چٹھی کا جواب نہیں دیا ان کی خدمت میں بحکم حضرت امیر یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اخبار کے ذریعہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ازراہ کرم جلد سے جلد قرضہ والی چٹھی حضرت امیر کا جواب ارسال فرمادیں۔ ورنہ ان کے نام یاد دہانی ہوتی رہے گی اور محصول ڈاک خرچ ہوتا رہے گا۔

انچارج دفتر تحصیل۔

تحریک بیس روپیہ فی کس

دو ہفتے سے زیادہ عرصہ ہوا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ تحریک پیش کی تھی کہ جلسہ تک ہر شخص کم از کم بیس روپیہ چندہ اپنے دوستوں وغیرہ سے جمع کر کے لائے اس تحریک کے جواب میں شیخ عزیز احمد صاحب نے وزیرآباد سے اٹھاون روپے جمع کر کے روانہ کئے ہیں اور ابھی مزید رقم بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

میاں عزیز اللہ صاحب وکیل راولپنڈی نے ۱۹۰ مبلغ جمع کر کے روانہ فرمائے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ماہ نومبر کے اختتام سے پہلے پہلے ۲۵۰ مبلغ بطور قرض بھیجدوں گا۔

منشی نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد نے وصولی چندہ کے لئے رسید بک طلب کرتے ہیں جو بھیجدی گئی ہیں۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے چند گھنٹے اس کام پر صرف کر کے تین سو اکسٹھ روپے داخل خزانہ کئے اور پچیس روپے کا وعدہ لائے۔

جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے ۳۵۵ روپے نقد جمع کرائے اور تین سو روپیہ کے وعدے لائے۔

مسلم ہائی سکول لاہور کے اساتذہ نے اور طلباء نے بڑے شوق اور مستعدی سے اس کام کو ہاتھ میں لیا ہے اور سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر نے ایکہزار روپیہ سکول کی جانب سے بطور چندہ جمع کر دینے کا ذمہ لیا ہے اور کام شروع کر دیا گیا ہے۔

جماعت لاہور بھی رسید بکیں لیکر یہ کام کر رہی ہے۔

دیگر مقامات کے احباب بھی مہربانی فرما کر رسید بک منگا کر کام شروع کر دیں اور جلسہ سے پہلے جمع شدہ روپیہ اور رسید بکیں بھیجدیں یا جلسہ پر ہمراہ لے آئیں۔ یہ کام ایک دو اشخاص کے کرنے کا نہیں۔ بلکہ کل جماعت کی متفقہ جدوجہد کا محتاج ہے۔ جماعت کے چند افراد خواہ کتنی ہی کوشش کریں لیکن اس سے اس قدر فائدہ نہیں جسقدر کہ جماعت کے کل افراد کی متفقہ سعی سے سلسلہ اور قوم کو برکت اور نصرت مل سکتی ہے حضرت امیر نے گذشتہ خطبہ جمعہ میں جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام احباب بڑے چھوٹے حتیٰ کہ عورتیں بھی اس وقت دین اسلام کی خاطر تکلیف اٹھائیں اور کوئی شخص قاعدین اور مخلفین میں سے نہ ہو۔

محفوظ سرمایہ تنظیم کا مصرف

ذیل میں ہم آغا ذوالفقار علی صاحب سکرٹری اعزازی جمعیتہ اسلامیہ بغداد کا مکتوب درج کرتے ہیں جو آپ نے محفوظ سرمایہ تنظیم کے مصرف کے متعلق الحاج سید غلام بھیک صاحب نیرنگ کی خدمت میں لکھا ہے۔ اور جو ہمیں بغرض اشاعت موصول ہوا ہے۔ (مدیر)

مکرمی! السلام علیکم

مکتوب گرامی دربارہ مصرف محفوظ سرمایہ تنظیم امرتسر جو اخبار پیغام صلح مطبوعہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا ہے جمعیتہ کی مجلس مشاورت میں زیر بحث آیا اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ سے عرض کروں کہ یہ روپیہ مساجد کی اصلاح کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ اور اسی اپیل پر باشندگان ہند نے لبیک کہی تھی جناب اس جمعیتہ نے بھی یہی مد نظر کر کے ممبران و دیگر ہندوستانی مسلمانوں کو اس میں شریک کیا تھا۔ اور مبلغ دو صد روپیہ کی رقم روانہ کی تھی۔ اس وقت صرف آٹھ یوم کا نوٹس دیکر اس امانت کو جو ایک دینی کام کے لئے ایک انجمن کے سپرد کی گئی تھی جنرل نادر خاں کی امداد کے طور پر صرف کرنا نہ مذہباً جائز ہے نہ اخلاقاً درست۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا نتیجہ آئندہ کے واسطے ایسے دینی کاموں کے لئے مایوس کن ہوگا۔

اگر ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو یا قریشی صاحب ایسے مدارس جاری نہیں کر سکتے جن کی بابت صاحبان موصوف نے اخبار تنظیم میں بارہا شائع کیا تھا تو بہتر ہوگا کہ یہ تمام زر محفوظ انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کے مدرسہ مبلغین کو دیدیا جائے۔ اور منتظمین مدرسہ کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ اس روپے کو محفوظ رکھیں اور اس کے منافع سے مدرسہ کی امداد کریں۔

خادم

آغا ذوالفقار علی سکرٹری اعزازی

جمعیتہ الاسلامیہ بغداد

اسلام کسطرح ترقی کرسکتا ہے؟

چونکہ مسلمانوں کا پیشہ زمینداری ہے اس لئے علم سے بے بہرہ ہیں ان کی بے علمی کا ثبوت اس بات سے ظاہر ہے کہ جس ملک میں میں رہتا ہوں اس میں ۹۳ فیصدی مسلمان ہیں۔ اور ۷ فیصدی ہندو لیکن پڑھے ہوئے مسلمان صرف تین فیصدی اور پڑھے ہوئے ہندو ۷ فیصدی ہیں۔ اس تعداد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مسلمان علم میں ہندوؤں سے کس قدر پیچھے ہیں۔ ہمیں دین اور دنیا سے آگاہ ہونے کے لئے علم کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارا مذہب فلسفہ اور سائنس کے نکات سے پُر ہے۔ اسی مذہب نے ہمیں سکھایا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مومن مرد و عورت پر فرض ہے اگر مسلمانوں میں کچھ علم ہوتا تو خاتم النبیین والی آیت کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ لیتے مسلمانوں کی عقل میں بھی کیا فتور آگیا ہے کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں زمین پر دمشق کے منارے پر سے آئینگے اور مہدی کے ساتھ مل کر تمام دنیا کے غیر مسلموں کو قتل کریں گے۔ اور مہدی قریش میں سے ہوگا۔ کیونکہ خلیفہ کا قریش میں سے ہونا ضروری ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ جس مقدس نبی نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو رہا کر دیا اور اس وقت رہا کر دیا جبکہ وہ خود غالب تھا اور بے رحم دشمن مغلوب۔ تو اس نبی کا ایک پیرو کس طرح اتنے انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر سکتا ہے۔ قرآن مجید پڑھتے بھی ہیں لیکن پھر بھی اس آیت پر ذرا غور نہیں کرتے کہ میں اس دین کو قیامت تک دوسرے ادیان پر غالب رکھوں گا۔ اگر حضرت عیسےٰ نے آکر تمام مذہب کے آدمیوں کو قتل کر دیا تو غالب رہنا کیا معنے رکھتا ہے۔ خدا کی طرف سے جس فرستادہ کو آنا تھا وہ آیا اور چلا بھی گیا۔ میری مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے اب اسلام اسی صورت سے ترقی کر سکتا ہے کہ تمام مسلمان اس

(بقیہ صفحہ اول)

اس کے بعد مکرر دعوے کیا گیا اور آپ کو رؤف اور رحیم کے خطاب سے پکارا گیا۔ پھر بھی خدائی دعوے کو نقشلانے کی کسی کو ضرورت نہ پڑی۔ پیغمبر اسلام اس خدائی دعوے کے اس قدر مصداق تھے اور آپ کی زندگی اس درجہ سراپا شفقت و رحمت تھی کہ خدا کو حد سے زیادہ نرمی کے متعلق آگاہ کرنا پڑا۔ کہ اس قدر نرمی بھی مناسب نہیں۔ اور ارشاد فرمانا پڑا و اغلظ علیھم تھوڑی سی سختی بھی کیجئے۔ جس خدا نے یہ کہا ہو کہ اے محمد تمہاری ذات رؤف و رحیم ہے اور سراپا رحمت ہے۔ وہ درشتی کا حکم اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک اس قدر رحمت و رافت کا اظہار نہ ہوا ہو جو حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہو۔ (ماخوذ)

مفت ٹریکٹ

حضرت مسیح موعود کے عقائد اور اقوال پر بھدرواہ ریاست جموں میں غیر احمدی ملاؤں سے مباحثہ ہوا تھا۔ وہ چھپ کر تیار ہے۔ اس میں ذیل کے اعتراضات کے مدلل جوابات ہیں۔ ایک آنے کے ٹکٹ پر دو رسالے بھیجدیئے جائیں گے۔

اعتراضات

(۱) دعوی خدائی۔

(۲) خدا کا بیٹا ہونے کا دعوے۔

(۳) کان اللہ نزل من السماء

(۴) تو میرے پانی سے ہے۔

(۵) دعوی نبوت۔

(۶) توہین انبیاء۔

(۷) معجزات مسیح کا انکار۔

آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

فہرست معطیان معرفت ڈاکٹر نظام الدین

(۱) سردار عبد اللطیف خاں صاحب رئیس پشاور ۳۰ روپے (جرمن مشن)

(۲) غلام جیلانی صاحب پشاور ۲۰ ” ”

(۳) میاں محمد رفیق خاں صاحب پشاور ۱۵ ” ”

(۴) میاں عبد العزیز خاں صاحب ” ۱۵ ”

(۵) حاجی عبد الشکور صاحب رئیس ” ۱۰ ”

(۶) ڈاکٹر سرفراز خاں صاحب وٹرنری ہسپتال پشاور ۱۰ ”

(۷) سردار میاں محمد ایوب خاں صاحب رئیس پشاور ۱۵ (جرمن مسجد)

(۸) میاں محمد عمر صاحب سوداگر اندر شہر پشاور ۱۰ (جرمن مسجد)

(۹) مسٹر طفیل محمد صاحب اسسٹنٹ فورمین ایم۔ ٹی پشاور ۲ ” ”

(۱۰) میاں نظام جان صاحب سوداگر آسیہ شہر پشاور ۱۰ ” ”

(۱۱) محمد عبد اللہ صاحب پشاور ۱ ” ”

(۱۲) ڈاکٹر انور شاہ صاحب ” ۲ ” ”

(۱۳) میاں محمد اکرم صاحب سوداگر شہر پشاور ۵ ” ”

(۱۴) میاں خدا بخش صاحب سوداگر دکان و میاں پیر بخش و حاجی نور بخش صاحبان شہر پشاور ۳ ” ”

(۱۵) بابو امیر الدین صاحب ٹھیکدار بارک ماسٹری پشاور ۳ ” ”

(۱۶) خان صاحب مرزا عبد اللہ جان صاحب منشیز شہر پشاور ۵ ” ”

(۱۷) حکیم عبد المجید صاحب شہر پشاور ۲ ” ”

(۱۸) خان آزاد خاں صاحب سوداگر چوب پشاور ۱ ” ”

(۱۹) صاحبزادہ ایوب نور خاں صاحب سب انسپکٹر پشاور شہر ۵ ” ”

(۲۰) بابو بشیر محمد صاحب اکونٹنٹ سی ایم اے آفس پشاور ۵ ” ”

(۲۱) شہزادہ عظیم بیگ صاحب شہر پشاور ۲ ” ”

(۲۲) ملک گل افضل صاحب شنواری ملک لنڈی کوتل ۵ ” ”

(۲۳) مولوی عبد الحلیم صاحب سر رشتہ ناظر ضلع پشاور ۳ ” ”

(۲۴) ڈاکٹر محمد یوسف علی صاحب انچارج سول ہسپتال مالاکنڈ ۳ (جرمن مشن)

(۲۵) ڈپٹی فضل الرحمن خاں صاحب رئیس پشاور ۱ (جرمن مسجد و مشن)

(۲۶) خان صاحب بابو عبد الکریم خاں صاحب پشاور ۳ ” ”

(۲۷) بابو محمد جعفر صاحب نائب سب پوسٹ ماسٹر نوشہرہ ۵ ” ”

(۲۸) ڈاکٹر محمد یوسف خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پشاور ۵ (اشاعت اسلام)

(۲۹) حاجی عبد الشکور صاحب سوداگر پشاور ۵ ” ”

میزان کل ۲۱۲ روپے

(تیسرے کالم کی بقیہ خبریں)

—— نئی دہلی ۲۲ جنوری ڈاکٹر انصاری۔ مولانا محمد علی اور پروفیسر ... کے زیر قیادت مقامی رہنماؤں کے دستخطوں سے ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں حکومت ہند کو ان خطرناک نتائج سے متنبہ کیا گیا ہے۔ جو معاملات افغانستان میں اس کی سیاسی و فوجی مداخلت سے جو کسی طرح پر افغانستان کی آزادی کی شکست و ریخت کی باعث ہو پیدا ہو سکتے ہیں۔ (انقلاب)

—— پشاور ۲۲ جنوری۔ قندھار کے شاہی محلات میں ملکہ ثریا کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہوا ہے۔ مبارک۔

—— لاہور ۲۲ جنوری۔ دیوان چمن لال نے اعلان کیا ہے کہ وہ سوراجیہ پارٹی کے آئندہ اجلاس میں جو دہلی میں منعقد ہوگا۔ اس مطلب کا ایک ریزولیوشن پیش کریں گے کہ ہندوستان سے والنٹیروں کا ایک دستہ قندھار روانہ کیا جائے۔

—— سرحد کے تمام باشندے اب تک شاہ امان اللہ خاں کو افغانستان کا جائز بادشاہ سمجھتے ہیں۔

—— کوئٹہ ۲۲ جنوری۔ سردار عنایت اللہ خاں اور ان کے ہمراہی آج بعد دوپہر دو بجے کے قریب ۵ موٹر کاروں اور دو لاریوں میں سرحد پار ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سردار صاحب آخیر وقت تک بالکل خاموش رہے اور کچھ مغموم سے نظر آتے تھے۔

—— کابل میں اسیائے خوردنی بہت گراں ہو گئی ہیں۔ چوری و ڈکیتی کی وارداتوں کی کثرت ہو گئی ہے۔ شہر کا سلسلہ آمد و رفت بالکل منقطع ہو گیا ہے۔ تجارت بند ہو گئی ہے۔ تجارت پیشہ لوگ سخت گھبرا رہے ہیں اور شاہ امان اللہ کو یاد کرکے روتے ہیں۔

—— رنگون ۲۳ جنوری - ۱۹ - افغانی سردار جن کے ساتھ دکسن لڑکے بھی تھے آج صبح جہاز انگورہ میں یہاں پہنچے اور دوپہر تک جہاز ...

افغانستان کی خبریں

—— امید ہے کہ چند روز تک بعض ہندوستانی اخبارات میں بچہ سقہ کا فوٹو شائع ہو جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہے آنکھیں موٹی اور چہرہ آگ کی مانند سرخ۔ اور وہ ہر وقت مسلح رہتا ہے۔

—— دہلی ۲۲ جنوری۔ جب عنایت اللہ خاں کی پارٹی بذریعہ ریل ہندوستان سے گذر رہی تھی۔ تو دہلی کے افغان قونصل جنرل نے ان سے ملاقات کی۔

—— پشاور ۱۲ جنوری معلوم ہوا ہے کہ امیر عنایت اللہ خاں اس پارٹی کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہو سکے جو وہ کابل سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

—— پشاور ۲۲ جنوری۔ تازہ خبر ہے کہ شاہ امان اللہ خاں قندھار میں اپنی جمعیت کو مضبوط کر رہے ہیں۔ اب تک ان کی فوج میں ... آدمی بھرتی ہو چکے ہیں۔

—— دہلی ۲۱ جنوری۔ دہلی میں جو افغان مقیم ہیں انہوں نے ایک اعلان شائع کیا ہے۔ کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کابل کے تخت پر بچہ سقہ ڈاکو بیٹھے۔ ہم ہر ایک طریق پر شاہ امان اللہ خاں کی مدد کریں گے۔

—— حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ اس افواہ میں کوئی صداقت نہیں کہ شورش افغانستان میں حکومت برطانیہ یا اس کے مشہور جاسوس کرنیل لارنس کا ہاتھ ہے۔ اس بیان میں بتایا گیا ہے کہ کرنیل موصوف نے آج تک کبھی سرحد پار قدم بھی نہیں رکھا۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ جب شاہ امان اللہ خاں قندھار پہنچے تو ان کا استقبال شاہانہ طریق پر کیا گیا۔ غزنی۔ ہرات اور اس رقبہ کے دیگر صوبجات نے ان سے وفاداری کا اظہار کیا۔ اور اپنی امداد بھی پیش کی۔

—— معاصر "انقلاب" کا نامہ نگار خصوصی اطلاع دیتا ہے کہ شاہ امان اللہ خان نے کابل سے روانگی کے وقت شاہی قلعہ کا چارج جنرل محمود شاہ (برادر جنرل نادر خان) کو دیدیا تھا۔ یہ قلعہ کابل شہر سے کچھ فاصلہ پر بلندی پر واقع ہے سردار عنایت اللہ خاں کے جانے کے بعد جب بچہ سقہ نے شہر کا رخ کیا تو جنرل موصوف نے اس کے لشکر پر گولہ باری کی۔ اس کی تاب نہ لا کر بچہ سقہ شہر سے نکل بھاگا۔ اور شہر سے تین میل پر ڈیرے ڈالے پڑا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ حاجی ترنگ زئی یاغستان سے مہمندوں کی ایک زبردست جمعیت لے کر بچہ سقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ سردار علی احمد خاں نے شنواری قبائل میں بہت اچھا اثر پیدا کر لیا ہے۔ جب ان قبائل نے بچہ سقہ کے کابل پر قابض ہو جانے کی اطلاع سنی تو اپنے کیئے پر بہت پشیمان ہوئے۔ اکثر شنواری یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ امان اللہ خاں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

—— لاہور ۲۱ جنوری۔ سردار عنایت اللہ خاں کی سپیشل آج صبح ۹ بجکر ۱۰ منٹ پر لاہور سٹیشن پر پہنچی۔ اور ۹ بجکر ۳۰ منٹ پر روانہ ہو گئی۔

—— لندن ۲۱ جنوری۔ ہرات کا ایک پیغام مظہر ہے کہ شاہ امان اللہ نے سرکاری طور پر دست برداری کے اعلان کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور پھر شاہی اقتدار اور حکمرانی کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

—— چمن کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے اپنی قیامگاہ پر علم شاہی بلند کر دیا ہے۔ وہ عنقریب قندھار میں گردونواح کے سربرآوردہ اشخاص کو مدعو کرکے دربار منعقد کرنے والے ہیں۔

—— پشاور ۲۱ جنوری۔ ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ بچہ سقہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور وہ کابل سے بھاگ گیا تھا۔

—— معلوم ہوا ہے کہ کابل میں داخل ہوتے ہی بچہ سقہ نے اہل شہر پر جور و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ اس نے سردار عنایت اللہ خاں سے حلف وفاداری لینا چاہا۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور انگریزی سفیر کی مدد سے ہندوستان کے راستے قندھار روانہ ہو گئے۔

—— سول ملٹری کا بیان ہے کہ سردار عنایت اللہ خاں جب پشاور پہنچے تو آپ نے اپنے پشاور لائے جانے کا شکریہ ادا کیا اور ارادہ ظاہر کیا۔ کہ وہ اپنے حقوق کے لئے جنگ کریں گے۔

—— پشاور اور کراچی میں شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں پرجوش جلسے ہوئے۔ جس میں بچہ سقہ اور باغیوں کی حرکتوں پر اظہار ملامت و نفرت کیا گیا اور حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا گیا کہ وہ افغانستان کے معاملات میں غیر جانبدار رہے۔

—— پشاور کے جلسہ میں قرار پایا ہے کہ خلافت کمیٹی پشاور کے ذریعہ مسلمانان سرحد ایک طبی مشن مرتب کرکے کابل بھیجیں۔ اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء نے ... مظاہرات منعقد کر ...

محسن اطفال علیہ السلام کا سلوک بچوں کے ساتھ

جس کو خدا اولاد کی محبت دے اور وہ اُن کا حق ادا کرے۔ تو وہ دوزخ سے بچ جائے گا

تحریک اطفال کے پہلے بانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی انسان نے بچوں سے محبت وپیار نہیں کیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ تحریک اطفال کے پہلے اور اکمل بانی آپ تھے۔ آپ کا کافی وقت بچوں کی دیکھ بھال میں صرف ہوتا تھا۔ بچوں کی اور خصوصاً بچیوں کی تعلیم میں آپ کا نمونہ تڑپا رہا ہے۔ آپ نے بچوں کے ساتھ حسن سلوک پر اس قدر زور دیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ بچوں کے پاس سے گذرتے تو آپ ان کو سلام کرتے۔ سفر سے واپس ہوتے راستے میں بچوں کو سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور استقبال کے لئے بنو ہاشم کے لڑکے حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اونٹنی پر آگے پیچھے بٹھا لیا۔ ایک مرتبہ آپ اونٹنی پر حضرت حسنؓ کو آگے اور حضرت حسینؓ کو پیچھے بٹھائے لئے تھے۔

مسیحی مشنری اور مسلمان

کہتے ہیں کہ وانمباڑی میں پادری بروکس اکثر موٹر سائیکل میں بچوں کو لے کر وانمباڑی کے گلی کوچوں سے گذر کر شہر کے بچوں کو ہنساتے ہیں کیونکہ مسیحی مشنری ایک درجہ کی قوم ہیں۔ وانمباڑی میں سینکڑوں مسلمان تاجر ہیں جن کے وہاں کئی موٹر گاڑیاں ہیں۔ مگر کبھی انہوں نے بھولے سے کسی یتیم بچہ کو اپنی گاڑی میں لے کر آنحضور کی اونٹنی والے نمونہ کے قابل عمل دکھایا۔

آہ! آج محسن اطفال علیہ السلام کے نمونہ پر چلنے والے بھی ہیں۔ تو وہ مشنری جو عیسائیت کا دم بھرتے ہیں۔ مگر لوگوں کو کھینچنے کے لئے اسلام پر چلتے ہیں۔ بچوں کے لئے آپ بڑی سی بڑی قربانی کیا کرتے تھے جب صف میں کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی تھی تو آپ نماز کو مختصر کر دیتے تھے کہ کہیں اُن کی تکلیف نہ ہو۔

کافروں کے بچوں سے سلوک

محسن عالم کا احسان صرف مسلمان بچوں تک محدود نہ تھا بلکہ کافروں کے بچوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ کافروں کے بچے بھی آپ کے محبوب تھے ایک دفعہ چند بچے لڑائی کی جھپٹ میں آکر مر گئے۔ آپ کی ناراضگی کی حد نہ رہی۔ ایک شخص نے کہا وہ تو کافروں کے بچے تھے۔ آپ نے فرمایا خبردار! ان بچوں کو قتل نہ کرو۔ آج کل کی نئی تحقیقات نے دکھایا ہے کہ بچوں کو امراض سے بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک سیب بطور انعام یا تحفہ دیا جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے (An apple per day keeps the doctor away) ہر روز ایک سیب کا کھانا بیماری کو دور کرتا ہے) اس حقیقت کی پہلی تعلیم ہمارے رسول نے اپنے عمل سے اس طرح دی کہ جب فصل کا نیا میوہ آپ کی خدمت میں پیش ہوتا تو آپ اس کو سب سے کمسن بچہ کو جو حاضر ہوتا دیتے۔

والدین کی بچوں سے محبت

آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بچہ کے حق میں ماں کی محبت گویا سورج کی روشنی کی تقویت دیتی ہے۔ ماں کو چاہئے کہ بچہ کو محبت سے اٹھا کر مختلف تسکین آمیز حالتوں میں پکڑ کر ہر روز کئی دن مادری شفقت کا اظہار کرے۔ بچوں کو چومنا اور پیار کرنا قدرتی مفرح ہے۔ اور اس نسخہ کا پہلا بانی معالج اطفال ہمارا رسول عربی تھا۔ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میرے دس بچے ہیں۔ میں نے کسی کو اب تک پیار نہیں کیا تم لوگ کیوں کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے دل سے محبت کو چھین لے۔ تو میں کیا کروں۔ جب زمانہ تنزل میں آگیا تو لوگوں کی حالت بھی اس بددی جیسی ہو گئی۔ اور سمجھنے لگے کہ بچوں کی تربیت مار پیٹ سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور ایک زمانہ تو

میں جس کو محبت کرتا ہوں اس کو مارتا ہوں کا مقصد تھا۔ مگر آپ کو بچوں سے اتنی محبت تھی کہ خدا کے حضور ہوتے ہوئے بھی ان سے کنارہ کش نہ ہوتے تھے۔

میرے بچوں کو لاؤ

ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مسجد نبوی میں تھے تو آنحضور نماز ادا کی۔ رکوع میں ہوتے تو بچی کو اُتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ آپ کے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ سے آپ کو از حد درجہ محبت تھی۔ جب حضرت فاطمہ کے وہاں جاتے تو کہتے میرے بچوں کو لاؤ۔ جب وہ تشریف لاتے تو آپ ان کو سونگھتے اور سینے سے لپٹاتے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر پرورش پاتے تھے۔ آپ پاؤں چلکر جاتے تو بچہ کو لیں اور چومیں۔ جب مدینہ میں داخل ہو رہے تھے کہ انصار کی چھوٹی لڑکیاں مارے خوشی کے دروازوں سے نکل کر گیت گاتی تھیں۔ آپ نے ان کے پاس سے گذر کر فرمایا۔ لڑکیو مجھے پیار کرتی ہو۔ سب نے کہا ہاں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں۔

بچوں سے کھیل کود

نئی تحقیقات سے یورپ آج اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ باپ اور بچہ کے باہم کھیلنے سے بچے طاقتور اور صحت یافتہ ہوتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے باپ ہیں کہیں دعوت میں جا رہے تھے اور امام حسینؓ راہ میں کھیل رہے تھے۔ اس سے بڑھ کر محبت کے کیا کھیل ہوتے ہیں کہ حضور آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلاتے اور حضرت حسینؓ ہنستے ہوئے پاس پاس آ آ کر نکل جاتے۔ آخر حضور نے پکڑ ہی لیا اور ایک ہاتھ ٹھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر فرمایا۔ حسینؓ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ آج ایک باپ اس طرح اپنے پیارے بچے کو لپٹ کر یہ کہے کہ تو میرا ہے میں تیرا ہوں۔ تیار ہے۔

ایک دفعہ خالد بن سعید تشریف لے آئے تو آپ کی لڑکی آپ کے ساتھ تھی۔ وہ آپ سے کھیلنے لگی تو حضرت خالدؓ نے ڈانٹا۔ آپ نے فرمایا کہ کھیلنے دو۔

بچوں کی خاطر تواضع

آج بچوں کو اطفال گھروں میں دودھ اور کپڑا دیتے ہیں۔ مگر کیا کہ اور مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے Baby welcome (بے بی ولکم) اطفال گھر جہاں بچوں کی خاطر تواضع ہوتی تھی نہیں رکھتے

ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک سیاہ چادر جس کے دو طرف آنچل تھے لائی گئی۔ آپ نے خالدؓ بن سعید کی لڑکی کو بلا کر پہنایا۔ چادر کے بیل بوٹے دکھا کر فرماتے۔ اُم خالدؓ دیکھنا یہ کیسا اچھا ہے۔ یہ کس قدر خوبصورت ہے جب کسی جگہ بچہ پیدا ہوتا تو حضور کے بے بی ولکم میں پیش کیا جاتا۔ حضور بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے۔ اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

بچوں کی ناز برداری

آپ بچوں کے اس قدر ناز پرور تھے کہ اُم قیس بنت محصن کہتی ہیں کہ میں اپنے بچے کو لے کر حاضر رسالت گاہ ہوئی۔ آپ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اور اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے صرف پانی منگوایا۔ اور اس جگہ ڈال دیا۔ جہاں اس نے پیشاب کیا تھا۔

آپ کو بچوں سے جو محبت تھی وہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں دو چھوٹی لڑکیاں لے آئی۔ اور آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور زمین پر پڑا تھا۔ اُس کو آپ نے دیا۔ عورت نے اس کے دو ٹکڑے کئے۔ جب حضور تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے یہ قصہ سنایا۔ اور آپ نے فرمایا:۔

"جس کو خدا اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالمگیر قرآنی تحریک

قرآنی تحریک کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ آخری آسمانی پیغام نوع انسان کے ہر فرد تک پہنچا دیا جائے۔

قرآن پاک کے بتلائے ہوئے طریقے اور فوائد کے ساتھ اس کا علم و عمل کیا جائے۔ مسلمانوں میں جو بے معنے و مطلب کی تلاوت اور تعلیم کی رسم جاری ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ اور معنی و مطلب کے ساتھ تلاوت و تعلیم کو عام کیا جائے۔

قرآن حکیم کی تعلیمات کو مشکل بنا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں صرف عقیدت مندی رہ گئی ہے۔ ان دقتوں کو دور کیا جائے اور ایسے تدابیر اختیار کئے جائیں جس سے عورتیں، بچے کسان، تاجر ملازمین اور ان پڑھ جاہل تک قرآن مجید کو جان سکیں۔ اور اس کے مفہوم سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

قرآن پاک کے علم و عمل کی ضرورت اچھی طرح جتلا دی جائے۔ اور فرقان حمید کو ایک معیار بنا دینے کی ذہنیت پیدا کی جائے جس سے حق و باطل کی پہچان ہر شخص میں آ جائے۔

اس کی تعلیم کو اسی کے بتائے ہوئے طریقہ پر حاصل کرنے کو کہا جائے جس کا فائدہ یہ ہو کہ ہر فرقے کے افراد میں یہ مادہ خود بخود پیدا ہو جائے۔ وہ راستی پر آ جائیں۔ اور اپنی اپنی فرقہ بندیوں کو آپ مٹا دیں۔

تعلیم میں عمومیت پیدا کی جائے۔ اور ہر طرح سے آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کی جائے۔

خیالات میں انقلاب پیدا کیا جائے۔ جس سے ہر شخص اپنی حالت کا آپ اندازہ کر سکے۔ اور صلاحیت پیدا کر کے وہ مقام حاصل کر لے جس کا دعوٰی قرآن پاک میں ہے۔

اقوام عالم کے سامنے بھی اسے پیش کیا جائے اور انہیں خدائی حکومت کا درس دیا جائے۔ سچی احدیت کے حصول اور محبت الٰہی کا مادہ بلند کیا جائے۔ اصلی ترقی اور پائیدار امن و امان قائم کرنے کی دعوت دی جائے۔

عالمگیر قرآنی تحریک سے اتحاد اسلام ہی نہیں بلکہ اتحاد عالم بھی ممکن ہو جائے۔ غیر قوموں کو بتلایا جائے کہ فطرت انسانی و ضابطے کا نام قرآن ہے۔ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کی اصل اصول اور تصدیق کرنے والی ہے۔ اس کی خلاف ورزی فطرت کی خلاف ورزی اور اس کا انکار دراصل اپنے مذہب کا انکار ہے۔ اس سے بے پرواہ ہو کر اپنی ہلاکت اور فساد فی الارض کا مرتکب نہ ہونا چاہئے۔

یاد رہے کہ دنیا قرآنی دنیا ہی ہو سکتی ہے۔ اور انسانیت جب کبھی حق کی تلاش کرے گی تو اسے قرآن حکیم ہی کو اختیار کرنا ہو گا۔

مسلمانوں کے ذہن نشین کیا جائے کہ تم ایک تبلیغی امت ہو۔ اور اللہ کی امانت قرآن مجید کے پہنچانے کے ذمہ دار تمہاری زندگی کا اصلی مقصد امر بالمعروف ہے اور نہی عن المنکر کی تبلیغ ہے۔ اور اسی کے مجموعہ کو قرآن کہتے ہیں۔ پس اس کا تمام و کمال طور پر علم و عمل ہی تمہاری زندگی کا اولیں و آخریں اور واحد فرض ہے۔ قرآن پاک تمہاری متفق علیہ کتاب ہے۔ اگر تم میں من حیث فرد یا من حیث قوم کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی کو صحیح اور مضبوط پکڑنے سے قیصر و کسریٰ کے خزانے میں سب کچھ تھا۔ لیکن یہی ایک چیز نہ تھی جس کو لے کر عرب جیسی نادار قوم نے ان کے تاج و تخت چھین لئے۔ اور اپنی گری ہوئی حالت کو ایسا سنوارا جو دنیا میں آپ اپنی مثال ہے۔ لہٰذا آج یا جب کبھی دنیا میں خدا کے دشمنوں کے پاس مادی طاقت اور مادی سامان کی بہتات ہو تو اس کی پرواہ نہیں۔ آخر میں کامیاب وہی ہو گا جس کے پاس قرآن ہو۔

قرآن مجرب و آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ بے مثال خدا کی بھیجی ہوئی بے مثال چیز ہے۔ نیز اس کے پہنچانے کے لئے بے مثال نبی مبعوث فرمائے گئے۔ تو اس کا پورا پورا حق ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے سب سے بڑھ کر ہے۔ آج اسلام کے نام پر جو کچھ کیا جا رہا ہے اُس میں کسر اور کمی فقط قرآن مجید کے علم علم و عمل کی ہے۔ اسلام کی گاڑی کے چلنے کے لئے مشینری کا انجن بہ نہ قرآن حکیم ہے۔ یہ اپنے اصلی مقام پر آیا اور بیڑہ پار ہے۔

علماء، مشائخ، واعظین، مدرسین، امام مساجد، رہنمایان قوم، مصنفین ناظم و ناثر۔ مضمون نگار، صحیفہ نگار، کالج و سکول کے طلباء، مدارس و مکاتب کے متعلم مریدین اور رفاہی انجمنوں کے کارکن سے عرض ہے کہ قرآنی تحریک کا خیر مقدم فرمائیں۔ انجمن کے اغراض و مقاصد میں

جلد ۱۷ لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۲۹ء نمبر ۴۰

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے بے بنیاد الزام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر!

حضرت امیر ایدہ اللہ کا بصیرت افروز تبصرہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

پہلا الزام :- قتل اسماء

اب ہم تمام واقعات کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں۔ پہلا واقعہ جس کا ذکر مسٹر کیش نے کیا ہے۔ وہ قبیلہ اوس کی ایک عورت اسماء سے تعلق رکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک شاعرہ تھی۔ اور اس نے بعض ایسے اشعار لکھے تھے۔ جن میں آنحضرت صلعم پر حملہ کیا گیا کہ انہوں نے (نعوذ) اسنا حیثیت سے اٹھکر جنگ بدر میں بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ عمیر نامی ایک مسلمان نے اس بدگوئی کی وجہ سے اس عورت کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا۔ اور آنحضرت صلعم نے نہ صرف اس قتل کو جائز ہی ٹھیرایا بلکہ عمیر کے اس فعل کی تعریف بھی کی۔ اس بارے میں واقدی۔ ابن ہشام۔ اور ابن سعد کی اسنادیں پیش کی گئی ہیں۔

عورت کا قتل اسلام میں

اس واقعہ کا ناقابل اعتماد ہونا نہ صرف ان دلائل سے ثابت ہے جو پہلے درج ہو چکے ہیں۔ اور جن سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی کسی گالی دینے والے کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ ان صریح ہدایات سے بھی یہ ثابت ہے۔ جن میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ کسی عورت کو قتل نہ کیا جائے خواہ وہ مسلمانوں کے بالمقابل جنگ میں شریک ہی کیوں نہ ہو بخاری جیسی اعلےٰ پایہ کی کتاب میں "کتاب الجہاد" کے ذیل میں "جنگ میں عورتوں کا قتل" کے عنوان سے ایک باب باندھا گیا ہے۔ جس میں ابن عمر سے ذیل کی روایت بیان کی گئی ہے "ایک جنگ میں جس میں آنحضرت صلعم شریک تھے۔ مقتولین میں ایک عورت پائی گئی۔ اس پر آنحضرت صلعم نے عورتوں اور بچوں کا قتل ممنوع قرار دیا" اگر آنحضرت صلعم ایک عورت کا قتل اس وقت بھی جائز قرار نہیں دیتے جب وہ بالمقابل جنگ میں شریک ہو تو وہ کس طرح محض اس بات کی بنا پر کہ کسی عورت نے کچھ تکلیف دہ اشعار لکھے اس کا قتل جائز ٹھیرا سکتے۔ اور اس کی تعریف کر سکتے ہیں۔

قتل نساء کی تردید واقعات سے

عورتوں کو قتل کرنے کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان سخت امتناعی احکام سے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم خوب واقف تھے۔ یہاں تک کہ [illegible] کھنچی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلعم کا وہ فرمان یاد تھا جس میں آپ نے عورت کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری باب قتل ابی الحقیق) اس کھلی شہادت کی موجودگی میں صرف ایک متعصب انسان ہی اس بات کو مان سکتا ہے کہ آنحضرت نے ایک عورت کو محض اس بنا پر کہ اس نے اشعار میں آپ کی ہجو کی تھی قتل کرنے کا حکم دیا اور اس فعل کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا۔ ایسی روایت کو موضوع قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں۔

قتل نساء کی ممانعت معتبر احادیث میں

اسما کے قتل کے الزام پر بحث کرتے ہوئے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جنگوں میں بھی عورتوں کے قتل کی کھلی ممانعت کر دی تھی۔ اس بارہ میں میں نے اسلام کے ایک سب سے زیادہ قابل اعتماد محدث امام بخاری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس باب کے نیچے امام بخاری نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "قتل النساء فی الحرب" (جنگوں میں عورتوں کا قتل) اس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے قتل کی ممانعت جنگوں میں بھی ملحوظ رکھی جانی ضروری تھی۔ صرف امام بخاری ہی نے مذکورہ بالا واقعہ اور آنحضرت صلعم کی ہدایت کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ صحاح ستہ کی ایک کتاب کے سوا باقی تمام کتب میں یہ موجود ہے اس لئے اس کی صحت ایک مسلمہ امر ہے۔

فقہا کا مذہب

صرف یہی نہیں بلکہ بعد کے فقہا نے اس ہدایت کو ایک بنیادی اصول کے طور پر قبول کیا ہے۔ مالک اور اوزاعی کے نزدیک کسی حالت میں بھی عورت کا قتل جائز نہیں۔ اور شافعی اور کوفیوں کے نزدیک عورت کو صرف اس وقت قتل کیا جا سکتا ہے۔ جب وہ محارب ہو۔ ایک مذہب یہ بھی ہے کہ محارب ہونے کی حالت میں بھی عورت کو عمداً قتل کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ کسی مرد کو مارنے کے لئے اس پر حملہ آور ہو۔ (عون المعبود شرح ابوداؤد باب قتل النساء) لیکن مالک اور اوزاعی کے نزدیک جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ ایک عورت کو [illegible]

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

دو ماہ کی کارگزاری

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی تبلیغی جدوجہد کو کامیاب بنانے کے لئے کارکنان مسلم مشن ووکنگ اور برٹش مسلم سوسائٹی لندن نہایت تندہی وجانفشانی سے ہر وقت ساعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے گزشتہ دو ماہ کی کارگزاری کا خلاصہ ناظرین اخبار کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جو امید ہے قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا

(۱) جناب ڈاکٹر والٹر والش نے لندن میں "آزادانہ مذہبی تحریک" کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام مذاہب عالم ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ اور ایک عالمگیر اخوت و ہمہ گیر مذہب کی بنیاد پڑ جائے۔ ڈاکٹر موصوف اس تحریک کے بانی مبانی ہیں۔ اور ہر اتوار کو صبح کو ۱۱ بجے لندن میں اس موضوع پر لیکچر دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبد المجید صاحب ایم اے۔ امام مسجد ووکنگ بھی "یورپ کی تہذیب و تمدن پر اسلام کا اثر" کے موضوع پر ایک لیکچر اس تحریک کے زیر اہتمام دے چکے ہیں۔

(۲) مسلم نمازگاہ لندن واقعہ کیمڈن ہل روڈ میں ہر اتوار کو مسلم مشن ووکنگ کا ایک نہ ایک مبلغ اسلام پر لیکچر دیتا رہتا ہے۔ گزشتہ چند ہفتوں میں جو اہم اسلامی لیکچر اس مقام پر ہوئے ان کے موضوع اور مقررین کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ نے "حضرت نبی کریم صلعم کے یورپین سوانح نگار" کے موضوع پر لیکچر دیا۔

(۲) عبد الخالق خاں صاحب بی اے۔ ایم آر۔ اے۔ ایس مبلغ ووکنگ نے "ایک صوفی کا مطمح نظر" اور "خلقت انسانی کا مدعا و مقصد" کے موضوع پر دو لیکچر دیئے۔

(۳) جناب مولوی عبد المجید صاحب قائم مقام امام مسجد ووکنگ ہر جمعہ کو مسلم نمازگاہ لندن میں ٹھیک ۱½ بجے خطبہ و نماز جمعہ پڑھاتے ہیں۔ اس طریق سے مشن کی تبلیغی جدوجہد کا حلقہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے۔

خادم۔ خواجہ عبد الغنی

(سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور)

---

۴۴ عورتوں اور بچوں کی پناہ میں آجائے یا کسی ایسے قلعہ یا جہاز میں پناہ گزیں ہو جس میں عورتیں اور بچے بھی ہوں تو اس پر گولی چلانا یا اس قلعہ یا جہاز کو آگ لگانا قطعاً ممنوع ہے۔ (فتح الباری باب اہل الدار یبیتون)

ان کھلے واقعات کے ہوتے ہوئے یہ بالکل قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایک عورت کو حالت امن میں محض اس بنا پر قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔

خبریں

—— پشاور ۲۵ر جولائی۔ کل قندھار اور مزار شریف کی ڈاک مادر میں تقسیم کی گئی۔ بہت سے قبائل کے اضافہ سے جرنیل نادر خاں کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مناسب وقت پر دشمن پر حملہ کر دینے کی غرض سے جرنیل موصوف نے کئی ہزار فوج کی چھپلیاں بنانے کا آرڈر پشاور بھیجا ہے۔ کابل کا سلسلہ بے تار برقی تین روز سے بند تھا۔ آج پھر شروع ہو گیا ہے۔

—— ٹائمز آف انڈیا کا نامہ نگار مقیم پشاور ۲۳ر جولائی کو اطلاع دیتا ہے کہ سرحد میں سے چھن کر جو خبریں پہنچی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ سقہ تاجروں اور دوسرے لوگوں سے جن پر صاحب ثروت ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ہے روپیہ چھیننے کے لئے ایسے ایسے مظالم ڈھا رہا ہے جن کو سن کر انسان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان مظالم کا مرکز ارک نیا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کئی افغان معززین کو جو کسی وقت کابل کے سرکردہ شہریوں میں سے تھے۔ ارک میں لا کر گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مطلوبہ روپیہ ادا نہ کر سکتے تھے۔

—— بچہ سقہ نے اقتدار حاصل کرنے کے ساتھ اس امر کا خاص خیال رکھا تھا۔ کہ فوجوں کو تنخواہیں باقاعدہ دی جایا کریں۔ مگر ان قدر شاہرے وقت پر مل جانے کی توقع نے بچہ سقہ کے حاشیہ نشینوں کے لبوں پر ان مظالم کی نسبت جو ارک میں ڈھائے جاتے تھے مہر سکوت لگا دی تھی۔ اب کہ بچہ سقہ کا خزانہ خالی ہو گیا ہے اس نے دو ماہ سے اپنے لشکروں کو ایک پیسہ تک ادا نہیں کیا۔ لہٰذا سپاہیوں میں بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ اور انہوں نے دہشت و تخویف کے بل پر قائم ہونے والی حکومت کے خفیہ جرائم کو دافشا کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور ظلم و استبداد کی اس حکومت کے خلاف کشیدگی اور نفرت کے جذبات ہر جگہ ترقی پذیر ہیں۔

—— بچہ سقہ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے سردار علی احمد جان کو موت کی سزا دینے کا حکم دے دیا۔ گو سردار علی احمد جان کو بہت سے قبائل ناپسند کرنے لگے تھے تاہم ابھی اکثر قبائل میں انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سردار موصوف کا قتل سخت بے رحمانہ تھا۔ ان پر بچہ سقہ کے خلاف نفرت پھیلانے کا الزام لگایا گیا اور انہیں چند دن تک ارک میں مقید رکھا گیا۔ وہاں سے نکال کر ہوائی سٹیشن میں لائے۔ اور توپ کے منہ سے باندھ دیا۔ ایک ہی فائر میں ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ ایسا کرنے میں بچہ سقہ نے خود اپنی راہ میں کانٹے بو لیئے۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد اس کے خلاف لوگوں کے احساسات اتنے تیز ہو گئے کہ اب ہر وقت عام بغاوت کے ٹوٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

—— لاہور ۲۶ جولائی۔ پنڈت سری ہر نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی میں ایک قرارداد پیش کی تھی۔ کہ حکومت پنجاب کے اعلان کے مطابق بھگت سنگھ اور دت کو مقاطعہ جوئی ترک کر دینا چاہیے۔ تاکہ جو مراعات حکومت نے دی ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ مل سکے۔ سٹی اور پنجاب پراونشل کانگرس کمیٹیوں نے پنڈت موتی لال نہرو کو تار کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ پنجاب کانگرس کمیٹی پنڈت سری ہر کی تائید کرتی ہے۔ یہ تجویز عنقریب الہ آباد میں آل انڈیا کانگرس کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔

—— شملہ ۲۵ر جولائی۔ افواہ گرم ہے کہ سر فضل حسین کی جگہ ریونیو ممبری کی عارضی خالی اسامی کو پُر کرنے کے لئے غالباً کپتان سکندر حیات خاں کا تقرر عمل میں آئے گا۔ جو پنجاب کونسل کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ اور سابق میں کی صوبجاتی تعاونی کمیٹی کے صدر رہ چکے ہیں۔ سر فضل حسین [illegible]

ہو کر جا چکے ہیں۔ اس امر کا اعلان غالباً اگلے مہینے کے ابتدائی ایام میں ہو جائے گا۔

—— قسطنطنیہ ۲۶ جولائی۔ انگورہ میں خوفناک آتشزدگی سے شہر کا ایک حصہ آگ کی نذر ہو گیا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک ہزار سے زاید دوکانیں اور مکانات جل گئے۔ ہلاک شدگان کی تعداد کا ہنوز پتہ نہیں۔ مگر اب تک ۶ لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ مصطفےٰ کمال پاشا خود معاملہ کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

—— لندن ۲۰ر جولائی۔ اخبار پایونیر کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سر سنکرن نائر صدر مرکزی تعاونی کمیٹی کو صوبجات متوسط کا گورنر بنایا جائے گا۔

—— پشاور ۲۲ر جولائی۔ حضرت صاحب شور بازار کے قتل کی جو خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ نیز یہ خبر قبل از وقت ہے۔ کہ سردار ہاشم خاں کی فوجیں کابل سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ سردار ہاشم خاں کی سرگرمیوں کے باعث پشاور اور کابل کی سڑک غیر محفوظ ہے۔ پشاور کا ایک قافلہ جلال آباد کے قریب "نملہ" میں روک دیا گیا۔

—— سری نگر ۲۲ر جولائی۔ ہز ہائینس مہاراجہ جموں و کشمیر نے حکم جاری کیا ہے کہ جو شخص ۱۶ برس سے کم عمر کے ہاتھوں تمباکو یا سگریٹ فروخت کرے گا اُسے پہلی مرتبہ پچاس روپیہ جرمانہ اور دوسری مرتبہ اور اس کے بعد ہر بار ایسے جرم کے ارتکاب کے۔ لئے سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ اس طرح اگر کوئی لڑکا جس کی عمر سولہ برس سے کم ہو گی تمباکو نوشی کرتا دیکھا جائے گا یا سگار استعمال کرتا پکڑا جائے گا۔ تو نمبردار ذیلدار اور سکول کے ٹیچر یا کالج کے پروفیسر میونسپل کمشنر وکیل ڈاکٹر اور مجسٹریٹ کا فرض ہو گا کہ وہ اس تمباکو کو چھین کر تلف کر دے۔

—— پشاور میں ایک نوجوان اس بات پر خودکشی کر لی کہ اُس کے باپ نے اُسے مری کی سیر کے لئے روپیہ نہ دیا۔

—— لندن اور برلن کے درمیان بطور تجربہ تار کے ذریعہ تصویریں بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ تجربہ کامیاب ہونے پر اُسے مستقل کر دیا جائے گا۔

—— ترکی میں ایک عورت قادری خانم کے خلاف اس الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ کہ وہ کمال پاشا کو قتل کرنے کے سازشیوں کی آلہ کار ہے۔

—— لاہور ۲۷ر جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ نوجوان بھارت سبھا میاں محمد صادق انسپکٹر پولیس کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی تجویزیں کر رہی ہے۔ کہ اُس ۱۹ر جولائی کے جلوس پر جس میں سردار منگل سنگھ مولانا ظفر علی ماخوذ کئے گئے تھے لاٹھیاں برسائی تھیں۔

—— نیویارک ۲۷ر جولائی۔ کیوٹو ایکو سے بلور کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ایک زلزلے میں جس نے ایک شہر تباہ کر دیا ۶ آدمی ہلاک ہوئے۔ ٹوکیو اور یوکوہاما جاپان میں بھی ہچکولے محسوس کئے گئے۔

—— کلکتہ ۲۵ر جولائی۔ ۱۵ سال کی ایک لڑکی رسشلا تا دیوی کے باپ پر جو کوبراج تھا اور جذام کا علاج کرنے میں ماہر خیال کیا جاتا تھا ایک فوجداری مقدمہ چل رہا تھا۔ بیٹی ہر روز دعا کرتی تھی کہ اس کا باپ بری ہو جائے۔ اُسے اطلاع ملی کہ اس کے باپ کو سزا مل گئی ہے۔ بس اتنی بات سے متاثر ہو کر اُس نے افیون کھا لی اور مر گئی تعجب کی بات یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی اُس کا باپ یہ خوشخبری لے کر گھر پہنچ گیا کہ عدالت نے اُسے بری کر دیا ہے۔

—— پیرس ۲۷ر جولائی۔ موسیو پوانکارہ وزیراعظم فرانس نے بیان کیا کہ میں عمل جراحی کرا رہا ہوں۔ اس لئے تین ماہ تک مجھے معطل رہنا پڑے گا۔ لہٰذا میں اپنے عہدہ سے مستعفی ہوتا ہوں۔

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس

زیر صدارت جناب نواب (مہارانا) نصر اللہ خاں صاحب والئے ریاست آمور کاٹھیاواڑ بتاریخ ۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء

جیسا کہ اخبارات میں اعلان ہو چکا ہے جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی آل انڈیا تبلیغ کانفرنس امسال سکھر (سندھ) میں بتاریخ ۲۷-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ہونا قرار پائی ہے۔ جس کی صدارت جناب نواب (مہارانا) نواب نصر اللہ خاں صاحب آف امبور نے منظور فرمالی ہے۔ استقبالیہ کمیٹی بن گئی ہے۔ جس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ بڑے پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ملک کے کونے کونے سے رہبران دینی خواہان قوم کا اجتماع ہونے کی توقع ہے۔ قوی امید ہے۔ کہ اس کانفرنس میں مسلمانوں کی مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ معاشرتی زندگی پر غور ہو کر کوئی عملی پروگرام پیش ہو گا۔ جو مسلمانوں کی دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہو گا۔ مجلس استقبالی کی رکنیت کا چندہ فقط پانچ روپیہ ہے۔ مسلمانان سندھ سے خاص طور پر اور مسلمانان ہند سے عام طور پر درخواست ہے کہ وہ فوراً مجلس استقبالی کا چندہ بھیج کر فہرست اراکین میں اپنا نام درج کرا لیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔ جملہ رقوم بنام سیکرٹری مجلس استقبالی آل انڈیا تبلیغ کانفرنس سکھر (سندھ) یا جنرل جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر بھیجی جائیں۔

سید غلام بھیک نیرنگ بی اے
معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر

راولپنڈی کا مناظرہ

اور

مولانا ثناء اللہ کی روداد!

(از قلم مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ)

(۲)

مولانا مناظرے کے وقت تو آپ کو حضرت مرزا صاحب کی کوئی عبارت یاد نہیں آئی اور آپ نے مناظرے میں اسے پیش نہیں کیا روداد مناظرہ لکھنے کے وقت اس کا پیش کر دینا انصاف سے دور ہے۔

اس وقت آپ کی حیثیت مناظر کی نہیں۔ بلکہ مناظرہ کے روداد نویس کی ہے جو کچھ وہاں ہوا۔ اسے من وعن لکھنا واقعہ نویس کا کام ہے۔ اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا فرائض واقعہ نویسی کے خلاف ہے۔ افسوس آپ نے اپنی شکست کو چھپانے کے لئے فرائض واقعہ نویسی سے انحراف کیا۔ اور کامیابی پھر بھی نہ ہوئی۔ اگر آپ اس روداد کو کسی اور کی طرف سے چھپوا دیتے تو آپ پر یہ حرف نہ آتا۔ مگر اس کا کیا علاج۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔

اب حضرت مرزا صاحب کی عبارت کی حقیقت سن لیجئے اس میں بھی آپ نے دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ اور کچھ کا کچھ بنا دیا۔ سنیئے حضرت مرزا صاحب کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معاذ اللہ تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا۔ انہوں نے الزاماً مولوی محمد حسین بٹالوی کا عقیدہ ان کے سامنے رکھا ہے۔ ورنہ حضرت مرزا صاحب کا اعتقاد اس کے بالکل برخلاف ہے۔ جس عبارت کو آپ نے نقل کیا ہے اگر اس سے آگے چار سطریں اور پڑھ لیتے تو ایسی جرات نہ کرتے۔ آئینہ کمالات اسلام کے اسی صفحہ پر جس سے آپ نے عبارت نقل کی ہے آپ کی نقل کردہ عبارت کے چار سطر بعد حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"اور اگر خلیل اللہ کے کلمات کی طرح ہمارا کوئی کلمہ کسی نادان کی نظر میں بصورت دروغ معلوم ہو تو یہ اس کی نادانی ہوگی"
(آئینہ کمالات ص ۳۷۹)

کیسے صاف الفاظ میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ جیسے خلیل اللہ کے سچے کلمات نادانوں کو بصورت دروغ نظر آئے ویسے ہی ہمارا کلمہ نادانوں کو دروغ نظر آتا ہے۔ ورنہ نہ تو خلیل اللہ ہی کا کوئی کلمہ دروغ تھا اور نہ ہمارا یہ ساری نادانوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ کیسے صاف الفاظ ہیں اور کیسے بلیغ طریقے سے دروغ کی نفی کی گئی ہے۔ مگر آپ کو اس سے کیا؟ آپ کو تو الزام لگانا ہے۔ سچ ہو یا جھوٹ۔ اس سے بحث نہیں۔ اس سے بھی زیادہ واضح اور عبارت ملاحظہ ہو جو اسی کتاب کے صفحہ ۴۸۲ پر درج ہے۔

"آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیا پر بھی یہی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ کی تہمت۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی پر یہی الزام کی۔"

کیوں مولانا! اب بھی معلوم ہوا یا نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ یہ غیر معقول اور گندہ عقیدہ آپ لوگوں کا ہے۔ براہ مہربانی اس کا جواب دیجئے۔ کیا ابراہیم علیہ السلام تین دفعہ جھوٹ بول کر کیوں اپنے منصب سے نہیں گرے۔ ادھر ادھر کی باتوں میں کاغذ سیاہ کرکے پبلک کو غلط فہمی میں نہ ڈالئے اور روداد نویسی کی مٹی پلید نہ کیجئے۔

مولوی صاحب میں نے یہ نہیں کہا کہ ملہم کا الہام حجت نہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ انبیا کی وحی تعلیم ہوتی ہے۔ ملہمین کے الہام تعلیم نہیں ہوتے آپ تعلیم کی بحث میں کسی الہام کو پیش نہیں کرسکتے۔ اس پر آپ نے کہا تھا کہ انا جعلناک المسیح الموعود الہام ہے اسے بھی چھوڑ دیجئے میں نے جواباً کہا تھا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو اس لئے مسیح موعود نہیں مانتے کہ انہیں الہام ہوا ہے کہ تم مسیح موعود ہو۔ بلکہ اس لئے مانتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی پیشگوئی میں مسیح موعود کے آنے اور اس کے ماننے کی تعلیم دی ہے ہمارا حضرت مرزا صاحب کو ماننا حضرت رسول مقبول صلعم کی تعلیم پر عمل ہے۔ ہاں الہام نے اس کی تصدیق کر دی اور ہم نے اسے سر آنکھوں پر لے لیا۔ اس پر آپ نے بجز خاموشی کے اور کچھ نہیں کہا۔ مگر روداد نویسی کے وقت کچھ کا کچھ لکھ دیا۔ کیا آپ کی شان علم و فضل اسی کی متقاضی تھی۔ کہ ہو کچھ اور لکھیں کچھ؟

آپ لکھتے ہیں "استنے میں سارے ہم چار بج گئے"۔ اور پہلے لکھ آئے ہیں

ص ۴

مراسلات

صدر دفتر کانفرنس میں اردو کے مرکزی کتابخانہ کی تحریک

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا مدت سے یہ خیال تھا کہ علی گڑھ میں اردو کا ایک مرکزی کتاب خانہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ کانفرنس گزٹ میں اس کے متعلق تفصیل سے لکھا گیا تھا۔ مگر عملاً اس سلسلہ میں کوئی قابل تذکرہ کام اب تک نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ سال جب کانفرنس کا سالانہ اجلاس اجمیر شریف میں منعقد ہوا تو اس کے متعلق ایک رزولیوشن اجلاس میں پاس ہوا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ لوگ اس مفید تجویز کو پسند کرتے ہیں۔ یہ رزولیوشن حسب ذیل ہے۔

"یہ کانفرنس اردو زبان کے تحفظ و ترقی کے لئے یہ ضروری سمجھتی ہے کہ ایک مرکزی کتب خانہ قائم کیا جائے۔ جس میں اردو کی تمام کتابیں جو ابتدا سے اب تک تالیف یا ترجمہ ہوئی ہیں۔ ترتیب زمانی کے لحاظ سے فن وار جمع کی جائیں۔ تاکہ اس کتب خانہ سے اردو زبان کی مکمل تاریخ مرتب ہو سکے۔ اور ابتدا سے اب تک جو اس زبان میں عہد بعہد تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اور جو تدریجی ترقی و وسعت اردو نے اختیار کی ہے اس کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ اور چونکہ کانفرنس کے پاس ایک وسیع و شاندار عمارت اور عملہ موجود ہے۔ اور علی گڑھ مسلمانوں کا تعلیمی مرکز ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ یہ مرکزی کتب خانہ مسلم یونیورسٹی کے پہلو بہ پہلو کانفرنس کی شاندار عمارت میں قائم کیا جائے اور صاحب استطاعت مسلمان و مصنفین اپنی تصنیفات اور ادبی ذخائر سے اس لائبریری کے قائم کرنے میں مدد دیں"۔

سردست کانفرنس کے پاس ایسے وسائل نہیں ہیں کہ وہ ہزاروں روپیہ خرچ کرکے اردو کتابیں جمع کر سکے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ جو لوگ اپنی مادری زبان سے کچھ بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ اس کام میں مدد دیں۔ اہل مطابع اور مصنفین اگر اپنے مطبوعات و تصنیفات کی ایک ایک جلد مرکزی کتاب خانہ کو عنایت کریں تو کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔ صاحب استطاعت اصحاب اس مقصد کے لئے روپیہ دیں۔ تاکہ وہ کتابیں جو ہدیۃً نہیں حاصل ہو سکتی قیمتاً خریدی جائیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اصحاب کے پاس اردو کی کتابیں ہیں جن کو وہ پڑھ چکے ہیں۔ یہ کتابیں وہ مرکزی کتابخانہ کو عطا کر سکتے ہیں۔ جو ان کے نام سے جمع ہوں گی۔

عام ناظرین اگر سردست اور کچھ مدد نہیں کر سکتے تو اتنا ہی کریں کہ اپنی کتابیں جو وہ پڑھ چکے ہیں۔ مرکزی کتاب خانہ کے لئے بھیج

---

۴ ص

تو آپ نے وقت مقررہ سے آدھ گھنٹہ زیادہ کیوں گفتگو کی۔ اگر کی تھی تو میرے خیالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اور پھر یہ لکھنا کیا معنے رکھتا ہے کہ ایک ایک سوال کے لئے مستقل وقت مقرر کرو؟ آپ کو چاہیئے تھا کہ شرائط کے وقت اس امر کو طے کر لیتے کیوں طے نہیں کیا؟ جب یہ طے ہو چکا تھا کہ فریقین آپس میں ایک دوسرے کی تعلیم پر تبادلہ خیالات کریں گے پھر میرے سوالوں پر اعتراض کیوں؟ اور بجائے دفاع کے جارحانہ پہلو اختیار کیا گیا پھبتی کس لئے؟ کیا یہ اعتراض آپ کی کمزوری کی دلیل نہیں؟

مولانا! میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق جناب یوسف علیہ السلام نعوذ باللہ ایک ایسا فعل کرتے ہیں جس پر جھوٹ اور جعلسازی دونوں کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"پھر جب حسب وعدہ ان کا پورا تیس بندھوا دیا کا حکم دیا تو اپنے بھائی کی بوری میں کٹورا رکھوا دیا۔ پھر چپکے سے انسپکٹر پولیس کو اس کی تلاش کا حکم دیا۔ تو ایک پکارنے والے نے پولیس کی طرح مقدمہ بنانے کو پکارا کہ اے قافلے والو تم چور ہو"۔

کیا آپ نے میرے اس سوال کا کوئی جواب دیا؟ جواب دینے کے بجائے مجھ ہی سے پوچھا کہ جعل اور جعل کا فاعل کون ہے۔ اور آیت کے کیا معنی ہیں۔ میں نے وہ بھی کر دیئے۔ مگر آپ کو نہ جواب دینا تھا نہ دیا۔ اب بھی موقعہ ہے۔ اور قلم آپ کے ہاتھ میں ہے جواب لکھ کر چھاپ دیجئے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں گا۔

کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ بھیجدیں۔ خصوصاً پرانے زمانہ کی چھپی ہوئی یا قلمی اردو کتابیں نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

خاکسار حبیب الرحمٰن خان شروانی (صدر یار جنگ) آنریری سکرٹری
آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ

علی پور میں "فتح کابل" کی خوشی میں جلسہ

ملانوں کی دریدہ دہنی کا دندان شکن جواب

ملانوں کی ذہنیت کچھ عجیب قسم کی واقع ہوئی ہے۔ باوجودیکہ انہیں اسلامی دنیا کے ہر میدان اور ہر جماعت کے مقابلہ میں شکست ہو رہی ہے لوگ ان سے سخت متنفر و بیزار ہیں۔ نوجوان انہیں ننگ اسلام سمجھ کر ان کے خلاف اعلان جہاد کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی ایسے پرجوش اور زمانہ شناس مسلمانوں نے ملانوں کے خلاف ہر ممکن حربہ استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ترکی و افغانستان میں انہیں بہت بری طرح دھتکارا جا چکا ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔

بارہا بہی خواہان اسلام اور ریڈران عظام ملانوں کو توجہ دلا چکے ہیں۔ کہ خدا کیلئے فتاوی تکفیر بند کرو۔ فروعات پر ایک دوسرے کو کافر بنا کر شیرازہ اسلام مت بکھیرو۔ ضرورت ہے کہ اتحاد عمل سے اپنی ترقی کے وسائل پیدا کرو۔ اسلامی اخبارات نے بھی نہ صرف ملانوں کی تکفیر بازی سے تنفر کا اظہار کیا ہے۔ بلکہ انہیں خدا۔ رسولؐ اور قرآن کے واسطے دے کر شرمندہ کیا ہے۔ کہ باہمی لڑائی چھوڑ دو۔ ایک ہو جاؤ اور ایک ہو کر اپنی قوم کو سر بلند بناؤ۔ مگر افسوس کہ ملانوں نے ایک نہ سنی اور برابر اپنی ضد پر مصر رہے

علی پور میں مناظرہ کے بعد کے حالات

مناظرہ کے بعد ملانوں کو مصلحت وقت یاد آ چکی تھی۔ اور خیال تھا کہ اب ملانے تکفیر بازی اور سب و شتم سے باز رہیں گے۔ لیکن خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ ملانوں نے مناظرہ کے بعد خیرہ چشمانہ افترا پردازی کا ثبوت دیا۔ یعنی کسی عبدالصمد صدر رستقبالیہ کمیٹی کے فرضی نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک خط بھیجوایا۔ کہ علی پور کے لوگوں پر اس مناظرے کا اس قدر بڑا اثر پڑا کہ چھیاسٹھ احمدی احباب میں سے اب صرف پندرہ باقی ہیں۔ فلعنة الله على الكاذبين حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مناظرہ کے بعد یہاں کے ایک نہایت ہی پرجوش اور تعلیم یافتہ نوجوان نے شرف احمدیت حاصل کیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے احمدی جماعت کا ایک سے سوگنا زیادہ ایمان بڑھ گیا ہے۔

ملاں سلطان محمود کی ہرزہ سرائی

اس جمعہ ملاں سلطان محمود خلاف امید علی پور آئے اور آتے ہی پیغام بھیجا کہ کیا جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مناظرہ تو نہیں کرنا چاہتے۔ جواباً کہا گیا کہ "اگر مزید شوق مناظرہ ہے تو آیئے ہم ہر وقت تیار ہیں"۔ ملاں جی نے کہا کہ "میں نہ پہلے مناظرہ کرنا چاہتا تھا۔ اور نہ اب اس غرض سے آیا ہوں"۔ مگر اس کے بعد یہ ہوا کہ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی ملاں جی نے پندرہ بیس ناخواندہ مسلمانوں کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لے دے شروع کر دی۔ اور آئندہ کیلئے بھی اعلان کیا کہ ہم ہر جمعہ اسی طرح مرزائیوں کے خلاف جلسہ کیا کریں گے

فتح کابل کی خوشی میں جلسہ

یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ ملانے نہ تو مقابلہ میں آتے ہیں اور نہ ہی دریدہ دہنی سے اجتناب کرتے ہیں۔ خدا جانے انہیں شتر مرغ کی چال میں کیا مزہ آتا ہے۔ خیر فتح کابل کی خوشی میں رات کو ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے افغانستان کے حالات پر واضح طور پر روشنی ڈالتے اور مسلمانوں کو جنرل نادر خان کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ جب تک "ملا ازم" صفحہ دنیا پر موجود ہے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کی ترقی کے سد راہ ہیں۔

اس کے بعد ملاں سلطان محمود کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "ضرورت اور سیرت" پر دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ جس کا سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور دعائے خیر پر جلسہ برخاست ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ ملانے سادہ لوح مسلمانوں میں احمدیت کے خلاف غلط بیانی سے بہت کچھ زہر پھیلا رہے ہیں۔ مگر امید ہے کہ خداوند کریم کے فضل اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے مسلسل لیکچروں سے چند دنوں تک فضا درست ہو جائے گی۔ اور

(بقیہ صفحہ ۲)

ایک نفرت انگیز منظر

یورپ کے بعض ممالک میں جو تہذیب نو کے کرشمے دیکھنے میں آتے ہیں
تین سال ہوئے مغربی منظر ہندوستان میں بھی باقی نہ رہی وہ ان ہی کی
گھٹے گھٹے جہانگیر تک رہا ہے تو کیا تعجب ہے۔ میں انگلستان گیا
بالمقابل ایک دن سمندر کے کنارے بطور سیر جا نکلے۔ سمندر میں مردوں
اور عورتوں کا مخصوص غسل لباس میں ملبوس نظر آتا۔ اور ان کے
جسم کے بالائی حصہ کا عریاں دکھائی دینا ایک معمولی بات ہے لیکن
جو بات ذہن میں نظر آئی اس نے لارڈ ہیڈلے جیسے آدمی کے
منہ سے جن کی نظرت میں یورپین سوسائٹی اور اس کی معاشرت کے اثرات
داخل ہیں حیرت اور نفرت کے وہ کلمات نکلوا دیئے۔ ہم نے دیکھا
ایک ہوٹل میں سے دو بلند بالا دوشیزہ لڑکیاں بغرض غسل نکلیں۔
وہاں عام رواج یہی ہے کہ ہر شخص جو اپنے گھر یا ہوٹل سے بغرض
غسل نکلتا ہے وہ غسل کے لئے لباس ساتھ لاتا ہے۔ سمندر
کے کنارے چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے ہیں جہاں تبدیلی لباس
کیا جاتا ہے۔ لیکن ان لڑکیوں نے سمندر پر جا کر تبدیلی لباس کی
تکلیف برداشت نہ کی۔ وہ ہوٹل ہی سے غسل کا لباس پہن کر
نکلیں۔ یہ لباس کیا تھا صرف ایک جانگیہ تھا جس نے کمر سے نیچے
ایک بالشت نیچے تک جسم کو ڈھک رکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ
ایک مختصر سے کپڑے نے ان کے سینہ کو برائے نام نظروں سے اوجھل
کر رکھا تھا۔ باقی تمام جسم اسی لباس میں ننگے جسم تھے۔ وہ پیدا ہوئی تھیں۔
لارڈ موصوف نے کہا کہ یہ چھوٹا سا یہ لباس نہ معلوم کہاں تک پہنچے گا
میں نے ہنس کر کہا اب پانی ہی باقی رہ گیا ہے۔ اگر اس حیا سوز
رسم کو نہ روکا گیا تو یہ بھی ہو کر رہیگا۔ میرا یہ جواب کسی قیاس پر مبنی نہ
تھا کیونکہ میں ایسی تصویریں پہلے ہی دیکھ چکا تھا جو عریانی پسند
سوسائٹی کی طرف سے شائع کی جاتی ہیں۔

ہندوستان میں بے نقابی کے خطرات

یہ داستان بے سبیل تذکرہ میں بیان نہیں کر رہا ہوں۔ اس کا
باعث اولیٰ وہ بے حیا بے نقابی ہے جو صدیوں سے یورپ میں
رائج ہے اور جس حیا سوز تہذیب کا آغاز ہم اپنی قوم اور سوسائٹی
میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پردہ کے متعلق سطور بالا میں مشرقی
اور مغربی تہذیب و تمدن کا ذکر کیا ہے یہ دونوں تہذیبیں افراط و تفریط
تھیں جو افراط و تفریط سے کیسے بچی رہتیں۔ مذہب اور تہذیب
قدیمہ نے بھی ان مذموم رواجوں کے سد باب کرنے میں کوئی حصہ
نہ لیا جس طرح انسانی تمدن کی ہر شاخ کی اصلاح حضرت خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے عمل میں آئی۔ اسی طرح
پردہ کے رواج نے بھی آپ کے ہاتھ سے اصلاح پائی۔ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ایسے وقت عرب میں پیدا ہوئے جب پردہ کے رواج میں عرب
کی عورتیں یورپین تہذیب کی طرف جا رہی تھیں وہ دراصل کوئی
فیشن نہ تھا۔ ان کی یہ نمائشی عریانی محض جذبات بہیمیہ کے تقاضہ
کا نتیجہ تھی۔ رحمۃ للعالمین نے آ کر طبقہ نسوان کو پردے کی قیود سے
آزاد کر دیا۔ جنھوں نے عورتوں کو زندہ درگور ہی نہیں کر رکھا تھا۔
بلکہ ان کی روزمرہ کی ضروریات کے پورا کرنے میں بھی حائج تھا۔
ہر ایک سوسائٹی مختلف طبقات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جن میں زیادہ
حصہ ان متوسط الحال لوگوں کا بھی ہوتا ہے جن کی بیبیاں حوائج
زندگی کے لئے اپنے گھروں سے باہر آنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ زراعتی
زندگی تو ہر ایک مرد اور عورت کو کھیت میں لے آتی ہے۔ علیٰ ہذا
اور بہت سے ایسے حالات ہیں جن میں پرانے انداز کا پردہ جو بدقسمتی
سے آج بھی مسلم گھرانوں میں نظر آتا ہے ایک مصیبت ہے اور جس قدر
جلد یہ اٹھ جائے اتنا ہی اچھا ہے (باقی آئندہ)

ضروری اطلاع

تمام احباب علی الخصوص سکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کو اطلاع دی
جاتی ہے کہ وقتی چندوں کی وصول کے لئے جو نئی رسیدات صاحبان کو بہم
کیا جاوے۔ مقررہ رقم کی رنگین مطبوعہ رسیدیں استعمال کی جائیں۔ سفید
سہ پرتی رسیدات جن پر کوئی رقم چھپی نہیں ہوتی۔ وہ صرف اپنی جماعت
سے چندہ ماہوار کے وصول کرنے کے واسطے استعمال کی جاویں اول
الذکر مطلب کے لئے ہرگز ہرگز استعمال نہ کی جاویں۔

انچارج دفتر تحصیل انجمن احمدیہ لاہور

تحریک قرضہ فنڈ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے انجمن کو مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے جو تحریک
معتقدین اور دیگر احباب میں کی ہے کہ ایک سال کے لئے حسب توفیق رقم قرضہ دی
جاوے۔ اس میں بعض احباب نے غیر معمولی دلچسپی لی ہے۔ چنانچہ چوہدری غلام حسن
خانصاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر پریالہ تحصیل وزیرآباد تحریر فرماتے ہیں
کہ "اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے اور باقی روپیہ قرض لیکر مبلغ اڑھائی
سو روپیہ ارسال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے استطاعت دی
تو میں یہ روپیہ چندہ میں منتقل کرا دوں گا۔"

مولوی عبدالرحمٰن صاحب سنوری حال دہلی تحریر فرماتے ہیں کہ کمیٹی تعمیر
احمدیہ بلڈنگ لاہور میں میرے ۔۔۔ روپیہ امانت جمع ہے وہ لے لی جاوے
باقی پونے دو سو روپیہ تیس روپے ماہوار کے حساب سے سابقہ ماہوار چندہ کے
ادا کروں گا۔ اس صورت میں میرا یہ روپیہ بطور چندہ ہوگا نہ بطور قرض!

جناب سید اللہ شاہ صاحب فتح جنگ کو خاص چٹھی سہواً نہیں بھیجی
گئی۔ مگر اخبار پیغام صلح میں پڑھ کر مبلغ چار سو روپیہ ارسال کر دیا اور تحریر فرمایا کہ
۔۔۔ چندہ فی کس تحریک میں بھی جلسہ سالانہ پر بیس روپے حاضر کر دونگا
گذشتہ ماہ ۔۔۔ جرمن مشن اور ۔۔۔ گورکھی ٹریکٹ سیریز کیلئے میں
روانہ کر چکا ہوں۔ دعا کیجئے کہ خداوند کریم ہمارے اخلاص و ایمان میں ترقی
دے۔ آمین۔"

جن احباب نے ابھی تک اس چٹھی کا جواب نہیں دیا ان کی خدمت میں
بحکم حضرت امیر یاددہانی کرائی گئی ہے۔ اخبار کے ذریعہ بھی عرض کیا جاتا
ہے کہ از راہ کرم جلد سے جلد قرضہ والی چٹھی حضرت امیر کا جواب ارسال
فرمادیں۔ ورنہ ان کے نام یاددہانی ہوتی رہے گی اور محصول ڈاک خرچ
ہوتا رہے گا۔

انچارج دفتر تحصیل۔

تحریک بیس روپیہ فی کس

دو ہفتے سے زیادہ عرصہ ہوا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ تحریک پیش کی تھی
کہ جلسہ تک ہر شخص کم از کم بیس روپیہ چندہ اپنے دوستوں وغیرہ سے جمع کر
کے لائے اس تحریک کے جواب میں شیخ عزیز احمد صاحب نے وزیرآباد
سے اٹھارہ روپے جمع کر کے روانہ کئے ہیں اور ابھی مزید رقم بھیجنے کا
وعدہ کیا ہے۔

میاں عزیز اللہ صاحب وکیل راولپنڈی نے مبلغ ۱۹ جمع کر کے
روانہ فرمائے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ماہ نومبر کے اختتام سے پہلے پہلے مبلغ ۲۵
بطور قرض بھیجدوں گا۔

منشی نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد نے وصولی چندہ کے
لئے رسید بک طلب کرتے ہیں جو بھیجدی گئی ہیں۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے چند گھنٹے اس کام پر
صرف کر کے تین سو اکسٹھ روپے داخل خزانہ کئے اور پچیس روپے کا
وعدہ لائے۔

جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے ۳۵۵ روپے نقد جمع کرائے
اور تین سو روپیہ کے وعدے لائے۔

مسلم ہائی سکول لاہور کے اساتذہ نے اور طلباء نے بڑے شوق اور
مستعدی سے اس کام کو ہاتھ میں لیا ہے اور سید غلام مصطفیٰ شاہ
صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر نے ایکہزار روپیہ سکول کی جانب سے
بطور چندہ جمع کر دینے کا ذمہ لیا ہے اور کام شروع کر دیا گیا ہے۔

جماعت لاہور بھی رسید بکیں لیکر یہ کام کر رہی ہے۔

دیگر مقامات کے احباب بھی مہربانی فرما کر رسید بک منگا کر کام
شروع کر دیں اور جلسہ سے پہلے جمع شدہ روپیہ اور رسید بکیں بھیجدیں
یا جلسہ پر ہمراہ لے آئیں۔ یہ کام ایک دو اشخاص کے کرنے کا نہیں۔ بلکہ کل
جماعت کی متفقہ جدوجہد کا محتاج ہے۔ جماعت کے چند افراد خواہ کتنی ہی
کوشش کریں لیکن اس سے اس قدر فائدہ نہیں جسقدر کہ جماعت کے
کل افراد کی متفقہ سعی سے سلسلہ اور قوم کو برکت اور نصرت مل سکتی ہے
حضرت امیر نے گذشتہ خطبہ جمعہ میں جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ضرورت
اس امر کی ہے کہ تمام احباب بڑے چھوٹے حتیٰ کہ عورتیں بھی اس وقت
دین اسلام کی خاطر تکلیف اٹھائیں اور کوئی شخص قاعدین اور مخلفین میں
سے نہ ہو۔

محفوظ سرمایہ تنظیم کا مصرف

ذیل میں ہم آغا ذوالفقار علی صاحب سکرٹری
اعزازی جمعیتہ الاسلامیہ بغداد کا مکتوب درج کرتے
ہیں جو آپ نے محفوظ سرمایہ تنظیم کے مصرف کے
متعلق الحاج سید غلام بھیک صاحب نیرنگ کی
خدمت میں لکھا ہے۔ اور جو ہمیں بغرض اشاعت
موصول ہوا ہے:۔ (مدیر)

مکرمی! السلام علیکم!

مکتوب گرامی دربارہ مصرف محفوظ سرمایہ تنظیم امرتسر جو اخبار
پیغام صلح مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا ہے جمعیتہ ہذا
کی مجلس مشاورت میں زیر بحث آیا اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ
میں آپ سے عرض کروں کہ یہ روپیہ مساجد کی اصلاح کے لئے جمع
کیا گیا تھا۔ اور اسی اپیل پر باشندگان ہند نے لبیک کہی تھی چنانچہ
اس جمعیت نے بھی یہی مدعا ظاہر کر کے ممبران و دیگر ہندوستانی
مسلمانوں کو اس میں شریک کیا تھا۔ اور مبلغ دو صد روپیہ کی رقم
روانہ کی تھی۔ اس وقت صرف آٹھ یوم کا نوٹس دیکر اس امانت
کو جو ایک دینی کام کے لئے ایک انجمن کے سپرد کی گئی تھی جنرل نادر
خاں کی امداد کے طور پر صرف کرنا نہ مذہباً جائز ہے نہ اخلاقاً
درست۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا نتیجہ آئندہ کے واسطے ایسے دینی
کاموں کے لئے مایوس کن ہوگا۔

اگر ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو یا قریشی صاحب ایسے
مدارس جاری نہیں کر سکتے جن کی بابت صاحبان موصوف نے
اخبار تنظیم میں بارہا شائع کیا تھا تو بہتر ہوگا کہ یہ تمام زر محفوظ
انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کے مدرسہ مبلغین کو دیدیا جائے۔ اور
منتظمین مدرسہ کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ اس روپے کو محفوظ
رکھیں اور اس کے منافع سے مدرسہ کی امداد کریں۔

آغا ذوالفقار علی سکرٹری اعزازی
جمعیتہ الاسلامیہ بغداد

اسلام کس طرح ترقی کر سکتا ہے؟

چونکہ مسلمانوں کا پیشہ زمینداری ہے اس لئے علم سے بے بہرہ
ہیں ان کی بے علمی کا ثبوت اس بات سے ظاہر ہے کہ جس گاؤں میں
میں رہتا ہوں اس میں ۹۳ فیصدی مسلمان ہیں۔ اور ۷ فیصدی ہندو
لیکن پڑھے ہوئے مسلمان صرف تین فیصدی اور پڑھے ہوئے ہندو
۷ فیصدی ہیں۔ اس تعداد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مسلمان
علم میں ہندوؤں سے کس قدر پیچھے ہیں۔ ہمیں دین اور دنیا سے آگاہ
ہونے کے لئے علم کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارا مذہب فلسفہ اور
سائنس کے نکات سے پُر ہے۔ اسی مذہب نے ہمیں سکھایا ہے کہ
علم حاصل کرنا ہر مومن مرد و عورت پر فرض ہے اگر مسلمانوں میں کچھ
علم ہوتا تو خاتم النبیین والی آیت کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ لیتے۔
مسلمانوں کی عقل میں بھی کیا فتور آ گیا ہے کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت
صلعم کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کو آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی کہتے
ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں زمین پر دمشق کے منارے پر سے اترینگے
اور مہدی کے ساتھ مل کر تمام دنیا کے غیر مسلموں کو قتل کریں گے۔
اور مہدی قریش میں سے ہوگا۔ کیونکہ خلیفہ کا قریش میں سے ہونا ضروری
ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ جس مقدس نبی نے اپنے خون کے پیاسے
دشمنوں کو رہا کر دیا اور اس وقت رہا کر دیا جبکہ وہ خود غالب تھا
اور بے رحم دشمن مغلوب۔ تو اس نبی کا ایک پیرو کس طرح اتنے
انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر سکتا ہے۔ قرآن مجید
پڑھتے بھی ہیں لیکن پھر بھی اس آیت پر ذرا غور نہیں کرتے کہ میں اس
دین کو قیامت تک دوسرے ادیان پر غالب رکھوں گا۔ اگر حضرت
عیسےٰ نے آ کر تمام مذہب کے آدمیوں کو قتل کر دیا تو غالب رہنا
کیا معنے رکھتا ہے۔ خدا کی طرف سے جس فرستادہ کو آنا تھا وہ آیا
اور چلا بھی گیا۔ میری مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے
اب اسلام اسی صورت سے ترقی کر سکتا ہے کہ تمام مسلمان اس

(بقیہ صفحہ ۴)

جب نکلا۔ ہاتھی سدھائے ہوئے کی طرح ٹوٹ پڑا۔ اور آتے ہی جھک کر اس پر اپنا دانت گاڑ دیا۔ اس کا ایک دانت سور کے پچھلے کلّے کو پھاڑ کر زمین میں دھنس گیا۔ سور چیخ و چلا اٹھا۔ لوگ واہ واہ کرنے لگے۔ مہاوت کے اشارے سے "کنتل" (ہاتھی) پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک اگلا پاؤں سور پر رکھکر اسے مسلنے لگا۔ نامعلوم اتنی مار کھانے اور اتنا خون بہ جانے پر بھی اس بدنصیب جانور کا دم اس کے سرتاپا زخمی جسم کے کس حصہ میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ رہ رہ کر چلاتا اور چیختا تھا۔ آخر اس کی آواز میں کمی ہونے لگی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کی کمزور آواز بالکل کمزور ہو گئی۔ اور چلانا بھی بند ہو گیا۔ ادھر وقت گذرنے اور سور کے چیخنے چلانے کی آوازوں کے بند ہو جانے پر لوگوں کی طبیعتیں تماشہ سے بھر گئیں۔ سور سے زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اس کی آواز بالکل بند ہو چکی تھی۔ مرا سمجھ کر مہاوت نے ہاتھی کو ہٹا لیا تماشائی تیوہار کی کامیابی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو سدھارے۔

آج چماروں کی قسمت چمکی ہوئی ہے۔ بہار کے علاقہ میں کئی جگہ یہ تیوہار منایا گیا ہے۔ جن جن کسانوں کے جانوروں (گئوؤں بھینسوں ہاتھیوں) نے اس "اودندھ" کی مبارک رسم میں حصہ لیا ہے۔ ان سے انعامات ملیں گے۔ اور مردہ سور خوراک کے لئے الگ۔ گوپال نگر کے چمار نے جب بڑے آنند سے سور کو لاٹھی کے سہارے کندھے پر اٹھا لیا۔ تو لڑکوں نے

اقتباسات

مسلمان اوڈوں پر زہرہ گداز مظالم

غالباً اوڈ قوم کے نام سے ہمارے قارئین واقف ہوں گے یہ پنجاب کی ایک مسلمان قوم ہے جو بھیڑوں کی تجارت کرتی ہے۔ ان کا کوئی خاص مستقر نہیں ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ سفر ہی میں رہتے ہیں۔ ان کی خانہ داری کا سامان اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس جنگل میں انہیں قیام کرنا ہوتا ہے وہاں یہ لوگ اپنے خیمے نصب کر لیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دو تین دن قیام کرتے ہیں۔ اور پھر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳ اپریل کی شام کو اس قوم کے ایک قافلہ نے رہتک سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر جاٹوں کے ایک گاؤں کے قریب قیام کیا۔ اس گاؤں کا نام بابر نوسی بتایا جاتا ہے۔ ۱۴ اپریل کو گاؤں کے کسی شریر جاٹ نے ایک مسلمان عورت کو چھیڑ دیا۔ اوڈ قوم فطرتاً نہایت غیور واقع ہوئی ہے۔ اس لئے جاٹ کی اس شرارت پر کچھ جھگڑا ہوا۔ اس جاٹ نے اپنے گاؤں میں جا کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اور فوراً ہی اس معمولی قضیئے کی خبر کو مختلف عنوانات سے پاس کے گاؤں میں پہنچا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار پانچ ہزار جاٹوں ان سمیٰ بھر غریب مسلمانوں پر چڑھ [illegible] ی۔ تھوڑی دیر تک بہادر مسلمان [illegible] ساتھ مدافعت کرتے رہے لیکن ان ظالم اور خونی جاٹوں نے ان کے خیموں میں آگ لگا دی جہاں ان کے چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں پناہ گزیں تھیں۔ یہ لوگ آگ بجھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور خونخوار جاٹوں نے ان کو دل کھول کر لوٹا اور زخمی کیا تین مسلمان اسی وقت شہید ہو گئے۔ اور پندرہ بیس کے قریب سخت زخمی ہوئے۔ کئی عورتیں اور بچے لاپتہ ہیں۔ جن کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ جاٹ زندہ پکڑ لے گئے۔ یا ان کی لاشوں کو چھپا دیا۔ مویشی تمام لوٹ لئے گئے ہیں۔ رہتک کے اکثر حکام ہندو ہیں۔ بالخصوص ڈپٹی کمشنر بہادر سکھ ہیں۔ اس ہندو گردی کے باعث جاٹوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو چکے ہیں کہ حکومت اور قانون دونوں کے خوف سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ باوجود مسلح پولیس کی موجودگی کے بھی جاٹوں نے لوٹ بند نہیں کی اور پولیس کے پہنچ جانے کے بعد بھی جاٹ برابر ان کے مویشیوں کو لے کر بھاگتے رہے۔

(الجمعیتہ)

خونیں سازشوں میں مسلمانوں کو بدنام کرنیکی سعی

ہندوستان کے طول و عرض میں جو خونی واقعات گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں ظہور میں آئے ہیں ان میں [illegible] سے ایک دو کے مسلمانوں کا کہیں نشان بھی نظر نہیں آتا۔ مقدمہ میرٹھ کے ۳۱ ملزموں میں صرف دو بولشویک مسلمان ہیں جن کے خیالات سے ہر شخص واقف ہے میرٹھ میں جن معزز اشخاص کی خانہ تلاشی ہوئی وہ سارے کے سارے ہندو اور آریہ سماجی ہیں۔ قتل سانڈرس کے جو اشخاص مرتکب ہوئے وہ قتل کرنے کے بعد ڈی اے وی کالج میں چلے گئے۔ اور شاید دوسرے راستے سے باہر نکل گئے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ آسان نہ تھا کہ وہ قتل کر کے ڈی اے وی کالج کے راستہ نکل جاتا۔ حادثہ اسمبلی میں جو دو ملزم گرفتار ہوئے ہیں وہ ہندو ہیں۔ کلکتہ میں جو اشخاص معہ بم سازی کے سامان کے گرفتار ہوئے ہیں وہ ہندو ہیں۔ وہ ہندو ہیں۔ بلاسپور میں بموں والا جو شخص گرفتار ہوا ہے وہ ہندو ہیں۔ بلاسپور میں بموں والا شخص جو گرفتار ہوا ہے۔ وہ بھی ہندو بیان کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ خونیں سازشیں صرف ہندو دنیا تک محدود ہیں۔ تو اس کی اس رائے کو آسانی سے غلط نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بعض حلقوں کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ ان سازشوں میں مسلمانوں کی شمولیت بھی ثابت کی جائے۔ چنانچہ قتل سانڈرس کے بعد جو دستی اعلان مختلف جگہوں پر چسپاں کئے گئے ان میں قاتل کو پٹھان ظاہر کیا گیا ہے۔ اب بموں کے سلسلہ میں جو اعلان لاہور کی بعض دیواروں پر پایا گیا ہے اس پر دستخط کسی "جی رسول" کے ہیں۔ کیا اس سے یہ مقصود نہیں کہ گورنمنٹ کا ذہن مسلمانوں کی طرف مائل ہو جائے۔ اور وہ بھی تلاشیوں اور قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ مسلمان ان سازشوں سے قطعاً الگ ہیں۔ اور ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ایسے بزدلانہ افعال سے ہمیشہ الگ رہیں۔

—— ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ سردار محمد عمر کو جو الہ آباد سے بھاگ کر افغانستان چلا گیا تھا بچہ سقہ نے گرفتار کر لیا ہے۔ خیال ہے کہ وہ اس کو انگریزوں کے حوالے کرے گا۔

خبریں

—— پشاور ۲۲ اپریل۔ کابل سے ایک مسافر آیا ہے۔ وہ فتح غزنی کی تصدیق کرتا ہے۔

—— شملہ ۲۲ اپریل۔ انجمن ہلال احمر ہند کو بین الاقوامی مجلس صلیب احمر نے باقاعدہ طور پر ایک آزاد قوم کی انجمن تسلیم کر لیا ہے۔ آئندہ سے کناڈا آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی انجمنوں کی طرح اس کو بین الاقوامی جلسوں میں رائے کا پورا حق حاصل ہوگا۔

—— پشاور ۲۳ اپریل۔ شہزادہ اسد اللہ خاں کو جو شاہ امان اللہ خاں کے سوتیلے بھائی اور جنرل نادر خاں کے بھانجے ہیں جن کی نسبت یہ افواہ اُڑائی گئی تھی کہ جنرل نادر خاں ان کی تخت نشینی کے لئے کوشاں ہیں بچہ سقہ نے قید کر لیا ہے۔ ان کے ہمراہ شاہی خاندان کے چار اور سردار بھی قید کر لئے گئے ہیں۔

—— پشاور ۲۳ اپریل۔ جرمدہ فرنٹیر ایڈووکیٹ پشاور رقمطراز ہے کہ گذشتہ جمعہ نماز جمعہ کے وقت بچہ سقہ اپنی فوج کا جائزہ لے رہا تھا تو ایک کوداستی سپاہی نے اُس پر بندوق سے فائر کر دیا۔ گولی بچہ سقہ کے پہلو سے پار نکل گئی۔ اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس حالت میں اس کو محل میں پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر علاج کر رہے ہیں۔ زخم بہت گہرا بتایا جاتا ہے۔ اور خیال ہے کہ شاید اس شدید زخم سے جانبر نہ ہو سکے۔

—— یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حملہ آور موقع پر گرفتار کر کے ملا شور بازار کے سامنے لایا گیا۔ [illegible] اس کے حکم سے حملہ آور کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر جسم کو کھولتے ہوئے [illegible] میں ڈال دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے حملہ آور کی بیوی جبراً لیفٹیننٹ [illegible] کے حوالے کر دی تھی جس سے غضب ناک ہو کر اس نے بچہ سقہ پر حملہ کیا۔

—— پشاور ۲۳ اپریل۔ روسی سفیر کابل سے ترمیز کے راستے ماسکو روانہ ہو گیا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ بعض سیاسی تعلقات کے سلسلے میں گیا ہے۔ سفارت خانہ بدستور کابل میں قائم ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں کے قلمی اشتہارات اور رسالے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ان میں لکھا تھا کہ میں کوہ دامن اور کابل کے باشندوں کو سخت سزا دوں گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کارروائی بچہ سقہ نے کی ہے۔ جو شاہ موصوف کے خلاف پروپیگنڈا کو تقویت دینے کے لئے عمل میں لائی جا رہی ہے۔

—— پشاور ۲۳ اپریل۔ علمائے پشاور کا وفد جو علمائے سمت مشرقی کے ساتھ شاہ امان اللہ خاں کے خلاف فتویٰ کفر کے سلسلے میں مناظرے کی غرض سے جلال آباد جا رہا ہے اس کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ علاقہ مہمند میں پہنچ گیا ہے۔ جہاں سے وہ حاجی صاحب ترنگزئی کی معیت میں روانہ ہو رہے ہیں۔ علاقہ مہمند کے سرداروں نے علمائے پشاور کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

—— بمبئی ۲۳ اپریل۔ آج صبح مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو گئی جس میں ایک قتل اور چھ شخص مجروح ہوئے۔ دونوں پارٹیوں کے سرغنے ہسپتال میں زخمی پڑے ہیں۔ لڑائی کی وجوہ معلوم نہیں۔

—— کلکتہ ۲۳ اپریل۔ بنگال میں طیارہ رانی کا کلب کھل چکا ہے عورتیں پرواز کی مشق کرنے لگی ہیں۔ شوق پرواز میں یورپین اور بنگالی خواتین دونوں حصہ لے رہی ہیں۔

—— مدراس ۲۲ اپریل۔ جنوبی کنارا کی ایک برہمن خاتون مس بی انندا بائی کا نام آج مدراس ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹوں کی فہرست میں داخل کر لیا گیا ہے۔ آپ دوسری خاتون ہیں جو مدراس ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ کا کام کرنے کے لئے منظور ہوئی ہیں۔ آپ سے پہلے مس دیوادوس ایڈووکیٹ بن چکی ہیں۔

—— حکومت آستانہ نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ جس مکان میں مصطفےٰ کمال پاشا اناطولیہ جانے سے قبل رہتے تھے اور جس میں بیٹھ کر انہوں نے ملک کو غلامی سے نجات دینے کا نقشہ تیار کیا تھا اس کو ایک عجائب خانہ بنا دیا جائے۔ یہ کوشش کی جائے گی کہ اس عجائب خانہ میں ہر وہ چیز موجود ہو جس کا تعلق ترکی انقلاب اور حکومت قومی کے آغاز سے کر اب تک رہا ہو۔

—— متل ۲۳ اپریل۔ کابل سے چند میل، دور قریہ سے ایک شخص یہاں آیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ کابل سے ۸ میل کے فاصلہ کے باہر بچہ سقہ کا کوئی اثر نہیں۔

—— چمن ۲۴ اپریل۔ قندھار سے چند آدمی آج یہاں پہنچے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ملکہ ثریا اور شاہ امان اللہ کی والدہ محترمہ ہرات اور اس کے نواح سے فوجیں جمع کر کے غزنی اور قندھار بھیج رہی ہیں۔

—— پشاور ۲۴ اپریل۔ بیان کیا جاتا ہے [illegible]

مسلمان اور سکھوں کو اس شک میں گولی کا نشانہ بنا دیا ہے کہ وہ شاہ امان اللہ کے لئے چندہ جمع کر رہے تھے۔

—— نئی دہلی ۲۳ اپریل۔ اسمبلی کے واقعہ بم کے معاملہ میں پولیس مقدمہ کی ترتیب کو ختم کرنے میں مصروف ہے۔ ۲۴ اپریل کو موجودہ ریمانڈ کے اختتام پر ایک اور ریمانڈ لیا جائے گا۔

—— پنڈت مالویہ آجکل [illegible] کے دورہ میں مصروف ہیں۔ اس دورہ کی غرض ہندو یونیورسٹی بنارس کے لئے چندہ جمع کرنا ہے۔

—— پشاور ۲۳ اپریل۔ بچہ سقہ نے اعلان شائع کیا ہے کہ جنرل نادر خاں اپنے وطن اور قوم کا غدار ہے۔ جو شخص اسے زندہ گرفتار کرے گا یا ہلاک کر کے اُس کا سر لائے گا اُسے چالیس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

—— بمبئی ۲۴ اپریل۔ کل ۱۱ بجے رات کالا چوکی کے قریب مسجد کے سامنے باجا بجانے پر فساد ہو گیا طرفین کے دس آدمی مجروح ہوئے۔ پولیس نے موقع پر پہنچکر مجمع کو منتشر کر دیا۔ بعد کی خبر ہے کہ اس فرقہ وارانہ فساد کے مجروحین میں سے دو آدمی آج سپیر کو انتقال کر گئے۔

—— مدراس ۲۳ اپریل۔ آسام اور بنگال کی کونسلیں توڑ دی گئی ہیں۔ اور نئے انتخابات ہونے والے ہیں۔ اگر ان انتخابات میں حامیان ترک موالات اور سائمن کمیشن کے مخالفین کی اکثریت منتخب ہو گئی تو حکومت دیگر صوبجات کے عام انتخابات کو ملتوی کر دے گی۔ ورنہ آئندہ جنوری یا اپریل میں انتخابات ہوں گے۔

—— تل ۲۴ اپریل۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جنرل نادر خاں اور شاہ محمد خاں ۲۴ ہزار کی جمعیت لے کر وردک پہنچ گئے ہیں۔ ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ جنرل نادر خاں ۲۶ اپریل کو کابل پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

—— تل ۲۴ اپریل۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرنیل نادر خاں کے تمام رشتہ دار جو کابل میں سکونت پذیر ہیں ملا شور بازار ان کی حفاظت کر رہا ہے

—— ریاستوں کے باشندوں کی آئندہ کانفرنس کے، جو بمبئی میں منعقد ہونے والی ہے مسٹر سی وائی چنتامنی صدر ہوں گے۔

—— ملکہ معظم نے ایک اعلان جاری کیا ہے جس میں اپنی صحتیابی پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے رعایا کے جذبہ وفاداری و محبت کا اعتراف کیا گیا ہے جس کا اظہار علالت کے دوران میں کیا گیا تھا ملکہ معظم لکھتے ہیں کہ محبت و خلوص کے ان مظاہروں کا اثر میری طبیعت پر بہت خوشگوار پڑا ہے۔

—— نیز فرمایا ہے کہ میں ابھی سرکاری مراسم و تقریبات میں شامل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس موقع کا منتظر ہوں۔

—— بچہ سقہ آج کل جنرل نادر خاں اور اس کے بھائیوں کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ اُس نے مختلف علاقوں میں مطبوعہ اشتہار تقسیم کرائے ہیں جن میں دیگر الزامات کے علاوہ لکھا ہے کہ جنرل موصوف اپنے قیام یورپ میں سؤر کا گوشت کھاتے تھے۔

—— خبر ہے کہ جنرل نادر خاں اور ان کے بھائی شاہ امان اللہ خاں کے حکم کے مطابق کابل پر فوری حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

—— فتح غزنی کی مزید تصدیق ہو گئی ہے۔

—— کلکتہ ۲۵ اپریل۔ اخبار فارورڈ اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ مقدمہ سازش میرٹھ کے ثبوت میں حکومت انگلستان سے گواہ طلب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقدمہ میں قریباً چار سو گواہ پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

—— شملہ ۲۵ اپریل۔ مجلس تحقیق عمر رضامندی آج کل اپنی سفارشات مقام منصوری مرتب کر رہی ہے۔

تازہ خبریں

— پشاور ۲۵ر اکتوبر - غازی محمد نادر خاں نے سردار فیروز خاں کو اپنا وزیر خارجہ مقرر کیا ہے اور مرزا محمد خاں کو ان کے نائب کا عہدہ سپرد ہوا ہے۔ نیز شہریار غازی نے جو پیغام قبائل سمت مشرقی کے نام بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ ان کے بھائی عنقریب ان کے درمیان پہنچ جائیں گے اور یہ امر یقیناً بادشاہ افغانستان اور اس کی رعایا کے درمیان رشتہ محبت واخلاص کو استوار بنانے کا باعث ہوگا۔

— غازی ممدوح نے باشندگان کابل سے دس لاکھ روپیہ کابلی کی فراہمی کے لئے جو اپیل کی تھی اس کا اطمینان بخش جواب دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک بہت بڑے تاجر نے ایک لاکھ روپے کی گرانقدر رقم پیش کی ہے۔

— غازی ممدوح نے اب اپنی جائے سکونت قلعہ ارگ میں تبدیل کرلی ہے۔

— بمبئی ۲۷ر اکتوبر - افغان قونصل بمبئی کا بیان ہے کہ ۲۲ر اکتوبر کو بمقام جبل السراج بچہ سقہ و سید حسین اپنے ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوگیا ہے۔ اب ہر طرح سے امن قائم ہے۔ سمت شمالی کے تمام باشندوں نے غازی نادر خاں کی اطاعت قبول کرلی ہے۔

جدید حکومت افغانستان کی ہیئت ترکیبی حسب ذیل ہے:-

(۱) سردار شاہ ولی خاں بوقت ضرورت وکیل اعلیحضرت کے فرائض انجام دیں گے۔
(۲) غازی شاہ محمود خاں وزیر مدافعت وحفاظت ملک۔
(۳) سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ۔
(۴) سردار محمد ہاشم خاں وزیر داخلہ۔
(۵) سردار شیر احمد خاں وزیر عدالت۔
(۶) سردار علی محمد خاں وزیر تعلیم۔
(۷) سردار محمد ایوب خاں وزیر مالیات۔
(۸) سردار علی احمد خاں وزیر دربار۔
(۹) سردار محمد اکبر خاں وزیر تجارت۔

غازی امان اللہ خاں کے عہد میں سردار فیض محمد خاں وزیر تجارت سردار شیر احمد خاں صدر کونسل آف سٹیٹ اور محمد ایوب خاں جنرل سکرٹری امان اللہ خاں تھے۔

— لاہور ۲۸ر اکتوبر - میاں علم دین کے والد میاں طالع مند نے حسب ذیل برقی پیغام میانوالی سے روانہ کیا ہے۔ ہم یہاں راجپال کے قاتل علم دین کی شہادت کے دن کا انتظار ۲۳ر اکتوبر سے کر رہے ہیں۔ کیونکہ ڈپٹی کمشنر لاہور نے ہمیں یہی اطلاع دی تھی۔ مہربانی فرماکر پھانسی کی تاریخ کا پتہ لیکر اطلاع دیں۔ اور ساتھ ہی میاں علم دین کی وصیت کے مطابق اسے لاہور میں دفن کرنے کی اجازت حاصل کریں۔

میاں طالع مند کا ایک خط جو منشی طاہر دین کو موصول ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ جس وقت ہم ملاقات کے لئے اندر جانے لگے تو برخوردار نے کہلا بھیجا کہ جو میرے سامنے آکر روئے گا میں اس سے نہیں بولونگا ہم خوشی خوشی برخوردار سے ملے رہیں پانچ دستوں میں تقسیم کردیا گیا۔ ہر دستے میں ۱۴-۱۴ آدمی تھے۔ جب پہلا دستہ برخوردار کے پاس گیا تو برخوردار کھڑا ہوگیا۔ دوسرے اور تیسرے دستے میں صرف عورتیں تھیں برخوردار نے اپنی والدہ سے کہا کہ اماں خدا کا شکر کرو کہ میں ایسی شاندار موت مر رہا ہوں جو حقیقت میں موت نہیں۔ برخوردار کا روزہ تھا لیکن وہ سب کو پانی پلاتا تھا۔ آپ نے کہا کہ میرے جنازے کو لاہور لیجائیں میں نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے کہدیا ہے کہ وقت مقررہ پر میرے ہاتھ نہ باندھیں کیونکہ میں خود بھاگ دوڑ کی طرح جان دینا چاہتا ہوں۔ اور رسہ کو بوسہ دیکر پھانسی کے تختہ پر چڑھوں گا۔ آپ نے اپنے بھائی سے کہا کہ میرے بعد تم اکیلے نہیں بلکہ سب مسلمان تمہارے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ہندوؤں کے ساتھ کوئی عداوت نہیں جب میں لاہور جیل میں سردار بھگت سنگھ سے ملا تھا تو میں نے انہیں کہدیا تھا کہ راجپال مفسدہ پرداز تھا جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ جس ملک میں میرے آقا ومولا کے خلاف ذرا بھی کہا جائے اس میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

آپ نے کہا کہ میں کچھ شعر لکھ رہا ہوں وہ آپ کو آخری ملاقات پر دونگا آپ نے وصیت کی کہ میری قبر کچی ہو اور مجھے خاندانی قبرستان میں دفن کیا جائے آپ کا وزن آج کل ۱۴۰ پونڈ ہے۔ ۲۲ رمئی ۱۹۲۹ء کو آپ کا وزن ۱۲۰ پونڈ تھا۔

— لاہور ۲۶ر اکتوبر - گورنر پنجاب نے آج شام کو مزدور کمیشن کے اعزاز میں ایک عظیم الشان گارڈن پارٹی دی۔

— رگبی ۲۵ر اکتوبر - فسادات فلسطین کے تحقیقاتی کمیشن نے کل بمقام یروشلم سر والٹر کی صدارت میں اجلاس شروع کیا۔ حکومت فلسطین اعراب اور یہودیوں کے وکلا حاضر تھے۔ سر والٹر شعنوں نے کہا تھا کہ میرا اجلاس سرعام ہونا چاہیئے۔ امید ظاہر کی کہ فریقین کمیشن کو کامل امداد بہم پہنچائیں گے۔ آپ نے کہا کہ تحقیقات کا مقصد یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم اور اعتماد بحال کیا جائے۔ کیونکہ اسی پر فلسطین کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

— لاہور ۲۶ر اکتوبر - مزدور کمیشن نے آج دو گواہوں کی شہادتیں قلمبند کیں۔

مسٹر داس رجسٹرار انجمن امداد باہمی نے بیان کیا کہ قرضہ دینے کا طریق انجمن ہائے امداد باہمی میں ناکام ثابت ہوا ہے۔

مسٹر آر سی راؤ نے ڈائرکٹر صنعت وحرفت نے کارخانہ شاہدرہ کے مزدوروں کی حالت پر روشنی ڈالی۔ شہادت ختم ہوئی تھی کہ اجلاس برخاست ہوگیا۔

— لاہور ۲۶ر اکتوبر - سردار محمد عمر خاں کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے دوبارہ گرفتار کرکے ایک سارجنٹ کی حراست میں یورپین حوالات میں بھیج دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اب کے وہ پھر علالت کی وجہ سے حکام کے پاس رپورٹ کرنے سے قاصر رہے۔

— یروشلم ۲۶ر اکتوبر - تاریخ فلسطین میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ فلسطین کی مسلم خواتین بے نقاب ہوکر کسی اجنبی کے روبرو آئیں عرب خواتین کی کانگرس کا ایک وفد جس میں فلسطین کے تمام علاقوں کی مسلم اور عیسائی خواتین شامل تھیں۔ نقاب اٹھائے ہوئے ہائی کمشن کے روبرو پیش ہوا۔ انہوں نے ہائی کمشن کے سامنے کانگرس کی منظور کردہ ایک قرارداد پیش کی جس میں اعلان بالفور۔ یہودیوں کے فلسطین میں نقل مکان کرکے آنے اور عرب قیدیوں کے خلاف پولیس کی بیان کردہ بدسلوکی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی تھی۔

— لاہور ۲۰ر اکتوبر - آریہ سوراجیہ سبھا کی درخواست پر آنریبل مسٹر وی جے پٹیل پریذیڈنٹ اسمبلی نے لالہ لاجپت رائے کے مجسمہ کو بے نقاب کرنے کی رسم ادا کرنا منظور کرلیا ہے۔ یہ مجسمہ کانگرسی ہفتے کے دوران میں سبھا کے زیر اہتمام نصب کیا جائے گا۔

— ۲۵ر اکتوبر - لارڈ ارون جس مقصد کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے اس میں انہیں ایک حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ ہزاکسلنسی نے برسراقتدار حکومت ہی کو نہیں بلکہ مخالف پارٹی کے رہنماؤں کو بھی اس امر کا یقین دلایا ہے کہ حکومت برطانیہ کے لئے بہترین طریق عمل یہی ہے کہ وہ اس بات کا اعلان کر رہے ہیں۔ کہ ہندوستان کی سیاسی ترقی کی طرف جو قدم بھی اٹھایا جائے گا اس میں محض سائمن کمیشن اور سنٹرل کمیٹی کی آراہی کو دخل نہ ہوگا۔ بلکہ ہندوستان کی رائے عامہ کو بھی وقعت دی جائے گی۔ وائسرائے نے اس نکتہ خیال پر حکومت کو متفق کرنے کے بعد اس بات کا بھی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہندوستانی رہنماؤں کو اس مقصد کے لئے جو دعوت دی جائے گی اس کی نوعیت کیا ہوگی۔

لارڈ ارون عنقریب اعلان کریں گے کہ حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ سائمن رپورٹ شائع ہونے کے بعد پارلیمنٹ کی مختلف جماعتوں کی ایک مشترکہ کمیٹی کے سامنے پیش کی جائے گی۔ جو رپورٹ پر اور ان تجاویز پر جو ہندوستانی رہنماؤں کی طرف سے رپورٹ کے ساتھ شامل کی جائیں گی غور کرے گی۔ ہندوستانی رہنماؤں کو دعوت یا تو وزیر اعظم خود ہی دیں گے یا اس مشترکہ کمیٹی کے صدر کی طرف سے دی جائے گی۔

— مسٹر نکل ڈپٹی کمشنر لاہور کی جگہ مسٹر لین رابرٹ ڈپٹی کمشنر ہوکر آگئے ہیں۔ اور انہوں نے آج چارج لے لیا ہے۔ اور مسٹر نکل رخصت پر جا رہے ہیں۔

— لندن ۲۵ر اکتوبر - سدرلین ڈاکلیمنٹ ایسوسی ایشن (جنگ عظیم کے نقصانات کا معاوضہ طلب کرنے والے ملکیوں کی جماعت) ۲۲ ہزار دعویداروں کی طرف سے حکومت برطانیہ کے خلاف ۶۴ کروڑ ۴۰ لاکھ پونڈ کے ہرجانہ کا دعوےٰ دائر کیا ہے۔ یہ دعوےٰ اگلے مہینے قانونی عدالت میں پیش ہوگا۔ اتنی بڑی رقم کا دعویٰ آج تک حکومت کے خلاف نہیں ہوا۔

— لندن ۲۴ر اکتوبر - معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ سہ شنبہ کو چیکا (روسی پولیس) نے خفیہ تحقیقات کے بعد ۱۵ اشخاص کو قتل کیا۔ سب سے زیادہ دلچسپ مقدمہ ایک مذہبی جماعت کے متعلق ہے جو کوہ قاف میں کلیسا کے زیر نگرانی قائم تھی۔ اس کا اہتمام ایک کونسل کے ہاتھ میں تھا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں کی یادگار میں "ایک استاذ اور ۱۲ رسولوں" کے نام سے منسوب تھی۔ اس کونسل میں حکومت زار کے سابق اعلیٰ عہدیدار اور روسی خانقاہ کی "سابق بڑی اماں" شامل ہیں۔ استاد اور تمام بارہ رسولوں کو نشانہ بندوق بنا دیا گیا۔ خفیہ پولیس کا بیان ہے کہ استاد نے اقبال جرم کیا۔ اور کہا کہ اسلحہ اور رسد فراہم کرنے کے لئے اس جماعت نے وسیع انتظام کر رکھا ہے۔ تاکہ بغاوت کے برپا کرنے کے وقت انہیں کام میں لائے۔ اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ تمام روس میں اس کی جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں۔

— جدید حکومت افغانستان کے کابینہ وزارت کے ارکان کے تقررات کے علاوہ مزید تقررات حسب ذیل عمل میں آئے ہیں:-

(۱) مرزا محمد خاں نائب وزیر خارجہ
(۲) مسٹر گل محمد خاں قائم مقام وزیر داخلہ
(۳) حضرت شیر آغا خاں وزیر عدلیہ
(۴) قاضی میر محمد خاں نائب وزیر عدلیہ
(۵) مرزا محمد حسین خاں نائب وزیر مالیہ
(۶) محمد حسین خاں آفندی نائب وزیر تجارت۔
(۷) اللہ نواز خاں وزیر دربار
(۸) غلام محی الدین خاں نائب وزیر دربار
(۹) محمد گل خاں قائم مقام میر آخور
(۱۰) احمد گل خاں۔ میر آخور
(۱۱) مرزا نوروز خاں چیف سکرٹری۔
(۱۲) عبدالغنی خاں صدر بلدیہ کابل۔
(۱۳) مرزا سید کمال خاں کماندار اعظم صیغہ امنیت۔
(۱۴) عبدالجبیل خاں جنرل آفیسر کمانڈنگ افواج کابل۔
(۱۵) جانباز خاں قائم مقام گورنر قندھار۔
(۱۶) عبدالغنی خاں قائم مقام جنرل آفیسر کمانڈنگ قندھار۔
(۱۷) مہردل خاں قائم مقام گورنر وکماندار اعظم ہرات۔
(۱۸) عبدالرحیم خاں قائم مقام گورنر مزار شریف۔
(۱۹) عطا محمد خاں جنرل آفیسر کمانڈنگ مزار شریف۔
(۲۰) محمد اکلیل خاں قائم مقام گورنر بدخشاں۔
(۲۱) محمد ہاشم خاں قائم مقام کمشنر جلال آباد۔
(۲۲) مرزا محمد خاں جنرل آفیسر کمانڈنگ جلال آباد۔
(۲۳) محمد عمر خاں قائم مقام کمشنر وجنرل آفیسر کمانڈنگ گردیز۔
(۲۴) نور محمد خاں گورنر میانہ۔
(۲۵) نائب سالار غلام نبی خاں گورنر وجنرل آفیسر کمانڈنگ سمت شمالی

تازہ خبریں

اعلیحضرت محمد نادر خان کی حکومت کے تسلیم کئے جانے پر ادارہ انقلاب کی طرف سے مبارکباد کا جو تار بھیجا گیا تھا اس کے جواب میں مندرجہ ذیل برقیہ موصول ہوا ہے:

کابل - ۲۱ - نومبر۔ ۴ بجے شام۔ روزنامہ انقلاب لاہور آپ کا تار اعلیحضرت کی بارگاہ میں پیش کر دیا گیا۔ اعلیحضرت آپ کے جذبات عقیدت پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں۔

انگلستان کے سیاسی نامہ نگار کا خیال ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کے حل کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ امیدواروں میں مسٹر اے کے فضل الحق اے ایف رحمان اور کمار شبنکھا ایشور رائے سابق صدر کونسل بنگال کے نام لئے جاتے ہیں۔

کشمیر ۲۱ - نومبر۔ مہاراجہ کشمیر نے سیلاب زدوں کی امداد کے لئے ۷ ہزار روپیہ مالیہ اراضی معاف کیا اور ۱۹ ہزار روپیہ بطور تقاوی تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ بطور خیرات بھی کچھ رقم منظور کی ہے۔ نیز آئندہ خطرات سے بچنے کے لئے دریائے جہلم کی روانی کو دوسری طرف بدلنے کی کارروائی کی جا رہی ہے۔ میرپور کے پاس ایک نہر تعمیر کرنے کے لئے اسٹیمیٹ تیار ہو رہا ہے۔

لاہور - ۲۱ - نومبر۔ حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۹ء کو پنجاب یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوگا۔ اس لئے اس روز لاہور کے تمام سرکاری دفتروں اور عدالتوں کو تعطیل منانی چاہئے۔

نئی دہلی - ۲۱ - نومبر۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ رائل انڈین میرین کے کمیشنڈ افسروں اور دیگر چھوٹے افسروں اور سپاہیوں کو بھی آرڈر آف میرٹ کا تمغہ اسی طریقہ اور قواعد کے مطابق دیا جائے جس طرح ہندوستانی فوج کے ہندوستانی افسروں اور دوسرے سپاہیوں کو دیا جاتا ہے۔

نئی دہلی - ۲۱ - نومبر۔ سر جارج شسٹر ایک ہفتہ اور انگلستان میں ٹھہریں گے اب وہ ۳۰ دسمبر تک بمبئی نہیں پہنچ سکتے۔

لاہور ۲۲ - نومبر۔ "انقلاب" رقمطراز ہے کہ سرایانوالا بازار لاہور کے سرے پر مسلمانوں نے ایک بورڈ لگایا ہے جس پر یہ الفاظ لکھے ہیں:

میاں علم الدین غازی بازار۔

بمبئی ۲۲ - نومبر۔ سوامی آنند (کانگرسی) کی کوششوں سے بمبئی میں گلاب وادی رام چندر مندر اچھوتوں کے لئے کھل گیا ہے۔

لاہور ۲۳ - نومبر بیان کیا جاتا ہے کہ لاہور کے جدید ڈپٹی کمشنر مسٹر ایرش نے مقامی مجسٹریٹوں کے آئندہ اجلاس کانگریس کے متعلق صورت حالات پر غور کرنے کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ آج ڈپٹی کمشنر کے کمرہ میں سب مجسٹریٹوں کا جلسہ ہوا اور دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔

شملہ - ۲۲ - نومبر۔ منڈی ہائیڈرو الیکٹرک سکیم کی مجلس تحقیقات کے صدر رچونی لال سیتلواد مقرر ہوئے ہیں۔ مجلس مذکور میں مسٹر حبیب اللہ لفٹنٹ رنبیر سنگھ۔ موہن لال۔ مسٹر دینا ناتھ شامل ہوں گے۔ یو۔ پی اور مدراس کے دو ماہر انجینئر بھی متعین کئے گئے ہیں۔

میسور - ۲۲ - نومبر۔ آج وائسرائے اور لیڈی ارون معہ رفقا یہاں پہنچے۔ مہاراجہ میسور اور حکام ریاست نے ان کا خیر مقدم کیا۔ دوپہر کے بعد یہ جماعت کارپور کو روانہ ہو گئی۔

۲۰ - نومبر کو بدھ کے روز مسٹر کے ایل بکرجی ڈپٹی مجسٹریٹ علی پور نے مسٹر سبھاش چندر بوس۔ مسٹر کرن شنکر۔ ڈاکٹر جے ایم داس گپتا اور ۹ دیگر اشخاص کے خلاف بغاوت اور سازش کے جرم عائد کئے۔ ایک ملزم مسمی مجے کرشنا ایم ایل سی نے معافی طلب کی۔ اس لئے ان کے خلاف جرم واپس لیکر انہیں بری کر دیا گیا۔

امرتسر - ۲۳ - نومبر۔ رام باغ میں لکڑی کے ایک گودام کو آگ لگ گئی۔ اس کے ساتھ والی ایک دکان بھی جل اٹھی۔

لاہور - ۲۴ نومبر۔ مقدمہ سازش لاہور کے آغاز میں جو ملزمان مفرور تھے جن میں سے یسپد راجگورو عرف ایم اور ہے کمار سنہا گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ پولیس ایک اور مفرور کو گرفتار کر کے لاہور لے آئی ہے جس کا نام کنہیا لال ہے۔ اب مقدمہ ہذا میں چھ مفرور ملزمان رہ گئے ہیں جن کے اسماء یہ ہیں بھگوان چرن پنڈت جی۔ چندر شیکھر آزاد۔ کیلاش پتی۔ کالیچرن اور یشپال ہیں۔

لاہور ۲۴ - نومبر۔ آج رات کے ساڑھے ۸ بجے دیوان جیت رام کی سرائے واقع رام گلی میں تین دھماکوں کی آواز سنائی دی۔ بہت سا لوگ فوراً وہاں پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ آگ وغیرہ کچھ نہیں تھی اور وہاں سے گندھک کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ پولیس کو خبر کی گئی۔ تمام اعلیٰ پولیس افسر ڈی۔ آئی۔ جی۔ مسٹر ہارکن۔ خان بہادر عبدالعزیز اور دیگر پولیس افسر موقعہ واردات پر پہنچ گئے۔ رائے صاحب لالہ ٹھاکر رام سٹی مجسٹریٹ بھی وہاں پہنچ گئے۔ سرائے کے ایک کمرہ میں دو بنگالی بیہوش پائے گئے۔ پولیس کے آنے پر ایک کو ہوش آگیا۔ اس نے کہا کہ ہم مقدمہ سازش لاہور کے سلطانی گواہ کا بیان سننے کے لئے یہاں آئے تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ بم بنا رہے تھے اور بنانے کے دوران میں آتشگیر مادے پھٹ گئے اور دھماکے ہوئے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مقدمہ سازش لاہور کے مفرور ملزمین میں سے ہیں۔ انہوں نے پولیس کے سامنے بیان دینے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارا مقصد فوت ہو چکا ہے۔ ہم اب عدالت کے سامنے ہی بیان دینگے۔ دھماکوں کی آواز سنکر بہت سے لوگ سرائے کے باہر جمع ہو گئے۔

کولمبو - ۲۰ نومبر۔ ڈاکٹر وارونوف جو ایک مشہور سائنسدان اور بوڑھوں کو نوجوان بنانے کے فن میں خاص کمال رکھتے ہیں کولمبو پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے ایک ملاقات کے دوران میں فرمایا "میرا مقصد حیات یہ ہے کہ اپنی زندگی میں دیکھ لوں کہ میرا طریق علاج تمام دنیا میں رائج ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انسان ایک سو پانچ سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اگرچہ موت پر فتح پانے کیلئے کوششیں کی جا رہی ہیں لیکن انسان ان میں کبھی کامیاب نہیں ہوگا"۔

رگبی - ۲۰ نومبر۔ غیر ممالک کے لئے تجارت کے محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ سر ازمیرا اوت سے جن کو روس کی سفارت تفویض کی گئی ہے۔ اس امر کے لئے تیار ہیں کہ ایسی تجارتی کمپنیاں اور افراد جو روس کے ساتھ تجارت کرنے کے خواہشمند ہیں۔ ان سے ضروری مشورہ حاصل کریں سر ازمنڈ سے اس ضمن میں غیر ممالک کے ساتھ تجارت کے محکمہ میں ملاقات کی جا سکتی ہے۔

لندن - ۲۱ نومبر۔ طیاروں کا ایک اس قسم کا بیڑہ تیار ہو رہا ہے جن میں متعدد کمرے ہوں گے اور ریلوے گاڑیوں کی مانند سونے کا کمرہ۔ تمباکو پینے کا کمرہ۔ ہوٹل وغیرہ سامان آرائش سے آراستہ ہوں گے۔ یہ بیڑا شاہی محکمہ پرواز کے لئے تیار کیا گیا ہے اور لندن اور ہندوستان کے سفر میں استعمال کیا جائے گا۔

رگبی - ۲ نومبر۔ ہوائی ڈاک کا جہاز جو بجائے اتوار کے جمعرات کو کراچی سے روانہ ہوا تھا۔ آج کرائیڈن کے ہوائی مستقر میں پہنچا یہ جہاز تینتیس ہزار خطوط ہندوستان لیکر آیا ہے۔

لندن ۲۱ - نومبر۔ بنک آف انگلینڈ کے سود کا نرخ ساڑھے پانچ فیصدی تک گر گیا ہے۔ گذشتہ ۲۶ ستمبر کو اس کا نرخ ½ ۶ فیصدی کر دیا گیا تھا۔

ماسکو ۲۰ نومبر۔ ہنراوسنک کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ ۱۷ نومبر کو روسیوں کی فوج نے چینیوں کو پسپا کر کے ان کا تعاقب کیا۔ آٹھ ہزار سے زیادہ چینی سپاہیوں سے ہتھیار چھین لئے گئے اور دس ہزار رائفلوں - بہت سی بھاری توپوں - گولہ بارود اور دیگر سامان جنگ پر قبضہ کر لیا گیا۔

لندن ۲۲ - نومبر۔ "سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور" کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے - جمہوریہ سوویٹ کی مرکزی انتظامی مجلس نے ایک حکم شائع کیا ہے کہ سوویٹ کے کام کے لئے غیر ممالک کو گئے ہوئے تمام روسی باشندے جو روس کو واپس آنے کے حکم کی تعمیل سے انکار کریں گے سخت غداری کے مجرم قرار پائیں گے۔ وہ فوراً قانونی حفاظت سے خارج کر دئے جائیں گے اور ان کا تمام سامان قرق کر لیا جائے گا۔

طہران ۲۲ - نومبر۔ حکومت ایران نے سرکاری طور پر اعلیحضرت محمد نادر خان غازی کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔

جنیوا - ۲۲ نومبر۔ یقین کیا جاتا ہے کہ حکمداری کا کمیشن حکومت برطانیہ کی اس تجویز کا حامی و مؤید نہیں۔ کہ یروشلم میں "دیوار ماتم" کے مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک مخلوط کمیشن مقرر کیا جائے۔

یروشلم ۲۲ نومبر۔ "قانون سزا ہائے مجموعی" کے ماتحت پہلی سزا ہبرون کے گاؤں آشوع کو دی گئی ہے۔ جس پر تین ہزار پونڈ جرمانہ کیا گیا ہے۔ یہ ان بارہ دیہات میں سے ایک ہے جن پر یہودیوں کی نو آبادی بیتو ویہ پر حملہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ دیگر دیہات کی سزاؤں کے متعلق بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

لندن ۲۱ - نومبر۔ آج دارالعوام میں پہلی مرتبہ کابینہ کی ایک خاتون رکن نے ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ مس بانڈ فیلڈ نے بیروزگاری کے انشورنس بل کی دوسری قرات منظور کر لینے کی تحریک کی۔ مسٹر لائیڈ جارج نے لبرل جماعت کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے تحریر مذکور کی تائید کی۔ دوشنبہ کو یہ بحث ختم ہو جائیگی۔

لندن ۲۱ نومبر "سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور" کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ جرمنی میں ایک جیلخانہ تعمیر ہو رہا ہے جس میں نو سو قیدی رہ سکیں گے۔ اب وہاں عنقریب جیل جانے کی اصلاحات کے سلسلہ میں اس قسم کا ایک عجیب و غریب تجربہ کیا جائے گا کہ اعلیٰ درجہ کے قیدیوں کو سال میں دو ہفتہ کی چھٹی دی جائے گی۔ باہر سے کام لینے کی ممانعت ہوگی اور وہ جیل کے انتظام میں شریک کئے جائینگے۔

مالٹا میں لاسلکی کے اسٹیشن پر یہ پیغام موصول ہوا کہ برطانیہ کے جہاز بیرن ایلگو میں بہت سی کوکین موجود ہے۔ لاسلکی کے کارکن مدہوش یا قتل کرنے کے لئے متواتر کوششیں کیجا رہی ہیں۔ فوری امداد کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ جہاز ڈچ ایسٹ انڈیز سے آرہا تھا اور چہارشنبہ کو پورٹ سعید سے مارسیلز کی جانب روانہ ہوا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی بحیرہ روم کے بیڑے کے کمانڈر انچیف امیر البحر سر فریڈرک فیلڈ نے چار تباہ کن جہاز اس غرض کے لئے بھیجدئے کہ وہ کوکین والے جہاز کو راستہ میں روک کر تحقیقات کے لئے مالٹا لے جائیں۔

ناظرین

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ - مینجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۷ ہجری نمبر ۴۰

مسلمانانِ پنجاب کی تعلیمی پستی

فرزندانِ اسلام کب بیدار ہونگے

پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹری کولیشن (انٹرنس) کے جو نتائج شائع ہو چکے ہیں۔ وہ پنجاب کی مسلم پبلک اور بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے قابل غور ہیں۔ ذیل میں ہم لاہور کے اسلامی و غیر اسلامی مدارس کے نتائج درج کرتے ہیں جن سے فرزندان اسلام کی تعلیمی رفتار کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

مدارس	امیدواروں کی تعداد	کامیاب طلبہ	اوسط کامیابی فیصدی
(۱) سنٹرل ماڈل سکول	۸۹	۸۵	۹۵٫۵
(۲) ڈی اے وی ہائی سکول	۲۶۸	۲۲۴	۸۳٫۵
(۳) خالصہ ہائی سکول	۴۲	۳۵	۸۳
(۴) سناتن دھرم ہائی سکول	۹۵	۷۱	۷۴٫۷
(۵) دیال سنگھ ہائی سکول	۱۴۳	۱۰۴	۷۲٫۷
(۶) اسلامیہ سکول بھاٹی گیٹ	۶۷	۴۵	۶۷
(۷) مشن ہائی سکول	۳۵	۲۰	۵۷
(۸) مسلم ہائی سکول	۳۵	۲۰	۵۷
(۹) اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ	۱۲۴	۶۱	۴۹
(۱۰) دیو سماج ہائی سکول	۳۱	۱۴	۴۵

یہ اعداد اسلامی نقطۂ خیال سے کسی صورت میں قابل ستائش قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ کیا یہ حیرت اور افسوس کا مقام نہیں کہ سنٹرل ماڈل سکول کے سوا جو ایک سرکاری درسگاہ ہے اور جس کے عملہ اور سامان پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ کوئی اسلامی ہائی سکول غیر اسلامی ہائی سکولوں کے مقابلہ میں ایسے نتائج پیش نہیں کر سکا جو برادران اسلام کے لئے فخر و انبساط کا موجب ہوں۔ اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے اسباب ہیں جنہوں نے برادران وطن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کر رکھی ہے؟ مسلمان طلبہ کیوں زیادہ تعداد میں ناکام رہتے ہیں؟ کیا ان کی اس ناکامی کا سبب دماغی اور جسمانی کمزوری ہے؟ اگر یہ خیال غلط ہے تو پھر لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمان طلبہ کاہل، سست اور بدشوق ہیں، بہرحال یہ ایسا معاملہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے لیڈر۔ اسلامی درسگاہوں کے منتظمین اور والدین اسے ایک معمولی بات سمجھکر خاموش ہو جائیں۔ مسلمانوں کی پستی اور زوال کے مختلف اسباب میں ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی کمزوری اور پستی کو قطعاً محسوس نہیں کرتے۔ اور جب احساس ہی نہیں تو اس کے انسداد کا کیسے خیال پیدا ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کیفیت اس صوبہ کی ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی ہے۔

صوبہ سرحدی آبادی کے اعتبار سے ایک اسلامی صوبہ ہے لیکن وہاں تعلیم نسواں کا کوئی چرچا نہیں۔ چونکہ بدبخت مسلمان اپنی لڑکیوں کی تعلیم سے غافل ہیں اس لئے حکومت کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان کی بچیوں کے لئے زنانہ مدارس قایم کرے۔ مگر برادران وطن وہاں بھی تعلیمی پہلو سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں۔ اس سال صوبہ سرحدی کی جن گیارہ لڑکیوں نے میٹری کولیشن کا امتحان پاس کیا ہے۔ ان میں رائے بہادر بیلی رام دھون کی بیٹی مس شکنتری دیوی صوبہ سرحدی میں سب سے اول اور پنجاب یونیورسٹی میں بارھویں نمبر پر رہی ہے۔ معلوم نہیں کہ ان گیارہ لڑکیوں میں سے مسلمان لڑکیوں کی تعداد کس قدر ہے۔ مسلمانوں کا اس سے زیادہ بدقسمتی

اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اب تک تعلیم نسواں کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ ہادی برحق حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے تعلیم لازمی ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ آج کی لڑکیاں کل کی مائیں ہوں گی اور اگر مائیں جاہل اور بدتمیز ہیں تو ان کے بچے کبھی اچھی تربیت نہیں پا سکیں گے۔ مسلمانوں کے مستقبل کا انحصار تمام تر تعلیم نسواں پر ہے

ہم پنجاب ایجوکیشنل کانفرنس کے محترم ارکان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اس تعلیمی پستی اور پچھڑے پن کے اسباب پر غور کریں اور ایسے وسائل عمل میں لائیں کہ مسلمان تعلیمی دوڑ میں ہمسایہ اقوام سے اگر آگے نہ نکل سکیں تو کم سے کم ان کے برابر تو رہیں۔ اگر انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اپنی آبادی کی کثرت کے بل بوتے پر اپنی سیاسی اور اقتصادی مشکلات کے ازالہ میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ ایک مہلک غلط فہمی ہے۔ جو جس قدر جلد رفع ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ مسلمان اگر عزت اور غیرت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں اپنے جسم اور دماغ کی پوری قوت سے کام لینا پڑے گا۔ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور گرد و پیش کے حالات اور واقعات پر غائر نظر ڈالیں۔ موجودہ حالت پر قانع رہنا ناکامی اور نامرادی سے دیدہ و دانستہ ہمکنار ہونا ہے۔

انگریزی ترجمۃ القرآن کی ایک نئی ایڈیشن

قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ترجمۃ القرآن انگریزی کی ایک اور نئی ایڈیشن تیار کی ہے۔ جس میں اصل عربی متن کو چھوڑ کر صرف ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ یہ ایڈیشن ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو سابق ترجمہ کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو خرید نہیں سکتے۔ یا اس کے ضخیم اور حجیم ہونے کی وجہ سے اس کے مطالعہ میں دقت محسوس کرتے ہیں۔

اس نئی ایڈیشن میں جو ولایت سے چھپکر آگئی ہے۔ حضرت ممدوح نے سابق ترجمہ پر نظر ثانی کرنے کے علاوہ تفسیری نوٹوں میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ باوجود اس کے تمام مطالب نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ شروع میں جو مقدمہ لکھا ہے وہ سابق ترجمہ کے مقدمہ سے کسی قدر مختلف ہے۔ اور بعض ایسے اہم مسائل پر ہے جو اس سے پیشتر معرض بحث میں نہیں آئے۔ مقدمہ کے ایک حصہ میں قرآن کریم کے متعلق ضروری امور پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے میں مذہب کے لازمی اصولوں اور شرائط پر بحث ہے تیسرے میں انبیائے کرام کے تاریخی حالات ہیں۔ اور چوتھے میں قرآن کریم کے متعلق غلط فہمیوں کا جواب دیا گیا ہے

یہ ترجمہ $\frac{20 \times 30}{16}$ کے قریباً چھ سو صفحات پر طبع ہوا ہے چھپائی کی نفاست پہلے ترجمہ سے کسی طرح کم نہیں۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف پانچ روپے رکھی گئی ہے۔ وہ لوگ جو قرآن کریم کو انگریزی زبان میں پڑھنے کے خواہشمند ہیں جس قدر جلد ممکن ہو اس ترجمہ کو خرید کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارے خیال میں یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی متعدد کاپیاں ہندو اہل وطن اور انگریزوں کو پہنچائی جائیں۔ تاکہ وہ قرآن کریم کو اس کی اصل شکل میں مطالعہ کرکے اس جذبۂ نفرت و عناد کو اپنے دلوں سے دور کر سکیں جو اہل غرض اصحاب کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں سے پیدا ہو چکا ہے۔

منیجر صاحب دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرمایئے۔

بجلی کی پہلی کتاب

اس نام سے ایک خوبصورت مجلد کتاب جو $\frac{22 \times 29}{16}$ کے ۲۴۸ صفحات پر شائع ہوئی ہے۔ شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے ہمارے پاس بغرض ریویو بھیجی ہے۔ کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔ محمد سمیع اللہ صاحب نے جو اس کتاب کے مصنف ہیں بجلی کا کام کرنے والوں کے لئے تمام ضروری اور مفید معلومات اس کتاب میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بغرض تعلیم لکھی ہیں۔ ڈائنمو اور موٹر کے نقص الٹرنیٹر اور آلٹرنیٹنگ کرنٹ موٹر۔ الکٹرک وائرنگ۔ فٹنگ۔ سوچ۔ لیمپ۔ لیمپ ہولڈر۔ الکٹرک بل اور ریلوے کاریگروں کے متعلق تمام ہدایات درج ہیں۔

[illegible] ملک کی فنی اور صنعتی ترقی میں ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔ ہمیں یہ دیکھکر خوشی حاصل ہوئی کہ اس کتاب میں بجلی کے متعلق تمام ضروری مضامین اور اصطلاحات کو نہایت آسان طریق سے بیان کیا گیا اور ان تمام مشکلات کا جو اس کام کے کرنے والوں کو قدم قدم پر پیش آتی ہیں نہایت عمدگی سے حل کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو بجلی کا کام سیکھنا یا اس میں پوری مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس کتاب کو ضرور منگوا کر پڑھیں اور قابل مصنف کی محنت کی داد دیں۔

شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور سے بقیمت سوا دو روپے (۲/۴) دستیاب ہو سکتی ہے۔

شدھی کی تیز و تند آندھی کے مقابلہ کی ضرورت

معاصر "تبلیغ" ہندو سبھا کی اس سالانہ رپورٹ پر جس میں گزشتہ سال ساڑھے چھ ہزار مسلمانوں کے شدھ ہو جانے کا ذکر ہے تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"شدھی کی تیز اور شدید آندھی کا مقابلہ کرنے کو مسلمان اٹھے مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ مگر آندھی کا طوفان ابھی فرو بھی نہ ہوا تھا کہ خود آپس میں دست بگریباں ہو گئے۔ شدھی کا طوفان اب ایک خوشگوار ہوا کی صورت میں منتقل ہو گیا۔ اور ارتداد کے شرارے جو سارے ملک میں اڑتے اڑتے پھرتے تھے۔ اب دب کر آہستہ آہستہ سلگ رہے ہیں۔ مسلمان جانتے ہیں۔ مسلمانوں کو خبر ہے۔ مگر مسلمان اپنے آپس کے ان جھگڑوں میں کہ وہ انجمن کا صدر کیوں ہو گیا۔ میں کیوں نہ ہوا۔ وہ سکرٹری کیوں ہو گیا۔ میں کیوں نہ ہوا۔ اس کا بلوایا ہوا آدمی کام پر کیوں لگا دیا گیا میرا انتخاب کیوں گرا دیا گیا۔ ایسے مبتلا ہیں کہ ہندوستان کے کونے کونے میں اسلامی انجمنیں ہیں مگر قریب قریب سب معطل ہیں۔ کہیں مذہبی فرقہ بندیاں ہیں۔ تو کہیں نسلی جتھہ آرائیاں۔ کہیں ہاہمی کا شور ہے۔ تو کہیں دفتری ترکیبوں کا۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہماری تو مایوسی روز بروز بڑھتی جاتی ہے کہ خداوندا دوسرے منزلوں پر منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں اور ہم ابھی پہلی ہی منزل میں اس بات پر دست بگریباں ہیں کہ اسباب کون اٹھائے؟ بستر کون باندھے؟ ٹرین پر پہلے قدم کون رکھے؟"

اس میں شک نہیں کہ یہ حالات بہت بڑی حد تک حوصلہ شکن اور روح فرسا ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان زمانہ کے حالات کو عبرت کی آنکھوں سے دیکھیں اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نکل کر اس کام کی طرف متوجہ ہوں۔ جو تمام انجمنوں اور اداروں کا مقصد اصلی ہے۔

اسلام کی صحیح تصویر

"آریہ گزٹ" اور بعض دیگر ہندو اخبارات مسلم ہال میگزین ڈھاکہ کے ایک مضمون Problem of the Muslims پر جوش مسرت سے خوب بغلیں بجا رہے ہیں کہ اس کے مسلمان مضمون نگار مسٹر نصیر الدین احمد نے اسلام کے متعلق بعض ایسی باتیں لکھی ہیں جو ایک مسلمان کے قلم سے نکلنی مشکل ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے آریہ صاحبان اسلام کی ان برکات کو جو دنیا میں علم تہذیب اور امن پھیلانے کا موجب ہوئیں تاریخ کی روشنی میں مطالعہ کرنے کے بجائے ان تنگ نظر لوگوں کی عینک سے کیوں مطالعہ کرتے ہیں جن کو خود اپنے مذہب کا بھی پتہ نہیں۔ کونسا مذہب ہے جس میں فروعی باتوں پر اختلاف رائے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اور اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو آزار پہنچانے کے درپے نہیں ہوئے کیا ہندو مذہب میں ویدوں کے ماننے والے ایک دوسرے کو گرانے اور ذلیل کرانے کا موجب نہیں ہوئے۔ اسلام میں بھی اگر اس قسم کی چند مثالیں نظر آتی ہیں۔ تو اس کا الزام اسلامی اصولوں پر نہیں بلکہ یہ لوگوں کی اپنی تنگدلی ہے۔ جو انہیں اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اسلام نے غیروں کے ساتھ حد درجہ کی رواداری کی تعلیم دی ہے اپنوں کا اختلاف وہ کس طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ اختلاف امتی رحمۃ ایک مشہور حدیث ہے۔ باوجود اس کے مسٹر نصیر الدین احمد اور ان کے ہمنوا آریاؤں کا اسلام پر آزادی رائے کو کچلنے کا الزام لگانا اپنی تنگ نظری اور ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ اس قسم کے بے وزن الزام لگانے سے اسلام کے روشن چہرہ پر خفیف سی گرد بھی نہیں پڑ سکتی۔ نیک فطرتیں اس کے منور سے کسب ضیا کرتی ہیں اور بدفطرتوں کی

آریوں کی مایۂ ناز کتاب جواہر جاوید

کا

قلم برداشتہ جواب

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

"جواہر جاوید" پنڈت چموپتی جی ایم اے کی ایک تازہ تصنیف ہے جس میں روح و مادہ کی ازلیت پر مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے مولانا مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت نے اس کتاب کا جواب لکھنا شروع کیا ہے جو پیغام صلح میں بالاقساط شائع ہوگا۔ اس سلسلہ کی پہلی قسط میں جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں آریوں کے اس بے حقیقت دعوے کی کہ سامی اقوام آریوں کی خوشہ چین ہیں تردید کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ آریہ خود سامیوں کی اولاد ہیں۔ اور کہ ہندوستان کے اصلی باشندے سامی ہیں۔ آریہ ایک غیر ملکی قوم ہے اس کے ساتھ ہی مولانا نے آریوں کے ان ہولناک مظالم کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے سامیوں پر روا رکھے ان تمہیدی مباحث کے بعد آئندہ اقساط میں روح و مادہ کی ازلیت کے متعلق پنڈت جی کے پیش کردہ شواہد پر نظر ڈالی جائے گی۔ جو بلحاظ نوعیت ایک نئی اور دلچسپ بحث ہوگی۔

(ملایڈ)

"چودھویں کا چاند"

آریہ سماجی گھاس پارٹی کے ڈیری فارم میں ایک صاحب جو کچھ عرصہ [illegible] "دودھ کے دودھ اور پانی کے پانی" تھے۔ (یعنی بہت فریب نظر) نتائج کے چکر سے چموپتی جی ایم اے کے نام سے جنم لے چکے ہیں۔ کچھ دن گزرے نے ایک نیا چاند آریہ پرتی ندھی سبھا گورودت بھون لاہور سے چڑھایا کا نام "چودھویں کا چاند" رکھا [illegible] کا چاند چونکہ گورودت بھون کی ایجاد تھا۔ اس لئے ایک عرصہ تک سوائے آریوں کے کسی کی نظر تک نہ پڑا بھی سنا ہے کہ گوروکل کانگڑی کے [illegible] جلسہ میں اس کی نمائش کی گئی تھی۔ [illegible] شدہ کم و بیش ڈیڑھ ہفتہ کا وقفہ گزرتا ہے کہ ہم نے بھی بڑی تلاش سے اس کا سراغ لگایا۔ اور اس پر سرسری نگاہ جو ڈالی تو اس کو بھی حسب معمول سراب [illegible] نظر دھوکا ہی پایا۔ لاحول پڑھ کر اس پر قلم اٹھایا ہی تھا کہ وہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے [illegible] منتشر ہو کر گورودت بھون ہی میں غائب ہو گیا۔

جواہر جاوید کا اعلان

اس کے ٹائیٹل کے آخری پردہ میں ایک اشتہار آریہ پرتی ندھی سبھا [illegible] نظر آیا۔ وہو ہذا۔

جواہر جاوید - اس میں روح مادہ پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ اور آج تک کے تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اس کتاب کا آج تک کوئی مولوی جواب نہیں دے سکا۔

[illegible] کے عنوان کو پڑھ کر تو ہم نے سمجھا کہ یہ کوئی جواہرات کا قصہ ہے مگر زیر عنوان [illegible] سے یہ معلوم ہوا کہ روح مادہ یعنی مادہ کی روح پر عالمانہ بحث ہے دوسرے [illegible] اس پر مزید روشنی یہ ڈالی کہ جو لوگ روح کے مادی یا مادہ کے ذرات میں [illegible] مادہ کی ملکیت روح وغیرہ وغیرہ خواہ کچھ ہی سمجھو کے قائل نہیں ہیں۔ [illegible] کے اعتراضات کا اس میں جواب ہے۔ بھلا مولویوں کو کیا ضرورت پڑی کہ [illegible] ایسی ویسی کتاب کا جواب لکھیں۔

آریوں کا لاجواب لٹریچر

ویسے بھی یہ قاعدہ کلیہ سا ہو گیا ہے کہ آریوں کی ہر طرح کی کتاب لاجواب ہوتی ہے مثلاً ان کی ایک کتاب ہے "ہا ہا ہی ہی واہ جی واہ" (یعنی ستیارتھ پرکاش) بھلا اس کا جواب کوئی مولوی کیا لکھ سکے گا۔ بھئی سچی بات ہے ہم نے تو کئی مرتبہ [illegible] [illegible] کر ارادہ کیا کہ آریہ سماجی دھننک کی اس تانت پر ایک ایسی جھنک رسید [illegible] کہ اس کی "ہا ہا ہی ہی واہ جی واہ" ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے مگر اس پر آریوں [illegible] [illegible] کا خطرہ بھی دامنگیر رہتا ہے۔ ہم "دودھ کے دودھ اور پانی کے [illegible]" میں نہیں کہ اپنی بلا دوسرے کے گلے ڈال کر انصاف کی ایک آنکھ موند لیں چشم پوشی کر کے ڈھیٹھ بنے رہیں۔ (اس جملہ معترضہ میں صرف الفاظ ہمارے [illegible] مفہوم اور زیر الفاظ معانی آریہ گزٹ سے عاریتاً لئے گئے ہیں [illegible] صاحب ہم پر خفا نہ ہوں)

دھوکے کی شطرنج

اب قصہ مختصر یوں ہوا جاتا ہے کہ ہم نے وہ کتاب یعنی "جواہر جاوید" [illegible] اشتہاری دھوکے میں آکر خرید کی پیکٹ کھولنے پر معلوم ہوا کہ یہ ایک شطرنج ہے [illegible] دروغ گوئی الفاظ کی یعنی اس کا مطالعہ کرتے ہوئے [illegible] ہوا کہ [illegible] بھون لاہور میں شطرنج بازی ہو رہی ہے۔ ایک طرف پنڈت چموپتی [illegible] بہ ترکیب سنگھ کا روپ دھارن کئے بیٹھے ہیں۔ اور دوسری طرف [illegible] صاحب کو فرضی طور پر میر محمد اسحٰق قادیانی بنا رکھا ہے۔ فرضی طور پر بنایا [illegible] ہے اس لئے کہتا ہوں کہ میر محمد اسحٰق صاحب کی کتاب [illegible] تو اب تک ہمیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ میر صاحب [illegible]

حضرت سلطان القلم حکیم الامۃ امیر قوم مولانا محمد علی کی تصنیفات کے ہی خوشہ چین ہیں۔ اور یہ حقیقت ان اقتباسات سے بھی جھلکتی ہے جو پنڈت جی نے خود ہی اپنی کتاب میں دیئے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ نظر کی لغزش اور تدبر کی سہل انگاری ان مطالبات عالیہ تک پہنچنے میں مانع آئی ہو کہ جو حضرت مجدد اور حکیم الامۃ کے ارشاد میں مذکور ہیں۔ البتہ پنڈت جی نے اپنی طرف سے خود سے لا کر ان جواہرات کرمات کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے اس بھونے پن پر ہمیں غصہ بھی آتا ہے۔ اور پیار بھی۔ غصہ تو اس لئے کہ مذہبی پلیٹ فارم پر اس دھوکے کی شطرنج کو کھیلا جا رہا ہے اور پیار اس لئے کہ یہ سب بچپن کی ادائیں ہیں۔ بھلا صداقت بھی کبھی یوں مات کی جا سکتی ہے۔

آریہ نسل منو کی اولاد

کتاب کے دیباچہ میں آریہ اور سامی فلسفہ کے عنوان سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کی تمام قومیں آریہ نسل۔ آریہ مذہب اور آریہ فلسفہ کی خوشہ چین ہیں۔ یہ لورکے لڈو سماج مندر کے اندر تقسیم کرنے کے لئے بہت اچھے ہیں۔ ورنہ علمی دنیا ان کو بھولے پنڈت جی کی بھولی باتیں سمجھ کر نکدان ظرافت کے سپرد کر دے گی۔ دور کیوں جاؤ خود وید اور برہمن گرنتھ اس امر پر گواہ ہیں کہ آریہ نسل منو کی اولاد ہے۔ اس لحاظ سے آریوں کی زبان انسان کو منش کہتی ہے۔ (جس طرح ہمارے ہاں آدم سے آدمی کہلاتے ہیں۔) کم و بیش رگوید کے پچاس حوالجات میں اس کی صراحت موجود ہے۔ پس آریہ نسل کا جد امجد منو ہے۔ ہاں وہی منو جس کی بیٹی کا نام ایلا تھا کہ جن[1] ... ... سے دنیا کی کھیتی ہری بھری ہوئی ہماری اس بات پر یقین نہ ہو تو پنڈت ستیہ ورت سامشرمی پونا نواسی مشہور آریہ فاضل وید سے اگنی اگنائی۔ منو ایلا یم یمی وغیرہ کے متعلق پوچھ لینا ان کی تحریر دیکھنی ہو تو ہم دکھا دیں گے۔

منوجی کون ہیں ؟

اب یہ منوجی ہیں کون؟ شتپتھ برہمن۔ مہا بھارت۔ پرانوں اور بعض کے نزدیک اتھروید سے بھی یہ ثابت ہے کہ ان کے زمانہ میں طوفان عظیم آیا۔ پانی کی انتہائی طغیانی۔ منو کا کشتی بنانا۔ کشتی کا پہاڑ پر سہارا لینا اور طوفان آنے سے پہلے صرف منو کو اس کا علم دیا جانا کیا یہ اسی امر واقعہ کے پراگندہ اوراق نہیں جس کی تفصیل اور حقیقت کو بائیبل کی کتاب پیدائش میں زیادہ صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بائیبل کی داستان طوفان اور شتپتھ برہمن مہا بھارت اور دوسرے آریہ لٹریچر میں جو فسانہ بیان کیا گیا ہے اس میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف اسی قدر کہ وہاں اگرمن دعن قصہ بیان کرنے کی عادت تھی تو یہاں ہر حقیقت کو افسانہ کا جامہ پہنایا جاتا تھا۔ وہاں نوح کو علم الٰہی سے طوفان کی آمد کی پیشتر سے اطلاع دی جاتی ہے جو ایک حقیقت ہے مگر یہاں منوجی جب دریا سے نہا کر واپس آتے ہیں تو لٹیا میں آ جانے والی مچھلی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کو طوفان عظیم کی خبر دیتی ہے۔ انصاف کی آنکھ اگر کھو نہ گئی ہو تو بتاؤ دونوں میں سے حقیقت سے زیادہ قریب کون ہے؟ منو کیوں نوح ہی نہیں جو دنیا میں طوفان کے [illegible] سے پہنا جاتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ رگوید

---

[1] اس حرف "جن" اور "..." کے درمیان ویدک دھرم کا ایک نازک مقام ہے جس کی طرف ہم صرف اتنا اشارہ کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں کہ شتپتھ برہمن کی بنا بر وہاں بیاہ [illegible] ہے۔

میں منو کو منوہ یا منوشا بھی کہا گیا ہے جو نوح کی قرأت کے زیادہ قریب ہے

مانو سوترا اور صحیفہ نوح

منو کا دھرم شاستر جس پر آریہ مذہب کی بنیاد ہے۔ اور جس کو سوامی دیانند جی اپنی ستیارتھ پرکاش کے گیارہویں سملاس میں ابتدا دنیا کی کتاب قرار دیتے ہیں قطعی اور یقینی شہادتوں کی بنا پر "مانو سوترون" سے ماخوذ ہے آج مانو سوتر یعنی منو کا اصلی صحیفہ دنیا میں موجود نہیں۔ یقیناً مانو سوتر نوحؑ ہی کا صحیفہ تھا جس سے منوسمرتی اخذ کی گئی۔ البتہ آریوں نے اس کی اصلی شکل کو مسخ کر دیا۔

آریوں کی زبان

شتپتھ برہمن میں دیوتاؤں اور اسروں کا یہ قصہ کہ دیوتاؤں کے پاس ابتدائی خیالات تھے زبان نہ تھی اور اسروں کے پاس زبان تھی۔ دیوتاؤں نے زبان کو اسروں سے سیکھا پس آریہ بزرگ ابتداً زبان سے محروم تھے جس کے لئے وہ غیر آریوں کے مرہون منت ہیں۔

ویدوں کے زمانہ سے پہلے

اتھرووید کا یہ منتر جنم بِبھرتی بہودھا وواچسم نانا دھرمانم پرتھوی یتھا اوکسم لوگ مختلف زبانیں رکھنے والے مختلف مذاہب اپنی بود و باش کے مطابق رہتے ہیں۔ ثابت کرتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ سے پہلے مختلف زبانیں اور مختلف مذاہب موجود تھے۔ جن سے آریہ مذہب فیضیاب ہوا۔

ہندو غیر ملکی قوم ہے

آریوں کی آمد سے پہلے جو قوم ہندوستان میں آباد تھی وہ تاریخ نویسوں کی اصطلاح میں دراوڑ یا درلویڈین قوم کہلاتی ہے۔ یہ قوم کوئی وحشی اور نیم مہذب قوم نہ تھی بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب اور متمدن قوم تھی۔ اس کے لوہے کے قلعوں اور مضبوط شہروں کا ذکر کرتے ہیں کہ رگوید میں موجود ہے۔ لالہ لاجپت رائے جی آنجہانی اپنی تاریخ ہند حصہ اول کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ "تاریخ دانوں کے نزدیک بابل و عراق عرب، مصر، اور چین بہ نسبت ہندوستان اور یونان کے زیادہ قدیم سمجھے جاتے ہیں۔ ... ... میرے خیال میں اس امر کو تاریخی طور پر فی الحال مان لینا چاہئے کہ ہندو آریہ ہندوستان کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ صفحہ ۲۹ -

" ہندو آریہ ہندوستان میں شمال مغربی دروں سے تاریخی زمانہ سے بہت پہلے داخل ہوئے۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں دراوڑی نسل اپنی تہذیب کے نصف النہار پر تھی۔ اور آریہ لوگوں نے ان کو جنوب کی طرف دھکیل دیا ... بعض یورپین تاریخ دانوں کا یہ خیال کہ آریوں کے آنے سے پہلے ہندوستان کے باشندے محض وحشی اور جنگلی تھے۔ بہت حد تک غلط اور محض بے بنیاد ہے۔ صفحہ ۳۱

ہندوستان کے اصل باشندے

ان حوالجات کی موجودگی میں سامی اقوام کو آریہ نسل۔ آریہ مذہب اور آریہ فلسفہ کی خوشہ چین کہنا کہاں کا انصاف ہے۔ آریہ خود نوح کی اولاد صحیفہ نوح کے خوشہ چین اور سامی اقوام کی تہذیب اور تمدن کے مرہون منت ہیں یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کے اصلی باشندے آریہ نہ تھے۔ یقیناً سامی ہوں گے اور یہ حقیقت رگوید اور تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ لالہ لاجپت رائے اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مردہ جلانے کی رسم غالباً سب سے پہلے آریوں نے چلائی۔ پہلے لوگ مردہ دفن کرتے تھے۔ صفحہ ۷

رگوید سے اس قوم کے مندرجہ ذیل خصائص معلوم ہوتے ہیں :-

(۱) "انیہ ورتم" ان کے رسم و رواج آریوں سے مختلف تھے۔
(۲) "ایجوانم" ان کی عبادات آریوں کی قربانیاں نہ تھیں۔
(۳) "ادیویم" وہ آریوں کی دیوتا پرستی سے بیزار تھے۔
(۴) "ابرہما" وہ وید منتروں کو نہیں مانتے تھے۔
(۵) "کرشن یونیہ" آریہ ان کو کالے لوگ یا کالی قوم کہتے تھے۔
(۶) "اناسہ" آریوں نے ان کو بے شرم یا چپٹی ناک والے کا خطاب دیا تھا
(۷) "مردھرواچ" ان کی زبان کو مہلک سمجھا جاتا تھا۔
(۸) "امانشہ" ان کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔

سنسکرت زبان

مردوں کا دفن کرنا۔ آریوں سے ان کے رسم و رواج۔ عبادات معبود الہامی کتاب۔ رنگ۔ عام حلیہ اور زبان کا مختلف ہونا صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ قوم سامی نسل سے تھی۔ ان کی زبان تہذیب تمدن اور مذہب کا اثر آریوں پر یقیناً پڑا۔ اسی لئے آریوں کی زبان سنسکرت یعنی صاف کی ہوئی منجھی ہوئی زبان کہلاتی ہے۔ یوں تو ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے گھر کی مسورز کا نام ملکہ مسور رکھ لے۔ مگر انصاف سے کوئی بتائے کہ صفائی کی سچائی اور عضب پر گجب ڈھا دینا بھی کوئی خوبی کی بات ہے۔ اور سنسکرت گرامر تو ماشاء اللہ اس قدر لچکدار واقع ہوئی ہے کہ [illegible]

خطاب بہ مسلم

(جناب عبدالمجید صاحب کپورتھلہ)

حیف باشد در پے آزار اخواں زیستن — مسلم آشفتہ! تا کے بدنیاں زیستن

چند بر موج و حباب بحر، ایں نقش ازل؟ — واندریں دار عمل تا کے چو ناداں زیستن

حرف نومیدی ز مسلم ہے؟ خداوندت نہ بود؟ — پس چرا اے مسلماں مایوس و حیراں زیستن

انتہائے افتراقت ختم بر تکفیر شد! — گرہیں لیل و نہارت! آہ! ناتواں زیستن

در ازل از نور خود بسرشت خاک تیرہ ات — بندۂ او بودن و در کفر و عصیاں زیستن

از جفائے دہر ایں شور و فغانت ابہی ست — خود خدا اے دہر ہستی چوں پریشاں زیستن

تا بکے روے بزانو از غم عصیان خویش — تا بکے اصرار بر گنہ و پریشاں زیستن

درد خود را خود بشو درماں د فرما تا بہ کے؟ — بر سرِ ایں بودن و یا بر سرِ آں زیستن

گر حیات جاوداں خواہی بخواہ زام الکتاب — تا بکے در آرزوے آبِ حیواں زیستن

در شبستان کن دلے پیدا پئے زندانیاں — کو بیاموزد ترا چوں دردمنداں زیستن

ترک رسم آزری کن، ہاں خلیل اللہ شو! — ورنہ مشکل ہست قوم ما بہ پایاں زیستن

طرح نو انداز و ہاں بگذار کنج عافیت — گر بعالم خواہی ہمچو بختیاراں زیستن

در رضایش زندہ ماندن بہر خدمتہائے خلق — اینست اے جان برادر راہ مسلماں زیستن

شیوہ ہا دارند طاعت شیوگان ایں دیار — عرض قرآں کردن و فارغ ز قرآں زیستن

زہد ماتم کرد بر خود از ریائے شیخ و گفت — کاش اے شیخم نیز دانستے چو انساں زیستن

از کدام آموختی اے بیاس طرفہ شیوہ

میاں میر چھاؤنی میں ایک شاندار مناظرہ

مسئلہ تناسخ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں

حسب اعلان آریہ سماج میاں میر چھاؤنی لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۲۹ء بروز اتوار آٹھ سے دس بجے رات تک مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری اور پنڈت سیتہ دیوجی آریہ پرچارک کے درمیان مسئلہ تناسخ پر مناظرہ قرار پایا تھا - اور دلائل میں طرفین کی مسلمات ہی مقرر ہوئی تھیں - تاریخ اور وقت مقررہ پر شائقین مناظرہ کثرت سے آئے ہوئے تھے - یہاں تک کہ پنڈال بھر گیا تھا - مہاشہ جنی لال جی سکرٹری آریہ سماج لاہور نے جو اس جلسہ کے صدر تھے - لب کشائی فرمائی اور پہلے دس منٹ میں احمدی مناظر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو مسئلہ تناسخ پر تقریر کرنے کی اجازت عطا فرمائی -

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مسئلہ تناسخ ہی وہ مسئلہ ہے جسے اگر ایک منٹ کے لئے بھی صحیح مان لیا جائے تو دنیا کا نظام فوراً درہم برہم ہو جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے جیسا کہ راجہ اکشواکو کے زمانہ میں لوگ سب کے سب دھرماتما یعنی نیک بننا شروع ہو جائیں - اور گھوڑے - گدھے - گائے - بیل - گندم - ترکاریاں غرض وہ سب اشیاء جن پر انسانی حیات کا دارومدار ہے یکلخت پیدا ہونے سے رک جائیں - تو اس صورت میں انسان کی زندگی دوبھر ہو جائے گی - پھر یہی نہیں اور ذرا آگے چلئے - اگر مسئلہ تناسخ درست ہو تو کیا پتہ ہے کہ لالہ سورداس کی موجودہ بیوی پچھلے جنم میں رشتہ میں اس کی کیا تھی - اس طرح دادی - نانی - ماں - غرض سب بزرگوں کا احترام دل سے اٹھ جاتا ہے - اور پھر اگر آواگون ٹھیک ہے اور ہمیں اس دنیا میں جو کچھ دکھ یا بیماری سے تکلیف ہوتی ہے - وہ پچھلے جنم کا نتیجہ ہے - تو اس صورت میں مقدمات میں وکیل کرنا اور بیماری میں ڈاکٹروں - حکیموں اور ویدوں سے علاج کرانا بے معنی ہے چاہیے کہ راضی برضا ہو کر بیٹھے رہیں - جب سزا ختم ہو جائے گی تو خود بخود آرام آجائیگا - غرض اور تو اور خود لفظ "پنر جنم" ہی جو تناسخ کا دوسرا نام ہے اس کی تردید کر رہا ہے - "پنہ" یعنے بار بار اور جنم بمعنی پیدا ہونا - یعنی بار بار پیدا ہونا - اب سوال یہ ہے کہ پچھلے جنم کا جسم تو وہیں رہا - اور روح بقول سوامی دیانندجی اجنما ہے - پھر وہ کیا شے ہے - جو بار بار پیدا ہوتی ہے - کیا اس کے معنے یہ نہیں کہ مسئلہ تناسخ صرف بازیچۂ اطفال اور دھوکہ ہی دھوکہ ہے - سچ تو یہ ہے کہ

جلد ۱۷ | لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۷ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۹

علمائے سوء اور اسلامی جرائد

ان کے نزدیک اسلام کس چیز کا نام ہے

جامد مولویوں، جاہل پیروں، کندۂ ناتراش مشائخوں کے نزدیک اسلام آج ڈاڑھی کا نام ہے۔ پاجامہ کے ٹخنوں سے اونچا ہونے کا نام ہے۔ سر پر عمامہ باندھنے کا نام ہے۔ عورتوں کو تعلیم سے بے بہرہ رکھنے کا نام ہے۔ چھجے دار ٹوپی کی پوشش پر کفر کے فتوے کا نام ہے۔ کوٹ پتلون کے استعمال پر زندقہ و الحاد کے اطلاق کا نام ہے۔

یہ اسلام کو ذلیل کرتے چلے آئے ہیں

..... ان اوہام پرست پیروں، ان ہوسناک ملاؤں نے جو غیروں کے دانستہ یا نادانستہ حلیف بن کر مدتہائے مدید سے اسلام کو ذلیل کرتے چلے آئے ہیں انہوں نے امان اللہ خاں پر بھی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق **کفر کا فتوے جڑ دیا**۔ اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اسے کابل سے رخصت ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ جہاں آج طاغوتی حکمراں ہیں۔

فتوائے کفر دینے والوں پر کفر الٹ پڑا ہے

اس کے بعد علماء سٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا غازی امان اللہ خاں ہمارے بدستور بادشاہ ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے وہ باغی ہیں۔ اور واجب القتل ہیں۔ جو لوگ باغیوں کے خلاف لڑ کر مر گئے وہ یقیناً شہید اور غازی کہلائیں گے۔ جن جاہل ملاؤں اور پیروں نے غازی موصوف کے خلاف کفر کا فتوے دیا ہے۔ وہ کفر انہی پر لوٹ آیا ہے۔

اس بدباطن گروہ نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے

سوائے دو باتوں کے تیسری بات کوئی ایسی نظر نہیں آتی جو افغانستان کے عام مذاق کے خلاف ہو۔ (۱) ان ملاؤں اور پیروں کی روک تھام (۲) پردے کے متعلق بعض احکام۔ موخر الذکر کے متعلق یقیناً ہم ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صرف اسی ایک مسئلہ کی بنا پر انہیں ملحد اور زندیق کہنا شروع کر دیں تو اس سے زیادہ بدبختی اور بے ایمانی کا بڑا مظاہرہ کیا ہو سکتا ہے۔ کیا آپ اس کو اجتہادی غلطی نہیں کہیں گے۔ جو آئے دن ہر ایک عالم سے سرزد ہوتی رہتی ہے۔ اور اس وقت ہندوستان میں بھی اس پر کافی بحث و نظر ہو رہی ہے۔ ایک گروہ پردہ کے اور معنے لیتا ہے۔ تو دوسرا طبقہ کچھ اور ہی تاویل کرتا ہے۔ بہرحال یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی بنا پر ایک مسلمان بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا جواز ثابت ہو سکے۔ ملاؤں اور پیروں کا سوال تو اس کو بنظر امعان مطالعہ کرنے کے بعد آپ پر خود ہی منکشف ہو جائے گا۔ کہ جس قدر اس بدباطن گروہ نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس قدر اسلام کو تاتاری وحشت اور صلیبی جنگوں سے نقصان نہیں پہنچا۔ انہوں نے اندر ہی اندر ہماری آزاد روح کو کچلا نہ اور غلامانہ نسل میں تبدیل کر کے ہمیں بالکل بوجا اور ناکارہ بنا دیا۔

امان اللہ خاں کے خیالات علما کے متعلق

"ہندوستان کے مذہبی پیشوا اپنے ملک میں شیعہ سنی اور ہندو مسلمان کے اختلافات کا فیصلہ بھی نہیں کر سکے۔ کیونکہ اغیار کی غلامی نے ان کی عقل و روح کو فاسد کر دیا ہے۔ اس لئے میں اجازت نہیں دیتا کہ وہ میری سلطنت کے معاملات میں مذہب کے نام پر غیر معقول مداخلت کریں۔ لیکن افغانستان کے مذہبی پیشواؤں میں سے اکثر کا امتحان لیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ قرآن کریم کے مطالب بھی نہیں سمجھ سکتے۔ وہ علم فلسفہ اور احکام اسلامی سے قطعاً نابلد ہیں۔ میرے نزدیک یہ لوگ بالکل جامد اور چند دوسرے اشخاص کے مقلد ہیں اور ان کی کیفیت بھی یہی ہے کہ وہ نہ باعتبار عقل و ہوش کوئی برتری رکھتے ہیں اور نہ باعتبار عمل ان سے بڑھ کر ہیں۔ اس لئے میں انہیں بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ دین و مذہب کے نام پر ملک میں فساد پھیلائیں۔"

علمائے سو کے کارنامے ممالک اسلامیہ کے متعلق

وہ جو حقیقت میں عالم ہیں اور جنہیں اسلام کا درد ہے ....

دیگر، جو قومی غدار ہیں اور علم سے بے بہرہ ہیں۔ جنہوں نے بیت المقدس اور بغداد پر سپاہی بھیجکر ان مقدس مقامات کو کفار کے قبضہ میں دے دیا۔ یا جنہوں نے جنگ عظیم میں ٹرکی کے خلاف فوجی بھرتی دی۔ اور سپاہیوں کو تعویذ گنڈے دیئے کہ تم پر ترکوں کی گولیاں اثر نہ کریں گی۔ اور تمہاری گولیاں ان کے سینوں کے آر پار ہو جائیں گی۔ خواہ وہ بحالت نماز ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ترکوں کی شکست و بربادی کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ آج اگر ترکوں کو خدا نے پھر سے ملک عطا کر دیا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ یہ تو ان کے خلاف اپنی پیری کے تمام حربے استعمال کر چکے تھے۔ کیا یہ لوگ افغانستان کو بھی بغداد اور بیت المقدس کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کو غلام بنانے کا رویہ اختیار نہیں کر رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان خود غرض اور نفس پرست ملاؤں نے سیدھے سادے پٹھانوں کو جوش دلا کر بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ جس میں ان کی ذاتی اغراض مضمر ہیں۔

ایسے پیروں سے اسلام کو کچھ فائدہ نہیں

.... کیا ایسی پیری مریدی اسلام کے لئے کبھی مفید ہوئی ہے سوائے اس کے کہ بیت المقدس، بغداد، ٹرکی اور دیگر اسلامی سلطنتوں کے خلاف تعویذ اور سپاہیوں کی بھرتی دیکر غیر مسلموں کے بازوؤں کو قوی کرے۔ اس کرامت کے سوا میں نے ہندوستان کو ابھی تک ان غیر متحرک اور جامد اسلام سے کوئی فائدہ پہنچتے دیکھا نہیں۔

فاتر العقل ملا

کابل سے رخصت ہوتے وقت تخت و تاج سے سردار عنایت اللہ خاں کے حق میں دست برداری کا اعلان دراصل غازی امان اللہ خاں کی ایک گہری چال تھی جس سے حریفان چیرہ دست کی عیاریوں کو زک دینا اور اپنے سرفروشانہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے تھوڑی سی مہلت حاصل کرنا مقصود تھا۔ ورنہ حقیقت میں عنایت اللہ خاں کی حیثیت اس انقلاب میں علاقہ کے گورنر سے زیادہ نہ تھی۔ جو فاتر العقل ملاؤں، ان کے مسلوب الحواس کی ستارہ [illegible]

بنا ہوا ہے۔

پیروں اور ملاؤں کی ناپاک کوششیں

ہم نے جہانتک غور کیا ہے جب بھی کسی اسلامی حکومت کو کوئی مہم درپیش آئی اس گروہ نے نہ صرف اس کی حمایت ہی سے احتراز کیا بلکہ اسلامی سلطنت کے خلاف دشمنان دین کو الٹی امداد بہم پہنچائی۔ ترکوں کے خلاف انہوں نے بھرتی دی۔ بیت المقدس اور بغداد کی تسخیر کے یہ ذمہ دار ہیں۔ جنہوں نے تعویذی فوج بھرتی کر کے بھیجی اور اپنی سوا سوا گز خطرناک ڈاڑھیوں کو جھنڈوں سے باندھ کر راتوں کو جاگ کر ترکوں کے خلاف وظیفے پڑھے۔ ابن سعود کے خلاف جو کچھ ان سے بن آیا انہوں نے کیا .... اور اب ملاؤں کا ایک گروہ سرحد اور پنجاب کی طرف دورے کو نکلا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ وہ یہاں کے مولویوں سے امان اللہ خاں کے خلاف فتوے کفر حاصل کریں۔ کیا ایسے لوگ مسلمانوں کے مقتدا ہو سکتے ہیں مسلمانو! یہ وہ لوگ ہیں جنھیں تم اپنا مقتدا سمجھے ہوئے ہو۔ اور یہی بغاوت کے لئے لوگوں کو اکسانے کا آلہ بنے ہوئے ہیں۔ اور پنجاب اور سرحد کے فتوے کفر حاصل کر کے آزاد افغانستان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلام بنانے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کا فرض

اس وقت مسلمانان ہند کا فرض ہے کہ جہاں کہیں ایسی سازش کا پتہ چلے فوراً وہاں کے سربرآوردہ اصحاب کے کانوں تک یہ بات پہنچائیں اور وہ اس کا فرنگی اور غلام آفرینی کی روک تھام کریں۔

جامد ملا۔ کندۂ ناتراش پیر۔ ملت فروش مشائخ

غازی امان اللہ خاں نے تہیہ کر لیا کہ وہ افغانستان کو یورپ کی متمدن سلطنتوں کا ہم پلہ بنا کر رہیں گے چنانچہ انہوں نے اصلاحات کا نفاذ شروع کیا اور اس دورافتادہ ملک میں اس قدر سرعت سے کام کیا۔ کہ سارا عالم محو حیرت رہ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مجلسی اصلاحات کے سلسلہ میں انہوں نے بعض باتیں ایسی بھی کیں جو بعض طبائع کو ناگوار گزریں۔ لیکن جامد ملا۔ کندۂ ناتراش پیر۔ ملت فروش مشائخ تاڑ گئے کہ اگر ترقی و بیداری کا سلسلہ یونہی جاری رہا۔ تو ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا۔

افغانستان کے مذہبی پیشوا ہندوستان کے تعلیم یافتہ

مجلس جدید افغانستان نے ایک ایسا قانون وضع کیا جس سے مقصد یہ تھا کہ پیروں اور مذہبی پیشواؤں کے اثر و نفوذ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ افغانستان کے مذہبی پیشواؤں نے غالباً ہندوستان کے قدیم مدارس میں تعلیم پائی ہے بلکہ ان میں سے اکثر ہندوستانی ہیں۔ یہ لوگ اصلاحات کی مخالفت کرتے تھے اور چند سال قبل افغانستان کے علاقہ خوست میں انہوں نے بغاوت کی آگ مشتعل کی تھی۔ اور شاہ امان اللہ خاں کی زندگی معرض خطر میں پڑنے والی تھی۔

امان اللہ خاں کو کافر کیوں اور کس نے کہا

جھوٹے پیروں اور ملت فروش مولویوں کا استیصال اسی طرح ہونا چاہیئے جس طرح مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا ہے جب دشمنوں کی گولیوں کے مقابلہ کا وقت آیا تو یہ بزرگ چھپ گئے۔ لیکن جب اندرونی انتظام اور نظم و نسق کا اہتمام ہونے لگا تو کفر کے فتوے [illegible] امان اللہ خاں کو اس لئے کافر قرار [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ - ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ نمبر ۹

جسم اسلام کا ناسور
علمائے سو کی فتنہ پردازیاں

(۲)

امان اللہ خاں اور مسیح موعود

ایکہ تکفیر مسلمانان کنی از جبل و کیں،
شرمت آید از خدائے عادل و ذی اختیار

گذشتہ نمبر میں ہم نے "انقلاب افغانستان" پر تبصرہ کرتے ہوئے علمائے سو کی ان فتنہ پردازیوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تھا جو جسم اسلام میں ایک ناسور کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ اور جیسے ہولناک نتائج ہر زمانہ میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی، علم و عقل کی پائمالی اور اعلائے کلمۃ اللہ میں رکاوٹ اور سب سے بڑھ کر اسلامی سلطنتوں کا تختہ الٹ دینے کا موجب ہوئے ہیں۔ اور آج بھی افغانستان کی طوائف الملوکی اور شاہ امان اللہ خاں کے دست تدبر سے محرومی کا موجب اگر کوئی چیز ہے تو یہی تکفیر کا ہولناک تبر ہے۔ جس نے چند ہی ایام میں ایک مستقل اور پائیدار حکومت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

جب ہم ان الفاظ کو پڑھتے ہیں جو شاہ امان اللہ خاں نے باغی شنواریوں کو مخاطب بناتے ہوئے لکھے اور اپنے اسلام کا ثبوت ان الفاظ میں دیا کہ:-

"میں اعلان کرتا ہوں کہ خدا واحد ہے۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے میرے اسلامی بھائیو! میں خدا اور رسول کی تعلیم کے مطابق تمام لوگوں کو زیور علم سے آراستہ کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔"

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح سے وہ قوم جو خدا کو ایک اور محمد رسول اللہ صلعم کو اس کا بندہ اور رسول ماننے کے سوا اور کوئی عقیدہ نہیں رکھتی ایسا اعلان کرنے والے کو کافر قرار دے سکتی ہے۔ یہ تو وہ الفاظ ہیں جو ایک کافر صد سالہ کو بھی مسلمان بنا دینے کے لئے کافی ہیں۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان کو ایسے کھلے اعلان کے باوجود کافر ٹھیرایا جائے۔

لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمان قوم میں کافر گری کی بیماری اس حد تک سرایت کر گئی ہے کہ خواہ لاکھ دفعہ انہیں یقین دلایا جائے اور قسمیں کھا کھا کر خدا اور رسول پر ایمان کا اعلان کیا جائے ان کے پاس ایک ہی جواب ہے کہ یہ کافر ہے۔ اس کی بات کا یقین نہ کیا جائے۔ بعینہ یہی صورت حضرت مسیح موعود کو پیش آئی جب آپ نے مولویوں کے فتوے کفر کے جواب میں حلف اٹھا کر اعلان کیا کہ:-

"مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے۔ اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں۔ اور جس قدر آنحضرت صلعم کے خدا کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں۔"

(کرامات الصادقین ص۲۵)

ان صاف و صریح اعلانات کا جو سینکڑوں دفعہ کئے گئے اور خانہ خدا میں کھڑے ہو کر ان بیانات کی تصدیق میں قسمیں کھائی گئیں۔ کیا جواب ملا۔

آج ہندوستانی اخبارات کا وہ طبقہ بھی جو مولویوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اہل حدیث کی غزنوی پارٹی کا اخبار "توحید" اس بات پر چیخ رہا ہے کہ امان اللہ کو کافر ٹھیرا کر وہاں کے ملاؤں نے "اسلام کے ساتھ عظیم الشان دشمنی کی ہے"

لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم نے اسلام کے ساتھ کونسی دوستی کی ہے۔ جب اعلائے کلمۃ اللہ کرنے والوں کو تم نے کافر ٹھیرایا۔ اور اس قدر قسموں اور ایسے واضح اعلانات کے باوجود ان کا اعتبار نہ کیا۔ تمہیں اس بات کا رونا ہے کہ

"افغانستان کے ملانوں نے یہ پہلی دشمنی اسلام کے ساتھ نہیں کی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی انہوں نے سید اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کی تحریک جہاد کی مذہب کے نام پر مخالفت کر کے صوبہ سرحد میں آخری اسلامی سلطنت کا چراغ گل کر دیا۔ اس کے بعد عبد اللہ غزنوی علیہ الرحمۃ کی تحریک اصلاح کی اسلام کے نام پر مخالفت کر کے اپنے ملک سے ان کی تحریک اصلاح کا خاتمہ کر دیا۔" (توحید ۲۴ جنوری ۱۹۲۹ء)

یہ صحیح ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ آیا صرف افغانستان ہی کے ملاں اس بارہ میں قابل الزام ہیں اور ہندوستانی ملانے ایسے الزامات سے بری ہیں کیا خود ہندوستان کے ملانوں نے یہاں کی کئی ایک اصلاحی تحریکات کی کھلی کھلی مخالفت نہیں کی۔ اور ایسی تحریکات کے بانیوں کو علانیہ کافر نہیں کہا دور کیوں جاؤ۔ اس آسمانی نور کو جسے عبد اللہ غزنوی علیہ الرحمۃ نے قادیان کی طرف نازل ہوتے دیکھا خود ان کی اولاد نے اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانے کی پے در پے کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ آج تک "توحید" کے صفحات حضرت میرزا صاحب کی تکذیب اور تکفیر کے گند سے آلودہ نظر آتے ہیں۔ پس واویلا کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم خوش ہو کہ یہ بیج خود تمہارا بویا ہوا ہے۔ تم نے آج تک اپنے رشحات قلم سے اس کی آبیاری کی۔ اور کبھی ایک لفظ بھی اس فتنہ تکفیر کے خلاف کہنا گناہ سمجھا۔ صرف "توحید" ہی نہیں "زمیندار" بھی جیسے "نکاہات" رسم تکفیر کی تائید میں ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ شاہ امان اللہ خاں پر کفر کا فتوے دینے والوں کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"جامد مولویوں۔ جاہل پیروں۔ کندہ ناتراش مشائخوں کے نزدیک اسلام آج ڈاڑھی کا نام ہے۔ پاجامہ کے ٹخنوں سے اونچا ہونے کا نام ہے۔ سر پر عمامہ باندھنے کا نام ہے عورتوں کو تعلیم سے بے بہرہ رکھنے کا نام ہے۔ چھجہ دار ٹوپی کی پوشش پر کفر کے فتوے کا نام ہے۔ کوٹ پتلون کے استعمال پر زندقہ و الحاد کے اطلاق کا نام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

ان اوہام پرست پیروں، ان ہوسناک ملاؤں نے جو نصاریٰ کے دانستہ یا نادانستہ حلیف بن کر مدتہائے مدید سے اسلام کو ذلیل کرتے چلے آئے ہیں۔ امان اللہ خاں پر بھی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق کفر کا فتوے جڑ دیا۔"

یہ بے شک صحیح ہے اور نہ صرف خاص لباس اور پوشش ہی کے ساتھ آج اسلام کو مخصوص کر لیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ عقائد میں بھی ایسی باتیں داخل کر دی گئی ہیں جو کھلے طور پر نصاریٰ کی تائید اور اسلام کی ذلت اور کمزوری کا موجب ہیں۔ لیکن جو شخص ان کا انکار کرے اسے ازلی کافر سمجھا جاتا ہے۔ کیا مسیح علیہ السلام کے دو ہزار سال سے آسمان پر اس جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہونے کا اعتقاد نصاریٰ کی دانستہ اور کھلی تائید نہیں۔ اور کیا یہی وہ بات نہیں جس پر حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو اس ملک کے اوہام پرست پیروں اور ہوسناک مولویوں نے کافر ٹھیرایا۔ حضرت میرزا صاحب کا کیا قصور تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ ثابت کر کے عیسیٰ پرستی کو توڑنا چاہتے تھے۔ اور اپنے آپ کو مسیح کے مقام پر کھڑا کر کے اس بات پر عملی شہادت پیش کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ کی قوت قدسی اس امت میں ایسے افراد پیدا کر سکتی ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کے قائم مقام ہیں۔ لیکن نہیں مولویوں کو یہ کب گوارا تھا

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مددداد ند
نگر مدفون یثرب را ندا دند از فضیلت ہا

کاش "زمیندار" کا ذی فہم ایڈیٹر اس بات پر غور کرتا تو یہ الفاظ جو اس نے افغانستان کے "اوہام پرست پیروں اور ہوسناک مولویوں" کے متعلق آج لکھے ہیں۔ آج سے بہت مدت پیشتر ہندوستان کے مولویوں کے متعلق اس کے منہ سے نکلتے۔ اور یہ رسم تکفیر اس قدر زور نہ پکڑتی جس کا نقشہ افغانستان کی تباہی میں نظر آتا ہے۔

اب بھی ہم کہتے ہیں۔ کہ اسلام کے اگر تم خیر خواہ ہو اور اس کے سچے دلدادہ ہو تو آؤ ان جامد مولویوں۔ جاہل پیروں اور کندہ ناتراش مشائخوں کے خلاف ایک علم جہاد لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ جو مسلمانوں کو کافر بنانے کے درپے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہی اسلام کا اصل مرض ہے۔ جو اسے تباہ و برباد کر رہا ہے اور جب تک اس مرض کو دور کرنے کے لئے پورا زور نہ لگایا جائے گا جب تک لاپروائی کی اس عادت کو ترک نہ کیا جائے گا جو عام طور پر مسلمانوں میں کفر مولویوں کے بارہ میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت تک تمہارا یہ رونا اور پیٹنا سود مند نہیں ہو سکتا۔ اب کم از کم وقت ہے کہ حضرت ... علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق کلمہ گوؤں کی تکفیر کرنے والوں کو بائیکاٹ کر دو۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا ترک کر دو۔ خواہ وہ دیوبندی ہوں یا بریلوی۔ اہلحدیث ہوں یا قادیانی اور خواہ وہ کسی جماعت اسلامی کو کافر قرار دیں۔ شاہ امان اللہ خاں کو کافر قرار دیں۔ یا حضرت میرزا صاحب کو۔ دیوبندیوں کو خارج از اسلام ٹھیرائیں یا بریلویوں کو۔ یا جیسا کہ قادیانی جماعت کا اعتقاد ہے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرائیں ایسے لوگوں کو ترک کر دو۔ کہ یہی اس مرض کا حقیقی علاج ہے اور اسی میں اسلام کی اصل حیات ہے۔

ہندوستان آج تک کیوں فتح نہیں ہوا؟

لکھنؤ کا مسیحی اخبار "کوکب ہند" ۲۵ جنوری کی اشاعت میں اپنے ناظرین سے مندرجہ بالا سوال کرتا ہے اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے اور ہندوستان کی مختلف قوموں کے اندر اختلاف و افتراق کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"شکر خدا کا کہ اس نے پردیسی ایماندار مسیحیوں کے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ وہ ہندوستان تفرق نشان میں صلح و سلامتی کے شہزادے کی منادی کر کے نہ صرف ہندو مسلمان ہی کو بلکہ کل اقوام متفرقہ کو ایک ہی مرکز پر جمع کر دیں"۔

ہندوؤں اور مسلمانوں بلکہ کل اقوام متفرقہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا خیال تو بہت اچھا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے مسیحی ہمسفر سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کم از کم یہ تو ارشاد فرمایئے کہ وہ کونسا مرکز ہے جس پر آپ سب کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری اقوام کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہتے مسلمانان عالم کبھی الوہیت مسیح۔ کفارہ وغیرہ کے اصول پر گردن تسلیم خم کر سکتے ہیں؟ کیا وہ عقائد نہیں جن کو خود دانشمندان یورپ ترک کرتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو معلوم نہ ہو تو آپ ڈاکٹر واش کے اس آرٹیکل کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے جو پیغام صلح کی اشاعت مورخہ ۱۸ جنوری میں شائع ہوا ہے۔

پھر کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ کے اس ایک مرکز پر جمع ہوتے ہی افتراق و انشقاق اٹھ جائے گا۔ واقعات تو یہ شہادت نہیں دیتے۔ کیا یورپ کی جنگ عظیم ایک ہی مرکز پر جمع ہونے والوں کی باہمی افتراق و انشقاق کی دلیل نہیں؟

جس صورت میں رنگ روپ۔ نسل و قوم کے امتیازات عیسائیت میں قایم رکھے جاتے ہیں۔ تو پھر کس دعوے پر کہا جاتا ہے کہ عیسائیت سب کو ایک مرکز پر لانے اور قوموں کی باہمی تفریق مٹانے کامیاب ہو سکتی ہے؟

شکریہ معاونین

گو ناظرین کرام عام طور پر اخبار کی توسیع اشاعت کی طرف بہت کم توجہ فرماتے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمارے بعض بزرگ توسیع اشاعت کے بارہ میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے اول جناب شیخ نذیر احمد صاحب ناظم ریاست ممدوٹ جلال آباد کا ذکر کریں گے جنہوں نے غریب افراد ملت اور طلبا کے نام مفت اور رعایتی قیمت پر اخبار جاری کرنے کی غرض سے ساٹھ روپے اپنی جیب سے عنایت فرمائے دوسرا نمبر جناب نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر شجاع آباد کا ہے۔ جو ایک عرصہ سے اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے مسلسل کوشش فرما رہے ہیں۔ اور گذشتہ دو ماہ میں چار پانچ خریدار دے چکے ہیں۔ جناب فضل داد صاحب انچارج کلرک دفتر سرکل رجسٹرار زمیندارہ بنک کی مساعی قابل قدر ہیں یہ بھی ہمیشہ نئے خریدار فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ایک تازہ والا نامہ میں اس سال دس خریدار عنایت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہم ان احباب کے تہ دل سے مشکور ہیں۔ خدا انہیں نیک کاموں کے لئے زیادہ ہمت دے۔

یہ چند مثالیں دیگر احباب کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہیں کاش وہ ادھر توجہ کریں۔

شاہنامۂ اسلام

جناب ابو الاثر حفیظ صاحب نے سالانہ جلسہ پر اپنی کتاب شاہنامۂ اسلام سے چند بند سنائے تھے۔ جو احباب نے بہت پسند کئے پہلا حصہ حضرت آدم سے شروع ہو کر پیدائش نبی کریم صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ ہمارے احباب کو اس کتاب کی توسیع اشاعت میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ پہلے حصہ کی قیمت عہ ہے۔ قیمت پیشگی بھیجئے۔ یا وی پی طلب کیجئے۔ ...

دنیا کے ایک طرف اور سوامی دیانند جی دنیا کے دوسری طرف کھڑے ہیں گرامر کی خوبی یہ ہے کہ دونوں کا ساتھ دے رہی ہے۔ یہ بلاتے ہیں تو دوڑتی ہوئی ان کی طرف آجاتی ہے وہ کھینچتے ہیں تو ان کی طرف کھنچ جاتی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں شروع شروع میں پانینی اور کاتیاین جو ایک دوسرے کے مخالف تھے اس پر طبع آزمائی کر چکے ہیں۔

منضبط رہزنی اور قتل و غارت

بحث تو تھی حدوث روح و مادہ کی مگر پنڈت جی کی دل کی لگی کو کون بجھائے بات بات پر آپ کو سامی مذاہب پر نیش زنی کی سوجھتی ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ تحقیق حق سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ محض اسلام سے حسد اور بغض کی آگ دل میں بھڑک رہی ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

"مذہب بجائے لوٹ مار۔ لوٹ کھسوٹ۔ قتل و غارت (جو سامی مذاہب کی تاریخ کا نہایت نمایاں پہلو ہے) کے اطمینان قلبی کا موجب ہوتا ہے۔ آریہ مذہب کی یہ خوبی کہ اس کے طفیل خون خرابے نہیں ہوئے یہ منضبط قتل اور منضبط رہزنی کے واقعات وقوع میں نہیں آئے۔"

سامی مذاہب (یہود عیسائی اور مسلمان) کی لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے تو آپ کو خواب آ رہے ہیں۔ مگر آریوں کی وحشت و بربریت کے واقعات نظر نہیں آتے۔ یہی سامی قوم جو ہندوستان کی اصل باشندہ تھی۔ آریوں کی منضبط رہزنی اور منضبط قتل و غارت کے طفیل جس حالت کو پہنچا دی گئی ہے۔ آج انسانیت اور شرافت اس پر ماتم کر رہی ہے۔

سامیوں کی تہذیب

وہ عظیم الشان قوم جس کی تہذیب بقول لالہ لاجپت رائے آریوں کی آمد کے وقت نصف النہار پر تھی۔ توحید کا نور ان کے سینوں میں چمکتا تھا۔ آریوں کی طرح انتہا درجہ کی دیوتا پرستی ان کا شعار نہ تھا۔ ان کی عبادات وہ یگیہ نہ تھے جن میں ہزارہا جانوروں کو زندہ آگ میں بھون کر دیوتاؤں کو خوش کیا جاتا تھا۔ وہ منتروں کو نہیں مانتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک ان میں مظاہر قدرت کی دور از قیاس ستائش (قصائد) اور عجیب و غریب جادو ٹونے۔ حب اور بغض اور مختلف اغراض و مقاصد مختلف دیوتاؤں سے حاصل کرنے کے منتر جنتر کے سوا کچھ نہ تھا آریوں کو ان کے سب سے بڑے قصور یہ نظر آئے کہ وہ کرشن جاتیہ، کرشن یونیہ یعنی کالے رنگ کے تھے ان کی ناک چپٹی تھی۔ اور اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔

سامیوں کے ساتھ آریوں کا سلوک

بس یہی ان کے خوفناک جرائم کی فہرست ہے۔ جن کی بنا پر وہ کشتنی اور گردن زدنی قرار دیئے گئے۔ جناب اندر نے اسی قوم کو بدرجہ غایت قتل کرنے کے طفیل دسیوہن اور دسیو ہنتا کا مبالغہ آمیز خطاب (یعنی دسیوؤں کو بکثرت قتل کرنے والا) رگوید سے حاصل کیا۔ اچھوت دسیو۔ انیچ۔ دلت۔ شودر ملیچھ اور خدا جانے کیا کیا کردہ نام ان کے تجویز کئے گئے۔ ان کے ساتھ آریہ مذہب اور آرین تہذیب نے جو سلوک کیا وہ ان کی صورت سے آج بھی نمایاں ہے۔ اور مدراس اس کے لئے زندہ گواہ موجود ہے۔ جہاں اسلامی حکومت اور تہذیب کا اثر بہت ہی کم پہنچا اور آرین تہذیب اپنی اصلی شکل میں وہاں حکمران رہی کہا جاتا ہے کہ یہ برہمنوں کا قصور ہے۔ لیکن برہمنوں کا قصور اگر انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو صرف اسی قدر ہے کہ وہ اپنے مذہب کے سختی کے ساتھ پابند ہیں۔ کیا رگوید میں "اور تان توجم کرشنام رندھیت" بے عمل کالی چمڑی والے کو کچل کر فنا کیجئے۔ "اناسو دسیوں امرنہ" چپٹی ناک والے دسیو کو فنا کیجئے۔ از قبیل سینکڑوں احکام موجود نہیں۔ "ناشودرا متم ددیات" شودر کو نیک صلاح نہ دو۔ "نہ دیچ اچھشٹم نہ ہوجنم" صاف ستھرا کھانا ان کو کھانے نہ دو۔ برہمن چھتری۔ اور ویش کی جھوٹھا اس کا کھانا تم شودر کے چھو جانے سے مردہ لاش بھی پلید ہو جاتی ہے۔ شودر کے ساتھ ہمدردی کرنے والا پاتر یعنی برادری سے علیحدہ کر دیا جائے۔ نیولے۔ کتے۔ مینڈک کے مارنے کی سزا اور شودر کے مارنے کی سزا ایک ہے۔ جس عضو سے شودر برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اس کا کاٹ دیا جائے۔ یہاں تک کہ پاد مارے تو پاد مارنے کی جگہ کاٹ دی جائے۔ برہمن اور عورت کی بے عزتی کرنے والے کو قتل کر دینا تو آپ بھی آریہ اخبار میں لکھ چکے ہیں کیوں جناب گستری۔ ویش۔ سید شیخ مغل نے کیا قصور کیا کہ ان کی بے عزتی کرنے والا قتل نہ کیا جائے۔ نزلہ جب گرتا ہے بیچارے شودر پر ہی گرتا ہے۔ سچ ہے ایتریا برہمن میں لکھا ہے "شودر اینسیہ پرشیہ کام اتھاپیہ بیتھا کام ودھیا" شودر دوسرے کا غلام ہے جب چاہا نکال دیا۔ جب چاہا مار دیا۔ "نابی سوم استی شودرسیہ" شودر کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ اس لئے منو میں حکم ہے۔ کہ جب بھی اس کے پاس دولت ہو اس کو چھین لینا چاہیے۔

بیسویں صدی کے آریوں کا ضابطہ قانون

[illegible]

اٹھا نہیں رکھی مگر ظلم اور جبر کی انتہا یہ ہے کہ ایک معمولی سے جانور کے بدلہ میں (جس کو خود آریہ سماج کے بانی گدھی کے برابر سمجھتے ہیں) انسان کو قتل کیا جائے۔ سوامی جی اپنے رگوید بھاشیہ میں ارشاد کرتے ہیں "گائے کے مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو"

آہ وہ قوم جو بھیل کی ٹہنی اور زندہ ہاتھ میں گائے کی دم اور انسانی دماغ میں تمیز کرنا نہیں جانتی۔ کیا وہ بھی دنیا میں کبھی حکومت اور سلطنت کرنے کی اہل ہو سکتی ہے۔ انسان کی خاطر بلکہ نسل انسانی کی زندگی کے لئے قتل تو ہوتا ہی آیا ہے۔ لیکن انسان کو مار کر حیوان کو خوش کرنا یہ بیسویں صدی کے آریوں کا ضابطہ قانون ہے کیا مہذب دنیا کے ضابطہ قانون میں شروع دنیا سے لیکر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کر سکتا ہے۔

سوامی دیانند اور میلہ چاندا پور

چموپتی جی کہتے ہیں کہ میلہ چاندا پور میں سوامی دیانند جی نے شکست دی۔ کن کو؟ مسلمانوں کو اور عیسائیوں کو۔ کہیں یہ وہی چاندا پور تو نہیں جہاں مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھ لیا تھا کہ آپ پرمیشور کو روح اور مادہ کا خالق تو مانتے نہیں جو ارواح نجات پا جائیں گی وہ تو ہمیشہ کے لئے پرمیشور کے قبضہ سے نکل جائیں گی۔ خزانہ میں آمد ہے نہیں نکاس ہوتا چلا جا رہا ہے بالآخر آپ کا پرمیشور ہمیشہ کے لئے کیا کرے گا۔ اس پر سوامی جی نے ادھر ادھر جھانکنے کے بعد جواب دیا کہ ارواح بے شمار ہیں اس لئے خزانہ ختم نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب نے کہا سوامی جی جب ہر ایک روح محدود ہے تو اس کا مجموعہ بھی محدود ہی ہوگا۔ اور اگر ارواح لامحدود ہیں۔ تو درمیان میں خلا کیسا؟ یہ ہے خلاصہ اس مباحثہ کا اور اس کا اثر سوامی جی پر یہ پڑا کہ وہاں سے نیچے اترتے ہی اپنا دائمی نجات کا عقیدہ چھوڑ کر میعادی نجات کا ڈھونگ رچنا پڑا۔ اگر اعتبار نہ ہو تو لالہ لاجپت رائے کی مؤلفہ سوامی جی کی سوانح عمری اور پنڈت نردیو شاستری پرنسپل آریہ گورو کل جوالا پور کی کتاب آریہ سماج کا اتہاس حصہ اول پڑھیئے۔ پنڈت نردیو شاستری نے نہایت صفائی سے یہ بھی لکھ دیا کہ میعادی نجات کا مسئلہ ویدک لٹریچر کے کسی ایک حوالہ سے بھی ثابت نہیں۔ اب مناظرہ میں فتح اگر اسی بات کا نام ہے کہ میدان مناظرہ میں لاجواب ہو کر اپنا عقیدہ چھوڑ دیا جائے۔ تو دعا کیجئے کہ آریوں کو ایسی فتح روز نصیب ہو۔ ہم آمین کہنے کے لئے تیار ہیں۔

بہائی مذہب اور آریہ سماج

پنڈت جی نے ہمیں ازلیت ارواح اور مادہ کا قائل کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ بہائی مذہب ازلیت غیر اللہ کا قائل ہے حالانکہ ہمارے نزدیک بہائی اور آریہ بھائی بھائی ہیں۔ دونوں جادۂ حقیقت گم کردہ نئی تہذیب اور مغربیت کی پنیری ہیں۔ روحانیات کی منزل میں طفل مکتب ہیں۔ نہ انہیں ویدوں سے مطلب نہ انہیں قرآن سے سروکار۔ ان کی الہامی کتاب سرب پرمارتھی (خطا و نسیان سے پاک) دیانند کی تصنیف ستیارتھ پرکاش ہے۔ اور ان کی بہاء اللہ کا صحیفہ کتاب اقدس۔ اس میں ویدوں کے عقائد کی تردید ہے۔ اس میں قرآن کریم کی۔ اگر ہم بہائی عقیدہ کی بنا پر قائل کئے جا سکتے ہیں تو آریہ سناتنی بھائیوں کا اور ویدک دھرم کے دوسرے سینکڑوں فرقوں کا ہی عقیدہ کیوں نہیں مان لیتے کہ روح اور مادہ قدیم نہیں۔

کتاب کی تہذیب

گالیاں دینے کے لئے یہ طریق بھی آریہ سماج کی ایجاد ہے کہ پہلے فرضی طور پر دور و نزدیک کا رشتہ ناطہ پیدا کر کے دوسرے کی کتاب سے چند ایک الفاظ دو چار جملے ایسے تلاش کر لئے جائیں جن کو گالیوں کا عنوان دیا جا سکے جس کے بعد دوسروں کے خدا و رسول کتاب اور بزرگوں کو پیٹ بھر کر کوس لینا جائز ہو جاتا ہے۔ کہیں لکھا ہے مرزا صاحب (نعوذ باللہ) اللہ میاں کے باپ ہیں۔ کہیں سنت مرزائی۔ اور مرزائی میاں سے خطاب کیا ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اگر اس قسم کے دل آزار جملے نہ استعمال کئے جاتے تو حدوث روح و مادہ کی بحث کیا ادھوری رہ جاتی تاہم میر محمد اسحاق صاحب اس وجہ سے ہمارے شکریہ کے مستحق نہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب کو نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ نبھایا کیونکہ یہ اسلام کی تعلیم کا امتیاز خصوصی ہے۔ کہ وہ کسی مذہب کے بانی اور بزرگوں کو برا کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ چموپتی جی کے ہم بہت ہی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اگرچہ ہمارے واجب الاطاعت امام کو ہر موقعہ پر تحقیر کے ساتھ یاد کیا ہے اور زبان کا چٹخارہ اکثر مسلمانوں کے خدا اور قرآن کریم پر پھبتی اڑانے سے باز نہیں رہا۔ تاہم ہم بڑی خوشی سے اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں چودھویں سمالاس میں جتنی گالیاں انبیاء کرام کو دی گئی ہیں۔ ان کا عشر عشیر بھی اپنے

استعمال نہیں کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آریہ خود اپنے اس پہلے وار سے شرمندہ ہیں۔ اور کیوں شرمندہ نہ ہوں کیا کوئی شریف آریہ اس امر کو پسند کرتا ہے کہ ان کے پرمیشور اور رشیوں اور منیوں کو الفاظ سے یاد کیا جائے کہ جو ستیارتھ پرکاش میں خدا اور رسول کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔

دیباچہ کا باقی مضمون چونکہ اصل بحث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو ہم اپنے موقعہ پر دیکھیں گے۔ کتاب کی ابتدا میں چموپتی جی نے بزعم خود آریہ فلسفہ کی بنا پر روح اور مادہ کی تعریف کی ہے۔ اس لئے ہم پر بھی واجب ٹھیرا کہ آریہ فلسفہ کی بنا پر ہی اس کی تردید کریں۔

(عبدالحق) (ڈلہوزی ہیڈ برو) (باقی دارد)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— مولوی عبدالحق صاحب چند دن سے ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں ذیل کا نوٹ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے متعلق لکھ کر بھیجا ہے۔

"مولوی عبدالحق صاحب کے لئے اس قدر مانگ بھی باہر سے آتی اور لوگ شاید ویسے بھی ان کے حالات معلوم کرنے کے خواہشمند ہوں۔ دو تین ماہ سے بیمار ہیں ان کی حالت ابھی ایسی ہے کہ میرا خیال ہے اور دو تین ماہ رخصت پر رہنا چاہیے۔"

(محمد علی ۲۷ مئی)

پیغام صلح - ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو شفائے عاجل عطا فرمائے۔ قارئین پیغام صلح ان کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

—— اخویم شیخ محمد نصیب صاحب کا صاحبزادہ عزیز عبدالقادر چہرہ کے زخم کی وجہ سے بدستور بیمار ہے۔ اپریشن کے بعد بھی بیمار کو چنداں افاقہ نہیں ہوا۔ احباب کرام دعا کریں۔

—— گزشتہ اشاعت میں قصور کی سنٹرل فلور مل کے فیل ہو جانے کی خبر درج کی گئی تھی۔ لیکن تازہ اطلاعات سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ خبر صحیح نہیں۔ صرف کارخانہ مذکور کے شرکا میں کچھ تنازعہ ہے۔ مل خدا کے فضل سے فیل نہیں ہوئی۔ فالحمدللہ۔

شکریہ احباب

بخدمت شریف منیجر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ خاکسار کی اہلیہ کی فوتیدگی پر بہت سے احباب کی طرف سے خطوط از بابت اظہار تعزیت آ رہی ہیں۔ فرداً فرداً جواب دینے کے بجائے آپ اخبار میں جملہ احباب کا شکریہ ہماری طرف سے ادا کر دیں۔ والسلام

شیخ نیاز احمد تاجر چرم وزیرآباد

خاکسار کی طرف سے بھی شکریہ عرض کر دیجئے۔

شیخ محمد جان تاجر چرم وزیرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ نمبر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ

برادران جماعت کا فرض

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس منتظمہ نے انجمن کے سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵-۲۶ اور ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء مقرر کر دی ہیں۔ نومبر کا مہینہ ختم ہو گیا جلسہ میں صرف ۲۴ دن باقی رہ گئے ہیں اگرچہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے ایسے مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں انجمن کے جلسہ کو مالی پہلو سے کامیاب بنانے کے لئے احمدی جماعت کے تمام افراد سے پر زور اپیل کی گئی ہے اور ... ان احباب کو بھی ان کے فرائض سے آگاہ کر دیا گیا ہے لیکن اگر کام کی اہمیت اور وقت کی قلت کو پیش نظر رکھا جائے تو ہم برادران جماعت کو ... سے متنبہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جن احباب نے ابھی تک حضرت امیر کی اپیل پر توجہ نہیں کی ہے یا انہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا موقع نہیں ملا وہ انجمن کے اہم بالشان تبلیغی اغراض و مقاصد کو تکمیل تک پہنچانے اور اس کی مالی مشکلات کے مسئلہ کو حل کرنے پر فوری توجہ مبذول فرمائیں۔

ہمارے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت دنیا کی تمام جماعتیں اور قومیں اپنے اصلاحی لائحہ عمل کو کامیاب بنانے کی فکر میں منہمک ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنی کمزوریوں کو رفع کرنا اور اپنے مفاد کو ہر امکانی پہلو سے ترقی دینا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہیں۔ یہ ان قوموں کا حال ہے جنہیں روحانیت سے کوئی سروکار نہیں۔ اور جب یہ جماعتیں تنظیم اور قوت عمل کی بدولت حیرت انگیز نتائج پیدا کر رہی ہیں تو کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو علم و عمل کے اعتبار سے ایک قابل رشک زندگی بسر نہیں کر سکتے ہیں کر سکتے ہیں اور یقیناً کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مشن کو اپنی زندگی کا مشن سمجھیں۔ یہ مشن مشعل اسلام ہے۔ جس کی روشنی خدا کے فضل و کرم سے دنیا کے تاریک گوشوں کو منور کر رہی ہے۔ اگرچہ تبلیغی مشن کا جو کام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس وقت تک کر چکی ہے وہ بجائے خود ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں ایک عظیم الشان کارنامہ ہے لیکن اگر حضرت مرزا صاحب کے نصب العین کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو ہمیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہماری موجودہ مساعی اور جد و جہد کا دائرہ بہت محدود ہے۔ ہمیں تمام دنیا کو اپنا پیغام پہنچانا ہے یا دوسرے الفاظ میں روحانی پہلو سے ساری دنیا کو مسخر کرنا ہے۔

تاریخ اپنے واقعات کو دہرایا کرتی ہے اگر عرب کا ایک امی یتیم اپنے حسن اخلاق اور حسن عمل سے دنیا کی کایا پلٹ سکتا ہے تو اس کے نام لیوا بھی اپنے کارناموں سے دنیا کو محو حیرت کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ دل میں وہی درد اور وہی تڑپ ہو جو آج سے تیرہ صدی قبل مسلسل فتوح کی شکل میں اپنے کرشمے دکھا چکی ہے۔ آؤ! ہم سب مل کر محمد (صلعم) کے دین کی نصرت کے لئے کہ اسی سے ہماری دنیوی فلاح وابستہ ہے ایک متفقہ کوشش سے کام لیں۔ اپنی بکھری ہوئی طاقتوں کو ایک مرکز پر لے آئیں۔ اور اس مشن کی عظمت کا علم بلند کریں جس کی بنیاد اس صدی کے مجدد نے اپنے مبارک ہاتھ سے ڈالی تھی۔ ہمیں اپنے علم و عمل سے دکھا دینا چاہیے کہ کوئی طاقت ہمارے عزائم کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ہماری بیداری اور فرض شناسی اسی امر کی مقتضی ہے کہ ہم ان کو جو کاہل۔ بے پروا اور فرض ناشناس

ہم اپنی مشکلات پر صرف اسی صورت میں غالب آ سکتے ہیں کہ بوڑھے اور نوجوان سب حضرت امیر کی آواز پر اٹھ کھڑے ہوں اور دین کی خاطر اطاعت۔ خدمت اور اخوت کے اظہار سے قرون اولے کی ان اسلامی روایات کو تازہ کریں جن کا ہم آئے دن اپنی تقریروں اور تحریروں میں حوالہ دیا کرتے ہیں۔ اسلاف کے مشہور کارناموں کے اعادہ سے قدرتی طور پر مسرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس اعادہ کی ایک حد ہونی چاہیے۔ ہمیں خود اپنے طرز عمل سے دنیا کو بتا دینا چاہیے کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں اور ہر وقت اور ہر موقعہ پر حقیقی معنوں میں اپنی زندگی کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ چودھویں صدی کے مسلمان عام طور پر صرف ریزولیوشن پاس کرنا جانتے ہیں۔ ریزولیوشن یعنی تجویز کو قوت سے فعل میں لانا ان کے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ ایسی نمائشی تجاویز سے بجز جگ ہنسائی کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ارکان کو ایسی نمائشی تجاویز سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیے۔ انہیں اپنوں اور بیگانوں کے دلوں پر اپنی کوہ وقاری اور مستقل مزاجی کا ایسا سکہ بٹھانا چاہیے۔ کہ ان کا ہر لفظ پتھر کی لکیر سمجھا جائے۔ ہمارے دوست یاد رکھیں کہ جب تک وہ امیر کی اطاعت اور قوم کی خدمت کے صحیح مفہوم پر عامل نہیں ہوں گے ان میں غیر متزلزل عزم و استقلال کا بھی وہ جوہر پیدا نہیں ہوگا جس کے بغیر کوئی جماعت یا قوم بام رفعت تک نہیں پہنچ سکتی۔

ایک ضروری اصلاح

ہمعصر راجپوت ۲۱ نومبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"ایک عرصہ سے تعویذ گنڈے جادو منتر، مسمریزم، عملیات اور طلسمات وغیرہ کو بھی وہی اعتبار اور درجہ دیا جا رہا ہے جو زمانہ جہالت میں ان چیزوں کو حاصل تھا اور اب ہمارے معزز اخبارات بالواسطہ ان عقائد باطلہ کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اور اپنے ہزارہا ناظرین اور شائقین کو اپنے معتبر اور معزز کالموں میں عامل حکیموں۔ جادوگروں۔ جادوگروں کے لئے تعویذ گنڈے بیچکر جاہلوں اور بھولے بھالے عوام الناس کو دھوکا دیکر روپیہ بٹورنے والے چالاک لوگوں کے اشتہار چھاپ کر نقصان پہنچا رہے ہیں"

ہمیں اپنے ہمعصر کی رائے سے پورا اتفاق ہے اور ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے اسلامی جرائد مذکورہ بالا اشتہارات کے ان مضر اثرات پر ایک لمحہ کے لئے بھی غور نہیں کرتے جن سے فرزندان اسلام کے ایمان اور قوت عمل کو اس قدر ضعف پہنچ رہا ہے کہ اگر اس خرابی کا جلد تدارک نہ کیا گیا تو قومی پہلو سے نہایت افسوسناک نتائج رونما ہوں گے۔ ہمارے لیڈر سیاسی تحریکوں میں نہ صرف خاص دلچسپی لیتے ہیں بلکہ ملک کی آزادی کی خاطر خوشی کے ساتھ قید و بند کے مصائب برداشت کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک بھی ایسا لیڈر نہیں جس نے اپنی قوم کو معاشرتی اور اخلاقی امراض کی خوفناک گرفت سے آزاد کرنے کے لئے اپنی فرصت کے اوقات وقف کر دیئے ہوں۔ اگر اسلامی جرائد کے مدیر ملک اور قوم کی صحیح رہنمائی کے مدعی ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے جاہل اور بے علم بھائیوں کو ان "اشتہاری عیاروں" کی عیاری سے بچائیں جو غریب مسلمانوں کی جہالت اور توہم پرستی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمعصر "پیسہ اخبار" لکھتا ہے کہ انگلستان اور یورپ کے کئی دیگر ممالک میں تعویذ گنڈوں اور عملیات وغیرہ کی فروخت کی قانوناً ممانعت ہے۔ ڈاک خانہ ایسے لٹریچر کو روک لیتا ہے اور پولیس ان لوگوں پر مقدمات بنا کر عدالتوں سے انہیں سزا دلاتی ہے۔ ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ ہمارے مسلمان معاصرین اس معاملہ پر خاص توجہ مبذول کریں گے۔ اور آئندہ عملیات اور مسمریزم کے اشتہارات کو اپنی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنائیں گے۔

آریہ سماجیوں کا ایک نیا مطالبہ

امرتسر میں پنجاب کے نوجوان آریہ سماجیوں کی جو کانفرنس حال ہی میں ملاپ کے ایڈیٹر لالہ خوشحال چند صاحب خورسند کی صدارت میں

مضمون کی پاس کی گئی ہے کہ "تمام آریہ سماجیوں کو کھنڈا (ایک قسم کا ہتھیار جو تلوار سے مشابہ ہے) کے رکھنے کی عام اجازت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کھنڈا آریہ سماجیوں کا مذہبی اور قومی نشان ہے"

ہم اس قرارداد کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہر قوم کو ہتھیار استعمال کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ وہ حفاظت خود اختیاری کے لئے ہو۔ چونکہ آریہ سماجی کھنڈا کو مذہبی اور قومی نشان کے طور پر اسی طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں جس طرح سکھ کرپان کو رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ حکومت کو اس جائز مطالبہ کے منظور کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ گو مسلمانان ہند اس وقت محکومی کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اس ملک میں ان کے آباؤ اجداد صدیوں تک صاحب شمشیر رہ چکے ہیں۔ اگر کرپان اور کھنڈا برادران وطن کا مذہبی اور قومی نشان قرار دیئے جاتے ہیں تو پھر مسلمانوں کو اس نشان کے استعمال کرنے کا بدرجہ اولیٰ حق حاصل ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

ایک اشتعال انگیز تصویر

ہمعصر "تازیانہ" ۲۵ نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ ہمعصر "کرم ویر" کے گورو نانک نمبر میں ایک سہ رنگی تصویر شائع ہوئی ہے جس میں کعبہ پاک کے سامنے حضرت باوا گورو نانک جی کو کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلائے۔ لیٹے ہوئے دکھلایا گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ ایک صاحب مورچھل لئے بیٹھے ہیں۔ دوسرے صاحب سارنگی بجا رہے ہیں۔ ایک عرب خادم آپ کی ٹانگیں اٹھائے کھڑا ہے۔" اگر گورو نانک نمبر میں ہمعصر "کرم ویر" کو ہندوستان کے اس صوفی منش اور سچے موحد بزرگ کی سیرت کا صحیح مرقع دکھانا مقصود تھا تو مذکورہ بالا تصویر ایک صریح افترا ہے۔ جس کو حقیقت اور اصلیت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا ہمعصر گورو نانک نمبر کی آڑ میں اس تصویر کی اشاعت سے ان متعصبانہ اور معاندانہ جذبات کا اظہار کر رہا ہے۔ جو اس کے سینے میں موجزن ہیں۔ حضرت بابا نانک کو کعبہ کے سامنے اس شان سے پاؤں پھیلائے اور لیٹے ہوئے دکھانا کہ ایک شخص ان پر موروں کی جھالر لئے بیٹھا ہے۔ دوسرا سارنگی بجا رہا ہے اور ایک عرب خادم ان کی ٹانگیں اٹھائے کھڑا ہے۔ ایک نہایت سفیہانہ اور بزدلانہ فعل ہے۔ تاریخ ہمیں یہ تو بتاتی ہے۔ کہ حضرت باوا نانک مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ لیکن کعبہ کی طرف پاؤں پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے سینے کو صداقت اور معرفت کے نور سے منور کرنے کے لئے جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ اچپال کے افسوسناک واقعہ کے بعد بھی ہمارے ہندو معاصرین کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ اسلام کے خلاف اشتعال انگیز لٹریچر کی اشاعت سے اپنے اخبارات کی اشاعت کے بڑھانے اور اس سے مالی فائدہ اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ایسی کارروائی ہندوستان کے مشترکہ مفاد کے لئے نہایت تباہ کن ہے۔

دستکاری فنڈ

عنوان بالا سے اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور کی حسب ذیل اطلاع بغرض اشاعت موصول ہوئی ہے۔

"محترم بہنوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ انہوں نے جو کچھ دستکاری فنڈ کے لئے بنایا ہے وہ پندرہ دسمبر ۱۹۲۹ء تک اہلیہ محترمہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں بھیجکر عند اللہ ماجور ہوں"

جماعت احمدیہ لاہور کی جو خواتین انجمن کی مالی امداد کے خیال سے دستکاری فنڈ کو کامیاب بنانے میں ساعی ہیں۔ ان کی سرگرمی اور محنت ہمارے ان بھائیوں کے لئے قابل تقلید ہے جنہوں نے ابھی تک اپنی قوت عمل سے کوئی کام نہیں لیا۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں دستکاری کا شعبہ یقیناً دلچسپ اور سبق آموز ہوگا۔ نہ صرف یورپ بلکہ ایشیائی ممالک میں بھی نسوانی تحریک زندگی کے مختلف شعبوں میں مفید نتائج پیدا کر رہی ہے۔ ٹرکی، ایران اور عرب میں عورتوں نے ان فرائض کا بار خود اٹھا لیا ہے۔ جن کا تعلق صنف نازک کی فلاح و بہبود سے ہے۔ ہندوستان کی نسوانی دنیا میں بھی بیداری پیدا ہو چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم خواتین اگر چاہیں تو اپنی قوت عمل سے اسلامی دنیا میں ایک انقلاب

قدیم ہندوؤں میں قربانی اور گوشت خوری کا رواج

وید شاستروں میں لحم البقر کی تعریف و توصیف

ہندوؤں کے عام جذبۂ تنفر کی حقیقت

(از فارقلیط دہلوی)

قدیم ہند میں گائے کا گوشت

قربانی کا رواج ہندوستان میں قدیم الایام سے چلا آتا ہے اور پرانا اتہاس (تاریخ) اور مذہبی روایات عام گوشت خوری اور گائے بیل کی قربانی پر اب تک گواہ ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ ہندو قوم جس شدت سے گوشت خوری کے متعلق نفرت و بیزاری کا اظہار کر رہی ہے۔ اور خصوصیت سے گائے کے بارے میں جو غلو اس نے اختیار کیا ہوا ہے اس سے ناواقف ضرور دھوکا کھا سکتا ہے۔ اور ان موجودہ جذبات تنفر سے قدیم ہندوستان کا اندازہ لگانے میں ٹھوکر کھا سکتا ہے لیکن جو شخص اس قوم کی قومی سیرت مذہب رسم و رواج اور تاریخ سے ذرا سا مس بھی رکھتا ہے وہ حال پر ماضی کو کبھی قیاس نہیں کر سکتا۔ اور ہندوؤں کی موجودہ روش اس کے بے لاگ تحقیقات میں روک بن سکتی ہے۔ اس معاملہ میں ہندوستان کے وہ فضلاء جو ہندو ہونے کے باوجود تاریخ اور واقعات ماضیہ سے بخوبی واقف ہیں اور جن کی تحقیقات کا توازن مذہبی عصبیت سے کبھی زائل نہیں ہوا وہ علی الاعلان اس حقیقت کے معترف ہیں کہ قدیم ہندوستان کی مذہبی رسوم دیوتاؤں کے نام جانوروں کی قربانی اور مذہبی مراسم میں گوشت کا بے دریغ استعمال تھا۔ اور ہر ہندو خواہ وہ کسی ذات سے متعلق ہو یہاں تک کہ دیوتا، رشی، برہمچاری بھی گوشت کو مرغوب اور دل پسند غذا تصور کرتے تھے اور جب تک کہ مہمان کے دسترخوان پر گائے کا گوشت سلیقہ سے نہ رکھا جاتا اس وقت تک مہمان کی عزت و تکریم کا حق ادا نہیں ہوتا تھا۔ پنڈت رام ناتھ سرسوتی جو کلکتہ کے سنسکرت کالج کے ایک تعلیم یافتہ اور ہونہار پنڈت تھے انہوں نے رگوید کے بنگالی ترجمہ میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ:-

> ان دنوں میں گؤ مانس (لحم البقر) کے کھانے کی ممانعت نہ تھی۔ اشولائن گریہ سوتر کے پہلے ادھیائے میں گدیوں کے مختلف مانس کے استعمال کا ذکر ہے۔ گئو میدھ (قربانی گاؤ) اشومیدھ (گھوڑے کی قربانی) وغیرہ قربانیاں پہلے مروج تھیں۔ سمرتی شاستر میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں آریہ لوگ اپنے مہمان کی آمد پر بیل یا بکرا حلال کر کے مہمان نوازی کرتے تھے۔ اُتر چرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ جنک نے ایک بچھڑے کا گوشت کھایا تھا۔ اس سبب سے مہمان کا نام ہی گئو گھنا (گائے کا مارنے والا) ہوا ہے)۔

اس کی تائید انسائیکلوپیڈیا کا نامہ نگار بالفاظ ذیل کرتا ہے:-

> ہندوستان میں قدامت سے ہی گائے کو بڑا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اس کے احترام میں جو غلو آج کل کیا جاتا ہے پہلے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آج کل تو گائے کا ذبح کرنا اور اس کے گوشت کا کھانا بڑا ہی پاپ اور عظیم الشان جرم تصور کیا جاتا ہے برخلاف اس کے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے اور جیسا کہ ایک ہندو فاضل نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ قدیم ہندوستان میں گائے کا گوشت ایک مستقل اور کثیر الاستعمال غذا تھی۔ اور مہمان نوازی میں اس کا استعمال مہمان کی عزت افزائی کے مرادف تھا۔ جیسا کہ یہود میں مہمان کی آمد پر ایک موٹی گائے ذبح کرنے کی رسم تھی۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۴ صفحہ ۲۱۱ نشان اسے مضمون برہمنزم)

پروفیسر ولسن ترجمہ رگوید میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:-

> قدیم ہند میں مہمان کے لئے جو سب سے عمدہ غذا مہیا کی جاتی تھی اور جو مہمان کی تعظیم و تکریم کا موجب تھی وہ گائے کا گوشت تھا۔ جس کو کھا کر مہمان اپنی طالع بختی پر ناز کرتا تھا۔

سیلے بروک صاحب اپنی کتاب "ہندو مذہب کی قدیم رسومات" میں ارشاد فرماتے ہیں:-

> یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ قدیم ہند میں مہمان کی [illegible] کے لئے گائے کے ذبح کرنے کی رسم مروج تھی۔ [illegible] پر مہمان کا نام ہی گئو گھنا یا گائے کا مارنے والا پڑ گیا۔

یہی بات لونگ لوئیس صاحب نے اپنے رگوید کے فرانسیسی ترجمہ میں لکھی ہے اور شاستروں کے متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ہندوؤں کی مرغوب غذا گائے کے گوشت کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ اور مہمان کی خاطر داری بھی اسی گوشت سے کی جاتی تھی۔ پونا کے ایک ہندو عالم مسٹر گھنٹے بھی قدیم ہندوؤں کی بابت فرماتے ہیں:-

> مہمان نوازی زندگی کا قانون تھا۔ اور بہت خاطر تواضع کے ساتھ مہمان گھر پر اتارے جاتے تھے۔ خاص کر گائیں ان کے لئے حلال کی جاتی تھیں۔

(ہندوستان میں آرین تہذیب پر انقلاب انگریزی ص ۱۹۰۶)

بنگال کے مشہور عالم ڈاکٹر راجندر لال مترا صاحب اپنی کتاب "انڈو آرین" حصہ اول صفحہ ۳۵۶ پر فرماتے ہیں:-

> معلوم ہوتا ہے کہ مہمان نوازی کے موقع پر قدیم زمانہ میں گائے حلال کرتے تھے اس لئے مہمان کو گئو گھنا یعنی گائے مارنے والے کہتے تھے اترام چرتر میں مگ شاہ اور رشی بالمیکی جب وششٹ رشی کو اپنے آشرم پر اتارنے کے لئے تیار کر رہے تھے تو انہوں نے خاص مہمانوں کے بھوجن کے لئے بہت سے بچھڑے حلال کئے۔

اگرچہ قدیم ہند میں گائے کے گوشت کے متعلق مذکورہ بالا شہادات کافی ہیں مگر چند معتبر شہادتیں ذیل میں اور درج کی جاتی ہیں۔ تاکہ مسئلہ زیر بحث کی حقیقت اور واقعیت پر کسی شخص کو شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ہندوؤں کا متعصب طبقہ اس کو ہماری جانب داری پر محمول نہ کرے۔ بابو اکشے کمار دت لکھتے ہیں:-

> پہلے زمانہ میں مدھو پرک میں مہمان کو گائے کے گوشت دینے کا دستور تھا۔ قدیم اور کسی قدر نئی بہترین تصنیفات میں اس امر کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ اس لئے مہمان کا ایک نام گئو گھنا یعنی گائے کی مہیا کرنے والا ہوا۔ بھاوا بھوتی نے ایک جگہ اس امر کا بہت صاف بیان لکھا ہے۔ مثلاً اتر چرت چوتھا انک میں ہے کہ پانس (گوشت) کے ساتھ مدھو پرک اس وید دھرم کی بہت تعظیم کر کے سنایل لوگ ویدکے جاننے والے مہمان کو ایک بچھڑی یا بڑا بیل یا بڑا بکرا دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقت میں ہمارے رشی منی وغیرہ سب گائے کھانے والے تھے سیادری ولسن، شیخ ولی اللہ اور رشی راج وششٹ اور وشوامتر میں کچھ بھی فرق نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں بکرے۔ طرح طرح کے ہرن خرگوش کچھوے گینڈا بھیڑ بہت طرح کی چڑیاں سور بھینس کے گوشت کا کھانا مروج تھا۔ بھینس کے گوشت کا کھانا ویدک دستور معلوم ہوتا تھا۔ دیکھو رگوید ۱۰ ۲۸ ۲۷

یہی پنڈت جی اپنی ایک دوسری کتاب بھارت ورشہ او پاسک سمپردائے جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ پر ایک قصہ نقل کرتے ہیں جو اگرچہ بظاہر خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے مگر ہندوؤں کے لئے اس میں بھی عقیدت اور تنزیل کا سامان موجود ہے۔

> رنتی دیو ایک نہایت دیندار اور نیک اعمال راجہ تھے۔ روزانہ ان کے محل میں مہمانوں کی آمد پر ان کے بھوجن کے لئے بیس ہزار ایک سو گائیں ماری جاتی تھیں۔ مگر ان سے بھی سب کے لئے پورا نہ پڑتا تھا۔ اور ان کی آمد کم نہ ہوتی تھی۔ پکانے والے پکار کر کہتے تھے کہ آپ لوگ کچ شوربا ہی کے ساتھ کھانا کھا لیوے پہلے کی طرح گوشت کھانے کو نہیں ملے گا۔ لکھا ہے کہ اس راجہ کے یگ میں اس قدر کثرت کے ساتھ جانور چڑھائے گئے کہ ان جانوروں کے چمڑے سے ٹپکے ہوئے پانی سے ایک بڑی ندی پیدا ہوئی ہے اس کا نام چرمنوتی ہے۔

غرض کہاں تک ہندوؤں اور یورپین عالموں کے اقوال نقل کئے جائیں۔ یہ سب کے سب بالاتفاق اس امر کے مظہر ہیں کہ قدیم ہندوستان میں ہندو لوگ ہر قسم کا گوشت عموماً اور گائے کا گوشت خصوصیت سے استعمال کرتے تھے۔ اور معزز ترین مہمانوں کی آمد پر جو چیز بطور تحفہ ان کے سامنے پیش کی جاتی تھی اور جس کو مہمان یا اور کوئی بزرگ کھا کر میزبان کی سلیقہ مندی اور مہمان نوازی کا معترف ہوتا تھا وہ گائے کا گوشت [illegible]

ہندو گوشت خوری سے کیوں متنفر ہیں؟

یہ چند شہادتیں تو ہم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیں۔ جو ایک طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اس قسم کی سینکڑوں شہادتیں پیش کر سکتے ہیں جن سے امر زیر بحث کے علاوہ اور بہت سے امور منظر عام پر آجائیں گے۔ اور جنہیں دیکھ کر قدیم ہند کا نقشہ نظر کے سامنے آ سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فی الحقیقت قدیم ہند میں عام گوشت اور گائے کا گوشت عام طور پر کھایا جاتا تھا اور باشندوں کی یہ مرغوب غذا تھی تو اب کچھ مدت سے ہندو گوشت خوری سے عالمگیر بیزاری کا اظہار کیوں کرتے ہیں۔ اور امن پسند مسلمانوں سے محض گاؤکشی پر کیوں فتنہ و فساد اور خونریزی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر پہلے اس قوم کے اسلاف گوشت خوری میں مسلمانوں اور گوشت خوروں سے کم نہ تھے۔ تو وہ کیا چیز پیدا ہو گئی جس نے معجزانہ طریق پر تمام ہندوؤں کو اس کے خلاف کر دیا۔ اور ایک عالمگیر تنفر و بیزاری اس قوم کا شعار بن گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وہم کا ازالہ کرنے کے لئے بدھ دھرم اور ہندو دھرم کی رقیبانہ آویزش بدھ دھرم کا مذہبی تسلط اور اس کی روایات اور مذہبی خصوصیات کا ہندوستان پر اثر وغیرہ امور سے واقفیت ضروری ہے۔ جس کے بعد یہ معمہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

ہندوستان میں بدھ دھرم نے جس وقت پیر جمائے اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بدھ دھرم کی خصوصیات ہندوؤں میں سرایت کر گئیں۔ اور ان کے اصولوں کے سامنے ہندوؤں کے ہر فرد نے سر جھکا دیا حقیقت میں جانور نوازی اور ایذا دہی سے پرہیز بدھ دھرم کا اصل اصول اور ان کی قومی روایات کی اساس و بنیاد تھا جس کو عام ہندوؤں میں بنظر پسندیدگی دیکھا گیا اور رفتہ رفتہ اس اخذ و اختیار نے ہندو قوم کی کایا پلٹ دی۔ بدھ دھرم کے پیروکار اگرچہ عام ہندوؤں کی غیر روادارانہ سلوک سے تنگ آ کر ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ مگر انہوں نے اپنے زمانہ قیام میں جو گہرے اثرات ہندوستان میں چھوڑے ان سے ہندوؤں کی ذہنیت مغلوب ہو گئی۔ اور وہ اس جدید مذہب کے تاثرات سے اس درجہ مجبور ہوئے کہ اپنی شاندار روایات اور قومی معاشرت کو بھی ان پر قربان کر دیا۔ اور اہنسا پرمو دھرم کی قائم مقامی کرنے لگے۔ بس یہی وجہ ہے جس نے ہندوؤں کو ترک لحم پر مجبور کر دیا۔ اور وہ اچھے خاصے گائے بیل کھانے کھاتے اہنسا پرمو دھرما کا گیت گانے لگے۔ اور گائے کو وہ عزت و حرمت دی کہ اُن کا بھی دیوتاؤں میں شمار ہونے لگا۔

(باقی آئندہ)

افغانستان کی خبریں

افغانستان میں غیر متوقع حالات رونما ہوئے ہیں لوگوں کو شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ اخبارات غلط خبریں شائع کر کے پبلک کو دھوکہ دیتے ہیں۔ شاہ امان اللہ خاں کے ورود ہند کے بعد تو یہ شکایت بہت عام ہو گئی ہے۔ اس کے متعلق ہم چند الفاظ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ہندوستانی اخبارات عموماً خبر رساں ایجنسیوں اور ولائتی اخبارات سے حاصل شدہ خبریں شائع کرتے ہیں۔ ان کے خبروں کے حاصل کرنے کے اپنے ذرائع بہت کم اور غیر تسلی بخش ہیں۔ ہندوستان میں دو قابل ذکر خبر رساں ایجنسیاں ہیں۔ ایک ایسوسی ایٹڈ پریس جس کی حیثیت نیم سرکاری ہے مگر دخل اور قبضہ زیادہ تر ہندوؤں کا ہے۔ دوسری فری پریس آف انڈیا جس پر کلی طور پر برادران وطن قابض ہیں۔ ان دونوں ایجنسیوں نے کم از کم افغانستان کے متعلق کچھ حق شناسی کا ثبوت نہیں دیا مگر اخبارات اور خاص کر اردو پریس ان کی فراہم شدہ اطلاعوں کو شائع کرنے پر مجبور ہے۔

پیغام صلح گو سہ روزہ ہے۔ مگر کافی تعداد میں دیہات میں جاتا ہے۔ اس لئے اس میں خبروں کے کالم ضروری سمجھے گئے ہیں۔ ہم حالات و قرائن کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت احتیاط سے خبریں شائع کرتے ہیں۔ تاہم یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ یہ خبریں اس قابل نہیں ہوتیں کہ ان کو بالکل صحیح تسلیم کر کے کوئی رائے قائم کر لی جائے۔

افغانستان ایک اسلامی سلطنت ہے۔ مسلمان اس کی خانہ جنگی اور تباہی سے بہت متاثر ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات وہ اخبارات کی خبروں کو پڑھ کر خوشگوار توقعات قائم کر لیتے ہیں۔ جو پوری نہیں

قانون تحدید عمر ازدواج

از سید عبدالمجید صاحب کپور تھلہ

(۳)

قرآن شریف قوانین فوجداری یا دیوانی کا مجموعہ نہیں ہے

اگر تعزیرات ہند اور اسکے علاوہ دیگر تعزیراتی قوانین کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سینکڑوں جرائم ایسے ہیں جن کا قرآن شریف میں تذکرہ تک نہیں ہے۔ اور نہ ان کے متعلق جو سزائیں ہونی چاہئیں ان کا بیان اس میں ہے۔ یہی کیفیت قوانین دیوانی کی ہے۔ قرآن شریف نے ہمیں ان دنوں کے جوان ضابطوں اور قوانین سے حل کی ہیں سکنے کا کوئی علاج نہیں بتایا تو کیا اب ہمارے دین یہ کہنے کے لئے تیار رہیں گے کہ چونکہ قرآن شریف میں ایسے جرائم نہیں ہیں۔ اور اگر وہ جرائم جرائم ہیں تو ان کی سزا غائب رہیگی۔ اس لئے اس کے متعلق قانون بنانا مداخلت فی الدین ہے۔ لہذا ہم اس مداخلت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر ایسا کوئی شخص کہتا ہے کہ جن قوانین کو مداخلت فی الدین قرار دیکر انہیں منسوخ کرنے کی درخواست کرے تو اس پر ناراض ہونے کی بجائے رحم کرنا چاہئے

قرآن شریف کا مقصد اصلی روحانیات ہے

ان اوپر کی باتوں کو دیکھ کر ایک عقلمند کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے اور سوائے یہ کہنے کے اور کوئی چارہ بھی نہیں رہتا۔ اور یہی حقیقت نفس الامری ہے کہ قرآن شریف نہ تعزیراتی قانون ہے نہ کا مجموعہ ہے نہ دیوانی ضابطے کا وہ روحانی ہدایت کے لئے ہے۔

بعض صاحب نہایت بے تکلفی سے فرمایا کرتے ہیں کا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (۶:۵۹) یعنی دنیا کی تمام رطب و یابس اس کتاب میں موجود ہیں یا نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ (۱۶:۹۱) ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا مفصل تذکرہ ہے۔ لیکن ان آیتوں کو دنیاوی علوم کے متعلق تعبیر کرنا اتنی ہی غلطی ہے جتنا کہ اقلیدس اپنی کتاب میں اصول روحانیت ہونے کا دعوی کردے۔ قرآن کا اصلی مقصد روحانیات کا تعلیم دینا ہے چنانچہ اسکے متعلق تمام بنیادی اصول اور انتہائی مدارج جس پر انسان پہنچ سکتا ہے اس میں درج ہیں۔

حدیث فقہ اور اجماع امت

سب سے زیادہ جس امر پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہمارے فقہی اصول ہیں۔ حدیث اس طرح کہتی ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ اور بعض صاحب یہاں تک کہنے میں باک نہیں کرتے کہ "اکیلے قرآن شریف ہی کا نام اسلام نہیں ہے اس کے ماخذ قرآن، احادیث، اجماع تین چیزیں ہیں اور قانون شریعت جس کو فقہ کہتے ہیں ان تینوں سے ماخوذ ہے۔ فقہ نہ عین قرآن ہے نہ غیر قرآن" بلکہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "اگر قرآن مجید میں جواز نکاح صغر سنی کے متعلق کوئی آیت نہیں ملی تو میں بھی یہ دعوی کر سکتا ہوں کہ اس کے امتناع پر کوئی نص صریح موجود نہیں ہے ہم اپنی روزانہ زندگی میں ہزاروں ایسی چیزیں استعمال کرتے ہیں جن کی حلت یا حرمت کلام پاک سے ثابت نہیں۔ ہم اسی اصول کی بنا پر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اس اصول کو نہیں مانتے تو چارپائی پر سونے یا صابن سے نہانے کی کوئی آیت پیش کرے۔ ورنہ ان کو ناجائز سمجھ کر چھوڑ دیں۔" یہ صاحب یہاں تک تو تسلیم فرماتے ہیں کہ امتناع نکاح صغر سنی کے متعلق کوئی آیت موجود نہیں ہے۔ اور اسی طرح کسی حکم کے متعلق امتناع نہ ہونا اسے جائز ہونے کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اول تو قرآن کی آیتیں اوپر درج کی گئی ہیں جن سے بلوغ کی عمر پر پہنچ کر نکاح کے ہونے کا حکم ہے تو کیا اب ہر مثبت حکم کے ساتھ منفی حکم بھی ہونا چاہئے۔ یہ تو بالکل ہی اس طرح ہے کہ اگر کوئی کسی کو کہے کہ ہمیشہ سچ بولا کرو۔ اور وہ جب جھوٹ بولے اور اس سے وجہ پوچھی جائے تو وہ کہدے کہ آپ نے [illegible]

پس بخیال معترض صاحب کے یہ جواب قابل پذیرائی ہونا چاہئے۔ اب اگر یہ زمانہ کہ چارپائی پر سونے یا صابن سے نہانے کی کوئی آیت پیش کرے ورنہ انکو ناجائز سمجھ کر چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کہ چارپائی پر سونا یا صابن سے نہانا فرائض انسانی میں سے نہیں۔ اگر کوئی یہ کام کرتا ہے تو کوئی جرم نہیں ہے لیکن کیا وہ صاحب حدیث، فقہ یا اجماع سے موٹروں پر سوار ہونا اور بائیسکل پر چڑھنا ثابت کر سکتے ہیں۔ ہاں تو یہ دیکھنا ہو کہ یہ چیز ہوئی کیا نہ قرآن ہو نہ غیر قرآن ایک عجیب گورکھ دھندا ہے۔ شاید ان کا یہ مفہوم ہے کہ مطالعہ میں تو قرآن کے موافق ہے لیکن الفاظ میں نہیں لیکن اس میں بھی ان صاحب کو معلوم ہوتا ہے مغالطہ لگا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ سچ بولا کرو تو میں کہوں گا کہ یہ عین قرآن ہے۔ اگر ہم سے کوئی کہے کہ محمد رسول اللہ امی تھے تو میں کہوں گا کہ یہ عین قرآن ہے۔ بہرکیف تحریر سے تو ان کا منشا یہ ہوا کہ فقہ اس طرح تسلیم کرنے کے قابل ہے جیسی کہ قرآن شریف لیکن یہ فرمانے والے اس امر کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ وہ قرآن شریف سے بہت دور جا رہے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ اجتہاد کا دروازہ امت مسلمہ پر بالکل بند کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فقہی قوانین اگر قرآن شریف کے خلاف پائے جائیں تو وہ قطعاً نظر انداز کر دئے جانے کے قابل ہیں اور ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ صغیرہ اور صغیر کی شادی کا امتناع قرآن شریف میں موجود ہے اجماع یا قیاس ان دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ کسی مسلمان پر ان کی تقلید فرض نہیں کیا ہے اور اسی لئے فقہ یا شریعت اسلامی غیر متغیر اور ناقابل ترمیم نہیں ہے۔ اس میں کافی لچک اس امر کی موجود ہے کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے وہ اس کے مطابق ڈھالا جا سکتی ہے" یہ میری ہی رائے نہیں ہے بلکہ جن بزرگوں نے اس پر خالی الذہن ہوکر اور پرانی لکیروں سے علیحدہ ہوکر غور کیا ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر اماموں اور فقیہوں نے زمانہ گذشتہ میں اسی زمانہ کے مطابق حال قانون وضع کئے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اب جبکہ زمانہ ترقی کر گیا ہے۔ اس کے حسب اقتضائے یہ قوانین تبدیل کیوں نہ ہوں۔ خواہ علما زبان سے نہ کہیں لیکن دل سے انہیں اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ جیسا کہ ہم نے اوپر جرائم کی فہرست دیکر ثابت کیا ہے شریعت میں اس حد تک ترمیم ہو چکی ہے اور اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند نے ہی نہیں بلکہ اسلامی سلطنتوں نے بھی جہاں اسلامی حکومت ہے تعزیری اور دیوانی قوانین کو زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق ترمیم کر دیا ہے۔ میری تو نہایت ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ وہ شرح محمدی جو ہمارے اماموں اور فقیہوں نے مدون کی ہے اب اس قابل ہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔ اور ضروری ترمیمات اس میں کر دی جائیں۔ اس سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ روحانی مسائل جو قرآن شریف نے صاف وضاحت سے بیان کر دئے ہیں۔ ان میں ترمیم کر دی جائے بلکہ وہ قوانین جو اسوقت کے اماموں یا فقیہوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے مدون کئے تھے اور جن کی نسبت قرآن شریف میں اسوقت کے زمانہ کے مطابق احکام تھے اور ایسے بہت سے امور ہیں ان کو ترمیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ سمجھنا کہ اجتہاد فی المذہب اماموں اور فقیہوں پر ختم ہو چکا۔ خواہ اس کے زمانے کے بعد نئے حالات پیدا بھی ہو چکے ہوں اور اسی لکیر پر چلنا چاہئے جو وہ قائم کر گئے ہیں خواہ وہ لکیر ہمیں زمانہ کی دوسری طرف لیجا رہی ہو۔ انھیں نہ صرف ارباباً من دون اللہ بنا دینا ہے بلکہ لا یشرک فی حکمہ احدا (۱۸:۵۱) اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے، کی صریح مخالفت کرنا ہے اور ان فقیہوں اور اماموں کی باتوں کو وحی آسمانی سمجھ لینا ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ جرائم اور ان کی سزائیں اسی زمانہ کے حالات کے مطابق تھیں ہم مثال کے طور پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف میں روزہ کی حالت میں مقاربت کی نہی فرمائی گئی ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں کفارے یا کسی سزا کا تعین نہیں فرمایا گیا مگر رسول اکرم

خیال فرمایا۔ چنانچہ ابی ہریرہؓ نے مشکوٰۃ میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص رسول اکرم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا میں تو ہلاک ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا اس نے جواب دیا کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے مقاربت کر بیٹھا آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس غلام ہے آزاد کر دے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کہ دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے۔ کہنے لگا نہیں پھر فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ کہا وہ نہیں۔ آپ نے اسے ٹھہر جانے کو فرمایا اتنے میں ایک آدمی کھجوروں کی بوری بھری ہوئی لایا۔ فرمایا وہ سوال پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا یہ کھجوریں لے اور انہیں صدقہ کر دے۔ اس نے کہا یا رسولؐ عرض یہ ہے کہ کھجوریں ان لوگوں کو تقسیم کر دوں جو مجھ سے زیادہ غریب ہیں تو مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی غریب نہیں۔ رسول اکرم ہنس پڑے اور فرمایا جا اپنے کنبہ کو کھلا دے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روحانی امور سے قطع نظر معاشرتی قانون یا تعزیری سزائیں زمانہ اور حالات کے مطابق ہوتی ہیں۔

فقیہوں کی اجتہادی کورانہ تقلید ہماری ترقی میں سب سے بڑی سد راہ ہوگی۔ بھلا یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ان فقیہوں کا یہ دعویٰ ہو سکتا تھا کہ ان کے اسوقت کے بنائے ہوئے قانون ابد الآباد تک نفاذ پذیر ہونے کے قابل ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر ہمیں خدا کے لئے سمجھا دیا جائے کہ قرآن شریف میں اور ان کے تفقہ فی الدین میں فرق کیا رہ گیا۔ ہر وہ شخص جس میں کورانہ تقلید کا مادہ سرایت نہیں کر گیا یہی رائے دیگا۔ چنانچہ مولانا عبد العلی صاحب بحر العلوم بھی اپنی کتاب شرح مسلم الثبوت میں جس کا نام فواتح الرحمۃ ہے مسلہ ذیل کے فقہا کے اصول کے متعلق حسب ذیل اسے ظاہر فرما چکے ہیں۔

"بعض شخص خیال کرتے ہیں کہ اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی کے مرنے کے بعد بند ہو گیا ہے۔ اور اجتہاد مطلق چاروں اماموں کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ یہ اشخاص یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے تقلید کسی امام کی ان چاروں میں سے مسلمانوں پر واجب کر دی ہے یہ ان کے بہت سے بیہودہ اور احمقانہ خیالات میں سے ایک ہے جس کی کوئی سند نہیں وغیرہ وغیرہ۔"

کتنی غلطی ہے کہ فقیہوں کو کوئی ایسا بلند درجہ دے دیا جائے جس کی رو سے ان کے قیاسی اور اجتہادی مسائل کا یہ رتبہ ہو کہ وہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں خواہ حالات اور حیثیات کیسی ہی تبدیل ہو جائیں ہر طرح پر قابل تقلید ہوں۔ میں تو بلا خوف تردید یہاں تک کہنے کو تیار ہوں۔ اور علمائے خواہ اتفاق نہ کریں۔ مگر ہر سمجھدار اس سے متفق ہوگا کہ اس زمانہ میں علم و فضل نے جو ترقی کی ہے اور ایسے عالم اور فاضل پائے جاتے ہیں جو اجتہاد میں اور قرآن کے سمجھنے میں پہلے فقیہوں اور محدثوں سے کہیں زیادہ سبقت لے جا چکے ہیں۔

تعجب اور بد قسمتی یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے ہمارے علماء ہمیں کم ترقی یافتہ یعنی زمانہ قدیم کی طرف لیجا رہے ہیں۔ آج کل کے علما وہی ہیں جو قتل مرتد پر مہر تصدیق ثبت کر چکے ہیں۔ آگے چل کر میں واقعات سے واضح کر دوں گا کہ ان کی پیروی میں اسلام کو ہاتھ سے چھوڑنا پڑے گا۔ ایک طبقہ ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اگر صغر سنی کی شادی داخل نقص ہے تو قانون نہ بنایا جائے ہم خود اس نقص کو دور کریں گے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ صغر سنی کی شادیوں کی ہم خود اصلاح کر لینگے قانون نہ بنایا جائے لیکن ساتھ ہی وہ یہ کہتے ہیں کہ ناگزیر طور پر صغر سنی کی شادی کو عمل میں لانا پڑتا ہے۔ ہم اوپر ظاہر کر آئے ہیں کہ بڑی سے بڑی ضرورت بھی صغر سنی کی شادی پر صغیرہ یا صغیر کے والدین کو مجبور نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ لڑکی یا لڑکا چھ سات برس میں ہی مکمل طور پر بالغ ہو جائیں اور وہ دھمکیاں دینے لگیں کہ اگر ان کی شادی نہ کی گئی تو وہ جذبات سے مغلوب ہو جائینگے۔ مگر یہ واقعات جہاں تک پیدا ہو سکتے ہیں ظاہر ہے۔ یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر گورنمنٹ اس نقص کو رفع کرنے کے لئے ہماری مدد پر آمادہ ہو تو ہمیں اس کا شکریہ ادا کر کے اسے قبول کر لینا چاہئے یا اسے کہدینا چاہئے کہ ہم خود اس نقص کا انسداد کر لینگے۔ ہم نے اب تک اس نقص کو دفع کرنے کے لئے کیا علاج کیا ہے۔ جو آگے کوئی امید کر سکتا ہے۔

کے سابقہ معتقدات

حال ہی میں قادیان سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت بابرکت میں بعض خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں آپ سے ان تحریرات کا مطلب دریافت کیا گیا ہے جو قادیانیوں کی طرف سے آئے دن اس بات کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں کہ ان میں حضرت امیر نے حضرت مسیح موعود کو نبی لکھا ہے سوال مدنظر یہ ہے کہ اس لفظ کی تشریح حضرت مسیح موعود اور سلسلہ کے دوسرے اہل قلم اصحاب نے کیا کی اور آیا حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریرات میں لفظ نبی کا استعمال انہی معنوں میں کیا گیا ہے یا کسی اور معنے میں۔

جہانتک حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے ہم بارہا یہ عرض کر چکے ہیں کہ آپ نے لفظ نبی کا استعمال صرف لغوی معنوں میں کیا ہے اور اس سے مراد صرف محدث ہے۔ آپ کی ابتدائی تحریرات میں بھی اس کی تصریح جا بجا موجود ہے۔ چنانچہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو آپ نے ایک اقرار نامہ لاہور کے ایک مباحثہ میں لکھ کر دیا جو آپ کے اور مولوی عبدالحکیم کلانوری کے مابین ہوا۔ اس میں آپ نے صاف لکھا ہے کہ:-

"میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جسکے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں ...... تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرائے میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۹)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود لفظ نبی کا استعمال صرف محدث کے معنوں میں کرتے تھے۔ اور اس سے بڑھ کر آپ کی کوئی مراد نہ تھی۔ اس زمانہ میں بھی جب کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرلی۔ اور "ایک غلطی کا ازالہ" لکھا ہے۔ آپ کے صاف الفاظ اسی غلطی کے ازالہ میں موجود ہیں۔ کہ نبوت کا لفظ صرف لغوی معنوں میں آپ نے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ صاف لکھا ہے کہ "نبی کے معنے لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا"

آپ کی آخری تحریر جو آپ نے وفات سے محض تین روز قبل اخبار عام میں شائع کرائی اس میں بھی اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ میں صرف ان معنوں سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا" یعنی محض لغوی معنوں میں۔ لیکن اصطلاح اسلام کی رو سے نبی ہونے سے آپ نے قطعاً انکار کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ ہیں:-

"مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہشیار رہنا چاہیے کہ اس جگہ بھی یہ معنی نہ سمجھ لیں" (خط مسیح موعود ۲۶ اگست ۱۸۹۹ء مطبوعہ الحکم)

غرض حضرت مسیح موعود کی ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ نبی کا استعمال لغوی معنوں میں ہی کیا گیا ہے۔ آپ کی اتباع میں سلسلہ کے اہل قلم حضرات اس لفظ کو جا بجا اپنی تحریرات میں استعمال کرتے رہتے۔ اور جب کبھی ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ انہوں نے وہی جواب دیا۔ جو حضرت مسیح موعود نے دیا تھا ..... ان لوگوں کی تحریرات زیادہ پائی جاتی ہیں جو اس وقت میاں محمود احمد صاحب کے مریدین میں داخل ہیں

ذیل میں ان میں سے بعض کی تحریرات ہدیہ قارئین کرام ہیں۔

مولوی محمد سرور شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"لفظ نبی کے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو معنی ہیں اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانیوالا۔ دوم عالی مرتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجدد دین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گزرے ہیں۔" (بدر مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

مفتی محمد صادق صاحب شبلی مرحوم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:-

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس معاملہ میں ہمارا عقیدہ دیگر مسلمانوں کیطرح ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ وہ بھی آنحضرت کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلے میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" (بدر جلد ۹ نمبر ۵ ۱۹۱۰ء)

پھر مولوی میر قاسم علی شاہ صاحب جو بہت سے اخباروں کے ایڈیٹر اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے ۱۹۱۱ء میں ایک کتاب دین الحق تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے حضرت صاحب کی وہی تحریریں پیش کر کے آپ کی طرف دعوی نبوۃ کو منسوب کرنا غلط قرار دیا ہے۔ جو اب منسوخ کی جارہی ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار الحق جلد ۳ نمبر ۴۸ میں لکھتے ہیں:-

"الحمدللہ کہ قرآن مجید اور احادیث سے اور صاحب تجربہ بزرگوں سے اور مخالف سلسلہ احمدیہ کی قلم و زبان سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ امت محمدیہ میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہی کا انعام افراد کاملہ پر تا قیامت نازل ہوتا رہے گا۔ اس طرح مکالمہ و مخاطبہ کو اپنے مخلص بندوں کے لئے روشنی بنایا ہے۔ اس کے ذریعے ہم جسکو چاہیں راہ دکھا دیتے ہیں۔ پس کوئی شخص نبی اصطلاح میں اس کو ظلی نبوت سے تعبیر کرے یا ولایت تامہ نام رکھے یا نبوت غیر تشریعی بجز نزاع لفظی کے اور کوئی فرق مکالمہ نبی و مومن میں من حیث الکلام اللہ نہیں ہے۔"

یہ تو میاں صاحب کے مریدین کی تحریرات ہیں۔ اسی زمانہ میں جب یہ تحریرات لکھی گئیں حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی ریویو آف ریلیجنز میں وہی الفاظ لکھے جو دوسرے اہل قلم لکھتے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں کسی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا کہ آپ کی ان الفاظ سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ ان الفاظ کا مفہوم وہی ہے جو خود حضرت مسیح موعود، مفتی محمد صادق۔ مولوی سرور شاہ اور دیگر اہل قلم حضرات بارہا بیان کر چکے ہیں۔ کسی کو اس بات کا وہم نہ تھا اور نہ ایسا وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ آپ حضرت مسیح موعود کو لغوی معنوں سے بڑھ کر اصطلاح اسلام کی رو سے نبی قرار دے رہے ہیں۔ ایسا نبی جس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ نہ ان تحریرات میں کوئی ایسا لفظ پایا جاتا ہے۔ جس میں اس قسم کے خیالات کی جھلک بھی پائی جاتی ہو۔ پھر تعجب ہے کہ ان تمام کھلے شواہد کے باوجود کس طرح سے آپ پر تبدیلی عقیدہ کا الزام دیا جاتا ہے اور یہ کیونکر سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود اور تمام سلسلے کے لٹریچر کے خلاف لغوی معنوں سے بڑھ کر حقیقی معنوں میں لفظ نبی کا استعمال کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میاں محمود احمد صاحب کی طرح کبھی آپ کے منکرین کو کافر بھی کہتے۔ لیکن ایک بھی ایسا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں منکرین مسیح موعود کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے کافر قرار دیا ہو۔

ان تحریرات کا مطلب و مفہوم اگر دریافت کرنا ہے تو مریدین میاں صاحب کے مندرجہ بیانات کو پڑھیئے۔ جو مطلب و مفہوم انہوں نے اپنی تحریرات میں لفظ نبی کا بیان کیا ہے۔ وہی حضرت امیر ایدہ اللہ کا منشا ہے اور اس سے بڑھ کچھ نہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نبوت کے متعلق میاں صاحب کے مریدین یعنی مفتی محمد صادق صاحب وغیرہم سے سوالات کئے گئے۔ اور انہوں نے اس کے متعلق جواب دیئے جو اوپر درج کئے گئے آج وہی جواب حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے سمجھ لینے چاہئیں۔

ہم اپنے قادیانی دوستوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت امیر کی تحریرات پر بحث کرنے کے بجائے بہتر ہوگا کہ مفتی محمد صادق مولوی سرور شاہ میر قاسم علی۔ شیخ یعقوب علی وغیرہم سے یہ دریافت کریں کہ انہوں نے مندرجہ بالا تحریرات کن خیالات کے ماتحت لکھیں۔ اور ان کے موجودہ عقائد ان تحریرات کے کہاں تک مطابق ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ خود میاں صاحب سے یہ دریافت کریں کہ انہوں نے لفظ نبی کا استعمال کیسے شروع کیا۔ اور کیوں؟ کیا وہ پہلے اس بات کے قائل نہ تھے کہ تیرہ سو سال میں ایک بھی ایسے نبی کا نہ آنا جس نے کامیابی کا منہ دیکھا ہو۔ نقطہ عروج پر ہے جس کا ذکر آیت خاتم النبیین کے اندر کیا گیا ہے۔ باوجود اس کے کہ ۱۹۱۱ء میں ان کا اپنے ایک مرید کو یہ لکھنا کہ صرف مصلحت وقت کے ماتحت لفظ نبی کا استعمال شروع کیا گیا ہے۔ اور یہ چند روزہ بات ہے۔ امر حقیقت نفس الامری پر ایک کھلی شہادت ہے کہ تبدیلی عقیدہ خود میاں صاحب کی طرف سے ہوئی ہے۔ اور ۱۹۱۱ء میں انہوں نے اپنے عقیدہ کو کسی مصلحت وقت کے ماتحت بدلا جو اگرچہ چند روزہ حیثیت رکھتا تھا لیکن امتداد زمانہ نے ایسی مستقل شکل دیدی جس سے ان کا پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔

خبریں

— لاہور اور دہلی کی طرح کلکتہ۔ پشاور۔ کراچی۔ مدراس اور راولپنڈی میں شاہ امان اللہ خاں کی حمایت میں جلسے ہوئے۔

— معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ نے کابل کے باشندوں پر سخت مظالم کئے اور شاہی خواتین کی توہین کی گئی۔

— ماسکو ۲۰ جنوری۔ ہرات سے اطلاع ملی ہے کہ قندہار اور غزنی کے علاقہ سے فوجیں جمع کی جارہی ہیں۔ شاہ امان اللہ خاں عنقریب ان فوجوں کے ساتھ تسخیر کابل کے لئے یلغار کریں گے۔

— بیان کیا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے روسیوں سے ہولناک انتقام لیا ہے۔ جب وہ شاہ امان اللہ خاں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا تو روسیوں نے اس پر بم گرائے تھے۔ اور اس کو شمال کی طرف پسپا کرکے پہاڑوں پر منتشر کردیا تھا۔

— بچہ سقہ کی ہلاکت کے متعلق اخبارات میں جو اطلاع شائع ہوئی تھی اس کی سرکاری طور پر تردید کردی گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روسیوں کے سوا کابل کی تمام یورپین آبادی محفوظ ہے۔

— کابل اور قندہار کے جو مسافر کوئٹہ پہنچے ہیں ان کا بیان ہے کہ بچہ کی حکومت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہے گی۔ وہ بالکل جاہل اور خراب آدمی ہے۔ البتہ اس قدر قابلیت ضرور رکھتا ہے کہ عارضی طور پر اپنے ماتحت قبیلہ کی رہنمائی کرسکے۔

— پشاور ۲۴ جنوری۔ کابل کے تمام سرکاری دفاتر بند ہیں۔ اپنی حکومت کو تشکیل دینے کے متعلق ہر روز بچہ سقہ کے لئے نئے نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ وہ ابھی تک اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

— بچہ سقہ کے سابق حالات کے متعلق ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ ایک راہزن ہے اور کابل سے قریب ۲۰ میل شمال و مغرب کی طرف ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ وہ پشاور کی ایک سرائے میں کئی سال تک چائے کی دکان بھی کرتا رہا ہے۔ بعد میں وہ افغانی فوج میں بھرتی ہوگیا۔ بغاوت خوست کے زمانہ میں وہ فوج سے علیحدہ ہوگیا۔ اس وقت سے رہزنوں کے سرغنہ کی حیثیت سے شہرت حاصل کرتا رہا۔ اس کی عمر کوئی چالیس سال تک ہے۔ چونکہ وہ پٹھان قوم سے نہیں اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ افغانستان کے صوبجات میں جن کے باشندے تمام تر پٹھان ہیں اپنی طاقت مضبوط کرنے میں اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

— پشاور ۲۴ جنوری۔ ڈکہ کا سرحدی افسر جلال آباد آگیا ہے۔ باقی افغان افسر ڈکہ سے پشاور آگئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈکہ کا سرکاری دفتر جلا کر خاکستر کردیا گیا ہے۔

— کہا جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے کابل میں کرفیو آرڈر نافذ کردیا ہے جس کی رو سے حکم ہے کہ چھ بجے شام سے پیشتر تمام باشندے اپنے گھروں میں داخل ہوجائیں۔ اور طلوع آفتاب سے قبل باہر نہ نکلیں۔ لوگ آج کل بہت خائف ہورہے ہیں۔ کاروبار بالکل بند ہے۔

— بیان کیا جاتا ہے کہ شہر کابل پر شاہ امان اللہ خاں کے ہوائی جہازوں نے پرواز کی اور اشتہارات پھینکے جن میں باشندگان کابل کے نام پیغام تھا کہ میں بہت جلد ... بادشاہوں اور بچہ سقہ پر عنقریب حملہ کرکے شہر سے نکال دونگا۔

— سنا جاتا ہے کہ والدہ ہمایوں نے شاہ امان اللہ خاں سے وعدہ کیا ہے کہ میں خود تمام علاقہ میں دورہ کروں گی۔ اور اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر تخت کابل تمہیں واپس دلانے کے لئے سارے قندہار کو میدان جنگ میں لے آؤں گی۔

— ۲۴ جنوری کی اطلاع مظہر ہے کہ ۴۰ ہزار جرار سپاہ غزنی میں جمع ہوگئی ہے۔ جو کابل پر حملہ کرنے کے لئے شاہ امان اللہ خاں کے حکم کی منتظر ہے۔

— افواہ ہے کہ سردار ... اس کو جو شاہ امان اللہ خاں کے وزیر خزانہ تھے بچہ سقہ نے قتل کرادیا ہے۔ بچہ سقہ نے ان سے کہا تھا کہ شاہ امان اللہ کی طرح میری اطاعت کرو۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا۔ کہ میں ایک ڈاکو کی اطاعت نہیں کرسکتا۔

— پشاور ۲۵ جنوری۔ کابل اور قندہار کے درمیان برفباری کی وجہ سے تمام راستے بند ہوگئے ہیں۔ اس لئے غالباً شاہ امان اللہ خاں کی فوج کشی میں تاخیر واقع ہوجائے گی۔

— سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ بالشویک گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ کابل کے تخت پر کوئی غاصب بیٹھے۔ وہ شاہ امان اللہ خاں سے جو قندہار کو دارالسلطنت بنا رہے ہیں معاہدہ کی تجدید کرنے والی ہیں۔

— معلوم ہوا ہے کہ بچہ سقہ ذلیل چال چلن کا آدمی ہے۔ چائے کی دکان بھی دکھانے کے لئے نام کو کھول رکھی تھی، اصل شغل آوارہ گردی اور کیسہ بری تھا۔

— بچہ سقہ نے اپنی فوج میں تین ماہ گزشتہ اور ایک ماہ پیشگی تنخواہ ادا کردی ہے۔

اقتباسات

فطرت سے بغاوت

ماہ اکتوبر میں انگلستان کے اخبارات میں ایک مقدمہ کی مفصل روئداد شائع ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نومبر ۱۹۲۶ء میں ایک جوان عورت مس براؤن نے مردانہ لباس پہنکر اور اپنے کو مرد ظاہر کر کے ایک دوسری نوعمر عورت سے گرجا میں جاکر باضابطہ نکاح کر لیا اور اسے اب تک برابر اپنی بیوی کی طرح اپنے ہمراہ رکھا۔ دلہن کے والدین حیران و پریشان بالآخر باپ کو پتہ لگ گیا۔ دعوےٰ دائر کر دیا۔ راز فاش ہوا۔ اور "شوہر" کو عدالت سے ایک مہینہ دس دن کی سزائے قید ہوئی۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں سب سے زیادہ اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس عجیب و غریب جرم کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ براؤن کسی وقت بھی اس دوسری عورت سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی۔

مجسٹریٹ کو تو خیر جرم پر حیرت ہوئی لیکن فیصلہ پڑھنے والوں کو خود اس حیرت پر حیرت ہے۔ کیا بھولے مجسٹریٹ کو اتنا نہیں معلوم کہ فرنگستان کی بیٹیوں میں جو جنون تعیش پیدا ہو چکا ہے اس کے لازمی نتائج کیا نکلنے ہیں؟ کیا حد سے بڑھی ہوئی آزادیوں سب قیدیوں اور بیباکیوں کے بعد نفس کی خواہشوں کا فطری طریقوں کے اندر محدود رہنا کسی طرح ممکن ہے؟ کیا لباس و وضع میں، اطوار میں، اور تا بہ امکان جسم کی ساخت اور بناوٹ میں، عورت کا اپنی تمام نسوانی خصوصیات کو مٹا دینا اور فخر و مسرت کے ساتھ مردانہ پن اختیار کر لینا سب بالکل بانداز عام ہے؟ تو یہ جنون یہیں تک پہنچکر رک جائیگا؟ اور اس سے آگے بڑھ کر مردانگی کے تمام لوازم کے اختیار کرنے کی کوشش چھوڑ دی جائے گی؟ "ندیم تنہائی" ... اور اسی مضمون کی دوسری کتابیں جن کا موضوع عورت کا عشق عورت کے ساتھ ہے جو برطانیہ میں بار بار لکھی جا رہی ہیں اور بار بار بحق سرکار ضبط ہو رہی ہیں۔ کیا بغیر ملک کے عام رجحان کا اندازہ کئے یوں ہی بلا وجہ لکھی جا رہی ہیں؟ قرآن سے اگر بیخبری ہے تو کیا بائبل کو بھی بالکل بھلا دیا گیا ہے۔ جس میں نشہ تمدن سے جھومتی ہوئی بعض پچھلی قوموں کے واقعات کیا کچھ اور کیسے کھلے ہوئے لفظوں میں طشت از بام نہیں کئے گئے ہیں؟ یہ خوب ذہنیت ہے کہ پہلے تو خود ہی شرم و حیا عصمت و عفت کی قیدوں کو توڑا جائے اور ہر قسم کی اخلاقی پابندیوں کو خلاف عقل خلاف فیشن کہکر دور کیا جائے۔ اور جب اس تربیت اور معاشرت کے قدرتی نتیجے ظاہر ہونے لگیں تو ایک معصومیت کی ادا اور بھولے پن کے انداز سے ادھر ادھر دیکھا جانے لگے۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

"سچ"

۱۹۲۸ء کے حرامی بچے

برطانیہ کے رجسٹرار جنرل پیدائش و اموات کی جو رپورٹ لندن کے اخبار میل میں ۱۹۲۸ء کے حرامی بچوں کے متعلق شائع ہوئی ہے۔ اس سے بحوالہ رشی ۱۴ ر نومبر معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ صدر سال میں ۲۹ ہزار، سو .. بچے ایسے پیدا ہوئے ہیں جن کی مائیں تو معلوم ہیں۔ لیکن باپ عدم پتہ ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ حرامی بچوں کی یہ شرح ۱۹۲۷ء سے زیادہ ہے۔ یہ اس تہذیب اور آزادی کی کیفیت ہے جس کے نام پر ہمارے ہندوستانی نوجوان مٹے جاتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حرامی بچے جننے والیوں میں کتنی کنواری لڑکیاں ہوں گی جو آزادانہ و بے باکانہ میل جول کا شکار ہو کر عصمت شکنی پر مجبور ہو گئی ہونگی۔ کیا ہمارا روشن خیال طبقہ ہندوستان میں بھی یہی فضا پیدا کرنا چاہتا ہے؟

(کشمیری)

زنانہ مردانہ تفریحات کی علیحدگی

اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو بعض ناگوار حالات کی بنا پر گاندھی جی نے بھی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ پڑھایا جانا مناسب ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ مملکت ایران کے ایک شہر قہلک کیا کرتے تھے۔ وہاں میں جب شہنشاہ ایران قہلک تشریف لے گئے اور انہیں آگ پانی کے اکٹھا ہونے اور پھر ناگوار حالات پیش آنے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مردوں اور عورتوں کی سیرگاہیں علیحدہ علیحدہ کردی جائیں۔ چنانچہ اس پر فوراً عمل ہو گیا۔ کیا ہمارے حد سے زیادہ آزادی نسواں کے طالب بھی کچھ غور کرینگے؟

(م)

ایک آریہ جنا پردہ کی حمایت میں

ہمیں بعض ہندو دوستوں نے بتایا ہے کہ متوسط الحال ہندو عورتوں کی آزادی اور ان کے لباس کے فیشنوں سے اندر ہی اندر گھل رہے ہیں۔ چنانچہ "دیویوں کے پلیٹ پر آنے کا فیشن" کے عنوان سے آریہ ویر یکم نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے "ہندوؤں میں بالخصوص اعلیٰ تعلیم یافتہ اور امیر گھروں کی لڑکیوں کی کئی مثالیں قائم ہو چکی ہیں کہ غیروں سے میل جول ہونے پر وہ کسی کے ساتھ چلی گئیں اور والدین کو بے عزت کر گئیں۔"

سوسائٹی کو ایسی بے احتیاط بے پردگی کا کسی نہ کسی رنگ میں خمیازہ اٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہیئے ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

(م)

اردو اور ہندی

ہندی زبان کا تعلق صرف ہندوؤں سے ہے ان کا اکثر مذہبی و سیاسی لٹریچر اسی زبان میں یا ہندی نما سنسکرت میں ہے۔ وہ اپنی زبان کی حفاظت و ترقی میں بے شک حصہ لیں ان کو کون منع کرتا ہے لیکن جو زبان سارے ملک کی مشترکہ جائداد ہے جس کو اردو کہتے ہیں اور جو سارے ہندوستان میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے اس سے ہندو کیوں بلا وجہ نفرت کا اظہار کریں۔ مہاتما گاندھی علیگڑھ، دہلی بھیت اور بدایوں میں جاتے ہیں۔ ان کی خدمت میں جو سپاسنامے پیش ہوتے ہیں کیا غضب ہے کہ ان کا اکثر حصہ ہندی یا ہندی نما سنسکرت میں ہوتا ہے جسکے سمجھنے والے بھی خال خال ہیں۔ پھر ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلٹیوں کی طرف سے جن میں ہندوؤں کا بھی ایسا ہی حق ہے جیسا کہ مسلمانوں کا اور اور پھر لطف یہ کہ گاندھی جی ایڈریسوں کا جواب سلجھی ہوئی اور سلیس اردو میں دیتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں ہی مسلمانوں کو بدظن کر دیتی ہیں۔ اور وہ سوراجیہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ حالانکہ سوراجیہ کے لئے سب یکساں تڑپ رہے ہیں۔

ہندوستان کے تین بڑے آدمی

مسٹر راماننڈ چیٹرجی ایڈیٹر "ماڈرن ریویو" کی رائے میں ہندوستان میں اس وقت "تین بڑے آدمی" ہیں۔ مہاتما گاندھی دنیا بھر میں "سب سے بڑے آدمی" ہیں۔ سر رابندرا ناتھ ٹیگور سب سے بڑے شاعر ہیں۔ اور سر جگدیش چندر بوس سب سے بڑے ماہر سائنس ہیں۔ ان "بڑے آدمیوں" میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے مسٹر گاندھی بقول خود "دل سے مسلمان ہیں اس لئے کہ وہ اصول اسلام کی پیروی کرتے ہیں" (دیکھو تقریر علیگڈھ) کیا اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسٹر گاندھی کی "بڑائی" کا سبب حقیقت میں اسلام ہی ہے۔ لیکن وہ بہر حال ہندو ہیں۔ اور سیاسی دنیا میں وہ ایک کٹر ہندو ہیں۔ اول ہندو ہیں اور آخر ہندو ہیں اس لئے ان کی بڑائی اگرچہ وہ اصول اسلام ہی پر مبنی کیوں نہ ہو ایک ہندو "بڑائی" ہے۔

سر جگدیش چندر بوس نے "ہر شے ذی روح ہے" کا نعرہ بلند کر کے اور اس کو اپنے نہایت نازک کیمیائی آلات سے صحیح ثابت کر کے دنیائے سائنس میں اپنے لئے ایک بلند جگہ بنالی ہے۔ اور ان کی "بڑائی" میں کلام نہیں ہو سکتا۔

سر رابندرا ناتھ ٹیگور ایک اچھے شاعر ہیں۔ ادیب اور سر اقبال کی شاعری اور ادبیت سر رابندرا ناتھ ٹیگور کی شاعری اور ادبیت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے لیکن وہ افسانہ نویس نہیں ہیں اور ٹیگور کی مانند جہاں گردی کا سلیقہ نہیں رکھتے۔ ورنہ یہ غیر ممکن نہ تھا کہ "تین بڑے آدمیوں" کی فہرست میں رابندرا ناتھ ٹیگور کی جگہ وہ نظر آتے بحیثیت مجموعی ہندو دنیا "سب سے بڑے آدمی" پیدا کر رہی ہے۔ اور اسلامی ہند غالباً اپنا سرمایہ ختم کر چکا ہے۔ اس کو بڑے بڑے آدمی میسر ہیں مگر "بڑا آدمی" اور "سب سے بڑا آدمی" (خواہ وہ کسی حیثیت سے ہو) ان میں کون ہے؟ کیا ناظرین اس دلچسپ مسئلہ پر طبع آزمائی کریں گے؟

(حمایت اسلام)

کافرستان میں اسلام

کافرستان، چترال اور افغانی علاقہ کے مابین واقع ہے۔ رقبہ ۵ ہزار میل مربع ہے۔ ۱۸۹۴ء تک یہ ایک آزاد علاقہ تھا لیکن ۱۸۹۵ء میں حکومت برطانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ کے نتیجہ میں امیر عبدالرحمن خاں مرحوم کے قبضہ میں آ گیا۔ چند مہینے ہوئے حکومت ہند کی طرف سے ایک مہم ڈاکٹر گوہا کی سرکردگی میں باشندگان کافرستان کے تاریخی حالات دریافت کرنے کے لئے روانہ کی گئی تھی۔ اس مہم کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۹۵ء سے یہاں کے باشندوں میں تبلیغ اسلام شد و مد سے ہو رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہوا ہے کہ اس سرزمین میں اب بہت کم کافر رہ گئے ہیں۔ اور ان کی قدیم رسوم بڑی سرعت سے مٹتی جا رہی ہیں۔ مہم کی رپورٹ کے مطابق یہ قطعی یقینی ہے کہ آئندہ چند سال کی مدت میں کافرستان میں قدیم رسم و رواج کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

ہماری رائے میں کافرستان کے باشندے ہندوستان کے باشندوں سے اس بارہ میں برابر فوقیت رکھتے ہیں کہ اول الذکر مسلمان ہو کر قدیم رسم و رواج کو بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ اور خالص مسلمان بن جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے باشندے مسلمان ہو کر قدیم رسم و رواج کے اسی طرح پابند رہتے ہیں اور اس کا جو مہلک نتیجہ نکلتا ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں۔

(م)

شہید کون ہے؟

شہید وہی ہے جو وطن۔ قوم۔ اور مذہب کے لئے ذاتی مفاد کے ملاحظہ کے بغیر کسی نہ کسی طرح اپنی جان عزیز قربان کر دے۔ اسی معیار کے پیش نظر بنگال کانفرنس کے اجلاس میں داس آنجہانی نے سیاسی قاتلوں کی نیت کی تعریف کی۔ جتندر داس کے نعرے لگائے گئے۔ میکسوینی کی وقعت ہوئی۔ اور آج بھی مسٹر ساندرس کے قاتلوں کی حمایت کی جا رہی ہے۔ کاکوری کے شہیدوں کے راگ گائے جاتے ہیں۔ اگر کاکوری کے قاتلوں اور ساندرس کو ہلاک کرنے والوں کی عزت کی جا سکتی ہے۔ ... کو شہید کہا جا سکتا ہے تو علاء الدین تو صد ہزار عزت و احترام کا مستحق ہے کہ اس نے مذہب مقدسہ کی تحریم و تقدیس کے لئے اپنی زندگی قربان کر دی۔ مذہب کو ہر نہج وطنیت پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی لئے مسلمان اسے شہید کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اور واقعی وہ شہید ہے اور حقیقی معنوں میں شہید ہے۔

"تیج" کو حیرت ہے کہ علم الدین کو شہادت کا مرتبہ دینے والوں میں سے کسی کی کسی قوم پرست مسلمان رہنما نے مذمت نہیں کی۔ لیکن ہمیں بتایا جائے کہ اول میں۔ بیرا کلاں میں۔ بتیا میں اور سونتہ وغیرہ میں مسلمانوں کو تباہ کرنے۔ مدنج قادیان کو منہدم کرنے اور جرموں میں ...... کلمہ طیبہ اور اذان پر پابندی عائد کرنے والوں کے خلاف کس نے اظہار مذمت کیا۔ یا یہ فرض صرف مسلمانوں ہی پر عائد ہوتا ہے "تیج" تو مسلمانوں کے احتجاج پر اس قدر برافروختہ ہے کہ وہ محض اسی بنا پر ہندوؤں کو اتحاد سے روک دینا چاہتا ہے اور یہ امر بہت نقصان رساں ہے۔ جہاں ہم حکومت کے اس فیصلہ پر اظہار امتنان کرتے ہیں کہ اس نے نعش کے حوالے کرنے کا اعلان کر دیا۔ وہاں ہندو مسلمان دونوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس قسم کی تحریرات سے متاثر نہ ہوں اور باہم متحد رہیں۔ فی الحقیقت انسانی قتل ایک مذموم فعل ہے ہم علم الدین کو صرف اس لئے شہید سمجھتے ہیں کہ اس نے یہ قتل اپنے مذہب کے تحفظ کے لئے ایک اضطراری حالت میں کیا۔ اور اس سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی۔ بہر کیف جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب ہندو مسلمانوں کو اسے بھول جانا چاہیئے اور کوئی بات ایسی نہ کرنی چاہیے جو آئندہ نقص امن ...

خبریں

—— بمبئی ۲۷ مئی۔ شاہ امان اللہ خاں شنبہ کی صبح کو دہلی سے بمبئی کی طرف روانہ ہو کر آج دوپہر کے وقت یہاں پہنچ گئے۔

—— بمبئی ۲۷ مئی۔ پولیس اور مقامی حکام کی کوششیں جو انہوں نے شاہ امان اللہ خاں اور ان کی جماعت کے ورود بمبئی کو صیغہ راز میں رکھنے کے لئے کی گی تھیں۔ ناکام رہیں۔ اور خبر پھیل گئی۔ ریلوے اسٹیشن کولابہ پر لوگوں کا کثیر اجتماع ہو گیا۔ پولیس نے ڈھائی بجے بعد دوپہر کے قریب پلیٹ فارم کو ہجوم سے خالی کر دیا۔ اور اخبارات کے فوٹوگرافروں کو بھی جنگلے سے باہر نکال دیا۔

—— شاہ موصوف کی ٹرین سوا چھ بجے کے قریب کولابہ اسٹیشن پر پہنچی۔ انڈر سیکرٹری بمبئی گورنمنٹ۔ افغان قونصل جنرل مقامی افغان قونصل کلکٹر اور پولیس کمشنر استقبال کے لئے موجود تھے۔ شاہ امان اللہ خاں نے جس وقت گاڑی سے باہر قدم رکھا تو مضمحل معلوم ہوتے تھے ہجوم میں زیادہ تر مسلمان شامل تھے۔ اللہ اکبر کے نعروں سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا۔

—— آپ موٹر پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے تاج محل ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگوں کے پُر جوش خیر مقدم کے جواب میں اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے۔ پہلی موٹر میں شاہ موصوف تھے۔ دوسری میں سردار عنایت اللہ خاں جن کے عقب میں ملکہ ثریا اور سردار صاحب بیگم برقعوں میں لپٹی ہوئی روانہ ہوئیں۔

شملہ ۲۷ مئی۔ وائسرائے ہند اور شاہ امان اللہ خاں کے درمیان برقی پیغامات کا تبادلہ ہوا۔ وائسرائے نے شاہ موصوف سے اظہار ہمدردی کیا اور سفر کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے اپنی حکومت کی خدمات پیش کیں۔ شاہ نے شکریہ ادا کیا۔

—— لاہور ۲۷ مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ خاں نے حکومت ہند سے عہد کیا ہے کہ وہ سیاسیات کے متعلق بحث مباحثہ نہ کریں گے نہ اس میں حصہ لیں گے۔

—— بمبئی ۲۸ مئی۔ شاہ امان اللہ خاں نے اپنے اور رفقا کے لئے تاج محل ہوٹل میں ایک فلیٹ کرایہ پر لیا ہے شب گذشتہ سب نے آرام کیا۔ صبح لوگ درشن لینے کے لئے ہوٹل کے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن شاہ باہر نہیں آئے۔

معلوم ہوا ہے کہ ساری جماعت ایک ہفتہ تک بمبئی میں قیام کرے گی۔ شاہ اور ملکہ اٹلی جائیں گے۔ ان کی جماعت کے بعض افراد ہندوستان رہ جائیں گے۔ ملکہ ثریا کی صحت اب پہلے سے اچھی ہے۔

—— بمبئی ۲۸ مئی۔ آج انڈین نیشنل کانگرس کی طرف سے پنڈت موتی لال نہرو نے پھولوں اور پھلوں کی ایک آراستہ و پیراستہ ٹوکری شاہ اور ملکہ کے حضور میں پیش کی جس پر فارسی کی یہ ضرب المثل درج تھی۔ "برگ سبز است تحفۂ درویش"

بمبئی ۲۸ مئی۔ شاہی جماعت کے بعض ارکان نے جن میں چند خواتین بھی شامل تھیں شہر کی سیر کی۔

لاہور ۲۸ مئی۔ مولانا ظفر علی خاں آف زمیندار نے شاہ امان اللہ خاں کی خدمت میں ایک برقی پیغام بھیجا۔ جس میں اُن سے استدعا کی گئی ہے کہ جدہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے متوقف ہو کر حرم محترم کے طواف کی سعادت حاصل کریں اور اس مقدس مرکز اسلام سے نیا پیغام حیات لے کر اپنے لئے ایک جدید سلطنت کی بنیاد قائم کریں۔

—— بمبئی ۲۷ مئی۔ شاہ امان اللہ خاں کے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ کو ملاقات کی اجازت دیدی۔ اور سردار عبد الہادی خاں نے شاہ موصوف کی طرف سے سوالات کے جواب دئے۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا شورش افغانستان میں کوئی بیرونی اثر و رسوخ کام کر رہا ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ اس قدر بیوقوف کون ہو سکتا ہے جو بچہ سقہ کی مدد کرے۔ وہ شخص ایک کندہ ناتراش ڈاکو ہے۔ آپ نے کہا ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ کسی دوسری قوم کے اشارہ سے افغانستان میں سازشوں کے جال بچھے ہیں۔

جاہل مطلق اور بے دماغ شخص ہے۔ خاندانی روایات بھی نہیں رکھتا۔ یہ بات خیال میں بھی نہیں آسکتی کہ وہ زیادہ دیر تک افغانستان کا بادشاہ بنا رہے۔

—— جب ان سے پوچھا گیا کہ ایک ڈاکو کو قبائل پر اس قدر اثر و رسوخ کیونکر حاصل ہو گیا اور اس نے تخت کابل کس طرح حاصل کر لیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب حکومت کی فوجیں شنواری قبائل کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھیں بچہ سقہ کو موقع مل گیا۔ اس نے ڈاکوؤں کی تمام جمعیتیں فراہم کر لیں۔ اور کابل پر چڑھائی کر دی۔ اس کی اس حرکت کے ساتھ ملاؤں نے حکومت کے خلاف بدظنی اور بے اعتمادی پھیلا دی۔ ان وجوہ کی بنا پر شاہ امان اللہ خاں کو تخت افغانستان سے دست بردار ہو کر فرار ہو جانا پڑا۔

جنرل نادر خاں کے متعلق کہا کہ جس وقت تک شاہ امان اللہ خاں نے تخت سے دست برداری کا دوبارہ اعلان نہیں کیا تھا جنرل نادر خاں تخت کے مدعی ہونے کا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر جنرل نادر خاں نے ڈاکوؤں کے رئیس پر فتح حاصل کر لی اور یلغار کرتے ہوئے کابل پہنچ گئے تو وہ افغانستان میں حصول رائے عامہ کی مدد سے مستقبل کے حکمران کا فیصلہ کرائیں گے۔

—— سردار صاحب سے سوال کیا گیا کہ اگر باشندگان افغانستان شاہ امان اللہ خاں سے درخواست کریں کہ وہ پھر کابل پہنچ کر ان پر حکمرانی کریں تو کیا وہ یہ درخواست منظور فرمائیں گے۔ سردار صاحب نے توقف کے بعد فرمایا کہ اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے تا آنکہ ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ فی الحال شاہ موصوف نے قطعی طور سے تخت افغانستان پر اپنا دعویٰ چھوڑ دیا ہے۔

—— شاہ امان اللہ خاں کے پروگرام کے متعلق فرمایا کہ ابھی تک انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا جس کی وجہ ملکہ ثریا کی ناسازی طبع ہے یہ امر یقینی ہے کہ بادشاہ اور ملکہ اپنے بچوں کو لے کر عنقریب اٹلی کی طرف سے جائیں گے۔ ایک دو ہفتہ کے اندر اندر جہاز پر سوار ہو جائیں۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ سردار عنایت اللہ خاں اور آپ کے اہل و عیال آپ کا ساتھ دیں گے یا نہیں۔ شاہی خاندان کے دیگر افراد اور ان کے خدم و حشم میں سے بہت برطانی ہند میں رہ جائیں گے۔ اور بعض جلد افغانستان واپس چلے جائیں گے۔

—— دہلی اسٹیشن پر سردار عبد الہادی خاں نے اخبار ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ سے ملاقات کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ ایسوسی ایٹڈ پریس کی شائع کردہ اطلاعات صحیح نہیں ملکہ شاہ امان اللہ آخر وقت تک غزنی پر قابض رہے۔ غلزیوں کی بے وفائی اور نمک حرامی کی وجہ سے شاہ موصوف کو شکست ہوئی۔

—— آپ نے کہا کہ افغانستان کے حالات بہت پُر اسرار ہیں۔ جو قبائل اور اقوام کل تک شاہ کی وفاداری کا دم بھرتی تھیں وہ دن نکلنے سے پیشتر ان کی مخالف ہو جاتی تھیں۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی پُر اسرار طاقت شاہ کے خلاف کام کر رہی ہے۔

—— بیان کیا جاتا ہے شاہ امان اللہ خاں اپنے ہمراہ جواہرات اور اشرفیوں کی ۲۴ تھیلیاں لے کر آئے ہیں۔ جن کی قیمت کا اندازہ تیس چالیس لاکھ کیا جاتا ہے۔ پشاور کے افغان قونصل نے بھی چھ لاکھ روپیہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اس کے علاوہ یورپ میں بھی انہوں نے بہت سا روپیہ کاروبار میں لگا رکھا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ سابقہ سفر کے دوران میں وہ روسی ترکستان میں زمین خرید آئے ہیں۔ اب وہیں جا کر آباد ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جلد ۱۷ | لاہور - یوم جمعہ مطبوعہ ۲۰ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۰

نامہ برلن

ہمارا گزشتہ جلسہ حسب معمول ۲۰ جنوری ۱۹۲۹ء کو ہوا۔ حاضرین و سامعین کی تعداد اس قدر تھی کہ نہ کمرے میں مزید جگہ تھی اور نہ ہمارے پاس اور کرسیاں تھیں۔ دو تین مختلف اخبارات کے نمائندے بھی موجود تھے اس دفعہ مقرر جناب ڈاکٹر مارکوس صاحب تھے۔ مضمون "اسلام اور خدا کا تصور" تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کی اور ہستی باری تعالیٰ کے مختلف پہلوؤں پر خوب عالمانہ و فلسفیانہ سیر کن بحث کی۔ اختتام تقریر پر حاضرین کو حسب معمول سوال و جواب کا موقع دیا گیا جس پر ایک مسلم نوجوان نے یہ مطالبہ کیا کہ اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے مضمون کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اور ان کی تقریر نہایت ہی مدلل تھی۔ مگر اسلام میں ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ کا منبع و مخرج قرآن کریم ہے۔ لہذا اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کا ثبوت قرآن کریم سے دیا جائے۔ اور قرآن پاک کی وہ آیات اور مقامات پیش کئے جائیں جن سے یہ ثابت ہو کہ یہ امور ان کا فلسفہ اور دلائل قرآن کریم کے اندر موجود ہیں۔ لہذا اس بات کو ثابت کرنے کی خاطر کہ یہ تصور جو آج ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا ہے۔ فی الواقعہ اسلامی تصور ہے۔ ضروری ہوگا اگر ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی ان آیات و مقامات کا ذکر کریں جن سے یہ خیالات اخذ کئے گئے۔ اس کا جواب اولاً ڈاکٹر صاحب نے خود دیا۔ اور پھر راقم الحروف نے قرآن کریم کی عربی زبان میں آیات پڑھ کر اور بعد میں ان کا انگریزی ترجمہ کرکے سامعین پر ثابت کر دیا کہ یہ تصور خدا کا اسلام کی پاک کتاب [illegible] القرآن [illegible] پیش کردہ تصور ہے۔

اس کے بعد ایک اخبار کے نامہ نگار نے خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق سوال کیا جسکے جواب میں قلت وقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صرف چار صفات یعنی رب۔ رحیم۔ رحمٰن۔ مالک۔ پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ بحث جو بڑی ہی دلچسپ تھی تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ یعنی رات کے دس بجے تک۔ دس بجے کے بعد جلسہ برخاست ہوا مگر حاضرین و سامعین میں سے اکثر احباب رات کے گیارہ بجے تک ایک دوسرے سے مختلف پہلوؤں پر فرداً فرداً گفتگو کرتے رہے۔

دو مہینے اور [illegible] اخبارات کے دو ایک اور نمائندے آئے اور اسلام اور مسجد کے متعلق ضروری امور پر نوٹ لیتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس جلسہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ کہ واقعی جلسہ میں بہت مفید مطالب کے متعلق تقریریں ہوتی ہیں۔ [illegible] اس قسم کے جلسوں سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔

ہمارا آئندہ جلسہ یکم فروری کو [illegible] بجے شام منعقد ہوگا۔ اس دفعہ بھی مقرر ڈاکٹر مارکوس صاحب ہی ہوں گے۔ والسلام

خاکسار

[illegible]

اسلام کی حقانیت کا دلفریب ثبوت

کولمبو یونیورسٹی کے انگریز لکچرار کا قبول اسلام

تیس سال مطالعہ کے بعد اسلام کو سچا مذہب پایا

۱۵ دسمبر ۱۹۲۸ء ۶ بجے سہ پہر کو زاہرہ کالج کولمبو کے وسیع ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت ریورنڈ کنگس بری بی اے لکچرار یونیورسٹی کالج کولمبو (سیلون) میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مولوی حاجی شاہ عبدالعلیم صدیقی متوطن میرٹھ (ہند) نے معیار صداقت ادیان کے عنوان پر سلیس و دلکش انگریزی زبان میں ایسی جامع اور موثر تقریر فرمائی جس میں اول فلسفیانہ دلائل عقلیہ سے ضرورت دین و مذہب کو جتایا۔ پھر عقلی و تاریخی معیار مقرر فرمایا اور تمام مشہور و معروف ادیان عالم کا جامع و کامل مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کی موثق و مکمل شکل پیش فرمائی۔ اور یہ دکھایا کہ ضروریات انسانی کے لئے اگر کوئی موثق اور مکمل قانون ہوسکتا ہے۔ تو وہ صرف اسلام کی مقدس کتاب قرآن ہے جس میں نہ آج تک کسی ترمیم نے راہ پائی۔ نہ قیامت تک اسکا امکان ہے۔ جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ کثیر التعداد بدھ دھرم کے ماننے والے۔ زردشتی۔ نصاریٰ وغیرہ ہر مذہب کے لوگ موجود تھے۔ لیکن مولانا موصوف کا طرز بیان کچھ ایسا دلفریب و دلپذیر تھا۔ کہ غیر اسلامی حلقوں میں بھی صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی۔ بعد اختتام تقریر بعض غیر مسلم اصحاب نے اپنے شبہات کا ازالہ چاہا۔ مولانا موصوف نے کشندہ پیشانی ہر سائل کو اطمینان بخش جواب دیا۔ آخر میں صدر جلسہ ریورنڈ کنگس بری نے یہ کہتے ہوئے اپنی تقریر کا اختتام کیا کہ یقیناً مسلمان قابل ہزار مبارکباد ہیں کہ ان کے دین کی تعلیم جس قدر اعلیٰ ہے دنیا کا کوئی مذہب ایسی موثق صورت پیش نہیں کرسکتا۔

مولانا موصوف کی تنقید کی تائید میں ریورنڈ صاحب نے تسلیم کیا کہ یقیناً انجیل میں تحریف کا دروازہ اسی دن کھلا ہے جس دن سے ان کی ترتیب شروع ہوئی۔ اور موجودہ اناجیل کو ہرگز وثوق و یقین کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ نیز یہ بھی تسلیم کیا کہ حضرت مسیح نے ہرگز شرک و بت پرستی کی تعلیم نہیں دی تھی۔ اور بالیقین نصاریٰ بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ اگر ہندو تین مورتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ تو نصاریٰ خدا کے بیٹے اور روح القدس کی پرستش میں مصروف ہیں۔ ریورنڈ موصوف کی تقریر کے وقت وہ سماں قابل دید تھا جب حضرت مولانا نے محترم صدر سے فرمایا کہ جب آپ ایسی کھلی بت پرستی فرماتے ہیں تو کیا آپ تیار نہیں کہ توحید کے علمبردار [illegible] کہ خدا ایک ہے [illegible]

مولانا نے دریافت کیا کہ جب آپ مان رہے ہیں کہ اناجیل محرف اور قرآن غیر محرف اور موثق ہے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ قرآن خدا کی سچی کتاب ہے۔ ریورنڈ صاحب نے کہا کہ یقیناً میں قرآن کو کتاب اللہ مانتا ہوں۔ مولانا نے پوچھا کہ جب آپ قرآن کو کتاب اللہ مانتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ آپ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ماننے میں کوئی بھی تامل نہ ہوگا۔ ریورنڈ صاحب نے فرمایا کہ یقیناً جس طرح آدمؑ سے عیسےٰؑ تک سب نبیوں کو نبی مانتا ہوں میں محمد رسول اللہ کی تعلیم کو دیکھکر یہ ماننے پر مجبور ہوں کہ بے شک وہ بھی اللہ کے نبی ہیں۔

پھر مولانا نے وجود ملائکہ اور حشر و نشر کے متعلق بھی اسی طرح سوال کئے اور اثبات میں جواب پاکر مولانائے موصوف نے فرمایا کہ اس اعتقاد کو ایمان کہتے ہیں۔ اور تمام مسلمان یہی ایمان رکھتے ہیں۔ مولانا نے دریافت کیا کہ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کیا آپ تیار ہیں کہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان فرمادیں چند سکنڈ سوچکر ریورنڈ صاحب نے فرمایا کہ میں تقریباً ۳۰ برس سے مذاہب عالم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اب اتمام حجت کے بعد کوئی وجہ نہیں پاتا کہ مسلمان ہونے کا اعلان کیوں نہ کردوں۔ تمام مجمع کی طرف سے نعرہائے تحسین و آفرین بلند ہوئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی تلقین کے مطابق ریورنڈ کنگس بری صاحب نے جو اپنی عمر تقریباً چالیس سال مسیحی پادری منسٹر کی حیثیت سے تثلیث و صلیب پرستی میں گزار چکے تھے۔ بکمال خضوع و خشوع انگریزی زبان میں کلمۂ توحید و شہادت [illegible] دہرایا۔ اور ایمان مجمل و مفصل پر حاضرین کو گواہ بنایا۔ مالک عالم استقامت عطا فرمائے۔

مولانا موصوف نے ۱۷ دسمبر کو ایک دوسرے جلسہ میں مسلم مشنری ایسوسی ایشن کولمبو کی بنیاد ڈالی۔ (تبلیغ)

جلسہ سالانہ

پر کوئی صاحب اپنا کمبل بھول گئے ہیں۔ جو بطور امانت انجمن میں پڑا ہے اس سے پہلے بھی اطلاع دی جاچکی ہے۔ جن صاحب کا ہو وہ نشانی بتاکر وصول کرسکتے ہیں۔

(آنریری سکرٹری)

شاہنامہ اسلام

جناب ابوالاثر حفیظ صاحب کی تازہ تصنیف ہے۔ چھپ رہی ہے اس کتاب میں سے چند بند انہوں نے جلسہ سالانہ پر سنائے تھے جو بہت پسند کئے گئے۔ پہلا حصہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوکر رسول کریمؐ کی پیدائش تک ہے قیمت ۱۲ مجلد

پتہ۔ منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک اصلاحی فسانہ

مہر معجل

(از مولانا سید ظہور احمد صاحب بگوی)

(۱)

منشی امیر احمد شہر کے متوسط الحال لوگوں میں امتیاز خاص رکھتے تھے۔ ان کی عمر چالیس اور پچاس کے درمیان تھی۔ اردو فارسی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ اور ساتویں آٹھویں درجہ تک انگریزی بھی پڑھی تھی۔ ایک سرکاری دفتر میں اسی روپے ماہوار کے ملازم تھے۔ آدمی نہایت روشن خیال تھے۔ ملازمت سے جس قدر وقت بچتا تھا۔ اسے مطالعہ کتب اور اخبار بینی میں صرف کرتے تھے جس سے ان کی علمی حالت اور معلومات عامہ کو بہت فائدہ پہنچتا تھا۔ کوئی بات بار بار نظر کے سامنے آتی ہے۔ تو رفتہ رفتہ دل اس سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ منشی صاحب نے اخبارات کے مطالعہ سے جب اپنے قومی افلاس کا حال معلوم کیا۔ اور اس افلاس کی وجہ سے جو مصیبتیں اس قوم پر نازل ہو رہی ہیں۔ ان سے آگاہ ہوئے تو فطری نیکی کی بنا پر ان کا دل مغموم رہنے لگا۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو بھی اسی تنگدست قوم کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے معاملات میں بھی عاقبت اندیشی سے کام لینے لگے۔ کبھی اسراف کے قریب نہیں جاتے تھے خورونوش میں تکلف کو برا سمجھتے تھے۔ تہواروں اور تقریبوں کے موقع پر اعتدال اختیار کئے تھے۔ ان عاقبت اندیشیوں اور کفایت شعاریوں کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ ان کی زندگی مالی مشکلات سے آزاد تھی۔ اور ان کے پاس ہمیشہ کچھ نہ کچھ سرمایہ پس انداز موجود رہتا تھا جسے وہ ضرورت کے وقت اپنے کام میں لاتے تھے۔ اور انہیں موقع ملتا تھا کہ نازک اوقات میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے کام آئیں منشی امیر احمد صاحب اپنی خدا ترسی اور قومی ہمدردی کی بنا پر اکثر ایسے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ جو قومی مفاد سے وابستہ ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات اپنے آپ کو نقصان پہنچا کر وہ ایسے کام کر گزرتے تھے۔ جو درحقیقت افراد قوم کے لئے مفید ہوتے تھے

(۲)

منشی صاحب کی توجہ سب سے زیادہ اپنی قوم کی اقتصادی حالت کی طرف تھی۔ اور وہ برابر غور کرتے رہتے تھے۔ کہ ایسے کیا وسائل ہو سکتے ہیں۔ جن کی بنا پر لوگوں کی اقتصادی مشکلات دور ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ طے کیا۔ کہ اگر مسلمان کفایت شعار بن جائیں۔ اور ضروریات زندگی میں سادگی اختیار کریں۔ تو کم آمدنی کے باوجود وہ مالی مشکلات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ منشی صاحب نے اپنی زندگی کو بھی دوسروں کی سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ بنا رکھا تھا۔ پس وہ جس کسی کو نصیحت کرتے تھے۔ اس پر اچھا اثر ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کا مشن کامیاب ہونے لگا۔ اور ان کے شہر میں ایک درجن سے زیادہ ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جو ان کے ہم خیال تھے۔ اور اپنی زندگی سادگی اور کفایت شعاری کیساتھ بسر کرنا پسند کرتے تھے۔ جب سادہ زندگی کی تبلیغ پر کئی سال کا زمانہ گذر گیا۔ اور منشی صاحب نے دیکھا۔ کہ ان کے اکثر ملنے والے جو عموماً مقروض اور مالی مشکلات کے شاکی رہتے تھے۔ اب خوشحال ہیں۔ تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔ اور اس کامیابی نے ان کو ایسا حوصلہ مند بنا دیا۔ کہ وہ اخبارات ورسائل میں بھی اصلاحی مضمون لکھنے لگے۔ لیکن چند روز کے بعد انہیں اندازہ ہوا کہ بدنصیب افراد قوم نے ان کی ہدایت و نصیحت کے ماتحت جو روپیہ پس انداز کیا تھا۔ اور اپنی زندگی اسراف و تکلفات سے آزاد کرکے جو رقم بچائی تھی۔ اسے شادی و غم کے مواقع پر جھوٹی شہرت و ناموری میں خرچ کرنے لگے۔ تو اپنی کوششوں کی اس بربادی پر انہیں نہایت رنج ہوا۔

(۳)

اب انہوں نے اپنی ساری توجہ اس امر پر مبذول کی کہ مقتضائے حال کے مطابق شادی و غم کا ایک نظام مقرر کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب تک یہ نظام مقرر نہ ہوگا۔ اس وقت تک قومی دولت زوال وفنا کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ پس انہوں نے اس اسکیم کو دل میں رکھکر اپنے ملنے جلنے والوں کو تجارت کی ترغیب دی۔ اور بتایا کہ تجارت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے قوم خوشحالی اور فارغ البالی حاصل کر سکتی ہے۔ تجارت کی خوبیاں ذہن نشین کرنے کے لئے منشی صاحب کو کچھ زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی کیونکہ تجارت میں جو کھلی ہوئی منفعت اور آزادی ہے۔ وہ ہر شخص کو معلوم ہے اور اسکے علاوہ وہ لوگ بھی ترس رہتے ہیں۔ جن کو بحالت ملازمت بڑی تنخواہیں مل رہی ہیں لیکن اطاعت و غلامی کا طوق ان کی گردن میں پڑا ہوا ہے۔ بہرحال لوگوں نے منشی صاحب کی اس تجویز کو بہت پسند کیا اور ہر شخص کاروبار کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن جو چیز مانع تھی۔ اور جس نے منشی صاحب کے مشورہ کو بے معنی کر رکھا تھا۔ وہ سرمایہ کا سوال تھا۔ مسلمان امیروں یا غریبوں ان کے پاس سرمایہ کہاں۔ شاید دنیا میں کوئی قوم ہندوستانی مسلمانوں کی طرح تہی دست نہ ہوگی۔ غربا کا یہ حال ہے۔ کہ وہ دس روپیہ کا نقد سرمایہ بھی نہیں رکھتے بہتر متوسط الحال کے لئے سو دو سو کی رقم بھی حکم رکھتی ہے۔ اور جو لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان میں فیصدی پانچ بھی بمشکل ایسے ہونگے۔ جو یکمشت دو چار ہزار روپیہ اپنی تحویل میں سے نقد نکال سکیں۔ پس ایسی حالت میں کہ سرمایہ موجود نہ ہو۔ محض حوصلہ مندی اور محض ارادہ کچھ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے منشی صاحب کے لئے ضروری ہوا کہ وہ تجارت کی تحریک کے ساتھ ساتھ سرمایہ کا سوال بھی حل کریں۔

(۴)

منشی صاحب کے واقفکاروں میں دو قسم کے لوگ تھے ایک نادار اور دوسرے متوسط الحال۔ جو لوگ بالکل نادار تھے ان کے لئے سرمایہ کا بندوبست اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کہ چندہ کا انتظام کیا جائے لیکن متوسط الحال لوگ جن کے لئے چندہ کا کیا جانا مناسب نہ تھا قرض کی صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ منشی صاحب نے چند روز کی جدوجہد میں یہ پروگرام بنایا اور اپنے شہر کے ایک سو آدمیوں کو اس بات پر رضامند کیا۔ کہ جب کوئی شادی ہو تو لڑکی والے لڑکی کے جہیز کی ایک رقم اپنے حسب حال مقرر کرکے نصف رقم اپنے سازوسامان میں صرف کریں اور نصف رقم بصورت نقد دیں اور اسی طرح لڑکے والے جس قدر صرف کرنا چاہیں۔ اس کا چوتھائی حصہ شادی کے انتظامات میں صرف کریں اور باقی رقم مہر معجل کی صورت میں ادا کریں اسی طرح جو لوگ موت کے موقع پر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ نمائش کو چھوڑ کر کچھ رقم ضروری مصارف میں صرف کرکے باقی حصہ ایک فنڈ کی صورت میں جمع کر دیا کریں۔ اور اس فنڈ سے نادار لوگوں کی امداد کی جائے اور انہیں قرض حسنہ کے طور پر کچھ رقم کاروبار کے لئے دی جائے۔ اسی طرح ختنہ و مکتب کی تقریبوں میں بھی مصارف کا بجٹ بنایا جائے۔ اس میں سے ایک جز ضروریات میں صرف کرکے باقی رقم بچہ کے نام سے کسی بنک میں محفوظ رکھی جائے۔ منشی امیر احمد صاحب کی یہ تجاویز بظاہر نہایت خوش آئند تھیں۔ لیکن ان پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ جب تک وہ سوسائٹی جس کے ساتھ انسان زندگی بسر کرتا ہے کسی مسئلہ پر متفق نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ایک فرد واحد کے لئے عملدرآمد بہت دشوار رہتا ہے۔ ترک رسوم کا مسئلہ ایسا اہم ہے کہ پندو وعظ سے اس پر کچھ زیادہ اثر نہیں پڑتا اور رسمیں اس وقت تک مسلمانوں سے نہیں چھوٹ سکتیں۔ جب تک افلاس ان جذبات کو پامال نہ کر دے اور جب تک تہیدستی اس آخری درجہ تک نہ پہنچ جائے کہ انہیں قرض بھی نہ مل سکے۔

(۵)

منشی امیر احمد صاحب نے اپنی ترغیب اور تبلیغ سے شہر میں ایک سو آدمی ایسے فراہم کر لئے جو تقریبات کے مواقع پر ان کی مجوزہ اسکیم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے اگرچہ شہر کی آبادی کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم تھی۔ لیکن پھر بھی ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جس کو سال بھر کے عرصہ میں کسی نہ کسی تقریب کا موقع نہ ملا ہو اور اس نے طے شدہ اسکیم کے مطابق ایک رقم جمع نہ کی ہو۔ چنانچہ اموات کے سلسلہ میں پانچ چھ سو کی رقم جمع ہو گئی۔ جسے منشی صاحب نے کئی نادار مگر ہونہار اشخاص میں تقسیم کرکے انہیں چھوٹی چھوٹی تجارتوں میں مصروف کر دیا اور ان سے یہ معاملہ طے کیا۔ کہ اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ [illegible]

دلچسپ صورت اختیار کی۔ اس ایک سال کے عرصہ میں گیارہ شادیاں ہوئیں۔ اور ان میں کسی قسم کی نمائش یا تکلف اختیار نہیں کیا گیا۔ البتہ نوشاہ کی طرف سے مہر کی رقم ادا کی گئی۔ اور عروس کے سرپرستوں نے معمولی جہیز کے ساتھ ایک معتدبہ رقم نقد صورت میں پیش کی۔ یہ شادیاں متوسط الحال لوگوں میں ہوئی تھیں اور اس نے ہر شادی میں نوشاہ وعروس کو جو نقد روپیہ ملا اسکی تعداد ایکہزار سے ڈھائی ہزار تک تھی ان میں سے بعض اشخاص ملازمت پیشہ تھے۔ اور اس لئے وہ بذات خود کوئی کاروبار نہیں کر سکتے تھے۔ پس انہوں نے اپنے کسی بیکار لیکن کارکردہ عزیز کو نصف منافع کی شرط پر روپیہ دیکر بالواسطہ تجارت شروع کی اور جو لوگ بذات خود کام کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے مناسب حال کام تجویز کر لئے۔

(۶)

چونکہ یہ سب کچھ نیک نیتی پر مبنی تھا اللہ تعالے نے منشی امیر احمد صاحب کی اسکیم کو سرسبزی عطا کی۔ جن لوگوں نے کاروبار کیا ان کی حالت روز بروز بہتر ہوتی گئی۔ اگر آدمیوں کے انتخاب میں یا کاموں کے انتخاب میں غلطی ہوتی تو شاید ناکامی کی مثالیں بھی سامنے آتیں۔ لیکن یہ حسن اتفاق تھا۔ کہ تھوڑی بہت ہر شخص کو کامیابی ہوئی ان لوگوں کی کامیابی اور خوشحالی دیکھ کر وہ لوگ بھی اس مفید تحریک میں حصہ لینے لگے جو پہلے اسے ناقابل التفات سمجھتے تھے۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ مہر معجل ادا ہونے لگا۔ جس کی طرف سے غفلت برتی جاتی ہے۔ لوگوں کا یہ عجیب قاعدہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر غیر ضروری مصارف میں تو دل کھول کر روپیہ صرف کرتے ہیں لیکن مہر جو بالکل قرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ ادا کرنیکا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ بہت سی شادیاں جو محض اسی لئے رکی ہوئی تھیں کہ تکلفات کے لئے معقول رقم موجود نہ تھی۔ مناسب وقت پر ہو گئیں۔ اس صورت حال نے سب سے بڑھ کر جس شخص کو فائدہ پہنچایا۔ وہ امتیاز علی نامی ایک نوجوان ہیں جنہوں نے انٹرنس پاس کرکے فرنیچر کی تجارت شروع کی۔ فرنیچر کی تجارت کے لئے انہیں کم از کم پانچہزار روپیہ درکار تھا۔ لیکن ان کے پاس کام شروع کرنے کے لئے صرف دو ہزار روپے تھے۔ اور وہ بھی اس طرح حاصل ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے اپنا مکان اور بہت سا غیر ضروری اثاث البیت فروخت کرکے کرایہ کے مکان میں اقامت اختیار کی تھی۔

(۷)

امتیاز علی صاحب کی نسبت ایک جگہ ٹھہر چکی تھی لیکن چونکہ روپیہ کاروبار میں لگا ہوا تھا اور ابھی مزید روپیہ کی ضرورت تھی اس لئے شادی کا مسئلہ ان کے لئے بہت دشوار تھا۔ کیونکہ کم از کم دو ہزار کی رقم اس تقریب کے لئے درکار تھی۔ اگر امتیاز علی اپنا کارخانہ فروخت کر دیتے۔ تو ایکدن میں شادی ممکن تھی۔ لیکن ایسی حالت میں پہلے دن سے معاش کی فکر ان کو پریشان کرتی جب یہ تحریک شہر میں کامیاب ہونے لگی تو انہوں نے منشی امیر احمد صاحب سے ملاقات کی اور خواہش کی کہ وہ ان کے خسر کو آمادہ کریں۔ کہ یہ شادی اس تحریک کے ماتحت عمل میں آئے۔ چنانچہ اس مقصد میں کامیابی ہوئی امتیاز علی صاحب نے دو ہزار کی رقم بطور قرض حاصل کرکے مہر میں ادا کی سسرال سے جہیز کی صورت میں دو ہزار روپیہ ملا۔ شادی کے بعد انہوں نے بیوی کو نشیب و فراز سمجھایا۔ کہ دو ہزار روپیہ جو قرض لیا تھا۔ اسی دن واپس کر دیا اور باقی ماندہ دو ہزار روپیہ کاروبار میں لگایا۔ جس کے ساتھ ہی ترقی کے آثار پیدا ہو گئے۔ رفتہ رفتہ کام وسیع پیمانہ پر پہنچ گیا اور آج یہ کارخانہ امتیاز اینڈ سنز کے نام سے غیر معمولی شہرت اور وقعت رکھتا ہے اس کی مالیت کا اندازہ ایک لاکھ سے زائد ہے۔ یہ سب کچھ دس سال کے عرصہ میں ہو گیا۔ اگر منشی امیر احمد صاحب تحریک نہ کرتے اور وہ کامیاب نہ ہوتی تو امتیاز علی کی ترقی کی کوئی صورت نہ تھی۔ وہ شادی کرتے۔ اور شادی میں ایک غیر معمولی رقم خرچ ہو جانے کی وجہ سے ان کے کاروبار کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچتا۔

(۸)

اس تحریک کے بعد تقریباً ۱۲ سال تک منشی امیر احمد صاحب زندہ رہے اور جب تک زندہ رہے وہ مسلمانوں کی اصلاح وفلاح میں کوشش کرتے رہے۔ شادی و غم کی تقریبوں میں انہوں نے جو اصلاحات کیں اور جتنے آدمیوں نے ان پر عمل درآمد کیا۔ وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ منشی صاحب کے انتقال کے بعد یہ تحریک سرد پڑ گئی کیونکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ٥

پیغام صلح

جلد ۱۷ | شعبان المعظم ۱۳۴۷ ہجری المقدس | نمبر ۱۰

عمانوائیل کا مصداق حقیقی

اور

مسیحوں کی ناکام کوشش

(۱)
(از ... ایک احمدی کے قلم سے)

عمانوائیل کی پیشگوئی

عہدنامہ عتیق میں یسعیاہ نبی کی کتاب میں عمانوائیل کی پیشگوئی بڑی مشہور ہے جو یسعیاہ (ب۷) آیت ۱۴ میں اس طرح مذکور ہے۔

"دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوائیل رکھیگی وہ دہی اور شہد کھائے گا۔ جس وقت کہ وہ بُرا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پائے"

اس پیشگوئی کا مصداق عیسائیوں کے نزدیک

عیسائیوں نے اس پیشگوئی کا مصداق جناب مسیح کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ متی کی انجیل میں جہاں ولادت مسیح کا ذکر ہے۔ وہاں اسی پیشگوئی کو دہرا کر متی نے اسے جناب مسیح پر چسپاں کیا ہے۔ اور مسیح کی ولادت کو کنواری کے حمل سے قرار دیتے ہوئے اس پیشگوئی کے الفاظ "کہ کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی" کو لفظاً پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس پیشگوئی کی تحقیق انجیل کی روشنی میں

اب قبل اس کے کہ ہم اس پیشگوئی کی تحقیق کریں سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ متی نے جو "کنواری حاملہ ہوگی" کی پیشگوئی لفظاً پورا کرنے کی کوشش کی ہے یہ انجیل سے بھی درست ثابت ہوتا ہے یا محض ایک ادعا ہے۔ جو متی صاحب یا بعد کے مسیحیوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اور انجیل کے دوسرے واقعات اس کے خلاف ہیں۔

جناب یسوع کا نسب نامہ

اناجیل کو غور سے پڑھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ یعنی یسوع کا باپ یوسف تھا۔ اور کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونا محض ایک دعوٰی ہے جو کسی غرض کو سامنے رکھکر کیا گیا ہے۔ جس پر دلیل کوئی نہیں۔ کسی کے حسب نسب کے متعلق جو امر قطعی شہادت ہوا کرتا ہے وہ ہوتا ہے اس کا نسب نامہ۔ لوقا کی انجیل میں نسب نامہ موجود ہے۔ اور خود متی کی انجیل نسب نامہ ہی سے شروع ہوتی ہے دونوں میں نسب نامہ **یوسف** کا لکھا ہوا ہے۔ اگر یوسف حضرت مسیح کا باپ نہ تھا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یوسف کا نسب نامہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ دنیا میں جو بھی نسب نامہ لکھا جاتا ہے وہ باپ سے شروع ہوتا ہے۔ لوقا کی انجیل میں یوسف سے نسب نامہ شروع کیا ہے اور آدم پر جاکر ختم کیا ہے اور آدمؑ کی نسبت لکھا ہے کہ "وہ خدا کا تھا" اور صاف لکھا ہے کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ (دیکھو باب ۳ آیت ۲۳) "جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یوسف کا بیٹا تھا۔ اور وہ عیلی کا......" پھر اس سلسلہ کو جا کر آدم پر ختم کیا ہے۔ اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور صفائی کیا ہوگی۔ اب اور کس طرح کہیں کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا۔ صاف تو لکھدیا کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا۔ اور پھر یوسف کا نسب نامہ آدم تک دے کر یسوع کو "ابن آدم" قرار دیدیا۔ اب فرمایئے دنیا میں اور کونسا طریق ہے جس سے یہ بتایا جاسکے کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا۔ بعض عیسائی کہدیا کرتے ہیں کہ یہاں خطوط وحدانی میں لکھا ہے کہ (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) جس سے یہ نتیجہ بھی تو نکل سکتا ہے کہ درحقیقت وہ یوسف کا بیٹا نہ تھا۔ مگر عیسائیوں کا یہ کہنا محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لینے سے بڑھکر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

کیونکہ محققین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ یہ فقرہ "(جیسا کہ سمجھا جاتا تھا)" بعد میں بڑھایا گیا ہے۔ اصل مسودہ میں موجود نہیں۔ اور اسی لئے خطوط وحدانی میں لکھا ہے۔ چونکہ ابن اللہ ہونے کا اس نسب نامہ نے خاتمہ کر دیا تھا۔ اس لئے اس کی زد سے بچنے کے لئے بعد میں یہ فقرہ بڑھایا گیا۔ مگر درحقیقت یہ فقرہ بھی کچھ مفید مطلب ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ "جیسا کہ سمجھا جاتا تھا" تو یہ بتلاتا ہے کہ یسوع کے زمانہ میں لوگ جناب یسوع کو یوسف کا بیٹا سمجھتے تھے۔ اور یہ بات اس قدر پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی تھی کہ جناب لوقا اس روایت کا انکار نہیں کرسکے۔ بلکہ اسی روایت کو تسلیم کرکے یوسف کا نسب نامہ اپنی کتاب میں درج کردیا اور اگر جناب لوقا نے الہام سے یہ کتاب لکھی ہے تو پھر گویا الہام الٰہی نے بھی اسی بات کی تائید کی۔ اور لوقا سے یوسف ہی کا نسب نامہ لکھوا دیا۔ ورنہ کیا لوقا کا یا الہام الٰہی کا فرض نہ تھا کہ وہ صاف طور پر بتلا تا کہ لوگ تو یسوع کو یوسف کا بیٹا سمجھتے تھے۔ مگر درحقیقت ان کا باپ یوسف نہ تھا بلکہ ان کا باپ خدا تھا۔ اور جب ان کی ماں کنواری ہی حاملہ ہوئی تھیں تو یوسف کو ان کا باپ قرار دینا صریح جھوٹ اور بہتان ہے۔ مگر یہ کیا غضب ہوا کہ الہام الٰہی اور جناب لوقا بھی دوسرے لوگوں کی طرح انہیں یوسف کا بیٹا قرار دیتے ہوئے یوسف ہی کا نسب نامہ لکھنے بیٹھ گئے۔ اور اس غلط فہمی کی تردید نہ کی۔

جناب یسوع نے یوسف کا بیٹا ہونے سے انکار نہیں کیا

بات اصل یہ ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں سب جانتے تھے۔ کہ جناب یسوع یوسف کا بیٹا تھے۔ خود یسوع کے رشتے دار اور کنبہ کے لوگ علے الاعلان کہتے پھرتے تھے کہ یسوع یوسف بڑھئی کا بیٹا ہے جس کی تردید نہ کبھی جناب یسوع نے کی اور نہ ان کی ماں نے کی۔ چنانچہ متی باب ۱۳ آیت ۵۵-۵۶ میں صاف ان کا قول موجود ہے۔ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟" کیسی صفائی سے اس زمانہ کے لوگ خود ان کے کنبہ اور رشتے کے آدمی صاف طور پر انہیں بڑھئی کا بیٹا کہہ رہے ہیں۔ لیکن جناب یسوع کہیں اس کا انکار نہیں کرتے۔ کیا ان کا فرض نہ تھا کہ وہ کہتے کہ یہ کیا تم نے بار بار بکواس لگا رکھی ہے۔ بڑھئی کا بیٹا۔ بڑھئی کا بیٹا۔ میں بڑھئی کا بیٹا نہیں ہوں۔ مگر نہیں وہ مطلق انکار نہیں کرتے۔ اسی طرح یوحنا باب ۶ آیت ۴۱-۴۲ میں مذکور ہے۔

"پس یہودی اس پر بڑبڑانے لگے اس لئے کہ اس نے کہا تھا کہ جو روٹی آسمان سے اتری وہ میں ہوں۔ اور انھوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔ اب کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان سے اترا ہوں"

یہ سیدھے جناب یسوع نے بطور مجاز و استعارہ کے فرمایا تھا کہ جو روٹی آسمان سے اتری وہ میں ہوں۔ یعنی میں تمہاری غذائے روحانی کے لئے آسمانی مائدہ ہوں۔ مگر وہ ظاہر پرست، لفظوں پر جھگڑنے والے لوگ بڑبڑا اٹھے کہ یہ شخص یوسف کا بیٹا ہے جسکے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔ یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں آسمان سے اتری ہوئی روٹی ہوں۔ اس کا جواب حضرت مسیح نے بہت لمبا چوڑا دیا ہے۔ اسے پڑھ لو۔ اس سارے جواب میں کہیں یوسف کا بیٹا ہونے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ آسمانی روٹی کا مطلب سمجھاتے رہے ہیں۔ غور کرو کیا جناب مسیح کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ یہود کی زبان سے بار بار "یوسف کا بیٹا" "بڑھئی کا بیٹا" سنکر چونک پڑتے۔ اور بڑے زور سے اس کی تردید کرتے۔ کیونکہ اس سے ان کے اصل دعوے ابن اللہ پر زد پڑتی تھی۔ مگر نہیں وہ کبھی اس کی تردید نہیں کرتے۔ اور تردید کیوں کرتے جبکہ وہ واقعی یوسف کے فرزند تھے۔

آپ کی والدہ کی شہادت

خود ان کی والدہ کی زبان سے شہادت ملتی ہے کہ وہ یوسف کے بیٹے تھے۔ ماں سے بڑھ کر اور کس کی شہادت معتبر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ایک بار جب جناب مسیح گم ہوگئے تھے۔ اور کئی روز کی تلاش کے بعد ہیکل میں سے ملے تو حضرت مریم ان سے فرماتی ہیں:۔

"اور اس کی ماں نے اس سے کہا بیٹا! تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے" (لوقا باب ۲۔ آیت ۴۸۔)

کیا صفائی سے جناب یسوع کی والدہ یوسف کو ان کا باپ بتارہی ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ یوسف اپنے بیٹے یسوع کے گم ہوجانے پر جذبۂ خون اور محبت پدری کی وجہ سے غم سے کڑھتے بھی رہے۔ جس کی شہادت بھی جناب مریم خود دے رہی ہیں۔

اتنی صفائی کے ہوتے ہوئے کوئی شک نہیں باقی رہ جاتا کہ جناب مسیح یوسف کے بیٹے تھے۔

متی میں جناب یسوع کا نسب نامہ

متی نے بھی جو نسب نامہ لکھا ہے اس کا عنوان قایم کیا ہے کہ "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب نامہ" چنانچہ حضرت ابراہیم سے نسب نامہ شروع کرکے یوسف پر ختم کیا ہے۔ اور پھر یوں لکھا ہے کہ "یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا"۔ یا للعجب! اگر یوسف کو یسوع مسیح کی ولادت میں کوئی دخل نہیں اور وہ صرف ان کی والدہ کا شوہر ہے اور اس سے مسیح پیدا نہیں ہوئے تو ابراہیم سے نسب نامہ مریم تک لانا چاہیئے تھا نہ کہ یوسف تک۔ عنوان تو ہو کہ "یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب نامہ" اور نسب نامہ میں ثابت یہ کیا جائے کہ یوسف ابن داؤد ابن ابراہیم تھا تو اب فرمایئے کہ جب تک یسوع یوسف کا بیٹا نہ ہو یہ نسب نامہ یسوع کا تو ہو نہیں سکتا۔ پھر یہ نسب نامہ کیوں درج کیا گیا۔ اور اسے یسوع کا نسب نامہ کس طرح قرار دیا گیا۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ یسوع کو کنواری کے حمل سے پیدا کرنے کی خاطر بعد میں جو کوششیں کی گئیں وہ اصل حقیقت پر کافی طور پر پردہ نہ ڈال سکیں۔ اور اصلیت باقی رہ گئی۔

مرقس اور یوحنا اور ولادت مسیح

مرقس اور یوحنا کی انجیل میں مسیح کی بن باپ ولادت کا مطلق کوئی ذکر نہیں جناب یوحنا کی عظمت مسلم ہے۔ اور مسیح سے محبت میں ان کا شغف سب پر واضح ہے۔ مگر وہ قطعاً کسی کنواری کے حاملہ ہونے کا ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ وہ صاف لفظوں میں لکھ گئے ہیں:۔

"فلپس نے نتن ایل سے ملکر اسے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت اور نبیوں نے کیا ہے۔ وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے" (باب ۱ آیت ۴۵)

اور جناب یوحنا ہی کا وہ حوالہ ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ:۔

"کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جسکے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں" (باب ۶۔ آیت ۴۲)

ولادت مسیح کا ذکر لوقا اور متی میں!

لوقا اور متی کی انجیلوں میں مسیح کی ولادت کا ذکر ہے۔ مگر لطف یہ کہ دونوں کے بیانات آپس میں ملتے نہیں۔ ان میں صریح اختلاف ہے جو اس کی صحت کو مشکوک کردیتا ہے۔

لوقا میں تو کنواری کے حمل کا کوئی ذکر نہیں وہاں حضرت مریم کو بشارت ملنے کا ذکر ہے کہ ان کو ایک لڑکا دیا جائے گا۔ مگر کسی پاک دامن بی بی کو مس بشر سے قبل خواب آجانا کہ اس کے بطن سے ایک لڑکا ہوگا۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ لڑکا بغیر باپ کے ہوگا۔ اگر آج ایک کنواری لڑکی کو خواب میں بشارت ہو کہ اسے ایک لڑکا دیا جائے گا۔ تو کیا اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ لڑکا بغیر باپ کے ہوگا۔ کوئی دنیا کا عقلمند یہ تعبیر نہیں کرسکتا کہ کسی کنواری کو خواب میں لڑکے کی بشارت ملنے سے مراد یہ ہوا کرتی ہے کہ لڑکا بغیر باپ کے ہوگا۔ ایسے خواب کا مطلب ہر ایک یہی سمجھے گا کہ اس لڑکی کی شادی ہوگی اور شادی کے بعد اس کے بطن سے وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ گویا لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری اپنے اندر ضمناً نکاح کی بھی خبر رکھتی ہے۔ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ لڑکا پیدا ہونا خود نکاح کو چاہتا ہے۔ جب یہ کہیں گے کہ لڑکا پیدا ہوگا تو اس کے معنے پہلے یہ سمجھے جائیں گے۔ کہ نکاح بھی ہوگا۔ یہ قصہ تو یہیں ختم تھا۔ مگر لوقا پر خدا کی رحمت ہو انہوں نے بات کو گول مول نہیں رکھا۔ آگے چل کر صاف لکھدیا۔

"جب یسوع خود تعلیم دینے لگا۔ تو برس تیس ایک کا تھا اور (جیسا کہ سمجھا جاتا تھا) یوسف کا بیٹا تھا۔ اور وہ عیلی کا....."

ان بیچاروں نے خود ہی صاف لکھدیا کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا۔ اور پھر سارا نسب نامہ یوسف سے آدم تک لکھدیا۔ میں اوپر بتا آیا ہوں کہ "(جیسا کہ سمجھا جاتا تھا)" بعد میں اضافہ کیا گیا۔ [illegible] (۱) [illegible] حقیقت سے [illegible]

تازہ خبریں

اخبار "انقلاب" کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امرتسر ریلوے اسٹیشن کے مسلمان حلوائی کا ٹھیکہ ہندو ٹھیکہ دار کو دیا گیا جس نے ایک مسلمان وینڈر کو مقرر کر رکھا ہے کہ اس کے پاس حلوے۔ اور پوری کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور اسے بحیثیت ایک ملازم ہونے کے وہی چیزیں بیچنی پڑتی ہیں جو ہندو ٹھیکہ دار ہندوؤں سے بنوا کر اسے دیتا ہے۔ ہم ریلوے حکام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فی الفور اس کا انسداد کریں۔

کرنیل والس ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے مقامی ایڈوائزری کمیٹی (مجلس مشاورت) کے اجلاس میں جو ۱۹ نومبر کو ہوا اعلان کیا کہ محکمہ ریلوے نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کانگرس کے ایام میں دریائے راوی کے پل کے پاس کانگرس اسٹیشن کے نام سے ایک عارضی اسٹیشن قائم کیا جائے۔

جموں ۲۵ نومبر۔ ریاست کشمیر میں ایک قانون وضع کرنے کی تجویز درپیش ہے کہ تمام غیر کشمیری اشخاص کو ریاست میں وکالت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اس قانون سے ان پنجابیوں کو جو ریاست کشمیر کے اندر سکونت رکھتے ہیں۔ جذبات ناراضی پیدا ہو گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تمام وہ پنجابی جو ۱۹۱۱ء سے ریاست میں آ بسے ہوئے ہیں۔ اس قانون کی زد میں آ جائینگے۔ اگر یہ قانون منظور ہو گیا تو وہ وکلا جو سالہا سال سے ریاست میں کام کرتے ہیں مصیبت میں مبتلا ہو جائینگے۔

پشاور ۲۵ نومبر۔ شہریار غازی محمد نادر خاں نے اپنے ایک اور بھائی محمد عزیز خاں کو ماسکو میں مقرر کیا ہے۔ محمد عزیز خاں شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں افغانستان کے سفیر متعینہ پیرس تھے اور دوران انقلاب میں وہیں رہے۔ اس سے قبل یہ خبر آ چکی ہے کہ جرنیل شاہ ولی خان لندن میں سفیر مقرر ہوئے ہیں۔

لاہور ۲۵ نومبر۔ "ملاپ" رقمطراز ہے کہ مقدمہ سازش لاہور کے سلسلے میں جن کتنیس اشخاص کو "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگانے کی بنا پر گرفتار کر کے پچاس پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی تھی ان میں سے بارہ اشخاص کے والدین اور دوستوں نے جرمانے کی رقم ادا کر کے انہیں رہا کرا دیا۔

لاہور ۲۵ نومبر۔ زبسکو نے اردو انگریزی اخبارات میں ہندوستان کے پہلوانوں کو کشتی لڑنے کا چیلنج دیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ ہندوستان میں کشتی لڑے گا یا امریکہ میں اس کے جواب میں لاہور کے پہلوان سراج الدین نے لکھا ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر مقام پر زبسکو کے ساتھ کشتی لڑنے کو تیار ہے۔

لاہور ۲۵ نومبر۔ ۳۰ نومبر کو کانگرس کی مجلس استقبالیہ کے دفتر واقع گنپت روڈ میں آل انڈیا اسیران سیاسی کی چوتھی کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے ارکان کا ایک جلسہ اس غرض سے منعقد ہوگا کہ کانفرنس کے آئندہ اجلاس کے صدر کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ ارکان سے استدعا ہے کہ وہ اس میں شامل ہوں۔

پشاور ۲۶ نومبر۔ کابل میں ۱۹ نومبر کو اعلیٰ حضرت نادر خاں نے ایک سکول کی افتتاحی تقریب ادا کی جس کے بعد موسیو ہیکن فرانسیسی ماہر آثار عتیقہ نے اعلیٰ حضرت کے اعزاز میں ایک پنچ دیا اس موقعہ پر متعدد ممتاز مہمان موجود تھے۔

امرتسر ۲۵ نومبر "کرتی" اور "اکالی" کے دفتروں کی تلاشی لی گئی۔ لیکن کوئی قابل اعتراض چیز دستیاب نہیں ہوئی۔

لاہور ۲۵۔ نومبر۔ ۲۴ نومبر کو وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے ہال میں ٹمپرنس سوسائٹی کے کارکنوں نے ایک جلسہ کے دوران میں فیصلہ کیا کہ کرسمس کے ہفتے میں بمقام لاہور آل انڈیا ٹمپرنس کانفرنس منعقد کی جائے۔

نئی دہلی ۲۴ نومبر۔ اطلاع ملی ہے کہ ہز ہائینس مہاراجہ پٹیالہ شدید طور پر بیمار ہیں۔

لاہور ۲۶ نومبر۔ رام گلی کی سرا ۔ سے دو بنگالی نوجوان ٹی بھٹا چاریہ اور جی رائے بموں کے پھٹنے کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ پولیس نے آج ان نوجوانوں کو چودھری مشتاق احمد مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا اور مزید تفتیش کے لئے

لندن ۲۴ نومبر۔ ہربن کا ایک پیغام مظہر ہے کہ روسی افواج منچوریا میں زبردست پیشقدمی کر رہی ہیں۔ مغرب میں روسیوں نے ایسٹ ریلوے پر خیلر مسخر کیا۔ اور سلسلہ کوہستان خنگان تک پیدل راستے سے پہنچ گئے ہیں۔ اس محاذ پر چینی سپہ سالار کے مقتول ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ ادہر مشرق میں روسیوں نے موتنگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ ہربن کا محاصرہ بھی ناگزیر ہے

جافنہ ۲۴ - نومبر۔ کل رات پولیس نے نوعربوں کو شور شر برپا کرنے کے جرم میں گرفتار کیا۔ اس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے آج تمام شہر میں ہڑتال کی گئی

پیرس ۲۴ نومبر۔ آج صبح سوا دو بجے موسیو کلیمنشو کا انتقال ہو گیا۔ ان کے ماتم میں تمام فرانس کے جھنڈے سرنگوں کئے گئے۔

پیرس ۲۵ نومبر۔ لندن کی بحری کانفرنس کے متعلق فرانس و اطالیہ میں جو گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اس کے متعلق ایک اطالوی اخبار لکھتا ہے کہ اطالیہ نے بحث و تمحیص کو اس شرط پر جاری رکھنا منظور کیا ہے کہ فرانس اور اطالیہ کو کامل طور پر مساوی حقوق دئے جائیں لیکن جغرافیائی اختلافات کی وجہ سے یہ قابل قبول نہیں ہے

لندن ۲۴ نومبر۔ ملک معظم نے بحری تخفیف اسلحہ کانفرنس کے اجلاس کے انعقاد کے لئے جو آٹھ دس ہفتے جاری رہیگا۔ حکومت کو سینٹ جیمز کا محل پیش کیا ہے۔

بون ۲۵ نومبر۔ سابق قیصر جرمنی کے بہنوئی اڈولف کو بلا اجازت سرحد جرمنی میں داخل ہونے پر ایک ہفتہ سزائے قید دی گئی بعد میں اسے لیکسمبرگ کی سرحد پر پہنچا کر رہا کر دیا گیا

ٹوکیو ۲۴ نومبر۔ برلن کا ایک برقی پیغام مظہر ہے۔ روسی رسالوں اور ٹینکوں نے خیلار کے مضافات میں چینی مورچوں کے عقب پر قبضہ کر کے ان کی پسپائی کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ خونریز لڑائی شروع ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ روسیوں نے کوہستان خنگان کے مغرب میں تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

یروشلم ۲۴۔ نومبر۔ آج سہ پہر کو حکومت فلسطین کے سرکاری پبلیسٹی ورج کوٹانگ میں گولی لگی۔ حملہ آور گرفتار کر لیا گیا۔ مجروح کو ہسپتال میں پہنچایا گیا۔

شنگھائی ۲۵ نومبر۔ نیشنل حکومت کا وزیر خارجہ مسٹر وانگ ماسکو کے اس بیان سے انکار کرتا ہے کہ چینیوں نے سرحد پر کسی قسم کی اشتعال انگیز کارروائی کی۔ اور لکھتا ہے کہ اس سلسلہ میں اگر بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے تو چین اس کے تمام اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہے۔

شہر نیویارک کی عربی عمومی انجمن نے فلسطین کے مصیبت زدہ عربوں کے لئے ایک مالی بورڈ قائم کیا ہے۔ جس کے ارکان شرفا اور اکثر بڑے بڑے تجار ہیں ان میں سے دو تحویلدار مقرر ہوئے ہیں اس انجمن نے ایک عام بیان کے ذریعہ سے ریاستہائے متحدہ کینیڈا میکسیکو وغیرہ کی عربی انجمنوں سے اس میں حصہ لینے کی توقع ظاہر کی ہے۔

استاد جمال بیگ الحسینی جو فلسطین کی مجلس اسلامی کے ناظم اعلے ہیں لجنہ تنفیذیہ عربیہ کے ایک رکن کے ہمراہ لندن روانہ ہوئے ہیں تاکہ فلسطین کے حق میں پروپیگنڈا کریں۔ نیز فلسطینی وفد جو لندن جانیوالا ہے اس کے لئے انتظام کریں۔ یہ وفد برطانیہ کی تحقیقاتی کمیٹی کے اختتام پر روانہ ہوگا۔

جنیوا۔ ۲۶ نومبر معلوم ہوا ہے کہ انتدابات کے کمیشن کی اقلیت نے بیت المقدس کی دیوار گریہ کے معاملہ میں برطانیہ کی حمایت کی ہے۔ لیکن اکثریت کی رائے یہ ہے کہ حکم دار السلطنت کو انتداب کے دفعہ ۱۶ پر عمل کرنا چاہئے جس کا اطلاق فلسطین کے تمام امکنۂ مقدسہ پر ہوتا ہے۔ لہذا یہ معاملہ جمعیت اقوام کی کونسل کے آئندہ جلسہ تک جو جنوری میں منعقد ہوگا۔ موجودہ حالت ہی میں رہیگا۔

لندن ۲۶ - نومبر کل طوفان باد و باران میں کسی قدر کمی واقع ہو گئی تھی لیکن شام کے وقت وہ پھر زور پکڑ گیا۔ کل سخت بارش جاری رہی اور اس کی وجہ سے اکثر حصص میں صورت حالات زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ علے الخصوص جنوبی علاقہ میں جہاں سینکڑوں مکان تباہ ہو گئے۔ حکومت نے مرمت کے لئے پندرہ ہزار پونڈ عطا کئے ہیں اور لارڈ میئر فنڈ میں پانچ ہزار پونڈ دئے گئے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے کانوں اور دوسرے صنعتی کارخانوں کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔

چودہری بہاول بخش نے ہندو جرائد کے جواب میں مفصلہ ذیل اعلان اخبارات میں شایع کیا ہے۔

اکثر ہندو جرائد اور کانگرسی لیڈروں کی طرف سے مسلمانوں کے چھپن فیصدی مطالبہ پر یہ کہا جاتا ہے کہ جب مسلمان چھپن فیصدی حقوق مانگتے ہیں تو اجلاس کانگرس کے لئے چھپن فی صدی روپیہ اور چھپن فیصدی رضاکار بھی دیں۔ اگر بنا مخاصمت یہی بات ہے تو ملکی اور قومی مفاد کی خاطر میں بھی اعلان کرتا ہوں کہ اگر کانگرس آج نیابت و ملازمت وغیرہ میں چھپن فیصدی حقوق اور دوسرے اسلامی مطالبات کا قطعی اور حتمی اقرار کر کے اعلان کر دے تو میں پنجاب کے تمام ہندوؤں اور سکھوں کے مقابلہ میں از روے حساب چھپن فیصدی روپیہ اور اسی حساب سے رضاکار مہیا کرنے کو تیار ہوں۔ چونکہ کانگرس کا اجلاس قریب ہے اسلئے کانگرس کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد متذکرہ بالا اعلان شائع کر دے تاکہ مجھے اپنے اعلان کے مطابق روپیہ اور رضاکار بہم پہنچانے کے لئے کافی وقت مل جائے۔ اس نیک کام کے لئے میں اپنی جائداد بھی فروخت کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔ جو تھوڑا بہت رسوخ مجھے حاصل ہے اس سے بھی کام لوں گا۔

مرکزی سائمن کمیٹی کی سفارشات کا مسودہ خلاصہ شائع ہو گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے حقوق کو بری طرح پامال کیا گیا ہے۔ تجویز کیا گیا ہے کہ حلقہ ہائے انتخاب مخلوط رہیں۔ اقلیتوں کے لئے نشستیں مخصوص ہوں گی۔ مسلم اقلیتوں کو ہر جگہ اور غیر مسلم اقلیتوں کو پنجاب میں زائد نشستیں حاصل کرنے کی کوشش کا حق ہوگا۔ اور اس میں اچھوتوں کے لئے جداگانہ انتخاب ہوگا۔ صوبوں کو حکومت خود اختیاری حاصل ہوگی۔ مرکز میں دوعملی ہوگی یعنی تین محکمے حکومت کے ہاتھ میں ہوں گے۔

بقیہ صفحہ اول

مولانا پنڈت ستیہ دیوجی

اس کے بعد پنڈت ستیہ دیوجی جنہیں "فاضل عربی" اور "مولانا" کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ جوابی تقریر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے "میرے حرکات و سکنات تبلاتے ہیں۔ کہ ستیہ دیو پچھلے جنم میں بندر تھا۔ دیواریں پھاندنا جنگلوں میں مارے مارے پھرنا کسی مداری کے ہاتھوں پکڑے جانے پر در بدر ڈگڈگی پر ناچنا اور دانت نکال کر چھوٹے بچوں کو ڈرانا اس کا کام ۔ ہاں آج میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں (خواہ تناسخ کے خلاف ۔ کیوں نہ ہو) کہ بیماری دکھ درد وغیرہ پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ یہاں پر ہی ہماری بد اعتدالیوں کے نتائج ہوتے ہیں"۔ اس کے بعد آپ نے جس قدر بھی اوٹ پٹانگ باتیں کیں اس کا اندازہ اس وقت کے سامعین ہی لگا سکتے ہیں۔ یا مہاشے چنی لال جی جو انہیں لقمہ دینے کے علاوہ بات بات پر ٹوک رہے تھے۔ بہر حال میں ان کی تقریر کا تھوڑا سا اقتباس یہاں بھی درج کرتا ہوں تاکہ ناظرین کی تفریح طبع کا باعث ہو۔ "مولانا" ستیہ دیوجی فاضل عربی نے فرمایا "رشید المومنین میں لکھا ہے کہ ہر ایک کو اسی ہزار حوریں ملیں گی لغات کشوری میں لکھا ہے کہ انسان چوہے بن گئے۔ اگر مسلمان بہشت میں چلے گئے تو دوزخ؟ کیا خدا کسی کی بدی معاف کر سکتا ہے! بہشت روحانی ہے یا مکانی؟ کیا خدا اونچی جا سکتا اور کجوری بنا سکتا ہے؟" یہ ہے پنڈت جی کی تقریر کا خلاصہ جو آپ نے ۹ بجے سے لیکر پورے گیارہ بجے رات تک فرمائی۔ اب اسے آپ پنڈت جی یا "مولانا" "عربی فاضل" کی دماغی لیاقت کا فوٹو سمجھ لیں یا محض اس کی

خرافات کا پلندہ۔ انتخاب ناظرین پر ہی ہے۔ اگر مولانا عربی فاضل قرآن یا حدیث سے یہ ثابت کرتے کہ ہر مسلمان کو اسی ہزار حوریں ملیں گی تو ہم ان کے علم و فضل کے قائل ہو جاتے۔ لیکن کسی ایسی غیر معروف کتاب کا حوالہ دینا جو منقولی اور معقولی پہلو سے سند قرار نہیں دی جا سکتی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کوئی ڈوبتا شخص تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرے مرزا صاحب نے الزامی جواب کے طور پر "مولانا عربی فاضل" سے کہا کہ حضرت پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالئے اور بتلائیے کہ اتھرو وید کے اس اشلوک کے کیا معنی ہیں "نیشام ششنم پردہتی جات ویداہ سورنگے لوکے بہپاتر نیم الشام"

ہم خود ہی اس کے معنے لکھدیتے مگر حیا اور تہذیب مانع ہے

یسوع کو یوسف کا بیٹا مان کر یوسف کا نسب نامہ لکھ دیا۔ اگر وہ یوسف کو یسوع کا باپ نہ سمجھتے تو یسوع کا نسب نامہ یوسف سے کس طرح شروع کرتے۔

انجیل متی کا حوالہ اور اس کے الحاقی ہونے پر زبردست وجوہ

اب رہ گئی متی کی انجیل۔ اس میں البتہ کھینچ تان کر یہ جتلانا چاہا ہے کہ جناب یسوع کی ولادت بغیر باپ کے تھی۔ اور وہیں اس پیشگوئی کا حوالہ بھی دیا ہے جو یسعیاہ نبی کی ہے۔ کہ:۔

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور اس کا نام عمانوائیل رکھیں گے"

مگر تحقیقات مجبور کرتی ہے کہ ہم اس حصہ کو الحاقی سمجھیں۔ اس کی کئی وجوہ ہیں

(۱) اول تو جناب متی نے خود نسب نامہ یسوع کا اپنی کتاب کے شروع میں دیا ہے اور اس کو "یسوع ابن داؤد ابن ابراہیم" کا نسب نامہ قرار دیا ہے اور اس میں ابراہیم سے جو سلسلہ نسب چلایا تو یوسف پر لاکر ختم کیا ہے۔ اب اگر یوسف کا بیٹا یسوع نہیں تو یہ نسب نامہ کیا معنے رکھتا ہے۔ اور اسے ہم یسوع ابن داؤد ابن ابراہیم کا نسب نامہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ پس اس نسب نامہ کی رو سے یسوع صریح طور پر یوسف کا بیٹا نظر آتا ہے۔ اور اگر جناب متی ایسا نہ سمجھتے تو وہ یوسف کا نسب نامہ ہرگز اپنی کتاب میں درج نہ کرتے مگر جناب متی نے یہیں تک بس نہیں کی۔ آگے چل کر اپنی کتاب میں یسوع کے رشتہ داروں اور ہمعصر لوگوں کی شہادت کو درج کرکے اپنے نسب نامہ کی مزید تائید و تصدیق کر دی ہے چنانچہ متی باب ۱۳ میں صریح طور پر موجود ہے:۔

"کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟"

اس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(۲) جناب متی کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ایک طرف تو حضرت مریم کو یوسف کی منگیتر بھی لکھیں اور بیوی بھی لکھیں اور پھر بغیر کسی شہادت اور ثبوت کے یوں ہی لکھ دیں کہ وہ بغیر شوہر کی مقاربت کے حاملہ پائی گئیں۔ آخر اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بغیر مقاربت کے حاملہ ہوئیں۔ میاں بی بی کے ایسے نازک تعلقات کے متعلق متی کو کہاں سے شہادتیں مل سکتی تھیں۔ اور پھر جس حالت میں کہ متی نے جو کچھ لکھا ہے وہ براہ راست اس زمانہ کے واقعات کو نہیں لکھا بلکہ آج یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ متی کی انجیل کا ماخذ مرقس کی انجیل ہے۔ اور مرقس کی انجیل میں مسیح کی ولادت کا ذکر ہی کوئی نہیں۔ تو جو انجیل ماخذ ہے جب اس میں ولادت مسیح کا ذکر ہی نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ متی کی انجیل میں مسیح کی مافوق العادت ولادت کا ذکر بعد میں شامل کیا گیا۔ اور شامل اس وقت کیا گیا ہے جب ان اناجیل کا ترجمہ یونانی زبان میں ہو رہا تھا یا ہو چکا تھا۔

ناقابل تردید ثبوت

اس کا ثبوت بہت آسان ہے۔ مسیح کی مافوق العادت ولادت کا ذکر کرکے یہ عبارت متی میں لکھی ہوئی ہے۔

"یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا۔ وہ پورا ہو کہ "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اس کا نام عمانوائیل رکھیں گے"

جس نبی کی پیشگوئی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ یسعیاہ نبی ہے جس کے باب ۷ آیت ۱۴ میں یہ پیشگوئی مذکور ہے۔ مگر یسعیاہ نبی کی کتاب کی تفسیر میں علامہ ڈیوڈسن تحریر فرماتے ہیں کہ درحقیقت یسعیاہ نبی نے کنواری کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ "المہ" کا لفظ ارشاد فرمایا تھا جس کے معنے "بالغ عورت" کے ہیں۔ لیکن جب عہد عتیق کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا۔ تو یونانی میں ترجمہ کرتے وقت "المہ" کا ترجمہ "پارتھی نوس" بمعنے "کنواری" کر دیا گیا۔ یہ ایک خاص غرض کے لئے کیا گیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ پس جب المہ کے معنے بجائے بالغ عورت کے "کنواری" کر دیا گیا۔ تو ضروری ہوا کہ اس پیشگوئی کو مسیح پر چسپاں کرنے کے لئے ان کی ولادت کو بغیر باپ کے قرار دیا جائے۔ تا یہ پیشگوئی بھی اپنے ظاہری الفاظ میں پوری ہو جائے [illegible] مسیح کے خدائی اوتار ہونے کے لئے بھی ایک رستہ نکل آئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اس وقت ہوا جب "المہ" کا ترجمہ پارتھی نوس یعنی باکرہ یونانی زبان میں ہو چکا تھا۔ گویا بائیبل کو یونانی زبان میں ترجمہ کرتے وقت اصل پیشگوئی میں تحریف کرکے بالغہ کا باکرہ کر دیا گیا اور پھر مسیح کی ولادت کو ایسا کنواری کے پیٹ سے [illegible] ظاہر ہے تو اس پیشگوئی کا مصداق جناب مسیح کو ٹھیرایا گیا۔ اور دوسری طرف یونان [illegible] آفتاب پرستوں کا عقیدہ پورا کر دیا گیا جو اپنے ہاں خدائی اوتاروں کو ہمیشہ [illegible] کنواری کے پیٹ سے [illegible] چلے آتے تھے۔

کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونے کا عقیدہ

مذہب کو یورپ میں بلکہ دنیا میں فروغ دیا۔ مگر وہ خود اور اس کے امرا آفتاب پرست تھے۔ اور اپالو کو اپنے خدا آفتاب کا اوتار مانتے تھے۔ قسطنطین کس غرض سے عیسائی ہوا۔ اور عیسویت قبول کرنے کے لئے اس نے عیسائیوں سے کس بات کا مطالبہ کیا۔ اس کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کی مشہور و معروف کتاب ینابیع المسیحیت کو پڑھ لینا کافی ہے۔ ینابیع المسیحیت کی اردو ایڈیشن صفحہ ۷۶ پر مرقوم ہے:۔

"شاہ قسطنطین کسی نیک یا مذہبی غرض سے عیسائی نہیں ہوا تھا۔ خود عیسائی محققین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اس کی تبدیلی مذہب خالصۃً پولیٹیکل اغراض سے تھی۔ وہ ایک مطلق العنان طبیعت کا انسان تھا۔ اس کا استبدادی رنگ رومن جمہوریت کے ساتھ چل نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر چکا تھا جس کے قصاص کا خطرہ اپنے معاصرین کی طرف سے اسے آٹھوں پہر رہتا تھا۔ رومن لوگ اس وقت دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک وہ جو رومن جمہوریت میں اس کے ہم پلہ تھے۔ یعنی امرا اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ جو آفتاب پرست تھے۔ دوسرے ان کے غلام اور خدام وغیرہ جو سب کے سب قریب قریب عیسائی تھے جو کئی نسلوں سے غلامانہ زندگی بسر کرتے کرتے جی حضوری کی طبیعت کے ہو چکے تھے۔ اور جن میں استبدادی رنگ آسانی سے چل سکتا تھا۔ مذہب عیسائیت کے اختیار کرنے سے ایک بڑی جماعت تو اس کے قابو میں آسکتی تھی۔ لیکن شاہی اور قومی مذہب کو بدلنا اور اس کی جگہ ایک اور مذہب قائم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ خصوصاً جبکہ اسے اپالو سے اس قدر محبت تھی۔ اس کا آسان سے آسان رستہ یہی تھا کہ وہ سورج کے مذہب کو تو ہر رنگ میں قائم رکھے لیکن صرف نام بدل دے۔ اور اپالو کی کرسی پر جناب مسیح کو بٹھا دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح ایک طرف اہل روما نے اپنے مذہب میں کچھ ایسی تبدیلی نہ پائی دوسری طرف عیسائی نام پر خوش ہو گئے۔ وہ بیچارے ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کے لوگ تھے۔ علم دین سے بھی ناواقف تھے۔ مذہب تو وہی رہا صرف معبود کا نام اپالو کی جگہ مسیح ہو گیا۔ آخر اپالو بھی تو ہرکولز اور ڈائونیسس اور متھرا کا ایسا ہی قائم مقام تھا۔ یہ بات تو مدت سے یونان و روما میں چلی آتی تھی روایات مذہبی تو قدیمی قائم رہتی تھیں ہیرو کا نام بدل جاتا تھا"

اس کے بعد خواجہ صاحب نے بڑے زور سے ثابت کیا ہے کہ آفتاب پرستی کو مسیحیت کا نام دے کر دنیا میں رواج دیا گیا۔ اور آفتاب کے مختلف اوتاروں کے متعلق جو عقائد رائج تھے۔ وہی جناب مسیح کے متعلق بھی رواج پا گئے بلکہ وہی کے وہی قائم رہے۔ صرف معبود کا نام بدل کر مسیح کر دیا گیا۔ جس کا جی چاہے مفصل بحث خواجہ صاحب کی کتاب میں پڑھ لے۔ میں صرف یہاں مجمل طور پر آفتاب کے اوتاروں کے متعلق عقائد کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ جو خواجہ صاحب کی کتاب ینابیع المسیحیت انگریزی ایڈیشن سے ماخوذ ہیں۔ حوالجات سب اس کتاب میں موجود ہیں۔ سورسز آف کرسچینٹی کے صفحات ۵۸، ۵۹ پر مرقوم ہے:۔

"مسیح کے ظہور کے وقت بے شمار معبد مختلف خداؤں اور اوتاروں کے لئے نامزد تھے۔ مثلاً یونانیوں میں اپالو اور ڈائونیسس۔ رومن لوگوں میں ہرکولز۔ ایرانیوں میں متھرا۔ شام اور فنیقیہ میں ایڈونس اور اٹیس۔ مصر میں اوسیرس آئیسس اور ہورس۔ بابل اور کارتھیج میں بعل اور استارتی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کے سب خدا آفتاب کے اوتار تھے۔ اور جیسا کہ ایڈورڈ کارپینٹر صاحب فرماتے ہیں سب کے سب یا قریب قریب سب کے سب کے متعلق مفصلہ ذیل عقائد مسلم تھے جو مشترکہ طور پر سب میں مانے جاتے تھے۔

(۱) کرسمس کے دن یا اس کے قریب ٹھیک کسی دن میں ان کی پیدائش ہوئی۔

(۲) وہ کنواری ماں سے پیدا ہوئے۔

(۳) کسی غار یا زمین کے نیچے کسی کوٹھڑی میں پیدا ہوئے۔

(۴) انہوں نے نوع انسان کے لئے دکھ اور مشقت کی زندگی بسر کی۔

(۵) وہ شفیق اور منجی اور نجات دہندہ اور شانتی اور روشنی

(۶) وہ تاریکی کی قوتوں کے سامنے دنیا میں مغلوب ہوئے۔

(۷) مرنے کے بعد وہ دوزخ میں یا پاتال میں اترے۔

(۸) وہ پھر مردوں میں سے جی اٹھے اور آسمانی بادشاہت میں لوگوں کے رہنما بنے۔

(۹) انہوں نے ولیوں کی جماعت اور کلیسیا کی بنیاد ڈالی جس میں لوگ بپتسمہ کے ذریعہ شاگرد بنائے جاتے تھے۔

(۱۰) عشائے ربانی ان میں بطور یادگار قائم کیا گیا" (انتہیٰ)

مذکورہ بالا اقتباسات کو پڑھنے سے یہ مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح کو آفتاب پرستی کے مذہب میں خدائی اوتار کی کرسی پر بٹھایا گیا تو ضروری تھا کہ آپ کے متعلق وہ تمام عقائد بھی تسلیم کر لئے جاتے جو آفتاب پرستوں میں اپنے اوتاروں کی نسبت مسلم تھے۔ اور جن میں کنواری ماں سے ولادت بھی تھی۔ اور چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پس کنواری سے ولادت کا عقیدہ بھی اسی وقت سے عیسویت میں داخل ہوا جب قسطنطین نے عیسویت قبول کی اور آفتاب پرستی کے مذہب کو عیسویت میں تبدیل کیا گیا۔

المہ کا ترجمہ بجائے بالغہ کے کنواری کیا گیا

ضروری تھا کہ بات کو ہر پہلو سے مکمل کرنے کے لئے ان عقائد کو اپنی مذہبی کتاب میں سے بھی نکال کر دکھایا جاتا۔ اور اس کے لئے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی میں المہ کے لفظ کا ترجمہ یونانی میں کنواری کرکے کنواری کے حمل سے بچہ ہونے کی پیشگوئی مسیح میں پوری کی گئی۔ اور باوجود متی میں یسوع کا نسب نامہ موجود ہونے کے بغیر باپ کی ولادت کے لئے کچھ تھوڑا سا بڑھا لینے میں مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ پیشگوئی کا غلط ترجمہ ہوکر متی میں نقل ہونا بتاتا ہے کہ یہ پیشگوئی اس وقت نقل ہوئی جب المہ کا لفظ یونانی میں کنواری کے ہم معنے لفظ پارتھی نوس میں ترجمہ ہو چکا تھا ہم متی پر یہ بدگمانی نہیں کر سکتے کہ وہ المہ کا مفہوم نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس کا غلط ترجمہ کنواری سمجھ کر زبردستی ایک پیشگوئی کو مسیح میں پورا کرنے کی کوشش کے مرتکب ہوئے جب اصل پیشگوئی میں کنواری کا لفظ موجود نہ تھا۔ تو نقل میں وہ کیسے آسکتا تھا۔ پہلے اصل کو بگاڑا گیا۔ اور اس میں تحریف کی گئی۔ تب نقل میں بھی وہ تحریف آئی اور اصل کو اس وقت بگاڑا گیا جب بائیبل کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا یعنی المہ کا

متی میں یہ پیشگوئی کس مصلحت سے نقل کی گئی؟

. . . . پس متی میں جو یہ پیشگوئی نقل کی گئی تو ظاہر ہے کہ اس وقت نقل کی گئی جب بائیبل کا ترجمہ یونانی میں ہو چکا تھا۔ اس سے قبل یہ پیشگوئی کنواری کے لفظ کے ساتھ متی کی انجیل میں نہیں آسکتی تھی۔ لہٰذا یہ واقعہ متی کا بیان کردہ نہیں ہو سکتا۔ متی کی انجیل میں پیشگوئی میں کنواری کا لفظ موجود ہونا اور پھر اس کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے زبردستی بغیر کسی ثبوت کے یہ انوکھی بات لکھے جانا کہ مریم کو بغیر مقاربت اپنے شوہر کے حمل ہوا۔ صاف بعد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ جو یونانیوں کی خاطر وجود میں آئی۔ تاکہ انہیں تسلی رہے کہ ان کے معبود اپالو کے جانشین جناب مسیح بھی اپنے ماقبل معبودوں کی طرح کنواری سے پیدا ہیں۔ پس متی کا دامن ان باتوں سے پاک ہے۔ وہ بیچارے ان باتوں کے معرض وجود میں آنے سے بہت پہلے گذر چکے تھے۔ اسی لئے سیبوویہ کا پہلا کلیسا امر مافوق العادت ولادت مسیح کا صاف منکر تھا۔ کیونکہ اس وقت تک آفتابی [illegible] سے ولادت کے عقیدہ کی ضرورت پیش نہ آئی تھی چنانچہ

انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں بھی "یسوع" کے عنوان کے نیچے صاف لکھا ہے کہ

"کچھ شک نہیں کہ باکرہ سے پیدا ہونے کا قصہ ہم کو کفار کے دائرہ میں داخل کر دیتا ہے"

(باقی دارد)

انقلاب افغانستان

افغانستان میں بچہ سقہ کے علاوہ تخت و تاج کے دو اور دعویدار پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک سردار علی احمد جان گورنر جلال آباد جو شاہ امان اللہ کے رشتے میں بہنوئی ہوتے ہیں دوسرے ایک اور شخص ملک غوث الدین غلزئی امیر علی احمد جان نے باقاعدہ اعلان کر دیا ہے خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا یہ اعلان ممکن ہے کوئی گہری چال ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جنرل نادر خاں ابھی تک قندھار نہیں پہنچے۔ پیرس ہی میں مقیم ہیں۔ بچہ سقہ نے اپنا سکہ جاری کر دیا ہے۔ اور اعلان کیا ہے کہ میں اس صدی کا پیغمبر ہوں۔ قندھار میں شاہ امان اللہ خاں برابر تیاریوں میں مصروف ہیں۔ لاسلکی پیغامات کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے۔ قندھار کے باہر ایک نئی چھاؤنی قائم ہو گئی ہے ان کی والدہ محترمہ خود فوج بھرتی کرنے میں مصروف ہیں۔ افغانستان کی غالب آبادی ان کو دوبارہ تخت کابل پر دیکھنے کے لئے بیقرار ہے۔ ۳۰ جنوری کی خبر ہے کہ کابل پر قبضہ کرنے کے لئے شاہ امان اللہ اور بچہ سقہ کی فوجوں میں زبردست معرکہ ہوا۔ جس میں شاہ امان اللہ کو زبردست کامیابی ہوئی

شذرات

علمائے ہند و افغانستان کی تب نے علم و فضل کی دھجیاں جو امان اللہ خاں سے اڑائیں وہ گو شاہ موصوف کے کمال تدبر اور بالغ نظری پر ایک بین دلیل ہیں لیکن علما کے لئے نیتر نشتر کا کام کر گئیں۔ امان اللہ خاں کا ان کو "فاسد عقل و روح والے" قرار دینا اور ان کو مطالب قرآن کریم، حکم و فلسفہ و احکام اسلامی سے قطعاً نا واقف اور نا اہل ظاہر کر کے معاملات مملکت میں دخل دینے سے روک دینا اور پھر علمائے دیو بند کا حدود سلطنت میں داخلہ ممنوع قرار دینا یہ سب کچھ گو کیسا ہی مفید مصالح پر مبنی کیوں نہ ہو لیکن علما کو کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔ اس لئے امان اللہ خاں کے خلاف جو کچھ ان سے ہو سکا انہوں نے کیا۔

آج دنیائے اسلام تو افغانستان کی قسمت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے اور ایک قومی و اسلامی مصیبت پر مبتلائے رنج و غم ہے۔ لیکن کیا کہیں ہم "علمائے کرام" اور "مفتیان عظام" کے حق میں کہ باوجود اس کو تخت و تاج سے محروم کر دینے کے اس کے خلاف کفر کا فتوے تیار کرنے میں اظہار سرگرمی فرما رہے ہیں

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مسلمانان ہند کا مذہبی اور ملی جوش تو ایک مسلم امر ہے۔ ایک آنی جذبات کے ماتحت "بصیرت افروز تقریریں اور اجتماع قومی کے "روح پرور نظارے" قوم کو کیا کیا سبز باغ نہیں دکھاتے۔ آج مسئلہ افغانستان پر ان کے دل سخت اندوہگیں ہیں اور ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ انہوں نے امان اللہ خاں کے حق میں جلسے بھی منعقد کئے اور ریزولیوشن بھی پاس کئے۔ اور اپنے انتہائی قلق کا اظہار کیا۔ انہوں نے درگاہ ایزدی میں امان اللہ خاں کے لئے دعائیں بھی کیں اور جلوس بھی نکالے۔ اور خدا جانے ابھی وہ کیا کچھ کریں گے۔ لیکن ایک ضروری امر جو اس مصیبت عظمےٰ کے اسباب میں سے ایک ہے۔ اس کی طرف ابھی ان کی عنان توجہ نہیں پھری۔

وہ ضروری امر جس کی طرف ہم ان کی توجہ کو منعطف کرانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ جب یہ امر متحقق ہو چکا ہے کہ اسلام ان چھپے دشمنوں، کافر گر ملانوں کی چیرہ دستیوں سے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مصائب کا آماجگاہ بنتا رہا ہے۔ تو کیا قوم کا یہ فرض عین نہیں کہ ایک متحدہ اور متفقہ آواز ان کے خلاف بلند کی جائے اور ان کی تمام فتنہ پردازیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے۔

ایک ضروری استدعا

(۱) جن دوستوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس وقت زندہ ہوں۔ براہ مہربانی وہ اپنے نام اس تفصیل کے ساتھ تحریر فرما کر خاکسار کے پاس بھیج دیں۔

(۱) نمبر شمار (۲) نام معہ مفصل پتہ (۳) تاریخ بیعت (۴) اس وقت عمر کس قدر ہے (۵) ان کا تعلق قادیان کی جماعت سے ہے۔ یا لاہوری جماعت سے؟

(۲) دوست اپنی جماعت کے ان لوگوں کی ایک فہرست بنا کر خاکسار کے پاس بھیج دیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور اب فوت ہو چکے ہیں۔ اس تفصیل کے ساتھ۔

(۱) نمبر شمار (۲) نام معہ سکونت وغیرہ (۳) تاریخ بیعت (۴) تاریخ وفات (۵) عمر بوقت وفات (۶) کس جگہ دفن ہوئے۔ ان کا تعلق قادیان کی جماعت سے تھا یا لاہوری جماعت سے۔ حضرت مسیح موعود کی سوانح کے لئے یہ امور مجھے درکار ہیں۔ میرا پتہ یہ ہے۔

خاکسار۔ حبیب الرحمن احمدی۔ موضع حاجی پور ڈاکخانہ پھگواڑہ ضلع جالندھر

نئی چٹیں

ہم ناظرین کی خدمت میں یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اب نئی چٹیں چھپوائی گئی ہیں۔ تمام احباب اپنے اپنے پتے بغور دیکھ لیں کہ ان میں کوئی غلطی تو نہیں۔ اگر ہو تو دفتر کو فی الفور اطلاع دیں۔ جن دوستوں کو اخبار نہیں پہنچتا۔ اور وہ اخبار کے خریدار ہیں وہ بھی جلد ہی دفتر کو مطلع کریں ایسا نہ ہو کہ ان کی چٹ چھپنے سے رہ گئی ہو۔

والسلام

طبقہ نسواں

مال خرچ کرنے کے متعلق اللہ تعالےٰ کا حکم

(محترمہ ک۔ ف۔ کے قلم حقیقت رقم سے)

گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ ہم پیغام صلح میں خواتین کے لئے ایک دو کالم مخصوص کرینگے اور ساتھ ہی ہم نے اپنی بہنوں کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ وہ اپنے مضامین سے دوسری بہنوں کو مستفید فرمائیں آج ہم اپنی محترمہ بہن ک۔ ف کا ارسال کردہ مضمون نہایت خوشی سے درج ذیل کرتے ہیں۔ اور پیغام صلح پر آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس مضمون میں جن پاکیزہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ نہایت قابل قدر ہیں امید ہے ہماری دوسری بہنیں ان خیالات سے فائدہ حاصل کریں گی۔ (مدیر)

پیاری بہنو! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے ایک ضروری حکم کی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہوں اور وہ حکم مال کے خرچ کرنے کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نیک بندوں کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی ہے اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا۔ وکان بین ذالک قواما۔ یعنی ہمارے نیک بندے وہ ہیں کہ جب وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو اسراف یعنی فضول اور بیجا طور پر خرچ نہیں کرتے۔ اور بخل بھی نہیں کرتے۔ بلکہ وہ درمیانی رستہ اختیار کرتے ہیں قرآن مجید کا یہ حکم بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ ایک طرف تو اسراف یعنی بیجا طور پر خرچ کرنے سے روک دیا۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ جہاں ضرورت ہو وہاں خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنی چاہئے۔

قرآن مجید اعتدال کی تعلیم دیتا ہے

قرآن مجید کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ اعتدال یا میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور میانہ روی کی تعلیم ہی سب سے اعلیٰ اور بہتر تعلیم ہوتی ہے۔ دونوں رستے خطرناک ہیں کسی چیز کا حد سے زیادہ کر دینا اور اس کا حد سے زیادہ گھٹا دینا بھی۔ مال کا بیجا خرچ کرنا بھی برا ہے اور اس کا بجا طور پر خرچ نہ کرنا بھی برا ہے۔

اسراف سے کیا مراد ہے

اسراف یا مال کا بیجا خرچ کرنا کیا ہوتا ہے۔ ہر بہن خود سوچ سکتی ہے کہ بیجا خرچ وہی ہوتا ہے جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ حاصل نہ ہو یعنی نہ تو دنیا کا کوئی کام اس سے سنور سکے نہ دین کا۔

ہمارے گھروں کی افسوسناک حالت

افسوس ہے کہ ہمارے گھروں میں بہت سا روپیہ بیجا صرف ہو جاتا ہے۔ اور ہم غور نہیں کرتیں کہ یہ بیجا صرف درحقیقت خدا کے حکم کی نافرمانی ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔

ہمارے گھروں کی فضول رسمیں

ہمارے گھروں کے اندر ایسی ایسی فضول رسمیں جاری ہیں کہ جن کی وجہ سے ہماری مالی حالت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ سارے گھر میں ایک مرد کمانے والا ہوتا ہے۔ اسی ایک کی کمائی پر سب کی گزران ہوتی ہے یہ تو ہوتا نہیں کہ ولایت کی طرح عورتیں بھی کوئی نہ کوئی کسب کر کے مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔ اس لئے ضرورت تو اس بات کی تھی کہ جہانتک ہو سکے اخراجات کم کئے جاتے۔ لیکن افسوس ہے کہ بجائے کم کرنے کے ہم نے ان کو اس قدر بڑھا رکھا ہے کہ ہمارا بہت سا روپیہ فضول رسموں ہی میں ضائع ہو جاتا ہے۔ بچے کے پیدا ہونے پر ڈوم۔ مراثی اور ہیجڑے یہ وہ جمع ہو کر ہمارے گھروں سے بہت سا روپیہ اڑا لے جاتے ہیں۔ ہم لوگ قرض اٹھا کر بھی اس موقع پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر ختنہ کے موقع پر۔ دودھ چھڑانے پر سالگرہوں پر بسم اللہ اور آمین پر۔ پھر منگنی سگائی۔ اور پھر بیاہ مکلاوہ پر اس قدر لمبا سلسلہ رسموں کا چلتا ہے کہ غریب تو خیر تباہ ہوتے ہی ہیں لیکن کئی امرا کے بھی دیوالے نکل جاتے ہیں۔

بچہ جب کچھ ہوش سنبھالنے لگتا ہے تو کس شوق سے ہم اس کو پیسے خرچ کرنے کے لئے دیتے ہیں۔ یہ ہمارا لاڈ ہے۔ حالانکہ اس سے آہستہ آہستہ بچے کو فضول خرچی کی عادت ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ خود بھی تباہ ہوتا ہے اور ماں باپ کو بھی ساتھ تباہ کرتا ہے۔ بھلا آتش بازی سے بھی بڑھ کر کوئی بری رسم ہو سکتی ہے۔ لیکن مائیں بچوں کو روکتی نہیں بلکہ خوشی خوشی خود ان کو

[illegible]

ہے تو دوسری طرف بچہ کی جان کا بھی خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بیسیوں اور رسوم ہیں جن میں ہمارے گھر مبتلا ہیں۔ جن بہنوں نے مولانا راشد الخیری کی کتاب حیات مشرکہ پڑھی ہے۔ وہ جانتی ہیں کہ ان رسوم کی وجہ سے کس طرح ایک گھر جو جنت کا نمونہ تھا دوزخ کا نمونہ بن گیا۔

اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلعم کا پاک نمونہ

اسلام تو بڑا سیدھا سادا مذہب ہے اس کے اصول ایسے ہیں کہ ہر ایک شخص ان پر عمل کر کے آرام کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ہمیں اپنے ہادی اعظم کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کی بھی تو کئی شادیاں ہوئیں اور کئی بچے ہوئے۔ کیا آپ نے کسی شادی پر یا کسی بچے کے پیدا ہونے پر کوئی رسم ادا کی۔ اگر نہیں تو پھر کس قدر شرم کی بات ہے کہ ہم وہ کام کریں جو ہمارے ہادی دونوں جہانوں کے بادشاہ نے نہیں کیا۔

شاید کوئی بہن یہ کہے کہ یہ عزت کا سوال ہے اور خرچ نہ کرنے سے عزت جاتی ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں کہ کیا ہم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزت رکھتی ہیں۔ کیا ہمارے بچے حضرات حسنؓ و حسینؓ سے زیادہ معزز ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اصل عزت خدا کے حکم ماننے اور محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرنے میں ہے۔

بخل بھی منع ہے

جہاں ایک طرف اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسراف سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے وہاں دوسری طرف بخل سے بھی روکا ہے۔ بخل کیا ہے؟ بجا طور پر خرچ نہ کرنے کا نام بخل ہے۔ بعض بہنیں جہاں خرچ کرنا مناسب ہو وہاں بھی خرچ نہیں کرتیں۔ یہ بھی منع ہے۔ ایسی جگہ جہاں سے ہمکو کوئی دنیوی یا دینی فائدہ پہنچتا ہو خرچ نہ کرنا بھی خدا کے حکم کے خلاف ہے۔ مثلاً ہمیں چاہئے کہ ہم بچوں کی تعلیم پر خرچ کرنے سے نہ کترائیں۔ ان کو تعلیم دیں اور لڑکیوں کو بجائے چاندی سونے کے زیورات میں لادنے کے ان کو زیور علم سے آراستہ کریں غریب رشتہ داروں کی امداد کریں۔ یتیم بچوں کی پرورش کریں۔ اور ایسی بہنوں کی تکلیفوں کو بانٹ لیں۔ جن کے سر سے خاوند گزر گئے ہیں۔ ہم اپنے زیورات اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالیں۔ غرض یہ طریقے ہیں مال کو صحیح اور بجا طور پر خرچ کرنے کے۔

اس طرح مال خرچ کرنے سے دینی دنیوی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم پر خرچ کرنے سے ان کو علم جیسی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ دنیا میں بھی باعزت رہ سکتے ہیں اور دین کے کاموں کو بھی سمجھ سکتے ہیں غریب رشتہ داروں۔ یتامیٰ اور بیوہ بہنوں کی امداد سے ایک تو فائدہ یہ ہوا کہ ان بیچاروں کا پیٹ پل گیا اور دوسرے خدا کی خوشنودی الگ ہوگئی۔ زکوٰۃ جو مسلمانوں پر فرض ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ امیر لوگوں کی جیب سے روپیہ نکل کر غریب محتاجوں کے کام آئے۔

اشاعت اسلام کے کام پر خرچ کرو

پھر اشاعت اسلام یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کا کام بھی بڑا ہی اعلےٰ اور ضروری ہے۔ اکثر بہنوں کو تجربہ ہوگا کہ کبھی اتوار سے ان کے ہاں ایک گوری چٹی یورپین لیڈی آتی ہے۔ ان سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرتی ہے۔ کبھی انجیل سنانے بیٹھ جاتی ہے۔ اور کبھی عیسیٰؑ کے گیت گا کر بچوں کو بہلاتی ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ یہ وہ آپ کو اور آپ کے بچوں کو اپنے مذہب کی ترغیب دے رہی ہے۔ اب بہنیں ذرا غور فرمائیں کہ یہ یورپین لیڈی کس قدر دور دراز ملک سے یہاں آئی ہے۔ ہزاروں میل دور انگلستان سے! اور وہ کیوں آئی ہے؟ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے۔ اور اپنے خداوند یسوع مسیح کے مذہب کو منوانے کے لئے۔ کیا ہماری بہنوں نے غور کیا ہے کہ ہم اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے اور اپنے جان سے پیارے سرور دو جہان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے منوانے کے لئے کیا کوشش کر رہی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ہمیں اپنے دین کے منوانے کا ذرا بھی شوق نہیں۔ اور ہم غیروں سے بھی سبق نہیں لیتیں۔ اگر ہم کچھ اور نہیں کر سکتیں تو کم از کم اتنا ہی کریں کہ جو انجمنیں اس وقت دین کو پھیلانے کا کام کر رہی ہیں ان کی امداد کریں۔ اور کچھ زیادہ نہیں دے سکتیں تو تھوڑا ہی سہی۔ کیا ہم کوئی دستکاری بھی نہیں جانتیں۔ ازار بند بننا۔ جرابیں بننا۔ میز پوش۔ تکیہ کے غلاف ہم میں سے بہت سی بہنیں جانتی ہیں۔ ہم روزانہ ۵۔۱۰ منٹ صرف کر کے کچھ نہ کچھ کام کر لیا کریں اور پھر اس کی فروخت سے جو وصول ہو ہم اشاعت اسلام کے کام میں دے دیا کریں۔

اب میں اپنے مضمون کو اسی پر ختم کرتی ہوں۔ امید ہے کہ دوسری بہنیں بھی اپنے خیالات سے ہمیں فائدہ پہنچائیں گی۔ ہمیں ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے ہم بے زبانوں کو بھی بولنے کا موقع دیا ہے۔

سرکار مانگرول

بر بر حسن بقائی صاحب کی تحریر مطبوعہ "پیشوا" کا جواب

(ایک واقف کار کے قلم سے)

۸ رجنوری کے پیشوا میں سرکار مانگرول کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے ہمیں تعجب ہے کہ جناب عزیز حسن بقائی صاحب نے بلا معاملہ کی تحقیق کے ایک ایسے نوٹ کو شائع کر دیا۔ جو سرتا سر خلاف واقعہ امور سے مملو ہے۔ تعجب ہے کہ آپ ایک طرف تو سرکار مانگرول کے ان مفتیانہ حقوق کو جو صاحب موصوف کو بحیثیت قاضی مانگرول تاریخی اور مذہبی طور پر حاصل ہیں سلب کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف خود ایسا طرز تحریر اختیار کرتے ہیں جس کے ہر ہر لفظ سے مفتیانہ رنگ مترشح ہوتا ہے۔ ہمیں مجبوراً عرض کرنا پڑتا ہے کہ بقائی صاحب کا لب و لہجہ نہ صرف افسوسناک بلکہ ہر طرح قابل ملامت ہے بقائی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مانگرول کے شاہی خاندان میں بفضلہ اسلامی پردہ بدستور جاری ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ البتہ ہندوستان کے رسمی اور دقیانوسی پردہ کی سرزمین مانگرول پر اب کوئی گنجائش باقی نہیں سرکار مانگرول کا یہ رسم شکن قدم نہ صرف لائق ستائش ہے بلکہ ہر طرح قابل تقلید بھی۔ اے کاش ہندوستان کے قدامت پسند حضرات اسلام کی پچھیوں پر رحم کھا کر اور اب تو رسوم کی غیر شرعی زنجیروں کو ہمیشہ کے لئے توڑ ڈالیں۔ باجے اور گانے کا سوال یہ معاملہ ہنوز زیر غور ہے۔ سرکار مانگرول ایک لائق تجربہ کار، روشن دماغ رعایا پرور اور منصف مزاج والی ریاست ہیں جن کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے محض کسی ایک طبقہ کی خوشنودی کے لئے کوئی حکم نافذ کر دیا ہے۔ پاکر نیوالے ہیں ماانتہا درجہ کی خلاف بیانی ہے کہ جس کی کم از کم بقائی صاحب سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ سرکار مانگرول کے طرز عمل سے ہندو اور مسلمان دونوں خوش ہیں۔ لہذا ان ہر دو متنازعہ مسائل پر آپ جو کچھ فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ بقائی صاحب کو نیز ان کے مخبروں کو یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ حق اور انصاف پر مبنی ہوگا۔ اور انشاء اللہ کسی طبقہ یا جماعت کے جائز حقوق کی پامالی نہ ہوگی۔ بقائی صاحب کو سرکار مانگرول کے مصاحبین و کارکنان کا علم ہو یا نہ ہو ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ سرکار مانگرول بفضلہ رنگیلے پیا یا سر تکوجی راؤ نہیں ہیں کہ جو مصاحبین کے جنگل میں پھنس کر جا و بیجا کارروائی کرنے لگ جائیں یا دقیانوسی اخبار نویسوں کی افترا پردازی سے مرعوب ہو کر ان کی جیب بھرنے لگ جائیں۔ آپ کی ذات والاصفات تو بفضلہ ایسی ہے کہ جہاں قابل سے قابل مصاحبین کو زانوئے شاگردی تہ کرنا پڑتا ہے۔ غنیمت ہے کہ بقائی صاحب نے حضرۂ صدیقی سے فیضیاب ہونے کا اعتراف کیا۔ مگر۔

اخبار احمدیہ

—— **حضرت امیر** ایدہ اللہ بنصرہ گزشتہ منگل مورخہ ۲۹ رجنوری ۱۹۲۹ء کو تنظیم جماعت کے لئے بدولہی تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ہندو مسلم کے ایک بڑے مجمع میں اسلام کی خوبیوں پر ایک لکچر دیا۔ کئی اصحاب نے بیعت کی اللہ تعالیٰ سب کو استقامت عطا فرمائے۔

—— **وفات۔** ہم دلی رنج سے یہ خبر سپرد قلم کرتے ہیں کہ ہمارے ایک نوجوان بھائی مرزا مسیح اللہ بیگ صاحب جو کہ پچھلے دنوں بغرض علاج لاہور میں تشریف لائے تھے۔ بھٹنڈہ میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں آپ کے بڑے بھائی مرزا احمد بیگ اور آپ کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ دے۔ اور آپ کے اعزہ و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

—— **ینگ مینز اشاعت اسلام یونین** کا ہفتہ وار جلسہ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صدارت میں حسب معمول سنیچر کے روز ۲۶ رجنوری ۱۹۲۹ء کو احمدیہ مسجد میں منعقد ہوا۔

مولوی عبدالرحیم صاحب بی اے نے ضرورت الہام پر تقریر فرمائی بعض دوسرے احباب نے بھی تقریریں کیں۔ جناب صدر نے اس مضمون پر مزید روشنی ڈالی اور فرمایا کہ انسان کی فطرت کے اندر الہام کی تڑپ موجود ہے۔ مخلوق کی اصلاح یا کوئی اور بڑا کام کرتے وقت انسان اکثر گھبرا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ الہام کے ذریعہ قلوب کی تسکین بخشتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ الہام ایک خارج چیز ہے۔ اور برہمو سماج کے عقیدے کی تردید کی۔

—— جملہ بزرگان ملت، و احباب سلسلہ بخیر و عافیت ہیں۔

خبریں

—— قاہرہ ۲۶ رجنوری۔ مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالعزیز شاویش انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

—— مدراس ۲۶ رجنوری۔ حضور نظام ۳۱ رجنوری کو وارد ہونگے۔ اور ایک ہفتہ تک قیام کرینگے۔

—— ہندوستان کے طول و عرض میں شاہ امان اللہ کی حمایت میں متراد طور جلسے ہو رہے ہیں۔

—— کوئٹہ ۲۸ رجنوری قندہار سے آنے والے مسافروں کا بیان ہے کہ ۲۴ رجنوری کو قندہاریوں نے شاہ امان اللہ کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا ہے۔ اور قندہار میں جمعہ کے روز ان کے نام کا ہی خطبہ پڑھا گیا۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ چند روز ہوئے کہ قندہار کے تمام ہندوؤں کا ایک وفد شاہ امان اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی ہر قسم کی مالی اور جانی امداد کا یقین دلایا اور دعائیں کیں۔ کہ خدا آپ کو جلد کابل کے تخت پر بٹھائے، شاہ نے ہندوؤں کا شکریہ ادا کیا۔

—— شاہ امان اللہ کی ملاقات کے بعد ہندوؤں نے ۵۰ ہزار روپیہ جمع کر کے ایک عظیم الشان یگیہ رچایا (ایک مذہبی رسم کا نام ہے) جس میں خود شاہ بھی شریک تھے۔ اس یگیہ میں ان کے لئے دعائیں کی گئیں۔

—— لنڈن۔ اخبار ڈیلی نیوز کا بیان ہے کہ بچہ سقہ برطانیہ سے سفارتی تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے۔

—— پشاور ۲۸ رجنوری۔ کابل سے غیر ملکیوں کے تخلیہ کے لئے مزید تیاریاں عمل میں آ رہی ہیں۔ جو تاجر اور پیشہ ور لوگ موجود ہیں ان کے لانے کا کام عنقریب شروع ہو جائے گا۔ غیر ملکی سفارت خانے بھی کابل سے آ جائیں گے۔ اور جب تک افغانستان میں امن و امان قائم نہ ہو جائے اس وقت تک وہ کابل واپس نہ جائیں گے۔

—— پشاور ۲۸ رجنوری۔ مردان کے ایک سرحدی خان نے انجمن ہلال احمر پشاور کی خدمت میں اپنے آپ کو بطور رضاکار پیش کیا ہے خان موصوف کے ساتھ پچاس اور اشخاص نے اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کی ہیں۔

—— دیوان نرنجن داس کے قتل کی خبر کی تردید ہو گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ قید ہیں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ افغانستان کے تمام مشہور ڈاکو اور بدمعاش بچہ سقہ کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔

—— پشاور ۲۸ رجنوری۔ بچہ سقہ کی فوج کے کئی سپاہی جنرل محمود خاں نے جو اس وقت کابل کے گرد و نواح میں اس کے خلاف لڑ رہے ہیں گرفتار کر لئے ہیں۔

—— بمبئی ۲۸ رجنوری۔ شاہ امان اللہ خاں نے افغان قونصل خانہ بمبئی کے نام سرکاری طور پر ایک اعلان ارسال کیا ہے۔ کہ قندہار۔ ہرات۔ مزار شریف۔ میمنہ اور کتھاگن کے باشندوں کی صدق دلانہ درخواست پر انہوں نے پھر سلطنت اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور ان مراکز میں قومی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں ہزارہ۔ مہمند۔ وارک۔ سوگارڈ اور جنوبی افغانستان کے باشندوں نے شاہ موصوف سے اپنی وفاداری کا زبردست اظہار کیا ہے۔

—— پشاور ۲۷ رجنوری۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچہ سقہ کابل میں بہت گھبرایا ہوا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ تلوار کے زور سے حکومت کرنا آسان ہے مگر ملک کا انتظام کرنا بہت مشکل ہے۔

—— دہلی ۲۸ رجنوری۔ افغان قونصل جنرل کو غلام صدیق خاں وزیر خارجہ افغانستان مقیم قندہار کا ایک پیغام موصول ہوا ہے کہ شاہ امان اللہ جنہوں نے اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خاں کے حق میں تخت چھوڑا تھا۔ اپنی قوم کی بہتری کے لئے پھر اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ کیونکہ سردار عنایت اللہ کابل میں تخت کو سنبھال سکے۔ لاکھوں لوگوں نے شاہ امان اللہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور قندہار سے تمام افغان قونصلوں کو جو غیر ممالک میں ہیں اطلاعات بھیج دی گئی ہیں۔ کہ افغان گورنمنٹ کا دارالحکومت قندہار رہے اور تمام قسم کی خط و کتابت وہیں کی جائے۔

—— افواہ ہے کہ کابل سے انگریزی سفارت بھی واپس آنیوالی ہے۔

—— خبر ہے کہ شاہ امان اللہ نے اپنی وزارت مرتب کر لی ہے۔

—— پشاور میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بچہ سقہ نے اپنا نشان بلند کر دیا ہے۔ اور اپنے نام کا یوں اعلان کیا ہے "امیر حبیب اللہ

رسول خدا ۱۳۴۷ھ" اس طرح اس کی حکومت میں شمسی سال کے بجائے قمری حساب شروع ہوگا۔ ۲۵ رجنوری کو بچہ سقہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں گیا۔ پہرہ لگا ہوا تھا۔ خطبہ اسی کے نام کا پڑھا گیا۔

—— پشاور ۲۸ رجنوری۔ اطلاع ملی ہے کہ کابل میں کرفیو آرڈر جاری کیا گیا ہے۔ اس حکم کے ماتحت اہل کابل کو عشا اور تہجد کی نماز مسجد میں ادا کرنے کی ممانعت ہے۔ شہر میں بدنظمی اور بے چینی کا دور دورہ ہے تجارت اور جملہ کاروبار بند پڑے ہیں۔ بچہ سقہ اہل کابل کے لئے وبال جان ہو رہا ہے۔

—— پشاور ۲۸ رجنوری۔ کابل کے غیر ملکی سفیر اس امر پر غور کر رہے ہیں کہ وہ اپنے سفارت خانوں کو منتقل کر کے قندہار لے جائیں۔ لیکن ایسا کرنے میں یہ دقت پیش آ رہی ہے کہ سفارت خانوں کو منتقل کرنے سے پیشتر تمام غیر ملکی باشندوں کو کابل سے نکالنا ضروری ہے۔ سنا ہے کہ سفرائے دول خارجہ نے بچہ سقہ کے ساتھ اس امر کے متعلق گفتگو شروع کر دی ہے۔

—— اخبار سول ملٹری اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ سردار علی احمد جان نے بھی اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ چند قبائل نے انہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ ان کی فوج نے مقام جگدلک پر بچہ سقہ کی فوج کو شکست فاش دی۔

—— پیرس ۲۷ رجنوری۔ افغانی سفارت خانہ کا یہاں ملاحظہ کر کے جرنیل نادر خاں نے کہا کہ تخت پر قابض ہونے کی میری کوئی خواہش نہیں۔ البتہ ملک کی خدمت کے لئے تیار رہوں۔

—— کہا جاتا ہے کہ تخت افغانستان جدید دعویدار سردار علی احمد جان عنقریب کابل جانیوالے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے افغانی ٹریڈ ایجنٹ پشاور کو دھمکی دی ہے کہ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو کابل میں تمہارے اہل و عیال گرفتار کر لئے جائیں گے۔

—— شاہ امان اللہ نے قومی قرضہ کے فنڈ کا افتتاح کر دیا ہے اس مقصد کے لئے تمسکات جاری کئے گئے ہیں۔ اور لوگ حسب استطاعت انہیں خرید رہے ہیں کوئٹہ کے افغان تاجروں اور بعض دیگر تجار نے ان تمسکات کو بڑی بھاری تعداد میں خرید کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔